بسم اللہ الرحمن الرحیم — نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

نمبر ۸ — فون نمبر ۲۳۷

لوائے ما پنہ ہر سعید خواہد بود • ندائے فتح نمایاں بنام ما باشد

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا ہفت روزہ ارگن

پیغامِ صلح

سالانہ چندہ پاکستان سے — چھ روپے
سالانہ چندہ ہندوستان سے — ۱۲/۸
سالانہ چندہ ممالک غیر سے — ۲۳ شلنگ

ایڈیٹر دوست محمد

جلد — یوم چہارشنبہ مؤرخہ ۷ ربیع الثانی ۱۳۷۱ھ — ۱۶ جنوری ۱۹۵۲ء — نمبر ۲

جماعت احمدیہ لاہور کی تبلیغی خصوصیات

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نیا ہو یا پرانا
۲۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں
۳۔ قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگی
۴۔ سب صحابہ اور ائمہ قابل احترام ہیں سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے
۵۔ اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا

اور آپکی جماعت کا مذہب

مسلمانوں کا دین ... خدام ختم المرسلین ... بدعت سے ہم بیزار ہیں ... احمد مختار ہیں ... اصول پر ہمیں ایمان ہے ... اس راہ پہ قربان ہے ... ہو کافر کا خطاب ... کو تمہیں خوفِ عقاب

یاجوج اور ماجوج کون ہیں؟

مسٹر چرچل وزیر اعظم برطانیہ کا ایک بیان جس میں روس اور انگریزوں کو یاجوج اور ماجوج قرار دیا گیا ہے

قرآن کریم کی پیشگوئی اور حضرت مجدد وقت کے بیانات کی تصدیق

ناظرین کرام کو معلوم ہے کہ گلڈ ہال لندن کے دروازہ پر دو مجسمے عہد قدیم سے نصب ہیں جنہیں یاجوج ماجوج کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ یہ مجسمے گذشتہ جنگ عظیم میں ہٹلر کی بم باری سے نذر آتش ہو گئے۔ لارڈ میئر آف لندن نے یہ مجسمے دوبارہ تیار کرائے اور انہیں نصب کرنے کی تقریب پر مسٹر چرچل وزیر اعظم برطانیہ کو دعوت دی۔ اس موقعہ پر مسٹر چرچل نے جو تقریر کی اس میں یاجوج اور ماجوج کے ان مجسموں کو عہد قدیم کی یادگار ہی نہیں بلکہ زمانہ حال کی دو عظیم الشان طاقتوں (روس اور برطانیہ وامریکہ) کے نمائندے قرار دیا ہے۔ اور اس طرح قرآن کریم کی ایک عظیم الشان پیشگوئی اور مجدد وقت کے بیانات کی تصدیق کر دی ہے۔ انکی تقریر کے ایک حصہ کا ترجمہ درج ذیل ہے۔ اس بارہ میں آج کا افتتاحیہ ملاحظہ فرمایئے:—

عہد عتیق کے ظالم وجابر

...... میں اس جنگ شکستہ ہال میں کھڑے ہو کر ان خیالات کو محسوس کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ منہدم شدہ مجسمے ہمیں ان دوسری جنگوں کی یاد دلاتے ہیں جو ہم نے زمانہ ماضی میں بر اعظم کے ظالموں کے خلاف سن ۱۹۱۴ء کی جنگ عظیم سے پہلے لڑیں اور باہم مل کر فتح حاصل کی۔

میرے محترم لارڈ میئر! میں اس اطلاع پر بے حد خوش ہوں کہ آپ نے یاجوج ماجوج کے مجسموں کو نصب کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ یہ بات میرے لئے انتہائی تکلیف کا موجب تھی کہ ہٹلر کے انہیں نذر آتش کر دیا وہ اس گیلری میں نصب کئے ہوئے بہت جاذب نظر ہوں گے۔ میرا خیال ہے کہ وہ صرف زمانہ قدیم ہی سے تعلق نہیں رکھتے بلکہ عہد حاضر سے گہرا تعلق ہے۔

مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ ہمارے زمانہ کی عالمی سیاست کو کسی ... کی نسبت زیادہ اچھی طرح بیان کرتے ہیں عالمی سیاست یاجوج اور ماجوج ... کی تاریخ کی طرح بے حد متنازعہ اور خلط ملط ہو گئی ہے تاہم میں سمجھتا ہوں کہ یاجوج اور ... کے لئے ابھی گنجائش باقی ہے۔

ایک طرف یاجوج ہے اور دوسری طرف ماجوج۔ لیکن محترم لارڈ میئر جب آپ ان دونوں کو ... تو یہ احتیاط کیجئے کہ کہیں یہ ایک دوسرے سے ٹکرا نہ جائیں کیونکہ اگر ایسا ہوا تو دونوں ریزہ ریزہ ہو جائیں گے اور ہمیں سب کو پھر نئے سرے سے شروع کرنا ہوگا ——— اور نقطہ انتہائی نہ سے شروع کرنا ہو۔

یاجوج اور ماجوج کے مابین خواہ کتنے بھی اختلافات کیوں نہ ہوں وہ بہرحال ایک ہی قسم کے اجزاء ... میں آپ کو بتاتا ہوں کہ وہ اجزاء کیا ہیں۔ بکھرے ہوئے عوام الناس کے ...

جتنے جوگرمجوشی سے اس بات کے لئے کمربستہ ہیں کہ وہ اپنے ملک اور اپنے ہمسایوں کی بہتری کے لئے پوری کوشش کریں۔ ان کی خواہش ہے کہ وہ اپنے گھر بنائیں اور اپنے بچوں کو امن، آزادی اور مستقبل کے درخشاں اور پُرامید ماحول میں پروان چڑھائیں۔

نسل انسانی کی خواہش

یہی وہ چیز ہے جس کا مطالبہ وہ اپنے حکمرانوں، سربراہوں، اور راہنماؤں سے کرتے ہیں یہی وہ عزیز ترین خواہش ہے جو تمام لوگوں کے دلوں میں پائی جاتی ہے۔ موجودہ سائنس کے لئے جو ایک سنہری دور کا دروازہ کھولنے کے لئے منتظر کھڑی ہے اس معمولی اور پُرخلوص خواہش کو پورا کرنا کس قدر آسان ہونا چاہیئے۔

لیکن پھر اسی کے ہمراہ قوم پرستوں، تخیل پسندوں، انقلابیوں، طبقاتی نفرت کے علمبرداروں اور سامراجیوں کے گروہ اُتر پڑتے ہیں جن کے پاس محض لغت میں اُلجھے ہوئے نظری ڈھکوسلوں کی ... ہیں ... اور وہ دن رات انہیں ایک دوسرے کے خلاف استعمال کرنے میں کوشاں رہتے ہیں تاکہ گھر بننے کے بجائے بموں کی نذر ہوں، اور روزی کمانے والے مارے جائیں، وہ مسمار شدہ گھروں کی بیویاں کھنڈرات میں سے اپنے پیاروں کے اعضاء بریدہ اور جھلسے ہوئے ... کرتی پھریں۔

یہ ہے اصل تشکیل حالات۔ وہ ترکیب اجزاء ہے جو یاجوج اور ماجوج ... میں مشترکہ طور پہ پائی جاتی ہے۔ اور یہ وہ ہولناک انجام ہے جو ان دونوں ...

لارڈ میئر! آپ نے اور ان لوگوں نے جو ہمارے اس شہر کے معاملات سے تعلق رکھتے ہیں اور بعض ان لوگوں نے بھی جنہیں عالمی معاملات سے واسطہ پڑتا ہے معمولی ... اور یاجوج ماجوج کو ایک دوسرے پر گرنے سے روکا ...

(باقی ...)

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ ارشادات

شیخ غلام قادر صاحب احمدیہ بلڈنگز لاہور

فتوے بغیر علم کے نہ دو

عن ابی ھریرۃ رض قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من افتی بغیر علم کان اثمہ علی الذی افتاہ ومن اشار علی اخیہ بامر یعلم ان الرشد فی غیرہ فقد خانہ اخرجہ ابوداؤد۔ تلخیص الصحاح جلد ششم۔

ترجمہ:- ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص بغیر علم کے فتوے دے تو اس (کے مطابق کام کرنے) کا گناہ فتوے دینے والے پر ہے اور جو اپنے بھائی کو ایسے کام کا مشورہ دے حالانکہ اسے (مشورہ دینے والے کو) معلوم ہو کہ یہ کام خلاف مصلحت ہے تو اس نے اس (مشورہ لینے والے) کی خیانت کی۔

بے دیوار چھت پر سونا نہیں چاہیئے۔

عن جابر رض قال نھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان ینام الرجل علی سطح لیس بمحجور علیہ المحجور علیہ الذی لہ حائط یمنع من السقوط۔ ترمذی۔ تلخیص ایضاً

ترجمہ:- جابر رض سے روایت ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس چھت پر سونے سے منع فرمایا جس پر پردے نہ ہوں محجور علیہ وہ چھت ہے جس پر دیوار ہو جو گرنے سے روکے۔

تحائف بھیجنا دل کی کدورتوں کو دُور کرتا ہے

عن ابی ھریرۃ رض قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھادوا فان الھدیۃ تذھب وحر الصدر ولا تحقرن جارۃ لجارتھا ولو شق فرسن شاۃ اخرجہ الترمذی وحر الصدر غشہ ووساوسہ والفرسن انسانۃ ظلفھا۔

ترجمہ:- ابوہریرہ رض سے روایت ہے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک دوسرے کو تحفہ بھیجا کرو کیونکہ تحفہ دل کے کینے اور کدورتیں دُور کرتا ہے اور کوئی ہمسایہ اپنے ہمسائے کو حقیر نہ جانے۔ اگرچہ بکری کے کھر کا ٹکڑا ہو (یعنی بکری کے پائے بھی اگر پکائے ہوں تو اس پر بھی اپنے ہمسائے کو دعوت دیں) وحر الصدر دل کی میل اور وسوسوں کو کہتے ہیں اور فرسن۔ کھر (پایہ) کو کہتے ہیں۔

عطیہ یا ہبہ کی ہوئی چیز واپس نہیں لینی چاہیئے

عن ابن عباس وابن عمر رض قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یحل لرجل ان یعطی عطیۃ او یھب ھبۃ ثم یرجع فیھا الا الوالد فیما یعطی ولدہ وفی روایۃ الذی یرجع فی عطیتہ او ھبتہ کالکلب یعود فی قیئہ۔ اخرجہ اصحاب السنن

تلخیص الصحاح ایضاً

ترجمہ:- ابن عباس رض اور ابن عمر رض سے روایت ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی شخص کے لئے یہ جائز نہیں کہ اگر وہ کوئی چیز کسی کو عطا کرے یا ہبہ کرے تو بعد میں واپس لے لیکن اگر باپ اپنی اولاد کو کچھ دے کر واپس لے لے تو جائز ہے ایک روایت میں ہے کہ جو اپنی عطا کی ہوئی چیز کو واپس لے تو وہ مثل کتے کے ہے جو قے کرکے پھر چاٹ لیتا ہے۔

(۱) شوکت وشان ایں سرائے زوال ✣ خوشنماید بدیدۂ جہال
(۲) برزبانہا شود تمام خدا ✣ اندروں پُر شود زحرص وہوا
(۳) اندریں روزہائے چوں شب تار ✣ دست گیرد عنایت دادار
(۴) لے فرستد بخلق صاحب نور ✣ تا شود تیرگی زنورش دور (مسیح موعود)

مدراس میں مذہبی بیداری اور احمدیت کی فتح

(محمد کریم اللہ صاحب مدیر آزاد نوجوان)

مکرمی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

خیریت مزاج شریف۔

آپ کو یہ سن کر خوشی ہوگی کہ یہاں مسلمانوں کی مذہبی ذہنیت میں ایک کھاری انقلاب رونما ہوا ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ مذہبی بیداری کا آفتاب ہمارے محلہ سے طلوع ہوا ہے۔ نوجوانوں کے جوش کا کیا پوچھتے ہو۔ . . .

. . . . . . آفتاب نکلنے سے پہلے آپ انہیں محلہ میں گشت کرتے پاؤ گے صبح کی نماز کے لئے احباب کو جگایا جاتا ہے۔ ان زندہ دل نوجوانوں کی سرپرستی کا شرف مجھے حاصل ہے کیوں نہ ہو جب حضرت مجدد وقت کی غلامی کا شرف بھی حاصل ہے۔

محلہ کے چند نوجوانوں نے ملکر ایک انجمن بنائی ہے جس کا نام انہوں نے "انجمن ترقی اسلام" رکھا ہے۔ ایک دن کی بات ہے کہ جناب حفیظ صاحب سیکرٹری میرے پاس آئے اور مجھے دعوت دی کہ میں یکشنبہ کا دن نوجوانوں کو اپنے خیالات سے آگاہ کر دوں۔ مجھے اس سے زیادہ خوشی کیا ہوسکتی تھی۔ یکشنبہ کا دن صبح کے دس بجے میرا ایک لیکچر "اسلام اور نوجوان" پر ہوا۔ تقریر کے بعد تحریک کی گئی کہ مجھے انجمن کا صدر بنایا جائے۔ سب نے نیک کہا۔ مجھے تو تعجب ہوا۔ یا اللہ۔ غیر احمدی نوجوان ایک غیر احمدی انجمن۔ اور ایک احمدی صدر؟ مجھے صدر منتخب کیا گیا۔

شہر مدراس کی تاریخ میں ملنگ احمد بادشاہ صاحب احمدی مرحوم ومغفور کے بعد یہ پہلی بار ہے کہ ایک احمدی کو ایک غیر احمدی انجمن کا صدر بنا دیا گیا ہے۔ میں نے انجمن کے اغراض ومقاصد میں احمدی رنگ پیدا کرنے کی پوری کوشش کی ہے۔ اور بفضل خدا اس میں کامیاب بھی ہوا ہوں۔

ہمارا جلوس - یوم معلم عالم

نبی کریمؐ کی سالگرہ کی خوشی میں ہم نے ایک جلوس کے ذریعہ منایا جلوس دفتر آزاد نوجوان سے دوپہر کے ۳ بجے نکلا اور مسلم محلوں کی گشت کرتے ہوئے شام کے چھ بجے داخل مسجد والاجاہی ہوا جہاں ایک عام جلسہ منعقد کیا گیا تھا۔ جلوس میں نوجوانوں کی تعداد کوئی ۱۵۰ تھی - ذیل کے پرچم جلوس کے ساتھ تھے جن کا بہت اچھا اثر مسلمانوں اور غیر مسلموں پر پڑا:-

(۱) یوم معلم عالم
[illegible] CHERS DAY.
(۲) اسلام راہ نجات
[illegible] WAY TO
[illegible] ATION
(۳) ہم صلح وامن کے [illegible]
[illegible] CE LOVERS

ہر روز صبح کو نماز [illegible] اٹھانا پھر نماز کے بعد [illegible] انہیں ان کے مکان [illegible] نماز کی فضیلت اور [illegible] پر تقریر کرنا کو ترقی اسلام کے لئے نصیحت کرنا [illegible] بہت ہی اچھا اثر محلہ پر پڑا ہے اور مخالفین احمدیت اس جوش وجذبہ کو دیکھ کر دل ہی دل [illegible] ہیں اللہ تعالیٰ ہمارے لئے کامیابی کی نئی راہیں [illegible] ہے۔ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں کامیابی [illegible] کس قدر بدقسمتی ہے کہ آج جب [illegible] فتح کی خبر سنانے کے لئے حضرت [illegible] درمیان نہیں اگر وہ ہوتے تو بہت خوش [illegible] مبارکبادی کا خط لکھتے دعائیں کرتے [illegible] کامیابی کے لئے دعا کر رہا ہوں [illegible] آپ کو اپنے ارادوں میں کامیاب کرے [illegible] میں سمجھتا ہوں کہ [illegible] دعاؤں کا ایک زندہ کرشمہ [illegible] میں احمدی نوجوان غیر احمدی [illegible] لئے اٹھا رہے ہیں اور غیر احمدی [illegible] کے نیچے احمدیوں کے گن گا رہے [illegible] نام انجمن ترقی اسلام رکھ دیا گیا [illegible] بدل نہ سکا ورنہ انجمن کا نام [illegible] رکھتا۔ پہلے دن مسجد حافظ احمد خان [illegible] اصف [illegible] سے ہماری [illegible] منتقل ہو گئی ہیں [illegible]

ضروری تصحیح

حضرت [illegible] مرتضیٰ خان صاحب [illegible] فارسی نظم جو صفحہ ۱۵-۱۶ پر [illegible] اس کے آخری اشعار میں [illegible] غلطی کتابت سے یوں لکھا گیا [illegible] لبیک راضی ام بہ فضل خدا [illegible] صحیح مصرع یوں ہے [illegible] لبیک راضی ام بہ فعل [illegible] احباب اپنے پرچوں میں [illegible] صحت فرما [illegible]

حدیث نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

عن ابی ھریرۃ رض قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من افتی بغیر علم کان اثمہ علی الذی افتاہ و من اشار علی اخیہ بامر یعلم ان الرشد فی غیرہ فقد خانہ اخرجہ ابوداؤد۔ تلخیص الصحاح جلد ہشتم۔

ترجمہ:- ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص بغیر علم کے فتوے دے تو اس (کے مطابق کام کرنے) کا گناہ فتوے دینے والے پر ہے اور جو اپنے بھائی کو ایسے کام کا مشورہ دے حالانکہ اسے (مشورہ دینے والے کو) معلوم ہو کہ یہ کام خلاف مصلحت ہے تو اس نے اس (مشورہ لینے والے) کی خیانت کی۔

بے دیوار چھت پر سونا نہیں چاہیئے۔

عن جابر رض قال نھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان ینام الرجل علی سطح لیس بمحجور علیہ المحجور علیہ الذی لہ حائط یمنع من السقوط۔ ترمذی۔ تلخیص ایضاً

ترجمہ:- جابر رض سے روایت ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس چھت پر سونے سے منع فرمایا جس پر روک نہ ہو [illegible] جو گرنے سے روکے۔

تحائف بھیجنا دل کی کدورتوں کو دور کرتا ہے

عن ابی ھریرۃ رض قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھادوا فان الھدیۃ تذھب وحر الصدر ولا تحقرن جارۃ لجارتھا ولو شق فرسن شاۃ اخرجہ الترمذی وحر الصدر غشہ و وساوسہ والفرسن اشاۃ ظلفھا۔

ترجمہ:- ابو ہریرہ رض سے روایت ہے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک دوسرے کو تحفہ بھیجا کرو کیونکہ تحفہ دل کے کینے اور کدورتیں دور کرتا ہے اور کوئی ہمسایہ اپنے ہمسائے کو حقیر نہ جانے اگرچہ بکری کے کھر کا ٹکڑا ہو (یعنی بکری کے پائے بھی اگر پکائے ہوں تو اس پر بھی اپنے ہمسائے کو دعوت دیں) وحر الصدر دل کی میل اور وسوسوں کو کہتے ہیں اور فرسن۔ کھر (پایہ) کو کہتے ہیں۔

عطیہ یا ہبہ کی ہوئی چیز واپس نہیں لینی چاہیئے

عن ابن عباس و ابن عمر رض قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یحل لرجل ان یعطی عطیۃ او یھب ھبۃ ثم یرجع فیھا الا الوالد فیما یعطی ولدہ [illegible] کمثل الکلب [illegible] یعود فی قیئہ۔ اخرجہ اصحاب السنن

تلخیص الصحاح ایضاً

ترجمہ:- [illegible] عباس رض اور ابن عمر رض سے روایت ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی شخص کے لئے یہ جائز نہیں کہ اگر وہ کوئی چیز کسی کو عطا کرے یا ہبہ کرے تو بعد میں واپس لے لیکن اگر باپ اپنی اولاد کو کچھ دے کر واپس لے لے تو جائز ہے ایک روایت میں ہے کہ جو اپنی عطا کی ہوئی چیز کو واپس لے تو وہ مثل کتے کے ہے جو قے کرکے پھر چاٹ لیتا ہے۔

---

(۱) شوکت و شان ایں سرائے زوال ؛ خوشنما ید بدیدۂ جہال

(۲) برز باہہا شود ہ نغام خدا ؛ اندروں پُر شود زحرص و ہوا

(۳) اندریں روزہائے چوں شب تار ؛ دست گیرد عنایت دادار

(۴) لے فرستند بخلق صاحب نور ؛ تا شود تیرگی ز نورش دور (مسیح موعود)

۴۵

[illegible]

مسلمانوں کی مذہبی ذہنیت میں ایک کیا ری انقلاب رونما ہوا ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ مذہبی بیداری کا آفتاب ہمارے محلہ سے طلوع ہوا ہے۔ نوجوانوں کے جوش کا کیا پوچھتے ہو۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ آفتاب نکلنے سے پہلے آپ انہیں محلہ میں گشت کرتے پاؤ گے صبح کی نماز کے لئے احباب کو جگایا جاتا ہے۔ ان زندہ دل نوجوانوں کی سرپرستی کا شرف مجھے حاصل ہے کیوں نہ ہو جب حضرت مجدد وقت کی غلامی کا شرف بھی حاصل ہے۔

محلہ کے چند نوجوانوں نے ملکر ایک انجمن بنائی ہے جس کا نام انہوں نے "انجمن ترقی اسلام" رکھا ہے۔ ایک دن کی بات ہے کہ جناب حفیظ صاحب سیکرٹری میرے آئے اور مجھے دعوت دی کہ میں یکشنبہ کا دن نوجوانوں کو اپنے خیالات سے آگاہ کردوں مجھے اس سے زیادہ خوشی کیا ہو سکتی تھی۔ یکشنبہ کا دن صبح کے دس بجے میرا ایک لیکچر اسلام اور نوجوان پر ہوا تقریر کے بعد تحریک کی گئی کہ مجھے انجمن کا صدر بنایا جائے۔ سب نے لبیک کہا مجھے تو تعجب ہوا۔ یا اللہ۔ غیر احمدی نوجوان ایک غیر احمدی انجمن۔ اور ایک احمدی صدر، مجھے صدر منتخب کیا گیا۔

شہر مدراس کی تاریخ میں ملنگ احمد بادشاہ صاحب احمدی مرحوم و مغفور کے بعد یہ پہلی بار ہے کہ ایک احمدی کو ایک غیر احمدی انجمن کا صدر بنا دیا گیا ہے۔ میں نے انجمن کے فرائض مقاصد میں احمدی رنگ پیدا کرنے کی پوری [illegible] کامیاب بھی ہوا ہوں۔

ہمارا جلوس — یوم معلم عالم

نبی کریم کی سالگرہ کی خوشی میں ہم نے ایک جلوس کے ذریعہ منایا جلوس دفتر آل ادو نوجوان سے دوپہر کے ۳ بجے نکلا اور مسلم محلوں کی گشت کرتے ہوئے شام کے چھ بجے داخل مسجد والا جاہی ہوا جہاں ایک عام جلسہ منعقد کیا گیا تھا۔ جلوس میں نوجوانوں کی تعداد کوئی ۱۵۰ تھی۔ ذیل کے پرچم جلوس کے ساتھ تھے جن کا بہت اچھا اثر مسلمانوں اور غیر مسلموں

---

(۲) اسلام راہ نجات [illegible] WAY TO [illegible]ATION

(۳) ہم صلح و امن کے [illegible] [illegible]CE LOVE [illegible]

ہر روز صبح کو نماز [illegible] اٹھانا پھر نماز کے بعد [illegible] انہیں ان کے مکان [illegible] نماز کی فضیلت اور برکت پر تقریر کرنا [illegible] ترقی اسلام کے سلسلے [illegible] بہت ہی اچھا اثر [illegible] احمدیت اس جوش و جذبہ [illegible] ہیں انشاء اللہ [illegible] کامیابی کی نئی راہیں [illegible] ہے۔ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ [illegible] کس قدر بدقسمتی ہے [illegible] فتح کی خبر سننے کے لئے حضرت [illegible] درمیان نہیں اگر وہ ہوتے تو بہت خوش [illegible] مبارکبادی کا خط [illegible] دعائیں کرتے [illegible] کامیابی کے لئے دعائیں کر رہا ہوں [illegible] آپ کو اپنے ارادوں میں کامیاب کرے [illegible] میں سمجھتا ہوں کہ حضرت امیر [illegible] دعاؤں کا ایک زندہ کرشمہ ہے کہ آج [illegible] میں احمدی نوجوان غیر احمدیوں کو [illegible] لئے اٹھا رہے ہیں اور غیر احمدی [illegible] کے نیچے احمدیوں کے گن گا [illegible] نام انجمن ترقی اسلام [illegible] بدل نہ سکا [illegible] انجمن کا نام [illegible] رکھتا [illegible] حافظ الٰہی [illegible] صیقل ہو گئی ہیں [illegible]

ضروری تصحیح

[illegible] فارسی نظم جو [illegible] ۱۶ [illegible] اس کے آخری اشعار میں [illegible] غلطی کتابت سے یوں لکھا گیا [illegible] لیک راضی ایم بر فضل خدا [illegible] صحیح مصرع یوں ہے [illegible] لیک راضی ایم بر فضل [illegible] احباب اپنے [illegible] میں اصلاح فرما [illegible]

پیغام صلح
جلد ۴۰ | یوم چہار شنبہ ۱۷ ربیع الثانی ۱۳۷۱ھ | نمبر ۲

ایک عظیم الشان پیشگوئی کا وقوع

حضرت مجدد وقت کی صداقت کا ایک زندہ ثبوت

بنگر اے قوم نشانہائے خداوند قدیر
چشم بکشا کہ پے چشم نشانیست کبیر

اشاعت حاضرہ میں دوسری جگہ قارئین کرام مسٹر ونسٹن چرچل وزیر اعظم برطانیہ کی ایک تقریر ملاحظہ فرمائیں گے، جس میں موصوف نے یاجوج ماجوج کے مسئلہ پر روشنی ڈالتے ہوئے روس اور امریکہ و برطانیہ کو اس کا مصداق قرار دیا ہے اور اس بات کا خطرہ ظاہر کیا ہے کہ اگر یہ دونوں ٹکرا گئے تو دنیا کا امن نیست و نابود ہو جائیگا اور نسل انسانی تباہ و برباد ہو کر رہ جائے گی۔

یاجوج ماجوج کی یہ تعیین مسٹر چرچل نے کس بناء پر کی ہے؟ یوں تو بائبل میں بھی یاجوج ماجوج کا ذکر موجود ہے اور اس میں روس کی طرف اشارہ بھی پایا جاتا ہے چنانچہ حزقیل باب ۳۸ - آیت ۱ تا ۴ میں ہے :-

"خداوند کا کلام مجھ کو پہنچا اور اس نے کہا کہ اے آدم زاد تو جوج کے مقابل جو ماجوج کی سرزمین کا ہے اور روش اور مسک اور توبال کا سردار ہے اپنا منہ کر اور اس کے خلاف نبوت کر اور کہہ کہ خداوند یہوواہ یوں کہتا ہے کہ دیکھ اے جوج روش اور مسک اور توبال کے سردار میں تیرا مخالف ہوں اور میں تجھ کو پھرا دوں گا اور تیرے جبڑوں میں بنسیاں مار دوں گا"

حزقیل نبی کے اس کلام میں روس کا بھی نام لیا گیا ہے اور مسک اور توبال کا بھی جس سے روس کے دو بڑے شہر ماسکو اور توبالسک مراد ہیں اور جوج یا یاجوج کو اسی ملک یا انہی شہروں کا حاکم اور سردار قرار دیا گیا ہے، لیکن ساتھ ہی اسے ماجوج کی سرزمین کا بتایا ہے۔ ماجوج کی سرزمین کونسی ہے؟ حضرت امیر مولنا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "خروج دجال و یاجوج ماجوج" میں جو انگریزی میں ترجمہ ہو کر یورپ میں پھیل چکی ہے اس بات کو واضح کیا ہے کہ :-

"وہ سرزمین جس میں روس واقع ہے یعنے یورپ کی ساری آبادی دو بڑے حصوں پر تقسیم ہوتی ہے ایک سلافی اقوام اور دوسری ٹیوٹن اقوام، موخر الذکر میں انگریز اور جرمن آتے ہیں پس جہاں یہ صراحت سے ثابت ہے کہ جوج یورپ کی مشرقی اقوام کا نام ہے وہیں یہ بھی صراحت سے ثابت ہے کہ ماجوج یورپ کی مغربی اقوام کا نام ہے یعنے وہ اقوام جو ٹیوٹن کے نام سے مشہور ہیں اور یہ بھی ظاہر امر ہے کہ ابتدائی مسکن ان سب اقوام کا ایک ہی تھا۔ ممکن ہے کہ یاجوج ماجوج ان دو اقوام کے مورث اعلیٰ کے نام یا خطاب ہوں اور اس پر شہادت یہ بھی ہے کہ یاجوج ماجوج کے مجسمے پرانے زمانے سے لندن میں گلڈ ہال کے سامنے نصب ہوتے چلے آتے ہیں اگر ان ناموں کا تعلق اس قوم کے بزرگوں سے کچھ نہ ہوتا تو ان کے مجسمے لندن میں گلڈ ہال کے سامنے کیوں نصب ہوتے۔ پس ایک طرف بائبل کے بیان سے اور دوسری طرف مجسموں کی اس تاریخی شہادت سے یہ بات قطعی طور پر ثابت ہوتی ہے کہ یاجوج ماجوج کوئی فرضی نام نہیں بلکہ اقوام یورپ کے ہی دو ٹکڑوں کے دو نام ہیں اور ان دونوں ناموں میں سارا یورپ آجاتا ہے"

حضرت امیر رحمۃ اللہ علیہ کا یہ بیان قرآن کریم کی ان آیات پر مبنی ہے، جن میں یاجوج ماجوج کا ذکر کرتے ہوئے ایک طرف ان کے عقائد کا ان الفاظ میں ذکر کیا ہے افحسب الذین کفروا ان یتخذوا عبادی من دونی اولیاء کیا جو کافر ہیں وہ میرے بندوں کو میرے سوا کارساز سمجھتے ہیں؟ یعنے کوئی مسیح کو اپنا کارساز مانتا ہے اور کوئی کارل مارکس اور لینن اور سٹالن کو، اور دوسری طرف یہ فرما کر ان کی دنیوی زندگی کا نقشہ کھینچا ہے کہ ھل ننبئکم بالاخسرین اعمالا الذین ضل سعیھم فی الحیوۃ الدنیا وھم یحسبون انھم یحسنون صنعا کیا ہم تمہیں خسارہ کے اعمال والوں کی خبر دیں؟ یہ وہ لوگ ہیں جن کی ساری کوشش دنیا کی زندگی ہی میں صرف ہو گئی اور ان کا یہ گمان ہے کہ وہ بہترین صنعتیں بنا رہے ہیں، اور ایک اور مقام پر نہایت صراحت کے ساتھ ان کے دنیوی عروج کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے حتی اذا فتحت یاجوج وماجوج وھم من کل حدب ینسلون (الانبیاء ۹۶) یہاں تک کہ جب یاجوج ماجوج کھول دیئے جائیں گے اور وہ ہر بلندی سے چڑھ دوڑیں گے اور ان کی آخری آویزش کا ذکر بھی ان الفاظ میں قرآن کریم میں موجود ہے، وترکنا بعضھم یومئذ یموج فی بعض (الکہف ۹۹) اور ہم ان میں سے بعض کو بعض پر موجیں مارتے ہوئے چھوڑیں گے گویا ہر بلندی پر چڑھ دوڑنے اور تمام دنیا پر غلبہ اور تسلط پا لینے کے بعد پھر وہ باہم ٹکرائیں گے اور ایک دوسرے پر چڑھ دوڑیں گے اور یہی ان کی تباہی کا موجب ہوگا، یہی وہ باہمی آویزش ہے جس کا ذکر مسٹر چرچل نے بار بار اپنی تقریر میں کیا اور ہم سمجھتے ہیں کہ یہ قرآن کی پیشگوئی کی صداقت کا کھلا اعتراف ہے اور اس کے ساتھ حضرت مجدد وقت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بھی صداقت کا ثبوت اس سے ملتا ہے جنہوں نے آج سے ساٹھ سال پہلے یہ اعلان کیا تھا :-

"اور یاجوج ماجوج کے متعلق تو فیصلہ ہو چکا ہے جو یہ دنیا کی دو بلند اقبال قومیں ہیں جن میں سے ایک انگریز اور دوسرے روس ہیں"

(ازالہ اوہام ص ۵۰۲)

"ایسا ہی یاجوج ماجوج کا حال بھی سمجھ لیجئے یہ دونوں پرانی قومیں ہیں جو پہلے زمانوں میں دوسروں پر کھلے طور پر غالب نہیں ہو سکیں اور ان کی حالت میں ضعف رہا لیکن خدا تعالےٰ فرماتا ہے کہ آخری زمانہ میں یہ دونوں قومیں خروج کریں گی یعنی اپنی جلالی قوت کے ساتھ ظاہر ہوں گی جیسا کہ سورہ کہف میں فرمایا ہے وترکنا بعضھم یومئذ یموج فی بعض یعنے یہ دونوں قومیں دوسروں کو مغلوب کر کے پھر ایک دوسرے پر حملہ کریں گی"

(ازالہ اوہام ص ۵۰۸)

پس یہ کس قدر بلند نشان ہے کہ وہ پیشگوئی جس کا ذکر قرآن کریم نے آج سے ساڑھے تیرہ سو برس پہلے کیا تھا اور اس وقت جب خود مسلمان قرآن کریم کے ہوتے ہوئے یاجوج ماجوج کی حقیقت کو سمجھ نہ سکتے تھے، حضرت مجدد وقت نے کھول کھول کر دنیا کو سمجھایا کہ یہ ہے وہ یاجوج ماجوج جس کا ذکر بائبل میں بھی ہے اور قرآن میں بھی، آج خود ماجوج بول رہا ہے اور وہی بول رہا ہے کہ یاجوج کے ساتھ میری ٹکر ایک خطرناک تباہی کا موجب ہوگی۔

اللہ اکبر - کیا یہ نشان ان لوگوں کی آنکھیں کھولنے کے لئے کافی نہیں، جو حضرت مجدد وقت کی مخالفت اور تکذیب پر ادھار کھائے بیٹھے ہیں؟ کیا یہ بلند نشان قرآن کریم کی عظمت و صداقت کا ایک کھلا ثبوت نہیں؟

لیکن یاجوج ماجوج کی وہ آخری ٹکر جس کا ذکر قرآن کریم نے کیا ہے، اور حضرت مسیح موعود نے اس سے استدلال کر کے اور خدا تعالے سے علم پا کر روس اور انگریز کی باہمی جنگ مراد لی ہے اور جس کو مسٹر چرچل نے دنیا کی تباہی کا موجب قرار دیا ہے آخر کار اسلام کے لئے ہی مفید ثابت ہوگی مسٹر چرچل کا یہ کہنا کہ امریکہ کی مساعی اور قربانیاں، جن کی حقیقی بنیاد میں صحیح نہیں امن کی حقیقی بنیادیں وہ اصول ہیں، جو دنیا کی یکجہتی اور سلامتی کے لئے اسلام نے تجویز کئے ہیں یہی اصول آخر کار کامیاب ثابت ہوں گے اور انہی پر عمل پیرا ہو کر دنیا تباہی اور بربادی سے بچ سکے گی، اور جیسا کہ پیشگوئی اور حضرت مسیح موعود کے بیانات سے ثابت ہوتا ہے یاجوج ماجوج آخر کار مسلمان ہو کر عملاً و اعتقاداً کھلی زبان سے اسلام کی صداقت کی شہادت دیں گے۔

آخر میں ہم اپنے احباب سے یہ عرض کرنا چاہتے ہیں کہ ایسا زبردست نشان جو ہمارے ایمانوں میں ایک نئی روشنی اور تر و تازگی بخشنے کا موجب ہے، ضرورت ہے کہ دوسرے لوگوں میں اس کا چرچا کیا جائے، آج قرآن کی باتیں ایک حقیقت بن کر دنیا کے سامنے آ رہی ہیں، حضرت مجدد وقت کے بیانات جو آج سے ساٹھ سال پہلے ایک خواب و خیال کی حیثیت رکھتے تھے، آج ایک روشن صداقت کی صورت اختیار کر چکے ہیں کیا یہ کوئی چھوٹی سی بات ہے؟ کیا اس کو دوسروں تک پہنچانا ہمارا فرض نہیں؟ وہ لوگ جو ابھی تک مسیح موعود کے نام سے بدکتے ہیں، ان کو بتانا ہے کہ جس کے نام سے تمہیں چڑ ہے اس کی صداقت کو خدا اپنے روشن نشانوں سے اور زور آور حملوں سے ثابت کر رہا ہے آؤ اس کے ساتھ ہو کر اشاعت اسلام اور قرآن کی عظمت کو دنیا میں قائم کرو۔ آج حضرت مسیح موعود ہوتے تو مسٹر چرچل کے اس بیان پر جس نے دنیا میں تہلکہ مچا دیا ہے اور قرآن کریم کی پیشگوئی کے پورا ہونے پر خوشی کا اظہار کرتے۔ کیا مسیح موعود کے ماننے والوں کا یہ فرض نہیں کہ وہ آپ کے اس کام کو پورا کریں؟

حضرت امیر رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق احمدیہ انجمن خواتین اسلام کے جلسہ میں تعزیتی ریزولیوشن اور صدر صاحبہ کی تقریر

حضرت امیرؒ کے شایان شان یادگار قائم کی جائے

احمدیہ انجمن خواتین اسلام کے سالانہ جلسہ کی جو ۲۸ر دسمبر کو مسلم ہائی سکول نمبر۱ لاہور میں منعقد ہوا مختصر روئداد قبل ازیں درج ہو چکی ہے ذیل میں وہ ریزولیوشن درج کیا جاتا ہے جو صدر جلسہ بیگم ڈاکٹر عبدالمجید صاحب پشاور نے پیش کیا۔

میری معزز بہنو!

پہلے اس سے کہ میں اور کچھ عرض کروں میرا فرض ہے، کہ سیدی حضرت امیر مولانا محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات حسرت آیات کے متعلق ریزولیوشن آپ کے سامنے پیش کروں ریزولیوشن یہ ہے:-

"احمدیہ خواتین کا یہ جلسہ سیدی مولنا محمد علی امیر جماعت احمدیہ و صدر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کی المناک وفات پر اپنے دلی رنج اور غم کا اظہار کرتا ہے۔ حضرت امیر رحمۃ اللہ علیہ نے جس خوبی و تندہی سے تقریباً چالیس سال تک نہ صرف انجمن کے مشکل کام کو چلایا بلکہ جماعت احمدیہ اور جملہ مسلمانوں کی روحانی قیادت کی وہ محتاج بیان نہیں۔ ان کا پیدا کردہ اسلامی لٹریچر وہ بیش قیمت دولت ہے جس سے انہوں نے دنیا کو مالا مال کر دیا ہے۔ اور جس کی وجہ سے خصوصاً ان کا نام قیامت تک زندہ اور روشن رہے گا۔ ان کی وفات سے اسلامی دنیا کو عموماً اور جماعت احمدیہ کو خصوصاً وہ نقصان پہنچا ہے۔ کہ اس کی تلافی ناممکن ہے۔ اللہ تعالیٰ حضور مرحوم و مغفور کی بے نظیر خدمات دینی کی قدر فرمائے اور ان کی روح پر بے شمار رحمتیں و برکات نازل فرمائے۔ اور ہمیں ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

"یہ جلسہ حضرت امیر رحمۃ اللہ علیہ کی بیگم صاحبہ سے خصوصاً اور دیگر پسماندگان سے عموماً اپنی دلی ہمدردی کا اظہار کرتا ہے۔

"اس ریزولیوشن کی نقل جناب صاحب صدر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور اور محترم بیگم صاحبہ حضرت امیر مرحوم و مغفور کی خدمت میں بھیجی جائے اور اخبار پیغام صلح و لائٹ اور دوسرے اخبارات کو بھیجی جائے۔" اس ریزولیوشن کو پیش کرتے ہوئے صدر صاحبہ نے حسب ذیل تقریر فرمائی:-

"پیاری بہنو!

پہلے اس سے کہ میں آپ سے درخواست کروں کہ آپ کھڑی ہو کر اس ریزولیوشن کو پاس کریں اور حضرت امیر رحمۃ اللہ علیہ کے لئے دعائے مغفرت کریں۔ میں اس ریزولیوشن پر کچھ عرض کرنا چاہتی ہوں۔ ریزولیوشن ایک چھوٹی سی چیز ہوتی ہے کہ اس میں دل کی سرگزشت کہنا مشکل ہوتا ہے۔ اور ہمارے حضرت امیر مرحوم کے وصف اور خوبیاں اس قدر ہیں کہ انکو بیان کرنا سمندر کو کوزہ میں بند کرنے کی کوشش کرنا ہے۔ مگر پھر بھی چند الفاظ کہے بغیر نہیں رہ سکتی۔

قرآن پاک میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ ومن یطع اللّٰہ والرسول فاولٰئک مع الذین انعم اللّٰہ علیہم من النبیین والصدیقین والشہداء والصالحین یعنے جس نے اللہ اور رسول کی اطاعت کی تو یہی لوگ نبیوں، صدیقوں شہیدوں اور صالحین کے ساتھ ہیں اور ان پر اللہ تعالےٰ نے اپنی نعمتیں نازل فرمائی ہیں۔

شہید کا رتبہ خداوند کریم کے نزدیک نہایت بلند ہے اور شہید وہ ہے جو اللہ کی راہ میں جہاد کرتا ہوا قربان ہو جائے موجودہ زمانے میں اسلام کی ترقی کے لئے قلمی جہاد کی زیادہ ضرورت ہے اور اس جہاد فی سبیل اللہ میں ہمارے قابل صد احترام امیر حضرت مولانا محمد علی مرحوم و مغفور صف اوّل میں نظر آتے ہیں۔ وہ ایک چاند کی طرح ہیں۔ جنہوں نے چودھویں صدی کے مجدد سے روشنی پاکر اپنی خداداد قابلیت سے دنیا کو منور کر دیا۔ اس صدی میں حضرت مسیح موعودؑ کے بعد حضرت مولنا محمد علی نے سب سے زیادہ خدمت اسلام کی۔ نہ صرف ان کے روحانیت اور معرفت کے بھرے ہوئے خطبات اور مضامین جو اخبار میں چھپتے رہے بلکہ ان کی بیش بہا کتابیں اور رسالے جو مسلمانوں اور غیر مسلموں میں ہزاروں کی تعداد میں تقسیم ہوئے۔ آپ کا انگریزی اور اردو کا ترجمہ قرآن مجید جس سے لاکھوں مسلمانوں نے فائدہ اٹھایا۔ پھر آپ کی کتاب سیرت خیر البشر جس کا ترجمہ سترہ مختلف زبانوں میں ہوا جن میں سے ایک عربی زبان بھی ہے۔ پھر آپ نے صحیح بخاری کا اردو ترجمہ اور تفسیر ... غیر مسلموں کی طرف سے کئے جا... انگریزی زبان میں بھی احادیث کا ... ہے۔ اسی طرح آپ کی ایک بہت ... آف اسلام ہے۔ اس کتاب میں معلومات جمع کی گئی ہیں اور ... انسان نے کی ہے۔ خلافت ... کا ذکر بھی ضروری ہے کہ حضور ... کے متعلق وہ شاید پہلی تاریخ ... میں صحابہ کرام کی نسبت جو غلط ... میں بھی پھیلی ہوئی تھیں انہیں دور ... ہیں جن کا علم مسلم اور غیر مسلم ... کا بھی حضرت امیر نے خوب قلع ... کی۔ آپ نے النبوۃ فی الاسلام ... پر قلم کو توڑ دیا ہے۔

اس کے علاوہ مسلمانوں کی ... ہمدردی کی۔ مسلمانوں میں جو منگا ... تحریکیں جن میں شامل ہونے کی دعوت جماعت کے باہر اور اندر دونوں طرف سے ہوئی، اگرچہ حضرت مرحوم و مغفور نے ہر اس تحریک میں جو مسلمانوں کے لئے مفید تھی زبانی اور عملی ہمدردی کی اور اس میں چندہ دیا یا دوسرے طریقوں سے حصہ لیا۔ مگر جماعت کا قدم انہوں نے اس مضبوط رستے سے نہ بھٹکنے دیا جس پر حضرت مسیح موعود نے ڈالا تھا۔ یعنے خدمت اسلام۔ حفاظت اسلام۔ اور اشاعت اسلام کا راستہ۔ اور ہمارے حضرت امیر ہی کی ان تھک کوششوں اور دعاؤں کا یہ نتیجہ ہے۔ کہ ان کی یہ جماعت جو معمولی ممبروں سے شروع ہوئی آج کئی ہزار کی ہے۔ سب سے بڑھکر یہ کہ حضرت مسیح موعود کی صحیح تعلیم اور صحیح ... بچ گیا۔ اس وقت انجمن کئی لاکھ روپے کی جائداد کی مالک ہے بیرونی ممالک میں کئی اسلامی مشن یورپ، امریکہ اور دوسری جگہوں میں کامیابی کے ساتھ کام کر رہے ہیں۔ اور کوئی مہینہ ایسا نہیں گذرتا جس میں مسلمان مردوں اور عورتوں کے حلقہ بگوش اسلام ہونے کی خوشخبری ہم نہیں سنتے۔ غیر مسلم ملکوں میں مسجدیں بن گئی ہیں بہت سی زبانوں میں قرآن کریم کے تراجم۔ سیرت نبی کریم۔ اور دوسرے مضامین پر کتابیں اور رسالے شائع ہو گئے۔

دنیا میں بہت کم لوگ ہیں جو باوجود اتنی مشکلات اور مخالفت کے اپنی زندگی میں اس قدر کامیاب ہوئے ہوں۔ وہ تو اپنا کام کر گئے اور خدا کے آگے سرخرو ہوئے۔ ہمیں ان کے نیک نمونہ کو ہمیشہ اپنے آگے رکھنا چاہیئے اور اپنی اولاد کو تلقین کرنی چاہیئے کہ ان کی طرح نہ صرف اعلیٰ دنیاوی تعلیم حاصل کریں بلکہ دین کو بھی سیکھیں اور قرآن کریم اور اسلام کی خدمت کریں چاہے وہ اپنے دنیاوی کاموں کے ساتھ ساتھ ہی ہو۔

میں اس تقریر کو حضرت امیر مرحوم مغفور کی بیگم صاحبہ کا ذکر کئے بغیر ختم نہیں کر سکتی۔ خوش قسمتی سے آج وہ ہم میں موجود ہیں۔ اور ہمارے لئے وہ حضرت امیر کی زندہ نشانی ہیں ان کے صدمے اور رنج و غم کا احساس صرف ان بہنوں کو ہو سکتا ہے جن سے ان کے رفیق زندگی بچھڑ گئے ہیں مگر دراصل شاید کسی کو بھی نہیں ہو سکتا۔ اس لئے کہ حضرت مولانا محمد علی جیسا انسان دنیا میں بہت کم پیدا ہوتا ہے۔

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے

جلسۂ خواتین و دستکاری فنڈ

بیگم صاحبہ حضرت امیر رحمۃ اللہ علیہ

قارئین کرام نے سالانہ جلسۂ خواتین کی کارروائی گزشتہ پرچے میں ملاحظہ کی ہے۔ یہ چند سطور اس لئے لکھ رہی ہوں کہ دستکاری کے متعلق اپنی معزز بہنوں کی توجہ بعض ضروری باتوں کی طرف مبذول کراؤں۔ آج سے چند سال پہلے ہماری دستکاری کی نمائش نہایت پُر رونق ہوتی تھی۔ مگر تقسیم ہند کے بعد بعض ناگزیر وجوہات سے یہ تحریک قدرے ماند پڑ گئی۔ تاہم جو رقم اس ذریعے سے وصول ہوتی تھی۔ اس میں چنداں فرق نہیں پڑا۔ اس لئے کہ جو بہنیں دستکاری بنا کر نہ دے سکیں ان سے ہم نقد وصول کر لیتے تھے۔ چنانچہ اس سال بھی اگرچہ اشیاء کی فہرست تعداد میں کم رہی نقد روپے وصول کر کے خدا کے فضل سے کمی پوری ہو گئی۔ مجھے امید ہے کہ آئندہ سال کمی تعداد کی شکایت بھی نہ رہے گی۔

چند امور کی طرف توجہ دلانا ہے وہ یہ ہیں:—

اوّل:۔ ایسی اشیاء بنائی جائیں جو کارآمد ہوں۔ اور خرچ زیادہ نہ آئے۔ مثلاً اگر پانچ روپے گز کی کریب ایک گز خرید کر میز پوش بنایا جائے اور اس پر دھاگا و کڑھائی وغیرہ تین روپے خرچ ہوں تو آٹھ روپے میں میز پوش کا بکنا مشکل ہوتا ہے۔ اور ریشمی میز پوش زیادہ کارآمد بھی نہیں ہوتے۔ اس کی جگہ اگر ڈیڑھ روپے گز کا لٹھا یا دوسوتی کا میز پوش بنایا جائے تو یقیناً کم خرچ ہوگا اور گھریلو استعمال کے لئے موزوں بھی۔ اسی طرح ریشمی غلاف تکیہ کی جگہ سوتی اور موزوں سائز کے غلاف زیادہ مقبول اور کارآمد ہیں۔

دوم۔ کوئی چیز بازار سے خرید کر نہ دی جائے۔ ایک بچے کا اونی سٹ بازاری آیا جس کی قیمت بازار میں تو دس روپے تھی۔ مگر ہم سے اس قیمت پر نہ بک سکا۔ اور نقصان اٹھایا۔

سوم۔ مشین وغیرہ سے بنوا کر دینے میں بھی نقصان رہتا ہے۔ دستکاری میں حصہ لینے کا مقصد تو یہ ہے کہ جہاں ہم بیسیوں کام اپنی جان یا اپنے بچوں کے لئے کرتے ہیں تو مہینے یا ہفتے میں ایک گھنٹہ باقاعدگی سے خدمت دین کے لئے بھی کچھ کام کریں اور یہی جذبہ و شوق پیدا کرنا اس تحریک کا اصل مقصد ہے۔ اگر کوئی بہن معذور ہوں اور باوجود کوشش کے اس نیکی میں حصہ نہ لے سکیں تو پھر وہ نقد دے سکتی ہیں۔ مگر بازار سے خرید کر دینا تو کسی صورت میں مفید نہیں۔ کیونکہ ہماری کوئی باقاعدہ دکان تو ہے نہیں اور تین چار دن کے اندر کام کی تمام اشیاء نکال دینی پڑتی ہیں۔ بعض وقت لاگت سے بھی کم پر چیز دینی پڑتی ہے اگرچہ میں کوشش کر رہی ہوں کہ آئندہ کسی دکان سے سمجھوتہ کر لیا جائے اور بقیہ اشیاء ... نقصان اٹھانا پڑے۔

چہارم۔ تمام دستکاری نہایت صفائی سے بنائی جائے۔ اور ہر چیز میں موزونیت کا خیال رہے یعنی کہ اونی سوٹ چار یا پانچ سال کے بچے کے لئے ہو اور ٹوپی ایک سال کے بچے کے ناپ کی۔ اسی طرح اگر گڑیاں گھر کے کپڑوں کی کترنوں سے ذرا محنت کر کے کسی خوبصورت ڈیزائن کی بنائی جائیں تو ان پر نہایت معمولی لاگت آتی ہے۔ اور ہاتھوں ہاتھ نکل جاتی ہیں امید ہے میری معزز بہنیں آئندہ اس تحریک کو ہر طرح مفید و کارآمد بنانے کی کوشش فرمائیں گی۔

آخر میں میں اپنی ان سب بہنوں کا شکریہ ادا کرتی ہوں جنہوں نے جلسے کو کامیاب بنانے کی سعی کی ہے۔ سب سے پہلے اپنی محترمہ بیگم عبدالمجید صاحبہ کی دل سے ممنون ہوں کہ وہ باوجود ناسازئ طبع کے پشاور سے تشریف لائیں اور کرسی صدارت کو رونق بخشی۔ آپ بہت ہی نہایت خاموش کام کرنے والی خاتون ہیں۔ وہ نہ صرف احمدی خواتین میں تبلیغ و دینی خدمت کی روح پیدا کرنا چاہتی ہیں بلکہ پشاور کی دیگر مفید زنانہ تحریکوں میں بھی نہایت سرگرمی سے حصہ لیتی ہیں۔ پاکستان کے قیام کے بعد سے انہوں نے محترمہ بیگم عبدالقیوم صاحبہ زوجہ محترم خان عبدالقیوم خان (وزیر اعلیٰ صوبہ سرحد) کے ساتھ مل کر مہاجرین کے مسئلہ میں نہایت گرانقدر خدمات انجام دی ہیں اور اب تک دے رہی ہیں۔ اس کے علاوہ ان کے دل میں احمدیت کے لئے قابل قدر غیرت و محبت ہے۔ اپنے بچوں کو نہایت ہی اعلیٰ درجے کی دینی و دنیاوی تعلیم دی ہے ... پکے احمدی ہیں اور ان کے ہر کام میں اسلامی شان نظر آتی ہے اس رنگ میں احمدی خواتین کے لئے وہ ایک قابل تقلید نمونہ ہیں کہ عموماً ہم لوگ اپنے بچوں کی طرف سے غفلت کر جاتے ہیں ہماری دلی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو صحت کاملہ عطا کرے اور بیش از بیش خدمت دین کی توفیق دے۔ آمین۔ انتظام نمائش اور دیگر کام ہماری اپنی عزیزہ محترمہ بیگم خواجہ جلال الدین صاحبہ کے سپرد تھے مگر بوجہ علالت میں سب دلخواہ ان کاموں کے لئے وقت نہ دے سکیں۔ انہوں نے نہایت محنت و خلوص سے یہ ذمہ داری نبھائی اور نہ صرف نمائش کا انتظام سنبھالا بلکہ زنانہ جلسے کے دن ایک دکان بھی لگائی اور بہت ہمت و محبت سے سب کام سرانجام دیئے۔ خداوند کریم ان کو جزائے خیر دے اور مزید توفیق عطا فرمائے۔ ان کے علاوہ بھی جن بچیوں یا بہنوں نے اس نیک کام میں حصہ لیا ہے وہ ہمارے دلی شکریہ اور عنداللہ ثواب کی مستحق ہیں خدا کے فضل اور سب کی ... کامیابی سے ہوا۔ زنانہ جلسہ کے اختتام پر ہمارے محترم صدر الحاج میاں محمد ... ذریعہ جلسے پر تشریف لا کر بہنوں کا شکریہ ادا کیا تھا۔ یہ تحریر جلسے میں پڑھ کر سنا دی گئی ... پر اس کا بہت اچھا اثر ہوا۔ جن ننھے ننھے بچے بچیوں نے نظمیں پڑھیں اللہ تعالیٰ انہیں عمر دے اور ... بنائے۔ آمین۔

حضرت امیر رحمۃ اللہ علیہ تقویٰ کے بلند سے بلند مقام پر تھے

مجلس معتمدین احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کا متفقہ اعلان

ذیل کا ریزولیوشن مجلس معتمدین احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور نے اپنے ... ۲۷ دسمبر ۱۹۵۱ء میں متفقہ طور پر پاس کیا۔

ریزولیوشن نمبر ۵۱ مورخہ ۲۶-۱۲-۵۱ و ۲۷-۱۲-۵۱

"مجلس معتمدین کا یہ اجلاس نہایت واضح الفاظ میں متفقہ طور پر اعلان کرتا ہے کہ حضرت امیر مرحوم رحمۃ اللہ علیہ تقویٰ کے بلند سے بلند مقام پر قائم تھے اور ان کی ذات میں دیانت و امانت اکمل رنگ میں جلوہ گر تھی وہ اس زمانہ میں احمدیت کے زبردست ستون تھے۔

حضرت مرحوم رحمۃ اللہ علیہ کے آخری ایام میں جو بعض ناخوشگوار امور ... آئے اس پر یہ اجلاس اظہار افسوس کرتا ہے۔"

دستخط سیکرٹری

دستخط پریذیڈنٹ

حضرت امیر رحمۃ اللہ علیہ کے بعد ہماری نئی ذمہ داریاں

احمدیہ انجمن خواتین کے جلسہ سالانہ میں بیگم ڈاکٹر عبدالمجید صاحب کا

خطبۂ صدارت

یاایھا الذین اٰمنوا استعینوا بالصبر والصلوٰۃ ط ان اللہ مع الصابرین ہ ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات ط بل احیاء و لٰکن لا تشعرون ہ ولنبلونکم بشیءٍ من الخوف والجوع ونقصٍ من الاموال والانفس والثمرات ط وبشر الصٰبرین الذین اذا اصابتھم مصیبۃ قالوا انا للہ وانا الیہ راجعون ہ اولٰئک علیھم صلوٰت من ربھم ورحمۃ واولٰئک ھم المھتدون ہ

اے لوگو جو ایمان لائے ہو صبر اور نماز کے ساتھ مدد مانگو۔ یقیناً اللہ صبر کرنیوالوں کے ساتھ ہے۔ اور جو اللہ کی راہ میں مارے جاتے ہیں انہیں مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں مگر تم محسوس نہیں کرتے اور ضرور ہم کسی قدر ڈر اور بھوک اور مالوں اور جانوں اور پھلوں کے نقصان سے تمہارا امتحان کریں گے اور صبر کرنے والوں کو خوشخبری دے۔ وہ جنہیں جب کوئی مصیبت پہنچتی ہے کہتے ہیں ہم اللہ کے لئے ہیں اور اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔ یہی وہ ہیں جن پر ان کے رب کی طرف سے مغفرت اور رحمت ہے۔ اور یہی وہ ہیں جو ہدایت پانے والے ہیں۔

ایک اداسی

ہماری انجمن اشاعت اسلام لاہور کے سالانہ جلسے یوں تو ۱۹۱۴ء سے مسلسل اور پیہم ہوتے چلے آتے ہیں، مگر اس سال کا جلسہ ایک جداگانہ اور یگانہ حیثیت رکھتا ہے۔ آج جدھر دیکھو چہرے پژمردہ جس طرف نظر اٹھاؤ طبیعتیں اداس نظر آ رہی ہیں یہ کیوں اس لئے کہ آج ہم میں وہ عبد خدا و شیدائے رسول، وہ عاشق قرآن اور محبوب مسیح موعود موجود نہیں۔ جس کی قیادت جس کی امارت اور جس کی رہبری میں ہماری انجمن کی طرف سے پورے سینتیس سال چار اکناف عالم میں اعلائے کلمۃ اللہ کا پرچم اس شان و احتشام سے لہرایا جاتا رہا کہ جس کی رفعت و عظمت کا اعتراف اغیار اور معاندین کو بھی کرنا پڑا۔ اور جس کے صدقہ لاکھوں تشنگان حق کو سلطان کشتیٔ دین متین کی سعادت نصیب ہوئی۔

حضرت امیرؒ کی گوناگون حیثیات

وہ مرد مجاہد ہماری انجمن کا صدر بھی تھا اور جماعت کا امیر بھی اور نہ صرف عساکر تبلیغ کا ناظم و رہنما بلکہ محاذ تبلیغ کے لئے جملہ علوم جانباز اور مدافعانہ لٹریچر کا مصنف اور مؤلف بھی اور ان جملہ شعبوں سے متعلق ہر انجمن کو اس خوبی سے سلجھاتا کہ کبھی کوئی چھوٹی سے چھوٹی بات بھی نظرانداز نہ ہوتی اور کوئی معاملہ تشنۂ تکمیل نہ رہتا۔

کام کی تکمیل

تقاضائے سن۔ ضعف پیری اور امراض جسمانی نے مدتوں انفرادی اور اجتماعی طور سے یورش جاری رکھی مگر اس مرد مجاہد کے پائے استقلال۔ عزم۔ ہمت اور جراٴت میں آخر دم تک سر مو لغزش نہ لا سکے۔ حتیٰ کہ آخری ایام میں جبکہ آپ کا رخت سفر تیار کیا جا رہا تھا۔ آپ نہایت یکسوئی اور عالی ہمتی سے اسی عزم اسی استقلال اسی ہمت و جراٴت سے تن تنہا بستر مرگ پر اپنے ترجمۃ القرآن انگریزی کے پروف پڑھنے میں منہمک تھے جب ڈاکٹروں نے تاکیدی مشورہ دیا کہ اس کام کو ترک کر دیں، ورنہ آپ کے قلب پر خطرناک بوجھ پڑے گا۔ فرمایا۔ بوجھ تو اس کام سے پڑا کرتا ہے جو خلاف طبیعت ہو۔ مگر مجھے تو اس کام میں راحت محسوس ہوتی ہے اور طبیعت کو تسکین ملتی ہے۔ اللہ کریم نے بھی اس مبارک عزم اور اس پر اس قدر ثابت قدمی کو اس طرح نوازا کہ محض اپنے فضل و کرم سے حضرت ممدوح کو اپنے وصال سے تین یوم قبل اس قدر دشوار کام کی تکمیل کی توفیق اور سعادت سے مشرف فرمایا۔

حضرت امیرؒ کی جدائی

یہی ہمارا امیر۔ ہمارا صدر۔ ہمارا قائد اور ہمارا رہبر و رہنما جس کی زندگی کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی صداقت کی دلیل ٹھہرایا اور جس کو حضرت سلطان القلم نے اعجازی قلم کی امانت سپرد فرمائی یعنی حضرت مولانا محمد علی علیہ الرحمۃ ہمیں رنج و مفارقت دے کر اپنے مولا سے جا ملے۔ اگرچہ وہ زندہ جاوید ہیں مگر ہم ان کی قیادت صدارت اور امارت سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے محروم ہو چکے ہیں مگر کل من علیھا فان و یبقیٰ وجہ ربک ذوالجلال والاکرام۔ ایسے ہی نقصان عظیم کے وقت کے لئے صبر کی تلقین فرمائی گئی ہے۔ یہی وہ وقت امتحان ہے جبکہ ہم نبرد آزما ہیں اور قدرت ہماری آزمائش فرما رہی ہے۔ دنیا آنی جانی ہے۔ اس سے پہلے بھی اور اس سے بڑھ چڑھ کر بھی حوادث و مصائب دنیا پر آ چکے ہیں حضرت نبی کریم صلعم کا وصال امت کے لئے کس قدر گراں تھا۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جدائی بھی جماعت پر شاق تھی۔ مگر مشیت کو یہ امتحان لینا مقصود چلا آیا ہے۔ ہم نے ایک قدم آگے لینا ہے اور انا للہ وانا الیہ راجعون کا سبق دہراتے ہوئے خواب غفلت کو ترک کرتے ہوئے بیدار ہونا ہے۔ اور اپنے ذمہ کے فرائض کو سرانجام دینا ہے کیونکہ ہم نے بھی ایک دن اس دار فانی سے گذر کر اپنے مولا کے حضور جوابدہی کے لئے حاضر ہونا ہے۔

نئی ذمہ داریاں اور کڑی آزمائش

نئے اوقات اور نئے حالات نئی ذمہ داریوں کے حامل ہوا کرتے ہیں۔ حضرت امیر قدس اللہ سرہ کے وصال سے ہماری ذمہ داریوں میں اضافہ بھی ہوا ہے اور دشواریاں بھی بڑھی ہیں وہ تمام فرائض بھی جو حضرت امیر علیہ الرحمت سرانجام دیا کرتے تھے ہم نے بنانے ہیں۔ اشاعت اسلام کی امانت نبوی کو جس طرح آپ حامل رہے اب ہم نے اس بوجھ کو اٹھانا ہے۔ اس راہ میں جو جو مشکلات سد راہ ہوں گی وہ ہم نے قطع کرنی ہیں یہ وہ مصائب ہیں جن کا ہم نے مقابلہ کرنا ہے۔ یہ وہ ... ہماری توجہ کے محتاج ہیں۔ مشیت کی بہت کڑی آزمائش ہم پر آ چکی ہیں اور قدرت کا عظیم الشان امتحان درپیش ہے۔ یہ امتحان یہ آزمائش، ہمارے ایمان۔ ہمارے ایقان اور ہمارے تقویٰ کے امتحان و آزمائش ہیں۔ اور یہ امتحان حضرت ممدوح کی بیماری کے ایام سے ہی شروع ہو چکا ہے اور یہ سلسلہ نہ معلوم کب تک جاری رہے گا۔ اور کس کس طرح سے ہم آزمائے جائیں گے اب اگر راہ ہے تو ایک اور وہ یوں کہ ہم اپنے ایمان۔ اپنے اعمال اور اپنے تقوے کا جائزہ لیں۔ حضرت امیر علیہ الرحمت کی زندگی سے سبق لیتے ہوئے اللہ کریم کے حضور گڑگڑا کر کثرت استغفار سے استمداد کریں۔ اور پھر اپنے لئے وہ لائحہ عمل تجویز کریں جس کی بنیاد محض حصول رضائے الٰہی پر ہو اور جس کا مقصد صرف اعلائے کلمۃ اللہ ہو اور جس پر دین کو دنیا پر مقدم کرنے کے عہد کی روشنی میں عمل طور سے کاربند ہوتے ہوئے آئندہ جلسہ سالانہ تک قدم آگے بڑھانے کے قابل ہو سکیں۔

گھریلو زندگی میں اللہ کا نور پیدا کرو

میرے ذہن میں اس لائحہ عمل کی جو صورت ابھرتی ہے قرآن حکیم آتی ہے وہ دوگونہ ہے۔ پہلے تو اس آیۂ کریمہ کو پیش نظر رکھیں۔

فی بیوتٍ اذن اللہ ان ترفع ویذکر فیھا اسمہ، یسبح لہ فیھا بالغدو والاٰصال ہ رجال لا تلھیھم تجارۃ ولا بیع عن ذکر اللہ واقام الصلوٰۃ وایتاء الزکوٰۃ یخافون یوما تتقلب فیہ القلوب والابصار ہ لیجزیھم اللہ احسن ما عملوا ویزیدھم من فضلہ ط واللہ یرزق من یشاء بغیر حساب ہ

ہمیں اپنی گھریلو زندگی میں اللہ کا نور پیدا کرنا چاہئے ہمارے گھروں میں صبح شام اللہ کا ذکر ہو ہم کاروباری اور عملی زندگی میں اللہ کی یاد کو نہ بھلائیں اور ہم سے کوئی قول یا فعل سرزد نہ ہو جو رضائے الٰہی کے منافی ہو اور ہم ... اس امر کے شاہد ہوں کہ ان صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العالمین ہ یعنی میری نماز میری قربانی میری زندگی میری موت رب العالمین کے لئے ہے پھر گھروں میں ہم، ہمارے مرد، ہمارے بچے ... لواحقین اور اقربین نماز روزہ اور زکوٰۃ کے فرائض کو پابندی اور التزام سے ادا کرتے ہوں۔

اس طرح وہ تقوے ہم میں پیدا ہو گا ...

ربانی ہے - اور جو حضرت نبی کریم صلعم نے اپنے صحابہ میں پیدا کیا - اور جس کی حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس قدر اصرار اور تحدی سے تلقین فرمائی۔

سات سال کے بچوں کو نماز کی عادت ڈالو

انہی امور پر کاربند ہونے کی تاکید حضرت امیر قدس اللہ سرہٗ فرماتے رہے اور بار بار فرماتے رہے کہ اپنے سات سال کے بچوں کو نماز کی عادت ڈالو اپنے گھروں میں ہر چھوٹے بڑے کو اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی تحریص دلاؤ ان ہدایات سے ہم میں اگلے اقدام کی قوت پیدا ہوگی اور ہم قرآن کریم کے تجویز کردہ نصب العین کے دوسرے پہلو پر گامزن ہو سکیں گے۔

تبلیغ دین

اسی دوسرے نصب العین کے متعلق فرمایا۔

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینھون عن المنکر واولٰئک ھم المفلحون۔

اس حکم الٰہی کے ماتحت ہم نے تبلیغ دین کرنی ہے اور یہ تبلیغ کسی نتیجہ کی حامل تب ہی ہو سکتی ہے جب یہ اس طرح پر ہو اور اس کے لئے وہ طریق کار عمل میں لایا جائے جو حضرت سرور عالم صلعم نے متعین فرمایا اور جس پر حضور خود عامل رہے - اول ہر امر جس کی تبلیغ کی جائے اس پر مبلغ خود عامل ہو - دوئم تبلیغ جہاد بالقرآن ہو۔

جہاد بالقرآن

ہمیں خود احکام قرآنی پر عامل ہونے کے لئے اللہ کریم سے استمداد کرنی لازم ہے اور اس کے لئے کثرت دعا شرط اول ہے - پھر ہمارا ہر عمل احکام قرآنی پر پورا اترنا چاہیئے - اور قرآن مجید ہماری روزمرہ کی زندگی میں مشعل راہ ہونی چاہیئے۔ دوئم جہاد بالقرآن کے لئے لازم ہے کہ قرآن مجید کی حتی الامکان کثرت سے اشاعت کی جائے۔

جیسا حضور سرور عالم اپنے موافقین و مخالفین کو خود قرآن کریم سنایا کرتے تھے - ہم بھی اسی اسوہ حسنہ کی متابعت کریں - جیسا حضور ان لوگوں اور اقوام کے لئے جن کو حضور کی خدمت میں حاضری کا امکان نہ تھا - بذریعہ خطوط اور مبلغین قرآن کا پیغام پہنچانے کا التزام فرماتے تھے - ویسا ہی ہم بھی کریں۔

قرآن کریم کی مفت اشاعت

یہی ہمارے حضرت امیر علیہ الرحمۃ کی آخری خواہش تھی جس کو ان کے بعد ہم پر پورا کرنا فرض ہے - اور اس سلسلہ میں خالصتہً للہ قرآن مجید کی بیش از بیش مفت اشاعت کی جائے - تاکہ ہم مفلحون کی جماعت میں شامل ہو سکیں - بالآخر دعا کریں۔

دعا

اے الراحم الراحمین اگر آج ہم میں وہ وجود نہیں رہا جس کی نیم شبی آہیں زیر عرش ہلایا کرتی تھیں - تو - تو ہی محض اپنے فضل و کرم سے ہم میں ایسے افراد پیدا فرما جو قوم کی ہمتوں کو اسی طرح گرماتے رہیں جیسا کہ ہمارے مرحوم قائد گرمایا کرتے تھے۔

تو ہم میں وہ تقوےٰ وہ عزم - اور وہ جنون پیدا فرما کہ ہر ماسوا اللہ سے مستغنی ہو کر ہم محض تیری رضا اور خوشنودی کے لئے تیرے نبی عربی صلعم کی سپرد کردہ امانت تبلیغ کا بار اٹھانے کے قابل ہو سکیں۔

اے مولا کریم تو ہمارے عجز اور کمزوریوں پر پردہ ڈال اور ہمیں توفیق عطا فرما کہ اعلائے کلمۃ اللہ کو دنیا کے کونے کونے میں بلند کرنے کے لئے ہر ایثار اور ہر قربانی کے لئے سینہ سپر ہو جائیں اور ہم سے ہر وہ خدمت لے جس سے تیرا جلال بلند ہو - تیرے قرآن کا نور دنیا کو منور کرے اور تیرے نبی صلعم کی محبت دلوں کو مسخر کرے۔

تعزیتی ریزولیوشن (بقیہ صفحہ ۵)

جلسے کو کامیاب طور پر چلانے کے لئے بڑا حصہ لیتی رہی ہیں انہیں کی کوشش سے ہم عورتوں میں خدمت دین میں حصہ لینے کا جذبہ پیدا ہوا ہے - اس سال بھی باوجود از حد غمگین و حزین ہونے اور بیمار ہونے کے انہوں نے اس دینی خدمت میں حصہ لیا ہے - ہماری دلی دعا ہے - کہ اللہ تعالےٰ انہیں صحت اور توفیق دے کہ وہ اپنے عالی قدر شوہر مرحوم کی جگہ ہمارے لئے لیں اور اس طرح اپنی باقیماندہ زندگی پہلے سے بھی زیادہ مفید بنا سکیں - آمین۔

اب میں آپ سے درخواست کرتی ہوں کہ مہربانی فرما کر سب کھڑے ہو کر اس ریزولیوشن کو پاس کریں جو میں پیش کر چکی ہوں اور ہمارے امیر مرحوم حضرت مولانا محمد علی صاحب کے لئے دعائے خیر کریں اور حق اپنے معزز شوہر کی طرح بیش از بیش خدمات دین کی توفیق عطا فرمائے۔

حضرت امیرؒ کی یادگار قائم کی جائے

اور اس کے علاوہ میں ایک ریزولیوشن اور پیش کرتی ہوں وہ یہ کہ :-

احمدیہ خواتین کا یہ جلسہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کے صدر الحاج حضرت میاں محمد صاحب سے درخواست کرتا ہے کہ وہ حضرت امیر رحمۃ اللہ علیہ کی شایان شان یادگار قائم کرنے کے لئے جماعت احمدیہ میں تحریک فرمائیں اور اس تجویز کو جلد از جلد عملی جامہ پہنانے کی کوشش فرمائیں۔

احباب لاہور کی خدمت میں

جملہ احباب لاہور کی خدمت میں گذارش ہے کہ ماہوار چندوں کی ادائیگی کی طرف خاص طور پر توجہ فرمائیں - ہماری لاہور کی جماعت مرکزی جماعت ہے اور اس لحاظ سے سیادت کا حکم رکھتی ہے مرکز کی سرگرمیوں کا اثر بیرونی جماعتوں پر اسی وقت پڑ سکتا ہے کہ ہماری مرکزی جماعت ہر کام میں مستعد اور امور قومی کی سرانجام دہی میں پیش پیش ہو - جماعت لاہور کا ایک بڑا فرض یہ ہے کہ ان کے ماہوار چندوں کی ادائیگی باقاعدہ اور باضابطہ ہونی چاہیئے - اس میں کسی قسم کا تساہل قومی نظام کے لئے سخت مہلک ہے - جو احباب ہر جمعہ مسجد میں تشریف لاتے ہیں - وہ اگر اپنا ماہوار چندہ بھی اسی دن ادا فرما دیا کریں - تو کام میں بہت سہولت ہو جائے - جماعت لاہور کے ۴۴

یاجوج اور ماجوج کون ہیں؟

(بقیہ از صفحہ اول)

یاجوج اور ماجوج کے متعلق ان خیالات کو ایک نہ ایک پہلو سے ان بحثوں سے بھی کم و بیش تعلق ہے جو اس وقت پریس میں ہو رہی ہیں - لیکن ہمیں اپنے خیالات کو فرضی باتوں میں - الجھانا نہیں چاہیئے اس لئے میں یاجوج ماجوج کو یہیں چھوڑتا ہوں اور امید کرتا ہوں کہ آپ کے وعدہ کے مطابق میں ان دونوں کو اپنے مقام پر پھر سے نصب شدہ دیکھوں گا۔

عظیم طاقتیں

دنیا کا منظر جو اس وقت ہمارے سامنے ہے کیا نظر آتا ہے؟ مجھے محسوس ہوتا ہے کہ عظیم طاقتیں خوفناک ہتھیاروں سے مسلح ہو کر ایک خلیج کے کناروں پہ ایک دوسرے کی طرف نہ بڑھنے کی خواہش رکھتے ہوئے بھی خوفزدہ ہو کر خلیج پار کرنے کی کوشش میں سرگرداں ہیں جس میں اتر کر دونوں تباہی اور بربادی کا شکار ہوں گی۔

ایک طرف سوویٹ روس کی فوجیں اور ہوائی طاقت اور ان کے تمام کمیونسٹ سائنس دان ایجنٹ اور فدائی لوگ ہیں جو اکثر ممالک میں پائے جاتے ہیں اور دوسری طرف وہ طاقتیں ہیں، جنہیں ہم مغربی جمہوریتوں کے نام سے پکارتے ہیں اور جو اپنے عظیم وسائل کے ساتھ ... منظم نہیں امریکہ کے گرد جمع ہو رہی ہیں جس کے ... میں ایٹم بم کی طاقت موجود ہے۔

اب اس میں تو کوئی شبہ کی بات نہیں کہ ہم کہاں کھڑے ہیں؟ برطانیہ، دولت مشترکہ، اور برطانوی مملکت جو ابھی تک ہمارے اس جزیرہ کو اپنا مرکز بنائے ہوئے ہیں اپنی ترقی پذیر طاقت اور ضروریات مشترکہ قسمت اور خود حفاظتی کے بندھنوں میں جکڑی ہوئی اس عظیم جمہوریت (امریکہ) کے ساتھ مربوط ہو چکی ہیں جو بحر اوقیانوس کے اس پار واقع ہے - وہ قربانیاں اور مصائب جو ریاستہائے متحدہ امریکہ اس مقصد کے لئے کر رہا ہے کہ جارحانہ اشتراکیت کو آزاد ممالک کے اندر مزید رستہ بنانے سے روکا جائے اور اگر ممکن ہو تو اس کا سد باب کر کے ہی امن کی حقیقی بنیاد دیں ہیں۔

لندن ٹائمز

۱۰ر نومبر ۱۹۵۱ء

لئے ایک محصل بھی مقرر ہے - اور اس کا فرض ہے کہ وہ احباب کی خدمت میں وصولی چندہ کے لئے حاضر ہو۔

احباب کو خود بھی ادائیگی میں سرگرمی سے کام لینا چاہیئے اور اگر محصل ان کی خدمت میں نہ پہنچے - تو اس کی اطلاع بھی دفتر میں ضرور کر دیا کریں - اس کو دفتر کی طرف سے سخت ہدایت ہے کہ وہ احباب کی خدمت میں حاضر ہوا کرے۔

مرتضیٰ خاں

اسسٹنٹ سیکرٹری تحصیل

احمدیت کا پیدا کردہ انقلاب

لیکچر مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع بر موقعہ جلسہ سالانہ

نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُونَ ۝ مَا أَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُونٍ ۝ وَإِنَّ لَكَ لَأَجْرًا غَيْرَ مَمْنُونٍ ۝ وَإِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ ۝ فَسَتُبْصِرُ وَيُبْصِرُونَ ۝ بِأَيِّكُمُ الْمَفْتُونُ ۝

"دوات اور قلم گواہ ہیں اور جو کچھ وہ لکھتے ہیں۔ تو اپنے رب کے فضل سے دیوانہ نہیں اور یقیناً تیرے لئے اجر ہے جو کبھی منقطع نہیں ہوگا اور تو یقیناً عظیم الشان اخلاق پر (قائم) ہے۔ سو تو دیکھ لے گا اور یہ بھی دیکھ لیں گے کہ تم میں سے کس کو جنون ہے۔"

حضرات میرے لیکچر کا عنوان ہے "احمدیت کا پیدا کردہ انقلاب"

غُلَامُ اَحْمَدَ رَجُلٌ عَظِيمٌ ٭ وَمِنْ بَحْرِ الْهُدٰى دُرٌّ يَتِيمٌ
حضرت مرزا غلام احمدؑ ایک رجل عظیم ہیں ٭ اور ہدایت کے سمندر کے ایک دُرِّ یتیم ہیں

لَقَدْ جَاءَ لِخِدْمَةِ دِيْنٍ حَقٍّ ٭ هُوَ الْمَهْدِيُّ هُوَ الْمُلْهَمُ كَلِيمٌ
وہ دین حق کی خدمت کے لئے تشریف لائے ٭ وہ مہدی ہیں ملہم ہیں اور خدا سے کلام کرنیوالے ہیں

اِمَامُ الْوَقْتِ مَوْعُوْدُ الْمَسِيْحِ ٭ مُفَكِّرٌ وَالْمُفَسِّرُ وَالْفَهِيْمُ
امام وقت ہیں مسیح موعود ہیں ٭ مفکر اور مفسر اور صاحب فہم ہیں

هُوَ اللَّيْثُ الْمُقَامِمُ دِيْنِ اِسْلَامٍ ٭ هُوَ الْقَائِدُ هُوَ الْبَطَلُ الزَّعِيْمُ
وہ مشکلات میں گھس جانیوالے شیر ہیں دین اسلام کے ٭ وہ قائد ہیں وہ دلیر سردار ہیں

هُوَ سَيْفٌ عَلٰى اَعْنَاقِ اَعْدَاءٍ ٭ عَلَى الْكُفَّارِ قُنْبُلَةٌ جَسِيْمٌ
وہ دشمنوں کی گردنوں پر ایک تلوار ہیں ٭ کفار پر ایک بھاری بم

شِهَابٌ ثَاقِبٌ لِلْمَارِدِيْنَ ٭ وَيَزْهَقُ مِنْهُ شَيْطَانٌ رَجِيْمٌ
سرکشوں کے لئے شہاب ثاقب ہیں ٭ اور شیطان مردود ان سے بھاگتا ہے

هُوَ السَّمُّ لِاَعْدَاءِ مُحَمَّدٍ ٭ وَفِيْ بُسْتَانِ اِسْلَامٍ نَسِيْمٌ
وہ حضرت محمد رسول اللہ کے دشمنوں کیلئے زہر ہیں ٭ اور اسلام کے باغ میں نسیم ہیں

لِاَعْدَاءِ النَّبِيِّ شَدِيْدُ بَطْشٍ ٭ وَبَيْنَ الْمُسْلِمِيْنَ هُوَ الرَّحِيْمُ
نبی صلعم کے دشمنوں کو سختی سے پکڑنے والے ٭ اور مسلمانوں کے لئے وہ رحیم و کریم ہیں

هُوَ مَخْمُوْرٌ مِنْ خَمْرِ الْمَحَبَّةِ ٭ قَتِيْلُ عِشْقِ اَحْمَدَ وَالضَّرِيْمُ
وہ محبت کی شراب سے مخمور ہیں ٭ عشق احمد کے قتیل اور سوختہ ہیں

"علیہ الصلوٰۃ والسلام" نبی کیلئے مخصوص نہیں

حضرات! یہ چند اشعار میں نے حضرت مرزا غلام احمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان میں عربی زبان میں موزوں کئے ہیں حضرت مرزا غلام احمد صاحب کے ساتھ "علیہ الصلوٰۃ والسلام" کے الفاظ سے غیراز جماعت مسلمانوں کو دہوکہ لگتا ہے کہ شاید ہم مرزا صاحب کو نبی مانتے ہیں۔ حالانکہ یہ الفاظ غیر نبی کے لئے بھی استعمال ہو سکتے ہیں۔ جیساکہ قرآن کریم میں صابر بندوں کے لئے فرمایا ہے اولٰئك عليهم صَلَوٰتٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَّاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ۔ اور یہی وہ لوگ ہیں جن پر ان کے رب کی طرف سے صلوٰۃ اور رحمت ہے اور یہی لوگ ہدایت پانے والے ہیں۔

ایک اور مقام پر فرمایا:-

هُوَ الَّذِيْ يُصَلِّيْ عَلَيْكُمْ وَمَلٰٓئِكَتُهٗ لِيُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ

اللہ وہ ذات ہے کہ وہ اور اس کے فرشتے تم مسلمانوں پر درود بھیجتے ہیں تاکہ تم کو اندھیروں سے نکال کر نور کی طرف لائیں۔

اور پھر نماز میں ہر ایک مسلمان یہ درود پڑھتا ہے:-

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ

کہ اے اللہ محمد صلعم اور ان کی آل پر درود ہو۔

یہ آل محمدؐ کون ہیں جن پر درود بھیجا جا رہا ہے؟ سب غیر نبی ہیں

قرآن کریم کے بعد صحیح بخاری کا نمبر ہے۔ علماء کا متفقہ فیصلہ ہے کہ اَصَحُّ الْكُتُبِ بَعْدَ الْقُرْاٰنِ الْبُخَارِيْ۔ کہ قرآن کے بعد صحیح ترین کتاب بخاری ہے۔ اسی چیز کو علماء نے دوسرے الفاظ میں یوں ادا کیا ہے اَصَحُّ الْكُتُبِ تَحْتَ اَدِيْمِ السَّمَاءِ الْبُخَارِيْ۔ کہ آسمان کے نیچے صحیح ترین کتاب بخاری ہے۔ شاید کسی کے دل میں یہ وسوسہ پیدا ہو کہ کیا قرآن سے بھی زیادہ صحیح بخاری ہے کہ قرآن بھی آسمان کے نیچے ہے۔ لیکن نہیں قرآن سے صحیح تر نہیں کہ قرآن آسمان سے اوپر کی کتاب ہے قرآن آسمان کے اوپر سے نازل ہوا۔ جو کتابیں آسمان کے نیچے تیار ہوئی ہیں ان سب پر بخاری کو فضیلت ہے۔ اب دیکھئے بخاری شریف میں جہاں جہاں حضرت فاطمہ کا نام آیا ہے ساتھ ہی عَلَيْهَا السَّلَامُ لکھا ہے عَلَيْهِ السَّلَامُ مرد کے لئے آتا ہے کہ سلام ہو اس ایک مرد پر۔ عَلَيْهَا السَّلَامُ عورت کے لئے آتا ہے کہ سلام ہو اس ایک عورت پر۔ حضرت امام بخاری کا اپنی صحیح میں حضرت فاطمہ کے نام کے ساتھ اپنے قلم سے علیہا السلام لکھنا اس چیز کو ثابت کرتا ہے کہ غیر نبی کے لئے علیہ السلام لکھنا یا بولنا جائز ہے۔ پھر ہر روز مسلمان اپنی نمازوں میں پڑھتے ہیں اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصّٰلِحِيْنَ۔ نبی کریم صلعم پر سلام بھیجتے ہیں آپ پر سلام بھیجتے اور صالح بندوں پر سلام بھیجتے ہیں۔ پھر اگر کسی صالح بندے کے نام کے ساتھ علیہ السلام لکھا یا بولا جائے تو ناجائز کیوں ہے؟ حضرت مولانا عبدالکریم صاحب مرحوم نے اپنی مشہور کتاب "خلافت راشدہ" میں لکھا ہے کہ میں نے حضرت امیر معاویہ کے نام کے آگے علیہ السلام کا فقرہ لکھا تو شیعہ حضرات کو بہت بڑا محسوس ہوا جب ہم رات دن ایک دوسرے کو السلام علیکم اور وعلیکم السلام کہتے ہیں۔ اور یہ مخاطب کا صیغہ ہے تو جب یہی چیز کسی غائب کے لئے علیہ السلام کے فقرہ میں ادا کی جائے تو ناجائز کیوں؟ پس علیہ السلام کے فقرہ سے چڑنا صحیح نہیں قطع نظر ان چیزوں کے مسلمانوں کی عام بول چال میں بھی جبرئیل علیہ السلام اور امام مہدی علیہ السلام کا فقرہ تو عام طور پر مسلمانوں کی زبان پر چڑھا ہوا ہے اور جب ہم حضرت مرزا غلام احمد کو ان کے دعوے کے مطابق مہدی مانتے ہیں تو کیوں نہ ان کے نام کے ساتھ علیہ السلام کا استعمال کیا جائے۔

حضرت مرزا صاحب کا مقام

حضرت مرزا غلام احمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مقام ہمارے نزدیک بہت بلند ہے۔ حضرت محمد صلعم کو کہا گیا ہے

"لَوْلَاكَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاكَ"

تو میں افلاک کو پیدا نہ کرتا۔ مولوی صاحبان نے شور مچایا کہ دیکھئے مرزا غلام احمد نے اس مقام کا دعویٰ کیا جو حضرت محمد رسول اللہ صلعم کا ہے۔ لَوْلَاكَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاكَ تو حضرت نبی کریم صلعم کے لئے فرمایا گیا ہے کہ اگر حضور صلعم کو پیدا نہ کیا گیا ہوتا تو زمین و آسمان نہ پیدا کئے گئے ہوتے یہ بالکل درست اور صحیح ہے پھر حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام حضرت نبی کریم صلعم کے کامل اور سچے متبع اور فرزند ہیں اس لئے اپنے باپ کی میراث کے وارث ہیں۔ اور حقدار ہیں کہ خدا ان کے لئے بھی فرمائے لَوْلَاكَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاكَ۔ آج میں حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام کو ایک نئے رنگ میں پیش کرنے کے لئے کھڑا ہوا ہوں۔ دیکھئے شاعر مشرق حکیم الامت علامہ اقبال کیا فرماتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں ؎

عالم ہے فقط مومن جانباز کی میراث
مومن نہیں جو صاحب لولاک نہیں ہے

علامہ مرحوم تو ایک ایک مومن کو صاحب لولاک کہتے ہیں پھر جو شخص ان تمام مومنوں کی طرف مجدد اور مہدی ہو کر آیا ہو کیا وہ صاحب لولاک نہیں ہے

قرآن میرے منہ کی باتیں

حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام کو الہام ہوا [illegible]

کا کلام اور میرے منہ کی باتیں ہیں"۔ مولویوں نے شور مچایا کہ دیکھو مرزا نے قرآن کے لئے کہا ہے کہ میرے منہ کی باتیں ہیں۔ تعصب سے اندھے ہو جانے والے علماء نے اتنا بھی غور نہ کیا کہ یہ فقرہ حضرت مرزا صاحب کا اپنا نہیں بلکہ وہ فرماتے ہیں کہ مجھے الہام ہوا اور خدا نے فرمایا کہ قرآن خدا کا کلام اور میرے منہ کی باتیں ہیں۔ مُلہِم (الہام کرنے والا) مُلہَم (جس کو الہام کیا جاتا ہے) کو فرما رہا ہے کہ قرآن خدا کا کلام اور مجھ خدا کے منہ کی باتیں ہیں۔ ع۔ اتنی سی بات تھی جسے افسانہ کر دیا۔ سنئے علامہ اقبال کیا فرماتے ہیں ؎

یہ راز کسی کو نہیں معلوم کہ مومن
قاری نظر آتا ہے حقیقت میں ہے قرآن

اقبال مرحوم تو ایک ایک مومن کو قاری نہیں بلکہ خود قرآن قرار دیتے ہیں۔ علامہ مرحوم فرماتے ہیں کہ "یہ راز کسی کو نہیں معلوم" حالانکہ یہ راز آج سے ساٹھ سال پہلے حضرت مرزا صاحب کو معلوم تھا۔ علامہ مرحوم فرماتے ہیں ؎

یہ راز ہم سے چھپایا ہے میر واعظ نے
کہ خود حرم ہے چراغ حرم کا پروانہ

جب ایک ایک مومن کا یہ مقام ہے تو اس شخص کے مقام کا اندازہ کیجئے جو اس زمانہ کا امام، مجدد اور مسیح موعود ہے۔

نئی زمین دنیا آسمان بنایا

حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام نے لکھا کہ "ایک دفعہ کشفی رنگ میں میں نے نئی زمین اور نیا آسمان پیدا کیا اور پھر میں نے کہا کہ آؤ اب انسان کو پیدا کریں"۔ متعصب مولویوں نے زمین و آسمان سر پر اٹھا لیا کہ دیکھئے مرزا غلام احمد خدائی کا دعوے کر رہا ہے۔ اور زمین و آسمان اور انسان پیدا کرنے کا دعویدار ہے۔ حضرت سعدی رحمۃ اللہ نے فرمایا ع۔ زمانہ با تو نسازد تو با زمانہ بساز

کہ اگر زمانہ تیرا ساتھ نہیں دے رہا تو تو زمانے کا ساتھ دے حضرت سعدی علیہ الرحمۃ کے اس مصرعہ کی اقبال مرحوم نے یوں اصلاح فرمائی۔

زمانہ با تو نسازد تو با زمانہ بستیز

اگر زمانہ تیرا ساتھ نہیں دے رہا تو زمانہ کے ساتھ جنگ کر۔ یہ دراصل عربی کے ایک پرانے مقولہ کا ہی ترجمہ ہے۔ اور وہ مقولہ یہ ہے۔ إِذَا الْكَرْ يُسَالِمْكَ الزَّمَانُ فَحَارِبْ اگر زمانہ تجھ سے سلامت روی کا سلوک نہیں کرتا تو تو جنگ کر علامہ اقبال مرحوم نے اس چیز پر مستقل طور پر دو شعر فرمائے ہیں۔ ارشاد ہوتا ہے ؎

گر نہ سازد با مزاج تو جہاں
میشوی جنگ آزما با آسماں
بر کنی بنیاد موجودات را
میدہی ترکیب نو ذرات را

اگر زمانہ تیرے مزاج کے موافق نہیں تو آسمان سے جنگ آزما ہو جا۔ زمین و آسمان و ما بینہما کو جڑ سے بنیاد سے اکھیڑ پھینک، اور ذرات کو نئے سرے سے ترکیب دے کر سب کچھ نیا بنا ڈال۔ حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام نے یہی کچھ کیا۔ اس مرد مجاہد نے جب زمانے کو اپنے مزاج کے موافق نہ پایا۔ تو بڑی پامردی سے زمانہ کے ساتھ جنگ آزما ہو گیا اور مذہبی دنیا کا نقشہ ہی بدل کر رکھ دیا۔ ایک نیا آسمان بنایا اور ایک نئی زمین بنائی اور نور الدین اعظم۔ کمال الدین، محمد علی، عبدالحق و دیارتھی جیسے انسان پیدا کئے جنہوں نے تمام طاغوتی طاقتوں کو کچل کر رکھ دیا۔ اور کفر کے بڑے سے بڑے قلعوں سے لیکر باریک سے باریک جراثیم تک برباد کر دیئے گئے۔ کیا خوب فرمایا علامہ اقبال نے ؎

یہ غازی یہ تیرے پراسرار بندے
جنہیں تو نے بخشا ہے ذوق خدائی
دو نیم ان کی ٹھوکر سے صحرا و دریا
سمٹ کر پہاڑ ان کی ہیبت سے رائی

مسلمانوں کی مایوسی اور بے یقینی

حضرت مرزا غلام احمد صاحب علیہ السلام جب تشریف لائے تو اس وقت مسلمانوں پر جو مایوسی اور بے یقینی چھائی ہوئی تھی وہ مولانا حالی کے ان اشعار سے ظاہر ہے فرماتے ہیں ؎

امیروں کی تم سن چکے داستاں سب
چلن ہو چکے عالموں کے بیاں سب
شریفوں کی حالت ہے تم پر عیاں سب
بگڑنے کو تیار بیٹھے ہیں یاں سب
یہ بوسیدہ گھر اب گرا کہ گرا ہے
ستون مرکز ثقل سے گر چکا ہے
یہ جو کچھ ہوا ایک شمہ ہے اس کا
کہ جو وقت یاروں پر ہے آنے والا
زمانہ نے او بیچ سے جس کو گرایا
وہ آخر کو مٹی میں مل کر رہے گا
نہیں گو ابھی کچھ قوم میں حال باقی
ابھی اور ہونا ہے پامال باقی

کتنی مایوسی اور کتنی بے یقینی ہے کہ اس قوم کے سنبھلنے کے کوئی آثار ہی نہیں نظر آتے۔ علامہ اقبال فرماتے ہیں ؎

چار مرگ اندر پئے این دیر میر
سود خوار و والی و ملا و پیر

کہ دیر سے مری ہوئی مسلمان قوم کی لاش کو چار گدھ نوچ رہے ہیں۔ اور وہ چار مردار خوار گدھ یہ ہیں۔ سود خوار۔ حاکم وقت۔ ملاں اور پیر۔

حضرت مرزا صاحب نے مری ہوئی قوم کو زندہ کیا

اس دیر سے مری ہوئی قوم کے لئے کسی مسیح کی ضرورت تھی جو کہ ... اسے پھر زندہ کرے۔ غالب مرحوم فرماتے ہیں ؎

ابن مریم ہوا کرے کوئی
میرے دکھ کی دوا کرے کوئی

اسی ضرورت کے وقت حضرت مرزا صاحب کھڑے ہوئے مایوسی اور بے یقینی کی شکار اور دیر سے مری ہوئی قوم کو دوبارہ زندہ کیا اور آج وہ اس قابل ہو گئے کہ یورپ، امریکہ، افریقہ، آسٹریلیا، ایشیا غرض زمین کے سارے گوشے پر چھا گئے اور ساری مذہبی دنیا کو فتح کر ڈالا۔ کون ہے جو ان کے دلائل کے آگے ٹھہر سکے اور کس کا حوصلہ ہے کہ ان کے سامنے آئے۔ لوگوں نے لیظہرہ علی الدین کلہ کا نظارہ اپنی آنکھوں سے کیا۔ اور سب دم بخود ہیں اور کسی کو تاب انکار نہیں۔

اقبال اور افضل حق کا اعتراف حق

علامہ اقبال فرماتے ہیں ؎

کھلے جاتے ہیں اسرار نہانی
گیا دور حدیث لن ترانی
ہوئی جن کی خودی پہلے نمودار
وہی مہدی وہی آخر زمانی

جمعیت احرار کے صدر چوہدری افضل حق صاحب مرحوم نے اپنی کتاب "فتنۂ ارتداد اور پولیٹیکل قلابازیاں" کے صفحہ ۴۶ پر لکھا ہے:۔

"آریہ سماج کے معرض وجود میں آنے سے پیشتر اسلام جسد بے جان تھا جس میں تبلیغی حس مفقود ہو چکی تھی سوامی دیانند کی مذہب اسلام کے متعلق بدظنی نے مسلمانوں کو تھوڑی دیر کے لئے چوکنا کر دیا مگر حسب معمول جلدی جلدی خواب گراں طاری ہو گئی مسلمانوں کے دیگر فرقوں میں تو کوئی جماعت تبلیغی اغراض کے لئے پیدا نہ ہو سکی۔ ہاں ایک دل مسلمانوں کی غفلت سے مضطرب ہو کر ایک مختصر سی جماعت اپنے گرد جمع کر کے اسلام کی نشر و اشاعت کے لئے آگے بڑھا۔ اگرچہ مرزا غلام احمد صاحب کا دامن فرقہ بندی سے پاک نہ ہوا تاہم اپنی جماعت میں وہ اشاعتی تڑپ پیدا کر گیا جو نہ صرف مسلمانوں کے مختلف فرقوں کے لئے قابل تقلید ہے بلکہ دنیا کی تمام جماعتوں کے لئے نمونہ ہے"۔

علامہ اقبال فرماتے ہیں کہ ؎

ہوئی جس کی خودی پہلے نمودار
وہی مہدی وہی آخر زمانی

احرار کے لیڈر چوہدری افضل حق صاحب فرماتے ہیں کہ:۔ مسلمانوں پر جب خواب گراں طاری تھی اور اسلام ایک جسد بے جان بن چکا تھا۔ تو ایک اور صرف ایک دل، یعنی مرزا غلام احمد تڑپ کر اٹھا اور ایک مختصر سی جماعت لے کر آگے بڑھا۔ سچ ہے۔

ہوئی جس کی خودی پہلے نمودار
وہی مہدی وہی آخر زمانی

رہ گیا یہ طعنہ کہ حضرت مرزا صاحب کا دامن فرقہ بندی سے پاک نہ ہو سکا۔ تو یہ کوئی فرقہ بندی نہ تھی نہ کوئی فرقہ تھا۔ بلکہ ایک فوج تھی جس کو لے کر حضرت مرزا صاحب آگے بڑھے اور دشمنوں کی فوجوں کو پامال کر ڈالا۔

اسرار نہانی کس نے کھولے

کھلے جاتے ہیں اسرار نہانی
گیا دور حدیث لن ترانی

جہاں حضرت مرزا صاحب نے بہت سے اسرار کے چہرہ پر سے پردہ ہٹایا وہاں حضرت مرزا صاحب نے ہی سب سے پہلے یہ فرمایا کہ جن یاجوج ماجوج کا ذکر حدیثوں میں آیا ہے کہ وہ آخری زمانہ میں ظاہر ہو کر ساری دنیا پر غالب آجائیں گے وہ یہی عیسائی اور مغربی طاقتیں ہیں۔ آج علامہ اقبال کو بھی اقرار کرنا پڑا ؎

کھل گئے یاجوج اور ماجوج کے لشکر تمام
چشم مسلم دیکھ لے تفسیر حرف ینسلون

غرض کتنا صحیح ہے حکیم الامت علامہ اقبال کا ارشاد ؎

ہوئی جس کی خودی پہلے نمودار
وہی مہدی وہی آخر زمانی

(باقی آئندہ)

کیا جناب بابا نانک صاحب کسی نئے مذہب کے بانی تھے؟

از عباد اللہ صاحب گیانی

اکثر سکھ ودوان بغیر کسی ثبوت اور دلیل کے اپنے لیکچروں اور مضمون میں یہ بات عموماً بیان کرتے رہتے ہیں کہ جناب بابا صاحب سکھوں کے پہلے گورو تھے اور آپ نے اپنا ایک نیا مذہب ایجاد کیا تھا۔ نیز اپنے بعد گوروؤں کا ایک سلسلہ بھی چلایا تھا۔ مگر بابا صاحب کے کلام کا گہری نظر سے مطالعہ کرنے والے جانتے ہیں کہ ان میں سے ایک بات بھی بابا صاحب کی طرف منسوب نہیں کی جا سکتی بابا صاحب کا اس قسم کا کوئی دعوےٰ نہ تھا کہ انہیں کسی نئے مذہب کو جاری کرنے پر مامور کیا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سکھوں میں ایسے لوگوں کی بھی کمی نہیں جو یہ کہتے چلے آ رہے ہیں کہ بابا صاحب کسی نئے مذہب کے بانی نہ تھے۔

حال ہی میں مشرقی پنجاب کے مشہور و معروف گورمکھی روزنامہ "پنتھ سیوک" جالندھر کے "نانک نمبر" میں کسی پروفیسر جیت سنگھ صاحب سیتل ڈبل ایم اے کا ایک مضمون "گورو نانک دا پنتھ تے اوہدی لوڑ" (یعنی گورو نانک کا پنتھ اور اس کی ضرورت) کے عنوان پر شائع ہوا ہے۔ پروفیسر صاحب موصوف نے اپنے مضمون میں بغیر کسی پختہ ثبوت اور بین دلیل کے اس بات پر خاص طور پر زور دیا ہے کہ بابا صاحب سکھ مذہب کے بانی تھے۔ لیکن اس کی ابتداء میں انہیں یہ بھی تسلیم کرنا پڑا ہے کہ سکھوں میں یہ خیال بھی برابر چلا آ رہا ہے کہ بابا صاحب نے کوئی نیا مذہب ایجاد نہیں کیا تھا۔ چنانچہ آپ رقم فرماتے ہیں کہ:-

"پتہ نہیں کیوں؟ مگر کسی نہ کسی طرح یہ بات عام طور پر رائج اور مشہور کر دی گئی ہے کہ گورو نانک صاحب تو صلح کل صوفی یعنی سنت یا بھگت تھے۔ ان کا منشاء ہندو دھرم یا اسلام کی طرح کوئی نیا مذہب جاری کرنا نہ تھا۔ وہ تو انسانیت یعنی منکھتا کے پوجاری تھے اور دنیا میں امن و آشتی پھیلانے کے لئے آئے تھے اور انہوں نے اپنا کوئی مذہب یا فرقہ ایجاد نہیں کیا تھا اور خالصہ پنتھ کو علیحدہ شکل دینے والے گورو گوبند سنگھ تھے۔"

(ترجمہ از پنتھ سیوک جالندھر ۱۳ نومبر ۱۹۵۱ء)

پروفیسر جیت سنگھ صاحب ڈبل ایم اے اگر اس مسئلہ سے متعلق تجاہل عارفانہ سے کام نہیں لے رہے۔ تو پھر انہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ بابا صاحب کے متعلق یہ خیال کہ وہ کسی نئے مذہب کے بانی نہ تھے۔ خود بابا صاحب موصوف کے اپنے مقدس کلام سے اخذ ہوتا ہے۔ کیونکہ آج تک دنیا میں جس قدر بانیاں مذاہب ہوئے ہیں انہوں نے اپنا دعوےٰ بیّن الفاظ میں دنیا کے سامنے رکھا ہے۔ اور اپنی آمد کی غرض نیا مذہب چلانا بیان کی ہے۔ مگر بابا صاحب موصوف کے کلام سے ایسا کوئی دعوےٰ ثابت نہیں۔ خود سکھ ودوان اس امر کو تسلیم کرتے ہیں کہ بابا صاحب نے گورو یا پیغمبر کہلانے سے انکار کیا ہے چنانچہ مشہور سکھ ودوان گیانی شیر سنگھ صاحب بابا صاحب سے متعلق فرماتے ہیں کہ:-

"انہوں نے اپنی زبان سے خود کو گورو نہیں کہا"

(ترجمہ از گورو گرنتھ تے پنتھ صفحہ ۱۷)

نیز گیانی گیان سنگھ صاحب فرماتے ہیں کہ:-

"انہوں نے خود کو بزرگ۔ پیغمبر یا اوتار ظاہر نہیں کیا۔ اور نہ حکم دیا ہے کہ مجھے اوتار، پیغمبر سمجھو۔ اور نہ آپ نے کوئی نیا مذہب یا فرقہ ایجاد کیا ہے"

(تواریخ گورو خالصہ ایڈیشن دوم)

ایک اور ودوان سردار گوربخش سنگھ صاحب بی۔ ایس سی بیان کرتے ہیں کہ:-

"گورو نانک اپنے آپ کو اوتار نہیں کہتے تھے۔ اور اگر انسان اور اوتار کے درمیان زمین و آسمان کا فرق ہے۔ تو عجز و انکساری کی بنا پر جھوٹ بولنے کی اجازت نہیں دی جا سکتی"

(ترجمہ از پریت لڑی۔ نومبر ۱۹۳۶ء)

یہ یاد رہے کہ کسی شخصیت کا گورو ہونے سے انکار سکھ ودوانوں نے اس کے گورو نہ ہونے کی دلیل تسلیم کیا ہے چنانچہ بھائی سیوا سنگھ آنجہانی ایڈیٹر اخبار خالصہ سماچار امرتسر نے نامدھاری فرقہ کے گورو بابا رام سنگھ کے گورو نہ ہونے کی دلیل نامدھاری فرقہ کے لوگوں کے سامنے بھی پیش کی ہے کہ انہیں گورو ہونے سے انکار تھا۔

(ملاحظہ ہو گورو پورتنے صفحہ ۱۸۰)

یہ بھی یاد رہے کہ سکھ ودوانوں کے نزدیک "گورو" "اوتار" اور "پیغمبر" کے الفاظ ملتے ہیں۔

(ملاحظہ ہو گورمت سدھاکر صفحہ ۲۷ و گورمت ترنے صفحہ ۱۰۸ و گورو گرنتھ تے پنتھ صفحہ ۴۲ و تواریخ گورو خالصہ اردو حصہ دوم رسالہ نکھارہ امرتسر اپریل، مئی ۱۹۴۳ء)

سکھ عوام یہ بھی مانتے ہیں کہ بابا صاحب نے اپنے بعد گوریائی کی گدی کا سلسلہ قائم کیا تھا۔ اور گورو انگد صاحب کو اپنا جانشین مقرر کیا تھا۔ مگر جہاں تک بابا صاحب کے اپنے کلام کا تعلق ہے۔ اس سے یہ بات پایۂ ثبوت تک نہیں پہنچتی کہ بابا صاحب نے کسی کو اپنا جانشین مقرر کیا تھا۔ اور نہ گورو انگد صاحب کے کلام سے یہ پتہ چلتا ہے کہ انہیں بابا صاحب کے جانشین ہونے کا کوئی دعوےٰ تھا۔ نیز خود سکھوں میں ایسے فرقے اور لوگ موجود ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ بابا صاحب نے کسی کو اپنا جانشین مقرر نہیں کیا تھا۔ چنانچہ سکھوں کے مشہور فرقہ "اداسی" سے تعلق رکھنے والے لوگ برملا کہتے ہیں کہ:-

"سری گورو نانک دیو نے کسی نئے مذہب کو جاری نہیں کیا تھا .... اور نہ انہوں نے کسی کو اپنا جانشین بنایا تھا" (ترجمہ از ضرورت سری چرتامرت بھاگ ۲ صفحہ ۱۶۹)

نیز سردار گوربخش سنگھ صاحب بی۔ ایس سی تحریر فرماتے ہیں کہ:-

"گورو نانک صاحب کوئی پرچارک نہیں تھے کوئی خاص مذہب پھیلانا ان کا مقصد نہ تھا۔ .... عرصہ کے بعد بہت سے عقیدتمندوں نے ان کو (یعنی بابا نانک صاحب کو) الگ اپنا گورو مان لیا اور اس گورو سنتھ پر ایک نرالے پنتھ کی عمارت بنائی۔"

(ترجمہ از نومبر ۱۹۴۸ء)

ان حوالجات سے ظاہر ہے کہ بابا نانک صاحب کو کوئی ایسا دعوےٰ نہ تھا کہ میں گورو، اوتار یا پیغمبر ہوں اور نہ آپ کسی نئے مذہب کے بانی تھے۔ آپ کا کلام اس بات کا شاہد ہے کہ آپ نے کسی کو اپنا جانشین مقرر نہیں کیا تھا۔ بقول سردار گوربخش سنگھ بی۔ ایس سی۔ بابا صاحب کی وفات کے بعد عقیدتمندوں نے آپ کو گورو ماننا شروع کر دیا۔ اور اس گوریائی پر ایک شاندار پنتھ کی عمارت بنالی بابا صاحب کا اس گوریائی یا پنتھ سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔

پروفیسر جیت سنگھ صاحب کو اس بات کا شکوہ ہے کہ معلوم نہیں کہ کیوں یہ بات عام طور پر مشہور ہے کہ بابا صاحب کسی نئے مذہب کے بانی نہ تھے اور خالصہ پنتھ کو علیحدہ شکل گورو گوبند سنگھ صاحب نے دی ہے پروفیسر صاحب موصوف کا یہ شکوہ بے جا ہے۔ حقیقت یہی ہے کہ خالصہ پنتھ کو علیحدہ شکل گورو گوبند سنگھ صاحب نے جناب بابا صاحب کی وفات سے تقریباً ایک سو ساٹھ سال بعد دی تھی۔ اور خود گورو گوبند سنگھ صاحب اس کے مدعی ہیں۔ کیونکہ انہوں نے غیر مبہم الفاظ میں بیان کیا ہے کہ خدا نے میرے سپرد نیا پنتھ جاری کرنے کا کام کیا ہے۔ اور میں خدا کے اذن کے ماتحت نیا پنتھ چلا رہا ہوں۔ چنانچہ اس سلسلہ میں انہوں نے اپنا ایک الہام بھی پیش کیا ہے جو دسم گرنتھ میں درج ہے اور یوں ہے:-

اکال پورکھ واچ

میں اپنا ست تو سے نواجا
پنتھ پرچر کرے کو ساجا
جاہے تہاں تے دھرم چلائے
کبدھ کرن تے لوک ہٹائے

(دسم گرنتھ صفحہ ۵۷)

یعنی خدا تعالےٰ نے مجھے یہ فرمایا ہے کہ میں نے تجھے اپنا بیٹا بنایا ہے۔ اور تجھے نیا پنتھ پرچار نے کے لئے مبعوث کیا ہے۔ اور اب تم دنیا میں نیا دھرم چلاؤ اور لوگوں کو برے کام کرنے سے روک دو۔

اس کے آگے گورو صاحب فرماتے ہیں کہ جب مجھے خدا نے یہ حکم دیا تو میں نے خدا کے حضور ہاتھ جوڑ کر اور سر جھکا کے یہ عرض کیا کہ دنیا میں نیا پنتھ تبھی چل سکتا ہے کہ آپ کی نصرت اور مدد میرے شامل حال ہو۔ چنانچہ گورو صاحب موصوف کے اصل الفاظ یہ ہیں:-

ٹھاڈھ بھیو میں جور کر
بچن کہا سر نیائے
پنتھ چلے تب جگت میں

جب تم کرہو سہاسے

(دسم گرنتھ صا۵)

یعنی میں نے دونوں ہاتھ جوڑ کر اور سر نیچا کر کے خدا کے حضور التجا کی کہ نیا پنتھ دنیا میں آپ کی نصرت اور تائید سے ہی چل سکتا ہے (بعینٖہٖ اس کے نوٹس)

ان باتوں کے پیش نظر ہی گورو گوبند سنگھ نے اپنی آمد کی غرض مندرجہ ذیل الفاظ میں بیان کی ہے:۔

ہم ایہہ کاج جگت مو آئے
دھرم ہیت گورو دیو پٹھائے
جہاں تہاں تم دھرم بتھارو
دشٹ دوکھین پکر پچھارو
یاہی کاج دھرا ہم جنمنگ
سمجھ لیہو سادھو سب من منگ
دھرم چلاون سنت اپارن
دشٹ سبھن کو مول اپارن

(دسم گرنتھ ص۵۲)

یعنی میں اس مقصد کے لئے دنیا میں آیا ہوں اور مجھے گورو دیو نے نیا دھرم چلانے کے لئے بھیجا ہے۔ اور کہا ہے کہ ہر جگہ تم اس دھرم کا پرچار کرو۔ اور دشٹوں اور دشمنوں کو لتاڑ دو۔ اسے نیک لوگو دل میں یہ سمجھ لو کہ میری آمد کی غرض یہی ہے۔ کہ میں دنیا میں نیا دھرم چلاؤں اور نیک لوگوں کو ابھاروں، نیز برے لوگوں کو جڑ سے اکھاڑ دوں۔

ایک اور مقام پر گورو صاحب موصوف کا یہ ارشاد ہے کہ:۔

راج ساج جب ہم پر آئیو
جتھا شکت تب دھرم چلائیو

(دسم گرنتھ ص۵۴)

یعنی جب مجھے سیاسی اقتدار حاصل ہوا تب میں نے اپنی طاقت اور استطاعت کے مطابق نیا دھرم چلایا۔ شاید اسی بنا پر ماسٹر تارا سنگھ صاحب کہتے ہیں کہ بغیر سیاسی طاقت خالصہ پنتھ قائم نہیں رہ سکتا۔

قطع نظر اس کے کہ گورو گوبند سنگھ صاحب کا یہ نیا پنتھ اسی خدا کی طرف سے تھا جس نے آدم سے لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک تمام دنیا کے لوگوں کی اصلاح کے لئے مختلف زبانوں میں انبیاء علیہم السلام کو مبعوث کیا۔ یا گورو صاحب نے ایک سیاسی تحریک چلائی تھی۔ ان حوالجات سے یہ ضرور ثابت ہوتا ہے کہ گورو گوبند سنگھ نے خدا کا بیٹا ہونے کا دعوےٰ کیا تھا۔ اور اپنی آمد کی غرض ایک نیا پنتھ جاری کرنا بیان کی تھی۔ نیز اس کے علاوہ سکھ کتب میں گورو صاحب موصوف کا یہ ارشاد بھی موجود ہے:۔

"گورو نانک صاحب سے لیکر نو گورو صاحبان نے کوئی نیا مذہب یا مریادہ جاری نہیں کی۔ صرف ہمیں ہندو مذہب سے نفرت ہوئی ہے۔ تو تیسرا پنتھ سکھوں کا جاری کیا ہے۔"

(ترجمہ انسے مکت گرنتھ ص۲۰۳)

اس سے ظاہر ہے کہ گورو گوبند سنگھ صاحب کو بھی مسلم ہے کہ جناب بابا نانک صاحب نے کوئی نیا مذہب جاری نہیں کیا تھا بلکہ وہ خود خالصہ پنتھ کے نام پر ایک نیا پنتھ جاری کرنے کے مدعی تھے۔

گورو گوبند سنگھ صاحب کی اس واضح شہادت کے بعد کسی اور شخص کی گواہی کی کوئی ضرورت باقی نہیں رہتی مگر پھر بھی ہم یہ عرض کئے بغیر نہیں رہ سکتے کہ گورو گوبند سنگھ کے ہم عصر سکھ اکابرین بھی اسی بات کے قائل تھے کہ تیسرا پنتھ چلانے والے گورو گوبند سنگھ تھے نہ کہ بابا نانک۔ چنانچہ بھائی گورو داس صاحب دوسرے (جو کہ بقول سکھ ودوانوں کے گورو گوبند سنگھ صاحب کے ہم عصر اور ان کے ۵۲ شاعروں میں سے تھے۔ ملاحظہ ہو رسالہ پھلواڑی اگست ۱۹۳۶ء) یہی بیان کرتے ہیں کہ تیسرا پنتھ گورو گوبند سنگھ نے جاری کیا تھا جیسا کہ انہوں نے لکھا ہے:۔

اوہ گورو گوبند ہوئے پرگٹیا دسویں اوتارا
جن الکھ اکال نرنجناں جپیو کرتارا
نج پنتھ چلائیو خالصہ دھر تیج کرارا
سر کیس دھار گہر کھڑک کو سب دشٹ پچھارا
سیل جت کی کچھ پہر پکڑو ہتھیارا

... ...

ایوں اٹھے سنگھ بھبکیئے گل انبر دھارا

(وار ۴۱ پوڑی ۱۵)

اسی وار میں یہ بھی مرقوم ہے:۔

اپوں تیسر مذہب خالصہ اپجیو پردھانا
جن گورو گوبند کے حکم سوں گہر کھڑک دکھانا

... ...

تیسر پنتھ چلائن دوسور گہیلا
واہ واہ گوبند سنگھ آپے گور چیلا

(وار ۴۱ پوڑی ۱۷)

اس حوالہ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ گورو گوبند سنگھ کے زمانہ کے سکھ بھی اسی بات کے قائل تھے کہ تیسرے پنتھ کے بانی گورو گوبند سنگھ تھے۔ اور ان سے قبل کسی اور گورو نے کوئی مذہب جاری نہ کیا تھا۔

آج کل بھی اکثر سکھ ودوان گورو گوبند سنگھ کی طرف منسوب کر کے اکثر یہ قول پیش کیا کرتے ہیں:۔

دوہوں پنتھ میں کپٹ ودیا چلانی
بہر تیسرو پنتھ کیو پردھانی

(من ست پرہار ۲ ص۲۳ و گورست سدھاکر ص۱۵۴ و کتھا ایڈیشن ساکر ص۲۴ و درتیمان سکھ راجنیتی ص۸ وغیرہ)

یعنی دونوں مذہبوں میں کپٹ ودیا کا دور دورہ ہو گیا اس لئے میں نے تیسرا مذہب جاری کیا ہے۔

الغرض یہ ایک حقیقت ہے کہ بابا صاحب کسی نئے مذہب کے بانی نہ تھے۔ کیونکہ ان کے کلام سے اس بات کا کوئی ثبوت نہیں ملتا کہ انہوں نے اس قسم کا کوئی دعویٰ کیا ہو۔ جو لوگ بابا صاحب کو نئے مذہب کا بانی تسلیم کرتے ہیں ان پر یہ واضح ہونا چاہیئے کہ ہر نئے مذہب کے بانی کے لئے یہ ضروری ہوتا ہے کہ وہ اپنا دعوےٰ غیر مبہم الفاظ میں دنیا کے سامنے پیش کرے۔ اور پھر اپنی آمد کی غرض نئے مذہب کو جاری کرنا بیان کرے۔ نیز اس مذہب کا نام اور اصول مقرر کرے۔ اس کے علاوہ اس مذہب کو قبول کرنے والوں کے لئے بھی کوئی نام تجویز کرے جس سے انہیں دوسروں میں امتیازی حیثیت حاصل ہو اور ان کی تعریف بھی مقرر کرے۔ یعنی ان کے لئے مخصوص عقائد اور ارکان

(حضرت امیر کا دورہ بقیہ صفحہ ۷)

یہ لوگ بہت قابل قدر ہیں۔ شاہ عبدالعزیز صاحب ایران کے برادر خورد جو سب جج ہیں واہ کے ایک رئیس کے صاحبزادے ہیں جن کا شمار حضرت صاحب کے محبان خاص میں تھا۔ یہ دونوں اپنے والد ماجد کے اخلاق کے وارث ہیں۔ ان کے دل اخلاص اور وفا و محبت سے معمور ہیں اور ان کے چہروں پر سعادت نمایاں ہے۔

مانسہرہ و ڈھوڈر

ایبٹ آباد سے مانسہرہ پہنچا اور وہاں سے ڈھوڈر کی جماعت کی ملاقات کے لئے آگے گیا۔ آج کل ڈھوڈر میں ڈاکٹر سعید احمد صاحب کی جگہ ڈاکٹر شیخ فضل الرحمٰن صاحب کام کرتے ہیں۔ یہ صاحب بھی خوش اخلاقی اور تندہی سے کام کرنے کے لئے اپنے پیشرو کی طرح مشہور ہیں۔ مانسہرہ کی تحصیل کی تمام جماعت خان بہادر غلام ربانی صاحب کے ہاں جمع ہوئی انہوں نے ساری جماعت کے خورد و نوش کا انتظام کیا اور رات کے کھانے پر پچیس تیس معززین کو مدعو کیا۔ شام کی نماز کے بعد خان بہادر غلام ربانی صاحب کی مسجد میں جو اوپر کی منزل پر واقع ہے وعظ کا انتظام کیا گیا اور ملحقہ کمرہ میں خواتین بھی جمع ہوئیں۔ اس وعظ میں حضرت صاحب کے دعاوی پر بھی کافی روشنی ڈالی گئی۔ اپنوں پر اور غیروں پر اس کا اثر اچھا نظر آتا تھا۔ خواتین میں سے دو معزز ترین بیبیاں سلسلہ عالیہ میں داخل ہوئیں۔ مردوں میں سے ایک نمبردار ایک نوجوان جو ایک معزز گھرانے کے نونہال ہیں اور ایک مولوی صاحب جو آزاد کشمیر کے باشندے ہیں سلسلہ میں داخل ہوئے۔ تحصیل ہری پور کے دو نوجوان بھی جماعت میں شامل ہوئے۔ میں نے ڈھوڈر مانسہرہ اور ایبٹ آباد کے احباب کو تاکید کی کہ وہ سالانہ جلسہ میں شریک ہوں۔ اور جن کے لئے ممکن ہو وہ اپنے عیال کو بھی اس موقعہ سے مستفید ہونے دیں۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا جو ہماری جماعت کی تقویت کا باعث ہوئے اور جلسہ ان کے ازدیاد ایمان کا باعث ہوا ہوگا۔

فالحمد للہ رب العالمین۔

صدرالدین

۱۴ جنوری ۱۹۵۲ء

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

فون نمبر ۳۷۴۷

لوائے ما پنہ ہر سعید خواہد بود پندائے فتح نمایاں بنام ما باشد

ہم تو رکھتے ہیں مسلمانوں کا دیں
دل سے ہیں خدام ختم المرسلیں
شرک اور بدعت سے ہم بیزار ہیں
خاک راہ احمد مختار ہیں
سارے حکموں پر ہمیں ایمان ہے
جان و دل اس راہ پہ قربان ہے
تم ہمیں دیتے ہو کافر کا خطاب
کیوں نہیں لوگو تمہیں خوف عقاب

۱- آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا۔
۲- کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۳- قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں نہ آئیندہ ہوگی۔
۴- سب صحابہؓ اور آئمہ قابل احترام ہیں سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے۔
۵- اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا۔

پیغام صلح

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا ہفتہ وار آرگن

سالانہ چندہ پاکستان ۔ دس روپے
ہندوستان ۔ ۱۲-۸ روپے

سالانہ چندہ ممالک غیر ۔ ۲۴ شلنگ

ایڈیٹر
دوست محمد

جلد ۴۰ | یوم چہار شنبہ مورخہ ۲۴ ربیع الثانی ۱۳۷۱ھ - ۲۳ جنوری ۱۹۵۲ء | نمبر ۳

اتحاد یکجہتی اور تقوےٰ و طہارت سے اشاعت اسلام کا کام جاری رکھیں

ڈاکٹر شیخ محمد عبداللہ صاحب امام مسجد ووکنگ کا پیغام

ووکنگ کا پیغام ڈاکٹر شیخ محمد عبداللہ صاحب امام مسجد ووکنگ (انگلستان) نے جلسہ سالانہ میں جمع ہونے والے احباب کے نام ارسال کیا تھا جو وقت پر موصول نہ ہونے کی وجہ سے سنایا نہ جا سکا۔

برادران قوم و ممبران جماعت ۔ السلام علیکم و رحمتہ اللہ و برکاتہٗ

میں اور میرے رفقاء و شریک کار بالخصوص مولنا عبدالمجید صاحب اور برادرم شیخ محمد طفیل صاحب گو آپ حضرات سے ہزار ہا میل کے فاصلہ پر ہیں لیکن یقین جانیں کہ روحانی طور پر ہم سب آپ کے ساتھ ہیں۔ اس وقت آپ مجاہدین اسلام اور فدائیان دین کا ایک چھوٹا سا گروہ اس غرض کے لیے اکٹھا ہوا ہے کہ حضرت مجدد زمان اور امام وقت کے اس عظیم الشان کام یعنی اشاعت اسلام کو کماحقہٗ جاری رکھ سکیں جس کو حضرت مولنا محمد علی صاحب مرحوم و مغفور نے سلطان القلم کے عطا کردہ قلم سے نہایت ہی احسن اور اتم طور پر سر انجام دیا۔ افسوس کہ وہ عظیم المرتبت ہستی آج اس جلسہ میں نظر نہیں آتی۔ لیکن اگر ہم اپنے قلوب کو ہر قسم کی غل و غش و رنجش اور کدورت سے پاک کر کے یکجہتی۔ اتفاق اور اتحاد کے ساتھ تقویٰ اور طہارت کو مدنظر رکھتے ہوئے اس کام کو نہ صرف جاری رکھیں بلکہ اس میں ترقی کی راہیں سوچیں تو مجھے یقین ہے کہ حضرت امیر مرحوم کی روح لازماً خوش ہوگی۔ اور اللہ تعالےٰ کی بے شمار برکات ہم پر نازل ہوں گی۔

اس وقت دنیا کو جہاں اس امر کی ضرورت ہے کہ اسلام کی صحیح تعلیم اور آنحضرت صلعم کے اسوہ حسنہ سے بخوبی واقف ہو وہاں اس سے بڑھکر اس امر کی ضرورت ہے کہ ہم بحیثیت جماعت اور من حیث القوم اور فرداً فرداً اس اسوۂ حسنہ کو عملی رنگ میں دنیا کے سامنے پیش کریں۔ آج دنیا علم سے بڑھکر عمل کی پیاسی ہے۔ اور حضرت مسیح موعودؑ کو بھی آخری دم تک اس چیز کی فکر رہی کہ ایک ایسی جماعت تیار ہو جائے جو سچی مومن اور خدا پر حقیقی ایمان اور اس کے ساتھ حقیقی تعلق رکھے اور اسلام کو اپنا شعار بنائے اور آنحضرت صلعم کے اسوہ حسنہ پر کاربند ہو اور اصلاح اور تقوےٰ کے راستہ پر چلے اور اخلاق کا اعلےٰ نمونہ قائم کرے تا پھر ایسی جماعت کے ذریعہ دنیا ہدایت پائے اور خدا کا منشاء پورا ہو۔ پس اگر یہ غرض پوری نہیں ہوتی تو حضرت صاحب فرماتے ہیں:۔

"اگر دلائل اور براہین سے ہم نے دشمن پر غلبہ بھی پا لیا اور اسکو پوری طرح زیر بھی کر لیا تو پھر بھی ہماری کوئی فتح نہیں کیونکہ اگر ہماری بعثت کی اصل غرض پوری نہ ہوئی تو ہمارا سارا کام رائیگاں گیا۔"

یہ الفاظ قابل غور ہی نہیں بلکہ قابل عمل ہیں۔ آخر پر میری دعا اور التجا ہے کہ اللہ تعالےٰ اس چھوٹی سی بانچہزاری جماعت کو دنیا میں ہدایت اور رہنمائی کے لئے ایک قابل رشک عملی نمونہ پیش کرنے کی توفیق دے۔ اس وقت اس امر کی ضرورت ہے کہ ہم اپنے چھوٹے چھوٹے ذاتی اختلافات کو بالائے طاق رکھکر محض اللہ تعالےٰ کی رضا اور خوشنودی کو مدنظر رکھتے ہوئے اس عظیم الشان کام کو جاری رکھیں جس کے لئے ہم نے دنیا کی ہر مصیبت اور ہر ملامت اور ہر دکھ کو قبول کیا اور برداشت کیا۔

اے مالک حقیقی تو ہمارے قصوروں کو معاف فرما۔ استغفر اللہ ربی من کل ذنب و اتوب الیہ۔

آپ کا دور افتادہ بھائی ۔ عبداللہ از ووکنگ

اپنے بچوں کو تعلیم دین کے لئے وقف کیجیے

تبلیغی کلاس کا نیا سال مارچ ۵۲ء سے شروع ہونیوالا ہے۔ احمدی احباب جنہوں نے امام الزمان کے ہاتھ پر دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا عہد کیا ہوا ہے اپنے بچوں کو تبلیغ اسلام و اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے وقف کریں۔ واقفین کو انجمن مفت تعلیم کے علاوہ حسب حال وظیفہ بھی دے گی۔ درخواست کنندہ کی تعلیم کم از کم مڈل تک ضرور ہو غیر شادی شدہ کو ترجیح دیجائیگی جو طالبعلم ذہین ہوں گے انہیں مولوی فاضل بھی کرایا جائیگا۔ فارغ ہونے کے بعد جن طلباء کو انجمن ملازمت میں لینا چاہیگی انہیں حسب منشاء انجمن خدمت دین سر انجام دینا ہوگی۔ حضرت صاحب صدر الحاج شیخ میاں محمد صاحب کا ارشاد ہے کہ احباب اس طرف خاص طور پر توجہ فرمائیں اور اپنے بچوں کو علم دین کے حصول کے لئے مرکز میں ضرور بھجائیں۔ تمام درخواستیں جنرل سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے نام آنی چاہئیں۔

احمد یار ۔ جنرل سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ ارشادات

شیخ غلام قادر صاحب احمدیہ بلڈنگس لاہور

وقف کے متعلق احکام

عن ابن عمر رضؓ قال قال اصاب عمر رضؓ ارضاً بخیبر فاتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال یا رسول اللہ اصبت ارضاً بخیبر لم اُصب مالاً قط انفس عندی منہ فکیف تامرنی بہ فقال ان شئت حبّست اصلھا وتصدقت بھا فتصدق بھا عمر رضؓ انھا لا یباع اصلھا ولا یوھب ولا یورث للفقراء والقربیٰ والرقاب وفی سبیل اللہ وابن السبیل زاد فی روایۃ والضیف ثم اتفقوا لا جناح علیٰ من ولیھا ان یاکل منھا بالمعروف و یطعم صدیقاً غیر متاثل مالاً اخرجہ الخمسۃ المتاثل الذی یدخر المال یقتنیہ۔

ترجمہ:- ابن عمر رضؓ سے روایت ہے کہ عمر فاروق رضؓ نے خیبر میں زمین پائی تو وہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے خیبر میں زمین پائی ہے کہ میں نے اپنے نزدیک اس سے زیادہ عمدہ مال کبھی نہیں پایا سو آپ مجھ کو اس کا کس طرح حکم کرتے ہیں یعنی کس طرح اور کہاں خیرات کروں فرمایا اگر تو چاہے تو اس کے اصل کو روک رکھ اور اس کی پیداوار کو خیرات کر یعنی اسے وقف کر دے کہ اصل زمین قائم رہے اور اس کا حاصل خدا کی راہ میں خیرات ہوا کرے۔ تو حضرت عمر رضؓ نے اسے وقف کیا اس طور پر کہ اصل زمین نہ بیچی جائے نہ ہبہ کی جائے نہ اس کا کوئی وارث ہو۔ خیرات کیا اس زمین کو واسطے محتاجوں کے اور قرابت والوں کے اور غلام آزاد کرنے کے اور خدا کی راہ میں یعنی مجاہدین اور مبلغین کے لئے، اور واسطے مسافروں کے اور ایک روایت میں زیادہ ہے اور واسطے مہمانوں کے پھر اتفاق کیا راویوں نے نہیں گناہ اس کے مہتمم پر یہ کہ کھاوے اس سے موافق دستور کے اور کھلاوے دوست کو اس حال میں کہ نہ جمع کرنے والا ہو مال کو پانچوں اس کے راوی ہیں۔ متاثل وہ ہے جو مال کو جمع کرے اور اس پر گزارہ کرے۔ (تلخیص الصحاح جلد ششم)

جھوٹی قسم کھا کر کسی بھائی کا حق نہ دباؤ

عن ابن ایاسؓ بن ثعلبۃ الحارثی رضؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من اقطع حق امراء مسلم بیمینہ حرم اللہ تعالیٰ علیہ الجنۃ واوجب لہ النار قالوا ولو شیئاً یسیراً قال لو کان قضیباً من اراک اخرجہ مسلم ومالک والنسائی۔

تلخیص الصحاح ایضاً

ترجمہ:- ایاس بن ثعلبہ حارثی سے روایت ہے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو چھین لے گا حق کسی مسلمان کا (مسلم اور غیر مسلم سب اس میں شامل ہیں) جھوٹی قسم کھا کر تو اللہ تعالیٰ نے اس پر بہشت حرام کر دی اور اس کے واسطے دوزخ کی آگ واجب کی لوگوں نے پوچھا اگر (چھینی ہوئی) چیز تھوڑی ہو تو بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اگرچہ پیلو کی ٹہنی ہو۔ مسلم اور مالک اور نسائی اس کے راوی ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار کا نقش

عن علی رضؓ قال وجدنا قائم سیف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اعف عمن ظلمک وصل من قطعک واحسن الیٰ من اساء الیک وقل الحق ولو علیٰ نفسک اخرجہ رزین (تلخیص الصحاح ایضاً)

ترجمہ:- حضرت علی رضؓ سے روایت ہے ہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار کے قبضہ پر لکھا ہوا پایا کہ معاف کر اس شخص کو جو تجھ پر ظلم کرے (رشتہ اور تعلق) جوڑ اس سے جو تجھ سے توڑے

گناہوں سے بچنے کا واحد ذریعہ

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایک تقریر

جو ۱۷ اگست ۱۹۰۴ء کو آپ نے بعد نماز ظہر بمقام لاہور فرمائی اور جلسہ سالانہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور منعقدہ ۲۵ دسمبر ۱۹۵۱ء میں پڑھی گئی۔

گناہ سے بچنے کا ذریعہ خوف ہے

دیکھو یاد رکھنے کا مقام ہے کہ بیعت کے چند الفاظ جو زبان سے کہتے ہو کہ میں گناہ سے پرہیز کروں گا۔ یہی تمہارے لئے کافی نہیں ہیں اور نہ صرف ان کی تکرار سے ذرا کامی ہوتا ہے بلکہ خدا کے نزدیک تمہاری اس وقت قدر ہوگی جبکہ دلوں میں تبدیلی اور خدا کا خوف ہو۔ ورنہ ادھر بیعت کی اور جب گھر گئے تو وہی برے خیالات اور حالات رہے تو اس سے کیا فائدہ۔ یقیناً مان لو کہ تمام گناہوں سے بچ سکے ہو کہ لٹیرے مسہری پر چیونٹیوں کی طرح چمٹے ہوئے ہیں۔ مگر خوف ہی ایک ایسی شے ہے کہ حیوانات کو بھی جب ہو تو کسی کا نقصان نہیں کر سکتے بلی جو کہ دودھ کی حریص ہے جب اسے معلوم ہو کہ اس کے نزدیک جانے سے سزا ملتی ہے یا پرندوں کو جب علم ہو کہ اگر یہ دانہ کھایا تو جال میں پھنسے اور موت آئی تو وہ اس دودھ اور دانہ کے نزدیک نہیں پھٹکتے۔ اس کی وجہ صرف خوف ہے۔ پس جبکہ لایعقل حیوان بھی خوف کے ہونے سے پرہیز کرتے ہیں تو انسان عقلمند ہے اسے کس قدر خوف پرہیز کرنا چاہئے یہ امر بہت ہی بدیہی ہے کہ جس موقعہ پر انسان کو خوف پیدا ہوتا ہے اس موقع پر وہ جرم کی جرأت ہرگز نہیں کرتا۔ مثلاً طاعون زدہ گاؤں میں اگر کسی کو جانے کے لئے کہا جائے تو کوئی بھی جرأت نہیں کرتا۔ حتیٰ کہ اگر حکام بھی حکم دیویں تو بھی ترساں اور لرزاں جاوے گا۔ اور دل پر ڈر غالب ہوگا کہ کہیں مجھ کو بھی طاعون نہ ہو جائے اور وہ کوشش کرے گا کہ مفوضہ کام کو جلد پورا کر کے وہاں سے بھاگے۔ پس گناہ پر دلیری کی وجہ بھی خدا کے خوف کا دلوں میں موجود نہ ہونا ہی ہے۔ لیکن یہ خوف کیونکر پیدا ہو اس کے لئے معرفت الٰہی کی ضرورت ہے جس قدر خدا کی معرفت زیادہ ہوگی اسی قدر خوف زیادہ ہوگا۔

مصرعہ ہر کہ عارف تر است ترساں تر۔ اس امر میں اصل معرفت ہے اور اس کا نتیجہ خوف ہے۔ معرفت ایک ایسی شئے ہے کہ اس کے ہوتے ہوئے انسان ادنیٰ کیڑوں سے بھی ڈرتا ہے جیسے پسو اور مچھر کی۔ جب معرفت ہوتی ہے تو ہر ایک ان سے بچنے کی کوشش کرتا ہے۔ پس کیا وجہ ہے کہ خدا تعالیٰ جو قادر مطلق ہے اور علیم و بصیر ہے اور زمینوں اور آسمانوں کا مالک ہے۔ اس کے احکام کے برخلاف کرنے میں یہ اس قدر جرأت کرتا ہے اگر سوچ کر دیکھو گے تو معلوم ہوگا کہ معرفت ہی نہیں۔

معرفت کے بغیر یقین نہیں ہو سکتا

بہت ہیں کہ زبان سے تو خدا کا اقرار کرتے ہیں، لیکن اگر ان کے دلوں کو ٹٹول کر دیکھو تو معلوم ہوگا کہ ان کے اندر دہریت ہے کیونکہ دنیا کے کاموں میں جب مصروف ہوتے ہیں تو خدا کے قہر اور اس کی عظمت کو بالکل بھول جاتے ہیں۔ اس لئے یہ بات بہت ضروری ہے

باقی برصفحہ

اور بھلائی کر اس سے جو تیرے ساتھ برا سلوک کرے اور ہمیشہ سچی بات کہہ اگرچہ تمہاری ذات کے خلاف ہو۔

وفی مھجتی فوز وجیش لامدحا
سلالۃ انوار الکریم محمداً
کریما سجایا اکمل العلم والنھیٰ
شفیع البرایا منبع الفضل والھدیٰ
تبصر خصیمی ھل تریٰ من مشاکلہٖ
بتلک الصفات الصالحات ما حمدا

ترجمہ:- اور میرے دل میں جوش اور ولولہ ہے کہ مدح کروں۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جو اللہ تعالیٰ کے انوار کا خلاصہ ہے (۲) کریم ہے اور علم و عقل میں کامل تر ہے۔ مخلوق کا شافع اور فضل و ہدایت کا چشمہ ہے (۳) اے مدعی دیکھ کوئی شخص تجھ کو احمد کا شریک۔ ان صفات حسنہ میں نظر آتا ہے۔ (مسیح موعود)

پیغام صلح

جلد ۴۰ | یوم چہارشنبہ ۲۴ ربیع الثانی ۱۳۷۱ھ | نمبر ۳

"یہ کیا ہوا؟"

ظہور مہدی اور نزول ابن مریم کے متعلق جو شدت انتظار گذشتہ صدیوں میں اُمت مرحومہ کے اندر پائی جاتی رہی ہے اس کو پیش نظر رکھتے ہوئے اور ان احادیث کو سامنے رکھتے ہوئے جن میں مہدی و مسیح کی آمد پر زور دیا گیا ہے، یہ کہنا بے جا نہیں کہ یہ کوئی ایسی معمولی چیز نہیں جس کے وقوع یا عدم وقوع کو کوئی اہمیت حاصل نہ ہو، احادیث میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس چیز کو امت کی حفاظت کا موجب قرار دیا ہے کہ اس کے اوّل میں آپ ہیں اور آخر میں مسیح پھر یہ بھی ارشاد فرمایا ہے کہ مسیح موعود جب آئے تو اسکو میرا سلام پہنچایا جائے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مسیح کی آمد کو ایک خاص اہمیت حاصل ہے، اور اسی اہمیت کے پیش نظر امت کے بڑے بڑے لوگ بڑی شدت کے ساتھ مسیح و مہدی کی آمد کے منتظر رہے ہیں، یہاں تک کہ تیرہویں صدی میں انتظار کی شدت انتہا کو پہنچ گئی، اور تاریخیں مقرر ہونی شروع ہوگئیں کہ فلاں سن میں مہدی اور مسیح ضرور ظاہر ہو جائیں گے، حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی کو تاریخ ظہور مہدی کشفی پر "چراغ دین" کے لفظ میں معلوم ہوئی جس کے اعداد بحساب جمل ۱۲۶۸ بنتے ہیں اور بقول نواب صدیق حسن خاں بعض مشائخ کو بھی کشفاً معلوم ہوا کہ مہدی کا ظہور بارہ سو اسی (۱۲۸۰) کے بعد ہوگا اور تیرہویں صدی سے تجاوز نہیں کرے گا،

مگر یہ عجیب بات ہے کہ تیرھویں صدی بھی گذر گئی اور چودھویں کا بھی اختتام قریب آ گیا لیکن نہ مسیح آسمان سے نازل ہوا اور نہ مہدی کا ظہور ہوا، وہ علامات جو مسیح اور مہدی کے زمانہ سے تعلق رکھتی تھیں وہ بھی ایک ایک کر کے ظاہر ہو چکیں، دجال بھی آ گیا اور وہ دجالی فتنے بھی ظہور پذیر ہو گئے جن کے علاج کے لئے مسیح آنیوالا تھا، اور اب تو یاجوج ماجوج بھی خود اپنی زبان سے بول اٹھا کہ میں ہی وہ ہوں جس کے متعلق من کل حدب ینسلون کی خبر قرآن نے دی ہے اور میں ہی وہ ہوں جس کی شکست مسیح موعود کے وقت میں ہوتی مقدر تھی۔

باوجود ان سب باتوں کے مسیح ابن مریم کا نازل نہ ہونا اور نہ مہدی کا ظہور پذیر ہونا کیا معنے رکھتا ہے؟ صرف یہی نہیں کہ یہ دونوں موعود ظاہر ہی نہیں ہوئے بلکہ وہ انتظار جو امت میں چلی آ رہی تھی اور بارھویں اور تیرھویں صدی میں شدت پکڑتی چلی گئی وہ بھی آہستہ آہستہ ختم ہوتی چلی جا رہی ہے، حیرت ہے کہ ایک وقت تھا، جب نواب صدیق حسن خاں انتظار کرتے کرتے یہاں تک کہہ گئے کہ تیرھویں صدی سے صرف دس برس رہ گئے ہیں اور اب تک نہ مہدی آیا نہ مسیح، یہ کیا ہوا؟ اور پھر لکھا کہ میں بلحاظ قرائن تو یہ گمان کرتا ہوں کہ چودھویں صدی کے سر پہ ان کا ظہور ہوگا، اور اب چودھویں صدی کا سر ہی نہیں اس کا آخری حصہ بھی گذرتا جا رہا ہے اور مسلمانوں کے مزعومہ مسیح اور مہدی نہ آسکے تھے اور نہ آئے اور اب کوئی یہ بھی پوچھنے والا نہیں کہ "یہ کیا ہوا؟" آخر اتنے زبردست وعدے اور ایسی زبردست پیشگوئیاں جو کی گئی تھیں وہ کیوں پوری نہیں ہوئیں؟ دجال ظاہر ہو گیا، یاجوج ماجوج خود بول اُٹھا کہ میں یاجوج ماجوج ہوں اور وہ تمام دوسرے قرائن جو ظہور مسیح و مہدی سے وابستہ تھے ظاہر ہو گئے، پھر کیوں مسیح و مہدی نہ آئے۔ کیوں تمہاری انتظار ختم ہو گئی؟ حدیث کو تم غلط نہیں کہہ سکتے کیونکہ انہی احادیث کے دوسرے پہلو جو علامات مسیح و مہدی سے تعلق رکھتے ہیں ظہور پذیر ہو چکے ہیں، واقعات ثابت کر رہے ہیں کہ احادیث سچی ہیں اور مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم کے دیئے ہوئے وعدے غلط نہیں ہو سکتے۔ اور فی الواقعہ غلط نہیں ہوئے، مسیح بھی آ گیا اور مہدی بھی، لیکن افسوس کہ تمہاری آنکھیں نہ کھلیں اسی نے تم کو بتایا کہ یہ دجال ہے اور یہ یاجوج ماجوج، اس وقت تم نے انکار کیا، اس پر پھبتیاں اڑائیں۔ لیکن آج تو مانتے ہو کہ ہاں اس کا کہنا صحیح تھا، اگر یہ صحیح تھا اور اس کے سوائے کوئی اور شخص نہیں جس نے دجال کے متعلق سب سے پہلے نشان دہی کی ہو تو دیکھو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ جو شخص تمہیں یہ بتائے کہ یا ایہا الناس ھذا الدجال الذی ذکرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، اے لوگو یہ وہ دجال ہے جس کا ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے فذالک الرجل اقرب منی درجۃ یہ شخص مرتبے کے لحاظ سے مجھ سے سب سے زیادہ قریب ہے اور پھر فرمایا ھذا اعظم الناس شہادۃ عند رب العالمین یہ شخص رب العالمین کے نزدیک تمام لوگوں سے بڑھ کر شہادت کے مرتبہ پر ہے۔

اب سوچو اور غور کرو کہ یہ باتیں یونہی ٹال دینے کی ہیں؟ کیا یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان نہیں؟ کیا وہ شخص جس نے دجال کی خبر سب سے پہلے دی فذالک الرجل اقرب منی درجۃ کا مصداق نہیں ہو سکتا؟ اور کیا یہ وہی شخص نہیں جس کی تکذیب اور تضحیک میں تم نے کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی؟ غور کر کے دیکھو کہ اگر یہ شخص اپنے دعووں میں سچا نہیں اگر مرزا غلام احمد مسیح اور مہدی نہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سب سے بڑھ کر قریبی مرتبہ انہیں حاصل نہیں تو پھر فرمان نبوی کو کہاں لے جاؤ گے؟ اور اس بات کا کیا جواب ہے کہ مسیح و مہدی کی آمد کا زمانہ گذر جانے کے باوجود کوئی اب تک نہ آسمان سے اترا اور نہ زمین سے پیدا ہوا؟ آخر یہ کیا ہوا کہ تمام علامات و قرائن کے ظہور پذیر ہو جانے کے باوجود مسیح و مہدی کے متعلق مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیاں یونہی پڑی رہ گئیں، مسیح الکذاب (دجال) بھی آ گیا لیکن مسیح صادق نہ آیا، کیا یہ باتیں غور اور توجہ کے لائق نہیں؟

بیرونی جماعتوں کے جلسے

حضرت صاحب صدر کا ارشاد

حضرت صاحب صدر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا ارشاد ہے کہ تمام بیرونی جماعتیں اپنے اپنے شہروں میں فروری، مارچ اور اپریل کے مہینوں میں جلسوں کے انعقاد کا انتظام کریں، اور تاریخہائے جلسہ مقرر کر کے دو ہفتہ قبل مرکز کو اطلاع دیں تاکہ مبلغین اور لیکچراروں کے بھیجنے کا انتظام کیا جا سکے۔ امید ہے اس بارہ میں جماعتوں کے سیکرٹری صاحبان جلد از جلد فیصلہ کر کے افسر صاحب تبلیغ پاکستان احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کو مطلع فرمائیں گے۔

اخبار احمدیہ

— حضرت امیر قوم مولانا صدر الدین صاحب چند دن سے لاہور سے باہر تشریف لے گئے ہوئے ہیں، اب آپ کی صحت بحمد اللہ اچھی ہے۔

— حضرت صاحب صدر جناب میاں محمد صاحب کی طبیعت کچھ دنوں سے ناساز تھی اب بفضلہ تعالیٰ پہلے سے بہتر ہے اور آپ انجمن کے کاموں کو مستعدی کے ساتھ سر انجام دینے میں منہمک ہیں۔ احباب انکی صحت کاملہ کیلئے دعا کرتے رہیں

— برہما سے ہمارے محترم بزرگ ڈاکٹر ابن اکبر خاں لکھتے ہیں کہ ان کی اہلیہ محترمہ کی صحت کے لئے خاص طور پر دعا فرمائی جائے۔ اگرچہ پہلے سے ان کی حالت بہتر ہے لیکن بیماری مہلک ہے، جس کی میعاد ڈاکٹروں نے تین ماہ بتائی ہے جس میں سے دو ماہ گزر چکے ہیں دعا فرمائی جائے کہ باقی میعاد بھی اللہ تعالیٰ خیریت سے گذار دے اور بیماری سے کلی نجات حاصل ہو جائے۔

— منڈی بہاؤالدین میں ہمارے محترم دوست مولوی محمد رمضان صاحب بسبب ضعف پیری چکر کھا کر گر گئے اور ان کی ناک سے خون جاری ہو گیا۔ احباب کرام سے ان کی صحت کے لئے دعا کی درخواست ہے۔

— کراچی سے محمد اکرم خان صاحب ملازم رائل پاکستان نیوی اطلاع دیتے ہیں کہ میں مالٹا جا رہا ہوں احباب سلسلہ عالیہ سے درخواست ہے کہ خیر و عافیت سے واپسی کیلئے دعا فرمائیں۔

یاجوج ماجوج کی اطلاع کہاں سے ملی؟

مسٹر چرچل وزیر اعظم برطانیہ سے خط و کتابت

مسٹر چرچل وزیر اعظم برطانیہ کی تقریر درباره یاجوج ماجوج، گذشتہ اشاعت میں درج ہو چکی ہے، اس سلسلہ میں مولنا آفتاب الدین احمد نے ایک خط مسٹر چرچل کو لکھا تھا جس کا جواب ڈپٹی ہائی کمشنر متعینہ پاکستان کی معرفت موصول ہوا ہے، یہ دونو خط اور آخری جواب جو مولنا آفتاب الدین صاحب نے دیا ہے ذیل میں ہدیہ قارئین کرام ہے :-

مولنا آفتاب الدین صاحب کا خط

بخدمت آنریبل مسٹر ونسٹن چرچل وزیر اعظم برطانیہ
۱۰- ڈاؤننگ سٹریٹ لندن (انگلستان)

جناب عالی

مجھے معاف کیجئے کہ آپ کے قیمتی وقت میں مداخلت کر رہا ہوں، ہم نے اخبارات میں آپ کی وہ شاندار تقریر بڑی دلچسپی سے پڑھی ہے جو آپ نے ۹ نومبر کو لارڈ میئر آف لندن کی دی ہوئی ضیافت کے موقعہ پر فرمائی اور جس میں آپ نے یاجوج ماجوج کے متعلق بیان کیا۔

جو حقائق آپ نے اس تقریر میں بیان کئے ہیں وہ ہمارے لئے ان مذہبی روایات کے ملاحظہ ہونے کی حیثیت سے جو آپ اور ہم مسلمانوں میں مشترک چلی آرہی ہیں، بہت انکشاف انگیز ہیں اس لئے یہ بہت بڑی نوازش ہوگی اگر آپ مختصر طور پر ان ماخذات کا پتہ دے سکیں جہاں سے یاجوج ماجوج کے متعلق آپ نے واقفیت حاصل کی ہے۔

ایک دفعہ پھر میں آپ کے وقت میں مداخلت کی معافی چاہتا ہوں اور پیشگی شکریہ ادا کرتا ہوں۔

ہم ہیں آپ کے مخلص

آفتاب الدین احمد

سیکرٹری ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ عزیز منزل لاہور

مسٹر چرچل کا جواب

از دفتر ہائی کمشنر برائے برطانیہ عظمےٰ
۴- ریس کورس روڈ- لاہور
۹ رجنوری سنہ ۱۹۵۲ء

بخدمت آفتاب الدین احمد صاحب سیکرٹری ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ عزیز منزل برانڈرتھ روڈ- لاہور

جناب عالی

مجھے کامن ویلتھ سیکرٹری مسٹر اسمے کی طرف سے ہدایت ہوئی ہے کہ آپ کے خط مورخہ ۲۹ نومبر بنام مسٹر ونسٹن چرچل کا جواب دوں۔

مجھے آپ کی خدمت میں یہ عرض کرنا ہے کہ مسٹر چرچل کے اشارات جو انہوں نے گلڈ ہال کی تقریر میں یاجوج ماجوج کے متعلق کئے کچھ تو ان کے حافظہ کا نتیجہ تھے اور کچھ انسائیکلوپیڈیا برٹینیکا سے لئے گئے تھے۔

انسائیکلوپیڈیا برٹینیکا کا ایک اقتباس مجھے آپ کی خدمت میں روانہ کرنے کے لئے بھیجا گیا ہے، مجھے امید ہے کہ یہ اقتباس آپ کے سوال کے جواب میں مدد دے گا اور مجھے امید ہے کہ یہ آپ کے لئے مفید ثابت ہوگا۔

میں ہوں آپ کا تابعدار

ٹی ڈبلیو کیمبل

ڈپٹی ہائی کمشنر برائے برطانیہ عظمےٰ

اقتباس از انسائیکلو پیڈیا برٹینیکا۔

"یاجوج ماجوج :- یاجوج ماجوج وہ نام ہیں جو بائبل میں کئی مرتبہ استعمال ہوتے ہیں اور بعد میں ان دیو ہیکل بتوں کو دیئے گئے جو گلڈ ہال لندن میں نصب ہیں، ماجوج کو کتاب پیدائش کے مصنف نے Japheth کا بیٹا قرار دیا ہے حزقیل نے یاجوج کو جو ماجوج کا شہزادہ ہے شمال کے بعید علاقوں کا ایک ظالم و جابر حکمران بتایا ہے جو اسرائیل کے خلاف ایرانیوں، آرمینیوں اور سامریوں سے اتحاد رکھتا تھا یاجوج ماجوج کے الفاظ صحائف آسمانی میں اس امر میں مترادف المعنے معلوم ہوتے ہیں کہ ان سے خدا کی بادشاہت کے تمام آئندہ دشمن مراد ہیں، ماجوج کا نام عموماً ان غیر معلوم اقوام پر عائد کیا گیا ہے جو کوہ قاف کے شمال میں آباد ہیں. گلڈ ہال کے دیو ہیکل مجسمے قوم عفریت کے آخری دو پسماندگان کے بت ہیں جو albion میں سکونت پذیر تھی بروٹ اور اس کے بہادر ساتھی اور آخر کار ان دیو ہیکل جنوں پر غالب آ گئے اور اپنے قیدیوں میں سے آخری دو کو لندن لے آئے جہاں انہیں محل شاہی کے دروازے پر دربان مقرر کیا گیا، یہ کیکسٹن کا بیان ہے، ایک اور بیان میں ایک کو یاجوج ماجوج قرار دیا گیا ہے اور دوسرے کو برطانیہ کا بہادر جس نے اسکو ہلاک کیا اس کا نام Corineus ہے۔ یہ دونوں مجسمے لندن میں ہنری ہفتم کے زمانے سے نصب ہیں- ان سے پہلے کے مجسمے سنہ ۱۶۶۶ء کی عظیم الشان آتشزدگی میں جل گئے نئے جو ۱۴ فٹ لمبے ہیں سنہ ۱۷۰۸ء میں بنائے گئے تھے قدیم بت چوبید کی لکڑی اور گتوں سے بنے ہوئے تھے لارڈ میئر کی نمائش کے موقعہ پر بازاروں میں پھرائے جاتے تھے اور پرانے بتوں کی نقلیں سنہ ۱۸۸۷ء کی نمائش میں موجود تھیں، بعد کے بت سنہ ۱۹۴۰ء میں لندن کی ہوائی بمباری میں تباہ ہو گئے۔"

مولنا آفتاب الدین کا جواب الجواب

بخدمت ڈپٹی ہائی کمشنر صاحب برطانیہ عظمےٰ
۴- ریس کورس روڈ لاہور۔

جناب عالی

میں آپ کے خط نمبر ۴۸/۵/۵۲/۲۴ مؤرخہ ۹ رجنوری کی رسید شکریہ کے ساتھ دیتا ہوں، جو آپ نے آنریبل مسٹر ونسٹن چرچل کی طرف سے لکھا ہے۔

میں نہایت مؤدبانہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ آپ نے اپنے خط کے ساتھ ازراہ نوازش انسائیکلوپیڈیا برٹینیکا کا جو اقتباس شامل کیا ہے اس سے ان تمام باتوں کی وضاحت نہیں ہوتی جو مسٹر چرچل نے اپنی تقریر میں بیان کی ہیں تاہم یہ امر دلچسپی کا موجب ہے کہ مسٹر چرچل نے یہ اعتراف کیا ہے کہ کچھ باتیں انہوں نے اپنے حافظہ سے بیان کی ہیں، ہم سب جانتے ہیں کہ حافظہ کسی چیز کو پیدا نہیں کرتا بلکہ صرف ماحول کے تجربات اور پیش آمدہ واقعات کو محفوظ رکھتا اور انہیں بیان کرتا ہے اس لئے یہ عیاں ہے کہ مسٹر چرچل نے سلافی اور ٹیوٹن اقوام کے ساتھ یاجوج ماجوج کے تعلق کے بارہ میں جو خیالات ظاہر کئے ہیں وہ ایسے ماخذات سے لئے گئے ہیں جو انہیں پورے طور پر یاد نہیں رہے ہم یقیناً متعجب ہوں گے اگر یہ ماخذ اسلامی ہوں، اب تک کسی اور جگہ سے اس کے ملنے کی کوئی شہادت نہیں ملتی۔

ہم آج کی ڈاک سے آپ کی خدمت میں مولنا محمد علی (رحمۃ اللہ علیہ) کی کتاب "دجال اور یاجوج ماجوج" اور ہفت روزہ اخبار "لائٹ" مؤرخہ ۱۶ دسمبر سنہ ۱۹۵۱ء کی ایک ایک کاپی ارسال کرنے کی جرأت کرتے ہیں ان دونوں میں اس مضمون پر بحث کی گئی ہے، ہم امید کرتے ہیں کہ آپ خود بھی ایک بشاشتی حق کے طور پر اسکو مطالعہ کریں گے اور آنریبل مسٹر چرچل کو بھی مناسب ذریعہ سے بھیج دیں گے،

پیشگی شکریہ قبول کیجئے

آپ کا صادق

آفتاب الدین احمد

سکرٹری ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ، عزیز منزل، برانڈرتھ روڈ، لاہور

سانحہ ارتحال

(۱) یہ خبر جماعت کے تمام حلقوں میں نہایت رنج و افسوس کے ساتھ پڑھی جائے گی کہ ہمارے ایک نہایت عزیز دوست جناب عبدالعزیز صاحب صدیقی ریٹائرڈ تھانیدار بہاولنگر کچھ دن بیمار رہ کر بقضائے الٰہی فوت ہو گئے ہیں مرحوم سلسلہ کے نہایت پرانے خادم تھے اور تبلیغ کا دلی شوق اور تڑپ رکھتے تھے، ہماری دلی دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ انہیں جنت الفردوس میں جگہ دے اور ان کے فرزندان اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

(۲) ایک اور محترم بزرگ خواجہ بشیر الدین صاحب ریٹائرڈ ٹیلیگراف ماسٹر بھی اسی ماہ میں فوت ہوئے ہیں، مرحوم بھی سلسلہ کے پرانے خدام میں سے تھے اور اپنے زمانہ ملازمت میں بڑی سے بڑی امداد سے دریغ نہ کرتے تھے، ان کی اہلیہ محترمہ (جو وہ بھی فوت ہو چکی ہیں) ہمیشہ جلسوں میں زیورات اتار کر راہ خدا میں دے دیتی تھیں، مرحوم صوفی منش اور بڑے نیک اور پاکباز انسان تھے۔ ان کے پیچھے ایک شادی شدہ لڑکی اور دو نوجوان لڑکے رہ گئے ہیں جو زیر تعلیم ہیں، لیکن ذریعہ معاش سے محروم ہو چکے ہیں۔ ہماری دلی دعا ہے کہ مرحوم کو اللہ تعالےٰ جنت الفردوس میں جگہ دے اور ان کی اولاد کو صبر جمیل عطا کرے اور ان کے لئے بہترین وسائل پیدا کرے۔ احباب کرام سے ہر دو کے لئے جنازہ غائبانہ کی درخواست ہے۔

اسلام کے جدید بنیادی تصورات

قاضی عبد الشہید صاحب وکیل مانسہرہ

(قاضی صاحب نے یہ مقالہ جلسہ سالانہ کے موقعہ پر پڑھا)

میری تقریر کا موضوع ہے "اسلام کے جدید بنیادی تصورات" اس مضمون کو مرزا ولی احمد بیگ صاحب نے بھی اپنی پرسوں کی تقریر میں چھوا۔ اس مضمون پر بہت بڑے ریسرچ اور تحقیقات کی ضرورت ہے۔ آپ کی جماعت نے مذاہب عالم کے بارہ میں جو جو ریسرچیں یا تحقیقاتیں کی ہیں وہ اب ایسی حالت میں پہنچ چکی ہیں کہ وہ اپنی ضرورت کو پورا کر چکی ہیں یعنی عیسائیت یا ہندو دھرم کے متعلق جو جو مواد اکٹھا کیا۔ اس نے اپنا اس قدر کام کر دیا ہے کہ ان مذاہب کے پاس اب کوئی ایسی دلیل نہیں رہی جس کا آخری اور حتمی جواب دینے کے لئے ابھی کوئی مزید کہنے کی ضرورت باقی رہ گئی ہو۔ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم کی کتاب ینابیع المسیحیت، اور مولنا عبدالحق صاحب ودیارتھی کی کتاب میثاق النبیین اسی لاجواب حتمی ریسرچ اور تحقیقات کا ایک حصہ ہیں۔ باقی علماء جماعت نے جو جو عظیم الشان کام اس بارہ میں کیا۔ اس کی تفصیل کی ضرورت نہیں کیونکہ وہ آپ پر روشن ہے۔ اب ضرورت جس امر کی ہے وہ یہ ہے کہ جماعت کے علماء موجودہ زمانہ کی مذھبی دنیا نہیں بلکہ علمی دنیا کے علم الکلام کی طرف متوجہ ہوں۔

حکومت پاکستان اور اسلامی دستور العمل

مثال کے طور پر میں آپ کے سامنے یہ بات رکھنا چاہتا ہوں کہ آپ قرآن کے حامل ہونے کا دعوےٰ بڑے زور سے کرتے ہیں اور خدا تعالےٰ کے فضل سے اس میں کسی حد تک سچائی بھی ہے۔ مگر آپ کے گھر میں ۴ سال سے ایک عظیم الشان مشکل پڑی ہوئی ہے۔ مگر اس کے حل کے لئے یا اس میں رہنمائی کے لئے ہماری جماعت کے کسی مفکر نے نہ ایک حرف تک بیان کیا اور نہ لکھا۔ جو کہ مقصود ہے۔ میرا مدعا یہ ہے۔ کہ حکومت پاکستان اس وقت عجیب جنجال میں پھنسی ہوئی ہے۔ ایک طرف تو وہ یہ دعویدار ہے کہ وہ ایک بڑی اسلامی مملکت ہے۔ اور اس غرض کو عملی جامہ پہنانے کے لئے وہ کوشاں ہے۔ کہ وہ اپنا دستور العمل یعنی Constitution بھی اسلامی بنائے۔ اس کے سامنے اس وقت جدید علمی تصورات یورپ ہیں۔ اور بالمقابل اس ضمن میں اسلام کے تصورات ایک ہزار سال پہلے کے ہیں۔ جو زمانہ موجودہ کے بالکل غیر مناسب حال ہیں۔ موجودہ یورپ کے علمی تصورات کی رو وہ چھوڑنا چاہتے نہیں۔ تو پھر وہ سمجھتے ہیں۔ کہ ان کے سامنے کوئی دیگر جدید اسلامی تصورات ایسا نہیں جو وہ اپنائیں۔ اور اگر پرانے اور فرسودہ مسلمانوں کے تصورات کو اپنائیں۔ تو یہ پاکستان کو ترقی کی منزل سے ہٹا کر آج سے ہزار سال پہلے لے جانا ہے۔ جو پاکستان کی تباہی کے مترادف ہے۔ حکومت پاکستان کی مجلس دستور ساز کے سامنے بنیادی حقوق کی تشریح کا سوال ہے۔ انہوں نے گذشتہ سال کے شروع میں ایک مسودہ تیار کیا۔ جس میں موجودہ یورپ کے طرز فکر کی تقلید کرتے ہوئے محکمہ انتظامی یعنی ایگزیکٹو کے افراد کو غیر مساویانہ حقوق دیئے گئے۔ مثلاً گورنر یا گورنر جنرل کے خلاف برخلاف باقی لوگوں کے عدالتوں میں اُس کے بعض افعال کی باز پرس نہیں ہو سکے گی وغیرہ۔ اس مسودہ کے خلاف ـــ بعض مسلمان مفکرین نے آوازیں اُٹھائیں جس سے مسودہ مذکور پر دوبارہ غور کئے جانے کا فیصلہ کیا گیا۔ مگر اس پر بھی قریباً ایک سال کا عرصہ گذر چکا ہے اور کوئی دوسرا مسودہ سامنے نہیں آیا۔ مگر میں یہ عرض کرونگا کہ ہماری جماعت کے کسی عالم، مفکر یا مبلغ کی توجہ اس طرف نہیں ہوئی۔ کہ وہ ریسرچ کر کے کسی پہلو میں دستور کی تشکیل میں امداد دے سکے۔

آزادیٔ مذہب کا حق

اس بارہ میں میں مثال کے طور پر چند پوائنٹ پیش کرتا ہوں۔ پاکستان کی مجلس دستور ساز نے بنیادی حقوق کی تعیین و تشریح کرنی ہے۔ کہ ہر انسان کو بنیادی طور پر کیا کیا حقوق حاصل ہیں۔ اہل یورپ یا ایشیا کی مملکتوں کے جس قدر یا دستور ہیں۔ ان میں زیادہ سے زیادہ ہر انسان کو یہ حق دیا گیا ہے کہ جو مذہب بھی چاہے رکھ سکتا ہے۔ اسے آزادیٔ مذہب یا ......

Liberty of faith or Conscience

کہتے ہیں۔

تبلیغ مذہب کا حق

مگر اس حق کو اگر اسلامی فکر کی روشنی میں دیکھا جاوے تو یہ منفی یا ... قسم کا حق ہے۔ اسلام میں یہ کمال ہے کہ اس نے جمہوریت کو نہ صرف جسمانی رنگ میں تسلیم کیا ہے کہ تمام مخلوق ایک ہی جوڑا کی اولاد ہیں۔ اور ان کے حقوق مساوی ہیں۔ بلکہ اسلام نے خیالات کی جمہوریت بھی بطور اصول کے تسلیم کی ہے۔ قرآن کریم کا یہ حکم بھی ہے

فبشر عبادی الذین یستمعون القول فیتبعون احسنه۔

میرے بندوں کو خوشخبری دو۔ کہ وہ ہر بات کو سنتے ہیں۔ اور پھر اس میں سے جو بہتر ہوا سے اختیار کر لیتے ہیں۔ اس سے معلوم یہ ہوا ہے۔ کہ اسلامی نظام حکومت میں یہ اصول تسلیم کیا گیا ہے کہ ہر شخص کو خواہ وہ مسلمان ہے یا غیر مسلم اسے اپنے خیالات کی تبلیغ کا حق دیا گیا ہے۔ اور پھر ساتھ ہی یہ بھی حق دیا گیا ہے کہ یہ ضروری نہیں کہ وہ خیالات احسن ہی ہوں۔ غیر احسن خیالات بھی وہ بیان کر سکتا ہے۔ ہاں یہ سننے والے کی پسند پر رکھا گیا ہے کہ وہ اس بات میں سے جو اچھی ہے اسے اختیار کرے اور جو بری ہے اسے اختیار نہ کیا جائے یہ آزادی منفی آزادی نہیں۔ بلکہ مثبت آزادی ہے۔ جس کا دوسرا نام آزادیٔ تبلیغ ہے اور اسلام ایک واحد منفرد مذہب ہے۔ کہ جس نے دنیا میں جسمانی جمہوریت کے ساتھ خیالات کی جمہوریت کو تسلیم کرتے ہوئے ہر شخص کو اپنے خیالات کی تبلیغ کا حق دیا ہے۔ یہ حق یا تصور دنیا کے کسی ترقی یافتہ قوم کے دستور میں موجود نہیں ہے۔

حق شہریت اور اسلام

اسی طرح میں صرف ایک مثال کو بیان کرنے کے لئے مضمون کے دوسرے پہلو کی طرف جاؤں گا۔ دنیا کے تمام اقوام کے دستوروں میں ایک اور بنیادی حق تسلیم کیا گیا ہے جسے حق شہریت کہتے ہیں۔ اس حق کا مطلب یہ ہے۔ کہ فرض کرو انگلستان میں انگریز، اور غیر انگریز کی تعریف کرتے ہوئے بعض قومی اور ملکی فائدے ایسے ہیں جن سے صرف انگریز ہی مستفید ہو سکتے ہیں۔ غیر انگریز مستفید نہیں ہو سکتا۔ اسی اصول کے فائدے خواہ جس قدر بھی ہوں ان سے سردست بحث نہیں۔ بحث یہ ہے۔ کہ اگر پاکستان بھی اپنے دستور میں یہی حقوق کا امتیاز تسلیم کرے۔ تو کیا پاکستان کا دستور اسلامی دستور کہلانے کا مستحق ہے۔ اسلام میں رنگ و لون۔ ملکی و غیر ملکی کا کوئی امتیاز نہیں ہے۔ یعنی اسلام قومی حکومت کا قائل نہیں۔ بلکہ بین الاقوامی حکومت یا world government کا قائل ہے۔ اس لئے پاکستان اگر اسلامی نظام یا دستور بنانا چاہتا ہے۔ تو اسے اسلامی بنیادی تصورات کو اپنے دستور کا حصہ بنانا چاہیئے۔

بین الاقوامی تصور

گو اس پر یہ اعتراض آتا ہے کہ جب پاکستان واقعہ میں ایک محدود حکومت ہے۔ تو اسے غیر محدود اصول کیسے مفید ہو سکتے ہیں۔ یعنی آپ کس طرح غیر پاکستانی کو پاکستانی کے مساوی حقوق دے سکتے ہیں جبکہ کوئی غیر پاکستانی حکومت پاکستانیوں کے ساتھ یہ سلوک جائز نہیں رکھتی۔ مگر یہ اعتراض دراصل اصولی رنگ میں نہیں ہے۔ اور اگر کوئی اسے اصولی اعتراض کہے تو میں پھر یہ کہوں گا کہ یہ پھر اسلامی اصول کا رنگ نہیں ہے۔ قرآن نے تمام مخلوق انسانی کو خدا کا کنبہ قرار دے کر یہ حکم دیا ہے کہ ان اکرمکم عند الله اتقاکم کہ حقوق کی تقسیم فلاں ابن فلاں کی تقسیم پر یا پاکستانی اور غیر پاکستانی تقسیم پر نہیں ہے۔ بلکہ قابلیت کے معیار پر ہے اور آخری نبی کا آخری پیغام بھی جو حجۃ الوداع کے موقعہ پر انہوں نے چھوڑا وہ یہی ہے۔ کہ رنگ و لون۔ عرب غیر عرب یعنی رنگ قوم اور ملک کے اعتبار پر حقوق کی تقسیم نہیں ہونی چاہیئے۔ دراصل اس اصول میں پاکستان کا کچھ خسارہ نہیں ہے۔ ایک تو اس سے دنیا کے قابل اور موزوں انسانوں سے استفادہ ہوتا ہے۔ اور دوسرا یہ اصول ایک بیج ہے جس سے یہ ممکن ہے کہ حکومت پاکستان بڑھ کر ایک دن بین الملی حکومت یا world government ہو جائے۔ کیونکہ دنیا میں ہر ایک چیز کا حصول اس کے بنیادی تصور پر موقوف ہے۔ مثلاً اگر دنیا میں یہ تصور نہ ہوتا کہ ایک انسان اپنے دوسرے بھائی یا دوست سے جو دور دراز مسافت پر رہتا ہے اور جس کو ملنا دشوار امر ہے ملنے کے لئے کوئی ایسا ذریعہ پیدا ہو جائے کہ بغیر ... مصیبتیں طے کرنے اور وقت صرف کرنے کے وہ انسان اپنے بھائی یا دوست سے مل سکے۔ اس سے کلام کر سکے اور اسے دیکھ سکے۔ تو پھر ٹیلیفون، تار برقی، بے تار برقی ریڈیو ٹیلیویژن ایجاد نہ ہوتے اور اگر وہ ... جاوے۔ تو آنحضرت صلعم نے جو اصولی طور پر ...

عالمگیر مذہب کی بنیاد رکھی جس کی پہنائی صرف عرب تک محدود نہ سمجھی جاتی تھی۔ وہاں اس کے ساتھ ان عالمگیر تصورات کو مشرق و مغرب تک پہنچانے کے لئے وہ تصور بھی پیش کر دیا جس سے راستہ کی مسافتیں اور وقت درمیان سے اُٹھ جاتے ہیں۔ یہ تصور آپ جانتے ہیں کیا تھا۔ یہ تصور تصور معراج تھا۔ سبحٰن الذی اسریٰ بعبدہ لیلاً من المسجد الحرام الی المسجد الاقصیٰ۔ کہ ایک شخص ایک وقت میں مشرق اور مغرب کی سیر کر سکتا ہے اور درمیانی فاصلہ اس کی اس سیر میں حارج نہیں ہو سکتا اور نہ اس سیر میں کوئی وقت صرف ہوتا ہے۔ غرضیکہ صحیح تصور ہی صحیح کامیابی اور ترقی کا ذریعہ بنتا ہے۔ اس لئے اگر پاکستان اسلام کے بین الاقوامی بالفاظ دیگر بین الانسانی تصور پر اپنے دستور کی بنیاد رکھیں گے۔ تو یہ ناممکن نہیں۔ کہ مستقبل قریب میں وہ واقعہ بین الاقوامی یا بین الانسانی حکومت بن جائے۔

مغربی اور اسلامی تہذیب

بہرحال میرے مضمون کا اصل مقصد یہ ہے۔ کہ مغربی طرز فکر کا مطالعہ کیا جائے اور اسلام کو اس طرز فکر کی روشنی میں پیش کیا جاوے۔ اور اس کے لئے بنیادی طور پر یہ امر غور طلب ہے۔ وہ یہ ہے کہ پہلے اس امر کو دیکھا جاوے کہ مغربی طرز فکر اور اسلامی طرز فکر میں کون سا اصولی فرق ہے۔ موٹے الفاظ میں آپ یوں کہیں۔ کہ اسلام روحانی یا اخلاقی تہذیب کا حامل ہے۔ اور یورپ مادی تہذیب کا۔ ان دونوں تہذیبوں میں فرق کیا ہے؟ یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ اسلام کی تہذیب بھی کوئی اور تہذیب نہیں ہے۔ وہی تہذیب ہے۔ جو یورپ کی تہذیب ہے۔ صرف فرق اس کے مقصد میں ہے۔ اسلام بھی یہی چاہتا ہے۔ کہ جس کا تصور اس دعا میں ہے ربنا اتنا فی الدنیا حسنۃ۔ اے میرے رب مجھے دنیا میں بہترین زندگی عطا کر۔ اور یورپ کی تہذیب بھی یہی کہتی ہے۔ کہ دنیا کی زندگی بہتر اور اس میں آرام و آسائش میسر ہو۔

اسلامی تہذیب کا مابہ الامتیاز

مگر اسلامی تہذیب کا یہ مابہ الامتیاز ہے۔ کہ مسلمان اپنی بہترین زندگی اس لئے چاہتا ہے۔ کہ اس زندگی کا مآل یا عاقبت اچھی ہو۔ اسی لئے اس دعائیہ فقرہ یعنی ربنا اتنا فی الدنیا حسنۃ کے معاً بعد وفی الاخرۃ حسنۃ سکھایا ہے۔ اب آخری زندگی پہلی یعنی دنیاوی زندگی کا نتیجہ ہے۔ اور آخری زندگی اچھی ہو نہیں سکتی جب تک کہ اس کی اچھائی کا بیج دنیاوی زندگی میں نہ بویا گیا ہو۔ اسی لئے غالباً یہ رسول کریمؐ کا قول ہے کہ الدنیا مزرعۃ الاخرۃ دنیا ایک ایسی کھیتی ہے جس میں آخرت یعنی دوسری زندگی کا بیج بویا جاتا ہے۔ اسی عظیم الشان روحانی مقصد زندگی کو قرآن کریم نے ان خوبصورت الفاظ میں ادا کیا ہے قل ان صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العالمین اے محمد رسول اللہ تو اعلان کر دے کہ میری یعنی ایک مسلمان کی زندگی کا مقصد رب العالمین کی خوشنودی ہے۔ اور رب العالمین کی خوشنودی اسی میں ہے کہ اس کی مخلوق کی اس میں بہتری ہو خیر الناس من ینفع الناس۔ جو شخص بھی مخلوق کے لئے مفید ہے وہی خدا کے نزدیک بہتر ہے۔ چنانچہ اسی روحانی مقصد حیات کو حضرت مرزا صاحب علیہ الرحمت نے یہ تصور پیش کر کے بیان کر دیا۔ کہ جنت اسی دنیاوی زندگی سے شروع ہوتی ہے۔ اس لئے ایک مسلمان جب کسی دوسرے انسان کے مقابلہ میں کسی وجہ سے جنگ پر بھی آجائے گا۔ تو اس کی غرض محض خوشنودی رب العالمین ہوگی اسی کو الفاظ لیکون الدین للہ سے قرآن میں ظاہر کیا گیا ہے۔ تو ایسے حالات میں جنگ کے دوران میں اور جنگ کے بعد کامیاب ہونے کے بعد بھی مسلمان کے سامنے انصاف اور رحم اور مخلوق خدا کی بہتری اور بھلائی مدنظر ہوگی اور وہ یہ نہیں کہے گا کہ میری زندگی میرے اور قوم کی بھلائی کے لئے ہے۔ بلکہ مخلوق خدا کی بھلائی کے لئے ہے للہ رب العالمین کا مفہوم بھی یہی ہے۔ اس لئے وہ جنگ فتح کرنے کے بعد دشمن کو معاف بھی کر سکے گا جس کا نمونہ دنیا کے آخری ہادی محمد رسول اللہ نے فتح مکہ کے بعد دیا۔ تو دونوں تہذیبوں میں یعنی اسلامی اور یورپین تہذیب میں فرق صرف بلحاظ مقصد ہے۔

یورپ کی مادی تہذیب کی بنیاد

اب دیکھنا یہ ہے کہ یورپ کی مادی تہذیب کی بنیاد کب اور کیسے پڑی۔ تاکہ جن جن تصورات کے رد عمل سے یورپ کی موجودہ تہذیب کی بنیاد پڑی۔ ان تصورات کا پہلے جائزہ لیا جاوے۔ تاریخ گواہ ہے کہ یورپ کے سامنے قرون وسطیٰ میں جو تصورات تھے۔ وہ عیسائیت کے پیش کردہ تھے۔ اس وقت مذہب عیسائیت دو گروہوں پر بلحاظ فکر مشتمل تھا۔ ایک گروہ علماء ظاہر پرست کا تھا۔ اور دوسرا گروہ صوفیاء کا پہلوں کو آپ پادری اور دوسروں کو رہبان یا monks کہتے ہیں۔ علماء ظاہر پرست کا دائرہ طرز فکر صرف بحث و مجادلہ تھا جس کے رد عمل کے طور پر رہبانوں یا monks کا محض چلہ کشی اور تخیل کی دنیا تھی۔ علماء ظواہر پرست خشک منطقی تھے۔ جن کی منطق سے ایک دکاندار۔ ایک معمار۔ ایک کاریگر۔ ایک زمیندار یا یوں کہیں کسی شخص کو کوئی عملی فائدہ نہ تھا۔ ایک ظاہر پرست عالم یا ہادی کی اپنی زندگی بھی ایک غریب اور مفلوک الحال شخص کی زندگی تھی اور اس کے شاگرد کی زندگی بھی ایسے ہی تھی۔ اور پھر جب اس علماء کلیسا کے تصور سے میدان عمل میں کوئی فائدہ نہ پہنچا یا تو عیسائیت کا دوسرا گروہ صوفیا مقابلہ کی تاب نہ لاکر یعنی کائنات کی عملی گتھیوں کو سلجھا نہ سکنے کے باعث زندگی سے فرار ہو کر گوشہ نشین ہو گیا جس کے باعث زندگی کی جدوجہد نے بالآخر لوگوں کو مجبور کیا کہ وہ مذہب کو چھوڑ کر کوئی ترقی کی سبیل سوچیں۔ چنانچہ جب انسانی فکر عیسائیت کے مذہبی قید سے آزاد ہو گئی۔ تو ایک جدید فکر یا تصور انہوں نے دریافت کر لیا جسے انگریزی میں یوں ادا کیا گیا ہے کہ علم ایک طاقت ہے۔ Knowledge is power اس تصور نے یورپ کی عملی زندگی میں انقلاب پیدا کر دیا۔ یعنی جب ہر میدان میں انسانی خیال کے معراج کے راستہ میں کوئی مادی چیز حائل ہوئی۔ تو اس رکاوٹ کا علم حاصل کر کے کہ اسے کس طرح توڑ کر راستہ سے ہٹایا جا سکتا ہے۔ یورپ کے لوگ قدم بہ قدم میدان ترقی میں اٹھانے لگے۔ جس کا نتیجہ دن بدن ایجادات کی شکل میں رونما ہوا۔ اور اہل یورپ زمین و آسمان کی طاقتوں پر علم کے زور سے اسی طرح قابو پانے لگے۔ جس طرح ایک تانگہ بان اپنے گھوڑا کی اکڑ سمجھ کر اسے سلجھا کر اسے تانگہ کے آگے جوت کر اس پر سواری کرتا ہے۔ اور فائدہ لیتا ہے۔۔۔۔ اسی لئے یورپ کے اس طرز فکر کا نتیجہ ایک اور عظیم الشان تصور کی شکل میں ظاہر ہوا جسے Utilitarianism کہتے ہیں۔ یعنی ہر بات یا کام محض اس لئے نہ کیا جائے کہ اس سے مقصد محض بحث مباحثہ ہو۔ یا اس سے دل میں کوئی فرضی خوشی پیدا ہو کر معرفت پیدا ہو۔ جو حجرہ نشین صوفیا کا طرز ہے۔ بلکہ وہ بات اور کام محض اس غرض سے کہی جائے یا کیا جائے کہ اس سے آپ کو کوئی عملی فائدہ ہے۔

محمد رسول اللہ کا مذہب

محمد رسول اللہ صلعم نے اس راز کو اس وقت سمجھا کہ جبکہ وہ غار حرا میں صوفیائی طرز افکار میں زمانہ کے حالات یا اس وقت کی عیسائی طرز فکر کے ماتحت مشغول تھے۔ کہ اچانک ان کو یہ معرفت کا نکتہ ملا کہ خدا کی معرفت غاروں یا حجروں میں نہیں ہے بلکہ گھروں کی چار دیواری کے اندر شہر کے بازاروں کے اندر۔ عدالت کے کٹہرے کے اندر۔ کاروبار کے دفاتر کے اندر اور جنگ کے میدان کے اندر ملتی ہے۔ خیر الناس من ینفع الناس۔ تم میں سے بہتر وہ ہے جو تمہارے لئے مفید ہے۔ اس لئے محمد رسول اللہ کا مذہب صوفیائی یا Religion of Contemplation نہیں ہے بلکہ Religion of Utility ہے۔ اور کوئی مفید چیز صرف اسی صورت میں حقیقی معنوں میں مفید ہوتی ہے۔ کہ اس سے زیادہ فائدہ مخلوق کو بلا لحاظ رنگ و قوم ملے۔ اسی طرز فکر کو جزوی طور پر یورپ میں Humanitarianism کہا جاتا ہے مگر Utility یا افادیت کا ایک عظیم الشان نقصان ہے وہ یہ ہے۔ کہ جب تک اس کے ساتھ بین الاقوامیت یا بین الانسانیت کا تصور موجود نہ ہو۔ تو آپ اگر ایٹم بم بنائیں گے تاکہ آپ اپنی قوم کی مدافعت کریں تو اس قومی امتیاز کا یہ نقصان ہے۔ کہ آپ اسی ایٹم بم سے دوسری قوم کو تباہ کرنے میں کوئی گناہ نہ سمجھیں گے اور یہ مادی تہذیب بجائے انسانیت کو فائدہ دینے کے اس کی تباہی کا موجب بن سکتی ہیں۔ جیسے کہ اس کے کچھ کچھ تجربات پہلی دو جنگوں میں ہو چکے ہیں۔ اسلئے ان تمام مادی تہذیبوں کے ساتھ اسلام کا بین الانسانیت تصور موجود ہونے کی صورت میں یہ تہذیب انسانیت کے لئے موجب رحمت بن سکتی ہے۔ چاہیئے کہ اس دجالی تہذیب کی روشن دنیاوی آنکھ کے ساتھ آپ لوگ بذریعہ روحانی اپریشن دوسری روحانی آنکھ بھی لگا دیں تاکہ آپ کی جماعت کا مقصد پورا ہو۔ ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ ودین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ کا عملی نمونہ ہمارے سامنے آجائے۔

تقریر حضرت مسیح موعود۔ بقیہ از صفحہ ۲

کہ تم لوگ دعا کے ذریعہ اللہ تعالیٰ سے معرفت طلب کرو بغیر اس کے یقین کامل ہرگز نہیں ہو سکتا۔ وہ اسی وقت حاصل ہوگا جبکہ یہ علم ہو کہ اللہ تعالیٰ سے قطع تعلق کرنے میں ایک موت ہے۔ گناہ سے بچنے کے لئے جہاں دعا کرو وہاں ساتھ ہی تدابیر کے سلسلہ کو ہاتھ سے نہ چھوڑو اور تمام محفلیں اور مجلسیں جن میں شامل ہونے سے گناہ کی تحریک ہوتی ہے ان کو ترک کرو اور ساتھ ہی ساتھ دعا بھی کرتے رہو اور خوب جان لو کہ ان۔۔۔۔

کیا بابا نانک صاحب کسی نئے مذہب کے بانی تھے؟

(از عبداللہ صاحب گیانی)

(۲)

پروفیسر جیت سنگھ صاحب ڈبل ایم اے کا جو مضمون اخبار پنتھ سیوک جالندھر کے نانک نمبر میں شائع ہوا ہے۔ اس میں پروفیسر صاحب موصوف نے بابا صاحب کو سکھ مذہب کا بانی ظاہر کرتے ہوئے خود بابا صاحب کے کلام سے کوئی ثبوت نہیں دیا مگر جماعت احمدیہ کا تذکرہ کرتے ہوئے بہت جوش سے لکھا ہے کہ ہم احمدی زبانی جمع خرچ کر کے بابا صاحب کو مسلمان بیان کر رہے ہیں۔ اس کے لئے کوئی دلیل یا ثبوت نہیں دے رہے۔ جیسا کہ انہوں نے لکھا ہے:۔

"اب مسلمانوں کا عقیدہ کہ گورو صاحب مسلمان تھے وہ نماز روزہ کے پابند تھے۔ انہوں نے کئی جگہ نماز ادا کی۔ اور حج ادا کیا۔ نیز اسلامی لباس اختیار کیا۔ کیا یہ درست ہے۔ زبانی جمع خرچ کرنے سے تو خواہ قادیانی ایسے کم فہم لوگوں کو دھوکہ دے لیں مگر اس کی تائید کے لئے کسی کے پاس کوئی وزنی ثبوت یا دلیل نہیں"

(ترجمہ از پنتھ سیوک جالندھر ۱۳ دسمبر ۱۹۵۱ء)

پروفیسر صاحب نے جو کچھ لکھا ہے یہ ان کی خوش فہمی پر دلالت کرتا ہے۔ جماعت احمدیہ بابا نانک صاحب کے اسلام سے متعلق جو کچھ کہتی ہے اس کی تائید بابا صاحب کے کلام سے ہی ہوتی ہے۔ حالانکہ بابا صاحب کے کلام میں سکھ صاحبان نے حقیقت پر پردہ ڈالنے کی غرض سے انتہائی تحریف سے کام لیا ہے۔ لیکن اس کے برعکس پروفیسر جیت سنگھ صاحب ڈبل ایم اے یا ان کا کوئی ہم خیال بابا صاحب کے کلام سے ایک سطر بھی ایسی پیش نہیں کر سکتا جس سے یہ ثابت ہو سکے کہ بابا صاحب نے کوئی نیا مذہب جاری کیا تھا۔ یا آپ دنیا میں اس غرض کے لئے مبعوث ہوئے تھے کہ دنیا میں کوئی نیا پنتھ چلائیں بابا صاحب کو نئے مذہب کا بانی قرار دینے والے لوگ تو اپنے زعم میں سکھ مذہب کی بہت بڑی خدمت بجا لا رہے ہیں۔ مگر حقیقت میں ان کا یہ فعل نادان کی دوستی کے مترادف ہے کیونکہ جس صورت میں گورو گوبند سنگھ صاحب کا واضح ارشاد سکھ کتب میں موجود ہے کہ میں تیسرا پنتھ جاری کرنے کے لئے آیا ہوں۔ اور مجھ سے پہلے جتنے بھی گورو ہوئے ہیں انہوں نے اپنا الگ مذہب جاری نہیں کیا تھا۔ تو کسی دوسرے کا یہ کہنا کہ تیسرا مذہب گورو گوبند سنگھ نے نہیں بلکہ بابا نانک صاحب نے جاری کیا تھا گورو گوبند سنگھ کی تکذیب کرنا ہے۔ کیونکہ پھر یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ گورو گوبند سنگھ کا یہ کہنا کہ میں تیسرا پنتھ جاری کرنے آیا ہوں۔ ایک خلاف واقعہ بات ہوگی۔ پس ایک طرف تو گورو گوبند سنگھ صاحب ہیں اور دوسری طرف پروفیسر جیت سنگھ ڈبل ایم اے جو بڑے فخر سے کہہ رہے ہیں کہ یہ بات غلط طور پر نہ معلوم کب سے اور کیوں رائج ہو گئی ہے کہ گورو گوبند سنگھ صاحب نے تیسرے مذہب کو جاری کیا تھا۔ حالانکہ اس کے بانی بابا نانک صاحب تھے۔ اب اس امر کا فیصلہ کرنا سکھوں کا کام ہے کہ دونوں باتوں میں سے کونسی بات سچی اور واقعات کے لحاظ سے درست ہے۔ ہماری تحقیق تو یہی ہے کہ بابا صاحب کسی نئے مذہب کے بانی نہ تھے۔ کیونکہ ان کے کلام سے ایسا کوئی ثبوت نہیں ملتا جس سے یہ واضح ہو سکے کہ آپ کی آمد کی غرض کوئی نیا مذہب جاری کرنا تھا۔ سکھوں کے بڑے بڑے ودوان بھی ہمارے اس نظریہ سے متفق ہیں کہ تیسرے مذہب کے بانی گورو گوبند سنگھ صاحب تھے۔

اس صورت میں اب یہ سوال باقی رہ جاتا ہے کہ اگر بابا نانک صاحب کسی نئے مذہب کے بانی نہ تھے۔ تو پھر ان کا مذہب کیا تھا۔ بیشک سکھوں میں ایسے ودوان بھی موجود ہیں جو یہاں تک کہہ دینے کی جرأت کرتے ہیں کہ:۔

اَو میرے ربی بابا تو ہندو نہیں مسلمان نہیں
سکھ نہیں۔ عیسائی نہیں۔ تو سب کا مشترکہ رب
ہے"

(ترجمہ از چھ جگی ساکھی صـ۲۳)

یہ کہنے والے بے پڑھے لکھے اور دیہاتی سکھ نہیں بلکہ سردار شیر سنگھ صاحب ایم ایس۔ سی ایسے ہیں۔ جہاں تک بابا صاحب کے ہندو ہونے کا سوال ہے اسے تو جناب بابا صاحب نے خود ہی حل کر دیا ہوا ہے۔ چنانچہ ان کا ارشاد ہے:۔

ہندو موسلے بھولے اکھوٹی جاہیں
نارد کہیا سے پوج کراہیں
اندھے گونگے اندھ اندھار
پاتھر لے پوجیں مگد گوار
اوٹے جے آپ ڈوبے تم کہاں ترنہار

(محلہ ۱ صـ۵۵۶)

یعنی ہندو ابتداء سے ہی بھول گئے ہیں اور نارد (شیطان) کی پیروی کر رہے ہیں۔ اندھے اور گونگے ہیں۔ بیوقوف پتھروں کی پرستش کر رہے ہیں اتنا بھی نہیں سمجھتے کہ جو خود ڈوب جاتے ہیں وہ دوسروں کو کیونکر پار لگا سکتے ہیں۔

ایک اور مقام پر آپ نے فرمایا ہے کہ:۔

نال کراڑاں دوستی کوڑے کوڑی پاتے

(محلہ ۱ صـ۱۴۱۲)

یعنی ہندوؤں کے ساتھ دوستی کا نتیجہ ہمیشہ خسارہ ہی رہتا ہے۔

جنم ساکھی بھائی بالا میں بابا صاحب ہندوؤں کے اعمال کو بیان کرتے ہوئے آخر میں فرماتے ہیں کہ:۔

ایسے عمل ہندو کے دیکھے
مت کو ہندو نام کہاوے

(جنم ساکھی بھائی بالا صـ۲۱۵)

پس ان واضح ارشادات کی موجودگی میں آپ کے ہندو ہونے کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا بیشک یہ درست ہے کہ آپ کی پیدائش پنجاب کے ایک ہندو گھرانہ میں ہوئی تھی مگر آپ نے کسی وقت بھی ہندو مذہب اور اس کے عقاید کو نہیں اپنایا۔ چنانچہ ایک سکھ ودوان پنڈت کرتارا سنگھ صاحب واکھیا بیان کرتے ہیں کہ:۔

"بیشک گورو نانک صاحب کی کل بیدی تھی مگر اتنے سے ہی ان کو ویدک دھرمی تسلیم کر لینا پرلے درجے کی حماقت ہے۔ جبکہ ان کے مقدس دل میں ویدوں کے رد کا گیان ہے"

(کمرڈک خالصہ صـ۱۱)

دوسرا سوال آپ کے سکھ ہونے سے متعلق ہے اس کا مختصر جواب یہ ہے کہ موجودہ سکھ مذہب بابا صاحب کے زمانہ میں رائج ہی نہ تھا۔ اس لئے آپ کو سکھ کیونکر قرار دیا جا سکتا ہے۔ آج سکھ کی یہ تعریف بیان کی جاتی ہے:۔

"جو عورت یا مرد ایک اکال پرکھ دس گورو صاحبان (گورو نانک صاحب سے لیکر گورو گوبند سنگھ صاحب تک) گورو گرنتھ صاحب اور دس گورو صاحبان کی بانی۔ اور تعلیم اور دسمیش جی کے امرت سے عقیدت رکھتا ہے۔ اور کسی دوسرے دھرم کو نہیں مانتا وہ سکھ ہے"

(ترجمہ از سکھ رہت مریادہ صـ شائع کردہ شرومنی گوردوارہ پربندھک کمیٹی)

یہ تعریف بابا صاحب پر صادق نہیں آسکتی کیونکہ آپ کے زمانہ میں نہ دس گورو صاحبان ہی ہوئے ہیں۔ اور نہ گورو گرنتھ صاحب کا ہی وجود تھا۔ اور نہ گورو گوبند سنگھ کا امرت ہی ظہور میں آیا تھا۔ تو بابا صاحب کی ان چیزوں سے عقیدت کیونکر ثابت ہو سکتی ہے۔

نیز گیانی شیر سنگھ صاحب نے سکھ کی تعریف یوں بیان کی ہے:۔

"ایک سکھ تب تک ہی سکھ ہے جب تک کہ وہ وش رو پ دھاری گورو نانک کے بغیر کسی اور گورو کو تسلیم نہ کرے"

(گورو گرنتھ تے پنتھ صـ۶)

بابا صاحب کے کلام سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ کا گورو کوئی اور ہی شخص تھا۔ چنانچہ آپ کا واضح ارشاد گورو گرنتھ صاحب میں موجود ہے کہ:۔

"ستگورو ہو واریا جت ملیاں خصم سمالیا
جن کر اپدیش گیان انجن دیا
اینی نیتریں جگت بنا لیا"

محلہ ا صـ۴۷۰

یعنی:۔ میں اپنے سچے گورو (مرشد کامل) پر قربان ہوں جس کے ملنے سے میرا خدا سے تعلق قائم ہو گیا۔ نیز جس نے مجھے اپدیش دے کر میری آنکھوں کو معرفت کا سرمہ لگایا۔ اور مجھے اس دنیا میں اپنے رب کا دیدار حاصل ہو گیا۔

ان حوالہ جات سے ظاہر ہے کہ آپ کا سکھ ہونا زیر بحث ہی نہیں آسکتا۔ کیونکہ موجودہ سکھ مذہب آپ کے زمانہ میں موجود ہی نہ تھا۔ اور نہ سکھ کی تعریف ہی آپ پر چسپاں ہو سکتی ہے۔

بابا صاحب کی عیسائیت بھی از قیاس ہے کیونکہ آپ عیسائیت کے بنیادی عقائد الوہیت مسیح، مسیح کی موت و حیات اور کفارہ وغیرہ مسائل کے قائل نہ تھے بلکہ آپ نے

ان کا رد کیا ہے۔ خدا سے متعلق آپ کا یہ بنیادی عقیدہ تھا کہ وہ اجونی ہے یعنی پیدائش سے پاک ہے۔ اسی طرح آپ کا خدا سے متعلق یہ بھی نظریہ تھا کہ وہ موت سے بالا ہے یعنی اس پر موت وارد نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ آپ کا واضح ارشاد ہے :-

نہ اوہ مرے نہ ہوئے نہ ہوے سوگ
(محلہ ۱ صفحہ ۹)

یعنی خدا پر کبھی موت وارد نہیں ہوتی۔

نیز آپ کا یہ بھی عقیدہ تھا کہ خدا کا نہ کوئی بیٹا ہے نہ باپ اور نہ ماں۔ چنانچہ آپ کا ارشاد ہے :-

نہ تس مات پتا ست بندھپ
نہ تس کام نہ ناری
(محلہ ۱ صفحہ ۴۵۰)

اور آپ کے کلام سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ آپ کفارہ کے بھی قائل نہ تھے۔ بلکہ اس اصول کو تسلیم کرتے تھے کہ جس کا گناہ ہوگا وہی سزا پائے گا۔ چنانچہ آپ کا ارشاد ہے :-

ددا دوس نہ دیتے کاہوں دوس کرماں اپنیاں
جو میں کیا سو میں پایا دوس نہ دیجے اورجناں
(محلہ ۱ صفحہ ...)

اکہر کرے سو اکہر پائے کیتے پکڑے کسے نھاسے
(محلہ ۵ صفحہ ۴۰۶)

ان حوالجات کی روشنی میں آپ کو عیسائی قرار نہیں دیا جا سکتا سردار شیر سنگھ ایم۔ ایس سی نے بابا صاحب کے اسلام کی بھی نفی کی ہے اس کے متعلق تو ہم آگے چل کر کچھ عرض کریں گے سر دست ہم یہ عرض کرنا چاہتے ہیں کہ سردار صاحب موصوف نے بابا صاحب کو خدا ظاہر کیا ہے۔ ہم حیران ہیں کہ ایک سائنسدان و دوان نے یہ کیونکر تسلیم کر لیا کہ بابا نانک صاحب کے محدود جسم میں لامحدود خدا آ گیا تھا۔ حالانکہ آپ نے خود ہی کتاب میں تحریر فرمایا ہے کہ :-

"لامکان کو مکین بتانا . . . . اصل میں بت پرستی ہے"

(ترجمہ از جیون جنم ساکھی صفحہ ۱۰۳)

اس کے علاوہ بابا صاحب کا واضح ارشاد موجود ہے کہ :-

ہم آدمی ہاں اک دمی
مہلت مہت نہ جانا
(محلہ ۱ صفحہ ۶۶۰)

بابا صاحب کے اس قول کے معنے گورو گرنتھ کوش میں یوں کئے گئے ہیں :-

"ہم تو صرف ایک سانس کے ہی آدمی ہیں مہلت (گھڑی اور پل کی) نہیں جانتے یعنی دم (سانس) آیا تو آدمی ورنہ نہیں"

(ترجمہ از صفحہ ۸۸)

ایک اور مقام پر آپ نے فرمایا ہے !

مانس مورت نانک نام
(محلہ ۱ صفحہ ۳۵۰)

یعنی میں ایک انسان ہوں اور نانک میرا نام ہے۔

پس جب بابا صاحب خود اپنے انسان ہونے کا اعلان فرما رہے ہیں تو پھر کسی تیسرے شخص کو کوئی حق نہیں کہ وہ انہیں خدا قرار دے کیونکہ بابا صاحب کے مقام و مرتبہ کو ان سے بڑھ کر اور کوئی نہیں جان سکتا۔ اب سوال یہ ہے کہ کیا آپ کا کوئی مذہب نہ تھا۔ اور کیا آپ لامذہب تھے ہمارے نزدیک ایسا کہنا بابا صاحب ایسے باخدا انسان پر ایک بہت بڑا اتہام ہے۔

سکھ تاریخ اس بات پر شاہد ہے کہ بابا صاحب کے مذہب سے متعلق اختلاف کوئی نئی بات نہیں۔ بلکہ بابا صاحب کی وفات سے ہی یہ بحث چلتی رہی ہے کہ آپ کا کیا مذہب تھا۔ چنانچہ اختلاف کے پیش نظر ہی ایک سکھ ودوان سردار سردول سنگھ کویشر نے ایک مرتبہ بیان کیا تھا کہ :-

"اس میں کوئی حیرانی کی بات نہیں کہ گورو نانک صاحب کی وفات کے وقت کسی کو علم نہ تھا کہ گورو صاحب کا مذہب کیا تھا .... مسلمان چاہتے تھے کہ شرع کے مطابق انہیں دفن کیا جائے۔ آج کل بھی جو لوگ گورو صاحب کے اپدیش پڑھتے ہیں وہ بچنہ فیصلہ نہیں کر سکتے کہ ان کا کیا مذہب تھا"

(ترجمہ از گلناک گورو صفحہ ۳۲)

سردار سردول سنگھ صاحب کویشر کا مندرجہ بالا بیان ظاہر کرتا ہے کہ بابا صاحب کا کلام سکھ صاحبان کے موجودہ عقائد اور رسم و رواج کے خلاف ہے اسی وجہ سے وہ یہ فیصلہ نہیں کر سکتے کہ ان کا کیا مذہب تھا۔ نیز ان کے سکھ ہونے سے بھی انکار کر رہے ہیں۔

سکھ تاریخ سے یہ تو پتہ چلتا ہے کہ بابا صاحب کی وفات کے وقت سے ایک تنازعہ چلا آ رہا ہے مگر یہ کہیں بھی پتہ نہیں چلتا کہ کسی سکھ گورو صاحب نے اس تنازعہ کا کوئی فیصلہ بھی دیا ہو۔ سکھ لوگ انگد سے لے کر گورو گوبند سنگھ تک تمام گورو صاحبان کو بابا نانک کا ہی سروپ مانتے ہیں مگر کسی گورو صاحب کا کوئی ایسا قول سکھ لٹریچر سے نہیں ملتا جس سے ثابت ہو سکے کہ انہوں نے بابا صاحب کے مذہب سے متعلق بھی کوئی فیصلہ دیا ہو۔ حالانکہ بابا صاحب کے جانشین ہونے کی حالت میں یہ ان کا اولین فرض تھا کہ بابا صاحب کے مذہب سے متعلق پیدا شدہ غلط فہمیوں کو وہ دور کر دیتے مگر ان میں سے کسی ایک نے بھی ایسا نہیں کیا۔ اور سب نے خاموشی اختیار کی ان کی یہ خاموشی کسی مصلحت پر ہی مبنی قرار دی جا سکتی ہے۔ اور ہمارے نزدیک وہ مصلحت یہی ہے کہ وہ خوب جانتے تھے کہ مسلمان اس دعوے میں سچے ہیں کہ بابا صاحب کا مذہب اسلام تھا۔ ورنہ ان کی طرف سے مسلمانوں کے اس دعوے کی تردید بہت معمولی بات تھی اور یہ ان کا فرض منصبی تھا۔

حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ نے بابا صاحب کے مذہب سے متعلق یہ فیصلہ صادر فرمایا ہے کہ وہ سچے مسلمان تھے۔ چنانچہ حضور کا ارشاد ہے :-

"ہماری رائے بابا نانک صاحب کی نسبت یہ ہے کہ بلاشبہ وہ سچے مسلمان تھے" (ست بچن صفحہ ۲۹)

سکھ مؤرخین کو مسلم ہے کہ بابا صاحب کے زمانہ سے ہی مسلمانوں کا دعوے چلا آ رہا ہے کہ وہ سچے مسلمان تھے۔ بابا صاحب کی جس قدر بھی سوانح عمریاں آج تک شائع ہوئی ہیں ان سب میں یہ بات واضح الفاظ میں مرقوم ہے کہ جب بابا نانک صاحب کی وفات ہوئی تو مسلمانوں نے متفقہ طور پر یہ مطالبہ کیا کہ آپ کی تجہیز و تکفین اسلامی طریق پر ہونی چاہیئے۔ کیونکہ آپ مسلمان تھے۔ چنانچہ سردار خزان سنگھ صاحب بیان فرماتے ہیں :-

"The Mohammadan maintained that being a Mohammadan his remains should be buried according to Muslim rites."

History of the Sikh Religion P. 11

یعنی مسلمانوں کا یہ مطالبہ تھا کہ بابا صاحب موصوف چونکہ اسلام قبول کر چکے تھے۔ اس لئے ان کی تجہیز و تکفین اسلامی طریق پر ہونی چاہیئے۔

ایک اور سکھ ودوان پروفیسر گورمکھ نہال سنگھ نے بیان کیا ہے کہ :-

"ان کے مسلمان پیرو کہتے تھے کہ وہ مسلمان تھے اور ان کی نعش کو دفن کرنا چاہیئے"

(ترجمہ از رسالہ امرت نومبر ۱۹۳۶ء)

مشہور سکھ لیڈر ماسٹر تارا سنگھ نے اس واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے مسلمانوں کے اس مطالبہ کو یوں بیان کیا ہے :-

"مسلمان کہتے تھے کہ بابا نانک مسلمان تھے اور ہم ان کی نعش کو دفن کریں گے"

(ترجمہ از رسالہ سنت سپاہی اگست ۱۹۳۶ء)

ایک ہندو ودوان لالہ کنہیا لال صاحب نے لکھا ہے :-

"بعد وفات اس کے ہندوؤں اور مسلمانوں میں درباب جلانے یا دفن کرنے نعش اس کی سخت تنازعہ برپا ہوا۔ کیونکہ مسلمان کو جانتے تھے کہ یہ فقیر خدا پرست ہے اقوال اس کے مطابق آیت قرآن و حدیث پیغمبر کے ہیں جلا دینا ایسے معقول شخص کا سراسر بے ادبی ہے" ("تاریخ پنجاب" صفحہ ۱۱)

لالہ کنہیا لال صاحب کے مندرجہ بالا بیان سے ظاہر ہے کہ بابا صاحب کے زمانہ کے مسلمانوں نے بابا صاحب کے اسلام کی دلیل ان کے مقدس بانی کو پیش کیا تھا۔ جو ان کے قرآن مجید کی آیات اور احادیث نبویہ کے بیان کردہ مضامین پر مشتمل تھی۔ سکھ ودوان اس امر کو تسلیم کرتے ہیں بابا صاحب کے بعد ان کے کلام میں لوگوں نے بہت کچھ ردوبدل کیا تھا اور گورو ارجن صاحب کے زمانہ تک تو کئی شبد بابا صاحب کی طرف منسوب کر کے بنا دیئے گئے اور بابا صاحب کے کئی شبد بھی محرف و مبدل ہو چکے تھے (ملاحظہ ہو گور پرتاپ سورج سمپاونت جلد ۱ صفحہ ۱۵ و پراچین بیڑاں صفحہ ۹ وغیرہ) مگر بابا صاحب کے زمانہ کے مسلمان وہ لوگ تھے جنہوں نے بابا صاحب کا مقدس کلام براہ راست بغیر کسی واسطہ کے بابا صاحب کے منہ سے یا بابا صاحب کی موجودگی میں ان کے رفیق سفر بھائی مردانہ کی زبان سے سنی تھی۔ اس لئے ان سے متعلق یہ وہم بھی نہیں کیا جا سکتا کہ انہیں اس معاملہ میں کوئی غلطی یا دھوکا لگا ہے۔ حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ علیہ السلام

(باقی برصفحہ ...)

احمدیت کا پیدا کردہ انقلاب

لیکچر مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع بر موقعہ جلسہ سالانہ

(۲)

عیسائیت کی بوکھلاہٹ

اس مجدد اور آخر زمانی نے دجال اور یاجوج ماجوج کے ٹکڑے اڑا دیئے۔ امریکہ کے ڈوئی۔ ہندوستان کے پادری عماد الدین اور آتھم سب ذلیل و خوار ہو کر رہ گئے۔ اور اسلام پر تمام حملہ آور پادری اتنے حواس باختہ ہو گئے کہ احمدیت کا نام سنتے ہی کانوں پر ہاتھ دھرنے لگے۔ احمدیوں نے نہ صرف ہندوستان میں ان دجالوں اور یاجوج ماجوج کا مقابلہ کیا بلکہ یورپ اور امریکہ ان کے قلب و جگر میں اسلام کے جھنڈے جاکر گاڑ دیئے جہاں جہاں سے پادری مسلمانوں کو مرتد کرنے کے لئے ہندوستان یا دیگر اسلامی ممالک میں آتے تھے وہاں وہاں احمدیوں نے پہنچ کر عیسائیوں کے بڑے بڑے لارڈوں پروفیسروں۔ ڈاکٹروں۔ لیڈروں۔ ایڈیٹروں اور سائنسدانوں کو مسلمان بنا ڈالا اور زمین و آسمان پکار اُٹھے۔

مرزا غلام احمد کی جے

بڑے بڑے فاضل پادری بوکھلاتے ہوتے ہیں اور پڑے سسک رہے ہیں اور احمدی ہیں کہ ان کا منہ چڑا رہے ہیں۔

پادری زویمر کی جہالت

کچھ عرصہ ہوا ایک بہت بڑے پادری نے جنہیں عربی زبان پر پوری پوری قدرت حاصل ہونے کا دعوےٰ ہے جن کا نام پادری زویمر ہے ایک مضمون لکھا جس میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ اسلام بزور شمشیر پھیلا ہے اس مضمون کی پیشانی پر ایک چوڑے پھل کی تلوار کی تصویر بنائی جس کی دونوں طرف دھار ہے اور پھل پر کندہ ہے لَافَتٰی اِلَّا عَلِیْ لَاسَیْفَ اِلَّا ذُوالْفَقَار۔ جیسے کہ یہ الفاظ اس تلوار پر پہلے سے ہی کندہ ہیں حالانکہ یہ الفاظ

شاہ مرداں شیر یزداں قوت پروردگار
لَافَتٰی اِلَّا عَلِیْ لَاسَیْفَ اِلَّا ذُوالْفَقَار

بہت بعد میں پیدا ہونے والے کسی شاعر کے بطور عقیدت کے ہیں پادری زویمر نے اپنے مضمون میں لکھا کہ یہ وہ تلوار ہے جسے علی نے چلا کر اسلام پھیلایا۔ کیا اسلام تلوار کے ذریعہ پھیلا؟ یہ ایک پامال شدہ مضمون ہے۔ ہم یہاں پادری زویمر کی معلومات کی پردہ دری کرنا چاہتے ہیں۔ یہ تلوار سرکار دو عالم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو عطا فرماتے وقت اس تلوار کا نام "ذوالفقار" رکھا تھا۔ "فقار" "فقرۃ" کی جمع ہے۔ فقرہ کہتے ہیں ریڑھ کی ہڈی کی گانٹھ کو۔ اردو فارسی کے فقرہ کو بھی اسی لئے فقرہ کہتے ہیں کہ وہ گانٹھ گانٹھ چلتے ہیں جس طرح ریڑھ کی ہڈی کا گانٹھوں کا ایک سلسلہ ہے۔ اسی طرح مضمون کی عبارت فقرات کا ایک سلسلہ ہوتی ہے۔ غرض ذوالفقار کے معنی ہوئے گانٹھوں والی۔ چونکہ اس تلوار کی پیٹھ پر گانٹھیں گانٹھیں بنی ہوئی تھیں اس لئے اس کا نام سرکار دو عالم نے ذوالفقار رکھا۔ اب اس چیز کو پادری زویمر جیسے نام نہاد عربی فاضل کی جانے بلا۔ انہوں نے ذوالفقار کو دو دھاری تلوار سمجھا۔ حالانکہ وہ گانٹھوں والی ایک دھاری تلوار تھی۔

احرار کا غلط الزام

احراریوں نے الزام لگایا کہ مرزا غلام احمد انگریزوں کا ایجنٹ ہے۔ یہ اچھا ایجنٹ ہے جو انگریزوں کو علی الاعلان دجال اور یاجوج ماجوج قرار دیتا ہے۔ اور تثلیث کے مرکزوں میں مسجدیں بنواتا اور اللہ اکبر اللہ اکبر کے نعرے بلند کرتا۔ اور انگریزوں کے خاندانوں میں گھس کر انہیں مسلمان بناتا چلا جا رہا ہے۔ کیا آپ کسی ایسے ایجنٹ کو پسند کریں گے جو آپ کے گھر میں گھس کر آپ کے بیوی بچوں کو عیسائی بنا رہا ہو۔ اور آپ کے منہ پر آپ کو دجال کہتا اور آپ کے مذہب کی تردید کرتا پھر رہا ہو۔ احرار پارٹی بھولے بھالے مسلمانوں کو بھڑکا کر ان سے چندے اینٹھنا اور احمدیوں کو غلیظ سے غلیظ گالی دینا ہی خدمت اسلام سمجھتے ہیں۔ ورنہ صحیح معنوں میں ان بدنصیب لوگوں کے حصہ میں خدمت اسلام کا کام آیا ہی نہیں۔ نہ انہوں نے کبھی ہندوؤں۔ سکھوں۔ آریوں۔ دہریوں۔ عیسائیوں۔ بہائیوں کا مقابلہ کیا۔ نہ آج تک انہیں یورپ و امریکہ میں جاکر اسلام کا ڈنکا بجانے کی توفیق مل سکی۔ بھانڈوں کی طرح نقلیں اتارنا اور اس زمانے کے پاک امام کو گالی دینا ہی لے دے کے انکی احراریت اور مومنیت ہے۔

علامہ اقبال مرحوم نے فرمایا ہے ؎

صوفی کی طریقت میں فقط مستیٔ احوال
ملاّں کی شریعت میں فقط مستیٔ گفتار
وہ مردِ مجاہد نظر آتا نہیں مجھ کو
ہو جس کی رگ و پے میں فقط مستیٔ کردار

حقیقی مردِ مجاہد

وہ مردِ مجاہد حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام تھے اقبال مرحوم نے انہیں اپنی آنکھوں سے دیکھا مگر پہچان نہ سکے۔ حضرت مرزا صاحب نے بزعم خود صوفیوں کی طرح اچھل اچھل کر حق ہو کے ...... خشک نعرے لگائے اور نہ ملانوں کی طرح نکمی اور غیر ضروری بحثوں میں وقت ضائع کیا۔ ایک مرد مجاہد کی صورت میں قرآن ہاتھ میں لیکر میدان میں نکلے۔ آریہ۔ دہریہ۔ عیسائی۔ بہائی سب کے مقابلے میں ایک ایسی انوکھی لڑائی لڑی کہ چشم فلک مارے حیرت کے پھٹی کی پھٹی رہ گئی ۔۔ اپنوں اور بیگانوں نے تحسین و آفرین کے پھول برسائے۔ میں نے اس مرد مجاہد کی شان میں چند اشعار موزوں کئے تھے۔ جو پیغام صلح میں "شاہنامہ احمدیت" کے عنوان سے شائع ہو چکے ہیں۔ ان اشعار میں سے کچھ اشعار یوں ہیں ؎

نہ اس کے پاس توپیں تھیں نہ تیغیں تھیں نہ بھالے تھے
فقط قرآں تھا اک اور کچھ اللہ والے تھے
بڑھا آگے گھسا دشمن کی فوجوں میں دلیری سے
وہ بپھرے لگ گیا طوفاں کی موجوں میں دلیری سے
لگا دہ آگ بجھانے دلائل کی براہین کی
وہ شعلہ تھا جلانے لگ گیا ہستی شیاطین کی
نہاں تھیں بجلیاں اس کی زباں میں اور بیانوں میں
لگا دی آگ اس نے دشمنوں کے آشیانوں میں
کلیساؤں میں پہنچا مندروں میں دندنایا وہ
ہر ایک جھوٹے کو اس کے گھر تلک پہنچا کے آیا وہ
غرض عبد اللہ آتھم تو مرے ہرگز نہ کام آیا
پلٹ کر پھر نہ "مجاتی" میں دوبارہ لیکھرام آیا
صدائے نوحہ پیدا ہو گئی ٹھنڈوں میں باجوں میں
صف ماتم بچھا دی اس نے گرجوں میں سماجوں میں

مسیح موعود کا اعجاز

حضرت مرزا صاحب کا وجود دیگر مذاہب کے لئے بالعموم اور عیسائیوں کے لئے بالخصوص پیغام مرگ تھا فرنگی سارے ایشیا پر چھا گئے تھے۔ اور اپنے کالجوں مشنوں، ہسپتالوں اور پادریوں۔ نرسوں اور لٹریچر کے ذریعہ دجل و تلبیس کا کام پورے زور شور سے شروع کر رکھا تھا کہ یکایک قادیان کے ایک درویش نے اس دجال کو للکارا۔ اور اس کے سارے طلسم کا تار و پود بکھیر کر رکھ دیا۔ جگہ جگہ حضرت مرزا صاحب اور ان کے ہونہار شاگرد رشید حضرت مولانا محمد علی صاحب کا لٹریچر پہنچا جس نے عیسائیت کے زہر کے مقابلہ میں تریاق کا کام دیا۔ اور حضرت نبی کریم صلعم کے ارشاد کے مطابق دجال نمک کی طرح پگھلنے لگا۔ اس چیز کو علامہ اقبال نے بھی محسوس کیا اور فرمایا ؎

اعجاز ہے کسی کا یا گردش زمانہ
ٹوٹا ہے ایشیا میں سحر فرنگیانہ

یہ اعجاز مسیح موعودؑ کا ہی تھا۔ یہ اعجاز اس زمانے کے امام اور مہدی کا ہی تھا جس نے فرنگی تلبیس کو بے نقاب کیا اور اسلام کے خلاف اس فتنہ کو ہمیشہ کے لئے ختم کر دیا غرض اس مرد مجاہد نے وہ کام کر دکھایا کہ مولانا حالی اور علامہ اقبال کے وہم و گمان میں بھی نہ آ سکتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام کی وفات پر ایک غیر از جماعت عالم مولانا عبد اللہ العمادی ایڈیٹر اخبار وکیل امرتسر نے کیا خوب لکھا ہے:-

"وہ شخص بہت بڑا شخص جس کا قلم سحر تھا اور زبان جادو۔ وہ شخص جو دماغی عجائبات کا مجسمہ تھا جس کی نظر فتنہ اور آواز حشر تھی جس کی انگلیوں سے انقلاب کے تار اُلجھے ہوئے تھے جس کی دو مٹھیاں بجلی کی دو بیٹریاں تھیں۔ وہ شخص جو مذہبی دنیا کے لئے تیس برس تک زلزلہ اور طوفان بنا رہا جو شور قیامت ہو کر خفتگان ہستی کو بیدار کرتا رہا۔ خالی ہاتھ دنیا سے اُٹھ گیا۔"

اس مرد مجاہد کی پیدا کردہ جماعت کے کردار کے آگے دنیا جھکی۔ برنارڈ شا یورپ و امریکہ کے دیگر مفکرین نے جماعت کی خدمت اسلام کا لوہا مانا۔ اور صاف صاف [illegible]

کہ تبلیغ اسلام کا یہی حال رہا تو سو سال کے اندر اندر سارے یورپ کا بالعموم اور انگلستان کا بالخصوص مذہب اسلام ہو جائے گا۔

الفاظ اعمال کو شکست نہیں دے سکتے

احمدیوں کے خلاف فتنۂ احرار نے زور پکڑا تو مولانا عبدالمجید صاحب ایڈیٹر ایمان پٹی نے لکھا ایک طرف اعمال ہیں (یعنی احمدیوں کا ٹھوس کام) اور دوسری طرف صرف الفاظ (یعنی احراریوں کا زبانی جمع خرچ) پھر یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ الفاظ اعمال کو شکست دیدیں۔ اسی طرح ایک طرف ایک مضبوط قلعہ ہے اور دوسری طرف صرف منہ کی پھونکیں اور ہاتھوں کی تالیاں پھر یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ منہ کی پھونکیں اور ہاتھوں کی تالیاں ایک مضبوط قلعہ کو توڑ سکیں۔ آگے چل کر مولانا ممدوح نے لکھا کہ جس طرح ایک دیا سلائی بکڑ کر کے ایک انبار میں آگ لگا کر اسے شعلہ زن کر دیتی ہے اگرچہ وہ خود مٹ جاتی ہے لیکن اپنا کام کر جاتی ہے۔ اسی طرح آج اگر احمدیوں کو مٹا بھی دیا جائے لیکن یہ لوگ اپنا کام کر چکے ہیں۔

بلبلیں نغز لخواں ہو گئیں

بیشک اسلام کے دشمنوں سے نپٹنے کے ساتھ ساتھ احمدیوں نے مسلمانوں کے سینوں میں بھی تبلیغ اسلام کی آگ سلگا دی ہے۔ اب جگہ جگہ درس قرآن ہو رہا ہے۔ تبلیغی انجمنیں بن رہی ہیں، سیرت کمیٹیاں ترتیب دی جا رہی ہیں اور سیرت کے جلسے ہو رہے ہیں۔ غرض سے

میں چمن میں کیا گیا گویا دبستان کھل گیا
بلبلیں سن کر میرے نالے نغز لخواں ہو گئیں

احرار کہتے ہیں کہ ہم احمدیوں کو مٹا ڈالیں گے اور ہم کہتے ہیں سے

تمہاری راہ میں ہمارے مولا جو پس ڈالے بھی جائیں گے ہم
جہاں کی نظروں میں سرمہ بن کر ترا ہی جلوہ دکھائیں گے ہم

قدرت کا ہولناک انتقام

بدنصیب مولوی اب بھی چودھویں کے چاند (چودھویں صدی کے مجدد) پر تھوکنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ قدرت کا انتقام بھی کتنا سخت اور ہولناک ہوتا ہے۔ علامہ سید سلیمان ندوی کے ارشاد پر مظفر الدین پروفیسر ڈھاکہ یونیورسٹی مشرقی پاکستان نے جرمنی کے مشہور فلسفی "نٹشے" کے حالات پر "نٹشے" نام ایک کتاب لکھی ہے۔ پروفیسر مظفر نے اس کتاب میں نٹشے جیسے ملحد۔ بے دین۔ خدا کے منکر اور پاگل ہو کر مرنے والے انسان کو مجدد لکھ مارا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ انسان گرتا ہے تو کتنا گرتا ہے۔ نہیں مانتا تو حضرت مرزا غلام احمد جیسے پاکباز اور اسلام کے ایک نامی پہلوان کو بھی مجدد نہیں مانتا اور ماننے لگتا ہے تو نٹشے جیسے بیدین انسان کو بھی مجدد مان لیتا ہے۔ یہ قدرت کا ہولناک انتقام ہے جو سید سلیمان ندوی اور پروفیسر مظفر کے رنگ میں اس زمانہ کے مولویوں سے لیا گیا ہے۔

قلم اور دوات کا کام

نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُوْنَ مَا اَنْتَ بِنِعْمَتِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ۔ دوات اور قلم سے پیدا ہونے والا لٹریچر گواہی دے گا کہ حضرت محمد رسول اللہ مجنون نہ تھے بلکہ خدا کے رسول اور تمام اقوام کے موعود تھے۔ حضرت نبی کریم صلعم کی صداقت آپ وہ شمشیر اور نوک سناں سے ظاہر نہیں ہوگی بلکہ دوات کی روشنائی اور قلم کی نوک نے یہ کام کرنا ہے۔ اور بفضل خدا یہ پیشگوئی پوری آب و تاب کے ساتھ پوری ہو گئی۔ حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام، حضرت خواجہ کمال الدین اور حضرت مولانا محمد علی کی دوات کی سیاہی اور قلم کی نوک نے صداقت اسلام پر وہ عظیم الشان لٹریچر تیار کر دیا جس کی نظیر گذشتہ تیرہ سو سال میں نہیں ملتی۔

انگریزی ترجمہ قرآن کا اثر

مصریوں نے لکھا کہ اگرچہ قرآن ہماری مادری زبان عربی میں ہے لیکن ہم قرآن کو اپنی مادری زبان میں نہ سمجھ سکے قرآن کو ہم صحیح معنوں میں سمجھ سکے، تو مولانا محمد علی صاحب کے انگریزی ترجمۃ القرآن اور تفسیر سے سمجھ سکے۔ ترکوں نے خیال ظاہر کیا کہ اگر مولانا محمد علی ترکی میں تشریف لائیں تو ہم ان کا بادشاہوں کی طرح جلوس نکالیں گے۔ ایک ترک خاتون نے حال ہی میں لاہور آ کر حضرت محمد علی صاحب رح کے ہاتھوں کو بوسہ دیا کہ آپ کی انگریزی تفسیر سے میں نے بہت فائدہ اٹھایا ہے۔ انقلاب اخبار کے مالک مولانا عبدالمجید صاحب سالک نے خیال ظاہر فرمایا کہ اگر قرآن عربی میں نہ ہوتا انگریزی میں ہوتا تو ان ہی الفاظ میں نازل ہوتا جو الفاظ مولانا محمد علی صاحب نے اپنے انگریزی ترجمۃ القرآن میں لکھے ہیں۔

حضرت مسیح موعود کے کپڑے

حضرت مرزا غلام احمد صاحب علیہ السلام کو الہام ہوا کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈھیں گے اور کپڑوں سے مراد عمامہ، چغہ، قمیص، رومال وغیرہ بھی ہو سکتے ہیں۔ لوگ ان سے بھی برکت ڈھونڈھتے ہیں۔ لیکن یہ سب فانی چیزیں ہیں۔ قرآن کریم میں انسانوں کو بھی کپڑے قرار دیا گیا ہے جیسے کہ ارشاد ہوتا ہے کہ هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ کہ عورتیں تم مردوں کا لباس ہیں اور تم مرد عورتوں کا لباس ہو۔ اس آیت میں مردوں عورتوں یعنی انسانوں کو کپڑا فرمایا گیا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اصل کپڑے حضرت مولانا نورالدین، حضرت خواجہ کمال الدین، حضرت مولانا محمد علی اور حضرت مولانا عبدالحق ودیارتھی اور ان کا منظم کلام ہے۔ کیا آج ان کے لٹریچر سے بڑے بڑے لوگوں نے برکت نہیں حاصل کی؟ پاکستان کے سب سے پہلے بادشاہ حضرت قائداعظم نے حضرت مولانا محمد علی صاحب کے لٹریچر سے اسلام سیکھا۔ دوسرے بادشاہ خواجہ ناظم الدین نے بھی اسی سرچشمہ سے اپنی پیاس بجھائی اور دنیا کا کونسا بادشاہ۔ وزیر۔ سفیر۔ امیر ہے جس کے گھر میں ہم نے قرآن نہ پہنچا دیا ہو۔

تیرے قرآں کو سینوں میں بسایا ہم نے

اقبال مرحوم فرماتے ہیں ؎

تیرے قرآں کو سینوں سے لگایا ہم نے

بیشک مسلمان قرآن کو سینے سے لگاتے آنکھوں پر رکھتے اور طاقچے پر تو ہمیشہ کے لئے رکھتے ہیں۔ لیکن احمدیوں نے قرآن کو نہ صرف بڑے بڑے بادشاہوں، راجوں مہاراجوں، وزیروں اور سفیروں تک پہنچایا بلکہ دنیا کی تمام لائبریریوں میں رکھا سمندر پر حرکت کرنے والے جہازوں اور آسمان کی بلندیوں میں اڑنے والے طیاروں پر قرآن کو رکھا۔ اقبال مرحوم فرماتے ہیں کہ۔

تیرے قرآں کو سینوں سے لگایا ہم نے

اور ہم احمدی کہتے ہیں کہ ؎

تیرے قرآں کو سینوں میں بسایا ہم نے

لاریب حضرت مولانا محمد علی کی دوات اور قلم نے ایک انقلاب عظیم پیدا کیا۔ اور وقت آنے والا ہے کہ لوگ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس نامی سپاہی کی قدر کریں گے۔

حسن رہتاسی کی معافی

قادیانی جماعت کے ایک بزرگ حسن رہتاسی میرے گھر تشریف لائے تو فرمانے لگے میں نے حضرت مولانا محمد علی صاحب کے خلاف بڑی بڑی گستاخیاں کیں اور ان کی مذمت اور ہجو میں اشعار بھی لکھے لیکن مجھے اپنے افعال پر ندامت ہے۔ میں آپ کے قدموں پر ہاتھ رکھتا ہوں آپ اپنے ہاتھ حضرت مولانا صاحب کے قدموں پر رکھ کر عرض کرنا کہ یہ حسن رہتاسی کے ہاتھ ہیں خدا کے لئے اسے معاف کر دیں۔ میں نے جھکتے ہوئے اس بزرگ کو بازوؤں سے پکڑ کر سنبھال لیا اور اپنے قدموں پر ہاتھ نہ رکھنے دیئے اور خود لاہور جا کر اپنے ہاتھ حسن رہتاسی کی نیابت میں حضرت مولانا محمد علی صاحب کے قدموں پر رکھ کر حسن رہتاسی کی طرف سے معافی مانگی۔ ہنس کر فرمایا کہ مجھے تو علم بھی نہیں کہ حسن صاحب نے میرے خلاف کچھ کہا یا لکھا۔ بہر حال میں نے انہیں معاف کیا۔

تین نعرے

آخر میں قوم سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ میرے ساتھ مل کر تین نعرے لگائیے۔

نعرہ تکبیر اللہ اکبر۔ مرزا غلام احمد زندہ باد۔ مولانا محمد علی۔ زندہ باد۔

کیا بابا نانک صاحب کسی نئے مذہب کے بانی تھے

(بقیہ از صفحہ [illegible])

…نے بھی جہاں بابا صاحب کے اسلام کے ثبوت میں بے حد و بیشمار دلائل اور ثبوت پیش کئے ہیں۔ وہاں ایک یہ دلیل بھی دی ہے کہ بابا صاحب کا کلام قرآن مجید کی مختلف آیات کے مضامین پر مشتمل ہے۔ چنانچہ حضور کا ارشاد ہے

"کل اشعار جو باوا صاحب کے منہ سے نکلے ہیں وہ قرآن مجید کی متفرق آیتوں کے ترجمے ہیں۔ ہم نے بہت فکر اور غور سے گرنتھ کو پڑھا ہے۔ اور جہاں تک انسانی طاقت ہے خوب ہی سوچا ہے۔ آخر نہایت صفائی سے یہ فیصلہ ہوا کہ باوا نانک صاحب نے قرآن شریف کی آیتوں سے اپنے گرنتھ کو جمع کیا ہے۔ معلوم ہوا کہ وہ قرآن شریف کی بہت تلاوت کرتے تھے۔ اکثر مساجد میں جاتے اور صلحاء وقت سے قرآن شریف سنتے اور پھر قرآنی مضامین کو نظم میں لکھتے تا قوم کو ایک حکمت کے ساتھ کلام الٰہی سے فائدہ پہنچا دیں"

(ست بچن صفحہ ۲۴)

پس بابا صاحب کا اسلام کسی کا کوئی زبانی جمع خرچ نہیں بلکہ روز روشن کی طرح ثابت ہے۔

اگلی قسط میں ہم باباصاحب کے کلام سے چند ایک

ہمارے مسیحا

ہمان زنوعِ بشر کامل از خدا باشد
کہ بانشانِ نمایاں خُد انما باشد
(مسیح موعودؑ)

از جناب شیخ غلام قادر صاحب احمدیہ بلڈنگس لاہور

خدا کی شان وہ شخص جو خدا کی طرف سے بعثت پر اصلاح خلق کے لئے آیا۔ نہ صرف کافر کہلایا بلکہ طرح طرح کے حیلوں بہانوں سے تنگ کیا گیا۔ وقت کے بڑے بڑے علماء اس کی بیخکنی پر تُل گئے نہ صرف جہلا بلکہ قوم کے لکھے پڑھے لوگوں پر بھی ان کا جادو چل گیا یہاں تک کہ اس مردِ خدا کی کتابوں کو پڑھنا تو کجا اس کی باتیں سننا بھی حرام قرار دیا گیا ایک طرف ان علماء کا اٹھایا ہوا طوفان بے تمیزی تھا اور دوسری طرف اس تائید یافتہ انسان کے ساتھ نصرت الٰہی تھی۔ اس حق و باطل کی جنگ کا نقشہ خود اس مردِ مجاہد نے اپنے اشتہار زیر عنوان "تبلیغ روحانی" میں کھینچا ہے اس میں سے کچھ درج ذیل ہے:۔

"یہ بات قرآن اور حدیث نبویؐ سے ثابت ہے کہ مومن رؤیا صالحہ مبشرہ دیکھتا ہے اور اس کے لئے دکھائی بھی جاتی ہے بالخصوص جبکہ مومن لوگوں کی نظر میں مطرود اور مخذول اور ملعون اور مردود اور کافر اور دجال بلکہ اکفر اور شر البریہ ہو اس کوفت اور شکست خاطر کے وقت میں کچھ مکالمات بہ از لطف و احسان خدا تعالےٰ کی طرف سے مومن کے ساتھ واقع ہوتے ہیں اس کو کون جانتا ہے ؎

رحمت خالق کہ حرز اولیاست
ہست پنہاں زیر لعنت ہائے خلق

یہ عاجز خدا تعالیٰ کا شکر بیاد نہیں کر سکتا کہ اس تکفیر کے وقت میں کہ ہر طرف سے اس زمانہ کے علماء کی آوازیں آرہی ہیں لست مومنا اللہ جلشانہ کی طرف سے یہ ندا ہے وقل انی اُمرت وانا اول المومنین۔ ایک طرف مولوی صاحبان کہہ رہے ہیں کہ کسی طرح اس کی بیخکنی کرو اور ایک طرف الہام ہوتا ہے یتربصون علیک الدوائر علیہم دائرۃ السوء اور ایک طرف وہ کوشش کر رہے ہیں کہ اس شخص کو سخت ذلیل اور رسوا کریں اور ایک طرف خدا وعدہ کر رہا ہے انی مہین من اراد اھانتک اللہ اجرک یعطیک جلالک اور ایک طرف مولوی لوگ فتوے پر فتوی لکھ رہے ہیں کہ اس شخص کی ہم عقیدگی اور پیروی سے انسان کافر ہو جاتا ہے اور ایک طرف خدا تعالےٰ اپنے الہام پر متواتر زور دے رہا ہے کہ قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ۔ غرض یہ تمام مولوی لڑ رہے ہیں اب دیکھئے فتح کس کی ہوتی ہے"

پھر اسی اشتہار میں آگے چل کر اپنے متعلق یہ مامور ربانی ایک فیصلہ کن معیار قائم کرتا ہے:۔

"اس جگہ یہ بھی بطور تبلیغ کے لکھتا ہوں کہ حق کے طالب جو مواخذہ الٰہی سے ڈرتے ہیں وہ بلا تحقیق اس زمانہ کے مولویوں کے پیچھے نہ چلیں اور آخری زمانہ کے مولویوں سے جیسا کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ڈرایا ہے ویسا ہی ڈرتے رہیں۔ اور ان کے فتووں کو دیکھ کر حیران نہ ہو جاویں۔ کیونکہ یہ فتوی کوئی نئی بات نہیں۔ اور اگر اس عاجز پر شک ہو اور وہ دعوے جو اس عاجز نے کیا ہے اس کی صحت کی نسبت دل میں شبہ ہو تو میں ایک آسان صورت رفع شک کی بتلاتا ہوں جس سے ایک طالب صادق انشاءاللہ مطمئن ہو سکتا ہے اور وہ یہ ہے کہ اول توبہ نصوح کر کے رات کے وقت دو رکعت نماز پڑھیں جس کی پہلی رکعت میں سورۃ یٰسین اور دوسری رکعت میں اکیس مرتبہ سورۃ اخلاص ہو اور پھر بعد اس کے تین سو مرتبہ درود شریف اور تین سو مرتبہ استغفار پڑھکر خدا تعالےٰ سے یہ دعا کریں کہ اے قادر کریم تو پوشیدہ حالات کو جانتا ہے اور ہم نہیں جانتے۔ اور مقبول اور مردود اور مفتری اور صادق تیری نظر سے پوشیدہ نہیں رہ سکتا۔ پس ہم عاجزی سے تیری جناب میں التجا کرتے ہیں کہ اس شخص کا تیرے نزدیک کہ جو مسیح موعود اور مہدی اور مجدد الوقت ہونے کا دعوے کرتا ہے کیا حال ہے کیا صادق ہے یا کاذب اور مقبول ہے یا مردود۔ اپنے فضل سے یہ حال رؤیا یا کشف یا الہام سے ہم پر ظاہر فرما۔ تا اگر مردود ہے تو اس کے قبول کرنے سے ہم گمراہ نہ ہوں اور اگر مقبول ہے اور تیری طرف سے ہے تو اس کے انکار اور اس کی اہانت سے ہم ہلاک نہ ہو جائیں۔ ہمیں ہر ایک قسم کے فتنہ سے بچا کہ ہر ایک قوت تجھ کو ہی ہے۔ آمین۔ یہ استخارہ کم سے کم دو ہفتے کریں لیکن اپنے نفس سے خالی ہو کر۔ کیونکہ جو شخص پہلے ہی بغض سے بھرا ہوا ہے اور بدظنی اس پر غالب آگئی ہے۔ اگر وہ خواب میں اس شخص کا حال دریافت کرنا چاہے جس کو وہ بہت ہی بُرا جانتا ہے۔ تو شیطان آتا ہے اور موافق اس ظلمت کے جو اس کے دل میں ہے۔ اور پُر ظلمت خیالات اپنی طرف سے اس کے دل میں ڈال دیتا ہے۔ پس اس کا پچھلا حال پہلے سے بھی بدتر ہوتا ہے۔ سو اگر تو خدا تعالےٰ سے کوئی خبر دریافت کرنا چاہے تو اپنے سینہ کو بکلی بغض اور عناد سے دھو ڈال اور اپنے تئیں بکلی خالی النفس کر کے اور دونوں پہلوؤں بغض اور محبت سے الگ ہو کر اس سے ہدایت کی روشنی مانگ کہ وہ ضرور اپنے وعدہ کے موافق اپنی طرف سے روشنی نازل کرے گا۔ جس پر نفسانی اوہام کا کوئی دخان نہیں ہوگا۔ سو اے حق کے طالبو! ان مولویوں کی باتوں سے فتنہ میں نہ پڑو اٹھو اور کچھ مجاہدہ کر کے اس قوی اور قدیر اور علیم اور ہادی مطلق سے مدد چاہو اور دیکھو کہ اب میں نے یہ روحانی تبلیغ بھی کر دی ہے آیندہ تمہیں اختیار ہے والسلام علی من اتبع الہدیٰ (اشتہار مطبوعہ ریاض ہند پریس امرتسر ۱۸۹۲ء)"

اے نام نہاد علماء جو کفر بازی میں اپنے پیشروؤں سے سبقت لے جانا چاہتے ہو ذرا ان کے عبرتناک انجام پر نظر ڈالو کس طرح وہ اس دنیا سے غائب و خاسر ہو کر دون حسرتیں سینوں میں لیکر چل بسے یہاں تک کہ ان کا نام لیوا بھی تلاش کرنے پر تمہیں نہیں ملے گا ان کے بالمقابل اس مامور ربانی کی کامیابیوں پر نظر ڈالو جس کا نام اور مشن آج دنیا کے گوشے گوشے میں پہنچ گیا ایک زمانہ تھا کہ وہ اکیلا تھا اور سوائے ذات باری کے اس کا کوئی حامی و ناصر نہ تھا یہاں تک کہ اس کے نام اور مقام سے بھی کوئی واقف نہ تھا۔ مگر اللہ تعالیٰ کے فضل سے باوجود تمہارے سلف کے کفر کے فتوؤں کے اسے نوازا اور ان نام نہاد مکفر علماء کو ملیامیٹ اور بے نام و نشان کر دیا۔

کیا تماشا ہے کہ میں کافر ہوں تم مومن ہوئے
پھر بھی اس کافر کا حامی ہے وہ مقبولوں کا یار
یہ اگر انساں کا ہوتا کاروبار اے ناقصاں
ایسے کاذب کے لئے کافی تھا وہ پروردگار
کچھ نہ تھی حاجت تمہاری نے تمہارے مکر کی
خود مجھے نابود کرتا وہ جہاں کا شہریار
غائب و خاسر رہے تم ہوگئیں کا مگار
اک زمانہ تھا کہ میرا نام بھی مستور تھا
قادیاں بھی تھی نہاں ایسی کہ گویا زیرِ غار
کوئی بھی واقف نہ تھا مجھ سے نہ میرا معتقد
لیکن اب دیکھو کہ چرچا کس قدر ہے ہر کنار
(مسیح موعودؑ)

بھلے لوگو! اپنی عاقبت کی فکر کرو جہالت کی موت نہ مرو۔ اس مردِ کامل کی صداقت کو پہچاننے کے لئے یہی نسخہ استعمال کرو جو اس نے روحانی تبلیغ میں تمہارے لئے تجویز کیا تاکہ تم نجات پا جاؤ۔

صادقاں را صدق پنہانی نماند نہاں
نورِ پنہاں بر جبینِ مرد انوار آورد
(مسیح موعودؑ)

ترجمہ:۔ صادقوں کا نہاں در نہاں صدق کبھی چھپا نہیں رہتا۔ نوری مرد کا نور قلب اس کی پیشانی پر روشن کر دیتا ہے

(باقی۔ باقی)

ضروری اعلان

خط و کتابت کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیں تاکہ تعمیل ارشاد میں دیر نہ ہو۔

مینیجر
پیغام صلح

آہ حضرت امیر رحمۃ اللہ علیہ

امۃ اللہ بیگم صاحبہ

جناب ایڈیٹر صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، افسوس ہے کہ یہ مضمون بہت دن ہوئے آیا تھا مگر میری نظر سے اوجھل رہا اور کاغذات کے پیچھے پڑا رہا۔ اب مہربانی سے کسی اخبار میں درج کر دیجئے گا۔

بیگم محمد علی

تمہیں کہتا ہے مردہ کون تم زندوں کے زندہ ہو
تمہاری خوبیاں باقی تمہاری نیکیاں زندہ

حضرت امیرؒ جناب مولانا محمد علی صاحب مرحوم ومغفور کی وفات کی خبر سن کر دنیائے اسلام کے لاکھوں فرزند دل تھام کر رہ گئے۔ ایک سکتہ سا طاری ہو گیا۔ موجودہ زمانہ میں تبلیغ اسلام کی اس عظیم الشان عمارت کا جس کی بنیاد اس صدی کے مجدد اعظم نے ڈالی تھی سب سے بڑا ستون گر گیا۔ ہر ایک یہی سوچنے لگا کہ اب کون ایک خاص انداز کی سادہ اور سلجھی ہوئی تحریر سے مادی دنیا کی الجھنوں کا علاج بتائیگا کون اپنے سیدھے سادے الفاظ سے جن میں جذبۂ خدمت اسلام اور خدمت خلق کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا مسلمانوں کے دلوں میں اس جذبہ کو موجزن کر دے گا۔ لیکن مشیت ایزدی کے آگے سر تسلیم خم کرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں اور موت ایک لابدی چیز ہے جس سے ہر ایک جاندار کو ایک نہ ایک دن ہمکنار ہونا ہی ہے۔

حضرت امیرؒ کی زندگی پر جو نیکیوں۔ قربانیوں اور خوبیوں کا مجموعہ ہے کچھ لکھنے کی جرأت کرنا سورج کو چراغ دکھلانے کے مترادف ہے اور سچ تو یہ ہے کہ جب لکھنے بیٹھیں تو ان کی زندگی کے واقعات اس طرح سامنے آجاتے ہیں کہ دماغ اور قلم دونوں اپنے کو قاصر سمجھتے ہیں کہ سوچ یا لکھ سکیں۔

مجھے بچپن ہی سے انہیں دیکھنے۔ ملنے اور ان کے ساتھ رہنے کا شرف حاصل رہا۔ جب کبھی بھی گئی انہیں اکثر اس کمرے میں بیٹھا پایا جہاں بیٹھ کر وہ قرآن اور اسلام کے کام میں متواتر کئی کئی گھنٹے لکھا اور پڑھا کرتے تھے۔ لیکن جب کبھی بھی ملے اور جہاں بھی ملے ہمیشہ بزرگانہ شفقت سے نام گھر والوں کی علیحدہ علیحدہ خیریت پوچھتے اور جب کبھی کسی کو کوئی تکلیف ہوتی اس کے لئے دعائیں کرتے اور اپنی مشفقانہ اور بزرگانہ نصیحت کرتے اس تکلیف کو کم کرنے کی کوشش فرماتے۔

بچوں کے ساتھ نہایت پیار سے پیش آتے تھے۔ میں نے کئی بار بچوں کے ساتھ کھیلتے دیکھا۔ حتیٰ کہ عالم بیماری میں بھی کوئی بچہ قریب جاتا تو اس سے باتیں کرتے مسکراتے اس کے کھانے کے متعلق پوچھتے۔ عجز و انکساری ان کی طبیعت میں اس قدر کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی کہ میں نے انہیں نہ ہی کبھی سر اوپر اٹھا کر چلتے دیکھا۔ نہ ہی کبھی اونچی آواز سے بولتے سنا۔ اگر کسی بچے کو بھی بلانا ہوتا یا بات کرنی ہوتی تو بہت ہی ملائم لہجے میں بلاتے۔ دین کے کام میں اس قدر مصروف رہنے کے باوجود وہ دنیا کو بالکل ہی نہیں چھوڑ بیٹھے تھے۔ انہیں گھر کی چھوٹی چھوٹی چیز کا خیال رہتا۔ گویا انہوں نے بجائے رہبانیت کے صحیح اسلامی معیار زندگی پیش کیا۔ دنیا اور دنیا کی مشکلات میں رہتے ہوئے دین کو دنیا پر مقدم کرنا اور دین اور دنیا دونوں کے فرائض کو خوش اسلوبی سے پوری طرح انجام دینا یہی سب سے بڑا اکبر بکبر ہے اسلام کی تعلیم کا اور یہی آئینہ تھا ان کی زندگی کا۔

نہایت سادہ لباس پہنتے اور سادہ خوراک کھاتے چاہے کتنے ہی مصروف کیوں نہ ہوں کتنی بڑی محفل میں کیوں نہ بیٹھے ہوں اذان کی آواز سنتے ہی بالکل چپ چاپ اٹھکر مسجد کی طرف چلے جاتے گویا انہیں کسی اور چیز سے واسطہ ہی نہیں۔

اگر حضرت امیر کی زندگی کا بغور مطالعہ کیا جائے تو حضرت رسول اکرم صلعم اور حضرت مجدد اعظم کی زندگیوں کی زندہ تصویر دکھائی دیتی تھی۔ ان کے دل میں اسلام اور قرآن کو دنیا میں پہنچانا تھا۔ اور انہوں نے اس کام کے لئے اپنی زندگی کو وقف کر دیا۔ اور آخرکار اسی راہ میں جان قربان کر دی۔

آج وہ ہم میں نہیں لیکن ان کا وہ عظیم الشان کام جو انہوں نے اسلام اور قرآن کی اشاعت کے لئے کیا رہتی دنیا تک قائم رہے گا اور جب تک دنیا باقی ہے اسلام باقی ہے ان کا نام بھی اسی طرح چمکتا رہے گا وہ ہم میں نہیں رہے لیکن وہ ہمارے لئے ایک راہ متعین کر گئے ہیں ایک ایسی عظیم الشان راہ مقرر کر گئے ہیں جس پر چل کر ہم دنیا کو اسلام اور قرآن کی روشنی سے منور کر سکتے ہیں۔ اگر ہم اس راہ پر نیک نیتی اور نیک نیتی سے چلتے گئے تو جیسے کل تک وہ خود ہماری رہنمائی کرتے تھے آج اُن کی روح ہماری رہنمائی کرے گی۔

اللہ تعالے آپ کی روح پُر فتوح پر اپنی ہزار ہزار رحمتیں نازل فرمائے اور ہمیں توفیق دے کہ ہم آپ کے نقش قدم پر چل کر خدا اور اس کے رسولؐ کی خوشنودی حاصل کر سکیں۔ آپکی عقیدتمند خاکپائے بزرگان دین۔ امۃ اللہ

ایک تصحیح ۹ر جنوری کے پرچہ میں جو خسارہ بجٹ کے عطیات کی ذیل میں جماعت پشاور معرفت شیخ اللہ بخش صاحب کے نام -/۱۰۰۰ کی رقم درج ہے اس کے متعلق یہ تصریح ضروری ہے کہ یہ وعدہ جماعت پشاور کی طرف سے نہیں ہے بلکہ شیخ اللہ بخش صاحب اور ان کی معرفت ان کے بعض دوستوں کی طرف سے ہے۔ اس -/۱۰۰۰ وعدہ کی رقم میں سے جو -/۵۴۵ روپے کی رقم موصول ہوئی ہے (جس کا اعلان ۹ر جنوری کے پرچہ میں کیا جا چکا ہے) یہ محض شیخ صاحب موصوف کی طرف سے ہی نہیں ہے بلکہ اس کا بیشتر حصہ آپ نے اپنے دوستوں سے فراہم کیا ہے جو ہمارے خاص شکریہ کے مستحق ہیں جزاہم اللہ احسن الجزاء۔

خسارہ بجٹ کے عطیات

اوفوا بالعقود

برادران قوم! قبل ازیں بذریعہ اخبار و بذریعہ خطوط احباب کی توجہ خسارہ بجٹ کے عطیات کی ادائیگی کی طرف منعطف کرائی جا چکی ہے۔ اب تک کہ نصف ماہ سے زیادہ عرصہ گذر گیا ہے بہت کم احباب کی طرف سے جوابات موصول ہوئے ہیں اس لئے اب پھر بذریعہ اخبار جملہ احباب اور تمام سیکرٹری صاحبان اور پریذیڈنٹ صاحبان کی خدمت میں گذارش ہے کہ براہ کرم اپنے وعدے پورے کر کے عند اللہ ماجور ہوں۔

یہ ایک نہایت اہم قومی کام ہے جس کی طرف جماعت کے دوستوں کو فی الفور توجہ کرنی چاہیئے۔

بہتر ہے کہ ہر جمعہ میں تحریک کی جائے، اور جہاں ضرورت ہو ذمہ وار اصحاب خود تشریف لے جا کر اس قومی فریضہ کو سر انجام دیں۔ اور اپنی مساعی سے دفتر کو بھی مطلع فرماتے رہیں۔

خاکسار۔ مرتضیٰ خان
اسسٹنٹ سیکرٹری تحصیل

بجٹ فنڈ

گذشتہ ہفتہ جو ماہوار چندے وصول ہوئے ہیں ان میں بجٹ فنڈ کی رقم بہت کم وصول ہوئی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ احباب اس فنڈ کی طرف سے تساہل کر رہے ہیں۔ بجٹ فنڈ چندہ ماہوار کے ساتھ وصول ہونا چاہیئے۔

سب احباب کی خدمت میں عرض ہے کہ براہ کرم حسب سابق اس کی ادائیگی کی طرف توجہ مبذول فرمائیں۔ چندہ جمع کرنے والے اصحاب کو بھی چاہیئے کہ وہ ہر گھر سے بجٹ فنڈ وصول کرنے کی کوشش فرمائیں۔ والسلام

مرتضیٰ خان
اسسٹنٹ سیکرٹری تحصیل

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۲۸
بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم
فون نمبر ۳۷۴۳
لوائے ما پنہ ہر سعید خواہد بود ندائے فتح نمایاں بنام ما باشد
پیغام صلح
احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا ہفتہ وار آرگن
سالانہ چندہ پاکستان سے چھ روپے
ہندوستان سے ۰-۱۲-۸ روپے
ممالک غیر سے سالانہ چندہ ۔ ۲۳ شلنگ
ایڈیٹر دوست محمد

حضرت مسیح موعودؑ اور آپکی جماعت کا مذہب

ہم تو رکھتے ہیں مسلمانوں کا دیں
دل سے ہیں خدام ختم المرسلیں
شرک اور بدعت سے ہم بیزار ہیں
خاکِ راہِ احمدِ مختار ہیں
سارے حکموں پر ہمیں ایمان ہے
جان و دل اس راہ پر قربان ہے
تم ہمیں دیتے ہو کافر کا خطاب
کیوں نہیں لوگو تمہیں خوفِ عقاب

جماعت احمدیہ لاہور کی تعلیمی خصوصیات

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا۔
۲۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۳۔ قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگی۔
۴۔ سب صحابہؓ اور آئمہ قابل احترام ہیں سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے
۵۔ اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا۔

جلد ۳۹ | یوم چہارشنبہ۔ مؤرخہ ۲ جمادی الاول ۱۳۷۱ھ ۔ ۳۰ جنوری ۱۹۵۲ء | نمبر ۴

نامۂ ووکنگ

ووکنگ مسلم مشن کی تبلیغی سرگرمیاں

(از شیخ محمد طفیل صاحب)

ووکنگ پہنچنے کے بعد

ووکنگ پہنچے ہوئے دو چار روز ہو چکے تھے کانوں میں ابھی تک جہاز کی گھڑ گھڑ سنائی دے رہی تھی۔ نہ بھوک اچھی طرح سے لگتی تھی نہ ٹھیک طرح سے نیند آتی تھی، غالباً معدہ اور دماغ پاکستان کی گھڑیوں کے مطابق کام کر رہے تھے۔ اور یہاں کے لوگوں کے کام کرنے اور آرام کرنے کے اوقات مختلف تھے۔ آپ اس کا اندازہ اس شخص کی مثال سے کر سکتے ہیں جسے رات کے بارہ بجے اٹھا کر صبح کا ناشتہ کھلا دیا جائے اور پھر دو تین بجے رات کا کھانا کھلا کر سونے پر مجبور کیا جائے۔

ووکنگ سے کرینول تک

۸ نومبر کو میں اور ڈاکٹر شیخ محمد عبداللہ صاحب کرینول کے سفر پر روانہ ہوئے۔ کرینول ووکنگ سے قریباً ۱۵۰ میل پر واقع ہے جہاں ۰۰۰ پاکستانی طلباء کو لیکچر دینے کے لئے جانا پڑتا ہے۔ رات بھر اچھی خاصی بارش ہوتی رہی۔ ووکنگ سے واٹرلو پہنچے اور واٹرلو سے زمین دوز ریلوں میں (جسے یہاں کے لوگ ٹیوب کہتے ہیں) سوار ہو کر کینگز کراس پہ اترے۔ ٹیوب کا سفر کچھ خوش کن نہیں۔ بعض گاڑیاں ۱۳۰ فٹ گہرائی میں لندن کے نیچے دوڑتی پھرتی ہیں۔ اور ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے کوئلے کی کان میں انسان کو چپکے سے اتار دیا جائے۔ بذریعہ لفٹ یا اسکلیٹر (چلتی ہوئی سیڑھیاں) ایک لائن تو سطح کے قریب ہی چلتی ہے۔ دوسری اس کے نیچے اور پھر ایک اور لائن اسکے نیچے۔ گڑگڑاہٹ اور ہوا کے دباؤ سے انسان پہلے پہلے بہت گھبراتا ہے لیکن بعد میں عادی ہو جاتا ہے۔ گاڑیاں اس قدر کم وقفہ سٹیشن پر ٹھہرتی ہیں کہ کسی صاحب سے اتنا پوچھنے کی فرصت ہی نہیں ملتی کہ یہ گاڑی کس طرف جاتی ہے۔ تو یہ پوچھتے پوچھتے گاڑی روانہ ہو گئی اور جن صاحب سے آپ پوچھ رہے تھے ان کا بھی پتہ نہیں کہ کدھر غائب ہو گئے۔ ابتداء میں بڑی الجھن ہوتی ہے اور کئی لوگ غلطی سے کبھی اس ٹیوب میں کبھی اس ٹیوب میں سوار ہو کر بھٹکتے پھرتے ہیں۔ خیر میرے ساتھ ڈاکٹر صاحب تھے ہم بھاگم بھاگ کینگز کراس تک جا پہنچے وہاں سے ہمیں گرنتھم کے لئے گاڑی پر سوار ہونا تھا۔ یہاں یہ گاڑی چلی تو دو گھنٹے بعد اس نے گرنتھم ہی جا کر دم لیا۔ گرنتھم میں بارش اس سے بھی تیز تھی۔ وہاں سے ٹیکسی لے کر ہم غرناطہ پہنچے۔ غرناطہ گرنتھم میں ایک کیفے کا نام ہے جہاں رات کا کھانا کھا کر کرینول کی طرف قدم بڑھاتے ہیں۔ قریب ہی ایک بس سٹینڈ ہے جہاں سے کرینول کے لئے بسیں چلتی ہیں۔ ۴۵ منٹ میں اس قسم کی ایک بس نے ہمیں سلی فرڈ پہنچا دیا۔ اور وہاں سے دوسری بس نے ۲۰ منٹ میں کرینول کے قریب اتار دیا رات کے پونے نو بجے تھے چونکہ سورج ان دنوں پونے چار بجے ہی غروب ہو جاتا ہے اس لئے نو بجے ہی آدھی رات کا سماں نظر آتا تھا۔ بارش، سردی اور زناٹے کی ہوا اور بس کے پٹرول کی بو۔ کراچی سے لندن تک کے سفر کی یاد پھر تازہ ہو گئی۔ عبدالرحیم صاحب طور پائلٹ افسر نے ہمارا خیر مقدم کیا اور ہمیں ایک فوجی ہٹ میں ٹھہرا دیا۔ دوسرے دن جمعہ کو ڈاکٹر صاحب پاکستانی طلباء کو لیکچر دیتے رہے اور میں سنتا رہا۔ چار لیکچر اور ایک خطبہ جمعہ اور بحمد اللہ کا نام لیکر ووکنگ کی طرف روانہ ہو گئے۔ خیراتی دفعہ بارش نہ تھی اس لئے سفر نذری اطمینان سے کٹا۔

ایک شادی

۱۰ نومبر کی شام کو مسجد میں ایک انڈونیشی جوڑے کی شادی کی رسم ادا ہونی تھی۔ موسم خراب تھا۔ ساڑھے تین بجے کے قریب مہمان آنے شروع ہو گئے۔ محمد اکبر (دولہا) اور مس نانی ویداری (دولہن) تھی، انڈونیشی سفیر کی اہلیہ مسز سوبندریو کے ساتھ چار بجے پہنچ گئے۔ مسجد میں صفیں اٹھا کر کرسیاں بچھا دی گئیں۔ حاضرین کی تعداد ۷۰ کے قریب تھی۔ ڈاکٹر شیخ محمد عبداللہ صاحب نے خطبہ نکاح پڑھا اور اس کے بعد حاضرین کی تواضع چائے سے کی گئی۔ مسز سوبندریو نے بعد میں مسجد کے لئے بطور عطیہ دس پونڈ کا چیک بھیجا۔ محمد اکبر صاحب نے فرانس جا کر مزید دو پونڈ مسجد کے لئے بھیجے۔

ایک خاتون کا قبول اسلام اور نکاح

اس کے بعد یکم دسمبر کو ایک چھوٹا سا نکاح پڑھانے کا مجھے بھی موقعہ ملا۔ چھوٹا سا اس لئے کہ اس میں حاضرین کی تعداد صرف چھ تھی۔ یہ ایرانی سفارت خانہ میں مسٹر ذیلی تھرڈ سکرٹری کی مس نکل ہربرٹ سے شادی تھی۔ مس ہربرٹ نے شادی سے قبل اسلام قبول کرنے کی خواہش ظاہر کی۔ میں نے پوچھا آپ کو اسلام کے متعلق کچھ معلوم ہے یا آپ نے کچھ لٹریچر پڑھا ہے؟ کہنے لگی "نہیں"۔ میں نے کہا آپ اسلام کیوں قبول کرنا چاہتی ہیں۔ شادی کی غرض سے؟ کہنے لگی "ہاں"

"اپنی خوشی اور مرضی سے؟"

"ہاں"

میں نے اختصار کے ساتھ اسلام کے متعلق چند اصولی باتیں بیان کیں اور مس ہربرٹ نے اسلام قبول کرنے کا اعلان کیا۔ مسٹر ذیلی نے اسلامی نام "نیکو" رضا پسند کیا اور میں نے اس کے بعد ان کا نکاح پڑھا دیا۔

قائد ملت کی تعزیت میں جلسہ

قائد ملت لیاقت علی مرحوم کی یاد میں کیکسٹن ہال میں پاکستانی سفارت خانہ کی طرف سے ایک جلسہ ہوا جس میں مسٹر کلیمنٹ اٹیلی اور دوسرے ممالک کے لیڈروں نے شرکت کی۔ ڈاکٹر شیخ محمد عبداللہ نے جلسہ کا آغاز قرآن مجید کی تلاوت سے کیا اور انگریزی میں ترجمہ اور مفہوم بیان کیا۔

ڈاکٹر عبدالعزیز اور دوسرے ہومیو پیتھک ڈاکٹر ووکنگ میں

۲۔ دسمبر کو ڈاکٹر عبدالعزیز صاحب ووکنگ مسجد میں تشریف لائے۔ ان کی دعوت پر انگلستان کے چار نہایت معزز اور مشہور

(باقی بر صفحہ ۷)

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ ارشادات

شیخ غلام قادر صاحب احمدیہ بلڈنگس لاہور

محبوب الٰہی بننے کا طریق

عن ابی ادریس الخولانی عن معاذ رضی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال یقول اللہ تبارک وتعالیٰ وجبت محبتی للمتحابین فی والمتجالسین فی والمتزاورین فی والمتباذلین فی اخرجہ مالک۔ تلخیص الصحاح جلد ۴

ترجمہ:- ابو ادریس خولانی معاذ رضی سے روایت کرتے ہیں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میری ہی وجہ سے آپس میں محبت رکھنے والوں پر میرے ہی لئے مل کر بیٹھنے والوں پر۔ میری وجہ سے ایک دوسرے کی ملاقات کو جانے والوں پر۔ میرے راہ پر خرچ کرنے والوں پر میری محبت لازم ہوگی یعنی ایسے اشخاص اللہ تعالےٰ کی محبت کے حقدار ہیں یہ حدیث قدسی ہے۔

آدمی ان لوگوں کے ساتھ ہوگا جن سے محبت رکھتا ہے

عن ابی ذر رضی قال قلت یارسول اللہ الرجل یحب القوم ولا یستطیع ان یعمل عملھم قال انت یا ابا ذر مع من احببت وفی لفظ الترمذی المرء مع من احب اخرجہ ابوداؤد عن ابی ذر والترمذی عن صفوان بن عسال۔ (تلخیص ایضاً)

ترجمہ:- ابو ذر رضی سے روایت ہے کہ میں نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ ایک شخص ایسا ہے کہ وہ کسی قوم سے محبت رکھتا ہے مگر ان جیسے کام نہیں کر سکتا آپ نے فرمایا ابو ذر تم ان لوگوں کے ساتھ ہو جن سے تم محبت رکھتے ہو ترمذی میں اس طرح ہے کہ آدمی ان لوگوں کے ساتھ ہوگا جن سے محبت رکھتا ہے اس حدیث کو ابو داؤد نے ابو ذر سے اور ترمذی نے صفوان بن عسال سے روایت کیا ہے۔

حاجتمند کی سفارش موجب ثواب ہے

عن ابی موسیٰ رضی قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا اتاہ طالب حاجۃ اقبل علی جلسائہ فقال اشفعوا توجروا ویقضی اللہ علی لسان نبیہ ما شاء اخرجہ الخمسہ۔ (تلخیص ایضاً)

ترجمہ:- ابو موسیٰ رضی سے روایت ہے کہ جب حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کوئی حاجتمند آتا آپ حاضرین سے (بغرض تربیت اُمت) فرماتے کہ تم لوگ بھی اس کی سفارش کرو تمہیں اس کا اجر ملے گا باقی رہی اس کی کامیابی سو اللہ تعالےٰ جو چاہے گا اپنے رسول کی زبان سے اس کا فیصلہ کرائے گا۔ اس حدیث کو شیخین۔ ابو داؤد۔ نسائی اور ترمذی نے روایت کیا ہے۔

(۱) منطق او از معارف پُر بود
ہر بیانِ او سراسر دُر بود
(۲) از کمالِ حکمت و تکمیلِ دیں
پا تہد بر اولین و آخریں (مسیح موعودؑ)

ترجمہ:- (۱) حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کلماتِ طیبات حقائق و معارف سے لبریز ہیں۔
آپؐ کا ہر بیان گویا موتیوں کی لڑی ہے۔
(۲) کمالِ حکمت اور تکمیل دین کے باعث آپؐ تمام اولین و آخرین پر سبقت لے گئے ہیں۔

گناہوں سے بچنے کا واحد ذریعہ

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایک تقریر

(بسلسلہ اشاعت گذشتہ)

سچی نماز

نماز جو کہ پانچ وقت ادا کی جاتی ہے اس میں بھی یہی ارشاد ہے کہ وہ نفسانی جذبات اور خیالات سے اسے محفوظ نہ رکھے گا تب تک وہ سچی نماز ہرگز نہ ہوگی۔ نماز کے معنی ٹکریں مار لینے اور رسم اور عادات کے طور پر ادا کرنے کے ہرگز نہیں۔ نماز وہ شے ہے جسے دل بھی محسوس کرے کہ روح پگھل کر خوفناک حالت میں آستانہ اُلوہیت پر گر پڑے۔ جہاں تک طاقت ہے وہاں تک رقت کے پیدا کرنے کی کوشش کرے اور تضرع سے دعا مانگے کہ شوخی اور گناہ جو اندر نفس میں ہے وہ دور ہوں۔ اسی قسم کی نماز بابرکت ہوتی ہے اور اگر وہ اس پر استقامت اختیار کرے گا تو دیکھے گا کہ رات کو یا دن کو ایک نور اس کے قلب پر گرا ہے اور نفس امارہ کی شوخی کم ہو گئی ہے۔ جیسے اژدھا میں ایک سم قاتل ہے۔ اسی طرح نفس امارہ میں بھی سم قاتل ہے اور جس نے اسے پیدا کیا اسی کے پاس اس کا علاج ہے۔

اپنے آپ کو مزکی مت کہو

کبھی یہ دعوے نہ کرو کہ میں پاک صاف ہوں۔ جیسے کہ اللہ تعالےٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے ولا تزکوا انفسکم پ۲۷ کہ تم اپنے آپ کو مزکی مت کہو۔ وہ خود جانتا ہے کہ تم میں سے متقی کون ہے۔ جب انسان کے نفس کا تزکیہ ہو جاتا ہے تو خدا اس کا متولی اور متکفل ہو جاتا ہے اور جیسے ماں بچہ کو گود میں پرورش کرتی ہے۔ اسی طرح وہ خدا کی گود میں پرورش پاتا ہے اور یہی حالت ہے کہ خدا کا نور اس کے دل پر گر کر کل دنیاوی اثروں کو جلا دیتا ہے۔ اور انسان ایک تبدیلی اپنے اندر محسوس کرتا ہے۔ لیکن ایسی حالت میں بھی اسے ہرگز مطمئن نہ ہونا چاہیئے کہ یہ طاقت مجھ میں مستقل طور پر پیدا ہو گئی ہے اور کبھی ضائع نہ ہوگی جیسے دیوار پر دھوپ ہو تو اس کے معنی یہ ہرگز نہیں ہوتے کہ یہ ہمیشہ ایسی ہی روشن رہے گی اسی پر لوگوں نے ایک مثال لکھی ہے کہ دیوار جب دھوپ سے روشن ہوئی تو اس نے آفتاب کو کہا کہ میں بھی تیری طرح روشن ہوں آفتاب نے کہا رات کو جب میں نہ ہوں گا تو پھر کہاں سے تو روشنی لے گی۔ اسی طرح انسان کو جو روشنی عطا ہوتی ہے وہ بھی مستقل نہیں ہوتی بلکہ عارضی ہوتی ہے اور ہمیشہ اسے اپنے ساتھ رکھنے کے لئے استغفار کی ضرورت ہے انبیاء جو استغفار کرتے ہیں اس کی بھی یہی وجہ ہوتی ہے کہ وہ ان باتوں سے آگاہ ہوتے ہیں اور ان کو خطرہ لگا رہتا ہے کہ نور کی جو چادر ہمیں عطا کی گئی ہے ایسا نہ ہو کہ وہ چھین جاوے۔ نادان لوگ لاعلمی کی وجہ سے یہ کہتے ہیں اور فخر کرتے ہیں کہ مسیح استغفار نہ کرتا تھا حالانکہ یہ بات کسی قسم کے ناز کی نہیں بلکہ رونے اور افسوس کرنے کی ہے اگر وہ استغفار نہ کرتا تھا تو گویا اس نور سے بالکل محروم تھا جو اللہ تعالےٰ اپنے برگزیدوں کو عطا فرماتا ہے۔ کوئی نبی جس قدر زیادہ استغفار کرنے والا ثابت ہوگا اسی قدر اس کا درجہ بڑا اور بلند ہوگا۔ لیکن جس کو یہ حالت حاصل نہیں تو وہ خطرہ میں ہے اور ممکن ہے کہ کسی وقت اس سے وہ چادر حفاظت کی چھین لی جاوے کیونکہ نبیوں کو بھی وہ مستعار طور پر ملتی ہے اور وہ پھر استغفار کے ذریعہ مدامی طور پر رکھتے ہیں۔ بات یہ ہے کہ اصل انوار تو اللہ تعالےٰ کے پاس ہیں اور نبی ہو یا کوئی اور سب خدا سے انہیں حاصل کرتے ہیں۔ سچے نبی کی یہی علامت ہے کہ وہ اس روشنی کی حفاظت بذریعہ استغفار کے کرے استغفار کے یہی معنے ہوتے ہیں کہ موجودہ نور جو خدا سے حاصل ہوا ہے اور زیادہ ملے۔

نماز ایک معراج ہے

اسی کی تحصیل کے لئے پنجگانہ نماز بھی ہے تاکہ ہر روز دل کھول کھول کر اس روشنی کو خدا سے مانگ لیوے جسے بصیرت ہے وہ جانتا ہے کہ نماز ایک معراج ہے وہ نمازی کی تضرع اور ابتہال سے بھری ہوئی دعا ہے جس سے یہ امراض سے رہائی پا سکتا ہے۔ وہ لوگ بہت بد قسمت ہیں جو دوری ڈالنے والی تاریکی کا علاج نہیں کرتے۔

پیغام صلح
جلد ۴۰ | یوم چہار شنبہ مورخہ ۲ جمادی الاول ۱۳۷۱ھ | نمبر ۴

نشاں کو دیکھکر انکار کب تک پیش جائیگا؟

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جس وقت منصب مسیحیت پر کھڑا کیا گیا، اگرچہ آپ کی نیکی اور کمالات علمی وخدمات دینی کا شہرہ اسوقت بھی دور دور تک پھیلا ہوا تھا، مگر جیسا کہ عام طور پر مامورین کے متعلق اللہ تعالیٰ کی یہ سنت چلی آتی ہے کہ ان کے دعوے کے ساتھ ہی مخالفت کا ایک طوفان کھڑا ہو جاتا ہے اور وہ جو پہلے ان کے حامی اور مدح خواں ہوتے ہیں وہ بھی مخالفت اور دشمن بن کر کھڑے ہو جاتے ہیں، بعینہٖ وہی آپ کے ساتھ ہوا یہاں تک کہ مولوی محمد حسین بٹالوی جیسا شخص جس نے براہین احمدیہ پر ریویو لکھتے ہوئے یہ رائے ظاہر کی تھی کہ:-

"ہماری رائے میں یہ کتاب اس زمانہ اور موجودہ حالت کی نظر سے ایسی ہے جس کی نظیر آج تک اسلام میں تالیف نہیں ہوئی اور آیندہ کی خبر نہیں لعل اللّٰہ یحدث بعد ذالک امرا اور اس کا مؤلف بھی اسلام کی مالی وجانی وقلمی ولسانی وحالی نصرت میں ایسا ثابت قدم نکلا ہے کہ جس کی مثال پہلے مسلمانوں میں بہت ہی کم پائی جاتی ہے ہمارے ان الفاظ کو کوئی ایشیائی مبالغہ سمجھے تو ہم کو کم سے کم ایسی کتاب بتادے جس میں جملہ فرقہ ہائے مخالفین اسلام خصوصاً فرقہ آریہ سماج و برہمو سماج کا اس زور شور سے مقابلہ پایا جاتا ہو اور دو چار ایسے اشخاص انصار اسلام کی نشان دہی کرے جنہوں نے اسلام کی نصرت مالی وجانی قلمی ولسانی کے علاوہ حالی نصرت کا بھی بیڑا اٹھایا ہو اور مخالفین اسلام و منکرین الہام کے مقابلہ میں مردانہ تحدّی کے ساتھ یہ دعویٰ کیا ہو کہ جس کو وجود الہام کا شک ہو وہ ہمارے پاس آکر اس کا تجربہ و مشاہدہ کر لے اور اس تجربہ و مشاہدہ کا اقوام غیر کو مزہ بھی چکھا دیا ہو۔"

اشاعت السنہ جون تا نومبر ۱۸۸۴ء

اس قدر زبردست اعتراف کے بعد کہ حضرت مرزا صاحب نے براہین احمدیہ کے ذریعہ سے اسلام کی جو خدمت سرانجام دی ہے، اس کی نظیر آج تک اسلام میں نہیں ملتی اور اس زبردست چیلنج کے بعد کہ مخالفین و منکرین اسلام کے مقابلہ میں جو خدمت اسلام آپ نے سرانجام دی ہے اور جس مردانہ تحدّی کے ساتھ وجود الہام کو آپ نے ثابت کیا ہے کوئی اور ایسے انصار اسلام پیش کئے جائیں جنہوں نے اس قسم کی مالی وجانی وقلمی ولسانی وحالی نصرت کا بیڑا اٹھایا ہو وہی مولوی محمد حسین جب حضرت مرزا صاحب کو جعلناک المسیح ابن مریم کا الہام ہوتا ہے تو آپ کی مخالفت و معاندت پر اس طرح کمربستہ ہو جاتے ہیں کہ اس کی بھی نظیر ملنی مشکل ہے، کفر کا فتوےٰ سب سے پہلے انہوں نے ہی تجویز کیا اور کس بات پر تجویز کیا انہی الہامات پر جن کو وہ پہلے صداقت اسلام کا معیار قرار دے چکے تھے، اب وہی الہامات ان کے نزدیک مرزا صاحب کے کذب اور کفر کا موجب بن گئے کیونکہ ان کو یہ خیال پیدا ہو گیا کہ جس منصب پر کھڑے ہونے کا حضرت مرزا صاحب نے دعوےٰ کیا ہے وہ ان کا اپنا تجویز کردہ ہے خدا نے ان کو کھڑا نہیں کیا۔ اس کے جواب میں حضرت مسیح موعودؑ نے بار بار انہیں متنبہ کیا کہ اگر خدا کی طرف سے مجھے کھڑا نہ کیا جاتا تو یقیناً وہ مجھے تباہ کر دیتا لیکن اس کی کیا وجہ ہے کہ میں تو تمہارے نزدیک مفتری ہونے کے باوجود کامیاب ہوتا جا رہا ہوں لیکن تم اپنی تمام مساعی کے باوجود ناکام و نامراد ہو۔

اس وقت ابھی ابتدا تھی اور کہا جا سکتا تھا کہ ممکن ہے آیندہ واقعات حضرت مرزا صاحب کو ناکام ثابت کر دیں اور یہ سلسلہ جو انہوں نے قائم کیا ہے تباہ و برباد ہو کر رہ جائے لیکن وہ دن جاتے اور آج کا دن آ گئے، زمانہ نے سینکڑوں رنگ بدلے، ہزاروں انقلابات دنیا پر آئے مگر یہ صداقت جوں کی توں قائم ہے بلکہ دن بدن روشن سے روشن تر ہوتی جا رہی ہے کہ حضرت مرزا صاحب حق پر ہیں، اور وہ فی الواقعہ خدا کی طرف سے اس صدی کے مجدد اور مسیح و مہدی ہو کر آئے تھے۔ آج ساٹھ سال سے زیادہ عرصہ ان کے دعوے پر گذر گیا اس عرصہ میں دنیا نے آپ کی صداقت کے سینکڑوں نشانات دیکھے اور یہ بھی دیکھ لیا کہ وہ جو آپکی مخالفت پر کھڑے تھے، جنہوں نے کفر کے فتوؤں، عدالتی کارروائیوں اور ہر قسم کے ہتھکنڈوں سے آپ کو تباہ و برباد کرنے کی کوششیں کیں وہ خود ہی ملیامیٹ ہو گئے اور کوئی آج انہیں جانتا بھی نہیں لیکن حضرت مرزا صاحب کا نام ابھی تک زندہ ہے ان کا کام، ان کا سلسلہ ابھی تک جاری ہے اور جاری رہے گا۔ کیا یہ کوئی چھوٹا سا نشان ہے؟ آج کون جانتا ہے کہ مولوی محمد حسین کون تھا؟ ثناء اللہ کی مخالفت و معاندت نے کیا نتیجہ پیدا کیا اور حضرت مرزا صاحب کو کیا نقصان اس سے پہنچا؟ احرار کی مخالفت کتنے عرصہ سے جاری ہے، کتنی زبردست تقاریر عطاء اللہ شاہ بخاری نے کیں لیکن سلسلہ احمدیہ کو ان سے کیا نقصان پہنچا؟ سوائے اس کے کہ چند غلط فہمیاں عوام میں پھیلا کر ان کو مشتعل کیا گیا اور کیا نتیجہ ہے اور وہ عظیم الشان کام جو حضرت مجدد وقت نے جاری کیا تھا وہ کہاں تک رک گیا؟ کیا وہ پہلے سے زیادہ قوت کے ساتھ جاری نہیں؟ کیا حضرت مسیح موعود کی بتائی ہوئی باتیں آج بھی روشن نشانوں کے ساتھ سچی ثابت نہیں ہو رہیں؟ اور تمام مخالفتوں اور بدگوئیوں کے باوجود آپ کا مشن کامیاب ثابت نہیں ہو رہا؟ یہ ایک نشان ہے ان لوگوں کے لئے جو چشم بصیرت رکھتے اور واقعات کو کھلی آنکھوں سے دیکھتے ہیں، ضرورت ہے کہ ایسے لوگوں کو توجہ دلائی جائے اور انہیں صحیح واقعات کا پتہ دے کر حضرت مسیح موعودؑ کے کارناموں اور صداقت اسلام سے آگاہ کیا جائے، اے میرے دوستو! اے میرے احمدی بھائیو! اب وقت ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کی صداقت کو لوگوں تک پہنچایا جائے ان نشانات سے ان کو آگاہ کیا جائے جو اس مامور الٰہی کی تائید میں ظاہر ہوئے، ایک تازہ ترین نشان دجّال اور یاجوج ماجوج کے متعلق ابھی آپنے دیکھا ہے حضرت مسیح موعود کا فرمودہ اس بارہ میں کس طرح سچا ثابت ہوا کس طرح خود مخالفین نے انہی قوموں کا دجّال اور یاجوج ماجوج ہونا تسلیم کر لیا، جن کو حضرت مرزا صاحب نے سب سے پہلے ھذا الدجال الذی ذکرہ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قرار دیا تھا بلکہ خود یاجوج ماجوج بھی بول اٹھے کہ ہم ہی یاجوج ماجوج ہیں، اس قدر نشانات اور تائیدات کے ہوتے ہوئے آپ کا خاموش رہنا اور مامور الٰہی کی صداقت کو دنیا میں پیش نہ کرنا ایک کفران نعمت ہے، اٹھئے اور دنیا کو بتائیے کہ جس کو تم کافر اور بے ایمان سمجھتے ہو وہ تو اللہ تعالےٰ کے فضل سے کامیاب ہوتا جا رہا ہے اسکی خدمات اسلام تو روشن سے روشن تر ہوتی جا رہی ہیں اور اس کے مخالفین ہر جگہ خائب و خاسر اور ناکام ہیں پس آؤ اس کے ساتھ ہو کر اسلام کی خدمت بجا لاؤ کہ اسی میں آج تمہاری نجات اور کامیابی و فلاح مضمر ہے ؂

قرآن مجید سنسکرت میں!

۲ صفحوں کا ایک کتابچہ موصول ہوا ہے جس میں قرآن مجید کے سنسکرت ترجمہ کے اقتباسات نمونہ کے طور پر درج ہیں۔ چند سطروں کی جو انگریزی عبارت شامل ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ ترجمہ علاقہ مدراس میں متعدد پنڈتوں اور ماہرین سنسکرت کے زیر نگرانی بڑے اہتمام سے ہو رہا ہے۔ پتہ یہ درج ہے:-

پنڈت وی وی شرما۔
والیاچال اسٹریٹ VALIA CHAL. ST.
تری ونڈرم

یہ مہامہو پادھیا پنڈت وی وی شرما۔ تراونکور یونیورسٹی میں سنسکرت کے لیکچرر ہیں، اور پہلے مدراس یونیورسٹی کے بھی شعبۂ سنسکرت میں رہ چکے ہیں۔ تصدیقی دستخط مہامہو پادھیا کرشنا مورتی شاستری (سنسکرت شاعر حکومت مدراس) کے بھی ثبت ہیں۔ دعوےٰ یہ کیا گیا ہے کہ ترجمہ صحیح و سلیس ہے۔ لیکن صحت کی تصدیق جب تک کوئی جید عالم زبان نہ کرے کیا وزن رکھ سکتی ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ "اس سے اسلامی لٹریچر اور ہندی کلچر کے درمیان بہ آسانی ربط پیدا ہو سکے گا" اور خدا کرے کہ ایسا ہی ہو ــــــ اللہ اپنے دین کا کام کن کن ہاتھوں سے کراتا رہتا ہے۔ (صدق جدید)

متفرقات

ایک مبارک تقریب

قارئین کرام کو معلوم ہے کہ جلسہ سالانہ پر انگلستان سے ایک انگریز نومسلم تشریف لاتے تھے، جن کا اسم گرامی مسٹر عبدالعزیز ورسٹیج ہے۔ یہ صاحب انگلستان میں ایک بہت بڑے اور پرانے مطبع کے مالک ہیں جس میں حضرت امیر رحمۃ اللہ علیہ کے انگریزی ترجمۃ القرآن کی آخری ایڈیشن بھی طبع ہوتی ہے اور اسلامک ریویو بھی وہیں چھپتا ہے یہ پریس ان کی ساتویں پشت سے بڑی کامیابی سے بیسنگ سٹوک انگلینڈ میں چل رہا ہے۔ آپ گورنمنٹ پرنٹر بھی ہیں۔ آپ انگلستان کے ایک یونی ٹیرین خاندان سے تعلق رکھتے ہیں اور ۱۹۳۲ء میں جب آپ ابھی اسکول میں پڑھتے تھے اسلام قبول کیا تھا۔

مسٹر ورسٹیج جناب مولانا آفتاب الدین صاحب سابق مبلغ انگلستان کی معیت میں الحاج حضرت شیخ میاں محمد صاحب صدر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کی ملاقات کے لئے لائل پور تشریف لائے۔ جناب مولانا آفتاب الدین احمد صاحب کے صاحبزادہ ناصر احمد صاحب اور ٹرینیڈاڈ امریکہ کے ہمارے بھائی مسٹر نور حسین صاحب متعلم گورنمنٹ کالج بھی ساتھ تھے۔ جناب مولانا احمد یار صاحب ایم اے۔ ایک روز قبل پہنچ چکے تھے۔

حضرت میاں صاحب کے فرزند اکبر جناب شیخ میاں اللہ بخش صاحب ملزادتر نے اپنی کوٹھی پر ان تمام معزز مہمانوں کو پرتکلف دعوت طعام دی اور پھلوں سے تواضع فرمائی۔ نماز ظہر سے فراغت پر سب دوست کاروں پر ربوہ اور چنیوٹ کے درمیان دریائے چناب کے پل پر تفریح کے لئے گئے اور اپنے معزز نومسلم بھائی سے وادی کشمیر سے آنے والے دریاؤں کے متعلق گفتگو ہوتی رہی۔ واپسی پر چنیوٹ میں جناب شیخ میاں شریف احمد صاحب ملزادتر کے کارخانہ میں سب دوستوں نے چائے پی۔ کارخانہ کے منیجر صاحب نے وسیع پیمانہ پر انتظام کر رکھا تھا۔ وہیں تمام گروپ کا فوٹو اتارا گیا۔ اس کے بعد سب دوست چنیوٹ کا وہ زنانہ ہسپتال دیکھنے گئے جو حضرت صاحب صدر اور ان کے دو مرحوم و مغفور بھائیوں کی ہمت سے قائم کیا گیا تھا۔ اور جہاں سینکڑوں غریب مستورات روزانہ مفت دوائی حاصل کرتی ہیں مریضوں کو مستقل طور پر رکھ کر مفت علاج بھی کیا جاتا ہے۔ ایک قابل اور تجربہ کار لیڈی ڈاکٹر اور ان کا سٹاف بڑی مستعدی سے اپنے فرائض کو سرانجام دے رہا ہے۔ یہاں بھی ہسپتال کے سٹاف سمیت فوٹو اتروایا گیا۔ اور پھر لاہور کے مہمان چنیوٹ سے ہی بذریعہ کار لاہور اور لائلپور کے حضرات لائلپور واپس ہوئے اور یوں یہ بابرکت تقریب ختم ہو گئی ہمارے نومسلم بھائی پر اسلامی اخلاق اور برادری کا اچھا اثر ہوا۔

منظفر بیگ ساجد۔ لائلپور

زمیندار میں ایک کذب بیانی

مکرم معظم ایڈیٹر صاحب پیغام صلح۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ذیل کی چند سطور اپنے جریدہ میں شائع فرما کر ممنون فرمائیں۔

اخبار زمیندار لاہور۔ مؤرخہ ۱۲ر جنوری ۵۲ء صفحہ ۷ کالم ۲ میں ایک غیر مرزح جھوٹ اور بے بنیاد شائع ہوئی ہے جس میں میرے لڑکے کی طرف سے لکھا گیا ہے کہ:-

"از ڈاک ملتان۔

میرا والد مرحوم قاضی شیر محمد مبلغ جماعت مرزائیہ ۲۰-۲۵ سال عہدہ مبلغ پر متعین و مامور رہا حالت نزع میں جب مرحوم کا روح پرواز کرنے کو تھا مرزائیت سے تائب ہو کر صاحب ایمان و ایقان ہو کر وفات پائی، بندہ بھی اپنے والد بزرگوار کی روح کو خوش کرتے ہوئے مرزائیت سے بیزار جان توبہ نصوح کرتا ہوا اعلان کرتا ہے تاکہ اہل بصیرت کے لئے سبق اور مرزائیوں کے لئے موجب عبرت ہو۔ المعلن قاضی مبارک احمد ولد قاضی شیر محمد مرحوم سکنہ علی پور ضلع مظفرگڑھ بقلم خود"

معلوم ہوتا ہے کہ اس فرضی خبر کا شائع کرانے والا کوئی بزدل موذی احراری ہی ہوگا کیونکہ یہ ایک سفید جھوٹ اور بے بنیاد خبر ہے ایک شخص کی زندگی میں یہ اعلان کرنا کہ وہ مر گیا ہے اور احمدیت جیسے پُر نور راہ ہدایت سے روگردان ہو کر مرا ہے اور اس کے بیٹے کے نام سے اعلان کرنا جسے اس کی خبر تک نہیں کس قدر بہتان عظیم اور کتنی بڑی افترا پردازی ہے یہ ہیں حکومت الٰہیہ کے ممبران اور ان کی حقانیت آئے دن جھوٹے پروپیگنڈے اور شنیع حرکات کا ارتکاب ان کا خصوصی امتیاز ہو چکا ہے۔ بازاروں میں اُچھلنا کودنا ناچنا تالیاں بجانا کذب بیانیاں کرنا غرض جماعت احمدیہ حقہ کے خلاف ہر ناجائز غیر مشروع ممنوع امر کو روا رکھنا ان لوگوں کا شعار ہے۔

خدا کے فضل و کرم سے خاکسار بفضلہ تعالیٰ احراریوں کی چھاتی پر مونگ دلنے کے لئے زندہ موجود اور اپنے عزیز باتمیز بیٹے قاضی مبارک احمد سمیت احمدیت پر ثابت قدم ہے عرصہ ۲۵ برس تک عاجز کے پائے ثبات میں کبھی کبھی تزلزل راہ نہیں پا سکا۔ ہم دونو حضرت امام و ہمام حجۃ اللہ علیہ السلام جناب میرزا صاحب کو مسیح موعود امام زمان مہدی دوران برحق تسلیم کرتے ہیں زمیندار اگر حق و صداقت کا ایک شائبہ بھی رکھتا ہے، تو اسے چاہیئے کہ اس کذب بیانی کی فوراً تردید کرے ورنہ اس کے خلاف قانونی چارہ جوئی کرنے کا مجھے حق ہوگا اور اس کے علاوہ احراریوں کے ساتھ وہ بھی لعنۃ اللہ علی الکاذبین کا مورد ہوگا۔ خاکسار شیر محمد احمدی

قاضی امام الصلوٰۃ و مسلم مشنری جماعت احمدیہ علی پور مظفرگڑھ بقلم خود شاخ لاہور۔ ۱۷-۱-۵۲

ایک ضروری تصحیح

اس سے قبل ۹ر جنوری ۱۹۵۲ء کے پرچہ میں شیخ محمد حسین صاحب فیروز پوری کی طرف سے ۳۰۰/- روپے کا وعدہ شائع ہوا ہے۔ یہ وعدہ بجائے ۳۰۰/- روپیہ کے ۸۰۰/- روپیہ کا ہے۔ کیونکہ انہوں نے ۱۰۰۰/- روپیہ کا وعدہ کیا تھا جس میں سے ۲۰۰/- روپیہ جلسہ سالانہ پر آ گیا تھا۔ اب ۸۰۰/- روپے باقی ہیں۔

افسر تحصیل ۲۳-۱-۵۲

اخبار احمدیہ

—— حضرت امیر قوم مولانا صدر الدین صاحب کچھ دنوں سے وزیر آباد تشریف لے گئے ہوئے تھے، آج ۳۰ جنوری کو واپس تشریف لے آئے ہیں، وزیر آباد میں آپ نے نماز جمعہ اور خطبہ جمعہ کے علاوہ وہاں کے معزز غیر از جماعت احباب کو چائے پر دعوت دی اور ان کے سامنے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت اور سلسلہ احمدیہ کی ضرورت و اہمیت کو بیان کیا، اور انہیں شمولیت کی دعوت دی) جس کا بہت اچھا اثر ہوا۔

—— حضرت صاحب صدر جناب الحاج میاں محمد صاحب ۲۶ر جنوری کو لاہور تشریف لائے اور انجمن کی مجلس منتظمہ میں شریک ہوئے، ۲۸ر کو آپ واپس لائلپور تشریف لے گئے، آپ کچھ دنوں سے بیمار ہیں احباب سے درخواست ہے کہ ان کی صحت کے لئے دردِ دل سے دعا فرمائیں۔ **حضرت صاحب صدر نے جلسہ سالانہ پر جو تقاریر فرمائیں انہیں قلمبند کر لیا گیا تھا اور آیندہ اشاعت میں انشاء اللہ درج ہوں گی۔**

—— سرائے نورنگ ضلع بنوں سے صاحبزادہ محمد احمد ابن صاحبزادہ عبدالقدوس صاحب اطلاع دیتے ہیں کہ میری دادی صاحبہ ہمشیرہ حضرت شہید مرحوم (صاحبزادہ عبداللطیف صاحب) ۹۸ سال کی عمر پا کر اس دار فانی سے دار البقا کو رحلت فرما گئیں انا للہ وانا الیہ راجعون، مرحومہ بہت نیک اور بزرگ خاتون تھیں بستر مرگ پر بھی نماز اور تہجد انہوں نے ترک نہ کی تھی۔

اس افسوسناک خبر پر ہم دلی رنج و صدمہ کا اظہار کرتے ہوئے دست بدعا ہے کہ مرحومہ کو اللہ تعالیٰ اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے اور تمام پسماندگان کو صبر جمیل بخشے احباب سے جنازہ غائبانہ کی درخواست ہے۔

—— برمائیں ہمارے محترم بزرگ اپن اکبر خاں صاحب کی اہلیہ محترمہ تا حال بیمار ہیں ان کی صحت کے لئے احباب سے دعا کی درخواست ہے۔

سالِ گذشتہ میں ہماری تبلیغی سرگرمیاں

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کی سالانہ رپورٹ میں انجمن کی تبلیغی سرگرمیوں کا جو جائزہ لیا گیا ہے، وہ اس قابل ہے کہ قارئین "پیغام صلح" کے مطالعہ میں لایا جائے تاکہ وہ اس سے کام کی اہمیت کا اندازہ کرتے ہوئے اسے آگے بڑھانے اور ترقی دینے کے لئے انجمن کی مالی امداد کی طرف قدم بڑھائیں۔

تبلیغ بلادِ غیر

مفت تقسیم لٹریچر

منددجہ ذیل نئے ٹریکٹ برائے مفت تقسیم شائع ہوئے۔

۱- پرافٹ یا مجدد ... ۲۰۰۰ ... انگریزی
۲- مسیح موعود اور مہدی ... ۲۰۰۰ ... ،،
۳- مرزا غلام احمد آف قادیان ہز لائف اینڈ مشن ... ۲۰۰۰ ... ،،
۴- ایک غلطی کا ازالہ - ترجمہ انگریزی معہ تمہید و تشریح ... ۱۰۰۰ ... ،،
۵- حقیقۃ الوحی (ترجمہ) حضرت صاحب کی کتب سے اقتباسات ... ۲۰۰۰ ... ،،
۶- اسلام اور کمیونزم ... ۲۰۰۰ ... ،،
۷- اسلام دی ریلیجن آف ہیومینٹی ... ۳۰۰۰ ... ،،
۸- [illegible] اسلام کے متعلق سوال و جواب ... ۲۰۰۰ ... ڈچ
۹- کافر ... ۵۰۰۰ ... اُردو

ضخیم کُتب کی مُفت تقسیم

مفت تقسیم بیان القرآن از عطیہ جات ڈاکٹر سید طفیل حسین شاہ صاحب۔ ۱۲ سٹ۔ انگریزی ترجمہ قرآن مجید معہ متن ۳۷- انگریزی ترجمہ قرآن مجید بلامتن سیکنڈ کوالٹی ۱۱- انگریزی ترجمہ قرآن مجید بلامتن تھرڈ کوالٹی ۴۶- ریلیجن آف اسلام ۳۴- نیو ورلڈ آرڈر ۴۹- لونگ تھاٹس ۱۱۹- ٹیچنگز آف اسلام ۱۳۲- محمد دی پرافٹ ۵۳- احمدیہ موومنٹ ایز دی ویسٹ سیز اٹ ۸- محمد ان ورلڈ سکرپچر ۱۲- اینٹی کرائسٹ گاگ اینڈ میگاگ ۳- ارلی کیلیفیٹ۔ ۳۰- حمائل شریف ۱۹۳- تحریک احمدیت ۱۳- رسالہ محمد مصطفےٰ اُردو ۷- رسالہ محمد مصطفےٰ (سندھی) ۶- احمدیت کیا ہے؟ ۲- میثاق النبیین ۴- محمد اعظم ہر سہ جلد ۳۰ سٹ- آئینہ احمدیت ہر دو حصص ۱۶ سٹ۔ سیرت خیر البشر کا ہندی ترجمہ ۳۱- اسلامی اصول کی فلاسفی (اُردو) ۵۲- اسلامی اصول کی فلاسفی (گورمکھی) ۹- اسلامی اصول کی فلاسفی (ہندی) ۱۷- ارتقائے نسل انسانی ۳- نشان مصلح موعود ۲- نماز مسلم ۵۰- سیرت خیر البشر ۳- زندہ نبی کی زندہ تعلیم ۱۲- احادیث العمل ۲- مسیح موعود ۱۲-

پانچ ہزار لائبریریوں میں تقسیم لٹریچر

اس تحریک کے ماتحت اب تک ۸۰۷ لائبریریوں کو سٹ بھیجے جا چکے ہیں۔ حضرت امیر قوم رحمۃ اللہ علیہ نے یہ تحریک ۱۹۴۹ء میں شروع کی تھی تاکہ دنیا کے کونے کونے میں قرآن اور سیرت کو پہنچا کر اسلامی تعلیمات کا پرچار کر دیا جائے۔ اس تڑپ اور جذبہ کا نتیجہ ہے کہ جن لائبریریوں میں یہ آٹھ کتب پر مشتمل سٹ پہنچا ہے ان سب نے بڑی خوشی کے ساتھ ہمارے اس ہدیہ کو قبول کیا ہے۔ جہاں جہاں اب تک سٹ پہنچ چکے ہیں۔ ان لائبریریوں کی تفصیل ذیل میں درج ہے۔

آسٹریلیا ۲۳- مصر ۱۵- پاکستان ۱۳- چین ۴- لنکا ۲۰- سیریا ۲- آسٹریا ۱۲- ایران ۱- یو کے ۱۹۸- فلپائن ۱۵- افریقہ ۱۹- انڈونیشیا ۴- سیام ۴- ترکی ۴- یو-ایس اے ۱۶۸- جاپان ۲- ملایا ۱۲- کینیڈا ۱۸- انڈیا ۸۸- عراق ۱- برٹش ویسٹ افریقہ ۷- برما ۵- جرمنی ۹۶- جنوبی امریکہ ۱-

امریکہ مشن

اللہ تعالےٰ کے فضل و کرم سے میاں بشیر احمد صاحب منٹو نے سان فرانسسکو میں گذشتہ چار سال کے عرصہ میں بہت محنت سے کام کیا ہے۔ انہوں نے برٹش گائنا اور ڈچ گائنا میں احمدی جماعتوں کو ترتیب دینے میں بہت بڑی خدمت اسلام انجام دی ہے۔ وہ اب اس مکان میں آ گئے ہیں جو سان فرانسسکو میں ۱۶ ہزار ڈالر میں انجمن نے مشن کے لئے خریدا ہے۔

میاں صاحب کا یہ اثر ہے کہ وہاں کے ایک وکیل صاحب (جن کے لئے تمام احباب درد دل سے دعا کریں کہ وہ اسلام قبول کر لیں) انجمن کے تمام کام بغیر معاوضہ کے کرتے ہیں اور انہوں نے مکان مذکورہ سے ملحقہ ایک مفید ٹکڑا اراضی کے متعلق ایسے کاغذات کریدنکالے کہ وہ ٹکڑا بغیر کسی قیمت کے اس مکان کے ساتھ ہی انجمن کی ملکیت میں آ گیا ہے۔ میاں صاحب خاص توجہ کے ساتھ تبلیغ اسلام کے کام میں مصروف رہتے ہیں۔ مرحوم لیاقت علی خاں اور دیگر پاکستان کے افسران جو وہاں گئے ان سے انہوں نے ملاقاتیں کیں اور بعض کے لیکچر بھی کروائے۔ عرصہ زیر رپورٹ میں ۲۰ اشخاص سلسلہ میں شامل ہوئے۔

جرمن مشن

محمد امان صاحب ہوبوم جرمن مشن کے انچارج ہیں اور انہی کی نگرانی میں مسجد برلن کی مرمت کا کام ہو رہا ہے۔ محمد امان صاحب بڑے احسن طریق سے خدمت اسلام کر رہے ہیں۔

ہر اتوار جرمن مسلمان بچوں کو عربی اور اسلامی تعلیم دی جاتی ہے۔ غیر مسلموں کے لئے مذہبی لیکچروں کا انتظام ہے۔ جرمنی کے مختلف علاقہ جات میں دورہ بھی کرتے ہیں حسب سابق ریڈیو سے اسلام کا پیغام نشر کرنے کے مواقع بھی انہیں ملتے ہیں۔

اورینٹ پوسٹ

ایک ماہوار رسالہ "اورینٹ پوسٹ" یا برید الشرق کے نام سے شائع ہوتا ہے جو اسلامی ممالک میں جرمن مشن کے پروپیگنڈا کا ذریعہ ثابت ہو رہا ہے۔

برٹش ویسٹ انڈیز

جزائر برٹش ویسٹ انڈیز میں ہماری جماعت کے افراد ٹرینیڈاڈ - برٹش گائنا اور ڈچ گائنا میں ہیں۔ ان علاقوں میں میاں بشیر احمد صاحب کا بہت اچھا اثر ہے ہمارے احباب کی تبلیغی جدوجہد کا اثر ہے کہ نوجوان ہر سہ ممالک میں زیادہ سے زیادہ توجہ اسلامیات کی طرف دے رہے ہیں۔ ٹرینیڈاڈ میں تجمل حسین صاحب۔ برٹش گائنا میں ڈاکٹر راحت رحمان گجراج اور جمال الدین اور ڈچ گیانا میں یعقوب ایوب۔ اور عبدالرحیم صاحب جگو قابل ذکر ہیں۔

عبدالرحیم صاحب جگو گذشتہ سال، مرکز میں تشریف لائے۔ دینی تعلیم حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ [illegible] نامی ایک ٹریکٹ ڈچ زبان میں شائع کیا جس میں اسلام کے متعلق سوال و جواب دیئے ہوئے ہیں۔ آپ نے ایک ڈکشنری بھی تیار کی ہے جس میں اردو سے ڈچ زبان میں معنی بیان کئے گئے ہیں۔ تاکہ وہاں کے لوگ حضرت امیر رحمۃ اللہ علیہ کے لٹریچر کو بخوبی سمجھ سکیں انہیں اُردو سے خود زیادہ واقفیت نہ تھی۔ تاہم انہوں نے محنت کو جاری رکھا اور چھ ماہ کی محنت کے بعد اس کام کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے میں کامیاب ہو گئے۔ اس سے قبل اُردو سے ڈچ میں کوئی ڈکشنری نہیں ہے۔ جگو صاحب فریضۂ حج ادا کرنے کے بعد ۲۶ اکتوبر کو واپس اپنے ملک میں تشریف لے گئے ہیں۔

سیام مشن

ڈاکٹر عبدالوہاب خاں صاحب اس مشن کے انچارج ہیں ان کی نگرانی میں ابراہیم صاحب قریشی بیان القرآن سیامی زبان میں ترجمہ کر رہے ہیں جو عنقریب مکمل ہو جائے گا۔

برما - آسام - بغداد - بیروت

برما میں ڈاکٹر این۔ اکبر خاں صاحب ہماری جماعت کے نمائندہ ہیں۔ اور قرآن مجید کا برمی زبان میں ترجمہ کر رہے ہیں۔ آسام میں خادم رحمانی نوری صاحب تبلیغ اسلام میں مصروف ہیں۔ کھاسی زبان میں قرآن کا ترجمہ مکمل ہو گیا ہے بہت سے دوسرے ٹریکٹوں کا ترجمہ بھی اس زبان میں ہو چکا ہے بغداد میں سید تصدق حسین صاحب قادری پوری تندہی کے ساتھ تبلیغ اسلام کے کام کو سرانجام دے رہے ہیں۔

بیروت میں حبیبہ شعبان یکن نے تبلیغ اسلام کا کام شروع کیا ہوا ہے۔ خاتون موصوف "ریلیجن آف اسلام" اور "لونگ تھاٹس آف پرافٹ محمد" کا ترجمہ عربی زبان میں کر رہی ہیں۔

مصر

مصر سے میجر عبداللہ بیٹرسن ڈے کے پاکستان میں تشریف لے آنے کے بعد مختلف لوگوں کے ساتھ تبلیغی خط و کتابت کا سلسلہ جاری ہے۔ ان کو مرکز سے لٹریچر بھی بھیجا جاتا ہے۔

نائیجیریا - گولڈ کوسٹ - نٹال - کیپ ٹاؤن - انڈونیشیا فلپائن - جاپان - آسٹریلیا - آسٹریا - پولینڈ - ہالینڈ اور دیگر ممالک سے بدستور تعلق قائم رکھا گیا۔

فجی

اس چھوٹے سے جزیرے میں ہماری خاصی جماعت ہے۔ وہاں آجکل احمدیت کی مخالفت زور پکڑ رہی ہے یہاں تک کہ وہاں کی مسلم لیگ کی رکنیت کا احمدی اہل نہیں ہے اتیم ناظم خار صاحب نے مسلم لیگ کے قواعد کی نقل بھیجی ہے پڑھ کر حیرانی ہوتی ہے کہ اُمت محمدیہ کو یہ دن بھی دیکھنے تھے کہ انہیں اپنے مفاد کی کچھ خبر نہیں رہی۔ دوست کو دشمن اور دشمن کو دوست خیال کر رہے ہیں۔

یہ یقینی امر ہے کہ یہ واقعات امام وقت کی جماعت کو بیدار اور چست کرنے کے لئے وقوع پذیر ہو رہے ہیں۔ اللہ تعالے ہمارے فجی کے احباب کو استقامت بخشے اور ہمارے احمدی مسلمان بھائیوں کو امام وقت کی شناخت کی توفیق عطا فرمائے۔

فرنچ مشن

گذشتہ چند سالوں سے مراد کیوان صاحب کے ساتھ الجیریا میں خط و کتابت کا سلسلہ جاری تھا۔ حال ہی میں مراد کیوان صاحب مرکز میں تشریف لائے۔ دو ماہ یہاں قیام فرمایا۔ دوران قیام میں انہوں نے اسلام دی ریلیجن آف ہیومینٹی کا فرانسیسی زبان میں ترجمہ کیا جو شائع ہو چکا ہے اور تقسیم کیا جا رہا ہے۔ انہیں فرنچ مشن کا انچارج مقرر کیا گیا ہے۔ اب وہ اپنے ملک میں قرآن مجید کا فرانسیسی زبان میں ترجمہ کر رہے ہیں۔

چین

محمد معصوم صاحب (چینی) اسلامی تعلیم کے لئے مرکز میں ایک سال سے آئے ہوئے ہیں۔ محمد دی پرافٹ کا چینی زبان میں ترجمہ ختم کر چکے ہیں۔ وہ سری کتب کا ترجمہ کر رہے ہیں ان کے چچا چین میں حضرت امیر مولانا محمد علی صاحب مرحوم و مغفور رحمۃ اللہ کے انگریزی ترجمہ قرآن مجید کا ترجمہ چینی زبان میں کر رہے ہیں۔ چند دن ہوئے کہ انہوں نے اطلاع دی ہے کہ ۱۶ پاروں کا ترجمہ ہو چکا ہے۔

مشنہائے ہند

ہندوستان کے تمام مراکز بھی دفتر جائنٹ سیکرٹری صاحب سے متعلق ہیں۔ ہندوستانی جماعتوں کی تنظیم ہمارے دوست شیخ محمد انعام الحق صاحب کے سپرد ہے جو کافی عرصہ سے اس کام کو کر رہے ہیں۔

تقسیم ملک کے بعد حالات یکسر تبدیل ہو چکے ہیں جس کے نتیجہ میں ہندوستانی جماعتوں کے کام اور حالات میں بھی تغیر عظیم واقع ہو گیا ہے۔ تبادلہ آبادی کی وجہ سے اکثر جماعتیں قائم نہ رہ سکیں۔ جو تھوڑی بہت قائم رہیں ان کی تعداد اور تنظیم پر غیر معمولی اثر ہوا ہے۔ جدید حالات اور ماحول کے باعث ان کی سرگرمیاں از خود محدود ہو گئی ہیں۔ جماعت احمدیہ بھی مسلمان قوم کا ایک حصہ ہے۔ ہندوستانی مسلمان روز افزوں معاشی مشکلات میں مبتلا ہیں۔ اکثر علاقہ جات ہند میں ان کے ذرائع تیزی کے ساتھ محدود و مسدود ہوتے جا رہے ہیں۔ دونوں ملکوں کے موجودہ تعلقات ایک عبوری دور کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اس کے دباؤ کی وجہ سے بھی ہندوستانی مسلمانوں کو گوناگوں مشکلات کا سامنا ہے

علاوہ ازیں ہندوستان کے بعض بااثر طبقات کے رجحانات تبلیغی سرگرمیوں پر غیر معمولی احتیاط و تدبر کا مطالبہ کرتے ہیں بلکہ یہ رجحانات بعض اوقات تبلیغی سرگرمیوں میں مانع بھی ہو جاتے ہیں۔

لیکن مذکورہ بالا تکلیف دہ تغیرات و مشکلات کا ایک روشن اور امید افزا پہلو یہ ہے کہ مسلمانان ہند کی وہ ہیجانی کیفیت جو کہ حقائق سے لاعلمی اور تنگ خیالی و متعصب علماء کے اثر، کورانہ تقلید اور بعض وقتی جذبات کا نتیجہ تھی آہستہ آہستہ ختم ہو رہی ہے۔ وہ حقائق کو سمجھنے لگے ہیں اور تحریک احمدیت اور اس کی شاندار خدمات دینی کی قدر و قیمت انہیں محسوس ہونے لگی ہے سنجیدہ حلقوں میں ہماری کتب اور رسائل روز بروز مقبول ہو رہے ہیں غیر معمولی معاشی پستی کے باوجود ہندوستان کے دور دراز گوشوں سے ان کی فرمائشیں اور ان کے متعلق اظہار احسانمندی کے ساتھ تعریفی خطوط بکثرت آتے رہتے ہیں۔ بالخصوص انگریزی دان طبقے حضرت مولنا محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم و مغفور کی کتب اور رسالہ "اسلامک ریویو" کی مقبولیت ماشاء اللہ نہایت حوصلہ افزا رفتار سے ترقی کر رہی ہے۔ مغربی بنگال اور آسام میں "اسلامک ریویو" دیگر علاقوں سے زیادہ مقبول ہو رہا ہے۔

جیسا کہ گذشتہ سال بھی رپورٹ میں عرض کیا گیا تھا کہ ہندوستان کے اسلامی پریس کے رویہ میں بھی تحریک احمدیت کے متعلق ایک خوشگوار اور غیر متوقع انقلاب پیدا ہو گیا ہے۔ چند مستثنیات سے قطع نظر اب مخالفت اور طعن و تشنیع کی بجائے ہندوستان کے مسلمان اخبارات قدر دانی و قلمی تعاون کا اظہار کرتے ہیں۔ گذشتہ دو اڑھائی سال کے عرصہ میں ہمارے بعض رسائل پر ان جرائد میں جو شاندار اور حوصلہ افزا تبصرے نکلے ہیں وہ اس کا ایک ناقابل تردید ثبوت ہیں ان جرائد کی طرف سے اب تحریک احمدیت کی دینی و تبلیغی خدمات کو برملا سراہا جا رہا ہے۔ امیر مرحوم حضرت مولنا محمد علی صاحب رح کی وفات حسرت آیات پر بھی انہوں نے تعزیتی شذرے لکھے۔ اور اس حادثہ کو ایک عظیم دینی و قومی نقصان تسلیم کیا۔ ہندوستانی مسلمانوں کی موجودہ روز افزوں مالی و معاشی مشکلات کے مقابلے میں ہمارے رسائل و کتب کی مانگ کافی حد تک تسلی بخش ہے۔

سال زیر رپورٹ میں متعدد ہندوستانی مسلمان سلسلہ عالیہ میں باقاعدہ بیعت ہو کر شریک ہوئے۔

حیدرآباد مشن

ہندوستان کی جماعتوں اور مشنوں میں حیدرآباد مشن ایک مرکزی حیثیت رکھتا ہے ویسے بھی گذشتہ بارہ چودہ سالوں میں اسے خاص اہمیت اور امتیاز حاصل رہا ہے۔

۱۹۴۸ء کے حیدرآبادی انقلاب کے بعد حیدرآباد کی جماعت میں بہت زیادہ کمی ہو گئی ہے اور اب اس کی تعداد برائے نام رہ گئی ہے۔ لیکن مشن کا کام پہلے سے زیادہ ترقی و وسعت سے جاری ہے۔ کرنسی کے اختلاف کے بعد مختلف علاقہ جات ہند میں انجمن کی کتابوں کی فروخت، اخبارات سلسلہ کی قیمتوں اور چندوں کی وصولی کا کام بھی اس مشن سے متعلق ہو گیا ہے جو کہ یہ مشن حتی الامکان کامیابی و باقاعدگی سے انجام دے رہا ہے۔ اکثر علاقہ جات ہند کو تبلیغی لٹریچر بھی اسی مشن کی جانب سے بھیجا جاتا ہے۔ جیسا کہ سال گذشتہ کی رپورٹ میں بھی بتایا گیا تھا کہ ہندوستان کے بعض ایسے وسیع اور اہم علاقوں کے مخلص احباب کا ربط صدر مرکز سے اسی مشن کے توسط سے قائم ہے جو تقسیم ہند کے بعد سے الگ تھلگ پڑے تھے۔ اب ان کو بتوسط حیدرآباد مشن خطوط اور لٹریچر بھیجا جاتا ہے۔ اور اسی مشن کے ذریعہ وہاں کا کاروبار انجام دیا جاتا ہے۔

حیدرآباد دکن مشن کا پورا انتظام و نگرانی شیخ محمد انعام الحق صاحب کے سپرد ہے۔

ہبلی وگدگ مشن

صوبہ بمبئی کے علاقہ کرناٹک میں ہمارا یہ مشن قائم ہے اور کامیابی و عمدہ طریق پر تبلیغی خدمات انجام دے رہا ہے۔ کنٹری زبان میں جو کہ اس علاقہ کی زبان ہے اس نے متعدد و عمدہ اسلامی تبلیغی کتب و رسائل بھی شائع کئے ہیں۔ ہبلی وگدگ کی جماعتوں کی تعداد بھی معقول ہے اور اس تعداد میں تقسیم ہند کے بعد کمی نہیں ہوئی۔ کیونکہ کرناٹک کا علاقہ انقلاب ۱۹۴۷ء سے قریباً غیر متاثر رہا ہے۔ اس علاقہ کے مسلمانوں نے بالعموم نقل وطن نہیں کیا۔ البتہ یہ جماعتیں چندہ ماہوار وغیرہ میں سست ہیں۔ امید ہے اس کی اصلاح کی طرف وہاں کے احباب خاص طور پر توجہ کریں گے۔ اس مشن کے انچارج مولوی محمد بڈھن برہور صاحب ہیں جو اس علاقہ میں اکثر تبلیغی دورے بھی کرتے رہتے ہیں۔

رسالہ "شانتی سندیس"

متفرق دینی کتب و رسائل کے علاوہ ہمارے اس مشن کی طرف سے کنٹری زبان کا ایک ماہوار تبلیغی رسالہ "شانتی سندیس" بھی شائع کیا جا رہا ہے۔ جو مالی مشکلات و دیگر موانعات کے باوجود بالعموم باقاعدگی سے شائع ہو رہا ہے۔ یہ غالباً ہندوستان بھر میں مسلمانوں کا واحد کنٹری پرچہ ہے۔

کنٹری جنوبی اور مغربی ہندوستان کی ایک اہم اور اچھی خاصی وسیع و ترقی یافتہ زبان ہے کروڑوں افراد کی یہ مادری اور کاروباری بولی ہے بڑے بڑے اور کامیاب و کثیر الاشاعت اخبارات و رسائل اس زبان میں شائع ہوتے ہیں۔ مشہور فرقہ لنگایت کی یہ مذہبی اور ریاست میسور کی سرکاری زبان ہے۔ اس سے آپ رسالہ "شانتی سندیش" کی ضرورت و اہمیت کا اندازہ بآسانی لگا سکتے ہیں۔

جماعت بمبئی

جماعت بمبئی بھی ۱۹۴۷ء کے انقلاب سے کافی متاثر ہوئی اور اب یہاں صرف چند احباب رہ گئے ہیں باقی نقل وطن کر چکے ہیں۔ جماعت بمبئی کی نگرانی ہمارے مشہور بزرگ اور بلند پایہ مناظر مولنا عمر الدین صاحب شملوی کے سپرد ہے جو ناموافق حالات کا مقابلہ کرتے ہوئے بھی تبلیغی سرگرمیوں کو جاری رکھے ہوئے ہیں۔ امسال انہوں نے ہبلی وگدگ کا دورہ بھی فرمایا۔ بمبئی شہر ہندوستان میں

(باقی برصفحہ ۱۲)

کیا بابا نانک صاحب کسی نئے مذہب کے بانی تھے؟

از عباد اللہ صاحب گیانی

(۳)

ہم مستند سکھ کتب کے حوالہ جات سے اس امر پر روشنی ڈال چکے ہیں کہ جناب بابا نانک صاحب کسی نئے مذہب کے بانی نہ تھے۔ البتہ گورو گوبند سنگھ صاحب موصوف سے قریباً پونے دو صدیاں بعد تیسرا پنتھ جاری کیا تھا۔ جو اپنی تبدیل شدہ یا اصلاح یافتہ شکل میں موجودہ سکھوں میں پایا جاتا ہے۔ بابا صاحب کے زمانہ میں ایسے سکھوں کا کوئی وجود نہ تھا۔ اور نہ ان کے موجودہ عقاید اور اعمال ہی وجود میں آئے تھے۔ گورو گوبند سنگھ سے قبل ہندوستان میں اسلام اور ویدک دھرم۔ دو بڑے مذاہب پائے جاتے تھے اور ان دونوں کے عقائد اور ارکان مختلف تھے۔

جناب بابا صاحب کی تعلیم کا گہری نظر سے مطالعہ کرنے والے جانتے ہیں کہ آپ کی تعلیم دو حصوں پر مشتمل ہے۔ ایک حصہ میں تو آپ نے ہندو مذہب کی کتب اور رسومات وغیرہ کا کھلے بندوں رد کیا ہے۔ چنانچہ ایک سکھ ودوان تحریر فرماتے ہیں:-

"گوربانی میں سب سے زیادہ ہندو مذہب کا رد کیا ہے۔ ہندوؤں کے توہمات اور رسومات کی لاگ سے سکھ کو بچانے کی غرض سے بہت اپدیش ہے"

(ترجمہ از سکھ قانون ص ۲۵۷)

اور دوسرا حصہ ایسا ہے جس میں آپ نے اسلام کو سراہا ہے اور اسلامی عقاید کو اپنایا ہے۔ بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ جنہوں نے تقریباً تیس برس تک گورو گرنتھ صاحب وغیرہ سکھ کتب کا مطالعہ کیا تھا بابا صاحب سے متعلق فرماتے ہیں کہ:-

"گورو صاحب نے جا بجا وید کی مخالفت کی ہے۔ اور جہاں تک ان کی علمی حیثیت تھی۔ انہوں نے دین اسلام کے عقاید کو پسند کیا ہے"

(سرمہ چشم آریہ ص ۱۳۱)

آپ نے اپنی آخری کتاب میں رقم فرمایا ہے:-

"انہوں نے (یعنی بابا نانک صاحب نے) حج کیا اور تمام اسلامی عقاید کی پابندی اختیار کی"

(پیغام صلح ص ۷)

اسلامی عقائد

اسلام نے پانچ عقاید ایسے پیش کئے ہیں جو کہ بنیادی ہیں۔ ہر مومن مسلمان کے لئے ان کا اختیار کرنا نہایت ضروری ہے۔ چنانچہ وہ یہ ہیں:-

ان تومن باللہ۔ وملئکتہ۔ وکتبہ ورسلہ والیوم الاخر (مشکوٰۃ)

یعنی اللہ اس کے فرشتوں۔ اس کی کتابوں۔ اس کے رسولوں اور آخرت کے دن پر ایمان لانا ہر مومن مسلمان کے لئے ضروری ہے۔

قرآن شریف میں مذکور ہے:-

ومن یکفر باللہ وملئکتہ وکتبہ ورسلہ والیوم الاخر فقد ضل ضللاً بعیداً۔

(نساء ع ۲۰)

یعنی جو شخص اللہ۔ اس کے فرشتوں۔ اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں اور قیامت کے دن کا انکار کرتا ہے وہ کھلا کھلا گمراہ ہے۔

مسلمان کی یہ تعریف خدا اور اس کے رسولؐ کی مقرر کردہ ہے۔ سردار بہادر کاہن سنگھ بیان کرتے ہیں:-

"جو رسول محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) خدا کے فرشتوں۔ الہامی کتاب قرآن شریف۔ آخری فیصلہ کے دن اور خدا پر ایمان لاتا ہے۔ وہ مسلمان ہے۔ اور اسے ہی مومن کہتے ہیں"

ترجمہ از انسائیکلوپیڈیا آف دی سکھ لٹریچر ص ۳۵۵

جناب بابا صاحب نے فرمایا ہے:-

نانک رکھ ایمان دِرڑھ
تاں مسلمان سدائے

(جنم ساکھی بھائی بالا ص ۲۵۷)

پہلا عقیدہ

اسلامی عقاید میں سب سے پہلی بات خدا پر ایمان لانا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ دنیا کے تمام مذاہب خدا کی ہستی کے قائل ہیں۔ مگر اس کے باوجود ہر مذہب کی توحید دوسرے سے مختلف ہے۔ جو اسے ایک دوسرے سے الگ کر دیتی ہے۔ بابا صاحب جس توحید کے قائل تھے وہ بجز اسلام کے اور کہیں بھی نہیں ملتی۔ چنانچہ بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ تحریر فرماتے ہیں کہ:-

"درحقیقت بابا صاحب جس خدا کی طرف اپنے اشعار میں لوگوں کو کھینچنا چاہتے ہیں اس پاک خدا کا نہ ویدوں میں کچھ پتہ چلتا ہے اور نہ عیسائیوں کی انجیل محرف و مبدل میں۔ بلکہ وہ کامل اور پاک خدا قرآن کریم کی مقدس آیات میں چمک رہا ہے"

(ست بچن ص ۵۸)

حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ السلام نے یہ بھی بیان فرمایا ہے کہ جناب بابا صاحب کو الہاماً بتایا گیا تھا کہ سچی توحید اسلام میں ہی پائی جاتی ہے۔ جیسا کہ:-

بنایا گیا اسکو الہام میں
کہ پائیگا تو مجھ کو اسلام میں

(ست بچن ص ۱۰)

ایک انگریز ودوان سر جان میلکم نے جناب بابا نانک صاحب کے متعلق لکھا ہے:-

"Nanak did not deny the mission of Mohammed the prophet was send he said by God, to this world to do good, and to deseminate the Knowledge of one God through means of the Koran."

Sketch of the Sikhs P. 160

سر جان میلکم نے اس کے آگے بعض ایسی غلط باتیں لکھ دی ہیں جو سکھوں نے تعصب اور پکشپات کی وجہ سے سکھ کتب میں داخل کر دی ہیں۔ حقیقت سے ان کا کوئی تعلق نہیں۔

ایک ہندو ودوان مسٹر تارا چند لکھتے ہیں:-

"It is clear that Nanak took the Prophet of Islam as his model and his teaching was naturally deeply coloured by fact" (Influence of Islam on Indian Culture 169)

محسن فانی۔ جو کہ بقول سردار بہادر سنگھ نابھہ سکھوں کے چھٹے گورو گوبند صاحب کے ہم عصر تھے اور ایک دو مرتبہ ان سے ملاقاتی بھی ہوتے تھے۔ بابا صاحب کے متعلق لکھتے ہیں کہ

"نانک قائل توحید باری بود و بامور یکہ منطوق شرع محمدیست"

(دبستان مذاہب ص ۲۲۳)

گورو دوارہ ٹربیونل کے ایک فاضل جج نے (پاکستان سے قبل) ایک مقدمہ میں جناب بابا نانک صاحب کے متعلق تحریر فرمایا تھا کہ:-

"بعض لوگوں کا خیال ہے (ملاحظہ ہو ہیوز کی ڈکشنری آف اسلام) کہ گورو نانک صاحب نے اپنے مخصوص عقاید اسلام سے اخذ کئے تھے۔ یہ یقینی بات ہے کہ اس نے خود کو اسلام کا مخالف ظاہر نہیں کیا"

(ترجمہ از ادامی سکھ ازم ص ۲۲)

ان تمام حوالجات کا خلاصہ یہی ہے کہ جناب بابا صاحب پر اسلامی تعلیمات کا بہت گہرا اثر تھا۔ اور آپ نے اسلامی عقاید کو اپنایا تھا۔ اور اسلامی توحید کو ہی دنیا کے سامنے پیش کیا تھا۔ ذیل میں ہم بابا صاحب کے کلام سے بھی چند ایک ایسی مثالیں پیش کرتے ہیں جن سے اس امر کی تائید ہوتی ہے:-

قرآن کریم	بابا نانک صاحب کا کلام
قل ھو اللہ احد یعنی اس بات کا اعلان کر دو کہ اللہ ایک ہی ہے	صاحب میرا ایکو ہے ایکو ہے بھائی ایکو ہے محلہ ۱ ص ۳۵۰
اللہ الصمد یعنی خدا بے محتاج ہے اور	بے محتاج بے انت اپارا محلہ ۱ ص ۱۱۹

ایک عظیم شخصیت کی زندگی کے چند سبق آموز واقعات

شیخ غلام قادر صاحب

چہ خوش بودے اگر ہر یک زامت نوردین بودے
ہمیں بودے اگر ہر دل پُر از نور یقیں بودے
(مسیح موعودؑ)

حضرت مولنا نورالدین رحمۃ اللہ علیہ احمدیت کی تاریخ میں ایسی عظیم الشان ہستی ہو گذری ہے جس کا عشق قرآن محبت رسولؐ، حضرت امام العصر سے والہانہ عقیدت، تبحر علمی، ایثار، سخاوت اپنی نظیر آپ تھے۔ مسلمان، ہندو، سکھ، عیسائی یکساں طور پر اس کے چشمۂ فیض سے مستفیض ہوتے تھے۔ اس کی مجلس عالیہ کا نقشہ۔ اس کا فیض عام مطب۔ اس کی بوریہ نشینی اور درس قرآن ان تمام قدسی صفات مجالس کے نقوش ابھی تک ان کے دیکھنے والوں کے ذہن میں موجود ہیں کاش ہم ان کی یاد تازہ رکھتے اور ان کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کرتے۔

آپ کے عشق قرآن کا یہ عالم تھا کہ زندگی کے آخری ایام میں درس کے لئے مسجد تشریف لے جاتے تو واپسی پر اس قدر نقاہت ہو جاتی تھی کہ بعض اوقات چارپائی پر اُٹھا کر گھر لائے جاتے تھے۔ جب حضرت مولنا محمد علیؒ انگریزی ترجمہ و تفسیر سنانے کے لئے ان کی خدمت میں حاضر ہوتے تو اکثر چارپائی پر لیٹے لیٹے فرماتے

"توبیا کہ زندہ مانم"

جس وقت رفیق اعلےٰ سے ملنے کا پیغام آیا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت مولنا رحمۃ اللہ علیہ کے ختم قرآن کی بھی بشارت بذریعہ الہام حضرت سید حامد علی شاہ صاحب آگئی "خلیفۃ المسیح کو ختم قرآن مبارک ہو"۔ چنانچہ انگریزی ترجمہ و تفسیر قرآن کی مقبولیت نے اس الہام پر مہر تصدیق ثبت کر دی۔

فرماتے ہیں میں جب بھوپال سے رخصت ہونے لگا تو اپنے استاد مولوی عبدالقیوم صاحب کی خدمت میں رخصتی ملاقات کے لئے حاضر ہوا سینکڑوں آدمی بطریق مشایعت میرے ہمراہ تھے جن میں اکثر علما اور معزز طبقہ کے لوگ تھے۔ میں نے مولوی صاحب سے عرض کیا کہ مجھ کو کوئی ایسی بات بتائیں جس سے میں ہمیشہ خوش رہوں فرمایا کہ "خدا نہ بننا اور رسول نہ بننا" میں نے عرض کیا کہ حضرت یہ بات میری سمجھ میں نہیں آئی اور یہ بڑے بڑے عالم موجود ہیں غالباً یہ بھی نہ سمجھے ہوں گے۔ سب نے کہا ہم بھی نہیں سمجھے۔ مولوی صاحب نے فرمایا کہ تم خدا کس کو کہتے ہو؟ میری زبان سے نکلا کہ خدا تعالےٰ کی ایک صفت فعالٌ لما یرید ہے وہ جو چاہتا ہے کر گذرتا ہے۔ فرمایا کہ بس ہمارا مطلب اسی سے ہے یعنی تمہاری کوئی خواہش ہو اور وہ پوری نہ ہو تو تم اپنے نفس سے کہو کہ میاں تم کوئی خدا ہو؟ رسول کے پاس اللہ تعالےٰ کی طرف سے کوئی حکم آتا ہے۔ وہ یقین کرتا ہے کہ اس کی نافرمانی سے لوگ جہنم میں جائیں گے اس لئے اسکو بہت رنج ہوتا ہے تمہارا فتویٰ اگر کوئی نہ مانے تو یقینی جہنمی تھوڑا ہی ہو سکتا ہے لہذا تم کو اس کا بھی رنج نہ ہونا چاہیئے۔

باجماعت نماز نہ ملنے کا غم

آپ فرماتے ہیں:۔

مدینہ طیبہ میں جن دنوں میں شاہ عبدالغنی صاحب سے تعلیم پاتا تھا ایک دن ظہر کی نماز باجماعت مجھ کو نہ ملی۔ جماعت ہو چکی تھی اور میں کسی سبب سے رہ گیا مجھے ایسا معلوم ہوا کہ یہ اتنا بڑا گناہ کبیرہ ہے کہ قابل بخشش ہی نہیں خوف کے مارے رنگ زرد ہو گیا مسجد کے اندر گھسنے سے بھی ڈر معلوم ہوتا تھا تھا وہاں ایک باب الرحمت ہے اس پر لکھا ہوا ہے یعبادی الذین اسرفوا علیٰ انفسھم لا تقنطوا من رحمۃ اللہ ان اللہ یغفر الذنوب جمیعا انہ ھو الغفور الرحیم۔ اس کو پڑھکر پھر بھی ڈرتا ہوا اور حیرت زدہ سا ہو کر مسجد کے اندر گھسا اور بہت ہی گھبرایا جب میں منبر اور حجرہ شریف کے درمیان پہنچا اور نماز ادا کرنے لگا تو رکوع میں مجھے جس خیال نے بہت زور دیا وہ یہ تھا کہ حدیث صحیح میں آیا ہے کہ ما بین بیتی و منبری روضۃ من ریاض الجنۃ اور جنت تو وہ مقام ہے جہاں جو التجا کی جاتی ہے وہ مل جاتی ہے پس میں نے دعا کی۔ الٰہی میرا یہ قصور معاف کر دیا جائے (دوستوں کو باجماعت نماز کا خیال رکھنا چاہیئے۔ ناقل)

گناہ وہ ہے جس سے دل میں کھٹکا ہو

فرمایا مجھ کو ایک بیوہ کا پتہ لگا کہ جس کو مختلف اسباب سے میں پسند کرتا تھا میں نے اس کے یہاں نکاح کی تحریک کی۔ وہ عورت تو راضی ہو گئی۔ مگر ملک کا رواج جو بیواؤں کے نکاح کا نہیں ہے اس کے متعلق اس نے عذر کیا اور پھر یہ بھی کہا کہ آپ نکاح کر لیں کچھ دنوں کے بعد میرے ولی راضی ہو جائیں گے۔ میں نے ان ولیوں کو اس خیال پر کہ وہ بیوہ کے نکاح کو روکتے ہیں معزول سمجھا اور اس نکاح میں جرأت کر لی قبل اس کے وہ ہمارے گھر میں آتے میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آپ کا چہرہ زرد ہے زمین پر لیٹے ہوئے ہیں ڈاڑھی منڈی ہوئی ہے۔ تب میں نے ایک خط میاں نذیر حسین دہلوی اور ایک شیخ محمد حسین بٹالوی کو لکھا اور اس میں لکھ دیا وہ بیوہ بالغ ہے اور ولی نابالغ ہے یہ تو مجھ کو یاد نہیں کہ ان دونوں میں سے کس کا خط آیا تھا مگر ایک خط آیا جس میں لکھا تھا کہ ایسے ولی معزول ہو جاتے ہیں اور ایسی بیوہ اپنے اختیار سے نکاح کر سکتی ہے کیونکہ حدیث لا نکاح الا بولی میں کلام ہے جو میرے مطلب کے مطابق تھا۔ میں بڑا خوش ہو کر اُٹھا کہ اب اسکو گھر میں بلا لوں بیٹھک کے پھاٹک پر پہنچا تو ایک شخص حدیث کی کتاب لایا اور کہا یہ حدیث سمجھا دو الاثم ما حاک فی صدرک ولو افتاک المفتون اس کے دیکھتے ہی میرا بدن سُن ہو گیا اور میں نے کہا تم لے جاؤ پھر بتائیں گے۔ میں نے یہ سمجھا کہ خدا تعالےٰ نے مجھ کو یہ آگاہ کیا ہے کہ ان مفتیوں کے فتوؤں کی طرف توجہ نہ کرو۔ میں نے وہ پھاٹک بند کر دیا۔ بیٹھک کے اندر دالان میں آیا۔ میرے دل میں یہ بھی خیال آتا تھا کہ اول تو حدیث میں کلام ہے دوسرے مفتیوں نے فتوے دے دیا ہے۔ بہرحال دالان میں آتے ہی مجھ پر نوم غیر طبعی طاری ہو گئی۔ میں لیٹ گیا۔ میں لیٹ گیا تو میں نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اس وقت آپ کی عمر پچیس برس کے قریب معلوم ہوتی تھی۔ گویا وہ عمر تھی جب آپ کی شادی ہوئی ہو گی۔ میں نے دیکھا کہ بائیں جانب سے آپ کی ڈاڑھی خشخشی ہے اور داہنی طرف بال بہت بڑے ہیں اور میں حضور میں بیٹھا ہوں۔ میں نے دل میں سوچا کہ بال دونوں طرف کے برابر ہوتے تو خوبصورت ہوتے۔ پھر معاً میرے دل میں آیا کہ چونکہ اس حدیث کے متعلق مجھ کو تامل ہے اس لئے یہ فرق ہے۔ تب میں نے اسی وقت دل میں کہا کہ اگر سارا جہان بھی اسکو ضعیف کہے گا تب بھی میں اس حدیث کو صحیح سمجھوں گا یہ خیال کرتے ہی میں نے دیکھا کہ دونوں طرف ڈاڑھی برابر ہو گئی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہنس پڑے اور مجھ سے کہا کیا کشمیر دیکھنا چاہتا ہے۔ میں نے کہا ہاں یا رسول اللہ۔ آپ چل پڑے اور میں پیچھے پیچھے ہو لیا۔ بانہال کے راستہ سے ہم کشمیر گئے۔ یہ بیوہ چھوڑ دینا اور کشمیر کی ملازمت کی تحریک ہے۔

(خیالات نورالدین)

(باقی ــــــ باقی)

(۱) آں گروہ حق کہ از خود فانی اند
آب نوش از چشمۂ فرقانی اند
(۲) دور تر از خود بیار آمیختہ
آبرو از بہر روئے ریختہ
(۳) چشم شاں شد پاک از شرک و فساد
شد دل شاں منزل ربُّ العباد
(مسیح موعودؑ)

(۱) ترجمہ:۔ یہ طائفہ فانی فی اللہ اور عاشقان سرمدی چشمۂ قرآن سے سیراب ہوتے ہیں۔
(۲)۔ وہ اپنے نفس اور نفسانی خواہشات سے الگ ہو کر اپنے یار سے رشتہ جوڑ لیتے ہیں اور نظارہ رُخ یار کی خاطر اپنی آبرو کھو بیٹھتے ہیں۔
(۳) ان کی چشم حقیقت بیں شرک و فساد سے پاک ہوتی ہے اور ان کا دل مسکن یار (رب العباد) بن جاتا ہے۔

حضرت امیرؒ سے میرے تعلقات

جناب فضل کریم صاحب ٹھیکیدار (راولپنڈی)

ذیل کا مضمون حضرت "امیر نمبر" کے شائع ہونے کے بعد موصول ہوا ۔۔۔۔۔۔

آج مورخہ ۱۳ اکتوبر ۱۹۵۱ء کو دن کے گیارہ بجے حضرت امیر مولانا محمد علی اس جہانِ فانی سے رحلت فرما گئے (اناللہ وانا الیہ راجعون)۔ آپ جماعت احمدیہ لاہور کو ہمیشہ کے لئے چھوڑ گئے آپ جاتے ہوئے بھی مسلمانانِ عالم کو اور احمدیہ جماعت کو ایک ایسا تحفہ دے گئے جو کہ رہتی دنیا تک ان کا نام زندہ رکھے گا۔ ہمیں تو وہ خوش کر کے رخصت ہو گئے مگر ہم سے آپ ناراض گئے۔

میرے پیارے امیرؒ جن کی میں باپ سے بڑھ کر عزت کرتا تھا۔ یہ داغِ مفارقت دیکر اس دنیا سے تو اوجھل ہو گئے مگر ان کا فیضِ تقویٰ اور ان کی عبادت کبھی بھی اوجھل نہیں ہو سکتی اس عاشقِ قرآن نے جو اسلامی فتوحات حاصل کیں اور خدا کا نام دنیا میں بلند کیا ان سے ان کا نام ہمیشہ کے لئے زندہ رہیگا جو کام ان کے مرشد نے ان کے سپرد کیا اسکو انہوں نے پورا کر دکھایا۔

حضرت امیرؒ اکثر راولپنڈی کے جلسوں پر تشریف لایا کرتے تھے اور میرے غریب خانہ پر تشریف لا کر مجھے شرف بخشا کرتے تھے۔ ان کی وہ محبت بھری باتیں جو جماعت اور دیگر مسلمانوں کے ساتھ وابستہ تھیں میرے دماغ میں گونجتی ہیں اور دل پر نقش تحریر ہیں وہ مردِ خدا عاشقِ قرآن ہمیشہ یہی کوشش کرتا رہا کہ خدا کا پیغام دنیا کے کونے کونے میں پھیل جائے اور اللہ تعالےٰ کی ذات باری پر ان کو اتنا بھروسہ تھا کہ وہ اکثر فرمایا کرتے تھے مجھے نظر آتا ہے قرآن کریم دنیا میں پھیل جائیگا اور اللہ تعالےٰ کی طرف سے یہ کام سر انجام ہوگا۔

رات کو اکثر جلسہ دیر سے ختم ہوا کرتا اور ہم دیر سے واپس آتے تھے حضرت امیرؒ اور خاکسار ایک ہی کمرہ میں سوتے تھے۔ ایک دفعہ ہم جلسہ سے رات کے ساڑھے بارہ بجے واپس آئے اور آکر سو گئے۔ ابھی سوتے ہوئے دیر نہ ہوئی تھی کہ میری آنکھ کھل گئی۔ میں نے رونے اور سسکیاں بھرنے کی آواز سنی، میں نے سمجھا حضرت امیر خواب میں رو رہے ہیں کافی دیر تک آواز سنتا رہا لیکن آواز متواتر آ رہی تھی آخر میں اٹھا اور حضرت امیرؒ کی چارپائی کے قریب گیا اور ٹیبل لمپ کو جلایا جو کہ ان کی چارپائی کے نزدیک ہی میز پر رکھا ہوا تھا میں نے دیکھا کہ حضرت امیرؒ چارپائی پر نہیں ہیں میں بڑا حیران ہوا میں نے چاروں طرف کمرے میں دیکھا تو حضرت امیرؒ کو ایک کونے میں سجدے میں پڑے ہوئے پایا وہ رو رہے تھے میں یہ نظارہ دیکھکر مبہوت کھڑا رہا حضرت امیرؒ کی شخصیت کا آنا رعب اور دبدبہ مجھ پر پڑا کہ میں بیان نہیں کر سکتا اسی حالت میں کھڑا رہا کہ صبح کی نماز کا وقت آگیا میں نے وضو کیا اور ان کے ساتھ نماز ادا کی۔ یہ مردِ خدا ہر وقت اللہ اور رسول کے کاموں میں محو رہتا۔ دینِ اسلام کی اشاعت اس عاشقِ قرآن کا سب سے بڑا مقصد تھا ان کا کوئی ایسا وقت نہیں تھا جس وقت وہ لکھنے میں مصروف نہ ہوں میں اکثر سوچتا تھا کہ حضرت امیرؒ چوبیس گھنٹوں میں سرف دو گھنٹے رات کو آرام کرتے ہیں تو ان کی صحت کا اللہ ہی حافظ ہے۔ میں نے اکثر دیکھا کہ یہ نورانی انسان لکھنے میں اسقدر محو ہے کہ ان کے سامنے چائے رکھی ہے اور پڑی پڑی سرد ہوگئی ہے جب ان سے عرض کیا کہ حضرت چائے تو ٹھنڈی ہوگئی ہے تو فرماتے اچھا پھر گرم ہو جائے گی اس مجاہد نے دنیا میں ۔۔۔۔۔۔۔۔ وہ کام کیا ہے جو تیرہ سو سال کے عرصہ میں نہ ہوا تھا جو اس عاشقِ قرآن نے سر انجام دیا۔

ایک دفعہ میں اور میرے ایک دوست خان بہادر قاضی نذیر احمد صاحب جو سرکاری وکیل ہیں اور راولپنڈی کے بہت معزز آدمی ہیں، موٹر میں جہلم جا رہے تھے راستے میں خان بہادر صاحب نے پوچھا کہ حضرت مولنا صاحب کی صحت کیسی ہے میں نے جواب دیا کہ ان کی صحت آج کل اچھی نہیں اکثر بیمار رہتے ہیں۔

خان بہادر صاحب نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ حضرت مولنا محمد علی صاحب کو صحت عطا کرے اور ان کی عمر دراز کرے اس انسان نے قرآن کریم پیغمبرِ اسلام اور اسلام کی وہ خدمت کی ہے کہ تیرہ سو سال کے عرصہ میں کسی نے نہیں کی۔ میں نے اکثر حضرت مولنا محمد علی صاحب کی کتابیں پڑھی ہیں جو سرور ان کی کتابیں پڑھنے سے آتا ہے اور کسی کی کتابیں پڑھنے میں نہیں آتا۔ لوگ تو کہتے ہیں کہ جنت ملے گی مگر انہوں نے دنیا میں ہی جنت بنالی۔ یہ رائے ہے ایک غیر احمدی کی حضرت امیرؒ کے متعلق۔ میں احمدیت کے سخت مخالف تھا۔ ڈاکٹر بشارت احمد صاحب مرحوم اور حضرت امیرؒ جیسے جلیل القدر انسانوں نے مجھے احمدی جماعت میں شامل ہونے کا شرف بخشا میں ان کی ذاتِ گرامی پر لاکھ لاکھ درود بھیجتا ہوں اور ربّ العزت سے دعا کرتا ہوں کہ خداوند تعالےٰ حضرت امیرؒ کے لواحقین کو اور جماعت کو صبرِ جمیل عطا فرمائے اور وہ اس مشن کو جاری رکھیں جس کے لئے حضرت امیرؒ نے تمام عمر جہاد کیا جہاد کرتے رہے آمین ثم آمین۔

آخر میں میں اس خط کی نقل جو حضرت امیرؒ نے مورخہ ۸/۵۱ کو مجھے تحریر کیا تھا کرتا ہوں حضرت امیرؒ اکثر مجھ جیسے کمتر انسان کو اپنے خطوط لکھکر شرف بخشا کرتے تھے۔ مندرجہ ذیل تحریر حضرت امیرؒ کے خط کی نقل ہے:-

"پیرا دین"

برنٹن روڈ ۔ کراچی ۔ ڈیٹ ۸/۵۱

اخویم مکرم و معظم ملک صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

ابھی بابو غلام قادر صاحب کے خط سے یہ معلوم کر کے بڑی خوشی ہوئی کہ آپکے وجود سے راولپنڈی کی جماعت کو قوت پہنچ رہی ہے اور آپ نے وہاں بچوں اور بچیوں کی تعلیم کے لئے اسکول بھی کھول رکھا ہے اور اسکول میں جماعت کے لئے نماز جمعہ کا بھی انتظام ہو گیا ہے۔ اللہ تعالےٰ ان سب نیک کاموں کے لئے آپ کو جزائے خیر دے مگر میں ایک اور کام کی طرف بھی آپ کو توجہ دلانا چاہتا ہوں اور وہ ہے جماعت کا استحکام اور اس کی توسیع تاکہ اس کے ذریعہ سے دنیا میں تبلیغ اسلام کے کام کو قوت ملے۔ ایک وقت تھا آپ ان کاموں میں پوری قوت سے حصہ لیتے تھے اب جبکہ اس کے لئے مواقع اور محل بھی بڑھ گئے ہیں تو امید ہے آپ بھی قدم کو اس زمانہ میں اسی رفتار پر چلا کر اس سے بھی تیز کر کے جماعت کو ایک زبردست طاقت اور قوت کا موجب بنالیں گے۔ والسلام۔ خاکسار۔ محمد علی۔

۱/۵۱ ۸/ ۵۱

بابا نانک صاحب (بقیہ صفحہ)

سب اس کے محتاج ہیں۔	یعنی خدا بے محتاج اور بے انت ہے۔
لم یلد و لم یولد ولم تکن لہ صاحبۃ یعنی نہ اس کا کوئی باپ ہے نہ بیٹا اور نہ اس کی کوئی بیوی ہے۔	نہ تس مات پتا ست بندھپ نہ تس کام نہ ناری محلہ ا صفحہ ۵۹۷ یعنی نہ اس کا کوئی باپ ہے نہ بیٹا ہے اور نہ اس کی کوئی بیوی ہے۔
ولم یکن لہ کفواً احد یعنی۔ اس جیسا اور کوئی بھی نہیں۔	تم سم سرا اور کو ناہی (محلہ ا صفحہ ۲۱۶) یعنی تیرے جیسا اور کوئی بھی نہیں۔

الغرض بابا صاحب نے اپنے کلام میں توحید کے متعلق جو کچھ بھی بیان کیا ہے وہ قرآن شریف کی کسی نہ کسی آیت کا ترجمہ ہے مثال کے طور پر چند ایک حوالہ جات ہم اوپر نقل کر چکے ہیں ان سے یہ بات ثابت ہے کہ بابا صاحب اسلام کی پیشکردہ توحید کے قائل تھے اور اسی کا پرچار کیا کرتے تھے بابا صاحب کے کلام سے بیشمار ایسی مثالیں ملتی ہیں جن سے آپ کا اسلامی توحید کا قائل ہونا ثابت ہوتا ہے۔

خسارہ بجٹ

جملہ احباب اور تمام سیکرٹری صاحبان اور پریزیڈنٹ صاحبان کی خدمت میں گذارش ہے کہ براہ کرم خسارہ بجٹ کے متعلق اپنے اپنے وعدے پورے کر کے عنداللہ ماجور ہوں۔ یہ ایک نہایت اہم قومی کام ہے جس کی طرف جماعت کے دوستوں کو فی الفور توجہ کرنی چاہیئے۔

خاکسار۔ مرتضیٰ خاں

اسسٹنٹ سیکرٹری تحصیل

عہد حاضر کے عمرانی اور اجتماعی تقاضے

اور

مطالعہ سیرت نبویہ طیبہ

جناب مولینا حیدر زمان صاحب صدیقی

گرد تو گردد حریم کائنات
از تو خواہم یک نگاہ التفات
ذکر و فکر و علم و عرفانم توئی
کشتی و دریا و طوفانم توئی

جہاں ظلمت و تاریکی انتہائی درجہ کی وحشت انگیز، گہری اور وسعت گیر ہو، وہاں ایسی تابناک روشنی کی ضرورت محسوس کی جاتی ہے، جس کی شعاعیں حدود ناآشنا، تیز اور شفاف ہوں مرض جتنا پیچیدہ اور ہلاک ہو، اتنا ہی اس بات کا شعور و احساس زیادہ ہوتا ہے کہ اس کے علاج کے لئے کسی کہنہ مشق اور عظیم المرتبت طبیب کی خدمات حاصل کی جائیں، مشکلات جتنی روح فرسا، اضطراب انگیز اور ہمہ گیر ہوں، ان کے ازالہ و دفاع کی سعی و کوشش بھی اسی قدر موثر، دور رس اور وسعت آشنا ہونی چاہیئے۔ جب دریا کی موجوں میں قیامت خیز تلاطم بپا ہو اور ساتھ ہی ہوائے مخالف کے تیز و تند جھونکے پوری شدت سے ناؤ کو پیچھے کی جانب دھکیل رہے ہوں تو ایسی حالت میں ایک اعلےٰ درجہ کا تربیت یافتہ اور آزمودہ کار ناخدا ہی کشتی کو صحیح و سالم پار لگا سکتا ہے۔

تاریخ انسانی کا یہ دور جس سے آج ہم گذر رہے ہیں تہذیبی، عمرانی اور تمدنی لحاظ سے اس منزل تک پہنچ چکا ہے کہ اس سے چند قدم آگے اہل دنیا کی عبرت انگیز تباہی کا ہیبت ناک منظر دکھائی دے رہا ہے جہالت و غوایت اور ضلالت و شقاوت کی تیرہ و تار گھٹائیں کرۂ ارضی پر چھا گئی ہیں، اور فطرت کی بخشی ہوئی صلاحیتیں قلب و نظر کی تیرگی میں بالکل گم ہو گئی ہیں۔

معمولی حالات میں یہ ممکن تھا کہ چراغ رہگذر کی دھیمی دھیمی شعاعوں ہی سے کام نکال لیا جاتا۔ لیکن جہاں ہر چہار سو تاریکی ہو (ظلمٰت بعضها فوق بعض) اور دنیا کی وسیع و عریض آبادی کے کسی ایک گوشہ میں بھی نور و ضیا کی نمود باقی نہ رہ گئی ہو۔ اور پھر اس آفاق گیر تاریکی میں پوری انسانی آبادی کے کھو جانے کا خطرہ درپیش ہو تو اس حالت میں کسی معمولی روشنی سے کام نہیں چل سکتا، بلکہ اس کے لئے ایک عالمتاب روشنی نور مبین کی ضرورت ہے جس کی ضیا باریوں سے دنیا کا گوشہ گوشہ چمک اٹھے۔

فساد و تعصب، فسق و معصیت، ہوا پرستی، حرص، دولت قوم و وطن کی عصبیت، قومی تاریخ اور قومی جھنڈے کی پرستش کی قسم کی ہلاکت آفریں بیماریوں نے آج انسان کو نہایت بری طرح دبوچ لیا ہے، اور وقت کے تمام بڑے بڑے معالج اور مدعیان علم و حذاقت ان کے علاج میں ناکام رہے ہیں۔ اس لئے اب ان مہلک بیماریوں کے علاج کے لئے بہر حال کسی ایسے تجربہ کار اور نامور طبیب کی جانب رجوع کرنا پڑے گا۔ جو اس سے پہلے ایسی بیماریوں کے علاج میں عبقریانہ شہرت حاصل کر چکا ہے۔

جسم انسانی کا کوئی ایک ہی حصہ اگر زخمی ہوتا، تو علم و دانش کے بھاہے سے اس کے اندمال کی کوئی صورت ممکن ہوتی لیکن جب پورا جسم بوسیدہ اور تار تار ہو چکا ہو اور اس میں زندگی کی ایک رمق بھی باقی نہ رہی ہو تو ایسی حالت میں کسی مسیحا کی مسیحائی اسکو از سر نو زندگی بخش سکتی ہے۔

حیات انسانی کی عمارت میں اگر کوئی ایک ہی رخنہ ہوتا، تو شاید اس کے بھرنے کی کوئی نہ کوئی سبیل نکل آتی لیکن جب پوری عمارت ہی کھوکھلی اور زمین بوس ہو چکی ہو تو اس صورت میں بجز اس کے کوئی چارہ کار نہیں کہ اس کی تعمیر جدید کا کام کسی ماہر فن معمار کے سپرد کیا جائے۔

تمدن جدید کی ہلاکت آفرینیوں نے انسانی زندگی کی کشتی کو خون آشام حوادث و مہالک کی طوفانی لہروں کے حوالہ کر دیا ہے۔ اور اب کوئی آزمودہ کار اور دانشمند ناخدا ہی اسکو نجات و کامرانی کے ساحل تک لے جا سکتا ہے۔

ان استعاروں سے آپ یقیناً سمجھ گئے ہوں گے کہ پوری انسانی تاریخ میں ایسی جامع الصفات کامل تر اور ہمہ گیر شخصیت تنہا ایک ہی ہے جس کی حیات طیبہ کو اقوام عالم کے گوناگون پیچیدہ مسائل کا واحد حل مان لینے سے انسانیت کو امن و سکون کی پائدار اور مسلسل زندگی میسر آ سکتی ہے لیکن قبل اس کے کہ ہم اس عظیم ترین شخصیت (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اخلاقی، معاشرتی، معاشی، اجتماعی اور مملکتی کارناموں کو زیر بحث لائیں، یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ دور حاضر کے عمرانی اور اجتماعی تقاضوں کا ایک مجمل خاکہ پیش کر دیا جائے تاکہ دور رسالت کے اہم انقلابی تغیرات کے مطالعہ کے بعد ہم اسے سمجھنے کے قابل ہو جائیں کہ آج بیسویں صدی میں انسانیت جس روگ سے بستر مرگ پر تڑپ رہی ہے، کیا اس کے لئے وہی دوا کافی ہو سکتی ہے جو آج سے تیرہ سو سال پہلے کے بیمار انسان کو عین حالت نزع میں پلائی گئی تھی، اور اسی دوا نے حلق سے اترتے ہی وہ حیرت انگیز اثر دکھایا تھا کہ بیمار نہ صرف خود تندرست و توانا ہو گیا تھا، بلکہ اس نے پوری انسانی دنیا کو سرچشمۂ زندگی سے سیراب کر دیا تھا؟

وکنتم علیٰ شفا حفرۃ من النار فانقذکم منها (بقرہ)

اور تم بالکل آگ کے گڑھے کے کنارے پر کھڑے تھے، پس اللہ تعالےٰ نے تم کو اس سے بچا لیا۔۔

اور آج سے بہت پہلے وادی بطحا سے جو صدائے عشق بلند ہوئی تھی، اس کی بازگشت آج بھی محفل کو گرمانے کے لئے کافی نہیں ہے؟

یک بار نالہ کردہ ام از درد اشتیاق
از شش جہت ہنوز صدامی توان شنید

ظاہر ہے کہ جب تک کسی اسکیم کے اصولی اور بنیادی مفاسد و اسقام کا شعور پیدا نہ ہو، اس وقت تک کسی متبادل اسکیم کے حسن و قبح کی پہچان اور اس کی ضرورت کا احساس ہی نہیں ہو سکتا، اس بنا پر یہ معلوم کرنا ضروری ہوا کہ جدید مغربی تمدن (جس کی آج ہر طرف پرستش کی جا رہی ہے) کے پیچھے کس قسم کے ذہنی عوامل کار فرما ہیں اور کیا اس کے بنیادی اصول و اقدار کو صحیح تسلیم کرتے ہوئے اور ان کو جوں کا توں باقی رکھتے ہوئے تمدن جدید کی ہلاکت آفرینیوں کو کم یا ختم کیا جا سکتا ہے اگر یہ ممکن نہیں تو پھر یہ دریافت کرنا بھی ناگزیر ہے کہ تمدن جدید کے اصولی اور بنیادی سقم کی نوعیت کیا ہے یہ نوعیت معلوم ہونے کے بعد اگر کسی ایسے نظام تمدن کی نشاندہی کی جائے۔ جو اصولی منطقی اور واقعاتی طور پر اس سقم سے بالکل پاک ہو تو اس وقت اس کی قدر و قیمت کا صحیح اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

زمانہ حال کے عمرانی و تمدنی مفاسد

دنیا میں جتنے واقعات کا ظہور ہوتا ہے بظاہر ہر واقعہ تنہا اور منفرد معلوم ہوتا ہے۔ لیکن درحقیقت ہر نیا واقعہ سلسلہ واقعات کی آخری کڑی ہوتا ہے اور ان واقعات میں علت و معلول کا غیر محسوس اور معنوی تعلق موجود ہوتا ہے مثلاً جب کسی آبادی میں وبا پھوٹتی اور پھیلتی ہے۔ تو وہ یک لخت اور ناگہاں زمین سے نہیں ابل پڑتی بلکہ اس کے اسباب مدتوں پہلے اس زمین میں پرورش پا رہے ہوتے ہیں۔ اور وبا کا ظہور ان کا طبعی نتیجہ ہوتا ہے۔ جب پت جھڑ کے موسم میں ہرے ہرے درختوں کی شاخیں اپنے سبز لباس سے محروم ہو جاتی ہیں۔ سبزہ و گل کی بہار لٹ جاتی ہے۔ اور باغ و چمن کا حسن و لفریب آنا فانا مرجھا جاتا ہے، تو یہ محض اتفاقی حادثہ نہیں ہوتا، بلکہ یہ قدرتی اور طبعی نتیجہ ہوتا ہے موسمی تغیرات کا! دور جانے کی ضرورت نہیں خود انسان کی زندگی کے مختلف مراحل پر نگاہ ڈالئے، ابتداء میں وہ نہایت نحیف اور ننھا سا وجود لے کر آتا ہے، اور پھر بتدریج قوت و تنومندی اور نشو و کمال کی طرف حرکت کرتا رہتا ہے لیکن جونہی وہ کمال وجود کی آخری منزل کو پہنچتا ہے تو غیر محسوس طریقہ سے اس میں ضعف و اضمحلال کے آثار پیدا ہونے لگتے ہیں، یہ تغیرات جو انسانی جسم پر طاری ہوتے ہیں، از خود نہیں پیدا ہو جاتے۔ بلکہ ان کا تعلق جسم کے ایک داخلی نظام سے ہے، اور فطرت کے اس مخفی نظام میں ہر لحظہ نشوو ارتقا اور ضعف و تنزل کی قوتیں کارفرما رہتی ہیں۔

موجودہ تہذیب و تمدن کے مفاسد بالکل عیاں ہیں اور ہر دانشمند انسان کو ان کی ہیبت ناکیوں کی نسبت اسی طرح کا یقین اور قطعی علم حاصل ہے جیسا کہ عین نصف النہار کے وقت سورج کی تیز و تابناک شعاعوں کا لیکن ایسی حقیقت شناس نگاہیں بہت کمیاب ہیں، جو ظاہری اور سطحی مفاسد سے گذر کر اصل سرچشمۂ فساد کو پا سکیں، اور سلسلۂ واقعات و

مجاز کو چاک بجلیما سے حقیقت و معنی کو بے نقاب کرے اس لئے کہ انسان تو خود ہی اپنے گرد اغراض و مصالح کی آہنی دیواریں کھڑی کر دیتا ہے اور اس کی نگاہ خواہ کتنی ہی تیز بین ہو مگر اس چار دیواری سے باہر نہیں جا سکتی۔ یہ کام صرف نگاہ جہاں بین ہی کر سکتی ہے ہمیں نور نبوت اور پیغمبرانہ بصیرت کے سوا ہمہ بینی کا جوہر ملتا ہی کہاں ہے ع

کہ نگاہ برندہ تر ز پولاد است

عصر حاضر کے اہل علم و نظر میں سے جن لوگوں نے اسباب فساد کے تفحص کی سعی و کوشش کی ہے، وہ زیادہ سے زیادہ اتنا ہی کر سکتے ہیں کہ زندگی کے تمام گوشوں میں سے جو گوشہ ان کو زیادہ تاریک اور بھیانک نظر آیا۔ اسی کو دوسرے گوشوں کی ویرانی کا باعث قرار دے دیا جب دنیا میں ہر طرف ملوکیت و شاہی کا رواج تھا، تو اس دور کے ارباب فکر و نظر نے یہ خیال کیا کہ انسانی زندگی کی پریشان حالی کا سبب یہ ہے کہ شخص واحد کو اقتدار کا ماخذ مان لیا گیا ہے اور ملک کے عوام جو حقیقت میں منبع اقتدار ہیں، بیدست و پا کر دیئے گئے ہیں۔ اس تخیل نے جمہوریت و عمومیت کو جنم دیا، اور اب سمجھ لیا گیا کہ وہ مرض تھا اور یہ اس کا علاج ہے مگر یہ کسی کو معلوم نہ تھا کہ یہ علاج نہیں بلکہ خواب آور انجکشن ہے۔ چنانچہ کچھ عرصہ گزرنے کے بعد کچھ طبقوں نے یہ محسوس کیا کہ یہ تو وہی حلقہ ہائے زنجیر ہیں، جو پہلے زنگ آلود تھے اور اب ان کو جس قدر خوشنما اور چمکدار بنا دیا گیا ہے اسی قدر ان کی گرفت سخت ہو گئی ہے، قدر حریت پہلے سے زیادہ پامال اور مضمحل ہو رہی ہے، پہلے پٹ کر رو لیتے تھے اور آہ و فغاں سے دل کا بوجھ ہلکا کر لیا کرتے تھے، اور اب اگر منہ سے آواز نکلتی ہے، تو جھٹ کہہ دیا جاتا ہے کہ خبردار! یہ اپنی عوامی حکومت ہے، اب تم آزاد ہو، بلکہ قوت و اقتدار کا اصل منبع تم ہی ہو، اگر آواز نکالو گے تو غدار اور گردن زدنی تصور کئے جاؤ گے کیا یہ ہے حریت و آزادی اور جمہوریت و مساوات کہ منہ سے بولیں تو زبان کاٹ لی جائے اور آنسو بہائیں تو آنکھیں نکال لی جائیں۔ فیا للعجب ع

اے واے بہانے بہارے اگر این است بہار

غرض جمہوریت جن بلند بانگ دعاوی کو لے کر اٹھی تھی ان میں وہ بری طرح ناکام رہی اور انسانوں کے کچھ طبقوں میں اس کا رد عمل فسطائیت (فیسی ازم) کی صورت میں ظاہر ہوا، اور کچھ دوسرے طبقوں نے یہ محسوس کیا کہ یہ جمہوریت مغربی سرمایہ داروں کی ایک خطرناک چال ہے، پہلے کروڑوں انسانوں کی قسمت کی باگ ڈور ایک شخص کے ہاتھ میں تھی، اور اب ملک کے گنے چنے سرمایہ دار ہیں، جو اپنے اثر و رسوخ اور سرمایہ و دولت کے بل بوتے پر ملک کی پوری آبادی پر مسلط ہو گئے ہیں اب اس نئی بیماری سے رہائی پانے کا واحد طریقہ یہ ہے کہ عوامی طبقوں کی ہمہ گیر تنظیم سے سرمایہ داری کی لعنت کو ختم کیا جائے اور دنیا میں مزدور کا راج قائم کیا جائے، لیکن جب ایک خطۂ ارضی میں یہ راج قائم ہوا، تو دنیا نے حیرانی سے دیکھا کہ یہ تو بدترین قسم کی چنگیزیت ہے جس کی گرفت جمہوریت سے بھی شدید تر ہے۔

[illegible] اور سلاطین اس سے بھی زیادہ غلط! جو منبع فساد تھا، اس تک کسی کی نگاہ پہنچی ہی نہیں اور اس سے جو نتائج رونما ہوئے وہ غیر متوقع نہ تھے۔ بلکہ فکر و عمل کا قدرتی اقتضاء تھے، لہذا اب دیکھنا چاہیئے کہ فساد کا حقیقی سرچشمہ کیا ہے؟ اور اس کے ازالہ و اصلاح کی کوشش کس نہج پر ہونی چاہیئے؟

فطرۃ اللہ کا قطعی فیصلہ یہ ہے کہ دنیا کی کوئی چیز اپنے مرکز وجود کے سوا ثبات و قرار نہیں پا سکتی ہم روزمرہ اس بات کا مشاہدہ کرتے ہیں کہ جو چیز اپنے مرکز سے کٹ جاتی ہے، وہ تو بالکل فنا ہو جاتی ہے اور یا اپنی ہستی کی حقیقی قدر و قیمت (ویلیو) کھو بیٹھتی ہے اور اس کا جوہر حیات پژمردہ اور بے رونق ہو جاتا ہے۔

ایک دوسری قابل توجہ بات یہ ہے کہ حیات انسانی مفرد ہے یا مرکب؟ زندگی کا مفرد ہونا بدیہی طور پر غلط ہے اور لامحالہ اس کو مرکب ہی ماننا پڑے گا، لیکن یہ بات پھر بھی غور و تامل کی محتاج ہے کہ حیات اجتماعیہ انسانیہ کے اجزائے ترکیبی کیا ہیں؟ کیا صرف ان مشہود اور محسوس اجزاء ہی سے اس کا وجود متحقق ہوتا ہے، یا اس کی حقیقت میں کچھ ذہنی اور تصوری اجزاء بھی شامل ہیں؟ غالباً کوئی عقلمند انسان اس بات کا منکر نہیں ہے کہ حیات اجتماعیہ صرف محسوس اور خارجی اجزاء ہی کا مجموعہ نہیں ہے، بلکہ اس کی حقیقت میں کچھ داخلی اور ذہنی اجزاء بھی شامل ہیں، ہاں اختلاف اس بات میں ہے کہ وہ تصوری اجزاء کیا ہیں اور ان کا حقیقی مقام کیا ہے؟

اس تمہید سے اتنی بات ثابت ہو گئی ہے کہ حیات انسانی کی حقیقت میں کچھ عقلی اور ذہنی اجزاء بھی شامل ہیں، لیکن وہ اجزاء کیا ہیں اس کا صحیح جواب یہ ہے؟ اور یہ بات کہ ان اجزائے حیات کا حقیقی مقام و موقف کیا ہے۔ اس کا واضح تر جواب یہ ہے کہ ان تصوری اجزاء اور کل (حیات اجتماعیہ) میں وہی نسبت ہے جو روح اور وجود شخصی میں ہے یعنی جس طرح روح وجود شخصی کے ایک ایک ریشہ میں جاری و ساری رہتی ہے اسی طرح ان تصوری اجزاء کو حیات اجتماعیہ کے ہر گوشہ میں کارفرما رہنا چاہیئے دوسرے لفظوں میں انسانی حیات اجتماعیہ میں تصوری اجزاء کو مرکزی حیثیت حاصل ہے اور جب تک ان مرکزی اجزاء کو ان کے حقیقی مقام پر نہ رکھا جائے زندگی کا ربط و نظم و نسق اور تسلسل ہرگز قائم نہیں رہ سکتا، اور حیات اجتماعیہ اپنی حقیقی قدر و قیمت کھو بیٹھتی ہے۔

تاریخ کے ہر دور میں زندگی کے بنیادی تصور میں افراط و تفریط موجود رہی ہے، کسی نے اصلاح نفس اور روحانیت کو اس درجہ اہمیت دی کہ دنیا کے کاروبار کو حقیر اور ناپاک سمجھ کر ٹھکرا دیا، اور کوئی زندگی کی بیرونی سطح کی نقش گیری میں اتنا منہمک ہوا کہ روح و نفس کے تقاضوں کو پامال کر دیا، پہلے گروہ نے اپنے خود ساختہ مسلک کو رہبانیت اور یوگ سے موسوم کیا، اور اس نشہ آور تصور زندگی کو جب مسلمانوں کے ایک طبقہ نے اپنایا تو یہاں آ کر اس نے غلط تصوف کا لبادہ اوڑھ لیا یعنی اس جامد و ساکن نظریۂ زندگی کے لئے بالکل غلط طور پر فقر اور تصوف کی مقدس اصطلاحیں استعمال اور وہ حقائق ہستی سے فرار اور سکون پرستی کا دوسرا نام ہے ۔

سکون پرستی راہب سے فقر ہے بیزار
فقیر کا ہے سفینہ ہمیشہ طوفانی

دوسرا گروہ جس نے زندگی کی تمدنی اور معاشی منصوبہ بندیوں ہی کو اپنا کعبۂ مقصود قرار دیا اس نے زندگی کے تصوری اور معنوی اجزاء سے کلی طور پر بے اعتنائی اختیار کی، اور ان کی حیات اجتماعیہ اپنے مرکز وجود سے کٹ کر پراگندگی کا شکار ہو گئی، چنانچہ آج ہم جس دور سے گذر رہے ہیں، اس میں فساد کی یہ دوسری قسم تمدن کے تمام گوشوں پر چھا گئی ہے۔

سوز او از میان سینہ رفت
جوہر آئینہ از آئینہ رفت

حاصل یہ ہے کہ فطرت کی نگاہ میں یہ دونوں گروہ غلط کار ہیں کہ انہوں نے زندگی کی وحدت کو پارہ پارہ کر دیا ہے اور دین و دنیا کی تفریق سے ان کی حیات اجتماعیہ میں خلا پیدا ہو گیا ہے، اول الذکر گروہ نے یہ سمجھا کہ عزلت نشینی، دشت پیمائی، قطع علائق اور ذکر و مراقبہ ہی سے نجات مل سکتی ہے، اور دنیاوی تعلقات اُخروی فلاح و کامرانی کی راہ میں سنگ گراں ہیں، اور دوسرے گروہ نے زندگی کی حقیقی اور بنیادی قدروں (ریل ویلیوز) کو اپنی جگہ سے ہٹا کر دور پھینک دیا، اور ان کی جگہ آلی قدروں (انسٹرومنٹل ویلیوز) کو رکھ دیا۔

قرآن کریم نے ان گروہوں کی غلط کارانہ روش پر سخت تنقید کی ہے، چنانچہ پہلے گروہ کی نسبت ارشاد فرمایا۔

ورھبانیۃ ابتدعوھا ما کتبناھا علیھم الا ابتغاء رضوان اللہ فما رعوھا حق رعایتھا (الحدید)

اور رہبانیت جس کو انہوں نے خود ہی ایجاد کیا۔ ہم نے ان پر فرض نہیں کی تھی، مگر انہوں نے طلب رضا الٰہی کے لئے اس کو از خود اختراع کیا پس وہ اسکو پوری طرح نباہ نہ سکے۔

دوسرے گروہ کا طریق فکر و عمل چونکہ سراپا فساد و تخریب اور بغی و ضلالت پر مبنی تھا۔ اس لئے قرآن حکیم نے اس کو سبیل المجرمین سے موسوم کیا ہے۔

وکذالک نفصل الآیات ولتستبین سبیل المجرمین

اور اسی طرح ہم کھول کھول کر آیتیں بیان کرتے ہیں اور تاکہ مجرمین کی راہ صاف اور واضح ہو جائے۔

(باقی دارد)

ہنامۂ دو کنگ

گلڈفورڈ میں ایک جلسہ

مختلف ممالک کے اہم سوالات پر بحث اور تعدد ازدواج پر دلچسپ بیان

شیخ محمد طفیل صاحب ایم اے

یونائیٹڈ نیشنز ایسوسی ایشن کی گلڈفورڈ شاخ کے ماتحت ۵۲ جنوری کو ایشیائی برینز ٹرسٹ کی ایک میٹنگ ہوئی جس میں پاکستان۔ ہندوستان۔ برما۔ چین اور انڈونیشیا کے نمایندے شریک ہوئے۔ پاکستان کی طرف سے مجھے نمایندگی کا موقعہ ملا۔ ریل گاڑی پر ووکنگ سے گلڈفورڈ دس منٹ کا راستہ ہے۔ میرے ساتھ اجلاس میں شرکت کے لئے رضیہ مصطفیٰ خان مسٹر بشیر احمد اور حازم سیٹرک بھی تھے۔ آٹھ بجے اجلاس شروع ہوا۔ کارروائی کا طریق یہ تھا کہ جلسہ کے صدر مختلف سوالات اپنے ساتھ لائے ہوئے تھے۔ ہر سوال کی نقل باری باری نمایندگان کے حوالے کر دیتے تھے اور پھر مختلف نمایندے ان کا جواب دیتے جب یہ سوالات ختم ہو جاتے تو حاضرین جلسہ کو بھی اختیار دیا جاتا کہ وہ بھی جو سوال چاہیں مقررین سے پوچھ سکتے ہیں۔ جواب دینے کے لئے کوئی ترتیب نہ تھی۔ جس ملک کا نمایندہ پہلے بولنا چاہتا اسے ماسٹر صاحب (صدر کا نام Question Master رکھا جاتا ہے) بولنے کی اجازت دے دیتے یا خود ماسٹر صاحب کسی کو جواب دینے کے لئے کہتے۔ اگر کوئی صاحب بولنا نہ چاہتے نہیں مجبور نہ کیا جاتا۔

پہلا سوال تھا کہ آپ کے ملک کا سب سے بڑا اندرونی مسئلہ کون سا ہے؟ انڈونیشیا۔ برما کے نمایندوں نے معاشی مشکلات کا ذکر کیا۔ ہندوستان کے نمایندے نے موجودہ الیکشن کی طرف توجہ دلائی اور میں نے مسئلہ کشمیر پر روشنی ڈالی۔ دوسرا سوال کوریا میں امن کے متعلق تھا۔ اور تیسرا سوال جاپان کے معاہدہ امن کے متعلق۔ اس کے بعد حاضرین کو سوالات کا موقع دیا گیا۔ چین کے نمایندہ سے پوچھا گیا کہ نیشنلزم ایک ملک کے لئے کہاں تک مفید ہے۔ ماسٹر صاحب نے اپنی طرف سے دوبارہ ایک سوال کیا۔ آپ کے ملک میں عورت کا کیا درجہ ہے۔ یہ سوال خاصہ دلچسپ تھا جسے حاضرین نے بڑے اشتیاق سے سُنا (حاضرین میں نصف کے قریب خواتین تھیں) برما اور انڈونیشیا کے نمائندوں نے اپنے ملک کی خواتین کا ذکر کیا ان کی تعلیم اور آزادی کو سراہا۔

میں نے اپنی تقریر میں اس سوال کے دو پہلوؤں پر روشنی ڈالی۔ ہماری خواتین کی اس وقت کیا حالت ہے اور اسلام کا نظریہ اس بارے میں کیا ہے۔ میں نے پہلے حصہ میں دیہات کی عورتوں اور ان کی معاشی اور تعلیمی حالت کا ذکر کیا۔ پھر شہر کی خواتین میں نچلے طبقے۔ متوسط طبقہ اور امراء کی خواتین کی معاشی تعلیمی اور جذباتی کیفیت بیان کی۔ انڈونیشیا کے نمایندہ نے اپنی تقریر میں تعدد ازدواج کا ذکر اس انداز سے کیا تھا کہ مجھے اس کی وضاحت کی ضرورت محسوس ہوئی۔ میں نے کہا کہ یہ درست ہے کہ اسلام میں چار شادیاں کرنے کی اجازت ہے۔ لیکن پاکستان میں مردوں اور عورتوں کی نسبت قریباً برابر ہے اس لئے وہاں یہ سوال پیدا نہیں ہوتا۔ لیکن تعدد ازدواج (Polygamy) کی اگر سب سے زیادہ ضرورت ہے تو انگلستان اور امریکہ میں ہے۔ (قہقہہ) اور حکومت کو چاہیئے کہ وہ اس امر کے لئے لوگوں کی حوصلہ افزائی کرے اور اپنے قوانین میں فوری تبدیلی کرے (مزید قہقہہ) کیا آپ چاہتے ہیں کہ چند لڑکیوں کو تو خاوند میسر آجائیں اور باقی ان کی تلاش میں تمام عمر بھٹکتی رہیں۔ (بلند قہقہہ اور تالیاں) اچھا آپ ہی بتائیے کہ اگر آپ تعدد ازدواج کے قائل نہیں تو آپ کے پاس اس کا کیا حل ہے (تالیاں) اسلام کا قانون جذباتی نہیں بلکہ حقائق پر مبنی ہے۔ اسلام عورت کے تمام حقوق کی نگہداشت کرتا ہے۔ مرد و عورت میں جس قسم کی مساوات آپ سمجھتے ہیں اسلام اس کا قائل نہیں وہ عورت کی ذات اور شخصیت کی ترقی اور بلندی کا قائل ہے لیکن وہ اسے مرد نہیں بنانا چاہتا۔ یہ عجیب بات ہے کہ یورپین عورتیں اپنی جنس سے نفرت کرتی ہیں اور زیادہ سے زیادہ مردوں کے خصائل اختیار کرنا چاہتی ہیں یورپ کی ۲۳ فیصدی سے زیادہ عورتوں کی خواہش ہے کہ کاش وہ مرد ہوتیں (قہقہہ) لیکن شاید سو میں سے ایک بھی مرد نہ ہو جو عورت بننا چاہتا ہو (قہقہہ اور تالیاں) اپنی جنس سے نفرت کا نتیجہ یہ ہے کہ گھر اور سوسائٹی کا سارا ڈھانچہ اکھڑا اکھڑا نظر آتا ہے۔ اس کے بعد دو سوالات اور پوچھے گئے۔ جرمنی کو دوبارہ مسلح کیا جائے یا نہیں؟ اور انگلستان کی خوراک میں آپ کو سب سے زیادہ ناپسند چیز کیا ہے؟ انڈونیشیا کے نمایندہ نے کہا میرا معدہ انٹرنیشنل قسم کا ہے۔ میں ہر چیز کھا لیتا ہوں کہ آلو اور گوبھی کھا کھا کر یہاں انسان تنگ آجاتا ہے اور بدقسمتی سے یہی دو سبزیاں یہاں زیادہ پائی جاتی ہیں (قہقہہ) نیز یہاں نہ تازہ مکھن ملتا ہے اور نہ ہی تازہ سبزیاں۔ پاکستان میں کھانے پینے کی افراط ہے۔ برما کے نمایندہ نے کہا میں صرف سبزی پر گزارہ کرتا ہوں۔ زندہ رہنے کے لئے کھاتا ہوں کھانے کے لئے زندہ نہیں۔ شمپین کی بوتل میرے لئے سیاہی کی بوتل سے زیادہ کارآمد نہیں۔

رات کے دس بج چکے تھے اور یہ دلچسپ محفل ابھی جاری تھی۔ صدر جلسہ نے اٹھ کر حاضرین اور مقررین کا شکریہ ادا کیا اور کارروائی ختم ہوئی۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ ارشادات

شیخ غلام قادر صاحب حمید بلند نگس کا ہور

تندرستی اور حاجتمندی کی حالت میں صدقہ کرو

عن ابی ھریرۃ رض قال قیل لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ای الصدقۃ افضل قال ان تتصدق وانت صحیح تامل الغنی وتخشی الفقر ولا تدع حتی اذا بلغت الحلقوم قلت لفلان اخرجہ الخمسۃ الا الترمذی

ترجمہ:- ابوہریرہ رض سے روایت ہے کہ کسی نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کونسی خیرات افضل ہے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صدقہ (دراصل) یہ ہے کہ تو خیرات کرے جس حالت میں کہ تندرست اور حاجتمند ہو (کہ میں دولت جمع کروں) اور امید رکھتا ہو بہت سے مال (حاصل کرنے) کی اور ڈرتا ہو محتاجی سے۔ خیرات کرنے میں دیر مت کر یہاں تک کہ جب تو مرنے لگے اور روح حلق میں پہنچے تو اس وقت تو یوں کہے کہ فلاں کو اتنا دینا اور فلاں کو اتنا دینا (حالانکہ وہ تو فلاں وارث کا مال ہو چکا)

خدا تعالےٰ کے بندوں کی علامتیں

عن زید بن الخیر قال قلت یارسول اللہ لتخبرنی ما علامۃ اللہ فیمن یریدہ وما علامتہ فیمن لا یریدہ فقال کیف اصبحت یا زید قلت احب الخیر واھلہ وان قدرت علیہ بادرت الیہ فان فاتنی حزنت علیہ وحننت الیہ فقال صلی اللہ علیہ وسلم فتلک علامۃ اللہ تعالیٰ فیمن یریدہ ولو ارادک لغیرھا لھیاک لھا اخرجہ الترمذی۔

ترجمہ:- زید خیر رض سے روایت ہے میں نے کہا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس کو اللہ تعالےٰ چاہے اس میں اللہ تعالےٰ کی کیا نشانی ہے فرمایا اے زید تو نے کس حالت میں (رات گذار کر) صبح کی میں نے عرض کیا اس حالت میں کہ میں نیکی کو اور نیکی کرنیوالوں کو چاہتا ہوں اگر میں نیکی پر قادر ہوں تو اس کو جلدی کرتا ہوں - - - - - - - - - - - - - اور اگر نیکی مجھ سے فوت ہو جائے تو میں اس پر غمگین ہوتا ہوں اور روتا ہوں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہی ہے اللہ تعالیٰ کی نشانی اس شخص میں جو اسکو چاہے اگر تجھے اس کے غیر کے واسطے چاہتے ہو تو تجھے اس کے واسطے مستعد کرے - یعنی اللہ تعالےٰ اپنے چاہتے والوں کو بدیوں کے لئے مستعد نہیں کرتا

سا نیکی کے کاموں میں جلدی کرو

عن سعد بن ابی وقاص قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم التؤدۃ فی کل شیء الا فی عمل الاخرۃ اخرجہ ابوداؤد

ترجمہ:- سعد بن ابی وقاص رض سے روایت ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر کام میں دیر کرنا (یعنی سوچ سمجھ کر کرنا) بہتر ہے مگر نیک عمل بجا لانے میں دیر اچھی نہیں (کیونکہ نیکی کا موقعہ نکل جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا باعث بن جاتا ہے)

ہر کہ جویانِ نگارے مے بود ؛ کے بیک جائش قرارے مے بود

مے رود ہر سو بہر دیوانہ وار ؛ تا مگر آید نظر آں روئے یار (مسیح موعود)

ترجمہ (۱) وہ (عاشق صادق) جو اپنے یار کی تلاش میں نکلا ہے وہ بھلا ایک جگہ کب ٹھیر سکتا ہے۔

(۲) اس کی یہ حالت ہو جاتی ہے کہ وہ دیوانہ وار ہر طرف اُسی کی تلاش میں مارا مارا دوڑتا پھرتا ہے تاکہ شاید کسی طرف ہی رُخِ یار کی جلوہ نمائی نصیب ہو جائے۔

گناہوں سے بچنے کا واحد ذریعہ

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایک تقریر

بسلسلہ اشاعت گذشتہ۔

دعا اور بیعت کے لئے لوگوں کی شرائط

میرے پاس اکثر خطوط آتے ہیں اور ان میں یہی لکھا ہوا ہوتا ہے کہ میری املاک کے لئے یا اولاد کے لئے دعا ہو - فلاں مقدمہ ہے یا فلاں مرض ہے وہ اچھا ہو جائے لیکن مشکل سے کوئی خط ایسا ہوتا ہے جس میں ایمان یا ان تاریکیوں کے دُور ہونے کے لئے درخواست کی گئی ہو۔ بعض خطوط میں یہ لکھا ہوا ہوتا ہے کہ اگر مجھے پانچسو روپیہ مل جائے تو میں بیعت کروں - بے وقوفوں کو اتنا خیال نہیں کہ جن باتوں کو ہم چھڑانا چاہتے ہیں وہی ہم سے طلب کی جاتی ہیں۔ اسی لئے میں اکثر لوگوں کی بیعت خوف کرتا ہوں، کیونکہ سچی بیعت کرنے والے بہت کم ہوتے ہیں۔

بیعت کے بعد ابتلاء

بعض تو ظاہری شروط لگاتے ہیں جیسے کہ اوپر ذکر ہوا ہے اور بعض لوگ بعد بیعت کے ابتلا میں پڑ جاتے ہیں جیسے کسی کا لڑکا مر گیا تو شکایت کرتا ہے کہ میں نے تو بیعت کی تھی یہ صدمہ مجھے کیوں ہوا۔ اس نادان کو یہ خیال نہیں آتا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم باوجودیکہ پیغمبر تھے، مگر آپ کے گیارہ لڑکے فوت ہو گئے مگر کبھی شکایت نہ کی کہ خداوندا تو نے مجھے پیغمبر بنایا تھا میرے گیارہ بچے کیوں مار دیئے۔

دین کو دنیا سے نہ ملاؤ

غرضکہ یاد رکھو کہ دین کو دنیا سے ہرگز نہ ملانا چاہیئے اور بیعت اس نیت سے ہرگز نہ کرنی چاہیئے کہ میں بادشاہ بھی بن جاؤں گا یا ایسی کیمیا حاصل ہو جائے گی کہ گھر بیٹھے روپیہ بنتا رہے گا۔ اللہ تعالےٰ نے ہمیں تو ایسا مامور کیا ہے کہ ان باتوں سے لوگوں کو چھڑا دیں۔

صدق اور اخلاص سے آنے والے

ہاں یہ بات ضرور ہے کہ جو لوگ صدق اور وفا سے خدا کی طرف آتے ہیں اور اس کے لئے ہر ایک دُکھ اور مصیبت کو سر پہ لیتے ہیں تو خدا ان کو اور ان کی اولاد کو ہرگز ضائع نہیں کرتا۔ حضرت داؤد علیہ السلام کہتے ہیں کہ میں بوڑھا ہو گیا لیکن میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ صالح آدمی کی اولاد ضائع ہوئی ہے خدا تعالیٰ خود اس کا متکفل ہوتا ہے۔ لیکن ابتداء میں ابتلاء کا آنا ضروری ہے تاکہ کھوٹے اور کھرے کی شناخت ہو جاوے۔ شعر

عشق اول سرکش و خونی بود ؛ تا گریزد ہر کہ بیرونی بود

دوسرے ابتلاء اسلئے ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ لوگوں کو دکھلاوے کہ جو ہماری طرف آنے والے ہیں وہ کیسے مستقل مزاج اور جفاکش ہوتے ہیں کہ مار پر مار کھاتے ہیں لیکن منہ نہیں پھیرتے اور جب وہ ثابت قدم نکل آتے ہیں تو پھر اللہ تعالےٰ ان سے وہی سنت برتتا ہے جو منعم علیہ گروہ سے برتنی چاہیئے۔

مخلص کی دستگیری

میں خدا تعالےٰ سے زیادہ پیارا رحیم اور محبت کرنے والا کوئی نہیں جانتا۔ لیکن اخلاص ضروری ہے کوئی دل سے اس کا ہو تو پھر دیکھے کہ آیا مخلص کے لئے دستگیری اور کفالت اس کی بخوبی ہے کہ نہیں لیکن جو اسے آزماتا ہے وہ خود آزمایا جاتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص آیا اور اسلام لایا اور بعد ازاں اندھا ہو گیا اور کہنے لگا کہ اسلام قبول کرنے سے مجھ پر یہ آفت آ گئی اسلئے کافر ہو گیا آنحضرت صلعم نے اسے بہت سمجھایا لیکن نہ مانا حالانکہ اگر وہ مسلمان رہتا تو خدا تو اس بات پر قادر تھا کہ دوبارہ بینائی بخشتا لیکن کافر ہو کر دنیا سے تو اندھا تھا دین سے بھی اندھا ہو گیا۔ مجھے فکر ہے کہ بہت سے ایسے لوگ ہیں کہ جو خدا کو آزماتے ہیں ایسا نہ ہو کہ وہ خود آزمائے جائیں۔ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جو مجھ پہ ایمان لاوے اول وہ مصائب کے لئے تیار رہے مگر یہ سب کچھ اوائل میں ہوتا ہے اگر صبر کرے تو

پیغام صلح

جلد | مؤرخہ ۹ ر جمادی الاول ۱۳۷۱ھ | نمبر ۵

سیّد عبداللطیف شہید کی یاد میں

گذشتہ اشاعت میں ایک بزرگ خاتون کی وفات کی خبر درج ہو چکی ہے۔ یہ خاتون نہ صرف اپنی نیکی اور پارسائی کے لحاظ سے بلکہ اس لحاظ سے بھی بہت قابل قدر اور لائق احترام تھیں کہ اس عظیم الشان انسان کی ہمشیرہ ہونے کا شرف انہیں حاصل ہے جس نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنی جان عزیز قربان کر دی اور مامور الہٰی کی صداقت پر اپنے خون سے شہادت ادا کی۔ سید عبداللطیف صاحب شہید جو سرزمین افغانستان میں ایک بہت بڑی بزرگ ہستی مانے جاتے تھے۔ اور عوام سے لیکر بادشاہ تک سب کے سب ان کی روحانیت اور خدارسیدہ ہونے کے قائل تھے، یہاں تک کہ الہام و کشوف کا دروازہ بھی ان پر کھلا تھا۔ آج سے قریباً پچاس سال پہلے حضرت مسیح موعودؑ کی خبر بذریعہ خواب و الہام پاکر کابل سے چل کر آئے اور قادیان پہنچے یہاں حضرت کی خدمت میں کچھ عرصہ رہ کر آپ سے مزید فیض روحانیت حاصل کیا اور اپنے علم و فضل، اپنی بزرگی و پارسائی اور ظاہری جسمانی عزت و وجاہت کے ہوتے ہوئے حضرت مسیح موعودؑ کے ساتھ جس محبت و عقیدت کا انہوں نے اظہار کیا بلکہ بعد کے واقعات کے مطابق اس راہ میں اپنی جان تک قربان کر دی اس سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کا مرتبہ آپ کی نظروں میں کس قدر بلند تھا اور ان کی باطنی آنکھ نے آپ کو کتنے اونچے مقام پر دیکھا تھا۔

حضرت مسیح موعودؑ نے بھی سید صاحب ممدوح کی نیکی و پارسائی اور محبت و عقیدت کی وجہ سے ان کی پوری قدر و منزلت کی اور وہ روح ان کے اندر پھونکی جس نے ان کے جسم خاکی کو تمامتر روحانیت کا مجسمہ بنا دیا، اور دنیا کی کوئی چیز، کوئی عزیز و اقارب، کوئی دولت و وجاہت انکی نظر دل میں قابل وقعت نہ رہی نہ کسی قسم کی جسمانی اذیت کا انہیں احساس و خوف رہا یہی وجہ ہے کہ اس بات کو جانتے ہوئے کہ کابل واپس جانے میں انہیں جان کا خطرہ ہے محض مسیح وقت کا ڈھنڈورا پیٹنے کے لئے انہوں نے وطن کی طرف مراجعت کی، اور جب حضرت مسیح موعود نے ان کی واپسی کے وقت اس خطرہ کا اظہار کیا جس کا انکشاف آپ پر بذریعہ الہام الہٰی ہو چکا تھا تو اس کے جواب میں انہوں نے صاف طور پر عرض کیا کہ کابل کی سرزمین احمدیت کے بیج کی آبیاری کے لئے میرے خون کی پیاسی ہے۔ یہی ہوا، جس وقت وہ کابل پہنچے انہیں گرفتار کر لیا گیا اور بعد گرفتاری ہر قسم کا طمع و لالچ دلایا گیا، ہر قسم کے دکھوں اور اذیتوں سے ڈرایا گیا اور خود امیر کابل (حبیب اللہ خاں) نے انہیں کہا کہ اگر تم مرزا صاحب کو چھوڑ دو تو پہلے سے زیادہ تمہارا اعزاز و اکرام کیا جائے گا، اور ہر قسم کا آرام و آسائش بہم پہنچائی جائے گی ورنہ بڑی اذیت کے ساتھ مارے جاؤ گے لیکن اس مرد خدا نے اس کی ذرہ پروانہ کی کوئی ترغیب و ترہیب ان کے قدموں میں لغزش پیدا نہ کر سکی اور انہوں نے مسیح وقت کا دامن چھوڑنے سے انکار کر دیا، بالآخر انہیں کہا گیا کہ اپنی بیوی اور بچوں سے ملاقات کر لو تو اس سے بھی انہوں نے احتراز کیا اور صاف کہا کہ اب مجھ کو ان کی ملاقات کی ضرورت نہیں، ان کو خدا کے حوالے کرتا ہوں۔

کس قدر ہمت و شجاعت ہے ہمیں مسیح وقت کے نفخ روحانی کا کتنا اثر ہے کہ ایک طرف اعزاز و اکرام ہے اور دوسری طرف موت، ایک طرف بیوی بچے ہیں، اور دوسری طرف پنجاب کے ایک گاؤں کا رہنے والا جس کی تمام دنیا مخالف ہے، تمام بڑے بڑے علما اس پر کفر کا فتوےٰ دے چکے ہیں، لیکن یہ مرد خدا اعزاز و اکرام کو چھوڑ کر موت کو ترجیح دیتا ہے بیوی بچوں کی پروا نہ کرتے ہوئے اس شخص کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑتا جس کو بارگاہ الہٰی میں ماموریت و مجددیت کے اعلیٰ منصب پر فائز دیکھ چکا ہے صرف یہیں تک نہیں بالآخر انہیں سنگسار کرنے کا حکم دیا گیا اور انہوں نے بڑی جوانمردی کے ساتھ اس حکم کو نہ صرف سنا بلکہ عملاً اینٹوں اور ..... پتھروں کی بارش میں جو ان پر کی گئی اُف تک نہ کی اور نہایت صبر و استقلال کے ساتھ اسکو برداشت کرتے ہوئے اپنی جان عزیز راہ حق میں فدا کر دی یہ ہے وہ قوت ایمانی جو قبولیت حق کا لازمی نتیجہ ہے، اگر یہ قوت ایمانی دلوں کے اندر پیدا نہ ہو تو سمجھ لیجئے کہ ہم نے حق کو سچے دل سے قبول نہیں کیا۔ سید صاحب کی اس قوت ایمانی اور ان کی اس شہادت نے سرزمین افغانستان میں وہ وہ رنگ دکھلائے جو غور کرنے والی طبائع کے ایمان کو اور زیادہ مضبوط اور تازہ کرنے والے ہیں۔ ان کی شہادت فی الواقع ایک بیج تھا جس نے اس سرزمین میں احمدیت کا تخم بو دیا اور سینکڑوں انسان (جن میں ان کے اہل و عیال اور اعزا و اقارب اور وہ بزرگ خاتون بھی شامل ہیں جن کی وفات اس مضمون کی محرک ہوئی) ان کے اس نور ایمان سے منور ہو کر مسیح موعودؑ کے حلقۂ ارادت میں داخل ہو گئے اور ان میں سے کئی لوگ ہجرت کر کے قادیان اور صوبہ سرحد میں آکر آباد ہو گئے اور وہ امیر کابل (حبیب اللہ خاں) جس نے سید صاحب کو بلکہ بعد میں ان کے ایک شاگرد مرشید شیخ عبدالرحمٰن کو بھی سنگسار کیا (اور اس طرح شاتان تذبحان کا وہ الہام پورا ہوا جو مدتوں پہلے براہین احمدیہ میں شائع ہو چکا تھا) نہ صرف خود بیدردی کے ساتھ قتل کیا گیا بلکہ اسکے خاندان سے حکومت نکل کر ایک دوسرے خاندان میں چلی گئی۔ یہ مامور ربانی کی صداقت کا ایک اور زندہ نشان ہے جس سے ایک صاحب بصیرت راہ ہدایت حاصل کر سکتا ہے۔

کہا جاتا ہے کہ سید صاحب کی نعش چالیس دن تک پتھروں میں پڑی رہی جس کے بعد ان کے ایک مرید احمد نور نے وہاں سے نکال کر اسے دفن کیا حضرت مسیح موعود حقیقۃ الوحی میں لکھتے ہیں کہ:۔

"بیان کیا گیا ہے کہ ان کی قبر سے اب تک مشک کی خوشبو آتی ہے اور ایک بال ان کا اسجگہ پہنچایا جس سے ابتک مشک کی خوشبو آتی ہے اور ہمارے بیت الدعا کے ایک گوشہ میں ایک شیشہ میں آویزاں ہیں" حقیقۃ الوحی صـ۲۰۲

یہ ہے اس قربانی کا نتیجہ جو سید صاحب نے خدا کی راہ میں دی کیا یہ موت لائق صد رشک نہیں؟

تذکرۃ الشہادتین میں حضرت مسیح موعود نے اس شہادت کا بالتفصیل ذکر کیا ہے اور ایک نظم بھی سید صاحب کی شان میں لکھی ہے جس کے چند اشعار حسب ذیل ہیں ؎

آں جوانمرد و حبیب کردگار ÷ جوہر خود کرد آخر آشکار

نقد جاں از بہر جاناں باختہ ÷ دل ازیں فانی سرا پرداختہ

پُرخطر ہست ایں بیابان حیات ÷ صد ہزاراں اژدہا ئش در جہات

بنگر ایں شوخی ازاں شیخ عجم ÷ ایں بیاباں کرد طے از یک قدم

ایں چنیں باید خدا را بندۂ ÷ سر پئے دلدار خود افگندۂ

او پئے دلدار از خود مردہ بود ÷ از پئے تریاق زہرے خوردہ بود

تا نہ نوشد جام ایں زہرے کسے ÷ کے رہائی یابد از مرگ آں خسے

حضرت مسیح موعود کے ان چند اشعار کا جو ایک لمبی نظم کا حصہ ہیں خلاصہ مطلب یہ ہے کہ اس جوانمرد اور حبیب خدا سید عبداللطیف صاحب نے آخر کار اپنے جوہر کو آشکارا کر دیا۔ اس نے معشوق حقیقی (اللہ تعالیٰ) کے لئے نقد جان لٹا دیا اور اس سرائے فانی سے اپنے دل کو اُٹھا لیا۔ یہ بیابان حیات اس قدر پُرخطر ہے کہ ہزاروں اژدہا اس میں ہر طرف پھیلے ہوئے ہیں ہزاروں قسم کی آگ زمین سے آسمان تک شعلے مار رہی ہے اور ہزاروں قسم کے خونخوار سیلاب ہر طرف سے اُمڈے چلے آ رہے ہیں، یہی نہیں اس یار کے کوچہ تک پہنچنے کے لئے لکھوکھہا میل کا فاصلہ ہے جس کے رستہ میں پُرخار جنگلات اور لکھوکھہا قسم کی بلائیں ہیں لیکن اس شیخ عجم (سید عبداللطیف شہید) کی شوخی کو دیکھئے کہ ایک ہی قدم میں سارا بیابان طے کر گئے خدا کے لئے بندہ کو ایسا ہی بننا چاہئے کہ اس پیارے محبوب کے آگے اپنے سر کو ڈال دے، سید عبداللطیف اس پیارے محبوب کے لئے اپنی خودی کو فنا کر چکا تھا اور زندگی کا تریاق حاصل کرنے کے لئے اس نے زہر کو پی لیا اور فی الواقع جب تک کوئی شخص اس زہر کے پیالہ کو نہ پی لے موت سے کیسے رہائی حاصل کر سکتا ہے؟

دیکھا آپ نے؟ یہ ہے وہ راہ حق جس کی طرف ہمیں بلایا گیا ہے، اور اس راہ پر گامزن ہونا اگرچہ جان جوکھوں کا کام ہے لیکن اس کا آخری نتیجہ وہ حیات ابدی ہے جو ہر قسم کے آرام و آسائش سے پُر ہے سید عبداللطیف شہید نے اپنے عملی نمونہ سے اس حیات ابدی کی راہ ہمیں دکھائی ہے، جس پر قدم مارنا ہر احمدی کا فرض اولین ہونا چاہیئے، آج اگر ہم اس قوت ایمانی کو اپنے اندر لیکر جو سید صاحب کو حضرت مسیح موعودؑ سے ملی تھی اس راہ پر گامزن ہو جائیں تو یقین کیجئے کہ دنیا ہمارے قدموں کے نیچے ہے احمدیت اس وقت ایک سید بیجان ہوتا جا رہا ہے مسیح موعود کا نام ہر کہ ومہ کا ہدف ملامت بنا ہوا ہے آیئے ہم بھی اس راہ پر گامزن ہو جائیں جو سید عبداللطیف شہید نے اختیار کی اور احمدیت کو (جو اس حقیقی اسلام کا دوسرا نام ہے جسے مسیح موعود لیکر آئے) زندہ کرنے اور مسیح موعود کے نام سے تمام ملامتوں اور اعتراضات کو دور کرنے کے لئے ہر قسم کی قربانی کا عزم کر لیں، اور اپنا وقت، اپنا روپیہ اور اگر ضرورت پیش آئے تو اپنی جان تک اس راہ میں قربان کرنے سے دریغ نہ کریں کہ یہی اس بیابان حیات سے نجات حاصل کرنے اور ہمیشہ کی زندگی پانے کی حقیقی راہ ہے ✤

اخبار ۔۔۔۔۔ (و) ۔۔۔۔۔ افکار

اسلام کی رفتارِ ترقی یورپ میں

جماعت اہلحدیث کا ہفت روزہ اخبار "الاعتصام" تبلیغ اسلام پر اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے رقمطراز ہے:

"لیکن یہ بات ضرور افسوسناک ہے کہ اب ہم میں اس ایمان کی طلب باقی ہے جس کی گواہی قرآن نے دی تھی، نہ ہی ہم تبلیغ دینی کے جذبہ ہی سے سرشار اور مست ہیں لیکن مالک جہانیاں کا کس قدر احسان ہے کہ باوجود ہماری انتہائی نالائقیوں کے وہ اپنے دین کو برابر پھیلاتا چلا جا رہا ہے اور یہ حقیقت ہے کہ اسلام کی اشاعت کے لئے مسلمان نے کبھی پہلے تلوار چلائی تھی اور نہ اب چلا رہا ہے۔ لیکن آج بھی برطانوی مؤرخ کے الفاظ میں ہر سال دس ہزار غیر مسلم مشرف باسلام ہوتے ہیں ممالک مغرب میں اسلام کی رفتار سے متعلق انہیں کے الفاظ میں سنیئے۔

"باسلے (بذریعہ ہوائی ڈاک) باسلرناشر رقمطراز ہے کہ یورپ میں مذہبی تحریکوں کے باخبر مبصرین کو اس واقعہ پر سخت حیرت ہو رہی ہے کہ اسلام کس تیزی اور خاموشی کے ساتھ یورپ والوں کے دماغوں پر چھا رہا ہے، بدھ مذہب کی رفتار بھی کافی تیز ہے لیکن اسلام نے تو یورپ میں نہایت ہی مضبوطی کے ساتھ قدم جما لئے ہیں اور یورپ کی تمام اہم جماعتوں میں اس کا اثر پہلے سے بہت گہرا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ ہسپانیہ جیسے بعض ممالک میں اس نے اپنا اثر کھو دیا ہے لیکن اس نے اپنے لئے انگلستان اور ہالینڈ کی نئی زمین تیار کر لی ہے اور آسٹریا، پولینڈ، ہنگری اور اٹلی میں تو اس نے اپنا پورا اثر جما لیا ہے۔ بہت سے لوگوں نے محض اس لئے اسلام قبول کر لیا ہے کہ جنگ عظیم سے پہلے کئی سال کی گندہ عیسائی ڈپلومیسی نے عیسائیت کے خلاف ان کے دل میں نفرت پیدا کر دی تھی اور بہت سے لوگوں نے مغربی اخلاق کی بے حیائیوں سے متاثر ہو کر اسلام قبول کر لیا۔ اسلام قبول کرنے کی ایک وجہ یورپ والوں کی دماغی پریشانی بھی ہے، تخمینہ بیان کیا جاتا ہے کہ برطانیہ میں روزانہ ایک آدمی اسلام قبول کرتا ہے اور ممکن ہے کہ یہ تعداد آگے چل کر کئی گنا زیادہ ہو جائے۔ یورپین ممالک ...... میں یوگوسلاویہ مسلمانوں کا سب سے بڑا مسکن ہے جہاں کئی لاکھ مسلمان ہیں، بتایئے یہاں کس کی تلوار نے اسلام پھیلایا ہے۔"

روزنامہ باسل تحریجیں رقمطراز ہے کہ:-

"براعظم یورپ میں اسلام کی پوزیشن بہت مضبوط ہو رہی ہے اور یہ مذہب یورپ کے فرقوں میں گذشتہ ایام کی نسبت سرعت سے پھیل رہا ہے۔ انگلستان اور ہالینڈ وغیرہ کے علاوہ آسٹریا، ہنگری اور اطالیہ میں بھی مسلمانوں کی تعداد میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے۔ یورپ کے بہت سے لوگ اس لئے مسلمان ہو گئے ہیں کہ وہ جنگ عظیم کے بعد عیسائیت کی ڈپلومیسی سے مایوس ہو گئے ہیں بعض اشخاص اس لئے حلقہ بگوش اسلام ہو گئے ہیں کہ وہ مغربی ممالک کی بد اخلاقیوں اور حیا سوز رسوم سے تنگ آ چکے تھے۔ چالیس سال پیشتر بیسویں صدی کے آغاز میں ممالک یورپ میں مسلمانوں کی مجموعی تعداد ۸۵ لاکھ تک پہنچ گئی۔ اس وقت صرف پیرس میں ۴۰ ہزار مسلمان آباد ہیں جنہوں نے متعدد مساجد بھی تعمیر کر لی ہیں۔ پچھلے دنوں برلن میں ایک مسجد تعمیر کر لی گئی ہے، یورپین مسلمانوں کی زیادہ تعداد انگلستان میں آباد ہے اندازہ کیا جاتا ہے کہ انگلستان میں اوسطاً ایک عیسائی روزانہ مسلمان ہو جاتا ہے۔ عین ممکن ہے کہ آئندہ نسل تک یہ تعداد تین گنا ہو جائے۔"

یورپین اخبارات کے یہ اقتباسات معاصر "الاعتصام" سے نقل کئے گئے ہیں جن سے ظاہر ہے کہ یورپ اور دوسرے ممالک میں اسلام بڑی سرعت کے ساتھ پھیلتا جا رہا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کے خاص افضال کا نتیجہ ہے لیکن معاصر "الاعتصام" کو اس بات پر غور کرنا چاہیئے کہ کیا جماعت احمدیہ کی تبلیغی مساعی ان افضال کی کشش کا موجب نہیں اور کیا یہ حضرت مجدد وقت کی صداقت کا ایک زندہ ثبوت نہیں کہ جس بات کی آرزو انہوں نے آج سے ساٹھ سال پہلے کی تھی اور پیشگوئی کی تھی کہ اسلام یورپ میں پھیل کر رہے گا۔ اور وہی دنیا میں زندہ اور غالب مذہب ثابت ہوگا آج وہ ہماری آنکھوں کے سامنے آپ کے نام لیواؤں کے ذریعہ سے سچی ثابت ہو رہی ہے۔

مسلمان خواتین کی بے حجابی

عورتوں کی بے حجابی اور اظہار زینت و عریانی جس کو قرآن کریم نے نہایت واضح الفاظ میں روکا تھا، یوں تو آجکل ہر جگہ پائی جاتی ہے، لیکن پاکستانی خواتین میں یہ مرض زیادہ سرعت کے ساتھ پھیلتا جا رہا ہے، یہاں تک کہ جو خواتین مکہ معظمہ میں حج کے لئے جاتی ہیں وہ بھی خود مکہ کے اندر .... اپنی بے حجابی اور عریانی کا مظاہرہ کئے بغیر نہیں رہ سکتیں، اس کی شکایت لکھنؤ کے ایک عالم دین مولانا ابوالحسن علی ندوی نے اپنے ایک مکتوب میں کی ہے جو معاصر "صدق جدید" میں بالفاظ ذیل شائع ہوا ہے:-

"حجاز میں اس مرتبہ یہ دیکھ کر افسوس بھی ہوا اور غیرت بھی آئی کہ پاکستان سے جو خواتین حج کے لئے آئی تھیں، ان میں بے حجابی اور بے باکی بہت عام اور نمایاں تھی خصوصاً نوجوان لڑکیاں شوخ و رنگین لباس پہنے ہوئے مکہ معظمہ میں اس بے حجابی اور بے تکلفی کے ساتھ پھرتی اور خریداری کرتی تھیں۔ کہ گویا مکہ معظمہ کے بجائے یہ لاہور کا انارکلی بازار یا مال روڈ ہے، اور حج و زیارت کے بجائے کوئی میلا یا تفریحی سفر ہے عام طور پر سننے میں یہ آتا تھا کہ مصری عورتوں میں بے حجابی و شوخی بہت عام ہے لیکن اس خاکسار کا مشاہدہ دیگر ہے کہ مصری عورتیں اکثر ڈھیلے ڈھالے لباس اور سادہ (اکثر مصر کے قصباتی و دیہاتی لباس میں جو بہت حد تک ساتر ہوتا ہے) نظر آتی تھیں۔ اور ہماری پاکستانی بہنیں، اور نوجوان لڑکیاں ٹھیک اسی فیشن میں ہوتی تھیں جو کراچی و لاہور میں عام طور پر مقبول و رواج پذیر ہے، حرم شریف میں بھی اور مسجد نبوی میں بھی پاکستانی بیویوں اور لڑکیوں کی بے تکلفی و آزادی نمایاں و ممتاز تھی اور اکثر انگشت نمائی کا سبب بنتی تھی۔"

کس قدر شرم اور افسوس کا مقام ہے کہ حج جیسے خالص دینی رکن کی ادائیگی کے لئے اتنے دور دراز کا سفر کر کے اور کثیر مصارف برداشت کر کے ہماری خواتین مکہ پہنچتی ہیں اور پھر خدا کے گھر میں جا کر بے دینی کا ایسا مظاہرہ کرتی ہیں جو ایک مسلمان عورت کے شایان شان نہیں۔

کیا ہمارے رہنمایان دین، اسلامی پریس اور حکومت پاکستان کے ذمہ دار اراکین کا یہ فرض نہیں کہ وہ اس بڑھتی ہوئی بے حجابی اور عریانی کے سدباب کے لئے مؤثر آواز اٹھائیں اور پاکستان کو بدنامی کے اس داغ سے بچانے کی کوشش کریں؟

سینما، پریس اور سکول

"تقدس مآب پاپائے روم نے کرسمس کے موقعہ پر اپنے نشری پیغام میں دنیا کے قید خانہ میں رہنے والوں کو متنبہ کیا ہے کہ نوجوانوں کے بگاڑنے میں جو حصہ سنما، پریس اور سکول لے رہے ہیں وہ اب ناقابل برداشت ہے۔"

یہ پہلی آواز نہیں، اس سے پیشتر کئی بڑے بڑے لوگوں نے اسی خیال کا اظہار کیا ہے اور یورپ اور امریکہ میں تو افزائش جرائم کا موجب ہی ان تین چیزوں کو قرار دیا گیا ہے، حالانکہ یہ تینوں چیزیں اخلاق کو بگاڑنے اور جرائم کو بڑھانے کا موجب ہو رہی ہیں۔ سینما میں تو ان میں بے حیائی اغوا، ڈکیتی اور قتل و غارت کی ترکیبیں تصویری زبان میں سکھائی جاتی ہیں، اخبارات و رسائل میں ایسے افسانے اور اس قسم کی خبریں شائع ہوتی جن سے جنسی ہیجان پیدا ہو اور جرائم کی طرف رغبت ہو، اور مدارس میں بھی الا ماشاءاللہ ایسی ہی باتیں طلبہ کے مطالعہ میں آتی ہیں، یہ یورپ اور امریکہ کے ساتھ ہی خاص نہیں دوسرے ممالک اور پاکستان بھی اس سے ملوث ہو رہا ہے، کاش ہمارے ملک کے ارباب اختیار اس طرف توجہ کریں اور ان تینوں چیزوں کو صحیح راہ پر لا کر ملک کو اخلاقی پستی میں گرنے سے بچا لیں۔

خسارہ بجٹ کے عطیات

خسارہ بجٹ کے عطیات کے سلسلہ میں کئی ایک جماعتوں کی طرف سے اطلاعات وصول ہو چکی ہیں لیکن اب تک بعض جماعتوں نے اس طرف توجہ نہیں کی حالانکہ ان سب کو تاکیداً خطوط ارسال کئے گئے تھے اب بذریعہ اخبار پھر گذارش ہے کہ براہ کرم اپنی پہلی فرصت میں احباب سے عطیات وصول کرنے کی کوشش کی جائے اور دفتر کو جملہ حالات سے مطلع کیا جائے۔

مرتضیٰ خان — اسسٹنٹ سکرٹری تحصیل

اسلام کی ڈوبتی ہوئی ناؤ کو سنبھالنے اور غلبۂ اسلام کے متعلق الٰہی تصرفات

جماعت کی ترقی اور مرکز کو دلکش بنانے کیلئے ایک انقلابی پروگرام

تقریر الحاج شیخ میاں محمد صاحب صدر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

برموقعہ جلسہ سالانہ منعقدہ ۲۶ر دسمبر ۱۹۵۱ء

(مرتبہ محمد یحییٰ بٹ صاحب)

ھوالذی ارسل رسولہ بالھدیٰ ودین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ ولو کرہ المشرکون

میرا انتخاب صدارت اور احباب کی توقعات

صاحب صدر و معزز حاضرین - آج یہ پہلا موقعہ ہے کہ بحیثیت صدر انجمن آپ لوگوں کے سامنے حاضر ہوا ہوں - اس وقت جبکہ ممبران جماعت نے مجھے اپنا صدر منتخب کیا - وہ لوگ مجھے خوب جانتے تھے کہ میں کتنی قابلیت کا آدمی ہوں - اور اس سے بھی وہ خوب واقف تھے کہ میرا ان کاموں میں آنا کہاں تک جماعت کے لئے مفید ہوگا - اس انتخاب کے بعد مجھے اپنے دوستوں کی طرف سے کئی قسم کے خطوط ملے - بعض نے لکھا کہ آپ لاہور آکر جمعہ کا خطبہ دیں بعض نے لکھا کہ آپ کوئی مضمون اخبار میں دیں - لیکن ان میں سے کوئی طریق مجھے پسند نہ آیا ان کا اصرار بالکل اسی طرح تھا کہ جس طرح ایک نئی بیاہی ہوئی دلہن کو دیکھنے کے لئے محلہ کی عورتیں آتی ہیں - اگرچہ لڑکی کو پہلے بھی انہوں نے دیکھا ہوتا ہے اور عمر کا ایک حصہ ان میں وہ ان میں بسر کرچکی ہوتی ہے - لیکن پھر بھی اس موقعہ پر بڑی خواہش سے دیکھا جاتا ہے اور اس کی شکل وغیرہ پہ تنقید کی جاتی ہے - مجھ میں اتنی قابلیت نہیں اور نہ ہی اتنی طاقت ہے کہ اس وقت آپ کے سامنے کوئی لچھے دار تقریر کردوں - آپ کی جماعت چونکہ ایک علمی جماعت ہے اس لئے میں خود بھی ایسی تقاریر کو پسند نہیں کرتا -

۱۹۱۴ء کے اختلاف کے بعد

اپنی جماعت کے ذرا ابتدائی حالات کو دیکھئے کہ ۱۹۱۴ء میں جب جماعت احمدیہ میں اختلاف ہوا تو ایک چھوٹی سی جماعت قادیان کو چھوڑ کر حضرت امام الزمان کے صحیح مقصد کو مدنظر رکھتے ہوئے یہاں لاہور میں آکر حضرت امیر مرحوم و مغفور کی زیر قیادت آباد ہوگئی - اور جماعت کا کثیر حصہ میاں بشیر الدین محمود احمد صاحب کے ساتھ رہ گیا - پھر ذرا غور فرمایئے کہ کتنا بڑا کام ہے جو اللہ تعالیٰ نے اس چھوٹی سی جماعت سے لیا ہے - یہ خدا کا بڑا فضل ہے -

موجودہ جمود کی وجہ

لیکن میں دیکھتا ہوں کہ ان کامیابیوں کا ذکر سنکر ہم مطمئن ہوجاتے ہیں اور یہ سمجھ لیتے ہیں کہ بس ہم نے کافی کام کردیا ہے - اور شاید یہی بڑی وجہ ہمارے موجودہ جمود کی ہے - منہ سے دعوے کرلینا آسان ہے لیکن میدان عمل میں کودنا بڑا مشکل ہے - ہمیں اپنا تمام زور قوت عمل پر دینا چاہیئے نہ یہ کہ اپنے کاموں کی تعریف سن کر ہم سست ہوجائیں -

جمود کو رفع کرنے کے لئے ایک پروگرام

میرے ذہن میں ایک باقاعدہ پروگرام ہے اور میں انشاء اللہ وقت آنے پر آپ لوگوں کے سامنے پیش کروں گا جس سے ہم اپنے جمود کو ایک زبردست قوت و حرکت میں تبدیل کر سکیں گے - فی الحال میں اپنے اصل مضمون کی طرف آتا ہوں -

غلبۂ اسلام کی پیشگوئی

ہمارا اصل کام تعمیری ہے - یہاں آپ نے عظیم الشان لیکچر سنے انہوں نے محفل کو خوب گرمایا - خدا کا شکر ہے کہ ہم میں ایسے پایہ کے مقرر ہیں - یہ آیات جو میں نے آپکے سامنے پڑھی ہیں اس سے پیشتر ایک آیت یوں ہے یریدون لیطفؤا نور اللہ بافواھھم کہ مخالفین اس کوشش میں ہیں کہ یہ نور مٹ جائے - لیکن اللہ تعالیٰ اس کے بعد فرماتا ہے واللہ متم نورہ ولو کرہ الکافرون - کہ یہ نور ہرگز نہیں مٹ سکے گا - بلکہ یہ اپنے انتہائی کمال تک پہنچکر ہی رہے گا - نہ صرف کمال کو پہنچے گا بلکہ اس کے بعد فرمایا لیظھرہ علی الدین کلہ - یہ دنیا کے تمام دوسرے مذاہب پر غالب آئے گا -

ابتدائے اسلام میں

ابتدائے اسلام میں دنیا نے اس کا نظارہ دیکھا کہ تمام وہ زبردست قومیں جو اس کے مٹانے کے درپے تھیں اسلام کی بڑھتی ہوئی رَو کو روک نہ سکیں بلکہ ایک دن آیا کہ وہ خود اس کے سیلاب میں بہہ گئیں اور اسلام میں داخل ہوگئیں اور عرب چھوڑ اس کے قرب و جوار میں اسلام غالب مذہب بن گیا -

غلبۂ اسلام مسیح موعود کے زمانہ میں

لیکن یہ پیشگوئی اس زمانہ کے لئے ہی محدود نہ تھی بلکہ مفسرین نے لکھا ہے کہ مسیح موعود کے زمانہ میں اس پیشگوئی کا کامل ظہور ہوگا - اسلام کے ابتدائی غلبہ کے بارہ میں آج تک مخالفین اسلام کا یہ غلط اعتراض چلا آیا ہے کہ اسلام بزور شمشیر پھیلایا گیا - اس لئے اسلام کی اس نشاۃ ثانیہ میں جو مسیح موعود کے ساتھ وابستہ ہے - اللہ تعالیٰ اس اعتراض کو دور کرنا چاہتا ہے - اس دور میں مسلمانوں کی تمام حکومتیں یکے بعد دیگرے ہاتھ سے نکل گئیں - نہ صرف یہ بلکہ یہ شمشیر آج مخالفین کے ہاتھ میں دے دی گئی تا ان حالات میں ایک بار پھر اسلام کو اس کی روحانی قوتوں کے باعث دنیا پر غالب کیا جائے - مخالفین کے اعتراض کو باطل ثابت کیاجائے ابتدا میں بھی اسلام شمشیر کے زور سے نہیں پھیلا تھا بلکہ یہ اس کی روحانی قوتیں ہی تھیں جس کے باعث وہ ۲۳ سال کے اندر اندر ایک بے بسی کی حالت سے نکل کر ایک مضبوط چٹان پر جا کھڑا ہوا - یہ تصرف الٰہی تھا جو آج ایک اور رنگ میں ظاہر ہوا اور خدا تعالیٰ نے اپنی بات پوری کر دکھائی -

مسیح موعود نے اسلام کی ڈوبتی ہوئی ناؤ کو سنبھالا

موجودہ دور میں بھی جب کہ مسلمان عملاً مسلمان نہ رہے تھے - ان کی سیاسی شان و شوکت مٹ چکی تھی - اور ان میں مخالفین کی قوت و رعب اور دبدبہ کے باعث بزدلی پیدا ہوچکی تھی - نہ صرف یہ بلکہ مخالفین اسلام پر اعتراضات کی بوچھاڑ کررہے تھے - یکدم حضرت مسیح نزول فرماتے ہیں اور اسلام کی اس ڈوبتی ہوئی کشتی کو سنبھال لیتے ہیں -

ایک الٰہی پلین

غور فرمایئے کہ الٰہی ہاتھ کیا رنگ پیدا کرتا ہے اور ایک پلین Scheme کے تحت اسلام کی برتری اور اس کی شوکت کے دوبارہ پیدا ہونے کی کس طرح یورپ میں ایک بنیاد رکھدیتا ہے - جس زمانہ میں ادھر مشرق میں مسیح کا نزول ہوتا ہے - بالکل اسی زمانہ میں مغرب کے اندر ایک عیسائی کے ہاتھوں ایک مسجد کی بنا رکھوائی جاتی ہے - یہاں (متحدہ ہندوستان) سے ایک عیسائی ولایت جاتا ہے - اور اپنے ساتھ ایک کثیر رقم نوابوں وغیرہ سے بطور چندہ لے جاتا ہے اور اس رقم سے ولایت پہنچکر ووکنگ میں ایک مسجد اور ایک مندر تعمیر کرواتا ہے - یہ مسجد تیار ہوجاتی ہے اور صرف زائرین کی زیارت بنکر رہ جاتی ہے - نمازی کوئی نہیں اور اس پر ایک لمبا عرصہ گذر جاتا ہے -

خواجہ کمال الدین صاحب مسجد ووکنگ میں

اتنے میں خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم اپنے منشی بلال کو ہمراہ لئے وکالت کے سلسلہ میں وہاں پہنچتے ہیں - یہ قریباً ۱۹۱۲ء کا واقعہ ہے - مسجد کو دیکھا - نوافل ادا کئے

خواجہ صاحب نے بلال سے مسجد سے نکلنے اور جائے رہائش کو چلنے کے لئے کہا۔ بلال نے کہا میں تو یہاں سے نہیں جاؤں گا۔ میں یہاں رہوں گا۔ خواجہ صاحب وکیل تھے۔ وہاں کے قانون کو خوب سمجھتے تھے لیکن بلال صاحب نہ مانے تو ایک خیال آیا اور خواجہ صاحب بھی اس سے متفق ہو گئے۔ جس عیسائی نے یہ مسجد بنوائی تھی اس کا مکان بھی قریب ہی تھا۔ اسے اس بات کا علم ہوا تو خواجہ صاحب کو نکلنے کو کہا۔ لیکن خواجہ صاحب نے جواباً کہا کہ یہ مسجد ہے اور وقف کا کوئی مالک نہیں ہوتا۔ اس جواب کو سن کر وہ ششدر رہ گیا۔ اور اسی ڈر سے اس عیسائی نے جو مندر بنوایا تھا اسے بیچ دیا۔ مندر کا آج نام و نشان مٹ چکا ہے۔ لیکن یہ خانۂ خدا قائم رہ گیا۔ اور آج خدا کا فضل ہے کہ یہاں سے مغرب کو نورِ اسلام سے روشن کیا جا رہا ہے۔

ووکنگ مشن کے متعلق حضرت مسیح موعود کے کشوف

خان بہادر غلام ربانی خان صاحب جو حال ہی میں وہاں سے واپس آئے ہیں۔ انہوں نے آپ کو بتایا ہے کہ کس طرح لوگ آج اس مرکز کو عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ یہ تصرفاتِ الٰہی ہیں کہ وہ کشوف جو ابتدا میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسلام کی ترقی کے متعلق دیکھے تھے۔ وہ آج اس مشن کے ذریعہ سے پورے ہو رہے ہیں۔ حضرت مسیح موعودؑ نے ایک کشف میں دیکھا کہ گویا میں انگلستان میں ہوں اور ایک منبر پر چڑھ کر تقریر کر رہا ہوں۔ بعد اس کے میں نے چند خوبصورت پرندے پکڑے ہیں۔ اس کی تعبیر میں آپ نے فرمایا اگر میں نہیں تو میری تحریرات وہاں پہنچیں گی اور انگریز مسلمان ہوں گے۔ دیکھ لیجئے آج یہ کشف کس صفائی کے ساتھ پورا ہوتا ہمیں نظر آ رہا ہے۔

قرآن کا انگریزی ترجمہ اور اسلامی لٹریچر

مسیح کی آمد کے ساتھ ہی الٰہی تصرفات کا ایک عجیب سلسلہ ہمیں نظر آتا ہے۔ اگر ایک طرف ابتداء میں ہی یہ ووکنگ مسجد تیار ہو گئی تو دوسری طرف قرآن کریم کا انگریزی میں ترجمہ کرنے کے لئے حضرت امیر مولانا محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ مصروفِ کار ہو جاتے ہیں۔ یہ کام حضرت مولانا نور الدین رضی اللہ عنہ کی زیرِ نگرانی تکمیل کو پہنچا۔ جب ترجمہ مکمل ہو گیا تو بشارت ملی ترجمہ قبول ہو گیا۔ اب مزید لٹریچر کی ضرورت تھی۔ اس کے مہیا کرنے میں حضرت امیر قوم رح نے بڑی جانفشانی سے کام کیا اور بہت سا ضروری لٹریچر بھی تیار کر دیا۔

خواجہ صاحب کی مشکلات اور آپکی دعائیں

جب خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم تبلیغِ اسلام کا بے پناہ ولولہ لئے ہوئے انگلستان میں پہنچتے ہیں تو وہاں ان سے پوچھا جاتا ہے آپ یہاں کس لئے آئے ہیں۔ تو وہ بڑی جرأت اور یقین بھرے لہجہ میں فرماتے ہیں انگریزوں کو مسلمان کرنے آیا ہوں۔ ان کے اس عزم پر مسلمان اور غیر مسلم ہنسی اڑاتے ہیں۔ اب خواجہ صاحب کی مشکلات کا بھی اندازہ کیجئے۔ روپیہ نہیں۔ ظاہری طاقت نہیں۔ اپنے اور بیگانے ہنسی اڑاتے ہیں آپ سجدہ میں گر گئے۔ اور خوب رو رو کر دعائیں کیں۔ عاجزی خدا کے ہاں بڑی پسند ہے۔ جب تک بندہ میں عاجزی پیدا نہ ہو الٰہی نصرت نہیں آسکتی۔ آخر دنیا نے دیکھا کہ خواجہ صاحب نے اپنے مشن میں کس قدر نمایاں کامیابی حاصل کی۔ یہ دعا ہی تھی جس نے بیڑا پار کر دیا۔

حضرت مسیح موعود کا نفخِ روحانی

خواجہ صاحب مرحوم کو اسلام کی کامیابی پر اتنا یقین کس سے پیدا ہوا کہ باوجود ناموافق حالات کے دنیوی کاروبار پر لات مار کر آپ مغرب میں چلے گئے۔ یہ مردِ خدا مشکلات کا مقابلہ کرتا ہے لیکن اس عزم سے تائب نہیں ہوتا۔ غور فرمائیں اگر یقینِ کامل کے ذریعے خواجہ صاحب مرحوم کا قلب منور نہ ہوتا تو وہ ایک دن بھی ان حالات میں نہ گزار سکتے۔ یہ یقین ہی تھا کہ مشکلات کا مقابلہ آپ نے جانفشانی سے کیا۔ لیکن اس عزم کو ترک نہ کیا۔ یہ حضرت مسیح موعودؑ کے نفخِ روحانی کا نتیجہ تھا کہ جس نے اسلام کی کامیابی پر خواجہ صاحب کے دل میں اس قدر کامل یقین پیدا کر دیا۔

غلبۂ اسلام کے متعلق حضرت مسیح موعودؑ کا یقین

حضرت نے خدا تعالےٰ سے علم پا کر اعلان کیا کہ

آ رہا ہے اس طرف احرارِ یورپ کا مزاج
نبض پھر چلنے لگی مُردوں کی ناگہ زندہ وار

ایک اور مقام پر فرمایا ہے

آ رہی ہے مجھ کو خوشبو میرے یوسف کی مجھے
گو کہو دیوانہ مجھ کو میں کرتا ہوں اس کا انتظار

اس زمانہ کے لیڈروں کی تحریرات اٹھا کر دیکھ لو ہر طرف اسلام کے بارے میں مایوسی کا عالم چھایا ہوا تھا۔ اس وقت حضرت مرزا صاحب ہی کا ایک وجود نظر آتا ہے جن کا قلب غلبۂ اسلام کے یقین سے لبریز تھا۔ یہی وجہ تھی کہ جو بھی آپ کی صحبت میں بیٹھا وہ بھی اس یقین سے معمور ہو گیا۔

حضرت امیرؒ کا انقلاب آفرین لٹریچر

ادھر اگر خواجہ صاحب کے چند سالہ قیام نے یورپ میں ایک تہلکہ مچا دیا۔ تو یہاں حضرت امیر مرحوم کے قلم سے نہایت مفید لٹریچر پیدا ہوتا گیا۔ جس نے جہاں کہیں بھی پہنچا ایک انقلاب پیدا کر دیا۔ دونوں جماعتوں کے باہمی اختلافات پر حضرت امیر مرحوم نے ایک مدلل اور فیصلہ کن لٹریچر پیدا کیا۔ جس کی برکت سے آج ۳۰ سال کے بعد جماعت قادیان نے خاندانِ نبوت کے لفظ کے استعمال کو ترک کرنے کا اعلان کر دیا ہے۔ جب خاندانِ نبوت نہ رہا تو پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو نبی بنانے کا عقیدہ بھی ساتھ ہی باطل ہو گیا۔

خواجہ صاحب مرحوم نے جس مشن کی بنا رکھی تھی۔ اس کو جو عظمت اور عزت مغرب میں حاصل ہے اس کا یہاں بیٹھے اندازہ نہیں ہو سکتا۔ حضرت امیر رح کے پیدا کردہ لٹریچر اور اس مشن کی وجہ سے آج خدا کے فضل سے عیسائی اقوام میں بہت بڑا انقلاب پیدا ہو چکا ہے اب وہ لوگ پرانی بحثیں چھوڑ چکے ہیں۔

میرا سفرِ یورپ

حضرت امیر مرحوم جب زندہ تھے تو میں نے انہیں کئی بار کہا کہ تمام دنیا کا ایک دورہ کریں۔ باہمی جھگڑوں کو چھوڑیں اور زمانہ کے حالات کو دیکھیں۔ لیکن قدرت کو منظور نہ تھا مولانا صدر الدین صاحب سے کہا خدا تعالےٰ نے آپ کی تقریر میں ایک اثر رکھا ہے باہر نکلیں۔ لیکن انہوں نے بھی پسند نہ کیا۔ آخر میں نے خود باہر نکلنے کا ارادہ کیا۔ میری طبیعت ان باہمی جھگڑوں سے اُکتا گئی تھی۔ ...... یہ کہنا کہ صحابہ میں بھی آخر لڑائی جھگڑے ہوتے تھے۔ ایسا ہوتا ہی آیا ہے۔ میری اس سے تسلی نہیں ہوتی تھی۔ میرے نزدیک صحابہ کا باہمی جھگڑا اور فساد بھی کوئی اچھا کام نہیں تھا۔ لہذا میں مجبور ہو کر یورپ کے سفر کو نکل پڑا۔

یورپ میں اسلام کی فتح کے آثار

وہاں پہنچکر جو بات میں نے دیکھی وہ اسلام کی فتح تھی۔ ہالینڈ میں میں گیا۔ بہت سے لوگوں سے تبادلۂ خیالات کا موقعہ ملا۔ اسی طرح برلین میں مختلف خیالات کے لوگوں سے گفتگو کا موقعہ ملا ہر جگہ قلوب کے اندر اسلام کی طرف ایک حرکت نظر آتی ہے۔ دوسری جنگِ عظیم کے ہولناک نتائج سے ان قوموں کے دل نرم ہو چکے ہیں۔

تبلیغ اسلام کے لئے پوری قوت خرچ کرنیکی ضرورت

اب ضرورت ہے تو صرف اس امر کی کہ اسلام کو زور کے ساتھ ان کے سامنے پیش کیا جائے۔ اور اس کی خوبیوں کو ان کے سامنے واضح کرنے کے لئے اپنی پوری قوت خرچ کی جائے۔ اپنے اموال کو اشاعتِ اسلام کے لئے خرچ کرنے کی بڑی ضرورت ہے۔ اس کے بغیر اس کام کا ہونا ممکن نہیں۔ میں کہتا ہوں اگر خدا چاہتا تو اپنے مرسلوں کو خزانوں کا مالک بنا دیتا۔ تاکلمۂ حق کے پہنچانے میں آسانی ہوتی۔ لیکن اس نے ایسا نہیں کیا۔ یہ اس لئے تا وہ دیکھے کہ ہم میں سے ہر ایک کلمۂ حق کو دوسرے تک پہنچانے میں کتنی قوت خرچ کرتا ہے۔ تا وہ افضالِ الٰہی کا وارث بن سکے۔

ہماری کوششیں اور الٰہی تصرفات

تو میں نے کہا کہ ان اقوام میں اسلام کے ماننے کے لئے اس قدر تحریک ہے کہ الٰہی تصرفات کا رنگ کھلے اور بین طور پر نظر آتا ہے۔ غور کیجئے ہماری کوششیں کیا ہیں۔ لیکن اس کے مقابلہ میں الٰہی تصرفات کہیں بڑھ چڑھ کر ہیں۔

میں نے عہدۂ صدارت کیوں قبول کیا

یہی وہ چیز تھی جس نے مجھے اس عہدہ کو جو آپ لوگوں نے میرے ذمہ ڈالا ہے سنبھالنے کے لئے مجبور کیا۔ اگر یہ تصرفات میں نے اپنی آنکھوں سے نہ دیکھے ہوتے تو میں اسکو چھوڑ دیتا لیکن حالات کے مطالعہ سے مجھے معلوم ہوا کہ یہ چھوٹی جماعت بڑے نازک دور میں ہے اگر یہ جماعت مٹ گئی تو تمام کام جو یہ کر رہی ہے ختم ہو جائے گا۔ تو اس خیال نے مجھے اس بوجھ کو اٹھانے پر مجبور کر دیا۔

میرا انقلابی پروگرام

مجھ سے پوچھا گیا ہے کہ آپکا پروگرام جماعت کے بارہ میں کیا ہوگا۔ تو اس سلسلہ میں میں بلا مبالغہ کہنا چاہتا ہوں کہ میرا پروگرام انقلابی ہے۔ میں جماعت کو صرف یہاں تک ہی نہیں رکھنا چاہتا کہ مسیح مر گیا ہے یا زندہ ہے۔ حضرت امام الزمان نے نبوت کا

دعوےٰ کیا ہے یا نہیں۔ ان بحثوں پر اب وقت خرچ کرنا تضیع اوقات ہے۔ ہم میں سے جس گروہ نے دعوےٰ نبوت کو حضرت میرزا صاحب کی طرف منسوب کیا تھا۔ وہ آہستہ آہستہ خود ہی اسکو چھوڑ رہا ہے۔ حالات بدل چکے ہیں۔ اس وقت میں اپنے پروگرام کا ایک مختصر خاکہ آپ لوگوں کے سامنے پیش کرتا ہوں۔

ہمارا موجودہ مرکز

حافظ محمد حسن صاحب چیمہ نے بھی ابھی تقریر کرتے ہوئے بعض باتوں کی طرف توجہ دلائی ہے۔ یہاں لاہور میں کام شروع کئے ہوئے ہمیں ۲۳ سال گذر چکے ہیں۔ اور ہم اس چار دیواری سے باہر نہیں نکلے۔ یہ سالانہ اجتماع کا پنڈال جو ہمیں نظر آتا ہے۔ اس سے کوئی شخص ہمارے کام کا اندازہ نہیں لگا سکتا۔ لاکھوں روپے ہم نے اب تک خرچ کر دیئے ہیں۔ لیکن اپنے مرکز کی حالت کو دلکش بنانے کی طرف کچھ بھی توجہ نہیں کی۔ آج خدا کے فضل سے ہماری جماعت کی شاخیں دنیا کے اکثر حصوں میں موجود ہیں۔ اگر وہاں سے نمایندے آنے شروع ہو جائیں تو آپ انہیں کیا دکھائیں گے۔ بحثیں ہوتی ہیں کہ ہماری ترقی میں کیا روک ہے۔ بعض کہتے ہیں جماعت قادیان نے دعوےٰ نبوت کو حضرت امام زمان کی طرف منسوب کرکے اور دوسرے تمام مسلمانوں کو کافر کہکر ایک بہت بڑی روک پیدا کر دی ہے۔ لیکن ان اعتقادات کے باوجود ان کی اپنی ترقی تو بدستور ہو رہی ہے۔ ہماری ترقی کے نہ ہونے کی یہ کوئی وجہ نہیں۔ میرے خیال میں ہماری ترقی کے رکنے کی وجہ یہ ہے کہ ہمارا مرکز دلکش نہیں۔ دنیا کے لوگ آخر فرشتے تو نہیں ہیں کہ ہماری بود و باش کو وہ نہ دیکھیں۔ غور کریں کہ آخر ہم نے اپنے نوجوانوں کے لئے اپنے مرکز میں کونسی دلچسپی پیدا کی ہے۔ بہت سے نوجوان ہمارے سامنے ہیں۔ جن کے باپ دادا سلسلے پر عاشق تھے۔ لیکن ان نوجوانوں میں وہ روح آج مفقود ہے۔ مرکز کو مضبوط اور دلکش بنانے سے یہ روح آج پھر پیدا کی جا سکتی ہے۔

مرکز کو دلکش بنانے کی سکیم

سو میری سکیم یہ ہے کہ مسلم ٹاؤن میں جو ہماری ۱۹۲ کنال زمین ہے اپنے مرکز کو وہاں تبدیل کر دیا جائے۔ اور ادارہ تعلیم القرآن کی بلڈنگ بھی وہاں تیار کروائی جائے۔ اس کے علاوہ رہائشی مکانات بھی بنوائے جائیں۔ اس طرح اپنا ایک ماحول پیدا کیا جا سکتا ہے جس سے اپنوں اور غیروں پر ایک اچھا اثر پڑ سکتا ہے۔ یہاں مہمانوں کے لئے کوئی عمدہ انتظام نہیں۔ اس دفعہ جلسہ پر آنے والے مہمانوں کو سہولت بہم پہنچانے کے لئے ہر ممکن کوشش کی گئی ہے۔ لیکن میں اسی پر ہی ختم نہیں کرنا چاہتا۔ بلکہ اس کی تکمیل میرے مدنظر ہے۔

کمرشل کالج کی تجویز

میرے پروگرام میں دوسری بات یہ ہے کہ مسلم ہائی سکول نمبر ۲ کو کمرشل کالج میں تبدیل کر دیا جائے۔ آج کل اکونٹنٹس اور ٹائپسٹوں کی کافی ضرورت ہے۔ اس لئے آرٹس میں ڈگری حاصل کرنے کی نسبت کامرس کی ڈگری حاصل کرنا بہتر ہے اور یہ ہمارے نوجوانوں کے لئے بہت ہی مفید ثابت ہوگا۔

اپنی ذمہ داری کا احساس پیدا کرو

غرضکہ ہمارے سامنے ایک مفید پروگرام ہے۔ اس سے آپ اندازہ لگا لیں کہ کس قدر کام کا بوجھ آپ کی جماعت اپنے اوپر اُٹھا رہی ہے۔ ایک طرف وہ کام ہے جو آپ لوگوں نے پہلے ہی سے اپنے کندھوں پر اُٹھایا ہوا ہے۔ اور دوسری طرف جماعت کی مضبوطی اور بہتری کے لئے یہ پروگرام ہے۔ قوم کی مضبوطی کے لئے سب سے اہم امر ذمہ داری کا احساس ہے۔ اگر ہم میں سے ہر ایک کو یہ احساس پیدا ہو جائے تو آج ہی بڑی مضبوطی پیدا ہو سکتی ہے۔ یہ فکر نہ کریں کہ روپیہ کہاں سے آئیگا۔ اپنے قدموں کو مضبوط کرو اور اپنی ذمہ داریوں کو محسوس کرو تو روپیہ کے بہم پہنچانے کا اللہ تعالیٰ خود ہی انتظام کر دے گا۔

معاونت اور ہمدردی کی ضرورت

باہم بھائی بھائی بن جاؤ۔ غیر ضروری باتوں کو خیرباد کہہ دو۔ وہ قدم نہ اُٹھاؤ جس سے قوم میں انتشار پیدا ہونے کا خطرہ ہو۔ دیکھئے میں نے یہ بوجھ صرف اسی لئے اُٹھایا ہے کہ تا یہ کام جو ہماری جماعت سالہا سال سے کر رہی ہے وہ جاری رہے۔ اسمیں مجھے آپ لوگوں کے تعاون کی ضرورت ہے۔ اگر مجھ سے تعاون نہ کیا گیا تو میں اس ذمہ داری کو چھوڑ دوں گا۔ یہ الٰہی کاروبار ہے اور اسی نے مجھے اس جگہ لا کھڑا کیا ہے۔ اس کام کو چلانے کے لئے مجھے آپ لوگوں کی امداد اور ہمدردی کی ضرورت ہے۔ کسی شخص کو کوئی عہدہ سپرد کرنے وقت چاہیئے کہ اس کی خوب پڑتال کی جائے لیکن جب ایک آدمی کو منتخب کر لیا جائے تو پھر ایک ولولہ اور جذبہ چاہیئے جس سے کہ اسکی معاونت کی جائے تا زیادہ سے زیادہ کام ہو سکے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

حضرت امیر قوم کا دورہ لاہور چھاؤنی میں

محمد یحییٰ بٹ صاحب

گذشتہ اتوار حضرت امیر قوم مولانا صدرالدین صاحب لاہور چھاؤنی کے دوستوں سے ملنے کے لئے تشریف لے گئے اس دن لاہور میں آسمان ابر آلود تھا۔ ہلکی ہلکی بوندا باندی ہو رہی تھی اور ہوا بھی خوب چل رہی تھی۔ مولانا مرتضیٰ خاں صاحب اور خاکسار کو بھی اس دورہ میں حضرت امیر کی ہمراہی کا شرف حاصل ہوا۔ قریباً پونے تین بجے ہم وہاں پہنچے جماعت کے تمام دوست قاضی ثناء اللہ صاحب مرحوم کے مکان پر جمع تھے (قاضی صاحب مرحوم سلسلہ کے پرانے لوگوں میں سے تھے ان ہی کی کوششوں سے یہ جماعت معرض وجود میں آئی اللھم اغفر لہ) حاضرین کی تعداد تیس کے قریب تھی ان میں جماعت کے سیکرٹری بابو عبدالعزیز صاحب سید سلطان علی شاہ صاحب، قاضی محمد اسلم صاحب قاضی عبدالحفیظ صاحب ڈاکٹر احمد حسن صاحب بھی موجود تھے تمام احباب نے نہایت ہی گرمجوشی اور تپاک سے خیر مقدم کیا۔ خواتین بھی پس پردہ موجود تھیں۔

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ نے دوستوں کا حال پوچھنے کے بعد نہایت ہی موثر پیرایہ میں سلسلہ کے متعلق گفتگو شروع کی اور اس دوران میں اپنے وزیر آباد کے گذشتہ دورہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ وہاں شہر کے معززین کو دعوت دی گئی جن میں وکلا اور جج صاحبان بھی تھے قریباً پچاس اصحاب اس دعوت میں شامل تھے۔ وہاں ایک مولوی صاحب نے حضرت امام زماں پر اعتراض کرتے ہوئے کہا کہ حضرت میرزا صاحب نے تو اپنے الہامات کو قرآن مجید کا درجہ دیا ہوا ہے۔ اس سے تمام حاضرین چونک اُٹھے گویا یوں معلوم ہوتا تھا کہ مولوی صاحب کے اس اعتراض نے غیرت مند لوگوں میں حضرت امام زمان کے خلاف ایک نفرت کا جذبہ پیدا کر دیا ہے۔ لیکن میرے جواب نے اس خیال کو حضرت امام زمان کی علو مرتبت اور آپ کا خدا کیسا تھ ایک محکم تعلق ہونیکی صورت میں بدل دیا۔ میں نے کہا حضرت امام زمان نے مرتبہ کے لحاظ سے اپنی وحی کو قرآن کی وحی کے برابر ہرگز قرار نہیں دیا۔ البتہ اسکے منجانب اللہ ہونے پر جو انہیں یقین کامل تھا اسکا اظہار کیا گیا ہے۔ یعنی آپنے فرمایا ہے جس طرح میں قرآن کریم کو خدا تعالیٰ کا کلام سمجھتا ہوں بعینہ اسی طرح میں اس بات پر محکم یقین رکھتا ہوں کہ میرے الہامات بھی خدا تعالیٰ کی طرف سے ہیں۔ قرآن مجید میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس رنگ میں کفار کے سامنے اپنی وحی کو من جانب اللہ قرار دیا ہے فرمایا فورب السماء والارض انه لحق مثل ما انكم تنطقون یعنے مجھے اس وحی کے خدا کی طرف سے ہونے پر اسی طرح پر یقین ہے جس طرح تم میرے سامنے بیٹھے ہوئے باتیں کرتے ہو۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ نعوذ باللہ کفار کا کلام قرآن مجید کے برابر ہو گیا۔ حضرت امیر کا یہ بیان سُن کر تمام احباب وجد میں آ گئے سب کے چہرے خوشی سے کھل گئے۔ اس کے بعد حضرت امیر قوم نے امام زمان کے پیدا کردہ انقلاب کا ذکر کیا آپنے فرمایا کہ حضرت مسیح موعود نے اپنے پاس بیٹھنے والوں میں قرآن و حدیث کا عشق پیدا کر دیا۔ اور انگریزی پڑھے لکھے نوجوانوں کو قرآن کا عاشق بنا دیا۔ آپ کا یہ اتنا بڑا کمال ہے کہ غیر بھی اس کے معترف تھے سلسلہ کلام کو جاری رکھتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ حضرت امام زمان کے ساتھ جن جن لوگوں نے تعلق قائم کیا ان کی نمازوں نے ایک اور ہی رنگ پکڑ لیا۔ احمدی نماز کو بڑا ہی سنوار کر پڑھتے تھے اور مزید براں ان کے اُٹھنے بیٹھنے لین دین غرضکہ ان کے ہر شعبہ زندگی میں ایک امتیاز پیدا ہو گیا۔ احمدی اپنے اخلاق فاضلہ سے پہچانا جاتا تھا یہ وہ انقلاب ہے جو حضرت امام زمان کی صداقت پر ایک روشن دلیل ہے تمام جماعت کی عملی حالتوں کو بدل کر رکھ دینا کسی معمولی انسان کا کام نہیں مجددین کی بعثت کی غرض بھی یہی ہوتی ہے کہ وہ لوگوں کو ایمان باللہ کے دعوے سے یقین اور معرفت کے مقام تک پہنچا دیں اسی ایمان سے اخلاق فاضلہ پیدا ہو سکتے ہیں نرا رسمی ایمان کوئی فائدہ مند چیز نہیں۔

حضرت مولانا صاحب نے حضرت امام الزمان کی صداقت پر آپکے علمی پہلو کو بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ آپ نے وہ علم کلام پیدا کیا اور مخالفین اسلام کو وہ دندان شکن جواب دیئے جس کی تاب نہ لاکر سب کے سب میدان چھوڑ گئے۔ اور اسلام کی برتری اور اسکے غلبہ کو تمام ادیان پر ثابت کر دیا ایک وہ زمانہ تھا کہ عیسائی لوگ مسلمانوں کو عیسائی بنانے کیلئے ہمہ تن مصروف نظر آتے تھے اور انہوں نے اس میں کافی کامیابی بھی حاصل کی لیکن حضرت امام زمان کی بعثت کے بعد حالات بالکل بدل گئے اور عیسائی دنیا اسلام کی قوت کے سامنے اس قدر مرعوب ہو گئے کہ ایک احمدی کا نام سُن کر وہ بھاگ جاتے اس طرح جاء الحق وزھق الباطل کا نقشہ آج دوبارہ دنیا نے دیکھ لیا۔

یہ ایمان افروز گفتگو جاری تھی کہ عصر کی نماز کا وقت قریب آ گیا سب حاضرین نے حضرت امیر ایدہ اللہ کی امامت میں نماز ادا کی اور بعد میں کھڑے ہو کر آپ نے حاضرین کو خطاب کیا۔ اور نمازوں کو (باقی بر صفحہ ۸)

سالِ گذشتہ میں ہماری تبلیغی سرگرمیاں

بسلسلہ اشاعت گذشتہ

تبلیغ پاکستان

اس شعبہ کے افسر جناب شیخ عبدالرحمن صاحب مصری ہیں۔

مغربی پاکستان

مغربی پاکستان میں تبلیغ کے لئے اس کے مختلف مقامات پر تبلیغی مراکز قائم کئے گئے ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) نواب شاہ علاقہ سندھ (۲) ملتان (۳) لاہور (۴) لائلپور (۵) جھنگ مگھیانہ (۶) چک ۵۲ جنوبی (۷) جہلم (۸) سیالکوٹ (۹) علی پور (۱۰) ڈیرہ غازیخاں (۱۱) کسمبر (۱۲) کچھی ضلع ہزارہ۔

اور ان مراکز میں علی الترتیب مندرجہ ذیل مبلغین کام کر رہے ہیں۔

(۱) حافظ عبدالرشید صاحب (۲) شیخ محمد یوسف صاحب گرنتھی (۳) محمد یحییٰ (۴) میرزا مظفر بیگ صاحب ساطع (۵) مولوی محمد حسن صاحب۔ (۶) مولوی شیر محمد صاحب (۷) مولوی احمد گل صاحب (۸) چوہدری محمد سعید احمد صاحب کھنہ (۹) قاضی شیر محمد صاحب (۱۰) مولوی عبدالقادر صاحب (۱۱) مولوی محمد علی صاحب (۱۲) مولوی عبدالرحمن صاحب (مولوی محمد علی صاحب اور مولوی عبدالرحمن صاحب کو ستمبر ۱۹۵۱ء سے اپنے اپنے حلقہ میں متعین کیا گیا ہے)

تمام مبلغین کرام ماسوائے شیخ محمد یوسف صاحب گرنتھی اپنا تمام وقت تبلیغ کے کام پر صرف کر رہے ہیں۔ اس سال تمام مبلغین نے اپنی اپنی جماعتوں کو منظم کرنے اور ان میں سلسلہ کے متعلق ولولہ کو بڑھانے کے لئے حسب استطاعت کوشش کی۔ اور گاہے گاہے سلسلہ عالیہ احمدیہ پر لیکچر دیئے اور خصوصاً ہر جمعہ میں خطبات کے ذریعہ اس پر کافی روشنی ڈالی۔ اپنے اپنے حلقہ میں قرآن شریف کے درس اور اس کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب کے درس کو جاری رکھا ہے۔ اس کے علاوہ جماعت کے بچوں کی تعلیم و تربیت کی طرف بھی توجہ مبذول کی گئی ہے۔ بعض مقامات پر نوجوانوں سے لیکچروں کی باقاعدہ مشق بھی کرائی جاتی ہے۔ غرضیکہ اس سال جماعت کی علمی اور عملی تربیت پر خاص توجہ دی گئی ہے۔ نیز غیر از جماعت احباب تک سلسلہ کے پیغام کو پہنچایا گیا۔ اور ان میں ذی علم اور سنجیدہ احباب کو منتخب کر کے ان سے گاہے گاہے ملاقی کی گئی۔ اور ان میں سلسلہ کا لٹریچر تقسیم کیا گیا۔ اور ان کے شکوک و شبہات کو حتی الوسع دور کرنے کی کوشش کی گئی۔ جس سے اپنوں اور غیروں میں بڑا اچھا اثر ہوا۔ اس طریق سے جہاں بے شمار لوگوں کے خیالات ہمارے سلسلہ کے بارے میں تبدیل ہو گئے وہاں ۱۰۷ احباب نے سلسلہ عالیہ احمدیہ میں شمولیت فرمائی۔ نیز ضرورت کے تحت دوسرے علاقہ جات میں بھی مبلغین نے دورے کئے۔ چنانچہ مولوی احمد گل صاحب نے جہلم کے ملحقہ علاقوں میں کافی دور تک دورے کئے اور اہل علم لوگوں تک سلسلہ کے پیغام کو پہنچایا۔ گوجرانوالہ کے ملحقہ علاقوں۔ میاں چنوں، علی پور، کسمبر وغیرہ میں مولوی شیر محمد صاحب نے دورے کئے۔ اور حضرت امام الزمان مسیح موعود علیہ السلام کے دعاوی وغیرہ پر مدلل لیکچر دیئے۔ دوروں کا یہ سلسلہ جہاں جماعت کے لئے تقویت کا باعث ہوا وہاں غیر از جماعت احباب پر اس کا بڑا اچھا اثر ہوا۔ ان پر سلسلہ کی حقانیت ظاہر ہو گئی۔ اور انہوں نے سلسلہ کا لٹریچر مطالعہ کرنے کا شوق ظاہر کیا (ایسے دوستوں سے خط و کتابت کا سلسلہ بھی جاری ہے) کسمبر میں تو بہت سے غیر از جماعت احباب اپنے علماء کو دلائل میں لاجواب پا کر سلسلہ کی طرف مائل ہو گئے۔ الغرض حضرت امام الزمان کی آواز کو اپنوں میں تازہ کرنے اور غیروں تک پہنچانے میں مبلغین نے حسب استطاعت کافی کوشش کی۔ تبلیغ کے کام کے علاوہ چندوں کی فراہمی میں بھی مبلغین حضرات نے کافی جدوجہد سے کام لیا۔ اور اپنوں کے علاوہ غیروں سے بھی چندہ وصول کیا۔

تبلیغی دفتر کا کام

طباعت ٹریکٹ اس سال حضرت امام الزمان مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب سے ۱۳ ٹریکٹ اور حضرت امیر مرحوم مغفور کے تصنیف کردہ تین ٹریکٹ چھپوائے گئے جن کی مجموعی تعداد پینتیس ہزار (۳۵۰۰۰) بنی ہے۔ اور انہیں تمام جماعتوں میں تقسیم کے لئے بھیجا گیا۔ ٹریکٹوں کے نام حسب ذیل ہیں:-

(۱) شان محمد المصطفٰے
(۲) شان مسیح ناصری
(۳) حقیقی احمدی کی امتیازی خصوصیات
(۴) قرآن و حدیث میں مسیح موعود کے زمانہ کی چند علامات۔
(۵) حقیقت نماز
(۶) حقیقت اسلام
(۷) ضرورت انبیاء
(۸) مقام حدیث اور مسیح موعود کی پیشگوئی
(۹) قرآن کریم میں مسیح موعود کی پیشگوئی۔
(۱۰) قد افلح المومنون کی منظوم تفسیر
(۱۱) حقیقتِ دعا۔
(۱۲) امام الزمان اور اس کی چند علامات
(۱۳) وفات مسیح ناصری
(۱۴) نزول مسیح
(۱۵) ضرورت مجدد۔

اس کے علاوہ جن جن علاقوں میں دوستوں نے سلسلہ سے دلچسپی کا اظہار کیا انہیں موزوں ٹریکٹ بھجوائے گئے۔ اس طور سے مختلف قسم کے تقریباً سات ہزار ٹریکٹ تقسیم کئے گئے۔

خط و کتابت

مبلغین کرام کو مختلف حالات میں مناسب ہدایات جاری کی گئیں۔ اور باہر سے بعض احباب جو بذریعہ خطوط اعتراضات لکھ کر بھیجتے رہے انہیں جوابات دیئے گئے ہیں۔ ان میں سے بعض جوابات اخبار پیغام صلح میں بھی شائع ہوتے رہے ہیں۔ امسال کل خطوط جو باہر سے دفتر میں آئے ان کی تعداد ۷۶۴۔ اور جو دفتر سے خطوط باہر بھیجے گئے ان کی تعداد ۸۳۹ ہے

مشرقی پاکستان

اس مشن میں مولوی عبدالصمد صاحب اور مولوی عطاء الرحمن صاحب کام کر رہے ہیں۔ مولوی عبدالصمد صاحب قرآن کریم کا بنگالی زبان میں ترجمہ کرنے میں مشغول ہیں اور مولوی عطاء الرحمن صاحب اپنا کچھ وقت اس کام پر صرف کر رہے ہیں۔ مولوی صاحب موصوف بعض اطراف میں دورے بھی کرتے رہے ہیں جن کا اچھا اثر ہو رہا ہے۔ حضرت امیر مرحوم مغفور کا انگریزی ٹریکٹ (کال آف اسلام) بنگالی زبان میں شائع کیا گیا۔

حضرت امیر قوم کا دورہ (بقیہ ص ۷)

سنوار کر پڑھنے کی طرف توجہ دلائی۔ اور اس بات پر زور دیا کہ ہر ایک شخص زبان عربی کو سیکھنے کی کوشش کرے اور ہر روز ایک آدھ گھنٹہ اس پر ضرور صرف کرے۔ آپ نے فرمایا کہ اس طرح دو سال کے اندر اندر ہی کے شہد تک عربی سیکھی جا سکتی ہے اس سے قرآن و حدیث کے پڑھنے میں سہولت پیدا ہو جائیگی اور بہت لطف حاصل ہوگا۔ آپ نے قرآن کریم کو صبح باقاعدہ پڑھنے کی تلقین فرمائی اور فرمایا کہ صبح کے وقت ہر گھر سے قرآن کریم کے پڑھے جانے کی آواز آنی چاہیئے اس سے گھر میں برکت نازل ہوتی ہے۔ آپ نے اخلاق فاضلہ کے پیدا کرنے کی طرف توجہ دلائی اور فرمایا کہ جو علم بغیر عمل کے ہو اس کا کچھ فائدہ نہیں۔ اس سلسلہ میں آپ نے گناہ سے بچنے اور نیکی پر قائم رہنے کی تلقین فرماتے ہوئے گناہ اور نیکی کی تشریح میں سیدنا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد پیش کیا۔ اور کہا:-

الاثم ما حاک فی نفسک و یتردد فی صدرک و تخاف ان یطلع علیہ الناس۔ یعنی گناہ وہ ہے جس سے دل میں ایک وہم کا پیدا ہو جاتا ہے اور اسکا خیال بار بار دل میں آتا اور اس کا مرتکب ڈرتا رہتا ہے کہ لوگوں کو کہیں اس کا پتہ نہ چل جائے کیا ہی جامع تعریف ہے۔ نیکی کے متعلق فرمایا البر ما اطمأن بہ قلبک نیکی وہ ہے جس سے دل میں ایک راحت پیدا ہوتی ہے۔

حاضرین پر اس تقریر کا بہت اچھا اثر ہوا اور انہوں نے آیندہ کے لئے بھی ایک پروگرام بنایا کہ پندرہ روز کے بعد وہ ایک اور اجتماع منعقد کریں گے جس میں غیر از جماعت دوستوں کو بھی دعوت دیں گے اس کے بعد مولانا مرتضٰی خاں صاحب نے "شمارہ بحث" کی تحریک میں حصہ لینے کی طرف احباب کو توجہ دلائی جس پر انہوں نے حتی المقدور حصہ لینے کا یقین دلایا۔ آخر میں جماعت نے بڑی پر تکلف چائے پیش کی جو تمام حاضرین نے اکٹھے مل کر پی۔

خاکسار۔ محمد یحییٰ بٹ

ہمارا غلبہ کب ہوگا

اپنی قربانیوں کو حقیر سمجھ کر قدم آگے بڑھاؤ کہ اسی سے ہمارے غلبہ کا وقت قریب آئیگا

مولانا آفتاب الدین احمد صاحب

ہمارا غلبہ روحانیت کے ذریعہ ہونا ہے اور روحانیت کیا ہے؟ اپنے نفس کو کچل کر خدا کو ہر کام کا ذریعہ بنا لینا اور ہر کامیابی کا فخر خدا ہی کو دینا ..... اور یہ چاہتا ہے انکسار تام۔ احمدیت اسی انکسار کے نمایاں اظہار کا نام ہے جس کو اسلامی مسیحیت کہا جا سکتا ہے۔

قربانی پر فخر موجب خسران ہے

ویسے بھی ہر ایک مسلمان کی زندگی قرآن کریم کی اس آیت کے مطابق ہونی چاہیئے "قل ان صلاتی و نسکی و محیای و مماتی للہ رب العالمین" جب ہماری اپنی کوئی چیز ہی نہ رہے گی ہم سب کچھ خدا کے سپرد کر دیں گے تو ہمارا پندار بھی ختم ہو جائے گا۔ اور ہم لامحالہ انکسار کا مجسمہ بن جائیں گے۔ اور احمدیت کا تقاضا یہی ہے۔ ہماری قربانی ایک دوسرے سے بڑھکر ہوگی مگر ہم میں سے ہر ایک یہی خیال کرے گا کہ اس نے کوئی قربانی نہیں کی۔ ہم دنیا کے سب لوگوں کی نسبت دنیا سے بے تعلق رہیں گے۔ مگر ہمیں خیال ہوگا کہ ہم بہت دنیا دار ہیں۔ جب ہمارا یہ حال ہوگا تب ہی ہم سمجھیں گے کہ اب ہمارے غلبہ کا دن قریب ہے۔

مگر اس کے بالمقابل اگر ہمارے اندر یہ ذہنیت پیدا ہو جائے کہ ہم میں سے ہر ایک اپنے آپکو دوسرے سے زیادہ قربانی کرنے والا سمجھنے لگے اور ہر ایک اس پہ ناز کرے تو غلبہ کیا ہونا ہے یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ ہمارے خسران اور ناکامی کا دن قریب ہے۔

قربانی کی قبولیت کا معیار

جہاں قربانی پر فخر ہونا شروع ہو گیا یقین کیجئے کہ وہ قربانی بھی خدا نے قبول نہیں کی۔ کیونکہ قربانی تب قبول ہوتی ہے جب قربانی کرنے والا ہر قربانی کو پیش کرنے کے بعد بصد عاجزی رو رو کر خدا سے عرض کرے ربنا تقبل منا اے ہمارے رب ہماری اس حقیر سی قربانی کو قبول کر۔

قربانی کرنے سے ہی تو قربانی قبول نہیں ہوتی ——— قربانی کے ساتھ عاجزی انکسار اور قربانی کا حقیر ہونے کا شعور ہونا ضروری ہے۔ اسی انکسار کی ڈگری پر ہی قبولیت کا انحصار ہے۔ ورنہ خدا تو صاف الفاظ میں کہتا ہے۔— لن ینال اللہ لحومھا و لا دماءھا۔ واقعی اس بے نیاز کو ہماری قربانی کی کیا حاجت؟

ہماری قربانیاں اللہ کے فضل اور احسان کا نتیجہ ہیں:-

وہ جو کچھ کرنا چاہتا ہے ہمارے بغیر ہماری نام نہاد قربانی کے بغیر بھی کر سکتا ہے اور کرتا ہے۔ جیسا کہ حضرت مسیح موعود نے اسی تبلیغ دین کے متعلق جو ہماری جماعت کی غرض و غایت ہے فرمایا ہے

بمفت ایں اجر نصرت را دھندت اے اخی ورنہ
قضائے آسمان است ایں بہر حالت شود پیدا

غلبۂ اسلام بہر حال ہو کر رہے گا خواہ ہماری قربانی اور جد و جہد ہو یا نہ ہو۔ کیونکہ یہ رب العالمین کا فیصلہ ہے یہ اسکی مشیت ہے۔ جس کا اس نے اعلان کیا ہے۔ ہم اگر قربانی کرتے ہیں تو ہمیں سمجھنا چاہیئے کہ یہ اس کا فضل اور احسان ہے کہ ہمیں اس نے اپنی مشیت کا آلہ بننے کا موقعہ دیا۔ چہ جائیکہ ہم اپنی قربانیوں کا احسان خدا کو یا خدا کی مخلوق کو جتائیں اور اس کا خیال ہم میں پیدا ہو کر ہمیں نخوت اور غرور کا شکار بنائے۔

ماحول کا غیر شعوری اثر

میں اپنے آپ کو شامل کرتے ہوئے یہ افسوس کے ساتھ محسوس کرتا ہوں کہ قربانیوں کے عدم پندار کا جو معیار اسلام اور احمدیت نے ہمارے سامنے رکھا ہے اس پر ہم پورے نہیں اترے۔

یہ صحیح ہے کہ ہم ایک ایسے زمانے میں رہتے ہیں جس میں فرعونیت کا بہت زور ہے۔ ہر ایک آدمی اپنی طاقت اپنے ملکہ اپنی حیثیت اور اپنی خوبیوں کا پورا پندار رکھتا ہے اور اس پندار کو جائز سمجھتا ہے۔ یہ پندار ہماری زندگی کے ہر شعبہ میں کار فرما ہے اور چونکہ ہماری جماعت کے لوگ بھی اس دنیا کے ساتھ اس کے کاروبار میں شامل رہتے ہیں ان کے اندر غیر شعوری طور پر اس ماحول کا اثر پڑنا لازمی ہے۔

ماحول سے بالا ہو کر ہمیں کام کرنا چاہیئے

تاہم ہمیں یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ ہماری عبادت اور ریاضت جب تک اس شدت کی نہ ہو کہ اس لازمی امر کو غیر لازمی بنا دیوے۔ ہمیں کبھی غلبہ حاصل نہیں ہو سکتا۔ ماحول سے بالا ہو کر ہی ہم دنیا میں وہ انقلاب پیدا کر سکتے ہیں جس کے بغیر دنیا آج تباہی سے بچ نہیں سکتی۔ آخر دنیا میں جو خرابیاں ہیں وہ غرور کی وجہ سے ہی تو ہے۔ اللہ تعالے نے ہماری قربانی قبول کی ہے یہ ہم تب ہی سمجھیں گے جب خود ہمارے اپنے اندر سے یہ فخر و غرور کی بلا دور ہو جائے گی۔

انکسار کی کمی

احباب مجھے معاف فرمائیں، میں جب ۱۹۲۵ء میں یہاں پہلی دفعہ آیا تو آتے ہی مجھے یہ محسوس ہوا کہ ہمارے اعلان کردہ اصول کی روشنی میں جو انکسار ہمارے اندر ہونا چاہیئے وہ نہیں ہے۔ نہ ان میں جنہوں نے تبلیغ دین اور تنقیۃ الدین کے لئے اپنی زندگیاں وقف کی ہوئی ہیں اور نہ ہی ان میں جو دنیا کے عام کاروبار میں اپنا وقت گذارتے ہیں اور صرف پیسے اور مشورے سے اس کام میں مدد پہنچاتے ہیں۔ مگر اس وقت میں نے اپنی سمجھ کو ناقص قرار دے کر اپنے شکوک کو دل کے اندر دبا دیا۔

قربانیوں میں ایک دوسرے سے موازنہ

آج ربع صدی کے بعد جب اس امر کا دوبارہ جائزہ لیتا ہوں تو میں اس تکلیف دہ نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ جو مرض اس وقت مجھے ابتدائی حالت میں نظر آیا تھا آج وہ بہت بڑھی ہوئی شکل اختیار کر چکا ہے۔ ہمارے واقفین زندگی اپنی جگہ پر اپنی نظر میں اپنی قربانیوں کو بڑی نگاہ سے دیکھتے ہیں ہمارے دوسرے بھائی جو صرف مالی قربانی کرتے ہیں انکو اپنی قربانیاں بہت بڑی نظر آتی ہیں۔ یہ تو ہوا طبقاتی مقابلہ اور موازنہ پھر ہر طبقہ کے اندر ہر ایک فرد دوسرے افراد کے ساتھ اپنا موازنہ کرتا اور خیال کرتا ہے کہ اس کی قربانی دوسروں سے بڑھکر ہے۔ اس میں استثنے بھی ہیں مگر استثنا قاعدہ کو ثابت کرتا ہے۔

مبلغین اپنے کارناموں کا ذکر کرتے ہوئے فخر سے بھر جاتے ہیں اور دوسرے بھائی اپنی گذشتہ قربانیوں کا ذکر کرتے ہوئے ایک بڑا فخر محسوس کرتے ہیں اور اگر کوئی بزرگ یا کوئی دوست خود ایسا نہیں کرتے تو ان کے لواحقین اس فرض کو اپنے ذمے لئے بیٹھے ہیں۔

ضروری انتباہ

یہ دردناک منظر میں کچھ عرصے سے دیکھ رہا ہوں آج ڈرتے ڈرتے میں نے یہ سوچا کہ آخر یہ قوم صالح ہے خدا رسول اور اس کے مسیح کے نام پر اکٹھی ہوئی ہے ایک ایسے مامور کی بیعت میں داخل ہے جس کا دور ابھی جاری ہے اگر اسے متنبہ کیا جائے تو شاید یہ اس وسوسہ سے پاک ہو جائے اور دنیا میں جس عظیم الشان کام کی بنیاد اس نے رکھی ہے اس کو پایۂ تکمیل تک پہنچا سکے۔

اسلام کی زندگی کا فدیہ

آج رہ رہ کر ہمارے امام کا یہ قول بار بار میری نظر کے سامنے آتا ہے:-

"اسلام کا زندہ ہونا ہم سے ایک فدیہ مانگتا ہے وہ کیا ہے؟ ہمارا اس راہ میں مرنا ——— یہی موت ہے جس پر اسلام کی زندگی مسلمانوں کی زندگی اور زندہ خدا کی تجلی موقوف ہے اور یہی وہ چیز ہے جس کا دوسرے لفظوں میں اسلام نام ہے اسی اسلام کا زندہ کرنا خدا آپ سے چاہتا ہے"

ہماری قربانی کی حقیقت

ظاہر ہے مرنے کے معنے یہاں ہر ایک فخر سے خالی ہو جانا ہے ہم اپنی ہر ایک چیز قربان کرنے کے بعد بھی یہی خیال کریں کہ ہم نے ...... کچھ نہیں کیا اور حق قربانی ادا نہ ہوا اور واقعی ہماری قربانی کی حقیقت ہی کیا ہے؟ ہماری انتہائی قربانی کے بعد جب ہمیں کامیابی اور غلبہ حاصل ہو تو وہی اس کے فضل ہی سے ہوگا اور ابھی تو ہم نے کامیابی کے صرف آثار ہی دیکھے ہیں اس کا کامل ظہور تو اب بھی مستقبل بعید ہی میں ہے۔ ابھی تو ہماری قربانی کا آغاز ہے ہم بڑے ہی بدقسمت ثابت ہوں گے اگر ہمیں ابھی تھکان محسوس

(باقی پر صـ۲)

کیا جناب بابا نانک صاحب کسی نئے مذہب کے بانی تھے؟

از عباد اللہ گیانی صاحب

(۴)

دوسرا عقیدہ

یہ ثابت کیا جا چکا ہے کہ جناب بابا نانک صاحب کسی نئے مذہب کے بانی نہ تھے۔ بلکہ آپ نے اسلامی عقائد کی پابندی اختیار کی تھی۔ توحید کے متعلق بابا صاحب کا وہی نظریہ تھا جسے اسلام پیش کرتا ہے۔ اس کے علاوہ دوسرے اسلامی عقائد بھی آپ نے اپنائے تھے۔ چنانچہ اسلام کا پیش کردہ دوسرا عقیدہ ملائکۃ اللہ کے وجود پر ایمان لانا ہے۔ جناب بابا صاحب کا کلام اس بات پر شاہد ہے کہ آپ فرشتوں کے وجود کے قائل تھے۔ اور ان کی پیدائش لازمی تسلیم کرتے تھے جیسا کہ آپ کا ارشاد ہے:۔

سنو سید کریم دین جانو سچ ناہ
نوری چار فرشتے چار کتیب گواہ

(جہاپہ کاشٹ قلمی ص۱۰۱)

گورو گرنتھ صاحب میں آپ کا ارشاد ہے:۔

صدق صبوری صادقاں صبر توشہ ملائیکاں

(محلہ ۱ ص۸۳)

گورو گرنتھ کوش میں "صبر توشہ ملائیکاں" کے معنے یوں کئے گئے ہیں:۔

"سنتوکھ دھارنا فرشتوں کا کام ہے"

(ترجمہ از صفحہ ۱۰۲۷)

بابا صاحب نے اپنے ان اقوال میں فرشتوں کو نوری اور کھانے پینے سے پاک بیان کیا ہے اور یہ خالص اسلامی عقیدہ ہے۔ چنانچہ سردار بہادر کاہن سنگھ نابھہ بیان کرتے ہیں:

"اسلامی کتب میں فرشتے خدا کے نور سے پیدا ہوئے مذکور ہیں۔ اور یہ بھی لکھا ہے کہ وہ کھانے پینے سے پاک ہیں"

(ترجمہ از مہان کوش ص۲۴۲۷)

بابا صاحب کا یہ قول بھی گورو گرنتھ صاحب میں مرقوم ہے:۔

ہم سر موئے عزرائیل گرفتہ دل ہیچ نہ دانی

(محلہ ۱ ص۷۲۱)

یعنی۔ "میرے سر کے بال عزرائیل فرشتہ نے پکڑے ہوئے ہیں" (ترجمہ از پریاسری گورو گرنتھ صاحب ص۱۶۱)

بابا صاحب نے ایک اور مقام پر فرمایا ہے:۔

"عزرائیل فریشتہ ہوسی آئے تہی"

(محلہ ۱ ص۹۵۳)

یعنی۔ ہر انسان کے آخر وقت پر عزرائیل فرشتہ آتا ہے۔

اس کے علاوہ گورو گرنتھ صاحب کے اور بھی متعدد مقامات پر فرشتوں کا ذکر کیا گیا ہے اور ان کا وجود تسلیم کیا گیا ہے (ملاحظہ ہو ص۳۱۵ و ص۷۲۳ و ص۴۲۲ ص۱۰۲۰ ص۱۰۸۴ و ص۳۸۱ و ص۱۳۸۳ وغیرہ)

جنم ساکھی بھائی بالا میں بابا صاحب کا یہ ارشاد موجود ہے:۔

اسرافیل۔ جبرائیل۔ میکائیل۔ پچھان
عزرائیل فریشتہ چار موکل جان

(جنم ساکھی بھائی بالا ص۲۰۹)

جنم ساکھی بھائی بالا کے اور بھی متعدد مقامات پر فرشتوں کی ہستی تسلیم کی گئی ہے (ملاحظہ ہو ص۱۶ و ص۱۳۳ و ص۱۲۹ ص۱۵۴ و ص۱۹۶ و ص۲۲۸ و ص۲۳۱ و ص۴۲۷ و ص۵۶۱ وغیرہ وغیرہ)

تیسرا عقیدہ

تیسرا عقیدہ اسلام نے کتب سماویہ پر ایمان لانا مقرر کیا ہے۔ بابا صاحب اس کے بھی قائل تھے۔ بلکہ آپ نے اپنے متعلق واضح ارشاد فرمایا ہے کہ:۔

"اسانوں حکم پاک خدا تیدا ہویا ہے۔ جو چار کتابا اوپر عمل کرو" (جہاپہ کاشٹ قلمی ص۹۶ و جنم ساکھی بھائی بالا ص۱۳۷)

آپ ان چاروں کتب کو الہامی مانتے تھے (ملاحظہ ہو جنم ساکھی بھائی بالا ص۱۴۸ و ص۱۹۶) اور آپ نے ان چاروں کتب کے نام توریت۔ انجیل۔ زبور اور فرقان حمید بیان کئے ہیں ملاحظہ ہو جنم ساکھی بھائی بالا ص۱۱۹)

قرآن شریف کے متعلق آپ نے فرمایا ہے:۔

کل پروان کتیب قرآن
پوتھی پنڈت رہے پوران
نانک ناؤ بھیا رحمان
کر کرتا تو ایکو جان (محلہ ۱ ص۹۰۳)

یعنی۔ کلجگ کے زمانے کے لئے منظور کتاب صرف قرآن شریف ہے۔ باقی تمام پوتھیاں اور پوران منسوخ ہو چکے ہیں اب خدا کا نام رحمان جاری ہوا ہے۔ مگر کرتا پورکھ اور رحمان ایک ہی ہستی کے مختلف نام ہیں۔

بابا صاحب نے قرآن شریف پر عمل کرنے کا نتیجہ خدا کا حاصل ہونا بیان کیا ہے۔ جیسا کہ آپ کا ارشاد ہے:۔

قرآن کتیب کمائیے
میہو وٹی اتنا تن لائیے
سچ بوجھن آن جلائیے
بن تیل دیوا ایوں بلے
کر چانن صاحب ایوں ملے

جنم ساکھی ولائت والی ص۱۹۶
جنم ساکھی میکالف والی ص۱۷۰
جنم ساکھی بھائی بالے والی ص۳۷۵
جنم ساکھی اردو ص۴۶۹

یعنی۔ قرآن شریف پر عمل کرنے کے نتیجہ میں انسان کے اندر ایک نوری چراغ روشن ہو جاتا ہے۔ اور اس روشنی میں انسان خدا سے واصل ہو جاتا ہے۔

بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کا ارشاد ہے:۔

باطن سیاہ ہیں جن کے اس دین سے ہیں وہ منکر
پر اے اندھیرے والو دل کا دیا یہی ہے

بابا صاحب کا ایک ارشاد بھی ہے:۔

پتر پہلے حرف قرآن دے تریہے سپارے کیں
تس وچ بہت نصیحتاں سُن کرو یقین

(جنم ساکھی بھائی بالا ص۲۰۲)

چوتھا عقیدہ

اسلام نے چوتھا عقیدہ انبیاء علیہم السلام کی نبوت اور رسالت پر ایمان لانا مقرر کیا ہے۔ اور احادیث میں انبیاء کی ایک تعداد سوا لاکھ بھی بیان کی گئی ہے۔ (ملاحظہ ہو مشکوٰۃ بدء الخلق و ذکر الانبیاء)

جناب بابا نانک کا ارشاد ہے:۔

سوا لاکھ پیغمبرا آئے دنیا ماہ
آپو اپنی نوبتیں سبھو چلاتے راہ

(جنم ساکھی بھائی بالا ص۱۴۳)

گورو گرنتھ صاحب میں مذکور ہے:۔

سوا لاکھ پیغمبراں سے ص۱۱۴۳

یعنی خدا کی طرف سے وقتاً فوقتاً سوا لاکھ پیغمبر اس دنیا میں ظاہر ہوئے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق بابا صاحب کا ارشاد ہے:۔

س۔ صلامت محمدی مکھ ہی آکھونت
خاص بندہ سجیا سر متراں ہومت

(جنم ساکھی ولایت والی ص۲۴۶)

ایک اور مقام پر آپ فرماتے ہیں:۔

م محمد من توں کتاباں چار
من خدائے رسول نوں سچیائی دربار

جنم ساکھی ولایت والی ص۲۵۲

ولایت والی جنم ساکھی میں آپ کا یہ ارشاد بھی موجود ہے:۔

سیئی چھوٹے نانکا حضرت جہاں پناہ ص۲۵۰

یعنی۔ قیامت کے دن وہی لوگ نجات حاصل کر سکیں گے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پناہ میں ہونگے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے منکرین کے متعلق گورو گرنتھ صاحب کا یہ فتویٰ ہے:۔

اٹھے پہر بھوندا پھرے کھاون سندڑے سول
دوزخ پوندا کیوں رہے جاں چت نہ ہوئے رسول

(محلہ ۵ ص۳۲۰)

یعنی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے منکرین اس دنیا میں بھی بھٹکتے پھریں گے اور مر کر ان کا ٹھکانہ جہنم ہوگا۔

پانچواں عقیدہ

اسلام نے پانچواں عقیدہ یوم آخرت پر ایمان لانا بیان کیا ہے۔ بابا صاحب قیامت کے متعلق فرماتے ہیں:۔

اللہ۔ الکھ اگم قادر کرن ہار کریم
سب دنیا آون جاونی مقام ایک رحیم
مقام تس نوں آکھیئے جس سس نہ ہووی لیکھ
اسمان دھرتی چلسی مقام اوہی ایک
دن رو چلے نس سس چلے تار کا لکھ پلوئے
مقام اوہی ایک ہے نانکا سچ بگوئے

(محلہ ۱ ص۶۴)

یعنی۔ یہ دن اور رات۔ چاند اور سورج اور لاکھوں ستارے زمین و آسمان سب فنا ہو جائیں گے۔ باقی میرا خدا ہی رہے گا۔

اس کے علاوہ جناب باباصاحب نے جنم ساکھی بھائی بالا میں اور بھی متعدد مقامات پر قیامت کا ذکر کیا ہے (ملاحظہ ہو ص ۱۵۲ و ص ۱۳۹ وغیرہ) جناب باباصاحب حساب کتاب اور دوزخ و بہشت کے بھی قائل تھے۔

ان حوالہ جات سے ثابت ہے کہ باباصاحب موصوف اسلام کے پیش کردہ عقاید کے قائل تھے۔ ان کے علاوہ اور بھی متعدد ایسے حوالہ جات سکھ کتب میں موجود ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ باباصاحب کا مذہب اسلام تھا اور آپ نے اسلام کا پیش کردہ ایک ایک عقیدہ اپنایا ہے اس صورت میں سردار جیت سنگھ صاحب ڈبل ایم اے کا یہ کہنا کہ احمدی زبانی جمع خرچ کر کے بابانانک صاحب کو مسلمان بیان کر رہے ہیں۔ بالکل بے معنے اور بے حقیقت ہے۔

ارکان اسلام

باباصاحب کے کلام سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ اسلام کے پیش کردہ ارکان کے بھی قائل تھے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے پانچ ارکان اسلام کے لئے بنیادی بیان فرمائے ہیں جیسا کہ حضور کا ارشاد ہے :۔

بنی الاسلام علی خمس شہادۃ ان لا الٰہ الا اللہ وان محمد عبدہ ورسولہ و اقام الصلوٰۃ وایتاء الزکوٰۃ وحج البیت وصوم رمضان۔ (مسلم کتاب الایمان)

یعنی۔ کلمہ طیبہ۔ نماز۔ زکوٰۃ اور روزہ اور بیت اللہ کا حج اسلام کے بنیادی ارکان ہیں۔ سردار بہادر کاہن سنگھ لکھتے :۔

اسلام کے پانچ ارکان ہیں :۔

اوّل خدائے واحد پر ایمان ہے۔ دوم پانچ وقت نماز ادا کرنا۔ سوم زکوٰۃ دینا۔ چہارم رمضان کے روزے۔ پنجم کعبہ کا حج۔ (ترجمہ از مہان کوش ص ۳۵۵)

اسلام کا پہلا رُکن

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کلمہ شریف اسلام کا پہلا رکن بیان فرمایا ہے۔ باباصاحب کلمہ سے متعلق فرماتے ہیں :۔

ک۔ کلمہ یاد کر نفع اور کت بات
نفس ہوائی رکن دین بس سبھوں ہو نہ مات

جنم ساکھی ولایت والی ص ۲۴۷
و جنم ساکھی بھائی بالا ص ۲۲۱

یعنی کلمہ شریف سے بڑھکر اور کوئی بات نفع مند نہیں ہے اسے ہمیشہ یاد رکھو۔

باباصاحب کلمہ شریف کو توحید پھیلانے کا ذریعہ تسلیم کرتے تھے۔ جیسا کہ آپ کا ارشاد ہے :۔

پیغمبر کلمہ کہیا اکو اک خدائے
سبھنان اندر اک ہے گھٹ ودھ نہ کہی نہ جائے

(جنم ساکھی بھائی بالا ص ۱۹۷)

یعنی پیغمبر کے ذریعہ توحید کا پرچار کیا ہے۔

ایک اور مقام پر آپ نے فرمایا ہے :۔

منہ تے کلمہ آکھ کے دوئی دروغ کمائے
اگے محمد مصطفےٰ سکے نہ تنہاں چھوڑائے

(جنم ساکھی بھائی بالا ص ۱۵۳)

یعنی۔ جو لوگ کلمہ شریف پڑھکر مسلمان ہونے کے بعد بھی بدیوں میں مبتلا رہیں وہ رسول خدا کی شفاعت سے محروم رہیں گے۔

ایک اور مقام پر آپ کا ارشاد ہے :۔

دنیا دوزخ جو سڑن سو کیونکر نکلے پاک

(جنم ساکھی بھائی بالا ص ۱۴۳)

یعنی۔ جو لوگ دنیا کی حرص میں جل رہے ہیں وہ کلمہ شریف کے ذریعہ پاک نہیں ہو سکتے۔ کلمہ شریف سے وہی لوگ فائدہ حاصل کر سکتے ہیں۔ جو اپنے دل سے تمام گندے خیالات نکال دیں۔

دوسرا رکن

اسلام کا دوسرا رکن نماز ہے۔ باباصاحب نے نماز کے متعلق فرمایا ہے :۔

خصم کی نظر سے پسندے جنی کر ایک دھیایا
تیہہ کر رکھے پنج کر ساتھی ناواں شیطان مت کٹ جائی

(محلہ ۱ ص ۲۴)

یعنی۔ وہی لوگ سچے صاحب کی منظور نظر ہیں۔ اور وہی اسے مقبول ہیں۔ جو وحدہٗ لاشریک کی عبادت کرتے ہیں۔ تیس ۳۰ روزے رکھتے ہیں پانچ نمازیں پڑھتے ہیں اس نیت سے شیطانی وساوس سے اللہ محفوظ رکھے"

(گرنتھ صاحب مترجم اردو ص ۲۴)

تارک الصلوٰۃ کے متعلق آپ کا یہ ارشاد ہے :۔

ل۔ لعنت برسے تنہاں جو ترک نماز کرین
کجھ تھوڑا بہتا کھٹیا اپنا آپ وجنین

(جنم ساکھی ولایت والی ص ۲۴۷)

گورو گرنتھ صاحب میں بے نماز کے متعلق یہ کہا گیا ہے :۔

فریدا بے نمازا کتیا ایہہ نہ بھلی ریت
کبھی چل نہ آیا پنجے وقت مسیت

(ص ۱۳۸۱)

تیسرا رکن

اسلام کا مقرر کردہ تیسرا رکن زکوٰۃ کی ادائیگی ہے جو ہر مالدار پر فرض ہے۔ باباصاحب زکوٰۃ کے متعلق فرماتے ہیں :۔

ل۔ لعنت برسے تنہاں جو زکوٰۃ نہ کڈھدے مال
دھکا پوندا غیب دا ہوندا سب زوال

(جنم ساکھی منی سنگھ ص ۱۰۰)

ایک اور مقام پر آپ نے فرمایا ہے :۔

دے نرمال زکوٰۃ جو تس دا سنو بیان
اکے تاں لیون چور لٹ اک آفت پوے اجان

(جنم ساکھی بھائی بالا ص ۱۹۶)

یعنی۔ وہ لوگ جن پر زکوٰۃ فرض ہے۔ . . . . زکوٰۃ کا فریضہ ادا نہیں کرتے وہ خدا کی لعنت کے مورد بنتے رہیں۔ ان کا مال یا تو چور لوٹ کرلے جاتے ہیں یا کسی اور طرح ضائع ہو جاتا ہے۔ وہ ان کے لئے بابرکت نہیں رہتا۔

چوتھا رکن

اسلام کے بنیادی ارکان میں سے ایک رکن فریضہ حج کی ادائیگی ہے یہ بھی صاحب استطاعت پر فرض ہے۔ سکھ کتب میں مرقوم ہے کہ باباصاحب نے یہ فریضہ الہام الٰہی کی بنا پر ادا کیا تھا۔ چنانچہ آپ کا ارشاد ہے کہ خدا تعالےٰ نے مجھے حکم فرمایا ہے کہ :۔

"زمین کے نو کھنڈ (حصوں) میں جس قدر متبرک مقامات ہیں۔ سب کی زیارت کرو۔ مکے مدینے بھی جاؤ اور حج کرو"

(جنم ساکھی اردو ص ۱۵۳)

اس کے علاوہ مہا پرکاش قلمی ص ۹۵ پر اور جنم ساکھی بھائی بالا کے ص ۱۳۰ پر بھی یہ درج ہے کہ اللہ نے جناب باباصاحب موصوف کو حج کرنے کا حکم فرمایا تھا۔ اور اسی حکم کی تعمیل میں آپ اسلامی لباس پہن کر مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ تشریف لے گئے تھے۔ سکھوں کے مشہور و معروف بزرگ بھائی گورداس صاحب نے باباصاحب کا مکہ شریف جانا مندرجہ ذیل الفاظ میں بیان کیا ہے :۔

بابا پھر مکے گیا نیل بستر دھارے بنواری
عاصا ہتھ کتاب کچھ کوزہ بانگ مصلےٰ دھاری

(وار پہلی پوڑی ۳۲)

یعنی۔ باباصاحب نے مسلمانوں کی طرح نیلے رنگ کا لباس پہن لیا۔ اور کوزہ اور مصلےٰ اپنے ساتھ رکھا۔ اور اذانیں دیتے ہوئے مکہ معظمہ کی طرف تشریف لے گئے۔

پانچواں رُکن

اسلام کا پانچواں رکن رمضان شریف کے روزے ہیں۔ باباصاحب نے روزوں کے متعلق بھی وہی کچھ کہا ہے۔ جو اسلام پیش کرتا ہے۔

خصم کی نظر دے پسندے جنی کر ایک دھیایا
تیہہ کر رکھے پنج کر ساتھی ناؤں شیطان مت کٹ جائی

(محلہ ۱ ص ۲۴)

سردار بہادر کاہن سنگھ بیان کرتے ہیں کہ باباصاحب کے اس قول میں مذکورہ الفاظ تیہہ (تیس۳) اور پنج (پانچ۵) سے مراد تیس روزے اور پانچ نمازیں ہیں۔ (ملاحظہ ہو مہان کوش ص ۲۳۷)

باباصاحب نے اپنے اس قول میں خدا کا منظور نظر بننے کے لئے تیس روزوں کا رکھنا اور پانچ وقت نماز کا ادا کرنا ضروری قرار دیا ہے۔

اور بھی متعدد مقامات پر باباصاحب نے روزوں کے متعلق اسلامی تعلیم کو اپنایا ہے (ملاحظہ ہو جنم ساکھی ولایت والی ص ۱۴۳ و جنم ساکھی بھائی بالا ص ۱۶۸ جنم ساکھی بھائی منی سنگھ ص ۱۶۸ وغیرہ)

الغرض ان تمام حوالہ جات کا جو ہم نے بطور نمونہ کے پیش کئے ہیں۔ . . . خلاصہ یہی ہے کہ بابانانک صاحب اسلام کے پیش کردہ عقاید اور ارکان کے قائل تھے ان باتوں کی بنا پر ہی ہم آپ کو اسلام کا شیدائی تصور کرتے ہیں۔ سکھ لوگ سکھ مذہب کے جو اصول اور ارکان آج تسلیم کرتے ہیں ان میں سے ایک بھی باباصاحب کی بانی سے ثابت نہیں۔ پس حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ علیہ السلام کا یہ فرمان صحیح ہے کہ :۔

باوا نانک صاحب کا اسلام ایک ایسے چمکدار ستارہ کی طرح ہے جو کسی طرح چھپ نہیں سکتا۔

(تریاق القلوب ص ۱۰۶)

سورۃ فاتحہ کی برکات

حضرت مولانا نورالدین صاحب کے درسِ قرآن سے چند نکات

شیخ غلام قادر صاحب احمدیہ بلڈنگس لاہور

ہزار نکتۂ باریکتر ز مو اینجاست
نہ ہر کہ سر بتراشد قلندری داند (حافظؒ)

سورۃ فاتحہ کی تفاسیر

فرمایا اس سورۃ شریف کی ...... بہت سی تفاسیر لوگوں نے لکھی ہیں ہمارے گھر میں اس سورۃ کی ایک قلمی تفسیر باریک لکھی ہوئی ساٹھ جزو کی تھی۔ حضرت صاحب (مسیح موعودؑ) نے تین مبسوط تفسیریں اس سورۃ شریف پر لکھی ہیں جن میں سے ایک اردو میں ہے اور کتاب براہین احمدیہ میں ہے اور دو عربی زبان میں ہیں ایک کا نام کرامات الصادقین ہے اور دوسری کا نام اعجاز المسیح ہے وہ بڑا خوش قسمت ہوگا جس کو اللہ تعالےٰ توفیق دے کہ وہ کم از کم ان تفاسیر کا مطالعہ کرے میں اس امر کی طرف خاص توجہ دلاتا ہوں جو عربی نہیں جانتے وہ کم از کم اردو پڑھ لیں۔

عبدہ مصری نے بھی ایک کتاب سورۃ فاتحہ کی تفسیر میں ...... لکھی ہے اور ایک ضخیم کتاب سورۃ فاتحہ کی تفسیر میں صدرالدین قنوی نے لکھی ہے۔

بچپن سے لے کر بڑھاپے تک جو کچھ میں نے تحقیقات کی ہے اس سے یوں ثابت ہوتا ہے کہ ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ کا پڑھنا ضروری ہے۔

الحمد متن کتاب ہے

شیخ محی الدین ابن عربی لکھتے ہیں کہ میں نے جتنی دفعہ الحمد شریف پڑھا ہے ہر دفعہ اس کے نئے معنے میری سمجھ میں آئے ہیں۔ میں اگرچہ ایسا دعوےٰ تو نہیں کر سکتا مگر میں نے بغور دیکھا ہے اور میرا اعتقاد ہے کہ سارا قرآن مجید الحمد کے اندر ہے۔ الحمد متن ہے اور قرآن شریف اس کی شرح ہے۔

الحمد میں شفا ہے

صحابہ کے زمانہ میں ایک شخص کو جو کسی گاؤں کا نمبردار تھا سانپ نے ڈسا تھا۔ صحابہ نے الحمد شریف پڑھکر اس کا علاج کیا تھا اور اسے شفا ہو گئی تھی۔ ایسا ہی ابن قیم نے لکھا ہے کہ جب میں مکہ معظمہ میں تھا اور طبیب کی تلاش میرے واسطے مشکل تھی تو میں اکثر الحمد کے ذریعہ اپنی بیماریوں کا علاج کر لیا کرتا تھا۔ ابن قیم کا میں بسبب اس کے علم کے معتقد ہوں اور اسے ایسا آدمی جانتا ہوں جو لاکھوں میں ایک ہوتا ہے۔

میرا اپنا تجربہ ہے کہ میں نے بہت سے بیماروں پر الحمد کو پڑھا اور ان کو شفا ہوئی۔

میں چاہتا ہوں کہ لوگ سوچ کر الحمد کو نماز میں پڑھا کریں اور اس سے فائدہ اٹھائیں۔

سنتوں کی تاکید

بڑے بڑے تجربہ کاروں کا قول ہے کہ جو لوگ مستحب کے ادا کرنے میں سستی کرتے ہیں وہ رفتہ رفتہ سنتوں کے تارک ہو جاتے ہیں، پھر وہ رفتہ رفتہ فرائض کے تارک ہو جاتے ہیں۔ اور فرائض سے غافل ہونے والے کے واسطے فتویٰ سخت ہے۔

وتر

وتر میں بعض لوگوں کو غلطی لگی ہے کہ وہ صرف ایک رکعت پڑھ لیتے ہیں۔ حضرت صاحب کا یہ طریق نہ تھا بلکہ آپ دو رکعت پڑھکر اور سلام پھیر کر پھر ایک رکعت پڑھتے تھے۔

(درس قرآن شریف)

باقی ــــــ باقی

نقد و نظر

دُرِّ ثمین فارسی

شیخ محمد اسمٰعیل صاحب پانی پتی عالی بک ڈپو رام گلی نمبر ۲ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی فارسی نظموں کا مجموعہ معہ اردو ترجمہ کے شائع کیا ہے، ترجمہ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب مرحوم و مغفور کا کیا ہوا ہے، جو سلیس اور بامحاورہ اردو میں ہے،

حضرت مسیح موعودؑ کا فارسی کلام نہ صرف زبان اور فن شعر کے لحاظ سے بلکہ اس عشق و محبت اور سوز و گداز کے لئے جو اللہ تعالےٰ اور اس کے پاک کلام اور اس کے پاک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس میں پایا جاتا ہے، اور دلی درد و کرب کی وجہ سے جو اسلام اور مسلمانوں کی موجودہ پر اس میں ظاہر کیا گیا ہے، ایک خاص اہمیت رکھتا ہے اور ایک مخالف سے مخالف شخص بھی اسکو پڑھ کر دم بخود رہ جاتا ہے۔

اس لحاظ سے کلام کا جو مزہ اصل فارسی زبان میں ہے وہ اردو ترجمہ میں تو ہو نہیں سکتا، تاہم ان لوگوں کے لئے جو فارسی زبان نہیں جانتے اصل کلام کے ساتھ اس ترجمہ کا ہونا بس غنیمت ہے، اور ہم اس کے لئے شیخ محمد اسمٰعیل صاحب کی محنت کے بدل مشکور ہیں۔

۲۴۔ کتاب نہایت اچھے دبیز کاغذ پر طبع ہوئی ہے۔ کل ضخامت ۲۴۲ صفحات۔

قیمت:۔ تین روپیہ فی کاپی

عالی بک ڈپو رام گلی ۲ سے دستیاب ہو سکتی ہے۔

ہمارا غلبہ کب ہوگا؟

(بقیہ از صفحہ ۹)

ہو سکے لگ جائے۔ اپنی قربانیوں کو گننا انہی لوگوں کا شغل ہوتا ہے جو اپنی جد و جہد ختم کر بیٹھتے ہیں اور ماضی کی قربانیوں سے دل بہلانا شروع کرتے ہیں۔

دنیا کے عام معیار پر

اگر غور سے دیکھیں تو ہماری قربانی کے لحاظ سے جو کامیابی ہمیں حاصل ہوئی ہے وہ بہت ہی زیادہ ہے تاریخ کے صفحات کو الٹ کر دیکھنے سے معلوم ہوگا کہ محض ایک قومی یا ملکی مقصد کی خاطر لوگ کیا کیا قربانیاں کر دیتے ہیں ہم تو ایک عالمگیر انقلاب اور دنیا کے ایک نئے دور کے علمبردار ہیں اور وہ بھی اخلاقی اور روحانی بنیاد پر اسی سے اندازہ کر لیجئے کہ ہماری قربانیاں کس پیمانے پر ہونی چاہئیں اور پھر دیکھ لیجئے کہ دنیا کے عام معیار پر بھی ہم نے کوئی ایسی نمایاں قربانیاں نہیں کیں جن پر فخر کر سکیں۔ اس ادنیٰ دنیاوی پہلو سے بھی ہمارا فخر شرمناک نظر آئے گا چہ جائیکہ اسکو دین کے بلند معیاروں پر پرکھا جائے۔

مجالس میں اپنے کارناموں کو بیان کرنا

اجتماعی طور پر ہم کو یہ فیصلہ کرنا چاہیئے کہ اپنی قربانیوں کو گننا یا اپنے کارناموں کو فخر سے بیان کرنا ہماری مجالس میں معیوب سمجھا جائے۔ ہاں تحدیث نعمت کے طور پر انکسار کے ساتھ کوئی واقعہ بیان کرنا اور بات ہے۔

ہماری تقریروں اور تحریروں میں ہماری بول چال میں ہماری اپنی شان نظر نہ آئے بلکہ اس کی جگہ خدا اس کے رسول اور اس کے موعود مسیح کی شان ظاہر ہو کیونکہ روحانیت کا تقاضا یہی ہے۔

قربانی کو ہیچ سمجھنے میں غلبہ کا وقت

اگر یہی طریق کار اختیار کرنے میں خدا کے فضل سے ہم کامیاب ہوئے تو سمجھئے کہ ہمارے غلبہ کا وقت نزدیک ہے۔ ورنہ جس طریق کو ہم نے اس وقت اختیار کر رکھا ہے اس سے تو قرآن کریم کا وعید!۔

ولا تکونوا کالتی نقضت
غزلہا من بعد قوۃ انکاثا

ہم پر یہ صادق آتا نظر آتا ہے۔ ہم اس سے خدا کی پناہ مانگتے ہیں اور اس کا رحم چاہتے ہیں۔

پیغام صلح ۶ فروری ۱۹۵۲ء ۸۳۲ ۵

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم
رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸
فون نمبر ۳۷۳

لوائے ما پنہ ہر سعید خواہد بود ندائے فتح نمایاں بنام ما باشد

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا ہفتہ وار
آرگن

پیغامِ صلح

سالانہ چندہ ہندوستان سے ۱۲-۸
سالانہ چندہ پاکستان سے چھ روپے
سالانہ چندہ ممالک غیر سے ۲۳ شلنگ

ایڈیٹر
دوست محمد

جلد ۴۰ | یوم چہارشنبہ مورخہ ۱۶ جمادی الاول ۱۳۷۱ھ - ۱۳ فروری ۱۹۵۲ء | نمبر ۶

حضرت مسیح موعودؑ اور آپکی جماعت کا مذہب

ہم تو رکھتے ہیں مسلمانوں کا دیں
دل سے ہیں خدام ختم المرسلیں
شرک اور بدعت سے ہم بیزار ہیں
خاکِ راہِ احمدِ مختار ہیں
سارے حکموں پر ہمیں ایمان ہے
جان و دل اس راہ پر قربان ہے
تم ہمیں دیتے ہو کافر کا خطاب
کیوں نہیں لوگو تمہیں خوفِ عقاب

جماعت احمدیہ لاہور کی تعلیمی خصوصیات

۱- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نیا نہ پرانا۔
۲- کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۳- قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں نہ آیندہ ہوگی۔
۴- سب صحابہؓ اور آئمہ قابل احترام ہیں سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے
۵- اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا۔

نامہ ووکنگ

آکسفورڈ یونیورسٹی لامذھبوں کی کلب میں لیکچر

از شیخ محمد طفیل صاحب

ووکنگ مسجد ریلوے لائن کے قریب ہے۔ یہاں ایک بہت بڑا نوٹس بورڈ لگا ہوا ہے۔ جس پر انگریزی میں لکھا ہوا ہے "اسلام کیا ہے۔ لٹریچر اور معلومات کے لئے مسجد کو لکھئے"۔ اور صرف اس نوٹس بورڈ کی بدولت بہت سے لوگوں کو راہ ہدایت نصیب ہوئی ہے۔ ووکنگ میتھوڈسٹ چرچ میں جو لیکچر ہوا تھا وہ اسی سائن بورڈ کا اثر تھا۔ اسی بورڈ نے آکسفورڈ یونیورسٹی "لامذھبوں کی کلب" کے پریزیڈنٹ کو بھی اپنی طرف متوجہ کیا۔ انہوں نے ہمیں خط لکھا اور ۲۳ جنوری بدھ کی شام کو آٹھ بجے ٹیلیر ین انسٹی ٹیوٹ کے ایک ہال میں اسلام پر ایک لیکچر ہونا طے پایا۔

ہم ایک بجے کے قریب آکسفورڈ پہنچ گئے۔ میرے ہمراہ پروفیسر یوسف احمد صاحب بھی تھے۔ کلب کے پریزیڈنٹ صاحب سٹیشن پر موجود تھے۔ انہوں نے ہمیں گولڈن کراس ہوٹل میں اتارا جہاں کلب کے سیکرٹری مسٹر کوہن جو امریکہ کے ایک یہودی طالب علم ہیں ہمارا انتظار کر رہے تھے۔ مسٹر کوہن نے ہمیں آکسفورڈ یونیورسٹی اور اس سے ملحقہ کالجوں کی سیر کرائی بعض کالج چھ سو اور سات سو سال پرانے ہیں اور اس قدامت کو بڑے فخر اور احترام کے ساتھ قائم رکھا گیا ہے۔ انگریز قوم کی روایت پرستی کا صحیح احساس اس قدیم درسگاہ میں آکر ہوتا ہے۔ بعض کالجوں کے ہال کمروں اور برآمدوں سے گذرتے ہوئے ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے دلی کے کھنڈرات سے گذر رہے ہیں۔ سردی۔ دھوئیں اور موسم کی خرابی کے باعث عمارت کا رنگ سیاہ پڑ گیا ہے۔ اگر بجلی کے قمقموں کو ان عمارات سے نکال دیا جائے تو دن کے وقت میں دہشت کا منظر پیدا کریں۔ ہمارے رہنما مسٹر کوہن نے آکسفورڈ گائیڈ اپنے ساتھ رکھی تھی اور جس سوال کا جواب انہیں نہ آتا تھا اس میں سے دیکھ کر بتا دیتے تھے۔ جس ہوٹل میں ہم ٹھہرے تھے اس کے متعلق بھی کہا جاتا ہے کہ یہ سب سے پرانا ہوٹل ہے۔ قدامت کو یہ شخص یہاں اپنے لئے تکریم کا باعث خیال کرتا ہے۔ کھانے کے کمرے میں دیواروں میں جو شہتیر لگے ہوئے ہیں ان کو بھی محفوظ کرنے کی کوشش کی گئی ہے جہاں سے دیوار بہت خستہ ہو چکی تھی اس کی مرمت سیمنٹ مسالہ سے کر دی گئی ہے لیکن دیوار کے جس پرانے حصہ کو قائم رکھا جا سکتا تھا اسے اسی طرح رہنے دیا گیا۔ بجلی کے بلب درمیان میں پرانی قسم کے شیڈوں کے ساتھ لٹک رہے ہیں لیکن دیواروں پر تھوڑے تھوڑے فاصلہ پر موم بتیاں رکھی ہیں۔ جہاں کی روشنی سے کام لینا انسان کے بس کی بات نہیں ہے ..... وہاں شمع اور شمعدان سے ہی تاریکی کو دور کرنے کا سامان کیا گیا ہے۔ لیکن ان موم بتیوں کے بیچ میں بجلی کے چھوٹے چھوٹے بلب روشن ہیں۔ آہ! انسان کو اپنے ماضی سے کس قدر محبت ہے اور اس سے تعلق توڑنا اس کے لئے کس قدر مشکل ہے۔

۷½ بجے ہم نے پریزیڈنٹ کے ساتھ یونیورسٹی یونین کے ڈائننگ ہال میں ڈنر کھایا اور پھر ٹیلیرین انسٹی ٹیوٹ کی طرف آ گئے آٹھ بجکر بیس منٹ پر جلسہ کی کارروائی شروع ہوئی۔ صدر جلسہ نے اٹھ کر اس انداز میں میرا تعارف کرایا۔

"خواتین وحضرات! آج ہم مسٹر طفیل کی اسلام پر تقریر سننے کے لئے جمع ہوئے ہیں۔ مسٹر طفیل حال ہی میں پاکستان سے آئے ہیں۔ آپ نے یہ تو سنا ہوگا کہ ہماری طرف سے ان ملکوں میں مشنری بھیجے جاتے تھے۔ لیکن آپ کو سن کر تعجب ہوگا کہ ان ممالک کی طرف سے ہمارے لئے بھی مشنری آ رہے ہیں اور یہ آپ سمجھ لیجئے "ریٹرن ٹریفک" ہے اور کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے۔ میں مسٹر طفیل سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ اپنا لیکچر شروع کریں"۔

میں نے اٹھکر صدر اور حاضرین کا شکریہ ادا کیا اور کوئی آدھ گھنٹہ تک اسلام کی تعلیمات کو بیان کیا (اس تقریر کا ترجمہ آیندہ کسی اشاعت میں ہدیہ ناظرین ہوگا)۔

تقریر کے بعد سوالات کی بوچھاڑ شروع ہو گئی۔ تقریر تو قریباً آدھ گھنٹہ میں ختم ہو گئی لیکن سوال وجواب کا سلسلہ سوا گھنٹہ تک جاری رہا اور اگر ہال پورٹر آ کر اس مذاکرہ کو ختم نہ کر دیتا تو شاید بہت دیر تک جاری رہتا۔ کہنے کو تو یہ لوگ لامذھبوں کی کلب کے ممبر ہیں۔ لیکن جب میں نے عیسائیت، یہودیت اور اسلام کی تعلیم کا موازنہ کر کے اسلام کی اعلیٰ وارفع تعلیم پر زور دیا تو ان لوگوں کا دبا ہوا مذھبی جوش ابھر آیا۔ چند سوالات کا ذکر کرنا دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔

سوال۔ حضرت محمدؐ دعوے سے پہلے عیسائیوں سے ملتے تھے اور انہوں نے بائبل کی جو صحیح یا غلط واقفیت حاصل کی وہ انہی لوگوں سے کی۔ اس کا پتہ اس سے ملتا ہے کہ قرآن میں بائبل کے بہت سے واقعات کو ادھورا یا غلط رنگ میں پیش کیا گیا ہے۔ قرآن نے جو بھی تعلیم پیش کی ہے وہ انجیل اور توریت سے نقل کی ہے۔

جواب:۔ انجیل کے متعلق بھی محققین کو یہی اعتراض ہے چاروں اناجیل کی تعلیم کا ہر جزو عہدنامہ عتیق میں موجود ہے۔ اگر کوئی دائیں گال پر تھپڑ مارے تو بایاں گال بھی اس کی طرف پھیر دو۔ اس قسم کی تعلیم جسے بالکل انوکھی اور نئی تعلیم سمجھا جاتا ہے توریت اور طالمود میں موجود ہے بلکہ یہودیوں کا ایک فرقہ اسی اصول پر عمل کرتا ہے۔ کیا اس سے یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ حضرت مسیحؑ نے اپنی تمام تعلیم پرانی کتب سے نقل کی ہے؟

اگر آپ کو اسلامی تعلیمات میں کچھ مشابہت نظر آتی ہے تو اس کا سبب یہی ہے کہ تمام الہامی کتب کا سرچشمہ خدائے واحد کی ذات ہے۔ آپ کہتے ہیں کہ قرآن ادھورے یا غلط حوالجات پیش کرتا ہے۔ آپ کو شاید معلوم نہیں کہ قرآن پچھلی کتابوں کا مصدق بھی ہے اور ان کا مصلح بھی۔ حضرت نوحؑ۔ حضرت ابراھیمؑ اور حضرت لوطؑ کا ذکر قرآن میں بھی ہے۔ لیکن جن بیہودہ واقعات کا ذکر بائبل میں ہے قرآن ان سے مبرا ہے۔ اس لئے کہ قرآن ان کو غلط سمجھتا ہے جسے عیسائیوں اور یہودیوں نے اپنی کتب مقدسہ میں شامل کر لیا۔

(باقی بر صفحہ ۶)

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ ارشادات

خشیۃ اللہ سے رونے والے

عن ابی ہریرۃ رض قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یلج النار رجل بکی من خشیۃ اللہ تعالیٰ حتی یعود اللبن فی الضرع ولا یجتمع علی عبد غبار فی سبیل اللہ تعالیٰ و دخان جہنم۔ اخرجہ الترمذی وصححہ والنسائی۔ تلخیص الصحاح جلد دوم

ترجمہ:۔ ابوہریرہ رض سے روایت ہے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایسا شخص کبھی دوزخ میں داخل نہیں ہوگا جو خشیۃ اللہ سے رویا ہو تا آنکہ (دودھ ہوا) دودھ چھاتیوں میں لوٹ جائے (یعنی جیسا دوہے ہوئے دودھ کا چھاتیوں میں واپس جانا ناممکن ہے) اور کسی بندۂ (خدا) پر اللہ تعالیٰ کے راہ کا غبار اور دوزخ کا دھواں اکٹھا نہ ہوگا (یعنی جہاد بالسیف یا جہاد بالقرآن کرنے والے کا غبار پالے سے دوزخ سے بچا لیگا)

جہاد بالسیف شر و فساد کے لئے جائز نہیں

وعن معاذ بن جبل رض قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الغزو غزوان فاما من ابتغی وجہ اللہ تعالیٰ و اطاع الامام و انفق الکریمۃ و یاسر الشریک و اجتنب الفساد فان نومہ ونبہہ اجر کلہ و اما من غزا فخراً و ریاءً و سمعۃً و عصی الامام و افسد فی الارض فانہ لم یرجع بالکفاف اخرجہ الاربعۃ الا الترمذی۔

ترجمہ:۔ معاذ بن جبل سے روایت ہے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جہاد کی دو قسمیں ہیں ایک تو وہ جہاد جو کہ خدا تعالےٰ کی رضامندی حاصل کرنے کی غرض سے کیا جائے اور امام (حاکم) کی اطاعت کی جائے اور عمدہ سے عمدہ (مال) اس میں خرچ کیا جائے اور رفیق جہاد کے ساتھ نرمی اور محبت سے برتاؤ کیا جائے (ہماری جماعت کا بھی ہر فرد آج جہاد بالقرآن میں مجاہد ہے لہٰذا ہم میں سے ہر ایک کو بلا امتیاز امارت و عزت ایک دوسرے کے ساتھ محبت کا برتاؤ کرنا چاہیئے۔ ناقل) اور شر و فساد سے احتراز کیا جائے (ملک گیری کی ہوس میں دنیا کے امن کو برباد نہ کیا جائے)

دوسری قسم کا جہاد وہ ہے جو فخر اور ریا اور سنانے کی غرض سے کیا جائے اور امام کی نافرمانی کی جائے اور روئے زمین میں (ملک گیری اور منڈیوں کی تلاش کے لئے) فساد کرنا منظور ہو تو ایسے جہاد میں (گناہ سے) خالی لوٹ آنا مشکل ہے (یعنی یہ انسانی حقوق پر چھاپہ مارنا ہے جیسے کہ آج مغربی اقوام کر رہی ہیں)

(۱) ایں سراب است سوئے آں منتاب
مے نماید ز دور چشمۂ آب
(۲) کشتی تو شکستہ است خراب
باز افتادہ در نگِ گرداب (مسیح موعودؑ)

(۱) (یہ تمام حرص و ہوا کی تگ و دو) ایک نظری دھوکہ ہے جیسے سراب جو دور سے پانی نظر آتا ہے۔ اس کی طرف نہ لپک (اس دھوکہ کی وجہ سے کہ تو دنیا کو اپنے قبضے میں لے کر انسانیت کی جس طرح چاہے مٹی پلید کرے گا)

(۲) ایسی کشتی کی مانند ہے جو شکستہ اور خراب حال ہو جس میں تو بیٹھا ہوا ہے اور پھر وہ گرفتار گرداب ہو جائے (چنانچہ آج مغربی اقوام شکستہ ناؤ میں سوار ہیں) اور قریب ہے کہ اگر وہ اسلام کی پرامن تعلیم کی پیروی نہ کریں گے تو تباہ و برباد ہو جائیں گے)

گناہوں سے بچنے کا واحد ذریعہ

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایک تقریر

بسلسلہ اشاعت گذشتہ

مومن کے لئے دو حالتیں

مومن کے لئے دو حالتیں ہیں اول تو یہ کہ جب ایمان لاتا ہے تو مصائب کا ایک دوزخ اس کے لئے تیار کیا جاتا ہے جس میں اسے کچھ عرصہ رہنا پڑتا ہے اور اس کے استقلال کا امتحان کیا جاتا ہے اور جب وہ اس میں ثابت قدمی دکھاتا ہے تو دوسری حالت یہ ہے کہ اس دوزخ کو جنت سے بدل دیا جاتا ہے جیسے کہ بخاری میں حدیث ہے کہ مومن بذریعہ نوافل کے اللہ تعالیٰ سے یہاں تک قرب حاصل کرتا ہے کہ وہ اس کی آنکھ ہو جاتا ہے جس سے وہ دیکھتا ہے۔ اور اس کے کان ہو جاتا ہے جس سے وہ سنتا ہے اور اس کے ہاتھ ہو جاتا ہے جس سے وہ پکڑتا ہے اور اس کے پاؤں ہو جاتا ہے جس سے وہ چلتا ہے اور ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ میں اس کی زبان ہو جاتا ہوں جس سے وہ بولتا ہے اور ایسے ہی لوگوں کے لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ من عادی لی ولیاً فقد اذنتہ للحرب کہ جو شخص میرے ولی سے عداوت کرتا ہے وہ جنگ کے لئے تیار ہو جاوے۔ اس قدر غیرت خدا کو اپنے بندہ کے لئے ہوتی ہے۔

مومن کی جان لینے میں تردد

پھر دوسری جگہ فرماتا ہے کہ مجھے کسی شئے سے اس قدر تردد نہیں ہوتا کہ جس قدر مومن کی جان لینے سے ہوتا ہے اور اسی لئے وہ کئی دفعہ بیمار ہوتا ہے اور پھر اچھا ہو جاتا ہے اس کی وجہ یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی جان لینا چاہتا ہے مگر پھر اسے مہلت دے دیتا ہے کہ کچھ عرصہ تک اور دنیا میں رہ لیوے۔

جماعت بنانے کی غرض

اس جماعت کو تیار کرنے سے غرض یہی ہے کہ زبان، کان، آنکھ اور ہر ایک عضو میں تقوےٰ سرایت کر جاوے۔ تقوےٰ کا نور اس کے اندر اور باہر ہو۔ اخلاق حسنہ کا اعلیٰ نمونہ ہو اور بے جا غصہ اور غضب وغیرہ بالکل نہ ہو۔ میں نے دیکھا ہے کہ جماعت کے اکثر لوگوں میں غصہ کا نقص اب تک موجود ہے۔ تھوڑی تھوڑی سی بات پر کینہ اور بغض پیدا ہو جاتا ہے اور آپس میں لڑ جھگڑ پڑتے ہیں ایسے لوگوں کا جماعت میں سے کچھ حصہ نہیں ہوتا اور میں نہیں سمجھ سکتا کہ اس میں کیا دقت پیش آتی ہے کہ اگر کوئی گالی دے تو دوسرا چپ ہو رہے اور اس کا جواب نہ دے۔ ہر ایک جماعت کی اصلاح اوّل اخلاق سے شروع ہوا کرتی ہے۔ چاہیئے کہ ابتدا میں صبر سے تربیت میں ترقی کرے اور سب سے عمدہ ترکیب یہ ہے کہ اگر کوئی بدگوئی کرے تو اس کے لئے درد دل سے دعا کرے کہ اللہ تعالیٰ اس کی اصلاح کر دیوے اور دل میں کینہ کو ہرگز نہ بڑھاوے جیسے دنیا کے قانون ہیں ویسے خدا کا قانون بھی ہے۔ جب دنیا اپنے قانون کو نہیں چھوڑتی تو اللہ تعالیٰ اپنے قانون کو کیسے چھوڑ دے۔ پس جب تک تبدیلی نہ ہو گی تب تک تمہاری قدر اس کے نزدیک کچھ نہیں۔ خدا تعالیٰ ہرگز پسند نہیں کرتا کہ حلم اور صبر اور عفو جو عمدہ صفات ہیں ان کی جگہ درندگی ہو اگر تم ان صفات حسنہ میں ترقی کرو گے۔ تو بہت جلد خدا تک پہنچ جاؤ گے لیکن مجھے افسوس ہے کہ جماعت کا ایک حصہ ابھی تک ان اخلاق میں کمزور ہے ان باتوں سے صرف شماتت اعداء ہی نہیں ہے بلکہ ایسے لوگ خود بھی قرب کے مقام سے گرائے جاتے ہیں۔

اصلاح اخلاق ہو سکتی ہے

یہ سچ ہے کہ سب انسان ایک مزاج کے نہیں ہوتے اسی لئے قرآن شریف میں آیا ہے کل یعمل علی شاکلتہ بعض آدمی اگر ایک قسم کے اخلاق میں عمدہ ہیں۔ تو دوسری قسم میں کمزور۔ اگر ایک خلق کا رنگ اچھا ہے تو دوسرے کا بُرا۔ لیکن تاہم اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اصلاح ناممکن ہے۔ خلق سے مراد ہماری [illegible] نہیں ہے بلکہ خَلق اور خُلق دو لفظ ہیں۔

(باقی آئندہ)

پیغام صلح
جلد [illegible] | یوم چہارشنبہ مورخہ ۱۶ جمادی الاول ۱۳۷۱ھ | نمبر ۶

ہمارے قومی امتیازات

دنیا کی ہر قوم اور جماعت بعض خصوصیات کو لے کر کھڑی ہوتی ہے، اور اس وقت تک اسے زندہ قوم یا زندہ جماعت سمجھا جاتا ہے جب تک ان خصوصیات و امتیازات کو اپنے اندر قائم رکھے۔

جماعت احمدیہ بھی کچھ خصوصیات کو لے کر کھڑی ہوئی تھی کوئی امتیازات اس کے اندر پائے جاتے تھے جن کی وجہ سے وہ دنیا میں ایک زندہ اور باوقار جماعت سمجھی جاتی تھی۔ یہ خصوصیات کیا تھیں، اور آج کس حد تک ہم میں موجود ہیں؟

دو ہی باتیں تھیں جو حضرت مسیح موعودؑ لے کر آئے، اسلام کو ایک زندہ اور غالب مذہب ثابت کرنا اور اس پر خود عمل پیرا ہو کر دوسروں کو اس کی دعوت دینا۔ ان میں سے اوّل الذکر بات علم کو چاہتی ہے نہ صرف اسلام کا پورا علم ہو جس سے اس کی صداقت اور معقولیت پر علیٰ وجہ البصیرت یقین پیدا ہو جائے اور اس کو خدا تک پہنچنے کا صحیح رستہ یقین کیا جائے بلکہ دوسرے مذاہب کا بھی علم حاصل ہو، تاکہ اسلام کا ان پر غالب ہونا ثابت کیا جا سکے۔ دوسری بات جو عمل سے تعلق رکھتی ہے اس میں تقویٰ و طہارت اور خدا رسیدگی، اور تبلیغ دین سبھی کچھ شامل ہے۔

وہ لوگ جنہوں نے احمدی قوم کی ابتدائی زندگی کو دیکھا ہے وہ خوب جانتے ہیں کہ اس وقت اس قوم کا ادنیٰ سے ادنیٰ فرد بھی ان دو باتوں میں ایک امتیاز خصوصی رکھتا تھا۔ اسلام کا علم اس کی صداقت و معقولیت۔ اسکو دوسرے مذاہب پر غالب ثابت کرنا اور اس ضمن میں دوسرے مذاہب پر بھی حاوی ہونا اور اپنے دین کی خوبیوں کو اپنے عمل سے واضح کرنا اور دوسروں کو اس کی دعوت دینا ہر فرد جماعت کا ایک امتیازی نشان تھا، یہاں تک کہ اس جماعت کے ان پڑھ بھی عالم دین بنے، کوئی بڑے سے بڑا عالم ان کے سامنے ٹھہر نہ سکتا تھا، عیسائیت کو انہوں نے ایسا بھگایا کہ کسی احمدی کے سامنے کھڑے ہونے کا اسے یارا نہ رہا، آریہ ان کے پیش کردہ دلائل کا مقابلہ نہ کر سکے اور اسلام کا غالب مذہب ہونا عملاً دنیا کو نظر آ گیا، عمل کے میدان میں بھی ایک احمدی کی نماز، تقویٰ و طہارت، دیانت و امانت ضرب المثل بن گئیں اور بڑے بڑے رند مشرب اور فاسق و فاجر اس جماعت میں آ کر زاہد اور متقی انسان بن گئے۔

یہ وہ چیز تھی جس نے اس قوم کی طرف لوگوں کی توجہ کو پھیر دیا اور جوق در جوق لوگ حضرت مجدد وقت کی غلامی میں آنا موجب فخر سمجھنے لگے اور جو باہر رہ گئے وہ بھی اس جماعت کو عزت و وقار کی نظروں سے دیکھتے تھے۔

کیا آج ہم اسی مقام پر کھڑے ہیں، کیا ہمارے اندر وہ علمی پیاس اب بھی موجود ہے جو حضرت مسیح موعودؑ کے اوّلین ساتھیوں میں تھی؟ کیا آج ہم اپنے علم سے دوسروں پر غلبہ پا سکتے ہیں؟ کیا ہماری نمازیں، ہمارے اعمال، کردار دوسرے مسلمانوں سے کوئی امتیاز رکھتے ہیں؟ یہ وہ سوالات ہیں جن پر ہر فرد جماعت کو بجائے خود غور کرنا چاہیئے اور دیکھنا چاہیئے کہ ہماری قومی خصوصیات و امتیازات کہاں تک ہم میں باقی رہ گئے ہیں۔

بیشک تبلیغ دین کا کام اب بھی ہم کر رہے ہیں لیکن جماعتی طور پر مشن قائم کر کے ان کے لئے چندے دے دینا کافی نہیں جب تک ہم میں سے ہر شخص خود علم دین حاصل کر کے اپنے کاروبار کے اندر تبلیغ دین کا فریضہ بجا نہ لائے، اور اپنے عملی نمونہ سے دوسروں کو دین کی طرف مائل نہ کرے۔

ہمارے بزرگ، حضرت مسیح موعودؑ، حضرت مولانا نور الدینؓ اور حضرت مولانا محمد علیؒ صاحب کے تربیت یافتہ بزرگ ہم میں سے کم ہوتے جا رہے ہیں، اور ان کے ساتھ علم دین بھی اٹھتا چلا جا رہا ہے اور ہماری قومی خصوصیات مٹتی چلی جا رہی ہیں، اس کی طرف توجہ کرنا ہمارا سب سے پہلا فرض ہے۔ اور یہ فرض اسی طرح پورا ہو سکتا ہے، کہ اپنے بچوں کو علم دین کی طرف راغب کریں۔ انہیں قرآن، حدیث، اور حضرت مسیح موعودؑ کی کتابیں پڑھائیں۔ اس کے لئے مرکز میں ایک تبلیغی جماعت کھولنے کا انتظام کیا گیا ہے جس کا اعلان قبل ازیں سیکرٹری صاحب کی طرف سے کیا جا چکا ہے۔ امید ہے ہمارے احباب اپنے بچوں کو جو کم از کم مڈل تک قابلیت رکھتے ہوں حصول علم دین کیلئے اس جماعت میں داخل کر کے اپنے قومی خصوصیات و امتیازات کو زندہ کرنے کی کوشش کریں گے۔

حضرت امیر ایدہ اللہ کا ورود مسعود دہلی میں

جمعہ کے وقت جماعت اور غیر از جماعت مردوں اور عورتوں کا ایک بڑا مجمع

۵ نفوس نے سلسلہ عالیہ احمدیہ میں شمولیت کی

حضرت امیر قوم ایدہ اللہ تعالیٰ (مولانا صدر الدین صاحب) [illegible] فروری کو دوپہر کی گاڑی سے تشریف فرما دہلی ہوئے۔ مولانا مرتضیٰ خان صاحب بھی آپ کے ساتھ تھے۔ احباب جماعت کثیر تعداد میں اسٹیشن پر استقبال کے لئے موجود تھے۔ آپ نے ہر احمدی بھائی سے فرداً فرداً ملاقات کی زاں بعد آپ سکول کی طرف تشریف لے گئے اور آپ نے سکول کی ڈرل کے کرتب ملاحظہ فرمائے۔ طلبائے مدرسہ کو مخاطب ہو کر آپ نے ان کو بعض قیمتی نصائح کیں۔ پھر آپ نے خواہش ظاہر فرمائی کہ کل دسویں اور نویں جماعت کے طلباء خواہ انہیں دور دیہات سے ہی آنا پڑے جمعہ میں ضرور شریک ہوں۔ انہوں نے بطیب خاطر منظور کیا اور دوسرے دن وہ سب نماز جمعہ میں شریک ہوئے۔

تعمیر قوم اور توسیع جماعت کے سلسلہ میں حضرت ممدوح نے عملہ کو ہدایت فرمائی کہ مکمل فہرستیں تیار کی جائیں۔ ایک فہرست تو جماعت کے ان نوجوانوں کی ہو جو اس مدرسہ سے فارغ التحصیل ہو کر اب مختلف مقامات پر پھیلے ہوئے ہیں اور دوسری فہرست ان اصحاب کی ہو جو اگرچہ جماعت سے تعلق نہیں رکھتے تھے لیکن وہ اس مدرسہ کے طلباء رہ چکے ہیں اور مختلف مقامات پر بڑے بڑے عہدوں پر فائز ہیں تاکہ ان ہر دو قسم کے نوجوانوں سے از سر نو رابطہ قائم کیا جائے اور ان کو جماعت کی برکات سے آگاہ کر کے جماعت کی سرگرمیوں میں حصہ لینے کی تلقین کی جائے اور اس طرح سے بکھرے ہوئے افراد کو ایک سلک میں منسلک کر دیا جائے۔ اس فہرست کے تیار ہونے پر معلوم ہوا کہ فی الواقعہ جماعت کا ایک قابل قدر حصہ ایسا ہے جنہیں جماعت سے عملی تعلق نہیں ہے۔ حضرت ممدوح ان سب سے خط و کتابت کرنے اور جماعت کا لٹریچر بھیجنے کا ارادہ کرتے ہیں قبل ازیں بھی جہاں جہاں آپ کو موقع ملا ہے آپ نے ایسے افراد کی فہرستیں تیار کروائی ہیں جو احمدیوں کی اولاد ہو کر ادھر ادھر پھیل گئے ہیں۔ اور جماعت سے ان کو تعلق نہیں تھا۔ آپ ان سے دوبارہ تعلق قائم کر کے ان کو جماعت کا مفید حصہ بنا رہے ہیں فجزاہ اللہ احسن الجزا۔

۸ فروری کی صبح کو حضرت ایک قریب کے گاؤں چاہ شیخ والا میں تشریف لے گئے اور وہاں کے احمدی دوستوں کو ضروری نصائح ارشاد فرمائیں۔

نماز جمعہ نماز جمعہ کا انتظام سکول کے وسیع میدان میں کیا گیا تھا خدا کے فضل سے یہ ایک زبردست مجمع تھا۔ اس مجمع میں [illegible] جماعت کے تقریباً سب افراد کے علاوہ غیر از جماعت اصحاب اور سکول کے طلبا بھی شریک تھے۔ مستورات کے لئے پردے کا انتظام بھی کیا گیا تھا اور تقریباً پچاس ساٹھ خواتین شریک نماز ہوئیں۔

حضرت ممدوح نے اپنے مخصوص فصیح و بلیغ انداز میں خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا یہ ایک نہایت جامع خطبہ تھا جس میں آپ نے اللہ تعالیٰ کی نعماء اور اس کے احسانات کا ذکر کرتے ہوئے تقویٰ پر زور دیا اور فرمایا کہ انسان کو چاہیئے کہ اتنے بڑے خدا کے سامنے جھکے جس نے زندگی عطا کی اور اس زندگی کے قیام کے لئے بہت بڑے وسیع پیمانہ پر سامان مہیا فرمائے۔ جماعت احمدیہ لاہور نے انگریزوں، جرمنوں اور امریکنوں کو مسلمان کیا۔ ان کے تاجروں اور پادریوں اور بڑے بڑے آدمیوں کو مسلمان کیا لیکن مسلمان پھر بھی ان کو کافر سمجھتے ہیں ہم نے اسلام کی خدمت کی ہے ہم نے مسلمانوں کی خدمت کی ہے۔ اس زمانہ میں حضرت مرزا غلام احمد صاحب وہ عاشق قرآن اور عاشق رسول تھے کہ انہوں نے اپنی جماعت کے دلوں کے اندر بھی یہ عشق پیدا کر دیا اگر کسی نے قرآن کا عشق حاصل کرنا ہو تو اس کو [illegible]

(باقی برصفحہ ۱۱)

اخبار (و) افکار

عوام کی مشکلات

کچھ دنوں سے پنجاب میں آٹے کی گرانی اور کم یابی کی وجہ سے عوام کی مشکلات بہت بڑھ گئی ہیں، حکومت پنجاب نے اپنی طرف سے ان مشکلات کو کم کرنے کے لئے راشن ڈپوؤں کے ذریعہ سے نسبتاً سستے آٹے کی فروخت کا انتظام کیا تھا۔ لیکن حالت یہ ہے کہ خود ڈپوؤں کو بھی آٹا اتنا کم ملتا ہے کہ بہت تھوڑے گاہک اس سے متمتع ہو سکتے ہیں اور زیادہ تر لوگ سارا سارا دن جد و جہد کرنے کے بعد بھی بے نیل و مرام ہو واپس جاتے ہیں، ایسے لوگوں کا کچھ حصہ تو چار و ناچار چور بازار کا رُخ کر لیتا ہے اور جو اس کی برداشت نہیں رکھتے انہیں فاقوں کا شکار ہونا پڑتا ہے۔ یہ صورت حالات بے انتہا خطرناک ہے اور ضرورت ہے کہ حکومت جلد از جلد اس کا سد باب کرے۔ کہا جاتا ہے اور خود حکومت کو بھی اس کا اعتراف ہے کہ بیشمار گندم ذخیرہ اندوزوں کے قبضہ میں موجود ہے لیکن وہ اسکو باہر نہیں نکالتے یا چور بازاری کے ذریعہ سے گراں قیمت پر فروخت کرتے ہیں۔ حیرت ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس کھلے ارشاد کے ہوتے ہوئے کہ گرانی قیمت کے انتظار میں کسی چیز کو روک کے رکھنا جائز نہیں، پھر اس قسم کی حرکات مسلمانوں ہی سے سرزد ہوتی ہیں۔ ایک وہ بھی زمانہ تھا کہ سخت ترین قحط کے ایام میں متمول لوگ اپنی خوراک کم کر کے بھی غریبوں کی شکم سیری کا سامان کرتے تھے، یا آج یہ حالت ہے کہ ہمارے امرا اور سرمایہ دار لوگ کئی کئی سال کا اناج جمع کر رکھتے ہیں اور گرانی اور قحط کے ایام میں چور بازاری کے ذریعہ سے غریبوں کو لوٹنے اور اپنی ہمیانیاں بھرنے کا سامان کرتے ہیں۔ حکومت کو چاہیئے کہ ایسے لوگوں کے قبضہ سے جمع شدہ غلہ نکلوا کر عوام کی تکالیف کو دُور کرنے کا انتظام کرے اور ایسی حرکات کرنے والوں کو عبرتناک سزائیں دے۔ علماء اور واعظین کا بھی فرض ہے کہ وہ ذخیرہ اندوزی کے خلاف خدا اور رسول کے احکام لوگوں کو سنائیں اور اس کی برائیوں کو واضح کر کے ذخیرہ شدہ اناج کو باہر نکلوانے کی کوشش کریں۔

تاجدارِ برطانیہ کا انتقال

شہنشاہ جارج ششم تاجدار برطانیہ ۶ر فروری کو اپنے قصر سینڈ رنگھم میں انتقال کر گئے، کہا جاتا ہے کہ وہ رات کو اچھے بھلے سوئے تھے لیکن سوتے میں انکی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ ڈاکٹروں کی رائے ہے کہ ان کی شریانوں میں ورم ہو جانے کی وجہ سے انجماد خون ہو گیا تھا۔ اس وجہ سے ان کی موت واقع ہوئی ہے، کچھ بھی ان کا وقت آ پہنچا اور قدرت نے ان کی بادشاہت کی پروا کی نہ دنیا کی سب سے بڑی مملکت کے فرمانروا ہونے کی۔ انسان خواہ کتنا بھی بڑا ہو، اس کی حفاظت کے خواہ کتنے بھی سامان ہوں موت کا ہاتھ اسے نہیں چھوڑتا چھوٹے سے چھوٹے سے لیکر بڑے سے بڑے بادشاہ تک کوئی بھی موت سے نہ بچا، فرق صرف اتنا ہے کہ انبیاء اور خدا رسیدہ لوگوں کو موت کے دروازے سے گذر کر ایک اعلےٰ درجہ کی حیات جاودانی مل جاتی ہے۔ اور یہ حیات جاودانی اس دنیا میں بھی ان کو زندہ رکھتی ہے، دیکھ لیجئے جس قدر انبیا اور راستباز لوگ ہوئے ہیں، ہزارہا سال گذرنے پر بھی دنیا اب تک انہیں ادب کے ساتھ یاد کرتی ہے اور کرتی رہے گی لیکن بڑے بڑے نامور فرمانروا ایسے مٹے کہ ان کے نام بھی دنیا بھول چکی ہے۔

بہرحال جارج ششم کی وفات کی خبر تمام دنیا میں رنج و افسوس کے ساتھ پڑھی گئی، ان کے بعد ان کی پچیس سالہ لڑکی الزبتھ کو تخت حکومت پر بٹھایا گیا ہے اور اس طرح ملکہ وکٹوریہ کے ۵۱ سال بعد انگلستان میں پھر ایک ملکہ کا راج شروع ہوا ہے، خدا کرے ملکہ وکٹوریہ کی طرح الزبتھ کی حکومت بھی دنیا کی مرفع الحالی اور امن و امان کا موجب ہو۔

مسئلہ کشمیر

حیرت اور افسوس کا مقام ہے کہ کشمیر کا مقدمہ حفاظتی کونسل میں دائر ہوئے چار سال سے زیادہ عرصہ ہو گیا لیکن دنیا کی یہ سب سے بڑی کونسل ابھی تک اس کا فیصلہ کرنے سے ہچکچا رہی ہے کوریا کا مسئلہ چند دنوں میں طے ہو گیا اور فوجی طاقت سے طے کر لیا گیا، اس لئے کہ اس میں کونسل کے سب سے بڑے سرمایہ دار ممبر امریکہ کا ہاتھ تھا، لیکن کشمیر کا معاملہ جب سامنے آتا ہے امریکہ یا برطانیہ کی طرف سے ایک قرارداد پیش کر دی جاتی ہے کہ اسکو اور ڈھیل دی جائے اور ایک نہ ایک ثالث مقرر کر کے اس سے معاملہ کو نمٹانے کے لئے کہہ دیا جاتا ہے۔ اس قسم کے کئی ثالث آئے اور گئے اور ہندوستان کی ہٹ دھرمی کی وجہ سے اپنی ناکامی اعتراف کر کے بیٹھ گئے۔ ڈاکٹر گراہم نے بھی جو آخری ثالث ہیں تین ماہ تک کوشش کرنے کے بعد اپنی ناکامی اور ایک فریق فیصلہ کی رپورٹ کر دی لیکن برطانیہ نے پھر انہی کو مزید کوشش کرنے کے لئے دو ماہ کی اور توسیع دلا دی۔

کیا اس کا یہ مقصد ہے کہ کشمیر کے مسئلہ کو اسی طرح معرض تعویق میں ڈالتے ہوئے آخر کار ختم کر دیا جائے اور غریب کشمیریوں کو اپنی قسمت کا فیصلہ خود کرنے سے روک دیا جائے۔ شاید ایسا نہ ہو سکے اور اس کے خطرناک نتائج دنیا کو دیکھنے پڑیں۔ بہرحال اب پھر دو ماہ کے بعد دیکھا جائے گا کہ حفاظتی کونسل کا اونٹ کس کروٹ بیٹھتا ہے۔

اسلامی رواداری

پچھلے دنوں لندن کے مشہور ترین اخبار ٹائمز کے ایک ایڈیٹوریل میں اسلام کو ایک غیر روادار مذہب" قرار دیا گیا تھا، اس کے جواب میں ہز ہائینس سر آغا خان نے ایک مضمون لکھا جس میں انہوں نے بتایا کہ :-

" اسلام سے سرسری واقفیت بھی یہ بتا دینے کے لئے کافی ہے کہ یہ مذہب دوسرے ادیان کا صرف روادار ہی نہیں بلکہ ان کا پورا احترام بھی کرتا ہے۔ بلکہ قبل اسلام کے تمام توحیدی ادیان پر ایمان بھی رکھتا ہے وہ اپنے پیروؤں کو نہ صرف رواداری کی تعلیم دیتا ہے بلکہ انہیں صفت خداوندی حلم کی طرف بھی دعوت دیتا ہے جس میں ضبط، صبر، سکون قلب، اور عفو سب آ گئے۔ یہ اسلام کی اس تعلیم کا نتیجہ تھا کہ مسیحیوں اور یہود کی چھوٹی سی چھوٹی اقلیتیں بھی محفوظ و سلامت رہ گئیں۔ اور مسلمانوں کی ہزار سالہ حکومت کے دَور میں برابر اپنے عقائد کو محفوظ رکھا۔ کسی بھی اسلامی حکومت میں کسی دوسرے مذہب کو وہ پیش نہیں آیا، جو مسلمانوں کو اسپین میں مسیحی فتحمندی کے بعد پیش آیا۔ کوئی یورپین اتنا جاہل کیسے ہو سکتا ہے جو اسکو بھی بھول جائے کہ اسلام کی پہلی ہی صدی میں خود خلفاء کے حکم سے یونانی اور رومی تہذیب و تمدن کی بہترین چیزیں منتقل ہو آئی تھیں؛ اور یونان کا فلسفہ طب و حکمت ہی نہیں، بلکہ شعر اور ڈراما بھی ترجمہ ہو کر عربی میں آ گیا تھا۔ اور اس کے پڑھنے والوں میں صرف اہلِ علم ہی نہیں۔ بلکہ اہل تقوےٰ بھی تھے۔"

سر آغا خاں کے مذہبی عقائد خواہ کیسے بھی ہوں لیکن اسلام کے متعلق ان کی غیرت و حمیت بہرحال قابل ستائش ہے، افسوس ہے کہ لندن ٹائمز جیسے اخبار کو اب تک اسلام کی تعلیمات سے نہیں تو تاریخ سے بھی اتنی واقفیت نہیں کہ اس پاک مذہب کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار کرتے وقت ان واقعات تاریخی کو ہی پیش نظر رکھ لیا کرے ؛

اپنے بچوں کو تعلیمِ دین کیلئے وقف کیجئے

تبلیغی کلاس کا نیا سال مارچ ۱۹۵۲ء سے شروع ہونیوالا ہے۔ احمدی احباب جنہوں نے امام الزمان کے ہاتھ پر دین کو دنیا پر مقدم کرنیکا عہد کیا ہوا ہے اپنے بچوں کو تبلیغ اسلام و اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے وقف کریں۔ واقفین کو انجمن مفت تعلیم کے علاوہ حسب حال وظیفہ بھی دے گی۔ درخواست کنندہ کی تعلیم کم از کم مڈل تک ضرور ہو غیر شادی شدہ کو ترجیح دی جائے گی جو طالب علم ذہین ہوں گے انہیں مولوی فاضل بھی کرایا جائیگا۔ فارغ ہونے کے بعد جن طلباء کو انجمن ملازمت میں لینا چاہے گی انہیں حسب منشا انجمن خدمت دین سرانجام دینا ہو گی حضرت صاحب صدر الحاج شیخ میاں محمد صاحب کا ارشاد ہے کہ احباب اس طرف خاص طور پر توجہ فرمائیں اور اپنے بچوں کو تعلیم دین کے حصول کیلئے مرکز میں ضرور بھجوائیں۔ تمام درخواستیں جنرل سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے نام آنی چاہئیں۔

احمد یار
جنرل سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعتِ اسلام لاہور

معارف قرآن

تقریر مولانا عبدالحق صاحب ودیارتھی بر موقعہ جلسہ سالانہ منعقدہ ۲۵ دسمبر ۱۹۵۱ء

(۱) ویقول الذین کفروا لست مرسلا- قل کفٰی باللہ شھیدًا بینی وبینکم ومن عندہ علم الکتٰب (۴۳:۱۳)

(۲) الم تر ان اللہ انزل من السماء ماء فاخرجنا بہ ثمرٰت مختلفا الوانھا- ومن الجبال جدد بیض وحمر مختلف الوانھا وغرابیب سود- ومن الناس والدواب والانعام مختلف الوانہ انما یخشی اللہ من عبادہ العلمٰٓؤا ان اللہ عزیز غفور- (۳۵: ۲۷-۲۸)

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کے تمام دلائل کو جمع کر دیا ہے اور اگر یہ حقیقت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود خدا نما تھا تو یہ بھی سچ ہے کہ قرآن محمد نما ہے۔ قرآن مجید کی پہلی آیت جو میں نے تلاوت کی ہے اس میں فرمایا کہ کافر کہتے ہیں کہ (اے محمدؐ) تو خدا کی طرف سے بھیجا ہوا نہیں، انہیں کہہ دو کہ میرے اور تمہارے درمیان اللہ تعالیٰ کافی گواہ ہے اور جس کے پاس کتاب کا علم ہے (اس کی گواہی بھی کافی ہے)۔

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں اللہ تعالیٰ کی گواہی سے بالعموم وہ معجزات مراد لئے جاتے ہیں جو از قسم شق القمر وغیرہ ظہور پذیر ہوئے یا اللہ تعالیٰ کا وہ معاملہ اور برتاؤ ہے جو منکرین اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان ظاہر ہوا کہ حضرت نے قدم قدم پر دشمنوں کی زبردست مخالفت کے باوجود کامیابی حاصل کی۔ دنیا میں عام قاعدہ یہ ہے کہ ہمیشہ قوت، کثرت، اور سامان ضعف، قلت، اور بے سروسامانی پر فتح پاتی ہے۔ مگر یہ کتنا بڑا معجزہ ہے کہ آپ کے معاملہ میں قلت نے کثرت پر، ضعف نے قوت پر، بے سروسامانی نے حرب وضرب کے سارے وسائل اور حیلوں پر فتح پائی اور دنیا پر ثابت کر دیا کہ حق باطل کی قوت سے دبنے والا نہیں۔ لیکن یہ سب معجزات ان کافر اور مومن لوگوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھے جو آپ کی زندگی میں موجود تھے اور تاریخ کے اوراق پر لکھے ہوئے ہیں جن کے پڑھنے کی زحمت بہت کم لوگ گوارا کرتے ہیں۔

عالم کتاب کی شہادت

قانون شہادت میں شہادت کی اہمیت کا انحصار خود گواہ کی عظمت اور اس کے علم کی فضیلت پر ہوتا ہے۔ محمد رسول اللہ صلعم کے حق میں اللہ تعالیٰ خود گواہ ہے اور اس کی مذکورہ بالا گواہی اس کی قدرت اور جلال کی گواہی ہو سکتی ہے مگر ایک اور عظیم الشان گواہی ہے وہ ان کتب الٰہیہ کے اندر مذکور ہے جو مختلف مذاہب کے پاس موجود ہیں جو دنیا میں نہایت عزت اور احترام کے ساتھ روزانہ دو ہاتھوں سے اٹھائی جاتی۔ دھو ماتہ ادب کے ساتھ تلاوت کی جاتی اور دلی خضوع وخشوع کے ساتھ سجدہ تعظیم کی مستحق سمجھی جاتی ہیں (ژند اوستا، ساتیر، وید، صحائف، تورات، زبور و اناجیل اور مہاتما بدھ کے صحیفے اور مصر کی کتاب الموتیٰ) جن کا نام لینے تک ..... کے لئے منہ اور زبان کا پاک ہونا شرط ہے اور جن کی صداقت اور حقانیت پر ان کے پیرو کروڑہا انسانوں کا ایمان اور پختہ یقین ہے ان کتب ہاں انہی مقدس صحیفوں کے اوراق میں محمد رسول اللہ صلعم کے حق میں اللہ تعالیٰ کی گواہی مسطور ہے اور گواہی شاہد و مشہود دونوں کی عظمت اور صداقت پر کافی ہے اس کی تفصیلی تذکرہ میں نے کتاب میثاق النبیین کی دونوں جلدوں میں کر دیا ہے جو ایک رنگ میں ومن عندہ علم الکتاب کی شہادت ہے اللہ تعالیٰ کی شہادت اور عالم کتاب کی شہادت دونوں کو کلام پاک نے کافی شہادت قرار دیا ہے۔

"ومن عندہ علم الکتاب" کے ترجمہ کی دو صورتیں ہیں:-

(ا) جس کے پاس ان کتابوں کا علم ہے یا ان کی زبانوں سے واقف اور عالم ہے۔

(ب) جسے اللہ تعالیٰ نے ان کتابوں کا علم دیا ہے یا اپنی جناب سے اس پر اپنی برکت اور رحمت نازل کی ہے یعنی ومن عندہ علم الکتاب کا ترجمہ ہے من لدنہ علم الکتاب۔ جسے علم لدنی حاصل ہوا ہے۔

اور یہ ایک امر واقعہ ہے کہ ان کتابوں کا صحیح علم ان کے اندر رسول اللہ صلعم کی صداقت پر پیشگوئیوں کی تعبیر اور ان پر علماء غیر مذاہب سے مناظرے اور مباحثے جو پیشگوئیوں کی صحت پر ایک زبردست دلیل ہے کہ ان پنڈتوں نے ان پیشگوئیوں کا انکار نہیں کیا بلکہ یہ نامعقول عذر پیش کیا کہ یہ باتیں ہمارے ویدوں میں کسی نے ملا دی ہیں۔ ہندوستان جیسے وسیع ملک میں وید کا ایک ہی نسخہ تھا کہ مسلمانوں نے اس میں ملاوٹ کر دی ہو بلکہ اس کے سینکڑوں نسخے ملک کے طول وعرض میں ہندو پنڈتوں کے گھروں میں موجود تھے۔ ان سب کے اندر اور تحریف ہو جانا الٰہی تصرف اور اعجاز تو ہو سکتا ہے مگر کسی انسان کا کام نہیں ہو سکتا۔ ان منتروں کے متعلق یہ عذر کہ وہ مہمل۔ معمے اور پہیلیاں ہیں، یہ بھی کتاب کی عظمت اور شان کے منافی ہے۔

عالم کتاب کی دوسری شہادت

ومن عندہ علم الکتاب کے دو مذکورہ بالا ترجموں کے علاوہ ممکن طور پر دو اور مفہوم بھی ہو سکتے ہیں۔

(ا) الکتاب سے مراد قرآن مجید ہے اور عالم کتاب وہ ہے جس کے پاس قرآن مجید کا صحیح علم ہے

(ب) الکتاب سے مراد تحریر یا صحیفہ کا متن ہے۔ اس اعتبار سے عالم کتاب گویا واقف رموز کتابت یا سائنس دان ہے۔

یہ دونوں قسم کا علم رکھنے والے محمد رسول اللہ صلعم کی صداقت کی گواہی دیں گے اس شہادت کو اس زمانہ کے مجدد نے یوں ادا کیا ہے:-

امی و در علم و حکمت بے نظیر
زیں چہ باشد حجتے روشن ترے

اور یہی میری آج کی تقریر کا موضوع ہے کہ قرآن مجید میں ان علوم اور حقائق ومعارف کا ذکر ہے جو موجودہ زمانہ کے سائنسدانوں نے بڑی بڑی علمی کاوشوں اور دماغ سوزیوں کے بعد معلوم کئے ہیں مگر قرآن مجید پیشتر سے اس قسم کے علمی انکشافات سے بھرا پڑا ہے۔ اس مختصر سی بحث میں صرف چند ایک کا ذکر ہو سکتا ہے۔ وباللہ التوفیق۔

(باقی دارد)

خسارہ بجٹ اور جماعت لاہور

خسارہ بجٹ کی تحریک میں لاہور جماعت میں بعض احباب پر مشتمل دو تین وفود نے کام شروع کیا ہے گذشتہ اتوار کے دن بمعیت حضرت امیر قوم ایدہ اللہ کی معیت میں چھاؤنی لاہور گیا تھا جملہ احباب کی موجودگی میں خطبات کے لئے تحریک کی گئی محترم سیکرٹری صاحب چھاؤنی نے وعدہ فرمایا کہ وہ عنقریب اپنی جماعت میں تحریک کر کے خطبات حاصل کرنے کی کوشش کریں گے۔

لاہور چھاؤنی کی جماعت ایک زندہ جماعت ہے گذشتہ سال بھی اس جماعت نے خسارہ بجٹ کے ضمن میں ایک معقول رقم سے انجمن کی امداد کی تھی امسال بھی انہوں نے امداد کا وعدہ فرمایا۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو جزائے خیر عطا فرمائے اور ان کی مساعی کو بار آور کرے۔ آمین۔

مرتضیٰ خان
اسسٹنٹ سیکرٹری تحصیل

خسارہ بجٹ کے خطبات

خسارہ بجٹ کے خطبات کے سلسلہ میں کئی ایک جماعتوں کی طرف سے اطلاعات موصول ہو چکی ہیں لیکن اب تک بعض جماعتوں نے اس طرف توجہ نہیں کی۔ حالانکہ ان سب کو تاکیدا خطوط ارسال کئے گئے تھے اب بذریعہ اخبار پھر گذارش ہے کہ براہ کرم اپنی پہلی فرصت میں احباب سے خطبات وصول کرنے کی کوشش کی جائے اور دفتر کو حالات سے مطلع کیا جائے۔

ضروری اعلان

میں بچوں کے سالانہ جلسہ کے موقعہ پر مہمان خانہ میں مقیم تھا۔ ایام جلسہ میں میری لڑکی کا سونے کا لاکٹ گم ہو گیا ہے اگر کسی صاحب کو ملا ہو۔ تو براہ کرم مجھے ذیل کے پتہ پر پہنچا دیں۔ یا مجھے اطلاع دے دیں ممنون ہوں گا۔

بابو چراغ دین
ریٹائرڈ ٹیلیگراف ماسٹر۔ خان جامکی
تحصیل ڈسکہ۔ ضلع سیالکوٹ

حضرت مولانا نور الدین علیہ الرحمۃ کے

درس قرآن کریم سے چند نکات

شیخ غلام قادر صاحب احمدیہ بلڈنگس لاہور

عیب چینی سب سے بڑا گناہ ہے

سیقول السفہاء

یہ بڑی یاد رکھنے والی بات ہے کہ صرف عیب چینی بہت بڑی بات ہے۔ میں چھوٹا بچہ تھا۔ تو ایک کتاب میں نے پڑھی جس کا نام "دل بہلاؤ" تھا۔ اس میں سے دو کہانیاں مجھے یاد ہیں ایک یہ کہ حضرت مسیح کہیں جا رہے تھے تو آپ نے ایک مردہ کتا دیکھا تو کسی نے کہا کہ دیکھئے کیا خراب شکل ہے ....
آپ نے فرمایا اس کے دانت بہت خوبصورت ہیں کتاب والا اس کہانی سے یہ عمدہ نتیجہ نکالتا ہے کہ اچھے آدمی خوبیوں کی طرف نظر رکھتے ہیں مگر برے جہلاء میں بدقسمت کموں گا نکتہ چینیوں کی طرف جھک جاتے ہیں پھر ایک اور کہانی لکھی ہے کہ ایک سؤر آتا تھا مسیح دیوار کی طرف ہو گئے اور کہا آپ سلامتی سے نکل جائیں۔ کسی نے کہا ایک سؤر سے ایسا ادب۔ فرمایا۔ میں زبان کو درست رکھتا ہوں۔

تین قومیں دنیا میں ہیں۔ ایک عیسائی۔ انہوں نے تمام انبیاء کے معاصی کو بیان کرنے کا ٹھیکہ لے رکھا ہے معصوم نبی کے نام سے جو رسالے نکلتے رہتے ہیں ان میں مقدس لوگوں کی اس قدر عیب چینیاں ہوتی ہیں کہ ان کو دیکھ کر ہماری کتابوں میں بھی بدگمانیاں پھیل گئی ہیں اس کا نتیجہ دیکھو کہ خود یہ قوم فسق و فجور میں مبتلا ہو گئی۔ (یعنی عیسائی قوم۔ ناقل) حتیٰ کہ شریعت کے قانون کا نام لعنت رکھا ہے۔ اور زنا کوئی جرم ہی نہیں دوم بدقسمتی سے مسلمانوں میں چند شریر النفس لوگوں نے دنیا کے لئے دین کا چھوٹا سا پیرا اختیار کر کے غلط فہمیاں پھیلائیں اور مومنوں کے دو فریقوں میں سے ایک کی عیب چینی کر کے ان میں فساد ڈلوایا۔ یہ لوگ تمام صحابہ و تابعین سے ... ازواج النبی کو فاسق فاجر۔ ظالم۔ کافر کہتے ہیں۔ حتیٰ کہ ان کے مفسر نے لکھا ہے آدم سے لے کر ایں دم تک کوئی گناہ نہیں جس کا مرتکب عمر نہیں اور دوسرے بدبخت تمام اہل بیت پر تبرا کرتے ہیں۔

تیسری قوم آریہ کی ہے۔ ان کی نظر بھی عیب ہی پر پڑتی ہے اپنی خوبی کے اظہار کا کوئی ذریعہ نہیں۔ ہاں دوسرے مقدسوں کو گالیاں سناتے ہیں اس کی سزا انہیں یہ ملی کہ خود نیوگ کا مسئلہ ان میں جاری ہوا۔ جو فسق و فجور کی جڑ ہے۔

یہ تین قومیں میں نے دیکھی ہیں اللہ تعالیٰ کی قسم کہ انہوں نے اس بدگوئی کا نتیجہ نیک نہیں اٹھایا۔ اسی میں دیکھتا ہوں کہ بہت سے لوگوں میں عیب شماری کا شوق ہے۔ مگر میں سچ کہتا ہوں اور اپنے مشاہدہ سے کہتا ہوں کہ جو دوسرے کے عیب ازراہ تحقیر نکالتا ہے وہ مرتا نہیں جب تک خود اس عیب میں مبتلا نہ ہو جائے اس رکوع میں بھی ایسے ہی لوگوں کا ذکر ہے۔

سفہاء۔ جمع سفیہ۔ ثوب سفیہ وہ ردی کپڑا جو بہت ہی خراب ہو۔ سفیہ کہتے ہیں ایسا شخص جو دینی و دنیوی عقل عمدہ نہ رکھتا ہو۔ قرآن کریم میں ہے۔

لا تؤتوا السفہاء اموالکم۔ یہ کام سفہاء کا ہے کہ دوسرے کی عیب شماری کرتے رہیں اور ہر وقت اعتراض ہی کرتے رہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس بری عادت سے محفوظ رکھے (ناقل)

دنیا میں گرچہ ہو گی سو قسم کی برائی
پاکوں کی ہتک کرنا سب سے بری ہے
ہم کو نہیں سکھاتا وہ پاک بدزبانی
تقویٰ کی جڑ یہی ہے صدق و صفا یہی ہے
(مسیح موعودؑ)

"لامذہبوں کی کلب"

بقیہ از صفحہ اول

سوال:۔ کیا انسان خدا اور مذہب کو مانے بغیر نیک نہیں ہو سکتا اور اپنے لئے خود لائحہ عمل تیار نہیں کر سکتا۔

جواب:۔ نہیں۔ عقل انسانی اپنی بہتری کے لئے کوئی نظام پیدا کرنے سے قاصر رہی ہے۔ دو ملکوں کے فلسفی کسی ایک مسئلہ پر بھی متفق نہیں ہو سکے کیا آپ کا خیال ہے کہ ہر شخص ایسا لائحہ عمل اپنے لئے خود تیار کرے۔ بعد اس سلسلہ میں ضرورت وحی اور مذہب پر میں نے روشنی ڈالی۔

سوال۔ اسلام میں کثرت ازدواج کی اجازت ہے۔

جواب:۔ درست ہے۔ لیکن بائبل میں کثرت ازدواج کی ممانعت کہاں ہے؟ پرانے عہدنامہ میں تو تمام مشہور شخصیتوں کے ایک سے زیادہ شادیاں کرنے کا ذکر ہے۔ اناجیل اربعہ میں آپ ایک سطر بھی دکھا دیجئے جس میں کثرت ازدواج کی مخالفت کی گئی ہو۔ مسیح نے اس کے خلاف کچھ نہیں کہا مسیح کے کنوارے رہنے اس کے خلاف کچھ نہیں کہا بالکل شادی نہ کرنے کا ذکر ہے لیکن تعدد ازدواج کا کہیں ذکر نہیں بلکہ تو نظر ثانی انہیں اس کی حمایت کی ہے۔ سینٹ برنارڈ نے اس کی اجازت دی مشہور انگریزی شاعر ملٹن نے لکھا ہے کہ ایک سے زیادہ نکاح کرنا بائبل کی تعلیم کے خلاف نہیں۔ ریورنڈ ہیننگ نے اس کی کھلم کھلا حمایت کی۔ اسلام پر اعتراض کرنے سے پہلے اپنی مقدس کتاب سے اس کے خلاف کچھ دکھا دیجئے۔

سوال:۔ اسلام کی تعلیمات گھٹیا درجہ کی ہیں۔ انجیل میں ہمدردی اور محبت کے اعلیٰ جذبات کو ابھارا گیا ہے۔

جواب:۔ اگر معترض نے میرا لیکچر غور سے سنا ہوتا تو یہ اعتراض پیدا ہی نہ ہوتا۔ اسلام نے عہدنامہ عتیق اور جدید کی تعلیمات کا بہترین خلاصہ پیش کیا ہے۔ جہاں محبت و ہمدردی کی ضرورت ہو وہاں محبت و ہمدردی کا سبق دیا ہے جہاں مجرم کو سزا دینے کی ضرورت ہے وہاں سزا دی گئی ہے۔ لیکن انجیل کی تعلیم دیکھئے۔ والدین سے حسن سلوک اور بیوی بچوں سے محبت کی تعلیم سرے سے مفقود ہے کسی عیسائی مفکر نے سچ کہا تھا کہ نیا عہدنامہ محض "کنواروں کی کتاب ہے" اور مسیح نے اپنی ماں سے جو سلوک کیا تھا وہ تو آپ سب کو معلوم ہے لیکن قرآن نے آکر مسیح سے اس الزام کو بھی دور کیا۔

حاضرین میں سے کئی لوگ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ سخت الجھن میں پڑ گئے ہیں اور ایک ایک ممبر نے اٹھ اٹھ کر بیک وقت پانچ پانچ چھ چھ سوال کرنے شروع کر دیئے۔ اجلاس ختم ہونے کے بعد کچھ ممبر میرے گرد جمع ہو گئے میں نے انہیں ضروری لٹریچر دیا۔ ایک صاحب خاص طور پر بہت پریشان تھے کہنے لگے میں صبح آپ سے ملنا چاہتا ہوں۔

صبح آتے ہی کہنے لگے یا اسلام سچا ہے یا عیسائیت اگر مسیح صلیب پر نہیں مارا گیا تو عیسائیت کی تمام عمارت گر جاتی ہے۔ ان صاحب کو کوئی ایک گھنٹہ تک گفتگو ہوتی رہی جب ہم انہیں چھوڑ کر آئے تو وہ اسی طرح پریشان تھے انہوں نے ایک پونڈ دیا کہ انہیں جا کر قرآن اور دیگر کتب بھیجوں۔

آکسفورڈ سے آتے ہوئے ہم تھوڑی دیر کے لئے ایک انگریز نومسلم سے ملنے کے لئے ریڈنگ اترے۔ ان سے کہا کہ وہ ریڈنگ یونیورسٹی میں بھی اسلام پر کسی لیکچر کا انتظام کریں۔ اور انہیں مل کر ہم اسی دن لندن واپس چلے آئے اور میں کرنول کیمپ میں لیکچروں کے لئے چلا گیا۔

خسارہ بجٹ کے عطیات

سابقہ اعلان شدہ	۱۲۹۵
آمد ماہ جنوری	۹۵۰
کل میزان	۲۲۴۵

تمام احباب کی خدمت میں گذارش ہے کہ جہاں تک بھی ہو سکے اپنے اپنے عطیات مرحمت فرما کر ممنون فرمائیں۔

مرتضیٰ خاں
اسسٹنٹ سیکرٹری تحصیل

سنہ ۱۹۴۷ء کے فسادات کا ذمہ دار کون ہے؟

از عباد اللہ صاحب گیانی

سنہ ۱۹۴۷ء کے فسادات میں جو کچھ ہوا۔ اسے کوئی بھی شریف انسان پسند نہیں کرتا۔ کیونکہ وہ بہت ہی ہولناک اور تکلیف دہ تھے۔ لاکھوں انسان موت کے گھاٹ اتار دیئے گئے۔ اور لاکھوں کو گھروں سے بے گھر کر دیا گیا۔ اس حقیقت سے کسی کو بھی انکار نہیں کہ اس تمام کشت و خون اور قتل غارت میں سب سے زیادہ جانی نقصان مسلمانوں کو اٹھانا پڑا۔ لاکھوں کی تعداد میں بیگناہ مسلمان عورتیں۔ بچے۔ بوڑھے اور جوان تہ تیغ کر دیئے گئے۔ اور ہزاروں ہزار مسلمان عورتیں اغوا کر لی گئیں جو ابھی تک جہنم کی زندگی بسر کر رہی ہیں۔ مسلمانوں کے اس بے پناہ نقصان پر خود سکھوں نے بھی افسوس کا اظہار کیا۔ چنانچہ سردار گوربخش سنگھ صاحب بی ایس سی تحریر فرماتے ہیں:-

"جو (سلوک) میرے سامنے سکھوں نے مسلمانوں سے کیا اس کی شرم سے میری گردن جھکی جاتی رہی ہے"

(ترجمہ از پریت لڑی ستمبر سنہ ۱۹۴۸ء)

یعنی:-

"عورتوں۔ بچوں۔ اور بوڑھوں کا وہ حال ہوا جس کی مثال نازیوں کی بہت سیاہ تاریخ میں بھی نہیں ملتی"

(ترجمہ از پریت لڑی مئی سنہ ۱۹۴۸ء)

اس تمام خونی ڈرامہ کے لیڈر جناب ماسٹر تارا سنگھ صاحب کو بھی آخر کار یہ کہنے پر مجبور ہونا پڑا کہ:-

"مجھے بہت افسوس ہے کہ سکھوں کے ہاتھوں بے گناہ مسلمان بھی قتل ہوئے"

ترجمہ از سنت سپاہی ستمبر سنہ ۱۹۵۰ء

اس کے باوجود سکھوں میں ایسے لوگ بکثرت ملتے ہیں جو ان فسادات کی ذمہ داری بغیر کسی ثبوت اور دلیل کے قائداعظم کی مسلم لیگ، اور مسلمانوں پر ڈالتے ہیں۔ چنانچہ حالیہ ہی میں گوردوارہ پربندھک کمیٹی صوبہ دہلی کے آرگن ہفتہ وار اخبار دہلی سماچار میں سردار جنگ بہادر سنگھ مالک و مدیر اخبار شیر پنجاب، دہلی کا ایک مضمون "پنجاب میں فسادات کا ذمہ دار کون تھا؟" کے عنوان سے شائع ہوا ہے۔ اس میں سردار صاحب موصوف مسلم لیگی لیڈروں کو ظالم اور بے رحم قرار دینے کے علاوہ پنجاب کے فسادات کا ذمہ دار بھی گردانا ہے۔ اور اپنے اس دعوے کے ثبوت میں چوہدری محمد حسین صاحب لدھیانوی (ایم۔ ایل۔ اے) کی اس شہادت کو پیش کیا ہے۔ جو انہوں نے ممدوٹ کے مقدمہ کے دوران میں پیش کی تھی۔ جو سردار صاحب کی تحریر کے مطابق یہ ہے:-

"مسلم لیگ کا ایک خفیہ اجلاس اکتوبر سنہ ۱۹۴۶ء میں نواب ممدوٹ کے بنگلہ میں ہوا۔ جس میں بیگم شاہنواز۔ ممتاز دولتانہ۔ میاں افتخار الدین۔ میاں عبد الباری، اور دوسرے سرکردہ لیڈر شامل ہوئے۔ اس وقت کلکتہ اور بمبئی میں فسادات شروع ہو چکے تھے۔ اور بہار کا قتل عام ختم ہو چکا تھا۔ اس خفیہ اجلاس میں فیصلہ کیا گیا کہ خفیہ فنڈ جمع کیا جائے اور اس کا نام "خفیہ صندوق فنڈ" رکھا گیا۔ یہ روپیہ جیپ گاڑیاں۔ ٹرک۔ لوہے کی واسکٹیں۔ ہتھیار اور بارود خریدنے کے لئے تھا"

(ترجمہ از دہلی سماچار۔ دہلی ۱۸ دسمبر سنہ ۱۹۵۱ء)

اگر چوہدری محمد حسین صاحب کی اس شہادت کو سو فیصدی درست تسلیم کر لیا جائے اور یہ بھی مان لیا جائے کہ جو الفاظ سردار جنگ بہادر سنگھ نے نوٹ کئے ہیں وہی چوہدری صاحب کی شہادت کے ہیں۔ تو اس سے یہ بات ہرگز ثابت نہیں ہوتی کہ قائداعظم کی مسلم لیگ نے فسادات میں سبقت کی۔ کیونکہ اس سے صرف اسی قدر ہی واضح ہوتا ہے کہ اکتوبر سنہ ۱۹۴۶ء میں مسلم لیگ کے لیڈروں اور دوسرے سرکردہ لوگوں کا ایک خفیہ اجلاس نواب ممدوٹ کے بنگلہ پر ہوا۔ اور اس میں "خفیہ صندوق فنڈ" جاری کرنے کا فیصلہ کیا گیا تا مسلمانوں کو آنے والے خطرات سے بچاؤ کے لئے تیار کیا جا سکے۔ سردار جنگ بہادر سنگھ کو شاید علم نہیں یا وہ تجاہل عارفانہ سے کام لے رہے ہیں کہ سکھ لیڈر صاحبان خصوصاً جناب ماسٹر تارا سنگھ صاحب اس سے بہت عرصہ پہلے مسلمانوں کے خلاف اپنی قوم کو تیار کرنے میں مصروف تھے۔ ہم اپنے پاس سے کوئی بات کہنا نہیں چاہتے بلکہ اس کی بنیاد سکھوں کے سب سے بڑے لیڈر ماسٹر تارا سنگھ صاحب کی سابقہ تحریرات پر ہے۔ ماسٹر صاحب موصوف نے جولائی سنہ ۱۹۴۶ء میں پاکستان اور مسلمانوں کے خلاف اعلان جنگ کرتے ہوئے لکھا تھا کہ:-

"انگریز نے ہم پر پاکستان ٹھونسا ہے۔ اور ہم اس کے خلاف لڑ کر دکھائیں گے۔ اور سنگھوں کی طرح لڑیں گے...... اگر ہم ہار گئے تو پنتھ ختم ہو گیا اور اگر ہم جیت گئے تو خالصہ راج ہو گیا"

(ترجمہ از سنت سپاہی جولائی سنہ ۱۹۴۶ء)

سردار جنگ بہادر سنگھ صاحب ایک اخبار نویس ہیں۔ دیانتداری سے خود فرما دیں کہ اگر اکتوبر سنہ ۱۹۴۶ء میں مسلم لیگ نے کسی تیاری کا آغاز کیا تھا۔ اور "خفیہ صندوق فنڈ" کھولا تھا تو اس سے قبل جناب ماسٹر تارا سنگھ صاحب پاکستان کے خلاف اعلان جنگ فرما کر مسلمانوں کے متعلق اپنا نظریہ ظاہر کر چکے تھے۔ کیونکہ جولائی سنہ ۱۹۴۶ء۔ اکتوبر سنہ ۱۹۴۶ء سے بہرحال پہلے تھا۔ کیا سردار صاحب کو اس بات کا افسوس ہے کہ ماسٹر تارا سنگھ کے اعلان جنگ کے بعد مسلمانوں نے خالصہ راج سے خود کو بچانے کی کوشش کیوں جاری کی۔ انہوں نے خود بھی لکھا ہے:-

"سکھ اور ہندو لیڈروں نے تلواریں ضرور گھمائیں۔ نعرے خوب لگائے اور دھمکیاں بھی خوب دیں"

(ترجمہ از دہلی سماچار۔ دہلی ۱۸ دسمبر سنہ ۱۹۵۱ء)

ماسٹر تارا سنگھ صاحب نے سنہ ۱۹۴۰ء سے اندر ہی اندر پنجاب پر قبضہ جمانے کی تیاری شروع کر رکھی تھی۔ اور اس کے لئے ایک سکیم بھی بنائی ہوئی تھی۔ یہ باتیں ہم الزام کے طور پر اپنے پاس سے وضع نہیں کر رہے۔ بلکہ ان کا انحصار جناب ماسٹر صاحب موصوف کے اپنے بیانات پر ہے۔ جناب ماسٹر صاحب نے خود ہی ارشاد فرمایا ہے کہ:-

"سنہ ۱۹۴۰ء میں جب جرمنی نے فرانس کو فتح کر لیا۔ تو یہاں بہت گھبراہٹ تھی۔ لوگوں کا خیال تھا کہ انگریز شکست کھا جائیں گے۔ مجھے بھی یہی شک تھا......

یہ درست ہے کہ ہمیں اس وقت فکر ضرور تھا کہ کہیں مسلم حکومت قائم نہ ہو جائے۔ اس فکر میں ہم مشورے ضرور کرتے رہتے تھے۔ ہم نے کچھ جتھہ بندی اور ایسا بندوبست کیا تھا کہ جس سے جلد ہی سکھ خاص خاص مقامات پر جمع ہو جائیں۔ ہمارے اس انتظام میں بڑی بات شہر لاہور تھا۔ ہم خیال کرتے تھے کہ شہر امرتسر لینے میں تو کوئی روک پیدا نہ ہو گی اور یہ بندوبست کیا ہوا تھا کہ جتھہ بند سنگھ جگہ جگہ سے جھٹ پٹ لاہور پر حملہ کر دیں"۔

(ترجمہ از رسالہ سنت سپاہی دسمبر سنہ ۱۹۴۵ء و رسالہ پنج دریا دسمبر سنہ ۱۹۵۰ء)

اس کے باوجود سردار جنگ بہادر سنگھ صاحب بڑی دلیری سے فسادات کی ذمہ داری قائداعظم کی مسلم لیگ اور مسلمانوں پر ڈال رہے ہیں۔ اس کی موجودگی میں کون عقلمند تسلیم کر سکتا ہے کہ مسلم لیگ نے اکتوبر سنہ ۱۹۴۶ء میں خفیہ صندوق فنڈ جاری کر کے فسادات میں پہل کی ہے۔ اور سنہ ۱۹۴۰ء میں لاہور شہر اور تمام پنجاب پر قبضہ جمانے کی جو کوششیں اور تیاریاں ماسٹر تارا سنگھ نے کی تھیں وہ مسلم لیگ کے اکتوبر سنہ ۱۹۴۶ء کے قائم کردہ فنڈ کے جواب میں تھیں۔ اس سے تو یہ ظاہر ہوتا ہے کہ مسلم لیڈروں نے بہت غفلت سے کام لیا اور پورے چھ سال کے بعد مسلمانوں کی حفاظت کے لئے تدابیر سوچیں۔ اس غفلت کا ہی یہ نتیجہ نکلا کہ سنہ ۱۹۴۷ء کے فسادات میں مسلمانوں کو سب سے زیادہ جانی نقصان کا منہ دیکھنا پڑا۔ اگر مسلم لیڈر سنہ ۱۹۴۰ء سے ہی جبکہ ماسٹر تارا سنگھ پنجاب پر قبضہ کر کے خالصہ راج قائم کرنے کی کوشش کر رہے تھے اور اس کے لئے ہر طرح سے تیاریاں کر رہے تھے مسلمانوں کو منظم اور بیدار کرنے میں مصروف ہو جاتے تو مشرقی پنجاب کے وہ علاقے جہاں مسلمانوں کی آبادی ۷۰ - ۷۵ فیصدی کے قریب تھی چند معمولی دنوں میں خالی نہ ہو جاتے اور نہ ہزاروں ہزار مسلمان عورتیں ہی سکھ غنڈوں کو اغوا کرنے کا موقعہ ملتا۔

ماسٹر تارا سنگھ صاحب نے پنجاب پر قبضہ جمانے کی تیاری ہر طرح سے مکمل کرنے کی سعی کی اس سلسلہ میں سکھ ریاستوں سے بھی ساز باز کی گئی۔ ان دنوں پنجاب کی سب سے بڑی سکھ ریاست پٹیالہ کا وزیر اعظم سر سکندر حیات کا بھائی لیاقت حیات تھا۔ ظاہر ہے کہ اس کی موجودگی میں ماسٹر صاحب کی سکیم مکمل نہیں ہو سکتی تھی۔ ایک مسلمان وزیر کی موجودگی میں ریاست پٹیالہ کا سکھ حکمران مسلمانوں کے ختم کرنے کے منصوبوں میں کھلے طور پر شامل نہیں ہو سکتا تھا۔ اس لئے ماسٹر صاحب نے سب سے پہلے یہ کام کیا کہ لیاقت حیات کو وہاں سے الگ کروا دیا۔ چنانچہ ماسٹر صاحب کا اپنا ہی ارشاد ہے:-

"(ان دنوں) مہاراجہ یادوندر سنگھ نے سکندر کے بھائی لیاقت حیات کو ہٹا دیا تھا۔ اور اس لیاقت حیات کی جاگیر بھی ضبط کر لی تھی۔ اس میں مہاراجہ یادوندر سنگھ کو ہماری بھی "شہ" (امداد) تھی"

(ترجمہ از سنت سپاہی دسمبر سنہ ۱۹۴۵ء و رسالہ پنج دریا دسمبر سنہ ۱۹۴۵ء)

اس کے علاوہ ان دنوں اکالی پارٹی نے ہتھیار وغیرہ جمع کرنے کی بھی پوری پوری کوشش کی۔ ماسٹر صاحب کا اپنا ہی ارشاد ہے:۔

"پنجاب کے لوگ دوسروں کو قتل و غارت کرنے کے لئے یا اپنے بچاؤ کی خاطر بندوقیں پستول اور دوسرے ہتھیار جمع کر رہے تھے۔ سرحد کی طرف سے اور ریاست بیکانیر سے ہزاروں بندوقیں پنجاب میں آئیں تھیں .... یہ بات درست ہے کہ اگر کوئی بندوق کے لائسنس والا سکھ مجھے ملتا۔ تو میں اسے یہی کہتا تھا کہ جتنی گولیاں وغیرہ رکھنے کی اجازت ہے پوری رکھیں .... یہ بھی صحیح ہے کہ چوری کی بندوقیں خریدنے والوں میں اکالی بھی شامل تھے"۔

ترجمہ از رسالہ سنت سپاہی دسمبر ۱۹۴۵ء و

رسالہ پنج دریا دسمبر ۱۹۴۵ء

اسی طرح ان دنوں اکالی پارٹی نے گوردواروں کے تقدس اور احترام کو بالائے طاق رکھ کر مفرور قاتلوں کو محض اس لئے گوردواروں میں پناہ دی گئی کہ انہیں مسلمانوں کے خلاف استعمال کیا جا سکے۔ گویا گوردوارے بھی مفرور قاتلوں کی پناہ گاہوں میں تبدیل کر دیئے گئے۔ چنانچہ ماسٹر تارا سنگھ صاحب اپنا ہی ارشاد ہے کہ:۔

"کیرت پور کے گوردوارے کا منیجر اور اس کے کچھ ساتھی قتل کر کے مفرور تھے .... ان کو کئی گوردواروں میں کئی اکالیوں نے ہی پناہ دی تھی۔ اکالی تو اس لئے امداد کرتے تھے کہ اگر ملک میں گڑبڑ ہو تو شاید یہ من چلے لوگ کام آ سکیں .... ان کے ان مفروری کے زمانہ میں ایک مرتبہ میں بھی ان سے ملا تھا"

(ترجمہ از سنت سپاہی دسمبر ۱۹۴۵ء و رسالہ پنج دریا دسمبر ۱۹۴۵ء)

ایک اور مقام پر ماسٹر صاحب نے فرمایا ہے:۔

"دوسرا الزام اکالیوں پر سردار ہربنس سنگھ کو پناہ دینے کا تھا۔ اور یہ درست تھا۔ مگر مقصد یہی تھا کہ کہیں پنجاب میں مسلم راج نہ قائم ہو جائے"

ترجمہ از رسالہ سنت سپاہی دسمبر ۱۹۴۵ء و

رسالہ پنج دریا دسمبر ۱۹۴۵ء۔

سردار جنگ بہادر سنگھ صاحب اور ان کے ہم خیال جو پنجاب کے فسادات کی ذمہ داری مسلمانوں پر ڈالنے کی ناکام کوشش کرتے ہیں۔ دیانتداری سے غور کریں کہ ان کا یہ الزام اپنے اندر کیا حقیقت رکھتا ہے۔ کیا اکالی پارٹی کا مسلمانوں کی دشمنی میں اس حد تک بڑھ جانا کہ اپنے مقدس گوردواروں، اور مذہبی عبادتگاہوں کو مفرور ظالموں کی پناہ گاہوں میں تبدیل کر دینا مستحسن کام قرار دیا جا سکتا ہے؟ اور کیا اس کی موجودگی میں بھی پنجاب کے کشت و خون کی ذمہ داری مسلمانوں پر ڈالی جا سکتی ہے؟ ماسٹر تارا سنگھ نے جولائی ۱۹۴۶ء میں پاکستان کے خلاف اور سکھ راج کے قیام کا جو اعلان جنگ فرمایا تھا۔ اصل میں وہ اس لمبی تیاری کا ہی نتیجہ تھا مسلم لیگ نے اس کے بعد مسلمانوں کے بچاؤ کی کوشش شروع کی۔

ماسٹر صاحب نے سکھ نوجوانوں کو فوج میں بھرتی ہونے کی بھی خوب ترغیب دی بلکہ اکالی دل کے والنٹیر بھرتی ہونے کی بجائے فوج میں بھرتی ہونا ضروری قرار دیا۔ اس کا مقصد کیا تھا وہ ماسٹر صاحب کے اپنے ہی الفاظ میں یہ تھا۔

"ہمیں آنے والی بدامنی میں اپنے بچاؤ کی تدابیر سوچنی چاہئیں۔ سب سے اچھا طریقہ فوج میں بھرتی ہونے کا ہے۔ پچھلی جنگ میں بھی میری رائے فوج میں بھرتی ہونے کے حق میں تھی .... اگر فوج منضبط رہی تو گڑبڑ پیدا نہ ہوگی۔ پھر بھی فوج کا فائدہ ہوگا۔ اگر فوج ضبط میں نہ رہی تو سکھ فوجی ہمارے تربیت یافتہ معہ ہتھیاروں کے رضاکار ثابت ہوں گے ....

فوج میں بھرتی ہونا ملک اور قوم کی خدمت ہے۔ میں تو یہ کہتا ہوں کہ اکالی دل کے والنٹیر بننے کی بجائے فوج میں بھرتی ہونا زیادہ سودمند ہے"۔

(ترجمہ از رسالہ سنت سپاہی فروری ۱۹۴۶ء)

مشرقی پنجاب کے فسادات میں اکالی دل کے ان غازیوں (سکھ فوجیوں) نے جو خدمات سرانجام دیں وہ دنیا کے سامنے ہے مسلمان بچوں۔ عورتوں اور بوڑھوں پر اکالی دل کے ان سورماؤں نے مشین گنوں اور سٹین گنوں سے حملے کئے۔ اور نہتے مسلمانوں کو ہمیشہ کی نیند سلا دیا۔ اس قتل و غارت کے متعلق مجھے زیادہ کہنے کی ضرورت نہیں۔ ماسٹر صاحب نے خود ہی تحریر فرمایا ہے:۔

"مجھے بہت افسوس ہے کہ سکھوں کے ہاتھوں بیگناہ مسلمان بھی قتل ہوئے"

(ترجمہ از رسالہ سنت سپاہی ستمبر ۱۹۴۵ء)

ماسٹر صاحب نے پنجاب پر قبضہ جمانے کی سکیم میں انگریزوں کے ساتھ گٹھ جوڑ کو بھی خاص جگہ دی تاکہ ان سے بھی اسلحہ حاصل کیا جا سکے جسے وہ مسلمانوں کے خلاف استعمال کر سکیں۔ چنانچہ انہوں نے خود ہی لکھا ہے:۔

"ہماری یہ کوشش تھی کہ انگریزوں کے ساتھ ایسے (دوستانہ) تعلقات رکھے جائیں کہ وہ جاتے ہوئے ہتھیار ہمارے سپرد کر جائیں"

ترجمہ از رسالہ سنت سپاہی دسمبر ۱۹۴۵ء و

رسالہ پنج دریا دسمبر ۱۹۴۵ء

ماسٹر صاحب نے اپنی اس سکیم میں یہ بھی بیان کیا ہے کہ پولیس کے تھانوں پر حملے کرنا بھی اس کا خاص حصہ تھا۔ چنانچہ ان کا اپنا ہی ارشاد ہے:۔

"ہمارا خیال تھا کہ بندوقیں ہم تھانوں سے وقت پر چھین لیں گے اور کچھ ادھر ادھر سے حاصل کر کے لاہور پر قبضہ جما لیں گے۔ بعد میں تمام بندوبست آسانی سے ہو جائے گا۔ کیونکہ ہمارا رعب قائم ہو جائیگا"

ترجمہ از رسالہ سنت سپاہی دسمبر ۱۹۴۵ء و رسالہ

پنج دریا دسمبر ۱۹۴۵ء

ان دنوں پریس میں یہ بھی شائع ہوا تھا کہ مہاراجہ پٹیالہ نے بھی پانچ ہزار بندوقیں اکالیوں میں تقسیم کی ہیں۔ چنانچہ ماسٹر صاحب خود ہی بیان کرتے ہیں کہ:۔

"مسلمان اخباروں نے شائع کیا کہ مہاراجہ پٹیالہ نے پانچ ہزار بندوقیں اکالیوں کو دی ہیں ....

ان دنوں سردار سمپورن سنگھ صاحب اور گیانی کرتار سنگھ صاحب شملہ میں سر سکندر سے ملے۔ اور مسلمان اخباروں کی اس جھوٹی خبر کی شکایت کی سر سکندر نے کہا کہ مسلمان تو نہیں کہتے ہیں لدھیانے گیا تھا۔ وہاں مجھے ایک سکھ نے یہ بات کہی تھی"

"ترجمہ از رسالہ سنت سپاہی دسمبر ۱۹۴۵ء و رسالہ

رسالہ پنج دریا دسمبر ۱۹۴۵ء"

ان موٹی موٹی باتوں سے یہ امر واضح ہو جاتا ہے کہ اکالی پارٹی نے جناب ماسٹر تارا سنگھ کی قیادت میں ۱۹۴۰ء سے پنجاب پر قبضہ جمانے کی تیاری شروع کر رکھی تھی۔ اور اس مقصد کے لئے ایک طرف سکھ ریاستوں سے ساز باز کیا گیا تھا۔ اور دوسری طرف سکھ نوجوانوں کو فوج میں بھرتی ہو کر جنگی فنون سیکھنے کی ترغیب دی گئی تھی۔ تا انہیں وقت پر مسلمانوں کے خلاف استعمال کیا جا سکے۔ اور مفرور قاتلوں کو گوردواروں میں پناہ دی گئی۔ اور مسلمانوں کی دشمنی میں گوردواروں کے تقدس اور احترام کو بھی نظرانداز کر دیا گیا۔ جولائی ۱۹۴۶ء میں ماسٹر صاحب نے پاکستان کے خلاف جو اعلان جنگ کیا تھا وہ اس تیاری کا ہی نتیجہ تھا۔ کیونکہ اس تیاری کا مقصد بھی پنجاب میں سکھوں کی حکومت قائم کرنا تھا۔ اور جولائی ۱۹۴۶ء کے اعلان جنگ کی غرض بھی خالصہ راج کا قیام تھا۔ جیسا کہ ماسٹر صاحب نے خود ہی فرمایا تھا کہ اگر ہم جیت گئے تو خالصہ راج ہو گیا۔ ماسٹر صاحب اس بات سے بھی بخوبی آگاہ تھے کہ مسلمانوں کا پاکستان کا مطالبہ سکھوں یا کسی اور اقلیت کو غلام بنانے کی غرض سے نہیں بلکہ مسلمانوں کو ہندوؤں کی غلامی سے نجات دینے کے لئے ہے۔ چنانچہ پاکستان کے خلاف اعلان جنگ کرنے سے صرف ایک ماہ قبل جناب ماسٹر صاحب نے لکھا تھا کہ:۔

"اکثر لوگ اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ ہندو تمام اہل وطن کی ایک قوم بنانا چاہتے ہیں۔ یہ بات بالکل غلط ہے۔ ہندو کسی سے کم فرقہ دار نہیں ہیں مسلمانوں کی فرقہ پرستی ہندوؤں کی فرقہ پرستی کی پیداوار ہے۔ چین میں مسلمان ہیں۔ اور دوسرے ممالک میں بھی آباد ہیں۔ وہاں وہ علیحدہ قوم نہیں بناتے۔ یہاں ہندوستان میں مسلمان کیوں الگ قوم بناتے ہیں۔ اس کا سبب یہ ہے کہ یہاں انہیں ایک ایسی قوم سے واسطہ ہے جس نے مذہبی تعصب کی بناء پر مسلمانوں کو اچھوت بنا رکھا ہے"

ترجمہ از سنت سپاہی جون ۱۹۴۶ء

اور پاکستان بن جانے کے بعد ماسٹر صاحب نے یہ شہادت دی ہے:۔

"جناح اپنی قوم کو بچانا چاہتا تھا ....

جناح اپنے مقصد میں کامیاب ہوا ہے ....

جناح نے ایک نئی مملکت قائم کی ہے"

ترجمہ از پنتھک نشانہ ص ۳۷

ماسٹر تارا سنگھ کے ساتھی اور شرومنی اکالی دل کے میت پردھان جتھیدار پریتم سنگھ گوجراں تحریر فرماتے ہیں:۔

"مسٹر جناح تو یہ بات بہت جلد بھانپ گئے کہ ہندوستان کی آزادی کا جو نقشہ ہے وہ ہندوؤں کی حکومت ہوگی۔ ہندوستان میں اکثریت فرقہ پرست ہندوؤں کی ہے، ہندوؤں میں اکثریت کٹر فرقہ پرست ہندوؤں کی ہے۔ اس لئے فرقہ پرست ہندوؤں کی غلامی میں اسلام قائم نہیں رہ سکتا۔ یہ غور و فکر کرنے کے بعد مسٹر جناح نے تو پاکستان کا مطالبہ پیش کر دیا۔ خواہ مہاتما گاندھی جی نے مسٹر جناح پر بہت ڈورے ڈالے مگر وہ فولاد کی طرح اپنے مطالبہ پر قائم رہے۔ اور آخر اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئے"

ترجمہ از اکالی پترکا پٹیالہ ۲ مئی ۱۹۵۱ء

(باقی آئندہ)

رسول اللہ صلعم کی قوتِ قدسی

جہاد فی سبیل اللہ اور اسلامی رواداری حضرت ابراہیم کی بت شکنی

مولانا عمر الدین صاحب بمبئی

بمبئی میں ہر اتوار شرف الدین واولادہ کی دوکان پر علمی مجلس ہوتی ہے جس کی رُوح رواں حافظ علی بہادر صاحب مالک مدیر ہلال نو بمبئی ہیں۔ پھر ان کے بعد اس کتب خانہ کے مالک جناب عبدالحکیم صاحب ہیں جو ہر اتوار درس قرآن دیتے ہیں۔ میں بھی بعض احمدی احباب اس مجلس میں باقاعدہ شریک ہوتا ہوں اور اگر موقعہ مل جائے تو کسی نہ کسی مسئلہ پر گفتگو ہو ہی جاتی ہے مگر منتظمین مجلس کی طرف سے یہ کوشش برابر ہو رہی ہے کہ کسی طرح مجھے موقعہ گفتگو کا نہ دیا جائے۔ بقول حافظ علی بہادر صاحب اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ لوگ سمجھتے ہیں کہ عمر الدین قادیانی ہے اور اس کی تقریر کا اثر باقی رہ جاتا ہے۔ اور اگر وہ اعتراض کرتا ہے۔ تو بھی اس کا اثر باقی رہ جاتا ہے۔ لیکن بایں ہمہ میں بمع احباب جماعت ہمیشہ جاتا ہوں اور خدا تعالےٰ کوئی نہ کوئی موقعہ ایسا پیدا کر دیتا ہے کہ میں کچھ نہ کچھ کہہ سکوں کیونکہ درس قرآن مجید میں بعض مقامات ایسے آتے ہیں کہ ان پر گفتگو کا موقعہ للہٖ نکل آتا ہے۔

قوتِ قدسی ہمیشہ کام کرتی ہے

گذشتہ اتوار ۲۰ رجنوری ۱۹۵۲ء۔ درس میں جب آیت قرآنی یتلوا علیکم ایاتنا ویزکیکم ویعلمکم الکتاب والحکمۃ پر گفتگو ہوئی تو میں نے سوال کیا کہ یہاں نبی اکرم صلعم کے چار کام بتائے گئے ہیں اور ہر کام اللہ تعالیٰ کی چار صفات کے ماتحت ہے جن میں سے تزکیہ کرنا وہ کام ہے جو صفت قدوسیت کے ماتحت ہے۔ اور یہ سب سے بڑا کام ہے۔ اور تلاوت آیات یا تعلیم کتاب وحکمت کی غرض وغایت بھی یہی ہے۔ مگر سوال یہ ہے کہ جس طرح وحی نبوت کے ساتھ اللہ کی آیات کی تلاوت کرنا اور قرآن اور فلسفہ قرآن کو سنت وحدیث سے سکھانا آنحضرت صلعم کا کام ہے اسی طرح تزکیہ کرنا بھی آپ کا کام ہے۔ تو کیا اس سے یہ ثابت ہوتا ہے یا نہیں کہ جس طرح آفتاب اپنی روشنی سے تمام عالم کی نجاستوں کو دور کر کے زندگی کا باعث بنایا گیا ہے اسی طرح اس آفتاب روحانی سراجاً منیراً کو بھی تمام روحانی بیماریوں کے دور کرنے کے لئے قوت قدسی دی گئی ہے یا نہیں اور اسی قوت قدسی سے آپ کا زمانہ خیر القرون ہے اور آپ کے صحابہ "قدوسی" کہلائے اور وہ قدوسیت جو آپ کے ذریعہ آپ کی جماعت میں پیدا ہوئی اس کی مثال کہیں نہیں اور بلحاظ زمانہ کے وہ قوت قدسی اپنی تاثیر کاملہ سے اولیاء ابدال واقطاب اور مثیل انبیاء بلکہ اپنے قرب ولایت کے لحاظ سے خضر صفت علم لدنی رکھنے والے کاملین کو ہر زمانہ میں پیدا کرتی رہی ہے اور وہ تاثیر آج بھی موجود ہے اور قیامت تک رہے گی۔ اگر یہ تسلیم ہے اور ہونا چاہیئے تو پھر یہ ماننا پڑے گا کہ سردار دوعالم کی ذات اقدس فیض روحانی پہنچانے میں بمنزلہ آفتاب کے ہے اور آپ کو اسی اعتبار سے تمام امت کا روحانی باپ قرار دیا گیا ہے۔

ابو جہل کیوں محروم رہا

اس کے جواب میں کہا گیا کہ اگر ایسا ہوتا تو پھر ابوجہل محروم کیوں رہتا۔ میں نے کہا کہ ظاہری آفتاب بھی انکو براہ راست فائدہ پہنچاتا ہے جو خود کو اس کے سامنے رکھ دینے والے ہیں۔ اگر نجاست کو کوئی اس کی روشنی سے دور رکھے تو آفتاب تو اپنا کام کرتا جائے گا مگر وہ نجاست درمیان میں حجاب واقعہ ہونے کے باعث فیض آفتاب سے بظاہر محروم ہے اسی طرح جو لوگ خود پاکیزہ ہونا نہ چاہیں اور خود کو اس آفتاب ہدایت سے دور رکھیں تو وہ کبھی بظاہر محروم ہی رہتے ہیں۔ لیکن آفتاب روحانی کی شعاعیں برابر اپنا کام کرتی ہیں اور بالآخر ظلمت کو دور کر ہی دیتی ہیں۔ اور دانستہ یا نادانستہ لوگ روحانی فیوض سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ اور یہ تمام انتشار روحانیت نبوی صلعم کا ہی نتیجہ ہے کہ آج تمام عالم میں ایک بیداری اور تڑپ پیدا ہو چکی ہے اور ایک بہار کے آنے کی خبر نسیم صبح دے رہی ہے۔

امت کے لئے کمالات نبوت

پھر یہ کہا گیا کہ قرآن مجید تو صاف کہتا ہے کہ من یطع اللہ والرسول فاولٰئک مع الذین انعم اللہ علیھم من النبیین والصدیقین والشھداء والصالحین وحسن اولٰئک رفیقا۔

میں نے کہا الحمد للہ کہ یہ تسلیم کر لیا گیا کہ الرسول یعنی محمد صلعم کی غلامی سے وہ تمام انعامات جو انبیاء واصفیا کو ملے تھے وہ آپ کے کامل متبعین کے لئے ہمیشہ ہمیشہ موجود ہیں تو گویا اب تزکیہ باطن جو صفت قدوسیت کے ماتحت رسول آخر الزمان کے ذریعہ ہو رہا ہے وہ اس قدر عظیم الشان ہے کہ آج امت محمدیہ کے لئے نبیوں، صدیقوں شہیدوں اور صلحا کے کمالات بقدر اطاعت دئے جاتے ہیں۔ اور یہی حق ہے۔ اس سے بڑھکر آنحضرت صلعم کے مزکی عالم ہونے کا اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے کہ بڑی سے بڑی روحانی دولت یعنی کمالات نبوت اس امت کو ملے اور ملتے رہیں گے۔

متابعت رسول سے تزکیہ نفس

اگر اب بھی کوئی خشک ملاں یہ کہے کہ نہیں صاحب رسول تو ایک پیغام دینے والا ہی ہوتا ہے۔ تزکیہ کا تعلق اس کی تعلیم پر چلنے سے ہے نہ کہ رسول کی ذات میں کوئی یہ کمال ہوتا ہے تو میں کہتا ہوں کہ اگرچہ یہ سچ ہے کہ تزکیہ کا تعلق اطاعت رسول کے ساتھ ہے مگر اس کے یہ معنے ہیں کہ قوت باطنی جو اصلاح نفوس کے لئے اس رسول کو خدا کی صفت قدوسیت کے ماتحت دی گئی ہے وہ اطاعت کرنیوالوں کو ان کی استعداد کے مطابق پاک وصاف کرتی ہے اگر یہ نہ ہو تو پھر صفت قدوسیت کو علیحدہ بیان کرنا بیکار ہو جاتا ہے۔ اور خدا کا اپنے کلام اور اس کے فلسفہ کو رسول کے ذریعہ نازل کرنا ہی اس بات کی دلیل ہے کہ جس طرح ایک صادق کی معیت میں انسان پر سچائی اثر کرتی ہے۔ اسی طرح ایک رسول کی قدوسیت بھی اپنے ماحول کو قدوسیت سے معمور کر دیتی ہے۔ دراصل خشک ملاں نے محمد صلعم کو ایک خشک واعظ ہی سمجھا ہے۔ اس لئے وہ تاثیر باطنی کا منکر ہے۔ مگر حق یہ ہے کہ:

اگر خواہی نجات از مستئ نفس
بیا در ذیل مستان محمد

استاد کا اثر شاگردوں پر

آج بھی اس قوت قدسی کا اثر دکھانے والے مستان محمد دنیا میں موجود ہیں ؎

بہار اب جو دنیا میں آئی ہوئی ہے
یہ پودسب انہیں کی لگائی ہوئی ہے

سیدھی سی بات ہے آخر آنحضرت صلعم کی وہ قوت قدسی ہی تو تھی جس سے صحابہ کرام قدوسی بنے۔ استاد کی توجہ کا اثر شاگردوں پر ضرور ہوتا ہے۔ ایک معلم کی جس قدر توجہ متعلمین کی طرف ہوتی ہے اسی قدر زیادہ حصہ تعلیم کا شاگردوں کو ملتا ہے۔ ایک جماعت کا کورس موجود ہے مگر وہ کورس کتنا بھی اعلیٰ کیوں نہ ہو اس کورس کو پڑھانے والے کی تاثیر اپنا الگ اثر رکھتی ہے۔ وہی قرآن آج گھر گھر ہے اور علماء بھی بہت ہیں مگر جو حالت مسلمانوں پہ گذر چکی ہے اور اکثر پر اب بھی گذر رہی ہے وہ بتاتی ہے کہ کوئی خاص کمی ہے جس کی وجہ سے آج ایمانی کمزوری نظر آتی ہے[1]۔

[1] صدیق کا ایمان

صحابہ کرام صلعم کا ایمان زیادہ کیوں تھا صرف اس لئے کہ وہ براہ راست فیضان نبوی کے ماتحت تھے۔ ابوبکر صدیق کو جب ابوجہل نے اسلام سے گرانے کے لئے کہا کہ کیا یہ ممکن ہے کہ کوئی بشر راتوں رات مکہ سے بیت المقدس اور پھر آسمانوں پہ ہو کر آجائے۔ تو تمہارا دوست یہ کہتا ہے کہ میں اس طرح معراج میں گیا اور آسمانوں کی سیر کر کے واپس آگیا ہوں۔ کہو اب کیا کہتے ہو۔ کیا اب بھی تم ان کا ہم ساتھ دو گے؟ حضرت صدیق نے فرمایا کہ اگر محمد صلعم یہ فرماتے ہیں تو اس میں شک کی کیا ضرورت ہے میں تو روزانہ ان سے سنتا ہوں کہ فرشتہ وحی لاتا ہے۔ اور میں ان کی اس بات پر جب یہ ایمان ...... لاتا ہوں تو معراج پر کیوں ایمان نہ لاؤں۔ ابوجہل مبہوت ہو کر شرمندگی سے واپس ہوا۔

حضرت ابوذر غفاری کا ایمان

صحابہ کرام کے حالات کو پڑھنے سے ان کے زندہ ایمان کا جو پتہ چلتا ہے وہ عجیب ہے۔ رسول اللہ صلعم کے صحابہ میں سے ابوذر غفاری رضہ ایک بہت جلیل القدر صحابی ہیں جب ایمان لائے تو جوش ایمان کی وجہ سے کعبہ میں جاکر

نبی اور فلسفی میں فرق

یہ دیکھ کر کہ درس دینے والے صاحب باوجود میری رہنمائی کے جو سوالات کے رنگ میں تھی آنحضرت صلعم کی قوت قدسی کا بیان کرنے سے قاصر ہیں میں نے کہا کہ حافظ صاحب اس مسئلہ پر کچھ روشنی ڈالیں تو بہتر ہو۔

اب جناب حافظ صاحب نے فرمایا کہ میں بار بار یہ ذکر کر چکا ہوں کہ ایک نبی اور ایک فلسفی کے کام میں یہ فرق ہوتا ہے کہ فلسفی بڑی بڑی حکمت کی باتیں تو کہتا ہے مگر وہ عملی رنگ میں کچھ نہیں ہوتا۔ جیسے ایک شاعر بھی بہت عمدہ باتیں کہتا ہے لیکن عمل کے میدان میں وہ خالی ہوتا ہے۔ برعکس اس کے ایک نبی جب ایک پیغام لاتا ہے تو نہ صرف وہ اس پیغام کو زبانی پہنچاتا ہے بلکہ وہ اس پر تو دعمل کرتا اپنے متبعین سے عمل کرا کر ایک نمونہ قائم کرتا ہے یہ نمایاں فرق ظاہر کرتا ہے کہ انبیاء میں جو قوت عمل ہے وہ اپنے ماننے والوں پر کیسی اثر کرتی ہے۔ اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تو زندگی کے ہر شعبہ میں عملاً نمونہ کامل بن کر لوگوں کی رہنمائی کی اور لوگوں کو اپنے عملی نمونہ پر چلا کر اپنی قوت عملی کا ثبوت دیا۔

اگرچہ حافظ صاحب کا جواب مختصر تھا اور اس پر پھر مزید نہ ہونے کی وجہ سے زیادہ وضاحت نہ کرائی جاسکی مگر میں سمجھتا ہوں کہ حافظ صاحب کا منشا وہی تھا کہ ایک بے عمل انسان دوسرے پر اثر ڈال نہیں سکتا۔ دنیا کی کبھی ہی کی رو جو خلاف حقیقت و صداقت ہو ... و موثر صحیح راستہ پر لے آنا صرف اور صرف خدا کے رسولوں کا ہی کام ہے اور اس کام کو جس قدر تھوڑے عرصہ میں مگر بہت ہی وسیع پیمانہ پر آنحضرت صلعم نے کر کے دکھایا ہے وہ بے مثل انقلاب جو آپ کے جہاد فی سبیل اللہ سے پیدا ہوا ہے وہ آپ کی قوت قدسی کو ثابت کرتا ہے۔

جہاد فی سبیل اللہ اور آزادی مذہب

جہاد فی سبیل اللہ سے مراد زندگی کے ہر شعبہ میں انسانوں کی صحیح صحیح رہنمائی کرنا ہے۔ اور یہ سب سے بڑا جہاد ہے جس سے دنیا میں امن و سلامتی کا دور دورہ ہوتا ہے جہاد سے مراد تلوار کا ہی جہاد لینا یہ سراسر غلطی ہے اسلام میں ہر شخص کے لئے مذہبی آزادی ہے اس لئے یہ بھی ... غلط ہے کہ مرتد کو قتل کر دیا جاتا تھا۔ جن مرتدوں کو قتل کیا گیا ہے وہ جرم بغاوت میں قتل کئے گئے ہیں۔ نہ اس لئے کہ انہوں نے اسلام سے ارتداد کیا تھا۔

مسلمانوں کی رواداری

مسلمانوں کی رواداری تو اس سے ظاہر ہے کہ جب محمد بن قاسم کے سندھ پر حملوں کے وقت ایک مندر اور اس کا بت مسلمانوں سے ٹوٹ گیا حالانکہ وہ مندر کوئی دشمنوں کا نہ قلعہ تھا نہ بطور قلعہ اسے دشمن نے استعمال کیا تھا۔ اس لئے اسلامی تعلیم کی رو سے مسلمانوں پر اس کی حفاظت فرض تھی۔ مگر چونکہ وہ غلطی سے توڑا گیا تھا اس لئے اسلامی بیت المال سے وہ مندر اور اس کا بت مسلمانوں نے خود دوبارہ بنوا کر دیا۔ ایسا کیا جانا خلافت اکر...

بابیوں اور بہائیوں کے دعوے

آنحضرت صلعم کی قوت تزکیہ کی مثال ملنا نا ممکن ہے بابی اور بہائی جو بلند بانگ دعوے کیا کرتے ہیں ان سے کبھی اگر باب و بہاء کی قوت قدسی پر گفتگو کرتا ہوں تو وہ محمد صلعم کی قوت قدسی کا پاسنگ بھی کبھی نہیں لا سکے نہ قیامت تک وہ ایسا کر سکتے ہیں۔

آنحضرت صلعم کی محبت یا معیت صادقہ

المختصر میں ایک واقعہ پر اس حاشیہ کو ختم کرتا ہوں جو یہ ہے کہ ایک دفعہ حنظلہ صحابی نے آنحضرت صلعم سے کہا۔ یا رسول اللہ میں تو منافق ہو گیا۔ جب آپ کے پاس ہوتا ہوں تو میرا ایمان بہت زیادہ ہوتا ہے بہ نسبت اس وقت کے کہ جب میں آپ سے دور ہوتا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ اے میرے صحابی تو منافق نہیں بلکہ بات یہ ہے کہ وقت وقت کی بات ہے۔ اگر تم پر وہ کیفیت ہمیشہ طاری رہے جو تم پر میری صحبت میں طاری ہوتی ہے تو پھر تو تم سے فرشتے آ کر سامنے آ کر مصافحہ کریں۔

اس حدیث سے پتہ چلا کہ عمل بالقرآن و سنت کے ساتھ آنحضرت صلعم کی صحبت یا معیت صادقہ کا الگ اثر ہے۔ اور یہی چیز ہے جسے میں نے آنحضرت صلعم کی قوت قدسی کے نام سے ذکر کیا ہے۔

(بقیہ حاشیہ از صفحہ ۷)

تمام دشمنان اسلام کے سامنے بلند آواز سے کلمۂ شہادت ادا کیا۔ اور تمام کفار آپ کو زدوکوب کرنے لگے اور خوب مارا مگر حضرت ابوذر نے اگلے روز پھر وہیں جا کر بلند آواز سے کہا:۔

اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ واشھد ان محمد رسول اللّٰہ۔

پھر کفار کے ہاتھوں خوب پٹے مگر وہ اس شہادت سے نہ رک سکے۔

یہ صحابی ایک دن چند صحابہ کے ہمراہ آنحضرت صلعم کی خدمت میں موجود تھے آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ "تم میں ایک وہ ہے جو ایک جنگل میں آبادیوں سے دور انتقال کرے گا۔ خدا تعالیٰ اپنے کچھ بندوں کو بھیجے گا جو اس کا کفن دفن کریں گے"

اتفاق ایسا ہوا کہ حضرت ابوذرؓ کو حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مصلحتاً آبادی سے دور کہیں جنگل میں رہنے کا حکم دیا۔ ابوذر رضؓ معہ اپنی نیک بیوی کے ربذہ کے مقام پر جنگل میں ایک جھونپڑی ڈال کر رہنے لگے۔ جب وفات کا وقت قریب آیا تو بیوی کو فکر ہوا کہ میں اس جگہ اکیلی ان کے کفن دفن کا کس طرح انتظام کروں گی۔ ابوذر رضؓ نے ان کو تسلی دی اور کہا کہ وہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ تم میں سے ایک شخص ہے جو جنگل میں وفات پائیگا اور خدا اس کے کفن دفن کے لئے اپنے کچھ بندوں کو بھیج دے گا۔ وہ میں ہی ہوں اس لئے تم نہ گھبراؤ۔ بلکہ جب میں وفات پا جاؤں جس کا وقت آچکا ہے تو تم مجھے چادر سے ڈھانک کر کچھ فاصلہ پر جو سڑک ہے اور جو کوفہ سے مکہ کو جاتی ہے وہاں بیٹھ جانا جب کوئی قافلہ وہاں سے گذرے اسے میرے انتقال کی اطلاع دے دینا وہ خود سب انتظام کرلیں گے۔ اور دیکھو جو ایک بکری کا بچہ ہمارے پاس ہے اسے ذبح کر کے پکنے کے لئے چڑھا دو یہ میری طرف سے اس قافلہ کی مہمانی ہوگی۔ اور وقت قریب آرہا ہے ہاں بہت قریب آگیا ہے خدا کے فرشتے آنے والے ہیں۔ انکو خوشبو بہت پسند ہے۔ اس لئے وہ تھوڑا سا مشک جو کہیں پڑا ہے اسے گھول کر مجھ کر چھڑک دو۔ ایسا ہی کیا گیا اور حضرت ابوذر غفاریؓ واصل بحق ہو گئے۔ وہ نیک خاتون اس سڑک پر جس کا ذکر ہوا جا بیٹھی۔ اب کوئی وقت قافلوں کے آنے جانے کا نہ تھا مگر کیا دیکھتی ہے ایک قافلہ بہت تیزی کے ساتھ اڑتا ہوا چلا آرہا ہے۔ اس قافلہ کا سالار حضرت عبداللہ بن مسعود رضؓ جیسا فقیہ تھا جن کو اچانک خلافت کا حکم ملا تھا کہ وہ فوراً مکہ آ کر حضرت عثمانؓ سے ملیں۔ جب قافلہ قریب آیا تو اس پاک بیوی نے قافلہ والوں کو روک کر ابوذر رضؓ کی وفات کی خبر دی وہ فوراً اس نیک بیوی کے ہمراہ پہنچے اور کفن دفن کا سامان کیا۔ کفن کے لئے ایک انصاری نوجوان نے دو چادریں دیں جو وہ گھر سے احرام کے لئے لایا تھا۔ کفن دفن کے بعد وصیت ابوذر رضؓ کے مطابق کھانا کھا کر اس نیک خاتون کو ہمراہ لے کر مکہ معظمہ میں داخل ہوئے

حضرت ابوہریرہ رضؓ کا ایمان

اس واقعہ سے رسول اللہ صلعم کی قوت قدسی سے پیدا شدہ ایمان کا اندازہ کیجئے اسی طرح جب حضرت ابوہریرہ رضؓ کی وفات کا وقت قریب آیا تو ان کی بیوی کے منہ سے ان کی تکلیف دیکھتے ہوئے نکلا۔ واکرباہ ہائے یہ کیسی مصیبت کا وقت ہے جب ذرا حضرت ابوہریرہ کی طبیعت سنبھلی تو فرمایا کیا کہا کرب کا واہ نہیں نہیں یوں نہ کہو بلکہ کہو اور پھر کہو کہ :۔

واطرباہ! واطرباہ! غداً نلقی الاحبانا محمداً وحزبہ۔

یہ کیا ہی خوشی ونشاط کا موقعہ ہے۔ کل ہم اپنے احباب یعنی محمد صلعم اور آپ کی جماعت سے ملیں گے۔

کیا یہ ایمان آنحضرت صلعم کی قوت قدسی کا پتہ نہیں دیتا۔ دیتا ہے اور ضرور دیتا ہے۔ اور اس قسم کے بہت سے واقعات ہیں جو اہل علم کی نظروں سے پوشیدہ نہیں ہیں اور سیرت صحابہ کو مطالعہ کرنے والے خوب جانتے ہیں کہ موت کے وقت بھی عشق محمدؐ کا عجیب نظارہ صحابہ نے دکھایا ہے

صحابہ کا جذبۂ عشق

ایک میدان جنگ میں ایک صحابی زخموں سے چور چور شہادت کا جام پینے کے قریب تھا کہ جب آنحضرت صلعم نے آواز دی تو اپنے جسم کو پورے زور سے گھسیٹ کر رسول اللہ صلعم کے پاؤں پر لے آیا اور سر آپ کے پاؤں پر رکھ کر کہا کہ بس میری تمنا پوری ہو گئی اور جان بحق ہو گئے۔

ایک دوسرے صحابی جو میدان جنگ میں شامل تھے انکو جو آنحضرت صلعم نے نہ دیکھا تو ایک صحابی کو ان کی خبر لانے کو بھیجا جب یہ صحابی پہنچے تو وہ صحابی زخموں سے نڈھال تھے اور قریب تھا کہ جان بحق ہوں۔ ان کو کہا کہ رسول اللہ صلعم نے آپ کا حال دریافت کرنے مجھے بھیجا ہے۔ صحابی نے کہا کہ جاؤ میرا سلام عرض خدمت کرو اور کہدینا کہ حضور جنت کی خوشبو آرہی ہے۔ اور وہ واصل بحق ہو گئے۔

یہ نمونہ ہے جس سے محمد صلعم کی پیدا کردہ انقلابی کیفیت کا پتہ چلتا ہے اور آپ کی قوت قدسی کی تاثیر کا علم ...... ہوتا ہے۔

کے حکم سے تھا

محمود کی بت شکنی

محمود غزنوی نے جو سومناتھ کا بت توڑا تو اس وقت ہندوستان کے راجاؤں نے سومناتھ اور اس کے مندر کو نہ صرف قلعہ ہی بنا رکھا تھا بلکہ وہ یہ سمجھ رہے تھے کہ جب تک ان کا سومناتھ سلامت ہے اس کی وجہ سے ہندوؤں کی عزت ہے۔ ہندوؤں کے اس غلط خیال کو مٹانے کے لئے محمود نے اس بت کو توڑا۔ یہ کسی دنیوی لالچ سے نہ تھا بلکہ بالمقابل فوج کے دل کو بڑھانے والے ایک باطل خیال کو مٹا کر توحید کا سبق دینا مقصود تھا۔ محمود کا اگر مقصد دنیا طلبی ہوتا تو اسکو اس بت کے پجاری تو ہر قیمت پر بچانا چاہتے تھے۔ مگر محمود نے کہا کہ میں بت فروش نہیں ہوں۔ اور بت کو توڑ ڈالا جس سے ہندوؤں کے لئے ایک توحید کا سبق عملی طور پر دیا گیا۔

حضرت ابراہیمؑ کی بت شکنی

میں نے سوال کیا کہ اگرچہ یہ سچ ہے کہ تمام عبادتگاہوں کے بچانے کے لئے مسلم ذمہ دار ہے۔ مساجد کی حفاظت کو خداتعالےٰ کی حکمت بھری کتاب میں پیچھے رکھا ہے۔ پہلے یہود و نصاریٰ کے معابد اور راہبوں کی عبادتگاہوں کے بچانے کا ذکر ہے جیسے کہ فرمایا ہے :۔

لولا دفع اللہ الناس بعضھم ببعض لھدمت صوامع وبیع وصلوٰت ومسٰجد یذکر فیھا اسم اللہ کثیراً ۔

(۱۷ : ۱۳)

مگر کیا حافظ صاحب یہ بتائیں گے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بت خانہ کو توڑنے کا جو قرآن مجید میں ذکر ہے اس کا اصل سبب کیا تھا۔

خانہ کعبہ سے اگر بتوں کو نکالا گیا تو یہ ٹھیک تھا کیونکہ وہ تو ایک مسجد ہے جو خدا کی عبادت کے لئے سب سے پہلے بنائی گئی تھی اس لئے اس میں جو لوگوں نے بت جمع کر دیئے تھے ان کو نکال دینا ہی ٹھیک تھا۔ مگر ابراہیم علیہ السلام کا بتوں کو توڑنا حل طلب ہے۔

اس کے جواب میں یہ کہا گیا کہ وہاں یہ حکمت تھی کہ لوگوں کو بتوں کے غیر خدا اور بالکل عاجز ہونے کا ثبوت دیکر بت پرستوں کو مسلمان کرنا مقصود تھا اسی لئے بڑے بت کو نہیں توڑا بلکہ اسکو قائم رکھا اور اسی کو اپنے مقصد کے اثبات کے لئے ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ :۔

کبیرھم ھذا فاسئلوھم ان کانوا ینطقون

"یہ ان کا بڑا بت کھڑا ہے اس سے پوچھو۔ یہ بت کیوں ٹوٹے" اس نے کیوں اپنے چھوٹوں کی حفاظت کی نہیں خود اسی کا کام تو نہیں کہ سب کو توڑ ڈالا۔ وغیرہ وغیرہ اس سے بت پرست شکست خوردہ ہو گئے۔

اوپر کا جواب بہت معقول ہے مگر اصل سوال یہ ہے کہ اس بت خانہ کو توڑنے کا حضرت ابراہیم علیہ السلام کو کیا حق تھا۔ اس کا جواب نہ دیا گیا۔ تو میں نے پوچھا کہ یہ ممکن نہیں کہ وہ بت خانہ آذری ابراہیم علیہ السلام کا خاندانی بت خانہ ہو جسے ابراہیم علیہ السلام نے اس حکمت تبلیغ اسلام کی مد نظر رکھتے ہوئے ... اور یہ بیان کیا گیا ... اپنا حق سمجھا ہو کہ وہ اپنے خاندانی بت خانہ کو ... توڑ ڈالیں ... [illegible]

پر اس مقام کے تمام بت پرست یا پجاری آپ کے دشمن ہو کر آپ کو آگ میں جلانے کے درپے ہو گئے ہوں اور خداتعالےٰ نے آگ کو ٹھنڈا کر دیا ہو۔

بت پرستوں نے یہ دعوےٰ نہیں کیا کہ ابراہیم تیرا کیا حق تھا کہ تو نے ہمارا بت خانہ تباہ کر دیا بلکہ وہ صرف یہ کہتے ہیں کہ ابراہیم تو نے ہمارے معبودوں کے ساتھ ایسا سلوک کیا ہے جس کے جواب میں ابراہیم علیہ السلام نے کہا

بل فعلہ ۔ کبیرھم ھذا فسئلوھم

ہاں کیا ہے۔ یہ ان کا بڑا ہے اس سے پوچھ لو نہ (مجھ سے پوچھنے کی ضرورت ہی کیا ہے)

اس سوال کے جواب میں کہ :۔

اے ابراہیم تو نے یہ سلوک ہمارے معبودوں سے کیا ہے ؟

ابراہیم علیہ السلام کا یہ جواب کہ :۔

ہاں کیا ہے

کے یہی معنے ہو سکتے ہیں کہ ہاں میں نے ہی کیا ہے۔ اگرچہ الفاظ بل فعلت نہیں بلکہ بل فعلہ ہیں جس کے لفظی معنے تو یہی ہیں کہ بلکہ کسی کرنے والے نے کیا ہے تم بڑے بت سے پوچھو کہ کس نے کیا ہے۔ مگر ایسے موقعہ پر ہاں اس نے کیا ہے یا ہاں کسی نے کیا ہے کہنے کا منشاء یہی ہو سکتا ہے کہ ہاں میں نے کیا ہے۔ وہ لوگ جو یہ کہتے ہیں کہ ہاں اس بڑے نے کیا ہے۔ غلطی پر ہیں اس سے تو ابراہیم علیہ السلام پر جھوٹ کا الزام عاید ہوتا ہے۔ اس الزام سے بچانے کے لئے بل فعلہ پر ٹھیرنے کا نشان تمام شائع شدہ قرآن کی کاپیوں میں موجود ہے۔

ابراہیم علیہ السلام تو پہلے یہ کہہ چکے تھے تم ذرا پیٹھ پھیر کر جاؤ تو میں ان تمہارے معبودوں کی خبر لیتا ہوں تو اسی وجہ سے جب ٹوٹے ہوئے بت خانہ کو دیکھا تو انہوں نے کہا :۔

سمعنا فتی یذکرھم یقال لہ ابراہیم

اور اسی بناء پر ابراہیم سے ہی سوال بھی کیا گیا کہ تو نے یہ کام کیا ہے۔ تب حضرت ابراہیم نے کہا بل فعلہ "ہاں کیا ہے"

یہ معلوم ہوتا ہے کہ جب کفار نے ابراہیم علیہ السلام کو اپنے ساتھ چلنے کو کہا اور آپ نے عذر کیا کہ میں نہیں چل سکتا۔ اور ساتھ ہی یہ کہدیا کہ :۔

تاللہ لاکیدن اصنامکم بعد ان تولوا مدبرین ۔ سے

تم نے یہاں سے پیٹھ پھیری اور خدا کی قسم میں نے تمہارے بتوں کی خبر لی۔

ان الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بت خانہ حضرت ابراہیم کے چچا ہی کا تھا۔ اور وہیں حضرت ابراہیم بھی رہتے تھے ان کا چچا بت تراش تھا۔ غالباً وہ بت اپنے بت خانہ کے لئے تراشے ہوئے تھے۔ اس لئے ابراہیم علیہ السلام نے اپنے خاندانی بت خانہ کو توڑ دیا جس کا انہیں حق پہنچتا تھا۔

ایک توجیہہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ ابراہیم ابھی اس وقت پیغمبری پر مامور نہ تھے بلکہ ایک نوعمر نوجوان تھے جیسا کہ الفاظ فتی یذکرھم سے ظاہر ہے۔ تو اس صورت میں ان کا بتوں کو توڑنا ایک ویسا ہی فعل ہے جس طرح موسیٰ کے ہاتھ سے فرعون کا قتل ہو گیا تھا ... ابراہیم علیہ السلام ... [illegible]

حضرت امیر کا ورود مسعود دہلی میں

(بقیہ از صفحہ ۳)

چاہیئے کہ ان سے فیض حاصل کرے۔ پھر فرمایا کہ حضرت امام الزمان کی برکت سے ہماری جماعت نے قرآن کریم کے ترجمے یورپ کی مختلف زبانوں میں کئے ہیں اور قرآن کریم غیر قوموں تک پہنچایا ہے۔ بغرضکہ آپ نے سلسلہ کے متعلق سلسلہ کی خدمات کے متعلق ایک مبسوط تقریر فرمائی جس سے حاضرین پر بہت اچھا اثر ہوا۔ جس کے بعد ۱۵ نفوس سلسلہ عالیہ احمدیہ میں داخل ہوئے۔ ازاں بعد آپ نے جماعت کے افراد کو ضروری نصائح ارشاد فرمائیں۔ اور درس قرآن شریف نمازوں میں پابندی کی طرف خاص طور پر توجہ دلائی ۔ اور چندوں کی ادائیگی اور خسارہ بجٹ کی تحریک فرمائی۔

مولانا مرتضیٰ خاں صاحب نے بھی خسارہ بجٹ کی تحریک میں حصہ لینے کے لئے احباب کو خاص طور پر تاکید کی۔ چنانچہ مبلغ ۔ ۔ ۔ ۳۰۰/۔ روپے خسارہ بجٹ میں وصول ہوئے۔ شام کے پانچ بجے کی گاڑی میں آپ واپس لاہور تشریف لے گئے۔ آپ کے ڈیڑھ دو دن کے قیام میں جماعت کے اندر ایک نئی روح کام کرتی نظر آتی تھی۔ آپ کے خطبہ جمعہ سے غیر از جماعت لوگ بھی متاثر ہوئے۔ اور خدا کے فضل سے جماعت میں اضافہ بھی ہوا۔

بیعت کنندگان کے نام یہ ہیں :۔

۱۔ چوہدری اظہر رب پسر چوہدری محمد طفیل صاحب
۲۔ برخوردار حق نواز پسر چوہدری شاداب خان صاحب
۳۔ غلام حیدر پسر چوہدری نذیر احمد صاحب
۴۔ عبدالحمید احمد صاحب۔ پسر ڈاکٹر عبدالرحمٰن صاحب مرحوم
۵۔ اقبال بیگم صاحبہ۔ بیوہ " " " " "
۶۔ محمودہ آنسہ ۔ ۔ ۔ دختر " " " " "
۷۔ اقبال بیگم صاحبہ۔ اہلیہ چوہدری عبدالحق صاحب
۸۔ زبیدہ بیگم صاحبہ۔ بیوہ چوہدری محمد اسلم صاحب مرحوم
۹۔ رسول بی بی بیوہ چوہدری فضل اللہ جٹ سوجا
۱۰۔ راشدہ خانم بنت چوہدری محمد اسلم صاحب
۱۱۔ بشریٰ خانم بنت " " " "
۱۲۔ سردار بیگم صاحبہ۔ زوجہ حسین بخش صاحب
۱۳۔ رضیہ خانم صاحبہ۔ زوجہ مولوی عبدالحمید صاحب
۱۴۔ ساجدہ تسلیم بنت عبدالحق صاحب
۱۵۔ عذرا پروین بنت شیخ محمد رضی الدین صاحب

محمد رضی الدین
ہیڈ ماسٹر مسلم ہائی سکول بدوملہی

کسی شرارت کی نیت سے نہ تھا۔ وانما الاعمال بالنیات
بہرحال ابراہیم علیہ السلام کو ہم کسی طرح جھوٹا نہیں کہہ سکتے۔ اور وہ جو حدیث بخاری میں ہے ماکذب ابراہیم قط الا ثلاث مرات۔ یہاں کذب کا لفظ استعارہ یا کنایہ کے طور پر ہے۔ جیسے کہتے ہیں۔
مجھ سے ... [illegible] ... کہ وفادار ہوں۔

احمدیت — انسانیت کی آخری پناہ گاہ

فدا حسین خان بی۔ اے۔ ہوسٹل مسلم ہائی سکول ۲

بالشویت — آزادی — اخوت اور مساوات کی علمبردار — انسانیت کی نجات دہندہ امن کی پرستار — اپنے تمام بلند بانگ دعاوی کے باوجود ناکام ہو چکی ہے۔ حقیقت میں آنکھ اس متعفن لاش کو اس کی...... تمام عریاں ہولناکیوں کے ساتھ کوریا کے ویرانوں اور مشرقی یورپ کے غلام ممالک میں اس کا نظارہ کر سکتی ہے۔ چینی ماں کی آرزوئیں — یہ کڈیل نوجوان — دندناتے ہوئے ٹینکوں کے آگے۔ کس مساوات کس کی آزادی اور کونسی اخوت کے لئے کچلے جا رہے ہیں کہ روس کی سرحدیں مضبوط رہیں — جمہوریت کے خداوند — امریکہ اور برطانیہ — فرد کے نگہبان اور اس کی صلاحیتوں کو بروئے کار لانے والے — کمزور ممالک کے مددگار — سرمایہ دارانہ نظام کا آخری سہارا — بیسویں صدی کا سب سے بڑا عفریت سویز۔ کے شاداب کنارو‌ں اور نیل کی ملکہ کی تمناؤں کا کس بے دردی سے خون کر رہا ہے۔ ابوالہول کی بدبخت نگاہیں وہ دیکھ رہی ہیں جو فرعون مصر کے وقت نہ دیکھ سکیں سویز کی پیاری پیاری سبک لہریں ان کی شکوہ سنج ہیں۔ ہم ان کی زبان نہیں سمجھتے — "وہ چین سنگی جہاز" اس بیچاری کے پانیوں میں دندناتے ہیں۔ قلزم کی پر شور لہریں ماتم مرگ بے گناہاں پر شیون بجوش ہیں — شعلوں جوش میں اسمٰعیلیہ کے شہدا پر — قاہرہ کی لگتی ہوئی جوانیوں پر — ایران اور اس کا سیال سونا کبھی سرمایہ برطانی جمہوریت اور کبھی غیر مایہ — بالشویک — کی ٹھوکر دنیا میں ہے۔

دنیا نے پندرھویں صدی سے اپنے موسیقاروں، اور دانشوروں اور اپنی بے مایہ عقل پر اعتماد کر کے کائنات اور کائنات کی گتھیاں سلجھانی چاہیں۔ مگر سلجھا دیں تار اور بھی الجھتے گئے۔ ہر منزل ابتدا بنتی چلی گئی۔ ہر تو ثمیا سراب بنی۔ سرابوں کی دنیا سرابوں کی تلاش میں بڑھتی گئی۔ نہ جانے مادیت کے پرستاروں نے کتنے خواب دیکھے اور ہر خواب شرمندہ تعبیر ہو کر تعبیر شدہ تعبیر ہوا۔ دنیا آج بھی پہلے سے زیادہ دکھی ہے۔ آج ہر سانس فسردہ اور ہر نظر غم ہے۔ بالشویت اور جمہوریت کے عساکر کے خوف سے غریب دنیا والوں کی آنکھیں پتھرا گئی ہیں۔ جوہری جنگ ایک کابوس ہے جو کسی فرد کو چین نہیں لینے دیتا کوئی بھی اپنے آپ کو محفوظ نہیں سمجھتا۔ خوف — خوف — ہر طرف خوف ہی خوف۔ زندگی دوبھر ہو رہی ہے۔ ایک دنیا ہے کہ اعصابی زندگی میں مبتلا ہوتی جا رہی ہے سکون کی متلاشی دنیا تھکی ہاری دنیا، سوتی ہے کہ آرام کر سکے۔ مگر اس کی آنکھوں میں جوہری شرر رقصاں ہوتے ہیں، سوئے تو کیونکر؟ دنیا کا کوئی مذہب، کوئی نظام — انفرادی نہ اجتماعی تحفظ دے سکا۔ مغرب تو برسوں سے مضطرب اور متحرک تھا۔ اس کی رگ رگ میں بجلیاں ناچ رہی تھیں۔ مگر مشرق — روحانیات کی لاش — اضطراب انگیز کروٹیں لے رہا ہے۔ آج مشرق کے مردے کے عروق میں خون نہیں آگ دوڑ رہی ہے۔

جس طرح آپ مادہ سے حرکت جدا نہیں کر سکتے۔ اسی طرح آپ دنیا کے صرف اور صرف مادی نظریوں سے تشکیل کر کے اس سے اضطراب اور یاس انگیزی دور نہیں کر سکتے۔ زندگی کے صرف ایک پہلو کو ترقی اور ارتقا دے کر آپ ہموار زندگی بسر کر سکتے۔ جب دونوں پہیئے حرکت میں آئیں تو گاڑی حرکت میں آتی ہے۔ یورپ کے پاپاؤں نے دور ظلمت میں صرف انسانی روح پر توجہ دی تھی۔ اس یک طرفہ توجہ کا نتیجہ یورپ کی روحانی موت نکلا۔ کلیسا فحاشی اور زر اندوزی کا بڑا مرکز بن گیا۔ نشاۃ ثانیہ نے جسم پر توجہ مرکوز کی تھی۔ جس کا نتیجہ ۱۹۱۴ء اور ۱۹۳۹ء کی دو عظیم جنگیں ہوا۔ اور تیسری جنگ کا خطرہ درپیش ہے۔

اسلام ہموار معاشرہ کے لئے معتدل اصول لایا تھا۔ جو ہر قسم کی افراط اور تفریط سے پاک تھے۔ مگر یہ دولت گراں بہا خانقاہوں میں لٹی اور کج فہم خود غرض ملاؤں کے ہاتھ تباہ ہوئی۔ اسلام کے نام پر، خدا اور نبی کے نام پر صدیوں مسلمانوں کو اسلام بانٹنے والے خانقاہی اور جبہ و عمامہ لوٹتے رہے۔ آج ان کی کوتاہ اندیشیں خود غرضیاں ہیں کہ دنیا سے اسلام اپاہج ہو کر رہ گئی ہے۔ یقین نہ آئے تو سوئیز کے پانیوں اور ایران کے تیل کے چشموں سے دریافت کر لیں۔ ان لوگوں کے اس غیر دانشمندانہ فعل کا سب سے برا نتیجہ یہ ہوا کہ دنیا کو اسلام کی فعال قوتوں پر اعتماد نہیں رہا۔ وہ اسلام کو بھی عیسائیت کی طرح ایک بے جان مذہب سمجھنے پر مجبور ہو گئے۔ درخت پھل سے اور مذہب یا نظام اپنے پیروکاران سے جانچا جاتا ہے۔ لوگوں نے زنگ خوردہ اسلام کو اسلام سمجھ کر اس سے نفرت کرنا شروع کر دی۔ آخر ایک معقول سمجھدار انسان توہمات اور خرافات پر کیسے ایمان لے آتا۔

ان کجلائی ہوئی فضاؤں میں وقت کا عظیم ستارہ نمودار ہوا۔ اس کی تابندگی کو ختم کرنے کی ہر قسم کی کوشش کی گئی ہر قسم کی گندگی پھینکی گئی۔ مگر اس خدا کے بندے نے شب و روز محنت کر کے ہر قسم کی تکالیف برداشت کر کے اپنی مجددانہ فراست سے کام لے کر اسلام کے چہرے سے دبیز پردے ہٹا کے حقیقت کو اپنے صحیح روپ میں پیش کیا۔ عداوت چلائی اور ہر قسم کے گھٹیا اور اوچھے ہتھیار استعمال کئے گئے مگر صداقت کا کاروان درکاروان بڑھتی رہی۔ کسی کی صداقت کا اس سے بڑا اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے کہ مخالف آج ان اصولوں اور اعتقادات پر باوجود عقائد کی بناء پر مخالفت ہونے کے ایمان رکھتے ہیں۔ کون ہے جو آج وفات مسیح کا قائل نہیں۔ کون ہے جو اشاعت اسلام کی ضرورت محسوس نہیں کرتا۔ کس کو انکار ہے کہ یورپ کے تشنہ لب بوند بوند کو ترس رہے ہیں۔ کون صاحب فہم آج امرائیلی نبی کی توقع پر شب تار بسر کر سکتا ہے — کچھ تعلیم یافتہ اصحاب مودودی صاحب کی تحریک کو نشاۃ ثانیہ قرار دے رہے ہیں۔ اگر وہ مرزا صاحب کی تصانیف کا بغور مطالعہ کریں تو ان کو اس نشاۃ ثانیہ کے بنیادی اصول ملیں گے۔ مودودی صاحب شعوری یا لاشعوری طور پر مرزا صاحب سے متاثر ہیں۔

ہاں تو میں کہہ رہا تھا کہ احمدیت انسانیت کی آخری پناہ گاہ ہے۔ بالشویت ہو یا سرمایہ دارانہ نظام، عیسائیت ہو یا کوئی اور مذہب وہ اپنے مقاصد میں بری طرح ناکام رہا ہے۔ احمدیت — اسلام کی صحیح شکل — ہی ہے جس کے پاس ایک روح افزا پیغام ہے جس سے دکھی دنیا کے مسائل بطریق احسن بغیر کشت و خون کے حل ہو سکتے ہیں

احمدیت — فعال اسلام —

روح اور مادہ کا لطیف امتزاج — [illegible]

دنیا کو سکون و سلامتی کا پیغام [illegible]

اخبار احمدیہ

— حضرت امیر قوم گزشتہ جمعرات اور جمعہ کو بدوملہی تشریف لے گئے تھے اس دورہ کی مفصل رپورٹ دوسری جگہ درج ہے۔

— حضرت صاحب صدر کچھ دنوں سے کراچی تشریف لے گئے ہوئے ہیں امید ہے ہفتہ عشرہ تک واپس تشریف لے آئیں گے۔

— سید عالم شاہ صاحب مدرس چک نمبر 115/E.B ضلع منٹگمری اطلاع دیتے ہیں کہ ان کی لڑکی بعمر دس سال فوت ہو گئی ہے انا للہ وانا الیہ راجعون ہمیں سید صاحب کے ساتھ اس صدمہ میں دلی ہمدردی ہے، دعا ہے اللہ تعالیٰ انہیں اور دیگر لواحقین کو صبر جمیل اور نعم البدل عطا فرمائے۔

— ہمارے محترم بزرگ سید تصدق حسین صاحب قادری بغدادی کچھ دنوں سے بیمار ہیں احباب ان کی صحت کے لئے دعا کی درخواست ہے۔

— ڈاکٹر این اکبر خاں صاحب کی اہلیہ محترمہ کی صحت کے لئے دعا فرمائی جائے۔

ضرورت رشتہ

ہمارے جرمن امام مسجد برلن مسٹر محمد امان ہوبوہم کسی پاکستانی خاتون سے شادی کے خواہشمند ہیں اگر کوئی دوست اپنی صاحبزادی کے لئے اس رشتہ کو پسند فرمائیں تو ذیل کے پتہ پر خط و کتابت کی جائے۔ مرتضیٰ خاں اسسٹنٹ سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

— حضرت صاحب صدر کی جلسہ سالانہ کی دوسری تقریر آئندہ اشاعت میں درج ہو گی۔

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸ — بسم اللہ الرحمن الرحیم — نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم — فون نمبر ۳۷۴۳

لوائے ما پنہ ہر سعید خواہد بود ۔ ندائے فتح نمایاں بنام ما باشد

پیغامِ صلح

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا ہفتہ وار آرگن

سالانہ چندہ پاکستان سے ۔ چھ روپے
سالانہ چندہ ہندوستان سے ۔ ۱۲-۸-۰ روپے
سالانہ چندہ ممالک غیر سے ۔ ۲۳ شلنگ

ایڈیٹر دوست محمد

جلد ۴۰ | یوم چہار شنبہ مورخہ ۲۳ جمادی الاول ۱۳۷۱ھ - ۲۰ فروری ۱۹۵۲ء | نمبر ۷

حضرت مسیح موعودؑ اور آپکی جماعت کا مذہب

ہم تو رکھتے ہیں مسلمانوں کا دیں
دل سے ہیں خدام ختم المرسلیں
شرک اور بدعت سے ہم بیزار ہیں
خاکِ راہِ احمدِ مختار ہیں
سارے حکموں پر ہمیں ایمان ہے
جان و دل اس راہ پر قربان ہے
تم ہمیں دیتے ہو کافر کا خطاب
کیوں نہیں لوگو تمہیں خوفِ عقاب

جماعت احمدیہ لاہور کی تعلیمی خصوصیت

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نیا نہ پرانا۔
۲۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۳۔ قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگی۔
۴۔ سب صحابہؓ اور آئمہ قابلِ احترام ہیں سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے۔
۵۔ اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا۔

نامہ ووکنگ:

ووکنگ مسجد کے زائرین

از شیخ محمد طفیل صاحب

دو انگریز بچے

یہ ۲۸ دسمبر جمعہ کا ذکر ہے۔ دو انگریز بچے دس بجے صبح آکر کہنے لگے ہم مسجد دیکھنا چاہتے ہیں۔ میں نے کہا آئیے اور پھر ہم مسجد کی طرف چل دیئے مسجد کے اندر جاکر انہوں نے چاروں طرف نگاہ دوڑائی اور محراب کی طرف دیکھ کر کہنے لگے کہ یہ کیا ہے۔ میں نے کہا یہاں امام یا جو شخص نماز پڑھائے...... کھڑا ہوتا ہے۔ منبر کو دیکھ کر کہنے لگے یہ کس غرض کے لئے یہاں رکھا ہے۔ میں نے اس کی غرض سمجھائی۔

کھڑکیوں کو دیکھکر کہنے لگے یہاں رنگدار شیشے کیوں نہیں لگے ہوئے اور یہ گنبد کیوں بنایا گیا ہے۔ اور کیا یہ منبر مسجد کے لئے ضروری ہے۔ اور اس پر تالے کیوں لگے ہوئے ہیں۔ آپ مسجد میں گانا گا سکتے ہیں یا نہیں اور اپنی نماز میں کیا پڑھتے ہیں آپ کی بائبل کہاں ہے وغیرہ وغیرہ اس قسم کے بہت سے سوالات انہوں نے پوچھے۔ جن کا میں جواب دیتا رہا۔ پھر انہیں اپنی ڈرائنگ روم میں لے آیا جہاں انہیں انگریز نو مسلمین کی تصاویر دکھائیں جنہیں دیکھ کر وہ بہت متعجب ہوئے۔ کیا انگریز بھی مسلمان ہیں؟ انہوں نے پوچھا۔

ہاں۔ اسلام تمام قوموں کا مذہب ہے۔ اس لئے انگریز جرمن فرنچ اور پاکستانی سب یکساں ہیں۔

بہت بہت شکریہ کہا اب اجازت دیجئے ۱۲ بجے ایک دوست سے ملنا ہے اور یہ کہکر وہ رخصت ہو گئے۔ اور میں دیر تک اس بات پر متعجب رہا کہ اس قوم کے بچوں کو بھی علم حاصل کرنے کا شوق ہے۔

طلباء کا ایک وفد

شام کو چھ بجے لنڈن سے آٹھ طلباء و طالبات آئے۔ ان میں سے ایک صاحب پادری بننے کی تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ اور باقی لوگ ہر اتوار کو مذہبی تعلیم دینے کی غرض سے اپنے وقت کا بیشتر حصہ صرف کر رہے ہیں۔ اس گروپ کے لیڈر نے چائے کی میز پر بیٹھتے ہی سوال کیا کہ آپ کا یہاں مشن کھولنے کا مقصد کیا ہے؟

"تاکہ آپ کو مسلمان بنا لیا جائے" میں نے جواباً کہا اور سب لوگ مسکرانے لگے۔

گفتگو بہت دلچسپ اور طویل تھی۔ وہ آئے تو اسلام کے متعلق معلومات حاصل کرنے کی غرض سے تھے۔ لیکن مسیح کی الوہیت اور عیسائیت کے عقائد پر جب بحث چھڑ گئی تو وہ اپنی پوزیشن کی اعانت کرنے کی کوشش کرتے رہے۔

اس بحث میں مسٹر عبدالعزیز ... احمد اور مسٹر بشیر نے بھی خوب حصہ لیا۔

ایک صاحب مسٹر سیل کا ترجمۃ القرآن لائے ہوئے تھے۔ ہم نے انہیں مولانا محمد علی صاحب مرحوم و مغفور کا انگریزی ترجمۃ القرآن دیا۔ اور اسلام پر دیگر لٹریچر ... دیا تاکہ وہ اس کے حقیقی مفہوم اور پیغام کو سمجھ سکیں۔

ایک غلط فہمی کا ازالہ

پیغام صلح مورخہ ۶ فروری ۵۲ میں زیر عنوان "سال گذشتہ میں ہماری تبلیغی سرگرمیاں" ایک رپورٹ شائع ہوئی ہے جسمیں مرقوم ہے تمام مبلغین کرام ماسوائے شیخ محمد یوسف صاحب گرجاکھی تمام وقت تبلیغ کے کام پر صرف کرتے ہیں۔ اس سے غلط فہمی پیدا ہونے کا امکان ہے لہذا احباب کی اطلاع کیلئے تحریر ہے کہ شیخ صاحب اپنے وقت کا بیشتر حصہ قرآن کریم کے سندی ترجمہ کرنے پر صرف کرتے ہیں جو وقت اس کام سے بچتا ہے اس میں تبلیغی فرائض بھی سرانجام دیتے ہیں۔

احمد یار۔ جنرل سیکرٹری

تبت میں مسجدیں

جاپان کے ایک مذہبی پروہت ایکر کواگوچی کی انگریزی کتاب "تبت میں تین سال" سے ذیل کا خوش آیند فقرہ دکن ٹائمز (مدراس) مورخہ ۲۰ جنوری ۱۹۵۲ء ایک ریویو کے سلسلہ میں نقل ہوا ہے۔

"ایک بہت ہی عجیب بات یہ نظر آئی کہ تبت میں اسلام (محمڈن ازم) بھی موجود ہے۔ لہاسا کے مضافات میں مسلمانوں کی دو مسجدیں ہیں۔ اور فاصلہ پر ایک پہاڑ کے دامن میں ان کے دو قبرستان بھی ہیں۔ جس ملک میں بدھ مت کا اتنا زور ہو وہاں اسلام کا وجود حیرت انگیز ہی ہے"

کتاب تھیو سافیکل پبلشنگ ہاؤس بنارس کی ۱۹۰۹ء میں چھپی ہوئی ہے ــــــ نقل روایت اگر صحیح ہے تو مسلمانوں کے لئے مسرت انگیز تو یقیناً ہے۔

(صدق جدید)

عربی آریہ ورت میں

سابق ہندوستانی سفیر برائے مصر مسٹر آصف علی فیضی نے اپنی ایک تازہ تقریر میں اس پر زور دیا ہے کہ ہندوستان میں عربی تعلیم کو زیادہ سے زیادہ عام کیا جائے۔ ان کا خیال ہے کہ انگریزی فرانسیسی، روسی اور چینی زبانوں کی طرح عربی کو بھی زبردست بین الاقوامی شہرت حاصل ہے۔ اس لئے ہندوستان میں اس زبان کے جاننے والوں کی تعداد بھی اتنی ہی ... ہونی چاہیئے جتنی کہ انگریزی اور دوسری غیر ملکی زبانوں کے جاننے والوں کی ہے۔ انہوں نے کہا ایشیائی بلاک بننے پر ہے۔ بہرحال ہندوستان اپنے جغرافیائی وقوع نیز وسائل کے ... سے ایشیائی ملکوں کی لیڈری کی ذمہ داری قبول کرنے پر مجبور ہے۔ اور ان ایشیائی ملکوں میں بڑی تعداد عرب ملکوں کی ہے۔ ان سے لسانی اور تہذیبی تعلقات گہرے قائم رکھنا ہمارے لئے لازمی ہے"۔

"صدق جدید"

معارفِ قرآن

تقریر مولانا عبدالحق صاحب ودیارتھی بر موقعہ جلسہ سالانہ منعقدہ ۲۵ دسمبر ۱۹۵۱ء

بسلسلہ اشاعت گذشتہ

وہ آیات جو میں نے ابھی تلاوت کی ہیں اَلَمْ تَرَ سے شروع ہوتی ہیں مختلف مناظر قدرت اور صحیفہ فطرت کے صفحات میں اختلاف الوان کا ذکر کرتے ہوئے اِنَّمَا یَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ پر ختم ہوتی ہیں۔ اس ابتداء اور انتہا میں ایک گہری مطابقت ہے۔ عربی زبان کے محاورہ خطاب کے لحاظ سے اَلَمْ تَرَ کی ترکیب بظاہر کر رہی ہے کہ جس چیز کو دیکھنے کی دعوت دی جا رہی ہے وہ ایک بدیہی اور محسوس چیز ہے، اور دیکھنے والا بھی اندھا اور ضعف نگاہ کا مریض نہیں۔ اگر چیز باریک ہو اور یا دیکھنے والے کی نظر کمزور ہو تو وہاں اَلَمْ تَرَ کا محاورہ استعمال نہیں کیا جا سکتا۔

ایک چیز کو دیکھنے اس پر غور کرنے اور صحیح طور پر سمجھنے اور نتائج پر پہنچنے کے لئے جن اشیاء اور قوتوں کی ضرورت ہے ان سب کا اظہار ان آیات میں مذکور ہے۔ صحیفۂ فطرت کا مطالعہ کرنے کے لئے سب سے پہلے آنکھ کھول کر دیکھنے کی ضرورت ہے۔ انسان کی آنکھ باقی حواس کی نسبت سب سے زیادہ علم حاصل کرنے کا آلہ اور وسیلہ ہے۔ یوں تو انسان کا سارا وجود اس کے تمام اعضاء ان کی ہیئت ترکیبی لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ یعنی انسان کو ایک نہایت ہی اعلیٰ پیمانہ پر پیدا کیا ہے۔ انسانی جسم کی اس سہ منزلہ عمارت میں بالائی منزل پر ارد گرد کی اشیاء کا علم حاصل کرنے اور دوست دشمن سے خبردار رہنے کے لئے جن آلات کو نصب کیا گیا ہے ان کے صحیح استعمال سے علم و عقل کے بے شمار سرچشمے پھوٹتے اور دریا بہتے ہیں ان آلات میں بعض نہایت ہی قابل قدر اور بیش بہا آلے ہیں جن سے صحیح کام نہ لینا کفران نعمت ہے۔ قرآن مجید نے بار بار اور سب سے زیادہ انسانی آنکھ سے اپیل کی ہے۔ دیکھتے کیوں نہیں؟ کافروں یا ناشکر گذاروں کی آنکھوں پر پردے ہیں ان کے دل زنگ خوردہ ہیں کیا ہم نے انہیں دو آنکھیں دیکھنے کے لئے نہیں دیں؟ بار بار فرمایا گیا ہے۔ مگر آنکھوں سے دیکھنے کا یہ فعل پورا نہیں ہوتا جب تک آنکھوں کے پیچھے انسانی دماغ بھی حاضر نہ ہو۔ آنکھوں پر کسی شئے کا صرف عکس پڑتا ہے اس کے بعد اس عکس کی دماغ میں ترجمانی وہ باریک ریشہ (آپٹک نرو) کرتا ہے جو اس بصیرت کے مرکز اور آنکھ کے آلے کے درمیان ہوتا ہے مگر دیکھنے کے اس فعل کی تکمیل اس وقت ہوتی ہے جب انسان اپنے دماغ میں پیشتر سے جمع کردہ علم کی مدد سے اس شئے پر غور کرتا ہے جس قدر زیادہ اس مرئی شئے سے استخراج نتائج کر سکے گا یا اسے زیادہ اچھی طرح دیکھ سکے گا، پھر علم کی نوعیت کے اعتبار سے شاعر، طبیب، فلاسفر، سائنسدان اور صوفی اس شئے سے گوناگون لطف اٹھا سکیں گے۔ اسی لئے قرآن مجید نے آخر پر فرمایا اِنَّمَا یَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ وہ علماء جن کے دل میں خشیۃ اللہ ہوتی ہے وہ اپنے علم سے زیادہ سے زیادہ نفع حاصل کرتے ہیں اور معرفت الٰہی سے مستفیض ہوتے ہیں۔ عربی زبان میں خوف اور خشیۃ دو لفظ ہیں خوف دشمن سے ہوتا ہے مگر خشیۃ محبوب سے ہوتی ہے ایسا نہ ہو کہ محبوب ہم سے ناراض ہو جائے یا ہم سے جدا ہو جائے اس لئے وہ نہ کوئی ایسا کام کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا موجب ہو اور نہ صحیفۂ کائنات اور کلام الٰہی پر ذکر و فکر سے غافل ہوتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان سے جدا ہو جائے۔ نہ صرف ان کے دن بلکہ ان کی راتیں بھی اسی مولیٰ سے باتیں کرنے پر گذرتی ہیں یہی لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ کی معرفت اور کلام الٰہی کے معارف حاصل ہوتے ہیں۔

حقائق اشیاء سے آگاہی حاصل کرنے کے لئے سب سے پہلے ضرورت ہے بے نقص آنکھوں کی آنکھوں کے پیچھے تندرست دماغ کی اور دماغ کے اندر صحیح علم کی مگر یہاں بھی ایک کانٹا موجود ہے جسے العلم حجاب الاکبر کہا جاتا ہے۔ علم کے ساتھ جب تک خشیۃ اللہ یا اللہ کا خوف نہ ہو وہ علم نہ عالم کے لئے فائدہ مند ہو سکتا ہے اور نہ دنیا کے لئے فیض رساں، خوف فی الحقیقت دو طرح پر ہے ایک ڈر تو انسان کا وہ ہوتا ہے جس میں انسان شئے مخوف (ڈرانے والی چیز) سے ڈر کر دور بھاگتا ہے مگر خشیۃ اللہ سے مراد وہ خوف ہے جس میں تعظیم ملی ہوئی ہو یعنی اس چیز کی عزت اور محبت دل میں ہو محبوب سے ڈر اس لئے نہیں ہوتا کہ انسان اس سے دور ہو جائے بلکہ وہ اس سے اس لئے ڈرتا ہے کہ اس سے کوئی حرکت ایسی سرزد نہ ہو جائے کہ اس کا محبوب اس سے جدا ہو جائے وہ ہر وقت محتاط اور ہوشیار رہتا ہے۔

قرآن مجید نے تکمیل دین اور اپنے بندوں پر اپنی اتمام نعمت کا ذکر فرمایا تو اس سے پہلے فرمایا اَلْیَوْمَ یَئِسَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ دِیْنِکُمْ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِ ان اللہ عزیز غفور آج کافر تمہارے دین سے مایوس ہو گئے۔ دونوں کے درمیان تفریق اپنی حد کو پہنچ چکی وہ دنیا کے اور تم اپنے مولا کے محبوب ہو گئے پس ان سے جدا ہونے کا خوف نہ کرو اللہ سے جدا ہو جانے سے ڈرو۔

قرآن مجید میں فلسفہ سائنس اور اخلاقی و روحانی مضامین کو باہم سمو دیا گیا ہے

قرآن مجید میں فلسفہ ہے سائنس ہے اور اخلاقی و روحانی مضامین ہیں مگر اس کا موضوع چونکہ سائنس نہیں بلکہ اخلاقی قدروں کا اتمام اور روحانی مقامات کی تکمیل ہے تاہم ہمارے دل اور دماغ کو ایمان و یقین سے بھر دینے کیلئے اس کی آیات میں فلسفہ اور سائنس کی چاشنی بھی دے دی گئی ہے جس طرح عربی زبان بظاہر دیہاتیوں (اعراب) کی زبان ہے مگر جب اسکے اسماء پر علم کی روشنی میں غور کیا جاتا ہے تو وہ ایک فلسفیانہ زبان نظر آتی ہے جو اس امر کی دلیل ہے کہ اسکی بنا کسی بالاتر ہستی نے ڈالی ہے عربی زبان کا ایک لفظ عسل ہے جس کے معنے شہد ہیں شہد کی مکھی اپنے منہ سے شہد نکالتی ہے مگر اپنی پیٹھ کی طرف سے ڈنک مارتی ہے جسے عربی میں لسع کہتے ہیں لسع لفظ عسل کا الٹ (مقلوب) ہے یعنی ع س ل تین حروف ہیں جب سیدھے طریق پر پڑھو تو عسل ہے جب الٹے طریق پر یعنی ل س ع پڑھو تو لسع (یعنی ڈنک مارنا) ہے جس طرح سر اور دم ایک دوسرے کے خلاف اعضا ہیں اسی طرح شہد بنانا اور ڈنک مارنا ایک دوسرے کے خلاف فعل ہیں یہ تو ایک مثال ہے عربی زبان کے بیشمار الفاظ اپنے اندر یہ صفت مقلوب رکھتے ہیں جن کی تفصیل کا یہ موقع نہیں اسی طرح قرآن مجید کی آیات کو ایک لحاظ سے دیکھو تو ان میں فلسفہ اور سائنس ہے مگر دوسرے انداز سے تدبر کرو تو اخلاق اور روحانیت کا ایک دلاویز درس ہے۔

اسی آیت کو لیجئے اَلَمْ تَرَ کے بعد فرمایا اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً۔ اَلَمْ تَرَ میں ایک قسم کی تنبیہ بھی ہے دیکھتے نہیں غور نہیں کرتے ہو کہ اللہ تعالیٰ نے بادل سے پانی اتارا ہے کائنات کے ساتھ انسان کا تعلق تین طرح پر ہے ایک تعلق جذبات کا ہے ایک عقل و حکمت کا اور تیسرا نیکی کا یا روحانی اور حقیقی مسرت کا ہے۔ دنیا میں ہمارے جذبات کی سیری کے لئے اس قدر حسن کا سامان موجود ہے کہ جس کی کوئی انتہا نہیں۔ آنکھ کے لئے کتنے حسین نظارے موجود ہیں، کان کے لئے فردوس گوش کتنا وسیع ہے اور زبان کے لئے لذائذ کا دستر خوان کتنا طویل ہے وَاٰتٰىكُمْ مِّنْ كُلِّ مَا سَاَلْتُمُوْهُ اس نے سب کچھ تمہیں دیا جس کی تمہیں فی الحقیقت ضرورت تھی جذبات کی سیری کے علاوہ عقل کی لطف اندوزی کے لئے عقل و حکمت کے دریا کائنات کے ذرہ ذرہ میں نہاں ہیں، نیچرل سائنس کا طالب علم اس سے لطف اٹھاتا ہوا نہیں تھکتا ایک تیسری نگاہ سے اس نظارہ کو دیکھو تو اخلاق اور روحانیات کے بے پایاں دفتر اس میں لکھے ہوئے نظر آتے ہیں پانی بادلوں سے زمین پر برستا ہے برکھا رت اور بادلوں کی اٹھان اور ان کے برسنے کی شان کا پر کیف نظارہ کسی شاعر سے پوچھو کس قدر سحر کن اور فرحت افزا ہوتا ہے بارش کی اصل غرض درختوں پودوں اور جانداروں کو پانی پہنچانا یا زندگی عطا کرنا ہے، خداوند عالم اس پر قادر تھا کہ زمین کے نیچے نیچے پانی خفیہ طور پر درختوں کو پہنچا دیتا لیکن زمین سے پانی کو بخارات بنا کر اوپر اٹھانا اسکو بادل کی سہانی شکل عطا کرنا اور پر کیف بنانا یا اپنے حسن و احسان کی نمائش کرنا اور انسان کو آنکھ کھول کر دیکھنے کی دعوت دینا اپنے حسن و جمال اور بے پایاں احسان کو نمایاں کر کے اسکی ہستی پر دلائل پیش کرنا ہے دوسری قسم کے دلائل جن کا تعلق ہماری عقل کے ساتھ ہے وہ زمین سے بخارات کا اوپر اٹھنا پھر وہ بارد (ٹھنڈک) پا کر پانی بن جانا کاربن ڈائی آکسائیڈ کے گرد آبی بخارات کا جمع ہونا ہوا کے زور سے ہلکے پھلکے بادلوں کا بھاری اور ثقیل ہو جانا اس کا انحصار سورج کا زمین سے ایک خاص فاصلہ پر ہونے درمیان میں ایک خاص مقررہ جگہ پر کرہ زمہریر کے موجود ہونے۔ زمین کی مقررہ اور معین رفتار اور سورج کے بالمقابل اس کے تھوڑے سے انحراف فضا سے زمین پر کھینچ لانے والے درختوں پر ہے۔ ان تمام امور پر غور و فکر کر کے اور حکمت و دانائی کے بے شمار راز معلوم کر کے ایک سائنسدان اس علیم و حکیم خدا کی ہستی پر بے شمار دلائل کا سلسلہ دیکھتا ہے۔ (باقی دارد)

اخبار و افکار

اسلام اور کمیونزم

معاصر "آفاق" میں (ملک عبدالاحد) نے اسلام اور کمیونزم کی باہمی ٹکر کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ

"ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دنیا کے فکر میں یہی دو قوتیں اپنے نفوذ و اقتدار کے لئے باہم برسرپیکار رہیں اور دنیا اس پیکار کے نتیجہ کا انتظار کر رہی ہے کہ دیکھیں اس جنگ میں اسلام فتحیاب ہوتا ہے یا کمیونزم"

لیکن راقم مضمون کو اندیشہ ہے کہ:۔

"یہ مقابلہ بہت ہی غیر مساوی ہے کیونکہ کمیونزم کے پاس علم و فضل، فلسفہ و حکمت، نشر و اشاعت اور طاقت و قوت کے تمام حربے موجود ہیں جن سے وہ بڑے زور و شور کے ساتھ کام لے رہی ہے لیکن اسلام کے پاس نہ اپنے حریف جیسے ارباب علم و فضل آجکل موجود ہیں نہ ایسے فلسفی و حکیم موجود ہیں جو اسلام کو صحیح شکل میں دنیائے حاضر کے سامنے پیش کر سکیں نہ نشر و اشاعت کے اعلیٰ ذرائع حاصل ہیں اور طاقت و قوت کی بے حقیقتی تو ظاہر ہی ہے اسلام اپنے پیروؤں کی کمزوری کی وجہ سے انحطاط کی حالت میں ہے۔"

لیکن اس انحطاط کے باوجود اسلام کمیونزم سے جو پنجہ آزمائی کر رہا ہے اس کا ذکر کرتے ہوئے مضمون کے آخر میں مقالہ نگار نے یہ سوال کیا ہے کہ

"آیا اسلام اور کمیونزم کے اس مقابلے اور مسابقت میں ہماری طرف سے اسلام کو کمک بہم پہنچانے کا کوئی کام ہو رہا ہے؟

افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ ہم اس معاملے میں بالکل جامد و کاہل ہو رہے ہیں حالانکہ چاہیئے یہ تھا کہ ہمارے علماء، حکماء، فلسفی، مشاعرا و صحافی اپنی ان تمام ودیعتوں سے کام لے کر جو اللہ نے انہیں دے رکھی ہیں اس موقعہ پر اسلام کی مدد کرتے اور اسلام کی ترقی پسندانہ تعبیر کو نئے انداز میں دنیا کے سامنے پیش کرتے کہ اہل عالم ایسے کمیونزم پر ترجیح دینے پر مائل ہو جاتے۔ بلاشبہ انفرادی حیثیت سے بعض لوگوں نے ایسی کوششیں کی ہیں لیکن ابھی تک کوئی وسیع اجتماعی جد و جہد نہیں ہوئی"

ہم مقالہ نگار سے حرف بحرف متفق ہیں، لیکن وسیع اجتماعی جد و جہد کیونکر ہو سکتی ہے کیا پاکستان کے ارباب اختیار کو اپنی سیاسیات سے اتنی فرصت ہے کہ وہ اس خالص دینی کام کی طرف توجہ کر سکیں: ضرورت ہے کہ جماعت احمدیہ اس طرف خاص طور پر متوجہ ہو کہ دینی اور اعتقادی پہلو سے دنیا کے دوسرے مذاہب اور تحریکات پر اسلام کی برتری ثابت کرنا اسی جماعت کا کام ہے۔

حضرت مسیح موعود ایک خلیفہ تھے

قادیانی اخبار "الفضل" (۱۴ر فروری) میں مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے نے "خلافت کا دَور دائمی ہے یا وقتی" کے عنوان سے ایک مضمون لکھا ہے جس میں یہ بتاتے ہوئے کہ

"خلافت کا جو دَور کسی نبی کی بعثت کے بعد آتا ہے وہ دائمی نہیں ہوتا بلکہ عارضی ہوتا ہے اور اس کے بعد ملوکیت یعنے بادشاہت کا دَور شروع ہو جاتا ہے"

اس بات کو بھی واضح کیا ہے کہ:۔

"حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جس خلافت کو دائمی قرار دیا ہے اس سے وہ روحانی اور تجدیدی خلافت مراد ہے جو کسی نبی کے بعد لاتے ہوئے دین کو زندہ رکھنے اور بعد کی غلط آمیزشوں کو دُور کرنے کے لئے روحانی مصلحوں کی صورت میں وقتاً فوقتاً قائم کی جاتی ہے جیسا کہ اسلام میں ہر صدی کے سر پر مجدّدوں کی بعثت سے ظاہر ہے اور ان معنوں میں خود حضرت **مسیح موعود علیہ السلام بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک خلیفہ تھے۔**"

یہ الفاظ کسی وضاحت کے محتاج نہیں ہم میاں بشیر احمد صاحب کو مبارکباد دیتے ہیں کہ انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پوزیشن کو بالکل صحیح سمجھا ہے، حضرت مسیح موعود کا مرتبہ مجددین امت میں خواہ کتنا ہی بڑا اور بلند کیوں نہ ہو لیکن منصب کے لحاظ سے آپ اسی زمرہ میں سے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک خلیفہ ہونے کی حیثیت رکھتے تھے۔

ہمارے سکول اور اساتذہ

پنجاب کے وزیر تعلیم سردار عبدالحمید دستی نے گورنمنٹ کالج راولپنڈی کے جلسہ تقسیم انعامات میں تقریر کرتے ہوئے اس امر پر زور دیا کہ "سکول اور کالج اخلاقی اور روحانی تربیت کے ادارے ہیں اور انہیں قوم کے عام مفاد کے پیش نظر اپنی ذمہ داریاں پوری کرنی چاہئیں" آپ نے فرمایا کہ اساتذہ قوم کی عام فراست کے نگہبان ہیں اور یہ کام ان کے لئے ایک مقدس امانت کی حیثیت رکھتا ہے، قوم اپنے بچوں کو اساتذہ کے حوالے کر دیتی ہے اور بچوں کی روحانی اور اخلاقی قوت کو ترقی دے کر انہیں قوم کی عام ترقی کا سب سے بڑا ذریعہ بنانا اساتذہ ہی کا کام ہے"

کیا یہ صحیح ہے؟ کیا فی الواقعہ ہمارے تعلیمی ادارے اخلاقی اور روحانی تربیت کے ادارے کہلا سکتے ہیں؟ کیا ہمارے اساتذہ فی الحقیقت قوم کے بچوں کی روحانی اور اخلاقی قوت کو ترقی دینے کی اہلیت رکھتے ہیں؟ ایسا معلوم ہوتا ہے سردار دستی صاحب کسی پرانے زمانے کی باتیں کر رہے ہیں جب اساتذہ خود بھی اخلاق و روحانیت کے مجسمہ ہوتے تھے اور ان کے آگے زانوئے تلمذ تہ کرنے والے بھی ان سے اخلاقی و روحانی قوت حاصل کرتے تھے لیکن ۔۔ کون نہیں جانتا کہ آج ہمارے تعلیمی ادارے اس اخلاقی اور روحانی قوت کا عشر عشیر بھی اپنے اندر نہیں رکھتے بلکہ اخلاقی پستی اور کثرت جرائم الا ماشاءاللہ انہی تعلیمی اداروں کی پیداوار میں۔ اگر سردار دستی فی الواقعہ انہیں اخلاقی و روحانی تربیت کے ادارے بنانا چاہتے ہیں تو انہیں چاہیئے کہ ایسے اساتذہ پیدا کریں جو اخلاق و روحانیت اپنے اندر رکھتے ہوں اور ان میں قوم کے بچوں کی اخلاقی و روحانی قوت کو ترقی دینے کا جذبہ پایا جاتا ہو۔

اساتذہ کی ہڑتال

اسی تقریر میں سردار دستی نے اساتذہ کی ہڑتال کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ:۔

"ہڑتال کا اقدام پاکستان کے تعلیمی اداروں کے فرائض سے مناسبت نہیں رکھتا، پاکستان کی عام سوسائٹی ابھی اپنے ابتدائی دور میں ہے اس دَور کو عبوری مدت کا نہایت اہم مرحلہ تصور کرنا چاہیئے۔ اس وقت ضرورت اس امر کی ہے کہ بچوں میں اعتدال پسندی کی عادت ڈالی جائے جو صرف اساتذہ ہی کی مرہون منت ہو سکتی ہے"

سردار صاحب نے اعتراف کیا کہ

روٹی ہر شخص کی بنیادی ضرورتوں میں شامل ہے لیکن ضروریات (خواہ انفرادی ہوں یا قومی) صرف روٹی تک محدود نہیں، ہر شخص کی انفرادی زندگی پر بھی سوسائٹی کی طرف سے بہت سی ذمہ داریاں عائد ہیں ہر شخص پر یہ ذمہ داری بھی عائد ہوتی ہے کہ وہ اپنے ملک کے عوام کے تحفظ اور ان کی بہبود کے لئے مقدور بھر کوشش کرے"۔

یہ سب صحیح، لیکن غور کر کے دیکھا جائے تو انفرادی و قومی ذمہ داریوں کا بار صرف اساتذہ ہی کے کندھوں پر نہیں وہ حکام جن کے ہاتھ میں تعلیمی نظام کی باگ ڈور ہے، وہ بھی انہی ذمہ داریوں کے حامل ہیں، اور ان کا فرض ہے کہ اساتذہ کو اس قابل بنائیں کہ وہ فکر معاش سے آزاد ہو کر عزت و وقار کی زندگی بسر کر سکیں اور حکام کا سلوک انہیں اخلاقی پستی کی طرف لے جانے کے بجائے بلندی اخلاق ان کے اندر پیدا کرنے کا موجب ہو۔ اور ان کے لئے ایسا سامان بہم پہنچایا جائے کہ وہ صحیح اسلامی زندگی اپنے اندر پیدا کر سکیں، صرف یہی ایک ذریعہ ہے جس سے ہمارے اساتذہ ان انفرادی و قومی ذمہ داریوں کو نباہ سکتے ہیں جو ان پر عائد ہیں۔

اُن دوستوں کے لئے جو سلسلہ بیعت میں داخل ہیں نصیحت کی باتیں

ذیل کی بیش قیمت نصائح جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی کتاب "ازالہ اوہام" میں احباب جماعت کو جو آپ کی بیعت میں داخل ہیں آج سے اکسٹھ سال پہلے فرمائیں، آج بھی ویسی ہی قابل عمل ہیں جیسی کہ اس وقت تھیں امید ہے احباب کرام انہیں غور کی نگاہوں سے مطالعہ فرمائیں گے اور کوشش کریں گے کہ خدا کے مسیح کے یہ ارشادات ہماری زندگی کے نمایاں جزو بن جائیں۔

عزیزاں بے خلوص و صدق نکشائند راہے را
مصفا قطرہ باید کہ تا گوہر شود پیدا

اے میرے دوستو جو میرے سلسلہ بیعت میں داخل ہو خدا ہمیں اور تمہیں ان باتوں کی توفیق دے جن سے وہ راضی ہو جائے۔ آج تم تھوڑے ہو۔ اور تحقیر کی نظر سے دیکھے گئے ہو اور ایک ابتلا کا وقت تم پر ہے اسی سنت اللہ کے موافق جو قدیم سے جاری ہے ہر ایک طرف سے کوشش ہو گی کہ تم ٹھوکر کھاؤ۔ اور تم ہر طرح سے ستائے جاؤ گے۔ اور طرح طرح کی باتیں تمہیں سننی پڑیں گی۔ اور ہر ایک جو تمہیں زبان یا ہاتھ سے دکھ دے گا وہ خیال کرے گا کہ اسلام کی حمایت کر رہا ہے۔ اور کچھ آسمانی ابتلا بھی تم پر آئیں گے تا تم ہر طرح سے آزمائے جاؤ۔ سو تم اس وقت سن رکھو کہ تمہارے فتحمند اور غالب ہو جانے کی یہ راہ نہیں کہ تم اپنی خشک منطق سے کام لو یا تمسخر کے مقابل تمسخر کی باتیں کرو۔ یا گالی کے مقابل گالی دو۔ کیونکہ اگر تم نے یہی راہیں اختیار کیں تو تمہارے دل سخت ہو جائیں گے۔ اور تم میں صرف باتیں ہی باتیں ہوں گی جن سے خدا تعالیٰ نفرت کرتا ہے اور کراہت کی نظر سے دیکھتا ہے سو تم ایسا نہ کرو کہ اپنے پر دو لعنتیں جمع کر لو ایک خلقت کی اور دوسرے خدا کی بھی۔

یقیناً یاد رکھو کہ لوگوں کی لعنت اگر خدا تعالیٰ کی لعنت ساتھ نہ ہو کچھ بھی چیز نہیں اگر خدا ہمیں نابود کرنا چاہے تو ہم کسی سے نابود نہیں ہو سکتے۔ لیکن اگر وہی ہمارا دشمن ہو جائے تو کوئی ہمیں پناہ نہیں دے سکتا۔ ہم کیونکر خدا تعالیٰ کو راضی کریں۔ اور کیونکر وہ ہمارے ساتھ ہو۔ اس کا اس نے مجھے بار بار یہی جواب دیا کہ تقویٰ سے۔ سو اے میرے پیارے بھائیو کوشش کرو تا متقی بن جاؤ۔ بغیر عمل کے سب باتیں ہیچ ہیں۔ اور بغیر اخلاص کے کوئی عمل مقبول نہیں۔ سو تقویٰ یہی ہے۔ کہ ان تمام نقصانوں سے بچ کر خدا تعالیٰ کی طرف قدم اٹھاؤ اور پرہیزگاری کی باریک راہوں کی رعایت رکھو۔

سب سے اول اپنے دلوں میں انکسار اور صفائی اور اخلاص پیدا کرو اور سچ مچ دلوں کے حلیم اور سلیم اور غریب بن جاؤ کہ ہر ایک خیر اور شر کا بیج پہلے دل میں ہی پیدا ہوتا ہے۔ اگر تیرا دل شر سے خالی ہے تو تیری زبان بھی شر سے خالی ہو گی اور ایسا ہی تیری آنکھ اور تیرے سارے اعضاء۔ ہر ایک نور یا اندھیرا پہلے دل میں ہی پیدا ہوتا ہے اور پھر رفتہ رفتہ تمام بدن پر محیط ہو جاتا ہے۔ سو اپنے دلوں کو ہر دم ٹٹولتے رہو اور جیسے پان کھانے والا اپنے پانوں کو پھیرتا رہتا ہے اور ردی ٹکڑے کو کاٹتا ہے اور باہر پھینکتا ہے۔ اسی طرح تم بھی اپنے دلوں کے مخفی خیالات اور مخفی عادات اور مخفی جذبات اور مخفی ملکات کو اپنی نظر کے سامنے پھیرتے رہو اور جس خیال یا عادت یا ملکہ کو ردی پاؤ اس کو کاٹ کر باہر پھینکو ایسا نہ ہو کہ وہ تمہارے سارے دل کو ناپاک کر دیوے اور پھر تم کاٹے جاؤ۔

پھر بعد اس کے کوشش کرو اور نیز خدا تعالیٰ سے قوت اور ہمت مانگو کہ تمہارے دلوں کے پاک ارادے اور پاک خیالات اور پاک جذبات اور پاک خواہشیں تمہارے اعضاء اور تمہارے تمام قویٰ کے ذریعہ سے ظہور پذیر اور تکمیل پذیر ہوں تا تمہاری نیکیاں کمال تک پہنچیں۔ کیونکہ جو بات دل سے نکلے اور دل تک ہی محدود رہے وہ تمہیں کسی مرتبہ تک نہیں پہنچا سکے گی۔ خدا تعالیٰ کی عظمت اپنے دلوں میں بٹھاؤ اور اس کے جلال کو اپنی آنکھوں کے سامنے رکھو اور یاد رکھو کہ قرآن کریم میں پانسو کے قریب حکم ہیں۔ اور اس نے تمہارے ہر ایک عضو اور ہر ایک قوت اور ہر ایک وضع اور ہر ایک حالت اور ہر ایک عمر اور ہر ایک مرتبہ فہم اور مرتبہ فطرت اور مرتبہ سلوک اور مرتبہ انفراد اور اجتماع کے لحاظ سے ایک نورانی دعوت تمہاری کی ہے۔ سو تم اس دعوت کو شکر کے ساتھ قبول کرو۔ اور جس قدر کھانے تمہارے لئے تیار کئے گئے ہیں وہ سارے کھاؤ۔ اور سب سے فائدہ حاصل کرو۔ جو شخص ان سب حکموں میں سے ایک کو بھی ٹالتا ہے میں سچ سچ کہتا ہوں کہ وہ عدالت کے دن مواخذہ کے لائق ہو گا۔

اگر نجات چاہتے ہو تو دین العجائز اختیار کرو اور مسکینی سے قرآن کریم کا جوا اپنی گردنوں پر اٹھاؤ کہ شریر ہلاک ہو گا۔ اور سرکش جہنم میں گرایا جائے گا۔ پر جو غریبی سے گردن جھکاتا ہے۔ وہ موت سے بچ جائے گا۔ دنیا کی خوشحالی کی شرطوں سے خدا تعالیٰ کی عبادت مت کرو کہ ایسے خیال کے لئے گڑھا درپیش ہے، بلکہ تم اس لئے اس کی پرستش کرو کہ پرستش ایک حق خالق کا تم پر ہے چاہیئے پرستش ہی تمہاری زندگی ہو جائے۔ اور تمہاری نیکیوں کی فقط یہی غرض ہو۔ کہ وہ محبوب حقیقی اور محسن حقیقی راضی ہو جائے۔ کیونکہ جو اس سے کمتر خیال ہے وہ ٹھوکر کی جگہ ہے۔

خدا بڑی دولت ہے اس کے پانے کے لئے مصیبتوں کے لئے تیار ہو جاؤ۔ وہ بڑی مراد ہے۔ اس کے حاصل کرنے کے لئے جانوں کو فدا کرو۔ عزیزو!! خدا تعالیٰ کے حکموں کو بےقدری سے مت دیکھو۔ موجودہ فلسفہ کی زہر تم پر اثر نہ کرے ایک بچہ کی طرح بن کر اس کے حکموں کے نیچے چلو۔ نماز پڑھو۔ نماز پڑھو کہ وہ تمام سعادتوں کی کنجی ہے۔ اور جب تو نماز کے لئے کھڑا ہو تو ایسا نہ کر کہ گویا تو ایک رسم ادا کر رہا ہے بلکہ نماز سے پہلے جیسے ظاہری وضو کرتے ہو ایسا ہی ایک باطنی وضو بھی کرو۔ اور اعضاء کو غیر اللہ کے خیال سے دھو ڈالو۔ تب ان دونوں وضوؤں کے ساتھ کھڑے ہو جاؤ اور نماز میں بہت دعا کرو اور رونا اور گڑگڑانا اپنی عادت کر لو تا تم پر رحم کیا جائے۔

سچائی اختیار کرو سچائی اختیار کرو کہ وہ دیکھ رہا ہے کہ تمہارے دل کیسے ہیں۔ کیا انسان اس کو بھی دھوکہ دے سکتا ہے۔ کیا اس کے آگے بھی مکاریاں پیش جا سکتی ہیں نہایت بدبخت آدمی اپنے فاسقانہ افعال اس حد تک پہنچاتا ہے کہ گویا خدا نہیں تب وہ بہت جلد ہلاک کیا جاتا ہے اور خدا تعالیٰ کو اس کی کچھ پرواہ نہیں ہوتی۔

عزیزو! اس دنیا کی مجرد منطق ایک شیطان ہے۔ اور اس دنیا کا خالی فلسفہ ایک ابلیس ہے جو ایمانی نور کو نہایت درجہ گھٹا دیتا ہے۔ اور بےباکیاں پیدا کر دیتا ہے اور قریب قریب دہریت کے پہنچاتا ہے۔ سو تم اس سے اپنے تئیں بچاؤ اور ایسا دل پیدا کرو جو غریب اور مسکین ہو اور بغیر چون و چرا کے حکموں کو ماننے والے ہو جاؤ۔ جیسا کہ بچہ اپنی والدہ کی باتوں کو مانتا ہے۔

قرآن کریم کی تعلیمیں تقویٰ کے اعلیٰ درجہ تک پہنچانا چاہتی ہیں ان کی طرف کان دھرو اور ان کے موافق اپنے تئیں بناؤ۔

قرآن شریف انجیل کی طرح تمہیں صرف یہ نہیں کہتا کہ نامحرم عورتوں یا ایسوں کو جو عورتوں کی طرح محل شہوت ہو سکتے ہیں شہوت کی نظر سے مت دیکھو بلکہ اس کی کامل تعلیم کا یہ منشاء ہے کہ بغیر ضرورت نامحرم کی طرف نظر مت اٹھا نہ شہوت سے اور نہ بغیر شہوت۔ بلکہ چاہیئے کہ تو آنکھیں بند کر کے اپنے تئیں ٹھوکر سے بچاوے تا تیری دلی پاکیزگی میں کچھ فرق نہ آوے۔ سو تم اپنے مولیٰ کے اس حکم کو خوب یاد رکھو۔ اور آنکھوں کے زنا سے اپنے تئیں بچاؤ۔ اور اس ذات کے غضب سے ڈرو جس کا غضب ایک دم میں ہلاک کر سکتا ہے۔ قرآن شریف یہ بھی فرماتا ہے کہ تو اپنے کانوں کو بھی نامحرم عورتوں کے ذکر سے بچا اور ایسا ہی ہر ایک ناجائز ذکر سے۔

مجھے اس وقت اس نصیحت کی حاجت نہیں کہ تم خون نہ کرو۔ کیونکہ بجز

نہایت شریر آدمی کے کون ناحق کے خون کی طرف قدم اٹھاتا ہے۔ مگر میں کہتا ہوں کہ نا انصافی پر ضد کر کے سچائی کا خون نہ کرو۔ حق کو قبول کر لو۔ اگرچہ ایک بچہ سے۔ اور اگر مخالف کی طرف حق پاؤ تو پھر فی الفور اپنی خشک منطق کو چھوڑ دو۔ سچ پر ٹھہر جاؤ۔ اور سچی گواہی دو۔ جیسا کہ اللہ جلشانہ فرماتا ہے فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْأَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوا قَوْلَ الزُّورِ یعنی بتوں کی پلیدی سے بچو اور جھوٹ سے بھی کہ وہ بُت سے کم نہیں جو چیز قبلۂ حق سے تمہارا منہ پھیرتی ہے وہی تمہاری راہ میں بُت ہے۔ سچی گواہی دو اگرچہ تمہارے باپوں یا بھائیوں یا دوستوں پر ہو چاہیئے کہ کوئی عداوت بھی انصاف سے مانع نہ ہو۔

باہم بخل اور کینہ اور حسد اور بغض اور بے مہری چھوڑ دو اور ایک ہو جاؤ۔ قرآن شریف کے بڑے حکم دو ہی ہیں۔ ایک توحید و محبت و اطاعت باری عزاسمہ۔ دوسری ہمدردی اپنے بھائیوں اور اپنے بنی نوع کی اور ان حکموں کو اس نے تین درجہ پر منقسم کیا ہے۔ جیسا کہ استعدادیں بھی تین ہی قسم کی ہیں۔ اور وہ آیت کریمہ یہ ہے یَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَاءِ ذِي الْقُرْبَى پہلے طور پر اس آیت کے یہ معنے ہیں کہ تم اپنے خالق کے ساتھ اس کی اطاعت میں عدل کا طریق مرعی رکھو ظالم نہ بنو۔ پس جیسا کہ درحقیقت بجز اس کے کوئی بھی پرستش کے لائق نہیں، کوئی بھی محبت کے لائق نہیں کوئی بھی توکل کے لائق نہیں۔ کیونکہ بوجہ خالقیت اور قیومیت اور ربوبیت خاصہ کے ہر یک حق اسی کا ہے۔ اسی طرح تم بھی اس کے ساتھ کسی کو اس کی پرستش میں اور اس کی محبت میں اور اس کی ربوبیت میں شریک مت کرو۔ اگر تم نے اس قدر کر لیا تو یہ عدل ہے جس کی رعایت تم پر فرض تھی۔

پھر اگر اس پر ترقی کرنا چاہو تو احسان کا درجہ ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ تم اس کی عظمتوں کے ایسے قائل ہو جاؤ اور اس کے آگے اپنی پرستشوں میں ایسے متادب بن جاؤ۔ اور اس کی محبت میں ایسے کھوئے جاؤ کہ گویا تم نے اس کی عظمت اور جلال اور اس کے حسن لازوال کو دیکھ لیا ہے۔

بعد اس کے ایتاءِ ذی القربیٰ کا درجہ ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ تمہاری پرستش اور تمہاری محبت اور تمہاری فرمانبرداری سے بالکل تکلف اور تصنع دور ہو جائے۔ اور تم اس کو ایسے جگری تعلق سے یاد کرو کہ جیسے مثلاً تم اپنے باپوں کو یاد کرتے ہو۔ اور تمہاری محبت اس سے ایسی ہو جائے۔ کہ جیسے مثلاً بچہ اپنی ماں سے محبت رکھتا ہے۔

اور دوسرے طور پر جو ہمدردی بنی نوع انسان سے متعلق ہے۔ اس آیت کے یہ معنے ہیں کہ اپنے بھائیوں اور بنی نوع سے عدل کرو۔ اور اپنے حقوق سے زیادہ ان سے کچھ تعرض نہ کرو۔ اور انصاف پر قائم رہو۔

اور اگر اس درجہ سے ترقی کرنی چاہو تو اس سے آگے احسان کا درجہ ہے اور وہ یہ ہے کہ تو اپنے بھائی کی بدی کے مقابل نیکی کرے۔ اور اس کے آزار کے عوض میں تو اس کو راحت پہنچا دے اور مروت اور احسان کے طور پر دستگیری کرے۔

پھر بعد اس کے ایتاءِ ذی القربیٰ کا درجہ ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ تو جس قدر اپنے بھائی سے نیکی کرے یا جس قدر بنی نوع کی خیر خواہی بجا لائے۔ اس سے کوئی اور کسی قسم کا احسان منظور نہ ہو۔ بلکہ طبعی طور پر بغیر پیش نہاد کسی غرض کے وہ تجھ سے صادر ہو جیسی شدت قرابت کے جوش سے ایک خویش دوسرے خویش کے ساتھ نیکی کرتا ہے۔ سو یہ اخلاقی ترقی کا آخری کمال ہے۔ کہ ہمدردی خلائق میں کوئی نفسانی مطلب یا مدعا یا غرض درمیان میں نہ ہو بلکہ اخوت و قرابت انسانی کا جوش اس اعلیٰ درجہ پر نشوونما پا جائے کہ خود بخود بغیر کسی تکلف کے اور بغیر پیش نہاد رکھنے کسی قسم کی شکرگذاری یا دعا یا اور کسی قسم کی پاداش کے وہ نیکی فقط فطرتی جوش سے صادر ہو۔

عزیزو! اپنے سلسلہ کے بھائیوں سے جو میری اس کتاب میں درج ہیں باستثناء اس شخص کے کہ بعد اس کے خدا تعالیٰ اسکو رد کر دیوے خالص غور سے محبت رکھو اور جب تک کسی کو نہ دیکھو کہ وہ اس سلسلہ سے کسی مخالفانہ فعل یا قول سے باہر ہو گیا تب تک اس کو اپنا ایک عضو سمجھو لیکن جو شخص مکاری سے زندگی بسر کرتا ہے۔ اور اپنی بدعہدیوں یا کسی قسم کے جور و جفا سے اپنے کسی بھائی کو آزار پہنچاتا یا وساوس و حرکات مخالفت عہد بیعت سے باز نہیں آتا وہ اپنی بدعملی کی وجہ سے اس سلسلہ سے باہر ہے۔ اس کی پروا نہ کرو۔ چاہیئے کہ اسلام کی ساری تصویر تمہارے وجود میں نمودار ہو اور تمہاری پیشانیوں میں اثر سجود نظر آئے۔ اور خدا تعالیٰ کی بزرگی تم میں قائم ہو۔ اگر قرآن اور حدیث کے مقابل پر ایک جہان عقلی دلائل کا دیکھو تو ہرگز اس کو قبول نہ کرو۔ اور یقیناً سمجھو کہ عقل نے لغزش کھائی ہے۔ توحید پر قائم رہو۔ اور نماز کے پابند ہو جاؤ اور اپنے مولیٰ حقیقی کے حکموں کو سب سے مقدم رکھو اور اسلام کے لئے سارے دکھ اٹھاؤ۔ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ ارشادات

شیخ غلام قادر صاحب

موجودہ زمانہ کا نقشہ

عن ابی ذر قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم انی اری ما لا ترون واسمع ما لا تسمعون اطت السماء وحق لها ان تئط والذی نفسی بیدہ ما فیہا موضع اربع اصابع الا وملک واضع جبہتہ ساجداً للہ واللہ لو تعلمون ما اعلم لضحکتم قلیلاً ولبکیتم کثیراً وما تلذذتم بالنساء علی الفرشات ولخرجتم الی الصعدات تجأرون الی اللہ قال ابوذر یا لیتنی کنت شجرۃ تعضد رواہ احمد والترمذی وابن ماجۃ۔ مشکوٰۃ کتاب الرقاق باب البکاء والخوف۔

ترجمہ:- حضرت ابی ذر رض سے روایت ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے اور میں وہ سنتا ہوں جو تم نہیں سنتے پکارتا ہے آسمان اور اسے لائق ہے کہ پکارے۔ مجھے قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ آسمان میں چار انگشت جگہ ان فرشتوں سے خالی نہیں جو اللہ تعالیٰ کے حضور سر بسجود ہیں۔ اور قسم ہے اللہ تعالیٰ کی اگر تم وہ باتیں جانتے جو میں جانتا ہوں تو تھوڑا ہنستے اور بہت روتے اور تم اپنی بیویوں کے بستروں پر لذت و راحت سے نہ پڑے رہتے اور جنگلوں کی طرف اللہ تعالیٰ سے نالہ و فریاد کرتے ہوئے نکل جاتے۔ ابوذر رض نے (اس روایت کو بیان کرنے کے بعد) کہا کاش میں درخت ہوتا جو کاٹا جاتا۔

نوٹ:- یہ حدیث اہم پیشگوئیوں پر مشتمل ہے جو حضورؐ کے بعد اس امت کے ان مصائب کی طرف بھی اشارہ کرتی ہے جن کا سامنا بصورت جنگ بین المسلمین انہیں کرنا پڑا اور آخر میں تشتت و افتراق کی وجہ سے مغرب کی غلامی کا جوا اپنی گردن پر اٹھانا پڑا۔ کاش مسلمان عصر حاضر کے اس عظیم الشان آسمانی انسان یعنی مسیح موعودؑ کی آواز گوش ہوش سے سن کر اس کی پیروی کرتے جو عین وقت مقررہ پر نصرت الٰہی کے حکم اقوام عالم کی مشکل کشائی کے لئے بھیجا گیا تو موجودہ زمانہ کے دینی و دنیاوی مصائب سے وہ بہت حد تک بچ جاتے۔

(۱) ضرورت است کہ روزِ چنیں امام آید
کہ خلق جاہل و بیدین و مردہ سا باشد

(۲) اگرچہ تیغ ندارد مگر بہ تیغ دلیل
ہے دروصف تو میگو ناسزا باشد

(۳) رسید مژدہ ز غیبم کہ من ہماں مردم
کہ او مجدد این دین و رہنما باشد

(۴) لا سے بابنہ بر سعید خواہد بود
ندائے تیغ نمایاں بنام ما باشد

حکومت اور نبوت کی نعماء اور حضرت موسیٰ کی حفاظت و تربیت کا معجزہ

قرآن کے دیئے ہوئے اصولوں پر چلنے سے حکومت میں برکت ہو سکتی ہے

خطبہ جمعہ حضرت امیر قوم مولانا صدرالدین صاحب ایدہ اللہ مورخہ ۱۵ فروری ۱۹۵۲ء بمقام احمدیہ بلڈنگس لاہور

ان فرعون علا فی الارض وجعل اھلھا شیعا ..... فرددنٰه الی امه کی تقر عینھا ولا تحزن ولتعلم ان وعد اللہ حق ولکن اکثرھم لا یعلمون (القصص رکوع ۱)

دو بڑی نعمتیں

قرآن نے دو بڑی نعمتوں کا ذکر کیا ہے سب سے بڑی نعمت نبوت ہے جس کے ذریعہ انسان خدا سے ہدایت کے رستے پاتا، اس کے احکام کی فرمانبرداری کرتا، اور اس کی مخلوق کی خدمت کے قابل ہوتا ہے۔ یہ نعمت بغیر وحی الٰہی کے نہیں ملتی، خدا کی طرف سے اس کے راستباز بندوں پر وحی آتی ہے جس میں ہدایت کی راہیں بتائی جاتی ہیں۔

دوسری نعمت حکومت ہے جس قوم کی حکومت نہ ہو اور وہ دوسرے کی غلامی میں زندگی بسر کرتی ہو وہ قوم پست ہو جاتی ہے، اس کے خیالات میں پستی آجاتی ہے اور اعلیٰ اخلاق اس میں باقی نہیں رہتے۔

بادشاہت کا طریق

ان دونوں کو قرآن مجید نے نعمت قرار دیا ہے اذکروا نعمة اللہ علیکم اذ جعل فیکم انبیاء وجعلکم ملوکا۔ اس دوسری نعمت (بادشاہت) کے متعلق قرآن کریم نے کچھ قواعد بتلائے ہیں کہ کس طرح نفسانی خواہشات سے بلند ہو کر حکومت کرنی چاہیئے، اور بادشاہت کے حقوق کو دیانت و امانت سے ادا کرنا چاہیئے ان اللہ یامرکم ان تؤدوا الامانات الی اھلھا جن لوگوں کی استعداد حکومت کرنے کی ہے، انہیں مسند حکومت پر بٹھاؤ اور وہ ان حقوق کو جو ان پر عاید کئے گئے ہیں دیانت و امانت کے ساتھ ادا کریں۔

بڑوں اور چھوٹوں کے حقوق

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے مسند خلافت پر بیٹھ کر دو بے نظیر فقرات کہے۔ فرمایا اگر تم میں سے کوئی بڑا آدمی دوسرے کا حق چھین لے تو میں اسکو نہایت کمزور ثابت کر دوں گا اور اس کی بڑائی کو ختم کر دوں گا، یہ وہ بات ہے جو بڑے بڑے بادشاہوں کو میسر نہیں آتی ایک بادشاہ بڑے آدمیوں کا لحاظ کرتا ہے اور ان کی ہر جائز و ناجائز بات کی تائید و حمایت کرتا ہے۔ اسے ڈر ہوتا ہے کہ اگر اس کی مخالفت کی تو وہ سازش کر کے اسے مروا دے گا۔ دوسرا جملہ جو آپ نے فرمایا وہ یہ تھا کہ اگر کسی کمزور آدمی کے حقوق چلے گئے ہیں تو میں اسے مضبوط کر کے دکھاؤں گا۔ اس کے حقوق اسے دلاؤں گا اور اس کی کمزوری کو دور کر دوں گا، یہ ہے اسلامی حکومت، بڑے کو ظلم سے روکنا اور چھوٹے کو اوپر اٹھانا۔ اسلام نے بڑے آدمیوں کو چھوٹوں کی عزت کرنا سکھایا ہے۔ نبی کریمؐ نے فرمایا انزلوا الناس منازلھم یہ سعد آ رہے ہیں ان کی تعظیم کے لئے اٹھو۔ اس کے ساتھ ہی چھوٹوں کو اونچا کر کے دکھایا۔

چھوٹوں کے ساتھ نبی کریم صلعم کا سلوک

فتح مکہ کے دن ایک غلام کے بچے (اسامہ بن زید) کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ساتھ اونٹ پر بٹھایا تاکہ معلوم ہو کہ اسلام چھوٹے اور بڑے میں تفریق نہیں کرتا۔ کوئی جرنیل یا بادشاہ ایسے وقت میں کسی چھوٹے آدمی کو قریب بیٹھنے نہ دیتا وہ اس میں اپنی ہتک سمجھتا ہے، لیکن آپ نے غریب اور ادنےٰ کو اوپر اٹھانا موجب عزت قرار دیا، آپ کے چچا ابوطالب نے آپ کی پرورش اور حمایت کا پورا حق ادا کیا جب تک زندہ رہے آپ کی حمایت اور نصرت پورے طور پر کی، لیکن وہ مسلمان نہیں ہوئے۔ فتح مکہ کے دن حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے گھر گئے، چچا کی بیٹی ام ہانی ایک غریب عورت ہے کا قرضہ، آپ مکہ کے حاکم اور فاتح ہیں، اگر چاہتے تو ام ہانی کو اپنے پاس بلا سکتے تھے، ایک غریب کو بادشاہ بلا بھیجے اس کی بڑی عزت ہوتی ہے لیکن آپ خود چل کر اس کے ہاں جاتے ہیں، کتنا بڑا نمونہ ہے صلہ رحمی کا جو سبق آپ نے اپنے عمل سے دیا اس کی نظیر ملنی مشکل ہے۔ آپ نے تلقین بھی فرمائی کہ صلہ رحمی کرو، اور عمل میں بھی کر کے دکھایا، ام ہانی کے ہاں گئے تو فرمایا کچھ کھانے کو ہے؟ بڑے آدمیوں کو چھوٹے آدمیوں کی طرف سے دعوت بھی دی جائے تو نہیں کھاتے، بہانہ کر لیتے ہیں کہ ہم تو پرہیزی کھانا کھاتے ہیں، لیکن آپ تو ایک غریب رشتہ دار عورت کے ہاں جاتے اور کھانا طلب کرتے ہیں وہ کہتی ہے کھانے کو تو کچھ نہیں خشک روٹی ہے، فرماتے ہیں وہی لے آؤ، اور اسے پانی میں بھگو کر کھاتے ہیں۔ وہ کہتی ہے مجھے یاد آیا کچھ سرکہ موجود ہے، فرمایا تو پھر سرکہ تو بہترین سالن ہے نعم الادام الخل اور اسی کے ساتھ روٹی کھا لیتے ہیں، کتنی عزت دی ہے ایک غریب عورت کو۔ پھر جب دربار لگتا ہے ام ہانی آتی ہیں اور کہتی ہیں میں نے دو آدمیوں کو پناہ دی ہے، لیکن میرا بھائی علیؓ درازہ توڑتا ہے کہیں ان کو قتل کر دے گا، آپ نے فرمایا اجرنا من اجرت، اے ام ہانی جس کو تو نے پناہ دی ہے ہم بھی اسے پناہ دیتے ہیں۔

عام بادشاہ

یہ ہے اسلامی حکومت کا نمونہ بڑے اور چھوٹے میں عدل و انصاف کی تعلیم دی ہے فرمایا قوموا قوامین بالقسط شدت کے ساتھ انصاف کرو جس سے بڑوں اور چھوٹوں کو معلوم ہو جائے کہ یہاں انصاف ہے عام طور پر بادشاہتوں میں انصاف کم ہوتا ہے ایک دوسرے کے خلاف پراپیگنڈے ہوتے، ایک کو کمزور دوسرے کو مضبوط کیا جاتا ہے جہاں قرآن کریم نے حکومت کرنے کے اعلیٰ درجہ کے طریق تلقین فرمائے وہاں پر غلط طریق حکومت سے بھی آگاہ کیا ہے۔ چنانچہ فرمایا ان الملوک اذا دخلوا قریة جعلوا اعزة اھلھا اذلة، بادشاہ جب کسی ملک کو فتح کرتے ہیں تو اس کے باعزت لوگوں کو ذلیل کر دیتے ہیں۔

فرعون کا غلط طریق حکومت

یہاں اس رکوع میں فرعون کا ذکر ہے، فرمایا ان فرعون علا فی الارض وجعل اھلھا شیعا یستضعف طائفة منھم یذبح ابناءھم ویستحیی نساءھم انه کان من المفسدین۔ فرعون نے ملک میں سرکشی اختیار کی اور وہاں کے رہنے والوں کو کئی ٹکڑے کر دیا ان میں سے ایک گروہ کو کمزور کرتا جاتا تھا ان کے بیٹوں کو مار دیتا اور ان کی عورتوں کو زندہ رکھتا تھا، وہ فساد کرنے والوں میں سے تھا۔ اس آیت کے متعلق علامہ زمخشری لکھتے ہیں یشیعونه علی ما یرید ویطیعونه لا یملک احد ان یلوی عنقه۔ جو وہ چاہتا اس کا پروپاگنڈا کرتے اور اس کی اطاعت کرتے تھے اور کسی کی طاقت نہ تھی کہ اس کے احکام سے گردن موڑے۔

کمزوروں پر اللہ تعالےٰ کا احسان

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے ونرید ان نمن علی الذین استضعفوا فی الارض ونجعلھم ائمة ونجعلھم الوارثین۔ ایک طرف فرعون ہے جو نمونہ ہے دنیا کے بدترین بادشاہوں کا دوسری طرف اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ ہمارا ارادہ ہے کہ ہم کمزوروں پر احسان کریں اور انہیں سردار بنا دیں اور انہیں کو وارث کر دیں، یہ خدا کی طرف سے بڑی تسلی ہے غریبوں کو۔

کاہنوں کی پیشگوئی اور حضرت موسیٰ کی پیدائش

کاہنوں نے فرعون کو کہہ رکھا تھا کہ بنی اسرائیل کی قوم میں سے ایک شخص پیدا ہوگا جو تمہاری سلطنت کو تباہ کر دیگا اس لئے اس نے حکم دے رکھا تھا کہ جو لڑکا بنی اسرائیل میں پیدا ہو اسے مار دیا جائے۔ موسیٰ کی ماں کے ہاں جب یہ بچہ پیدا ہوا تو وہ بیقرار ہوگئیں کہ اب حکام کو پتہ لگ جائیگا اور وہ اسکو قتل کر دیں گے۔

موسیٰ کی ماں کو وحی

اس بے قراری کے عالم میں، اللہ تعالیٰ نے انہیں وحی کی واوحینا الیٰ ام موسیٰ ان ارضعیہ فاذا خفت علیہ فالقیہ فی الیم۔ ہم نے موسیٰ کی ماں کو وحی کی کہ اس بچہ کو دودھ پلاؤ۔ پھر جب اس کے متعلق پتہ لگ جانے اور خوف ہو کہ اسے قتل کر دیں گے تو اسے دریا میں پھینک دو، ولا تخافی اور اس کے غرق ہونے کا خوف نہ کرنا ولا تحزنی اور اس کی جدائی کے باعث حزن بھی نہ کرنا انا رادوہ الیک ہم اسے تمہارے پاس واپس بھیجدیں گے، وجاعلوہ من المرسلین اور ہم اسے رسول بنائیں گے۔

قرآن کریم کا بلیغ کلام

اس آیت میں دو حکم ہیں، دو نہی ہیں اور دو مستقبل کی خبریں ہیں اسمعی شاعر اس آیت کو پڑھکر پھڑک اُٹھا کہ ایسا بلیغ کلام کبھی نہیں سنا۔ ایک ہی چھوٹی سی آیت میں دو حکم بھی دیئے دو باتوں سے منع بھی کیا اور آئندہ کی دو خبریں بھی دیں۔

ایک تصویر میں قرآن کی تصدیق

ام موسیٰ نے اس پر عمل کیا۔ میں نے یورپ میں اس کی تصویر دیکھی ہے کہ دریا میں بچہ بہتا جا رہا ہے، فرعون کے محل کا پچھواڑہ ہے اور فرعون کی لڑکی دریا میں نہانے کے لئے آتی ہے اور بچے کو تابوت میں بہتا ہوا دیکھتی ہے اور حکم دیتی ہے کہ اس تابوت کو باہر نکال لاؤ۔ اسے سمندر سے اچک لینے میں یہاں لکھا ہے فالتقطہ اٰل فرعون تاریخ نے اس لفظ کی تصدیق کر دی۔

ایک بڑا معجزہ

اور یہ ایک بہت بڑا معجزہ خدا نے دکھایا کہ دشمن کی حفاظت میں لے دے دیا۔ وقالت امرات فرعون قرت عین لی ولک لا تقتلوہ۔ فرعون کی بیوی نے کہا خبردار کوئی اسکو قتل نہ کرے یہ میری اور تیری آنکھوں کی ٹھنڈک کا موجب ہوگا اس بچہ کی خوبصورتی کو دیکھکر اس کے دل میں محبت پیدا ہوگئی۔ ایک ماں بے قرار کہ بچہ قتل ہو جائے گا اور فرعون کی بیوی بیقرار کہ بچے کو قتل نہ کرنے دیا جائیگا۔ ایک ماں ادھر ایک ادھر ماں بن گئی، پھر فرمایا واصبح فؤاد ام موسیٰ فرغا موسیٰ کی ماں کا دل بیقرار ہوگیا ان کادت لتبدی بہ لولا ان ربطنا علیٰ قلبہا لتکون من المومنین قریب تھا کہ وہ بات کو ظاہر کر دیتی اگر ہم اس کے دل کو مضبوط نہ کر دیتے وقالت لاختہ قصیہ اسی غم میں اپنی بیٹی سے اس نے کہا اس کے پیچھے پیچھے جا فبصرت بہ عن جنب وہم لا یشعرون۔ وہ دور سے دیکھتی ہے، محل کے ارد گرد پھرتی ہے اور انہیں پتہ نہیں لگتا، وحرمنا علیہ المراضع من قبل۔ اب وہ کسی عورت کا دودھ نہیں پیتا۔ بڑی بڑی بیگمات، وزراء اور امراء کی عورتیں جن کے ہاں دودھ پینے والے بچے تھے، آتی ہیں اور اسے دودھ پلانے کی کوشش کرتی ہیں، لیکن وہ کسی کا دودھ نہیں پیتا۔ اس سے بڑی پریشانی پھیل گئی۔ فقالت ھل ادلکم علیٰ اھل بیت یکفلونہ لکم اس لڑکی نے کہا میں ایک ایسی عورت کا پتہ بتاتی ہوں، جو اس کی کفالت کرے، اسکو دودھ پلائے اس کی بات سن کر وہ خوش ہوگئے، اور کہا لے آؤ، وہ ماں کو لے آئی اور بچہ نے دودھ پی لیا فرددنہ الیٰ امہ ہم نے اسے اپنی ماں کی طرف لوٹا دیا کی تقر عینہا ولا تحزن ولتعلم ان وعد اللہ حق ولکن اکثرہم لا یعلمون۔ ماں کی بیقراری دور ہوگئی، اس کی آنکھیں ٹھنڈی ہوگئیں اور غم جاتا رہا، اور اسکو معلوم ہوگیا کہ اللہ کا وعدہ سچا تھا۔

دشمن کی حفاظت میں

کتنا بڑا معجزہ ہے، دشمن کے ہاتھ میں دے کر اسکی حفاظت کا سامان کر دیا۔ اور ماں کی طرف واپس لوٹا دیا۔ اب وہی بچہ جس کے لئے ماں بیقرار تھی آرام کے ساتھ محلات میں پرورش پانے لگا۔ ولما بلغ اشدہ واستویٰ جب اس محل میں وہ جوانی کو پہنچ گیا۔ اور کمال حاصل کر لیا اٰتینٰہ حکما وعلما ہم نے اسے فہم اور علم عطا کیا۔

قبطی کی موت اور حضرت موسیٰ کی دُعا

ودخل المدینۃ علیٰ حین غفلۃ من اھلہا فوجد فیہا رجلین یقتتلٰن ایک دن شہر میں جاتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ دو آدمی لڑ رہے ہیں ھذا من شیعتہ وھذا من عدوہ ایک ان کی قوم کا ہے اور دوسرا ان کا دشمن قبطی ہے۔ فاستغاثہ الذی من شیعتہ علی الذی من عدوہ ان کی قوم کے آدمی نے اپنے دشمن کے خلاف فریاد کی فوکزہ موسیٰ فقضیٰ علیہ موسیٰ نے قبطی کو مُکا مارا اور اسکو مار ڈالا قال رب انی ظلمت نفسی فاغفرلی فغفر لہ ھو الغفور الرحیم دعا کی اے میرے رب میں نے اپنی جان پر ظلم کیا پس مجھے معاف فرما۔ اللہ نے معاف کر دیا وہ غفور الرحیم ہے قال رب بما انعمت علیّ فلن اکون ظہیرا للمجرمین کہا اللہ میاں ایک طرف فرعون ہے جس کے مجھ پر احسان ہیں اس کے محل میں پرورش پائی، اور دوسری طرف میرے اوپر تیرا احسان ہے کہ مجھے صحیح فطرت عطا فرمائی ہے میں تیرے انعام کو سامنے رکھوں تو کسی صورت میں فرعون کی ظالم حکومت کا پرزہ نہیں بن سکتا مجھے توفیق دے کہ میں ان مجرمین کی مدد نہ کرسکوں اور فرعون کا احسان حقیقت میں تیرا ہی احسان ہے اس لئے اس کا احسان یا اس کا ڈر صحیح اقدام سے نہیں روک سکتے اور نہ ہی وہ مجھے اپنا مددگار بنا سکتے ہیں

حضرت موسیٰ کی ہجرت

وجاء رجل من اقصی المدینۃ یسعیٰ ایک شخص دوڑا ہوا شہر سے آیا قال یموسیٰ ان الملا یأتمرون بک لیقتلوک فاخرج اس نے کہا اے موسیٰ بڑے بڑے لوگ تیرے قتل کے لئے مشورہ کر رہے ہیں تو یہاں سے نکل جا، فخرج منہا خائفا یترقب وہ ڈرتے ہوئے وہاں سے نکل کھڑے ہوئے قال رب نجنی من القوم الظلمین۔ دعا کی اے میرے رب مجھے ظالموں کی قوم سے نجات دے۔

مدین میں دو عورتوں کی امداد

ولما ورد ماء مدین وجد علیہ امۃ من الناس یسقون جب مدین کے پانی پر پہنچے تو وہاں کچھ لوگوں کو مویشیوں کو پانی پلاتے ہوئے پایا ووجد من دونہم امراتین تذودٰن اور دو عورتیں ہیں جو اپنے جانوروں کو روکتی ہیں وہ پانی پینے کے لئے آگے بڑھتے ہیں اور وہ انہیں روک رہی ہیں قال ما خطبکما موسیٰ نے ان سے پوچھا تم کیوں ان کو روکتی ہو قالتا لا نسقی حتیٰ یصدر الرعاء وابونا شیخ کبیر ان عورتوں نے کہا ہم چونکہ کمزور ہیں اپنے جانوروں کو پانی نہیں پلا سکتیں اور جب تک وہ چرواہے اپنے جانوروں کو نہ لے جائیں، ایسا نہ ہو، کہ کوئی ہنگامہ کھڑا ہو جائے، اس لئے ان کو روکے ہوئے ہیں، اور ہمارا آدمی کوئی نہیں جو یہ کام کرے باپ ہے تو بالکل بڈھا ہے۔ فسقیٰ لہما یہ جو شہزادہ ہے۔ اتنا ناز و نعمت کا پلا ہوا، اس کا دل پگھل جاتا ہے کہتا ہے ٹھہرو ہم ان کو پانی پلاتے ہیں چنانچہ کنوئیں سے پانی کھینچ کھینچ کر ان کی خاطر ان کے مویشیوں کو پانی پلانے میں مشغول ہوگئے۔ نبی کا دل محتاج کی مدد کے لئے تڑپتا ہے اور وہ اس کی مدد کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ لیکن انسان سے تھکان لاحق بھی ہوتی ہے، پانی پلا کر تھک گئے۔ ثم تولیٰ الی الظل دھوپ سے تنگ آکر اور تھک جانے کے باعث درخت کے سایہ کے نیچے آرام کرنے کو آبیٹھے فقال رب انی لما انزلت الیّ من خیر فقیر اے اللہ فرعون کے محل میں رہنا تو خدا جانے مجھ کو زیر اثر کیا کچھ کر بیٹھتا۔ اس لئے یہ سایہ محل سے بہتر ہے یہ تیرا انعام ہے۔ میں تیرے انعام کا محتاج ہوں۔

غلط ترجمہ

اس آیت کا ترجمہ بعض مفسرین نے بڑا غلط کیا ہے۔ ہمارے مفسرین نے قرآن کی بڑی بڑی خدمت کی ہے۔ لیکن بعض ایسے بھی ہیں جن کا ذہن ایک غلط بات کی طرف چلا گیا ہے انہوں نے یہ سمجھا ہے کہ یہ جملہ حضرت موسیٰ نے لڑکیوں کے سُنانے کے لئے کہا، نہیں سُنا دیا کہ میں بڑا محتاج ہوں تاکہ وہ کھانا دیں۔ غرض حضرت موسیٰ نے ایک طرف ایک مظلوم کی حمایت کا موقعہ آیا تو پوری جرأت ایمانی کا ثبوت دیا جس کی حکومت کے زیر اثر تھا اس کی پرواہ نہ کی اور تکلیف و عواقب کو دھیان میں نہ لائے اور یہاں بیکس عورتوں کی مدد کا سوال پیدا ہوا تو شاہزادہ خود اپنے ہاتھوں سے خدمت میں لگ گیا اور اسی کو نعمت خیال کیا اور ذلت نہیں قرار دیا۔

قرآن کے اصولوں پر چلو

غرض یہ وہ تربیت ہے جو حضرت موسیٰ کو دی گئی قرآن کریم جس قسم کی حکومت سکھاتا ہے اس کیلئے ایسی ہی تربیت درکار ہے، حکومت ایسی ہونی چاہیئے جس سے دلوں میں سکون پیدا ہو، اگر یہ نہ ہو تو ...

۱۹۴۷ء کے فسادات کا ذمہ دار کون ہے؟

از عباد اللہ صاحب گیانی ——— بسلسلہ اشاعت گذشتہ

الغرض ۱۹۴۷ء کے فسادات میں جو کچھ ہوا اس کا آغاز مسلمانوں نے نہیں کیا۔ مسلمانوں کے سامنے کسی قوم کو تباہ و غارت کرنے کا سوال نہ تھا۔ بلکہ مسلمانوں کو ہندوؤں کی غلامی سے بچانے کی تجاویز تھیں۔ اور یہ سکھ لیڈروں کو بھی مسلّم ہے۔ ماسٹر تارا سنگھ اور دوسرے سکھ دوان اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ پنجاب میں کشت و خون کی ابتداء جناب ماسٹر صاحب کے کرپان لہرا کر پنجاب اسمبلی کے دروازہ پر "پاکستان مردہ باد" کے بازاری نعروں سے ہوئی۔ چنانچہ دہلی کے ایک معزز اخبار نویس سردار دیوان سنگھ صاحب مفتون تحریر فرماتے ہیں:۔

"اکالیوں کے لیڈر ماسٹر تارا سنگھ نے تقسیم پنجاب سے قبل لاہور اسمبلی کے دروازہ پر میان سے تلوار نکال کر ڈائرکٹ ایکشن کی دھمکی دی اور للکار کر کہا کہ پنجاب میں ایک بھی مسلمان نہ رہنے دیا جائے گا۔ مگر اس ڈائریکٹ ایکشن کا نتیجہ یہ ہوا کہ پنجاب کی زمین خون سے رنگی گئی"

۔ اخبار ریاست۔ دہلی ستمبر ۱۹۴۸ء

ماسٹر صاحب موصوف کا اپنا بیان ہے:۔

"۲ مارچ کی رات کو سر خضر حیات نے گورنر صاحب کو استعفےٰ لکھ کر بھیجدیا۔ ۳ مارچ پنجاب اسمبلی کے پنتھک ٹکٹ پر کامیاب سکھ ممبروں کی میٹنگ سردار سورن سنگھ وزیر کی کوٹھی پر ہوئی ....

سکھ ممبروں نے فیصلہ کیا کہ مسلم لیگ کی وزارت بننے میں روک پیدا کی جائے۔ یہ فیصلہ کر کے ہم تمام پنجاب اسمبلی ہال میں آ گئے۔ وہاں کچھ سکھ ممبر تھے۔ اور ایک میں تھا۔ فیصلہ اتفاق رائے سے ہوا کہ مسلم لیگ کی حکومت کی مخالفت کی جائے۔ میں نے کہا کہ اب ہی مخالفت شروع کر دی جائے .... زیادہ غور و فکر کئے بغیر میں نے سب سے کہا کہ اٹھو کر باہر چلیں۔ سب ممبر کھڑے ہو گئے میں نے وہیں اندر سے پاکستان مردہ باد کے نعرے لگانے شروع کر دیئے ...... ہم یہ نعرے لگاتے ہوئے باہر میدان میں آ گئے .... اسوقت **میرے ہاتھ میں کرپان تھی** شہر میں سکھوں اور ہندوؤں میں جوش پھیل گیا اور یہ مشہور ہو گیا کہ ماسٹر تارا سنگھ نے مسلم لیگ کا جھنڈا کرپان نکال کر کاٹ دیا ہے ....

پس پھر کیا تھا۔ تمام پنجاب میں ہراس و اشتعال پھیل گیا۔ اور ہندوؤں، سکھوں اور مسلمانوں کی ٹھن گئی۔ لاہور اور امرتسر شہروں میں ایک دوسرے پر قاتلانہ حملے شروع ہو گئے"

(ترجمہ از سنت سپاہی ستمبر ۱۹۵۰ء)

سردار جنگ بہادر سنگھ اور دوسرے لوگ خود ہی غور فرمائیں کہ ماسٹر تارا سنگھ جیسے ذمہ دار لیڈر کا "پاکستان مردہ باد" کے بازاری نعرے لگانا سکھ مسلم اتحاد پیدا کرنے کا موجب بن سکتا تھا یا سکھ مسلم فساد کو دعوت دینے کے مترادف تھا۔ ماسٹر صاحب کو خود ہی اس بات کا اقرار ہے کہ میرے ان نعروں کے بعد پنجاب میں اشتعال پھیل گیا۔ اور سب سے پہلے سکھ اور ہندو ہی مشتعل ہوئے۔ چنانچہ سردار جنگ بہادر سنگھ صاحب نے خود بھی لکھا ہے کہ:۔

"ایک اور سوال کے جواب میں چوہدری محمد حسین نے کہا کہ ایک اور میٹنگ ماسٹر تارا سنگھ کے لیگی جھنڈا پھاڑنے کے بعد ممدوٹ ولا میں ہوئی۔ اس خفیہ میٹنگ میں خان ممدوٹ نے رانا نصر اللہ خان کو ہدایت کی کہ وہ اپنے بھائی رانا ظفر اللہ خان کی مدد سے سر لوہے کے خود آہنی واسکٹیں خرید کرے ....

خان ممدوٹ نے سات ہزار فولادی خود (ٹوپیاں) براہ راست فوجی اسٹور سے بھی خرید کی تھیں"

(ترجمہ از دہلی سماچار دہلی ۱۰ ستمبر ۱۹۵۱ء)

اس سے پتہ چلتا ہے کہ مسلم لیگ کے لیڈروں نے جو کچھ کیا وہ محض دفاعی رنگ میں تھا۔ لوہے کے خود یا ٹوپیاں وغیرہ کا خرید کرنا سکھوں کے حملوں سے مسلمانوں کو بچانے کے لئے ہی تھا۔ ماسٹر تارا سنگھ جن دنوں پاکستان مردہ باد کے بازاری نعروں میں معروف تھے۔ اور مسلمانوں کو پنجاب سے نکال دینے کی دھمکیاں دے رہے تھے مسلم لیگ ان دنوں بھی مجھوتہ کی خواہشمند تھی۔ اس مقصد کے لئے مسلم لیگ پنجاب کی وزارت کو مسلمانوں اور غیر مسلموں میں مساوی تقسیم کرنے پر بھی رضامند تھی۔ چنانچہ ماسٹر صاحب کا اپنا ہی ارشاد ہے:۔

"مسلم لیگ کی طرف سے کئی قسم کے مجھوتہ کے پیغام آئے۔ مگر ہم کس طرح مسلم اکثریت کی حکومت تسلیم کر لیتے؟ ہمیں یہ بھی کہا گیا کہ چار وزیر مسلمان ہوں۔ تین سکھ اور ایک ہندو۔ اور یہ ہندو بھی جاٹ ہو .... میں تو اس بات کے ہی خلاف تھا کہ مسلم لیگ کا قبضہ پنجاب پر ہو جائے"

(ترجمہ از سنت سپاہی ستمبر ۱۹۵۰ء)

پس یہ بات بالکل غلط اور بے بنیاد ہے کہ مسلم لیگ یا مسلمانوں نے پنجاب کے فسادات میں ابتداء کی ہے۔ مسلم لیگ تو آخر دم تک سمجھوتہ اور صلح کی خواہشمند رہی ہے۔ مسلمانوں کا ہرگز ہرگز یہ منشاء نہ تھا کہ پاکستان سے غیر مسلم اقلیتوں کو نکال دیا جائے سردار گوربخش سنگھ صاحب بی ایس سی ...... نے لکھا ہے کہ:۔

"۱۹۳۵ء میں خالص ہندو راشٹریہ کے جواب میں پاکستان کا نعرہ بلند کیا گیا۔ لیکن پاکستان سے غیر مسلم آبادی کو ختم کرنا ...... شامل نہ تھا۔ راشٹریہ سنگھ میں غیر ہندو آبادی کا خاتمہ اعلانیہ شامل تھا"

(ترجمہ از پریت لڑی مئی ۱۹۴۸ء)

ماسٹر تارا سنگھ نے خود بھی اپنے رسالہ سنت سپاہی میں ایک مرتبہ شائع کیا تھا کہ:۔

"پنجاب کی تقسیم ہوئی تو ہمارے بڑے بڑے دوست آنسو بہا رہے تھے کہ سکھ دو ملکوں میں تقسیم ہو گئے۔ اب ان کا کیا ہوگا؟ مگر ان دوستوں کو سکھ قوم کی خودداری کا علم نہ تھا۔ وہ یہ نہ سمجھ سکے کہ سکھ مسلمان کی رعیت بن کر نہیں رہیں گے۔ اور انہوں نے دنیا کے تختہ پر بے مثال قربانی اور ہمت کر کے اپنی قوم کو مسلمانوں کی غلامی سے بچا لیا اور اپنی جائیدادیں چھوڑیں۔ لاکھوں جانیں قربان کیں۔ کس لئے؟ **اگر ہم مسلم لیگی در شن سکھوں کی بات مان لیتے تو مسلم لیگ سے تعاون کر کے پاکستان میں رہ سکتے تھے۔ مگر ہماری غیرت نے یہ قبول نہ کیا** ...... یہ قربانیاں ہم نے اس لئے نہیں کیں کہ ہم کسی حکومت وقت کی اطاعت کر کے رہ سکیں۔ یہ ہماری آتما کا اصول نہیں"

(ترجمہ از سنت سپاہی جولائی ۱۹۴۸ء)

ان حوالہ جات سے ظاہر ہے کہ مسلم لیگ کے پروگرام میں ہرگز ہرگز یہ بات شامل نہ تھی کہ پاکستان کے غیر مسلموں کو پاکستان سے نکال دیا جائے۔ بلکہ سکھوں نے خود ہی ایسے حالات پیدا کر دیئے کہ جس سے انہیں یہاں سے جانا پڑا اور اس کا اقرار خود سکھ بھی کر رہے ہیں کہ ہم نے خود ہی پاکستان کو چھوڑا ہے۔ اگر ہم وہاں رہنا چاہتے تو رہ سکتے تھے۔

ہندوؤں نے ان فسادات میں سکھوں کا ساتھ دیا۔ کیونکہ سکھوں کی ٹکر مسلم مفاد سے تھی۔ اچھوتوں کو زبردستی اپنے ساتھ ملا کر جمہوریت کے نام پر ہندوستان پر قبضہ جمانے کے خواہشمند ہندو سیاستدان مسلمانوں کی محض اس لئے مخالفت کر رہے تھے کہ کسی نہ کسی طرح مسلم اکثریت کے صوبوں کی مسلم اکثریت بے اثر بنا دی جائے۔ اور ان صوبوں کے اقتدار کی باگ ڈور بھی ان کے ہاتھ میں رہے۔ ماسٹر صاحب خود فرماتے ہیں:۔

"تمام ہندو ہم سے اس مطالبہ میں شامل تھے کہ پنجاب میں کسی ایک قوم کی اکثریت نہ ہو۔ اس وقت اس مطالبہ میں ہندوؤں اور سکھوں دونوں کا فائدہ تھا"

(ترجمہ از ورتمان سکھ راج نیتی ص ۳۸)

ناظرین غور فرمادیں کہ جب ہندوؤں کو یہ حق حاصل تھا کہ وہ جمہوریت کے نام پر اچھوتوں کو اپنے ساتھ شامل کر کے ہندوستان پر قبضہ جمالیں اور اکثریت میں ہو جانے کی وجہ سے اپنے حسب پسند حکومت قائم کر لیں۔ تو پھر اس اصول کی بناء پر مسلم اکثریت کے صوبوں میں مسلمانوں کا اقتدار کیوں قائم نہ ہو۔ پنجاب کے لئے تو تمام ہندو اور سکھ یہ چاہتے تھے۔ کہ یہاں حکومت میں کسی ایک قوم کی اکثریت نہ ہو۔ مگر یہ اصول وہ ہندوستان کی حکومت کے لئے نہیں بناتے تھے۔ وہاں ہندو اکثریت میں ہونے کی وجہ سے حکومت کرنا اپنا حق تصور کرتے تھے۔ کیا اس کا مطلب یہ نہ تھا کہ جہاں ہندوؤں کی اکثریت ہے وہاں بھی ہندو راج ہو اور جہاں مسلمان اکثریت میں ہیں وہاں بھی ہندوؤں کو ہی اکثریت حاصل ہو۔ اور مسلم اکثریت بالکل بے اثر اور بے حقیقت بن کر رہ جائے۔ کیا یہ جمہوریت کا خون نہ تھا۔

افسوس تو اس بات کا ہے کہ سکھ لیڈروں نے یہ سب کچھ جانتے ہوئے ہلاکت کے گڑھے میں چھلانگ لگا دی

(باقی بر صفحہ ۱۲ کالم ۳)

یاجوج ماجوج کون ہیں؟

مولوی عبداللہ جان صاحب پشاور

چند مہینے ہوئے اخبار پیغام صلح میں اس عنوان بالا کے ماتحت ایک مضمون چھپا تھا جس میں مسٹر چرچل وزیر اعظم برطانیہ عظمیٰ کے ایک نطق کا خلاصہ چھپا تھا۔ اس بیان میں اس بڑی سلطنت کے سب سے بڑے نمایندہ اور منعرم نے مغربی اقوام کے اجوج ماجوج ہونے کا اعتراف کیا تھا۔ مجھے خیال آیا کہ اس سلسلہ کے ایک مزید انکشاف کی طرف بھی قارئین پیغام صلح کی توجہ مبذول کردں جو امید ہے دلچسپی کا موجب ہوگا۔

جوج کا مفسدہ اور اسکا سد باب

تورات اور بائبل کے نوشتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ جوج مسک اور توبالسک کا سردار ہے، یہ وہ قوم ہے جن کے قبضہ حکومت میں روس کا علاقہ ہے۔ اور انکے سیلاب کو ذوالقرنین نے روکا تھا۔

قرآن شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ مفسد تھے یعنی غارتگری انکا کام تھا اور جنوبی علاقوں میں تاخت و تاراج کرتے تھے جیسے عام طور پہ پہاڑی قومیں جن کی نسبتاً اقتصادی حالت کمزور ہوتی ہے اور زیادہ جفاکش اور مضبوط ہوتے ہیں۔ میدانی قوموں کو تنگ کرتے رہتے ہیں۔ اور وہ ایسے درّہ سے داخل ہوتے تھے جس کا بند کرنا ممکن تھا اور ایک مضبوط دیوار کھینچ دینے سے رک سکتا تھا۔

یہ تو اب ثابت شدہ حقیقت ہوگئی ہے کہ یہ سیتھین قوم کے لوگ تھے جن کی روک تھام کے لئے کیخسرو نے جسے کوخورس اور یونانی میں سائرس کہتے ہیں ایک مضبوط دیوار کھینچ دی۔ جس کی وجہ سے ان قوموں کا رخ بجائے جنوب کے مغرب کی طرف ہوگیا اور وہ یورپ کی طرف پھیل گئے۔

ذوالقرنین اور اس کا کام

اب تو ذوالقرنین کا مجسمہ بھی اصطخر کے کھنڈرات میں مل گیا ہے جو ایران کے صوبہ فارس کا پرانا دارالخلافہ تھا اور اس کے تاج میں دو سینگ بھی لگے ہوئے ہیں۔ یہ میڈیا اور فارس کا بادشاہ تھا۔ اس کی سلطنت ایران کے مشرق اور مغرب میں بحیرہ روم تک پھیلی ہوئی تھی۔ اور اس نے بابل فتح کرکے اور یہودیوں کو آزادی دے کر دوبارہ یروشلم میں آباد کیا اور بیت المقدس کو بنوایا۔

یاجوج ماجوج کی شناخت

مسلمان آغاز اسلام سے اب تک مصر اور ایران وغیرہ ممالک پہ حکومت کرتے رہے ہیں لیکن فرعون کی لاش اور ذوالقرنین کا مجسمہ دریافت نہ کر سکے کیونکہ اگر وہ کرتے بھی تو یوروپین اقوام کے لئے ٹھوکر کا موجب ہوتا کیونکہ انہیں خیال ہوسکتا تھا کہ قرآن شریف کی پیشگوئیوں کو پورا کرنے کے لئے ایسا کیا گیا ہے۔ لہذا اتمام حجت کے لئے خداوند تعالےٰ نے اس کے لئے وہ وقت مقدر کیا جو حتیٰ اذا فتحت یاجوج وماجوج وھم من کل حدب ینسلون سے تعلق رکھتا تھا اور رسول اکرم صلعم کی اس پیشگوئی نے پورا ہونا تھا کہ مسیح اور مہدی لوگوں کو بتائے گا کہ دجال یہ ہے قرآن کریم نے ان کی شناخت کی نشانی بتادی کہ وہ تثلیث کے پیرو ہوں گے۔ دوسری نشانی ان کی حدیث شریف میں بتائی گئی ہے کہ وہ قومیں اس قدر طاقتور ہوں گی کہ ان کا مقابلہ مسلمانوں میں سے کوئی بھی نہیں کر سکے گا۔ حضرت مسیح موعود نے بتایا کہ یہی مغربی اقوام یاجوج ماجوج ہیں اور ایسے وقت میں بتایا کہ عام مسلمان اس امر کے ماننے کے لئے تیار نہ تھے اور انہوں نے مامور الہٰی کی شناخت سے انکار کردیا۔

مثیل ذوالقرنین

لیکن حقیقت یہ ہے کہ جس طرح شاہ خورس کیخسرو کے لئے مقدر تھا کہ وہ ان اقوام کے سیاسی سیلاب کو روکے اسی طرح اسکے مثیل ذوالقرنین کے لئے مقدر تھا کہ ان پر روحانی غلبہ حاصل کرکے ان کے دجل سے دنیا کو رہائی بخشے۔ اور یہ دونوں ذوالقرنین فارسی النسل تھے۔

یاجوج ماجوج کے دو جتھے

ایک طرف مسٹر چرچل نے موجودہ مغربی قوموں کے یاجوج ماجوج ہونے کا اعتراف کیا اور آسمانی نوشتوں سے بھی پتہ چلتا ہے کہ یہ قومیں دو گروپ میں تقسیم ہوں گی ایک اجوج دوسرا ماجوج۔ چنانچہ ان قوموں نے جب طاقت حاصل کی ہے اور دنیا پہ چھاگئے ہیں آپس میں کئی جتھوں میں تقسیم ہوتے رہے اور ان کی آپس میں جنگیں رہیں لیکن دو گذشتہ جنگ ہائے عظیم کے بعد اب ساری قومیں دو جتھوں میں تقسیم ہوگئیں اور دونوں جتھوں کے علیحدہ علیحدہ نظریوں کے ماتحت (ایک بالشوزم اور دوسرا امپیریلزم) خدا کی قدرت آج یہ قومیں اپنے قول وفعل سے اجوج ماجوج ہونے کا اعتراف کرتی ہیں۔

ایک اور نشان

اس زمانہ میں ایک اور نشان سے ان کی شناخت میں کوئی شک اور شبہ تک نہیں رہتا۔ مسٹر چرچل نے اجوج ماجوج کے پرانے تباہ شدہ مجسموں کی جنگ عظیم میں بربادی کے بعد جدید مجسموں کے کھڑے کرنے کے موقع پہ اپنی قوم کے سربرآوردہ مجمع کے سامنے ٹھیک موقع پر اس امر کا اعتراف کیا اور ان تباہ شدہ مجسموں کی جگہ جدید مجسمے کھڑے کرنا بجائے خود ایک نشان ہے دوسری طرف لینن سٹالن اور حکومت شورائیہ روسیہ نے مسٹر چرچل کے قومی اور فعلی اعتراف سے کافی زمانہ قبل فعلاً یعنی اپنے عمل سے اجوج ہونے کا اعتراف کیا جسکو میں اب واضح کرنا چاہتا ہوں۔

سیتھین کون ہیں؟

یہ ثابت شدہ حقیقت ہے اور خود ان ہی قوموں کی تفتیش کا نتیجہ ہے کہ ذوالقرنین کو جس قوم سے واسطہ پڑا تھا۔ اور جن کے سیلاب کو اس نے ایک پہاڑی درّہ میں دیوار کھینچ کر روک دیا تھا وہ سیتھین تھے۔ اور سیتھین کے متعلق انگریزی کا ایک جامع اور مستند انٹرنیشنل قاموس یہ بتاتی ہے کہ

(1) Scythians a native of Scythia especially enonot.

(2) one of SLAVONIC race which in early times occupied eastern Europe.

(3) Pertaining to Scythia, a name given to the Northern part of Asia and Europe adjoining Asia or its language or inhabitants

(4) Name of part of Europe and Asia in Russian Empire.

آسمانی شہادت

یہ کسقدر بدیہی بات ہے کہ سیتھین روسی قومیں ہیں اب قدرت کی دسترس کا نظارہ دیکھیں کہ کس طرح خدا دنیا پہ اور خود اجوج ماجوج پہ ثابت کرنا چاہتا ہے کہ یہی وہ قوم ہے اور ان کے ہاتھوں ان سے اپنا قومی ایک ایسا نشان مقرر کراتا ہے کہ ان کے علم کے نشان سے ثابت ہو جائے کہ وہ کونسی قوم ہے

(5) Scythia (written also Sithe) means SICKLE.

اور آج SICKLE روسی قوم اور حکومت کا امتیازی نشان ہے اور لطف یہ کہ حضرت مسیح موعود کے ذریعہ ان قوموں کے اجوج ماجوج ہونے کے انکشاف کے بعد ان ہی قوموں کے ہاتھوں یہ نشان خدا مقرر کراتا ہے۔ یہ الہٰی تصرف خود ایک نشان اور حضرت مسیح موعود کی صداقت کے لئے آسمانی شہادت ہے۔

مخبر صادق صلعم کی پیشگوئی

مخبر صادق حضرت رسول کریمؐ کی یہ پیشگوئی اور نشان جس میں ان قوموں کی شناخت بتائی ہے کیسے لفظاً اور معناً پوری ہوئی اور ہو رہی ہے کہ ان قوموں سے کسی کو جنگ کی طاقت نہ ہوگی، ساری اسلامی دنیا اگر ایک بھی ہو جاوے تو ان دو جتھوں میں سے ایک کا بھی مقابلہ نہیں کرسکتی ہیں جیسا کہ مقدر تھا اس زمانہ میں مسلمانوں سے جنگی طاقت سلب ہو چکی ہے اور وہ خود اس زمانہ کے اہم آلات حرب میں سے کچھ بھی نہیں بنا سکتے اور مغربی اقوام کے دست نگر ہیں آج کل وہ قومیں جنگ کرسکتی ہیں جو ہزاروں ٹینک، جنگی موٹریں، لاریاں، توپیں اور ہوائی جہاز بنا سکیں اور دوران جنگ میں جتنے تباہ ہوں ان سے زیادہ جدید سامان تیار کرکے میدان میں لے آئیں جس کا نظارہ دوسری جنگ عظیم میں دنیا نے دیکھ لیا۔ ساری اسلامی دنیا ایک بھی ہو جائے تو ان اہم اور سنگین آلات حرب کی ایک قلیل مقدار بھی نہیں بنا سکتے۔ امریکہ آجکل ۱۲۵۰ ہوائی جہاز ماہانہ بنا رہا ہے۔ اور ہر سال نئے سے نئے اور سابقہ موڈلوں سے بہتر اور زیادہ تیز رفتار بنا رہے ہیں۔ ایٹم کی طاقت پہ قابو پانے کیلئے انکی طاقت اب اس قدر بڑھ گئی ہے کہ کہا نہیں جا سکتا کہ کیا ہوگا۔ آخر وہی ہوگا جو مخبر صادق رسول اکرم صلعم نے فرمایا اور تجربہ کیلئے دن رات بہتر سے بہتر اور زیادہ سے زیادہ آلات حرب کے بنانے کی دوڑ ان قوموں میں لگی ہے یعنی قیامت ہوگی جنگ عظیم ثالث کی۔ وہ آپس میں لڑیں گے اور بہت سخت ان میں لڑائی ہوگی

ہمارے مسیحا

از شیخ غلام قادر صاحب (حمید بلڈنگس لاہور)

چو غنچہ بود جہانے خموش و سربستہ
سخن آدم بقدومے کہ از صبا باشد

یہ عظیم الشان انسان کیا مشن لے کر کیا پیغام لیکر دنیا میں آیا افسوس صد ہزار افسوس نہ تو دنیا نے سمجھا نہ سمجھنے کی کوشش کی اسے قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھنے کی بجائے اس شخص پر کفر کے فتوے لگائے اور طرح طرح کے مصائب مشکلات پیدا کر کے اسے ختم کرنا چاہا۔

یہ شخص طائفہ فانی فی اللہ اور عاشقان سرمدی کا ایک عظیم المرتبت فرد تھا۔ جو بظاہر تو ہمارے درمیان رہتا اور چلتا پھرتا تھا مگر وہ درحقیقت ہم سے اتنا ہی دور تھا جیسے آسمان کے نقرئی بادل۔ وہ ہوا و ہوس، غیض و غضب، حسد و عداوت بغض و کینہ غرضیکہ ہر قسم کے دنیوی قید و بند سے آزاد تھا۔ وہ پابند سلاسل افکار دنیا نہیں ہوتا۔

از اں قفس بپریدم بروں کہ دنیا نام
کنون بکنگرۂ عرش جائے ما باشد

(مسیح موعودؑ)

ترجمہ:۔ میں اس قفس سے جسے دنیا کہتے ہیں (مرغ آزاد کی طرح) دور اڑ کر پہنچ گیا ہوں۔

میرا ٹھکانہ تو عرش الٰہی کے کنگروں پر ہے۔ (جہاں تمہاری نظر کو رسائی نہیں)

تاریخ عالم میں یہ ہمارا دور یعنی انیسویں صدی ایمان باللہ اور خشیۃ اللہ سے ایسے خالی ہو گئی کہ اس کی مثال ڈھونڈے سے قرون اولےٰ میں نہیں ملتی لہذا سنت اللہ کے ماتحت ایسے وقت میں ایک ایسے انسان یا آسمانی مرد خدا کی ضرورت تھی کہ وہ آئے اور دنیا کو نور الٰہی سے بھر دے۔

اندریں روز ہائے چوں شب تار
دست گیرد عنایت دادار
ہے فرستد بخلق صاحب نور
تا شود تیرگی ز نورش دور

ایسے تیرہ و تار شب دیجور کی مانند زمانہ میں اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے دنیا کی دستگیری فرماتا ہے۔ اور ایک نوری انسان کو اس تاریک زدہ انسانیت کی طرف بھیجدیتا ہے تاکہ اس کے نور سے ظلمت کے پردے چاک چاک ہو جائیں۔

ایک طرف اگر مغربی اقوام نے ہر شعبہ میں نئی نئی ایجادوں سے دنیا کو مسحور کر لیا ہے وہ اپنے ان کارہائے نمایاں کے نشے میں اس قدر مخمور ہو گئی ہیں گویا کہ خدا کی ان کو ضرورت ہی نہیں رہی تو دوسری طرف حاملان اسلام کی حالت یہ ہے کہ ان کے علماء اور پیروں کے تقدس کا طغرائے امتیاز صرف بڑی بڑی پگڑیوں، لمبے لمبے جبوں۔ اور مشرع داڑھیوں میں سکڑ سکڑا کر رہ گیا ہے۔ نمازیں حقیقت سے دور، روزے صرف رسم بن کر رہ گئے ہیں۔ اور حج صرف گناہوں کا کفارہ سمجھا جاتا ہے۔ قرآن اگر پڑھا جاتا ہے تو صرف رسم کے طور پر اس کا عملی زندگی سے کوئی تعلق نہیں۔

الغرض زمانہ بزبان حال فریاد رس تھا کہ ایک ایسا مصلح نمودار ہو جو دنیا پر حکومت الٰہیہ پھر سے قائم کرے ایسی ظلمت زدہ دنیا کی طرف مرزا غلام احمد علیہ الصلوٰۃ والسلام زندگی کا پیغام دیتے ہیں

میں وہ پانی ہوں جو آیا آسماں سے وقت پر
میں وہ ہوں نور خدا جس سے ہوا دن آشکار

وہ پاک جذبات جو ایام جوانی میں بصورت اشعار ان کی قلم سے نکلے اور تربیت قرطاس بنے سنجیدگی سے غور کرنے کے قابل ہیں۔

(۱) من نہ پیچم سر از تو اے جاناں
دامن خود ز دست من مرہاں
(۲) من نہ مادر برائے تو زادم
ہست عشقت غرض ز ایجادم
(۳) روئے دلدار بردل من تافت
دل من مقصد دو عالم یافت
(۴) تا مرا بر رخ تو سودائے است
از خلائق نہ غم نہ پروائے است
(۵) خلق در کار دبار خود ہوشیار
ما چو مستان فتادہ بر در یار
(۶) دل زعشق کسے تپید مرا
اے مبارک کسے کہ دید مرا

ترجمہ (۱) اے میرے محبوب میں تیرے کوچہ کی خاکسائی کرتا رہوں گا۔ اپنے دامن محبت کو مجھ سے نہ چھڑا۔

(۲) مجھے تو میری والدہ نے تیرے ہی لئے جنا ہے میری پیدائش صرف تیری محبت کے لئے ہوئی ہے اور یہی اس کی غرض و غایت ہے۔

(۳) معشوق کے رخ انور کے جلوہ نے میرے قلب کو منور کر دیا۔ اور مجھے میرا گوہر مقصود دونوں عالموں میں حاصل ہو گیا۔

(۴) چونکہ میں تیرے ہی رخ انور کا دیوانہ ہوں۔ مجھے کچھ پرواہ اور غم نہیں کہ لوگ مجھے کیا کہیں گے۔

(۵) جبکہ ایک دنیا اپنے کاروبار کی ہما ہمی میں مصروف ہے۔ میں دیوانہ وار آستان یار پر بیٹھا ہوا ہوں۔

(۶) میرے دل میں کسی کا عشق شعلہ زن ہے۔ وہ کیسی مبارک ہستی ہے جس کی نظر گاہ سوز مجھ پر ضیا بار ہوئی (اور میری سفلی ہستی کو جلا کر راکھ بنا گئی)

اس کا زندگی بخش پیغام اتنی کتابوں کے اوراق۔ ہزاروں اشتہارات اور سینکڑوں رسالوں میں جواہر پاروں کی طرح بکھرا پڑا ہے۔ اس نے اکثر بڑے بڑے جلسوں میں دنیا کو اپنا پیغام سنایا اور دشمنان اسلام سے کامیاب مباحثات کئے وہ اسلام کے مرجھائے ہوئے باغ میں موسم بہار کی طرح آیا۔

(۱) چوں بیاید بہار باز آید
موسم اللہ زار باز آید
(۲) وقت دیدار یار باز آید
بیدلاں را قرار باز آید
(۳) مہر روئے نگار باز آید
خور بہ نصف النہار باز آید
(۴) باز خندد بناز لالہ و گل
باز خیزد ز بلبلاں غلغل

ترجمہ (۱) جب وہ مرد خدا آتا ہے تو گلستان اسلام بلکہ باغ دنیا کے مرجھائے ہوئے پودوں کے لئے موسم بہار اپنے ساتھ لاتا ہے اور ہر طرف اللہ زار خنداں نظر آنے لگتے ہیں۔

(۲) ہاں یہی وہ وقت ہے جب دیدار یار کے مواقع پیدا ہو جاتے ہیں اور مایوس دلوں کی تسلی اور اطمینان کا باعث بنتے ہیں۔

(۳) اس کے عہد مبارک میں اس کے اپنے وجود باجود میں وہ محبوب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم ظلی طور پر نزول فرماتے ہیں پھر یہ آفتاب ہدایت (مجدد و مسیح موعودؑ) اپنی کامل آب و تاب کے ساتھ سارے عالم پر ضیا باری کرتا ہے۔

(۴) پھر لالہ و گل کی حکایتیں تازہ ہو جاتی ہیں علم و حکمت۔ حقائق و معارف کے دفتر کھل جاتے ہیں۔ پھر بلبلان نواسنج نغمہ توحید کی تاروں کو چھیڑ دیتی ہیں۔

کہتے ہیں مسیح نے مردے زندہ کئے ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا اور کانوں سے سنا بلکہ اپنے وجود میں محسوس کیا کہ مسیح محمدی نے اپنے نفخ دم سے لاکھوں مردے زندہ کئے کوڑھیوں کو صحت بخشی اور اندھوں کو چشم بینا عطا کی۔ ہاں ابھی معجز نما انقلاب کے متعلق وہ دیوانہ وار میٹھی اور سریلی آواز سے اہل نظر سلیم القلب اور سعید الفطرت لوگوں کو اس طرح متاثر کرتا ہے:۔

(۱) ببیں کہ نور بریں خانہ ام ہمے بارد
مگر چگونہ بینی اگر عما باشد
(۲) بکنج خلوت پاکاں اگر گذر بکنی
عیاں شود کہ چہ نورے دراں سرا باشد
(۳) کسے کہ سایۂ بال ہماش سود نداد
بباید ش کہ دو روز سے بظل ما باشد
(۴) گلے کہ رشتۂ خزاں رانگہے نخواہد دید
بباغ ماست اگر قسمت رسا باشد

ترجمہ:۔ (۱) دیکھ میرے گھر در و دیوار پر کیسی نور کی بارش ہو رہی ہے۔ مگر اے نابینا انسان اگر تو کور فطرت ہے تو بھلا کس طرح دیکھ سکتا ہے۔

(۲) اے عزیز اگر تیرا گذر صلحا کے کنج سعادت کی طرف ہو تو تجھے نظر آ جائے کہ یہ منزل گاہ بقعۂ نور کا حکم رکھتی ہے۔

(۳) جس کسی کو ہما کے پروں کا سایہ نفع بخش نہ ہو سکے تو اسے چاہیئے کہ دو روز میرے سائے کے نیچے گذارے۔

(۴) وہ پھول جس پر خزاں اثر انداز نہ ہو وہ میرے ہی باغ کا پھول ہے۔ اگر تجھے قسمت یاوری کرے تو اس گلشن سدا بہار میں پہنچ۔

وہ عشق و محبت الٰہی میں دیوانہ وار آستانۂ محبوب کا

(باقی بر صفحہ ۱۲ کالم [illegible])

ناسک جیل میں قرآن کی تعلیم کا اثر

مولانا احمد الدین صاحب از بمبئی

قریباً ۱۹۳۱ء کی بات ہے کہ گورنمنٹ انگلشیہ نے ناسک جیل کو پولیٹیکل قیدیوں کے لئے مخصوص کر دیا تھا کیونکہ یہ جیل دوسرے جیلوں کے مقابل نہایت صاف ستھرا ہے اور بلحاظ آب و ہوا بہت عمدہ ہے۔ پولیٹیکل قیدیوں کے لئے ایک شاندار لائبریری بھی ہے۔ اس جیل میں دو سو کے قریب ہندو مسلمان لیڈران تحریک آزادی ہند جمع ہو گئے۔ ان میں بہت بڑے کانگریس کے لیڈر بھی تھے۔ ان قیدیوں نے یہ سوچ کر کہ فرصت کا وقت ہے اس کو کسی مصرف میں لانا چاہیئے فیصلہ کیا کہ روزانہ کسی نہ کسی مضمون پر لیکچر ہوا کریں۔ اور لیکچروں کے مضامین مختلف مذاہب کی تعلیم کے متعلق ہوں۔ ان قیدیوں میں حافظ علی بہادر صاحب بھی تھے۔ یہ صاحب علی گڑھ کے تعلیم یافتہ ہیں اور ایم۔ ایس۔ سی تک تعلیم ہے۔ قرآن مجید کے حافظ ہیں اور خدا تعالے نے انہیں بہت اچھی قوت عقل و فکر عطا کی ہے۔ ان کو وہاں مطالعہ کے لئے حضرت مولانا محمد علی رح امیر جماعت لاہور کا انگریزی ترجمہ و تفسیر مل گئی جس سے انہوں نے بہت استفادہ کیا۔ اور اب تک وہ اس کے معترف ہیں۔

حافظ صاحب نے اپنے لیکچروں میں قرآن مجید کی تعلیم کو بطور ایک جامع اور کامل اور عالمگیر اور تمام بنی نوع انسان کی جسمانی و روحانی ضرورتوں کو پورا کرنے والی اور بمقابلہ دوسرے مذاہب کی تعلیم کے افضل ترین تعلیم پیش کیا۔ اور یہ بتایا کہ قرآن مجید سب انسانوں کے لئے ہے۔ اور اس کی تعلیم سب کے لئے مساوی ہے۔ یہ لیکچر ایک طرف ہوتے رہے ادھر حافظ صاحب نے نماز باجماعت پڑھنے اور پڑھانے کا سلسلہ شروع کر دیا۔ اس نماز میں بعض ہندوؤں نے بھی شرکت شروع کر دی انہوں نے حافظ صاحب سے پوچھا کہ جب نماز رب العالمین کی یاد کے لئے ہے۔ تو ہم کیوں اس میں شامل نہیں ہو سکتے حافظ صاحب نے کہا کہ آپ لوگ خوشی سے نمازوں میں حصہ لے سکتے ہیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ قیدیوں میں سے جناب نرائن سوامی جو ایک بہت بڑا ذی علم جرنلسٹ ہے اس نے قرآن مجید کی سورتیں حفظ کرنی شروع کر دیں۔ اور نماز میں باقاعدہ شامل ہوتا اس نے حافظ صاحب کو کہا کہ نماز کے لئے اذان کیوں نہ دی جائے۔ اس نے اذان دینی شروع کر دی۔ نرائن سوامی صاحب نے بہت سی سورتیں حفظ کر لیں اور وہ ان کو خوب پڑھتے تھے نوبت یہاں تک پہنچی کہ ایک دن حافظ صاحب جبکہ بیمار تھے تو نماز کی امامت کا سوال ہوا تو حافظ صاحب نے کہا کہ نرائن سوامی صاحب نماز پڑھائیں۔ چنانچہ مغرب کی نماز قرأت بالجہر کے ساتھ نرائن سوامی صاحب نے ہی پڑھائی۔ بعض لوگوں کو تعجب ہوا تو حافظ صاحب نے کہا بھائی نام میں کیا رکھا ہے اصل تو کام ہے۔ اگر ایک مسلمان کا نام عبداللہ ہو اور وہ کام شیطان کے کرے تو وہ دراصل عبداللہ نہیں ہے اسی طرح اگر ایک نام نرائن سوامی ہے اور وہ کام اسلامی کرتا ہے تو وہ صحیح معنوں میں عبداللہ ہے

اب قیدیوں میں جو لوگ مہاسبھائی ذہنیت کے تھے ان کو یہ سلسلہ ناگوار گذرا انہوں نے حافظ صاحب سے کہا کہ آپ یہاں قیدی ہیں نہ کہ مبلغ اسلام۔ حافظ صاحب نے کہا کہ اسلام تو فطرت انسانی کا مذہب ہے۔ یہ کسی خاص قوم یا ملک کا مذہب نہیں اس لئے یہ تو ہر حال میں انسانوں کے ساتھ لگا ہوا مذہب ہے۔ خواہ کوئی سمجھے یا نہ سمجھے۔

یہ سلسلہ جاری تھا اور قرآن مجید کی پاکیزہ تعلیم خود بخود سرایت کرتی جا رہی تھی کہ دفعتہً گورنمنٹ کا یہ حکم پہنچا کہ تمام قیدیوں کو رہا کر دیا جائے۔ سب کو رہا کر دیا گیا مگر حافظ صاحب کو رہا کر کے پھر جیل میں واپس روک لیا گیا۔ اور ان کو بعد میں جبکہ دوسرے قیدی اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے تب چھوڑا گیا۔ غالباً یہ اس لئے کہ وہ دوسروں کے ساتھ جا کر تبلیغ اسلام نہ کر سکیں۔

حافظ صاحب اب بھی اعتراف کرتے ہیں اور انہوں نے پبلک میں اس کا اعتراف کیا ہے کہ ناسک جیل میں جو قرآن کریم کا نسخہ ان کے اور دوسرے قیدیوں کے استفادہ کا ذریعہ تھا وہ حضرت امیر مولانا محمد علی رض کا انگریزی ترجمۃ القرآن تھا۔

ہمارے مسیحا

(بقیہ از صفحہ ۱۱)

پجاری تھا اور دیوانوں کا گروہ اس نے اپنے گرد جمع کر لیا۔

تانہ دیوانہ شدم ہوش نیامد بسرم
اے جنوں گرد تو گردم کہ چہ احساں کردی

ترجمہ:۔ جب تک میں مستِ مئے عرفاں نہ ہوا مجھے خیر و شر کی تمیز نہ ہوئی۔ اے دیوانگی میں تیرے قربان تو نے کتنا بڑا احسان مجھ پر کیا۔

اس نے پیرخانوں کی طرح کوئی گدی نہیں بنائی کہ اس تمام کارخانہ الٰہی کو اپنی اولاد کے سپرد کر کے چلتا بنے بلکہ اس نے قوم کو ایک مضبوط چٹان پر کھڑا کر دیا تاکہ ہمیشہ لغزش سے محفوظ رہے۔ اس نے اپنی جماعت کے لئے ایک سنہری اور روپہلی لائحہ عمل چھوڑا۔ اگر جماعت احمدیہ کے افراد اور عمائدین نے اس پر عمل نہ کیا۔ تو ان کی جگہ اللہ تعالیٰ کوئی دوسری قوم کھڑی کر دیگا جو اس مرد خدا کی قیمتی وصیت پر عمل پیرا ہو۔ وہ لائحہ عمل یا گلہ وصیت یہ ہے:۔

"میری رائے تو یہی ہے کہ جس امر پر انجمن کا فیصلہ ہو جائے کہ ایسا ہونا چاہیئے اور کثرت رائے اس میں ہو جائے تو وہی امر صحیح سمجھنا چاہیئے اور وہی قطعی ہونا چاہیئے (تاویل کی گنجائش نہیں) ...

۱۹۴۷ء کے فسادات کا ذمہ دار کون ہے

(بقیہ از صفحہ ۹)

اور مسلمانوں سے الجھ گئے۔ حالانکہ وہ اس سے قبل صوبہ سرحد میں مسلم لیگ سے تعاون کر کے تجربہ کر چکے تھے کہ سکھ و مسلم اتحاد سکھوں کے لئے بہت مفید ہے۔ سردار اجیت سنگھ کا مسلم لیگ کی وزارت میں صوبہ سرحد کا وزیر بننا ایک سبق آموز مثال ہے۔ پنجاب میں مسلم لیگ بھی غیر مسلموں سے مل کر حکومت کرنے کے خواہاں تھے۔ مگر ماسٹر تارا سنگھ سکھ قوم کے نشہ میں کچھ ایسے مست تھے کہ انہوں نے ان تمام حقائق کو نظر انداز کر دیا مسلمانوں کو بھی پنجاب کی تقسیم کے ذریعہ ایک گہرا زخم لگایا اور خود بھی معہ اپنی قوم کے ہلاکت کے گڑھے میں جا گرے اور وہ بے بسی اور بے کسی کے عالم میں کہہ رہے ہیں:۔

"میں دیکھ رہا ہوں کہ میری آنکھوں کے سامنے سکھی کی عمارت ڈگمگا رہی ہے۔ مگر بے بس ہوں۔ کچھ سوجھتا نہیں۔ کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ کوئی بتاتا نہیں کہ کیا کروں۔ کدھر جاؤں۔ اے ستگورو پیارے کلغیاں والے پیتا۔ کوئی راستہ بتا۔ کوئی فریاد سن۔"

(ترجمہ از پنتھک تشانہ صفحہ ۳۲)

سردار جنگ بہادر سنگھ نے پنجاب کے فسادات اور کشت و خون کی ذمہ داری قائد اعظم کی مسلم لیگ اور مسلمانوں پر ڈالنے کی کوشش کی ہے۔ مگر سمجھدار اور واقف کار سکھ خوب جانتے ہیں کہ اس کی اصل ذمہ داری کس پر عائد ہوتی ہے۔ چنانچہ ایک سکھ ودوان کا ارشاد ہے:۔

"اگر ماسٹر تارا سنگھ ان دنوں جبکہ سکھوں کی منظوری بہت وزن رکھتی تھی۔ پنجاب کی تقسیم قبول نہ کرتے تو آج ملک کی تاریخ بہت مختلف ہوتی۔ اس پر دس لاکھ لوگوں کے خون کے چھینٹے نہ پڑے ہوتے نہ ڈیڑھ کروڑ پنجابی سڑکوں پر بھٹکتے پھرتے۔ اور نہ ملک کے دو ٹکڑے ایک دوسرے کی تقدیر کے دشمن بنے ہوتے"

(ترجمہ از پربت لڑی اکتوبر ۱۹۵۲ء)

---

[۴۳] چودھری۔ ناقل) لیکن اس قدر میں زیادہ لکھنا پسند کرتا ہوں کہ بعض دینی امور میں جو ہماری خاص اغراض سے متعلق ہوں مجھ کو محض اطلاع دی جائے اور میں یقین رکھتا ہوں کہ انجمن خلاف منشاء میری ہرگز نہیں کرے گی لیکن صرف احتیاطاً لکھا جاتا ہے کہ شاید وہ ایسا امر ہو کہ خدا تعالے کا اس میں کوئی خاص ارادہ ہو اور یہ صرف میری زندگی تک ہے اور بعد میں ہر ایک امر میں صرف اس انجمن کا

پیغام صلح ۲۰ فروری ۵۳ء رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۴ - شمارہ نمبر ۷

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

ڈیپیرز-ایل نمبر ۱۳۸

فون نمبر ۷۲۳۷

لوائے ما پنہ ہر سعید خواہد بود ندائے فتح نمایاں بنام ما باشد

پیغامِ صلح

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا ہفتہ وار ارگن

سالانہ چندہ پاکستان سے - چھ روپے

سالانہ چندہ ہندوستان سے - ۱۲-۸ روپے

ممالک غیر سے سالانہ چندہ ۲۳ شلنگ

ایڈیٹر

دوست محمد

جلد ۴۰ — یوم چہارشنبہ مورخہ ۱۷ جمادی الثانی سنہ ۱۳۷۱ھ - ۱۳ فروری سنہ ۱۹۵۲ء — نمبر ۸

جماعت احمدیہ لاہور کی تعلیمی خصوصیت

١۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی
نبی نہیں آئیگا نیا نہ پرانا۔
٢۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
٣۔ قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں
نہ آئندہ ہوگی۔
٤۔ سب صحابہؓ اور آئمہ قابل احترام ہیں۔
سب مجددین کا ماننا ضروری ہے۔
٥۔ اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا۔

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

ہم تو رکھتے ہیں مسلمانوں کا دیں
دل سے ہیں خدامِ ختم المرسلیں
شرک اور بدعت سے ہم بیزار ہیں
خاکِ راہِ احمدِ مختار ہیں
سارے حکموں پر ہمیں ایمان ہے
جان و دل اس راہ پر قربان ہے
تم ہمیں دیتے ہو کافر کا خطاب
کیوں نہیں لوگو تمہیں خوفِ عقاب

مسلمانوں میں اطاعتِ الٰہی کا مقام قومیت کے جذبہ سے بلند تر ہے

امریکہ کی پارلیمنٹ آف ریلیجنس میں میاں بشیر احمد صاحب منٹو کے لیکچر

امریکہ کی آریگان یونیورسٹی نے اپنی پچھترویں سالگرہ کے موقعہ پر جس کا پروگرام پورے ایک سال میں ختم ہوگا۔ ایک پارلیمنٹ آف ریلیجنس (مذاہب کی پارلیمنٹ) کے انعقاد کا انتظام کیا، یہ پارلیمنٹ ۲۰ جنوری سے شروع ہوئی، اور ہمارے فاضل مبلغ میاں بشیر احمد صاحب منٹو نے بھی اس میں شمولیت اختیار کی۔ آپ چار پانچ دن وہاں رہے۔ اور اس عرصہ میں آپ کے نو لیکچر ہوئے، جن کا ذکر وہاں کے تمام اخبارات نے نمایاں طور پر کیا ہے، ایک لیکچر میں جس کا ذکر "آریگان ڈیلی ایمرلڈ" (۲۲ جنوری) میں آیا ہے، انہوں نے بتایا کہ ایک مسلمان اپنے خدا کو سب چیزوں پر مقدم رکھتا ہے حتیٰ کہ اپنے وطنی اور قومی جذبات سے بھی اسے بلند تر سمجھتا ہے، انہوں نے فرمایا کہ مسیحی ممالک آج اس خدا کے قائل نہیں جو تمام دنیا کا خالق و مالک ہے، بلکہ وہ اس خدا کی پوجا کرتے ہیں، جو قومیت کے جذبہ سے سرشار ہو، اور خدا کو اس طرح قومیت کے رنگ میں رنگنا ہی ان بین الاقوامی مشکلات مصائب کا موجب ہے جو آج دنیا کو پیش آ رہی ہیں۔

انہوں نے اس بات کو واضح کیا کہ ایک ڈپلومیٹ جو دوسرے ملک سے آیا ہو اپنے ہی ملک کے فوائد کو سب پر مقدم رکھتا ہے، لیکن ایک اسلامی ملک کا سفیر وہی بات کرتا ہے، جو اس کے نزدیک صحیح اور سچی ہو۔ ضروری نہیں کہ اس کے اپنے ہی ملک کا فائدہ اس میں مضمر ہو۔

انہوں نے بتایا کہ مسلمان حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا کا بیٹا نہیں مانتے، بلکہ خدا کا رسول سمجھتے ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے قرآن کریم کی شکل میں ایک ہدایت نامہ لے کر آئے، جس میں صرف ایک خدا کی عبادت کرنے اور تمام انسانوں کو خواہ وہ کسی ملک یا نسل یا قوم سے تعلق رکھتے ہوں، ایک ہی خدا کی مخلوق اور ایک ہی برادری کے افراد سمجھنے کی تعلیم دی گئی ہے، اور اس طرح اسلام میں اس بین الاقوامی پیچیدگیوں کو دور کرنے کا سامان کر دیا گیا ہے، جو آج دنیا کے لئے مصیبت کا موجب ہو رہی ہے"۔

میاں بشیر احمد صاحب کے یہ لیکچر بڑے کامیاب ثابت ہوئے اور اخبارات نے ان کا ذکر جلی عنوانات سے کیا اور منٹو صاحب کی تصاویر بھی شائع کیں۔

نامہ ووکنگ

میجر فارمر کا لیکچر

۲۰ جنوری سنہ ۱۹۵۲ء کو ووکنگ میں ٹرینٹی میتھوڈسٹ چرچ یوتھ گروپ کے زیر اہتمام میتھوڈسٹ چرچ کے ہال میں شام کے وقت ایک اجلاس منعقد ہوا۔ ہماری طرف سے میجر فارق فارمر کا نام بطور مقرر بھیجا گیا۔ اس مختصر سی میٹنگ میں کوئی ۳۵ لڑکے اور لڑکیاں شامل ہوئیں۔ اجلاس سے پہلے سب نے مل کر ایک دعا پڑھی جس کا انتخاب میجر صاحب نے خود ہی ان کی پریئر بک سے کیا تھا۔ میجر فارمر نے اپنی تقریر شروع کرتے ہوئے کہا کہ میں اس مجلس میں کوئی اجنبی نہیں ہوں۔ میرے والد میتھوڈسٹ چرچ کے پادری تھے۔ اور میں خود بھی اسی فرقہ سے تعلق رکھتا تھا، لیکن آج میں آپ کو پیغمبر اسلام کے حالات سنانے آیا ہوں۔ حاضرین اس تمہید کو سن کر بہت متعجب ہوئے (دلچسپ اتفاق یہ ہوا کہ میجر فارمر کی اہلیہ جو ابھی تک عیسائی ہیں اسی چرچ سے تعلق رکھتی ہیں۔ لیکن جب انہوں نے میجر فارمر سے شادی کرنا چاہی تو اس چرچ نے نکاح پڑھانے سے انکار کر دیا تھا)

میجر فارمر نے کوئی آدھ گھنٹہ تقریر کی۔ جس میں نبی کریم صلعم کی زندگی کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی۔

تقریر کے بعد حاضرین نے سوالات شروع کئے:۔

ایک لڑکے نے پوچھا جس طرح مسیح کے متعلق کتب مقدسہ میں پیشگوئیاں ہیں کیا حضرت محمدؐ کے متعلق بھی ایسی پیشگوئیاں موجود ہیں۔ میجر فارمر کی اجازت سے کر اس سوال کا میں نے مفصل جواب دیا۔ اور بتایا کہ نہ صرف عہد نامہ عتیق میں رسول کریم کی آمد کی بشارتیں موجود ہیں بلکہ خود مسیح نے اپنے بعد ایک نبی کے آنے کی خبر دی ہے۔

ایک لڑکی نے پوچھا آخر قرآن میں کیا لکھا ہے۔

اس پر ڈاکٹر شیخ محمد عبداللہ صاحب اور میجر فارمر صاحب نے اپنے اپنے رنگ میں روشنی ڈالی۔

ایک اور لڑکی نے پوچھا کہ کیا مسیح کی تعلیم کافی نہ تھی کہ قرآن کی ضرورت پیش آ گئی۔ اس پر میں نے کہا کہ مسیح علیہ السلام کی تعلیم ایک خاص زمانہ اور ایک خاص قوم کے لئے تھی اور اس شریعت پر عمل اب ممکن نہیں "روح صداقت" محمد صلعم نے آ کر ان تمام صداقتوں سے روشناس کرایا جس کی انسانیت کو ضرورت تھی۔

اسلام کے بنیادی اصولوں پر بھی سوالات ہوئے جن کا ہماری طرف سے مفصل جواب دیا گیا۔ سیکرٹری نے اٹھکر کہا کہ آج ہمیں معلوم ہوا کہ اسلام اور عیسائیت میں کسقدر امور مشترک ہیں، ورنہ میں جب مسجد کے قریب سے گذرتا ہی سوچتا کہ نہ معلوم یہ لوگ کس قسم کے ہیں اور کن بتوں کی پرستش کرتے ہیں۔ اور ان کے دوسرے مشاغل کیا ہیں۔ آج ہمیں اصل حقیقت کا علم ہوا۔ میجر فارمر نے اس پر اٹھکر کہا کہ میں ایک اور بات بھی واضح کر دینا چاہتا ہوں۔ ہم چھوٹے بچوں کو زندہ نہیں کھا جاتے شاید آپ میں سے کسی صاحب کے دل میں یہ بھی غلط فہمی پائی جاتی ہو اس پر ایک زبردست قہقہہ بلند ہوا اور میٹنگ برخواست ہوئی۔

احرار کی دفاعی کانفرنس پر تبصرہ

قادیانیوں کی مخالفت کی آڑ میں پاکستان کو نقصان پہنچانے کے اہم منصوبے

اہالیانِ شیخوپورہ کا اعلان

ذیل کا اعلان اہالیان شیخوپورہ کی طرف سے بصورت اشتہار شائع ہوا ہے:-

۳۱۔ دسمبر اور یکم فروری کو ہمارے شہر شیخوپورہ میں احرار نے ایک کانفرنس منعقد کی جس میں ظاہر کیا گیا کہ ہم پاکستان کے دفاع کے لئے ملک کو تیار کر رہے ہیں۔ اس کانفرنس میں ملک کے سب سے خطرناک قادیانی جماعت کو قرار دیا گیا۔ لیکن بغائر نظر ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا احرار کا اصل مقصد پاکستان کی مشینری کو نااہل ثابت کر کے پاکستان کی جڑوں کو کھوکھلا کرنا ہے۔

مثلاً سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری نے کہا "انگریز نے قائداعظم کو پاکستان اس معاہدہ کے ساتھ دیا تھا کہ ظفراللہ کو وزیر خارجہ بناؤ۔ اور اگر تم نے ظفراللہ کو وزارت خارجہ کا قلمدان نہ سونپا۔ تو پاکستان تم سے واپس لے لیا جائیگا۔"

وزرائے پاکستان کے خلاف آپ نے یوں لب کشائی فرمائی کہ "سارے وزیر انگریز کے اشارے پر ناچ رہے ہیں۔ گورنر جنرل بھی جارج ششم کا نمائندہ ہونے کی وجہ سے بے بس ہے۔ کچھ نہیں کرسکتا۔ انگریز کے خلاف یہ ایک قدم نہیں اٹھا سکتے۔ وجہ یہ ہے کہ پاکستان نوآبادیات میں شامل ہے۔"

اپنی پوزیشن کو واضح کرتے ہوئے جبر سے آپنے ایک کہانی سنائی۔ فرمایا:- میں جالندھر میں تھا۔ ایک عورت اور مرد آپس میں لڑ رہے تھے۔ عورت نے بچہ ہاتھ میں اٹھایا ہوا تھا۔ مرد اسے مارنے کی کوشش کرتا تو عورت بچہ کو اس کے آگے کر دیتی تھی۔ اور کہتی مار خصم نوں۔ مار بچے نوں۔ یہی حال میرا ہے۔ میں انگریز پر حملہ کرنا چاہتا ہوں۔ انگریز کبھی لیاقت کو سامنے کر دیتا ہے کبھی غلام محمد کو اور کبھی خواجہ ناظم الدین کو۔ میں حملہ کروں تو کس پر کروں۔"

مسئلہ کشمیر پر تبصرہ کرتے ہوئے آپ نے فرمایا "کشمیر کی قسمت کا فیصلہ تو ہو چکا ہے۔ جتنا حصہ پاکستان کو ملنا تھا مل چکا ہے۔ تم نہیں جانتے کہ میں سیمنٹ کی ٹہ جیاں بھی دیکھ آیا ہوں۔ یہ ظفراللہ کی سیاست ہے کہ تمہیں کشمیر لے کر دینے کی امید دلا رہا ہے۔ دراصل اس کا مقصد یہ ہے کہ تمہاری توجہ کشمیر کی طرف لگی رہے۔ اور مرزا بشیرالدین محمود پاکستان میں اپنی جماعت کو منظم کرتا چلا جائے۔ اور ایک ایسا وقت آجائے۔ جب وہ پاکستان پر چھا جائے۔"

آپ نے فرمایا:- "لیاقت بڑا زیرک تھا۔ مگر مجبور تھا۔ فرنگی کو ناراض نہیں کرسکتا۔ اس نے مجھے تین دفعہ ملاقات کے لئے بلایا۔ مگر میں منحوس تھا جو نہ گیا۔ اگر جاتا تو پتہ نہیں وہ مجھے کیا کہتا۔"

قادیانی جماعت کے متعلق آپ نے فرمایا:- "مسلمانو! یاد رکھو۔ دس لاکھ مسلمانوں کے خون اور ایک لاکھ عورتوں کی عصمت پر پاکستان کی بنیاد رکھی گئی۔ اب میں تمہیں کہتا ہوں کہ لیاقت افتخار اور بشیر خاں کی لاش پر مرزائیوں کی ریاست بنے گی بھلا تم بتا سکتے ہو کہ جس ہوائی جہاز پر افتخار اور بشیر خاں سفر کر رہے تھے اس میں فالتو آدمی کون تھا؟ جب تانگہ میں پانچویں سواری نہیں بیٹھ سکتی۔ تو ہوائی جہاز میں زائد سواری کیسے بیٹھ سکتی ہے۔ جہاز کی تباہی کا اصل باعث یہ مرزائی تھے۔

انگریز نے مسلمانوں کی ریاستیں تباہ کرنے کے لئے فلسطین میں یہود کو آباد کیا اور انہیں حکومت لے کر دی پاکستان میں مرزائیوں کو آباد کیا۔ اور یقیناً انہیں بھی حکومت لے کر دیگا میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ مرزائی یقیناً اس ملک کے حاکم بن رہیں گے۔ اگر مرزا بشیرالدین محمود یا اس کے قائم مقام کو حکومت نہ ملی تو گدھے کے پیشاب سے میری ڈاڑھی منڈوا دینا۔ اور اگر میں پہلے مر گیا۔ اور یہ زندہ رہے اور انہیں حکومت نہ ملی تو میری قبر اکھیڑ کر میرے منہ میں پیشاب کر دینا۔"

اپنے متعلق فرمایا:- "کہ میں سیاستدان نہیں سیاستدان تو تمہارے نزدیک وہ ہے جو ڈاڑھی نہ رکھتا ہو۔ کوٹ پتلون پہنے اور ٹائی لگائے رکھے۔ لیڈی ساتھ کار میں بیٹھی ہوئی ہو سگریٹ پی رہا ہو۔ مگر پھر بھی میں تمہیں کہتا ہوں۔ کہ مجھے کتا سمجھ لو لیکن میری اس بات کو مان لو۔ کہ مرزائی انگریز کی امداد کے ساتھ پاکستان پر حملہ آور ہیں ان کا کوئی بندوبست کر لو ورنہ بعد میں پچھتاؤ گے۔"

مرزا بشیرالدین محمود امام جماعت احمدیہ کے متعلق کہا کہ:- "مرزا صاحب اور مجھ کو گرفتار کر لو۔ دونوں کو سات دن ایک کوٹھڑی میں بند رکھو۔ کڑا پہرہ لگاؤ۔ صرف نمک اور پانی دو سات دن بعد دونوں پر غداری کا مقدمہ چلاؤ۔ اور جو غدار ثابت ہو۔ اس کے بچوں اور بیویوں کو کراچی سے لیکر پشاور تک رستہ میں لٹکا دو۔ مگر یاد رکھو میں بے گناہ ثابت ہونگا میرے گلے میں پھانسی کا پھندا نہیں ڈالا جائے گا۔"

شیخ حسام الدین کا بیان

آپ کے ساتھی بھی بڑے مزے کے تھے شیخ حسام الدین نے پاکستان کے دفاع پر تقریر کرتے ہوئے چند تجاویز بیان فرمائیں۔ فرمایا:-

(۱) "مسلم لیگ کو چاہیئے کہ ہمیں اپوزیشن قائم کرنے کی اجازت دے۔ ورنہ پاکستان میں اسلام کا وہی حال ہوگا۔ جو ترکی میں ہوا یعنی اسلام بالکل مٹ جائے گا۔"

(۲) حکومت کو چاہیئے کہ ظفراللہ کو وزارت خارجہ سے الگ کر دے اور کسی مسلمان کو وزیر خارجہ مقرر کر دے کیونکہ ظفراللہ نے صرف اتنا کیا ہے کہ پنڈت نہرو جو مدعی بن کر گیا تھا۔ اب اس کی پوزیشن مدعا علیہ کی ہے۔ جان چھوڑانا چاہتا ہے مگر چھوٹتی نہیں مگر جو مسلمان وزیر بنے گا وہ شمشیر کے ذریعہ کشمیر کو آزاد کرائے گا۔"

(۳) اسلامی بلاک قائم کرنا چاہیئے تا پاکستان اور دوسرے اسلامی ممالک اپنی قسمت کا فیصلہ کرنے میں آزاد ہوں روسی یا امریکی بلاک میں سے جس بلاک کے ساتھ شامل ہونے میں اپنا فائدہ سمجھیں اس کے ساتھ مل جائیں۔ ظفراللہ یہ کام نہ کرے گا نہ کرنے دیگا۔ کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اگر مسلمان متحد ہو گیا۔ تو مرزائیت کا خاتمہ ہو جائیگا۔

محمد علی جالندھری کی گوہر افشانی

محمد علی صاحب جالندھری نے اپنی مرزائیت دشمنی اور شریعت دوستی کا ثبوت ان الفاظ میں دیا ہے کہ "اب کے ربوہ کے جلسہ سالانہ پر مرزائیوں نے [illegible] اخبار نویسوں کو دعوت دی اور ان کی خدمت کے لئے بارہ چودہ لڑکیاں وقف کر دیں۔"

ہم اہالیانِ شیخوپورہ

حکومت پاکستان، حکومت پنجاب اور پڑھے لکھے مسلمانوں کی خدمت میں اپیل کرتے ہیں۔ کہ احرار کی اس قسم کی کانفرنسوں کو فوراً بند کرنے کی طرف توجہ کریں یہ پاکستان کے لئے مفید نہیں۔ بلکہ حد درجہ خطرناک ہیں۔ ان کے ذریعہ پاکستانیوں کو ارکان حکومت سے بدظن کیا جا رہا ہے۔ انہیں نااہل اور انگریز کا غلام قرار دیا جا رہا ہے۔ کشمیر کی طرف سے مسلمانوں کی توجہ کو ہٹا کر مسلمانان پاکستان کے عزائم کو کمزور کر کے ہندوستان کی درپردہ امداد کی جا رہی ہے۔

افسوس ہے کہ احرار کا دعویٰ تو یہ ہے۔ کہ موجودہ حکومت کے ارکان اسلام سے قطعاً ناواقف ہیں لیکن ان علماء اسلام کا یہ حال ہے۔ کہ محمد علی جالندھری نے معصوم لڑکیوں پر ہزاروں آدمیوں کی موجودگی میں یہ بہتان باندھا کہ ربوہ میں انہیں اخبار نویسوں کی خدمت کے لئے وقف کیا گیا تھا۔ دراصل یہ بہتان نہ صرف قادیانی لڑکیوں پر باندھا گیا۔ بلکہ اخبار نویسوں کی عزت پر بھی اس سے شدید حملہ کیا گیا ہے۔

کاش اسلام کے یہ ٹھیکیدار اپنی پوزیشن پر غور کریں۔ ہم ان سے پوچھتے ہیں کہ کیا مسلم لیگ کے موجودہ عہدیداران جنہیں تم اسلام سے ناواقف کہتے ہو۔ کبھی انہوں نے بھی اس قسم کے بہتان معصوم لڑکیوں پر باندھے ہیں؟ کیا یہی اسلام کی تعلیم ہے۔ جسے تم پیش کر کے پاکستانیوں کو اسلام سکھاؤ گے؟

خاکساران

(۱) عبداللطیف ایم۔ ایل اے (بحروف انگریزی) (۲) آنی شیر خان ایم ایل اے۔ جنرل سیکرٹری ضلع مسلم لیگ (بحروف انگریزی) (۳) چوہدری چند لعل ڈپٹی سپیکر پنجاب اسمبلی (۴) چوہدری محمد اقبال ایڈووکیٹ شیخوپورہ ممبر ڈسٹرکٹ بورڈ (۵) محمد حنیف وکیل (۶) پرنگلی پریذیڈنٹ بار ایسوسی ایشن (۷) خواجہ غلام حسین ایڈووکیٹ (بحروف انگریزی) (۸) محمد ادریس خاں پلیڈر (بحروف انگریزی) (۹) اے حکیم وکیل (بحروف انگریزی) (۱۰) سید طالب حسین وکیل (۱۱) ایم اے رحمان وکیل سیکرٹری بار ایسوسی ایشن (بحروف انگریزی) (۱۲) شیخ قمرالدین آڑھتی غلہ منڈی (۱۳) شیخ عبدالعزیز کلاتھ مرچنٹ شیخوپورہ (۱۴) شیخ محمد شریف کلاتھ مرچنٹ شیخوپورہ (۱۵) شیخ محمد صدیق قریشی راج ڈیلر شیخوپورہ (۱۶) شیخ حسن محمد شیخوپورہ (۱۷) حبیب احمد صراف جہانگیر بازار شیخوپورہ (۱۸) سعید احمد سیکرٹری ڈسٹرکٹ ریڈیا

پیغام صلح
جلد ... یوم چہارشنبہ - مورخہ ۱ر جمادی الثانی سنہ ۱۳۷۱ھ نمبر ...

شورش و فساد پیدا کرنا اسلامی طریق نہیں

کچھ دنوں سے پاکستان کے مختلف حصص میں عوام الناس کے جذبات حکومت کے خلاف اس درجہ مشتعل ہو رہے ہیں کہ شورش و فساد تک نوبت پہنچ گئی ہے جس کو دبانے کے لئے حکومت کو لاٹھی چارج اور فائرنگ بھی کرنا پڑا۔ اس سلسلہ میں مشرقی پاکستان بالخصوص قابل ذکر ہے جہاں زبان کا مسئلہ نہایت نازک صورت اختیار کر چکا ہے۔ حکومت کے اس اعلان پر کہ پاکستان کی آئندہ قومی اور سرکاری زبان اردو ہوگی، بنگالی عوام اور بالخصوص طلباء میں ایک جوش پیدا ہو گیا، جس کا مظاہرہ انہوں نے لاقانونیت کے رنگ میں کرنا شروع کر دیا اور شر و فساد پر کمر باندھ لی - یہاں تک کہ پولیس کو اسے روکنے اور امن بحال کرنے کے لئے دو دفعہ گولی چلانی پڑی - دوسری طرف پنجاب میں آٹے کی کمیابی اور بعض عوامی لیڈروں کی اشتعال دہی نے عوام الناس کو اس درجہ مشتعل کر دیا کہ انہوں نے ایک شر انگیز گروہ کی شکل میں ۲۴ر فروری کو مال روڈ کی دوکانوں میں لوٹ مار مچا دی - کئی دوکانوں کے شیشے توڑ دیئے ان کے سامان جن میں ریڈیو سٹ، فوٹوگرافی کا سامان اور کیمرے وغیرہ بھی تھے اٹھا کر لے گئے کئی ہوٹلوں میں داخل ہو کر ہلڑ مچا دیا اور لوگوں کے ہاتھوں سے کیک اور پیسٹریاں چھین لے گئے

یہ حالات کس بات کا پتہ دیتے ہیں، غور کر کے دیکھا جائے تو ان واقعات کی تہ میں ایسے عناصر کام کرتے ہوئے نظر آئیں گے، جن کی سیاسی مصلحتیں انہیں مجبور کرتی ہیں کہ عوام کو ایسے طریق کار کے لئے اکسایا جائے - اس میں شک نہیں کہ حکومت کی بعض ناعاقبت اندیشیاں بھی عوام کو جوش دلانے کا موجب ہوئیں - بالخصوص ڈھاکہ میں یہ جانتے ہوئے کہ بنگال کے باشندوں کو بنگلہ زبان کے ساتھ جو لگاؤ اور محبت ہے وہ اردو کے ساتھ نہیں، یکلخت اردو کے قومی زبان ہونے کا اعلان کر دیا گیا حالانکہ چاہیئے تھا کہ پہلے اس کے لئے کافی عرصہ تک پراپیگنڈا کر کے لوگوں کو تیار کیا جاتا، اردو کے فوائد بتائے جاتے اور بنگلہ زبان کے نقائص کی طرف توجہ دلائی جاتی، صوبائی تعصب کو آہستہ آہستہ توڑنے کی کوشش کی جاتی، اور انہیں سمجھایا جاتا کہ اردو کے رائج نہ ہونے سے پاکستان کو کس قدر مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا اور یہ بھی انہیں بتایا جاتا کہ موجودہ بنگالی زبان سنسکرت سے پیدا ہوئی ہے، اور اس کا سارا لٹریچر ہندو ثقافت سے تعلق رکھتا ہے۔ اس کے ادیب اس کے شاعر اور افسانہ نگار عموماً ہندو ہیں، اور اس کے بالمقابل اردو کا تعلق اسلامی ثقافت کے ساتھ ہے جو پاکستان کو ایک سلک اتحاد میں منسلک کرنے کا موجب ہے -

یہ حقائق جب تک ایک بنگالی نوجوان کے ذہن نشین نہ ہوں اس وقت تک اسے یہ کہنا کہ وہ بنگالی کو چھوڑ کر اردو کو قومی زبان تسلیم کر لے اس کے اندر تعصب کی آگ بھڑکانے کا موجب ہے، اور ان حقائق کو واضح کرنا انہیں لوگوں کے ذہن نشین کرانا اور آہستہ آہستہ اردو کو رائج کرنا ایک دن کا کام نہ تھا، اس کے لئے سالہا سال کی محنت و کوشش درکار تھی - لیکن حکومت کی غلط کاری یا عاقبت نا اندیشی نے ایسے حالات پیدا کر دیئے جن سے ایک طرف ایسے عناصر کو جو پہلے ہی موجودہ وزارت سے کسی نہ کسی وجہ سے عناد رکھتے ہیں موقعہ مل گیا کہ عوام کے جذبات سے فائدہ اٹھا کر اسے بدنام کرنے کی کوشش کریں، اور دوسری طرف اردو کے قومی زبان بننے کا مسئلہ بھی معرض تعویق میں پڑ گیا اور آخرکار خود بنگال کے وزیر اعلیٰ مسٹر نورالامین کی تحریک پر ایک خاص قرارداد منظور کرنی پڑی جس میں دستور ساز اسمبلی سے یہ سفارش کی گئی ہے کہ وہ بنگلہ کو بھی پاکستان کی قومی زبان قرار دے -

قومی زبان بنگلہ ہو یا اردو اس وقت ہمیں اس سے بحث نہیں - ہمیں صرف اس بات کا افسوس ہے کہ اس بحث کو فتنہ و فساد کا رنگ دے دیا گیا حکومت نے اگر غلطی کی تو آیا اس کی غلط کاری کا نتیجہ یہ ہونا چاہیئے تھا کہ شورش اور فساد پیدا کیا جاتا؟ کیا اسلام نے ہمیں یہی تعلیم دی ہے کہ حکومت کی کسی غلطی کی اصلاح کے لئے فتنہ و فساد برپا کیا جائے؟ اور لاقانونیت کا رنگ اختیار کر کے ہنگامے برپا کئے جائیں؟ کیا اصلاح کا اور کوئی طریق دنیا میں نہیں؟ اسلام تو امن اور سلامتی کا مذہب ہے، اس کے نام لیوا ہو کر بدامنی پیدا کرنا اس کی بدنامی کے سوائے اور کیا نتیجہ پیدا کر سکتا ہے؟

ایسا ہی ہم لاہور کے ان [illegible] نوجوانوں سے پوچھتے ہیں جو آٹے کی کمیابی کے بہانہ سے ان دوکانوں کو لوٹنے لگ گئے جہاں آٹا نہیں بکتا ان کا ان دوکانوں کے قیمتی سامانوں کو لوٹ کر لے جانا اور راہ جاتی کاروں کو نقصان پہنچانا اور گورنر جنرل اور وزیر پنجاب پر حملہ آور ہونے کی کوشش کرنا کہاں کی تہذیب اور کس اسلامی اصول کی پیروی ہے؟ کیا اسلام نے یہ تعلیم دی ہے کہ اگر حکام تمہاری خواہشات کو پورا نہ کر سکیں تو ان کے خلاف بغاوت کر دو اور قانون کو اپنے ہاتھ میں لے کر ادھم مچا دو اور بے گناہ لوگوں کو لوٹنے لگ جاؤ - اگر آپ غور کر کے دیکھیں گے تو یہ اسلامی طریق نہیں، بلکہ کمیونزم کا طریق ہے - جو آج ہر ملک میں شورش و فساد کے ذریعہ سے اپنے قدم جمانے کی کوشش کرتی ہے، اس طریق پر چلنا خود اپنی مملکت کو تباہ کرنا ہے، پاکستان کی حکومت جن لوگوں کے ہاتھ میں ہے وہ عوام ہی کے نمائندہ ہیں، ان کا طریق حکومت اگر درست نہ ہو تو آئینی ذرائع سے ان کو بدلا جا سکتا ہے بغاوت اور بدامنی کی راہ اختیار کرنا تو کسی صورت میں بھی مفید نہیں ہو سکتی، ان مغربی ممالک میں بھی جن کی آج ہم نقل اتارنے کی کوشش کرتے ہیں جب کبھی عوام کو حکومت کے خلاف کوئی شکایت پیدا ہوتی ہے تو آئینی ذرائع سے ہی اسکو دفع کرنے کی کوشش کی جاتی ہے، بغاوت اور لاقانونیت کا رنگ اختیار نہیں کیا جاتا۔

اس لئے ہمارے عوام اور لیڈروں کو جو حزب مخالف کی صورت رکھتے ہیں، اس قسم کے کمیونسٹ ذرائع سے کام لینے کے بجائے صحیح اسلامی اور آئینی طریق اختیار کرنا چاہیئے، اور ملک کے امن و امان کو چھوٹی چھوٹی باتوں پر تباہ و برباد کرنے کی کوشش نہیں کرنی چاہیئے -

دوسری طرف حکومت کا بھی فرض ہے کہ وہ ایسا طریق اختیار کرے کہ عوام کو مشکلات میں مبتلا کرنے اور اشتعال دلانے کے بجائے ان کی تسکین و اطمینان کا موجب ہو، ہم بارہا لکھ چکے ہیں کہ کمیونزم جو مختلف قسم کی ہنگامہ خیزیوں سے ملک میں قدم جمانے کی کوشش کر رہی ہے، اس کا حقیقی علاج محض اس کے فلسفہ کو غلط قرار دینے میں نہیں، بلکہ عوام کے لئے تسکین و اطمینان کی زندگی پیدا کرنے میں ہے اس لئے حکومت کو ایسی راہ اختیار کرنی چاہیئے جس سے کمیونزم کے جراثیم کو پرورش پانے کا موقعہ ہی نہ مل سکے، اور عوامی لیڈروں کو بھی اپنے مطالبات کے لئے وہ طریق اختیار کرنا چاہیئے جو کمیونزم کو برسر اقتدار نہ آنے دے بلکہ صحیح اسلامی رنگ میں پاکستان کی حفاظت کا موجب ہو -

بیرونی جماعتوں کے جلسے

حضرت صاحب صدر کا ارشاد

حضرت صاحب صدر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا ارشاد ہے کہ تمام بیرونی جماعتیں اپنے اپنے شہروں میں ... مارچ اور اپریل کے مہینوں میں جلسوں کے انعقاد کا انتظام کریں، اور تاریخہائے جلسہ مقرر کر کے دو ہفتہ قبل مرکز کو اطلاع دیں تاکہ مبلغین اور لیکچراروں کے بھیجنے کا انتظام کیا جا سکے - اس بارہ میں سیکرٹری صاحبان کو علیحدہ بھی خطوط لکھے گئے ہیں - امید ہے تمام سیکرٹری صاحبان جلد از جلد فیصلہ کر کے افسر صاحب تبلیغ پاکستان احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کو مطلع فرمائیں گے ؛

اخبار و افکار

ایک الوداعی تقریب

۲۲ فروری ۱۹۵۲ء کو بیرون دہلی دروازہ مسلم ہائی سکول لاہور میں ایک الوداعی تقریب عمل میں آئی، دسویں جماعت کے طلبا یونیورسٹی کے سالانہ امتحان میں شرکت کے لئے سکول سے رخصت ہونے والے تھے، ان کو نویں جماعت کے طلباء کی طرف سے دعوت چائے دی گئی اور الوداع کہا گیا۔

اس موقعہ پر نویں اور دسویں جماعت کے طلباء نے جو تقاریر کیں ان سے یہ معلوم کرکے مسرت ہوئی ہے، کہ سکول کے ہیڈ ماسٹر اور دیگر اساتذہ نے طلبا میں اسلام سے محبت لگاؤ اور ملک وملت کی خدمات کا جذبہ پیدا کرنے کی پوری کوشش کی ہے، تقریریں کرنے والے طلباء نے روسی اور امریکی بلاکوں کا تذکرہ کرتے ہوئے اس یقین کا اظہار کیا کہ اسلام ان دونوں پر فوقیت رکھتا ہے، اور دنیا کا امن وامان صرف اسی سے وابستہ ہے۔

ہیڈ ماسٹر صاحب نے اپنی تقریر میں طلباء کو خدا پر سچا ایمان پیدا کرنے کی نصیحت کی اور بتایا کہ یہی ایمان آئندہ زندگی کو بہتر بنانے اور ملک وملت کے لئے ان کو مفید ثابت کرنے کا موجب ہوگا۔

مولنٰا یعقوب خاں صاحب ایڈیٹر سول اینڈ ملٹری گزٹ نے بھی ایک مختصر تقریر میں طلبا کو اس طرف توجہ دلائی کہ محض زبانی دعووں اور نعرہ بازی سے کچھ نہیں بنتا جب تک عمل نہ ہو، اسلام نے عمل پر زیادہ زور دیا ہے، اور ایک مسلمان کا کام یہی ہونا چاہیئے کہ باتیں کم کرے اور زیادہ تر عمل کرکے دکھائے۔ آپ نے بتایا کہ جس روسی اور امریکی بلاک کا ذکر کیا گیا ہے، ان میں عملی قوت زیادہ ہے، اور زندگی کے ہر شعبہ میں انہوں نے عملی طور پر اپنے آپ کو دوسروں سے بڑھ چڑھ کر ثابت کیا ہے،

آخر میں مولنٰا عزیز بخش صاحب کو دعا کے لئے کہا گیا اور انہوں نے دعا سے پہلے ایک مختصر تقریر فرمائی جس میں حضرت مسیح موعود کا نام لیتے ہوئے یہ بتایا کہ آپ نے اسلام کا یہ مفہوم بیان کیا ہے کہ خدا کی کامل اطاعت ہو اور مخلوق خدا کے ساتھ پوری ہمدردی کی جائے، اس اسلام کو اگر اپنا لیا جائے تو دنیا کے تمام مصائب اور مشکلات رفع ہو سکتی ہیں،

غرض یہ تقریب ہر لحاظ سے کامیاب اور باعث مسرت تھی جس کے لئے ہم مرزا مسعود بیگ صاحب ہیڈ ماسٹر اور دیگر اساتذہ کو مبارکباد دیتے ہیں، اللہ تعالے ان کی محنتوں کو بار آور فرمائے اور ان کے سکول سے نکلے ہوئے بچے اسلام کے لئے باعث فخر ثابت ہوں۔

شرمناک واقعات

لاہور ۲۴ فروری۔ پولیس کو دہلی دروازہ کے قریب سڑک کے کنارے ایک نوزائیدہ بچہ کپڑے میں لپٹا ہوا ملا ہے۔ خیال ہے کہ یہ بچہ کسی عورت مرد کے ناجائز تعلقات کا نتیجہ ہے، پولیس لواحقین کی تلاش میں ہے، پولس کا بیان ہے کہ یہ پہلا واقعہ نہیں اس قسم کے آدھی درجن بچے لاہور کے مختلف مقامات سے گزشتہ دو ماہ میں پولیس کو دستیاب ہوتے ہیں"۔

انا للہ وانا الیہ راجعون، کیا اس خبر کو پڑھکر ہمارے سر شرم و ندامت سے جھک نہ جانے چاہئیں؟ کیا آج سے دس سال پہلے بھی اس قسم کے واقعات کم از کم اتنی افراط کے ساتھ کبھی سننے میں آئے تھے؟ اگر نہیں تو غور کیجئے کہ ہم کس طرف جا رہے ہیں، کیا اب بھی بے پردگی کی خرابیوں اور مرد وعورت کے آزادانہ اختلاط کے بدنتائج میں آپ کو کوئی شبہ ہے؟ کیا وہ فحش رسائل اور فلمی اخبارات جن کی اشاعت دوسرے پاکیزہ لٹریچر کے مقابلہ میں ہزار ہا گنا بڑھ چکی ہے، اور جن کو ہمارے لڑکے اور لڑکیاں بڑے شوق وانہماک سے پڑھتے ہیں ان شرمناک واقعات کے ذمہ دار نہیں؟ کیا حکومت کا فرض نہیں کہ اس گندے ماحول کو بدلنے اور پاکیزہ زندگی پیدا کرنے کے اسباب مہیا کرنے کی کوشش کرے؟ سب سے بڑھکر ہر شریف خاندان کا یہ فرض ہے کہ اپنے گھروں میں ناپاک لٹریچر کا آنا بند کر دیں، لڑکیوں کو مخلوط تعلیم کی لعنت اور بے پردگی کی ... بلا سے بچائیں ورنہ سوسائٹی کی آئندہ حالت جو کچھ ہوگی اس کا حال معلوم۔

تعدد ازدواج

اسلام نے تعدد ازدواج کی اجازت خاص حالات میں دی ہے، مثلاً کسی ملک میں عورتوں کی تعداد مردوں سے زیادہ ہو، کوئی عورت دائم المریض ہو، کسی کے ہاں اولاد نہ ہوتی ہو، اس قسم کے حالات میں تعدد ازدواج کی اجازت دے کر اسلام نے کمال دانشمندی کا اظہار کیا ہے، مگر ایک طرف وہ لوگ ہیں جنہوں نے اس اجازت کو اپنی ہوس رانی کا ذریعہ قرار دے کر اس کا غلط استعمال کیا اور دوسری طرف وہ لوگ ہیں جن کا خیال ہے کہ چونکہ تعدد ازدواج کی اجازت عدل سے مشروط ہے اور قرآن نے خود ہی فرما دیا ہے کہ ولن تستطیعوا ان تعدلوا بین النساء ولو حرصتم اس لئے یہ اجازت نہ ہونے کے برابر ہے اور تعدد ازدواج جائز نہیں،

معاصر "ہند" کلکتہ نے ایک مقالہ افتتاحیہ میں اسی امر کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے:۔

"اسلام نے چار عورتوں سے ایک ساتھ شادی کرنے کی اجازت ضرور دی ہے۔ مگر ہر مسلمان جانتا ہے کہ اسلام نہیں چاہتا کہ اس اجازت سے فائدہ اٹھائے۔ یہ اجازت تو اسلام نے عرب کے خاص حالات کی بنا پر دی تھی۔ مگر اسلام چاہتا ہے کہ لوگ ایسا نہ کریں ایک ہی بیوی پر قانع رہیں۔ خود قرآن فرماتا ہے ولن تستطیعوا ان تعدلوا بین النساء ولو حرصتم (تم عورتوں کے معاملہ میں) انصاف کر ہی نہیں سکتے (اگرچہ کوشش کرو) — اور جس آیت میں ایک سے زیادہ بیویاں کرنے کی اجازت دی گئی ہے اس کے لفظ یہ ہیں:۔ فان خفتم الا تعدلوا فواحدۃ (اگر تم ڈرو کہ اپنی بیویوں میں انصاف نہ کر سکو گے تو ایک ہی بیوی رکھو)"

معاصر "ہند" ایک فاضل مولنٰا کے زیر ادارت شائع ہوتا ہے، ہم حیران ہیں کہ جس آیت سے انہوں نے تعدد ازدواج کی حرمت پر استدلال کیا ہے، اسکو انہوں نے پورا کیوں نقل نہیں کیا، ولن تستطیعوا ان تعدلوا بین النساء ولو حرصتم کے ساتھ اگر اس سے اگلے الفاظ فلا تمیلوا کل المیل فتذروھا کالمعلقۃ بھی نقل کر دیئے جاتے تو انہیں سمجھ آ جاتی کہ اس آیت میں تعدد ازدواج کو روکا نہیں گیا بلکہ اس کی اجازت دی گئی ہے، اور صاف طور پر فرمایا ہے کہ ایک سے زیادہ عورتوں کے ساتھ پورا عدل تو ہونا محال ہے، لیکن یہ بھی نہ ہونا چاہیئے کہ تم ایک ہی طرف پورے طور پر جھک جاؤ اور دوسری بیوی کو معلقہ چھوڑ دو۔

فرمایئے اس میں تعدد ازدواج کو روکا ہے یا اس کی اجازت دی ہے، اگر روکا ہے تو ایک ہی طرف جھکنے اور دوسری طرف کو کالمعلقہ چھوڑنے سے منع کرنے کے کیا معنے ہیں۔

معاصر "ہند" سے ہم یہ عرض کریں گے کہ قرآن کو اپنے خیالات کے آئینہ میں مطالعہ کرنے کے بجائے اس کے الفاظ اور سیاق وسباق کو پیش نظر رکھئے تاکہ صحیح معانی پر روشنی پڑ سکے۔

فحش وبائی صورت میں

ہفتہ وار صدق جدید سے بلا تبصرہ:۔

"دلی کے صرف ایک اردو فلمی ماہنامہ کی تعداد اشاعت ابھی حال ہی میں چھپی تھی، آپ یقین کریں گے؟ ۷۵ ہزار! — اس کے مقابلہ کے مذہبی و ملی ہفتہ وار اور ماہوار مل کر بھی اس کے سامنے لائے جا سکتے ہیں؟ اور اکیلے دہلی ہی سے خدا معلوم کتنے فلمی رسالے نکلتے ہیں پھر دہلی اور لکھنؤ اور بمبئی اور کراچی اور لاہور کے کل فلمی پرچے ملا لئے جائیں جب تو ان کی اشاعت خدا جانے کہاں تک پہنچے!

فحش گھر گھر پہنچ چکا ہے، پردہ کی دیواروں کو توڑ کر زنانخانوں تک پہنچ چکا ہے۔ جوانکاری کیلئے بیچاروں خوشنما نقاب، سینکڑوں دلفریب اصطلاحیں تیار ہو چکی ہیں۔ پردہ نشین گھرانوں سے فرمائشیں ریڈیو گھروں میں بیہودہ ترین اور ننگے فلمی گانوں کے سنانے کی پہنچتی رہتی ہیں یقین نہ آئے تو خود ریڈیو لگا کر اسکی تصدیق کر لیجئے — مرض اتنی شدید وبائی صورت اختیار کر لے"

صحیفۂ فطرت کے مطالعہ سے قرآن کریم کا ہستی باری تعالیٰ پر لاجواب استدلال

سایوں کا گھٹنا اور بڑھنا اور سورج کے موسمی تغیرات اللہ تعالیٰ کی ہستی پر زندہ شہادت ہیں

خطبہ جمعہ حضرت امیر قوم مولانا صدر الدین صاحب ایدہ اللہ فرمودہ ۲۲ر فروری ۵۸ء بمقام احمدیہ بلڈنگس لاہور

المتر الیٰ ربک کیف مد الظل ولو شاء لجعلہ ساکنا ....
الیٰ ...... وکفیٰ بہ بذنوب عبادہ خبیراً بصیراً۔ (الفرقان رکوع)

نیچر کا مطالعہ

اس رکوع میں انسان کو نیچر کا مطالعہ کرنے کی طرف توجہ دلائی ہے۔ اس کارخانہ قدرت میں، اس کائنات کے اندر خدا کی قدرت اور اس کا علم نظر آتا ہے، اور جو قوانین اس میں کام کرتے ہیں، وہ نظر آتے ہیں اور ان قوانین سے ہم بے شمار فائدے اُٹھاتے ہیں۔

قرآن کریم کا پُرحکمت کلام

قرآن کریم کوئی فلسفہ کی کتاب نہیں۔ بعض مذاہب کے لوگوں کو یہ فخر ہے کہ ہمارا فلسفہ اس قدر باریک ہے کہ کسی کی سمجھ نہیں آتا لیکن قرآن کریم ہر چھوٹے اور بڑے کے لئے ہدایت کی کتاب ہے ایسے آسان طریق سے اپنا پُرحکمت کلام پیش کرتا ہے کہ سب کچھ سمجھ میں آجاتا ہے۔ وہ صحیفۂ قدرت کے کھلے اوراق کو انسان کے سامنے رکھتا اور ان سے خدا کی طرف توجہ دلاتا ہے۔

سایہ کا بڑھنا اور گھٹنا

ان آیات میں فرمایا الم تر الیٰ ربک کیف مد الظل، سایہ چونکہ قریب کی چیز ہے، دن رات سایہ کی مختلف شکلیں نظر آتی ہیں۔ مکانوں کا سایہ، درختوں کا سایہ، پہاڑوں کا سایہ، جہاں جہاں انسان رہتا ہے ان جگہوں کا سایہ اور اس کا اپنا سایہ بھی قابل توجہ ہے، فرمایا کس طرح تیرا رب سایہ کو لمبا کرتا ہے دو دفعہ دن میں ہم سایہ کو لمبا دیکھتے ہیں ایک تو جب سورج مشرق سے اُٹھتا ہے اس وقت سایہ بڑا لمبا ہوتا ہے، اور پھر جوں جوں قریب قریب آتا جاتا ہے، چھوٹا ہوتا جاتا ہے حتیٰ کہ جب بالکل قریب سر کے اوپر آجاتا ہے تو بالکل مفقود ہو جاتا ہے۔ پھر جوں جوں پرے ہٹتا ہے آہستہ آہستہ لمبا ہو جاتا ہے۔ سایہ سورج کی وجہ سے ہے۔ سورج نہ ہو تو ظل پیدا ہی نہیں ہو سکتا۔ سورج کے ارتفاع پر سایہ کی لمبائی کا انحصار ہے۔ ارتفاع کم ہو تو سایہ لمبا ہو جاتا ہے، سورج کی بلندی زیادہ ہو تو سایہ چھوٹا ہو جاتا ہے۔

گرمی اور سردی کا انحصار ارتفاع سورج پر ہے

اور سورج کے ارتفاع پر گرمی کا بھی انحصار ہوتا ہے۔ ارتفاع کم ہو تو حرارت کم ہوتی ہے۔ اور ارتفاع زیادہ ہو تو حرارت شدید ہوتی ہے۔

جس طرح سے ان امور کو ہم ہر روز مشاہدہ کرتے ہیں۔ اسی طرح سے موسم گرما اور موسم سرما میں یہ دونوں باتیں مشاہدے میں آتی ہیں۔ موسم سرما میں سورج کی بلندی نسبتاً کم ہوتی ہے اس سے سائے لمبے ہو جاتے ہیں اور حرارت کم ہو جاتی ہے، اور موسم گرما میں سورج کی بلندی نسبتاً زیادہ ہوتی ہے اس لئے سائے چھوٹے ہو جاتے ہیں اور حرارت میں شدت پیدا ہو جاتی ہے

سایہ کے لمبا اور چھوٹا ہونے کی برکات

اس طلوع اور غروب اور سایہ کے لمبا اور چھوٹا ہونے میں بڑی برکات ہیں۔ موسم کے لحاظ سے سایہ کے مختلف اثرات ہیں۔ سردی کے موسم میں سایہ زیادہ لمبا ہو جاتا ہے اتنا لمبا ہوتا ہے کہ ہم ٹھٹھرنے لگتے ہیں۔ سورج سیدھا مشرق سے اُٹھنے کے بجائے دُور ایک کونے سے اُٹھتا ہے اور سایہ لمبا ہو جاتا ہے راتیں بھی لمبی ہوتی ہیں اور دن چھوٹا ہم گرم کپڑے پہنتے ہیں۔ آگ کے سامنے بیٹھتے ہیں۔ گرم کھانا اور گرم مشروبات استعمال میں لاتے ہیں۔ مکان کے اندر گھس کر سوتے ہیں۔ پھر ۲۲ر دسمبر سے دن لمبے ہونے شروع ہو جاتے ہیں اور راتیں گھٹتی چلی جاتی ہیں۔ اس کا اثر ہماری طبائع پر پڑتا ہے، ہم آگ کے سامنے اب نہیں بیٹھ سکتے، گرم کپڑے آہستہ آہستہ اتارنے لگتے ہیں، چائے کے بجائے اب لسّی کی طرف رغبت ہوتی ہے۔ تو موسموں کی وجہ سے سایوں کا بڑھنا اور گھٹنا مختلف اثرات پیدا کرتا ہے جونہی بہار کے دن آتے ہیں درختوں میں ایک زندگی پیدا ہو جاتی ہے۔ درخت سبز لباس پہن لیتے اور شگوفے اور پھولوں سے مزین ہوتے ہیں۔ درختوں پر پرندوں کا چہچہانا ایک کیفیت پیدا کرتا ہے۔

تغیرات کا سرچشمہ

یہ تمام کیفیت سورج نے پیدا کی، سورج نے سایہ کو پیدا کیا۔ سورج کی بلندی کی کمی بیشی نے اور سائے نے موسم کے بدلنے کی کیفیت پیدا کی۔ اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا وجعل الشمس علیہ دلیلا ان زمینی تغیرات کا سرچشمہ آسمان ہے۔ جو تغیرات زمین پر نظر آتے ہیں ان کا سرچشمہ آسمان پر ہے۔ سایہ کی راہبری کرنے والا اور اس کو پیدا کرنے والا سورج ہے۔ دلیل کے معنے رہبر اور رہنما کے ہیں، ہم جنگل میں ہوں صحرا میں ہوں سورج ہماری رہبری کرتا ہے مشرق و مغرب کا پتہ دیتا ہے۔ سائے اس کے پیچھے چلتے ہیں، اگر یہ سایوں کا گھٹنا بڑھنا نہ ہو اور سورج ایک ہی جگہ رہے تو انسان کی زندگی دشوار ہو جائے، یا ختم ہو جائے۔ اس لئے فرمایا ولو شاء لجعلہ ساکنا یعنی سائے کو ہم نے متحرک کر رکھا ہے اور تم کو اس کے نتائج متمتع کرتے ہیں اور اگر ہم چاہتے تو اسکو ساکن اور غیر متحرک بنا دیتے اور تم ان برکات سے محروم ہو جاتے۔

موسمی تغیرات میں زندگی کی لہر

پھر فرمایا ثم قبضنٰہ قبضا یسیرا، کبھی ہم سایہ کو لمبا کرتے ہیں اور کبھی اسکو سکیڑ دیتے ہیں۔ دوسری جگہ فرمایا یولج اللیل فی النہار ویولج النہار فی اللیل روزانہ رات کا ایک آدھ منٹ کاٹ کاٹ کر دن میں داخل کرتا چلا جاتا ہے اور کبھی دن کا ایک آدھ منٹ کاٹ کاٹ کر رات میں داخل کرتا جاتا ہے۔ لیکن یہ ایسی طرح ہوتا ہے کہ پتہ بھی نہیں لگتا ہے، فرماتا ہے قبضا یسیرا ایسی لطافت اور ایسی آہستگی سے ہم یہ کرتے ہیں کہ پتہ تک نہیں لگتا اور موسم آہستہ آہستہ بدلتا چلا جاتا ہے، پتوں کی شکل میں، پھل پھول کی شکل میں ایک نئی زندگی پیدا ہو جاتی ہے، جانوروں کے اندر حرارت عریزی بڑھ جاتی ہے، درختوں پر پرندوں کا چہچہانا اور انڈے بچے پیدا کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ ان کی حرارت بڑھ گئی، حتیٰ کہ انسان کی کیفیت بھی بدل جاتی ہے۔ اس کی بھی حرارت غریزی بڑھ جاتی ہے۔ الغرض تمام نباتات اور حیوانات میں ایک نئی زندگی ہر نمودار ہو جاتی ہے۔

سایہ سے سورج اور سورج سے خدا کی طرف توجہ

ان تمام کیفیات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا المتر الیٰ ربک اس سائے کے اندر خدا نظر آنا چاہیئے، پہلے سایہ کے گھٹنے بڑھنے کا ذکر کیا، پھر سائے سے سورج کی طرف چلے گئے اور فرمایا کہ وہ رہنمائی کرتا ہے لیکن سورج بے جان ہے اس کا اپنا ارادہ کوئی نہیں۔ وہ کسی زمین اور آسمان کے بادشاہ کے حکم کے ماتحت کام کرتا ہے۔ سایہ کے گھٹنے بڑھنے اور سورج کے ارتفاع کی کمی بیشی سے تمام موسمی تغیرات پیدا ہوتے ہیں اور مختلف قسم کے اناج اور پھل پھول پیدا ہوتے ہیں۔ ان تغیرات سے سورج کی طرف عبور ہوتا ہے اور اس سے آگے رب العالمین کی طرف توجہ منتقل ہوتی ہے جیسے ملکہ سبا

کو سلیمان نے پانی میں خدا دکھایا، شیشہ کے نیچے پانی بہہ رہا تھا، اسکو پانی نظر آیا شیشہ نظر نہ آیا اسی طرح اسے سورج نظر آتا تھا لیکن جو مدبر بالارادہ ہستی سورج کے اوپر حکومت کرتی ہے وہ نظر نہ آتی تھی۔ قال انہ صرح ممرد من قواریر سلیمان نے کہا یہ محل ہے جو شیشوں سے بنایا گیا ہے یہ سنا تھا، اور اس کی توجہ خدا کی طرف چلی گئی، قالت رب انی ظلمت نفسی و اسلمت مع سلیمان للہ رب العالمین کہنے لگی میرے رب میں نے اپنے اوپر ظلم کیا اور سلیمان نے جو تلقین کی ہے، اسکی سمجھ کر رب العالمین پر ایمان لے آئی۔

ربّ المشارق والمغارب

پس یہ اللہ تعالےٰ کا رحم کرم اور اس کی مہربانیاں ہیں کہ سورج کو حکم دے دیا کہ اپنی رفتار کو بدل بدل کر چلنا ہے سورج کی طاقت نہیں کہ ایک منٹ بھی طلوع ہونے میں دیر کرے یا جس جگہ سے اسے طلوع کرنا ہے وہاں سے ادھر ادھر ہو جائے۔ اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا رب المشارق والمغارب سورج ہر روز ایک نئی جگہ سے طلوع کرتا، اور ہر روز ایک نئی جگہ پر غروب ہوتا ہے ...... ہر روز اس کی مشرق و مغرب نئی ہے۔ وہ جو مشارق و مغارب کا رب ہے لا دوبیت کرنے والے خدا نے سال بھر مختلف مشارق مغارب بنائے تاکہ انسان مختلف موسموں اور موسموں کے مختلف نتائج اور مختلف پیداوار سے فائدہ اٹھائے کئی مشرق اور کئی مغرب، سب خدا کے حکم کے نیچے ہیں۔

مشرقین و مغربین

ایک جگہ فرمایا دو مشرقوں کا رب اور دو مغربوں کا رب۔ تم دیکھتے ہو کہ سردیوں میں سورج زیادہ تر جنوب کی طرف سے طلوع کرتا ہے اور اسی طرح زیادہ جنوب کی طرف غروب ہوتا ہے۔ اور گرمیوں میں زیادہ شمال کی طرف سے طلوع کرتا ہے اور غروب بھی زیادہ شمال کی جانب ہی ہوتا ہے گویا سردیوں کا مشرق و مشرق اور ہے اور گرمیوں کا مشرق و مغرب کوئی اور۔

ہستی باری تعالیٰ پر دلیل

ان سب کے اندر کیا نظر آتا ہے الم تر الی ربک کیا تم اپنے رب کو نہیں دیکھتے جو اس سورج کا موجد ہے اور ہر ایک چیز اور کائنات کا ہر ذرہ اس کی پوری فرمانبرداری کرتا ہے، یہ اسی فرمانبرداری کا نتیجہ ہے کہ دنیا میں ایک زندگی اور کئی قسم کی برکات پیدا ہوتی ہیں۔ پس تم بھی اس کی پوری فرمانبرداری اختیار کرو، تم خدا کے خلیفہ ہو جاؤ گے، غور کرنے کی بات ہے۔ کس طرح قرآن کریم ایک چیز کا ذکر کر کے دور کے نتائج کی طرف لے جاتا ہے اور پھر ان سے خدا کی ہستی پر دلیل پیدا کرتا ہے۔

علامہ زمخشری کا باریک فہم

اس جگہ میں علامہ زمخشری کی تعریف کروں تو بے جا نہ ہوگا۔ انہوں نے ثم کے لفظ کو بڑے اہم نتائج کی طرف لے جانے کا موجب قرار دیا ہے، سائے کو لمبا کرنے کا ذکر کر کے فرمایا ثم جعلنا الشمس علیہ دلیلا۔ سائے کو چھوڑ ایک اور بڑی چیز جو اس سایہ کا موجب ہے اس پر غور کرو یعنی سورج پر، پھر فرمایا ثم قبضنٰہ قبضا یسیرا اس سے بھی آگے ایک اور بات غور کے قابل ہے کہ ہم اس سائے کو کس لطافت سے تھوڑا تھوڑا کر کے سکیڑ بھی دیتے ہیں۔ جس سے لا متناہی برکات اور فوائد پیدا ہوتے ہیں ـــــ یہ لفظ ثم غور و فکر اور تدبر کو جگانے کے لئے ہے

تین اعلیٰ پایہ کی تفاسیر

علامہ زمخشری کو خدا نے بڑی توفیق دی ہے، وہ قرآن کا صرف و نحو اور اس کے علم ادب اور علم معانی کی باریکیوں کو بیان کرنے میں ید طولیٰ رکھتے ہیں، جو لوگ قرآن کا باریک علم سیکھنا چاہتے ہیں انہیں علامہ زمخشری کی تفسیر کشاف کو پڑھنا چاہیئے، اور ان کو امام فخر الدین رازی کی تفسیر بھی ضرور مطالعہ کرنی چاہیئے۔ اس تفسیر کے پڑھنے سے قرآن مجید اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا عشق پیدا ہوتا ہے۔ قرآن کی آیات اور سورتوں میں ربط معلوم ہوتا ہے اور قرآن کریم کی تعلیمات کے فلسفہ پر آگاہی حاصل ہوتی ہے۔ اسی طرح سے علامہ طبری کی تفسیر اس رنگ میں بے نظیر ہے کہ اس سے ہر آیت کریمہ کا وہ ترجمہ معلوم ہو جاتا ہے جو سلف صالحین نے کیا یا صحابہ کرام رضوان علیہم اجمعین نے یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا۔ کم از کم یہ تین تفسیریں ہر اس شخص کو مطالعہ کرنی چاہئیں جو علم قرآن سے بہرہ ور ہونے کا اشتیاق رکھتا ہے۔ (۱) زمخشری کی کشاف۔ (۲) امام رازی کی تفسیر کبیر (۳) اور طبری کی ابن جریر۔ یہ قرآن کے سیکھنے کے لئے بڑی پایہ کی تفاسیر ہیں۔ ان کے اندر علم ہے، نور ہے اور انسان کو معلوم ہوتا ہے کہ قرآن میں کس قدر علم اور حکمت بھری ہوئی ہے۔

خُطبۂ ثانی

نماز پابندی اور وقت سے ادا کرنی چاہیئے

میں آپ کے فائدہ کی ایک بات بتاؤں، ایک دفعہ ایک صحابی ایک جگہ گئے وہاں کا حاکم نماز کے لئے دیر سے آیا، اس وقت ہی نماز پڑھایا کرتے تھے، اس صحابی نے کہا یہ کونسا نماز کا وقت ہے، اتنی دیر سے نماز پڑھنے آتے ہو کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا طریق بھی تھا، اس کا دوسروں پر کیا اثر ہوگا، اس حاکم نے تسلیم کیا کہ میری سستی ہے، اور فی الواقعہ نماز میں دیر کرنا اچھا نہیں، اس وقت کے حاکم بھی ایسے تھے کہ جب کسی برائی پر ٹوکا جائے تو برا نہ مانتے تھے۔ بلکہ اپنی غلطی کو تسلیم کر لیتے تھے، نماز کا وقت پر ادا کرنا بہت ضروری ہے ان الصلوٰۃ کانت علی المومنین کتابا موقوتا نماز اپنے وقت پر ادا کرنی فرض کی گئی ہے، یہ کوئی نماز نہیں کہ جب جی چاہا یا جب فرصت ہوئی پڑھ لی یا نہ پڑھی۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قوم کو وقت پر نماز پڑھنے کی عادت ڈالی تھی اس میں بہت فوائد ہیں۔ ہمارے زمانہ کے امام نے بھی قادیان میں اسی قسم کا ماحول پیدا کیا تھا کہ لوگ عشق و محبت سے پابندی وقت سے نماز ادا کرتے تھے۔

مجھے یاد ہے میرے ایک عزیز پانچ سال تک برابر صبح کی نماز میں جو بہت سویرے ہوتی تھی، اور دوسری نمازوں میں بھی باقاعدہ شامل ہوتے رہے، لیکن اب لاہور کی فضا میں رہ کر وہ سست ہو گئے ہیں، کبھی پڑھ لی اور کبھی چھوڑ دی، کبھی بے وقت پڑھ لی کبھی جمعہ میں آ گئے، کبھی نہ آئے، یہ ٹھیک نہیں، نماز باقاعدہ اور بر وقت پڑھنی چاہیئے اور جمعہ میں تو عین وقت پر پہنچنا چاہیئے، کیونکہ یہ ایک مجمع کی نماز ہے۔ جو شخص دیر سے آتا ہے وہ مجمع کو نقصان پہنچاتا ہے اور مجمع کی نماز کی غرض بھی پوری نہیں کرتا۔ اس لئے نمازوں اور بالخصوص جمعہ کی نماز میں وقت پر شامل ہونا چاہیئے۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ ارشادات

شیخ غلام قادر صاحب احمدیہ بلڈنگس لاہور

کامیاب انسان

قد افلح من اخلص قلبہ للایمان وجعل قلبہ سلیما ولسانہ صادقا ونفسہ مطمئنۃ وخلیقتہ مستقیمۃ واذنہ مستمعۃ وعینہ ناظرۃ۔ عن ابی ذر۔ لاحمد فی مسندہ
(جامع الصغیر)

ترجمہ: بروایت ابی ذر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے اپنے قلب کو ایمان کے لئے خالص کر لیا اور وہ سلیم القلب ہے صادق القول ہے، اطمینان یافتہ نفس رکھتا ہے طبیعت مستقیم ہے اور گوش شنوا اور چشم بینا رکھتا ہے وہ یقیناً کامیاب ہوگیا۔

چوری کا مال خریدنے والا

من اشتری سرقۃ وھو یعلم انھا سرقۃ فقد شرک فی عارھا واثمھا۔ عن ابی ھریرۃ رض للحاکم۔ للبیہقی فی شعب الایمان
(جامع الصغیر)

ترجمہ:۔ ابوہریرہ سے روایت ہے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو جان بوجھ کر چوری کا مال خریدتا ہے وہ بھی اس چوری اور گناہ میں اس کا شریک ہے

کو سلیمان نے پانی میں خدا دکھایا، شیشہ کے نیچے پانی بہہ رہا تھا، اسکو پانی نظر آیا شیشہ نظر نہ آیا اسی طرح اسے سورج نظر آتا تھا لیکن جو مدبر بالارادہ ہستی سورج کے اوپر حکومت کرتی ہے وہ نظر نہ آتی تھی۔ قال انه صرح ممرد من قواریر سلیمان نے کہا یہ محل ہے جو شیشوں سے بنایا گیا ہے یہ سن تھا اور اس کی توجہ خدا کی طرف کھنچی گئی۔ قالت رب انی ظلمت نفسی واسلمت مع سلیمان للہ رب العالمین کہنے لگی میرے رب میں نے اپنے اوپر ظلم کیا اور سلیمان نے جو تلقین کی ہے، اسکو سمجھ کر رب العالمین پر ایمان لے آئی۔

رب المشارق والمغارب

پس یہ اللہ تعالے کا رحم کرم اور اس کی مہربانیاں ہیں کہ سورج کو حکم دے رکھا ہے کہ اپنی رفتار کو بدل بدل کر چلتا رہے سورج کی طاقت نہیں کہ ایک منٹ بھی طلوع ہونے میں دیر کرے یا جس جگہ سے اسے طلوع کرنا ہے وہاں سے ادھر ادھر ہو جائے۔ اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا رب المشارق والمغارب سورج ہر روز ایک نئی جگہ سے طلوع کرتا اور ہر روز ایک نئی جگہ پر غروب ہوتا ہے ...... ہر روز اس کی مشرق و مغرب نئی ہے۔ وہ جو مشارق و مغارب کا رب ہے ربوبیت کرنے والے خدا نے سال بھر مختلف مشارق مغارب بنائے تاکہ انسان مختلف موسموں اور موسموں کے مختلف نتائج اور مختلف پیداوار سے فائدہ اٹھائے کبھی مشرق اور کبھی مغرب، سب خدا کے حکم کے نیچے ہیں۔

مشرقین و مغربین

ایک جگہ فرمایا دو مشرقوں کا رب اور دو مغربوں کا رب۔ تم دیکھتے ہو کہ سردیوں میں سورج زیادہ تر جنوب کی طرف سے طلوع کرتا ہے اور اسی طرح زیادہ جنوب کی طرف غروب ہوتا ہے۔ اور گرمیوں میں زیادہ شمال کی طرف سے طلوع کرتا ہے اور غروب بھی زیادہ شمال کی جانب ہی ہوتا ہے گویا سردیوں کا مشرق و مشرق اور ہے اور گرمیوں کا مشرق و مغرب کوئی اور۔

ہستی باری تعالیٰ پر دلیل

ان سب کے اندر کیا نظر آتا ہے الم تر الی ربک کیا تم اپنے رب کو نہیں دیکھتے جو اس سورج کا موجد ہے اور یہ ایک چیز اور کائنات کا ہر ذرہ اس کی پوری فرمانبرداری کرتا ہے، یہ اسی فرمانبرداری کا نتیجہ ہے کہ دنیا میں ایک زندگی اور کئی قسم کی برکات پیدا ہوتی ہیں۔ پس تم بھی اس کی پوری فرمانبرداری اختیار کرو، تم خدا کے خلیفہ ہو جاؤ گے۔ غور کرنے کی بات ہے۔ کس طرح قرآن کریم ایک چیز کا ذکر کر کے دور کے نتائج کی طرف لے جاتا ہے اور پھر ان سے خدا کی ہستی پر دلیل پیدا کرتا ہے۔

علامہ زمخشری کا باریک فہم

اس جگہ میں علامہ زمخشری کی تعریف کروں تو بے جا نہ ہوگا۔ انہوں نے ثم کے لفظ کو بڑے اہم نتائج کی طرف لے جانے کا موجب قرار دیا ہے، سائے کو لمبا کرنے کا ذکر کر کے فرمایا ثم جعلنا الشمس علیه دلیلا سائے کو چھوڑ ایک اور بڑی چیز جو اس سایہ کا موجب ہے اس پر غور کرو یعنی سورج پر، پھر فرمایا ثم قبضنه الینا قبضا یسیرا اس سے بھی آگے ایک اور بات غور کے قابل ہے کہ ہم اس سائے کو کس لطافت سے تھوڑا تھوڑا کر کے سکیڑ بھی دیتے ہیں۔ جس سے لا متناہی برکات اور فوائد پیدا ہوتے ہیں ___ یہ لفظ ثم غور و فکر اور تدبر کو جگانے کے لئے ہے۔

تین اعلیٰ پایہ کی تفاسیر

علامہ زمخشری کو خدا نے بڑی توفیق دی ہے، وہ قرآن کا صرف و نحو اور اس کے علم ادب اور علم معانی کی باریکیوں کو بیان کرنے میں ید طولیٰ رکھتے ہیں، جو لوگ قرآن کا باریک علم سیکھنا چاہتے ہیں انہیں علامہ زمخشری کی تفسیر کشاف کو پڑھنا چاہیئے، اور ان کو امام فخر الدین رازی کی تفسیر بھی ضرور مطالعہ کرنی چاہیئے۔ اس تفسیر کے پڑھنے سے قرآن مجید اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا عشق پیدا ہوتا ہے۔ قرآن کی آیات اور سورتوں میں ربط معلوم ہوتا ہے، اور قرآن کریم کی تعلیمات کے فلسفہ پر آگاہی حاصل ہوتی ہے۔ اسی طرح سے علامہ طبری کی تفسیر اس رنگ میں بے نظیر ہے کہ اس سے ہر آیت کریمہ کا وہ ترجمہ معلوم ہو جاتا ہے جو سلف صالحین نے کیا یا صحابہ کرام رضوان علیہم اجمعین نے یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا۔ کم از کم یہ تین تفسیریں ہر اس شخص کو مطالعہ کرنی چاہئیں جو علم قرآن سے بہرہ ور ہونے کا اشتیاق رکھتا ہے۔ (۱) زمخشری کی کشاف۔ (۲) امام رازی کی تفسیر کبیر (۳) اور طبری کی ابن جریر۔ یہ قرآن کے سیکھنے کے لئے بڑی پایہ کی تفاسیر ہیں۔ ان کے اندر علم ہے، نور ہے اور انسان کو معلوم ہوتا ہے کہ قرآن میں کس قدر علم اور

حکمت بھری ہوئی ہے۔

خُطبۂ ثانی

نماز پابندی اور وقت سے ادا کرنی چاہیئے

میں آپ کے فائدہ کی ایک بات بتاؤں، ایک دفعہ ایک صحابی ایک جگہ گئے وہاں کا حاکم نماز کے لئے دیر سے آیا، اس وقت ہی نماز پڑھایا کرتے تھے، اس صحابی نے کہا یہ کونسا نماز کا وقت ہے، اتنی دیر سے نماز پڑھنے آتے ہو کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا طریق بھی تھا، اس کا دوسروں پر کیا اثر ہوگا، اس حاکم نے تسلیم کیا کہ میری سستی ہے، اور فی الواقعہ نماز میں دیر کرنا اچھا نہیں، اس وقت کے حاکم بھی ایسے تھے کہ جب کسی برائی پر ٹوکا جائے تو برا نہ مانتے تھے۔ بلکہ اپنی غلطی کو تسلیم کر لیتے تھے، نماز کا وقت پر ادا کرنا بہت ضروری ہے۔ ان الصلوٰة کانت علی المومنین کتابا موقوتا نماز اپنے وقت پر ادا کرنی فرض کی گئی ہے، یہ کوئی نماز نہیں کہ جب جی چاہا یا جب فرصت ہوئی پڑھ لی یا نہ پڑھی۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قوم کو وقت پر نماز پڑھنے کی عادت ڈالی تھی اس میں بہت فوائد ہیں۔ ہمارے زمانہ کے امام نے بھی قادیان میں اسی قسم کا ماحول پیدا کیا تھا کہ لوگ خشوع و خضوع سے پابندی وقت سے نماز ادا کرتے تھے۔

مجھے یاد ہے میرے ایک عزیز پانچ سال تک برابر صبح کی نماز میں جو بہت سویرے ہوتی تھی، اور دوسری نمازوں میں بھی باقاعدہ شامل ہوتے رہے، لیکن اب لاہور کی فضا میں رہ کر وہ سست ہو گئے ہیں، کبھی پڑھ لی اور کبھی چھوڑ دی، کبھی بے وقت پڑھ لی کبھی جمعہ میں آ گئے کبھی نہ آئے، یہ ٹھیک نہیں، نماز باقاعدہ اور بروقت پڑھنی چاہیئے اور جمعہ میں تو عین وقت پر پہنچنا چاہیئے، کیونکہ یہ ایک مجمع کی نماز ہے۔ جو شخص دیر سے آتا ہے وہ مجمع کو نقصان پہنچاتا اور مجمع کی نماز کی غرض بھی پوری نہیں کرتا۔ اس لئے نمازوں اور بالخصوص جمعہ کی نماز میں وقت پر شامل ہونا چاہیئے۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ ارشادات

شیخ غلام قادر صاحب احمدیہ بلڈنگس لاہور

کامیاب انسان

قد افلح من اخلص قلبه للایمان وجعل قلبه سلیما ولسانه صادقا ونفسه مطمئنة وخلیقته مستقیمة واذنه مستمعة وعینه ناظرة۔ عن ابی ذر۔ لاحمد فی مسنده

(جامع الصغیر)

ترجمہ:۔ بروایت ابی ذر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے اپنے قلب کو ایمان کے لئے خالص کر لیا اور وہ سلیم القلب ہے صادق القول ہے، اطمینان یافتہ نفس رکھتا ہے طبیعت مستقیم ہے اور گوش شنوا اور چشم بینا رکھتا ہے وہ یقیناً کامیاب ہو گیا۔

چوری کا مال خریدنے والا

من اشتری سرقة وهو یعلم انها سرقة فقد شرك فی عارها واثمها۔ عن ابی هریرة رض للحاکم۔ للبیهقی فی شعب الایمان

(جامع الصغیر)

ترجمہ:۔ ابوہریرہ سے روایت ہے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو جان بوجھ کر چوری کا مال خریدتا ہے وہ بھی اس چوری اور گناہ میں اس کا شریک ہے

حضرت مسیح موعود کا پیدا کردہ انقلاب اور جماعت احمدیہ کی اسلامی خدمات

یورپ میں ہماری تبلیغی مساعی کے اثرات۔ ملکہ ہالینڈ کی خدمت میں قرآن کریم کا ہدیہ

غلبۂ اسلام اور مسلمانانِ عالم کی رستگاری کیلئے تہجد میں دعائیں کیجئے

الحاج جناب میاں محمد صاحب صدر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کی جلسہ سالانہ کے موقعہ پر اختتامی تقریر

حضرت امیر مرحوم کو الہام

حمد وثناء کے بعد فرمایا:-

آج ہمارے جلسہ کی یہ آخری نشست ہے۔ اس لئے میں آپ کا کوئی زیادہ وقت لینا نہیں چاہتا جس سے آپ کو تکلیف ہو۔ چند ایک باتیں آپ سے کہنا چاہتا ہوں۔ مجھے یاد ہے کہ ایک بار جب حضرت امیر مرحوم ومغفور ڈلہوزی میں تھے تو باہر سیر کے لئے جا رہے تھے۔ میں بھی ان کے ساتھ تھا۔ رستے میں ایک قادیانی دوست ملے۔ انہوں نے حضرت امیر مرحوم سے پوچھا کہ کیا آپ کو الہام ہوتا ہے؟ تو مولانا صاحب نے کچھ جواب نہ دیا۔ دوسرے دن اتفاق سے دو ایک اور دوست ملے۔ انہوں نے بھی مولانا صاحب سے یہی سوال کیا۔ تو اس پر بھی مولوی صاحب خاموش رہے۔ کچھ دن گذرنے کے بعد ایک اور صاحب ملے انہوں نے بھی پوچھا کیا آپ کو الہام ہوتا ہے؟ تو مولانا نے اب کی بار جواباً کہا ہاں مجھے اسلام کی شوکت کا الہام ہوتا ہے۔

خواب میں حضرت امیرؒ سے ملاقات

اسی طرح مجھ سے بھی حضرت امیر مرحوم ومغفور کی وفات کے بعد لوگوں نے پوچھا کیا خواب میں آپ کو مولوی صاحب ملے ہیں تو میں نے کہا نہیں۔ لیکن رات وہ مجھے خواب میں ملے اور چند ایک باتیں بھی انہوں نے کیں۔ میں نے دیکھا کہ مولانا صاحب اسی کمرہ میں جس میں میں سویا ہوا ہوں داخل ہوتے ہیں اور مسکرا رہے ہیں۔ میں انہیں دیکھ کر حیران ہوتا ہوں۔ کہ مولانا صاحب تو وفات پاگئے ہیں۔ اتنے میں وہ میرے پاس بیٹھ جاتے ہیں اور میں انہیں السلام علیکم کہتا ہوں۔ آپ میرے پاس بیٹھ جاتے ہیں اور فرماتے ہیں میں آپ سے خوش ہوں جماعت سے خوش ہوں کہ انہوں نے میرے بعد تمام تحریکات کو زندہ رکھا ہے اور تمام مشنوں کو قائم رکھا ہے۔ اور اس کے بعد تشریف لے جاتے ہیں۔

پیغام صلح کا حضرت امیر نمبر

پیغام صلح کا حضرت امیر نمبر آپ لوگوں نے دیکھا ہوگا۔ اس میں احباب نے آپ کی زندگی کے مفصل حالات لکھے ہیں میں آپ تمام دوستوں سے گذارش کرتا ہوں کہ آپ اس کی کچھ زائد کاپیاں خرید کر غیر از جماعت لوگوں تک پہنچا دیں، راستے میں مسافروں کو دکھلائیں۔ اپنے حلقہ احباب میں اس کو پھیلائیں۔ اس کی پانچسو کاپیاں میں خود خریدتا ہوں۔

احباب کی قربانی اور مخلصانہ تعاون

اب میں اپنے اصل مضمون کی طرف آتا ہوں۔ کل آپ لوگوں نے میری آواز پر لبیک کہا اور میرے ساتھ تعاون کا ایک ولولہ دکھایا اس سے میرا دل سرشار ہے۔ خدا کے خزانے کھلے پڑے ہیں وہ ہماری کمی کو پورا کر سکتا ہے ہم لوگوں کو صرف کوشش کرنا مقصود ہے۔ خدا تعالیٰ کے نزدیک ہر اس رقم کی قدر ہے جو اخلاص سے دی جاتی ہے۔ کم یا زیادہ ہونا یہ علیحدہ بات ہے۔ اس لئے میں اپنے ہر بھائی کی رقم کو خواہ اس نے تھوڑی یا زیادہ دی ہو ایک قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہوں۔ حضرت امیر مرحوم آج ہم میں موجود نہیں ہیں۔ وہ کام جو آج میں کر رہا ہوں حضرت مرحوم کیا کرتے تھے۔ لیکن میں نے دیکھا کہ ان کی روح آج بھی ہم میں کام کر رہی ہے اشاعت اسلام کا جو ولولہ آپ نے مشاہدہ کیا ہے۔ اس کی نظیر دنیا کی دوسری جماعتوں میں نہیں ملتی۔ ایک چھوٹا سا پنڈال اور اس میں ہزارہا روپیہ کا جمع ہو جانا۔ بہت بڑی قربانی ہے۔

سب مل کر کام کریں

جب میں انجمن کا صدر مقرر ہوا تو پہلا کام میں نے یہ کیا کہ جملہ صیغوں کے افسران اور سکولوں کے ہیڈ ماسٹروں سب کو اپنے پاس بلایا اور ان سے مشورہ کیا کہ جلسہ کو کس طرح دلکش بنایا جائے۔ میں نے ہیڈ ماسٹر صاحبان سے گذارش کی کہ حضرت امام الزمان کی نظمیں بچوں کو یاد کرائی جائیں اور ان سے جلسہ کے دنوں میں پڑھوائی جائیں۔ چنانچہ جلسہ کے ایام میں بچوں سے یہ نظمیں سن کر میرا دل بڑا خوش ہوا۔ ہیڈ ماسٹر صاحب مسلم ہائی سکول نمبر ۱ نے یہ عملی قدم اٹھایا ہے ہم میں سے ہر آدمی کو چاہیئے کہ وہ کوئی عملی اقدام کرے۔ پھر دیکھئے جہتوں کے کام دنوں میں ہونے لگ پڑیں گے۔ دنیا میں ترقی کرنے کے لئے سب سے بڑی چیز ذمہ داری کا احساس ہے۔ اگر ہم میں سے ہر آدمی اپنی اپنی ذمہ داری کا احساس پوری طرح پر محسوس کرے تو ہماری جماعت خدا کے فضل سے دن دگنی رات چوگنی ترقی کر سکتی ہے۔ جس طرح سے چینی کے ایک دو دانے گلاس میں ڈالنے سے جو پانی سے بھرا ہوا ہو میٹھا نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح جب تک جماعت کے سب افراد باہم مل کر زور نہ لگائیں مقصد حاصل نہیں ہو سکتا۔

احباب اور کارکنوں کا شکریہ

میں آپ لوگوں کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ لوگ سردی کے ایام میں یہاں تشریف لائے اور آپ کو رستہ کی صعوبتیں برداشت کرنا پڑیں۔ اور یہاں پہنچکر بھی آپ کی شان کے مطابق کوئی رہائش وغیرہ کا سامان میسر نہ ہو سکا۔ آپ نے ان ایام میں بڑی قابل قدر تنظیم کا مظاہرہ کیا ہے۔ خدا تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے۔ اس سے ہمارے حوصلے بلند ہو گئے ہیں۔ میں ان کارکنوں کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے جلسہ کو کامیاب بنانے کے لئے ہر ممکن کوشش کی۔

نئے مسائل کی طرف توجہ کی ضرورت

اس دفعہ مقررین حضرات نے نہایت ہی موثر پیرایہ میں آپ صاحبان کو اپنی عالمانہ اور پُر معرفت تقاریر سے محظوظ کیا۔ دیارتھی صاحب۔ مظفر بیگ صاحب نے اپنی تقاریر سے ہمارے سامنے علم الکلام کا ایک نیا پروگرام رکھا ہے۔ پرانی بحثیں ختم ہو گئی ہیں۔ اب نئے نئے علوم پھیل گئے ہیں۔ آج اقتصادی مسئلہ نے تمام دنیا کو گھیرے میں لے لیا ہے۔ ہمیں اسکو حل کرنا چاہیئے۔ اس کے لئے محنت کرنی ہوگی اور ریسرچ کرنی پڑے گی۔ آپ ہی کی یہ جماعت ہے جس نے گذشتہ ساٹھ سالہ دور میں عملی طور پر تمام مذاہب کی خدمت کی ہے۔ اور اپنے گھر بار کو چھوڑ کر اسلام کو دنیا تک پہنچانے کی تگ ودو کی ہے۔ یہ چیز پوری نہیں ہو سکتی جب تک ہم نئے پیدا شدہ خیالات کا مقابلہ نہ کریں۔ اس لئے چاہیئے کہ مسائل کے علماء اس کے مقابلہ کے لئے خاص جدوجہد کریں۔ اور اس پر کافی وشافی لٹریچر پیدا کریں۔ تقاریر میں بھی تعمیری پہلو پر زور دینا چاہیئے۔ محض ولولہ انگیز تقاریر کر دینا کوئی عمدہ صفت نہیں۔ ایسی تقاریر کا عموماً کوئی دائمی اثر نہیں ہوتا۔

امام زمان اور حضرت امیر مرحوم کی تصنیفات

امام زمان حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسلام کی برتری کے بارہ میں جس تعلیم کی ضرورت تھی وہ سب بذریعہ تحریر ہمارے سامنے رکھ ...... دی ہے اور حضرت امیر مرحوم نے اسی علم کلام کو لیکر عمدہ عمدہ تالیفیں تیار کیں۔ ان کو بھی بڑا پسند کیا گیا ہے۔ ہالینڈ میں

جب یہ ورلڈ آرڈر اور ٹیچنگز آف اسلام کا ترجمہ ہوا تو ان کی بڑی تعریف ہوئی۔ اس لئے کہ زمانہ کو ان چیزوں کی ضرورت تھی۔

یورپ میں مسیح موعودؑ کو پیش کرنے کی ضرورت

ایک وہ زمانہ تھا کہ یورپ میں صرف خدا کی توحید کو منوانے پر زور دیا جاتا تھا بعد میں سیدنا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت کو پیش کیا گیا۔ لیکن اب زمانہ بدل گیا ہے۔ اب وہ وقت آپہنچا ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کی تعلیم اور آپ کے دعوے کو بھی ان کے سامنے پیش کیا جائے۔

امام زمان کا نفخ روحانی

جن دنوں میں یورپ کے سفر پر تھا۔ مجھے ایک ڈاکٹر ملے میں نے اُن سے سلسلہ احمدیہ کے متعلق گفتگو شروع کی۔ اور ان سے کہا کہ اسلام کی تبلیغ اور اس کی اشاعت جس طرح سے یہ جماعت کر رہی ہے اس کی مثال کسی اور قوم میں دکھلائیں۔ کتنا لٹریچر ہے جو اسلام کے حق میں اس جماعت نے پیدا کیا ہے اور کس طرح وہ اپنے وطن کو چھوڑ کر دور دراز کے ملکوں میں اس پیغام کو پہنچاتے پھرتے ہیں۔ کیا کسی نواب یا سلطنت کی طرف سے بھی کوئی بھیجا ہوا آدمی آپ کو ایسا ملا ہے جس کا مقصد اشاعت اسلام ہو۔ یہ امام زمان ہی کا نفخ ہے۔ جس نے آپ کے ماننے والوں میں یہ تڑپ پیدا کر دی ہے۔ میں نے انہیں بتایا کہ ہم امام زمان مسیح موعودؑ کو نبی نہیں مانتے بلکہ ہم سیدنا حضرت نبی کریم صلعم کے بعد کسی نبی کے آنے کے قائل نہیں خواہ وہ نیا ہو یا پرانا۔

ہالینڈ کا قادیانی مشن

ہالینڈ میں جماعت قادیان کا بھی ایک مشن ہے۔ میں وہاں گیا۔ میں نے دیکھا کہ دو آدمی وہاں بیٹھے ہیں ان کے پاس کوئی لائبریری نہیں۔ وہ کھلے الفاظ میں حضرت صاحب کو نبی اللہ کہکر پکارتے ہیں۔ اس قدر کھلے الفاظ میں نے کبھی نہیں سُنے تھے۔ میں نے اُن سے کہا آپ کو معلوم ہے کہ خلیفہ صاحب نے فرمایا ہے کہ حضرت مسیح موعود کے خاندان کے لئے خاندان نبوت کا لفظ استعمال نہ کیا جائے۔ انہوں نے کہا ہم اپنی مرضی سے کچھ نہیں کرتے۔ جو ہدایت ہمیں خلیفہ صاحب کی طرف سے آتی ہے ہم اسی پر عمل کرتے ہیں۔ ہالینڈ میں ان کے عقائد کی وجہ سے لوگ جماعت قادیان کو اچھی نظروں سے نہیں دیکھتے۔ اور نہ ہی ان کے مشن کی کچھ قدر ہے۔

عید میں ۔۔۔ احمدی امام

عید کے دن تمام مسلمانوں کو پاکستان ہوس میں اکٹھا کیا گیا۔ اور تجویز ہوئی کہ عید کی نماز باہم مل کر پڑھی جائے۔ چنانچہ ایک احمدی نے نماز پڑھائی اور وہ ہماری جماعت کا آدمی تھا۔ قادیانی جماعت نے کوئی اچھا نمونہ پیش نہ کیا اور علیحدہ اپنی نماز کا انتظام کر لیا۔ آپ کی جماعت پر کس قدر خدا تعالےٰ کا فضل ہے۔ کہ غیر از جماعت بھی امامت کے لئے آپ کو چنتے ہیں۔

کتب حضرت امیرؒ ڈچ زبان میں

حضرت امیر مرحوم و مغفور کی کتب کا ترجمہ جو ڈچ زبان میں کیا گیا ہے۔ اس کا نہایت ہی اچھا اثر پڑا ہے۔ عیسائی لڑکے جو زیر تبلیغ تھے انہوں نے بڑی تعریفیں کیں۔ یہ ایک خوشخبری ہے کہ اسلام کے تمام دنیا میں غالب مذہب بننے کا وقت آپہنچا ہے۔ صرف ضرورت اس امر کی ہی کہ ہم اپنی جدوجہد کو زیادہ کریں۔ ہمتوں کو بلند کریں۔ اور لٹریچر کو کثرت کے ساتھ پھیلاتے چلے جائیں۔

یورپ میں آزادیٔ مذہب

میں نے اپنے قیام کے دوران میں الٰہی نصرت کے عجیب و غریب کرشمے دیکھے۔ ایک عیسائی لڑکی تھی۔ اس کا باپ ایس پی تھا۔ اور وہ اپنے تمام خاندان میں صرف ایک ہی لڑکی تھی۔ اس نے اسلام کو قبول کر لیا۔ اس پر اس خاتون نے ہمیں دعوت دی۔ میں نے دیکھا کہ اس کے ماں باپ بھی اس ضیافت میں شامل تھے اور وہ مہمانوں کی طرح سے خاطر کرنے میں مشغول تھے یہاں ہمارے ملک کی طرح نہیں کہ اگر کوئی لڑکا احمدیت کو قبول کرتا ہے تو اس کے گھر میں ایک شور قیامت برپا ہو جاتا ہے۔ اسکو دھمکی دی جاتی ہے۔ گھر سے باہر نکال دیا جاتا ہے ۔۔۔ یہ تنگ نظری ہے۔ لیکن ان یورپین اقوام میں یہ خوبی کی بات ہے کہ حق کو قبول کرنے کے لئے ہر ایک آزاد ہے۔ سوسائٹی اسے بُرا نہیں کہتی۔

ملکۂ ہالینڈ کو قرآن کریم کا ہدیہ

ایک اور بات آپ سے عرض کرتا ہوں۔ تا آپ کو جماعت کی سرگرمیوں کا علم ہو اور ایمان میں زیادتی ہو۔ یورپ کے سفر کو جانے سے پیشتر میں حضرت امیر مرحوم کی خدمت میں حاضر ہوا اور انہیں اپنے پروگرام سے اطلاع دی۔ تو انہوں نے فرمایا وہاں جا کر کیا کرو گے تو میں نے کہا کہ قرآن کریم کو ہالینڈ کی ملکہ کے سامنے پیش کروں گا۔ چنانچہ وو کنگ پہنچکر میں نے مبلغ ہالینڈ کو لکھا کہ وہ ملکہ سے ملنے کے لئے کوئی انتظام کرے۔ مبلغ کو طریق کار کا علم نہ تھا اس نے یونہی لکھدیا کہ آپ آجائیں انتظام ہو جائیگا۔ میں جب وہاں گیا تو مایوس ہوا لیکن آخر خدا تعالےٰ نے ملاقات کا انتظام کر دیا۔ اور گیارہ بجے صبح کا وقت مقرر ہوا۔ یہ سب انتظام ہمارے پاکستانی سفیر کی معرفت ہوا۔ چنانچہ قرآن کریم کو پیش کرنے کے لئے ایک چاندی کی طشتری خریدی گئی۔ اور ہمارے پاکستانی سفیر کی بیوی سیدزادی نے نہایت محبت و شوق سے قرآن کریم کو خوبصورت ریشمی غلاف میں باندھ کر اس طشتری میں رکھا۔ وقت مقررہ پر میں قرآن شریف لے کر ملکہ کے ہاں گیا۔ مکان اور اس کا ساز و سامان نہایت سادہ تھا۔ باوجود ملکہ ہونے کے اس کی سادگی میرے لئے کشش کا موجب تھی۔ بہرحال خدا نے میری خواہش کو پورا کیا اور میں نے قرآن کریم کو ملکہ کی خدمت میں پیش کیا۔ اور کہا کہ یہ وہ کتاب ہے جو آج سے چودہ سو سال پہلے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی اور اسی مہینہ میں (وہ اتفاق سے رمضان کا مہینہ تھا) اس کا نزول شروع ہوا تھا۔ یہ آج بھی بالکل اسی طرح موجود ہے جس طرح کہ نازل ہوئی تھی اس میں کسی قسم کی تحریف وغیرہ نہیں ہوئی۔ جب اس نے اسے کھولا تو وہ چونکہ بہت خوبصورت بندھا ہوا تھا۔ پوچھا یہ کس نے باندھا ہے۔ میں نے کہا لال شاہ صاحب سفیر پاکستان کی بیگم صاحبہ نے باندھا تھا۔ پھر پوچھا کہ اس کا ترجمہ کس نے کیا ہے۔ میں نے کہا اس ترجمہ کا اصل انگریزی ترجمہ ہے اور حضرت مولانا محمد علی صاحب امیر جماعت احمدیہ لاہور نے کیا ہے۔ وہ بہت خوش ہوئی اور وعدہ کیا کہ میں اسکو ضرور پڑھوں گی۔ اس کے بعد اس نے مجھے چائے پیش کی۔ میں نے کہا میرا روزہ ہے وہ حیران ہوئی اتنا لمبا روزہ؟ میں نے کہا پاکستان کے لوگ گرمیوں کے دنوں میں اتنا لمبا روزہ رکھتے ہیں۔ اس نے کہا میری والدہ ناروے گئی ہوئی ہیں وہاں ۲۲ گھنٹے کا دن ہے۔ وہاں روزہ کا وقت کیا ہونا چاہیئے۔ یہ واقعی ہمارے سامنے ایک مسئلہ ہے۔ جس میں علماء کا فرض ہے کہ سوچ بچار کریں۔

انسائیکلو پیڈیا میں اسلام پر مضمون کی درخواست

ایک اور کرشمۂ الٰہی دیکھیے۔ چوہدری سر ظفر اللہ خاں صاحب ایک بار ہالینڈ گئے۔ وہاں لائیڈن یونیورسٹی میں تمام مذاہب پر ایک انسائیکلو پیڈیا زیر تالیف تھی۔ انہوں نے اسلام پر مضمون لینے کے لئے چوہدری صاحب موصوف سے ذکر کیا۔ سر ظفر اللہ خاں صاحب نے اس امر کا لال شاہ صاحب سے ذکر کرتے ہوئے کہا کہ میں نے تمام اسلامی دنیا پر نظر ڈالی ہے۔ مجھے ایک ہی شخص ملا ہے جو اس کام کو سرانجام دے سکے اور وہ مولوی محمد علی صاحب ہیں۔ چنانچہ مولانا مرحوم مغفور کو حکومت نے اس کام کے کرنے کے لئے کہا اور انہوں نے باوجود صحت کی کمزوری کے اس کام کو کرنے کا بیڑا اُٹھا لیا۔

غلبہ اسلام کے لئے دُعا کی ضرورت

ہماری جماعت کی ذمہ داری بہت بڑی ہے۔ اور آپ لوگوں نے امام وقت کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے بہت بڑا کام اپنے ذمے لے رکھا ہے کام بہت زیادہ ہے نہ صرف یہ بلکہ راستے میں مصائب بھی بہت ہیں۔ دوسری طرف ہمارے پاس خزانہ نہیں لیکن میں آپ سے خزانہ نہیں مانگتا۔ صرف ایک چیز مانگتا ہوں۔ وہ ہے دعا۔ یہ ایک بردست ہتھیار ہے جس پر حضرت امام زمان نے بڑا زور دیا ہے۔ دعا کے لئے بہتر وقت تہجد کا ہے اس وقت اُٹھ کر نماز کے لئے کھڑے ہو جائیں اور خدا سے رو رو کر مدد چاہیں۔ رونا اس لئے نہ ہو کہ ہماری تنخواہ میں زیادتی ہو۔ فلاں چیز مل جائے۔ بلکہ رونا اس لئے ہو کہ خدا کا دین دنیا پر غالب آجائے اس کی اشاعت کے لئے کوئی سامان پیدا ہو جائیں۔

مسلمانانِ عالم کے لئے دُعا

مسلمانانِ عالم کے لئے دعائیں کیجئے اللہ تعالےٰ اس امت مرحومہ پر رحم کرے آج مسلمان بڑی مصائب میں گھرے ہوئے ہیں۔ مخالف حکومتیں طاقتور ہیں۔ دعا کریں کہ اللہ تعالےٰ خود ان حکومتوں کے منصوبوں کو پامال کرے۔ دعا سے وہ کام ہو جائے گا جو ٹینکوں وغیرہ سے بھی نہیں ہو سکتا۔ تکلیف سامنے ہو تو ایک کوٹھڑی میں علیحدہ ہو جائیے خدا کے حضور گڑگڑائیے۔ خدا تعالےٰ خود دستگیری فرمائے گا۔ جب تک انسان کی طرف سے حرکت نہیں ہوتی خدا کا فضل نازل نہیں ہو سکتا۔

امام زمان کا پیدا کردہ انقلاب

ہمارے عقائد صحیح ہیں اور ہم خدا کے فضل سے حضرت مسیح موعودؑ کے صحیح مسلک پر گامزن ہیں۔ ہمارا نصب العین کوئی دنیوی نہیں ہے۔ ہماری ۳۷ سالہ کوششیں اور جدوجہد اس بات پر شاہد ہے۔ ہمارا مقصد صرف وہی ہے جس کی طرف حضرت امام الزمان نے ہمیں دعوت دی ہے یعنی خدا کے نام کو دنیا میں بلند کرنا۔ یہی وہ انقلاب تھا جو حضرت امام الزمان نے آکر پیدا کیا۔ دنیا کی نظریں مادیت پر جھکی ہوئی تھیں۔ اس نے اپنے

ماننے والوں میں ایک روحانی تبدیلی پیدا کر دی۔ محض خدا کے لئے اور اس کے رسول کی خاطر اپنے مال اور جان کو قربان کرنے کی اس نے تعلیم دی۔

تہجد میں دعائیں کریں

میں آپ سے گزارش کرتا ہوں کہ تہجد کی نماز اپنے اوپر لازم کر لیں۔ اور اس مقصد میں کامیابی کے لئے خوب درد دل سے دعائیں کریں۔ دنیوی خواہشیں اس بلند نصب العین کے مقابلہ میں حقیر خواہشیں ہیں۔ دنیا کے مال آتے ہیں اور ضائع ہو جاتے ہیں۔ فانی چیزوں سے دل لگانا اچھا نہیں۔ لازوال نعمت کو حاصل کرنے کی دعائیں کریں۔ جس سے دین و دنیا سنور سکتے ہیں۔

ہماری مشکلات

حضرت مرزا صاحب نے ہمیں کوئی سبز باغ نہیں دکھایا۔ بلکہ انہوں نے صاف طور پر فرما دیا ہے کہ میرا راستہ خاردار ہے اس سے آپ اندازہ لگا لیں کہ ہماری مشکلات کس قدر ہیں۔ آپ کو جماعت کی ہر تحریک پر لبیک کہنے کے لئے تیار رہنا چاہیئے۔ خدا کے مامورین بھی جماعت کے محتاج ہوتے ہیں۔ نیکی کو پھیلانے کے لئے ایک منظم جماعت کی سخت ضرورت ہے۔ آپ کی جماعت پر خدا کے بڑے افضال نازل ہوئے ہیں۔ آپ کی کوششیں اندر اندر بڑی کامیاب ہو رہی ہیں۔ آپ کے تمام مشن کامیاب ہیں۔ مجھے ولایت میں لوگوں نے پوچھا کہ اتنے بڑے وسیع کام کو سرانجام دینے کے لئے ضرور آپ کے پاس بڑے خزانے ہوں گے۔ نواب لوگ آپ کی مدد پر ہوں گے۔ میں نے یہی جواب دیا کہ کوئی دنیوی خزانہ تو ہمارے پاس موجود نہیں ہاں مولا کریم کا ایک خزانہ ہمارے پاس ہے۔

اپنے اعمال سے نصرت الٰہی کو جذب کیجئے

یہ حقیقت ہے کہ الٰہی نصرت کے بغیر اس چھوٹی سی جماعت کا اتنے وسیع کام کو چلانا ناممکن ہے۔ اگر الٰہی نصرت کو اور زیادہ کھینچنا چاہتے ہو تو اپنی کوششوں اور جدوجہد کو اور زیادہ کرو۔ کیونکہ جیسا میں نے ابھی کہا ہے خدا کی نصرت اور مدد اسی وقت نازل ہوتی ہے جب انسان خود پہلے قدم اٹھاتا ہے۔ مال کے تھوڑے اور بہت ہونے کا خیال مت کریں۔ میرے نزدیک غربا کا روپیہ زیادہ قابل قدر ہے اور بابرکت ہے۔ کیونکہ ان کا مال امرا کے مال سے زیادہ پاکیزہ ہے۔ اس لئے اپنی وسعت کے مطابق اس کار خیر میں حصہ لیجئے۔

ذاتیات سے بلند ہو کر کام کرو

یہاں کوئی پارٹی بازی نہیں۔ اس خیال کو ذہنوں سے نکال دو۔ جس کام کے لئے ہم یہاں اکٹھے ہوتے ہیں وہ محض دینی کام ہے۔ میں اپنی طرف سے انتہائی کوشش کروں گا کہ ہم اس مقصد کے حصول میں اپنی پوری پوری طاقت خرچ کریں۔ آپ خود بھی احتیاط کریں کہ کوئی تمہارے اتحاد کو نہ توڑ دے۔ ہر وہ شخص جو تفرقہ ڈالنا چاہتا ہے اس کی بات نہ سنیں بلکہ اسے روکیں۔ میں کوشش کروں گا کہ ہم سب کے دل مل جائیں۔ ہمارا نصب العین ایک ہے۔ اختلاف اگر کوئی ہے تو وہ انتظامی امور میں ہے۔ آپ ایک علمی جماعت ہیں۔ احمدیت نے آج سے ۵۰ سال پیشتر فاصبحتم بنعمته اخوانا کا ایک رنگ لوگوں کو دکھلایا تھا۔ اس امتیاز کو پھر اپنے اندر پیدا کریں۔ جن جماعتوں میں ذاتیات کا پہلو غالب آجاتا ہے وہ جماعتیں تباہ ہو جاتی ہیں۔ ہمیں چاہیئے کہ اس الٰہی کام کو سرانجام دینے کے لئے ذاتیات سے بالا ہو کر اس کام کو کریں۔

گناہوں سے بچنے کا واحد ذریعہ

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایک تقریر

بسلسلہ اشاعت مورخہ ۱۳ فروری ۱۹۵۲ء

اصلاح اخلاق ہو سکتی ہے

یہ سچ ہے کہ سب انسان ایک مزاج کے نہیں ہوتے اسی لئے قرآن شریف میں آیا ہے کل یعمل علی شاکلته بعض آدمی اگر ایک قسم کے اخلاق میں عمدہ ہیں تو دوسری قسم میں کمزور۔ اگر ایک خلق کا رنگ اچھا ہے تو دوسرے کا بُرا۔ لیکن تاہم اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اصلاح ناممکن ہے۔ خلق سے مراد صرف زبان کی شیرینی کا ہی نہیں ہے بلکہ خَلق اور خُلق دو لفظ ہیں۔ آنکھ۔ کان۔ ناک وغیرہ جس قدر اعضاء ظاہری ہیں جن سے انسان کو حسین وغیرہ کہا جاتا ہے یہ سب خَلق کہلاتے ہیں اور اس کے مقابل پر باطنی قویٰ کا نام خُلق ہے۔ مثلاً عقل۔ فہم۔ شجاعت۔ عفت۔ صبر۔ وغیرہ اس قسم کے جس قدر قویٰ سرشت میں ہوتے ہیں وہ سب اسی میں داخل ہیں۔ اور خُلق کو خَلق پر اس لئے ترجیح ہے کہ خَلق یعنی ظاہری جسمانی اعضاء میں اگر کسی قسم کا نقص ہو تو وہ ناقابل علاج ہوتا ہے۔ مثلاً اگر ہاتھ چھوٹا پیدا ہوا ہے تو اسکو بڑا نہیں کر سکتا۔ لیکن خُلق میں اگر کوئی کمی بیشی ہو تو اس کی اصلاح ہو سکتی ہے۔ ذکر کرتے ہیں کہ افلاطون کو علم فراست میں بہت دخل تھا اور اسی لئے دروازہ پر دربان مقرر کیا ہوا تھا جس کو حکم تھا کہ جب کوئی شخص ملاقات کے لئے آوے تو اس کا حلیہ بیان کرے اس حلیہ کے ذریعہ وہ اس کے اخلاق کا حال معلوم کر کے پھر اگر قابل ملاقات سمجھتا تو ملاقات کرتا ورنہ رد کر دیتا ایک دفعہ ایک شخص اس کی ملاقات کے لئے آیا۔ دربان نے اطلاع دی اس کے نقوش کا حال سن کر افلاطون نے ملاقات سے انکار کر دیا۔ اس پر اس شخص نے کہلا بھیجا کہ افلاطون سے کہدو کہ جو کچھ تم نے سمجھا ہے بالکل درست ہے مگر میں نے قوت مجاہدہ سے اپنی اصلاح کر لی ہے۔ اس پر افلاطون نے ملاقات کی اجازت دے دی۔ پس خلق ایسی شئے ہے جس میں تبدیلی ہو سکتی ہے اگر تبدیلی نہ ہو سکتی تو یہ ظلم تھا۔ لیکن دعا اور عمل سے کام لو گے تب اس تبدیلی پر قادر ہو سکو گے۔ عمل اس طرح پر کہ اگر کوئی شخص ممسک ہے تو وہ تھوڑے تھوڑے خرچ کرنے کی عادت ڈالے اور نفس پر جبر کرے آخر کچھ عرصہ کے بعد نفس میں ایک تغیر عظیم دیکھ لے گا اور اس کی عادت امساک کی دور ہو جاوے گی۔ اخلاق کی کمزوری بھی ایک دیوار ہے جو خدا اور بندہ کے درمیان حائل ہوتی ہے

وحدت جمہوری

اللہ تعالیٰ کا یہ منشاء ہے کہ تمام انسانوں کو ایک نفس واحد کی طرح بنا دے اس کا نام وحدت جمہوری ہے جس سے انسان بحالت مجموعی ایک انسان کے حکم میں سمجھا جاتا ہے۔ مذہب سے بھی یہی منشاء ہوتا ہے کہ تسبیح کے دانوں کی طرح وہ وحدت جمہوری کے ایک تاگے میں سب پروئے جائیں۔ یہ نمازیں باجماعت جو ادا کی جاتی ہیں وہ بھی اسی وحدت کے لئے ہیں تاکہ کل نمازیوں کو ایک وجود شمار کیا جاوے۔ اور آپس میں مل کر کھڑے ہونے کا حکم اس لئے ہے کہ جس کے پاس زیادہ نور ہے وہ دوسرے کمزور میں سرایت کر کے اسے قوت دیوے۔ حتیٰ کہ حج بھی اسی لئے ہے۔ اس وحدت جمہوری کو پیدا کرنے اور قائم رکھنے کی ابتدا اس طرح سے اللہ تعالیٰ نے کی ہے کہ اول یہ حکم دیا کہ ہر ایک محلہ والے پانچوں وقت نمازوں کو محلہ کی مسجد میں ادا کریں تا کہ اخلاق کا تبادلہ آپس میں ہو اور انوار مل ملا کر کمزوری کو دور کر دیں اور آپس میں تعارف ہو کر انس پیدا ہو جاوے۔ تعارف بہت عمدہ شئے ہے۔ کیونکہ اس سے انس بڑھتا ہے جو کہ وحدت کی بنیاد ہے۔ حتیٰ کہ تعارف والا دشمن ایک ناآشنا دوست سے بہت اچھا ہوتا ہے کیونکہ جب غیر ملک میں ملاقات ہو تو تعارف کی وجہ سے دلوں میں انس پیدا ہو جاتا ہے وجہ اس کی یہ ہوتی ہے کہ کینہ والی زمین سے الگ ہونے کے باعث بغض جو کہ عارضی شئے ہوتا ہے وہ تو دور ہو جاتا ہے اور صرف تعارف باقی رہ جاتا ہے۔ پھر دوسرا حکم یہ ہے کہ جمعہ کے دن جامع مسجد میں جمع ہوں۔ کیونکہ ایک شہر کے سب لوگوں کا ہر روز تو جمع ہونا مشکل ہے اس لئے یہ تجویز کی کہ شہر کے سب لوگ ہفتہ میں ایک دفعہ مل کر تعارف اور وحدت پیدا کریں۔ آخر کبھی نہ کبھی تو سب ایک ہو جاویں گے۔ پھر سال کے بعد عیدین میں کہ دیہات اور شہر کے لوگ مل کر نماز ادا کریں تاکہ تعارف اور انس بڑھ کر وحدت جمہوری پیدا ہو۔ پھر اسی طرح تمام دنیا کے اجتماع کے لئے

باقی بر [illegible] کالم اول

گناہوں سے بچنے کا واحد ذریعہ

(بقیہ از کالم ۲)

ایک دن عمر بھر میں مقرر کر دیا کہ مکہ معظمہ کے میدان میں سب جمع ہوں غرضیکہ اس طرح سے اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ آپس میں الفت اور انس ترقی پکڑے۔ افسوس کہ ہمارے مخالفوں کو اس بات کا علم نہیں کہ اسلام کا فلسفہ کیسا پکا ہے۔ دنیوی حکام کی طرف سے جو احکام پیش ہوتے ہیں ان میں تو انسان ہمیشہ کے لئے ڈھیلا ہو سکتا ہے۔ لیکن خدا کے احکام میں ڈھیلا پن اور اس سے بکلی روگردانی کبھی ممکن ہی نہیں۔ کونسا ایسا مسلمان ہے جو کم از کم عیدین میں بھی نماز ادا نہ کرتا ہو۔ پس ان تمام اجتماعوں کا یہ فائدہ ہے کہ ایک کے انوار دوسرے میں اثر کر کے اسے قوت بخشیں۔

(باقی دارد)

عورت کا درجہ اسلام اور سکھ دھرم میں!

سکھ ودوانوں کے اعتراضات کے جوابات

از جناب عباد اللہ صاحب گیانی

(۴)

اخبار پیغام صلح کے ۵ دسمبر ۱۹۵۱ء کے پرچہ میں بتایا جا چکا ہے کہ سکھ ودوان خواہ کسی مسئلہ سے متعلق تحریر و تقریر کے ذریعہ اپنے خیالات کا اظہار کریں وہ اسلام کو کوسے بغیر نہیں رہتے حال ہی میں مشرقی پنجاب سے ایک کتاب "سنگو ربناں ہور کچی بانی" کے نام پر گورمکھی میں شائع ہوئی ہے۔ اس کے مصنف ماسٹر نرنجن سنگھ صاحب اور گیانی گوردیال سنگھ صاحب ہیں۔ یہ کتاب گورو گرنتھ صاحب سے متعلق ہے۔ اور اس میں جو کچھ بیان کیا گیا ہے وہ بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس ارشاد سے کچھ مختلف نہیں۔

گرنتھوں میں ہے شک کا احتمال
کہ انسانوں کے ہاتھوں میں دست مال

... ...

جو پیچھے سے لکھتے لکھاتے رہے
خدا جانے کیا کیا بناتے رہے

(ست بچن صفحہ ۳۸)

یعنی:- یہ گرنتھ صاحب جو خالصہ صاحبوں کے ہاتھوں میں ہے باوا صاحب کی وفات سے بہت مدت بعد اکٹھا کیا گیا اور روایتوں کا کوئی صحیح سلسلہ سکھوں کے ہاتھوں میں نہیں ہے۔ معلوم نہیں کہ کہاں کہاں سے اور کس کس سے یہ شعر لئے گئے اور کیا کچھ کم کیا گیا یا بڑھایا گیا۔"

(تریاق القلوب صفحہ ۱۰)

کیونکہ اس کتاب میں اس امر پر زور دیا گیا ہے کہ مروجہ گورو گرنتھ صاحب گورو ارجن صاحب کے تیار کردہ گرنتھ صاحب سے بہت مختلف ہے۔ اور اس میں کیگت بانی (جو کئی سو صفحات پر مشتمل ہے) بعد میں دوسرے لوگوں نے داخل کر دی ہے۔ اس کا گورو صاحبان کے سلک سے کوئی تعلق نہیں۔ گورو ارجن صاحب نے جو گرنتھ تیار کروایا تھا اس میں صرف سکھ گورو صاحبان کا کلام ہی درج کیا گیا تھا۔ وغیرہ وغیرہ۔ مگر اس کتاب کے صفحہ ۱۱۳ پر اسلام کا ذکر کرتے ہوئے لکھا گیا ہے کہ:-

"اسلام میں شرع کے مطابق عورت شودر ہے۔ یہ مذہبی لیڈر تسلیم نہیں کی گئی۔ مرد کو چار عورتوں سے نکاح کرنے کی اجازت ہے۔ (ذبان الگ ہیں)"

(ترجمہ از سنگو ربناں ہور کچی بانی صفحہ ۱۱۳)

ماسٹر نرنجن سنگھ صاحب اور گیانی گوردیال سنگھ صاحب نے اسلام پر جو اعتراضات کئے ہیں وہ بالکل غلط اور بے بنیاد ہیں۔ اسلامی شریعت میں کبھی بھی عورت کو شودر نہیں قرار دیا گیا۔ اسلام میں تو شودر کا مسئلہ سرے سے ہی کوئی سوال ہی نہیں۔ بلکہ "سب مومن بھائی بھائی ہیں" کے اصول پر عملدرآمد ہے۔ یہ اسلام پر بہت بڑا بہتان ہے کہ اس میں عورت کو شودر قرار دیا گیا ہے۔ قرآن شریف کا واضح ارشاد ہے کہ:-

خلقکم من نفس واحدۃ وخلق منھا زوجھا وبث منھما رجالاً کثیراً ونساء

(سورۃ نساء رکوع ۱)

اس سے ظاہر ہے کہ پیدائش کے لحاظ سے عورت اور مرد میں کوئی فرق نہیں۔ اور ان دونوں کا درجہ یکساں ہے۔ نیز ان دونوں کا وجود اس کائنات عالم میں نہایت ضروری ہے۔ عورت کے بغیر مرد کسی کام کا نہیں۔ اور مرد کے بغیر عورت بھی بیکار ہے۔ اگر عورتیں شودر ہیں تو ان کے بطن سے پیدا ہونے والے اس شودرتا سے کیونکر بچ سکتے ہیں؟ پس یہ بالکل غلط اور بے بنیاد اعتراض ہے کہ اسلام نے عورت کو شودر قرار دیا ہے۔ ہاں اسلامی تعلیمات کی رو سے ہر وہ شخص۔ خواہ مرد ہو یا عورت شودر ہے۔ جس کے خیالات گندے اور ارادے بد ہوں۔ خواہ وہ دنیا کی کسی قوم یا نسل سے ہو۔ البتہ سکھوں پر ایک ایسا زمانہ گذر چکا ہے کہ جبکہ سکھ عورتوں کو شودر سمجھا جاتا تھا۔ چنانچہ ایک سکھ ودوان نے لکھا ہے کہ پنج خالصہ دیوان کے وجود میں آنے سے قبل سکھوں کی یہ حالت تھی:-

"استری جاتی شودروں میں شامل کی گئی تھی۔ اور اسے پاؤں کی جوتی خیال کیا جاتا تھا"

(ترجمہ از خالصہ پارلیمنٹ گزٹ اکتوبر ۱۹۵۰ء)

اسلام پر ایک اعتراض یہ بھی کیا گیا ہے کہ اس میں عورتوں کو مذہبی قیادت کا حق نہیں دیا گیا۔ یہ اعتراض بھی عدم تدبر کا نتیجہ ہے۔ دنیا کے کسی مذہب نے بھی مذہبی قیادت عورت کو نہیں دی۔ اس کی صاف وجہ یہ ہے کہ صنف نازک اور مردوں کی جسمانی بناوٹ اور قوے ایک دوسرے سے بہت مختلف ہیں۔ اور ان کے مطابق ہی ان کے فرائض جدا گانہ ہیں بعض کاموں میں عورتوں کو امتیازی حیثیت حاصل ہے۔ اور بعض میں مرد ممتاز ہیں۔ اور یہ تقسیم قدرتی ہے۔ بچوں کی پیدائش اور حفاظت میں عورتوں کو امتیاز حاصل ہے۔ اور گھر کے اخراجات وغیرہ کا مہیا کرنا مردوں کے فرائض میں داخل ہے۔ پس اس صورت میں عورت کا مذہبی لیڈر بننے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ قرآن کریم میں مرقوم ہے کہ ابتدائے آفرینش سے ہی مذہبی قیادت (نبوت) مردوں کے سپرد رہی ہے جیسا کہ لکھا ہے:-

وما ارسلنا من قبلك الا رجالا نوحی الیھم (انبیاء رکوع ۱)

اس آیت کریمہ کا صاف مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے شروع سے ہی مذہبی قیادت مردوں کو سونپی ہے۔ مگر اس کے معنے یہ نہیں کہ عورتوں کے لئے روحانی ترقی کا دروازہ بالکل بند ہے۔ قرآن شریف سے ثابت ہے کہ آدم سے لے کر اب تک اللہ کی طرف سے چار قسم کے روحانی انعامات لوگوں کو ملتے آ رہے ہیں۔ جو یہ ہیں:-

صالحیت[1] - شہادت[2] - صدیقیت[3] - نبوت[4]

نبوت کے علاوہ باقی تمام مدارج میں عورتیں بھی برابر شامل رہی ہیں۔ اور مقام صدیقیت تک انہیں بھی رسائی حاصل ہوتی رہی ہے۔ اسلام سے قبل اس کی مثال حضرت مریمؑ ہیں جنہیں قرآن شریف میں صدیقہ تسلیم کیا گیا ہے۔ اور اسلام میں اس کی مثال حضرت عائشہ ہیں۔ جنہیں اسلامی لٹریچر میں صدیقہ کے لقب سے یاد کیا گیا ہے۔

خود سکھ مذہب میں بھی مذہبی قیادت مردوں کا حق بیان کیا گیا ہے۔ سکھ مذہب میں گورو گرنتھ کو "نبی" کے برابر تسلیم کیا گیا ہے۔ یعنی سکھوں میں "گورو" کا لفظ نبی کے ہم معنی ہے (ملاحظہ ہو گورمت سدھاکر صفحہ ۴۲ و گورمت نرنے صفحہ ۸۰ و گورو گرنتھ نرنے پنجہ صفحہ ۴۲ و تواریخ گورو خالصہ اردو صفحہ ۷ و رسالہ لکھاری امرتسر اپریل مئی ۱۹۴۳ء) گورو گرنتھ صاحب کے متعدد مقامات پر اس امر کو تسلیم کیا گیا ہے کہ "گورو" مرد ہی ہوتا ہے۔ کسی جگہ بھی یہ مرقوم نہیں کہ کبھی کوئی عورت بھی گورو ہوئی ہے یا آئندہ کسی زمانہ میں کوئی عورت بھی گورو بن سکتی ہے۔ بلکہ مرد کا گورو ہونا متعدد مقامات سے ظاہر ہے (ملاحظہ ہو گورو گرنتھ صاحب صفحہ ۳۴ و صفحہ ۴۰ و صفحہ ۴۲ و صفحہ ۴۳ و صفحہ ۳۰ و صفحہ ۳۱۴ و صفحہ ۳۶۶ و صفحہ ۴۳۴ و صفحہ ۵۲۷ و صفحہ ۶۰۷ و صفحہ ۶۴۲ و صفحہ ۷۷۲ و صفحہ ۹۲۳ و صفحہ ۹۵۹ و صفحہ ۹۹۶ و صفحہ ۹۹۷ و صفحہ ۱۰۳۰ و صفحہ ۱۲۵۸ و صفحہ ۱۴۱۵ وغیرہ)

عملی صورت میں بھی یہی ثابت ہے کہ سکھ مذہب میں عورت کو کبھی بھی مذہبی قیادت نہیں دی گئی۔ ہمیشہ مرد ہی گورو ہوتے رہے ہیں۔ سکھ لوگ گورو گوبند سنگھ تک دس گورو تسلیم کرتے ہیں اور سکھوں کے نامدھاری اور نرنکاری وغیرہ فرقوں سے تعلق رکھنے والے لوگ گورو گوبند سنگھ کے بعد بھی گوروؤں کا سلسلہ جاری مانتے ہیں۔ اور ان کے اپنے اپنے گورو برابر چلے آ رہے ہیں۔ مگر ان میں ایک بھی عورت نہیں ہے۔ سب کے سب مرد ہی ہیں۔ حالانکہ سکھوں میں بی بی نانکی۔ بی بی بھانی اور ماتا گوجری وغیرہ ایسی بھی عورتیں ہوئی ہیں۔ جنہیں سکھوں کے تمام فرقوں میں بہت بزرگ عورتیں تسلیم کیا جاتا ہے۔ گیانی گیان سنگھ صاحب بیان کرتے ہیں کہ گورو ہرکرشن صاحب کی نابالغی میں وفات کے بعد ان کی والدہ محترمہ ہرکرشن کور نے (جو سکھوں کے ساتویں گورو ہررائے صاحب کی اہلیہ تھیں) گورو بننے کی بہت کوشش کی۔ اس غرض کے لئے اس نے کچھ مسند نشین اپنے ساتھ ملا لئے۔ مگر وہ گورو بننے میں کامیاب نہ ہو سکی (ملاحظہ ہو پنتھ پرکاش نواس ۱۹۔ انک ۴ صفحہ ۱۲۹ چھاپہ ٹائپ) پس اگر سکھ مذہب نے عورتوں کو مذہبی لیڈر بننے کا حق دیا ہوتا... تو چاہیئے تھا کہ دس گورو صاحبان میں سے پانچ یا کم سے کم ایک دو عورتیں ضرور گورو مقرر کی جاتیں اور سکھوں کے جو فرقے گورو گوبند سنگھ کے بعد گوروؤں کا سلسلہ جاری تسلیم کرتے ہیں۔ ان میں آج بھی ایک مرتبہ مرد اور دوسری

مرتبہ عورت گورو بنتی۔ اور عورتوں اور مردوں کی مساوات دنیا کے سامنے آجاتی۔ مگر ایسا نہیں ہوتا۔ اس کی صاف وجہ یہ ہے کہ سکھ مذہب کے مطابق مذہبی قیادت صرف مردوں کا حق ہے۔ عورتوں کو اس میں کوئی دخل نہیں۔ اور یہ کوئی قابل اعتراض بات نہیں۔

اس کے علاوہ سکھوں میں چار یا پانچ تخت تسلیم کئے جاتے ہیں۔ اور ان میں سے ہر ایک تخت پر ایک جتھیدار یا ہیڈ مقرر ہوتا ہے جو مذہبی قائد مانا جاتا ہے اور مذہبی معاملات میں وہ مفتی کی حیثیت رکھتا ہے۔ مگر آج تک کسی تخت کی جتھیدار عورت نہیں بنی۔ ہمیشہ مرد ہی جتھیدار مقرر ہوتے رہے ہیں۔ اور یہ حقیقت ہے کہ تختوں کی جتھیداری مذہبی لیڈری ہے۔

سکھوں میں پانچ پیارے بھی مذہبی لیڈر تسلیم کئے جاتے ہیں۔ بقول سردار بہادر کاہن سنگھ صاحب نابھہ ان پانچ پیاروں کا رواج بابا نانک صاحب کے زمانہ سے چلا آرہا ہے۔ (ملاحظہ ہو انسائیکلو پیڈیا آف دی سکھ لٹریچر صفحہ ۳۳۷)

گورو گوبند سنگھ صاحب کے زمانہ سے تو پانچ پیاروں کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ مگر ایک بھی مثال ایسی نہیں ملتی جس سے یہ واضح ہو سکے کہ ان پانچ پیاروں میں کسی عورت کو بھی شامل کیا گیا ہو۔ بقول سردار بہادر کاہن سنگھ صاحب نابھہ گورو ارجن صاحب کے پانچ پیارے "بدھی چند" "جیٹھا" "لنگاہ" "پراگا" اور "بھائی پیرا" سنگھ۔ جو سب کے سب مرد تھے (ملاحظہ ہو انسائیکلو پیڈیا آف دی سکھ لٹریچر صفحہ ۲۳۷) نیز گورو گوبند سنگھ صاحب نے سب سے پہلے جن پانچ پیاروں کا انتخاب کیا ان کے نام یہ ہیں۔ بھائی دیال سنگھ۔ بھائی دھرم سنگھ۔ بھائی محکم سنگھ۔ بھائی ہمت سنگھ۔ (ملاحظہ ہو انسائیکلو پیڈیا آف سکھ لٹریچر صفحہ ۲۳۷) الغرض جب سے پانچ پیاروں کا رواج شروع ہوا ہے ایک بھی عورت ان میں شامل نہیں کی گئی۔ اور نہ کبھی مردوں کی قیادت کے لئے ایک ہی پانچ پیاریاں چنی گئیں۔ بلکہ ہمیشہ اس منصب پر مرد ہی فائز ہوتے رہے ہیں۔ مگر اس کے برعکس حال ہی میں ماسٹر نرنجن سنگھ صاحب نے ایک سوال کے جواب میں لکھا ہے:۔

"سنگھوں کی طرح تیار بر تیار سنگھنیاں (عورتیں) بھی پانچ پیاروں میں شامل ہو سکتی ہیں"

(ترجمہ از نرسنگھے خالصہ ۲۰ نومبر ۱۹۵۴ء)

ماسٹر صاحب نے تو یہ بیان کر دیا ہے کہ عورتیں بھی پانچ پیاروں میں شامل ہو سکتی ہیں۔ مگر عملاً آج تک ایسا کبھی بھی نہیں ہوا۔ نہ تو گورو ارجن صاحب نے اور نہ گورو گوبند سنگھ صاحب نے کسی عورت کو پانچ پیاروں میں شامل کیا ہے۔ بلکہ گورو صاحبان کے بعد بھی آج تک کبھی ایسا نہیں ہوا کہ کسی عورت کو پانچ پیاروں میں شامل کیا گیا ہو۔ کیا سکھ گورو صاحبان کے زمانہ میں تمام سکھ قوم میں ایک بھی عورت ایسی نہ تھی جو پانچ پیاروں میں شامل ہونے کی اہلیت رکھتی ہو؟ اور سکھ دھرم کے اصولوں پر کاربند ہو؟ مگر اس کا جواب یہی دیں گے کہ سکھ گورو صاحبان یہ حق مردوں کا ہی تصور کرتے تھے۔ ہمارے نزدیک سکھ گورو صاحبان کا عورتوں کو پانچ پیاروں میں شامل نہ کرنا کوئی قابل اعتراض نہیں۔

سکھ کتب میں یہ بھی مرقوم ہے کہ سکھ عورت کو کھنڈے کا امرت چکھنے کا بھی حق نہیں۔ یہ درست ہے کہ اکالی تحریک کے زمانہ سے سکھ عورتوں کو بھی کھنڈے کا امرت چکھانا شروع کیا گیا ہے۔ مگر اس سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ پراچین زمانہ کے سکھ اپنی مستورات کے لئے کھنڈے کا امرت جائز نہیں سمجھتے تھے۔ اور اسے مردوں کا خاصہ ہی تسلیم کرتے تھے (ملاحظہ ہو خالصہ دھرم شاستر صفحہ ۱۲۳ و صفحہ ۱۲۵) نیز ایک سکھ ودوان سردار نا ہر سنگھ صاحب بیان کرتے ہیں کہ:۔

"۱۹۰۵ء سے قبل مستورات کو کھنڈے کا امرت نہیں چھکایا جاتا تھا"

(ترجمہ از ساڈی دشا صفحہ ۵۶)

امرت چھکانا سکھ مذہب کی رو سے ایک مذہبی رسم ہے۔ جو کسی شخص کو سکھ مذہب میں داخل کرتے وقت ادا کی جاتی ہے۔ اور اس رسم کو ادا کرنے کا حق صرف مردوں کو دیا گیا ہے۔ بلکہ ایک عورت دوسری عورت کو بھی امرت نہیں چھکا سکتی۔ یہ بھی ایک مذہبی قیادت ہے اس سے کبھی سکھ عورت محروم ہے۔ عورتوں کے لئے امرت بھی مردوں سے مختلف بیان کیا گیا ہے (ملاحظہ ہو سنسکار کبھاگ صفحہ ۴۵)

ان تمام حوالہ جات سے ثابت ہے کہ سکھ دھرم میں عورتوں کی مذہبی قیادت تسلیم نہیں کی گئی۔ بلکہ عورتوں اور مردوں کے لئے امرت سنسکار (یعنی سکھ دھرم میں داخل ہونے کی رسم) بھی مختلف بیان کی گئی ہے۔ اور عورتوں کو اس بات کا بھی حق نہیں دیا گیا کہ وہ دوسری عورتوں کو ہی امرت چھکا سکیں۔ اس کی وجہ صاف ہے کہ گورو گرنتھ صاحب میں عورت کو مرد کی لونڈی قرار دیا گیا ہے۔ جیسا کہ مرقوم ہے کہ:۔

"استری روپ چیری کی نیائیں
سر کبھو نہیں بن بجھنا رہے ہے"

(محلہ ۵ صفحہ ۱۲۶۸)

ظاہر ہے کہ گورو گرنتھ صاحب کی رو سے جب عورتیں مردوں کی لونڈیاں ہیں اور بغیر مردوں کے سوبھا نہیں پا سکتیں تو اس صورت میں ان کے قائد بننے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ گورو گوبند سنگھ صاحب نے تو یہاں تک بیان کیا کہ عورت کا کوئی مذہب ہی نہیں (ملاحظہ ہو نجے مکت گرنتھ صفحہ ۱۱۰ و صفحہ ۱۴۳ و صفحہ ۱۲۴) اس صورت میں اسے مذہبی لیڈر کیونکر بنایا جا سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کسی گورو کے زمانہ میں عورتوں کے سپرد مذہبی قیادت نہیں کی گئی۔ اور ہمیشہ مرد ہی مذہبی لیڈر بنتے رہے ہیں۔ مشہور سکھ مؤرخ گیانی گیان سنگھ صاحب نے گورو گوبند سنگھ صاحب کا مندرجہ ذیل ارشاد بھی نوٹ کیا ہے:

"عورت کی۔ بہنوں کی بیچہ کی مختاری گھر کو کبھی بھی آباد نہ ہونے دیگی۔ اس لئے عورت۔ کدتری۔ بچہ۔ سست۔ کنجوس۔ بزدل......
لیڈر نہیں بنانا چاہیئے"

(ترجمہ از تواریخ گورو خالصہ صفحہ ۱۱۴۱)

گورو گوبند سنگھ نے اپنے مندرجہ بالا ارشاد میں عورت کو قائد بنانے سے روک دیا ہوا ہے۔

اگر عورتوں کو مردوں کی مذہبی قیادت کا حق دیا جائے۔ تو اس صورت میں ان کی اطاعت اور فرمانبرداری بھی لازم ہو گی۔ کیونکہ قائد کا حکم ماننا از بس ضروری ہے جس کا حکم نہ مانا جائے وہ قائد یا لیڈر کیا ہوا؟ مگر گورو گرنتھ صاحب میں یہ بات صریح الفاظ میں مرقوم ہے کہ وہ لوگ عورتوں کی فرمانبرداری کرتے ہیں۔ وہ منمکھ۔ اپوتر۔ اور گندے ہیں۔ جیسا کہ ایک مقام پر مرقوم ہے کہ:۔

"من مکھاں نے سر جوراں امر ہے نیت دیو سے بھلا
جوراں دا آکھیا پورکنا تو دے سے اپوتر امیدھ کھلا"

(محلہ ۱ صفحہ ۳۰۴)

حضرت بابا نانک صاحب کے مندرجہ بالا قول کے معنے گورو گرنتھ کوش میں یوں کئے گئے ہیں:۔

"جو لوگ اپنی عقل کو چھوڑ کر عورتوں کی فرمانبرداری کرتے ہیں وہ اشدھ۔ اپوتر اور بے وقوف ہیں"

(ترجمہ از گورو گرنتھ کوش صفحہ ۴۱)

پس جب گورو گرنتھ صاحب کے اس ارشاد کے مطابق عورتوں کی فرمانبرداری جائز نہیں تو اس صورت میں وہ مردوں کی قائد یا لیڈر کیونکر بن سکتی ہیں؟

گورو گرنتھ صاحب میں عورتوں اور مردوں کے فرائض اور کام بھی الگ الگ بیان کئے گئے ہیں۔ نیک بخت عورتوں کا کام کشیدہ کاری (ملاحظہ ہو صفحہ ۱۱۱۷) اور کھانا پکانا (ملاحظہ ہو صفحہ ۱۴۱۲) اور گھر کی حفاظت وغیرہ کرنا (ملاحظہ ہو صفحہ ۱۱۱۴) بیان کیا گیا ہے۔ گورو گوبند سنگھ صاحب نے بھی عورت کا فرض منصبی گھریلو زندگی بیان کیا ہے (ملاحظہ ہو گورو پرتاپ سورج گرنتھ رت ۳۔ انسو ۴۸ و سوساکھی ۲۴ صفحہ ۱۱ و تواریخ گورو خالصہ صفحہ ۱۲۲۶) اور اس کے برعکس کھیتی کرنا (ملاحظہ ہو گورو گرنتھ صاحب صفحہ ۵۶۹) و تجارت کے ذریعہ روپیہ کمانا (ملاحظہ ہو صفحہ ۱۰۲) اور ملازمت کرنا وغیرہ (ملاحظہ ہو صفحہ ۳۴) مردوں کے کام قرار دیئے گئے ہیں۔ اور سوسائٹی کا نظام اس بات کا مقتضی ہے کہ دونوں اپنے اپنے فرائض احسن طور پر الگ الگ انجام دیں۔ مشہور سکھ لیڈر ماسٹر تارا سنگھ نے بیان کیا ہے کہ:۔

"(عورت اور مرد) دونوں کے دماغ اور جسم کی بناوٹ کے مطابق دونوں کے الگ الگ فرائض ہیں۔ اور ان فرائض کے مطابق ہی حقوق بھی علیحدہ علیحدہ ہیں .... عورتوں کی اپنی صفات اور فرائض ہیں اور مردوں کی اپنی صفات اور فرائض ہیں"

(ترجمہ از سنت سپاہی جون ۱۹۵۰ء)

ایک اور سکھ ودوان گیانی لال سنگھ صاحب لکھتے ہیں کہ:۔

"سکھ گرہست دھرم میں گھر کا تمام بندوبست عورت کے ذمہ ہے۔ بیرونی کاموں کی ذمہ داری مرد پر عاید ہوتی ہے۔ گھر کی صفائی۔ گھر کا حساب۔ کھانا پکانا۔ اور کم سے کم پانچ سال تک کے بچوں کی پرورش۔ سینا پرونا وغیرہ عورت کے فرائض ہیں۔ اور کھیتی باڑی نوکری چاکری۔ تجارت وغیرہ کے ذریعہ جائداد پیدا کرنا مرد کے فرائض ہیں۔ اس لئے عورتیں اور مرد اپنے اپنے فرائض ادا کرتے ہیں"

(ترجمہ از سکھ قانون صفحہ ۱۱۳)

اس صورت میں ماسٹر نرنجن سنگھ صاحب اور گیانی گوردیال سنگھ صاحب غور فرمائیں کہ انہوں نے اسلام پر جو اعتراضات کئے ہیں۔ ان کی کیا حقیقت ہے اور سکھ مذہب اس اعتراض سے کہاں تک بچ سکتا ہے؟

(باقی دارد)

صحابہ رضی اللہ عنہم کے کارنامے

اصحابی کالنجوم فبایھم اقتدیتم اھتدیتم

شیخ غلام قادر صاحب احمدیہ بلڈنگس لاہور

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں جو ضبط متعلقہ عقائد و اعمال قائم ہو چکا تھا اسے صحابہ کرام نے بڑی مستعدی، سرگرمی، اخلاص اور محبت و محنت کے ساتھ رواں دواں رکھا۔

حضرت صدیق اکبرؓ کا اعجازی کارنامہ

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال کے بعد ارتداد کی خطرناک رو چلی تو صدیق اکبرؓ نے اس کے دفعیہ کے لئے اپنی پوری طاقت صرف کر دی۔ ان کی مبارک اور پُر استقامت مساعی کامل طور پر اس موذی مرض کا علاج ہو گیا۔ اوراق تاریخ بزبان حال آپ کی اس محیر العقول استقامت اور کامیابی کے معترف ہیں گویا کہ آپ کے عہد مبارک میں اسلام کا دوبارہ احیاء ہوا۔ اور صدائے توحید جسکو دبا دینے کی کوشش ایک بار پھر کی گئی، اس ریگستان کے ذروں میں پھر گونجی اور بجلی کی طرح سر چہار اطراف عالم میں پھیل گئی۔

سہیل بن عمروؓ کا خطبہ

صدیق اکبرؓ کے علاوہ دیگر متعدد صحابہؓ کو بھی اللہ تعالیٰ نے توفیق بخشی کہ اس خطرناک رو کو روکنے کے لئے آپ کا ہاتھ بٹائیں چنانچہ جب تمام مکہ اس عالمگیر ارتداد کی خبر سے متاثر ہونے لگا یا اس کے متاثر ہونے کا خطرہ پیدا ہوا تو حضرت سہیل رضی اللہ عنہ بن عمرو کو خوف پیدا ہوا کہ کہیں خود قریش بھی تو اس مرض میں مبتلا نہ ہو جائیں۔ آپ نے خصوصیت سے قریش کو مخاطب فرما کر ایک لمبا خطبہ دیا جس کے چیدہ فقرات یہ ہیں:۔

یا معشر قریش لاتکونوا اٰخر من اسلم واوّل من ارتدّ واللہ ان ھذا الدین لیمتدن امتداد الشمس والقمر بطلوعھما الی غروبھما۔

یعنی اے گروہ قریش یہ نہ ہو کہ تم سب سے آخر میں تو اسلام لائے اور سب سے پہلے مرتد ہو جاؤ۔ اللہ تعالیٰ کی قسم یہ دین وہاں تک پھیلے گا جہاں تک کہ آفتاب و قمر کے طلوع اور غروب کی حد ہے (یہ پیشگوئی سچی ثابت ہوئی۔ ناقل)

اس خطبہ کا اثر یہ ہوا کہ تمام قبیلہ قریش اسلام پر قائم رہا! (اسد الغابہ تذکرہ سہیل بن عمر)

اہل یمامہ کا ارتداد

حضرت ثمامہ بن آثال کے عین حیات میں تو یمامہ کے لوگ اپنے دین پر قائم رہے مگر آپ کے وصال کے بعد مسیلمہ کے پیرو کار بن گئے۔ اگرچہ چند عقیدتمندوں نے لوگوں کو ارتداد سے روکنے کی کوشش کی مگر ناکام رہ کر وہاں سے ہجرت اختیار کر لی۔

(اسد الغابہ تذکرہ حضرت ثمامہ بن آثال)

عبد اللہ بن مسعودؓ کا کارنامہ

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بھی اکثر لوگوں کو اس گمراہی سے نجات دلائی۔ چنانچہ جب آپ کا گذر بنو حنیفہ کی مسجد سے ہوا تو لوگوں کو مسیلمہ کا عقیدتمند پایا آپ نے سب کو طلب کیا اور پند و نصائح سے سب لوگوں سے توبہ کرائی۔ ابن النواحہ نے انکار کیا تو سر بازار اس کی گردن اڑا دی اور فرمایا "جو شخص اس عبرت انگیز منظر کو دیکھنا چاہے بازار میں جا کر دیکھ سکتا ہے۔

(ابوداؤد کتاب الجہاد باب فی الرسل)

حفاظت صلوٰۃ

خلفاء نے نماز کی جزئیات اور خصوصیات کے ضبط، نظم اور پابندی اوقات کے متعلق جو انتظامات کئے وہ ہمارے لئے مشعل راہ ہیں۔ چنانچہ فاروق اعظمؓ نے عمال کے نام ایک فرمان لکھا جس کے ابتدائی کلمات یہ ہیں

"ان اھم امرکم عندی الصلوٰۃ فمن حفظھا وحافظ علیھا حفظ دینہ ومن ضیعھا فھو لما سواھا اضیع"

یعنی میرے نزدیک تمہارا سب سے زیادہ اہم کام نماز ہے جس شخص نے اس کی محافظت کی اس نے اپنے دین کی حفاظت کی اور جس شخص نے اسے ضائع کیا وہ علاوہ ازیں دیگر چیزوں سے بھی ہاتھ دھو بیٹھے گا۔

نماز عشاء کے متعلق تاکید

آخر میں نماز عشاء کا وقت لکھا تو ساتھ ہی یہ تشریح بھی ایزاد کیا:

"فمن نام فلا نامت عینہ، فمن نام فلا نامت عینہ، فمن نام..."

(موطا امام مالک کتاب وقوت الصلوٰۃ)

یعنی تین دفعہ آپ نے تاکیداً فرمایا جو شخص بغیر نماز عشا پڑھے سو گیا تو آنکھ نہ سوئے۔ نہ سوئے۔ نہ سوئے۔

باقی ——— باقی

ضرورت رشتہ

جماعت کی متعدد اعلیٰ تعلیم یافتہ لڑکیوں کے لئے رشتوں کی ضرورت ہے۔ ضرورتمند احباب اس بارہ میں خاکسار سے خط و کتابت فرمائیں۔

خاکسار

مرتضیٰ خاں۔ اسسٹنٹ سیکرٹری

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام احمدیہ بلڈنگس لاہور

خسارہ بجٹ

جن جماعتوں اور اصحاب نے خسارہ بجٹ کے عطیات کے سلسلہ میں حوصلہ افزا جوابات ارسال فرمائے ہیں اور جنہوں نے رقوم ارسال فرمائی ہیں۔ دفتر ان سب کا شکریہ کرتا ہے۔ لیکن اب تک بعض اصحاب ایسے بھی ہیں جنہوں نے اب تک اس ضروری اور اہم تحریک کی طرف توجہ نہیں فرمائی۔ ان کی خدمت میں دفتر کی طرف سے پھر خطوط ارسال کئے جا رہے ہیں۔ امید ہے کہ ایسے تمام اصحاب قومی ضرورت کی اہمیت کو سمجھتے ہوئے اس تحریک میں بلا توقف حصہ لے کر عنداللہ ماجور ہوں گے۔

والسلام　　　مرتضیٰ خاں، اسسٹنٹ سیکرٹری

اخبار احمدیہ

— حضرت امیر قوم مولانا صدر الدین صاحب بفضلہ تعالیٰ بخیر و عافیت ہیں۔

— حضرت صاحب صدر کی طبیعت بھی اب بحمد اللہ اچھی ہے بعض لوگ آپ سے خط و کتابت کرتے ہوئے غلط پتہ لکھ دیتے ہیں۔ آپ کا خط و کتابت کا پتہ حسب ذیل ہے:۔

"شیخ میاں محمد صاحب۔ ملز اونر۔ پوسٹ بکس ۵"

— میاں محمد دین صاحب منڈی بوڑے والا اطلاع دیتے ہیں کہ ان کے بھائی میاں محمد صدیق صاحب ۲۱ فروری کو بقضائے الٰہی فوت ہو گئے انا للہ وانا الیہ راجعون۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس میں جگہ دے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے احباب سے جنازہ غائبانہ کی درخواست ہے۔

— ڈاکٹر محمد دین صاحب لاہور چھاؤنی ابھی تک دل کے عارضہ کی وجہ سے بیمار چلے آ رہے ہیں، ان کی صحت کے لئے دعا کی درخواست ہے۔

— مرزا ممتاز احمد صاحب خلف مرزا غلام ربانی صاحب راولپنڈی سالہا سال سے بیمار ہیں اور شیخ برکت اللہ صاحب سیالکوٹ چھاؤنی کے بڑے بھائی شیخ عطاء اللہ صاحب لاہور ہسپتال میں بیمار ہیں ان کے لئے بھی دعائے صحت کی درخواست ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸

فون نمبر ۳۷۴۳

لوائے ما پنہ ہر سعید خواہد بود ندائے فتح نمایاں بنام ما باشد

حضرت مسیح موعودؑ اور آپکی جماعت کا مذہب

جماعت احمدیہ لاہور کی تعلیمی خصوصیات

پیغامِ صلح

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا ہفتہ وار ارگن

سالانہ چندہ پاکستان سے: چھ روپے

سالانہ چندہ ہندوستان سے: ۔/۱۲/۸ روپے

سالانہ چندہ ممالک غیر سے: ۲۳ شلنگ

ایڈیٹر
دوست محمد

جلد ۴۰	یوم چہارشنبہ مؤرخہ ۸ رجمادی الاوّل ۱۳۷۱ھ ۔ ۵ مارچ ۱۹۵۲ء	نمبر ۹

ہم تو رکھتے ہیں مسلمانوں کا دیں
دل سے ہیں خدامِ ختم المرسلیں
شرک اور بدعت سے ہم بیزار ہیں
خاکِ راہِ احمدِ مختار ہیں
سارے حکموں پر ہمیں ایمان ہے
جان و دل اس راہ پر قربان ہے
تم ہمیں دیتے ہو کافر کا خطاب
کچھ نہیں لوگو تمہیں خوفِ عقاب

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ پرانا نہ نیا۔
۲۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۳۔ قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگی۔
۴۔ سب صحابہؓ اور آئمہ قابل احترام ہیں سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے
۵۔ اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا۔

اسلام کی نشر و اشاعت امریکہ میں!

پارلیمنٹ آف ریلیجنس میں اسلامی لیکچر کی پسندیدگی

میاں بشیر احمد صاحب منٹو کا مکتوب سان فرانسسکو سے

ایک بچی کی پیدائش پر دعوت

۱۸ فروری ۱۹۵۲ء

محبی و مشفقی جناب ایڈیٹر صاحب "پیغام صلح" لاہور پاکستان

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ۔

میری ہر شمبن (اسلامی نام مریم) کا ذکر "پیغام صلح" میں پہلے ہو چکا ہے۔ یاد دہانی کے طور پر میں پھر لکھ دیتا ہوں کہ ۱۹۴۸ء کی ابتدا میں انہوں نے قبولیت اسلام کا اعلان کیا تھا اس وقت وہ سان فرانسسکو سٹیٹ کالج میں تعلیم حاصل کر رہی تھیں اور وہاں کی انٹرنیشنل کلب کی وائس پریزیڈنٹ تھیں۔ اگست ۱۹۵۰ء میں ان کی شادی محمد علی میرداد سے جو عربی نژاد ہیں اور یہاں کاروبار میں مشغول ہیں ہوگئی۔ ۵ نومبر ۱۹۵۱ء کو ان کے ہاں ایک لڑکی پیدا ہوئی اور اس خوشی میں پندرہ دسمبر کو وسیع پیمانے پر ایک دعوت کا انتظام کیا۔ مسٹر اور مسز عبدالستار شلزئی، افغان قونصل مسٹر اور مسز جیکب آر۔ انڈیا قونصلیٹ بھی شریک محفل تھے۔ میرداد صاحب کی درخواست پر میں نے مختصر طور پر حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جو بچوں سے محبت تھی اسے بیان کیا اور خصوصیت سے لڑکیوں کی حفاظت اور انہیں ان کے جائز حقوق دلانے کے لئے جو کوششیں کی ہیں ان کی وضاحت کی۔ لڑکی کا نام "علیہ" رکھا گیا۔

ایک شادی

۲۲ دسمبر ۱۹۵۱ء کو ہمارے مکان پر مسعود نہیں نوری اور زرّین ابراہیم ملک کو سلسلۂ ازدواج میں منسلک

کیا گیا۔ دونوں ایرانی ہیں، زرّین چند ماہ قبل لندن یونیورسٹی میں جرنلزم کی تعلیم حاصل کر رہی تھیں، اب وہ اور ان کے شوہر یونیورسٹی آف کیلے فورنیا Davis میں طالبعلمانہ زندگی گزار رہے ہیں۔

شادی ان کی بڑی دھوم دھام سے ہوئی، ساٹھ سے کچھ اوپر براتی تھے۔ کمروں کو دولہا اور دلہن کی زیر نگرانی اوران کے حسب منشا آراستہ کیا گیا تھا۔ تفریح کے تمام لوازمات موجود تھے اور براتی ان سے پورا پورا حظ اٹھا رہے تھے۔ مگر اس گہما گہمی پر ہم اپنے اصلی مقصد کو نہیں بھولے اپنا اسلامی لٹریچر حاضرین میں تقسیم کیا گیا اور جہاں موقع ملا وہاں اسلامی تعلیم سے انہیں پورا واقف کیا گیا۔

پارلیمنٹ آف ریلیجنس

یونیورسٹی آف آریگان نے ایک پارلیمنٹ آف ریلیجنس کے انعقاد کا انتظام کیا تھا۔ کانفرنس ۲۰ سے ۲۴ جنوری تک ہونی تھی، مجھے بھی شرکت دعوت دی گئی، انیس جنوری کی صبح کو میں روانہ ہوا اور اسی شب کو ۹ بجے کے قریب میں یوجین پہنچ گیا، محمد احسن چودھری پاکستانی جو اسی یونیورسٹی کے طالب علم ہیں اور مسز ڈاکٹر بالڈنگر مجھے لینے کے لئے اسٹیشن پہ آئے ہوئے تھے ڈاکٹر Walace G. Ballanger یونیورسٹی میں ہسٹری آف آرٹ کے پروفیسر ہیں اور Faculty Religious and Spiritual activities کے چیئرمین ہیں۔ دوران کانفرنس میں ان ہی کا مہمان رہا۔

۲۰ جنوری کو پارلیمنٹ کا افتتاح ڈینز اور ڈاکٹر Paul Wright کی تقریروں سے ہوا اس پر مختلف مذاہب کے ان نمایندوں کا بھی تعارف کرایا گیا جو اس کانفرنس میں حصہ لینے کے لئے جمع ہوئے تھے ڈاکٹر H. S. Talaumi اور سوامی دیوآتما آنند کی اکیس اور بائیس جنوری کو بدھ مت اور ہندو دھرم پر، ۲۳ کو میری اور Rabbi Nodel کی اسلام اور یہودیت پر اور ۲۴ کو رومن کیتھولک پروٹسٹنٹ اور ایسٹرن آرتھوڈاکس نمایندوں کی عیسائیت پر تقریریں ہوئیں۔ نو بجے صبح سے لے کر شب کو دس اور گیارہ بجے تک کانفرنس کے اجلاس ہوتے رہے مگر طلباء اور دوسرے لوگوں کے اشتیاق کا یہ حال تھا کہ حاضرین کی تعداد آٹھ سو سے کم نہیں ہوئی اور بعض اوقات بارہ سو تک پہنچ جاتی تھی۔ یونیورسٹی کی بعض دوسری مجلسوں کی دعوت پر بھی میرے چند لیکچر ہوئے۔ اخباروں میں بھی کافی چرچا ہوا اور لوگوں میں ہمارے کام کی خوب شہرت ہوئی۔ ڈاکٹر بالڈنگر مہتمم اعلیٰ پارلیمنٹ آف ریلیجنس نے میری بے حد تعریف کی۔ بلکہ اپنے ایک خط میں میرے متعلق یہاں تک لکھا کہ:۔

No one contributed more vitality to the Program.

اس یونیورسٹی میں صرف پانچ مسلم طلبا ہیں، دو پاکستانی اور تین ایرانی۔ سب مجھ سے بڑے تپاک سے ملے اور مجھے میری کامیابی پر مبارکباد دی، بہت سے دوسرے لوگوں نے بھی خوشنودی کا اظہار کیا۔ اللہ کرے کہ ہماری اس کوشش کے نتائج خوشگوار اور اعلیٰ ہوں۔

کولمبیا براڈکاسٹنگ اسٹیشن سے بھی میری دو تقریریں نشر کی گئیں تھیں۔ اب معلوم ہوا ہے کہ Voice of America پر بھی ان تمام تقریروں کو نشر کیا جائیگا۔

(باقی ہے)

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ ارشادات

(از شیخ غلام قادر صاحب احمدیہ بلڈنگس لاہور)

آنحضرت صلعم کے وقت حدیثیں قلمبند ہوئی ہیں

عن ابی ھریرۃ قال کان رجل من الانصار یجلس الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فیسمع من النبی صلی اللہ علیہ وسلم الحدیث فیعجبہ ولا یحفظہ فشکی ذالک الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال یارسول اللہ انی لاسمع منک الحدیث فیعجبنی ولا احفظہ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم استعن بیمینک اوما بیدہ الخط۔ (جامع ترمذی ابواب العلم)

حضرت ابوہریرہ رضہ سے روایت ہے کہ انصار میں سے ایک شخص حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیٹھا تھا اور حضور سے حدیث سُنا کرتا تھا اسے یہ حدیثیں پسند آتی تھیں مگر اس کو یاد نہ رہتی تھیں۔ اس بات کا شکوہ اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا اور کہا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں آپؐ سے حدیث سنتا ہوں وہ مجھے پسند آتی ہے مگر مجھے یاد نہیں رہتی۔ پس حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے داہنے ہاتھ سے مدد طلب کرو اور حضور نے اپنے داہنے ہاتھ سے خط کی طرف اشارت کی یعنے لکھتے جاؤ۔

عن ابی ھریرۃ رضہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم خطب فذکر قصۃ فی الحدیث فقال ابو شاہ اکتبوا لی یا رسول اللہ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکتبوا لابی شاہ وفی الحدیث قصۃ ھذا حدیث حسن صحیح۔ (جامع ترمذی۔ ابواب العلم)

حضرت ابی ہریرہ رضہ سے روایت ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ پڑھا جس میں کسی خاص واقعہ کی طرف اشارہ تھا۔ ابوشاہ نے عرض کیا یارسول اللہ مجھے یہ لکھوا دیجئے پس حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے (صحابہ میں سے کسی کو) فرمایا ابی شاہ کو لکھ دو اس حدیث میں کوئی خاص اہم واقعہ بیان ہوا تھا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

لمبی اور پاکیزہ عمر پانے والا بہتر آدمی ہے

خیارکم اطولکم اعمارًا واحسنکم اعمالاً۔ عن الحسن رسلاً ابن ابی الدنیا فی کتاب الاخوان۔ (جامع الصغیر)

حسن سے روایت ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے وہ شخص بہتر ہے جو لمبی عمر پائے اور اعمال نیک بجالاتا ہے۔

ہر کہ عارف تر است ترساں تر

وعن عائشۃ قالت سالت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن ھذہ الایۃ والذین یؤتون ما اتوا وقلوبھم وجلۃ اھم الذین یشربون الخمر ویسرقون قال لا یا ابنۃ الصدیق ولکنھم الذین یصومون ویصلون ویتصدقون وھم یخافون ان لا یقبل منھم اولئک الذین یسارعون فی الخیرات رواہ الترمذی وابن ماجۃ۔ مشکوٰۃ کتاب الرقاق باب البکاء والخوف۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضہ سے روایت ہے میں نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس آیت کے متعلق پوچھا۔ اور وہ لوگ کہ دیتے ہیں کہ وہ چیز کہ (زکوٰۃ وصدقات) دیتے ہیں۔ آیا یہ لوگ وہ ہیں جو شراب پیتے ہیں اور چوری کرتے ہیں (کیونکہ گرفت سے ڈرنے والے تو مجرم ہی ہوتے ہیں) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اے صدیق کی بیٹی (یہ بات نہیں) بلکہ وہ لوگ صوم وصلوٰۃ کے پابند ہوتے ہیں اور زکوٰۃ وصدقات

گناہوں سے بچنے کا واحد ذریعہ

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایک تقریر

صحبت صادقین

نفس اور اخلاق کی پاکیزگی حاصل کرنے کا ایک بڑا ذریعہ صحبت صادقین بھی ہے جس کی طرف اللہ تعالیٰ اشارہ فرماتا ہے کہ کونوا مع الصادقین یعنی تم خدا کے صادق اور راستباز لوگوں کی صحبت اختیار کرو تا ان کے صدق کے انوار سے تم کو بھی حصہ ملے۔ جو مذاہب کہ تفرقہ پسند کرتے ہیں اور الگ رہنے کی تعلیم دیتے ہیں وہ یقیناً وحدت جمہوری کی برکات سے محروم رہتے ہیں۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے تجویز کیا کہ آپ نبی ہو جو کہ جماعت بنائے اور اخلاق کے ذریعہ آپس میں تواُرف اور وحدت پیدا کرے۔

دعا کی ضرورت

درستی اخلاق کے بعد دوسری بات یہ ہے کہ دعا کے ذریعہ سے خدا کی پاک محبت حاصل کی جائے۔ ہر ایک قسم کے گناہ اور بدی سے دور رہے اور ایسی حالت میسر ہو کہ جس قدر اندرونی آلودگیاں ہیں ان سب سے الگ ہو کر ایک مصفا قطرہ کی طرح بن جائے۔ جب تک یہ حالت میسر نہ ہوگی تب تک خطرہ ہی خطرہ ہے لیکن دعا کے ساتھ تدابیر کو نہ چھوڑے کیونکہ اللہ تعالیٰ تدبیر کو بھی پسند کرتا ہے اور اسی لئے فالمدبرات امرًا کہہ کر قرآن شریف میں قسم بھی کھائی ہے جب وہ اس مرحلہ کو طے کرنے کے لئے دعا بھی کرے گا اور تدابیر سے بھی اس طرح کام لے گا کہ جو مجلس اور صحبت اور تعلقات اسکو حارج ہیں ان سب کو ترک کرے گا اور رسم اور عادت اور بناوٹ سے الگ ہو کر دعا میں مصروف ہوگا تو ایک دن قبولیت کے آثار مشاہدہ کرے گا۔

دعا کس طرح قبول ہو

یہ لوگوں کی غلطی ہے کہ وہ کچھ عرصہ دعا کر کے پھر رہ جاتے ہیں اور شکایت کرتے ہیں کہ ہم نے اس قدر دعا کی مگر قبول نہ ہوئی حالانکہ دعا کا حق تو ان سے ادا ہی نہ ہوا۔ تو قبول کیسے ہو۔ اگر ایک شخص کو بھوک لگی ہو یا سخت پیاس لگی ہو اور وہ صرف ایک دانہ یا ایک قطرہ لے کر شکایت کرے کہ مجھے سیری حاصل نہیں ہوئی تو کیا اس کی شکایت بجا ہوگی؟ ہرگز نہیں جب تک وہ پوری مقدار کھانے اور پینے کی نہ لے گا تب تک کچھ فائدہ نہ ہوگا یہی حال دعا کا ہے اگر انسان لگ کر اسے کرے اور پورے آداب سے بجا لاوے اور وقت بھی میسر آئے تو امید ہے کہ ایک دن اپنی مراد کو پالیوے۔ لیکن راستہ ہی میں چھوڑ دینے سے صدہا انسان مر گئے (گمراہ ہو گئے) اور صدہا ابھی آیندہ مرنے کو تیار ہیں۔ ایک من پیشاب میں ایک قطرہ پانی کیا شے ہے جو اسے پاک کرے اسی طرح وہ بداعمالیاں جن میں لوگ سر سے پاؤں تک غرق ہیں ان کے ہوتے ہوئے چند دن کی دعا کیا اثر دکھا سکتی ہے۔ پھر عجب، خود بینی تکبر اور ریا ایسے امراض لگے ہوئے ہوتے ہیں جو عمل کو ضائع کر دیتے ہیں۔

صدق اور اخلاص

نیک عمل کی مثال ایک پرند کی طرح ہے اگر صدق اور اخلاص کے قفس میں اسے قید رکھو گے تو وہ رہے گا ورنہ پرواز کر جاوے گا۔ اور یہ بجز خدا کے فضل کے حاصل نہیں ہو سکتا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فمن کان یرجوا لقاء ربہ فلیعمل عملاً صالحاً ولا یشرک بعبادۃ ربہ احدا۔ عمل صالح سے یہاں یہ مراد ہے کہ اس میں کسی قسم کی بدی کی آمیزش نہ ہو، صلاحیت ہی صلاحیت ہو نہ عجب ہو نہ کبر ہو نہ نخوت ہو نہ تکبر ہو نہ نفسانی اغراض کا کوئی حصہ ہو نہ رو بخلق ہو، حتیٰ کہ دوزخ اور بہشت کی خواہش بھی نہ ہو صرف خدا کی محبت سے وہ عمل صادر ہو۔ جب تک دوسری قسم کی غرض کو دخل ہے تب تک ٹھوکر کھائے گا۔ اور اس کا نام شرک ہے کیونکہ وہ دوستی اور محبت کس کام کی جس کی بنیاد صرف ایک پیالہ چائے یا دوسری خیالی محبوبات تک ہی ہے ایسا انسان جس دن اس میں فرق آتا دیکھے گا اسی دن قطع تعلق کر لیگا۔ جو لوگ اسلئے خدا تعالیٰ سے تعلق باندھتے ہیں کہ انہیں مال ملے یا اولاد حاصل ہو یا وہ فلاں فلاں امور میں کامیاب ہو جاویں ان کے تعلقات عارضی ہوتے ہیں اور ایمان بھی خطرہ میں ہے جس دن ان کے اغراض کو کوئی صدمہ پہنچا اسی دن ایمان میں بھی فرق

پیغام صلح

جلد ۴۰ | یوم چہارشنبہ مورخہ ۸ ؍جمادی الثانی ۱۳۷۱ھ | نمبر ۹

انسانی مشکلات کا واحد حل دعا میں

ایک فانی فی اللہ کی پُرسوز دعاؤں کے اثرات و نتائج

قادیانی معاصر "الفضل" نے بعض امتحانات میں شامل ہونے والے بچوں کی کامیابی کے لئے اپنے احباب جماعت اور درویشان قادیان" سے دعا کی استدعا کی تھی، جس پر روزنامہ "آفاق" (۲۹ ؍فروری) کے فکاہیہ نگار (جناب "آفاقی") اپنے اشارات میں لکھتے ہیں:-

"ہمیں ڈر ہے کہ یہ دعا اگر قبول ہو گئی تو محکمۂ تعلیم کو بڑی مشکلات کا سامنا کرنا پڑیگا بہت سے بچے ایسے ہوتے ہیں جو لکھنے پڑھنے سے جی چراتے ہیں اور کئی کئی سال میں ایک درجہ پاس کرتے ہیں لیکن اگر سب بچوں کو اس ترکیب کا پتہ چل گیا تو ڈر ہے کہ کہیں تعلیم کا سارا نظام درہم برہم ہو کر نہ رہ جائے ——— اور بلا ہلدی پھٹکڑی لگے ہر بچہ امتحان میں پاس ہو جایا کرے"

یہ ہمارے مسلمان کہلانے والے اخبارات کا حال ہے، ایسے مسلمہ اسلامی و دینی مسائل جو نہ صرف اسلام بلکہ تمام مذاہب کے عقائد میں داخل ہیں انہیں بھی اب فکاہی کالموں میں غلط رنگ میں پیش کر کے تمسخر و استہزا کا محل ٹھہرایا جانے لگا ہے، بھلا یہ کس نے کہا تھا کہ جو بچے لکھنے پڑھنے سے جی چراتے ہیں ان کے پاس ہونے کی دعا کی جائے ہاں ان کے لئے بھی دعا کی ضرورت ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے دلوں کو لکھنے پڑھنے اور محنت مشقت میں لگا دے، لیکن جن طالب علموں کے پاس ہونیکے لئے دعا کی جاتی ہے ان کے متعلق یہی تصور ہوتا ہے کہ انہوں نے اپنی طرف سے امتحان کی پوری پوری تیاری کی ہے، اگر انہوں نے محنت نہیں کی اور اسباب سے پورا پورا کام نہیں لیا تو خدا تعالیٰ جو علیم و خبیر ہے وہ ان کے متعلق دعا پر جو چاہے نتیجہ مرتب فرمائے انسان کا کام دعا کرنا ہے اور اس تصور کی بناء پر دعا کرنا ہے کہ جن کے متعلق دعا کی جاتی ہے انہوں نے پوری محنت کی اور پوری تیاری کے بعد امتحان میں شامل ہوئے، اسباب سے پوری طرح کام لینا اور پھر بہتر نتائج کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کرنا یہ دونوں ہی باتیں اسلام نے ہمیں سکھائی ہیں، بسا اوقات ایک طالب علم پوری تیاری کے بعد امتحان میں شامل ہوتا ہے لیکن ایسے کئی طرح کے واقعات پیش آ جاتے ہیں کہ امتحان میں رہ جاتا ہے، اس لئے ایک مسلمان کو ہدایت ہے کہ اپنی محنت و تیاری پر ناز نہ کرے نہ اسباب کو اپنا حاجت برار سمجھ کر انہی پر تکیہ کر کے بیٹھ جائے، بلکہ اصل حاجت برار اللہ تعالیٰ ہی ہے اور وہی انسان کی محنت و مشقت پر نتائج و ثمرات مترتب کرتا ہے، بلکہ ایک مسلمان کے نزدیک تو مسبب الاسباب بھی اللہ تعالیٰ ہی ہے؛ بسا اوقات انسان کام کرنا چاہتا ہے لیکن اس کے اسباب اسے میسر نہیں آتے ایک طالب علم امتحان کی تیاری کرنا چاہتا ہے لیکن پورا سامان اس کے پاس نہیں، ایسے حالات میں بھی سامان و اسباب پیدا کرنے کی کوشش کے ساتھ ساتھ دعا ایک ضروری چیز ہے، جو بسا اوقات انسانی کوششوں کو بار آور کرنے کا موجب ہوتی ہے، یہ ہزارہا راستباز اور خدا رسیدہ انسانوں کا نہ صرف ذاتی تجربہ ہے بلکہ انہوں نے ان تجارب میں دوسرے لوگوں کو بھی شامل کر کے اپنی پُرسوز دعاؤں کے اثرات سے ان کے ایمانوں کو تازہ کر دیا، اس زمانہ میں ہمارے سامنے ایک مرد خدا اُٹھا اور اس نے قبولیت دعا کے ایسے ایسے نشانات دکھائے کہ انسانی کوشش و تدابیر سے ان کا وقوع ناممکن دکھائی دیتا تھا، کئی بیمار جن کو لا علاج قرار دے دیا گیا تھا اس کی دعاؤں سے اچھے ہو گئے، کئی مصیبت زدہ جن کی مشکلات کے حل کے لئے کوئی سامان و اسباب میسر نہ تھے، اس کی دعاؤں سے مصائب میں سے نکل گئے، کئی طالب علم مشکل ترین امتحانات میں اس کی دعاؤں سے پاس ہوئے اور سب سے بڑھ کر اسلام کی ترقی اور غلبہ کے لئے اس نے ایسی پُرسوز دعائیں کیں، اور ایسے وقت میں جب خود مسلمانوں کے اندر یہ خیال پیدا ہو چکا تھا کہ اسلام اب زندہ نہیں رہ سکتا، اس نے وہ گریہ زاری جناب الٰہی میں کی کہ اس کی نظیر اس زمانہ میں ملنی مشکل ہے، اس نے رو رو کر اللہ تعالیٰ کو پکارا اور عرض کی کہ

یا الٰہی باز کے آید ز تو وقتِ مدد
باز کے بینم آں فرخندہ ایام و سنیں

اے خدا پھر کب تیری طرف سے مدد کا وقت آئے گا ہم ... وہ مبارک دن اور سالیں پھر کب دیکھیں گے۔

اس کا دلی سوز اور اسلام کے لئے درد اور تڑپ کہاں تک پہنچا ہوا تھے فرماتے ہیں:-

این دو فکر دین احمد مغز جان ما گداخت
کثرتِ اعدائے ملت قلتِ انصارِ دیں

دین احمد کے متعلق ان دو فکروں نے میری جان کا مغز گھلا دیا ہے ایک تو اعدائے ملت کی کثرت اور دوسرے انصار دین کی قلت۔

اور ان دو فکروں کو لئے ہوئے وہ پکارتا ہے؎

اے خدا زود آ و بر ما آب نصرت ہا ببار
یا مرا بردار یا رب زیں مقام آتشیں

اے خدا جلد آ اور ہم پر اپنی نصرتوں کی بارش برسا یا ہمیں اس دوزخ کی جگہ سے اٹھا لے۔

آخر کار اللہ تعالیٰ نے اس کی دعاؤں کو سُنا اور اسلام کی زندگی اور غلبہ کے وہ نشانات پیدا کر دیئے کہ آج نہ صرف مسلمان بلکہ دنیا کی تمام اقوام اس بات کو تسلیم کر چکی ہیں کہ اسلام اب بھی زندہ ہے اور صرف اسی کے اُصول دنیا کو پیش آمدہ مشکلات و مصائب سے نکالنے اور امن و سلامتی پیدا کرنے کا موجب ہو سکتے ہیں،

یہ اس شخص کی دعاؤں کا نتیجہ ہے، جس کو آج دشمن اسلام کہا جاتا ہے اور کافر و دجال کا خطاب دیا جاتا ہے، کاش ایسے کئی "کافر و دجال" اسلام میں پیدا ہوتے تو یہ دین کبھی کا دنیا پر غلبہ پا چکا ہوتا، خوب یاد رکھئے یہ مرزا غلام احمد ہی ہے جس کی پُر درد دعاؤں نے آج پھر اسلام کو زندگی بخشی ہے اور اس کی وجہ سے دعا پر ایک تازہ ایمان دلوں میں پیدا ہوا ہے، وہ دعا جو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اوڑھنا اور بچھونا تھی، اُٹھتے بیٹھتے، سوتے جاگتے ہر حرکت و سکون حتیٰ کہ پیشاب پاخانہ جاتے اور آتے وقت بھی دعا ہی آپ کی زبان پر ہوتی تھی وہ دعا جس نے آپ کی زبان پر جاری ہو کر دنیا کے پہاڑ ہلا دیئے ناممکن کو ممکن بنا دیا، اور تئیس ۲۳ سال کے قلیل عرصہ میں وہ حیرت انگیز انقلاب پیدا کر دیا کہ دنیا کے بڑے بڑے دانشمند اس پر حیرت زدہ اور انگشت بدنداں ہیں،

خوب یاد رکھئے آج بھی دعا ہی ایک چیز ہے جو نہ صرف ایک مایوس الحال طالب علم کی کامیابی کا موجب ہو سکتی ہے بلکہ مسلمانوں کی بڑی بڑی مشکلات کا حل اسی میں موجود ہے، بشرطیکہ اس بات پر کامل یقین و ایمان ہو، کہ اللہ تعالیٰ ہماری دعاؤں کو سنتا اور ان پر نتائج مترتب فرماتا ہے۔

اپنے بچوں کو تعلیمِ دین کیلئے وقف کیجئے

تبلیغی کلاس کا نیا سال مارچ ۱۹۵۲ء سے شروع ہے۔ احمدی احباب جنہوں نے امام الزمان کے ہاتھ پر دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا عہد کیا ہوا ہے اپنے بچوں کو تبلیغ اسلام و اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے وقف کریں۔ واقفین کو انجمن مفت تعلیم کے علاوہ حسب حال وظیفہ بھی دے گی۔ درخواست کنندہ کی تعلیم کم از کم مڈل تک ضرور ہو۔ غیر شادی شدہ کو ترجیح دی جائے گی، جو طالب علم ذہین ہوں گے انہیں مولوی فاضل بھی کرایا جائے گا۔ فارغ ہونے کے بعد جن طلباء کو انجمن ملازمت میں لینا چاہے گی انہیں حسب منشا انجمن خدمت دین سرانجام دینا ہو گی۔

حضرت صاحب صدر الحاج شیخ میاں محمد صاحب کا ارشاد ہے کہ احباب اس طرف خاص طور پر توجہ فرمائیں اور اپنے بچوں کو تعلیم دین کے حصول کے لئے مرکز میں ضرور بھجوائیں۔ تمام درخواستیں جنرل سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے نام آنی چاہئیں۔

احمد یار۔ جنرل سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام احمدیہ بلڈنگس لاہور

سانحۂ ارتحال

چمن بلوچستان سے ماسٹر انعام اللہ صاحب ہماری اطلاع دیتے ہیں کہ ان کے خسر حافظ عبدالکریم خان صاحب شیرانی ۲۰ ؍فروری کو بعمر ۸۰ سال وفات پا گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم پانی پت کرنال کے مہاجر تھے ہماری دعا ہے اللہ تعالیٰ انہیں جنت الفردوس میں جگہ دے اور پس ماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ احباب سے مرحوم کے جنازہ غائبانہ کی درخواست ہے۔

اخبار (و) افکار

یہ ہے "قومی زبان"

مولوی عبدالحق صاحب سیکرٹری انجمن ترقی اردو پاکستان نے اپنی انجمن کے کارکنوں کو یہ نوٹس دیا ہے :۔

"انجمن ترقی اردو پاکستان کی مالی حالت انتہائی نوبت تک پہنچ گئی ہے۔ گزشتہ تین ماہ کی تنخواہیں اور روزمرہ کے مصارف ادھر ادھر سے قرض مانگ کر ادا کئے جاتے ہیں اب قرضہ ملنے کی بھی کوئی امید نہیں۔ حکومت نے اس سال ایک حبہ کی بھی امداد نہیں دی، اور نہ اب اس کی توقع ہے، علمی کاموں کی قدر نہ حکومت کو ہے اور نہ پبلک کو، اس لئے حقیقی علمی ادارے جن کا مقصد خالص علمی ہو، بغیر بیرونی امداد کے نہیں چل سکتے، اس صورت میں سوائے اس کے کوئی چارہ نہیں کہ فی الحال اس کام کو جو حکومت اور پبلک دونوں کی نظروں میں غیر ضروری معلوم ہوتا ہے، خیرباد کہا جائے لہذا نہایت رنج و افسوس کے ساتھ آپ صاحبوں کی خدمت میں اطلاع دی جاتی ہے، کہ انجمن کو آپ کی خدمت کی ضرورت نہ رہے گی، آئندہ کسی وقت حالات سازگار ہوئے تو ممکن ہے اس خدمت کو شروع کیا جائے، جس کے اس وقت قائم رہنے کی کوئی امید نہیں، ——— رہے نام اللہ کا اور انگریزی زبان کا ———"

عبدالحق

یہ اس قومی زبان کے سب سے بڑے ادارے کا حال ہے، جس کو آج پاکستان کے طول و عرض میں سرکاری زبان منوانے اور سرکاری دفتروں میں اسے رائج کرنے کی تجاویز ہو رہی ہیں۔ تعجب ہے کہ اس عزم اور ایسی تجاویز کے ہوتے ہوئے انجمن ترقی اردو پاکستان کی یہ حالت پہنچ جائے، کیا حکومت پاکستان اور حامیان اردو کے ماتھے پر کلنک کا ٹیکہ نہیں ہوگا کہ جس زبان کو وہ قومی اور سرکاری زبان بنا رہے ہیں اس کو ترقی دینے والے سب سے بڑے ادارہ کو اتنی بھی امداد نہیں دیتے کہ وہ زندہ ہی رہ سکے، انجمن ترقی اردو نے اپنی بیش قیمت مطبوعات اور علمی کتابوں کے اردو تراجم کے ذریعہ اردو کی بہت بڑی خدمات سرانجام دی ہیں، اس کی ان خدمات سے فائدہ اٹھانا اور آئندہ اس سے مزید خدمات لینا پاکستان کے لئے بہت مفید ثابت ہوگا، اس لئے اس کو اٹھانا اور کام کرنے کے قابل بنانا چاہیئے اور عین وقت پر جب اس کی سب سے بڑی ضرورت ہے مرنے نہیں دینا چاہیئے۔

مذہب اور سیاست

پچھلے دنوں ایک ترکی جرنلسٹ مدیر "وطن" ہندوستان آئے ہوئے تھے، انہوں نے مدراس میں جنوبی ہند کے صحیفہ نگاروں سے گفتگو کرتے ہوئے یہ بھی کہدیا کہ مذہب اور سیاست ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے،

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مدیر "وطن" کے نزدیک سیاست سے مراد وہ سیاسی چالیں اور مکاری اور دھوکہ بازی ہے جو عام طور پر دنیا کی سیاست میں چل رہی ہے، اس میں شک نہیں کہ ایسی سیاست کو مذہب کے ساتھ جو نیکی و راستبازی سکھاتا اور ایک دوسرے کے حقوق کی حفاظت کی تعلیم دیتا ہے کوئی تعلق نہیں۔ اسلام ایسی سیاست کو قطعاً روا نہیں رکھتا، اور اگر غور سے دیکھا جائے تو اسی قسم کی سیاست آج دنیا کی تباہی کا موجب ہو رہی ہے، حقیقی سیاست جو اسلام نے روا رکھی ہے، ہر قسم کے دغا فریب اور چالبازیوں سے مبرا ہے، اپنی ہمسایہ سلطنتوں کے ساتھ اچھے اور مخلصانہ تعلقات اور ان کے حقوق کی پورے طور پر ادائگی اور اپنے حقوق کی حفاظت حقیقی اسلامی سیاست ہے اور یہی اس کا مذہب ہے، اس لئے اسلام میں مذہب و سیاست ایک ہی چیز ہے مدیر "وطن" کے وطن میں اگر مذہب کو سیاست سے الگ سمجھا جاتا ہے تو یہ ان کے فہم کا قصور ہے یا ان ناپاک اثرات کا نتیجہ جو دنیا کی عام سیاست نے ان کی عقل و فکر پر ڈال رکھے ہیں۔

محکمۂ اسلامیات

کچھ عرصہ سے حکومت پنجاب نے ایک محکمۂ اسلامیات قائم کر رکھا ہے، جس کا مقصد آج تک معلوم نہیں ہو سکا کہ کیا ہے، کبھی کہا جاتا ہے کہ اس محکمہ نے کئی اسلامی مضامین لکھوائے اور انہیں اخبارات میں شائع کرایا گیا۔ اخبارات کا بیان ہے کہ "یہ مضامین اکثر بیکار اور بے مصرف ہوتے ہیں" اور ان کا معاوضہ ان کے اچھے یا برے ہونے کی بناء پر نہیں بلکہ مضمون نگار سے اراکین محکمہ کے ذاتی تعلقات کی بناء پر دیا جاتا ہے۔

اب ایک نیا کام یہ بتایا گیا ہے کہ بخاری، مسلم اور اس نوع کی دوسری کتابیں چھپوانا اس محکمے کے مدنظر ہے۔

تعجب ہے جو کام عام تاجران کتب عرصہ سے سرانجام دے رہے ہیں حکومت کو اسے اپنے ہاتھ میں لینے کی کیا ضرورت ہے، اسے تو وہ کام کرنا چاہیئے جو اسلام کی ترقی و ترویج اور مسلمانوں کی اصلاح اور فلاح و بہبود سے تعلق رکھتا ہو، ان کی پختگی ایمان اور پختگی عمل کا موجب ہو، اسلام کی عظمت کا سکہ ان کے دل پر بٹھائے اور اسلامی زندگی ان کے اندر پیدا کرے جس کو دیکھ کر غیر مسلموں کو اسلام کے اندر آنے کی ترغیب ہو۔

بیشک اس کے لئے لٹریچر اور کتابوں کی بھی ضرورت ہے لیکن بخاری و مسلم کو عام مسلمان کیسے پڑھ اور سمجھ سکتے ہیں، انہیں اسلام کی پاکیزہ باتیں ان کی عام زبان میں بتایئے اور ان پر عمل کرنے کی ترغیب دیجئے۔ ایسی کتابیں شائع کیجئے جس سے اسلام کی وہ روشن تصویر نظر آئے جو بھارت اور مغربی دنیا کو بھی اسلام کی طرف راغب کرے، یہ وہ کام ہے جس کو ایک چھوٹی سی احمدیہ جماعت ایک عرصہ سے کر رہی ہے اور اس میں اسے نمایاں کامیابی ہوئی ہے، محکمۂ اسلامیات اگر اس کام کی طرف توجہ کرے تو زیادہ وسیع پیمانہ پر اس کام کو کر سکتا ہے، بشرطیکہ اس کے کارکنوں میں سچا اسلامی جذبہ اور علمی روشن خیالی ہو۔

سچی باتیں

نقل است کہ وقتے بعضے از مریدان شیخ نظام الدین اولیا مجلسے داشتند و از دف زنان سرودے می شنیدند۔ شیخ نصیر الدین محمود در مجلس بود برخاست تا برآید۔ (اخبار الاخیار مطبع محمدی دہلی ص۸۰)

ایک دن شیخ نظام الدین اولیا کے مریدوں نے مجلس منعقد کی اور دف کے باجے کے ساتھ گانا سننا شروع کیا۔ شیخ نصیر الدین محمود بھی مجلس میں موجود تھے اٹھ کھڑے ہوئے تاکہ مجلس سے باہر چلے جائیں۔

یہ شیخ نصیر الدین محمود کون تھے؟ کوئی وہابی قسم کے ملا تھے؟ حضرت نظام الدین اولیا دہلوی محبوب الٰہیؒ کے خلیفہ ہی نہیں، خلیفہ اعظم و خلیفہ اجل تھے، اور آج تک "چراغ دہلی" کے لقب سے سلسلہ نظامیہ چشتیہ کا نام روشن کئے ہوئے ہیں۔ اور محفل سماع غیروں اور بیگانوں کی نہیں اپنوں ہی کی، اپنے ہی یاران طریقت کی تھی، اس پر بھی ادھر باجے پر تھاپ پڑی، کہ آپ رفیقوں عزیزوں کو چھوڑ اٹھ کھڑے ہوئے! لوگوں کو حیرت ہوگئی زبردستی بٹھانا چاہا۔

یاران تکلیف نشستن کردند گفت خلاف سنت است۔

دوستوں نے بہ اصرار بٹھانا چاہا۔ آپ نے فرمایا یہ (سماع) خلاف سنت رسول ہے۔

یاران طریقت اس پر کب پیچھا چھوڑنے والے تھے۔ بولے یہ کیا غضب کر دیا۔

گفتند از سماع منکر شدی و از مشرب پیر برگشتی

سماع کے منکر ہو کر مسلک شیخ سے مرتد ہو رہے ہو!

شیخ کا ذوق سماع سب کو معلوم تھا۔ جواب میں فرمایا۔

حجت نہ می شود، دلیل از کتاب و حدیث می باید۔

یہ (عمل شیخ) کوئی دلیل نہ ہوئی دلیل تو کتاب و سنت سے ہونا چاہیئے۔

شیخ زندہ تھے۔ پہنچانے والوں نے خبر ان تک پہنچائی، پیر شیخ نے کیا کہا؟ اپنے حلقہ بیعت و ارادت سے نکال دیا؟ خلافت سلب کر لی؟ مردود الطریقت قرار دیا؟ سنئے اور مؤلف کتاب، شیخ عبدالحق دہلوی کی زبان سے سنئے خود شیخ المشائخ کا مرتبہ سلسلہ قادریہ میں تعلق رکھتے ہیں۔

شیخ را صدق معاملہ او معلوم بود فرمود راست می گوید حق آن است کہ او می گوید۔

شیخ کو مرید کی راست روی کا علم تھا فرمایا کہ وہ ٹھیک کہتے ہیں اور حق وہی ہے جو وہ کہہ رہے ہیں۔

اب فرمایئے۔ آجکل کے لہو پسند و فسق نواز گویوں، موسیقار و میوزک ماسٹروں کو کوئی ادنی گنجائش بھی اعمال بزرگان طریقت سے استناد و استدلال کی باقی رہی؟ اور آخر میں سیر الاولیا کے حوالہ سے یہ بھی سن لیجئے کہ

در مجلس شیخ نظام الدین مزامیر نبودے تصفیق نگردندے اگر کسے یاراں خبرے بخدمت او می رسانید کہ مزامیر می شنود منع می کرد و می گفت کہ خوب نہ می کنند،

حضرت نظام الدین کی محفل میں باجا نہیں ہوتا تھا بلکہ تالی تک نہ بجنے پاتی تھی۔ اور اگر آپ کو اپنے مریدوں سے متعلق خبر باجے کی پہنچ جاتی تو آپ انہیں روکتے اور فرماتے کہ یہ اچھا نہیں کر رہے ہیں۔

آج کے سو فیصدی داستانہ فلمی گانے بجانے کیلئے جنہوں نے بعض مشائخ چشتیہ کے ناموں کو آڑ بنانا چاہا ہے انہوں نے کیسا کھلا ہوا ظلم اپنی دیانت پر

عورت کا درجہ اسلام اور سکھ دھرم میں
سکھ ودوانوں کے اعتراضات کے جوابات

از جناب عباد اللہ صاحب گیانی

(۵)

ماسٹر صاحب اور گیانی صاحب نے اسلام کے مسئلہ تعدد ازدواج کا بھی معترضانہ رنگ میں ذکر کیا ہے۔ یہ مسئلہ بھی کوئی ایسا نہیں کہ جس پر کوئی سکھ ودوان اعتراض کر سکے۔ کیونکہ تو سکھ مذہب میں اس کا جواز پایا جاتا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اسلام نے ایک مرد کو چار عورتوں سے بیک وقت شادی کرنے کی اجازت دی ہے۔ مگر اس کے ساتھ ہی ان سے مساویانہ اور منصفانہ سلوک کرنے کی بھی تلقین کی ہے۔ بلکہ یہاں تک بیان کیا ہے کہ اگر کوئی شخص ایک سے زائد بیویوں سے یکساں برتاؤ نہیں کر سکتا تو وہ مسئلہ تعدد ازدواج پر عمل کرنے کا مستحق نہیں۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ ایک ہی بیوی پر اکتفا کرے۔ جیسا کہ قرآن شریف کا ارشاد ہے:-

فانکحوا ما طاب لکم من النساء مثنیٰ و ثلٰث و ربٰع فان خفتم الا تعدلوا فواحدۃ - (سورۃ نساء رکوع ۱)

یعنی تم دو دو۔ تین تین۔ اور چار چار عورتوں سے شادیاں کر سکتے ہو۔ اگر تمہیں اس امر کا اندیشہ ہو کہ تم ایک سے زاید بیویوں سے منصفانہ سلوک نہ کر سکو گے تو پھر ایک ہی عورت سے شادی کرو۔

سکھ مذہب میں بھی اس مسئلہ تعدد ازدواج کو اپنایا گیا ہے۔ چنانچہ گورو گرنتھ صاحب کا ارشاد ہے:-

کیتی نار وَرْ ایک سما لے

(محلہ ۱ صفحہ ۹۳۲)

یعنی۔ ایک وَرْ (مرد) متعدد عورتوں کو سنبھال سکتا ہے۔ گویا قدرت نے ایک مرد میں یہ قوت پیدا کی ہے کہ وہ بیک وقت ایک سے زائد عورتوں سے شادی کر کے ازدواجی تعلقات قائم کر سکتا ہے۔ گورو گرنتھ صاحب کے اس ارشاد کی روشنی میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ کسی شخص کا بیک وقت ایک سے زاید عورتوں سے شادی کرنا قانون قدرت کے خلاف نہیں۔ بلکہ عین مطابق ہے۔

سکھ تاریخ اس امر پر شاہد ہے کہ سکھ گورو صاحبان اور دوسرے سکھ بزرگوں نے اپنے عمل سے بھی اس بات کی تائید کی ہے کہ تعدد ازدواج کا مسئلہ ایک صحیح اور فطرت کے مطابق مسئلہ ہے۔ چنانچہ سکھوں کے دس گورو صاحبان میں سے چھ گورو صاحبان کا ایک سے زاید شادیاں کرنا سکھ کتب میں مرقوم ہے۔ اور ایک گورو صاحب جو کہ بچپن میں گورو بنے اور نابالغی میں فوت ہو گئے بغیر شادی کے ہی رہے تھے۔

(۱) جناب بابا نانک صاحب کو سکھ لوگ اپنا پہلا گورو تسلیم کرتے ہیں۔ بلکہ انہیں سکھ مذہب کا بانی قرار دیتے ہیں سکھ تاریخ شاہد ہے کہ آپ نے دو شادیاں کی تھیں۔ اور ان دونوں بیویوں سے آپ کے ہاں اولاد بھی ہوئی تھی۔ آپ کی پہلی شادی آپ کے والدین نے ماتا سلکھنی صاحبہ سے کی تھی جس کے بطن سے سری چند اور لکھمی چند دو لڑکے پیدا ہوئے تھے۔ آپ اپنی اس بیوی پر خوش نہیں رہتے تھے۔ چنانچہ جنم ساکھی بھائی بالا میں مرقوم ہے کہ:-

"گورو جی کی خوشی اس پر ہوتے ناہیں۔ اتنے گھر بھی وڑتے ناہیں۔ جہاں دو دو مہینے گذر جاون۔ اتے جد مولا دھی تو لن آوتے تاں دھی آکھے جو پتا جی نساں بلیوں کتھے دیا ہے"

(جنم ساکھی بھائی بالا چھاپہ پتھر مطبوعہ سنہ ۱۸۷۱ء صفحہ ۸۱)

آپ نے دوسرا بیاہ حیات خاں منجھ کی دختر سے کیا تھا۔ جس کا اصلی نام بی بی خانم (خانو) تھا۔ (ملاحظہ ہو قلمی جنم ساکھی صفحہ ۳۲۲ و ۳۲۵ و صفحہ ۳۲۹) اور سکھ کتب میں اسے ماتا سنجھوت کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ آپ کی یہ بیوی سات سال تک آپ کے گھر آباد رہی اور اس کے بطن سے اولاد بھی ہوئی۔ چنانچہ قلمی جنم ساکھی میں مرقوم ہے:-

"سات سال ماتا سنجھوت زندہ رہی۔ دو لڑکیاں (اس کے بطن سے پیدا ہوئیں۔ بڑا اچھے گھر بیاہی گئیں پھر تیسرے بچہ کی پیدائش پر زچگی میں وفات پا گئی"

(ترجمہ از قلمی جنم ساکھی صفحہ ۲۱۳)

بابا صاحب کی اس شادی کا ذکر جنم ساکھی کے قدیمی نسخوں میں موجود ہے۔ مشہور سکھ ہسٹورین سردار کرم سنگھ صاحب کو بھی اس امر کا اعتراف ہے کہ جنم ساکھی میں بابا صاحب کے اس بیاہ کا ذکر ہے (ملاحظہ ہو کتک کہ بساکھ صفحہ ۲۸۵) اس کے علاوہ اور بھی کئی کتب میں بابا صاحب کی اس شادی کا ذکر کسی نہ کسی رنگ میں پایا جاتا ہے۔ (ملاحظہ ہو ہسٹری آف دی سکھز انگریزی مصنفہ کورٹ ہنری صفحہ ۸ و سکھاں دے راج دی وکتھیا صفحہ ۱۲ و نسخہ خبط نندیاں صفحہ ۱۷ و نسخہ گرنتھی فوبیا صفحہ ۱۷ وغیرہ) گیانی گیان سنگھ صاحب نے پنتھ پرکاش کے صفحہ ۲۷۶ و صفحہ ۹۸۱ پر بھائی منی سنگھ صاحب نے بھگت رتناولی کے صفحہ ۲۸ پر اور پنڈت تارا سنگھ نرہوتم نے گورمت نرنے ساگر کے صفحہ ۶۰۲ پر بابا صاحب کی اس شادی کا ذکر کیا ہے۔ مگر ان سکھ ودوانوں نے اسے جنم ساکھی میں ہندالیوں وغیرہ کا الحاق ظاہر کیا ہے ہم ان سکھ ودوانوں کو ایسا لکھنے پر معذور سمجھتے ہیں۔ کیونکہ موجودہ سکھ گورو گوبند سنگھ صاحب کے اس ارشاد کی بنا پر کہ جو شخص کسی مسلمان عورت سے شادی کر کے ازدواجی تعلقات قائم کرے وہ مسلمان ہے" (ملاحظہ ہو خالصہ دھرم شاستر صفحہ ۲۲۵ و تواریخ گورو خالصہ صفحہ ۱۲۴۶ و سو ساکھی صفحہ ۷۰ وغیرہ) ایسا لکھنے پر مجبور تھے۔ کیونکہ اگر وہ ایسا نہ لکھتے تو انہیں مسلمات کی رو سے بابا نانک صاحب کو مسلمان تسلیم کرنے کے بغیر اور کوئی چارہ نہ تھا۔ اس لئے انہوں نے اپنے لئے یہ آسان سمجھا کہ وہ بابا صاحب کی دوسری شادی کے تذکرہ کو جنم ساکھیوں میں الحاق بیان کر کے اس کا سرے سے ہی انکار کر دیں مگر قلمی جنم ساکھیوں میں یہ بھی مرقوم ہے کہ جب بابا صاحب کی دوسری شادی کا علم ان کے پہلے سسرال کو ہوا تو انہوں نے اسے بہت ناپسند کیا اور اس کے متعلق بابا صاحب سے بہت سخت باتیں بھی کہیں (ملاحظہ ہو قلمی جنم ساکھی صفحہ ۳۵۷ تا صفحہ ۳۶۰) مگر بابا صاحب نے ان کی اس ناراضگی کا کوئی خیال نہ کیا۔ اور یہاں تک کہہ دیا کہ:-

وہ (دوسری بیوی) ہم پر خدا کی عنایت ہے
اس (پہلی بیوی) سے اس کا زیادہ احترام کرنے کی ضرورت ہے"

(ترجمہ از قلمی جنم ساکھی صفحہ ۳۵۹)

اس کے علاوہ جنم ساکھی میں یہ بھی مرقوم ہے کہ آپ کی پہلی بیوی نے اس کے ساتھ رہنے کی بھی خواہش ظاہر کی تھی۔ مگر بابا صاحب نے ان دونوں بیویوں کو اکٹھا رکھنا مناسب خیال نہ کیا تھا۔ (ملاحظہ ہو قلمی جنم ساکھی صفحہ ۳۵۹) ایک سے زاید بیویوں کو الگ الگ گھروں میں رکھنا اسلامی تعلیم ہے۔

(۲) سکھوں کے تیسرے گورو امر داس جی نے بھی دو شادیاں کروائی تھیں۔ اور آپ کی ان دونوں بیویوں کے بطن سے اولاد بھی تھی۔ چنانچہ سردار شمشیر سنگھ اشوک نئی خوش وقت رائے کی تصنیف تاریخ سکھاں قلمی کے حوالہ سے لکھتے ہیں:-

"دو زنے گورو امر داس کی دو شادیاں ہوئی تھیں — یکے از دختر امرداس کہ نامش ارجن بود و دیگر بنام پرتھی مل و مہاندیو از بطن قبیلہ دوئم بودند۔

یعنی گورو امر داس جی کی بیٹی (بی بی بھانی) کے بطن سے سری گورو ارجن دیو جی اور دوسری بیوی کے بطن سے پرتھی مل اور مہادیو تھے"

ترجمہ از دہلی سماچار ۲۷ جنوری ۱۹۵۲ء

(۳) سکھوں کے پانچویں گورو ارجن صاحب نے بھی دو شادیاں کیں۔ آپ کی پہلی بیوی کا نام ماتا رام دیوی اور دوسری کا نام ماتا گنگا تھا۔ پہلی بیوی لاولد ہی فوت ہوئی۔ مگر دوسری بیوی کے بطن سے آپ کے ہاں گورو ہرگوبند صاحب پیدا ہوئے جو آپ کے بعد سکھوں کے چھٹے گورو بنے (ملاحظہ ہو تواریخ گورو خالصہ پنتھ صفحہ ۴۶۴ و گورپرنالی قلمی صفحہ ۸ و دس گورو جوت پرکاش صفحہ ۱۷ و گوردھام سنگرہ صفحہ ۱۰ و ریتا سک لیکچر صفحہ ۱۶۳ و گورمت ریتاس و گورو خالصہ صفحہ ۸۵ و مختصر و مکمل تواریخ گورو خالصہ اردو صفحہ ۹۶ و تواریخ گورو خالصہ و ریتاس گورو خالصہ ہندی صفحہ ۲۱۵ وغیرہ)

(۴) گورو ہرگوبند صاحب نے بھی مسئلہ تعدد ازدواج پر عمل کیا تھا آپ کی تین بیویوں کا ذکر تو عام سکھ مورخین نے کیا ہے جن کے نام یہ تھے ماتا دامودری جی۔ ماتا نانکی جی ماتا مہاندیو جی (ملاحظہ ہو انسائیکلوپیڈیا آف دی سکھ لٹریچر صفحہ ۷۹۱ و گورتیرتھ سنگرہ صفحہ ۱۹۵ و گورو بنساولی صفحہ ۹۰ و تواریخ گورو خالصہ صفحہ ۵۰۲ و تواریخ گورو خالصہ اردو صفحہ ۱۰۷ و گورو دوارے درشن صفحہ ۱۶ و تواریخ گورو خالصہ پنتھ صفحہ ۴۸۶

و اتہاس سکھ گوروصاحبان ص ۲۶۴ وسوڈھی چمتکار ص ۲۷۹ و ص ۲۹۵ و ص ۲۲۷ وبھارت مت درپن ص ۱۴۳ وگورپرنالی قلمی ص ۱۲ وغیرہ)

بعض مورخین نے آپ کی چوتھی بیوی کولاں بھی بیان کی ہے جن کے نام پر امرتسر میں کولسر نام کا تالاب بھی بنا ہوا ہے (ملاحظہ ہو تواریخ گوروخالصہ پنتھ ص ۴۸۶ واتہاس سکھ گوروصاحبان ص ۲۳۹ وگورتیرتھ سنگرہ ص ۱۹۶ وگورمت دواکر ص ۵ وگوربنساولی ص ۹۴ وگورپرنالی قلمی ص ۹ وغیرہ وغیرہ۔

(۵) گورو ہر رائے صاحب سکھوں کے ساتویں گورو تھے۔ آپ کے متعلق سکھ کتب میں یہ مرقوم ہے کہ آپ کی آٹھ بیویاں تھیں اور یہ سب کی سب شادیاں آپ کے دادا گورو ہرگوبند صاحب نے اپنے ہاتھوں سے سرانجام دی تھیں۔ ملاحظہ ہو گورودوارے درشن ص ۴۲۱ تا ص ۴۲۳ وگوربلاس پاتشاہی ادھیائے ۲۱ وگورپرنالی قلمی ص ۱۴ وگورپرتاپ سورج گرنتھ راس پنجم انسو ۸) بعض سکھ مورخین نے آپ کی چار بیویاں چار لونڈیاں بیان کی ہیں (ملاحظہ ہو تواریخ گوروخالصہ اردو ص ۱۱۴ واتہاس گوروخالصہ ہندی ص ۲۹۵ ودش گورو جوت پرکاش ص ۱۱۷ وتواریخ گوروخالصہ پنتھ ص ۶۲۵ وگوردھام سنگرہ ص ۱۱۶ وگوربنساولی ص ۱۱۳ وبھارت مت درپن ص ۴۴ وغیرہ) ایک لونڈی کے ہاں سے ایک لڑکا بھی پیدا ہوا تھا۔

(۶) گورو گوبند سنگھ صاحب سکھوں کے دسویں گورو ہوئے ہیں آپ کو خالصہ پنتھ کا بانی تسلیم کیا جاتا ہے آپ کی تین بیویاں ماتا سندری جی۔ ماتا جیتو جی اور ماتا صاحب دیواں جی تھی۔ (ملاحظہ ہو انسائیکلوپیڈیا آف سکھ لٹریچر ص ۵۳۲ و ص ۱۰۱ وتواریخ گوروخالصہ اردو ص ۱۳۲ و ص ۱۴۷ و ص ۱۵۰ وگورپرتاپ سورج گرنتھ رت پنجم انسو واتہاس سکھ گوروصاحبان ص ۵۶۶ وتواریخ گوروخالصہ پنتھ ص ۱۰۲۲ وگورتیرتھ سنگرہ ص ۱۹۷ وگوربنساولی ص ۱۲۵ وبھارت مت درپن ص ۴۹ وگورپرنالی قلمی ص ۱۸ وغیرہ) آپ کے درباری شاعر شیاپت نے آپ کے ایک اور بیاہ کا بھی تذکرہ کیا ہے۔ جو آپ نے دکن جاتے ہوئے راجپوتانہ میں کیا تھا۔ (ملاحظہ ہو گورسوبھا گرنتھ ص ۳۰) اس کے علاوہ سوساکھی میں بھی آپ کی چار بیویاں مذکور ہیں۔ (ملاحظہ ہو سوساکھی ساکھی ص ۵۳)

سکھ لٹریچر سے پتہ چلتا ہے کہ سکھ گوروصاحبان کی اولاد میں سے بھی بعض لوگوں نے ایک سے زائد بیاہ کروائے تھے چنانچہ باباگوردتا صاحب نے جو بقول سردار جی بی سنگھ گورو ہرگوبند سنگھ کے بعد گورو بننے کے لئے نامزد تھے۔ مگر وفات پا جانے کی وجہ سے گورو نہ بن سکے (ملاحظہ ہو پراچین بیڑاں ص ۱۰) دو شادیاں کروائی تھیں (ملاحظہ ہو گورپرنالی قلمی ص ۱۰ وتواریخ گوروخالصہ پنتھ ص ۴۸۸ وگوربلاس پاتشاہی چھ ادھیائے ۷ وغیرہ)

گیانی گیان سنگھ صاحب نے آپ کی ایک اور شادی کا ذکر بھی کیا ہے۔ جو آپ نے اپنے والد محترم گورو ہرگوبند سنگھ صاحب کے منع کرنے کے باوجود کی تھی (ملاحظہ ہو تواریخ گوروخالصہ ص ۱۰۸۶) محسن فانی نے بھی باباگوردتا کے اس بیاہ کا ذکر کیا ہے (ملاحظہ ہو دبستان مذاہب ص ۳۸ - ۲۳۷ وکچھ اتہاس سکھ پنتھ ص ۱۴) منشی مہاں بلی کی مصنفہ تواریخ امرتسر میں بھی اس کا ذکر ہے۔ (ملاحظہ ہو کھنڈ سے دی دھار وچ امرت واگیان ص ۳۲۷ ورسالہ امرتسر مئی۔ جون ۱۹۴۷ء ص ۱۹۰)

(۷) باباگوردتا صاحب کے چھوٹے بھائی سورج مل کی بھی دو بیویاں تھیں (ملاحظہ ہو گورتیرتھ سنگرہ ص ۱۸۲)

(۸) گورو ہر رائے کے بڑے بیٹے رام رائے نے بھی بیک وقت ایک سے زائد عورتوں سے شادیاں کی تھیں۔ اور آپ کی وفات کے وقت آپ کی ایک بیوی کی عمر ۱۷ - ۱۶ سال تھی (ملاحظہ ہو رسالہ لوک ساہت امرتسر اکتوبر ۱۹۵۰ء وگورتیرتھ سنگرہ ص ۱۸۷ وگوردھام سنگرہ ص ۱۴۱ وگوردوارم رائے اور ان کے چمتکار ص ۱۴۱ و گوردوارم رائے سچیت جیون چرتر ص ۲۴ وغیرہ)

(۹) بعض سکھ بزرگوں کا بھی ایک سے زائد عورتوں سے شادیاں کرنا سکھ کتب میں مرقوم ہے۔ چنانچہ گورو ہر رائے کے خسر دیا رام صاحب کی تین بیویاں تھیں (ملاحظہ ہو گوربلاس پاتشاہی چھ ادھیائے ۲۱ وتواریخ گوروخالصہ پنتھ ص ۶۲۵ وتواریخ خالصہ ص ۲۳۷ وغیرہ)

(۱۰) بابا بندہ جی جسے سکھوں کے ایک طبقہ میں گورو گوبند سنگھ صاحب کے بعد گورو بھی تسلیم کیا جاتا ہے۔ مسئلہ تعدد ازدواج کے قائل تھے آپ نے بھی ایک سے زائد عورتوں سے شادیاں کیں (ملاحظہ ہو خالصہ کی شمشیر ص ۶۷ وپراچین پنتھ پرکاش ص ۱۰۳ وجیون چرتر بابا بندہ بہادر ص ۱۸۶ وصفحہ ۱۹۲ وپنتھ پرکاش ص ۳۲۳ وغیرہ)

(۱۲) بابا بندہ کے پڑپوتے فتح سنگھ کی چار بیویاں تھیں (ملاحظہ ہو بندہ بہادر ص ۳۲۵)

(۱۳) سکھوں کے سب سے پہلے اور سب سے آخری بادشاہ مہاراجہ رنجیت سنگھ صاحب کی بہت سی رانیاں تھیں۔ بعض مورخین نے آپ کی رانیوں کی تعداد چار بیان کی ہے (ملاحظہ ہو تواریخ گوروخالصہ اردو حصہ سوم ص ۱۸۷ رسالہ پھلواڑی اتہاس نمبر ص ۲۹۱ وپنجابی دنیا مارچ ۱۹۵۰ء)

گیانی گیان سنگھ صاحب نے تواریخ گوروخالصہ گورمکھی بھاگ ۳ چھاپہ پتھر کے ص ۹۹ پر آپ کی ۳۲ رانیاں لکھی ہیں اور ایک سکھ ودوان نے یہ بھی لکھا ہے کہ رانی جنداں آپ سے شادی کرنے پر رضامند نہ تھی۔ مگر اس کے ماموں نے اسے مجبور کر کے مہاراجہ صاحب سے بیاہ دیا۔ (ملاحظہ ہو رسالہ لوک ساہت اکتوبر ۱۹۵۰ء) تواریخ گوروخالصہ اردو ص ۱۹۴ پر آپ کی اٹھارہ رانیاں مذکور ہیں۔

(۱۴) مہاراجہ رنجیت سنگھ صاحب کے بیٹے کھڑک سنگھ کی دو بیویاں تھیں جو آپ کے مرنے پر معہ ٹہلنوں کے آپ کے ساتھ ستی ہوگئی تھیں (ملاحظہ ہو تواریخ گوروخالصہ بھاگ ۳ ص ۹۹۳)

(۱۵) مہاراجہ رنجیت سنگھ کے پوتے کنور نونہال سنگھ کی (جس نے اپنے باپ کو نظر بند کر کے عنان حکومت خود سنبھال لی تھی) دو رانیاں تھیں (ملاحظہ ہو رسالہ پنجابی دنیا مارچ ۱۹۵۰ء)

(۱۶) پھولکیاں ریاستوں کے والیان بھی تعدد ازدواج کے مسئلہ پر عمل پیرا تھے۔ ان ریاستوں کے جد امجد بابا پھول کی دو بیویاں تھیں (ملاحظہ ہو مہاں کوش ص ۲۴۵۱) وتواریخ گوروخالصہ راج خالصہ اردو ص ۱۲)

(۱۷) پٹیالہ کے راجہ امر سنگھ نے بھی ایک سے زائد شادیاں کیں تھیں (ملاحظہ ہو مہاں کوش ص ۱۹۴)

(۱۸) مہاراجہ صاحب پٹیالہ کی بھی ایک سے زائد رانیاں تھیں (ملاحظہ ہو تواریخ گوروخالصہ ص ۱۱ ومہاں کوش ص ۷۶۱ و ص ۲۲۰۹ و ص ۳۰۵۴)

(۱۹) مہاراجہ بھوپندر سنگھ صاحب نے بھی ایک سے زائد شادیاں کی تھی۔

(۲۰) پٹیالہ کے موجودہ راجہ یادوندر سنگھ صاحب نے بھی دو شادیاں کی ہیں۔ ایک بیوی ان کی راجپوت خاندان سے ہے اور دوسری سردار ہرچند سنگھ جیجی کی بیٹی ہے۔

(۲۱) ریاست نابھہ کے راجاؤں کا بزرگ کھیوا راؤ تھا اس کے متعلق گیانی گیان سنگھ صاحب نے لکھا ہے کہ اس نے کئی شادیاں کی تھیں (ملاحظہ تواریخ گوروخالصہ بھاگ ۳ ص ۸۵)

۲۲ - نابھہ کے راجہ ہمیر سنگھ نے بھی ایک سے زائد بیاہ کروائے تھے۔ ملاحظہ ہو مہاں کوش ص ۱۴۸۵ و ص ۲۰۷۹)

۲۳ - راجہ جسونت سنگھ صاحب نابھہ کی چار رانیاں تھیں (ملاحظہ ہو تواریخ گوروخالصہ ص ۱۸ وتواریخ گوروخالصہ گورمکھی چھاپہ پتھر صفحہ ص ۶۴۷ پہ آپ کی رانیوں کی تعداد پانچ بتائی گئی ہے۔

۲۴ - راجہ بھرپور سنگھ صاحب نے بھی ایک سے زائد شادیاں کی تھیں (ملاحظہ ہو تواریخ گوروخالصہ راج خالصہ ص ۲۱۴ و ص ۲۰۰)

۲۵ - راجہ بھگوان سنگھ کی تین رانیاں تھیں (ملاحظہ ہو تواریخ راج خالصہ ص ۲۲۱ وتواریخ گوروخالصہ گورمکھی ص ۸۰۹)

۲۶ - نابھہ کے مشہور و معروف مہاراجہ ہیرا سنگھ نے بھی ایک سے زائد عورتوں سے شادیاں کیں (ملاحظہ ہو انسائیکلوپیڈیا آف دی سکھ لٹریچر ص ۸۲۸ و ص ۲۰۸۲ و ص ۲۰۸۳ وتواریخ گوروخالصہ راج خالصہ ص ۲۲۷)

۲۷ - مہاراجہ ریپدمن سنگھ صاحب نابھہ (گورچرن سنگھ) نے بھی دو شادیاں کی تھیں (ملاحظہ ہو انسائیکلوپیڈیا آف دی سکھ لٹریچر ص ۲۰۸۲ و ص ۲۰۸۴)

۲۸ - ریاست جیند کے راجہ بھاگ سنگھ نے تین بیاہ کروائے تھے۔ ملاحظہ ہو تواریخ راج خالصہ ص ۲۴۸ و ص ۲۵۶ وتواریخ گوروخالصہ گورمکھی ص ۸۲۵)

۲۹ - کنور پرتاب سنگھ کی دو بیویاں تھیں (ملاحظہ ہو تواریخ گوروخالصہ گورمکھی راج خالصہ ص ۵۵)

۳۰ - راجہ جسونت سنگھ صاحب نے بھی تین شادیاں کی تھیں (ملاحظہ ہو تواریخ راج خالصہ ص ۲۶۳)

۳۱ - راجہ سروپ سنگھ کے گھر بھی ایک زائد بیویاں تھیں (ملاحظہ ہو تواریخ راج خالصہ ص ۲۶۳)

۳۲ - راجہ رگھبیر سنگھ نے بھی تین شادیاں کی تھیں۔ (ملاحظہ ہو تواریخ خالصہ راج ص ۲۸۶)

۳۳ - راجہ رنبیر سنگھ کی دو رانیاں تھیں (ملاحظہ ہو تواریخ راج خالصہ ص ۲۹۲)

۴۴۔ سردار صاحب سنگھ کی دو بیویاں تھیں (مہان کوش ص ۱۶۹۰ و ص ۲۵۹)

۴۵۔ پنج خالصہ دیوان بھوڑ کے روح رواں بابو تیجا سنگھ کی بھی ایک سے زائد بیویاں تھیں۔ خالصہ پارلیمنٹ گزٹ کا بابو تیجا سنگھ نمبر ص ۲۲)

اس کے علاوہ اور بھی ایسے حوالجات موجود ہیں جن میں سکھ اکابرین اور حکمرانوں کے ایک سے زائد بیاہ مرقوم ہیں۔ بردست ہم انہی پر ہی اکتفا کرتے ہیں۔

ان حوالہ جات سے یہ امر ثابت ہے کہ سکھ گورو صاحبان اور ان کے فرزند اور دوسرے سکھ بزرگان اور راجا ؤں مہاراجاؤں کا عمل مسئلہ تعدد ازدواج پر رہا ہے۔ اس صورت میں کسی بھی سکھ کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ اسلام کے پیش کردہ مسئلہ تعدد ازدواج پر اعتراض کرے۔ اگر کسی سکھ ودوان کے نزدیک اسلام کا پیش کردہ یہ مسئلہ قابل اعتراض ہے تو اس کے اعتراض کی زد سے سکھ گورو صاحبان اور دوسرے سکھ بزرگ بھی نہیں بچ سکیں گے کیونکہ ان کا قول و فعل اس کا مصدق ہے۔

گورو گرنتھ میں تو سونت والی عورت کو اپنے خاوند سے برتاؤ کرنے کے متعلق یہ تعلیم دی گئی ہے:۔

میٹھی آگیا پر کی لاگی
سوکن گھر کی کنت تیاگی
پریا سوہاگن سیسکار کری
من میرے نیت ہری (محلہ ۵ ص ۳۹۵)

یعنی۔ اگر سونت والی عورت اپنے خاوند کی فرمانبرداری کرے گی۔ اور اس کے تلخ سے تلخ حکم کو خندہ پیشانی سے قبول کریگی تو اس کا خاوند اسے اس کی سوکن پر ترجیح دے گا۔ اور اسے پیار کی نظر سے دیکھے گا۔

گورو گرنتھ کوش میں گورو گرنتھ صاحب کے اس شبد میں استعمال شدہ لفظ سونکن کے معنے یوں کئے گئے ہیں:۔

"اپنے خاوند کی دوسری بیوی۔ جو اس نے شادی کر کے پہلی بیوی کی طرح اپنی بیوی بنائی ہو۔ ایک خاوند کی دو عورتیں سونکنیں کہلاتی ہیں"۔

(ترجمہ از گورو گرنتھ کوش ص ۱۳۴)

اور مہان کوش کے ص ۳۹۷ پر سونکن کے معنے ایک ہی خاوند کی دوسری بیوی بیان کی گئی ہے

اس سے صاف ظاہر ہے کہ گورو گرنتھ صاحب کی رو سے بھی مسئلہ تعدد ازدواج قابل اعتراض مسئلہ نہیں بلکہ اس میں سونت والی عورت کو صحیح تعلیم بتا کر اس کی اس طرف راہنمائی کی گئی ہے کہ اسے اپنے خاوند سے کیونکر برتاؤ کرنا چاہئے۔

ان تمام حوالجات کا خلاصہ یہ ہے کہ تعدد ازدواج ایک مسئلہ ہے جس میں اسلام اور سکھ مذہب میں یگانگت پائی جاتی ہے۔ آج اگر کسی ودوان کو اس مسئلہ پر اعتراض پیدا ہو رہا ہے۔ تو اس کی وجہ یہ ہے کہ سکھ ودوان مغربیت کی رو میں بہہ کر گورمت کی تعلیم سے اور سکھ گورو صاحبان کے مسلک سے دور جا رہے ہیں۔ شاید اسی قسم کی روش کے پیش نظر گیانی گیان سنگھ نے بیان کیا ہے:۔

افسوس ہے کہ سکھوں کا مذہب فی زمانہ اپنے پیشوا کی تعلیم سے قریب قریب بالکل برعکس ہے"

(تواریخ گورو خالصہ اردو ص ۶۰)

ماسٹر نرنجن سنگھ صاحب نے اپنے اعتراضوں میں لونڈیوں کا تذکرہ بھی کیا ہے۔ یہ درست ہے کہ لونڈیوں کا مسئلہ اسلام میں موجود ہے۔ مگر علمائے اسلام نے اس مسئلہ کی جو تحقیق کی ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اسلام میں لونڈیوں کا وہ تصور نہیں جو اسلام سے پہلے دنیا میں رائج تھا۔ تاریخ شاہد ہے کہ اسلام سے قبل صدیوں سے بردہ فروشی کا رواج تھا۔ اور حیوانوں کی طرح انسان بھی (جن میں عورتیں اور مرد اور بچے سب شامل ہوتے تھے) بھیڑوں بکریوں اور دوسرے حیوانوں کی طرح فروخت ہوا کرتے تھے۔ ایسے بکنے والے مردوں کو غلام اور عورتوں کو لونڈی کے نام سے موسوم کیا جاتا تھا۔ مگر اسلام اس قسم کے انسانوں کی خرید و فروخت کی مطلق اجازت نہیں دیتا۔ البتہ جنگ میں شامل ہونے والی دشمن عورتوں کو جو جہاد میں مسلمانوں کے خلاف حصہ لیں اور لڑائی میں با فتح کے بعد مسلمانوں کے قبضہ میں آئیں لونڈیاں قرار دیا ہے۔ اور ایسی لونڈیاں خلیفہ وقت یا امیر قوم کے ذریعہ باقاعدگی کے ساتھ مسلمانوں میں تقسیم کی جا سکتی ہیں۔ اور ان سے ازدواجی تعلق قائم کئے جا سکتے ہیں۔ کسی شخص کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ خود بخود کسی دشمن عورت کو لونڈی بنا لے۔ اور دشمن قوم کی ہر عورت کو بھی لونڈی نہیں بنایا جا سکتا بلکہ اس ضمن میں وہی عورتیں آئیں گی جنہوں نے مسلمانوں کے خلاف جہاد میں شمولیت اختیار کی ہو۔ دشمن قوم کی کوئی شہری عورت لونڈی نہیں بنائی جا سکتی۔ اسلام کی تاریخ سے یہ کہیں بھی ثابت نہیں ہوتا کہ مسلمانوں نے مفتوحہ علاقہ کی ہر عورت کو خواہ اس نے مسلمانوں کے خلاف جہاد میں کوئی حصہ نہ لیا ہو لونڈی بنا لیا ہو۔ اس کے علاوہ ان لونڈیوں سے متعلق اسلام میں تفصیلی احکامات بھی موجود ہیں۔ جب کسی لونڈی کے بچہ پیدا ہو جائے تو وہ ام ولد کہلاتی ہے۔ اور اس کے حقوق آزاد عورتوں کی طرح قائم ہو جاتے ہیں۔ نیز دشمن کو یہ حق بھی دیا گیا ہے کہ اگر وہ اپنی کسی عورت کو آزاد کرانا چاہے تو اسلامی حکومت کا مقرر کردہ فدیہ دیکر آزاد بھی کرا سکتا ہے۔ الغرض اسلام کا پیش کردہ لونڈیوں کا مسئلہ ایک جنگی مسئلہ ہے اور اس کا تعلق جہاد سے ہے۔

منوسمرتی ہندو دھرم کا ایک مشہور و معروف شاستر ہے اس کے ساتویں ادھیائے میں مال غنیمت سے متعلق جو تعلیم دی گئی ہے اسے نقل کرتے ہوئے پنڈت دیانند جی نے لکھا ہے کہ:۔

"اس آئین کو کبھی نہ توڑے کہ لڑائی میں جس جس ملازم یا افسر نے جو گاڑی۔ گھوڑا۔ ہاتھی۔ چھتر۔ دولت رسد۔ گائے۔ وغیرہ جانور نیز عورتیں اور دیگر سب قسم کا مال و متاع اور گھی و تیل وغیرہ کے کپے فتح کئے ہوں وہی اسکو لیوے لیکن فوج کے آدمی فتح کی ہوئی چیزوں میں سے سولہواں حصہ راجہ کو دیویں۔ اور راجہ بھی اس دولت میں سے جو سب نے مل کر فتح کی ہو سولہواں حصہ فوج کے سپاہیوں کو دیوے .... جو شخص اپنے راج کی ترقی۔ نیک نامی۔ فتح اور ترقی اور راحت کی خواہش رکھتا ہے وہ اس ضابطہ کی خلاف ورزی نہ کرے"۔

(ستیارتھ پرکاش سملاس ۶ صفحہ ۲۲۲)

اس سے ظاہر ہے کہ جنگ میں حاصل شدہ مال میں دشمن کی عورتوں کو بھی شامل کرنا ایک قدیمی رواج ہے جو ہندوستان میں اسلام سے صدیوں پہلے موجود تھا۔

ماسٹر نرنجن سنگھ صاحب کو اسلام کے پیش کردہ لونڈیوں کے مسئلہ پر تو اعتراض ہے مگر انہیں شاید یہ معلوم نہیں کہ سکھوں میں بھی لونڈیوں کا مسئلہ موجود ہے۔ سکھ تاریخ اس امر پر شاہد ہے کہ بعض سکھ گورو صاحبان اور سکھ راجے مہاراجے اپنے گھروں میں بیویوں کے علاوہ لونڈیاں رکھتے چلے آئے ہیں۔ اور زمانہ قدیم کی اس رسم کو اپنے عمل سے پیش کرتے رہے ہیں۔ چنانچہ سکھ مورخین نے بیان کیا ہے کہ سکھوں کے ساتویں گورو ہر رائے صاحب کی چار بیویاں تھیں اور چار ٹہلنیں (لونڈیاں) تھیں۔ جن کے نام کوٹ کلیانی۔ تو کھی۔ انوکھی اور لاڈکی تھے۔ (ملاحظہ ہو تواریخ گورو خالصہ اردو ص ۱۲۹۔ اتہاس گورو خالصہ ہندی ص ۲۹۵ دس گورو جوت پرکاش ص ۴۱۶ و گورو دھام سنگرہ ص ۱۱۲ و گور بنساولی ص ۱۱۳ و بھارت مت درپن ص ۱۴۴ و تواریخ گورو خالصہ پنتھ ص ۶۲۵ وغیرہ) گورو صاحب کی لونڈی کوٹ کلیانی کے بطن سے آپ کے گھر ایک لڑکا بھی پیدا ہوا تھا جس کا نام رام رائے رکھا گیا تھا۔ اس کی گدی ڈیرہ دون میں اب تک قائم ہے۔

گورو ہر رائے کے گھر رام رائے کی پیدائش کا ہونا ظاہر کرتا ہے کہ آپ نے ان ٹہلنوں (لونڈیوں) سے ازدواجی تعلقات بھی قائم کئے ہوئے تھے۔

گور بلاس پاتشاہی چھ میں گورو ہر رائے صاحب کی صرف ایک لونڈی بیان کی گئی ہے (ملاحظہ ہو گور بلاس پاتشاہی ۶۔ ادھیائے ۲۱۔ انک ۴۱۹ ص ۷۴۱) یہی کوٹ کلیانی گورو ہر رائے کے فرزند رام رائے کی والدہ تھی۔

مہاراجہ رنجیت سنگھ کے گھر میں بھی بعض لونڈیاں تھیں۔ ان میں سے بعض آپ کی وفات پر آپ کے ساتھ ستی بھی ہوئیں تھیں (ملاحظہ ہو رسالہ پنجابی دنیا پٹیالہ مارچ ۱۹۵۰ء ص ۱۸ و پھلواڑی کا اتہاس نمبر جنوری ۱۹۳۰ء ص ۲۹۱)

مہاراجہ رنجیت سنگھ کے بیٹے کھڑک سنگھ کے پاس بھی لونڈیاں تھیں۔ جب ان کا انتقال ہوا تو ان کی نو لونڈیاں ان کی دو بیویوں کے ساتھ ستی ہوئی تھیں (ملاحظہ ہو تواریخ گورو خالصہ بھاگ ۳ گورمکھی ص ۹۹۳) رسالہ پنجابی دنیا پٹیالہ کے مارچ ۱۹۵۰ء کے پرچہ میں مہاراجہ کھڑک سنگھ کی دو گولیوں (لونڈیوں) کا ستی ہونا مرقوم ہے۔

مہاراجہ رنجیت سنگھ کے پوترے کنور نونہال سنگھ نے بھی دو بیویوں کے علاوہ کچھ لونڈیاں رکھی ہوئی تھیں۔ چنانچہ ان کے مرنے پر ان کی چار گولیاں (لونڈیاں) بھی ان کی دو بیویوں کے ساتھ مل کر ستی ہوئی تھیں (ملاحظہ ہو رسالہ پنجابی دنیا پٹیالہ مارچ ۱۹۵۰ء)

یاد رہے کہ سکھ کتب میں لونڈی کے لئے "داسی" اور "گولی" وغیرہ کی اصطلاح قائم ہے اور یہ تمام الفاظ لونڈی کے ہم معنے ہیں۔ چنانچہ پنجابی شبد بھنڈار میں مرقوم ہے:۔

" لونڈ۔ کڑی۔ رڑکی۔ ٹہلن گولی"

پنجابی شبد بھنڈار ص ۱۰۳۱

اور گورو گرنتھ پرکاش میں لونڈے کے معنے رکھا۔ اور

(باقی بر صفحہ ۸)

فقۂ اسلامی اور اس کے چار دور

سید اسد حسین بی اے

آفتاب اسلام کے طلوع ہونے کے بعد قرآن کریم اور خاتم النبیین صلعم کی ہدایات جن کو احادیث کا نام دیا گیا ہے خلق خدا کی روحانی و اجتماعی ترقی کے لئے ایک دستور کا رنگ پکڑتی گئیں اور اس طرح ایک نظام حیات ظہور میں آیا جس پر عمل کرنے میں بنی نوع انسان کی روحانی نجات کا راز مخفی تھا۔

حضرت نبی کریم صلعم کی وفات کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے احکام شریعت کا سلسلہ ہمیشہ کے لئے منقطع ہوگیا لیکن اسلام کی بڑھتی ہوئی سلطنت کے پیش نظر اور بدلتے ہوئے حالات کے ماتحت بعض ایسے مسائل پیدا ہوئے جن کے متعلق قرآن کریم اور احادیث میں صراحت اور تفصیلات موجود نہ تھیں۔ اس لئے ان کے بیان کردہ اصول و مبادی کی بناء پر پیش آمدہ مسائل کا حل تلاش کرنا اور ایسے قوانین کا وضع کرنا ضروری تھا جو حاکم و محکوم کے باہمی تعلقات اور بنی نوع انسان کے باہمی حقوق و فرائض اور زندگی کے مختلف شعبوں سے تعلق رکھتے ہوں۔

چنانچہ ہمارے ان اسلاف نے جنہیں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے قرب کا شرف حاصل تھا قرآن کریم، احادیث، اجماع، قیاس، استحسان اور استدلال کو مناسب ترتیب کے ساتھ کام میں لاتے ہوئے اور بدلتے ہوئے حالات کے ماتحت اسلامی قانون کی ترتیب اور اس کی ہیئت کو برقرار رکھتے ہوئے ان مسائل کو حل کیا۔ یہ تھا وہ عظیم الشان اور مبارک کام جس سے حضرت نبی کریم صلعم کے پیروؤں کو عہدہ برآ ہونا پڑا۔ اس فرض کو کس حد تک نبھایا گیا یہ اس سے ظاہر ہے کہ اسلامی قانون ایک مکمل اور جامع حیثیت سے آج ہمارے سامنے موجود ہے جو ان کی کامیابی کی مبارک دلیل ہے۔

فقۂ اسلامی کی ترقی و تدوین کے زمانہ کو چار حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ پہلا دور وہ ہے کہ جس میں بنیادی اسلامی قانون ظہور میں آیا۔ یعنی ہجرت سے لے کر حضرتؐ کی وفات تک کا زمانہ۔ اس میں قرآن کریم اور احادیث کے ذریعے خداوند کریم نے دنیا کو ایسا نظام حیات دیا جو ہمیشہ برقرار رہنے والا تھا۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے ساتھ ہی دوسرے مختصر مگر عظیم الشان دور کا آغاز ہوا۔ نئے نئے مسائل پیدا ہو رہے تھے اور ہوتے رہتے تھے جن کا حل قرآن کریم اور احادیث میں تصریحاً موجود نہ تھا پھر ایسے مسائل کا حل اور وہ بھی خداوند کریم کے حکم کے مطابق ایک دشوار گذار کام تھا۔ ہدایات وہی تھیں جو قرآن کریم اور احادیث میں موجود تھیں، انہی ہدایات کی بناء پر قانون مرتب کرنا ضروری تھا۔ اس مشکل وقت میں حضرت صلعم کی اس حدیث نے مشعل راہ کا کام دیا جس میں آپ نے فرمایا تھا کہ میرے پیرو کار کبھی کسی غلط بات پر متفق نہیں ہوں گے۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر سب سے پہلا مسئلہ جو پیش آیا وہ انتخاب خلافت کا مسئلہ تھا۔ چونکہ حضرتؐ کی علالت کے دوران میں حضرت ابوبکرؓ امامت کے فرائض سرانجام دیا کرتے تھے۔ اس لئے اس امر کو حضرتؐ کی وصیت سمجھتے ہوئے حضرت ابوبکرؓ کو خلیفہ منتخب کر لیا گیا۔ اور عوام نے اسے خداوند کریم کی مرضی پر محمول کیا۔ اور ان کے بعد حضرت عمرؓ خلیفہ منتخب ہوئے اور پھر حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ۔

اسی دور میں حضرت عثمانؓ کے حکم سے قرآن کریم کی جمع و ترتیب کا کام سرانجام دیا گیا اور ایک نسخہ کے سوائے جو سرکاری طور پر مرتب ہوا باقی تمام متفرق اجزا کو تلف کر دیا گیا۔ اسی طرح احادیث کو جمع کرنے کے لئے عوام کی طرف سے بہت سے ادارے قائم ہوئے۔ اگرچہ خلفائے راشدین کے زمانہ میں ٹھوس بنیادوں پر فقیہانہ تحقیقات نہ ہوئیں مگر پھر بھی اس کو کافی حد تک قابل عمل دستور حیات بنا دیا گیا۔ اس سلسلہ میں خلفائے راشدینؓ نے عظیم الشان خدمات سرانجام دیں۔

بنی امیہ کے برسر اقتدار آنے سے اس تحقیقات کی رفتار ماند پڑ گئی اور حضرت عمر بن عبدالعزیز کے سوائے کسی نے بھی دلچسپی کا اظہار نہ کیا۔ لیکن عوام میں اس کی سرگرمی برقرار رہی اور بنی امیہ کے آخری دنوں میں عراق اور میسوپوٹیمیا میں یہ سرگرمی زوروں پر تھی۔ اس زمانہ میں پہلی اسلامی قانون کی موجودہ ترتیب کے نقشے ملتے ہیں قرآن کریم۔ احادیث۔ اجماع۔ قیاس سے مسائل کی مناسب ترتیب و تحقیق کا فخر بعض حقائق کی رو سے فرقہ معتزلہ کے بانی واصل بن عطا کو حاصل ہوا اور یہ دور سنہ ھ سے لے کر پہلی صدی کے اختتام پر ختم ہوا۔

تیسرے دور کا آغاز عباسی خاندان کے دور اقتدار میں ہوا۔ ان خلفاء نے اسلامی قانون کی ترقی و تحقیق میں بہت دلچسپی لی۔ اس عرصہ میں امام ابوحنیفہ نے بہت وسیع پیمانے پر مسائل کی فقیہانہ تحقیق و تدقیق کی۔ چالیس مجتہدین کی معیت میں قریب تیس سال تک یہ تحقیقات جاری رہی۔ اس میں آپ نے قیاس اور استحسان کو بہت اہمیت دی اور فقہ کو ایک مکمل اور جامع حیثیت دے دی۔ آپ نے حدیثوں کو پرکھنے کے لئے بہت سخت قوانین بنائے۔ اور اس معیار پر صرف سترہ حدیثیں پوری اتریں۔ حضرت امام ابوحنیفہ کی یہ تحقیق و تدقیق اس قدر مقبول ہوئی کہ آج پاکستان و ہندوستان، افغانستان اور ترکی کے بیشتر مسلمانوں کی تعداد حنفی عقیدہ سے تعلق رکھتی ہے۔

آپ کے بعد امام مالک، امام شافعی اور امام احمد حنبل نے انہی بنیادوں پر مگر معمولی ترمیم کے ساتھ تین مختلف عقیدوں کی بنیاد رکھی۔ ان کے بعد کوئی علیحدہ تحقیق اس موضوع پر نہیں ہوئی۔ اس طرح فقہا کا تیسرا دور دوسری صدی ہجری کے آغاز سے لے کر تیسری صدی کے آخر میں ختم ہوا اور یہ آخری دور تیسری صدی کے اختتام سے لے کر اب تک جاری ہے۔

ہمارے زمانہ کے امام اور مجدد صد چہاردہم نے اگرچہ فقہ حنفی کی پیروی کی ہدایت کی ہے تاہم اجتہاد کا دروازہ بند نہیں کیا اور کھلے طور پر جماعت کو ہدایت کی ہے کہ:-

"ہماری جماعت کا یہ فرض ہونا چاہیئے کہ اگر کوئی حدیث معارض اور مخالف قرآن اور سنت نہ ہو تو خواہ کیسے ہی ادنیٰ درجہ کی حدیث ہو اس پر وہ عمل کریں اور انسان کی بنائی ہوئی فقہ کو اس پر ترجیح نہ دیں اور اگر حدیث میں کوئی مسئلہ نہ ملے اور نہ سنت اور قرآن میں مل سکے تو اس صورت میں فقہ حنفی پر عمل کر لیں کیونکہ اس فرقہ کی کثرت خدا کے ارادہ پر دلالت کرتی ہے اور اگر بعض موجودہ تغیرات کی وجہ سے فقہ حنفی کوئی صحیح فتویٰ نہ دے سکے تو اس صورت میں علماء اس سلسلہ کے اپنے خداداد اجتہاد سے کام لیں"

(ریویو بر مباحثہ بٹالوی و چکڑالوی۔ صفحہ)

حضرت امام وقت کی ہدایت علمائے سلسلہ کے لئے قابل توجہ ہے۔ آپ نے اسلام کی جو روشن اور مستند تصویر دنیا میں پیش کی ہے اس کو ملحوظ رکھتے ہوئے اگر پیش آمدہ مسائل کا حل تلاش کیا جائے تو یہ اسلام اور مسلمانوں کی بہت بڑی خدمت ہوگی اس وقت جبکہ پاکستان کے لئے اسلامی دستور کی تدوین پر غور ہو رہا ہے علمائے سلسلہ کا یہ فرض ہے کہ وہ اس طرف توجہ کر کے فقہی مسائل کی خامیوں کو دور کرنے کی کوشش کریں۔

عورت کا درجہ اسلام اور سکھ دھرم میں (بقیہ صفحہ)

زر خرید غلام کئے گئے ہیں۔ (ملاحظہ ہو صفحہ ۱۰۵۸) ظاہر ہے لونڈی لفظ لونڈے کا مونث ہے۔ اس لحاظ سے لونڈی کے معنے ہوں گے "زر خرید لڑکی"۔ اور داسی کے معنے "ٹہلن" اور "سیوکن" مرقوم ہے (ملاحظہ ہو صفحہ ۶۱۲)

ان تمام حوالہ جات سے ظاہر ہے کہ سکھوں میں بھی لونڈیاں رکھنے کا رواج رہا ہے۔ اور بعض سکھ گورو اور سکھ سردار اپنے گھروں میں بیویوں کے علاوہ لونڈیاں بھی رکھتے تھے۔ اور جن کے بطن سے ان کے ہاں اولادیں ہوتی رہی ہے۔

پس ماسٹر ترلوچن سنگھ صاحب اور گیانی گوردیال سنگھ نے اسلام پر بلا وجہ جس قدر بھی اعتراضات کئے ہیں وہ بالکل غلط اور بے بنیاد ہیں۔ بلکہ خود سکھ مذہب اور سکھ اکابرین پر وہ اعتراض بہت آسانی سے وارد کئے جا سکتے ہیں۔ کاش کہ سکھ دوان اسلام پر اعتراض کرنے سے قبل اپنے گھر کی بھی خبر لے لیا کریں۔

امام ابنِ تیمیہ اور مسیح موعودؑ کی زندگی پر ایک نظر

مولٰنا احمد گل صاحب جہلم

یہ ایک مسلم امر ہے کہ مجددین جن کے ذمہ ملت اور دین کے احیاء کا کام لگایا جاتا ہے وہ کوئی نئی تعلیم لے کر نہیں آتے ضرورت زمانہ کے مطابق اللہ تعالےٰ انہیں معارف قرآن و حدیث دے کر بھیجتا ہے۔ وہ مدلل بیان کے ساتھ قوم کا تزکیہ نفس کرتے ہیں۔ اس کے عوض میں چاہیئے تو یہ تھا کہ ایسے بے غرض محسنوں کی بدل وجان عزت و تکریم کی جاتی مگر ہوتا یہ ہے کہ انکی مخالفت کے لئے بعض ایسے افراد کھڑے ہو جاتے ہیں جن کا مقصد زیادہ تر فتنہ انگیزی یا نفسی اغراض پر مبنی ہوتا ہے اور یہ لوگ حق اور صداقت کے راستہ میں سنگ راہ بن کر اپنی تمام قوت خرچ کر دیتے ہیں۔

ابن تیمیہ کی مخالفت

امام ابن تیمیہ جن کے نام سے اس زمانہ کا ہر لکھا پڑھا آدمی واقف ہے۔ ان کو بھی ایک ایسے ہی گروہ سے واسطہ پڑا تھا۔ جس نے مخالفت کرنے میں کوئی کسر باقی نہ اٹھا رکھی آپ ساتویں صدی کے مجدد اور اپنے زمانہ کے امام ہو گذرے ہیں۔ آسمانی اور روحانی علوم کی قابلیت امتیازی طور پر آپ کے اندر ودیعت کی گئی تھی۔ دین اور ملت کے لئے جد وجہد قرآن اور سنت کے مطابق دعوت الی الحق تمام زندگی میں آپ کا مشغلہ رہا۔ اس کے باوجود ہمعصر علماء میں سے اکثر طبقہ آپ کی مخالفت پر کمربستہ ہو گیا اور مخالفت بھی کی تو حد سے زیادہ جس کا اثر آج تک بھی کہیں نہ کہیں نظر آتا ہے۔ ذیل میں صرف دو حوالے ایسے علماء کے دیئے جاتے ہیں جنہوں نے آج بھی امام موصوف کی مخالفت کا ٹھیکہ لے رکھا ہے۔

(۱) مولوی فضل رسول بدایونی سوط الرحمٰن میں لکھتے ہیں:-

"داؤد ظاہری شیطان کا مطیع تھا اس کے بعد ابن حزم ظاہری پیدا ہوا جو خبیث تھا۔ پھر ابن حزم کا شاگرد ابن تیمیہ ہوا اور ابن قیم کا شاگرد دمشقی ابن تیمیہ اس نے ایک نیا دین نکالا۔ بعض اشرار۔ اطوار جہلا۔ فسقا درحلقۂ انقیاد شں آمدہ در بلاد اسلامیہ طرفہ ہنگامہ برپا نمودند۔

(۲) مولانا عبدالحکیم فرنگی محلی حاشیہ شرح عقائد جلالی میں عقیدہ جہت و تجسم کو ابن تیمیہ کی طرف منسوب کرتے ہوئے لکھتے ہیں:-

"ابن حجر نے دررکامنہ اور ذہبی نے اپنی تاریخ میں ان ہفوات کا خوب رد کیا ہے"

اس سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ جس شخص کی...... صدیوں تک مخالفت کا سلسلہ چلتا ہے اس کے اپنے زمانہ میں مخالفت کا کیا حال ہوگا۔

جہاں امام ابن تیمیہ کے خلاف ایک گروہ (غلط فہمی یا خود غرضی کی بناء پر) مخالفت پر آمادہ ہو گیا تھا وہاں ان کی امداد اور معاونت کے لئے ایک ایسا گروہ بھی پیدا ہوا جس کو علم و فضل کا شرف حاصل تھا۔ اس گروہ نے آپ کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے ما رئینا مثلہٗ وانہٗ ما رایٔ مثل نفسہٖ۔ یعنی نہ تو ہم نے اس (ابن تیمیہ) جیسا کوئی دیکھا اور نہ ہی اسکو اپنے جیسا کوئی اور نظر آیا۔

مندرجہ بالا حقائق سے بخوبی ظاہر ہوتا ہے کہ مجدد اور امام کے لئے یہ امر ضروری ہے کہ اس کی مخالفت ہو اور جس قدر اس میں روحانیت اور توصل الی اللہ کے مدارج بلند ہوں گے اسی قدر اس کی مخالفت نمایاں طور پر ہوگی۔ چونکہ خدا تعالےٰ کی منشاء کے مطابق یہ لوگ اشاعت اسلام اور تقویت دین کے کام کو بجا لاتے ہیں۔ ان کو اپنی شہرت یا ذاتی مفاد مدنظر نہیں ہوتا اس لئے خدا تعالےٰ ان کو اپنے مقصد میں کبھی ناکام نہیں ہونے دیتا۔ بلکہ ان کی امداد اور معاونت کے لئے ایسے افراد پیدا کر دیتا ہے جو جاں نثاری اور ایمانداری کی وجہ سے مخالفوں کی عداوت کی پرواہ نہ کرتے ہوئے ثابت قدمی دکھاتے ہیں۔

حضرت مسیح موعودؑ کی مخالفت

حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو بھی (جو چودہویں صدی کے مجدد اور زمانے کے امام ہیں) وہ سب واقعات پیش آئے جو امام ابن تیمیہ کو دیکھنے پڑے۔ بلکہ یہاں مخالفت کا ایک ایسا رنگ ہے جو وہاں نہیں پایا جاتا۔ امام ابن تیمیہ کی مخالفت مسلمان طبقہ نے کی جن کی راہنمائی آپ کے مخالف مولوی کر رہے تھے اور یہاں مسلمانوں کے علاوہ عیسائی اور ہندو قوم بھی برابر کی شریک رہے۔ ان میں سے ہر ایک فرقہ کی انفرادی اور اجتماعی کوشش یہی رہی کہ کسی طرح اس مرد خدا کو نیچا دکھایا جائے۔ چنانچہ آپ نے خود ان لوگوں کی مخالفت کا نقشہ اس طرح کھینچا ہے:-

تھے چاہتے کہ مجھکو دکھلائیں عدم کی راہ
یا حاکموں سے پھانسی دلاکر کریں تباہ
یا کم از کم یہ ہو کہ میں زنداں میں جا پڑوں
یا یہ کہ ذلتوں سے میں ہو جاؤں سرنگوں
کوشش بھی وہ ہوئی کہ جہاں میں نہ ہو کبھی
پھر اتفاق وہ کہ زماں میں نہ ہو کبھی
مجھ کو ہلاک کرنے کو سب ایک ہو گئے
سمجھا گیا میں بد پہ وہ سب نیک ہو گئے

حضرت مرزا صاحب نے جس دن سے مسلمانوں کے غلط خیالات، عیسائیوں اور آریہ سماج کے دور از عقل عقائد کے خلاف قلم اٹھائی اور ان کی تردید کرنی شروع کی اسی دن سے آپ کے خلاف مخالفت کا ایک طوفان برپا ہو گیا۔ مخالفت کے بانی دراصل مولوی۔ پادری اور پنڈت تھے۔

مولویوں کی مخالفانہ جد وجہد

مولویوں کی تو ابتدا سے سنت چلی آتی ہے کہ قوم کے اندر جب کبھی کوئی مصلح یا مامور پیدا ہوا۔ تو اس کی مخالفت کے لئے کھڑے ہو گئے اور عوام کو اس کے خلاف بھڑکانا شروع کر دیا۔ ان کا ایسا کرنا بلاوجہ نہیں۔ ان کو معلوم ہوتا ہے کہ مصلح، قوم کی اخلاقی اور ذہنی پستی کو دور کرنے کی جد وجہد کرتا ہے تاکہ عمومی طور پر زندگی اور بیداری پیدا ہو جائے۔ چونکہ قوم کی بیداری مولوی کے لئے غیر مفید ہوتی ہے جس کی وجہ سے اس کا مبلغ علم۔ تقدس اور حلوا مانڈہ خطرہ میں پڑ جاتا ہے۔ اس لئے وہ اس کی ناکامی کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگاتا ہے۔ ان نامساعد حالات کے باوجود حضرت مرزا صاحب نے مخالفت کی پرواہ نہ کرتے ہوئے ان غلط عقائد کو جو مسلمانوں میں راسخ ہو چکے تھے مثلاً مسیح کی حیات بالجسد۔ خونی مہدی کی آمد کی انتظار۔ مسئلہ ناسخ و منسوخ اور ایسے ہی بہت سے دوسرے خیالات کی زور سے تردید کی اور اس کے مقابلہ میں خشک ملاں نے بھی دل کھول کر مخالفت کی۔

ہندوؤں اور عیسائیوں کی مخالفانہ کوششیں

ادھر عیسائیوں میں یہ عقیدہ قرار پا چکا تھا کہ حضرت عیسیٰ صلیب پر لعنتی موت مر کر قوم کے لئے کفارہ کا موجب بن گئے ہیں۔ ان کے اس بیہودہ عقیدہ کی جڑھوں پر عقلی اور نقلی دلائل سے ایسا وار کیا کہ ان کی کامیابی کا درخت بجائے سرسبز اور شاداب رہنے کے مرجھانا شروع ہو گیا یہی وجہ تھی جس سے عیسائی اور ان کے پادری مخالفت کے میدان میں کود پڑے۔ اسی طرح ہندوؤں میں اعتقادی رنگ میں بہت سی خامیاں پائی جاتی تھیں جن کی کمال خوبی سے آپ نے قلعی کھولی اور ظاہر کیا کہ نہ تو وید میں اور نہ ہی ان کے پیروؤں میں ایسی کوئی طاقت ہے جس کی وجہ سے عابد اور معبود کے درمیان حقیقی اور کامل طور پر رشتہ پیدا ہو سکے۔ مختصر یہ کہ آپ نے تمام مذاہب باطلہ کے معتقدات کے ہر ناقص اور خام پہلو پر سیر کن بحث کی اور بتایا کہ صرف اسلام ہی ایک ایسا کامل مذہب ہے جو جو نور اور معرفت سے بھرا ہوا ہے۔ فرماتے ہیں ؎

ہر طرف عقل کو دوڑا کے تھکایا ہم نے
کوئی دیں دینِ محمدؐ سا نہ پایا ہم نے

مسیح موعودؑ کی فضیلت

الغرض اس عالمگیر مخالفت میں آپ نے وہ سب کچھ کیا جو خدا تعالےٰ کی طرف سے آپ کے ذمہ لگایا گیا تھا حق و صداقت کو دیکھ کر علماء میں سے ایک ایسا طبقہ آپ کے ساتھ شامل ہو گیا۔ جو علم و عمل۔ بردباری اور جاں نثاری میں عدیم المثل تھا۔ جو کچھ امام ابن تیمیہ کے ہم کار اور ہمخیال علماء کے طبقہ نے موصوف کی عزت کی شان میں کہا ہے کہ ما رئینا مثلہ وما رایٔ مثل نفسہ۔ اس سے بھی بڑھکر آپ کی فضیلت کو گذشتہ تیرہ صدیوں کے مجددین سے بڑھکر قرار دیا گیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ رسول کریمؐ نے جس مسیح کے آنے کی پیشگوئی فرمائی تھی اور کھلے کھلے نشانات اور علامات سے امت کو باخبر کیا تھا وہ پیشگوئی بصراحت

آپ میں آکر پوری ہوئی چونکہ حدیث لا المھدی الا عیسیٰ نے مسیح اور مہدی کو ایک ہی شخص قرار دیا ہے اس لئے آپ برطبق پیشگوئی مہدی اور مسیح موعود کہلاسکتے اور یہ مرتبہ امت مسلمہ میں بجز آپ کے اور کسی کو نہیں ملا اور نہ ہی آج تک کسی سے تحفظ اور تائیدات اسلامی پر اس قدر کام ہوا جس قدر آپ نے کر دکھایا۔ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کے اس ریویو کو جو انہوں نے حضرت مرزا صاحب کے علم، کتب اور کام سے متاثر ہو کر لکھا ہے۔ اس جگہ نقل کرنا خالی از دلچسپی نہ ہوگا۔ وہ لکھتے ہیں :-

"ہماری رائے میں یہ کتاب اس زمانہ میں اور موجودہ حالات کی نظر سے ایسی کتاب ہے جس کی نظیر آج تک اسلام میں تالیف نہیں ہوئی لعل اللّٰہ یحدث بعد ذالک امراً۔ اور اس کا مؤلف بھی اسلام کی مالی و جانی و قلمی و لسانی و حالی نصرت میں ایسا ثابت قدم نکلا ہے جس کی نظیر پہلے مسلمانوں میں بہت کم پائی گئی ہے۔ ہمارے ان الفاظ کو کوئی ایشیائی مبالغہ سمجھے تو ہم کو کم از کم ایک ایسی کتاب بتادے جس میں جملہ فرقہائے مخالفین اسلام خصوصاً فرقہ آریہ و برہمو سماج کا اس زور شور سے مقابلہ پایا جاتا ہو اور دو چار ایسے اشخاص انصار اسلام کی نشان دہی کرے جنہوں نے اسلام کی نصرت مالی جانی و قلمی و لسانی مقابلہ میں مردانہ تحدی کے ساتھ یہ دعوےٰ کیا ہو کہ جس کو وجود الہام کا شک ہو وہ ہمارے پاس آکر اس کا تجربہ و مشاہدہ کرے اور اس تجربہ اور مشاہدہ کا اقوام غیر کو مزہ بھی چکھا دیا ہو"

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کی ماموریت دوسرے ماموروں کے مقابلہ میں ایک خاص شان رکھتی ہے اور اس سے یہ نتیجہ بھی اخذ کیا جا سکتا ہے کہ آپ کی مخالفت بھی سابقہ مامورین کی مخالفت سے بدرجہا سخت اور دیرپا ہے۔

ابن تیمیہ پر غلط الزامات

انسان جب آنکھوں پر تعصب کی پٹی باندھ لیتا ہے تو اس کے سامنے سے حقیقت اوجھل ہو جاتی ہے۔ پھر اس کو اپنے مقابل کی ہر چیز ناپسند اور عیب دار دکھائی دیتی ہے۔ امام ابن تیمیہ جیسی گرانقدر شخصیت کو (جیسا کہ اوپر دکھایا جا چکا ہے) اس قسم کے واقعات پیش آئے۔ آپ کی طرف غلط اور بے سروپا عقائد منسوب کرکے کفر کے فتوے تیار کئے گئے۔ کہ آپ :-

(۱) اللہ تعالےٰ کی جسمیت کے قائل تھے
(۲) انبیاء کو معصوم نہیں مانتے تھے
(۳) زیارت قبور کو منع کرتے تھے۔
(۴) حضرت علیؓ کا تخطیہ کرتے تھے
(۵) امام حسینؓ کو یزید کا باغی قرار دے کر اس کے مقابلہ کو ناجائز سمجھتے تھے۔

بخوف طوالت اختصار سے کام لیا جاتا ہے۔ ورنہ مدلل بتایا جاتا کہ یہ سب امام ابن تیمیہ پر ان کے مخالفین کا سراسر بہتان اور افترا ہے۔ امام موصوف کا دامن ان مفتریات سے کلیتہً پاک اور صاف ہے۔ علامہ صفی الدین حنفی نے خوب فرمایا ہے کہ "شیخ الاسلام ابن تیمیہ کی اصل کتابوں کی طرف مراجعت کرنے کے بعد جملہ الزامات کی حقیقت بھی ثابت ہوتی ہے کہ یا تو وہ غلط فہمی پر مبنی ہیں یا افترے ہیں غالب ما یحکی عنہ لا یعرف فی کتبہ بل یوجد فی کتبہ خلاف ما یحکی عنہ" یعنے جو کچھ ان کی طرف منسوب کیا گیا ہے وہ ان کی کتابوں میں نہیں پایا جاتا اور جو کچھ پایا جاتا ہے وہ منسوب شدہ الزامات کے خلاف ہے۔

حضرت مسیح موعود پر غلط الزامات

علامہ صفی الدین کا یہ خیال بالکل درست ہے اس کی تصدیق اس سے بھی ہوتی ہے کہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مجدد صدی چہاردہم کی طرف بھی اس قسم کے غلط الزامات لگائے گئے جن کی تردید آپ ساتھ ساتھ کتابوں اور اشتہاروں کے ذریعہ کرتے رہے۔ چنانچہ ذیل کا اشتہار جو ۲ اکتوبر ۱۸۹۱ء کو بمقام دہلی شائع کیا گیا، بتاتا ہے کہ وہ کیا الزامات تھے جن کی بناء پر آپ پر کفر کا فتوے لگایا گیا اور وہ کس حد تک درست تھے۔ فرماتے ہیں :-

"اس عاجز نے سنا ہے کہ اس شہر کے بعض اکابر علماء میری نسبت یہ الزام مشہور کرتے ہیں کہ یہ شخص نبوت کا مدعی ملائک کا منکر، بہشت و دوزخ کا انکاری اور ایسا ہی وجود جبرائیل اور لیلۃ القدر اور معجزات اور معراج نبوی سے بکلی منکر ہے لہذا میں اظہاراً للحق عام و خاص اور تمام بزرگوں کی خدمت میں گذارش کرتا ہوں کہ یہ الزام سراسر افترا ہے۔ میں نہ نبوت کا مدعی ہوں اور نہ معجزات اور ملائک اور لیلۃ القدر وغیرہ سے منکر بلکہ میں ان تمام امور کا قائل ہوں جو اسلامی عقائد میں داخل ہیں اور جیسا کہ سنت جماعت کا عقیدہ ہے ان سب باتوں کو مانتا ہوں جو قرآن اور حدیث کی رو سے مسلم الثبوت ہیں اور سیدنا و مولٰنا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ختم المرسلین کے بعد کسی دوسرے مدعی نبوت اور رسالت کو کاذب اور کافر جانتا ہوں۔ میرا یقین ہے کہ وحی رسالت حضرت آدم صفی اللہ سے شروع ہوئی اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو گئی .... اس میری تحریر پر ہر ایک شخص گواہ رہے اور خداوند علیم و سمیع اول الشاہدین ہے کہ میں ان تمام عقائد کو مانتا ہوں جن کے ماننے کے بعد ایک کافر مسلمان تسلیم کیا جاتا ہے اور جن پر ایمان لانے سے ایک غیر مذہب کا آدمی بھی معاً مسلمان کہلانے لگتا ہے۔"

اس صاف اور کھلی تحریر کے بعد چاہیئے تو یہ تھا کہ علماء اپنے فتوئے تکفیر کو واپس لیتے مگر تکفیر اور تفسیق کا خوگر گروہ اپنی فطرتی عادت سے کب باز آنے والا تھا۔ چنانچہ اشتہار مذکورہ بالا کے جواب میں مولوی محمد حسین (جن کے ریویو کا اوپر حوالہ دیا گیا ہے اور بعد میں حضرت مرزا صاحب کے سلسلہ کے سخت مخالف رہے ہیں) کی طرف سے ایک اشتہار شائع ہوتا ہے۔ جس میں لکھا جاتا ہے :-

"تمام اہل اسلام کو چاہیئے کہ ان جملہ دعاوی میں آپ کو دروغ گو سمجھیں اور آپ کے اقرار اشتہار ۲ اکتوبر ۱۸۹۱ء کو محض تقیہ اور نفاق پر حمل کریں"

علماء کا نقشہ زبان نبوی پر

یہ ہے خدا ترسی اور دین داری کا نمونہ ان لوگوں کا جو عالم دین اور نائب رسول ہونے کے مدعی ہیں، اگر انسانی اخلاق کا یہی معیار ہے کہ سچی بات کہنے والے اور باقی العقیدہ کو کھلے کھلے الفاظ میں ظاہر کرنے والے کو جھوٹا منافق اور کافر قرار دیا جائے تو پھر یہ مذہبی سلسلہ۔ انبیاء اور صلحا کی جد و جہد سب کی سب بے فائدہ متصور ہوگی اور نہ ہی آئندہ کسی کو نیک اور باخدا سمجھا جا سکے گا۔ حضرت نبی کریمؐ نے آج سے ساڑھے تیرہ سو سال پہلے اس فتنہ انگیز طبقہ کا نقشہ اپنی کشفی آنکھوں سے دیکھ کر یوں کھینچا ہے :-

علماءھم شر من تحت ادیم السماء من عندھم تخرج الفتنۃ وفیھم تعود (البخاری)

ان کے علماء آسمانی چھت کے نیچے بدترین مخلوق ہوں گے انہیں سے فتنہ پھوٹے گا اور انہی کی طرف لوٹ جائیگا۔ ایک اور موقعہ پر اسی گروہ کے متعلق فرمایا :-

تکون فی امتی فزعۃ فیصیر الناس الیٰ علماءھم فاذا ھم قردۃ وخنازیر (کنز العمال)

اس قسم کے علماء کی زندگیوں کو اگر غور سے دیکھا جائے تو ان کی تحریر، ان کے کلام اور ان کے افعال سے بجز فتنہ اور بدامنی کے اور کچھ نظر نہیں آتا۔ ہزاروں صالح اور معصوم ان کے ہاتھوں سے نالاں رہے، سینکڑوں اہل حق اور صاحب حال ان کی چیرہ دستیوں سے رنجیدہ خاطر کئے گئے۔ کتنے بیگناہ ان کے فتووں سے تہ تیغ کئے گئے اور کتنے خدا رسیدہ بزرگوں کو ان کی فتنہ انگاریوں سے قید خانہ کے منہ دیکھنے پڑے۔ بہرحال اس گروہ نے جو جو غلط الزامات حضرت مرزا صاحب پر لگائے ہیں وہ سب کے سب بے بنیاد اور بے اصل ہیں۔ علامہ صفی الدین نے اس بارے میں امام ابن تیمیہ کی بریت ثابت کرتے ہوئے جن الفاظ میں رائے قائم کی ہے انہی الفاظ کو میں حضرت مرزا صاحب کی معصومیت پر دہراتے ہوئے اپنے مضمون کو ختم کرتا ہوں۔ "اصل کتابوں کی طرف مراجعت کرنے کے بعد جملہ الزامات کی حقیقت یہی ثابت ہوتی ہے کہ یا تو وہ غلط فہمی پر مبنی ہیں یا افتراءات ہیں غالب ما یحکی عنہ لا یعرف فی کتبہ بل یوجد فی کتبہ خلاف ما یحکی عنہ"۔

بقیہ صفحہ اوّل

جو اس پارلیمنٹ میں کی گئی تھیں [illegible] جو وائس آف امریکہ کے مذہبی پروگراموں کے ڈائرکٹر ہیں یونیورسٹی سے تمام تقریروں کی کاپیاں منگوالی ہیں۔

ہمارا ہفتہ واری اجلاس

۲۵ جنوری کو میں برکلین سے واپس سان فرانسسکو پہنچ گیا۔ ۲۷ جنوری کو ہمارا ہفتہ واری اجلاس حسب معمول ہوا مگر اس بار رونق غیر معمولی تھی۔ اس کی ایک وجہ مجاہد کی سالگرہ بھی تھی۔ اسلام اینڈ دی ویسٹرن ورلڈ پر میری تقریر ہوئی، بعد ازیں حاضرین میں سے بعض کے سوالات کے جوابات دیئے گئے اور پھر سب کی چائے وغیرہ سے تواضع کی گئی۔

اصلاح احوال

مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع

کھانا گرم اچھا پانی سرد اچھا۔ دل گرم اچھا آہ سرد اچھی۔ آنسو گرم اچھا آنکھ سرد اچھی۔ نہ کوئی اچھا نہ کوئی بُرا۔ یہ سب میرے اپنے خیالات ہیں۔ ہجر کی رات لمبی وصل کی رات مختصر اگرچہ گھنٹے گھڑیاں یکساں ہی کیوں نہ ہوں۔ کیا لغت والوں نے اپنی اپنی کتابوں میں ہجر کے معنے لمبا اور وصل کے معنے مختصر لکھ لئے ہیں؟ پاگل خانہ کی تنگ تاریک کوٹھڑی ہو کہ صحرا کا وسیع اور روشن میدان۔ جنون اپنی منزلیں طے کرتا رہتا ہے۔ نہ وہ پاگل خانہ کی تنگ کوٹھڑی میں بند ہو سکتا ہے نہ صحرا کی وسعتوں میں گم ہو سکتا ہے۔ رات والوں نے دیکھا حسین آسمان نے اپنے چہرہ پر چمکتے تاروں کی جالی کا نقاب لے رکھا ہے۔ دن والوں نے دیکھا آسمان ایک نیلا سمندر ہے جس میں سورج ایک جہاز کی طرح تیر رہا ہے مرغانِ چمن کے نغمے اور تاروں کی خاموشی زمین و آسمان کے دوالگ الگ پروگرام ہیں۔ آسمان کے شمس و قمر گھنٹے اور گھڑیاں بناتے ہیں مگر ان میں آواز نہیں زمین کے گھڑیال گھنٹوں اور گھڑیوں کا اعلان آوازے کرتے ہیں آسمان کا تمام کاروبار پرسکون۔ زمین کا تمام کاروبار ہنگامہ خیز۔ فرشتوں کی تسبیح خموش۔ صوفیوں کا حق۔ ہو۔ پُرشور۔ اللہ اکبر میں کہاں سے کہاں نکل گیا جسمانی کھانے سے شروع کیا روحانی کھانے پر ختم کیا۔ لیکن خدا کے لئے انصاف کیجئے کہ میری ان موشگافیوں سے قوم کا کیا بھلا ہوا۔ اسلام کا کیا سنورا گیا اپنا وقت بھی ضائع کیا۔ پڑھنے والوں کو بھی تکلیف دی۔ کاش یہ اتنا وقت قرآن کریم کی کسی آیت پر غور کرنے میں خرچ کرتا کھانے پینے کے چٹخاروں سے بے نیاز ہو کر قرآن کی تلاوت سے حلاوت اندوز ہوتا۔ میرے آنسوؤں کی گرمی اور آنکھ کی سردی اسلام کے دکھوں کو دور کرنے کے لئے وقف ہوتی۔ میرے دل کی گرمی اور آہ کی سردی اسلام اور قوم کے کسی کام آتی۔ میرے ہجر اور وصل کی راتیں تہجد اور نوافل کی راتوں میں منتقل ہو جاتیں۔ میرا جنوں پاگلخانہ اور صحرا سے منہ موڑ کر مجھے ایشیا۔ افریقہ یورپ۔ امریکہ اور آسٹریلیا میں ایک مبلغ اسلام کی صورت میں لئے لئے پھرتا۔ اور میں لوگوں کو خدا اور محبوب خدا کا پاک چہرہ دکھاتا پھرتا۔ آسمان کے تاروں کی جالی گنبدِ خضریٰ کی سنہری جالیوں سے زیادہ خوبصورت نہیں۔ مرغان چمن کے نغمے اور تاروں کی خاموشی۔ آسمان کے شمس و قمر اور زمین کے گھڑیال۔ آسمان کا سکون اور زمین کی ہنگامہ آرائی، فرشتوں کی خموش تسبیح اور صوفیوں کا بلند حق۔ ہو۔ ہمیں دعوت دے رہے ہیں کہ ہم آسمان کی طرح ایک باوقار اور زمین کی طرح ہنگامہ خیز بن کر اسلام کا کوئی کام کر جائیں تاکہ زمین و آسمان دونو مل کر ہماری ایک باوقار اور ہنگامہ خیز تاریخ لکھ سکیں اور آنے والی نسلیں ہم پر فخر کر سکیں۔ قوم کے ادیبو، شاعرو مفکرو۔ فیلسوفو۔ اپنا وقت گل و بلبل کے بیہودہ قصوں۔ فلمی موشگافیوں تخیل و تصور کی بے سود باریکیوں میں ضائع نہ کرو۔ اپنے علم۔ اپنے ادب۔ اپنے فکر اور اپنے فلسفہ سے کوئی خدمت اسلام کا کام کر جاؤ کہ زمین سے اُٹھتے ہی آسمان فخر کے ساتھ تمہیں اپنی گود میں لے سکے اور خدا اور رسول خدا کی خوشنودی کے پھول تم پر برسنے لگیں۔

اور تم سنو کہ خدا..... اپنے رسول سے یہ کہہ رہا ہو کہ

ریت کے ذرّے تری مٹھی میں ہیرے بن گئے

تمہارا ایک ساتھی

مرزا مظفر بیگ ساطع لائلپور

اخبارِ احمدیہ

—— گذشتہ اتوار (۳ مارچ) کو انجمن کی مجلس منتظمہ کا اجلاس منعقد ہوا جس میں شرکت کیلئے حضرت صاحب صدر لائلپور سے اور خانبہادر غلام ربانی صاحب اور قاضی عبدالرشید صاحب وکیل مانسہرہ سے تشریف لائے۔ لاہور کے بھی متعدد ممبر شریک اجلاس ہوئے، اور کئی اہم امور کا فیصلہ ہوا۔

—— حضرت امیر قوم مولنا صدرالدین صاحب کا خطبہ جمعہ (۲۹ رفروری) افسوس ہے کہ بعض ناگزیر مجبوریوں کی وجہ سے وقت پر مرتب نہ ہو سکا اس لئے آئندہ پرچہ میں شائع ہوگا، انشاء اللہ۔

"ایک مُبارک تجویز"

از ڈاکٹر احمد حسن صاحب

"دعوتِ حق شرفائے ملت سے اپیل" کے عنوانات سے جو ٹریکٹ مہتمم صاحب نشر و اشاعت دعوۃ تبلیغ ربوہ ضلع جھنگ کی طرف سے شائع ہوا تھا۔ اس پر ہمارے مولنا احمد یار صاحب نے تبصرہ کرتے ہوئے مندرجہ بالا عنوان سے ایک ٹریکٹ شائع کیا ہے۔ اور اس میں مہتمم صاحب کے ٹریکٹ مذکورہ کا سارا مضمون نقل کیا ہے ہمارے مولنا نے مہتمم صاحب کے مضمون کو بہت سراہا ہے۔ مجھے مولنا احمد یار صاحب سے اتفاق بھی ہے اور اختلاف بھی ہے۔ اتفاق اس لئے کہ واقعی مہتمم صاحب نے بعض ایسے امور کا اعتراف کیا ہے۔ جو جو حضرت مسیح موعودؑ کا لفظ نبی کے استعمال کی حقیقت کو بالکل واضح کرتے ہیں۔ اختلاف اس لئے کہ مہتمم صاحب کی شخصیت انفرادی نہیں ہے۔ بلکہ وہ ایک روحانی مقام پر قوم کے نمایندہ ہیں۔ ان کا اپنی کسی غلطی کا اعتراف کرنا تو واقعی بہت قابل تعریف ہے لیکن اپنے اعتراف کو لپیٹ کر پیش کرنا ان کے لئے ہرگز جائز نہیں تھا۔ ہمارے مولنا صاحب کو چاہیئے تھا کہ مہتمم صاحب کی خدمت میں اپنی عالمانہ بحث کے ساتھ ہی یہ بھی عرض کرتے کہ حضرت اگر افہام تفہیم کے ساتھ جمہور مسلمانوں کو ایک کرنا چاہتے ہو۔ اپنی صف میں کھڑا کر کے ان سے امام وقت کے بتائے ہوئے طریقے پر خدمت اسلام لینا چاہتے ہو۔ تو مرد میدان بنو۔ لفظوں کی آڑ لینا چھوڑ دو۔ اسلام ہرگز اس کی اجازت نہیں دیتا۔ ہمارے بزرگوں کا یہی طریق رہا ہے۔ کہ جس غلطی کو محسوس کیا۔ اس کا واضح طور پر اقرار کیا۔ اور ہر ایسے موقعہ پر رب عزوجل کے سامنے وہ نہایت عاجزی کے ساتھ جھک گئے۔ پہلے آپ اس سنت رسولؐ سنت صحابہؓ سنت اولیاء پر عمل کرتے ہوئے اپنی غلطی کا کھلے الفاظ میں تمام زوائد کو چھوڑ کر اقرار کریں۔ حضرت امامؑ وقت کا صحیح دعوے سامنے آجائیگا اور آپ یقین رکھیں۔ کہ فہمیدہ مسلمانوں میں سے بہت کم ایسے ہیں۔ جو حضرت امام وقت کے دعوے مجددیت سے انکار کریں گے؟ آپ کا الفاظ کو پکڑ کر ان کو نبوت کے مقام پر بٹھا دینا اور تمام مسلمانوں کو خواہ ان کا ایک دن کا بچہ ہو اور خواہ کسی کو دعوے کی اطلاع بھی نہ ہوئی ہو بوجہ انکار نبوت کافر قرار دینا نہ صرف آپ کے عقیدہ کفر و نبوت سے بلکہ حضرت امامؑ وقت سے بھی سخت متنفر کر دیتا ہے۔ افہام و تفہیم کا تو تب امکان پیدا ہوگا۔ جب آپ نے اپنی طرف سے مسلمانوں کو احمدیت سے متنفر کرنے کے لئے جتنی کوشش کی ہے ویسے ہی اب دلیری کے ساتھ اپنے مسلمان بھائیوں کا مسلمان ہونا تسلیم کر لیجئے۔ وہ شوق سے آپ کے گلے ملیں گے۔ افہام و تفہیم سب ہوتا رہے گا۔ وہ آپ کے لئے جان و مال قربان کریں گے۔ اسلام کی محبت اور عشق میں اب بھی وہ سرشار ہیں۔ اور ہر لمحہ خدمت اسلام کے لئے بارش کی طرح اپنا روپیہ ہی نہیں۔ خون بھی برسانے کے لئے بفضل ایزدی تیار ہیں۔ وہ اللہ کا مامور جس نے ان کی نبض پر ہاتھ رکھتے ہی ان کے اندر فعال زندگی پیدا کر دی تھی۔ اور ہر ایک علم کے خزانے سے انہیں مالا مال کرنا تھا۔ اس کے قریب آنے سے انہیں آپ کے انوکھے عقائد نے بے رحمی کے ساتھ روک دیا

اگر فی الواقع آپ مسلمانوں کو خدمت اسلام پر لگانا چاہتے ہیں۔ اور یہی کام امام وقتؑ کا ہے تو اپنے عقائد کو علانیہ چھوڑ دیں۔ آپ کی اپنی تحریر بتا رہی ہے۔ کہ آپ اپنے عقائد سے ہٹ گئے ہیں۔ ذرا جرأت سے کام لیویں۔ عزت اللہ کے ہاں ملتی ہے۔ دنیا کی عزت اور ذلت کیا چیز ہے۔ اللہ کسی پر ذلت وارد نہ کرے اور ہم سب کو عزت دیوے۔

یقین رکھئے آپ کی کسی طرح گھاٹی کا امکان ہی نہیں ہے۔ دنیا میں بھی آپ کو عزت حاصل ہوگی۔ اور اللہ تعالےٰ کے انعامات کا تو شمار ہی کیا۔ صرف ایک دلیرانہ نعرۂ حق کی ضرورت ہے۔

ہے منظور آپ کو یہ مبارک تجویز تو بسم اللہ کیجئے نیک کام کرنے میں جلدی کرنی چاہیئے۔ وما علینا الا البلاغ۔

آہ! مولانا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ

عبد الصمد برق اکبر آبادی مقیم عراق

ہوئی خاموش محفل میں جو تھی اک شمع نورانی
نمایاں جس کے دم سے تھا جہاں میں نور ایمانی

محمد اور علی کے نام کا وہ متقی انساں
ہوئی جس کی بدولت علم و عرفاں کی فراوانی

مسیح موعودؑ کے لطف و کرم کا فیض تھا یہ بھی
کہ اس کے جذبۂ ایثار میں تھا جوشِ ایمانی

چُنا تھا حق نے اسکو خدمت قرآں کی خاطر
قیامت تک گواہی دے گی یہ تحریک قرآنی

رواں فیض سلطانِ قلم سے وہ قلم میں تھی
کہ دنیا کر سکی پیدا نہ اُس کا آج تک ثانی

جہاد فی سبیل اللہ میں تھا منہمک ایسا
نہ تھا رنج گراں جانی نہ کچھ فکر تن آسانی

ملا تھا ہمکو قسمت سے یہ میرِ کارواں ایسا
کہ جس کی رہنمائی سے ہوئی منزل کی آسانی

جماعت کو بفضلِ حق ہدایت تیری ازبر ہے
کرے گی علم و قرآں کی قیامت تک نگہبانی

درخشاں جس کے دم سے تھی رہِ دیں میں خدا ترسی
حقیقت کور چشموں نے مگر اُس کی نہ پہچانی

الٰہی پھول برسیں قبر پر وہ تا قیامت تک
رہے سایہ فگن تا حشر اُس پہ فضلِ ربانی

پیغام صلح مورخہ ۵ مارچ ۱۹۵۲ء - رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸ شمارہ نمبر ۹

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۲

فون نمبر ۳۷۴۳

لوائے ما بینہ ہر سعید خواہد بود پنداے فتح نمایاں بنام ما باشد

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا ہفتہ وار آرگن

پیغامِ صلح

سالانہ چندہ پاکستان سے ۶ روپے

سالانہ چندہ ہندوستان سے ۱۲-۸ روپے

سالانہ چندہ ممالک غیر سے ۱۲ شلنگ

ایڈیٹر دوست محمد

جلد ۴۰ | یوم چہارشنبہ مؤرخہ ۱۵ جمادی الثانی ۱۳۷۱ھ - ۱۲ مارچ ۱۹۵۲ء | نمبر ۱۰

جماعت احمدیہ لاہور کی تعلیمی خصوصیات

۱- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا نیا نہ پرانا۔
۲- کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۳- قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگی۔
۴- سب صحابہؓ اور آئمہ قابل احترام ہیں سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے۔
۵- اسلام تمام دنیا پر غالب آئے گا۔

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

ہم تو رکھتے ہیں مسلمانوں کا دیں
دل سے ہیں خدام ختم المرسلیں
شرک اور بدعت سے ہم بیزار ہیں
خاکِ راہِ احمدِ مختار ہیں
سارے حکموں پر ہمیں ایمان ہے
جان و دل اس راہ پر قربان ہے
تم ہمیں دیتے ہو کافر کا خطاب
کیوں نہیں لوگو تمہیں خوفِ عقاب

نامۂ ووکنگ:

مسجد ووکنگ میں ایک اجنبی کا ورود

شیخ محمد طفیل صاحب

۱۴ جنوری ۱۹۵۲ء کو دوپہر کا کھانا کھا کر ہم اٹھے ہی تھے کہ زور کی گھنٹی بجی۔ میں نے دروازہ کھولا تو ایک صاحب برساتی پہنے ہوئے کھڑے تھے۔ دریافت کیا کہ آپ کہاں سے تشریف لائے ہیں۔ کہنے لگے لندن سے۔ میں کچھ حیران سا ہوا کہ جمعرات کو جب دفاتر وغیرہ کھلی ہوتی ہیں یہ اس وقت وہاں سے کیسے آ گئے۔

"آپ ووکنگ کسی اور کام سے آئے تھے یا صرف مسجد دیکھنے کے لئے؟"

"صرف مسجد دیکھنے کے لئے"

یہ سن کر میں ذرا سنبھل گیا۔ ایک قسم کے تو وہ لوگ ہوتے ہیں جو پھرتے پھراتے ادھر آ نکلتے ہیں اور کہتے ہیں چلو مسجد بھی دیکھ لیں کیسی عمارت ہے۔ دوسری قسم کے لوگ وہ ہوتے ہیں جو خاص طور پر مسجد دیکھنے اور اسلام پر معلومات حاصل کرنے کے لئے آتے ہیں۔ اور اگر کوئی صاحب دور سے آئیں تو اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ انہیں اسلام سے بالخصوص تعلق ہے۔

"میں آپ کا نام دریافت کر سکتا ہوں"

"چیپ فیلڈ۔ Chippe Field"

"آپ کہاں کام کرتے ہیں؟"

"بی۔بی۔سی۔ ٹیلیویژن انجنیئر ہوں"

مسجد کے دروازہ کے قریب جا کر میں رک گیا تاکہ وہ باہر سے اس کا جائزہ لے سکیں۔ "یہ مسجد ڈاکٹر لائٹنر نے تعمیر کی تھی ......" اور میں نے مسجد کے حالات، تعمیر اور ووکنگ مشن کے حالات بتائے اور اسلام کے بنیادی اصولوں سے روشناس کرایا۔ پھر ہم دوبارہ دفتر میں آ گئے۔

"آپ کو مسجد کا کیسے علم ہوا؟"

"ایک دوست نے بتایا تھا۔ اور مصر میں بھی رہا ہوں"

"آپ نے اسلام پر کچھ لٹریچر بھی پڑھا ہے؟"

"ہاں کئی کتب دیکھی ہیں۔ اپنی پبلک لائبریری سے بہت سی کتب لے کر پڑھی ہیں۔ لیکن عیسائی مصنفین کی کتب اس قدر غلط بیانیوں سے پُر ہوتی ہیں کہ میں درمیان ہی میں چھوڑ دیتا ہوں"۔

"ہاں انہوں نے اسلام کی ایک نہایت غلط تصویر دنیا کے سامنے پیش کی ہے"

اور پھر انہوں نے آہستہ سے کہا کہ ان کا دل عیسائیت سے سخت غیر مطمئن ہے۔

تھوڑی دیر بعد ڈاکٹر شیخ محمد عبداللہ صاحب بھی آ گئے۔ میں نے ان کا تعارف کرا دیا اور پھر ہم گفتگو کے لئے دفتر سے اٹھ کر ڈرائنگ روم میں آ گئے۔ وہاں ان سے ان کے کام اور فیملی کے متعلق باتیں ہوتی رہیں۔

ساڑھے چار بجے ہم چائے کے لئے دوسرے کمرے میں آ گئے۔ نماز مغرب کا وقت ہو چکا تھا۔ چائے پی کر ہم نے نماز شروع کر دی۔ مسٹر چپ فیلڈ صوفہ پر بیٹھنے کی بجائے کھڑے رہے اور جب میں نے سلام پھیر کر دیکھا تو وہ ہاتھ باندھ کر کھڑے تھے۔ جیسے اس امر کا احساس ہو کہ ہم ان کی اس حرکت کو برا نہ منائیں۔ میں نے پوچھا آپ ہمارے ساتھ نماز میں شریک ہونا چاہتے ہیں۔ کہنے لگے۔ ہاں۔ میں نے کہا آیئے میرے ساتھ عبادت میں شریک ہو جائیں۔ مجھے دو رکعت نماز سنت ادا کرنی تھیں۔ وہ بھی میرے شریک رہے۔ نماز ختم ہونے پر میں نے انہیں اختصار کے ساتھ نماز کا مفہوم بتایا۔

اب مسٹر چپ فیلڈ نے رخصت کے لئے اجازت چاہی اور ایک پونڈ مجھے دیا کہ ان کی طرف سے مسجد ... کے لئے عطیہ ہے۔ میں نے کہا اس کی ضرورت نہیں لیکن انہوں نے اصرار کیا۔

چلتے ہوئے انہوں نے گڈ بائی کہا۔ میں نے انہیں ٹھہرا کر کہا کہ ہم مسلمان السلام علیکم کہتے ہیں جس کا مطلب ہے تم پر سلامتی ہو۔ کہنے لگا بہت اچھا پھر "السلام علیکم"۔ میں نے جواباً "وعلیکم السلام" کہا اور وہ صاحب آہستہ آہستہ اسٹیشن کی طرف چل دیئے۔ مجھے ایسا محسوس ہوتا تھا کہ یہ صاحب دل سے مسلمان ہو چکے ہیں۔ اور پھر ۸ جنوری کو ان کا ایک خط موصول ہوا جو آئندہ ہدیۂ ناظرین ہوگا۔

اعلان برائے شمولیت مجلسِ مشاورت

بہ تجویز حضرت صاحب صدر مجلس منتظمہ نے بر طبق ریزولیوشن نمبر ۹۶۷ / ۲|۳|۵۲ ایک مجلس مشاورت مؤرخہ ۲۰ اپریل ۵۲ء کو منعقد کرنے کا فیصلہ فرمایا ہے جس میں کئی اہم قومی امور مثلاً انجمن کی اقتصادی حالت۔ توسیع تنظیم و استحکام جماعت وغیرہ وغیرہ زیر غور آئیں گے۔ اور جو دوست اس بارہ میں اپنی تجاویز بھیجنا چاہتے ہیں وہ ۲۰-۳-۵۲ تک دفتر انجمن میں پہنچ جانی چاہئیں۔ اس تاریخ کے بعد آنے والی تجاویز شامل ایجنڈا نہ ہو سکیں گی۔

مجلس مشاورت میں مجلس معتمدین کے ممبران کے علاوہ ہر جماعت کے سیکرٹری، پریذیڈنٹ اور ایسے ممبر جن کو انجمن نامزد کرے گی یا انجمہائے ماتحت کو نامزد کرنے کا اختیار دیگی۔ اور ہر وہ شخص جس کی تجویز پیش ہو شریک ہو سکیں گے۔

دوسرے ممبران کے متعلق انجمن نے فیصلہ فرمایا ہے کہ "دیگر صائب الرائے دوستوں کو بھی بمشورہ مقامی جماعت پریذیڈنٹ و سیکرٹری صاحبان شمولیت کیلئے ہمراہ لا سکتے ہیں"۔ لیکن ایسے دوستوں کے نام مع مکمل پتہ ۲۰-۳-۵۲ تک دفتر ہذا میں پہنچ جانے چاہئیں تاکہ ان کے نام بھی باقاعدہ ایجنڈا بھیجا جائے۔

نوٹ:- مجلس معتمدین کا اجلاس ۲۱ اپریل ۵۲ء اور حسب ضرورت ۲۲ اپریل ۵۲ء کو بھی (یعنی دو دن) ہوگا تاکہ ممبران کو سہولت رہے۔

خاکسار احمد یار - جنرل سیکرٹری

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ ارشادات

شیخ غلام قادر صاحب ایم اے بلڈنگس لاہور

موت کو یاد کرنا ترکِ لذات اور وصول الی اللہ کا باعث ہے

عن ابی ھریرۃ رض قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکثروا ذکرھاذم اللذات یعنی الموت۔ جامع ترمذی۔ ابواب الزھد۔

ترجمہ:۔ ابوہریرہ رض سے روایت ہے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لذات نفسانی کو منقطع کرنیوالی یعنی موت کو اکثر یاد میں رکھو۔

نیکی میں سبقت کرو

عن ابی ھریرۃ رض ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال بادروا بالاعمال سبعا ھل تنظرون الا الی فقر منسی او غنی مطغی او مرض مفسد او ھرم مفند او موت مجھزا والدجال فشر غائب ینتظر او الساعۃ فالساعۃ ادھی وامر۔

(جامع ترمذی ابواب الزھد)

ترجمہ:۔ ابوہریرہ رض سے روایت ہے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نیک اعمال بجالانے میں سات چیزوں میں سے (کسی میں گرفتار ہونے سے) پہلے۔ جلدی کرو (امکانی) منتظرہ چیزیں یہ ہیں (۱) وہ فقر و فاقہ جو یادِ الٰہی سے غافل کر دے (۲) وہ کثرت مال جو سرکش کرنے والا ہے (۳) ایسی بیماری جو انسانی وجود کو پامال کر دے (۴) ایسا بڑھاپا جس سے عقل ماری جاتی ہے (۵) ایسی موت جو آناً فاناً آ پکڑے (۶) دجال جو ابھی معرضِ وجود میں نہیں آیا جس کی انتظار کی جاتی ہے۔ (۷) قیامت اور قیامت بہت سخت اور بہت کڑوی ہے

جھوٹ بولنا شرک کے مترادف ہے

عن ایمن بن خریم ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قام خطیبا فقال ایھا الناس عدلت شھادۃ الزور اشراکا باللہ ثم قرأ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاجتنبوا الرجس من الاوثان واجتنبوا قول الزور۔

(جامع ترمذی ابواب الشھادت)

ترجمہ:۔ ایمن بن خریم سے روایت ہے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ کے لیے کھڑے ہوئے اور فرمایا میں جھوٹی گواہی کو اللہ تعالےٰ کے ساتھ شرک کرنے کے برابر سمجھتا ہوں پھر حضور علیہ التحیات والسلام نے پڑھا۔ بتوں کی پلیدی سے بچو۔ اور دروغ گوئی سے اپنے آپ کو بچاؤ۔ یعنی جھوٹ بھی ایک بت ہے جس کی پناہ لی جاتی ہے۔

جی چرانا راستی سے کیا یہ دیں کا کام ہے
کیا یہی ہے زہد و تقویٰ کیا یہی راہِ خیار
فقر کی منزل کا ہے اوّل قدم نفیِ وجود
پس کرو اس نفس کو زیر و زبر از بہرِ یار
عشق ہے جس سے ہوں طے یہ سارے جنگل پُرخطر
عشق ہے جو سر جھکا دے زیرِ تیغِ آبدار
دل جو خالی ہو گدازِ عشق سے وہ دل ہے کیا
دل وہ ہے جس کو نہیں بے دلبرِ یکتا قرار

(مسیح موعودؑ)

گناہوں سے بچنے کا واحد ذریعہ

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایک تقریر

راستبازوں کی نشانی

راستبازوں کی ایک یہ بھی نشانی ہے کہ مصیبت سے ان کو چڑ ہوتی ہے اور جب ایسے موقعے پر شیطان دخل دے کر ان کو بہکانا چاہتا ہے تب ان کی غیرت جوش مارتی ہے اور بجائے اسکے کہ ان کا قدم پیچھے ہٹے وہ آگے بڑھاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ شیطان ہمیں ہرگز پیچھے نہیں ڈال سکتا۔ شیطان بھی ایسے موقعہ پر ہر ایک قسم کے منصوبے اس لغزش کیلئے پیش کرتا ہے۔ مال۔ اولاد۔ عزت۔ آبرو۔ خلقت کی ملامت۔ طعن۔ تشنیع وغیرہ سب نقصانوں سے ڈراتا ہے۔ لیکن وہ اوّل ہی سے فیصلہ کر لیتے ہیں کہ ہم ان نقصانوں کی کچھ پروا نہ کریں گے۔ آخر نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ شیطان ان کے نزدیک ایک مخنث سے بھی کمتر ہوتا ہے لیکن جس کا دعویٰ تو ایمان کا ہو دل ہے اور دماغ میں نفسانی اغراض بھرے ہوتے ہیں تو شیطان بڑی آسانی سے اپنا تسلط اس پر بٹھاتا ہے اور جس رستہ پر چاہتا ہے چلاتا ہے۔ خوب یاد رکھو کہ سفلی خواہشات سے شیطان کا مقابلہ ہرگز نہ ہو سکے گا۔

شیطان اور فرشتہ کا وجود

ممکن ہے کہ بعض لوگ یہاں ایسے ہوں کہ جو شیطان کے وجود ہی سے منکر ہوں لیکن میں کہتا ہوں کہ اسکے وجود سے انکار بھی نادانی ہی کیا وہ مشاہدہ نہیں کرتے کہ انسان میں دو قوتیں موجود ہیں۔ بیٹھے بیٹھے ایک لہر اسکے دل میں آتی ہے کہ نیکی کروں اور اکثر اوقات وہ اس کا ایسا پابند ہو جاتا ہے کہ بلا اس کے تقاضے کے پورا کئے کے رہ ہی نہیں سکتا اور اسی طرح کبھی اس کے دل میں ایسی لہر اٹھتی ہے کہ جو بدی کی طرف رغبت دلاتی ہی اور وہ گھر سے اٹھ کر کنجروں کی طرف چلا جاتا ہے۔ پس یہ دو قوتیں ہیں جن میں سے بدی کے محرک کا نام شیطان رکھ دو۔ انسان کیلئے یہ ضروری نہیں کہ وہ ابتدائی مراحل میں ہر ایک شئے کی حقیقت کو سمجھ لیوے جیسے جیسے بتدریج اسکی معرفت ترقی کرتی ہے ویسے ویسے وہ باریک در باریک امور کو سمجھتا جاتا ہے۔ آسمان کے ستاروں کو دیکھو کہ وہ اوّل سوائے نقطوں کے کچھ معلوم نہیں ہوتے مگر جب انہیں نقطوں کو دوربینوں سے دیکھا جاوے تو کس قدر عجائبات معلوم ہوتے ہیں اور سابقہ معرفت اس کے آگے ہیچ معلوم ہوتی ہی اور انسان کو شرمندہ ہونا پڑتا ہے کہ میں نے اس کو نقطہ کیوں سمجھا ایسے ہی شیطان اور فرشتہ کے وجود کا حال ہی کہ ان کو اوّل نقطوں کی طرح ماننا پڑتا ہے اور مصر اس دوربین سے جو انبیا لیکر آتے ہیں دیکھا جاوے تو ان کی اصل حقیقت معلوم ہوتی ہے

پیغام صلح
جلد — بدھ/چہارشنبہ ۱۵ جمادی الثانی ۱۳۷۱ھ — نمبر

احمدیت اور اسلام

(۱)

ملتان سے ایک ہفت روزہ اخبار "الیوم" کے نام سے حال ہی میں جاری ہوا ہے، اور بعض دوسرے مخالفین احمدیت کی طرح اس نے بھی سستی شہرت حاصل کرنے کے لئے احمدیت اور اس کے مقدس بانی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کوسنا اور بُرا بھلا کہنا ہی اپنا دستور العمل بنایا ہے، اور تو کچھ ان لوگوں کے پاس ہے نہیں، لے دے کے ڈاکٹر اقبال مرحوم کا ایک مضمون جو انہوں نے اپنے آخری ایام زندگی میں بعض سیاسی وجوہ کی بناء پر لکھا ایسا سمجھ لیا گیا ہے کہ گویا وہ آسمانی وحی ہے، جو کوئی اُٹھتا ہے اسی مضمون کو احمدیت کی تردید میں پیش کر دیتا ہے، حالانکہ سو مرتبہ اس کی غلطیوں اور خامیوں کو واضح کیا جا چکا ہے، لیکن اقبال بے چارے کو کیا معلوم تھا کہ اس کے دوست نما دشمن اس کے مرنے کے بعد بھی سالہا سال تک اس گڑے مردے کو اُکھاڑتے رہیں گے اور اس کی تردید کی ضرورت پیش آتی رہے گی۔

"الیوم" نے بھی زیر نظر پرچہ میں جو اس کا پانچواں شمارہ ہے "قادیانی اور جمہور مسلمان" کے عنوان سے اقبال کے اسی مضمون کو پھر نقل کر دیا ہے جس کے حسب ذیل فقرات جو درحقیقت سارے مضمون کا خلاصہ اور لب لباب ہیں علیحدہ چوکھٹے میں بھی درج کئے ہیں :-

> "قادیانیت اسلام کی چند نہایت اہم صورتوں کو ظاہری طور پر قائم رکھتی ہے لیکن باطنی طور پر اسلام کی رُوح اور مقاصد کیلئے کے لئے مہلک ہے، اس کا حاسد خدا کا تصوّر کہ جس کے پاس دشمنوں کے لئے لاتعداد زلزلے اور بیماریاں ہوں، اس کا نبی کے متعلق نجومی کا تخیل اور اس کا رُوح مسیح کے تسلسل کا عقیدہ وغیرہ یہ تمام چیزیں اپنے اندر یہودیت کے اتنے عناصر رکھتی ہیں کہ گویا یہ تحریک ہی یہودیت کی طرف رجوع ہے۔"

اب آپ احمدیت کے خیالات، احمدیت کے عقائد، اس کی خدمات اسلام اور قرآن کے غلبہ کیلئے جد و جہد کو ایک طرف رکھئے اور ڈاکٹر اقبال کے ان الفاظ کو دوسری طرف، کیا کوئی انصاف پسند یہ کہہ سکتا ہے کہ احمدیت باطنی طور پر اسلام کی رُوح اور مقاصد کے لئے مہلک ہے؟ کیا قرآن کے تراجم دنیا میں پھیلانا کفرستانوں میں مسجدیں بنانا اور لوگوں کو اسلام اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حلقہ بگوش بنانا باطنی طور پر اسلام کی رُوح کے لئے مہلک ہے؟ آخر بتایا جائے کہ وہ کونسی "اسلام کی رُوح" ہے جس کو احمدیت نے باطنی طور پر ہلاک کیا ہے، زیادہ سے زیادہ کہا جائیگا کہ قادیانی جماعت نے ایک نئی نبوت بنا کر ختم نبوت کے تصور کو بدل دیا، یہ صحیح ہے، لیکن ان کا یہ ظاہری عقیدہ بھی ان عملی سرگرمیوں اور جد وجہد سے مطابقت نہیں رکھتا جو تبلیغ اسلام کی صورت میں جاری ہیں اور پھر ہم کہتے ہیں کہ اس میں بانی سلسلہ کا کیا قصور ہے جنہوں نے کھلے طور پر ختم نبوت کو ایسا قائم کیا ہے کہ تمام اقبالی اور احراری بھی اس طرح قائم نہیں کر سکے بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ اقبالیوں اور احراریوں کا عقیدہ قادیانی عقیدہ سے سر مو متفاوت نہیں، قادیانی ایک نئی نبوت کو قائم کرتے ہیں اور اوّل الذکر ایک پرانے نبی کو دوبارہ لاتے ہیں حالانکہ حضرت مرزا صاحب کے عقیدہ کے مطابق حدیث لانبی بعدی نئے اور پرانے ہر ایک نبی کے آنے سے مانع ہے، پس اگر ختم نبوت کے بعد کسی اور کو نبی ماننا اسلام کی رُوح اور مقاصد کے لئے مہلک ہے تو جس طرح قادیانیت پر یہ الزام ہے اقبالیت اور احراریت بھی اسی الزام کے نیچے ہے۔ جہاں تک احمدیت کا تعلق ہے اسلام کی رُوح اور مقاصد کو تو اس سے تقویت حاصل ہوئی ہے، اور یہ صرف احمدیت ہی ہے جو آج اسلام کی حقیقی رُوح اور اس کے صحیح مقاصد کو پیش کرتی ہے، مرزا غلام احمد اگر آج نہ ہوتے تو اسلام کی رُوح آج دنیا میں باقی رہ جاتی نہ اس کے مقاصد زندہ رہتے۔ آپ نے ہی اس مری ہوئی رُوح کو دوبارہ زندہ کیا، اور اسکے مقاصد کو لیکر کھڑے ہو گئے جس سے وہ مایوسی جو اسلام کے متعلق دنیا میں اور خود مسلمانوں میں پیدا ہو چکی تھی پھر امید کی صورت میں مبدل ہو گئی یہاں تک کہ آج اسلام کی رُوح ایک زندہ اور مجسم صورت اختیار کر کے ایمان کے اس بلند مینار پر دنیا کو کھڑا کر چکی ہے جہاں سے اسلام کے مقاصد کی تکمیل نہایت اعلیٰ پیمانہ پر ہو رہی ہے، یہ سب کچھ احمدیت کی طفیل ہے یہ مرزا غلام احمد کی برکات ہیں جس نے ایمان کو ثریا سے اتار کر دوبارہ دلوں میں گاڑا، اقبال کا بیان کوئی وحی الٰہی نہیں کہ اسے بار بار پیش کیا جاتا ہے، واقعات اس کی کھلی تردید کر رہے ہیں کہ احمدیت ہی (جو اسلام کی اصل تصویر ہے) آج ظاہری اور باطنی نور پر دنیا کے لئے باعث نجات ہے اور وہ لوگ جو اسکو جھٹلانے کے درپے ہیں فی الحقیقت وہی اس یہودیت کی طرف رجوع کر رہے ہیں جس کا کام حق و صداقت کو جھٹلانا اور استبازوں کو صلیب پر چڑھانا تھا، سچ فرمایا حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم لتتبعن شبراً بشبر و نعلاً بنعل تم یہودیت کی پیروی بالشت بہ بالشت اور قدم بہ قدم کرو گے، آج یہ نظارہ ہم اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں، خود تو یہودیت کی طرف رجوع کر رہے ہیں اور الزام احمدیت پر ہے جو اسلام کا نور دنیا میں پھیلانے میں سرگرم ہے۔

قرضہ حسنہ فنڈ

پیغام صلح کے کسی گزشتہ شیوع میں حضرت مسیح موعودؑ کی ایک ڈائری نقل کی گئی تھی، جس میں آپ نے سُودی قرضہ کی خرابیوں کا ذکر کرتے ہوئے اس خواہش کا اظہار کیا تھا :-

> "مسلمان اتفاق کرتے اور کوئی فنڈ جمع کر کے تجارتی طور سے اسے فروغ دیتے تاکہ کسی بھائی کو سُود پر قرضہ لینے کی حاجت نہ ہوتی بلکہ اس مجلس سے ہر صاحب ضرورت اپنی حاجت روائی کر لیتا اور میعاد مقررہ پر واپس کر دیتا۔"

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ ڈائری ہمارے اراکین انجمن بالخصوص حضرت صاحب صدر کی توجہ کو اپنی طرف کھینچنے کا موجب ہوئی ہے۔ جیسا کہ اس اعلان سے ظاہر ہے، جو اسی پرچہ میں کسی دوسری جگہ سیکرٹری صاحب کی طرف سے شائع ہو رہا ہے اور جس میں جماعت کے ضرورت مند اصحاب کے لئے ایک "قرضہ فنڈ" قائم کرنے کی تجویز کی گئی ہے، یہ اعلان جماعت کے ذی ثروت اور مستطیع حضرات کی خاص توجہ کا طالب ہے، یقین کیجئے کہ اس قسم کے فنڈ کا قیام نہ صرف حضرت مسیح موعودؑ کی ایک خواہش کو پورا کرنے کا موجب ہوگا بلکہ قوم کی تعمیر و ترقی میں ایک اہم جزو کا کام دے گا۔ اگر ہمارے ذی ثروت اصحاب اس طرف توجہ فرمائیں تو ان کی تھوڑی تھوڑی قربانیوں سے بہت سی قومی مشکلات کا حل ہو سکتا ہے اور بہت سے احباب پریشانیوں اور مصائب سے نکل سکتے ہیں۔

امید ہے سیکرٹری صاحب کی تحریک کا جواب جلد از جلد دیا جائے گا تاکہ اس فنڈ کا قیام جس قدر جلد ممکن ہو عمل میں آ سکے۔

آہ! عبدالعزیز ورسٹیج

جماعت اس اندوہناک خبر کو یقیناً افسوس سے سنے گی کہ ہمارے انگریز نو مسلم بھائی عبدالعزیز ورسٹیج پاکستان سے واپس برطانیہ جاتے ہوئے فرانس میں ایک ہوائی حادثہ میں انتقال فرما گئے ہیں۔ مرحوم کی اہلیہ محترمہ بھی برطانیہ سے فرانس انہیں لینے کے لئے آئی تھیں اور وہ بھی اسی طیارہ میں سوار تھیں، وہ رفاقت جو انہوں نے زندگی میں قائم رکھی موت کی تاریک وادی میں بھی انہوں نے اپنے عزیز خاوند کے ساتھ وفادارانہ طریق پر نبھائی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

ورسٹیج ایک برطانوی نو مسلم تھے اور ہمارا ماہنامہ "اسلامک ریویو" انہی کے مطبع میں چھاپا جاتا تھا۔ اس سال ہمارے سالانہ اجتماع میں بھی ورسٹیج مرحوم نے شرکت کی تھی اور ان کی یہ ملاقات اپنے ملنے والوں پر محبت اخلاص اور اسلام کے پھیلانے کے لئے تڑپ کا ایک گہرا نقش چھوڑ گئی۔

ورسٹیج مرحوم نے جماعت کو خطاب بھی کیا تھا جس میں انہوں نے قرآن پاک کا سستا ایڈیشن اپنے مطبع سے چھاپ کر تمام دنیا میں نشر کرنے کا عزم ظاہر کیا تھا۔ اور ان کا ارادہ تھا کہ وہ بہت جلد اس کام کو شروع کر دیں گے۔

ورسٹیج کو جماعت کے کاموں سے بہت گہری دلچسپی تھی اور وہ "اسلامک ریویو" سے ایک دلی محبت رکھتے تھے۔

ورسٹیج کا ہم سے چھن جانا ہمارے لئے بے حد الم انگیز ہے، اور برطانیہ عظمیٰ کے مسلمانوں کے لئے ایک بہت بڑی کمی کا باعث۔

جماعتوں سے درخواست ہے کہ وہ مرحوم کا غائبانہ جنازہ پڑھیں۔

اخبار (و) افکار

سوویٹ خواتین

سفارت خانہ سوویٹ یونین پاکستان کی طرف سے ایک بلیٹن ہر ہفتہ کراچی سے شائع ہوتا ہے، جس میں سوویٹ یونین کی خبریں درج ہوتی ہیں۔ اور دنیا کو بتایا جاتا ہے کہ اس یونین کے لوگ ترقی کی منازل کس سرعت کے ساتھ طے کرتے جا رہے ہیں اور خوشحالی و فارغ البالی ان کے قدم چوم رہی ہے۔

ایک تازہ بلیٹن میں جو ۴ مارچ کو شائع ہوا، ایک مضمون کا عنوان ہے "سوویٹ خواتین زبردست قوت ہیں" اس مضمون میں بتایا گیا ہے کہ:-

"سوویٹ تمدن کے کسی شعبہ، سائنس، فنون لطیفہ، ادب وغیرہ پر نظر ڈالئے آپ کو محسوس ہوگا کہ سوویٹ خواتین نے ہر جگہ اہم مقام پیدا کیا ہے ......

سوویٹ یونین میں.... ۶ خواتین صرف سائنٹفک محنت کشوں کی حیثیت سے ملک کی یونیورسٹیوں، انسٹیٹیوٹوں اور سائنٹفک تحقیقات کے اداروں میں مصروف کار ہیں ۸۰۵ خواتین نے فنون لطیفہ، ادبیات، ایجادات اور سائنس کے میدان میں سٹالین پرائز حاصل کیا ہے...... ملک میں ۰۰۰ ۴۵ ۹ خواتین معلم کے فرائض انجام دے رہی ہیں ...... ۱۰ خواتین ڈاکٹر ہیں ان میں سے متعدد خواتین معزز معلمہ یا معزز طبیبہ کے قابل فخر خطاب سے سرفراز ہو چکی ہیں"

یہ ہے وہ قوت جو سوویٹ یونین میں خواتین نے پیدا کی ہے، اور سوویٹ یونین کی کیا خصوصیت ہے، دیگر ممالک بھی اس "زبردست قوت" سے کم و بیش سرفراز ہو چکے ہیں یا ہوتے جا رہے ہیں۔ پاکستان بھی اس معاملہ میں سوویٹ یونین اور دوسرے ممالک کے پیچھے پیچھے قدم بڑھاتا جا رہا ہے اور جلد ہی وقت آنے والا ہے جب وہ بھی اعداد و شمار سے اس "زبردست قوت" کو فخر یہ پیش کر سکے گا۔

لیکن سوال یہ ہے کہ جس قوت کو پیدا کرنے اور ترقی دینے کے لئے قدرت نے عورت کو پیدا کیا تھا، اس میں سوویٹ خواتین یا دوسرے ممالک کی عورتیں کہاں تک حصہ لے رہی ہیں، کیا کوئی اعداد و شمار ایسے بھی پیش کئے جا سکتے ہیں کہ کتنی خواتین نے خانہ داری کی زندگی کو بہتر بنا کر اور بچوں کی اچھی تربیت کا فرض سرانجام دے کر قوم کے اندر ایک زبردست اخلاقی قوت پیدا کر دی۔ فنون لطیفہ، ادبیات، ایجادات اور سائنس بیشک اچھی چیزیں ہیں، لیکن ان کے حصول کے لئے عورتوں کو گھر کی چار دیواری چھوڑ کر باہر کی فضا میں جو کام کرنے پڑتے ہیں، ان سے اخلاق پر ایسا برا اثر پڑ رہا ہے کہ افسوس کے ساتھ یہ کہنا پڑتا ہے کہ یہ نام نہاد "زبردست" نسل انسانی کو تباہی کے گڑھے کی طرف لے جا رہی ہے، سوویٹ یونین کا تو مذہب و عقیدہ ہی کچھ اور ہے یوں تو عورت کے لئے ازدواجی زندگی کی ضرورت ہی نہیں سمجھی جاتی، لیکن دوسرے ممالک اور بالخصوص پاکستان کو ایسی راہ تلاش کرنی چاہیئے جس سے عورت کی خانگی زندگی تباہ نہ ہو اور ملک و قوم کی اخلاقی حالت پر جو برا اثر پڑ رہا ہے اس کا سد باب ہو جائے۔

جرائم کی رفتار

پاکستان میں جرائم کی رفتار جس تیزی سے ترقی کر رہی ہے، وہ اخبار بین طبقہ سے پوشیدہ نہیں، معمولی معمولی باتوں پر قتل و خونریزی، زناکاری اور جوابازی، ایسے جرائم ہیں جنکی اہمیت آج عام نظروں میں ان کی کثرت کی وجہ سے بہت کم ہو چکی ہے، اخبارات میں روزانہ اس قسم کے جرائم کی خبریں دیکھنے میں آتی ہیں جن میں قتل و خونریزی اور ایسے ہی جرائم کے ارتکاب کا ذکر ہوتا ہے ابھی پرسوں کی بات ہے کہ لاہور میں ایک ہی دن میں چار مختلف مقامات پر چاقو چلنے کی وارداتیں ہوئیں، جن میں ایک نوجوان ہلاک ہو گیا اور تین بری طرح زخمی ہوئے، ان وارداتوں کا سبب دریافت کیا جائے، تو کسی جگہ تو نوجوانوں کا ہنسی مذاق بتایا جاتا ہے، اور کسی میں عورتوں کے ساتھ ناجائز تعلقات یا چھیڑ خانی۔

کہا جائے گا کہ معمولی واقعات ہیں جو دنیا میں ہوتے ہی رہتے ہیں، لیکن غور کیجئے کیا آج سے چند سال قبل اس کثرت سے ایسے واقعات سننے میں آتے تھے؟ کیا اگر ایک خون کسی جگہ ہوتا تو سارے کا سارا شہر لرزہ براندام نہ ہو جاتا تھا؟ ایسے واقعات کو عام طور پر قیامت کی نشانی نہ سمجھا جاتا تھا؟ کوئی وقت تھا کہ آسمان پر سرخی نمودار ہوتی تو لوگوں کے ہوش و حواس اڑ جاتے کہ کسی جگہ خون ہو گیا ہے، اسی لئے آسمان لال ہو گیا، آہ! آج یہ حالت ہے کہ دن دہاڑے چاقو چلتے ہیں، انسانوں کے خون بہتے ہیں اور قتل کئے جاتے ہیں، عورتوں کے ساتھ چھیڑ خانی ______ نہیں ان کی عصمت دری ہوتی ہے لیکن کوئی احساس دلوں پر نہیں ہوتا کہ دنیا کو کیا ہو گیا، آسمان بھی اب تو لال نہیں ہوتا، شاید اسے ہماری شوخیوں اور شرارتوں کا زیادہ سے زیادہ امتحان لینا منظور ہے، حکومت کا قانون اس قدر پیچیدہ اور ڈھیلا ہے کہ ایک صریح مجرم اور قاتل خونین ہاتھوں کے ساتھ پکڑا جاتا ہے اور عدالت میں جا کر تحریفے بیانات اور گواہیاں دلا کر یا اور کسی نہ کسی طریق سے رہائی حاصل کر لیتا ہے، نتیجہ صاف ظاہر ہے۔ جب قتل کر کے رہائی حاصل ہو گئی ناجائز سے ناجائز فعل بھی مجرم کو سزا نہ دلا سکا، چور اور رہزن پکڑے تو گئے مگر ان کے مجرم ہونے کا ثبوت نہ مل سکا، تو ظاہر ہے کہ امن کہاں باقی رہ گیا، قرآن تو کہتا ہے ولکم فی القصاص حیوۃ یا اولی الالباب عقلمندو! اگر زندہ رہنا چاہتے ہو تو قصاص قائم کرو، اس کے بغیر تمہاری زندگی ممکن نہیں، لیکن اسے ملکی قانون کی خامی کہئے یا نظم و نسق کی خرابی، آج قصاص پوری طرح قائم نہیں ہو سکتا اور جرائم کی رفتار کم ہونے کے بجائے بڑھتی جا رہی ہے، ضرورت ہے کہ حکومت ان حالات پر غور کرے اور ایسی تدابیر عمل میں لائے جو اس تشویشناک صورت حالات کی اصلاح کا موجب ہوں۔

صوبائی نظم و نسق کی اصلاح

پنجاب کے وزیر اعلیٰ میاں ممتاز دولتانہ نے پنجاب اسمبلی میں بجٹ کی آخری تقریر میں اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ:-

"جہاں تک نظم و نسق کی خرابیوں کا تعلق ہے میں اس معزز ایوان کے قابل احترام ارکان کو یقین دلانا چاہتا ہوں کہ مجھے ان خرابیوں کا پوری طرح احساس ہے اور میری اور میرے رفقائے کار کی یہ دلی تمنا ہے کہ ہم ان نقائص کو جلد از جلد رفع کر کے پنجاب کے نظم و نسق کو اسی بلند معیار تک لے جائیں جس کا پنجاب پاکستان کا دل ہونے کے اعتبار سے بجا طور پر مستحق ہے"

وزیر اعلیٰ نے اس ضمن میں نظم و نسق کی بعض خرابیوں کی تفصیلات بھی بیان کیں اور ان انسدادی تدابیر کا بھی ذکر کیا جو اختیار کی جا چکی ہیں یا کی جا رہی ہیں، بالخصوص رشوت خور افسروں اور اہلکاروں کو عبرتناک سزائیں دینے اور ذی اثر لوگوں کی سفارشیں ماننے والے سرکاری ملازمین کے خلاف بھی شدید کارروائی کرنے کا عزم ظاہر کیا، اور اس ارادہ کا اظہار کیا کہ:-

"میری حکومت صوبائی نظم و نسق کی اصلاح کر کے ہی دم لے گی"

ہماری دلی دعا ہے کہ یہ ارادہ صرف ایوان اسمبلی کی چار دیواری میں ختم نہ ہو جائے اور خدا تعالیٰ ہمارے وزیر اعلیٰ اور ان کے رفقاء کو یہ توفیق دے کہ وہ اس ارادہ کو عملاً پورا کر کے دکھائیں اور نہ صرف رشوت خوروں کا قلع قمع تمام سرکاری محکموں سے کر دیں بلکہ ہر قسم کی خرابیوں کو دور کر کے پاکستان کی عزت و نیکنامی کا باعث ہوں، اور خدا کرے یہی اصلاح نظم و نسق صوبہ سے جرائم کی بیخکنی کا موجب ہو۔

اخبار احمدیہ

______ گذشتہ اتوار (۹ مارچ) کو جہلم میں ہماری جماعت کا ایک پبلک جلسہ ہوا جس میں مولانا عبدالحق صاحب ودیارتھی، مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع اور مولانا احمد یار صاحب کی تقاریر ہوئیں، جلسہ اچھا پُر رونق تھا اور مقررین حضرات نے اسلام کی عظمت اور احمدیت کی حقیقت کو نہایت عمدگی سے واضح کیا، مفصل رپورٹ آئندہ دی جائیگی۔

______ ہمارے ایک عزیز بھائی مستری محمد اکبر صاحب "جید بلڈنگس" لاہور کی اہلیہ محترمہ جمعہ (۷ مارچ) کو طویل علالت کے بعد وفات پاگئیں انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحومہ بہت نیکدل خاتون تھیں، اللہ تعالیٰ انہیں مغفرت فرمائے اور تمام پسماندگان کو صبر جمیل عطا کرے احباب ان کے جنازہ غائبانہ کی درخواست ہے۔

______ حضرت مولانا صدرالدین صاحب اطلاع دیتے ہیں کہ:-

ام جمیل صاحبہ جابرہ جموں بیمار ہیں ان کی صحت کے لئے جماعت سے دعا کرنے کے لئے درخواست کی جاتی ہے ان کا وجود بہت نفع رساں ہے، اللہ تعالیٰ ان کو محفوظ فرمائے۔

______ مکرم شیخ عطاء اللہ صاحب سیالکوٹ چھاؤنی، ڈاکٹر محمد امین صاحب لاہور چھاؤنی بھی بیمار ہیں، چک ۲ اکاڑہ کے چوہدری نظام الدین صاحب بھی بیمار

چار چیزیں جن پر انسان اور اس کی زندگی کا انحصار ہے اور جو خدا تعالیٰ کی عظمت اور بزرگی کا پتہ دیتی ہیں

خطبہ جمعہ حضرت امیر قوم مولانا صدرالدین صاحب ایدہ اللہ فرمودہ ۲۹ فروری ۵۲ء بمقام احمدیہ بلڈنگس لاہور

نحن خلقناکم فلولا تصدقون .... الی .... فسبح باسم ربک العظیم (الواقعہ رکوع ۲)

قرآن تمام دنیا اور سب زمانوں کیلئے

قرآن شریف کسی ایک قوم کے لئے ہدایت نہیں لایا بلکہ دنیا کے تمام انسانوں کی رہبری کے لئے آیا ہے، جہاں کہیں کوئی انسان ہے اس کی ہدایت کے لئے اس کی رہبری اور نشو و نما کے لئے .... اس رکوع میں کچھ باتیں بیان فرمائی ہیں، اس کتاب کے اندر کچھ اصول ہیں چونکہ وہ تمام دنیا کے لئے یکساں طور پر مفید ہیں اور سب زبانوں کے لئے انہی اصولوں کی ضرورت ہے، اس لئے یہ کتاب خاتم الکتب ہے اور اس کے بعد کسی اور شریعت کی حاجت نہیں۔ اگر آج سے چودہ سو سال پہلے اس قسم کا دعویٰ کیا گیا تھا تو دنیا دیکھ رہی ہے کہ جو باتیں اس میں بیان کی گئی ہیں، وہ آج بھی تمام انسانیت کے لئے ضروری اور حقیقت ثابتہ کے حکم میں ہیں۔

زندگی کی چار باتیں

اس رکوع میں چار امور کا ذکر ہے۔ یہ کہ زندگی جو سب سے بڑا انعام ہے خدا تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں عطا کر سکتا۔ یہ کہ زندگی کے قیام کے لئے جو اسباب ضروری ہیں وہ بھی اسی کی رحمت نے مہیا کئے ہیں۔ وہ ہیں خوراک کی تمام اشیا اور وہ ہے پانی جیسی نعمت جو معیشت کی اشیاء پیدا کرنے کے لئے از بس ضروری ہے، اور پھر طعام کو تیار کرنے، اور اس کے ساتھ یا اس کے بعد پینے کے کام آتا ہے اور اسی طرح سے آگ جس کے بغیر نہ ہی خوراک تیار ہو سکتی ہے اور نہ انسانی زندگی کے دوسرے متاع میسر آ سکتے ہیں۔

زندگی کا انعام

سب سے پہلے انسان کو اس کی اپنی زندگی کی طرف توجہ دلائی ہے کہ ہمارا سب سے بڑا انعام یہ ہے کہ ہم تمہیں زندگی دیتے ہیں، یہ زندگی کا عطا کیا جانا بہت بڑا انعام اللہ تعالےٰ کی طرف سے ہے، جن گھروں میں کوئی بچہ پیدا نہیں ہوتا، ان میں وہ رونق اور روشنی نظر نہیں آتی جو بچوں والے گھروں میں ہے، وہ گھر ایک بیابان اور اُجاڑ نظر آتا ہے، جب کسی گھر میں بچہ پیدا ہو جائے تو کس قدر خوشی اس کے ماں باپ کو ہوتی ہے، اس کے دادا اور دادی کو ہوتی ہے، نانا اور نانی کو ہوتی ہے، خالاؤں اور پھوپھیوں کو ہوتی ہے، کس قدر خوشیاں پیدائش پر منائی جاتی ہیں، کپڑے تقسیم کئے جاتے ہیں، کھانے کھلائے جاتے ہیں، مٹھائیاں بانٹی جاتی ہیں۔ خدمتگاروں کو انعام دیئے جاتے ہیں۔

ماں کا جذبۂ محبت

اور پھر ایک بچہ کی ماں کے اندر سب سے زیادہ جذبہ محبت موجزن ہے اگر خدا تعالیٰ ماں کے دل میں بے پناہ جذبہ محبت نہ رکھتا تو بچے کی پرورش مشکل ہو جاتی، وہ راتوں کو جاگتی ہے اور بچے کو آرام دیتی ہے، ہر ایک دُکھ اس کے لئے سہتی ہے اس کے لئے جان دینے کے لئے تیار ہو جاتی ہے، بچہ گرتا ہے تو گاڑی سے چھلانگ لگا دیتی ہے۔

ایک دفعہ ایک لڑائی میں کچھ قیدی پکڑے گئے اور پکڑ دھکڑ میں ایک ماں اپنے بچے سے علیحدہ ہو گئی۔ جب قیدی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش ہوئے تو ان میں وہ ماں اور اس کا بچہ بھی تھا۔ ماں فوراً لپکی اور اپنے بچے کو اٹھا کر سینے کے ساتھ لگا لیا اور اس کو دودھ پلا کر آنکھوں کو ٹھنڈا کیا۔

اخذته والصقته ببطنها وارضعته

مجمع پر اس مظاہرہ کا بہت اثر ہوا۔ اس پر حضورؐ نے فرمایا

ان اللہ ارحم بعبادہ من ھذہ بولدھا

زندگی خدا ہی دیتا ہے

الغرض زندگی ایک بہت بڑی نعمت ہے جو خدا تعالےٰ نے انسان کو عطا کی اور اس زندگی کو قائم رکھنے کے لئے اپنا رحم اور کرم ماں کے قلب کے اندر اتارا، اس نے یہ بھی فرمایا کہ ساری کائنات کے خلیفہ تم ہو، ساری کائنات تمہاری خدمت میں لگا رکھی ہے، سخر لکم ما فی الارض جمیعا جو کچھ زمین میں ہے سب کا سب تمہاری خدمت میں لگا ہوا ہے لیکن کیا اس کے باوجود تم اپنی ذات کے متعلق کامل اختیار رکھتے ہو؟ کچھ اختیار تو تمہیں حاصل ہیں لیکن بے بسی لازم حال رہتی ہے، نحن خلقناکم زندگی دینا، پیدا کرنا ہمارے اختیار میں ہے فلولا تصدقون کیوں تم اس کو تسلیم نہیں کرتے، تم خود بخود پیدا نہیں ہوتے، یہ جوانی جو پیدائش کے بعد تمہیں ملتی ہے، اس کے تم خود موجد نہیں، تم اسے پیدا نہیں کر سکتے افرءیتم ما تمنون یہ جو ماں جن کر پیٹ میں بچہ لئے پھرتی ہے ءانتم تخلقونہ کیا تم اسے بناتے ہو، تخلقونہ کے معنے ہیں تقدرونہ وتصورونہ۔ کیا اس کی شکل، اس کی ڈیل ڈول تم بناتے ہو؟ کیا یہ تمہارے اختیار میں ہے کہ اپنے حسب منشاء اس کی شکل و صورت بنا لو؟ کئی ماں باپ ہیں جو چاہتے ہیں کہ ان کے ہاں لڑکا پیدا ہو، لیکن لڑکی ہی پیدا ہوتی ہے۔ پھر ان کی خواہش ہوتی ہے، کہ جو بچہ ہو وہ شکل و صورت کے لحاظ سے خوبصورت تانی ہو، لیکن ایک کالا کلوٹا بچہ پیدا ہوتا ہے۔ پھر کئی ہیں جن کی خواہش ہوتی ہے کہ ان کا بچہ ارسطو بن جائے لیکن وہ علم سے بکلی بے بہرہ رہ جاتا ہے۔ اور کبھی کبھی بڑے بہادر ماں باپ کے ہاں بڑا بزدل بچہ پیدا ہوتا ہے۔ کبھی بڑے فراخ دل بڑے مخیر ماں باپ کے ہاں بڑی بخیل اولاد ہوتی ہے، کیا اس کے یہ خصائل و عادات تم پیدا کرتے ہو؟ کیا اس کے ظاہری جسم کا ڈیل ڈول اور اس کا رنگ ڈھنگ تمہاری کسی کوشش کا نتیجہ ہے؟ پھر اس کی روحانی تربیت اور اس کے اخلاق کس کے پیدا کردہ ہیں؟ یہ کتنی قریب کی چیز ہے جس کی طرف توجہ دلائی ہے، نحن خلقناکم ہم نے یہ سب کچھ پیدا کیا ہے فلولا تصدقون کیوں اس کی تصدیق نہیں کرتے۔

موت پر بھی اللہ ہی کی قدرت ہے

پھر ایک اور بات کی طرف توجہ دلائی ہے نحن قدرنا بینکم الموت وما نحن بمسبوقین

وہ بچہ جس کی پیدائش پر اتنی خوشیاں منائی گئیں اور اتنا کچھ خرچ ہوا، اس کی پرورش، اس کی تعلیم پر ہزارہا روپیہ صرف ہوا بچپن میں یا عین جوانی کے عالم میں اس پر موت آ جاتی ہے۔ بعض عین اس وقت جب ان کی شادی ہوتی ہے، موت کے منہ میں چلے جاتے ہیں، فرمایا جس طرح اس کی پیدائش پر تمہیں کوئی اختیار نہ تھا اسی طرح موت پر بھی کوئی اختیار نہیں، بڑے بڑے بادشاہ جن کے پاس ہر قسم کے سامان مہیا ہیں، بڑے بڑے ڈاکٹر موجود ہیں، جو ہر وقت ان کی صحت کا خیال رکھتے ہیں، خزانے ان کے پاس ہیں، موت جب آتی ہے تو سب کچھ دھرا رہ جاتا ہے، اس وقت یہی زبان سے نکلتا ہے ھلک عنی سلطانیہ آج میرا تمام تسلط و اقتدار میری بادشاہت اور خزانے چھن گئے جس طرح حیات کا معاملہ بادشاہوں اور غرباء میں برابر ہے اور کسی کو بھی اس پہ اختیار حاصل نہیں۔ بعض وقت بادشاہ کے ہاں ایک کودن مزاج لڑکا پیدا ہو جاتا ہے اور ایک غریب کے ہاں نہایت ذہین بچہ پیدا ہوتا ہے جو بڑا ہو کر بڑا صاحب علم اور فاضل انسان ہوتا ہے، اسی طرح موت کے معاملہ میں بھی غریب اور امیر سب برابر ہیں۔

دوسری زندگی کا انکار کیوں؟

نحن قدرنا بینکم الموت ہم نے موت کو تم پر مقرر کیا ہے، اور اس بارہ میں کوئی اختیار تمہیں حاصل نہیں، وما نحن بمسبوقین علی ان نبدل امثالکم وننشئکم فی ما لا تعلمون، ہم اس سے عاجز نہیں

ہیں کہ تمہاری طرح اور صورتیں بدل کر لے آئیں اور تمہیں مرنے کے بعد اس طرح پیدا کریں کہ تم نہیں جانتے ولقد علمتم النشاۃ الاولی فلولا تذکرون پہلی پیدائش کا تم مشاہدہ کرتے ہو تو دوسری نشاۃ کا کیونکر انکار کرتے ہو کیوں غور نہیں کرتے اور کیوں نصیحت نہیں پکڑتے

خوراک کا پیدا کرنا بھی اللہ ہی کے اختیار میں ہے

افرئیتم ما تحرثون کیا تم جو کھیتی باڑی کرتے ہو جس پر تمہاری زندگی کا انحصار ہے ۔۔۔ اس سے برومند ہونا تمہارے اختیار کی بات ہے، نہ اس زمین پر تمہارا اختیار ہے، نہ بیج جو تم ڈالتے ہو، اس پر کوئی اختیار ہے، نہ پانی کے اوصاف تمہارے اختیار میں ہیں۔ تم تو بیج ڈال دیتے ہو، اب اسکو برومند کرنا تمہارے اختیار میں نہیں ہے، اور وہ لوگ بھی جن کو زمین کے اجزا اور اوصاف کا علم ہو جاتا ہے، وہ بھی بیج ڈالنے کے بعد یہ اختیار نہیں رکھتے کہ ضرور زمین کے اجزا اور اوصاف ان کے حسب منشاء کام کریں اور ان کے حسب منشاء نتائج پیدا ہوں۔ وہ بھی اس کا نشو و نما خدا پر چھوڑتے ہیں اسی لئے فرمایا ءانتم تزرعونہ ام نحن الزارعون، کیا تم اس کھیتی کو اگاتے ہو یا ہم اگانے والے ہیں، دنیا کے تمام اگریکلچر جمع ہو کر چاہیں کہ زمین میں بیج ڈالنے کے بعد اپنی مرضی سے اسکو نشو و نما دیں تو وہ نہیں کر سکتے، زمین اور پانی کے علاوہ تمام روئیدگی پر سورج اور ہوا اور کئی ایک سیاروں کا اثر پڑتا ہے۔ نیچر کی یہ تمام قوتیں خدا کے حکم کے ماتحت ہیں، ان پر کسی انسان کا اختیار نہیں ہے، الغرض زندگی کا عطا کرنا بھی اسی کی قدرت و رحم سے ہے زندگی کے قیام کے لئے خوراک کی اشیاء بھی اسی کی قدرت و رحمت کے باعث میسر آتی ہیں۔

کھیتی پر زندگی کا انحصار

جس طرح بچے کی پیدائش پر خوشی منائی جاتی ہے۔ اسی طرح کھیتی کے پکنے پر بھی خوشی منائی جاتی ہے۔ جس سے معلوم ہوا کہ یہ بھی بڑی نعمت ہے۔ ہمارے اس ملک میں بساکھی کا میلہ ہوتا تھا۔ ڈھول بجتے تھے جو اس بات کا اعلان ہوتا تھا کہ کھیتی پک گئی۔ لوگوں کو معلوم ہو گیا کہ ہماری زندگی کے سامان ہمارے ہاتھ آ گئے، اگر نہ آئیں تو پھر غربت ہے، قحط سے مویشی کب کھائیں گے۔ بچے کس طرح پرورش پائیں گے کھیتی کے پکنے کے بعد۔ دولت بڑھ گئی، عزت اور وقار بڑھ گیا۔ اچھی سواریاں اور اچھے مکان میسر آ گئے۔

خدا سے غافل کرنیوالی دو نعمتیں

لیکن جس طرح انسان پر جوانی آتی ہے تو وہ مست ہو جاتا ہے اسی طرح دولت کا نشہ چڑھ جاتا ہے اور کسی کو خاطر میں نہیں لاتا جوانی اور دولت کی مستی میں خدا سے بھی غافل ہو جاتا ہے اور کہتا ہے اوتیتہ علی علم یہ جو کچھ مجھے ملا میرے اپنے علم کا نتیجہ ہے کبھی کبھی دولت اور اختیار کی وجہ سے دوسروں پر ظلم کر بیٹھتا ہے اور رب العلمین کا پرستار ہو کر اپنی دولت کو مخلوق خدا پر صرف نہیں کرتا اور اگر تھوڑا بہت دیتا ہے تو اس داد و دہش کی کوئی نسبت اس فراوانی مال سے نہیں جو خدا نے اسے دیا، اسی کا ذکر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان الفاظ میں فرمایا نعمتان مغبون فیھما کثیر من الناس الصحت و الفراغ۔ دو نعمتیں ہیں جن کی وجہ سے بہت سے

لوگ بگڑ جاتے ہیں، ان میں سے ایک صحت ہے اور دوسری فارغ البالی، بے شمار آدمی ان نعمتوں کا شکریہ ادا نہیں کرتے، بلکہ یہ نعمتیں پردہ ہو جاتی ہیں اور وہ حقیقی منعم سے غافل ہو جاتے ہیں اور غلط رستہ پر قدم رکھتے ہیں۔

کھیتی کی تباہی

تو فرمایا یہ زندگی ایک بڑی نعمت ہے جس کو حاصل کرنا تمہارے اختیار میں نہیں ہے اور پھر اس زندگی پر ہلاکت آ جاتی ہے اسی طرح کھیتی بھی ایک بڑی نعمت ہے جس کا نشو و نما تمہارے اختیار سے باہر ہے اور اس کو بھی اگر چاہیں تو تباہ کر دیتے ہیں لو نشاء لجعلنٰہ حطاما پکی ہوئی کھیتی پر ایسی ہوا چلتی ہے کہ وہ چورا چورا ہو کر رہ جاتی ہے۔ سورج اور قمر اور ستاروں میں کچھ اوصاف ہیں جو کھیتی کی نشو و نما میں ممد اور معاون ہوتے ہیں۔ لیکن ان پر انسان کا کوئی اختیار نہیں اور بعض وقت ایسے اثرات آ کر پڑتے ہیں کہ اچھی بھلی کھیتی کو تباہ کر دیتے ہیں۔

زندگی اور خوراک پیدا کرنیوالے سے غفلت کا نتیجہ

تو فرمایا فظلتم تفکھون تم حیران ہوتے ہو کہ یہ چورا چورا کیسے ہو گئی انا لمغرمون مارے اسکو کیا ہو گیا ہم پر تو چٹی پڑ گئی، بل نحن محرومون بلکہ ہم تو محروم ہو گئے، وہ ساری شیخی اور تکبر، وہ لوگوں کے حقوق پائمال کرنا سب ختم ہو گیا اور ہاتھ ملتے ہوئے رہ گئے، زندگی اور اس سے محرومی، زندگی کی غذا اور پھر اس سے محرومی ان میں سے کونسی چیز ہے جو انسان کے اپنے اختیار میں ہے اور جب اپنے اختیار میں نہیں، تو جس کے اختیار اور بس کی بات ہے اس سے غفلت کے کیا معنے

پانی کہاں سے آیا

پھر فرمایا افرءیتم الماء الذی تشربون یہ پانی جو تم پیتے ہو، اسکو دیکھا؟ تمام نباتات، تمام حیوانات کا مدار بھی پانی پر ہے وجعلنا من الماء کل شیٔ حی تمام چیزوں کو ہم نے پانی سے زندہ کیا ہے، یہ ایک اور نعمت ہے، پہلے زندگی دی، پھر کھانا دیا پھر پینا دیا، بتاؤ تو سہی کہاں سے یہ پانی آتا ہے ءانتم انزلتموہ من المزن ام نحن المنزلون کیا بادلوں میں سے اتارنا تمہارا کام ہے کس طرح سمندروں میں سے سورج پانی کو بخارات بنا بنا کر اٹھاتا ہے اور پھر ہوا کے پروں پر وہ اڑ کر آتا ہے اور بادل بن کر برستا ہے، فسقنٰہ الیٰ بلد میت اسے ان ملکوں میں لے جاتے ہیں جو پانی نہ ملنے کی وجہ سے مر جاتے ہیں، ان کی زندگی اسی پانی سے ہے، ہمارے ملک میں بڑے بڑے دریا، اٹک، چناب، جہلم بہتے ہیں جن سے ملک کا بڑا حصہ سیراب ہوتا ہے، لیکن ان کا بھی مدار آسمان کے پانی پر ہے۔ فرمایا کیا تم اس پانی کو اتارتے ہو یا ہم، کیا تمہارا کوئی اختیار ہے کہ تم بادل لے آؤ یا بادلوں میں سے پانی برسا لو؟ کبھی کبھی بادل آتے ہیں اور یونہی گذر جاتے ہیں اور تم کچھ نہیں کر سکتے اور جب برستے ہیں تو بعض وقت اس قدر سیلاب آ جاتا ہے کہ تباہی پھر جاتی ہے یہ کس کی طرف سے ہے یا تمہارا اس پر کوئی اختیار ہے؟

شکر گذاری کا مقام

اور یہ پانی؟ لو نشاء جعلنٰہ اجاجا فلولا تشکرون۔ اگر ہم چاہیں تو اس کو کھاری بنا دیں۔ پس تم کیوں شکر نہیں کرتے، جس طرح نباتات پر موت آتی ہے، اسی طرح پانی پر بھی موت آتی ہے، پانی کو میٹھا رکھنا یا کڑوا کر دینا یہ کس کا کام ہے کیا ہمارے تمہارے بس کی بات ہے۔ کئی ایسے مقامات اور علاقہ جات ہیں جہاں تمام کنوؤں میں سے کڑوا پانی ہی نکلتا ہے اور میٹھا پانی نہ ہونے کی وجہ سے کوئی کھیتی نہیں ہوتی۔ اس لئے عام طور پر تمہیں میٹھا پانی دیا تاکہ تمہارے پینے اور تمہاری کھیتی باڑی کے کام آئے یہ بھی تمہارے لئے شکر گذاری کا مقام ہے۔

آگ کی قدر و قیمت

پھر ایک اور بات کی طرف توجہ دلائی افرءیتم النار التی تورون، اگر تمہاری زندگی کے لئے غلہ دیا ہے تو یہ غلہ خوراک کا کام نہیں دے سکتا جب تک آگ نہ ہو۔ بڑی بڑی مہذب بستیوں سے لے کر ایک ادنےٰ سے ادنےٰ اور وحشی سے وحشی انسان تک سب کو آگ کی ضرورت پڑتی ہے یورپ میں سردی کے موسم میں آگ کی بڑی قیمت ہے۔ وہ گھر اجاڑ ہے جہاں آگ نہیں۔ چونکہ آگ بے انتہا مفید اور ضروری تھی اس لئے ہندو تو اس کا پجاری ہی بن گیا۔ فرمایا آگ کی طرف دیکھو کتنی مفید چیز ہے ءانتم انشاتم شجرتھا ام نحن المنشئون، اس سبز پتوں والے درخت سے ہم اس آگ کو پیدا کرتے ہیں تاہم کیا اس درخت کو تم نے پیدا کیا یا ہم اسکو پیدا کرنے والے ہیں نحن جعلنٰھا تذکرۃ و متاعا للمقوین ہم نے تو آگ تمہارے لئے ایک تذکرہ یا دھانی کا باعث بنا رکھا ہے۔ عقلمند انسان کے لئے اس میں یاددہانی ہے آگ جلی اور اسے خدا یاد آیا کہ کیا مفید اور کارآمد چیزیں اللہ تعالےٰ نے ہمارے لئے پیدا کر رکھی ہیں ومتاعا للمقوین المقوین کے معنی ہیں الذین ینزلون علی القواء وہ جو ویرانے میں اترتے ہیں۔ ان کو المقوین کہتے ہیں۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔، کبھی بیابان میں مسافرت کی حالت میں اتریں تو پتہ لگتا ہے کہ آگ کیا چیز ہے اگر ایسے مسافروں کو آگ نہ ملے تو زندگی ختم ہو گئی، آٹا اور پانی موجود ہو لیکن آگ نہ ہو تو کس کام۔ گوشت موجود ہو لیکن آگ کے بغیر کام کا نہیں اسی لئے فرمایا متاعا ایسے لوگوں کے لئے آگ ایک قیمتی متاع ہے دوسرا ترجمہ المقوین کا ہے الذین خلت بطونھم من الطعام۔ یعنی مقوین وہ جو بھوکے ہوں۔ یقال اقوین من ایام یعنی میں کچھ دنوں سے بھوکا ہوں۔ جس طرح آگ مسافروں کے لئے بیش بہا متاع ہے اسی طرح ہر امیر اور غریب کی بھوک دور کرنے کے لئے آگ بیحد قیمتی سر و سامان ہے

خدا کی عظمت اور پاکیزگی

یہ سب کچھ بیان کرنے کے بعد فرمایا یہ تمام چیزیں یہ سب انعامات کس چیز کی طرف رہبری کرتے ہیں فسبح باسم ربک العظیم، وہ لوگ جو خدا تعالےٰ کے متعلق طرح طرح کے خیالات رکھتے ہیں اور اس کی قدرت کے قائل نہیں یا مثلاً اس کی نعماء کا کفران کرتے ہیں وہ تسبیح پڑھیں کہ خدا ہر ایک کمزوری اور نقص سے پاک ہے وہ ہمارے خیالات سے بہت بلند و بالا ہے تمام کائنات کی ربوبیت سے اس کی عظمت کا پتہ لگتا ہے۔ وہ بڑی عظمت والا ہے۔ اس کے متعلق غفلت نہ برتو اس کا شکر

(باقی صفحہ ۹)

عورت کا درجہ اسلام اور سکھ دہرم میں!

سکھ وِدوانوں کے اعتراضات کے جوابات

عبادالله صاحب گیانی

(۶)

سکھ وِدوان اسلام کے کسی مسئلہ پر جب کوئی اعتراض کرتے ہیں تو وہ اس بات کو نظر انداز کر جاتے ہیں کہ خود سکھ مذہب نے اس مسئلہ کے متعلق کیا تعلیم دی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے اکثر اعتراضات ایسے ہوتے ہیں جن کی زد سے سکھ مذہب اور سکھ گورو صاحبان بھی نہیں بچ سکتے۔ اس کی ایک مثال شرومنی گوردوارہ پربندھک کمیٹی کی طرف سے شائع شدہ کتاب "ذات پات تے چھوت چھات سمبندھی گورمت سدھانت" ہے۔ یہ کتاب بھائی پرتاپ سنگھ گیانی کی تصنیف ہے۔ جو آجکل تخت سری کیس گڑھ صاحب انند پور ضلع ہوشیار پور کے جتھیدار ہیں۔ اس میں اسلام کے متعلق جن خیالات کا اظہار کیا گیا ہے وہ یہ ہے:۔

"دنیا میں مسلمان .... سب سے زیادہ بھائی چارک مذہب کے دعویدار ہیں۔ ہمارے ملک کے اچھوتوں کے سامنے وہ سب سے بڑی بات یہ رکھتے ہیں کہ کلمہ پڑھو......... تم ہمارے برابر ہو جاؤ گے۔ مگر کیا وہ عورتوں کو بھی مساوی حقوق دیتے ہیں؟ پردہ کرنا مردوں کی موجودگی میں مسجد نہ جانا۔ اذان نہ دینا۔ جماعت کے ساتھ کھڑے ہو کر نماز نہ پڑھ سکنا۔ امام الصلوٰۃ نہ بننا......... روزانہ ہمارے دیکھنے کی باتیں ہیں۔ یہاں ہم کتابی مسئلوں کی بحث میں نہیں جانا چاہتے کہ ان میں کیا لکھا ہے۔"

(ترجمہ: ذات پات تے چھوت چھات سمبندھی گورمت سدھانت صفحہ ۹۰)

بھائی پرتاپ سنگھ نے اسلام پر اعتراض کرتے ہوئے جس بات پر خاص زور دیا ہے۔ وہ یہ ہے کہ آپ کتابی مسئلوں کی بحث میں نہیں جانا چاہتے کہ ان میں کیا مرقوم ہے۔ بلکہ وہ تو روزمرہ کی زندگی پر نظر رکھنا چاہتے ہیں۔ کتابی مسئلوں سے آپ نے محض اس لئے گریز کیا ہے کہ سکھوں کی موجودہ روش سکھ مذہب کی تعلیم کے سراسر اُلٹ ہے۔ چنانچہ سردار گوربخش سنگھ صاحب بی اے بی ٹی رسالہ پریت لڑی میں تحریر فرماتے ہیں:۔

"مروجہ سکھ دہرم گورو نانک صاحب کی تعلیم اور دس گورو صاحبان کی تعلیم کے جو گورو گرنتھ صاحب میں درج ہے۔ مطابق ہی نہیں۔ بلکہ ان کی سپرٹ کے عین خلاف ہے۔ جس کا ثبوت سکھوں کے اخبارون گوردواروں۔ دیوانوں۔ ایڈیٹروں۔ اور لیڈروں کی روش سے مل سکتا ہے۔"

(ترجمہ از پریت لڑی جنوری ۱۹۳۷ء)

ایک اور مقام پر سردار صاحب موصوف بیان فرماتے ہیں:

"گورو نانک صاحب کی تعلیم کے گہرے اثر کو قبول کرنے والا دیانتدار شخص مروجہ سکھ دھرم کو قبول نہیں کر سکتا۔ اگر آپ اس قول کو بغیر تعصب کے پرکھنا چاہیں تو جو کچھ اس وقت گوردواروں میں ہو رہا ہے۔ اور جو کچھ اس وقت مشہور سکھ لیڈر اور سکھ پرچارک کر رہے ہیں۔ اس کے پیش نظر گورو نانک صاحب کے کلام کا پاٹھ کیا جائے تو آپ کو وہ فرق صاف نظر آ جائے گا۔ جو مجھے دکھائی دے رہا ہے۔"

(ترجمہ از رسالہ پریت لڑی فروری ۱۹۳۷ء)

مشہور سکھ مؤرخ گیانی گیان سنگھ صاحب کا بیان ہے:۔

"افسوس ہے کہ سکھوں کا مذہب فی زمانہ اپنے پیشواؤں کی تعلیم سے قریب قریب بالکل برعکس ہے....

.....جن اصحاب کو گورو گرنتھ صاحب کے پڑھنے اور سننے کا کبھی اتفاق ہوا ہو وہ البتہ میرے اس ریمارک کی صداقت بخوبی سمجھ سکتے ہیں۔"

(تواریخ گورو خالصہ اردو صفحہ ۶۰)

نیز باوا بدھ سنگھ ایگزیکٹو انجنیئر آنجہانی تحریر فرماتے ہیں کہ:۔

"ہمارے اصول تو تھے کچھ اور۔ مگر ہم کرتے کچھ اور ہیں۔"

(ترجمہ از نار نویلی صفحہ ۴۳)

ان حوالہ جات سے ظاہر ہے کہ سکھوں کی موجودہ روش سکھ مذہب اور سکھ گورو صاحبان کی تعلیم کے سراسر خلاف ہے۔ گورو گرنتھ صاحب میں جو کچھ مذکور ہے۔ سکھوں کا عمل اس کے مطابق نہیں ہے۔ ہمیں افسوس ہے کہ بھائی پرتاب سنگھ گیانی نے سکھوں کی اس روش کو معیار بنایا ہے۔ اور اس کی بناء پر اسلام پر اعتراضات کئے ہیں۔ اور کتابی مسئلوں کی بحث میں جانے سے گریز کیا ہے۔ حالانکہ تحقیق کا اصول یہ ہے کہ کسی قوم کا فعل نہیں بلکہ تعلیم کو معیار بنایا جائے اگر عمل تعلیم کے خلاف ہو تو وہ اس قوم کی غلطی شمار ہو گی۔ کیونکہ تعلیم اور عمل میں مطابقت ہی اصل چیز ہے۔ چنانچہ ایک سکھ وِدوان نے سکھ گورو صاحبان کے متعلق بیان کیا ہے:۔

"گورو صاحب جو کہتے تھے وہی کرتے تھے اور جو کرتے تھے وہی کہتے تھے۔ ان کے قول و فعل میں کوئی فرق نہیں ہوتا تھا۔"

(ترجمہ از کتک کہ بساکھ صفحہ ۴)

خود گورو گرنتھ صاحب میں قول و فعل کی مطابقت کے متعلق یہ تعلیم دی گئی ہے:۔

رہت اور کچھو اور کماوت
من نہیں پریت مکھوں گنڈ بلاوت
جانہار پربھو پربین
باہر بھیکھ نہ کبھوں بھین
اور اپدیسے آپ نہ کرسے
آوت جاوت جنمے مرسے

(محلہ ۵ صفحہ ۲۶۹)

گورو گرنتھ صاحب کے اس شبد سے ظاہر ہے کہ قول و فعل کی مطابقت ہی دہرم کا اصل اصول ہے۔ اگر کوئی شخص تعلیم کے خلاف عمل کرتا ہے تو وہ نجات نہیں پا سکتا پس اصل چیز تعلیم ہے اور وہی معیار ہے۔ کسی قوم کا فعل معیار نہیں بن سکتا۔ کیونکہ قوموں کے افعال اور اعمال میں فرق آ ہی جایا کرتا ہے۔ بلکہ بعض قومیں تو اپنے بگڑے ہوئے اعمال اور عقائد کے پیش نظر اپنے مذہب کی تعلیم میں ردّ و بدل کرنے سے بھی دریغ نہیں کرتیں۔ اس بات کے پیش نظر خود سکھ مذہب میں بہت ردّ و بدل کیا جا چکا ہے۔ چنانچہ ایک سکھ وِدوان کا اقرار ہے کہ:۔

"ہماری تاریخ اور مذہب میں ایک نہیں ایک سو ایک غلط فہمیاں پیدا ہو چکی ہیں۔ جو خود غرض لوگوں نے اپنی مطلب برآری کے لئے ڈالی ہوئی ہیں۔"

(ترجمہ از پھلواڑی کا اتہاس نمبر صفحہ ۱۲۶)

سکھ مذہب میں پردہ کی تعلیم

بھائی پرتاب سنگھ گیانی نے پہلا اعتراض یہ کیا ہے کہ مسلمانوں نے عورتوں کو پردہ کی تعلیم دے کر انہیں مساوی حقوق سے محروم کر دیا ہے۔ شاید بھائی صاحب کو یہ اعتراض اس لئے پیدا ہوا ہے کہ وہ دن رات سکھ عورتوں کو کھلے منہ غیر محرم مردوں کے سامنے بے تکلف پھرتی دیکھتے ہیں۔ مگر انہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ اگر مسلمان عورتیں پردہ کرتی ہیں۔ اور غیر محرم مردوں کے سامنے کھلے منہ نہیں جاتیں تو ان کا یہ فعل قرآن مجید اور احادیث صحیحہ کی تعلیم کے عین مطابق ہے۔ چنانچہ قرآن شریف میں مرقوم ہے:۔

قل للمومنٰت یغضضن من ابصارھن ویحفظن فروجھن ولا یبدین زینتھن الا ما ظھر منھا ولیضربن بخمرھن علی جیوبھن ولا یبدین زینتھن۔ (سورۃ نور ع ۴)

یعنی مسلمان عورتوں کو ہدایت کر دی جائے کہ وہ اپنی آنکھیں نیچی رکھا کریں۔ اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کیا کریں۔ مگر جو (مجبوری سے) ظاہر ہو اور چاہیئے کہ وہ اوڑھنیاں اپنے گریبانوں پر ڈال لیا کریں۔ اور اپنی زینت کو (غیر محرم مردوں کے سامنے) ظاہر نہ کیا کریں۔

پس مسلمان عورتوں میں جو پردہ کا رواج پایا جاتا ہے وہ اسلام کی تعلیم کے مطابق ہے۔ اس کے برعکس اگر سکھ عورتیں پردہ نہیں کرتیں تو ان کا یہ فعل سکھ مذہب کے سراسر خلاف ہے۔ جہاں تک گورو گرنتھ صاحب اور دوسری سکھ کتب کا تعلق ہے۔ اس میں پردہ کے متعلق وہی تعلیم دی گئی ہے جیسے

اسلام نے پیش کیا ہے۔ چنانچہ گورو گرنتھ صاحب میں جناب بابا نانک صاحب کا واضح ارشاد ہے کہ:۔

روپے کامے دوستی　بھوکھے سادے گنڈھ

(محلہ ۱ ص ۱۲۸۸)

یعنی ۔ کام (شہوت) کا روپ (بے پردگی) سے اور بھوکھ کا مزہ سے تعلق ہے"

(ترجمہ از ـــــــ ادر رتھ گرنتھ ص ۱۲۸۸)

جناب بابا صاحب کے اس ارشاد کی روشنی میں بھائی گورداس صاحب نے بیان کیا ہے:۔

روپے کامے دوستی جگ اندر جانی
بھوکھے سادے گنڈھ ہے اوہ ورتی ہانی

(وار ۲۷ پوڑی ۵)

یعنی ۔۔ "کامی (زانی) کی رُوپ (بے پردگی) سے پریت ہے ۔ یہ بات دنیا میں مسلم ہے اور بھوکے انسان کی کھانے سے محبت ہے ۔ یہ بات دنیا میں بالکل واضح ہے"

(ترجمہ از واراں بھائی گورداس مترجمہ گیانی ہزارہ سنگھ ص ۵۵۶)

ایک اور سکھ ودوان نے سکھ مذہب کی اس تعلیم پر روشنی ڈالتے ہوئے بیان کیا ہے کہ:۔

"ستگورو صاحبان نے اپنے سکھ کو ہر قسم کی تڑپ سے بچانا تھا ۔ پس انہوں نے خواہشات پر بھی پہرہ لگا دیا ہے ۔ فرماتے ہیں کہ "نرا جیت پاپ ستے ڈررہے"۔ اجیت پاپ سے بھی سکھ نے ڈرنا ہے ۔ آنکھوں پر بھی پہرہ دینا ہے کیونکہ "رُوپے کامے دوستی" ہے ۔ آنکھیں رُوپ کے پیچھے چلتی ہیں اور انسان کو دکھ دیتی ہیں ۔ پس

اکھیں سوئک ویکھنا
پرتریا پر دھن رُوپ

کا حکم دے کر آنکھوں پر پہرہ لگا دیا ہے ۔ سو سکھ نے مجموعی طور پر احتیاط سے کام لینا ہے ۔ اور کام (شہوت) کی چوٹوں سے بچنا ہے"

(ترجمہ از رسالہ امرت دسمبر ۱۹۳۱ء)

ان حوالہ جات سے ظاہر ہے کہ سکھ مذہب میں پردہ سے متعلق تعلیم موجود ہے ۔ اور یہ تعلیم اسلام کے عین مطابق ہے ۔ بانی سلسلہ احمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام پردہ سے متعلق اسلامی تعلیم کے پیش نظر فرماتے ہیں کہ:۔

"اس میں کیا شک ہے کہ بے قاعدگی ٹھوکر کا موجب ہو جاتی ہے ۔ اگر ہم ایک بھوکے کتے کے سامنے نرم نرم روٹیاں رکھ دیں ۔ اور پھر امید رکھیں کہ کتے کے دل میں خیال تک ان روٹیوں کا نہ آئے تو ہم اپنے اس خیال میں غلطی پر ہیں"

(اسلامی اصول کی فلاسفی ص ۳۹)

گورو گرنتھ صاحب میں نیک لوگوں کی خوبیاں بیان کرتے ہوئے یہ بھی بتایا گیا ہے کہ وہ غیر عورتوں کی شکل نہیں دیکھا کرتے جیسا کہ لکھا ہے:۔

پرتریا رُوپ نہ پیکھے نیتر

(محلہ ۵ ص ۲۷۴)

یعنی ۔ وہ آنکھوں سے کسی بھی غیر عورت کی شکل نہیں دیکھتا

گورو گرنتھ صاحب کے اس ارشاد کے پیش نظر ایک سکھ ودوان نے لکھا ہے کہ:۔

"ایک سکھ کی آنکھیں غیر عورت کو نہیں دیکھیں گی

پرتریا رُوپ نہ پیکھے نیتر

(ترجمہ از سکھی جیون ص ۳۸)

جو لوگ عمداً غیر عورتوں کی طرف دیکھنے کی کوشش کرتے ہیں ان کے متعلق گورو گرنتھ صاحب کا یہ ارشاد ہے:۔

تکیے نار پرائیاں لک اندر ٹھانی
... ...
عزرائیل فرشتہ تل پیڑسے گھانی

محلہ ۵ ص ۳۱۸

یعنی ۔ "جو لوگ جان بوجھ کر اور چھپ چھپ کر غیر عورتوں کو دیکھنے کی کوشش کریں گے انہیں عزرائیل فرشتہ بہت سخت سزا دے گا"

گورو گرنتھ صاحب اور دوسری سکھ کتب میں بھی متعدد ایسے حوالہ جات موجود ہیں جن میں غیر عورتوں کی طرف دیکھنا ممنوع قرار دیا گیا ہے ۔ جنہیں ہم پھر کبھی ناظرین کی خدمت میں پیش کریں گے ۔ سردست ہم یہی عرض کرنا چاہتے ہیں کہ گورمت کی اس تعلیم کے پیش نظر ہی رہت ناموں میں مرقوم ہے کہ:۔

"سب سے بڑی رہت یہ ہے کہ جھوٹ نہ بولے مرد غیر عورت کا سنگ نہ کرے ۔ اور عورت غیر مرد کو نہ دیکھے"

(ترجمہ از گورمت سدھاکر ص ۴۷۶)

الغرض گورمت میں پردہ سے متعلق مرد کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ:۔

"پرتریا رُوپ نہ پیکھے نیتر"

(محلہ ۵ ص ۲۷۴)

یعنی ۔ "آنکھوں سے غیر عورت کو دیکھنے سے باز رہے"

(ترجمہ از سدھرم مارگ ص ۲۰۳)

اور عورت کو یہ تلقین کی گئی ہے کہ:۔

جیسے پت برتا پر کھ نہ دیکھو چہے
پورن پت برتا کو پت ہی میں دھیان ہے

(کبت سوئیے بھائی گورداس)

یعنی ۔ "عورت غیر مرد کو نہ دیکھے"

(ترجمہ از گورمت سدھاکر ص ۴۷۶)

پردہ کی اس واضح تعلیم کی موجودگی میں اگر سکھ خواتین پردہ نہیں کرتیں ۔ تو یہ کوئی خوبی کی بات نہیں ۔ اس سے تو یہ واضح ہوگا کہ سکھ عورتیں اپنے عمل سے مردوں کے لئے گورو گرنتھ صاحب کے فرمان

"پرتریا رُوپ نہ پیکھے نیتر"

کی خلاف ورزی کے سامان پیدا کرنے کا موجب بن رہی ہیں ۔ ایک طرف گورو گرنتھ صاحب کا مردوں کو یہ تعلیم دینا کہ:۔

کیا گا ٹیو چھوچھے پر ویل نہ جو ہے کنت تو

(محلہ ۵ ص ۱۰۴۵)

یعنی ۔۔ "اسے بے وقوف تو کیا کہتا ہے ۔ اگر تو غیر عورت کی طرف نہیں دیکھتا تب تو اصل کنت (خاوند) سنے"

(ترجمہ از شبدارتھ گرنتھ ص ۱۰۹۵)

اور دوسری طرف سکھ مستورات کا خود ہی کھلے منہ بے تکلفی سے مردوں کے سامنے آنا اور مردوں کی مجالس میں بیٹھنا ہمارے نزدیک بے جوڑ سی بات ہے کیونکہ اس طرح مرد گورو گرنتھ صاحب کے ارشاد پر عمل نہیں کر سکتے ۔

سکھ گورو صاحبان کا عمل بھی اس بات کی تصدیق کرتا ہے کہ غیر عورتوں کو مردوں کے سامنے نہیں جانا چاہیئے بلکہ پردہ کرنا چاہیئے ۔ اور خود سکھ گورو صاحبان کے گھرانوں میں بھی مستورات پردہ کیا کرتی تھیں ۔ جس پر پھر کبھی روشنی ڈالی جائے گی ۔

آج اگر سکھ ودوانوں کو پردہ پر اعتراض پیدا ہو رہا ہے تو اس کی وجہ سکھ مذہب کی تعلیم نہیں بلکہ یہ مغربیت کا اثر ہے ۔

(باقی دارد)

جماعتوں کے جلسے

جن جماعتوں نے اپنے شہروں میں پبلک جلسوں کا انتظام کیا ہے ان کے نام اور تاریخہائے جلسہ حسب ذیل ہیں:۔

(۱) جھنگ ۔ ۱۳-۱۴ مارچ (جمعرات ۔ جمعہ)

(۲) چک ۸ جنوبی ۲۱-۲۲ مارچ (جمعہ ہفتہ)

(۳) سرگودھا ۲۳ مارچ ۔ (اتوار)

جماعت راولپنڈی کا جلسہ

ہمارے مکرم دوست جناب فضل کریم صاحب وائس پریزیڈنٹ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام راولپنڈی مطلع فرماتے ہیں کہ ہم نے ۱۱-۱۲-۱۳ اپریل ۵۲ء کو راولپنڈی میں جلسہ کرنا ہے، اس جلسہ میں بڑے بڑے علماء شرکت کریں گے ۔ الحاج میاں محمد صاحب، حضرت مولانا صدر الدین صاحب، مولانا عبدالحق صاحب ودیارتھی، مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع، الحاج حافظ محمد حسن صاحب چیمہ وکیل گجرات اور ان کے علاوہ جماعت کے بعض اور فضلا اس جلسہ میں شرکت کریں گے ۔ راولپنڈی کے علاوہ بیرونی دوستوں کو بھی شرکت کی دعوت دی جائے گی اور جو دوست باہر سے آئیں گے ان کی رہائش و طعام کا انتظام ہم کریں گے ۔ باہر سے آنیوالے احباب ۱۱ اپریل کو قبل از نماز جمعہ پہنچ جائیں ۔ خط و کتابت کے لئے پتہ ذیل ہے:۔

ایم فضل کریم ۔ وائس پریزیڈنٹ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام
جناح گرلز ہائی سکول ۔ ریلوے روڈ ۔ راولپنڈی

خسارہ بجٹ

سابقہ اعلان شدہ ۔۔۔۔۔۔۔ ۲۲۴۵
آمدماہ فروری ۵۲ء ۔۔۔۔۔۔۔ ۳۶۶۶

کل آمد ۔۔۔۔۔۔۔ ۵۹۱۱

مرتضیٰ خاں ۔ اسسٹنٹ سیکرٹری تحصیل

تمام احباب کی خدمت میں گذارش ہے کہ جہاں تک بھی ہو سکے جلد اپنے عطیات مرحمت فرما کر مشکور فرمائیں ۔

مسلمان حکومت کے دوراہے پر

صادق ضیائی صاحب

حکومت برائے دعوتِ حق

جس طرح صحابۂ کرام نے دعوتِ حق اور انبیائے کرام کی سیرت کو سینے سے لگائے رکھا ان کی حاکمانہ زندگی بھی سرتاسر ایک داعی حق کی زندگی تھی وہ دنیا میں رہ کر بھی رجالِ آخرت معلوم ہوتے تھے انہوں نے دنیا کے اسی منجدھار میں دین و اخلاق۔ تقوی و پرہیزگاری، عقیدہ و ایمان کا دامن تر نہ ہونے دیا ان سے پہلے اس سیلاب میں کتنی قومیں، کتنے، تمدن اور کتنی حکومتیں خس و خاشاک کی طرح بہہ چکی تھیں علم و حکمت اخلاق و دیانت کے کتنے سفینے غرق ہو چکے تھے۔ مگر یہ حضرات پہاڑ کی طرح اپنی جگہ پر قائم تھے۔ طبری اور دوسرے مورخین بیان کرتے ہیں کہ حضرت سعد بن وقاصؓ اور ان کی پوری فوج نے دجلہ میں اپنے گھوڑے ڈال دیئے۔ دریا کا پانی اپنی گہرائی کی وجہ سے بالکل سیاہ ہو رہا تھا اور جھاگ اٹھ رہا تھا۔ مگر مسلمانوں نے اس کی کوئی پرواہ نہیں کی اور وہ باتیں کرتے ہوئے اس پار نکل گئے جیسے کوئی خشکی پر چلتا ہے۔ اہل فارس نے جب یہ واقعہ دیکھا تو ان کے ہوش اڑ گئے اور ان کی حیرت و استعجاب کی کوئی حد نہ رہی مؤرخین کا کہنا ہے کہ دجلہ کو اس طرح عبور کرنے میں مسلمانوں کا ایک دھیلہ نقصان نہیں ہوا البتہ ایک پیالہ جو ایک کمزور رسی میں بندھا ہوا تھا رسی کے ٹوٹ جانے سے دجلہ میں گر گیا تھا وہ بھی موجوں کے تھپیڑوں سے پانی میں کنارے آ لگا تھا۔

طوفانِ مادیت کا مقابلہ

لوگ اس واقعہ کو تاریخ اسلام کا ایک عجیب و غریب واقعہ سمجھتے ہیں بلاشبہ یہ واقعہ اپنی جگہ پر عجیب و غریب ہے لیکن اس سے بھی عجیب تر واقعہ یہ ہے کہ خلافت راشدہ اور اسلامی فتوحات کے ابتدائی زمانہ میں مسلمان ایرانی اور رومی تمدن کے سمندر میں اترے جو اس وقت پورے شباب پر تھا مگر وہ اسکو اس طرح عبور کر گئے کہ ان کے دین اور عقائد و اخلاق و عادات اور تہذیب اسلامی کا دامن تر نہ ہونے دیا خلفائے راشدین اور اسلامی حکومت نے اپنے دین و اخلاق اور روح اسلامی کو بڑی سختی سے محفوظ رکھا۔ ان کی معاشرت تمدن، سادگی و جفاکشی میں کوئی تغیر نہ آنے پایا اور سلطنت و دولت ان کے مزاج میں کوئی تبدیلی نہ پیدا کر سکی۔!

حضرت عمرؓ اور ہرمزان

طبری نے ہرمزان کے مدینہ منورہ آنے اور اس کی حضرت عمرؓ سے ملاقات کا قصہ بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ لوگوں نے اسکو ریشمی لباس جس میں سونے کا کام کیا ہوا تھا پہنایا اور اس کے سر پر وہ قیمتی تاج رکھا جو یاقوت اور زمرد سے مرصع تھا اور اس طرح اسکو اس قیمتی لباس میں لے کر حضرت عمرؓ کے پاس چلے تاکہ امیرالمومنین اور دوسرے مسلمان اس کو اصلی ہیئت میں دیکھ لیں۔ حضرت عمرؓ اس وقت گھر میں نہ تھے دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ آپ مسجد میں تشریف رکھتے ہیں مگر جب مسجد میں پہنچے تو وہاں بھی آپ کا کچھ پتہ نہ چلا، پھر یہ فوراً واپس ہوئے، چند بچے جو مدینہ کی گلیوں میں کھیل رہے تھے انہیں ادھر ادھر آتے جاتے دیکھ کر پوچھنے لگے کہ آپ لوگ کہاں مارے مارے پھر رہے ہیں کیا آپ کو امیرالمومنین کی تلاش ہے؟ انہوں نے کہا ہاں بچوں نے کہا آپ مسجد کی جانب شمال میں اپنے برنس پر ٹیک لگائے سو رہے ہیں حضرت عمرؓ اس وقت سر سے برنس اتار کر اس پر تکیہ لگائے سو رہے تھے جب یہ لوگ دوبارہ مسجد پہنچے تو انہیں ایک سوئے ہوئے شخص کے سوا جس کے ہاتھ میں درہ تھا کوئی نظر نہ آیا ہرمزان نے پوچھا عمرؓ کہاں ہیں کیا وہاں موجود ہیں؟ اسے اشارہ کیا کہ خاموش رہو ہرمزان ان کے قریب آیا اور کہا کہ امیرالمومنین کا دربان یا محافظ کہاں ہے؟ لوگوں نے کہا آپ کا کوئی دربان یا محافظ نہیں ہرمزان نے کہا پھر تو انہیں نبی ہونا چاہیئے انہوں نے کہا نبی تو نہیں البتہ کام نبیوں کا ہی کرتے ہیں ان کے سوال و جواب سن کر حضرت عمرؓ کی آنکھ کھل گئی اور آپ اٹھ کر بیٹھ گئے پھر ہرمزان کی طرف دیکھا اور بولے کیا ہرمزان ہے؟ لوگوں نے کہا ہاں امیرالمومنین! آپ نے اس پر سر سے پاؤں تک ایک نگاہ ڈالی اور فرمایا اعوذ باللّٰہ من النار واستعین اللّٰہ۔ میں جہنم کی آگ سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں اور اللہ کی مدد چاہتا ہوں۔ پھر آپ نے فرمایا کہ اللہ کا بہت بڑا احسان ہے کہ اس نے اس جیسے متکبر اور اس کے ساتھیوں کو اسلام کے ذریعہ نیچا دکھایا مسلمانوں تم اپنے دین پر مضبوطی سے قائم رہو اور اپنے نبی کے عمل سے اپنی زندگی کے لئے ہدایت حاصل کرو۔ دنیا ایک فریب ہے دیکھو کہیں تم کو اپنے فریب میں مبتلا نہ کر دے وفد نے کہا امیرالمومنین یہ اہواز کے بادشاہ ہیں آپ ان سے گفتگو فرماویں حضرت عمرؓ نے فرمایا یہ اس وقت بادشاہ ہیں جب تک ان کے جسم پر زرق برق لباس موجود ہے لوگوں نے یہ سنتے ہی اس کے بدن سے تمام کپڑے اتار لئے اور ستر پوشی کے لئے ایک معمولی قسم کا موٹا سا لباس دیا۔ اس کے بعد حضرت عمر ہرمزان کی طرف متوجہ ہوئے اور اس سے گفتگو فرمائی۔

حضرت علیؓ کا نقشۂ حیات

اسی طرح ضرار ابن ضمرہ حضرت امیر معاویہ سے حضرت علی کرم اللہ وجہ کی حالت بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ دنیا اور اس کی رنگینیوں سے آپ کو بڑی ہی وحشت تھی البتہ رات کی تاریکی سے آپ کو انس تھا خدا کی قسم وہ بڑے ہی رقیق القلب انسان تھے، آنکھیں اکثر آنسوؤں سے پرنم رہتیں اور آپ برابر مبتلائے فکر نظر آتے۔ لباس بھی وہ پسند فرماتے جو موٹا اور معمولی ہو، غذا میں خشک اور روکھی روٹی آپ کو مرغوب تھی جب کوئی آپ سے سوال کرتا تو آپ نہایت خندہ پیشانی کے ساتھ اس کا جواب دیتے اور جب حاضری کا آپ کے پاس موقعہ ہوتا تو گفتگو بھی فرماتے، اور اگر کبھی ہم آپ کو مدعو کرتے تو خوشی کے ساتھ تشریف لے آتے۔ دیندار لوگوں کی بڑی تعظیم کرتے غرباء اور مساکین سے محبت فرماتے خدا کی قسم ہم نے کئی موقعوں پر دیکھا کہ رات نے جب تاریکی کی سیاہ چادر ڈال دی اور تارے ڈھل گئے تو وہ محراب کے اندر تشریف لے گئے اور پھر اپنی ڈاڑھی پکڑ کر اس طرح رونے لگے جیسے کوئی سانپ کا کاٹا بدن تڑپتا ہے جیسے کوئی آفت رسیدہ انسان ڈھاڑیں مار مار کر روتا ہے۔ میں گویا آج بھی یہ الفاظ سن رہا ہوں جو آپ نے اس وقت کہے تھے!۔ اے دنیا۔ کیا تو مجھ کو اپنانا چاہتی ہے؟ کیا تو اپنا جمال دکھا کر مجھے فریفتہ کرنا چاہتی ہے یہ کبھی نہیں ہوسکتا کیونکہ میں تجھے طلاق بائن دے چکا ہوں جس میں اب کوئی گنجائش باقی نہیں تیری گذران حقیر ہے خطرات بہت ہیں۔

آہ! ہائے زادِ راہ کس قدر قلیل ہے سفر کتنی دور کا ہے، راستہ کتنا وحشتناک ہے۔

قرضہ حسنہ فنڈ

مکرمی ایڈیٹر صاحب پیغام صلح۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ

مندرجہ ذیل چند سطور اخبار پیغام صلح میں شائع فرما کر عنداللہ ماجور ہوں:۔

بعض احباب کی درخواست پر حضرت صاحب صدر نے تجویز فرمائی ہے کہ جماعت کے ضرورت مند احباب کی امداد کے لئے زیرنگرانی انجمن ایک قرضہ فنڈ قائم کیا جائے جس سے حسب ضرورت ضمانت پر درخواست کنندگان کو کاروبار چلانے کے لئے کچھ رقوم بطور قرضہ حسنہ دی جائیں جن کی واپسی باقاعدہ اقساط کے ذریعہ ہو، تاکہ وہ احباب جو کاروبار کرنا چاہتے ہوں، اگر کمی سرمایہ کی وجہ سے معذور ہوں اس امداد سے اپنے پاؤں پر کھڑے ہوسکیں اور جماعت کے لئے تقویت کا موجب ہوں۔ اس تجویز کے متعلق احباب اپنی رائے سے مطلع فرمائیں، نیز جو دوست اس کارِ خیر میں حصہ لینا چاہتے ہوں اور اس فنڈ میں کچھ رقوم جمع کرانا چاہیں وہ بھی اپنے اسمائے گرامی اور رقوم جو دے سکیں ان سے اطلاع دے کر ممنون فرما دیں۔

اس فنڈ کے قواعد و ضوابط سے بعد میں احباب کو اطلاع دی جائے گی۔

احمد یار۔ جنرل سیکرٹری

خطبہ (بقیہ صفحہ ۶) ادا کرو کہ اس نے اتنی اتنی بڑی نعمتیں دیں لئن شکرتم لازیدنکم۔ ہماری دی ہوئی طاقت ہماری دی ہوئی دولت بہت بڑے انعامات ہیں اگر شکر کرو تو ہم ان نعمتوں کو اور زیادہ کر دیں گے اور اگر کفران نعمت کرو گے تو ان عذابی لشدید ہمارا عذاب بہت سخت ہے۔

اللہ تعالے توفیق دے کہ ہم اس کے آگے جھکنے والے ہوں، اور ہماری دولت، ہماری عزت دوسروں کے لئے فائدہ کا موجب ہو اور خدا کے بخشے ہوئے اختیارات سے مخلوق خدا کو فائدہ پہنچے۔

مغربی ممالک کے لوگوں کی دیانت

ایس اے چاولہ

ایشیائی لوگ عام طور پر یہ سمجھتے ہیں کہ یورپ کے لوگوں کی اکثریت کو چونکہ مذہب سے کوئی واسطہ نہیں ــــ یا کم از کم وہ مذہب کو اپنی زندگیوں پر موثر نہیں ہونے دیتے اس لئے وہاں اخلاق کا حال بھی خراب ہے۔ حالانکہ یہ خیال صحیح نہیں جہاں تک معاملات کا تعلق ہے، یعنی انسانوں کے باہمی تعلقات لین، دین، تجارت، اور ایک دوسرے کے جان و مال کے احترام کے حدود ہیں ــــ !

یورپ کے لوگ ہمارے مقابلہ میں بدرجہا زیادہ دیانتدار اور ذمہ دار واقع ہوئے ہیں۔

آپ یورپ کے کسی تاجر سے کوئی چیز منگائیں اور اس کا کوئی حصہ شکستہ برآمد ہو، آپ صرف بھیجنے والے کو اطلاع دے دیجئے، وہ فوراً اس چیز کے بدل دینے یا بلامعاوضہ مرمت کر دینے پر آمادہ ہو جائے گا۔ اور یہ خیال بھی اس کے ذہن میں نہیں آئیگا کہ آپ غلط بیانی کر رہے ہیں۔

آپ اپنا فوٹو کیمرہ مرمت کے لئے انگلستان کے کسی کارخانہ میں بھیج دیجئے۔ وہ لوگ اس کو مرمت کر کے واپس بھیج دیں گے، اور اس کے ساتھ بل ارسال کر دیں گے۔ اس بات کا وہم تک بھی ان کے دل میں نہ گذرے گا کہ شاید آپ بعد میں بل کی رقم ادا نہ کریں ــــ اس لئے کہ یورپ میں نہ کوئی ایسے معاملات میں غلط بیانی کو روا رکھتا ہے نہ اپنی ذمہ داری کو پورا کرنے سے پہلوتہی کرتا ہے۔

جو لوگ انگلستان یا امریکہ یا یورپ کے کسی اور ملک کا سفر کر کے واپس آتے ہیں وہ اپنے احباب کو ان لوگوں کی دیانت کے حیرت انگیز قصے سناتے ہیں، اور یقیناً ہم میں سے اکثر نے اپنے احباب سے ایسے قصے سنے ہوں گے۔ مثلاً ایک دوست نے بتایا کہ ایک دن شام کے وقت وہ پکاڈلی سرکس میں جو لندن کا نہایت پرہجوم بازار ہے جا رہے تھے۔ اور دور تک انسانوں کا ایک دریا بہا چلا جا رہا تھا۔ اتنے میں فٹ پاتھ پر کسی کا ایک گرا ہوا بٹوا نظر آیا۔ ہر شخص اس بٹوے سے بچ کر نکلتا تھا۔ نہ کسی نے اسکو ٹھوکر ماری، نہ اسے اٹھانے کی کوشش کی ــــ اتنے میں ایک پولیس مین نے بٹوا دیکھا، اسے اٹھا کر سر سے اونچا کیا اور پکارنا شروع کیا کہ یہ کس کا بٹوا ہے؟ اپنی جیبیں ٹٹول کر دیکھو ــــ ایک منٹ کے بعد ایک شخص نے پکار کر کہا کہ یہ بٹوا میرا ہے۔ سپاہی نے وہ بٹوا اس کی طرف پھینک دیا۔ اور قصہ ختم ہوا۔

ہمارے ملک میں ایسا واقعہ ہوا ہوتا تو اول تو بعض لوگ اس بٹوے کو ٹھکراتے ٹھکراتے نامعلوم کہاں سے کہاں لے جاتے اور غائب کر دیتے لیکن اگر اس میں کامیاب نہ ہوتے تو سپاہی کے اعلان پر شاید دس آدمی اس بٹوے کو اپنا بتاتے اور سپاہی کی جان عذاب میں ہو جاتی اس کے علاوہ یہاں کے سپاہی بھی "محض میرا ہے" کہنے پر وہ بٹوا کسی شخص کے حوالے نہ کرتے بلکہ وہ بٹوا تھانے میں پہنچ جاتا اور جو کچھ ہوتا اس کا اندازہ ہر پاکستانی آسانی سے لگا سکتا ہے

ایک اور صاحب نے ذکر کیا کہ ایک دفعہ میں نے لندن کی ایک دکان سے چند چیزیں خریدیں اور لے کر گھر کو چل دیا۔ گھر پہنچ کر معلوم ہوا کہ مفلر نہیں ہے۔ خیال آیا شاید رستے میں گر گیا ہوگا۔ بات آئی گئی ہوئی۔ کوئی دس گیارہ مہینے کے بعد اتفاق سے پھر اسی دکان پر آنا پڑا تو وہ فروش لڑکی بار بار مجھے گھور رہی ہے، تعجب ہوا ــــ آخر اس نے کہا کہ آپ کوئی دس گیارہ مہینے پہلے یہاں آئے تھے۔ اور اپنا مفلر یہاں بھول گئے تھے۔ وہ میرے پاس پڑا ہے لیتے جائیے گا۔ یعنی اس لڑکی نے دس گیارہ مہینے نہ صرف اس مفلر کی حفاظت کی بلکہ خریدار کا چہرہ بھی یاد رکھا۔ تاکہ جب کبھی وہ واپس آئے تو مفلر اس کے حوالے کر دیا جائے۔

معلوم ہوا کہ انگلستان میں ایک فنڈ کھولا گیا جسکو کانشنس منی فنڈ کہتے تھے۔ بعض لوگ ضمیر و ایمان کے اعتبار سے انتہائی دیانتدار ہوتے ہیں۔ مثلاً ایک شخص کے ضمیر پر اس خیال کا بوجھ پڑا ہوا ہے کہ میں نے آج سے اتنے سال پہلے فلاں آدمی سے سو روپے بطور رشوت لئے تھے۔ جس کا مجھے کوئی حق نہ تھا۔ مجھے یہ رقم اسکو واپس دینی چاہیئے۔ ورنہ میرا ضمیر برابر مجھے ملامت کرتا رہے گا۔ اب وہ شخص مر گیا ہے یا اس کا سراغ کہیں نہیں ملتا، کہا گیا کہ جس شخص کے ضمیر پر کوئی ایسا بوجھ ہو کہ اس نے لین دین میں کسی کے ساتھ دغابازی یا ناانصافی کی تھی، وہ خود ہی رقم مقرر کر کے اس فنڈ میں داخل کر دے، اور اپنے ضمیر کا بوجھ ہلکا کر لے۔ سنا ہے کہ پہلے ہی سال اس فنڈ میں گمنام آدمیوں نے جو رقوم ڈالیں ــــ ان کی مقدار ایک ملین یعنی دس لاکھ پونڈ سے زیادہ تھی۔

ذرا خیال فرمایئے، ان لوگوں کا ایمان کس قدر زندہ ہوگا جنہوں نے محض اپنے ضمیر کا بوجھ ہلکا کرنے کی غرض سے مختلف رقمیں چپ چاپ اس فنڈ میں داخل کر دیں۔ اور اپنا معاملہ اپنے خالق و مالک کے ساتھ صاف کر لیا۔ اگر اس قسم کا فنڈ ہمارے ملک میں کھولا جائے تو کیا اس میں ایک پیسے کی آمدنی بھی متوقع ہو سکتی ہے ؟

لاہور اور کراچی میں برطانیہ اور امریکہ کے دفاتر اطلاعات نے اپنی لائبریریاں قائم کر رکھی ہیں۔ جن میں زیادہ تر وہ کتابیں محفوظ ہیں جن سے انگریزی اور امریکی ادب اور معاشرت اور ثقافت کے متعلق معلومات حاصل ہوتی ہیں۔ یہ کتابیں پڑھنے والوں کو نہایت فراخ دلی سے تقسیم کی جاتی ہیں۔ لیکن ان میں بہت ہی کم ایسے پاکستانی ہیں جو پڑھنے کے بعد کتاب واپس کرتے ہوں، آخر اب شنا ہے کہ ان لائبریریوں کے مہتمم ہر شخص کو کتاب دیتے وقت اس سے کوئی شخصی ضمانت طلب کرتے ہیں، ظاہر ہے کہ اس بد دیانتی، چوری اور بدمعاملگی کو دیکھ کر بیرونی ملکوں کے باشندے ہمارے متعلق کتنی ذلیل کن رائے قائم کرتے ہوں گے۔

ایک تازہ خبر ہے، جو دراصل اس مضمون کے لکھنے کی محرک ہوئی کہ پچھلے دنوں یونکرز (امریکہ) کے سنٹرل نیشنل بنک کے کارپردازوں نے یہ دیکھا کہ بے شمار لوگ بنک میں ریزگاری لینے آتے ہیں اور اس میں ان کا بہت سا وقت ضائع ہو جاتا ہے تو انہوں نے انسانی دیانت پر اعتبار کر کے بنک کی عمارت کے برآمدوں میں چھوٹی ریزگاری کے بڑے بڑے پیالے بھر کر رکھ دیئے اور یہ اعلان لکھ کر لگا دیا کہ اپنا روپیہ فلاں بکس میں ڈال دیجئے اور اس کی ریزگاری گن کر پیالے سے اٹھا لیجئے۔

لوگ دن بھر ریزگاری لینے آتے رہے۔ جب شام کو بنک کا حساب کتاب بند ہوا تو ایک پیسے کا فرق نہ تھا، لوگ جتنے روپے ڈال گئے تھے بس اس کے برابر ہی ریزگاری لے گئے تھے۔ اگر یہ انتظامات ہمارے ملک میں کئے جائیں تو زیادہ تر یہی ہوگا کہ ریزگاری چپ چاپ اٹھا لی جائے۔ اور لوگ روپے ڈالنا بھول جائیں گے۔

میں یہ نہیں کہتا کہ یورپ اور امریکہ میں چور اور ڈاکو نہیں ہیں۔ ضرور ہیں، لیکن یورپی عوام چھوٹے چھوٹے کمینہ جرائم کو روا نہیں رکھتے۔ خصوصاً جو امور اجتماعی بہبود سے تعلق رکھتے ہیں ان کے ساتھ کبھی دغابازی نہیں کرتے۔ ہوٹلوں میں، ریلوے اسٹیشنوں پر، ریل گاڑیوں میں کوئی شخص اپنے سوٹ کیسوں اور ٹرنکوں کو قفل نہیں لگاتا اور کوئی شخص ان کو کھول کر ان سے چیزیں نہیں چراتا۔ یہ باتیں وہاں عام سے عام اور غریب سے غریب آدمی کے دماغ میں بھی نہیں آ سکتیں۔ کیونکہ ان کی تربیت ہی اس اصول پر ہوئی ہے کہ "خود جیو اور دوسروں کو جینے دو"۔

پاکستان کے دوکانداروں، تاجروں، افسروں، طالبعلموں اور دوسرے شہریوں کو بطور خاص اس امر کی طرف توجہ کرنی چاہیئے کہ دیانت کو ہر چیز پر مقدم رکھا جائے۔ اور چوری کا تصور مٹا دیا جائے، اگر دوسرے ملکوں کے لوگ ایسی فضا پیدا کرنے میں کامیاب ہو چکے ہیں تو پاکستانی کیوں نہیں ہو سکتے، اور اگر ہم اپنی زندگیوں کو اس سانچے میں ڈھالنے کے قابل ہی نہیں ہیں تو پھر ہمیں اسلام، اخلاق، آزادی کے نعرے لگانے کا کیا حق پہنچتا ہے ؟

ضرورت رشتہ

(۱)

امام صاحب انچارج برلن مشن کے ناطے کے لئے ایک ایسی احمدی خاتون کی ضرورت ہے جو انگریزی بول سکتی ہو۔ پابند صوم و صلوٰۃ اور مسائل دینیہ سے واقف ہو۔ یہ رشتہ بہت مبارک ہوگا کیونکہ اس سے مشن کو تقویت پہنچے گی۔ رہائش کے لئے اعلیٰ گھر اور بڑی جگہ موجود ہے۔ امام صاحب موصوف کی عمر ۳۰ - ۳۵ سال اور بڑے نیک اور متقی بزرگ ہیں۔ جو صاحب رشتہ دیں گے ان کا بھی احسان ہوگا کیونکہ یہ ایک قومی ضرورت کا پورا کرنا ہے۔

(۲)

ایک احمدی سید کے لئے رشتہ کی ضرورت ہے جن کی عمر ۵۰ سال سے کم ہے۔ پہلی بیوی فوت ہو چکی ہے۔ اولاد کوئی نہیں۔ سردست -/۱۷۵ ماہوار تنخواہ لے رہے ہیں۔ محکمہ نہر میں ملازم ہیں۔ اگر کوئی بیوہ خاتون ہو تو کوئی حرج نہیں۔ ضرورت مند اصحاب مجھ سے خط و کتابت کریں۔ والسلام

مرتضیٰ خان۔ اسسٹنٹ سیکرٹری

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام۔ لاہور

بچوں کا صفحہ

ہمارے نبیؐ کی دُعا کا اثر

حضور صلعم کے خادم حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک سال بارش نہ ہوئی۔ خشک سالی کی وجہ سے لوگوں کو بہت تکلیف ہو رہی تھی۔ عین اس وقت جبکہ حضور صلعم جمعہ کا خطبہ فرما رہے تھے۔ ایک دیہاتی نے کھڑے ہو کر عرض کی "یا رسول اللہ! مال برباد ہو گئے اور بال بچے سخت تکلیف میں ہیں۔ حضورؐ ہمارے لئے دُعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ ہمارے حال پر رحم فرمائے۔ اور بارانِ رحمت کا نزول ہو" حضورؐ نے فوراً دونوں ہاتھ اُٹھائے اور دعا فرمائی اُس وقت آسمان پر بادل کا ایک ٹکڑا بھی نہ تھا۔ لیکن قسم ہے اس ذات کی جس کے اختیار میں میری جان ہے کہ حضورؐ نے ابھی دونوں ہاتھ نہیں چھوڑے تھے کہ بادل آسمان پر پہاڑ کی طرح پھیل گیا۔ اور ابھی حضور منبر سے نیچے نہیں اُترے تھے کہ بارش کی بوندوں سے حضورؐ کی ریش مبارک تر ہو گئی۔ اور اس دن متواتر بارش ہوتی رہی۔ اور دوسرے دن بھی ہوئی۔ یہاں تک کہ دوسرے جمعہ تک بارش کا سلسلہ جاری رہا۔ پھر وہی شخص یا کوئی دوسرا شخص کھڑا ہوا اور عرض کی "یا رسول اللہ! بارش اس قدر زیادہ ہوئی ہے کہ مکانات گرے جاتے ہیں حضورؐ ہمارے لئے دعا فرمائیں کہ بارش بند ہو" تب حضور نے دونوں ہاتھ اُٹھائے اور اس طرح سے دُعا فرمائی:- "یا اللہ ہمارے اطراف میں برسا اور ہم پر نہ برسا یا اللہ! ٹیلوں بلندیوں نالوں اور درختوں کے اُگنے کی جگہ پر برسا" راوی کا بیان ہے کہ حضورؐ کے دُعا مانگنے پر آسمان بالکل صاف ہو گیا۔ اور جب ہم مسجد سے نکلے دھوپ چمک رہی تھی۔

پیارے بچو! اس بیان سے تم سمجھ سکتے ہو کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے کس قدر پیارے انسان تھے۔ خدا آپ کی دعائیں قبول کرتا تھا۔ یہ تو صرف ایک ہی واقعہ ہے ورنہ ایسے کئی واقعات ہیں کہ حضورؐ نے دُعا کی اور خدا نے قبول فرمائی۔ جو باتیں بظاہر ناممکن نظر آتی تھیں وہ بھی آپؐ کی دُعا سے ممکن ہو گئیں۔

جب آپؐ مکّہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کر کے تشریف لے جا رہے تھے رستہ میں ایک جگہ آپؐ کو ٹھہرنا پڑا۔ وہاں ایک بڑھیا کا مکان تھا۔ آپؐ نے دیکھا کہ ایک کونے میں ایک دُبلی سی بکری بندھی ہے۔ آپؐ نے مکان والی سے پُوچھا کیا یہ دودھ دیتی ہے اس نے کہا کہ مدت سے دودھ نہیں دیتی۔ تب حضورؐ نے دُعا کر کے اس کا دُودھ دوہنا شروع کیا خدا کی حکمت سے اس قدر دودھ نکل آیا کہ سب کنبہ والوں نے سیر ہو کر پیا اور پھر بھی بچ رہا۔ اس خاتون نے حضورؐ کا یہ معجزہ دیکھا تو وہ اپنے چھوٹے بچے کو لے آئی اور عرض کی حضورؐ یہ میرا بچہ ہے جو گونگا ہے وہ بول نہیں سکتا۔ حضورؐ دعا فرمائیں کہ یہ بولنے لگ جائے تب حضورؐ نے دُعا کی۔ خدا کے فضل و کرم سے وہ بچہ بولنے لگ گیا۔ اسی طرح بے شمار واقعات ہیں کہ حضورؐ کی دُعا سے بڑی بڑی ناممکن باتیں ممکن ہو گئیں۔

حضورؐ نے اپنی امت کے لئے بھی دعائیں فرمائی ہیں۔ لیکن وہ دعائیں تبھی ہم کو لگ سکتی ہیں کہ ہم حضورؐ نے کہا
ص پر چلیں۔ اگر ہم حضورؐ کے حکموں پر چلیں گے تو ہم پر خدا کے بڑے بڑے فضل ہوں گے اور ہم سب پر غالب آ جائیں گے۔ اور دین و دنیا میں عزت پائیں گے۔ آؤ آج سے ہم عہد کریں کہ ہم اپنے پیارے نبیؐ کے حکموں کو سر آنکھوں پر رکھیں گے اور وہی کریں گے جو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا اور ان باتوں سے رکیں گے جن سے آپؐ نے روکا ہے۔

اسلامی عدالت میں
چھوٹے بڑے کی کوئی تمیز نہیں

خلیفہ منصور مدینہ میں تھے کہ بعض شتربانوں نے ان کے خلاف قاضی کی عدالت میں دعویٰ کر دیا۔

قاضی نے بلا تامل خلیفہ کو عدالت میں بلا بھیجا۔ خلیفہ صاحب تشریف لائے قاضی اپنی جگہ پر حسب سابق بیٹھا رہا اور ذرا پروا نہ کی کہ خلیفۂ وقت آیا ہے ان کی تعظیم بجا لائے۔ وہ ایک مجرم کی حیثیت میں آیا تھا اور اسلامی عدالت میں چھوٹے بڑے کی کوئی تمیز نہیں۔ قانون کے سامنے سب برابر ہیں۔ قاضی نے طرفین کے بیانات سُنے۔ اور شہادتوں سے ثابت ہوا کہ شتربانوں کا دعوےٰ راستی پر مبنی ہے اور خلیفہ قصوروار ہے۔ قاضی نے خلیفہ کے خلاف فیصلہ دیا۔ کیا خلیفہ اس پر ناراض ہوا۔ ہرگز نہیں۔ ناراضی تو درکنار وہ قاضی کے انصاف سے بہت خوش ہوا۔ اور اس کی اخلاقی جرأت کی تعریف کی۔ اور فرمایا کہ قاضی کو اسی طرح سے انصاف کا پابند ہونا چاہیئے اور قانون کے سامنے چھوٹے بڑے کا خیال ہرگز نہیں کرنا چاہیئے۔

اگرچہ خلیفہ منصور کا زمانہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے بہت دُور کا زمانہ تھا۔ اور مسلمانوں میں کافی اخلاقی اور روحانی کمی واقع ہو چکی تھی تاہم عدل و انصاف کا پورا پورا پاس رکھا جاتا تھا۔ قاضی عدالت کی کُرسی پر بیٹھ کر کسی بے انصافی کا ارتکاب کرنا گناہ عظیم سمجھتا تھا اور مظلوم کی دادرسی اپنا فرض سمجھتا تھا۔ انصاف کے معاملے میں وہ بڑے سے بڑے انسان کی پروا نہیں کرتا تھا۔

اسلامی تاریخ ایسے واقعات سے پُر ہے کہ ایک غریب عورت بھی اگر بادشاہ کے خلاف فریاد کرے تو اس کی دادرسی کی جاتی تھی۔ انصاف کے دروازے سب کے لئے کھلے تھے ظالم سے ظالم بادشاہ کو بھی قاضی کے فیصلہ کے سامنے سر جھکانا پڑتا تھا یہ وہ خصوصیت تھی جو محض اسلام کے نام لیواؤں میں پائی جاتی تھی۔ اسی قسم کی خصوصیتوں کیوجہ سے اسلام دنیا میں پھیلا اور لوگوں نے اس کو بہت بڑی نعمت خیال کر کے اس کو سر آنکھوں پر رکھا اور اس کو دل میں جگہ دی۔

حضرت امیر رحمۃ اللہ علیہ کی تالیفات کی قبولیت اور ان کا اثر

حضرت مرحوم کی سوانح حیات عربی میں

سید تصدق حسین صاحب قادری کی تبلیغی ڈائری کا ایک ورق

۲۲ر فروری ۱۹۵۲ء جمعہ - ۲۶ر جمادی الاول - ایس اولا ساما اور گیبو کے ڈاکٹر مصطفےٰ ...لدی اور السید سیدہ شعبان بکن کو پروف اور شیخ بدرالدین انصاری اسکندریہ کو فیکٹ احمدیہ مومنٹ ...استاد عبدالمنعم النمر الطائف الحجاز کو "عمر العظیم" ڈاک سے بھجوایا - ہوائی ڈاک سے استاد وھبی سلیمان کا دمشق سے خط ملا - شام کو جمعیت ایاکستانیہ ہز ایکسیلنسی آغا محمد مصطفےٰ وزیر مفوض پاکستان کے اعزاز میں عصرانہ چائے کی دعوت کا انتظام کیا گیا تھا - خاکسار بھی شامل ہوا اچھی صحبت رہی۔

۲۷ر جمادی الاول - ۲۳ر فروری - سنیچر - حضرت مولانا سید عزیز بخش صاحب لاہور کے خط مرقومہ ۱۲ر فروری کا جواب دیا یعنی تبلیغی ڈائری کے اوراق اور عبدالصمد صاحب برقی کی نظم کی کاپی بھجوائی خط ہوائی ڈاک سے ارسال ہوا - جناب سیکرٹری صاحب مرکز لاہور کو کتاب الدین الاسلامی ایک نسخہ رجسٹری بھجوایا - ووکنگ سے مولانا شیخ محمد عبداللہ صاحب کا خط مرقومہ ۱۹ر فروری بذریعہ ہوائی ڈاک ملا - استاذ علی محمد سرطاوی نے آج "ذکری مولانا محمد علی" کا کتابی صورت میں مسودہ تیار کر کے لے آئے جزاہم اللہ - اب اس کی طباعت کے اخراجات کا تخمینہ لے کر عزیزم سجوانی صاحب کو مطلع کروں گا - تصاویر کے ونین بلاک بھی بنوائے جائیں گے - استاذ موصوف کا شکریہ ادا کیا - انہیں ٹریکٹ فیکٹ احمدیہ مومنٹ دیا - اخویم ابراھیم بھائی بصرہ کو خط لکھا - عزیزم محمد سعید کھبہ صاحب سیالکوٹ کا خط مرقومہ ۱۷ ہوائی ڈاک سے ملا - عزیز موصوف نے اخباریں ...... میری علالت کا پڑھ کر استفسار فرمایا ہے جزاہم اللہ خیرا - استاذنا محمد حسین کو اسلامی کیلنڈر دیا - استاذ صالح الشاجی محامی کو لائٹ عدد ڈاک سے بھجوایا - ۲۸ر جمادی الاول ۲۴ر فروری بروز اتوار مجلہ الرسالۃ مصریہ جو قاہرہ سے نکلتا ہے اس کے عدد ۹۷۲ مجریہ ۱۸ فروری ۱۹۵۲ء کے صفحہ ۲۰۱ پر استاذ محمد محمود زیتون کاتب المصری الشہیر کے قلم سے کتاب محمد رسول اللہ ترجمہ محمد دی پرافٹ پر ایک زبردست اور گرانقدر تبصرہ شائع ہوا ہے

اس عظیم المرتبت کاتب نے حضرت مولانا محمد علی قدس سرہ کے متعلق جو اظہار خیال فرمایا ہے وہ اس قابل ہے کہ نہ صرف علمائے پاکستان اس پر غور کریں بلکہ علمائے عالم اسلامی کو اس کی جانب توجہ کی ضرورت ہے - میرے آقا محمد علی مرحوم کی تالیفات کی قبولیت اور اس کا اثر مقالہ بذا سے ظاہر ہے - انشاء اللہ یہی تالیفات انسانیت کو موجودہ آگ سے بچا لے اور سلامتی سے پار اتارنے میں کام دیں گی - لاہور کراچی بصرہ ایک ایک کاپی بھجوائی - اخویم سید عابد علی صاحب نمالقین کو پیغام صلح ۲ اور فیکٹ" ...... استاذ وھبی سلیمان دمشق کو اسلام دی ریلیجن آف ہیومینٹی ڈاک سے بھجوایا - اخویم عزیز مولوی محمد سعید بلاڈ سیالکوٹ کو ان کے دو خط کا جواب ہوائی ڈاک سے دیا - مطبع سوکتب "ذکری مولانا محمد علی" کے اخراجات کا تخمینہ (ساٹھ پاؤنڈ کے قریب) آگیا - پندرہ پونڈ پیشگی بھیجے جو اخویم ابراھیم آدم صاحب سجوانی کے حساب میں ان کے آفس سے لئے گئے - اس کی اطلاع بذریعہ خط سجوانی صاحب کو بھجوائی - استاذ عبدالرزاق حسینی ملاحظ مصرف الوطنی کو اسمٰعیل بھائی کے ہاتھ لائٹ بھجوایا۔

۲۹ر جمادی الاول ۲۵ر فروری ۱۹۵۲ء بروز پیر - استاذ محمد رجب البیومی البوتیج مصر اور السید عبداللہ الحصین الطائف الحجاز کو عمر العظیم اور استاذ الملازم السید خشبہ قاہرہ کو فیکٹ مومنٹ ڈاک سے بھجوایا - آج ۱۲ بجکر دس منٹ پر سورج کو گرہن لگا ڈیڑھ بجے تک رہا - کوئی آدھے سے زیادہ گرہن لگا ہوا تھا - دو رکعت کسوف الشمس ادا کیا - اور بارگاہ الٰہی میں دعا کی کہ وہ ارحم الراحمین مجھے اور سارے مسلمانان عالم کو ہر آفت و بلا سے محفوظ رکھے اور مجدد زمان علیہ السلام کی تعلیم سے فیض حاصل کرنے کی توفیق بخشے آمین۔

۳۰ر جمادی الاول ۲۶ر فروری بروز منگل - اخویم عبدالصمد صاحب برقی جاپانیہ کے خط کا جواب دیا اور تبلیغی ڈائری کے تین ورق بھجوائے - السید مدحت حافظ قاہرہ کو لائٹ عدد ۱ خاص نمبر اور حبیب الرحمٰن صاحب حیدرآباد کو فیکٹ ...... مومنٹ بھجوایا ٭٭٭

اِقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ

ایک مسجد پر لکھنے کی فرمائش پر چند فی البدیہہ اشعار

حامد الوآرتی - کالا لپور

اگر چاہتے ہو تم اپنی نجات ٭ تو ہو جاؤ پابند صوم و صلوٰۃ
غنیمت ہے یہ چند روزہ حیات ٭ اقیموا الصلوٰۃ و اٰتوا الزکوٰۃ
کرو فکرِ زادِ رہِ آخرت ٭ زمانہ کی ہر چیز ہے بے ثبات
بچو شرک سے اور الحاد سے ٭ کہ پوجا کے لائق خدا کی ہے ذات
و املی لھم ان کیدی متین ٭ ہے دشوار بجز طاعت حق نجات
ہے مطلب یہی صبغۃ اللہ کا ٭ کہ پیدا کرو تم خدا کی صفات
جہنم کا ہرگز نہیں ان کو ڈر ٭ جو ہیں خادم سرور کائنات
عمل کام آئیں گے حامد وہاں
ہے سو بات کی بس یہی ایک بات

سندھ میں تبلیغ

حافظ عبدالرشید صاحب مبلغ سندھ رقمطراز ہیں :-

مسٹر جان محمد صاحب کی دعوت پر جو انہوں نے اپنے بھتیجے کی نکاح خوانی کے سلسلہ میں احقر کو دی تھی - بخشاپور اپر سندھ جانا پڑا - وہاں دو اور مولوی صاحبان بھی مدعو تھے - مختلف مضامین پر تقاریر ہوتی رہیں - احقر نے بعنوان "مذاہب عالم پر ایک لمحہ فکریہ" تقریر کی جو بحمداللہ دوسروں کی نسبت بہت ہی پسند کی گئی اگرچہ نکاح خوانی کی رسم تو مولوی غلام رسول صاحب نے ادا کی مگر خطبہ نکاح کے متعلق احقر کو ہی منتخب کیا گیا - احقر نے فرائض زوجین کے علاوہ عورت کے مقام کو بھی واضح کیا جس پر حاضرین خاص طور پر متاثر ہوئے - علی محمد خان بلوچ خاص طور پر متاثر ہوئے - چنانچہ انہوں نے سلسلہ میں داخل ہونے کی استدعا کی اور ساتھ ہی کہا کہ بزرگان سلسلہ سے ملاقات کا شرف حاصل ہو اور مرکز کا کام دیکھنے کی بھی خواہش ظاہر کی - یہ شخص بہت ہی معقول اور سمجھدار ہے - اسپاں کا بڑا تاجر ہے - امید ہے کہ سلسلہ کو اس شخص کے داخلہ سے بہت تقویت ملے گی۔

(۲) خسارہ بجٹ کے سلسلہ میں ۵۲/ روپے کی رقم وصول کر کے بھجوائی ہے، امید ہے دیہات کی تبلیغ بہ نسبت بلاد کے زیادہ بار آور ثابت ہو گی۔

(۳) ہمارے مخیر بزرگ حاجی محمد عظیم صاحب زمیندار نواب شاہ کے فرزند محمد سلطان ۱۵-۱۶ روز سے فالج میں مبتلا ہیں ان کی صحت کے لئے احباب سے التماس ہے کہ درد دل سے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ حاجی صاحب کے لخت جگر کو صحت کاملہ عاجلہ عطا فرمائے۔

پیغام صلح مورخہ ۱۲ر مارچ ۵۲ء - رجسٹرڈ - ایل نمبر ۸۳۸ - شمارہ نمبر ۱۰

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۱۳۸

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

فون نمبر ۳۷۷۴

لوائے ما پنہ ہر سعید خواہد بود ندائے فتح نمایاں بنام ما باشد

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

ہم تو رکھتے ہیں مسلمانوں کا دیں
دل سے ہیں خدام ختم المرسلیں
شرک اور بدعت سے ہم بیزار ہیں
خاکِ راہِ احمدِ مختار ہیں
سارے حکموں پر ہمیں ایمان ہے
جان و دل اس راہ پر قربان ہے
تم ہمیں دیتے ہو کافر کا خطاب
کیوں نہیں لوگو تمہیں خوف عقاب

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا ہفتہ وار ارگن

پیغام صلح

سالانہ چندہ پاکستان سے چھ روپے
ہندوستان سے ۸-۱۲-۰ روپے

ایڈیٹر
دوست محمد

سالانہ چندہ ممالک غیر سے
۲۳ شلنگ

جماعت احمدیہ لاہور کی تعلیمی خصوصیت

۱- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا۔
۲- کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۳- قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں نہ آیندہ ہوگی۔
۴- سب صحابہ اور آئمہ قابل احترام ہیں سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے
۵- اسلام تمام دنیا پر غالب آئے گا۔

جلد ۴۰ | یوم چہارشنبہ مورخہ ۲۲ جمادی الثانی ۱۳۷۱ھ - ۱۹ مارچ ۱۹۵۲ء | نمبر ۱۱

میں اسلامی برادری میں کیوں شامل ہوا؟

موجودہ مصیبت زدہ دنیا کے مشکل مسائل کا حل اسلام میں!

قارئین کرام کو معلوم ہے کہ ہالینڈ میں ہمارا ایک مشن چند سالوں سے قائم ہے، جو ہمارے صاحب صدر الحاج میاں محمد صاحب کے زیر سرپرستی اور آپ کے ذاتی خرچ پر چل رہا ہے۔ ذیل کا مضمون اسی مشن کے تبلیغی اثرات کا نتیجہ ہے، جو امید ہے خاص دلچسپی سے پڑھا جائے گا:

مختلف قسم کی وجوہات کی بناء پر میں نے جنوری ۱۹۵۲ء میں اسلام قبول کرنے کا فیصلہ کیا، دوسری جنگ عظیم میں میں بلوغت کی عمر کو پہنچ چکا تھا اور ۱۹۴۵ء کے بعد میں نے اپنے دل کو ایسی بے اطمینانی کی حالت میں پایا جو موجودہ مغربی یورپ کے بہت سے نوجوانوں کا خاصہ ہو چکی تھی، میں رومن کیتھولک چرچ کا ایک ممبر تھا مگر میں نے کبھی اپنے آپ کو ایک سچا عیسائی کہنے کی جرأت نہیں کی، کیونکہ میں ایک ایسی غیر متوازن حالت میں مبتلا تھا، جو میرے فکر و دانش پر اور ان بہت سے غیر معقول معتقدات پر (جو عیسائی ہونے کے باعث مجھے ماننے ضروری تھے) میرے ایمان کے مابین ایک مسلسل کشمکش کا موجب تھی۔

مسیحی معتقدات پر تبادلۂ خیالات

کئی سال تک میں مطالعہ اور پادریوں کے ساتھ تبادلۂ خیالات کے ذریعہ سے اس خلیج کو پُر کرنے کی کوشش کرتا رہا جو میری عقل و فہم اور ایمانیات کے مابین حائل تھی، پیدائشی گناہ، تثلیث، اور کفارہ وغیرہ جیسے معتقدات میرے اندرونی شکوک و شبہات کا مسلسل سرچشمہ بنے رہے اور مجھے ایک اچھی متوازن شخصیت بننے سے روکتے رہے۔

عہدِ حاضر کے مسائل اور مسیحیت

اس کے ساتھ ہی عہدِ حاضر کے پیدا شدہ مسائل کے متعلق تمام مسیحی دنیا کا عملی رویہ بھی میرے لئے تلخ ترمایوسی کا موجب ہوا، سوشل تعلیمات کا فقدان (جس کا آخری نتیجہ یہ ہے کہ مذہب کو رد کر کے ایک غیر متوازن زندگی کی صورت پیدا ہو جاتی ہے) ہزارہا مغربی لوگوں کو موجودہ زمانہ کی اس تاریک خیالی کی طرف لے جانے کا موجب ہے۔ مسیحی کلیساؤں کا ایک دوسرے کے مذہبی نظام کے خلاف استدلال کرتے ہوئے غیر روادارانہ طریق عمل اختیار کرنا بھی نسل انسانی کی عالمگیر برادری پیدا کرنے کا موجب نہیں ہو سکتا۔

مسیحی کلیساؤں کا یہ بزدلانہ رویہ اور عموماً ان لوگوں کے ساتھ ان کی کھلی رفاقت جو نسلی امتیاز کے حامی ہیں مسیحیت کی اس ہدایت کے بالکل خلاف ہے، جو اپنی ہم جنس مخلوقات کے ساتھ محبت رکھنے کے بارہ میں دی گئی ہے۔

اسلام کا مطالعہ اور ہالینڈ مشن سے تعلق

کئی پہلوؤں میں دلچسپی لینے اور ایک سچے مذہب کی مسلسل تلاش نے اسلامی لٹریچر سے اور اسلامک مشن ایمسٹرڈم (ہالینڈ) سے بہت جلد میرا تعلق پیدا کر دیا۔ قرآن کریم کا ارشاد ہے اِن من امة الا خلا فیها نذیر۔ کوئی ایسی قوم نہیں جس میں کوئی ڈرانے والا نہ آیا ہو۔ اس آیت کا مجھ پر بہت گہرا اثر ہوا، یہ آیت اسلام کے عالمگیر ہونے، اور اس لحاظ سے سطح ارض کے تمام مذاہب پر فوقیت رکھنے کا کھلا ثبوت ہے۔ ایسی آزادانہ تعلیم جو ہمیں دوسرے انبیاء کی تعلیمات کی عزت کرنا سکھاتی ہے کسی دوسرے مذہب میں نہیں مل سکتی، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے کہ اطلبوا العلم ولو کان بالصین مجھے سمجھ آگیا کہ اسلام سائنس کا حامی ہے، اور یہ وہ چیز ہے جو کلیسائیت کی تاریخ میں ملنی مشکل ہے۔

کل مذاہب کی تکمیل کرنے والا مذہب

اسلام کا زیادہ گہرا مطالعہ کرنے سے مجھے یہ صاف طور پر معلوم ہو گیا کہ اسلام مذہبی، اخلاقی اجتماعی، اقتصادی، سیاسی اور قانونی ضوابط کا مجموعہ ہے، یہ مذہب ان تمام سوالات کا تسلی بخش جواب دیتا ہے جو سوسائٹی سے تعلق رکھتے ہیں۔ ایسا مذہب میری ناقص رائے میں تمام دوسرے عقائد و مذاہب کی سچی تکمیل ہے۔

میرا مقصد

یہ وہ خیالات ہیں جن کی وجہ سے میں اسلام کا حلقہ بگوش ہو گیا ہوں اور اسکو اپنے مذہب کے طور پر منتخب کر لیا ہے اور میں نے اپنا یہ مقصد ٹھہرا لیا ہے کہ اپنے ہم جنس لوگوں کو جو موجودہ مصیبت زدہ دنیا کے مشکل مسائل کی الجھنوں میں پھنسے ہوئے ہیں یہ بتاؤں کہ صرف اسلام ہی ایک مذہب ہے جو موجودہ زمانہ کی ظلمت و تاریکی کو دور کر کے نور اور روشنی میں لے آتا ہے۔

فیصل ڈبلیو جبسن ایمسٹرڈم (ہالینڈ)
۲۲ فروری ۱۹۵۲ء

قرضہ حسنہ فنڈ

قرضہ حسنہ فنڈ کے متعلق گزشتہ شبوع میں اعلان کیا جا چکا ہے کہ جماعت کے ضرورت مند اصحاب کی اعانت کیلئے انجمن کی زیر نگرانی اس فنڈ کو قائم کرنے کی تجویز کی گئی ہے اس کے متعلق احباب کرام کی رائیں اور مستطیع اصحاب کی طرف سے مالی اعانت کی اطلاعات جلد آنی چاہئیں۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ ارشادات

شیخ غلام قادر صاحب احمدی بلڈنگز لاہور

مزعومہ بین الاقوامی اتحاد کے متعلق ایک پیشگوئی

وعن معاذ بن جبل ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال یکون فی اٰخر الزمان اقوام اخوان العلانیۃ اعداء السریرۃ فقیل یارسول اللہ وکیف یکون ذالک قال برغبۃ بعضھم الی بعض ورھبۃ بعضھم من بعض۔ مشکوٰۃ کتاب الرقاق

ترجمہ:۔ معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ روایت ہے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آخری زمانہ میں ایسی قومیں ہوں گی جو ظاہر میں تو دوست ہوں گی مگر اندرونی طور پر ایک دوسرے کی دشمن ہوں گی۔ لوگوں نے عرض کیا یارسول اللہ یہ کیسے ہوگا؟ حضور نے فرمایا ایک دوسرے سے فائدہ حاصل کرنے کی غرض سے بھی اور ایک دوسرے سے ڈرتے ہوئے بھی وہ اتحاد پر مجبور ہوں گی۔

نوٹ:۔ یہ ہمارے زمانہ کی مجلس اقوام متحدہ کا ہو بہو نقشہ ہے، جو بظاہر اقوام کے ...... باہمی اتحاد کی غرض سے قائم کی گئی ہے، لیکن اندرونی طور پر بعض قومیں بعض سے فائدہ اٹھانے کے لئے یا ایک دوسری کے ڈر سے بظاہر اتحاد اتحاد پکارتی ہیں۔ اور فی الحقیقت سب ایک دوسری کی دشمن ہیں۔

ریاء سے نیک اعمال کبھی شرک بن جاتے ہیں

وعن شداد بن اوس قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول من صلی یرائی فقد اشرک ومن صام یرائی فقد اشرک ومن تصدق یرائی فقد اشرک۔

رواھما احمد۔ مشکوٰۃ

ایضاً۔ یہ دونوں حدیثیں احمد سے مروی ہیں۔

ترجمہ:۔ شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے میں نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا کہ جو شخص دکھلانے کی نماز پڑھتا ہے مشرک ہے اور جو شخص دکھلانے کے روزے رکھتا ہے مشرک ہے اور جو شخص دکھلانے کی خیرات کرتا ہے مشرک ہے۔

ہبہ اولاد کے حق میں

وعن النعمان بن بشیر ان اباہ اتی بہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال یارسول اللہ انی نحلت ابنی ھذا غلاما فقال صلی اللہ علیہ وسلم اکل ولدک نحلتہ مثل ھذا قال لا قال فارجعہ اخرجہ الستۃ النحلۃ العطیۃ والھبۃ۔ (تجرید الصحاح جلد ششم)

ترجمہ:۔ نعمان بن بشیر سے روایت ہے کہ اس کا باپ اسے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا اور کہا یارسول اللہ صلعم میں نے اپنے اس لڑکے کو غلام بخشا ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کیا تم نے اپنی سب اولاد کو اس کی مثل عطا کیا ہے اس نے کہا نہیں۔ فرمایا اس کو پھیر لے یعنی یہ عطیہ یا ہبہ منسوخ کر دے۔

نازمت کر اپنے ایماں پر کہ یہ ایماں نہیں
اس کو ہیر امت گماں کر ہے یہ سنگ کوہسار
ایسے دل پر داغ لعنت ہے ازل سے تا ابد
جو نہیں اس کی طلب میں بے خود و دیوانہ وار

(مسیح موعودؑ)

پردہ اور اسلام

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایک تقریر

بسلسلہ اشاعت گزشتہ

عورتوں کی اصلاح کی ضرورت

اگر تم اپنی اصلاح چاہتے ہو تو یہ بھی لازمی امر ہے کہ گھر کی عورتوں کی اصلاح کرو۔ عورتیں بت پرستی کی جڑ ہیں کیونکہ ان کی طبائع کا میلان زینت پرستی کی طرف ہوتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ بت پرستی کی ابتدا انہیں سے ہوئی ہے بزدلی کا مادہ بھی ان میں زیادہ ہوتا ہے کہ ذراسی سختی پر ایک جیسی مخلوق کے آگے ہاتھ جوڑنے لگ جاتی ہیں اس لئے جو لوگ ان پرست ہوتے ہیں رفتہ رفتہ اُن میں بھی یہ عادتیں سرایت کر جاتی ہیں۔ پس بہت ضروری ہے کہ ان کی اصلاح کی طرف متوجہ رہو، خدا تعالیٰ فرماتا ہے:۔ اَلرِّجَالُ قَوَّامُوْنَ عَلَی النِّسَآءِ اور اسی لئے مرد کو عورت کی نسبت قویٰ زیادہ دیئے گئے ہیں۔ اس وقت جو نئی روشنی کے لوگ مساوات پر زور دے رہے ہیں اور کہتے ہیں کہ مرد اور عورت کے حقوق مساوی ہیں ان کی عقلوں پر تعجب آتا ہے، وہ ذرا مردوں کی جگہ عورتوں کی فوجیں بنا کر جنگوں میں بھیج کر دیکھیں تو سہی کہ کیا نتیجہ مساوی نکلتا ہے یا مختلف، ایک طرف تو اسے حمل ہی اور ایک طرف جنگ ہے وہ کیا کر سکے گی۔ غرضیکہ عورتوں میں مردوں کی نسبت قویٰ کمزور ہیں اور کم بھی ہیں اس لئے مرد کو چاہیئے کہ عورت کو اپنے ماتحت رکھے۔

آزادی اور بے پردگی فسق و فجور کی جڑ ہے

یورپ کی طرح بے پردگی پر بھی یہ لوگ زور دے رہے ہیں لیکن یہ ہرگز مناسب نہیں یہی عورتوں کی آزادی فسق و فجور کی جڑ ہے جن ممالک نے اس قسم کی آزادی کو روا رکھا ہے ذرا ان کی اخلاقی حالت کا اندازہ کرو۔ اگر اس آزادی اور بے پردگی سے اُن کی عفت اور پاکدامنی بڑھ گئی ہے تو ہم مان لیں گے کہ ہم غلطی پر ہیں۔ لیکن یہ بات بہت ہی صاف ہے کہ جب مرد اور عورت جوان ہوں اور آزادی اور بے پردگی بھی ہو تو ان کے تعلقات کس قدر خطرناک ہوں گے۔ بدنظر ڈالنی اور نفس کے جذبات سے اکثر مغلوب ہو جانا انسان کا خاصہ ہے پھر جس حالت میں کہ پردہ میں بے اعتدالیاں ہوتی ہیں اور فسق و فجور کے مرتکب ہو جاتے ہیں تو آزادی میں کیا کچھ نہ ہوگا۔

مردوں کی حالت بے پردگی کی مانع ہے

مردوں کی حالت کا اندازہ کرو کہ وہ کس طرح بے لگام گھوڑے کی طرح ہو گئے ہیں نہ خدا کا خوف رہا ہے نہ آخرت کا یقین ہے دنیاوی لذات کو اپنا معبود بنا رکھا ہے۔ پس سب سے اول ضروری ہے کہ اس آزادی اور بے پردگی سے پہلے مردوں کی اخلاقی حالت درست کرو اگر یہ درست ہو جائے اور مردوں میں کم از کم اس قدر قوت ہو کہ وہ اپنے نفسانی جذبات سے مغلوب نہ ہو سکیں تو اس وقت اس بحث کو چھیڑو کہ آیا پردہ ضروری ہے یا نہیں ورنہ موجودہ حالت میں اس بات پر زور دینا کہ آزادی اور بے پردگی ہو گویا بکریوں کو شیروں کے آگے رکھ دینا ہے۔ ان لوگوں کو کیا ہو گیا کہ کسی بات کے نتیجہ کو غور نہیں کرتے کم از کم اپنے کانشنس سے ہی کام لیں کہ آیا مردوں کی حالت ایسی اصلاح شدہ ہے کہ عورتوں کو بے پردہ ان کے سامنے رکھا جائے۔

پردہ فطرت کے مطابق ہے

قرآن شریف نے (جو کہ انسان کی فطرت کے تقاضوں اور کمزوریوں کو مدنظر رکھ کر حسب حال تعلیم دیتا ہے) کیا مسلک عمدہ اختیار کیا ہے۔ قُلْ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ یَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِھِمْ وَیَحْفَظُوْا فُرُوْجَھُمْ ذٰلِکَ اَزْکٰی لَھُمْ کہ تو ایمان والوں سے کہدے کہ وہ اپنی نگاہوں کو نیچا رکھیں اور اپنے سوراخوں کی حفاظت کریں یہ وہ عمل ہے جس سے ان کے نفوس کا تزکیہ ہوگا۔ فروج سے مراد شرمگاہ ہی نہیں بلکہ ہر ایک سوراخ جس میں کان وغیرہ بھی شامل ہیں اور اس میں اس امر کی مخالفت کی گئی ہے کہ غیر محرم عورت کا راگ وغیرہ سُنا جائے۔ پھر یاد رکھو کہ ہزار ہا تجارب سے یہ ثابت شدہ بات ہے کہ جن باتوں سے اللہ تعالیٰ روکتا ہے آخر کار انسان کو ان سے رُکنا ہی پڑتا ہے (تعدد ازدواج اور طلاق کے مسئلہ پر غور کرو)

ہر چہ دانا کند کند ناداں
لیک بعد از خرابی بسیار

(باقی بر صفحہ ۸)

پیغام صلح

جلد [illegible] | یوم چہارشنبہ - مورخہ ۲۲ جمادی الثانی ۱۳۷۱ھ | نمبر ۱۱

"حاسد خدا کا تصوّر"

اس مضمون کی قسط اوّل میں جو "اسلام اور احمدیت" کے عنوان سے گزشتہ شیوع میں درج ہو چکی ہے، علامہ اقبال کے اس بیان کی غلطی کو واضح کیا گیا تھا جس میں احمدیت کو باطنی طور پر اسلام کی رُوح اور مقاصد کے لئے مہلک قرار دیا گیا۔

علامہ اقبال کا دوسرا فقرہ جو احمدیت کی تردید میں بار بار پیش کیا جاتا ہے یہ ہے :-

"اس کا حاسد خدا کا تصوّر جس کے پاس دشمنوں کے لئے لاتعداد زلزلے اور بیماریاں ہوں۔ اس کا نبی کے متعلق نجومی کا تخیل اور اس کا رُوحِ مسیح کے تسلسل کا عقیدہ وغیرہ یہ تمام چیزیں اپنے اندر یہودیت کے اتنے عناصر رکھتی ہیں گویا یہ تحریک ہی یہودیت کی طرف رجوع ہے"

یہ مسلمانوں کے اس بہت بڑے فلسفی کا کلام ہے، جس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ اس نے اپنے شعروں میں اسلام اور قرآن کا مغز پیش کر کے مسلمانوں میں بیداری کی لہر پیدا کر دی ہے، ذرا غور کیجئے، اس فقرہ میں اسلام اور قرآن سے کس قدر بیگانگت اور جہالت کا ثبوت دیا گیا ہے۔ یہ کہنا کہ احمدیت ایک "حاسد خدا کا تصوّر" پیش کرتی ہے، کیونکہ اس کے پاس دشمنوں کے لئے لاتعداد زلزلے اور بیماریاں ہیں... یہ اس شخص کا کلام نہیں ہو سکتا جو قرآن سے ذرا بھی مَس رکھتا ہو۔ قرآن کریم نے انبیاء اور مامورین کو جہاں بشیر کہا ہے وہاں نذیر بھی قرار دیا ہے اور بے شمار مقامات پر زلزلوں کی خبر دی ہے، پہاڑوں کے نہس نہس ہو جانے کی پیشگوئی کی ہے، متعدد مواقع پر قحط، طوفان، سیلاب وغیرہ سے ڈرایا ہے، اور نبیوں کی زبان سے ان کے مخالفوں کے لئے دکھ دینے والے عذاب کی خبر سنائی ہے، بلکہ اعلان کیا ہے کہ ان کی تکذیب اور ایذارسانی کی وجہ سے ان کی بستیوں کو تہ و بالا کر دیا گیا، یا اور طرح طرح کے عذاب ان پر آئے۔

واغرقنا الذین کذبوا بایاتنا انهم کانوا قوماً عمین

ہم نے ان لوگوں کو جنہوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا غرق کر دیا، وہ بلاشبہ اندھی قوم تھی۔

(نوحؑ کے مخالفوں کے متعلق)

وقطعنا دابر الذین کذبوا بایاتنا وما کانوا مومنین

ہم نے ان لوگوں کی جڑ کاٹ دی جنہوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا اور وہ مومن نہ تھے۔

(ہودؑ کے مخالفوں کے متعلق)

فاخذتهم الرجفة فاصبحوا فی دارهم جٰثمین

زلزلے نے ان کو آن پکڑا سو وہ اپنے گھروں میں پڑے کے پڑے رہ گئے۔

(صالحؑ کے مخالفوں کے متعلق)

وامطرنا علیهم مطراً فانظر کیف کان عاقبة المجرمین۔

اور ہم نے ان پر ایک طوفان باراں نازل کیا پس دیکھ مجرموں کا انجام کیسا ہوا۔

(لوطؑ کے مخالفوں کے متعلق)

فاخذتهم الرجفة فاصبحوا فی دارهم جٰثمین

ان کو زلزلے نے آپکڑا پس وہ اپنے گھروں میں پڑے کے پڑے رہ گئے۔

(شعیبؑ مخالفوں کے بارہ میں)

اور پھر ان سب کا ذکر کرنے کے بعد فرماتا ہے :-

وما ارسلنا فی قریة من نبی الا اخذنا اهلها بالبأساء والضراء لعلهم یضرعون۔

ہم نے کسی بستی میں کوئی نبی نہیں بھیجا مگر اس کے بسنے والوں کو سختی اور دکھ میں پکڑا تاکہ وہ عاجزی اختیار کریں۔

اور پھر آخر میں خود حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان پر جو رحمۃ للعالمین ہو کر آئے ایسے ہی ہولناک عذابوں اور زلزلوں کی پیشگوئیاں جاری کیں جن کا تصوّر ہی انسان کو لرزہ بر اندام کر دیتا ہے :-

اذا رجت الارض رجاً وبست الجبال بساً فکانت هباءً منبثاً

جب زمین سخت زلزلے سے ہلے گی اور پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں پس اڑتا ہوا غبار بن جائیں گے۔

اذا زلزلت الارض زلزالها واخرجت الارض اثقالها وقال الانسان ما لها

جب زمین سخت زلزلے سے ہلائی جائے گی اور زمین اپنے بوجھ نکال دے گی اور انسان کہے گا کہ اسے کیا ہو گیا۔

القارعة ما القارعة وما ادراک ما القارعة یوم یکون الناس کالفراش المبثوث وتکون الجبال کالعهن المنفوش۔

سخت مصیبت اور کتنی بڑی مصیبت ہے اور تجھے کیا خبر کہ کیسی بڑی سخت مصیبت ہے جس دن لوگ بکھرے ہوئے پروانوں کی طرح ہوں گے اور پہاڑ دُھنی ہوئی اون کی طرح ہو جائیں گے۔

یہ اور اسی قسم کی بیسیوں آیات ہیں جن میں ہولناک ترین زلزلوں اور سخت ترین عذاب کی خبر دی گئی ہے ان سب کو اگر نقل کیا جائے تو شاید اس اخبار کے صفحات مکتفی نہ ہوں گے، کیا یہ سب کسی "حاسد خدا" کا پتہ دیتے ہیں؟ کیا ڈاکٹر اقبال کے حامی یہ کہہ سکتے ہیں کہ تمام انبیائے کرام اور خود محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ایک "حاسد خدا کا تصوّر" رکھتے تھے؟ کیا ڈاکٹر اقبال کے قول کے مطابق یہ کہنا صحیح ہوگا کہ ان سب کا رجوع یہودیت کی طرف تھا؟ پھر تو ماننا چاہیئے کہ یہودیت ہی برحق ہے اور اس صورت میں احمدیت کو مورد اعتراض ٹھہرانا کہاں تک حق بجانب ہے۔

لیکن اگر انبیائے کرام اور قرآن کریم کی عذاب کی پیشگوئیاں کسی حاسد اور منتقم خدا کا تصوّر پیش نہیں کرتیں، بلکہ اس رحیم و کریم خدا کا پتہ دیتی ہیں، جو اپنے بندوں کو اخلاقی تسفل اور بدکرداریوں سے نکالنے اور ان کی شوخیوں اور شرارتوں کا سدباب کرنے کے لئے ان کے حسب حال سزائیں دیتا اور بیماریوں اور دکھوں اور عذابوں کی تلخ ترین دوائیں انہیں پلاتا ہے اور یہ کسی یہودیت کا اثر یا اس کی طرف رجوع نہیں کہا سکتا تو احمدیت کا کیا قصور ہے کہ اس نے بھی مکذبین الٰہی کی اصلاح کے لئے اللہ تعالے سے علم پا کر زلزلوں اور بیماریوں کی پیشگوئیاں کیں، اور پھر ساتھ ہی اس بات کو بھی نہایت صفائی کے ساتھ واضح کر دیا کہ یہ پیشگوئیاں کسی حاسد خدا کا تصوّر پیش نہیں کرتیں کیونکہ محض اختلاف مذہب ان کا اصل موجب نہیں، بلکہ عذاب الٰہی کا اصل سبب، وہ بدکرداریاں اور جرائم ہیں جو دنیا کے امن کو مخدوش کرنے والے ہیں، جیسا کہ حضرت مسیح موعود کے حسب ذیل فقرات اس پر شاہد ہیں :-

"میں بار بار لکھ چکا ہوں کہ یہ شدید آفت جس کو خدا تعالے نے زلزلے کے لفظ سے تعبیر کیا ہے صرف اختلاف مذہب پر کوئی اثر نہیں رکھتی اور نہ ہندو یا عیسائی ہونے کی وجہ سے کسی پر عذاب آ سکتا ہے۔ اور نہ اس وجہ سے آ سکتا ہے کہ کوئی میری بیعت میں داخل نہیں، یہ سب لوگ اس تشویش سے محفوظ ہیں ہاں جو شخص خواہ کسی مذہب کا پابند ہو، جرائم پیشہ ہونا اپنی عادت رکھے اور فسق و فجور میں غرق ہو، اور زانی، خونی، چور، ظالم اور ناحق کے طور پر بداندیش اور بدچلن ہو اس کو اس سے ڈرنا چاہیئے اور اگر توبہ کرے تو اس کو بھی کچھ غم نہیں اور مخلوق کے نیک کردار اور نیک چلن ہونے سے یہ عذاب ٹل سکتا ہے قطعی نہیں ہے۔"

(براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۱۲۰)

فرمایئے یہ کسی حاسد خدا کا تصوّر ہے یا ایک رحیم و کریم خدا کا تصوّر ان فقرات میں پیش کیا گیا ہے جو دنیا کو جرائم پیشہ بننے سے روکتا اور فسق و فجور اور خونِ ناحق اور چوری اور بدچلنی سے منع کرتا ہے کیا اسکو یہودیت کی طرف رجوع قرار دینا حق یا انصاف کا خون کرنا نہیں؟

اخبار احمدیہ

—— حضرت امیر مولٰنا صدرالدین صاحب کچھ دنوں سے سیالکوٹ تشریف لے گئے ہوئے ہیں، گذشتہ جمعہ انہوں نے وہیں پڑھایا۔

—— اس ہفتہ ۱۳، ۱۴ مارچ کو بروز جمعرات و جمعہ جھنگ میں جماعت کا ایک پبلک جلسہ ہوا جس میں مولٰنا احمد یار صاحب، مرزا مظفر بیگ صاحب اور مولٰنا عبدالحق صاحب ودیارتھی تشریف لے گئے جلسہ اچھا پُر رونق اور کامیاب رہا، مفصل رپورٹ آیندہ دی جائے گی۔

—— گوجرانوالہ سے مکرم شیخ محمد یوسف صاحب ایڈیٹر نور لکھتے ہیں :-

"آپ کے اخبار کے بہترین نامہ نگار مکرم گیانی عباد اللہ صاحب کئی روز سے بعارضہ نمونیا صاحب فراش ہیں براہ کرم اپنے معزز اخبار میں کسی نمایاں جگہ پر ان کے لئے دعا کی تحریک فرما کر مشکور ہونے کا موقعہ دیجئے"

امید ہے ہمارے دوست گیانی صاحب کے لئے درد دل سے دعا فرمائیں گے۔

نامۂ ووکنگ

شیخ محمد طفیل صاحب

میتھوڈسٹ چرچ ووکنگ میں ایک اور لیکچر

مسجر فاروق فارمر کے میتھوڈسٹ چرچ میں لیکچر کے بعد ہمیں ان لوگوں کی طرف سے ایک اور دعوت نامہ موصول ہوا۔ اس بار یوتھ گروپ کی بجائے ینگ وائفز فیلوشپ (YOUNG WIVES FELLOWSHIP) کی ممبر خواتین مسجد اور مسلمانوں کی معاشرت کے متعلق کچھ معلومات حاصل کرنا چاہتی تھیں۔ منگل کے دن تین بجے بعد از دوپہر میرا لیکچر ہونا طے پایا۔ تین بجے سے ذرا قبل ممبر خواتین گرجا گھر میں جمع ہونا شروع ہوئیں۔ اکثر اپنے ساتھ بچوں کو بھی لائی تھیں۔ بچوں کو انہوں نے ایک کمرے میں کھلونے دے کر چھوڑ دیا اور ایک عورت ان کی نگرانی پر مقرر کر دی۔ باقی عورتیں ملحقہ کمرے میں تقریر سننے کے لئے جمع ہو گئیں۔

اجلاس سے پہلے انہوں نے اپنی دعا پڑھی۔ اور بعد میں قرآن مجید سے میں نے کچھ دعائیں انہیں سنائیں اور کوئی آدھ گھنٹہ ان کے سامنے مسجد اور مسلمانوں کے رہنے سہنے کے طریقوں پر تقریر کی۔ تقریر کے بعد صدر جلسہ اور سکرٹری فیلوشپ نے اسلام کے متعلق مختلف سوالات پوچھے۔ اسی دوران میں حاضرین کی تواضع چائے اور بسکٹوں سے کی گئی اور کوئی سوا گھنٹے کے بعد مجلس برخواست ہوئی۔

کثرت ازدواج یا فحاشی

ووکنگ سکول کے ایک جلسہ میں ڈاکٹر شیخ محمد عبد اللہ صاحب بھی شریک تھے۔ ایک صاحب اس امر پر روشنی ڈال رہے تھے کہ "بوائے فرینڈ" کس طرح کا ہونا چاہیئے۔ دوران تقریر میں انہوں نے کثرت ازدواج پر بھی کچھ خیال آرائی فرمائی۔ سوال جواب کے دوران میں ڈاکٹر صاحب نے اٹھ کر اس مسئلہ پر روشنی ڈالی۔ صدر جلسہ نے اپنی طرف سے کچھ وضاحت کی، لیکن جب ڈاکٹر صاحب نے اس پر زور دیا کہ یورپین سوسائٹی کے سامنے اب دو ہی راستے ہیں یا کثرت ازدواج کے نظریہ کو قبول کرے یا قحبہ گری اور فحاشی کی اجازت دے۔ اس میں سے آپ کونسا راستہ اختیار کرنا چاہتے ہیں تو مقرر اور صدر اس سوال پر بہت گھبرا گئے اور انہوں نے یہ کہہ کر اپنا پیچھا چھڑایا کہ یہ مسئلہ خارج از موضوع ہے۔

ٹالبوٹ ہاؤس لندن میں تقریر

۴ مارچ کو ساڑھے آٹھ بجے مائل انڈ (لندن) کے ٹالبوٹ ہاؤس میں ایک تقریر تھی۔ ٹالبوٹ ہاؤس عام طور پر ٹاک اِیچ (TOC H) کے نام سے مشہور ہے۔ اور اس سوسائٹی کی شاخیں مختلف ممالک میں پھیلی ہوئی ہیں۔ سوسائٹی کی باقاعدہ بنیاد پہلی جنگ عظیم کے کچھ عرصہ بعد رکھی گئی تھی۔ اس کے ماتحت ہاسٹل چلائے جاتے ہیں، جو ٹاک ہاؤس کہلاتے ہیں۔ ان کا مقصد نفع اندوزی نہیں بلکہ لوگوں کی مالی اور اخلاقی اعانت ہے اور اس سوسائٹی کا خاص نشان لمپ ہے جو پہلی صدی کے عیسائیوں کے لمپ کے مشابہ ہوتا ہے۔ ہر اجلاس سے پہلے تمام بتیاں بجھا دی جاتی ہیں اور یہ لمپ روشن کیا جاتا ہے، اور تمام ممبران سپاہیوں کو یاد کرتے ہیں جو لڑائی میں مارے گئے۔ اور بے غرض زندگی بسر کرنے اور قربانی کرنے کا عہد کرتے ہیں۔ اور پھر ایک منٹ تک خاموش رہتے ہیں۔ اس کے بعد کمرے میں روشنی کر دی جاتی ہے اور باقاعدہ میٹنگ شروع ہوتی ہے۔

جب یہ رسم ادا کر لی گئی تو مجھے تقریر کے لئے بلایا گیا۔ میں نے تقریر شروع کرنے سے پہلے قرآن اور حدیث کی کچھ دعائیں پڑھیں۔ جنہیں تمام ممبران نے بڑے غور سے کھڑے ہو کر سنا۔ اس کے بعد قریباً آدھ گھنٹہ تک میں ان کے سامنے اسلامی تعلیمات کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالتا رہا۔ خاتمہ پر سوال و جواب کی باری آئی۔

سوال از صدر جلسہ:- ڈارون کے نظریہ ارتقا کے متعلق قرآن کیا کہتا ہے؟

جواب:- قرآن سائنس یا تاریخ کی کتاب نہیں اس کا تعلق انسان کی اخلاقی زندگی سے ہے۔ جب سے انسان نے موجودہ شکل اختیار کی قرآن اس وقت سے اس کی روحانی رہنمائی کا مدعی ہے اس سے پہلے وہ بندر تھا یا لنگور یا گوریلا۔ قرآن کو اس بحث میں پڑنے کی ضرورت نہیں۔ ہاں قرآن اس بات کا منکر نہیں کہ نیچر میں ارتقاء کا قانون کام کر رہا ہے۔

سوال:- بائیبل میں لکھا ہے کہ قدرت نے زمین و آسمان کو چھ دنوں میں پیدا کیا۔

جواب:- قرآن نے جو لفظ استعمال کیا ہے وہ یوم کا ہے۔ اور یوم ایک سکنڈ سے لیکر پچاس ہزار سال تک کے عرصہ کو بھی کہہ سکتے۔ یہاں یوم سے مراد چھ ادوار (Periods) ہیں۔ جو تفصیلات بائیبل میں موجود ہیں۔ قرآن ان کا ذکر نہیں کرتا۔ نہ ان کے ذکر کی ضرورت تھی۔

سوال یکے از حاضرین:- آپ کہتے ہیں قرآن سائنس کی کتاب نہیں تو سائنس کے متعلق اسلام کا کیا نکتہ نگاہ ہے۔

جواب:- قرآن علم انسانی کی حوصلہ افزائی کرتا ہے اور انسان کو بار بار اپنی عقل کو کام میں لانے کی ہدایت کرتا ہے۔ روجر بیکن سے پہلے سائنس کی بنیاد یونان کے فکری نظریات پر تھی۔ لیکن روجر بیکن (ROGER BACON) نے مشاہدہ اور تجربہ پر زیادہ زور دیا جس نے سائنس کی دنیا میں ایک انقلاب پیدا کر دیا اور ماڈرن سائنس کی ترقیات اسی انداز فکر کی تبدیلی کا نتیجہ ہیں۔ لیکن روجر بیکن مسلم ہسپانوی مفکرین کا شاگرد تھا۔ قرآن کی روشنی کے ماتحت سائنس دانوں نے تجربہ اور مشاہدہ پر اپنی تحقیقات کی بنیاد رکھی اور اسی اصول سے فلاسفر یورپ بعد میں متاثر ہوئے۔

اس کے بعد بحث تاریخ عیسائیت کی طرف پھر گئی۔ عورتوں کے حقوق۔ غیر مذاہب والوں سے سلوک۔ لڑائی کے قوانین پر سوالات ہوتے رہے۔ ایک خاتون کے منہ سے بے اختیار نکلا کہ اسلام تو کامن سنس کا مذہب معلوم ہوتا ہے۔

آخر میں صدر جلسہ نے شکریہ ادا کیا اور کہا کہ آپ کی گفتگو سن کر ہم میں سے بہتوں کے ایمان ہل گئے ہیں۔ ہمیں معلوم نہ تھا کہ اسلام کی تعلیمات اس قدر سادہ اور دلنشین ہیں۔ آپ نے عیسائیت کے متعلق جو باتیں کہی ہیں انہوں نے ہمیں مجبور کیا ہے کہ ہم ان مسائل پر از سر نو ریسرچ کریں۔

مذاہب عالم کی کانفرنس میں اسلام پر لیکچر

امام مسجد ووکنگ کا خط برسٹل سے

برسٹل کی انٹرنیشنل کلب نے مذاہب عالم کے عنوان کے تحت تمام بڑے بڑے مذاہب مثلاً ہندومت بدھ مذہب، عیسائیت اور یہودیت پر ایک لیکچروں کا سلسلہ جاری کر رکھا ہے۔

ہمارے عزیز دوست حامد فاروق صاحبزادہ حضرت امیر مرحوم و مغفور نے جو آج کل بغرض تعلیم برسٹل میں مقیم ہیں اس کلب کے صدر سے کہا کہ اس عنوان میں مذہب اسلام پر بھی ایک لیکچر رکھیں اور میرا نام بطور سپیکر پیش کیا۔ چنانچہ یہ لیکچر عزیز موصوف کی سعی اور کوشش اور جد و جہد کا نتیجہ ہے جزاہ اللہ احسن الجزا۔

میں کل شام برسٹل پہنچا۔ سٹیشن پر استقبال کی خاطر عزیز موصوف اور سوسائٹی کے نائب صدر موجود تھے۔ مجھے سیدھا ہوٹل میں پہنچایا گیا۔ معمولی آرام کے بعد برسٹل اور اس کے چند ایک مشہور مقامات دیکھنے میں دو گھنٹے صرف ہو گئے۔ لیکچر شام کے ۷ بجے تھا۔ سوسائٹی کے نائب صدر نے جو انجنیئر ہیں صدارت کے فرائض انجام دیئے۔ حاضرین کی تعداد سے سوسائٹی کا بڑا ہال کھچا کھچ بھرا ہوا تھا جن کی تعداد تقریباً ڈیڑھ صد ہو گی۔ اور سامعین میں کم و بیش دس بارہ ممالک کے نمائندے موجود تھے۔

میں نے تقریباً ایک گھنٹہ تقریر کی۔ تقریر کو تین حصوں میں تقسیم کیا گیا۔ سب سے پہلا حصہ تاریخی رنگ کا تھا جس میں اسلام کی ابتدائی تاریخ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سوانح حیات پر مفصل روشنی ڈالی گئی، دوسرا حصہ اسلامی تعلیم اور عقائد کے متعلق تھا۔ اور آخری حصہ میں چند اہم اور ضروری مسائل مثلاً اسلام کا اقتصادی اور معاشرتی نظام اور اسلامی اصول کی فوقیت پر مبسوط بحث کی گئی۔ تمام حاضرین اس تقریر کو پورا ایک گھنٹہ نہایت ہی سکون اور اطمینان سے سن رہے تھے۔

تقریر کے بعد سوال و جواب کا سلسلہ شروع ہوا، جو تقریباً ایک گھنٹہ جاری رہا جس میں مختلف انواع و اقسام کے سوالات کئے گئے۔ جن کا تسلی بخش جواب دیا گیا۔ اس کے بعد صاحب صدر نے اپنے صدارتی کلمات میں مقرر کا شکریہ ادا کرتے ہوئے اس بات کا اعتراف کیا۔ کہ میں نے آج تک (باقی بر صفحہ ۱۲)

مذہب رسمیات کا نام نہیں بلکہ خدا اور مخلوق کے حقوق

اور ذمہ داریاں ادا کرنا مذہب کی اصل حقیقت ہے

خطبہ جمعہ حضرت امیر قوم مولانا صدر الدین صاحب ایدہ اللہ تعالیٰ فرمودہ ۷ مارچ ۱۹۵۲ء بمقام احمدیہ بلڈنگس لاہور

لیس البران تولوا وجوھکم قبل المشرق والمغرب .... الی .... اولئک الذین صدقوا واولئک ھم المتقون (البقرہ رکوع ۲۱)

مذہب رسومات کا نام نہیں

اس آیہ کریمہ میں اللہ تعالےٰ نے مسلمانوں کو ایک بڑی ضروری تلقین کی ہے اور بتایا ہے کہ مذہب چند رسومات ادا کر لینے کا نام نہیں، مذہب ایک حقیقت ہے جس کا اثر اس کے ماننے والوں میں ظاہر ہونا چاہیئے، ان کے لین دین میں، ان کے معاملات میں نظر آجانا چاہیئے کہ وہ کس مذہب اور کن عقائد کے پیرو ہیں، اگر اس غرض کو پورا نہ کیا جائے تو انسان ساری عمر چھلکے کے ساتھ کھیلتا رہتا ہے، مذہب کے مغز اور حقیقت سے وہ قطعی بے بہرہ اور نا آشنا رہتا ہے، مذہب صرف چند رسومات کا نام رہ جاتا ہے، اور ایسے مذہب میں جو شخص ایک خاص وضع قطع اختیار کرلے، خاص لباس پہن لے اور چند رسومات ادا کر لے، اسی کو مقدس سمجھ لیا جاتا ہے، جیسے یہودیوں کا حال ہے۔

یہودی مذہب اور ہندو مذہب

یہودی مذہب کے اندر بھی حقیقت پائی جاتی تھی، خود قرآن کریم نے فرمایا ہے کہ موسیٰ کو ہم نے کتاب دی، اس کتاب کے اندر ہدایت اور نور تھا لیکن آہستہ آہستہ وہ ہدایت اور نور تو اس سے گم ہو گیا، چند رسومات رہ گئیں، یہاں تک کہ بائیبل میں ایک کتاب ہے جس کا نام Leviticus ہے یعنے رسوم کی کتاب، اس میں صرف رسمیات ہی کا ذکر ہے، ہمارے ملک میں ہندوؤں سے ہمیں گہرا واسطہ رہا ہے اس قدر رسومات ان میں پائی جاتی ہیں، اور اس قدر تاکید کی گئی ہے کہ فلاں رسم یوں ادا ہونی چاہیئے کہ ان کی زندگی رسومات سے بھری ہوئی ہے۔

اسلام میں حقوق اور ذمہ داریاں

اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ مذہب رسومات کا نام نہیں بلکہ بعض ذمہ داریاں انسان پر ہیں ان کو ادا کرنے کا نام مذہب ہے، خدا اور انسانوں کے متعلق ذمہ داریاں اور ان کے حقوق ہیں جن کو پورا کرنا مذہب کا سب سے ضروری حصہ ہے، حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خدا کا عظیم الشان نبی اور سب سے پیارا انسان تھا، ان کو حکم ہوتا ہے یا ایھا النبی اتق اللہ۔ اے نبی آپ ہمارے بڑے پیارے اور بڑی عظمت والے ہیں، لیکن دیکھئے اتق اللہ اپنی ذمہ داریاں اور فرائض پوری طرح ادا کیجئے۔ قرآن میں وہ تمام فرائض لکھے ہیں جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر عائد کئے گئے ہیں ان سب کی ادائیگی کا آپ کو حکم دیا، اور فرمایا ولا تتبع اھواءھم، لوگوں کی خواہشات کی پیروی نہ کرنا، اگر تو ایسا کرے گا تو اس رستے سے تو بھٹک جائیگا جو خدا کا بتایا ہوا راستہ ہے اور مخلوق کے فائدہ اور بھلائی کا راستہ ہے، جس پر چل کر تو خدا کا پیارا اور عظیم الشان انسان بن گیا۔

نبی کریم سے غلط فیصلہ لینا صحیح نہیں

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فرمایا انما انا بشر و تختصمون الی ولعل بعضکم الحن بحجتہ من بعض فاقضی علی نحو ما اسمع فمن قضیت لہ من حق اخیہ فلا یاخذ فانما اقضی لہ قطعۃ من النار۔ دیکھو میں تمہاری طرح ایک انسان ہوں، تمہارے جھگڑے میرے پاس آتے ہیں، لیکن میں غیب دان نہیں ہوں جس طرح کی باتیں سنتا ہوں ان کے مطابق فیصلہ دے دیتا ہوں، لیکن سن لو اگر کوئی شخص اپنی طلاقت لسانی سے ایک غلط فیصلہ مجھ سے لے لیتا ہے، تو میرا فیصلہ اس کے لئے دوزخ کا ٹکڑا ہے اسے نہ لینا چاہیئے یہ ہیں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، انہوں نے اپنی قوم کو ایسی باتیں بتایا کہ وہ خدا کو خوش کرتے رہتے تھے اور اس بات کی پرواہ نہیں کرتے تھے، کہ اس میں ان کا نقصان ہوتا ہے، آپ نے قوم کو متنبہ کیا کہ اگر میں کوئی فیصلہ دوں اور وہ خدا کے نزدیک غلط ہو، اور تم خود جانتے ہو کہ وہ صحیح نہیں، تو اسکو مت قبول کرو، اور اس طرح اپنے بھائی کا جس کے خلاف فیصلہ ہوا ہے حق مت مارو۔ فاستفت قلبک اپنے دل سے فتویٰ لو کہ حق کس طرف ہے، اگر تمہارا حق نہیں اور تمہیں غلطی سے دلایا گیا ہے تو اسے چھوڑ دو اور اس کو دے دو جس کا حق ہے، ورنہ میرے فیصلہ کی وجہ سے تم خدا کے نزدیک چھوٹ نہیں سکو گے۔

حضرت ابوبکرؓ حقوق العباد کے حق میں

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بھی حقوق اللہ کے بعد حقوق العباد کی بڑی حفاظت کی ہے اور اس بات کی بڑی تاکید فرمائی ہے کہ ایسا طریق اختیار کرو کہ کسی کے حقوق پامال نہ ہو جائیں، آپ نے فرمایا اس قوم کا بڑے سے بڑا آدمی اگر حق اس کی طرف نہ ہو اور دوسرے کا حق چھینے تو میں اسکو کمزور سمجھونگا اور حق اس سے لے کر دوں گا، اور اس طرح کمزور کو طاقتور بناؤں گا اور اسی طرح ایک کمزور آدمی کو قوی سمجھوں گا اگر حق اس کی طرف ہو۔ حتیٰ کہ اس کا حق اسکو لے کر دوں۔ یہ ہے اصل اسلامی حکومت! جب قوم کو معلوم ہو جاتا ہے کہ ہمارے صاحب اختیار ہمارے حقوق کی حفاظت کرتے ہیں تو اس کے اخلاق و اعمال پر بہت اچھا اثر پڑتا ہے، اور ایک طاقت پیدا ہو جاتی ہے۔

حضرت عمرؓ کی وصیت حقوق العباد کے متعلق

حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب فوت ہونے لگے تو ایک وصیت آپ نے فرمائی، کہ میرا بیٹا عبداللہ ابن عمر اگرچہ خلافت کے لائق ہے لیکن اسکو خلیفہ نہ بنایا جائے، اور چند آدمیوں کے نام لئے عثمانؓ علیؓ، زبیرؓ، عبدالرحمٰن بن عوفؓ، اور سعدؓ، کہ وہ مل کر اپنے میں سے کسی کو خلیفہ منتخب کر لیں عبداللہ بھی اس مشورہ میں شریک ہو، لیکن خلافت کا اسے حق نہیں، اور کہا کہ مہاجرین اور انصار کے بڑے بڑے حقوق ہیں، ان حقوق کی نگہداشت ضروری ہے، ان کا بڑا اکرام کرنا چاہیئے، پھر فرماتے ہیں وہ شخص جو میرے بعد میری گدی پر بیٹھے اوصیہ بذمۃ اللہ و ذمۃ رسولہ ان یوفی لھم بعھدھم۔ میں اسے وصیت کرتا ہوں کہ ان لوگوں کا خیال رکھے جو غیر مذاہب کے لوگ ہماری سلطنت میں ہیں۔ اور جن کے ساتھ اللہ اور اس کے رسول کا عہد ہے کہ ان کے جان و مال اور عزت کی حفاظت کی جائے گی اور ان کے عہد کو پورا کرے و یقاتل من ورائھم ان کی حفاظت کے لئے اگر جنگ کرنی پڑے تو اس سے دریغ نہ کیا جائے، ایسا نہ ہو کہ کوئی انہیں کمزور سمجھ کر ان پر حملہ آور ہو اس کا مقابلہ کرنا ضروری ہے، پھر یہ بھی نہ ہو کہ ماتحت سمجھ کر ان پر ڈیوٹیاں اور ٹیکس لگائے جائیں ولا یکلفوا الا طاقتھم ان کی طاقت سے زیادہ۔ اسکو کہتے ہیں مسلمانوں کی حکومت، انسانوں کے حقوق اس کے اندر پامال نہ ہوں، انسانوں کے حقوق پامال کرنے سے خدا ناراض ہوتا ہے اس سے مذہب کی غرض و غایت فوت ہو جاتی ہے۔

کعبہ کی طرف منہ کرنا اصل نیکی نہیں

تو اس آیت میں بتایا ہے کہ مذہب رسومات کا نام نہیں، مذہب یہ چاہتا ہے کہ کچھ فرائض اور ذمہ داریاں تمہارے اوپر ہیں ان کو سامنے رکھو اور خدا کی مخلوق پر رحم کرو، فرمایا لیس البر ان تولوا وجوھکم قبل المشرق والمغرب یہ مشرق اور مغرب کی طرف منہ کر لینا تو کوئی نیکی نہیں، یہ تو ایک ڈسپلن کی بات ہے، خدا تو ہر طرف موجود ہے اینما تولوا فثم وجہ اللہ جدھر بھی منہ کر و گے ادھر ہی خدا موجود ہے، کعبہ کی طرف منہ کرنے میں صرف یکجہتی مدنظر ہے، اور یہ غرض بھی اس میں مدنظر ہے کہ کعبۃ اللہ کے ساتھ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا گہرا تعلق ہے اور وہ بنی اسمٰعیل کے بھی باپ ہیں اور بنی اسرائیل کے بھی، اس کی طرف منہ کرنے میں عرب کے رہنے والے خوش ہوں گے اور یہودی اور نصرانی بھی، گویا مسلمانوں میں یکجہتی پیدا کرنے کے علاوہ اتحاد مذاہب اور اتحاد اقوام کا یہ ایک ذریعہ ہے۔ اور اس کی اغراض میں سے ایک یہ بھی تھی کہ تمام دنیا

کے مسلمان ایک طرف رخ کرنے کی برکت سے متحد ہو جائیں۔ اینما تکونوا یأت بکم اللہ جمیعا۔

مذہب کی اصل حقیقت ایمانیات اور مخلوق کی خدمت

لیکن تو نے کبھی غور کیا ہے کہ مذہب کی حقیقت اتنی ہی نہیں کہ منہ کعبۃ اللہ کی طرف کر لیا یا کسی اور طرف۔ حقیقت کچھ اور ہے۔ اس حقیقت کی طرف توجہ کرو، تو تم بہترین قوم ہو جاؤ۔ اگر سمت کی طرف تمہاری توجہ رہے الفاظ ہی کو سنتے رہو، تو تم یہودی ہو، اصل نیکی اور مذہب کی اصل تو یہ ہے، من اٰمن باللہ والیوم الاٰخر والملٰئکۃ والکتٰب والنبیّین، خدا پر ایمان ہو، آخرت کے دن پر ایمان ہو کہ اعمال کی باز پرس ہوگی، فرشتوں اور اللہ کی بھیجی ہوئی کتابوں اور انبیا پر جو ان کتابوں کو لے کر آئے ایمان لایا جائے۔ اور اس ایمان کے ثمرات کیا ہیں؟ واٰتی المال علیٰ حبّہ ذوی القربٰی والیتٰمٰی والمسٰکین وابن السبیل والسّآئلین وفی الرّقاب، خدا کے ساتھ تعلق اور اس پر ایمان کے ساتھ ساتھ اس کی مخلوق پر بھی رحم کیا جائے۔ خدا کی محبت کی وجہ سے ان کو مال دیا جائے، قریبیوں کو، یتیموں کو، مسکینوں کو، مسافروں کو، سائلوں کو، اور غلاموں کی آزادی کے لئے، یہ ہے مذہب کی حقیقت، جو شخص مال رکھتے ہوئے اس سے حاجتمندوں کی مدد نہیں کرتا اس کا خدا پر ایمان ثمرور نہیں۔

احادیث میں خدمت خلق کی تاکید

احادیث میں بھی بہت سی باتیں ہیں جو نیکی سے تعلق رکھتی ہیں، لیکن سب سے بڑی بات خدا کی مخلوق کی خدمت کرنا ہے۔ خدمت کا ایک طریق ان پر مال کا خرچ کرنا ہی ہے، جو لوگ خدا کی مخلوق کی خدمت نہیں کرتے، ان کی نمازیں اور روزے خشک رہ جاتے ہیں، حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑا زور دیا ہے کہ خدا کی مخلوق کی خدمت کی جائے، نبوت سے پہلے بھی آپ مخلوق خدا کی بڑی خدمت کرتے تھے۔ اسی کے صلہ میں خدا نے آپ کو درجات عالیہ کا مالک بنایا ہے۔

حدیث قدسی۔ بندہ کی خدمت خدا کی خدمت ہے

ایک حدیث قدسی ہے، حدیث قدسی وہ ہے جو خدا کی طرف سے بیان کی جائے، تو ایک ایسی ہی حدیث میں بتایا گیا ہے، کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اپنے ایک بندہ سے کہیگا یا ابن اٰدم انی مرضت فلم تعدنی اے آدم کے بیٹے میں بیمار ہوا اور تو نے میری عیادت نہ کی، وہ بندہ کہیگا قال کیف اعودک وانت رب العٰلمین۔ اے خدا تو تو رب العٰلمین ہے، میں تیری عیادت کس طرح کرتا، تو بیمار کیسے ہو سکتا تھا؟ تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا اوما علمت ان عبدی فلاناً مرض فلم تعدہ کیا تمہیں علم نہ ہوا تھا کہ میرا فلاں عبد بیمار ہے، اور تو نے اس کی عیادت نہ کی تھی لو انک عدتہ لوجدتنی عندہ۔ اگر تو اس کی عیادت کرتا تو مجھے اس کے پاس پاتا۔ پھر فرمائے گا یا ابن اٰدم انی استطعمتک فلم تطعمنی میں نے تجھ سے کھانا مانگا اور تو نے مجھے کھانا نہ کھلایا۔ بندہ عرض کریگا تو رب العالمین ہے تجھے کھانے کی کیا حاجت تھی میں آپ کو کھانا کھلاتا تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا اوما علمت ان عبدی فلاناً استطعمک فلم تطعمہ میرے فلاں بندے نے تم سے کھانا مانگا تھا اور تم نے اسکو کھانا نہ کھلایا تھا لو انک اطعمتہ لوجدت ذالک عندی اگر تو اسکو کھانا کھلاتا تو یہ کھانا میرے پاس پہنچا ہوا پاتا پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا یا ابن اٰدم انی استسقیتک فلم تسقنی اے آدم کے بیٹے میں پیاسا تھا تو نے مجھے پانی نہ دیا بندہ کہے گا کیف اسقیک وانت رب العٰلمین یا الٰہی تو کیسے پیاسا ہو سکتا ہے تو تو رب العالمین ہے۔ تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا اوما علمت ان عبدی فلاناً استسقاک فلم تسقہ۔ میرا فلاں بندہ پیاسا تھا اس نے تجھ سے پانی مانگا اور تو نے اسکو پانی نہ پلایا۔ لو انک سقیتہ لوجدت ذالک عندی اگر تو نے اسے پانی پلایا ہوتا تو وہ مجھے پہنچ جاتا۔

رسول کریم صلعم کا عمل

یہ اصل اسلام ہے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود یہ سب کچھ کر کے دکھایا آپ کے نمونہ کو دیکھ کر قوم نے یقین کر لیا کہ اسلام برحق ہے، اور مسلمان وہ ہے جس کی زندگی خدا کی مخلوق کی خدمت میں صرف ہو، آپ تمام قوم کے اندر ایک رنگ پیدا کرنا چاہتے تھے۔ جب تک وہ رنگ پیدا نہ ہو تمام باتیں عبث ہیں۔

ایک اور حدیث قدسی

ایک اور حدیث قدسی ہے کہ۔ لو ان اوّلکم واٰخرکم وانسکم وجنکم قاموا علی اتقی قلب رجل واحد منکم ما زاد ذالک فی ملکی شیئاً۔ اگر تمہارے تمام اول اور آخر کے لوگ، انسان اور جن اور تمام مخلوقات جمع ہو جائے اور وہ سب متقی بن جائیں اور سب مل کر خدا کی عبادت میں لگ جائیں تو میری شہنشاہی یا بڑائی میں اس سے ایک ذرہ بھر بھی زیادتی نہ ہوگی اور اسی طرح لو ان اوّلکم واٰخرکم وانسکم وجنکم قاموا علیٰ افجر قلب رجل واحد منکم ما نقص ذالک من ملکی شیئاً۔ یعنی اگر آپ کے تمام افراد پہلے اور پچھلے اور جن و انس نہایت ہی برے درجے کے بدکار ہو جائیں تو اس سے میری جہانگیری میں ذرہ برابر نقصان نہیں پہنچ سکتا۔ اور فرمایا لو ان اوّلکم واٰخرکم وانسکم وجنکم اجتمعوا فی صعید واحد فسألونی فاعطیت کل انسان مسئلتہ فما نقص مما عندی۔ یعنی تمام کی تمام مخلوقات ایک میدان میں جمع ہو کر اپنی حاجات مجھ سے مانگیں تو میں ہر انسان کو اس کے سوال کے موافق دوں گا، تو میرے خزانوں میں اتنا بھی فرق نہ آئیگا جتنا سوئی کو سمندر میں بھگونے سے اس کے ساتھ پانی لگ جاتا ہے۔ اور اے بنی آدم تمہارے اعمال جمع کر لئے جاتے ہیں، اور ان کے نتائج میں تمہیں دیتا ہوں، پس جس کو کامیابی نصیب ہوگی۔ وہ شکر ادا کرے مگر جس کو ادبار آیا اور ناکامی ہوئی وہ اپنی جان کو ملامت کرے کہ اسی کی بے راہ روی کا نتیجہ ہے۔ انما ھی اعمالکم احصیھا لکم…… ثم اوفیکم ایاھا فمن وجد خیراً فلیحمد اللہ ومن وجد غیر ذلک فلا یلومن الا نفسہ۔

نماز۔ زکوٰۃ اور پابندی عہد

تو حضرت نے جس طرح یہ بیان فرمایا کہ اعمال کے بغیر ایمان کوئی چیز نہیں اسی طرح حدیث قدسی بیان کر کے اسے واضح کر دیا، اور خدا کی راہ میں سب قسم کے لوگوں پر مال خرچ کرنے کی ہدایت کی، پھر فرمایا واقام الصلٰوۃ واٰتی الزکوٰۃ نماز قائم کی جائے اور زکوٰۃ دی جائے۔ نماز اور زکوٰۃ دونوں کو اکٹھا رکھا ہے، نماز زکوٰۃ سے علیحدہ نہیں۔ والموفون بعھدھم اذا عاھدوا جب کسی سے عہد کر لیا جائے تو اس عہد کو پورا کرنا ضروری ہے، جو شخص عہد کو پورا نہیں کرتا اس کا ایمان کوئی چیز نہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لا ایمان لمن لا امانۃ لہ ولا دین لمن لا عھد لہ جو شخص امانت و دیانت کا کچا ہے اس کا کوئی ایمان نہیں۔ لا دین لمن لا عھد لہ۔ جو شخص عہد کو پورا نہیں کرتا اس کا کوئی دین نہیں، ایک مسلمان کی خصوصیت یہی ہے کہ اس کے معاملات اچھے ہوتے ہیں، وہ کبھی بدعہدی نہیں کرتا، اور بددیانتی کے قریب نہیں جاتا اگر یہ نہیں تو اسلام اس کے اندر نہیں۔

مصیبت اور جنگ میں مسلمان کی حالت

والصّٰبرین فی البأساء والضرّاء۔ پھر بیماری میں، مصیبت کے وقت مسلمان کو دیکھو، اس کو جزع فزع کرنا آتا ہی نہیں ہر حال میں صابر و شاکر ہے، وحین البأس اور اگر جنگ پیش آ جائے تو اس میں بھی صبر کا اعلیٰ سے اعلیٰ نمونہ دکھاتا ہے فرمایا اولٰئک الذین صدقوا واولٰئک ھم المتقون، یہی وہ لوگ ہیں جو اپنے دعوئے ایمان میں سچے ہیں، اور یہی حقیقی رنگ میں اتقا کے مرتبہ پر ہیں، اللہ تعالیٰ توفیق دے کہ ہم سب اس اتقاء کے مرتبہ پر پہنچ جائیں اور اسلام کا صحیح رنگ ہم میں پیدا ہو۔

حضرت مسیح موعودؑ کا نمونہ

اسی رنگ کے ایمان کو تازہ کرنے کے لئے حضرت مسیح موعودؑ تشریف لائے تھے ان کے اپنے نمونہ نے ہندو مسلمان عیسائی سب کو گرویدہ کر لیا تھا اور سب سے خراج تحسین وصول کیا تھا اور انہوں نے ایسی باخدا جماعت تیار کی تھی کہ اس جماعت کی نسبت مخالفین تک کو بھی اعتراف تھا کہ یہ لوگ واقعی خدا اور رسول کے احکام کو نہایت خوبی اور پابندی سے ادا کرتے ہیں۔ ہم کو پھر اپنا وقار قائم کرنے کی سعی کرنی چاہیئے۔

عورت کا درجہ اسلام اور سکھ دھرم میں!

سکھ ودوانوں کے اعتراضات کے جوابات

عباد اللہ صاحب گیانی

(۷)

بھائی پرتاب سنگھ نے اسلام پر یہ اعتراض بھی کیا ہے کہ کہ اس میں مردوں کی موجودگی میں عورتوں کو مساجد میں جاکر جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کی اجازت نہیں۔ نہ معلوم بھائی صاحب کو یہ اعتراض کیسے پیدا ہوا ہے، اسلام کی تعلیم اور مسلمانوں کا عمل دونوں ہی اس بات کی تصدیق کرتے ہیں کہ مسلمان عورتوں کا مساجد میں جانا اور جماعت کے ساتھ شامل ہوکر نماز ادا کرنا ممنوع نہیں۔ اگر مساجد میں عورتیں مردوں کی نسبت نمازوں میں کم شامل ہوتی ہیں تو یہ ان کی معذوریوں اور مجبوریوں کے پیش نظر انہیں رعایت حاصل ہے۔ کہ وہ روزانہ کی نمازیں مساجد میں آکر ادا کرنے کی بجائے اپنے اپنے گھروں میں بھی ادا کرسکتی ہیں۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ عورتوں کو گھروں میں کچھ اس قسم کے کام کاج ہوتے ہیں کہ انہیں ان سے فراغت بہت کم ملتی ہے۔ اس لئے انہیں یہ ایک رعایت دی گئی ہے۔ بھائی پرتاب سنگھ یا ان کے کسی ہم خیال کا ایک رعایت کو اعتراض بنالینا کوئی پسندیدہ بات نہیں۔

جمعہ کی نماز تو عورتیں بھی عموماً مساجد میں ادا کرتی ہیں۔ اور خطبہ بھی سنتی ہیں۔ ہم احمدیوں میں تو اس کا عام رواج ہے۔ احمدیوں کے علاوہ مسلمانوں کے دوسرے فرقوں کی مستورات میں بھی اس کا عام رواج پایا جاتا ہے۔ البتہ یہ درست ہے کہ عورتوں کے لئے مسجد میں الگ جگہ مقرر کی جاتی ہے۔ جہاں پردہ وغیرہ کا پورا پورا بندوبست کیا جاتا ہے۔ اس طرح مرد اور عورتیں جمعہ کی نماز مل کر ادا کرتے ہیں۔ اور یہی دستور عیدین کی نماز کا ہے اور یہ کوئی قابل اعتراض بات نہیں۔ بلکہ خود سکھ مذہب سے بھی اس کی تصدیق ہوتی ہے۔ چنانچہ خالصہ دھرم شاستر میں مرقوم ہے کہ:۔

"دھرم سالہ میں زنانہ گھرنہ ہو گور و گھر کے سکھ عزیب غرمنمند ہی رہیں"

(ترجمہ از خالصہ دھرم شاستر ص ۱۰۱)

نیز گورو گوبند سنگھ صاحب کا یہ ارشاد بھی سکھ کتب میں مرقوم ہے:۔

سری گور کہا جہاں ست سنگ

تہہ ناری سنے نگھن نسنگ

(گور بلاس پاتشاہی دس مصنفہ باباسمیر سنگھ ساکھی ۱۵۴)

یعنی جہاں ست سنگ (خدا کی عبادت) ہو رہا ہو۔ وہاں عورتوں کا مردوں کے ساتھ خلا ملا مناسب نہیں۔ اس لئے وہاں عورتوں کو جانے سے روک دینا چاہیئے۔

سنت سمپورن سنگھ صاحب بیان کرتے ہیں کہ:۔

"یہ عادت عام طور پر نیک لوگوں کی ہے کہ وہ چنچل سوبھاؤ عورتوں کو سنگت میں آنے سے روکتے ہیں"

(ترجمہ از سدھرم مارگ ص ۱۹۴)

ایک اور سکھ ودوان گیانی لال سنگھ صاحب نے بیان کیا ہے کہ:۔

"سکھ سنگتوں میں عورتیں اور مرد علیحدہ علیحدہ پنگتوں میں۔ (یعنی الگ الگ جگہوں) میں بیٹھنے ضروری ہیں"

(ترجمہ از سکھ قانون ص ۸۷)

پس مساجد میں نماز کی ادائیگی کے لئے عورتوں کے واسطے الگ انتظام کا ہونا کوئی قابل اعتراض نہیں ہو سکتا۔

بھائی پرتاب سنگھ گیانی نے مسلمان عورتوں کا مسجد میں اذان نہ دینا، اور امام الصلوٰۃ نہ بننا بھی قابل اعتراض قرار دیا ہے یہ درست ہے کہ اسلام نے عورتوں اور مردوں کے الگ الگ کام اور فرائض مقرر کئے ہیں۔ اور اذان دینا اور امام الصلوٰۃ بننا مرد کے ذمہ لگایا ہے۔ مگر اس کے معنے یہ نہیں کہ اس سے عورت کو کسی حق سے محروم کیا گیا ہے۔ بلکہ عورتوں کو ان کی بعض مجبوریوں اور معذوریوں کے پیش نظر یہ بھی ایک رعایت دی ہے۔ بھلا اس میں کونسی حکمت ہے کہ سردیوں کی راتوں میں مرد تو لحافوں میں خراٹے لے رہے ہیں اور عورتیں مسجد میں آکر صبح کی اذان کہیں۔ یا گرمیوں میں دوپہر کے وقت مرد تو گھروں میں آرام کرتے رہیں اور عورتیں بچوں کو گود میں لئے اذان کہنے کے لئے مساجد میں جائیں۔ اسی طرح اور دوسرے وقتوں میں بھی مردوں کی بجائے عورتوں کا اذانیں دینا کوئی خوبی کی بات نہیں ہوگی۔ بلکہ عورتوں کے لئے ایک مصیبت کا سامان ہوگا۔ ہاں مسلمان عورت عورتوں کی امام الصلوٰۃ بن سکتی ہے اور انہیں نماز پڑھا سکتی ہے۔

بھائی صاحب کو معلوم ہونا چاہیئے کہ خود سکھ مذہب میں مذہبی عبادت کی ادائیگی کے فرائض مردوں کے ذمہ ڈالے گئے ہیں۔ چنانچہ سکھوں میں گوردواروں میں گھروں میں گورو گرنتھ صاحب کا پاٹھ کرنا ایک مذہبی عبادت سمجھا جاتا ہے لیکن اس عبادت کے متعلق خالصہ دھرم شاستر میں مرقوم ہے:۔

"سکھوں کے دربار میں مائی کا جامہ (یعنی عورت) گورو گرنتھ صاحب نہ پڑھے۔ سن لے"

(ترجمہ از خالصہ دھرم شاستر ص ۱۹۶)

اس حوالہ سے ظاہر ہے کہ مردوں کی مجلس میں عورتوں کو گورو گرنتھ صاحب پڑھنے کی اجازت نہیں۔ ہاں سن سکتی ہیں۔

عملی صورت میں بھی ایسی کوئی مثال نہیں ملتی کہ کبھی دیوانوں یا جلسوں کے مواقع پر مردوں کی بجائے عورتوں کو گورو گرنتھ صاحب کا پاٹھ کرنے کے لئے مقرر کیا جاتا ہو۔ اور گوردواروں میں کبھی عام طور پر مرد ہی گرنتھی رکھے جاتے ہیں۔ کسی گوردوارہ میں بھی کوئی عورت گرنتھی مقرر نہیں کی جاتی اور نہ سکھوں میں گرنتھن (गरंथण) کی اصطلاح موجود ہے۔ اس کے برعکس گرنتھی کی اصطلاح ضرور قائم ہے۔ جیسا کہ مرقوم ہے:۔

"گرنتھی۔ شری گورو گرنتھ صاحب کا پاٹھ کرنے والا اور سیوادار سکھ"

(ترجمہ از مہان کوش ص ۱۳۰۹)

اگر عورت یہ فرض ادا کرسکتی تو چاہیئے تھا کہ سکھوں میں "گرنتھی" کی طرح عورتوں کے لئے "گرنتھن" کی اصطلاح ہوتی۔ مگر ایسی کوئی اصطلاح نہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ جس طرح مسجد میں امام الصلوٰۃ بننا مرد کا حصہ ہے اسی طرح سکھ مذہب میں "گرنتھی" بننے کا حق مرد کو دیا گیا ہے۔ اور یہ کوئی قابل اعتراض بات نہیں ہمیں افسوس ہے کہ بھائی پرتاب سنگھ گیانی نے اسلام پر خواہ مخواہ ایک اعتراض جڑ دیا ہے۔ حالانکہ اس قسم کی بات ان کے اپنے گھر میں بھی پائی جاتی ہے۔

سکھوں میں عبادت کا دوسرا طریق "کیرتن" ہے اور یہ بھی عبادت میں شامل سمجھا جاتا ہے۔ [illegible] کاہن سنگھ صاحب نابھہ بیان کرتے ہیں:

"کیرتن۔ [illegible] گانے کا نام کیرتن ہے"

(ترجمہ از مہان کوش ص ۲۱۱)

دیکھئے:۔ "گورمت میں راگ سے ملا ہوا کرتار کا کیرتن دھرم کا ایک حصہ ہے"

(ترجمہ از مہان کوش ص ۳۰۷۶)

شبدارتھ گورو گرنتھ صاحب میں اس کیرتن کے فائد مندرجہ ذیل الفاظ میں بیان کئے گئے ہیں:۔

"شبد کی دھن اٹھتے ہی دھیان لگ جاتا ہے۔ اور دھیان لگتے ہی گیان ہو جاتا ہے۔ یعنی دوسرے طریقوں سے اچارن۔ دھیان۔ اور گیان کی الگ الگ حالتیں ہیں جو سالوں کی لگاتار محنتوں سے حاصل ہوتی ہیں۔ مگر گور شبد کی کمائی سے یہ تینوں حالتیں ایک مرتبہ ہی مل جاتی ہیں"

(ترجمہ از شبدارتھ گرنتھ صاحب ص ۸۱۹)

ان حوالہ جات سے ظاہر ہے کہ سکھوں میں کیرتن یعنی راگ میں شبدوں کا گایا جانا بھی عبادت کا حصہ خیال کیا جاتا ہے مگر اس کے متعلق بھی گورو گوبند سنگھ صاحب کا یہ حکم ہے کہ عورتوں سے راگ نہ سنا جائے۔ اگر کوئی ایسا کرے گا تو وہ نجات حاصل نہ کرسکے گا۔ چنانچہ مرقوم ہے کہ:۔

تریا راگ سنے چت لائے

ستولال سوجم پور جائے

(تنخواہ نامہ نندلال ص ۹)

یہ درست ہے کہ موجودہ زمانہ کے سکھ اپنے گوردواروں اور دیوانوں میں عورتوں سے بھی کیرتن کرواتے ہیں۔ مگر ان کا یہ فعل مغربیت کے زیر اثر ہے۔ اسے سکھ مذہب کی طرف منسوب نہیں کیا جاسکتا کہ جس سے یہ ثابت ہو سکے کہ کسی سکھ گورو صاحب کے دربار میں ایک عورت نے یا بہت سی عورتوں نے مل کر کیرتن کیا ہو۔ اور سکھ گورو صاحب اور ان سکھوں نے سنا ہو۔ اس صورت میں اگر آج سکھ عورتیں کیرتن کرتی ہیں۔ اور مردوں کو گا گا کر شبد سناتی ہیں تو یہ سکھ گورو صاحبان کی تعلیم اور مسلک کے سراسر خلاف ہے۔ کیا کوئی سکھ ودوان

اس طرف توجہ دینے کی کوشش کرے گا۔

اور اس کے علاوہ سکھوں میں "ارداس" کرنا بھی عبادت میں شامل ہے۔ بلکہ رہت ناموں میں یہاں تک مرقوم ہے کہ ہر ایک نئے کام سے قبل ارداس ضروری ہے۔ اور روزانہ شام کے وقت گوردواروں میں بالعموم ارداس کی جاتی ہے۔ اس کا طریق یہ ہے کہ تمام حاضرین ہاتھ باندھ کر کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اور ایک سکھ جسے ارداسیہ کہتے ہیں مخصوص الفاظ میں ارداس کرتا ہے اور باقی تمام اس کی اتباع کرتے ہیں۔ آج تک سکھوں میں یہی دستور رہا ہے کہ ارداس مرد ہی کرواتا ہے۔ ایک بھی ایسی مثال نہیں ملتی کہ مردوں کی موجودگی میں کسی عورت کو ارداس کرنے کے لئے مقرر کیا گیا ہو۔ یہی وجہ ہے کہ سکھ کتب میں "ارداسن" کی کوئی اصطلاح موجود نہیں۔ اس کے برعکس "ارداسیہ" کی اصطلاح موجود ہے۔ جیسا کہ مرقوم ہے :-

"ارداسیہ :- ارداس کرنے والا۔ پجاری گرنتھی وغیرہ سکھ"

(ترجمہ از مہان کوشش صفحہ ۲۱۴)

اگر سکھ مذہب نے مردوں کی موجودگی میں عورتوں کو بھی یہ حق دیا ہوتا کہ وہ "ارداس" کرا سکتی ہیں۔ تو اس صورت میں چاہیئے تھا کہ آج بھی گوردواروں میں مردوں کی بجائے عورتیں ارداس کرواتیں۔ اور ان کے لئے سکھ کتب میں "ارداسن" کی اصطلاح بھی قائم ہوتی۔ اس سے ظاہر ہے کہ جس طرح اسلام میں اذان دینے کا حق مرد کو دیا گیا ہے۔ اسی طرح سکھ مذہب میں ارداس کرانا مرد کا حق قرار دیا گیا ہے۔

بھائی پرتاب سنگھ نے اسلام پر جس قدر بھی اعتراضات کئے ہیں۔ ان سے معلوم ہوتا ہے کہ انہیں اسلام کے متعلق کچھ بھی واقفیت نہیں۔ اور انہوں نے اس سلسلہ میں سکھ مذہب کی تعلیمات اور سکھ گورو صاحبان کے مسلک کو بھی نظر انداز کرنے کی پوری پوری کوشش کی ہے۔ بھائی صاحب نے اس بات پر خاص زور دیا ہے کہ ہم کتابوں مسئلوں کی بحث میں نہیں جانا چاہتے۔ بلکہ روزمرہ کی باتیں جو ہم دیکھتے ہیں۔ ان کو لیتے ہیں۔ مگر وہ اس امر کو بھول گئے ہیں کہ سکھوں کے ہاں عورتوں کے ساتھ کیا سلوک ہوتا ہے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں ہم اپنی طرف سے کچھ کہنے کی بجائے ایک معزز سردار جی بی۔ سنگھ صاحب ریٹائرڈ پوسٹ ماسٹر جنرل کے مضمون کا ایک اقتباس پیش کرنے پر ہی اکتفا کرتے ہیں۔ سردار صاحب موصوف بیان کرتے ہیں :-

"سکھوں میں چھوٹی لڑکیاں بچپن میں زیادہ مرتی ہیں۔ مسلمانوں سے دوگنی اور ہندوؤں سے تین گنی۔ .... سکھوں کی بہت بڑی اکثریت مذہبی طور پر سخت ممانعت کے باوجود لڑکیوں کو مارتی ہے...... .... سکھوں پر چھوٹی لڑکیوں کا جو صفایا ہو جاتا ہے اس سے اسی نتیجہ پر پہنچنا پڑتا ہے کہ راجپوتوں کی طرح ان میں بھی قدرتی تناسب کی کمی جان بوجھ کر پیدا کی جاتی ہے۔ یعنی۔ اب بھی سکھوں میں لڑکیاں ماردی جاتی ہیں۔"

(ترجمہ از رسالہ پھلواڑی جون ۱۹۴۳ء)

پردہ اور اسلام

(بقیہ از صفحہ ۲)

اسلام کا احسان ہندوستان پر

ہمیں افسوس ہے کہ آریہ صاحبان بھی بے پردگی پر زور دیتے ہیں، اور قرآن شریف کے احکام کی مخالفت چاہتے ہیں حالانکہ اسلام کا یہ بڑا احسان ہندوستان پر ہے کہ اس نے تم کو تہذیب سکھائی، اور اسکی تعلیم ایسی ہے جس سے مفاسد کا دروازہ بند ہو جاتا ہے۔ مثل مشہور ہے خر بستہ بہ گرچہ دزد آشنا است یہی حالت مرد اور عورت کے تعلقات کی ہے کہ اگرچہ کچھ ہی کیوں نہ ہو، تاہم فطری جوش اور تقاضے بعض اس قسم کے ہوتے ہیں کہ جب ان کو ذرا سی تحریک ہوئی تو جھٹ پٹ حد اعتدال سے ادھر ادھر ہو گئے۔

عام حالات پردہ کے متقاضی ہیں

اس لئے ضروری ہے کہ مرد اور عورت کے تعلقات میں حد درجہ کی آزادی وغیرہ کو ہرگز دخل نہ دیا جائے۔ ذرا اپنے دلوں میں غور کرو کہ کیا تمہارے دل راجہ رامچندر اور کرشن وغیرہ کی طرح پاک ہو گئے۔ پھر جب وہ پاک دلی تم کو نصیب نہیں ہوئی تو بے پردگی کو رواج دے کر بکریوں کو شیروں کے آگے کیوں رکھتے ہو۔ ہٹ اور ضد اور تعصب اور چڑ وغیرہ سے تم لوگ دیدہ و دانستہ اسلام کے ان پاکیزہ اصول کی مخالفت کیوں کرتے ہو جن سے تمہاری عفت برقرار رہتی ہے، عقل تو اس بات کا نام ہے کہ انسان کو نیک بات جہاں سے ملے وہ لے لیوے کیونکہ نیک بات کی مثال سونے اور ہیرے اور جواہر کی ہے اور یہ اشیا خواہ کہیں ہوں آخر وہ سونا وغیرہ ہی ہوں گے۔ اس لئے تم کو لازم ہے کہ اسلام کے نام سے چڑ کر تم نیکی کو ترک نہ کرو۔ ورنہ یاد رکھو کہ اسلام کا تو کچھ حرج نہیں ہے۔ اور اگر اس کا ضرر ہے تو تم کو ہی ہے۔ ہاں اگر تم لوگوں کو یہ اطمینان ہے کہ سب کے سب بھگت بن گئے ہو اور نفسانی جذبات پر تم کو پوری قدرت حاصل ہے۔ اور قوی پرمیشر کی رضا اور احکام کے برخلاف بالکل حرکت نہیں کرتے تو پھر ہم تم کو منع نہیں کرتے بیشک بے پردگی کو رواج دو لیکن یہاں تک میرا خیال ہے ابھی تک تم کو وہ حالت نصیب نہیں اور تم میں سے جس قدر لوگ لیڈر بن کر قوم کی اصلاح کے درپے ہیں۔ ان کی مثال سفید قبر کی ہے جس کے اندر بجز ہڈیوں کے اور کچھ نہیں کیونکہ ان کی صرف باتیں ہی ہیں عمل وغیرہ کچھ نہیں۔

پردہ کی غرض

اسلام نے جو یہ حکم دیا ہے کہ مرد عورت سے اور عورت مرد سے پردہ کرے اس سے غرض یہ ہے کہ نفس انسان پھسلنے اور ٹھوکر کھانے کی حد سے بچا رہے کیونکہ ابتداء میں اس کی یہی حالت ہوتی ہے کہ وہ بدیوں کی طرف جھکا رہتا ہے اور ذرا سی بھی تحریک ہو تو بدی پر ایسے گرتا ہے جیسے کئی دن کا بھوکا آدمی کسی لذیذ کھانے پر یہ انسان کا فرض ہے کہ اس کی اصلاح کرے۔

نفس کی تین حالتیں

اور اس کی اصلاح کی حالتوں کے لحاظ سے اس کے چار نام مقرر کئے گئے ہیں۔ اول اول نفس اس کا مزکی ہوتا ہے کہ جس کو نیکی بدی کی کوئی خبر نہیں ہوتی اور یہ حالت طفلی تک رہتی ہے اور پھر نفس امارہ ہوتا ہے کہ بدیوں کی طرف ہی مائل رہتا ہے اور انسان کو طرح طرح کے فسق و فجور میں مبتلا کر دیتا ہے اور اس کی بڑی غرض یہ ہوتی ہے کہ ہر وقت بدی کا ارتکاب ہو۔ کبھی چوری ممکن ہے کوئی گالی دے یا ذرا خلاف مرضی کام ہو تو اسے مارنے کو تیار ہو جاتا ہے، اگر شہوت کی طرف غلبہ ہو گیا تو گناہوں اور فسق و فجور کا سیلاب بہ نکلتا ہے۔ دوسرا نفس لوامہ ہے کہ اس میں بدیاں بالکل دور تو نہیں ہوتیں، مگر ہاں ایک پچھتاوا اور حسرت اور افسوس کا مرتکب ہو تو اپنے دل میں محسوس کرتا ہے اور بدی ہو جانے تو اس کے دل میں یہی سے اس کا معاوضہ کرنے کی خواہش ہوتی ہے اور تدبیر کرتا ہے کہ کسی طرح گناہ سے بچے اور دعا میں لگتا ہے کہ زندگی پاک ہو جاوے اور ہوتے ہوتے جب یہ گناہ سے بیزار ہو جاتا ہے تو اس کا نام مطمئنہ ہو جاتا ہے اور اس حالت میں وہ بدی کو ایسی ہی بدی سمجھتا ہے جیسے کہ خدا بدی کو بدی سمجھتا ہے۔

نفس مطمئنہ کے سوائے پاکیزگی حاصل نہیں ہوتی

بات یہ ہے کہ دنیا اصل میں گناہ کا گھر ہے جس میں سرکشیوں میں پڑ کر انسان خدا کو بھلا دیتا ہے۔ نفس امارہ کی حالت میں تو اس کے پاؤں میں زنجیریں ہی زنجیریں ہوتی ہیں اور لوامہ میں کچھ زنجیریں پاؤں میں ہوتی ہیں اور کچھ اتر جاتی ہیں مگر مطمئنہ میں کوئی زنجیر باقی نہیں رہتی سب کی سب اتر جاتی ہیں اور وہی زمانہ انسان کا خدا کی طرف پکے رجوع کا ہوتا ہے اور وہی خدا کے کامل بندے ہوتے ہیں جو کہ نفس مطمئنہ کے ساتھ دنیا سے علیحدہ ہوویں اور جب تک وہ اسے حاصل نہ کر لے تب تک اسے مطلق علم نہیں ہوتا کہ خدا [illegible] جائے گا یا دوزخ میں پس جبکہ انسان بلا حصول نفس مطمئنہ کے نہ پوری پاکیزگی حاصل کر سکتا ہے نہ جنت میں داخل ہو سکتا ہے۔

اسلامی پردہ کا سر

تو اب خواہ آریہ ہوں یا عیسائی کونسی عقلمندی ہے کہ قبل اس کے کہ یہ نفس حاصل ہو وہ بھیڑیوں اور بکریوں کو اکٹھا چھوڑ دیں۔ کیا ان کو امید ہے کہ وہ پاک اور بے شر زندگی بسر کر لیں گے یہ ہے سر اسلامی پردہ کا اور میں نے خصوصیت سے اسے ان مسلمانوں کے لئے بیان کیا ہے جن کو اسلام کے احکام اور حقیقت کی خبر نہیں اور مجھے امید ہے کہ آریہ لوگ اس سے بہت کم مستفید ہوں گے کیونکہ ان کو تو اسلام کی ہر ایک بھلی بات سے چڑ ہے۔

کرناٹک میں تبلیغ اسلام

ہبلی (کرناٹک) سے شیخ عبداللہ صاحب سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام اطلاع دیتے ہیں کہ ۱۰ فروری کو مولوی محمد حسن صاحب مبلغ انجمن کی تقریر یاسیت کے گیتا آشرم میں آشرم کے پنڈت صاحب کے زیر صدارت ہوئی اس تقریر میں مولوی صاحب نے نہایت قابلیت سے ثابت کیا کہ قرآن کریم تمام جہان اور سب زمانوں کے لئے ہے اور گیتا صرف ایک خاص قوم اور ملک اور خاص زمانہ کے لئے تھی۔ اور اب تمام نسل انسانی کی بہبودی قرآن ہی سے وابستہ ہے اسی لئے قرآن کی حفاظت کا وعدہ خدا نے کیا ہے اور دوسری کتابوں کے لئے ایسا کوئی وعدہ نہیں۔

اس تقریر کی آشرم کے تمام پنڈتوں نے بہت تعریف کی اور صاحب صدر نے اعتراف کیا کہ ایسی اعلیٰ درجہ کی تقریر انہوں نے پہلے کبھی نہ سنی تھی، اور مجھے ایسا لطف آتا تھا کہ جی چاہتا تھا کہ دوسری تقریروں کا وقت بھی مولوی صاحب کو دے دیا جائے۔

تاریخ اسلام

شیخ غلام قادر صاحب احمدیہ بلڈنگس لاہور

اصحابی کالنجوم فبایھم اقتدیتم اھتدیتم

صحابہ کرامؓ کا تقویٰ دیانت اور رواداری!

عمال صحابہؓ کا خشیۃ اللہ

ایک دفعہ جب حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن مسعود رضہ کو محصل صدقہ بنا کر کسی علاقہ میں بھیجنا چاہا تو فرمایا کہ اس خدمت کو بجا لانے میں اس بات کا خیال رکھنا کہ قیامت کے دن تمہاری پشت پر کوئی صدقہ کا اونٹ بلبلاتا ہوا نظر نہ آئے (یعنی خیانت نہ کرنا۔ زبردستی بے جا صدقہ وصول نہ کرنا) ابن مسعود رضہ نے عرض کیا حضورؐ مجھے اس فرض سے سبکدوش رکھا جائے۔ ارشاد ہوا میں تمہیں مجبور نہیں کرتا۔ (ابوداؤد کتاب الخراج)

ایک دفعہ حضور علیہ التحیات والسلام نے فرمایا:۔

یا ایھا الناس من عمل منکم لنا علی عمل فکتمنا منه مخیطا فما فوقه فھو غل یاتی به یوم القیامة۔

ترجمہ۔ لوگو! جو شخص ہمارا عامل ہو وہ اگر ایک دھاگہ یا اس سے بھی کم ہم سے چھپا لے گا تو یہ خیانت کا مال ہے اور اسکو قیامت میں حاضر کرنا پڑے گا۔

ایک انصاری جو عامل تھے یہ سنکر بول اٹھے یا رسول اللہ مجھے اس خدمت سے سبکدوش فرمایئے (وہ بچارا اپنی کمزوری حافظہ سے ڈر گیا، کیونکہ بعض اوقات نسیان بڑی بڑی غلطیوں کا سبب بن جاتا ہے)

(ابوداؤد کتاب الاقضیۃ)

عمال کے لئے باعزت زندگی

عمال کے لئے با فراغت اور باعزت زندگی بسر کرنے کے لئے معقول روزینے مقرر کئے جاتے تھے۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تصریح خود فرما دی تھی:۔

من کان لنا عاملا فلیکتسب زوجة فان لم یکن له خادم فلیکتسب خادما ان لم یکن له مسکن فلیکتسب مسکنا ومن اتخذ غیر ذالك فھو غال او سارق۔

(ابوداؤد کتاب الخراج)

ترجمہ۔ جو شخص ہمارا عامل ہو اس کو ایک بی بی کر لینا چاہیئے، اگر اس کے پاس ملازم نہ ہو تو ایک ملازم رکھ لینا چاہیئے، اگر مکان نہ ہو تو ایک مکان بنا لینا چاہیئے (ان سب چیزوں کا انتظام قوم کے ذمہ ہے) لیکن گر کوئی اس سے زیادہ لے گا تو وہ خائن ہو گا یا چور۔

رشوت ستانی کے امکانات کا انسداد

حضرت عمر رضہ نے رشوت ستانی کے امکانات مسدود کر دیئے اور عمال پر پابندی لگا دی

لا تشتروا ولا تبیعوا ولا ترتشوا

(الفاروق حصہ دوم)

یعنی نہ کچھ خریدو اور نہ کچھ بیچو اور نہ رشوت لو۔

تجارت بھی عمال کے لئے ہدیہ کی طرح رشوت خواری کا ایک جذب ذریعہ بن سکتا ہے۔ آپ نے صیغہ عدالت قائم کیا تو حکم نافذ فرمایا:۔

اجعلوا الناس عندك فی الحق سواء قریبھم کبعیدھم وبعیدھم کقریبھم وایاکم والرشی۔ (کنز العمال)

یعنی انصاف میں تم لوگوں کو برابر سمجھو قریب و بعید میں امتیاز نہ کرو اور رشوت سے بچو۔

صحابہؓ کا غیر مسلم مفتوحہ لوگوں سے سلوک

خالد رضہ نے حیرہ کے عیسائیوں کے ساتھ معاہدہ کیا جس میں سب سے زیادہ اہم شرط یہ تھی:۔

"جو بڈھا غیر مسلم شخص بے کار ہو جائے گا یا اس کا جسم ماؤف ہو جائے گا یا کوئی متمول شخص اس قدر محتاج ہو جائے گا کہ اس کے ہم مذہب لوگ اس پر صدقہ کرنے لگیں گے تو اس کا جزیہ معاف کر دیا جائے گا اور اس کی کفالت بیت المال سے کی جائے گی۔"

(کتاب الخراج)

حضرت ابوعبیدہ رضہ نے شام کے عیسائیوں کے ساتھ جو معاہدہ کیا اس کے بعض الفاظ یہ ہیں:۔

"ان کے گرجوں سے کچھ تعرض نہ کریں گے بشرطیکہ نئے گرجے تعمیر نہ کریں۔"

شام کی فتح کے بعد حضرت عمر رضہ نے حضرت ابوعبیدہ رضہ کو جو فرمان لکھا اس میں یہ الفاظ قابل لحاظ ہیں:۔

"مسلمانوں کو ان کے ظلم و نقصان سے روکو اور ان کے مال کے کھانے سے منع کرو ان کو جو حقوق تم نے دیئے ہیں ان کو پورا کرو"

(اسوۂ صحابہؓ)

(باقی۔ باقی)

زندگی بخش جام احمدؐ ہے ٭ کیا ہی پیارا یہ نام احمدؐ ہے
لاکھ ہوں انبیاء مگر بخدا ٭ سب سے بڑھکر مقام احمدؐ ہے
باغ احمدؐ سے ہم نے پھل کھایا
میرا بستاں کلام احمدؐ ہے

اپنے قارئین سے

"پیغام صلح" جماعت احمدیہ کا واحد قومی آرگن ہے جس کی توسیع اشاعت اور امداد و اعانت ہر احمدی کا قومی فرض ہے، اس اخبار کی اشاعت کو بڑھایئے اور اس کے لئے تجارتی اشتہارات فراہم کرکے اس کی مالی اعانت کیجئے۔

ایک نوجوان کا مبارک اقدام!

لاہور میں ایک عرصہ سے احمدیہ ینگ مینز ایسوسی ایشن ختم ہو چکی ہوئی ہے، جس کی وجہ سے نوجوانوں کے اجتماعی جلسے جو ہمیشہ ہفتہ وار، پندرہ روزہ یا ماہوار ہوا کرتے تھے، رک چکے تھے، اور ایک جمود پیدا ہو چکا تھا۔ اس جمود کو چند دن ہوئے ہمارے ایک قابل فخر نوجوان بھائی نور حسین صاحب نے توڑا جو کچھ عرصہ ہوا ٹرینیڈاڈ جیسے دور دراز مقام سے جرمن تعلیم آئے ہوئے ہیں۔ انہوں نے ۹ مارچ کو بروز اتوار چند نوجوانوں کو اپنے کمرہ میں بلا کر ایک سوشل اجتماع کی بنیاد ڈالی، اس موقعہ پر انہوں نے موجودہ جمود کا ذکر کرتے ہوئے اس امر کی طرف توجہ دلائی کہ جماعتی زندگی کو برقرار رکھنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ جماعت کے نوجوان ہفتہ میں کم از کم ایک بار اکٹھے ہوا کریں اور یہ اجتماع مختلف صورتوں میں ہو کبھی کھیل کے میدان میں اور کبھی سنجیدہ محفلوں میں جہاں جماعت کے مقاصد کے حصول اور دیگر علمی مسائل پر تحریری و تقریری بحث کی جائے۔ ان کے اس خیال کی تائید اقبال احمد صاحب نے ایک مختصر سی تقریر کے ذریعہ کی جس کے بعد مولانا آفتاب الدین احمد صاحب نے بھی حاضرین کو مخاطب کیا اور فرمایا کہ جماعت کی موجودہ حالت سے ناامید نہیں ہو جانا چاہیئے اور اپنی کوششوں سے اس تحریک کو زندہ رکھنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ انہوں نے اس بات پر زور دیا کہ کسی کے ذہن میں یہ خیال کبھی نہ آئے کہ اس کی رائے اس قابل ہے کہ اس کو ہر کوئی مان لے۔ ہمیشہ باہم صلاح اور مشورہ سے کام کرنا چاہیئے۔ اس جلسہ میں بابو غلام قادر صاحب اور ناصر احمد نے انگریزی میں یکے بعد دیگرے دو نہایت ہی موثر مقالے تعلیمی فوائد پر پڑھے۔ اس مجلس میں یہ فیصلہ ہوا کہ ہر اتوار شام کے ۴ سے ۴½ بجے تک نوجوانوں کا اجتماع ہوا کرے نور حسین صاحب اور اقبال احمد صاحب علی الترتیب صدر اور سیکرٹری چنے گئے۔ اگلی میٹنگ کے لئے قرعہ اندازی سے موضوع بغرض بحث یہ قرار پایا "ہماری اخلاقی اصلاح کس طرح ہو سکتی ہے"؟

حاضرین کی تواضع چائے اور پھل سے کی گئی۔ جماعت کے دو بزرگ مولانا آفتاب الدین احمد صاحب اور بابو غلام قادر صاحب بھی اس مجلس میں شریک تھے۔ ان دو بزرگوں کے علاوہ یہ اجتماع ۱۵ نوجوانوں پر مشتمل تھا۔ پانچ بجے کے قریب مجلس برخاست ہوئی۔

دوسرا جلسہ

اسی مجلس کا دوسرا اجلاس بروز اتوار مورخہ ۱۶ر مارچ کو بوقت ساڑھے چار بجے سہپر نور حسین صاحب ہی کے کمرہ میں ہوا، جس میں اقبال احمد صاحب سیکرٹری نے گذشتہ اجلاس کی رپورٹ پڑھی۔ شیخ غلام قادر صاحب نے تلاوت قرآن مجید کی اور محمد یحییٰ بٹ صاحب نے حضرت مسیح موعودؑ کے چند دعائیہ اشعار پڑھے جس کے بعد مولوی فضل الرحمٰن صاحب متعلم تبلیغ سلطان محمد کلرک انجمن اور انعام الحق صاحب متعلم انجینیرنگ کالج نے اخلاقی ترقی کے موضوع پر مقالے پڑھے۔ جس کے بعد مسٹر نور حسین نے بحیثیت صدر تنقید اور سوالات طلب کئے۔ لیکن کوئی سوال یا تنقید نہ ہونے پر انہوں نے خود ہی فن تقریر و خطابت اور مقالات یا تقاریر میں ٹھوس مواد پیش کرنے کے متعلق نوجوانوں کو عمدہ ہدایات دیں۔

آخر میں دعا پر جلسہ ختم ہوا، اس جلسہ میں بھی حاضرین کی چائے سے تواضع کی گئی۔

جماعت جہلم کے تبلیغی جلسہ کی روئداد

مولانا احمد گل صاحب مبلغ جہلم

۹ مارچ ۵۲ء بروز اتوار جماعت جہلم کی طرف سے ایک تبلیغی جلسہ منعقد ہوا۔ جس میں وفد جناب مولانا عبدالحق صاحب ودیارتھی راولپنڈی سے، مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع لائل پور سے، اور مولانا احمد یار صاحب جنرل سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور سے ہفتہ کی شام کو جہلم میں تشریف فرما ہوئے۔ دوسرے دن شہر میں بذریعہ لاؤڈ سپیکر منادی کرائی گئی۔ میدان پاکستان میں جلسہ گاہ کو سٹیج، سائبان، لاؤڈ سپیکر اور کرسیوں سے مزین کیا گیا۔ ٹھیک ساڑھے سات بجے جناب حکیم عبدالعزیز صاحب جلسہ کی کارروائی شروع ہوئی۔

مولانا احمد یار صاحب کی تقریر

سب سے پہلے مولانا احمد یار صاحب ایم اے نے جلسہ کے انعقاد کا مقصد اور اس کی غرض وغایت سامعین کے سامنے رکھی۔ قرآن کریم کی فضیلت ثابت کرتے ہوئے آپ نے بتایا کہ یہ کتاب فطرت اور تجربہ کے عین مطابق ہے۔ اس کے اندر آسمانی اور روحانی گذشتہ کتابوں کی طرح ردوبدل واقع نہیں ہو سکتا، ابتدائے اسلام سے آج تک لکھوکھہا انسان اس مقدس کتاب کو اپنے سینوں میں محفوظ رکھتے ہیں کہ تمام صداقتیں اور رشد ہدایت کے تمام ذرائع جو صحف اولیٰ میں پائے جاتے تھے بحیثیت مجموعی صرف ایک ہی کتاب میں پائے جاتے ہیں اور وہ قرآن کریم ہے۔

آپ نے ولتکن منکم امة یدعون الی الخیر کے ماتحت فرمایا کہ مسلمانوں میں ایک ایسی جماعت کا ہونا ضروری ہے جو صرف تبلیغ دین اور اشاعت قرآن کے کام کو پوری ذمہ داری اور تن دہی سے بجا لائے۔ اگر حقائق اور واقعات کے لحاظ سے دیکھا جائے تو وہ جماعت احمدیہ ہی ہے جس کی وجہ سے دنیا میں ایک تبدیلی اور مذہبی انقلاب واقع ہو رہا ہے اسی جماعت کی بدولت ایک انگریز کے قول کے مطابق کہ

"تخمینہ کیا جاتا ہے کہ برطانیہ میں روزانہ ایک آدمی اسلام قبول کرتا ہے"

اسلام اور مسلمانوں کو کامیابی حاصل ہو رہی ہے۔ تقریر کے آخر میں آپ نے فرمایا کہ ایسی جماعت جو محض دین اور اسلام کا کام کر رہی ہے آپ لوگوں کا فرض ہے کہ ہر طرح اس کی امداد اور معاونت کریں۔

مولانا عبدالحق صاحب کے حقائق و معارف

اس کے بعد مولانا عبدالحق صاحب ودیارتھی کھڑے ہوئے آپ نے تقریر کو سورۃ یوسف کی پہلی آیت سے شروع کیا۔ اپنے ڈھنگ کے بیان اور نہایت پیرایہ سے مضمون کو اس خوبی سے نبھایا کہ سامعین تصویر حیرت بن کر رہ گئے۔ حروف مقطعات کی تشریح کرتے ہوئے بتایا کہ علماء کا وہ طبقہ جس نے ان حروف کو ایک راز یا ان فہم معمہ سمجھ کر بے معنی ثابت کرنے کی کوشش کی ہے اس سے خدا تعالیٰ پر الزام آتا ہے۔ جبکہ انسانی کلام میں بے معنی الفاظ کا استعمال ایک نقص سمجھا جاتا ہے تو خداوند عالم کے کلام میں اس قسم کا نقص کیونکر تسلیم کیا جا سکتا ہے۔ ہاں صرف خیال اس قدر کیا جا سکتا ہے کہ ان حروف کے معنی بیان کرنے میں ہر شخص اپنی عقل کے مطابق ان کی صراحت کر سکتا ہے مگر اس سے ان کو بے معنی تسلیم نہیں کیا جا سکتا۔

اس آخری خیال کی تائید فرماتے ہوئے کہا کہ عرب میں الفاظ یا جملہ استعمال کرنے کی بجائے بطور رمز یا ابتدائی حروف تہجی سے کام لیا جاتا تھا بلکہ یہ طریق تو آج بھی ہر ایک زبان میں پایا جاتا ہے۔ آپ نے کئی ایک زبانوں کی مثالوں سے اس مسئلہ کو واضح کیا۔ اس کی مزید وضاحت کرتے ہوئے آپ نے انسانی زندگی کی ابتدائی تاریخ کو سامنے رکھ کر بتایا کہ ابتدائی ایام میں انسان اپنا مافی الضمیر ظاہر کرنے کے لئے مختلف چیزوں کی تصویروں سے کام لیتا تھا، بعد میں اختصار کے طور پر ان تصویروں کو کچھ آدھا کر کے تفہیم کا کام لیتا رہا اس کے بعد کام کا سلسلہ شروع ہوا پھر حروف تہجی کو الفاظ یا جملوں کے قائم مقام کر کے ان سے اظہار خیال کا کام لیا گیا اور یہ طریق بطور آج بھی ہر ملک اور ہر قوم میں پایا جاتا ہے۔ آیت متلوہ کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا:

الٓر۔ ان حروف مقطعات کے معنی ہیں۔ انا اللہ ارٰی۔ یعنی میں اللہ دیکھتا ہوں۔ رویت (دیکھنا) اپنے اندر وسیع مفہوم رکھتا ہے۔ بچہ اور جوان۔ عالم اور جاہل۔ ڈاکٹر اور تاجر وغیرہ کا دیکھنا اپنے حالات کے ماتحت مختلف ہے بچہ ارض نقش و نگار دیکھ سکتا ہے مگر جوان اس کے علاوہ مزید معلومات حاصل کر سکتا ہے۔ اسی طرح عالم، جاہل، ڈاکٹر اپنے ماحول اور اپنے مخصوص علم کی بنا پر دیکھتا ہے۔ مگر خدا تعالیٰ کا دیکھنا یا اس کا علم تمام سے بڑھ کر ہے۔ زمین و آسمان اور ما فیہما کی ہر چیز پر اس کا علم محیط ہے۔

تلک اٰیات الکتاب المبین۔

الکتاب۔ چمڑے کی جلد کو کہتے ہیں جس میں مختلف مفہوم یا مضامین تحریر کئے جائیں۔ یہاں الکتاب سے ایک ایسی جامع کتاب مراد ہے جس میں تمام پہلی منزل من السماء کتابوں کی تعلیم محفوظ کر دی گئی ہے۔ اس سے پہلے جس قدر کتابیں آئیں وہ کہیں موجود نہیں اگر موجود ہیں بھی تو پورے طور پر محفوظ نہیں۔ قرآن کریم ہی ایسی کتاب ہے جس کی تعلیم ہر حالت میں مفید اور ہر زمانہ کے مطابق ہے۔

المبین۔ دلائل اور بیان کے لحاظ سے کھلی اور روشن کتاب ہے۔ اپنے ہر دعوے کے ساتھ دلیل دیتی ہے۔ پہلی کتابیں اپنے ساتھ دلائل نہیں رکھتی تھیں۔ مگر جس وقت قرآن کریم نازل ہوا اس وقت نسل انسانی پوری جوانی پر پہنچ چکی تھی اور عقل کی پختگی پورے طور پر نشوونما پا چکی تھی اسی وجہ سے قرآن کریم نے اپنے ہر دعوے کے ساتھ دلیل کو پیش کیا ہے۔

انا انزلناہ قرآنا عربیا لعلکم تعقلون

قرآن۔ کے معنی کثرت سے پڑھی جانے والی کتاب ہے۔ یہ خصوصیت بھی قرآن کریم کے ساتھ مختص ہے۔ اگر اسکو مسلمانوں نے رات دن روز زبان بنا رکھا ہے تو دشمنوں (پنڈت یا دیوان دیگر) نے بھی اسے بکثرت پڑھا ہے۔ اس کے علاوہ قرآن کی یہ خصوصیت ہے کہ اس نے اپنا نام خود پیش کیا ہے مگر گذشتہ تمام آسمانی کتابیں اپنا نام بتانے میں خاموش ہیں۔

عربی) کے معنے اچھی طرح (فصیح و بلیغ) بیان کرنے کے ہیں۔ قرآن کی زبان آج تک دنیا میں بولی جاتی ہے مگر دوسری الہامی کتابوں کی زبانیں متروک ہو چکی ہیں۔

آخر میں مولانا نے اپنے لیکچر کا خلاصہ بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ مسلمانوں کو ایسی پر حکمت اور بے نظیر کتاب بغور سے پڑھنے اور اس پر عمل کرنے کی طرف توجہ کرنی چاہئے۔

مرزا مظفر بیگ صاحب کا پرجوش خطاب

اس کے بعد مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع تقریر کے لئے کھڑے ہوئے۔ آپ اپنی پرجوش آواز، مدلل بیان اور گذشتہ تبلیغی واقعات کی بنا پر جلسہ پر چھا گئے۔ آپ نے کمیونزم کے تباہ کن خطرات سے آگاہ کرتے ہوئے فرمایا کہ ماسکو وغیرہ کی طرف سے مذہبی دنیا کو برباد کرنے کے لئے زہریلی گیس آ رہی ہے جس کا اثر ہندوستان میں ظاہر ہو چکا ہے۔ پنڈت نہرو جیسے لوگ اس کا شکار ہو کر رہ گئے ہیں۔ مگر خدا تعالیٰ کے کام بھی عجیب ہیں کہ دہریہ لوگوں کے اندر سے بھی بعض وقت ایسے الفاظ نکل جاتے ہیں جو خدا تعالیٰ کے وجود اور اس کی توحید پر دلالت کرتے ہیں۔

اسلام اور عیسائیت کا مقابلہ کرتے ہوئے فرمایا کہ اسلام نے خدا تعالیٰ کی توحید اور وحدت نسل انسانی پر زور دیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی مشن تھا آپ صرف اپنوں کے لئے نہیں بلکہ غیروں کے لئے بھی رحمت بن کر تشریف لائے۔ اسی وجہ سے آپ کو خدا تعالیٰ نے وما ارسلناک الا رحمة للعالمین کا خطاب بخشا۔ عیسائیت کی تعلیم میں مساوات نہیں۔ انجیل کا یہ حکم کہ اپنے موتی سوروں کے سامنے مت ڈالو۔ غیر مساوات کی بین دلیل ہے۔ اسی انجیل میں لکھا ہوا ہے کہ جناب مسیح کے پاس ایک عورت آ کر کچھ کہنے لگی تو آپ نے فرمایا میں بچوں کی روٹی کتوں کے آگے کیسے ڈالوں۔ عورت نے دوبارہ التجا کی کہ نیچے بچے ٹکڑے کتوں کو ڈالے ہی جاتے ہیں۔ اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اسلام اور عیسائیت میں کس قدر فرق ہے اسلام نسل انسانی کے حقوق کو پورا کرنے کی تعلیم دے کر مساوات اور اتحاد پیدا کرنا چاہتا ہے۔

مرزا صاحب نے انہی حقائق پر روشنی ڈالتے ہوئے جزائر فجی کے تبلیغی واقعات۔ پنڈتوں اور عیسائیوں سے مباحث کو ایسے رنگ میں پیش کیا کہ سامعین ہمہ گوش ہو کر آپ کی تقریر سے حظ اٹھاتے رہے۔ دوران تقریر میں آپ نے جماعت کے کام اور عقائد پر بھی روشنی ڈالی اور کہا کہ یورپ اور دیگر ممالک میں قرآن کریم کی اشاعت اور مسجدوں میں اذان کی گونج اسی جماعت کے ذریعہ سے ہو رہی ہے۔ ڈاکٹر اقبال کا قول کہ تھے تیرے قرآن کو سینوں سے لگایا ہم نے۔ یا تھی مغرب کی وادیوں میں گونجی اذاں ہماری۔ آج ہماری جماعت پر صادق آ رہا ہے۔ تقریر کے اختتام پر خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ ہم آپ کو ایک ایسی جماعت کی طرف دعوت دیتے ہیں جس کا کام صرف تبلیغ دین اور اشاعت اسلام ہے، آپ اس جماعت کے ساتھ مل کر کونوا مع الصادقین کا مصداق بنیں۔ (باقی صفحہ ۱۴ پر)

یٰحَسْرَۃً عَلَی الْعِبَادِ......

عبدالرؤف لودھی۔ جہلم

چند دنوں کی بات ہے۔ میرے ہاں ایک صاحب کسی غرض سے تشریف لائے۔ صورت مومنانہ تھی۔ ڈاڑھی جنگلی اور خوبصورت تھی اور لباس بھی نہایت بھلا دکھائی دیتا تھا۔ پہلے تو اُن سے میٹھی میٹھی اور سلجھی ہوئی مذہبی گفتگو ہوتی رہی۔ اور میں نے اپنے خیالات کو جن الفاظ میں بھی پیش کیا۔ وہ خندہ پیشانی اور فرحت سے سنتے رہے۔ غرضیکہ کچھ دیر تک نہایت ہی لطیف رنگ میں خیالات کا تبادلہ ہوتا رہا لیکن جونہی اُنہوں نے دوران گفتگو میں کارنس پر پڑی ہوئی امام الزمان حضرت مسیح موعود رحمۃ اللہ علیہ کی تصویر کی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ :۔

"ہماری نظر میں تو اس دور کا یہی شیر ببر تھا جس نے مسلمانوں کی لاج رکھ لی۔ اور سارے عالم میں ڈنکے کی چوٹ اسلام کو نکھری ہوئی صورت میں پیش کیا ورنہ خدا ہی جانے یہ دشمنان اسلام خصوصاً عیسائی اور آریہ اگ ہمارا کیا حشر کرتے؟"

سچ جانیے وہ صاحب ذرا اُچھلے اور اس طور سے ناک بھوں چڑھائی کہ مجھے ان کی صورت میں نمایاں غصہ اور اظہار نفرت جھلکتا ہوا دکھائی دینے لگا۔ تصویر کو ایک بار ہی سرسری نظر سے دیکھتے ہوئے نہ جانے زیر لب کیا کیا بڑبڑاتے رہے۔ پھر اچانک ہی میری طرف جھپٹے اور دیر تک مجھے سر سے پاؤں تک دیکھتے رہے۔ جیسے کہ میں کوئی چور تھا جو آج اچانک ہی پکڑا گیا ہو۔ ان کی آنکھیں مجھ سے اشاروں اشاروں ہی میں کہہ رہی تھیں کہ:۔

"تم قابل گردن زدنی ہو۔ بس چلے تو تمہارا کھڑے کھڑے ہی قیمہ کر ڈالوں۔ کافر۔ ملحد اور نہ جانے کیا کیا"

میں ان کی جانب دیکھ کر مسکرا دیا اور بیٹھنے کے لئے ہاتھ سے اشارہ کیا۔ مگر وہ نہ بیٹھے اور فقط اتنا ہی کہہ سکے :۔

"اس چندھیائی ہوئی آنکھوں والے نے عالم اسلام کی بہبودی کے لئے کیا کرنا تھا یہ تو پکا کافر تھا۔ ملحد نہ ہو کہیں کا"۔

اور ......اس کے بعد وہ صاحب یہ جا وہ جا ہو گئے۔

میں حضرت مسیح موعود پر الحاد اور کفر کے فتوے برسوں سے سنتا چلا آرہا تھا۔ یہاں تک کہ جن دنوں میں نے احمدیت کے مسلک کو اچھی طرح پہچانا بھی نہ تھا۔ میرا مطلب ہے کہ اس صحیح راہ میں کام آنے والی مٹھی بھر جماعت سے میرا ابھی کوئی تعلق ہی نہ تھا تو ایسی ہی صفات کے لئے کئی مولاناؤں کو مرزا صاحب رح پر طعن و تشنیع اور دشنام طرازی کرتے ہوئے پایا تھا۔ اور قدرتی طور پر میرے دل میں خیال آتا تھا کہ ہو نہ ہو اس مرزا میں کوئی کمال ایسا ضرور ہوگا جسے دنیا میں ایسے کٹر قسم کے مولوی مطعون کرنے سے باز نہیں آتے۔ بہرکیف ان صاحب کا یہ فتوے کوئی نیا نہ تھا۔ البتہ حضرت مرزا صاحب کی آنکھوں کے بارے میں جو ریمارکس اس بندۂ خدا نے ایجاد کئے تھے۔ وہ ضرور قابل غور تھے۔ کوئی معقول گفتگو ہو رہی ہو اور اس طرح کا اوچھا اور پست ذہنیت کا ریمارک آڑے آجائے تو خدا لگتی کہیئے کہ کیا یہ اپنی ذہنیت کی برائی کا مظاہرہ نہیں کہ اوّل تو زیر بحث موضوع تھا "خدمت دین اور علمائے کرام"۔ لیکن آخر میں اگر تان ٹوٹے تو کسی کے ناک۔ کان اور آنکھ پر ــ بہرکیف وہ صاحب یہ طنز پھینکتے ہوئے چلے گئے۔ اور وہ بھی سلام دُعا کئے بغیر!۔ لیکن میں بیٹھا ہوا سوچتا رہا۔ اور اسی خیال میں غلطاں رہا کہ تن کے اُجلے من کے میلے کہلائے جانے کے مستحق یہی لوگ ہوتے ہیں۔ کیا ہی خوب کسی نے کہا ہے ؎

زلف آوارہ گریباں چاک اے دست شباب
تیری صورت سے تجھے دردآشنا سمجھا تھا میں

میں اس اصلیت کو سلسلہ احمدیہ میں شامل ہونے سے پہلے بھی اچھی طرح جانتا تھا۔ جو حضرت مسیح موعودؑ کی آنکھوں کے بارے میں ایک پست ذہنیت کی وجہ بنی تھی۔ میں ہی نہیں بلکہ ہر مخبر اس حقیقت سے آشنا تھا۔ لیکن افسوس ہوتا ہے ان دلوں پر جو یہ پوچھنے یا سمجھنے کی بھی زحمت گوارا نہیں کرتے کہ ان آنکھوں پر اتنا ورم کیوں ہے۔ اور ان کی پلکوں پر آخر کیا بنی جو معدوم دکھائی دیتی ہیں۔ کاش یہ جلد باز منفی لوگ اور سنگدل کفر و الحاد بانٹنے والے حضرات کم از کم یہی سوچتے اور گریبانوں میں جھانک کر اپنے اعمالوں کو ٹٹول لیتے کہ یہی مرزا تھا جس نے ہمارے دین سے باغی کرداروں کو دیکھ دیکھ کر اپنی نیندیں اپنے اوپر حرام کر لیں۔ یہی مرزا تھا جو دنوں کو دشمنوں سے برسرپیکار رہتا تھا۔ مسلمانوں کے اُجڑے ہوئے چمن کو اپنا خون سینچ سینچ کر اور اپنا سرسکھ تج کر اور کر کر کے نکھار رہا تھا۔ مرصع کر رہا تھا۔ اور راتوں کو خدائے عزوجل کے حضور میں سرنگوں پڑا رہتا تھا۔ زار و نزار روتا تھا جب ہم گنہگار اور دشنام طراز انسان مزے کی نیندیں سوتے تھے۔ اور یہ مامور ہمارے ہی غم میں دھاڑیں مار مار کر رونا تھا۔ حتیٰ کہ اپنی بڑی بڑی اور خوبصورت آنکھیں بھی متورم کر لیں۔ یہ اس کی ہمدردیٔ قوم و دین کا پکا ثبوت ہے۔ کہ انہی آنکھوں سے نکلے ہوئے گرم گرم آنسوؤں نے پلکیں تک بھی جھلس دیں۔ ہم اپنے عزیزوں کے لئے دو ایک گھنٹے بھی رو لیتے ہیں تو ہماری آنکھوں کی سوجن دو دو دنوں تک دُور نہیں ہوتی۔ تو بھلا جو اپنی ساری عمر اتنی بڑی قوم کے حق میں اور اسلام کی نصرت کے لئے دعائیں کرتے کرتے یوں رو دیا کئے ہو۔ اس کی آنکھیں اور پلکیں سلامت رہ جائیں گی؟ کاش وہ معترض صاحب اپنے ہی والد صاحب (جن کو میں نے دیکھا ہوا ہے) کی آنکھوں کا دل میں خیال کر کے ہی یہ فتوے اور تعصب سے بھرا ہوا فقرہ اپنے منہ سے نکالتے!!

کتنے ہی پریشان کن واقعات ہیں اور ہمارے لئے ندامت کے کتنے نشانات ہیں جو اب بھی ہماری نظروں میں دھندلے دھندلے دکھائی دیتے رہتے ہیں۔ کیا وہ لوگ ہم ہی نہ تھے یا ہمارے ہی آبا و اجداد نہ تھے جنہوں نے حضرت عثمان غنی رض کو شہادت کا جام پلایا۔ جنہوں نے منصور کو دار پر اسی لئے چڑھایا کہ وہ فنا فی اللہ کے مقام پر کھڑے ہو کر "انا الحق" کا نعرہ مارنے لگ گیا۔ کیا ہمارا کوئی منہ ہے کہ جو ہم شہید اعظم حضرت امام حسین علیہ السلام کے ساتھ کی ہوئی اپنی غداریاں بھول جائیں۔ اس امام معصوم کو ہم نے خود ہی لکھ لکھ کر کوفہ بلوایا۔ اور پھر خود ہی ضمانت نکر گئے۔ کنارہ کر گئے اور یزید کے لشکر کے ساتھ ہو کر اس امام معصوم کے خون سے ریگستان کربلا کو سرخ کر دیا۔

مگر اب ـــــــ ؟ اب ہم ہی لوگ روتے ہیں۔ افسوس کرتے ہیں۔ اور ہاتھ اُٹھا اُٹھا کر اپنے ان آباء و اجداد کو کوستے ہیں جنہوں نے ایسے ظلم کا مظاہرہ کیا تھا۔ کاش ہم یہ سمجھ پائیں کہ آج پھر ہم ایک مامور من اللہ ایک مجدد دین اور ایک راستباز کی ہر نیک بات کا مضحکہ اڑاتے اور اس پر ٹھٹھے اور تمسخر کرتے ہیں۔ یاد رکھیئے اس مرزا پر کئے ہوئے مظالم اور کسی ہوئی پھبتیاں ہماری نسلیں سُن سُن کر ہمیں بھی مطعون کریں گی۔ اور ہمیں اُجڈ اور غیر مہذب کا خطاب دیں گی خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰى سَمْعِهِمْ وَعَلٰٓى اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ وَّلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ" ہر زمانے میں اس کی تصدیق ہوتی آئی ہے اور ہوتی رہے گی ـــــــ بھلا ہم کور چشم ہوں اور اپنا نام نین سکھ رکھ لیں تو بھلا یہ خود فریبی نہیں؟

آئیے ہم سب مل کر اللہ تعالےٰ کے رحم و کرم کے لئے دست بدعا ہوں اور اس راہ ہدایت کو اختیار کریں جو حضرت مرزا صاحب نے اسلام کی سربلندی اور ہماری آخروی بہبودی کے لئے ہمیں دکھائی ہے :

روئداد جلسہ جماعت جہلم

(بقیہ از صفحہ ۱۲)

کے مصداق بن جائیں۔

تقریر صدارت

آخر میں حکیم عبدالعزیز صاحب صدر جلسہ نے قرآن کریم کی آیت اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ تلاوت کرنے کے بعد بیان کیا کہ اللہ تعالےٰ نے قرآن کریم کی حفاظت کا یہ طریق مقرر کیا ہے کہ ہر صدی کے سر پر ایک مجدد اس کی حفاظت کے لئے مبعوث فرماتا ہے چنانچہ اس صدی پر اللہ تعالےٰ نے بانیٔ سلسلہ حضرت مسیح موعودؑ کو ایک گمنام بستی سے مامور فرمایا اور قبل از وقت بتایا، کہ بے شمار لوگ تیری جماعت میں داخل ہوں گے۔ ہر درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے۔ جماعت احمدیہ کے کارنامے اور دنیا میں اس کا اشاعت اسلام کرنا جس کی نظیر دنیا کی کوئی مسلمان جماعت پیش نہیں کر سکتی جماعت احمدیہ کے علمائے کرام جن کے مقابلہ کی کسی عالم میں سکت نہیں یہ اس بات کی بین دلیل ہے کہ بانیٔ سلسلہ خدا تعالےٰ کی طرف سے مامور ہیں اور جماعت احمدیہ اور اس کے علما کے یہ کارہائے نمایاں محض اسی چشمہ سے سیراب ہونے کی وجہ سے ہیں۔

اختصار کے طور پر حضرت اقدس کی تعلیم پیش کرنے کے بعد جماعت احمدیہ جہلم کی طرف سے سامعین اور علمائے کرام کا شکریہ ادا کرتے ہوئے جلسہ کو دعا پر ختم کر دیا۔

والسلام

ایک بزرگ خاتون کی وفات

ہبلی (علاقہ کرناٹک) سے شیخ عبد الستار صاحب سیکرٹری جماعت ہبلی مطلع فرماتے ہیں:-

ہماری جماعت کے ایک ممبر عبد الکریم صاحب سوداگر کی والدہ محترمہ ۷ر فروری جمعرات و جمعہ کی درمیانی شب کو ۷۴ سال کی عمر میں وفات پاگئیں۔ اِنّا للّٰہ و اِنّا الیہ راجعون - مرحومہ بہت نیک اور بزرگ خاتون تھیں، ان کا نام بھی خاتون بی تھا۔ ان کے فرزند عبد الکریم صاحب کا بیان ہے کہ جب سے میں نے ہوش سنبھالا میں نے انہیں کسی سے بد کلامی کرتے یا گالی دیتے نہیں سُنا۔ حالانکہ عام طور پر مائیں بچوں کو گالیاں دیتی ہیں، ہمیشہ میں نے یہی دیکھا کہ میری والدہ محترمہ نماز پنجگانہ کے علاوہ آدھی رات کو اُٹھ کر نماز تہجد پڑھتیں اور ہمیشہ ام القرآن (سورہ فاتحہ) کا ورد کرتی تھیں، اسی ورد میں تسبیح پھیرتے ہوئے تسبیح کے دانے بھی گھس گئے، مرحومہ کی زبان پر سورہ فاتحہ کا اتنا اثر تھا کہ جس کسی کی آنکھ میں تکلیف ہوتی یا بچہ بیمار ہوتا تو نماز فجر کے بعد مرحومہ گیارہ دن سورہ فاتحہ پڑھ کر پھونک دیتیں اور وہ اچھا ہو جاتا، اکثر دور دور سے بیمار لوگ آتے اور سورۃ فاتحہ کا دم کرا کر چلے جاتے اور خدا تعالےٰ اپنے فضل و کرم سے انہیں اچھا کر دیتا تھا، مرحومہ اکثر اللہ تعالےٰ کی حمد و ثنا، حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوہ حسنہ، قرآن کریم کی عظمت اور نماز کی فضیلت بیان کیا کرتی تھیں، اور ان کی ان باتوں کو سُن کر بہت سی خواتین نماز کی پابند ہو گئیں۔"

۷ر فروری - جمعرات کی رات کو مرحومہ حسب دستور نماز عشاء پڑھ کر سو گئیں اور ہمیشہ کے لئے سو گئیں، دوسرے دن بعد نماز جمعہ ان کی تجہیز و تدفین عمل میں آئی، فانّا للّٰہ وانّا الیہ راجعون۔

پیغام صلح ہمیں اس بزرگ خاتون کی وفات پر جناب عبد الکریم صاحب اور دیگر لواحقین سے دلی ہمدردی ہے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں صبر جمیل عطا کرے اور مرحومہ کو اعلیٰ علیین میں جگہ دے، احباب کرام مرحومہ کے لئے جنازہ غائبانہ کی درخواست ہے۔

عیسیٰ علیہ السلام کی خانگی زندگی کی تحقیقات

محترم جناب اڈیٹر صاحب سلمہ الرحمٰن - السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ-

خواجہ نذیر احمد صاحب نے نہایت جانفشانی سے کام لے کر [illegible] کی شکل میں دنیا کو پیش کی ہے۔ انشاء اللہ یہ عیسائیوں کے گھر میں ایٹم بم کا گولہ ثابت ہوگا۔ جس سے یقیناً عیسائیت کے مر جانے کی امید ہے لیکن اس کی تکمیل کے لئے یہ ضروری ہے۔ کہ عیسیٰ علیہ السلام کی خانگی زندگی کی تحقیقات بھی کی جائے۔

قرآن شریف میں دو جگہ پر ذکر ہے۔ کہ عیسیٰ کے بیوی اور بال بچے بھی تھے۔ (۱) سورت انعام آیت ۸۴ تا ۸۸ میں اللہ تعالیٰ نے ۱۸ انبیاء کا ذکر کر کے جن میں عیسیٰ بھی شامل ہیں۔ آخر میں کہا ہے۔ ومن اٰبائھم وذرّیّٰتھم واخوانھم جس سے صاف عیاں ہے۔ کہ عیسیٰ بھی ذریت رکھتے تھے۔ (۲) سورت الرعد آیت ۳۸ ولقد ارسلنا رسلا من قبلک وجعلنا لھم ازواجا و ذریۃ۔ اس آیت میں بھی تمام انبیاء کا ذکر ہے کہ ان کی ازواج اور ذریت تھی اور ان میں عیسیٰ علیہ السلام بھی شامل ہیں۔ پس قرآن شریف کا یہ دعوےٰ ہے۔ اور یقینی ہے۔ کہ حضرت عیسیٰ کی زوجہ بھی تھی۔ اور بال بچے بھی تھے۔ میں اپنے احمدی بھائیوں کی خدمت میں عرض کرتا ہوں۔ کہ وہ اس تحقیقات میں پڑ کر تاریخی طور پر ثابت کریں کہ واقعی عیسیٰ کے بال بچے اور بیوی بھی تھی۔ قرآن شریف اور محمد رسول اللہ نے عیسیٰ اور انکی والدہ پر احسان کر کے ان کو ان تمام الزامات سے بری کیا۔ جو یہود ان دونوں پر لگاتے تھے اور لگا رہے ہیں۔ مگر یہ عیسائی قوم ایسی ناشکر گذار ہے۔ کہ اس نے اپنے محسنوں پر الزام تراشے اور ان کے متعلق غلط بیانیاں کر کے انہیں بُری شکل میں پیش کرنے کی کوشش کی۔ ہمارا فرض ہے کہ ہم بھی ان کے مصنوعی خدا کے اصلی حالات اور خانگی زندگی کی کیفیات بتا کر انہیں ان کے گھر تک پہنچائیں۔

امید ہے ہماری جماعت کا کوئی نہ کوئی عالم اس تحقیقات میں اپنا وقت صرف کر کے قوم کو مشکور بنا دے گا

محمد زمان میاں - از قاضی خیل۔ ڈاکخانہ چارسدہ

جماعت راولپنڈی کا جلسہ

ہمارے مکرم دوست جناب فضل کریم صاحب وائس پریزیڈنٹ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام راولپنڈی مطلع فرماتے ہیں کہ:-

"ہم نے ۱۱- ۱۲ اور ۱۳ر اپریل ۱۹۵۲ء کو راولپنڈی میں جلسہ کرنا ہے، اس جلسہ میں بڑے بڑے علماء شرکت کریں گے الحاج میاں محمد صاحب، حضرت مولانا صدر الدین صاحب، مولانا عبد الحق صاحب ودیارتھی، مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع، الحاج حافظ محمد حسن صاحب چیمہ وکیل گجرات اور ان کے علاوہ جماعت کے بعض اور فضلا اس جلسہ میں شرکت کریں گے۔ راولپنڈی کے علاوہ بیرونی دوستوں کو بھی شرکت کی دعوت ہے...... جو دوست باہر سے آئیں گے ان کی رہائش و طعام کا انتظام ہم کریں گے۔ باہر سے جو دوست آنا چاہیں وہ مجھے ذیل کے پتہ پر اطلاع دیں اور تعداد سے بھی آگاہ کریں تا کہ رہائش کا انتظام کیا جائے نیز اپنے بستر ساتھ لاویں

ملک فضل کریم۔ و

جناح گرلز ہائی سکول۔ ریلوے روڈ۔ راولپنڈی۔

نقد ونظر

ماہنامہ شمع نور

یہ طبی و ادبی ماہنامہ صحت مند علاج کی شمع فروزاں لئے ہوئے انسانیت کی خدمت سر انجام دے رہا ہے یونانی مؤثر طریق علاج، ہر قسم کے امراض کی تشریح اور ان کے مکمل اسباب اور علم الابدان پر روشنی ڈالتا ہے۔ ایسے مفید ماہنامہ کا جسے یونانی طرز علاج کا انسائیکلو پیڈیا کہنا چاہیئے ہر گھر میں ہونا لازمی ہے، ہر ماہ باقاعدگی کے ساتھ شباب الوہاب صاحب عمر کی زیر ادارت شائع ہوتا ہے۔

قیمت فی پرچہ دو آنے۔ سالانہ چندہ بالکل معمولی صرف ایک روپیہ (عہ) پتہ ذیل سے منگوائیں:-

دواخانہ نور الدین۔ جودھامل بلڈنگ لاہور

(صادق ضیائی)

امام مسجد ووکنگ کا خط برسٹل سے

(بقیہ از صفحہ ۴)

اس قدر جامع اور مدلل تقریر نہیں سُنی - بالخصوص کسی مذہب کے متعلق -

اس کے بعد حاضرین اور سامعین نے بار بار تالیاں بجاتے ہوئے مقرر کا دلی شکریہ ادا کیا جس سے معلوم ہوتا تھا کہ انہوں نے لیکچر اور جوابات کو بے حد پسند کیا ہے - ذالک فضل اللّٰہ یؤتیہ من یشاء۔

اللہ تعالےٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے دہریت و لامذہبیت کے مرکزوں میں اپنا پیغام حق پہنچانے کی توفیق بخشی۔ ان تمام کامیابیوں کا سہرا سب سے اول حضرت مجدد زماں کے سر پر ہے جنہوں نے فرمایا تھا:-

"فتح نمایاں بنام ما باشد"

پھر حضرت امام زماں کی جانشین جماعت احمدیہ اس کی مستحق ہے - بالآخر میں اپنے عزیز بھائی حامد فاروقی کا شکریہ ادا کرتا ہوں جن کی خاص سعی اور کوشش سے اس لیکچر کا انتظام ہوا - فجزاہ اللّٰہ احسن الجزاء۔

میں یہ چند سطور برسٹل سے ہی تحریر کر کے سپرد ڈاک کر رہا ہوں - ووکنگ واپس پہنچ کر تو وقت ہی نہیں ملے گا - ابھی واپسی پر ہائی کمشنر فار پاکستان کے [illegible] پاکستانی طلباء کی مذہبی تعلیم و انتظام کے سلسلہ میں گفتگو کرنی ہے پھر کل بروز جمعۃ المبارک (۲۴ ماہ حال) ہمارے نہایت ہی قابل قدر اور پیارے [illegible] جن کا انتقال گذشتہ پیر بتاریخ ۲۰ [illegible] حادثہ میں فرانس میں وقوع پذیر ہوا تھا [illegible]

مرحوم و مغفور [illegible] محنت اور جانفشانی سے انگریزی ترجمۃ القرآن کو طبع کیا اور کئی نذر انگلیں لے کر پاکستان گئے تھے - عجب اتفاق ہے کہ ادھر حضرت مرحوم نے قرآن کریم پر نظر ثانی کا کام ختم کیا کہ وہ اپنے مولا سے جا ملے اور ادھر عبد العزیز دین صاحب نے اس کی طباعت کو ختم کیا کہ اللہ تعالےٰ نے ان کو بھی اپنے پاس بلا لیا -

انا للّٰہ وانا الیہ راجعون

خاکسار

عبد اللہ

انڈونیشیا میں جماعت احمدیہ کی روز افزوں ترقی

کراچی میں ہماری تبلیغی سرگرمیاں۔ قرآن کا ترجمہ گجراتی میں

مرزا ولی احمد بیگ صاحب - کراچی

مبلغ پیدائشی ہوتا ہے بنانے سے نہیں بنتا۔ اس سے میرا مقصد یہ نہیں کہ مبلغ کو علم کی ضرورت نہیں ہوتی۔ علم کی ضرورت تو ہوتی ہے لیکن علم پڑھا کر ہر ایک زید بکر کو مبلغ نہیں بنایا جا سکتا وہ مناظر بن جائے گا۔ مقرر بن جائے گا۔ لیکن مبلغ نہیں بن سکتا تبلیغ کرنا اور لوگوں کو اپنی طرف کھینچنا یہاں تک کہ اُن کے دلوں پر قابو پا جانا یہ ایک خداداد ملکہ ہوتا ہے اور جب تک خدا خود اس ملکہ کو انسان کی طبیعت میں ودیعت نہیں کرتا انسان مبلغ نہیں بن سکتا۔ جیسا مصوّر پیدائشی ہوتا ہے۔ شاعر پیدائشی ہوتا ہے اسی طرح مبلغ بھی پیدائشی ہوتا ہے بنانے سے نہیں بنتا۔

تبلیغ کے لئے جس چیز کی اہم ضرورت ہوتی ہے وہ ہے ذاتی تعلق جسے انگریزی میں Personal کہتے ہیں۔ جب تک لوگ مبلغ کے ارد گرد جمع نہیں ہوتے اور اس کی زندگی کا غور سے مطالعہ نہیں کرتے وہ ان کے دلوں پر قابو نہیں پا سکتا۔ بحث مباحثہ سے وہ ان کی عقلوں کو زیر کر سکتا ہے لیکن اُن کے دل اُس سے منکر ہی رہیں گے۔ اسی لئے ہمارے حضرت مسیح موعود علیہ السلام لوگوں کو بار بار دعوت دیتے تھے کہ آؤ قادیان میں میرے پاس رہو میری زندگی کا مطالعہ کرو تا تمہیں معلوم ہو جائے کہ میں جھوٹا ہوں یا سچا۔

اسی طریق کو میں نے انڈونیشیا میں برتا۔ شاگردوں کو اپنے ارد گرد جمع کیا انہیں تعلیم دی اور انہیں کافی سے زیادہ موقع دیا کہ وہ میری زندگی کا مطالعہ کریں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ تھوڑے سالوں کے اندر ایک مضبوط جماعت بن گئی اور میرے شاگرد احمدیت کی تعلیم کو لے کر انڈونیشیا کے تمام جزائر میں پھیل گئے اور ہر ایک جزیرے میں احمدیہ انجمن کی شاخیں قائم ہونا شروع ہو گئیں آج انڈونیشیا میں ہماری جماعت مضبوط بنیادوں پر کھڑی ہے۔ نہ اسے جاپان کے حملہ سے کوئی ضرر پہنچا۔ نہ ڈچ پولیس ایکشن کوئی نقصان پہنچا سکے۔ آج گورنمنٹ کا کوئی محکمہ نہیں جس میں احمدی اعلےٰ عہدوں پر سرفراز نہیں۔ خاص کر کے حکومت کے تعلیمی ادارے تو انہیں کے بل بوتے پر چل رہے ہیں۔ ہماری انڈونیشیا کی جماعت کے بہت سے ہائی سکول ہیں اور ۲ کالج بھی ہیں۔ ان تعلیمی اداروں سے اسّی فیصدی بچے احمدی ہو کر نکلتے ہیں۔ گورنمنٹ نے سکولوں اور کالجوں میں دینی تعلیم لازمی قرار دی ہے۔ اور دینیات کے کورس میں حضرت امیر رحمۃ اللہ علیہ کا ترجمۂ قرآن اور Religion of Islam اور حضرت مسیح موعودؑ کی اسلامی اصول کی فلاسفی رکھی گئی ہے۔

یہ خوشخبری مجھے مسٹر محمود کی زبانی معلوم ہوئی۔ جو ابھی ابھی انڈونیشیا کے سفیر ہو کر کراچی تشریف لائے ہیں۔ خدا کا شکر ہے کہ مسٹر محمود اور ان کی بیوی دونوں احمدی ہیں کیونکہ دونوں کی پرورش احمدیت میں ہوئی ہے۔ مسٹر محمود کو تو ہمارے بہت سے بھائی جانتے ہی ہوں گے انہوں نے ہمارے لاہور کے مسلم ہائی سکول سے میٹرک پاس کیا اور اسلامیہ کالج سے بی اے کی ڈگری حاصل کی انڈونیشیا کی رسمی زبان اب ڈچ نہیں رہی اس لئے اب ہمارے تمام لٹریچر کا ترجمہ انڈونیشیا کی زبان میں ہو رہا ہے۔

کراچی پاکستان کا صدر مقام ہے۔ یہاں بوہرے، میمن، خوجے اور پارسی بستے ہیں۔ یہ قومیں بہت متمول ہیں ان کی مادری زبان گجراتی ہے۔ اس لئے میں قرآن مجید کا ترجمہ گجراتی میں کر رہا ہوں۔ خدا کے فضل سے ۲۴ پاروں کا ترجمہ ہو چکا ہے۔ حضرت امیر مرحوم کا ترمیم شدہ ترجمہ اب میرے سامنے ہے اور گجراتی ترجمہ کے نوٹوں کو بھی ان کے مطابق میں ترمیم کر رہا ہوں۔ کام بہت مشکل ہے کیونکہ سب کام مجھے اکیلے ہی کرنا پڑتا ہے۔ میرے اعصاب پر بہت دباؤ پڑ رہا ہے۔ خدا سے دعا کیجئے کہ مجھے تندرستی عطا کرے۔ اور اس کام کو بخیر و خوبی...... سرانجام پہنچائے۔

اس کے علاوہ St. Joseph کالج کی لڑکیوں کو ہفتہ میں دو بار دینی تعلیم دیتا ہوں اور...... Teachers Training College میں ہفتہ میں ایک بار قرآن مجید سکھاتا ہوں۔ کالج کے بہت سے لڑکے اور لڑکیاں مجھ سے عربی زبان کی تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ عربی سکھانے کو میں نے اتنا آسان بنا دیا ہے کہ اگر شاگرد ہر روز ایک گھنٹہ تعلیم حاصل کرے تو تین مہینہ کے اندر اندر ہی میں اتنی لیاقت پیدا ہو جاتی ہے کہ وہ خود بخود قرآن مجید کو سمجھ کر پڑھنے لگ جاتا ہے۔

پارسیوں میں بھی ہفتہ میں ایک بار قرآن کا درس شروع کر دیا ہے، ماسوا اس کے ہماری لائبریری میں ہر شام کو چہل پہل رہتی ہے۔ لوگ آکر تبادلۂ خیالات کرتے ہیں اور ہمارا قومی لٹریچر پڑھنے کے لئے لے جاتے ہیں۔ والسلام

خاکسار - مرزا ولی احمد بیگ - کراچی

ضرورت رشتہ

امام صاحب انچارج برلن مشن کے ناطہ کے لئے ایک ایسی احمدی خاتون کی ضرورت ہے جو انگریزی بول سکتی ہو۔ پابند صوم و صلوٰۃ اور مسائل دینیہ سے واقف ہو۔ یہ رشتہ بہت مبارک ہوگا کیونکہ اس سے مشن کو تقویت پہنچے گی۔ رہائش کے لئے اعلےٰ گھر اور پُرفضا جگہ موجود ہے۔ امام صاحب موصوف کی عمر ۳۰-۳۵ سال کی ہوگی بڑے نیک اور متقی بزرگ ہیں۔ جو صاحب رشتہ دیں گے ان کا انجمن پر بھی احسان ہوگا۔ کیونکہ یہ ایک قومی ضرورت کا پورا کرنا ہے۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ ارشادات

شیخ غلام قادر صاحب معاملہ احمدیہ بلڈنگس لاہور

قیام دین میں تکلیف کا زمانہ

عن انس رض قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یاتی علی الناس زمانٌ الصابرُ فیھم علیٰ دینہٖ کالقابض علی الجمر رواہ الترمذی مشکوٰۃ کتاب الرقاق -

ترجمہ :- انس رض سے روایت ہے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئیگا کہ اُن میں سے اپنے دین پر قائم رہنے والا (بوجہ غلبہ فسق وفجور) ایسا ہوگا گویا کہ اس نے آگ کا انگارا مٹھی میں لیا ہوا ہے -

خدمت اسلام میں اطمینان

عن محمد بن کعب القرظی قال حدثنی من سمع علی بن ابی طالب قال انا لجلوس مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی المسجد فاطلع علینا مصعب بن عمیر ما علیہ الا بردۃ لہ مرقوعۃ بفرو فلما راٰہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بکی للذی کان فیہ الیوم ثم قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیف بکم اذا غدا احدکم فی حلۃ و وضعت بین یدیہ صحفۃ و رفعت اخریٰ وسترتم بیوتکم کما تستر الکعبۃ فقالوا یا رسول اللہ نحن یومئذٍ خیرٌ من الیوم نتفرغ للعبادۃ ونکفی المؤنۃ قال لا انتم الیوم خیرٌ منکم یومئذٍ رواہ الترمذی - مشکوٰۃ - ایضاً

ترجمہ :- محمد بن کعب قرظی سے روایت ہے کہ انہوں نے ایک شخص سے یہ روایت حضرت علی رض سے سنا کہ ہم ایک دن حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے مصعب بن عمیر ایسی حالت میں آئے کہ ان کے بدن پر صرف ایک چادر تھی جس پر چمڑے کے پیوند لگے ہوئے تھے جب حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف دیکھا تو رو پڑے کیونکہ وہ ناز و نعمت میں پلا ہوا تھا اور آج وہ اس خستہ حالی میں ہے پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ تمہارا کیا حال ہوگا جب تم میں سے ایک صبح کو ایک جوڑا پہن کر نکلے گا اور شام کو دوسرا اور چُنا جائیگا اس کے دسترخوان پر ایک قسم کا کھانا اور پھر لایا جائیگا دوسری قسم کا اور ڈھانکو گے اپنے گھروں کو جیسے کعبہ ڈھانکا جاتا ہے - لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم اس وقت تو اس حال سے بہتر ہوں گے جس حال میں ہم آج ہیں کیونکہ کسب معیشت کے تردد سے فارغ البال ہو کر اللہ تعالےٰ کی عبادت کریں گے، حضورؐ نے فرمایا نہیں بلکہ تمہاری یہ حالت اس حالت سے بدرجہا بہتر ہے

نوٹ :- پختگی ایمان اور اطمینان قلب کمزوری ایمان اور فقدان اطمینان ہے جو آسودگی کا لازمہ ہے لاکھوں درجہ بہتر ہے -

(۱) ایک دیوانہ پئے اموال ٭ دو کہ درکار دیں چنیں اہمال
(۲) شب تار است و دشت ہیم دراں ٭ چوں بخوابی بہ غفلت ملے نادان
(۳) خیز و برحال خود نگاہ بکن ٭ خطر راہ بہ بین و آہ بکن
(۴) خیز و از نفس خود بپرس نشاں ٭ کہ چہ خواہد مراتب عرفاں

(مسیح موعودؑ)

ترجمہ ہولے مال وجاہ کی محبت میں دیوانے (افسوس) تو نے کار دین ایسا بے مصرف سمجھکر چھوڑ رکھا ہے (۲) اے نادان رات گھُپ اور خطرناک بیابان در پیش ہے (غلبۂ فسق وفجور ہے) تو کیوں خواب غفلت میں سویا ہوا ہے (۳) اُٹھ اور اپنے حال کا جائزہ لے اس کٹھن منزل کے خطرات کو بھانپ اور اسے جوانمردی سے طے کرنے کا فکر کر - (۴) اُٹھ اور اپنے اندر اس بات کو تلاش کر (وفی انفسکم افلا تبصرون) مراتب عرفان کا یہی تقاضا ہے ٭

مسیح موعودؑ کو ماننا ضروری ہے

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایک تقریر

بسلسلہ اشاعت گذشتہ

مسیح موعودؑ کا نہ ماننے والا

اور میں نے بہت سی تحریروں اور تقریروں کے ذریعہ سے یہ بات سمجھا دی ہوئی ہے کہ میں وہ مسیح ہوں جس کا ذکر اور وعدہ اجمالاً قرآن میں اور تفصیلاً احادیث میں پایا جاتا ہے اور جو لوگ اسے نہیں مانتے قرآن شریف کی رو سے اُن کا نام فاسق ہے اور احادیث سے واضح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو اس مسیح کو نہیں مانتا وہ گویا مجھے نہیں مانتا اور جو اس کی معصیت کرتا ہے گویا میری معصیت کرتا ہے -

ہمارا مذہب

لوگ مخلوق کو دھوکا دیتے ہیں اور غلطیوں میں ڈالتے ہیں کہ ہم نے کوئی نیا کلمہ یا نئی نماز تجویز کی ہے - ایسے افتراؤں کا میں کیا جواب دوں اسی قسم کے افتراؤں سے وہ ایک عاجز انسان مسیح کو خدا بنا بیٹھے ہیں - دیکھو ہم مسلمان ہیں اور اُمت محمدی ہیں، اور ہمارے نزدیک نئی نماز بنانی یا قبلہ سے رُوگردانی کفر ہے - کل احکام پیغمبری کو ہم مانتے ہیں اور ہمارا ایمان ہے کہ چھوٹے سے چھوٹے حکم کو ٹالنا بھی بدذاتی ہے اور ہمارا دعوے قال اللہ اور قال الرسول کے ماتحت ہے اتباع نبوی سے الگ ہو کر ہم نے کوئی کلمہ یا نماز یا حج یا ڈیڑھ اینٹ کی الگ مسجد نہیں بنائی - ہمارا کام یہ ہے کہ اس دین کی خدمت کریں اور اسکو کل مذاہب پر غالب کر کے دکھاویں قرآن شریف کی اور احادیث کی جو پیغمبر خدا صلعم سے ثابت ہیں اتباع کریں ضعیف سے ضعیف حدیث بھی بشرطیکہ وہ قرآن کریم کے مخالف نہ ہو ہم واجب العمل سمجھتے ہیں اور بخاری اور مسلم کو بعد کتاب اللہ اصح الکتب مانتے ہیں -

مَیں خدا کے حکم سے اپنے آپ کو منواتا ہوں

اور دوسری یہ بات یاد رکھو کہ مجھے کبھی بھی یہ خواہش نہیں ہوئی کہ لوگ مجھے مانیں بلکہ مجھے تو ان جماعتوں سے ہمیشہ نفرت ہے اور اگر میں ملتا ہوں یا اُن لوگوں میں آکر بیٹھتا ہوں تو اپنی مرضی سے ہرگز نہیں ملتا بلکہ اللہ تعالےٰ مجھے مجبور کرتا ہے اور کہتا ہے کہ تو ایسا کر ایسی حالت میں بتلاؤ اگر میں اُس کی بات نہ مانوں تو کیا کروں میں تو رات دن وحی کے نیچے کام کرتا ہوں۔

رسول اللہ صلعم کو پختہ طور سے مانو

مَیں تو یہ کہتا ہوں کہ تم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پختہ طور سے مانو - آپؐ کو ماننا یہ ہے کہ آپؐ کے وصایا پر عملدرآمد کیا جاوے اور انہیں میں سے یہ بات بھی ہے کہ جب وہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام آوے تو تم سب اس کے ساتھ ہو جانا جیسے ماننے کی مثال یہ ہے جیسے ایک آقا اپنے ایک نوکر کو کہے کہ فلاں شخص میرا میزبان ہے تم اسے لاکر کھانا کھلاؤ اور ہر طرح کی تعظیم اور تکریم کرو - لیکن نوکر اس کے جواب میں یہ کہے کہ میں تو صرف آپ کو مانتا ہوں مجھے کسی دوسرے کی تعظیم وتکریم سے غرض نہیں ہے اور نہ اس کی خواہش ہے، تو اب سوچ کر دیکھو کہ کیا اس نے اپنے آقا کو مانا ہرگز نہیں مانا کیونکہ جس بات میں وہ راضی ہوتا ہے اس کے کرنے سے تو انکار ہے - پس یاد رکھو کہ تم لوگ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حقیقی طور پر اسی وقت مانو گے جبکہ آپؐ کے احکام اور وصایا کو مانو گے جس نے آخری حکم کو توڑا اُس نے سارے حکموں کو توڑا - سوچو تو سہی کہ اگر ایک شخص تمام عمر نماز روزہ ادا کرے لیکن آخری وقت بجائے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ کے رام رام کہے تو کیا وہ نماز روزہ اس کے کام آوے گا -

اس اُمت کی دو دیواریں

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں تک فرما دیا کہ اس اُمت کی دو دیواریں ہیں ایک میں اور ایک مسیح اور اس کے درمیان آپؐ نے فیج اعوج فرمایا ہے جس کی نسبت ارشاد ہے کہ نہ وہ مجھ سے ہیں اور نہ میں اُن سے ہوں، پس جبکہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسے ایک ٹیڑھا گروہ قرار دیتے ہیں تو ہم ان کی باتوں کو کیوں قبول کر لیں ٭

پیغامِ صلح
جلد ۴۰ | یوم چہار شنبہ - مورخہ ۲۲ جمادی الثانی ۱۳۷۱ھ | نمبر ۱۲

"نبی کے متعلق نجومی کا تخیل"

تیسری بات جو علامہ اقبال نے احمدیت کی تردید میں بیان کی ہے، اور جس کو ان کے پیرو آموختہ کی طرح آئے دن لئے پھرتے ہیں یہ ہے کہ احمدیت نے نبی کے متعلق نجومی کا تخیل پیش کیا ہے اس کا مطلب بظاہر یہی ہو سکتا ہے کہ جس طرح نجومی پیشگوئیاں کرتے ہیں احمدیت کے نزدیک نبی بھی پیشگوئیاں ہی کرتا ہے حالانکہ یہ صحیح نہیں، احمدیت نے کبھی اس قسم کا تخیل نبی کے متعلق پیش نہیں کیا اس میں شک نہیں کہ انبیاء بھی پیشگوئیاں کرتے ہیں، وہ اپنے مخالفوں کے لئے منذر اور ساتھیوں اور پیروؤں کے لئے مبشر بن کر آتے ہیں اور اوّل الذکر کی ناکامی و ہلاکت اور مؤخر الذکر گروہ کی کامیابی اور فلاح کی بشارات دیتے ہیں اور بھی کوئی آئندہ کی خبریں اللہ تعالےٰ انہیں بتا دے تو وہ دنیا پر بصورت پیشگوئی ظاہر کرتے ہیں، اور اس قسم کے غیب پر جو خدا تعالےٰ کی ہستی پر ایک زندہ نشان کا کام دے اللہ تعالےٰ انہیں حسب ضرورت اطلاع دیتا رہتا ہے، جیسا کہ فرمایا:- عٰلم الغیب فلا یظھر علیٰ غیبہ احدًا الا من ارتضٰی من رسول عالم الغیب تو اللہ تعالیٰ ہی ہے وہ غیب کی باتوں سے کسی کو اطلاع نہیں دیتا ہاں کچھ غیب کی خبروں سے اپنے رسولوں کو بھی مطلع کر دیتا ہے۔

لیکن نبی کا صرف یہی کام نہیں کہ وہ نجومیوں کی طرح پیشگوئیاں کرتا ہے، وہ تو ایک ہدایت دینے کے لئے کر آتا ہے، اور احکام الٰہی لوگوں کو سناتا ہے اور انہیں بتاتا ہے کہ ان احکام کی متابعت کرو گے تو اللہ تعالیٰ کی رضا تمہیں حاصل ہو گی اور دنیا و آخرت میں فلاح اور کامیابی نصیب ہو گی ایسا ہی وہ لوگ جو تجدید دین کے لئے آتے ہیں، اگرچہ وہ کوئی نیا حکم نہیں لاتے مگر نری پیشگوئیاں کرنا بھی ان کا کام نہیں ہوتا، وہ نیکی و راستبازی اور تقویٰ و طہارت کا سبق سکھانے آتے ہیں اور اپنے عملی نمونہ سے لوگوں کو راہ ہدایت کی طرف لے جاتے ہیں، پیشگوئیاں بطور موئیدات کے ہوتی ہیں، اور ان میں کاہنوں کی طرح اٹکل پچو باتیں نہیں ہوتیں، بلکہ ایسے ایسے روشن اور کھلے نشانات انہیں دیئے جاتے ہیں، جو اللہ تعالےٰ کی ہستی اور ان کی صداقت پر ایک بیّن شہادت کا کام دیتے ہیں، نجومی اور کاہن اور ایک نبی یا مجدد کی زندگی میں ایک کھلا اور بیّن فرق ہوتا ہے، نجومی کی اپنی زندگی اس قسم کی نہیں ہوتی کہ اس میں نیکی اور تقوےٰ کی کوئی جھلک بھی ہو، نہ ہی اس کی پیروی سے کوئی شخص راہ ہدایت حاصل کر سکتا ہے، لیکن ایک نبی یا مجدد محض پیشگوئیاں کرنے کے لئے نہیں آتا وہ تو نیکی اور تقوےٰ سکھاتا ہے، خدا کی رضا کی راہوں پر چلاتا ہے اور اس کے وجود سے دنیا میں نیکی اور راستبازی اور اخلاق عالیہ کا دَور دورہ ہوتا ہے۔

پس یہ کہنا کہ احمدیت نے "نبی کے متعلق نجومی کا تخیل" پیش کیا قطعاً صحیح نہیں یہ ایسا ہی الزام ہے، جیسا کہ کفّار نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیوں کو سن کر آپ پر کہانت کا الزام دیا اور خدا تعالےٰ کو اس کی تردید میں یہ کہنا پڑا، فذکّر فما انت بنعمت ربک بکاھن ولا مجنون، تو نصیحت کرتا رہ کیونکہ تو اپنے ربّ کی نعمت سے کاہن نہیں نہ مجنون ہے، اس میں کھلے طور پر بتا دیا ہے۔ کہ نبی کا کام تو نصیحت کرنا اور خدا کو یاد دلانا ہے، اس کی پیشگوئیاں بھی اس راہ کی یاد کو تازہ کرتی ہیں، نجومیوں کی طرح اٹکل پچو باتیں ان میں نہیں ہوتیں، یہی احمدیت اور اس کے مقدس بانی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا طریق عمل ہے، وہ رضائے الٰہی کی راہوں کی طرف لے جانے اور قرآن اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی اور کامل متابعت کرانے کے لئے کھڑے ہوئے اور ان کی صداقت اور اللہ تعالےٰ کی ہستی کے ثبوت میں خدا تعالےٰ کے دیئے ہوئے علم غیب سے کچھ پیشگوئیاں بھی انہوں نے کیں، ان کو کہانت قرار دینا اور یہ کہنا کہ احمدیت نے نبی کے متعلق نجومی کا تخیل پیش کیا ہے، ایسا ہی ہے، جیسا کہ مشرکین مکّہ نے دار الندوہ میں کھڑے ہو کر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر کہانت کا الزام دیا، ہمیں معاف کیا جائے علامہ اقبال فوت ہو چکے ہیں، ان کا معاملہ اللہ تعالےٰ کے ساتھ ہے، ہم ان کے متعلق کچھ کہنا نہیں چاہتے لیکن جو لوگ آج بھی ان کی اس قسم کی باتوں کو جو خدا جانے انہوں نے کن حالات میں اور کس نیت سے کیں، بار بار پیش کرتے ہیں، وہ خود ان کی توہین و تضحیک کرتے ہیں اور اتنا نہیں سوچتے کہ یہ باتیں قرآن اور حدیث کے کہاں تک مطابق ہیں، اگر حضرت مرزا صاحب کی پیشگوئیاں "نبی کے متعلق نجومی کا تخیل" پیش کرتی ہیں، تو ان انبیائے کرام کو کیا کہا جائے گا جن کے متعلق قرآن کریم نے جگہ جگہ فرمایا ہے کہ وہ آئندہ کی خبریں بھی دیتے تھے، اور خود قرآن کریم اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا کہا جائے گا جنہوں نے بڑے بڑے عظیم الشان و متعلقات کی پیشگوئیاں کیں جو آج تک پوری ہوتی چلی جا رہی ہیں، اس کو یہودیت کی طرف رجوع قرار دینا خود قرآن کریم پر حملہ کرنا ہے۔

نبی کے معنے از روئے لغت آئندہ کی خبریں دینے والا ہے، لیکن ان معنوں کی رُو سے ایک نجومی کو نبی نہیں کہا جا سکتا کیونکہ اس کی خبریں ظنّی اور قیاسی ہوتی ہیں اور ایک نبی یا مجدد و محدّث خدا تعالےٰ سے خبر پا کر پیشگوئی کرتا ہے، کسی نجومی کو یہ دعوےٰ نہیں ہوتا کہ وہ خدا سے خبر پاتا ہے یا اس کی خبریں خدا کی ہستی کا ثبوت ہیں، لیکن ایک نبی یا مجدد جو کچھ کہتا ہے وہ خدا کے دیئے ہوئے علم سے کہتا ہے اور اس کی پیشگوئیاں اللہ تعالےٰ پر یقین و ایمان پیدا کرنے کا موجب ہوتی ہیں اور امت محمدیہ میں بکثرت ایسے لوگ ہوئے ہیں جن کی پیشگوئیاں اللہ تعالیٰ پر زندہ ایمان پیدا کرنے کا موجب ثابت ہوئیں اور وہ عظیم الشان انسان جس کی پیشگوئیوں کو "نبی کے متعلق نجومی کا تخیل" قرار دیا جاتا ہے، ایسے بیّن نشانات لے کر آیا جنہوں نے دلوں کو نور ایمان سے بھر دیا، ایمان دنیا سے اٹھ چکا تھا، وہ اسے ثریا سے اتار کر لایا اور دلوں کے اندر مضبوط و مستحکم کر دیا۔ اس دہریت و الحاد کے زمانہ میں جبکہ مسلمان بھی اسلام سے مایوس اور ایمان سے کورے ہو چکے تھے، اگر مرزا صاحب پیدا نہ ہوتے اور ان نشانات اور پیشگوئیوں کو جو خدا تعالےٰ کی ہستی کا زندہ ثبوت ہیں پیش نہ کرتے تو کون کہہ سکتا ہے کہ اسلام کی حقیقت دنیا میں باقی رہ جاتی۔ آپ نے اسلام کی صداقت نہ صرف پیشگوئیوں کے ذریعہ ثابت کی بلکہ ان حقائق و معارف اور دلائل و براہین کے ذریعہ بھی جو اللہ تعالےٰ نے آپ کو سکھائے اس کے روشن اور منوّر چہرے کو دنیا پر آشکارا کر دیا جس کو دیکھ کر وہ لوگ بھی جن کا ایمان اٹھ چکا تھا پکار اٹھے کہ یہی مذہب برحق ہے جو آج دنیا کی نجات اور امن کا موجب ہو سکتا ہے، کیا یہ ایک نجومی کا تخیل ہے؟ کیا یہ یہودیت کی طرف رجوع ہے؟ کاش اقبال کے قول کو پیش کرنے والے بُغض و تعصّب کی عینک اتار کر دیکھیں تو انہیں خود نظر آ جائے کہ احمدیت ہی فی الحقیقت اسلام کی اصل تصویر ہے، جس کو سینہ سے لگا کر ایک شخص خدا کی رضا کو حاصل کر سکتا اور لقاء اللہ کا مرتبہ پا سکتا ہے۔

خسارہ بجٹ

باوجود تاکیدی خطوط اور اخبار میں بار بار تحریک کے اب تک بعض جماعتوں اور بعض احباب نے خسارہ بجٹ فنڈ کی طرف توجّہ نہیں فرمائی۔ ایسے تمام احباب اور جماعتوں کی طرف پھر خطوط تحریر کئے جا رہے ہیں۔ یہ ایک اہم قومی کام ہے۔ جس میں بلا استثنا ساری جماعتوں کو حصّہ لینا چاہیئے۔ جبتک ساری قوم اس میں حصّہ نہیں لے گی اس وقت تک مجموعی رقم کا پورا ہونا مشکل نظر آتا ہے۔ حضرت صاحب صدر نے خود پچاس ہزار کا وعدہ کر کے قوم کا بہت سا بوجھ ہلکا کر دیا ہے اگر جماعتیں بقیہ پچاس ہزار پورا کر دیں تو خدا کے فضل سے انجمن کی بہت سی مشکلات رفع ہو جائیں۔ اس لئے جملہ احباب کی خدمت میں گذارش ہے کہ وہ خود بھی اس تحریک میں شمولیت فرمائیں اور اپنے دوستوں اور عزیزوں کو بھی تحریک کر کے اس کام کو پایۂ تکمیل تک پہنچائیں۔ ع
برکریماں کارہا دشوار نیست۔

مرتضیٰ خاں اسسٹنٹ سیکرٹری تحصیل

ایک ایرانی افسر احمدیہ بلڈنگس میں

ایک ایرانی افسر آقائے سید غلام رضا سعیدی افسر بنک ملی ایران کسی سرکاری کام کے سلسلہ میں کچھ دنوں سے پاکستان تشریف لائے ہوئے ہیں اور تین چار دن سے لاہور میں سرکاری مہمان کی حیثیت سے تشریف فرما ہیں وہ ایران میں جماعت احمدیہ کی خدمات اسلام، ووکنگ مسلم مشن کی تبلیغی سرگرمیوں اور خدمات امیر مولانا محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ترجمہ قرآن اور دیگر تالیفات کا مطالعہ کرتے رہے ہیں، بلکہ نیو ورلڈ آرڈر کا فارسی زبان میں ترجمہ بھی کیا ہے۔

لاہور میں آکر انہیں اس سلسلہ کے بزرگوں سے خود ملنے کا شوق پیدا ہوا، اور وہ اتوار مورخہ ۲۳ مارچ کو برانڈرتھ روڈ پر احمدیہ بلڈنگس کی تلاش میں پھرتے ہوئے احمدیہ فارمیسی میں پہنچ گئے۔ جہاں سے انہیں معلوم ہوا کہ حضرت مولانا محمد علی صاحب تو فوت ہو چکے ہیں، موجودہ امیر حضرت مولانا صدر الدین صاحب باہر دورہ پر ہیں اور صدر انجمن لائلپور میں رہتے ہیں۔ انہوں نے مولانا آفتاب الدین احمد صاحب کے متعلق پوچھا جن سے ان کا غائبانہ تعارف تھا، اتفاق سے وہ بیمار ہونے کی وجہ سے صاحب فراش تھے، تاہم اطلاع ملنے پر انہوں نے آقائے مذکور کو اپنے پاس بلا لیا جو بڑی محبت و عقیدت سے ملے اور بہت دیر تک حضرت امیر مرحوم، حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم و مغفور اور جماعت احمدیہ کے کاموں کے متعلق باتیں کرتے رہے مولانا آفتاب الدین احمد صاحب نے انہیں کسی دوسرے وقت کے لئے چائے کی دعوت دی، تاکہ کچھ اور دوستوں سے بھی ملاقات کرائی جا سکے۔ جس پر انہوں نے ۲۵ مارچ کو ۵ بجے شام کا وقت دیا۔

آقائے سعیدی نے حضرت امیر اور حضرت خواجہ صاحب رحمہما اللہ تعالیٰ علیہما کے مقبروں کی زیارت کی بھی خواہش ظاہر کی، چنانچہ شیخ محمد حسین صاحب امین انجمن انہیں اپنے ساتھ قبرستان لے گئے، جہاں انہوں نے فاتحہ خوانی کے بعد دو روپیہ بغرض ثواب غربا میں تقسیم کرنے کے لئے دیئے۔

دوسرے دن آقائے ممدوح کے اعزاز میں ایک شاندار عصرانہ دیا گیا جس میں جماعت کے چند بزرگ اور دوست مدعو تھے، حضرت امیر قوم بھی سیالکوٹ سے واپس آ گئے تھے ان سب دوستوں سے آقائے ممدوح نہایت محبت و اخلاص کے ساتھ ملے اور اس ملاقات پر بڑی خوشی و مسرت کا اظہار کیا، سب سے پہلے تمام مجلس کا فوٹو لیا گیا، اس کے بعد قریباً ایک گھنٹہ نماز مغرب سے پہلے اور نصف گھنٹہ بعد مختلف امور کے متعلق بات چیت ہوتی رہی، جس میں اخوت اسلامی کی اہمیت، پاکستان اور عالم اسلام کے تعلقات، ایران کے حالات جماعت احمدیہ کی خدمات اسلام اور اس کے معتقدات پر تفصیلاً گفتگو ہوئی۔

دوران گفتگو میں ان سے پوچھا گیا کہ آپ کے ملک میں بہائیوں کا کیا حال ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ بہائیوں کو وہاں کوئی اہمیت حاصل نہیں ابتداءً کچھ پڑھے لکھے لوگ اور بعض عام آدمی ان کے دھوکہ میں آ گئے تھے، لیکن بعد میں جب ان کی عیاری اور کچھ پاگل پن ظاہر ہو گیا، تو بہت سے لوگ علیحدہ ہو گئے، اور اب عام طور پر لوگ ان سے بیزار ہیں اور پڑھے لکھے لوگوں میں سے کوئی بھی ان کے ساتھ نہیں۔

آقائے ممدوح سے کہا گیا کہ وہ حضرت امیر مرحوم کے انگریزی ترجمہ قرآن کو فارسی میں ترجمہ کرائیں۔ اس پر انہوں نے فرمایا کہ وہاں کے مولویوں کا یہ خیال ہے کہ قرآن کے الفاظ کا ... تحت اللفظ ترجمہ ہونا چاہیئے ورنہ قرآنی الفاظ کا صحیح مفہوم ادا نہیں ہو سکتا، اس لئے مجبوری ہے، تاہم حضرت مولانا مرحوم کے انگریزی ترجمہ کی عظمت ہم سب کو مسلم ہے۔

آقائے ممدوح نے سوال کیا کہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب کے متعلق اس جماعت کا کیا عقیدہ ہے؟ اس کے جواب میں انہیں بتایا گیا کہ ہم لوگ حضرت مرزا صاحب کو مجدد مانتے ہیں نبی نہیں مانتے، آپ نے خود لکھا ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آ سکتا، نہ نیا نہ پرانا، کیونکہ اس سے ختم نبوت کی مہر ٹوٹتی ہے اسی بنا پر انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دوبارہ آمد بھی ممتنع قرار دی اور صاف لکھا کہ میرا دعوےٰ نبوت کا نہیں، یہ بھی فرمایا کہ سمیت نبیا من اللہ علی طریق المجاز لا علی وجہ الحقیقۃ، آپ نے دہلی کی جامع مسجد میں کھڑے ہو کر اعلان کیا کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد دعوےٰ نبوت کرنے والا کافر اور کاذب ہے،

یہ سب باتیں آقائے ممدوح نے نہایت صبر و تحمل اور خوشدلی کے ساتھ سنیں اور ان سے اتفاق ظاہر کیا، اور قادیانی جماعت کے عقیدۂ نبوت کو غلو پر مبنی ٹھیرایا۔

غرض یہ مجلس نہایت پُرلطف اور علمی مجلس تھی اور آقائے سعیدی اس جماعت کے متعلق نہایت اچھے خیالات اور عمدہ اثرات لے کر گئے اور ان سے یہ ملاقات ہر طرح مسرت و ابتہاج کا موجب ثابت ہوئی۔ فالحمد للہ علی ذالک۔

اس جگہ یہ بھی ذکر کرنا ضروری ہے کہ انجمن کی طرف سے حضرت امیر رحمۃ اللہ علیہ کے انگریزی ترجمہ قرآن کی تازہ ایڈیشن نہایت عمدہ مخملی جزدان میں لپیٹ کر آقائے ممدوح کو دی گئی کہ وہ شاہ ایران کی خدمت میں پہنچا دیں اور اس کے ساتھ حضرت مولانا صدر الدین صاحب امیر قوم کی طرف سے ایک چٹھی بھی شاہ ایران کی خدمت میں بھیجی گئی۔

اس کے علاوہ ذیل کی کتب آقائے ممدوح کو انجمن کی طرف سے بطور ہدیہ دی گئیں۔

میتوئل آف حدیث - لونگ تھاٹس آف دی پرافٹ - ٹیچنگز آف اسلام - نیو ورلڈ آرڈر

فلموں کے ذریعہ اسلام کا احیاء

قاہرہ ۱۹ مارچ - مصری فلم پروڈیوسروں نے فلموں کے ذریعہ اسلام کے احیاء کی ایک نئی تحریک شروع کی ہے مفتی مصر اور جامع ازہر کی علماء کمیٹی نے اس تحریک کو درست قرار دیا ہے بلکہ عالم اسلام سے اس کی حوصلہ افزائی کی اپیل کی ہے۔ چنانچہ اس سلسلے میں گذشتہ برس "ظہور اسلام" کے نام سے ایک فلم تیار کی گئی جسے بہت مقبولیت حاصل ہوئی، اس فلم میں اسلام کا ظہور اور ابتدائی زمانے کی مشکلات دکھائی گئی ہیں۔ اس فلم کی تیاری میں پروڈیوسر کو ایک بڑی مشکل کا سامنا ہوا - اور وہ یہ تھی کہ اسلام کی بڑی شخصیتوں میں سے کس کی تصویر پیش کی جا سکتی ہے اور کس کی نہیں - اس پر مفتی مصر نے یہ فتوےٰ دیا کہ رسالتمآب آل رسولؐ اور خلفائے راشدینؓ کے علاوہ باقی سب کی فلم تیار کی جا سکتی ہے۔ اس فلم میں جنگ بدر اور ہجرت کے واقعات پیش کئے گئے ہیں۔ فلم میں حرا اور ثور کی غاروں کے اصل مناظر دکھائے گئے ہیں۔ ترکی میں اس فلم کی بہت حوصلہ افزائی کی گئی ہے اور اسے تعلیمی فلم قرار دے کر کسٹمز ڈیوٹی سے مستثنیٰ قرار دیا گیا۔ (نوائے وقت)

یہ خبر عالم اسلام کے لئے ممکن ہے خوشی و مسرت کا موجب ہوئی ہو لیکن اسلام کے لئے باعث مسرت نہیں ہو سکتی۔ جس کے اولین فدائیان ... کے سوانگ بھر بھر کر پردۂ سیمین پر لائے جا رہے ہیں۔ اور یہ سوانگ بھرنے والے کون ہیں؟ وہی فلم ایکٹر اور ایکٹرسیں جن کے ننگ ناموس خود اسلام کے لئے باعث ننگ ہیں، وہی لوگ طلحہؓ - زبیرؓ اور عشرہ مبشرہ اور دوسرے جلیل القدر صحابہ کی نقلیں اتار رہے ہوں گے اور کوئی مس یا بائی صاحبہ حضرت عائشہؓ اور حضرت زینبؓ اور دیگر ازواج مطہرات کا بھیس بدل کر امہات المومنین کے لباس میں پردۂ سیمین پر نظر آتی ہوں گی، کیا ہوا اگر رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین کی تصاویر کی اجازت نہیں دی گئی اور کتنی ہی پاکیزہ شخصیتیں اور بزرگ ہستیاں ہیں جن کا خاکہ اس فلم میں اُڑایا گیا ہو گا، اس کو احیائے اسلام کا ذریعہ قرار دینا کیا اسلام کی مٹی پلید کرنا نہیں؟

کیا مفتی مصر اور جامعہ ازہر کے علما خود اپنے اندر اتنی جاذبیت پیدا نہیں کر سکتے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندہ اور عملی تصویر بن جائیں؟ اور فلمی تصویروں کی حاجت ہی نہ رہے، خوب یاد رکھئے ایک بے عمل شخص خواہ کتنا بھی سوانگ بھر بھر کر دوسروں کا کردار پیش کرے اس کا اثر وہ نہیں ہو سکتا جو کسی خدا رسیدہ انسان کے عملی نمونہ اور روحانی کیرکٹر کا ..... ہو سکتا ہے، اگر یہ چیز ہمارے علما خود اپنے اندر پیدا نہیں کر سکتے تو تصویروں اور فلموں کی ریاکاریوں سے کیا بن سکتا ہے۔

اپنے قارئین سے

"پیغام صلح" جماعت احمدیہ کا واحد قومی ارگن ہے جس کی توسیع اشاعت اور امداد و اعانت ہر احمدی کا قومی فرض ہے۔ اس اخبار کی اشاعت کو بڑھایئے اور اس کے لئے تجارتی اشتہارات فراہم کر کے اس کی مالی اعانت کیجئے۔

نامۂ ووکنگ — از شیخ محمد طفیل صاحب

دو روز کیمبرج میں

موسم رفتہ رفتہ بدل رہا ہے۔ نیچر کی ہر چیز پر نکھار آرہا ہے، راتیں چھوٹی اور دن لمبے ہو رہے ہیں، جس دن مجھے کیمبرج جانا تھا بڑا خوشگوار موسم تھا، لیکن کیمبرج کا سفر اپنے ساتھ ایک دو مایوسیاں بھی لایا۔ شام کو ساڑھے چھ بجے کیمبرج پہنچ گیا۔ ساڑھے سات بجے کے قریب کیمبرج کی قدیم گلیوں، گرجا گھروں اور دیگر عمارتوں سے گذر کر میں نے سینٹ کیتھرین کالج کے پورٹر ہال میں پہنچ کر "مسلم سوسائٹی" کے کسی ممبر کا انتظار کرنا شروع کر دیا جسے ساڑھے سات بجے مجھے وہاں ملنا تھا۔ ساڑھے سات بج کر پچیس منٹ ہو گئے اور کسی صاحب کا پتہ نہ چلا۔ میں نے خیال کیا شاید کسی غلط جگہ پر آگیا ہوں۔ ہال پورٹر کو کلب کے سیکرٹری کی چٹھی نکال کر دکھائی۔ کہنے لگا جگہ یہی ہے۔ اسی اثنا میں ایک صاحب گھبرائے ہوئے آئے اور مجھے دیکھ کر کہنے لگے آپ ووکنگ سے آئے ہیں۔ معاف کیجئے مجھے ذرا دیر ہو گئی ہے آیئے آپ کو ٹھہرنے کے کمرے میں لے چلتا ہوں۔ نیچے کی طرف سیڑھیاں تہ خانے میں جاتی تھیں۔ انہوں نے وہاں مجھے ایک کمرہ میں پہنچا دیا۔ کمرہ مختصر سا اچھا آراستہ پیراستہ تھا۔ لیکن کوئی کھڑکی نہ تھی۔ اور جب وہ صاحب مجھے وہاں چھوڑ کر تھوڑی دیر کے لئے باہر چلے گئے تو مجھے اپنا دم گھٹتا ہوا محسوس ہوا۔ قہر درویش بر جان درویش کہکر میں نے اپنا سامان ایک طرف رکھا اور منہ ہاتھ دھو کر چارپائی پر بیٹھ گیا (ویسے تو وہاں دو کرسیاں بھی رکھی ہوئی تھیں لیکن میں نے چارپائی پر بیٹھنا ہی مناسب سمجھا)۔

میرے میزبان جلدی ہی آگئے اور کہنے لگے چلئے کھانا کھالیں۔ مجھے افسوس ہے سکرٹری صاحب کو ایک ضروری کام کے سلسلہ میں باہر جانا پڑ گیا ہے اس لئے وہ اجلاس میں شریک نہیں ہو سکتے۔ مجھے کہہ گئے تھے کہ آپ کو میٹنگ میں لے جاؤں۔

"آپ کی تعریف" میں نے پوچھا

مجھے ییاگازٹ کہتے ہیں میں ترک مسلمان ہوں اور معاشیات کا طالب علم ہوں پی۔ ایچ۔ ڈی۔ کرنے کا خیال ہے۔

"خوب۔ لیکن آپ کا نام تو بہت مشکل معلوم ہوتا ہے"۔ میں نے کہا۔

میرے نام کا پہلا جزو صلاح الدین ہے آپ اسی نام سے مجھے پکاریئے۔ مجھے افسوس ہے میں آپ کے لیکچر میں شریک نہ ہو سکوں گا، ہاں آپ کو جلسہ گاہ تک پہنچا دوں گا۔

"جیسے آپ کی مرضی اس میں کوئی مضائقہ نہیں" اور یہ باتیں کرتے کرتے ہم ڈائننگ ہال کے قریب پہنچ گئے اور وہاں مسٹر ولکنسن جنہیں میٹنگ کا صدر ہونا تھا ہمارے منتظر تھے۔ تعارفی گفتگو کے بعد کہنے لگے، آپ کی تشریف آوری کا شکریہ لیکن مجھے افسوس ہے کہ میں آپ کی نصف تقریر کے بعد چلا جاؤں گا مجھے ایک اور اجلاس میں شامل ہونا ہے ہاں میں کسی اور صاحب کو کہہ دوں گا کہ وہ میرے بعد جلسہ کی صدارت قبول کریں۔

"خیر یہ تو معمولی بات ہے" میں نے کہا۔

ڈائننگ ہال میں ایک ہنگامہ بپا تھا۔ کوئی ہنس رہا تھا کوئی گا رہا تھا۔ کوئی یونہی شور مچا رہا تھا۔ اسی شور وغل میں ہم بھی ایک میز کے قریب چند طالب علموں کے درمیان دھنس کر بیٹھ گئے۔ اس شور وغل اور افراتفری کو دیکھ کر مجھے پاکستان کے کالجوں کے ہوسٹل یاد آگئے، طالب علموں کی طبیعت ہر ملک میں ایک ہی جیسی ہوتی ہے۔

کھانے سے فارغ ہو کر مسٹر صلاح الدین ہمیں اپنے کمرے میں لے گئے جہاں انہوں نے ہمیں کوفی پلائی۔

۸½ بجے ہم ٹرینٹی کالج گئے جہاں لیکچر ہونا پایا صدر صاحب پہلے ہی پہنچ کر وہاں ہمارا انتظار کر رہے تھے۔ ان کے ساتھ ایک خاتون اور تھیں مس وینڈی ہارووڈ۔ ہم نے حاضرین کا انتظار شروع کیا۔ مسٹر صلاح الدین اور صدر جلسہ یہ صورت حال دیکھ کر ذرا پریشان ہوئے۔ جب تھوڑی ہی دیر تک کسی انسان کے قدموں کی چاپ سنائی نہ دی تو مسٹر ولکنسن کہنے لگے مجھے سخت افسوس ہے کسی اور صاحب کے آنے کی توقع نہیں، آج کی رات طلباء دوسرے اجلاس میں معروف ہیں، صرف ہمارے کالج کی پانچ چھ میٹنگیں مختلف جگہوں پر ہو رہی ہیں۔ ہم تھوڑی دیر تک ایک کونہ میں بیٹھ کر خالی کرسیوں کو دیکھتے رہے اور ادھر ادھر کی باتیں کرتے رہے۔ جب اسی طرح چالیس منٹ گذر گئے تو یہی فیصلہ ہوا کہ اب محفل برخواست کر دی جائے۔ راستے میں مس ہارووڈ جو کیمبرج کے ایک کالج میں فلسفہ اور انگریزی لٹریچر کی سٹوڈنٹ ہیں مجھ سے اسلام کے متعلق مختلف باتیں پوچھتی رہیں آخر مجھے سینٹ کیتھرین کالج کے ہوسٹل کے تہ خانے میں پہنچا کر وہ اپنے کالج کی طرف چلی گئیں۔

رات کے دس بج چکے تھے سونے کی کوششیں ناکام ہو چکی تھیں باہر شور وغل بپا تھا۔ طالب علم زور زور سے لڑ جھگڑ اور مذاق کر رہے تھے خیر خدا خدا کر کے وہ کسی اور طرف کو چلے گئے اور فضا میں کچھ سکون پیدا ہوا۔ ذرا آنکھ لگی تھی کہ پھر ہنگامہ بپا ہوا۔ وہ صاحب اونچی آوازیں گاتے ہوئے اپنے کمرے کی طرف جا رہے تھے جیسے ابھی ابھی فلم دیکھکر آ رہے ہوں، پھر بھاگنے کی آوازیں، چھینا جھپٹی اور دھکم دھکا کی سنی اور یہ سلسلہ رات کے بارہ بجے تک جاری رہا۔ چونکہ یہ حصہ مہمانوں کے لئے مخصوص تھا اس لئے شاید یہاں ہر طرح کی آزادی تھی۔ اور ابھی ابھی کالج کا کوئی فنکشن بھی ختم ہوا تھا۔ اسی تگ و دو میں ایک بج گیا۔

دوسرے دن مارچ کی آٹھ تاریخ تھی میں نے ایک کیفے میں جا کر ناشتہ کیا اور آکر اپنا سامان درست کیا۔ ۹½ بجے مسٹر ولکنسن خیریت پرسی کے لئے تشریف لائے اور فرمانے لگے آیئے آپ کو ایک اور کالج دکھلاؤں۔ کنگز کالج کا گرجا گھر بڑا عظیم الشان تھا جس کی محرابیں نوکدار تھیں، کہنے لگے یہ گاتھک آرٹ کا نمونہ ہے۔

میں نے کہا عام طور پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ فن تعمیر میں مسلمان صرف گھوڑے کے نعل کی طرح محرابیں بنانا جانتے تھے اور ان نوکدار محرابوں سے واقف نہ تھے، یہ بات درست نہیں۔ مصر کی ایک مسجد جو ان تمام گرجا گھروں سے پرانی ہے اس کی محرابیں بھی نوکدار ہیں، لیکن مسلمان نعل نما محرابوں کو زیادہ پسند کرتے تھے اس لئے عمارتوں میں اسی کو پیش پیش رکھتے۔ (کنگز کالج کے گرجا گھر میں رات کو موم بتیاں جلائی جاتی ہیں، بجلی کا ایک بلب تک وہاں نہیں تھا)

مسلم اور یونانی فن تعمیر پر ہم گفتگو کرتے ہوئے مختلف کالجوں میں گھومتے رہے۔ کیمبرج آکسفورڈ سے زیادہ خوبصورت نظر آتا تھا، دو گھنٹہ گھوم گھام کر میں پھر اپنے کمرے کی طرف لوٹ آیا۔

تھوڑی دیر بعد دروازہ پر دستک ہوئی مس وینڈی اپنی ایک سہیلی کو لے کر آئی تھی۔ کہنے لگی انہیں بھی آپ سے کچھ معلومات حاصل کرنے کا شوق ہے اس لئے میں انہیں بھی لے آئی ہوں۔ آپ نے جو گرین رنگ کی کتاب "اقوال محمد" مجھے دی تھی وہ میں کل رات جا کر پڑھتی رہی، آپ کا مذہب تو بہت ہی سادہ اور آسان نظر آتا ہے۔

میں نے کہا آپ برا نہ منائیں تو ایک بات پوچھوں۔ "آپ فلسفہ پڑھتی ہیں لیکن یہ تثلیث کا مسئلہ آپ کی سمجھ میں آیا ہے یا نہیں؟"

تھوڑی دیر تک وہ خاموش رہی پھر کہنے لگی سچی بات تو یہ ہے کہ یہ بڑا مشکل مسئلہ ہے۔ مجھے تو سمجھ میں نہیں آیا۔ دراصل اس کا تعلق محض ایمان سے ہے۔ مجھے یہی تو حیرت ہے کہ آپ کے دین کو سمجھنے میں کوئی مشکل پیش نہیں آتی۔ مجھے ایک قول بڑا پسند آیا ہے کہ اسلام رہبانیت کو پسند نہیں کرتا۔ یہ امر تو عیسائیت کے بالکل الٹ ہے۔ لیکن ایک بات پر بڑی الجھن پیدا ہوئی کہ اسلام شراب کی مخالفت کیوں کرتا ہے۔

"اس بات کا سمجھنا کیا مشکل ہے" میں نے کہا۔ شراب کو تو کوئی معقول انسان بھی اچھا نہیں سمجھتا۔ انسانی صحت اور سوسائٹی پر اس کے جو مضر اثرات ہوتے ہیں ان سے آپ ناواقف نہیں۔ اسی انگلستان میں ہزاروں لوگ ایسے ہیں جو اس لعنت کے باعث طرح طرح کی بیماریوں میں مبتلا ہیں اور ایسے لوگوں کی تعداد میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے۔ آپ اپنے ملک کی طبی رپورٹیں منگوا کر ملاحظہ فرمائیں۔

"اوہو" مس ہارووڈ نے کہا۔ وہ تو بہت زیادہ پیتے ہیں اس لئے اپنے آپ کو امراض میں مبتلا کرتے ہیں۔ لیکن اگر کبھی کبھی پی لی جائے تو اس سے کچھ نہیں بگڑتا۔

یہ جتنے پرانے پاپی آپ کو نظر آتے ہیں انکی ابتدا اسی طرح سے ہوئی تھی۔ اور پھر کبھی کبھی پینے کے فلسفہ پر عمل کرتے ہوئے یہ چیز ان کی زندگی کا جزو بن گئی۔

مس ہارووڈ نے نفی میں سر ہلایا جیسے میری بات انہیں پسند نہیں آئی۔

کہنے لگیں۔ لیکن ان چھوٹی چھوٹی باتوں میں تو مذہب کو دخل نہیں دینا چاہیئے۔ اب میں شیری SHERRY کے بھی کبھی کسی فنکشن کے موقعہ پر دو گلاس پی لیتی ہوں اور اس سے مجھے کوئی نشہ نہیں ہوتا۔ لیکن اس سے زیادہ

(باقی برصفحہ ۸)

دار السلام کوآپریٹو ہاؤسنگ سوسائٹی لمیٹڈ کراچی

کراچی میں احمدیہ بستی کے قیام پر میرا ایک مضمون پیغام صلح میں شائع ہوا تھا جس کو پڑھ کر جماعت کے بہت سے احباب نے خطوط لکھے جو کراچی میں رہائش کے لئے مکان بنانے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ میں فرداً فرداً سب کو جواب ارسال نہیں کر سکا۔ مگر اخبار کے ذریعہ صحیح واقعات سے آگاہ کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔

کراچی میں دار السلام کوآپریٹو ہاؤسنگ سوسائٹی لمیٹڈ حضرت امیر مرحوم و مغفور رحمۃ اللہ علیہ کی خواہش کے مطابق بنائی گئی۔ حضرت کی یہ انتہائی آرزو تھی کہ کسی طرح بین الاقوامی شہر کراچی میں جماعت کے تمام احباب ایک جگہ کوئی کالونی بنا لیں۔ حضور خود جب بھی کراچی تشریف لائے تو کراچی کے گرد و نواح کو خود دیکھا تاکہ جماعت کے لئے کوئی موزوں ٹکڑہ زمین کا مل جائے آخر بہت دوڑ دھوپ کے بعد یہی طے پایا کہ انجمن کی ملیر کی زمین جو آبادی میں آ گئی ہے وہاں ہی ہاؤسنگ سوسائٹی کا قیام عمل میں لایا جائے۔ اس زمین کی فروخت کے لئے انجمن نے جو یہاں ایک سب کمیٹی مقرر کی ہوئی ہے وہ ایک عرصہ تک قیمت فروخت کا صحیح فیصلہ نہ کر سکی، آخر پھر حضرت امیر مرحوم و مغفور رحمہ ہی نے اس معاملہ کو خود طے کیا تو انجمن نے -/۴/- چار آنہ فی مربع گز کے حساب سے زمین سوسائٹی کو دینی منظور کر لی ہے۔ سر دست تقریباً ۲۰-ایکڑ رقبہ سوسائٹی کے لئے تجویز ہوا ہے اس زمین کی سروے نہیں ہوئی تھی لہذا سرویر کی خدمات سوسائٹی نے حاصل کیں۔ زمین کو سروے کے بعد مختلف پلاٹس میں تقسیم کر کے کئی ایک نقشے بنوائے گئے۔ الحمد للہ کہ ایک نقشہ سوسائٹی نے منظور کر لیا ہے جس کا اشتہار علیحدہ صفحہ پر پیغام صلح میں شائع کیا جا رہا ہے۔

دو طرح کے پلاٹس بنائے جا رہے ہیں نمبر ۱۳۰۰ (تین صد) مربع گز نمبر ۲ ۱۰۰۰ (ایک ہزار) مربع گز۔ سوسائٹی نے فیصلہ کیا ہے کہ درخواست کے ساتھ ۸ ر فی مربع گز کے حساب سے رقم وصول کی جائے گی۔ اور باقی ڈیویلپمنٹ کا خرچہ سوسائٹی کے قواعد کے مطابق آہستہ آہستہ ضرورت کے مطابق ۴ر فی مربع گز کی اقساط سے وصول کیا جائے گا۔ انجمن کو فوری طور پر پچیس ہزار روپیہ ادا کرنا ہے لہذا احباب جس قدر زمین لینے کے خواہشمند ہوں ۸ ر فی مربع گز کے حساب سے قیمت اپنی درخواست کے ساتھ ارسال فرماویں۔ نقشہ سے پتہ لگ جائے گا کہ سوسائٹی نے ممبران کی خاطر کھلی سڑکیں اور بہت سے پارک بھی بنانے کا ارادہ کیا ہے۔ جس سے تقریباً سو فیصدی رقبہ اسی طرح نکل گیا ہے۔ زمین کی قیمت کے علاوہ زمین حاصل کرنے سے پہلے سوسائٹی کا ممبر بننا بھی ضروری ہے جس کے لئے دس روپیہ (-/۱۰) فیس داخلہ اور پچاس روپیہ -/۵۰ کا کم از کم ایک حصہ خریدنا پڑے گا۔ ایک ممبر ۵۰۰ پانچ صد سے زائد حصے -/۵۰۰۰ پانچ ہزار روپیہ کی مالیت سے بڑھ کر نہیں خرید سکتا۔ مکانوں کے علاوہ کئی ایک دوکانیں بھی ہیں۔ ایک دوکان کا رقبہ ۲۵ × ۱۵ فٹ ہے اور فی دوکان سوسائٹی نے -/۵۰۰ پانچ صد روپیہ مقرر کیا ہے یہ رقم یکمشت ادا کرنی ہوگی۔ اور سوسائٹی کا ممبر بننا بھی لازمی ہوگا۔ زمین کی الاٹمنٹ کے لئے سوسائٹی نے سات آدمی کی ایک سب کمیٹی مقرر کر دی ہے جو ۱۳ اپریل ۱۹۵۲ء کو زمین الاٹ کریں گے۔ درخواستوں کی آخری تاریخ دس اپریل ۱۹۵۲ء مقرر کی گئی ہے۔ جو احباب خواہشمند ہوں اپنی رقوم معہ درخواست دس اپریل ۱۹۵۲ء تک سیکرٹری دار السلام کوآپریٹو سوسائٹی کے نام ارسال کر دیں تاکہ انجمن کو روپیہ ادا کر کے زمین کی الاٹمنٹ ۲۳-اپریل تک کی جا سکے۔

تمام رقوم سوسائٹی کے نام یا سندھ پراونشل کوآپریٹو بنک لمیٹڈ کراچی کے نام سوسائٹی کے کھاتہ میں آنی چاہئیں۔

امجد خاں۔ آنریری سیکرٹری

دار السلام کوآپریٹو ہاؤسنگ سوسائٹی لمیٹڈ کراچی

معرفت امجد آرمری میریٹ روڈ۔ کراچی

---

(۳) محترم ڈاکٹر محمد امین ملٹری ہسپتال لاہور چھاؤنی میں اور (۴) شیخ عطاء اللہ صاحب سیالکوٹ چھاؤنی میں بیمار ہیں۔ ان کے علاوہ کئی دوست مالی پریشانیوں اور دیگر ابتلاؤں میں مبتلا ہیں۔ کئی احمدی طالب علم امتحانات دے رہے ہیں۔ ان سب کے لئے درد دل سے دعا کی درخواست ہے۔

سانحۂ ارتحال

وزیر آباد سے شیخ عبید اللہ صاحب شہزادہ بوٹ ہاؤس نے یہ افسوسناک خبر دی ہے کہ:۔

"۲۱ مارچ کو بعد نماز جمعہ جناب والدہ صاحبہ ۔۔۔ فوت ہو گئیں، انا للہ و انا الیہ راجعون مرحومہ مغفورہ پابند صوم و صلوٰۃ تھیں اور حضرت مسیح موعودؑ کے ہاتھ بیعت کنندہ تھیں۔"

ہمیں اس صدمہ میں شیخ صاحب ممدوح سے دلی ہمدردی ہے اللہ تعالیٰ انہیں صبر جمیل عطا فرمائے اور مرحومہ مغفورہ کو اعلیٰ علیین میں جگہ دے۔ احباب کرام سے جنازہ غائبانہ کی استدعا ہے۔

ضرورت رشتہ

جماعت کی متعدد اعلیٰ تعلیمیافتہ لڑکیوں کے لئے رشتوں کی ضرورت ہے۔ ضرورتمند احباب اس بارہ میں خاکسار سے خط و کتابت فرمائیں۔

مرتضیٰ خاں۔ اسسٹنٹ سیکرٹری تحصیل

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام۔ احمدیہ بلڈنگس لاہور

احمدی خاتون ہیں کہ میو ہسپتال میں اپریشن ہوا ہے۔ اپریشن سے قبل انہوں نے اشاعت اسلام کے لئے رقم ارسال کی اور دعا کے لئے درخواست کی ہے۔

اخبار احمدیہ

حضرت امیر قوم مولٰنا صدر الدین صاحب آج (۲۴ مارچ) کو سیالکوٹ سے واپس تشریف لے آئے ہیں۔ آپ کے دوران قیام سیالکوٹ میں ۱۴ مارچ کو نماز جمعہ میں سیالکوٹ شہر اور چھاؤنی کی جماعتیں اور دوسرے لوگ شریک ہوئے یہ دن غیر معمولی تھی۔ خدا اور رسول کے احکام کی تلقین کے علاوہ حضرت مسیح موعودؑ کا ذکر لوگوں نے دلچسپی سے سُنا۔

اس سے پیشتر ۱۲ مارچ کو میسرز غلام قادر اینڈ کو کی کیفیٹ [illegible] میں اڑھائی صد اشخاص کو چائے پر بلایا گیا۔ اور اس موقعہ پر قریباً ڈیڑھ گھنٹہ لکچر ہوا۔ اس لکچر میں بھی حضرت مسیح موعودؑ کا ذکر لوگوں نے سکون اور خندہ پیشانی سے سُنا فالحمد للہ علیٰ ذالک۔ اس کا اثر یہ ہوا کہ ۱۴ مارچ کو نماز جمعہ میں اپنی جماعت کے لوگوں کے علاوہ پچاس فیصدی غیر از جماعت اصحاب شامل ہوئے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کے متعلق ان کو حسن ظن پیدا ہو چکا ہے۔

احمدیہ ینگ مین ایسوسی ایشن

۲۳ مارچ کو بروز اتوار احمدیہ ینگ مینز ایسوسی ایشن لاہور کا اجلاس احمدیہ ریڈنگ روم میں زیر صدارت مسٹر نور حسین متعلم اسلامیات گورنمنٹ کالج منعقد ہوا، ممبران ایسوسی ایشن کے علاوہ اس اجلاس میں محترم ڈاکٹر غلام محمد صاحب، مولٰنا شیخ عبد الرحمٰن صاحب مصری، مولوی شیر محمد صاحب، شیخ غلام قادر صاحب چوہدری احسان الحق صاحب وکیل آزاد کشمیر، ایڈیٹر پیغام صلح اور بعض دیگر اصحاب شامل تھے، چوہدری محمد لطیف متعلم اسلامیہ کالج اور مسٹر منظور احمد نے اسلام اور اشتراکیت پر اور مسٹر انعام اللہ نے سائنس پر اردو اور انگریزی میں مقالات پڑھے مسٹر ناصر احمد نے انگریزی میں ایک مختصر تقریر کی جس میں ممبران ایسوسی ایشن کو اتفاق و اتحاد کی تلقین کی۔ [illegible] فضل الرحمٰن صاحب نے ارکان اسلام نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ کی حقیقت کی تلقین کی، اس کے بعد صاحب صدر کی استدعا پر اقبال صاحب محترم ڈاکٹر غلام محمد صاحب اور چوہدری احسان الحق نے سوسائٹی کی سرگرمیوں کو سراہتے ہوئے اس پر خوشی کا اظہار کیا اور بہت سے مفید مشورے دیئے۔

آخر میں صاحب صدر نے معزز مہمانوں کا شکریہ ادا کرتے ہوئے یہ اعلان کیا کہ ایسوسی ایشن کے کئی ممبران امتحانات کی تیاری میں مشغول ہونے کی وجہ سے اس بات کے خواہشمند ہیں کہ ایسوسی ایشن کے ہفتہ واری اجلاس ۲۰ اپریل تک ملتوی کر دیئے جائیں۔ آپ نے حاضرین سے اس بارہ میں مشورہ طلب کیا اور اقبال احمد صاحب کی تحریک اور حاضرین کے اتفاق رائے سے ۲۷ اپریل تک اجلاس ملتوی کر دیئے گئے۔ جس کے بعد مولٰنا شیخ عبد الرحمٰن صاحب مصری نے دعا فرمائی اور جلسہ برخواست ہوا۔

درخواستہائے دُعا

(۱) ڈاڈ رسیفی ٹوپیم سے سید عبد الحی شاہ صاحب نے مبلغ پانچ روپے بمد تراجم قرآن فنڈ ارسال کئے ہیں اور درخواست کی ہے کہ ان کی اہلیہ محترمہ اور بچی کے لئے جو بیمار ہیں دوستوں سے دعا کی تحریک کی جائے۔

(۲) ام جمیل صاحبہ مہاجرہ جموں کا جو ایک پُرجوش

PLAN
OF
DARUSSALAM CO-OPERATIVE HOUSING SOCIETY LTD
QUEETEWALA BUILDING MARRIOT ROAD KARACHI

SCALE 1" = 150'

NORTH

NOTE :- AREA OF LARGE PLOT = 90'X100' = 1000 SQ: YDS ; AREA OF SHOP = 15'X25' = 375 SQ: FEET
Do SMALL Do = 36'X75' = 300 Do ; AREA OF EACH LAWN = 75'X108' = 900 SQ: YDS:
MAIN ROAD = 100' WIDE, OTHER ROADS 40', 50' & 10' WIDE
WEST WIND IS OPEN TO ALL PLOTS.

KARACHI WATER BOARD ROAD 165' WIDE

ROAD 50' WIDE

AREA 1000 SQ: YDS

1-6 SHOPS, 7-12, 13-18, 19-24 SHOPS, 25-30, 31-36, 37-49 SHOPS

MAIN ROAD 100' WIDE

SHOPS

LAWN

ROAD 40' WIDE

ROAD 50' WIDE

ROADWAY 100' WIDE

SITE PLAN SHOWING DARUSSALAM CO-OPERATIVE HOUSING SOCIETY LTD KARACHI

FROM KARACHI — G.T. ROAD — MALIR R.S. — N.W.R. — MALIR CANT — BHAWALPUR HOUSE — MALIR RIVER — N.W.R. — LANDI R.S. — RADIO STATION — TO AHOD

DARUSSALAM CO-OPERATIVE HOUSING SOCIETY LTD KARACHI

LAND RESERVED FOR TOWN PLANING BY IMPROVEMENT TRUST

INDUSTRY AREA MATCH FACTORY TEXTILE MILLS ETC. UNDER CONSTRUCTION

قوم کا پیغام فرقہ پرستوں کے نام

پیش کردہ ظفر نیازی

نادان دوستو۔ ہم تمہیں، سلامتی کی دعا نہیں دے سکتے۔ اس لئے کہ تم مسلمان کہلاتے ہوئے بھی مسلمانوں کی قومی وحدت کے مخالف ہو۔ تم پاکستانی ہوتے ہوئے بھی پاکستان کی سالمیت کے دشمن ہو۔ آج حالات نے ہمیں اس درجہ مجبور کر دیا ہے کہ ہم تم سے بالکل فیصلہ کن طور پر مخاطب ہو گئے ہیں۔ اگرچہ ہم یہ جانتے ہیں کہ تم اپنے اعمال کے نتائج پر کبھی سنجیدگی سے غور کرنے کی تکلیف گوارا نہیں کرتے۔ اور تمہاری اسی عاقبت نااندیشی اور بدترین خصلت کی وجہ سے ہم تمہارے وجود کو پاکستان کے مستقبل کے لئے ایک خطرناک خطرہ سمجھتے ہیں۔

کہنے کو تو تم ہمارے بھائی ہو۔ مگر وہ تمہاری ہی خود غرضی اور مفاد طلبی تھی جس نے ذوالنورین رض کو شہید کرایا اور امیر المومنین رض کو شیر خدا سے لڑایا — اور وہ تمہاری ہی جاہ پرستی کا نتیجہ تھا جس نے کربلا کے میدان میں معصوموں کا خون بہایا اور سبط رسول ص کو ذبح کرایا۔ ماضی کی تاریخ تمہارے کرتوتوں سے بھری پڑی ہے۔ مسلمانوں کو اغیار کی طاقتوں سے اتنا نقصان کبھی نہیں پہنچا۔ جتنا کہ تمہاری تفرقہ پردازی نے پہنچایا۔

لیکن اب ہم نے تمہیں اچھی طرح پہچان لیا ہے۔ چاہے تم صوبہ پرستی کا بہروپ بھر کر آؤ یا مذہبی فرقوں کے چولے بدل کر! — ہم تمہیں پاکستان کا سب سے بڑا دشمن سمجھتے ہیں۔ تم قوم کی خوشحالی اور ملک کی ترقی کے حریف ہو۔

ہم تمہیں بتا دینا چاہتے ہیں کہ پاکستان ایک ملک ہے اور اس میں رہنے والے ایک قوم! — خواہ بنگالی ہوں یا سندھی، بلوچی ہوں یا پنجابی، سرحدی ہوں یا ملتانی، اور مہاجر ہوں یا انصار، شیعہ ہوں یا سنی، احمدی ہوں یا خوجہ، ہندو ہوں یا عیسائی، مسلمان ہوں یا پارسی۔

اگر اب بھی تم صوبہ پرستی اور فرقہ واریت کو آڑ بنا کر پاکستان یا پاکستانی قوم کو نقصان پہنچانے کے درپے رہے تو تمہارا انجام عبرتناک ہوگا۔

غیر آباد پاکستانیوں کی آبادکاری اور ترقی اور تعمیراتی منصوبوں کی تکمیل میں تاخیر کا سب سے بڑا سبب تمہارا ناپاک وجود (یعنی فرقہ پرستی کی لعنت) ہے۔ جسے اب پاکستان ہرگز برداشت نہیں کر سکتا۔

اس لئے ہم مشورہ دیتے ہیں کہ تم پاکستان کی قومی وحدت میں ضم ہو کر پاکستان کو مضبوط اور مستحکم بناؤ۔ ورنہ کسی صوبے یا کسی فرقہ کے نام پر افتدار کی بھیک مانگنے والوں کو ذلت و رسوائی کی ٹھوکروں کے سوا اور کچھ نہ ملے گا۔ تم سارے پاکستان میں پھوٹ ڈالو کر چھوٹے فرقے یا اپنے علاقے کا بھلا کرنا چاہتے ہو تو تمہاری بہ نیت تمہارے اپنے علاقے اور تمہارے اپنے فرقہ کی تباہی کا پیش خیمہ ثابت ہوگی، اس سے پہلے کہ پاکستان کا شاندار مستقبل ڈرتا ہوا نظر آئے اور تمہاری سسکتی ہوئی لاشوں کو روندتا کچلتا "قافلہ" کے ایوانوں میں وحدت قومی کا جھنڈا گاڑ دے۔ تم خود فرقہ پرستی کی لعنت کو ٹھکرا کر اس کی پیشوائی کے لئے آگے بڑھ جاؤ بلکہ خود پاکستان کی وحدت قومی کے علمبردار بن جاؤ۔

ہم نے تمہیں وقت سے پہلے متنبہ کر دیا ہے اور بالکل صحیح مشورہ دیا ہے۔ اب یہ تمہارے اختیار میں ہے۔ اب یہ تمہارے اختیار میں ہے۔ چاہے اپنے مستقبل کو سنوار لو۔ یا اپنی تباہی اور رسوائی کا انتظار کرو۔

بس —

(نقاد)

ڈور مارز کیس ہسٹری

(بقیہ از صفحہ)

نہیں پلتی، اگر ہر شخص اس طرح کرے تو پھر اسے کوئی تکلیف نہیں ہوتی۔ اور پھر یہ کتنا برا معلوم ہوتا ہے کہ سوسائٹی میں، آپ ہی عورت ایک ایسی شخص ہوں جو شراب پینے میں شریک نہ ہوں۔ سب لوگوں میں نکو بن جاتے ہیں"

ان کی سہیلی بولیں کھانے کے بعد تھوڑی شراب تو ہاضمہ کے لئے مفید ہے۔ یہ باتیں دراصل ہر شخص کی مرضی اور سمجھ پر چھوڑ دینی چاہئیں۔

میں تھوڑی دیر تک ان کے دلائل کو بغور سنتا رہا۔ جب وہ چپ ہو گئیں تو میں نے کہا۔

"آپ نے ایک لمبی بحث شروع کر دی ہے۔ جس کو بیان کرنے کے لئے شاید آپ کے پاس وقت نہ ہو۔ یہ بات میری سمجھ میں نہیں آتی کہ خود آپ کے ڈاکٹر اور سائنسدان اس دختر رز کے مضر اثرات سے نالاں ہیں اور کہتے ہیں کہ اس سے نوشی کا اثر ہمارے لوگوں کے اخلاق پر ہی نہیں بلکہ ہماری صنعتی ترقی بھی اس کا شکار ہو رہی ہے۔ آپ فرماتی ہیں چھوٹی چھوٹی باتوں میں مذہب کو دخل نہیں دینا چاہیئے لیکن یہی بظاہر غیر اہم امور ہی تو زندگی کو بناتے ہیں۔ اور یہی چھوٹی چھوٹی باتیں بڑی باتیں بن جاتی ہیں۔ آپ کو شیری کے دو گلاس پی کر نشہ نہیں ہوتا۔ آپ کی سہیلی کو چار گلاس پی کر نشہ نہیں ہوتا لیکن ایک نو آموز آدھے گلاس ہی میں بہک جاتا ہے۔ اب اس کا فیصلہ کون کرے کہ آدھے گلاس سے بچنا چاہیئے یا پانچویں گلاس سے۔ اسلام میں یہ جنس ہی حرام ہے مقدار کا سوال پیدا ہی نہیں ہوتا۔ اور یہ حکم خدا کی طرف سے ہے جو انسانوں کی فلاح و بہبود کو زیادہ بہتر طریق پر سمجھ سکتا ہے۔ خیر یہ خدا کا قانون تو ایک مسلمان پر حاوی ہے۔ میں آپ کے سامنے بطور حجت پیش نہیں کر رہا۔ مجھے تو بائیبل میں کہیں یہ نظر نہیں آیا کہ مسیح نے خود شراب پی ہو۔ ہاں شراب کو بڑھانے کے معجزہ کا ذکر ضرور ہے خدا جانے وہ درست ہے یا غلط۔ جو بات آپ کے آبؤ اللہ نے نہیں کی اس پر آپ اس قدر مصر کیوں ہیں۔ باقی رہا سوسائٹی میں نکو بن جانے کا سوال، تو اسلام اس قسم کی سوسائٹی کے اخلاقیات (etiquette) کو سرے سے تسلیم ہی نہیں کرتا، سوسائٹی کی خاطر شراب پی لو۔ جوا کھیلو اور ہر طرح کے ناپسندیدہ کام کرو۔ یہ تصور ہی ہمارے لئے اجنبی ہے۔ اور یہ جو آپ نے کہا کہ شراب کھانے کو ہضم کرتی ہے۔ اس سے بڑا مغالطہ بھی کوئی نہیں۔ شراب انسانی اعضاء کو غیر معمولی طور پر حرکت میں لا کر جسم میں حرارت پیدا کر دیتی ہے، اگر انسانی معدہ تندرست ہے تو اسے اس غیر معمولی حرکت و حرارت کی ضرورت نہیں۔ اور اگر شراب سے ہی کھانے کو ہضم کرنے کا کام لیا جائے تو پھر بغیر اس کے کھانا ہضم ہی نہیں ہوگا۔ اور اس کی مقدار بھی آہستہ آہستہ بڑھانی پڑے گی جس کا نتیجہ یہی ہوگا جس کا میں نے ابھی ابھی ذکر کیا ہے۔ انسان کے لئے یہ ایک مستقل روگ بن جائے گا۔"

"لیکن انسان اگر سوچ سمجھ سے کام لے تو ان مضر اثرات سے بچ سکتا ہے" مس ہارووڈ نے کہا۔

"چلیئے میں نے مان لیا کہ دس میں سے دو آدمی صحیح سمجھ سے کام لینے والے ہوتے باقی آٹھ کا کیا بنے گا۔ قانون تو ایسا ہونا چاہیئے جس میں اکثریت کی بھلائی کو مدنظر رکھا گیا ہو۔ شراب میں کچھ فوائد بھی ہیں اسے تو قرآن بھی تسلیم کرتا ہے۔ لیکن اس کے نقصانات فوائد کے مقابلہ میں بہت زیادہ ہیں اس لئے اسے حرام قرار دیا گیا ہے اگر آپ قرآن کی بات نہیں مانتیں تو اپنے ڈاکٹروں کی بات ہی قبول کر لیں"۔

"خیر یہ بات تو ہوئی" مس ہارووڈ نے کہا۔ مجھے یہ بتایئے کہ اسلام کی تعلیم پر کیا سب مسلمان عمل کرتے ہیں؟"

"یہ تو آپ نے بڑا مشکل سوال کیا۔ ہاں کچھ کرتے ہیں اور کچھ نہیں۔ اچھے برے لوگ تو ہر مذہب میں موجود ہوتے ہیں"

مس ہارووڈ نے گھڑی کو دیکھ کر اپنی سہیلی کی طرف دیکھ کر کہا.... اچھا ہمیں اجازت دیجئے لنچ کا وقت قریب ہے۔ پھر شاید ہمیں کھانا ہی نہ ملے، آپ کا بہت وقت ضائع کیا۔ یہ کہکر وہ رخصت ہو گئیں اور میں، بیگ اٹھا کر سٹیشن کی طرف چل دیا۔

ضرورت رشتہ

(۱)

ایک احمدی سید کے رشتہ کی ضرورت ہے جن کی عمر ۵۰ سال سے کم ہے۔ پہلی بیوی فوت ہو چکی ہے۔ اولاد کوئی نہیں سردست۔ ۱۵۰ روپے ماہوار تنخواہ لے رہے ہیں۔ محکمۂ نہر میں ملازم ہیں۔ اگر کوئی بیوہ خاتون ہو تو کوئی حرج نہیں۔ ضرورتمند اصحاب مجھ سے خط و کتابت کریں۔

خاکسار: مرتضیٰ خان۔ اسسٹنٹ سیکرٹری تحصیل
احمدیہ انجمن اشاعت اسلام احمدیہ بلڈنگس لاہور

والسّابقون الاوّلون من المهاجرین والانصار والذین اتبعوھم باحسانٍ رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ

عُمر بن عبدالعزیز

از جناب شیخ غلام قادر صاحب احمدیہ بلڈنگس لاہور

آپ نہ صرف خلفاء بنو امیہ میں سے ایک خلیفہ تھے بلکہ مجدد وقت بھی تھے۔

حافظ جلال الدین سیوطی حسن المحاضرہ جلد اوّل صفحہ ۱۳۵ پر لکھتے ہیں:-

من اللطائف ان شرط المبعوث بن علی روس القرون مصریون عمر بن عبد العزیز فی الاولیٰ والشافعی فی الثانیۃ و ابن دقیق العید فی السابعۃ والبلقینی فی الثامنۃ

یعنی - یہ ایک لطیفہ ہے کہ ہر صدی کی ابتداء میں جو مجدد پیدا ہوئے وہ سب کے سب مصری تھے یعنی پہلی صدی میں عمر بن عبدالعزیز دوسری میں شافعی، ساتویں میں ابن دقیق العید اور آٹھویں میں بلقینی -

اصلاحات میں مذہبی تعلیم کی اشاعت کا انتظام

عام طور پر مذہبی تعلیم کی ترویج و اشاعت کا پورا پورا انتظام کیا چنانچہ آپ نے قاضی ابوبکر بن حزم کو اس طرف توجہ دلائی اور لکھا:-

ولیفشوا العلم ویجلسوا حتی یعلم من لا یعلم فان العلم لا یھلک حتی یکون سراً۔

یعنی - لوگوں کو چاہیے کہ عام طور پر علم کی اشاعت کریں اور تعلیم کے لئے حلقۂ درس میں بیٹھیں تاکہ جو لوگ نہیں جانتے وہ جان لیں اور علم حاصل کر لیں - کیونکہ علم اس وقت تک برباد نہیں ہوتا جب تک کہ وہ مخفی نہ رکھا جائے -

ایک اور عامل کے نام لکھا:-

امابعد فامر اھل العلم ان ینشروا العلم فی مساجدھم فان السنۃ کانت قد امیتت - (سیرت عمر بن عبدالعزیز)

یعنی - اہل علم کو حکم دو کہ اپنی مسجدوں میں علم کی اشاعت کریں کیونکہ سنت و حدیث مر رہی ہیں -

اہل علم جو اشاعت علم میں مصروف تھے انھیں فکر معاش سے فارغ البال کر دیا چنانچہ ایک گورنر کے نام چٹھی لکھی کہ:-

انظر الی القوم الذین نصبوا انفسھم للفقہ وحبسوھا فی المسجد عن طلب الدنیا فاعط کل رجل منھم مائۃ دینار یستعینون بھا علیٰ ماھم علیہ من بیت مال المسلمین حین یاتیک کتابی ھذا -

یعنی - جن لوگوں نے دنیا چھوڑ کر اپنے آپ کو فقہ کی تعلیم کے لئے وقف کر رکھا ہے ان میں ہر ایک کو جس وقت میرا خط پہنچے بیت المال سے ایک سو دینار تاکہ وہ اس حالت کو قائم رکھ سکیں -

آپ کا یہ فیاضانہ سلوک نہ صرف علماء کے ساتھ مخصوص تھا بلکہ طلباء کو اسی فیاضی کے ساتھ وظائف دیئے جاتے تھے - (جامع بیان العلم)

علماء میں سے قاسم بن مخیمرہ ایک محدث تھے جو نہایت عسرت کے ساتھ زندگی بسر کرتے تھے - وہ عمر بن عبدالعزیز کے پاس ایک دفعہ آئے تو آپ نے ستر دینار قرض ان کی طرف سے ادا کیا - سواری دی - اور ۵۰/- دینار وظیفہ مقرر کر دیا - (تذکرۃ الحفاظ)

بہت سے ممالک کے لوگوں کی تعلیم کے لئے متعدد علماء کو روانہ کیا - چنانچہ حضرت نافع رض کو جو حضرت عبداللہ بن عمر رض کے غلام اور مدینہ کے فقیہ تھے مصر میں بھیجا - (حسن المحاضرہ)

باقی - باقی

بے خدا بے زہد و تقویٰ بے دیانت بے صفا
بن ہے دنیائے دوں طاعوں کرے اس میں شکار
فقر کی منزل کا ہے اول قدم نفیٔ وجود
دل وہ ہے جس کو نہیں بے دلبر یکتا قرار
تلخ ہوتا ہے ثمر جب تک کہ وہ ہو نا تمام
اس طرح ایماں بھی ہے جبتک نہ ہو کامل پیار
(مسیح موعودؑ)

جماعتِ جھنگ کا جلسۂ تبلیغ

جیسا کہ قبل ازیں اعلان ہو چکا ہے احمدیہ انجمن اشاعت اسلام جھنگ کا تبلیغی جلسہ ۱۳ و ۱۴ مارچ کو جھنگ مگھیانہ میں منعقد ہوا - ۱۲ مارچ کو جناب مولوی احمد یار صاحب جنرل سیکرٹری مولانا مولوی عبدالحق صاحب ودیارتھی و مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع مگھیانہ میں تشریف لائے - قبل از آمد مولوی صاحبان ہم نے جھنگ مگھیانہ میں بذریعہ لاؤڈ سپیکر منادی کرا دی تھی اور بذریعہ اشتہار دعوتی خطوط معززین شہر کی خدمت میں روانہ کر دیئے تھے اور میاں غلام حیدر صاحب پولیس کپتان ملتان کے احاطہ میں کرسیوں سائبان اور لاؤڈ سپیکر وغیرہ کا انتظام کر دیا گیا۔

پہلی تقریر ۱۳ مارچ کو مولانا احمد یار صاحب نے فرمائی - قاری غلام رسول صاحب نے تلاوت قرآن شریف فرمائی - امجد حسین صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نظم "ہر طرف فکر کو دوڑا کے تھکایا ہم نے" سنائی - مولانا احمد یار صاحب نے تقریباً دو گھنٹہ دجّال کی حقیقت پر بخوبی روشنی ڈالی اور بتایا کہ دوسری تقریر میں یاجوج ماجوج کے متعلق بھی بتایا جائے گا کہ یہ کون ہیں اور سامعین کو چیلنج کیا کہ آپ لوگ اپنے مولویوں سے دریافت کرو کہ یہ یاجوج ماجوج کون ہیں - آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعوئے مجددیت پر وضاحت سے روشنی ڈالی اور علماء اسلام کا نقشہ پیش کیا - مولوی صاحب کی تقریر کو تمام لوگوں نے جن میں قادیانی جماعت کے لوگ بھی شامل تھے پورے امن و سکون سے سنا اور اظہار خوشنودی بھی کرتے رہے - بعد ازاں مولانا مولوی مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع تقریر کے لئے کھڑے ہوئے انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کارہائے نمایاں پر روشنی ڈالی اور آپ نے اپنی جماعت کے دل میں جماعت کی جو محبت اور تڑپ پیدا کی ہے اس کو خوب اچھی طرح واضح کرتے ہوئے دیگر ممالک بالخصوص فجی کے حالات بتائے جہاں آپ ایک عرصہ تک تبلیغی خدمات انجام دیتے رہے۔

دو بجے کے بعد پہلا اجلاس ختم ہوا - دوسرے اجلاس کے وقت آندھی اور بارش آگئی اسے ملتوی کر دیا گیا - مگر لوگ پھر بھی پتہ لینے آتے رہے - دوسرے دن ۱۴ مارچ کو بعد نماز جمعہ پھر مولوی احمد یار صاحب نے یاجوج اور ماجوج کے متعلق روشنی ڈالی اور بتایا کہ سب سے پہلے اس کا سراغ لگانے والے حضرت مسیح موعودؑ ہی تھے جنہوں نے روس اور برطانیہ کو اس پیشگوئی کا مصداق ٹھہرایا ہے اور آج یہ دونو ملک اپنی زبان سے اس کا اقرار کر رہے ہیں، بعد ازاں مولانا مولوی عبدالحق صاحب ودیارتھی کی تقریر شروع ہوئی جو بہت بلند پایہ اور پُر از معارف تھی - دوران تقریر میں آپ نے اپنے تجربہ کے ساتھ مناظرات کے دلچسپ حالات بھی سنائے - تقریر کا لوگوں کے دلوں پر خاص اثر ہوا - اس کے بعد جلسہ ختم ہو گیا - رات کے سات بجے سے لے کر دو تین گھنٹہ تک قادیانی جماعت کے دوستوں کے ساتھ نبوت مسیح موعودؑ کے مسئلہ پر تبادلہ خیالات ہوتا رہا - تقریباً دس بجے شب یہ تبادلہ خیالات ختم ہوا - اس مجلس میں بھی تقریباً تیس چالیس اصحاب شامل تھے -

ہم بابو عبدالغنی صاحب امیر جماعت قادیان جھنگ مگھیانہ احمد میاں ریاض الدین صاحب اور دوسرے احباب کا جنہوں نے اس جلسہ میں نہ صرف شرکت فرمائی بلکہ جلسہ کے لئے سائبان اور کرسیاں اور دیگر سامان بہم پہنچایا، دلی شکریہ ادا کرتے ہیں اور شیخ جمیل احمد صاحب اور شیخ ... صاحب کا بھی شکریہ ادا کیا جاتا ہے جنہوں نے اپنی دوکانیں دو یوم بند کر کے تمام کار و بار جلسہ سرانجام دیا اور مہمانوں کی خدمت گزاری کی -

یہ ہماری جماعت کا پہلا جلسہ تھا جو قائمی پاکستان کے بعد حضرت صاحب صدر کی تحریک سے کرایا گیا - ان ایام میں یہاں پر نیزہ بازی اور گھوڑ دوڑ وغیرہ کا میلہ بھی لگا ہوا تھا - اور پھر شام کے وقت بارش بھی ہوتی رہی - مگر خدا کے فضل سے جلسہ اچھا کامیاب رہا -

از طرف - محمد حسین مبلغ انجمن احمدیہ اشاعت اسلام جھنگ مگھیانہ - ۱۵/۳/۵۲

احراریات

مولانا عمر الدین صاحب از بمبئی

قائدِ اعظم اور عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری

ابھی پاکستان نہ بنا تھا مگر قائد اعظم جگہ جگہ اپنے لیکچروں میں یہ کہتے تھے کہ خدا چاہے پاکستان ہمیں ملے گا۔ اور کوئی طاقت دنیا سے اب اسے روک نہ سکے گی۔ ان دنوں اتفاق سے میں اور عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری ایک ہی تانگہ میں ہمسفر ہو گئے۔ شاہ صاحب گوجرانوالہ سے جاملکے کی طرف کہیں کسی عرس پر تشریف لے جارہے تھے اور میں صرف جاملکے تک جارہا تھا۔ میں نے شاہ صاحب سے پاکستان کے متعلق اس لئے گفتگو شروع کی کہ ان کو مسلم لیگ کی خواہ مخواہ کی مخالفت سے کچھ نہ کچھ تو ہٹاؤں۔

شاہ صاحب } شاہ صاحب نے فرمایا کہ یہ پاکستان کا خیال ایسے دماغ کا پیدا کردہ ہے کہ جس کا اصل مقام لاہور کا پاگل خانہ ہے۔

میں } شاہ صاحب آپ لاکھ مخالفت کریں پاکستان بن کر رہے گا۔

شاہ صاحب } انگریز سے یہ توقع کہ وہ پاکستان مسلمانوں کو دے یہ خیال خام ہے۔ اور ہندوؤں سے یہ توقع رکھنا کہ وہ مسلمانوں کو پاکستان دے دیں گے یہ بھی ناممکن ہے۔

میں } شاہ صاحب جبکہ مسلم اکثریت پنجاب کشمیر اور بنگال میں ہے تو اصولاً ان علاقوں میں مسلمانوں کو اکثریت تسلیم کرتے ہوئے مسلمانوں کو حکومت ملنا چاہیئے۔ اگر ہندوؤں کو اپنی کثرت کی وجہ سے کل ہندوستان مانگنے کا حق ہے، تو مسلمانوں کا بھی حق ہے۔ کہ وہ اپنی اکثریت کے صوبوں کا مطالبہ کریں یہی پاکستان ہے۔

شاہ صاحب } میں نے کہدیا ہے کہ ایسے خیال کرنے والے اور اس پر زور دینے والے کا خواہ وہ کوئی ہو ٹھکانہ پاگل خانہ میں ہے۔

میں } چونکہ شاہ صاحب کے یہ الفاظ جناح صاحب قائد اعظم کے متعلق تھے، اس لئے میں نے کہا کہ شاہ صاحب یہ جنون کی بڑ نہیں بلکہ یہ حقیقت پر مبنی اور جائز مطالبہ ہے اور خدا چاہے تو قائد اعظم کی بات پوری ہوگی۔ کیونکہ اس کا قدم حق اور صداقت پر ہے۔

امر واقعہ } اب ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ احرار کی شرارتوں اور مخالفت کے باوجود پاکستان بن گیا۔ اور قائد اعظم جسے شاہ صاحب پاگل خانہ کا اہل بار بار کہتے تھے۔ وہی سچا نکلا۔

سر ظفر اللہ } آجکل احمدی جماعت کی مخالفت میں شاہ صاحب موصوف کی باسی کڑھی میں اُبال آیا ہوا ہے، وہ بڑے زور سے جھوٹ بول بول کر سر ظفر اللہ کو بدنام کرنے کے لئے ... کہ پاکستان ملا ہی اس شرط پر تھا کہ انگریز نے سر ظفر اللہ کے متعلق قائد اعظم سے اقرار لیا تھا کہ انہیں کو امور خارجہ کی منسٹری دینی ہوگی۔ حالانکہ یہ کورا جھوٹ ہے جسے جان بوجھ کر شاہ صاحب بول رہے ہیں۔ دراصل انہیں ایک احمدی کی خدمات اسلام دیکھکر جلن ہوتی ہے اور وہ اناپ شناپ بولنے لگتے ہیں۔ مجمع عام میں وہ شور تو مچا سکتے ہیں مگر کوئی سنجیدہ بات نہیں کہہ سکتے۔

ہم ناظرین اندازہ لگا لیں کہ جو شخص اس قدر ذلیل ہو چکا ہو جیسا کہ اوپر ذکر ہوا اور یہ حقیقت پیغام صلح میں انہیں دنوں میں شائع بھی ہو چکی اور اس کی تردید کی کسی کو ہمت نہ ہوئی میرے پہلے پیر صاحب کو بہت کہا گیا کہ شاہ صاحب آپ نے بہت ظلم کیا کہ فیصلہ احمدیوں کے حق میں دے دیا۔ بہتر ہو کہ اب اس کے خلاف لکھدیں یا لکھا دیں۔ تو انہوں نے اس سے بھی انکار کر دیا۔ اب ایسا شکست خوردہ مولوی پبلک میں اس لئے جرأت سے بولتا ہے کہ وہ عوام الناس کو احمدیت کے خلاف بھڑکا کر اپنا بچاؤ کرتا ہے۔

یہی حال بخاری صاحب کا ہے ورنہ یہ سارے احرار مل کر بھی احمدیت کے خلاف فتح یاب نہیں ہو سکتے۔

والسلام

احراری محمد علی جالندھری

اس احراری مولوی نے تمام عمر احمدیت کی مخالفت میں کھو دی اور بار بار شکست خوردہ ہو کر بھی بے حیائی کی راہ سے احمدیت کو بدنام کرنے کی کوشش کرتا رہتا ہے۔ اور جھوٹ بولنا اس کا شیوہ ہے۔ اور وہ یہ کبھی نہیں سوچتا کہ میں بدنام تو احمدیوں کو کرتا ہوں، مگر ساتھ ہی ساتھ پاکستان کی گورنمنٹ کے بعض افسروں کو بدکار قرار دیتا ہوں۔

ایک واقعہ

میں چھٹی لے کر اپنے وطن جالندھر شہر میں گیا ہوا تھا۔ ایک دن صبح کی نماز کے بعد بعض لوگوں نے میرے پہلے پیر و مرشد جناب سید غلام نبی شاہ صاحب کو کہا کہ میاں صاحب یہ آپ کا مرید اب آپ کے پیچھے نماز نہیں پڑھتا شاہ صاحب نے پوچھا کیا بات ہے۔ میں نے کہا کہ میں یوں تو آپ کا خادم ہوں مگر میں چونکہ مجدد وقت و مہدی موعود و حضرت مرزا غلام احمد صاحب کا مرید ہو چکا ہوں اور ان کا حکم ہے کہ کسی مکفر و مکذب و متردد کے پیچھے نماز نہ پڑھی جائے۔ اس لئے میں علیحدہ نماز پڑھتا ہوں۔

حاضرین میں سے بعض جوشیلے نوجوان بول اٹھے کہ حضرت جی یہ تو اب نئے نبی کا کلمہ پڑھتے ہیں مسلمانوں کو کافر کہتے ہیں۔

میں نے کہا شاہ صاحب یہ سب جھوٹ ہے جو خانہ خدا میں بیٹھ کر یہ لوگ بول رہے ہیں۔ ہم تو لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے سوائے کوئی اور کلمہ نہیں پڑھتے اور نبوت و رسالت حضرت محمد صلعم پر ختم ہو چکی اور حضرت مرزا صاحب کو جو نبی کہا جاتا ہے، وہ مجاز کے طور پر ہے حقیقت میں وہ نبی نہیں بلکہ وہ امتی ہیں۔ اور وہ اپنے منکر کو کافر نہیں کہتے البتہ کافر کہنے والے کو وہ حدیث نبوی کے مطابق کافر قسم دوم لکھتے ہیں۔

شاہ صاحب نے فرمایا کہ اگر یہ بات ہے تو پھر مرزا صاحب کو کافر و کاذب نہیں کہنا چاہیئے۔

اب جوشیلے نوجوانوں میں سے بعض نے کہا کہ شاہ صاحب اگر اجازت ہو تو ہم ابھی ایک مولوی صاحب کو بلا کر لاتے ہیں اور اس کا فیصلہ کر لیتے ہیں۔

شاہ صاحب نے مجھ سے پوچھا۔ میں نے کہا کہ ان کو کہیئے کہ جب چاہے لے آئیں ایک نہیں دس مولوی لے آئیں وہ ہرگز مرزا صاحب کو مدعی نبوت ثابت نہیں کر سکیں گے۔ نہ یہ ثابت کر سکیں گے کہ مرزا صاحب اپنے منکروں کو کافر کہتے ہیں۔ اگر کوئی یہ ثابت کر دے کہ مرزا صاحب نے حقیقتاً نبوت کا دعویٰ کیا ہے اور اپنے منکروں کو کافر ٹھہرایا ہے تو میں ان کی بیعت فسخ کر دوں گا۔

شاہ صاحب نے کہا کہ جاؤ بھئی تم لوگ اپنے مولوی صاحب کو بلا لاؤ۔ وہ گئے اور تھوڑی دیر میں وہ احراری مولوی محمد علی جالندھری کو لے آئے اور ساتھ کتابوں کا ایک بڑا ٹرنک تھا۔

غلام نبی شاہ صاحب اور ایک ڈاکٹر صاحب جو بڑے صاحب علم تھے دونوں کو منصف مقرر کر کے مباحثہ شروع ہوا۔ مسجد میں تل رکھنے کو جگہ نہ رہی۔ خدا کے فضل سے میں نے تھوڑی ہی دیر میں مولوی صاحب کو ڈھیلا کر دیا۔ اور یہ ثابت کر دیا کہ حضرت مرزا صاحب کا نبوت حقیقی کا دعویٰ نہیں ہے۔ مگر بحث [illegible] تک چلتی رہی اور ثالثوں نے فیصلہ احمدیت کے حق میں دیا۔ اور لوگوں نے کہا کہ [illegible] احراری مولوی عمر الدین احمدی کا مقابلہ کر ہی نہیں سکتا۔ شاہ صاحب نے تو یہاں تک کہہ دیا۔ کہ جتنی تحریریں نبی ثابت کرنے کی غرض سے پیش کی گئی ہیں۔ ان سے مرزا صاحب کا دعوئے نبوت ثابت نہیں بلکہ وہ ظلی بروزی امتی اور مجازی نبوت ہے۔ مرزا صاحب نے اپنے منکروں کو کافر بھی نہیں کہا۔ اس لئے عمر الدین حق پر ہے۔

نماز با جماعت

چونکہ جناب شاہ صاحب نے یہ اعلان کر دیا کہ میں تو حضرت مرزا صاحب کو کافر یا کاذب قرار نہیں دیتا۔ اس لئے میں نے تکبیر کہی اور شاہ صاحب نے امامت کرائی اور لوگوں نے کہدیا کہ لو بھئی یہ تو اپنے پیر صاحب ہی کے گئے۔ اور احراری مولوی شرمندگی کے مارے سر نہ اٹھا سکتا تھا اور شرمندگی اور حسرت کے ساتھ کتابیں لیکر چلے گئے۔

اب یہ مولوی صاحب آجکل پاکستان میں احمدیت کے خلاف پھر وہی باتیں کر رہے ہیں

(باقی صفحہ ۱۶)

بچوں کا صفحہ

ایک غریب درزی کس طرح امیر بن گیا!

ایک شہر میں ایک دفعہ ایک غریب درزی رہتا تھا۔ اس کی آمد بہت ہی کم تھی اور خرچ زیادہ۔ مشکل سے گذران ہوتی تھی۔ ایک مرتبہ یہ ایک بزرگ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور ان سے اپنی غریبی کا حال بیان کیا۔ انہوں نے اس کے حق میں دُعا بھی فرمائی اور ساتھ ہی یہ نصیحت بھی کی کہ "دو باتیں یاد رکھو۔ ایک تو کپڑے میں ذرا بھی خیانت نہ کرو۔ اور دوسرے یہ کہ جس دن کا وعدہ کرو اُسی دن کپڑا سی کر دے دو۔ وعدہ خلافی کبھی نہ کرو"۔ اس شخص نے یہ نصیحت پلّے باندھ لی۔ اور بڑی سختی سے اس پر عمل شروع کر دیا۔ اگر کپڑے میں ایک ذرا سا ٹکڑا بھی بچ جاتا تو مالک کو واپس کر دیتا۔ اور جس دن کپڑا دینے کا وعدہ کرتا اسی دن دے دیتا۔ ذرا وعدہ خلافی نہ کرتا۔ اس طرح سے سارے شہر میں اس کی شہرت ہو گئی کہ فلاں درزی بڑا دیانتدار ہے۔ ذرا خیانت نہیں کرتا۔ اور جو وعدہ کرتا ہے اس کے خلاف نہیں کرتا۔

اب لوگ جوق در جوق اس کی دوکان کی طرف رجوع کرنے لگے اور اس قدر گاہک آنے لگے کہ اس کو ذرا فرصت نہ ملتی۔ اور بعض دفعہ گاہک کو واپس کرنا پڑتا۔

آخر اس نے بہت سے شاگرد بٹھا دیئے جو اس کا ہاتھ بٹاتے۔ ہوتے ہوتے اس کی دوکان اس قدر چلی کہ اس کو ایک بڑا مکان لینا پڑا۔ اب کوئی تقریباً پچاس آدمی اس کے کارخانہ میں کام کرتے تھے۔ یہ خود کرسی پر بیٹھ کر کام کی نگرانی کرتا تھا۔ اور اس کے کارندے کام کرتے تھے۔

تھوڑے عرصہ کے بعد اس کو حکومت کی طرف سے بھی کام ملنے لگ گیا۔ اب وہ بہت بڑا ٹھیکیدار بن گیا۔ ہزاروں روپے کا لین دین کرنے لگا اور ایک دس سال کے اندر اندر بہت بڑا امیر بن گیا۔ اس نے کئی مکانات بنوائے اور شہر کے رئیسوں میں اس کا شمار ہونے لگا۔ وہ خدا کے رستہ میں بھی بہت خرچ کرتا تھا اور غریبوں مسکینوں کو بھی بہت دیتا تھا۔

اس کے لڑکے ولایت گئے اور انہوں نے یوروپین فیشن کے کپڑے سینے کا کام سیکھا۔ اور واپس آ کر بڑے اعلیٰ پیمانہ پر انگریز مرد اور انگریز لیڈیوں کے کپڑے سینے کا کارخانہ کھولا۔ جس سے انہوں نے ہزاروں روپے کمائے۔

یہ سب دیانت داری کا ثمرہ تھا اور وعدہ پورا کرنے کا۔ اس درزی کے حالات سے ثابت ہوتا ہے کہ:۔

"بزرگ جو نصیحت کریں وہ بہت کارآمد
ہوتی ہے اور اس پر عمل کرنے
سے انسان فائدہ اٹھاتا ہے۔
دیانتداری سے کام کرنے والا انسان
دنیا میں کامیاب ہوتا ہے۔"

خدا ہم سب کو دیانتدار بننے کی توفیق بخشے۔ آمین

مولانا مرتضیٰ خان صاحب حسن ایم اے

اکبر بادشاہ کی نیک دلی۔

بچو! اکبر بڑا نیک دل بادشاہ تھا۔ جب اس کا باپ ہمایوں فوت ہوا تو اس کی عمر صرف چودہ برس کی تھی۔ دشمنوں نے موقع پا کر حملہ کر دیا۔ اکبر نے اپنے درباریوں کو بلا کر مشورہ کیا کہ اس وقت ہم چاروں طرف سے دشمنوں سے گھرے ہوئے ہیں ہمیں کیا کرنا چاہیئے۔ اکثر درباریوں نے یہ رائے دی کہ اس وقت ہماری حالت بہت کمزور ہے اور دشمن طاقتور ہے۔ اس لئے ہم کو اپنے وطن میں واپس چلے جانا چاہیئے۔ اور پھر اپنی طاقت بہم پہنچا کر حملہ کرنا چاہیئے۔ لیکن بیرم خاں جو اکبر کا اتالیق تھا اس نے یہ مشورہ دیا کہ ہمیں دشمن کا ڈٹ کر مقابلہ کرنا چاہیئے۔ اکبر نے اس رائے کو پسند کیا۔ پانی پت کے مقام پر اکبر اور ہیموں بقال کے درمیان زبردست جنگ ہوئی۔ ہیموں بقال کو زبردست شکست ہوئی اور بیرم خاں اس کو پکڑ کر اکبر کے سامنے لایا۔ اور کہنے لگا کہ اس کو حضور اپنے ہاتھ سے قتل کریں۔ اس پر اکبر نے فرمایا:۔

"میں تخت پر بیٹھتے ہی اپنے ہاتھ
خون سے بھرنا نہیں چاہتا۔"

دیکھو بچو! اکبر اس وقت بہت چھوٹی عمر کا تھا لیکن کس قدر عقلمند اور نیک دل تھا۔ اگر کوئی اور ظالم اور بیوقوف بادشاہ ہوتا تو اس کو بڑا کارنامہ سمجھتا کہ دشمن کو اپنے ہاتھ سے قتل کرے۔ لیکن اکبر نے اسی کو اپنا کارنامہ سمجھا کہ اپنے ہاتھ خون سے نہ بھرے۔

بادشاہوں کو اپنے دشمنوں سے جنگ بھی کرنی پڑتی ہے ان کو سزا بھی دینی پڑتی ہے۔ لیکن نیک دل بادشاہ وہی ہیں جو لوگوں کا خون گرانے سے پرہیز کرتے ہیں۔ اور سخت مجبوری کی حالت میں جنگ کرتے ہیں۔

نیک طبع بادشاہ گرے ہوئے دشمن پر رحم کرتے ہیں۔ دشمن سے بدلہ نہ لینا۔ دشمن کو معاف کر دینا یہ بڑے لوگوں کا شیوہ ہے۔ بدلہ لینے کی خواہش چھوٹے آدمیوں کا کام ہے۔ جو لطف معافی میں ہے وہ بدلہ لینے میں نہیں ہے۔ اصلاح کے لئے سزا کی بھی ضرورت پڑتی ہے لیکن مقصد اصلاح ہونا چاہیئے نہ کہ بدلہ لینے کی خواہش۔

استاد جو بچوں کو سزا دیتے ہیں ان کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ بچے سدھر جائیں۔ ورنہ استاد کو بچوں سے کوئی ضد نہیں ہوتی اور نہ ان کے دشمن ہوتے ہیں۔ اسی لئے بزرگوں نے کہا ہے کہ:۔

جورِ استاد بہ ز مہرِ پدر

یعنے استاد کی سختی ماں باپ کی شفقت سے زیادہ اچھی ہے۔ کیونکہ اس سختی سے بچے کی زندگی سدھر جاتی ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم — نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

رجسٹرڈ ایل نمبر ۴۳۰ | فون نمبر ۳۷۳۷

لوائے ما پنہ ہر سعید خواہد بود ۔ ندائے فتح نمایاں بنام ما باشد

پیغامِ صلح

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا ہفتہ وار ارگن

سالانہ چندہ پاکستان سے ۔ چھ روپے
ہندوستان سے ۔ ۱۲ ۔ ۸ شلنگ
ممالک غیر سے سالانہ چندہ ۲۲ شلنگ

ایڈیٹر دوست محمد

جلد ۴۰ | یوم چہارشنبہ مؤرخہ ۷ رجب المرجب ۱۳۷۱ھ ۔ مطابق ۲ اپریل ۱۹۵۲ء | نمبر ۱۳

حضرت مسیح موعود اور ہماری جماعت کا مذہب

ہم تو رکھتے ہیں مسلمانوں کا دین
دل سے ہیں خدام ختم المرسلین
شرک اور بدعت سے ہم بیزار ہیں
خاکِ راہِ احمدِ مختار ہیں
سارے حکموں پر ہمیں ایمان ہے
جان و دل اس راہ پر قربان ہے
تم ہمیں دیتے ہو کافر کا خطاب
کیوں نہیں لوگو تمہیں خوفِ عقاب

جماعت احمدیہ لاہور کی تعلیمی خصوصیت

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آ سکتا نہ نیا نہ پرانا۔
۲۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۳۔ قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگی۔
۴۔ سب صحابہؓ اور آئمہ قابلِ احترام ہیں۔ سب مجدد ونکا ماننا ضروری ہے
۵۔ اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا۔

حضرت امیر مولانا محمد علی علیہ الرحمۃ کا خط اپنے صاحبزادے کے نام

مرسلہ بیگم حضرت امیر رحمۃ اللہ علیہ

سنہ ۱۹۴۷ء کے موسم گرما میں حضرت امیر رحمۃ اللہ علیہ اپنے بڑے صاحبزادے محمد احمد سلمہٗ کے پاس کوئٹہ میں مقیم تھے اور وہیں سے آپ نے اپنے چھوٹے بیٹے حامد فاروق سلمہٗ کو بغرض تعلیم انگلستان کے لئے رخصت کیا۔ بوقت رخصت حضور نے چند نصائح لکھ کر ایک لفافے میں بند کر کے دیئے جن کا اور کسی کو علم نہ تھا اب وہ تحریر عزیز موصوف نے بھیجی ہے:—

(مکتوب حضرت امیر رحمۃ اللہ علیہ)

۲۔ کارلن روڈ ۔ کوئٹہ ۔ یکم اگست سنہ ۱۹۴۸ء ۔ ۲۴ رمضان ۔ عزیزی حامد سلمہ اللہ تعالیٰ۔

اَلسَّلامُ عَلَیکُم وَرَحمَۃُ اللہِ وَبَرَکاتُہٗ ۔ میں اس عمر کو پہنچا ہوا ہوں کہ میں نہیں جانتا کہ آپ سے پھر اس زندگی میں ملاقات ہوگی یا نہیں ۔ یہ چند نصائح لکھتا ہوں کہ اس لمبے سفر میں آپ کے سامنے رہیں:—

۱۔ اس بات کو کبھی نہ بھولنا کہ ہمارا ایک طاقتور خدا ہے جو انسان کے دکھ اور مصیبت کے وقت اس کے کام آتا ہے۔ وہ اس کے لئے ایسی راہیں کھول دیتا ہے جو اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں ہوتیں۔

۲۔ یہ بھی نہ بھولنا کہ ہمارا ہر عمل خدا کے ہاں لکھا جاتا ہے۔ اگر وہ اچھا ہے تو اپنا اچھا اثر اور برا ہے تو برا اثر ہم پر چھوڑ جاتا ہے۔ انسانوں سے ہم چاہے کتنا بھی چھپ جائیں مگر خدا سے نہیں چھپ سکتے۔

۳۔ شراب سب پلیدیوں کی جڑ ہے اسکے نزدیک کبھی نہ جانا کبھی نہ جانا ۔ اس مجلس میں شامل نہ ہونا جس میں شراب پی جاتی ہو۔

۴۔ نماز کی پابندی کرنا۔ روزانہ صبح اٹھکر نماز ضرور پڑھ لینا اور دو چار آیات قرآن شریف کی ضرور تلاوت کر لینا۔ اس عادت پر ایسی پختگی سے قائم ہونا کہ کوئی کام رہ جائے مگر یہ نہ رہے۔

۵۔ محنت اور سادگی اگر یہ دو عادات قائم رہیں تو یہ ساری عمر کے لئے ایک راحت کا سامان ہوگا۔

۶۔ اپنی پڑھائی پر خوب محنت کرنا لیکن دین کی خدمت اور بنی نوع انسان کی بھلائی کا کوئی کام بھی ضرور مدنظر رکھنا۔ اس کے بغیر زندگی میں راحت پیدا نہیں ہوتی۔

۷۔ اس بات کو کبھی نہ چھپانا کہ ہم خدا کے فضل سے مسلمان ہیں اور اس صدی کے مجدد کو ہم اپنا امام مانتے ہیں۔ احمدی ہیں اور آنحضرت صلعم کے بعد کسی نبی کا آنا نہیں مانتے اور کسی کلمہ گو کو کافر نہیں کہتے ۔ اگر ان باتوں پر عمل کی آپ کوشش کرینگے تو خدا بھی آپ سے راضی ہوگا آپ کے ماں باپ بھی راضی ہوں گے۔ اور خود آپ کا اپنا نفس بھی راضی ہوگا میرے بعد اپنی ماں کی بہت خدمت کرنا۔ والسلام ——— محمد علی

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ ارشادات

شیخ غلام قادر صاحب احمدیہ بلڈنگس لاہور

اصلاح اخلاق کے لئے زرین سبق

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امرنی ربی بتسع خشیۃ اللہ فی السر والعلانیۃ وکلمۃ العدل فی الغضب والرضا والقصد فی الفقر والغنا وان اصل من قطعنی واعطی من حرمنی واعفو عمن ظلمنی وان یکون صمتی فکراً ونطقی ذکراً ونظری عبرۃ وآمر بالمعروف وقیل بالمعروف رواہ رزین ۔ مشکوٰۃ کتاب الرقاق

ترجمہ۔ ابوہریرہ رض سے روایت ہے فرمایا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مجھے اللہ تعالےٰ نے نو چیزوں کا حکم دیا ہے۔

اوّل ۔ اللہ تعالےٰ سے پوشیدہ اور ظاہر میں ڈرنا۔

دوم ۔ غصہ اور رضا کی حالت میں راست گفتاری

سوم ۔ فقر و غنا میں میانہ روی۔

چھارم ۔ میں اس سے بھی رشتہ استوار رکھوں جو مجھ سے قطع تعلق کرے (یا کرنا چاہے)

پنجم ۔ یہ کہ میں اسے (کچھ نہ کچھ) دیتا رہوں جو مجھے محروم رکھے۔

ششم ۔ یہ کہ میں معاف کروں اسے جس نے مجھ پر ظلم کیا۔

ھفتم ۔ یہ کہ میری خاموشی برائے فکر ہو۔

ھشتم ۔ اور میرا بولنا برائے ذکر ہو۔

نہم ۔ اور میری نظر عبرت شعار ہو یعنی میں دنیا میں ہر چیز پر حیل و غفلت سے گذر جاؤں۔ اور مجھے میرے پروردگار نے حکم دیا ہے کہ میں نیکی کا حکم کرتا رہوں ۔ کہا گیا یہ (سب کچھ) ساتھ معروف کے۔

مقامات گناہ سے خوف خدا رکھنے والا ۔ دنیا و آخرت کی آگ سے نجات پائیگا

عن انس رض ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم قال یقول اللہ تعالیٰ جل ذکرہٗ اخرجوا من النار من ذکرنی یوماً او خافنی فی مقام ۔ رواہ الترمذی والبیھقی فی کتاب البعث والنشور ۔ مشکوٰۃ ایضاً

ترجمہ:۔ حضرت انس رض سے روایت ہے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ بزرگ و برتر فرمائے گا (اس کا حکم ہر دم جاری و ساری ہے) کہ اس شخص کو جس نے مجھے ایک وقت بھی (سارے دن میں) یاد کیا ہے اور جو مقام (گناہ) سے میرے خوف کی وجہ سے (باز رہا ہے) آتش جہنم (خواہ بے اطمینانی کی آتش دنیا ہو اور خواہ آخرت کی آتش جہنم) سے نکال دو۔

ایسے دل پر داغ لعنت ہے ازل سے تا ابد
جو نہیں اس کی طلب میں بے خود و دیوانہ وار
وہ خدا اب بھی بناتا ہے جسے چاہے کلیم
اب بھی اُس سے بولتا ہے جس سے وہ کرتا ہے پیار
یہ وہ گل ہے جس کا ثانی باغ میں کوئی نہیں
یہ وہ خوشبو ہے کہ قرباں اس پہ ہو مشک تتار   (مسیح موعودؑ)

مخلصین اور مخالفین

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایک تقریر

بسلسلہ اشاعت گذشتہ

مخلص کو سمجھایا جا سکتا ہے

فرمایا کہ شکوک کے رفع کے لئے اگر کوئی راستی اور سچی نیت سے آوے تو ہم اُسے سمجھا سکتے ہیں، اور اب تو زمانہ ایسا ہے کہ اللہ تعالیٰ خود ایک معلّم کی طرح سمجھا رہا ہے ۔ یہ اس کی عادت میں داخل ہے کہ جب دُنیا میں گناہ اور بے ایمانی بڑھ جاتی ہے اور ردّی اخلاق اور ردّی عادات ترقی پکڑ جاویں تو ایک شخص کو اصلاح کے لئے مامور کرے۔

اسلام دو آفتوں میں

اسلام اس وقت دو آفتوں کے ماتحت ہے ایک اندرونی دوسری بیرونی، اندرونی تو علماء کا اختلاف ہے اور مسلمانوں کا دُنیا کی طرف میلان اور بیرونی وہ آفت ہے جو عیسائیت کی وجہ سے ہے۔ پس کیا ابھی تمہارے نزدیک مہدی اور مسیح کی ضرورت نہ تھی۔

دجال اور اُمّت محمدیہ

پھر ایک اعتراض یہ پیش کرتے ہو کہ اس اُمت میں تیس دجال آنے والے ہیں۔ اے بدقسمتو! کیا تمہارے لئے دجال ہی رہ گئے ہیں کہ ایک کے آنے سے اگر ایمان کے تباہ ہونے میں کوئی کسر رہ جاوے تو پھر دوسرا، تیسرا اور چوتھا حتیٰ کہ تیس دجال آویں تاکہ ایمان کا نام و نشان نہ رہے اس طرح تو موسیٰ کی اُمت ہی اچھی رہی کہ جس میں پے در پے چارسو نبی آیا۔ پھر موسےٰ علیہ السلام کے وقت تو عورتوں سے بھی خدا نے کلام کیا۔ کیا اُمّت محمدیہ کے مرد بھی اس قابل نہ ہوئے کہ خدا اُن سے ہمکلام ہوتا۔ پھر یہ بتلاؤ کہ یہ اُمت مرحومہ کس طرح ہوئی اس کا نام تو اُمت بدنصیب ہونا چاہیئے۔

خدا کی تازہ مدد کی ضرورت

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تیرہ سو برس گذر گئے اور جس قدر فیوض اور برکات تھے وہ سب سماع کے حکم میں آ گئے اب اگر ان کو خدا تازہ کر کے نہ دکھائے تو صرف قصّہ کہانی کے رنگ [illegible] کو کون مان سکتا ہے جبکہ تازہ طور پر خدا کی مدد نہیں نصرت نہیں تو خدا کی حفاظت کیا ہوئی حالانکہ اس کا وعدہ ہے اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ (۱۴-۱)

تفاوت مراتب

فرمایا کہ کسوف و خسوف کا علاج بھی کچھ سوچا ہے؟ اس وقت بحث تو نشانوں کی ہے نہ کہ علاج کی۔ ہاں جو کامل طور پر مجھے قبول کرتا ہے وہ ضرور محفوظ رہے گا۔ لیکن مجھے اس کا علم نہیں کہ وہ کون ہے میں کسی کے سینہ کو چیر کر نہیں دیکھتا صحابہ کرام کا بھی ایک گروہ طاعون سے شہید ہوا تھا مگر دیکھلو کہ حضرت ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما طاعون سے ہرگز فوت نہیں ہوئے۔ خدا تعالیٰ نے بھی اپنے بندوں میں امتیاز رکھا ہے جیسے کہ فرمایا مِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ وَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ وَمِنْهُمْ سَابِقٌۢ بِالْخَيْرٰتِ ضروری بات یہ ہے کہ تم لوگ ان باتوں کی طرف متوجہ ہو اور تقویٰ اور طہارت میں ترقی کرو۔

مخالفوں کا حساب الگ ہے

تمہارا معاملہ اور حساب خدا سے الگ ہے اور مخالف لوگوں کا حساب الگ ہے جنہوں نے قسم کھائی ہے کہ کیسی ہی سچی بات کیوں نہ ہو مگر وہ قبول نہ کریں گے۔ اللہ تعالےٰ بھی ان کی نسبت یہی فرماتا ہے کہ یہ لوگ قیامت کو ہی قبول کریں گے ان کی بناوٹ ہی اسی قسم کی ہے کہ عمدہ شے یا بات جو پیش کی جاوے وہ ان کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ اور اگر بدبودار بات ہو تو خوش ہوتے ہیں، قرآن شریف احادیث اور عقلی دلائل اور نشان پیش کئے مگر یہ لوگ ان کی پرواہ نہیں کرتے صرف ایک بات کو نشانہ بناتے ہیں۔ پس جبکہ خدا نے نہ چاہا کہ ایک مذہب ہو تو ہم کیا کر سکتے ہیں مگر جن لوگوں کو خدا نے فہم سلیم عطا کیا ہے ان کو چاہیئے کہ وہ شکر کریں کیونکہ فائدہ اُٹھانے والے وہی لوگ ہوتے ہیں جن کو خدا نے خود پاک کیا۔

چھپے ہوئے لوگ

ابھی ہماری جماعت کے بہت سے لوگ چھپے ہوئے ہیں ظاہرًا وہ ہم سے الگ ہیں لیکن درحقیقت ہم میں سے ہیں ہمیں خود ان کا علم نہیں، لیکن امید ہے کہ اپنے اپنے وقت پر وہ آجاویں گے، خود ایک شخص نے لاہور میں ملاقات کی اور کہا کہ میں آپ کو گالیاں دیا کرتا تھا معاف کرو اب میرے شکوک رفع ہو گئے ہیں ۔ اور ہزاروں خطوط اس قسم کے آئے کہ اوّل میں ابوجہل تھا اب توبہ کرتا ہوں ۔ بعضوں نے بذریعہ خواب کے مانا اور اکثر کو خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کشف یا خواب میں کہا کہ تم قبول کر لو۔

وہ قوم جس نے تقوائے دیانت اور ایثار کی بےنظیر مثالیں قائم کیں!

دنیا میں پہلی جمہوریت جو اسلام نے قائم کی

خطبہ جمعہ فرمودہ حضرت امیر مولانا صدر الدین صاحب ایدہ اللہ مورخہ ۲۸ مارچ بمقام احمدیہ بلڈنگس لاہور

یاایھاالذین آمنوا اتقوا اللہ حق تقاتہ ولا تموتن الا وانتم مسلمون......... الیٰ تلک آیات اللہ نتلوھا علیک بالحق وما اللہ یرید ظلماً للعلمین

(آل عمران رکوع ۱۰)

کامیابی کے اصول

ان آیات میں اللہ تعالےٰ نے یہ تلقین فرمائی ہے کہ ایک جماعت ہونی چاہیئے جس کی صفات یہ ہیں کہ ان میں خدا کا خوف ہو، اتحاد ہو، ایثار کی صفت سے متصف ہو، قربانی اس کا طریق عمل ہو ایسی قوم دنیا میں کامیاب ہو سکتی ہے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات سکھائی گئی اور حضورؐ نے ایک قوم بنائی، ان کے اندر تقوےٰ پیدا کیا، اتحاد اور قربانی کی رُوح پھونکی کیونکہ ایک پیغمبر بھی اس کے بغیر کامیابی کا منہ نہیں دیکھ سکتا، قوم میں جب تک تقوےٰ نہ ہو، اتحاد اور قربانی نہ ہو اس وقت تک کامیابی ناممکن ہے۔ جیسی جیسی قوم کسی نبی کو ملی ویسی ہی اسے کامیابی حاصل ہوئی۔

حضرت عیسےٰ اور حضرت موسےٰ کی اقوام

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پیروؤں کی کہانیاں خدا کرے درست نہ ہوں، لیکن ان کا جو نقشہ اناجیل میں کھینچا گیا ہے ان سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بہت گھٹیا قسم کے لوگ تھے، اسی لئے حضرت عیسیٰؑ کو چنداں کامیابی نہیں ہوئی، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کا حال قرآن میں لکھا ہے انہوں نے اپنی قوم کو ارض مقدس کو فتح کرنے کی ترغیب دی، ادخلوا الارض المقدسۃ التی کتب اللہ لکم انہوں نے کہا تم ارض مقدس میں داخل ہو جاؤ یہ خدا نے تمہارے لئے لکھ دی ہے لیکن قوم کے اندر قربانی کی رُوح نہ تھی، باوجودیکہ خدا نے ان کے لئے وہ زمین لکھ دی تاہم انہوں نے ہمت نہ کی اور صاف کہدیا فاذھب انت وربک فقاتلا انا ھٰھنا قاعدون، جاؤ تو اور تیرا رب چلے جاؤ ہم تو یہیں بیٹھے ہیں، جب تم فتح کر لو گے تو ہم بھی آجائیں گے، جہاد کا فتوےٰ ہمارے لئے دیتے ہو، قربانی کا بکرا ہمیں بناتے ہو، پہلے تم اور تمہارا رب جاؤ پھر جب تم کامیاب ہو گے تو ہم بھی انشاء اللہ آجائیں گے، ایسی قوم کہاں کامیاب ہو سکتی تھی، یہ قوم رد کر دی گئی اور خدا کی پیشگوئی بھی پوری نہ ہو سکی، نہ خدا کے نبی نے کامیابی دیکھی۔

حضرت نبی کریم صلعم کی قوم

ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھئے، دشمن آپ پر چڑھکر آتا ہے، آپؐ کے پاس کوئی سازوسامان نہیں دشمن آٹھ منزلیں طے کر کے سر پر آجاتا ہے، اس کے پاس فوج ہے ہر قسم کے سازوسامان سے آراستہ ہے ایسے وقت میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو جمع کر کے مشورہ لیتے ہیں، ان سے کہتے ہیں کہ اپنی اپنی رائے دیں کیوں نہ ایسا ہوا کہ آپ مسجد میں کھڑے ہو کر نعرہ لگا دیتے کہ چلو جہاد کو، اور جو نہ جاتا اس کو بائیکاٹ کر دیتے لیکن نہیں آپؐ نے ان سے رائیں مانگیں، پھر قوم نے کیا جواب دیا، انہوں نے کہا...........

...... لا نقول لک کما قال قوم موسیٰ لموسیٰ بل نقاتل بین یدیک وعن یمینک وعن شمالک ومن خلفک ہم موسےٰ کی قوم کی طرح نہیں کہیں گے بلکہ......

...... ہم آپ کے ساتھ ہو کر آپ کے دائیں پہلو سے لڑیں گے، بائیں سے لڑیں گے، سامنے سے لڑیں گے پیچھے سے لڑیں گے، یہ تھی وہ قوم جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ملی، خدا نے آپ کو بڑی اعلیٰ درجہ کی قوم دی اور اسکی تربیت آپؐ نے بڑی اعلےٰ درجہ کی کی،

حضرت نبی کریم صلعم کی کامیابی

جبتک قوم کی پوری تربیت نہ ہو، قوم میں ایثار اور قربانی کا مادہ نہ ہو، اتحاد نہ ہو اس وقت تک نہ قوم کو کامیابی ہوتی ہے اور نہ پیغمبر کامیاب ہوتا ہے، حضرتؐ کو خدا نے کہا ھو الذی ایدک بنصرہ وبالمؤمنین خدا نے اپنی بھی نصرت آپ کو دی اور مومنوں نے بھی آپؐ کی تائید کی۔

صحابہؓ کا ایثار و قربانی

کسقدر کامیابی ہے، ...... کامیابی آپ کے لئے آسمان سے اُتری، اور اس کے ساتھ ہی یہ بھی خدا نے جتا دیا کہ مسلمانوں کی بھی قربانی اور ایثار کو نہیں بھولنا چاہیئے یہ وہ لوگ تھے، جن کے متعلق خدا تعالےٰ نے فرمایا رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ خدا ان سے راضی ہو گیا اور وہ بھی خدا سے ...... راضی ہو گئے۔ جو بھی حالت ان پر آئی کوئی شکوہ شکایت انہوں نے نہیں کی، انہوں نے فاقہ دیکھا، قتل و غارت ہوئے، گھر بار اور وطن چھوڑنا پڑا، لیکن ہر حال میں خدا کی رضا کو انہوں نے مقدم رکھا اور پیچھے نہیں ہٹے۔

خدا اور نبی کریم صلعم کی طرف سے قدردانی

اسی لئے خدا نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدایت کی واخفض جناحک لمن اتبعک من المؤمنین، جس طرح جانور اپنے بچوں کو پروں کے نیچے لے لیتے ہیں تو بھی اپنے فرمانبرداروں کو اپنے بازوؤں کے نیچے لے لے، ان کے ساتھ شفقت کا برتاؤ کیجئے، اور امور سلطنت کے متعلق فرمایا وشاورھم فی الامر، سلطنت مومنین کو دی ہے قوم کی سلطنت ہوتی ہے اس لئے ان سے امور سلطنت میں مشورہ کیجئے اور اس طرح سے ان کی ہمت افزائی اور قدردانی کریں، کیا قربانی ہے، اس سے قومیں بنتی ہیں، اس جذبۂ قربانی کے بغیر قومیں ضائع ہو جاتی ہیں۔

دنیا میں سب سے پہلی جمہوریت

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہر کام میں صحابہ سے مشورہ لیتے تھے، یہ پہلی جمہوریت ہے، جو اسلام نے دنیا میں قائم کی، جب امور سلطنت کے متعلق قوم سے مشورہ لیا جائے تو قوم کے اندر خود اعتمادی پیدا ہوتی ہے وہ سمجھتے ہیں کہ سلطنت ہماری اپنی ہے، ہم پر اعتماد کیا جاتا ہے، اس لئے وہ اس کے لئے ہر طرح کی قربانی کرتے ہیں، اور دل سے اخلاص کے ساتھ مشورہ دیتے ہیں۔

صحابہ اور انصار کی فدائیت

حضرت نبی کریم صلعم نے پہلا مشورہ جنگ بدر کے موقعہ پر کیا، جس میں مہاجرین نے اپنی قربانیاں پیش کیں، لیکن حضور نے فرمایا کہ جن کے گھروں میں ہم اُترے ہوئے ہیں ان سے بھی مشورہ لینا نہایت ضروری اور واجب ہے۔ آجکل کے طریق کے مطابق اگر چاہتے تو وہ چار بڑے آدمیوں کو لا کر بٹھا دیتے، اور ان سے اپنے حق میں رائے لے لیتے، عام لوگ ان کے پیچھے ہوتے ہیں جو وہ کہتے مان جاتے، لیکن یہ طریق درست نہیں، اس سے قوم میں اخلاص پیدا نہیں ہوتا، بلکہ شبہات پیدا ہوتے ہیں اور اخلاص اور قربانی کی رُوح ختم ہو جاتی ہے۔ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعدؓ کو بلایا جو انصار میں بڑا آدمی سمجھا جاتا تھا، اس سے کہا کہ ہم تو آپ کی پناہ میں آئے ہوئے ہیں، آپ کا یہ وعدہ تو تھا کہ آپ ہماری حفاظت کریں گے، لیکن یہ وعدہ نہ تھا کہ اگر دشمن چڑھ کر آئے تو آپ باہر نکل کر اس سے جنگ بھی لڑیں گے، سعدؓ نے کہا یا رسول اللہ ہم ہر رنگ میں آپ کا ساتھ دیں گے، اور دشمن کے مقابلہ کے لئے جائیں گے یہی ساری قوم کا خیال تھا، آپ کو یہ سُن کر کس قدر لطف آگیا ہوگا، کس قدر ...... ایثار پیشہ اور دلیر انسان ہیں جو آپ کو ملے ....

جب حضرت عمرؓ مسلمان ہوئے

شروع شروع میں جب آپ مکہ میں تھے اور سخت مشکلات کے دن تھے، اس وقت آپ نے دعا کی کہ اے اللہ ہمیں دو عمرین میں سے ایک عطا کر، کوئی بازو توڑ دے، چنانچہ حضرت عمر مسلمان ہو گئے صحابہ کہتے ہیں، جس دن سے عمر مسلمان ہوئے اس دن سے ہم معزز ہو گئے۔

حضرت حمزہ کی غیرت

ایک دفعہ خانہ کعبہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عبادت کر رہے تھے، ابوجہل نے آپ کی بے عزتی کی، حضرت حمزہ رضہ نے دیکھا تو ان کی غیرت جوش میں آ گئی، اور انہوں نے کہا میں مسلمان تو نہیں، لیکن اب میری غیرت تقاضا کرتی ہے کہ میں مسلمان ہو کر محمد صلعم کا ساتھ دوں، اور ابوجہل کے سر کو اپنی کمان کی ٹھوکر مار کر کہا کہ اگر آج کے بعد تم نے کوئی ایسی بات کی تو تمہارا سر اڑا دوں گا، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہوا کہ ان باغیرت اور ایثار پیشہ انسانوں کی قدردانی کی جائے، ان لوگوں کی وجہ سے قوم میں عزت نفس اور حفاظت خود اختیاری کا احساس پیدا ہوا۔

آنحضرت صلعم کی وسعت قلبی

حضرت عمر رضہ وہ انسان تھے کہ حضرت نبی کریم صلعم کے سامنے برجستہ بات کرتے تھے بعض وقت کسی امر پر جھگڑ بھی لیتے تھے، اور خدا کی طرف سے ان کی تائید میں آیت نازل ہوتی تھی یہ حضرت کے دل کی کشادگی کا نتیجہ ہے، آپ نے فرمایا کہ عمر وہ ہے کہ جس راستہ پر وہ چلتا ہے اس راہ سے شیطان بھاگ جاتا ہے ماسلکت فجاً الا سلک الشیطان فجاً اٰخر، ایک دفعہ آپ نے فرمایا کہ جنت میں میں نے ایک محل دیکھا، میں نے پوچھا یہ کس کا محل ہے، جواب ملا عمر کا، میں نے چاہا کہ اس کے اندر جاؤں، لیکن خیال آیا کہ عمر تو بڑا باغیرت شخص ہے اس کے محل میں بغیر اجازت کے جانا تو ٹھیک نہیں، حضور کو اپنے ساتھیوں کی عزت کا پاس ہے۔ ایک دفعہ ایک جنگ میں سعد بن مالک بہت زخمی ہوئے اور فوت ہو گئے، آپ نے فرمایا اھتز عرش الرحمٰن لموت سعد، سعد کی موت سے رحمٰن کا عرش کانپ اٹھا۔

ابی بن کعبؓ کی قدر افزائی

ابی بن کعب کو ایک دن فرمایا خدا نے مجھے حکم دیا ہے کہ ایک سورت تمہیں پڑھ کر سناؤں، انہوں نے پوچھا کیا خدا نے میرا نام لیا ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں، ان پر وجد طاری ہو گیا اور خدا اور اس کے رسول کے فرط احسان کے احساس نے ان کو آبدیدہ کر دیا، یہ تھی قوم کی تربیت اور یہ رسول اللہ صلعم کا سلوک، جب مشورہ کا موقعہ ہوتا ہر شخص کھلے بندوں مشورہ دے سکتا تھا،

اپنی غلطی کا اعتراف

ایک دن آپ نے نماز میں چار کے بجائے دو رکعتیں پڑھا دیں، ایک صحابی بولے یارسول اللہ کیا کوئی نیا حکم نازل ہوا ہے جس سے نماز قصر ہو گئی ہے یا آپ کو غلطی لگ گئی ہے فرمایا کیا ہوا، جب اس نے بتایا تو فرمایا میں ہی بھول گیا ہوں اور دو رکعتیں اور پڑھا دیں، اور سجدہ سہو کیا، یہ نہیں کہا، جیسے عام طور پر پیر لوگ کہدیتے ہیں کہ تم کو غلطی لگی ہے، تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے۔ مجھے غلطی نہیں لگ سکتی۔

حضور کی رقت قلب

ایک دن آپ کی صاحبزادی نے کہلا بھیجا کہ میرا بچہ مرنے کو ہے۔ فرمایا صبر کرو، پھر اس کے ہاں گئے اور بچے کو گود میں لے کر رو پڑے۔ عبدالرحمٰن بن عوف جو حضور کے ساتھ تھے تعجب سے کہنے لگے وانت یا رسول اللہ۔ یا رسول اللہ کیا آپ بھی روتے ہیں؟ فرمایا خدا نے اپنے بندوں کے دلوں میں رحمت رکھی ہے اس کا تقاضا ہے کہ ایسے موقعہ پر رقت ہو جاتی ہے۔

مشورہ کی پابندی ضروری نہیں

ایک عورت سے آپ نے کہا کہ فلاں شخص سے نکاح کر لو، اس نے پوچھا کیا آپ خدا کے حکم سے کہتے ہیں؟ فرمایا نہیں، اس نے پوچھا کیا آپ کا حکم ہے یا مشورہ؟ فرمایا حکم نہیں مشورہ ہی ہے، اس نے پوچھا اگر میں اس مشورہ کو نہ مانوں تو کوئی حرج تو نہیں، فرمایا کوئی حرج نہیں، اس پر اس نے کہا پھر میں اس شخص کے ساتھ نکاح نہیں کرتی۔

بلند اخلاق قوم

تو آپ نے قوم کی عزت کرنا سکھایا، قوم کے اندر اخلاص پیدا کیا، خدا خوفی پیدا کی، تقوے وطہارت پیدا کی، قربانی وایثار پیدا کیا اور اتحاد پر زور دیا۔ بڑے بلند اخلاق کی مالک تھی وہ قوم، حضور نے قوم کے اندر اخلاص پیدا کیا اور دیانت وامانت کا سبق دیا۔

بددیانتی کا نتیجہ

ایک دفعہ جنگ میں ایک مسلمان کو تیر لگا اور وہ مر گیا، صحابہ رضہ نے نعرہ بلند کیا ھنیئاً لک تجھے شہادت مبارک ہو، آپ نے فرمایا یہ کوئی شہادت نہیں ان الشملۃ التی اصابھا یوم خیبر من المغانم لم تصبھا المقاسم تشتعل علیہ نارا۔ وہ چادر جو تقسیم غنیمت سے پیشتر اس شخص نے اٹھا لی تھی، وہ آگ بن کر اس کے جسم پر شعلہ زن ہو گی، کس قدر دیانت وامانت کا سبق ہے، یہ چیز آپ اپنی قوم میں پیدا کرنا چاہتے ہیں۔

کلمۃ اللہ کی بڑائی کے لئے

ایک دفعہ ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ ہم کبھی غیرت کے لئے لڑتے ہیں کبھی شجاعت دکھانے کے لئے اور کبھی اپنی حفاظت کے خیال سے، ان میں سے کونسی بات صحیح ہے، فرمایا ان تکون کلمۃ اللہ العلیا تم اس غرض کو پیش نظر رکھ کر جنگ کیا کرو، کہ خدا کا کلمہ بلند ہو، الغرض قوم وہ جس میں اخلاص ہو اور وہ ذاتی اغراض سے بلند ہو کر کام کرے اس کی تمام تر سعی محض خدا کی رضا کے لئے ہو،

حضرت عمرؓ اور جمہوریت

یہ جمہوریت جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پیدا کی، حضرت عمر رضہ نے اس کی خوب آبیاری کی، باوجودیکہ آپ ایران اور روم کے بادشاہ تھے جب کوئی عورت بھی کسی بات پر ٹوکتی ہے تو برا نہیں مناتے، اور اگر وہ صحیح کہتی ہے تو اسے مان لیتے ہیں چنانچہ ایک خطبہ میں ایک عورت نے کہا کہ آپ کی یہ تلقین قرآن کے احکام کے خلاف ہے۔ اس کو آپ نے تسلیم کیا اور کہا ان نساء المدینۃ افقہ من عمر۔

دو ججوں کی بنچ

اصول جمہوریت کی ایک اور ایک مثال سنیئے گا۔ ایک شخص نے آ کر آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ میں حالت احرام میں تھا اور میرے ایک تیر سے ایک ہرنی مر گئی ہے اس کے متعلق کیا حکم ہے، آپ نے عبدالرحمٰن بن عوف کو بلایا اور ان کے سامنے یہ مقدمہ پیش کیا۔ اس شخص نے کہا کہ آپ خلیفہ ہو کر دوسرے سے پوچھتے ہیں، آپ نے فرمایا کہ قرآن کریم نے اس معاملہ میں حکم دیا ہے کہ دو جج اس میں فیصلہ دیں۔ عمر اکیلا جائز نہیں ہے۔ یہ تھی جمہوریت خلیفہ ہو کر آپ ججوں کی بنچ قائم کرتے ہیں۔

ایک بڑھیا کی نصائح پر توجہ

ایک دفعہ رستہ چلتے ہوئے ایک بڑھیا نے آپ کو کھڑا کر لیا۔ باتیں کرنی شروع کر دیں، اس نے کہا عمر اب تم خلیفہ ہو گئے ہو دیکھو تقوے اختیار کرنا، اور دیر تک وعظ کرتی رہی، ساتھیوں نے کہا کہ کیا آپ ایک بڑھیا کی باتیں سننے کے لئے کھڑے ہو گئے ہیں، آپ نے فرمایا جانتے نہیں یہ وہ بڑھیا ہے جس کی بات کو خدا نے آسمان پر سنا، عمر کون ہے کہ اس کی بات کو نہ سنے قد سمع اللہ قول التی تجادلک فی زوجھا۔

موت کے وقت جمہوری نظام

حضرت عمر تمام زندگی میں بھی اور موت کے وقت بھی جمہوریت کو زندہ کیا۔ آپ نے فرمایا کہ میرا بیٹا خلیفہ نہ ہو، بلکہ عثمان، علی، زبیر، طلحہ، عبدالرحمٰن بن عوف و سعد بن ابی وقاص میں سے کسی ایک کو خلیفہ منتخب کر لو۔ میں اپنے آپ کسی کو خلیفہ نہیں بناتا اور کہا کہ ان میں سے کسی کو خلیفہ بنا لیا جائے اور وصیت کی جو بھی خلیفہ بنے وہ مہاجرین کا خیال رکھے ان کے حقوق اور ان کی عزت کا خیال رکھے، سب کچھ انسان برداشت کر سکتا ہے، لیکن عزت کا جانا برداشت نہیں کر سکتا، فرمایا واوصیہ بذمۃ اللہ و ذمۃ رسولہ اللہ اور رسول نے جن لوگوں کی حفاظت کا ذمہ لیا ہے ..... میں اپنے بعد خلیفہ بننے والے کو بھی اس کی وصیت کرتا ہوں کہ وہ خدا اور رسول کی اس ذمہ داری کو نبھائے۔

قبر کیلئے حضرت عائشہؓ سے اجازت طلبی

پھر اپنے بیٹے عبداللہ بن عمر سے کہا کہ حضرت عائشہؓ سے جا کر پوچھو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں جو جگہ خالی ہے، اگر اجازت دیں تو مجھے اس جگہ دفن کیا جائے ورنہ پھر عام قبرستان میں دفن کیا جائے۔ انہوں نے جا کر پوچھا تو حضرت عائشہؓ نے کہا کہ وہ جگہ تو میں نے اپنے لئے رکھی ہوئی تھی لیکن میں عمر کے لئے اپنی خواہش کی قربانی کرتی ہوں، میں اجازت دیتی ہوں کہ انہیں وہاں دفن کیا جائے، یہ کیسی عجیب قوم تھی، اپنی کوئی اغراض یا خواہش نہیں ایک دوسرے کے لئے ہر قسم کی قربانی کے لئے تیار رہتے تھے، بیٹے نے آ کر حضرت عائشہؓ

(باقی صفحہ ۹ پر)

بہائی میگزین "بشارت" پر نظر

مولانا عبدالحق صاحب ودیارتھی

کسی کلام کو تین مختلف زاویہ نگاہ سے پرکھا جاسکتا ہے
موزوں الفاظ حسن نظم اور ترتیب کے لحاظ سے (۲) صداقت
اور حقانیت کے اعتبار سے (۳) نیکی اخلاق اور روحانیت کے
اصولوں کی بنا پر علمی اصطلاح میں ان تینوں کا نام ....

(۱) Aesthetic View
(۲) Philosophic "
(۳) Ethic "

بہائی لٹریچر کم و بیش سارا کا سارا خوبصورت الفاظ کا ایک
سحر آگین گلدستہ ہے صداقت اور روحانیت سے بالکل معرا
بلکہ ان کی از سرتاپا ضد ہے، راولپنڈی کے ایک دوست نے
مذکورہ بالا نام کا ایک رسالہ مجھے تبصرہ کے لئے دیا۔

رسالہ زیر نظر کے صفحہ اول پر "مقام اعلیٰ" کے زیر عنوان
ایک تبرک پیش کیا گیا ہے جس کے الفاظ کاغذی پھولوں کی طرح
خوشنما ہیں مگر مطلب اور معانی اندر سے غائب اور صداقت و
حقیقت ناپید ہے، اس کے بعد "دیانت عالم" کے نام سے
اداریہ ہے جس میں صاحب مدیر نے اپنے صحب کا انتقس سے
احمدیت کا ایک پرانا ریکارڈ ادھورا سا دوہرایا ہے فرماتے
ہیں "خداوند عالم رب العالمین ہے یعنی تمام قوموں اور دینوں کو
نشوونما اور ترقی عطا فرما کر آگے بڑھاتا رہتا ہے"۔ رب
العالمین قرآن مجید کا افتتاحیہ جملہ ہے جو اصول ارتقاء
کے پورے نظریہ کو اپنے آغوش میں لئے ہوئے ہے اس
قدر مختصر اور پُر معنی لفظ رب کسی دوسری زبان میں موجود
نہیں لفظ رب نہ صرف مادی ارتقاء کائنات کے معانی پر
حاوی ہے بلکہ روحانی اور اخلاقی کمالات پر بھی مشتمل ہے دین
اور ملت کا خلاصہ صرف تین قسم کے تصورات اور عقائد ہیں، خدا
کا تصور، (۲) رسالت کا تصور (۳) اور کتاب کا تصور۔ قرآن مجید
اور اسلام نے رب العالمین کے جملہ کے ماتحت اس
تین قسم کے اعتقاد اور تصور کو اتنا کامل کر دیا ہے کہ اس کے بعد
کسی نئے دین اور مذہب کے لئے کوئی گنجائش نہیں رہتی
رب العالمین کا تصور باقی تمام گزشتہ ادیان کے
بالمقابل ایک ایسا کامل تصور ہے کہ وہ مستجمع جمیع صفات کاملہ
ہے وللہ الاسماء الحسنیٰ یہ تصور نہ وید میں موجود
ہے نہ تورات میں نہ انجیل اور ژند اوستا میں اور نہ اس سے بڑھکر
کوئی تصور کسی دوسرے صحیفہ میں ہو سکتا ہے۔ اسلام اور قرآن مجید
میں رسالت کا تصور یہ ہے کہ وہ شعوبی اور قبائلی حد
بندیوں کو توڑ کر محمد رسول اللہ صلعم کو رسول الیٰ کافۃ الناس
اور رحمۃ للعالمین ہے رب العالمین
کا کامل مظہر رحمۃ للعالمین ہی ہو سکتا ہے۔ وہ جملہ
انبیاء کے خصائص اور اوصاف کا ایک کامل ترین اسوہ حسنہ ہے

آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

اور کتاب کا اسلامی تصور یہ ہے صحفا مطہرۃ
فیہا کتب قیمۃ تمام انبیاء کے صحیفے پاک اور صاف
کر کے مزید احکام تکمیل کے ساتھ اس میں جمع کر دیئے گئے ہیں، ہم
دعوے سے یہ کہتے ہیں کہ فروعی باتوں کو چھوڑ کر دین محمد
رسول اللہ صلعم کے دین پر ختم ہو چکا، اسلام کے تصور ذات باری
تعالیٰ اور رسالت و کتاب کے تصور پر عقلاً زیادتی محال ہے۔
کہنا کہ ہر دین کامل ہے جہالت اور حماقت محض ہے ہاں یوں کہا
جاسکتا ہے کہ ہر دین اپنے تقاضا وقت کے لحاظ سے کامل
تھا، مگر جس طرح ایک بچہ کا لباس جوان آدمی کو پہنانے کی کوشش
نادانی اور بیوقوفی ہے اور ایک مرد کامل اور بالغ کا لباس بچہ
پر چست بٹھانا حماقت ہے۔ یہ دعوے کہ انسان ہمیشہ سے
جوان ہے یہ تہذیب و تمدن انسانیت سے ناواقفیت کی دلیل
ہے اور یہ سمجھ لینا کہ دنیا جوان سے جوان تر ہوتی چلی جائیگی نفسیات
انسانی سے بے بہرہ ہونے کی دلیل ہے۔ حقیقت الامر یہ ہے کہ
بالغ ہونے سے پہلے شریعت کا حکم کرو اور نہ کرو کا تھا بعد از
بلوغت ہر حکم اپنی حکمت بھی ساتھ ہی بتاتا ہے تلک آیات
الکتاب الحکیم اور اس کے ساتھ ہی فروعات یا زمانہ
کی آیندہ ضروریات کے حل کے لئے اجتہاد کی اجازت دیتا ہے
کیونکہ بالغ ہو کر انسان اپنے نفع اور نقصان کو سمجھنے لگتا ہے
یہ کہنا کہ حکم ہمیشہ آتا رہے گا نسل انسانی کی تذلیل اور اس کی بلوغت
اور عقل کی تحقیر ہے۔

علم اور بے علمی

رسالہ "بشارت" کا اداریہ تضاد اور اختلافات کا مرکب ہے
یہ کہنا کہ رب العالمین سے یہ مراد ہے کہ "اللہ تعالیٰ تمام قوموں
اور دینوں کو نشوونما اور ترقی عطا فرماکر آگے بڑھاتا ہے"۔ لفظ
رب کے معنوں سے بے خبری کی دلیل اور تاریخ مذہب سے
بالکل کورے ہونے کو ظاہر کرتا ہے۔ کیا بدھ مذہب، دین نصاریٰ
یہودیت اور ہندو دھرم اور پارسی مذہب ہزارہا سال سے اس
وقت تک نشوونما پا کر بڑھتے چلے جارہے ہیں اور چلے جائیں گے
یعنی جس وقت بدھ کا زمانہ تھا اس وقت بدھ مذہب بچہ تھا اور اب
وہ جوں جوں ساکیہ منی گوتم سے دور دور جارہا ہے اتنا ہی ترقی پاتا
جارہا ہے یا دین مسیحی ۱۹۵۲ سال پہلے کی نسبت اب روحانی ترقی
میں سبقت لے گیا ہے، لفظ رب کے معنی ہیں انشاء الشئی
حالاً فحالاً الیٰ حد التمام کسی چیز کو درجہ بدرجہ ترقی
دینا کہ وہ اپنے کمال کو پہنچ جائے۔ ایک وقت الیکٹران
یا برق پارے تھے وہ محض اختلاف تناسب سے ایک جگہ اکٹھے
ہو ہو کر مختلف عناصر کے ذرات بن گئے مگر ابھی تک زندگی سے خالی
تھے ایک عرصۂ دراز کے بعد اس مردہ مادہ سے زندہ مادہ پیدا ہوا
یہ گویا تیسرا حال یا درجہ تھا اس کے بعد حیات نے کئی ایک حال
اور منازل طے کیں اور نباتات سے حیوانات میں انتقال کیا حیوانات
کے بے شمار درجے ہیں ان سے ترقی ترقی کرتے کرتے انسان کی
تخلیق ہوئی اس سے آگے ابھی کوئی منزل نظر نہیں آتی اور نہ کوئی ترقی
کا درجہ ہے۔ ہر نوع مخلوق کی ایک ابتدا ہے اور ایک اس کا
کمال ہے، یہ فرض کرنا کہ اس کے بعد یعنی انسانیت سے بڑھکر
بھی کوئی نوع ہو گی یہ عقل از وقت قیاس بعید ہے، اسلام کا دعویٰ
یہ ہے کہ لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم
انسان کی تقویم احسن ہے جس سے بڑھکر کوئی تخلیق اور تقویم
نہیں۔ پھر اس نسل انسانی میں جس طرح تین و زیتون اور
طور کے درجے ہیں اور ان کے بعد ایک بلد امین
ہے جو تمدن و تہذیب انسانی کا کمال ہے یہی الانسان الکامل
ہے اس کے بعد کوئی درجہ کمال انسان کا نہیں ثم رددناہ
اسفل السافلین میں تنزل نہیں بلکہ اس الانسان کو
انتہائی بے چارگی اور یتیمی اور دُکھوں اور مصیبتوں میں رکھا ہے
تاکہ وہ اپنی کوشش سے بلند مرتبہ تک پہنچے اسے بطور مثال
یوں سمجھئے کہ مرغی، بکری یا تمام حیوانات کے بچے بہت جلد اپنے
کمال کو پہنچ جاتے ہیں مگر انسان کا بچہ اعلیٰ تقویم بالقوی رکھنے کے باوجود
ادنے سے ادنے حالت میں رکھ دیا جاتا ہے وہ محض فطری الہام سے
نہیں بلکہ آہستہ آہستہ تعلیم و تربیت سے ترقی حاصل کرتا ہے،
محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مثال ہے، کن حالات کی ناسازگاری
اور بے سرو سامانی میں پیدا ہوئے، مگر کس درجہ کمال پر بالآخر
پہنچے۔ کمال کے بعد زوال یہ اصول ارتقاء کے خلاف ہے اس
لئے کمال کے بعد قیامت ہے یعنی نئے عالم میں اس کا انتقال۔
کسی نوع کے حصول کمال کے یہ معنی ہیں کہ اب اس کے لئے
اس عالم میں ترقی ختم ہو گئی اب اسے کسی اور وسیع تر عالم میں منتقل
ہونے کی ضرورت ہے۔ ہندو۔ پارسی۔ یہود و نصاریٰ اور بدھ
تمام مذاہب عالم اس قیامت کے قائل ہیں کوئی دنیا کا مذہب قیامت
کے بہائی تخیل کا قائل نہیں سب دینوں کے اصول ایک ہیں ان کے
خلاف جو کہتا ہے وہ بے دین ہے وید بعد الموت سورگ اور نرک
کے عقیدہ کا قائل ہے لوک اور پرلوک کی اصطلاح یہ دنیا اور وہ
دنیا، زندگی اور ما بعد الموت کے لئے استعمال ہوتی ہے۔
خداوند یہوواہ کا دن کسی نئے دین کا نام نہیں بلکہ اس یوم الدین
کا نام ہے جو کل قوموں کی عدالت کے لئے مقرر ہے۔

وہ دین جو گذشتہ ادیان حقہ کے مجموعی اور مشترکہ اصولوں کے
خلاف تعلیم دیتا ہے اور ان کے متفقہ معتقدات کے خلاف
اختلاف اور انتشار کی راہ نکالتا ہے یہی اس کے غلط اور گمراہ
ہونے کی ناقابل شکست دلیل ہے۔

اداریہ کے اس مضمون کی غلطیاں تو شمار سے باہر ہیں
اگر مضمون کی ضمنی سرخیاں ہی ایک جگہ رکھکر دیکھی جائیں تو ایسا
معلوم ہوتا ہے کہ

ع کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی

(ا) پہلے حصہ میں فرمایا۔ تمام ادیان کے اصول ایک ہیں اختلافات
محض فروعی ہیں۔

(ب) قوانین فطرت۔ سابق چیزیں وجود میں آتی قائم رہتی
اور بدلتی رہتی ہیں گویا سب دین بدل گئے۔

(ج) "پرانا سسٹم کام نہیں آتا" گویا گذشتہ دین اور مذہب
کسی کام کے نہیں۔

(د) "ہمہ گیر دین کی بشارت" پہلے دین ہمہ گیر نہیں تھے اب ایک
ہمہ گیر دین آ گیا۔

نتیجہ:- دین ایک ہیں اصول ایک ہیں، دین نہیں بدلتے۔
دین بدل گئے۔ پہلے دین ہمہ گیر نہیں تھے۔ اب ایک ہمہ گیر دین
آ گیا۔ یہ صرف فروعی اختلاف ہے (یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ جب سب
مذاہب کے اصول پہلے ہی ایک ہیں اور اختلاف صرف فروعی
ہوتا ہے تو دین بدلنے کی ضرورت کیا ہے)

حقیقت یہ ہے کہ بہائی مذہب اسلام کے اصولوں کا بیہودہ خوردہ ہے۔ اسلام میں خدا تصور کامل ہے رسالت کا تصور کامل ہے کتاب کا تصور کامل ہے، مسلمانوں میں اگر مرور زمانہ سے اختلافات رونما ہو جائیں تو ان کے لئے مجددین کا سلسلہ موجود ہے۔ بہائیت اور اسلام میں فرق یہ ہے کہ بہائی کہتے ہیں دین کے اصول بتانے کے لئے انبیاء آتے رہے اب فروعات کے لئے خدا خود آگیا ہے۔

بریں عقل و دانش بباید گریست

قوموں کے تفرقے دُور کرنے کا ادّعا

اقوام عالم اور ادیان مروجہ میں اصولی اتفاق ہے، یہ بہائی بھی مسلم ہے کہ اختلاف صرف فروعات میں ہے۔ بہائیوں کا دعویٰ یہ ہے کہ اس مذہب نے ساری قوموں کے تفرقے دُور کر دیئے ہیں مگر یہ دعوے بھی بے دلیل ہے۔ اسلام نے سب سے پہلے یہود و نصاریٰ اور تمام دنیا کے ادیان پر تبصرہ کر کے ان کی غلطیوں کو جتا کر فرمایا یاھل الکتاب تعالوا الیٰ کلمۃ سواء بیننا و بینکم الخ اے دنیا جہان کے اہل کتاب آؤ کلمۃ سواء یعنی قدر مشترک پر جمع ہو جاؤ اور وہ قدر مشترک اسلام ہے جو تمام مذاہب عالم میں قدر مشترک کی حیثیت رکھتا ہے۔

البتہ تفرقے دُور کرنے کا بہائی طریقہ بالکل نرالا ہے جو اس اصول کی مانند ہے کہ دنیا سے زنا کاری دُور کرنے کے لئے بہتر ہے کہ نکاح کا رواج اڑا دیا جائے یعنی نہ نکاح ہو گا نہ اس کے خلاف کوئی زنا کہلائے گا۔ یا گانے کے فسادات دُور کرنے کے لئے بہتر ہے کہ یہ جانور دنیا سے مٹا دیا جائے مسجد کے آگے باجے کا جھگڑا دُور کرنے کے لئے مسجدوں کا گرا دینا بہتر ہے۔ عبادات کا اختلاف دُور کرنے کے لئے عبادت کو ترک کر دینا چاہیئے، یہ ہے عالمگیر وحدت کی دعوت جو بہائی مذہب دنیا کو دے رہا ہے۔

اس کے علاوہ بہائیوں نے عملاً جس طرح اہل باب کو دنیا سے نابود کرنے کی کوشش کی وہ کسی تاریخ دان سے پوشیدہ نہیں۔ نفرت و حقارت باہمی کے مظاہرے خود بہائیوں میں بھی ہوئے صبح ازل کو شام اجل بنانے کے لئے خود بہاء اللہ نے جو کچھ کیا وہ واقعات دنیا سے ابھی مٹ نہیں گئے۔ بہائی مذہب میں سے اختلاف کی جڑیں دُور کرنے کے لئے یہ طریقہ بھی خوب ہے کہ صاحب عصمت کبریٰ دن کو رات کہے تو اسے رات سمجھو رات کو دن کہے تو اسے دن سمجھو

اگر شہ روز را گوید کہ شب است ایں
بباید گفت اینک ماہ و پروین

شراب کو پانی کہے تو اسے پانی سمجھو پانی کو شراب کہے تو شراب سمجھو، نور کو نار کہے تو اسے نار سمجھو، نار کو نور کہے تو اسے نور سمجھو۔

یہ ہے اختلاف مٹانے کا نیا طریق کہ اپنی عقل اور اپنے علم کو دماغ سے رخصت کر دو تو پھر سب اختلافات مٹ جائیں گے اور اگر اپنے علم و عقل سے کام لے کر صاحب عصمت کبریٰ کے خلاف کہدیا تو واجب القتل! یاد کرو وہ قصہ جو صاحب عصمت کبریٰ عبدالبہاء کو فرانسیسی محققین کے بالمقابل پیش آیا۔ سبحان اللہ اسلام کے بعد کیا خوب ارتقاء نسل انسانی رونما ہوئی ہے کہ سب کو اندھے بنا کر ایک کانا ان میں راجہ بنا دیا جائے۔ . . . .

کیا آمد شریعت ابدی قانون ہے

وہ لوگ جنہوں نے مذاہب عالم کا مطالعہ کیا ہے وہ یہ جانتے ہیں کہ ہر قوم میں شریعت اور نبوت ایک خاص وقت میں شروع ہوئی۔ نسل انسانی کا گلہ جب ایک مشترک وطن سے متفرق ہو کر دنیا کے دور دراز مقامات میں جا کر آباد ہو گیا، اور ابتدائی شریعت حفاظت کا سامان میسر نہ ہونے کی وجہ سے گم ہو گئی تو اللہ تعالیٰ نے الگ الگ قبائل میں انبیاء مبعوث کئے جن کا احاطہ تبلیغ اپنی اپنی قوم تک محدود تھا، لیکن ایک وقت کے بعد ہم دیکھتے ہیں کہ قوم میں شریعت اور نبوت ختم ہو گئی۔ بنی اسرائیل میں آخری نبی ملاخی نبی کہلاتے ہیں جس کے بعد یہود اپنی قوم میں کسی نبی کے آنے کے قائل نہیں، بائیبل کی آخری کتاب ملاخی نبی کی کتاب ہے ملاخی نبی کے بعد جناب مسیح گو بنی اسرائیل ہی میں مبعوث ہوئے مگر یہود نے حضرت یوحنا اور حضرت مسیح کو نبی تسلیم نہیں کیا۔ جناب مسیح سے ایک نئے مذہب کی بنیاد ضرور پڑتی ہے، مگر اس امر میں نصاریٰ یہود سے متفق ہیں کہ شریعت ملاخی پر ہی ختم ہو گئی۔

بدھ مذہب میں گو یہ کہتے ہیں گوتم آخری بدھا ہے اس سے پیشتر باختلاف آراء ۸ یا کم و بیش بدھ وقتاً فوقتاً مبعوث ہوئے اور دھمپا مذہب کی آخری کتاب ہے۔ پارسی مذہب میں انبیاء کا ایک لمبا سلسلہ ہے مگر ان کا آخری نبی زرتشت ہے اور آخری کتاب اوستا ژند ہے۔ ہندوؤں میں یہ سلسلہ کرشن اور اس کی کتاب گیتا پر ختم ہے۔ اسی طرح مصر یونان، سکنڈنیویا اور امریکہ کی پرانی قوموں میں کتاب الموتیٰ۔ کتاب اِدا اور پوپل وُہ پر شریعت ختم ہے، کیا یہ ختم نبوت و شریعت کا عقیدہ کسی عالمگیر سازش یا اتفاق کا عقیدہ ہے یا اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی حکمت کا اظہار ہے کہ آمد شریعت ابدی قانون نہیں بلکہ اس کے خلاف کل قوموں اور مذاہب کا عقیدہ ختم نبوت اور شریعت ہے تمام مذاہب عالم میں ابدی شریعت کا قائل ایک بھی مذہب نہیں اس لئے جو مذہب ابدی شریعت کا قائل ہے وہ مذاہب عالم کے مجموعی عقیدہ اور متفقہ اصول کے خلاف ہونے کی وجہ سے ہرگز خدائی دین نہیں بلکہ مردود دین ہے۔ پس آمد شریعت ابدی قانون ہے، کا مضمون از سرتا پا غلط اور سفسطہ محض ہے

آخری نبی اور آخری شریعت

اس وقت دنیا دو حصوں میں منقسم ہے، ایک قائلین شریعت اور وحی، دوسرے منکرین خدا اور وحی والہام یعنی دہریہ۔ منکرین مذہب کے ہاتھ میں ایک ہی زبردست دلیل ہے کہ یہ سب ادیان اور مذاہب آپس میں مختلف ہیں اس لئے یہ خدا کی طرف سے نہیں اور نہ کوئی خدا ہے۔ اسلام کے نزدیک دین کے حق ہونے کی دلیل یہ ہے کہ تمام مذاہب اصولاً متفق ہیں ان کے اختلافات انسانی ایجاد اور دستبرد کی وجہ سے ہیں یا ضروریات زمانہ اور مفاسد مزاج انسانی کی وجہ سے اصل نسخہ میں کسی قدر تبدیلی ہے پس مذاہب عالم کا اتحاد اتفاقی نہیں بلکہ یہ اس کے حق و صدق کی زبردست دلیل ہے اور شریعت ہرگز ابدی قانون نہیں نہ کوئی مذہب اس کا قائل ہے۔ جو مذہب اس کا قائل ہے وہ سچا مذہب نہیں۔

البتہ بعض لوگوں کے دلوں میں شاید یہ امر کھٹکتا ہو گا کہ ختم نبوت کا مسئلہ تمام مذاہب کی اصولی غلطی ہے کیونکہ جب بھی کسی مذہب نے نبوت کو ختم سمجھا اس کے بعد ایک اور نبی نے آ کر اس کی غلطی کو ثابت کر دیا۔ اگر کرشن زرتشت۔ گوتم بدھ۔ مسیح۔ ملاخی وغیرہ وغیرہ آخری نبی تھے اور شریعت ان پر ختم ہو گئی تو ملاخی کے بعد یوحنا اور مسیح کہاں سے آ گئے۔ اور مسیح کے بعد محمد رسول اللہ صلعم نے آ کر ظاہر کر دیا کہ مسیح بھی آخری نبی نہیں اور نہ شریعت ختم ہے پس مسلمان بھی باقی مذاہب کی طرح غلطی پر ہیں کہ وہ آنحضرت صلعم پر نبوت ختم سمجھتے ہیں۔ مگر اس پر سوال یہ ہے کہ اگر ختم نبوت کا مسئلہ سرے سے باطل ہے تو یہ خیال تمام مذاہب میں کہاں سے داخل ہوا؟

ہندوؤں میں رشی ہوتے تھے تو ہمیشہ ہمیشہ ہوتے رہتے ان کے اندر شریعت ابدی رہتی، پارسی مذہب میں پیغمبر آتے تھے تو زرتشت پر ختم کیوں ہو گئے؟ بدھ نے کیوں کہا کہ میرے بعد سوائے میتیا کے اب کوئی بدھ نہ ہو گا یوحنا اور مسیح نے کیوں اعلان نہ کیا کہ ہمارے بعد فارقلیط ہی نہیں بلکہ ہمیشہ نبی آتے رہیں گے۔

یہ ایک تاریخی واقعہ اور ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ جناب مسیح بنی اسرائیل میں آخری نبی ہیں اور کرشن ہندوستان کا آخری رشی ہے۔ زرتشت ایرانی قوم کا آخری پیغامبر ہے اور گوتم بدھوں کا آخری بدھ ہے۔ قرآن مجید نے اسے تسلیم کیا ہے اور اس کی ایک مثال مسیح کے وجود میں ہمیں دی ہے فرمایا انہ لعلم للساعۃ کہ مسیح بنی اسرائیل کی آخری ساعت کا نشان ہے۔ مسیح۔ گوتم۔ کرشن۔ زرتشت وغیرہ وغیرہ شعوبی اور قبائلی مذاہب کے آخری نبی تھے۔ ان سب نے اپنے بعد صرف ایک نبی کے آنے کی پیشگوئی کی اور وہ نبی موعود کل ادیان ہے اور اس پر کل شعوبی اور قبائلی نبوتوں کا بحیثیت مجموعی خاتمہ ہے۔ کسی نبی نے ہرگز نہیں کہا کہ شریعت ابدی قانون ہے۔ مہاتما بدھ نے نہایت صفائی سے کہا کہ میرے بعد صرف ایک بدھ آئے گا اس کا نام میتیا ہو گا (اس سارے مضمون کے لئے دیکھو ہماری کتاب میثاق النبیین جلد اوّل اور دوم)

قبائلی اور شعوبی مذاہب سے امن عالم میں فساد پیدا ہوتا تھا اسے مٹا کر اب تمام اقوام عالم کے لئے ایک ہی نبی مبعوث کر دیا گیا تاکہ جس طرح شعوبی اور قبائلی مذاہب میں ایک ایک قبیلہ کے اندر اتفاق پیدا ہوتا تھا اب کل عالم میں ایک ہی نبی اور مذہب سے اقوام عالم میں اتفاق اور اتحاد پیدا ہو اور یہ امر ابتداء عالم سے خداوند عالم کو مقصود تھا اس عالمگیر دین کے بعد اور کسی نئے دین یا نبی یا مظہر اللہ کا آنا اس اتحاد کو پاش پاش کرنا اور از سر نو بنی آدم کے گلہ کو منتشر کرنا ہے۔ بیشک رات کے وقت الگ الگ گھروں میں ایک ایک لمپ کی ضرورت ہے لیکن سراجاً منیرا (محمد صلعم) کے طلوع کے بعد کسی دوسرے آفتاب اور روشنی کی ضرورت نہیں۔

رہا خوش فہم بہائیوں کا قرآن مجید کی آیات سے اجراء نبوت اور شریعت کو بیان کرنا یہ مسلمانوں کے متفقہ عقیدہ کے خلاف ہونے کی وجہ سے قابل توجہ نہیں اور اگر ان کا یہ خیال ہے کہ قرآن مجید میں کوئی ایسے اصول بھی ہیں جنہوں مسلمانوں نے ۱۴۰۰ سال تک نہیں سمجھا تو ان کی بناء پر مسلمانوں کو ملزم گردانا اصولاً غلط ہے، ہر مذہب اپنے مسلمات کی بناء پر جواب دہ ہے نہ ان اصولوں کی بناء پر جو انہوں نے کبھی

نہیں سمجھے۔ آیات فاما یأتینکم منی ھدیً الخ ولقد اخذنا میثاق بنی اسرائیل الخ ماننسخ من اٰیۃ الخ۔ وغیرہ وغیرہ ہم نے بھی قرآن مجید میں پڑھی ہیں اور مسلمان ان کے ترجمہ اور معانی سے ناواقف نہیں سوال یہ ہے کہ کسی مسلمان مفسر نے ان آیات سے اجراءِ شریعت کا مسئلہ اخذ کیا ہے؟ اگر مسلمانوں نے جان بوجھ کر نہیں سمجھا تو کسی یورپین مستشرق کا حوالہ ہی پیش کر دیں اور اگر ان آیات سے صرف بہائیوں کو ابدی اجراءِ شریعت کا مسئلہ ملا ہے یا کسی عربی دان بہائی کو یہ ادعا ہے کہ وہ مسلمان علماء کی نسبت قرآن مجید کو زیادہ سمجھتا ہے تو وہ ان آیات میں سے کوئی آیت منتخب کر لے جسے وہ اجراءِ نبوت اور شریعت پر قطعیۃ الدلالت سمجھتا ہے تو اس پر قلم اٹھا کر دیکھ لے مسلمانوں کی طرف سے فرضی سوالات بنا کر سوال و جواب کا عنوان قائم کرنا ایک ناپاک وطیرہ دھوکا دہی ہے جو ایک سیاح کے مقالہ کے مصنف کی سنتِ سیہ ہے۔

آیت خاتم النبیین

آیت خاتم النبیین ختم نبوت اور شریعت پر ایک قطعیۃ الدلالت آیت ہے اور خود بہاءاللہ نے اس آیت سے محمد رسول اللہ صلعم کو خاتم النبیین یعنی نبیوں کو ختم کرنے والا تسلیم کیا ہے۔ آج تک ہم بہائیوں سے یہی سنتے رہے کہ بیشک نبی آنے بند ہو گئے اب نبی نہیں بلکہ مظہر اللہ آئیں گے ہمارے کشمیری مرحوم دوست مولٰنا عبداللہ صاحب فرماتے تھے کہ نبوت بی اے کی ڈگری ہے اور مظہر اللہ ایم اے کی۔ اب کسی بہائی کا اس آیت سے اجراءِ نبوت کا دعوےٰ شرارت محض ہے۔

رسالہ بشارت میں کوئی لقمانی صاحب لکھتے ہیں "فرض کیجئے کہ اللہ کو یہ منظور تھا کہ خاتم النبیین کہکر پیغمبری کا خاتمہ کرتے تو اس بات کے کہنے کی کیا ضرورت محسوس ہوئی کہ محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں" یہ کہکر آپ شانِ نزول کی طرف دوڑ گئے ہیں اگر یہ شانِ نزول صحیح ہے کہ اس میں زید کے متبنّٰی ...... ہونے کی تردید ہے تو آیت یوں ہونی چاہیئے کہ محمدؐ زید کا باپ نہیں بلکہ وہ رسول اللہ اور امت میں نبیوں کو ختم کرنے والا ہے۔ قرآن مجید کسی لقمانی کے لقمہ کا محتاج نہیں وہ اپنی تفسیر خود کرتا ہے قرآن مجید میں نبیوں کو رجال کہا گیا ہے اسی لئے یہاں جمع کا صیغہ ہے واحد نہیں کہ اس سے مراد زید ہو۔ (۲) اگر آیت کا مقصد یہ ہوتا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد نرینہ نہیں تو اَبَا اَحَدٍ مِّن رِّجَالِکُم کہنے کی ضرورت نہ تھی یہ ایک پیش پا افتادہ حقیقت ہے اور سب لوگ جانتے ہیں (۳) رِجَالِکُمْ کی تنوین بتا رہی ہے کہ کسی خاص مرد کے بیٹا یا متبنّٰی ہونے کی تردید نہیں بلکہ ساری جماعت کے بیٹا ہونے کی تردید ہے (۴) اور مَا کَانَ کا فعل یہ ظاہر کرتا ہے کہ یہ کوئی مشیتِ ایزدی ہے (۵) وَلٰکِن اس امر کی تردید کرتا ہے وہ کسی مرد کا باپ نہیں مگر کسی کا باپ نہ ہونا رسول اللہ ہونے کی شرط نہیں اس لئے وہ اس امر کا اثبات کرتا ہے کہ وہ اللہ کا رسول ہے اور خاتم النبیین ہے نبیوں کا خاتم ہونے کی وجہ سے کسی نبی کا باپ نہیں خاتم النبیین مضاف مضاف الیہ ہے اور مضاف مضاف الیہ کا غیر ہوتا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ ایک ایسا اللہ کا رسول ہے جو کسی نبی کا باپ نہیں مگر سارے انبیاء کی مہر یعنی سب کا مصدق اور مصدق بہ ہے ایک دفعہ پھر اس ساری بحث کو سمجھ لیجئے کیونکہ اس آیت کے ترجمہ میں جماعت قادیان اور بہائی دونوں نے ٹھوکر کھائی ہے۔

ا۔ مَا کَانَ کا فعل اللہ تعالےٰ کی حکمت اور علم کو ظاہر کرتا ہے جیسا کہ آخر پر فرمایا وَکَانَ اللّٰہُ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیمًا

ب۔ اَبَا اَحَدٍ مِّن رِّجَالِکُمْ۔ صرف زید کے بیٹا یا متبنّٰی ہونے کی تردید نہیں بلکہ عام ہے

ج۔ رِجَالِکُمْ جمع کا صیغہ ہے۔ تمام دنیا کے لوگو تمہارے انبیاء میں سے محمدؐ کسی کا باپ نہیں۔

د۔ وَلٰکِن۔ یہ خیال مت کرو کہ جب وہ کسی نبی کا باپ نہیں تو خود نبی بھی نہیں۔

ہ۔ رَسُولَ اللّٰہِ یقیناً وہ اللہ کا رسول ہے۔

و۔ خَاتَمَ النَّبِیّٖن۔ خاتم النبیین ہونے کی وجہ سے وہ کسی نبی کا باپ نہیں

ز۔ گویا مَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّن رِّجَالِکُم کی تفسیر ہے خاتم النبیین اور خاتم النبیین کے معنی ہیں مَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّن رِّجَالِکُم۔

ح۔ رجال کے معنی انبیاء ہیں دیکھو سورۃ الاعراف وَعَلَی الْاَعْرَافِ رِجَالٌ یَّعْرِفُونَ کُلًّا بِسِیْمٰھُمْ اور اعراف پر مرد (انبیاء) ہوں گے جو سب کو ان کے نشانوں سے پہچانتے ہوں گے نسل انسانی میں سب سے بلند مقام (اعراف) انبیاء کا مقام ہے۔ لسان العرب میں اس کا ترجمہ انبیاء کیا گیا ہے۔ حضرت ابن عباس رض نے فرمایا اھل الاعراف عرفاء اھل الجنۃ اہل جنت کے رؤسا اور سردار

ط۔ امام رازی نے لکھا ہے جعل الرجال قوامین علی النساء جعل الانبیاء قائمین بامور امتھم۔ جیسے مرد عورتوں کے قیام کا باعث ہیں ایسے ہی اللہ تعالیٰ نے انبیاء کو اپنی امتوں کے لئے باعث قیام بنایا ہے۔

ی۔ اسی سورۃ میں آیت کے ان معنوں کی تفسیر یوں مذکور ہے وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِیّٖنَ مِیْثَاقَھُمْ وَمِنْکَ وَمِنْ نُّوْحٍ وَّاِبْرٰھِیْمَ وَعِیْسَی ابْنِ مَرْیَمَ وَاَخَذْنَا مِنْھُمْ مِّیْثَاقًا غَلِیْظًا اور جب ہم نے نبیوں سے ان کا مضبوط عہد لیا اور تجھ سے بھی لیا اور نوح اور ابراہیم اور عیسیٰ بن مریم سے اور ہم نے ان سب سے پختہ عہد لیا"۔

یہ عہد دوسری جگہ ان الفاظ میں مذکور ہے وَاِذْ اَخَذَ اللّٰہُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ لَمَآ اٰتَیْتُکُمْ مِّنْ کِتٰبٍ وَّحِکْمَۃٍ ثُمَّ جَآءَکُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ الخ اور جب اللہ تعالیٰ نے نبیوں کے ذریعہ عہد لیا اس لئے کہ میں نے ضرور تمہیں کتاب اور حکمت سے بہرہ ور کیا ہے پھر تمہارے پاس وہ رسول آئے جو اس کی تصدیق کرنے والا ہو جو تمہارے پاس ہے"۔ یہ عہد تمام انبیا سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق لیا گیا جس کا نشان کل انبیاء کا مصداق ہوتا ہے۔

ک۔ دنیا میں صرف ایک ہی نبی کل انبیاء کا مصداق ہوا ہے اور ایک ہی وہ نبی ہونا چاہیئے جس کی کل انبیاء تصدیق کریں ورنہ پیشگوئی مبہم ہو جائیگی اور مبین نہ رہے گی

پس خاتم النبیین کے معنی ہیں کہ کل انبیاء نے اسکی صداقت پر مہر لگائی اور اس نے کل انبیاء کی تصدیق کی یہ دونوں باتیں لازم و ملزوم ہیں اور اس نبی کو سب سے آخر آنا چاہیئے اور کسی نبی کا باپ نہیں ہونا چاہیئے۔ (اس کی مزید تشریح کے لئے دیکھو ہماری کتاب میثاق النبیین جلد اوّل اور دوم) حضرت یحییٰ علیہ السلام قتل ہوئے یا نہیں ہوئے اس پر ایک تحقیقی مقالہ ہم انشاءاللہ تعالیٰ آئندہ لکھیں گے کیونکہ اس رسالہ بشارت میں اس پر بھی بحث ہے ؂

جماعت میں رشتے کرنا

خیر و برکت کا موجب ہے

دست مندرجہ ذیل رشتے مطلوب ہیں:۔

(۱)

امام برلن مسجد کے لئے ایسے رشتے کی ضرورت ہے، جو انگریزی میں بات چیت کر سکتی ہو۔ رہائش کے لئے اعلیٰ گھر پُر فضا جگہ۔ امام صاحب کی عمر تیس پینتیس سال کی ہوگی۔ بڑے نیک اور پرہیزگار بزرگ ہیں ان سے رشتہ کرنا ایک قومی ضرورت کا پورا کرنا ہے۔

(۲)

ایک احمدی سیّد کے لئے عمر پچاس سال سے کم ہی ہوگی، پہلی بیوی فوت ہو چکی ہے، اولاد کوئی نہیں۔ موجودہ تنخواہ ۷۵/- ہے۔ لیکن مالدار آدمی ہے، اگر کوئی بیوہ خاتون ہو تو کوئی مضائقہ نہیں۔

(۳)

ایک اعلیٰ خاندان کے گریجوایٹ کے لئے۔ عمر ۲۵ سال کسی اعلیٰ خاندان میں رشتے کی ضرورت ہے۔

(۴)

ایک بی اے بی ٹی۔ ایک ایم اے۔ تین ایف اے تک تعلیمیافتہ لڑکیوں کے لئے اعلیٰ تعلیمیافتہ رشتوں کی ضرورت ہے۔

(۵)

تین معمولی تعلیم کی نوعمر لڑکیوں کے لئے جو امور خانہ داری سے واقف ہیں رشتہ کی ضرورت ہے۔ حاجتمند اصحاب مجھ سے خط و کتابت کریں۔

مرتضیٰ خاں۔ اسسٹنٹ سیکرٹری

اظہار تشکر

ہمارے مکرم دوست جناب ڈاکٹر این اے خاں صاحب (برہما) اپنے ایک تازہ خط میں تحریر فرماتے ہیں کہ خدا کے فضل و کرم اور احباب جماعت کی دعاؤں سے ان کی بیگم صاحبہ اب بالکل شفایاب ہو چکی ہیں۔ ڈاکٹر صاحب موصوف احباب کا جنہوں نے ان کی بیگم صاحبہ کی صحت کے لئے دعائیں کیں شکریہ ادا کرتے ہیں۔

مرتضیٰ خاں اسسٹنٹ سیکرٹری

مکہ یا کعبہ گھومنے کی ساکھی بابا نانک صاحب کی بزرگی کے خلاف ہے

(از عباد اللہ گیانی صاحب)

پچھلے دنوں خاکسار نے مشرقی پنجاب کے بعض رسائل اور اخبارات کو جناب بابا نانک صاحب کے پاؤں سے کعبہ یا مکہ گھومنے کی من گھڑت اور لغو ساکھی سے متعلق ایک سوال برائے جواب ارسال کیا تھا۔ ایک اخبار کے ایڈیٹر نے تو اس سوال کا جواب دینے کی بذریعہ خط معذوری ظاہر کی۔ اور باقیوں نے خاموش رہنے میں ہی مصلحت سمجھی۔ صرف سردار گوربخش سنگھ صاحب بی۔ایس۔سی۔ ایڈیٹر رسالہ پریت لڑی نے خاکسار کا مع جواب کے پریت لڑی کے مارچ سنہ ۱۹۵۲ء کے پرچہ میں شائع کیا ہے جس کا اردو ترجمہ ناظرین اخبار پیغام صلح کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے:

سوال

سکھ لٹریچر میں مرقوم ہے کہ گورو نانک صاحب نے اپنے چرنوں سے مکہ یا کعبہ گھما دیا تھا۔ بعض سکھ ودوانوں نے اس واقعہ کو خالص گپ تسلیم کیا ہے، اور بعض نے اس کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ بابا صاحب نے مکہ کے لوگوں کے دل پھیر دیئے تھے۔ کیا اگر کوئی مسلمان سکھوں والا لباس پہن کر ہرمندر صاحب امرتسر کی طرف پاؤں کر کے سو جائے۔ تو سکھ اسے برداشت کر لیں گے؟ اگر نہیں تو پھر ایسی لغو اور فضول بات بابا صاحب ایسی شخصیت کی طرف کیوں منسوب کی گئی ہے؟ آپ کے اس سے متعلق کیا خیال ہیں؟

عباد اللہ گیانی (پاکستان)

سردار گوربخش سنگھ صاحب بی ایس سی کا جواب

زمین کے کسی حصہ کا اپنی حدود سے الگ ہو کر غیر قدرتی طور پر گھوم جانا میں ناممکن بات تصور کرتا ہوں۔

میں اس ساکھی کو گورو نانک صاحب کی بزرگی کے خلاف سمجھتا ہوں۔ آپ کی مثال بہت صحیح ہے اگر کوئی صاحب کمال مسلمان فقیر کسی سکھ کی عقیدت کو صرف وہم پرستی ثابت کرنے کے لئے یہ جبر گورو رام داس کی قابل احترام یادگار کو پھیرنے کا خیال دل میں لے آئے تو میرے خیال میں وہ اپنی طاقت کے گھمنڈ سے لاکھوں عقیدتمندوں کی عقیدت کو ٹھیس لگانے والا ہوگا۔ میں ایسے شخص کا احترام نہیں کر سکتا۔

گورو نانک صاحب کو میں محبت کا مجسمہ۔ دوسروں کی چھوٹی سے چھوٹی تکلیف کا احساس رکھنے والا بزرگ تسلیم کرتا ہوں۔ ان کی طرف ایسی ساکھی منسوب کرنے والوں کا ولیوں اور فقیروں کی بزرگی کا معیار مجھے بہت بلند معلوم نہیں ہوتا۔ ایک ولی دوسرے ولی کی یادگار سے متعلق ادب کا بے مثال مجسمہ ہوتا ہے۔"

ترجمہ:- از رسالہ پریت لڑی۔ امرتسر مارچ سنہ ۱۹۵۲ء۔ صفحہ ۲۱-۲۲

زکوٰۃ کے لئے اپیل

ذیل کی چٹھی دفتر انجمن سے احباب کے نام بھیجی گئی ہے امید ہے اس طرف خاص توجہ کی جائے گی۔

اخویم مکرم معظم۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ماہ رجب عموماً زکوٰۃ کا مہینہ سمجھا جاتا ہے اور عام طور پر مسلمان اس مہینہ میں زکوٰۃ ادا کرتے ہیں، یہ مہینہ شروع ہو چکا ہے اس لئے میں آپ کو اس ضروری فریضہ کی ادائیگی کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں۔

اس موقعہ پر یہ بھی عرض کر دینا ضروری ہے کہ جہاں تک قرآن کریم اور سنت نبوی سے پتہ لگتا ہے کہ کوئی شخص اس بات کا مجاز نہیں کہ زکوٰۃ خود بخود جہاں چاہے دے دے بلکہ یہ ضروری ہے کہ زکوٰۃ بیت المال میں جمع ہو، اور بیت المال کے ذریعہ مستحقین کو دی جائے۔ عام طور پر جو یہ دستور ہے کہ زکوٰۃ کے مہینہ میں، مانگنے والے گھروں سے نکل پڑتے ہیں اور شہر بشہر زکوٰۃ مانگتے پھرتے ہیں اور دینے والے ان کو زکوٰۃ دے کر یہ سمجھ لیتے ہیں کہ زکوٰۃ ادا ہو گئی، یہ طریق صحیح نہیں۔ اس سے مسلمانوں میں گداگری اور بیکاری بڑھ رہی ہے زکوٰۃ بھی اس طرح ادا نہیں ہوتی، قرون اولیٰ میں قرآن کے ارشاد کے مطابق حکومت کی طرف سے ایسے عامل مقرر کئے جاتے تھے جو زکوٰۃ وصول کر کے بیت المال میں جمع کرتے تھے یہی سنت نبوی ہے، یہی خلفائے راشدین کا طریق ہے اور اسی طریق پر عمل کرنے سے مسلمان قوم کی تمام قومی و ملی ضروریات پوری ہو سکتیں اور وہ دنیا و آخرت میں کامیاب و سرخرو ہو سکتی ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ آپ بھی اپنی زکوٰۃ اپنے قومی ادارہ یا بیت المال میں جو احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور نے قائم کر رکھا ہے جمع کرائیں۔ انجمن تمام ان مصارف اور مدات پر اس روپیہ کو خرچ کرتی ہے جو قرآن کریم نے مقرر کئے ہیں مجھے اس بات کی ضرورت نہیں کہ فریضہ زکوٰۃ کی اہمیت آپ پر واضح کروں، آپ جانتے ہیں کہ زکوٰۃ ان پانچ ارکان اسلام میں سے ہے جن پر دین کی بنا رکھی گئی ہے۔ قرآن کریم میں نماز کے حکم کے ساتھ زکوٰۃ کی ادائیگی کا حکم ہے اقیموا الصلوٰۃ واٰتوا الزکوٰۃ جس سے صاف ظاہر ہے کہ نماز کے ذریعہ جو تعلق اللہ تعالیٰ کے ساتھ قائم ہوتا ہے وہ مکمل نہیں ہو سکتا جب تک عام لوگ صدقات و خیرات اور صاحب نصاب زکوٰۃ ادا نہ کریں۔

چندہ ماہوار زکوٰۃ نہیں، بلکہ جہاد کے حکم میں ہے، اور جہاد اور زکوٰۃ دو الگ الگ رکن ہیں۔ اور دونوں کی ادائیگی ضروری ہے۔ چندہ ماہوار سے زکوٰۃ ادا نہیں ہو جاتی اور نہ زکوٰۃ سے چندہ یا جہاد کا رکن ادا ہو جاتا ہے۔ دونوں اپنی اپنی جگہ پر ضروری ہیں۔

پس میں امید کرتا ہوں کہ آپ اپنے جمع شدہ سرمایہ۔ تجارتی مال، زیورات اور جائداد وغیرہ کا جن پر زکوٰۃ واجب ہو حساب کر کے اور جو کچھ واجب ہو اسے اپنے قومی بیت المال میں جمع کراویں گے کہ اسی میں آپ کی اور آپ کی قوم کی بہبود اور سرخروئی ہے۔ ہاں انجمن کے فیصلہ کے مطابق جو حدیث نبوی پر مبنی ہے، یہ آپ کو اختیار ہے کہ اپنی زکوٰۃ میں سے ایک چوتھائی یا ایک تہائی رقم اگر چاہیں تو اپنے طور پر کسی مستحق کو دے دیں یا کچھ لٹریچر منگوا کر اسے خود مناسب جگہ پر تقسیم کر دیں۔ لیکن باقی رقم کا بیت المال میں آنا ضروری ہے، امید ہے آپ اس سے دریغ نہ فرمائیں گے اور ایسی تمام رقوم احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے نام بھجوا کر عنداللہ ماجور ہوں گے۔ والسلام

خاکسار۔ مرتضیٰ خاں اسسٹنٹ سیکرٹری تحصیل

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام احمدیہ بلڈنگس لاہور

ضرورت ہے

انجمن کو اپنی تبلیغی کلاس کے لئے ایک ایسے فاضل عربی کی بطور معلم ضرورت ہے۔ جو طلباء کو مولوی فاضل کا کورس اچھی طرح پڑھا سکے۔

درس نظامی کی تدریس میں مہارت تامہ رکھتا ہو۔ اور سلسلہ عالیہ احمدیہ اور تبلیغی ضروریات سے واقف ہو درخواست میں تنخواہ جو قابل قبول ہو، اور سابقہ تجربہ کا ضرور حوالہ دیا جائے۔

درخواست معہ نقول اسناد ذیل کے پتہ پر آنی چاہیئے۔

سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام
احمدیہ بلڈنگس لاہور

جماعت سے درخواستِ دُعا

مکرمی جناب ایڈیٹر صاحب - السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ -

میں ایک دوست کی خاطر لال باغ سے وڈالہ سینی ٹوریم (Wadala Sanitorium) میں چلا گیا تھا - میں بھی خود مدت سے نزلہ زکام کا بیمار تھا - اس لئے یہ بھی خیال تھا کہ تبدیل آب و ہوا سے خدا چاہے فائدہ ہوگا - وہاں سے میں روزانہ آتا جاتا تھا - راستہ میں ریلوے لائن پڑتی ہے اور کم از کم چار لائن وہاں کراس کرنی پڑتی ہیں ۱۳ مارچ کی صبح کو میں وڈالہ سے کنگ سرکل کو آ رہا تھا - جب لائن کراس کر رہا تھا تو ایک ریلوے تار کیبا تھا جو ریلوے لائنوں کے درمیان بچھی ٹھوکر کھا کر آگے کی لائن پر بری طرح منہ کے بل گرا اور بایاں ہاتھ اتر گیا اور بائیں کلائی کی ہڈی بھی ٹوٹ گئی - مگر خدا کا شکر ہے کہ باایں ہمہ میرے ہوش و حواس ٹھیک تھے اور میں ٹرین کے آجانے سے چند سیکنڈ پہلے اُٹھ کر ایک طرف ہوگیا اور ریل کے گذر جانے پر لائن کراس کر کے سیدھا K.E.M. Hospital پہنچا جہاں آدھا گھنٹہ کے قریب کلوروفارم سے بےہوش رکھ کر میرا ہاتھ اور کلائی درست کئے گئے اور ضروری پٹی وغیرہ باندھ دی گئی اور میں گھر میں آکر لیٹ گیا ایک دو دن بخار بھی ہوگیا - مگر اب خدا کے فضل سے سوج وغیرہ اتر گئی ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ ہاتھ کام کرنے کے قابل ہوگیا ہے میں نے آج ڈاکٹر سے کہا کہ پلستر اتار دیا جائے تو ڈاکٹر نے کہا کہ آٹھ ہفتہ متواتر یہ پلاسٹر چڑھا رہے گا اور ایکس ریز سے تصویر نکالنے کے لئے ۲ اپریل ۵۲ء کو پھر بلایا ہے - میں بڑی مشکل سے وضو کر سکتا ہوں - اکثر تو تیمم ہی کرتا ہوں، لیکن یہ اللہ تعالیٰ کی مہربانی ہے کہ میں پڑھ لکھ سکتا ہوں اور جہاں تبلیغی سلسلہ میں جانا ہو چلا جاتا ہوں - میرا ارادہ نہ تھا کہ اس حادثہ کو بیان کروں مگر آج دفعتہً ایک حدیث یاد آئی جس کی وجہ سے میں نے یہ درخواست دعا لکھ کر پیش کر دی ہے -

حدیث نبویؐ } ایک شخص رسول اکرم صلعم کے پاس حاضر ہوا اور کچھ سوال کیا - آنحضرت صلعم نے صحابہ جو موجود تھے ان سے کہا کہ تم بھی اس شخص کے سوال کو پورا کئے جانے کے لئے سفارش کرو تاکہ تمہیں بھی ثواب ملے -

اس لئے یہ میری درخواست دعا جہاں دوستوں کیلئے ثواب کا موقعہ پیدا کرنے کی نیت سے ہے وہاں مجھے یقین ہے کہ مجھے دوستوں کی دعا سے ضرور فائدہ پہنچے گا -

عمرالدین احمدی ۲۲/۳/۵۲

خطبہ جمعہ بقیہ صہ ۳

کا جواب سنایا تو کہا کہ میرے مرنے کے بعد پھر جا کر پوچھنا کہ عمر بن خطاب پوچھتا ہے کہ اگر اجازت ہو تو یہاں رسول اللہ صلعم کے پہلو میں دفن کیا جاؤں - دوسرے کے حق کا کتنا [illegible] یہ لوگ فی الواقعہ خدا کے دین کی سچی متابعت کرنے والے تھے، اسی وجہ سے عظیم الشان کامیابیاں انہیں نصیب ہوئیں -

نبی کریم اور صحابہ کی زندگیاں

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا ان صلوٰتی و نسکی و محیای و مماتی للہ رب العٰلمین تو حضور نے بھی اور حضور صلعم کے ساتھیوں نے بھی یہ کر کے دکھا دیا کہ ان کی نمازوں اور عبادت کا اثر ان کی زندگی کے کارناموں میں نظر آتا تھا اور ان کے موت کے حالات پر بھی ان کی خدا پرستی کا اثر نظر آتا تھا - یہی معنے ہیں محیای و مماتی للہ رب العالمین اور ان کی زندگی اور موت سب خدا کے لئے تھی -

امام وقت کی قوم

ہمارے زمانہ میں بھی ایک امام آیا اور اس نے بڑی محنت سے ایک قوم تیار کی جس نے اپنے تقویٰ اور قربانی کا نمونہ قائم کر دیا، اور دنیا ان کی دیانت اور ان کے تقویٰ اور قربانیوں کی قائل ہوگئی، یہ نمونہ جو ہم نے امام وقت اور آپ کے ساتھیوں میں دیکھا ساری قوم کو چاہیئے کہ اپنی پوری توجہ اس پر صرف کریں کہ ہم کس پیغمبر کی تعلیمات کے وارث ہیں اور کس امام کے ہاتھ پر ہم نے ان تعلیمات پر عملدرآمد کرنے کا عہد کر رکھا ہے - اس لئے پھر ان عہدوں کو سامنے رکھ کر ان کے مطابق اپنے حالات کو سنوارنا چاہیئے اور خدا خوفی اور نیک نفسی کی زندگی اختیار کرنی چاہیئے - ہم میں تقوے ہو، اخلاص ہو، قربانی ہو، حضرت کے احکام پر چلو اور اپنے امام کی وصیت کو پورا کرنے کی کوشش کرو :

سیالکوٹ میں علم و عرفان کی بارش

مرکز سے تحریک ہوئی کہ شہروں اور قصبات کی جماعتیں اپنے اپنے حلقۂ اثر میں جلسے کریں - اس سے قبل احباب جماعت سیالکوٹ نے یہ تجویز کر رکھی تھی کہ جلسوں کا انتظام تبدیل کر کے کسی اور احسن طریق سے نشر و تبلیغ کا سلسلہ اختیار کیا جائے - کیونکہ گذشتہ سال اور سال حال میں قادیانی جماعت کے جلسوں میں فتنہ و فساد اور گڑبڑ کی گئی تھی - چنانچہ قرار پایا کہ سال میں بجائے ایک دفعہ سالانہ جلسہ کرنے کے تین دفعہ ہر طبقہ کے تعلیمیافتہ اور سمجھدار اصحاب کو جلسہ چائے پر مدعو کیا جائے اور پھر اسی موقعہ پر حاضرین کو کسی مناسب موضوع پر تقریر بھی سنائی جائے - چنانچہ اس موقعہ پر حضرت مولوی صدرالدین صاحب امیر جماعت احمدیہ لاہور کی خدمت میں درخواست کی گئی کہ آپ ۱۶ مارچ کو اس غرض کے لئے سیالکوٹ میں تشریف لاویں - چنانچہ حضرت ممدوح نے ہماری درخواست کو شرف قبولیت عطا فرما کر تشریف لے آئے اور ۱۴ مارچ کو شہر سیالکوٹ اور چھاؤنی کی جماعتوں کے ہمراہ میر حکیم حسام الدین صاحب کی مسجد میں نماز جمعہ ادا فرمائی - اس موقعہ پر غیر از جماعت احباب بھی کثرت سے تشریف لائے جن میں تعلیمیافتہ طبقہ اور معززین بھی شامل تھے حاضرین سے مسجد اندر اور باہر بھری ہوئی تھی - ازاں بعد محترم سراج الدین ذکی صاحب کے مکان پر مختصر سا مجمع کافی دیر تک حضرت امیر کے نصائح سے مستفیض ہوتا رہا - آخر پر ان حضرات کی تواضع چائے سے کی گئی - اگلے دن یعنی ہفتہ کے روز عصر کے وقت سید ناصر محمود مالک ایمڈ کا لمیٹڈ پریس نے اپنے مکان پر حضرت امیر کو دعوت چائے دی - اور پھر اسی شام کو بابو محمد شریف صاحب دیوڑا نے اپنے دولت کدہ پر دعوت طعام دی جس میں شہر کے معززین اور اکابر جماعت شامل ہوئے - پھر ۱۶ مارچ کو اتوار کے دن ۳ بجے بعد دوپہر احباب جماعت چھاؤنی نے ایک شاندار ٹی پارٹی کا انتظام اپنی کیفی میں کیا جس میں ہر طبقہ اور ہر خیال کے معززین شامل ہوئے عیسائی پروفیسران احرار - خاکسار - سنی - شیعہ - قادیانی اور بہائی کثیر تعداد میں اصحاب تشریف لائے جس سے کیفی کا ہال اور گیلری کے علاوہ باہر بھی لوگ کھڑے تھے - چائے کے ساتھ کیک پیسٹری کا بڑا شاندار پیمانہ پر انتظام تھا اکل و شرب کے بعد حضرت امیر سٹیج پر تشریف لائے اور قریبًا ڈیڑھ گھنٹہ تک باوجود کمزوری کے حاضرین کو اپنے مواعظ حسنہ سے محظوظ فرماتے رہے مجمع پر ایک عالم بیخودی طاری تھا - خاتمہ پر پروفیسر صاحبان نے چند ایک نے حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ کی موثر اور بے لاگ تقریر کا اعتراف کیا اس کے علاوہ معززین اصحاب نے اس طریق تبلیغ کو بے حد پسند کیا - اسی رات کو شیخ صاحبان نے حضرت ممدوح کو ڈنر پر مدعو کیا - جہاں آپ نے قیمتی نصائح سے حاضرین کو مستفید فرمایا - حضرت امیر کی واپسی کا پروگرام ۸ مارچ کے دن مقرر تھا مگر شیخ صاحبان نے اصرار فرمایا کہ حضور آنے والا جمعہ چھاؤنی میں پڑھائیں آپ نے منظور فرمایا - چنانچہ شہر اور چھاؤنی کی جماعتوں کے علاوہ بہت سے معزز اور فہمیدہ حضرات نے نماز جمعہ احاطہ کوٹھی شیخ صاحبان میں حضرت امیر کی اقتدا میں ادا کی - اس موقعہ پر وزیرآباد سے بھی احباب تشریف لائے - آپ تمام تقریروں کا شہر اور چھاؤنی کی پبلک پر نہایت اچھا اثر ہوا اور خود ہماری جماعت میں زندگی پیدا ہوئی جو نعمت غیر مترقبہ ہے - جمعہ کے خطبوں میں اور کیفی ہال کے لیکچر میں حضرت امام الزمان کے دعاوی ان کی خدمات جلیلہ کو وضاحت کے ساتھ بیان کیا گیا جس سے لوگوں کے دلوں میں عقیدتمندی پیدا ہوئی جس کا ثبوت لوگوں نے ہمارے ساتھ نماز جمعہ پڑھنے سے دیا -

ان تقریبات کی ادائیگی میں چوہدری محمد سعید صاحب بھٹہ کی شبانہ روز دوڑ دھوپ کا ہاتھ ہے کہ غیر از جماعت احباب کثرت سے تشریف لائے - سال گذشتہ میں بھی اس قسم کی پارٹیوں کا انتظام ہماری جماعت نے کیا تھا جس کا عمدہ اثر ہوا - آئندہ بھی اسی کے مطابق ہماری جماعت کا عزم و ارادہ ہے -

اس موقعہ پر ضروری ہے کہ احباب جماعت چھاؤنی بالخصوص شیخ صاحبان کے جذبۂ اخلاص و ایثار کا اعتراف کیا جائے جنہوں نے ایسے بڑے مجمعوں کے انتظام اور خاطر تواضع میں کوئی کسر اُٹھا نہ رکھی خدا تعالیٰ ان کو جزائے خیر دے -

شہر سیالکوٹ اور چھاؤنی میں جماعت لاہور کی اس کامیابی کا بڑا چرچا ہو رہا ہے - والسلام

خاکسار - شیخ غلام حسین - پریذیڈنٹ جماعت سیالکوٹ -

آزاد بھارت کی ہولی

از ضیاء اللہ گیلانی صاحب

تقسیم سے قبل ہندوستان میں جب کبھی ہولی کا تیوہار آتا تھا۔ جگہ جگہ کشت خون کا بازار گرم ہو جاتا تھا۔ اور کئی مظلوم اور بیگناہ لوگ اس ہولی کی بھینٹ چڑھ جاتے تھے۔ اب بھارت آزاد ہے مگر اس تیوہار میں کوئی خاص تبدیلی پیدا نہیں ہوئی۔ اب بھی بھارتی ہندو ہولی کے دن میں انسانوں کے خون سے ہولی کھیلنے سے دریغ نہیں کرتے۔ چنانچہ حال ہی میں بھارت میں جس رنگ میں ہولی کا تیوہار منایا گیا ہے۔ اس پر امرتسر کے ایک پرانے اور مشہور و معروف ہفتہ وار گورمکھی اخبار "خالصہ سماچار" نے اپنے ۲۰ مارچ ۱۹۵۲ء کے لیڈنگ آرٹیکل میں تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔ ہم اس کا اردو ترجمہ ناظرین "پیغام صلح" کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔ اخبار مذکور نے لکھا ہے کہ:-

ہولی گذر گئی۔ مگر ہمیشہ کی طرح امسال بھی خالی نہیں گذری متعدد دیہات۔ قصبات اور شہروں کی خبروں سے پتہ چلتا ہے کہ اس ہولی کی وجہ سے کئی مقامات پر فسادات ہوئے۔ متعدد لوگ جان سے مارے گئے۔ بہت سے زخمی ہوئے اور کئی پولیس کی طرف سے امن قائم رکھنے کی جدوجہد کے نتیجہ میں جیل خانوں میں پہنچے۔

ہولی خاص کر ایک موسمی تیوہار ہے۔ اس کا آغاز کیونکر ہوا۔ ہمیں اس وقت اس سے کوئی غرض نہیں یہ تیوہار عام طور پر ہندوؤں میں زیادہ منایا جاتا ہے۔ اور برندابن میں شری کرشن جی اور گوپیوں کے ہولی کھیلنے سے یہ ہندو دھرم کا حصہ بن گیا ہے۔ کہا نہیں جا سکتا کہ کرشن جی کے زمانہ میں یہ ہولی کیسے کھیلی جاتی تھی۔ مگر بہر حال موجودہ طرز کی ہولی سے یہ کسی اچھی اور مہذب شکل میں ضرور ہوگی۔ اب جو شارع عام میں عمداً راہ گذروں کو تنگ کرنے کی نیت سے انہیں ہولی کے مذاق میں بھوتوں کی طرح رنگ میں رنگ دیا جاتا ہے۔ گند اچھالا جاتا ہے اور فحش نقلیں بنا بنا کر گالی گلوچ کیا جاتا ہے۔ یہ ایسی باتیں ہیں جو ہر ایک مہذب انسان کی نظر میں خواہ وہ ہندو۔ سکھ یا مسلمان ہے۔ بہت ہی بری اور قابل نفرت ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اکثر باعزت لوگ راستہ چلتے اپنی بے عزتی کروانا اور شکل سے بد شکل ہونا پسند نہیں کرتے وہ اس کی مزاحمت کرتے ہیں جس کا نتیجہ بسا اوقات فساد کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے۔"

آگے چل کر اخبار "خالصہ سماچار" امرتسر نے لکھا ہے کہ:-

"جوا کھیلنا۔ شراب پینا۔ رنگ پھینکنا۔ گند اچھالنا اور گالی گلوچ کرنا۔ یہ ایسی لغو باتیں ہیں جو کسی طرح بھی کسی مذہبی تیوہار کی عظمت سے تعلق نہیں رکھتیں۔ کیونکہ ان باتوں سے ملک کا امن برباد ہوتا ہے اور بے چینی پھیلتی ہے۔

بازاروں میں کھڑے ہو کر رنگ ڈالنے۔ اور شریف لوگوں پر رنگ ڈال کر "ہولی او ئے" کا شور مچانے والوں کی اس حرکت کے متعلق ہم جانتے ہیں کہ ہمارے شریف ہندو بھائی بھی۔ جو راستہ چلتے گھڑی پل میں ہی رنگ دیئے جاتے ہیں۔ اور ڈراؤنی شکل اختیار کر جاتے ہیں، پسند نہیں کرتے۔ مگر وہ بھی بے بس ہوتے ہیں، وہ ان کی اس حرکت پر غصہ جتاتے ہیں اور برا بھلا کہتے ہیں، مگر وہ قہر درویش بر جان درویش کے مطابق ہولی کے مذاق کا شکار ہو کر غصہ میں بھرے ہوئے بے بس ہو کر چلے جاتے ہیں۔ بعض دفعات کوئی باغیرت اور طاقتور انسان کسی کو مار پیٹ بھی کر جاتا ہے کہیں فساد ہو جاتا ہے اور کہیں فساد ہوتے ہوتے رک جاتا ہے۔"

اس سے آگے اخبار "خالصہ سماچار" نے ہولی کے موقعہ پر آزاد بھارت میں جو فسادات ہوئے ہیں۔ ان کی بعض مثالیں پیش کرتے ہوئے لکھا ہے:-

"۱۵ مارچ کے ٹریبون کی خبر ہے کہ کانپور کے ضلع پور دا ہنس پور میں دو ہندو پارٹیوں میں ہولی کی وجہ سے لڑائی ہو گئی۔ اور دو آدمی مارے گئے اور چھ زخمی ہوئے اور ۱۶ آدمی گرفتار کر لئے گئے۔"

اسی اخبار میں بتایا گیا ہے کہ:-

"باندہ سٹیشن پر جھانسی۔ مانک پور ٹرین جب کھڑی ہوئی تو سٹیشن پر کھڑے کچھ ہولی کے شوقینوں نے ٹرین پر رنگ برسانا شروع کر دیا۔ اور انہوں نے ریل کے ڈبوں میں گھس کر بھی سواریوں کو رنگ دیا۔ بعض لوگوں نے اس کی مزاحمت کی جس کے نتیجہ میں فساد ہو گیا۔ اور چھ آدمی شدید زخمی ہوئے۔

ہاپوڑ میں ہولی کے سلسلہ میں لاٹھیوں اور پتھروں کی بارش ہوئی۔ پولیس نے موقعہ پر پہنچ کر بیس آدمی گرفتار کر لئے۔

رائے بریلی کے قیصر گنج بازار میں کسی مسلمان پر رنگ پڑ جانے کی وجہ سے ہندو مسلم فساد کا خطرہ پیدا ہو گیا۔ مگر پولیس نے جلدی ہی حالات پر قابو پا لیا۔ اور پچاس آدمی گرفتار کر لئے گئے۔

دہلی میں بھی ایک مظلوم عورت اس ہولی کی بھینٹ چڑھ گئی۔ کلکتہ میں تو ۵۰۰ ہولی کھیلنے والے پکڑے گئے۔ انبالہ کی ہولی کے متعلق ٹریبون نے لکھا ہے کہ متعدد منچلوں نے باقاعدہ رنگ پارٹیاں بنا کر تمام بڑے بڑے راستوں میں ڈیرے ڈال دیئے۔ اور کسی راہ گذر کو بھی خالی نہ جانے دیا۔ اگر کسی نے کوئی مزاحمت کی تو وہ نازک صورت اختیار کر گئی۔ مگر خدا کا شکر ہے کہ کوئی خاص واقعہ ظہور میں نہ آیا۔

اس کے آگے اخبار "خالصہ سماچار" امرتسر نے لکھا ہے:-

صرف یہی نہیں۔ بلکہ کئی لوگ اپنی دیرینہ دشمنیوں کی بنا پر ہولی کے بھیس میں رنگ میں تیزاب ملا کر اپنے جلاپے اندیشے ظاہر کرنے کی دلیری بھی کرتے رہے ہیں۔ جبل پور کی ایک خبر ۱۷ مارچ کے ٹریبون میں شائع ہوئی ہے کہ گدر واڑہ میں ایک آدمی رنگ میں تیزاب ملا کر لوگوں پر ڈالنے کے جرم میں گرفتار کیا گیا ہے۔

ہولی صرف عام لوگوں میں ہی نہیں بلکہ حکومت کے بڑے لوگوں کے گھروں میں بھی کھیلی گئی ہے۔ دہلی میں رنگے گئے ہمارے پردھان منتری پنڈت نہرو جی کی تصویر ٹریبون کے ۱۴ مارچ کے پرچے کے پہلے صفحہ پر شائع ہوئی ہے۔ اگر اس کے نیچے مطبوعہ حروف نہ پڑھے جائیں تو یہ تصویر متعدد بھارتیوں کے دلوں میں بے چینی پیدا کرنے کا موجب بن جائے۔

لکھنؤ گورنمنٹ ہاؤس میں یو۔ پی کے گورنر بھی رنگ دیئے گئے۔ اور انہیں رنگنے والوں میں ہندو اور مسلمان وزیر اور سپیکر بھی شامل ہوئے، اخباروں نے بیان کئے ہیں۔

آخر میں اخبار خالصہ سماچار امرتسر نے اسی ہولی کے متعلق مندرجہ ذیل خیالات کا اظہار کیا ہے:-

اس حالت کو پہنچے ہوئے اس تیوہار سے متعلق یہ کہنا کہ اسے بالکل بند کر دیا جائے بہت مشکل ہے۔ لیکن کیا ہر سال ایسے واقعات رونما ہونے پر ہماری حکومت اس کے متعلق کوئی روک سوچ سکتی ہے۔ جس سے کم از کم اتنا تو ہو سکے کہ امن برباد ہونے کا خطرہ ٹل جائے۔ اور جو بے گناہ لوگ ہر سال ہولی کی بھینٹ چڑھ جاتے ہیں۔ وہ بچ جائیں۔

ہماری گذارش ہے کہ حکومت کو اس بارہ میں ضرور کوئی کوشش کرنی چاہیئے اور اس کے ساتھ ہی بھارت کے ہندوؤں۔ سکھوں اور مسلمانوں کو بھی مل کر حکومت پر دباؤ ڈالنا چاہیئے کہ اس کا کچھ نہ کچھ بندوبست ضرور کیا جائے۔ تاکہ ہولی کے فسادات کم ہو سکیں۔ اس کے متعلق حکومت کو ایسی تجویز بنائی جا سکتی ہے کہ شارع عام میں ہولی کھیلنے اور مذموم حرکت کو بالکل بند کر دیا جائے لوگ اپنے اپنے گھروں میں ہولی کھیلیں یا بڑے بڑے قصبات اور شہروں میں الگ مقامات جو عام راستوں سے الگ تھلگ ہوں۔ مردوں اور عورتوں کے لئے اکٹھے یا الگ الگ مقرر کر دیئے جایا کریں۔ جہاں ہولی کھیلنے کا شوق رکھنے والے لوگ جمع ہو کر رنگ اڑایا کریں اور اپنے دل کے غبار نکالا کریں۔ زبردستی کسی شخص کو اس کی مرضی کے خلاف رنگ دینے یا گالی گلوچ کرنے کی حرکت کو پبلک کی طرف سے بھی پورے زور سے قابل نفرت اور قابل شرم قرار دیا جائے اور حکومت کی طرف سے بھی اس پر پابندی لگائی جائے۔ پھر ممکن ہے کہ یہ تیوہار اتنا افسوسناک ثابت نہ ہو۔ ہمارے ملک کے ہندو سکھ اخباروں کو اس کے متعلق آواز اٹھانی چاہیئے۔ یہ ملک کی خدمت ہے جس میں پبلک کا بھی فائدہ ہے۔"

ترجمہ:- از "خالصہ سماچار" امرتسر
۲۰ مارچ ۱۹۵۲ء

بچوں کا صفحہ

ماں کی خدمت کا جذبہ

بچو! ہمارے نبی صلعم نے فرمایا ہے کہ ماں کے پاؤں کے نیچے بہشت ہے۔ ماں کی عزت اور خدمت ہر ایک بچہ کے لئے فرض ہے۔

حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ ایک بہت بڑے ولی گذرے ہیں۔ ان کو یہ مرتبہ ماں کی خدمت کی وجہ سے خدا نے دیا تھا۔ وہ اپنی ماں کی بہت عزت کرتے تھے ان کا حکم مانتے تھے اور ان کی خدمت کرتے تھے۔ ایک رات ان کی ماں نے پانی مانگا۔ پانی گھر میں موجود نہ تھا۔ یہ بھاگے بھاگے گئے اور نہر سے جو قریب ہی بہتی تھی پانی لے آئے۔ مگر جب آئے تو ان کی ماں سو گئی تھی۔ یہ پانی کا پیالہ لئے کھڑے رہے اور انتظار کرتے رہے کہ کب ماں جاگے اور پانی پیش کریں۔ ماں دیر تک سوتی رہی آخر جاگی اور پانی مانگا۔ بایزید نے جب پانی دینا چاہا تو معلوم ہوا کہ پانی سردی کی وجہ سے جم گیا ہے۔ اور ان کا ہاتھ ٹھٹھر کر پیالے کے دستے کے ساتھ چمٹ گیا ہے۔ ماں نے جب یہ حالت دیکھی تو کہنے لگی کہ بیٹا تم نے یہ پیالہ نیچے کیوں نہ رکھدیا ہاتھ میں پکڑے رکھنے کی کیا ضرورت تھی۔

سعادت مند بچے نے جواب دیا کہ "مادر مہربان! میں نے زمین پر پیالہ اس خیال سے نہیں رکھا تھا کہ جب آپ پانی مانگیں گی مجھے دینے میں دیر لگے گی۔"

ماں بے انتہا خوش ہوئی کہ بیٹے کو اس کا اس قدر خیال ہے۔ اس نے دعائیں دیں اور خدا سے ان کے لئے برکت مانگی۔ کہتے ہیں کہ اسی رات خدا نے بایزید بسطامی پر اپنے علم کے دروازے کھول دیئے اور ان کو ولایت کا مرتبہ عطا فرمایا۔ تمام دنیا حضرت بسطامی صاحب کی بے انتہا عزت کرتی ہے اور آپ کو بہت بڑا ولی مانتی ہے یہ مرتبہ ان کو ماں کی خدمت سے ملا

ہمارے نبی صلعم کی ماں تو حضورؐ کے بچپن میں ہی فوت ہو گئی تھیں۔ لیکن آپؐ کی رضاعی ماں یعنے جس نے آپ کو دودھ پلایا تھا وہ زندہ تھی۔ نبوت کے زمانہ میں جب وہ ایک دفعہ تشریف لائیں آپ "میری ماں" "میری ماں" فرماتے ہوئے اس سے لپٹ گئے۔ اور ان کی بہت خاطر تواضع کی۔ صرف رضاعی ماں ہی نہیں بلکہ رضاعی بہن بھائیوں سے بھی ہمارے نبی صلعم بڑی محبت کرتے تھے۔

بچو! اگر تم اپنے نبیؐ کے سچے فرمانبردار ہو تو اپنی ماں کی خدمت ور فرمانبرداری کو اپنا فرض عین سمجھو۔ اس کی کبھی گستاخی نہ کرو س سے کبھی سختی سے بات نہ کرو۔ ماں کا دل دکھانے سے دا ناراض ہو جاتا ہے۔ وہ بچہ بڑا بدنصیب ہے جس کی ماں ں سے خوش نہیں۔ ہمیشہ اپنی ماں کی خوشنودی کو مدِ نظر رکھو راس کی دعائیں لو۔ اس سے تمہاری دنیا بھی اچھی ہوگی۔ اور گلے جہان میں بھی تم عزت پاؤ گے۔

ماں کی فرمانبرداری

مولانا مرتضیٰ خان صاحب

بچو! تم نے حضرت عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا نام سُنا ہوگا۔ یہ بہت بڑے ولی اللہ گذرے ہیں۔ اسلامی دُنیا میں ان کا نام بڑی عزت سے لیا جاتا ہے۔ ان کا ایک واقعہ بیان کیا جاتا ہے:۔

ابھی ان کی عمر چھوٹی ہی تھی کہ ان کو ایک سفر پیش آیا ماں نے سفر خرچ کے طور پر چالیس (۴۰) درہم ان کے حوالے کئے اور نصیحت کی کہ "بیٹا! ہمیشہ سچ بولنا"۔ یہ سفر پر روانہ ہو گئے۔ ان دنوں میں ایک بہت بڑا ڈاکو تھا جس کی ساری عمر ڈاکے ڈالنے میں گذری تھی۔ یہی ڈاکو حضرت کو رستے میں ملا۔ اور ان سے کہنے لگا "لڑکے! تیرے پاس کیا ہے؟" یہ ذرا نہ ڈرے نہ جھجکے اور بڑی جرأت سے کہا "میرے پاس چالیس درہم ہیں"۔ یہ سُن کر وہ ڈاکو حیران رہ گیا اور کہنے لگا "تو جانتا ہے کہ میں کون ہوں"؟ آپ نے جواب دیا "ہاں میں جانتا ہوں تو فلاں ڈاکو ہے"۔ اس نے کہا "پھر تو نے کس جرأت سے کہہ دیا کہ تیرے پاس چالیس درہم ہیں"۔

حضرت عبدالقادر جیلانی نے جواب دیا "یہ میری ماں کا حکم ہے کہ بیٹا ہمیشہ سچ بولنا۔ اس لئے میں نے جو سچ تھا کہہ دیا۔ آپ کی اس بات سے ڈاکو کے دل پر اس قدر اثر ہوا کہ اس کے آنسو جاری ہو گئے۔ وہ روتا تھا اور کہتا تھا کہ ایک چھوٹی عمر کا لڑکا تو ماں کے حکم کا اس قدر پابند ہے اور میری ساری عمر خدا کی نافرمانی میں گذر گئی۔ اس نے توبہ کی۔ خدا سے اپنے گناہ بخشوائے۔ وہ نیک بن گیا۔ اور خدا کی عبادت میں لگ گیا۔ وہ راتوں کو جاگتا اور خدا کے حضور رو رو کر اپنی بخشش کے لئے دعائیں کرتا۔ وہ نماز پڑھتا روزے رکھتا۔ حلال روزی کماتا۔ اور اپنی کمائی میں سے غریبوں محتاجوں کی مدد کرتا۔

اب وہ ڈاکو نہیں رہا تھا۔ وہ عابد زاہد بن گیا تھا۔ اس کی حالت بالکل بدل گئی تھی۔ خدا نے اس کی توبہ قبول فرمائی۔ اس کو بڑا مرتبہ دیا۔ اور وہ ہوتے ہوتے قطب یعنے خدا کا ولی بن گیا۔ اس واقعہ کی وجہ سے حضرت عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق مشہور ہے کہ آپ کی توجہ سے چور قطب بن گیا۔

بچو! ہمیشہ سچ کو اپنا شعار بناؤ۔ سچا انسان عزت پاتا ہے۔ سچا انسان معتبر سمجھا جاتا ہے۔ جھوٹ بولنے والا ذلیل ہوتا ہے۔ کوئی اس کا اعتبار نہیں کرتا۔

ایک افسوسناک غلطی

گذشتہ اشاعت میں شیخ عبیداللہ صاحب شہزادہ بوٹ ہاؤس وزیرآباد کی والدہ مرحومہ کی وفات کی خبر دوبارہ شائع ہو گئی جو گذشتہ ستمبر میں فوت ہوئی تھیں اور اسی وقت اس کا اعلان کر دیا گیا تھا۔

اسلام کی عظمت و صداقت پر یقین و ایمان بڑھانے والی کتابیں!

مندرجہ ذیل کتب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور نے حال ہی میں چھپوائی ہیں۔ ان کتب میں جو نور بکھرا ہوا ہے، ضروری ہے کہ ہر دوست اس سے منور ہوتے اور دوسروں کو منور کرنے کی کوشش کرے۔ کم از کم ہر ایک احمدی گھر میں ان کتابوں کا ہونا نہایت ضروری ہے۔

حضرت مولانا محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی گرانمایہ تصنیفات

انگریزی ترجمۃ القرآن مع متن (ریوائزڈ ایڈیشن) جو ایک عرصہ سے لندن میں دوم قسم کے کاغذ پر بیس ہزار کی تعداد میں چھپ رہا تھا جس کے آخری پروف بھی حضرت امیر رحمۃ اللہ علیہ نے ہی بہ نفس نفیس دیکھے آج زیور طبع سے آراستہ ہو کر ہمارے سامنے موجود ہے۔ حضرت نے متواتر تین سال کی رات دن محنت کر کے اس کو ریوائز کیا۔ اور موجودہ صورت ایسی دلکش ہو گئی ہے کہ بار بار دیکھنے کو دل چاہتا ہے۔ سائز اور حجم چھوٹا ہو گیا ہے۔ اس وقت اعلیٰ کوالٹی کی ۱۰۰ کاپیاں بذریعہ ہوائی جہاز لاہور پہنچ گئی ہیں سیکنڈ کوالٹی کی جلدیں بھی پہنچنے والی ہیں۔

ہدیہ فسٹ کوالٹی تیس روپے -/30 سیکنڈ کوالٹی بیس روپے -/20

زندہ نبی کی زندہ تعلیم اس کتاب میں حضور سرور کائنات صلعم کی حیات طیبہ اور اسلام کے عالمگیر پیغام کو قرآن و حدیث کی روشنی میں جدید اسلوب اور موجودہ زمانہ کے تقاضوں کے مطابق پیش کیا گیا ہے۔ اس کتاب کے اسلوب اور جامعیت سے انگلستان کی ایک فرم کے کارپردازان اتنے متاثر ہوئے کہ وہ اس کتاب کو بیک وقت انگریزی، فرانسیسی، اور ہسپینی زبانوں میں شائع کر رہے ہیں۔ قیمت مجلد معہ سبز گرد پوش چار روپے ۔ ۔۔۔ ۔۔۔۴

انگریزی میں جس کی طباعت اور جلد بندی ایسی ہی ہوئی ہے خوشنما رنگدار گرد پوش قیمت ۔۔۔ ۸ ۔۔۔ ۳

احادیث العمل یہ صحاح ستہ کی منتخب احادیث کا مجموعہ ہے جو ہمارے روزمرہ عمل میں کام آتی ہے۔ بالمقابل کالم میں سلیس اردو میں ترجمہ ہے اور نیچے تفسیری نوٹ ہیں۔ لکھائی چھپائی اعلیٰ کاغذ عمدہ۔ رنگین گرد پوش۔

قیمت مجلد دس روپے ۔۔۔ ۱۰

سیرت خیر البشر (سوم ایڈیشن) جس میں فاضل مصنف نے آنحضرت صلعم کے بچپن سے لے کر وفات تک کے حالات دلکش پیرایہ میں بیان کئے ہیں۔ اور اسلامی جنگوں اور تعدد ازدواج پر جملہ اعتراضات کو رفع کیا گیا ہے۔ قیمت دو روپے چار آنے ۔ ۔۔۔ ۴ ۔۔۔ ۲

انوار القرآن عام طور پر قرآن کریم کا آخری حصہ نمازوں میں پڑھا جاتا اور حفظ کیا جاتا ہے۔ اس لئے فاضل مصنف حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس عام ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے ستائیسویں اور تیسویں پارہ کا اردو میں عام فہم ترجمہ کیا ہے اور ساتھ ہی اس کی تفسیر بھی کی ہے۔

حضرت علامہ مرحوم کے اسلوب بیان سے واقفیت رکھنے والے جانتے ہیں۔ نہایت دلکش پیرایہ میں تفسیر کی ہے۔ اس کا حصہ اول ختم ہو چکا ہے، جو زیر طبع ہے۔ عنقریب شائع ہو گا۔

حصہ دوم یعنی ستائیسویں پارہ کا ترجمہ معہ تفسیری نوٹ کے موجود ہے مجلد پشتہ پر سنہری حروف میں نام لکھا ہوا ہے۔ قیمت صرف ۔ ۔۔۔ ۸ ۔۔۔ ۳

حضرت مسیح موعود و مہدی معہود مجدد صد چہار دہم کی تصنیفات

درثمین کامل حضرت مجدد اعظم کی تصوف و روحانیت میں ڈوبی ہوئی فارسی اور اردو نظموں کا مجموعہ لکھائی چھپائی اعلیٰ ٹائیٹل دیدہ زیب قیمت صرف ایک روپیہ آٹھ آنے ۔۔۔ ۸ ۔۔۔ ۱

فتح اسلام جس میں اسلام کی فتح کی بشارت دی گئی ہے اور اسلام کو دنیا میں غالب کرنے کی راہ بتائی ہے ۔۔۔ ۵ ۔۔۔

توضیح مرام جس میں مسیح موعود کے دعوے پر روشنی ڈالی گئی ہے اور ملائک و جنات کی حقیقت بیان کی گئی ہے اور قرآن کی بعض سورتوں اور آیات کی نہایت لطیف تفسیر فرمائی ہے۔ ۔۔۔ ۶ ۔۔۔

ازالہ اوہام ہر دو حصص مجلد اعلیٰ۔ اس کتاب میں وفات مسیح اور نزول مسیح اور اسکے متعلقہ تمام مسائل پر نہایت شرح و بسط سے بحث کی گئی ہے اور تمام اعتراضات کے جوابات دیئے گئے ہیں۔ ۔۔۔ ۔۔۔ ۵ روپے

تعلیم الاسلام یا اسلامی اصول کی فلاسفی یہ اس لیکچر کا نام ہے جو مذاہب عالم کی کانفرنس میں حضرت مسیح موعود نے دیا اور اس میں پانچ نہایت اہم سوالات پر جو اس دنیا اور آخرت کی زندگی سے تعلق رکھتے ہیں روشنی ڈالی گئی ہے۔ اس کتاب کو پڑھ کر کئی لوگ اسلام کے نور سے منور ہوئے اور اس کے انگریزی ترجمہ کو پڑھ کر کئی انگریز مشرف بہ اسلام ہوئے۔ قیمت ۔۔۔ ۴ ۔۔۔ ۱

کشتی نوح جس میں جماعت کو تقوے اور روحانیت کے بلند مقام کی طرف رہبری کی گئی ہے اور بہت ہی مفید نصائح اور ہدایات دی گئی ہیں۔ بہترین کاغذ۔ لکھائی چھپائی عمدہ .. .. ۔۔۔ ۴ ۔۔۔ ۱

مرقات الیقین فی حیات نورالدین حضرت مولانا نورالدین رحمۃ اللہ علیہ کی خود نوشت سوانح حیات جو ایسے دلکش حالات و واقعات سے لبریز ہے جن میں نور ایمان بھرا ہوا ہے۔ ۔۔۔ ۴ ۔۔۔ ۲

فون نمبر ۳۷۴۳۷

لوائے ما بنہ ہر سعید خواہد بود بندائے فتح نمایاں بنام ما باشد

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا ہفتہ وار ارگن

پیغام صلح

ایڈیٹر دوست محمد

جلد ۴۰ | یوم چہارشنبہ - مؤرخہ ۱۳ رجب ۱۳۷۱ھ - مطابق ۹ اپریل ۱۹۵۲ء | نمبر ۱۴

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

ہم تو رکھتے ہیں مسلمانوں کا دیں
دل سے خدام ختم المرسلیں
شرک اور بدعت سے ہم بیزار ہیں
خاک راہ احمد مختار ہیں
سارے حکموں پر ہمیں ایمان ہے
جان و دل اس راہ پر قربان ہے
تم ہمیں دیتے ہو کافر کا خطاب
کیوں نہیں لوگو تمہیں خوف عقاب

جماعت احمدیہ لاہور کی تعلیمی خصوصیات

۱- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا۔
۲- کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۳- قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگی۔
۴- سب صحابہؓ اور آئمہ قابل احترام ہیں سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے۔
۵- اسلام تمام دنیا پر غالب آئے گا۔

زکوٰۃ کا روپیہ قومی بیت المال میں بھیجئے

احباب کرام سے ایک ضروری اپیل

ذیل کا مکتوب اسسٹنٹ سیکرٹری صاحب تحصیل کی طرف سے احباب کرام کو فرداً فرداً بھیجا گیا ہے امید ہے تمام احباب اس کی طرف فوری توجہ فرما کر عنداللہ ماجور ہوں گے:۔

اخویم مکرم معظم۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ

ماہ رجب عموماً زکوٰۃ کا مہینہ سمجھا جاتا ہے، اور عام طور پر مسلمان اس مہینہ میں زکوٰۃ ادا کرتے ہیں، یہ مہینہ شروع ہو چکا ہے اس لئے میں آپ کو اس ضروری فریضہ کی ادائیگی کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں۔

اس موقعہ پر یہ بھی عرض کر دینا ضروری ہے کہ جہاں تک قرآن کریم اور سنّت نبویؐ سے پتہ لگتا ہے، کوئی شخص اس بات کا مجاز نہیں کہ زکوٰۃ خود بخود جہاں چاہے دے دے۔ بلکہ یہ ضروری ہے کہ زکوٰۃ **بَیْتُ الْمَال** میں جمع ہو، اور بیت المال کے ذریعہ مستحقین کو دی جائے۔ عام طور پر جو یہ دستور ہے کہ زکوٰۃ کے مہینہ میں مانگنے والے گھروں سے نکل پڑتے ہیں اور شہر بشہر زکوٰۃ مانگتے پھرتے ہیں اور دینے والے ان کو زکوٰۃ دے کر یہ سمجھ لیتے ہیں کہ زکوٰۃ ادا ہوگئی، یہ طریق صحیح نہیں، اس سے مسلمانوں میں گداگری اور بیکاری بڑھ رہی ہے، نہ زکوٰۃ بھی اس طرح ادا نہیں ہوتی، قرن اولیٰ میں تو آنحضرتؐ کے ارشاد کے مطابق حکومت کی طرف سے ایسے عامل مقرر کئے جاتے تھے جو زکوٰۃ وصول کر کے **بَیْتُ الْمَال** میں جمع کرتے تھے، یہی سنّت نبویؐ ہے، یہی خلفائے راشدین کا طریق ہے، اور اسی طریق پر عمل کرنے سے مسلمان قوم کی تمام قومی ملی ضروریات پوری ہو سکتی ہیں اور وہ دنیا و آخرت میں کامیاب و سرخرو ہو سکتی ہے۔ اسلئے ضروری ہے کہ آپ بھی اپنی زکوٰۃ اپنے قومی ادارہ یا بیت المال میں جو **احمدیہ انجمن اشاعت اسلام** لاہور نے قائم کر رکھا ہے جمع کرائیں۔ انجمن تمام ان مصارف اور مدات پر اس روپیہ کو خرچ کرتی ہے جو قرآن کریم نے مقرر کئے ہیں۔

مجھے اس بات کی ضرورت نہیں کہ فریضہ زکوٰۃ کی اہمیت آپ پر واضح کروں، آپ جانتے ہیں کہ زکوٰۃ ان پانچ ارکان اسلام میں سے ہے جن پر دین کی بناء رکھی گئی ہے، قرآن کریم میں نماز کے حکم کے ساتھ زکوٰۃ کی ادائیگی کا حکم ہے **اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ** جس سے صاف ظاہر ہے کہ نماز کے ذریعہ جو تعلق اللہ تعالیٰ کے ساتھ قائم ہوتا ہے وہ مکمل نہیں ہو سکتا جب تک عام لوگ صدقات و خیرات اور صاحب نصاب زکوٰۃ ادا نہ کریں۔

چندہ ماہوار زکوٰۃ نہیں، بلکہ جہاد کے حکم میں ہے، اور جہاد اور زکوٰۃ دو الگ الگ رکن ہیں۔ اور دونوں کی ادائیگی ضروری ہے۔ چندہ ماہوار سے زکوٰۃ ادا نہیں ہو جاتی اور نہ زکوٰۃ سے چندہ یا جہاد کا رکن ادا ہو جاتا ہے۔ دونوں اپنی اپنی جگہ پر ضروری ہیں۔

پس میں امید کرتا ہوں کہ آپ اپنے جمع شدہ سرمایہ، تجارتی مال، زیورات اور جائداد وغیرہ کا جن پر زکوٰۃ واجب ہو حساب کر کے جو کچھ واجب الادا ہو اسے اپنے قومی بیت المال میں جمع کرا دیں گے کہ اسی میں آپ کی اور آپ کی قوم کی بہبود اور سرخروئی ہے۔ ہاں انجمن کے فیصلہ کے مطابق جو حدیث نبویؐ پر مبنی ہے، یہ آپ کو اختیار ہے کہ اپنی زکوٰۃ سے ایک چوتھائی رقم اگر چاہیں تو اپنے طور پر کسی مستحق کو دے دیں یا کچھ لٹریچر منگوا کر اسے خود مناسب جگہ پر تقسیم کر دیں۔ لیکن باقی رقم کا بیت المال میں آنا ضروری ہے، امید ہے آپ اس سے دریغ نہ فرمائیں گے اور ایسی تمام رقوم احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کے نام بھجوا کر عنداللہ ماجور ہوں گے۔ والسلام

خاکسار: مرتضیٰ خاں اسسٹنٹ سیکرٹری تحصیل
احمدیہ انجمن اشاعت اسلام احمدیہ بلڈنگس لاہور

بچوں کا صفحہ (بقیہ ص ۶)

کا یہ عالم تھا کہ ایک دفعہ حضور نے فرمایا کہ اگر اُحد کا پہاڑ سارا سونے کا بن جائے تو میں اسکو بھی سب کا سب خدا کے رستہ میں غربا اور مساکین میں تقسیم کر دوں۔ آپ کے متعلق لوگ کہا کرتے تھے کہ آپ "اجود الناس" ہیں یعنی سب سے زیادہ سخی ہیں۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ ارشادات

جناب شیخ غلام قادر صاحب احمدیہ بلڈنگس لاہور

خشیۃ اللہ سے گرے ہوئے دو آنسو

وعن عبد اللہ بن مسعودٍ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما من عبدٍ مومن یخرج من عینیہ دموعٌ وان کان مثل راس الذباب من خشیۃ اللہ ثم یصیب شیئاً من حُرّ وجہہ الا حرمہ اللہ علی النار رواہ ابن ماجۃ
مشکوٰۃ کتاب الرقاق باب البکاء والخوف

ترجمہ:- عبد اللہ بن مسعود رضؓ سے روایت ہے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی مومن بندہ ایسا نہیں (پاؤ گے) جس کے آنسو خشیۃ اللہ سے گر کر اس کے رخساروں پر بہہ نکلیں۔ خواہ وہ آنسو مکھی کے سر کے برابر چھوٹے ہوں۔ اور وہ آتش جہنم میں دھکیلا جائے۔

نوٹ:- آتش جہنم دنیا اور آخرۃ اس کے آنسوؤں سے اس پر سرد ہو جائے گی۔

دلا بسوز کہ سوزِ تو کارہا دارد
دعائے نیم شبی دور صد بلا دارد

معمولی سے معمولی گناہ صحابہ کی نظر میں

عن انسؓ قال انکم تعملون اعمالاً ھی ادق فی اعینکم من الشعر کنا نعدّھا علی عھد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من الموبقات یعنی المھلکات۔
رواہ البخاری۔ مشکوٰۃ ایضاً

ترجمہ:- حضرت انس رضؓ سے روایت ہے کہ تم (اکثر) ایسے اعمال بجا لاتے ہو جو اگرچہ تمہاری نظروں میں (بے حقیقت) اور بال سے باریک تر ہیں مگر ہم انہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں باعث ہلاکت سمجھتے تھے۔

(حضرت انس بہت لمبی عمر پا کر فوت ہوئے چنانچہ حجاج بن یوسف کے زمانہ میں بھی وہ زندہ تھے)

اور آج یہ حالت ہے

مومن کے جو نشاں ہیں وہ حالت نہیں رہی
اس یارِ بے نشاں کی محبت نہیں رہی
اک سیل چل رہا ہے گناہوں کے زور سے
سنتے نہیں ہیں کچھ بھی معاصی کے شور سے
کیوں بڑھ گئے زمیں پہ بُرے کام اس قدر
کیوں ہو گئے عزیزو! یہ سب لوگ کور و کر
کیوں اب تمہارے دل میں وہ صدق و صفا نہیں
کیوں اس قدر ہے فسق کہ خوف و حیا نہیں
کیوں زندگی کی چال سبھی فاسقانہ ہے
کچھ اک نظر کرو کہ یہ کیسا زمانہ ہے
اس کا سبب یہی ہے کہ غفلت ہے چھا گئی
دنیا ئے دوں کی دل میں محبت سما گئی
تقویٰ کے جامے جتنے تھے سب چاک ہو گئے
جتنے خیال دل میں تھے ناپاک ہو گئے

(مسیح موعودؑ)

اگر یہ کاروبار انسان کی طرف سے ہوتا تو کبھی کا تباہ ہو جاتا

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایک تقریر

بسلسلہ اشاعت گذشتہ

بُغض رکھنے والے لوگ

جو لوگ بُغض کرتے ہیں وہ چاہتے ہیں کہ خدا کی تیز دھار کو روک لیویں مگر وہ کسی روکنے سے رُک نہیں سکتی۔ اگر انسانی کاروبار ہوتا تو آج تک کب کا تباہ ہو جاتا۔ مجھے دعویٰ کئے ہوئے چوبیس برس سے زیادہ عرصہ گذر گیا، کیا ایک مفتری کو اس قدر مہلت مل سکتی ہے۔ اگر کسی کو عقل فہم اور موت کا ڈر ہو تو وہ براہین کے وقت کو دیکھے کہ جو پیشگوئیاں اس میں ہیں، وہ کیسی پوری ہو کر رہیں لیکن بات یہ ہے کہ جب تک اللہ تعالیٰ ہدایت نہ دے اور وہ دل کے تالے نہ کھولے تو کس طرح سمجھ میں آوے۔ کوئی بتا دے تو سہی کہ جب سے دنیا ہوئی ہے کسی مفتری نے اس قسم کی پیشگوئی بھی کی ہے خدا سے خوف کرنے والے کے لئے تو ایک ہی نشان کافی ہو سکتا ہے لیکن ان لوگوں نے اس قدر کثیر نشانوں سے بھی فائدہ نہ اُٹھایا۔ غرض مُدعا یہ ہے کہ یہ تمام باتیں ان لوگوں کے لئے ہیں جو ہدایت قبول کرتے ہیں نہ کہ منکروں کے لئے۔ حق کے واسطے اللہ کا قانون ہے تم خدا سے پناہ مانگو کہ ان کے لئے جو قانون ہے اس میں تم کو داخل نہ کرے ہمیشہ نیک دل خدا کی رحمت سے فائدہ اُٹھاتے ہیں۔ یہ نہ خیال کرو کہ یہ لوگ مذہب میں پکے ہیں بڑے بزدل ہوتے ہیں۔ قہر الٰہی کا ذرا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ لیکن یاد رکھیں کہ یہ ایسا زمانہ ہے جس کے لئے سب نبیوں کی پیشگوئیاں ہیں اور جیسے مختلف نہریں مل کر ایک دریا بن کر نکلتی ہیں اسی طرح ان پیشگوئیوں کا سیلاب بہہ نکلے گا۔ اور آدمؑ، موسےؑ، ابراہیمؑ وغیرہ پیغمبروں نے جو کچھ کہا وہ سب پورا ہو کر رہے گا۔ بعض رحمت کے نشان بھی ہوں گے مگر ان سے انہیں کو حصہ ملے گا جو عاجز، فروتن، خائف اور تائب ہوں گے اور جو منکر ہیں وہ قہری نشان سے حصہ لیں گے، اگرچہ یہ لوگ اس وقت انکار کو نہیں چھوڑتے اور صرف ماں باپ یا جاہل لوگوں سے سُن سُنا کر غلط عقاید پر اڑے ہوئے ہیں۔ لیکن خدا تعالیٰ زبردستی سب کچھ چھڑا دیگا زبردست سے لڑنا نادانی ہے، اگر یہ کاروبار انسان کی طرف سے ہوتا تو کبھی کا تباہ ہو جاتا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر یہ ہم پر افترا ہوتا تو ہم اس کی شہ رگ کاٹ دیتے۔ پھر یہ کیا وجہ ہے کہ اگر میں خدا پر افترا کرتا ہوں اور تھوڑی مدت نہیں بلکہ تئیس سال کے قریب ہو چلا کہ ہمیشہ اس کی طرف سے وحی لوگوں کو سُناتا ہوں، اور وہ جانتا بھی ہے کہ میں جھوٹا ہوں، لیکن میری تائید کرتا ہے، اور ہلاک نہیں کرتا ہے وہ کیسا خدا ہے کہ ایک جھوٹے سے اتفاق کر بیٹھا ہے، اور ہزاروں نشان اس کی تائید میں دکھاتا ہے۔ نئی سواری بھی اس کے لئے نکالی، کسوف و خسوف بھی اس کے لئے ماہ رمضان میں کیا۔ طاعون بھی بھیجی۔ گویا خدا نے جہان کو دھوکا دیا اور جو کام دجّال کو کرنا تھا وہ خود آپ کیا تاکہ مخلوق تباہ ہو، ذرا سوچو کیا خدا کے لئے یہ جائز ہو سکتا ہے، کہ ایک کذاب مفتری اور دجّال کی وہ اس قدر مدد کرے، اور مولوی لوگ جو خود کو اس کا مقرب جانتے ہیں ان کی دعا ہرگز قبول نہ ہوئی جو لڑائی یہ لوگ لڑتے ہیں وہ مجھ سے نہیں بلکہ خدا سے ہے میں تو کچھ شے نہیں ہوں خدا سے لڑائی والا کبھی بابرکت نہیں ہو سکتا۔ میں تو اس بات کو کہتے ہوئے ڈرتا ہوں اور مجھ پر لرزہ پڑتا ہے کہ افترا ہو اور خدا تعالیٰ چُپ کر کے بیٹھا رہے اگر ان کے نزدیک یہ افترا ہے، تو چاہیئے کہ دُعا کریں کہ خدا اسے نیست و نابود کر دے یا دعا کریں کہ حضرت مسیح کو آسمان سے اُتاریں، عیسائی محققین نے بھی آخرکار مسیح کے آسمان سے آنے سے تنگ آکر اور میعاد گذرتی دیکھ کر فیصلہ کر دیا ہے کہ کلیسا مسیح کو مسیح مان لو یہی مسیح کا نزول ہے۔ ان کو بھی آخرکار نزول کو استعارہ کے رنگ میں ہی لینا پڑا۔ اور احادیث پکار پکار کر کہہ رہی ہیں کہ تمام خلفاء اسی امت میں سے ہوں گے، قرآن شریف بھی یہی کہہ رہا ہے اور سب جگہ منکم کا لفظ موجود ہے مگر نہ معلوم کہ ان لوگوں نے من بنی اسرائیل کہاں سے بنا لیا کیا یہ تھوڑا نشان ہے کہ کوئی

(باقی بر صلا)

پیغام صلح
جلد ... یوم چہارشنبہ مورخہ ... نمبر ...

روحِ مسیح کے تسلسل کا عقیدہ

علامہ اقبال کے مضمون میں جس کو بار بار پیش کیا جاتا ہے احمدیت پر یہ بھی الزام عائد کیا گیا ہے کہ وہ "روح مسیح کے تسلسل" کا عقیدہ رکھتی ہے جو یہودیت کے عناصر میں سے ہے۔ ہم نے بارہا سوچا کہ اس فقرہ کا مطلب کیا ہے اور "روح مسیح کے تسلسل" سے علامہ مرحوم کی کیا مراد ہے، لیکن کچھ سمجھ میں نہ آیا کیا اس کا یہ مطلب ہے کہ جماعت احمدیہ کے نزدیک حضرت مسیح کی روح بار بار دنیا میں آتی ہے؟ یا یہ مراد ہے کہ ہمارے نزدیک مسیح کی روح جسم انسانی میں بار بار حلول کرتی رہتی ہے ظاہر ہے کہ یہ دونوں باتیں صحیح نہیں، احمدیت صرف اس بات کی قائل ہے کہ اس زمانہ میں چونکہ عیسائیت کا فتنہ بہت زور پکڑ چکا تھا اس لئے اسکو دور کرنے اور مسلمانوں کو اس کے اثرات سے بچانے کے لئے چودھویں صدی کے مجدد کو مسیح کا نام دیا گیا ہے۔ خود بانی احمدیت علیہ الصلوۃ والسلام نے اپنے دعوے مسیحیت کی یہی تعبیر فرمائی ہے ؎

چوں مرا نورے پئے قوم مسیحی دادہ اند
مصلحت را ابن مریم نام من بنہادہ اند

اور یہ کوئی انوکھی بات نہیں امت میں ایسے کئی لوگ ہوئے ہیں جن کو مختلف صفات کی وجہ سے مختلف انبیاء کے نام دیئے گئے حضرت عمرؓ کو خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نوحؑ سے مشابہت دی، حضرت ابوبکرؓ کو حضرت ابراہیمؑ سے مشابہت دی، حضرت علیؓ کو حضرت ہارونؑ سے مشابہت دی، پھر اولیاء اللہ میں سے حضرت بایزید بسطامیؒ نے کئی انبیاء کے ناموں کا مصداق اپنے آپ کو ٹھیرایا، یہاں تک کہ اپنے آپ کو محمد اور احمد بھی قرار دیا، حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے متعلق فرمایا ؎

دمبدم روح القدس اندر معینی مے دمد
من نمے گویم مگر من عیسئے ثانی شدم

اگر روح مسیح کے تسلسل سے علامہ اقبال کی یہی مراد ہے تو بیشک ہم اس کے قائل ہیں کہ ایسے مسیح اس امت میں آتے رہے اور آتے رہیں گے، اور ہم ہی نہیں مولانا روم جیسے عالی وقار بزرگ بھی جن کی مثنوی کو "ہست قرآں در زبان پہلوی" قرار دیا گیا ہے۔ اسی بات کے قائل تھے کہ مسیحی صفت لوگ اس امت میں پیدا ہوتے رہتے ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں :-

جانِ کل با جان جزو آسیب کرد
جان ازو دُرّے ستد در جیب کرد
ہمچو مریم جاں ازاں آسیب جیب
حاملہ شد از مسیح دلفریب
آں مسیحے نے کہ بر خشک و تراست
آں مسیحے کز مساحت برتراست

ان اشعار سے صاف واضح ہے، کہ مسیحی صفت لوگوں کا اس امت کے اندر پیدا ہونا کوئی مستبعد بات نہیں تعجب ہے کہ علامہ اقبال اس کو یہودیت کے عناصر میں سے قرار دیتے ہیں، حالانکہ یہودیت کے اندر اس قسم کی کوئی بات نہیں پائی جاتی، ہاں وہ لوگ جو زندہ حضرت مسیح ناصری کے اسی جسم عنصری کے ساتھ آسمان پر جانے اور دو ہزار سال سے بیٹھے اور دوبارہ امت محمدیہ کی اصلاح کے لئے دنیا میں آنے کے قائل ہیں، ان کا یہ عقیدہ فی الواقع یہودیت کے عناصر میں سے ہے، کیونکہ یہودیت میں بھی ایلیا کے آسمان پر جانے اور دوبارہ دنیا میں آنے کا عقیدہ پایا جاتا ہے اور وہ آج تک ایلیا کے آنے کے منتظر ہیں، تعجب ہے کہ ایسا کھلا یہودیانہ عقیدہ رکھنے والے لوگ علامہ اقبال کے خیال کو جو درحقیقت خود ان پر عاید ہوتا ہے احمدیت کے مقابلہ میں پیش کرتے ہیں، کیا ان لوگوں کو شرم نہیں آتی کہ جس عقیدہ کو وہ احمدیت کی طرف منسوب کرتے ہیں وہ احمدیت کا تو نہیں، انکا اپنا ہی عقیدہ ہے کیا علامہ اقبال کے الفاظ کو احمدیت کے مقابلہ میں بار بار پیش کر کے وہ ان کی تذلیل و تضحیک نہیں کرتے، احمدیت کا عقیدہ تو اکابر امت کے خیالات کے عین مطابق ہے، احادیث نبوی صلعم سے موافقت رکھتا ہے، یہودیت کا کوئی عنصر اس میں پایا نہیں جاتا، لیکن حیات مسیح اور نزول مسیح کے قائلین کو اگر تائید مل سکتی ہے، تو یہودیت ہی سے مل سکتی ہے، اور اس لئے یہ کہنا بالکل صحیح ہے کہ علامہ اقبال کے خیال کے صحیح مصداق وہی لوگ ہیں جو مسیح کی دوبارہ آمد کے قائل ہیں، ہاں --- احمدیت بھی نزول مسیح کی قائل ہے، لیکن اس رنگ میں جس رنگ میں خود حضرت مسیح نے ایلیا یا الیاس کے دوبارہ نزول کی تعبیر کی :-

"ایلیا تو آچکا اور انہوں نے اسکو نہیں پہچانا بلکہ جو چاہا اس کے ساتھ کیا"

"تب شاگرد سمجھ گئے کہ اس نے یوحنا بپتسمہ دینے والے کی بابت کہا ہے" (متی ۱۷ : ۱۲ و ۱۳)

"اور وہ ایلیا کی روح اور قوت میں اس کے آگے آگے چلیگا"

ان الفاظ سے ظاہر ہے کہ یوحنا یا حضرت یحییٰ کی آمد کو ایلیا یا الیاس کی آمد قرار دیا گیا، وہ ایلیا کی **"روح اور قوت"** لیکر آئے تھے لیکن بقول مسیح یہودیوں نے انہیں نہ پہچانا اور جو چاہا ان کے ساتھ کیا بعینہ اسی طرح حضرت مرزا غلام احمد قادیانی حضرت مسیح کی **"روح اور قوت"** لے کر عیسائیوں اور مسلمانوں کی اصلاح کے لئے آئے اور انہوں نے عیسائیت کے تمام زور و قوت کو دلائل قاطعہ سے توڑ کر رکھ دیا نہ صرف یہی بلکہ ان کے گھروں میں اسلام کا جھنڈا گاڑ کر **لا اِلٰہ اِلا اللہ محمد رسول اللہ** کا پیغام انہیں پہنچایا، اسلام کو جو ایک مردہ مذہب سمجھا جاتا تھا اپنے مسیحی اثرات سے **پھر زندہ** کر دکھایا اور دنیا نے دیکھ لیا کہ یہی ایک زندہ اور غالب مذہب ہے جو اس دنیا میں اور آخرت میں امن اور سلامتی کا موجب ہو سکتا ہے۔ لیکن ان سب باتوں کے باوجود "انہوں نے اسکو نہ پہچانا بلکہ جو چاہا اس کے ساتھ کیا" اور کر رہے ہیں **فیا حسرۃ علی العباد ما یاتیہم من رسول الا کانوا بہ یستہزءون۔**

اخبار احمدیہ

—— حضرت امیر مولٰنا صدر الدین صاحب ایدہ اللہ گذشتہ ہفتہ پتیاور تشریف لے لئے اور وہیں نماز جمعہ پڑھائی۔

سانحۂ ارتحال

بدوملہی سے ماسٹر محمد عبد اللہ صاحب لکھتے ہیں کہ :-

"میرے والد حضرت میاں اللہ بخش صاحب ... جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے پرانے خادموں میں سے تھے۔ ۲-۳ اپریل کی درمیانی شب کو اپنے مولا کو پیارے ہو گئے، انا للہ وانا الیہ راجعون، مرحوم جماعت میں سنہ ۱۹۱۴ء میں اختلاف رونما ہونے پر شروع ہی سے حضرت امیر علیہ الرحمۃ کی بیعت میں شامل ہو گئے اور سلسلہ احمدیہ کے صحیح عقائد پر آخری دم تک قائم رہے، حضرت مسیح موعود کے دعوے اور صحیح عقائد اور قادیانی جماعت کے غالیانہ خیالات مثلہ کفر و اسلام اور ظلی بروزی کی حقیقت پر حضرت صاحب کی تحریرات کے حوالے ازبر تھے اور بڑے بڑے قادیانی فاضل ان کے سامنے ٹھہر نہ سکتے تھے۔ آپ اپنے موقر جریدہ میں غائبانہ نماز جنازہ کے لئے تحریر کر دیں تاکہ ساری جماعت جناب والد صاحب مرحوم و مغفور کے لئے دعائے مغفرت فرمائے۔"

پیغام صلح :- ہمیں ماسٹر محمد عبد اللہ صاحب اور دیگر لواحقین سے اس صدمہ میں دلی ہمدردی ہے میاں اللہ بخش صاحب کی وفات از حد افسوسناک ہے اللہ تعالیٰ انہیں مغفرت فرمائے اور تمام پسماندگان کو صبر جمیل عطا کرے، احباب جنازہ غائبانہ کی درخواست ہے۔

ایک غلط فہمی کی تردید

پچھلے دنوں بعض روزانہ اخبارات میں یہ خبر شائع ہوئی تھی کہ کوئی صاحب احمد حسن یا محمد حسین جو امیر جماعت احمدیہ لاہور کا پرسنل اسسٹنٹ ہے چندوں کی رقوم خرد برد کرنیکے الزام میں پولیس نے گرفتار کیا ہے۔ اس خبر سے بعض حلقوں میں یہ غلط فہمی پیدا ہوئی ہے کہ ملزم احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کا کوئی کارکن تھا، حالانکہ یہ صحیح نہیں، اس انجمن کے تمام کارکن بفضلہ تعالیٰ اس الزام سے بری ہیں اور مذکورہ بالا نام کا اس انجمن سے تعلق رکھنے والا کوئی شخص گرفتار نہیں ہوا۔

اخبار و افکار

اپوا کانفرنس

گذشتہ ہفتہ لاہور میں انجمن خواتین پاکستان کی (جسے "اپوا" کے مخفف نام سے پکارا جاتا ہے) ایک عظیم الشان کانفرنس منعقد ہوئی، جس میں نہ صرف پاکستان کی تمام اونچے طبقے کی بیگمات، اپنے شاندار زرق برق لباسوں میں جلوہ افروز ہوئیں، بلکہ ترکی، مصر، ایران، انڈونیشیا وغیرہ سے بھی بعض خواتین اپنے اپنے ملک کی نمایندہ کی حیثیت سے شامل ہوئیں۔ اس کانفرنس میں عورتوں کی ترقی اور سربلندی کے لئے جو تقاریر کی گئیں اور جو قرار دادیں پاس ہوئیں، ان سے صاف معلوم ہوتا ہے، کہ کانفرنس پاکستانی عورتوں کی جس ترقی کی حامی ہے اور جس کے لئے وہ جد وجہد کرنا چاہتی ہے اس کی غرض محض یہ ہے کہ پاکستان کو دوسرے "ترقی یافتہ" ممالک کی سطح پر لایا جائے اسلام کی سطح پر لانا یا پاکستانی عورت کو اسلامی عورت بنانا اس کے مد نظر نہیں، اگرچہ اسلام کا نام بھی تقاریر میں لیا جاتا رہا ... لیکن اس کے ساتھ ہی ساتھ پردہ سے آزادی، تمام تمدنی، معاشرتی اور ملکی معاملات میں عورت اور مرد کی مساوی حیثیت اور ایک جیسے حقوق پر بڑا زور دیا گیا، حالانکہ اسلام نے عورت کو پردہ کے اندر بٹھا کر اور وقرن فی بیوتکن کی تلقین کر کے عزت و عظمت کا جو مقام عطا کیا ہے وہ پردہ سے آزادی اور ہر قسم کے مساویانہ حقوق سے بہت اونچا ہے۔ تمام اسلامی ممالک سے آنے والی خواتین نے بڑے فخر و مباہات کے ساتھ یہ بیان کیا کہ پردہ کی قید سے تمام مسلم ممالک کی خواتین آزاد ہو چکی ہیں، اور "اپوا" کی ان بیگمات نے بھی اپنے نمونہ سے ان پر یہ ثابت کر دیا کہ پاکستان بھی اسی آزادی کا حامی ہے حالانکہ یہ وہ آزادی ہے، جس کے نتائج و اثرات کی تلخی آج وہ مغربی اقوام بھی محسوس کر رہی ہیں جن کی تقلید میں یہ آوازیں بلند کی جا رہی ہیں، اس بارہ میں معاصر "نوائے وقت" کا ایک مضمون دوسری جگہ ہدیہ قارئین کرام ہے، جس پر اگر اسلامی تعلیمات اور واقعات کی روشنی میں ٹھنڈے دل سے غور کیا جائے تو "اپوا" کی صحیح رہنمائی کا موجب ہو سکتا ہے ۔

اللہ تعالیٰ کا کلام

"ہمیں جہاں تک معلوم ہے اب اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں سے کلام کرنا چھوڑ دیا ہے اب اس کے منشاء اور مرضی کا علم صرف اس کی کتاب اور رسول کی سنت ہی سے ہو سکتا ہے" ("چٹان" ۷ اپریل)

معاصر "چٹان" کے یہ فقرات اگرچہ جماعت اسلامی کے اخبار "کوثر" کے دعوئے ہمہ دانی کے جواب میں لکھے گئے ہیں، تاہم جہاں تک اللہ تعالیٰ کے اپنے بندوں سے کلام کرنے کا تعلق ہے، ہم اس خیال سے اختلاف کا اظہار کرنا چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں سے کلام کرنا چھوڑ دیا ہے اس میں شک نہیں کہ کتاب و سنت منشائے الٰہی کے اظہار کے لئے کافی ہے، تاہم اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے ساتھ کلام کرنا چھوڑ نہیں دیا۔ قرآن کریم میں کھلے طور پر فرمایا گیا ہے الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیہم ولا ھم یحزنون۔ الذین امنوا وکانوا یتقون۔ لھم البشرٰی فی الحیٰوۃ الدنیا وفی الاخرۃ لا تبدیل لکلمٰت اللہ ذالک ھو الفوز العظیم۔ اس آیہ کریمہ میں کھلے طور پر یہ بتایا گیا ہے کہ اولیاء اللہ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا مکالمہ مخاطبہ ہوتا رہتا ہے اور انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے بشارات ملتی رہتی ہیں، اس کی تفسیر حدیث نبوی میں ان الفاظ میں کی گئی ہے کہ لم یبق من النبوۃ الا المبشرات نبوت میں سے کچھ بھی باقی نہیں رہا سوائے مبشرات کے اور مبشرات کو آنحضرت صلعم نے نبوت کا چھیالیسواں حصہ قرار دیا ہے، پھر یہ بھی فرمایا لقد کان فی امم من قبلکم رجال یکلمون من غیر ان یکونوا انبیاء فان یکن فی امتی احد فعمر۔ تم سے پہلی امتوں میں ایسے لوگ ہوئے ہیں جن سے اللہ تعالیٰ ہم کلام ہوتا رہا ہے، میری امت میں عمر رض ایسے ہی آدمی ہیں، اسی حدیث کے مطابق امت محمدیہ میں سینکڑوں اولیاء اللہ ہوئے ہیں جو شرف مکالمہ الٰہیہ سے مشرف ہوئے، حضرت سید عبدالقادر جیلانی، حضرت امام غزالی، حضرت شاہ ولی اللہ، حضرت مجدد الف ثانی سرہندی انہی لوگوں میں سے تھے جن کے ملفوظات میں بکثرت الہامات الٰہی پائے جاتے ہیں، اس زمانہ میں بھی حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے بے شمار الہامات موجود ہیں جو سچے ثابت ہوئے، اس لئے یہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں سے کلام کرنا چھوڑ دیا ہے، نہ صرف قرآن کریم اور احادیث نبوی صلعم کی صراحت کے خلاف ہے نہ صرف اولیاء اللہ کے الہامات کو غلط ٹھہرانا اور انہیں معاذ اللہ مفتری علی اللہ قرار دینا ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی صفت تکلم پر بھی اس سے حرف آتا ہے کہ اسے اپنے بندوں کے ساتھ کلام کئے ہوئے تیرہ سو*

*سال ہو گئے، اب لاکھ اس کے آگے روئیں اور سر پٹخیں وہ کسی کے ساتھ بولتا ہی نہیں اور اس نے کلام کرنا ہی چھوڑ دیا ہے، کیا اس کی گویائی معاذ اللہ سلب ہو چکی ہے یا امت مرحومہ کا درجہ ہی سابقہ امم سے اس قدر گرا ہوا ہے کہ ان میں تسب ارشاد نبوی صلعم غیر انبیاء کے ساتھ بھی اللہ تعالیٰ ہم کلام ہوتا تھا، لیکن یہ امت اس شرف سے بھی محروم ہے، کیا یہ کنتم خیر امۃ کے ارشاد الٰہی کی کھلی مخالفت نہیں؟

عالمی یوم صحت

اس ہفتہ پنجاب میں عالمی یوم صحت منایا گیا جو مجلس اقوام متحدہ کے عالمی ادارہ صحت نے دنیا کے ہر حصہ میں منانے کا فیصلہ کیا ہے، لاہور کارپوریشن کے محکمۂ صحت نے لاہور میں اس دن کو کامیاب بنانے کے لئے ہر ممکن سعی سے کام لیا اور حفظان صحت کے اصولوں کی نشر و اشاعت کے لئے جلسے منعقد کئے، مشاعرہ کرایا، کھیلیں وغیرہ کرائی گئیں، بچوں کی نمائش ہوئی اور صحت مند بچوں کو اور کھیلوں میں جیتنے والوں کو انعامات دیئے گئے۔

اسی سلسلہ میں کرنل سید بشیر حسین صاحب ڈائرکٹر صحت سرکار پنجاب نے ایک بیان دیا ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ میڈیکل سائنس کی نمایاں ترقی کے باوجود ہنوز چار مردوں، عورتوں اور بچوں میں سے تین کسی نہ کسی مرض میں مبتلا ہیں، یہ امراض غیر محفوظ فراہمی آب، حفظان صحت کے ناکافی ذرائع کیڑوں اور چوہوں وغیرہ کی بہتات، دودھ اور دیگر اشیائے خوردنی کی ناکافی حفاظت کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں، ہم میں سے ہر شخص کو یہ ذہن نشین کر لینا چاہیئے کہ حفظان صحت اور رہن سہن کا ایک طریقہ ہے ہمارا فرض ہے کہ ہم حفظان صحت کے بعض مخصوص ابتدائی اصولوں پر عمل کریں جس کے لئے ہمیں اپنی جیب سے کچھ خرچ کرنا نہیں پڑتا۔ ہمیں ذاتی کوششوں اور باہمی تعاون سے اپنے گھروں، اپنی دوکانوں، فیکٹریوں اور محلوں کو صاف ستھرا رکھنا چاہیئے اس ذریعہ سے ہم اپنی اور قوم کی صحت کو بہتر بنائیں گے لیکن ہمیں اس سے بھی آگے بڑھنا چاہیئے ہمیں صفائی اور حفاظت صحت کے لئے قومی پروگراموں کی تشکیل و توسیع کی بھی حمایت کرنی چاہیئے"۔

اس بیان کا حرف حرف ان لوگوں کی توجہ کا محتاج ہے جن کے گھر اور قصبات و دیہات طرح طرح کی بیماریوں کی پرورش گاہ بنے ہوئے ہیں۔

اہلیہ محترمہ حضرت مسیح موعودؑ کی تشویشناک علالت

معاصر "الفضل" میں کچھ دنوں سے اہلیہ محترمہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تشویشناک علالت کے حالات شائع ہو رہے ہیں، آخری خبر جو ربوہ سے ۷ر اپریل کو بھیجی گئی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حالت بہت ہی نازک ہے، سانس بے قاعدہ ہے اور رک رک کر آتا ہے یہ خبر ہر شخص کے لئے جسے حضرت مسیح موعودؑ کے ساتھ دلی لگاؤ اور عقیدت ہے تکلیف اور تشویش کا موجب ہے اور ہماری دلی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ممدوحہ محترمہ کو اپنے فضل و کرم سے صحت بخشے اور عمر طویل عطا فرمائے، احباب جماعت سے دعائے صحت کی درخواست ہے۔

نامۂ ووکنگ ——— از شیخ محمد طفیل صاحب

یہودیوں کے ہاں

یہودی نوجوانوں کی بنائی ہوئی ایک سوسائٹی بر کتھ یوتھ آرگنائزیشن (آنو ہرسٹس چیمبر) ۲۳ سی مور پلیس ماربل آرچ لندن کی طرف سے ۳ ار مارچ ۱۹۵۲ء کو تقریر کے لئے فرمائش ہوئی، عنوان تھا "یہودی مذہب اور اسلام" یہودی نوجوانوں کی یہ سوسائٹی - وائی ایم سی - اے کی طرح ہے جس کی شاخیں تمام دنیا میں پھیلی ہوئی ہیں۔

اجلاس میں شرکت کے لئے ڈاکٹر اللہ بخش صاحب کیمیکل انگزامینر پنجاب (جو آجکل اتفاق سے یہاں آئے ہوئے ہیں) یوسف احمد - بشیر احمد اور حازم سیمرک میرے ساتھ تھے

موسم کچھ اچھا نہیں تھا اور ہمارے لئے جگہ بھی نئی تھی اس لئے ہم ووکنگ سے جلد ہی روانہ ہو پڑے - ماربل آرچ کے سٹیشن پر اتر کر ہم نے سوسائٹی کے دفتر کا پتہ چلایا شام کے پونے آٹھ بجے تھے اور میٹنگ شروع ہونے میں ابھی آدھ گھنٹہ کا وقفہ تھا - اس خیال سے کہ واپس لوٹتے لوٹتے رات کے بارہ بج جائیں گے یہ صلاح ٹھہری کہ نزدیک کسی ریسٹوران میں جا کر چائے کی ایک ایک پیالی پی لی جائے - اور اتفاق سے نزدیک ہی یہودیوں کا ایک کیفے بھی مل گیا - کوئی زیادہ بڑا نہ تھا ہمیں اندر کے ایک کمرے میں بٹھا دیا گیا - دودھ یا تو وہاں تھا ہی نہیں یا ختم ہو چکا تھا - لیموں ڈال کر ہمیں چائے دی گئی اور ایک پیالی بلیک کافی کی میرے لئے اور چھ سینڈوچز جن میں گوشت تھا - بشیر صاحب اور یوسف احمد صاحب بہت خوش تھے کہنے لگے یہ ہوٹل بہت اچھا ہے یہاں ذبیحہ ملتا ہے اور صاف ستھری جگہ ہے - جب موقعہ ملے گا یہاں آیا کریں گے - جب بل آیا تو بشیر صاحب حیرت سے ویٹرس کا منہ دیکھنے لگے ایک شلنگ تین پنس - اتنا سستا؟ انہوں نے ایک پونڈ کا نوٹ ویٹرس کے حوالہ کیا - اسی اثنا میں حازم صاحب کی نظر بل پر جا پڑی انہوں نے جھٹ ایک پونڈ مزید نکال کر آگے رکھ دیا - اس وقت بشیر صاحب کو محسوس ہوا کہ یہ بل ایک شلنگ تین پنس کا نہیں بلکہ ایک پونڈ تین شلنگ کا تھا باہر نکل کر سب اس ہوٹل کو کوسنے لگے - کسی اور کیفے میں اس رقم میں سب لوگ خوب اچھی طرح سے کھانا کھا سکتے تھے - ڈاکٹر اللہ بخش صاحب کہنے لگے - تو اس قوم کی خصوصیت ہے اس میں تعجب کی کونسی بات ہے - میٹنگ کا وقت ہو چکا تھا اس لئے اس موضوع پر زیادہ تبصرہ اور تبادلۂ خیالات کا موقعہ نہ تھا ہم جلد جلد قدم اٹھاتے میٹنگ ہال میں جا پہنچے -

صدر نے میرا تعارف کرایا اور میں نے سورۃ [illegible] تلاوت اور ترجمہ کے بعد اپنی تقریر شروع کی - [illegible] میں یہودیوں اور مسلمانوں کی موجودہ کشمکش کا ذکر کیا اور پھر اس سوال پر بحث شروع کی کہ یہودی مذہب کے علاوہ کسی اور مذہب کی انسانیت کو ضرورت ہے یا نہیں، جبکہ یہودی مذہب صرف یہودیوں کے لئے مخصوص کیا گیا ہے تو باقی اقوام کے لئے ایک علیحدہ مذہب کی ضرورت تو ایک فطری امر ہے اور یہودیوں کے لئے بھی موسوی شریعت کافی ہوتی اگر وہ بغیر محرف و مبدل کئے ہوئے ان کے پاس موجود رہتی یہودی انسائیکلو پیڈیا کے مطابق بائبل کی تمام کتب ضائع ہو گئی ہیں جنہیں حضرت موسیٰ کی بعثت کے سینکڑوں سال بعد لکھا گیا اور تو اور موسوی شریعت کے دس قوانین شرعیہ (Ten Commandments) بھی خروج میں دو جگہ مختلف درج کئے گئے ہیں جس نے اس عام شریعت کی حیثیت کو مشکوک بنا دیا ہے - اسی ضمن میں قرآن مجید اور عہد نامہ عتیق کے مختلف واقعات کا بھی ذکر کیا جو دونوں کتب میں مذکور ہوئے ہیں اور ان کے اختلاف اور فرق کو ظاہر کیا - تقریر کے آخر میں عہد نامہ عتیق میں رسول کریم صلعم کے متعلق جو پیشگوئیاں ہیں ان کا ذکر کر کے ان پر یہ ذکر ختم کیا کہ صرف بانیٔ اسلام ہی ان پیشگوئیوں کے مصداق ہیں جو تمام انسانیت کے لئے امن اور سلامتی کا پیغام لے کر آئے ہیں (اصل تقریر اخبار لائٹ میں شائع ہو رہی ہے)

سوال و جواب کی جب باری آئی تو ایک صاحب نے سب سے پہلے پوچھا جس نبی کے آنے کی پیشگوئی عہد نامہ عتیق میں کی گئی ہے اسے تو دنیا میں آ کر امن پھیلانا تھا لیکن حضرت محمدؐ کو تو بہت سی لڑائیاں لڑنا پڑیں -

جواب :- اسلام کے معنی ہیں امن اور سلامتی کا رستہ - حضرت محمد صلعم جو پیغام دنیا میں لائے ہیں اس پر چل کر ہی انسانیت امن و سلامتی میں رہ سکتی ہے اسلام چونکہ ایک کامل دین تھا اس لئے اس میں ان اصولوں کی توضیح بھی کر دی گئی جو جنگ و جدال سے متعلق تھے ظلم کے خلاف جد و جہد کرنا امن کے اصولوں کے منافی نہیں

سوال :- عیسائی کہتے ہیں کہ یہی پیشگوئیاں حضرت مسیح پر پوری اترتی ہیں - آپ کہتے ہیں کہ حضرت محمدؐ اس کے مصداق ہیں ہم کس کی بات مانیں -

جواب :- حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے تو جب پوچھا گیا کہ آپ "وہ نبی" ہیں تو انہوں نے انکار کیا - دنیا میں صرف ایک ہی نبی ہے جس نے اپنے آپ کو موسیٰ کی مانند نبی کہا - دیکھنا تو یہ ہے کہ جو علامات ان صحائف میں بیان کی گئی ہیں وہ کس شخص کی آمد سے پوری ہوئیں - اس نبی کا نبی اسرائیل کے بھائیوں میں سے ہونا - دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ آنا وغیرہ جن کا حضرت عیسیٰ پر اطلاق نہیں ہو سکتا -

صدر جلسہ :- کیا آپ کے پاس اصل مواد موجود ہے؟ -

اس پر میں نے پورا مواد پڑھ کر سنایا - [illegible] بہت سے سوالات ہوئے - اسلام کے

بنیادی اصول کیا ہیں؟
قرآن کب اور کیسے لکھا گیا؟
توریت کے متعلق قرآن کیا کہتا ہے؟

بحث کا سلسلہ لامتناہی ہوتا جا رہا تھا - آخر صدر نے اٹھ کر جلسہ کو برخاست کیا - لیکن اب سامعین نے ڈاکٹر اللہ بخش، یوسف احمد، بشیر احمد کو گھیر لیا اور مختلف سوالات پوچھتے رہے - گیارہ بجے کے قریب یہ سلسلہ ختم ہوا اور ہم ووکنگ واپس چلے آئے

اعلانِ بیعت و درخواستِ دعا

بعالی خدمت جناب حضرت امیر جماعت احمدیہ ایدہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ -

نیاز مند کی منظوری بیعت والا گرامی نامہ شرف صدور لایا - الحمد للہ کہ مجھ جیسے بے علم اور ہر پہلو سے گرے ہوئے انسان کو نعمت عظمیٰ نصیب ہوئی اور آں والا صفات نے میری بیعت منظور فرمائی -

یہاں یہ عرض کر دینا بے جا نہ ہوگا کہ یہ پیغام حق مجھے میرے بہنوئی جناب سمندر لال صاحب کے ذریعہ پہنچا - اللہ تعالیٰ انہیں اجر دارین نصیب کرے -

عرصہ دس ماہ سے مبتلائے ٹی - بی ہوں - اب بفضل خدا تعالیٰ کافی صحت ہے بکلی صحتیاب ہونے کی جلدی ہی امید ہے دعاؤں کی بیحد ضرورت ہے دعا فرما دیں کہ اللہ میاں صحت کے ساتھ میرے ادنیٰ وجود کو اسلام کے لئے مفید ثابت کرے اور مجھے خدمت کی توفیق عطا فرمائے - آمین -

میں تعلیم یافتہ ہوں احمدیت کو بہ نظر غور مطالعہ کیا ہے اس لئے حق کو مخفی نہیں رکھنا چاہتا، لہذا میرے اس سلسلہ عالیہ میں شامل ہونے کا اعلان اخبار پیغام صلح میں کر دیا جائے عین نوازش ہوگی - والسلام ۲۰-۳-۵۲

خاکسار :- عبد الغفار نیازولد بیدریل قوم پوجال سکنہ امب - (امب سٹیٹ) حال ڈاڈر سینی ٹوریم ضلع ہزارہ -

---

درخواستِ دعا

حیدر آباد دکن سے مکرم شیخ انعام الحق صاحب لکھتے ہیں :-

"ہمارے ایک نوجوان دوست مولوی محمد اصحاب صاحب سیکرٹری جماعت گدگ ضلع دھارواڑ امسال امتحان میٹرکولیشن میں شریک ہو رہے ہیں براہ کرم "اخبار احمدیہ" کے کالم میں ان کی کامیابی کے لئے دعا کی تحریک فرما دیں"

امید ہے احباب، مولوی محمد اصحاب صاحب اور دیگر طلباء کے لئے جو مختلف امتحانات میں شریک ہو رہے ہیں دعا فرمائیں گے

بچوں کا صفحہ ——— مولانا مرتضیٰ خان صاحب

اسلام میں خیرات و صدقات

ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ مبارک میں مسلمان خیرات و صدقات میں بڑھ بڑھ کر حصہ لیتے تھے۔ وہ اپنا مال بے دریغ غریبوں اور محتاجوں میں بانٹ دیتے تھے۔ ان کی بڑی سے بڑی خوشی یہ تھی کہ جو کچھ ان کے پاس ہے۔ وہ خدا کے رستہ میں خرچ کر دیں۔ جب صدقات کے متعلق قرآن شریف میں حکم نازل ہوا۔ تو ہمارے نبیؐ کے صحابہؓ منڈی میں چلے جاتے اور وہاں سے محنت مزدوری کر کے کچھ کما لاتے اور جو کچھ کماتے وہ غریبوں اور مسکینوں کی نذر کر دیتے۔ خود بھوکے رہتے مگر دوسروں کو دے دیتے۔ اس زمانہ میں کسی کو مال جمع کرنے کا خیال بھی نہیں آتا تھا۔ بلکہ بعض لوگ تو مال جمع کرنا گناہ سمجھتے تھے۔ آج کل یہ سوال بار بار پیدا ہو رہا ہے کہ دولت چند لوگوں کے[٢] پاس برابر برابر ہونی چاہیئے۔ اس زمانہ میں یہ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا کیونکہ کسی کے پاس مال ہی جمع نہیں ہوتا تھا۔ جس کے پاس کچھ زیادہ ہوتا تھا وہ دوسروں میں تقسیم کر دیتا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ کے لوگ صدقہ دینے میں ایک دوسرے سے بازی لے جانا چاہتے تھے۔ اور ہر ایک کے دل میں یہی تڑپ تھی کہ میں اس کام میں دوسروں سے بڑھ جاؤں پھر ایک اور بڑی خوبی یہ تھی کہ وہ لوگ جو کچھ دیتے تھے دکھاوا کے لئے نہیں دیتے تھے یا اس خیال سے نہیں دیتے تھے کہ لوگ ان کی تعریف کریں۔ بلکہ وہ محض خدا کو خوش کرنے کے لئے دیتے تھے۔ اب اس بارہ میں ہم کچھ واقعات تم کو بتاتے ہیں:۔

"ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بہت سا مال آ گیا۔ انہوں نے سوچا کہ آج تو میں سخاوت میں حضرت ابوبکرؓ سے بڑھ جاؤں گا۔ اس خیال سے انہوں نے آدھا مال لیا اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں پر جا کر رکھا کہ حضورؐ اس کو راہ خدا میں تقسیم فرما دیں۔ حضور صلعم نے پوچھا "عمر! کچھ گھر میں بھی چھوڑ آئے یا نہیں" حضرت عمرؓ نے جواب دیا "یا رسول اللہ آدھا مال لے آیا ہوں اور آدھا گھر چھوڑ آیا ہوں" اسی اثنا میں حضرت ابوبکرؓ آ گئے اور اپنا مال حضورؐ کے پیش کیا۔ حضور صلعم نے آپ سے بھی سوال کیا۔ اور پوچھا "ابوبکرؓ کچھ بیوی بچوں کے لئے بھی چھوڑ آئے؟" آپ نے جواب دیا[١] کہ جو کچھ گھر میں تھا سب لے آیا ہوں۔ یہ تھا جوش اس زمانہ کے مسلمانوں کے دل میں۔ گھر کا گھر خدا کے رستہ میں لٹا دیتے تھے اور ان کو ذرا فکر نہ ہوتا تھا کہ خود کیا کھائیں گے اور کس طرح سے زندہ رہیں گے۔ وہ خدا کے رستہ میں دیتے تھے اور خدا ان کو دیتا تھا۔ چند سالوں کے اندر اندر ہی مدینہ اس قدر زر و مال آیا کہ خیرات کے لئے کوئی مسکین نہیں ملتا تھا۔ خلیفہ مال دیتا تھا اور لوگ یہ کہکر انکار کر دیتے تھے کہ ہمارے ہاں پہلے ہی کافی ہے۔ بے شک جو خدا کے رستہ میں دیتے ہیں خدا ان کو بہت دیتا ہے۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے زرعی زمین کا ایک وسیع قطعہ حاصل کیا۔ آپ نے پسند نہ فرمایا کہ اس کی پیداوار کو اپنی ذات پر خرچ کریں۔ آپ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گئے اور عرض کی "یا رسول اللہ! ایک بہت قیمتی زرعی جائداد میرے پاس ہے۔ میں اسکو کس مصرف میں لاؤں جو میرے لئے ثواب کا موجب ہو"۔ حضور صلعم نے فرمایا "آپ اس کو صدقہ میں دے دیں۔ حضرت عمر رضؓ نے فوراً تعمیل کی اور اس قطعہ زمین کو غریبوں۔ مسافروں اور رشتہ داروں کے لئے وقف کر دیا"

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابی بن کعب کو زکوٰۃ جمع کرنے کے لئے بھیجا۔ وہ ایک جگہ گئے اور وہاں کے ایک مسلمان نے گھر کا سارا مال و متاع ان کے آگے لا رکھا۔ حضرت ابی بن کعب نے اس شخص کی تمام جائداد کا ٹھیک ٹھیک اندازہ لگایا اور کہا تمہاری زکوٰۃ محض ایک مادہ بچہ شتر نکلتی ہے۔ اس پر اس شخص نے کہا کہ میرے پاس جو بچہ شتر ہے وہ نہ تو سواری کے قابل ہے اور نہ ہی دودھ دیتی ہے۔ اس کے بدلے میں میں آپ کو ایک خوب موٹی تازی اونٹنی دیتا ہوں۔ حضرت ابی بن کعب نے کہا یہ تو لینے کا مجھے اختیار نہیں ہے۔ ہاں اگر حضرت نبی کریم صلعم اس کی اجازت دیں تو الگ امر ہے۔ اس پر وہ دونوں حضرت نبی کریم صلعم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضور صلعم نے دونوں کے بیانات سن کر فرمایا۔ "از روئے شریعت تو تمہیں ایک مادہ بچہ شتر ہی دینا پڑتا ہے لیکن اگر تم بڑی اونٹنی دینا چاہتے ہو تو یہ بطور صدقہ شمار ہوگا۔

حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس ایک ہی لونڈی تھی جو ان کے گھر کے کام کاج میں ہاتھ بٹاتی تھی۔ آپ نے اس کو محض اس لئے فروخت کر دیا کہ جو روپیہ اس طرح سے حاصل ہوگا اسکو بطور صدقہ و خیرات تقسیم کر دیں گے۔ وہ یہ روپیہ اپنی جھولی میں ڈالے بیٹھی تھیں کہ ان کا شوہر باہر سے آیا اور ان سے کہنے لگا کہ یہ روپیہ مجھے دے دو، آپ نے انکار کر دیا اور کہا کہ یہ تو میں نے محض خیرات کے لئے رکھا ہے۔

حضرت سلمان فارسی رضؓ مدینہ کے گورنر تھے۔ آپ کا سالانہ وظیفہ پانچہزار دینار تھا جو آجکل کے تقریباً بیس ہزار روپے کے برابر ہے۔ آپ یہ سارا روپیہ راہِ خدا میں تقسیم کر دیا کرتے تھے۔ اور خود چٹائیاں بنا کر اپنا پیٹ پالتے تھے۔

غرضیکہ ہمارے نبی کریم صلعم کے صحابہؓ نہایت سخی نہایت فیاض تھے۔ خدا کے رستہ میں مال پانی کی طرح بہا دیتے تھے۔ ان کے سامنے حضرت نبی کریم صلعم کا نمونہ تھا۔ جنکی سخاوت

(باقی برصفحہ اول)

---

[١] یا رسول اللہ بیوی بچوں کے لئے اللہ اور اللہ کے رسول کا نام ہی کافی ہے مطلب یہ کہ

پنجاب کس کی حکومت میں خوشحال تھا

از عباد اللہ گیانی صاحب گوجرانوالہ

مشرقی پنجاب سے شائع ہونے والے ایک ہفتہ وار گورمکھی اخبار نے ۱۷ جون ۱۹۵۱ء کی اشاعت میں ایک مضمون "پنجاب کس دے راج وچ خوشحال سی" کے عنوان پر شائع کیا ہے، اس میں مسلمان بادشاہوں اور حکمرانوں پر کئی بے بنیاد اور بے حقیقت الزام لگانے کے علاوہ سکھ حکومت کی بے حد مدح سرائی کی گئی ہے۔ اور لکھا ہے کہ:۔

"جب پنجاب میں مغلوں کا راج تھا تو پنجاب میں بہت غدر مچا ہوا تھا .... سکھوں کی طرف سے بہت سی قربانیاں پیش کرنے کے بعد پنجاب میں سکھ حکومت قائم ہوئی جس میں احسان فراموش ہندوؤں اور اپنے جانی دشمن مسلمانوں کو پوری پوری رعایتیں اور سہولتیں دی گئیں۔ اور ان دنوں پنجاب اتنا خوشحال تھا کہ ایک روپیہ من گندم۔ ایک آنہ سیر دودھ اور آٹھ آنہ سیر گھی ملتا تھا۔ غریب سے غریب انسان بھی اپنی زندگی خوشحالی اور امن سے بسر کرتا تھا۔"

اس مضمون میں سکھ حکومت کی مدح سرائی میں جو کچھ بیان کیا گیا ہے وہ بے حقیقت ہے "احسان فراموش" ہندوؤں اور "جانی دشمن مسلمانوں" کو سکھ راج میں کسی سہولت کا ملنا تو بہت دور کی بات ہے۔ خود سکھوں کو بھی حکومت میں امن حاصل نہ تھا۔ سکھ حکومت کے بانی اور سکھوں کے پہلے اور آخری بادشاہ مہاراجہ رنجیت سنگھ کے واقعات خود سکھ مؤرخین اور سکھ مصنفین نے جس رنگ میں بیان کئے ہیں۔ ان سے ہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ حکومت دراصل پنجاب میں عذاب الٰہی کا رنگ رکھتی تھی۔

یہ صحیح ہے کہ موجودہ زمانہ کے سکھ مصنفین سکھ حکومت کو نہ صرف اپنی قومی، اور آدرشک حکومت بیان کرتے ہیں۔ بلکہ اسے تمام پنجابیوں کی مشترکہ حکومت کے نام سے موسوم کرنے کی بھی جسارت کرتے ہیں۔ خواہ یہ حکومت اپنے "شاندار" کارناموں کی وجہ سے دھوپ کے سایہ کی مانند کچھ عرصہ اپنا جوبن دکھلا کر ہمیشہ کی نیند سو گئی۔ مگر بعد میں آنے والے لوگوں کے لئے کبھی نہ مٹنے والی یادگار "سکھا شاہی" کا بے مثال محاورہ چھوڑ گئی۔ یہ صرف ایک محاورہ ہی نہیں بلکہ اس ہیبت ناک خوفناک تاریخ کی طرف اشارہ ہے جس کے تصور سے انسان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور دل بیٹھ جاتا ہے۔

اس سکھ حکومت کے بانی مبانی مہاراجہ رنجیت سنگھ ہوئے ہیں۔ آپ کی تاریخ نہایت گھناؤنی اور ڈراونی ہے۔ خواہ زمانہ حال کا سکھ مؤرخ اپنے اس پہلے اور آخری مہاراجہ کو بہت بڑھا چڑھا کر دنیا کے سامنے پیش کر رہا ہے۔ اور اس کی بہادری کے بے بنیاد اور بے حقیقت گیت گا رہا ہے۔ اس کے باوجود ایسے سکھ ودوان بھی موجود ہیں جن کا قلم اس راجہ کی خونی داستان پر آنسو بہائے بغیر نہیں رہتا۔ اور صاف الفاظ میں لکھ دیتا ہے کہ:۔

"سکھ حکومت کا آغاز ہوتے ہی پھر ایک شخص کو بڑا کرنے کے لئے تمام طاقت صرف ہونی شروع ہو گئی۔ جمہوریت کی جگہ شخصی حکومت نے لے لی۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ نے سکھ طاقت کو جمع کیا۔ یہ دعوے اکثر سکھ ودوان ابھی تک کرتے چلے آ رہے ہیں۔ مگر یہی وہ شخص تھا جس نے سکھوں کو جمہوریت اور اشتراکیت سے ہٹا کر دوسروں کی محنت سے اپنی طاقت بڑھانے کی کوشش کی۔ سکھ مریادہ۔ سکھ چلن اور گورو گوبند سنگھ صاحب کا جمہوری قانون مٹ گیا اور سکھ ہر لحاظ سے حیوانیت اور نفسانیت میں مبتلا ہو گئے۔ یہی کمی تھی جس کی وجہ سے شیر پنجاب کی آنکھیں بند ہوتے ہی سکھوں میں باہمی پھوٹ کے سبب سکھ راج کا خاتمہ ہو گیا۔"

(ترجمہ از اخبار "فتح" سالانہ نمبر ۱۹۴۶ء)

ناظرین خود ہی غور فرمائیں کہ جس سکھ حکومت میں سکھ مریادہ۔ سکھ چلن اور گورو گوبند سنگھ کا جمہوری قانون مٹ گیا تھا۔ اس میں دوسرے مذاہب سے تعلق رکھنے والے "احسان فراموش ہندوؤں" اور "سکھوں کے جانی دشمن مسلمانوں" کو کہاں تک سہولتیں اور رعایتیں حاصل ہوئی ہوں گی۔

گیانی لال سنگھ نے مہاراجہ رنجیت سنگھ کے متعلق بیان کیا ہے:۔

"مثلوں کے سرداروں کی باہمی عداوت کے سبب رنجیت سنگھ کا خوب داؤ چل گیا۔ اس کی پالیسی ایک کو مار کر دوسرے کو مارنا تھی۔ بھائی بندی کی بات ترک کر دی گئی ......

سیاسی معاملات میں رشتہ داروں سے چھین لینا کوئی گناہ نہیں۔ اس کی پالیسی تھی ......

ضرورت پڑنے پر رشتہ داروں کا پاس اس کے پاس بہت کم تھا۔"

(ترجمہ از خالصہ دربار گورمکھی صفحہ ۲۶، ۲۵)

ایک اور مقام پر گیانی صاحب موصوف نے لکھا ہے:۔

"کہا جاتا ہے کہ رنجیت سنگھ نے پنجاب فتح کیا۔ مگر پنجاب پہلے ہی خالصہ جی کے قبضہ میں تھا مہاراجہ نے بے شک کچھ علاقہ بڑھایا تھا مگر بہت سا علاقہ سکھوں سے ہی چھین کر ہضم کر لیا۔"

(ترجمہ از خالصہ دربار صفحہ ۱۸)

اس مہاراجہ نے جس ڈھنگ سے اپنی طاقت کو بڑھایا وہ نہ صرف یہ کہ دھرم کے ہی خلاف ہے۔ بلکہ تہذیب اور شرافت کے بھی منافی ہے۔ سکھوں کے اس مایہ ناز راجہ نے اپنی سلطنت کا آغاز اپنی بیوہ والدہ پر ہاتھ صاف کر لینے سے کیا۔ وہ اس کے راستہ میں حائل تھی اور نہیں چاہتی تھی کہ رنجیت سنگھ اپنی چھوٹی عمر میں ہی خانگی، اور انتظامیہ امور میں کوئی دخل دے۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ نے اسے زہر دے کر مار ڈالا (ملاحظہ ہو ہسٹری آف دی پنجاب مصنفہ سید عبداللطیف ۔ ہسٹری آف دی سکھس مصنفہ کننگھم صفحہ ۱۷۰ و سکھاں دے راج دی وتھیا صفحہ ۹۲ و حیات رنجیت صفحہ ۳۹ و سکھ اتہاس گورمکھی مصنفہ مسٹر کننگھم صفحہ ۳۴)

سکھ لٹریچر شاہد ہے کہ رنجیت سنگھ نے اپنی ماں کو ملک عدم کا راستہ دکھانے کے بعد اپنے باپ دادا کے دوستوں اور عزیزوں پر بھی خوب ہاتھ صاف کئے۔ گیانی گیان سنگھ بیان کرتے ہیں کہ مہاراجہ رنجیت سنگھ نے بعض علاقے اس ڈھنگ سے اپنے قبضہ میں لئے کہ جب ان کے مالک مرتے تو یہ خاندانی تعلقات کی بنا پر ان کے ہاں تعزیت کے لئے جاتا اور اسی بہانہ سے ان کے لواحقین کو قید کر کے ان کے علاقے ضبط کر لیتا (ملاحظہ ہو تواریخ گورو خالصہ اردو صفحہ ۸۷ و صفحہ ۹۴) بعض بیوہ سکھ عورتوں کے علاقے بھی اس نے زبردستی چھین کر اپنی حکومت میں شامل کر لئے

(ملاحظہ ہو تواریخ گورو خالصہ صفحہ ۸۱ و صفحہ ۸۸ و صفحہ ۱۱۱)

نیز اس نے اپنے پھوپھڑ سردار صاحب سنگھ ایسوں کو بھی تباہ کرنے سے دریغ نہ کیا (ملاحظہ ہو تواریخ گورو خالصہ صفحہ ۱۰۸) سکھ مورخین بیان کرتے ہیں کہ مہاراجہ صاحب ریاست ہائے پھولکیاں، نابھہ۔ پٹیالہ و جیند وغیرہ کو بھی ختم کرنے کے خواہشمند تھے۔ مگر ان سکھ ریاستوں کے والیوں نے انگریزوں کی پناہ لے کر اپنی جان بچالی۔ (ملاحظہ ہو رسالہ امرت مئی و جون ۱۹۴۵ء)

اس کے علاوہ مہاراجہ رنجیت سنگھ صاحب موصوف کی خوشدامن سدا کور۔ جو ہر لڑائی میں اس کے کام آتی رہی اور روپیہ وغیرہ سے ہر ممکن امداد کرتی رہی۔ اس کے ہاتھ سے نہ بچ سکی اور اس کے ہاتھوں اپنا سب کچھ گنوا بیٹھی۔ رنجیت سنگھ نے اسے بہانہ سے اپنے گھر بلوا کر قید کر دیا اس کے علاقہ پر فوج کشی کروا دی۔ جب مہاراجہ کی فوج اس کے قلعہ پر قبضہ جمانے کی غرض سے آگے بڑھی تو سدا کور کے آدمیوں نے سخت مزاحمت کی۔ اور رنجیت سنگھ کی فوج کو کافی نقصان پہنچایا۔ رنجیت سنگھ نے اس امر کی اطلاع ملنے پر اپنی ساس کو تین دن کا فاقہ دیا۔ جب وہ بھوک سے لاچار ہو گئی تو اس سے اس کے آدمیوں کی طرف لکھوایا گیا کہ وہ مزاحمت ترک کر کے قلعہ رنجیت سنگھ کے آدمیوں کے حوالہ کر دیں۔

(تواریخ گورو خالصہ حصہ سوم صفحہ ۱۴۷)

رنجیت سنگھ نے اپنی بیوہ ساس سدا کور کا علاقہ ہضم کر لینے کے بعد بھی اسکو رہا نہ کیا۔ آخر وہ اسی قید خانہ میں ہی وفات پا گئی۔

(تاریخ پنجاب مصنفہ کنھیا لال)

سردار بہادر نکاہن سنگھ نابھہ نے سدا کور کے اس

انجام سے متعلق لکھا ہے:۔

"یہ مدت تک اپنی نسل کی طاقت مہاراجہ رنجیت سنگھ کی امداد میں خرچ کرتی رہی۔ مگر ۱۸۲۱ء میں اس کا اپنے داماد سے بگاڑ ہوگیا۔ اور آخر کار اپنا علاقہ بھی گنوا بیٹھی"

(ترجمہ از انسائیکلو پیڈیا آف دی سکھ لٹریچر صفحہ ۴۵۳)

سکھوں کے مشہور و معروف مؤرخ گیانی گیان سنگھ نے سدا کور کے اس عبرتناک انجام پر مندرجہ ذیل الفاظ میں آنسو بہائے ہیں:۔

"افسوس کہ سردارنی سدا کور جیسی جوانمرد عورت جس کی زندگی پنجاب کی تاریخ کو زیب دے رہی ہے اور جس کی خاص مدد سے مہاراجہ کو یہ عروج حاصل ہونے کا موقعہ ملا ہو اس کے ساتھ آخر میں یہ سلوک ہوا۔ اصل بات یہ ہے کہ یہی ایک خاندان قابلِ طلب رہ گیا تھا . . . .

اسی وجہ سے راجنیت کا پھندہ ڈال کر اپنی خاص ساس کو بھی قید کر ڈالا"

(تواریخ گورو خالصہ اردو صفحہ ۱۴۳)

ان ہولناک اور عبرتناک واقعات سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ جس سکھ حکومت میں حکمران کی بیوہ اور والدہ ساس بھی نہ بچ سکی۔ اس میں غیروں اور "احسان فراموش" ہندوؤں اور سکھوں کے "جانی دشمن" مسلمانوں سے کیا برتاؤ کیا گیا ہوگا۔ سکھ حکومت کی زبردستیوں کا ایک نمونہ سنت اندر سنگھ چکرورتی نے بھی پیش کیا ہے چنانچہ آپ تحریر فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ فوج کچھ خزانہ لے کر لاہور سے پشاور روانہ ہوئی۔ اس فوج نے جس طرح یہ سفر شروع کیا وہ سکھاشاہی کی ہی تصویر ہے:۔

"سرکاری حکم ملنے پر ۱۸۹۸ بکرمی میں فوج نے لاہور سے کوچ کیا۔ اور منزل بمنزل اپنا سفر ختم کرنا شروع کیا۔ اب ایک تو فوج کا مارچ دوسرے فوج بھی خالصہ جی کی۔ اور تیسرے لوٹ مار کا زمانہ ان تینوں باتوں کے جمع ہو جانے سے یہ کیونکر توقع کی جا سکتی تھی کہ فوج اپنے سفر کو آرام اور امن سے ختم کرے۔ لاہور سے کوچ ہوتے ہی لوٹ مار کا بازار گرم ہوگیا۔ راستہ میں جو بھی فصل ملا سب ملیا میٹ اور جو دکاندار راہی مسافر نظر پڑا۔

ست سری اکال
کٹ مار کینی تے کھوہ لیا مال

دیہات میں شور برپا ہوگیا۔ الغرض خالصہ جی کی یہ فوج ایسے امن و سکون سے سفر کر رہی تھی کہ تمام علاقہ میں تہلکہ مچ گیا۔ ایک قیامت برپا ہوگئی۔ جب فوج وزیر آباد میں ڈیرے ڈالے بیٹھی تھی کہ گجرات میں ہل چل مچ جاتی تھی"

(ترجمہ از نامدھاری اتہاس حصہ اول گورمکھی صفحہ ۲۷)

یہ فوج محض سرکاری خزانہ ایک مقام سے دوسرے مقام تک پہنچانے جا رہی تھی۔ اس کا مقصد کسی کے علاقہ پر حملہ کرنا نہ تھا۔ اور اس کا تمام سفر اپنی رعایا کے دیہات اور قصبات میں سے تھا۔ اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ جب اس قسم کے لوگ کسی دوسرے کے علاقہ پر حملہ کرنے کی غرض سے جاتے ہوں گے تو کیا کیا آفتیں برپا کرتے ہوں گے۔ اس فوج میں سکھوں کے مشہور و معروف فرقہ نامدھاری کے گورو بابا رام سنگھ بھی شامل تھے۔

(ملاحظہ ہو نامدھاری اتہاس حصہ اول صفحہ ۲۷)

الغرض سکھوں کے اس قسم کے کارناموں کی وجہ سے ہی "سکھاشاہی" کا محاورہ عالم وجود میں آیا۔ اس محاورہ کو ایجاد کرنے والوں نے کوزہ میں دریا بند کر دیا ہے۔ گویا یہ محاورہ سکھ حکومت کی مختصر تاریخ ہے۔ چنانچہ مشہور سکھ لیڈر ماسٹر تارا سنگھ نے حال ہی میں لکھا ہے:۔

"سکھ راج جب تک سچا راج تھا۔ قومی راج تھا۔ مگر جب یہ خود غرضوں کے ہاتھ آ گیا تو سکھ راج کی جگہ "سکھاشاہی" راج بن گیا"

(ترجمہ از رسالہ سنت سپاہی اگست ۱۹۵۰ء)

قطع نظر اس کے کہ سکھ حکومت کسی وقت قومی حکومت تھی یا نہیں۔ اس سے یہ ضرور واضح ہو جاتا ہے کہ ماسٹر تارا سنگھ صاحب کے نزدیک بھی سکھ حکومت ایک وقت سکھاشاہی کا رنگ اختیار کر گئی تھی۔ اور "سکھاشاہی" کی اصطلاح قائم کرنے والوں نے سکھ حکومت پر کوئی غلط الزام عائد نہیں کیا بلکہ ایک حقیقت بیان کی ہے۔

اس سکھاشاہی کا ہی نتیجہ تھا کہ رنجیت سنگھ کی آنکھیں بند ہوتے ہی اس کے دو بیٹے ختم ہو گئے اور اس سکھاشاہی کی آگ کی زد میں رنجیت سنگھ کا باقی خاندان بھی آ گیا۔ رنجیت سنگھ کے پوتے نونہال سنگھ نے جسے عموماً دوسرا رنجیت سنگھ کہا جاتا ہے۔ اپنے دادا کے نقش قدم پر چل کر اپنے بزرگوار والد کو نظر بند کر دیا۔ چنانچہ سردار بہادر نامن سنگھ نابھہ بیان کرتے ہیں کہ:۔

"کنور نونہال سنگھ نے اپنے باپ کو نظر بند کر کے حکومت کا کاروبار اپنے ہاتھ میں لے لیا"

(انسائیکلو پیڈیا آف دی سکھ لٹریچر صفحہ ۲۱۶۱)

نونہال سنگھ اپنے باپ کو جیل میں ختم کرنے کے بعد خود بھی اس سکھاشاہی کی نذر ہوگیا۔ اور اس طرح آخر کار اس سکھ حکومت کی صف لپیٹ دی گئی۔ ان حالات اور واقعات کے پیش نظر سنت ندھان سنگھ عالم نے لکھا ہے:۔

"خالصہ حکومت کے نشہ میں گورو صاحب کی اس تعلیم کو بھول گیا . . . . جو اسے گورو گوبند سنگھ نے نادیر سے روپوش ہوتے وقت دی تھی . . . . خالصہ گورسکھی سے خالی ہونے کی وجہ سے اپنے کرم اور دھرم سے بالکل گر چکا تھا۔ خالصہ کی افواج نے اپنے سر پر کوئی روحانی ڈنڈا نہ دیکھ کر ایسے ایسے کام کئے جن کے باعث باہمی فتنہ و فساد کی آگ بھڑک اٹھی۔ ایک نے دوسرے کا حق مارنے کی کوشش میں تلوار اٹھائی۔ باہمی خانہ جنگی نے پنجاب کی حکومت کے لئے انگریزوں کو دعوت دی"

(ترجمہ از گورو مد پرکاش گورمکھی صفحہ ۸۶)

ان حوالہ جات کی روشنی میں یہ سمجھنا کچھ مشکل نہیں کہ سکھ حکومت میں غیروں کے ساتھ کیا برتاؤ ہوا ہوگا۔ مشرقی پنجاب کے گورمکھی اخبار نے سکھ ریاست کی خوشحالی کا بھی تذکرہ کیا ہے اور بتایا ہے کہ اس میں ایک روپیہ من گندم۔ ایک آنہ سیر دودھ۔ اور آٹھ آنہ سیر گھی ملتا تھا۔ مگر اس مضمون نگار کو یہ معلوم نہیں کہ مغلیہ حکومت کے دوران میں جسے وہ غدر کے نام سے موسوم کرتا ہے اور لکھتا ہے کہ:۔

"جب پنجاب میں مغلوں کا راج تھا تو پنجاب میں بہت غدر مچا ہوا تھا"

اشیائے خوردنی اس سے بھی ارزاں تھیں۔ چنانچہ نامدھاری سمپردا کے اخبار ست جگ کے ۱۴ مئی ۱۹۵۱ء کے پرچہ میں شائع ہوا ہے کہ:۔

"اکبر کے زمانہ میں ۹ آنہ من آٹا۔ ایک روپے کا گیارہ سیر گھی۔ روپے کی چھ سیر کھانڈ۔ گڑ دو روپے من اور دودھ فروخت کرنا گناہ خیال کیا جاتا تھا۔ اگر کسی شہر میں بکتا بھی تھا تو چھ آنے من بھاؤ تھا"

اس سے بخوبی اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ مغلیہ حکومت کے دوران میں اشیائے خوردنی بہت سستی ملتی تھیں اور سکھ حکومت کے زمانہ میں جو بھاؤ تھے ان کو ان سے کوئی نسبت ہی نہیں۔ اور خوشحالی کا جو معیار سکھوں نے قائم کیا ہے۔ اس سے وہ . . . خود ہی اندازہ لگا لیں گے کہ پنجاب کس کے زمانہ میں خوشحال تھا۔

استدعائے دعائے صحت

مگر صاحبدلے روزے برحمت
کند برحال درویشاں دعائے

میرا نوجوان بچہ رشید احمد سخت بیمار ہے۔ جماعت کے صاحبدل بزرگوں سے استدعا ہے کہ وہ عزیز کی صحت کے لئے درد دل سے دعا فرمائیں۔ جس کے لئے میں ان کا از حد مرہون منت ہونگا۔

نیازمند مرتضیٰ خاں
اسسٹنٹ سیکرٹری تحصیل
احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

درخواست دعا مشرقی پاکستان سے ہمارے ایک دوست لکھتے ہیں کہ "بندہ کچھ عرصہ سے کسی سرکاری تکلیف میں مبتلا ہے۔ از راہ کرم درخواست ہے کہ آپ بذریعہ اخبار "پیغام صلح" احباب سلسلہ کو میرے حق میں دعا کرنے کے لئے فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ میری مشکلیں آسان کر دے آمین۔ بہت مشکور ہونگا"

امید ہے احباب کرام ان کیلئے خاص طور پر دعا فرمائیں گے۔

خواتین کیلئے نمونہ

عورت کی آزادی گھریلو مسرتوں کیلئے غارت گر ثابت ہوئی ہے

آل پاکستان وومنز کانفرنس کا اجلاس کل ختم ہو گیا ہے ہم منتظمین کو مبارکباد دیتے ہیں۔ کہ ان کے معیار کے مطابق کانفرنس کامیاب رہی۔

اگر اجازت ہو تو ہم کمال ادب و احترام کے ساتھ چند گذارشات ان خواتین کی خدمت میں پیش کریں۔ جنہیں اپوا کی قیادت و رہنمائی کا شرف حاصل ہے۔ عورتوں کی تعلیم و ترقی اور اصلاح کی ہر کوشش خواہ وہ کسی کی طرف سے ہو مبارک ہے۔ کیونکہ ملک اور ملت کی ترقی کا انحصار بڑی حد عورتوں کی تعلیم و ترقی اور اصلاح پر ہے۔ مگر ترقی و اصلاح کی یہ مساعی متوازن ہونی چاہئیں اور دائرہ اعتدال کے اندر، جس کوشش میں توازن نہ ہوگا اور جو کوشش حد اعتدال سے تجاوز کر جائے گی۔ اس سے ملک و ملت کو فائدہ کی بجائے الٹا نقصان پہنچے گا۔

عورت کی تعلیم اور ترقی کا معیار کیا ہونا چاہیئے؟ اس کے متعلق کتابیں لکھی جا چکی ہیں۔ اور ابھی اور کتابیں لکھی جا سکتی ہیں۔ ہر ملک اور ہر قوم اور ہر سوسائٹی کا اپنے اپنے حالات اور اپنے اپنے ماحول کے مطابق مختلف معیار ہے۔ پاکستانی عورت کی تعلیم و ترقی کا معیار کیا ہونا چاہیئے؟ موضوع پر بھی تفصیل کے ساتھ بہت کچھ لکھا جا چکا ہے۔ ایک روزانہ اخبار کے کالموں میں اتنی گنجائش کہاں کہ شرح و بسط کے ساتھ اس مسئلہ پر روشنی ڈالی جا سکے۔ مگر ہم اتنی بات ضرور جانتے ہیں کہ معیار خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہو ایک تعلیم یافتہ (تعلیم سے مراد یونیورسٹی کی رسمی تعلیم ہی نہیں) اور ترقی یافتہ عورت سے کم از کم اتنی توقع ضرور کی جانی چاہیئے۔ کہ وہ گھر کی زندگی کو اپنے کنبہ کے افراد کے لئے مطمئن اور خوشگوار بنا سکے۔ اور اپنی اولاد کو ایسی تربیت دے سکے کہ وہ قوم کے اچھے افراد اور ملک کے اچھے شہری ثابت ہوں۔ اگر ایک ایسی خاتون جو سکول کالج اور یونیورسٹی کی رسمی تعلیم سے بالکل بے بہرہ ہے اپنے گھر میں اپنے کنبہ کے افراد کی زندگی کو مطمئن اور خوشگوار بنا سکتی ہے۔ اور اپنی اولاد کو ایسی تربیت دے سکتی ہے۔ کہ وہ بڑے ہو کر ملک کے اچھے شہری اور قوم کے اچھے افراد ثابت ہوں۔ تو وہ غیر تعلیم یافتہ اور پس ماندہ عورت اس تعلیم یافتہ اور ترقی یافتہ عورت سے ہزار درجہ بہتر ہے۔ جو نہ اپنے گھر کی زندگی کو مطمئن بنا سکی ہے نہ اپنی اولاد کو صحیح تربیت دے سکی ہے۔

عورتوں کی ترقی (یہی بات مردوں کی ترقی کے بارے میں بھی کی جا سکتی ہے) کا معیار یہ نہیں کہ چند خواتین وزیر یا سفیر بن جائیں۔ یا انہیں پارلیمنٹوں، اسمبلیوں اور دوسری اعلیٰ مجالس میں رسائی حاصل ہو جائے۔ وہی ترقی دراصل عورتوں کی ترقی کہلانے کی مستحق ہے جو معاشرہ میں ایسی اصلاح کی موجب ہو کہ عورت کو نہ صرف اس کے تمام جائز حقوق حاصل ہو جائیں۔ بلکہ وہ اپنے تمام فرائض منصبی کو بھی خوش اسلوبی کے ساتھ ادا کر سکے جس معاشرہ میں محض حقوق ہی حقوق پر زور ہو فرائض کی طرف سے غفلت برتی جائے۔ وہ معاشرہ زیادہ دیر تک زندہ نہیں رہ سکتا۔

اپوا کی رہنماؤں کو سنجیدگی کے ساتھ اس پر غور کرنا چاہیئے کہ کیا ایسے متوازن معاشرہ کا تصور ان کے ذہن میں ہے؟ اگر ان کے ذہن میں کوئی ایسا تصور ہے۔ تو قوم خوش قسمت ہے لیکن اگر ان کا ذہن ایسے تصور سے خالی ہے۔ اور ترقی و تعلیم کے نعرے محض فیشن اور نمائش کے لئے لگائے جا رہے ہیں تو قوم کو ان سے نقصان پہنچنے کا احتمال ہے۔ محض چائے پارٹی۔ مینا بازار۔ خوش رنگ ملبوسات کی نمائش اور پریڈ کسی قوم کی ترقی کے نشانات نہیں ہیں۔ اس کے برعکس ہو سکتا ہے۔ کہ یہ ایک ایسے رجحان کے مظاہر ہوں جو قوم اور ملک کے لئے مضر ہو۔ ایک ایسا معاشرہ جس میں زیادہ زور انہی باتوں پر دیا جائے جہاں اور اس قسم کی دوسری سرگرمیاں ترقی و تعلیم کی علامت سمجھی جاتی ہوں پاکستان جیسے غریب ملک کا معاشرہ نہیں بن سکتا۔ دوسری مصلحتوں کو چھوڑ بھی دیا جائے۔ تو صرف معاشی و اقتصادی نقطۂ نظر سے بھی پاکستان معاشرہ کے اس تصور کو قبول نہیں کر سکتا۔ اس ملک کے ۹۰ فیصدی نہیں ۹۹ فیصدی اشخاص اس معاشرہ کو نہیں اپنا سکتے۔

پاکستان میں اس نمونہ کو عام کرنے کی کوشش کی گئی تو لاکھوں گھرانوں کی زندگی جہنم سے بدتر ہو جائے گی۔ "اپوا" کا دائرہ رکنیت اب تک صرف اعلیٰ افسروں اور امراء کی بیگمات تک محدود رہا ہے۔ ان کی تعداد چند ہزار ہے۔ ان امیر و خوشحال افراد کا معاشرہ پاکستان کا قومی معاشرہ نہیں بن سکتا۔ قومی معاشرہ تو وہی ہوگا اور وہی ہو سکتا ہے جسے اس ملک کے کروڑوں افراد اپنا سکیں۔

اس معاملہ میں یورپ کی کورانہ تقلید پاکستان کے لئے نقصان دہ ہوگی خود یورپ کے اہل فکر اب متفق ہیں کہ ان کا تمدن کھوکھلا ثابت ہوا ہے۔ اور عورت کی جس آزادی کے متعلق ان کا یہ خیال تھا کہ قوم کے لئے فلاح و برکت کا باعث ثابت ہوگی۔ وہ آزادی گھریلو زندگی کی مسرتوں کے لئے غارت گر ثابت ہوئی ہے۔ یہ ستم ظریفی نہیں تو اور کیا ہے۔ کہ آج جبکہ یورپ کے بیشتر ملکوں میں عورتوں کے لئے Back to Homes کی تحریک شروع ہو چکی ہے۔ پاکستان میں عورتوں کو گھروں سے نکال کر اس مقام پر لے جانے کی کوشش کی جا رہی ہے جس کے متعلق اب یورپ تک بھی کم از کم ذہنی طور پر اتفاق رائے ہے کہ وہ مقام عورت کی منزل نہیں۔

ہم مجبور ہیں کہ آخر میں ایک بات اسلام کے متعلق بھی کہیں۔ اپوا کے جلسوں اور تقریروں میں کبھی کبھی تو اسلام کا نام سننے میں آیا ہے۔ ہماری مودبانہ گذارش یہ ہے کہ اسلام کو اس قدر ارزاں نہ کیا جائے۔ اگر عام لوگ خدانخواستہ اس غلط فہمی میں مبتلا ہو گئے کہ یہی اسلام ہے جس کا نمونہ بڑے لوگ پیش کر رہے ہیں۔ تو اندیشہ ہے کہ وہ اسلام ہی سے بدظن ہو جائیں گے۔ کیا اسلام نوجوان لڑکیوں کی ایسی پریڈ کا روادار ہے۔ جس کی سلامی مرد لیں۔ خواہ وہ مرد کوئی بادشاہ ہی کیوں نہ ہوں؟ کیا اسلام اس امر کا روادار ہے۔ کہ خواتین کے جلسہ کی رسم افتتاح مرد ادا کریں۔ خواہ وہ مرد گورنر جنرل ہی کیوں نہ ہوں؟ کیا اسلام اس امر کا روادار ہے۔ کہ خواتین کے جلسہ میں مرد ڈائس پر بیٹھیں خواہ وہ مرد وزیر اعلیٰ ہی کیوں نہ ہوں؟ اسلام کی پوری تاریخ میں اس قسم کی کوئی مثال نہ ملے گی ــــ خدارا پاکستان میں ایک انوکھے اسلام کو جنم نہ دیجئے۔ آپ زبان سے کہتے ہیں کہ اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے اگر آپ کا دل بھی اسی کا قائل ہے۔ تو پھر اس مکمل ضابطہ حیات ہی کو اپنا رہنما بنایئے اور اگر آپ کا دل اس کا قائل نہیں۔ تو پھر اسلام کا نام لئے بغیر مغربی نظام حیات کو اپنا نمونہ بنا لیجئے۔ اگر آپ کا نصب العین اسلامی معاشرہ ہے، تو پھر لارڈ جنٹائن کی مادام چیانگ کائی شیک آپ کے لئے نمونہ نہیں بن سکتیں۔ اس صورت میں آپ کے لئے نمونہ حضرت عائشہ صدیقہؓ اور حضرت فاطمہ زہراؓ ہی بن سکتی ہیں۔

(نوائے وقت)

خسارہ بجٹ

باوجود تاکیدی خطوط اور اخبار میں بار بار تحریک کے اب تک بعض جماعتوں اور بعض احباب نے خسارہ بجٹ فنڈ کی طرف توجہ نہیں فرمائی۔ ایسے تمام احباب اور جماعتوں کی طرف پھر خطوط تحریر کئے جا رہے ہیں۔ یہ ایک اہم قومی کام ہے جس میں بلا استثنا ساری جماعتوں کو حصہ لینا چاہیئے۔ جب تک ساری قوم اس میں حصہ نہیں لے گی۔ اس وقت تک مجوزہ رقم کا پورا ہونا مشکل نظر آتا ہے حضرت صاحب بیعلہ نے خود پچاس ہزار کا وعدہ کر کے قوم کا بہت سا بوجھ ہلکا کر دیا ہے اگر جماعتیں بقیہ پچاس ہزار پورا کر دیں۔ تو خدا کے فضل سے انجمن کی بہت سی مشکلات رفع ہو جائیں۔ اس لئے جملہ احباب کی خدمت میں گذارش ہے۔ کہ وہ خود بھی اس تحریک میں شمولیت فرمائیں۔ اور اپنے دوستوں اور عزیزوں کو بھی تحریک کر کے اس کام کو پایۂ تکمیل تک پہنچائیں ؎

ہر کہ یاراں کار ہا دشوار نیست۔

یَا حَسْرَۃً عَلَی الْعِبَادِ

عبدالرؤف لودھی صاحب جہلم

یٰایھا الذین اٰمنوا اذا ضربتم فی سبیل اللّٰہ فتبیّنوا ولا تقولوا لمن القیٰ الیکم السّلٰم لست مومناً ج ...... سورۃ النساء (اے لوگو جو ایمان لائے ہو جب تم اللہ کی راہ میں نکلو" ...... تو تحقیق کر لیا کرو" اور جو تمہیں السلام علیکم کہے اسے یہ نہ کہو کہ تو مومن نہیں") اول تو یہ کہ یہ حکم جنگ کے مواقع کے لئے ہے۔ دوم۔ فتبیّنوا یعنی تحقیق کر لیا کرو اور سوم یہ کہ السلام علیکم کہنے والے کو فقط یہی نہیں کہ برائے نام مسلمان ہی تصور کر لیا جائے بلکہ مومن نہ سمجھنے کی ممانعت ہے کیا یہ صاف اور بین الفاظ رب العزت کے ہیں جس نے قرآن حمید جیسی پُر از حقائق کتاب عطا کر کے ہمارے آباء و اجداد اور ہماری آنے والی تمام نسلوں کے سر پر ایک احسان کیا ہے مگر اس کے باوجود وہ دن بھی ہم نہ بھولیں گے۔ جب قادیان جیسے گمنام گاؤں سے ایک مرد حق پرست نے ہماری شرک بدعت میں بڑھتی ہوئی بیماریاں جانچ لی تھیں۔ اور ہماری ہی عاقبت کی خاطر وہ تڑپ اٹھا تھا۔ صد آفرین اس نڈر مجاہد پر جو ہماری خاطر ہمارے دشمنوں، ہمارے بدخواہوں کے ساتھ ہمیشہ لڑتا رہا۔ اور مخالفان دین کے گندے اور اوچھے وار اپنے ہی سینے پر سہتا رہا۔ مگر صد افسوس! اپنے درحقیقت اپنے نہ رہے۔ وہ بک چکے تھے۔ وہ دنیا سے پیار رکھتے تھے۔ اور یقیناً ان کی آنکھیں کان اور دل ان کے اپنے نہ تھے۔ انہوں نے بھی دین محمدؐ کے بدخواہوں کی صفوں میں کھڑے ہو کر ایڑی چوٹی تک کا زور لگایا۔ الغرض کفر و الحاد کا ٹکسال چل نکلا۔ کھرے نظر آنے والے کھوٹے نکلے اور دنیا کی نگاہوں میں کھوٹے نظر آنے والے خدا کی نظروں میں بالکل کھرے ثابت ہوئے۔ اس مرد میدان کے لئے جینا دوبھر ہو گیا۔ مگر پھر بھی وہ جیتا رہا۔ اپنے خدا اور ختم المرسلین کے احکام کی تجدید میں ہمہ تن مصروف رہا۔ مندرجہ بالا آیت کے الفاظ میں کوئی ہیر پھیر نہیں، کسی قسم کے بل نہیں تھے۔ اور یہ آنکھیں کان۔ اور دل ہم سب کے پاس ہیں۔ مگر ان سے ٹھیک کام لینے والے چند ہی حق کو ملیں گے۔ کلمہ گوئی کا ذریعہ تو رہا ایک طرف یہاں صرف السلام علیکم کہنے والے کو مومن نہ کہنے کی کس قدر منا ہی ہے۔ اگر ایک مسلمان اپنے مخاطب کو السلام علیکم کہے اس صورت میں گو وہ دشمن قوم کا ایک جزو ہو مگر اسے قتل کرنا نہیں چاہیئے بعض ایسے واقعات بھی ہوئے۔ اور جب ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے یہ عذر کیا کہ جس شخص نے اظہار اسلام کیا تھا وہ محض اپنی جان بچانے کے لئے تھا۔ تو آپؐ نے فرمایا ھلاّ شققت قلبہٖ (تو نے اس کا دل پھاڑ کر دیکھ لیا تھا) کذالک کنتم من قبل ـــــ میں یہ بتایا کہ تم بھی کلمۂ شہادت کے اقرار سے اسلام میں داخل ہو گئے تھے۔ جو بات تمہارے لئے کافی تھی وہ دوسرے کے لئے بھی کافی ہے۔ مگر ـــــ یہاں تو مرزا صاحب مسیح موعودؑ نے السلام علیکم ہی نہیں چلا چلا کر کلمۂ شہادت لاکھوں نہیں حد اجانے کروڑوں بار منہ سے نکالا۔ اپنی ہر تحریر میں اپنے اوپر باندھے ہوئے بہتانوں کی کھلے کھلے الفاظ میں تردید کی حتیٰ کہ چیلنج بھی کیا کہ میری پچھلی زندگی میں سے ہی کوئی ایسا واقعہ پیش کر سکو تو کرو جو خلاف اسلام ہو۔ بے شک وہ ایک پکا ہمدرد قوم۔ ہمدرد دین اور محب اللہ و رسول تھا۔ اس امام زمان کو حسرت تو یہی رہی کہ کاش اگر مسلمانوں کو میرے عقائد کی تصدیق اس طرح بھی منظور ہو کہ وہ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ اگر یہ شخص سچا ہے تو اس کی بیعت عطا کر ورنہ اسکو تباہ کر دے مگر کہاں! اللہ جانے یہ کد ورتیں اور یہ عداوتیں دنیا داری کی کونسی قسم میں سے ہیں۔ کہ ان کو کسی طور چین ہی نہیں پڑتا۔ اور خواہ سٹیجوں پر کھڑے ہو کر اپنی گلے کی رگیں پھلاتے ہیں۔ آنکھوں، ہاتھوں اور پیروں سے باتیں کرتی ہیں۔ مشک مشک کر سادہ لوح مسلمانوں کو بھڑکاتے ہیں یہاں تک کہ اب وہ مرزا مسیح دوراں اپنے محبوب حقیقی سے بھی جا ملا۔ پھر بھی یہ ٹھیکیدار اپنی کفر و الحاد کی لمیٹڈ فرم کو اپنے کاندھوں پر لئے پھرتے ہیں اور جہاں کہیں داؤں لگتا ہے اس لمیٹڈ فرم کے بوگس اور ناقابل عمل پراسپکٹس اپنے پٹارے میں سے نکالتے ہیں اور دنیا بھر میں کسی اور موضوع کی طرف پلٹتے ہی نہیں کہ احمدیت کو بُرا بھلا کہنا شروع کر دیتے ہیں۔ اگر کسی مجمع کا رنگ نہ جمے تو لوگوں پر ـــــ آج کل کے مسلمانوں پر برس پڑتے ہیں۔ اور کھسیانے ہو ہو کر کھمبے نوچتے ہیں۔ پھر بھی کچھ نہ بنے تو حضرت مرزا امام الزمان اور ان کی پھونکی ہوئی رُوح (احمدیت) پر کفر و الحاد کا خانہ بدوش ٹکسال اٹھا مارتے ہیں۔ اور اپنی مسجدوں کے دروازوں پر طرح طرح کے سرٹیفکیٹ لگا دیتے ہیں کہ مبادا کوئی عابد و زاہد انسان یہاں اپنا قدم ہی دھر دے۔ اللہ اللہ کتنی معیوب اور حسرتناک بات ہے کتنا تضاد ہے۔ ان مسلمانوں میں اور ان مسلمانوں کے اعمال و افعال میں۔ کیا وہ زمانہ تھا کہ مسلمانوں نے عیسائیوں تک کو اپنی مسجدوں میں ان کی اپنی طرز کی عبادت کرنے سے کبھی نہ روکا۔ وجہ معلوم۔! وہ لوگ بلا شبہ قرآن پاک اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک ایک فرمان کی پوری طرح فرمانبرداری کرتے تھے۔ اور ایک ایک حرف کی پوری پوری تعظیم اور حفاظت کرنے میں جان تک سے دریغ نہ کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

ومن اظلم ممن منع مسٰجد اللّٰہ ان یذکر فیھا اسمہٗ وسعٰی فی خرابھا ۔

اور اس سے بڑا ظالم کون ہے جو اللہ کی مسجدوں سے روکتا ہے۔ کہ ان میں اس کے نام کا ذکر کیا جاوے اور ان کے ویران کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

(سورۃ البقرہ)

اب دیکھئے جو ایسے احکام قرآنی کی صریحاً خلاف ورزی کرتے ہیں۔ جنہوں نے مسجدوں کو اپنے آباء کی جائیدادیں تصور کر رکھا ہے۔ اور شاید اسی وہم میں مبتلا ہو کر احمدیت سے عداوت اور مخاصمت رکھتے چلے آ رہے ہیں ـــــ ایسے لوگوں کی عاقبت کیا واضح نہیں ہے۔ حیرت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں مساجد سے روکنے والے تو کافر ہی ہوا کرتے تھے۔ الٰہی یہ کیا تم ہے اور کس زمیہ اور ضمیر کے مسلمان ہیں جو کلمہ گو کو بھی مسجدوں میں گھسنے سے روکتے ہیں حتیٰ کہ بعض مساجد کے دروازوں پر لکھے ہوئے الفاظ ان کی ذہنیت کے پست ہونے کا پورا پورا ثبوت دے رہے ہوتے ہیں۔

میرا خیال ہے کہ آج کل کے علماء اور مشائخ کو یہ فکر بالکل نہیں ہے کہ کفرستان میں کاش کبھی اسلام پھیلے۔ تو بھلا ایسی صورت میں اسلام پر ہونے والے حملے کیونکر رد ہوں۔ یعنی لوگ مخالفین کا خاطر خواہ جواب دیں تو کیونکر اور کب اور کس فرصت میں۔ ہاں البتہ اسلام کے سبھی فرقے ایک دوسرے سے دست و گریباں ہونا چھوڑ دیں تو اس دنیا میں ان کے حملوں اور ماندوں کی خیر نہیں۔ افسوس حدیث میں تو آتا ہی

المسلم من سلم المسلمون من لسانہٖ و یدہٖ۔ یعنی مسلم وہ ہے جس کی زبان اور جس کے ہاتھ سے مسلمان دُکھ نہ اٹھائیں۔ ہاتھ سے دُکھ دینے سے مراد قتل ہے۔ مال و ملک چھیننا ہے۔ اور زبان سے یہ کہ ان کی عزت پر حملہ کریں۔ گالیاں دیں، کافر و ملحد بنائیں ـــــ اب خدا جانے غیر مسلموں میں اسلام پھیلے گا تو کیونکر۔ یہاں اسلام کی اشاعت پر سانپ سونگھ جاتے ہیں۔ اگر ان مشائخ اور مولویوں سے کفر کی خیرات درکار ہو تو ـــــ ذرا دیو سچ اور حق پرستی کی بات کہہ کر دیکھئے کفر کی بشیرینیاں کتنے کھلے دل سے بٹتی ہیں۔

زندہ باد مسیح دوراں و امام الزمان مرزا غلام احمد قادیانی رحمۃ اللہ علیہ جس نے ان کے بوگس اور ناپائیدار الکفر و الحاد کی ذرہ بھر پرواہ نہ کی۔ اور کئی بار کہہ بھی دیا ؎

مولوی صاحب کیا یہی توحید ہے
سچ کہو کس دیو کی تقلید ہے

یوں جان پڑتا ہے جیسے کسی ماہر سرجن نے کسی گندے زخم کا اپریشن کیا ہو۔ یا کسی محتسب نے کسی خائن کی خیانت کا سراغ لگا لیا ہو۔ اس مولوی نے بہت سر پٹخا۔ قسم قسم کے محال کھیلے۔ مگر وہ سرجن مامور من اللہ تھا۔ بزدل نہیں تھا۔ برابر ان کے گندے زخم دھونے میں مصروف رہا۔ جن مریضوں نے ان کی ہدایات پر عمل کیا وہ بھلے چنگے ہو گئے۔ گونگے بولنے لگے۔ اندھے دیکھنے لگے۔ کوڑھیوں کا کوڑھ جاتا رہا، اور لولے لنگڑے بھاگنے دوڑنے لگے۔ کیا یہ مسیحائی اعجاز نہ تھا۔ جن لوگوں نے اس مسیحا کو گالیاں دیں اور پگڑی اچھالی انہوں نے یہ بھی دیکھا کہ وہ کسی اور مٹے کا متوالا تھا۔ اور اس کی زبان پر یہی جاری رہتا تھا ؎

کافر و ملحد و دجّال ہمیں کہتے ہیں
نام کیا کیا غم ملت میں رکھایا ہم نے
تیرے منہ کی قسم میرے پیارے احمدؐ
تیری خاطر سے یہ سب بار اٹھایا ہم نے

کاش دیکھنے والی آنکھیں ہوں۔ سننے والے کان ہوں۔ رونے والے دل ہوں اور پرکھنے والے دماغ جو اس معصومیت پر نچھاور ہو جائیں۔ معلوم ہوتا ہے ایسا ہونا مقدر تھا۔ اور ہو کر ہی رہا۔ کئی طالبان حق نے اس معصوم مسیحا کی صدا پر لبیک کہی اور معرفت کے وہ سر چشمے پھوٹے جو ریگستانوں اور خارزاروں کو سیراب کرتے رہے اور کر رہے ہیں۔ یہ کس کی کوششوں کا نتیجہ ہے۔ یہ کس کی پھونکی ہوئی رُوح ہے جس نے گونگوں میں اتنی

(باقی بر صفحہ ۱۱)

اصحابی کالنجوم فبایھم اقتدیتم اھتدیتم

اکابر صحابہؓ اور جنگِ صفین

شیخ غلام قادر صاحب احمدیہ بلڈنگس لاہور

اگرچہ حضرت علی رضہ کے مقابل پر ہم معاویہ رضہ کو کچھ وقعت نہیں دیتے تاہم انصاف کا تقاضا ہے کہ معاویہ پر جو بعد میں سنگین الزامات قائم کئے گئے ان پر ایک منصفانہ نظر ڈالی جائے۔

کہتے ہیں کہ معاویہؓ نے بعض اکابر صحابہ کو موت کے گھاٹ اتار دیا اور ان میں سے اکثر کی توہین و تذلیل کی۔

اکابر صحابہ میں سے ایک بڑی جماعت علیؓ و معاویہؓ کی چپقلش سے بہت پہلے واصل بحق ہو چکی تھی اور جو بزرگ باقی رہ گئے تھے وہ خانہ نشین ہو گئے تھے چنانچہ عشرہ مبشرہ میں سے حضرت سعد بن ابی وقاص رضہ (معرکہ ایران کا بہت بڑا جرنیل) شروع سے آخر تک کسی خانہ جنگی میں شریک نہ ہوئے۔ اگرچہ آپ نے حضرت علی رضہ کے ہاتھ پر بیعت کر لی تھی لیکن جب جنگ جمل کے لئے حضرت علی رضہ روانہ ہوئے اور انہیں بھی ساتھ چلنے کے لئے کہا گیا تو آپ نے فرمایا کہ "مجھے ایسی تلوار دیتا ؤ جو مسلم اور کافر میں امتیاز کر سکے (طبقات ابن سعد) پھر جنگ صفین میں امیر معاویہؓ نے انہیں اپنے ساتھ ملانا چاہا لیکن انہوں نے انکار کر دیا۔

(اسد الغابہ)

اگرچہ طلحہؓ اور زبیرؓ جو عشرہ مبشرہ میں تھے جنگ جمل کے ہیرو تھے لیکن آغاز جنگ کے بعد میدان سے نکل آئے۔

(مستدرک حاکم)

حضرت عبداللہ بن عمر رضہ جنگ جمل و صفین کسی میں بھی شریک نہ ہوئے۔ انہوں نے حضرت علی رضہ سے اس شرط پر بیعت کی تھی کہ وہ جنگ میں ساتھ نہ دیں گے

(مستدرک حاکم)

حضرت اسامہ بن زید رضہ جنہیں اہل بیت ہونے کی حیثیت حاصل تھی جنگ صفین سے بالکل کنارہ کش رہے اور حضرت علی رضہ کو کہلا بھیجا کہ اگر آپ شیر کی ڈاڑھ میں گھسنے تو بھی میں آپ کے ساتھ گھس جاتا لیکن اس خانہ جنگی میں حصہ لینا پسند نہیں کرتا (بخاری ج ۲)

حضرت ابو بکرہ رضہ نے احنف بن قیس رضہ کو جو حضرت علی رضہ کی مدد کے لئے آ رہے تھے جنگ سے روکا۔

(بخاری کتاب الایمان)

حضرت عمران بن حصین جن کا شمار فضلاء اور فقہائے صحابہ میں تھا خانہ جنگی میں حصہ لینا پسند نہ فرمایا۔

(ابن اثیر ج ۳)

حضرت ابو داؤد رضہ اور حضرت ابو امامہ باہلی رضہ نے مصالحت کی بہت کوشش کی مگر جب دیکھا کہ وہ کامیاب نہیں ہو سکتے تو کنارہ کشی کر لی اور ساحلی علاقہ کی طرف نکل گئے

(اخبار الطوال)

اہل بیت اور بنو ہاشم کے ساتھ حضرت معاویہ رضہ کی رواداری کے متعلق مشہور شیعی مؤرخ محمد بن علی بن طباطبا المعروف ابن طقطقی لکھتے ہیں:

اشراف قریش میں عبداللہ بن عمر رضہ، عبدالرحمن بن ابی بکر رضہ، ابان بن عثمان اور آل ابی طالب کے افراد معاویہ رضہ کے پاس دمشق آیا کرتے تھے۔ یہ ان سب کی بزرگ داشت اور اعلیٰ پیمانہ پر ان کی مہمان نوازی کرتے تھے ان کی تمام ضروریات پوری کرتے اس کے بدلہ میں یہ لوگ ہمیشہ ان سے سختی کے ساتھ گفتگو کرتے اور بیہن بجبیں طعنے لیکن امیر معاویہ ان گفتگوؤں کو کبھی مذاق میں اڑا دیتے اور کبھی ٹال جاتے اور اس کے جواب میں بیش قیمت تحائف اور بڑی بڑی رقمیں دیتے (الفخری ص ۹۴)

اکثر صحابہ ان کو ان کی لغزشوں پر کڑی نکتہ چینی کرتے ملکہ سرزنش کرتے اور ٹوکتے مگر معاویہ رضہ نے کبھی ان کو کوئی سخت جواب نہ دیا اور ہمیشہ اپنی کمزوریوں کا ازالہ کرنے کی کوشش کرتے رہتے۔

باقی — باقی

یَاحَسْرَۃً عَلَی الْعِبَاد

(بقیہ از صفحہ ۱۰)

قوت گویائی پیدا کر دی کہ اچھے اچھے پادریوں اور جغادریوں کی زبانیں گنگ ہو گئیں۔ یہ چٹخارے لے لے کر سٹیجوں پر باتیں بنانے والے اس دم محو حیرت کیوں ہو جاتے ہیں۔ انہیں سانپ کیوں سونگھ جاتا ہے جب مخالف اطراف سے اور خصوصاً یوربین اقوام کی جانب سے مذہب اسلام اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر اعتراضات کی بوچھاڑ ہوتی ہے۔ البتہ یہ ماننا پڑے گا کہ احمدیت اور صرف احمدیت ہی معترضین کو دندان شکن جواب دے سکتی ہے، دیتی ہے اور دیتی رہے گی۔ جب تک کہ احمدی غواص یورپی سمندروں سے ایک ایک کر کے سارے موتی نہ چن دیں۔ مخالفین اسلام کے من گھڑت اعتراضات اور فرضی کتابیں دنیا میں بھری پڑی ہیں۔ ان کے جواب دینے کی کس میں ہمت ہے۔ ان کے گھروں میں جا کر اسلام کا صحیح مسلک پیش کرنے کی کس میں جرأت ہے۔ انہیں غیر ممالک میں اسلام کی نشر و اشاعت کرنا اور اس فطری دین کیلئے لٹریچر پیدا کر کے ان کے ہاتھوں میں پہنچانا کس کا کام ہے۔ یقیناً یہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے اس مسیحا کے ہاتھ پر سچے دل سے بیعت کی اور دین کو دنیا پر مقدم رکھنے کا عہد کیا۔

حضرت اقدس مرزا غلام احمد مسیح موعود کے عقائد پر بعض نادان لوگوں کو اعتراض ہوتا ہے۔ لیکن میں نمونے کے طور پر ان کی تحریر کا ایک واضح اور کھلا ٹکڑا پیش کرتا ہوں۔ ممکن ہے مسلمان ٹھنڈے دل سے اور تعصب کی پٹی اتار کر سوچیں تو حضرت اقدس کو دجال کافر و ملحد کہنے سے باز آ جائیں۔ ایام الصلح۔ صفحہ ۱۴۶ پر آپ فرماتے ہیں۔

"ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم الانبیاء ہونا بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت کو ہی چاہتا ہے۔ کیونکہ آپ کے بعد اگر کوئی دوسرا نبی آ جائے تو آپ خاتم الانبیاء نہیں ٹھہر سکتے اور نہ سلسلہ وحی نبوت کا منقطع متصور ہو سکتا ہے اور اگر فرض بھی کر لیں کہ حضرت عیسیٰ امتی ہو کر آئیں گے تو شان نبوت تو ان سے منقطع نہیں ہو گی گو مومنوں کی طرح وہ شریعت اسلام کی پابندی بھی کریں مگر یہ تو نہیں کہہ سکتے۔ کہ اس وقت وہ خدا تعالیٰ کے علم میں نبی نہیں ہوں گے۔ اور اگر خدا تعالیٰ کے علم میں وہ نبی ہوں گے۔ تو وہی اعتراض لازم آیا کہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ایک نیا نبی دنیا میں آ گیا اور اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کا استخفاف اور نص صریح قرآن مجید کی تکذیب لازم آتی ہے قرآن شریف میں مسیح ابن مریم کے دوبارہ آنے کا تو کہیں بھی ذکر نہیں لیکن ختم نبوت کا بکمال تصریح ذکر ہے اور پرانے یا نئے نبی کی تفریق کرنا یہ شرارت ہے۔ نہ حدیث میں نہ قرآن میں یہ تفریق موجود ہے۔ اور حدیث لا نبی بعدی میں بھی نفی عام ہے۔ پس یہ کس قدر جرأت اور دلیری اور گستاخی ہے۔ کہ خیالات رکیکہ کی پیروی کر کے نصوص صریحہ قرآن کو عمداً چھوڑ دیا جائے۔ اور خاتم الانبیاء کے بعد ایک نبی کا آنا مان لیا جائے۔ ...... الخ"

یہ وہ صاف اور صریح عقائد ہیں جنہیں ظالم لوگوں نے گول مول کر کے توڑ موڑ کر مسیح موعود پر دجالیت اور کفر کا فتویٰ عائد کر دیا۔ جو ٹکڑا ہم نے پیش کیا ہے اس میں اگر آپ غور سے دیکھیں تو بڑے لطیف اشارے ملیں گے، جو آجکل کے مفتیوں اور علمائیوں پر پوری طرح صادق آتے ہیں۔ کوئی ایمان لگتی کہے کہ آیا حضرت اقدس قابل گردن زدنی ہیں یا کہ وہ لوگ قابل سرزنش ہو ...... مسیح موعود پر کفر کا پھاٹک محض اس بناء پر کھولتے ہیں کہ یہ اپنے آپ کو نبی کہتا ہے اور طرہ یہ کہ خود ایسی بھول بھلیوں میں پڑے ہیں کہ نہ تو یہ خود رسول کریم صلعم کی ختم نبوت کے پوری طرح قائل ہیں اور نہ ہی ثابت کر سکتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بجسد خاکی آسمان سے اتریں گے۔ بس یوں ہی سمجھئے کہ ان مولویوں نے آجکل سیدھے سادے مسلمانوں کو ایسی بھول بھلیوں میں ڈالا ہوا ہے کہ ع کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی — اور بس۔ ؎

پیٹنا ہو گا دو ہاتھوں سے کہ ہے ہے مر گئے
جب کہ ایماں کے تمہارے گند ہوں گے آشکار

بقیہ از صفحہ ۲

بقیہ از صفحہ ۲

واعظ ہے نہ لیکچرر، اور ہماری ترقی برابر ہو رہی ہے بھلا ان کو اگر طاقت ہے تو روک دیں، اللہ تعالیٰ خود لوگوں کو ادھر رجوع دلا رہا ہے، مصر سے بھی بیعت کی درخواست آئی یورپ میں تحریک ہے۔ امریکہ میں بھی تحریک ہے۔

اسلام کی عظمت و صداقت پر یقین و ایمان بڑھانے والی کتابیں

مندرجہ ذیل کتب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور نے حال ہی میں چھپوائی ہیں۔ ان کتب میں جو نور بھرا ہوا ہے ضروری ہے کہ ہر دوست اس سے متوّر ہونے اور دوسروں کو متوّر کرنے کی کوشش کرے۔ کم از کم ہر ایک احمدی گھر میں ان کتابوں کا ہونا نہایت ضروری ہے

حضرت مولانا محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی گرانمایہ تصنیفات

انگریزی ترجمہ قرآن مع متن (ریوائزڈ ایڈیشن) جو ایک عرصہ سے لندن میں دوم قسم کے کاغذ پر بیس ہزار کی تعداد میں چھپ رہا تھا جس کے آخری پروف بھی حضرت امیر رحمۃ اللہ علیہ نے ہی بنفس نفیس دیکھے ہیں آج زیور طبع سے آراستہ ہو کر ہمارے سامنے موجود ہے۔ حضرت نے متواتر تین سال کی رات دن محنت کر کے اسکو ریوائز کیا۔ اور موجودہ صورت ایسی دلکش ہو گئی ہے کہ بار بار دیکھنے کو دل چاہتا ہے۔ سائز اور حجم چھوٹا ہو گیا ہے اس وقت اعلیٰ کوالٹی کی ۸۰ کاپیاں بذریعہ ہوائی جہاز لاہور پہنچ گئی ہیں سیکنڈ کوالٹی کی جلدیں بھی پہنچنے والی ہیں۔

ہدیہ فسٹ کوالٹی تیس روپے۔ ۳۰/- سیکنڈ کوالٹی بیس روپے۔ ۲۰/-

زندہ نبی کی زندہ تعلیم اس کتاب میں حضور سرور کائنات صلعم کی حیات طیبہ اور اسلام کے عالمگیر پیغام کو قرآن وحدیث کی روشنی میں جدید اسلوب اور موجودہ زمانہ کے تقاضوں کے مطابق پیش کیا گیا ہے۔ اس کتاب کے اسلوب اور جامعیت سے انگلستان کی ایک فرم کے کارپردازان اتنے متاثر ہوئے کہ وہ اس کتاب کو بیک وقت انگریزی فرانسیسی اور ہسپانی زبانوں میں چھاپ رہے ہیں۔ قیمت مجلد معہ سبز گردپوش چار روپے .. .. ۴—۰—۰

انگریزی میں۔ جس کی طباعت اور جلد سازی ولایت میں ہوئی ہے۔ خوشنما رنگدار گردپوش قیمت :- ۳—۸—۰

احادیث العمل یہ صحاح ستہ کی منتخب احادیث کا مجموعہ ہے جو ہمارے روزمرہ عمل میں کارآمد ہے۔ بالمقابل کالم میں سلیس اردو میں ترجمہ ہے۔ اور نیچے تفسیری نوٹ ہیں۔ لکھائی چھپائی اعلیٰ کاغذ عمدہ، رنگین گردپوش۔ قیمت مجلد صرف دس روپے .. .. ۱۰—۰—۰

سیرت خیر البشر جس میں فاضل مصنف نے آنحضرت صلعم کے بچپن سے لیکر وفات تک کے حالات دلکش پیرایہ میں بیان کئے ہیں، اور اسلامی جنگوں اور تعدد ازدواج پر جملہ اعتراضات کو رفع کیا گیا ہے۔

قیمت :- دو روپے چار آنے .. .. ۲—۴—۰

انوار القرآن عام طور پر قرآن کریم کا آخری حصہ نمازوں میں پڑھا جاتا اور حفظ کیا جاتا ہے اس لئے فاضل مصنف حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے ستائیسویں اور تیسویں پارہ کا اردو میں عام فہم ترجمہ کیا ہے اور ساتھ ہی اس کی تفسیر بھی کی ہے۔

حضرت علامہ مرحوم کے اسلوب بیان سے واقفیت رکھنے والے جانتے ہیں۔ نہایت دلکش پیرایہ میں تفسیر کی ہے۔ اس کا حصہ اوّل ختم ہو چکا ہے، جو زیر طبع ہے۔ عنقریب شائع ہوگا۔

حصہ دوم یعنی ستائیسویں پارہ کا ترجمہ معہ تفسیری نوٹ کے موجود ہے مجلد پشتہ پر سنہری حرف میں نام لکھا ہوا ہے۔ قیمت صرف .. .. ۳—۸—۰

حضرت مسیح موعود و مہدی معہود مجدد صد چہاردہم کی تصنیفات

درثمین کامل حضرت مجدد اعظم کی تصوف و روحانیت میں ڈوبی ہوئی فارسی اور اردو نظموں کا مجموعہ۔ لکھائی چھپائی اعلےٰ ٹائیٹل دیدہ زیب۔ قیمت صرف ایک روپیہ آٹھ آنے ۱—۸—۰

فتح اسلام جس میں اسلام کی فتح کی بشارت دی گئی ہے اور اس کو دنیا میں غالب کرنیکی راہ بتائی ہے .. ۰—۵—۰

توضیح مرام جس میں مسیح موعودؑ کے دعویٰ پر روشنی ڈالی گئی ہے، اور ملائک و جنات کی حقیقت بیان کی گئی ہے اور قرآن کی بعض سورتوں اور آیات کی نہایت لطیف تفسیر فرمائی ہے۔ ۰—۶—۰

ازالہ اوہام ہر دو حصص مجلد اعلیٰ۔ اس کتاب میں وفات مسیح اور نزول مسیح اور اسکے متعلقہ تمام مسائل پر نہایت شرح وبسط سے بحث کی گئی ہے اور تمام اعتراضات کے جوابات دیئے گئے ہیں۔ ۵—۰—۰

تعلیم الاسلام یا "اسلامی اصول کی فلاسفی" یہ اس لیکچر کا نام ہے جو مذاہب عالم کی کانفرنس میں حضرت مسیح موعودؑ نے دیا اور اس میں پانچ نہایت اہم سوالات پر جو اس دنیا اور آخرت کی زندگی سے تعلق رکھتے ہیں روشنی ڈالی گئی ہے اس کتاب کو پڑھکر کئی لوگ اسلام کے نور سے متوّر ہوئے اور اسکے انگریزی ترجمہ کو پڑھکر کئی انگریز مشرف بہ اسلام ہوئے۔ قیمت ۱—۴—۰

کشتی نوح جس میں جماعت کو تقویٰ اور روحانیت کے بلند مقام کی طرف رہبری کی گئی ہے اور بہت ہی مفید نصائح اور ہدایات دی گئی ہیں۔ بہترین کاغذ لکھائی چھپائی عمدہ۔ قیمت :- ۱—۴—۰

مرقات الیقین فی حیات نور الدین حضرت مولنا نورالدین رحمۃ اللہ علیہ کی خود نوشت سوانح حیات جو دلکش حالات و واقعات سے لبریز ہے جن میں نور ایمان بھرا ہوا ہے۔

قیمت :- دو روپے چار آنے .. .. ۲—۴—۰

(پاکستان کے لئے) (ہندوستان کے لئے)

ملنے کا پتہ: **منیجر دارالکتب اسلامیہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام احمدیہ بلڈنگس لاہور**

شیخ محمد انعام الحق صاحب ۱۰۰۔ (A) ملک پیٹھ۔ حیدرآباد دکن (ہند)

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸
نوائے ما بہ ہر سعید خواہد بود پندائے فتح نمایاں بنام ما باشد
احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا ہفت روزہ آرگن
پیغام صلح
جلد | یوم چہارشنبہ مورخہ ۲۰ رجب سنہ ۱۳۷۰ھ - ۱۶ اپریل سنہ ۱۹۵۲ء | نمبر ۱۵

مجلسِ مشاورت کے متعلق

ضروری اعلان

حضرت صاحب صدر کا ارشاد ہے کہ جن احباب نے کچھ تجاویز مجلس مشاورت میں پیش کرنے کے لئے بھیجی تھیں وہ خاص طور پر اس میں ضرور شامل ہوں۔ اس اجلاس کی اہمیت کو مدنظر رکھتے ہوئے دیگر احباب بھی ضرور شرکت فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

جیسا کہ قبل ازیں اطلاع دی جا چکی ہے مجلس مشاورت کا اجلاس ۲۰ اپریل سنہ ۱۹۵۲ء (۲۰/۴/۵۲) کو بوقت دس بجے صبح مسلم ہائی سکول نمبر ۱ واقعہ احمدیہ بلڈنگس لاہور میں ہوگا۔ دوبارہ اطلاع تحریر ہے۔

احمدیار

آہ! ڈاکٹر محمد امین

جماعت کے تمام حلقوں میں یہ خبر نہایت حزن و ملال سے سُنی جائے گی کہ ہمارے محترم دوست ڈاکٹر محمد امین صاحب ریٹائرڈ ویٹرنری اسسٹنٹ جو کچھ مدت سے لاہور چھاؤنی میں سکونت پذیر تھے قریباً سات ماہ بیمار رہ کر راہی ملک بقا ہوگئے انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ڈاکٹر صاحب محترم جماعت کے مخلص فدائیوں میں سے تھے جن کو اعلائے کلمۃ اللہ کا دلی جوش اور عشق تھا اور اس سلسلہ میں وہ ہمیشہ سرگرمی کا اظہار کرتے رہے۔ ڈاکٹر صاحب مرحوم کے فرزند بشارت احمد صاحب کچھ عرصہ امریکہ اور کینیڈا میں الیکٹرک انجینئرنگ کا کام سیکھنے کے بعد حال ہی میں وطن واپس آئے تھے۔ آتے ہی باپ کی بیماری سے دوچار ہونا پڑا۔ اور باوجود ہر قسم کی تگ و دو اور علاج معالجہ کے ان کی موت کا صدمہ اٹھانا پڑا اور نہ صرف ان کا بلکہ اسی دن اپنی خالہ کی اچانک موت کا بھی صدمہ برداشت کرنا پڑا جو ڈاکٹر صاحب کی عیادت کے لئے آئی ہوئی تھیں۔ لیکن ان کی موت کے صدمہ کو برداشت نہ کر سکیں اور اپنی ہمشیرہ (ڈاکٹر صاحب مرحوم کی اہلیہ محترمہ) اور دیگر پسماندگان کو صبر کی تلقین کرتے ہوئے خود بھی راہی عالم بقا ہوگئیں اور ایک ہی دن میں دو جنازے اٹھانے پڑے فانا للہ وانا الیہ راجعون۔

(باقی کالم اول پر)

نامہ ووکنگ ——— شیخ محمد طفیل صاحب

روٹری کلب میں لیکچر

۱۷ مارچ کو رگبھم روٹری کلب میں ڈاکٹر شیخ محمد عبداللہ صاحب امام مسجد ووکنگ کا اسلام پر ایک لیکچر ہوا۔ مسٹر پریسی جے وی نے صدارت کی۔ جنہوں نے اپنی صدارتی تقریر میں ڈاکٹر صاحب کے لیکچر کو بہت سراہا۔ اور کہا کہ ”اس تقریر کو سن کر ان کے دل میں ان ایام کی یاد تازہ ہوگئی ہے جو انہوں نے تقسیم سے قبل ہندوستان میں بسر کئے تھے اور جہاں انہیں ہر طبقہ کے مسلمانوں سے ملنے کا اتفاق ہوا تھا۔ انہوں نے اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا کہ مسلمان اپنی عبادات وغیرہ میں کس قدر مخلص تھے نیز یہ بھی بیان کیا کہ ڈاکٹر صاحب کی تقریر نے ان کے بہت شکوک کا بھی ازالہ کیا ہے۔ حاضرین یہ سن کر بہت متعجب ہوئے کہ ووکنگ مسلم مشن کی کوششوں سے اب تک تقریباً ۲۰۰۰ انگریز مسلمان ہو چکے ہیں اور ان میں کئی لوگ قابل مصنف اور اہل زبان ہیں“۔ ڈاکٹر صاحب کی اس تقریر نے روٹری کلب کے ممبروں کے ...... دل و دماغ پر ایک گہرا اثر چھوڑا۔

دیگر مصروفیات

ووکنگ مسجد کو دیکھنے کے لئے حسب معمول لوگ مختلف مقامات سے آتے رہے اتوار کو انگریز نومسلمین اور دیگر مہمان مدعو تھے۔

جن لوگوں نے اسلام قبول کیا ان کے نام درج ذیل ہیں:۔

(۱) میری حیات اللہ	(۳) مارگرٹ دی - اے رول ڈین
(۲) سعید چیبر فیلڈ	(۴) مس باربرا دیا فریڈرک

(بقیہ کالم ۲)

ہم بھی ان ہر دو صدمات میں عزیز بشارت احمد اور دیگر لواحقین و پسماندگان سے دلی ہمدردی ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں صبر جمیل عطا فرمائے اور ہر دو مرحومین کو جنت الفردوس میں جگہ دے۔ احباب کرام سے جنازہ غائبانہ کی استدعا ہے۔

ایک اور سانحۂ ارتحال

مکرم محترم ڈاکٹر غلام محمد صاحب کا خورد سال پوتا (سعید احمد صاحب کا صاحبزادہ) ۱۴ اپریل کو بقضائے الٰہی فوت ہوگیا (انا للہ وانا الیہ راجعون)، دعا ہے اللہ تعالیٰ تمام لواحقین کو صبر جمیل اور نعم البدل عطا فرمائے۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ ارشادات

از جناب شیخ غلام قادر صاحب احمدیہ بلڈنگس لاہور

قوم ہمیشہ اپنی حالت کا جائزہ لیتی رہے تاکہ تباہی سے بچے

عن ابی ھریرۃ رض قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا کان امراءکم خیارکم واغنیاءکم سمحاءکم وامورکم شوری بینکم فظھر الارض خیر لکم من بطنھا واذا کان امراءکم شرارکم واغنیاءکم بخلاءکم وامورکم الی نساءکم فبطن الارض خیر لکم من ظھرھا رواہ الترمذی (مشکوٰۃ کتاب الرقاق باب تغیر الناس)

ابی ہریرہ رضی اللہ سے روایت ہے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (تم دنیا میں اس وقت تک باعزت اور قائم رہو گے) جب تم میں سے تمہارے امرا، لیڈر علما، نیک رہیں گے اور تمہارے اہل ثروت اصحاب سخی ہوں گے (اعلائے کلمۃ اللہ اور تعمیر قومی کے لئے دل کھول کر خرچ کریں گے) اور تمہارے (اہم قومی) امور باہم مشورے سے طے پائیں گے تو سطح زمین تمہارے لئے اندرون زمین سے بہتر ہوگی۔ (یعنی تم معزز اور بالا دست رہو گے و الا) جب تمہارے امراء۔ لیڈر علماء شریر (اور خود غرض) ہو جائیں گے اور تمہارے دولتمند بخیل۔ اور تمہارے کام (قومی یا انفرادی) تمہاری عورتوں کے سپرد ہو جائیں گے تو پھر زیر زمین تمہارے لئے بالائے زمین سے بہتر ہوگی (یعنی پھر تم پر بطور سزا اور عبرت کے نکبت و ادبار چھا جائیگی)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا طریق گفتگو

عن عائشۃ قالت ما کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یسرد سردکم ھذا ولکنہ یتکلم بکلام بین فصل یحفظہ من جلسہ الیہ۔ (شمائل ترمذی)

حضرت عائشہ صدیقہ رض سے روایت ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تمہاری طرح پیہم (لگاتار) کلام نہیں کیا کرتے تھے بلکہ آپ کے کلمات (طیبات) صاف اور واضح ہوتے تھے چنانچہ حضورؐ کی مجلس میں بیٹھنے والے یاد کر لیا کرتے تھے۔

سکھ کتب میں حضرت اورنگ زیب کا ذکر خیر (بقیہ ص ۹)

یعنی تیرا باپ تجھے خود اپنی زندگی میں اپنی گدی سے بیدخل کر گیا ہے۔ اس لئے اب تیرے گورو مقرر کرنے کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اگر تجھے میں گورو مقرر کروں تو بے انصافی ہوگی اور بے انصاف کا ٹھکانہ جہنم ہے۔ میں اپنے پاس سے تیرے گزارہ کے لئے جمنا کے کنارے جاگیر نذر دیتا ہوں۔

سکھ مورخین اس امر کو تسلیم کرتے ہیں کہ رام رائے کو حضرت اورنگ زیب کے دربار میں کافی اثر و رسوخ حاصل تھا۔ خود بادشاہ بھی اسکا بہت احترام کرتا تھا۔ مگر چونکہ اسکے باپ نے اسے اپنی زندگی میں ہی حق وراثت سے محروم کر دیا تھا اسلئے اس نے گورو ہرکرشن کے حق میں فیصلہ دیا اور رام رائے کو اپنے پاس سے جاگیر دے کر اسکے گزارہ کی صورت بنا دی۔ ایک سکھ ودوان بھائی مرتا سنگھ بیان کرتے ہیں کہ گورو ہرکرشن نے حضرت اورنگ زیب کو یہ دعا دی تھی کہ "راضی رکھے خدائے تم کہیو گورو نہ کیا (دہابر کاسخی ص ۱۴۴) یعنی اے مسلمان بادشاہ خدا تجھے خوش رکھے۔ جن دنوں گورو ہرکرشن دہلی تشریف لے گئے وہاں چیچک کا بہت زور تھا۔ آپ پر بھی چیچک کا حملہ ہوا۔ بعض سکھ مورخین نے گورو صاحب کا چیچک کی بیماری میں مبتلا ہونا رام رائے کے شراپ کا نتیجہ قرار دیا ہے (ملاحظہ ہو تواریخ گورو خالصہ گورمکھی ص ۵۸۷) جب حضرت اورنگ زیب کو گورو ہرکرشن کا اس طرح بیمار ہونا معلوم ہوا تو اسے بہت افسوس ہوا۔ اس نے شاہی معالج علاج کے لئے بھیجے مگر چیچک پورے ۲۴ پہر زوروں پر بھی اس لئے گورو صاحب جانبر نہ ہو سکے اور انکا انتقال ہو گیا۔

جماعت راولپنڈی کا جلسہ

جماعت راولپنڈی کی طرف سے قبل ازیں ۱۱-۱۲-۱۳ اپریل کو جلسہ کا اعلان کیا گیا تھا لیکن بعض ناگزیر وجوہات سے ان تاریخوں پر جلسہ ملتوی کرنا پڑا جس کا اعلان بروقت نہ ہو سکا۔ اب ۱۰، ۱۱ مئی (ہفتہ۔ اتوار) جلسہ کی تاریخیں مقرر ہوئی ہیں، جس میں حسب ذیل حضرات ان مضامین پر تقریریں فرمائیں گے جو ان کے ناموں کے سامنے درج ہیں، باہر سے جو دوست جلسہ میں شامل ہونا چاہیں وہ ملک فضل کریم صاحب پریذیڈنٹ جماعت راولپنڈی کو حسب ذیل پتہ پر اطلاع دیدیں۔

نام لیکچرار صاحبان	موضوع تقریر
۱۔ حضرت مولنا صدرالدین صاحب امیر قوم	سیرت نبوی صلعم
۲۔ الحاج شیخ میاں محمد صاحب لائلپوری	یورپ میں تبلیغ اسلام
۳۔ مولانا مولوی احمد یار صاحب	خاتم النبیین کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا۔
۴۔ مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع	جزائر فجی میں تبلیغ اسلام
۵۔ الحاج چوہدری محمد حسن صاحب چیمہ وکیل گجرات	مسئلہ کشمیر اور اس کا حل
۶۔ مولوی فضل الرحمن صاحب سامانوی	حضرت مسیح موعودؑ کے کارنامے
۷۔ مولنا عبدالحق صاحب ودیارتھی	دیگر مذاہب کی کتب میں حضرت مسیح موعود کی پیشگوئیاں۔

خط و کتابت کا پتہ:۔

ملک فضل کریم گورنمنٹ کنٹریکٹر و منیجر جناح گرلز ہائی سکول ریلوے روڈ راولپنڈی

(خطبہ جمعہ از بقیہ ص ۶)

سن لو کہ خدا اس سے خوش نہیں "لمسجد اسس علی التقوٰی من اول یوم احق ان تقوم فیہ۔" وہ مسجد جس کی بنا پہلے ہی دن تقوی پر رکھی گئی وہی حقدار ہے کہ تو اس میں کھڑا ہو، اور آگے فرمایا فیہ رجال یحبون ان یتطھروا واللہ یحب المطھرین یہی مسجد ہے جس میں ایسے لوگ ہیں پاکیزگی اور طہارت کو پسند کرتے ہیں اللہ تعالیٰ مطہر اور پاکیزہ انسانوں کو محبوب رکھتا ہے۔

خطبہ ثانی } میں اس بات کو بڑی محبت سے لیکن بڑے زور کے ساتھ دہراتا ہوں کہ خدا کے بندو! خدا کی بات کو مانو جمعہ کے دن اپنا کام کاج، اپنی تجارتیں اور ہر قسم کے مشاغل چھوڑ کر وقت کی پابندی کے ساتھ مسجد میں آؤ، میں پھر بڑی محبت سے لیکن بڑے زور کے ساتھ اس طرف توجہ دلاتا ہوں قوم کی کامیابی کے لئے ضروری ہے کہ جمعہ کے اجتماع کو کامیاب بنایا جائے۔ اس لئے وقت کی پابندی اختیار کرو، اور اگر ممکن ہو تو اپنے گھر والوں کو بھی ساتھ لاؤ۔ اپنے بچوں کو بھی لاؤ تاکہ انکے کانوں میں خدا اور رسول کی آواز پڑے اور ان کی ہدایت کا موجب ہو۔

آہ! شاہد پرویز

مکرمی ایڈیٹر صاحب۔ السلام علیکم۔ میرے ماموں جان کا صاحبزادہ شاہد پرویز ۲ سال کی عمر میں وفات پا گیا ہے، خدا نے قدوس نے یہ فرزند انہیں چار لڑکیوں کے بعد بہت دعاؤں اور انکساری سے مانگنے پر عطا فرمایا تھا۔ لیکن اس میں اس خدائے دو جہان کی کوئی حکمت ہوگی کہ اس نے ہمارے بھائی کو ہم سے اور اپنے والدین سے ۱۵ ماہ کو جدا کر کے اپنے پاس بلا لیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ دعا کریں کہ خدا ہم سب کو اور مخصوصاً اس کے والدین کو اس صدمہ جانکاہ پر صبر جمیل عطا فرمائے اور پھر انہیں ایسی خوشی کا منہ دیکھنا نصیب کرے کیونکہ اس کے حضور کسی چیز کی کمی نہیں۔ جوان نصیب۔ اسلم طاہر ولد سید حسن شاہ۔ موضع کھیالی ضلع گوجرانوالہ

پیغام صلح:۔ ہمیں مرحوم شاہد پرویز کے تمام لواحقین کے دلی ہمدردی ہے اللہ تعالیٰ انہیں صبر جمیل اور نعم البدل عطا فرمائے۔

درخواست دُعا

(۱) عبدالصمد صاحب صابر کاشمیری سرینگر بی اے کے امتحان میں کامیابی کے لئے (۲) غلام حسین صاحب راولپنڈی اپنی والدہ محترمہ کی صحتیابی کے لئے (۳) محمد ابراہیم صاحب بٹ ایک طویل بیماری سے صحت یاب ہونے کے لئے دعا کے خواستگار ہیں (۴) مولنا مرتضیٰ خاں صاحب کا نوجوان بچہ رشید احمد بھی تاحال بیمار رہے ہیں کی صحتیابی کے لئے بھی دعا فرمائی جائے۔

میرے تبلیغی سفر کا ایک حصہ

مولوی احمد گل صاحب جہلم

پچھلے دنوں مرکز سے حضرت صاحب صدر کی طرف سے مبلغین کو تبلیغی دوروں کے متعلق حکم ملا تھا۔ اس حکم کی تعمیل پورے طور پر کی جا رہی ہے۔ گو بعض ناخوشگوار حالات سے دو چار ہونا پڑتا ہے مگر اس کے ساتھ ساتھ بعض ایسی نیک ہستیاں بھی مل جایا کرتی ہیں جن کی وجہ سے ناخوشگوار حالات کی عارضی پریشانی دور ہو کر اطمینان اور فرحت کا موجب ہوتی ہیں۔ ذیل میں خاکسار اپنے ایک دیہاتی دورے کا ایک حصہ قارئین پیغام صلح کے سامنے رکھتا ہے جس میں مندرجہ بالا دونوں پہلو نظر آتے ہیں۔

۲۴ مارچ ۱۹۵۲ء کو دریائے جہلم سے پار موقع بھاگنگر میں پہنچا۔ قاضی عبدالحق صاحب کے ہاں جن سے پہلے بھی روشناسی تھی رہائش کی گئی۔ قاضی صاحب کی بیٹھک پر گاؤں کے دس بارہ دوست (جن میں زیادہ تر متعصب تھے) جمع ہو گئے حیات اور وفات مسیح پر بات شروع ہوئی۔ چونکہ یہ لوگ خود تو صاحب علم نہ تھے اور آیت یا عیسیٰ انی متوفیک و رافعک الی پر میرے [illegible] معنے (موت) کو نہ مانتے تھے، اسی بنا پر مختلف مترجم قرآن کریم لے آئے۔ متوفیک کے معنے کسی ترجمہ نے پورا لینے کے اور کسی نے قبض کرنے کے لکھے ہیں ان لوگوں نے مفسرین کے ان معانی کو بطور سند پیش کرتے ہوئے میرے کئے ہوئے معنی کو غلط ثابت کرنے کی کوشش کی۔ ہر چند میں نے سمجھایا مگر انہوں نے نہ ماننا تھا نہ مانے۔ اسی دوران میں ایک صاحب نے مولانا اشرف علی صاحب تھانوی کے ترجمہ کو بھی اپنی تائید میں پیش کرنا چاہا۔ مگر وہاں جب متوفیک کے نیچے وفات کا لفظ لکھا ہوا دیکھا تو وہ چپ ہی ہو گئے۔ اور اس طرح خدا تعالیٰ نے میرے لئے ایک تائید پیدا کر دی۔

اس کے بعد حاشیہ کی طرف متوجہ ہوئے جہاں لکھا ہوا تھا کہ "عیسیٰ آسمان پر چلے گئے ہیں مگر بہت قلیل متقدمین اس طرف گئے ہیں کہ وہ فوت ہو چکے ہیں"۔ یہاں بھی ان لوگوں کو کافی خفت اٹھانی پڑی۔ اسی گاؤں میں سید عالم شاہ نامی ایک عالم اور منصف مزاج پیر رہتے ہیں یہ لوگ ان کو بلا لائے۔ میری گفتگو سے جب شاہ صاحب کو پتہ چلا کہ میرا تعلق جماعت احمدیہ لاہور سے ہے۔ تو آپ نے قطعاً میرے ساتھ کسی اختلافی مسئلہ پر گفتگو کرنے کا خیال ظاہر نہ کیا بلکہ حضرت اقدس جناب مرزا صاحب کی تعریف کرنے لگے اور کہا کہ مرزا صاحب نے نبوت کا دعویٰ نہیں کیا بلکہ عیسائیوں کی طرح قادیانیوں نے [illegible] آپ کی طرف منسوب کر دیا ہے، ان لوگوں نے مجاز اور حقیقت کے فرق کو نہیں سمجھا۔ مولوی صاحب نے یہ بھی کہا کہ میں نے مرزا صاحب کی تفسیر سورۃ فاتحہ دیکھی ہے اسی سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ ایک بہت بڑے [illegible] نبوت کے دعویٰ کا کہیں ذکر نہیں۔ شاہ صاحب [illegible] مشغول تھے اور لوگ تعجب کر رہے تھے کہ ہم نے ان کو کس لئے بلایا ہے یہاں آ کر انہوں نے مرزا صاحب کی تعریف کرنی شروع کر دی ہے۔ چنانچہ ان میں سے ایک نے ([illegible]) شاہ صاحب کے عقائد معلوم کرنے کی خاطر ان سے پوچھا کہ مسیح کی حیات یا وفات کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے۔ شاہ صاحب نے فرمایا کہ یہ مسئلہ بنیادی مسائل میں سے نہیں اور نہ ہی اس پر زور دینا چاہئے۔ [illegible] لوگ اس مسئلہ پر اس لئے زور دیتے ہیں کہ ان لوگوں کے لئے یورپ جیسے ممالک میں تبلیغ کرنی ہوتی ہے جہاں وفات کے عقیدہ [illegible] سے کامیابی کی زیادہ امید ہو سکتی ہے۔ لوگوں نے پہلے سوال کو دوہراتے ہوئے شاہ صاحب پر پھر زور دینا شروع کیا تو آپ نے فرمایا وہ [illegible] فوت ہو گئے ہیں۔

جب اس [illegible] لوگوں [illegible] کو ان لوگوں کی فتنہ انگیزی کی وجہ سے [illegible] آسمان پر پہنچ [illegible] یہ تمام گفتگو اور [illegible] دلچسپ تھے مگر میں نے اختصار سے بیان کیا ہے۔

۲۵ مارچ کو [illegible] پہنچا۔ ملک [illegible] صاحب سیکرٹری جماعت [illegible] اور زبانی گفتگو کے ذریعہ [illegible] چوہدری محمد سرفراز کی بیٹھک پر تین گھنٹہ تک گفتگو ہوتی رہی۔ اس مجلس میں نائب تحصیلدار و دیگر معززین تقریباً دس افراد موجود تھے۔ ملک صاحب گفتگو میں [illegible] مدلل انداز میں حصہ لیتے رہے۔ تمام دوستوں نے جماعت کے کام اور عقائد کو سراہا۔

۲۶ مارچ [illegible] پہنچا۔ یہاں [illegible] سال ایک نوجوان [illegible] ارشاد نامی لڑکا اور سکول کے ہیڈ ماسٹر صاحب [illegible] میرے زیر تبلیغ تھے۔ [illegible] کے قریب ایک قصبہ میں مراد [illegible] نامی ایک قادیانی رہتے ہیں۔ [illegible] ان [illegible] کی کوشش کی خبر پہنچی تو وہ لٹریچر اور زبانی گفتگو کے ذریعہ [illegible] قادیان جانے [illegible] قادیانی ہو جائے [illegible] لوگوں نے [illegible] مراد بیگ پر ناراضگی کا اظہار کیا۔ [illegible] کہ اگر [illegible] تبلیغ [illegible] زدو کوب کیا جاتا [illegible] لڑکے کو [illegible] ہیڈ ماسٹر [illegible] وہاں سے [illegible] چلا گیا۔ [illegible] والا تھا ہیڈ ماسٹر صاحب [illegible] گذشتہ [illegible]

مجھ پر پہلی نظر ڈالی تو ان کے چہرے سے گھبراہٹ اور پریشانی ظاہر ہونے لگی۔ آپ نے مجھ کو تمام حالات اور خطرات سے آگاہ کیا۔ اب چونکہ شام قریب ہو چکی تھی [illegible] اس وقت مجھ پر چھپ رہی تھی۔ اس وقت زمین کے نشیب و فراز اور سرکنڈے کے جنگلات کو عبور کرتے ہوئے [illegible] کبھی دائیں کبھی بائیں دیکھتے ہوئے تین میل کے فاصلہ پر جبکہ اچھی طرح اندھیرا چھا چکا تھا [illegible] بستی میں جا پہنچا۔

۲۷ مارچ کو [illegible] رسول پہنچا۔ یہاں بذریعہ آبشار بجلی پیدا کرنے کا ایک بہت بڑا مرکز بن رہا ہے۔ اس کے علاوہ یہاں محکمہ نہر کے دفاتر بھی ہیں۔ یہاں انجینئرنگ کالج ہونے کی وجہ سے اس مقام کو اور بھی شہرت حاصل ہے۔ یہاں سکول اور دیگر کاموں پر چند ایک قادیانی بھی [illegible] ان سے ملا اور ان کے ذریعہ سے چند ایک اور لوگوں تک پہنچنے کا اتفاق ہوا۔ زبانی اور ٹریکٹوں کے ذریعہ سے تبلیغی فرض کو ادا کیا گیا۔

۲۸ مارچ کو مونگ پہنچ کر جماعت قادیان کے صدر مولوی [illegible] صاحب سے ملا۔ ان کو قادیانی عقائد کے متعلق ٹریکٹ دیئے گئے اور زیادہ تر [illegible] نبوت پر بات ہوتی رہی۔ آپ نے کتاب مجدد اعظم کی تعریف کرتے ہوئے کہا کہ ڈاکٹر بشارت احمد صاحب مرحوم نے مجدد اعظم لکھ کر قوم پر بہت بڑا احسان کیا ہے، گو اس میں [illegible] اکٹھا کیا گیا ہے تاہم ہماری "مونگ" کی جماعت روزانہ اسے درس کے طور پر پڑھتی ہے۔ مولوی صاحب موصوف نے ابھی تک مجدد اعظم کی صرف ایک ہی جلد کی اشاعت کی خبر سن رکھی تھی۔ میرے بتلانے پر آپ نے آخری دونوں جلدیں خرید کرنے کا ارادہ فرمایا۔ مولوی صاحب کی راہنمائی سے چند ایک دوستوں سے ملاقاتیں ہوئیں سکول میں ہیڈ ماسٹر صاحب کو ٹریکٹ دیئے گئے، ہسپتال میں پہنچ کر ڈاکٹر صاحب کو ٹریکٹ پیش کئے گئے مگر انہوں نے ان کو لینے اور گفتگو کرنے سے انکار کر دیا۔

۲۹ مارچ دریائے جہلم کو عبور کر کے جلالپور پہنچا۔ گو مونگ اور جلالپور کے درمیان پانچ چھ میل کا مختصر سا فاصلہ ہے مگر دریا کا سفر چونکہ پانی سے گذرنا یعنی کشتی کی انتظار۔ اس پر مزید طرفہ یہ کہ بارش کی بوندا باندی، تیز اور ٹھنڈی ہوا جس کی وجہ سے تین گھنٹہ تک کشتی رکی رہی۔ یہ بھی میرے سفر کا قدرے ہمت افزا حصہ تھا۔ جلالپور ایک چھوٹا سا بازار ہے۔ چائے کی دکان پر پہنچا۔ دو تین گلاس چائے کے پینے سے پریشانی قدرے کم ہوئی۔ اس دکان پر سکول کے دو ماسٹر صاحبان بھی چائے پی رہے تھے تبلیغی گفتگو کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ چند ایک تعلیم یافتہ دوست اور بھی آ پہنچے ماسٹر صاحبان کی طرف سے گفتگو کا رنگ تعصب آمیز تھا۔ یہ سلسلہ ڈیڑھ گھنٹہ تک جاری رہا۔ جلالپور میں ایک پیر صاحب کی گدی مشہور ہے۔ مذکورہ بالا مجلس کے لوگوں نے بتایا کہ متوفی پیر حیدر شاہ صاحب حضرت مرزا صاحب کے ہمعصر ہو گذرے ہیں۔ حضرت صاحب نے اپنی کتاب کشتی نوح اور دیگر اپنے دعاوی کے متعلق لٹریچر پیر حیدر شاہ صاحب کو بھیجا مگر پیر صاحب نے بجائے مخالفت کرنے کے سکوت اختیار فرمایا۔ جلالپور کے بازار میں موزوں جگہ [illegible] زبانی اور ٹریکٹوں کے ذریعہ سے تبلیغی فرض کو پورا [illegible]

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ایک ولولہ انگیز دعا اور حضرت نبی کریم صلعم کا عظیم الشان اصلاحی کام

مسجد کی غرض سیرت و کردار بنانا اور مسلمانوں میں اتحاد پیدا کرنا ہے

خطبہ جمعہ حضرت امیر قوم مولنا صدر الدین صاحب ایدہ اللہ مورخہ ۱۱ اپریل ۵۲ء بمقام احمدیہ بلڈنگس لاہور

واذ یرفع ابراھیم القواعد من البیت واسمٰعیل .... الیٰ انک انت العزیز الحکیم (البقرہ رکوع ۱۴)

وقال اللہ تعالیٰ ربّنا انّی اسکنت من ذرّیتی بوادٍ غیر ذی زرعٍ عند بیتک الحرم ...... الیٰ وما یخفیٰ علی اللہ من شیءٍ فی الارض ولا فی السّماء (ابراہیم رکوع ۶)

وقال اللہ تعالیٰ اجعلتم سقایۃ الحاج وعمارۃ المسجد الحرام .... الیٰ واولٰئک ھم الفائزون (التوبہ رکوع ۳)

وقال اللہ تعالیٰ والذین اتخذوا مسجداً ضراراً .... الیٰ واللہ یحبّ المطھرین (التوبہ رکوع ۱۳)

حضرت ابراہیمؑ کی ایک ولولہ انگیز دعا

ان آیات میں ایک ولولہ ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دل میں اٹھا اور بار بار "ربّنا" "ربّنا" کرکے ان کی زبان پر جاری ہوا، موقع ہی ایسا تھا کہ یہ ولولہ ان کے دل سے گذر کر زبان پر آگیا واذ یرفع ابراھیم القواعد من البیت واسمٰعیل - خدا کا گھر انہوں نے بنانا شروع کیا، اسمٰعیل بھی ساتھ ہیں، مٹی اٹھا رہے ہیں اس ولولہ کے ساتھ کہ خدا کا گھر بن جائے، ہاتھ پاؤں بھی اس ولولہ میں شریک ہیں اور دل سے آواز اٹھتی ہے ربّنا تقبّل منا - اے ہمارے رب اس ہماری اس خدمت کو قبول فرما - یہ ہمارا ولولہ تو ہے لیکن ایک اور بات بھی ہے، اس تعمیر میں ہم سے کوتاہیاں بھی ہوں گی، ہماری کمزوریاں ہمارے ساتھ ہیں، لیکن ان کو نظر انداز کرکے تو اس کو قبول فرمالے -

خدا کے بندوں کی کیفیت

تقبّل تفعّل کا صیغہ ہے، یعنی ہماری کوشش تو ناقص اور ادھوری ہے، اگر تو تکلف سے اس کو قبول کرلے تو تیری بڑی بخشش اور عنایت ہے، یہ ہے خدا کے بندوں کی کیفیت، قربانیوں اور جدوجہد کی کوئی انتہا نہیں، صد فیصدی قربانیاں اور مخلصانہ جدوجہد ہے - لیکن پھر بھی خدا کے سامنے انانیت کوئی نہیں بلکہ اپنی قربانیوں میں تقصیر کے قائل ہوتے ہیں، حضرت ابراہیم علیہ السلام کا دل زبان اور ہاتھ پاؤں سب کے سب خدا کی محبت میں سرشار ہیں پھر تقصیر سامنے ہے، اس میں مومن کے لئے ایک سبق ہے، کہ کبھی اپنی عبادت پر تکبر اور ناز نہ کرے، کبھی اس پر نہ اترائے کہ اس نے بہت بڑی قربانیاں کی ہیں، لا تزکّوا انفسکم اپنے آپ کو کبھی پاک نہ سمجھو اور نہ ہی اپنے تئیں بزرگ سمجھو، بلکہ اپنی کمزوریوں اور کوتاہیوں کا خیال کرتے ہوئے عجز و نیاز کے ساتھ خدا کے سامنے جھک جاؤ -

دعا کی قبولیت پر ایمان

انک انت السمیع العلیم تو سننے والا اور جاننے والا ہے، سمیع کے معنے نرا سننے والا ہی نہیں بلکہ قبول کرنے والا بھی اس کے مفہوم میں شامل ہے، لیکن .... ساتھ ہی العلیم بھی کہا یعنے تو قبول تو کرے گا لیکن تو ہی اس بات کو جانتا ہے کہ کب اور کس صورت میں دعا کو قبول کرے گا، تو ہر چیز کی حکمت سے واقف ہے اور اس کے مطابق دعاؤں کو سنتا اور قبول کرتا ہے، دعا کرنیوالے کو ایقان ایمان رکھنا چاہیئے کہ خدا دعا قبول کرتا ہے -

ابراہیمؑ اور اسمٰعیلؑ کی کامل فرمانبرداری

پھر دعا کی ربنا واجعلنا مسلمین لک اے ہمارے مولا! یہ پتھر کا مکان تو کوئی چیز نہیں لیکن جس جذبہ کے ماتحت ہم اسے بنا رہے ہیں اسکو ملحوظ رکھتے ہوئے ہمیں اپنے فرمانبردار بندے بنالے، یہی ہماری غرض اس مسجد کے بنانے میں ہے، یہ ہے دل کی آواز جس کو خدا نے سنا اور ان دونوں (ابراہیمؑ اور اسمٰعیلؑ) کو آزمایا انہوں نے ہر آزمائش میں پوری فرمانبرداری دکھائی، بڑی سے بڑی قربانی سے دریغ نہ کیا، خدا سے دوستی یونہی نہیں ہوسکتی، وہ دیکھتا ہے کہ جو شخص اس کا بندہ اور فرمانبردار بندہ ہونے کا دعوے کرتا ہے، کس حد تک اس کی مرضی کے سامنے جھکتا اور اپنی مرضی اور خواہش کو قربان کرتا ہے، کس طرح اپنی عزیز سے عزیز اور پیاری سے پیاری چیزوں کو

وہ خدا کی رضا کے لئے قربان کرنے سے دریغ نہیں کرتا یہاں تک کہ اپنی جان کو بھی خوشی سے فدا کرنے کے لئے تیار رہتا ہے اور اس کی تمام خواہشات پر خدا کی رضا مستولی رہتی ہے، ابراہیمؑ اور اسمٰعیلؑ نے فرمانبرداری کا جو نمونہ دکھایا، جس طرح محض خدا کی رضا کے لئے باپ نے بیٹے کی گردن پر چھری رکھی اور بیٹے نے خوشی سے اپنی گردن آگے کی، وہ انتہائی فرمانبرداری اور بے نظیر اطاعت کا نمونہ ہے -

فرمانبردار قوم کے بغیر کامیابی ممکن نہیں

لیکن صرف اپنے ہی لئے فرمانبرداری کی دعا نہیں کی، عرض کیا وامۃ مسلمۃ لک ایک قوم بھی ہمیں عطا فرما جو تیری فرمانبردار ہو، جب تک قوم ساتھ نہ ہو، اور فرمانبردار قوم نہ ہو اس وقت تک وہ بلند آہنگی پیدا نہیں ہوسکتی، جو خدا کے رستہ میں کام کرنے والوں کے لئے ضروری ہے، کوئی قوم اور کوئی قائد اس وقت تک ممتاز نہیں ہوسکتا جب تک پوری فرمانبرداری کا نمونہ ان میں نظر نہ آئے -

خدا کے سامنے اظہار عجز

پھر عرض کیا وارنا مناسکنا اے خدا ہمیں عبادت کے طور طریق سکھا دیجئے، وتب علینا طور طریق سیکھنے کے بعد پھر ہم سے عمل میں کوتاہیاں بھی ہوں گی، اس کے لئے ہماری توبہ قبول فرما اور درگذر کر - انک انت التوّاب الرحیم یقیناً تو بہت درگذر کرنے والا اور اپنی رحمت کی بارش کرنے والا ہے - یہ ان لوگوں کے کلمات ہیں جن کی کوئی کوتاہی رہی ہی نہیں، سر سے پاؤں تک قلب اور دماغ اور تمام جوارح اللہ تعالےٰ کے آگے جھکے ہوئے ہیں لیکن پھر بھی خدا کے آگے عجز ہی عجز ہے، اپنی کوتاہیاں ہی نظر آتی ہیں، جب تک ایسا نہ ہو انسان کی عملی حالت صحیح نہیں ہوسکتی -

ایک عظیم الشان رسول کے لئے دعا

پھر ایک اور دعا کی .... مکان تو خدا کی عبادت کے لئے بن گیا فرمانبردار قوم کے لئے دعا بھی ہوگئی، لیکن اس قوم کے لئے ایک رہبر کی بھی ضرورت ہے، تو عرض کیا ربّنا وابعث فیھم رسولاً منھم یتلوا علیھم اٰیٰتک ویعلمھم الکتاب والحکمۃ ویزکیھم انک انت العزیز الحکیم - اے مولا اس قوم کی رہبری کے لئے ایک عظیم الشان رسول مبعوث فرمایئے گا - الامین اور صادق و مصدوق ہو، قوم یقین کرتی ہو کہ وہ الامین ہے، وہ اس کو صادق و مصدوق یقین کرتی ہو، ویعلمھم الکتاب والحکمۃ - وہ قوم کی رہبری کے لئے انہیں کتاب سکھائے اور وہ اعلیٰ درجہ کی چیز جس کو خدا نے عزت و احترام کے ساتھ پیدا کیا یعنے عقل ان کو دے (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدا کی مخلوق کردہ اشیاء میں عقل بہت مکرم ہے ان اکرم خلق اللہ العقل) اس کے بود و باش، طور و طریق، لین دین، معاملات، جنگوں وغیرہ میں ایسا اعلیٰ درجے کا نمونہ ہو، کہ لوگ اس کی پیروی کریں ویزکیھم اور وہ لوگوں کا تزکیہ کرے، انہیں گندوں سے نکال کر پاکیزہ انسان بنادے، اس کے نمونہ سے قوم میں نیکی اور پاکیزگی کا دریا امنڈ آئے، انک انت العزیز الحکیم اے خدا تیری قدرت اور غلبہ کی انتہا نہیں اور تو ہی حکمت

اور عقل کا سرچشمہ ہے۔

دعائے ابراہیم کے حقیقی مصداق

یہ وہ دعا تھی جو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کی اور ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے انا دعاء ابی ابراھیم، میں اپنے باپ ابراہیم کی دعا ہوں، یعنی حضرت ابراہیم کی اس دعا کے نتیجہ میں خدا نے مجھے مبعوث فرمایا ہے، اور آپ نے فی الواقعہ حضرت ابراہیم کی دعا کو پورا کیا، اور ایک امی قوم کو جو علم و حکمت سے کوسوں دور تھی، جو طرح طرح کے گندوں اور جرائم میں مبتلا تھی، نہ صرف علم و حکمت سکھائی بلکہ ہر قسم کے گندوں سے انہیں پاک کر کے اعلیٰ درجہ کے باخدا انسان بنا دیا اور یہ باخدا انسان دنیا کے لئے اس قدر رحمت کا موجب ثابت ہوئے کہ انہوں نے ایک طرف علم و فلسفہ کی روشنی سے جہالت کی تاریکیوں کو دنیا سے مٹایا اور دوسری طرف اپنی روحانیت اور پاکبازی سے دنیا کو ان راہوں پہ چلایا، جو اخلاق، نیکی اور راستبازی کی منزل پہ پہنچاتی ہیں۔

مسجد سیرت و کردار کی درستی کا موجب ہے

اپنی قوم کو اس راہ پر چلانے کے لئے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی مسجد کا ہونا ضروری قرار دیا اور آپ نے مدینہ پہنچکر سب سے پہلا کام یہی کیا کہ ایک مسجد بنائی، سب سے پہلی مسجد آپ نے مدینہ سے باہر قبا کے مقام پر تعمیر کی، اور خود اپنے ہاتھ سے گارا اور اینٹیں اٹھا اٹھا کر لے جاتے رہے، پھر مدینہ میں بھی اسی طرح مسجد بنائی، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ قوم کی تعمیر کے لئے مسجد کا ہونا کس قدر ضروری ہے، اور مسجد میں ہر شخص کا آنا کتنا لازمی امر ہے اس سے سیرت پیدا ہوتی ہے، ایک زمانہ تھا کہ پڑھے لکھے لوگ سمجھا کرتے تھے کہ نماز روزہ جنت حاصل کرنے کے لئے ہے، لیکن فی الحقیقت یہ انسانی سیرت کو درست کرتا ہے، سیرت کے بغیر انسان کوئی چیز نہیں، اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد بنا کر اور نماز روزہ کا حکم دیکر انسانی سیرت کو ایسا بلند کیا کہ اس کی نظیر ملنی مشکل ہے۔

خانہ کعبہ بین الاقوامی اتحاد کا مرکز ہے

پھر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بنائی ہوئی مسجد کو قبلہ گاہ نہیں بنایا، یہ نہیں کہا کہ مردہ کا کیا ذکر کرتے ہو جس کو کئی ہزار سال گذر گئے بلکہ فرمایا واتخذوا من مقام ابراھیم مصلی، ابراہیم کی مسجد کو قبلہ بناؤ، اس سے قوموں میں اتحاد پیدا کرنا مقصود ہے مشرکین مکہ بھی حضرت ابراہیم کو اپنا باپ سمجھتے تھے اور یہودی اور عیسائی بھی، ان تینوں قوموں کو ایک اتحادی نکتہ پر لانے کے لئے حکم دیا کہ خانہ کعبہ کو جو حضرت ابراہیم کا تعمیر کردہ ہے، قبلہ بنالو، اور فرمایا این ما تکونوا یات بکم اللہ جمیعا مشرق اور مغرب میں جو بھی اس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے ہیں ہم ان کو ایک بنانا چاہتے ہیں اور دیکھ لیجئے اس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے والوں میں خواہ کسی قوم اور نسل سے ہوں، مشرق میں ہوں یا مغرب میں اخوت و اتحاد کا جذبہ کس قدر غالب ہے۔

مکہ کی بے آب و گیاہ وادی کی کشش

پھر ایک اور دعا حضرت ابراہیم نے کی ربنا انی اسکنت من ذریتی بواد غیر ذی زرع عند بیتک المحرم ربنا لیقیموا الصلوۃ اے خدا محض تیری عبادت کے لئے میں اپنی اولاد کو تیرے عزت والے گھر کے قریب بساتا ہوں، جہاں نہ کوئی مکان ہے، نہ درخت، نہ کھیتی باڑی ہے، نہ پھل پھول، کوئی چرند اور پرند نہیں باوجودیکہ اس دیار میں جغرافیائی کشش مفقود ہے آج بھی اس بیسویں صدی میں چاروں طرف سے لوگ عاشقانہ اور مجنونانہ طور پہ جاتے ہیں، کہتے ہیں پچھلے حج کے موقعہ پہ وہاں کی گرمی سے کئی ہزار انسان مر گئے، لیکن کیا یہ چیز لوگوں کو وہاں جانے سے روک سکتی ہے؟ نہیں اس سے بڑھکر خطرناک گرمیوں میں بھی لوگ وہاں جاتے رہے اور جاتے رہیں گے۔

پطرس کا عظیم الشان گرجا

مجھے یورپ کے سفر میں اٹلی کے اس عظیم الشان گرجا میں جانے کا اتفاق ہوا، جو حضرت عیسٰی کی اس پیشگوئی کو سامنے رکھکر بنایا گیا ہے جس میں انہوں نے اپنے ایک حواری پطرس کو کو مخاطب کر کے فرمایا تو وہ چٹان ہے جس پر خدا کا گرجا بنایا گیا، اس پیشگوئی کو پورا کرنے کے لئے اٹلی جیسے خوبصورت اور دلکش ملک میں سینٹ پیٹرس چرچ بنایا گیا اور اس کی تعمیر کو شاندار بنانے کے لئے سارے یورپ کے بادشاہوں نے اپنے خزانے انڈیل دیئے۔

پھر وہ مقام جہاں یہ گرجا بنایا گیا ایسا پُرفضا ہے کہ جس شخص نے کشمیر دیکھا ہو وہ اس کی پُرفضا وادیوں، اس کے گل و گلزار اور صحت افزا آب و ہوا کا صحیح اندازہ کر سکتا ہے، امریکہ سے اور سارے یورپ سے لوگ سردیاں بسر کرنے کے لئے وہاں پہنچ جاتے ہیں اور اس سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔ میں وہاں اس گرجا کو دیکھنے کے لئے گیا، بڑا خوبصورت گرجا ہے۔ سونا اور چاندی اس کی دیواروں کو لگایا گیا ہے، بہت شاندار اور بہت وسیع ہے دروازہ پہ مرقس کا بت بنا رکھا ہے، کالا بھجنگ اس کا پاؤں آگے بڑھا ہوا ہے۔ بڑے بڑے لوگ اور بادشاہ جاتے ہیں اور اس کے پاؤں کو بوسہ دیتے ہیں، یہاں تک کہ بوسہ دیتے دیتے پاؤں کا وہ حصہ چاندی کی طرح سفید ہو گیا ہے۔ میں نے وہاں کے لوگوں سے کہا کہ میں اتوار کے روز یہاں گرجا دیکھنا چاہتا ہوں، وہ کہنے لگے یہاں گرجا نہیں ہوتا میں حیران رہ گیا میں نے کہا یہاں ساتھ ہی پوپ کا مکان ہے کیا وہ گرجا کرنے نہیں آتے، انہوں نے کہا ان کے مکان میں ایک چھوٹا سا گرجا ہے وہیں نماز پڑھ لیتے ہیں۔

گرجا کی بربادی اور خانہ کعبہ کی آبادی

غور کیجئے ایک طرف یہ شاندار گرجا اور ایسے پُرفضا مقام پر اور اس کی یہ حالت کہ نماز پڑھنے کے لئے وہاں کوئی نہیں جاتا وہ اجڑا ہوا اور برباد ہے اور دوسری طرف مکہ کی غیر ذی زرع وادی جہاں کوئی خوبصورتی نہیں اور نہ کشش کا کوئی سامان ہے سوائے اس کے کہ ایک خدا کی کشش ایک خدا کی عبادت انہیں وہاں لے جاتی ہے، کس قدر مخلوق ہر سال وہاں محض خدا کی رضا حاصل کرنے کے لئے امنڈی ہوئی چلی جاتی ہے۔

مکہ کی طرف میلان دعائے ابراہیمی کا نتیجہ ہے

یہی دعا حضرت ابراہیم نے کی تھی فاجعل افئدۃ من الناس تھوی الیھم اے خدا لوگوں کے دلوں کو تو ان کی طرف مائل کر دے وارزقھم من الثمرات لعلھم یشکرون اور ان کو پھلوں سے رزق عطا فرما تاکہ وہ شکرگذار ہوں۔ یہ پھلوں کا رزق اس وادی غیر ذی زرع میں کس طرح پہنچا اور پہنچ رہا ہے، اور حضرت ابراہیم کی دعاؤں کو اللہ تعالیٰ نے کیسے سنا یہ بھی ایک قابل غور بات ہے، یہ اس اخلاص اور قربانیوں کا نتیجہ ہے جو انہوں نے کیں اور نہایت اخلاص کے ساتھ عرض کیا ربنا انک تعلم ما نخفی وما نعلن ولا یخفی علی اللہ من شیئ فی الارض ولا فی السماء اے ہمارے رب تو ہمارے دلوں کو جانتا ہے تو کچھ ہم چھپاتے ہیں اور جو ظاہر کرتے ہیں۔ ہم کو توفیق عطا فرما کہ ہمارے ظاہر و باطن ایک جیسے ہو جائیں۔

عبادت کی سب سے بڑی غرض

یہ سب سے بڑی غرض اسلامی عبادت کی ہے جو دعا بن کر حضرت ابراہیم کی زبان پہ آئی کہ ہمارے دل اور ہمارے اعضاء تمام جوارح تزکیہ اور طہارت کے زیور سے آراستہ ہو جائیں اور یہ اسی صورت میں ہو سکتا ہے کہ ہم یقین کریں کہ خدا تعالیٰ ہمارے دلوں سے اور دلوں کی نیات اور ارادوں سے پورے طور پہ واقف ہے۔ اس ایمان کے بغیر تزکیہ حاصل نہیں ہو سکتا۔

خدا کے ہاں عمل و اخلاص مقبول ہے نہ کہ رسم و رواج

یہ وہ چیز ہے جو اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے زیادہ مقبول ہے، ظاہری رسم و رواج کوئی چیز نہیں۔ جیسا کہ دوسری جگہ فرمایا اجعلتم سقایۃ الحاج وعمارۃ المسجد الحرام کمن امن باللہ والیوم الاخر وجاھد فی سبیل اللہ لا یستون عند اللہ واللہ لا یھدی القوم الظلمین، حاجیوں کو پانی پلا دینا، مسجد میں چراغاں کر دینا اور اس پر فخر کرنا کہ ہم اس کے مجاور ہیں، ہماری نگاہ میں یہ کوئی چیز نہیں انما یعمر مسجد اللہ من امن باللہ والیوم الاخر واقام الصلوۃ واتی الزکوۃ ولم یخش الا اللہ خدا کا گھر آباد کرنا ان لوگوں کا کام ہے جو اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان لائیں، نماز قائم کریں زکوٰۃ دیں اور خدا کے سوائے کسی سے نہ ڈریں۔

تفریق بین المسلمین کی جگہ ——— مسجد ضرار

اور پھر ایک اور ڈرنے کا مقام ہے فرمایا والذین اتخذوا مسجدا ضرارا وکفرا وتفریقا بین المسلمین وارصادا لمن حارب اللہ ورسولہ من قبل ولیحلفن ان اردنا الا الحسنی واللہ یشھد انھم لکذبون۔ ایسی مسجد جو مسلمانوں کو دکھ دینے کے لئے بنائی جائے، اس میں مسلمانوں کے اندر تفریق پیدا کرنے والی باتیں کی جائیں، وہ ہرگز اس قابل نہیں کہ اس میں داخل ہوں، باوجودیکہ اس کو مسجد بنایا گیا اذان بھی ہوتی ہے اقامت اور نماز بھی ہوتی ہے لیکن حکم دیا لا تقم فیہ ابدا کبھی اس کے اندر کھڑے مت ہو، مسجد کو الجامعۃ کہا ہے، مسلمانوں کو اکٹھے کرنے والی، ان میں اتحاد پیدا کرنے کی جگہ، اگر مسجد میں تفریق بین المسلمین پیدا ہوتی ہے۔

(باقی صفحہ ۱۲)

ترجمۃ القرآن انگریزی کے متعلق

چند سوالات کے جوابات

مکرمی جناب ایڈیٹر صاحب اخبار پیغام صلح لاہور۔ السلام علیکم۔ ایک صاحب کی طرف سے ایک خط موصول ہوا ہے جو کہ درج ذیل ہے۔ انہوں نے ترجمۃ القرآن انگریزی، مترجمہ حضرت مولانا محمد علی صاحب مرحوم و مغفور کے متعلق چند سوالات کئے ہیں۔ اور ان کے جوابات مانگے ہیں۔ ان جوابات کے لئے حضرت مولانا مرحوم و مغفور کے کاغذات میں سے صدر انجمن احمدیہ قادیان کے ریزو لیوشنوں اور فیصلہ جات کی نقلوں کی چھان بین کرنی پڑی۔ اور جو کچھ ان میں سے اخذ کیا گیا ہے وہ بھی درج ذیل ہے۔ اس تمام مضمون کو من و عن اخبار پیغام صلح میں جلدی شائع فرما دیں تاکہ جماعت کے احباب کو اصل واقعات سے آگاہی حاصل ہو سکے۔

خاکسار رحمت اللہ احمد فاروقی از لاہور

خط کا مضمون

السلام علیکم۔ حضرت امیر مولانا محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے معرکۃ الآرا ترجمہ قرآن مجید بزبان انگریزی کے متعلق عوام میں چہ میگوئیاں ہو رہی ہیں۔ اس سلسلہ میں بعض مضامین بھی غلط فہمی کا موجب ہوئے ہیں۔ از راہ کرم آپ مندرجہ ذیل امور پر روشنی ڈال کر عند اللہ ماجور ہوں۔ امید ہے میری طرح بہت سے متلاشیان حق کی رہنمائی کا موجب ہوگا۔

(۱) حضرت مولانا محمد علی صاحب مرحوم و مغفور نے کس سن سے انگریزی ترجمہ شروع کیا۔؟

(۲) آپ قادیان کی انجمن میں کس عہدہ پر مامور تھے اور کب تک رہے اور کون سے شعبہ جات آپ کے سپرد تھے۔؟

(۳) کیا آپ کو ترجمۃ القرآن کے لئے انجمن کے دیگر کاموں سے سبکدوش کر دیا گیا تھا۔ اور اگر کیا گیا تھا تو کن صاحب نے آپ کا کام سنبھالا؟

(۴) اس وقت قادیان کی صدر انجمن احمدیہ کے ممبران اور عہدیداران میں کون کون صاحب تھے؟ اگر تکلیف نہ ہو اور ممکن ہو تو ان کے اسمائے گرامی بھی لکھ دیجئے گا؟

(۵) ترجمۃ القرآن انگریزی کس سن میں شائع کیا گیا۔ اس وقت کس نے چھپوایا اور نیا ترجمہ جو نظر ثانی کے بعد اب چھپ رہا ہے جس کے ہر وقت پڑھنے کا ذکر حضرت مرحوم و مغفور کے تذکرے میں بار بار آیا ہے۔ اس کی نگرانی و طباعت کا کام کون کر رہا ہے؟

جواب خط

مکرمی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

گرامی نامہ ملا۔ جہاں تک میں معلومات حاصل کر سکا ہوں وہ پیش کرتا ہوں۔ مجھے اجازت دیجئے کہ آپ کے سوالات کو نمبروں کے لحاظ سے آگے پیچھے کر لوں۔ اس طرح مضمون کی ترتیب درست رہے گی۔

حضرت مولانا محمد علی صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) قادیان میں صدر انجمن احمدیہ قادیان کے سیکرٹری تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب رسالہ الوصیت شائع فرمایا۔ تو اس کے بعد غالباً ۱۹۰۵ء میں اس انجمن کی تشکیل عمل میں آئی۔ اور مندرجہ ذیل اصحاب مجلس معتمدین صدر احمدیہ انجمن قادیان کے ممبر منتخب ہوئے:۔

(۱) حضرت مولنا نور الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ
(۲) مولانا محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ
(۳) خواجہ کمال الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ
(۴) مولانا سید محمد احسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ
(۵) مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب
(۶) نواب محمد علی خاں صاحب آف مالیر کوٹلہ
(۷) سیٹھ عبد الرحمٰن صاحب آف مدراس
(۸) مولوی غلام حسن صاحب مرحوم و مغفور از پشاور۔
(۹) میر حامد شاہ صاحب مرحوم و مغفور از سیالکوٹ
(۱۰) شیخ رحمت اللہ صاحب مرحوم و مغفور
(۱۱) ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب مرحوم و مغفور
(۱۲) ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب مرحوم و مغفور
(۱۳) ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب مرحوم و مغفور
(۱۴) ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب مرحوم و مغفور

مندرجہ بالا چودہ اصحاب مجلس معتمدین کے لائف ممبر تھے صدر انجمن احمدیہ قادیان کے قیام کے بعد جلدی حضرت مولانا محمد علی صاحب (مرحوم) اس کے سیکرٹری منتخب ہو گئے۔ اس کے علاوہ آپ رسالہ ریویو آف ریلیجنز انگریزی و اردو کے ایڈیٹر بھی تھے، اور حضرت مسیح موعودؑ نے خواجہ کمال الدین صاحب (مرحوم) کو اس میں معاون تجویز کیا۔

۱۹۰۹ء میں مولانا محمد علی صاحب (مرحوم) نے قرآن کریم کا انگریزی ترجمہ شروع کیا چنانچہ آپ نے صدر انجمن احمدیہ کو لکھا:۔

"جہاں تک میں نے غور کیا ہے کم از کم ایک سال تک یہ ضرورت ہوگی کہ ترجمہ کی تیاری کے لئے مختلف تراجم اردو و انگریزی و لغت عربی و انگریزی کا مطالعہ کیا جائے اور اس کے بعد غالباً دو سال سے کم میں ترجمہ ختم نہ ہوگا۔ اس طرح یہ کم از کم تین سال میں تکمیل ترجمہ ہوگی اور ممکن ہے کہ اس سے زیادہ چار یا پانچ سال تک لگ جاویں۔ چونکہ یہ آٹھ نو ہزار روپے کا خرچ ہے۔ اور میگزین کی طرح اس کا نتیجہ ساتھ ساتھ کوئی نہ نکلے گا۔ اس لئے ممکن ہے کہ بعض خیر خواہان قوم کے دل میں اس معاملہ میں ظنی پیدا ہو۔ یہ ایک بڑا اہم اور نازک معاملہ ہے اس میں احمدی انجمنوں کی رائے لی جاوے اخبار کے ذریعے پہلے رائے طلب کر لی جائے تاکہ بعد میں مورد الزامات نہ ہوں۔ یہ ایک نیا کام ہے اس لئے میں یہ بھی نہیں کہہ سکتا کہ کیسا ترجمہ کر سکوں گا یہ سب معاملہ اللہ تعالےٰ کے ہاتھ میں ہے ....

ہاں اگر اللہ تعالےٰ کی نصرت اور تائید شامل حال ہو تو یہ کام شاید اس طرح پر ہو جائے کہ دنیا کے لئے مفید ہو .... ان اخراجات کی برداشت نہ کرنے کی صورت میں یہ ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ میرے لئے کوئی سبیل پیدا کر دے تو فارغ وقت میں جہاں ہو رہ کر تھوڑا تھوڑا اس کام کو کرتا رہوں۔ اس طرح یہ آٹھ دس سال میں یہ کام امید ہے ہو سکے گا۔

دستخط۔ محمد علی
۳۰ رمئی ۱۹۰۹ء

(نقل ریزولیوشن مجلس معتمدین صدر انجمن احمدیہ قادیان نمبر ۹۱۹)

پیش ہو کر قرار پایا۔ کہ ترجمہ قرآن شریف کا بزبان انگریزی شروع کیا جائے۔ حضرت مولوی محمد علی صاحب کو اس کام پر لگایا جائے۔ اور ایڈیٹری میگزین (ریویو آف ریلیجنز) کا کام مولوی شیر علی صاحب کے سپرد کیا جائے۔

(نقل رپورٹ مجلس معتمدین)۔

گویا ۱۹۰۹ء کے آخری حصے میں مولوی شیر علی صاحب نے ریویو آف ریلیجنز کے کام کو سنبھال کر مولانا محمد علی صاحب کو انگریزی ترجمۃ القرآن پر زیادہ وقت لگانے کا موقعہ بہم پہنچایا۔ مگر مولنا مرحوم بدستور سیکرٹری رہے اور ترجمہ کے ساتھ سیکرٹری شپ بھی کرتے تھے۔ اس کے علاوہ آپ افسر تعمیر بھی تھے اور تعلیم الاسلام ہائی سکول و بورڈنگ ہوس کی عمارات تمام و کمال آپ ہی کی سعی و نگرانی کا نتیجہ تھی۔ گویا اڑھائی تین سال تک آپ سیکرٹری شپ کے علاوہ ترجمہ انگریزی اور دیگر متفرق کام بھی کرتے رہے۔ چنانچہ ۲۷ر دسمبر ۱۹۱۱ء کی مجلس معتمدین میں آپ نے مندرجہ ذیل رپورٹ پیش کی:۔

"رپورٹ ایڈیٹر ریویو کہ ۲۶ر جون ۱۹۰۹ء کے اجلاس معتمدین میں میں نے رپورٹ پیش کی تھی کہ قرآن شریف کا انگریزی ترجمہ کرنے میں قریباً تین سال یا اس سے کچھ زیادہ وقت لگے گا۔ چنانچہ اس وقت اڑھائی سال کے عرصہ میں اکیس ۲۱ سیپاروں کا ترجمہ ہو چکا ہے اور امید ہے کہ باقی کام چھ ماہ کے عرصے میں انشاء اللہ ہو جائے گا۔ مگر محض ترجمہ کا شائع ہونا ہی مفید نہ ہوگا بلکہ مندرجہ ذیل امور کا ساتھ شائع ہونا ضروری ہے:۔

۱۔ مارجن جن میں کراس ریفرنس ہوں۔ یعنی قرآن کریم کے ایک مقامات کے حوالے دوسرے مقامات میں حاشئے پر دیئے جائیں۔

۲۔ علاوہ ان مختصر نوٹوں کے جو بعض الفاظ کی تشریح

بالخصوص دیگر چھوٹی چھوٹی مشکلات کی وجہ سے ہر صفحہ پر ترجمہ کے نیچے ہوں گے۔ ذیل کے نوٹ ہوں۔

(ا) ہر رکوع کے شروع میں اس رکوع کا خلاصہ اور اس کی آیات کا ربط مختصر الفاظ میں جو رکوع کے محض ہیڈنگ کی طرح ہو۔

(ب) ہر سورت کے شروع میں سورت کا خلاصہ جس میں اس کا تعلق پہلی سورت سے دکھایا جائے۔

(ج) ہر سورت کے اخیر میں اس سورت کے اہم مضامین پر ضروری نوٹ۔

(۳) ترجمہ کے شروع میں ایک مفصل انٹروڈکشن

ان امور کی تکمیل پر ترجمہ ختم ہونے کے بعد تین سال یا کم از کم دو سال ختم ہوں گے۔ اس اڑھائی سال کے عرصہ میں جس میں اکیس پاروں کا ترجمہ کیا گیا ہے ترجمہ کے کام کے علاوہ اور متفرق کاموں پر بہت سا وقت صرف ہوا ہے۔ مثلاً رامپور اور مسوری کے مباحثات میں ایک مہینہ صرف ہوا۔ انجمن کے کاموں کو سرانجام دینے کے لئے مجھے اکثر اوقات ادھر ادھر جانا ہوتا ہے۔ خود یہاں انجمن کے صیغوں کے کام کی تکمیل میں روزانہ بہت سا وقت صرف کرنا پڑتا ہے۔ کتاب ٹیچنگز آف اسلام کی چھپائی کا کام بھی اس عرصے میں ہوا ہے۔ اس کے ترجمے کی نظرثانی پھر شائع شدہ کاپیوں کو درست کرنا۔ پھر اس کتاب کے دوبارہ پڑھنے پر بہت سا وقت صرف ہوا۔ پھر کانونشن مذاہب۔ الٰہ آباد کے لئے لیکچر تیار کیا گیا۔ اس کے علاوہ یہ امر میرے مدنظر رہا ہے کہ جو لکھوں ہر لفظ کی خود تحقیق کر کے لکھوں کیونکہ پرانے ترجمے کو سامنے رکھ کر اس کی نقل شائع کرنا مفید نہیں۔ مسٹر مکالف نے گرنتھ صاحب کے چند حصص کا ترجمہ وغیرہ شائع کرنے میں پندرہ سال صرف کئے۔ اس لئے میری یہی رائے تھی کہ ترجمہ اس صورت میں مفید ہو سکتا ہے۔ جب اس کے ساتھ مذکورہ بالا امور شائع ہوں۔"

دستخط۔ محمد علی۔ ۲۷ ردسمبر ۱۹۱۱ء

(نقل از رپورٹ مجلس معتمدین)

جولائی ۱۹۱۲ء میں حضرت مولانا محمد علی صاحب (مرحوم) اڑھائی ماہ کی رخصت لے کر پہاڑ پر تشریف لے گئے۔ اور آپ کی غیر حاضری میں خلیفہ رشید الدین صاحب سیکرٹری کا کام سرانجام دیتے رہے۔ اکتوبر ۱۹۱۲ء سے پھر مولانا مرحوم کے دستخط بحیثیت سیکرٹری تمام ایجنڈوں پر موجود ہیں۔ نومبر ۱۹۱۲ء کے اخیر میں خواجہ کمال الدین صاحب (مرحوم) اور صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب ہندوستان سے باہر تشریف لے جاتے ہیں تو اس کے بعد صاحبزادہ صاحب کی واپسی تک مفتی محمد صادق صاحب کو اور خواجہ صاحب کی واپسی تک مولانا صدر الدین صاحب کو عارضی طور پر ممبران مجلس معتمدین مقرر کیا گیا۔

جنوری ۱۹۱۳ء میں جو صدر انجمن احمدیہ قادیان کے عہدیداران کا انتخاب ہوا اس میں بھی حضرت مولانا محمد علی صاحب (مرحوم) کو ہی سیکرٹری منتخب کیا گیا۔ اور آپ سیکرٹری کے علاوہ افسر تعمیرات بھی تھے۔ محاسب ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب اور اسسٹنٹ سیکرٹری مولانا صدر الدین صاحب مقرر ہوئے۔ ۱۹۱۴ء کے پہلے حصہ میں ہی حضرت مولوی نور الدین صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) کی وفات کے بعد حضرت مولانا محمد علی صاحب (مرحوم) لاہور تشریف لے آئے۔ مسئلہ کفر و اسلام اور مسئلہ نبوت پر صاحبزادہ بشیر الدین محمود احمد صاحب کے ساتھ متفق نہ ہونے کی وجہ سے آپ نے اپنے رفیقوں کی مدد سے احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کی بنیاد رکھی اور لاہور کی رہائش اختیار کر لی۔ لاہور میں بھی علاوہ سلسلے کی دیگر مصروفیات کے جو شروع کام میں کچھ زیادہ ہی ہوتی ہیں آپ نے انگریزی و اردو ترجمے کا کام جاری رکھا۔

۱۹۱۶ء میں حضرت مولانا محمد علی صاحب (مرحوم) نے صدر انجمن احمدیہ قادیان کو ایک چٹھی لکھی جس میں آپ نے ترجمے کو چند شرائط کے ساتھ انجمن مذکور کو دینے پر آمادگی ظاہر کی۔ ان میں سے ایک شرط یہ بھی تھی کہ

"میرے ترجمے میں کسی قسم کی ترمیم یا رد و بدل مطلق نہ کیا جائے گا۔ جو کچھ میری قلم سے نکلا ہے وہ بجنسہ و بلفظہ چھاپا جائے گا۔ آخری پروف میں خود پاس کروں گا اور وہی چھاپے جائیں گے۔"

قادیان کی صدر انجمن نے مولانا کی پیش کردہ شرائط پر ترجمہ لینے سے انکار کر دیا۔ اسی طرح مولانا محمد علی صاحب (مرحوم) نے احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کو چند شرائط پر یہ ترجمہ چھپوانے کی اجازت دی ان میں سے ایک یہ ہے:

"میرے ترجمے میں کسی قسم کی ترمیم در دو بدل مطلق نہ کیا جائے گا۔ جو کچھ میری قلم سے نکلا ہے وہ بجنسہ و بلفظہ چھاپا جائیگا۔ آخری پروف میں خود پاس کروں گا اور وہی چھاپے جائیں گے"

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور نے آپ کی شرائط منظور کر لیں اور اس کے بعد ترجمہ طباعت کے لئے انگلستان بھیجدیا گیا چونکہ اس وقت جناب مولانا صدر الدین صاحب ووکنگ مشن کے سلسلے میں وہاں قیام پذیر تھے۔ اس لئے انہیں کی معرفت یہ کام ہوتا رہا۔ بعد میں خان بہادر میاں غلام رسول صاحب مرحوم و مغفور کے صاحبزادے جناب میاں غلام عباس صاحب (حال آڈیٹر جنرل حکومت پاکستان) بھی قرآن کریم کے سلسلے میں ووکنگ تشریف لے گئے تھے۔

حضرت امیر رحمۃ اللہ علیہ کے دل میں قرآن کریم کو جلد از جلد نومسلموں کے ہاتھ میں پہنچانے کے لئے جس قدر تڑپ تھی اس کا اندازہ آپ کے مندرجہ ذیل خط سے ظاہر ہوتا ہے جو آپ نے ۱۹۱۵ء کے اخیر میں جناب مولوی صدر الدین صاحب کو انگلستان لکھا۔

"مکرمی و مخدومی مولوی صدر الدین صاحب۔ امام مسجد ووکنگ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ چونکہ آپ کے خطوط سے معلوم ہوتا ہے کہ انگریزی ترجمہ قرآن کی اشاعت اسلام کے لئے جس میں آپ لگے ہوئے ہیں سخت ضرورت ہے اور اس کے بغیر آپ کو بھی اور نومسلموں کو بھی سخت تکالیف پیش آ رہی ہیں اور چونکہ میرا صرف ترجمے کا حصہ بالکل تیار ہے۔ نوٹوں میں کچھ تھوڑا کام باقی ہے اور نیز ظاہر بوجہ مشکلات عربی ٹائپ ممکن ہے اس میں زیادہ التواء بھی ہو جائے۔ اس لئے میں آپکو اختیار دیتا ہوں کہ آپ خالص ترجمہ کی پہلی ایڈیشن چھپوا لیں اور اس کے اخراجات کا جس طرح چاہیں انتظام کر لیں اور جس طرح چاہیں اس کی اشاعت کریں۔ البتہ ترجمہ میں کسی قسم کا تغیر و تبدل یا کمی بیشی سوائے لفظی اصلاح کے جس کی ضرورت پروف پڑھنے میں پیش آئے۔ نہ کریں۔ مجھے پروف بھیجنے کی بھی ضرورت نہیں ہے۔" والسلام

خاکسار۔ محمد علی

مگر یہ ترجمہ بلا متن اس وقت نہ چھاپا گیا۔ بعد میں حضرت مولانا مرحوم کی نگرانی میں پہلی بار ۱۹۲۸ء میں شائع ہوا۔ اور دوبارہ نظرثانی کے بعد ۱۹۳۵ء میں چھپا۔ قرآن کریم انگریزی مع عربی متن ۱۹۱۷ء میں شائع ہوا۔ اس کی طباعت کی نگرانی جناب مولوی صدر الدین صاحب نے کی جو اس وقت امام مسجد ووکنگ تھے۔ پہلے طبع شدہ ترجمے کے پروف جن کی تصحیح مولوی صدر الدین صاحب نے کی اور پھر حضرت امیر مرحوم نے ان کو ملاحظہ فرمایا اور اپنی قلم سے جا بجا نہ صرف پروف کی مزید تصحیح کی بلکہ کئی جگہ عبارت میں بھی کمی بیشی کی۔ ابھی تک محفوظ ہیں اور ان پر خود حضرت امیر مرحوم کے دستخط موجود ہیں۔

۴۷-۱۹۴۸ء میں حضرت امیر مرحوم نے ترجمۃ القرآن انگریزی پر نظرثانی شروع کر دی اور نہایت تن دہی اور جانفشانی سے اس کام میں لگ گئے۔ اور ساتھ ہی ساتھ لونگ تھاٹس آف محمدؐ (انگریزی)۔ زندہ نبی کی زندہ تعلیم اور دیگر کئی کتب کی تصانیف میں مشغول رہے۔ ڈاکٹر محمد عبداللہ صاحب حال امام مسجد ووکنگ کی زیر نگرانی یہ تازہ ترجمہ چھپا۔ اور ایک نومسلم انگریز مسٹر عبدالعزیز دریٹیج کو یہ سعادت نصیب ہوئی کہ ان کے پریس میں طبع ہوا۔ اور وہی اس کی ظاہری خوشنمائی کے ذمہ دار ہیں۔ ہمارے پچھلے جلسہ سالانہ پر یہ نومسلم صاحب تشریف لائے تھے اور چند کاپیاں مطبوعہ ترجمۃ القرآن کی بھی ساتھ لائے تھے۔ جیسا کہ معلوم ہوا ہے اس وقت یہ ترجمہ انگلستان میں نئی مقرر کردہ قیمتوں پر دیا جا رہا ہے اور امید ہے کہ ماہ فروری کے آخر تک پاکستان میں بھی مل سکے گا۔ والسلام

خاکسار ممتاز احمد فاروقی

اسلامی رواداری (بقیہ ص۱)

وقف لیکن یہ سب غلط باتیں ہیں کہ اورنگ زیب جب تک سوا من جنیو نہ تڑوا لے کھانا نہیں کھاتا تھا۔ اورنگ زیب کے زمانہ میں ہندو بڑی بڑی اعلےٰ اسامیوں پر مقرر تھے اور اعلےٰ خدمات بجا لانے والے ہندوؤں کو انعام و اکرام دیئے جاتے تھے۔

---

[1] یہ مضمون دو تین ماہ پہلے لکھا گیا تھا لیکن بعض وجوہات سے اب تک شائع نہ ہو سکا۔

بچوں کا صفحہ

دوسروں سے مانگنا یا سوال کرنا۔

آج کل مسلمان گداگر در بدر بھیک مانگتے پھرتے ہیں۔ دوسروں سے سوال کرنے ۔ مانگنے میں مسلمان ذرا عار نہیں سمجھتے۔ حالانکہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیک مانگنے اور دوسروں سے سوال کرنے سے منع فرمایا ہے۔ اپاہج لوگوں کا معاملہ الگ ہے بیشک وہ ہماری امداد کے مستحق ہیں۔ مگر اچھے بھلے موٹے مشٹنڈوں کو دیکھا جاتا ہے کہ وہ بھی خیرات مانگنے سے نہیں شرماتے۔ ایسوں کو دینا گداگری کی بُری عادت کی حوصلہ افزائی کرنا ہے۔

بعض لوگوں نے بھیک مانگنا اپنا پیشہ بنا رکھا ہے۔ اسلام اس کا مخالف ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے نبی کریم صلعم اور پہلے چاروں خلیفوں کے زمانہ میں ایسے پیشہ ور گداگر نہیں پائے جاتے تھے۔ گداگری تو بڑی چیز ہے۔ دوسروں سے معمولی بات کے لئے بھی سوال کرنا معیوب سمجھا جاتا تھا۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ حضرت ابوبکرؓ اونٹ پر سوار تھے کہیں تشریف لے جا رہے تھے۔ اتفاقاً ان کے اونٹ کی مہار نیچے گر پڑی۔ آپ نے اونٹ کو بٹھایا۔ نیچے اُترے اور مہار اُٹھائی اور پھر سوار ہو گئے۔ ایک شخص پاس کھڑا تھا اس نے کہا امیرالمومنین آپ مجھے فرماتے میں مہار پکڑا دیتا۔ آپ نے کیوں اس قدر تکلیف فرمائی۔ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کیا تم کو معلوم نہیں ہے کہ ہمارے نبی کریم صلعم نے دوسروں سے سوال کرنے سے منع فرمایا ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ رضی اللہ عنہ بہت بڑے صحابی تھے۔ آپ اصحاب صُفّہ میں سے تھے۔ آپ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سینکڑوں حدیثوں کے راوی ہیں۔ آپ پر فاقے پر فاقے گذرتے تھے۔ لیکن کبھی سوال نہ کرتے تھے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ آپ بھوک کے مارے زمین پر گر پڑے۔ تب حضرت نبی کریم صلعم نے آپ کو دودھ پلایا۔ اور آپ چلنے پھرنے کے قابل ہوئے۔

اسی طرح مالک بن صنعان کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ آپ کو کئی کئی دن کا فاقہ ہوتا مگر زبان سے کبھی سوال نہ کرتے یہ لوگ اپنے نبی کی تعلیم پر اس قدر سختی سے کاربند تھے کہ اپنی جان کی بھی پروا نہ تھی۔

بیان کیا جاتا ہے کہ بعض مسلمانوں نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے تجدید بیعت کی یعنی نئے سرے سے آپؐ کے ہاتھ پر عہد باندھا۔ اس بیعت کی ایک شرط یہ بھی تھی کہ وہ کسی سے سوال نہیں کریں گے۔

اسلام دنیا میں انسان کا مرتبہ بلند کرنے کے لئے آیا ہے مانگنے یا سوال کرنے سے انسان کی عزت گھٹ جاتی ہے۔ خود داری میں فرق آ جاتا ہے۔ انسان ذلیل ہو جاتا ہے۔ اس لئے اسلام نے سوال کرنے کی عادت کو روکا ہے۔ مجبوری کی صورتیں الگ ہیں۔ بعض لوگوں کو سوال کرنے کی عادت ہو جاتی ہے۔ اور تھوڑی سی بات کے لئے بھی سوال کر دیتے ہیں۔ یہ معیوب ہے۔ اس سے بچنا چاہیئے۔

مولانا مرتضیٰ خان صاحب

اسلامی رواداری

بچو! اس بات کو خوب یاد رکھو کہ دنیا میں صرف اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جس نے نہایت واضح طور پر رواداری کی تعلیم دی ہے۔ رواداری کا کیا مطلب ہے؟ رواداری کا مطلب ہے دوسرے مذہب کے لوگوں کیساتھ نیک سلوک کرنا۔ ان کے حقوق کی حفاظت کرنا۔ ان کو مذہبی آزادی دینا اور ان سے عدل و انصاف کرنا۔ مسلمان بادشاہ اس امر کا بہت خیال رکھتے تھے۔ کہ غیر مسلم رعایا سے نیک سلوک کیا جائے اور ان کے تمام قسم کے حقوق کی حفاظت کی جائے۔ حضرت عمرؓ ہمیشہ اپنے گورنروں کو ہدایت کیا کرتے تھے کہ ذمیوں یعنے غیر مسلم رعایا سے نیک سلوک کیا جائے۔ جب آپ فوت ہونے لگے اس وقت بھی آپ نے وصیت فرمائی کہ جو میرے بعد خلیفہ ہو اسکو لازم ہے کہ ذمیوں کے حقوق کی ہر طرح سے نگہداشت کرے۔ اسلام نے اس کے متعلق سخت تاکید کی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب مسلمان بادشاہوں کا دوسرے مذہب کے بادشاہوں سے مقابلہ کیا جائے تو صاف طور پر نظر آ جائے گا کہ مسلمانوں جیسی رواداری کسی نے نہیں برتی اور اگر کبھی کسی مسلمان بادشاہ نے رواداری کے خلاف قدم اُٹھایا تو مسلمان علما نے اس کے خلاف آواز اُٹھائی۔ اس بارہ میں ہم تم کو کشمیر کے ایک فرمانروا سلطان سکندر کا ایک واقعہ سناتے ہیں۔ یہ سلطان چودھویں صدی عیسوی کے آخر میں کشمیر پر حکومت کرتا تھا۔ اس کا ایک وزیر تھا جس کا نام "سی آبٹ" تھا۔ اس نے سلطان سکندر کو آمادہ کیا کہ ہندوؤں کے بُت توڑنا بہت اچھا کام ہے۔ سلطان خود مذہب اسلام سے زیادہ واقف نہ تھا وہ اس بات پر آمادہ ہو گیا۔ اس زمانہ میں شاہ ہمدان ایک مشہور مسلمان ولی اللہ تھے۔ ان کا مزار سرینگر میں دریائے جہلم کے کنارے پر واقع ہے۔ جب انہوں نے سلطان کے متعلق سُنا کہ وہ ہندوؤں کے بُت توڑنے کے درپے ہے وہ سلطان کے پاس گئے اور اس سے کہا "سلطان! سُنو! تمہارا یہ طریق اسلام کی تعلیم کے خلاف ہے۔ ہمارا مذہب ہمیں یہ تعلیم دیتا ہے کہ ہم غیر مذاہب کی عبادتگاہوں کی حفاظت کریں اور ان کی اسی طرح عزت کریں جس طرح ہم اپنی مسجدوں کی عزت کرتے ہیں۔ جب سلطان نے شاہ ہمدان کی یہ بات سُنی اس نے اپنا پہلا خیال ترک کر دیا۔ اور حکم دیا کہ اگر ناواقفیت کی وجہ سے کوئی مندر کسی وقت گرایا گیا ہو تو فوراً اسکو نئے سرے سے تعمیر کیا جائے اور اس کی تعمیر کے تمام مصارف شاہی خزانہ سے ادا کئے جائیں۔

غلطی کا ہو جانا الگ بات ہے لیکن دیکھنا یہ ہے کہ اسلام کی تعلیم کیا ہے۔ اسلام کی تعلیم یہی ہے کہ دوسرے مذاہب کی عبادتگاہوں کی بھی حفاظت اور عزت کی جائے۔ اگر کسی ناواقف حکمران نے کبھی اس کے خلاف کیا ہو تو یہ اس کا ذاتی فعل ہے۔ عام طور پر مسلمان بادشاہوں نے ہمیشہ اپنی غیر مسلم رعایا سے رواداری کا سلوک کیا ہے۔ ہندو لوگ اورنگ زیب بادشاہ کو بڑا متعصب مشہور کرتے ہیں مگر تاریخی ثبوت موجود ہیں کہ اس بادشاہ نے ہندوؤں کے مندروں کو جاگیریں

(باقی بر صفحہ ۸)

اسلام کی عظمت و صداقت پر یقین و ایمان بڑھانے والی کتابیں

مندرجہ ذیل کتب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام نے حال ہی میں چھپوائی ہیں۔ ان کتب میں جو نور بھرا ہوا ہے ضروری ہے کہ ہر دوست اس سے منور ہوتے اور دوسروں کو منور کرنے کی کوشش کرے۔ کم از کم ہر ایک احمدی گھر میں ان کتابوں کا ہونا نہایت ضروری ہے:

حضرت مولانا محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی گرانمایہ تصنیفات

انگریزی ترجمۃ القرآن مع متن (ریوائزڈ ایڈیشن) جو ایک عرصہ سے لندن میں دو قسم کے کاغذ پر بیس ہزار کی تعداد میں چھپ رہا تھا جس کے آخری پروف بھی حضرت امیر رحمۃ اللہ علیہ نے ہی بہ نفس نفیس دیکھے آج زیور طبع سے آراستہ ہو کر ہمارے سامنے موجود ہے۔ حضرت نے متواتر تین سال کی دن رات محنت کر کے اسکو ریوائز کیا۔ اور موجودہ صورت ایسی دلکش ہو گئی ہے کہ بار بار دیکھنے کو دل چاہتا ہے۔ سائز اور حجم چھوٹا ہو گیا ہے۔ اس وقت اعلیٰ کوالٹی کی ۸۰ کاپیاں بذریعہ ہوائی جہاز لاہور پہنچ گئی ہیں۔ سیکنڈ کوالٹی کی جلدیں بھی پہنچنے والی ہیں۔ ہدیہ فرسٹ کوالٹی تیس روپے۔ ۳۰/ سیکنڈ کوالٹی بیس روپے۔ ۲۰/ روپے۔

زندہ نبی کی زندہ تعلیم اس کتاب میں حضور سرور کائنات محمد صلعم کی حیات طیبہ اور اسلام کے عالمگیر پیغام کو قرآن و حدیث کی روشنی میں جدید اسلوب اور موجودہ زمانہ کے تقاضوں کے مطابق پیش کیا گیا ہے۔ اس کتاب کے اسلوب اور جامعیت سے انگلستان کی ایک فرم کے کارپردازان اتنے متاثر ہوئے کہ وہ اس کتاب کو بیک وقت انگریزی فرانسیسی اور ہسپانوی زبانوں میں شائع کر رہے ہیں۔ قیمت مجلد مع سبز گرد پوش چار روپے۔ ——۴

انگریزی میں جس کی طباعت اور جلدبندی ولایت میں ہوئی ہے۔ خوشنما رنگدار گرد پوش۔ قیمت ۔۔۔ ۳ — ۸ — ۰

احادیث العمل یہ صحاح ستہ کی منتخب احادیث کا مجموعہ ہے جو ہمارے روزمرہ عمل میں کام آتا ہے۔ بالمقابل کالم میں سلیس اردو میں ترجمہ ہے اور نیچے تفسیری نوٹ ہیں۔ لکھائی چھپائی اعلیٰ کاغذ عمدہ۔ رنگین گرد پوش۔

قیمت مجلد۔ دس روپے ۔۔ ۱۰ — ۰ — ۰

سیرت خیر البشر (سوم ایڈیشن) جس میں فاضل مصنف نے آنحضرت صلعم کے بچپن سے لیکر وفات تک کے حالات دلکش پیرایہ میں بیان کئے گئے ہیں اور اسلامی جنگوں اور تعداد ازواج پر جملہ اعتراضات کو رفع کیا گیا ہے۔ قیمت دو روپے چار آنے ۔۔ ۲ — ۴ — ۰

انوار القرآن عام طور پر قرآن کریم کا آخری حصہ نمازوں میں پڑھا جاتا اور حفظ کیا جاتا ہے اس لئے فاضل مصنف حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس عام ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے ستائیسویں اور تیسویں پارہ کا اردو میں عام فہم ترجمہ کیا ہے اور ساتھ ہی اس کی تفسیر بھی کی ہے۔ حضرت علامہ مرحوم کے اسلوب بیان سے واقفیت رکھنے والے جانتے ہیں۔ نہایت دلکش پیرایہ میں تفسیر کی ہے۔ اسکا حصہ اول ختم ہو چکا ہے جو زیر طبع ہے عنقریب شائع ہو گا۔

دوسرا حصہ یعنی ۲۷ویں پارہ کا ترجمہ مع تفسیری نوٹ کے موجود ہے مجلد لٹھہ پر سنہری حروف میں نام لکھا ہوا ہے۔ قیمت صرف تین روپے آٹھ آنے ۔۔ ۳ — ۸ — ۰

حضرت مسیح موعود و مہدی معہود و مجدد صد چہاردہم کی تصنیفات

درثمین کامل حضرت مجدد اعظم کی تصوف و روحانیت میں ڈوبی ہوئی فارسی اور اردو نظموں کا مجموعہ لکھائی چھپائی اعلیٰ، ٹائیٹل دیدہ زیب قیمت صرف ایک روپیہ آٹھ آنے ۔ ۱ — ۸ — ۰

فتح اسلام جس میں اسلام کی فتح کی بشارت دی گئی ہے اور اس کو دنیا میں غالب کرنے کی راہ بتائی ہے۔ قیمت ۔۔ ۰ — ۵ — ۰

توضیح مرام جس میں مسیح موعود کے دعوے پر روشنی ڈالی گئی ہے اور ملائک و جنات کی حقیقت بیان کی گئی ہے اور قرآن کی بعض سورتوں اور آیات کی نہایت لطیف تفسیر فرمائی ہے ۔۔ ۰ — ۶ — ۰

ازالہ اوہام ہر دو حصص مجلد اعلیٰ۔ اس کتاب میں وفات مسیح اور نزول مسیح اور اس کے متعلقہ تمام مسائل پر نہایت شرح و بسط سے بحث کی گئی ہے اور تمام اعتراضات کے جوابات دیئے گئے ہیں۔ قیمت ۔۔ ۵ — ۰ — ۰

تعلیم اسلام یا اسلامی اصول کی فلاسفی۔ یہ اس لیکچر کا نام ہے جو مذاہب عالم کی کانفرنس میں حضرت مسیح موعود نے دیا اور اس میں پانچ نہایت اہم سوالات پر جو اس دنیا اور آخرت کی زندگی سے تعلق رکھتے ہیں روشنی ڈالی ہے اس کتاب کو پڑھکر کئی لوگ اسلام کے نور سے منور ہوئے اور اسکے انگریزی ترجمہ کو پڑھکر کئی انگریز مشرف بہ اسلام ہوئے۔ قیمت ایک روپیہ چار آنے ۔۔ ۱ — ۴ — ۰

کشتیٔ نوح جس میں جماعت کو تقوے اور روحانیت کے بلند مقام کی طرف رہبری کی گئی ہے اور بہت ہی مفید نصائح اور ہدایات دی گئی ہیں۔ بہترین کاغذ۔ لکھائی چھپائی عمدہ۔ قیمت ۔۔ ۱ — ۴ — ۰

مرقات الیقین فی حیات نور الدین حضرت مولانا نور الدین رحمۃ اللہ علیہ کی خود نوشت سوانح حیات جو ایسے دلکش حالات و واقعات سے لبریز ہے جن میں نور ایمان بھرا ہوا ہے ۔۔ ۲ — ۴ — ۰

(پاکستان کے لئے)

ملنے کا پتہ: **مینیجر دار الکتب اسلامیہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام احمدیہ بلڈنگس لاہور**

(ہندوستان کیلئے)

شیخ محمد انعام الحق صاحب

۱۰/۱ (A) ملک پیٹھ۔ حیدر آباد۔ دکن (ہند)

دار السلام کواپریٹو ہاؤسنگ سوسائٹی لمیٹڈ کراچی!

پاکستان کے دار الخلافہ اور بین الاقوامی تجارتی شہر کراچی

احمدیہ بستی کے قیام کیلئے دار السلام کواپریٹو ہاؤسنگ سوسائٹی لمیٹڈ نے ملیر اور لانڈھی ریلوے اسٹیشن کے درمیان پاکستان ریڈیو اسٹیشن کے نزدیک اور کراچی امپرومنٹ ٹرسٹ کی رہائشی زمین کے پاس ایک کالونی بنانے کی تجویز کی ہے جس میں دو طرح کے پلاٹ رکھے گئے ہیں (۱) ایک ہزار (۱۰۰۰) مربع گز اور (۲) تین صد (۳۰۰) مربع گز۔ اس کا نقشہ ۲۶ مارچ کے پیغام صلح میں شائع ہوا تھا۔ کالونی میں کھلی سڑکیں اور پارکس رکھے گئے ہیں۔ [illegible] کے لئے دو کانیں بھی ہوں گی۔

زمین [illegible] کرنیوالے خواہشمند احباب کو خوشخبری دی جاتی ہے کہ سوسائٹی نے ممبران کی عرضیاں اور روپیہ آنے کی آخری تاریخ ۱۰ اپریل کی بجائے **۲۲ اپریل** [illegible] تاکہ سب احباب فائدہ اٹھا سکیں۔

[illegible] مختصراً یہ ہیں:- (۱) زمین کا ایک پلاٹ حاصل کرنے کے لئے ہر فرد کیلئے ضروری ہے کہ سوسائٹی کا ممبر بنے جس کیلئے **فیس داخلہ** دس روپیہ اور [illegible] کی بابت پچاس روپیہ -/۵۰ ادا کرنا ضروری ہے (۲) جس قدر زمین کا پلاٹ درکار ہو آٹھ آنہ فی مربع گز کے حساب سے زمین کی قیمت فوری [illegible] کے ساتھ [illegible] اپریل ۱۹۵۲ء تک پہنچنا ضروری ہے یعنی ایک ہزار مربع گز کے پلاٹ کے حاصل کرنے کے لئے پانچ صد ساٹھ -/۵۶۰ روپے اور تین صد [illegible] گز پلاٹ کے حاصل کرنے کے لئے دو صد دس -/۲۱۰ روپے ادا کرتے ہوں گے۔

(۳) دوکان کے پلاٹ کی قیمت پانچ صد -/۵۰۰ روپیہ ہے اور ممبر شپ کے ساٹھ روپیہ -/۶۰ کل پانچ صد ساٹھ روپیہ -/۵۶۰۔

جیسا کہ کالونی کے نقشہ سے ظاہر ہے جتنا رقبہ پلاٹس کے لئے مخصوص ہے اتنا ہی قبہ سڑکوں اور پارکس لئے مخصوص ہے لہذا آٹھ آنہ فی مربع گز زمین ہے جو انجمن کو ادا کرنی ہے۔ قیمت زمین ادا کرنے کے بعد زمین کا قبضہ مل جائیگا تو پلاٹ با قبضہ ممبران میں سوسائٹی کی مقرر کردہ مینجنگ [illegible] تقسیم کرے گی۔

زمین کی Development + Construction اصلاح اور تعمیر کا کام سوسائٹی کی مینجنگ کمیٹی ممبران کے مشورہ سے قاعدے کے مطابق سرانجام دیگی۔ سوسائٹی چونکہ رجسٹرڈ باڈی ہے اس لئے گورنمنٹ سے وہ تمام مراعات کی توقع ہے جو دوسری سوسائٹیز کو گورنمنٹ نے دینی منظور کی ہیں۔

لہذا احباب فوراً ممبر بن کر زمین کا روپیہ **یا تو** دار السلام کواپریٹو ہاؤسنگ سوسائٹی لمیٹڈ کے حساب میں سندھ پراونشل کواپریٹو بنک لمیٹڈ سرائے روڈ کراچی کو

یا

سیکرٹری دار السلام کواپریٹو ہاؤسنگ سوسائٹی لمیٹڈ معرفت امجد آرمری میرٹ روڈ کراچی ارسال فرما کر مشکور فرماویں۔

امجد خان آنریری سیکرٹری
دار السلام کواپریٹو ہاؤسنگ سوسائٹی لمیٹڈ کراچی

حضرت اماں جان (اہلیہ محترمہ حضرت مسیح موعودؑ) کی وفات!

یہ خبر جماعت کے تمام حلقوں میں نہایت رنج واندوہ سے سنی جائیگی کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زوجہ محترمہ (نصرت جہان بیگم صاحبہ) کئی روز کی شدید علالت کے بعد ۸۶ سال کی عمر میں اس جہان فانی سے عالم بقا کو رحلت فرما گئیں۔ اناللہ وانا الیہ راجعون

حضرت اماں جان حضرت مسیح موعودؑ کی دوسری بیوی تھیں جن کا نکاح نومبر ۱۸۸۴ء میں بمقام دہلی ہوا آپ دہلی کے ایک مشہور خاندان سادات میں سے تھیں آپ کے والد محترم میر ناصر نواب صاحب حضرت خواجہ میر درد رحمۃ اللہ علیہ کے نواسے تھے، جو دہلی میں ایک مشہور صوفی اور بزرگ گذرے ہیں حضرت مسیح موعودؑ کی پہلی بیوی چونکہ بعض خانگی ناموافقتوں کی وجہ سے آپ سے علیحدہ ہو چکی تھی اسلئے آپکو دوسرا نکاح کرنا پڑا جو خدا تعالیٰ کے فضل وکرم سے بڑا بابرکت ثابت ہوا اور آپکے دینی مشاغل اور عسر ویسر میں آپکی امداد و اعانت کا موجب ہوا۔ اس نکاح سے حضرت مسیح موعودؑ کے ہاں پانچ لڑکے اور پانچ لڑکیاں پیدا ہوئیں جن میں سے پانچ لڑکے لڑکیاں وفات پا گئیں اور پانچ زندہ ہیں جن کی تفصیل حسب ذیل ہے:۔

۱۔ عصمت۔ یہ لڑکی ۱۸۸۶ء میں پیدا ہوئی اور ۱۸۹۱ء میں فوت ہو گئی۔

۲۔ بشیر احمد اوّل۔ یہ لڑکا ۱۸۸۷ء میں پیدا ہوا اور ۱۸۸۸ء میں فوت ہوا۔

۳۔ مرزا بشیر الدین محمود احمد۔ یہ ۱۸۸۹ء میں پیدا ہوئے اور زندہ موجود ہیں۔

۴۔ شوکت۔ یہ لڑکی ۱۸۹۱ء میں پیدا ہوئی اور ۱۸۹۲ء میں فوت ہو گئی۔

۵۔ مرزا بشیر احمد صاحب۔ یہ ۱۸۹۳ء میں پیدا ہوئے اور زندہ موجود ہیں۔

۶۔ مرزا شریف احمد صاحب۔ یہ ۱۸۹۵ء میں پیدا ہوئے اور زندہ موجود ہیں۔

۷۔ مبارکہ بیگم صاحبہ۔ یہ ۱۸۹۷ء میں پیدا ہوئیں اور زندہ موجود ہیں۔

۸۔ مبارک احمد۔ یہ ۱۸۹۹ء میں پیدا ہوئے اور ۱۹۰۷ء میں فوت ہو گئے۔

۹۔ امۃ النصیر۔ یہ لڑکی ۱۹۰۳ء میں [illegible] سال میں فوت ہو گئی۔

۱۰۔ امۃ الحفیظ۔ یہ ۱۹۰۴ء میں پیدا [illegible] موجود ہیں۔

زندہ اولاد میں سے سب سے بڑے لڑکے مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب آجکل جماعت قادیان کے امام اور خلیفہ ہیں اگرچہ ان سے ہمیں بعض بنیادی امور اور عقائد میں اختلاف ہے جس کی وجہ سے ۱۹۱۴ء میں علیحدگی اختیار کرنی پڑی اور لاہور میں احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کی بنیاد رکھی گئی جو حضرت مسیح موعودؑ کے صحیح مسلک اور عقائد کو اختیار کئے ہوئے ہے تاہم جہانتک حضرت اماں جان کا تعلق ہے وہ ہم سب کے لئے عزت و احترام کا مقام رکھتی ہیں اور ہم انکی وفات پر دلی رنج واندوہ کا اظہار کرتے ہوئے جماعت قادیان اور جماعت لاہور دونوں سے اظہار تعزیت کرتے اور مرحومہ کے صاحبزادگان اور دیگر لواحقین سے ہمدردی کا اظہار کرتے ہیں۔ ہماری دلی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں اعلیٰ علیین میں جگہ دے اور تمام پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ تمام احمدی جماعتوں سے استدعا ہے کہ مرحومہ مغفورہ کا جنازہ غائبانہ پڑھکر ان کی روح کو ثواب پہنچائیں۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ ارشادات

شیخ غلام قادر صاحب احمدیہ بلڈنگس لاہور

رات کو قبولیت دعا کی ساعت

عن جابر رضؓ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم یقول ان فی اللیل لساعۃً لا یوافقہا رجلٌ مسلمٌ یسال اللہ خیراً من امر الدنیا والاٰخرۃ الّا اعطاہُ ایّاہ وذالک کلّ لیلۃٍ رواہ مسلمؒ۔ الترغیب والترھیب۔

ترجمہ:۔ جابر رضؓ سے روایت ہے انہوں نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کو فرماتے سُنا ہے کہ رات میں ایک ایسی ساعت ہے کہ جو مسلمان بندہ اللہ تعالیٰ سے اس وقت دنیا اور آخرت کے لئے دُعا مانگے وہ قبول ہوگی۔

قیام لیل کی برکات

عن ابی امامۃ الباھلی رضؓ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم قال علیکم بقیام اللیل فانّہ داب الصالحین قبلکمْ وقربۃٌ عن الاثم رواہ الترمذی ایضاً۔

ترجمہ:۔ ابی امامہ باھلی سے روایت ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رات کے قیام کو لازم پکڑو کیونکہ یہ تم سے پہلے زمانہ کے صالحین کا طریقہ ہے، اور پروردگار کی قربت کا ذریعہ ہے اور اس سے برائیاں دور ہوتی ہیں اور گناہوں سے باز رہنا ہے۔

عبد شکور بننے کے لئے قیام باللیل کی ضرورت

عن عائشۃ رضؓ انّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کان یقوم من اللیل حتی تتفطرَ قدماہ فقلت لہٗ لِمَ تصنع ھذا وقد غُفِرلک ما تقدّم من ذنبک وما تاخّر قال افلا اُحبّ ان اکون عبداً شکوراً رواہ البخاری و مسلم۔ ایضاً۔

ترجمہ:۔ عائشہ صدیقہ رضؓ سے روایت ہے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رات کو نماز میں اس قدر کھڑے رہتے کہ آپ کے پیر متورم ہو جاتے تھے میں نے عرض کیا آپ اس قدر ریاضت کیوں کرتے ہیں حالانکہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے تمام پچھلے الزاموں سے اور آیندہ ہونے والے الزاموں سے حضور کی بریّت فرمادی ہے (یہ ایک قسم کی پیشگوئی ہے کہ ہر زمانہ میں ایک مامور بندہ آپ کی تعلیم اور عزت کی حفاظت کے لئے دشمنوں کے مقابل پر سینہ سپر رہے گا) فرمایا کیا میں یہ نہیں چاہتا کہ میں اللہ تعالیٰ کا ہمیشہ شکرگذار بندہ ہوں۔

حضرت اماں جان کی وفات پر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کا تعزیتی ریزولیوشن

حضرت اماں جان (زوجہ محترمہ حضرت مسیح موعودؑ) کی وفات کی خبر جس وقت سنی گئی، احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کی جنرل کونسل کا اجلاس منعقد ہو رہا تھا، اسی وقت ذیل کا ریزولیوشن پیش ہو کر باتفاق رائے منظور کیا گیا:۔

"احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا یہ جلسہ حضرت اماں جان (اہلیہ حضرت مسیح موعودؑ) کی وفات پر دلی رنج و اندوہ کا اظہار کرتے ہوئے دُعا کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحومہ مغفورہ کو اعلیٰ علیین میں جگہ دے۔ یہ جلسہ جناب میاں محمود احمد صاحب اور دیگر فرزندان و اقارب حضرت مسیح موعودؑ کے ساتھ دلی ہمدردی کا اظہار کرتا ہے اور ان کے لئے اور تمام پسماندگان کے لئے صبر جمیل کی دعا کرتا ہے اور تمام احمدی جماعتوں سے درخواست کرتا ہے کہ حضرت مرحومہ کیلئے جنازہ غائبانہ پڑھا جائے۔ نیز قرار پایا کہ اس ریزولیوشن کی نقول۔۔۔

جماعت کو نصیحت

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایک تقریر

بسلسلہ اشاعت گذشتہ

میں پھر جماعت کو تاکید کرتا ہوں کہ تم لوگ ان کی مخالفتوں سے غرض نہ رکھو۔ تقویٰ طہارت میں ترقی کرو تو اللہ تعالےٰ تمہارے ساتھ ہوگا اور ان لوگوں سے وہ خود سمجھ لیوے گا وہ فرماتا ہے ان اللّٰہ مع الذین اتقوا والذین ھم محسنون $\frac{۱۴}{۲۲}$۔ اور خوب یاد رکھو کہ اگر تقویٰ اختیار نہ کروگے اور اس نیکی سے جسے خدا چاہتا ہے کثیر حصہ نہ لوگے تو اللہ تعالےٰ سب سے اوّل تم کو ہی ہلاک کرے گا کیونکہ تم نے ایک سچائی کو مانا ہے اور پھر عملی طور سے اس کے منکر ہوتے ہو۔ اس بات پر ہرگز بھروسہ نہ کرو اور مغرور مت ہو کہ بیعت کرلی جب تک پورا تقوےٰ اختیار نہ کروگے۔ ہرگز نہ بچوگے خدا کا کسی سے رشتہ نہیں، نہ اسکو کسی کی رعایت منظور ہے جو ہمارے مخالف ہیں وہ بھی اسی کی پیدائش ہیں اور تم بھی اسی کی مخلوق ہو۔ صرف اعتقادی بات ہرگز کام نہ آوے گی۔ جب تک تمہارا قول اور فعل ایک نہ ہو۔ ان لوگوں کی حالتوں پر غور کرو کہ جب توفی کا لفظ مسیح کے لئے آوے تو اس کے معنی آسمان پر جانے کے کرتے ہیں اور جب وہ لفظ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے استعمال ہو تو اس کے معنی وفات پانے کے کرتے ہیں پس خدا چاہتا ہے کہ عملی راستی دکھاؤ تاکہ وہ تمہارے ساتھ ہو۔ رحم، اخلاق، احسان اعمال حسنہ، ہمدردی اور فروتنی میں اگر کمی رکھوگے تو مجھے معلوم ہے، اور بار بار میں بتلا چکا ہوں کہ سب سے اول ایسی ہی جماعت ہلاک ہوگی۔ موسیٰ علیہ السلام کے وقت جب اس کی امت نے خدا کے حکموں کی قدر نہ کی تو باوجودیکہ موسےٰ ان میں موجود تھا مگر پھر بھی بجلی سے ہلاک کئے گئے۔ پس اگر تم بھی ایسے کروگے تو میری موجودگی کچھ کام نہ آوے گی۔

اب ہم ان لوگوں کو کہاں تک سمجھائیں بہت سی کتابیں چھپ چکی ہیں اور ان کے لئے کافی اتمام حجت ہو چکا ہے۔ حضرت یوسف پر توفی کا لفظ استعمال کریں تو اس کے معنے موت کے ہوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے آوے تو اس کے معنے موت کے ہوں۔ ساحرین موسےٰ کے لئے وہی لفظ آوے تو معنی موت کے ہوں لیکن جب مسیح پر بولا جاوے تو اس کے معنے آسمان پر جانا کرتے ہیں۔ یہ لوگ خدا کو یہ جواب دیویں گے، کیا یہی ان کی محبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہے۔ اور یہ کیسی دلیری اور شوخی ہے۔ آنحضرتؐ کا وجود مبارک جس کی دنیا کو ضرورت تھی، وہ تو تیرہ سو برس گذرے کہ خاک میں دفن ہیں اور آپ تو تریسٹھ برس کی عمر میں فوت ہو جاویں اور مسیح اب تک آسمان پر۔ کوئی بتلاوے کہ وہاں کیا کر رہا ہے۔ اس کا وعدہ کہ میں بنی اسرائیل کی طرف آیا ہوں اور کتنی قومیں بنی اسرائیل کی باقی تھیں کہ آسمان پر جا بیٹھا اور وعدہ بھی پورا نہ کیا اور پھر عقل و نقل اور کتاب اللہ کے برخلاف ہے، یہ سب دلائل ہیں جو کہ ایک مومن کے لئے کافی ہیں، اور بجز اس کے کہ عیسیٰ کو فوت شدہ مانا جاوے اور کوئی ذریعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت کو محفوظ رکھنے کا نہیں ہے۔ میں تو اس شخص سے بہت خوش ہوں کہ جس نے کتاب "حیات النبی" لکھی ہے اور اس میں یہ بھی لکھا ہے کہ جو شخص سوائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اور پیغمبر کو زندہ کہے وہ کافر ہے۔ کیونکہ آخر محبت کی کچھ کبھی تو علامت چاہیئے۔ بعض نئے لوگوں نے جو عیسائیوں میں سے اسلام میں داخل ہوئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ بات کہی ہوگی کہ حضرت عیسیٰ اب تک زندہ ہے تب ہی تو انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر ہرگز یہ باور نہ کیا کہ آپ فوت ہوگئے بلکہ ایسا کہنے والے کو قتل کرنے کے لئے آمادہ ہوئے، آخر جب ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آکر اس مسئلہ کو حل کیا کہ سب نبی فوت ہو گئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی فوت ہوئے تب ان کو یقین آیا۔

پیغام صلح
جلد ۴۰ | بدھ چہار شنبہ مورخہ ۲۷ رجب ۱۳۷۱ھ | نمبر ۱۶

مجلسِ مشاورت

۲۰ اپریل کو حسب اعلان مسلم ہائی سکول لاہور میں احباب جماعت احمدیہ لاہور کی مجلس مشاورت منعقد ہوئی، یہ مجلس کیا تھی، جمہوریت اور آزادئ رائے کا کھلا مظاہرہ تھا، انجمن کے کاموں اور بجٹ پر کھری اور بے لاگ تنقید تھی جس کو نہایت تحمل و برداشت سے سنا گیا، ووکنگ مشن کے افادی کارناموں پر بعض مخالفانہ اعتراضات کی روشنی میں غور اور بحث ہوئی، بجٹ کے نقائص اور ووکنگ کے خسارہ پر نکتہ چینی کی گئی، ان دونوں امور کے متعلق شیخ رضی الدین صاحب ہیڈ ماسٹر مسلم ہائی سکول بدوملہی اور میاں عبدالرؤف صاحب لودھی (جہلم) نے نمایاں حصہ لیا جن کے جواب میں متعدد احباب نے تقاریر کیں، اور بتایا کہ ووکنگ مسلم مشن کی حیثیت اس وقت اس قدر بلند ہے کہ اس کی وجہ سے تمام دنیا پر ہمارا اثر و رسوخ ہے خود برطانیہ اور پاکستان کی حکومت اسلامی امور کے بارہ میں ووکنگ مشن سے ہی استمداد و استعانت پر مجبور ہے، اسی سلسلہ میں خان بہادر غلام ربانی خاں صاحب اور حضرت صاحب صدر (الحاج میاں محمد صاحب لائلپوری) نے نہایت مبسوط و مدلل تقاریر کیں اور اپنے ذاتی تجارب سے یہ ثابت کیا کہ ووکنگ مسلم مشن کو تمام اسلامی دنیا اور خود برطانیہ میں سب سے بڑے اسلامی قائد کی حیثیت حاصل ہے، اور جماعت احمدیہ کی یہ وہ جائداد ہے جس کو بڑے بڑے خسارہ کے ہوتے ہوئے بھی چھوڑا نہیں جا سکتا، ہمارے بجٹ کے صیغہ آمد میں کمی ہے تو اس کمی کو ووکنگ مشن کا وجود اور اس کے افادی کارنامے پورا کرنے کے لئے کافی ہیں، دو ہی کام ہیں جو جماعت احمدیہ نے کئے ہیں ایک ووکنگ مسلم مشن جس کے لئے حضرت خواجہ کمال الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا نام ہمیشہ زندہ رہے گا، اور دوسرے حضرت امیر مولنا محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا لٹریچر جو آپ کے اسم گرامی کو رہتی دنیا تک زندہ جاوید رکھے گا۔

اور بھی بعض تجاویز پیش ہوئیں مثلاً ضرورتمند احباب جماعت کے لئے قرضہ فنڈ کا قیام اور اندرون ملک اور بیرونی مشنوں کے لئے مبلغین پیدا کرنے کی ضرورت، ان امور کو مناسب رنگ میں پایۂ تکمیل پر پہنچانے کے لئے دو سب کمیٹیاں بن گئیں جو اپنی تجاویز جلد از جلد مجلس منتظمہ میں پیش کریں گی،

غرض یہ مجلس اپنی رُوح اور سپرٹ کے لحاظ سے اس حقیقی جمہوریت کا ایک زندہ نمونہ تھی جو جماعت احمدیہ میں حضرت مسیح موعودؑ نے پیدا کی اور اپنے بعد صرف شورائے اور کثرت رائے کو نظام جماعت کا بنیادی اصول قرار دیا۔ حضرت صاحب صدر جناب میاں محمد صاحب نے اپنی افتتاحی تقریر میں ہی حاضرین کو اس امر کی طرف توجہ دلا دی تھی (اور یہی سپرٹ تمام دوران مشاورت میں نظر آتی تھی) کہ یہ جماعت کوئی سیاسی جماعت نہیں، اس لئے دوست رائیں بے شک دیں لیکن دل کے اندر یہ یقین رکھیں کہ خدا دیکھ رہا ہے، جب خدا کی ذات پر ایمان ہو تو انسان اُٹھتے بیٹھتے، چلتے پھرتے، اور بولتے ہوئے خدا کو نہیں بھولتا اور خدا اس کے سامنے رہتا ہے یہ ایمان ہمارے دوستوں کے دلوں میں ہے اور امید ہے اسی ایمان کو دلوں میں رکھتے ہوئے وہ رائیں دیں گے۔ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ ہمیں تجویزیں پیش کرنے اور بولنے والوں کی نیک نیتی پر بھی شبہ نہیں کرنا چاہیئے اور کسی تجویز کو کسی خاص [illegible] پر محمول نہیں کرنا چاہیئے۔

اپنی آخری تقریر میں بھی حضرت صاحب صدر نے دوستوں کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہ وہ اتنی دور دراز کا سفر کر کے یہاں آئے ہیں اس امر پر خوشی کا اظہار کیا کہ جو بھی اعتراضات کسی امر کے متعلق کئے گئے، وہ ہمدردی کے رنگ میں کئے گئے، اور معاندانہ رنگ جیسے کہ عام طور پر دوسری مجالس میں دیکھنے میں آتا ہے موجود نہ تھا، فالحمد للہ۔

آپ نے مبلغین کی کلاس کی ضرورت و اہمیت پر زور دیتے ہوئے بتایا کہ قرآن کریم جیسی اعلیٰ وارفع کتاب جو سرتا پا نور سے بھری ہوئی ہے اسکو بھی یونہی کسی کے سامنے رکھدیا جائے تو چنداں مفید نہیں ہو سکتی جب تک اس پر بیان کرنے والا نہ ہو، اسی لئے خدا تعالیٰ نبی و رسول مجدد بھیجتا رہا آپ نے فرمایا کہ بیشک ہر احمدی کا فرض ہے کہ اپنی اولاد کو تبلیغ کرتا ہے اور انہیں دیندار بناتے اور یہ خوشی کی بات ہے کہ احمدی گھروں میں اب تک قرآن ضرور پڑھا جاتا ہے، ہمیں طعنہ دیا جاتا تھا کہ تمہاری اولادیں دیندار نہیں لیکن واقعات شاہد ہیں کہ جس قدر قرآن کا عشق ہماری اولاد کے اندر ہے دوسروں میں نہیں، میں جہاں گیا میں نے دیکھا کہ نوجوانوں کے سینوں میں قرآن کا عشق موجود ہے، یہاں لاہور میں ہر ہفتہ نرسنگھ داس بلڈنگ میں قرآن کریم کا درس ہوتا ہے، جس میں بیشتر معزز نوجوان اصحاب شرکت کرتے ہیں، لائل پور میں بھی پڑھے لکھے اور معزز اصحاب ہمارا درس سننے کے لئے ہر ہفتہ جمع ہوتے ہیں، آپ نے بتایا کہ سب کچھ ہے لیکن اس کام کو جاری رکھنے اور آگے چلانے کے لئے مبلغین پیدا کرنے کی ضرورت ہے، جماعت زندہ نہیں رہ سکتی جب تک مبلغ پیدا نہ ہوں، آپ نے جھنگ کے جلسہ کی مثال دیتے ہوئے جہاں فسادیوں نے بھی اعتراف کیا کہ جس رنگ میں ختم نبوت اور حضرت مسیح موعودؑ کو ہمارے مبلغین نے پیش کیا ہے وہ بہترین ہے یہ بتایا کہ جب تک مبلغ زیادہ نہ ہوں ختم نبوت قائم نہیں رہ سکتی۔

بجٹ کا ذکر کرتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ اسکو متوازن کرنے کے لئے یہ تو بیہودہ بات نہیں کہ کسی چلتے ہوئے کام کو بند کر دیا جائے بلکہ ضرورت اس بات کی ہے کہ اس کے لئے روپیہ فراہم کیا جائے، آپ روپیہ پیدا کرتے اور انجمن کی آمد بڑھانے کی فکر کریں بجٹ خود بخود ٹھیک ہو جائے گا، آپ نے بتایا کہ خدا کے کام روپیہ کی کمی کی وجہ سے بند نہیں ہو جاتے۔ چیریٹیبل ٹرسٹ اور کوئی نیک کام جو جاری ہوا بند ہوتے ہوئے میں نے نہیں دیکھا، ہاں مشکلات ضرور پیش آتی ہیں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی مشکلات پیش آئیں آپ جب مدینہ گئے تو اسوقت حکم ہوا استعینوا بالصبر والصلوٰة یعنے اب مشکلات کا ایک اور دروازہ کھلنے والا ہے اس لئے صبر اور دعا سے مدد طلب کیجئے۔ آپ نے بتایا کہ دینی کاموں میں بجٹ کبھی پورے نہیں ہوں گے، اور اس لئے آپ کے اندر ولولہ کسی کام کو بند کرنے کا نہیں ہونا چاہیئے بلکہ کام کو ترقی دینے کا ولولہ ہونا چاہیئے۔

آپ نے واضح کیا کہ ووکنگ مشن اور حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم کا بہت بڑا کارنامہ یہ ہے کہ ان کی وجہ سے آج اسلام کے متعلق یورپ کا نقطۂ نگاہ بدل گیا، یورپ کے متعلق حضرت مسیح موعودؑ کی کھلی پیشگوئی موجود ہے اور آج ہم اسکے پورا ہونے کا نظارہ دیکھ رہے ہیں، ہم پانچ ہزار کی چھوٹی سی جماعت ہیں، لیکن ووکنگ مسلم مشن کے ذریعہ سے تمام دنیا کے مسلمانوں پر ہمارا اثر و رسوخ ہے، پاکستان ہاؤس میں نماز جمعہ ہم پڑھاتے ہیں، ولایت میں فوجی تربیت حاصل کرنے والے پاکستانی نوجوانوں کو ہم درس دیتے اور نماز جمعہ پڑھاتے ہیں۔ غیر ممالک کے سفیروں کو امام مسجد ووکنگ حلف وفاداری دلاتا ہے، اور ہر بڑی سے بڑی تقریب پر امام کو دوسروں سے بلند نشست دی جاتی ہے، اور پھر سب سے دلکش نظارہ ووکنگ کی عیدین کا ہے جہاں ہر ملک اور ہر نسل کا مسلمان جمع ہوتا ہے اور اخوت اسلامی کا عملی نظارہ پیش کرتا ہے۔

اسی سلسلہ میں آپ نے حضرت امیر مولنا محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے قیمتی لٹریچر کا ذکر کرتے ہوئے بتایا کہ یہ ایک خزانہ ہے جس نے بہت سے دلوں کو فتح کیا ہے، اور اگر ہم اس سے پوری طرح کام لیں تو ہم دنیا کو فتح کر لیں گے۔ آپ نے بتایا کہ میں نے خود یورپ اور امریکہ کے سفر میں ووکنگ مشن اور حضرت امیر رحمۃ اللہ علیہ کے لٹریچر کی اہمیت اور برکات کو ملاحظہ کیا ہے، ان سے فائدہ اُٹھانا چاہیئے، ہمارے اندر صرف عمل کی کمی ہے لیکن ہر احمدی کے دل میں ایک چنگاری ہے جو اس یقین سے تعلق رکھتی ہے کہ ہم دنیا کو فتح کر لیں گے یہی یقین کی چنگاری ہے جو ہمیں آگے ہی آگے لئے جاتی ہے، اس لئے بجٹ کی بحث میں آپ نہ پڑیں اور ہمت کے ساتھ قدم آگے بڑھائیں، اور جو کچھ دے سکتے ہیں اس راہ میں دیتے چلے جائیں اور ساتھ ہی راتوں کو اٹھ کر اللہ تعالےٰ کے آگے سربسجود ہوں، اور دعائیں کریں کہ وہ اپنے پاک اور مقدس کام اپنے امام کے اس مقدس مشن کو کامیابی عطا فرمائے اور ہمیں اللہ تعالےٰ کی درگاہ میں سُرخروئی حاصل ہو۔

حضرت صاحب صدر کی اس تقریر کے بعد جلسہ مشاورت بخیر و خوبی ختم ہوا اور سب احباب نے مل کر کھانا کھایا۔

اخبار (و) افکار

مظلوم اسلام

معاصر "نوائے وقت" اپنے ۱۴ اپریل کے مقالہ افتتاحیہ میں رقمطراز ہے :-

"آئین و سیاست سے باہر بلکہ سرکاری دائرے سے باہر پاکستان میں اسلام کے لئے کیا عملی کام ہوا؟ پاکستان کے اندر تعلیمات اسلامی کی تلقین اور پاکستان سے باہر اسلام کی تبلیغ کے سلسلہ میں پاکستانیوں نے کیا کیا؟ برطانیہ اور امریکہ دونوں ایسے ملک ہیں، جن کے باشندے بار بار عیسائیت کا نام نہیں لیتے۔ ان ملکوں کی حکومتیں بھی غیر مذہبی یا "سیکولر سرکار" کہلاتی ہیں مگر دنیا بالخصوص ایشیا کا شاید ہی کوئی ایسا ملک ہو جہاں ان دو ملکوں کے تبلیغی مشن کام نہ کر رہے ہوں۔ ان میں سے بعض مشن براہ راست عیسائیت کی تبلیغ کرتے ہیں اور انہوں نے کروڑوں کی تعداد میں انجیل اور دوسرا عیسائی لٹریچر ایشیائی ملکوں میں مفت تقسیم کیا ہے دوسری قسم کے مشن بالواسطہ کام کرتے ہیں، ان کے ماتحت جیلوں ہسپتال، کالج اور چھوٹے بچوں کے سکول جاری ہیں ہزاروں فاضل اور ماہر انگریزوں اور امریکنوں نے اس کام کے لئے اپنی زندگیاں وقف کر رکھی ہیں اور وہ اپنے اچھے کام اور خدمت خلق کے ذریعہ ایشیائی عوام میں عیسائیت کے متعلق خوشگوار تاثر پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ان مشنوں کا سالانہ خرچ کروڑوں روپے ہے، یہ سارا روپیہ انگریز اور برطانوی عوام دیتے ہیں اور حکومتیں بھی اپنے طریقہ سے ان مشنوں کی امداد کر رہی ہیں۔ یہ سب کچھ جلسوں اور تقریروں میں عیسائیت کا نام لئے بغیر بڑی خاموشی کے ساتھ اور بلا نمود و نمائش کے جاری ہے۔"

"کیا ہم پوچھ سکتے ہیں کہ پاکستانیوں نے پاکستان بننے کے بعد کتنے تبلیغی مشن باہر بھیجے ہیں؟ مشن کا قیام نہ سہی ممالک غیر میں اسلام کا پیغام پھیلانے کے لئے کوئی اور عملی قدم اٹھایا؟ قرآن کریم کی اشاعت کے سلسلہ میں ہی کوئی ادارہ قائم کیا گیا ہو؟ پانچسو اور ایک ہزار کی حقیر رقم ہی سہی مگر بہرحال حکومت ادبی کتابوں پر انعام دیتی ہے۔ خاص قرآن کریم کی اشاعت کے لئے کوئی بورڈ یا فنڈ قائم کیا گیا ہو؟ بیرون ملک کی بات چھوڑیئے اندرون ملک ہی گزشتہ پانچ سال میں کوئی تبلیغی انجمن معرض وجود میں آئی ہو؟ عیسائی مشنوں کے نمونہ پر کوئی سکول یا کالج قائم کیا گیا ہو؟ غریبوں کے علاج کے لئے کوئی ہسپتال کھولا گیا ہو؟ عیسائی مشنریوں کی طرح مسلمان مبلغین کی تعلیم و تربیت کے لئے کسی ادارہ کی بنیاد رکھی گئی ہو؟ ہمیں بتایا جائے کہ تقریروں میں، اسلام کی رٹ لگانے کے سوا کوئی عملی قدم اٹھایا گیا ہو؟ "اپوا" اور اسی طرح کے دوسرے نیم سرکاری ادارے بھی سرکاری سرپرستی میں چل رہے ہیں اور حکومت نے گزشتہ ساڑھے چار سالوں میں مختلف فنڈوں کے لئے کروڑوں روپیہ عوام سے چندوں کی صورت میں وصول کیا ہے، اگر نیت ہو تو اسلام کے لئے بھی بہت کچھ ہو سکتا ہے، مگر ہمیں بتایا جائے کہ سرکاری خزانہ سے نہ سہی عوام سے چندہ لے کر ہی اسلام کے نام پر کوئی مشن کوئی ادارہ قائم کرنے کی کوشش کی گئی ہو؟ اگر اعمال نامہ بالکل کورا ہے تو پھر ہر تقریر میں اسلام کا نام لینے سے کیا فائدہ؟ آخر ہم غریب اسلام کو اس کے حال پر کیوں نہیں چھوڑ دیتے اللہ آپ اس کی حفاظت کرے گا۔"

سوال معقول ہے مگر اس کے ساتھ ہی اگر یہ بھی دریافت کر لیا جائے تو بے جا نہ ہوگا کہ پاکستان کی وہ تبلیغی جماعت جس نے بیرون ملک میں تبلیغی مشن قائم کر رکھے ہیں اس کی کیا معاونت کی گئی، حکومت کو چھوڑیئے وہ لوگ بھی جو اس کے تبلیغی کاموں کو بنظر استحسان دیکھتے ہیں کہاں تک اس کی معاونت کیلئے تیار ہوئے، اور تو اور کیا "نوائے وقت" میں ہی کبھی ایک دفعہ بھی اس کے لئے کلمہ خیر نکلا؟ اللہ تو اسلام کی حفاظت کرے گا ہی، لیکن یہ بھی تو اللہ ہی کہتا ہے کہ وان تتولوا یستبدل قوماً غیرکم ثم لایکونوا امثالکم۔

مسدس حالی کی جگہ

پنجاب یونیورسٹی کا یہ اقدام معلوم نہیں کس مصلحت کا نتیجہ ہے کہ اس نے ایف اے کے نصاب سے مسدس حالی کو خارج کر کے اس کی جگہ ایسی غزلیات کو دی ہے جو بازاری طرز کی فحش بیانیوں اور گندے خیالات سے بھری ہوئی ہیں، یہ غزلیں اس قدر گندی اور فحش ہیں کہ ان کو پڑھتے ہوئے شرم و حیا باقی ہو جاتے، افسوس ہے کہ اس قسم کے گندے اشعار کو ہم بطور نمونہ بھی یہاں نقل کرنے سے قاصر ہیں، اور حیران ہیں کہ وہ نوجوان طلباء جن کے مطالعہ میں ایسی گندی غزلیات آئیں گی ان کے اخلاق و کردار پر کیا اثر پڑے گا کیا پنجاب یونیورسٹی کے ارباب حل و اقتدار یہ بتلانے کی تکلیف گوارا کر سکتے ہیں کہ ان غزلیات کے اندر کونسی علمی و اخلاقی خوبیاں انہوں نے دیکھیں جن کی بنا پر مسدس حالی جیسی پاکیزہ اور بہترین کتاب پر انہیں ترجیح دی، کیا اب ہمارا مذاق اور اخلاق اس درجہ گر گیا ہے کہ ایسی گندی چیزوں کو اپنے نوجوان بچوں کے سامنے لاتے ہوئے شرماتے تک نہیں، بلکہ ایسی چیزوں کو ان کی علمی ترقی کا ذریعہ سمجھنے لگے ہیں؟ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ؏

چو کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی

یوم بدر

جمعیۃ علمائے پاکستان نے مطالبہ کیا ہے کہ کہ پاکستان میں سرکاری طور پر یوم بدر منایا جائے۔ اس مطالبہ کی تہ میں کیا مصلحت کار فرما ہے، ہم نہیں جانتے اگر اس کا مقصد مسلمانوں میں جوش جہاد پیدا کرنا ہے تو وہ پہلے بھی کچھ کم نہیں پایا جاتا اگرچہ موقعہ و محل کے اعتبار سے وہ کتنا ہی بے جا اور غیر مفید کیوں نہ ہو، یوم بدر کی اہمیت سے کس کو انکار ہو سکتا ہے، لیکن ہر چیز کا ایک موقعہ ہوتا ہے، اس وقت مسلمانوں کو اپنا اخلاق و کردار درست کرنے اور اسلام کی صحیح تعلیم دنیا میں پھیلانے کی جس قدر ضرورت ہے، شاید ہی کسی اور چیز کی ضرورت ہو، یوم بدر سے بڑھ کر اسوۂ رسول صلعم اور اسوۂ صحابہؓ کو مسلمانوں کے ذہن نشین کرنے اور اسے قومی زندگی میں عملاً نافذ کرنے کی ضرورت ہے، اگر ہمارے اخلاق و اعمال، ہمارا طریق بود و ماند، اور تمام معاملات رسول کریم صلعم اور صحابہ کرام کے رنگ میں رنگین ہو جائیں تو ضرورت پیش آنے پر ہم یوم بدر سے بڑھکر فتح مکہ کا نمونہ بھی پیش کر سکتے ہیں، اس کے بغیر لاکھ یوم بدر منایئے اور جوش جہاد پیدا کیجئے ضرورت پیش آنے پر ناکام اور ناکارہ ہی ثابت ہوگا، اس لئے جمعیۃ علمائے پاکستان کو سب سے پہلے خود علمائے کرام میں سیرت صحابہؓ کے اعلیٰ نمونے پیدا کرنے چاہئیں۔ جن کو دیکھ کر ہمارے عوام بھی اپنے اخلاق و کردار کو سنوار سکیں ٭

استدعائے دعائے صحت

میرا نوجوان بچہ رشید احمد جس کی عمر اٹھارہ سال کی ہے اور انجنیئرنگ کالج میں پڑھتا ہے، سخت بیمار ہے، جماعت کے صاحب دل بزرگوں کی خدمت میں التجا ہے کہ وہ عزیز کی صحت کے لئے دردِ دل سے دعا فرمائیں، جس کے لئے یہ خاکسار ان کا بہت مشکور و ممنون ہوگا۔

بیرونی جماعتوں میں سے جو احباب از راہ ترحم عزیز کے لئے دعا فرما رہے ہیں اور انہوں نے مجھے خطوط تحریر فرمائے ہیں، ان میں سے سید عبد المجید صاحب ماہر صادق علیصاحب، چوہدری موج الدین صاحب، ملک فضل الٰہی صاحب اور میرزا بشیر احمد صاحب، میرے خاص شکریہ کے مستحق ہیں۔ جزاھم اللہ احسن الجزاء

خاکسار - مرتضیٰ خاں

اخبار احمدیہ

— سیالکوٹ میں ہمارے عزیز دوست خواجہ محمد اصغر صاحب بعارضہ بلڈ پریشر بیمار رہیں ان کی صحت کیلئے احباب سے دعا کی درخواست ہے۔

— ہمارے عزیز بھائی پروفیسر محمد احمد صاحب ایگریکلچرل کالج لائلپور کا نوزائیدہ بچہ پندرہ دن زندہ رہ کر فوت ہو گیا ہمیں اس سانحہ میں پروفیسر صاحب اور دیگر لواحقین سے دلی ہمدردی ہے اللہ تعالیٰ انہیں صبر جمیل اور نعم البدل عطا فرمائے۔

— محترم ملک خبازخاں صاحب (جماعت بازید خیل پشاور) کے نواسہ نذیر احمد ولد محمد اکرم صاحب نے بعمر ۹ سال قرآن کریم ختم کیا ہے اس خوشی میں اس بچہ نے اپنے جمع کئے ہوئے پانچ روپیہ انجمن کو عطا کئے ہیں فجزاہ اللہ خیراً دعا ہے اللہ تعالیٰ اسے قرآن کریم پر عمل کرنے اور ...

سکھ کتب میں حضرت اورنگ زیب کا ذکر

از ضیاء اللہ گیانی صاحب

(۲)

گورو ہرکرشن جو کہ سکھوں میں آٹھویں گورو تسلیم کئے جاتے ہیں پانچ برس کی عمر میں اورنگ زیب کے عہد میں گورو بنے اور تقریباً دو سال کے بعد بعارضہ چیچک دہلی میں وفات پا گئے۔ ان کی وفات کے بعد سکھوں میں گوریائی کے متعلق سخت تنازعہ برپا ہوا۔ بقول سکھ مؤرخین ۲۲ سوڈھی گورو ہونے کے مدعی بن گئے اور الگ الگ گدیاں لگا کر بیٹھ گئے۔ اس دوران میں بقول گیانی گیان سنگھ گورو ہرکرشن کی والدہ ماجدہ نے بھی اپنے بیٹے کی جگہ کچھ ماہ گوریائی کی۔ (ملاحظہ ہو پنتھ پرکاش صفحہ ۱۱۹) سکھوں کے نزدیک اس گدی کے جائز وارث گورو گوبند سنگھ کے باپ گورو تیغ بہادر تھے۔ مگر وہ گوشہ نشینی کو پسند کرتے تھے۔ اور گدی لگا کر بیٹھنا انہیں ناپسند تھا۔ آخر وہ ماتا نانکی جی اور دوسرے سکھ اکابرین کے زور دینے پر گوشہ نشینی کو ترک کر کے گدی لگا کر بیٹھ گئے۔ سوڈھیوں میں دھیرمل زیادہ شہرت یافتہ تھا۔ اس نے گورو تیغ بہادر کی مخالفت پر کمر باندھ لی۔ حتیٰ کہ ایک مرتبہ اس نے گورو صاحب موصوف پر بندوق سے فائر بھی کروایا جس سے آپ کچھ زخمی ہو گئے۔ (ملاحظہ ہو گور پرتاپ سورج گرنتھ راس ۱۱ - انسو ۱۳ و پراچین بیڑاں صفحہ ۱۰۱) دھیرمل اور دوسرے لوگوں کی مخالفت جب حد سے تجاوز کر گئی تو گورو تیغ بہادر نے اسی میں مصلحت سمجھی کہ وہ جگہ ترک کر دی جائے۔ چنانچہ آپ تیرتھ یاترا پر تشریف لے گئے۔ گورو صاحب کا اس طرح تیرتھوں پر جانا گورو گوبند سنگھ نے مندرجہ ذیل الفاظ میں بیان کیا ہے:

مُر پت پورب کیا پیانا
بھانت بھانت کے تیرتھ بنانا

(دسم گرنتھ صفحہ ۵۳)

یعنی میرے والد ماجد مختلف تیرتھوں پر اشنان وغیرہ کرنے کی غرض سے چلے گئے۔

گیانی گیان سنگھ بیان کرتے ہیں کہ جب گورو تیغ بہادر تیرتھوں پر چلے گئے تو سوڈھیوں نے مل کر ایک درخواست گورو صاحب کے خلاف حضرت اورنگ زیب کی خدمت میں پیش کی۔ جیسا کہ انہوں نے لکھا ہے:۔

"سوڈھیوں نے مل کر گورو صاحب کے تیرتھ جانے کے بعد یہ درخواست اورنگ زیب کے پاس کر دی کہ جسے سکھوں نے گورو بنایا تھا وہ ہمارے [illegible] سے شرمندہ ہو کر کہیں چلا گیا ہے پتہ نہیں کہ اب وہ واپس [illegible] گوریائی کی گدی خالی پڑی ہے، رام رائے کو [illegible] تصور کر کے دے دی جائے۔ کیونکہ اس کے بغیر اور کوئی گورو ہرکرشن کا نزدیکی رشتہ دار نہیں۔"

(ترجمہ از تواریخ گورو خالصہ گیانی [illegible] صفحہ ۸۵۵)

جب یہ درخواست حضرت اورنگ زیب کی خدمت میں پیش ہوئی تو اس نے اسے بغور پڑھنے کے بعد جو حکم دیا وہ گیانی گیان سنگھ کے الفاظ میں یوں تھا:۔

"بادشاہ نے حکم دیا کہ اول تو گورو ہر رائے جی کو اس کے باپ تھے اسے عاق کر کے اپنے حق اور جائداد سے خارج کر گئے ہیں۔ دوم جسے سکھوں نے گورو تسلیم کیا ہے۔ وہی گورو رہے گا۔ کیونکہ گورو اور پیر مریدوں کا تسلیم شدہ ہوتا ہے۔ نہ کہ نزدیکوں کا مقرر کردہ۔ یا پھر گورو تیغ بہادر کا رامنی ہونا چاہیئے۔ پھر بھی جسے سکھ اپنا گورو تسلیم کریں گے وہی گورو ہوگا اور نہیں ہو سکتا۔"

(ترجمہ از تواریخ گورو خالصہ صفحہ ۸۵۶)

حضرت اورنگ زیب کا یہ فیصلہ جو خود سکھ مؤرخین نے بیان کیا ہے ظاہر کرتا ہے کہ وہ ایک عادل اور منصف مزاج بادشاہ تھا۔ عدل کے معاملہ میں اسے کسی کی دوستی بے انصافی پر آمادہ نہ کر سکتی تھی۔ رام رائے بقول سکھ مؤرخین حضرت اورنگ زیب کے قریبی دوستوں میں سے تھا۔ مگر اس نے انصاف کے معاملہ میں اس کا کوئی لحاظ نہ کیا۔

اکثر سکھ یہ بیان کرتے رہتے ہیں کہ گورو گوبند سنگھ نے حضرت اورنگ زیب کی حکومت کے خلاف علم بغاوت بلند کیا تھا۔ کیونکہ آپ اسلامی اقتدار کو ہندوستان سے ختم کرنا چاہتے تھے مگر حقیقت یہ ہے کہ گورو گوبند سنگھ نے جس قدر بھی جنگ و جدل کیا وہ سب کا سب ہندو راجاؤں کے خلاف تھا۔ مسلمانوں سے اس کا براہ راست کوئی تعلق نہ تھا۔ ماسٹر تارا سنگھ صاحب بیان کرتے ہیں کہ:۔

"گورو گوبند سنگھ صاحب نے اورنگ زیب کو جو چٹھی لکھی تھی۔ اس میں تحریر فرمایا تھا کہ میری مسلمانوں سے کوئی دشمنی نہیں اور تیرے ساتھ ہے۔"

(ترجمہ از رسالہ سنت سپاہی اگست ۱۹۵۱ء)

ایک اور اکالی ودوان مہندر سنگھ صاحب نے لکھا ہے کہ:۔

"تاریخ سے واقف جانتے ہیں کہ گورو گوبند سنگھ کا شاہ اورنگ زیب سے کوئی ذاتی عناد نہ تھا۔ یہ تمام سازش ہندوؤں کی ہی تھی۔ جب ہندوؤں نے سوچا کہ گورو گوبند سنگھ صاحب ہندو رسومات کو خاتمہ کر رہے ہیں۔ دیدہ دلیری اڑ رہی ہے۔ اور ہندوؤں میں زمین و آسمان کا فرق آن پڑا ہے تب پہاڑی ہندوؤں نے صاحب گورو گوبند سنگھ مہاراج اور اورنگ زیب کے درمیان لڑائی کی بنیاد قائم کی۔ گورو گوبند سنگھ صاحب خود اپنے ظفرنامہ میں لڑائی کا سبب اس طرح بیان کرتے رہیں۔"

منم کشتنم کوہیاں بت پرست
کہ آں بت پرستند و من بت شکست

(ہم ہند وہیں صفحہ ۲۰)

خود ہندو ودوان اس امر کو تسلیم کرتے ہیں کہ گورو گوبند سنگھ کی زندگی کا بیشتر حصہ ہندو راجاؤں کے خلاف لڑائیاں کرنے میں گزرا۔ چنانچہ مہاشہ سنت رام صاحب آشفتہ بیان کرتے ہیں:

"گورو گوبند سنگھ نے بلاتمیز ہندو اور مسلمانوں کے لڑائیاں کیں، بلکہ زیادہ تر ان کا جنگ و جدل ہندوؤں کے ساتھ تھا"

"اگر پہاڑی راجاؤں کو مسلمان تسلیم کر لیا جائے تو کہا جا سکتا ہے کہ گورو گوبند سنگھ جی کی زندگی مسلمانوں کے ساتھ جنگ و جدل میں گذری۔ لیکن واقعات بتلاتے ہیں کہ آپ کی تمام عمر پہاڑی راجاؤں سے جنگ کرنے میں صرف ہوئی"

(ہندو جاتی اور سکھ گورو صفحہ ۴۰۸)

اخبار "ملاپ" نے حال ہی میں شائع کیا ہے:۔

"شری گورو گوبند سنگھ جی مہاراج نے پہاڑی ہندو راجاؤں کے خلاف کئی لڑائیاں لڑیں کئی جگہوں پر انہیں شکستیں دیں اور انہیں اپنا دشمن سمجھا۔ یہ سب کچھ درست ہے۔"

گورو گوبند سنگھ صاحب نے خود بھی ان لڑائیوں سے متعلق لکھا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:۔

منم کشتنم کوہیاں بت پرست
کہ او بت پرستند و من بت شکست

(دسم گرنتھ صفحہ ۱۲۵)

مشہور سکھ سکالر سردار بہادر کاہن سنگھ نابھہ نے گورو گوبند سنگھ کے اس قول کے معنے مندرجہ ذیل الفاظ میں بیان کئے ہیں:۔

"میں فتنہ پرداز پہاڑیوں کے مارنے والا ہوں۔ کیونکہ وہ بت پرست ہیں اور میں بت شکن ہوں۔"

اس سے صاف ظاہر ہے کہ گورو صاحب کا پہاڑی راجاؤں کے ساتھ کوئی سیاسی جھگڑا نہ تھا۔ بلکہ مذہبی اصولوں پر مخالفت ہو جانے کی وجہ سے جنگ ہوئے۔"

(ترجمہ از گورمت سدھاکر صفحہ ۱۵۳)

یہ درست ہے کہ ان لڑائیوں میں بعض اوقات گورو گوبند سنگھ کو حکومت وقت کی فوجوں سے بھی واسطہ پڑا۔ مگر وہ فوجیں ہندو راجے اپنے خرچ پر اپنی امداد کے لئے لاتے تھے۔ حکومت کا ان لڑائیوں سے براہ راست کوئی تعلق نہ تھا۔ (ملاحظہ ہو تواریخ گورو خالصہ مصنفہ گیانی گیان سنگھ)

مہاشہ سنت رام آشفتہ بیان کرتے ہیں:۔

"مسلمان حاکموں کو صرف ہندوؤں کی مدد کے لئے شامل ہونا پڑا تھا۔ اور یہ ان کا اخلاقی فرض تھا کہ اپنے ماتحت اور کمزور ہمسایہ حکومتوں میں امن امان قائم رکھیں"

(ہندو جاتی اور سکھ گورو صفحہ ۳)

الغرض یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ مسلمان حکومت کا گورو گوبند سنگھ سے براہ راست کوئی جھگڑا نہ تھا۔

اگر کسی وقت حکومت کو کوئی دخل دینا بھی پڑا تو وہ محض اس لئے کہ ہندو راجے اپنے خرچ پر امداد حاصل کرتے تھے۔

گورو گوبند سنگھ نے حضرت اورنگ زیب سے متعلق جن خیالات کا اظہار کیا ہے۔ ان سے یہی واضح ہوتا ہے کہ گورو صاحب موصوف بھی اس بادشاہ کے مداح تھے۔

چنانچہ انہوں نے حضرت اورنگ زیب کے حق میں فرمایا ہے:-

خوشش شاہ شاہان اورنگ زیب
کہ چالاک دست است چابک رکیب
چہ حسن الجمال است و روشن ضمیر
خداوند ملک است و صاحب امیر
بترتیب دانش بتدبیر تیغ
خداوند تیغ و خداوند دیگ
کہ روشن ضمیر است و حسن الجمال
خداوند بخشندۂ ملک و مال
کہ بخشش کبیر است در جنگ کوہ
ملائک صفت چوں ثریا شکوہ
شہنشاہ اورنگ زیب عالمیں
کہ دارائے دوراست و دوراست دیں
... ...
شہنشاہ را بندۂ وچپ کریم
اگر حکم آید بجاں حاضریم

(دسم گرنتھ ص۲۵)

اورنگ زیب سے عناد اور بغض رکھنے والوں نے گورو گوبند سنگھ کے ان مندرجہ بالا اشعار میں مذکورہ شعر کہ

"دارائے دوراست و دوراست و دیں"

کو کہ:-

"دارائے دوراست و دوراست و دیں"

میں تبدیل کر دیا ہے۔ تاکہ اورنگ زیب کو دین سے دور ثابت کیا جا سکے۔ حالانکہ دسم گرنتھ کے پراچین قلمی نسخوں میں "دوراست دیں" نہیں بلکہ "دوراست و دیں" ہے۔ اور گیانی گیان سنگھ نے اس شعر کو تواریخ گورو خالصہ کے اردو ایڈیشن میں یوں لکھا ہے:-

"کہ دارائے دوراست و آرائے دیں"

(تواریخ گورو خالصہ اُردو ص۱۸۴)

سکھ ودوان اس امر کو تسلیم کرتے ہیں کہ گورو گوبند سنگھ نے اس منظوم کلام میں حضرت اورنگ زیب کی تعریف کی ہے۔ اور اس کی خوبیوں کا اقرار کیا ہے (ملاحظہ ہو پرم ماہ مصنفہ سردار گوربخش سنگھ بی۔ایس۔سی ص۱۰۹ و دیگ تیغ واہا ئک مصنفہ گیانی شیر سنگھ ص۹۷ و اخبار سکھ سیوک مضمون سردار جتاب سنگھ ہیڈ ماسٹر خالصہ ہائی سکول ترن تارن ۲۳ جنوری ۱۹۳۳ء و رسالہ سنت سپاہی مارچ ۱۹۵۲ء۔

گورو گوبند سنگھ نے اورنگ زیب کی جو تعریف بیان کی ہے اس کی موجودگی میں اورنگ زیب کی ذات پر کسی قسم کا کوئی اعتراض باقی نہیں رہتا۔ کیونکہ ایک "ملائک صفت" اور "روشن ضمیر" بادشاہ متعصب یا ظالم نہیں ہو سکتا۔

اس کے علاوہ گورو گوبند سنگھ حضرت اورنگ زیب کی روحانی طاقت کے بھی قائل تھے۔ چنانچہ انہوں نے بیان کیا ہے کہ یہ بادشاہ روزانہ نماز (عالم کشف میں) بیت اللہ شریف کے حضور ادا کیا کرتا تھا۔ جیسا کہ گورو صاحب فرماتے ہیں:-

روز بندگی نئے جاوے
مانگے ایہہ مند نور صلاسے

(سو ساکھی ساکھی ۱۵ ص۳۸)

یعنی حضرت اورنگ زیب خدا کی عبادت مکہ معظمہ پہنچ کر ادا کیا کرتے تھے۔

مشہور سکھ مورخ بھائی سنتوکھ سنگھ نے گورو گوبند سنگھ کے اس ارشاد کو یوں قلمبند کیا ہے:-

اورنگ دم کو کرت سدائی
تس کے بل کر جات ہمیش
کعبے کرہے نماز اشیش

(گورپرتاپ سورج گرنتھ این انسو ۱۳)

ایک اور مقام پر بھائی صاحب لکھتے ہیں:-

کئے بیت بندگی جا ہے
مانگے ایہہ مند نور صلاسے

(گورپرتاپ سورج گرنتھ رت انسو ۳۷)

یعنی اورنگ زیب روزانہ مراقبہ کی حالت میں کعبے شریف دل کو حاضر کر کے نماز ادا کیا کرتا تھا۔

ان حوالہ جات سے ظاہر ہے کہ سکھ کتب کے بیان کے مطابق سکھ گورو صاحبان خصوصاً گورو گوبند حضرت اورنگ زیب کو ایک "روشن ضمیر" اور "ملائک صفت بادشاہ" تسلیم کرتے تھے اور اس کی روحانیت کے بھی قائل تھے۔

دنیا حضرت اورنگ زیب کو کچھ کہے۔ لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ وہ ایک عادل اور انصاف پسند بادشاہ

رسشد و ہدایت ملی تبلیغ

مکرمی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

پچھلے دنوں محمد ابراہیم خان کی دعوت پر احقر کو کبیری ضلع نواب شاہ میں جانا پڑا۔ واحد بخش خان ... کی تقریب کی وجہ سے لوگ جمع ہو گئے تھے۔ احقر نے "نزول قرآن کا مقصد" کے عنوان پر حاضرین کو خطاب کیا۔ اور بتلایا کہ قرآن حکیم کے نازل کرنے کا مقصد صرف لوگوں کی ہدایت اور انہیں راہ راست پر لانا ہے۔ انسان کی ساری ضروریات کو پورا کرنے کے لئے اور اسے تاریکیوں اور ضلالتوں سے نکالنے کے لئے اللہ تعالیٰ اپنے خاص بندوں کے ذریعہ اپنی کتابیں بھیجتا ہے۔ خدا کی رحمت کا تقاضا ہے کہ انسان کی دیگر ضروریات کی طرح ہدایت کی ضرورت کو بھی پورا کرے۔ اس مضمون کو مدلل بیان کرنے کے بعد واضح کیا کہ قرآن کریم کے حقوق کیا ہیں۔ جنہیں پامال کر دینے کی وجہ سے مسلمان آج ہلاکت و بربادی میں گر پڑے ہیں۔ قرآن مجید کا کا اصل حق یہی ہے کہ وہ جس مقصد کے لئے آیا ہے وہ پورا ہو۔ اور اس سے وہی کام لیا جائے جس کے لئے وہ آیا ہے۔ اس مقصد کی امثال واضح کرتے ہوئے بتلایا کہ آج دنیا کے تختہ پر صرف ایک ہی جماعت ہے۔ جو کہ قرآن حکیم کے مقصد کو پورا کرنے کے لئے اپنی مقدور بھر کوشش کر رہی ہے۔ اور رات دن اسی سوچ میں ہیں کہ کسی طرح یہ کلام الٰہی دنیا کے کونہ کونہ میں پہنچ جائے۔ افسوس ہے کہ مسلمانوں کی اکثریت تعاون تو کجا بجائے خود روڑے اٹکانے کی سعی میں مصروف ہے۔

تعیرنا انا قلیل عدیدنا
فقلت لها ان الکرام قلیل...

تمام دنیا کیلئے امن وسلامتی کا پیغام

کمیونزم کا حقیقی علاج اسلام میں

مولانا محمد الدین صاحب۔ بمبئی

میں نے یہ مضمون ایک رنگ میں بابو راؤ پٹیل کے جواب میں لکھا ہے جس نے اسلام پر بہت سے ناپاک حملے کئے ہیں جن کی وجہ سے تمام ہندوستان میں مسلمانوں نے صدائے احتجاج بلند کی ہے۔

قرآن شریف میں جس کمال اور خوبی کے ساتھ جامع رنگ میں حقیقی اور کامل نیکی کا بیان ہے وہ دنیا کی کسی اور مذہبی کتاب میں موجود نہیں۔ اور اگر کسی کو دعوےٰ ہو کہ وہ بھی اپنی مذہبی کتاب سے "البر" کا بیان اسی طرح دکھا سکتا ہے، تو وہ مرد میدان بن کر ذرا اپنے دعوے کا ثبوت دے کر دکھائے مگر میں بڑے زور سے کہتا ہوں کہ کوئی مقابلہ کر ہی نہیں سکتا اس لئے بار بار مقابل پر بلانے کے باوجود بھی منکرین صداقت اسلام مقابل پر نہیں آتے ؎

آزمائش کے لئے کوئی نہ آیا ہر چند
ہر مخالف کو مقابل پہ بلایا ہم نے

آج چونکہ دنیا میں کمیونزم کے حامی بڑے بڑے بلند بانگ دعوے کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ بنی نوع انسان کی بھلائی کے لئے ان کے اصول کا کوئی مقابلہ نہیں ہے۔ اور وہ لینن اور سٹالین کو خدا کے انبیاء سے بھی بہتر کہتے ہیں، کاش یہ لوگ خدا کی آخری کتاب قرآن مجید کو پڑھتے اور سمجھتے تو انہیں معلوم ہو جاتا کہ ان کی کمیونزم کا اعلےٰ سے اعلےٰ اصول در اصل خدا کی کامل کتاب کی تعلیم کے سامنے بالکل ادنےٰ درجہ رکھتا ہے۔ آخر کمیونزم کیا ہے وہ صرف انسان کی جسمانی ضروریات کو پورا کرنے کی ایک حد تک جدوجہد ہے جسے ہر شخص اچھا ہی کہے گا۔ مگر چونکہ اس کے حامی روحانی زندگی اور اس کی ضرورتوں سے ناواقف ہیں اور وہ حیات اُخروی کے منکر ہیں اور کثرت سے ان میں وہ لوگ ہیں جو خدا اور اس کے رسولوں کا مذاق اڑاتے ہیں۔ اور خدا کی ہستی کے منکر بھی ہیں۔ اور بعض نادان نام کے مسلمان بھی کمیونزم کو تمام مذاہب پر فضیلت دیتے ہیں اس لئے میں قرآن کریم کی صرف ایک آیت کو پیش کرتا ہوں جو کمیونزم کی تمام اچھی باتوں کو علیٰ وجہ الکمال بیان کرتی ہے اور وہ انسانوں کے لئے فلاح دارین کا بہترین راستہ ہے اور کمیونزم کے اصولوں کی اس کے مقابل کوئی وقعت نہیں دی جا سکتی۔ بہرحال وہ معرکۃ الآرا آیت قرآنی درج ذیل ہے :۔

لیس البر ان تولوا وجوھکم قبل المشرق والمغرب ولکن البر من اٰمن باللہ والیوم الاخر والملٰئکۃ والکتٰب والنبیّن ج وَاٰتی المال علیٰ حبہ ذوی القربیٰ والیتٰمیٰ والمسٰکین و ابن السبیل والسائلین وفی الرقاب ج واقام الصلوٰۃ واٰتی الزکوٰۃ ج والموفون بعھدھم اذا عاھدوا ج والصٰبرین فی البأساء والضراء وحین البأس ط اولٰئک الذین صدقوا ط و اولٰئک ھم المتقون ٥ (پ ۲ - ع ۶)

یعنی یہ کوئی بڑی نیکی نہیں کہ تم مشرق کی طرف یا مغرب کی طرف عبادت الٰہی کے لئے منہ پھیرو بلکہ کامل نیکی یہ ہے یا نیکی کا مجسمہ وہ شخص ہے جو سب سے پہلے اللہ اور یوم آخر پر اور ملائکہ اور کتاب اللہ اور انبیاء پر ایمان لاتا ہے۔ اور پھر اپنے محبوب مال کو اللہ کی محبت کی خاطر قریبیوں (ماں باپ بہن بھائی رشتہ دار پڑوسی وغیرہ) اور یتیموں اور مساکین اور مسافر اور محتاج مانگنے والوں کو اور غلاموں کو دیتا ہے اور وہ اس مالی قربانی کے ساتھ نمازوں کو یاد الٰہی کے لئے قائم کرتا ہے اور زکوٰۃ قیام حکومت الٰہیہ کے لئے ادا کرتا ہے، اور ایسے لوگ اپنے عہدوں کو پورا کرتے ہیں جب وہ کوئی معاہدہ کریں اور وہ دکھ تکلیف اور جنگ میں ثابت قدم رہنے والے ہیں۔ یہی لوگ جو علم وعمل یا ایمان و اعمال میں سچے ہیں۔ اور یہی لوگ ہیں جو متقی ہیں یا تمام دکھوں اور تکلیف سے بچ جانے والے ہیں۔

اس آیت کے اندر اگر ترتیب ایمان اور اعمال کو غور سے دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس سے بہتر ترتیب ممکن نہیں۔ ایمان بالغیب سے شروع کیا اس کی ابتدا خدا تعالیٰ اور انتہاء انبیاء کو بیان فرمایا کیونکہ یہ ایمان بالغیب بجز انبیاء کے پوری طرح حاصل ہو سکتا ہی نہیں بلکہ یوں کہئے کہ نبوۃ رسالت کے مقام پر کھڑے ہونے والے مظاہر الٰہی خدا کی غیب الغیب اور سب پر غالب ہستی کے دکھانے کے لئے آئینہ کی طرح ہوتے ہیں، صفات الٰہیہ کو دکھلانے والے یہ شیشے اس الغیب ذات کو بصیرت و بصارت سے دنیا کو بھی دکھا دیتے ہیں۔ یہ نہ ہوں تو ایمان کا وجود ہی نہ ہو۔ نبوت رسالت بھی اگرچہ غیب ہی کی بات ہے مگر خدا کے نبی اور رسول خدا کی ہستی کو اس طرح ظاہر کرتے ہیں کہ انسان کے لئے انکار کی گنجائش نہیں رہتی۔ گویا ہم مقام غیب سے مرتبۂ شہود میں انبیاء کے ذریعہ آ جاتے ہیں۔ اس لئے اسلام میں داخل ہونے کے لئے کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ رکھا گیا ہے۔ لا الٰہ الا اللہ قائم مقام ہے اور محمد رسول اللہ ایمان بالنبیین کے قائم مقام ہے کیونکہ آنحضرت صلعم انسانوں کے لئے آخری نبی ہیں جیسے کہتے ہیں کہ ؎

چوں صد بیاید نود ہم نزد ماست

یعنی جب ہمارے ہاتھ میں سو ہوں تو نوّے لازماً ہمارے ہاتھ میں ہیں۔ اسی طرح محمد رسول اللہ جو خاتم النبیین ہیں ان پر ایمان جملہ انبیاء پر ایمان لانے کے قائم مقام ہے۔ وہ لوگ جو کلمہ طیبہ کے ماننے والے ہو کر بھی یہ کہتے ہیں کہ اس کلمہ کو اس طرح رسول اللہ صلعم نے نہیں پڑھایا بلکہ اشھد ان لا الٰہ الا اللہ واشھد ان محمدا رسول اللہ پڑھایا ہے اس لئے اسے کلمۂ شہادت کہتے ہیں۔ وہ غور کریں کہ اگر لفظ شہادت کو (اشھد ان) اس سے الگ کر کے پڑھا جائے تو وہ

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

ہی بن جاتا ہے اور اشھد ان کو شہادت کے موقع پر پڑھنا اور صرف اظہار توحید و رسالت کی خاطر شہادت کے لفظ کو نہ پڑھنا بالکل درست ہے اور اس پر اگر حدیث نبوی کی سند کی ضرورت ہو تو آنحضرتؐ کا حضرت ابو طالب کو ان کی وفات کے وقت ابو جہل کی موجودگی میں یہ کہنا کہ

یا عم قل لا الٰہ الا اللہ

اے میرے چچا کہو لا الٰہ الا اللہ

اور پھر اس پر آگے یہ کہنا کہ اگر آپ یہ کہدیں تو میں آپ کا شفیع ہوں گا جناب الٰہی میں روز قیامت، یہ دلیل ہے کہ آپ نے کلمہ طیبہ

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہِ

کے پڑھنے کو ہی فرمایا تھا۔ تب ہی تو ابو جہل نے کہا کہ اے ابو طالب اب کیا آخری وقت میں تم دین آبائی سے پھر جاؤ گے اور اس نے کہا نہیں۔ اور کلمہ طیبہ کہنے سے انکار کر دیا۔ جس کے صرف یہی معنے ہیں کہ لا الٰہ الا اللہ کہنے سے مراد پورا کلمہ طیبہ ہی تھا ورنہ صرف لا الٰہ الا اللہ کہنے سے تو ابو جہل بھی منکر نہ تھا۔ کیونکہ صرف لا الٰہ الا اللہ کہنے سے وہ دین آبائی (دین ابراھیم علیہ السلام) سے باہر نہ جاتے تھے بلکہ وہ اس حصہ کلمہ طیبہ کے قائل تھے۔

البر کے ماتحت ایمانیات کو سب سے پہلے طبعی ترتیب کے مطابق بیان کر کے پھر مال و زر جو بہت پیارا ہے جس کے متعلق لوگ یہاں تک کہہ چکے ہیں کہ اگرچہ خدا تو نہیں لیکن قاضی الحاجات ضرور ہے اس کو اللہ کی راہ میں خدا کی محبت کے ساتھ خرچ کرنے کا حکم دیا اور سب سے پہلے (ذوی القربیٰ) کو رکھا کیونکہ جس قدر کوئی قریبی رشتہ دار ہے وہ عموماً اسی قدر قریب ہوتا ہے۔ اور ان کا حق انسان پر زیادہ ہے۔ بلکہ اسلام تو مانگنے والوں اور نہ مانگ سکنے والے محروم محتاجوں کا بھی ہمارے مالوں میں حق قرار دیتا ہے۔ جیسا کہ فرمایا کہ :۔

وفی اموالھم حق للسائل والمحروم

اور احادیث میں ہم دیکھتے ہیں کہ ایک شخص آنحضرت صلعم کے پاس آتا ہے تو آپ سے اپنے حق کا تقاضا اس طرح کرتا ہے کہ :۔

اٰتنی من مال اللہ ما اتٰک اللہ

اور آنحضرتؐ اس کے طلب حق میں حق پر سمجھ کر اسے کچھ

دیدیتے ہیں۔

پھر یتامیٰ اور مساکین اور مسافروں اور سائلوں اور غلاموں کو اللہ کے لئے اپنے مال سے دینے کا حکم ہے۔ یہ سب ذی القربیٰ میں سے ہوں یا نہ ہوں اپنی اپنی جگہ پر مستحق امداد ہیں۔ فی الرقاب سے مراد ہر وہ شخص ہے جس کی گردن بوجھ سے دبی ہوئی ہو اور وہ اس بوجھ سے خود نہ نکل سکتا ہو، ایسا شخص ایک آزاد انسان بھی ہو سکتا ہے اور وہ بھی جو اپنی آزادی کو کسی وجہ سے کھو چکا ہو اور غلامی کی زنجیروں میں جکڑا ہوا ہو۔ یہ آخری درجہ کا مستحق امداد ہے اس لئے ذی القربیٰ سے شروع کر کے انتہائی درجہ کے محتاج تک کا تفصیلاً ذکر کر دیا۔ اور قرآن مجید میں آنحضرت صلعم کی بعثت کا مقصد عرب و عجم کی آزادی کو بیان کیا گیا ہے۔

اگرچہ اصطلاح میں یتیم سے مراد وہ بچہ ہے جس کا باپ مر گیا ہو، لیکن یہ لفظ ہر بے سہارا و محتاج انسان پر بھی بولا جا سکتا ہے۔ اور بولا گیا ہے۔ مسکین ہر وہ شخص ہے جس کے ذرائع حصول مایحتاج زندگی رک گئے ہوں۔ اور ابن السبیل وہ مسافر ہے جو مسافرت میں (خواہ وہ سفر دین کے لئے ہو یا حصول دنیا کے لئے) محتاج امداد ہو جائے جیسے آج کل سفر میں چوری ہو جانے سے یا ٹکٹ وغیرہ گر جانے سے ایک بڑے سے بڑا آدمی بھی ضرورتمند ہو جاتا ہے۔

سائلین وہ محتاج لوگ ہیں جو مانگنے پر مجبور ہو گئے ہیں۔ ان سب کی مدد ایک سچے مسلمان کا فرض ہے اور ان محتاجوں کے مسلمان ہونے یا نہ ہونے کا کوئی سوال نہیں ہے۔ اگرچہ یہ سچ ہے کہ جس قدر کوئی محتاج کسی حیثیت سے ہمارے زیادہ قریب ہے اس کا حق بھی اتنا ہی زیادہ ہے اور وہ ذی القربیٰ میں بھی آ جاتا ہے۔ سب سے آخر پر ہر قسم کے غلاموں کی آزادی کے لئے مال کے خرچ کرنے کا حکم ہے۔

نماز و زکوٰۃ

اس قدر صدقہ و خیرات کرنے کے بعد نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیا۔ نماز اپنے نفس کی اصلاح کے لئے یہاں تک کہ عروج کے انتہائی مقامات طے کرنے کا اعلیٰ ذریعہ ہے۔ اسی لئے

الصلوٰۃ معراج المؤمن

کہا گیا ہے۔ مگر اس کی حقیقت بھی یہ ہے کہ نماز انسان کو خدا کا عبد بنا دیتی ہے اور بندہ کا کام بندگی ہے۔ وہ شخص جو نماز تو پڑھتا ہے مگر وہ الیتامیٰ یا مخلوق خدا کے ساتھ شفقت نہیں کرتا اور مال کو گن گن کر رکھتا ہے اور بنک بیلنس کو بڑھاتا چلا جاتا ہے (جمع مالاً وعدّدہ) تو وہ نمازی ہی نہیں، نماز تو ہر فحشاء اور منکرات سے منع کرنے والی عبادت ہے۔ جس کا تقاضا یہ ہونا چاہئے کہ نمازی کا جان و مال بندگان خدا کی بھلائی میں خرچ ہو۔ نہ صرف اس طرح جیسا کہ پہلے مذکور ہوا بلکہ اس کے علاوہ وہ فرض کے طور پر اس کے مال میں سے ایک حصہ باقاعدہ ادا کیا جائے جس سے کہ مسلمانوں کے اولی الامر نظام اسلامی کے تحت مخلوق خدا کی ضروریات کو پورا کریں۔ انفرادی طور پر جو مال دیا جاتا ہے وہ بمنزلہ نوافل کے ہے اور قومی و اجتماعی طور پر جو مال دیا جاتا ہے وہ بمنزلہ فرض کے ہے۔

لطیفہ

ایک شخص نے کسی صوفی بزرگ سے جو غالباً حضرت ابو ذر غفاریؓ جیسے جلیل القدر صحابی کے ہم خیال تھے سوال کیا کہ سو روپے میں سے جو میرے پاس سال بھر سے ہے کیا زکوٰۃ دوں۔ اس بزرگ نے کہا ۲|۸|۲ دو روپے آٹھ آنے تو قرض کے طور پر ادا کرو اور باقی ۹۷|۸|۰ روپے بطور جرمانہ ادا کرو۔ سائل نے پوچھا حضرت یہ جرمانہ کس بات کا ہے۔ تو بزرگ نے کہا اس لئے کہ تو نے سال بھر اس روپے کو روکے رکھا اور اس عرصہ میں خدا جانے کس قدر حاجتمند اس روپے سے فائدہ اٹھانے سے محروم رہے۔

العفو

وقت وقت کی بات ہے۔ کبھی اپنی ضرورت ذاتی سے جو کچھ بھی فالتو ہو وہ دینا ہوتا ہے۔ جیسے حضرت ابو بکر صدیقؓ نے ایک دفعہ سارا ہی مال راہ خدا میں دے دیا۔ گویا یسئلونک ماذا ینفقون قل العفو کی ایک عملی تفسیر اسوہ صدیقی سے یہ ہوئی کہ جو کچھ ضرورتوں سے زائد ہے وہ سب خدا کی راہ میں دے دیا جائے۔ ڈاکٹر اقبال نے اس کے متعلق خوب کہا ہے

حرف قل العفو میں پوشیدہ ہے اب تک
شاید کہ وہ اس دور میں ہو جائے نمودار

ایفاء عہد

دنیا کی امن و سلامتی کے لئے وفاء عہد نہایت ضروری ہے۔ اس لئے اس قدر ایمان۔ ایثار و قربانی نماز و زکوٰۃ کے بعد فرمایا کہ

الموفون بعہدہم اذا عاہدوا

سچی بھلائی یہ ہے کہ انسان میں وفاء عہد کی عادت ہو۔ اس کا عملی نمونہ تو سیرت نبویؐ اور سیرت صحابہ تمام کی تمام ہے مگر یہ تو ایک ایسا باب ہے، کہ اگر اس پر قلم کو حرکت دی جائے تو کئی کتابیں لکھی جا سکتی ہیں۔ مگر میں اس موقعہ پر صرف دو مثالیں مختصراً پیش کرتا ہوں:-

پہلی مثال

جب صلح حدیبیہ میں یہ امر شرائط میں آ گیا کہ مکہ سے بھاگ کر جو شخص رسول اکرم صلعم کے پاس مدینے میں آ جائے اسے مسلمانوں کا اہل مکہ کو واپس دینا ہی ہو گا۔ ابھی عہد نامہ لکھا نہ گیا تھا کہ ابو جندل مکہ سے بھاگ کر اہل مکہ کے مظالم سے اپنے آپ کو بچانے کے لئے آنحضرت صلعم کے پاس پہنچ گئے۔ مار کے نشان حضرت ابو جندل کے جسم پر موجود تھے۔ اہل مکہ کے قائم مقام نے ابو جندل کے لوٹائے جانے کا مطالبہ کیا۔ آنحضرت نے اس مطالبہ کو منظور فرما لیا۔ صحابہ میں سے بعض نے کہا کہ ابھی تو یہ معاہدہ لکھا بھی نہیں گیا اس لئے ابو جندل کو واپس نہ کیا جائے۔ خود ابو جندل نے بھی یہ درخواست کی۔ رحم کا تقاضا تو یہ تھا کہ ابو جندل کی درخواست منظور ہو مگر آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ جو ہم زبان سے وعدہ کر چکے ہیں وہ پورا کیا جانا چاہیئے اور کیا جائے گا۔ اور ابو جندل خدا تمہارے لئے کوئی سبیل پیدا کر دے گا۔

یہ ہے وفائے عہد کی ایک عظیم الشان مثال۔

دوسری مثال

جب مکہ معظمہ پر دس ہزار قدوسیوں کا قبضہ ہو گیا اور تمام اہل شہر کو پناہ دیدی گئی الا اگر کوئی خود مقابلہ کے لئے آگے آ جائے اور چند (۷-۸) سخت شریروں کے متعلق یہ حکم دیا گیا کہ ان کو قتل کر دیا جائے تو ان میں سے ایک بھاگ کر جدہ میں پناہ گزین ہو گیا۔ اور بعد میں اس نے آنحضرت صلعم سے پناہ طلب کی۔ تو آنحضرت صلعم نے اس کو پناہ دے دی اور بطور نشان وعدہ اپنا عمامہ بھیجدیا۔ مگر وہ ڈرتا تھا کیونکہ اس کا جرم اس قدر شدید تھا کہ وہ اپنے آپ کو خود بھی معافی کے قابل نہ جانتا تھا۔ لیکن جب اسے امان کا وعدہ دیا گیا تو وہ مکہ میں آیا اور آنحضرت سے ملا اور آنحضرت صلعم نے اسے تبلیغ اسلام کی تو اس نے کہا کہ مجھے دو ماہ کی مہلت دی جائے۔ آنحضرت صلعم نے اسے چار ماہ کی مہلت دے دی۔ اور وہ اپنی اسی پناہ کی حالت میں اپنے آبائی مذہب پر بنا بر قائم رہا اور مسلمانوں کے ساتھ ہو کر بعض پیش آنے والی جنگوں میں بڑی بہادری سے لڑتا بھی رہا۔ کبھی کسی مسلمان نے اسکو کچھ نہ کہا۔ لیکن اس کا دل آخر مجبور ہو گیا اور اس نے آنحضرت صلعم کے سامنے اپنے مسلمان ہو جانے کا اظہار کیا۔

اس واقعہ میں وفا عہد کی دوسری زبردست مثال ہے۔

تیسری مثال

میں چاہتا تھا کہ صرف دو مثالوں پر ختم کر دوں مگر میرے سامنے ایک تیسری مثال اس طرح آ گئی ہے کہ میں اسے نقل کئے بغیر رہ نہیں سکتا۔

حضرت امیر معاویہ نے اپنی حکومت کے دور میں خود اپنی قیادت میں ایک رومی علاقہ پر فوجکشی کی جب فوج سرحد پر پہنچی تو رسول اللہ صلعم کے اصحابی عمرو بن عنبہ گھوڑا اڑاتے ہوئے یہ کہتے ہوئے آئے کہ:-

"اللہ اکبر معاہدہ کی پابندی چاہیئے غدر اور عہد شکنی سے کام نہ لینا چاہیئے"

امیر معاویہؓ - آپ کا کیا مطلب ہے؟

عمرو بن عنبہ - میں نے رسول اللہ صلعم سے سنا ہوا ہے کہ معاہدہ کے بعد دشمن پر حملہ اس وقت تک نہ ہو گا جب تک کہ تاریخ معاہدہ ختم نہ ہو جائے اور دشمن کو اس پر مطلع نہ کر دیا جائے۔

امیر معاویہؓ - فوج واپس ہو۔

فوراً فوج واپس ہو گئی اور عہد کی پابندی کی خاطر اس تمام خرچ کا خیال بھی نہ کیا گیا جو اس فوج کو میدان جنگ میں لانے میں ہوا۔ اور نہ اس تکلیف کی پرواہ کی گئی جو فوج اور امیر فوج کو ہوئی۔

یہ تیسری مثال اس وقت کی ہے جبکہ خلافت راشدہ ختم ہو کر ملوکیت کا دور ہو چکا تھا۔ اور حضرت امیر معاویہ رضؓ کا زمانہ کا ہے جو کہتے تھے۔

"انا اوّل ملوک الاسلام"

میں اسلام کے بادشاہوں میں سے پہلا بادشاہ ہوں۔

باقی آئندہ

ایمان ــــــ اور ــــــ عمل

ڈاکٹر احمد حسن صاحب

کسی بات کو صحیح تسلیم کرنا انسان کے ذہن کا کام ہے خیالات کی ترجمانی زبان کرتی ہے۔ جو کہا جائے اس کے مطابق عمل نہ ہو تو کہنے والا جھوٹا قرار پاتا ہے۔ زبانی جمع خرچ کرنے والا کہلاتا ہے۔ ایسے شخص پر کوئی نادان یا وہ جو اسکو جانتا نہیں اعتبار کر لیوے تو کر لیوے۔ عقل و ہوش رکھنے والا شخص اس کے نزدیک آنے سے بھی گریز کرے گا۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن حکیم میں جھوٹ کو بڑا خطرناک گناہ کہا گیا ہے۔ اس سے فساد پیدا ہوتا ہے۔ عذاب دردناک رونما ہوتا ہے۔ اسی لئے اللہ تعالے نے فرمایا کہ وہ بات جس پر تمہارا عمل نہیں ہے یا جس پر عمل کرنیکا ارادہ نہیں ہے اسے زبان پر مت لاؤ۔ یہ کیفیت اللہ تعالے کو بہت ہی ناپسند ہے۔ اس سے افتراق پیدا ہوتا ہے اور ایسا ناپاک فعل ہے کہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار میں بھی بڑے بڑے رخنے پیدا کر کے تباہ کر دیتا ہے۔ بڑی سے بڑی مضبوط قوم جو ایک پتھر اور لوہے سے تعمیر کئے ہوئے قلعہ کی مانند ہو کمزور، ذلیل اور رسوا کر کے خاک میں ملا دیتا ہے۔

مومن قوم کو مضبوط کرتا ہے اور بڑھاتا ہے۔ اسی لئے ایمان اور عمل کو اکٹھا بیان فرمایا "امنوا و عملوا الصالحات"۔ صرف زبانی اقرار کسی بات کا یا کسی اچھے سے اچھے اصول کا مفید بھی ہے اس لئے کہ انسان کو اسی کے مطابق عمل کرنے کی ترغیب دیتی ہے۔ لیکن صرف زبانی اقرار ایک بہت بڑا دھوکہ ہے جس کے نتائج سخت خطرناک ہیں مومن اس طرح جماعت اور قوم کی مضبوطی اور ترقی کا باعث بنتا ہے کہ وہ جن خیالات کا اظہار کرتا اپنی ساری طاقتیں ان کو عملی جامہ پہنانے پر خرچ کر دیتا ہے۔ جو اس کے نزدیک ہوتا ہے یا جو بھی اس کے ساتھ کوئی معاملہ کرتا ہے وہ اس کا ظاہر و باطن یکساں پاتا ہے اس کی زبان اور عمل متوازی دیکھتا ہے بس اسی کا ہو جاتا۔ جماعت بڑھتی اور مضبوط ہو جاتی ہے۔ اسی لئے امام وقت نے فرمایا کہ چالیس مومن بھی اس چودھویں صدی میں تمام دنیا کو فتح کر سکتے ہیں۔ اس لئے کہ ان میں بے حد جذب ہوتا ہے۔ ہوتا ہے پروانہ اور دیوانہ ہو جاتا ہے۔ نتیجہ یہ کہ بڑے بڑے سخت اور سیاہ دل تالے لگے بھی والہ و شیدا ہو جاتے ہیں۔ عرب میں دل کی سیاہی اور سختی بڑے عروج پر تھی تھوڑے ہی وقت میں اس کی جگہ محبت اور عشق نے لے لی قادیان کا علاقہ بڑے بڑے خاردار درختوں سے پُر تھا۔ تھوڑے ہی وقت میں گلستان بن گیا۔ اور اب تک اس کی خوشبو اکناف عالم میں پھیلتی ہوئی نظر آ رہی ہے۔ اس گلستان کی آبپاشی صرف تقریر و تحریر سے نہیں ہوئی بلکہ اس عشق و محبت کے اظہار سے ہو رہی ہے جو آج سے چودہ سو سال پیشتر عرب جیسی سنگلاخ زمین پر ہوا۔ عشق اور محبت کے مرکز کو تلاش کیا جائے تو ہر ایک متلاشی مسجد نبوی میں ہی جا کر اطمینان کا سانس لے گا۔ اسی لئے حج کو فرض قرار دیا گیا ہے۔ اور یہ فریضہ بالآخر صحیح معنوں میں ادا ہوگا۔ جب یہ دوانگی کند عاد ال۔ لبیک بعد از هزار رسوائی۔ حج کرنا اس لئے نہیں بتایا گیا کہ جو حج کر آئے اس کو حاجی کہو۔ بلکہ انسان کو اس کے سب سے اہم اور مقدس فرض یا یوں کہئے کہ اس کے مقصد حیات کو ہر وقت اس کے سامنے رکھنے کے لئے یہ فریضہ مقرر کیا گیا ہے۔ انسان کی زندگی کا مقصد یہی ہے کہ وہ بنی نوع انسان کا حسب استطاعت مفید ترین خادم ہو، ورنہ اس کا خدا کا نام لے کر کہیں آنا جانا خدا کے سامنے جھکتے رہنا۔ سجدات کرنا۔ بھوک پیاس برداشت کرنا۔ ورد و وظائف کرنا خدا کو پسند نہیں ہیں، کیونکہ یہ سبھی اس ایک ہی عمل پر پختگی پیدا کرنے کے لئے بتائے گئے ہیں جو رب العلمین کے انتظام پرورش کے سلسلے میں انسان کے ذمہ لگایا گیا ہے۔ رب رب کرنا اور عملی طور پر غفلت و لاپرواہی سے یا صرف زبانی جمع خرچ سے کام لینا زیادہ سے زیادہ کچھ لکھ دینا تو اس طرح سے رب رب کرنا رب العلمین جس کی نظر ہر ایک کے دل کی گہرائیوں پر ہے ہرگز پسند نہیں آتا۔ وہ ایسی حالت کو فریب اور دھوکہ قرار دیتا ہے ایک حکایت بیان ہوئی ہے کہ ایک شخص سبز پیراہن پہنے ہاتھ میں تسبیح لے کر جنگل میں بیٹھ کر رب رب کرنے لگا۔ اور پاس ہی اس نے دانہ ڈال کر جال بچھا دیا۔ ایک بلند پرواز پرندے نے دیکھا کہ ایک خدا کا بندہ بیٹھا ہے اور پاس دانہ بھی ہے۔ چلو بزرگ کی صحبت بھی حاصل ہوگی اور دانہ بھی ملے گا۔ آتے ہی جال میں پھنس گیا اور وہی بزرگ وظائف چھوڑ کر آئے اور پکڑ کر اس کی گردن پر چھری رکھدی۔ پرندے نے کہا حضرت آپ کو ہرگز اختیار مجھے ذبح کرنے کا نہیں ہے۔ چلو قاضی سے فیصلہ لے لیں۔ دونوں قاضی کے پاس پہنچے۔ بزرگ فرمانے لگے حضور میں نے بڑی محنت اور وقت خرچ کر کے اس پرندے کو پکڑا ہے۔ اب یہ میرے ہاتھ کو روکتا ہے۔ پرندے نے سارا واقعہ عرض کیا اور کہا حضرت اس شخص نے اگر موجودہ حلیہ نہ اختیار کیا ہوتا اور صیاد کا لباس اختیار کر کے مجھے پکڑتا تو ضرور سر گوشت کا حقدار تھا۔ یہ دھوکے باز ہے فیصلہ پرندے کے حق میں ہوا اور سبز لباس والے کو سخت سزا ملی۔ یہ واقعہ ایک مضمون بیان کرنے کے لئے ہے۔ پرندے بولا نہیں کرتے، ویسے قرآن پاک میں بھی بلند خیال اور کردار والے انسان کو پرندہ ہی کہا گیا ہے۔

ایک دوسرا واقعہ جو سچا واقعہ ہے۔ حضرت استاذی المکرم جناب شیخ عبدالرحمان مصری نے بتایا کہ دو آدمی صبح کے وقت سڑک پر جا رہے تھے سامنے سے ایک صاحب آتے انہیں دکھائی دیئے تو ایک دوسرے سے کہنے لگا یہ میرے دوست آ رہے ہیں۔ آپ کا بھی تعارف کرائے دیتا ہوں۔ چنانچہ جب وہ صاحب نزدیک آئے تو دوست نے السلام علیکم عرض کیا لیکن وہ صاحب تھوڑی دور جا کر پہلو بچاتے ہوئے گذر گئے۔ اب وہ صاحب اپنے ساتھی کے سامنے بہت شرمندہ ہوئے۔ خیر چند دنوں کے بعد وہ حضرت معذرت کے لئے آئے۔ فرمانے لگے میں اس وقت وظیفہ کر رہا تھا۔ اب اللہ کا نام لینا صرف یہی نتیجہ پیدا کرے کہ بقول ان حضرت کے منہ ایسا بن جائے جیسے وظیفہ کر رہا ہو تو خود ہی اندازہ لگائیے اس نام لینے سے خدا کہاں تک خوش ہوگا۔ بالفاظ دیگر اگر کونین پلانے کا فائدہ صرف اسی قدر ہو کہ منہ ایسا بن جائے جیسے کونین کسیلی ہوتی ہے تو نہ تو کوئی سمجھ رکھنے والا ڈاکٹر کونین پلائے گا اور نہ ہی کوئی عقلمند پیئے گا۔

مگر کس قدر افسوسناک کیفیت ہے کہ قرآن کریم جیسا آب حیات ہر جگہ پایا جاتا ہے، تحریراً اور تقریراً۔ مسلمانوں کی حالت وہیں کی وہیں ہے بلکہ روز مرہ نئی نئی گراوٹ اخلاق میں عادات میں پیدا ہو رہی ہے۔ فرض کیجئے کہ ایک شخص ایسے ملک سے یہاں آئے جو دہریوں کا ملک ہے تو وہ ہم خدا کی پرستش کرنے والوں کے حالات رہنے سہنے کے معاملات، ہمارا غرور و تکبر اور نخوت اور ایک دوسرے سے لاتعلقی وغیرہ دیکھکر کیا خدا سے زیادہ متنفر نہیں ہوگا ضرور ہوگا۔ اور یہ تو شک والا معاملہ ہی نہیں۔ ہر ایک قوم مسلمانوں سے نفرت کرتی ہے۔ یہ غلط ہے کہ ان کے عقائد کے باعث غیر مسلم اقوام مخالفت کرتے ہیں۔ وہ زمانہ گیا۔ اب اس وقت کوئی پادری یا کسی مندر میں بیٹھنے والا ایسا کرے تو کرے عوام الناس خواہ وہ کسی قوم سے تعلق رکھتے ہوں مسلمانوں سے اس لئے خائف اور بیزار ہیں کہ اس کا کسی پہلو سے بھی کوئی اعتبار نہیں ہے، اور نہ ہی کوئی اخلاق ہے۔ برادرم چوہدری محمد سعید صاحب بھٹہ مبلغ اسلام سیالکوٹ کا چشمدید بیان ہے کہ عراق میں یہودی مسلمان سے بہت بلند اخلاق و عادات کا مالک ہے۔ یہی کیفیت ہر جگہ پائی جاتی ہے۔

مسلمان اگر اپنی گردن میں ذرا خم پیدا کرے۔ نرمی اختیار کرے۔ اس کا فرض ہے ساری مخلوق خدا کے دکھ کا مداوا عملی تدابیر سے کرے اور اپنے پاس رہنے والوں اور ساتھ کام کرنے والوں کے حالات سے کماحقہٗ واقف ہو اور حسب استطاعت ایسی تجویز کرے کہ ہر ایک کی وقت اور ضرورت پیش آتے پر جس مدد کی اسکو ضرورت ہو۔ وہ اسے ملے۔ یہی اسلام ہے۔ جو اپنے بھائیوں کی خدمت کرنا اپنا فخر نہیں سمجھتا اور دن رات اسی دھن میں نہیں لگا رہتا کہ قوم کا ہر فرد بلند ہو۔ اللہ تعالے کو اس کی کوئی بات پسند نہیں آتی۔ یہ قرآن کا فیصلہ۔ کیوں نہ ہو جس وقت ایک دوسرے سے غافل ہو جاتے ہیں۔ اور ظلم کرتے ہیں تو خدا ہمیں محبت اور پیار کیسے کریگا۔ یہ جو ہم صرف چند عادات رسماً ادا کر کے خوش ہو جاتے ہیں ایک بہت بڑا دھوکہ ہے۔ اللہ تعالے ہم سب کو اس سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین

عُلمائے اسلام کی حق گوئی

خلافت عباسیہ کے ابتدائی زمانہ میں خلفائے بنو عباس نے خلفائے بنو امیہ سے کم مظالم نہیں کئے تھے ایک بار ابو خالد عبدالرحمٰن افریقی افریقہ سے بغداد میں آئے اور خلیفہ ابو جعفر منصور نے ان کو بلوا کر پوچھا کہ تم دربار بنو امیہ میں بھی جایا کرتے تھے۔ بتاؤ میری اور ان کی حکومت میں کیا فرق ہے۔ اور رستے میں تم نے میرے صوبوں کی کیا حالت دیکھی؟

انھوں نے جواب دیا "میں نے بُرے اعمال اور کھلے مظالم دیکھے۔ اور بنی امیہ کی سلطنت میں کوئی مضمون ایسا نہیں تھا جو تیری حکومت میں نہیں"۔

منصور نے جب یہ گفتگو سنی تو گردن جھکالی کافی دیر کے بعد کہا "ہم کو اچھے ملازم کہاں ملتے ہیں؟"

انھوں نے جواب دیا کہ کیا تو نے نہیں سنا کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ ۔۔۔۔ کہتے تھے کہ حاکم ایک بازار ہے جس میں وہی مال آتا ہے جو اس میں چلتا ہے۔ اگر حاکم نیک ہوتا ہے تو اس کے پاس نیک ملازم آتے ہیں۔ اور اگر وہ بدکار ہوتا ہے تو اس کی خدمت میں لوگ بدکار ملازم پیش کرتے ہیں"

امام ابن ابی ذئب بڑے زاہد و عابد اور حق گو تھے۔ اور خلیفہ ابو جعفر نہایت جابر۔ لیکن وہ اس کے پاس آتے تو نہایت بے باکی سے کہہ دیا کہ تیرے دروازے پر کھلم کھلا ظلم ہوتا ہے۔

ایک بار منصور نے ان سے پوچھا کہ "حسن بن زید کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟" جواب دیا کہ "وہ عدل کرنا چاہتے ہیں"۔

پھر منصور نے پوچھا کہ "آپ کا میرے متعلق کیا خیال ہے؟"

آپ نے جواب دیا کہ خانہ کعبہ کی قسم تم نہایت ہی ظالم ہو"

اس بے باکی پر ربیع نے آپ کی داڑھی پکڑ لی لیکن منصور نے اسکو ڈانٹا۔ اور امام صاحب کو تین سو اشرفیاں دلوائیں۔

ایک بار خلیفہ ابو جعفر منصور نے امام عبداللہ بن طاؤس اور امام مالک کو طلب کیا۔ اور امام عبداللہ بن طاؤس سے کہا کہ اپنے والد کی کوئی حدیث روایت کرو۔ اور انھوں نے یہ حدیث روایت کی۔

"قیامت کے دن سب سے سخت عذاب اس شخص پر ہوگا جس کو خدا نے اپنی حکومت میں شریک کیا ہوگا لیکن اس نے ظالمانہ طریقے پر حکومت کی"

چونکہ اس سے منصور کو اس کے ظالمانہ طریق حکومت پر متنبہ کرنا مقصود تھا۔ اس لئے امام مالک کے دل میں یہ خوف پیدا ہوا کہ کہیں وہ انہیں قتل نہ کرا دے اور اس لئے انہوں نے اپنے کپڑے سمیٹ لئے کہ مبادا ان کے خون کے قطرے ان کے دامن پر نہ گر جائیں۔

اس کے بعد منصور نے ان سے تین بار یہ کہا کہ یہ دوات مجھے دے دو لیکن انھوں نے تعمیل نہ کی۔ منصور نے وجہ پوچھی تو فرمایا کہ مجھے ڈر تھا کہ کہیں تو کوئی گناہ کا کام نہ لکھے۔ اور میں اس میں شریک کہلاؤں۔

منصور نے یہ جواب سن کر کہا۔ "تم دونوں یہاں سے اٹھ جاؤ۔"

انھوں نے جواب دیا "یہی تو ہم چاہتے تھے۔"

امام سفیان ثوری نہایت حق گو اور بے نیاز تھے ان کا قول تھا کہ عالم دین کا طبیب اور روپیہ دین کا مرض ہے، اگر طبیب خود مریض کو اپنے پاس بلائے گا تو دوسروں کی کیا دوا کرے گا۔

ایک بار وہ مہدی کے پاس آئے اور کہا کہ مجھے یہ روایت پہنچی ہے کہ حضرت عمرؓ نے اپنے حج میں بارہ درم صرف کئے تھے۔ لیکن تم اس قدر فضول خرچ ہو۔"

وہ بہت برہم ہوا اور کہنے لگا کہ "تم مجھے بھی اپنا جیسا بنانا چاہتے ہو؟"

جواب دیا کہ "اگر تم مجھ جیسا بننا نہیں چاہتے تو کم از کم جس حال میں ہو اس میں تو کمی کر دو۔"

حافظ عبدالغنی نہایت فیاض اور بے نیاز انسان تھے جب کوئی برائی نظر آتی تو اس کو دور کرنے سے دریغ نہ کرتے ایک دفعہ ایک شخص کی شراب گرا دی۔ اس نے تلوار کھینچ لی۔ لیکن انھوں نے نہایت بے باکی سے تلوار چھین لی۔

اسی طرح ایک مرتبہ انھوں نے بہت سے باجے توڑ دیئے، قاضی کو خبر ہوئی تو ایک قاصد کو بھیجا کہ دت اور شبابہ میں ان سے مناظرہ کریں۔

انھوں نے جواب دیا کہ یہ چیزیں حرام ہیں اگر قاضی کو مناظرہ کرنا ہے تو میرے پاس آ جائے، میں اس کے پاس نہ جاؤں گا۔

قاضی نے پھر کہلایا کہ "تم نے بادشاہ کی یہ چیزیں ضائع کر دی ہیں۔"

انھوں نے جواب دیا "خدا قاضی اور بادشاہ دونوں کی گردن مارے۔" اس کے بعد کوئی قاصد نہ آیا۔

"خلیفہ ہارون الرشید نے حج کیا تو مالک کو پانچ ہزار اشرفیاں دیں تاکہ وہ اس کے ساتھ بغداد چل سکیں۔ لیکن انھوں نے کہلا بھیجا کہ رسول اللہؐ کا ارشاد ہے کہ مدینہ ان کیلئے بہتر ہے۔ کاش وہ جانتے۔"

شیخ مصلح الدین مصطفےٰ ابن احمد (المتوفی ۸۹۶ھ) ایک حنفی عالم اور علوم ظاہری و باطنی کے جامع تھے۔ انھوں نے بالکل گوشہ نشینی کی زندگی اختیار کر لی تھی۔ گھر سے معین اوقات پر نکلتے تھے اور ان کے دروازے پر امراء و اکابر کا ہجوم رہتا تھا۔ لیکن صرف انہی معینہ اوقات میں ان سے ملتے۔ فقراء کی صحبت کو پسند کرتے تھے اور ارباب دنیا کی طرف متوجہ نہیں ہوتے تھے۔ سلطان محمد خاں اور سلطان بایزید خاں نے ان کی ملاقات کا شوق ظاہر کیا لیکن اسکو منظور نہ کیا۔ بالآخر ان کے انتقال کے بعد سلطان بایزید خاں ان کے جنازے میں شریک ہوا۔ اور چہرے سے کفن اٹھا کر ان کی زیارت کا شوق پورا کیا۔

علماء عالم بادشاہوں سے بھی تعلق رکھتے تھے لیکن ایسی حالت میں بھی حق گوئی اور بے نیازی کا رشتہ ہاتھ سے چھوٹنے نہیں پایا۔

لوگوں نے امام مالک رح سے پوچھا۔ "آپ بادشاہوں کے پاس جاتے ہیں حالانکہ وہ ظلم کرتے ہیں۔" بولے "پھر حق گوئی کہاں کی جائے؟"

ابن بطوطہ نے اپنے زمانہ سیاحت کے ایک امام حسام الدین الیاغی کے بارے میں اپنے چشم دید واقعات لکھے ہیں۔ وہ لکھتا ہے کہ:۔

"یہ امام ہر جمعہ کو لوگوں کے سامنے وعظ کہتا ہے اور بادشاہ کو نیکی کا حکم دیتا ہے اور اسکو برائی اور ظلم سے روکتا ہے اور اس کو سخت باتیں سناتا ہے اور بادشاہ خاموشی کے ساتھ اس کی باتیں سنتا ہے اور روتا ہے۔ وہ نہ بادشاہ کا عطیہ قبول کرتا، نہ اس کا کھانا کھاتا نہ اس کا کپڑا پہنتا وہ خدا کے نیک بندوں میں تھا اور اکثر میں اس کے جسم پر ایک سوتی روئی دار قبا دیکھا کرتا تھا جو بوسیدہ ہو کر چھپٹ گئی تھی۔ سر پر نمدے کی و یسے ہی کم قیمت ایک ٹوپی تھی جس کے اوپر عمامہ نہ تھا۔ میں نے ایک دن کہا آپ نے یہ کیسی قبا پہنی ہے جو اچھی نہیں ہے تو امام صاحب نے جواب دیا کہ یہ میری نہیں ہے میری لڑکی کی ہے۔ میں نے پچاس سال سے خدا سے یہ عہد کر لیا ہے کہ کسی کا عطیہ قبول نہ کروں گا۔"

اس امام کے بارے میں بادشاہ نے مجھ سے کہا کہ جب اپنے ملک میں جانا تو کہنا کہ ایک عجمی فقیر ترکوں کے بادشاہ کے ساتھ یہ سلوک کرتا ہے۔

(تندیل)

بچوں کا صفحہ

دوسروں کے عیب سے چشم پوشی کرنا۔

ایک دفعہ ایک شخص حضرت ابوبکرؓ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا کہ حضرت مجھ سے ایک بہت بڑا گناہ ہو گیا ہے۔ مجھے سزا دیجئے۔ حضرت ابوبکرؓ نے اسے پوچھا کہ تم نے کسی شخص سے تو ذکر نہیں کیا۔ اس نے جواب دیا کہ میں نے سوائے آپ کے کسی سے ذکر نہیں کیا۔ اس پر حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا "جاؤ توبہ کرو خدا سے اپنے گناہ کی معافی مانگو۔ خداوند تعالیٰ توبہ قبول کرتا ہے۔ وہ شخص اس جواب سے بھی مطمئن نہ ہوا وہ حضرت عمرؓ کے پاس گیا اور ان سے اپنا قصہ بیان کیا۔ لیکن انہوں نے بھی یہی جواب دیا۔

اصل میں ہمارے نبی صلعم کے صحابہ کرام لوگوں کے عیوب سے چشم پوشی کرتے تھے۔ ہمارے نبی صلعم نے فرمایا ہے من ستر الناس ستر اللہ۔ یعنے جو لوگوں کے عیبوں کی پردہ پوشی کرے گا خدا اس سے چشم پوشی کرے گا۔ نیک لوگوں کا یہی شعار ہے کہ وہ لوگوں کے گناہوں اور ان کی کمزوریوں کو مشتہر نہیں کرتے۔ وہ جانتے ہیں کہ انسان کمزور واقع ہوا ہے۔ اس سے غلطیاں بھی ہو جاتی ہیں۔ خدا کی ذات غفور الرحیم ہے۔ وہ توبہ استغفار سے گناہ معاف کر دیتا ہے۔ وہ ستار ہے اپنے بندے کے گناہوں پر پردہ ڈال دیتا ہے۔ انسان کو بھی خدا کی اس صفت یعنے ستاری سے کام لینا چاہیئے۔ آج کل ہمارے معاشرے میں یہ ایک بڑا نقص ہے کہ لوگ دوسروں کے عیب ظاہر کرتے ہیں۔ دوسروں کی نکتہ چینی میں خوشی محسوس کرتے ہیں۔ یہ بہت بری بات ہے۔ اس سے آپس میں نفرت بڑھتی ہے۔ ہماری یہ کوشش ہونی چاہیئے کہ آپس میں محبت اور اتفاق بڑھے۔ دوسروں کی عیب چینی کرنے کی بجائے اگر ہم ان کی خوبیاں بیان کریں تو کیا اچھا ہو۔ ہر انسان میں کمزوریاں پائی جاتی ہیں اور خوبیاں بھی ہم لوگ کمزوریوں کا تو ڈھنڈورا پیٹتے ہیں۔ اور خوبیوں کو نظر انداز کر دیتے ہیں۔ نیک لوگ تو دوسروں کی برائی بھی سننا پسند نہیں کرتے۔ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نے ایک دفعہ فرمایا میرے سامنے کسی کی برائی بیان نہ کیا کرو۔ میں سب کی طرف سے سینہ صاف رکھنا چاہتا ہوں۔

ایک ولی اللہ کا ذکر کرتے ہیں کہ ایک شخص نے ان کے پاس ایک دوسرے شخص کی شکایت کی۔ آپ نے فرمایا شکایت کرنے کی بجائے بہتر یہ تھا کہ تم اس کے لئے دعا کرتے۔ کہ اس کا یہ نقص دور ہو جائے۔ اگر چالیس روز تک دعا کرنے کے بعد بھی یہ نقص اس میں رہ جاتا تو پھر آپ کو شکایت کا حق حاصل تھا۔ اگر ہم میں سے ہر ایک اس ولی اللہ کی نصیحت پر عمل کرے تو دنیا بہشت بن جائے۔ انسان کو چاہیئے کہ دوسروں کی عیب شماری کرنے کی بجائے اپنے عیبوں کو دیکھے۔ اگر ہم یہ کریں گے تو ہمیں معلوم ہو جائیگا کہ ہم سے بڑھکر دنیا میں کوئی عیب دار نہیں۔ کیا خوب فرمایا ہے شاہ ظفر نے سہ

نہ تھی حال کی جب ہمیں اپنی خبر رہے دیکھتے اوروں کے عیب و ہنر پڑی اپنی برائیوں پر جو نظر تو نگاہ میں کوئی برا نہ رہا۔

مولانا مرتضیٰ خان صاحب

یتیم پر شفقت

ایک دفعہ ایک یتیم لڑکا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اس نے شکایت کی فلاں شخص نے میرے باغ پر ناجائز قبضہ کر لیا ہے۔ چونکہ وہ لڑکا کوئی ثبوت یا شہادت پیش نہ کر سکا حضرت نبی کریمؐ اس کے حق میں فیصلہ نہ دے سکتے تھے جب اس لڑکے نے سنا کہ فیصلہ اس کے حق میں نہیں ہو سکتا تو لڑکا رونے لگ گیا۔ حضرت نبی کریمؐ کو اس پر بہت رحم آیا۔ اور اس شخص سے فرمایا کہ بہتر ہے کہ تم یہ باغ اس یتیم لڑکے کو دے دو۔ اس نے عذر کیا۔ حضرت نبی کریم صلعم کے ایک صحابی حضرت ابو درداؓ وہاں موجود تھے۔ انہوں نے حضرت نبی کریم صلعم کی خواہش کو پورا کرنے کا تہیہ کر لیا۔ آپ اس شخص کے پاس گئے اور کہا کہ تم اپنا باغ میرے باغ سے بدل لو۔ چونکہ ان کا باغ زیادہ اچھا تھا وہ رضامند ہو گیا۔ اس پر حضرت ابو دردارؓ حضرت نبی کریم صلعم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضور کی موجودگی میں وہ باغ اس یتیم لڑکے کو دے دیا۔ حضرت نبی کریم صلعم کو اس سے بہت خوشی ہوئی۔

ہمارے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم یتیموں پر خاص طور پر رحم کرتے تھے۔ یتیموں کے لئے آپ کے دل میں بڑا درد تھا آپؐ نے اپنی امت کو یتیموں کی خبر گیری اور ان کی پرورش کے لئے بار بار تاکید فرمائی ہے۔ آپؐ نے فرمایا ہے کہ یتیم کی پرورش کرنے والا اور میں قیامت کے دن اس طرح اکٹھے ہوں گے جس طرح یہ دو انگلیاں ہیں۔ (انگلیوں کو آپس میں جوڑ کر بتایا)

عید کا دن تھا۔ سب لوگ صاف ستھرے کپڑے پہن کر عیدگاہ کی طرف خوشی خوشی جا رہے تھے۔ لیکن ایک لڑکا رستہ میں پریشان اور رنجیدہ خاطر کھڑا تھا۔ سراپا رحم حضرت نبی کریم صلعم کا اس رستہ سے گذر ہوا۔ بچے کو غمگین دیکھ کر حضور ٹھہر گئے اس سے پوچھا "بیٹا! کیا بات ہے۔ کیوں غمگین کھڑے ہو"۔ بچہ رونے لگ گیا۔ اور کہنے لگا۔ آج عید کا دن ہے۔ میرا باپ مجھے یاد آ رہا ہے۔ آج وہ زندہ ہوتا تو میں بھی عید کی خوشیاں مناتا"۔ یہ سُن کر حضرت نبی کریم صلعم کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ آپ نے اس بچے کو پیار کیا۔ سینے سے لگایا۔ اور فرمایا "میں تمہارا باپ ہوں۔ آؤ میں تمہیں سب کچھ دوں گا"۔ حضور صلعم اسکو ساتھ لے گئے۔ بڑی محبت سے اسکو کھانا کھلایا۔ اس کو کپڑے پہنائے اور میٹھی میٹھی باتوں سے اس کا دل خوش کیا۔ غرضکہ ماں باپ سے بڑھکر اس سے محبت کا اظہار کیا۔ وہ بھی سمجھتا تھا کہ گویا وہ اپنے گھر میں ہے اور محمد رسول اللہ صلعم اس کے شفیق باپ ہیں جو اس کی ناز برداری کر رہے ہیں۔

بچوں سے تو یوں بھی ہمارے نبیؐ کو بہت محبت تھی۔ راہ جاتے بچوں کو گود میں اٹھا لیتے تھے۔ ان کو چومتے۔ سینے سے لگاتے اور محبت سے باتیں کرتے۔ لیکن یتیم بچوں سے آپ کو خاص طور پر محبت تھی۔ آپؐ پر خود بھی یتیمی کا زمانہ گذرا تھا۔ اور یوں بھی قدرتی طور پر آپؐ سراپا رحمت و شفقت تھے۔

صلی اللہ علیہ وسلّم

اسلام کی عظمت وقت اور صداقت پر یقین و ایمان بڑھانے والی کتابیں

مندرجہ ذیل کتب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور نے حال ہی میں چھپوائی ہیں۔ ان کتب میں جو نور بھرا ہوا ہے، ضروری ہے کہ ہر دوست اس سے منور ہونے اور دوسروں کو منور کرنے کی کوشش کرے۔ کم از کم ہر ایک احمدی گھر میں ان کتابوں کا ہونا ضروری ہے۔

حضرت مولانا محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی گرانمایہ تصنیفات

انگریزی ترجمہ قرآن مع متن (ریوائزڈ ایڈیشن)

جو ایک عرصہ سے لندن میں دوم قسم کے کاغذ پر بیس ہزار کی تعداد میں چھپ رہا تھا جس کے آخری پروف بھی حضرت امیر رحمۃ اللہ علیہ نے بنفس نفیس دیکھے آج زیور طبع سے آراستہ ہو کر ہمارے سامنے موجود ہے۔ حضرت نے متواتر تین سال کی رات دن محنت کر کے اس کو ریوائز کیا اور موجودہ صورت ایسی دلکش ہو گئی ہے کہ بار بار دیکھنے کو دل چاہتا ہے۔ سائز حجم چھوٹا ہو گیا ہے۔ اس وقت اعلیٰ کوالٹی کی ۸۰ کاپیاں بذریعہ ہوائی جہاز پہنچی ہیں۔

ہدیہ فسٹ کوالٹی تیس روپے -/30- سیکنڈ کوالٹی بیس روپے -/20

زندہ نبی کی زندہ تعلیم

اس کتاب میں حضور سرور کائنات صلعم کی حیات طیبہ اور اسلام کے عالمگیر پیغام کو قرآن و حدیث کی روشنی میں جدید اسلوب اور موجودہ زمانہ کے تقاضوں کے مطابق پیش کیا گیا ہے۔ اس کتاب کے اسلوب اور جامعیت سے انگلستان کی ایک فرم کے کارپردازان اتنے متاثر ہوئے کہ وہ اس کتاب کو بیک وقت انگریزی فرانسیسی ہسپانوی زبانوں میں چھاپ رہے ہیں۔

قیمت مجلد معہ سبز گردپوش۔ چار روپے ۔۔ ۔۔۔ ۴

انگریزی میں جس کی طباعت اور جلدبندی ولایت میں ہوئی ہے خوشنما رنگدار گردپوش۔ قیمت۔ ۔۔ ۸ ۔۔ ۳

احادیث العمل

یہ صحاح ستہ کی منتخب احادیث کا مجموعہ ہے جو ہمارے روزمرہ عمل میں کارآمد ہے۔ بالمقابل کالم میں سلیس اردو میں ترجمہ ہے اور نیچے تفسیری نوٹ ہیں۔ لکھائی چھپائی اعلیٰ۔ کاغذ عمدہ۔ رنگین گردپوش۔

قیمت مجلد صرف دس روپے ۔۔ ۔۔۔ ۱۰

سیرت خیر البشر

جس میں فاضل مصنف نے آنحضرت صلعم کے بچپن سے لے کر وفات تک کے حالات دلکش پیرایہ میں بیان کئے ہیں، اور اسلامی جنگوں اور تعدد ازدواج پر جملہ اعتراضات کو رفع کیا گیا ہے۔ قیمت ۔۔۔ ۴ ۔۔ ۲

انوار القرآن

عام طور پر قرآن کریم کا آخری حصہ نمازوں میں پڑھا جاتا اور حفظ کیا جاتا ہے اس لئے فاضل مصنف حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے ستائیسویں اور تیسویں پارہ کا اردو میں عام فہم ترجمہ کیا ہے اور ساتھ ہی اس کی تفسیر بھی کی ہے۔

حضرت علامہ مرحوم کے اسلوب بیان سے واقفیت رکھنے والے جانتے ہیں نہایت دلکش پیرایہ میں تفسیر کی ہے اس کا حصہ اول ختم ہو چکا ہے جو زیر طبع ہے عنقریب شائع ہو گا۔

حصہ دوم۔ یعنی ستائیسویں پارہ کا ترجمہ معہ تفسیری نوٹ کے موجود ہے مجلد پشتہ پر سنہری حروف میں نام لکھا ہوا ہے۔ قیمت صرف تین روپے آٹھ آنے۔ ۔۔ ۔۔۔ ۸ ۔۔ ۳

حضرت مسیح موعود و مہدی معہود مجدد صد چہاردہم کی تصنیفات

درثمین کامل

حضرت مجدد اعظم کی تصوف و روحانیت میں ڈوبی ہوئی فارسی اور اردو نظموں کا مجموعہ۔ لکھائی چھپائی اعلیٰ، ٹائیٹل دیدہ زیب۔ قیمت صرف ایک روپیہ آٹھ آنے۔ ۔۔ ۔۔۔ ۸ ۔۔ ۱

فتح اسلام

جس میں اسلام کی فتح کی بشارت دی گئی ہے اور اس کو دنیا میں غالب کرنے کی راہ بتائی ہے۔ ۔۔۔ ۵ ۔۔

توضیح مرام

جس میں مسیح موعود کے دعوے پر روشنی ڈالی گئی ہے اور ملائکہ جنات کی حقیقت بیان کی گئی اور قرآن کی بعض سورتوں اور آیات کی نہایت لطیف تفسیر فرمائی ہے۔ ۔۔۔ ۱۲ ۔۔

ازالہ اوہام

ہر دو حصص مجلد اعلیٰ۔ اس کتاب میں وفات مسیح اور نزول مسیح اور اس کے متعلقہ تمام مسائل پر نہایت شرح و بسط سے بحث کی گئی ہے اور تمام اعتراضات کے جوابات دیئے گئے ہیں۔ ۔۔۔ ۵

تعلیم اسلام

یا "اسلامی اصول کی فلاسفی"، یہ اس لیکچر کا نام ہے جو مذاہب عالم کی کانفرنس میں حضرت مسیح موعود نے دیا اور اس میں پانچ نہایت اہم سوالات پر جو اس دنیا اور آخرت کی زندگی سے تعلق رکھتے ہیں روشنی ڈالی گئی ہے اس کتاب کو پڑھ کر کئی لوگ اسلام کے نور سے منور ہوئے اور اسکے انگریزی ترجمہ کو پڑھ کر کئی انگریز مشرف بہ اسلام ہوئے۔ قیمت ایک روپیہ چار آنے۔

کشتی نوح

جس میں جماعت کو تقوے اور روحانیت کے بلند مقام کی طرف رہبری کی گئی ہے اور بہت ہی مفید نصائح اور ہدایات دی گئی ہیں بہترین کاغذ۔ لکھائی چھپائی عمدہ۔ ۔۔۔ ۴ ۔۔ ۱

مرقاۃ الیقین فی حیات نور الدین

حضرت مولانا نور الدین رحمۃ اللہ علیہ کی خود نوشت سوانح حیات جو ایسے دلکش حالات و واقعات سے لبریز ہے جنہیں نور ایمان بھرا ہے۔ ۔۔۔ ۴ ۔۔ ۲

(پاکستان کے لئے)

ملنے کا پتہ: منیجر دار الکتب اسلامیہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام احمدیہ بلڈنگس لاہور

(ھندوستان کے لئے)

شیخ محمد انعام الحق صاحب ۱۰۰ (A) ملک پیٹھ۔ حیدرآباد دکن (ہند)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۰۸

فون نمبر ۳۷۴۳

لوائے ما پہنہ ہر سعید خواہد بود پندائے فتح نمایاں بنام ما باشد

پیغام صلح

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا ہفتہ وار آرگن

ایڈیٹر دوست محمد

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

ہم تو رکھتے ہیں مسلمانوں کا دین
دل سے ہیں خدام ختم المرسلین
شرک اور بدعت سے ہم بیزار ہیں
خاک راہ احمد مختار ہیں
سارے حکموں پر ہمیں ایمان ہے
جان و دل اس راہ پر قربان ہے
تم ہمیں دیتے ہو کافر کا خطاب
کیوں نہیں لوگو تمہیں خوف عقاب

جماعت احمدیہ لاہور کی تعلیمی خصوصیات

۱- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا۔
۲- کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۳- قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگی۔
۴- سب صحابہؓ اور آئمہ قابل احترام ہیں سب مجدد دونکا ماننا ضروری ہے
۵- اسلام تمام دنیا پر غالب آئے گا۔

جلد ۴۰ — یوم چہارشنبہ مورخہ ۵ شعبان ۱۳۷۱ھ - ۳۰ اپریل ۱۹۵۲ء — نمبر ۱۷

حضرت امیر رحمۃ اللہ علیہ کے بعد ہمیں کیا کرنا چاہئیے

محترم غلام باری صاحب انکم ٹیکس آفیسر راولپنڈی کا ایک خط

مکرم محترم جناب مولانا صاحب - السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

افسوس ہے۔ کہ گونا گوں مصروفیتوں کے باعث مجالس مشاورت و معتمدین میں شمولیت نہیں کرسکا۔ میری بڑی خواہش تھی کہ اپنے خیالات کا اظہار دوستوں پر کرسکتا۔ اور اس خواہش کی شدت حضرت امیر رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد بہت ہی بڑھ گئی تھی - اس برگزیدہ انسان کی زندگی میں ہمیں کسی خاص فکر سے دوچار نہیں ہونا پڑتا تھا - وہ اکیلا جاگتا تھا اور قوم اس کی آغوش میں آرام سے سو رہی تھی۔ مگر اس کے باوجود تمام قومی امور نہایت خوش اسلوبی سے طے ہو رہے تھے۔ لیکن اس کے جانے کے بعد ہماری اجتماعی اور انفرادی ذمہ داری اس قدر بڑھ گئی ہے۔ کہ اگر قوم کا ایک فرد بھی سو گیا تو اسے جگایا نہیں جاسکیگا۔

ہمارے پاس خدا کے فضل و کرم سے لٹریچر کا ایک انمول خزانہ موجود ہے۔ وقت کا بڑی شدت سے تقاضا ہے۔ کہ ہم میدان عمل میں نکلیں اور اس خزانہ سے ان اقوام کو مالا مال کر دیں - جن کے ذہن اور قلوب اس کے حصول کے لئے متلاشی ہیں اور اس پیاس کو بجھانے کے لئے تڑپ رہے ہیں - یہ اہل مغرب ہیں۔ اسلام کے نور آفتاب نے بھی مغرب سے ہی طلوع کرنا ہے۔ حالات سازگار ہیں - ہماری ساری قوت اس تک نور ایمان پہنچانے میں خرچ ہونی چاہئیے۔ خواہ ایسا کرنے میں ہمیں اپنے بعض مقامی ادارے بند ہی کرنے پڑیں۔ جب تک ہمارے نوجوان اس کام کے لئے مناسب تعلیم حاصل کر کے تیار نہ ہوسکیں۔ ہمارے بزرگوں کو یہ کام اپنے ذمہ لینا چاہیئے۔ یہ وقت اگر ہاتھ سے نکل گیا تو شاید صدیوں تک ایسا سنہری موقع بلاد مغرب میں اشاعت اسلام کا نہ مل سکے - اگر مناسب ہو تو یہ عریضہ دوستوں کو پڑھکر سنا دیا جاوے - اور رائے عامہ سے مجھے مطلع کیا جاوے۔ والسلام

خاکسار:- غلام باری

شکریہ تعزیت میرے والد ماجد ڈاکٹر محمد امین صاحب کی وفات پر جن احباب نے مجھے ہمدردی اور تعزیت کے خطوط لکھے ہیں میں ان کا تہ دل سے ممنون ہوں چونکہ سب دوستوں کو علیحدہ علیحدہ جواب دینا مشکل ہے اس لئے اخبار کے ذریعہ ان کا شکریہ ادا کرتا ہوں، اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر دے - والسلام - خاکسار - بشارت احمد - قاضی محلہ صدر بازار لاہور چھاؤنی

حضرت مولٰنا محمد علی صاحب کا مقام و مرتبہ عالم اسلامی میں

جامعہ فواد اول قاہرہ کے شیخ التفسیر والحدیث کا ایک خط

مکرمی جناب فاضل مدیر صاحب - السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کی خدمت میں یہ خط اس شخص کی طرف سے ہے جو کلیۃ الاداب بجامعۃ فواد اول میں بطور شیخ التفسیر الحدیث متعین ہیں۔ اسے بعض پاکستانی طلباء کی زبانی معلوم ہوا ہے کہ آپ چھ کتابوں کا ایک سیٹ اہل علم اصحاب اور لائبریریوں کو مفت عنایت فرماتے ہیں۔ بنابریں میری بھی درخواست ہے۔ اور امید ہے کہ آپ ضرور ہمیں صحیح علم پھیلانے اور دین اسلام کی اشاعت کی خاطر اس تحفہ سے سرفراز فرمائیں گے۔

جناب مدیر صاحب! حضرت مولنا محمد علی صاحب مرحوم کی تصنیفات میں سے جو کتاب دستیاب ہوسکی ہے، میں نے اسے پڑھے بغیر نہیں چھوڑا - اسی طرح جو کچھ رسالہ اسلامک ریویو میں شائع ہوتا ہے، اس کا بھی بغور مطالعہ کرتا ہوں - رسالہ مذکورہ بالا کے بعض مضامین کا میں نے عربی زبان میں ترجمہ کیا - اور اسے رسالہ لواء الاسلام مصر میں شائع کیا ہے

ان دنوں بعض ادیب حضرت مولنا مرحوم کی کتاب The Religion of Islam کا انگریزی سے عربی میں ترجمہ کرنے میں مصروف ہیں - لیکن مجھے معلوم ہوا ہے کہ یہ ترجمہ پوری کتاب کا نہیں بلکہ اس کے بعض اقتباسات کو عربی زبان کا جامہ پہنایا گیا ہے۔ یہ چیز مجھے پسند نہیں کیونکہ اس ترجمہ سے ممکن ہے۔ کہ حضرت مولنا مرحوم کے افکار و خیالات کا مفہوم ہی بگڑ جائے - اور آپ کے خیالات و آراء کا جو مقام و مرتبہ ہے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔ اس لئے میں نے عزم کر لیا ہے۔ کہ اس ترجمہ کا اصل کتاب سے مقابلہ کروں۔ تاکہ اس مقابلہ سے ترجمہ کی صحت کا پورا پورا اندازہ ہوسکے - اور حضرت مولنا مرحوم کو جو عالم اسلام میں مقام و مرتبہ حاصل ہے وہ قائم رہے۔ مگر افسوس ہے کہ میرے پاس اصل کتاب نہیں ہے امید ہے۔ آپ ضرور دیگر کتب کے ہمراہ یہ کتاب بھی ارسال فرما کر ممنون فرمائیں۔ (اس عاجز کی طرف سے تسلیمات و آداب قبول فرمادیں) -

آپ کا مخلص بھائی

عبدالوہاب — استاد التفسیر والحدیث

بکلیۃ الآداب بجامعہ فواد الاول

القاہرہ

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے

پاکیزہ ارشادات

شیخ غلام قادر صاحب حمید بلڈنگ لاہور

قوم کو مایوس کرنیوالا قاتل قوم ہے

اذا سمعت الرجل یقول ھلک الناس فھو اھلکھم۔ عن ابو ھریرۃ لمالک۔ لاحمد فی مسندہ للبخاری فی الادب۔ لابی داؤد۔ جامع الصغیر۔

حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تو کسی شخص کو یہ کہتے سنے کہ قوم مرگئی (تو سمجھ لو کہ دراصل) اسی نے (مایوسی پھیلا کر) قوم کو تباہ کر دیا۔

آفت زدہ کی مدد قوم کے ذمہ ہے

عن ابی سعید قال اصیب رجل علی عھد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی ثمار ابتاعھا فکثر دینہ فافلس فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم تصدقوا علیہ فتصدق الناس علیہ فلم یبلغ ذالک وفاء دینہ فقال صلی اللہ علیہ وسلم للغرمائہ خذوا ماوجدتم لہ لیس لکم الا ذالک اخرجہ الخمسۃ الا البخاری تلخیص الصحاح۔

ترجمہ:۔ حضرت ابوسعید خدری سے روایت ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں ایک شخص نے چند درخت میوہ دار خرید کئے، پھر اس کے میوہ پر آفت آگئی جس کی وجہ سے اس پر بہت سا قرض ہو گیا اور وہ بیچارہ مفلس ہو گیا تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اس شخص کی امداد صدقہ (خاص چندہ) سے کرو، تب لوگوں نے اس کی مدد کے لئے چندہ جمع کیا۔ لیکن چندہ کی مقدار اس کے قرض کی ادائیگی کے لئے ناکافی تھی تو حضور نے اس کے قرضخواہوں سے فرمایا کہ جو اس کے پاس سے تمہیں ملے وہ لے لو اس سے زیادہ تمہیں اور کچھ نہیں مل سکتا (قومیں اس طرح بنتی ہیں جس قوم میں اپنے افراد کی مصیبتوں اور مشکلات کا احساس نہ ہو وہ یقیناً مردہ قوم ہے۔ ناقل)

قرب الٰہی کا مقام اور کثرت دعا

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اقرب مایکون العبد من ربہ وھو ساجد فاکثروا الدعاء اخرجہ مسلم وابوداؤد والنسائی۔

حضرت ابوہریرہ سے مروی ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بندہ سجدہ کے مقام پر اپنے پروردگار سے نزدیک تر ہوتا ہے پس (سجدہ کی حالت میں) کثرت سے دعا کیا کرو۔ نوافل اور سنتوں کے سجدوں میں اپنی زبان میں دعا کرنی چاہیئے۔

امراء قوم سادہ زندگیاں اختیار کریں

عن عمرۃ قالت قیل لعائشۃ ماذا کان یعمل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی بیتہ قالت کان بشراً من البشر یفلی ثوبہ ویحلب شاتہ ویخدم نفسہ۔ (شمائل ترمذی)

عمرۃ سے مروی ہے کہ لوگوں نے حضرت عائشہ صدیقہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی گھریلو زندگی کے متعلق پوچھا۔ آپ نے فرمایا آپ بھی دوسرے لوگوں کی طرح ایک بشر تھے (بشری حوائج کے تقاضے پورے کرتے تھے) اپنے کپڑوں کی جوؤں تک کو دیکھ لیتے تھے۔ اپنی بکری خود دودھ لیتے تھے۔ اور خود ہی اپنے کام کاج کر دیا کرتے تھے۔

قائلین حیات مسیح کے حملے

خدا اور نبی کریم صلعم پر

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایک تقریر

اب عیسائیت کا اثر غالب آگیا ہے اور جو محبت مسلمانوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے چاہیئے تھی وہ نہیں رہی ہزاروں رسالے اور اخبار نکلتے ہیں لیکن کسی نے آج تک آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی حیات کا رسالہ نہ نکالا۔ پس اب خدا چاہتا ہے کہ آپکی عزت دنیا میں قائم کرے کئی کروڑ کتب اسلام کے رد میں لکھی گئی ہیں کیا اب بھی خدا کو لازم نہ تھا کہ کوئی ذریعہ قائم کرکے آپکی عزت کو ظاہر کرے ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک نبی مانتے ہیں اور سب سے اشرف جانتے ہیں اور ہرگز گوارا نہیں کرتے کہ کوئی عمدہ بات کسی اور کی طرف منسوب کی جاوے۔ جب کفار نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی معجزہ طلب کیا کہ آسمان پر چڑھ کر دکھاویں تو آپ نے فرمایا سُبْحَانَ رَبِّیْ اور انکار کر دیا اور دوسری طرف حضرت مسیح کو خدا آسمان پر لیجاوے یہ کیسے ہو سکتا ہے ہم قرآن سے کیا بلکہ کل کتابوں سے دکھا سکتے ہیں کہ جس قدر اخلاق اور خوبیاں کل انبیاء میں تھیں وہ سب کی سب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم میں جمع تھیں کَانَ فَضْلُ اللّٰہِ عَلَیْکَ عَظِیْمًا اسی کی طرف اشارہ ہے۔ پس اگر آسمان پر جانا کوئی فضیلت ہوتی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس سے کب باہر رہ سکتے تھے آخر یہ لوگ پچھتاویں گے کہ ان باتوں کو ہم نے کیوں مانا۔ یہ لوگ ایک وار تو آنحضرت کی ذات پر کرتے ہیں کہ ایک معجزہ آسمان پر جانے کا لوگوں نے مانگا مگر خدا نے آپ کی پرواہ نہ کی اور عیسیٰ کو یہ عزت دی کہ اسے آسمان پر اٹھا لیا۔ اور دوسرا حملہ خدا پر کرتے ہیں کہ اس نے اپنی قوت خلق سے مسیح کو بھی کچھ دے دی جس سے تشابہ الخلق ہو گیا۔ جواب دیتے ہیں کہ خدا نے خود مسیح کو یہ قدرت دی تھی۔ اے نادانو! اگر خدائی کی تقسیم ہونا تھا تو کیا اسکے حصہ گیر عیسیٰ ہی رہ گئے تھے آنحضرت کو کیوں حصہ نہ ملا؟

پیغام صلح

جلد ۴۰ | یوم چہارشنبہ مورخہ ۵ر شعبان ۱۹۵۲ء | نمبر

ترقی جرائم اور اسکی حقیقی وجوہ

پاکستان بننے کے بعد ہمارے ملک میں جرائم کی رفتار اس تیزی سے بڑھتی چلی جا رہی ہے کہ بعض وقت حیرت ہوتی ہے کہ کیا آزادی اسی کا نام ہے اور ایک اسلامی مملکت کا نمونہ یہی ہونا چاہیئے جو آج ہمارے امراء و شرفا اور عوام الناس کے اندر نظر آ رہا ہے۔ فحش، عریانی، بدنظری، زناکاری، رشوت ستانی، ناجائز طریق معاش اور قتل و غارت جیسے قبیح افعال ہر طبقہ و ہر قریہ میں اس درجہ بڑھ چکے ہیں، کہ گویا شرافت و نجابت کا معیار ہی اب یہی سمجھ لیا گیا ہے دوسروں کی بہو بیٹیوں کو نظر بد سے دیکھنا اور انہیں اغوا کر کے ہوس رانی کا تختہ مشق بنانا اس قدر عام اور معمولی بات ہو چکی ہے کہ گویا یہ کوئی جرم ہی نہیں ہے، اور وہ ہماری شرم و حیا کی پتلیاں جو اپنے باپوں اور خاوندوں کی غیرت و عزت کی مالک سمجھی جاتی تھیں، اور اسی غیرت و عزت کو لے کر وہ ارشاد ربانی وقرن فی بیوتکن ولا تبرجن تبرج الجاھلیۃ الاولی (اپنے گھروں میں بیٹھی رہو اور پہلے زمانہ جاہلیت کی طرح بن سنور کر مت نکلو) کی پابند ہو کر گھروں میں بیٹھی ہوئی اپنے خاندانوں اور ملک و قوم کے ننگ ناموس اور عزت و وقار کی مالک سمجھی جاتی تھیں آج ہر قسم کے پردہ سے آزاد ہو کر اسی عریانی اور تبرج الجاھلیۃ کو اپنا شعار بنا چکی ہیں جو کبھی اخلاق باختہ اور فاحشہ عورتوں کا شعار سمجھا جاتا تھا (الا ماشاء اللہ) اور وہ جو اس حد تک پردہ سے آزاد نہیں ان میں بھی بیشتر حصہ سینماؤں کے فحش مناظر کو دیکھ دیکھ کر اور ریڈیو کے فحش گانے سن سن کر ایسی جنسی بیماریوں میں مبتلا ہو رہا ہے جو کبھی ایک شریف گھرانہ کے لئے موجب عار تھیں۔ ایسے کئی واقعات اخبارات میں آئے دن نظر سے گذرتے ہیں، جو کسی نہ کسی شریف گھرانے کی خاتون کی غلط کاریوں کے بد نتائج پر مشتمل ہوتے ہیں، پچھلے دنوں لاہور میں ناجائز ولادت کے کئی کیس پولیس کے سامنے آئے اور ایک نوجوان لڑکی کی سینما بینی اس قدر قبیح نتائج کا موجب ہوئی کہ اس کو پڑھ کر شرم و حیا کو منہ چھپانا پڑتا ہے۔

ایک طرف یہ حالات ہیں اور دوسری طرف رشوت ستانی اور مختلف قسم کے ناجائز طریق معاش اور قتل و غارت اور خودکشی کے واقعات ہیں جن کو اگر مذکورہ بالا حالات کے ساتھ ملا کر دیکھا جائے تو صاف نظر آتا ہے کہ یہ سب کچھ اسی بے راہ روی کا نتیجہ ہے جو عورتوں کا پردہ مردوں کی عقلوں پر پڑ جانے سے پیدا ہوئی ہے، آج جس قدر جرائم کی کثرت پاکستان میں نظر آ رہی ہے، اس کی تہ میں ناجائز جنسی تعلقات اور حد سے بڑھی ہوئی فیشن آرائیاں کام کرتی ہوئی نظر آتی ہیں، اور یہ سب کچھ نتیجہ ہے اس مغربی طرز معاشرت اور ریڈیو اور سینماؤں اور ان اخبارات اور رسائل کی فحش نگاریوں کا جن کی روزی کا دارومدار ہی عریاں نگاری اور فحش نویسی پر ہے۔ قرآن آج سے ساڑھے تیرہ سو سال پہلے نہایت صاف لفظوں میں فرمایا تھا۔

ان الذین یحبون ان تشیع الفاحشۃ
فی الذین اٰمنوا لھم عذاب الیم فی الدنیا
والاٰخرۃ واللہ یعلم وانتم لا تعلمون
(النور - ۱۹)

جو لوگ مسلمانوں میں فاحشہ کی اشاعت کو پسند کرتے ہیں ان کے لئے
دنیا اور آخرت میں عذاب الیم ہے، اللہ تعالےٰ اس بات کو
جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔

خدا کے لئے غور کیجئے ہم کدھر جا رہے ہیں اور کن نتائج کو بھگتنے کا سامان کر رہے ہیں؟ ہمارے نوجوان کیا مرد اور کیا عورت ان اخبارات و رسائل کے سب سے بڑھ کر شائق ہیں جن میں جنسیات کا ذکر نہایت عریاں الفاظ میں کیا جاتا ہو اور اس شوق کو پیدا کرنے والے وہ رسائل ہیں جو "جنسیات" اور "شمع" اور اسی قسم کے مختلف ناموں سے ہزاروں اور لاکھوں کی تعداد میں ہر ماہ چھپتے اور ہاتھوں ہاتھ بک جاتے ہیں، ریلوں اور بسوں میں اور دیگر مقامات پر عموماً ایسے ہی رسائل نوجوانوں کے ہاتھوں میں دیکھے جاتے ہیں، بک سٹالوں پر ایسے ہی رسائل کی مانگ زیادہ ہے، یہاں تک کہ نوجوان لڑکیاں کمال اشتیاق کے ساتھ بک سٹالوں سے "شمع" اور "جنسیات" کو خریدتی اور شرم و حیا کو بالائے طاق رکھ کر انہیں ذوق و شوق کے ساتھ پڑھتی ہیں۔

کیا یہ تشیع الفاحشہ ہمارے قدموں کو اس جہنم کی طرف دھکیلنے کا موجب نہیں جس کی خبر قرآن کریم نے دنیا و آخرت میں عذاب الیم کے نام سے دی، اور دنیا کا عذاب الیم تو ہمیں ان جرائم کی شکل میں کھلے طور پر نظر آ رہا ہے جن کی کثرت ہمارے معاشرہ کو تباہ و برباد کرنے کا موجب ہے، کاش اسی سے آخرت کے عذاب کا قیاس کر لیا جائے کہ وہ کس قدر ہولناک ہوگا، کاش ہمارے ارباب اقتدار، ہمارے مذہبی رہنما اور وہ شرفا جو اس صورت حالات کو پسندیدہ نگاہوں سے نہیں دیکھتے؛ اس کے سدباب کے لئے ایک متحدہ محاذ بنانے کی کوشش کریں اور ہر ممکن ذریعہ سے اس کو روکنے کا سامان پیدا کریں، ابھی وقت ہے کہ اس کا علاج کر لیا جائے، ہماری حکومت آئے دن سیفٹی ایکٹ بناتی اور اسے مختلف طریقوں سے نافذ کرتی ہے، کیا فحش نگاری اس کی نگاہ میں کسی سیفٹی ایکٹ کی زد میں نہیں آتی؟ کیا سینماؤں کے فحش مناظر اس قابل ہیں کہ انہیں سیفٹی ایکٹ سے آزاد رکھا جائے اور ریڈیو تو خود حکومت ہی کی ملکیت ہے۔ اس کے فحش گانے جو آج ہمارے گھروں میں نہ صرف شوق و ذوق سے سُنے جاتے ہیں، بلکہ ہمارے لڑکے اور لڑکیاں انہیں خود دہراتے اور گاتے ہیں، کیا وہ اخلاق عامہ کو تباہ و برباد کرنے کا موجب نہیں اور ان اخلاق کی حفاظت حکومت کا فرض نہیں؟ کیا ہمارے مذہبی رہنماؤں کا یہ فرض نہیں کہ اس مرض کو جو دین و مذہب کو گھن کی طرح کھائے جا رہا ہے روکنے کی کوشش کریں؟ کیا وہ شرفا جو دل سے ان چیزوں کو ناپسند کرتے ہیں، اپنے بچوں کو سینما بینی، ریڈیو کے گیت سننے اور فحش رسائل کے مطالعہ سے باز نہیں رکھ سکتے؟ آج وقت ہے کہ اس کا کچھ علاج کر لیا جائے، ورنہ پانی بہت حد تک سر سے گذر چکا ہے اور گذرتا جا رہا ہے۔

احمدی احباب کو بالخصوص ان باتوں کی طرف متوجہ ہونا چاہیئے، اس جماعت کو تزکیہ نفوس اور لوگوں کی قیادت کے لئے کھڑا کیا گیا ہے اور امام وقت نے ہمیں سختی کے ساتھ ایسی راہوں سے روکا ہے، جو بدیوں اور برائیوں کی طرف لے جانے والی ہوں، اگر ہم بھی بہ گئے اور عوام کے رویہ کی اقتدا کرتے ہوئے انہی راہوں پر چلتے چلے گئے تو ہمارا اعلائے کلمۃ اللہ کا دعوے بے سود ہے، لوگوں کی اصلاح سے پہلے اپنے گھروں کی اصلاح کیجئے انہیں نیک رستوں پر لگائیے، پاکیزہ لٹریچر انہیں دیجئے اور ان چیزوں کو گھروں میں نہ آنے دیجئے جو تشیع الفاحشہ سے تعلق رکھتی ہیں، اور نہ صرف اپنے گھروں میں بلکہ دوسروں کی بھی قیادت اور رہنمائی کرتے ہوئے انہیں ان باتوں سے روکئے کہ اسی میں ہم سب کا امن اور عافیت ہے۔

خسارہ بجٹ

باوجود تاکیدی خطوط اور اخبار میں باربار تحریک کے اب تک بعض جماعتوں اور بعض احباب نے خسارہ بجٹ فنڈ کی طرف توجہ نہیں فرمائی ایسے تمام احباب اور جماعتوں کی طرف پھر خطوط تحریر کئے جا رہے ہیں یہ ایک اہم قومی کام ہے جس میں بلا استثنا ساری جماعتوں کو حصہ لینا چاہیئے۔ جب تک ساری قوم اس میں حصہ نہیں لیگی، اس وقت تک مجموعی رقم کا پورا ہونا مشکل نظر آتا ہے، حضرت صاحب صدر نے خود پچاس ہزار کا وعدہ کر کے قوم کا بہت سا بوجھ ہلکا کر دیا ہے اگر جماعتیں بقیہ پچاس ہزار پورا کر دیں۔ تو خدا کے فضل سے انجمن کی بہت سی مشکلات رفع ہو جائیں۔ اس لئے جملہ احباب کی خدمت میں گذارش ہے کہ وہ خود بھی اس تحریک میں شمولیت فرمائیں اور اپنے دوستوں اور عزیزوں کو بھی تحریک کر کے اس کام کو پایہ تکمیل تک پہنچانے میں سے ہر کریماں کارہا دشوار نیست

مرتضیٰ خاں۔ اسسٹنٹ سیکرٹری تحصیل

استدعائے دعائے صحت

خدا کے فضل و کرم اور مخلص دوستوں کی درد دل سے کی ہوئی دعاؤں سے عزیز رشید کی حالت کسی قدر بہتر ہے لیکن احباب کلی صحت کے لئے دعاؤں کا سلسلہ جاری رکھیں جس کے لئے میں ان کا شکرگذار ہوں کا گذشتہ اشاعت کے بعد جن اصحاب نے دعائیں کی ہیں اور خطوط لکھے ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں خانصاحب نواب خاں صاحب۔ ڈاکٹر حسن علی صاحب۔ بابو محمد لطیف صاحب۔ جزاہم اللہ احسن الجزا۔ خاکسار۔ مرتضیٰ خاں

اخبار (و) افکار

مسلمان اور تبلیغ

ڈاکٹر ایم اے الحاج سالمین جنہوں نے ایک عرصہ سے بمبئی میں "گرینڈ مسلم مشن" کے نام سے ایک ادارہ قائم کر رکھا ہے اپنے ایک تازہ خط میں لکھتے ہیں:-

"غیر مسلموں کے اردو، انگریزی اور مرہٹی میں اگر ۲۵، ۲۵ نسخے ارسال فرمائیں تو یہاں مفت تقسیم کے کام آئیں گے خدا آپ کو جزائے خیر دے مسلمان سب کے سب اس عظیم الشان فرض تبلیغ سے بالکل غافل ہو گئے ہیں اور ایک پیسہ بھی اس طرف خرچ کرنا نہیں چاہتے یہ دل **گردہ تو فقط انجمن احمدیہ ہی کا** ہے کہ تن من دھن سے تبلیغ میں کوشاں ہے اور اس کا اعتراف ساری دنیا کو ہے میں نے ساری زندگی تبلیغ میں صرف کر دی اور آج میں بیمار پڑا ہوں کوئی مسلمان نہیں جو یہ پوچھے کہ آپ اور آپ کے اہل و عیال بھوکے ہیں یا پیاسے افسوس"

یہ ان صاحب کے الفاظ ہیں، جو کسی وقت ہمارے سلسلہ کے ساتھ تعلق قائم کر کے اس خیال سے علیحدہ ہو گئے کہ وہ الگ تبلیغی ادارہ قائم کر کے بہت بڑی کامیابی حاصل کر لیں گے، کاش انہیں معلوم ہوتا کہ اگر مسلمانوں میں تبلیغ کی کوئی اہلیت ہوتی تو اللہ تعالیٰ ایک عظیم الشان مجدد کو اس کام کے لئے کھڑا نہ کرتا، احمدیہ جماعتوں کو جو کامیابی اس راہ میں اللہ تعالیٰ نے دی ہے اور خدمت دین کی جو توفیق انہیں میسر آئی ہے وہ صرف مجدد وقت کی برکت سے ہے، اور اس سے علیحدہ ہو کر کوئی شخص اس برکت کو نہیں پا سکتا؟

"مسلم ڈائجسٹ"

اس نام سے ایک چھوٹا سا رسالہ کچھ عرصہ سے ڈربن (جنوبی افریقہ) سے نکل رہا ہے، جس کا کام یہ ہے کہ جماعت احمدیہ کے تبلیغی کاموں پر نکتہ چینی کی جائے اور ان عظیم الشان کامیابیوں کو جو اللہ تعالیٰ نے انہیں بلاد مغرب بالخصوص انگلستان میں عطا کی ہیں ناکارہ اور جھوٹ ثابت کیا جائے، یہ رسالہ سلسلہ احمدیہ کے قدیم معاند عبدالعلیم صدیقی کے زیر سرپرستی شائع ہوتا ہے جو محض جماعت احمدیہ کے خلاف زہر پھیلانے کے لئے دنیا جہان کا چکر کاٹتے پھرتے ہیں بالفاظ دیگر یوں کہنا چاہیئے کہ جہاں جماعت احمدیہ کے افراد اسلام کے نور کو پھیلاتے ..... اور اسے دنیا میں غالب کرنے کی کوشش کرتے ہیں، وہاں عبدالعلیم صدیقی اور اس کے پیرو ان کوششوں کو ناکام بناتے اور اسلام کے غلبہ کو توڑنے کے لئے سرگرم عمل ہیں بقول شبلی مرحوم:-

کرتے ہیں شب و روز مسلمانوں کی تکفیر
بیٹھے ہوئے کچھ ہم بھی تو بے کار نہیں ہیں

لیکن اس شغل تکفیر اور ان منافی ہتھکنڈوں کو نہ پہلے کبھی کامیابی ہوئی اور نہ آئندہ انشاء اللہ ہو گی، خدا کے کام یونہی چلتے رہے اور چلتے چلے جائیں گے، چنانچہ وہ لوگ جو اس سے پہلے اسی قسم کے کام کر چکے ہیں آج اپنے کئے پر پچھتا رہے ہیں اور اپنے ان افعال سے بیزاری کا اظہار کئے بغیر نہیں رہ سکتے جیسا کہ ڈاکٹر سالمین کے حسب ذیل الفاظ سے ظاہر ہے، جو اپنے ایک خط میں انہوں نے لکھے ہیں:-

"اخبار مسلم ڈائجسٹ جو عبدالعلیم مولوی کا ڈربن سے نکل رہا ہے نے ایک مضمون بہت پرانا پھر سے جماعت احمدیہ کے خلاف شائع کیا ہے اور میرا نام اس پر لکھ دیا جب مجھے اس کا علم ہوا تو میں نے سخت خط ان کے نام پر بھیجا ہے اور ان کو ایسی حرکتوں سے باز رہنے کی تلقین کی ہے، خدا مسلمانوں کو متحد و متفق رہنے کی توفیق عطا کرے آمین۔"

ہم سالمین صاحب کی اس حق شناسی اور زود پشیمانی پر انہیں مبارکباد دیتے ہیں، اور دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں پھر صدق دل کے ساتھ مجدد وقت کی غلامی کا شرف نصیب کرے اور عبدالعلیم جیسے مولویوں کو بھی حق بینی اور حق شناسی کی توفیق عطا کرے آمین

جماعت راولپنڈی کا جلسہ

مورخہ ۱۰، ۱۱ مئی ۱۹۵۲ء کو راولپنڈی جماعت کا جلسہ ہونا قرار پایا ہے جس میں مندرجہ ذیل مقررین تشریف لا دیں گے:-

(۱) الحاج میاں محمد صاحب پریذیڈنٹ
(۲) مولینا صدر الدین صاحب امیر قوم
(۳) مولینا عبدالحق صاحب ودیارتھی
(۴) مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع
(۵) مولینا احمد یار صاحب
(۶) حافظ محمد حسن صاحب چیمہ گجرات
(۷) مولوی فضل الرحمان صاحب ساہانوی
(۸) خان بہادر غلام ربانی صاحب مانسہرہ

جو صاحب تشریف لاویں وہ موسم کے مطابق بستر بھی لاویں۔ رہائش اور کھانے کا انتظام ہم کریں گے۔ جو صاحب جلسہ میں شرکت کرنا چاہیں وہ فوراً اپنے آنے کے متعلق اطلاع دیں اور یہ بھی تحریر کریں کہ کتنے احباب تشریف لاویں گے۔ والسلام

ملک فضل کریم گورنمنٹ کنٹریکٹر
منیجر جناح گرلز ہائی سکول، راولپنڈی

مرزا نے کیا دیا؟

علی پور ضلع مظفر گڑھ سے ہمارے ایک دوست عادل محمد صاحب لکھتے ہیں کہ:-

"۹، ۱۰ اپریل کو یہاں تنظیم اہلسنت کے نام سے احرار کا ایک جلسہ منعقد ہوا جس میں چند احراری مولویوں نے احمدیت کے خلاف تقاریر کیں، جن میں یہ بھی کہا گیا کہ ہم نے محمد علی جناح کا ساتھ دیا اس نے ہم کو پاکستان دلوا دیا جس کے زیر سایہ ہم سر چھپا رہے ہیں اگر ہم مرزا صاحب کا یا مرزائیوں کا ساتھ دیتے تو یہ ہم کو کیا دلواتے"

کاش ان لوگوں سے کوئی اتنا پوچھتا کہ اے مردار دنیا کے متوالو! کب تم نے محمد علی جناح کا ساتھ دیا کہ آج اس پر اترانے کی تمہیں جرأت ہوئی؟ کیا تم وہی نہیں جو پاکستان بننے سے پہلے محمد علی جناح کو ہزار ہزار گالیاں دیتے اور پاکستان کی کھلی مخالفت کرتے تھے؟ یہاں تک کہ تمہارا زمان دراز لیڈر (عطاء اللہ بخاری) یہاں تک کہہ گیا کہ کوئی ماں کا بچہ پاکستان کی "پ" بھی نہیں بنا سکتا"۔

تاہم محمد علی جناح نے پاکستان دلا دیا اور تمہاری ہر قسم کی مخالفتوں کے باوجود خدا نے اس کی مساعی کو کامیاب کر دکھایا کاش تم میں غیرت ہوتی تو ڈوب مرتے۔

مرزا صاحب نے کیا دلایا؟ جن لوگوں کی نظریں دنیا پر ہوں وہ اس چیز کو کہاں پا سکتے ہیں، جو مرزا صاحب نہیں دی آؤ دیکھو مرزا صاحب نے ہمیں پاکستان سے بہت بڑی مملکت عطا کی ہے جو نہ کبھی تباہ ہو سکتی ہے اور نہ دنیا کا کوئی بڑے سے بڑا بادشاہ اسے چھین سکتا ہے وہ مملکت **خدا** ہے جو مرزا نے ہمیں دیا ہے یہ وہ خزانہ ہے جس پر کبھی زوال نہیں"۔ کاش تم اس خزانہ کو پا سکتے، کاش تمہاری نظریں اس فانی اور مردار دنیا سے اٹھ کر اس لازوال ہستی کی طرف جاتیں جو دنیا اور آخرت میں موجب کامیابی و فلاح ہو سکتی ہے، اگر تم اس مملکت کو دیکھتے جو مرزا صاحب نے ہمیں دی ہے تو اسکو لینے کیلئے دوڑتے کہ اس سے بڑھکر کوئی اور مملکت نہیں ہو سکتی؟

شکریہ احباب

از محترم ڈاکٹر غلام محمد صاحب

میرے پوتے میجر سعید احمد صاحب کے بچے کی ناگہانی موت پر جن احباب نے تعزیت کے خطوط سے اظہار ہمدردی فرمایا میں ان کا تہ دل سے مشکور رہوں۔ جزاہم اللہ احسن الجزا۔ نہایت ذہین۔ خوبصورت اور تنومند بچہ تھا۔ لیکن حکم ربی کے سامنے سر تسلیم خم ہے ــــــ موت کا فرشتہ بھی ایک رحمت ہے اور جس گھر پر نازل ہوتا ہے انسان کی نیکی اور خدا کی ہستی پر زبردست دلیل پیدا کر دیتا ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی قدرت اور جزا سزا پر ایمان نصیب کرے کیونکہ یہ ہی موت کی حقیقت ہے جس سے ہم غافل ہو جاتے ہیں۔ آمین

غلام محمد

نامہ نگار ووکنگ ——— شیخ محمد طفیل صاحب

برائیٹن میں پاکستان پر لیکچر

۹ اپریل کی صبح کو ناشتہ کے بعد ہم کار پر برائیٹن کی طرف روانہ ہوئے۔ مسٹر بشیر احمد کار کو چلا رہے تھے۔ شیخ یوسف احمد صاحب بھی ہمارے ساتھ تھے۔ خلاف توقع موسم اچھا تھا تمام راستے پر دھوپ پھیلی ہوئی تھی۔ سڑکیں صاف ستھری اور ہموار۔ قدم قدم پر رہنمائی کے لئے مختلف نشانات لگے ہوئے تھے۔ اور دونوں طرف سجے سجائے لمبے چوڑے کھیت۔ تھوڑے تھوڑے فاصلہ پر مختلف دیہات کی آبادی۔ گاؤں کے مکانات جو ہمارے شہروں کی عمارات کو شرماتے ہوں ——— ہماری کار تیس میل کی رفتار پر جا رہی تھی نیولینڈز کارنر پر جا کر ہم تھوڑی دیر کے لئے رُک گئے۔ سامنے نشیب میں ایک وادی پھیلی ہوئی تھی ایسا معلوم ہوتا تھا مری سے اتر کر سڑک کشمیر کی طرف جاتی ہے۔ مری کا خیال آتے ہی تصور اس تمام بُوباس کو دماغ میں لے آیا جو ان پہاڑیوں سے وابستہ ہے۔ انسان ہر نئی چیز کو اپنے ذہن میں ماضی کی یادوں کے ساتھ محفوظ کرنے کی کوشش کرتا ہے اور اپنے گذشتہ علم کی روشنی میں موازنہ و مقابلہ کر کے انہیں اپنا لیتا ہے۔ یا رد کر دیتا ہے۔ اس جگہ سے پندرہ بیس منٹ کے بعد روانہ ہوئے تو رائی گیٹ پر آرام کیا۔ کار کو ایک جگہ ٹھہرا کر ہم بازار میں گھومنے لگے۔ چند قدم ہی گئے تھے کہ ایک صاحب نے روک لیا۔

"آپ کس ملک سے تشریف لائے ہیں"

"پاکستان سے"

"بہت خوشی ہوئی آپ سے مل کر"

"کیا میں آپ سے ہاتھ ملانے کا شرف حاصل کر سکتا ہوں"

ہم نے بڑی گرمجوشی سے مصافحہ کیا۔ اور کہا آپ ہمارے پاس ووکنگ تشریف لائیے"۔

وہ صاحب کہنے لگے:۔

"اب میری عمر سفر کے قابل نہیں رہی اس لئے وعدہ نہیں کرتا۔ میں دنیا کے تمام لوگوں کو اپنا بھائی سمجھتا ہوں۔ معاف کیجئے آپ کو یونہی ٹھہرا لیا اچھا خدا حافظ"۔

انگریز قوم فطری طور پر اجنبیوں سے بیگانہ رہتی ہے۔ لیکن ان صاحب نے یہ عادت شاید ورثہ میں پائی تھی۔ یا بڑھاپے نے انداز نظر میں تبدیلی پیدا کر دی تھی۔

رائی گیٹ سے کرالی پہنچے، وہاں ایک کیفے میں جا کر کھانا کھایا۔ فی کس تقریباً ڈھائی شلنگ خرچ ہوئے، یہودیوں کے ہوٹل کی طرح نہیں تھا کہ چائے پر ہی چار پانچ شلنگ اُڑ جائیں گذشتہ تجربہ کی بنا پر یہودیوں کے کسی کیفے میں جاتے ہوئے بشیر صاحب کو ڈر لگتا تھا۔

ڈھائی بجے کے قریب برائیٹن پہنچ گئے۔ سمندر کی سنسناتی ہوئی ہوا نے ہمارا استقبال کیا۔ برائیٹن زائرین کا شہر ہے۔ سمندر کے ساتھ ساتھ چار پانچ میل تک سڑک کے کنارے جس قدر بھی مکانات تھے وہ ہوٹل اور ریستوران بنے ہوئے تھے

ایسٹر کی آمد آمد تھی اس لئے بازاروں کے لوگ ... کئے جا رہے تھے۔ لندن اور مضافات میں ہزاروں ... موسمی تبدیلیوں کی خبریں سننے کے لئے ... تین چار دنوں تک بارش برسنے کے امکانات ... کی تمام رونقیں سرد پڑ جانے کا ڈر تھا۔

ہم نے تھوڑی دیر بعد ... گارڈن روڈ (جہاں مجھے ٹھہرنا تھا) تلاش کر لی۔ میں تو وہیں رُک گیا اور شام کی تقریر کے لئے کچھ کتابیں دیکھتا ... بشیر اور یوسف اپنے ایک انگریز دوست کے ہمراہ ادھر ادھر چکر لگاتے رہے۔ چھ بجے شام مقبول صاحب آ گئے (جو یہاں چارٹرڈ اکاؤنٹنٹ کا کورس کر رہے ہیں) برائیٹن میں مسلم ممالک کے بیس تیس طالب علم ہیں لیکن انہیں اسلام کے نام پر کسی اجتماع میں جانے کی تمام کوششیں ناکام ہو چکی تھیں اور آج کی میٹنگ میں کسی کے آنے کی توقع نہیں تھی۔

فیبیئن سوسائٹی کے اجلاس کا وقت پونے آٹھ بجے تھا۔ ہم پانچ منٹ پہلے پہنچ گئے۔ لیکن ابھی وہاں صرف سیکرٹری صاحب ہی آئے تھے۔ یہ منظر دیکھ کر مجھے کیمبرج یاد آ گیا۔ سیکرٹری صاحب کہنے لگے کہ آپ پندرہ منٹ گھوم لیں اتنے میں سب لوگ آ جائیں گے تو ہم میٹنگ شروع کر دیں گے میں نے اپنی تقریر کے نوٹ اور دیگر کاغذات کار میں رکھے اور ہم سب وقت گذارنے کے لئے ایک طرف کو چل دیئے۔ یوسف احمد صاحب نے ابھی کھانا نہیں کھایا تھا۔ میں نے کہا کہ آپ کسی ہوٹل میں کھانا کھا لیں ورنہ اجلاس کے بعد بہت دیر ہو جائے گی، وہ اور بشیر صاحب تو کسی اور طرف کو چل دیئے اور ہم نے تھوڑی دور جا کر آہستہ آہستہ واپس آنا شروع کر دیا۔ جب واپس میٹنگ ہال پہنچے تو کافی لوگ جمع ہو چکے تھے۔ ایک پادری صاحب صدارت کے لئے موجود تھے۔ مجھے دیکھتے ہی انہوں نے جلسہ کی کارروائی شروع کی .... اور مجھے یک لخت یاد آیا کہ میرے تمام کاغذات کار میں پڑے ہیں، اور کار کی چابی بشیر صاحب کے پاس ہے، اور وہ جانے کتنی دور نکل گئے تھے کہا تو تھا کہ جلدی آ جائیں۔ لیکن جلدی بھی کیسے آ سکتے تھے۔ کوئی پندرہ بیس منٹ تو اور لگ جائیں گے۔ اور آج کا موضوع بھی میرے لئے نیا تھا۔ پاکستان کے متعلق۔

میں نے چپکے سے مقبول صاحب کو اصل صورت حال سے آگاہ کیا اور کہا کہ میں جوں توں کر کے تقریر شروع کرتا ہوں۔ آپ جیسے ہی بشیر صاحب آئیں ان سے کاغذات لے کر سٹیج تک پہنچا دیں۔ وہ باہر کھڑے ہو کر بشیر صاحب کا انتظار کرنے لگے۔ (بعد میں معلوم ہوا کہ ٹیکسی لے کر انہیں ڈھونڈتے بھی رہے) میرے ذہن سے لیکچر کی تمام ترتیب غائب ہو گئی کوئی پندرہ منٹ تک میں بولتا رہا اور ابھی تک وہ لوگ کھانا کھا کر واپس نہیں آئے تھے پانچ منٹ اور گذرے تو بشیر صاحب کی شکل نظر آئی میں نے تقریر لوٹتے کرتے رُک کر کہا کہ ؟ وہ

"ہمارے نوٹ آ رہے دو میاں

لڑتے ہیں اور ہاتھ میں تلوار بھی نہیں

سامعین ہنس پڑے اور میں نے کاغذات لے کر جو باتیں رہ گئی تھیں بیان کیں۔ تمام تقریر بے مزہ ہو گئی تھی آخر میں یہ کہہ کر بیٹھ گیا کہ مجھے معلوم نہیں کہ آپ خود کیا پاکستان کے متعلق معلوم کرنا چاہتے ہیں۔ بہتر ہو کہ آپ مجھے اپنے سوالات بتا دیں تاکہ میں ان پر روشنی ڈال سکوں۔

لیکن سوالات سے پہلے چائے کا دور شروع ہوا۔ بجلی کا ہیٹر میرے قریب ہی لگا ہوا تھا جس کی گرم گرم ہوا سے میرے سر میں درد ہونے لگا تھا۔ میں نے اپنے ماتھے سے پسینہ خشک کیا اور چائے پینے لگا۔

ایک گھنٹہ تک سوالات ہوتے رہے، اور یہ حصہ کافی دلچسپ رہا جس نے تقریر کی بے رنگی کے اثر کو غالباً کسی حد تک زائل کر دیا۔

سوالات کچھ اس قسم کے تھے:۔

کیا معاشی طور پر پاکستان مضبوط ہے؟

اسلامی ممالک کے ساتھ اتحاد کی صورت میں زبان کونسی استعمال کی جائے گی؟

مسلم ممالک میں لوگوں کی مفلسی اور بدتر حالت کا کیا سبب ہے؟

برتھ کنٹرول (ضبط ولادت) کے متعلق اسلام کا کیا نظریہ ہے؟

حکومت کی بنیاد مذہب پر رکھنا کیا ترقی کے منافی نہیں؟

کیا ایسی حکومتوں سے دوسری اقوام کو فائدہ پہنچنے کی توقع ہے؟

گاندھی جی کے متعلق پاکستانیوں کا کیا خیال ہے؟

کیا اسلام موجودہ مسائل کو حل کر سکتا ہے وغیرہ وغیرہ۔

دوسرے روز ہمیں ایک انگریز نومسلم کو ملنے کے لئے بوگنر ریجس (BOGNOR REGIS) جانا تھا۔ یہ صاحب حال ہی میں مسلمان ہوئے تھے لیکن ان سے ملاقات کا موقعہ میسر نہ آیا تھا۔ ان کا خط ملا تھا کہ وہ بیمار ہیں اور برائیٹن جلسہ کے لئے نہیں آ سکتے۔

جب ہم ان کے مکان پر پہنچے تو وہ ہمیں دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ ایک سیاہ کیتلی میں پڑا پانی اُبل رہا تھا، شاید گرم پانی کی ٹکور کرنا چاہتے تھے۔

کہنے لگے افسوس میں اس وقت آپ کی خدمت میں کچھ پیش نہیں کر سکتا اور بیکار ہوں، ۲۶ شلنگ مجھے ہفتہ میں ملتے ہیں جس میں بمشکل زندہ رہ سکتا ہوں۔ قریباً ایک گھنٹہ ان کے پاس بیٹھ کر ہم واپس ووکنگ چلے آئے۔ راستہ بھر اچھی خاصی بارش ہوتی رہی۔

ضروری اعلان

جماعت جہلم کے پریذیڈنٹ مستری یعقوب علی صاحب کچھ مدت سے مظفر آباد گئے ہوئے ہیں۔ ان کی غیر حاضری میں کام کی اہمیت کو مدنظر رکھتے ہوئے جماعت جہلم نے ریزولیوشن پاس کیا ہے کہ مستری صاحب کی واپسی تک بابو عبد الرحمٰن صاحب پریذیڈنٹ مقرر کئے جائیں

والسلام

خاکسار: فضل الٰہی

اصحابی کالنجوم فبایھم اقتدیتم اھتدیتم

حضرت امیر معاویہؓ کا طرزِ حکومت

شیخ غلام قادر صاحب صدیقی بلڈنگس لاہور

بسلسلہ اشاعت مؤرخہ ۹ اپریل ۱۹۵۲ء

حضرت معاویہؓ پر یہ بھی الزام لگایا جاتا ہے کہ انکا طرزِ حکومت ظالمانہ اور جابرانہ تھا۔ مگر واقعات اس کی تردید کرتے ہیں۔ حکومت کا تختہ اُلٹنے والے انقلاب پسندوں کو انہوں نے سختی سے دبایا، لیکن امن پسند رعایا کے ساتھ سلوک نہایت مشفقانہ تھا۔ آپ بڑے مُدبّر اور عاقبت اندیش فرمانروا تھے عام طور پر رعایا کے ساتھ جو ان کا رویّہ تھا اس کے متعلق سعید بن العاص آپکے اصول حکومت کے متعلق فرماتے ہیں کہ:۔

"امیر معاویہ کہا کرتے تھے کہ جہاں میرا کوڑا کام دیتا ہے وہاں تلوار کام میں نہیں لاتا اور جہاں زبان کام دیتی ہے وہاں کوڑا کام میں نہیں لاتا۔ اگر میرے اور لوگوں کے درمیان بال برابر بھی رشتہ قائم ہو تو میں اس کو نہ توڑوں۔ لوگوں نے پوچھا امیر المومنین یہ کس طرح؟ جواب دیا۔ جب وہ لوگ کھینچیں تو میں ڈھیل دے دوں اور جب وہ ڈھیل دیں تو میں کھینچ لوں۔ جب کسی آدمی کی کوئی ناگوار بات انہیں معلوم ہوتی تھی تو انعام و اکرام کے ذریعہ اس کی زبان بندی کر دیتا تھا۔"

علامہ ابن طقطقیٰ الفخری صفحہ ۹۵ پر لکھتے ہیں کہ:۔

"امیر معاویہؓ حلم کے موقعہ پر حلیم اور سختی کے موقعہ پر سختی سے کام لیتے تھے، لیکن حلم کا پہلو غالب تھا۔"

امیر معاویہؓ کے عمال میں سے مغیرہ بن شعبہ۔ زیاد بن ابی سفیان عمرو بن العاص اور بسر بن ابی ارطاۃ بڑے پولیٹیکل اشخاص تھے لہٰذا زیادہ تر یہی لوگ ہی موردِ طعن بھی ہیں۔

مغیرہ بن شعبہ نے حدودِ سلطنت میں خارجیوں کی فتنہ انگیزی پر حسبِ ذیل تقریر کی تاکہ جارحانہ کارروائی کر کے لوگوں کو مصیبت میں نہ ڈالا جائے:۔

"لوگو! میں ہمیشہ تمہاری عافیت مدنظر رکھتا ہوں اور مصیبتوں کو تم سے روکتا ہوں مجھ کو خطرہ ہے کہ اس طرزِ عمل سے احمق بدآموزنہ ہو جائیں۔ ہاں اچھے اور حلیم اشخاص سے مجھے یہ امید نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کی قسم مجھے خطرہ ہے کہ میں جاہل احمقوں کے ساتھ سنجیدہ بھلے اور ناکردہ گناہ آدمیوں کے مواخذہ پر مجبور نہ ہو جاؤں، اس لئے تم لوگ اس عام مصیبت کے آنے سے پہلے اپنے احمق لوگوں کو روکو۔"

زیاد سب سے زیادہ جفاکار سمجھا جاتا ہے اس کا انقلاب پسندوں کے ساتھ جابرانہ رویّہ حد سے بڑھ جاتا تھا۔ ورنہ عام رعایا کے ساتھ وہ مشفقانہ برتاؤ کرتے تھے، چنانچہ علامہ دینوری اخبار الطوال صفحہ ۲۲۳ پر لکھتے ہیں کہ جب زیاد بصرہ پہنچا تو جامع مسجد میں حمد و ثنا کے بعد حسبِ ذیل تقریر کی:۔

"میرے اور قوم کے درمیان کینہ تھا، لیکن آج میں نے اس کو اپنے پاؤں کے نیچے دبا دیا ہے۔ میں کسی محض عداوت کی بنا پر مواخذہ نہ کروں گا اور نہ کسی کی پردہ دری کروں گا تاآنکہ وہ خود میرے سامنے بے نقاب ہو جائے۔ بے نقاب ہونے کے بعد بھی میں اسکو نظرانداز کروں گا تم میں سے جو محسن ہو اسکو اپنے احسان میں زیادتی کرنی چاہیئے اور جو برا ہو اس کو اپنی برائیاں دُور کرنی چاہئیں۔ اللہ تعالیٰ تم لوگوں پر رحم کرے تم لوگ اپنی اطاعت اور فرمانبرداری سے میری مدد کرو۔"

امیر معاویہ رضؓ اپنے عمال کے طرزِ حکومت پر کڑی نگرانی کرتے تھے۔ چنانچہ علامہ مسعودی مروج الذھب میں ان کے شبانہ روز کے معمولات پر لکھتے ہیں:۔

"پھر (معاویہ رضؓ گھر سے) نکلتے اور غلام کو کرسی نکالنے کا حکم دیتے چنانچہ مسجد میں کرسی نکالی جاتی اور معاویہؓ مقصورہ کی ٹیک لگا کر کرسی پر بیٹھ جاتے اور ان کے سامنے مقدمات اور حادثات پیش ہوتے۔ اس میں کمزور و ناتوان۔ دیہاتی، بچے۔ عورتیں۔ لاوارث، سب کے سب پیش کئے جاتے۔ ان میں سے کوئی کہتا مجھ پر ظلم کیا گیا (معاویہ رضؓ) حکم دیتے اس کو عزت دو (یعنی تدارک کرو) کوئی کہتا میرے اوپر زیادتی کی گئی ہے (معاویہ کہتے) اس کے ساتھ کسی کو تحقیقات کے لئے بھیجو۔ کوئی کہتا میرے ساتھ بدسلوکی کی گئی (معاویہ) حکم دیتے اس کے معاملہ کی تحقیقات کرو۔ جب کوئی (دادخواہ) باقی نہ رہتا تو مجلس میں آ کر تخت پر بیٹھتے اور حکم دیتے کہ لوگو (یعنی اشراف) کو علیٰ قدر مراتب آنے کی اجازت دو ...... پھر اُن سے خطاب کرتے کہ تم لوگ اس لئے اشراف کہلاتے ہو کہ اس دربار میں اپنے سے کم رتبہ والوں پر تم کو شرف عطا کیا گیا ہے اس لئے جو لوگ ہمارے نزدیک نہیں پہنچ سکتے ان کی ضروریات ہم سے بیان کرو۔"

(باقی دارد)

اصول او ہمہ بر خلق رحم باشد و لطف
طریق او ہمہ ہمدردی و عطا باشد
(مسیح موعودؑ)

ترجمہ:۔ اللہ والوں کا اصول زندگی ہمہ رحم و لطف ہے۔ ان کا طریق عمل ہمدردی خلائق اور عطا کے عام پر مشتمل ہے۔

انسان کامل

انسان کامل کی خصوصیت یہ ہے کہ اس کی ہر بات عام فہم اور قابل عمل ہو۔ اس کے قول و فعل میں پوری یکسانیت ہو۔ اس کی زندگی کا ہر پہلو پاک۔ صاف اور بے عیب ہو۔ تاکہ مختلف طبقات انسانی اپنے فرائض و واجبات میں اس شخصیت کو شمع ہدایت بنا سکیں، اور اس کے نقش قدم پر چل کر اپنے آپ کو ہر ایک دنیاوی آلائش سے پاک رکھ سکیں، اور ہر اس عمل سے گریز کریں جس کو دوسرے نامناسب سمجھیں۔ اور جس سے انسانی اخلاق پر برا اثر پڑے۔ کامل انسان وہی ہوتا ہے جو اپنا ہر کام خدا کی خوشنودی اور رضامندی کے مطابق کرے اور ہر قدم اُٹھانے سے پہلے اس بات کا جائزہ لے کہ آیا احکام خداوندی کے مطابق ہے یا نہیں۔

حضرت سرور کائناتؐ ایک کامل انسان تھے جن پر دین الٰہی پایۂ تکمیل تک پہنچا۔ آپ نے انسان کے دل میں خالق کون و مکان کا نقش قائم کر دیا۔ آپ نے اپنے قول و فعل سے یہ حقیقت واضح کرنے کی کامیاب کوشش کی کہ تمام انسانی برادری ایک ہی خالق کی مخلوق ہے۔ اس لئے کسی زبردست گروہ کا دوسرے زیردست گروہ پر ظلم کرنا ناجائز ہے امن عامہ کو قائم رکھنے کے لئے ہمدردی، محبت اور حسن معاملہ کی ضرورت ہے۔ جہاں تک جزیرہ نما عرب کا تعلق ہے آپ نے دس سال کے قلیل عرصہ میں جنگجو اور کینہ ور عرب قبائل کو حسب نسب کے غلط تصور سے نجات دلا کر ایک متحد ملت بنا دیا۔ آپ کی زندگی کا ہر پہلو بنی نوع انسان کے لئے بہترین عملی نمونہ پیش کرتا ہے۔

آپ یتیم پیدا ہوئے۔ چچا کے ہاں ایام طفولیت گزارے کبھی محنت سے جی نہیں چرایا۔ اور اپنی پاکبازی اور دیانتداری کی بدولت قریش کہ سے امین کا لقب پایا۔ آپ نے تجارتی کاروبار کے سلسلہ میں دور دراز ممالک کے سفر کئے اور شاندار کامیابی حاصل کی۔

نبوت کے وقت آپ بالکل بے وسیلہ اور بے سہارا تھے سوائے رحمت خداوندی کے اور دوسری کوئی طاقت آپ کی مددگار نظر نہیں آتی تھی۔ آپ نے اسلام کی خاطر آلام و مصائب برداشت کئے۔ اور بالآخر خدا کے احکام کو مدنظر رکھتے ہوئے آبائی وطن کو خیرباد کہہ کر مدینہ کی طرف ہجرت کر جانے پر مجبور ہو گئے۔ آپ اس قدر باحوصلہ انسان تھے کہ کبھی دشمنوں کے خلاف بددعا کے لئے ہاتھ نہیں اُٹھایا۔ بالآخر جب فاتح کی حیثیت سے دوبارہ مکہ میں داخل ہوئے تو اہل مکہ سے پوچھا کہ مجھے تم سے کیا سلوک کرنا چاہیئے۔ قریش بولے آپ ہمارے بھائی ہیں، ہم آپ سے رحم کی امید رکھتے ہیں۔ تو آپ نے اس موقعہ پر کمال فراخدلی اور انسان دوستی کا ثبوت دیا۔ اور تمام اہل قریش کو بغیر کسی مواخذہ کے معاف کر دیا۔ آنحضرت صلعم کے اس طرزِ عمل سے قریش پر اتنا اثر ہوا کہ جو باقی رہ گئے تھے وہ بھی مسلمان ہو گئے اور دائرۂ اسلام میں داخل ہو گئے خدائے برتر نے آپ میں وہ صفات پیدا کر دی تھیں، جو دشمن کے دل کو بھی موم کر دیں۔ آپ کی سادگی کا یہ عالم تھا کہ خود اپنے کپڑوں کو پیوند لگا لیتے تھے۔ جوتے کی مرمت کر لیتے اور گھر کے

(باقی بر صفحہ کالم ۳)

تمام دنیا کیلئے امن و سلامتی کا پیغام

کمیونزم کا حقیقی علاج اسلام میں

مولانا عمر الدین صاحب از بمبئی

(۲)

الصابرین

اس قدر تعلیم کے بعد آخری مرحلہ یہ بتایا گیا ہے کہ:-

"الصابرین فی البأساء والضراء و حین البأس۔"

یعنی دکھوں اور تکالیف میں صبر کرنے والے یا ثابت قدم رہنے والے - یہ آخری مشکل گھاٹی ہے جو مومن کو طے کرنی ہے - تمام دکھ اور تکالیف تو جُوں توں کر کے کاٹ بھی لئے جاتے ہیں لیکن جب عام فتنہ و فساد کا وقت ہو اور تو اس وقت صبر سے کام لینا یہ بڑا ہی کٹھن کام ہے مگر الصابرین وہی ہیں جو اس وقت بھی ثابت قدم رہیں۔

جہاد فی سبیل اللہ

نظام اسلامی کے قیام کے لئے جہاد بالسیف ایک ضروری کام ہے تاکہ فتنہ و فساد مٹ جائے اور امن کی زندگی کے سامان ہوں اور دین خالصًا اللہ کے لئے ہو ہر مذہب ملت کو آزادی حاصل ہو - تمام معابد خواہ وہ کسی قوم کے ہوں ان کی حفاظت ہو - مگر اس کام کے لئے جان و مال کا خرچ ضروری ہے - اس لئے یہ سب سے بڑی عبادت ہے - اس میں دعوت و تبلیغ اسلام بھی داخل ہے - ایک طرف فتنہ کو مٹانے کے لئے اور بنی نوع انسان کی حفاظت کے لئے تلوار چلانا دوسری طرف عین میدان جنگ میں نماز کا قیام یہ بہت بڑی بات ہے - گھر میں بیٹھ کر چلہ کشی کرنا یا نمازوں کے ادا کرنے میں پابندی کرنا اور بڑے بڑے وظائف کا یاد الٰہی کی خاطر کرنا بمقابلہ جہاد بالسیف کے جبکہ اس کی ضرورت مقدم ہو بہت معمولی بات ہے - چنانچہ ایک مجاہد فی سبیل اللہ حضرت عبداللہ ابن مبارک نے اپنے مرشد کو جو حرمین الشریفین میں ایک بہت بڑے زاہد و عابد تھے اور بڑے بڑے صاحب اقتدار بھی ان کی غلامی کو اپنی عزت جانتے تھے - میدان جہاد سے ایک خط لکھا جس میں عربی اشعار میں لکھا کہ اے عابد حرمین تو اگر ہمارے حال کو میدان جہاد میں دیکھے تو تجھے اپنی عبادت ہماری مجاہدانہ عبادت کے مقابل کھیل کی طرح معلوم ہو - عابد حرمین بھی صاحب الفراست تھے وہ ان اشعار کو پڑھتے جاتے اور فرماتے کہ عبداللہ ابن مبارک تو نے سچ لکھا ہے حقیقت میں جہاد فی سبیل اللہ کا درجہ بہت بلند ہے - میں ان اشعار کو انشاء اللہ پھر لکھدوں گا۔

جہاد فی سبیل اللہ حقیقتًا تمام عبادات کا مقصد اعظم ہے نماز و روزہ اس مقصد اعظم کے لئے بمنزلہ تربیت کے ہے - اس لئے الصابرین حین البأس کو خدا کے کلام میں سب سے آخر پر رکھکر فرمایا۔

اولٰئک الذین صدقوا واولٰئک ھم المتقون

یہی لوگ ہیں جو دعوئے ایمان میں سچے ہیں اور یہی لوگ ہیں جو اصل متقی ہیں -

اس دورِ آخر کا جہاد

چونکہ اس زمانہ میں ہر طرف مذہبی آزادی ہے اس لئے اسلامی تعلیم کی رو سے جہاد بالسیف کا وقت نہیں ہے کیونکہ اس کی غرض جو قیام امن ہے یہاں تک کہ دین محض اللہ کے لئے ہو اور فتنہ جو قتال سے بھی سخت اور بڑا ہے وہ مٹ جائے - ہر شخص اپنے مذہب کے لئے آزاد ہو - یہ غرض اس وقت اکثر ممالک میں حاصل ہے - اس لئے اس دور میں سب سے بڑا جہاد جو مشرق و مغرب میں ضروری ہے وہ دعوت الی الحق ہے - حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو جہاد کے متعلق جو ہدایت دی وہ حسب ذیل ہے:-

" اے معاذ اپنے مخالف لشکر سے جنگ نہ کرنا جب تک کہ ان کو دعوت نہ دے لو پھر اگر وہ انکار کریں تو بھی ان سے جنگ نہ کرنا جب تک وہ ابتداء کریں پھر اگر وہ ابتدا کریں تو بھی جنگ نہ کرنا جب تک وہ ہم میں سے کسی کو قتل نہ کر دیں - پھر اس مقتول کو ان کو دکھاؤ اور کہو کہ کیا اس سے بہتر بات کے لئے تم آمادہ نہیں ہو سکتے - اے معاذ اس قدر صبر و تحمل کی تعلیم اس لئے ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ تیرے ہاتھ پر ان کو ہدایت دے دے تو یہ تیرے لئے مشرق و مغرب کی حکومت مل جانے سے بہتر ہے"

حدیث کے خاتمہ پر جو الفاظ ہیں وہ یہ ہیں:-

لَاَنْ یھدی اللّٰہ تعالیٰ علی یدک خیرٌ لک مما طلعت علیہ الشمس وغربت۔

اس سے صاف ظاہر ہے کہ اسلامی جہاد محض اندفاعی ہے اور وہ بھی آخر الامر ہے جبکہ کوئی اور چارہ کار نہ رہے۔

چو حالت از ہمہ حیلتے درگزشت
حلال است بردن بشمشیر دست

جہاد بالقرآن

قرآن و حدیث سے سب سے بڑا جہاد جہاد بالقرآن ثابت ہوتا ہے اور ان الفاظ سے آتی ہیں

جاھدھم بہ جھادًا کبیرًا

جہاد کبیر کہا گیا ہے - اور اس کے بالمقابل جہاد بالسیف جہاد بالقرآن کا ایک جزو ہے - جہاد بالقرآن ہر زمانہ و ہر مکان میں جاری رہنے والا جہاد ہے اور اس کے اندر درج شدہ جہاد بالسیف صرف اندفاع کے لئے اس وقت کیا جاتا ہے جب فتنہ و فساد کسی اور طرح دور نہ ہو سکے - یہی وجہ ہے کہ احادیث میں یہاں تک آیا ہے کہ

" من تمسک بسنتی عند فساد امتی فلہ اجر مائۃ شہید "

یعنی جو شخص امت میں فساد کے وقت اصلاح کے لئے میری سنت کو مضبوطی سے پکڑ لیتا ہے اسے ایک سو شہید کا ثواب ملتا ہے -

اب غور کیجئے کہ مجددین و محدثین جو رسول اکرم صلعم کے نقش قدم پر چل کر احیاء اسلام کرنے والے ہیں ان کا درجہ کتنا بڑا ہوگا - کم از کم سو شہید کے برابر تو وہ ثواب پانے والے ہیں -

اس زمانہ میں جہاد بالقرآن کا سبق جس نے جاری کیا وہ مجدد صدی چہاردہم حضرت مرزا غلام احمد صاحب مسیح و مہدی آخر الزمان ہیں لوگ تو ان کو جہاد کو موقوف قرار دینے والا قرار دے کر طرح طرح سے ان کو برا کہتے ہیں لیکن دنیائے اسلام نے مجبور ہو کر تسلیم کر لیا ہے کہ اب جہاد بالقرآن کا وقت ہے اور جن ملاؤں کے دل میں ابھی تلوار کے چلانے کا خیال ہے وہ بھی مجبورًا و عملًا جہاد سیفی کو اس زمانہ کے لئے صحیح نہیں سمجھتے - ہندوستان اور پاکستان کی علیحدگی کے بعد جمیعت العلماء بھی تبلیغ قرآن پر زور دے رہی ہے - اور مخالفین سلسلہ بھی اب وہی کہہ رہے ہیں جو مجدد وقت نے کہا ہے

جمال و حسن قرآں نور جان ہر مسلماں ہے
قمر ہے چاند اوروں کا ہمارا چاند قرآں ہے

اور ہر طرف نور قرآن پھیلتا جا رہا ہے - اور کیا ہی خوب فرمایا مسیح موعودؑ نے کہ

از نور پاک قرآں صبح صفا دمیدہ
بر غنچہ ہائے دلہا باد صبا وزیدہ

یہ شعر تو قرآن کریم کے معجزانہ اثر کے ظہور کیلئے بطور دلیل بیان کیا گیا تھا اور کیا عجیب بات ہے کہ اس دور آخر میں پھر وہ نور حق اپنی روشنی سے مطلع الفجر کا نظارہ دکھا رہا ہے - کہاں وہ وقت مایوسی کہ لوگ بول اٹھے کہ اسلام مر چکا اب اس کے احیاء کی کوئی صورت نہیں ہے کہاں آنحضرت کی طرف سے مسیح موعودؑ کو دی ہوئی ایک رسیلی قاش کی برکت سے آج اسلام مشرق و مغرب پر غالب آتا جا رہا ہے ، اور دنیا کے داناؤں نے قرآن مجید کی تعلیم کی بےنظیری کو قبول کر لیا ہے اور وہ وقت قریب آتا جا رہا ہے کہ آفتاب رسالت محمدی مغرب سے مشرق پر پوری آب و تاب سے ضیا بار ہو جائیگا اور آنحضرت صلعم کی وہ پیشگوئی کہ آفتاب مغرب سے طلوع کرے گا پوری ہو کر مخالفین اسلام کے سر دل کو جھکا دے گی اور

وہ گھڑی آتی ہے جب عیسیٰ پکاریں گے مجھے
اب تو تھوڑے رہ گئے دجال کہلانے کے دن

کی پیشگوئی پوری شان سے پوری ہوگی

ایک اعتراض اور اسکا جواب

ممکن ہے کہ کوئی صاحب یہ اعتراض کریں کہ جب آپ جہاد بالسیف کو سب سے بڑا جہاد کہتے ہیں تو پھر جہاد بالقرآن کو جہاد کبیر کیسے کہتے ہیں - اس کا جواب یہ ہے کہ موقعہ و محل کے لحاظ سے ہر قسم جہاد کا درجہ ہے - آنحضرت صلعم

نے مختلف مواقع پر مختلف کاموں کا سب سے بڑا ثواب بتایا ہے یہ کوئی تضاد نہیں ہے بلکہ موقعہ و محل کے لحاظ سے کلام کیا گیا ہے اسلامی تعلیم کی رُو سے جہاد تین قسموں کا ہے اول جہاد بالسیف، دوم جہاد بالنفس سوم جہاد بالقرآن - فتنہ و فساد کے مٹانے کے لئے جب تلوار چلانی پڑے اس وقت یہی سب سے بڑا جہاد ہے۔ لیکن اس لحاظ سے، کہ اس کا موقعہ کبھی ہوتا ہے اور اکثر نہیں ہوتا آنحضرت صلعم نے اس جہاد بالنفس کے مقابل جہاد اصغر قرار دیا ہے اور جہاد بالنفس کو جہاد اکبر قرار دیا ہے۔ جیسے کہ فرمایا رجعنا من الجهاد الاصغر الی الجهاد الاکبر" اب ظاہر ہے کہ اگر نفس سے جنگ کر کے اسے پاک نہ کیا جائے تو یہ نفس جہاد اصغر کے بھی لائق نہیں ہو سکتا اور پھر یہ کام ہر روز کا ہے پاک نفس ہو کر دعوت و تبلیغ کرنے کا نام ہے۔ اس لئے یہ سب سے بڑا کام ہے یہی وجہ ہے کہ اسے قرآن مجید نے جہاد کبیر قرار دیا ہے پس اپنے اپنے موقعہ و محل کے لحاظ سے تو ہر سہ جہاد یقیناً جہاد اکبر ہی ہے لیکن ایک دوسرے اعتبار سے جیسا کہ ابھی مذکور ہوا۔ جہاد بالسیف جہاد اصغر اور جہاد بالنفس جہاد اکبر اور جہاد بالقرآن جہاد کبیر ہے اور یہ آخری جہاد وہ جہاد ہے جس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھیوں نے کیا ہے - اور اسی جہاد کی آج پھر سخت ضرورت ہے اس لئے مجدد وقت نے تمام مسلمانوں کو اس جہاد کی دعوت دی اور کہا کہ

اے بے خبر بخدمت قرآن کمر ببند

زاں پیشتر کہ بانگ برآید فلاں نماند

مبارک ہیں بہت مبارک ہے وہ انسان جو جماعت میں موعود میں شامل ہو کر آج اس مبارک جہاد میں حصہ لیتا ہے - آج نصرت دین اسلام کے لئے کوشش کرنا سب سے بڑا کارنامہ ہے -

پیشگوئی

بمفت ایں اجر نصرت را دہندت اے اخی ورنہ

قضائے آسمان است ایں بہر صورت شود پیدا

جہاد میں صبر کا نمونہ

جنگ احد میں جبکہ تیر اندازوں نے غلطی سے اپنی جگہ کو چھوڑ دیا اور مخالفین کے لشکر نے عقب کو خالی پا کر مسلمانوں پر عقب سے حملہ کیا اور مسلمانوں کی جمعیت کو پراگندہ کر دیا اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صرف دس بارہ صحابہ کے ساتھ کفار کی زد میں آ گئے اس وقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بلند آواز سے فرمایا۔

انا النبی لا کذب انا ابن عبد المطلب

اے حملہ کرنے والو سنو کہ میں خدا کا نبی ہوں اس میں کوئی جھوٹ نہیں اور یاد رکھو کہ خدا تعالیٰ کے نبی کبھی ہلاک نہیں ہوتے اور کوئی نبی کبھی جنگ میں مارا نہیں گیا۔ بلکہ قانون الہٰی یہ ہے کہ ایسے وقت میں جبکہ دشمن یہ سمجھ لیتا ہے کہ اب ہم نے خاتمہ کر دیا خدا کی تائید و نصرت آیا کرتی ہے سو میں نبی ہوں اس لئے تم میرے مقابلہ میں یقیناً شکست کھاؤ گے - لیکن باایں ہمہ میں ایک آدم زاد ہوں مجھے اس غلبہ کی وجہ سے کوئی خدائی کا درجہ نہ دے۔ میں بہر حال خدا کا ایک رسول ہوں اور ابن عبد المطلب ہوں۔

اس استقلال نبوی نے مسلمانوں کے دلوں کو مضبوط کر دیا اور وہ پھر اکٹھے ہو گئے اور آپ کے گرد آہنی دیوار سے زیادہ حفاظت کا موجب ہو گئے اور کفار کو دوبارہ شکست فاش ہوئی -

ایمان باللہ کا اعلیٰ نمونہ

اسی طرح جب جنگ حنین میں دشمن کے تیر اندازوں نے مسلمانوں کی فوج کو پراگندہ کر دیا اور مسلمان اپنی سواریوں کو میدان جنگ میں اپنے مرکز کی طرف پھیرنے کی کوشش کرتے تو ان کی سواریاں میدان سے بھاگتی چلی گئیں اور ادھر آنحضرت صلعم جو لشکر اسلام کا قلب تھے صرف چند مسلمانوں کے ساتھ دشمن کی زد میں آ گئے۔ بظاہر شکست ہو چکی اور ابوبکر صدیق نے آنحضرت صلعم سے عرض کی کہ حضور اجازت دیں کہ عارضی صلح کر لی جائے اور مسلمانوں کو از سر نو جمع کر لیا جائے اور دوبارہ جنگ کی جائے۔ اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابوبکر میری سواری کو چھوڑ دو اور آپ سواری کو ایڑی لگا کر آگے بڑھے اور بڑے زور سے فرمایا:۔

الیّ عباد اللہ انا رسول اللہ

اے اللہ کے بندو میری طرف آؤ میں اللہ کا رسول ہوں اس آواز نے بجلی کا کام کیا ہر طرف سے پراگندہ اسلامی مجاہد رسول اللہ صلعم کی طرف دوڑ کر آ پہنچے۔ صحابہ کہتے ہیں کہ ہماری سواریاں جو پہلے ادھر کا رخ نہ کرتی تھیں اب خود بخود آنحضرت صلعم کی طرف چل پڑیں مسلمان آواز رسول صلعم پر جمع ہو گئے اور اس زور سے دوبارہ حملہ کیا کہ دشمن تاب مقابلہ نہ لا سکا اور شکست کھا کر بھاگ گیا۔ یہ نتیجہ تھا صبر و استقلال نبوی کا اور اللہ پر بھروسہ کامل کا۔ ولکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ آج بھی اس دور آخر میں جبکہ تمام دنیا سے محمد صلعم کے دین کا مقابلہ ہے اور دجال اور یاجوج ماجوج کے حملہ کا وقت ہے تو روح مبارک نبوی پھر اپنے بروز کامل مہدی موعود کے ذریعہ آواز دے رہی ہے کہ

الیّ عباد اللہ انا رسول اللہ

کوشش مسلمان اس آواز کی طرف متوجہ ہوں اور جہاد بالقرآن کے لئے جماعت میں شامل ہوں اور وہ ید اللہ فوق ایدیھم کا نشان دیکھیں - ورنہ یہ کام تو اب بہت حد تک ہو چکا ہے اور یہ کام ہو کر ہی رہے گا - یہ خدا کا وعدہ ہے - اور ان وعد اللہ لا یخلف -

خلاصہ کلام

البر کی جو جامع تعریف آیت قرآنی لیس البر ان تولوا وجوھکم قبل المشرق والمغرب میں کی گئی ہے وہ ایک معجزہ علمی ہے جس کا مقابلہ دنیا نہیں کر سکتی خواہ آج کے کمیونسٹ اور سوشلسٹ ہوں یا دوسرے اہل مذاہب۔

خلاصہ یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ اسلام دنیا کی حقیقی آزادی کا علمبردار ہے۔ طوق غلامی کو گردنوں سے اتروانے کے لئے اور مجبوری کی زنجیروں کو خواہ وہ لوہے کی ہوں یا سونا اور چاندی کی زنجیریں ہوں کاٹ ڈالنا یہ اسلام کا فرض منصبی تھا اور کھلے لفظوں میں خدا نے فرمایا ہے نبی عربی دکھیوں کے لئے بھیجے ہوئے ہیں اور غلامی کی ہر قسم کی زنجیروں میں جکڑے ہوؤں کو نجات دلانے والا ہے جیسا کہ فرمایا۔

یضع عنھم اصرھم والاغلال التی کانت علیھم

یہی سبب تھا کہ جہاں جہاں اسلام گیا غلامی سے لوگوں کو آزادی ملی اور لوگوں کے لئے سامان زندگی کو مساوی طریق پر تقسیم کیا گیا اور اگر کہیں تالیف قلوب کے طور پر کسی وقت کسی کو زیادہ دیا گیا تو بعد میں پھر وہی مساوات کا راستہ اختیار کیا گیا اور اس میں کبھی کافر و مسلم کا سوال نہ کیا گیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دنیا خود بخود اسلام میں داخل ہو گئی - اور غلام سب سے پہلے آگے بڑھے -

قرآن و حدیث و فقہ اسلام کی رُو سے مسلمان بادشاہ کے فرائض میں سے ہے کہ اس کی رعیت کا کوئی فرد خواہ کیسے باشد بھوکا یا ننگا نہ رہنے پائے اس کو رہنے کا مکان سایہ کے لئے ضرور چاہیئے - اور کوئی کسی قسم کی غلامی میں نہ پھنسا رہے کوئی ظالم ظلم نہ کرنے پائے اور کمزوروں کی مدد کی جائے چنانچہ مسلمان والئے ملک کا وظیفہ کیا ہے اسکو اس طرح بیان کیا گیا ہے :۔

مسلمان والی ملک کا فرض

"لا یدع فقیرا آخی ولا یتیما الا اعطاہ . ولا مسکینا الا قضی عنہ دینہ ولا ضعیفا الا اعانہ ولا مظلوما الا نصرہ - ولا ظالما الا منعہ عن الظلم ولا عاریا الا کساہ کسوۃ"

نوٹ:۔ آدم کی خلافت الہٰی کا بھی منشا قرآن کریم میں ہے

(بشرح شرعۃ الاسلام از سید علی زادہ)

یعنی مسلمان والئے ملک کا فرض ہے کہ اپنی ولایت میں کسی کو محتاج نہ رہنے دے بلکہ اس کو مایحتاج زندگی عطا کرے اور وہ قرضداروں کے قرضوں کو ان سے دور کر دے اور ہر ضعیف کی مدد کرے اور مظلوموں کی مدد کر کے انہیں ظلم سے رہائی دلائے اور ظالموں کو ظلم سے روک دے اور ننگوں کو لباس پہنائے -

کیا کمیونسٹ اس تعلیم سے روگردانی کر کے اس سے بہتر نظام دکھا سکتا ہے - اگر نہیں تو انہیں اسلام کے علم آزادی کے نیچے آ جانا چاہیئے جس کے علم کے پھریرے پر

لا الٰہ الا اللہ

کا نقش ہے جو اپنے سایہ میں آنے والوں کو بجز اللہ کی غلامی کے سب غلامیوں سے نجات دینے کا سچا پیغام ہے - اس غلامی میں ہر گناہ سے نجات ہے اور یہ غلامی دنیا کے تمام رہنے والوں کے لئے بلا امتیاز امن و سلامتی کا وہ پیغام ہے جس کے بغیر کمیونزم بھی زندہ نہیں رہ سکتی - اس پیغام اخوت کا اسلامی علمبردار جو آخری زمانہ کے لئے موعود تھا وہ ببانگ بلند کہتا ہے کہ :۔

"وہ وقت قریب ہے کہ تمام دنیا پر اسلام کا غلبہ ہو جائیگا اور بادشاہ میرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے، اور یہ سعادت کا اجر نصرت ہے جو لوگوں کو دیا جا رہا ہے ورنہ وعدہ الٰہی لیظھرہ علی الدین تو اب پورا ہو کر ہی رہے گا - اور ہر طالب نجات کو دوڑ کر ادھر آ جانا چاہیئے کیونکہ میں اس عالمگیر طوفان کے وقت کشتی نوح کی طرح ہوں اس لئے وہ شخص جو دین اسلام کی اس پناہ گاہ سے دور رہتا ہے بہت ہی بدقسمت ہے -

واللہ کہ ہمچو کشتئ نوحم ز کردگار

بے دولت آنکہ دور بماند ز لنگرم

اسلام اور مسیحیت

ایک عیسائی (مرتد مسلمان) کے اسلام پر اعتراضات اور ان کے جوابات

مولوی عبد الرحمان صاحب کچھی ضلع ہزارہ

محترمی و مکرمی جناب ایڈیٹر صاحب "پیغام صلح" - السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ'

مؤدبانہ التماس ہے کہ ذیل کا مضمون ..... ایک عیسائی بزرگ کے خط کے جواب میں تحریر کیا گیا ہے کاتب خط پادری غلام یحیٰی صاحب ہیں جو مولوی محمد اسحاق صاحب مانسہروی حال خطیب راولپنڈی کے برادر حقیقی ہیں اور سترہ سے میسور میں قیام پذیر ہیں - مکتوب الیہ کچھی میں ایک مسجد کے امام ہیں - دیندار شخص ہیں مکفر نہیں ہیں احمدیت کا قریب سے مطالعہ کرتے ہیں - کاتب صاحب مکتوب الیہ کے خالو ہیں - مکتوب الیہ صاحب نے معلومات کی کمی کے باعث خط مجھے دیا تاکہ میں اس کا جواب لکھوں جس کا ایک حصہ درج ذیل ہے :-

دار التبلیغ الاسلام کچھی - ہزارہ (پاکستان)

محترم! آپ کا تبلیغی گرامی نامہ مورخہ ۳/۵/۵۳ پیش نظر ہے - میں سب سے پہلے آپ کے تبحر علمی پر خراج تحسین پیش کرتا ہوں۔ اس کے بعد یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اس خط میں جن اخلاق فاضلہ کا مظاہرہ کیا گیا ہے ان پر چنداں تعجب نہیں کیونکہ یہ تمام عیسائی مشنریوں کا طرۂ امتیاز ہے کہ آسمانی کتابوں اور دنیا کی مسلمہ مقدس ہستیوں پر جب تنقید کرتے ہیں تو انسانی اخلاق کا قطعًا کوئی لحاظ نہیں رکھتے - اس میں ہمارے مسیحی دوست (مبلغین) بے قصور ہیں یہ ان کی یکطرفہ تعلیم کا نتیجہ ہے - میں چونکہ حضرت اقدس محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک اور قرآن پاک کی تعلیم پر آپ کے عائد کردہ ناپاک حملوں کا جواب دینا دینی اپنا فرض سمجھتا ہوں اس لئے میں کوشش کروں گا کہ میرا قدم ان اخلاقی حدود سے جو اسلام نے ایک مبلغ کے لئے مقرر کی ہیں حتی الامکان باہر نہ جائے اور ساتھ ہی آپ کی تشفی بھی ہو جائے ، آپ کے خط میں جو اعتراضات کئے گئے ہیں وہ میرے نزدیک پانچ شقوں پر تقسیم ہوتے ہیں ، یعنی :-

۱- آپ کی پیش کردہ آیت قرآنی (من کان یرید الحیٰوۃ الدنیا و زینتھا الخ) کی رُو سے دنیا کی زندگی اور اس کی زینت چاہنے والے یا اس سے متمتع ہونے والے لوگ جہنمی ہیں اور بقول آپ کے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس سے بہرہ اندوز ہوتے - (معاذ اللہ)

۲- اس آیت کی رُو سے خدا کے ہاں موسیٰ اور فرعون مصر یکساں دوزخ میں ہوں گے - یہود اور یسوع یا عیسیٰؑ بالکل برابر ہیں - (معاذ اللہ)

۳- انبیائے کرام علیہم السلام کی تعلیم حتی کہ موسیٰ اور عیسےٰ کی تعلیمات کو پھیلانا بھی احمقی ہے (معاذ اللہ)

۴- قرآن نے دنیا کو آدمیت سے گرا کر بھیڑیا بنا ڈالا اور قتل و خونریزی سکھائی (معاذ اللہ)

۵- انجیل نے سب سے پیار کی تعلیم دی اور انجیل میں دیا خدا سے قرآن میں کونسا دین ہے وغیرہ (معاذ اللہ) -

آپ کے خط کے باقی متن کو مسیحی مبلغ کی خرافات سمجھ کر نظر انداز کرتا ہوں اور الزامی جوابات سے امکان بھر علیحدہ رہنے کی کوشش کروں گا اور تحقیقی طور پر تنقیحات مندرجہ صدر کے جوابات نمبروار آپ کی خدمت میں ارسال کئے جائیں گے - و باللہ التوفیق :-

نمبر ۱ - مولانا پادری صاحب !

آپ کی پیش کردہ آیت قرآنی کے ماتحت دنیوی زندگی اور اس کی زینت پر مرنے والے جہنمی ہیں - غور طلب امر ہے - آیت زیر بحث ما کان سے نہیں بلکہ من کان سے شروع ہوتی ہے جو کہ اس طرح سے آپ اگر پوری آیت کے معانی پر غور کرنے کی تکلیف گوارا فرماتے تو آپ کو معلوم ہو جاتا کہ جو لوگ صرف دنیوی زندگی کی عیش و عشرت کو ہی اپنا مقصد حیات سمجھے ہوئے ہیں اور اللہ تعالیٰ پر اور اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ان کا ایمان نہیں ہے تو ایسے لوگوں کی دنیوی زندگی بھی جہنم سے کم نہیں اور آخرت میں تو صرف رونا اور دانتوں کا پیسنا ہوگا بلکہ عذاب الیم بھی ہوگا مولانا پادری صاحب! مجھے معاف کیجئے گا کہ اگر میں مؤدبانہ عرض کروں کہ آپنے قرآن کریم کی آیات کو پیش کرتے وقت دیانت کو ہاتھ سے چھوڑ دیا ہے - اگر نہیں تو آپ کا فرض تھا کہ پوری آیت نقل کرتے اور اس کی تشریح ذرا وضاحت سے کرتے تو ہمیں کم از کم یہ علم تو ہو جاتا کہ آپ ایک صاحب علم پادری ہیں ؎

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم
چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

آیئے ہم آپ کو بتائیں کہ آپ کی پیش کردہ آیت من کان یرید الحیٰوۃ الدنیا الخ کے مصداق کون لوگ ہیں -

محترم پادری صاحب ! آپ چونکہ عالم انجیل ہونے کے ساتھ ہی عالم قرآن بھی ہیں کیونکہ آپ ایک ایسے عالم خاندان کے چشم و چراغ ہیں جس کی علمی جیح مسلم ہے اس لئے امید ہے آپ کو قرآن کریم کی مندرجہ ذیل آیات کے سمجھنے میں چنداں دقت نہ ہوگی - اور اگر بفرض محال آپ قرآن کریم

کے استدلال کو سمجھنے سے قاصر رہے تو پھر ہم انجیلی تعلیمات اور آپ کے مسلّمات سے دلائل پیش کریں گے -

موجودہ عیسائی اقوام کے متعلق قرآن کی پیشگوئی

افحسب الذین کفروا ان یتخذوا عبادی من دونی اولیاء انا اعتدنا جھنم للکافرین نزلا - قل ھل ننبئکم بالاخسرین اعمالا الذین ضل سعیھم فی الحیٰوۃ الدنیا وھم یحسبون انھم یحسنون صنعا - اولئک الذین کفروا بآیات ربھم ولقائہ فحبطت اعمالھم فلا نقیم لھم یوم القیامۃ وزنا - ذلک جزاؤھم جھنم بما کفروا واتخذوا آیاتی ورسلی ھزوا -

ترجمہ - تو کیا جو کافر ہیں سمجھتے ہیں کہ میرے مقابل میں میرے بندوں کو کارساز بنا سکیں گے - ہم نے دوزخ کو کافروں کے لئے مہمانی کے طور پر تیار کیا ہوا ہے - کیا ہم تمہیں عملوں میں بہت بڑھکر گھاٹے میں رہنے والوں کی خبر دیں - وہ جن کی کوششیں دنیا کی زندگی میں ہی برباد ہو گئیں اور وہ سمجھتے ہیں کہ وہ اپنی صنعتوں میں بہت ہی بہتر ہیں - یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب کی باتوں اور اس کی ملاقات کا انکار کیا -

سو ان کے اعمال رائیگاں چلے گئے اس لئے ہم قیامت کے دن ان کے لئے وزن قائم نہیں کریں گے - یہ سزا ہے ان کی یعنی دوزخ اس لئے کہ انہوں نے کفر کیا اور میری باتوں .... اور میرے رسولوں کو ہنسی بنایا -

آیئے اب ہم قرآن مجید کی اس پیشگوئی کی روشنی میں مندرجہ ذیل امور کا جائزہ لیں - یورپ کی مسیحی اقوام - ان کا دنیا کی زندگی کی دوڑ میں یکطرفہ انہماک - آیات اللہ اور لقاء اللہ سے انکا انکار - دنیا کی زندگی کی زینت موٹر ، ہوائی جہاز - بحری جنگی بیڑے - توپیں ، مشین گنیں - ٹینک - و دیگر تباہ کن اسلحہ وغیرہ - بیسویں صدی عیسوی کا چودھواں سال - جرمنی عیسائی - فرانس عیسائی - بلجیم عیسائی ، برطانیہ عیسائیت کا علم بردار - اٹلی عیسائیت کا مرکز - زار روس عیسائی - یونان عیسائی - غرضیکہ سب عیسائی اقوام - اور انجیل کے پیش کردہ دین کی پیداوار محبت اور پیار کا جوش - معرکہ کارزار - انسانی خون کی ارزانی - انسانی لاشوں کے ڈھیر - محبت کے دیوتا کی خوشنودی تا ۱۹۱۸ء عیسوی جہنم کا منظر - پناہ بخدا صلح - چھوٹی حکومتوں کی اسلحہ جنگ سے محرومی - لفن ڈونلن یورپ لیگ آف نیشنز کی تشکیل امن کے مسودے پلیس فارمولے - پیرس ٹیبل پر بیٹھکر دنیا کی تباہی کے منصوبے امن کی چنڈال چوکڑی میں جنگ عالمگیر نمبر ۲ کی تمہید دنیا ایک اور جہنم کے دروازہ پر - انجیل کے پیش کردہ دین کی پیداوار محبت بیس سال کے چھوٹے سے عرصہ میں پل کر جوان ہو گئی ہے - جرمنی - آسٹریا - ہنگری - بلجیم فرانس - برطانیہ عظمیٰ - اٹلی تعلیم محبت کی نحوگاہ - سب عیسائی اقوام میدان میں نکل آئیں - ایک گال پر تھپیڑ کھا کر دوسرا گال بھی پیش کرنے کی تعلیم دینے والے ایک بم کے عوض دو دو اور چار چار بم مار رہے ہیں -

محبت ... کے نعرے میں انسانی خون کی ندیاں بہ رہی ہیں انسانی ... بالخصوص عیسائی اقوام کی تہذیب جس نقطہ سے شروع ... آج بیسویں صدی میں اسی نقطہ پر جا پہنچی ہے پیار و محبت ... نتیجے میں انسانی لاشوں سے تمام زمین متعفن ہو رہی ہے گویا ... محبت ہیں - اور کچھ نیم کشتگان کی تیمارداری ... امریکہ سے جلادوں کی خدمات طلب کی جا رہی ہیں اور اسی محبت ... کے لئے دین میں انسانی آبادی کا ایک تہائی حصہ تباہ ہو جاتا ہے - اور ابھی اس جہنم کے شعلوں کے فرو ہونے کی کوئی ... علامات نہیں پائی جاتیں کہ ایک اور تیسری تباہ کن عالمگیر جنگ کی سرگوشیاں ہو رہی ہیں - اور جب یہ ہولی ... ختم نہیں ہوتی اور ہر ایک کوشش مزید تباہی کا ... کر رہی ہے حالانکہ ہر کوشش کے ساتھ امن کی ... وابستہ ہوتی ہیں مگر ہر انسانی کوشش رائیگاں جاتی ہے ... کے طور پر محبت اور پیار کا ایک عجیب کھیل ... میں کھیلا جاتا ہے الامان والحفیظ ... تو کھیلے کھیل میں لاکھوں انسانی جانوں کا خون ... کے آخری جلتے ہیں - پیار کے بازار میں ... ہے - دعوتیں ہیں - ڈنر ہیں - بڑے کھانے ... فتح ہے - چراغاں ہے - شکرانہ کی نمازیں Thanksgiving service ہیں - ... تعلیم محبت کے صدقے میں اقوام متحدہ (یو-این-او) کا ... عمل میں آتا ہے جو ٹھیک حیث اعمالھم کا مصداق ہیں - کیونکہ جس معاملہ کو سلجھانے کی کوشش کرتے ہیں ... نہ صرف ناکام ہی رہتے ہیں بلکہ مزید پیچ در پیچ الجھنیں ... پیدا ہو جاتی ہیں - اور انہی الجھنوں کی ایک کڑی ... ہے جہاں کہ تیسری عالمگیر جنگ کی مشق کی جا رہی ... کہ انسانی خون پانی سے بھی ارزاں ہے - ابھی خدا ... و آشتی اور پیار کی تعلیم بنی نوع انسان کے ... کون کونسی مصیبتیں پیدا کرے گی -

اب آپ ہی انصاف سے بتائیے گا کہ مندرجہ بالا ... قرآن مجید کی خونریزی کی تعلیم کا نتیجہ ہیں یا انجیل کی پیار و محبت کی تعلیم کی پیداوار ہیں؟

مشق ناز کر خون دو عالم میری گردن پر

... کہ مذکورہ صدر امور کس بات کا نتیجہ ہیں؟ آپ ... کہ یہ نتیجہ ایک خدا پر ایمان نہ ہونے ... ہی اخلاقی ضابطۂ حیات کے فقدان کا - اور ایسا ... ضابطہ جو تمام اقوام عالم کو ایک کر دے نیک کر دے بھائی بھائی بنا دے اور تمام رنگ و نسل اور زبان کے امتیازات کو مٹا کر ایک برادری میں منسلک کر دے ماسوائے قرآن کریم کہیں نہیں ملے گا - اور اس وقت تک دنیا میں امن قائم نہیں ... اور ہرگز نہیں ہو سکتا جب تک کہ تمام قومیں حضرت اقدس ... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش کردہ تعلیمات ... نہیں ہوتیں -

... آپ کے خط کی شق ... کا جواب بھی ضمناً آ گیا ... باقی امور کے جوابات بھی انشاء اللہ عنقریب ہی ارسال کئے جائیں گے -

... ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے آنکھ کے شہتیر دیکھ سکنے ... فرما دے - آمین والسلام

دعاگو - عبدالرحمان احمدی بجہی ہزارہ

اخبارِ احمدیہ

——— حضرت امیر قوم مولانا صدرالدین صاحب کو بارہ پندرہ یوم سے بخار آتا ہے احباب کرام سے درخواست ہے کہ ان کی صحت عاجلہ و کاملہ کے لئے درد دل سے دعا فرمائیں

——— ایبٹ آباد سے محمد اصغر علی صاحب (جو پہلے ڈاڈر سینی ٹوریم میں زیر علاج تھے) لکھتے ہیں کہ :-

"ناچیز پھیپھڑے کی نالیوں کا مریض ہے - پاکستان میں علاج کی کوئی صورت پیدا نہیں ہو سکی - اس لئے ارادہ ہے کہ یورپ (خصوصاً انگلستان) جا کر اپریشن کراؤں - جو میری بیماری کا آخری علاج ہے میری بیماری کا نام برونکی ایکٹسس ---- BRONCHIACTISIS ---- ہے - اپریشن کو لوبکٹومی (LOBECTOMY) کہتے ہیں - یہ وہ اپریشن ہے جو آنجہانی بادشاہ جارج ششم کا ہوا تھا - پاسپورٹ کے کاغذات قریب قریب مکمل ہو گئے ہیں - اب صرف اجازت کی دیر ہے میں سلسلہ عالیہ کے سب بزرگوں اور عزیزوں سے دعا کی مؤدبانہ درخواست کرتا ہوں - حضرت امیر ایدہ اللہ اور حضرت صدر صاحب سے بھی خصوصی دعا کی التجا کرتا ہوں - اللہ تعالیٰ ناچیز کو صحت کاملہ عاجلہ عطا فرمائے - دین کی خدمت کی توفیق بخشے اور نیکی کی خاطر زندگی دے - آمین - ناچیز آخری کوشش کے طور پر اپنا سب کچھ بیچ کر جانا چاہتا ہے - ہمت مرداں مدد خدا - وما توفیقی الا باللہ "

——— ہمارے محترم دوست شیخ میاں عطاء اللہ صاحب ملز اونر ملتان بہت دنوں سے بیمار ہیں اور آج کل ڈاڈر سینی ٹوریم میں زیر علاج ہیں، احباب کرام سے استدعا ہے کہ ان کے لئے خاص طور پر درد دل سے دعا فرمائیں -

——— سندھ سے ہمارے عزیز دوست چوہدری غفور احمد صاحب لکھتے ہیں کہ میری اہلیہ اور چھوٹے بچہ کی بیماری پھر بڑھ گئی ہے دعا فرمائیں اللہ تعالیٰ صحت عطا کرے -

——— یہ سن کر موجب مسرت ہے کہ ہمارے عزیز بھائی چوہدری نظیر احمد صاحب جو سندھ میں اینٹی کورپشن ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ تھے - اب جیکب آباد میں ڈی-ایس-پی کے عہدہ پر تعینات ہوئے ہیں -

——— ڈھاکہ سے ہمارے دوست محمد عطاء الرحمن صاحب لکھتے ہیں کہ میں بہت بیمار ہوں، احباب سے درخواست ہے کہ میری صحت کے لئے پنجوقتہ نمازوں میں دعا فرمائیں

——— کراچی سے اصغر علی صاحب صدیقی اطلاع دیتے ہیں کہ میری لڑکی فضیلت سرور کا عقد نکاح ظفریاب ولد پیر سراج دین صاحب سے مبلغ دو ہزار روپیہ حق مہر پر ۲۵ مارچ ۱۹۵۲ء کو ہوا، مرزا ولی احمد بیگ صاحب نے خطبہ نکاح پڑھا، جس سے حاضرین بہت متاثر ہوئے دعا ہے اللہ تعالیٰ اس تعلق کو جانبین کے لئے موجب خیر و برکت بنائے - آمین

انسان کامل

(بقیہ از صفحہ ۱)

کام کاج میں اپنی رفیقہ حیات کا ہاتھ بٹاتے - مہمان نواز اس قدر تھے کہ خود بھوکے رہ کر بھی مہمان کی خاطر تواضع کرتے صدق و صفا کا یہ عالم تھا کہ ابوجہل جیسا دشمن اسلام بھی صاف اقرار کرنے پر مجبور ہو گیا کہ محمدؐ قول کا سچا ہے - آپؐ غرباء اور مساکین کے غمگسار اور مددگار تھے -

آنحضرت صلعم خطاکار کو اکثر معاف فرما دیتے تھے - جو شخص آپؐ سے بدسلوکی کرتا آپ اس سے نیک سلوک کرتے - آپ بات کے سچے اور قول کے پکے تھے جو دل میں ہوتا وہی زبان پر لاتے -

آپؐ کے نزدیک خدمت خلق اعلےٰ عبادت تھی آپ نے فرمایا کہ ممتاز ترین شخص وہ ہے جو دوسروں کی غمگساری کرے، غریبوں اور عاجزوں کی امداد پر کمربستہ رہے - اور اپنی تمام دولت بنی نوع انسان کی خدمت میں صرف کر دے -

خاکسار - منظور احمد قریشی

ضرورتِ رشتہ

امام صاحب انچارج برلن مشن کے ناطہ کے لئے ایک ایسی احمدی خاتون کی ضرورت ہے جو انگریزی بول سکتی ہو، پابند صوم و صلوٰۃ اور مسائل دینیہ سے واقف ہو - یہ رشتہ بہت مبارک ہوگا کیونکہ اس سے مشن کو تقویت پہنچے گی - رہائش کے لئے اعلےٰ گھر اور پر فضا جگہ موجود ہے - امام صاحب موصوف کی عمر ۲۵-۲۶ سال کی ہوگی - بڑے نیک اور متقی نوجوان ہیں، جو صاحب رشتہ دیں گے ان کا انجمن پر بھی احسان ہوگا کیونکہ یہ ایک قومی ضرورت کا پورا کرنا ہے -

مرتضیٰ خان

اسسٹنٹ سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور -

بچوں کا صفحہ

قرآن مجید کا اثر

جبکہ مکہ کے دشمنوں کی اذیت حد سے زیادہ گذر گئی تو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعض صحابہ کو حکم دیا کہ وہ حبشہ میں ہجرت کر جائیں۔ یہاں ایک عیسائی بادشاہ نجاشی حکمران تھا۔ دشمنوں نے ان کا وہاں بھی پیچھا کیا۔ اور نجاشی کے لئے بہت سے تحفے لے گئے اور اس سے کہا کہ یہ مسلمان ہمارے باغی ہیں ان کو ہمارے حوالے کر دو۔ تب نجاشی نے صحابہؓ کو اپنے دربار میں بلایا اور ان سے حقیقت حال دریافت کی۔ حضرت علیؓ کے بھائی حضرت جعفر طیار نے ایک برجستہ تقریر فرمائی۔ نجاشی نے تقریر کے بعد کہا کہ تم وہ پڑھ کر سناؤ، جو خدا نے تمہارے نبی پر نازل کیا ہے۔ چنانچہ حضرت جعفر طیار نے سورۂ مریم کی تلاوت شروع کی۔ اور اس محبت اور گداز میں تلاوت فرمائی کہ شاہ نجاشی رو پڑا اور اس قدر رویا کہ اس کی ڈاڑھی آنسوؤں سے تر ہو گئی۔ عیسائی عالم جو وہاں پر موجود تھے ان پر بھی بہت اثر ہوا۔ جب حضرت جعفرؓ پڑھ چکے تو نجاشی نے کہا بیشک یہ وہی کلام ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام لائے تھے۔ یہ اور وہ ایک ہی نور کے چشمہ سے نکلے ہیں۔ اس کے بعد مکہ کے قریش سے مخاطب ہو کر فرمایا بہتر ہے کہ تم میری حکومت سے نکل جاؤ۔ یہ تھا قرآن مجید کا اثر دشمنوں نے تو بڑی بھاری سازش کی تھی کہ مسلمانوں کو حبشہ سے بھی نکلوا دیں گے۔ مگر شاہ نجاشی پر کلام الٰہی کا اس قدر اثر ہوا کہ اس کو یقین آ گیا کہ مسلمان سچے اور ان کا رسول سچا اور جو کلام اس رسول پر نازل ہوا ہے وہ واقعی خدا کا کلام ہے۔ اب دشمنوں نے ایک اور چال چلی۔ انہوں نے نجاشی سے کہا کہ یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق بہت برا خیال رکھتے ہیں۔ نجاشی نے انہیں پھر اپنے دربار میں بلایا اور ان سے پوچھا کہ تمہارا عیسیٰؑ کے متعلق کیا خیال ہے۔ حضرت جعفرؓ نے کہا کہ ہمارے نبی پر ان کے متعلق یہی نازل ہوا ہے کہ وہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول اور کلمہ تھے۔ اور وہ آیات قرآنی تلاوت فرمائیں جن میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر ہے۔ اس پر نجاشی نے کہا قسم ہے اللہ تعالیٰ کی کہ جو کچھ تم نے بیان کیا ہے عیسیٰ علیہ السلام اس تنکے کے برابر بھی اس سے زیادہ نہیں۔ عیسائی تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا مانتے ہیں مگر یہ قرآن مجید کا اثر تھا کہ ایک عیسائی کو ماننا پڑا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام درحقیقت اللہ کے بندے اور نبی تھے خدا نہیں تھے۔ پھر نجاشی نے حکم دیا کہ وہ تمام تحفے تحائف جو مکہ کے لوگ میرے پاس لائے ہیں ان کو واپس کر کے یہاں سے نکال دو واللہ یہ سلطنت اللہ تعالیٰ نے مجھے رشوت لیکر عنایت نہیں فرمائی۔ شاہ نجاشی نے حضرت جعفر طیار کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا اور آنحضرت صلعم کو لکھ بھیجا کہ آپ خدا کے پیغمبر اور نبی ہیں اور کئی ایک قیمتی تحائف حضرت رسولؐ

مولانا مرتضیٰ خان صاحب حسن

خدمتِ خلق

مدینہ کے نواح میں ایک غریب اندھی بڑھیا رہتی تھی۔ جس کا کوئی خبر گیراں نہ تھا۔ حضرت عمرؓ کو اس کی بیکسی پر بہت رحم آیا۔ آپ اس کی جھونپڑی میں تشریف لاتے اور اس کی خدمت بجا لاتے۔ اس کو کھانا کھلاتے۔ اس کا دکھ سکھ سنتے، اور اس کی ضروریت پوری کرتے۔ چند دنوں کے بعد آپ نے دیکھا کہ کوئی شخص آپ سے پہلے ہی آ کر اس کی خدمت کر جاتا ہے۔ جب حضرت عمرؓ تشریف لاتے وہ بڑھیا کہہ دیتی کہ آپ سے پہلے کوئی صاحب تشریف لائے تھے وہ میرا سب کام کر گئے ہیں* اور میری خیر و عافیت پوچھ گئے ہیں حضرت عمرؓ کو تعجب ہوا کہ وہ کون شخص ہے جو مجھ سے پہلے پہلے ہی آ کر ثواب کا یہ کام کر جاتا ہے اور مجھے اس سے محروم رکھتا ہے۔ ایک دن آپ نے تہیہ کیا کہ آج بہت سویرے جاؤں اور دیکھوں کہ وہ کون صاحب ہیں، چنانچہ یہ گئے اور دیکھا کہ یہ خلیفۂ وقت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے، جو باوجود بادشاہ وقت ہونے کے اس غریب بڑھیا کی جھونپڑی میں تشریف لاتے ہیں اور اپنے ہاتھوں سے اس کے تمام کام سر انجام دیتے ہیں آپ کو دیکھکر حضرت عمرؓ نے کہا "اے خلیفہ رسول اللہ آپ ہر نیکی میں مجھ سے سبقت لے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ پر اپنی رحمت اور برکت نازل کرے"۔

بچو! دیکھتے ہو ہمارے نبیؐ کے صحابہ نیکی کے کاموں میں کس قدر حریص تھے۔ دنیا کے لوگوں کی تو یہ خواہش ہوتی ہے کہ وہ مال و دولت میں ایک دوسرے سے سبقت لے جائیں مگر ہمارے صحابہؓ کی یہ خواہش تھی کہ وہ نیکی میں ایک دوسرے سے بڑھ کر قدم ماریں۔ غریب مسکین کی خدمت سے بڑھ کر کوئی نیکی نہیں۔ ہمارے دین کی اصل روح یہی ہے۔ نماز روزہ کے ساتھ غریبوں مسکینوں محتاجوں کی خبر گیری بہت بڑے ثواب کا کام ہے۔ ہمارے نبی کریم صلعم نبوت سے پہلے بھی غریبوں مسکینوں کی خدمت میں مصروف رہتے تھے۔ نبی ہونے کے بعد بھی آپؐ کا یہ طریق تھا کہ غریب عورتوں کو بازار سے سودا لا دیتے تھے۔ بیماروں کی خبر گیری کرتے بھوکوں کو کھانا کھلاتے محتاجوں کی امداد کرتے۔ یتیموں کی پرورش کرتے۔ بیوہ عورتوں پر رحم فرماتے۔

بچو! خدا تمہیں توفیق دے تو غریبوں اور محتاجوں کی خدمت کو اپنا فرض سمجھنا۔ یہ وہ بات ہے جو خدا کے ہاں بہت پسندیدہ ہے ؎

مکرّم جنس ہے یاں دستگیری ناتوانوں کی
لیا کر ہو سکے جتنی دعائیں خستہ جانوں کی

* کریم صلعم کی خدمت میں بھیجے ؛

اسلام کی عظمت وقت صداقت پر یقین و ایمان بڑھانے والی کتابیں!

مندرجہ ذیل کتب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور نے حال ہی میں چھپوائی ہیں۔ ان کتب میں جو نور بھرا ہوا ہے، ضروری ہے کہ ہر دوست اس سے منور ہونے اور دوسروں کو منور کرنے کی کوشش کرے۔ کم از کم ہر ایک احمدی گھر میں ان کتابوں کا ہونا ضروری ہے۔

حضرت مسیح موعود و مہدی معہود مجدد صدی چہاردہم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی گرانمایہ تصنیفات

دُرِّ ثمین کامل حضرت مجدد اعظم کی تصوف و روحانیت میں ڈوبی فارسی اور اردو نظموں کا مجموعہ۔ لکھائی چھپائی اعلےٰ، ٹائیٹل دیدہ زیب۔ قیمت صرف ایک روپیہ آٹھ آنے ۔ ۔ ۔ ۔ ۰۔۔۔۸۔۔۔۱

فتح اسلام جس میں اسلام کی فتح کی بشارت دی گئی ہے اور اس کو دنیا میں غالب کرنیکی راہ بتائی ہے۔ ۔ ۔ ۔۰۔۔۔۵۔۔۔۰

توضیح مرام جس میں مسیح موعود کے دعوے پر روشنی ڈالی گئی ہے اور ملائک و جنات کی حقیقت بیان کی گئی اور قرآن کی بعض صورتوں اور آیات کی نہایت لطیف تعبیر فرمائی ہے۔ ۔ ۔ ۰۔۔۔۶۔۔۔۰

ازالۂ اوہام ہر دو حصص مجلد اعلیٰ۔ اس کتاب میں وفات مسیح اور نزول مسیح اور اسکے متعلقہ تمام مسائل پر نہایت شرح و بسط سے بحث کی گئی ہے اور تمام اعتراضات کے جوابات دیئے گئے ہیں۔ ۔ ۔ ۔ ۰۔۔۔۰۔۔۔۵

تعلیم اسلام یا "اسلامی اصول کی فلاسفی"۔ یہ اس لیکچر کا نام ہی جو مذاہب عالم کی کانفرنس میں حضرت مسیح موعود نے دیا اور اس پانچ نہایت اہم سوالات پر جو دنیا و آخرت کی زندگی سے تعلق رکھتے ہیں روشنی ڈالی گئی ہے اس کتاب کو پڑھ کر کئی لوگ اسلام کے نور سے منور ہوئے اور اسکے انگریزی ترجمہ کو پڑھکر کئی انگریز مشرف بہ اسلام ہوئے۔ قیمت ایک روپیہ چار آنے۔

کشتی نوح جس میں جماعت کو تقویٰ اور روحانیت کے بلند مقام کی طرف رہبری کی گئی ہے اور بہت ہی مفید نصائح اور ہدایات دی گئی ہیں۔ بہترین کاغذ۔ لکھائی چھپائی عمدہ۔ ۔ ۔ ۰۔۔۔۴۔۔۔۱

مرقات الیقین فی حیات نور الدین حضرت مولٰنا نور الدین رحمۃ اللہ علیہ کی خود نوشتہ سوانح حیات جو ایسے دلکش حالات و واقعات سے لبریز ہے جن میں نور ایمان بھرا ہے۔ قیمت صرف دو روپے چار آنے ۔ ۔ ۰۔۔۔۴۔۔۔۲

حضرت مولٰنا محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیفات

انگریزی ترجمۃ القرآن مع متن جدید ایڈیشن جو ایک عرصہ سے لندن میں دو قسم کے کاغذ پر چھپ رہا تھا جس کے آخری پروف بھی حضرت امیر رحمۃ اللہ علیہ ہی نے بنفس نفیس دیکھے آج زیور طبع سے آراستہ ہو کر ہمارے سامنے موجود ہے۔ حضرت نے متواتر تین سال کی رات دن محنت کر کے اس کو ریوائز کیا اور موجودہ صورت ایسی دلکش ہو گئی ہے کہ بار بار دیکھنے کو دل چاہتا ہے۔ سائز اور حجم چھوٹا ہو گیا ہے۔ اس وقت اعلےٰ کوالٹی کی ۸۰ کاپیاں بذریعہ ہوائی جہاز پہنچی ہیں۔

ہدیہ قسم اول تیس روپے ۱۱ | ۰ | ۳۰ - قسم دوم بیس روپے ۔ ۱۰ | ۰ | ۲۰

زندہ نبی کی زندہ تعلیم اس کتاب میں حضور سرور کائنات صلعم کی حیات طیبہ اور اسلام کے عالمگیر پیغام کو قرآن و حدیث کی روشنی میں جدید اسلوب اور موجودہ زمانہ کے تقاضوں کے مطابق پیش کیا گیا ہے۔ اس کتاب کے اسلوب اور جامعیت سے انگلستان کی ایک فرم کے کارپردازان اتنے متاثر ہوئے کہ وہ اس کتاب کو بیک وقت انگریزی، فرانسیسی، ہسپانوی زبانوں میں چھاپ رہے ہیں۔

قیمت مجلد مع سبز گرد پوش۔ چار روپے ۔ ۔ ۔ ۰۔۔۔۰۔۔۔۴

انگریزی میں جس کی طباعت اور جلد بندی ولایت میں ہوئی ہے خوشنما رنگدار گرد پوش۔ قیمت ۰۔۔۔۸۔۔۔۳

احادیث العمل یہ صحاح ستہ کی منتخب احادیث کا مجموعہ ہے جو ہمارے روزمرہ عمل میں کار آمد ہے۔ بالمقابل کالم میں سلیس اردو میں ترجمہ ہے اور نیچے تفسیری نوٹ ہیں۔ لکھائی چھپائی اعلیٰ کاغذ عمدہ۔ رنگین گرد پوش۔

قیمت مجلد صرف دس روپے ۔ ۔ ۔ ۰۔۔۔۰۔۔۔۱۰

سیرت خیر البشر جس میں فاضل مصنف نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بچپن سے لیکر وفات تک کے حالات دلکش پیرایہ میں بیان کئے ہیں، اور اسلامی جنگوں اور تعدد ازدواج پر جملہ اعتراضات کو رفع کیا گیا ہے۔ قیمت ۔ ۰۔۔۔۴۔۔۔۲

انوار القرآن عام طور پر قرآن کریم کا آخری حصہ نمازوں میں پڑھا جاتا اور حفظ کیا جاتا ہے اس لئے فاضل مصنف حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے ستائیسویں اور تیسویں پارہ کا اردو میں عام فہم ترجمہ کیا ہے اور ساتھ ہی اس کی تفسیر بھی کی ہے۔

حضرت علامہ مرحوم کے اسلوب بیان سے واقفیت رکھنے والے جانتے ہیں نہایت دلکش پیرایہ میں تفسیر کی ہے۔ اس کا حصہ اول ختم ہو چکا ہے جو زیر طبع ہے عنقریب شائع ہوگا۔

حصہ دوم یعنی ستائیسویں پارہ کا ترجمہ معہ تفسیری نوٹ کے موجود ہے مجلد پشتہ پر سنہری حروف میں نام لکھا ہوا ہے۔ قیمت صرف تین روپے آٹھ آنے۔ ۔ ۔ ۰۔۔۔۸۔۔۔۳

(پاکستان کے لئے)

ملنے کا پتہ: **مینجر دار الکتب اسلامیہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام احمدیہ بلڈنگس لاہور**

(ہندوستان کیلئے)

شیخ محمد انعام الحق صاحب ۱۲۰ (۸) ملک پیٹھ۔ اعظم پورہ حیدرآباد دکن (ہند)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸

فون نمبر ۳۷۴۷

لوائے ماپئہ ہر سعید خواہد بود ۔ ندائے فتح نمایاں بنام ما باشد

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

ہم تو رکھتے ہیں مسلمانوں کا دیں
دل سے خدام ختم المرسلیں
شرک اور بدعت سے ہم بیزار ہیں
خاک راہِ احمدِ مختار ہیں
سارے حکموں پر ہمیں ایمان ہے
جان و دل اس راہ پر قربان ہے
تم ہمیں دیتے ہو کافر کا خطاب
کچھ نہیں لوگو تمہیں خوفِ عقاب

جماعت احمدیہ لاہور کی تعلیمی خصوصیات

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا۔
۲۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۳۔ قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں نہ آیندہ ہوگی۔
۴۔ سب صحابہ اور آئمہ قابل احترام ہیں سب مجددینؒ کا ماننا ضروری ہے۔
۵۔ اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا۔

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا ہفت روزہ آرگن

پیغامِ صلح

سالانہ چندہ پاکستان سے :- چھ روپے
سالانہ چندہ ہندوستان سے :- ۸-۱۲-۰
سالانہ چندہ ممالک غیر سے :- ۲۳ شلنگ

ایڈیٹر دوست محمد

جلد ۴۰ | یوم چہارشنبہ مورخہ ۱۲ شعبان ۱۳۷۱ھ ۷ مئی ۱۹۵۲ء | نمبر ۱۸

امریکہ میں اسلام کی رفتارِ ترقی

بعض اہم اور دلچسپ واقعات

میاں بشیر احمد صاحب منٹو مبلغ امریکہ کا مکتوب

مجی مشفقی جناب ایڈیٹر صاحب صاحب پیغام صلح السلام علیکم

جب کہ ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم صاحب جو پاکستان کے وجود میں آنے سے قبل حیدرآباد دکن کی عثمانیہ یونیورسٹی میں فلسفہ کے پروفیسر تھے اور بعد میں کچھ عرصہ کے لئے کشمیر میں ڈائرکٹر آف ایجوکیشن کے عہدہ پر بھی فائز رہ چکے ہیں، جنوری کے مہینہ میں ایک امریکن یونیورسٹی کی دعوت پر اس ملک میں اسلامی اصولوں کی فلاسفی پر لیکچر دینے کی غرض سے تشریف لائے ۱۹ فروری کو ان کا نزول سان فرانسسکو میں ہوا اور دوسرے ہی دن سٹیٹ کالج میں ان کی تقریر ہوئی۔ ڈاکٹر بیکر نے جو اسی ادارہ میں انگریزی زبان کے پروفیسر ہیں میرا ان سے تعارف کرایا، ان کی تقریر کا موضوع "اسلام اور کمیونزم" تھا مگر تقریر کے اختتام پر جو سوالات حاضرین کی طرف سے پوچھے گئے وہ تعدد ازواج اور پردہ کے متعلق تھے۔ اسلام کے معاشی نظام کے متعلق کوئی سوال نہ پوچھا گیا۔

حاضرین میں ایک چینی مسلمان بھی تھے۔ دو سال پہلے وہ چین کے ایک صوبہ میں گورنر تھے کمیونسٹوں کے غلبہ کی وجہ سے انہیں اپنا ملک چھوڑ کر یہاں پناہ گزین ہونا پڑا ڈاکٹر صاحب نے انہیں مشورہ دیا کہ وہ پاکستان چلے جائیں اور وہیں اپنے خاندان کے ساتھ رہیں کیونکہ وہاں کا ماحول اسلامی ہوگا اور ان کی اولاد میں مسلمانوں کی ہمدردی قائم رہے گی۔ یہاں بظاہر اس کا امکان نہیں ہے۔

۲۱ فروری کو ڈاکٹر حکیم اور میں Mr. Gainsborough کے مہمان تھے۔ انہوں نے ہمیں پیلس ہوٹل میں دوپہر کا کھانا کھلایا Mr. Gainsborough اکاڈمی آف ایشین سٹڈیز کے پریزیڈنٹ ہیں اور بڑے کامیاب تاجر ہیں۔ اکاڈمی کے نصف کے قریب اخراجات بھی برداشت کر رہے ہیں۔ طلباء کی تعداد اسی ہے اور نو پروفیسر ہیں۔ شب کو ڈاکٹر صاحب ہمارے مہمان تھے۔ چند احباب بھی اس موقع پر مدعو تھے جن سے ان کا تعارف کرایا گیا ۲۳ فروری کو ان کی تقریر سیکرمنٹو میں ہوئی۔ میں بھی چند احباب کے ساتھ وہاں گیا۔ انہوں نے مسلمانوں کو تلقین کی کہ وہ اپنی اولاد کو اسلامی تعلیم دینے کا کماحقہٗ انتظام کریں ورنہ مسجد پر جو انہوں نے ۷۰ ہزار ڈالر خرچ کر دیئے وہ ضائع جائیں گے اور کوئی نتیجہ برآمد نہ ہوگا۔ بلکہ ان کے بچے جیسا کہ اب تک ہو رہا ہے بدستور مذہب سے بے بہرہ رہیں گے اور عیسائیت کا شکار ہوتے چلے جائیں گے۔

Robert J. Lehr طالب علم Brigham Young University کئی مہینوں سے میرے زیر تبلیغ تھے آخر وہ اس نتیجہ پر پہنچ گئے کہ اسلام ہی دین الٰہی ہے مگر قبولیت اسلام کا اعلان کرنے سے گھبراتے تھے۔ انہیں ڈر تھا مبادا تبدیلی مذہب سے ان کے اعزا، احباب اور دوسرے لوگ ان سے برگشتہ ہو جائیں اور ان کی زندگی کو تلخ کر دیں، خصوصیت سے اس لئے کہ ان کا تعلق مارمن چرچ سے تھا اور جس یونیورسٹی میں وہ تعلیم حاصل کر رہے ہیں وہ بھی مارمن مذہب والوں کی ہے اور مارمنوں کے متعلق مشہور ہے کہ وہ بڑے متعصب آدمی ہیں اور اس بات کو ہرگز برداشت نہیں کر سکتے کہ کوئی شخص اپنے مذہب کو چھوڑ کر کوئی دوسرا مذہب اختیار کرے مگر اللہ تعالےٰ نے جہاں انہیں اتنی بصیرت عطا فرمائی کہ وہ صراط مستقیم کو پہچان لیں وہاں وہ مومنانہ صبر بھی عنایت کر دیا جو تمام سختیوں کو راحت میں مبدل کر سکتا ہے اور اطمینان قلب کو ضائع نہیں ہونے دیتا۔ چنانچہ پانچ مارچ کو انہوں نے بغیر کسی تحریص کے اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کر دیا اور ہمارے لئے ثابت قدمی کی ایک اعلےٰ مثال قائم کر دی۔ مجھے یقین ہے کہ ان کے پائے اثبات میں ہرگز لغزش نہ آئے گی۔ اور ان کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ کئی اور لوگوں کو بھی دین حق کی طرف مائل کرنے کا۔ گرمیوں کی چھٹیوں میں وہ مجھ سے ملنے سان فرانسسکو آئیں گے۔

سات مارچ کو Mr. Gainsborough اور ڈاکٹر ڈائرکٹر آف سٹڈیز ایشین اکاڈمی نے دوپہر کا کھانا ہمارے ہاں تناول کیا۔ ینچنگز آف اسلام، دی نیو ورلڈ آرڈر، اور لیونگ تھاٹس کی ایک ایک کاپی ان ہر دو اصحاب کو ہدیۃً پیش کی انہوں نے خواہش ظاہر کی کہ میں ان کی اکادمی میں The sources and The Early History of Islam پر بیس لیکچر دوں۔ چنانچہ ان کی درخواست کے مطابق ۲۵ مارچ سے میں نے لیکچروں کا یہ سلسلہ شروع کر دیا ہے یہ لیکچر ہفتہ میں صرف دو بار منگل اور بدھ کی شب کو ہوتے ہیں۔ (باقی دارد)

استدعائے دعائے صحت

جو اصحاب ازراہ ترحم عزیز رشید کے لئے دعا فرما رہے ہیں ان کی خدمت میں گذارش ہے کہ ابھی دعا کا سلسلہ جاری رکھیں۔ احباب کی دعاؤں اور خدا کے فضل سے عزیز کو نسبتاً آرام ہے، اللہ تعالےٰ سب مخلص ہمدرد اصحاب کو جزائے خیر دے۔ دعا کرنے والوں میں قاضی عبدالرشید صاحب مبلغ سندھ کا نام بھی قابل ذکر ہے فجزاہ اللہ احسن الجزاء

مرتضیٰ خاں

حقیقی توبہ کا دن بہت ہی مبارک اور تمام ایام سے افضل ہے

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایک تقریر جو ۲۸ر اگست ۱۹۰۴ء کو آپ نے ایک بہت بڑے مجمع میں فرمائی

سب صاحب یاد رکھیں کہ اللہ تعالیٰ نے اسلام میں بعض ایسے دن مقرر کئے ہیں کہ وہ دن بڑی خوشی کے دن سمجھے جاتے ہیں اور ان میں اللہ تعالیٰ نے عجیب عجیب برکات رکھی ہیں۔ منجملہ ان دنوں کے ایک جمعہ کا دن ہے، یہ دن بھی بڑا ہی مبارک ہے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو جمعہ ہی کو پیدا کیا اور اسی دن ان کی توبہ منظور ہوئی تھی اور بھی بہت سی برکات اور خوبیاں اسی دن کی ماثور ہیں، ایسا ہی اسلام میں دو عیدیں ہیں ان دونوں دنوں کو بھی بڑی خوشی کے دن مانا گیا ہے، اور ان میں بھی عجیب عجیب برکات رکھی ہیں۔ لیکن یاد رکھو کہ یہ دن بے شک اپنی اپنی جگہ مبارک اور خوشی کے دن ہیں لیکن ایک دن ان سب سے بڑھ کر مبارک اور خوشی کا دن ہے، مگر افسوس سے دیکھا جاتا ہے کہ لوگ نہ تو اس دن کا انتظار کرتے ہیں اور نہ اس کی تلاش ورنہ اگر اس کی برکات اور خوبیوں سے لوگوں کو اطلاع ہوتی یا وہ اس کی پرواہ کرتے تو حقیقت میں وہ دن ان کے لئے بڑا ہی مبارک اور خوش قسمتی کا دن ثابت ہوتا! اور لوگ اسے غنیمت سمجھتے۔

وہ دن کونسا دن ہے؟ جو جمعہ اور عیدین سے بھی بہتر اور مبارک دن ہے؟ میں تمہیں بتاتا ہوں کہ وہ دن انسان کی توبہ کا دن ہے، جو ان سب سے بہتر ہے اور ہر عید سے بڑھکر ہے۔ کیوں؟ اس لئے کہ اس دن وہ بد اعمالنامہ جو انسان کو جہنم کے قریب کرتا جاتا ہے، اور اندر ہی اندر غضب الٰہی کے نیچے اسے لا رہا تھا دھویا جاتا ہے اور اس کے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ حقیقت میں اس سے بڑھکر انسان کے لئے اور کونسا خوشی اور عید کا دن ہوگا جو اسے بدی اور غضب الٰہی سے نجات دے نئے توبہ کرنے والا گنہگار جو پہلے خدا تعالےٰ سے دُور اور اس کے غضب کا نشانہ بنا ہوا تھا اب اسکے فضل سے اس کے قریب ہوتا اور جہنم اور عذاب اس سے دور کیا جاتا ہے جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ان اللّٰہ یحبّ التوابین و یحبّ المتطھرین ۲/۱۲ بیشک اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے اور ان لوگوں سے جو پاکیزگی کے خواہاں ہیں پیار کرتا ہے۔ اس آیت سے نہ صرف یہی پایا جاتا ہے کہ اللہ تعالےٰ توبہ کرنے والوں کو اپنا محبوب بنا لیتا ہے بلکہ یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حقیقی توبہ کے ساتھ حقیقی پاکیزگی اور طہارت شرط ہے ہر قسم کی نجاست اور گندگی سے الگ ہونا ضروری ہے ورنہ نری توبہ اور لفظ کے تکرار سے تو کچھ فائدہ نہیں ہے پس جو دن ایسا مبارک دن ہو کہ انسان اپنی بدکرتوتوں سے توبہ کرے، اللہ تعالےٰ کے ساتھ سچا عہد صلح باندھے اور اس کے احکام کے لئے اپنا سر خم کر دے تو کیا شک ہے کہ وہ اس عذاب سے جو پوشیدہ طور پر اس کے بدعملوں کی پاداش میں تیار ہو رہا تھا۔ بچا یا جاوے گا۔ اور اس طرح پر وہ وہ چیز پالیتا ہے جس کی گویا اسے توقع اور امید ہی نہ رہی تھی۔

تم خود قیاس کر سکتے ہو کہ ایک شخص جب کسی چیز کے حاصل کرنے سے بالکل مایوس ہو گیا ہے وہ اس ناامیدی اور یاس کی حالت میں اگر اپنے مقصد کو پالے تو اسے کس قدر خوشی حاصل ہوگی۔ اس کا دل ایک تازہ زندگی پائے گا یہی وجہ ہے کہ احادیث میں اس کا ذکر کیا گیا ہے۔ احادیث اور کتب سابقہ میں سے بھی پتہ لگتا ہے کہ جب انسان گناہ کی موت سے نکل کر توبہ کے ذریعہ سے نئی زندگی پاتا ہے۔ تو اللہ تعالےٰ اس کی زندگی سے خوش ہوتا ہے۔ حقیقت میں یہ خوشی کی بات تو ہے ہی کہ انسان گناہوں کے نیچے دبا ہوا ہلاکت اور موت ہر طرح اس کے قریب ہو عذاب الٰہی اس کے کھا جانے کے لئے طیار ہو کہ وہ یکایک ان بدیوں اور بدکاریوں سے جو اس بعد اور ہجر کا موجب تھیں توبہ کر کے خدا تعالےٰ کی طرف آجاوے وہ وقت خدا کی خوشی کا ہوتا ہے اور آسمان پر ملائکہ بھی خوشی کرتے ہیں کیونکہ اللہ تعالےٰ انہیں چاہتا کہ اس کا کوئی بندہ تباہ اور ہلاک ہو، وہ تو چاہتا ہے کہ اگر اس کے بندہ سے کوئی غلطی اور کمزوری بھی ظاہر ہوئی ہے تو پھر بھی وہ توبہ کر کے امن میں داخل ہو۔

پس، یاد رکھو کہ وہ دن جب انسان اپنے گناہوں سے توبہ کرتا ہے بہت ہی مبارک دن ہے اور سب ایام سے افضل ہے کیونکہ وہ اس دن نئی زندگی پاتا ہے اور خدا تعالےٰ کے قریب کیا جاتا ہے اور اسی لحاظ سے یہ دن جس میں تم میں سے بہتوں نے اقرار کیا ہے کہ میں آج اپنے تمام گناہوں سے توبہ کرتا ہوں اور آئندہ جہاں تک میری طاقت اور سمجھ ہے گناہوں سے بچتا رہوں گا یوم توبہ ہے اور اللہ تعالیٰ کے وعدہ کے موافق میں یقین رکھتا ہوں کہ ہر ایک شخص کہ جس نے سچے دل سے توبہ کی ہے تچھلے گناہ بخش دیئے گئے اور وہ

التائب من الذنب کمن لا ذنب لہ

کے نیچے آگیا ہے گویا کہہ سکتے ہیں کہ اس نے کوئی گناہ نہیں کیا۔ مگر ہاں میں پھر کہتا ہوں کہ اس کے لئے یہ شرط ہے کہ حقیقی پاکیزگی اور سچی طہارت کی طرف قدم بڑھایا جاوے اور یہ توبہ نری لفظی توبہ ہی نہ ہو بلکہ عمل کے نیچے آجاوے یہ چھوٹی سی بات نہیں ہے کہ کسی کے گناہ بخش دیئے جاویں بلکہ ایک عظیم الشان امر ہے۔

دیکھو انسانوں میں اگر کوئی کسی کا ذرا سا قصور اور خطا کرے تو بعض اوقات اس کا کینہ پشتوں تک چلا جاتا ہے وہ شخص نسلاً بعد نسل تلاش حریف میں رہتا ہے، کہ کوئی موقعہ ملے تو بدلہ لیا جاوے۔ لیکن اللہ تعالےٰ بہت ہی رحیم کریم ہے، انسان کی طرح سخت دل نہیں جو ایک گناہ کے بدلے میں کئی نسلوں تک پیچھا نہیں چھوڑتا اور تباہ کرنا چاہتا ہے، مگر وہ رحیم کریم خدا ستر برس کے گناہوں کو ایک کلمہ سے ایک لحظہ میں بخش دیتا ہے یہ مت خیال کرو کہ وہ بخشنا ایسا ہے کہ اس کا فائدہ کچھ نہیں، نہیں وہ بخشنا حقیقت میں فائدہ رساں اور نفع بخش ہے اور اس کو وہ لوگ خوب محسوس کر سکتے ہیں جنہوں نے سچے دل سے توبہ کی ہو۔

عمرالدین کا احمدی ہونا

(بقیہ از صہ ۸)

ہیں اور جماعت احمدیہ کے اکثر افراد خود جو مجھ سے واقف ہیں، وہ مجھ سے بار بار ان واقعات کو سن چکے ہیں میں نے بعض اوقات مخالفوں کے سامنے بڑے بڑے مجمع میں ایسے واقعات کو بیان کیا ہے۔

حضرت عمرؓ کے واقعہ سے مناسبت

جناب میاں صاحب خلیفہ قادیان نے ایک دفعہ جلسہ سالانہ کے موقعہ پر اس طرح بیان کیا کہ آنحضرت صلعم کے قتل کے لئے حضرت عمرؓ بڑے جوش سے نکلے، مگر راستہ میں ہی مسلمان ہوگئے۔ اسی طرح عمرالدین مسیح موعود کے قتل کے لئے تحمیلہ سے روانہ ہوا مگر راستہ میں ہی وہ مسلمان ہوگیا اور جب وہ حضرت مسیح موعودؑ کی خدمت میں پہنچا تو وہ بھی مسلمان تھا۔

چونکہ اخبار میں زیادہ گنجائش نہیں، اس لئے میں نے حتی المقدور اختصار سے کام لیا ہے اور آخری حصہ مضمون تو میں نے اجمالاً لکھدیا ہے، ورنہ یہ حصہ بھی ایک دلچسپ بحث تھی۔ والسلام۔

امام مسجد ووکنگ ہالینڈ میں بقیہ صہ ۵

یہ تمام دن اس متبرک اور سعید تقریب میں بسر ہوا۔ اس موقعہ پر بندہ نے حضرت امیر مرحوم کا نیا ترجمۃ القرآن قسم اول دولہا اور دلہن کی خدمت میں بطور ہدیہ تبریک پیش کیا جس کو انہوں نے بخوشی اور بصد شکریہ قبول کیا۔ اسی دن شام کے ۹ بجے عازم انگلستان ہوا اور جمعرات بتاریخ ۲۴ر ماہ اپریل قبل از دوپہر ووکنگ واپس پہنچ

پیغام صلح
جلد ۴۰ | یوم چہارشنبہ مورخہ ۲ شعبان ۱۳۷۱ھ | نمبر ۱۸

مولانا عمر الدین کا وصال

۳۰ اپریل ۱۹۵۲ء کو حسب ذیل تار حضرت امیر قوم مولانا صدر الدین صاحب کے نام موصول ہوا:-

Maulan Umruddin Expired 6-30 morning. Adam Khan

یعنی "مولانا عمر الدین ساڑھے چھ بجے صبح وفات پا گئے"
آدم خان

حضرت امیر ایدہ اللہ نے تار پر یہ لفظ لکھکر اسی وقت دفتر میں بھیجدیا ـــــ
"انا للہ وانا الیہ راجعون - ہمارا ایک بہت قیمتی شخص جاتا رہا
یہ خبر نہایت رنجدہ ہے۔ صدر الدین - ۳۰ اپریل"

تار کا دفتر میں پہنچنا تھا کہ ایک سناٹا پیدا ہوگیا، جس کسی نے سنا حیرت و استعجاب سے دوسرے کا منہ دیکھنے لگا، اس لئے نہیں کہ موت کا یہ واقعہ کوئی اچنبھا چیز ہے، بلکہ اس خیال سے کہ مولانا عمر الدین صاحب کی موت ایک ایسا اہم قومی نقصان ہے جس کی تلافی حالات موجودہ میں ناممکن ہے - ابھی چند دن ہوئے ایک حادثہ میں اپنا بازو ٹوٹنے کی خبر مولانا نے خود لکھکر بھیجی تھی لیکن وہ کوئی زیادہ تشویشناک نہ تھی، اور اس کے بعد پے درپے دو تین مضامین ان کی طرف سے موصول ہوئے (جن میں سے ایک اسی پرچہ میں دوسری جگہ درج ہے) جس سے یہ خیال ہوگیا کہ انہیں اب بفضل خدا صحت ہو چکی ہے، اس کے بعد اچانک اس تار کا آنا موجب حیرت تھا، خصوصًا اس لئے کہ مولانا عمر الدین کا وجود ہماری قوم اور اسلام کے لئے ایک مت عظمیٰ تھا، جس دن سے انہوں نے احمدیت قبول کی (جس کی داستان خود ان کے اپنے قلم سے دوسری جگہ درج ہے) خدمت دین کو انہوں نے اپنی زندگی کا اوڑھنا بچھونا بنالیا تھا، کسی قسم کے طمع و لالچ یا عوض معاوضہ کے بغیر جس طرح انہوں نے اُٹھتے بیٹھتے، چلتے پھرتے سوتے جاگتے، خدمت دین کا کام کیا ہے، اور آخر دم تک کرتے رہے، اس کی نظیر تاریخ اسلام میں بہت کم ملے گی، دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا عہد جس طرح انہوں نے ہر حال میں نباہا، تاریخ احمدیت میں اس کی مثالیں بہت کم پائی جاتی ہیں، وہ ایک شیر دل مبلغ تھا، جو اسلام اور احمدیت کا پیغام لئے ہوئے ہر بڑے سے بڑے مخالف کے پاس پہنچ جاتا اور کلمۂ حق پہنچانے سے ذرا نہ جھجکتا تھا، وہ ایک قابل ترین مناظر تھا، جو آریہ سماج، عیسائیت، بہائیت، دہریت اور سب سے بڑھکر مخالفین مسیح موعودؑ اور قادیانیت سے ہر وقت نبرد آزما رہتا تھا، شملہ اور دہلی میں آریہ سماج اور عیسائیت کے ساتھ بیسیوں مناظرے انہوں نے کئے اور اس ذریعہ سے اسلام اور احمدیت کی دھاک دلوں پر بٹھادی، مولوی ثناء اللہ اور دیگر مخالفین سلسلہ کے ساتھ کئی بحثیں انہوں نے کیں اور دلائل قاطعہ سے مسیح موعودؑ کی صداقت کو ان پر واضح کیا، نہ صرف یہی بلکہ تحریرًا بھی ہر مسئلہ پر انہوں نے سینکڑوں مضامین لکھے، جن سے قارئین پیغام صلح بھی ہمیشہ مستفید ہوتے رہے ہیں -

وہ ایک مخلص مجاہد تھا، جس نے سرکاری ملازمت میں بھی خدمت دین کو مقدم رکھا اور ریٹائر ہونے کے بعد بھی پورے جوش و اخلاص کے ساتھ عسرا ور یسر میں خدمت دین بجا لاتا رہا یہاں تک کہ اپنی زندگی کے آخری ایام میں بمبئی جیسے مقام پر یکہ و تنہا اعلائے کلمۃ اللہ کا فرض سرانجام دیتے ہوئے داعی اجل کو لبیک کہہ گیا -

مولانا عمر الدین ایک مخلص داعی الی اللہ ہی نہیں غریبوں اور ناداروں کا ہمدرد اور شفیق دوست بھی تھا، بسا اوقات ایک شخص کو (قطع نظر اس کے وہ احمدی ہے یا نہیں) دکھ اور تکلیف کی حالت میں دیکھ کر ان کا دل پگھل جاتا اور جس طرح بھی ہوتا اس کی تکلیف کو رفع کرنے کا سامان کئے بغیر نہ رہ سکتے تھے خواہ اس میں خود انہیں کتنی بھی تکلیف اٹھانی پڑتی، خود قرض اٹھا کر دوسروں کے قرض اتارنے کی کوشش کرتے اور خود ننگے رہ کر دوسروں کی ستر پوشی کا ثواب حاصل کرتے، یؤثرون علیٰ انفسھم ولو کان بھم خصاصۃ کی وہ ایک سچی تصویر تھے، جس کی نظیر بہت کم انسانوں میں مل سکے گی، اس قسم کے واقعات سے ان کی زندگی بھری پڑی ہے، جن کو اگر قلمبند کیا جائے تو نہایت عمدہ نمونہ کا کام دے سکتے ہیں - اس قسم کے مخلص مجاہد، ایسے بے نظیر مبلغ اور بے نفس اور انتھک خادم دین اور عابد و زاہد انسان اب کہاں ملیں گے، ایسے لوگ روز روز پیدا نہیں ہوتے، مسیحائے وقت کے نفوس قدسیہ نے اس قسم کے کئی انسان پیدا کئے جو یکے بعد دیگرے اُٹھتے چلے گئے، اور شاید اب گنتی کے چند نفوس باقی رہ گئے ہیں، جن کے وجود سے اس تقدس و روحانیت کی خوشبو آتی ہے، جو اس مامور الٰہی نے ان کے اندر پیدا کی، مولانا عمر الدین بھی انہی میں سے ایک تھے، اللہ تعالیٰ انہیں غریق رحمت فرمائے اور ان کے درجات کو بلند کرے اور اعلیٰ علیین میں انہیں جگہ دے، ان کی اہلیہ محترمہ جن کا پتہ درج ذیل ہے اور دیگر لواحقین سے ہمیں دلی ہمدردی ہے اللہ تعالیٰ انہیں صبر جمیل عطا فرمائے، پتہ یہ ہے:-

Mrs. Maulana Umr-ud-Din 22, Masjid Chal, Parel Road, Bombay No 12

مولانا کا جنازہ غائبانہ گذشتہ جمعہ (۲ رمئی) کو مسجد احمدیہ بلڈنگس لاہور میں پڑھا گیا، بیرونی جماعتوں سے بھی درخواست ہے کہ جنازہ غائبانہ پڑھکر ان کی روح کو ثواب پہنچائیں۔

آہ! مولانا عمر الدین صاحب

مندرجہ بالا مضمون لکھے جانے کے بعد ذیل کا خط بمبئی سے موصول ہوا:-

بخدمت جناب سیکرٹری صاحب -

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

یہ خبر سن کر جماعت کے بھائیوں کو بہت افسوس ہوگا کہ ہمارے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابی حضرت مولانا عمر الدین صاحب مبلغ بمبئی چند دن ہسپتال میں بیمار رہ کر مورخہ ۲۹ ر اپریل بروز منگل دن کے آٹھ بجے رحمت الٰہی کے سایہ میں پہنچ گئے انا للہ وانا الیہ راجعون -

مرحوم کی اہلیہ محترمہ و عزیزوں کو اللہ میاں صبر جمیل عطا فرمائے - مولانا ان دنوں میں بہت کچھ تبلیغ کا کام بڑے زور شور سے کر رہے تھے اور ہم لوگوں کو اکثر یہی کہتے تھے کہ کسی طرح بمبئی میں جماعت کا اللہ تعالیٰ رستہ کھول دیں اور ایک چھوٹی سی جگہ انجمن کے لئے یہاں مل جائے سولہ آنہ کام بن جائے گا کچھ غیر احمدی اصحاب ہمارے ہمخیال بھی ہو چکے تھے اور ہمیں بھی خدا کے فضل سے امید تھی کہ اللہ تعالیٰ اب کچھ ہمارے لئے رستہ کھول رہا ہے لیکن انسان سوچتا کیا ہے اور ہوتا کیا ہے، اب ہماری سب امیدیں خاک میں مل گئیں کیونکہ ہم بے علم ہیں، بمبئی جیسے شہر میں تبلیغ کا کام کس طرح کر سکتے ہیں کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ ہم کیا کریں گے دعا ہے اللہ تعالیٰ اس مصیبت کو جلد دور کر دے، اب ہمیں امید نہیں کہ مولانا جیسا مبلغ بمبئی شہر میں مل سکے - بمبئی میں ہماری کوئی جماعت نہیں - صرف چار پانچ بھائی گوا کے رہنے والے یہاں موجود ہیں جن کے نام میں ذیل میں تحریر کر رہا ہوں :-

(۱) شیخ علی ابراہیم - گوا
(۲) شیخ سلیمان - گوا
(۳) شیخ یوسف - گوا
(۴) آدم خاں - گوا
(۵) شیخ محمد گوا

یہ سب بھائی چندہ دینے والے ہیں اور باقاعدہ چندہ دیتے رہتے ہیں - مرحوم کا جنازہ ادا کرنے کی درخواست ہے۔

آپ کا احمدی بھائی - سید عبدالستار بن نصیر الدین صاحب

جماعت راولپنڈی کا جلسہ

مورخہ ۱۰ / ۱۱ مئی ۵۲ء کو راولپنڈی جماعت کا جلسہ ہونا قرار پایا ہے جسمیں مندرجہ ذیل مقررین تشریف لاویں گے -

(۱) الحاج میاں محمد صاحب پریذیڈنٹ
(۲) مولانا صدر الدین صاحب امیر قوم
(۳) مولانا عبدالحق صاحب ودیارتھی
(۴) مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع
(۵) مولانا احمد یار صاحب
(۶) حافظ محمد حسن صاحب چیمہ گجرات
(۷) مولوی فضل الرحمٰن صاحب
(۸) خانبہادر غلام ربانی صاحب مانسہرہ -

جو صاحب تشریف لاویں وہ موسم کے مطابق بستر ہمراہ لاویں رہائش اور کھانے کا انتظام ہم کریں گے - جو صاحب جلسہ میں شرکت کرنا چاہیں وہ فورًا اپنے آنے کے متعلق اطلاع دیں اور یہ بھی تحریر کریں کہ کتنے احباب تشریف لاویں گے - والسلام -

ملک فضل کریم گورنمنٹ کنٹریکٹر منیجر جناح گرلز ہائی سکول - راولپنڈی

متفرقات

جماعت فجی کے ایک قابل رکن کی وفات

نصودی (جزائر فجی) سے ماسٹر محمد عبداللہ صاحب لکھتے ہیں:-

"یہ خبر بڑے افسوس سے سُنی جاویگی کہ ہماری جماعت کے نہایت ہی مخلص اور علم قرآن سے دلچسپی رکھنے والے دوست محمد طیب خاں ایک طویل اور پُر از صبر علالت کے بعد ۱۹ر اپریل کو اس دار فانی سے رحلت کر گئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

مرحوم ان چند دوستوں میں سے تھے۔ جنہوں نے جناب مولانا میرزا مظفر بیگ صاحب سے کافی علمی استفادہ حاصل کیا تھا۔ اور جب مولانا واپس لاہور تشریف لے گئے تو انہوں نے آخری الوداعی جلسہ میں فرمایا تھا کہ اگر کسی دوست کو کسی مسائل دینی کی تفہیم میں دقت محسوس ہو تو وہ محمد طیب خاں کی طرف رجوع کیا کرے۔ وہ اس مشکل کو انشاء اللہ آسان کر دیا کریں گے۔

آپ پرلے درجے کے مہمان نواز اور فیاض تھے۔ باوجود مالی مشکلات کے ان کی ہر وقت یہی خواہش رہتی تھی کہ وہ اپنے خاندانی وقار اور تاریخ کو قائم رکھیں۔ دو تین برس کا عرصہ ہو گا کہ میں نادی میں سکول کی عمارت کے چندہ کے لئے گیا۔ میں نے ان کی تکالیف کا احساس کرتے ہوئے ان سے تحریک نہیں کی۔ لیکن ان کو معلوم ہو گیا کہ میری آمد کا کیا مقصد ہے۔ انہوں نے ایک معقول رقم پیش کی اور بتایا کہ اگر ہم خدا کی راہ میں خرچ کرنے سے دریغ کریں گے۔ تو ہمارا نقصان ہو گا۔ انہوں نے بتایا کہ ہمارے والد بزرگوار ہر قربانی کی عید پر کافی قربانی کیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ ہمیں قربانی کے بکرے حاصل کرنے میں ذرا سستی ہوئی۔ اور ہم نے خیال کیا کہ اگلے سال کمی پوری کر دیں گے۔ قربانی کے دن گزرنے کے بعد صبح ہم مرغیوں کے ڈربے میں کیا دیکھتے ہیں کہ تمام مرغیاں مری پڑی ہیں۔ اس دن سے ہم نے عہد کیا ہے کہ خدا کی راہ میں خرچ کرنے سے ہم کبھی بھی غفلت نہ کریں گے۔

تقریباً دو سال کا عرصہ ہونے کو ہے کہ آپ پر جبکہ آپ چند دوستوں کے ساتھ بات چیت میں مصروف تھے۔ فالج کا حملہ ہوا۔ آپ نے اس کو موت کی نشانی خیال کرتے ہوئے تمام سورۃ یٰسین تلاوت کر ڈالی، بعد میں بتاتے تھے کہ میں نے تو یہ سمجھا تھا کہ موت آگئی ہے۔ لیکن سورۃ یٰسین کی تلاوت کا اثر یہ ہوا کہ فالج کا اثر میری زبان پر نہیں ہوا، اور میں بول سکتا ہوں۔ گزشتہ چار سال سے آپ بیماری کے لگاتار شکار رہے۔ پہلی بیماری میں حضرت امیر مرحوم اور جماعت سے ان کی صحت کے لئے دعا کی درخواست کی گئی تھی، مایوس کن حالات سے خداوند کریم نے صحت بخشی لیکن پھر ایک سال کے بعد فالج کا حملہ ہوا جس سے جانبر نہ ہو سکے۔

مرحوم کے بڑے بھائی جناب مولوی محمد طاہر خاں مرحوم اور دوسرے بھائی محمد اسحاق خاں مرحوم گزشتہ دو سالوں کے اندر اپنے مولا سے جا ملے ہیں۔ اب ان کی وفات سے وہ علمی دروازہ جس سے جماعت اور غیر از جماعت دوست فائدہ حاصل کرتے تھے ہمیشہ کے لئے بند ہو گیا۔ جنازہ پر تین چار سو کے قریب آدمی موجود تھے۔ صوبہ نصودی اور فیجی کے مختلف مقامات سے لوگ شامل ہوئے۔ امید ہے مندرجہ بالا چند سطور اخبار پیغام صلح میں شائع فرما کر مشکور فرمائیں گے۔"

شیخ محمد یوسف صاحب ایڈیٹر "نور" کی وفات

یہ خبر جماعت کے تمام حلقوں میں نہایت رنج و اندوہ سے سُنی جائے گی کہ اخبار "نور" کے ایڈیٹر شیخ محمد یوسف صاحب چند روزہ کی علالت کے بعد راہی ملک بقا ہو گئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ مرحوم کا تعلق اگرچہ قادیانی جماعت کے ساتھ تھا، لیکن اپنے مسلک اور کردار اور خدمات دینی کے لحاظ سے وہ جماعت لاہور میں بھی عزت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے، حضرت مولانا نورالدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ امارت میں وہ سکھ مذہب سے مسلمان ہوئے اور جلد ہی اخبار "نور" جاری کر کے اپنے پاؤں پر کھڑے ہو گئے۔ "نور" کے ذریعہ انہوں نے سکھوں میں اسلام کا نور پھیلانے میں پوری ہمت و کوشش سے کام لیا اور سکھوں کے فہمیدہ طبقہ کو خیالات کے لحاظ سے اسلام کے بہت قریب لے آئے۔ اسی سلسلہ میں بعض کتابیں بھی انہوں نے لکھیں اور قرآن کریم کے ہندی اور گورمکھی تراجم بھی شائع کئے، انقلاب کے بعد آپ کو اپنی بہت بڑی جائداد اور قیمتی لٹریچر چھوڑ کر لاہور آنا پڑا اور یہاں سے پھر اخبار "نور" کو جاری کیا جس کی امداد و اشاعت میں احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور نے بھی حصہ لیا، حضرت امیر مرحوم کے ساتھ بھی شیخ صاحب مرحوم کے گہرے تعلقات تھے اور حضرت مغفور آپ کی خدمات دینی کو بہت عزت و قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔

اپنی آخری عمر میں شیخ صاحب مرحوم کو بعض ایسے صدمات دیکھنے پڑے جو ان کے لئے بہت بڑی تکلیف کا موجب ہوئے، ان میں سے ایک بہت بڑا صدمہ ان کے نوجوان فرزند ہارون الرشید کی گمشدگی سے تعلق رکھتا ہے جو انقلاب سے پہلے یو۔پی میں بطور ریذیڈنٹ بجلی آفیسر کام کرتے تھے اور ایک میلہ میں ہندو مسلم فساد کے اندر ایسے گم ہوئے کہ آج تک ان کا پتہ نہیں مل سکا ان کی اہلیہ زخمی ہو کر زندہ بچ نکلی لیکن خود ان کی زندگی کی شہادت ملنے کے باوجود کوئی پتہ نہ مل سکا کہ کہاں ہیں، اس کا بہت بڑا صدمہ شیخ صاحب مرحوم کو تھا جس کا ذکر انہوں نے بارہا اخبار "نور" میں انکی تلاش و جستجو کے سلسلہ میں کیا، غالباً اسی صدمہ کا اثر ہے کہ قریباً ایک ماہ سے دل کے عارضہ میں مبتلا ہو کر وہ میو ہسپتال لاہور میں صاحب فراش ہو گئے اور وہیں ۵ - ۶ مئی کی درمیانی شب کو انتقال فرما گئے، ہمیں اس صدمہ میں ان کے فرزندان رشید بالخصوص شیخ محمد آصف صاحب اور دیگر تمام لواحقین سے دلی ہمدردی ہے، دعا ہے اللہ تعالیٰ انہیں صبر جمیل عطا فرمائے اور مرحوم کو جنت الفردوس میں جگہ دے۔

مرحوم کا جنازہ ۶رمئی کو رتن باغ میں پڑھا گیا جس میں ہماری جماعت کے کئی افراد اور دفتر انجمن کے تمام کارکن شامل ہوئے، جنازہ کے بعد ان کی لاش ربوہ میں دفن کرنے کے لئے لے جائی گئی، بیرونی جماعتوں سے جنازہ غائبانہ کی درخواست ہے۔

اخبار احمدیہ

—— حضرت امیر مولانا صدرالدین صاحب کی طبیعت ابھی کمزور ہے احباب ان کی صحت کے لئے دعا فرماتے رہیں۔

—— چوہدری غفور احمد صاحب منیجر سندھ اراضی لکھتے ہیں کہ کافی دنوں سے میری اہلیہ بیمار ہے۔ ڈاکٹر پھیپھڑے کی خرابی بتاتے ہیں، احباب سے دعائے صحت کی التجا ہے۔

—— منڈی بہاؤالدین سے مولوی فضل الرحمٰن صاحب نمبردار لکھتے ہیں کہ "عاجز کا بڑا لڑکا لطیف الرحمٰن بعارضہ بخار اور چھوٹا لڑکا نجم الرحمٰن ملیریا میں مبتلا ہیں، بزرگان سلسلہ کی خدمت میں التماس ہے کہ ان کی صحت کاملہ و شفائے عاجلہ کے لئے درگاہ رب العزت میں دعا فرما کر عنداللہ ماجور ہوں"

—— کیمبل پور ضلع ہزارہ سے گل زمان صاحب جو عرصہ سے بیمار تھے اطلاع دیتے ہیں کہ ان کی صحت بحمداللہ پہلے سے بہتر ہے ڈاکٹر صاحب نے گرمی اور دھوپ سے بچنے کی تاکید کی ہے، احباب کرام صحت کاملہ کے لئے دعا فرمائیں۔

—— ماسٹر عبدالغنی صاحب انگلش ٹیچر مسلم ہائی سکول بدوملہی نے اپنی اہلیہ محترمہ کی صحت یابی پر مبلغ دس روپیہ انجمن کی نذر کئے ہیں ماسٹر صاحب کی بچی بھی بیمار ہے، اس کی صحت کے لئے احباب سے دعا کے ملتجی ہیں۔

تصحیح۔ سابقہ اشاعت میں محمد اصغر علی صاحب ایبٹ آباد کی درخواست دعائے صحت درج کرتے ہوئے اس دعائیہ کلمہ میں کہ "دنیا کی خدمت کی توفیق دے" دنیا سے پہلے "دین" کا لفظ لکھنے سے رہ گیا۔ یعنی اصل فقرہ یوں ہے "دین و دنیا میں خدمت کی توفیق دے"۔

احمدیہ ینگ مینز ایسوسی ایشن

مورخہ ۲۷ر اپریل کو احمدیہ لائبریری (واقعہ احمدیہ بلڈنگس) میں ینگ مینز ایسوسی ایشن کا اجتماع ہوا۔ مولوی فضل الرحمٰن صاحب کے مقالہ سے جو کہ "موجودہ تہذیب ناکام ہوئی" کے مخالف تھا میٹنگ کی ابتدا ہوئی جس میں انہوں نے اس کی عالمگیر مقبولیت و اثر پر زور دیتے ہوئے اسکو کامیاب کرنے کی کوشش کی۔ بعد ازاں سلطان احمد صاحب نے "موجودہ تہذیب ناکام ہوئی" کے عنوان سے دوسرا مقالہ پڑھا جس میں انہوں نے اخلاقی ترقی کو بطور معیار رکھتے ہوئے یہ ثابت کیا کہ چونکہ موجودہ تہذیب اخلاقی تنزل کا موجب ہے اس لئے یہ ناکام ہے اس کے بعد ناصر احمد صاحب نے اس عنوان کے حق میں مقالہ پڑھا اور بتایا کہ تہذیب کی کامیابی کا انحصار عوام میں دلی سکون اور باہم میل محبت پر ہے اور چونکہ موجودہ تہذیب یہ چیز پیدا کرنے سے قاصر ہے اس لئے یہ ناکام ہے۔ بعد ازاں مولوی آفتاب الدین احمد صاحب نے ایک نہایت پُر از معلومات تقریر اسی مضمون پر کی جس میں انہوں نے یہ بتایا کہ ایک وقت تک یہ خیال یورپ میں عام تھا کہ تہذیب کا اصل مقصد انسان کو دلی تسکین بخشنا اور باہم میل جول سے زندگی بسر کرنا ہے، لیکن کارل مارکس کے زہریلے نظریئے نے ظاہری عیش اور دنیاوی رنگینی کو تہذیب کا اصل مقصد ٹھہرا کر دنیا کو گمراہ کر دیا۔

اس کے بعد مجلس اگلی میٹنگ کے لئے برخاست ہوئی۔ خاکسار۔ سیکرٹری

امام مسجد ووکنگ ہالینڈ میں

امام صاحب کی ڈائری کے چند اوراق

۱۵ اپریل میں اچانک رات کے بارہ بجے ہالینڈ سے فون آیا کہ وہاں مشن ہاؤس کے سلسلہ میں کچھ مشکلات کا سامنا ہے اور غالباً مجھے چند دنوں کے لئے وہاں جانا پڑے گا۔ دو چار روز بعد تفصیلی خط آ گیا جس سے معلوم ہوتا تھا کہ مشکلات کی نوعیت ایسی ہے کہ مجھے جانا ہی پڑے گا۔ ووکنگ مشن کی مصروفیات کچھ اس قسم کی ہیں کہ میرا باہر جانا بڑا ہی مشکل ہوتا ہے لیکن حالات نے مجبور کیا اور بادل نخواستہ مجھے جمعرات یعنی ۱۷ ماہ اپریل کو شام کے قریب عازم ہالینڈ ہونا پڑا۔

ہالینڈ میں

شام کے ۶ بجے ووکنگ سے روانہ ہو کر رات کو رودبار انگلستان کو عبور کر کے ۱۸ اپریل کو صبح ۹ بجے ایمسٹرڈم پہنچ گیا۔ چونکہ عبدالرحمان کو بے صاحب مشنری انچارج کی طبیعت علیل تھی لہذا اسٹیشن پر استقبال کے لئے مشن کے دیرینہ خیر خواہ نوجوان حسین العطس صاحب موجود تھے۔

نماز جمعہ

سیدھے مشن ہاؤس میں پہنچنے کے بعد دوپہر کا کھانا کھا کر نماز جمعہ کی تیاری ہوئی۔ نماز میں نے ہی پڑھائی حاضرین کی تعداد معمولی تھی۔ میں نے سورۃ الانشراح تلاوت کرنے کے بعد اس کے معنی اور مقاصد پر روشنی ڈالی جس کو حاضرین نے پسند کیا۔ نماز کے بعد گفتگو کا سلسلہ جاری رہا۔

سفیر پاکستان سے ملاقات

لیکن چونکہ مجھے سید لال شاہ صاحب بخاری جو کہ پاکستانی سفارت خانہ ہیگ کے انچارج ہیں کو ضروری ملنا تھا لہذا یہ سلسلۂ گفتگو منقطع کرنا پڑا۔ اور میں جناب حسین العطس صاحب کی معیت میں عازم ہیگ ہوا، جہاں شاہ صاحب کو مشن کی مشکلات سے آگاہ کیا۔ شاہ صاحب سے تقریباً ایک گھنٹہ مختلف موضوعات پر گفتگو ہوتی رہی دوران گفتگو میں شاہ صاحب نے کہا کہ چونکہ ۲۱ ماہ اپریل کو سفارتخانہ میں یوم اقبال منا رہے ہیں لہذا اس میں بھی شریک ہوں۔ انہوں نے مشن کی کما حقہ امداد کا وعدہ فرمایا۔

ایک پُر لطف اجتماع

میں ۶ بجے شام پھر گاڑی میں سوار ہو کر عازم ایمسٹرڈم ہوا جہاں رات کے ۸ بجے ایک اور اجتماع کا انتظام ہو چکا تھا۔ اس پُر لطف اجتماع میں بہت سے ان احباب اور نومسلمین سے دوبارہ ملاقات کا موقع ملا جن سے سال گذشتہ حضرت الحاج شیخ میاں محمد صاحب صدر انجمن کی معیت میں ملاقات ہوئی تھی۔ یہ مجلس رات کے گیارہ بجے ختم ہوئی اور میں تمام دن رات کی کوفت اور سفر کی تکان کے باعث چکنا چور ہو چکا تھا لہذا نماز مغرب و عشاء کی باجماعت ادائیگی کے بعد آرام کا نصیب ہونا ایک نعمت غیر مترقبہ تھی۔

لارڈ میئر سے ملاقات

دوسرے دن صبح ہی لوگوں کی آمد و رفت کا سلسلہ شروع ہو گیا لیکن اس دن ۱۲ بجے ایمسٹرڈم کے لارڈ میئر (Lord Mayor) سے ملاقات کا وقت مقرر تھا لہذا مجھے پھر احباب سے رخصت حاصل کرنی پڑی اور ٹاؤن ہال میں لارڈ میئر سے تقریباً پون گھنٹہ گفتگو میں صرف ہوا۔ لارڈ میئر بڑی ہی خوش اسلوبی اور خندہ پیشانی سے پیش آئے۔ اور ان سے بھی مشن ہاؤس کی مشکلات کے بارہ میں عرض کیا۔ انہوں نے بھی ہر ممکن امداد کا وعدہ کیا اور کہا کہ مشن کے انچارج ان سے ملیں۔ اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ یہ ملاقاتیں کامیاب رہیں۔

انڈونیشیا کے ڈچ مترجم قرآن

لارڈ میئر صاحب کی ملاقات سے واپس آیا تو معلوم ہوا کہ Mr. Soedewo جنہوں نے حضرت امیر قوم کے انگریزی ترجمۃ القرآن کا ڈچ زبان میں ترجمہ کیا تھا۔ آج کل انڈونیشیا سے یہاں ہالینڈ بغرض علاج فرزند خود تشریف لائے ہوئے ہیں اور چونکہ وہ اپنے صاحبزادے کی علالت کی وجہ سے مصروف ہیں لہذا وہ خود تشریف نہیں لا سکتے لہذا میں خود ان کی ملاقات کے لئے گیا اور ان کو مل کر بے حد خوشی ہوئی ان سے تقریباً پون گھنٹہ گفتگو کا سلسلہ جاری رہا۔ دوران گفتگو میں معلوم ہوا کہ وہاں کی جماعت ڈچ ترجمۃ القرآن کو دوبارہ جاپان میں طبع کرانے کی فکر میں ہے۔ میں نے حضرت امیر مرحوم کی نظر ثانی شدہ نئی ایڈیشن کا تذکرہ کیا اور کہا کہ ڈچ نئی ایڈیشن اس سے ترجمہ ہو کر شائع ہونی چاہیئے۔ اور ان سے عرض کیا کہ اس بارہ میں لاہور سے خط و کتابت کر کے طے کریں جس کا انہوں نے وعدہ کیا Mr. Soedewo صاحب دوسرے دن عازم انڈونیشیا ہو گئے اللہ تعالیٰ ان کا سفر و حضر میں حامی و ناصر ہو اور ان کے صاحبزادہ کو جو بغرض علاج ایمسٹرڈم میں داخل ہسپتال ہیں صحت کامل اور شفاء عاجل عطا فرمائے۔

کتب حضرت امیرؒ جکارتا یونیورسٹی میں

احباب یہ سن کر یقیناً خوش ہوں گے کہ حضرت امیر مرحوم کا ترجمۃ القرآن اور دی ریلیجن آف اسلام، ہر دو کتب جکارتا یونیورسٹی کی فیکلٹی آف لا کے نصاب میں داخل ہیں اور قانون کے ہر طالب علم کے لئے ان کا مطالعہ ضروری ہے فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

احباب سے ملاقات اور مذہبی گفتگو

اتوار ۲۰ ماہ اپریل کا پہلا پہر تو احباب سے ملاقات اور مذہبی مسائل پر تبادلۂ خیالات میں صرف ہوا لیکن بعد از دوپہر میں چند احباب کی معیت میں باہر سیر کو چلا گیا جو بہت ہی پُر لطف تھی، جس کی وجہ سے قدرے آرام بھی مل گیا گو وہاں بھی مختلف مذہبی اور دینی مسائل پر کافی بحث ہوتی رہی جن میں خاص طور پر قابل ذکر امور متعلقہ ممانعت شراب، حرمت خنزیر، تعدد ازواج، حضرت صاحب کا دعوے۔ ضرورت مجدد الہام اور وحی کی کیفیت وغیرہ وغیرہ تھے۔ گفتگو اور آمد و رفت اور میل ملاقات کا سلسلہ بالعموم رات کے گیارہ بارہ بجے تک رہتا تھا۔

ایک پروفیسر صاحب سے ملاقات

اتوار کی شام کو ایمسٹرڈم یونیورسٹی کے پروفیسر آف Sociology of Indonesia پروفیسر Wertheim مجھ سے ملنے کے لئے تشریف لائے جن سے تقریباً ایک گھنٹہ تک گفتگو ہوتی رہی۔ یہ پروفیسر صاحب پہلے تو اسلام سے اجنبی تھے لیکن اب آشنا ہو رہے ہیں، کچھ بعید نہیں کہ اللہ تعالیٰ انکو نور اسلام سے منور کرے اور وہ مسلمان ہو جائیں ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء۔

جلسہ یوم اقبال میں شمولیت

۲۱ ماہ اپریل کثیر کافی مصروفیت کا دن تھا۔ قبل از دوپہر واپسی سفر کے سلسلہ میں کچھ انتظامات کرنے تھے اور چند انتظامی امور متعلقہ مشن کے سلجھانے میں وقت گذر گیا۔ بعد از دوپہر و نماز یوم اقبال اور جلسہ معراج میں شمولیت کی خاطر پھر ہیگ کا سفر اختیار کرنا پڑا۔ چنانچہ ۳ بجے بذریعہ کار عازم ہیگ ہوا۔ میرے ہمراہ چند احباب بھی تھے۔ ہیگ پہنچکر ایک گھنٹہ وہاں چند احباب سے ملنے میں صرف ہو گیا اس کے بعد تقریباً ۶ بجے یوم اقبال کے جلسہ میں شامل ہوا جہاں بہت سے احباب اور امراء اور سفراء وغیرہ سے ملاقات کا موقع ملا۔

جلسہ معراج النبی صلعم

اس جلسہ سے فارغ ہو کر رات کے نو بجے جلسہ معراج النبی کریمؐ میں شامل ہوا جہاں پھر کئی ایک دوستوں سے ملنے اور گفتگو کرنے کا موقع ملا۔ اس جلسہ کے روح رواں ہمارے قابل قدر نوجوان مسلم فوزالدین اور تمک تھے جن کے نام نامی سے اکثر احباب واقف ہیں اور جو بڑے متقی اور پرہیزگار نوجوان ہیں اور تبلیغی کام میں بیحد دلچسپی لیتے ہیں۔ اس جلسہ میں علاوہ عربی ممالک کے نمایندوں کے انڈونیشیا کے ہائی کمشنر صاحب [illegible] بھی شامل تھے جن سے کافی عرصہ مختلف موضوعات پر گفتگو کا سلسلہ جاری رہا۔ یہ جلسہ رات کے ۱۱ بجے ختم ہوا اور ہم سب رات کے ۱۲ بجے ایمسٹرڈم پہنچے۔

ہالینڈ مشن کے انتظامی امور

منگل ۲۲ ماہ اپریل کا دن مشن کے انتظامات اور چند ضروری انتظامی امور کے لئے مختص تھا چنانچہ مسٹر فوزالدین احمد اور تمک ہیگ سے اس غرض کے لئے تشریف لائے اور مسٹر حسین العطس اور مسٹر عبدالرحمان کو بے انچارج مشن کی موجودگی میں ضروری امور پر چند گھنٹے صرف کئے گئے اور ان تین احباب کی ایک انتظامی کمیٹی بنائی گئی۔

ایک شادی

بدھ وار ۲۳ ماہ اپریل کو ہماری نومسلمہ بہن طاہرہ سعیدہ پوسٹ کی شادی خانہ آبادی کا دن مقرر تھا۔ ان کی شادی ایک مصری انجنیئر سے قرار پائی تھی (باقی بر صفحہ ۳)

احمدی جماعت کی خصوصیت و صفات

مولانا احمد گل صاحب جہلم

سرائے عالمگیر دریائے جہلم کے پار کنارے پر واقع ہے۔ ملک فضل الٰہی صاحب سیکرٹری جماعت جہلم کی وساطت سے حکیم محمود الحسن صاحب سے کم و بیش دو سال سے ملاقات کا سلسلہ جاری ہے۔ اس عرصہ میں خاکسار نے سلسلہ کی کتابیں اور دیگر مفید لٹریچر ان کو بہم پہنچایا۔

حکیم صاحب فطرتی طور پر منصف مزاج اور متلاشی حق ہیں۔ اولاً بعض خیالات میں ہمارے ساتھ متفق ہو گئے اور بعض کو اپنے خیال میں غیر صحیح سمجھ کر ان پر جرح قدح کرتے رہے۔ پچھلے سال جہلم میں احرار کانفرنس کے پروپیگنڈے کا اثر ان پر بھی ہوا جس کے مقابلہ میں مجھ کو بھی تبلیغی کوشش اور زیادہ کرنی پڑی۔ اس وقت سے آج تک میری کوشش بدستور جاری ہے اور خدا تعالیٰ کے فضل سے اب وہ پورے طور پر جماعت کے خیالات سے متفق اور متحد ہو چکے ہیں۔ مگر اب سوال ان کی سلسلہ میں شمولیت کا ہے .... اس سلسلہ میں انہوں نے فرمایا ہے کہ:-

"حضرت مسیح موعود نے سلسلہ بیعت میں شامل ہونے کیلئے جو شرائط مقرر فرمائی ہیں اور ان کو کمال تک پہنچانے کے لئے آپ نے جو عہد لیا ہے اس عہد کو نباہنا بہت مشکل ہے۔ دل چاہتا ہے کہ میں باقاعدہ جماعت میں شامل ہو جاؤں مگر جب میں اپنے اندر ان شرائط کے مقابلہ میں بہت سی کمزوریاں دیکھتا ہوں جو ایک احمدی کہلانے والے کے مناسب حال نہیں تو پھر اس ارادہ کو ترک کر دیتا ہوں۔ میں عملی رنگ میں ان چیزوں کو اپنے اوپر وارد کرنیکی کوشش کر رہا ہوں جو اسلام اور احمدیت کے عین مطابق ہیں"

احمدیت اور اس کے اصولوں کے متعلق یہ اس شخص کا خیال ہے جس نے ابھی تک اپنے آپ کو سلسلہ عالیہ احمدیہ کیساتھ منسلک نہیں کیا۔ اگر غور سے دیکھا جائے تو یہ درس عبرت ہے ان لوگوں کے لئے جنہوں نے حضرت مسیح موعود کی بیعت میں شامل ہو کر اس بات کا عہد کیا ہوا ہے کہ ہر معاملہ میں دین کو دنیا پر مقدم کریں۔ حضرت اقدس کی کتب پڑھنے سے پتہ چلتا ہے کہ آپ کی تمام تر کوشش قوم کی عملی اور اخلاقی اصلاح کی طرف رہی ہے۔ آپ نے جہاں اس بات پر زور دیا ہے کہ خدا تعالیٰ کے احکام کو پورے طور پر بجا لایا جائے وہاں ہر اس شخص کو جو ان احکام کی خلاف ورزی کرتا ہے اسے اپنی جماعت سے خارج قرار دیا ہے۔ فرماتے ہیں:-

۱۔ "جو شخص مکاری سے زندگی بسر کرتا ہے اور اپنی بد عہدیوں سے یا کسی قسم کے جور و جفا سے اپنے کسی بھائی کو آزار پہنچاتا ہے یا وساوس و حرکات مخالف عہد بیعت سے باز نہیں آتا وہ اپنی بدعملی کی وجہ سے اس سلسلہ سے باہر ہے۔"

۲۔ "چاہیئے کہ اسلام کی ساری تصویر تمہارے وجود میں نمودار ہو اور تمہاری پیشانیوں میں اثر سجود نظر آوے اور خدا تعالیٰ کی بزرگی تم میں قائم ہو۔ اگر قرآن اور حدیث کے مقابل ایک جہان عقلی دلائل کا دیکھو تو ہرگز اس کو قبول نہ کرو اور یقیناً سمجھو کہ عقل نے لغزش کھائی ہے۔ توحید پر قائم رہو اور نماز کے پابند ہو جاؤ اور اپنے مولےٰ حقیقی کے حکموں کو سب سے مقدم رکھو۔ اور اسلام کے لئے سارے دکھ اٹھا لو ولا تموتن الا و انتم مسلمون۔"

۳۔ "اس جماعت کو تیار کرنے سے غرض یہی ہے کہ زبان۔ کان۔ آنکھ اور ہر ایک عضو میں تقوےٰ سرایت کر جائے۔ تقوےٰ کا نور اس کے اندر اور باہر ہو۔ اخلاقِ حسنہ کا اعلیٰ نمونہ ہو۔ اور بے جا غصہ اور غضب وغیرہ بالکل نہ ہو .... پس جب تک تبدیلی نہ ہوگی تب تک تمہاری قدر اس کے نزدیک کچھ نہیں۔ خدا تعالےٰ ہرگز پسند نہیں کرتا کہ حلم اور صبر اور عفو جو عمدہ صفات ہیں ان کی جگہ درندگی ہو اگر تم ان صفاتِ حسنہ میں ترقی کرو گے تو بہت جلد خدا تک پہنچ جاؤ گے۔"

۴۔ "سو اے وے تمام لوگو! جو اپنے تئیں میری جماعت شمار کرتے ہو آسمان پر تم اس وقت میری جماعت شمار کئے جاؤ گے جب سچ مچ تقوےٰ کی راہوں پر قدم مارو گے سو اپنی پنجوقتہ نمازوں کو ایسے خوف اور حضور سے ادا کرو کہ گویا تم خدا تعالےٰ کو دیکھتے ہو اور اپنے روزوں کو خدا کے لئے صدق کے ساتھ پورا کرو۔ ہر ایک جو زکوٰۃ کے لائق ہے زکوٰۃ دے اور جس پر حج فرض ہو چکا ہے اور کوئی مانع نہیں وہ حج کرے۔"

۵۔ "ان سب باتوں کے بعد پھر میں کہتا ہوں کہ یہ مت خیال کرو کہ ہم نے ظاہری طور پر بیعت کر لی ہے ظاہر کچھ چیز نہیں۔ خدا تمہارے دلوں کو دیکھتا ہے اور اسی کے موافق تم سے معاملہ کرے گا۔ دیکھو میں یہ کہکر فرض تبلیغ سے سبکدوش ہوتا ہوں کہ گناہ ایک زہر ہے اور اس کو مت کھاؤ۔ خدا کی نافرمانی ایک گندی موت ہے اس سے بچو .... جو شخص جھوٹ اور فریب نہیں چھوڑتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص دنیا کی لالچ میں پھنسا ہوا ہے اور آخرت کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص درحقیقت دین کو دنیا پر مقدم نہیں رکھتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص پورے طور پر ہر ایک بدی اور ہر ایک بدعملی سے یعنے شراب سے قمار بازی سے بدنظری سے اور خیانت سے۔ رشوت سے اور ہر ایک ناجائز تصرف سے توبہ نہیں کرتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص پنجگانہ نماز کا التزام نہیں کرتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص ماں باپ کی عزت نہیں کرتا اور امور معروفہ میں جو خلاف قرآن نہیں ہیں ان کی بات کو نہیں مانتا اور ان کی تعہد خدمت سے لاپروا ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے جو شخص اپنی اہلیہ اور اس کے اقارب سے نرمی اور احسان کے ساتھ معاشرت نہیں کرتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے .... جو شخص اس عہد کو جو اس نے بیعت کے وقت کیا تھا کسی پہلو سے توڑتا ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے ...... جو شخص مخالفوں کی جماعت میں بیٹھتا ہے اور ہاں میں ہاں ملاتا ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ ہر ایک زانی۔ فاسق۔ شرابی۔ خونی۔ چور۔ قمار باز۔ خائن۔ مرتشی۔ غاصب۔ ظالم۔ دروغگو۔ حیلہ ساز۔ اور ان کا ہمنشین اور اپنے بھائیوں اور بہنوں پر تہمتیں لگانے والا ہے۔ وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ یہ سب زہریں ہیں تم ان زہروں کو کھا کر کسی طرح بچ نہیں سکتے۔"

حضرت اقدس کے مندرجہ بالا اقتباسات سے پتہ چلتا ہے کہ آپ ایک ایسی جماعت کے خواہشمند ہیں جو ہر رنگ میں دینی اور مذہبی جماعت ہو۔ اپنے قول و عمل میں صدق و اخلاص اور تقوےٰ و طہارت کا پتلا ہو۔ آپ کی پیش کردہ تعلیم و قیمتی نصائح پر ہر احمدی کو صرف عمل کرنے کی کوشش ہی نہیں کرنی چاہیئے بلکہ شامل ہو کر اپنے آپ کو دنیا کی قوموں کے سامنے اسلام کا ایک سچا نمونہ بن کر پیش کرنا چاہیئے۔

مولانا عمر الدین صاحب مرحوم کے قبولِ احمدیت کی داستان

ذیل کا مضمون مولانا عمر الدین صاحب نے جن کی وفات کی خبر دوسری جگہ درج ہے، ۱۹۳۳ء میں "پیغام صلح" کے قبولِ احمدیت نمبر میں "عمر الدین کا احمدی ہونا" کے عنوان سے لکھا تھا:—

۱۹۰۱ء میں یہ خاکسار تلاشِ روزگار میں شملہ میں گیا لیکن ڈیڑھ دو سال کی کوشش کے باوجود کامیابی نہ ہوئی۔ آخر کالکا شملہ ریلوے لائن پر ایک منشی کی جگہ کچھ عرصہ کے لئے ملی اور بڑوگ اسٹیشن کے نیچے جو آخری سرنگ ہے اس کے جنوبی منہ کی طرف جو سرنگ بنائی جا رہی تھی اس کے قلیوں کا حساب کتاب اور ڈائنا مائٹ جس سے سرنگ اڑائی جاتی ہے، اس کا حساب میرے متعلق تھا۔ انہی دنوں حافظ محمد یوسف صاحب امرتسری شملہ میں تشریف لائے اور وہ ایک انجمن بنام حامی نومسلمانان امرتسر کے لئے چندہ فراہم کرتے تھے۔ مجھے چونکہ یہ فطرتاً آرزو تھی کہ میں نومسلموں کی خدمت کروں اور اگر موقعہ ملے تو میں تبلیغ اسلام کروں، اس لئے میں اپنے بہنوئی مستری محمد اسمٰعیل صاحب جن کے میں زیرِ سایہ تھا، کی اجازت سے حافظ محمد یوسف صاحب کے ساتھ انجمن حامی نومسلمانان میں ملازم ہو گیا۔ حافظ صاحب نے مجھے دینی تعلیم دلوانے کا وعدہ فرمایا اور میں نے اسے اپنی خوش قسمتی سمجھا اور میں نے اس شوق میں اپنے تمام دنیاوی فائدوں کا خیال ترک کر دیا۔

میں حافظ صاحب کے ساتھ شملہ میں جگہ جگہ جاتا اور جو کچھ حافظ صاحب فرماتے وہ کام کر دیتا۔ دراصل میں شملے میں حافظ صاحب کا گائڈ تھا کیونکہ مجھے تمام راستے معلوم تھے اور حافظ صاحب اجنبی تھے۔ مجھے اس راہبری کے زمانہ میں خوب یاد ہے کہ ایک موقعہ پر حافظ صاحب جب لاخی محلہ میں چندہ کے لئے گئے تو وہاں شملہ کی جماعت احمدیہ کے معزز رکن جناب مرشدی بخش صاحب لاہوری سے ان کا ایک مکالمہ ہوا تھا جس میں مرشد صاحب تو بہت تیز معلوم ہوتے تھے، اور حافظ صاحب کمزور۔ میں اس وقت ان کے مکالمہ سے کچھ سمجھ نہیں سکا بجز اس کے کہ مرشد صاحب آیت قطع الوتین سے حضرت مرزا صاحب کی صداقت پر استدلال کر رہے تھے اور حافظ صاحب اسے رد کر رہے تھے۔ مگر میں نے اس طرف کوئی توجہ نہ کی اور نہ مجھے خبر تھی کہ احمدیت کوئی اہم چیز ہے اور سچ یہ ہے کہ میں نے اس سے پہلے اس کا نام کبھی نہ سنا تھا۔

میں اہلحدیث ہو گیا

ان دنوں حافظ صاحب جامع مسجد میں ایک اندرونی حجرہ میں جو شمالی جانب مسجد کے اندر واقع ہے مقیم تھے۔ اور جناب مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی بھی اکثر ان سے ملنے کو تشریف لاتے تھے یوں مجھے مولوی محمد حسین صاحب سے کچھ پڑھنے کا موقعہ مل گیا۔ مولوی صاحب سے مجھے پہلے ہی بڑی عقیدت تھی کیونکہ میں بھی اہل حدیث جماعت میں شامل ہو گیا تھا۔ مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری کی کتابیں دیکھا کرتا تھا۔ اور اہلحدیث کی کتاب بلاغ المبین کے مطالعہ نے مجھے حنفی سے اہلحدیث کر دیا تھا۔ مگر میں محض حنفی ہی نہ تھا بلکہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رح کے قصیدہ غوثیہ کو بڑی محبت سے پڑھتا تھا۔ اور میں قادری سلسلہ میں بیعت تھا اور نقشبندی بزرگوں کی سچے دل سے تعظیم کرتا تھا۔ لیکن چونکہ احناف میں عام طور پر مشرکانہ رسوم پائی جاتی تھیں اس لئے میں نے اہلحدیث ہو جانا پسند کیا، اگرچہ مجھے اس کی وجہ سے مسجد میں بعض اوقات تکلیف بھی اٹھانی پڑی۔

احمدیت کی طرف پہلا قدم

حافظ محمد یوسف صاحب اور مولوی محمد حسین صاحب، اور عبدالرحمٰن سیاح امرتسری جن کی کتاب الصرف اور کتاب نسخ مشہور ہیں بیٹھے ہوئے حضرت مرزا صاحب کا ایک اشتہار "انعامی پانچ صد روپیہ" جو بعد میں اربعین نمبر ۳ کی کتابی صورت میں شائع ہوا تھا پڑھ رہے تھے۔ اور حضرت مسیح موعود کو کافر، کاذب، دجال وغیرہ کے الفاظ سے گالیاں دیتے جاتے تھے۔ میں نے ان کی اس حالت سے متاثر ہو کر جوش سے کہا کہ کس قدر بے غیرتی کی بات ہے کہ ایک کافر یا دجال کو ہم مار نہیں سکتے۔ میں نے دو تین منٹ تک بڑے جوش سے علماء کرام سے مطالبہ کیا کہ وہ ایک ایسے خطرناک انسان کو قتل کر کے اسلام کو اس کے ضرر سے کیوں نہیں بچاتے۔ جبکہ ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کو تباہ کر رہا ہے تو پھر لعنت ہے اس مسلمان پر جو اس حالت کو دیکھ کر خاموش رہے اور جلد سے جلد ایسے شخص کو تباہ نہ کرے۔

قتل کا مشورہ

میری اس تقریر اور جرأت کی وجہ سے مولوی محمد حسین صاحب بہت خوش ہوئے اور مجھے شاباش دی، مگر ساتھ ہی یہ کہا کہ تم اتنے جوش میں نہ آؤ اور یہ نہ سمجھو کہ ہم خاموش بیٹھے ہیں۔ مگر اس کا کیا علاج کریں کہ جسے اس کام کے لئے مقرر کریں، وہ وہاں جا کر اُدھر ہی کا ہو جاتا ہے، ہم نے تو کوشش کی مگر کامیابی نہیں ہوئی تم کیا کر سکتے ہو، تم تو ابھی نوجوان ہو، وہاں تو کوئی ایسا آدمی پختہ کار جانا چاہیئے جو دو چار سو آدمی کو ادھر اُدھر کر کے آگے جا کر مرزا کو قتل کر دے۔ اس کے تو ارد گرد سینکڑوں آدمی جمع رہتے ہیں۔ اس پر میں نے کہا واہ مولانا آپ آخر مولوی ہی ہیں۔ یہ کام تو بالکل آسان ہے، آپ میری مدد فرمایئے میں اس کام کو کر کے دکھا دوں گا، اگرچہ میں مارا بھی جاؤں یا پھانسی دے دیا جاؤں مجھے اسلام کے لئے اپنی جان کی بھی کوئی پروا نہیں ہے۔ آپ مجھے یا تو ایک ریوالور چھپا کر دیں تا کہ میں اُن کے مجمع میں ہی بیٹھ کر تڑا تڑ فائر کر کے اس دجال کا خاتمہ کر دوں اور اگر یہ مشکل ہو تو ایک بندوق یا رائفل لا دیجئے میں راستہ میں کسی محفوظ مقام پر چھپ کر بیٹھا ہوں گا جب مرزا صاحب گذریں گے تو میں فائر کر کے کام تمام کر دوں گا۔ اس پر مولوی محمد حسین صاحب بہت خوش ہوئے اور مجھے بہت پیار کیا اور کہا کہ یہ لڑکا کچھ کر دکھائے گا۔ تب میں نے کہا کہ مولوی صاحب آپ صبر کریں میں آپ کو بتاتا ہوں کہ میں کیا کرنے کا ارادہ کر چکا ہوں۔ سنئے آپ سے اگر کچھ بندوبست نہ ہو تو قادیان میں آپ صرف میری رہائش اور کھانے کا بندوبست کر دیں پھر میں ایک مرزا صاحب ہی کیا ہیں ان کا گھر بار ہی فنا کر دوں گا تب میں نے مولوی صاحب کو بتایا کہ میرے پاس ایک درجن ڈائنا مائٹ کارتوس مع پلیتوں کے بالکل تیار ہیں، ان سے تو پہاڑوں کو توڑا جاتا ہے، میں مرزا صاحب کے گھر کو اڑا دوں گا اور اس طرح سے یہ تمام جھگڑے کی جڑھ ہی کٹ جائے گی۔ مولوی صاحب اور حافظ صاحب اب تو بہت ہی خوش ہوئے اور کہا کہ ہم تیرے ساتھ ہیں تم بے فکر رہو اور یہ کام کر دو۔ میں نے کہا انشاء اللہ ایسا ہی کروں گا۔

"اربعین"

اس وقت تو میں نہیں جانتا تھا کہ وہ اشتہار کیا ہے، اور اس میں کیا دلائل ہیں، ہاں یہ تعجب کی بات ہے، کہ خود اشتہار میں حضرت مرزا صاحب نے اپنے صادق مامور ہونے پر آیت لو تقول علینا بعض الاقاویل سے استدلال کرتے ہوئے خود ہی فرمایا کہ لوگوں نے میرے قتل کے منصوبے کئے، مجھے پھانسی دلوانے کے لئے قتل کے جھوٹے مقدمے بنائے اور کیا کچھ نہ کیا، مگر خدا تعالےٰ نے مجھے لوگوں کے شر سے حسبِ وعدہ خود ہر طرح سے محفوظ رکھا پھر اس میں یہ بھی لکھا کہ جو کچھ بھی ممکن ہو کرو خدا تعالیٰ میرا حافظ ہے۔ دعائیں کرو یہاں تک کہ تمہارے ناک گھس جائیں اور روتے روتے آنکھیں نکل جائیں پر وہ سب بددعائیں تمہارے منہ پر ہی ماری جائیں گی۔ غرض یہ اربعین کا مضمون تھا اور ادھر میری فطرت بلا سمجھے جوش میں آکر یہ چاہتی تھی کہ ایک کاذب مدعی کو ضرور ہلاک کرنا چاہیئے اس لئے میں پوری طرح اس کام کے لئے تیار ہو گیا۔

اشتہار کا جواب

پانچ صد روپیہ انعامی اشتہار کا چونکہ پہلا مخاطب حافظ محمد یوسف تھے اور پھر تمام نامی علماء، اس لئے حافظ صاحب سے مولوی محمد حسین نے کہا کہ تو ہوا مگر اشتہار کا جواب پہلے ہونا چاہیئے حافظ صاحب نے کہا کہ مولانا یہ تو پھر آپ کا ہی کام ہے اس پر مولوی محمد حسین صاحب نے کہا کہ اگر اس کا جواب تحریراً دیا گیا تو ادھر سے دس گنا زیادہ جواب لکھا جائے گا۔ اس لئے بہتر یہ ہے کہ ایسا راستہ سوچو کہ سانپ بھی مر جائے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے۔ حافظ صاحب نے کہا کہ مولانا پھر آپ ہی فرمایئے کیا کیا جائے۔

مولوی محمد حسین صاحب کا مشورہ

مولوی صاحب نے کچھ دیر آنکھیں بند کر کے اور سر نیچے کئے ہوئے سوچ کر فرمایا کہ اس سال ندوۃ العلماء کا سالانہ جلسہ امرتسر میں ہونا قرار پایا ہے، اس لئے اس اشتہار کا یہ جواب دینا چاہیئے کہ مرزا صاحب علماء کے روبرو آ کر جلسہ کے موقع پر آیت لو تقول علینا بعض الاقاویل پر بحث کریں اور اگر وہ ہار جائیں تو اپنے دعوے سے توبہ کریں۔

حافظ صاحب:— اور اگر مرزا صاحب مباحثہ کے لئے آ گئے تو ؟

مولوی محمد حسین صاحب:— وہ کبھی مباحثہ کے لئے نہیں آئیں گے۔ وہ پہلے لکھ چکے ہیں کہ میں آیندہ علماء سے مباحثات کا سلسلہ اللہ تعالےٰ کے حکم سے بند کرتا ہوں۔ پس اگر وہ آ بھی گئے تو ہم انہیں کہیں گے کہ وہ خدا کا حکم کدھر گیا جس کی رو سے مباحثہ بند ہوا تھا۔ پس تم جھوٹے ہو اس لئے تم سے کوئی مباحثہ نہیں۔

حافظ صاحب:- واہ مولانا بہت خوب تجویز ہے جزاکم اللہ۔

مولوی عبدالرحمٰن سیاح:- بس مولانا اب اس اشتہار کا جواب لکھتا ہوں، میں خوب سمجھ گیا ہوں۔

عمرالدین:- مولوی صاحب! مجھے یہ تجویز اپنی شکست معلوم ہوتی ہے۔ چاہیئے تو یہ کہ جس راہ سے بھی وہ آپ کا مقابلہ کریں آپ اسے شکست دیں نہ یہ کہ آپ فرار کی راہ پہلے سے ہی تلاش کر لیتے ہیں۔

مولوی محمد حسین صاحب:- چپ رہو تم ابھی بچے ہو۔ لڑائی کے وقت ایسی تدابیر جائز ہوتی ہیں۔

اب یہ تمام پارٹی کی پارٹی مسجد سے نکل کر ایک مکان میں جو چوڑا بازار کے نیچے ہے جس میں بعد میں میر محمد وکیل مدتوں رہتا رہا آئے اور وہاں اشتہار کا جواب لکھا گیا اور اس کی نقلیں جس میں میں بھی معاون تھا کر کے مختلف اخباروں میں بھیجدی گئیں اور بڑی دھوم دھام سے جواب شائع ہوا اور خلاصہ یہ تھا کہ اب مرزا صاحب نکلیں تو دیکھیں۔ لیکن وہ ہرگز مقابل نہ آئیں گے۔

حضرت مسیح موعودؑ کا جواب

ادھر یہ مکاری ہو رہی تھی ادھر خدا کے مامور نے اپنی فراست سے اس ساری منصوبہ بازی کو تاڑ لیا اور آپ نے ایک رسالہ تحفۃ الندوہ تیار کیا گیا اور اس میں اس سارے مکر کو کھول دیا اور دلائل سے اپنا حق پر ہونا بیان کر کے اپنی جانب سے حضرت مولانا سید محمد احسن صاحب امروہی کو اپنا قائم مقام بنا کر ایک وفد کے ہمراہ جلسہ کے موقعہ پر مناظرہ کے لئے بھیجدیا مگر اس طرح خدا کی حجت پوری ہوگئی اور علماء سوء کے ہاتھ میں بجز یاوہ گوئی اور کچھ نہ رہا۔

ارادہ قتل سے ابتدائی رجوع

میرے دل میں علماء کی کمزوری تو کھٹکتی ہی تھی کہ ادھر رات کو میں نے مسجد میں جہاں ہم سوتے تھے حافظ صاحب کو . . . ایک ناگفتہ بہ حالت میں دیکھا اس وقت تو میں چپ ہو گیا لیکن صبح کو میں نے مولانا عبدالرحمٰن صاحب امام جامع مسجد شملہ کو رپورٹ کی اور ادھر اپنے بہنوئی جناب مستری محمد اسمٰعیل صاحب کو بتایا کہ کس شیطان کے ہمراہ مجھے کر دیا ہے اس پر وہ سخت رنجیدہ ہوئے اور میرے دوسرے رشتہ داروں نے بھی جب یہ سنا تو بہت تعجب کیا اور برا مانا۔

ادھر حافظ صاحب اپنی ندامت کو چھپانے کے لئے فوراً شملے سے چلنے کو تیار ہو گئے اور مولوی محمد حسین صاحب بھی تیار ہی تھے، حافظ صاحب مجھ سے اس قدر نرمی سے اور خوشامد سے بات کرتے کہ خدا کی پناہ۔ مگر میں منتظر تھا کہ جمعہ کی نماز ہو اور میں کھڑا ہو کر جب امام جامع مسجد شہادت دیں کہ مسجد میں یہ کارروائی ہوئی ہے۔ لیکن حافظ صاحب نے صبح ۹ بجے تمام سامان باندھ کر کہا چلو گاڑی تیار ہے۔ میں نے کہا جمعہ پڑھ کر چلیں گے تو حافظ صاحب نے کہا ہم مسافر ہیں اور پھر مولوی صاحب ہمارے ساتھ ہیں ابھی چلو بڑا ضروری کام ہے۔ میں نے عذر کیا میرے پاس نہ تو کوٹ ہے نہ پگڑی اور نہ جوتا تو میں اس حال میں چل نہیں سکتا۔

حافظ صاحب نے اسی وقت بازار سے یہ سب سامان خرید کر میرے حوالہ کیا اور میں ساتھ چلنے پر مجبور ہو گیا۔ کیونکہ سامان کے ساتھ مولوی محمد حسین صاحب نے بھی مجھے کہا کہ چلو آج ضرور چلنا چاہیئے۔ مجھے مولوی صاحب کا بہت ادب تھا۔ کیونکہ ایک تو میں نے ان سے کچھ پڑھا تھا اور پھر وہ بظاہر نیک نظر آتے تھے۔ غرض ہم شملہ سے روانہ ہوئے، راستہ میں ظہر کی نماز پڑھنے لگے تو میں نے مولوی محمد حسین کے سامنے حافظ صاحب کا بھانڈا پھوڑ دیا لیکن انہوں نے خاموشی اختیار کی۔ اور حافظ صاحب بات کو ٹالنے کی غرض سے اور طرف بات کو لے جانے لگے۔ مگر میں نے نماز علیحدہ پڑھی کیونکہ میں دل میں حافظ صاحب سے اتنا بیزار تھا کہ اُن کے ساتھ مل کر نماز پڑھنے کو جی نہ چاہتا تھا، حالانکہ نماز مولانا محمد حسین صاحب نے پڑھائی تھی۔

فطرت کی گواہی

میرے دل میں بار بار یہ خیال آنے لگا کہ جس شخص کو یہ لوگ دجّال وغیرہ کہتے ہیں شاید وہ نیک ہو اور یہ اپنی بدی کی وجہ سے اسے برا سمجھتے ہوں۔ مگر اطمینان قلب کسی طرح سے نہ ہوا اور اپنے ارادہ قتل میں کچھ ڈھیلا ہو گیا اور یہ عہد کیا کہ اب قادیان جا کر دیکھیں گے کہ وہ شخص کیسا ہے اگر واقعی وہ ایسا ہوا جیسا یہ کہتے ہیں تو پھر ڈانا مائٹ تو میرے پاس ہے ہی۔

مولویوں سے علیحدگی

جب جالندھر کا سٹیشن آیا تو میں نے حافظ صاحب سے کہا کہ میں آگے نہیں جاؤں گا میرا ٹکٹ مجھے دے دیجئے، میں یہیں اتروں گا حافظ صاحب نے فوراً ٹکٹ دیا اور شکر کیا کہ خدا نے بلا ٹال دی۔ میں اپنا بستر لے کر سیدھا گھر آیا اور مزید تعلیم کی خاطر سکول میں داخل ہو گیا۔

نہ قاصدے نہ صدائے نہ مرغے نامہ برے

ایک دن ایک پٹھان صورت قوی ہیکل شخص گاتے ہوئے گلی میں گذرا۔ اس کی آواز کچھ اچھی معلوم ہوئی تو میں اس کے قریب جا کر سننے لگا جب اس نے یہ شعر پڑھا ؎

تیر بر معصوم بارد بر خبیث بدگہر
آسماں را مے سزد گر سنگ بارد بر زمیں

تو میرے دل میں ایک رقت کی حالت پیدا ہو گئی۔ پھر اس نے جب حسب ذیل شعر پڑھا ؎

نہ قاصدے نہ صدائے نہ مرغ نامہ برے
کسے ز بے کسئے ما سوئے برد خبرے

تو مجھ پر ایک وجد کی حالت طاری ہو گئی گویا کہ میں خود کلمہ یہ خدا تعالےٰ کے نبی آخرالزمان سے کہہ رہا ہوں کہ امت کی حالت بہت ابتر ہے مگر افسوس کہ ہماری حالت کی خبر پہنچانے والا بھی کوئی نہیں ورنہ کیا یہ ممکن ہے کہ رحمت اللعٰلمین کی روح مبارک جوش میں نہ آجائے اور ایک نگاہ میں امت کا بیڑا پار ہو جائے۔

"بشارت احمد"

میں نے اس شخص سے بہت منت سماجت سے کہا کہ وہ مجھے وہ اشعار جو اس نے پڑھے ہیں لکھا دے۔ مگر اس نے مجھے کہا کہ کل جمعہ کی نماز کے وقت میں اس سے ایک مقررہ مکان پر ملوں میں حسب اقرار وہاں پہنچا وہ شخص مجھے ایک چوبارہ پر لے گیا جہاں نماز کی تیاری تھی۔ میں بھی نماز میں شامل ہو گیا۔ جب امام نے خطبہ پڑھا تو ایک وجد کی حالت تھی ایسا معلوم ہوتا تھا کہ خطیب محبت الٰہی میں ڈوبا ہوا ہے زبان میں کچھ لکنت تھی مگر پُر معارف کلام جو رنگ محبت کے ساتھ رنگا ہوا تھا وہ اس بات . . . . . کو خیال میں بھی نہ آنے دیتا تھا۔ پھر جب نماز پڑھائی تو سوز و گداز کا جو عالم تھا وہ کہہ رہا تھا کہ مسلمان ہیں تو یہ ہیں میں نہ جانتا تھا کہ میں ایک احمدی کے پیچھے نماز پڑھ رہا ہوں نماز ختم ہوئی تو وہ دو چار احمدی مل کر باتیں کرنے لگے تو مجھے معلوم ہوا کہ اوہو یہ لوگ تو احمدی ہیں۔ اور معلوم ہوا وہ فقیر جو شعر پڑھتا تھا وہ کوئی فقیر نہ تھا وہ اپنے رنگ میں کام کر رہا تھا اور امام صلوٰۃ اور خطیب حضرت جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب تھے۔

میری بیعت

اب جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب نے حضرت مسیح موعودؑ کی نظم جو خوش الحانی سے پڑھی تو میرا دل اور بھی اس طرف مائل ہو گیا۔ مگر میں نے جب یہ سنا کہ عیسیٰ علیہ السلام کو وفات یافتہ کہتے ہیں تو میں نے اپنی سمجھ کے مطابق کچھ اعتراضات کئے۔ مگر سچ یہ ہے کہ میرا دل قائل ہو چکا تھا۔ پھر میں نے دیکھا مولوی مباحثہ بھی نہیں کر سکے۔ اور اگر مولوی عبدالقیوم صاحب نے مباحثہ کیا بھی تو منہ کی کھائی۔ مولوی ولی محمد صاحب نے مجھے بجائے سمجھانے کے یہ کہا کہ دیکھو ادھر کبھی مت جاؤ۔ مگر میں نے یہ اچھی طرح سمجھ لیا کہ حضرت عیسیٰ تو واقعی مر گئے اور ڈاکٹر صاحب نے مجھے حضرت مرزا صاحب کا مجدد اور مہدی ہونا اور مہدی اور مسیح کا ایک ہی ہونا اور کسر صلیب اور قتل دجّال وغیرہ کل مسائل اچھی طرح سمجھا دیئے۔ اب میں نے بیعت کرنے کا ارادہ ظاہر کیا تو ڈاکٹر صاحب ہچکچائے اور کہا کہ ابھی تم کتابیں پڑھو۔ غالباً وہ ڈرتے ہونگے کہ کہیں پیچھے میں ان کے لئے باعث شرمندگی نہ بنوں۔ لیکن میرے اصرار کرنے پر میرا بیعت کا خط لکھا گیا۔ میں لوگوں میں تبلیغ کرنے لگ گیا۔ ادھر انٹرنس کا امتحان دے رہا تھا ادھر یہ بیعت کی اور ہر جگہ تبلیغ کرنے کی وجہ سے مخالفت شروع ہوئی۔ اپنے رشتہ داروں نے تو یہ سمجھا کہ گرمی کی وجہ سے کچھ دماغ خراب ہو گیا ہے، اس لئے مجھے جلد ہی شملے پہنچا دیا گیا تاکہ میں کسی طرح احمدیت سے دور ہو جاؤں مگر۔

تیر تاثیر محبت کا خطا جاتا نہیں

بالکل سچی بات ہے مجھے بعد میں معلوم ہوا کہ ادھر جناب ڈاکٹر صاحب دعائیں کیا کرتے تھے کہ خدایا اس خشک شہر میں کوئی احمدی بنا۔

میری قادیان کو روانگی

مجھے خط و کتابت کرتے ہوئے مسیح موعودؑ کی محبت نے جوش مارا شملے سے سیدھا قادیان پہنچا اور حضور کے دست مبارک پر بیعت کی یہ عجیب بات ہے کہ اس وقت حضرت مسیح موعودؑ نے آیت لو تقول علینا پر ایک مختصر سی تقریر کی جسے اب میں اچھی طرح سمجھ گیا۔ اور میں ایک ہفتہ کے قریب وہاں رہا۔

مولوی محمد حسین صاحب سے ملاقات

جب میں قادیان سے بیعت کر کے واپس آ رہا تھا تو بٹالہ اسٹیشن پر مولوی محمد حسین صاحب مل گئے اور دیکھتے ہی سمجھ گئے۔ ان کا اور میرا کوئی دو گھنٹے سے زیادہ دیر تک مناظرہ ہوتا رہا یہاں تک کہ وہ اور میں امرتسر پہنچ گئے۔

مناظرہ میں مولانا صاحب کو میں نے گذشتہ واقعات یاد دلا کر کہا کہ بتایئے مرزا صاحب سچے ہیں یا کہ نہیں۔ مولوی صاحب کو اعتراف کرنا پڑا کہ ہم نے بلاشبہ وہ منصوبہ کیا تھا جو میں پہلے لکھ چکا ہوں مولوی صاحب کو میں نے آیت لو تقول علینا کی دلیل سے ہی بالکل خاموش کر دیا۔ اور میں نے یہ تمام سرگذشت لکھ کر اخبار الحکم میں شائع کرا دی۔ اور وہ تمام احمدی جو شملے کی جماعت سے تعلق رکھتے ہیں وہ خاص طور پر ان تمام حالات سے واقف

(باقی بر صـ۲ـ کالم ۳)

قتل باب (ابطالِ بہائیت)

مولانا عمر الدین صاحب از بمبئی

میں نے "الاستفتاء فی قتل الانبیاء" کی ایک کاپی بہائی مذہب کے علمی صاحب کو بھی بھیجی تاکہ اگر ان کے پاس کوئی معقول جواب ہو تو میں اس پر بھی غور کر لوں۔ علمی صاحب نے تو کوئی جواب ابھی تک نہ دیا ہے اور نہ ہی دیں گے، مگر صابری صاحب نے مجھے خط لکھا کہ میں آپ کے استفتاء کے خاص خاص ( ) کا جواب لکھوں گا۔ اور مکمل جواب علمی صاحب لکھیں گے۔ میں تو خوب جانتا تھا کہ کوئی کیا لکھ سکتا ہے تاہم میں نے صابری صاحب کو لکھا کہ بہت اچھا آپ خود سوچ سمجھ کر جواب لکھئے۔

آج ۲۷ مارچ ۱۹۵۲ء کو اتفاق سے فروری کا رسالہ بشارت دیکھنے کا اتفاق ہوا تو اس میں صابری صاحب کا مضمون قتل باب . . . . . اور قتل یحییٰ کے متعلق نظر پڑا۔ میں نے بڑے شوق سے پڑھا مگر خاتمہ مضمون پر افسوس ہوا کیونکہ سارا کا سارا مضمون غلط محض تھا اور اس میں میرے پیش کردہ دلائل کی طرف قطعاً توجہ نہیں کی گئی۔ قرآن سے جب قتل یحییٰ کا کوئی ثبوت نہ ملا تو جھٹ انجیل میں سے قتل یوحنا کا واقعہ بے سند پیش کر دیا۔ پھر اس پر کفایت نہیں کی بلکہ عیسیٰ کو بھی مقتول مصلوب بیان کیا ہے اور قرآن مجید کے بیان **ما قتلوہ وما صلبوہ** کو بھی صحیح مانا ہے مگر ان معنوں میں کہ یہود تو قتل وصلیب کا باعث نہیں تھے بلکہ رومن سلطنت نے مسیح کو قتل بالصلیب کیا تھا۔ غرض یہ مضمون پڑھکر مجھ کو یقین ہو گیا کہ صابری صاحب بھی تہی دست ہیں وہ دلائل کا مقابلہ دلائل سے نہیں کر سکتے البتہ وہ مجبور ہو کر حق کو باطل سے ملتبس کرنے کے لئے غلط باتوں سے کام لیتے ہیں۔ اگر اس پر بھی ان کا خیال ہو کہ وہ حق پر ہیں تو میں اس موضوع پر ان سے یا ان کے پیشرو مربہائی سے فیصلہ کن مناظرہ کرنے کے لئے تیار ہوں بلکہ اگر وہ چاہیں تو انعامی مباحثہ کا بھی انتظام کر دیتا ہوں فیصلہ غیر جانبدار منصفوں سے لیا جائے گا۔

اب میں صابری صاحب کے تمام پیش کردہ دلائل کو یکے بعد دیگرے لکھکر ان کا رد کرتا ہوں (میں نے صابری صاحب کے دلائل کو اپنے الفاظ میں روایت بالمعنیٰ کے طور پر پیش کیا ہے)

صابری۔ جس طرح حضرت یحییٰ جو سیداً وحصوراً ونبیاً من الصالحین تھے اور حضرت مسیح ع کے مبشر تھے اسی طرح حضرت باب جو سید تھے وہ حضرت بہاء اللہ کے مبشر تھے۔ دونوں ہی شہید ہوئے۔

احمدی۔ صابری صاحب پہلے آپ یہ ثابت کریں کہ حضرت یحییٰ واقعی شہید ہوئے تھے۔ آپ کا انجیل سے یوحنا کے قتل کا قصہ ایسا ہی باطل ہے جیسے کہ انجیل میں حضرت عیسیٰ کا مقتول ومصلوب ہو کر انجیل پولس نصاریٰ کے لئے "ملعون" ہونا لکھا ہے۔ سنئے قرآن مجید جو خدا تعالیٰ کی کتاب ہے اور پہلی تمام کتب سماوی پر مہیمن ہے وہ نہ صرف یحییٰ بلکہ کل انبیاء کے محفوظ عن القتل پر شہادت دیتا ہے اس وقت صرف ایک آیت پیش کرتا ہوں سنئے خدا تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وکذالک جعلنا لکل نبی عدواً من المجرمین وکفی بربک هادیاً ونصیراً [۱۹]

اور اسی طرح جس طرح مجرمین تیرے دشمن ہیں ہم نے ہر نبی کے لئے مجرموں میں سے دشمن بنائے ہیں اور (ان دشمنوں کے مقابل) تیرا رب ہدایت (کامیابی وفلاح) دینے والا اور مدد دینے والا کافی ہے۔

کذالک کے معنوں کو سمجھنے کے لئے ذرا اس سے اوپر ان مجرموں کی سرکشی کے متعلق پڑھئے "لقد استکبروا فی انفسهم وعتوا عتواً کبیراً"

یعنی انہوں نے اپنے آپ بہت بڑا سمجھا اور بڑی بھاری سرکشی اختیار کی۔

ان کی یہ سرکشی کیسی تھی اس کا پتہ الفاظ قرآنی:۔

وجعلنا بعضکم لبعض فتنةً ط اتصبرون ج وکان ربک بصیراً

یعنی ان کی سرکشی تمہارے لئے ایک فتنہ ہے تم صبر سے کام لوگے تو دیکھو خدا تعالیٰ جو تمہارا رب ہے وہ دیکھنے والا ہے۔

پھر ان کی شرارتوں کا اس سے بھی پتہ چلتا ہے کہ وہ کہتے کہ ہمارے فتنہ وفساد (جو اشد من القتل ہے) کے بالمقابل خدا کے فرشتے اس کی مدد کو کیوں نہیں آجاتے یا خود خدا ہی کیوں خود کو اپنی قوت سے ظاہر کرتا الفاظ قرآنی:۔

"لولا انزل علینا الملئکة او نری ربنا"

سے ان کی شرارتوں کا پتہ چلتا ہے۔ اس لئے خدا نے بھی فرما دیا کہ:۔

"یوم یرون الملئکة لا بشری یومئذ للمجرمین ویقولون حجراً محجوراً"

وہ وقت آتا ہے کہ فرشتوں کو یہ دیکھ لیں گے مگر وہ ایسا وقت ہے کہ ان مجرمین کے لئے کوئی بشارت نہ ہوگی بلکہ اس وقت یہ بول اٹھیں گے کاش کوئی روک حائل ہو جائے تاکہ ہم سزا سے بچ جائیں۔

ان تمام آیات کو مدنظر رکھکر یہ صاف کھل جاتا ہے کہ وہ ہر قسم کے فتنوں سے بانیٔ اسلام اور مسلمانوں کو تباہ کرنا چاہتے تھے پس آنحضرت اور اہل اسلام کی تسلی کے لئے فرمایا کہ کذالک جعلنا لکل نبی عدواً من المجرمین اسی طرح ہر نبی کے دشمن مجرموں میں سے ہوئے ہیں وہ بھی وہی کچھ کرنے لیے ہو یہ کرتے اور کہتے ہیں، لیکن ذرا غور کر کے اس تمام تاریخ کو پڑھ جائیے تو یہ ثابت ہوگا کہ ہمیشہ خدا تعالیٰ نے اپنے نبیوں کی مدد کی اور انہیں کامیاب کیا نہ کہ مجرمین کو کبھی ان کے مقاصد میں کامیاب ہونے دیا ہو۔ سب سے بڑا حملہ تو مجرمین کا نبیوں کو قتل کرنے کی کوشش رہی ہے جس کے مقابل خدا کا ہادی ونصیر ہونا بجز اس کے کچھ معنے نہیں رکھتا کہ خدا تعالیٰ اپنے نبیوں کو ان کے سخت سے سخت حملوں کے باوجود بچاتا رہا اور وہ انبیاء اور ان کی جماعتیں کامیاب ہوتی رہیں یہی وجہ ہے کہ سورہ ابراہیم میں ایسے موقعوں کے متعلق خدا نے اپنی وحی خاص سے اپنے تمام رسولوں کو فرمایا:۔

لنهلکن الظالمین

ہم ظالموں کو ہلاک کریں گے۔ کب ہلاک کریں گے اس کے لئے فرمایا:۔

ولنسکننکم الارض من بعدهم

ان کو ہلاک کر کے تم کو اور تمہاری جماعتوں کو زمین میں سکونت دیں گے۔ گویا نبیوں کے سامنے ان کے عدواً من المجرمین (دشمنان خاص) ہلاک کر دیئے جاتے ہیں نہ یہ کہ وہ مجرمین ان رسولوں کو ہلاک کر دیں۔ وکان ربک بصیراً۔ تیرا رب دیکھنے والا ہے کا یہی منشاء ہے کہ خدا کی نظر اپنے انبیاء پر خاص ہوتی ہے وہ ان کو ضرور محفوظ بچاتا ہے۔ جب موسیٰ ؑ نے فرعون کے قتل کا اندیشہ ظاہر کیا تو فوراً فرمایا "کلا" ہرگز نہیں کیونکہ

انی اسمع واری

میں سنتا ہوں اور دیکھتا ہوں۔ میرے سنتے اور دیکھتے ہوئے وہ تم کو قتل کر سکے یہ ناممکن ہے۔ اور حق یہ ہے کہ اگر خدا سمیع وبصیر اپنے نبیوں کی فریاد کو سنے اور نہ ظالم دشمنوں کے منصوبوں کو دیکھتے ہوئے اپنے نبیوں کی مدد کرے تو پھر خدا کی ہستی کا ثبوت ہی کیا ہے۔ یہی وجہ تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے میدان بدر میں جبکہ بظاہر آپ کے اور صحابہ کے بچنے کی کوئی صورت نظر نہ آتی تھی خدا کو پکارا اور کہہ دیا کہ

اللهم ان اهلکت هذه العصابة فلن تعبد فی الارض ابداً۔

یعنی میری اور میری جماعت صحابہ کی ہلاکت اگر ہو گئی تو پھر تیرا معبود ہونا باطل ٹھہرے گا۔ کیونکہ جب سلسلہ نبوۃ کا کامل اور آخری فرد جو تمام سلسلہ نبوت کا قائم مقام ہے وہ بھی دشمنوں کے ہاتھوں مارا گیا تو اس خلیفۃ اللہ کی ہلاکت خدا کی خدائی کا ابطال ہے۔

اس دلیل کو اگر مجھ سے سن کر قبول کرتے ہیں کوئی عذر ہو تو آپ ذرا اس پر صاحب کشاف کی تحریروں کو پڑھیں جو لکھتے ہیں:۔

ضمانت الٰہی

"فاصبر ان وعد الله الحق یعنی ان نصرة الرسل فی ضمان الله وضمان الله لا یخلف واستشهد بموسیٰ وما اتاه من اسباب الهدی والنصرة علیٰ فرعون وجنوده

یعنی اے نبی تو صبر کر یقیناً اللہ کا وعدہ سچا ہے یعنی یہ کہ رسولوں کی نصرت اللہ تعالیٰ کی کفالت میں ہے اور اللہ کی ضمانت یا کفالت کبھی خلاف وعدہ نہیں ہوتی اور گواہ بنا لے موسیٰ کو اور فرعون اور اس کے لشکروں کے مقابل جو سامان فلاح ونصرۃ اسکو دیا گیا اس کو گواہ بنا لے۔

قرآن ان تمام واقعات کو جو موسیٰ اور فرعون کے متعلق بالتفصیل بیان کرتا ہے وہاں یہ صاف نظر آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو ہدایت اور نصرت موسیٰ کو دی وہ یہ تھی کہ فرعون جو موسیٰ کو قتل کرنا چاہتا تھا وہ خود مع اپنے لشکر کے غرق کر دیا گیا اور موسیٰ صاف بچ گئے اور اپنی قوم کو بھی بچا لیا۔ پس اس شہادت قرآنی سے یہ ماننا پڑا کہ جملہ انبیاء جن کو ہدایت و نصرۃ ربانی کی ضمانت ہے وہ قتل ہو جانے سے لازماً محفوظ ہیں۔ **تعجب ہے کہ** تمام تفاسیر اس آیت کے یہی معنے کرتی ہیں اور یہی معنے اس ہدایت ونصرت کے ہو سکتے ہیں مگر پھر بھی وہ اسرائیلی روایات کی بناء پر بعض انبیاء کے قتل ہو جانے کو بھی بیان کرتی ہیں۔ مولانا ابوالکلام آزاد جیسا فاضل جو اپنی تفسیر میں صاف قائل ہے کہ استقرائے تاریخی سے یہ ثابت ہے کہ سب نبی اپنے دشمنوں پر غالب آئے ان کے دشمن ہلاک کئے گئے نبیوں کو خدا نے ہمیشہ اپنی ہدایت ونصرۃ سے بچایا اور مولانا تسلیم کرتے ہیں کہ قرآن مجید سے تو کسی نبی کا قتل ہو جانا ثابت نہیں ہوتا مگر پھر بھی وہ اسرائیلی روایات کو قبول کرتے ہوئے میرے سوال کے جواب میں لکھتے ہیں کہ بعض انبیاء بنی اسرائیل کا قتل ہو جانا تاریخ سے ثابت ہے۔ جب میں نے دوبارہ سوال کیا کہ وہ کونسی مستند تاریخ ہے تو مولانا نے جواب ہی نہ دیا ان کے پرائیویٹ سیکرٹری صاحب جو خود فاضل ہیں انکو لکھا گیا کہ وہ مولانا سے جواب لیکر شکریہ کا موقعہ دیں تو وہ بھی خاموش ہی رہے۔

مولانا مودودی صاحب اور بعض علماء جماعت اسلامی

میں نے مولانا مودودی صاحب کو یہ جانتے ہوئے کہ وہ ایک بڑے صاحب علم وعقل انسان ہیں اور ایک جماعت ان کو امیر تسلیم کرتی ہے انکو بھی میں نے تحریراً اس مسئلہ کے متعلق لکھا اور ان سے یہ پوچھا کہ ترجمان القرآن میں آپ نے جو چار نبیوں کا قتل ہو جانا مانا ہے قرآن مجید کے خلاف ہے اور وہ آیات قرآنی جن سے عدم قتل انبیاء ثابت ہے رکھیں۔ مولانا صاحب خیریت اسی میں سمجھے کہ اس بحث میں پڑا ہی نہ جائے۔ ان کے علماء میں سے بعض بڑے بڑے علماء کو بھی استفتاء بھیجا وہ بھی خاموش رہے کیونکہ ان سب کی طاقت مجموعی سے بھی یہ باہر ہے کہ وہ ایک بھی نبی کا قتل ہو جانا ثابت کر سکیں۔

رامپور سے جماعت اسلامی کے ایک عالم نے میرے استفتاء پر پہلے تو مجھ سے چند سوال کئے جب میں نے جواب دیا تو پیچھا چھڑانے کے لئے اپنے لکھے ہوئے خط کا ہی انکار کر دیا۔ جب میں نے ان کا اصل خط ان کو بھیجکر جواب کا مطالبہ کیا تو وہ بالکل خاموش ہو گئے۔ اور میں بڑے زور سے کہتا ہوں کہ وہ سب کے سب مل کر بھی قرآن مجید سے نبیوں کا قتل ہو جانا ثابت نہیں کر سکتے۔ وہ اور چھوٹے چھوٹے امور میں صفحات کے صفحات لکھیں گے۔ مگر اس سوال کو اپنا عجز چھپانے کے لئے غیر ضروری کہدیں گے۔

بیخودی بے سبب نہیں غالب
کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے

صابری - بحکم آیت فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون ہم اہل انجیل سے پوچھتے ہیں تو وہاں صاف لکھا ہے کہ یحییٰ قتل ہوئے۔

احمدی - بہائیوں کے لئے نصاریٰ ہی اہل ذکر ہو سکتے ہیں کیونکہ دونوں گمراہ ہیں وہ مسیح کو خدا کا بیٹا مانتے ہیں اور بہائی ان کی تائید کرتے ہیں۔ اور بہاء اللہ کو باپ خدا مانتے ہیں۔ گو مسلمانوں کے سامنے ایسا کہتے ہوئے وہ جھجکتے ہیں مگر نصاریٰ کے سامنے صاف کہتے ہیں کہ مسیح واقعی خدا کا بیٹا تھا اور یہ کہ بہاء اللہ باپ خدا ہے جس کے آنے کا وعدہ تھا۔ اس بحث کا یہ موقعہ نہیں ورنہ میں دو اور دو چار کی طرح بہائیوں کا یہ کافرانہ مذہب ان کی کتابوں سے دکھا سکتا ہوں اگر صابری صاحب کو طاقت مقابلہ ہو تو وہ اس موضوع پر بھی اس خاکسار سے بحث کر سکتے ہیں۔

انجیل میں جو کہانی بے سند قتل یحییٰ کی لکھی ہے وہ بالکل باطل ہے اور یہود جو نصاریٰ سے بڑھکر شہادت دینے کا حق رکھتے ہیں وہ اس کے منکر ہیں وہ تو کسی اللہ کے نبی کے قتل کے قائل ہی نہیں، تورات جو انجیل کی ماں ہے اور بنی اسرائیل کی تعلیم کے لئے کامل کتاب ہے وہ قتل انبیاء کی منکر ہے۔ اس کی رو سے تو جو مدعی نبوت قتل ہو جائے وہ جھوٹا ہے، اور قرآن نے اس امر میں تورات کی تصدیق اس طرح کر دی کہ جب یہود نے حضرت مسیح رسول اللہ کو رسالت اور مسیحیت میں اس لئے کاذب قرار دیا وہ مقتول مصلوب کر دیا گیا۔ تو خدا تعالیٰ نے فرمایا

ما قتلوہ وما صلبوہ ولکن
شبہ لھم .... وما قتلوہ
یقیناً بل رفعہ اللہ الیہ -

یہاں ما قتلوہ یقیناً میں قتل مسیح کی نفی کر کے بل اضرابیہ کے ساتھ رفعت الی اللہ کو بیان فرما کر بتا دیا کہ ایک رسول کے لئے قتل ہو جانا رفعت الی اللہ کے متضاد ہے۔ ورنہ کوئی علمی یا غیر علمی بہائی بتا دے کہ یہاں بل کا ماقبل اس کے ما بعد کے متضاد ہے یا نہیں میرا دعوے یہ ہے کہ قتل یہاں رفعت کی ضد ہے اگر نہیں تو کوئی بتائے کہ پھر قتل و رفعت میں کونسی نسبت ہے۔

میں نے یہ سوال مولانا عزیز الرحمٰن صاحب (جو جمیعۃ العلماء کے ایک بہت بڑے عالم و متکلم ہیں اور مفتی بھی) کے سامنے رکھ دیا۔ اور تین دفعہ ایسا کیا۔ میں نے پوچھا کہ جس طرح اموات بل احیاء میں بل سے ماقبل اموات بل سے مابعد احیاء سے متبائن ہے کیا اسی طرح قتل اور رفعت الی اللہ کو نسبت تباین کے سوا اور کوئی نسبت بھی ہو سکتی ہے۔ مولانا خاموش رہے اور یہ کہا کہ بل ترقی کے لئے بھی آیا کرتا ہے۔ میں نے کہا مگر سوال یہ نہیں بلکہ یہ ہے کہ یہاں نسبت تضاد ہے یا نہیں مولانا کو مجبوراً میری بات ماننی پڑی مگر لکھ کر دینے سے یہ کہکر پیچھا چھڑا لیا کہ لکھکر فتوے دینے میں انشراح صدر نہیں ہے۔ میں نے کہا تو پھر میں آپ کا یہی جواب لکھ دیتا ہوں۔ مولانا خاموش رہے۔

مولانا عزیز الرحمٰن صاحب بہت نیک آدمی ہیں انہوں نے حق کو رد کرنے میں جرأت نہ کی ورنہ مولویوں کا تو جو حال ہے وہ صابری کے جواب سے ظاہر ہے۔ میں نے تمام ہندوستان کے علماء سے یہ استفسار کیا کہ بتاؤ یہاں قتل و رفعت میں کونسی نسبت ہے وہ سب دم بخود ہیں۔ اور کیوں نہ ہوں جبکہ وہ تیرہ سو برس سے یہ مانتے رہے کہ مسیح مقتول نہیں ہوا بلکہ زندہ آسمان پر اٹھایا گیا تھا۔ گویا وہ اس جگہ نسبت متباین ہی کے قائل رہے ہیں۔ اگرچہ وہ رفعت الی اللہ سے جسمانی رفعت کے معنے میں غلطی پر ہی تھے۔ قتل کے ایک معنے لعنت کے ہیں اور یہی مقصود یہود تھا۔ اسی کی ضد رفعت الی اللہ ہے۔ لہذا یہ مانے بغیر چارہ نہیں کہ جو مدعی رسالت قتل ہو جائے وہ حسب تصریح تورات شریف اور تصدیق قرآن مجید ضرور رفعت الی اللہ سے محروم ہے اور وہ ہرگز ہرگز سچا رسول نہیں ہو سکتا۔ لہذا قتل یحییٰ اور قتل عیسیٰ کا خیال نصاریٰ باطل ہے۔ یہ ہو سکتا ہے کہ حضرت عیسیٰ کا حواری یوحنا قتل ہو گیا ہو اور اسکو غلطی سے یحییٰ نبی سمجھ لیا گیا ہو۔ اور ذکریا نام ایک کاہن تھا وہ قتل ہو گیا ہو تو اسے حضرت ذکریا نبی قرار دیدیا گیا ہو۔ بہرحال تورات اور اس کے ماننے والے یہود نہ ذکریا نبی کے قتل کے قائل ہیں نہ یحییٰ نبی کے قائل اس لئے صابری صاحب اپنے بیان کردہ اصول کے مطابق ان کی طرف رجوع کریں تو ان کو حقیقت معلوم ہو جائے گی

سلامٌ علیہ یوم ولد ویوم یموت

قرآن کریم صراحتہً یحییٰ علیہ السلام کے قتل سے بچ رہنے پر ان کی پیدائش اور موت پر سلام کا پیغام دیتا ہے اس لئے اس آیت کا کوئی جواب صابری صاحب نے نہیں دیا۔

اگر حضرت عیسیٰ کے قول سلامٌ علیّ یوم ولدت ویوم اموت کے معنے یہ ہیں کہ عیسیٰ قتل سے بوقت ولادت اور بوقت وفات محفوظ رہے تو یحییٰ بھی ضرور ضرور قتل سے محفوظ رہے۔

صابری - حضرت عیسیٰ مقتول ومصلوب ہوئے جیسا کہ نصاریٰ کا مذہب ہے۔ یہود کا یہ دعوے کہ ہم نے عیسیٰ کو قتل کیا صرف اس بناء پر رد کیا گیا ہے کہ دراصل مسیح علیہ السلام کے وہ قاتل نہیں بلکہ رومن حاکم وقت کے حکم سے وہ قتل ہوئے اس لئے قاتل رومن ایمپائر ہے نہ کہ یہود لہذا قرآن مجید نے نفی قتل عیسیٰ کی نہیں کی بلکہ یہود کے قاتل ہونے کی نفی کی ہے۔

احمدی - صابری صاحب کا یہ جواب پڑھکر مجھے ایک لطیفہ یاد آ گیا ہے۔

کہتے ہیں کوئی راجپوت غربت کے مارے بھیک مانگنے پر مجبور ہو گیا مگر اسے کسی کے آگے ہاتھ پھیلاتے ہوئے شرم آتی تھی، اس لئے اس نے ایک برتن ایک بڑی لاٹھی (ڈانگ) کے آگے باندھ لیا ہوا۔ سے کچھ دینا وہ اس برتن کو آگے کر دیتا۔ کسی نے کہا چودھری یہ کیا بات ہے کہ تو خیرات یا بھیک مانگ کر گذارہ کرتا ہے۔ چودھری صاحب نے برملا جواب دیا کہ میں تو بھیک نہیں مانگتا۔ جو دیتا ہے میری اس ڈانگ کو دیتا ہے۔ لاٹھی کے زور لیتا ہوں۔

بالکل یہی مثال صابری صاحب نے پیش کی ہے رومن حاکم کو مسیح سے کب دشمنی تھی اور کب اس نے ان کے قتل کا اقدام کیا وہ بیچارہ تو کہتا ہے کہ میں اس راستباز کے خون سے بری ہوں اور اسکو میں چھوڑ دیتا ہوں۔ لیکن یہود نے کہا کہ اس کا خون ہماری گردن پر اور

ہماری اولاد کی گردن پر ہے اسے پھانسی دیدو۔ تب حاکم وقت اسے یہود کے حوالہ کردیتا ہے اور اپنے سپاہی بھی ساتھ دیتا ہے اور یہود کے کہنے کے مطابق صلیب دی جاتی ہے۔ مگر مسیح اس وقت خدا کو پکارتا ہے کہ

ایلی ایلی لما سبقتانی

الہٰی الہٰی مجھے کیوں چھوڑ دیا میری دستگیری فرما اور فوراً فرشتہ اس کو تسلی دیتا ہے۔ اسی وجہ سے حضرت عیسیٰ کو اللہ تعالیٰ نے انی متوفیک ورافعک الی کا وعدہ دیا تھا۔

بھلا یہ کیا معقولیت کی بات ہے کہ کوئی انسان کسی کو پتھر مارے اور جب وہ زخمی ہو جائے تو بجائے معذرت اور معافی طلب کرنے کے وہ پتھر مارنے والا شخص یہ کہدے کہ جناب میں نے تو نہیں مارا یہ تو پتھر کا قصور ہے جس کا کیا ہوا یہ زخم ہے۔ شاید ایسا شخص اس کہنے سے سبق سیکھنے والا ہے جو پتھر مارنے والے کی بجائے خود پتھر پر ہی جھپٹ پڑتا ہے۔

صابری صاحب ذرا غور کر کے قرآن مجید کو پڑھو بحث یہ نہیں کہ کس نے قتل کیا یا کس کو قتل کیا بلکہ بحث ایک خاص رسول کے متعلق ہے۔ ایک گروہ اسے مقتول کہتا ہے خدا تعالیٰ اسے غیر مقتول قرار دیتا ہے۔

اگر یہ بات یوں سمجھ میں نہیں آتی تو بہائیوں کو چاہیئے کہ وہ اپنے معبود بہاء اللہ کی کتب کو پڑھیں جن میں صاف لکھا ہے کہ:-

"ایک دن یہود عیسیٰ ابن مریم کو گھیرے ہوئے تھے اور چاہتے تھے کہ مسیح اپنی مسیحیت اور نبوت کے دعوے کا اقرار کرے تا کہ کفر کا حکم اور قتل کا فتویٰ آپ پر جاری کریں ...... آگے کیا ذکر کروں کہ ...... آپ پر کیا کچھ وارد کیا اور کیسے سلوک کیا آخر کار جب اس طرح وہ عیسیٰ کو دکھ دینے لگے اور آپ کے قتل کے درپے ہوئے تو آپ نے چوتھے آسمان پر قرار پکڑا۔"

(ایقان ص۱۶۹-۱۷۱)

اگر صابری صاحب یا ان کا کوئی معاون بہائی اوپر کے بیان کے خلاف کوئی بہائی تحریر ایسی پیش کرے جس سے عیسیٰ کا قتل ہونا ثابت ہو تو میں ایسے شخص کو واقعی بہاء ربہائی سمجھوں گا ورنہ عبدالبہاء کا یہ قول کہ "برادر کشیدہ شدہ مُرد" بالکل خلاف تحریر بہاء اللہ ہے۔ اس لئے قابل رد ہے۔

ایک باطل اصول

جب بہائی ایسے مطالبوں کے پورا کرنے سے عاجز آجاتے ہیں کہ جن میں بہائی تحریروں سے ثبوت طلب کیا جائے تو بہت دفعہ یہ لوگ عبدالبہاء کی تحریروں کو پیش کر دیتے ہیں۔ اور دلیل یہ کہ بہاء اللہ نے اسے مفسر کلام اللہ مقرر کیا ہے لہذا جو تفسیر وہ کرے وہ مقبول باقی سب مردود مگر خود بہاء اللہ صاحب فرماتے ہیں کہ میرے کلام کو ظاہر سے پھیرنے والا اسے تحریف کرنے والا ہے۔ اس لئے مفسر پر سارا دارومدار رکھنا باطل طریق ہے۔

صابری۔ قرآن مجید میں یقتلون النبیین صاف ہے اس کے معنے ارادہ قتل یا کوشش قتل کرنا درست نہیں۔ اس طرح تو "یومنون" کا ترجمہ بجائے "ایمان لاتے ہیں" کے یہ ہوگا کہ ایمان لانے کا ارادہ یا کوشش ایمان کرتے ہیں۔ اور یہ خیال ہنسی کے لائق ہے۔

احمدی۔ صابری صاحب آپ ذرا لازمی اور متعدی فعل میں تو فرق کرنا سیکھ لیں۔ میں نے کسی لازمی فعل کے متعلق یہ نہیں کہا کہ وہ تکمیل کو نہیں پہنچا بلکہ ایک متعدی فعل یقتلون کے متعلق یہ کہا ہے کہ اس کے معنے ارادہ اور کوشش قتل بھی ہیں۔ اس پر میں نے لغت کا حوالہ بھی دیا اور تفاسیر سے بھی سند پیش کی۔ آپ کو نہ لغت کا جواب یاد کرنا آتا ہے نہ تفاسیر میں بیان کردہ معانی کا انکار ہو سکتا ہے۔ اس لئے آپ کا یہ کہنا کہ یومنون کا ترجمہ ایمان لانے کی بجائے ایمان لانے کی کوشش کرنا بھی صحیح ہوگا۔ یہ بالکل غلط قیاس ہے۔ یومنون لازمی فعل ہے جو اپنے فاعل تک محدود ہے۔ جس فاعل کا ایمان لانا ہی اس کے معنے ہو سکتے ہیں جیسے کہیں وہ ہنستا ہے یا روتا ہے تو اس کے معنے واقعی ہنسنا یا رونا ہی ہو سکتے ہیں۔ لیکن متعدی فعل کا معاملہ اس سے الگ ہے ایک شخص اگر ایسا کام کر رہا ہو جو ناممکن ہے مثلاً وہ نہ ٹوٹنے والی شیشے کو توڑ رہا ہو تو ہم یہی کہیں گے کہ وہ توڑتا ہے مگر اس سے ٹوٹنا لازم نہیں آتا۔ اس لئے اگر ہم توڑنے کا لفظ ماضی یا مضارع یا کسی صیغہ میں استعمال کریں یہ احتمال باقی ہے کہ کام ہوا بھی یا نہیں۔ ایک شخص کہتا ہے کہ میں نے کپڑا پھاڑا مگر دوسرا کہتا ہے کہ کپڑا نہیں پھٹا پس قطعت الثوب سے مراد کپڑے کو پھاڑنا تو ہے مگر اس سے پھٹ جانا لازم نہیں آتا۔

باب ناکام مارا گیا

صابری۔ باب نہایت شاندار کامیابی کے بعد مارا گیا۔

احمدی۔ اگر کامیابی کے معنے ناکامی کر لیں تو صابری صاحب کی بات ٹھیک ہو جائے گی۔ ورنہ جس نامرادی کے ساتھ باب مارا گیا وہ تو مسیلمہ کذاب کو بھی نہیں ہوئی۔

مشتے نمونہ از خروارے باب کی ناکامیاں جو بہت نمایاں ہیں حسب ذیل ہیں

(۱) باب اپنی کتاب شریعت یا البیان کو نہ مکمل کر سکا نہ اس پر خود عمل کر سکا نہ کرا سکا۔ اس نے کہا تھا کہ میں انیس واحد کتاب البیان لکھوں گا مگر وہ صرف پورے نو واحد اور دسویں واحد میں سے کچھ لکھ سکا اور باقی کے لئے کتاب کو صبح ازل کے سپرد کیا مگر وہ بھی نہ لکھ سکا۔ بہاء اللہ نے تو اس کے عمل میں آنے سے پہلے ہی منسوخ کر دیا۔

(۲) باب نے ہر چند توبہ نامہ لکھکر جان چھڑانی چاہی مگر وہ فطری مرتد قرار دیا جا کر گولی سے قتل کر دیا گیا۔ اس توبہ نامہ کا اصل فوٹو موجود ہے اور یہ باب کے ہاتھ کی تحریر ہے۔

(۳) جس کو اپنا جانشین بنا کر اسے خدائی کا مرتبہ اس طرح دیا کہ اس کے نام جو وصیت لکھی تو لکھا هذا كتاب من الله المهيمن القيوم الى الله المهيمن یعنی خدا اللہ نے اللہ کی طرف لکھا ہے۔ اب یہ شخص جسے صبح ازل بھی کہتے ہیں بقول بہاء اللہ صاحب شیطان کا بھی باپ ہے۔ اور اس کے منہ کی ہوا جہنم کے شعلے ہیں۔

(۴) باب اور بہاء نے مل کر ایک کہا کہ جھوٹا انسان کو دیا کہ نہ باب اصل مدعی ہے نہ بہاء اللہ بلکہ وہ تو امام غائب اور ہے اور یہ امام غائب مرزا یحییٰ کو بنایا مگر پھر بھی باب کی جان نہ بچی۔ (دیکھئے مقالۃ السیاح) میں اس بہائی اور بابی پالیسی کو بڑے فخر سے عبدالبہاء نے بیان کیا ہے مگر وہی امام غائب آخر سب سے بڑا دشمن ثابت ہوا۔

(۵) جس قدر احکام ادھورے البیان میں بیان کئے گئے تھے ان میں سے البیان کے علاوہ تمام مذہبی کتابوں کا جلا ڈالنے کا حکم بھی تھا اور غیر مذاہب کے معابد کو گرا دینے کا حکم بھی درج ہے۔ مگر خدا تعالیٰ نے گنجوں کو ناخن نہ دیئے۔

(۶) اس پر فخر کیا گیا ہے کہ باب کو کئی سو گولی ماری گئی مگر وہ نشانہ سے خطا کر گئیں۔ آخر مسلمان سپاہیوں کو فائر کرنے کا حکم دیا گیا۔ انہوں نے پہلے ہی وار میں کام تمام کر دیا۔ غالباً یہ باب کی عزت ہو کہ وہ مسلمانوں کے ہاتھوں مارا گیا ہے۔ وہ جیل خانہ میں اپنے دوستوں کو کہتا تھا کہ اے میرے دوستو تم میں سے کوئی مجھے قتل کر دے میں دشمنوں کے ہاتھوں قتل ہونا نہیں چاہتا۔ مگر اس کی یہ بھی خواہش پوری نہ ہوئی۔

(۷) باب نے ایک مستقل صاحب شریعت رسول کی حیثیت سے ایک ناقص کتاب شریعت پیش کی اور اپنا دور رسالت بحیثیت ظہور اللہ کم از کم ایک ہزار سال کے لئے بیان کیا اور کہا کہ

کل من ادعی امرا قبل سنین کلمة المستغاث هو مفتر کذاب اقتلوه حيث ثقفتموه

(البیان)

یعنی ہر وہ جو کلمۃ المستغاث کے اعداد ۲۰۰۱ سال پہلے صاحب امر ہونے کا مدعی ہو وہ مفتری کذاب ہے جہاں پاؤ اسے قتل کر دو۔

بابیوں نے اسی بنا پر بہاء اللہ کے قتل کی کوشش کی اور اس کے مفتری اور کذاب ہونے پر البیان کی اس عبارت کو پیش کیا۔ خود بہاء اللہ اس کی صحت کا قائل تھا اور بابیوں کو ایقان میں مدت مستغاث (۲۰۰۱) میں ظاہر ہونے والے مظہر الہٰی کے انتظار کا حکم دیتا ہے۔ مگر بعد میں خود ہی مدعی امر ہو کر باب کی عملی تکذیب کر دی۔ اور بہائیوں کے پاس اس کا کوئی صحیح جواب نہیں ہے۔ مگر چونکہ بہاء اللہ بہائیوں کے نزدیک ایک سچا مدعی امر ہے اس لئے ان کے نزدیک حقیقتاً البیان باب کا کلمۃ المستغاث تک کسی مدعی کے نہ ہو سکنے کی خبر باطل ہے اور عملاً یہ اقرار ہے کہ باب بلحاظ اپنی مدت رسالت کے دور کے ناکام رہا۔

کیا صابری صاحب میں ہمت ہے کہ وہ باب کو ایک بامراد مدعا ثابت کر سکیں۔ اگر ان میں کچھ بھی سکت ہے تو ہمارے اس مضمون کا جواب لکھکر دکھائیں۔

والسلام علی من اتبع الہدیٰ

عمر الدین احمدی ۵۲/۳/۲۸

بچوں کا صفحہ

حضرت جعفر طیار کا استقلال

۸ھ میں ہمارے نبی کریم صلعم کو جنگ موتہ پیش آئی۔ اس جنگ میں حضورؐ نے اسلامی فوج کا عَلَم یعنے جھنڈا زید بن حارث کو عطا فرمایا۔ اور ساتھ ہی یہ حکم دیا کہ اگر زید شہید ہوں تو جعفرؓ اس جھنڈے کو سنبھالیں۔ اور جعفر کے بعد عبداللہ بن رواحہ اس جماعت کے امیر ہوں۔

میدان جنگ میں دشمن نے ایک لاکھ ٹڈی دل فوج کیل کانٹے سے لیس اتار دی تھی۔ اس کے مقابل میں فدایانِ اسلام کا لشکر تین ہزار سے زیادہ نہ تھا۔ حضرت زیدؓ شہید ہوئے تو حضرت جعفرؓ بجلی کی طرح گھوڑے سے کود پڑے اور عَلَم سنبھال کر دشمن کی صفوں کو چیرتے ہوئے دور تک آگے نکل گئے۔ دشمنوں کا ہر طرف سے ہجوم تھا۔ تیغ و تبر تیر و سنان کی بارش ہو رہی تھی۔ آپ کا جسم مبارک زخموں سے چھلنی ہو گیا۔ مگر اللہ رے استقلال کہ اُف بھی زباں سے نہ نکلی یہ جان باز شمعِ رسالت کا پروانہ زخموں سے نڈھال ہوتے پر بھی دشمنوں پر وار پہ وار کرتا ہوا دیکھا جاتا تھا۔ اور جب ایک بازو کٹ گیا تو دوسرے بازو سے عَلَم کو سنبھالے رکھا اور جب دوسرا بازو بھی کٹ گیا تو بھی اس بہادر اور شجاع سپاہی نے عَلَم کو سرنگوں نہ ہونے دیا۔ اور بالآخر شہید ہو کر زمین پر گر پڑا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ جعفر شہید تو ہو گئے۔ مگر ان کا نام تاریخ میں ہمیشہ کے لئے یادگار رہ گیا۔ مرتے دم تک اسلامی جھنڈا ہاتھ سے نہیں چھوڑا۔

عبداللہ بن عمرؓ جو اس جنگ میں شریک تھے فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت جعفرؓ کی نعش کو تلاش کیا تو دیکھا کہ سامنے کی طرف پچاس زخم تھے۔ تمام جسم پر زخموں کا شمار نوے سے بھی زیادہ تھا۔ مگر عجیب بات یہ ہے کہ ان کی پشت پر کوئی زخم نہ تھا۔

اللہ اللہ! صحابہ رسول اللہ کس بلند شان کے انسان تھے۔ دشمن کے سامنے پشت دکھانا جانتے ہی نہیں تھے۔

جب حضرت سرور کائنات نے حضرت جعفرؓ کی شہادت کی خبر سُنی تو آنکھوں سے بے اختیار آنسو جاری ہو گئے۔ حضرت جبرائیل نے ہمارے نبی کو بشارت دی کہ اللہ تعالےٰ نے جعفر کو دو کٹے ہوئے بازوؤں کے بدلے میں دو نئے بازو عنایت فرمائے ہیں جن سے آپ جنت کے ملائکہ کے ساتھ ساتھ اُڑتے رہتے ہیں اسی وجہ سے آپ کا لقب جعفر طیار ہے۔ طیار کے معنے ہیں اُڑنے والا۔ آپ کا دوسرا لقب ذوالجناحین بھی ہے یعنے دو بازوؤں والا۔

خدا نے اس دنیا میں بھی ان کو عزت کا لقب دیا اور آخرت میں بھی ان کے درجے بلند ہوں گے۔

مولانا مرتضیٰ خان صاحب

حضرت عمرؓ اور خولہ بنت حکیم

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نماز ادا کر کے مسجد سے باہر نکلے۔ جارود بن عبداللہ بھی آپ کے ہمراہ تھے۔ رستہ میں ایک خاتون نے آپ کو روک لیا اور کہا میری بات سنیئے۔ آپ نے فرمایا میں بخوشی سنوں گا۔ کہو کیا کہنا چاہتی ہو۔ وہ کہنے لگی "اے عمر! تیرا ایک زمانہ وہ تھا کہ لوگ تجھے عمیر عمیر کہتے تھے۔ تو عکاظ کے میدان میں کھیلا کرتا تھا اور کشتیاں کیا کرتا تھا۔ پھر ایک زمانہ آیا کہ تو عُمر عُمر کہلانے لگا۔ اور اب خدا نے تجھے یہ مرتبہ دیا ہے کہ لوگ تجھے امیرالمومنین کہتے ہیں۔ اور سوائے خدا کے تیرے سر پر کوئی حکمران نہیں۔ میں تجھ کو نصیحت کرتی ہوں کہ اب ایسی حالت میں خدا کو نہ بھول جانا۔ رعیت کی خبر گیری۔ اس کی داد رسی اور اس کی خدمت اپنا فرض سمجھنا۔ یہ سنتے ہی حضرت عمرؓ زار و قطار رونے لگے۔ جارود نے کہا اے نیک خاتون! تو نے کیا کہا کہ امیرالمومنین کو رُلا دیا۔ آپ نے فرمایا اے جارود! کچھ نہ کہو۔ تم جانتے ہو یہ خاتون کون ہے؟ یہ بڑے پایہ کی خاتون ہے۔ یہ خولہ بنت حکیم ہیں۔ جس کی خدا نے سُن لی اور جس کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی:۔

قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِیْ الخ پھر عمرؓ کی کیا مجال ہے کہ وہ اس کی بات نہ سُنے اور اس پر عمل نہ کرے۔

اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ خدا سے بے انتہا ڈرنے والے بزرگ تھے۔ آپ نے ایک عورت کی بات کو غور سے سُنا۔ اور اس کی نصیحت سے اس قدر متاثر ہوئے کہ رونے لگ گئے۔ آپ اپنے وقت کے بادشاہ تھے۔ لیکن عام دنیادار بادشاہوں کی طرح آپ کی حالت نہ تھی کہ کسی غریب کی بات ہی نہ سنیں۔

آپ کے دل میں فرض شناسی کا کس قدر احساس تھا کہ جب انہیں کہا گیا کہ خدا کو نہ بھول جانا۔ رعیت کی خبرگیری اپنا فرض سمجھنا آپ بے اختیار رونے لگ گئے۔ نصیحت کے سامنے سر جھکا دینا یہ خاص لوگوں کا ہی شیوہ ہوتا ہے۔ متکبر اور مغرور لوگ اول تو کسی کی نصیحت سنتے ہی نہیں اور اگر سنتے ہیں تو سُن کر ان سُنی کر دیتے ہیں حضرت عمرؓ تو چھپ چھپ کر اپنے عیب سُنا کرتے تھے اور کسی بات کی اصلاح ضروری سمجھتے تو فوراً اصلاح کرتے۔ یہ بلند پایہ لوگوں کا کام ہے۔ عوام کو یہ دولت حاصل نہیں ہوتی۔

چٹ

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم
رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸
فون نمبر ۳۷۳۷
لوائے ما پنہ ہر سعید خواہد بود پنداۓ فتح نمایاں بنام ما باشد
حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب
ہم تو رکھتے ہیں مسلمانوں کا دیں
دل سے ہیں خدام ختم المرسلیں
شرک اور بدعت سے ہم بیزار ہیں
خاکِ راہِ احمدِ مختار ہیں
سارے حکموں پر ہمیں ایمان ہے
جان و دل اس راہ پر قربان ہے
تم ہمیں دیتے ہو کافر کا خطاب
کیوں نہیں لوگو تمہیں خوف عقاب
جماعت احمدیہ لاہور کی تعلیمی خصوصیات
۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا۔
۲۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں
۳۔ قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگی۔
۴۔ سب صحابہ اور آئمہ قابل احترام ہیں
سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے
۵۔ اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا۔
پیغام صلح
احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا ہفتہ وار ارگن
سالانہ چندہ پاکستان سے:- چھ روپے
سالانہ چندہ ہندوستان سے:- ۱۲-۰-۰
ممالک غیر سے سالانہ چندہ ۲۳ شلنگ
ایڈیٹر دوست محمد
جلد ۴۰ | یوم چہارشنبہ مورخہ ۱۸ شعبان ۱۳۷۱ھ - ۱۴ مئی ۱۹۵۲ء | نمبر ۱۹

مکتوبِ امریکہ

میاں بشیر احمد صاحب منٹو

بعض اہم اور دلچسپ واقعات

۲۳ مارچ کو مسٹر سیموئیل لوئس لیڈر صوفی موومنٹ نے ہمارے ہفتہ واری جلسہ میں اللہ نور السمٰوٰت والارض پر تقریر کی۔ صوفی موومنٹ کوئی اسلامی تحریک نہیں ہے۔ اس کی ابتداء کرنے والے گوالیار کے ایک ماہر موسیقی عنایت خاں تھے۔ پہلی عالمی جنگ سے قبل ایک انگریز عورت یہاں مشرقی کھیل تماشے دکھانے کی غرض سے آئیں۔ ان کے ہمراہ عنایت خاں بھی تھے۔ ان کا گانا، ستار بجانا اور ناچ لوگوں کو بہت پسند آئے۔ انگریز عورت اور ان کے دوسرے ہمراہی تو کھیل دکھانے کے بعد واپس چلے گئے مگر عنایت خاں یہیں ٹھہر گئے۔ پڑھے لکھے آدمی تھے۔ انہوں نے موسیقی کے ذریعہ لوگوں کو روحانیت کا سبق دینا شروع کر دیا۔ برہمو سماج کی قسم کے مذہب کی بنیاد رکھدی، تھوڑا عرصہ یہاں قیام کرنے کے بعد وہ یورپ کے دورہ پر چلے گئے اور وہاں سے اپنے وطن روانہ ہوگئے۔ ۱۹۲۷ء میں دوبارہ یہاں آئے اور پھر کچھ عرصہ رہنے کے بعد وطن کو مراجعت کی۔ اپنی ایک مریدنی کو جن کا نام رابعہ مارٹن تھا اپنا جانشین مقرر کیا، وہ مرشدہ رابعہ مارٹن کے نام سے مشہور ہوئیں۔ مسٹر سیموئیل لوئس جنہوں نے ہمارے ۲۳ مارچ کے جلسہ میں تقریر کی ان کے خلیفہ ہوئے۔ بدقسمتی سے دونوں یہودی تھے۔ بعض مریدوں کو یہ گوارا نہ ہوا کہ انکی مرشدہ یہودن ہو اور ان کا خلیفہ بھی یہودی ہو۔ اس وجہ سے ان میں تفریق پیدا ہوگئی بلکہ ان کی تحریک کا خاتمہ ہوگیا، چھ سات مہینے سے اس تحریک کو زندہ کرنے کی کوششیں کی جارہی ہیں۔ سیموئیل لوئس صاحب کی تقریر کے اختتام پر ایک دلچسپ بحث کا آغاز ہوگیا اور حاضرین کی طرف سے بہت سے سوالات ان سے کئے گئے۔ ہماری طرف سے کچھ اسلامی لٹریچر ان کی نذر کیا گیا اور ان سے درخواست کی گئی کہ وہ غور سے اس کا مطالعہ کریں۔

---

۲۸ مارچ کو پاکستان قونصل سان فرانسسکو کا افتتاح مسٹر ایل۔ شفیع، پاکستان قونصل نیویارک نے کیا۔ شہر کے بڑے بڑے تاجر، بنکوں اور سٹیم شپ کمپنیوں کے پریذیڈنٹ اور منیجر اور بعض دوسرے صاحب اقتدار لوگوں کو مدعو کیا گیا تھا، پاکستانیوں میں سے صرف میں ہی ایک وہاں موجود تھا۔ مدعوئین کی تواضع دیگر لوازمات کے علاوہ وسکی سے بھی کی گئی تھی پاکستان کی اسلامی حکومت کی طرف سے وسکی کا پلایا جانا میرے لئے بے حد رنجیدہ تھا۔ جن مہمانوں سے مجھے بات چیت کرنے کا موقعہ ملا ان میں سے ہر ایک نے مجھ سے کسی مشہور مسلمان کا ذکر کیا کہ وہ کس طرح شراب پیتے پلاتے تھے۔ انہوں نے مجھ سے یہ بھی کہا کہ جب ہم نے یہ سنا کہ پاکستان کی حکومت اسلامی ہوگی تو ہم سمجھے کہ "چرچ" کا وہاں غلبہ ہوگا مگر ہمیں یہ معلوم کر کے بیحد خوشی اور اطمینان ہوا کہ زمام حکومت لبرل مسلمانوں کے ہاتھ میں ہے جو شراب اگر خود نہ بھی پئیں تو کم از کم اسے پلانے میں مضائقہ نہیں سمجھتے۔

جاپانی صلح کانفرنس میں جو ستمبر ۱۹۵۱ء میں ہوئی تھی میں نے حکومت پاکستان کے ایک ذمہ دار نمائندہ سے پاکستانی سفارتوں کی کاک ٹیل پارٹیوں کا ذکر کیا تھا انہوں نے مجھے بتلایا کہ وہ اس معاملہ میں بالکل مجبور ہیں اگر وہ یہ کاک ٹیل پارٹیاں نہ دیں تو ان کے جلسوں میں امریکن لوگ شامل نہیں ہوں گے۔ میرے خیال میں اگر مسلمانوں کی تمام حکومتیں متحد و متفق ہوکر اس بات کو طے کرلیں کہ وہ کاک ٹیل پارٹیاں دینے سے اجتناب کریں گے تو اس کا عمدہ اثر ہوگا، ممکن ہے ابتداء میں کچھ مشکلات کا سامنا بھی کرنا پڑے مگر اس میں کوئی شک نہیں کہ اگر ان کی قوت ایمانی مضبوط ہو تو وہ ان پر قابو پالیں گے۔ پاکستان کو چاہیئے کہ وہ پہلے اس کی ابتدا کرے اور پھر دوسروں کو اپنی تقلید پر آمادہ کرے۔

---

۲۴ مارچ کو ایک پاکستانی مسلمان، عدالت خان جو تقریباً چالیس برس سے اس ملک میں تھے۔ وفات پا گئے میں چونکہ خود فروری کے ابتدا سے بیمار رہتا تھا اور بعض اوقات چلنے پھرنے سے بھی بالکل معذور ہو جاتا تھا اس لئے ان کی تیمارداری کے لئے نہ جا سکا۔ البتہ عابدہ صاحبہ ان کی علالت کے زمانہ میں ان کی تیمارداری کے لئے جاتی رہتی تھیں بلکہ وقت نزع بھی ان ہی کے پاس موجود تھیں۔ ان کے بھائی اور دوسرے دوست اس وقت وہاں موجود نہ تھے بعد میں پہنچے۔ ان کی لاش ان کے بھائی سیکرامنٹو لے گئے جہاں مسلمانوں کا قبرستان ہے، اور یکم اپریل کو وہاں دفنائے گئے۔ میں بھی شریک نماز جنازہ ہوا۔

تیس مارچ کو ایک ایرانی فاضل ڈاکٹر قاسم غنی اس جہان سے گذر گئے، وہ بہت کتابوں کے مصنف تھے۔ ان کا ارادہ تھا کہ ایرانی شاعروں کے حالات زندگی اور ان کی شاعری پر تبصرہ نو جلدوں میں شائع کریں، تین جلدیں چھپ چکی تھیں مگر انہیں اتنی مہلت نہ مل سکی کہ وہ باقی جلدیں بھی چھپوا سکیں، ۱۹۴۵ء میں یونائیٹڈ نیشنز کانفرنس میں وہ ایرانی نمائندہ کی حیثیت سے شریک ہوئے۔ اس سے قبل ۱۹۴۲ء میں وہ تعلیم اور صحت کے وزیر رہ چکے تھے۔ شہنشاہ ایران محمد رضا پہلوی جب امریکہ تشریف لائے تو یہ بھی ان کے ہمراہ تھے۔ مصر اور ٹرکی میں ایران کی طرف سے سفیر کے عہدہ پر فائز رہے کچھ عرصہ سے یہاں اپنی صحت کی بحالی کے لئے آئے ہوئے تھے مگر ان کی صحت بجائے بہتر ہونے کے بدتر ہوتی چلی گئی اور آخر وہ اپنے مولا سے جا ملے۔ دو اپریل کو میں نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔

اپنے مکان کے فرنیچر میں ہم نے (باقی بر صفحہ ۱۲)

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ ارشادات

جناب شیخ غلام قادر صاحب احمدی بلڈنگس لاہور

عن ابی مسعود قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما من نبی بعثہ اللہ فی امتہ قبلی الا کان لہ من امتہ حواریون و اصحاب یاخذون بسنتہ ویقتدون بامرہ ثم انہا تخلف من بعد خلوف یقولون ما لا یفعلون ویفعلون ما لا یؤمرون فمن جاھدھم بیدہ فھو مومن ومن جاھدھم بلسانہ فھو مومن ومن جاھدھم بقلبہ فھو مومن لیس وراء ذالک من الایمان حبۃ خردل اخرجہ مسلم (تلخیص الصحاح جلد ۱)

ترجمہ:- حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جتنے انبیاء کو ان کی امت میں مجھ سے قبل اللہ تعالیٰ نے مبعوث فرمایا ہے ان سب کے معین مددگار اور مصاحبین تھے جو ان کی سنت کی متابعت اور ان کے حکم کی اقتدا کرتے تھے پھر اُن کے پیچھے ایسے ناخلف (علما) پیدا ہوئے جن کے کردار ان کے اقوال کے مطابق نہ تھے اور ایسے افعال کر گذرتے تھے جن کے کرنے کا ان کے پاس کوئی (الہٰی) حکم نہ تھا (اگر ایسے لوگ اس امت میں ہوں) تو جو شخص (یا اشخاص) انہیں ہاتھ سے روکے وہ مومن ہے جو شخص زبان سے روکے وہ مومن ہے اور جو شخص ایسے لوگوں سے دلی بیزاری ظاہر کرے وہ بھی مومن ہے لیکن اس کے سوا ایمان کا رائی برابر حصہ نہیں ہے۔

اصلاح امت کے لئے پہلا قدم

عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اوّل صلاح ھذہ الامۃ الیقین والزھد و اوّل فسادھا البخل والامل رواہ بیھقی فی شعب الایمان۔ (مشکوٰۃ کتاب الرقاق)

ترجمہ:- عمرو بن شعیب نے بوساطت اپنے باپ اور دادا کے روایت کی کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اصلاح حال کے لئے پہلا قدم اس امت کے لئے یہ ہے کہ وہ موت کو سامنے رکھے (یقین یعنے موت) اور دنیا سے (باوجود اس کی ہماہمی اور گہما گہمی کے) بے نیاز رہے[1]۔ اور فساد کی طرف (اس امت یا اقوام عالم کا) پہلا قدم بخل ہے[2]۔ اور طول امل یعنی درازیٔ آرزو ہے (یہ مرض بھی اقوام مغرب کو کھا رہا ہے)

---

[1] کامل آں باشد کہ با فرزند و زن
با عیال و جملہ مشغولے تن
با تجارت با ہمہ بیع و شرا
یک زماں غافل نہ گردد از خدا۔ (مسیح موعودؑ)

[2] یہ مرض اقوام مغرب میں بہت زوروں پر ہے، وہ دوسری قوموں خصوصاً مشرقی اقوام کے حق میں بہت بخیل واقع ہوئی ہیں، اور یہی چیز ان کی تباہی کا باعث ہوگی۔

نزول بلا کے حقیقی اسباب

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایک تقریر

جو ۲۸؍اگست ۱۹۰۴ء کو آپ نے ایک بہت بڑے مجمع میں فرمائی۔

بہت سے لوگ اس امر سے غافل ہیں کہ انسان پر جو بلائیں آجاتی ہیں وہ بے وجہ یونہی آجاتی ہیں یا ان کے نزول کو انسان کے اعمال سے کوئی تعلق نہیں ہے ایسا خیال بالکل غلط ہے یہ خوب یاد رکھو کہ ہر بلا جو اس زندگی میں آتی ہے یا جو مرنے کے بعد آئے گی جس کا ہمیں یقین ہے اس کی اصل جڑ گناہ ہی ہے کیونکہ گناہ کی حالت میں انسان اپنے آپ کو ان انوار اور فیوض سے جو خدا تعالیٰ کی طرف سے آتے ہیں پرے ہٹا دیتا ہے اور اس اصل مرکز سے جو حقیقی راحت کا مرکز ہے ہٹ جاتا ہے اس لئے تکلیف کا آنا اس حالت میں اس پر ضروری ہے۔

یہ ہم تسلیم کرتے ہیں کہ انبیاء اور راستبازوں پر بھی بعض اوقات بلائیں آجاتی ہیں اور وہ بھی مصائب اور شدائد میں ڈالے جاتے ہیں۔ لیکن یہ گمان کرنا کہ وہ مصائب اور بلائیں کسی گناہ کی وجہ سے آتی ہیں خطرناک غلطی اور گناہ ہے ان بلاؤں میں جو خدا کے راستبازوں اور پیارے بندوں پر آتی ہیں اور ان بلاؤں میں جو خدا تعالیٰ کے نافرمانوں اور خطاکاروں پر آتی ہیں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ اس لئے کہ ان کے اسباب بھی مختلف ہیں۔

نبیوں اور راستبازوں پر جو بلائیں آتی ہیں ان کو ایک صبر جمیل دیا جاتا ہے جس سے وہ بلا اور مصیبت ان کے لئے مدرک الحلاوت ہو جاتی ہے وہ اس سے لذت اُٹھاتے ہیں اور روحانی ترقیوں کے لئے ایک ذریعہ ہو جاتی ہیں، کیونکہ ان کے درجات کی ترقی کے لئے ایسی بلاؤں کا آنا ضروری ہے جو ترقیات کے لئے زینہ کا کام دیتی ہیں جو شخص ان بلاؤں میں نہیں پڑتا اور ان مصیبتوں کو نہیں اُٹھاتا وہ کسی قسم کی ترقی نہیں کر سکتا۔

دنیا کے عام نظام میں بھی تکالیف اور مشقتوں کا ایک سلسلہ ہے جس میں سے ہر ایسے شخص کو جو ترقی کا خواہاں ہے گذرنا پڑتا ہے لیکن تکالیف اور شاقہ محنتوں میں باوجود تکالیف کے ایک لذت ہوتی ہے جو اسے کشاں کشاں آگے لئے جاتی ہے برخلاف اس کے وہ مصیبت اور تکالیف جو انسان کی اپنی بدکرداری کی وجہ سے اس پر آتی ہے وہ وہ مصیبت ہوتی ہے جس میں ایک درد اور سوزش ہوتی ہے جو اس کی زندگی اس کے لئے وبال جان کر دیتی ہے وہ موت کو ترجیح دیتا ہے مگر نہیں جانتا کہ یہ سلسلہ مر کر بھی ختم نہیں ہوگا۔ غرض بلاؤں کے نزول میں ہمیشہ سے قانون قدرت یہی ہے کہ جو بلائیں شامت اعمال کی وجہ سے آتی ہیں وہ الگ ہیں اور خدا کے راستبازوں اور پیغمبروں پر جو بلائیں آتی ہیں وہ ان کی ترقی درجات کے لئے ہوتی ہیں۔

بعض جاہل جو اس راز کو نہیں سمجھتے وہ جب بلاؤں میں مبتلا ہوتے ہیں تو بجائے اس کے کہ اس بلا سے فائدہ اُٹھائیں اور کم از کم آئندہ کے لئے مفید سبق حاصل کریں اور اپنے اعمال میں تبدیلی پیدا کریں، کہہ دیتے ہیں کہ اگر ہم پر مصیبت آئی تو کیا ہوا نبیوں اور پیغمبروں پر بھی تو آجاتی ہیں حالانکہ ان بلاؤں کو انبیاء کے مشکلات اور مصائب سے کچھ نسبت ہی نہیں، جہالت بھی کیسا بُرا مرض ہے کہ انسان اس میں قیاس مع الفارق کر بیٹھتا ہے۔ یہ بڑا دھوکا واقع ہوتا ہے جو انسان تمام انبیاء کی مشکلات کو عام لوگوں کی بلاؤں پر حمل کر لیتا ہے۔

پس خوب یاد رکھو کہ جیسا کہ میں نے ابھی بیان کیا ہے انبیاء اور دوسرے اخیار و ابرار کی بلائیں محبت کی راہ سے ہیں خدا تعالیٰ ان کو ترقی دینا چاہتا ہے اور یہ بلائیں وسائل ترقی میں سے ہیں لیکن جب مفسدوں پر آتی ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کو اس عذاب سے تباہ کرنا چاہتا ہے۔ وہ بلائیں ان کے استیصال اور نیست و نابود کرنے کا ذریعہ ہو جاتی ہیں یہ ایسا فرق ہے کہ دلائل کا محتاج نہیں ہے کیونکہ اچھے آدمی جو خدا تعالیٰ کو مقدم کر لیتے ہیں وہ یہ بھی نہیں جانتے کہ خدا تعالیٰ سے محبت کیوں کرتے ہیں، بہشت اور دوزخ ان کے دل میں نہیں ہوتا اور نہ بہشت کی خواہش یا دوزخ کا خوف ان کو خدا تعالیٰ کی اطاعت کا محرک ہوتا ہے بلکہ وہ طبعی جوش اور طبعی محبت سے خدا تعالیٰ سے محبت کرتے ہیں اور اس کی اطاعت میں محو ہوتے

(باقی کالم اوّل کے نیچے)

(بقیہ کالم ۲)

ہیں ان پر جب کوئی بلا آتی ہے تو وہ خود محسوس کر لیتے ہیں کہ یہ از راہ محبت ہے وہ دیکھتے ہیں کہ ان بلاؤں کے ذریعہ ایک چشمہ کھولا جاتا ہے جس سے وہ سیراب ہوتے ہیں اور ان کا دل لذت سے بھر جاتا ہے اور خدا تعالیٰ کی محبت ایک فوارہ کی طرح جوش مارنے لگ جاتی ہے لیکن وہ چاہتے ہیں کہ یہ بلا زیادہ ہو تا کہ قرب الٰہی زیادہ ہو اور رضا کے مدارج جلد طے ہوں۔

پیغام صلح
جلد ۴۰ | یوم چہار شنبہ مورخہ ۱۸ شعبان ۱۳۷۱ھ | نمبر ۱۹

فقدان ایمان اور اسکے نتائج

کچھ دنوں سے پے در پے ایسے واقعات سامنے آ رہے ہیں جن میں معاشی مشکلات یا اور مختلف قسم کے مصائب سے تنگ آئے ہوئے مسلمانوں کی خودکشی کا ذکر ہوتا ہے ابھی چند ہی دن ہوئے حکومت پاکستان کے ایک بہت بڑے افسر جی محی الدین احمد کی خودکشی کی خبر شائع ہوئی تھی جس کی وجہ بھی معلوم نہیں ہو سکی، اور بھی کئی نوجوانوں کی خودکشیوں کی اطلاعات آئے دن شائع ہوتی رہتی ہیں، مسلمان اور خودکشی؟ ایک وقت تھا کہ مسلمانوں کے اندر خودکشی کے واقعات نہ ہونا اسلام کے لئے باعث شرف و امتیاز سمجھا جاتا تھا، اور یہ خیال کیا جاتا تھا کہ اسلام نے یوم آخر اور جزا سزا پر ایمان پیدا کر کے اور خودکشی کو حرام قرار دے کر نسل انسانی پر بہت بڑا احسان کیا ہے کیا آج مسلمانوں کے اندر خودکشی کے واقعات اس حقیقت کو الم نشرح نہیں کرتے کہ آخرت اور جزا سزا پر ایمان دلوں سے اٹھتا جا رہا ہے، اور لوگوں نے یہ سمجھ لیا ہے کہ تکالیف اور مصائب سے نجات کا صرف ایک ہی ذریعہ ہو سکتا ہے کہ اپنے آپ کو ہلاک کر کے اس دنیا سے نجات حاصل کر لی جائے، اگر دلوں کے اندر یہ ایمان ہو کہ موت کے بعد ایک اور عالم میں ہمیں پہنچنا ہے جہاں اس دنیا کے اعمال کی جزا و سزا ہمیں ملے گی بالخصوص خودکشی جیسے فعل حرام کی جو ایمان باللہ کے فقدان اور رحمت الٰہی سے مایوسی کا نتیجہ ہے جوابدہی کرنا ہوگی، اگر یہ یقین دلوں کے اندر راسخ ہو کہ مصائب کا سلسلہ اس دنیوی زندگی تک ہی محدود نہیں اور نہ موت مصائب سے نجات دلانے کا ذریعہ ہو سکتی ہے سوائے اس کے کہ یہ زندگی ایمان اور عمل صالح سے مزین ہو، تو ہر قسم کی مشکلات اور تنگ دستیوں کے باوجود خودکشی کا انتخاب ایک مومن سے نہیں ہو سکتا، اسی لئے حدیث میں خودکشی کرنے والے کا جنازہ جائز قرار نہیں دیا گیا، کہ اس کا یہ فعل فقدان ایمان کا نتیجہ ہے، لیکن افسوس ہے کہ ان لوگوں کو جو مسلمانوں کے رہبر اور مقتدا سمجھے جاتے ہیں پے در پے اقعات کو دیکھتے ہوئے اس بات کا احساس تک نہیں اور نہ اس کی اصلاح کی کوئی فکر ہے۔

کیا یہ واقعات ہمارے معاشرہ کی بربادی کا کھلا نشان نہیں؟ کیا اسلام کی یہ کھلی توہین نہیں کہ آج اس کے نام لیوا بھی اس دنیا کی زندگی کو ہی سب کچھ سمجھتے ہیں۔ اور اخروی زندگی کے عقاب و ثواب سے لاپرواہ ہو کر یہاں کے عارضی دکھوں اور تکالیف سے بچنے کے لئے خودکشی پر اتر آتے ہیں، ضرورت ہے کہ ان واقعات کو معمولی نہ سمجھتے ہوئے اس طرف خاص توجہ دی جائے اور کوئی ایسا رستہ تلاش کیا جائے جس سے دلوں کے اندر ایمان پیدا ہو کر ایسے واقعات کا سد باب ہو جائے۔

یہ ایمان کس طرح پیدا ہو؟ جب دلوں سے ایمان اٹھ جاتا ہے تو سوائے اس کے کہ کوئی آسمانی شخص اسکو پھر دلوں کے اندر قائم کرنے کے لئے آئے اور کوئی صورت بحالی ممکن نہیں۔ حدیث میں بتایا گیا ہے کہ جب ایمان ثریا پر پہنچ جائے گا تو ایک فارسی النسل شخص اسے دوبارہ اتار لائے گا اور دلوں کے اندر قائم کرے گا، آج ہم نے اپنی آنکھوں سے اس فارسی النسل کو دیکھا اور یہ حقیقت بھی بچشم خود مشاہدہ کی کہ وہ ایمان کو ثریا سے اتار کر لایا، اور ان لوگوں کے دلوں میں قائم کر دیا جو اس کو لینے کے لئے آگے بڑھے، آج ان لوگوں کے دل خدا کے فضل سے نور ایمان سے روشن ہیں اور وہ ہر حال میں اللہ تعالیٰ سے راضی اور صابر و شاکر ہیں، خواہ کتنے بھی مصائب و مشکلات کا سامنا ہو، وہ دل نہیں گھبراتے اور رحمت الٰہی کے ہر وقت امیدوار رہتے ہیں، لیکن وہ لوگ جنہوں نے اس کو ٹھکرایا وہ عملاً اس نور ایمان کو لینے سے انکار کر رہے ہیں اور اسی وجہ سے طرح طرح کی ایمانی کمزوریوں میں مبتلا ہو کر ارتکاب جرائم پر اتر آتے ہیں خوب یاد رکھئے وہ جو حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔

مجدد آنست کہ ہرچہ از فیوض باماناں برسد بتوسط او برسد

وہ بالکل صحیح اور بجا ہے اور مجدد وقت کی معیت کے بغیر دلوں کا نور ایمان سے منور ہونا مشکل ہے۔

احمدیہ جماعت لاہور کی ذمہ داریاں

حضرت صاحب صدر جناب الحاج میاں محمد صاحب کے قلم سے

(سیروا فی الارض فانظروا کیف کان عاقبۃ المکذبین)

میں نے دو دفعہ یورپ کا سفر کیا۔ اور ایک دفعہ امریکہ کا۔ اور میں علیٰ وجہ البصیرت گواہی دیتا ہوں کہ میں نے اسلامی اصول کی برتری اور اسلام کی حقانیت کا ثبوت اور اس کی سچائی کا مشاہدہ اپنی آنکھوں سے کیا۔ دوسری جنگ عظیم کے بعد مغربی ممالک کا نقطۂ نظر بدل گیا۔ سر بفلک عمارتیں اینٹوں کا ڈھیر بن گئیں، اور جہاں تک نظر پہنچ سکتی ہے۔ کھنڈر ہی کھنڈر نظر آتے ہیں۔ برلن شہر کے وسط میں اس قدر عمارتیں کھنڈر بن گئی ہیں، کہ دیکھنے والے کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور خدائی طاقت کا اقرار کرنا پڑتا ہے۔ کہ جب وہ پکڑتا ہے، تو سب سامان دھرے رہ جاتے ہیں۔ یہ نقشہ یورپ کا اس قدر دردناک ہے۔ کہ جب ان کھنڈرات پر نظر پڑتی ہے تو انسان کا دل کانپ جاتا ہے۔ جنگ کو ختم ہوئے آٹھ دس سال کا عرصہ گذر چکا ہے۔ لیکن لوگوں میں غربت اس قدر ہے، کہ ان کھنڈرات کو عمارتوں میں بدل دینا تو ایک طرف ان خوبصورت کوٹھیوں سے پتھروں اور اینٹوں کے ڈھیر اٹھانا بھی مشکل ہے۔ ان حالات سے طبعاً وہاں کے باشندوں کے دل نرم ہیں۔ اور فطرت انسانی محسوس کرتی ہے کہ یہ بربریت کا نظارہ ہمیں کہاں کی رہنمائی کرتا ہے۔ سارے یورپ میں ایک ایسے دین کی پیاس موجود نظر آتی ہے۔ جو ان کی صحیح رہنمائی کرے۔

دنیا بھر کی قوموں نے اسلام کا نام مٹانے کے لئے مسلسل کوششیں کیں۔ کیا مسلمان مٹ گئے؟ نہیں۔ بلکہ آج ہم اسلامی دنیا میں ایک نئی زندگی کے آثار دیکھ رہے ہیں۔ اور نئی حرکت محسوس کر رہے ہیں، ایک نئی زندگی کی حرارت پیدا ہو گئی ہے۔

دوسری طرف عیسائیت سے لوگوں کے دل بیزار ہیں، اور ایک چھوٹی سی جماعت [illegible] میں جان ڈالنے کی کوشش کر رہی ہے۔ وہ احمدیہ جماعت لاہور ہے جس نے [illegible] ووکنگ میں مشن کی بنیاد ڈالی۔ اس مشن کے بانی حضرت خواجہ صاحب مرحوم [illegible] مجھے اس دنیا کی سیر نے محسوس کرا دیا ہے کہ اگر کوئی قوت یورپ کو اس کی موت سے [illegible] تو وہ صرف اسلام ہے [illegible] ایسی مایوسی کے عالم میں حضرت مسیح موعود [illegible] جماعت نے اس عظیم کام کو اپنے کندھوں پر اٹھا لیا۔ ضرورت ہے۔ کہ اسلام کے حقائق۔ اور قرآن [illegible] تعلیم کو پھیلانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا جائے اور اس لٹریچر سے، جو یورپ کو فتح کرنے کے لئے حضرت امیر مرحوم و مغفور و حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم و مغفور نے تیار کیا ہے مغربی دنیا کی کایا پلٹ دی جائے۔ یہ کام صرف ایک شخص کا نہیں ہے، میں نے جلسہ سالانہ پر بھی احباب جماعت کی توجہ اس طرف مبذول کرائی تھی کہ آپ میں سے کتنے ہیں جنہوں نے لٹریچر پیدا کیا [illegible] لٹریچر تیار نہیں کر سکتے تو کتنے ہیں جنہوں نے حضرت مسیح موعود کی کتب اور دیگر لٹریچر کا جو ہمارے حضرت امیر رحمت اللہ نے تیار کیا ہے مطالعہ کیا ہے، یہ سب کام آپکی چھوٹی سی جماعت کے کندھوں پر ہے۔ [illegible] وقت گذر گیا۔ عیسائیت کا نقش دلوں سے مٹتا چلا جا رہا ہے۔ آپکا کام اب یہ ہے کہ اسلام کا نقش ان کے دلوں پر اپنے نیک نمونہ سے جما دیں یہ کام بغیر احباب کے تعاون کے نہیں ہو سکتا ہے۔ نوجوان [illegible] اپنی زندگی کے کچھ سال اس طرف لگا دیں۔ یہ ایک بڑا ضروری کام ہے جس کی طرف میں آپکی توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں۔ آپ لوگ اپنی ذمہ داریوں کو پہچانیں۔ بلاشبہ اس چھوٹی سی جماعت نے جو مالی قربانیاں کی ہیں وہ آج دنیا بھر میں اپنی نظیر آپ ہیں، لیکن صرف روپیہ دیکر آپ اپنے فرض منصبی سے سبکدوش نہیں ہو سکتے۔ آپ میں سے ہر ایک کو مجاہد بننا ہے۔ آپ کو چاہیئے کہ حضرت مسیح موعود کے کلام کو اچھی طرح سے سمجھ کر یورپ کے سامنے پیش کریں۔ آپ اس سے یورپ فتح کر سکتے ہیں ضرورت ہے کہ جماعت میں اہل قلم پیدا ہوں۔ جو اسلام کے حقائق کا دریا بہا دیں۔ علم کو اور آگے بڑھاؤ ریسرچ کرو۔ کہ ہر دم علم ترقی کر رہا ہے ہر وقت نئے علم کلام کی ضرورت ہے۔ جن لوگوں کو خدا نے رزق کا وافر حصہ عطا فرمایا ہے۔ ان میں سے جو لوگ زبان انگریزی سے واقف ہیں وہ اپنی اپنی زندگی کا صرف ایک ایک سال ہی اس خدا کے مشن کے لئے وقف کریں اور ممالک غیر میں ایک ٹیم کی طرح کام کرتے ہوئے مجددی مسیح کے حواری بن کر دنیا کا چکی کاٹ دیدیں۔ تو خدا کی رحمت سے بعید نہیں کہ مغرب فتح ہو جائے۔ خدائے عظیم کے ہاتھ میں سب کچھ ہے اگر وہ دلوں کو اس طرف مائل کر دے ۔

مولانا عمر الدین صاحب کی دُنیوی زندگی میں

حیاتِ ابدی کی تیاری

از محترمہ اہلیہ صاحبہ مولانا عمر الدین صاحب مرحوم

میرے شوہر مرحوم مولانا عمر الدین صاحب ان لوگوں میں سے تھے جنہیں اس دنیا میں رہتے ہوئے عالم عقبیٰ کا خیال کبھی نہیں بھولتا اور وہ ہمیشہ اس کی تیاری میں منہمک رہتے اور ہر کام میں اس حیات ابدی کا خیال رکھتے ہیں جو اس دنیوی زندگی کے بعد ملنے والی ہے، مولانا عمر الدین صاحب اگرچہ ظاہری حیثیت کے لحاظ سے ایک معمولی آدمی تھے، لیکن دینی خدمات اور زہد و اتقا کے لحاظ سے ان کا مرتبہ بہت بلند ہے وہ ہمیشہ خدمت دین اور خلق خدا کی خدمت میں لگے رہتے تھے۔

اب قریباً ایک سال سے ان کو کھانسی اور بخار وغیرہ رہنے لگا تھا۔ کبھی اچھے ہو جاتے تھے اور کبھی بیماری ان کو دبا لیتی تھی، جس سے دن بدن کمزور ہوتے گئے تاہم ایک دن بھی خلق خدا کی خدمت سے انہوں نے گریز نہ کیا اور اس بیماری کی حالت میں بھی بیواؤں اور یتیموں کی خدمت کرتے رہتے تھے۔ ایسے ہی ایک کام پر جاتے ہوئے ایک دن ریل کی لائن سے گذرتے ہوئے ان کا پاؤں تاروں سے اُلجھ گیا، اور آپ وہاں گر گئے جس سے بائیں ہاتھ کی ہڈی ٹوٹ گئی۔ مگر گھر میں پھر بھی اطلاع نہ دی اور خود ہسپتال چلے گئے اور وہاں جا کر اپریشن وغیرہ کرایا اور میرے پاس خبر بھجوا دی، کہ میں ایک ضروری کام کی وجہ سے رُک گیا ہوں پریشان ہونے کی کوئی ضرورت نہیں ہے میں کل گھر واپس آؤں گا چنانچہ جس وقت دوسرے دن گھر واپس آئے تو کیا دیکھتی ہوں کہ پٹی بندھی ہوئی ہے۔

آپ ہنستے ہوئے بچوں کو پیار کر کے کہنے لگے کہ میرے ہاتھ میں چوٹ لگ گئی تھی اور ہڈی ٹوٹ گئی تھی، اب ٹھیک ہے گھبرانے کی کوئی بات نہیں ہے، اس لئے میں نے کل آپ لوگوں کو خبر نہیں کی تھی کہ آپ لوگ پریشان ہو جائیں گے۔ یہ ان کی موت کا پہلا جھٹکا تھا، اسکو انہوں نے بڑی ہمت اور بہادری سے برداشت کیا خیر ایک ماہ تک ہاتھ ٹھیک ہو گیا اور کمزوری باقی رہ گئی، اور تمام کام بدستور کرتے رہے لگا۔ پھر انہیں بخار رہنے لگا اسی بخار میں ٹائیفائڈ ہو گیا، لیکن ڈاکٹر روز آتا اور انجکشن وغیرہ لگا کر چلا جاتا، ایک دن ان کو درد ہوا اور نمونیا کا اثر معلوم ہوا۔ اس وقت وہ کچھ سمجھانے کی باتیں کرنے لگے، میں رونے لگی اور کہا آپ کیسی باتیں کرتے ہیں اللہ تعالیٰ آپ کو شفا عطا فرمائے گا۔ خیر بچوں کی طرف دیکھ کر فوراً خاموش ہو گئے پھر چلتے پھرتے اور پانچ وقت کی نماز اور ۳ بجے رات کے قرآن شریف پڑھتے رہے اس طرح ایک ہفتہ تک پھر ٹھیک ہو گئے۔ پھر ایک دن رات کو ۱۲ بجے ان کو پسینہ آ کر تمام جسم ٹھنڈا ہو گیا۔ فوراً گرم پانی کی بوتل وغیرہ دو دھ گرم گرم دینے سے ان کے جسم میں کچھ گرمی پیدا ہوئی پھر صبح ڈاکٹر کو بلایا اور اس نے انجکشن وغیرہ دیئے اور کہنے لگا کہ آپ اگر ہسپتال میں ہوتے اور اس وقت آپ کو انجکشن دیئے جاتے تو آپ فوراً ٹھیک ہو جاتے۔ ڈاکٹر کا کہنا تھا کہ آپ نے فوراً ہسپتال کی تیاری کر دی اور ڈاکٹر کی چٹھی لے کر ہسپتال کی موٹر منگا لی تب مجھ کو خبر ہوئی کہ آپ ہسپتال جا رہے ہیں کیونکہ میں پردے میں تھی اس لئے چلتے وقت کہنے لگے کہ میں ہسپتال جا رہا ہوں گھبرانے کی کوئی بات نہیں ہے میں دو چار دن میں واپس آ جاؤں گا لڑکا اور ان کے ایک دوست ہمراہ گئے اور ہسپتال داخل کر کے چلے آئے۔ اب میں، بچے اور دوست وغیرہ روز جاتے وہاں سب بیماری وغیرہ دُور ہو گئی اور دن بدن صحت بڑھتی گئی گھر پہ خوراک کم تھی لیکن ہسپتال میں ڈیڑھ سیر دودھ پینے، موسمی وغیرہ کھاتے ان کو ہسپتال میں پانچ دن ہو گئے تھے۔ تب نرس نے کہا کہ یہ روزانہ اُٹھ کر رات کو ۲ بجے سے پانچ بجے تک نماز، قرآن شریف پڑھتے ہیں ان کو آرام کرنا چاہیئے۔ لہٰذا وہ پھر لیٹ کر نماز وغیرہ ادا کرنے لگے۔

۲۸ اپریل کو ۷ بجے شام تک میں اور بچے اور ان کے دوست وغیرہ ان سے مل کر آئے، بہت اچھی حالت تھی اسی رات کو ۱۲ بجے اُٹھے نلکے پر وضو کیا اور پھر آ کر نماز پڑھی۔ اور نرس سے کہا کہ چائے لاؤ۔ چنانچہ نرس نے چائے دی، اس میں سے دو چمچے پیئے باقی واپس کر دی اور آرام سے دعائے خیر مانگی پھر بچوں کو یاد کیا، نرس چلی گئی، پھر ساڑھے سات بجے نرس بستر بدلنے آئی تو دیکھتی ہے کہ روح اس دار فانی سے کوچ کر گئی اور تھوڑا سا جسم گرم ہے فوراً ڈاکٹر کو خبر کی لیکن کوئی تدبیر کارگر نہ ہوئی، یہ سب واقعہ اس شخص سے معلوم ہوا جو کہ برابر کی چارپائی پر دیکھ بھال کیا کرتا تھا۔ لہٰذا ۲۹ اپریل کی صبح کو لڑکا اور دوست وغیرہ دیکھنے گئے تو بجائے مزاج پُرسی کے وہاں سے ۱۲ بجے تک میت کو لائے اور شام کے ۹ بجے تک کفن دفن کر دیا گیا۔ ان کی میت کے ساتھ قریباً ایک سو آدمی تھا۔ اور جو کوئی ہندو مسلمان باشندے بھی آتے تو کہتے کہ یہ گرو ولی اور اکبر بادشاہ تھا، کیسی رونق پھر رہے۔ فقط۔ اہلیہ عمر الدین احمدی بشری بیگم احمدی ؛

حضرت امیر قوم مولانا صدر الدین ایدہ اللہ کی صحت

حضرت امیر قوم مولانا صدر الدین صاحب ایدہ اللہ کی صحت ابھی درست نہیں ہوئی چوتھا ہفتہ ختم ہونے کو ہے لیکن بخار ابھی دُور نہیں ہوا احباب کرام سے دعائے صحت کی درخواست ہے۔

اعلانِ نکاح

مورخہ ۴/۵/۵۲ کو چوہدری نذیر احمد صاحب ولد چوہدری عبداللہ خاں صاحب سکنہ چک نمبر ۸۱ جنوبی کا نکاح حمیدہ بیگم صاحبہ دختر جناب چوہدری فضل داد سکنہ شیر ہونے شاہ کے ساتھ بعوض حق مہر ایک ہزار روپیہ پڑھا گیا اور چوہدری احمد الدین صاحب ولد چوہدری نور داد صاحب کا نکاح رشیدہ بیگم صاحبہ دختر جناب چوہدری فضل داد صاحب موصوف کے ساتھ بعوض حق مہر ایک ہزار روپیہ پڑھا گیا خطبہ نکاح مولانا احمد یار صاحب جنرل سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام نے پڑھا۔

خطبہ میں آپ نے قرآن و حدیث کی روشنی میں حقوق زوجین کی وضاحت فرمائی اور آنحضرت صلعم کا اسوہ حسنہ پیش کرتے ہوئے ثابت کیا کہ اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جس نے عورت کے مقام و مرتبہ کو بلند کیا ہے اور اسے مرد کی طرح وراثت کا حقدار گردانا ہے۔

چوہدری فضل داد صاحب نے اس تقریب سعید کو تمام بدعات و لغویات سے پاک و صاف رکھنے کی پوری پوری کوشش کی اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے اور دیگر احباب کو بھی بدعات اور لغویات سے اجتناب کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

اس خوشی میں علاوہ چوہدری محمد حسن صاحب چیمہ وکیل گجرات اور چوہدری فتح محمد صاحب عزیز وکیل گجرات کے اور بھی بہت سے وکلاء اور معززین گجرات شامل ہوئے، چوہدری نور داد صاحب اور چوہدری عبداللہ خاں صاحب نے اپنے بیٹوں کی شادی خانہ آبادی کی خوشی میں مبلغ تیس تیس روپے اشاعت اسلام کے لئے انجمن کو عنایت فرمائے فجزاھم اللہ خیرا دعا ہے اللہ تعالیٰ ان رشتوں کو جانبین کے لئے موجب خیر و برکت بنائے اور ہر دو فریق کو تا زیست خوش و خرم رکھے۔ آمین۔

(نامہ نگار)

ایک اور نکاح

بغداد سے محترم سید تصدق حسین صاحب قادری حضرت مولانا عزیز بخش صاحب کی خدمت میں لکھتے ہیں:۔

قبلہ امام حضرت مولانا عزیز بخش صاحب سلمہ الرحمٰن۔

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

بصرہ سے یہ فرحت افزا اطلاع ملی کہ مورخہ ۲۷ اپریل ۱۹۵۲ء کو اخویم عزیز جناب ابراہیم آدم صاحب سچوانی کی دختر نیک اختر عزیزہ حاجیہ عائشہ بانو کا عقد نکاح عزیزم محمد ابوبکر کے ساتھ مبلغ دو ہزار پانچسو پاؤنڈ حق مہر پر مفتی بصرہ کے شہر قاضی علامہ ابراہیم الایوبی نے پڑھا۔ اور یکم مئی ۱۹۵۲ء بروز جمعرات رخصتانہ کی رسم ادا ہوئی اس تقریب سعید کی خوشی میں دولہے کے وارث جناب فیض محمد صاحب نے مبلغ پانچ پونڈ اور عزیزم سچوانی صاحب دلہن کے والد محترم نے مبلغ پانچ پاؤنڈ انجمن کو عطیہ دیا جزاہم اللہ خیرا۔

اللہ تعالیٰ یہ تقریب سعید فریقین کے لئے بابرکت فرمائے اور آپس میں محبت و مودت بیش از پیش عطا فرماوے اور دین و دنیا کی نعمتوں سے نوازے آمین۔ والسلام

خاکسار تصدق حسین قادری۔

نامۂ ووکنگ ــــــــــ شیخ محمد طفیل صاحب

ممالکِ اسلامیہ میں ہمارا اثر

اور انگلستان میں اسلام کی ترقی کی رفتار

یوں تو اسلامی ممالک میں احمدیت کی کافی مخالفت ہے اور بعض اوقات لوگ ہمارا نام تک سننا پسند نہیں کرتے لیکن جب بھی اسلام پر انگریزی میں لٹریچر کی ضرورت پڑتی ہے ان کے سفارت خانے اور دیگر دفاتر ہماری طرف رجوع کرتے ہیں، دو تازہ مثالیں ملاحظہ ہوں۔

سفارت خانہ سعودی عرب لندن کا ایک خط

شفیلڈ (انگلستان) میں ایک انگریز نے سعودی عرب کے سفارت خانہ کو اسلامی لٹریچر بھیجنے کے لئے ایک خط لکھا۔ اس خط کا جواب ملاحظہ ہو۔

سفارة المملكة العربيه السعوديه

PER / EKA　　　لندن

۱۵-اپریل ۱۹۵۲ء

جناب من

آپ کے گرامی نامہ مرقومہ ۹-اپریل کا شکریہ۔ گو ہماری بڑی خواہش ہے کہ ہم آپ کو اسلام کے سمجھنے میں مدد دیں لیکن ہم براہ راست ایسا نہیں کر سکتے کیونکہ ہمارے پاس قرآن مجید کا کوئی انگریزی ترجمہ نہیں۔ ہمارا مشورہ یہ ہے کہ آپ اس سلسلہ میں ڈاکٹر ایس۔ ایم عبداللہ شاہجہان مسجد ووکنگ سرے کو خط لکھیں۔

مخلص - اے - حلیمی -

مصری سفارت خانہ لندن کے رسالہ سے

لندن میں حکومت مصر کی طرف سے مصری ایجوکیشن بیورو کے ماتحت ایک بلیٹن شائع ہوتا ہے۔ اپریل ۵۲ء کے نمبر میں ایک مضمون بک لسٹ آف ماڈرن ایجپٹ BOOK LIST OF MODERN EGYPT صفحہ ۲۵ پر درج ہے۔

"حکومت کا مذہب اسلام ہے جس کی پوری تفصیلات (مولانا) محمد علی کی کتاب ریلیجن آف اسلام (لاہور ۱۹۳۶ء) میں درج ہیں۔ لیکن اختصار کے ساتھ ایچ - اے - آر گب کی کتاب محمڈن ازم (لندن ۱۹۴۹ء) اور ماڈرن ٹرینڈز ان اسلام (شکاگو ۱۹۴۵ء) میں مل سکتے ہیں"

ٹیلی ویژن اور نمازِ عید

عید کی نماز پر لندن کے بعض اخبارات اپنے نمائندے ووکنگ مسجد میں بھیجتے ہیں۔ لیکن اس دفعہ بی۔ بی سی کی طرف سے ٹیلی ویژن کے محکمہ والے اپنا کیمرہ بھیج رہے ہیں تاکہ نماز عید کے مناظر کو دکھایا جا سکے۔ اگر یہ تجویز سرے چڑھ گئی تو ایک دن میں برطانیہ کے لاکھوں باشندوں تک ووکنگ مسلم مشن کا نام پہنچ جائے گا۔ قارئین "پیغام صلح" کو یاد ہو گا کہ حال ہی میں مسٹر سعید چیر نیلڈ (ٹیلی ویژن انجینئر) نے اسلام قبول کیا تھا اور وہ اس سلسلہ میں کافی تگ و دو کر رہے ہیں۔

بریڈ فورڈ (یارک شائر) میں تقریر

جمعیۃ المسلمین بریڈ فورڈ کے زیر اہتمام ۱۳-اپریل ۵۲ء کو یوم سیدنا حضرت علی رضی منایا گیا۔ بریڈ فورڈ ووکنگ سے چھ گھنٹے کی مسافت پر واقع ہے۔ میں جلسہ میں شرکت کے لئے ۱۲-اپریل کو مسجد سے روانہ ہوا۔ دوسرے دن سائنس روم میکینک انسٹی ٹیوٹ میں ۷ بجے شام جلسہ کی کارروائی شروع ہوئی مسٹر آصم لیپک نے تلاوت سے آغاز کیا۔ اردو میں ایک دو نعتیں بھی پڑھی گئیں۔ مسٹر حازم سیٹرک اور ایف۔ ایم دین نے مختصر تقاریر کیں۔ بریڈ فورڈ کی تعلیمی کمیٹی کی رکن اور کونسلر مسز گاڈز نے بھی جلسہ میں شرکت کی اور اپنی خوشی کا اظہار کیا اور اس کے بعد مجھے تقریر کے لئے کہا گیا۔ میں نے ۴۵ منٹ تک اسلام کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی۔

اس اجلاس میں بریڈ فورڈ فری تھاٹ سوسائٹی کے چیئرمین بھی موجود تھے۔ جب میری تقریر ختم ہوئی تو وہ اعتراض کے لئے اٹھے۔ کہنے لگے کہ مجھے حضرت محمدؐ کے اقوال اور پیغام اور فلسفہ کو سن کر بڑی خوشی ہوئی، لیکن مجھے صاحب تقریر سے ایک بات میں اتفاق نہیں، یہ اخلاقی فلسفہ بہت اچھا ہے لیکن وہ جو خدا کا بار بار ذکر کرتے رہے ہیں یہ درست نہیں۔ اس راستہ سے خدا کا کبھی گذر نہیں ہوا۔ یہ محض وہم اور توہم پرستی ہے۔ جب میں بھی ان کی طرح نوجوان تھا تو اس طرح سوچا کرتا تھا۔ لیکن اب میں نے اپنا نظریہ بدل لیا ہے۔ اپنی طرف سے (انہوں) نے بڑا وزنی سوال کیا لیکن جب میں نے تفصیل سے اس کا جواب دیا تو حاضرین بڑے مطمئن نظر آئے۔ میٹنگ کے اختتام پر مسٹر گاڈز اور مسز گاڈز ہمیں گھر تک چھوڑنے آئے اور بہت دیر تک اسلام اور دیگر مسائل پر گفتگو کرتے رہے۔

بریڈ فورڈ میں دو تین سو پاکستانی موجود ہیں لیکن ان میں سے بہت کم جلسہ میں شریک ہوئے۔ اکثر جوئے اور شراب کی لت میں مبتلا ہیں، اور بغیر شادی کے انہوں نے اپنے گھر میں عورتیں ڈال رکھی ہیں۔ جب جلسہ کی کارروائی ذرا طول پکڑنے لگی تو ایک صاحب بہت بے چین نظر آنے لگے، اشاروں سے صدر کو سمجھانے لگے کہ اب بس بھی کرو ہم نے جا کر کچھ پینی پلانی ہے انا للہ وانا الیہ راجعون۔ بہت سے لوگ بلیک مارکیٹ کرتے ہیں، بعض اوقات سر بازار آپس میں گالی گلوچ کرتے اور لڑتے جھگڑتے ہیں پٹھانوں، کشمیریوں، پنجابیوں، بنگالیوں، سلہٹیوں کے علیحدہ علیحدہ گروپ ہیں جو ایک دوسرے کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ شراب خانہ ابھی کھلتے ہی نہیں کہ ان کے گرد جمع ہو جاتے ہیں۔ زیادہ تر ان پڑھ ہیں، لیکن کام کر کے اور پھیری لگا کر کافی کما لیتے ہیں، لیکن جو کچھ کماتے ہیں زیادہ حصہ شراب جوئے اور عیاشی پر ضائع کر دیتے ہیں ان کے حالات سن کر طبیعت بڑی منغض ہوئی، اللہ تعالیٰ ہماری حالت پر رحم کرے۔

ووکنگ کرائسٹ چرچ میں لیکچر

۲۳-اپریل کو کرائسٹ چرچ ووکنگ میں ہمارے نومسلم دوست میجر فاروق فارمر نے ووکنگ مشن اور اسلام پر ایک دلچسپ لیکچر دیا۔ لیکچر کا اہتمام ینگ کنزرویٹو کلب نے کیا تھا۔ لیکچر کے بعد بڑی دلچسپ بحث ہوئی۔ جس میں مسٹر حازم۔ بشیر اور خاکسار نے بھی حصہ لیا۔

دورۂ ہالینڈ

گذشتہ ہفتہ ڈاکٹر شیخ محمد عبداللہ صاحب پانچ چھ روز کے لئے ایمسٹرڈم (ہالینڈ) تشریف لے گئے وہاں نماز جمعہ پڑھائی اور مختلف سوسائٹیوں کے جلسوں میں شرکت کی۔ پاکستانی سفارتخانہ کی طرف سے اقبال ڈے منایا جا رہا تھا اور شراب کا دور چل رہا تھا۔ سوسائٹی کے ایک کرتا دھرتا کہنے لگے کہ اگر شراب پی کر بھی یہ علامہ اقبال کے متعلق کچھ تقریریں سن جائیں تو غنیمت جانئے۔ لیکن یہ امر باعث تعجب ہے کہ لندن میں انڈیا ہاؤس میں جس قدر جلسے اور فنکشن ہوتے ہیں ان میں شراب کا ایک قطرہ بھی پیش نہیں کیا جاتا۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

تعزیت کا شکریہ

جن بزرگوں اور دوستوں نے میرے والد محترم شیخ محمد یوسف صاحب ایڈیٹر اخبار "نور" مرحوم و مغفور کی وفات پر اظہار افسوس و ہمدردی فرمایا، اور شفقت آمیز اور مخلصانہ خطوط لکھے ان کا میں تہ دل سے شکر گذار ہوں اللہ تعالیٰ ان سب دوستوں اور بزرگوں کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین

شیخ محمد آصف احمدیہ بلڈنگس لاہور

چک ۸۱ جنوبی ضلع سرگودھا میں سالانہ جلسہ

از مرزا مظفر بیگ ساطع صاحب لائلپور

۳۔اپریل کو میں لائلپور سے اور حضرت مولانا عبدالحق صاحب ودیارتھی اور جناب مولانا احمد یار صاحب ایم اے منشی فاضل، مولوی فاضل لاہور سے سرگودھا اخویم جناب میاں محمد انور صاحب فرزند جناب میاں مولا بخش صاحب بلز اوتر کے دولتکدہ پر پہنچے۔ اخویم موصوف نے مہمانداری کے فرائض بڑی عمدگی سے انجام دیئے اور چند گھنٹے ان سے، اور ان کے رفقائے کار سے پُر لطف صحبت رہی۔ اللہ کریم ان سب کو جزائے خیر دے۔ عصر کے وقت چک ۸۱ جنوبی کے لئے روانہ ہوئے۔ جناب مولانا حافظ شیر محمد صاحب مبلغ اسلام تشریف لائے ہوئے تھے۔ ان کی رہنمائی اور انتظام کی وجہ سے بسہولت تمام ہم سفر منزل مقصود پر پہنچ گئے۔ چک کے معززین چشم براہ تھے۔ بہت محبت و عزت سے پیش آئے۔ رات کھانے کے بعد مختلف امور پر تبادلہ خیالات ہوا۔ جناب مولانا احمد یار صاحب جوابات دیتے رہے۔ اور پھر یہ کام میرے سپرد ہوا۔ یوں میں رات ۱۱ بجے تک جوابات دیتا رہا۔ بہت مفید اور دلچسپ مجلس رہی۔

۴۔اپریل صبح کی نماز جامعہ احمدیہ میں ادا کی حضرت مولانا عبدالحق صاحب اور جناب مولانا احمد یار صاحب ایم اے کے ارشاد کی تعمیل میں قرآن شریف کا درس میں نے دیا۔ مضمون تھا "قرآن کریم کی عظمت" تمام بزرگوں اور دوستوں کو فرحت ہوئی۔ ناشتہ کے بعد چک کے غیر از جماعت اور قادیانی جماعت کے احباب تشریف لے آئے۔ تبادلۂ خیالات شروع ہوا۔ یہ سلسلہ کئی گھنٹے جاری رہا۔ حضرت مولانا عبدالحق صاحب کے علم و استدلال کا نمایاں اثر تھا۔ اور وہ بڑی سلجھی ہوئی بحث میں حصہ لیا۔ دوپہر کے کھانے کے بعد نماز جمعہ ادا کرنے کے لئے جامع احمدیہ میں گئے خطبہ جمعہ حضرت مولانا عبدالحق صاحب نے ارشاد فرمایا، سورۃ العصر کی ایسی دلنشین اور بلند تر کبھی تفسیر فرمائی کہ احباب کو لذت آگئی۔ خدا نے اپنے خاص فضل و احسان سے حضرت ممدوح الشان کو علم و فہم قرآن سے نوازا ہے، نماز جمعہ کے بعد ہمارے جلسہ کا پروگرام تھا غیر از جماعت بھائیوں کی طرف سے پیغام ملا کہ آپ حضرات ہماری جامع مسجد میں اپنا جلسہ کریں۔ مضافات سے بھی لوگ آئے ہوئے ہیں ہم نے دانی جناب مولانا محمد اکبر صاحب کا شکریہ ادا کیا اور جامع مسجد میں جلسہ کرنا منظور کر لیا۔ تلاوت قرآن کریم اور نعت خوانی کے بعد جلسہ کی کارروائی شروع ہوئی۔ جناب مولانا احمد یار صاحب نے صداقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر ایک پر جوش تقریر فرمائی اور ان کے غلط الزامات کا بڑی خوبی سے جواب دیا۔ مولانا موصوف تیغ برہنہ کی طرح کاٹ کر رہے تھے۔ تمام حضرات نے بڑے سکون سے یہ تقریر سنی۔ مولانا موصوف کے بعد میری تقریر تھی۔ میرا مضمون تھا "احمدیت کی خدمات" میں نے اپنی تقریر میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو پیش کر کے حضرت اقدس کے مقام پر روشنی ڈالی احمدیت کے پیدا کردہ انقلاب اور خدمات پر ایک سیر حاصل بحث کی جس سے تمام لوگوں کو خوشی ہوئی۔ جناب مولانا محمد اکبر صاحب نے بھی تعریف فرمائی اور ہم نے شکر ادا کیا۔

رات کھانے کے بعد پھر مجلس تبادلہ خیالات شروع ہوئی۔ جناب مولانا محمد اکبر و دیگر چند حضرات کے سوالات کا جواب دیا گیا۔ حضرت مولانا عبدالحق صاحب جناب مولانا احمد یار صاحب، جناب مولانا شیر محمد صاحب اور میں نے جوابات دینے میں حصہ لیا۔ مجلس بہت دلچسپ رہی۔ ۵۔ اپریل صبح نماز کے بعد میں نے قرآن کریم کا درس دیا۔ مضمون تھا "تعلق باللہ"۔ احباب کو خوشی ہوئی۔ جناب مولانا فضل الرحمٰن صاحب قمر سامانوی تشریف لے آئے۔ دن بھر غیر از جماعت قادیانی حضرات سے خوب خوب تبادلہ خیالات میں حصہ لیا۔ کوئی بدمزگی پیدا نہیں ہوئی حضرت مولانا عبدالحق کی بزرگی اور علم کا خاص رعب اور اثر تھا۔ جناب مولانا محمد اکبر صاحب (غیر از جماعت) نے فرمایا کہ کچھ بھی ہو ہمارے دلوں پر حضرت مولانا عبدالحق صاحب کے تقدس اور علم کا ایک خاص اثر ہے۔ اس کے بعد جناب مولانا صاحب نے فرمایا کہ اور تو اور میں نے اپنے کانوں سے سید عطاء اللہ شاہ بخاری کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ مولانا عبدالحق صاحب ودیارتھی جیسا انسان ہم کو مل جائے تو ہم دنیا کو فتح کر سکتے ہیں اس پر حضرت مولانا عبدالحق صاحب نے فرمایا ہاں یہ ٹھیک ہے۔ بہت عرصہ کی بات ہے۔ ایک بار سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری اور میں ریاست پونچھ کشمیر میں ایک تبلیغی جلسہ پر اکٹھے ہوئے۔ میری تقریروں کا شاہ صاحب پر بہت اثر ہوا۔ اور فرمایا کہ میں مولانا عبدالحق صاحب کی اپنے باپ کی طرح عزت کرتا ہوں۔ اور پھر میں اسی روز ہی بیمار ہو گیا تو شاہ صاحب موصوف نے میری بڑی خدمت کی۔ غرض ۵ ر اپریل کا سارا دن نمازوں کے اوقات کے علاوہ تبادلۂ خیالات کے نذر ہوا۔ رات کھلے میدان میں جلسہ شروع ہوا تلاوت قرآن کریم اور نعت خوانی کے بعد جناب مولانا احمد یار صاحب کی تقریر ہوئی۔ آپ نے ختم نبوت پر بڑی شرح و بسط سے بحث فرمائی اور زبردست دلائل سے ختم نبوت کو ثابت فرمایا۔ لوگوں پر بہت اچھا اثر ہوا۔ مولانا موصوف کے بعد جناب مولانا فضل الرحمٰن صاحب قمر کی تقریر ہوئی، اختلافی مسائل پر قمر صاحب نے بڑی خوبی سے روشنی ڈالی، مصفا اور زبردست دلائل سے اپنے مضمون کو نبھایا اور یوں یہ جلسہ بخیر و خوبی سے ختم ہوا۔ جلسے کے خاتمہ پر چند دوستوں نے پھر تبادلۂ خیالات شروع کیا اور قمر صاحب نے جوابات دیئے۔

۶ ر اپریل صبح ناشتہ کے بعد چک سے روانگی ہوئی۔ دوپہر کا کھانا اخویم جناب میاں محمد انور صاحب سرگودھا کے ہاں کھایا۔ اور پھر حضرت مولانا عبدالحق صاحب لاہور کے لئے اور جناب مولانا احمد یار صاحب اور میں لائلپور کے لئے روانہ ہوئے۔ جناب قمر صاحب منڈی بہاؤالدین میں تشریف لے گئے۔

آخر پر میں چک ۸۱ کے تمام بزرگوں اور دوستوں کا شکریہ ادا کرنا ضروری سمجھتا ہوں جنہوں نے ہمارے آرام اور آسائش کا خیال رکھا۔ اللہ کریم انہیں جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین ؕ

ایک پیارے دوست کی جدائی

ڈاکٹر محمد امین صاحب سے میری سب سے پہلی ملاقات راولپنڈی میں ہوئی آج سے کوئی تیس تیس سال پہلے حضرت مولانا حکیم ستار سوار صاحب مرحوم کے مکان پر کوئی جلسہ تھا یا مناظرہ۔ ڈاکٹر صاحب کو میری کوئی ادا پسند آگئی جس کے بعد وہ ہمیشہ کے لئے میری زندگی کا جزو ہو گئے، نہ میں کبھی انہیں بھولا اور نہ وہ کبھی میری یاد سے خالی ہوئے۔ مو گر حصار خدا جانے کہاں کہاں سے وہ مجھے یاد کرتے رہے اور میں بھی ان کے پاس پہنچتا رہا۔ ان کے دل میں میری بے حد محبت تھی اور میں ان کی محبت کا گرویدہ تھا۔ ہماری ملاقات کسی دنیوی غرض سے نہ تھی، دین کی تبلیغ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ والہانہ عشق ان کی زندگی کا محور تھا۔ رسول اللہ صلعم کا ذکر آیا اور ان کی آنکھوں میں آنسو ڈھلکنے لگے یہ ہے ان کی وہ تصویر جو اس وقت بھی میری آنکھوں کے سامنے ہے دل ان کی جدائی سے بیقرار ہے۔

ان کے اہل خانہ ان چند مبارک اور مخیر بیبیوں میں سے ہیں جو نیکی کے کاموں میں خاوندوں کی برابر کی شریک رہیں اور رفیق زندگی کی جدائی کے بعد بھی اپنے رفیق اعلیٰ اللہ تعالیٰ کو بھول نہیں گئیں اور صرف یہ کہکر خدا کی تقدیر پر راضی ہو گئیں کہ

"تو نے دیا تو نے لیا"

کل اتوار کو جب میں ان کے ہاں اپنے درد دل کا اظہار کرنے کے لئے گیا تو ان کے فرزند رشید بشارت سے دیر تک علمی گفتگو رہی اور طبیعت پر قابو رہا ہے مگر جب اپنے دلی دوست کی زخم خوردہ بیوی سے درد دل کہنے کا موقع آیا تو میری آنکھوں میں آنسو تھے اور روح میں بیحد رقت، نہ میں کچھ کہہ سکا اور نہ وہ اظہار غم کر سکے ایسی بے چارگی اور بے بسی کے عالم میں انہوں نے **انجمن کیلئے ایک سو روپے کا چندہ دیا**۔ اللہ تعالیٰ اسے قبول فرمائے اور ڈاکٹر صاحب مرحوم کو اپنی رحمتوں، نوازشوں اور عنایتوں سے سرفراز کرے اور عزیزم بشارت کو دنیوی کامیابیوں کے ساتھ ساتھ ڈاکٹر صاحب مرحوم کی نیکیوں کا وارث بنائے اللھم آمین۔ غمگین و حزین۔ عبدالحق ودیارتھی۔

ایک غلطی کی اصلاح

گذشتہ اشاعت میں محترم شیخ محمد یوسف صاحب ایڈیٹر "نور" کی وفات کا ذکر کرتے ہوئے غلطی سے یہ لکھا گیا کہ شیخ صاحب ممدوح حضرت مولانا نورالدین رحمۃ اللہ علیہ کے زمانۂ امارت میں سکھ مذہب سے اسلام میں آئے تھے، حقیقت یہ ہے کہ شیخ صاحب ممدوح اس سے بہت پہلے حضرت مسیح موعودؑ کے زمانہ ہی میں مسلمان ہو چکے تھے اور آپ نے چشمۂ معرفت کی تصنیف میں حضرت مسیح موعود کو سکھ مذہب کے متعلق بعض حوالے بھی فراہم کئے تھے،

سکھ ودوانوں کے اسلام پر لغو اعتراضات

عبداللہ گیانی صاحب امرتسری

(۱)

سکھ ودوانوں کا عموماً یہ طریق ہے کہ وہ خواہ کسی مسئلہ پر قلم اُٹھائیں، اسلام پر اعتراضات کئے بغیر نہیں رہتے۔ چنانچہ حال ہی میں مشرقی پنجاب سے گیانی لال سنگھ صاحب نے ایک کتاب "گوروداس درشن" کے نام پر شائع کی ہے۔ اس کتاب کا مقصد جیسا کہ اس کے نام سے ظاہر ہے سکھوں کے مشہور و معروف بزرگ اور گورو گرنتھ صاحب بھائی گورداس کی زندگی اور تصنیف پر روشنی ڈالنا ہے۔ مگر گیانی صاحب نے اس کتاب کے متعدد مقامات پر اسلام اور احمدیت پر فضول اور لغو اعتراضات کرنے کی جسارت کی ہے۔ اور اس سلسلہ میں انہوں نے جتنے بھی اعتراضات کئے ہیں وہ سب کے سب ایسے ہیں جو ان کی جہالت اور اسلام سے عدم واقفیت آشکارا کر رہے ہیں۔ اگر گیانی صاحب موصوف اپنی اس کتاب میں اسلام پر کوئی اعتراض نہ کرتے تب بھی ان کی کتاب کی تکمیل پر کوئی حرف نہ آتا۔ کیونکہ ایک عقلمند اور واقف کار انسان اس بات کو بآسانی سمجھ سکتا ہے کہ بھائی گورداس کی زندگی اور تکلیف سے متعلق لکھی گئی کتاب میں اسلام پر اعتراضات ایک بے تعلق بات ہے۔ اور معقولیت سے بھی اس کا کوئی تعلق نہیں۔ مگر سکھ ودوانوں کو علم یا معقولیت سے کیا۔ انہوں نے تو اسلام پر اعتراضات کرنے ہیں خواہ کچھ ہو۔

گیانی صاحب اپنی اس کتاب میں ایک مقام پر جناب بابا نانک کی عظمت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:۔

"صرف ستگورو نانک صاحب ہیں۔ جنہوں نے کہ سوائے اکال پورکھ (خدا) کے کسی اور ہستی کو اپنا گورو نہیں بنایا .... حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت خدیجہ رضہ اور اس کے بھائی ورقہ۔ جو عیسائی خیالات رکھنے والا عالم تھا"

(ترجمہ از گورداس درشن ص۳۲)

معلوم نہیں گیانی صاحب موصوف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق کیا کہنا چاہتے ہیں۔ کیونکہ ان کی یہ تحریر نامکمل اور ادھوری ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے کہیں سے ورقہ بن نوفل کا واقعہ پڑھا یا سنا ہے۔ اور بغیر سوچے سمجھے یہاں لکھ دیا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دعوئے نبوت سے قبل عربوں میں صدوق اور امین مشہور تھے اور آپکی راستبازی اور پاکبازی پر بچہ بچہ گواہ تھا۔ تاریخ اسلام میں مرقوم ہے کہ جب حضور کو پہلی وحی ہوئی تو چونکہ حضور کی زندگی میں یہ ایک پہلا واقعہ تھا۔ اس لئے حضور کو کچھ گھبراہٹ سی پیدا ہوئی۔ جو کہ ایک فطرتی تقاضا تھا۔ جب حضور گھر تشریف لائے، تو آپ کا چہرہ اترا ہوا تھا اور گھبراہٹ کے آثار ظاہر ہو رہے تھے۔ آپ کی بیوی خدیجہ رضہ نے آپ سے اس کا سبب دریافت فرمایا۔ آپ نے تمام واقعہ سنا دیا۔ اس پر حضرت خدیجہ رضہ نے بے ساختہ کہا:۔

"کَلَّا وَاللّٰهِ مَا يُخْزِيكَ اللّٰهُ
أَبَدًا إِنَّكَ لَتَصِلُ الرَّحِمَ
وَتَحْمِلُ الْكَلَّ وَتَكْسِبُ
الْمَعْدُومَ وَتَقْرِي الضَّيْفَ
وَتُعِينُ عَلَى نَوَائِبِ الْحَقِّ"

(بخاری باب الوحی)

یعنی۔ اللہ کی قسم خدا نے یہ وحی آپ پر اس لئے نہیں کی کہ آپ کو ناکام کیا جائے۔ اور خدا آپ کا ساتھ چھوڑ دے۔ خدا تعالےٰ ایسا کب کر سکتا ہے۔ آپ تو اپنے رشتہ داروں کے ساتھ نیک سلوک کرتے ہیں اور بیکسوں اور بے مددگاروں کا بوجھ اُٹھاتے ہیں۔ وہ اعلےٰ اخلاق جو ملک و قوم سے مٹ چکے ہیں، وہ آپ کی ذات بابرکات کے ذریعہ دوبارہ قائم ہو رہے ہیں، آپ جہان کی مہمان نوازی بھی کرتے ہیں۔ اور مصیبت زدہ لوگوں کی مدد بھی کرتے ہیں۔ کیا ایسے انسان کو خدا تعالےٰ کسی ابتلا میں ڈال سکتا ہے؟

اس کے بعد وہ حضورؐ کو اپنے چچازاد بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں جو عیسائی ہو چکے تھے۔ انہوں نے جب یہ واقعہ سنا تو بے اختیار بول اُٹھے کہ:۔

"آپؐ پر وہی فرشتہ نازل ہوا ہے جو حضرت موسےٰ پر نازل ہوا تھا۔"

گویا اس نے استثناء باب ۱۸ آیت ۱۸ والی پیشگوئی کی طرف اشارہ کیا جو یوں ہے:۔

"میں ان کے لئے اُن کے بھائیوں میں سے تجھ سا ایک نبی برپا کروں گا اور اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا۔ جو کچھ میں اسے فرماؤں گا وہ سب ان سے کہے گا اور ایسا ہوگا کہ جو کوئی میری باتوں کو جنہیں وہ میرا نام لے کے کہے گا نہ سنے گا تو میں اس کا حساب اس سے لوں گا۔ لیکن وہ نبی جو ایسی گستاخی کرے کہ کوئی بات میرے نام سے کہے جس کے کہنے کا میں نے اسے حکم نہیں دیا اور معبودوں کے نام سے کہے تو وہ نبی قتل کیا جائے"

(استثناء باب ۱۸۔ آیت ۱۸)

بائبل کی ان آیتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد ایک اور صاحب شریعت نبی کی پیشگوئی کی گئی تھی، جس کا بنی اسرائیل کے بھائیوں بنی اسمٰعیل سے ہونا ضروری تھا۔ اور ورقہ بن نوفل نے جو کہ ایک اچھا عالم تھا اسی پیشگوئی کی طرف ہی اشارہ کیا تھا۔

معلوم نہیں کہ اس واقعہ سے گیانی لال سنگھ صاحب نے یہ نتیجہ کیسے اخذ کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجہ یا ورقہ بن نوفل کو اپنا گورو یا استاد بنایا تھا اس قسم کے استدلال تو "سکھا شاہی" کا مظاہرہ ہی کہلائیں گے۔

ایک سکھ ودوان پرنسپل گنگا سنگھ صاحب نے حضورؐ کی پہلی وحی کا واقعہ بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:۔

(حضرت) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) گھبرا گئے۔ ان کا جسم پسینہ پسینہ ہو گیا۔ اور ہاتھ پاؤں ٹھنڈے ہو گئے۔ وہ گھبرائے ہوئے گھر آئے۔ اور تمام ماجرہ حضرت خدیجہ کو سنایا (حضرت) خدیجہ رضہ نے انہیں تسلی دی اور کہا:۔

"آپ ٹھیک ہی خدا کے رسول ہیں اور سب سے پہلے میں آپ پر ایمان لاتی ہوں"

(ترجمہ از جیون کرماں ص۵۰)

گیانی لال سنگھ صاحب تو حضرت خدیجہ رضہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا گورو ثابت کرنے کی فکر میں ہیں۔ مگر ان کے ہم مذہب پرنسپل گنگا سنگھ صاحب کا بیان ہے کہ سب سے پہلے حضرت خدیجہ رضہ ہی آپ کی نبوت و رسالت پر ایمان لائی تھی۔ اور اس نے حضورؐ کو اپنا رُوحانی پیشوا تسلیم کیا تھا۔

ایک اور سکھ ودوان بھائی پرتاب سنگھ گیانی نے اس واقعہ کا ذکر مندرجہ ذیل الفاظ میں کیا ہے:۔

"چالیس کی عمر میں حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے مکہ کے باہر غار حرا میں بیٹھ کر خدا کی عبادت شروع کی۔ خلوت میں کچھ غور و فکر کرتے رہے۔ کچھ وقت اسی طرح گذر گیا۔ ایک دن گھبرائے ہوئے گھر آئے (حضرت) خدیجہ رضہ نے پوچھا کہ بات کیا ہے؟ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے جواب دیا کہ میں پہاڑ کی غار میں بیٹھا ہوا تھا کہ ایک فرشتہ میرے سامنے آیا اور اس نے زور سے پکڑ کر کہا کہ پڑھ میں نے کہا کہ میں پڑھنا نہیں جانتا اس نے پھر دبایا اور کہا کہ اپنے ربّ کے نام سے پڑھ۔ جس نے آدم کو وہ کچھ سکھایا جو وہ نہیں جانتا تھا۔ خدیجہ رضہ نے یہ بات سُن کر آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کو تسلی دی۔ اور کہا کہ گھبرانے کی ضرورت نہیں .... پھر وہ انہیں اپنے چچا کے لڑکے ورقہ کے پاس لے گئی۔ ورقہ عیسائی تھا۔ اس نے انجیل کا عربی میں ترجمہ کیا تھا اس نے آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) سے کہا:۔

"خدا آپ کو پیغمبر بنانے والا ہے .... ایسے فرشتے پیغمبروں کے پاس ہی آتے ہیں"

(ترجمہ از سنسار وا دھارمک اتہاس ص۳۸۴)

اس واقعہ کو ایک اور سکھ ودوان بھائی سیوا سنگھ آنجہانی سابق ایڈیٹر خالصہ سماچار امرتسر نے بھی بیان کیا ہے (ملاحظہ ہو جیون محمد صاحبؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) ص۱۷-۱۸)

اس واقعہ سے یہ نتیجہ اخذ کرنا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا یا ورقہ بن نوفل کو اپنا گورو بنا لیا تھا۔ بالکل لغو اور فضول بات ہے، خدا کی طرف سے وحی اور الہام کا نزول چونکہ حضور کی زندگی میں پہلا واقعہ تھا اس لئے فطرتی تقاضا کے ماتحت آپ کو کچھ گھبراہٹ ہوئی۔ جس کا آپؐ نے اپنی بیوی سے ذکر کیا جو اس کی تحقیق کے لئے حضور کو اپنے بھائی کے پاس لے گئیں جو ایک اچھا خاصا عالم تھا۔

گیانی صاحب نے جناب بابا نانک صاحب کے گورو یا استاد صاحب کی بھی بہت زور شور سے نفی کی ہے۔ مگر ہمیں اس بات کا بہت افسوس ہے کہ گیانی صاحب نے بابا صاحب کے اپنے کلام کے بالکل خلاف نظریہ پیش کیا ہے ہر ایک عقلمند انسان اس امر کو تسلیم کرے گا کہ اس معاملہ میں گیانی صاحب یا کسی اور سکھ ودوان سے کہیں کہیں بڑھ کر بابا صاحب کی اپنی شہادت کو درجہ حاصل ہوگا۔ بابا صاحب نے اپنے کلام میں اپنے گورو سے متعلق فرمایا ہے:-

ستگورو ہٹو واریا
جت ملیاں خصم سمالیا
جن کر اپدیش گیان انجن دیا
انہی نیتریں جگت لیا

(محلہ ۱ صفحہ ۴۷)

یعنی۔ میں اپنے سچے گورو (مرشد کامل) پر قربان ہوں، جس کے ملنے سے میرا خدا سے تعلق قائم ہو گیا۔ نیز جس نے مجھے اپدیش دے کر میری آنکھوں کو معرفت کا سرمہ لگا دیا۔ اور مجھے اس دنیا میں اپنے رب کا دیدار حاصل ہو گیا۔

بابا صاحب کے اس شبد سے صاف ظاہر ہے کہ آپ نے مرشد کامل کے ذریعہ خدا تک رسائی حاصل کی تھی۔ پس بابا صاحب کے ایک واضح ارشاد کی موجودگی میں گیانی لال سنگھ صاحب یا کسی اور سکھ ودوان کا یہ کہنا کہ بابا صاحب کا گورو کوئی نہیں تھا۔ بابا صاحب کی تکذیب کے مترادف ہے۔ کیونکہ وہ خود فرما رہے ہیں کہ سچے گورو اور مرشد کامل کے ملنے سے میں خدا کا واصل ہوا ہوں۔

مشہور سکھ مؤرخ گیانی گیان سنگھ نے لکھا ہے کہ:-

"میر سید حسن جو اس علاقہ میں اولیا کرام میں صلح کل بے لاگ پیر تسلیم کیا جاتا تھا۔ جھنڈا کالو کے گھر کے پاس ہی رہتا تھا۔ . . . .
رائے بلار بھی پہلے اس کے مرید تھا اس نے **اپنا دینی اور دنیاوی علم بابا نانک صاحب کو پڑھایا اور بڑے بڑے حق کے راز بتائے**"

(ترجمہ از تواریخ گورو خالصہ گورو خالصہ صفحہ ۸۹)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جناب بابا نانک صاحب کا استاد اور مرشد میر سید حسن تھا۔ جس سے آپ نے دینی اور دنیاوی تعلیم حاصل کی اور معرفت کے بڑے بڑے راز بھی سیکھے۔

سکھ لٹریچر میں جناب بابا نانک صاحب کے گورو سے متعلق اور بھی بہت کچھ لکھا ہوا ملتا ہے۔ گیانی صاحب نے تو بابا صاحب کے گورو سے بالکل انکار کیا ہے مگر سکھوں میں ایسے لوگ بھی موجود ہیں جن کے نزدیک بھگت کبیر جی بابا نانک کے گورو تھے (ملاحظہ ہو کھڑک خالصہ صفحہ ۲ وگورمت ترتے ساگر صفحہ ۵۶۹) اسی طرح بعض لوگ بابا نانک صاحب کے بڑے لڑکے سری چند کو ان کا گورو بیان کرتے ہیں (ملاحظہ ہو شروت نہی چرتامرت ہندی حصہ دوم صفحہ ۱۰۹) بعض لوگوں کے نزدیک راجہ جنک بابا صاحب کا گورو تھا (ملاحظہ ہو بھگت رتناولی صفحہ ۱۹۳) بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو یہ بیان کرتے ہیں کہ بابا صاحب نے سنت رین کو گورو دھارن کیا تھا (ملاحظہ ہو گورمت ترتے ساگر صفحہ ۱۶۹ و جگت گورو کی جیونی ہندی صفحہ ۹) اور بعض لوگوں نے خواجہ (خضر) کو بابا نانک کا گورو تسلیم کیا ہے (ملاحظہ ہو گورمت ترتے ساگر صفحہ ۵۶۹ و صفحہ ۷۰۱) بمبئی کے مشہور و معروف کانگرسی لیڈر مسٹر کے ایم منشی نے ایک مرتبہ دو داس بھگت کو بابا صاحب کا گورو بیان کیا تھا (ملاحظہ ہو اخبار شیر پنجاب ۱۴ نومبر ۱۹۴۰ء) اور پنڈت تارا سنگھ نروتم بیان کرتے ہیں کہ:-

"گورو نانک صاحب نے گرنتھ صاحب میں اپنا گورو لیشن بیان کیا ہے"

(ترجمہ از گورمت ترتے ساگر صفحہ ۵۷۲)

اور جنم ساکھی بھائی بالا میں مرقوم ہے:-

"مردانہ نے دریافت کیا کہ آپ کا گورو کون ہے؟ اور اس کا نام کیا ہے؟ تب گورو نانک نے کہا کہ مردانہ اس کا نام بابا زندہ کہتے ہیں"

(ترجمہ از جنم ساکھی بھائی بالا صفحہ ۲۵۲)

گیانی لال سنگھ صاحب اور دوسرے کئی سکھ ودوان بابا نانک صاحب سے متعلق اکثر یہی کہتے ہیں کہ آپ کا گورو یا استاد کوئی نہ تھا۔ بلکہ آپ بے مرشد اور بے استاد تھے۔ چنانچہ ایک سکھ ودوان پروفیسر کرتار سنگھ صاحب ایم اے بیان کرتے ہیں کہ:-

"اکثر لوگ کسی پیغمبر۔ مذہب کے بانی کی عظمت اور بڑائی اس میں خیال کرتے ہیں کہ وہ بالکل یا تقریباً ان پڑھ ہو۔ گورو نانک صاحب کے بھی اکثر عقیدتمندوں نے یہ ظاہر کرتے ہیں گورو نانک صاحب کی عظمت اور بڑائی سمجھی ہے کہ آپ اسکول سے ہمیشہ بے تعلق رہے اور آپ نے کسی سے کچھ حاصل کرنے سے انکار کر دیا۔ **مگر یہ بات درست معلوم نہیں ہوتی**"

(ترجمہ از جیون کتھا گورو نانک دیو جی صفحہ ۵۷)

خود گورو گرنتھ صاحب کی رو سے کسی شخص کا بے مرشد یا بے استاد ہونا کوئی خوبی کی بات نہیں، بلکہ بہت بڑا عیب ہے۔ چنانچہ ایک مقام پر مرقوم ہے:-

گور کے درشن موکھ دوار
ستگور سیو سے پروار سدھار
نگورے کو گت کائی ناہی
اوگن موٹھے چوٹاں کھاہی

(محلہ ۳ صفحہ ۳۶۱)

یعنی۔ گورو کی شناخت سے ہی انسان نجات حاصل کر سکتا ہے۔ اور جو لوگ سچے گورو کی پیروی کرتے ہیں۔ وہ نہ صرف اپنی ہی اصلاح کرتے ہیں۔ بلکہ اپنی نسل کو بھی سدھارنے کا موجب بن جاتے ہیں، اس کے برعکس جو لوگ کسی سچے گورو یا مرشد کی بیعت نہیں کرتے انہیں کوئی ٹھکانا نہیں ملتا۔ وہ گناہوں میں مبتلا ہوتے ہیں اور آخرت میں چوٹیں کھاتے ہیں۔

ایک اور مقام پر مرقوم ہے:-

ستگور باجھوں گور نہیں کوئی
نگورے کا ہے ناؤں برا

(محلہ ۳ صفحہ ۴۳۵)

یعنی۔ سچے گورو کے بغیر کوئی بھی گورو نہیں ہو سکتا۔ جو نگورا ہے۔ یعنے جس نے سچے گورو کو شناخت نہیں کیا اس کا نام برا ہے۔

گورو گرنتھ صاحب میں یہ بھی مرقوم ہے:-

جن کے ہردے ہرنا ہیں ہر سوامی
تے بگڑ روپ بیر کٹی۔
جیوں نگورا بہہ باتاں جانے
اوہ ہر درگہ ہے بھرشٹی

(محلہ ۴ صفحہ ۵۲۸)

یعنی۔ جن لوگوں کے دلوں میں خدا نہیں وہ جذامی اور بدشکل ہے جیسے نگورا (جس نے مرشد کامل کی بیعت نہیں کی) بہت باتیں تو جانتا ہے۔ مگر خدا کی درگاہ میں وہ ناپاک ہے۔

اسی طرح ایک مقام پر یہ بھی لکھا ہے:-

دڈا داتا گور لکھ جاتا
نگوری اندھ بھرے لوکائی

(محلہ ۳ صفحہ ۹۱۲)

یعنی اللہ تعالیٰ کی شناخت مرشد کامل کے ذریعہ ہی ہوتی ہے۔ اس کے بغیر دنیا اندھیرے میں رہتی ہے، اور خدا کو شناخت نہیں کر سکتی۔

ایک اور مقام پر لکھا ہے:-

بن ستگور تیج موئے ساکت
نگورے گل جم پھاہے ہے

(محلہ ۵ صفحہ ۱۰۷۳)

یعنی نگورا ساکت ہے اور اس کے گلے میں دوزخ کا فرشتہ پھانسی کی رسی ڈالے گا۔

بے مرشدوں کی مذمت سے متعلق گورو گرنتھ صاحب میں جناب بابا نانک صاحب کا اپنا قول بھی موجود ہے جو یوں ہے:-

نانک نگوریاں گن ناہی کوئے
منہ پھیرے منہ جوٹھا ہوئے

(محلہ ۱ صفحہ ۱۲۴۰)

یعنی۔ بے مرشد رہنا کوئی خوبی کی بات نہیں، سچے گورو اور مرشد کامل سے منہ پھیر لینے سے انسان کا منہ ناپاک ہو جاتا ہے۔ اور اس کا تزکیہ نفس نہیں ہو سکتا۔

یاد رہے کہ گورو گرنتھ صاحب میں بے مرشد کے لئے "نگورا" کا لفظ بیان کیا گیا ہے اور سردار بہادر کاہن سنگھ نابھہ نے اس کے معنے یوں کئے ہیں:-

"نگورا۔ جس کا گورو نہ ہو۔ من مکھ"

(ترجمہ از انسائیکلو پیڈیا آف دی سکھ لٹریچر صفحہ ۲۱۱۳)

(باقی بر صفحہ ۱۲)

اسلام اور مسیحیت

ایک عیسائی (مرتد مسلمان) کے اسلام پر اعتراضات اور ان کے جوابات!

مولوی عبدالرحمان صاحب کھچی ضلع ہزارہ

دوسرا خط

کھچی - ضلع ہزارہ ۱۵/۴/۵۲

مکرم محترم پادری صاحب!

تسلیمات

امید ہے کہ میرا سابقہ عریضہ آپ کو مل گیا ہوگا۔ مجھے نہایت افسوس سے کہنا پڑا کہ آپ تبلیغ مسیحیت کے جوش میں انسانی اخلاق سے بالکل باہر ہو جاتے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا تخیل بالکل اسی اندھے کی مانند ہے جو ساون کے مہینے اپنی بصارت کو کھو بیٹھے اور اس کے تصور میں ہر چیز ہری ہی ہری معلوم ہو۔

آپ نے حضرت اقدس محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی گیارہ شادیوں کو (نعوذ باللہ) مزے اڑانے سے تعبیر کیا ہے یہ مسلم امر ہے کہ جب تعصب کی پٹی کسی آنکھ پر بندھ جاتی ہے تو اس کے دیدے اس قدر بےشرم ہو جاتے ہیں کہ اسے اپنے مخالف کی ہر اچھائی بھی برائی ہی معلوم ہوتی ہے۔

اگر آپ کو تاریخ سے ذرا بھی مس ہوتا یا بصورت دیگر شرافت انسانی کو ہاتھ سے نہ چھوڑ دیا ہوتا تو آپ بجائے ہانک دینے کے پہلے غور فرماتے کہ حضرت اقدس محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے پچیس سال کی عمر میں (جبکہ انسانی امنگوں اور ہیجان سے بھرپور شباب کا زمانہ ہوتا ہے) ایک چالیس سالہ بیوہ خاتون سے نکاح کیا اور باون سال کی عمر تک یعنی اس خاتون کی وفات تک اسی ایک بیوی پر اکتفا کی۔ اب آپ خیال کیجئے کہ مزے اڑانے یا عیش و عشرت کا زمانہ پچیس سال سے چالیس سال کی عمر کے درمیان ہوتا ہے یا باون سے تریسٹھ سال کے درمیان کا۔

پھر اور سوچئے کہ اس بیوی کی وفات کے بعد آپ کی زندگی کا وہ دور شروع ہوتا ہے کہ آپ دن رات مدافعتی جنگوں میں مصروف رہتے ہیں۔ نہ دن کو آرام ہے نہ رات کو تو بتایئے ان گیارہ سال کے عرصہ میں آپ کو کونسا وقت عیش و عشرت کا میسر آسکتا تھا۔ مخالفین کی لکھی ہوئی تاریخ بھی اس کی گواہ ہے۔ ہاں اس عرصہ میں متعدد عورتیں آپ کے نکاح میں آئیں مگر ماسوائے ایک دو کے باقی سب سن کہولت کو پہنچ چکی تھیں اور تعلقات زناشوئی کی احتیاج ہی باقی نہیں رہی تھی۔ ان بیواؤں سے نکاح کی فقط یہی غرض تھی کہ ان کو اس بڑھاپے کی عمر میں اس بےکسی کے زمانے میں ایک ہمدرد رفیق کی اور مہربان محافظ کی ضرورت تھی، اور یہ وہ زمانہ تھا جبکہ مسلمان مردوں کی کمی تھی اور حضرت اقدس سے بڑھکر ہمدرد انسانیت ان کو کہیں میسر نہ آسکتا تھا۔

اگر حضرت اقدس کو ان متعدد نکاحوں سے حظ نفسانی مقصود ہوتا تو کیا آپ کے لئے نوعمر کنواری لڑکیوں کی کمی تھی اس کا اندازہ آپ اس واقعہ سے کرلیں کہ جب قریش کا وفد آپ کی خدمت میں حسین سے حسین ترین عورت صرف اس بات کے عوض میں پیش کرنے کو تیار تھا کہ آپ ان کے بتوں کے خلاف وعظ کو ترک کر دیں۔ تو آپ نے اسکو ٹھکرا دیا - یہ واقعات آپ کی پاکبازی اور راستبازی کا اس قدر بیّن ثبوت ہیں کہ کوئی صاحب بصیرت اس سے انکار نہیں کرسکتا ومن لم یجعل اللہ لہٗ نورًا فما لہٗ من نور، خداوند تعالیٰ جس کو کور باطن بنا دے اس کو کون روشنی دے سکتا ہے۔

محترم پادری صاحب! کیا عیسائیت کی یہی روحانی اور اخلاقی تعلیم ہے جس کا کہ آپ نے اپنے خط میں اظہار فرمایا ہے؟ ذرا اپنی مسیحیت کا جائزہ تو لیں - ولیحکم اھل الانجیل بما انزل اللہ فیہ - اہل انجیل پر لازم ہے کہ وہ اس پر عمل کریں جو اس میں اللہ تعالےٰ نے نازل فرمایا ہے۔

(۱) عیب جوئی نہ کرو کہ تمہاری بھی عیب جوئی نہ کی جاوے
انجیل متی ۷/۱

(۲) کیونکہ جس طرح تم عیب جوئی کرتے ہو اسی طرح تمہاری عیب جوئی کی جائے گی۔ متی ۷/۲

بجا فرمایا جناب مسیح نے درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے۔ متی ۱۲/۳۳ بتایئے اب پھل کو برا سمجھیں یا درخت کو (یہ ایک اصولی بات ہے کہ) اچھا آدمی اچھے خزانے سے اچھی چیزیں نکالتا ہے اور برا آدمی (یونانی) بری زناکارنیت برے خزانے سے بری چیزیں نکالتا ہے۔ متی ۱۲/۳۵

عربی کا مقولہ ہے یترشح من الاناء ما فیہ - برتن سے وہی ٹپکتا ہے جو اس میں ہوتا ہے - (تو پھر) اے سانپ کے بچو تم برے ہوکر کیونکر اچھی باتیں کہہ سکتے ہو کیونکہ جو (کچھ) دل میں بھرا ہوتا ہے وہی منہ آتا ہے۔
متی ۱۲/۳۴

خدا کے بندے کیا محولہ بالا آیات انجیل آپ کی نظر سے نہیں گذریں؟ معلوم ہوتا ہے جس طرح آپ یہاں قرآن کے معارف سے کورے رہے کیونکہ بغیر طہارت نفس کے قرآن کے معارف پر اطلاع نہیں ہوسکتی لا یمسہ الا المطھرون وہاں انجیل سے بھی اسی طرح جاہل رہے۔ کیونکہ وہاں بھی کتوں کو پاک چیزیں اور سؤروں کو موتی نہیں ڈالے جاتے۔ متی ۷/۶

آپ انجیل مقدس کو کھول کر تلاوت کریں اور مندرجہ بالا آیات کی روشنی میں اپنے آپ کو اس کے سامنے رکھکر بغور ملاحظہ فرمائیں کہ آیا اوپر دیئے ہوئے نقشہ کے عین مطابق آپ کی تصویر ظاہر و باطنی ہے یا نہیں۔ اگر ہے تو پھر اے ریاکار پہلے اپنی آنکھ میں سے تو شہتیر کو نکال پھر اپنے بھائی کی آنکھ میں سے تنکے کو اچھی طرح دیکھ کر نکال سکے گا - متی ۷/۵ اور اگر خدانخواستہ آپ کی اخلاقی اور نفسیاتی حالت میں اور اس نقشہ میں مطابقت نہ ہوئی پھر مجھے مخاطب فرمایئے میں آپ کی تشفی کے لئے حاضر ہوں۔

از نوبم جناب حافظ عبدالقیوم صاحب کی بجائے یا مولانا عبدالجلیل صاحب کی بجائے آپ مجھے مخاطب کریں۔ میں ایک طالب حق ہوں اور حق کی جستجو میں ضروری ہے کہ مختلف مذاہب کا قریب سے مطالعہ کیا جائے۔ میں نہایت ہی مشکور ہونگا اگر آپ ایک حقیقی مسیحی کی حیثیت سے (نہ کہ ایک بپھرے انسان کی) میرے ساتھ جس موضوع پر چاہیں تلاش حق کے لئے خط و کتابت کرلیں۔ میں کوشش کروں گا کہ حضرت اقدس محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ اور آپ کی عظمت کو علمی طور پر آپ کے دل و دماغ میں بٹھاؤں - اور اگر آپ حضرت یسوع مسیح کی تعلیمات کو میرے سامنے پیش کریں تو میرا فرض ہے کہ ان پر ٹھنڈے دل سے غور کروں۔

اب میں آپ کے خط کی تنقیح نمبر ۲ کی طرف آتا ہوں یعنی خدا کے رازوں میں موسیٰؑ اور فرعون مصر برابر ہیں - اور یسوع اور یہود برابر ہیں۔ سنئے اگر آپ مسیحی تعلیمات سے کورے نہ ہوتے تو اس قسم کی ملحدانہ رائے سے گریز کرتے (ہوسکتا ہے کہ ہم آپ کی رائے لارڈ بشپ یا پوپ تک پہنچا دیں اور پھر بیٹھے کے لالے پڑ جائیں۔

آپ خیال فرماتے ہیں کہ اگر ظالم اور منجی نیک اور بدکار مشرک اور موحد کافر اور مومن انبیاء اور ان کے منکرین یسوع اور اسکو کاٹھ پر لٹکانے والے برابر ہیں۔ تو یسوع کو سولی پر لٹکنے کی کیا مصیبت پڑی تھی۔

تنقیح نمبر ۳ موسیٰؑ و عیسیٰؑ کی تعلیم کو پھیلانا حمق ہے۔ بجا فرمایا کیونکہ یہ ناقابل عمل تعلیم ہے اسکو پھیلانا حمق ہے۔ اور قابل عمل تعلیم پر عمل کرنا اور آدمیوں کو سکھانا آسمانی بادشاہت میں سب سے بڑا کہلانے کی دلیل ہے۔ انجیل ۵/۱۹ ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولئک ھم الفسقون

میں امید کرتا ہوں کہ آپ توریت کتاب استثناء باب ۱۸، آیت ۱۵ تا ۱۸ - اور انجیل یوحنا باب ۱ آیت نمبر ۲۱ سے "وہ نبی" کے متعلق روشنی حاصل کرنے کی ضرور کوشش کریں گے۔

اگر آپ ہر طرف سے تھک کر مایوس ہو جائیں تو پھر حضرت اقدس محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمۃ للعالمینی آپ کو اچھوتوں کی صف سے نکال کر اسلامی برادری کا مساوی رکن بنانے کے لئے ہر وقت وسیع ہے اور اسلام کا دروازہ اور ہماری بغلیں جب کبھی آپ اپنی بدکلامی سے تائب ہوں آپ کے لئے کشادہ ہیں۔ اللہ تعالےٰ آپ کو بصیرت عطا فرمائے آمین - والسلام۔

خیر اندیش
عبدالرحمٰن احمدی کھچی ضلع ہزارہ
(باقی آئندہ)

ایک دیوبندی صاحب سے وفاتِ مسیح پر گفتگو

ایم ایم اشتیاق احمد بیگ سنوری کیمبل پور

صداقت چھپ نہیں سکتی بناوٹ کے اصولوں سے
کہ خوشبو آ نہیں سکتی کبھی کاغذ کے پھولوں سے

احقر نے ماہِ گذشتہ کی اکیس تاریخ کو موضع تک غلام شاہ کی ایک ڈھوک پر پینامنٹ کے لئے موسلا دھار بارشں سے پناہ لینے کے لئے ایک مکان میں، مالک مکان سے استفسار اور اجازت سے اپنے ساتھ کے جو دو افراد پر مشتمل تھا سر چھپایا ہم تینوں بارش سے بھیگے ہوئے مکان کے اندر گھسے اور مالک مکان کے کہنے پر چار پائیوں پر بیٹھ گئے۔ ابھی بیٹھے ہی تھے کہ میرے ساتھیوں نے گپیں ہانکنا شروع کر دیں۔ ان کی پڑ لطف اور اتی ہوئی آواز کو سنتے ہی ساتھ والی چار پائی پر سویا ہوا اجنبی کچھ حیران سا ہو کر اُٹھا اور رضائی اوڑھ کر بیٹھ گیا۔ میں نے اسکو السلام علیکم کہا اور یوں پرسان حال ہوا۔

میں - سنائیے مولوی صاحب کیا آپ اسی جگہ کے رہنے والے ہیں؟

مولوی صاحب - نہیں جناب میں تو پنڈی گھیپ کا رہنے والا ہوں۔

میں - کیا یہ آپ کے رشتہ دار ہیں؟

مولوی صاحب - نہیں، میں تو طالب علم ہوں اور مولوی صاحب کے ساتھ آیا ہوں۔

میں - کیا مولوی صاحب یہاں کے رہنے والے اور اچھے تعلیمیافتہ ہیں؟

طالب علم - واہ جی واہ مولوی صاحب دیوبند پاس ہیں اور اسی ڈھوک کے رہنے والے ہیں۔ آپ ان ہی کے مکان میں بیٹھے ہوئے ہیں۔

میں - کیوں جی بڑے مولوی صاحب کہاں تشریف فرما ہیں؟

طالب علم - وہ تو جی اندر آرام کر رہے ہوں گے (اتنا کہنا ہی تھا کہ وہ میرے آدمی جو روز بحث مباحثہ کرتے رہتے تھے بڑے جوش سے مسکراتے ہوئے بولے "لو جی اب ذرا مولوی صاحب سے دو دو باتیں ہوں گی نا")

میں - بھئی میں بحث کرنے کو تو پسند نہیں کرتا، اور اگر جھوٹ اور سچ کا مقابلہ ہوا تو پھر سچ کی تائید کے لئے دل و جان سے حاضر ہوں گے۔

طالب علم - کیوں جی آپ کس فرقہ سے تعلق رکھتے ہیں؟

میں - مولوی صاحب بندہ تو فرقہ پرستی کو خدا کی لعنت تصور کرتا ہے، مگر احقر تو　　بارشاد بانی سلسلہ احمدیہ رح

ہم تو رکھتے ہیں مسلمانوں کا دیں
دل سے ہیں خدام ختم المرسلیں
شرک اور بدعت سے ہم بیزار ہیں
خاکِ راہ احمد مختار ہیں
سارے حکموں پر ہمیں ایمان ہے
جان و دل اس راہ پر قربان ہے
تم ہمیں دیتے ہو کافر کا خطاب
کیوں نہیں لوگو تمہیں خوف عقاب

طالب علم - واہ جی واہ تم میں اور ہم میں تو زمین آسمان کا فرق ہے۔

میں - کیوں مولوی صاحب تم میں اور ہم میں کیا جسمانی فرق ہے یا کہ ایمانی؟

طالب علم - جی جسمانی تو نہیں مگر ایمانی فرق ہے۔

میں - کیوں محترم تمہارا کیا ایمان ہے؟

طالب علم - ہم تو وہابی ہوتے ہوئے بھی اس پر محکم یقین رکھتے ہیں کہ نبوت ختم ہو گئی ہے، مگر تم احمدی لوگ نبوت کے اجرا کا دعوےٰ کرتے ہو۔

میں - محترم مولوی صاحب نبوت کے اجراء کے آپ ملزم ہیں کہ ہم تو اللہ کی کتاب　　اور حدیث نبوی پر محکم یقین رکھتے ہوئے بانی سلسلہ احمدیہ اور مجدد صدی چہار دہم کے ارشاد مقدس کے مطابق نبوت کے مدعی کو دائرہ اسلام سے خارج اور منکر تصور کرتے ہیں

طالب علم - واہ جی واہ خوب کہی ہم بھلا کیسے اجرائے نبوت کے قائل ہیں؟

میں - جناب عالی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق جناب کا کیا خیال ہے؟

مولوی صاحب - ہمارا خیال کیا، ہمارا محکم عقیدہ ہے کہ وہ زندہ ہیں اور آسمان پر اُٹھائے گئے ہیں۔

میں - نہیں مولوی صاحب، صاحب موصوف وفات پا چکے ہیں۔ اور اگر آپ اس عقیدے کے مالک ہیں تو پھر ذرا اپنے گلے پر بھی مکفیر کے خونے والی تیز دھار چھری کو رکھیئے کہ وہ محض ہم منزیوں کے لئے ہی تیز کر رکھی ہے۔

(اتنے میں وہ تو چپ ہو گئے، مگر میرے ہی مارا ساتھیوں نے کہا کہ جاؤ ذرا بڑے مولوی صاحب کو بلا لاؤ وہ ہی ان کی خبر لیں گے)

اتنے میں بڑے مولوی صاحب بھی اُن کے بلانے پر تشریف لے آئے۔ میں نے حسب معمول اُٹھکر مولوی صاحب سے مصافحہ کیا اور السلام علیکم کہا۔ انھوں نے بھی بڑی خندہ پیشانی سے جواب دیا اور سامنے والی چار پائی پر تشریف رکھتے ہوئے سلسلہ کلام یوں شروع کیا:-

کہ مجھے پتہ چلا تھا کہ آپ آئے ہیں مگر میں بوجہ بارش نہ آسکا سو اب ان کے بلانے پر آیا ہوں، فرمائیے کیا حکم ہے

میں - قبلہ گاہ حکم تو اللہ کا ہوتا ہے۔ میری زبان میں ایسی لفظ کہنے کہ یارا نہیں ہو سکتا۔ کیوں حضرت عیسیٰ زندہ ہیں یا مردہ؟

مولوی صاحب - حضرت عیسیٰ زندہ ہیں اور آسمان پر تشریف فرما ہیں۔

میں - مولوی صاحب اللہ کی محکم کتاب اور حدیث سے واضح ہوتا ہے، کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام وفات پا چکے ہیں۔

مولوی صاحب - کیا آپ ان کی وفات کے متعلق قرآن سے ثبوت دے سکتے ہیں؟

میں - جی ہاں گو میں عربی میں مہارت تو نہیں رکھتا مگر قرآن پاک سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کے ثبوت میں چند آیات پیش کر سکتا ہوں اور مزید ثبوت کے لئے کئی حدیثیں بھی عرض خدمت کر سکتا ہوں۔

مولوی صاحب - کہئے کیا ثبوت ہیں؟

میں نے اپنی جیب سے دعوت عمل نکال کر مولوی صاحب کے ہاتھ میں دیتے ہوئے کہا کہ لیجئے جناب ٹھنڈے دل سے اور نظر غور سے مطالعہ فرمائیے اور پھر فرمائیے۔ وہ دعوت عمل کے اوراق کو بڑی حیرانی سے اُلٹتے اور دیکھتے جا رہے تھے اور میں دل ہی دل میں اپنے بزرگ و برتر اللہ سے دعا کر رہا تھا کہ اے میرے بزرگ و برتر خدا! آج پہاڑ اور ذرے کی ٹکر ہے تم ہی اپنے فضل و کرم سے میری اگر میں سچا ہوں مدد کر میں تیرے سوا کسی کی مدد نہیں ٹٹولتا۔

اتنے میں مولوی صاحب وفاتِ مسیح کے باب پر آ گئے اور پہلی دو آیات کو پڑھکر یہ کہتے ہوئے کہ یہاں اسکے گھسوڑنے کا کیا مطلب۔ اس آیت مقدس پر پہنچے اور بلند آواز سے پڑھا اور ترجمہ کیا (یٰعیسیٰ انی متوفیک و رافعک الی) اور یہ کہتے ہوئے کہ یہ تو ہم بھی کہتے ہیں کہ مریں گے مگر مرے نہیں یہاں پر پھر بلند آواز سے بولے کنت علیہم شہیدًا ما دمت فیہم فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیہم یعنی جب تک اے اللہ میں ان میں رہا میں ان پر گواہ تھا مگر جب تو نے مجھے وفات دے دی تو تو ان پر نگہبان تھا۔ اور کہنے لگے بتائیے جی ان کا کیا مطلب ہوا۔

میں - محترم مولوی صاحب جو آیات پہلے آپ نے پڑھی ہیں وہ بھی محترم حضرت اقدس نے محکم کتاب میں سے حزب مخالف کے سوال اور دعووں کو رد کرنے کے لئے۔۔۔ تحریر فرمائی ہیں۔ اور یہ آیت قرآنی خود حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبانی ان کے وفات پانے کی تصدیق کرتی ہے۔

مولوی صاحب - نہیں جی۔ یہ جواب تو حضرت عیسیٰ نے یوم الحساب کو اللہ تعالےٰ کو دینا ہے جبکہ وہ دجالوں کے بعد تشریف فرما کر از سر نو اسلام کو زندہ کر چکے، وہ تو اور زمانہ ہوگا نہ کہ یہ وہ اس وقت مریں گے۔

میں - جناب عالی معاف فرمائیے گا کیا اس رسول کی امت میں دجال ہی پیدا ہونے ہیں جس کو خود اللہ اپنے پاک کلام میں پیار کے الفاظ میں خطاب کر چکا ہے۔ اچھا خدا انہیں راہ راست پر لائے بھلا یہ تو بتائیے حشر کے بعد پھر بھی رسول کو اللہ تعالےٰ کے حکم کے مطابق لوگوں کو پند و وعظ کرنے اور لوگوں کو ان کے خلاف عقائد اور دیگر ناجائز کام کرنے کا موقعہ ملے گا۔

مولوی صاحب - نہیں جی پھر تو نیک (باقی بر صفحہ ۱۲)

بچوں کا صفحہ

مخلوق خدا سے سچی ہمدردی

ہمارا مذہب ہمیں محض نماز روزہ کی تعلیم ہی نہیں دیتا بلکہ مخلوقِ خدا کے ساتھ ہمدردی اور شفقت کی سخت تاکید کی ہے۔ ہمارے نبی صلعم کے صحابہؓ خلق خدا پر بڑے مہربان تھے۔ حاجتمندوں کی حاجت روائی کرنا۔ محتاجوں اور غریبوں کی امداد کرنا ان کا شیوہ تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہمدردی خلق خدا کے واقعات تم سن چکے ہو اب کچھ اور واقعات سنو۔

حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ قحط کے ایام میں ایک دن حضرت فاروق اعظمؓ کو میں نے دیکھا کہ ایک تھیلہ میں کھانے کا سامان ڈالے اور روغن زیتون کا برتن ہاتھ میں لئے جلدی جلدی ایک طرف جا رہے ہیں۔ ان کا ملازم اسلم ان کے ہمراہ تھا سخت گرمی کا وقت تھا۔ آقا اور خادم دونوں پسینے سے نہا رہے تھے حضرت فاروق کو دیکھ کر میں بھی ان کے ہمراہ ہو لیا۔ جب ہم خیمۂ صرار پر پہنچے تو وہاں بنی محارب کے بیس خانہ بدوش نظر آئے۔ جو قحط کی مصیبتوں کے مارے پھرتے پھراتے وہاں آکر ٹھہر گئے تھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ان کے آنے کی خبر مل گئی تھی۔ اس لئے بے چین ہو کر ان کے لئے سامان خورد و نوش لے کر آپ تپتی ہوئی دھوپ میں گھر سے باہر نکل پڑے۔ آپ نے وہاں جاکر ان کی بہت دلجوئی کی۔ ان کو کھانا کھلایا اور دوسرے اوقات کے لئے ان کو اناج وغیرہ دے کر وہاں سے لوٹے۔

اسی طرح شہر میں گشت کرتے ہوئے ایک دن آپ ایک بڑھیا کے مکان کے پاس سے گذرے۔ آپ نے سنا کہ بڑھیا کہہ رہی ہے کہ خدا عمرؓ کو سمجھے کہ خلیفہ ہو کر میری خبر نہیں لیتا۔ یہ سن کر آپ کانپ گئے۔ اس کے پاس گئے اور پوچھا کہ اے نیک خاتون! تو عمر سے کیونکر ناراض ہے۔ بڑھیا کو کیا معلوم کہ یہی صاحب عمر ہیں۔ وہ کہنے لگی کہ جب سے خلیفہ ہوا ہے ایک پھوٹی کوڑی بھی نصیب نہیں ہوئی۔ حضرت فاروقؓ نے جواب دیا کہ تم الگ تھلگ گوشہ میں پڑی ہو۔ عمر کو تمہاری کیا خبر ہو سکتی ہے۔ وہ بولی کہ پھر خلیفہ کیوں بنا بیٹھا ہے۔ اس کو تو رعیت کے ایک ایک فرد کی خبر ہونی چاہیئے خواہ وہ کہیں رہتا ہو۔ یہ سن کر حضرت زار زار رونے لگے اور زبان مبارک سے فرمایا کہ اے نیک خاتون تو سچ کہتی ہے واقعی تو سچ کہتی ہے۔ خلیفہ کو ایسا ہی ہونا چاہیئے۔ آپ نے پندرہ دینار اس کی نذر کئے اور بڑی منت سماجت سے معافی مانگی۔ اسی اثنا میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور ابو مسعود آ گئے۔ اور انہوں نے امیرالمومنین کہکر آپ کو اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ کہا۔ تب اس بڑھیا کو معلوم ہوا کہ یہ صاحب عمرؓ ہیں۔ وہ بہت افسوس کرنے لگی کہ اس نے خلیفہ کے روبرو ہی اس کو بُرا بھلا کہا۔ مگر آپ نے اسکو تسلی دی اور فرمایا کہ میں تمہارا بہت شکر گذار ہوں کہ تم نے مجھے میرے فرض سے آگاہ کیا۔ اگر قیامت کے دن مجھ سے باز پرس ہوتی تو میں کیا کرتا!

قحط کے زمانے کا ہی ذکر ہے کہ آپ کا ایک ملازم گھی اور دودھ خرید کر لایا اور آپ کے سامنے رکھ دیا آپ رو پڑے اور فرمایا اگر میں یہ کھانا کھاؤں گا تو غریب رعیت کی خبر گیری

مولانا مرتضیٰ خان صاحب

اسلامی مساوات

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ قریش کے بڑے بڑے سردار مثلاً ابوسفیان بن حرب اور ابن ہشام حضرت عمرؓ کی ملاقات کے لئے آئے۔ اتفاق ایسا ہو گیا کہ ان کے ساتھ ہی بلال اور خبیب وغیرہ غریب طبقہ کے لوگ بھی آ گئے۔ آپ کو اندر اطلاع دی گئی۔ حضرت عمرؓ نے پہلے غربا کو اندر آنے کی اجازت دی اور بڑے بڑے رؤسا کھڑے کے کھڑے رہ گئے۔ ابو سفیان نے اسکو بہت محسوس کیا اور کہا کہ ایسی ذلت پہلے کبھی نہیں ہوئی۔ سہیل بن عمرو نے جو بڑے زیرک انسان تھے فرمایا کہ اگرچہ یہ بات آپ لوگوں کو ناگوار گذری ہے مگر حق یہ ہے کہ تمہارا ہی قصور ہے۔ وہ لوگ جن کو تم حقیر اور ذلیل سمجھتے ہو یہ وہ ہیں کہ جو اسلام میں تم سے پہلے داخل ہوئے اور تم پیچھے۔ ان کی بزرگی مسلم ہے۔ اے ابوسفیان! قیامت کے دن تمہارا کیا حال ہوگا جب وہ لوگ جنہیں تم حقیر سمجھتے ہو پہلے جنت میں چلے جائیں گے اور تم پیچھے۔ جناب سہیل کے ان الفاظ سے سب کے دل پر ایسی چوٹ لگی کہ سب رونے لگ گئے۔ یہاں تک کہ حضرت عمرؓ نے ان کے رونے کی آواز سنی اور ان کو اندر بلا لیا۔

یہ تھی وہ مساوات بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ غرباء نوازی جس کی تعلیم ہمارے نبی کریم صلعم نے دی تھی۔ بلال وغیرہ یہ اسلام لانے سے پہلے غلام تھے۔ لیکن اسلام لانے کے بعد ان کو وہ عزت ملی کہ بڑے بڑے رؤسا بھی ان سے پیچھے رہ گئے۔ حضرت عمرؓ نے ان کو اپنے حضور میں سب سے پہلے باریابی دی تا کہ وہ یہ محسوس نہ کریں کہ وہ کسی سے کمتر ہیں۔ بلکہ وہ یہ سمجھیں کہ اسلام میں رئیسوں کی بھی وہ عزت نہیں جو غریب مومنوں کی ہے۔ اسلام نے انسانوں کا مرتبہ بہت بلند کر دیا۔ غلاموں کو وہ رتبہ بخشا کہ انہیں بادشاہ بنا دیا۔ ہندوستان میں خاندان غلاماں نے حکومت کی اور غلام بڑے بڑے عہدوں پر پہنچے اور ان میں بڑے بڑے پایہ کے عالم اور فاضل لوگ پیدا ہوئے۔

ان صحابہؓ کی حالت پر بھی ذرا غور کرو کہ جب انہیں یاد دلایا گیا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو قیامت کے دن جنت میں پہلے جائیں گے وہ اس قدر متاثر ہوئے کہ رونے لگ گئے۔ ان کے دلوں میں ایمان تھا۔ وہ اگرچہ بڑے تھے مگر ان کو خدا نے ایمان کی دولت سے بھی بہرہ ور کیا تھا۔ وہ خدا کے خوف سے کانپ جاتے تھے اور جب کوئی نصیحت انہیں کرتا تھا ان کی گردنیں جھک جاتی تھیں۔ کیا خوب فرمایا ہے مولانا حالی مرحوم نے ؎

سعادت بڑی اس زمانہ کی یہ تھی ؛ نصیحت پہ جھکتی تھی گردن سبھی کی

کس طرح کر سکتا ہوں۔ میرے سامنے سے یہ کھانا اُٹھا لو اور جاؤ ضرورت مندوں میں جا کر تقسیم کر آؤ۔ قحط کے دنوں میں آپ بہت بیتاب رہتے تھے۔ ہر طرف ہدایات جاری کر دیں کہ غریب رعیت کے لئے اناج بھیجیں لوگوں کی حالت دیکھ کر آپ کی آنکھوں میں آنسو بھرے رہتے۔ اور لب پہ ہمیشہ یہ ورد جاری رہتا۔ "یا الٰہی عمرؓ کو یہ روز بد نہ دکھانا کہ اس کی رعیت اس کی آنکھوں کے سامنے بھوکی مرے"۔ قحط کے دنوں میں مختلف قبیلوں کے لوگ مدینہ میں آکر جمع ہو گئے تھے۔ حضرت عمرؓ بنفس نفیس کوچہ کوچہ پھرتے اور ضرورتمندوں میں اناج اور کھانا تقسیم کرتے۔ ایک دفعہ اونٹ کا تازہ گوشت آپ کے سامنے پیش کیا گیا آپ نے کھانے سے انکار کر دیا اور نوکر کو حکم دیا کہ یہ فلاں گھر میں جا کر دے آؤ۔ آج میں ان کی خبر گیری کے لئے ان کی طرف نہیں جا سکا۔ خدا جانے ان کے پاس کچھ کھانے کو ہے یا نہیں۔

(بقیہ صفحہ ۵) ان حوالجات سے ظاہر ہے کہ گورو گرنتھ صاحب اور خود بابا نانک کے نزدیک بے مرشد رہنا کوئی اچھی بات نہیں کیونکہ اس طرح انسان کا تزکیہ نفس نہیں ہوتا۔ گورو گرنتھ صاحب کے ایک مقام پر تو یہاں تک بیان کیا گیا ہے۔ کہ جو لوگ مرشد کامل اور سچے گورو سے اپنا تعلق قائم نہیں کرتے ان کی زندگی کتوں، سوروں، اور گدھوں وغیرہ حیوانوں سے مشابہ ہوتی ہے اور وہ انسانیت سے بہت دور چلے جاتے ہیں۔ جیسا کہ مرقوم ہے:۔

گورمنتر ہینسیہ جو پرانی
دھرگنت جنم بھرسٹنہ
کوکرہ، سوکرہ - گر وبھہ
کاکہ - سرپنہ تل کھلہ

(محلہ ۵ صفحہ ۱۳۵۷)

یعنی جس شخص نے سچے گورو اور مرشد کامل کی بیعت نہیں کی۔ اور اس سے معرفت کا سبق نہیں پڑھا۔ اس کا تزکیہ نفس نہیں ہوگا۔ اور اس کی زندگی کتوں، سوروں، گدھوں، کووں، اور سانپوں کے مشابہ ہے۔ گویا وہ انسانیت سے بھی محروم ہیں۔

باباصاحب کے کلام کا بغور مطالعہ کرنے والے جانتے ہیں کہ ان کا یہ مذہب تھا کہ کوئی انسان بغیر مرشد کامل کے خدا تک رسائی حاصل نہیں کرسکتا۔ اور جو لوگ سچے گورو کو دھارن نہیں کرتے وہ خدا تک نہیں پہنچ سکتے۔ جیسا کہ آپ کا ارشاد ہے:۔

سادھو ستگور جے ملے
تاں پایئے گنی ندھان

(محلہ ۱ صفحہ ۲۱)

یعنی۔ اگر سچے گورو اور مرشد کامل کی شناخت نصیب ہو تو انسان خدا کا واصل ہوسکتا ہے۔ ورنہ نہیں۔

ایک اور مقام پر آپ کا یہ ارشاد موجود ہے:۔

گورین الکھ نہ لکھیئے بھائی
جگ بوڑے پت کھوئے

(محلہ ۱ صفحہ ۶۳۷)

یعنی۔ بغیر مرشد اور گورو کے انسان خدا سے واصل نہیں ہوسکتا۔ بلکہ ایسا انسان اس دنیا میں غرق ہوجاتا ہے اور خدا کے دربار میں بھی عزت حاصل نہیں کرسکتا۔

اس سلسلہ میں گورو گرنتھ صاحب کا یہ سدھانت ہے کہ:۔

بن ستگور کو ناؤں نہ پائے
پرکھ ایہی بنت بنائی ہے

(محلہ ۳ صفحہ ۱۲۴۶)

یعنی۔ خدا نے ہی ایسا بندوبست کیا ہے کہ کوئی شخص بغیر گورو اور مرشد کے خدا کا واصل نہیں ہوسکتا۔

جنم ساکھی بھائی بالا میں بے استادوں اور بے مرشدوں سے متعلق باباصاحب کا یہ ارشاد ہے:۔

بے استاداں بے مرشداں
ایہناں ملدی بہت سزائے
ڈھوئی کوئی نہ دے

(جنم ساکھی بھائی بالا صفحہ ۱۵۳)

یعنی بے پیروں اور بے مرشدوں بے استادوں کو بہت سزا ملے گی اور ان کا کوئی ٹھکانا نہ ہوگا۔

اس صورت میں جو لوگ بابا نانک صاحب کو بے مرشد اور بے استاد ظاہر کرنے کی کوشش کرتے ہیں وہ غور کریں کہ اس طرح وہ باباصاحب کی عظمت ظاہر کر رہے ہیں یا آپ کی تکذیب اور توہین کے مرتکب ہو رہے ہیں کہ جو لوگ بے مرشد ہیں وہ خدا کو نہیں پا سکتے بلکہ وہ انسانیت کے دائرہ سے باہر ہیں۔ اور ان کی زندگی حیوانوں سے بھی بدتر ہے۔ خود بابا نانک صاحب کے ایسے اقوال بھی سکھ کتب میں موجود ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کے نزدیک بے مرشد انسان خدا سے واصل نہیں ہوسکتا اور نہ نجات ہی حاصل کرسکتا ہے۔ نیز آپ نے اپنے متعلق بھی غیر مبہم اور بیّن الفاظ میں بیان کیا ہے کہ میں اپنے مرشد کامل پر قربان ہوں جس کے ملنے سے میں خدا کا واصل ہوگیا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بابا نانک صاحب کے مرشد سے متعلق یہ فرمایا ہے:۔

ملا یک خدا سے اسے ایک پیر
کہ چشتی طریقہ میں تھا دستگیر
وہ بیعت سے اسکی ہوا فیضیاب
سُنا شیخ سے ذکرِ راہِ ثواب

(ست بچن صفحہ ۴۸)

اور مشہور سکھ مورخ گیانی گیان سنگھ نے باباصاحب کے مرشد کا نام جس سے آپ نے دینی اور دنیاوی علم حاصل کیا اور معرفت کے بڑے بڑے رازوں سے واقفیت حاصل کی، میر سید حسن بیان کیا ہے۔

پس اس صورت میں گیانی لال سنگھ کا یہ کہنا کہ باباصاحب کا گورو کوئی نہ تھا اور آپ بے مرشد تھے نادان کی دوستی کے مترادف ہے۔ جس سے خود باباصاحب کی تکذیب لازم آتی ہے۔

ایک دیوبندی سے وفاتِ مسیح پر گفتگو

(بقیہ از صفحہ ۱۰)

جنت میں اور بد دوزخ میں چلے جائیں گے۔

میں۔ بالکل ٹھیک فرمایا۔ تو پھر اس کا مطلب یہ ہوا کہ یہ زمانہ کہیں پہلے گذرا ہوا ہے۔ اس عقیدہ کو جھوٹا ثابت کرنے کے لئے اللہ تعالےٰ کی مرضی کے مطابق آخری رسول محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہوئے اور خود بھی سرورکائنات نے وفاتِ مسیح کی تصدیق کی، سو ہمارا یقین محکم ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام وفات پاچکے ہیں۔ ابھی یہ بات میں کہہ ہی رہا تھا کہ مولوی دیوبندی صاحب اس بہانہ سے کہ کھانا تیار ہے کہتے ہوئے اُٹھے اور کھانا لاکر کھانے کو کہا۔ کھانا کھلانے کے بعد مولوی صاحب پھر ہمارے پاس نہ آئے پتہ کیا تو معلوم ہوا کہ سو رہے ہیں۔

سو میری اس چھوٹی سی بحث میں کامیابی کی حضرت اقدس امیر جماعت احمدیہ لاہور کو مبارک اور دیگر احباب کو بھی مبارک ہو۔ فقط۔

مکتوبِ امریکہ

(بقیہ از صفحہ اوّل)

چند چیزوں کا اضافہ کیا ہے۔ ان پر ہمارا تقریباً پانچسو ڈالر خرچ آیا ہے۔ کچھ رقم ہم نے ادا کر دی ہے۔ باقی ہم باقساط ادا کرتے رہیں گے۔ ان میں سب سے زیادہ اہم چیز ڈیپ فریزر ہے۔ اس میں ایک برس تک ترکاریاں، مچھلی، گوشت اور پھل وغیرہ بغیر کسی خرابی کے محفوظ رہ سکتی ہیں۔ اس کے خریدار کو یہ تمام چیزیں ۲۰ سے ۳۰ فی صدی رعایت پر مل سکتی ہیں۔ اگر کسی شخص کا ماہوار خرچ اشیاء خوردنی پر ایک سو ڈالر ہوتا ہے تو اس کے ذریعہ صرف ۶۵ ڈالر ہوگا۔ اس طرح ڈیپ فریزر کی قیمت دو برس میں نکل آئے گی۔ اس کی قیمت کا بار انجمن پر نہیں ہوگا، بلکہ ہم خود ادا کریں گے۔

کل بیس اپریل کو میری ایک تقریر The Intoxication of Victory پر ہوئی، کالجوں کے طلباء کے علاوہ بعض دوسرے لوگ بھی شامل ہوئے، میں نے یہ بتلایا کہ نشہ کوئی بھی ہو بُرا ہے کیونکہ وہ عقل پر پردے ڈال دیتا ہے۔ مگر سب سے زیادہ خطرناک نشہ فتح کا ہے۔ دوسرے نشوں سے چند زندگیاں تباہ ہوتی ہیں، مگر فتح کا نشہ لاکھوں زندگیوں کی تباہی ہلاکت کا باعث ہوتا ہے اور اس کے بداثرات کئی پشتوں تک قائم رہتے ہیں۔ فتح کی حالت میں بھی عاجز رہنے کی ایک ہی صورت ہے اور وہ اللہ تعالےٰ پر ایمان محکم ہے۔ میں نے اس تقریر کے دوران میں مختلف قوموں کا ذکر کیا جنہوں نے فتح کے نشہ میں طرح طرح سے مفتوح قوموں پر ظلم کئے اور آخر خود تباہ ہوگئیں بلکہ صفحہ ہستی سے مٹ گئیں۔ موجودہ زمانہ میں فاتح قوموں کے رویئے پر بھی تبصرہ کیا۔ . . . . اور پھر حضرت نبی اکرم صلعم کی زندگی مبارک کے کچھ حالات سنائے اور یہ بات واضح کرنے کی کوشش کی کہ کس طرح انہوں نے فاتح ہونے کی حالت میں بھی عاجزی سے کام لیا اور اپنے دشمنوں کو بھی جنہوں نے انہیں طرح طرح کی ایذائیں دیں اور جان تک لینے کے درپے ہوگئے تھے صرف معاف ہی نہیں کیا بلکہ ایسا سلوک کیا کہ بہت کم لوگ اپنے دوستوں سے بھی روا رکھنے کے لئے تیار رہوں گے۔ بظاہر اس کا اثر نہایت اچھا ہوا۔ دلوں کا حال اللہ بہتر جانتا ہے۔

(خاکسار۔ بشیر احمد منٹو)

پیغام صلح مورخہ ۱۴ مئی ۱۹۵۲ء - رجسٹرڈ ایل ۸۳۸ - شمارہ ۱۹

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸

فون نمبر ۳۷۲۷

لوائے ماپنہ ہر سعید خواہد بود ـ ندائے فتح نمایان نام ما باشد

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

ہم تو رکھتے ہیں مسلمانوں کا دیں
دل سے ہیں خدام ختم المرسلیں
شرک اور بدعت سے ہم بیزار ہیں
خاکِ راہِ احمدِ مختار ہیں
سارے حکموں پر ہمیں ایمان ہے
جان و دل اس راہ پر قربان ہے
تم ہمیں دیتے ہو کافر کا خطاب
کیوں نہیں لوگو تمہیں خوفِ عقاب

پیغام صلح

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا ہفتہ وار ارگن

سالانہ چندہ پاکستان سے ـ چھ روپے

سالانہ چندہ ہندوستان سے ـ ۸ روپے

ممالک غیر سے سالانہ چندہ ۲۴ شلنگ

ایڈیٹر دوست محمد

جماعت احمدیہ لاہور کی تعلیمی خصوصیات

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا۔
۲۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۳۔ قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں نہ آیندہ ہوگی۔
۴۔ سب صحابہؓ اور آئمہ قابل احترام ہیں سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے۔
۵۔ اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا۔

جلد ۴۰ | یوم چہارشنبہ مورخہ ۲۵ شعبان ۱۳۷۱ھ ـ ۲۱ مئی ۱۹۵۲ء | نمبر ۲۰

نامہ ووکنگ:

امام مسجد ووکنگ اور مولنا عبدالمجید صاحب کی تقاریر

لورپول اور مانچسٹر میں!

مسلم کونسل انگلستان کی سہ ماہی میٹنگ کا اجلاس لورپول اور مانچسٹر میں منعقد ہونا قرار پایا۔ ڈاکٹر شیخ محمد عبداللہ صاحب، امام مسجد ووکنگ اور مولنا عبدالمجید صاحب ایڈیٹر اسلامک ریویو بروداس کونسل کے ممبر ہیں لہذا ان کو اس اجلاس میں شمولیت کے لئے وہاں جانا پڑا۔ ڈاکٹر شیخ محمد عبداللہ صاحب تو جمعرات بتاریخ ۲۴۔ اپریل سفر ہالینڈ سے واپس آئے تھے لہذا صرف ایک روز کے قیام کے بعد ان کو پھر سفر پر جانا پڑا۔ چنانچہ وہ اور مولنا عبدالمجید صاحب ۲۶۔ اپریل کو ½ ۸ بجے [illegible] سٹیشن لندن سے لورپول روانہ ہوگئے جہاں تقریباً ایک بجے دوپہر پہنچے۔ سٹیشن پر چند احباب استقبال کے لئے موجود تھے۔ کھانا اور نماز سے فارغ ہوکر ایک دو گھنٹے شہر کے قابل دید مقامات دیکھنے میں صرف ہوئے جن میں خاص طور پر قابل ذکر ایک بڑا گرجا ہے جو ۳۰ سال سے زیر تعمیر ہے بوجہ جنگ تعمیر کا کام رک گیا تھا لیکن اب دوبارہ شروع ہوگیا ہے اور کہتے ہیں کہ اس پر تقریباً تیس کروڑ پونڈ صرف ہونگے (یہ اس قوم کا حال ہے جو عیسائی مذہب سے متنفر ہے)

لورپول میں ڈاکٹر شیخ محمد عبداللہ صاحب کا لیکچر

۲۶ اپریل شام کے چھ بجے لورپول کی مسلم کلچرل سوسائٹی نے وہاں کے برٹش کونسل سنٹر میں امام صاحب کے لیکچر کا انتظام کر رکھا تھا۔ لیکچر کا عنوان تھا:—

Islamic Democracy

امام صاحب نے ایک نہایت ہی پُر مغز اور موثر تقریر کی جس کے بعد تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ تک تبادلہ خیالات اور سوالات و جوابات کا سلسلہ جاری رہا۔ جن کا تعلق تمدن، معاشرت اور اقتصادیات کے ساتھ تھا۔ رات کے ½ ۸ بجے جلسہ ختم ہوا اور امام صاحب اور ایڈیٹر صاحب اسلامک ریویو مع نومسلم کرنل عبداللہ بین موٹ اور اسماعیل ڈی یارک عازم مانچسٹر ہوئے جہاں وہ رات کے ۱۰ بجے پہنچے۔ سٹیشن پر خیر مقدم کے لئے چند احباب موجود تھے۔ اس وقت تمام حضرات سفر کی کوفت سے تھک چکے تھے لیکن چونکہ شام کا کھانا ابھی نہ کھایا تھا لہذا ایک ریسٹورنٹ میں پہنچے جہاں کھانا کھایا اور بالآخر رات کے ۱۲ بجے اپنی اپنی جائے قیام پر رات بسر کرنے کے لئے چلے گئے۔

مولنا عبدالمجید صاحب ایڈیٹر اسلامک ریویو کا لیکچر مانچسٹر میں

۲۷ اپریل بروز اتوار ۳ بجے بعد دوپہر مسلم کلچرل سوسائٹی مانچسٹر نے اپنے مرکز میں ایڈیٹر صاحب اسلامک ریویو کے لیکچر کا انتظام کر رکھا تھا۔ لیکچر کا عنوان تھا:—

Role of Islam in the world of today and tomorrow.

فاضل مقرر نے تقریباً پون گھنٹہ مقررہ موضوع پر بڑی مدلل اور جامع تقریر کی جس کے بعد تقریباً ایک گھنٹہ سوال و جواب کا سلسلہ جاری رہا۔ کرسی صدارت مسٹر صالح محمود حفار نے جو مانچسٹر میں شامی قونصل اور تاجر ہیں سرانجام دیئے۔

مسلم کونسل کا اجتماع اور جلسہ

اس تقریر کے بعد مسلم کونسل کا جلسہ منعقد ہوا جس میں مختلف امور متعلقہ مسلمانان انگلستان پر بحث ہوئی اور جلسہ ۳ گھنٹے تک جاری رہا۔ اور رات کے ۸ بجے اختتام پذیر ہوا۔

بروز پیر بتاریخ ۲۸ ماہ اپریل مولنا عبدالمجید صاحب اور ڈاکٹر شیخ محمد عبداللہ صاحب واپس تشریف لے آئے۔

ایک محترمہ کی وفات

احباب کو یہ سن کر یقیناً افسوس اور دلی رنج ہوگا کہ ہمارے محترم کارکن ڈاکٹر اسحاق کامل صاحب معلم طلباء پاکستان مقیم ہالٹن کیمپ کی اہلیہ صاحبہ جو کراچی میں مقیم تھیں دو ہفتہ کی مختصر سی بیماری کے بعد اپنے عزیز اور بے وطن خاوند کو داغ مفارقت دیکر اپنے حقیقی مولا سے جا ملیں انا للّٰہ وانا الیہ راجعون۔ مرحومہ اپنے پیچھے ۳ چھوٹے چھوٹے بچے چھوڑ گئی ہیں۔ ڈاکٹر محمد عبداللہ صاحب بروز پیر سفر سے واپسی پر لندن سے سیدھے برائے تعزیت ڈاکٹر صاحب کے ہاں ہالٹن پہنچے اور اپنی اور دیگر رفقاء کی طرف سے اظہار افسوس کیا۔ اللہ تعالےٰ مرحومہ کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے اور ڈاکٹر صاحب کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے اور معصوم بچوں کا خود حامی و ناصر ہو۔ آمین۔ (نامہ نگار)

محمد صدیق صاحب چین لشو لشر کی وفات

مدیر صاحب پیغام صلح ـ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

ہیلی سے بڈھن صاحب اطلاع دیتے ہیں کہ دینار چین لشو لشر مولانا محمد صدیق صاحب، وفات پا گئے ہیں وہ چاہتے ہیں کہ آپ یہ خبر اخبار میں شائع فرمادیں۔ غلام قادر جائنٹ سیکرٹری

پیغام صلح ہمیں مولنا محمد صدیق صاحب کی وفات کا دلی افسوس ہے وہ ایک نیک دل احمدی اور پرجوش مبلغ تھے اللہ تعالےٰ انہیں مغفرت فرمائے اور پس ماندگان کو صبر جمیل عطا کرے، احباب سے ان کے جنازہ غائبانہ کی درخواست ہے

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ ارشادات

از جناب شیخ غلام قادر صاحب حمید بلڈنگس لاہور

مسلمانوں کے زوال کے اسباب

عن حذیفۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لا تقوم الساعۃ حتی تقتلوا امامکم و تجتلدوا باسیافکم و یرث دنیاکم شرارکم رواہ الترمذی - مشکوٰۃ کتاب الرقاق باب تغیر الناس۔

ترجمہ:- حضرت حذیفہ رضؓ سے روایت ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں قائم ہوگی قیامت پیشتر اس کے کہ تم اپنے امام (عصر حاضر کا موعود امام) کو قتل کرو گے (قتل کے منصوبے) اور ایک دوسرے کو اپنی تلواروں کے ساتھ مارو گے اور تمہارے امور دنیا پر متصرف ہوں گے وہ لوگ جو تم میں سے شریر اور بدکار ہوں گے۔

(۲)

عن حذیفۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تقوم الساعۃ حتی یکون اسعد الناس بالدنیا لکع بن لکع رواہ الترمذی والبیہقی فی دلائل النبوۃ مشکوٰۃ ایضاً۔

ترجمہ:- حضرت حذیفہ رضؓ سے روایت ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پیشتر اس کے کہ قیامت قائم ہو دنیا میں سب سے بہرہ مند وہ شخص ہوگا (یا وہ اشخاص ہوں گے) جو لئیم بدکردار احمق ابن احمق ہوگا (گویا کہ اخلاقی پستی کی انتہا ہو جائے گی

(۳)

عن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا مشت امتی المطیطاء وخدمتھم ابناء الملوک ابناء فارس والروم سلط اللہ شرارھا علی اخیارھا۔ رواہ الترمذی مشکوٰۃ ایضاً۔

ترجمہ:- حضرت ابن عمر رضؓ سے روایت ہے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کہ جب بھی میری امت متکبرانہ خیال اختیار کرے گی ان کے بیٹے بادشاہوں کے خدمتگار ہوں گے یعنی شاہان فارس و روم وغیرہ (یعنی اپنے انتہائی عروج کے زمانہ میں اور دیگر اوقات میں بھی) تو اللہ تعالیٰ اس امت کے اخلاق باختہ - شریر لوگوں کو ان کے نیک لوگوں پر مسلط کر دے گا (کیونکہ نیک لوگوں نے اپنی قوم کے امیر اخلاق سے عاری لوگوں کو ان کی غلطیوں پر چشم پوشی سے کام لیا)

دامنِ پاکش زنخوتہا نے آید بدست
ہیچ راہے نیست غیر از عجز و درد و اضطراب
(مسیح موعودؑ)

ترجمہ:- اللہ تعالیٰ کا دامن پاک تکبر اور نخوت سے ہاتھ نہیں آتا۔
اس کا قرب حاصل کرنے کے لئے سوائے عاجزی۔ سوز دل اور مضطربانہ دعاؤں کے کوئی راہ نہیں

[۴۴] حالت بدتر ہی ہوئی ہے اس لئے اسکو چھوڑ دینا چاہیئے پس اس نے چھوڑ دیا اور ملامتی فرقہ کا سا طریق اختیار کر لیا۔ مسلمانوں میں ملامتی ایک فرقہ ہے جو اپنی نیکیوں کو چھپاتا ہے اور بدیوں کو ظاہر کرتا ہے تاکہ لوگ انہیں بُرا کہیں۔ اسی طرح پردہ اپنی نیکیوں کو چھپانے لگا اور اندر ہی اندر اللہ تعالیٰ سے سچی محبت کرنے لگا اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ لکھا ہے کہ جس کوچہ سے گذرتا عام لوگ اور بچے بھی اسے کہتے کہ بڑا نیک ہے ولی ہے بزرگ ہے۔

ابرار و اخیار اور مفسدوں کی بلاؤں میں فرق

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایک تقریر

جو ۲۸ اگست سنہ ۱۹۰۴ء کو آپ نے ایک بہت بڑے مجمع میں فرمائی

غرض الفاظ وفا نہیں کرتے جو اس لذت کو بیان کر سکیں جو اخیار و ابرار کو ان بلاؤں کے ذریعہ آتی ہے۔ یہ لذت تمام سفلی لذتوں سے بڑھی ہوئی ہے اور فوق الفوق لذت ہوتی ہے یہ مصیبت کیا ہے ایک عظیم الشان دعوت ہے جس میں قسم قسم کے انعام و اکرام اور پھل اور میوے پیش کئے جاتے ہیں۔ خدا اس وقت قریب ہوتا ہے فرشتے ان سے مصافحہ کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے مکالمہ کا شرف عطا کیا جاتا ہے اور وحی اور الہام سے اس کو تسلی اور سکینت دی جاتی ہے لوگوں کی نظر میں یہ بلاؤں اور مصیبتوں کا وقت ہے مگر در اصل اس وقت اللہ تعالیٰ کے فیضان اور فیوض کی بارش کا وقت ہوتا ہے سفلی اور سطحی خیال کے لوگ اسکو سمجھ نہیں سکتے ہیں میں سچ سچ کہتا ہوں کہ یہ بلاؤں اور غموں کا ہی وقت ہے جو مزہ آتا ہے اور راحت ملتی ہے کیونکہ خدا جو انسان کا اصل مقصود ہے اس وقت اپنے بندہ کے بہت ہی قریب ہوتا ہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ قرآن جو دیا گیا ہے غم کی حالت میں دیا گیا ہے پس تم بھی اسکو غم کی حالت میں پڑھو۔

غرض میں کہاں تک بیان کروں کہ ان بلاؤں میں کیا لذت اور مزہ ہوتا ہے اور عاشق صادق کہاں تک ان سے محظوظ ہوتا ہے، مختصر طور پر یاد رکھو کہ ان بلاؤں کا پھل اور نتیجہ جو ابرار و اخیار پر آتی ہیں جنت اور ترقی درجات ہیں اور وہ بلائیں اور غم جو مفسدوں اور شریروں پر آتے ہیں ان کی وجہ شامت اعمال اور تاریک زندگی ہے اور اس کا نتیجہ جہنم اور عذاب الٰہی ہے۔ پس جو شخص آگ کے پاس جاتا ہے ضرور ہے کہ وہ اس کی سوزش سے حصہ لے اور اسے محسوس کرے اور اسے دکھ پہنچے، لیکن جو ایک باغ میں جاتا ہے یقینی امر ہے کہ اس کے پھلوں اور پھولوں کی خوشبو سے اور اس خوبصورت نظارہ کے مشاہدہ سے لذت پائے۔

اب واضح ہے کہ جس حالت میں وہ بلائیں جو شامت اعمال کی وجہ سے آتی ہیں اور جن کا نتیجہ جہنمی زندگی اور عذاب الٰہی ہے ان بلاؤں سے جو ترقی درجات کے طور پر اخیار و ابرار کو آتی ہیں الگ ہیں کیا کوئی ایسی صورت بھی ہے جو انسان اس عذاب سے نجات پاوے اس عذاب اور دکھ سے رہائی کی بجز اس کے کوئی تجویز اور علاج نہیں ہے کہ انسان سچے دل سے توبہ کرے جب تک سچی توبہ نہیں کرتا یہ بلائیں جو عذاب الٰہی کے رنگ میں آتی ہیں اس کا پیچھا نہیں چھوڑ سکتی ہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے قانون کو نہیں بدلتا جو اس بارے میں اس نے مقرر فرما دیا ہے ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسھم یعنی جب تک کوئی قوم اپنی حالت میں تبدیلی پیدا نہیں کرتی اللہ تعالیٰ بھی اس کی حالت نہیں بدلتا۔ خدا تعالیٰ ایک تبدیلی چاہتا ہے اور وہ پاکیزہ تبدیلی ہے جب تک وہ تبدیلی نہ ہو عذاب الٰہی سے رستگاری اور مخلصی نہیں ملتی یہ خدا تعالیٰ کا ایک قانون اور سنت ہے اس میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں ہوتی کیونکہ خود اللہ تعالیٰ نے ہی یہ فیصلہ کر دیا ہے کہ ولن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا (۲۲) سنت اللہ میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی - پس جو شخص چاہتا ہے کہ آسمان میں اس کے لئے تبدیلی ہو یعنی وہ ان عذابوں اور دکھوں سے رہائی پاوے جو شامت اعمال نے اس کے لئے تیار کئے ہیں اس کا پہلا فرض یہ ہے کہ وہ اپنے اندر تبدیلی پیدا کرے جب وہ خود تبدیلی کر لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے وعدے کے مطابق جو اس نے ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسھم میں کیا ہے اس کے عذاب اور دکھ کو ہٹا دیتا ہے اور دکھ کو سکھ سے تبدیل کر دیتا ہے۔

جب انسان اپنے اندر تبدیلی کرتا ہے تو اس کے لئے ضرور نہیں ہے کہ وہ لوگوں کو بھی دکھاتا پھرے وہ رحیم کریم خدا جو دلوں کا مالک ہے اس کی تبدیلی کو دیکھ لیتا ہے کہ یہ پہلا انسان نہیں ہے اس لئے وہ اس پر فضل کرتا ہے۔ تذکرۃ الاولیا میں لکھا ہے کہ ایک شخص نماز روزہ اور دوسرے اذکار اشغال سے ریا کیا کرتا تھا تاکہ لوگ اسے ولی سمجھیں لیکن اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ تمام لوگ اسے ریاکار سمجھتے تھے یہاں تک کہ بچے بھی جس راستہ سے وہ گذرتا تھا اسکو ریاکار اور فریبی کہا کرتے تھے۔ ایک مدت تک اس کی حالت ایسی ہی رہی آخر اس نے سوچا کہ اس طریق سے کوئی فائدہ تو نہیں ہوا بلکہ [۴۴]

(باقی کالم اول کے نیچے)

شراب اور اسلام

ایک غلط بیانی کی تردید

ضلع ہزارہ کے ایک محترم دوست نے راولپنڈی کے اخبار "تعمیر" کا ایک تراشہ ہمیں بھیجا ہے جس میں کراچی کے اخبار "سول اینڈ ملٹری گزٹ" کے اس مضمون کے اقتباسات دیئے گئے ہیں جو اس نے چند دن ہوئے شراب کی حمایت میں لکھا تھا اور اس میں شراب کے متعلق اسلامی تعلیمات اور حضرت سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقِ عمل کو ایسے پیرایہ میں بیان کیا گیا تھا جو ایک مسلمان کی غیرت و حمیت کے شایاں نہیں، اسی وجہ سے "سول اینڈ ملٹری گزٹ لاہور" کے چیف ایڈیٹر مولانا یعقوب خان صاحب نے اپنے ایک بیان میں اس مضمون سے اپنی قطعی بے تعلقی کا اعلان کر دیا۔

اخبار "تعمیر" راولپنڈی نے اس مضمون پر تبصرہ کرتے ہوئے دو تین فقرات ایسے لکھے ہیں جو جماعت احمدیہ کے ساتھ اس کے اندرونی بغض کو ظاہر کرتے ہیں، وہ ایڈیٹر سول اینڈ ملٹری گزٹ کراچی سے یہ سوال کرتا ہے کہ :-

"کیا آپ اس جماعت کے خیالات کی ترجمانی تو نہیں کر رہے جس کے اخبار میں آپ ملازم ہیں جس کے متعلق عام مسلمانوں کا خیال ہے کہ وہ قرآن پاک کی آیات کا غلط مطلب بیان کرنے میں ید طولیٰ رکھتی ہے"

ہم معاصر "تعمیر" کو یہ بتا دینا چاہتے ہیں کہ سول اینڈ ملٹری گزٹ کراچی یا لاہور کسی خاص جماعت کا اخبار نہیں نہ اس کے مالک کا احمدی ہونا اس بات کا ثبوت ہے کہ اس کو کوئی جماعتی حیثیت حاصل ہے، اس کے ساتھ ہی یہ بھی عرض کر دینا ضروری ہے کہ جہاں تک نفسِ مضمون کا تعلق ہے جماعت احمدیہ اور اس سے تعلق رکھنے والا کوئی بھی فرد اسکو صحیح نہیں سمجھتا، شراب کے متعلق قرآن کریم کا کھلا حکم ہے انما الخمر والمیسر رجس من عمل الشیطان فاجتنبوہ شراب اور جوا ناپاک شیطانی افعال ہیں ان سے بچو، ایسے کھلے حکم کے ہوتے ہوئے کوئی شخص جس کے دل میں رائی برابر بھی ایمان ہے، کراچی کے اخبار "سول اینڈ ملٹری گزٹ" کے ان الفاظ کو ہرگز باور نہیں کر سکتا کہ

"قرآن نے لوگوں کو شراب کے شیطانی اثرات سے صرف متنبہ کیا ہے لیکن اس کی مکمل مخالفت نہیں کی"

کیا اس سے بڑھکر مکمل مخالفت ممکن ہے کہ اس نے شراب کو رجس من عمل الشیطان ہی نہیں کہا بلکہ فاجتنبوہ کا حکم دے کر کھلے لفظوں میں اس سے روکا بھی ہے۔

صرف یہی نہیں ایڈیٹر "سول اینڈ ملٹری گزٹ کراچی" نے ایک اور شرانگیز غلط بیانی یہ کی ہے کہ نعوذ باللہ :-

"سرورِ کائنات نے شراب کی دوکانوں کو پھلنے پھولنے کی اجازت دے رکھی تھی خلفا نے شراب پر کبھی بندش نہیں کی اور مسلمان اولیاء کرام کے موعظِ حسنہ میں لوگ شراب سے تر و تازہ ہو کر شریک ہوتے تھے"

ہم ببانگ دہل اعلان کرتے ہیں کہ ایڈیٹر سول اینڈ ملٹری گزٹ کراچی کا (جو احمدی نہیں ہیں) یہ بیان سراسر غلط ہے اور جماعت احمدیہ کے کسی بھی فرد کو اس کے ساتھ قطعاً اتفاق نہیں ہو سکتا۔ یہ ایک تاریخی واقعہ ہے کہ جس وقت قرآن کریم میں شراب کے متعلق فاجتنبوہ کا حکم نازل ہوا، شراب کے تمام برتن توڑ ڈالے گئے اور مدینہ کی گلیوں میں شراب پانی کی طرح بہ نکلی باوجود اس کے یہ کہنا کہ :-

"اگر اسلامی معاشرے میں شراب کی بندش ضروری ہوتی تو خود پیغمبرِ اسلام اپنے ملک میں شراب کی دکانوں کو پھلنے پھولنے کی اجازت نہ دیتے"

کتنا بڑا بہتان اور کس قدر ناپاک افترا پردازی ہے۔ کیا ہم ایڈیٹر سول اینڈ ملٹری گزٹ سے یہ دریافت کر سکتے ہیں کہ پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ملک میں شراب کی دکانوں کو پھلنے پھولنے کی کب اجازت دی اور وہ کون مسلمان تھے جو فاجتنبوہ کا حکم نازل ہونے کے بعد شراب کی خرید و فروخت کرتے تھے۔

ایسی فرضی باتوں کی بنا پر یہ کہنا کہ "حکومت پاکستان عوام کو مضبوطی اور ذہانت سے رکھنے کے بجائے ان سے ڈرتی کیوں ہے" خود اپنے خبثِ باطن اور ناپاک ذہانت کا ثبوت دینا ہے۔

نتیجہ امتحان میٹرک

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کے تین ہائی سکولوں کے کامیاب نتائج

مسلم ہائی سکول لاہور نمبر ۱

کل طلباء جو امتحان میں شامل ہوئے	جتنے پاس ہوئے: فرسٹ ڈویژن	سیکنڈ ڈویژن	تھرڈ ڈویژن	نتیجہ فیصدی
۶۰ طلباء	۱۰	۲۲	۲۱	۵۳ = ۸۸

مضمون وار نتیجہ

مضمون		نتیجہ	ٹیچر
۱- انگریزی	۳۳/۳۳	۱۰۰ فیصدی	محمد اسلم خان صاحب ہیڈ ماسٹر
۲- انگریزی	۲۲/۲۷	۸۲ "	مرزا خلیل الرحمٰن صاحب
۳- ریاضی	۵۹/۶۰	۹۸ "	چوہدری جلال الدین محمود صاحب
۴- جغرافیہ	۵۴/۶۰	۹۰ "	مرزا خلیل الرحمٰن صاحب
۵- فارسی	۱۲/۱۲	۱۰۰ "	مولوی بشیر حسین صاحب
۶- اردو	۹/۹	۸۸ "	مولوی بشیر حسین صاحب
۷- سائینس	۴۵/۵۱	۸۸ "	چوہدری عبد الحق صاحب
۸- ڈرائنگ	۳۲/۳۶	۸۹ "	محمد ایوب انور صاحب
۹- عربی	۱۱/۱۱	۱۰۰ "	مولوی ابو بکر صاحب

مسلم ہائی سکول لاہور نمبر ۲

مسلم ہائی سکول لاہور نمبر ۲ کے کل ۷۵ طلباء میں سے انسٹھ (۵۹) کامیاب ہوئے۔ دس فرسٹ ڈویژن میں اکتیس ۳۱ سیکنڈ ڈویژن میں اور اٹھارہ تھرڈ ڈویژن میں۔ مجموعی طور پر نتیجہ ۷۹ فیصدی رہا۔ یونیورسٹی کی مجموعی اوسط ۵۲ باون فیصدی اور سکولوں کی باسٹھ فیصدی ہے۔ سکول ہذا کا نتیجہ لاہور کے تین چار اچھے سکولوں میں سے ہے۔ مرزا مسعود بیگ ہیڈ ماسٹر

مسلم ہائی سکول بدوملہی (ضلع سیالکوٹ)

طلباء جو بھیجے گئے	طلباء جو پاس ہوئے	فیصدی
۵۴	۴۳	۸۵ فیصدی

اللہ تعالیٰ کے فضل سے چھ طلباء فرسٹ ڈویژن میں پاس ہوئے باقی ۱۹ لڑکے سیکنڈ ڈویژن میں۔

محمد رضی الدین - ہیڈ ماسٹر مسلم ہائی سکول بدوملہی

ہم تینوں ہیڈ ماسٹر صاحبان کو تہ دل سے مبارکباد عرض کرتے ہیں۔ (ایڈیٹر - ح ص)

(بقیہ از کالم اول)

عوام کا مطالبہ بالکل صحیح ہے، اور جب تک حکومت پاکستان اس مطالبہ کو پورا کرنے کے لئے شراب اور اس کے لوازمات کی قطعی بندش کا سامان نہ کرے گی، پاکستان شیطانی اثرات سے آزاد نہیں ہو سکتا۔

آخر میں ہم معاصر "تعمیر" کو توجہ دلانا چاہتے ہیں کہ "قرآن پاک کی آیات کا غلط مطلب بیان کرنے میں ید طولیٰ رکھنے کا الزام ان لوگوں پر عائد ہوتا ہے جو اپنی حرص و آز اور شیطانی خواہشات کو پورا کرنے کے لئے شراب اور جوئے کو بھی جائز قرار دینے سے دریغ نہیں کرتے جماعت احمدیہ خدا کے فضل سے قرآن کے ایک ایک حرف کو اس کے اصلی معنوں میں صحیح تسلیم کرتی اور اس پر ایمان رکھتی ہے، اگر معاصر "تعمیر" کی نظر میں کوئی ایسی آیت ہو جس کا غلط مطلب جماعت احمدیہ کی طرف سے بیان کیا گیا ہو، تو وہ مہربانی کر کے اسکو پیش کرے ورنہ اس قسم کا الزام اس کے بغض و تعصب اور خبثِ باطن کا ایک کھلا ثبوت ہوگا۔

رشوت

محمد افضل (از آفاق)

حکومت پاکستان، صوبوں کی حکومتیں ——— اور پولیس کے محکمے رشوت ستانی کے استیصال کی تدبیروں پر عمل کر رہے ہیں اور ہر سال سینکڑوں سرکاری ملازم رشوت کے الزام میں گرفتار ہو کر کیفر کردار کو پہنچائے جاتے ہیں ——— لیکن اس کے باوجود رشوت برابر جاری ہے، اور شاید ہی کوئی محکمہ ایسا ہو جو اس لعنت سے محفوظ رہا ہو۔ !

سوال یہ ہے کہ

رشوت ستانی اس قدر عام کیوں ہے اور آیا اس کا کوئی علاج بھی ہے یا نہیں ——— ؟

میں سمجھتا ہوں کہ اس بیماری کے عام ہونے کی بنیادی وجہ صرف ایک ہے کہ

دین و اخلاق کی قائم کردہ قدریں بے حد کمزور ہو چکی ہیں اور بے باکی اور خیرہ چشمی کا دور دورہ ہے،

ایک زمانہ تھا جب رشوت نفرت کی نظر سے دیکھی جاتی تھی، اور رشوت خور ملازم تمام مسلمانوں کی نظروں میں حقیر و ذلیل تھا۔ لیکن اب وہ بات نہیں، بلکہ جو شخص رشوت لے کر کام کر دے، وہ رشوت قبول نہ کرنے والے ملازم سے بہتر سمجھا جاتا ہے۔ تراہ آخر الذکر دیانت کی کتنی ہی بلندیوں پر پہنچا ہوا ہو، یہ اقدار اخلاقی کے ضعف کا سب سے بڑا ثبوت ہے

یہ ضعف کیونکر دور ہو ——— مسلمان کے لئے "تو احکام الٰہی اور اسوۂ رسول کافی ہے"، ہمارے علماء جو رات دن منکرات و خرافات کے بیان میں مصروف رہتے ہیں، یا زیادہ سے زیادہ سیاسیات کے دائرہ میں دخل در معقولات دینے کے شوقین ہو رہے ہیں اپنے اصلی کام کو فراموش کئے بیٹھے ہیں ———

یعنی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے غافل ہیں۔ حالانکہ ان کے وجود کی غلت یہی ہے۔ اور اگر وہ یہ فرض ادا نہیں کرتے تو انہیں علم دین فراموش کر کے کوئی اور مشغلہ اختیار کر لینا چاہیئے ——— لازم ہے کہ مسلمانوں کو پے درپے احکام الٰہی سنائے جائیں، اور انہیں بتایا جائے کہ ناجائز منافع اور رشوت خواری بہت بڑے گناہ ہیں، اور اللہ تعالیٰ کے دین میں ان کے مرتکب کے لئے وعید شدید ہے۔ جو شخص ان احکام سے باخبر ہو جائے گا اور مسلمان ہوتے ہوئے باوجود رشوت ستانی میں مصروف رہے گا اس کا ضمیر کبھی نہ کبھی اسکو ضرور ملامت کرے گا، کسی جگہ رشوت خوار کے ہمسائے اسکو سمجھائیں گے، کہیں اس کی بیوی اس کو عذاب آخرت سے ڈرائے گی، غرض اس کے گرد ایسی فضا پیدا ہو جائے گی کہ اس کے قلب میں رشوت کی کراہت جاگزین ہونے لگے گی۔

ضرورت صرف یہ ہے کہ تقوے کی دعوت دینے والے اپنے فرض کا احساس کریں۔

یہ چند سطور تو میں نے صرف ان لوگوں کے لئے لکھی ہیں، جن کی روحوں میں ابھی تک سعادت باقی ہے اور جو مسلمان رہنا چاہتے ہیں۔ بدقسمتی سے ایسے لوگوں کی تعداد بہت کم رہ گئی ہے۔ عام ملازموں میں اکثریت ایسے لوگوں کی ہے جو اپنے دل کے کسی گوشے میں رشوت کو برا تو سمجھتے ہوں گے ——— لیکن حرص و ہوا یا اپنی شدید ضروریات سے مجبور ہو کر رشوت قبول کر رہے ہیں۔ ان لوگوں کی اصلاح کے دو ہی طریقے ہیں :-

ان کی آمدنیوں میں اضافہ کر دیا جائے، جس سے ان کی اور ان کے بال بچوں کی گزر بسر ہو سکے ٭

دوسرے ——— رشوت خواروں کو ہر طریقے سے ماخوذ کیا جائے، اور سخت سے سخت سزائیں دی جائیں تاکہ دوسروں کو عبرت ہو۔

اس کے علاوہ ——— معاشرتی سزا بھی موثر ثابت ہو سکتی ہے۔

بعض اوقات دیکھا گیا ہے کہ شہروں اور قصبوں میں اگر کوئی شخص کسی ناواجب مشغلہ میں پکڑا گیا ہے، یا رمضان میں علی الاعلان کھاتا پیتا پایا گیا ہے، تو مسلمانوں نے اس کا منہ کالا کر کے شہر میں اس کی تشہیر کر دی ہے ——— لیکن یہ آج تک نہیں سنا گیا کہ عوام نے کسی رشوت خوار افسر کو پکڑ کر ذلیل کیا ہو، میں عوام کو قانون اپنے ہاتھ میں لینے کا مشورہ تو نہیں دے سکتا، لیکن یہ مشورہ ضرور دوں گا کہ جس افسر یا ملازم کی رشوت ستانی متحقق ہو جائے اسکو رسوا ضرور کیا جائے یہاں تک کہ وہ معاشرے میں منہ دکھانے کے قابل نہ رہے

بلاشبہ ہماری اسپیشل پولیس رشوت ستانوں کی پکڑ دھکڑ میں خاصی سرگرم ہے۔ لیکن عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ زیادہ تر چھوٹے ملازم پکڑے جاتے ہیں، بڑے افسر جو ہزاروں روپے ہڑپ کر جاتے ہیں ——— علی العموم محفوظ رہتے ہیں۔ حالانکہ اگر پولیس چاہے تو ان لوگوں کی گرفتاری کے لئے بھی کامیاب پھندے لگا سکتی ہے۔ جمہور کو چاہیئے کہ اس معاملے میں پولیس سے پورا پورا تعاون کریں ——— رشوت ستان افسروں اور ملازموں کے خلاف عوام سے درخواستیں دلوائیں۔ اور ان درخواستوں کی پیروی میں پوری سرگرمی سے کام لیں ——— میں سمجھتا ہوں کہ جب رشوت خوار لوگوں کو یہ معلوم ہو جائے گا کہ ان کی حرکات پہ لوگوں کی نگاہ ہے، اور ذرا سی لغزش انہیں جہنم رسید کر سکتی ہے۔ تو وہ انتہائی احتیاط سے کام لیں گے۔ اور آہستہ آہستہ رشوت کی طرف سے ان کی طبیعت ہٹ جائیگی۔

ہر روز اضلاع کے ڈپٹی کمشنروں اور صوبوں کے چیف سیکرٹریوں کے پاس رشوت خوار افسروں اور ملازموں کے خلاف مدلل و معقول درخواستیں پہنچنی چاہئیں۔

اخباروں میں رشوت ستانی کے خلاف مضامین نکلنے چاہئیں۔

حکام بالادست ...... کی طرف سے بار بار اعلان (بغرض آگاہی ملازمین سرکار) جاری ہونے چاہئیں

غرض جتنا شور و شغب مچایا جائے گا!

جتنا چرچا ہو گا!

جتنا سرکاری ملازموں کو رشوت خواری کے نتائج سے ڈرایا جائے گا ——— اسی قدر یہ لعنت کم ہوتی جائے گی ——— !

سب سے بڑی ضرورت یہ ہے کہ پاکستان میں انسداد رشوت ستانی کی ایک مقتدر انجمن قائم کی جائے، جس کی شاخیں تمام صوبوں میں ہوں، اور جو تحریر سے، تقریر سے، قانونی چارہ جوئی سے، اخبارات سے غرض ہر ذریعے سے رشوت کی بیخکنی کے درپے رہے کیا ہمارے قومی کارکن اس کام کا بیڑا اٹھائیں گے؟

خسارہ بجٹ

باوجود تاکیدی خطوط اور اخبار میں بار بار تحریک کے اب تک بعض جماعتوں اور بعض احباب نے خسارہ بجٹ فنڈ کی طرف توجہ نہیں فرمائی ایسے تمام احباب اور جماعتوں کی طرف پھر خطوط تحریر کئے جا رہے ہیں یہ ایک اہم قومی کام ہے جس میں بلا استثناء ساری جماعتوں کو حصہ لینا چاہیئے۔ جب تک ساری قوم اس میں حصہ نہیں لے گی، اس وقت تک مجموعی رقم کا پورا ہونا مشکل نظر آتا ہے، حضرت صاحب صدر نے خود پچاس ہزار کا وعدہ کر کے قوم کا بہت سا بوجھ ہلکا کر دیا ہے۔ اگر جماعتیں بقیہ پچاس ہزار پورا کر دیں تو خدا کے فضل سے انجمن کی بہت سی مشکلات رفع ہو جائیں۔ اس لئے جملہ احباب کی خدمت میں گذارش ہے کہ وہ خود بھی اس تحریک میں شمولیت فرمائیں اور اور اپنے دوستوں اور عزیزوں کو بھی تحریک کر کے اس کام کو پایۂ تکمیل تک پہنچائیں ؎

بر کریماں کارہا دشوار نیست

مرتضیٰ خاں اسسٹنٹ سیکرٹری تحصیل۔

ضرورت رشتہ

امام صاحب انچارج برلن مشن کے ناطہ کے لئے ایک ایسی احمدی خاتون کی ضرورت ہے جو انگریزی بول سکتی ہو پابند صوم و صلوٰۃ ہو اور مسائل دینیہ سے واقف ہو۔ یہ رشتہ بہت ہی مبارک ہو گا کیونکہ اس سے مشن کو تقویت پہنچے گی۔ رہائش کے لئے اعلیٰ گھر اور پُر فضا جگہ موجود ہے۔ امام صاحب موصوف کی عمر ۲۵-۲۶ سال کی ہو گی۔ بڑے نیک اور متقی نوجوان ہیں، جو صاحب رشتہ دیں گے ان کا انجمن پر بھی احسان ہو گا، کیونکہ یہ ایک قومی ضرورت کا پورا کرنا ہے۔

مرتضیٰ خاں اسسٹنٹ سیکرٹری تحصیل

استدعائے دعائے صحت

جو اصحاب ازراہ ترحم عزیز رفیع کے لئے دعا فرما رہے ہیں ان کی خدمت میں گذارش ہے کہ ابھی دعا کا سلسلہ جاری رکھیں احباب کی دعاؤں اور خدا کے فضل سے عزیز کو نسبتاً آرام ہے اللہ تعالیٰ سب مخلص ہمدرد اصحاب کو جزائے خیر دے۔

فجزاہ اللہ احسن الجزاء

مرتضیٰ خاں

سکھ ودوانوں کے اسلام پر لغو اعتراضات

عباد اللہ گیانی صاحب امرتسری

(۲)

گیانی لال سنگھ صاحب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر فضیلت ظاہر کرنے کی ایک اور جسارت کی ہے آپ لکھتے ہیں کہ:-

چالیس سال پہلے (حضرت) محمد صاحب (صلی اللہ علیہ وسلم) کی خدا سے کوئی ملاقات بیان نہیں کی گئی۔ ستگورو نانک صاحب پیدائش سے ہی گورو تھے آپ کو ایک اونکار ست نام ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ گور پرشاد۔ مول منتر ملا"

(ترجمہ از گورو دکس درشن ص۳۲)

اس میں کوئی کلام نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر خدا کی طرف سے وحی اور الہام کا سلسلہ حضور کی چالیس سال کی عمر میں شروع ہوا جس کی بنا پر حضور نے دعوٰی نبوت فرمایا۔ مگر اس کے یہ معنے ہرگز ہرگز نہیں کہ اس سے قبل آپؐ کا خدا سے کوئی تعلق نہ تھا۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ ایسے لوگوں کو ہی نبوت اور رسالت عطا کرتا ہے، جو اپنے زمانہ کے لوگوں میں اس سے زیادہ قریب ہوں۔ اور جن کے دل میں خدا کی عظمت اور محبت سب سے زیادہ ہو۔

احادیث نبویہ اور تاریخ اسلام سے یہ ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوٰے نبوت سے قبل جتنی عمر بھی گذری، وہ سب کی سب نہایت ہی پاک اور مقدس تھی۔ اور تمام عرب حضورؐ کی پاکبازی اور راستبازی پر گواہ تھا۔ نیز آپؐ کے دل میں خدا کی عظمت اور محبت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ اور آپؐ مخلوق کے بھی سچے ہمدرد اور خیر خواہ تھے۔ جہاں کہیں بھی کوئی جھگڑا یا فساد ہوا آپؐ فوراً مٹانے کی کوشش فرماتے۔ چنانچہ ایک مرتبہ کعبہ کی مرمت کی ضرورت پیش آئی۔ جب حجر اسود کو اس کے مقام پر رکھنے کا وقت آیا تو عربوں کی آپس میں ٹھن گئی۔ ہر قبیلہ یہ چاہتا تھا کہ تلوار چل جائے اور سینکڑوں لوگ مارے جائیں۔ مگر آپ نے اس جھگڑے کو اس خوش اسلوبی سے نپٹایا کہ تمام قبیلے مطمئن ہو گئے۔ چنانچہ پرنسپل گنگا سنگھ صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ:-

"(حضرت) محمد صاحب (صلی اللہ علیہ وسلم) کی دانائی کا پتہ ایک ہی واقعہ سے چل جاتا ہے۔ جو کہ مکہ (معظمہ) کے عربوں کے باہمی تنازعہ کے موقعہ پر ظاہر ہوئی۔ واقعہ یوں ہے کہ جب کعبہ کا مندر آگ لگ جانے کی وجہ سے گر گیا۔ تو مکہ کے لوگوں نے اسے دوبارہ تعمیر کیا۔ اس وقت حجر اسود (حضرت ابراہیم کا مقدس نشان۔ جو کہ ایک سیاہ پتھر ہے۔ اور مسلمانوں میں قابل احترام ہے) رکھنے پر آپس میں تنازعہ برپا ہوا۔ کیونکہ ہر ایک قبیلہ اسے اٹھا کر رکھنے میں بہت بڑا فخر خیال کرتا تھا۔ آخر یہ فیصلہ ہوا کہ جو شخص صبح سب سے پہلے کعبہ کے دروازہ پر آئے وہی اس پتھر کو اٹھا کر رکھے۔ صبح (حضرت) محمد صاحب (صلی اللہ علیہ وسلم) ہی سب سے پہلے آئے۔ اور لوگوں نے ان پر فیصلہ چھوڑ دیا۔ آپؐ نے ایک چادر زمین پر بچھا دی اور اس پر پتھر رکھکر سب قبیلوں سے کہا کہ تمہارا ایک ایک آدمی اس چادر کو پکڑ کر اٹھائے۔ اس طرح آپؐ نے اس جھگڑے کو بہت عمدگی سے نپٹا دیا"

(ترجمہ از جیون کرناں ص۲۹)

سردار بہادر کاہن سنگھ نابھہ نے انسائیکلو پیڈیا آف دی سکھ لٹریچر کے ص۲۹۳ پر اور بھائی پرتاپ سنگھ گیانی نے سنسار دوا دھارمک اتہاس کے ص۳۸۲ پر بھی اس واقعہ کو کچھ تھوڑے بہت فرق کے ساتھ بیان کیا ہے۔

ایک مرتبہ مکہ معظمہ کے چند نوجوانوں نے مل کر ایک انجمن قائم کی۔ جس کے اغراض ومقاصد یہ تھے کہ وہ مظلوموں کی امداد کرے گی۔ اور ان کے حقوق کی حفاظت کرے گی۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس انجمن کے قیام کا علم ہوا تو حضور بڑے ... شوق سے اس کے ممبر بن گئے۔ اور اس کے پروگراموں میں بڑی سرگرمی سے حصہ لیتے رہے۔ اس انجمن کے تمام ممبر یہ عہد کیا کرتے تھے:-

"ہم مظلوموں کی مدد کریں گے۔ اور ان کے حقوق ان کو لے کر دیں گے۔ جب تک کہ سمندر میں پانی کا ایک قطرہ بھی موجود ہے۔ اور اگر ہم ایسا نہیں کر سکیں گے تو خود اپنے پاس سے اس مظلوم کا حق ادا کریں گے"

ایک سکھ ودوان پرنسپل گنگا سنگھ صاحب نے دعوٰے نبوت سے قبل کی زندگی بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:-

"(حضرت) محمد صاحب (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے ملک کی گری ہوئی حالت کو دیکھکر بہت فکرمند رہتے تھے۔ اور ہمیشہ خلوت میں بیٹھ کر اپنے ملک کی بھلائی سوچتے رہتے تھے۔ ان کا طریق یہ تھا کہ وہ ہر سال رمضان کا مہینہ غار حرا میں خدا کی عبادت میں صرف کرتے"

(ترجمہ از جیون کرناں ص۳۴)

حضورؐ اپنی ان خوبیوں کی بناء پر ہی لوگوں میں "صادق" اور "امین" مشہور ہو گئے۔ چنانچہ پرنسپل گنگا سنگھ صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ:-

"آپ کی شرافت اور نیکی کو دیکھکر لوگوں نے آپؐ کو 'صادق' اور 'امین' کا خطاب دیا"

(ترجمہ از جیون کرناں ص۴۷)

ایک اور سکھ ودوان بھائی پرتاپ سنگھ گیانی نے لکھا ہے کہ:-

"آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) نے تعلیم حاصل کی تھی یا نہیں۔ یہ بات بحث طلب ہے۔ عام خیال یہ ہے کہ آپ اُمّی تھے۔ مگر آپ کی عقل بہت تیز تھی۔ اور اچھے سمجھدار تھے۔ بچپن ہی کا تھا آپ کی شرافت کی وجہ سے لوگ آپ کو 'صادق' اور 'امین' کہتے تھے"

(ترجمہ از دھارمک اتہاس ص۳۸۲)

پس یہ ایک حقیقت ہے کہ دعوٰے نبوت سے قبل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی نہایت پاکیزہ تھی۔ اور لوگوں میں آپ "صادق" اور "امین" کے معزز نام سے مشہور تھے۔ خود قرآن شریف میں حضورؐ کی پاکیزہ زندگی کو آپؐ کے دعوٰے کی دلیل کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔ جیسا کہ مرقوم ہے:-

قل لوشاء اللہ ما تلوتہ علیکم ولا ادراکم بہ فقد لبثت فیکم عمرا من قبلہ افلا تعقلون ہ

(سورہ یونس ع۲)

یعنی تو کہہ دے کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو میں تمہیں پڑھکر نہ سناتا اور نہ تمہارے سامنے کوئی دعوٰے کرتا۔ اور میں اس سے قبل تم میں ایک عمر گذار چکا ہوں۔ تم عقل سے کام کیوں نہیں لیتے۔

ہر ایک عقلمند اس بات کو بآسانی سمجھ سکتا ہے کہ جس شخص نے اپنی چالیس سال کی عمر میں کبھی کوئی جھوٹ نہ بولا ہو۔ اور جس کی راستبازی پر اپنے اور بیگانے بھی گواہ ہوں وہ ایک رات میں ہی پلٹا کھا کر اتنا بدل جائے کہ خدا پر جھوٹ باندھنا شروع کر دے۔ ایک محال امر ہے۔

گیانی لال سنگھ صاحب اس فکر میں ہیں کہ وہ کسی نہ کسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر جناب بابا نانک صاحب کی فضیلت ثابت کر سکیں۔ مگر انہیں یہ معلوم نہیں کہ جس شخص کو وہ حضور سے افضل ثابت کرنے کے خواہاں ہیں اس کی رائے حضور سے متعلق کیا تھی۔ سکھ لٹریچر میں آج بھی بابا صاحب کے بہت سے ایسے شبد اور شلوک موجود ہیں جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ بابا صاحب موصوف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین اور تمام انبیاء کا سردار اور خدا کا پیارا تسلیم کرتے تھے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:-

"میں نے (نانک نے) ہاتھ باندھ کر عرض کی کہ سچے صاحب اس سے پہلے آپ نے خاتم المرسلین حضرت محمد مصطفٰے کو دنیا میں بھیجا ہے"

(جنم ساکھی بھائی بالا اردو ص۱۵۱)

ایک اور مقام پر مرقوم ہے:-

"خاتم الانبیاء محمد مصطفٰے نے میرے سامنے عالم کو راہ دکھلانے کا بیڑا اٹھایا ہے"

(جنم ساکھی بھائی بالا اردو ص۱۵۲)

جنم ساکھی بھائی بالا کے گورمکھی ایڈیشن میں بھی جناب بابا نانک صاحب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین تسلیم کیا ہے (ملاحظہ ہو ص۱۳۷ و ص۱۳۶)

بابا صاحب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق یہ بھی بیان کیا ہے:-

ص - صلامت محمدی سکھ ہی اکھونت
خاصہ بندہ سجیا سر متراں ہوں مت

جنم ساکھی ولایت والی ص۲۴۶

بابا صاحب نے اپنے اس قول میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کی تشریح اپنے رنگ میں بیان کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محمد ہمیشہ بیان کرتے رہو کیونکہ وہ خدا کے خاص بندے اور خدا کے مقبولوں (انبیاء

علیہم السلام) کے سردار تھے ۔
گورو گرنتھ صاحب میں بابا صاحب کا یہ قول موجود ہے:۔

پیر پیغمبر سالک ۔ صادق ۔ شہدے اور شہید
شیخ مشائخ قاضی ملاں در درویش رشید
برکت تن کو اگلی پڑھدے رہن درود
(محلہ ۱ صـ۵۳)

بابا صاحب نے اپنے اس قول میں یہ بیان کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنے والوں کو خدا کی طرف سے بہت برکت ملتی ہے ۔

یاد رہے کہ درود شریف ایک اسلامی اصطلاح ہے اور درود شریف میں جو کچھ پڑھا جاتا ہے ۔ وہ یوں ہے :۔

اللھم صل علی محمد وعلی آل محمد
کما صلیت علی ابراھیم وعلی آل
ابراھیم انک حمید مجید ۔
اللھم بارک علی محمد وعلی
آل محمد کما بارکت علی ابراھیم
وعلی آل ابراھیم انک حمید مجید

شبدارتھ گورو گرنتھ صاحب میں درود سے متعلق یہ لکھا ہے
" نماز کے بعد جو دعا کرتے ہیں "
(شبدارتھ گورو گرنتھ صـ۵۳)

درود شریف نماز کے بعد نہیں ۔ بلکہ نماز کے اندر ہی پڑھا جاتا ہے شبدارتھ گورو گرنتھ صاحب کے ودوان مصنف کو یہ مغالطہ لگا ہے ۔

جناب بابا نانک صاحب نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا کے در کا دربان بھی بیان کیا ہے ۔ جیسا کہ :۔

اوّل نانو خدا ئیدا در دربان رسول
شیخا نیت راس کر تا درگہا پویں قبول
(جنم ساکھی ولائت والی صـ۱۶۸)

بابا صاحب نے اپنے اس قول میں رسول خدا کو خدا کے در کا دربان ظاہر کیا ہے جس کے صاف معنے یہ ہیں کہ کوئی بھی انسان نیت کو راس کئے ۔ اور خدا کے در کے دربان رسول کی اجازت حاصل کئے بغیر خدا کے دربار میں رسائی حاصل نہیں کر سکتا ۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے :۔
واللہ ان محمد اکرد آفة
وبہ الوصول بسدہ السلطان

مہا پرکاش قلمی میں بابا صاحب کا یہ قول موجود ہے :۔
پیغمبری لے کر آیا اس دنیاء کے ماہ
ناؤں محمد مصطفےٰ ہوا بے پرواہ
(مہا پرکاش قلمی صـ۹۷)

اسی طرح ایک اور مقام پر بابا صاحب کا یہ ارشاد بھی موجود ہے :۔

سیئی چھوٹے نانکا حضرت جہاں پناہ
(ولایت والی جنم ساکھی صـ۲۵۰)

اس حوالہ سے صاف ظاہر ہے کہ جناب بابا نانک صاحب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا کا نجات دہندہ تسلیم کرتے تھے ، کیونکہ آپ نے فرمایا ہے کہ نجات وہی لوگ حاصل کر سکیں گے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پناہ میں ہوں گے ۔

گورو گرنتھ صاحب میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے منکر کو جہنمی بیان کیا گیا ہے ، جیسا کہ مرقوم ہے :۔

سٹے بہر بھوندا پھرے کھاون سندڑے سُول
دوزخ پوندا کیوں رہے جاں چت نہ ہوئے رسول
(محلہ ۵ صـ۳۲۰)

یاد رہے کہ سردار بہادر کاہن سنگھ نے رسول کے معنے یوں لکھے ہیں :۔

رسول ۔ بھیجا ہوا (۲) نبی پیغمبر (۳) یعنی محمدؐ

اس کے علاوہ رسالہ ایڈیشک امرتسر کے جولائی ۱۹۳۳ء کے پرچہ میں بھی رسول کے معنے حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم بیان کئے گئے ہیں ۔ اس لحاظ سے گورو گرنتھ صاحب کے مندرجہ شلوک کے یہ معنے ہوں گے کہ ۔ جس کے دل میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے محبت کے جذبات نہیں ، وہ اس دنیا میں بھی آٹھوں پہر بھٹکتا پھرے گا اور مر کر بھی اس کا ٹھکانہ دوزخ ہوگا ۔

شبدارتھ گورو گرنتھ صاحب اس شبد سے متعلق یوں لکھا ہے :۔

پیغمبر (گورو) یہ شلوک مسلمانوں سے متعلق ہے اس لئے اسلامی اصطلاحیں استعمال کی گئی ہیں "
(ترجمہ از شبدارتھ گورو گرنتھ صاحب صـ۳۲۰)

جناب بابا نانک صاحب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا بھی ضروری قرار دیا ہے ۔ جیسا کہ آپ کا فرمان ہے

ہم ۔ محمد من توں من کتاباں چار
من خدائے رسول نوں سچا ئی دربار
(جنم ساکھی ولایت والی صـ۲۴۷)

جنم ساکھی بھائی بالا میں ایک جگہ آپ نے یہ بیان فرمایا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ دین کی تکمیل ہوئی ہے جیسا کہ مرقوم ہے :۔

سن پیغمبر مصطفےٰ تس دے چاروں یار
عمر خطاب ۔ ابوبکر ۔ عثمان ۔ علی وچہار
چارے یار سلیمن چار مصلے کین
پنجواں نبی رسول ہے جن نہایت کیتا دین
(جنم ساکھی بھائی بالا صـ۱۹۶)

بابا صاحب نے مندرجہ بالا قول میں حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ دین کا مکمل ہونا بیان کیا ہے ۔ اس سلسلہ میں قرآن کریم کا ارشاد ہے :۔

الیوم اکملت لکم دینکم واتممت
علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام
دینا ۔

ایک اور مقام پر بابا صاحب نے فرمایا ہے :۔
اول آدم پیشن ہوئے دوجا پیدا ہوئے
تیجا آدم جہا دلیہ محمد کہے سب کوئے
(جنم ساکھی بھائی بالا صـ۲۰۶)

اس کے علاوہ بابا صاحب نے اپنے دل کی حالت مندرجہ ذیل الفاظ میں بیان کی ہے :۔

دل میں طالب نبیر نخہ کیا دل میں محمدؐ جانا
دل میں حسن حسین فاطمہ دل ہی میں مولانا
(جنم ساکھی بھائی بالا صـ۵۰۶)

اس کے علاوہ آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا پورن

پیغمبر ہونا اور فرشتے کا آپ پر آیات لے کر نازل ہونا بھی بیان کیا ہے ۔ جیسا کہ :۔

بھائی پیغمبر ہوئے تمہارا نام محمد جاہیں
جہہ کی تم اُمت سبھے ایہہ تھاں تپ کیا تاہیں
بزرگ کو استھان لکھ جوں کو کین اہار
کین اللہ کی بندگی جہ نکارتپ دھار
پاسے فرشتے کو درس شکست ان ہو گئے ہوئے
پورن پیغمبر بھیو جگ ماہیں پرگٹ ہوئے
(نانک پرکاش پوربارد ھ ادھیائے ۵۹)

یعنی :۔

بھیو پیغمبر ہوئے تمہارا
نام محمد جاہیں اچارا
جس کی تم سب امت چینا
ایہہ تھان کئے یا تپ کینا
کین اللہ کی بندگی جوں اہار کرتا ہیں
لیہو فرشتے کو درس بھی شکست بڑھا ہیں
پورن بھیو پیغمبر سوئی
پرگٹ نام جاں کو جگ ہوئی
سن گور بچن سبھے انورا گے
دھن دھن مکھ بھاکھن لاگے
(گورو نانک سورج ہے جنم ساکھی صـ۱۴۳)

جنم ساکھی بھائی منی سنگھ میں مرقوم ہے کہ جناب بابا نانک صاحب نے مکہ معظمہ کے لوگوں کے سامنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق مندرجہ ذیل خیالات کا اظہار کیا تھا :۔

" تساڈا پیغمبر جو محمدؐ ہے ۔ جو جیہدی تسیں امت ہو سو ایتھے اوس نے بزرگاں دا مکان جان کے خدا دی بندی کیتی دا تے جوں کھادے ۔۔۔ اور ایتھے ہی اوسنوں فرشتہ پیغمبری دیا ل آتھاں لیا ئیا سی ۔ سو اک آیت ایہہ ہے :۔

لولاک لما خلقت الافلاک

سے پیغمبر سچے تیئوں پیدا نہ کراہاں تاں ایہہ زمین آسمان بھی نہ کراہاں تاں تے ایہہ مکان (کعبہ) وڈیاں بزرگاں دا ہے "
(جنم ساکھی بھائی منی سنگھ صـ۴۱۵)

ایک اور مقام پر آپ نے فرمایا ہے :۔
" بابے کہیا تساڈے پیغمبر نے کئے وچ تپ کیتا سی سوا وہنوں اکاش بانی ہوئی ۔ جو کچھ ورمنگ تاں اوس کہیا کہ میرا ایسا پنتھ چلے ۔ جو سب مذہب اس وچ رل جاون تا اوسدی عرض قبول ہوئی "
(جنم ساکھی بھائی منی سنگھ صـ۴۵۲)

اس کے علاوہ بابا نانک صاحب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معراج کی بھی تصدیق کی ہے (ملاحظہ ہو جنم ساکھی بھائی بالا صـ۵۶ و جنم ساکھی بھائی منی سنگھ صـ۴۲۵ اور جنم ساکھی اردو صـ۶۲)

ایک ہندو ودوان جہتہ رادھا کشن نے بیان کیا ہے کہ بابا نانک صاحب نے بابر کے سامنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق اپنی عقیدت ان الفاظ میں بیان کی تھی چنانچہ انہوں نے لکھا ہے :۔

" جب بابر نے آپ سے پوچھا کہ آپ کا کیا مذہب

(باقی صـ۸ پر)

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام راولپنڈی کا کامیاب سالانہ جلسہ

میاں بشارت احمد صاحب بقا راولپنڈی

جیسا کہ اخبار پیغام صلح میں بار بار اعلان کیا گیا تھا۔ ہماری جماعت کا سالانہ جلسہ ۱۰۔ اور ۱۱ مئی کو جناح گرلز ہائی اسکول کے وسیع کمپاؤنڈ میں منعقد ہوا۔ جس میں شمولیت کے لئے جماعت کے بہت سے احباب اور بزرگان کرام ضلع ہزارہ پشاور اور دوسرے مقامات سے تشریف لائے۔ اگرچہ راولپنڈی کی فضا مجلس احرار کی معاندانہ سرگرمیوں کی وجہ سے کافی مکدر ہو چکی ہوئی ہے اور حالات نہایت ہی نامساعد اور حوصلہ شکن تھے۔ تاہم جماعت کے بعض مخلص بزرگوں نے (جن میں مکرم جناب ملک فضل کریم صاحب گورنمنٹ کنٹریکٹر و منیجر جناح گرلز ہائی سکول کا اسم گرامی خاص طور پر قابل ذکر ہے) اس بات کا عزم صمیم کر لیا۔ کہ ہم انشاء اللہ ضرور پبلک جلسہ کریں گے۔ اور وما علینا الا البلاغ کا مقدس فرض ضرور ادا کرتے رہیں گے۔ چنانچہ مرکز سے مکرم مولانا احمد یار صاحب، اور حضرت مولانا عبدالحق صاحب ودیارتھی، ایبٹ آباد سے مولانا میرزا مظفر بیگ صاحب ساطع اور مانسہرہ سے مکرم و معظم خان غلام ربانی خاں صاحب ایڈووکیٹ یہاں کی پبلک کو اپنے مواعیظ حسنہ اور قیمتی خیالات سے مستفیض کرنے کے لئے تشریف لائے۔

ختم نبوت پر تقریر اور سوال و جواب

پہلا اجلاس ۱۰ مئی کی رات کو ۸ بجے زیر صدارت محترم جناب قاضی عبدالرشید صاحب ایڈووکیٹ مانسہرہ تلاوت قرآن پاک اور نظم خوانی سے شروع ہوا۔ جلسہ گاہ سامعین سے کھچا کھچ بھر گیا۔ سب سے پہلی تقریر مولانا احمد یار صاحب ایم اے نے "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں" کے موضوع پر کی۔ آپ نے از روئے قرآن و حدیث دلائل ساطعہ سے ثابت کیا۔ کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہی آخری نبی ہیں اور آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آ سکتا۔ خواہ نیا ہو یا پرانا۔ آپ نے فرمایا کہ ساری دنیا کے لوگوں کو آقائے نامدار کے اسوۂ حسنہ پر عمل کرنے کی تلقین کی گئی ہے۔ کیونکہ ہر قسم کی خیر و برکت اور خدا تعالیٰ کی معرفت آپ کی تابعداری سے وابستہ کر دی گئی ہے۔ اور بنی نوع کے لئے اس بات کی حاجت نہیں چھوڑی گئی۔ کہ وہ خدا تک پہنچنے کے لئے کسی دوسرے وجود کا محتاج ہو۔ بعض مخالف لوگوں نے دوران تقریر میں ہی اعتراضات کرنے شروع کر دیئے۔ مولانا نے وقت کی نزاکت کا احساس کرتے ہوئے مناسب یہی خیال کیا کہ لوگوں کے اعتراضات کا جو معقول تھے اسی وقت جواب دیا۔ ایک قادیانی نوجوان نے بھی مخالفین سلسلہ کے ہمنوا ہو کر اعتراضات کئے۔ مولانا موصوف اور صدر محترم نے اس کی بھی تسلی کر دی۔

احمدیت کا پیدا کردہ انقلاب

مولانا احمد یار صاحب کے بعد جناب میرزا مظفر بیگ ساطع صاحب سٹیج پر تشریف لائے۔ آپ نے اپنے مخصوص اور دلپذیر انداز میں "احمدیت کا پیدا کردہ انقلاب" کے موضوع پر ایک بڑی دلچسپ اور پُر از معلومات تقریر فرمائی آپ نے جزائر فیجی میں اپنی تبلیغی مساعی جمیلہ کو واقعاتی رنگ میں بیان فرمایا۔ کہ کس طرح وہاں کے مسلمان عیسائی اور آریہ مشنریوں کے ہاتھوں عاجز آ کر اسلام سے بددل ہو چکے تھے اور ان کے اندر احساس کمتری اس حد تک پیدا ہو چکا تھا کہ وہ اپنے اسلام کا اعلان کرنے سے ڈرتے تھے، ان لوگوں نے ہندوستان، عرب، مصر اور ایران کے علماء سے بار بار امداد کی درخواست کی۔ مگر انکی مشکلکشائی کے لئے کسی نے کبھی اپنے آپ کو پیش نہ کیا۔ آخر کار جماعت احمدیہ لاہور کے آگے انہوں نے سب اطراف سے مایوس ہو کر امداد کے لئے درخواست کی۔ احمدی لوگ تو محمد رسول اللہ کے اس زمانہ میں جان نثار سپاہی ہیں ان کا مقصد حیات ہی یہ ہے۔ کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی آسمانی بادشاہی کو کفر و الحاد کی طاغوتی طاقتوں کی یورش اور دست برد سے بچائے۔ چنانچہ جونہی یہ درخواست لاہور میں پہنچی ہمارے مرحوم و مغفور امیر جماعت رحمۃ اللہ نے مجھے فیجی جانے کا حکم دیا۔ میں حکم پاتے ہی وہاں کے لئے چل دیا اور جاتے ہی اپنے فرائض کی ادائیگی میں سرگرم عمل ہو گیا۔ میں نے تین چار ماہ میں ان جزائر کے تمام بڑے بڑے شہروں کا دورہ کیا، اور ہر شہر میں میں نے عیسائی پادریوں اور آریہ مشنریوں کو چیلنج پر چیلنج دیئے کہ اگر تم میں ہمت ہے تو آؤ اپنے مذہب کا اسلام کے ساتھ مقابلہ کرنے کے لئے میرا چیلنج قبول کرو۔ چنانچہ متعدد مقامات پر میرے ان سے مناظرے ہوئے اور چند مہینوں کے اندر ہی اندر سارا سماں بدل گیا۔ اسلام کا آفتاب از سر نو نصف النہار پر چمکنے لگا۔ اور پادریوں اور آریوں کو راہ فرار مشکل ہو گئی۔ مسلمانوں کے اندر ایک نئی زندگی پیدا ہو گئی۔ اور مخالفین کے سب منصوبے خاک میں مل گئے۔ اسی طرح آپ نے فرمایا۔ کہ ہماری جماعت نے اسلام پر بیش بہا لٹریچر پیدا کر کے یورپ اور امریکہ میں پھیلایا۔ انگلستان، جرمنی اور ہالینڈ میں اپنے مشن قائم کئے برلن میں ایک عظیم الشان مسجد بنوائی۔ ہمارے لٹریچر اور تبلیغی سرگرمیوں سے وہاں کی قوموں کے اندر ایک عظیم الشان ذہنی، عقلی و فکری انقلاب پیدا ہو گیا۔ آج وہ اسلام کی عظمت کا اقرار کر لے اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک عظیم المرتبت اور برگزیدہ شخصیت تسلیم کرنے پر مجبور ہو گئے ہیں، انہیں اب اچھی طرح معلوم ہو گیا ہے۔ کہ پادریوں نے اپنے جھوٹے پراپیگنڈا سے انہیں انتہائی غلط فہمی میں مبتلا کر رکھا تھا۔ مگر اب انہیں حقیقت حال معلوم ہو گئی ہے۔ الغرض جناب میرزا صاحب نے نہایت خوبصورتی کے ساتھ احمدیت کے پیدا کردہ انقلاب کا اجمالی خاکہ بیان فرمایا۔ اور ان کی تقریر سے سنجیدہ و فہمیدہ طبقہ بہت ہی محظوظ اور متاثر ہوا۔ آپ کی تقریر رات کے سوا گیارہ بجے ختم ہوئی جس کے ساتھ ہی اجلاس بھی برخواست ہو گیا۔

فلاح یافتہ زندگی

۱۱ مئی کو ۸ بجے صبح پھر ہمارا اجلاس شروع ہوا۔ تلاوت قرآن قاری بوستان خان صاحب نے کی اور درثمین سے نعت رسول حضرت میر مدثر شاہ صاحب گیلانی مرحوم کے صاحبزادہ نے پڑھی۔ ازاں بعد مکرم معظم شیخ غلام قادر صاحب نے ایک مضمون پڑھ کر سنایا جس میں آپ نے بتایا کہ خدا تعالیٰ متقی، پرہیزگار اور پاک باطن انسان کو بہت ہی محبوب جانتا ہے۔ اور ایسے انسان پر وہ اپنے افضال و اکرام کی بارش برساتا ہے۔ آپ نے اس بات کی تلقین فرمائی۔ کہ سب مسلمانوں کو نہایت ہی پاکیزہ زندگی گذارنی چاہیئے۔ کیونکہ اس سے ان کی فلاح وابستہ ہے۔

یورپ اور امریکہ میں تبلیغ اسلام

شیخ صاحب موصوف کے بعد صدر جلسہ مولانا میرزا مظفر بیگ ساطع نے حاضرین جلسہ سے خان غلام ربانی خان صاحب کا تعارف کرایا۔ خان صاحب ممدوح نے یورپ اور امریکہ میں تبلیغ اسلام پر ایک نہایت خوبصورت تقریر فرمائی آپ نے ووکنگ مشن کی مساعی جمیلہ کا اجمالی طور پر ذکر کیا اور ان حالات کی بنا پر جو آپ نے انگلستان میں بچشم خود دیکھے اس بات کی شہادت دی کہ جماعت احمدیہ کی تبلیغی سرگرمیاں اس ملک میں خدا کے فضل و کرم سے بار آور ہوئی ہیں اس زمانہ کے امام اور مجدد حضرت مسیح موعود نے جو نظارہ کشفی آنکھ سے دیکھا وہ ہم نے اپنی ظاہری آنکھوں سے دیکھا ہے تمام یورپین اقوام میں سے انگریز ہی پہلی قوم ہے جس نے اسلام کی صداقت کو قبول کیا۔ اور اپنے کو خدا کے حضور میں جھکایا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ وہ دن انشاءاللہ اب قریب ہیں کہ انگلستان کی زمین پر اسلام کا آفتاب عالم تاب طلوع کرے گا اور کفر و الحاد کی تمام تاریکیاں چھٹ جائیں گی، فاضل مقرر نے سامعین کو دعوت فکر دی۔ اور فرمایا کہ ہم تو دن رات کافروں کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا جُوا پہنانے کے لئے کوشاں رہتے ہیں اور اسلام کی صداقت کو دنیا میں قائم کرنے کے لئے تگ و دو کر رہے ہیں۔ مگر آپ لوگ ہمیں کافر قرار دینے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں۔ آپ کو خدا کا خوف کرنا چاہیئے۔ اسلام کے خادموں اور رسول خدا کے جان نثاروں کو کافر قرار دینا عذاب الٰہی کو کھلی کھلی دعوت دینا ہے۔ میں آپ لوگوں کو بتا دینا چاہتا ہوں کہ دنیا میں کسی اسلامی حکومت کو اور نہ ہی کسی مذہبی جماعت کو خدا نے یہ توفیق دی ہے کہ وہ اعلائے کلمۃ الحق کریں۔ یہ سعادت صرف امام زمانہ کی چھوٹی سی جماعت کے حصہ میں ہی آئی ہے۔ اس کے علاوہ کوئی اور جماعت اس مقدس مشن کو ہرگز چلا ہی نہیں سکتی۔ اس وقت دنیا میں صرف یہی لٹریچر مغربی اقوام کو اسلام کی طرف کھینچ کر لا سکتا ہے جو جماعت احمدیہ کے مقدس بانی اور اس کے غلاموں نے پیدا کیا ہے۔ آج مارکیٹ میں قرآن مجید کے انگریزی زبان میں بہت سے تراجم موجود ہیں۔ مگر یہ خدا کی شان ہے، کہ سوائے حضرت مولانا محمد علی رحمۃ اللہ کے ترجمۃ القرآن کے کوئی دوسرا ترجمہ کسی کافر کو مسلمان نہیں بنا سکا۔

حضرت مسیح موعود اور جہاد

خان غلام ربانی خاں صاحب کی تقریر کے بعد مولانا احمد یار صاحب نے "کیا حضرت میرزا صاحب نے جہاد منسوخ

کیا" کے موضوع پر ایک جامع تقریر فرمائی۔ آپ نے فرمایا کہ جو شخص اس بات پر ایمان رکھتا ہو اور دنیا میں بار بار اعلان کرتا ہو کہ قرآن مجید کا ایک شوشہ بھی قیامت تک منسوخ نہیں وہ کس طرح کہہ سکتا ہے کہ جہاد منسوخ ہے۔ یہ حضرت مرزا صاحب پر علماء کی طرف سے محض بے بنیاد الزام ہے۔ وہ اس مقدس شخصیت کو بدنام کرنے کے لئے جھوٹا پروپیگنڈا کر رہے ہیں۔ ورنہ حقیقت تو یہ ہے کہ حضرت مرزا صاحب نے اپنی ساری زندگی حقیقی جہاد میں صرف کی آپ نے دنیا میں وہ جہاد کیا جسے قرآن نے جہاداً کبیراً کہا ہے۔ البتہ آپ نے اس جہاد کو ضرور منسوخ قرار دیا۔ جو ملاؤں کے اپنے دماغ نے تجویز کیا تھا۔ اور جس سے دشمن نے اسلام کو بدنام کرنے کے لئے بہت بڑا فائدہ اٹھایا۔ پادریوں نے دنیا میں اس بات کا پروپیگنڈا کر رکھا تھا کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلایا گیا۔ اور جس نے اسکو نہ مانا اس کا سر قلم کر دیا گیا آپ نے فرمایا کہ جہاد ہی تو تحریک احمدیت کی جان ہے۔ ہم احمدی لوگ تو شب و روز جہاد میں مصروف رہتے ہیں۔ اور ہمارے جہاد سے دنیا میں حیرت انگیز انقلاب پیدا ہو رہا ہے ہم نے ان پادریوں کے گھروں میں جا کر اسلام کا ڈنکا بجایا ہے اسلام کو شکست دینے اور اس کا استیصال کرنے کے لئے سات سمندر پار کر کے ادھر آتے تھے۔ ہم نے ان کے باطل کی عظیم الشان عمارتوں کو ڈائنامیٹ سے اڑا دیا۔ یورپ کے کلیساؤں میں اذانیں دینے والے ہم احمدی لوگ ہیں جنہیں طعنہ دیا جاتا ہے کہ جہاد منسوخ کر دیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ وہ جہاد جس سے قتال مراد ہے۔ اس کی شرائط حضرت مرزا صاحب کے زمانہ میں نہ پائی جاتی تھیں۔ انگریز نے ہمیں کبھی ہماری مذہبی عبادات سے روکا نہیں تھا۔ بلکہ ہم علی الاعلان اپنے دین کی تبلیغ کرتے تھے۔ مساجد میں اذانیں دیتے نمازیں پڑھتے اور دوسری مذہبی رسوم ادا کرتے۔ البتہ اس زمانے میں اس بات کی اشد ضرورت تھی کہ اسلام کو دشمنوں کی دستبرد سے انہیں وسائل کے ساتھ محفوظ کیا جائے جو انہوں نے اختیار کئے ہوئے تھے اور یہی اصل جہاد تھا۔ چنانچہ ہم تو اب تک وہ جہاد خدا کے فضل سے کئے جا رہے ہیں۔ الغرض مولانا موصوف نے مختلف پہلوؤں سے جہاد پر سیر حاصل بحث کی۔ اور مخالفین کے اعتراضات کا تسلی بخش جواب دیا۔ مولانا کی تقریر ۱۲ بجے دوپہر ختم ہوئی۔

مسئلہ کشمیر اور اس کا حل

ہمارا دوسرا اجلاس رات کے ۸ بجے مولانا احمد یار صاحب ایم اے کی زیر صدارت شروع ہوا۔ حسب معمول کارروائی جلسہ کی ابتدا تلاوت قرآن پاک اور نعت خوانی سے ہوئی۔ جلسہ گاہ اتنی دیر میں کھچا کھچ سامعین سے بھر گئی مولانا میرزا مظفر بیگ ساطع نے "مسئلہ کشمیر اور اس کا حل" کے موضوع پر تقریر شروع کی۔ مولانا موصوف واقعی اسلام کے ایک جانباز سپاہی اور ہماری جماعت کے ایک اولوالعزم مبلغ ہیں۔ آپ نے ہندو ذہنیت کی پستی، اس کے دجل اور فریب کا پردہ چاک کر کے رکھدیا۔ آپ نے ان کے بڑے بڑے لیڈروں کی اسلام دشمنی کو واقعاتی رنگ میں ایک ایک کر کے بیان فرمایا۔ جو واقعات آپ نے بیان کئے ان سے سامعین کی آنکھیں کھل گئیں۔ میرزا صاحب موصوف نے تمام مسلمانوں کو اس بات کی تلقین کی کہ جس طرح پاکستان حاصل کرنے کے لئے تمام مسلمان باہمی اختلافات چھوڑ کر ایک جھنڈے کے نیچے جمع ہو گئے تھے۔ اسی طرح آج بھی حالات کا تقاضا یہی ہے۔ کہ کشمیر کو ہندو کے قبضہ سے حاصل کرنے کے لئے ہم سب متحد ہو جائیں۔ اور اپنے اندر وہ خوبیاں پیدا کریں جو ہمارے بزرگان سلف میں پائی جاتی تھیں۔ مولانا صاحب نے اس جوش اور ولولہ کے ساتھ تقریر کی کہ جلسہ گاہ اللہ اکبر کے فلک شگاف نعروں سے گونج اٹھی۔ اور حاضرین جلسہ بہت ہی متاثر ہوئے۔

کتب مقدسہ میں آنحضرت صلعم کے متعلق پیشگوئیاں

میرزا صاحب کی تقریر کے بعد حضرت مولانا عبدالحق صاحب ودیارتھی سٹیج پر تشریف لائے۔ اور آپ نے میثاق النبیین پر ایک فاضلانہ تقریر فرمائی۔ آپ نے فرمایا کہ قرآن حکیم کا یہ ایک بہت بڑا کمال ہے۔ کہ اس نے ایک طرف اس بات کو منوایا ہے کہ ساری قوموں کی طرف خدا تعالےٰ نے رسول مبعوث فرمائے اور ان کی ہدایت کے لئے کتابیں نازل کیں تو دوسری طرف اس بات کا بھی انکشاف کیا ہے۔ کہ تمام دنیا کے انبیاء آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بھی مصدق تھے مگر یہ ثبوت بہم پہنچانا کوئی آسان بات نہیں ہے، کہ واقعی گذشتہ انبیاء آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کے مصدق تھے اس کے لئے پرانی مذہبی کتابوں کے مطالعہ کی ضرورت ہے چنانچہ میں نے خدا تعالےٰ سے اس بات کی توفیق پائی۔ میں نے بڑی مشکلات کے بعد سنسکرت زبان سیکھی، اور ویدوں کو پڑھا۔ عبرانی زبان سیکھی اور توریت کا مطالعہ کیا۔ اور زرتشتی زبان سیکھی اور ژند آوستا کو پڑھا۔ میں نے ان تمام کتابوں کو پڑھکر خدا کی طرف سے ہونا تسلیم کرتا ہوں۔ کیونکہ ان کے اندر وہی تعلیم موجود ہے جو قرآن مجید میں مجموعی طور پر رکھدی گئی ہے۔ میں نے ان کتابوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق تمام پیشگوئیوں کو ہر قسم کی دستبرد سے محفوظ پایا ہے۔ وہ پیشگوئیاں ایسے رنگ میں مذکور تھیں کہ ان کی اصلیت علماء یہود و نصاریٰ کو معلوم نہ ہو سکی۔ اسی طرح جو پیشگوئیاں ویدوں میں مذکور ہیں وہ بھی بالکل محفوظ رہیں۔ آج اس زمانے میں جو مسیح موعود کا مبارک زمانہ ہے، خدا تعالےٰ نے ان کی حقیقت کو دنیا پر روشن کر دیا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت اور من جانب اللہ ہونے پر مہر ثبت کر دی ہے۔ حضرت مولانا موصوف کی یہ تقریر اس قدر دلچسپ تھی۔ کہ جی نہ چاہتا تھا۔ کہ مولانا اسکو ختم کر دیں۔ اس تقریر کا سامعین پر بہت گہرا اثر ہوا۔ آخر رات کے سوا گیارہ بجے یہ تقریر ختم ہوئی اور پھر اسلام کی ترقی کے لئے سب نے مل کر دعا کی۔ دعا کے ساتھ یہ اجلاس برخواست ہوا۔

کامیاب جلسہ

خدا تعالےٰ نے دراصل ہماری دستگیری فرمائی ہے۔ ورنہ اس قدر کامیاب جلسہ کی قطعاً امید نہ تھی۔ ہمارا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے ہمیں اتنی بڑی کامیابی عطا فرمائی۔ اور ہماری کے حوصلہ شکن حالات اور دیگر رفقا کو ہماری راہ میں حائل نہ ہونے دیا۔

ہم محکمہ پولیس کے بھی بیحد شکرگذار ہیں جنہوں نے امن قائم رکھنے کے لئے نہایت دیانتداری سے اپنے فرائض کو ادا کیا اور جلسہ میں کسی قسم کی گڑبڑ نہ ہونے دی بلکہ ایسے عنصر کو ایسا دبا دیا کہ گویا وہ جلسہ گاہ میں ... موجود ہی نہیں۔ ان کا حسن انتظام واقعی بہت قابل تعریف تھا۔ خدا تعالیٰ انہیں اس کی جزائے خیر دے آمین۔

سکھ دوانوں کے اسلام پر لغو اعتراضات
(بقیہ از صفحہ ۲)

ہے تو آپ نے کیسے محمد صاحب کو رسول اللہ مان لیا دیکھو:-

ایک نبی محمد ایک خدا
خالق سا چا بے پرواہ
اس طرح صحیح کیا ہے نانک بندے
اک پاک خدا اور نبی محمد اور سب گندے

دیگر

سُن بابر سا چ پاک رسول خدا ئے
نانک دوسرو ے نہ لاسئے

الغرض اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ جناب بابا نانک صاحب کے دل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بہت احترام تھا۔ آپ حضور کو دنیا کا نجات دہندہ تسلیم کرتے تھے۔ اور آپ کی نبوت اور رسالت پر ایمان لانا ضروری خیال کرتے تھے۔ آپ کے نزدیک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے کامل نبی اور خاتم الانبیاء اور تمام نبیوں کے سردار تھے۔ اگر اللہ تعالےٰ آپ کو پیدا نہ کرتا تو اس دنیا کا وجود بھی عبث ٹھہرتا۔ ہر ایک انسان کے لئے ضروری ہے کہ وہ ہمیشہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھتا رہے۔ اس طرح اسے خدا کے دربار سے بہت بڑی برکت حاصل ہوگی۔ جن لوگوں کے دلوں میں رسول کریم کی محبت نہیں وہ اس دنیا میں بھی اٹکل پچو بھٹکتے پھریں گے، اور مرکر ان کا ٹھکانا جہنم ہوگا۔

اب ناظرین غور فرمائیں کہ گیانی لال سنگھ صاحب جو بابا نانک کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل ثابت کرنے کی جسارت کر رہے ہیں وہ کس طرح کھلے بندوں حضور کی فضیلت بیان کر رہے، اور حضور کو تمام انبیاء سے افضل قرار دے رہے ہیں۔

ببیں تفاوت رہ از کجا است تا بکجا

اس حالت میں گیانی لال سنگھ بابا نانک صاحب کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل ظاہر کر کے خود بابا نانک کی تکذیب کے مرتکب ہو رہے ہیں۔

حضرت مسیح موعودؑ اپنوں اور غیروں کی نظروں میں

عبد الرؤف لودھی جہلم

" اب ہم اس (براہین احمدیہ) پر اپنی رائے نہایت مختصر اور بے مبالغہ الفاظ میں ظاہر کرتے ہیں۔ ہماری رائے میں یہ کتاب اس زمانہ میں موجودہ حالت کی نظر سے ایسی کتاب ہے جس کی نظیر آج تک اسلام میں شائع نہیں ہوئی اور آیندہ کی خبر نہیں۔ لعل اللہ یحدث بعد ذالک امراً۔ اور اس کا مؤلف بھی اسلام کی مالی و جانی و قلمی و لسانی و حالی و قالی نصرت میں ایسا ثابت قدم نکلا ہے جس کی نظیر پہلے مسلمانوں میں بہت کم پائی گئی ہے۔"

(اشاعۃ السنہ جلد ۷ نمبر ۷)

جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے۔ مندرجہ بالا تحریر مولوی محمد حسین بٹالوی کی ہے۔ اپنے کانوں پر سے اعتبار اٹھنے لگا ہو یا آنکھوں پر دھوکا ہونے لگا ہو۔ تو اس میں براہین احمدیہ کے مؤلف جناب حضرت مرزا صاحب مسیح موعود یا ان کے جانثاروں کا کیا قصور۔ اپنوں کے منہ سے نکلی ہوئی مدح وہ مزہ نہیں دیتی جو اغیار کے لبوں پر بے ساختہ آجائے۔ یہاں تک تو ہمیں جو کچھ نظر آ رہا ہے وہ یہی ہے کہ ایک بہت بڑا مکفر و مکذب ایک مفروضہ "کافر و دجال" کی مدح سرائی میں خود مصروف ہے، حقیقت اور واقعات گواہی دیتے ہیں۔ کہ اس مامور من اللہ اور خدائی سرجن نے جب بھی انہی مولویوں اور فتوے باز دل کے پھوڑوں پر ہاتھ رکھا یہ بلبلا اٹھے اور اپنے اوپر اتنا بڑا ظلم کیا کہ تعصب کی پٹی اپنی آنکھوں پر کس کر باندھ لی اور اب جبکہ حالات متقاضی ہیں اس پٹی کو خود بھی کھول نہیں سکتے اور اگر بفرض محال کھول بھی لیں تو اپنی قلعی کھلتی نظر آتی ہے۔ یہی مولوی محمد حسین بٹالوی بالآخر اس دار فانی سے ایسی بے بسی کے عالم میں گذر گئے کہ پس ماندگان میں سے ایک بھی سچے دل سے ان کے لئے نوحہ خواں نہ بن سکا بلکہ یوں ہوا کہ جسے انہوں نے کافر و دجال و ملحد ٹھہرایا، اس کی مدح سرائی ہوا کی۔ یہاں تک کہ اس وفات حسرت آیات پر انہی کے حواریوں میں سے ایک نے تو ہاتھ مل مل کر نوحہ خوانی کی۔ اور اس جلیل القدر مجدد اعظم کی شان میں قصیدے کہنے ہی پڑے۔ اخبار وکیل امرتسر دیکھئے کس جرأت رندانہ سے حق نوازی کا ثبوت دیتا ہے:۔

" وہ شخص بہت بڑا شخص تھا۔ جس کا قلم سحر تھا۔ اور زبان جادو، وہ شخص جو دماغی عجائبات کا مجسمہ تھا جس کی نظر فتنہ اور آواز حشر تھی۔ جس کی انگلیوں سے انقلاب کے تار الجھے ہوئے تھے۔ جس کی دو مٹھیاں بجلی کی دو بیٹریاں تھیں وہ شخص جو مذہبی دنیا کے لئے تیس برس تک زلزلہ اور طوفان بنا رہا۔ جو شور قیامت ہو کے خفتگان خواب ہستی کو بیدار کرتا تھا۔ خالی ہاتھ دنیا سے اٹھ گیا۔ ایسے لوگ جن سے مذہبی یا عقلی دنیا میں انقلاب پیدا ہو ہمیشہ دنیا میں نہیں آتے۔"

اخبار مذکور نے اسی پر اکتفا نہیں کی بلکہ کچھ اور حقیقتیں بھی ظاہر کرنی پڑیں ذرا اور آگے چل کر لکھا ہے:۔

" جبکہ اسلام مخالفین کی یورشوں سے گھر چکا تھا۔ اور مسلمان جو اس کی حفاظت پر مامور تھے اپنی قصوروں کی پاداش میں پڑے سسک رہے تھے اور اسلام کے لئے کچھ نہ کرتے تھے یا نہ کر سکتے تھے مسلمانوں کی طرف سے وہ مدافعت شروع ہوئی جس کا ایک حصہ مرزا صاحب (رح) کو حاصل ہوا۔ اس مدافعت نے نہ صرف عیسائیت کے ابتدائی اثر کے پرخچے اڑائے جو سلطنت کے سایہ میں ہونے کی وجہ سے حقیقت میں اس کی جان تھا اور ہزاروں لاکھوں مسلمان اس زیادہ خطرناک اور مستحق کامیاب حملہ کی زد سے بچ گئے بلکہ خود عیسائیت کا طلسم دھواں ہو کر اڑنے لگا۔"

اخبار مذکور نے یہ الفاظ کسی مکفر یا مکذب کھائی بند کی تعریف میں پیش نہیں کئے تھے، بلکہ اس بیان کا ایک ایک حرف اسی مسیح موعودؑ کے بارے میں اپنی ڈبڈباتی آنکھیں لئے ہوئے ہے جسے مذہب کے نام نہاد "علماء" اور "مفتیوں" نے دائرہ اسلام سے یوں خارج کر دیا جیسے کہ کوئی کسی کو اپنی جائیداد سے عاق کر دیتا ہے کتنے غضب کی بات ہے۔ اور کتنی دیدہ دلیری ہے کہ اسلام جن کی اصل جائیداد ہے۔ وہ خود تو خارج از اسلام قرار نہیں دیتے میرا مطلب اللہ اور رسولؐ سے ہے ـــــ مگر یہ شوخ و شنگ علماء تکفیر بازی پر بڑھ کر چڑھ کر ہاتھ مارتے ہیں۔ اور اپنی عاقبت کے خود ہی دشمن بنے جاتے ہیں۔ مگر سوال یہ ہے کہ ان کو اپنی عاقبت کی فکر ہو تو کیونکر؟ جبکہ بھولے بھالے اور ناک کی سیدھ میں چلنے والے مسلمانوں نے اپنے گلے کی رسیاں انہی لوگوں کے جابر ہاتھوں میں دے رکھی ہیں۔ چاہیئے تو یہ تھا کہ جہاں کہیں بھی ایسی فتنہ پردازی کا ذرہ بھی ملتا تو ان فتنہ پردازوں کو تکلے کی طرح سیدھا کر دیا جاتا۔ حیرت کا مقام ہے۔ یہ مولوی اور فتوے باز، شئے ہی کیا ہیں ـــ کاش ہم حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا زمانہ اتنی جلدی نہ بھول جاتے اور اس عہد کی دیہاتی عورتوں سے زیادہ بے باک ہوتے۔ افسوس صد افسوس! ہم مسلمان اتنے مفلوج ہو کر رہ گئے ہیں۔ کہ ناک صاف کرنے کے لئے بھی ان مولویوں کے فتوے ڈھونڈتے پھرتے ہیں۔ یہاں تک کہ "حلالہ" جیسی بے غیرتی کو اپناتے ہوتے ہیں۔ یہ سب انہی مفتیوں اور مولویوں کے ایما سے ہو رہا ہے، کہ اسلام کے صحیح مسلک کو ہم بھول چکے ہیں اور خود ہی بسا اوقات اپنے ہاتھوں کو ہاتھ مار کر کہہ دیتے ہیں کہ ان مولویوں نے ہمیں ورغلا کر ناکارہ کر دیا ہے مگر اس کے باوجود ہماری ان کے بغیر گذر نہیں ہوتی۔ اس کا علاج محض یہی ہے کہ ہمارے گلے میں جو رسیاں پڑی ہوئی ہیں ہم اتار پھینکیں اور اپنی ضمیر سے خود کام لیکر حق کو پہچانیں۔ خیر یہ گلہ صرف میرا ہی نہیں ہے لاکھوں نہیں کروڑوں بے بس مسلمانوں کا ہے لیکن چونکہ مجھے کچھ اور بھی حوالے پیش کرنا ہیں فی الحال اسے ختم کرتا ہوں۔

اخبار وکیل کے ایڈیٹر محترم عبداللہ العمادی صاحب، آگے چل کر ایک جگہ حق گوئی کا یوں مظاہرہ کرتے ہیں ــــ کہ

" آیندہ امید نہیں کہ ہندوستان کی مذہبی دنیا میں اس شان کا شخص پیدا ہو جو اپنی اعلیٰ خواہشیں محض اسی طرح مذہب کے مطالعہ میں صرف کر دے۔"

اب آئیے ذرا "زمیندار" جیسے "کرم فرما" کا ایک صفحہ بھی جانچ لیں۔ کہ مولوی ظفر علی خان صاحب ۹ اکتوبر ۱۹۳۲ء کے پرچہ میں رقیبانہ انداز میں کیا فرماتے ہیں۔ اور کتنی پیاری مخالفت میں اس شیر خدا سے دشمنی کماتے ہیں:۔

" میری حیرت زدہ نگاہیں بحسرت دیکھ رہی ہیں کہ بڑے بڑے گریجوایٹ اور وکیل اور پروفیسر اور ڈاکٹر جو کانٹ ڈیکارٹ، اور ہیگل کے فلسفہ تک کو خاطر میں نہ لاتے تھے غلام احمد (علیہ الرحمۃ) قادیانی کی (نعوذ باللہ) خرافات واہیہ پر اندھا دھند آنکھیں بند کر کے ایمان لے آئے۔"

آخر یہ کیا بات تھی کہ یہ مولوی یا مفتی تو کیا بڑے بڑے فلاسفر گاؤں کے ایک "منشی" کے سامنے سر نہوڑائے بغیر نہ رہ سکے اور مولوی صاحب موصوف کو بیاس و حسرت دیکھنا پڑا اور ان کی آنکھیں دیکھ دیکھ کر خیرہ ہو گئیں۔ کاش اپنی اس حسرت کو حسد کی بجائے رشک کی جگہ دی ہوتی تو کوئی وجہ نہ تھی کہ اس قدر شدت کی حیرت ہوتی۔ تسکین قلب تو روحانی غذا سے ہی ملتی ہے۔ اگر مولوی صاحب موصوف میں ہی اتنا زعم نہ ہوتا تو یقیناً وہ خود بھی کانٹ ڈیکارٹ اور ہیگل کو خاطر میں نہ لانے والوں کی صف میں شامل ہوتے اور یوں عبرت و یاس دیکھنے کی تکلیف بھی نہ ہوتی۔

میں ضروری سمجھتا ہوں کہ جہاں اپنوں کا "ذکر خیر" ہوا ہے اغیار کے دل بھی ٹٹول کر دیکھ لئے جائیں تا معلوم تو ہو کہ اس مرد مومن اور مجدد اعظم کا مشن کہاں تک کامیاب ہوا ہے پادری کریمر ایڈیٹر "مسلم ورلڈ" کا قلم بھی یہ کہے بغیر نہ رہ سکا کہ:۔

" ان میں اخلاص جوش اور قربانی کی قابل تعریف صفت ہے۔ یہ لوگ دق کرنے والے اور سخت جارحانہ ہتھیار استعمال کرتے ہیں۔ ان کا بانی مرزا غلام احمد (رحمۃ اللہ علیہ) ضرور زبردست شخصیت ہو گا۔"

(مسلم ورلڈ جلد ۱۷)

ہمیں پادری صاحب موصوف کی یہ کھلی تنقید بہت بھلی لگی ہے۔ کیونکہ امام الزمان نے ان لوگوں کی دکھتی رگیں پکڑی تھیں یہ لوگ اپنے علاوہ سادہ لوح مسلمانوں کو حتیٰ کہ کٹر مولویوں اور فتوے بازوں کو بھی اپنے "انجیلی یسوع" کی بھیڑیں بنا پر تلے ہوئے تھے۔ اور کسی حد تک اپنے مشن میں کامیاب بھی ہو چکے تھے۔ اور ہمارے ہی علماء کی وساطت سے ہمارے دین میں ایک بہت بڑا رخنہ پیدا کر رہے تھے۔ اس سے زیادہ اور کیا ہو گا کہ خود مسلمانوں کے مونہوں سے اپنے "یسوع" کی برتری کہلوا دی۔ جیسا کہ اب بھی کہیں کہیں یہ عقیدہ نظر آتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بجسد عنصری کسی آسمان پر چڑھ کر چلے گئے تھے۔

ہم نہیں جانتے یہ "یسوع" کون تھا۔ جس کا ذکر ان کی ان انجیلوں میں کیا گیا ہے جن کے محفوظ ہونے کی گارنٹی خود یہ پادری لوگ بھی نہیں دے سکتے۔ تو میں عرض کر رہا تھا کہ ایسے حقائق ہونے کے باوجود ان فتوے باز مسلمانوں اور مولویوں

کو انجیلی یسوعؑ کی بھیڑیں بنا دیا گیا۔ کیسا عبرت کا مقام ہے کہ ہم مسلمان تو دنیا کے علماء اور پادریوں جفادریوں کو پڑھانے سکھانے آئے تھے۔ مگر یہاں یہ حال ہے کہ خود ہی ایسا بودا سا سبق لے کر اپنے گھروں میں طوطے کی طرح رٹ رہے ہیں اپنوں سے ہی دست و گریباں ہو رہے ہیں۔ اور تمام مخالفین اسلام کو بغلیں بجا بجا کر اپنا نظارہ کرنے کا موقع دے رہے ہیں۔ دیکھئے پادری کریر صاحب کو اعتراف کئے بغیر اور کچھ بنا ہی نہیں۔ اور ان کی جو دکھتی رگ مسیح موعود و امام الزمان نے پکڑی۔ تو پریشانی کے عالم میں کہنا ہی پڑا کہ یہ لوگ دق کرنے والے ہیں ــــ چاہیئے تو یہ تھا کہ حضرت مسیح موعودؑ سے جیسے ہی ان مخالفان اسلام کے دانت کھٹے کئے تھے۔ یہ مسلمان اور فتوے باز مولوی سنبھل جاتے اور سجدہ ہائے شکر ادا کرتے کہ ان کو بچانے والا اللہ تعالےٰ نے ایسی قوت کا مالک بھیجا کہ دشمنوں کے ظلم ہاتھوں سے چھوٹ گئے اور بڑبڑا کر گالی گلوچ پر اتر آئے، لیکن نہیں، معلوم ہوتا ہے ـــــ ان مولویوں کو پادریوں نے ڈبل ڈبل ڈوزیں Doses دی تھیں جس کا اثر کم بخت اترتے ہیں ابھی تک آتا ہی نہیں ہے۔ اب تو معلوم ہوتا ہے قیامت کی ترشی ہی اس چڑھی ہوئی کو اتارے گی۔

آخر میں بدیۃً کوئی تین سو علماء کا فتوے پیش کرتا ہوں جو ایک پوسٹر کی صورت میں شائع ہوا تھا۔ یہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی پر صادر نہیں ہوا تھا ـــــ بلکہ مولانا اشرف علی تھانویؒ۔ مولانا محمدؐ قاسم نانوتوی اور مولانا محمود الحسن کے بارے میں ہے۔ بہتر ہو کہ اس فتوے کے ایک ایک لفظ کو عبرت کی نظروں سے دیکھیں ـــــ اور گریبانوں میں جھانک کر جتنا روئیں کم ہے ـــــ

"یہ قطعاً مرتد و کافر ہیں۔ اور ان کا ارتداد و کفر سخت اشد درجہ تک پہنچ چکا ہے جو ان مرتدوں اور کافروں کے ارتداد و کفر میں ذرا بھی شک کرے وہ بھی انہیں جیسا مرتد و کافر ہے (استغفراللہ کیا شان تکفیر بازی ہے ناقل) ان کے پیچھے نماز پڑھنے کا تو ذکر ہی کیا اپنے پیچھے بھی انہیں نماز نہ پڑھنے دیں (لیجئے۔ تبلیغ و اشاعت اسلام کا کتنا بڑا گر ہاتھ آگیا ہے۔ ناقل) جو ان کو کافر نہ کہے گا وہ خود کافر ہو جائے گا اور اس کی عورت اس کے عقد سے باہر ہو جائے گی (تو پھر بیچاری یہ عورتیں فسخ نکاح کے بعد کیا کریں گی۔ اور ان کا آخر قصور ہے۔ ناقل) اور جو اولاد ہو گی حرامی ہو گی۔ از روئے شریعت ترکہ نہ پائے گی"

معاف کیجئے یہ فتوے ہرگز نہیں ہے۔ صاف دریدہ دہنی ہے۔ اور صاف دکھائی دیتا ہے کہ ذاتی رنج و عناد ان فتوے بازوں سے سب کچھ کہلوا رہا ہے کیا اب ہمارا حق نہیں ہے کہ ہم ایک بار پھر سر جوڑ کر سوچیں کہ ان مکفروں اور مکذبوں کو کہاں تک پہنچائیں۔ آخر یہ لوگ جس شریعت کی رو سے بیچاری بیوی اور اولاد تک کو اتنی بڑی سزائیں دے دیتے ہیں وہ کونسی ہے ــــ کہیں من گھڑت تو نہیں۔ یہ کفر و الحاد کا ٹکسال انہیں لوگوں کا اپنا کھولا ہوا تو نہیں۔ بیشک ہمارے اللہ اور خاتم النبیین رسول مقبول صلعم کی تعلیم ایسی یاوہ گویوں سے بالکل مبرا ہے۔ اُف!

کیوں نہیں لوگو تمہیں خوف عقاب!

بہتر ہو گا اگر میں آخر میں اس معصوم امام الزمان کے فرمودات میں سے کچھ الفاظ ہی نکال کر پیش کر دوں۔ فرماتے ہیں:۔

"ہیچ نداریم بجز دین اسلام و ہیچ کتابے نداریم بجز قرآن شریف و ہیچ پیغمبرے نداریم بجز حضرت محمد صلعم کہ خاتم الانبیاء است"

(انجام آتھم صـ۱۴۳)

اور تریاق القلوب صـ۱۳۰ پر صاف الفاظ میں فرماتے ہیں:۔

"ابتدا سے میرا یہی مذہب ہے کہ میرے دعوے کے انکار کی وجہ سے کوئی شخص کافر یا دجال نہیں ہو سکتا۔"

اسی قسم کے لاکھوں اعلانات سے حضرت مرزا صاحب مسیح الزمان کی کتابیں بھری پڑی ہیں۔ اور کسی کو انہوں نے ان فتوے باز مولویوں کی طرح دائرۂ اسلام سے خارج نہیں کیا۔ حالانکہ وہ خود حکم تھے۔ مامور من اللہ تھے اور مبعوث تھے۔ مگر یہاں تو یہ حال ہے کہ ہر متنبہ مولوی ایک دوسرے پر تکفیر کے ڈونگرے برسا دیتا ہے۔ اور ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے ان کے ٹکسال ــــ کھوٹا روپیہ نکلا چلا آرہا ہے۔ مگر چلنے نہیں پاتا اور راستے میں ہی پکڑا جاتا ہے ـــــ سوچنے کا مقام ہے کہ یہ اجارہ داری تا کجے ـــ؟

زکوٰۃ کیلئے احباب سے اپیل

اب تک زکوٰۃ کی رقم بہت کم وصول ہوئی ہے ظاہر ہے کہ ہمارے سب صاحب نصاب اصحاب نے زکوٰۃ نہیں نکالی۔ احباب کو اس طرف توجہ دینی چاہیئے۔ اور چونکہ اب ماہ رمضان شروع ہونے والا ہے اس لئے جن صحاب نے اب تک زکوٰۃ نہیں دی۔ ان کی خدمت میں گذارش ہے کہ اس ماہ مبارک میں زکوٰۃ ادا کر کے عنداللہ ماجور ہوں۔ نیز گذارش ہے کہ علاوہ زکوٰۃ کے دوسرے صدقات و خیرات جو ماہ رمضان میں دیئے جاتے ہیں وہ بھی انجمن کے خزانہ میں بھیجکر مشکور فرمائیں۔ انجمن ہر سال ایک معتد بہ رقم مساکین و یتامیٰ اور بیوگان اور دیگر مستحقین پر صرف کرتی ہے۔ اس لئے انجمن میں زکوٰۃ و صدقات کا ادا کرنا ان کا نہایت صحیح مصرف ہے۔ والسلام۔

خاکسار۔ مرتضیٰ خان۔ اسسٹنٹ سیکرٹری تحصیل

احمدیہ ینگ مینز ایسوسی ایشن لاہور کا ہفتہ وار اجلاس

مؤرخہ ۱۸ مئی کو بروز اتوار کمرۂ لائبریری میں احمدیہ ینگ مینز کی مجلس منعقد ہوئی۔ یہ مجلس گذشتہ تمام مجالس کی نسبت بہت ہی کامیاب اور دلچسپ رہی۔

مجلس کی ابتداء جناب بابو غلام قادر صاحب نے تلاوت کلام پاک سے فرمائی۔ اس کے بعد اللہ رکھا صاحب نے درثمین سے حضرت نبی کریم صلعم کی مدح میں حضرت مسیح موعود کے چند اشعار کمال خوش الحانی کے ساتھ پڑھے۔

پھر سلطان محمدؐ صاحب اسسٹنٹ سیکرٹری نے گذشتہ مجلس کی کارروائی پڑھی، بعد ازاں سلطان محمدؐ صاحب نے ہی "مذہب کیا ہے" کے عنوان سے اردو میں ایک مقالہ پڑھا جس میں انہوں نے قرآن کریم سے استدلال کرتے ہوئے یہ ثابت کیا کہ کامل مذہب وہی ہو سکتا ہے کہ جو انسان کو با خدا انسان بنا دے اور مادی پستی سے بلند کر کے روحانی بلندیوں پر پہنچا دے اور مزید فرمایا کہ چونکہ اسلام ہی ایسا مذہب ہے جو انسان کو روحانی بلندیوں پر پہنچا سکتا ہے اس لئے ہمیں اس پر پورے طور پر کاربند ہو جانا چاہیئے اور اس کا ایک ہی راستہ ہے جو مامور زمانہ حضرت مسیح موعود مرزا غلام احمد صاحب قادیانی رحمہ کے دیئے ہوئے نور کو زندگی کی تاریک راہوں میں بطور شمع حق استعمال کریں۔

بعد ازاں ناصر احمد صاحب نے انگریزی میں "مذہب کیا ہے" کے عنوان سے ایک مدلل مقالہ پڑھا جس میں انہوں نے لفظ مذہب کی تشریح کرتے ہوئے یہ بتایا کہ مذہب وہ خاص طریق زندگی ہے جس کی رہنمائی خدائی نور سے ہو۔ اور مذہب وہ قوت ہے جو انسان کے اخلاقی ارتقاء کا ضامن ہو سکتا ہے۔ خدائی نور اور اخلاقی ارتقاء کی قوت کے ذریعے ہی انسان روحانیت کے بلند مراتب حاصل کر سکتا ہے۔

اس کے بعد محترم جناب مولانا عبدالرحمٰن صاحب مصری نے ایک مختصر مگر مدلل تقریر فرمائی۔ جس میں انہوں نے نوجوانوں کے اس اجتماع پر نہایت خوشی کا اظہار فرمایا۔ اور نوجوانوں کو یہ نصیحت فرمائی کہ وہ مداومت سے اس کام پر قائم رہیں اور ہمت و استقلال سے کام لیں۔ کہ اسی میں نوجوانوں کی کامیابی مضمر ہے۔

اس کے بعد جناب مولانا آفتاب الدین احمد صاحب نے ایک نہایت جوشیلی تقریر فرمائی۔ انہوں نے بتایا کہ ہمیشہ اور ہر وقت اپنے سامنے اصل مقصد رکھنا چاہیئے۔ آپ نے فرمایا کہ "لیڈر مرتا ہے مرنے دو، جنرل مرتا ہے مرنے دو۔ فوج کا کثیر حصہ مرتا ہے مرنے دو۔ اصل مقصد جنگ جیتنا ہے"۔ یہی بات انہوں نے خاص کر اپنی جماعت اور دوسری جماعتوں کے متعلق بھی بیان فرمائی۔ اور اس بات پر زور دیا کہ مقصد سے کبھی نہیں ہٹنا چاہیئے کہ یہی کامیابی کا نشان ہے۔

ـــــ باقی کالم نمبر ۲ کے نیچے ـــــ

بقیہ از کالم نمبر ۳

اس کے بعد جناب مرزا مسعود بیگ صاحب نے جیسا کہ ان کا طریق ہے کہ ہمیشہ تاریخی واقعات کو دوہرا کر ایک روح پیدا کیا کرتے ہیں فرمایا کہ ہمارے وقت میں پہلی ینگ مینز ایسوسی ایشن کی مجالس بھی اسی کمرۂ لائبریری میں منعقد ہوا کرتی تھیں۔ اور چونکہ موجودہ ایسوسی ایشن کی ابتداء بھی اسی صحیح جگہ سے ہوئی ہے، اس لئے کامیابی انشاء اللہ یقینی ہے۔

آخر میں جناب مصری صاحب نے دعا فرمائی اور مجلس برخاست ہوئی۔ اس مجلس میں تقریباً ۲۵۔ افراد نے شرکت فرمائی۔ خاکسار۔ سیکرٹری

بچوں کا صفحہ

مولانا مرتضیٰ خاں صاحب

حضرت عمرؓ کا انصاف

ایک دفعہ ایک قبطی نے مدینہ میں آ کر حضرت فاروقؓ کی خدمت میں شکایت کی کہ عمرو بن عاص گورنر مصر کے بیٹے نے بغیر کسی قصور کے مارا ہے۔ حضرت عمرؓ نے اس سے سارا واقعہ سنا۔ اس نے بیان کیا کہ گورنر مصر نے گھوڑ دوڑ کرائی تھی۔ میں بھی اس گھوڑ دوڑ میں شرکت کے لئے اپنے گھوڑے کو لے کر آیا۔ اس پر گورنر کا بیٹا محمد بن عمرو نامی میرے پیچھے پڑ گیا اور کہنے لگا کہ یہ گھوڑا تو میرا ہے اور مجھ سے تکرار کرنے لگا۔ میں نے بہتیرا کہا کہ یہ گھوڑا تو میرا ہے تیرا نہیں ہے۔ مگر وہ نہ مانا اور طیش میں آ کر کہنے لگا کہ میں بیٹا شریفوں کا ہوں تجھ کو ماروں گا یہ کہکر مجھے اس نے کوڑے مارنے شروع کئے اور بہت مارا۔ حضرت عمرؓ نے گورنر مصر اور اس کے بیٹے کو بلوا بھیجا۔ دونوں حاضر ہو گئے۔ حضرت عمرؓ نے دونوں کے بیانات سنے اور ان پر واضح ہو گیا کہ درحقیقت گورنر کے بیٹے کا قصور ہے۔ آپ نے اس قبطی کے ہاتھ میں کوڑا دیا کہ شریفوں کے بیٹے کو اسی طرح مار جس طرح اس نے تجھے مارا ہے۔ تین بار حکم دیئے جانے پر اس نے محمد بن عمرو کو اس کے باپ کے سامنے کوڑے مارے اور نہ تو جناب گورنر بہادر دم مار سکے اور نہ ہی ان کے صاحبزادہ صاحب۔

حضرت عمرؓ کے عدل و انصاف کے واقعات سے تاریخ بھری پڑی ہے۔ ایک دفعہ آپ نے ایک گھوڑا خریدا اس شرط پر کہ اگر ناپسندیدہ ہوگا تو واپس کر دیا جائے گا۔ اور سوار سے کہا کہ اسے جانچ لاؤ۔ سواری کرنے میں اس گھوڑے کو چوٹ آ گئی اور اس میں نقص ہو گیا حضرت عمرؓ نے اسکو واپس کرنا چاہا مگر گھوڑے کے مالک نے لینے سے انکار کر دیا اور جھگڑا شروع کر دیا، آخر مقدمہ قاضی کی عدالت میں گیا۔ قاضی نے فیصلہ دیا کہ اگر مالک کی اجازت سے سواری کی جاتی تو گھوڑا واپس ہو سکتا تھا مگر اب نہیں ہو سکتا۔ حضرت عمرؓ کو اس فیصلہ سے بہت خوشی ہوئی اور فرمایا حق یہی ہے۔

ایک دفعہ ایک یہودی اور ایک مسلمان کا مقدمہ حضرت فاروق اعظم کی عدالت میں پیش ہوا آپ نے بعد تحقیق مقدمہ فیصلہ یہودی کے حق میں دیا۔ یہودی آپ کے عدل و انصاف کی تعریف کرتا ہوا چلا گیا اور کہنے لگا کہ واقعی یہ شخص عدل و انصاف کا پتلا ہے۔ ایک مسلمان کے خلاف ایک یہودی کے حق میں فیصلہ دیکر اس نے اپنے عادل ہونے پر مہر لگا دی۔

جبلہ غسانی شام کا مشہور رئیس تھا وہ مسلمان ہو گیا تھا۔ مگر اب تک حکمرانی کی بو دماغ سے نہیں گئی تھی۔ کعبہ کے طواف میں اس کی چادر کا گوشہ ایک شخص کے پاؤں کے نیچے آ گیا۔ جبلہ نے اس کے منہ پر تھپڑ کھینچ مارا۔ اس نے بھی برابر کا جواب دیا۔ جبلہ غصہ سے بے تاب ہو گیا اور حضرت عمرؓ کے پاس آیا۔ حضرت عمرؓ نے اس کی شکایت سن کر کہا کہ تم نے جو کچھ کیا اس کی سزا پائی اس کو سخت حیرت ہوئی اور کہا کہ ہم اس رتبہ کے لوگ ہیں کہ کوئی شخص ہم سے گستاخی سے پیش آئے تو قتل کا مستحق ہوتا ہے حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ جاہلیت میں ایسا ہی تھا لیکن اسلام نے چھوٹے بڑوں سب کو برابر کر دیا ہے۔ اس نے کہا اگر اسلام ایسا ہی مذہب ہے جس میں شریف اور رذیل کی کوئی تمیز نہیں

۱۴

۱۴ رہتی تو میں اسلام سے باز آیا۔ غرض وہ چھپکر قسطنطنیہ چلا گیا لیکن حضرت عمرؓ نے اس کی خاطر قانون انصاف کو نہ بدلا۔

ایک دن آپ نے فرمایا اے لوگو، قسم ہے اللہ کی جس نے محمدؐ کو حق کے ساتھ بھیجا اگر ایک اونٹ فرات کے کنارے ہلاک ہو جائے تو اس کی باز پرس بھی مجھ سے ہوگی۔ پس میں روز قیامت کے حساب سے ہر دم ڈرتا رہتا ہوں آپ دعا کیا کرتے تھے کہ اے خداوند کریم! اگر میں معاملات رعیت میں عدل و انصاف کو چھوڑ دوں یا کسی قریب و بعید کی رعایت کروں تو مجھے ایک لمحہ ...

حضرت ابوبکرؓ کی بے نفسی

بچو! تمہیں معلوم ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے پہلے خلیفہ تھے۔ جب آپ کے انتقال کا وقت قریب آیا تو آپ نے نہایت قیمتی نصیحتیں ارشاد فرمائیں اور اپنے کفن دفن کے متعلق آپ نے یہ ہدایت فرمائی کہ جو کپڑے میں نے پہنے ہوئے ہیں ان کو دھو کر ان میں ہی مجھے دفنا دینا۔ آپ کی صاحبزادی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا نے عرض کیا "والد محترم! یہ کپڑے جو آپ نے پہنے ہوئے ہیں بہت پرانے اور پھٹے ہوئے ہیں اور اس قابل نہیں کہ ان کا کفن بنایا جائے۔ آپ اجازت دیں تو ہم لوگ آپ کے لئے نیا کپڑا لے کر اس کا کفن آپ کو پہنا سکتے ہیں" حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا "پیاری بیٹی! مردوں کی نسبت زندوں کو نئے کپڑے کی زیادہ ضرورت ہے۔ میرے لئے یہی پرانے کپڑے ہی کافی ہوں گے۔ حضرت ابوبکر صدیق اکبرؓ کے یہ الفاظ سنہری حروف سے لکھے جانے کے قابل ہیں۔ اور ہمارے امراء اور بادشاہوں کو چاہیئے کہ ان کو اپنا دستور العمل بنائیں۔ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ اور خلفاء کو دنیا اور دنیا کی زیب و زینت سے کچھ غرض نہ تھی۔ آپ بڑی سادہ زندگی بسر کرتے تھے اور سادگی کی حالت میں ہی اس دنیا سے جانا چاہتے تھے۔ ہم نے رئیسوں اور نوابوں کو دیکھا ہے۔ جب ان کا جنازہ اُٹھایا جاتا ہے۔ تو سونے چاندی کا پلنگ بنوایا جاتا ہے پھر بڑے بڑے قیمتی دوشالوں میں کفن لپیٹا جاتا ہے اور قبرستان لے جاتے ہوئے دوسرے لوگ بڑے بڑے اعلےٰ کپڑے ڈالتے ہیں۔ اور بڑی شان و شوکت کا اظہار کیا جاتا ہے۔ یہ سب تکلف کی باتیں ہیں جن سے ہمارے نبیؐ اور ہمارے نبیؐ کے صحابہ پرہیز کرتے تھے۔ کفن خواہ معمولی کپڑے کا ہو خواہ اعلےٰ کپڑے کا آخر خاک میں مل جاتا ہے۔ پھر کیا ضرورت ہے کہ اس قدر انسان تکلف کرے۔ اصل میں ہمارے صحابہ جس حقیقت کو سمجھے ہوئے تھے اس کو کوئی نہیں پہنچ سکتا۔ یہی وجہ تھی کہ ان کا ہر کام صدق اور راستی پر مبنی تھا۔ وہ انسانوں کے لئے بہترین نمونہ تھے۔ اے کاش لوگ ان کے نقش قدم پر چلیں اور ہر طرح کی بلاؤں سے محفوظ رہیں۔ ہمارے نبی صلعم نے فرمایا ہے کہ میرے صحابہ ستارے ہیں۔ ان میں سے اگر کسی ایک کی تم پیروی کرو گے تو ہدایت پا جاؤ گے۔ یعنی تمہاری دنیا بھی اچھی ہو جائے گی اور تم عقبیٰ میں بھی نیک نام اور سرخرو ہوگے۔

متفرقات

حضرت امیر ایدہ اللہ کی صحت کے لئے دعاؤں کی ضرورت

احباب کرام

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

پیغام صلح مورخہ ۱۴ رمئی میں حضرت امیر ایدہ اللہ کی صحت کے متعلق خبر پڑھکر تشویش ہوئی۔ سو دعا بدرگاہ الٰہی ہے کہ حضور کو اللہ تعالےٰ مکمل صحت دے آمین۔ حضور کا مبارک وجود ساری قوم کے لئے باعث برکت ہے۔ آپ کی ذاتی خوبیاں بے مثال ہیں اور جو خدمات سلسلہ احمدیہ کے لئے آپ نے سرانجام دی ہیں قابل رشک ہیں آپ نے اپنی ساری زندگی ایک بے غرض مبلغ کی طرح گذاری ہے، اور کیوں نہ ہو یہ صرف پاک مسیح موعود علیہ السلام کی پاکیزہ مجلس کا اثر ہے۔ ابھی قوم کو آپ کی خدمات کی اور ضرورت ہے۔ اس لئے میں احباب سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ حضور کی صحت کے لئے بدرگاہ رب العلمین دعا فرمادیں تاکہ حضور صحتیاب ہوکر ہمارے پیارے رسولؐ کی سیرت پاک اور صحابہ کرام کے پاک نمونے اپنی فصیح وبلیغ زبان میں بیان کرکے اور مسیح موعود علیہ السلام کی پاکیزہ زندگی کا حال بیان فرماکر ہمارے ایمانیات میں اضافہ کرتے رہیں۔

میں امید کرتا ہوں کہ سب احباب اپنی شبانہ روز دعاؤں میں حضرت امیر کو ضرور یاد رکھیں گے۔

آپ کا بھائی

محمد خلیل احمد سپیشل ٹکٹ اگزامینر ریلوے۔ احمدیہ بلڈنگس لاہور

فراہمی زکوٰۃ

حافظ عبدالرشید صاحب مبلغ سندھ فراہمی زکوٰۃ کے کام میں مصروف جدوجہد ہیں اس وقت تک ۱۲۱۵ روپے بسلسلہ زکوٰۃ داخل خزانہ کرا چکے ہیں۔ جزاہ اللہ احسن الجزا۔ دفتر ان کی مساعی کا شکریہ ادا کرتا ہے۔

مرتضیٰ خاں اسسٹنٹ سیکرٹری تحصیل

ضلع ہزارہ میں تبلیغ

موضع کچھی ضلع ہزارہ سے مولوی عبدالرحمٰن صاحب لکھتے ہیں:—

مورخہ ۹/۴/۵۲ کو بمقام پنڈخاخیل مفررہ ایک ڈسپنسری کے افتتاح کی تقریب پر جہاں ... علاقہ بھر کے شرفا مدعو تھے مجھے بالخصوص تقریر کے لئے مدعو کیا گیا۔ بروقت تقریر میں نے حاضرین کو قرآن کریم کی آیت وکذالک جعلنکم امۃ وسطاً لتکونوا شھداء علی الناس ویکون الرسول علیکم شھیداً تلاوت کرکے مختصر سا خطاب کیا جو کہ آدھ گھنٹہ تک حاضرین نے نہایت توجہ اور شوق سے سنا۔ خطاب میں میں نے بیان کیا کہ اللہ تعالےٰ نے آپ لوگوں کو ایک درمیانی قوم یا ایک Central Block بنایا ہے کہ آپ تمام دنیا کے لوگوں کے استاد اور پیشرو بنیں اور رسول اللہ صلعم تمہارا پیشرو اور استاد ہو۔ آج آپ ایک درمیانی قوم بلحاظ عقائد بلحاظ تہذیب وتمدن بلحاظ سیاست اور بالآخر بلحاظ جغرافیہ بھی آپ ایک درمیانی بلاک میں ہیں۔ آپ کے ارد گرد بیمار دنیا ہے ر .... اور آپ کے پاس ایک شفا ہے آب حیات ہے ہدایت ہے۔ نور ہے۔ یعنی قرآن۔ غرض کہ تمام دنیا اس وقت جو جنس آپ کے پاس ہے اس کی محتاج ہے۔ آپ پر فرض ہے کہ اس شفاء سے بیمار دنیا کا علاج کریں۔ اگر آپ اس نور کو شفاء کو ہدایت کو اس محتاج دنیا پر فیاضانہ طور پر تقسیم نہ کریں گے تو ان نتائج سے خبردار رہو۔ جن کی چند علامات دنیا کے دو بلاکوں اور مسلمانوں کے ان دو بلاکوں میں بٹ جانے کی صورت میں رونما ہو رہی ہیں اور بتایا کہ ایک چھوٹی سی جماعت اس عظیم الشان کام کو نہایت دھڑلے سے انجام دے رہی ہے اور اس کے نہایت ہی بہترین نتائج بھی حاصل ہو رہے ہیں یہ وہ جماعت امام وقت کی پیدا کی ہوئی ہے (کام کی تفصیلات) حاضرین پر بہت ہی اچھا اثر ہوا۔ وہاں پر ٹریکٹ تقسیم کئے گئے۔

۱۱۔ اپریل کو برائے شمولیت جلسہ راولپنڈی گیا پہنچنے پر معلوم ہوا کہ جلسہ ملتوی ہو گیا ہے ۱۲ر کو واپس آیا واپسی پہ مری پور کے علاقہ میں تقریباً ۱۰ دیہات میں جہاں نہائی واقفیت تھی دورہ کیا تین چار دیہات میں تقریریں بھی ہوئیں اور ٹریکٹ تقسیم کرکے فرض ادا کیا گیا۔ ۱۵۔ ۱۶ کو عیسائی دوست کے ناپاک الزامات کا جواب قسط دوم لکھا اور ۱۹ر کو ایک نقل اسے اور ایک نقل مرکز کو ارسال کی گئی۔

۱۸ کو جمعہ موضع سر میں پڑھا۔ ۲۰ سے ۲۴ تک ایک تعزیت کی مجلس میں دعوت وتبلیغ۔ بحث ومباحثہ نہایت سنجیدہ طریق پہ ہوتی رہی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق کئی ایک غلط فہمیوں کا ازالہ ہوتا رہا۔ اور جماعت کے کارناموں کو پیش کیا جاتا رہا۔

۲۵۔ اپریل نماز جمعہ میں حضرت اماں جان مرحومہ کا جنازہ غائب پڑھا گیا اور مختصر سوانح حیات بیان کئے گئے کئی ایک دوستوں کو بذریعہ خط وکتابت بھی تبلیغ ہوتی رہی ہے جن کی نقول بعد میں ارسال کی جائیں گی ؛

پیغام صلح مورخہ ۲۱ مئی ۱۹۵۲ء رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸ شمارہ نمبر ۲۰

اخبار احمدیہ

—— حضرت امیر قوم مولانا صدرالدین صاحب تاحال بیمار ہیں، ہر روز ۹۹ درجہ بخار ہوتا ہے۔ ابھی تک بیماری کی تشخیص نہیں ہوسکی، احباب کرام سے درخواست ہے کہ حضرت ممدوح کی صحت کے لئے درد دل سے دعا فرمائیں۔

—— کراچی سے چند دن ہوئے میاں نصیر احمد صاحب فاروقی چیف سیکرٹری حکومت سندھ کے متعلق خبر آئی تھی کہ وہ اپنڈے سائیٹس سے بیمار ہوکر ہسپتال میں داخل ہو گئے ہیں، اب معلوم ہوا ہے کہ ہسپتال میں ان کا اپریشن ہو چکا ہے اور اب آپ روبصحت ہیں، احباب کرام سے ان کی صحت کاملہ کے لئے دعا کی درخواست ہے۔

—— یہ خبر جماعت کے تمام حلقوں میں خوشی ومسرت سے سنی جائے گی کہ ہمارے مکرم دوست چوہدری سلطان علی صاحب ڈپٹی ڈائرکٹر زراعت کے عہدہ پر متعین ہوکر گوجرانوالہ تبدیل ہو گئے ہیں، اللہ تعالےٰ انہیں مبارک کرے اور جماعت کے لئے اُن کی یہ ترقی موجب خیر وبرکت ہو۔

—— ہمارے مکرم دوست شیخ میاں عطاء اللہ صاحب ملزاوتر ملتان تاحال ڈاڈر سینی ٹوریم میں زیر علاج ہیں، احباب ان کی صحت کاملہ وعاجلہ کے لئے درد دل سے دعا فرمائیں۔

—— گوجرات سے مکرم شیخ کریم اللہ صاحب اطلاع دیتے ہیں کہ وہ ہرنیہ کا اپریشن کرانے کے لئے ہسپتال میں داخل ہونے والے ہیں، دعا فرمائی جائے کہ اللہ تعالےٰ انہیں صحت یاب فرمائے۔

قرضہ حسنہ فنڈ

جماعت کے ضرورتمند اصحاب کی امداد کے لئے حضرت صاحب صدر نے قرضہ حسنہ فنڈ کی جو تحریک فرمائی ہے، ڈاکٹر ابن اکبر خاں صاحب آف برما نے اس میں ایک سو روپیہ مرحمت فرمایا ہے یہ تحریک اس قابل ہے کہ جماعت کے متمول اور صاحب استطاعت اصحاب اس میں بڑھ چڑھکر حصہ لیں، تاکہ ان کے حاجتمند بھائی اس سے فائدہ اٹھاکر اپنے کاروبار چلانے اور مصائب سے نکلنے کا سامان کرسکیں، ہم جناب ابن اکبر خاں صاحب، کا دلی شکریہ ادا کرتے ہیں، اور امید کرتے ہیں کہ ہمارے دوسرے احباب اس طرف جلد از جلد متوجہ ہوں گے۔

خاکسار۔ احمد یار

سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم — نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸ — فون نمبر ۷۳۷۳

لوائے ما پنہ ہر سعید خواہد بود — ندائے فتح نمایاں بنام ما باشد

پیغام صلح

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا ہفتہ وار آرگن

سالانہ چندہ پاکستان سے ۸ روپے
سالانہ چندہ ہندوستان سے ۸-۱۲-۰
سالانہ چندہ ممالک غیر سے ۲۳ شلنگ

ایڈیٹر دوست محمد

جلد ۴۰ — یوم چہارشنبہ مؤرخہ ۳ رمضان المبارک ۱۳۷۱ھ ۲۸ مئی ۱۹۵۲ء — نمبر ۲۱

حضرت مسیح موعودؑ اور آپکی جماعت کا مذہب

ہم تو رکھتے ہیں مسلمانوں کا دیں
دل سے ہیں خدام ختم المرسلیں
شرک اور بدعت سے ہم بیزار ہیں
خاک راہ احمدِ مختار ہیں
سارے حکموں پر ہمیں ایمان ہے
جان و دل اس راہ پر قربان ہے
تم ہمیں دیتے ہو کافر کا خطاب
کیوں نہیں لوگو تمہیں خوفِ عقاب

جماعت احمدیہ لاہور کی تعلیمی خصوصیات

۱- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا۔
۲- کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۳- قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں نہ آیندہ ہوگی۔
۴- سب صحابہؓ اور ائمہ قابل احترام ہیں سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے۔
۵- اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا۔

جنوبی امریکہ میں تبلیغی جدّوجہد

جناب عبدالرحیم جگو صاحب کا خط ڈچ گائنا سے

قارئین کرام کو یاد ہوگا کہ گذشتہ سال ڈچ گائنا (جنوبی امریکہ) سے ہمارے ایک نوجوان دوست عبدالرحیم جگو صاحب علم دینی حاصل کرنے کے لئے لاہور آئے تھے اور کچھ عرصہ یہاں تعلیم حاصل کر کے واپس چلے گئے۔ وہاں کی تبلیغی جدوجہد کے متعلق جو خط انہوں نے بھیجا ہے وہ حسب ذیل ہے:۔

مکرم و معظم مولانا صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

انجمن کی طرف سے کوئی اطلاع نہیں آئی۔ البتہ اسلم صاحب کی طرف سے ایک خط کتابوں کے متعلق آیا ہے جس میں حضرت مولانا عبدالحق ودیارتھی صاحب کا ایک خط تھا۔ باقی جن صاحبان کو خط لکھے ہیں کسی نے جواب نہیں دیا۔ میں بھی عرصہ تک مصروف رہا اور یہاں کی کوئی خبر نہیں بھیج سکا۔ اب تمام خبروں کی ایک ہی رپورٹ دے رہا ہوں۔ پارامار یبو کے علاقوں کے دورہ سے اب کچھ فرصت ملی ہے۔ اب تبلیغ کا کام جاری ہوا ہے۔ بچوں کے لئے اردو عربی کا سکول روزانہ لگتا ہے اور بڑوں کے لئے علیحدہ ہفتہ میں دو مرتبہ۔ مستورات اور لڑکیوں کے لئے بھی درسگاہ قائم ہے۔ ابھی اس ہفتہ میں مستورات کی ایک بڑی مجلس منعقد ہوئی تھی جس میں انہوں نے معراج، شب برات اور روزہ کے متعلق تقریریں کیں۔ ایسی ہی مجالس مردوں میں بھی جاری ہیں۔ ابھی حال میں ایک سائنٹفک امریکن نرس اسلام لائی ہے نام ہم نے رکھا ہے *Ale Aisha* اور چند بڑے صاحب بھی ہیں جو اسلام میں دلچسپی لے رہے ہیں امید ہے وہ بھی کسی وقت حق کو قبول کریں گے۔ یہاں کے غیر از جماعت لوگوں نے بھی مجھے دعوت دی تھی اور میری تقریریں نہایت دلچسپی سے سنی تھیں مجھ سے احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کے متعلق پوچھتے ہیں

میں نے جواب میں یہ بیان کیا کہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام ایک بہت بڑی انجمن ہے جو اس وقت زبردست قربانیاں کر رہی ہے۔ لاکھوں روپیہ کی کتابیں اطراف عالم میں اشاعت اسلام کے سلسلہ میں مفت بھیجی جا رہی ہیں۔ اور انجمن کی تبلیغ سے بڑی سے بڑی عالم فاضل ہستیاں اسلام لا چکی ہیں۔ یورپ امریکہ جہاں اسلام کا نام بھی نہ تھا، آج وہاں سے اذان کی آوازیں بلند ہو رہی ہیں، وہ لوگ یہ سن کر بہت خوش ہوئے اور آپس میں اتفاق کرتے ...... ہوگیا ہے۔ ہندوؤں میں سے چند پنڈت بھی میرے پاس آئے اور کہنے لگے کہ میں نے سنا ہے کہ آپ نے ہماری کتاب (وید) سے بھی کچھ پڑھا ہے۔ میں نے جواب دیا کہ میں نے تو وید سے بہت کچھ نہیں پڑھا مگر ہمارے ایک بزرگ ہیں جنہوں نے آپ کے تمام ویدوں کو پڑھا ہے اور انہوں نے وید کی تعریف کی ہے۔ کیونکہ آپ کی کتاب نے آخری نبی (رشی) محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کی ہے جب ان لوگوں نے مجھ سے یہ سنا تو کہنے لگے کہ ویدوں میں وہ بیان کہاں ہے۔ میں ذرا میثاق النبیین اٹھا لایا اور وہ منتر دکھا دیئے اور نوٹ بھی کرا دیئے، انہوں نے مجھ سے وعدہ کیا کہ جواب دیں گے لیکن ابھی تک جواب نہیں دیا۔ اسی طرح نیویارک سے چند عیسائی مبلغ آئے تھے جن میں چند عورتیں بھی تھیں۔ دو ان میں سے میرے پاس پہنچیں اور کہنے لگیں کہ صاحب ہم کچھ بائبل سے آپ کی مدد کرنے آئی ہوں۔ میں نے کہا میں عرصہ سے یہی چاہتا تھا، کہ کوئی مددگار ملے ... آج خدا نے آپ کو بھیج دیا۔ پھر میں نے عرض کیا پہلے مجھے یوحنا کی اس آیت کے معنے سمجھا دیجئے جس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ کیا تو "وہ نبی" ہے اور انہوں نے "وہ نبی" ہونے سے انکار کیا تو "وہ نبی" کون مراد ہے؟ میرے اس سوال پر اس نے کہا کہ مجھے فرصت نہیں ہے پھر کسی دن آؤں گی۔ اس دن سے اس عورت کو میں نے نہیں دیکھا ــــ خدا کا شکر ہے مولانا عبدالحق صاحب ودیارتھی کی تصنیف *Muhammad in World Scriptures* بہت کارآمد ثابت ہوئی ہے اور اس نے بڑی ہلچل مچا دی ہے، عیسائیوں میں گھبراہٹ پیدا ہو گئی ہے۔ آپ جماعت سے میرے لئے دعا کی استدعا کریں کہ اللہ تعالیٰ میری مدد فرمائے اور میں اپنے کام کو اسی طرح جاری رکھوں۔ قریب کے ملکوں سے دعوت آ رہی ہے، مگر فی الحال اپنے ہی ملک و ملت کی خدمت سے فرصت نہیں۔ مولوی منٹو صاحب سے خط و کتابت جاری ہے، ڈاکٹر عبداللہ صاحب اور طفیل صاحب سے بھی۔ برائے مہربانی بزرگوں اور دوستوں سے میرا سلام عرض کر دیجئے گا۔

آپ کا ممنون

عبدالرحیم جگو

امریکہ میں لیکچروں کا سلسلہ

میاں بشیر احمد صاحب منٹو اپنے ایک خط میں لکھتے ہیں:۔

"اکاڈمی آف ایشین سٹڈیز میں میرے لیکچروں کا سلسلہ جاری ہے طلباء بے حد دلچسپی کا اظہار کر رہے ہیں۔ کل دو گھنٹے متواتر لیکچر ہوتا رہا میرا اصل وقت ڈیڑھ گھنٹہ تھا مگر طلباء نے اصرار کیا کہ میں اپنے لیکچر کو جاری رکھوں اگرچہ میں بولتے بولتے تھک گیا مگر اس سے مجھے مسرت ہوئی کہ وہ حضرت نبی کریم اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سوانح مبارک بڑے شوق سے سنتے ہیں اور زیادہ سے زیادہ سننے کی خواہش رکھتے ہیں"

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ ارشادات

شیخ غلام قادر صاحب حمید بلڈنگس لاھور

تہجد کے متعلق حضرت نبی کریم صلعم کا طریق عمل

عن ابی ھریرۃ رض عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا قام احدکم من اللیل فلیفتتح صلوتہ برکعتین خفیفتین (شمائل ترمذی)

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہ رض سے روایت ہے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی رات کو (تہجد کے لئے) اٹھے تو اسے چاہیئے کہ شروع کرے اپنی نماز ہلکی رکعتوں سے۔

عن زید بن خالد الجھنی انہ قال لارمقن صلوٰۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتوسدت عتبتہ او فسطاطہ فصلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رکعتین خفیفتین ثم صلی رکعتین طویلتین طویلتین طویلتین ثم صلی رکعتین وھما دون اللتین قبلھما ثم صلی رکعتین وھما دون اللتین قبلھما ثم صلی رکعتین وھما دون اللتین قبلھما ثم اوتر فذالک ثلث عشرۃ رکعۃ۔ (شمائل ترمذی)

ترجمہ۔ زید بن خالد جہنی سے مروی ہے کہ اس نے اپنے دل میں ارادہ کیا کہ میں (آج رات) حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز ضرور دیکھوں گا چنانچہ وہ کہتے ہیں کہ ٹیک لگائی میں نے آپ کے گھر کی چوکھٹ کے ساتھ یا خیمہ کی چوکھٹ سے۔ پس نماز پڑھی حضور نے جب جاگے ہلکی، دو رکعتیں پھر نماز پڑھی دو رکعت لمبی۔ لمبی۔ لمبی۔ پھر نماز پڑھی دو رکعت اور یہ دو ہلکی تھیں پہلی دو رکعت سے پھر نماز پڑھی دو رکعت یہ دو ہلکی تھیں اپنی پہلی دو رکعت سے پھر نماز پڑھی دو رکعت اور یہ دو ہلکی تھیں اپنی پہلی دو رکعت سے پھر نماز پڑھی دو رکعت اور یہ دو ہلکی تھیں اپنی پہلی دو رکعت سے پھر وتر پڑھے پس یہ تیرہ رکعتیں ہوئیں

تقوی اللہ اور اس کی برکات

اوصیک بتقوی اللہ فانہ ازین لامرک کلہ۔

ترجمہ۔ میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ خدا سے ڈر کر اپنی زندگی بسر کرو۔ اس سے تمہارے سب کام دینی ہوں یا دنیوی، معاشرتی ہوں یا تمدنی درست ہو جاویں گے۔

تلاوت قرآن کریم کی برکات

علیک بتلاوۃ القرآن وذکر اللہ عز وجل فانہ ذکرٌ لک فی السماء ونورٌ لک فی الارض۔

قرآن کریم کی تلاوت اور خدائے عز وجل کے ذکر کرنے پر مداومت اختیار کرو، یہ تمہارے لئے آسمان میں ذکر یعنی بزرگی اور زمین میں ایک نور کا موجب ہوگا۔

باہم محبت پیدا کرنے کا ذریعہ

تصافحوا یذھب الغل وتھادوا وتحابوا وتذھب الشحناء

(۱) باہم مصافحہ کرو اس سے کینہ جاتا رہے گا۔ (۲) باہم ایک دوسرے کو

بلاؤں سے حفاظت کی راہ

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایک تقریر

جو ۲۸ اگست ۱۹۰۴ء کو آپ نے ایک بہت مجمع میں فرمائی

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے محبت کرنا مشک اور عطر کی طرح ہے جو کسی طرح پر چھپ نہیں سکتا۔ یہی تاثیریں ہیں سچی توبہ میں۔ جب انسان سچے دل سے توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے پچھلے گناہوں کو معاف کر دیتا ہے۔ پھر اسے نیک اعمال کی توفیق ملتی ہے اس کی دعائیں قبول ہوتی ہیں، خدا اس کے دوستوں کا دوست اور اس کے دشمنوں کا دشمن ہو جاتا ہے اور وہ تقدیر جو شامت اعمال سے اس کے لئے مقرر ہوتی ہے، وہ دور کی جاتی ہے۔

اس امر کے دلائل بیان کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے کہ انسان اپنی اس مختصر زندگی میں بلاؤں سے محفوظ رہنے کا کس قدر محتاج ہے اور وہ چاہتا ہے کہ ان بلاؤں اور وباؤں سے محفوظ رہے۔ جو شامت اعمال کی وجہ سے آتی ہیں اور یہ ساری باتیں سچی توبہ سے حاصل ہوتی ہیں۔ پس توبہ کے فوائد میں سے ایک یہ بھی فائدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کا حافظ اور نگران ہو جاتا ہے اور ساری بلاؤں کو خدا تعالیٰ دور کر دیتا ہے اور ان منصوبوں سے جو دشمن اس کے لئے تیار کرتے ہیں ان سے محفوظ رکھتا ہے۔ اور اس کا یہ فضل اور برکت کسی سے خاص نہیں بلکہ جس قدر بندے ہیں خدا تعالیٰ ہی کے ہیں۔ اس لئے ہر ایک شخص جو اس کی طرف آتا ہے اور اس کے احکام اور اوامر کی پیروی کرتا ہے وہ بھی ویسا ہی ہوگا جیسے پہلا شخص توبہ کر چکا ہے۔ وہ ہر ایک سچی توبہ کرنے والے کو بلاؤں سے محفوظ رکھتا ہے اور اس سے محبت کرتا ہے۔ پس یہ توبہ جو آج اس وقت کی گئی ہے یہ مبارک اور عید کا دن ہے اور یہ عید ایسی عید ہے جو کبھی میسر نہ آئی ہوگی، ایسا نہ ہو کہ تھوڑے سے خیال سے ماتم کا دن بنا دو عید کے دن اگر ماتم ہو تو کیسا غم ہوتا ہے کہ دوسرے خوش ہوں اور اس گھر ماتم ہو موت تو سب کو ناگوار معلوم ہوتی ہے، لیکن جس کے گھر عید کے دن موت ہو وہ کس قدر ناگوار ہوگی۔ قاعدہ کی بات ہے کہ جب انسان ایک نعمت کی قدر نہیں کرتا وہ ضائع ہو جاتی ہے۔ دیکھو جن چیزوں کی تم قدر کرتے ہو، ان کو صندوقوں میں بڑی حفاظت سے رکھتے ہو اگر ایسا نہ کرو تو وہ ضائع ہو جاتی ہے اسی طرح اس مال کا جو ایمان کا مال ہے اس کا چور شیطان ہے۔ اگر اسکو بچا کر دل کے صندوقوں میں احتیاط سے نہ رکھو گے تو چور آئے گا لے جائے گا۔ یہ چور بہت ہی خطرناک ہے۔ دوسرے چور جو اندھیری راتوں میں آکر نقب لگاتے ہیں وہ اکثر پکڑے جاتے ہیں اور سزا پاتے ہیں لیکن یہ چور ایسا ہے کہ مرئی نہیں ہے اور کبھی پکڑا نہ جائے گا۔ یہ اس وقت آتا ہے جب گناہ کی تاریکی پھیل جاتی ہے، کیونکہ چور اور روشنی میں دشمنی ہے۔ جب انسان اپنا منہ خدا کی طرف رکھتا ہے، اور اسی کی طرف رجوع اور توجہ کرتا ہے تو وہ روشنی میں ہوتا ہے، اور شیطان کو کوئی موقع اپنی دست برد کا نہیں ملتا۔ پس کوشش کرو کہ تمہارے ہاتھوں میں ہمیشہ روشنی رہے۔ اگر غفلت بڑھ گئی تو یہ چور آئے گا اور سارا اندوختہ لے جائے گا اور برباد ہو جاؤ گے اس لئے اس اندوختہ کو احتیاط اور اپنی راستبازی اور تقویٰ کے ہتھیاروں سے محفوظ رکھو یہ ایسی چیز نہیں ہے کہ اس کے ضائع ہونے سے کچھ حرج نہ ہو بلکہ اگر یہ اندوختہ جاتا رہا تو ہلاکت ہے اور ہمیشہ کی زندگی سے محروم ہو جاؤ گے۔

بقیہ صفحہ ۲ تحفے تحائف بھیجا کرو اس سے محبت پیدا ہوگی اور دشمنی دور ہوگی۔

بخل اور بدخلقی مومن کا شیوہ نہیں

عن ابی سعید الخدری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خصلتان لا تجتمعان فی مومن البخل وسوء الخلق۔ جامع ترمذی القیام۔ ابی سعید خدری سے روایت ہے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دو خصلتیں (ایسی ہیں جو) مومن میں ایک ساتھ جمع نہیں ہوتیں (۱) ایک بخل (کنجوسی) (۲) دوسری بدخلقی (مومن کو اپنا جائزہ لیتے رہنا چاہیئے)۔

پیغام صلح
جلد ۴۰ | یوم چہارشنبہ مورخہ ۳ رمضان المبارک ۱۳۷۱ھ | نمبر ۲۱

روزہ اور مسلمان

رمضان المبارک کے فیوض و برکات سے کون مسلمان واقف نہیں جونہی رمضان کا چاند نظر آتا ہے، ہر مسلمان بچّہ سے لے کر بوڑھے تک خوشی خوشی اس عظیم الشان مجاہدہ کے لئے تیار ہو جاتا ہے جو اس مبارک مہینہ کیلئے مقرر کیا گیا ہے صبح تین بجے سے لیکر سارھے چھ بجے تک پورے ساڑھے پندرہ گھنٹے شدّت کی گرمی میں بھوکے اور پیاسے رہنا ایسا زبردست مجاہدہ ہے جس کو بہت کم لوگ برداشت کر سکتے ہیں لیکن ایک مسلمان محض خدا کا حکم سمجھتے ہوئے اسی کی رضا کے لئے پورے ایک ماہ تک اس مجاہدہ کو برداشت کرتا ہے اور اپنے عمل سے ثابت کر دیتا ہے کہ خدا کا حکم سب چیزوں پر مقدم ہے یہاں تک کہ جن اشیاء پر اس کی زندگی کا انحصار ہے ان کو بھی خدا کے حکم اور اس کی رضا کے لئے چھوڑ دینا اس کے لئے آسان ہے اور اگر حلال چیزوں کو چھوڑ دینا آسان ہے تو وہ اشیاء جن کو صریح طور پر ہر حالت میں حرام قرار دیا گیا ہے ان کو ترک کر دینا کیونکر دشوار ہو سکتا ہے یہ وہ سبق ہے جو روزہ کے ذریعہ ہمیں سکھایا گیا ہے، جس خدا کے حکم کی تعمیل میں ہم مہینہ بھر روزانہ پندرہ سولہ گھنٹہ اس گرمی کے موسم میں بھوکے اور پیاسے رہتے ہیں اور پانی کا ایک قطرہ بھی حلق کے نیچے نہیں اتار سکتے، وہی خدا ہمیں منع کرتا ہے کہ جھوٹ نہ بولو، دوسروں کو تکلیف نہ دو، رشوت نہ لو، کسی کا حق نہ دباؤ، شراب، جؤا اور اسی قسم کے دوسرے افعال کا جن سے صریح طور پر منع کیا گیا ہے ایک روزہ دار کیسے مرتکب ہو سکتا ہے اور اگر روزہ رکھ کر بھی ایسے افعال شنیعہ سے ہم بچ نہیں سکتے یا اس مہینہ بھر کی مشقت کے بعد پھر اسی دلدل میں پھنس جاتے ہیں تو ہمارا روزہ کس کام آیا اور خدا کے حکم کی ہم نے کیا تعمیل کی؟ رسمی طور پر روزہ رکھ لینا کوئی چیز نہیں جب تک اس کے لوازمات کو پورا نہ کیا جائے اسی لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لم یدع قول الزور والعمل به فلیس لله حاجة ان یدع طعامه وشرابه جو شخص جھوٹ بولنا اور اس پر عمل کرنا ترک نہیں کرتا اللہ تعالے کو کوئی ضرورت نہیں کہ وہ اپنا کھانا اور پینا ترک کرے بالفاظ دیگر ایسے شخص کا روزہ رکھنا بیکار ہے جو جھوٹ بولتا ہے اور اس پر عمل کرنے سے پرہیز نہیں کرتا۔

آہ! آج کتنے مسلمان ہیں جو روزہ کی اس علت غائی کو سمجھتے ہوئے اس پر عمل پیرا ہوتے ہیں، کتنے ہیں جو روزہ رکھکر تمام برائیوں اور معاصی سے توبہ کر لیتے ہیں روزوں کے احکام کے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے صریح الفاظ میں فرمایا ہے:-

ولاتاکلوا اموالکم بینکم بالباطل وتدلوا بها
الی الحکام لتاکلوا فریقاً من اموال الناس بالاثم
وانتم تعلمون۔

اور اپنے مالوں کو آپس میں ناجائز طور پر نہ کھاؤ اور نہ ان کے ذریعہ حکام تک پہنچو تاکہ لوگوں کے مال کا ایک حصّہ گناہ کے ساتھ کھا جاؤ حالانکہ تم جانتے ہو۔

کس قدر صریح حکم ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اسی زمانہ کے لئے یہ حکم دیا گیا ہے آپس میں ایک دوسرے کا مال کھانا اور ایک دوسرے کا مال کھانے کے لئے عدالتوں میں جانا جیساکہ آج کثرت سے رائج ہے شاید اس سے پیشتر ایسا کم ہی ہوا ہے، اللہ تعالے رحم فرمائے روزہ کا حقیقی مقصد جو اللہ تعالےٰ نے تقوےٰ اختیار کرنا بتایا ہے آج بہت کم مسلمان ہیں جو اسکو ملحوظ رکھتے ہوں۔

ضرورت ہے کہ روزوں کی تلقین کرنے والے علمائے کرام ان باتوں کی طرف بھی لوگوں کو متوجہ کریں اور انہیں بتائیں کہ روزہ اس وقت تک مکمل نہیں ہو سکتا جب تک برائیوں اور معاصی کو ترک نہ کیا جائے، حرام چیزوں سے پرہیز نہ کیا جائے اور ایک دوسرے کے اموال کو ناجائز طریقوں سے کھانا چھوڑ نہ دیا جائے۔

پھر نہ یہی مجاہدہ نہیں بلکہ رمضان کا مہینہ راتوں کو خدا کے حضور کھڑے ہونے اور اس کی عبادت میں رات کا کثیر حصہ بسر کرنے کے لئے خاص ہے، یہ وہ مہینہ ہے جب قرآن کریم جیسی نعمت عظمیٰ دنیا میں نازل ہوئی شهر رمضان الذی انزل فيه القرآن هدیً للناس وبینٰت من الهدیٰ والفرقان، رمضان کا مہینہ وہ ہے جس میں قرآن اتارا گیا جو لوگوں کیلئے ہدایت ہے اور ہدایت کی کھلی کھلی راہیں بتاتا اور حق و باطل میں فرق کرتا ہے، گویا رمضان کا مہینہ قرآن کی برسی کا مہینہ ہے اسی لئے اس مہینہ میں دعاؤں کی مقبولیت پر زور دیا گیا ہے:-

واذا سالك عبادی عنی فانی قریب
اجیب دعوة الداع اذا دعان
فلیستجیبوا لی ولیؤمنوا بی لعلهم
یرشدون۔

(اے رسول) میرے بندے جب تجھ سے میرے متعلق سوال کریں تو میں قریب ہی ہوں میں دعا کرنے والے کی دعا کو جب وہ مجھے پکارتا ہے قبول کرتا ہوں پس چاہیئے کہ میری فرمانبرداری کریں اور چاہیئے کہ مجھ پر ایمان لائیں تاکہ ہدایت پائیں۔

پس اے خدا کے بندو! جن کو اللہ تعالےٰ نے اس بابرکت مہینہ کے فیوض سے حصّہ لینے کی توفیق مرحمت فرمائی ہے، اٹھو اور بارگاہ الٰہی میں دعا کرو کہ قرآن کی ہدایت دنیا میں چاروں طرف پھیل جائے، آج دنیا کفر و ضلالت میں اس درجہ گھر چکی ہے کہ اس کی وجہ سے امن دنیا سے اٹھ چکا ہے، صرف قرآن ہی ایک ہدایت ہے جو دنیا کے لئے امن اور سلامتی کا موجب ہو سکتی ہے، جماعت احمدیہ نے قرآن کو مختلف زبانوں میں شائع کرنے کا جو بیڑہ اٹھایا ہے اور انگریزی اور بعض دیگر تراجم سے اس خدمت کو جس طرح سرانجام دے رہی ہے اس کا تقاضا ہے کہ رمضان کے مہینہ میں خاص طور پر اس پاک کتاب کی اشاعت اور اس کے غلبہ کے لئے دعائیں کی جائیں، اور نری دعائیں ہی نہیں وہ لوگ جن کو اللہ تعالےٰ نے مال سے وافر حصہ عطا کیا ہے وہ اس مہینہ میں قرآن کریم کی متعدد کاپیاں ایسی جگہوں پر پہنچانے کی کوشش کریں جہاں اس کی روشنی ابھی تک پہنچ نہیں سکی، آپ کے روزے، آپ کی نمازیں اور دعائیں اور آپ کے نوافل و صدقات اگر اس بات کے لئے مخصوص ہوں کہ قرآن کا نور دنیا میں پھیل جائے، تو یہی رمضان کی علت غائی اور اس کا حقیقی مقصد ہے اور یہی آپکی کامیابی کا ذریعہ ہے۔

حضرت مسیح موعودؑ کا یوم وصال

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰة والسلام کا وصال ۲۶ رمئی ۱۹۰۸ء کو ہوا تھا اس لحاظ سے اس مامور ربّانی کو ہم سے جدا ہوئے کم و بیش چوالیس سال گذر گئے۔ اس تمام عرصہ میں قریباً ہر سال آپ کا یوم وصال منایا جاتا رہا ہے "پیغام صلح" کا ایک خاص نمبر اس موقعہ پر شائع ہوتا رہا ہے، امسال بھی ارادہ تھا۔ بعض وجوہ سے پورا نہیں ہو سکا، کوشش کی جائے گی کہ جلد اس ارادہ کو پایۂ تکمیل تک پہنچایا جائے۔

اس موقعہ پر حضرت مسیح موعودؑ کی یاد میں ایک جلسہ بھی منعقد کیا جاتا ہے، امسال ینگ مینز احمدیہ ایسوسی ایشن لاہور نے ۲۴ رمئی کی شام کو مسجد احمدیہ بلڈنگس لاہور میں جلسہ منعقد کیا جس میں محترم شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری، غلام ربانی صاحب، شیخ غلام قادر صاحب، مرزا مسعود بیگ صاحب، مولانا آفتاب الدین احمد صاحب اور محمد سلطان صاحب نے حضرت مسیح موعودؑ کی سیرت و کردار، آپ کی صداقت کے نشانات آپ کے دعاوی اور تعلیمات پر دلنشین تقاریر کیں۔ جلسہ کی صدارت محترم جناب ڈاکٹر غلام محمد صاحب نے فرمائی جنہوں نے اپنی صدارتی تقریر میں حضرت مسیح موعودؑ کے اصل مقصد کی طرف توجہ دلاتے ہوئے جماعت کو اس کی پیروی کی تلقین کی۔

ہم اراکین احمدیہ ینگ مینز ایسوسی ایشن کو مبارکباد دیتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ نے انہیں اس مجدد اعظم اور مامور ربانی کی یاد کو تازہ کرنے کا ایک موقع بہم پہنچایا اور انہوں نے اس سے پورا فائدہ اٹھایا۔

اخبار و افکار

احراری فتنہ پردازی

نام نہاد جماعت "احرار" نے جماعت احمدیہ کے خلاف جو فتنہ پردازی شروع کر رکھی ہے اس کا ایک نہایت ہی شرمناک مظاہرہ ۱۸ مئی کو جہانگیر پارک کراچی میں دیکھا گیا، اس موقعہ پر قادیانی جماعت کا جلسہ منعقد ہو رہا تھا، لیکن احراری غنڈوں نے چاہا کہ شور و غوغا اور فتنہ آرائی سے اس جلسہ کو درہم برہم کر دیا جائے جس کے خلاف حکومت کو نوٹس لینا پڑا اس نے پارک کے ارد گرد نصف میل کے رقبہ تک دفعہ ۱۴۴ نافذ کر کے پانچ یا پانچ سے زیادہ افراد کا ایک جگہ جمع ہونا خلاف قانون قرار دے دیا تاہم احراری غنڈوں نے پہلے پارک کے بڑے دروازہ سے داخل ہونے کی کوشش کی لیکن پولیس نے داخل نہ ہونے دیا، اس پر دوسرے دروازہ سے داخلہ کی کوشش کی گئی، وہاں بھی پولیس نے رکاوٹ پیدا کی، جس پر انہوں نے پولیس پر پتھراؤ کیا، جس سے کچھ کنسٹیبلوں کو زخم آئے لیکن احراری غنڈوں کو پھر بھی کامیابی نہ ہوئی۔

دوسرے دن کراچی کے چیف کمشنر مسٹر اے ٹی نقوی نے ایک پریس کانفرنس میں یہ اعلان کیا کہ اس قسم کے شرپسندوں اور فتنہ پردازوں کے خلاف سخت کارروائی کی جائیگی۔

کاش آج سے پہلے اس طریق کو اختیار کیا جاتا تو شاید ایسے شرمناک مظاہروں کی نوبت نہ آتی، اس سے پہلے مختلف مقامات پر احراری شرپسندوں نے جماعت احمدیہ کے خلاف اشتعال پھیلا کر جو قتل و خون کرائے ہیں ان کے پیش نظر ہم کئی بار حکومت کو توجہ دلا چکے ہیں کہ یہ فتنہ بڑھنے نہ دیا جائے ورنہ اس کے نہایت خطرناک نتائج پیدا ہوں گے لیکن کوئی توجہ نہ کی گئی، شکر ہے اب اس طرف کچھ توجہ ہوئی ہے ضروری ہے کہ زیادہ زور کے ساتھ اس فتنہ کی سرکوبی کی کوشش کی جائے، ورنہ یہ شرپسند جماعت جو ہمیشہ سے پاکستان کی دشمن چلی آتی ہے اور اب بھی اپنی حرکات سے اسکو بدنام کرنے میں کوشاں ہے آیندہ حکومت کے لئے بھی خطرناک ثابت ہوگی۔

تعدد ازواج

لندن ۲۸ اپریل۔ برطانیہ کے مشہور ماہر جنسیات کینیتھ واکر نے کیمبرج یونیورسٹی کے ایک مباحثہ میں حصہ لیتے ہوئے تقریر میں کہا کہ اب دنیا بدل چکی ہے۔ ہمیں پرانی اخلاقی قدروں پر از سر نو نظر کرنا ہو گی، آج دنیا میں عورتوں کی تعداد بہت کم ہے۔ اس لئے اب سینٹ پال کا یہ حکم نہیں چل سکتا کہ ایک مرد ایک ہی بیوی رکھے، اب تو ایک ایک مرد کو کئی کئی بیویاں رکھنی پڑیں گی۔ ورنہ انجام یہ ہوگا کہ جو عورتیں شادی سے رہ جائیں گی وہ ناجائز اقدام کریں گی اور اس کے نتیجے اور برے نکلیں گے"۔ (خبر)

یہ وہ چیز ہے جس کی طرف احمدی مبلغ عرصہ سے اہل یورپ کو توجہ دلا رہے ہیں، آج جس "ناجائز اقدام" کا خطرہ ظاہر کیا گیا ہے باوجودیکہ وہ حقیقت بن کر سامنے آچکا ہے تاہم تعدد ازدواج کے جائز اقدام کو اب تک غیر ضروری ہی سمجھا جاتا رہا ہے، شکر ہے اب برطانیہ کے ماہر جنسیات کی طرف سے آواز بلند ہوئی ہے، شاید یہ زیادہ مؤثر ثابت ہو۔

حقیقت یہ ہے کہ جب تک اہل یورپ اسلام کے اصولوں پر کاربند نہ ہوں گے ان کی مشکلات اور مصائب بڑھتے ہی جائیں گے جو آخر کار تباہی کا موجب ہوں گے، کاش اب بھی اہل دانش و بینش بدلتے ہوئے حالات سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کریں۔

کیا یہ تہذیب ہے؟

جاپان کی چند سالہ غلامی کے دور میں اسے امریکہ سے کیا ملا؟ اس کا انکشاف حال ہی میں ہوا ہے جب امریکہ کا تسلط وہاں سے اٹھ چکا ہے، کہا جاتا ہے کہ وہاں دو لاکھ ایسے بچے دریافت ہوئے ہیں جو امریکی سپاہیوں کی شرمناک حرکات کے نتیجہ میں جاپانی ماؤں کے بطن سے پیدا ہوئے

انا للہ وانا الیہ راجعون۔

یہ ہے وہ تہذیب جس کا آج دنیا میں اس قدر چرچا ہے، امریکہ آج اپنے اموال سے پسماندہ اقوام اور حکومتوں کو امداد دینے اور ان کو اپنے پاؤں پر کھڑا کرنے کے لئے جو زور لگا رہا ہے ڈر ہے کہ اس کا اثر اسی شرمناک تہذیب کی صورت میں رونما نہ ہو، اس لئے ایشیائی حکومتوں کو اس بارہ میں زیادہ حزم و احتیاط سے کام لینا چاہیئے، اور جہاں تک ممکن ہو امریکی تہذیب کو اپنی سرحدوں میں داخل نہ ہونے دینا چاہیئے۔

امریکی تہذیب کے ان کھلے واقعات و اثرات کو ایک طرف رکھئے اور اسلامی تہذیب کے ان درخشندہ واقعات کو دوسری طرف کہ مسلمان افواج جہاں کہیں پہنچیں، ان کے اخلاق کو ہر قسم کی ترغیبات سے آزمانے کی کوشش کی گئی لیکن ایک رائی برابر بھی داغ ان پر نہیں آسکا، ہم حیران ہیں کہ آج یورپین اور امریکی اقوام جو کچھ پیش کر رہی ہیں اس کا نام تہذیب رکھنا کہاں تک جائز ہے؟

م۴ (۱) عنایت اللہ صاحب حوالدار کلرک رسالپور چھاؤنی۔

(۲) رحمت اللہ صاحب خوشنویس محلہ گھمناں وزیرآباد۔

تمام بیرونی جماعتوں سے استدعا ہے کہ مرحوم و مغفور کا جنازہ غائبانہ ادا کر کے مرحوم کیلئے بلندی درجات کی دعا کریں۔

(باقی بر صفحہ ...)

قتل مرتد

جماعت اسلامی کے امیر مولانا مودودی سے قتل مرتد کے متعلق یہ سوال کیا گیا کہ ان الذین امنوا ثم کفروا ثم امنوا ..... الخ سے قتل مرتد کس طرح ثابت ہو سکتا ہے جب ایک دفعہ ارتداد کے بعد پھر ایمان لانے اور پھر مرتد ہونے کا ذکر ہے؟

اس کے جواب میں مولوی مودودی صاحب لکھتے ہیں:-

(۱) "مسلمان ان مقامات پر بھی پایا جاتا ہے جہاں نہ اسلام کی حکومت ہو نہ ارتداد کی سزا دینی ممکن ہو"

(۲) اسلامی قانون صدور ارتداد کے بعد فوراً ہی مرتد کو قتل کر دینے کا حکم نہیں دیتا بلکہ اسکو اپنی غلطی محسوس کرنے اور توبہ کرنے کا موقع بھی دیتا ہے"۔

(۳) یہ آیت ارتداد کی اخروی سزا بیان کر رہی ہے اور کسی جرم کا اخروی نتیجہ بیان کرنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اس کے لئے دنیوی سزا نہ ہونی چاہیئے۔

اب سوال یہ ہے کہ قرآن کریم کی وہ کونسی آیت ہے جس میں اسلامی حکومت کے اندر مرتد کو دنیوی سزا دینے کا حکم ہے، کیا مولانا مودودی ایسی کوئی آیت قرآن کریم سے پیش کر سکتے ہیں؟

اس کے ساتھ ہی مہربانی فرما کر اس آیت کا مطلب بھی بیان فرما دیا جائے جو سورہ بقرہ کے رکوع ۲۷ میں ہے کہ ومن یرتدد منکم عن دینہ فیمت وھو کافر ..... الخ جو شخص تم میں سے اپنے دین سے مرتد ہو جائے پھر مر جائے اور وہ کافر ہو .... فرمائیے اس آیت میں فیمت کا لفظ اس کی سزائے قتل نفی کر رہا ہے یا نہیں؟

اخبار احمدیہ

—— حضرت امیر قوم مولانا صدر الدین صاحب کو ابھی تک بخار بدستور ہے احباب کرام آپکی صحت کاملہ و عاجلہ کے لئے بدرگاہ خداوندی درد دل سے دعا فرمائیں۔

—— وزیرآباد سے شیخ عبید اللہ صاحب سیکرٹری جماعت اطلاع دیتے ہیں کہ:-

"جماعت وزیرآباد کے ایک بزرگ ترین ممبر جنہوں نے حضرت مسیح موعودؑ کا زمانہ دیکھا ہوا تھا یعنی بابا امام دین صاحب ایک سو دس سال کی عمر پاکر بروز ہفتہ ۱۷/۵/۵۲ کو اپنے مولے حقیقی کو جا ملے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مرحوم مغفور پابند صوم و صلوٰۃ اور تہجد گذار تھے حضرت مسیح موعودؑ کے فارسی اشعار آپ کو ازبر تھے۔ اکثر حضرت مسیح موعود کی کتب لے جایا کرتے تھے، اور پڑھ کر ذوب رویا کرتے تھے۔ غرضیکہ مرحوم مغفور بڑی ہی خوبیوں کے مالک تھے۔ مرحوم نے اپنے پیچھے دو لڑکے یادگار چھوڑے ہیں ایک فوج میں حوالدار کلرک ہیں، اور ایک خوشنویس ہیں۔ لڑکوں [illegible] ہیں ۱۹۵۰ء

سکھ ودوانوں کے اسلام پر لغو اعتراضات

از عبداللہ گیانی صاحب امرتسری

(۳)

گیانی لال سنگھ صاحب نے بابا نانک صاحب کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل ثابت کرنے کے لئے عجیب وغریب طریق اختیار کیا ہے۔ آپ نے لکھا ہے کہ بابا صاحب صورت پیدائش سے ہی گورو تھے۔ اور اس کی دلیل یہ پیش کی ہے۔ کہ انہیں مول منتر ملا تھا۔ مگر انہوں نے یہ نہیں بتایا کہ بابا صاحب کو یہ مول منتر پیدائش کے وقت ہی ملا تھا یا بعد میں؟ سکھ مورخین تو یہ بتلاتے ہیں کہ یہ مول منتر آپ کو جوانی کے عالم میں ملا تھا۔ اگر بابا صاحب کی گوریائی مول منتر سے وابستہ ہے۔ تو اس صورت میں بابا صاحب کا جنم سے گورو ہونا باطل ہو جاتا ہے۔ کیونکہ مول منتر آپ کو بعد میں ملا ہے۔ اس کے علاوہ اہل علم اور واقفکار بخوبی جانتے ہیں کہ مول منتر۔

اک اونکار ست نام کرتا پورکھ نربھو نرویر
اکال مورت اجونی سیبھنگ گور پرساد

کو بابا نانک کے جنم سے گورو ہونے کی دلیل میں پیش کرنا بھی سکھاشاہی کا مظاہرہ ہے۔ معلوم نہیں کہ مول منتر کے کس لفظ کا یہ مطلب ہے کہ بابا صاحب موصوف جنم سے گورو تھے۔ اس مول منتر کے تو صرف یہ معنے ہیں۔

"خدا ایک ہے۔ اور وہ حق ہے۔ وہ خالق ہے اسے کسی کا خوف نہیں۔ کسی کی دشمنی نہیں۔ وہ غیر فانی ہے۔ اور کسی بھی جون میں نہیں آتا (یعنی جنم مرن سے بالا ہے) اور وہ خدا گورو کی مہربانی سے ملتا ہے"

اور پھر یہ بات بھی قابل غور ہے کہ اگر بابا نانک صاحب جنم سے گورو تھے تو اس میں ان کا کیا کمال ثابت ہوگا۔ کیونکہ کسی کا جنم سے افضل ہونا یا ابتر ہونا خود بابا نانک صاحب کے نزدیک بھی کوئی وقعت نہیں رکھتا۔ بابا صاحب کے نزدیک کمال تو وہ ہے جس میں انسان کی اپنی قربانی اور محنت کا بھی کوئی دخل ہو۔ چنانچہ آپ کا واضح ارشاد گورو گرنتھ صاحب میں موجود ہے:۔

ذات جنم نہ پوچھیئے سچ گھر لیہو بتائے
سا ذات سا پت ہے جیہے کرم کمائے

(پربھاتی محلہ ۱ صفحہ ۱۳۳)

یعنی خدا کے نزدیک ذات اور جنم کا کوئی سوال نہیں وہاں یہ نہیں پوچھا جاتا کہ انسان کی ذات کیا ہے یا وہ جنم سے کیا ہے۔ بلکہ وہاں پر تو وہی ذات اور وہی پت سمجھی جاتی ہے جیسے کسی کے اعمال ہوں۔ یعنی خدا کی طرف سے کسی انعام کے حاصل ہونے میں انسان کے اپنے اعمال کا بھی دخل ہے یہ درست ہے کہ خدا کے انعام اس کے فضل سے ہی انسان کو حاصل ہوتے ہیں۔ مگر اس میں بھی کلام نہیں کہ خدا کے فضل کو جذب کرنے کا بہت بڑا ذریعہ اعمال صالح ہیں۔ بدکردار اور بد اعمال لوگ خدا کے فضل سے محروم رہتے ہیں اور کسی بھی روحانی انعام کے وارث نہیں ہوتے۔ پس اگر بابا صاحب جنم سے گورو تھے تو اس میں ان کا اپنا کوئی کمال ثابت نہ ہوگا۔

گورو گرنتھ صاحب میں براہمن کو جگت کا گورو بیان کیا ہے۔ جیسا کہ مرقوم ہے:۔

کبیر براہمن گورو ہے جگت کا

(اشلوک کبیر صفحہ ۱۳)

یعنی۔ کبیر جی کہتے ہیں کہ براہمن جگت کا گورو ہے۔ ظاہر ہے براہمن ایک قوم ہے۔ چنانچہ سردار بہادر کاہن سنگھ صاحب نابھہ تحریر فرماتے ہیں:۔

"براہمن۔ ہندوؤں کا پہلا ورن۔ براہمن کئی گوتروں میں تقسیم ہیں"

(ترجمہ از انسائیکلو پیڈیا آف دی سکھ لٹریچر صفحہ ۲۶۸۷)

پس اس طرح براہمنوں کا بھی جنم سے گورو ہونا ثابت ہے یہی وجہ ہے کہ اب سکھوں میں ایسے لوگ پیدا ہو رہے ہیں جو گورو گرنتھ صاحب کے اس قول کو سکھ مذہب کے سدہانتوں کے خلاف تصور کرتے ہیں۔ چنانچہ نرنجن سنگھ صاحب گیانی جنہوں نے گیانی لال سنگھ صاحب کی کتاب "گورو اس درشن" کا دیباچہ بھی لکھا ہے۔ گورو گرنتھ صاحب کے اس قول سے متعلق لکھتے ہیں کہ:۔

"کبیر جی بھی اک مقام پر لکھتے ہیں:۔
"براہمن گورو ہے جگت کا، یہاں کبیر جی براہمن کو جگت کا گورو تسلیم کرتے ہیں جو سراسر غلط ہے"

(ترجمہ از ستگورو نباں ہور کچی ہے بانی صفحہ ۱۱)

اس کے علاوہ یہ بات بھی غور کرنے کے قابل ہے کہ اگر جنم سے گورو ہونا کسی فضیلت یا خوبی کا باعث ہے۔ تو پھر گیانی لال سنگھ صاحب بابا نانک صاحب کے علاوہ گورو انگد صاحب سے لیکر گورو گوبند سنگھ صاحب تک باقی نو گورو صاحبان سے متعلق کیا کہیں گے (جنہیں وہ بابا صاحب کا ہی سروپ مانتے ہیں) کیونکہ وہ سب کے سب اس فضیلت اور خوبی سے محروم تھے۔ وہ جنم سے گورو نہ تھے۔ بلکہ ان کی گوریائی ان کی عمر کے آخری۔ درمیانی یا ابتدائی حصوں میں شروع ہوئی تھی۔ نیز ان میں سے بعض ایسے بھی تھے۔ جو بقول سکھ مورخین سکھ دھرم قبول کرنے سے قبل مشرکانہ عقائد کے حامل تھے۔ اور دیوی دیوتاؤں کی پرستش میں مشغول رہتے تھے۔ چنانچہ گورو انگد صاحب کا بابا نانک صاحب کے مسلک کو اختیار کرنے سے قبل دیوی کی پرستش کرنا سکھ مورخین کو بھی مسلم ہے۔ اور خود گیانی لال سنگھ صاحب بھی تحریر فرماتے ہیں کہ:۔

"ان کے والد پھیرو مل صاحب پکے ہندو مت پرست اور دیوی بھگت تھے۔ وہ ہر سال کتنے یاتریوں کا سنگ بنا کر دیشنو دیوی کی یاترا کو جایا کرتے تھے جب وہ ۱۵۸۳ بکرمی میں فوت ہو گئے تو ان کی جگہ ان کے بیٹے لہنا جی باپ کی طرح لوگوں کو ساتھ لیکر درگا دیوی کے درشنوں کو جانے لگے۔ لہنا جی بھگوتی کی بھینٹیں گاتے ایسے مست ہو جاتے کہ انہیں اپنے آپ کی ہوش نہ رہتی .... لہنا جی دیوی بھگتوں کی طرح سرخ پگڑی باندھتے تھے۔ اور ہاتھ میں ترسول رکھتے تھے۔ الغرض آپ دیوی بھگتی میں اپنے باپ پر بھی سبقت لے گئے"

(ترجمہ از تواریخ گورو خالصہ حصہ صفحہ ۲۱۸)

اس کے علاوہ گورو امرداس صاحب کا سکھ دھرم قبول کرنے سے قبل گنگا جمنا وغیرہ تیرتھوں پر اشنان کرنے کے لئے جانا بھی سکھ ودوانوں کی مسلمہ بات ہے۔ چنانچہ شبدارتھ گورو گرنتھ صاحب میں مرقوم ہے:۔

"گورو امرداس صاحب سکھ بننے سے قبل اٹھارہ مرتبہ تیرتھوں کی یاترا کر کے گئے تھے"

(ترجمہ از شبدارتھ گرنتھ صفحہ ۱۱۱۶)

گیانی لال سنگھ صاحب نے خود بھی تسلیم کیا ہے کہ:۔

"ان کے (یعنی گورو امرداس صاحب کے) ماں باپ پکے ہندو تھے۔ اس لئے انہیں بھی گنگا وغیرہ تیرتھوں کے اشنان کا پریم ہو گیا...... انہوں نے سری گورو انگد صاحب کا سکھ بننے سے قبل اکیس مرتبہ گنگا وغیرہ تیرتھوں کی یاترا کی۔ سکھ بننے سے پہلے یہ ذات پات اور چھوت چھات کے ماننے والے اک پکے ویشنو تھے۔ ...... گورو امرداس جی گورو کی تلاش میں پھرتے رہے۔ کہیں سے اطمینان حاصل نہ ہوا۔ آخر گھر میں ہی گورو کی تلاش کا راستہ مل گیا۔ آپ نے ۱۵۹۷ بکرمی میں (۶۱ سال کی عمر میں) گورو انگد صاحب کو گورو دھارن کیا"

(ترجمہ از تاریخ گورو خالصہ حصہ صفحہ ۲۴۹)

گورو گرنتھ صاحب سے پتہ چلتا ہے کہ گورو امرداس صاحب کا تیرتھ یاترا کا یہ پریم گورو بننے کے بعد بھی ختم نہ ہوا۔ بلکہ آپ بدستور تیرتھ یاترا کے لئے جاتے رہے۔ چنانچہ مرقوم ہے:۔

نہاون پورب ابھیچ گور ستگور درس بھیا
ہر آپے کرتے پورب کیا ستگور کل کیمت نہاون گیا

(تکھاری محلہ ۴ صفحہ ۱۱۱۶)

یعنی۔ گورو امرداس صاحب ابھجت کچھمز کے پورب کے موقعہ پر اشنان کرنے کے لئے گنگا جی گئے۔ اور پھر آپ نے کورکھشیتر کے تیرتھ پر جا کر بھی اشنان کیا۔

مسٹر میکالف کا بیان ہے کہ ہندو گورو امرداس پر ناراض رہتے تھے۔ اکبر بادشاہ نے آپ کو مشورہ دیا تھا کہ ہندوؤں کو خوش کرنے کے لئے تیرتھ یاترا کریں۔ اور بادشاہ کے اس مشورہ کے ماتحت آپ تیرتھوں پر گئے۔

(ملاحظہ ہو میکالف اہتاس حصہ دوم گورمکھی صفحہ ۱۲۴)

گیانی لال سنگھ صاحب نے بابا صاحب کو جنم سے گورو ظاہر کیا ہے اور یہ بھی بیان کیا ہے کہ انہوں نے کسی انسان کو اپنا گورو نہیں بنایا۔ مگر بابا صاحب کا اپنا کلام اور ان کی زندگی کے واقعات اس خیال کی کھلے بندوں تغلیط کرتے ہیں۔

جناب بابا صاحب کی زندگی کا بیشتر حصہ سفروں میں گذرا ہے۔ سکھ لوگ عموماً یہ کہتے ہیں کہ بابا صاحب کے ان سفروں کی غرض سکھ دھرم کا پرچار تھا۔ چنانچہ گیانی

لال سنگھ صاحب نے بھی بیان کیا ہے :۔

"جگت گرو نانک دیو جی نے دنیا کا دورہ کر کے بنی نوع انسان کو سانجھا اُپدیش دیا۔"

(ترجمہ از گورو اسی درشن صـ۱۳۱)

مگر بابا صاحب کا اپنا کلام سکھوں کے اس خیال کو رد کرتا ہے بابا صاحب نے اپنی تمام عمر میں جتنے بھی سفر کئے وہ "تلاش حق" اور "تبلیغ حق" کے دو حصوں پر مشتمل تھے - پہلا چکر آپ نے اس لئے لگایا کہ آپ کو حق کی تلاش تھی - جب آپ نے حق کو پا لیا تو پھر اس کے پرچار کے لئے بھی آپ نے سفر اختیار کئے - حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بابا صاحب کے سفروں سے متعلق یہی نظریہ پیش کیا ہے - چنانچہ حضور بابا صاحب کے تلاش حق کے سفروں سے متعلق فرماتے ہیں :۔

پھر آخر کو نکلا وہ دیوانہ وار
نہ دیکھے بیاباں نہ دیکھے پہاڑ
اتار اپنے مونڈھوں سے دنیا کا بار
طلب میں سفر کر لیا اختیار
خدا کے لئے ہو گیا دردمند
تنعم کی راہیں نہ آئیں پسند
طلب میں چلا ہے تو دیکھے جو اس
خدا کی عنایات کی کر کے آس
جو پوچھا کسی نے چلے ہو کدھر
غرض کیا ہے جس سے کیا یہ سفر
کہا دو کے حق کا طلبگار ہوں
نثارِ رہِ پاک کرتار ہوں

...

محبت کی تھی سینہ میں اک خلش
لئے پھرتی تھی اسکو دل کی تپش
کبھی شرق میں اور کبھی غرب میں
رہا گھومتا قلق اور کرب میں
پرندے بھی آرام کر لیتے ہیں
مجانین بھی یہ کام کر لیتے ہیں
مگر وہ تو اک دم نہ کرتا قرار
ادا کر دیا عشق کا کاروبار

(ست بچن صـ۴۴-۴۰)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بابا صاحب کے سفروں کی جو غرض مندرجہ بالا اشعار میں بیان فرمائی ہے، وہی سکھوں کے ایک بزرگ بھائی گورداس نے اپنی واروں میں بتائی ہے جیسا کہ بھائی صاحب موصوف نے جوگیوں کے ایک سوال کے جواب میں بابا صاحب کا مندرجہ ذیل قول نقل کیا ہے :۔

بابا آکھے ناتھ جی سچ چندرماں کوڑ اندھارا
کوڑ اماوس ورتیا ہوں بھالن چڑھیا سنسارا

(وار پہلی پوڑی ۲۹)

بھائی گورداس کے قول "ہوں بھالن چڑھیا سنسارا" اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فرمان "طلب میں سفر کر لیا اختیار" کا ایک ہی مفہوم ہے - بابا صاحب کا اپنا کلام بھی اس امر کی شہادت دیتا ہے کہ آپ نے "تلاش حق" کی غرض سے سفر اختیار کئے تھے - چنانچہ "سدھ گوشٹ" میں مرقوم ہے کہ جوگیوں نے آپ سے سفر اختیار کرنے کی غرض پوچھی - جیسا کہ مرقوم ہے :۔

کس کارن گرہ تجیو اداسی
کس کارن ایہہ بھیکھ نواسی
کس وکھر کے تم ونجارے
کیونکر ساتھ لنگھاؤ پارے

(رام کلی محلہ ۱ صـ۹۳۹)

یعنی - بابا صاحب فرماتے ہیں کہ مجھ سے جوگیوں نے سوال کیا کہ اس جوانی کے عالم میں آپ نے گھر کا تیاگ کیوں کیا ہے اور یہ اداسینتا کیوں اختیار کی ہے - آپ نے اس سوال کا جو جواب دیا وہ آپ کے الفاظ میں یوں ہے :۔

گورمکھ کھوجت بھئے اداسی
درشن کے تائیں بھیکھ نواسی
ساچ وکھر کے ہم ونجارے
نانک گورمکھ اترس پارے

(رام کلی محلہ ۱ صـ۹۳۹)

یعنی - میں گورمکھ (با خدا انسان) کی تلاش میں گھر سے نکلا ہوں میرے سفر اختیار کرنے کی غرض دیدار الٰہی ہے - خالصہ ٹریکٹ سوسائٹی کی طرف سے شائع شدہ "سدھ گوشٹ سٹیک" (مترجم) میں بابا صاحب کے اس جواب کی مندرجہ ذیل تشریح کی گئی ہے :۔

"ستگورو کا جواب - جس گورمکھ نے اپنا دل خدا کی رضا میں رنگ دیا ہے - ایسے صاف اور سچے مرد کی تلاش میں ہم گھر سے نکلے ہیں اور دنیا کا چکر لگا لیے ہیں - کیونکہ ایسا مرد کامل خدا کے پرکاش کا روشن گھر ہے - ہم نے گھر کو بندھن روپ قابلِ نفرت اور نجات میں روک سمجھ کر نہیں چھوڑا لیکن ایک جگہ رہ کر ہم مذکورہ بالا مرد کامل کی تلاش نہیں کر سکتے تھے - تلاش کے لئے پھرنا ضروری ہے - اور جو پھرے گا گھر کو چھوڑے گا ہی - پس گورمکھ کی تلاش گھر سے نکلنے کا باعث ہے اور کوئی سبب نہیں -"

(ترجمہ از سدھ گوشٹ بھاپرکاشنی)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے :۔

سفر میں وہ رو رو کے کرتا دُعا
کہ اے میرے کرتار مشکل کُشا
میں عاجز ہوں کچھ بھی نہیں خاک ہوں
مگر بندۂ درگہ پاک ہوں
میں قربان ہوں دل سے تیرے راہ کا
نشاں دے مجھے مردِ آگاہ کا
نشاں تیرا پا کر وہیں جاؤں گا
جو تیرا ہے وہ اپنا ٹھہراؤں گا
کرم کر کے وہ راہ اپنی بتا
کہ جس میں ہو اے میرے تیری رضا

(ست بچن صـ۴۰)

اسی سلسلہ میں بابا صاحب کا اپنا ارشاد ہے :۔

کل کاتی راجے قصائی
دھرم پنکھ کر اُڈریا
کوڑ اماوس سچ چندرماں
دیسے ناہیں کہ چڑھیا
ہوں بھال وکنی ہوئی
آندھیرے راہ نہ کوئی

وچ ہوں میں کر دکھ روئی
کہو نانک کن بدھ گت ہوئی

(وار ماجھ محلہ ۱ صـ۱۴۵)

پنڈت نارائن سنگھ صاحب گیانی نے بابا صاحب کے اس شبد کا مندرجہ ذیل الفاظ میں بیان کیا ہے :۔

"کلجگ میں راجے قصاب بن کر ظلم کی چھری سے رُنایا کو ہلاک کر رہے ہیں اور دھرم پَر لگا کر اُڑ چکا ہے - اماوس کے اندھیرے کی طرح (ہر طرف) جھوٹ پھیل گیا ہے - اس میں سچائی کا چاند کہیں نظر نہیں آتا میں سچائی کو تلاش کرتا کرتا تھک گیا ہوں - اور دکھی ہو گیا ہوں - اس ظلمت میں راہ بتانے والا بھی کوئی نہیں ملا - دل کے تکبر کے باعث تمام دکھی ہو کر روتے ہیں - ستگورو جی کہتے ہیں کہ ان کی نجات کیسے ہو گی"

(ترجمہ از گورو گرنتھ صاحب سٹیک صـ۲۵۲)

حضرت بابا نانک صاحب نے خدا کی تلاش میں ایک دنیا کا چکر لگایا اور بڑے بڑے مجاہدے بھی کئے اور آپ کو کسی مرد کامل کا پتہ نہ چلا - تب آپ نے آخر خدا کا دروازہ کھٹکھٹایا اور اس سے اس کے ملنے کا راستہ پوچھا جیسا کہ آپ کی مندرجہ ذیل دعا سے ظاہر ہے

کرتا توں میرا ججمان
اک دکھنا ہوں تے پر مانگوں
دیجے اپنا نام

(محلہ ۱ صـ۱۳۲۹)

یعنی - اے خدا میں تجھ سے بھی تیرے ملنے کا راستہ چاہتا ہوں - قرآن شریف میں مذکور ہے :۔

والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا -

یعنی - جو لوگ اپنے رب کی تلاش میں مجاہدے کرتے ہیں ان کو ضرور خدا خود ہی اپنے ملنے کے راستے بتا دیتا ہے -

پس بابا نانک صاحب کو بھی خدا نے خود ہی اپنے ملنے کا راستہ بتا دیا - چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے :۔

بتایا گیا اس کو الہام میں
کہ پائے گا تو مجھ کو اسلام میں
مگر مرد عارف فلاں مرد ہے
وہ اسلام کے راہ میں فرد ہے
ملا تب خدا سے اسے ایک پیر
کہ چشتی طریقہ میں تھا دستگیر
وہ بیعت سے اس کی ہوا سرفراز
سُنا شیخ سے ذکر راہ صواب

(ست بچن صـ۴۰)

جنم ساکھی بھائی بالا میں مرقوم ہے :۔

"ہن حکم پا ٹبکر خدا ٹبدا درولیش نانک کو آیا ہے - جو آگے شیخاں کو ہوں حکم دیا سا" (جنم ساکھی بھائی بالا صـ۱۳۶)

جنم ساکھی کا یہ قول اپنے اندر وہی مفہوم لئے ہوئے ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ان اشعار میں ہے :۔

بتایا گیا اسکو الہام میں
کہ پائے گا تو مجھ کو اسلام میں

(باقی برصـ۸)

کامیابی کی اصل راہ ــــ تقوےٰ

شیخ غلام قادر صاحب احمدیہ بلڈنگس لاہور

یاایھا الذین اٰمنوا اتقوا اللہ حق تقاتہ ولا تموتن الا وانتم مسلمون۔

اللہ تعالےٰ نے اس آیت میں مومن کی زندگی کا ایک صحیح اور مکمل پروگرام مرتب فرمایا ہے چونکہ انسان ایک مدنی الطبع تخلیق کیا گیا ہے لہٰذا تمدن ومعاشرت کے تمام تقاضوں کو پورا کرنے کے لئے اسے تمام جسمانی۔ عقلی اور روحانی قوےٰ بخشے گئے ہیں جیسا کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کل میسر لما خلق لہ جن چیزوں کو حاصل کرنے کے لئے انسان پیدا کیا گیا ہے ان کے حصول کے لئے اللہ تعالےٰ نے تمام اسباب مہیا کر دیئے ہیں۔

بادشاہ سے لے کر ادنےٰ ملازم تک اور بڑے بڑے تاجروں سے لیکر معمولی دوکانداروں تک، بڑے بڑے زمینداروں سے لے کر معمولی کاشتکاروں تک اور بڑے بڑے جرنیلوں سے لے کر ادنےٰ سپاہیوں تک غرضیکہ ہر شعبہ زندگی میں انسان کی راہنمائی کے لئے یہ آیت ایک لائٹ ہوس روشنی کا مینار اور سنگ میل ہے۔

میرے دوستو! اللہ تعالےٰ مومن سے چاہتا ہے کہ وہ ہمیشہ اور ہر حالت میں تقوی اللہ کو ملحوظ رکھے کسی صحابی نے حضرت عمرؓ سے پوچھا کہ تقوی کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ جب تم کانٹے دار جھاڑیوں کے درمیان تنگ پگڈنڈی سے گذرتے ہو تو کیا طریق اختیار کرتے ہو؟ سائل نے جواباً عرض کیا کہ ہمیں اپنے کپڑوں کو سمٹ کر گذرنا پڑتا ہے تاکہ وہ کہیں اردگرد کی جھاڑیوں کے کانٹوں میں نہ الجھ جائیں آپ نے فرمایا یہی تقوےٰ ہے"

پس انسانی زندگی کا راستہ خاردار جھاڑیوں یعنی دنیا کی آلائشوں، اور حرص و ہواہیں سے گذرتا ہے، اور یہ اس قدر تنگ ہے کہ ایک سیکنڈ کی غلامت اس کے دامن دل کو کانٹوں میں الجھا کر چاک چاک کر دیتی ہے یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالےٰ ہم سے چاہتا ہے کہ اس دار فانی کے آخری لمحوں تک تقوےٰ پر گامزن رہیں ایسا نہ ہو کہ ہم پھٹے ہوئے کپڑے لے کر اللہ تعالےٰ کے حضور پیش کئے جائیں۔ حضرت مسیح موعودؑ نے جب مسلمانوں کی حالت کا گہری نظر سے مطالعہ کیا تو وہ پکار اٹھے ؎

تقوےٰ کے جتنے جامے تھے وہ چاک ہو گئے
جتنے خیال دل میں تھے ناپاک ہو گئے

مولانا رومؒ فرماتے ہیں ؎

سنگ پُر کردی تو دامن از جہاں
ہم زسنگ سیم وزر چوں کودکاں
آں خیال سیم وزر چوں زر نبود
دامن صدقت بدریدہ غم فزود

تو نے اپنے دامن کو پتھروں سے بھر لیا ہے یعنی بچوں کی طرح سونے اور چاندی کے پتھروں سے۔

(۲) سونے اور چاندی کا خیال سونا اور چاندی نہیں ہوتا۔ صرف تیرے دامن صدق کو پھاڑتا ہے اور غم زیادہ کرتا ہے۔

معزز دوستو! تقوےٰ کی راہ بہت تنگ ہے اور اس راستے کے نشیب و فراز نظری ہیں جو ان آنکھوں سے دکھائی نہیں دیتے جب تک ہم چشم بصیرت کو وا نہ کریں اچھے کردار جو بظاہر نفع بخش ہوتے ہیں اور قربانی و ایثار کا نمونہ پیش کرتے ہیں اکثر نفس کی باریک در باریک چالبازیوں سے جہنم کے گڑھے میں دھکیل دیتے ہیں یہاں حضرت ابوہریرہ رضؓ کی وہ حدیث سناتا ہوں جس کے بیان کرنے سے پہلے حضرت ابوہریرہ رضؓ پر خشیت الٰہی سے لرزہ طاری ہو گیا۔ اس واقعہ کی تفصیل یہ ہے کہ ایک دفعہ شفیا اصبحی مدینہ آئے دیکھا کہ ایک شخص کے گرد بھیڑ لگی ہوئی ہے۔ سوال کرنے پر لوگوں نے بتایا یہ صاحب ابوہریرہ ہیں چنانچہ یہ ان کے پاس بیٹھ گئے جب مجمع ہلکا ہوا اور لوگ چلے گئے تو اصبحی نے ابوہریرہ سے عرض کیا کہ کوئی حدیث سنایئے جسے آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہو، سمجھا ہو اور جانا ہو، ابوہریرہ بولے ایسی حدیث بیان کروں گا جو حضور پُر نور نے اس گھر میں بیان فرمائی تھی اور اس وقت میرے اور آپؐ کے سوا کوئی تیسرا شخص نہ تھا۔ اتنا کہکر پھر زور سے چلائے اور بے ہوش ہو گئے، افاقہ ہوا تو منہ پر ہاتھ پھیر کر کہا میں تم سے ایسی حدیث بیان کروں گا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس گھر میں بیان فرمائی تھی اور وہاں میرے اور آپ کے سوا کوئی نہ تھا اتنا جملہ منہ سے نکلا تھا کہ چیخ مار کر غشی کی حالت میں منہ کے بل گر پڑے شفیا اصبحی نے تھام لیا اور دیر تک سنبھالے رکھا ہوش آیا تو کہا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔ کہ قیامت کے دن جب اللہ تبارک وتعالیٰ بندوں کے فیصلہ کے لئے اُترے گا تو سب سے پہلے تین آدمی طلب کئے جائیں گے۔ عالم قرآں، راہ خدا میں مقتول اور دولتمند پھر اللہ تعالےٰ عالم سے سوال کرے گا کیا میں نے تجھے قرآن کی تعلیم نہیں دی وہ کہے گا ہاں خدایا اللہ تعالیٰ فرمائیگا تو نے اس پر عمل کیا؟ وہ کہے گا کہ رات دن اس کی تلاوت کرتا تھا اللہ تعالےٰ فرمائے گا تو جھوٹا ہے (یعنی عمل کرنے کے لئے پڑھتا پڑھاتا نہیں تھا بلکہ) تو اس لئے تلاوت کرتا تھا کہ لوگ تجھے قاری کا خطاب دیں چنانچہ تو نے یہ خطاب حاصل کیا۔ پھر دولتمند سے خطاب کرے گا کہ کیا میں نے تجھے صاحب مقدرت کر کے لوگوں کی احتیاج سے بے نیاز نہیں کر دیا تھا؟ وہ کہے گا ہاں الٰہی۔ اللہ تعالےٰ فرمائیگا تو نے اس نعمت کی کیسی قدر کی، وہ کہیگا میں صلہ رحمی کرتا تھا۔ صدقہ دیتا تھا۔ فرمائے گا تو جھوٹ بولتا ہے، بلکہ اس سے تیرا مقصد یہ تھا کہ تو فیاض اور سخی کہلائے اور تو لوگوں میں اسی طرح مشہور ہو گیا پھر وہ شخص جس کو اللہ کی راہ میں شہید ہونے کا دعوےٰ تھا پیش کیا جائے گا اس سے سوال ہوگا کہ تو کیوں مار ڈالا گیا؟ وہ کہے گا تو نے اپنی راہ میں جہاد کا حکم دیا میں تیری راہ میں لڑا اور مارا گیا اللہ تعالےٰ فرمائے گا تو جھوٹ کہتا ہے بلکہ تو چاہتا تھا کہ تو دنیا میں جری اور بہادر کہلائے تو یہ کہا جا چکا یہ حدیث بیان فرما کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے زانو پر ہاتھ مار کر فرمایا ابوہریرہ! سب سے پہلے انہی تینوں سے جہنم کی آگ بھڑکائی جائے گی، یہ حدیث ترمذی سے ابواب الزہد میں مروی ہے۔

پس اے معزز دوستو! جب بھی آپ کوئی نیک کام کرنے کے لئے قدم اٹھاؤ تو پہلے ہی قدم پر اپنے نفس کو ٹٹولو کہ کہیں اس کام میں اس کی باریک در باریک ملونی تو نہیں۔

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں ؎

نفس خود را پاک کن از ہر فضول
ترک خود کن تا کند رحمت نزول

پھر درد بھرے دل سے ہاں اس دل سے جو قوم کی بدحالی سے سوز غم میں جلا جا رہا ہے جسے اپنے اور دگر قحط الرجال دکھائی دیتی ہے فرماتے ہیں ؎

درحقیقت مردم معنی کم اند
گو ہمہ از روئے صورت مردم اند

حقیقت حال یہ ہے کہ مردمان نکتہ دان بہت کم ہیں۔ اگرچہ ظاہری شکل وصورت میں تمام لوگ اچھے بھلے انسان دکھائی دیتے ہیں۔

پس مردم معنی وہ لوگ ہیں جو اپنی صفائے قلب سے بتوفیق ایزدی اپنے رخت حرص وہوا کو جلا کر راکھ کر دیتے ہیں اور اس مرد کامل کے ساتھ کھڑے ہو جاتے ہیں جسے اللہ تعالیٰ خلق کی راہنمائی کے لئے مبعوث فرماتا ہے وہ مرد کامل کون ہے، حضرت صاحب فرماتے ہیں ؎

(۱) ایں چنیں کس چو روئے نہد بجہاں
بر جہاں عظمتش کنند عیاں

یعنی یہ تائید یافتہ شخص جب دنیا میں ارشاد و ہدایت کے مقام پر اللہ تعالےٰ کی طرف سے وحی پاکر کھڑا ہو جاتا ہے تو دنیا پر اللہ تعالےٰ کی عظمت کا سکہ بٹھا دیتا ہے۔

(۲) چوں بیاید بہار باز آید
موسم لالہ زار باز آید

جب وہ آتا ہے تو گلستان اسلام کے مرجھائے ہوئے پودوں کے لئے مژدہ بہار لاتا ہے۔

(۳) وقت دیدار یار باز آید
بیدلاں را قرار باز آید

ہاں یہی وہ وقت ہے جب دیدار یار کے مواقع پیدا ہو جاتے ہیں۔ اور مایوس دلوں کے لئے اطمینان و تسلّی کا باعث بن جاتے ہیں۔ . . . .

(۴) ماہروئے نگار باز آید
خورہ بہ نصف النہار باز آید

اس کے مبارک زمانہ میں اس کے اپنے وجود باوجود میں وہ محبوب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم ظلی طور پر نزول فرماتا ہے پھر یہ آفتاب ہدایت اپنی کامل آب وتاب کے ساتھ سارے عالم پر ضیا باری کرتا ہے۔

(۵) باز خندد بناز لالہ وگل
باز خیزد ز بلبلاں غلغل

پھر لالہ وگل (یعنی علم وحکمت اور حقائق ومعارف) کی حکایتیں تازہ ہو جاتی ہیں پھر بلبلاں نواسنج یعنی علماء ربانی نغمہ توحید کی سُریلی تاروں کو چھیڑ دیتے ہیں۔

پھر حضرت صاحب اپنے دعوئے کاملیت ومجددیت اور مسیحیت کو کس زور سے پیش فرماتے ہیں:۔

(۱) رسید مژدہ زغیبم کہ من ہماں مردم
کہ او مجدد این دین ورہنما باشد

ہاتف غیبی نے مجھے یہ خوشخبری دی ہے کہ میں وہ آدمی ہوں جسے اللہ تعالیٰ نے اس دین کی نصرت کے لئے اور خلق اللہ کی رہنمائی کے لئے خلعت مجددیت سے سرفراز فرمایا ہے۔

(۲) منم مسیح بہانگ بلند میگویم
منم خلیفۂ شاہے کہ بر سما باشد

میں ڈنکے کی چوٹ اعلان کرتا ہوں کہ میں ہی مسیح موعود ہوں اور میں ہی خلیفۃ اللہ ہوں۔

(۳) لوائے ما پنہ ہر سعید خواہد بود
ندائے فتح نمایاں بنام ما باشد

میرا جھنڈا ہر سعید انسان کا پناہ گاہ ہے۔ اس حق وباطل کی جنگ میں میں فتح نصیب جرنیل ہوں۔

(۴) گلے کہ روئے خزاں راہ نخواہد دید
بباغ ماست اگر قسمتت رسا باشد

جس باغ کے پھولوں کو خزاں نہیں چھو سکتی۔ وہ میرا باغ ہے اگر تیری قسمت، یاوری کرے تو اس گلستان سدا بہاری میں جلد پہنچ۔

میرے معزز دوستو اور بھائیو! آج سچا تقوےٰ حاصل نہیں ہو سکتا جب تک کہ ہم اس رئیس المتقین کے دامن سے پورے اخلاص کے ساتھ اپنے آپ کو وابستہ نہ کر لیں، متقی کو اللہ تعالیٰ ذرمعرفت اور علوم حقہ کے چشمہ حیوان تک پہنچا دیتا ہے واتقوا اللہ ویعلمکم اللہ تقوےٰ اختیار کرنے سے اللہ تعالیٰ مصائب ومشکلات دور فرما دیتا ہے اور ایسی جگہ سے رزق پہنچاتا ہے جہاں سے کسی کو وہم وگمان بھی نہ ہو۔

من یتق اللہ یجعل لہ مخرجاً و یرزقہ من حیث لا یحتسب۔ الغرض متقی انسان کا امتیازی نشان ہے کہ وہ فریب نفس سے محتاط رہتا ہے، چنانچہ ایک روز فاروق اعظم رضؓ نے منبر پر کھڑے ہو کر لوگوں کو اس طرح مخاطب ہو کر فرمایا:-

"اے وے لوگو جو یہاں بیٹھے ہو اور وہ جو غیر حاضر ہیں تمہاری وساطت سے سن لیں کہ ایک وقت مجھ پر ایسا بھی گذرا ہے کہ میں اپنی خالہ کی بکریاں جنگل میں لے جایا کرتا تھا اور اس کے عوض وہ مجھے مٹھی بھر کھجوریں دے دیا کرتی تھیں مگر آج میری یہ حالت ہے جو تم دیکھ رہے ہو"

یہ کہکر منبر سے اتر آئے عبدالرحمٰن بن عوف رضؓ پاس بیٹھے تھے بولے کہ آپ نے یہ کوئی اچھی بات نہیں کہی اس بات سے تو آپ نے اپنی تنقیص فرمائی ہے حضرت عمر رضؓ نے فرمایا آج تنہائی میں میرے نفس نے کہا کہ تم امیرالمومنین ہو تم سے افضل کون ہے اس لئے میں نے چاہا کہ اسے اپنی حقیقت حال سے آگاہ کر دوں

بظاہر بات تو معمولی ہے مگر اس سے جہاں حضرت عمر رضؓ نے اپنی اصلاح نفس فرمائی وہاں قوم کو متنبہ کیا کہ انسان کی روحانی ترقی کے راستہ میں نفس کی فربہی ایک سنگ گراں ہے۔

صحابہ کرام اور تابعین نے مقام تقوےٰ پر کھڑے ہو کر ایثار وقربانی کے وہ بے مثال نمونے دکھائے جو تاریخ عالم کے صفحات پر گہرے اور انمٹ نقوش چھوڑ گئے کما قال اللہ تعالیٰ یحبون من ہاجر الیہم ولا یجدون فی صدورہم حاجۃ مما اوتوا ویوثرون علی انفسہم ولو کان بہم خصاصۃ۔

(الحشر)

یعنی وہ (صحابہ) اس سے محبت کرتے ہیں جو ہجرت کرکے ان کی طرف آتا ہے اور اپنے سینوں میں اس کی حاجت نہیں پاتے جو انہیں دیا جاتا ہے یعنی اپنی حاجتیں کم کرکے دوسروں کی ضروریات پوری کرتے ہیں اور اپنے نفس پر ضرورت مندوں کو ترجیح دیتے ہیں گو انہیں تنگی سے ہی گذران کرنی پڑے۔

میرے معزز بھائیو! یہ ہماری جماعت بھی مسلک صحابہؓ پر قائم کی گئی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ اس جماعت کے متعلق فرماتا ہے وآخرین منہم لما یلحقوا بہم تو ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ آیا ہمارا قدم صحابہ کرام کے نقش قدم پر ہے کیا ہم بھی ان قربانیوں کے لئے تیار ہیں جو انہوں نے کرکے دکھائیں، ہمارا امام فرماتا ہے:۔

"اسلام کا زندہ ہونا ہم سے
ایک فدیہ مانگتا ہے وہ کیا ہے؟
ہمارا اسی راہ میں مرنا۔ یہی موت
ہے جس پر اسلام کی زندگی
مسلمانوں کی زندگی اور زندہ
خدا کی تجلی موقوف ہے"

اللہ تعالیٰ ہمیں طاقت اور توفیق بخشے کہ اس کی راہ میں ہم اپنے تمام ذرائع اور وسائل کو اسلام کی زندگی کے لئے وقف کر دیں ہم کمزور ہیں اور بجز نصرت الٰہی کے ایک قدم نہیں اٹھا سکتے ۔

سکھ دوستوں کے اسلام پر لغو اعتراض

(بقیہ از صفحہ ۶)

اس کے علاوہ مرشد کامل کی طرف سے بھی خدا نے ہی بابا صاحب کی راہنمائی کی تھی۔ چنانچہ اس سلسلہ میں بابا صاحب کا یہ ارشاد ہے:۔

اپر سبر بار برہم پرمیشر
نانک گور ملیا سوئی جیو

(سورٹھ محلہ ا صـ۵۹۹)

یعنی۔ پار برہم پرمیشر نے خود ہی میرا گورو اور مرشد بن کر میری راہنمائی کی اور اپنے ملنے کا راستہ بتایا۔

گویا بابا صاحب کو خدا نے الہاماً اس مرشد کامل اور یا خدا گورو کا پتہ دیا جس کی تلاش میں انہوں نے اک دنیا کا چکر لگایا تھا اور اس طرح مرشد کامل کو پانے میں کامیاب ہو گئے اور اس مرشد کی بیعت کرکے اور اس کے اپدیش سن کر آپ خدا کے واصل ہو گئے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں آپ کا یہ ارشاد گورو گرنتھ صاحب میں موجود ہے:۔

ستگور دھنوں وادیا
جت ملیاں خصم سمایا
جنی کر اپدیش گیان انجن دیا
اینی نیتریں جگت نہالیا

(آسا محلہ ا صـ۴۷۰)

یعنی:۔ میں اپنے سچے گورو اور مرشد کامل پر قربان ہوں جس کے ملنے سے میں خدا کا واصل ہو گیا۔ نیز جس نے مجھے اپدیش دے کر میری آنکھوں کو معرفت کا سرمہ لگایا اور مجھے اس دنیا میں ہی اپنے رب کا دیدار ہو گیا۔ اور اب میں نہال (خوش) ہوں۔

پس گیانی لال سنگھ صاحب کا یہ کہنا کہ بابا نانک صاحب جنم سے گورو تھے۔ اور انہوں نے کسی انسان کو گورو دھارن نہیں کیا تھا۔ بالکل باطل ہے۔ بابا صاحب کا کلام اس پر شاہد ہے کہ وہ اپنی عمر کے ابتدائی حصہ میں تلاش حق میں مصروف رہے۔ اور آخر خدا نے خود ان کی رہنمائی کی۔ اور مرشد کامل کا پتہ دیا جس سے مل کر وہ خدا سے واصل ہوئے۔ اور اپنے مقصد میں کامیاب ہوئے ۔

قرضہ حسنہ فنڈ

جماعت کے ضرورت مند اصحاب کی امداد کے لئے حضرت صاحب صدر نے قرضہ حسنہ فنڈ کی جو تحریک فرمائی ہے اسکو کامیاب بنانا جماعت کے صاحب ثروت اصحاب کا سب سے ضروری فرض ہے یہ قومی تعمیر کا ایک اہم حصہ ہے، دوستوں کو چاہیئے کہ جلد از جلد اس میں امداد دے کر اپنی قوم کے استحکام میں حصہ لیں،

یہ فنڈ حضرت مسیح موعودؑ کے ایک فرمان کی تعمیل میں قائم کیا جا رہا ہے۔ جس میں آپ نے ایک موقعہ پر قوم کے ضرورت مندوں کے قرضہ حسنہ ✗

✗ امدادی فنڈ جاری کرنے کی خواہش ظاہر کی تھی، امید ہے احباب اس طرف جلد از جلد توجہ فرما کر اس تحریک کو کامیاب بنانے کی کوشش کریں گے ۔

جرمنی میں اسلام کی رفتار ترقی

آغاز سال میں جرمن مسلم مشن کی سرگرمیاں

سال حال کے آغاز میں برلین مسلم مشن کی سرگرمیاں زیادہ تیز ہو گئیں، عام طور پر موسم سرما ایسی تقریبات کے لئے سازگار نہیں ہوتا جو کھلی جگہوں پر منعقد ہوں، تاہم یہ امر ہمارے لئے بہت بڑی مسرت کا موجب ہے کہ اس موقعہ پر سردیوں کے مہینے برلین مسجد کے کام میں حارج نہیں ہوتے۔

امام صاحب نے لیکچروں کا ایک سلسلہ شروع کیا جو حسب معمول ایسے بہت سے (مسلمان اور غیر مسلم) جرمنوں کی کشش کا موجب ہوا جو ان مضامین میں گہری دلچسپی رکھتے ہیں۔

۲۰۔ جنوری کو بروز اتوار برلن بہائی گروپ نے امام صاحب کو اپنے ہال اسلام پر لیکچر دینے کی دعوت دی، یہ لیکچر ٹیکنیکل یونیورسٹی آف برلن میں ہوا، امام صاحب نے اپنے لیکچر میں اس بات پر بالخصوص زور دیا کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے جو خاتم النبیین ہیں، نسل انسانی کو ایک کامل مکمل ضابطہ حیات دیا گیا جس کی وجہ سے اب کسی دوسرے پیغمبر کی بعثت کی ضرورت نہیں رہی،

۳۰ر جنوری کو بروز بدھ . . . .

Jugendkreis an der Schlossbruecke نے ایک مہاتما گاندھی میموریل سروس شمال مغربی ریڈیو میں سنائی اور اس موقعہ پر امام صاحب برلن مسجد سے . . . . تلاوت قرآن کریم کی درخواست کی گئی اور اس موقعہ کے سب سے بڑے لیکچرار کی تقریر کا جو انگریزی میں ہوئی جرمن ترجمہ سنانے کے لئے کہا گیا۔

۴ر فروری کو بروز پیر امام صاحب کے گھر میں برلن بوائز سکول کی ایک جماعت بلائی گئی، قریباً تیس لڑکوں نے قریباً ایک گھنٹہ تک اس گفتگو کو نہایت ذوق وشوق اور پوری توجہ کے ساتھ سنا جو امام صاحب نے اسلامی معتقدات اور دینیات اسلام کے متعلق کی۔

۹ر فروری کو بروز ہفتہ امام صاحب کے مکان پر ایک تقریب کے موقعہ پر پروفیسر ڈاکٹر Arnd Jassen نے ایک تقریر کی، فاضل پروفیسر صاحب نے اپنے مضمون کا موضوع یہ منتخب کیا۔

Goethe's relations to Islam and his West-Eastern Diwan

"گوئٹے کے اسلام کے ساتھ تعلقات اور اس کا مغربی مشرقی دیوان"
قریباً ساٹھ جرمنوں نے جن میں برلین سوسائٹی کی بڑی بڑی شخصیتیں شامل ہیں جیسے مثلاً . . . .

[illegible] Schm[illegible] نے جنہوں نے اس عظیم الشان شاعر اور فلاسفر (گوئٹے) کی وسیع اورینٹل سٹڈیز کا نہایت گہرا مطالعہ کیا ہے جس نے ہمیشہ ہمارے مذہب کا نہایت شاندار الفاظ میں ذکر کیا ہے

۱۱ر فروری کو بروز پیر Radio in American Sector of Berlin نے امام صاحب کا برلن مسجد اور ایک شامی مسلمان Mr Charrake کی اسلام پر ایک تقریر ریکارڈ کی جو ۲۴ر فروری کو بروز اتوار براڈ کاسٹ کی گئی اور جرمن پبلک کے وسیع ترین حلقوں میں اس کی گونج پیدا ہوئی۔

۱۶ر فروری کو بروز ہفتہ امام صاحب کے مکان پر ایک اور بوائز سکول کے لڑکے آئے، اس موقعہ پر امام صاحب سے درخواست کی گئی کہ وہ مسلم آرٹس اور سائنس کے متعلق حاضرین کو واقف کریں۔

۲۰ر فروری کو بروز بدھ Jugenkreis an der Schlossbruecke مسجد میں پاکستانی اور ہندوستانی مسائل پر بحث مباحثہ کے لئے جمع ہوئے اور بڑی گرما گرم بحث ہوئی جو بہت پسند کی گئی۔

۲۱ر فروری کو بروز جمعرات ۳۵ برلین لڑکے اور لڑکیاں پھر مسجد میں آئے اور امام صاحب نے پھر قرآن کریم کی تعلیمات اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ پر انہیں درس دیا۔

۲۱ر فروری کو بروز اتوار ایک انٹرنیشنل یوتھ کلب نے امام صاحب کو برلین میں Frohnan کے مقام پر لیکچر دینے کے لئے مدعو کیا اس جگہ امام صاحب کو چار گھنٹہ سے زیادہ عرصہ تقریر کرنی پڑی، جس میں اسلام اور دینیات اسلام کے متعلق سینکڑوں سوالات کے جوابات دیئے گئے۔

۶ر مارچ بروز جمعرات Institut of Francais de Berlin نے جرمن مسلم سوسائٹی کو شمالی افریقہ کے متعلق ایک فلم دیکھنے اور لیکچر سننے کی دعوت دی، یہ لیکچر ایک ڈچ جرنلسٹ Mr. R. Italicander نے دیا، اگرچہ اس نے شمالی افریقہ کے مسلمانوں کے متعلق گرمجوشی کا اظہار کیا تاہم مغرب اقصے کے مسلمانوں پر یورپین تسلط کے اصولوں کی پوری تائید اور حمایت کی، جس کو تمام مسلمانوں نے جو وہاں موجود تھے سخت ناپسند کیا چونکہ وہاں بروقت تردید کا کوئی موقعہ نہ تھا اس لئے امام صاحب نے بعد میں Institut of Francais کے منیجر کو ایک خط لکھا جس میں لیکچرار کے سیاسی بیانات کی تنقید کی گئی، امام صاحب نے اپنے خط میں اس امر کا بھی اظہار کیا کہ شمالی افریقہ کے مسلمان بھائیوں کے ساتھ محبت و اتحاد کے جذبات رکھنے کی وجہ سے وہ انسٹی ٹیوٹ کی آئندہ تقریبات میں شامل نہ ہونگے جس نے جرمن مسلم کمیونٹی کے حسن برتاؤ کا ایسا مکارانہ غلط استعمال کیا ہے۔

۱۵ر مارچ کو امام صاحب نے مسجد کے ملحقہ مکان میں برلن مسلم مشن کے ایک جلسہ میں تقریر کی تقریر کا موضوع تھا:۔ "جنگ اور خطرہ کے موقعہ پر اسلام کی تعلیمات"،

دوران لیکچر میں امام صاحب نے جنگ کی اجازت میدان جنگ میں جائز اور ناجائز طریق عمل، جنگی قیدیوں کے ساتھ سلوک اور صلح اور معاہدات کے متعلق قرآن کریم کی تعلیمات کو بیان کیا، لیکچر میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض اعمال اور تاریخ اسلام کی مثالیں کثرت سے بیان کی گئیں تھیں، یہ لیکچر بہت بڑی کامیابی کا موجب . . . . . ہوا ہے کیونکہ اس سے ان بہت سی غلط فہمیوں کا ازالہ ہو گیا جو اسلامی جنگوں کے متعلق جرمن پبلک میں پائی جاتی ہیں۔

۱۶ر فروری کو بروز ہفتہ امام صاحب نے برلن مسجد میں ایک یوگوسلاوی مسلمان Mr. Adem Bihorac اور ایک جرمن خاتون Miss Close کا نکاح پڑھایا

۱۸ر فروری کو بروز اتوار امام صاحب نے ایک مراکشی مسلمان بھائی مسٹر محمد بن کمال کی نماز جنازہ کا ناخوشگوار فرض سرانجام دیا جو حرکت قلب بند ہو جانے کی وجہ سے فوت ہو گئے جنازہ ترکی قبرستان میں لے جایا گیا اور بہت سے مستشرق جرمن اور جرمن مسلمان مرد اور عورتیں اس میں شامل ہوئے۔

۱۹ر فروری کو بروز منگل امام صاحب کو جرمن سفیر متعینہ پاکستان Botschafter Dr. Jaenicke سے ملاقات کا موقعہ ملا ایک نجی اور طویل گفتگو کے دوران میں سفیر ممدوح نے امام صاحب سے قرآن کریم کا ایک نسخہ اپنے پرائیویٹ مطالعہ کے لئے طلب کیا، یہ نسخہ چند دن بعد انہیں بھیجا گیا اور اس کے ساتھ ایک خط بھی لکھا گیا جس میں اس بات کو واضح کیا گیا کہ ایک مسلمان کی روزانہ زندگی میں اس پاک کتاب کو کیا درجہ اور اہمیت حاصل ہے اس تحفہ کے موصول ہونے پر Dr. Jaenicke نے ذیل کا خط امام صاحب کو لکھا۔

"ڈیر امام

سفر سے واپسی پر آپ کا مشفقانہ پارسل مجھے ملا میں آپ کی مساعی اور اس خوبصورت کتاب کے بارہ میں آپ کا دلی شکریہ ادا کرتا ہوں، قرآن کریم کے مطالعہ کے لئے میری خواہش اس ارادہ پر مبنی ہے کہ اس پر غور و فکر کا رستہ معلوم کیا جائے اور ان لوگوں کی ذہنیت کو سمجھا جائے جن کے ہاں میں جرمنی کا نمائندہ بن کر آیا ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ پاکستانی لوگوں کی روح سے واقفیت حاصل کرنے کا یہ ایک بہترین ذریعہ ہے۔

"جب میں لاہور جاؤں گا تو اس شاندار ترجمہ کے مصنف سے ملاقات کرنا میرے لئے بڑی خوشی کا موجب ہوگا

(باقی بر صفحہ ۱۲)

ایمان اور عمل

ڈاکٹر احمد حسن صاحب

انسان بڑا عاجز ہے۔ اس کا علم ناقص اس کی نگاہ نہایت ہی محدود تاہم اگر اللہ تعالےٰ کے ساتھ اس کا تعلق مضبوط ہو جائے تو انسان کے تمام جوارح ہاتھ پاؤں آنکھ وغیرہ ان کے ہو جاتے ہیں اور اس مقام پر جب انسان پہنچتا ہے تو خدائی صفات اس میں جلوہ گر ہو جاتی ہیں۔ اس وقت ساری کائنات کی طاقتیں انسان کی مٹھی میں ہوتی ہیں۔ اس کے سامنے بڑے بڑے پہاڑ آتے ہیں اور دیکھتے دیکھتے ریزہ ریزہ ہو جاتے ہیں۔ تمام دنیا کی طاقتیں اکٹھی ہو کر اس کے ساتھ ٹکراتی ہیں اور اس طرح ختم ہو جاتی ہیں جیسے ایک بہت بڑی لہر چٹان سے ٹکرا کر جھاگ کی شکل میں ختم ہوتی ہے۔ کوئی شخص اس عالی مقام کی طرف جتنا بڑھتا ہے اتنا ہی اس کی مزاج میں عاجزی۔ انکساری مخلوق خدا کی خدمت کا جذبہ (محبت) مدارج بڑھتی جاتی ہے۔ انبیاء، اولیاء، وصلحاء کی سوانح حیات پر نگاہ ڈالنے سے بات واضح ہو جائے گی۔ اللہ تعالیٰ کے عشاق سب سے بڑھکر خود دار ہوتے ہیں باعزت ہوتے ہیں باوقار ہوتے ہیں۔ وہ بیک وقت خاکسار اور باوقار ہوتے ہیں۔ بڑے بڑے شیر مردان خاکی درش پر بیٹھنے اور لیٹنے والوں کے سامنے آنکھ اٹھا کر دیکھنے کی جرأت نہیں کر سکتے۔

ایمان اور عمل کا جتنا تطابق بڑھے گا اتنا ہی انسان کا قدم اس بلند مقام کی طرف اٹھتا جائیگا اور جتنے زیادہ مصنوعی یا اپنے تجویز کردہ طریقے اپنے وقار اور رعب یا ... قائم کرنے کے لئے کوئی شخص اختیار کرے گا اتنی ہی ذلت اور رسوائی اس پر وارد ہوگی اس بات کے لئے دلائل پیش کرنے کی ضرورت نہیں ہے، واقعات روز روشن کی طرح اس امر کو ثابت کرتے ہیں۔ جو وقار اور عزت تقویٰ کے ذریعے حاصل ہوتی ہے اس میں ثبات ہے۔ جہاں ان کی بنیاد کسی اور تدبیر پر ہے وہاں یہ بڑائی وقتی ہوتی ہے کیونکہ ہر ایسی حالت میں ظلم کا ہاتھ اسے سہارا دے رہا ہوتا ہے۔ ذرا سی اس میں کمزوری آئی اور تھوڑے ہی وقت میں سب کچھ خاک میں مل گیا۔ جن لوگوں نے پاکیزہ جدوجہد سے عزت حاصل کی انہیں اس دنیا سے رخصت ہوتے صدیاں گذر جائیں ان کی عزت قائم رہے گی۔ عزت کا بھوکا واہ واہ کا پیاسا لاکھ سے اسے ذرا منہ موڑا ایک منٹ پہلے جو لوگ اسکو آسمان کا درخشندہ ستارا کہہ رہے تھے اس پر لعنت برساتے ہوئے نظر آئیں گے۔ اس کے حکم یا اشارہ کے منتظر کھڑے رہنے والے وقت آنے پر اسے حقارت سے ٹھکرا دیں گے۔ پرائمری جماعت کی اردو کتاب میں ایک کہانی پڑھا کرتے تھے کہ ایک امیر آدمی جب کوئی نیا ملازم رکھتا ایک شرائط نامہ پر اس سے دستخط کرا کر ایک نقل اپنے پاس رکھتا اور ایک اس ملازم کو دے دیتا کہ وہ اسے ہر وقت اپنے پاس رکھے اور پھر بات بات پر ملازمین کی توجہ ان شرائط کی طرف منعطف کراتا کہ تم یوں پابند ہو اور کہاں شرائط میں لکھا ہوا ہے کہ تمہارا یہ مطالبہ پورا کیا جائے گا۔ ایک روز وہ رئیس منہ زور گھوڑے پر سوار ہوا۔ گھوڑا بدک گیا۔ رئیس صاحب زین سے علیحدہ ہو گئے اور ان کا پاؤں رکاب میں پھنس گیا۔ گھوڑا ڈر کر بھاگ رہا تھا اور وہ ایک طرف چمٹے ہوئے جان بچانے کی فکر میں تھے سامنے رئیس نظر پڑا اسے مدد کے لئے پکارا سائیس نے بڑے اطمینان سے شرائط نامہ کی نقل جیب سے نکالی اور کہا بتائیے کہاں لکھا ہے کہ آپ کا پاؤں رکاب سے نکالا جائے اگر اس رئیس کے دل میں صحیح ایمان ہوتا اور عمل اس کے مطابق ہوتا تو اس موقعہ پر خود ملازمین گھوڑے کی لپیٹ میں آکر آقا کے ساتھ ہی اپنا قیمہ تک کروا دیتے انسان کس قدر غافل ہے کہ ایمان کے خلاف عمل عزت کی خاطر کرتا ہے اور اس طرح ایک لشکر اپنی مخالفت میں کھڑا کر لیتا ہے۔ مظالم اور بڑے خوفناک مظالم باعمل لوگوں پر بھی ہوتے آئے ہوتے رہیں گے۔ مگر ان مظالم نے ہمیشہ ان کی عزت کو چار چاند لگائے۔ لوگ اب تک یاد کر کے روتے ہیں دل میں اُبال اٹھتا ہے کہ اس وقت اس مرد خدا کے ساتھ ہوتے تو اس کے پسینہ کی جگہ خون گراتے، دشمن کا دل بھی عزت کرتا ہے ان کے وقار کو تسلیم کرتا ہے۔

خدا تعالےٰ کو جو ایمان یا عقیدہ پسند ہے وہ قرآن میں بیان ہوا ہے۔ اس کا نقشہ انسان کے ذہن میں یا اس کی زبان پر کیسا ہی صحیح کیوں نہ ہو جب تک اس کے مطابق عمل نہیں وہ کچھ بھی نہیں۔ ایک سچا واقعہ عرض کرتا ہوں۔ میں ایک بہت بڑے مجمع میں موجود تھا اور ایک بہت بڑے مجمع میں موجود تھا، ایک بہت بڑے پیر صاحب وعظ فرما رہے تھے آپ ریڈیو پر جو گانے ہوتے ہیں ان کے سننے سے منع فرمانے لگے کہ یہ بے حیائی ہے انسان کے حیوانی جذبات ابھرتے ہیں۔ طہارت کے مقام سے انسان گر جاتا ہے یہ سب باتیں صحیح تھیں۔ پیر صاحب یکدم ایک سیکنڈ کے لئے رکے اور بڑی متانت کے ساتھ سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے فرمانے لگے دیکھو ہمارے گھر سے بھی کبھی کبھی ریڈیو کے گانے کی آواز آ جاتی ہے، یہ نہ خیال کرنا کہ ہم خود ریڈیو پر گانے سنتے ہیں۔ بلکہ یوں ہوتا ہے کہ ریڈیو پر کوئی اور پروگرام ہے جسے چھوڑ کر مجھے مثلاً رفع حاجت کے لئے جانا پڑا۔ ریڈیو چل رہا ہے پروگرام ختم ہوا اور گانے شروع ہو گئے۔ پیر صاحب کی پہلے بھی اکثر باتیں دل پر بوجھ بنی ہوئی تھیں۔ اس بیان نے خدا گواہ ہے۔ مجھے ان کی عقیدت کی حدود سے کوسوں دور پھینک دیا۔

ایمان کا اس طرح سے بیان اور عمل سراسر اس کے خلاف۔ اس سے بڑھکر ایمان کے ساتھ مذاق اور کیا ہوگا اس طریقے سے پارسائی کو کب تک سہارا ملے گا۔ لیکن پارسائی ہے ہی کہاں جو سہارے کا سوال پیدا ہو، یہ تو صریحاً ریاکاری ہے عذر گناہ بدتر از گناہ والی کیفیت ہے۔ اس طرح کے وعظ اور اسی قسم کی دوسری تدابیر خرچ اخراجات وغیرہ عزت وقار یا ایک دھوکے اور فریب میں ضرور مبتلا کر دیتے ہیں مگر اس عزت میں ذلت پنہاں ہوتی ہے جو وقت پر نظر آ جائے تو کوئی بھی ان طریقوں سے بڑائی اور بزرگی حاصل کرنے کا خواہشمند نہ ہو۔

کلام الٰہی پر ایک سرسری نظر ڈالنے سے واضح ہو جاتا ہے کہ اکثر و بیشتر بانت ایج کو دیکھتے ہوئے ہی وہ کارروائیاں عمل میں آتی ہیں جو ذلتوں اور رسوائیوں کے وارد ہونے کا باعث بنتی ہیں، صرف اتنا ہی نہیں حالت اس قدر خطرناک ہو جاتی ہے کہ بڑی بلند آواز بھی ان کو صحیح ایمان کے مخالف روش اختیار کرنے سے نہیں روک سکتی۔ ایمان کو عمل میں نہ لانا یا ایمان کے خلاف عمل کرنا آہستہ آہستہ انسان کو ایسے گند میں پھینک دیتا ہے کہ اس کی انسانیت کا احیاء ناممکن ہو جاتا ہے ان الذین کفروا سواءٌ علیهم ءانذرتهم ام لم تنذرهم لا یومنون کی حالت پیدا ہو جاتی ہے۔ کس قدر خوفناک کیفیت ہے اللہ تعالیٰ ہر ایک کو اپنے خاص دست کرم سے سہارا دے۔ آمین۔

اخبار احمدیہ (بقیہ صہ ۲)

جھنگ سے مولوی محمد حسین صاحب لکھتے ہیں:-

مؤرخہ ۱۱/۴/۵۲ کو میاں مشتاق حسین صاحب خلف میاں محمد حسین صاحب ریڈر ڈی۔سی۔ جھنگ مگھیانہ کا نکاح شوکت بیگم صاحبہ دختر میاں محمد اسلم صاحب سکنہ ملتان کے ساتھ بعوض حق مہر مبلغ دو ہزار روپیہ شیخ محمد یوسف صاحب گرنتھی مبلغ جماعت ملتان نے پڑھایا خطبہ نکاح میں گرنتھی صاحب نے قرآن اور حدیث کی روشنی میں حقوق زوجیت کی وضاحت فرمائی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوۂ حسنہ بیان کر کے ثابت کیا کہ اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جس نے عورت کے مقام و مرتبہ کو بلند کیا ہے۔ اس تقریب سعید میں دیگر معززین ملتان کے علاوہ میاں غلام حیدر صاحب سپرنٹنڈنٹ پولیس ملتان۔ خان محمد۔ گلزار خاں اگزیکٹو آفیسر جھنگ۔ ملک لنگر حیات خاں صاحب اکونٹنٹ کوآپریٹو بنک جھنگ بابو محمد اکرم صاحب مینجر آسٹریلیشیا بنک جھنگ اور دوسرے معززین جھنگ شامل تھے۔ میاں محمد حسین صاحب نے اس شادی کی خوشی میں مبلغ دس روپیہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام میں عطا فرمائے۔ قارئین

(باقی صہ ۱۱ پر پڑھیں)

بچوں کا صفحہ

حضرت عمرؓ کی دیانت

ایک دفعہ آپ مال غنیمت تقسیم فرما رہے تھے کہ آپ کی ایک چھوٹی صاحبزادی کھیلتی کھیلتی باہر نکل آئی اور اشرفیوں کے ڈھیر میں سے ایک اشرفی منہ میں ڈال کر دوڑ گئی۔ آپ اس کے پیچھے دوڑے۔ اس کو پکڑ کر اشرفی اس کے منہ سے نکالی اور مال غنیمت میں ملا دی۔

ایک دفعہ ابو موسیٰ بیت المال کی صفائی کر رہے تھے کہ دو درہم مٹی میں سے ملے ہوئے پائے گئے۔ انہوں نے یہ دو درہم حضرت عمرؓ کے ایک بچہ کو دے دیئے وہ گھر لے گیا۔ حضرت عمرؓ نے اس سے پوچھا کہ یہ کہاں سے لائے ہو اس نے کہا کہ ابو موسیٰ نے دیئے ہیں۔ آپ نے ابو موسیٰ سے دریافت فرمایا۔ انہوں نے جواب دیا کہ یہ درہم صفائی کرتے ہوئے مٹی میں ملے ہوئے مجھے ملے ہیں۔ میں نے اُٹھا کر بچے کو دے دیئے کہ یہ خوش ہو جائے آپ نے وہ دو درہم لے کر بیت المال میں داخل کرا دیئے اور ابو موسیٰ سے فرمایا کہ کیا تم یہ چاہتے ہو کہ قیامت کے دن مسلمانوں کا مقروض بن کر اُٹھایا جاؤں؟

ایک دفعہ غنیمت کا مال آیا۔ حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا (حضرت عمرؓ کی صاحبزادی اور رسول اللہؐ کی زوجہ مطہرہ) کو خبر ہوئی وہ حضرت عمرؓ کے پاس آئیں اور کہا امیرالمومنین! اس میں میرا حق مجھ کو عنایت کیجئے کیونکہ میں ذوالقربیٰ میں سے ہوں۔ آپ نے فرمایا جان پدر! تیرا حق میرے خاص مال میں سے ہے۔ لیکن یہ غنیمت کا مال ہے۔ تو نے اپنے باپ کو دھوکا دینا چاہا۔ وہ بیچاری خفیف ہو کر اٹھ گئیں۔

شام کی فتح کے بعد قیصر روم سے دوستانہ مراسم ہو گئے تھے اور خط و کتابت رہتی تھی۔ ایک دفعہ ام کلثوم (زوجہ حضرت عمرؓ) نے قیصر کے حرم کے پاس تحفہ کے طور پر عطر کی چند شیشیاں بھیجیں۔ اس نے اس کے جواب میں شیشیوں کو جواہرات سے بھر کر بھیجا۔ حضرت عمرؓ کو یہ حال معلوم ہوا اور فرمایا گو عطر ہمارا تھا۔ لیکن قاصد جو لیکر گیا وہ سرکاری تھا۔ اور اس کے مصارف عام آمدنی میں سے ادا کئے گئے۔ غرض وہ جواہرات لے کر بیت المال میں داخل کر دیئے۔ اور ان کو کچھ معاوضہ دیدیا۔

ایک دفعہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ سے آپ نے چار سو درہم قرض مانگے۔ انھوں نے کہا کہ امیرالمومنین آپ بیت المال سے لے لیں۔ جب آپ کے پاس آ جائیں آپ واپس کر دیں۔ اس کے جواب میں آپ نے فرمایا کہ مجھے اندیشہ ہے کہ اگر میری وفات ہو جائے تو آپ اور دوسرے اصحاب کہیں گے کہ یہ روپیہ عمرؓ کو معاف کر دو اس لئے میں پسند نہیں کرتا کہ بیت المال سے لوں۔

چھوٹی چھوٹی باتوں میں بھی آپ دیانت کا خیال رکھتے تھے۔ انتقال کے وقت جب آپ نے اپنے بیٹے کو حضرت عائشہؓ کی خدمت میں مزار نبوی کے پاس دفن ہونے کی درخواست کے لئے بھیجا تو فرمایا میرا ان کی خدمت میں السلام علیکم عرض کرنا اور یہ نہ کہنا کہ مجھے امیرالمومنین نے بھیجا ہے بلکہ صرف یہ کہنا کہ عمرؓ نے بھیجا ہے کیونکہ آج میں مومنین کا امیر نہیں ہوں۔

ایک صحابیہ کا استقلال

مولانا مرتضیٰ خاں صاحب

ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ پر شروع شروع میں بڑے بڑے ظلم و ستم کئے گئے۔ لیکن انھوں نے ان تمام ظلموں پر بڑے صبر و استقلال کا اظہار کیا۔ جس قدر ان پر زیادہ سختیاں کیجاتی تھیں اتنے ہی وہ زیادہ اپنے ایمان میں مضبوط اور ثابت قدم رہتے حضرت بلالؓ جب ایمان لائے تو ان کا آقا ان کو جنگل میں لے جاتا تپتی ہوئی ریت پر لٹاتا۔ ان کے سینہ پر گرم گرم پتھر رکھتا اور کہتا کہ تم محمدؐ کو چھوڑ دو۔ مگر یہ بہادر احد احد ہی کہتے یعنی میں ایک خدا کو مانوں گا میں ایک خدا کو مانوں گا۔ اسی طرح دوسرے صحابہ پر بھی بڑے بڑے ظلم ڈھائے گئے مگر وہ ثابت قدم رہے۔

یہ تو مردوں کی حالت تھی۔ عورتیں بھی استقلال اور استقامت میں کم نہ تھیں۔ جب حضرت ام شارق ایمان لائیں تو ان کو رشتہ دار گھنٹوں کڑکتی دھوپ میں کھڑا رکھتے۔ وہ ان کو کھانے کو شہد دیتے تھے۔ کیونکہ وہ جانتے تھے کہ اس کے استعمال سے بدن میں گرمی پیدا ہوگی۔ اور اس سے ان کو پیاس لگے گی وہ ان کو پانی نہیں دیں گے اور اس طرح بھوک اور پیاس سے تکلیف اُٹھا اُٹھا کر آخر تنگ آ جائے گی۔ اور بالآخر محمد (صلعم) کا دامن چھوڑ دے گی۔ مگر آفرین ہے ام شارق کے استقلال پر۔ جس قدر زیادہ سختی ان پر کی گئی اتنا ہی زیادہ ان میں ایمان مضبوط ہوتا گیا۔ اور بالآخر انھوں نے نہایت صاف لفظوں میں اپنے دشمنوں سے کہدیا کہ "تم جو مرضی ہو کر لو۔ اور جس قدر مجھے ستانا ہو ستا لو۔ میں خدا کی قسم کھا کر کہتی ہوں کہ میں دین اسلام کو نہیں چھوڑوں گی اور ہرگز نہیں چھوڑوں گی"۔ تم خود سوچ لو کہ جب عورتوں کا یہ حال تھا تو مردوں کا کیا حال ہوگا۔ انھوں نے جو صبر اور استقلال کا نمونہ دکھایا وہ بھی تاریخ عالم میں اپنی نظیر نہیں رکھتا۔ اصل میں صداقت میں ایک بے نظیر طاقت ہوتی ہے۔ صداقت کے لئے انسان طرح طرح کے دکھ اور تکلیف برداشت کرنے کے لئے تیار ہو جاتا ہے ہمارے نبی کریم صلعم نے ان کے دلوں میں صداقت کی ایسی طاقت بھر دی کہ جس کی وجہ سے وہ ہر دکھ کو بڑی خوشی سے برداشت کرتے تھے اور ان میں ان کو لطف آتا تھا۔ جب تم بڑے ہوگے اور تاریخ اسلام پڑھو گے تو تمہیں معلوم ہوگا کہ تمہارے بزرگوں نے صداقت کے لئے کس قدر تکلیفیں اُٹھائیں۔ لوگوں نے ان پر کیسے کیسے ظلم ڈھائے مگر وہ ثابت قدم رہے۔

بقیہ از صفحہ ۱۰

پیغام صلح سے درخواست ہے کہ دعا فرمائی جاوے کہ اللہ تعالیٰ اس رشتہ کو جانبین کے لئے موجب خیر و برکت بنائے اور احمدیت کی ترقی کا باعث ہو۔ کیونکہ اس رشتہ کے ہونے میں احرار پارٹی کے لوگوں نے بہت رکاوٹ ڈالی اور لڑکی کے دادا صاحب کو بھی اپنی طرف کر لیا اور جو لوگ ملتان سے اس نکاح میں شامل ہونے کے لئے آئے تھے ان کو دھمکی دی گئی کہ اگر تم لوگ اس نکاح میں شامل ہوگے تو تمہارے نکاح ٹوٹ جائیں گے۔ مگر اس دھمکی کو کامیاب نہ دیکھ کر اب یہ لوگ مولویوں سے فتویٰ لے رہے ہیں کہ جو لوگ احمدیوں کے نکاحوں میں شامل ہوتے ہیں ان ...

نامہ ووکنگ

شیخ محمد طفیل صاحب

ورلڈ سپریچوئل کونسل کا اجلاس

اسلام اور عالم ارواح پر لیکچر

انگلستان کی زندگی کئی متضاد خوبیوں کا مجموعہ ہے۔ ایک طرف عریانی، فحاشی و شراب نوشی کی کثرت ہے تو دوسری طرف روحانی و اخلاقی اقدار کو قائم رکھنے والی سوسائٹیاں بھی موجود ہیں۔ شراب نوشی اور جوئے بازی کے خلاف محاذ قائم ہیں۔ روحوں کی دنیا سے تعلق کرنے کے لئے حلقے بنتے ہوئے ہیں۔ ورلڈ سپریچوئل کونسل (WORLD SPIRITUAL COUNCIL) ایسی ہی انجمنوں میں سے ایک انجمن ہے۔ حال ہی میں اس کی لندن میں ایک سہ روزہ کانگرس منعقد ہوئی۔ کانگرس کا مقصد تھا

"روح کی حقیقت کو سمجھنے کی خاطر"

۱۷ رمئی کے اجلاس میں بعد از دوپہر میرا ایک مختصر لیکچر "اسلام اور عالم ارواح" پر تھا لیکن اس سے ایک دن قبل ۱۶ رمئی کو اس کی کونسل کی ایک نشست تھی جو ڈنر کے بعد پونے آٹھ بجے شروع ہوئی۔ ڈنر کے فوراً بعد مسٹر سٹرونگ اور مسٹر ہمفریز نے تقاریر کیں۔ یہ لوگ فلسفۂ وحدت الوجود سے شدید متاثر تھے اور ایسے ہی خیالات کا اظہار اپنی تقاریر میں کرتے رہے۔ پونے آٹھ بجے موسیقی کا پروگرام شروع ہوا۔ موسیقی سے یہ لوگ روحانی توجہ اور تصور قائم کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔ میں تھوڑی دیر تک تو گراموفون ریکارڈ دل کو بہلتے سنتا رہا۔ لیکن پھر طبیعت سخت اکتا گئی۔۔۔ ادھر ادھر دیکھا تو لوگ انتہائی خاموشی سے آنکھیں بند کئے بیٹھے تھے۔ جیسے کسی اور ہی دنیا میں پہنچ گئے ہوں۔

کبھی کبھی کسی کرسی کے چرچرانے اور چھینکنے کی آواز آتی تھی جب مجھے اس ماحول سے نکلنے کی کوئی صورت نظر نہ آئی تو میں نے بھی آنکھیں بند کرکے سونے کی کوشش کی۔ خدا خدا کرکے ایک گھنٹے کے بعد یہ ریکارڈ ختم ہوئے۔ سیکرٹری نے پوچھا آپ کو ہمارا یہ پروگرام پسند آیا۔ میں نے کہا اچھا خاصا تھا لیکن ابھی انگریزی موسیقی سے میرے کان زیادہ آشنا نہیں ہوئے۔

"ہمارا مدعا ہے" سیکرٹری نے کہا "کہ ایسے مواقع پر ہم اپنے گہرے خیالات کی چادر دنیا پر ڈال دیں۔ اور ان نیک روحوں سے تعاون کریں جو ہمارے ساتھ تعاون کے لئے آمادہ ہوں۔ دنیا کی بد ارواح انسانی زندگی کے سکون کو تباہ کرنے کے لئے مجتمع ہو چکی ہیں۔۔۔۔"

"معاف کیجئے" میں نے کہا میری گاڑی کا وقت نکلا جا رہا ہے میں کل پھر حاضر خدمت ہونگا" یہ کہکر میں نے سیکرٹری سے اجازت مانگی اور زیر زمین ٹیوب اسٹیشن کی طرف چل دیا۔

دوسرے دن سوا دو بجے میری تقریر تھی میں نے اختصار کے ساتھ بتایا کہ اسلام میں روحانی زندگی کی بنیاد اخلاق پر قائم ہے۔ مردوں سے باتیں کرنا۔ ارواح سے تعلق پیدا کرنا۔ مسمریزم اور ہپناٹزم پر اپنا وقت ضائع کرنا اسلام کے تصور اخلاق کے منافی ہے۔ روحوں سے تعلق پیدا کرکے جو پیغامات حاصل کئے جاتے ہیں وہ بالکل معمولی ہوتے ہیں۔ اور اسی پیغام پر چل کر ہم فلاح حاصل کر سکتے ہیں (اصل تقریر کا ترجمہ علیحدہ شائع ہو رہا ہے۔)

میری تقریر کے بعد فرانسیسی زبان میں ایک تقریر ہوئی جس کا عنوان تھا سائنس اور روحانی دنیا۔ اور اس کے بعد ایک خاتون نے تقریر کی۔ اور پھر آدھ گھنٹہ کے لئے فرانسیسی اور انگریزی میں ان تقاریر پر بحث ہوتی رہی

شادی کی تقریب

اسی دن شام کو چار بجے ووکنگ مسجد میں ڈاکٹر شیخ محمد عبداللہ صاحب نے ایک انڈونیشی جوڑے کا نکاح پڑھایا اس نکاح میں شمولیت کے لئے لندن کے روزانہ اخبارات کی طرف سے چھ سات فوٹو گرافر بھی آئے۔

لاکنگ میں نئی کلاس کا اجراء

ڈالز اور کریڈول کے بعد اب لاکنگ (نزد برسٹل) میں پاکستانی طلباء کی ایک نئی کلاس آگئی ہے جہاں ہر پندرھواڑے اسلامیات کی ایک کلاس منعقد ہوگی، لاکنگ لندن کے مغرب میں واقع ہے اور ووکنگ سے ساڑھے چار گھنٹے کا سفر ہے۔ فی الحال کریڈول اور لاکنگ دونو جگہ میں ہی جا رہا ہوں۔

مسجد کے زائرین اور دیگر مشاغل

اس عرصہ مسجد کے زائرین حسب دستور آتے رہے ۱۸ رمئی اتوار کو جو لوگ مسجد دیکھنے کے لئے آئے انکی تعداد پچاس کے قریب تھی۔

۲۰ رمئی کو ڈاکٹر شیخ محمد عبداللہ صاحب کا لندن میں ایک لیکچر تھا۔ اس دن شام کو میں نے ایک ملایا کے مسلمان طالبعلم کا نکاح ایک انگریز لڑکی سے پڑھایا۔ شادی سے قبل لڑکی نے اسلام قبول کیا۔

اسی دن دوپہر کو ووکنگ کے گرامر سکول سے تیس طلبا مسجد کو دیکھنے کے لئے آئے۔

رمضان اور عید

انگلستان میں ۲۵ رمئی کو پہلا روزہ تھا۔ سحری کا وقت یہاں ۳ بجکر ۲۵ منٹ پر ختم ہوتا ہے۔ افطاری کا وقت ۹ بجے شام ہے۔ قریباً ۱۷½ گھنٹے کا روزہ ہوتا ہے لیکن پاکستان کی گرمی کے مقابل پر یہاں روزہ رکھنا آسان ہے۔

(باقی صفحہ ۔۔۔ پر دیکھیں)

ایڈیٹر زمیندار اختر علی خاں کو دعوتِ مباہلہ

میں اختر علی خاں کو چیلنج کرتا ہوں کہ وہ مجھ سے مباہلہ کر لیں

(یہ مضمون ایک پوسٹر سے نقل کیا گیا ہے اس بارہ میں صفحہ ۳ کا شذرہ ملاحظہ کیجئے (ایڈیٹر پ ص)

میں کسی بھی جمعہ کو شاہی مسجد میں اپنی اولاد سمیت حاضر ہو کر قرآن مجید پر حلف لینے کو تیار ہوں - جھوٹ بولوں تو اللہ تعالیٰ کا عذاب مجھ پر نازل ہو اور قیامت کے روز محمد مصطفےٰ کی شفاعت سے محروم ہو جاؤں۔

میرا دعوےٰ ہے کہ :-

(۱) میں نے کبھی کوئی قومی خیانت نہیں کی ہے -
(۲) میں نے کبھی قومی چندہ نہیں کھایا ہے
(۳) میں نے کبھی عوام کا روپیہ خُرد بُرد نہیں کیا۔
(۴) میں نے کبھی کانگرس یا کسی سیاسی جماعت سے ایک کوڑی تک وصول نہیں کی
(۵) اور نہ کبھی قلم وخطابت کی متاع بیچی ہے -
(۶) میں نے کبھی ذاتی مفاد کو قومی مفاد پر ترجیح نہیں دی-
(۷) میں نے بڑے سے بڑے وقت میں کبھی کسی دوست یا دشمن کے سامنے ہاتھ نہیں پھیلایا -
(۸) میں نے کبھی شراب نہیں پی، سگریٹ نہیں پیا، یہاں تک کہ حتی الامکان پان سے بھی پرہیز کی ہے -
(۹) میں نے کبھی کسی دوست کی بیوی سے معاشقہ نہیں کیا اور نہ آج تک کسی پارہ عصمت پر ہاتھ اُٹھائے ہیں --- میرا نفس بحمداللہ آج تک جنسی خیانت سے پاک رہا ہے۔ کوئی آبرو، دنیا اور عقبیٰ میں میرے دامن کو اس الزام میں پکڑ نہیں سکتی !

لیکن آپ بھی شاہی مسجد میں تشریف لایئے منبر رسول پر کھڑے ہو کر قرآن مجید پر ہاتھ رکھئے اور منصور، مسعود، خالدہ کی زندگی کے نام پر ذیل کے الزامات کی تردید فرمایئے اور کہیئے کہ یہ الزامات سچے ہیں تو مجھ پر اور میری اولاد پر اللہ اور اس کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم، ملائکہ مقربین اور بندگان خدا کی لعنت ہو، اور قیامت کے دن مجھے حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا سایۂ رحمت نصیب نہ ہو۔

وہ الزام یہ ہیں :-

(۱) آپ نے جب سے زمیندار کی عنان سنبھالی ہے آپ ہمیشہ سنہری اور روپہلی مصلحتوں کو ترجیح دیتے رہے ہیں آپ نے بلقان اور طرابلس فنڈ کا روپیہ کھایا - آپ منظیم خلافت سے ماہانہ لیتے رہے۔ آپ نے کانگریس سے مختلف وقتوں میں مختلف رقمیں وصول کیں - آپ صوبہ کانگرس سے وظیفہ پاتے رہے - آپ نے اپنے سوتیلے چچاؤں کو کرم آباد کی جائداد میں سے حصہ دینے سے انکار کیا، اور بہنوں کا حصہ غت ربود کر گئے، جب معاملہ عدالت تک پہنچا، تو آپ نے بیان دیا کہ آپ شرع پر رواج کو ترجیح دیتے ہیں۔ آپ نے مسلم بنک کا روپیہ کھایا - آپ نے اسلامی بلزارس کے نام پر اتنی کی موٹی رقم کو شیر مادر سمجھا، آپ نے میاں فضل حسین مرحوم سے بھی ایک خاص مرحلہ پر روپیہ وصول کیا، آپ نے بہاول پور کے عوام کو بیچا -

(۲) شہید گنج میں آپ کا کردار یہ رہا ہے :---

آپ نے شہید گنج کی مسجد کو محض اپنی حماقت اور شرارت سے گروایا اور مقصود احرار کو ذبح کرنا تھا، آپ نے ماسٹر تارا سنگھ کی ابتدائی مفاہمانہ پیشکش کو ایک مسلمان سرکاری آفیسر کی شہ پر ٹھکرا دیا - آپ نے سردار نریندر سنگھ کے ایماء پر مسلمانوں کے متفقہ فیصلہ کو طاق پر رکھا اور حکم امتناعی لے کر مسجد کو گروایا- آپ نے پرتاب سنگھ ڈپٹی کمشنر کو بعض پرائیویٹ میٹنگوں کی اطلاعات بھی بھیجیں، آپ نے شہید گنج کے شہدا کا خون بیچا - آپ نے دہلی دروازہ کے باہر سر ہربرٹ ایمرسن گورنر پنجاب کی خواہش پر جمع ہوتے مسلمانوں کو والد کا پیغام دے کر اُٹھایا - اور اس طرح مسلمانوں کو ذلیل کیا ---!

آپ نے شہید گنج کی تحریک کے دوران میں اتحاد ملت کو مرزا معراج دین سپرنٹنڈنٹ سی-آئی-ڈی کی جیبی گھڑی بنائے رکھا-

اور

صرف پچاس روپے لیکر شہید گنج کانفرنس کی قرارداد میں فروخت کیں آپ نے سردار سکندر حیات کی ذاتی ناراضی کا احترام کیا اور مجھے انکے مکان پر جتھے لے جانے کی پاداش میں قید کروایا اور بعد میں میری اپیل کے کاغذ گم ہو گئے- جو سید عنایت شاہ مرحوم و مغفور کی کوشش سے عدالت تو قانی تک پہنچے آپ نے شہید گنج کی دستاویز گم کی- کیا یہ صحیح ہے کہ وہ سردار تارا سنگھ کے پاس پہنچ گئی ہیں، آپ نے شہید گنج کی تحریک کا بیڑا غرق کیا -

(۳) آپ نے ہر الیکشن میں ہمیشہ روپیہ لیکر مختلف الخیال امیدواروں کی مدد کی، مثلاً امرتسر میں کچلو سے پیسے لئے لاہور میں میاں امیرالدین سے پیسے لئے، راولپنڈی میں ڈاکٹر عالم سے پیسے لئے

الغرض- آپ نے جس جس سے پیسے لئے اس کی امداد کی اور جب پیسے نہ ملے تو بگڑ گئے -

(۴) آپ نے نہرو رپورٹ کی حمایت کے صلہ میں پنڈت موتی لال نہرو کی تحریروں کو سجدہ کیا -

آپ نے مسٹر اوگلوی کو ایک خاص مقصد کے لئے مرغابیاں پیش کیں- آپ بتا سکتے ہیں کیوں ؟

(۵)- خاکساروں کا لہو کس قیمت پر بکا ؟ کیا آپ کی فرہی اس پر کچھ کہہ سکتی ہے ؟

(۶) آپ نے زمیندار کا انکم ٹیکس ادا نہ کیا حضرت مولانا ظفر علی اسی پاداش میں قید ہو گئے تو میں نے پانچسو روپیہ اکٹھا کیا - لیکن آپ کے الٹے تلے نہ چھوٹے ---- اور آپ کے ذمہ ابھی تک مولینا عبدالمجید سالک، مولانا غلام رسول مہر اور چراغ حسن حسرت کی ابتدائی تنخواہیں ہیں -

(۷) آپ نے ہمیشہ وزیروں اور افسروں کے ڈیوڑھیوں کے ہمیشہ تلوے چاٹے اور ان کی پیٹھ پیچھے گالیاں دیں

(۸) کیا آپ نے حکام کو مولانا ابوالاعلیٰ مودودی، مولانا امین اصلاحی اور ان کے ساتھیوں کی گرفتاری کا مشورہ نہیں دیا ؟

(۹) آپ نے افغانستان کے ایک بزرگ کو ذوق علم کی فراغت کے لئے شملہ میں ایک سوغات پہنچائی اور افغانستان سے ایک بندھی رقم وظیفہ پاتے رہے -

(۱۰) کیا آپ جنسی خیانت سے منزہ ہونے کی قسم کھا سکتے ہیں ؟

(۱) .... (۲) ....
(۳) .... (۴) ....
(۵) .... (۶) ....
(۷) .... (۸) ....

(ان خانوں کو پُر کر لیجئے اس سے دوستوں کی روحوں کے شرمندہ ہونے کا امکان ہے)

کیا آپ نے ذ- ب پر ہاتھ نہیں اُٹھایا؟

(۱۱) آپ کا سیفٹی ایکٹ کے خلاف موجودہ شور وغوغا صرف اس لئے نہیں کہ حمید نظامی اور ان کی جماعت کے برسراقتدار آنے کا خوف دہلا رہا ہے ؟

(۱۲) آپ کو دیر ملاپ پریس مسٹر حمید نظامی کی سفارش پر ملا اور خان ممدوٹ نے دیا- خان ممدوٹ کے والد آپ کی ہمیشہ دامے درمے اور قدمے مدد کرتے رہے۔ لیکن آپ نے ان کے بیٹے سے جو سلوک کیا وہ آپ کو معلوم ہے

(۱۳) آپ کو یاد ہوگا کہ :- جب آپ نے محض اپنے اخبار کی اشاعت کے بڑھانے کے لئے ایک نہایت بے سروپا اور بے بنیاد خبر مجاہدین کشمیر کے جموں کو تین طرف سے گھیرے میں لے لینے کی بابت شائع کی، تو جہاد کشمیر اور قومی مقاصد کو کتنا بڑا نقصان پہنچا، اس نقصان عظیم کی آج تک تلافی نہیں ہو سکی -

(۱۴) جب اس کی پاداش میں آپ کا اخبار غیر معین عرصہ کے لئے لیاقت وزارت کے حکم پر بند کیا جانے لگا، اور ایک بہت بڑے آفیسر نے آپ کو باقاعدہ وارننگ دیدی کہ کل "زمیندار" غیر معین عرصہ کے لئے بند کر دیا جائے گا تو آپ نے چھپتے ہوئے پرچہ کو تلف کر دیا- بھاگم بھاگ لورینگ ہوٹل پہنچے آپکے موجودہ آقا میر نور احمد ڈائرکٹر تعلقات عامہ اس بات کی گواہی دے سکتے ہیں کہ آپ کے ہاتھ رعشہ سے کانپ رہے تھے اور آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو گر رہے تھے آپنے باچشم نم حمید نظامی سے معاونت کی التجا کی کہ میرے اخبار کی زندگی بچایئے وہ آپکو خان ممدوٹ کے پاس لے گئے اور (خان ممدوٹ) نے چھ بجے شام سے لیکر ایک بجے رات تک مرکزی ارباب اختیار سے آپکے اخبار کو بچانے کیلئے بات چیت کی- مرکز کا کوئی شخص بھی آپکو معاف کرنے کے حق میں نہ تھا اور سب ناقابل اعتبار سمجھتے تھے بالآخر خان لیاقت علی مرحوم سے گفتگو کی اور ذاتی ضمانت پر آپکے اخبار کی زندگی بچائی۔ اس جان بخشی کا صلہ آپنے خان ممدوٹ کو کیا دیا؟

شورش کاشمیری ایڈیٹر چٹان - لاہور

پیغام صلح

جلد ۴۰ | یوم چہار شنبہ مورخہ ۱۰ر رمضان المبارک ۱۹۵۲ء | نمبر ۲۲

احراری افترا پردازیاں

نام نہاد جماعت احرار نے جماعت احمدیہ اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بدنام کرنے کے لئے جو طریق اختیار کر رکھا ہے، اسکو دیکھنے سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان لوگوں کو خدا و رسول صلعم پر کوئی ایمان نہیں رہا اور محض اپنے ذاتی مفاد کو حاصل کرنے اور پاکستانی سیاست میں اثر و اقتدار حاصل کرنے کے لئے خدا اور رسول کو آڑ بنا کر طرح طرح کی غلط بیانیوں اور افترا پردازیوں سے اس فرستادۂ الٰہی اور اس کے نام لیواؤں کو بدنام کرنا چاہتے ہیں جس کا وجود آج اسلام اور مسلمانوں کے استحکام اور زندگی کا موجب ہوا ہے اور جس کے انفاس قدسیہ نے اسلام کے مردہ جسم میں زندگی کی ایک نئی لہر دوڑا دی ہے، یہ ہم ہی نہیں کہتے خود "احرار" کے سب سے بڑے لیڈر چوہدری افضل حق مرحوم کو بھی اس بات کا اعتراف تھا کہ:-

"آریہ سماج کے معرض وجود میں آنے سے پیشتر اسلام جسد بے جان تھا جس میں تبلیغی حس مفقود ہو چکی تھی، سوامی دیانند کی مذہب اسلام کے متعلق بدظنی نے مسلمانوں کو تھوڑی دیر کے لئے چونکا دیا۔ مگر حسب معمول جلدی خواب گراں طاری ہو گئی۔ مسلمانوں کے دیگر فرقوں میں تو کوئی جماعت تبلیغی اغراض کے لئے پیدا نہ ہو سکی۔ ہاں ایک **دل مسلمانوں کی غفلت سے مضطرب ہو کر اٹھا۔ ایک مختصر سی جماعت اپنے گرد جمع کر کے اسلام کی نشر و اشاعت کے لئے بڑھا۔** اگرچہ مرزا غلام احمد صاحب کا دامن فرقہ بندی سے پاک نہ ہوا۔ تاہم **اپنی جماعت میں وہ اشاعتی تڑپ پیدا کر گیا جو نہ صرف مسلمانوں کے مختلف فرقوں کے لئے قابل تقلید ہے بلکہ دنیا کی تمام جماعتوں کے لئے نمونہ ہے۔**"

(فتنۂ ارتداد اور پولیٹیکل قلابازیاں مصنفہ چوہدری افضل حق مرحوم صفحہ ۴۶)

لیکن آج ان کے نام نہاد مقلدین محض لوگوں کی آنکھوں میں خاک جھونکنے اور اپنا اُلّو سیدھا کرنے کے لئے اسی مسیحائے وقت کو یہ لکھ کر بدنام کرنا چاہتے ہیں کہ:-

"حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے لیکر آج تک کی تاریخ میں خدا، رسول اور اسلام پر اس قدر شرمناک حملے کبھی نہیں ہوئے جتنے کہ اس زمانے میں فرنگی عیار نے مرزا غلام احمد قادیانی جیسے کمینے انسان کی وساطت سے کئے ہیں"
(آزاد ۳ر جون ۱۹۵۲ء)

ان الفاظ میں جن کمینہ خیالات کا اظہار کیا گیا ہے، کون غیرت مند انسان ان کو برداشت کر سکتا ہے لیکن اسکو کیا کیا جائے کہ پاکستان کی اسلامی حکومت میں آج اس حامیٔ اسلام اور اس خادم دین کی عزت بھی محفوظ نہیں جس کی یہ خدمت بقول "مولانا ابو الکلام آزاد" آنے والی نسلوں کو گرانبار احسان رکھے گی کہ انہوں نے قلمی جہاد کرنے والوں کی صف اول میں شامل ہو کر اسلام کی طرف سے فرض مدافعت ادا کیا اور ایسا لٹریچر یادگار چھوڑا جو اس وقت تک کہ مسلمانوں کی رگوں میں زندہ خون رہے اور حمایت اسلام کا جذبہ ان کے قومی شعار کا عنوان نظر آئے قائم رہے گا"

افسوس ہے کہ آج مسلمانوں کی ذہنیت اس درجہ گر چکی ہے کہ یہ دیکھتے ہوئے کہ حضرت مرزا صاحب کے قابل یادگار لٹریچر سے ہی نہیں بلکہ آپ کے انفاس قدسیہ سے فیضیاب ہو کر ایک بہت بڑی جماعت، خدا، رسول اور قرآن کو دنیا میں غالب کرنے کے لئے مصروف جد وجہد ہے، یہ جانتے ہوئے کہ مرزا صاحب نے اس جماعت کے دلوں میں جو ایمان پیدا کیا ہے اس کا عشر عشیر بھی ان لوگوں میں پایا نہیں جاتا جو آج ان کی مخالفت پر ادھار کھائے بیٹھے ہیں، ان کے کمینہ الفاظ کو سن کر اور ان کے ناپاک حملوں کو دیکھ کر کوئی خدا کا بندہ نہیں جو ٹس سے مس کرے اور اتنا ان سے کہے کہ ؎

کچھ تو خوفِ خدا کرو لوگو ؛ کچھ تو لوگو حق سے شرماؤ۔

اس وقت ۳ر جون کا احراری اخبار "آزاد" ہمارے سامنے ہے جس میں "خدا، رسول اور قرآن کا مفہوم" کے عنوان سے ایک مضمون شائع ہوا ہے اور اس کے منقولہ بالا ابتدائی فقرات کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق یہ کھلی افترا پردازی کی گئی ہے کہ آپ نے خدا، رسول اور قرآن کا مفہوم ہی بدل دیا ہے، اس ضمن میں جو گند اچھالا گیا ہے اس کا ایک ادنیٰ سا نمونہ یہ ہے کہ بقول مضمون نگار حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نزدیک

"اب خداوند قدوس نے بھی (العیاذ باللہ) نظام عالم سنبھالنے کے لئے بیوی کی شراکت کر لی ہے اور خداوند قدوس بھی (نعوذ باللہ) انسانوں کی طرح اس بیوی سے اپنی حاجت پوری کرتے ہیں اور یا اب خدا و قدوس کے ہاں بھی ایک حسین و جمیل فرزند ارجمند کی ولادت باسعادت ہوئی ہے"

کیا کوئی ایماندار اور باحیا انسان اللہ تعالےٰ کے متعلق ایسے فحش کلمات استعمال کر سکتا ہے جو "آزاد" کے مادر پدر آزاد مقالہ نگار نے کمال ڈھٹائی کے ساتھ اپنی طرف سے لکھ کر حضرت مسیح موعودؑ کی طرف منسوب کر دئیے ہیں؟ کیا ان لوگوں میں شرم و حیا کا مادہ اس درجہ زائل ہو چکا ہے کہ دوسروں پر افترا پردازی کرتے ہوئے خداوند قدوس کی ذات پر بھی شرمناک حملے اس دیدہ دلیری کے ساتھ کرتے ہیں کہ ایک غیرت مند مسلمان کی پیشانی عرق ندامت سے پانی پانی ہو جاتی ہے، کہاں حضرت مسیح موعودؑ نے ایسے ناپاک الفاظ خداوند قدوس کی ذات کے متعلق لکھے ہیں؟ اگر جماعت احرار کے کسی بھی فرد کے دل میں رائی برابر بھی ایمان موجود ہے اور وہ ان فقرات کو صحیح سمجھتا ہے تو ہم اسے چیلنج کرتے ہیں کہ حضرت مرزا صاحب کی کسی کتاب، کسی اشتہار، کسی تقریر یا ڈائری سے اس کا ثبوت پیش کرے اور اگر وہ ایسا نہ کر سکے (اور ہم دعوے سے کہتے ہیں کہ ان فقرات کے لکھنے والے مجاہد الحسینی سے لیکر محمد علی جالندھری اور عطاء اللہ شاہ بخاری تک کوئی بھی اس کا ثبوت پیش نہیں کر سکتا) تو اس کے ایمان کا یہ تقاضا ہونا چاہیئے کہ وہ ان کی علی الاعلان تردید کرے اور ان فقرات کے لکھنے والے پر لعنت بھیجے کہ اس نے خداوند قدوس کے متعلق ایسے ناپاک فقرات لکھ کر حضرت مرزا صاحب کی طرف انہیں منسوب کر دیا، ایک تو خدا کی ذات پر حملہ کیا دوسرے اس خادم دین پر افترا پردازی کی جس کی خدمات اسلام کو خود تمہارے سب سے بڑے قائد (چوہدری افضل حق مرحوم) نہ صرف مسلمانوں کے مختلف فرقوں بلکہ دنیا کی تمام جماعتوں کے لئے قابل تقلید نمونہ قرار دے چکے ہیں۔ غور کرو اور سوچو کس کے تم منہ آ رہے ہو، کیا تم میں صدق و دیانت کا کوئی مادہ باقی نہیں رہا کیا دنیا پرستی نے تمہارے دین و ایمان کو اس درجہ زائل کر دیا ہے کہ جھوٹ، افترا پردازی اور مکر و فریب یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کی ذات پر حملہ کرتے ہوئے کوئی خوف تمہیں دامنگیر نہیں ہوتا؟ کیا کوئی خدا کا بندہ تم میں ایسا نہیں رہا جو مخالفت کی وجہ سے حق و صداقت کا دامن چھوڑنے اور ایسے کمینہ حملہ کرنے سے تمہیں منع کرے؟ الیس منکم رجل رشید۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خدا، رسول اور قرآن کے متعلق جن پاک خیالات کا اظہار کیا ہے ہم آئندہ اشاعت میں انہیں نقل کرتے ہوئے ان الہامات و تحریرات کے متعلق ان غلط بیانیوں کا بھی جواب دیں گے جو مجاہد الحسینی کے اس مضمون میں کی گئی ہیں، انشاءاللہ تعالیٰ:

انی مهین من اراد اهانتك

زیر نظر پرچہ میں دوسری جگہ لاہور کے ایک ادیب اور صحافی جناب شورش کاشمیری ایڈیٹر "چٹان" نے روزنامہ "زمیندار" کے ایڈیٹر اختر علی خان کو مباہلہ کا چیلنج دیا ہے، اسی قسم کا ایک چیلنج شورش کاشمیری کو اخبار "آفاق" کے ایڈیٹر ظہور الحسن ڈار نے دیا ہے، یہ دونو چیلنج بصورت پوسٹر شائع ہوئے ہیں، اور ان کے علاوہ دونو اخبارات نے مختلف مضامین اور اشتہارات میں ایک دوسرے پر اس قدر گند اچھالا ہے کہ الامان والحفیظ - یہ ان صحافی حضرات کے اخلاق ہیں جو دوسروں کو ادب اور تہذیب سکھانے کا دعویٰ رکھتے ہیں ایک وقت تھا کہ جماعت احمدیہ کی طرف سے حضرت مسیح موعودؑ کی صداقت پر مباہلہ کے چیلنج پر مضحکہ اڑایا جاتا تھا، آج وہی لوگ معمولی معمولی باتوں پر ایک دوسرے کو مباہلے کے چیلنج دے رہے ہیں اور ان میں ایک دوسرے کے اخلاق و اعمال کا جو خاکہ کھینچا گیا ہے وہ مامور الٰہی کے الہام **انی مهین من اراد اهانتك** کی صداقت کا ایک اور ثبوت پیش کرتا ہے۔

متفرقات

ایک نیک دل معاون

فراہمی زکوٰۃ کے دورہ میں جہاں احباب جماعت نے دلی خیر مقدم کیا ہے وہاں ایک نیک دل غیر از جماعت حاجی محمد عظیم صاحب نے جس فراخ حوصلگی کا ثبوت دیا ہے، اگر میں اس کا شکریہ ادا نہ کروں تو اپنے فرائض میں کوتاہی کا مجرم ہونگا حاجی صاحب موصوف نصرت ضلع نواب شاہ کے ان نیک فطرت زمینداروں میں ہیں جنہوں نے تمام عمر نیکی اور پاکبازی میں صرف کی ہے حاجی صاحب کو جماعت کا احساس ہے اور سمجھتے ہیں کہ اس وقت تمام عالم اسلام میں صحیح معنوں میں صرف جماعت احمدیہ لاہور ہی خدمت اسلام کر رہی ہے، آپ نے دو صد روپیہ کی رقم بمد زکوٰۃ انجمن کو عنایت فرمائی تھی جو کہ احقر نے بر موقعہ مجلس مشاورت خزانہ انجمن میں داخل کر دی تھی . . . .

اور اس وقت تک - /۵۲۱ روپیہ کی رقم بسلسلہ زکوٰۃ خزانہ انجمن میں داخل کرا چکا ہوں - اور مزید سعی جاری ہے -

(۲) حاجی صاحب کے لخت جگر محمد سلطان خاں فالج گرنے سے مریض ہیں بفضلہ تعالےٰ اب رو بصحت ہیں - لیکن کلی شفا کے لئے احباب کی دعاؤں کی ضرورت ہے - لہٰذا احباب جماعت سے التماس ہے کہ حاجی صاحب کے نور نظر کے لئے درد دل سے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالےٰ انہیں کامل و عاجل صحت عطا فرمائے والسلام -

(۳) توسیع سلسلہ کے سلسلہ میں ایک صاحب محمد انور داخل سلسلہ عالیہ ہوئے ہیں، اللہ تعالیٰ استقامت بخشے

احقر - حافظ عبدالرشید مبلغ سندھ

آنحضرت صلعم کیساتھ وحی و الہام کا سلسلہ

پیغام صلح میں کچھ عرصہ سے جناب عباد اللہ صاحب گیانی امرتسری کے مضامین شائع ہو رہے ہیں جو قارئین پیغام صلح کی دلچسپی کا باعث بنے ہوئے ہیں نیز یہ مضامین سکھ ازم کے متعلق مفید معلومات کا ایک ذخیرہ ہے - جو احمدی حضرات کے لئے از حد مفید ہیں - اللہ تعالیٰ جناب گیانی صاحب کو جزائے خیر دے -

۲۹ مئی ۱۹۵۲ء کے پیغام صلح میں "سکھ دوانوں کے اسلام پر لغو اعتراضات" کے عنوان سے جو مضمون گیانی صاحب نے تحریر فرمایا ہے، اس میں جناب گیانی صاحب نے جو یہ لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی اور الہام کا سلسلہ حضور پر چالیس سال کی عمر میں شروع ہوا یہ درست نہیں - گیانی صاحب کسی گیانی لال سنگھ کے اعتراض کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں - تمام عبارت شروع سے یوں ہے :-

" گیانی لال سنگھ صاحب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر فضیلت ظاہر کرنے کی ایک اور جسارت کی ہے - آپ لکھتے ہیں کہ چالیس سال پہلے حضرت محمد صاحب (صلی اللہ علیہ وسلم) کی خدا سے کوئی ملاقات بیان نہیں کی گئی - ستگورو نانک صاحب پیدائش سے ہی گورو تھے آپ کو ایک اونکار ست نام گورپرشاد مول منتر ملا "

(ترجمہ از گوروؤں درشن ص ۳۶)

اس میں کوئی کلام نہیں کہ آنحضرت صلعم پر خدا کی طرف سے وحی اور الہام کا سلسلہ حضور کی چالیس سال کی عمر میں شروع ہوا جس کی بنا پر حضور نے دعوےٰ نبوت فرمایا مگر اس کے یہ معنے ہرگز نہیں کہ اس سے قبل آپ کا خدا سے کوئی تعلق نہ تھا اللہ تعالیٰ ہمیشہ ایسے لوگوں کو ہی نبوت اور رسالت عطا کرتا ہے جو اپنے زمانہ کے لوگوں میں اس سے زیادہ قریب ہوں اور جن کے دل میں خدا کی عظمت اور محبت سب سے زیادہ ہو "

اصل بات یہ ہے کہ نبی پیدائش سے ہی نبی ہوتا ہے - اس کی فطرتی استعدادیں بہ نسبت اور لوگوں کے اعلےٰ اور اکمل ہوتی ہیں - ان کی فطرت کی مثال اس طرح سمجھ لو جیسے الماس اور لعل اپنی درخشندگی اور نورانیت کے لحاظ سے دوسرے تمام قیمتی پتھروں سے زیادہ صاف اور شفاف ہوتے ہیں مثل مشہور ہے کہ :-

ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات

الہام اور وحی الٰہی سے وہ پاک نفوس شروع میں ہی نوازے جاتے ہیں - حضرت یوسف علیہ السلام کو طفولیت میں ہی وحی ہوتی ہے - وَأَوْحَيْنَا إِلَيْهِ لَتُنَبِّئَنَّهُمْ بِأَمْرِهِمْ هَٰذَا - ہم نے اس کی طرف وحی کی کہ آنحضرت کو جو خوابیں شروع میں ہی آتی تھیں وہ فلق صبح کی طرح درست ہوتی تھیں اور نبی کا خواب وحی ہوتا ہے - قرآن مجید میں کہیں نہیں لکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو چالیس سال کی عمر میں وحی ہونا شروع ہوئی یا نبوت ہی چالیس سال کے بعد ملی - ہاں یہ الگ بات ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عمر میں اپنے مامور ہونے کا دعوےٰ کیا ہو - اور لوگوں کو علی الاعلان کہا ہو - کہ میرے ماننے کے بغیر تم فلاح حاصل نہیں کر سکو گے اور یہ جو آپ نے لکھا ہے کہ آنحضرت صلعم ایک ایسی انجمن میں شریک ہو گئے جن کا کام مظلوموں کی حمایت کرنا تھا تو یہ فعل بھی آنحضرت کا وحی الٰہی کے ماتحت تھا - الغرض آنحضرت صلعم کا ہر ایک کام اور فعل وحی اور الہام الٰہی کے تحت ہی تھا اللہ تعالےٰ کے علم میں وہ آدم علیہ السلام کی پیدائش سے پہلے بھی نبی ہی تھے - وَتَقَلُّبَكَ فِي السَّاجِدِينَ سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے - انبیاء شروع سے ہی نیک اعمال و افعال ہوتے ہیں - قلب سلیم رکھنے والے - خلق خدا کی خدمت کرنیوالے اللہ تعالےٰ کے کلمہ کو بلند کرنے والے ہوتے ہیں - نور توحید کو پھیلانے والے اور ظلمت شرک کو مٹانے والے ہوا کرتے ہیں - قرآن مجید میں تو آتا ہے کہ فَأَلْهَمَهَا فُجُورَهَا وَتَقْوَاهَا - یعنی جب ہر ایک انسان کا نفس تسویہ اور تکمیل کو پہنچ جاتا ہے - تو اسے نیکی اور برائی کا الہام ہو جاتا ہے حالانکہ انبیا تو خدا کے خاص بندے ہوتے ہیں - ان کے قوائے ذہنی و روحانی تو بہت عمدہ ہوتے ہیں - شہد کی مکھی کو تو خدا وحی کرتا ہے - مگر نبی کو چالیس سال تک خدا کچھ نہیں بتاتا نعوذ باللہ من ذالک - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ایسا خیال نہایت غلطی ہے - آپ نے جب یہ تسلیم کیا ہے - کہ آنحضرت صلعم کا خدا سے چالیس پہلے بھی بہت تعلق تھا - تو یہ تعلق بھی تو خدا کی وحی سے ہی پیدا ہوا تھا اسی لئے تو وہ غار حرا میں عبادت کرنے کے لئے تشریف لے جاتے تھے - حقیقت میں علماء نے اس مسئلہ کو سمجھا ہی نہیں تبھی تو سکھ اعتراض کرتا ہے کہ چالیس سال سے پہلے آنحضرت کی خدا سے ملاقات بیان نہیں کی گئی، اور اصل جواب وہی ہے جو اس عاجز نے دیا ہے -

والسلام - حکیم اللہ دتا - وزیر آباد

ایک دھوکہ باز کی فریب کاری

۱۱ مئی ۱۹۵۲ء کو ایک شخص نو وارد مسمی خلیل الرحمان لاہور سے بندہ کے ہاں پہنچا اور یوں بیان کیا کہ میں حضرت مولانا .... صاحب کا رشتہ دار ہوں میری دوکان کا ملازم مبلغ ۱۵ صد روپے اڑا کے لے بھاگا ہے اس کے تعاقب میں علی پور وارد ہوا زاد راہ ختم ہو گیا ہے آپ مجھے مبلغ - /۲۰ روپے قرضہ حسنہ دے دیں جو کہ بھی دن بذریعہ تار منی آرڈر کر دوں گا جواباً عرض کیا کہ خاکسار کی قلندری گذران سے قوت لایموت وظیفہ ماہ ملنا سے مبلغ دس روپے بغرض خرید گندم رکھے ہوئے ہیں آج گندم خرید کرنی ہے - اس نے کہا یہ رقم ناکافی ہے پورے بیس روپے چاہئیں مسمی مذکور کے اصرار پر میں نے اپنے برادر کلاں کو کہا مبلغ دس روپے کی مجھے سخت ضرورت ہے مرکز کا ایک معزز دوست مصیبت زدہ ہے اسکو دینے ہیں کل کہیں سے انتظام کر دوں گا چنانچہ روپے حاصل کر کے اسکو مبلغ - /۲۰ پورے کر دیئے روٹی کھلا دی دو گھنٹہ آرام سے مقیم رکھا آخر اڈہ پر چھوڑ آیا خاکسار نے ظن المومنین پر عمل کیا ازاں بعد ماسٹر عبدالکریم نے بندہ کو کہا کہ معلوم ہوتا ہے ہاں شبہ پڑتا ہے کہ یہ آدمی ٹھگ دھوکہ باز ہے بندہ کو بھی کچھ شک پیدا ہو گیا - کہ واقعی یہ کوئی اشتہاری جھوٹ بنا کر مسکین سے رقم غصب کر کے لے گیا ہے - دوسرے دن مظفر گڑھ سے اطلاع پہنچی کہ منشی محمد اقبال صاحب پوسٹ کلرک احمدی سے مبلغ دس روپے جھانسے سے لے گیا اپنے والد صاحب کے ہاں اقبال صاحب نے چھٹی تحریر کی کہ ایک شخص فلاں حلیئے والا شیخ محمد شریف نامی مجھ سے مبلغ دس روپے بٹور کر لے گیا ہے وہاں اپنا نام تبدیل کر دیا ایسے دھوکہ باز کے راز کو جلدی فاش کر دینا چاہیئے تاکہ کہیں کسی دوست کے ذریعہ پکڑا جائے اور اپنے کیفر کردار کو پہنچکر عبرتناک سزا پاوے گذشتہ جمعہ قرار پایا کہ یہ خبر حضرت مولانا سیدی مولوی احمد یار صاحب کو دی جائے - اس کا حلیہ یہ ہے قد خاصہ وجود بھرا ہوا موٹا - رنگ گورا - عمر ۴۰-۴۵ سال

جماعت احمدیہ پر اللہ تعالیٰ کے افضال

احباب جماعت سے ایک ضروری اپیل

از:- الحاج جناب میاں محمد صاحب صدر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

برادران مکرم و معظم سلمہم الرحمٰن

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ

چند احباب کے مضامین اخبار "پیغام صلح" میں شائع ہوتے ہیں جن میں احباب سلسلہ کو توجہ دلائی گئی ہے۔ کہ جماعت کے اندر جمود پایا جاتا ہے، اور اسکو دُور کرنے کے لئے چند تجاویز بھی پیش کی گئی ہیں مجھے ایسے احباب کے اس مبارک جذبہ کی بے حد قدر و منزلت ہے۔ اور مجھے یہ دیکھکر بہت خوشی ہوتی ہے۔ کہ باوجود جمود کے سلسلہ میں ایسے دوست بھی ہیں جو ہم کو بیدار کرتے رہتے ہیں یہ ہماری جماعت کی زندگی کا ایک خصوصی نشان ہے تقاضائے وقت سے قوموں کے اندر بعض دفعہ قدرے جمود اور بے حرکتی سی پیدا ہو جاتی ہے۔ لیکن اگر ہمارے اندر کبھی قدرے جمود پیدا ہوتا ہے۔ تو اس کے ساتھ دوسری طرف خدا کے فضل سے حرکت بھی پیدا ہو جاتی ہے۔

جماعت پر اللہ تعالےٰ کے بیشمار افضال

اگر ہر وقت یا ہر دفعہ جمود کا ہی تذکرہ ہو تو یہ میرے خیال میں خدا کے ان افضال کی جو ہماری جماعت کے ساتھ ہیں بے قدری ہو گی۔ اللہ تعالےٰ کے اس قدر افضال و برکات ہماری چھوٹی سی جماعت کے ساتھ ہیں۔ کہ اگر ان کو شمار کیا جائے۔ تو وہ ہماری کوششوں اور قربانیوں کے مقابل میں وہ بہت زیادہ ہیں جن کی وجہ سے وہ ہمارا قدم باوجود کئی قسم کی کمزوریوں کے پیچھے لے جانے کی بجائے آگے ہی لے جاتے ہیں۔ ہاں ہم کو ہماری کمزوریوں کا بھی احساس رہنا چاہیئے تاکہ اپنی کوششوں کو زیادہ تیز کرنے کے لئے ہمارے دلوں کے اندر ایک جذبہ پیدا ہو۔

حضرت امیر مرحوم کا عزم و استقلال

میں نے عرصہ دراز تک حضرت امیر مرحوم کی زندگی میں یہ مشاہدہ کیا ہے کہ جماعت کے بعض دوست جماعت پر نوحہ خوانی کرتے رہتے تھے، جمود کا بھی رونا رہتا تھا۔ لیکن ہمارے پیارے امیر مرحوم اپنے کام کو خاموشی و استقلال و عزم راسخ سے کئے جاتے تھے۔ اور جب تک وہ زندہ رہے آخر دم تک اپنے اصل کام سے نہ تھکے نہ ماندہ ہوئے۔ اور اس قدر ضخیم لٹریچر پیدا کر گئے۔ کہ اس کی نظیر نہیں ملتی۔

جمود کو دُور کرنے کی تجاویز

لہٰذا میں اپنے احباب کی خدمت میں بڑے ادب سے گذارش کروں گا۔ کہ وہ بجائے جمود کے شکوہ کے جس سے لازماً ایک حد تک جماعت کے اندر بے دلی پیدا ہوتی ہے اپنے اندر حرکت پیدا کریں۔ حرکت میں ہی برکت ہے۔ جمود کو دُور کرنے کیلئے علاوہ دیگر بہت سی مفید تجاویز کے میرے خیال میں سب سے بہتر علاج بیرونی جماعتوں میں مقامی جلسے منعقد کرانا ہے یہ جمود کو دُور کرنیکا بہترین ذریعہ ہے، چنانچہ میں نے اس کی تحریک کی۔ مولانا عبدالرحمٰن صاحب مصری نے تمام بیرونی جماعتوں میں تحریک کی۔ لیکن جو جوابات بیرونی جماعتوں کی طرف سے موصول ہوئے۔ وہ کم و بیش اس کے حق میں نہ تھے (اوّل) اس لئے کہ مدت سے یہ جلسے بند تھے (دوئم) اس خیال سے کہ جماعت احرار کے لوگ کھلا مقابلہ کرکے جلسوں کو درہم برہم کر دیں گے۔ لیکن میں نے بڑی شدت سے اس کی مخالفت کی اور بڑے عزم سے میں نے احباب کی خدمت میں گذارش کی کہ اگر ہم کو مار بھی پڑے۔ تب بھی میں جلسے منعقد کراؤں گا۔ احرار کے ڈر سے ہم اپنے مقاصد کو بند نہیں کر سکتے۔ احباب سیالکوٹ نے بھی ایک مضمون شائع کرایا کہ شہر کے معزز طبقہ کو چائے پر بلا کر تبلیغ کی جائے۔ اور یہ سب سے مؤثر طریقہ ہے۔ کھلے اجلاس بلانے سے سخت گڑبڑ کا اندیشہ ہے۔

بیرونی جماعتوں کے کامیاب جلسے

میں نے باوجود اس قدر اندیشوں کے یہی مناسب سمجھا کہ کھلے جلسے منعقد کرائے جاویں چنانچہ یہ جلسے جو راولپنڈی، جہلم، جھنگ، سرگودھا وغیرہ میں کرائے گئے۔ اس قدر کامیاب ہوئے۔ کہ بجز الٰہی تصرفات کے یہ کبھی وہم و گمان میں نہ تھا۔ کہ اس قدر نمایاں کامیابی ہم کو حاصل ہو گی۔ خاصکر راولپنڈی کا جلسہ جس کے روح رواں علاوہ دیگر احباب سلسلہ کے ملک فضل الٰہی صاحب ٹھیکیدار راولپنڈی تھے ہر پہلو میں کامیاب رہا۔ جلسہ سے چند یوم قبل احرار کانفرنس وہاں منعقد ہو چکی تھی علاوہ اپنی جماعت کے احباب کے جو باہر سے کثیر تعداد میں شامل جلسہ ہوئے غیر از جماعت لوگ کثیر تعداد میں اس میں شامل ہوئے۔ حضرت مسیح موعودؑ کے دعاوی کو کھلے بندوں پیش کیا گیا راولپنڈی جو جماعت احرار کا ایک خاص مرکز ہے۔ وہاں جلسہ کا امن سے جاری رہنا ایک خاص نصرت الٰہی کا نمونہ ہے۔

جلسوں کے فوائد و برکات

اندریں حالات میں ان احباب کی خدمت میں گذارش کروں گا۔ کہ جب تائید خداوندی ہمارے ساتھ ہر موقع پر شامل رہی ہے۔ تو کیا جمود کو توڑنے کا سب سے بڑا ذریعہ یہ جلسے نہیں ہیں ہیں اور ضرور ہیں، اور سلسلہ کے بڑے معتقد احباب نے اسکو پسند فرمایا ہے۔ اس کامیابی سے ہمارے دلوں کے اندر سکینت و اطمینان قلب پیدا ہوا ہے، اور جماعت کے اندر ایک عزم پیدا ہو گیا ہے۔ کہ ہر جگہ سال کے اندر کم از کم دو دفعہ ضرور ایسے جلسے منعقد کرائے جائیں اس سے احباب کے آپس میں ملنے سے کچھ حرکت کے آثار پیدا ہو جاتے ہیں۔ اور خدا کی ذات پر ایک پختہ ایمان پیدا ہوتا ہے۔ جس کی اصل ضرورت ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا ہے۔ کہ جب روحانی قبض پیدا ہو جاتی ہے تو جس طرح قصاب کند چھری کو دوسری کند چھری کے ساتھ رگڑ کر تیز کر لیتا ہے اسی طرح تم بھی جب ایک دوسرے سے ملو گے تو آپس میں ایک قسم کی رگڑ پیدا ہونے سے تمہارے دلوں کے اندر ایک حرکت پیدا ہو گی۔ اور وہ زنگ جو دلوں پر پیدا ہو جاتا ہے، وہ اس رگڑ سے اُتر جاوے گا۔

احرار کا کوئی خطرہ نہیں

لہٰذا اپنی ہمتوں اور ارادوں کو مضبوط کر لو۔ اور بڑے عزم و استقلال سے تہیہ کر لو کہ ہم نے یہ کام کرنا ہے۔ پھر خدا کی نصرت آپ کے ساتھ ہو گی اور آپ کو ہر مقام پر معجزانہ طور پر کامیابی ہو گی۔ مجھے جماعت احرار کا کوئی خطرہ نہیں۔ وہ ایک سیاسی جماعت ہے۔ ان کا مقابلہ ہمارے ساتھ ہرگز نہیں ہے۔ ہمارے عقائد خدا کے فضل سے بڑے اعلیٰ ہیں ہم حضرت مرزا صاحب علیہ الرحمۃ کو چودھویں صدی کا مجدد مانتے ہیں کسی کلمہ گو کو اسلام سے خارج نہیں سمجھتے۔

ہمارا کام اور خدا کی نصرت

اشاعت اسلام کا کام خدا نے ہمارے سپرد کیا۔ ایک غریب جماعت جس کا آغاز پاکستان کی طرح بالکل بے سر و سامانی کی حالت میں ہوا۔ لیکن باوجود اس بے بسی و بیکسی و بے بضاعتی کے خدا نے نصرت کے دروازے آپ پر کھول دیئے۔ آپ کی جماعت نے وہ علم کلام پیدا کیا جس کے سب لوگ محتاج ہیں۔ یہ میگزین جو لٹریچر کی شکل میں ہمارے پاس ہے یہ اور کسی دیگر جگہ سے نہیں ملتا۔ اشاعت اسلام کے میدان میں جو بھی اُترے گا وہ اسی میگزین سے غیر اسلامی دنیا کو حلقہ بگوش اسلام کرے گا۔ پیارے بھائیو۔ دنیا اب پیاسی ہے ایسے مذہب اور ایسے خدا کی اور ایسی کلام کی اور ایسی ربوبیت کی جو بجز اسلام کے کہیں پائی نہیں جاتی۔ میں نے یہ مشاہدہ تو مغربی ممالک میں کیا۔ اور اپنی آنکھوں سے خدا کی نصرت کو دیکھا۔ یہ سب تصرفات الٰہی ہیں ورنہ ہمارا وجود ہی کیا ہے۔ **آپ کے مشن** - انگلینڈ، ہالینڈ، جرمنی، امریکہ میں کس کامیابی سے چل رہے ہیں۔ کیا خدا کا ہاتھ در پردہ کام کرتا دکھلائی نہیں دیتا۔ یہ لکھوکھہا روپیہ سالانہ خرچ کہاں سے آ رہا ہے۔ خدا کی نصرت کی قدر کرو۔ اور شکر کرو۔ دنیا میں بڑا انقلاب آنے والا ہے اپنی ہمتوں کو اور بلند کرو۔ آپ کے لٹریچر سے مصر، عراق، ٹرکی، الجیریا اور دیگر دنیا کے حصوں پر اسلام کی کرنیں چمک رہی ہیں، آپ کے لٹریچر کا بے شمار زبانوں میں ترجمہ ہوا ہے، یہ کون لوگ ہیں جو کیا آپ کر رہے ہیں؟ نہیں۔ خدا کے فرشتے حضرت مسیح موعود کے مشن کو جو اسلام کا پیغام ہے۔ دنیا کے کونے کونے تک پہنچا رہے ہیں۔

راتوں کو اٹھ کر دعائیں کرو

خدا کے حضور راتوں کو اُٹھکر تنہائی کی گھڑیوں میں گڑگڑاؤ، اور اس کے حضور بڑی فروتنی سے رو رو کر دین کی نصرت کی دعائیں کرو۔ وہ ذات پاک جس کے ہاتھ میں تمام دنیا کے دل ہیں۔ دعا کرو۔ کہ دنیا والوں کے دل قرآن کریم کی طرف مائل کر دے۔ اسلام سرچشمہ ہے ربوبیت خداوندی کا، دعا کرو، جس طرح وہ ہماری جسمانی ضرورتوں کو پورا کرتا ہے۔ اسی طرح ہماری روح

کی بھی ربوبیت فرماوے ۔جس کے لئے دنیا پیاسی ہے ۔

ہماری ذمّہ داریاں

ہر ایک شخص اپنی اپنی جگہ ذمہ دار ہے ۔ یہ کسی ایک فرد کا کام نہیں ہے ۔ اور نصرت تب تک نہیں آسکتی جب تک جماعت کا ایک ایک فرد مضبوطی کے ساتھ اسلام کی خدمت کا جذبہ لے کر اپنے اپنے حلقہ و دائرہ میں نکل نہیں پڑتا ۔ یہ اقرار جو ہم میں سے ہر ایک نے حضرت مسیح موعود کے ہاتھ پر کیا ہوا ہے کہ ہم دین کو دنیا پر مقدم کریں گے ، اور تیری امانت کو جو تو نے ہمارے سپرد کی یعنی اسلام کو دنیا کے کناروں تک پہنچاویں گے ۔ یہ کوئی معمولی کام نہیں اپنے آپ کو مشکلات و مصیبتوں میں ڈالے بغیر نہیں ہو سکتا ۔ حضرت فرماتے ہیں ۔ کہ میرا راستہ بڑا تنگ اور خاردار ہے ۔ میرے ساتھ چلنا نرم و نازک پاؤں والوں کا کام نہیں ہے ۔ اس لئے پیارے بھائیو حق کا کلمہ پہنچانا کوئی آسان کام نہیں ہے ۔ ہاں اگر آپ عزم کر لیں اور خدا کی ذات پر زندہ ایمان پیدا کر لیں ۔ تو پھر خدا کی نصرت بھی آپ کے ساتھ ہو گی ۔ اور مشکل کے وقت آپ کا قدم مضبوط کرے گی اور دنیا کی کوئی مخالفت آپ کو اس پاک کام سے نہیں روک سکے گی جس کا آپ نے اپنے خدا کے ساتھ اس کے پاک بندے کے ذریعہ سے وعدہ کیا ہے ۔

رحمانی تحریکوں کی مخالفت اور کامیابی

اس پاکستان میں بے شک مخالفت کا زور ہے ۔ لیکن رحمانی تحریکوں کی جتنی وہ مفید ہوتی ہیں ۔ اتنی ہی شدت سے شیطانی تحریکیں مخالفت پر اتر آتی ہیں ۔ تاہم نصرت الٰہی ہر قدم پر اپنا اثر دکھلاتی ہے اور رحمانی تحریکوں کو لے کر دنیا کے گوشہ گوشہ میں پہنچ جاتی ہے ۔ ہماری مخالفت تو ہوتی ہے ۔ لیکن اندر اندر خاموشی سے اسلامی تحریک روحانی و جسمانی رنگ میں روز بروز زور پکڑتی جاتی ہے ۔

مخالفین کیلئے دعاؤں کی ضرورت

رات کو تنہائی کی گھڑیوں میں خدا کے حضور رو رو کے دعا کرو اَللّٰھُمَّ اَیِّدِ الْاِسْلَامَ وَالْمُسْلِمِیْنَ یہ لوگ مخالفت کرتے رہیں ہم ان کے لئے بھی دعائیں کریں گے کہ خدایا ان کو بھی ہدایت دے ۔ کلمہ گو سب ہمارے بھائی ہیں ۔ جو آپ کو گالیاں دیتا ہے اس کے حق میں بھی دعا کرو ۔ حضرت نے کیا خوب فرمایا ؎

گالیاں سن کے دعا دو پاکے دکھ آرام دو
کبر کی عادت جو دیکھو تم دکھاؤ انکسار

پھر فرمایا ؎ دیکھکر لوگوں کا جوش و غیظ مت کچھ غم کرو
شدت گرمی کا ہے محتاج بارانِ بہار

ہم اگر یہاں کسی کے خیال میں کافر ہیں تو غیر اسلامی دنیا میں اسلام کا پیغام پہنچانے والے کیا وہ ہیں یا آپ ؟ یہ خدائی تصرفات ہیں ۔ کہ کافروں کو اسلام کا مشن تمام دنیا میں پھیلانے کی توفیق بخشی ۔ پروانے جو تاریکی کو ہی پسند کرتے ہیں روشنی پر حملہ کرتے ہیں کہ یہ بجھ جاوے اور تاریکی ہی تاریکی ہو ۔ پردے کے اندر یہ روشنی کا شعلہ ہے یہ اندھے پروانے کیا جانیں ۔

حضرت مسیح موعود کا اور ہمارا زمانہ

حضرت مسیح موعود کے وقت میں آپ کی کتنی تعداد تھی ۔ کتنا آپ کا بجٹ تھا ۔ کہاں کہاں آپ کے مشن تھے ۔ اندھے پروانے اس وقت کس شدت سے ہمارے مشن کو جو در اصل اسلام کا مشن تھا ۔ مٹانے پر تلے ہوئے تھے ۔ مسلم ۔ ہندو ۔ عیسائی و دیگر تمام مذاہب نے مل کر اسکو مٹانے کی کوشش کی ۔ لیکن کیا خدا کا مشن مٹ گیا ؟ آج اس تعداد سے مقابلہ کرو آج ان اخراجات کا مقابلہ کرو ۔ جو حضرت مسیح موعود کی مرد و جماعتیں کر رہی ہیں ۔ تو کیا اب بھی اس بات کو سمجھنے میں کوئی کسر باقی ہے ۔ کہ یہ مشن دن بدن بڑھتا ہی چلا گیا ۔ خدا نے پردۂ غیب سے خزانے آپ کو دے دیئے اور حضرت کو جو کشف ہوا کہ اسلام کا سورج مغرب سے طلوع کرے گا ، کیا حضور کے خادموں نے مغرب میں پہنچکر اسے سچا نہیں کر دکھایا ؟

باہم محبت سے مل کر کام کرو

اس لذت میں سرشار ہو جاؤ کہ خدا نے ہمارے جیسے کمزور انسانوں سے کس قدر عظیم الشان کام لیا ۔ باہم محبت سے ایک دوسرے سے پیش آؤ ۔ بد دلی نہ پھیلاؤ ، ایک بھائی اگر دوسرے بھائی سے کوئی کمزوری دیکھے تو اس کے لئے چالیس روز دعا کرے بدظنی سے بچو کہ اس سے رائی کے پہاڑ بن جاتے ہیں ۔ جب تک کوئی شخص روح القدس سے قوت حاصل کر کے کھڑا نہیں ہوتا مل کر کام کرو ۔ . . . .

مجھے نہ دیکھو میری بات پر عمل کرو

میں ایک کمزور انسان ہوں ۔ مجھے آپ میں سے کسی پر بزرگی کا دعویٰ نہیں ہے نہ مجھے کسی ایک پر کوئی فوقیت ہے ۔ میری ذات جو بے شمار عیبوں سے پُر نظر آتی ہے اس سے درگذر کرو ۔ آپ کی توجہ صرف اس پر ہونی چاہیئے ۔ کہ میں کیا کہتا ہوں ۔ اس پر عمل کرو گے تو کامیابی بھی نزدیک ہوتی چلی جاوے گی ۔ لیکن اگر میری نکتہ چینی کرتے رہو گے تو اصل مقصد سے دور جا پڑو گے ۔ ایسا نہ ہو کہ ساری عمر کا کیا کرایا اکارت جاوے ۔ یہ کام تو ہو کر رہے گا ۔ یہ رُک نہیں سکتا ۔ لیکن حسرت ہو گی اگر ہم چھوٹی چھوٹی باتوں میں پڑ کر عظیم الشان مقصد کو چھوڑ دیں گے ۔ قادیان کے احباب سے بھی محبت کرو ۔ ان کے لئے بھی دعائیں کرو ۔ کہ اللہ تعالیٰ ان کی اصلاح فرماوے ۔ اور حضرت مسیح موعود کے اصل مقام سے افراط و تفریط سے اللہ تعالیٰ ہم سب کو محفوظ فرماوے ۔ والسلام

نیاز مند ۔ میاں محمد ۔ کوٹھی ہیک نھادن ۔ کشمیر پائنٹ ۔ مری

مجاہدات کا مہینہ

حضرت امیر مرحوم کا ارشاد گرامی

خدا کا قرب انسان کس طرح حاصل کر سکتا ہے ؟ اول تو اس کا ذکر رمضان کے اندر کیا ۔ گویا روزہ ان اسباب میں سے ہے جو خدا کا قرب پیدا کرتے ہیں ۔ دوسرا ذریعہ یہ بتایا اُجِیْبُ دَعْوَۃَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ ۔ کوئی بلانے والا ہونا چاہیئے ، اس کی دعا کو میں قبول کرتا ہوں تو رمضان میں دعا کے اندر لگنا یہ دوسری ضرورت ہے ، تیسری بات یہ بتائی کہ اگر اس قرب کو دیکھنا چاہتے ہو تو میری بتائی ہوئی راہوں پر چلو اور مجھ پر ایمان رکھو کیونکہ یہ حقیقت تو آہستہ آہستہ ظاہر ہو گی ، بہت سے لوگ ہیں جو کچھ دن خدا کو پکارتے ہیں اور دعائیں کرتے ہیں اور جب ان کی خواہش بظاہر پوری نہیں ہوتی تو ان کا ایمان متزلزل ہونے لگتا ہے بیشتر حصہ وہ ہے جو اَخَطَّے قَلِیْلًا کا مصداق ہے ۔ ہر ایک چیز میں ناکامی کی جڑ یہی ہے کہ انسان تھوڑا سا قدم اٹھائے اور پھر رُک جائے ۔ کامیابی کی راہ یہی ہے کہ خدا کی بتائی ہوئی راہوں پر چلو اور ایمان رکھو یہ نہیں کہ کوئی بیماری ، کوئی مصیبت آگئی تو ہم نے کہا خدا کہاں ؟ روپیہ مل گیا تو ہم نے کہا خدا کہاں ؟ ہر حالت میں دکھ ہو یا آرام خدا پر ایمان رکھ کر اس کے بتائے ہوئے رستوں پر چلتے رہنا ہی کامیابی کی راہ ہے ۔

رمضان مجاہدات کا مہینہ ہے

یہ تو رمضان کا مہینہ ہے ۔ میں احباب سے اتنا ہی کہنا چاہتا ہوں کہ یہ خدا نے خاص مجاہدہ کا مہینہ رکھا ہے روحانی ترقی کے لئے ۔ اس مہینہ میں بہت سے سامان ہیں لیکن اگر ان اسباب سے کام نہ لیا جائے تو وہ روحانی ترقی حاصل نہیں ہوتی جو رمضان کا اصل مقصد ہے جس طرح کسی چیز سے وہ کام نہ لیا جائے جس کے لئے وہ بنی ہے تو کچھ عرصہ کے بعد وہ بیکار ہو جاتی ہے ۔ ایک شخص ہاتھ سے کام نہیں لیتا اس کی ہاتھ کی طاقت زائل ہو جاتی ہے ۔ اسی طرح اگر رمضان کے اندر ان اسباب سے کام نہ لیا جائے جو روحانی ترقی کا ذریعہ ہیں تو اصل مقصد فوت ہو جاتا ہے ۔

نمازِ تہجّد

ایک تو روزہ ہے اور ایک دعا ہے اور یہ دعا ایک تو پانچ وقت کی نماز ہے ۔ مگر اس کے ساتھ رمضان میں بالخصوص نمازِ تہجد کا اضافہ ہے حدیثوں میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو ویسے بھی تہجد کے پابند تھے ۔ لیکن رمضان میں بالخصوص آپ تہجد پر بہت زور دیتے تھے ۔ یہاں تک کہ اپنے گھر والوں کو بھی اٹھا دیتے تھے (رمضان) میں تہجد باقاعدہ پڑھنی چاہیئے اور جہاں اپنے لئے دعا کریں وہاں جماعت کی ابزادی اور اس کی طاقت کے لئے بھی دعا کریں ۔ ہمارے سامنے بہت سے کام ہیں ۔ جس طرح صحابہ رض کے اندر ایمان تھا جس سے وہ فتح کرتے چلے جاتے تھے خوب یاد رکھو تم بھی ایمان رکھو تو تمہاری فتح ہے ۔

وفاتِ مسیح اور لیؤمنن بہ قبل موتہ کی آیہ کریمہ

(محمد یحییٰ بٹ صاحب)

حیاتِ مسیح کے قائلین حضرت مسیح علیہ السلام کے زندہ ہونے کے ثبوت میں آیت وان من اھل الکتاب الا لیؤمنن بہ قبل موتہ ویوم القیامۃ یکون علیھم شھیدا پیش کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ چند ایک اور آیات بھی ان کی طرف سے پیش کی جاتی ہیں۔ لیکن ان کا تمام زور صرف اسی ایک آیت پر ہے۔ چنانچہ حال ہی میں ایک دوست نے اپنے خط کے ذریعہ سے اس آیت پر روشنی ڈالنے کے لئے لکھا ہے۔ اس لئے اس بارہ میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں وما توفیقنا الا باللہ۔

وفاتِ مسیح قرآن کریم میں

قرآن کریم میں حضرت مسیح علیہ السلام کی وفات کا ذکر متعدد مقامات میں مذکور ہے۔ لیکن فی الحال ان میں سے ایک آیت بطور نمونہ پیش کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل۔ یعنی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ایک رسول ہیں۔ ان سے پیشتر جس قدر رسول دنیا میں آئے وہ سب فوت ہو چکے ہیں۔

اب اس واضح فرمان الٰہی کے ہوتے ہوئے قرآن کریم کی کسی آیت سے حضرت مسیح کی حیات پر استنباط کرنا کسی طرح بھی درست نہیں۔

لیؤمنن بہ کا پیش کردہ ترجمہ

آیت وان من اھل الکتاب الا لیؤمنن بہ قبل موتہ کا جو ترجمہ حیاتِ مسیح کے قائلین کی طرف کیا جاتا ہے وہ یہ ہے

"اور نہیں اہل کتاب میں سے کوئی مگر البتہ ایمان لاوے گا ساتھ حضرت عیسیٰ کے پہلے مرنے حضرت عیسیٰ سے"

اس آیت سے ان کا استدلال یہ ہے چونکہ

اوّل آیت زیر بحث میں لیؤمنن فعل مضارع معہ نون ثقیلہ استعمال کیا گیا ہے۔ جو لازمی طور پر مستقبل کے معنوں پر دلالت کرتا ہے اور دوسرے یہ کہ لیؤمنن بہ اور قبل موتہ میں ھا کی ضمیریں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف لوٹتی ہیں۔ اس لئے اس آیت کا حاصل مطلب یہ ہے کہ آیندہ ایک ایسا زمانہ آنے والا ہے کہ سب اہل کتاب اس میں حضرت عیسیٰ پر حضرت عیسیٰ کے مرنے سے پہلے ایمان لے آویں گے جو ان معانی کی رُو سے یقینی طور پر ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ ابھی فوت نہیں ہوئے بلکہ زندہ ہیں اور آخری زمانہ میں نازل ہونیوالے ہیں۔

تین طور سے بحث

اس آیت پر تین طور سے بحث کی جا سکتی ہے:۔

اوّل:۔ استدلال کی بنیاد جن امور پر رکھی گئی ہے ان کی حقیقت۔

دوم۔ یہ معنی آیا قرآن وحدیث کے مطابق ہیں؟ اگر نہیں تو اس پر کیا کیا اعتراضات وارد ہوتے ہیں۔

سوم۔ اگر یہ معنی صحیح نہیں تو پھر درست معنی کونسے ہیں۔

نون ثقیلہ پر بحث

استدلال کی بناء جن دو شقوں پر رکھی گئی ہے اس میں پہلی شق یہ ہے کہ فعل مضارع معہ نون ثقیلہ صرف مستقبل کے معنوں میں ہی استعمال ہوتا ہے۔ حالانکہ یہ حصر درست نہیں۔ قرآن کریم میں متعدد مقامات پر فعل مضارع مع نون ثقیلہ استعمال ہوا ہے۔ اور وہاں مستقبل نہیں بلکہ حال مراد لیا گیا ہے۔ اور بعض مقامات پر یہ فعل تینوں زمانوں ماضی حال اور مستقبل پر دلالت کرتا ہے۔ اگر یہ درست ہے جیسا کہ میں ذیل میں مختلف آیات سے ثابت کروں گا تو پھر آیت زیر بحث میں اسے مستقبل کے معنوں میں ہی حصر کر دینا اور اس سے قرآن کریم کی دیگر آیات کے خلاف حیاتِ مسیح کے عقیدہ کا استنباط کرنا کہاں تک درست ہو سکتا ہے۔

نون ثقیلہ حال کے معنوں پر

۱۔ پہلی آیت۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فلنولینک قبلۃ ترضٰھا فول وجھک شطر المسجد الحرام۔ یعنی ہم تجھ کو اس قبلہ کی طرف پھیرتے ہیں جس پر تو راضی ہے سو تو مسجد حرام کی طرف منہ کر۔ یہ آیت جب نازل ہوئی تو آپ نے فوراً نماز ہی کی حالت میں بیت المقدس سے بیت اللہ کی طرف منہ پھیر لیا۔ یہ واقعہ اس امر پر بیّن دلیل ہے کہ فعل مضارع مع نون ثقیلہ حال پر بھی دلالت کرتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس عمل سے بڑھ کر اور کیا ثبوت اس امر پر ہو سکتا ہے کہ فعل مضارع مع نون ثقیلہ مستقبل میں ہی نہیں بلکہ حال کے لئے بھی مستعمل ہوتا ہے۔ کسی نحو کی کتاب پر اپنے دعوے کی بناء کو رکھ کر یہ دعوےٰ کرنا کہ فعل مضارع مع نون ثقیلہ صرف مستقبل کے معنوں میں ہی استعمال ہوتا ہے درست نہیں۔ اس حقیقت سے تو کسی کو بھی انکار نہیں ہو سکتا کہ زبان اوّل چیز ہے اور اس کے قواعد بعد میں مرتب کئے جاتے ہیں اب اس حقیقت کے پیش نظر کون دعوےٰ کر سکتا ہے کہ نحو کے اماموں نے تمام کے تمام قواعد کامل طور پر جمع کر لئے ہیں۔ کسی لفظ کے استعمال کا سب سے بڑا معیار اہل زبان کا استعمال ہے۔ اب جب قرآن کریم میں فعل مضارع مع نون ثقیلہ حال کے معنوں میں استعمال ہوا ہے، اور خود مہبط وحی سیدنا حضرت نبی کریم صلعم نے اسے حال ہی کے معنوں پر محمول کیا ہے۔ تو پھر نحو کے قاعدہ کے مطابق اس کو مستقبل کے معنوں پر حصر کرنا کہاں تک درست ہو سکتا ہے بات اصل میں یہی ہے کہ نحو کے قواعد کو مرتب کرنے میں کچھ کمی رہ گئی ہے۔ آیت ان ھذان لسحران ہی کو دیکھئے کہ نحو کے قاعدہ کے صریحاً خلاف ہے۔ نحو کے مطابق ان ھذین لسحران چاہیئے تھا۔

دوسری آیت۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وانظر الی الٰھک الذی ظلت علیہ عاکفا لنحرقنہ یہ وہ الفاظ ہیں جو حضرت موسےٰ علیہ السلام نے سامری کو فرمائے اور پھر اسی وقت اس کے سامنے بچھڑے کو جلا دیا اس جگہ بھی فعل مضارع معہ نون ثقیلہ ہے اور اس سے مستقبل ہی نہیں بلکہ حال ہی مراد ہے۔

تیسرے وہ آیات اللہ تعالیٰ کی جو سنت مستمرہ پر دلالت کرتی ہیں۔ جن میں ماضی حال اور مستقبل تینوں زمانے پائے جاتے ہیں۔ وہ یہ ہیں:۔

فرمایا۔ والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا یعنی جو لوگ ہماری راہ میں مجاہدہ کرتے ہیں۔ ہم ان کو اپنی راہیں دکھلاتے ہیں اور دکھلائیں گے۔ اگر یہاں صرف استقبال ہی مراد لیا جائے تو اس سے ایک فساد لازم آئیگا اور یہ ماننا پڑے گا کہ جس وقت یہ آیت نازل ہوئی اس وقت جو لوگ مخاطب تھے یعنی صحابہ کرام ان کو تو اللہ تعالےٰ نے اپنا راستہ نہ دکھلایا بلکہ یہ وعدہ کسی آیندہ آنے والے لوگوں سے ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس آیت میں اللہ تعالےٰ نے اپنی عادت مستمرہ کو بیان فرمایا ہے۔ جس کا ماحصل یہ ہے کہ یہ ہماری عادت ہے کہ مجاہدہ کرنے والوں کو اپنی راہیں دکھاتے رہے ہیں، اور دکھلا رہے ہیں اور دکھاتے رہیں گے۔ اسی طرح ایک دوسری آیت میں فرمایا کتب اللہ لاغلبن انا ورسلی۔ یعنی یہ کہ کوئی زمانہ ہو حال ہو یا مستقبل یا گذشتہ اللہ تعالیٰ کی یہ سنت ہے کہ اس کے رسول غالب آتے ہیں۔ اس جگہ یہ تو مراد نہیں کہ کسی آیندہ زمانہ میں رسول پیدا ہوں گے اور انہیں خدا غالب کرے گا۔

پھر فرمایا من عمل صالحا من ذکر او انثیٰ وھو مومن فلنحیینہ حیوۃ طیبۃ ولنجزینھم اجرھم باحسن ما کانوا یعملون یعنی ہماری عادت اور سنت ہے کہ جو شخص عمل صالح بجا لاوے مرد ہو یا عورت اور وہ مومن ہو ہم اسکو ایک پاک زندگی کے ساتھ زندہ رکھا کرتے ہیں۔ اور اس سے بہتر جزا دیا کرتے ہیں۔ جو وہ عمل کرتے ہیں۔ اب اگر اس آیت کو صرف زمانہ مستقبل سے وابستہ کیا جائے تو گویا اس کے یہ معنی ہوں گے کہ گذشتہ اور حال میں تو نہیں مگر آیندہ اگر کوئی نیک عمل کرے گا تو اس کو یہ جزا دی جائے گی۔ اس طور کے معنوں سے یہ ماننا پڑے گا کہ خدا تعالےٰ نے آیت کے نزول کے وقت کسی کو حیوۃ طیبہ عنایت نہیں کی تھی اور یہ فقط آیندہ کے لئے وعدہ ہے۔

تفاسیر کے معنے

اب تفاسیر کو دیکھئے وہاں بھی بعض مفسرین نے حال ہی کے معنی میں اسکو لیا ہے۔ چنانچہ علامہ فخر الدین رازی اپنی تفسیر کبیر میں اس آیت کے تحت فرماتے ہیں:۔

ان ھؤلاء الیھود الذین کانوا مبالغین فی عداوتہ لا یخرج احد منھم من الدنیا الا بعد ان یومن بہ۔ یعنی یہ یہودی جو حضرت عیسیٰؑ سے انتہا درجہ کی دشمنی رکھتے ہیں۔ اس وقت

تک ان میں سے کوئی بھی اس دنیا سے نہیں گذرتا جب تک کہ وہ حضرت عیسیٰ پر ایمان نہ لائے۔

تفسیر معالم میں لکھا ہے:۔

روی عن عکرمة ان الهاء فی قوله لیؤمنن به کنایة عن محمد صلعم یقول لا یموت کتابی حتیٰ یؤمن بمحمد صلعم۔ یعنی عکرمہ سے روایت ہے کہ اللہ تعالےٰ کے قول لیؤمنن به میں ضمیر ھا سے محمد صلعم مراد ہیں۔ یعنی قول کہ کوئی اہل کتاب جب تک حضرت محمد صلعم پر ایمان نہ لائے نہیں مرتا۔ اسی طرح حضرت ابن عباس نے بھی اس سے حال ہی مراد لیا ہے اب ان کھلے ثبوتوں کے باوجود کہ اللہ تعالےٰ نے قرآن کریم نے اور دیگر اہل زبان نے فعل مضارع مع نون ثقیلہ سے حال ہی کے معنی مراد لئے ہیں۔ جن میں سیدنا حضرت نبی کریم صلعم۔ حضرت ابن عباسؓ عکرمہؓ اور علامہ فخرالدین رازیؒ جیسی نمایاں شخصیتیں ہیں۔ نحو کے ایک اصول کو بنا قرار دیکر اس امر پر زور دینا کہ یہ صرف مستقبل ہی کے لئے استعمال ہوتا ہے کہاں تک صحیح ہو سکتا ہے۔

ضمائر پر بحث

استدلال کی دوسری شق یہ ہے کہ لیؤمنن به اور قبل موته میں ھا کی ضمیریں حضرت عیسیٰؑ کی طرف پھرتی ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ مفسرین کا ان ضمائر کے مرجع میں باہم بہت اختلاف ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک صرف یہی ایک امر کہ ان دونوں مقامات میں ضمیر کا مرجع حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں قطعاً درست نہیں۔ ورنہ وہ ان ضمائر کو حضرت عیسیٰؑ کے ماسوا کسی اور کیطرف کیوں پھیرتے۔

(۱) علامہ کشاف نے اپنی تفسیر میں اس آیت کے تحت لکھا ہے جملة قسمیة واقعة صفة لموصوف محذوف تقدیره وان من اهل الکتاب احد الا لیؤمنن به قبل موته بعیسیٰ۔ یعنی لیؤمنن به جملہ قسمیہ ہے اور آیت موصوف محذوف کے لئے صفت ہے اور محذوف کو لانے کے ساتھ اصل عبارت یوں ہے کہ کوئی اہل کتاب میں سے نہیں جو اپنی موت سے پہلے حضرت عیسیٰؑ پر ایمان نہ لائے۔

پھر لکھتے ہیں:۔

وعن ابن عباس انه فسره کذالک

یعنی حضرت ابن عباس نے بھی یہی تفسیر کی ہے۔

پھر آگے لکھا ہے وتدل قراءة ابیّ الا لیؤمنن به قبل موتهم۔ یعنی اس پر ابی بن کعب کی قرأت قبل موتهم بھی دلالت کرتی ہے۔

علامہ کشاف اس کے بعد لکھتے ہیں قیل الضمیر فی به یرجع الی الله تعالیٰ یعنی ایک قول یہ بھی ہے کہ ضمیر ھا اللہ تعالیٰ کی طرف پھرتی ہے۔

پھر فرماتے ہیں وقیل الی محمد صلی الله علیه وسلم یعنی ایک قول یہ بھی ہے کہ ضمیر ھا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف پھرتی ہے۔

(۲) تفسیر معالم میں لکھا ہے:۔ وروی عن عکرمة ان الهاء فی قوله لیؤمنن به کنایة عن محمد صلعم۔ یعنی عکرمہ سے روایت ہے کہ اللہ تعالےٰ کے قول لیؤمنن به میں ضمیر ھا سے محمد صلعم مراد ہیں۔

(۳) تفسیر روح المعانی میں زیر آیت یوں لکھا ہے:۔

قیل الضمیر الاول لله تعالیٰ ایضاً انه محمد صلی الله علیه وسلم یعنی اول ضمیر اللہ تعالیٰ کی طرف ہے نیز محمد صلعم کی طرف ہے۔

(۴) علامہ بیضاوی فرماتے ہیں:۔ والمعنی ما من الیهود والنصاریٰ احد الا لیؤمنن بان عیسیٰ عبد الله ورسوله قبل ان یموت ویؤید ذالک ان قریٔ الا لیؤمنن به قبل موتهم یعنی اس آیت کے یہ معنی ہیں کہ یہود اور نصاریٰ میں سے ایسا کوئی نہیں جو اپنی موت سے پہلے حضرت عیسیٰ پر ایمان نہ لاوے اور قبل موتهم کی قرأت انہی معنوں کی موید ہے۔

(۵) تفسیر مظہری میں زیر آیت لکھا ہے:۔

روی عن عکرمة ان الضمیر فی به یرجع الی محمد صلی الله علیه وقیل راجعة الی الله عز وجل والمآل واحد فان الایمان بالله لا یفید ما لم یؤمن لجمیع رسله والایمان بمحمد علیه وسلم یستلزم الایمان بعیسیٰ علیه السلام۔ یعنی عکرمہ سے روایت ہے لیؤمنن به میں به کی ضمیر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف پھرتی ہے اور بعض کے نزدیک اللہ جلشانہ کی طرف راجع ہے اور مآل واحد ہے کیونکہ ایمان باللہ معتبر نہیں جب تک تمام رسولوں پر ایمان نہ لایا جائے اور حضرت محمد صلعم پر ایمان لانا حضرت عیسیٰ پر ایمان لانے کو مستلزم ہے۔

پھر لکھا ہے:۔

قبل موته ای قبل موت ذالک الاحد من اهل الکتاب عند معاینة ملائکة الضروب عند الموت حین لا ینفعه ایمانه هذا علی بن طلحة عن ابن عباس رضی الله عنهما۔ یعنی قبل موته کی تفسیر یہ ہے کہ ہر ایک کتابی اپنی موت سے پہلے عذاب کے فرشتوں کے دیکھنے کے بعد رسول اللہ صلعم پر ایمان لائے گا جبکہ اس کو ایمان کچھ فائدہ نہیں دے گا یہ علی بن طلحہ کی روایت حضرت ابن عباس سے ہے۔

پھر لکھا ہے:۔

والحاصل انه لا یموت کتابی... حتیٰ یؤمن بالله عز وجل وحده لا شریك له وان محمد صلی الله علیه وسلم عبده ورسوله۔ حاصل کلام یہ کہ کتابی نہیں مرے گا جب تک اللہ جلشانہ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہ لائے۔

ان حوالجات سے معلوم ہوتا ہے کہ ضمائر کے مرجع میں مفسرین کا باہم بڑا اختلاف ہے۔ بعض کے نزدیک جن میں حضرت ابن عباس، علامہ کشاف، علامہ بیضاوی، علامہ فخرالدین رازی بھی شامل ہیں قبل موته میں ھا کی ضمیر اہل کتاب کی طرف پھرتی ہے نہ کہ حضرت عیسیٰ کی طرف اور اسی طرح حضرت عکرمہ، حضرت ابن عباس، علی بن طلحہ لیؤمنن به میں ھا کی ضمیر اللہ تعالےٰ یا حضرت نبی کریم صلعم کی طرف پھیرتے ہیں۔

اب وہ حضرات جو قبل موته سے قبل موت عیسیٰ مراد لیتے ہیں وہ کسی طور سے بھی یہ ثابت نہیں کر سکتے کہ تمام مفسرین کا صرف اسی ایک امر پر اتفاق رہا ہے کہ ھا کی ضمیر صرف حضرت عیسیٰ کی طرف پھرتی ہے۔ اگر ایسا نہیں تو پھر قرآن کریم کی روشنی میں اس امر کو ماننے میں کیا عذر باقی رہ جاتا ہے کہ واقعی حضرت عیسیٰؑ دیگر انبیاءؑ کی طرح اس جہان فانی سے کوچ کر گئے ہیں اور فوت ہو چکے ہیں۔

(باقی آئندہ)

پاکستان کے مروّجہ قوانین میں ترامیم

قانون کمیشن کا سوالنامہ

لاہور ۲۹ر مئی۔ حکومت پاکستان نے جو قانون کمیشن ملک کے رائج الوقت قوانین میں قرارداد مقاصد کے مطابق ترامیم پیش کرنے کے لئے قائم کیا تھا۔ اس نے اکیس نکات پر مشتمل ایک سوالنامہ تیار کیا ہے تاکہ بعض معاملات کے سلسلے میں رائے عامہ معلوم ہو سکے۔ جن اصحاب کو دلچسپی ہو۔ وہ اپنی آراء جلد از جلد شیخ عبدالحق قانونی مشیر حکومت پنجاب کو بھیجدیں جو مذکورہ کمیشن کے سیکرٹری ہیں۔ سوالنامہ حسب ذیل ہے:۔

ضابطۂ دیوانی

(۱) اسلامی قانون جن معنوں میں پاکستان میں سمجھا جاتا ہے اس میں ایک وارث کے حق میں وصیت کو یا وصیت کنندہ کی جائداد کے ایک تہائی حصہ سے زیادہ کو تسلیم نہیں کیا گیا۔ کیا آپ اسے شریعت کی صحیح تفسیر سمجھتے ہیں؟ اگر نہیں سمجھتے تو آپ اس قانون میں کیا تبدیلیاں درست سمجھتے ہیں جن سے ان کا شریعت سے کوئی اختلاف باقی نہ رہے؟

(۲) کیا وراثت اور جانشینی کے معاملہ میں نمایندگی کا اصول تسلیم کیا جانا چاہیئے؟

(۳) آپ ربا کی کیا تعریف کریں گے۔ کیا یہ افراد کو قرضہ دینے تک محدود ہے یا خانگی معاملات کے لئے ہے؟ کیا آپ اس اصطلاح میں تجارتی قرضوں کا سود جو منظم جماعتوں کو اور حکومت کو دیا جائے گا۔ اور پوسٹ آفس سیونگز بنک اور دوسرے بنکوں میں جمع شدہ روپے پر آپ کی رائے میں بیوپار اور تجارت کی ضروریات پوری کرنے کے لئے کیا قانونی صورتیں ہونی چاہیئیں۔ کیا شادی، طلاق اور شوہر کی جائداد میں بیوہ کے حصے سے متعلق پاکستان کے کسی قانون کا کوئی حصہ شریعت سے برعکس ہے۔ اور اگر ہے تو اس کی کیا صورت ہے۔ اس تضاد کو مٹانے کے لئے آپ کیا کیا تبدیلیاں مناسب سمجھتے ہیں۔

(۵) کیا اسلام غلام اور لونڈیاں رکھنے کو جائز قرار دیتا ہے۔ اگر جائز قرار دیتا ہے۔ تو کن شرائط کے ساتھ اور کیسے حالات میں؟

(۶) کیا آپ پاکستان کے ٹیکس کے قوانین میں کوئی ترمیم چاہتے ہیں؟ اگر چاہتے ہیں تو کس چیز میں اور کس

سکھ ودوانوں کے اسلام پر لغو اعتراضات

عباد اللہ گیانی صاحب امرتسری

(۴)

گیانی لال سنگھ صاحب نے اپنی کتاب "گوروداس درشن" میں "گورمت اور کرامت" کے عنوان پر کرامتوں پر بھی بحث کی ہے۔ اور انہیں ناٹک چیٹک (شعبدہ بازی) قرار دیتے ہوئے اسلام کا بھی تذکرہ کیا ہے۔ چنانچہ ایک مقام پر آپ لکھتے ہیں کہ:-

"ہندوؤں اور مسلمانوں کی کتابیں کرامتوں سے بھری پڑی ہیں۔ پچھلے اوتاروں۔ پیغمبروں۔ رشیوں پیروں کا تمام تو سرمایہ کرامتیں ہی بیان کیا گیا ہے۔

'ہم نے سلیمان کے لئے ہوا کو چلتی تھی اس کے حکم سے'

مراد یہ ہے کہ ہوا کا چلنا (حضرت) سلیمان (علیہ السلام) کے حکم میں تھا۔

'داؤد پیغمبر کے حکم میں پہاڑ اور پرندے ہیں'

اس قسم کی کرامتوں کا ذکر قرآن شریف میں بکثرت ہے"۔ (ترجمہ از گوروداس درشن صفحہ ۔۔)

گیانی صاحب موصوف نے قرآن مجید کے حوالہ سے حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہم السلام کی جن کرامتوں کا ذکر معترضانہ رنگ میں کیا ہے وہ ان کے عدم تدبر کا نتیجہ ہے۔ قرآن شریف میں جو کچھ بیان کیا گیا ہے وہ یہ ہے:-

وَسَخَّرْنَا مَعَ دَاوُدَ الْجِبَالَ يُسَبِّحْنَ وَالطَّيْرَ وَكُنَّا فَاعِلِينَ ○ وَعَلَّمْنَاهُ صَنْعَةَ لَبُوسٍ لَكُمْ لِتُحْصِنَكُمْ مِنْ بَأْسِكُمْ فَهَلْ أَنْتُمْ شَاكِرُونَ ○ وَلِسُلَيْمَانَ الرِّيحَ عَاصِفَةً تَجْرِي بِأَمْرِهِ إِلَى الْأَرْضِ الَّتِي بَارَكْنَا فِيهَا وَكُنَّا بِكُلِّ شَيْءٍ عَالِمِينَ ○

سورۃ انبیاء پ ۱۷

گیانی صاحب نے قرآن شریف کی ان آیات پر غور نہیں کیا اور نہ ان کا ترجمہ صحیح لکھا ہے حضرت داؤد علیہ السلام کے حکم میں پہاڑوں اور پرندوں کا ہونا صحیح ترجمہ نہیں ہے۔ قرآن شریف میں جو لفظ ہے وہ "سخر" ہے اور اس کے معنے خدمت میں لگانا۔ کام میں لگانا ہے۔ ایک سکھ ودوان سنت گوردت سنگھ نے ۱۹۱۲ء میں قرآن شریف کا گورمکھی میں ترجمہ شائع کیا تھا۔ اس میں انہوں نے "سخرنا" کے معنے "تابع میں کرنا" بیان کئے ہیں۔

(ملاحظہ ہو قرآن شریف واگورمکھی انوواد صفحہ ۲۳۵)

پس قرآن مجید کی ان آیات کے سیدھے سادے معنے یہ ہیں کہ اللہ نے حضرت داؤد علیہ السلام کو پہاڑوں سے برآمد ہونے والی معدنیات لوہے وغیرہ سے فائدہ اٹھانے کا علم عطا کیا تھا۔ چنانچہ اسی جگہ صاف بیان ہے کہ "علمنٰہ صنعۃ لبوس لکم لتحصنکم من بأسکم"

یعنی ہم نے زرہیں بنانے کا علم حضرت داؤد علیہ السلام کو عطا کیا تھا تاکہ لڑائیوں میں تمہارے بچاؤ کا سامان ہو سکے اب ظاہر ہے کہ زرہیں لوہے سے ہی تیار ہوتی ہیں۔ اور لوہا پہاڑوں سے ہی برآمد ہوتا ہے۔ اسی طرح داؤد علیہ السلام نے پرندوں سے بھی کام لئے۔ یعنی ان سے پیغام رسانی وغیرہ کی خدمت لی اور ان کے گوشت اور انڈوں سے بھی فائدہ اٹھایا۔ معلوم نہیں کہ گیانی لال سنگھ صاحب کو اس میں کونسی عجوبہ بات اور شعبدہ بازی نظر آتی ہے۔

گیانی لال سنگھ صاحب پر یہ امر واضح ہونا چاہئے کہ کسی بھی سمجھدار اور عقلمند مسلمان کے نزدیک حضرت سلیمان کی تابع ہوا کا ہونا یہ معنے نہیں رکھتا کہ تمام دنیا کی ہوا ان کے قبضہ میں آ گئی تھی۔ بلکہ اس کے معنے یہ ہیں کہ آپ نے ہوا سے مختلف فوائد حاصل کئے۔ اور ہوا سے چلنے والے جہازوں کا استعمال کیا کیونکہ محاورہ میں الریح سے مراد ہوا سے چلنے والے جہاز بھی ہیں۔ اور اس طرح ہوا کا ان کے تابع ہونا یا ان کے حکم کے ماتحت چلنا اپنے اندر یہی مفہوم رکھے گا کہ ہوا سے چلنے والے جہاز ان کے ماتحت تھے اور جدھر وہ چاہتے تھے چلتے تھے۔ پرانے زمانے میں ہوا سے چلنے والے جہاز بادبانوں کے ذریعہ مخالف سمت بھی چلائے جاتے تھے۔ گویا اس طرح ہوا پر قبضہ کر لیا جاتا تھا کہ ہوا کے بالکل مخالف جہازوں کو چلایا جاتا تھا۔ اور یہی کام حضرت سلیمان علیہ السلام نے کیا۔ معلوم نہیں اس میں قابل اعتراض بات کیا ہے۔

قرآن مجید کی ان آیات میں جو خاص الفاظ استعمال کئے گئے ہیں۔ وہ "الجبال"۔ "الطیر" اور "الریح" ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ان الفاظ کے لفظی اور ظاہری معنے "پہاڑ" "پرندے" اور "ہوا" کے ہیں۔ مگر اہل علم جانتے ہیں کہ ہر زبان میں استعارے اور محاورے بھی ہوتے ہیں اور استعاروں اور محاوروں میں کسی لفظ کے صرف ظاہری معنے ہی مراد نہیں لئے جاتے۔ بلکہ ان کا مفہوم اور مطلب کچھ اور ہی ہوتا ہے۔ خود گورو گرنتھ صاحب میں ایسے استعارے اور محاورے استعمال کئے گئے ہیں نیز اس بات سے بھی اہل علم انکار نہیں کر سکتے کہ ہر ایک زبان میں کئی الفاظ کے ایک سے زائد معنے بھی ہوتے ہیں۔ اور سکھ لٹریچر میں بھی ایسے متعدد الفاظ مل سکتے ہیں۔ جو ایک سے زاید معنوں میں استعمال ہوتے ہیں۔ اور عربی زبان میں بھی ایسے الفاظ کی کمی نہیں جن کے لغات میں ایک سے زائد معنے بیان کئے گئے ہیں۔ چنانچہ قرآن مجید کی ان مذکورہ بالا آیات میں مستعمل الفاظ "جبل"۔ "طیر" اور "ریح" بھی ایسے ہی ہیں۔ جن کے معنے صرف "پہاڑ"۔ "پرندے" اور "ہوا" ہی نہیں بلکہ اور بھی معنے ہیں۔ جیسا کہ عربی زبان کی مشہور و معروف لغت "منجد" میں "جبل" کے متعدد معنے بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:-

رجل جبل = بخیل۔ یعنی کنجوس آدمی

ھو جبل الوجہ ای غلیظہ۔ یعنی وہ سخت چہرے والا ہے مراد مغرور ہے

فلان جبل قومہ ای سیدھم وعالمھم یعنی انکا سردار اور عالم۔

اسی طرح طیر اور طائر کے معنے بیان کرتے ہوئے منجد میں مرقوم ہے کہ:-

الطیر۔ مصدر لفظ ہے طائر کی جمع ہے کبھی واحد بھی استعمال ہوتا ہے۔

الطائر۔ الحظ (نصیبہ) رزق الانسان انسان کا رزق۔

الدماغ۔ دماغ۔

ھو ساکن الطائر۔ ای حلیم۔ ھادئ وقور۔

وہ ساکن پرندے والا ہے۔ یعنی بردبار ٹھنڈے دل والا۔ وقار والا۔

عربی زبان کی لغت میں بیان کردہ جبل اور طیر کے ان معنوں کے لحاظ سے قرآن شریف کی اس آیت کا مفہوم یہ بھی لیا جا سکتا ہے کہ اللہ نے کنجوس۔ مغرور۔ سردار اور عالم لوگ حضرت داؤد علیہ السلام کے تابع کر دیئے تھے جو ان کے خدمتگزار بن گئے تھے۔ نیز بڑے بڑے دولتمند۔ صاحب دماغ ٹھنڈے دل والے باوقار لوگوں نے بھی حضرت داؤد علیہ السلام کی اطاعت قبول کر لی تھی۔ ان معنوں کی رو سے (جو عربی لغت اور قواعد کے مطابق ہیں) گیانی لال سنگھ صاحب کے اعتراض کی کیا حقیقت رہ جاتی ہے؟ اس کے علاوہ محاورہ میں پہاڑ سے مراد پہاڑی قوم بھی لی جاتی ہے۔ چنانچہ اس کی مثال خود سکھوں میں بھی موجود ہے۔ جیسا کہ مشہور سکھ بزرگ بھائی گورداس صاحب سنگھ گورو صاحبان کے خاص خاص سکھوں کا ذکر کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں:-

پربت کالا مہرا نال نہالو سیوکر ندا

(وار ۱۱ پوڑی ۲۳)

بھائی گورداس کے اس قول میں مذکورہ لفظ پربت (پہاڑ) سے مراد پہاڑی قوم سے تعلق رکھنے والے لوگ لی گئی ہے۔ ملاحظہ ہو واراں بھائی گورداس سٹیک گیانی ہزارہ سنگھ صفحہ ۲۴۲) پس محاورہ کے لحاظ سے حضرت داؤد علیہ السلام کی تابع پہاڑوں کے ہونے کے یہ معنے بھی ہوں گے کہ پہاڑی اقوام بھی آپ کی مطیع اور فرمانبردار بن گئی تھیں۔ اور یہ ایک ایسا محاورہ ہے جو خود سکھوں کو بھی مسلم ہے۔ چنانچہ ہم نے واراں بھائی گورداس سے اس کا حوالہ بھی پیش کر دیا ہے۔ اور "واروں" کی پوزیشن گیانی لال سنگھ صاحب کے اپنے الفاظ میں ہی یہ ہے:-

"بھائی گورداس کی تصنیف کو سکھوں میں اسلام مذہب کی حدیثوں کی مانند درجہ حاصل ہے" (ترجمہ از گورمت سا دلی صفحہ ۴۷)

حضرت سلیمان علیہ السلام سے متعلق قرآن شریف میں جو آیت ہے۔ اس میں "الرّیح" کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ اس لفظ کے بھی لغت میں ہوا کے علاوہ اور کئی معنے مذکور ہیں۔ چنانچہ المنجد میں مرقوم ہے:-

الریح - ارٰاح - ارواحٌ - ریاحٌ - ریَحٌ
الریح - الشیٔ الطیب - الرحمۃ - النصرۃ
الغلبۃ - القوۃ - یعنی پاکیزہ چیز - رحمت
نصرت - غلبہ - قوت -

الریح کے ان معنوں کے لحاظ سے حضرت سلیمان علیہ السلام کے تابع ہوا ہونے کا یہ مفہوم بھی ہو سکتا ہے کہ لوگوں کی روحیں آپ کے ماتحت تھیں۔ یعنی لوگ صدق دل سے آپ کے مطیع اور فرمانبردار تھے اور آپ جدھر بھی جاتے تھے کامیابی اور کامرانی آپ کے قدم چومتی تھی۔

اس کے علاوہ قرآن مجید کی ایک دوسری آیت سے اس امر پر روشنی پڑتی ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام ہوا کے ذریعہ جلد جلد مسافت طے کیا کرتے تھے۔ جیسا کہ مرقوم ہے:-

ولسلیمٰن الریح غدوھا شھر ورواحھا شھر

(سورۃ سباء عؐ ۲ پ ۲۲)

یعنی - ہم نے سلیمانؑ کے لئے ہوا کو کام پر لگا رکھا تھا اور اس ہوا کا صبح کا سفر ایک مہینہ کا تھا۔ اور شام کا سفر بھی ایک مہینہ کا تھا۔

گویا جو سفر ایک مہینہ میں طے کیا جاتا تھا۔ وہ حضرت سلیمان علیہ السلام ہوا کو کام میں لا کر ایک دن میں طے کر لیا کرتے تھے۔

اس سے بھی اس امر پر روشنی پڑتی ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے ایسے جہاز بنائے تھے جو ہوا کے ذریعہ چلتے تھے اور جلد جلد مسافت طے کرتے تھے۔

گیانی لال سنگھ صاحب ایک سکھ ودوان ہیں۔ اور کئی کتابوں کے مصنف ہیں۔ نیز پنج خالصہ دیوان بھسوڑ کے رکن بھی ہیں۔ آپ نے اپنی عمر میں کئی مرتبہ گورو گرنتھ صاحب سادھارن اور اکھنڈ پاٹھ بھی کئے ہوں گے۔ اس لئے آپ سکھ لٹریچر خصوصاً گورو گرنتھ صاحب سے ناواقف نہیں ہو سکتے۔ گورو گرنتھ صاحب اور دوسرے سکھ لٹریچر میں بھی پربت (پہاڑ) پنچھی (پرندے) اور پون (ہوا) کے الفاظ متعدد معنوں میں استعمال ہوتے ہیں، اور عجیب بات یہ ہے کہ ان کے اکثر معنے عربی لغت کے زیادہ قریب ہیں۔ چنانچہ ہم ذیل میں ناظرین کی دلچسپی کے لئے سکھ لٹریچر سے اس کے حوالجات پیش کرتے ہیں:-

پربت (پہاڑ) :-

گورو گرنتھ صاحب میں "پربت" کا لفظ جس کے لفظی معنے پہاڑ کے ہیں۔ اپنے لفظی معنوں کے علاوہ اور بھی کئی معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ جیسا کہ ایک جگہ مرقوم ہے:-

کہت کبیر سنہو رے سنتہو
کیٹی پربت کھایا

(آسا کبیر جی ص ۴۷۷)

گیانی بھگوان سنگھ صاحب نے اس کے یوں معنے کئے ہیں:-

"کبیر جی کہے ہیں سنو ہے سنتو! کیٹی برھم بیبنی برتی پربت ہنکار کھایا۔ ہنکار ملن کو ناس کیا۔ اجاڑ کیا ہے"۔

(بھگت بانی سٹیک ص ۳۲۲)

ایک اور سکھ ودوان بیدی کاکا سنگھ نے اس کے معنے مندرجہ ذیل الفاظ میں کئے ہیں:-

"ہے سنتو! سنو - برتی روپی کیٹی نے ہنکار روپی پہاڑ نوں کھا لیا"

(بھگت بانی سٹیک ص ۱۲۵)

گورو گرنتھ صاحب کے اس قول میں پربت (پہاڑ) کا لفظ غرور اور تکبر کے معنوں میں استعمال ہوا ہے۔

سردار بہادر کاہن سنگھ صاحب نابھہ نے "پربت" پہاڑ لفظ کے معنے بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:-

"پربت - پہاڑ - (۲) ابھمان (غرور) ہوں میں (تکبر) اپنے آپ کو بڑا تصور کرنا" کیٹی پربت کھایا - کیٹی سے مراد عجز اور انکساری ہے"

(ترجمہ از انسائیکلو پیڈیا آف دی سکھ لٹریچر ص ۲۲۳۷)

ایک اور سکھ ودوان بیدی کاکا سنگھ صاحب نے لکھا ہے:-

پربت - ہنکار روپی پہاڑ

(بھگت بانی سٹیک ص ۱۲۵)

گورو گرنتھ صاحب میں من سکھ کو بھی پتھر اور پہاڑ کے نام سے موسوم کیا گیا ہے جیسا کہ مرقوم ہے:-

من سکھ پاتھر سیل ہے
دھرگ جیون پھیکا
جل میں کیت راکھیئے
اب انتر سوکا

(آسا محلہ ۱ ص ۴۱۹)

ایک اور مقام پر لکھا ہے:-

من مکھ پاتھر سیل نہ بھیجے
کرن پلاو کرے بہتیرے
نرک سورگ اوتارا ہے

(مارو محلہ ۱ ص ۱۰۲۹)

گورو گرنتھ صاحب کے ان شبدوں میں من مکھ کو "پتھر اور سیل" قرار دیا گیا ہے۔ لغات میں "سیل" لفظ کے معنے پہاڑ کی چٹان۔ اور پہاڑ وغیرہ بیان کئے گئے ہیں۔ جیسا کہ

سیل - لمبی سلا

(گرنتھ گورگدار کوش ص ۳۲۵)

سیل - خشک پہاڑ کا (پتھر)

(سری گوربانی پرکاش ص ۲۶۶)

سیل - سلا کا بنا ہوا - پتھر کا - یعنی پربت پہاڑ جو سلوں کا مجموعہ ہوتا ہے۔

(ترجمہ از انسائیکلو پیڈیا آف دی سکھ لٹریچر ص ۲۲۳۷)

سیل - پہاڑ - یعنی سخت۔

(گورو گرنتھ کوش ص ۲۳۶)

"سیل - چٹان" (شبدارتھ گورو گرنتھ صاحب ص ۴۱۹)

"سیل - پتھر - چٹان - من مرضی کرنے والا - چٹان کی طرح سخت دل ہونے کی وجہ سے بھیگتا نہیں"

(ترجمہ از شبدارتھ گرنتھ صاحب

گورو گرنتھ صاحب کے ایک اور مقام پر سنگدل کو "سیل" کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ جیسا کہ:-

تیرتھ نہائے کہاں سوچ سیل

(بھیرو محلہ ۵ ص ۱۱۴۹)

شبدارتھ گورو گرنتھ صاحب میں اس کے یوں معنے کئے گئے ہیں:-

"سیل - پتھر سنگدل کو نہانے سے پاکیزگی کہاں حاصل ہو سکتی ہے"

(ترجمہ از شبدارتھ گرنتھ ص ۱۱۴۹)

اسی طرح گورو گرنتھ صاحب کے ایک مقام پر بیوقوف کو بھی "سیل" کا نام دیا گیا ہے۔ جیسا کہ مرقوم ہے:-

آکھ سیل نیچ گھر ہوئے
آکھ دیکھ تو سے جس دوئے

(محلہ ۱ ص ۹۳۱)

ایک اور مقام پر مرقوم ہے:-

سیل لوہ جن اُدھریا

(سو یئے محلہ ۳ ص ۱۳۹۳)

گورو گرنتھ صاحب کے مندرجہ بالا اقوال میں "سیل" لفظ پاپی اور بیوقوف کے معنوں میں استعمال ہوا ہے (ملاحظہ ہو سری گوربانی پرکاش ص ۵۸۵ و انسائیکلو پیڈیا آف دی سکھ لٹریچر ص ۶۸۹ و گورو گرنتھ کوش ص ۲۳۶)

اس کے علاوہ گناہوں کو بھی گورو گرنتھ صاحب میں پہاڑ سے تشبیہہ دی گئی ہے۔ جیسا کہ مرقوم ہے:-

پربت دوکھ جہاں بکرالا
کھن میں دور کئے دیالا

(محلہ ۵ ص ۷۴۲)

شبدارتھ گورو گرنتھ صاحب میں اس شبد کی پہلی سطر کے معنے یوں کئے گئے ہیں:-

"داس کے جرم اور گناہ پہاڑ جیسے خوفناک ہیں"

(ترجمہ از شبدارتھ گرنتھ صاحب ص ۷۴۲)

سردار بہادر کاہن سنگھ صاحب نابھہ نے سنیاسیوں کے ایک فرقہ کا نام بھی پربت (پہاڑ) بیان کیا ہے۔ یہ فرقہ "تروٹک" نام کے شخص سے جو شنکر آچاریہ کا چیلہ تھا۔ چلا تھا۔ (ملاحظہ ہو انسائیکلو پیڈیا آف دی سکھ لٹریچر ص ۱۸۴۳)

گرنتھ صاحب کے ایک مقام پر عقل کو بھی پربت کے نام سے موسوم کیا گیا جیسا کہ مادھانا پربت کر نیتر باسک شبد رڑکیوں ص ۴۶۷

گورو گرنتھ صاحب کے اس قول میں پربت لفظ عقل کے معنوں میں استعمال ہوا ہے (ملاحظہ ہو شبدارتھ گرنتھ)

ان تمام حوالجات کا خلاصہ یہ ہے کہ گورو گرنتھ صاحب کی لغت میں پربت یا سیل (پہاڑ) کے معنے صرف پہاڑ ہی نہیں ہیں بلکہ یہ لفظ "غرور"، "من سکھ"، "سنگدل"، "پاپی" اور "گناہ گار" کے معنوں میں بھی استعمال ہوا ہے نیز سنیاسیوں کا ایک فرقہ بھی پربت نام کا ہے۔

دوسرا لفظ پنکھی (پرندہ) ہے۔ یہ درست ہے کہ اس کے عام معنے پرندہ کے ہیں۔ مگر گورو گرنتھ صاحب میں اسے پرندہ کے علاوہ دوسرے معنوں میں بھی استعمال کیا گیا ہے۔ جیسا کہ:۔

عام انسانوں کو گورو گرنتھ صاحب میں پنکھی (پرندوں) کا نام دیا گیا ہے:۔

پنکھی برکھ سوہاوڑا سچ چُگے گور پھلائے
ہر رس پیوے سہج رہے اوڈے نہ آوے جائے
پنکھی برکھ سہاوڑے اوڈے چھ دوس جاہے
جیتا اوڈے دوکھ گھنے نت دا جھیتے بلاہے

(سری راگ محلہ ۳ صفحہ ۶۶)

گورو گرنتھ صاحب کے اس شبد میں پنکھی کا لفظ انسان کے معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ چنانچہ شبد ارتھ گورو گرنتھ صاحب میں مرقوم ہے:۔

"جیو (روح) رُوپ پنچھی (پرندہ) سریر (جسم) روپ درخت پر خوبصورت نظر آتا ہے۔ اگر وہ گورو کے پیار میں سچ روپ چوغہ چُگتا ہے"

(ترجمہ از شبد ارتھ گرنتھ صفحہ ۶۶)

گورو گرنتھ صاحب کے ایک مقام پر من کو بھی پنچھی پرندہ قرار دیا گیا ہے۔ جیسا کہ مرقوم ہے:۔

ترور کایا پنکھی من ترور پنکھی پنچ
تت چوگہے مل ایک سے تن کو پھاس نہ ہنچ
اوڈہے تاں بے گل بے گلے تاکے چوگ گھنی
پنکھ تٹے پھاہی پڑی اوگن بھیڑ بنی

(رام کلی محلہ ۱ صفحہ ۹۳۴)

گورو گرنتھ صاحب کے اس شبد کے معنے شبد ارتھ گورو گرنتھ صاحب میں مندرجہ ذیل الفاظ میں بیان کئے گئے ہیں:۔

"جسم درخت ہے۔ اور من پرندہ ہے۔ پانچ گیان اندرے (حواس خمسہ) اس درخت پر اور پرندے ہیں۔ یہ پانچ خدا سے مل کر تت (حقیقت) کا چوغہ چگتے ہیں اور ذرہ بھی جال میں نہیں پھنستے۔ جلد باز زیادہ چوغہ دیکھ کر جلدی جلدی اُڑتے ہیں۔ اور جال میں پھنس جاتے ہیں اور ان کے پر ٹوٹ جاتے ہیں۔ اوگنوں (گناہوں) کی وجہ سے مصیبت آن پڑتی ہے"

(ترجمہ از شبد ارتھ گرنتھ صاحب صفحہ ۹۳۳)

گورو گرنتھ صاحب کے ایک اور مقام پر نیک لوگوں کو بھی پرندے کہا گیا ہے۔ جیسا کہ مرقوم ہے:۔

پنکھی پنچ اُڈر نہیں دھاوے
سپھلیو برکھ امرت پھل پاوے
گورمکھ سہج روے گن گاوے
ہر رس چوگ چوگا شدا

(مارو محلہ ۱ صفحہ ۱۰۳۳)

یعنی۔ نیک لوگ (گورمکھ) پرندے ہیں۔ اور وہ ہر رس کا چوغہ چگتے ہیں۔

اس کے علاوہ گورو گرنتھ صاحب میں مبلغین کو بھی پرندوں کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ جیسا کہ ایک جگہ مرقوم ہے:۔

پنکھی پہلے دساوری
برکھا سپھل پھلنت

(سلوک کبیر صفحہ ۱۳۷۷)

شبد ارتھ گورو گرنتھ صاحب میں گورو گرنتھ صاحب کے مندرجہ بالا قول کے معنے یوں کئے گئے ہیں:۔

"اے گورو تو ہمیشہ پھلدار رہ۔ تجھ سے تیرے سیوک (خادم) پھل حاصل کر کے بیرونی ممالک میں اس پھل کو تقسیم کرنے کے لئے جاتے ہیں"

(ترجمہ از شبد ارتھ گرنتھ صاحب صفحہ ۱۳۷۷)

ان حوالہ جات سے عیاں ہے کہ گورو گرنتھ صاحب میں پنکھی (پرندہ) کا لفظ عام انسانوں۔ من۔ گورمکھ اور پرچارک (مبلغ) کے معنوں میں استعمال ہوا ہے

پون۔ (ہوا)

تیسرا لفظ ہوا ہے۔ گورو گرنتھ صاحب میں ہوا کے لئے پون کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ اور یہ ہوا کے علاوہ اور معنوں میں بھی آیا ہے۔ جیسا کہ سواس کے معنوں میں یوں بیان کیا گیا ہے:۔

"پون دیوالا کرت اکیلا"

(رام کلی محلہ ۵ صفحہ ۸۸۴)

"یعنی۔ سواس (سانس) دیوالہ۔ سب میں پرویش ہونے کے باعث سب کو الگ الگ کرتا ہیں"

(ترجمہ از شبد ارتھ گرنتھ صاحب صفحہ ۸۸۴)

اس کے علاوہ گورو گرنتھ صاحب کے اور بھی متعدد مقامات پر پون کا لفظ سواس (سانس) کے معنوں میں استعمال ہوا ہے (ملاحظہ ہو صفحہ ۸۸۵ و صفحہ ۹۲۵ و صفحہ ۹۸۳ وغیرہ)

گورو گرنتھ صاحب کے ایک مقام پر خدا کو بھی پون کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ جیسا کہ:۔

آپے پاوک آپے پونا

(گورو گرنتھ صاحب صفحہ ۳۲۹)

نیز ایک مقام پر جل (پانی) کو بھی "پون" کا نام دیا گیا ہے جیسا کہ مرقوم ہے:۔

اگنی نہ دہے پون نہیں مگنے
تسکر نیڑ نہ آوے

گورو گرنتھ صاحب صفحہ ۳۳

سردار بہادر کاہن سنگھ نابھہ نے گورو گرنتھ صاحب کے اس قول میں مذکورہ لفظ "پون" کو "جل" کے معنوں میں استعمال ہوا تسلیم کیا ہے (ملاحظہ ہوا انسائیکلو پیڈیا آف دی سکھ لٹریچر صفحہ ۲۲۶۴)

اس کے علاوہ سردار بہادر کاہن سنگھ صاحب نابھہ نے پون (ہوا) کے معنے "مٹی کے برتن بنانے کا آوا"۔ "اِچھا" (خواہش) "حرص" اور "آشنا" بھی کئے (ملاحظہ ہو انسائیکلو پیڈیا آف دی سکھ لٹریچر صفحہ ۲۲۶۴ و صفحہ ۸۱۴)

اس سے ظاہر ہے کہ سکھ لٹریچر میں پون لفظ کے معنے ہوا کے علاوہ سواس۔ خدا۔ جل۔ برتن بنانے کا آوا۔ اِچھا (خواہش) حرص۔ آشنا۔ کے معنے بھی مذکور ہیں۔

گیانی لال سنگھ صاحب نے حضرت داؤد ۔۔۔۔۔۔ اور حضرت سلیمان علیہ السلام کا ذکر کر کے قرآن شریف پر جو اعتراض کئے ہیں۔ اگر وہ انہیں ان معنوں کی روشنی میں بھی دیکھیں تو پھر ان پر واضح ہو جائے گا کہ ان کے اعتراض ان کے عدم تدبر کا نتیجہ ہیں۔ ــــ (باقی باقی) ــــ

قانون کمیشن کا سوالنامہ بقیہ صفحہ ۹

طریقے سے چاہتے ہیں؟

(۷) پاکستان کے رائج الوقت اوقاف سے متعلق قوانین کی دفعات اور شریعت میں کوئی اختلاف دیکھتے ہیں؟ اگر دیکھتے ہیں۔ تو آپ اول الذکر میں کس طرح ترمیم کریں گے؟

(۸) کیا قانون کی رو سے غیر مسلموں کو شراب اور سؤر کا گوشت بیچنے کی اجازت ہوگی؟

(۹) کیا اسلام عام اشیاء اور اناج کی خرید و فروخت کے بارے میں پیشگی معاہدوں کی اجازت دیتا ہے؟ اگر دیتا ہے تو کن حالات میں؟

(۱۰) کیا آپ کا سوال نمبر ۹ کا جواب مختلف ہوگا اگر پیشگی معاہدے کا تعلق کسی خاص قطعہ اراضی کی پیداوار سے ہو؟

(۱۱) کیا آپ کے سوالات نمبر ۹ اور نمبر ۱۰ کے جوابات مختلف ہوں گے۔ اگر خریدار بیچنے والے کے پاس کچھ روپیہ بطور ضمانت پیشگی جمع کروا دے۔

قانون فوجداری

(۱۲) پاکستان کے ضابطہ فوجداری میں جہاں کسی دوسرے شخص کی بیوی سے بغیر اس کے خاوند کی رضامندی کے جنسی اختلاط کرنے والے شخص کیلئے سزا رکھی گئی ہے وہاں بدکاری کرنے والی عورت کے لئے سزا موجود نہیں۔ کیا آپ کا یہ خیال ہے کہ ایسی عورت کو بھی ایسے مقدمات میں سزا دی جانی چاہیئے۔

(۱۳) ضابطۂ فوجداری پاکستان کسی شخص کے خلاف کسی ایسی عورت سے جنسی اختلاط کا کوئی نوٹس نہیں لیتا جو کسی کی منکوحہ نہیں۔ اور جو اس قسم کے اختلاط پر رضامند ہو۔ کیا ایسی صورتوں میں آپ چاہتے ہیں کہ مرد اور عورت دونوں کو سزا دی جائے۔ اگر ایسا ہو تو آپ ایسی گمراہ عورت کی اصلاح کے لئے کیا تجویز کریں گے۔

(۱۴) کیا آپ حرامکاری۔ زنا بالجبر۔ سرقہ۔ رہزنی۔ ڈکیتی ضرب خفیف۔ ضرب شدید۔ قتل یا کسی دیگر جرم کے لئے پاکستان کے موجودہ تعزیری قوانین کی رو سے مجوزہ سزاؤں میں کسی قسم کی تبدیلی تجویز کرتے ہیں، تاکہ شریعت سے متعلق اس بارے میں اگر کوئی تضیہ ہو تو اسے رفع کیا جا سکے؟

(۱۵) کیا آپ چاہتے ہیں۔ کہ کسی ایسے فعل یا لغزش کو جو پاکستانی قوانین کے مطابق جرم نہیں شریعت کی روشنی میں جرم قرار دیا جائے۔ اگر ایسا چاہتے ہوں تو کس فعل کو کن حالات کے تحت جرم قرار دیا جائے؟

(۱۶) کیا آپ قتل کے وقوعات میں خونبہا کے اجراء کا مشورہ دیتے ہیں۔ اگر ایسا ہو تو کن حالات میں اور کن شرائط پر خونبہا کا اجرا ہونا چاہیئے؟

(۱۷) کیا آپ فوجداری مقدمات کی سماعت کے لئے مروجہ دستور میں کوئی دستور پیش کرنا چاہتے ہیں؟

(بقیہ از صفحہ اوّل)

ذات وصفات باری تعالیٰ کے متعلق ہمارا عقیدہ

مولنا عبدالحق صاحب ودیارتھی

شیخ محمد صاحب پشاور سے ایک دوست نے ذات صفات باری تعالیٰ کے بارہ میں ہمارا عقیدہ دریافت کیا ہے یہ خط لاہور میری غیر حاضری میں پہنچا اور لاہور سے راولپنڈی میرے نام بھیج دیا گیا چونکہ میں وہاں سے واپس آچکا تھا، اس لئے یہ خط غیر معمولی تاخیر کے بعد ملا اس مختصر سی معذرت کے بعد گذارش ہے کہ ذات وصفات باری تعالیٰ سے متعلق ہمارا عقیدہ علماء اہل سنت کے عقاید سے مختلف نہیں البتہ علماء اہل اسلام میں باہم جو اختلافات ہیں ان میں سے ہم بعض کو بعض پر ترجیح دیتے ہیں۔

سب سے پہلے ذات باری آتی ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ وہ ہستی بے مثل اور بے نظیر ہے وہ ایک ہے نہ بلحاظ عدد اور شمار کے بلکہ اپنی تمام صفات میں وہ یکتا ہے، اس جیسی کوئی اور ہستی اس کی کسی صفت میں شریک اور برابر کی نہیں۔ اس کی ہر صفت ضد اور ند سے پاک ہے۔ میں نے کہا خدا ایک ہے دو خدا نہیں اللہ تعالےٰ کی ذات اعداد کی شرکت سے بھی پاک ہے۔ جن مذاہب نے خدا ایک۔ دو۔ تین کی بحث کی ہے انہوں نے اللہ تعالےٰ کی ذات کو اعداد کی گرفت یا حد میں مقید کر دیا ہے۔ توحید باری تعالیٰ کے متعلق صحیح عقیدہ یہ ہے کہ وہ ذات بےمثل اور بے نظیر ہے نہ اپنی کل صفات کے اعتبار سے بلکہ ہر صفت کے لحاظ سے۔ پس خالق۔ باری۔ حی وقیوم اور بذاتہ عالم الغیب صرف وہی ذات ہے نہ مسیح اور نہ کوئی اور ہستی

- - - - - - - - - - - -

وللہ الاسماء الحسنیٰ تمام اعلیٰ درجہ کی صفات اور خوبیاں اسی ذات سے مخصوص ہیں جس کا نام اللہ ہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ قرآن مجید اور احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اللہ تعالےٰ کی بعض صفات ایسی بھی مذکور ہیں جو صفات انسانی کے ساتھ ایک گونہ اشتراک رکھتی ہیں خدا سنتا ہے بولتا ہے محبت کرتا ہے اس کے ہاتھ ہیں۔ وہ پکڑتا ہے مگر ان صفات کی کیفیت اللہ تعالےٰ میں، وہ نہیں جو انسانی صفات کی ہے وہ سنتا ہے بغیر ہوا اور کانوں کے اس کے سننے اور قبول کرنے میں کوئی بعد نہیں وہ دیکھتا ہے بغیر روشنی اور آنکھوں کے وہ بولتا ہے بغیر منہ اور زبان کے۔ اس کی محبت کی کیفیت صرف اس کی رحمت اس کے مبشرات اس کے سامان فضل وکرم سے محسوس ہوتی ہے وہ پکڑتا ہے نہ ہمارے جیسے ہاتھوں اور اعضا سے بلکہ اپنی غیر مرئی طاقت اور قدرت سے۔

اس کی صفات عین ذات ہیں نہ غیر ذات ہیں۔ اس کی ذات بالکل ہے موجود وہ حواس کی گرفت سے باہر ہے نہ ہم اسے آنکھ سے دیکھ سکتے ہیں نہ ہاتھ سے چھو سکتے ہیں، نہ زبان کان اور ناک سے اسے محسوس کر سکتے ہیں وہ ہمارے حواس سے وراء الوریٰ اور غیب ہیں اس کا ادراک صرف دلائل اور حواس باطنی یعنی وحی والہام کے ذریعہ ہوتا ہے اس کی ہستی پر یقین صرف وحی والہام کی شہادت سے ہوتا ہے۔

چونکہ وہ ذات جسم سے پاک ہے اس لئے اسے کسی ایسے تخت یا عرش یا کرسی کی ضرورت نہیں جس کا اس نے سہارا لیا ہو، عرش اگر کوئی تخت ہے تو وہ تین امکانات سے خالی نہ ہوگا یا وہ خدا کے برابر ہے یا وہ خدا سے چھوٹا، یا خدا سے بڑا ہے خدا اور عرش برابر ہیں اور ان کے اوپر نیچے فضاء محیط ہے یہ خدا کو محدود قرار دیتا ہے۔ خدا بڑا ہے اور عرش چھوٹا ہے یہ بھی عقلاً محال ہے کیونکہ اس طرح خدا دو حصوں پر مشتمل ہوگا عرش کے اوپر اور عرش کے باہر دونوں میں مابہ الامتیاز کیا ہوگا، خدا چھوٹا ہو اور عرش بڑا ہو یہ بھی نامعقول ہے اور اس سے عرش کی بڑائی خدا پر ظاہر ہے۔ ہمارے نزدیک خدا کا عرش اور کرسی اس کی حکومت اور اس کا علم ہے نہ کوئی مادی اور غیر مادی تخت وکرسی۔

ان اللہ علیٰ کل شئی قدیر اللہ ہر شئے پر قدرت رکھتا ہے اس کے ماتحت بہت سے غلط خیالات ذات سبحانہ کے متعلق مسلمانوں میں مروج ہو گئے ہیں مثلاً خدا اپنے جیسا خدا بنا سکتا یا نہیں بنا سکتا؟ خدا جھوٹ بول سکتا ہے۔ چنانچہ کذب باری کا مسئلہ دیوبندیوں میں مقبول ہو گیا ہے۔ حالانکہ جھوٹ بولنا خدا کی صفت نہیں، نبیوں کی صفت نہیں بلکہ کسی اچھے انسان کی بھی صفت نہیں۔

ایک مرتبہ مولانا ثناء اللہ صاحب نے راولپنڈی کی آریہ سماج میں کہا کہ خدا اپنے جیسا خدا بنا سکتا ہے مگر جو خدا بنے گا وہ کہے گا میں تیرے جیسا نہیں اس پر پنڈت رامچندر دہلوی نے مزاحاً مولانا کی بہت تعریف کی اور کہا مولانا آپ کے جواب سے دو باتیں معلوم ہوتی ہیں کہ آپ کے مذہب میں بنا ہوا بھی خدا ہو سکتا ہے (۲) خدا جھوٹا بھی ہو سکتا ہے ورنہ جب خدا نے اسے اپنے جیسا بنایا تھا تو وہ کیونکر کہے گا کہ میں تیرے جیسا نہیں یا تو بنانے والے نے جھوٹ بولا کہ میں نے اپنے جیسا خدا بنا لیا یا بننے والے خدا نے جھوٹ کہا کہ میں تیرے جیسا نہیں جیسا کہ دیوبندی حضرات اور اہل حدیث اتنا نہیں سمجھتے کہ جھوٹ بولنا قدرت اور طاقت نہیں بلکہ ضعف اور کمزوری یا عیب ہے جس سے اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ہے۔

اس طرح یہ کہنا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے مسیح کو آسمان پر لے جانا پڑتا ہے ان اللہ علیٰ کل شئی قدیر مگر اس کے بالعکس یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ کیا وہ کسی کو زمین پر بچانے کی قدرت رکھتا ہے یا نہیں؟

حقیقتاً آسمان پر لے جانے کی بجائے لوگوں کے سامنے اپنے بندے کو بچا کر دکھانا بہت بڑا معجزہ ہے ان اللہ علیٰ کل شئی قدیر علم، حکمت اور تقاضائے وقت کے لحاظ سے ہوتا ہے کسی پہلوان کا ایک من کا پتھر اٹھا لینا طاقت کی دلیل ہے

من آں رستم و قت دو نہیں تم
تماشہ زگرز گراں لیستم

یہ طاقت کی دلیل نہیں بلکہ بیوقوفی کی دلیل ہے قانون قدرت میں اور اصول ارتقاء میں، سب جگہ جس کام کے لئے جتنی قوت کی ضرورت ہو اتنی ہی قوت کے استعمال سے کام دکھانا حکمت الہٰی کی دلیل ہے۔

عقائد کی کتب کا یہ مسئلہ بھی قرآن مجید اور دینی حکمت کے خلاف ہے کہ انسان مجبور محض ہے، نیکی اور بدی جو کچھ انسان کرتا ہے وہ خدا کراتا ہے بندہ کا اس میں کوئی قصور نہیں ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ انسان کلیتہً مجبور ہے نہ مختار ایک حد تک اللہ تعالےٰ نے اسے آزادی فعل عطا کی ہے۔ مگر بہت سی باتوں میں وہ مجبور ہے۔ ہمارا عقیدہ اس کے بارہ میں بین الجبر والقدر ہے۔

(بقیہ از صفحہ ١١)

اگر ایسا ہو تو کس بارے میں؟ کیا اسیسروں اور جیوری کے اراکین کا تقرر مناسب ہوگا؟

قانونی شہادت

(١٨) کیا آپ پاکستان میں مروجہ قانون شہادت میں کوئی تبدیلی چاہتے ہیں؟

(١٩) بالواسطہ اور مبنی بر قرآن شہادت کی قبولیت کے بارے میں آپ کے نزدیک اسلامی قانون کیا ہے؟ کیا قانون شہادت بابت ١٨٧٢ء کے متعلقہ احکام و ضوابط کو کسی لحاظ سے تبدیل کیا جانا چاہیئے۔ اگر ایسا ہو تو کس طرح؟

پیغام صلح مورخہ ١٢ جون ١٩٥٢ء رجسٹرڈ ایل نمبر ٨٣٨ شمارہ نمبر ٢٤

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸

فون نمبر ۳۷۳۷

لوائے ما پنہ ہر سعید خواہد بود
پندائے فتح نمایاں بنام ما باشند

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

ہم تو رکھتے ہیں مسلمانوں کا دین
دل سے ہیں خدام ختم المرسلین
شرک اور بدعت سے ہم بیزار ہیں
خاکِ راہ احمدِ مختار ہیں
سارے حکموں پر ہمیں ایمان ہے
جان و دل اس راہ پہ قربان ہے
تم ہمیں دیتے ہو کافر کا خطاب
کیوں نہیں لوگو تمہیں خوف عقاب

جماعت احمدیہ لاہور کی تعلیمی خصوصیات

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نیا نہ پرانا۔
۲۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۳۔ قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں نہ آئندہ ہو گی۔
۴۔ سب صحابہ اور آئمہ قابل احترام ہیں۔ مجددوں کا ماننا ضروری ہے۔
۵۔ اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا۔

پیغامِ صلح

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا ہفتہ وار ارگن

سالانہ چندہ پاکستان سے :- چھ روپے
سالانہ چندہ ہندوستان سے :- ۱۲ - ۸ روپے
سالانہ چندہ ممالک غیر سے ۲۳ شلنگ

ایڈیٹر
دوست محمد

جلد ۴۰ | یوم چہارشنبہ مؤرخہ ۱۷ رمضان المبارک ۱۳۷۱ھ - ۱۱ جون ۱۹۵۲ء | نمبر ۲۳

"قوموں اور جماعتوں کو قلت ناکام نہیں کرتی

بیکاری اور قربانی سے گریز ناکام کرتا ہے"

چندہ ماہوار کے متعلق حضرت امیر مرحوم کا ایک ارشاد گرامی

سری نگر میں ہمارے مخلص دوست مولوی عبدالعزیز صاحب شورہ تنظیم تحصیل کا کام بڑی تندہی سے سرانجام دے رہے ہیں۔ فجزاہ اللہ احسن الجزا۔ حال ہی میں آپ نے تمام جماعت کشمیر کو چندہ کی تحریک ایک مطبوعہ خط کے ذریعہ کی ہے جو حضرت امیر رحمۃ اللہ علیہ کے ایک ارشاد گرامی پر مشتمل ہے۔ چونکہ اس خط کا مضمون ہماری تمام جماعت کے لئے اور بالخصوص ان احباب کے لئے جو باوجود بار بار کی تاکید کے چندہ ماہوار ادا نہیں کرتے ایک نصیحت کا حکم رکھتا ہے اس لئے ہم بجنسہ اسکو ذیل میں درج کرتے ہیں اس میں حضرت امیر رضی اللہ عنہ کا جو قیمتی ارشاد نقل کیا گیا ہے **وہ گویا قبر سے ایک آواز ہے اور عالم اخروی سے قوم کے نام ایک پیغام ہے** — قوم کا فرض ہے کہ وہ اپنے محبوب امیر علیہ الرحمۃ کی آواز پر کان دھرے اور لبیک کہتے ہوئے اس کی تعمیل کے لئے کھڑی ہو جائے کہ اسی میں اس کی زندگی کا راز ہے۔

وما علینا الا البلاغ

خاکسار :- مرتضیٰ خاں اسسٹنٹ سیکرٹری

شورہ صاحب کے خط کی نقل ذیل میں درج ہے :-

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام سرینگر

مکرم معظم جناب !

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آپ کو معلوم ہے کہ چندہ ماہوار ادا کرنا ہر احمدی مرد اور عورت پر فرض ہے اور جو شخص متواتر تین مہینے تک چندہ ادا نہ کرے اس کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ اسے جماعت سے خارج تصور کر لیا جائے۔ لیکن کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ آپ نے مدت مدید سے کوئی چندہ ادا نہیں کیا۔ اگرچہ اس طرف آپ کو بارہا توجہ دلائی گئی ہے۔ آج میں آپ کی غیرت کو اپیل کرتا ہوں کہ اگر آپ نے ایک زندہ اور فعال جماعت سے وابستگی اختیار کی ہے تو خود بھی زندہ اور فعال بن جائیے ورنہ بہتر یہی ہے کہ آپ اپنی مردگی اور سستی کی بدولت جماعت پر کوئی حرف آنے کی نوبت نہ آنے دیں۔ آپ حساس ہیں تو جناب حضرت امیر مرحوم کے ان الفاظ پر غور فرمائیے :-

"ماہوار چندہ حسب حیثیت حضرت مسیح موعود کا حکم ہے اور آپ کی جانشین انجمن نے اس کی ایک شرح مقرر کر دی ہے، جو شخص اس شرح کے مطابق ادا نہیں کرتا اور بہانے بناتا ہے وہ امام زمانؑ کا نافرمان ہے۔ دیکھنے والی یہی ہیں یا مسیح موعودؑ کو مانو۔ جو فوج خدمت دین کے لئے مسیح موعودؑ نے بنائی اس میں قدم سے قدم ملا کر چلو تاکہ تم دین و دنیا میں کامیاب ہو۔ اور اگر آپ ایک حکم کے ماتحت چلنا نہیں چاہتے تو بہتر ہے کہ اسے چھوڑ دو۔ کبر مقتاً عند اللہ ان تقولوا ما لا تفعلون کے وعید کے ماتحت اپنے آپ کو نہ لاؤ۔ یہ تفرقہ جو اس وقت موجود ہے امام کی جماعت کے لئے موزوں نہیں۔ تفرقہ اور پراگندگی تو سیاسی رنگ میں بھی تباہ کر دیتا ہے دین کی عمارت بنانے والی جماعت ایک ہوئے بغیر ایک حکم کے ماتحت چلے بغیر کامیاب نہیں ہو سکتی۔ یہ قلت نہیں جو قوموں اور جماعتوں کو ناکام کرتی ہے۔ یہ بیکاری اور قربانی سے گریز ہے جو ناکام کرتا ہے۔"

"اگر اب بھی جماعت کا بیکار حصہ نہیں اٹھتا تو وہ بیوفائی کا مجرم ہے۔ کس سے بیوفائی؟ مجھ سے نہیں اپنی جماعت سے بیوفائی۔ امام وقت سے بیوفائی جس سے دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا اقرار کیا تھا۔ خدا کے رسول سے بیوفائی جن کے نام کو دنیا میں روشن کرنے کا بیڑا ہم نے اٹھایا تھا۔ خدا سے بیوفائی جس کے کلام کو دنیا میں پہنچانے کا اور جس کے دین کو غالب کرنے کا ذمہ ہم نے لیا تھا۔ خدا کے دین کے کام میں دیوانوں کی طرح لگ جاؤ اور بیکار مت بنو، خدا کا قانون ہے کہ بیکار عضو کو کاٹ کر پھینک دیا جاتا ہے، بہتیرے بدقسمت بیکار بن کر (ہاں دین کے لئے بیکار بن کر دنیا کے وہ دیوانے ہیں) کٹ گئے بلند مقام کو چھوڑ کر پستی میں وہ گر گئے۔ دعا کرو کہ خدا ہمیں اس پستی میں گرنے سے بچائے"

پس آپ پر لازم ہے کہ آپ جھوٹے وعدے کرنے اور بہانے بنانے سے اجتناب کریں اور باقاعدہ ماہوار چندہ ادا فرماتے رہیں ورنہ میں آپ کے متعلق مرکز کو اطلاع دینے پر مجبور ہو جاؤں گا۔ کیا میں امید کروں کہ آپ اس بارے میں مجھے کوئی شکایت باقی نہیں رہنے دیں گے ؟

والسلام - آپ کا - عبدالعزیز - ادیب فاضل فاضل شورہ - سری نگر

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ ارشادات

شیخ غلام قادر صاحب احمدیہ بلڈنگس لاہور

اچھا اسلام یہ ہے کہ بیفائدہ باتوں کو ترک کیا جائے

عن ابی ہریرۃ رض عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم من حسن اسلام المرء ترکہ مالا یعنیہ۔

جامع ترمذی ابواب الزھد

ترجمہ:- ابی ہریرہ رض سے روایت ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیفائدہ اور لایعنی باتوں کو ترک کرنا آدمی (تارک) کے اسلام (مقام ایمان) کی خوبی کو ظاہر کرتا ہے۔

دنیا کے لئے خدا کے احکام کی پروا نہ کرنے والا

عن المستورد بن شداد قال کنت مع الرکب الذین وقفوا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی السخلۃ المیتۃ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اترون ھذہ ھانت علی اھلھا حین القوھا قالوا من ھوانھا القوھا یا رسول اللہ قال الدنیا اھون علی اللہ من ھذہ علی اھلھا۔

(ترمذی ابواب الزھد)

ترجمہ:- مستورد بن شداد سے روایت ہے کہ میں ان سواروں کے ساتھ تھا جو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بھیڑ کے مردہ بچے پر کھڑے ہوئے تھے پس آنحضرت صلی اللہ علیہ نے فرمایا کیا تم اس (بھیڑ) کو دیکھتے ہو یہ (بوجہ مردہ ہونے کے) اپنے مالکوں پر ذلیل ہوگئی ہے جبکہ انہوں نے اسے پھینکدیا ہے لوگوں نے کہا باعث ذلت کے لوگوں نے اسے پھینکدیا ہے یا رسول اللہ حضور نے فرمایا دنیا اللہ تعالے کے نزدیک اس سے بڑھکر ذلیل ہے جتنی یہ بھیڑ اپنے مالکوں کے نزدیک ذلیل ہے۔

این جہان است مثل مردارے
چوں سگے ہر طرف طلبگارے
این ہمہ جوشش حرص و آرزو ہوا
ہست تا ہست مرد نا بینا

یہ دنیا طالبان دنیا کے لئے مثل مردہ لاش کے ہے اور اس کے طلبگار کتوں کی طرح اس کے گرد جمع ہیں۔

یہ تمام جوش و خروش اور طوفان بے تمیزی (جو حق کے مقابل پر اٹھایا جاتا ہے) حرص و ہوا کی کرشمہ سازیاں ہیں۔

اور یہ اسی وقت تک ہیں جب تک کہ آدمی چشم بصیرت کو وا نہیں کرتا۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کلمات طیبات

حضرت نبی کریم صلعم کی حقانیت

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حقانیت کی پہلی دلیل تو یہی ہے کہ جس وقت آپ تشریف لائے وہ وقت چاہتا تھا کہ "مردے از غیب بیروں آید وکارے بکند" اس کی طرف قرآن کریم کی اس آیت میں اشارہ ہے "وبالحق انزلناہ وبالحق نزل"۔ پس خوب یاد رکھو کہ مامور من اللہ کی سچائی کی شناخت کی پہلی دلیل یہی ہوتی ہے کہ وہ ضرورت کے وقت آتا ہے۔ اس کے وقت پر غور کی نگاہ ڈالی جائے اور سوچا جائے کہ کیا اس وقت کسی مرد آسمانی کے آنے کی ضرورت ہے یا نہیں؟ اگر ایک شخص نہروں اور متعدد کنوؤں کی موجودگی میں پھر اسی جگہ ایک اور کنواں لگاتا ہے تو صاف کہنا پڑتا ہے کہ وہ شخص وقت اور روپیہ کا خون کرتا ہے لیکن اگر وہی شخص ایسے ایک جنگل و بیابان میں کنواں لگا دے جہاں پانی نایاب ہو تو اس کا یہ خیال دانائی پر مبنی اور مستحسن سمجھا جائے گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جس طرح ایک جنگلی زمین میں پیدا ہوئے اسی طرح ایسے وقت پیدا ہوئے جبکہ ہر طرف روحانی جنگل تھا۔ خود مکہ میں اگر روحانی اور جسمانی انہار نہ تھیں تو دیگر ممالک بھی روحانی نہروں کے نہ ہونے کے سبب ہلاک ہو چکے تھے اور زمین مردہ ہو چکی تھی۔ اسی لئے قرآن کریم نے فرمایا اعلموا ان اللہ یحی الارض بعد موتھا۔ یعنی یہ بات تمہیں معلوم ہے کہ ساری زمین مردہ ہو چکی تھی اور اب اللہ تعالے اسے نئے سرے سے زندہ کرتا ہے۔ پس یہ زبردست دلیل ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سچائی پر کہ آپ ایسے وقت میں آئے کہ ساری دنیا عام طور پر بدکاریوں اور بداعتقادیوں میں مبتلا ہو چکی تھی اور حق و حقیقت اور توحید و پاکیزگی سے بالکل خالی ہو چکی تھی۔ پھر دوسری دلیل آپ کی سچائی کی یہ ہے کہ آپ ایسے وقت میں اللہ تعالے کی طرف اٹھائے گئے جب آپ اپنے فرض رسالت کو پورے طور پر ادا کر کے کامیاب و بامراد ہو چکے تھے۔ حقیقت میں جس طرح مامور من اللہ کے لئے پہلے یہ بات دیکھنی ضروری ہوتی ہے کہ آیا وہ ضرورت کے وقت آیا ہے کہ نہیں اسی طرح یہ دیکھنا بھی ضروری ہوتا ہے کہ وہ اپنے فرض منصبی میں کامیاب بھی ہوا ہے یا نہیں۔ آیا اس نے بیماروں کو تندرست بھی کر دیا ہے یا نہیں جن کے علاج کے لئے وہ بھیجا گیا تھا۔

بہشت و دوزخ کی حقیقت

ہم قرآن شریف کو جیسا کہ خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ وہ سراسر نور، حکمت اور معرفت ہی دکھانا چاہتے ہیں اور ہمارے مخالف یہ کوشش کرتے ہیں کہ قرآن شریف کو ایک معمولی قصے سے بڑھکر وقعت نہ دیں۔ لیکن ہم اسے گوارا نہیں کر سکتے۔ اور خدا تعالے نے اپنے خاص فضل سے ہم پر کھول دیا ہے کہ قرآن شریف ایک زندہ اور روشن کتاب ہے اس لئے ہم کیوں ان لوگوں کی مخالفت کی پروا کریں۔ غرض میں بار بار اس امر کی طرف ان لوگوں کو جو میرے ساتھ تعلق رکھتے ہیں نصیحت کرتا ہوں کہ خدا تعالے نے اس سلسلہ کو کشف حقائق کے لئے قائم کیا ہے۔ کیونکہ بغیر اس کے عملی زندگی میں کوئی روشنی اور نور پیدا نہیں ہو سکتا اور میں چاہتا ہوں کہ عملی سچائی کے ذریعے اسلام کی خوبی دنیا پر ظاہر ہو اسی کام کے لئے خدا نے مجھے مامور کیا ہے۔ اس لئے تم لوگ قرآن شریف کو کثرت سے پڑھو۔ مگر نرا قصہ سمجھکر نہیں بلکہ ایک فلسفہ سمجھ کر۔ اب میں پھر اصل مطلب کی طرف رجوع کر کے کہتا ہوں کہ قرآن شریف نے بہشت اور دوزخ کی جو حقیقت بیان کی ہے کسی دوسری الہامی کتاب نے ہرگز نہیں کی۔ قرآن شریف نے صاف طور پر ظاہر کر دیا ہے کہ اسی دنیا سے بہشتی اور دوزخی زندگی کا سلسلہ شروع ہوتا ہے۔ چنانچہ ایک جگہ فرمایا ولمن خاف مقام ربہ جنتان۔ یعنی جو شخص خدا کے حضور ...... کھڑا ہونے سے ڈرا اس کے واسطے دو بہشت ہیں۔ یعنی ایک بہشت تو اسی دنیا میں مل جاتا ہے کیونکہ خدا تعالے کا خوف انسان کو بدیوں سے روکتا ہے اور بدیوں کی طرف دوڑنا دل میں ایک اضطراب اور قلق پیدا کرتا ہے جو بجائے خود ایک خطرناک جہنم ہے، لیکن جو شخص تعالیٰ کا خوف کھاتا ہے تو وہ بدیوں سے پرہیز کر کے اس دنیا کے عذاب اور درد سے تو دم نقد بچ جاتا ہے جو شہوات اور جذبات

(باقی کالم اول کے نیچے)

نفسانی کی غلامی اور اسیری سے پیدا ہوتا ہے اور وہ وفاداری اور خدا کی طرف جھکنے میں ترقی کرتا ہے جس کے سبب سے اسے ایک لذت اور سرور دیا جاتا ہے اور یوں بہشتی زندگی اس کے لئے اسی دنیا سے شروع ہو جاتی ہے۔

پیغام صلح
جلد ۴۰ — یوم چہار شنبہ مورخہ ۲۴ رمضان المبارک ۱۳۷۱ھ — نمبر

قتلِ مُرتد اور اسلام

اس وقت جبکہ پاکستان کا نیا دستور بن رہا ہے بعض اسلامی جماعتوں کی طرف سے اس بات پر زور دیا جا رہا ہے کہ اسلام میں مرتد کو واجب القتل قرار دیا گیا ہے اس لئے پاکستان کی اسلامی حکومت کا فرض ہے کہ ان تمام لوگوں کو جو اسلام کو چھوڑ کر کسی اور دین میں چلے گئے ہیں موت کے گھاٹ اتار دیا جائے۔

اس مطالبہ کو پیش کرنے والے اپنے سامنے اس وقت صرف جماعت احمدیہ کو رکھتے ہیں کیونکہ ان کے نزدیک یہ جماعت مولویوں کے مزعومہ دین کو چھوڑ کر کسی اور دین میں جا چکی ہے۔ حالانکہ جہاں تک اصول اسلام کا تعلق ہے، جماعت احمدیہ اور کسی دوسرے اسلامی فرقہ کے معتقدات میں کوئی فرق نہیں، بلکہ عمل کے لحاظ سے جماعت احمدیہ کا قدم دوسرے اسلامی فرقوں سے بہت آگے ہے کیونکہ وہ اسلامی اصولوں اور معتقدات پر نہ صرف خود گامزن ہیں بلکہ غیر مسلموں کو بھی ان کی صداقت منوانے میں دوسروں سے پیش پیش ہیں، اور کسی بڑے سے بڑے مولوی اور لیڈر یا کسی اسلامی جماعت کو ابھی تک اس جہاد فی سبیل اللہ کی طرف قدم بڑھانے کی توفیق میسر نہیں آئی، باوجود اس کے اس جماعت کو جو سو فیصدی اسلامی اصولوں کی معتقد اور ان پر کاربند ہے، مرتد اور واجب القتل قرار دیا جاتا ہے اور وہ جن میں ننانوے وجوہ کفر کی ہیں اور صرف ایک وجہ اسلامی (یعنے کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ) مسلمان کہلا کر خادمانِ اسلام کو قتل کرنے کے درپے ہیں۔

لیکن اس بحث سے قطع نظر کرتے ہوئے غور طلب امر یہ ہے، کہ آیا فی الواقعہ اسلام نے مرتد کو واجب القتل قرار دیا ہے؟ اگر یہ صحیح ہے تو پھر پاکستان میں ان لوگوں کی پوزیشن کیا ہوگی جو فی الواقعہ اسلام کو چھوڑ کر کسی دوسرے دین میں جا چکے ہیں۔ اور ان غیر مسلم جماعتوں کو جو اپنے مذاہب کی تبلیغ مسلمانوں میں کر رہی ہیں آئندہ کیا رویہ اختیار کرنا پڑے گا اور اگر ان کے اثر سے کوئی شخص اسلام سے نکل کر ان کے دین میں چلا جائے تو اس سے کیا سلوک ہوگا۔

مثال کے طور پر پاکستان میں جو عیسائی آباد ہیں ان میں بے شمار ایسے لوگ ہیں جنہوں نے اسلام کو چھوڑ کر دین مسیحی اختیار کر رکھا ہے، یہ لوگ فی الواقعہ اصطلاح اسلام کی رو سے مرتدین میں شامل ہیں، اگر یہ صحیح ہے کہ اسلام نے مرتد کو واجب القتل قرار دیا ہے اور پاکستان کی اسلامی حکومت کو ایسے لوگوں کو موت کے گھاٹ اتار دینا چاہیئے تو جوشوا فضل الدین سے لے کر مسیحی رسالہ المائدہ کے ایڈیٹر مسٹر موسےٰ خاں تک جتنے بھی مرتد عیسائی ہیں، وہ اپنی خیر منالیں اور آیندہ جو لوگ مسیحی خیالات سے متاثر ہو کر مسلمان سے عیسائی ہونا چاہیں وہ سُن رکھیں کہ ان کے سروں پر ایک تلوار لٹک رہی ہے جو اسلام کو چھوڑتے ہی ان کی رگِ جان کو کاٹ کر رکھ دیگی

کیا یہی وہ سلوک ہے جو پاکستان میں اقلیتوں کے ساتھ روا رکھا جائے گا؟ کیا اسی قسم کی مراعات غیر اسلامی جماعتوں کو دی جائیں گی؟

بعض لوگ شاید اس وجہ سے اس کو پسند کریں کہ اس طریق سے آیندہ عیسائیوں کو مسلمانوں میں تبلیغ کرنے کی جرأت نہ ہوگی اور نہ کوئی مسلمان عیسائی ہونے کی جرأت کر سکے گا۔ لیکن غور کرنا چاہیئے کہ اگر کسی شخص کا ضمیر ایک بات کو نہ مانتا ہو تو زبردستی اسے اس پر قائم رکھنا لا اکراہ فی الدین کے کہاں تک مطابق ہے اور کیا اس صورت میں اسلام کو بزور شمشیر پھیلانے یا تلوار کے ذریعہ اس کی حفاظت کرنے کا الزام سچا ثابت نہ ہوگا اور پھر تاریخ اسلام میں کتنے ایسے واقعات ہیں جن میں دین مسیحی قبول کرنے یا کسی اور دین میں جانے پر لوگوں کو قتل کیا گیا ہو سوائے ان لوگوں کے جو باغی ہو کر بر سر پیکار دشمنوں کے ساتھ جا شامل ہوئے ان کو محض ارتداد کی وجہ سے نہیں بلکہ محارب قرار دے کر واجب القتل ٹھیرایا گیا۔

بہر حال آیندہ کا معاملہ تو آیندہ پر چھوڑیئے فی الحال جو لوگ مسلمانوں میں سے نکل کر مسیحی قوم میں شامل ہو چکے ہوئے ہیں ان کے معاملہ پر غور کیجئے کہ آیا وہ سب واجب القتل ہیں؟ کیا زعمائے احرار، اور جماعت اسلامی کے امیر مولنا مودودی اور اہلِ حدیث علماء جو قتل مرتد کے مسئلہ کو زیادہ تر اچھال رہے ہیں اس بات کا اعلان کریں گے کہ تمام وہ لوگ جو مسلمانوں میں سے مرتد ہو کر عیسائی ہوئے ہیں وہ سب واجب القتل ہیں؟ کیا وہ حکومت پاکستان سے ان سب کو قتل کرنے کی سفارش کرنے کے لئے تیار ہیں۔ مرزائیوں کا ارتداد تو جب ثابت ہوگا دیکھا جائے گا فی الحال جن لوگوں کا ارتداد ثابت ہے ان کے متعلق فیصلہ کیجئے کہ آپ کا کیا فتوےٰ ہے اور کب ان کے لئے دار و رسن لٹکایا جائے گا؟

خدا کے بندو! کچھ سوچو اور غور کرو کہ تمہارے یہ فتوے جو بغض و تعصب سے اندھے ہو کر صرف جماعت احمدیہ کو دکھ دینے کے لئے تراشے جا رہے ہیں اسلام کی عزت کا موجب ہیں یا رسوائی کا؟ اور اگر ان فتووں کو قابل عمل سمجھا جائے تو پاکستان کا کیا باقی رہ جائے گا مرتد اگر "مرزائی" ہیں تو ان سے بڑھکر مرتد عیسائی ہیں۔ پہلے ان کو قتل کرنے کا سامان کر لو، پھر ہم بھی اگر مرتد ثابت ہوگئے تو جناب الٰہی میں یہ واویلا کرتے ہوئے دار پر چڑھ جائیں گے کہ ؎

بجرم عشق تو کشتندم غوغا ئیست
تو نیز بر سر بامِ آ کہ خوش تماشائیست

اخبار احمدیہ

— حضرت امیر قوم مولنا صدر الدین صاحب کی صحت کے متعلق ان کا اپنا ایک مضمون دوسری جگہ درج ہے، احباب کرام دعا فرماتے رہیں کہ اللہ تعالیٰ حضرت ممدوح کو شفائے عاجل و صحت کامل عطا فرمائے۔

— حضرت صاحب صدر جناب الحاج میاں محمد صاحب بفضلہ تعالیٰ بخیر و عافیت ہیں۔ آپ آجکل ڈیہی پہاڑ پر تشریف لے گئے ہوئے ہیں اور وہاں نماز جمعہ بھی پڑھاتے ہیں اور انجمن کے ضروری کام بھی سر انجام دیتے ہیں۔

— وزیر آباد سے شیخ محمد عبد اللہ صاحب ولد شیخ محمد جان صاحب احمدی مرحوم مطلع فرماتے ہیں کہ ان کے بڑے بھائی شیخ عبد الرحمٰن صاحب ناظر انکم ٹیکس آفیسر کراچی اسسٹنٹ کمشنر انکم ٹیکس کے عہدہ جلیلہ پر تعینات ہو کر راولپنڈی تبدیل ہو گئے ہیں، فالحمد للہ علیٰ ذالک، شیخ محمد عبد اللہ صاحب (باقی بر صفحہ م)

میری صحت

ابتلا کی برکات اور انعامات

از حضرت امیر قوم مولانا صدر الدین صاحب ایدہ اللہ

احباب کرام - اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ

یہ چند سطور آپ کی تشویش دُور کرنے کے لئے لکھتا ہوں - میری حالت بفضلہٖ بہتر ہو رہی ہے - اس ہفتے میں ایک دن کے لئے بخار دور ہو گیا تھا اور اس کے بعد کچھ دنوں سے چند گھنٹوں کے لئے خفیف سی حرارت محسوس ہوتی ہے - علاوہ ازیں میری طاقت عود کر آئی ہے یہ خدا کے فضل سے اور آپ کی دعاؤں سے ہوا اور میں سربسجود ہو کر باری تعالےٰ کا شکریہ ادا کرتا ہوں - خدا کے فضل سے امید ہے کہ جو تھوڑی بہت تکلیف باقی ہے وہ بھی عنقریب جلدی دُور ہو جائے گی -

اس قسم کے ابتلا انسانوں پر آتے ہی رہتے ہیں جس سے انسان پر اپنی بے بسی روشن ہو جاتی ہے اور اس کو اس امر کا عرفان حاصل ہوتا ہے کہ یہ کائنات خدا تعالےٰ کے قبضۂ قدرت میں ہے اور اسکو خدائے رحیم و کریم کے آستانے پر گرنے کی توفیق میسر آتی ہے - ابتلاء سے انسان کے ایمان اور استقلال کا امتحان ہوتا ہے، اور اس طرح سے خود اس کے نفس پر یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ وہ کس حد تک خدا کو مانتا ہے، اور کس حد تک اس کی قضا و قدر پر راضی ہونے کو تیار ہے - ابتلاء انبیاء پر بھی آتے ہیں، ان کے ابتلاء بہت سخت ہوتے ہیں جن کی وجہ سے ان کے جگر گردے کا پتہ چلتا اور ان کے اخلاق فاضلہ مشاہدہ میں آتے اور ان کے اصحاب کی تربیت کا باعث بنتے ہیں - چنانچہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نحن معاشر الانبیاء اشد بلاءً فالامثل فالامثل یعنی انبیاء پر سخت ترین مصائب کے پہاڑ گرتے ہیں اور ان کے بعد ہر شخص کا ابتلا اس کی حیثیت کے مطابق ہوتا ہے - آنحضرت صلعم پر جب اہل طائف نے پتھر پھینکے اور ان کو لہو لہان کر کے شہر سے باہر نکال دیا تو وہ محبوب خدا باغ میں ایک درخت کی ایک شاخ کو پکڑ کر سر نیچے جھکائے رضا بر قضا کی تصویر بنے ہوئے جناب الٰہی میں عرض کرتے ہیں کہ جو کچھ میرے اوپر گذری ہے اگر تو راضی ہو جائے تو اس کی مجھے کوئی پرواہ نہیں ہے اور تیرا یہ پیغام کہ اگر چاہو تو اس بستی کو نیست و نابود کر دیا جائے اس پر میری عرض داشت یہ ہے کہ یہ لوگ میری امید کی کھیتی ہیں میں ان کی ہلاکت برداشت نہیں کر سکتا - کیونکہ انہی کی اولاد سے تیری توحید کے قائل پیدا ہوں گے - اس ابتلا میں کتنے سبق ہیں، اور اس ابتلاء سے حضور سرور کائنات کے اخلاق فاضلہ کا جو اظہار ہوا وہ باعث تربیت انسانیت ہوا - اسی طرح کے اخلاق کا مظاہرہ اس وقت ہوا جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام احد کی جنگ میں زخمی ہوئے اور بے ہوش ہو کر ایک گڑھے میں گر گئے تھے - اس وقت چند جاں باز صحابہ حضور کے گرد جمع ہو گئے اور اپنے آپ کو ہلاکت کا نشانہ بنا کر حضور کی خدمت کرنے میں مصروف ہو گئے اور اس ہوش رُبا صورت حال میں جب حضور سے ایک عاشق رسول نے درخواست کی کہ ان ظالموں کے لئے بد دعا کی جائے تو حضورؐ نے فرمایا اللھم اغفر لقومی فانھم لا یعلمون - اے مولا ان لوگوں کو معاف کر دیجئے گا - کیونکہ یہ ناواقف ہیں - یہ ابتلاء تو حضور کی ذات کے متعلق ہیں لیکن جنگ بدر نے جو نقشہ پیش کیا وہ قوم کی ہلاکت کا یقین دلاتا تھا - دشمن کی تعداد اور سامان جنگ بہت زیادہ تھے وہ اونچے مقام پر اور مسلمان ان کی زد میں تھے - مسلمانوں کی تعداد ان کے مقابل پر بہت تھوڑی تھی - مسلمانوں کا ڈیرہ ریتلے حصہ پر تھا جس میں پاؤں گھس جاتے تھے - مسلمانوں کے پاس پانی نہیں تھا - ان حالات نے مسلمانوں کو بربادی اور ہلاکت کا نشانہ بنا رکھا تھا، اور حضور کو حزین اور پریشان خاطر - حضرت نے ایک چھپر کے نیچے اس الحاح اور اس ابتہال کا اظہار کیا جس سے دیکھنے والے بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے - چنانچہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نبی کریمؐ کو تسلی دیتے رہے اور اس تضرع اور زاری کو ختم کرنے کے لئے عرض کرتے تھے - ان حالات میں حضرت رسول کریم علیہ افضل التحیات والصلوٰۃ نے جناب الٰہی میں عرض کیا ان تھلک ھذہ العصابۃ فلن تعبد فی الارض ابداً - یعنی اگر تو نے اس چھوٹے سے گروہ مسلمین کی بربادی پسند کی تو تیری توحید اور تیری عبادت بھی مٹ کر رہ جائے گی -

حضورؐ کے ان ابتلاؤں کو سامنے رکھئے جو آپ کی ذات پر آئے اور ان کا مقابلہ اس ابتلا سے کیجئے جو آپ کی قوم پر آیا - یہ ابتلا اس لئے ہوش ربا تھا کہ حضور کو یقین تھا کہ جماعت کی موت اور بربادی سے اسلام کی موت اور بربادی ہے - اور جماعت کے زندہ رہنے میں اسلام کی زندگی کا راز مضمر ہے - اپنی ذات کے لئے وہ فکر نہیں تھا جو اپنی قوم کے لئے تھا فسبحان اللہ بامر محمد صلی اللہ علیہ وسلم - حضور کی اضطراری دعاؤں کو اللہ تعالےٰ نے شرف قبولیت بخشا اور حضور کے آنسو بادل بن کر مسلمان لشکر پر سایہ افگن ہوئے باران رحمت نازل ہوئی - دلوں کو تسکین ہوئی خدا کی ذات کو لوگوں نے اپنے سامنے دیکھ لیا، ایمان و ایقان دلوں میں بیٹھ گئے اور قدموں میں ثبات پیدا ہو گیا و ینزل من السماء ماءً لیطھرکم بہ ویذھب عنکم رجز الشیطن ولیربط علی قلوبکم ویثبت بہ الاقدام - تمازت کے بجائے ہوا میں خنکی پیدا ہو گئی - ریتلی زمین پاؤں کے نیچے سخت ہو گئی - اور مسلمان اس شجاعت و ہمت سے برسر پیکار ہوئے کہ دشمن کے اوسان خطا ہو گئے - دشمن کے ستر آدمی ایسے مارے گئے جو نہایت ہی عالی مرتبہ تھے اور مسلمانوں کے شدید ترین دشمن تھے اور ان کے ستر آدمی بطور قیدیوں کے ہاتھ آئے - یہ ابتلا بہت عظیم تھا - پر یہ فتح اور کامیابی بھی عظیم تھی -

الغرض ابتلا آتے ہیں اور اپنے ساتھ انعام لاتے ہیں - اس لئے ابتلاء سے گھبرانا نہ چاہیئے بلکہ اس سے فائدہ اُٹھانا چاہیئے ہماری جماعت کو چاہیئے کہ خدا کے حضور اپنی جماعت کی بہتری کے لئے رو رو کر دعا کرنا اپنا ورد بنا لے -

صدر الدین - ۹ جون ۱۹۵۲ء

اخبار احمدیہ (بقیہ از صفحہ ۳)

اس خوشی میں مبلغ دس روپیہ اشاعت اسلام کے لئے سکرٹری صاحب جماعت وزیر آباد کے پاس جمع کرا دیئے ہیں، جزاہ اللہ، ہر دو بھائیوں کو "پیغام صلح" کی طرف سے مبارکباد - شیخ محمد عبداللہ صاحب اپنے اسی خط میں یہ بھی لکھتے ہیں کہ میری بھانجی عزیزی خاور النسا بیگم عمر تقریباً ۱۹ سال دختر شیخ رحمت اللہ صاحب ویسٹرن جنرل سٹور ملتان چھاؤنی تین ماہ سے بیمار ہے، ٹائیفائڈ بخار کے بعد اس کا نچلا دھڑ بے حس ہو گیا تھا یہاں تک کہ ٹانگوں کو کاٹنے سے بھی کچھ محسوس نہ ہوتا تھا - پیشاب، پاخانہ خود بخود آجاتا تھا، مگر اب متواتر علاج سے گو ٹانگوں میں کچھ حرکت اور احساس بھی پیدا ہو گیا ہے مگر پیشاب پاخانہ بدستور آ جاتا ہے اور کھڑی بھی نہیں ہو سکتی احباب سے درخواست ہے کہ رمضان کے مبارک مہینہ میں اس کی صحت کیلئے درد دل سے دعا فرمائیں حضرت امیر ایدہ اللہ اور حضرت صاحب سندھی بالخصوص دعا کی درخواست ہے۔

سانحۂ ارتحال (۱) کوئٹہ سے عبدالرحمن صاحب غوری سیکرٹری جماعت اطلاع دیتے ہیں: - یہ افسوسناک خبر تمام احباب جماعت میں بہت ہی رنج و غم کے ساتھ سُنی جائے گی کہ جماعت کوئٹہ کے نیک و جوان ممبر شیخ منظور احمد صاحب وکیل و مشیر قانونی کوئٹہ میونسپلٹی کل یکم جون ۱۹۵۲ء کو رحلت فرما گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون - مرحوم کو کچھ دنوں سے دل کی بیماری کا عارضہ تھا - پہلے حملہ سے کافی کمزور ہو گئے تھے - دوسرا حملہ شدت سے ہوا جس سے وہ جانبر نہ ہو سکے - مرحوم ایک بیوہ - ایک لڑکا بعمر پندرہ سال اور دو کمسن لڑکیاں چھوڑ گئے ہیں - مرحوم کی نعش بعد جنازہ بذریعہ میل ٹرین لاہور لیجائی گئی - مرحوم بہت ہر دلعزیز تھے - اور انکی اس اچانک موت کا سب مسلمانوں کو سخت صدمہ پہنچا ہے - آج اسی غم میں کوئٹہ کی عدالتیں بھی بند رہیں - مرحوم جماعت کے نیک کاموں میں ہمیشہ حصہ لیتے تھے - کچھ دن ہوئے کہ نماز جمعہ بھی دو مرتبہ پڑھائی خداوند تعالیٰ ان کو غریق رحمت کرے اور پسماندان کو صبر جمیل عطا فرمائے - آمین -

پیغام صلح: - شیخ منظور احمد صاحب کی وفات ایک قومی صدمہ ہے جس پر ہم دلی رنج و افسوس کا اظہار کرتے ہیں اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس میں جگہ دے اور ان کے پسماندگان و لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے، احباب کرام سے جنازہ غائبانہ کی درخواست ہے -

(۲) یہ خبر بھی نہایت رنج و افسوس سے پڑھی جائے گی کہ ہمارے عزیز دوست ماسٹر برکت علی صاحب ٹیچر مسلم ہائی سکول ملتان کی اہلیہ محترمہ ۳ جون کو بروز منگل بوقت ۱/۲ ۸ بجے شام وفات پا گئیں - انا للہ وانا الیہ راجعون - مرحومہ دو لڑکے اور لڑکیاں اپنے پیچھے چھوڑ گئی ہیں - ہمیں اس صدمہ میں ماسٹر برکت علی صاحب سے دلی ہمدردی ہے - دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحومہ کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دیوے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا کرے، تمام جماعتوں سے جنازہ غائبانہ کی درخواست ہے - - - (باقی بر صفحہ ۱۰)

رمضان کے مہینہ میں جماعت احمدیہ کا مجاہدہ

اپنی دعاؤں کو اسلام کی ترقی اور غلبہ کیلئے مخصوص کر دیا جائے

ذیل کا مکتوب جو حضرت امیر مرحوم مولٰنا محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے آج سے چند سال پہلے "پیغام صلح" میں احباب جماعت کے نام لکھا تھا۔ اپنے موضوع کے لحاظ سے اس قابل ہے کہ ایک دفعہ پھر احباب کے مطالعہ میں لایا جائے۔ امید ہے احباب کرام اس رمضان میں اس مکتوب کو خاص طور پر پیش نظر رکھتے ہوئے نہ صرف ان مجاہدات پر عمل پیرا ہونگے جن کی تلقین کی گئی ہے بلکہ اس مجاہد اعظم کی بلندی درجات کیلئے بھی دعا فرما دیں گے جو ہمیں ہر رمضان میں کسی نہ کسی مجاہدہ کی دعوت دیتا رہا اور اسلام کی ترقی کیلئے اپنی تمام زندگی میں رات دن خدمت اسلام میں مصروف رہا۔ اللّٰھم اغفرہ وارفع مقامہٗ فی الجنۃ۔

(ایڈیٹر پ ص)

برادران مکرم۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ

دو تین سال سے غالباً متواتر میں احباب کو اس طرف توجہ دلاتا رہا ہوں کہ گو ماہ رمضان ایک رنگ میں سب مسلمانوں کے لئے ہی مجاہدہ کا مہینہ ہے مگر اس لحاظ سے کہ یہ انزل فیہ القرآن کا مصداق ہے اس مجاہد جماعت کے لئے جو اس قرآن کو دنیا میں پہنچانے کے لئے کھڑی ہوئی ہے۔ یہ ایک زبردست مجاہدہ کے تیس دن ہیں، فی الحقیقت روزے کی تکمیل دو اور باتوں سے ہوتی ہے دعا اور صدقہ اور نبی کریم صلعم کے عمل سے ثابت ہے کہ ماہ رمضان میں آپ ان دونوں باتوں میں خصوصیت سے کوشش فرماتے تھے، دعا اور صدقہ یوں بھی دو زبردست روحانی ہتھیار ہیں اور پھر جب تیسرے روحانی ہتھیار کھانے پینے اور شہوات کے ترک کے ساتھ مل جائیں تو یہ تینوں روحانی ہتھیار اکٹھے ہو کر ایک زبردست اثر پیدا کرتے ہیں۔ سو ہمارے سامنے اب وہ موقعہ آ رہا ہے۔ اور میں سب دوستوں سے، بزرگوں سے نوجوانوں سے خواتین سے اپیل کرتا ہوں کہ اپنی اپنی مقدرت کے مطابق وہ ان تیس ایام میں دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا عملی ثبوت دیں۔

اللہ تعالےٰ کا قانون قدرت ہے لَئِنْ شَکَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّکُمْ۔ اگر شکر کرو تو میں اپنی نعمتیں اور زیادہ دیتا ہوں سو ہمارا فرض ہے کہ ہم بھی اپنے ان مجاہدات میں پہلے سے بڑھ کر ہمت دکھائیں۔ تبلیغ اسلام اتنا عظیم الشان کام ہے کہ گو ہم یہ کہتے ہیں کہ ہماری جماعت نے خدا کے فضل سے اس میدان میں بہت کام کیا ہے لیکن جو کام ابھی ہمارے سامنے ہے اس کے مقابل پر ابھی ایک بحر ذخار سے ہم نے ایک گھونٹ ہی لیا ہے۔ اس کام کی عظمت کو اور اپنی جماعت کی قلت کو مد نظر رکھتے ہوئے جب تک ہماری جماعت کا ایک ایک فرد اپنی پوری قوت اس کام پر نہیں لگا دیتا بڑے نتائج کی توقع رکھنا عبث ہے۔ بیشک ہماری جماعت میں دوسری تمام اسلامی جماعتوں کے مقابلہ میں تبلیغ اسلام کے لئے ایک حرکت نظر آتی ہے، ان کی طرح جمود کی حالت نہیں لیکن اس حرکت میں ابھی پوری قوت پیدا نہیں ہوئی۔ اس قوت کو پیدا کرنے کے لئے آئیے ہم سب مل کر چھوٹے اور بڑے مرد اور عورتیں ان تیس ایام میں جو ہمارے سامنے ہیں ایک زبردست کوشش کریں۔

رمضان کے مجاہدہ کی تکمیل کے لئے جیسا کہ میں نے اوپر کہا دعا اور صدقہ دو چیزوں کی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ کی نصرت کے دن بہت قریب آ رہے ہیں، مگر اس نصرت کا ظہور اس وقت تک رکا ہوا ہے جب تک ہمارے دل تیار نہیں ہوتے۔ اور دل دعا سے تیار ہوتے ہیں۔ دنیا میں سب سے بڑے جو انقلاب پیدا ہوتے ہیں وہ دعا سے ہی پیدا ہوتے ہیں۔ زبردست انقلاب یہ نہیں کہ آج ایک قوم کی ایک ملک پر حکومت ہے تو کل دوسری کی ہے، یہ تو لیل و نہار کی گردش کی طرح ہوتی رہنے والی چیز ہے اور ہوتی رہتی ہے تِلْکَ الْاَیَّامُ نُدَاوِلُھَا بَیْنَ النَّاسِ۔ زبردست انقلاب وہ ہیں جنہوں نے قوموں کی رفتار کو طرز عمل کو بدل دیا۔ ان کے دلوں میں خدا پر ایمان پیدا کر کے ایک نیک زندگی اور صحیح تہذیب کی بنیاد رکھی۔ بھیڑیوں کو جو ایک دوسرے کو کھانے کو تیار رہتے بھائی بھائی بنا دیا۔ آج ہم کو بھی ایسا انقلاب پیدا کرنے کے لئے کھڑا کیا گیا ہے۔ مگر یہ انقلاب اسی راہ سے پیدا ہو سکتا ہے جس راہ سے پہلے انقلاب اس دنیا میں پیدا ہوئے ہیں یعنی خدا کے آگے جھکنے سے۔

رمضان کا مہینہ دعا کے لئے خاص طور پر موزوں ہے اس لئے کہ دعا کے لئے پچھلی رات موزوں ترین وقت ہے جب اللہ تعالےٰ سماء اول پر نزول فرماتا ہے۔ یعنی انسان کے دل سے قریب تر ہوتا ہے اور اس کا دریائے رحمت جوش مارتا اور وہ خود آواز دیتا ہے، کہ کوئی مانگنے والا ہے؟ رمضان میں خواہ مخواہ بھی پچھلی رات اٹھنا پڑتا ہے۔ کیونکہ ہر مسلم گھرانے میں اس وقت ایک ہلچل ہوتی ہے۔ اس لئے سب سے پہلے میں اپنے احباب کو یہ کہنا چاہتا ہوں کہ سب کے سب رمضان کے مہینے میں تہجد کو لازم کر لیں اور جو پہلے اس کے عادی ہیں وہ اس وقت کو لمبا کر دیں تاکہ زیادہ دیر تک اپنے مالک حقیقی کے سامنے جھکا رہنے کا موقع ملے۔ اپنی معروضات کو کھول کر پیش کرنے کا موقع ملے۔ اپنے سینے کھول کر رکھ دینے کا موقعہ ملے۔ تاکہ انوار الٰہی ان کے اندر داخل ہوں۔ یوں تو قبض و بسط بھی خدا تعالےٰ کے ہاتھ میں ہے۔ کسی وقت انسان کی طبیعت میں انشراح ہوتا ہے دل خدا کی طرف دوڑا جاتا ہے، کبھی انسان پر کسل غالب ہو جاتا ہے نیند نہیں کھلتی یا کھلتی ہے تو انسان سوچتا رہتا ہے کہ ابھی اٹھتا ہوں کہ پھر نیند غالب آ جاتی ہے۔ اس کا ایک علاج یہ بھی ہے کہ انسان رات کے وقت زیادہ شکم کو پُر نہ کرے۔ بلکہ رات کی غذا کو سادہ اور ہلکا رکھے۔ جس قدر معدہ پر زیادہ بوجھ ہوگا اسی قدر انسان کی طبیعت پر کسل زیادہ ہوگا۔ زیادہ مرغن غذا بھی اس وقت نہ کھائی جائے بلکہ جو لوگ اپنے آپ کو تہجد کا عادی بنانا چاہتے ہیں انہیں دیگر ایام میں یہ تجربہ کر کے دیکھنا چاہیئے۔ دوسرا علاج یہ ہے کہ جب وقت پر نیند نہ کھلے تو انسان کا دل اسے ملامت کرے۔ ضمناً میں یہ بھی کہنا چاہتا ہوں کہ سحری کے وقت بھی زیادہ بوجھ معدہ پر نہ ڈالنا چاہیئے۔ غذا بیشک مقوی ہو مگر مقدار میں زیادہ نہ ہو۔ روزے کی اصل غرض جسمانی رنگ میں یہ ہے کہ انسان کے اندر جو محفوظ (Reserve) قوت ہے وہ شدائد کا مقابلہ کرنے کے قابل ہو اور روحانی رنگ میں یہ کہ قوائے جسمانی میں کسی قدر کمزوری واقع ہو تو اس سے قوائے روحانی میں ترقی کی ایک راہ کھلے۔

دوسری بات جو میں کہنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ رمضان کے مہینے میں اپنی دعاؤں کو اسلام کی ترقی کے لئے اور دنیا میں غلبۂ اسلام کے لئے مخصوص کر دیا جائے، کسی دعا کے لئے بھی دو باتوں کی ضرورت ہے، اول یہ کہ انسان کو اللہ تعالیٰ کی ہستی پر اور اس بات پر کہ وہ مجھ سے قریب ہے اور میری دعا کو سنتا ہے ایمان ہو۔ اور یہ ایمان دعا کے وقت ایک مشاہدہ کے رنگ میں تبدیل ہو جائے۔ اور انسان یہ محسوس کرے کہ وہ خدا تعالےٰ کے سامنے کھڑا اپنے دل کو کھول رہا ہے۔ دوسرے یہ کہ جو چیز مانگ رہا ہے اس کے لئے اس کے دل میں ایک سچی تڑپ موجود ہو۔ دعا محض چند لفظوں کے رٹ لینے کا نام نہیں یہ دل میں ایک درد پیدا ہونے کا نام ہے، جس کے لئے بعض وقت کافی لفظ بھی نہیں ملتے۔ اپنی ذاتی اغراض کے لئے انسان کے دل میں ایسا درد آسانی سے پیدا ہو جاتا ہے۔ اس کی بیوی بیمار ہو، بچہ بیمار ہو، خود کسی مصیبت میں مبتلا ہو اس وقت یہ کیفیت پیدا ہوتی ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اَمَّنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاہُ۔ اضطرار کی حالت کی دعا قبول ہو جاتی ہے اگر دوسری شرائط بھی موجود ہوں۔ کیونکہ اس وقت دل میں درد پیدا ہو جاتا ہے۔ اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے خدا کے کلام کو دنیا میں پہنچانے کے لئے، مخلوق خدا کو راہ راست پر لانے کے لئے اس درد کا پیدا ہونا آسان نہیں اس لئے یہ مشکل ترین دعا ہے، نبی کریم صلعم کو ارشاد ہوتا ہے لَعَلَّکَ بَاخِعٌ نَّفْسَکَ اَلَّا یَکُوْنُوْا مُؤْمِنِیْنَ۔ اپنے آپ کو اسی غم میں ہلاک کر دو گے کہ یہ لوگ راہ راست پر نہیں آتے۔ جب انسان کے دل کا درد اس انتہا کو پہنچ جاتا ہے تو خدا کی رحمت کا دریا بھی جوش میں آ جاتا ہے اسی لئے اس کے بعد

فرمایا ان نشاء ننزل علیهم من السماء آیة فظلت اعناقهم لها خاضعین۔ ہم ان پر آسمان سے ایسا نشان اتاریں گے کہ حق و صداقت کے سامنے ان کی گردنیں جھک جائیں گی آج بھی اگر ایک جماعت کے دلوں میں یہ درد پیدا ہو جائے تو اسلام اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کریم کے سامنے دنیا کی گردنیں جھک سکتی ہیں یہی سب سے بڑی دولت ہے جس کو حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ اپنے دلوں کے اندر راتوں کی دعاؤں سے اور دنوں کے عمل سے اعلائے کلمۃ اللہ اور غلبۂ اسلام کے لئے وہ درد پیدا کرو جس سے سرکشوں کی گردنیں اسلام کے سامنے جھک جائیں۔

اگر یہ درد ہمارے دلوں میں پیدا ہو جائے تو وعدہ الٰہی کے پورا ہونے دن بھی قریب آجائیں گے۔ اس بات پر محکم ایمان رکھو، کہ خدا کا وعدہ ٹل نہیں سکتا۔ وہ فرما چکا ہے کہ وہ اسلام کو دنیا میں غالب کرے گا۔ ہاں دل میں جب یہ درد اُٹھے کہ وہ وعدہ پورا ہو تو اسی کے وعدے کو اس کے حضور بطور واسطہ پیش کرو۔ بدر کے دن رسول خدا صلعم نے کیا کیا تھا جب سامنے ایک زبردست مسلح جنگ آزمودہ ایک ہزار فوج نظر آئی اور ادھر تین سو تیرہ، ان کے پاس بھی کافی ہتھیار نہیں اکثر جنگ کا تجربہ نہ رکھنے والے نوجوان تو آپ ساری رات دعا میں گرے رہے یہ بھی رمضان کا مہینہ تھا اور رو رو کر فرماتے اللھم انی انشدك وعدك۔ تیرا وعدہ ہے کہ تو مجھے غالب کرے گا اسی وعدہ کا واسطہ تیری جناب میں پیش کرتا ہوں اللھم ان اھلکت ھذہ العصابة فلن تعبد فی الارض ابدا۔ اے خدا اگر تو نے اس چھوٹی سی جماعت کو ہلاک کر دیا تو زمین میں تیری عبادت نہیں رہے گی۔ یا حی یا قیوم برحمتك استغیث۔

آج ہم بھی ایک چھوٹی سی جماعت ہیں مگر یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ آج قرآن کو دنیا میں پہنچانے کا فکر رکھنے والی اس کے سوائے کوئی جماعت نہیں۔ حکومتیں ہیں، خزانے ہیں امراء ہیں، علماء ہیں، پیر ہیں، ان پر جانیں فدا کرنے والے، ان کے سیاہ کو سفید کہنے والے مرید ہیں، جتھے ہیں، نظام ہیں، چندے بھی ہیں۔ مگر خدا کے کلام کو دنیا میں آگے کرنے والے نہیں۔ ہاں تو رو رو کر یہ دعا کرو کہ اے خدا تو نے اس چھوٹی سی جماعت کو یہ کام رکھا تو تیرے قرآن کو دنیا میں پہنچانے والا کوئی نہ رہے گا۔ اے خدا تیرا وعدہ ہے کہ تو اپنے دین کو دنیا میں غالب کرے گا تو اس وعدہ کو پورا فرما اور اپنے ان بندوں کی نصرت فرما جو تیرے دین کی نصرت کر رہے ہیں۔

ہاں یوں بھی دعا کرو کہ اے خدا آج ہم نے اپنی آنکھوں سے تیرے بے شمار وعدوں کو پورا ہوتے دیکھ لیا ہے جو تو نے اپنے پاک کلام میں یا اپنے رسول کی زبان سے کئے تھے ہم نے اپنی آنکھوں سے دجال کو دیکھ لیا جس کی بائیں آنکھ ستارے کی طرح روشن ہے اور جس کی دنیوی ترقیاں کمال کو پہنچ گئیں اور جس کی دائیں آنکھ روشنی سے بالکل خالی ہے اور اسے تیری ہستی نظر نہیں آتی۔ ہم نے اس کے بہشت کو بھی دیکھ لیا جو آج ہماری آنکھوں کے سامنے جہنم بن چکا ہے۔ اور ہم نے اس چیز کو بھی تجربہ کر کے دیکھ لیا ہے جسے وہ جہنم بتاتا ہے کہ اس میں دلوں کی حقیقی راحت ہے اور وہی حقیقی جنت ہے، ہم نے یاجوج ماجوج کو اپنی آنکھ سے دیکھ لیا جو من کل حدب ینسلون کے مصداق ہیں جو تمام بلندیوں پر قابض ہو گئے۔ ہم نے اس قوم کو دیکھ لیا جس نے دنیا کے کاریگری کے کاموں کو انتہا تک پہنچا دیا الذین ضل سعیھم فی الحیوة الدنیا وھم یحسبون انھم یحسنون صنعا، ہم نے وترکنا بعضھم یومئذ یموج فی بعض کے وعدے کو بھی پورا ہوتے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا۔ ہم نے وعرضنا جھنم یومئذ للکفرین عرضا کا نظارہ بھی دیکھ لیا۔ اور دنیا میں چاروں طرف یہ آوازیں بلند ہوتی سُن لیں کہ جہنم دنیا پر آ گیا، ہم نے ان کی دنیا کی زینت کے انجام کو بھی دیکھ لیا کہ کس طرح شہروں کے شہر آج کھنڈروں کی صورت میں تبدیل ہو گئے اور لہلہاتے باغ اور سبزہ زار ویران بن گئے۔ جیسا کہ تو نے فرمایا تھا وانا لجاعلون ما علیھا صعیدا جرزا۔ ہم نے ان جسمانی آنکھوں سے تیرا وعدہ بھی پورا ہوتے دیکھ لیا کہ دنیا کی کوئی آبادی نہیں جسے ہم ہلاک نہ کر دیں یا سخت عذاب میں مبتلا نہ کر دیں جیسا کہ تو نے فرمایا تھا ان من قریة الا نحن مھلکوھا قبل یوم القیامة او معذبوھا عذابا شدیدا۔ مگر اے خدا تو نے ہی فرمایا تھا کہ جب ان سب باتوں کو دیکھ لو تو یہ بھی جان لو واقترب الوعد الحق، دین کے غلبہ کا وعدہ بھی قریب آ گیا ہاں جہاں تو نے یہ فرمایا تھا کہ القینا بینھم العداوة والبغضاء کہ ان عیسائیوں کے درمیان جو اسلام کو برباد کرنا چاہتے تھے ہم سخت کے طور پر باہم عداوت اور

بغض پیدا کر دیں گے۔ یہ بھی فرمایا تھا کہ نفخ فی الصور فجمعنھم جمعا کہ صور پھونک کر ہم ان کو دین واحد پر بھی جمع کر دیں گے۔ یہ بھی فرمایا تھا کہ تیرا آخری دین سب دینوں پر بالآخر غالب آ جائے گا سو اے خدا جہاں تو نے ہمیں اپنی آنکھوں سے اتنے وعدے پورا ہوتے دکھائے ہیں اپنے دین کے غلبہ کا وعدہ بھی اپنی آنکھوں سے پورا ہوتا دکھا ہمیں وہ سامان عطا فرما اور وہ کارکن عطا فرما کہ ہر ملک اور ہر قوم کے اندر تیرے دین کی تبلیغ کا ایک مرکز قائم ہو جائے، ایک روشنی پہنچانے والا مینار بلند ہو جائے اور دنیا میں وہ ہوا چلا اور وہ حالات پیدا کر دے کہ لوگوں کی گردنیں تیرے قرآن، تیرے اسلام اور تیرے رسول کے سامنے جھکتی چلی جائیں اور بالآخر وہ نصرت بھی ہمیں عطا فرما کہ ہم لوگوں کو تیرے دین میں گروہ در گروہ اور فوج در فوج داخل ہوتے دیکھ کر تیری تسبیح اور تیری حمد کرتے ہوئے اور تیری حفاظت چاہتے ہوئے تیری طرف آئیں۔

ہاں تو ہمیں یہ دعا بھی اللہ تعالےٰ نے ہی سکھائی ہے ربنا اتنا فی الدنیا حسنة وفی الاخرة حسنة اپنی بھلائی بھی ہم اللہ تعالیٰ سے ہی مانگتے ہیں لیکن میں چاہتا ہوں کہ اس رمضان کی دعاؤں کو ہم اس قدر غلبۂ اسلام کے لئے وقف کر دیں کہ اپنے نفسوں کو بھی بھول جائیں۔ میں یقین رکھتا ہوں کہ اگر ہم اس کے دین کی خاطر اپنے آپ کو بھول جائیں تو اللہ تعالیٰ ہمیں نہیں بھلائے گا۔ خدا اسی کو بھلاتا ہے جو خدا کو بھلاتا ہے یا خدا کے دین کو بھلاتا ہے۔ ہاں اپنی دعاؤں کو خدا کے دین کے لئے وقف کرنے میں دو اور دعائیں بھی شامل ہیں۔ ایک دعا اس جماعت کے لئے جو اس وقت پیغام الٰہی کی حامل ہے اور خدا کے کلام کو دنیا کے کناروں تک پہنچانے میں ساعی ہے کیونکہ اسی کی قوت و استحکام سے آج اسلام کی اشاعت وابستہ ہے۔ اور جب ہم اس جماعت کے لئے دعا کریں گے تو ان سب لوگوں کے لئے بھی فرداً فرداً دعا کریں گے جو عملاً اس جماعت کے ساتھ شامل ہیں اور اللھم انصر من نصر دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مصداق ہیں اور دوسری اپنی آئندہ نسلوں کے لئے دعا کہ اللہ تعالیٰ ان کے دلوں کو بھی اس چنگاری سے روشن فرمائے جو امام وقت کی بدولت اس نے ہمارے دلوں میں ڈالی ہے اور ان کے اندر بھی تبلیغ اسلام کا وہ ولولہ پیدا ہو جو امام وقت اپنی جماعت کے اندر پیدا کرنا چاہتا تھا تا کہ اس کے دین کی تبلیغ کا یہ کام جس کی بنیاد ہم نے رکھی ہے ہمارے بعد بھی جاری رہے اور یہ عمارت قیامت تک بلند ہوتی چلی جائے۔

حدیث میں آتا ہے من کان فی حاجة اخیه کان اللہ فی حاجته جو اپنے بھائی کی ضرورت میں امداد کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کی ضرورت میں اس کی امداد کرتا ہے دعا سے بھی انسان ایک حد تک اپنے بھائی کی امداد کر سکتا ہے۔ اس لئے جب ہم اپنے بھائیوں کے لئے دعا کریں گے تو اس لحاظ سے کہ اس میں شفاعت کا رنگ ہے اور ذاتی غرض سے خالی ہے، وہ استجابت کے زیادہ قریب ہو گی اور دوسری طرف اپنے بھائی کی ضرورت میں معاون ہونے کی وجہ سے ہم خود اللہ تعالیٰ کی اعانت کے مستحق ہوں گے۔ اور چونکہ ہمارے بھائی ہمارے لئے دعا کرنے والے ہوں گے اس لئے ان کی دعا ہمارے حق میں اغراض ذاتی سے پاک ہونے کی وجہ سے استجابت سے زیادہ قریب ہو گی۔ پس فرداً فرداً سب بھائیوں کے لئے جہاں تک یادداشت ہو دعا کی جائے اور بحیثیت مجموعی ان سب دوستوں کے لئے جو نصرت دین میں مشغول ہیں۔

دعا کے متعلق اس قدر تفصیل سے لکھنے کے بعد میں چند الفاظ رمضان میں صدقہ کے متعلق بھی لکھنا چاہتا ہوں، رمضان میں صدقہ تو ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے کان اجود ما یکون فی رمضان، جس قدر اس مہینے میں خدا کی راہ میں دیتے تھے اور کسی مہینے میں اس قدر نہ دیتے تھے اب صدقہ غرباء کی امداد کے لئے بھی ہو سکتا ہے اور اس زمانہ میں سب سے بڑے غریب (بدأ الاسلام غریبا وسیعود کما بدأ) دین کے لئے بھی ہو سکتا ہے۔

میں چاہتا ہوں کہ رمضان کا صدقہ اسی طرح دین کی تبلیغ کے لئے وقف کر دیا جاوے جس طرح دعاؤں کو غلبۂ اسلام کے لئے وقف کیا جائے گا۔ درحقیقت یہ صدقہ ہی اصل دعا ہے۔ ہاں یہ الفاظ میں دعا نہیں یہ عمل میں دعا ہے۔ ایک تو ہم لفظوں میں دعا کرتے ہیں اپنے درد کا اظہار خدا کے سامنے یوں کرتے ہیں کہ اے خدا تو اپنی مخلوق کو ہدایت دے۔ لیکن اگر فی الواقعہ ہمارے دلوں میں درد موجود ہے اور ہماری دعا ہمارے منہ کے چند الفاظ نہیں تو ہم اپنے مال کو مخلوق خدا کی ہدایت کے لئے خرچ کر کے اس بات کا ثبوت اپنے عمل سے دیتے ہیں کہ فی الواقعہ ہمارے دل میں درد موجود ہے۔ جو شخص اپنا مال حسب مقدرت (باقی بر صفحہ ۱)

پاکستان اور تحریک احمدیت

از میرزا مسعود بیگ صاحب۔ احمدیہ بلڈنگس لاہور

کراچی کنونشن

کراچی میں آل مسلم پارٹیز کنونشن نے مولانا سید سلیمان ندوی کی صدارت میں منعقدہ اجلاس مؤرخہ ۴ جون میں فیصلہ کیا ہے (۱) "چوہدری محمد ظفراللہ خاں صاحب کو کابینہ سے علیحدہ کیا جائے" (۲) "قادیانی تحریک کا مقابلہ کرنے کے لئے وسیع پیمانہ پر منظم اقدامات اختیار کئے جائیں"۔ اس کنونشن میں شریک ہونے والے علماء میں سید سلیمان ندوی، مفتی محمد شفیع، عبدالحامد بدایونی، مولانا احتشام الحق، محمد یوسف صاحب امیر جماعت اسلامی کراچی، اور صوبہ سندھ کے ہاشم گزور صاحب کے نام قابل ذکر ہیں۔

موجودہ حالات میں اور ہماری قومی وملکی ضروریات کے پیش نظر یہ فیصلے کس حد تک مستحسن اور لائق ستائش ہیں ہر صاحب عقل اس کا خود فیصلہ کر سکتا ہے۔ پاکستان کا ہر بہی خواہ اور ہوشمند انسان ان تجاویز پر افسوس کرے گا۔ لیکن آخر ہمارے علمائے کرام نے بھی تو کچھ کام کرنا ہوا اور انہیں بھی تو دنیا کو بتانا ہے کہ ؎

بیٹھے ہوئے ہم بھی تو بیکار نہیں ہیں

چوہدری محمد ظفراللہ خاں صاحب کی علیحدگی کی تحریک محض بغض وتعصب اور تنگدلی وبخل پر مبنی ہے۔ چوہدری صاحب موصوف نے جس خلوص اور محنت اور خداداد لیاقت وقابلیت اور پوری دیانتداری سے پاکستان کی خدمت کی ہے وہ اپنی مثال آپ ہے۔ پاکستان اور بیرون پاکستان کیا ممالک اسلامی اور کیا یورپ وامریکہ، ہر جگہ لوگوں نے ان کی خدمات کا اعتراف کیا ہے اور دوست ودشمن ان کا مداح ہے۔ بعض مسائل میں ان سے اختلاف کے باوجود جہاں تک ان کے فرائض منصبی کا تعلق ہے ہر شخص ان کے حسن کارکردگی کا قائل ہے۔ موجودہ وقت میں تمام اسلامی ممالک جس آزمائشی دور سے گذر رہے ہیں اور مختلف نوعیت کے مسائل جو سامنے آرہے ہیں۔ انہوں نے پاکستان کی وزارت خارجہ کی ذمہ داریوں میں بہت سا اضافہ کر دیا ہے۔

اور چوہدری صاحب موصوف نے جس قابلیت سے اپنی ذمہ داری کو نباہا ہے اس کی داد نہ دینا انصاف کا خون کرنا ہے لیکن ہمارے علماء حضرات اس شخص کی علیحدگی کا مطالبہ کر رہے ہیں جو دنیا میں ان کا وقار بڑھانے اور ساکھ قائم کرنے کا موجب ہوا ہے۔ قدرناشناسی اور حق پوشی کی اس سے بدتر مثال اور کیا ہوگی ہ خدا مملکت پاکستان کو نادان دوستوں سے بچائے۔

علامہ اقبال مرحوم نے اپنے رنگ میں مسلمانوں کی کتنی بڑی خدمت کی۔ لیکن مولویوں کے طعن وتشنیع سے وہ بھی محفوظ نہ رہے۔ اور جب لاہور کے مولوی دیدار علی صاحب نے علامہ مرحوم پر کفر کا فتویٰ لگایا تو موصوف نے مسکراتے ہوئے بیساختہ فرمایا ؎

زاہد تنگ نظر نے مجھے کافر جانا
اور کافر یہ سمجھتا ہے مسلمان ہوں میں

یہی مثال چوہدری ظفراللہ خان صاحب پر بھی صادق آتی ہے۔ پاکستان کے علماء انہیں پاکستان کا دشمن قرار دیتے ہیں اور باقی دنیا انہیں پاکستان کا بہترین سپاہی اور مخلص خادم قرار دیتی ہے۔ حسد اسی کا نام ہے کہ دوسرے کی خوبی عیب بن کر نظر آئے اور حاسد جو اچھا کام خود نہ کر سکے وہ کسی اور کو کرتا ہوا دیکھ بھی نہ سکے۔

دوسری قرارداد

دوسری قرارداد بھی موجودہ حالات میں افسوسناک ضرور ہے لیکن باعث تعجب ہرگز نہیں۔ اس سے قبل بھی سینکڑوں مرتبہ ایسی کوششیں ہوئیں اور خدا کے فضل سے ہر مخالف تحریک شجر احمدیت کے لئے ہمیشہ کھاد کا موجب بنی۔ کنونشن کی اس تحریک کا نتیجہ بھی انشاء اللہ اس سے مختلف نہ ہوگا اور ان کے "منظم اقدامات" کبھی بار آور نہ ہوں گے۔ تحریک احمدیت ایک خدائی تحریک ہے، اور خدائی تحریکات انسانی منصوبوں، اور مخالفانہ حملوں سے کبھی ناکام نہیں ہوا کرتیں۔ اس تحریک کے ساتھ خدائی نصرت اور الٰہی تائید کے وعدے ہیں جو کبھی غلط نہیں ہو سکتے۔

آج سے کوئی پندرہ سولہ سال قبل بھی مخالفت کا ایک زبردست طوفان اٹھا تھا اور مخالفین نے تحریر وتقریر اور ہر ممکن طریق سے حملے شروع کر دیئے تھے۔ اخبارات میں ہر روز اس قسم کی جلی سرخیاں نظر آتی تھیں "میرزائیت کے کاسہ سر پر ایک شکن گرز کی ضرب کاری" اور "میرزائیت کے تابوت میں آخری کیل"۔ مخالفین احمدیت اس تحریک کو بزعم خویش کچل چکے تھے اور اس کے تابوت میں آخری کیل گاڑ چکے تھے لیکن کچلا جانا تو رہا ایک طرف احمدیت کے کاسۂ سر پر خدا کے فضل سے ایک خراش تک نہ آئی۔ اس کے برعکس اگر آج اُن گرز مارنے والے رستم پہلوانوں کی تلاش کی جائے تو ان کا نام ونشان بھی نظر نہیں آتا اور تقدیر خداوندی نے ان کے حق میں موتوا بغیظکم کا حکم صادر فرماتے ہوئے انہیں نیست ونابود کر دیا۔ ان فی ذالک لعبرۃ لاولی الابصار۔ آج پھر "وسیع پیمانہ پر" جو "منظم اقدامات" شروع کئے جائیں گے ان کا حشر بھی اس سے مختلف نہ ہوگا اس لئے ہمارے لئے گھبرانے کی کوئی بات نہیں۔

پاکستان اور احمدیت

مملکت پاکستان کے قیام وبقا کو احمدیت سے ساتھ گہرا تعلق ہے۔ جس معجزانہ طریق پر یہ دولت خداداد قائم ہوئی اس کے معاون اسباب میں سے ایک بہت بڑا امر اتحاد بین المسلمین ہے۔ بانی پاکستان قائداعظم مرحوم ومغفور نے ہماری جماعت کے اس کلیہ کو خوب محکم طور پر اپنا لیا کہ تمام کلمہ گو مسلمان ہیں اور اپنے فروعی اختلافات کے باوجود وہ سب کے سب امت محمدیہ میں شامل ہیں۔ پاکستان اسی وحدت ملی کا ثمرہ ہے۔ اور جو لوگ اب اس وحدت کو پاش پاش کرنا چاہتے ہیں وہ پاکستان کے بدترین دشمن ہیں۔ قائداعظم مرحوم ومغفور کی زندگی میں بھی انہی مولوی عبدالحامد صاحب نے جو چوہدری ظفراللہ خاں صاحب کے اخراج کے محرک ہیں مسلم لیگ کونسل کے اجلاس میں یہ تحریک پیش کرنا چاہی تھی کہ احمدیوں کو لیگ سے خارج کیا جائے لیکن مرحوم قائداعظم نے اس کی اجازت نہ دی اور بدایونی صاحب خاموش ہو گئے قائداعظم ہر کلمہ گو کو مسلمان سمجھتے تھے اور سب مسلمانوں کے حقوق برابر سمجھتے تھے۔ اب پھر وہی شاخسانہ کسی اور رنگ میں کھڑا کیا جائے تو اس سے جو قومی نقصان ہوگا وہ ظاہر ہے۔

پاکستان کا آئین

پاکستان کے آئین کا مسئلہ آج کل عام موضوع بحث ہے۔ لوگ بیقرار ہو رہے ہیں کہ ابھی ہماری مملکت کا اسلامی آئین کیوں تیار نہیں ہوا۔ تاخیر کی اور وجوہات بھی ہوں گی لیکن ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ علماء کرام کو کسی ایک بات پر متفق کرنا بھی تو کارے دارد کا حکم رکھتا ہے۔ یہ حضرات تو کسی بات پر متفق ہوں گے نہیں اور ہمارے مجوزہ آئین کی کثرت تعبیر کے لئے بالآخر احمدیت کا پیش کردہ نظریہ ہی کام آئے گا۔ اور ایک کامیاب آئین اسی صورت میں مرتب ہو سکے گا جب ہمارے بانی سلسلہ کے بتائے ہوئے اصول کو قبول کیا جائے گا کہ سب سے اول مقام کتاب اللہ کا ہے پھر حدیث رسولؐ کا اور اس کے بعد فقہ واجتہاد کا۔ خوب غور کر لیجئے اور انتظار کر کے دیکھ لیجئے جب تک یہ اصول نہ اپنایا جائے گا حصول مقصد ممکن نہ ہوگا۔ منہ سے "میرزائیت" کو لاکھ بُرا کہا جائے اور اس کے استیصال کی لاکھ کوششیں کی جائیں لیکن چاروناچار ان اصولوں کو قبول کرنا ہی پڑے گا جو اس تحریک نے پیش کئے ہیں۔ احمدیت کوئی نیا مذہب یا دین تو ہے نہیں۔ یہ چند نظریات کا نام ہے جو اسلام کی نشاۃ ثانیہ اور دوبارہ عروج سے تعلق رکھتے ہیں۔ آج تمام اسلامی ممالک میں قرآن مجید کی تعلیمات پر اور اس کی طرف رجوع کرنے پر زور دیا جا رہا ہے۔ ممالک اسلامی کی آزادی کا بھی اس نشاۃ ثانیہ سے تعلق ہے اور یہ قرآن کو مضبوط پکڑے بغیر ممکن نہ ہوگا۔ اور قرآن کا نعرہ اس زمانہ میں بلند کرنے والی تحریک صرف تحریک احمدیت ہے۔

آئین کے سلسلہ میں ایک لطیفہ کی بات ہے کہ اخبار کے اسی شمارہ میں جس میں کراچی کنونشن کی رپورٹ شائع ہوئی ہے (نوائے وقت مورخہ ۷ جون) ایک نامہ نگار کا خط بنام سید سلیمان ندوی صاحب کے نام شائع ہوا ہے جس میں اس نے سید صاحب موصوف کو متہم کیا ہے۔ کہ انہوں نے بجائے شرعی استفسارات کا جواب دینے کے صرف یہ کہکر ٹال دیا ہے کہ فلاں سوالنامہ چونکہ قانون کمیشن کی طرف سے شائع نہیں کیا گیا تھا اس لئے وہ قابل جواب نہیں۔ اس شخص نے سید صاحب کے گریز پر اظہار افسوس کرتے ہوئے دوبارہ انہیں دعوت فکر دی ہے اور امور مستفسرہ کا جواب مانگا ہے اسی ایک مثال سے علماء کے طرز عمل کا اندازہ ہو سکتا ہے اور آپ سمجھ سکتے ہیں کہ ہمارا آئین کب بنے گا۔

اجتہاد کی ضرورت

احمدیت کا ایک اور امتیازی اصول اس زمانہ کے مقتضیات اور حالات کے مطابق اجتہاد کا جواز ہے۔ ہمارے علماء کے نزدیک اجتہاد کا دروازہ بند ہے۔ لیکن تمام روشن خیال مفکرین اجتہاد کی ضرورت کے قائل ہیں۔

باقی پر صفحہ ۱۰

دعاؤں اور حصول قرب الٰہی کا مہینہ
مبلغین سلسلہ کی خدمت میں التماس

مولانا عبدالحق صاحب ودیارتھی

رمضان المبارک کا مہینہ دعاؤں اور خدا کا قرب حاصل کرنے کا مہینہ ہے۔ ہر جگہ تمام جماعتوں میں اس کی تاکید کی جائے کہ اس ماہ مبارک میں کثرت سے قرآن مجید کی تلاوت کی جائے۔ احباب سحری کے وقت اللہ تعالیٰ کے حضور دین اسلام کی ترقی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مشن کی کامیابی اور اپنی روحانی فلاح کے لئے دعائیں مانگیں ترتیب دعا کے متعلق یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ سب سے پہلے دین اسلام کی اشاعت محمد رسول صلعم کی قبولیت سلسلہ عالیہ کی ترقی۔ جماعت کے حاجتمند۔ بیمار اور ابتلاؤں میں مبتلا دوستوں کی شفا اور ان کی مشکل کشائی کیلئے خدا تعالےٰ کے حضور عاجزی سے دعا کی جائے۔ جو لوگ آپ کے زیر تبلیغ ہوں خواہ وہ کیسے ہی مخالف اور دشمن کیوں نہ ہوں ان کے شرح صدر کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کی جائے آپ کے دل کے اندر ان کی انتہائی ہمدردی کا جذبہ موجود رہنا چاہیئے۔

اس حقیقت کو کبھی فراموش نہ کیا جائے کہ جو دوسروں کے لئے اللہ تعالیٰ کے حضور صمیم قلب سے دعا کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی اپنی ضرورتوں اور حاجتوں کا کفیل ہو جاتا ہے کسی نے کیا اچھا کہا کہ ہسپتال میں وہی مریض جلد شفا یاب ہوا جو دوسروں کے لئے دعائیں کرتا تھا۔

انفرادی اور ذاتی مشکلات کو دور کرنے کے لئے یہ دعا نہایت موثر ہے۔

اے میرے محسن اے میرے خدا
اک ہوں ناکارہ میں بندہ ترا
پر گناہوں سے ہوں اور غفلت سے
سر مرا اٹھ نہ سکے خجلت سے
کیا ظلم پر ظلم میں نے سدا
انعام پہ انعام تو نے کیا
دیکھا عصیاں پہ ہے عصیاں تو نے
کیا احسان پہ ہے احسان تو نے
پردہ پوشی کی ہمیشہ میری
انتہا ہے نہ رحمت کی تیری
ہوئی جس قدر مجھ سے بے باکی
ناسپاسی ہوئی مجھ سے جتنی
فضل سے اپنے کر تو معاف اے مولا
تیرے سوا نہیں کوئی دوسرا
رحم کر اب بھی تو اس نالائق پر
تیرا بندہ ہوں میں عاجز مضطر
دے رہائی میرے اس غم سے مجھے
چارہ گر ہے نہ کوئی جز تیرے

اگر آپ کسی انتہائی دکھ اور مصیبت میں مبتلا ہیں تو دعائے مذکورہ کے ساتھ ہی روزہ رکھتے ہوئے۔ حسب توفیق صدقہ خیرات بھی کریں۔ اگر اس کی توفیق نہ ہو تو اپنی کسی بری عادت کسی امر میں سستی اور غفلت کو کلی طور پر ترک کرنے کا مصمم عہد کریں کسی نیک عادت کو اختیار کرنے تبلیغ اسلام کے لئے۔۔ اپنے اوقات وقف کرنے یا دین کی خدمت کے لئے کسی کتاب کے لکھنے۔ اشاعت و تبلیغ اسلام کے لئے کوئی رقم وقف کرنے کی نیت کریں۔ یہ حل مشکلات کا نہایت ہی مجرب طریق ہے۔

ہمارے اس ملک میں پہلی مرتبہ جب انفلوئنزا کا حملہ ہوا اور بڑی بڑی قیمتی ہستیاں ہم سے جدا ہو گئیں۔ میں اور میری اہلیہ دونوں اس بیماری میں مبتلا ہو گئے۔ میری اہلیہ تو ایک ہفتہ کے اندر اپنے مولا سے جا ملی مگر میں اس بیماری میں لٹک کر رہ گیا حالانکہ دونوں کی بیماری کے علامات ایک جیسے تھے۔ میری یہ خطرناک بیماری ایک ماہ تک طوالت پکڑ گئی۔ سلسلہ کے چھ ڈاکٹر آپس کے مشورہ سے میرا علاج کرتے تھے مگر بیماری کم ہونے کی بجائے بڑھتی چلی گئی بالآخر نوبت یہاں تک پہنچی کہ ایک روز میں بخار اور سر درد کی شدت کی وجہ سے اپنی زندگی سے مایوس ہو گیا اس بیمارگی کے عالم میں میں نے یہ دعا کی۔

اے اللہ میں نے سنسکرت زبان ہندو دھرم اور دیگر مذاہب کے مطالعہ سے اسلام کی صداقت پر اطمینان حاصل کیا ہے مگر مجھے ابھی کام کا موقع نہیں ملا۔ موت ہر شخص کے لئے ناگزیر ہے۔ مجھے اپنے مرنے کا کوئی افسوس نہ ہوگا اگر میں اپنی جماعت میں دو تین آدمی بھی ایسے دیکھ لوں جو غیر مذاہب کے بالمقابل اسلام کی صداقت ثابت کرنے والے ہوں۔ اس دعا کے بعد میری آنکھیں آنسوؤں سے ڈبڈبا آئیں تو اس عالم اضطراب میں مجھے اللہ تعالیٰ کی جناب سے یہ نسخہ القا کیا گیا۔ خوب کلاں۔ اسپغول۔ شربت بزوری کیوڑا اور بید مشک۔ جب یہ کیفیت جاتی رہی تو میں نے ڈاکٹر صاحبان کی دوائیں زمین پر انڈیل دیں اور آہستہ آہستہ بازار گیا اور یہ دوائیاں لے آیا۔ اللہ تعالےٰ کا کس قدر فضل و احسان تھا کہ اس دوائی کی ایک ہی خوراک سے بخار اپنا وقت چھوڑ گیا، سر درد میں تخفیف ہو گئی۔ دوسرے دن دو خوراک اور استعمال کیں تو بخار بالکل دور ہو کر میں شفا یاب ہو گیا۔ +

اس کے بعد تبلیغ و اشاعت میں اللہ تعالےٰ نے مجھے وہ کامیابی عطا فرمائی کہ مجھ سے اس کا شکریہ ادا نہیں ہو سکتا۔ یہ ہر شخص کو معلوم ہے کہ جمعیۃ العلماء ہند نے ہماری جماعت کی نسبت کفر کا فتوےٰ دیا ہوا ہے وہ ہماری تقاریر سننا یا مجالس میں آنا ناجائز قرار دیتے ہیں۔ کئی سالوں کی بات ہے لال قلعہ دہلی کے وسیع میدان میں آریہ سماج دہلی کے سالانہ جلسہ کی تقریب پر ایک عظیم الشان مناظرہ تھا۔ آریوں کی طرف سے پنڈت رامچندر دہلوی اور مسلمانوں کی طرف سے مجھے مناظرہ کے لئے نامزد کیا گیا تھا۔ مضمون مناظرہ الہامی کتاب وید ہے یا قرآن تھا اس مناظرہ میں حافظ احمد سعید صاحب ناظم جمعیۃ العلماء ہند، مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب صدر جمعیت العلماء ہند، مولانا عرفان اللہ مرحوم وغیرہ چوٹی کے علماء موجود تھے۔ اس مناظرہ کی پوری روئداد تو بیان کرنا مقصود نہیں، البتہ دو تین باتیں عرض کرتا ہوں۔ مناظرہ کے دوران میں ایک گریجوایٹ نے حافظ احمد سعید صاحب سے کہا مولانا آپ بھی تو آریوں سے مناظرہ کیا کرتے ہیں مناظرہ دراصل یہ ہے کہ جو آج ہو رہا ہے پنڈت رامچندر کو جو بات یا یہ قرآن مجید کی آیات پڑھتا اور اعتراض کیا کرتا ہے آج کوئی قابل اعتراض آیت کیوں یاد نہیں آ رہی۔ مولانا نے فرمایا ہاں بھئی اس کا دماغ بڑا اعلےٰ ہے مگر افسوس ہے زبان دہلی کی نہیں کاش اس شخص کا دماغ مجھے مل جائے اور میری زبان اسے مل جائے۔ اس پر اس گریجویٹ نے مزاحاً کہا کہ مولانا "بس آپ دہلی کی زبان ہی اپنے ہونٹوں پہ پھیرتے رہیئے اور تو آپ کچھ کرنے سے رہے"۔

مناظرہ کے چند روز بعد رائے سینا میں ایک اسلامی انجمن کا جلسہ تھا اس جلسہ میں میری اور مولانا حافظ احمد سعید صاحب دونوں کی تقاریر تھیں۔ حافظ صاحب نے ڈیڑھ گھنٹہ تک اپنی تقریر میں میرے مناظرہ کی تعریف کی۔

بات یہیں ختم نہیں ہو جاتی اس کے بعد جمعیۃ العلماء ہند کا ایک اجلاس ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ طلب کیا گیا اور اس میں بالاتفاق یہ ریزولیوشن پاس کیا کہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کی خدمت میں یہ درخواست کی جائے کہ وہ مولانا عبدالحق صاحب ودیارتھی کو دو سال کے لئے ہمیں دے دیں تاکہ وہ ہمارے علماء کو مناظرہ کرنا سکھا دیں۔ اس دوران میں انہیں یہ بھی اجازت ہوگی کہ وہ اپنی انجمن کے ضروری کام بھی انجام دے آیا کریں۔ ہم انہیں ۳۰۰/- روپے ماہوار تنخواہ دیں گے (اس وقت مجھے اپنی انجمن سے ۸۰/- ماہوار ملتے تھے) الفضل بما شهدت به الاعداء

یہ درخواست ہماری انجمن کی مجلس منتظمہ میں پیش ہوئی اور یہ جواب لکھ دیا گیا ہمارے پاس بھی عبدالحق ایک ہی ہے اگر آپ اپنے طلباء یہاں بھیج دیں تو ہم انہیں تبلیغ اسلام کرنا سکھا دیں گے۔ باقی سباق

وفاتِ مسیح اور لیؤمنن بہ قبل موتہ کی آیۂ کریمہ

(محمد یحییٰ بٹ صاحب)

(۲)

حضرت ابوہریرہؓ کی درایت

حیاتِ مسیح کے قائلین کی طرف سے اپنے معنوں کی صداقت میں حضرت ابوہریرہ کی ایک درایت کو بھی پیش کیا جاتا ہے اور وہ یہ ہے :-

قال قال رسول اللہ صلعم والذی نفسی بیدہ لیوشکن ان ینزل فیکم ابن مریم حکمًا عدلاً فیکسر الصلیب ویقتل الخنزیر و یضع الجزیۃ ویفیض المال حتی لا یقبلہ احد حتی تکون السجدۃ الواحدۃ خیر من الدنیا وما فیھا ثم یقول ابوھریرۃ فاقرؤا ان شئتم وان من اھل الکتاب الا لیؤمنن بہ قبل موتہ۔ ان کا استدلال یہ ہے کہ ابوہریرہ حضرت نبی کریم صلعم کی طرف سے ابن مریم کے نزول کی حدیث بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس ضمن میں اگر چاہو تو ان من اھل الکتاب کی آیت پڑھ لو معلوم ہوا کہ حضرت ابوہریرہ بھی اس آیت سے حضرت عیسیٰؑ کی موت سے پہلے ہی کا مفہوم سمجھتے تھے۔

یہ درایت صحیح نہیں

اس کے جواب میں صاحب تفسیر مظہری ہی کی تحریر لکھ دینا کافی سمجھتا ہوں وہ فرماتے ہیں :-

وھذا التاویل مروی عن ابی ھریرۃ لکن کونہ متفادًا من ھذہ الآیۃ وتاویل الآیۃ بارجاع الضمیر الثانی الی عیسیٰ ممنوع انما ھو زعم من ابی ھریرۃ لیس ذالک فی شئ من الاحادیث المرفوعۃ وکیف یصح ھذا التاویل مع ان کلمۃ ان من اھل الکتاب شامل للموجودین فی زمن النبی صلی اللہ علیہ وسلم البتۃ سواء کان ھذا الحکم خاصا بھم اولا فان حقیقۃ الکلام للحال ولا وجہ لان یراد بہ فریق یوجدون حین نزول عیسیٰ علیہ السلام فالتاویل الصحیح ھو الاول ویویدہ قرأۃ ابی بن کعب اخرج ابن المنذر عن ابی ھاشم وعروۃ قال فی مصحف ابی بن کعب وان من اھل الکتاب الا لیؤمنن بہ قبل موتھم۔

یہ تاویل حضرت ابوہریرہ سے مروی ہے لیکن آیت لیؤمنن بہ سے یہ معنے جو ابوہریرہ نے خیال کئے ہیں ہرگز نہیں نکلتے اور قبل موتہ کی ضمیر عیسیٰ کی طرف پھر نہیں سکتی یہ صرف ابوہریرہ کا گمان ہے احادیث مرفوعہ میں اس کا کوئی اصل نہیں پایا جاتا۔ اور کیونکر یہ تاویل صحیح ہو سکتی ہے باوجودیکہ کلمہ ان موجودین کو بھی شامل ہے۔ یعنی ان اہل کتاب کو جو آنحضرت صلعم کے زمانہ میں موجود تھے۔ خواہ یہ کلمہ انہیں سے خاص ہو یا خاص نہ ہو۔ لیکن حقیقت کلام کا مصداق ٹھہرانے کے لئے حال سب زمانوں سے زیادہ استحقاق رکھتا ہے۔ اور کوئی وجہ اس بات کی نہیں پائی جاتی کہ کیوں وہی اہل کتاب خاص کئے جائیں، جو حضرت عیسیٰ کے نزول کے وقت موجود ہوں گے۔ پھر صحیح تاویل وہی ہے جو ہم پہلے بیان کر چکے ہیں یعنی یہ کہ ضمیر "ہ" کتابی کی طرف پھرتی ہے اور اسی کی قرأت ابی بن کعب موید ہے۔ جس کو ابن المنذر نے ابوہاشم سے لیا ہے اور نیز عروہ سے بھی اور وہ قرأت یہ ہے :-

وان من اھل الکتاب الا لیؤمنن بہ قبل موتھم۔

"ہ" کی ضمیر کا مرجع حضرت عیسیٰ نہیں ہو سکتے

قبل موتہ میں "ہ" کی ضمیر حضرت عیسیٰ کی طرف پھیرنے پر جو اعتراضات وارد ہوتے ہیں وہ درج ذیل ہیں

پہلا۔ آیت زیر بحث میں ان من اھل الکتاب، کہکر یہ حصر کیا گیا ہے کہ تمام کے تمام اہل کتاب اس پر ایمان لاویں گے۔ اب اگر جیسا کہ ترجمہ میں کہا گیا ہے حضرت عیسیٰ کے نزول ہی کی طرف یہ آیت اشارہ کر رہی ہے تو پھر تمام کے تمام اہل کتاب کا ان پر ایمان لانا کس طرح ممکن ہو سکتا ہے۔ حالانکہ بے شمار یہودی ایسے ہو گذرے ہیں جو ان کے نزول سے پیشتر ہی اس دار فانی سے گذر چکے ہیں۔ صاحب تفسیر مظہری کا حوالہ ابھی گذر چکا ہے جس میں انہوں نے مدلل طور پر ان معانی کو جھٹلایا ہے۔ یہ اس لئے کہ اگر ایک نفس بھی اس سے مستثنٰی کر دیا جائے تو پھر لفظ اِنْ کا استعمال ہی بے معنی ہو جاتا ہے۔

اگر یہ کہا جائے کہ یہ حصر صرف ان اہل کتاب تک محدود ہے جو حضرت مسیح کے زمانہ نزول کے وقت موجود ہوں گے تو یہ تاویل بلا سند ہو گی۔ کیونکہ اس آیت میں کوئی ایسا لفظ نہیں جو ان معانی کی طرف اشارہ کرتا ہو۔ دوسرے یہ تاویل تو قرآن کریم اور حدیث کے صریحاً خلاف ہے۔ قرآن کریم میں کہیں بھی اس امر کو بیان نہیں کیا گیا کہ کسی زمانہ میں یہودی اور عیسائی باہم ایک ہو جائیں گے بلکہ فرمایا :-

واغرینا بینھم العداوۃ والبغضاء الی یوم القیامۃ یعنی یہ کہ ہم نے ان دونوں گروہوں کے درمیان قیامت تک عداوت اور بغض پیدا کر دیا ہے۔

پھر فرمایا :-

وجاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الی یوم القیامۃ۔ یعنی قیامت تک یہودی عیسائیوں کے تحت رہیں گے۔

حدیث میں بھی حضرت نبی کریم صلعم نے فرمایا ہے کہ مسیح کے دم سے کافر مریں گے۔ اس سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ بعض اہل کتاب حضرت مسیح پر ایمان نہیں لائیں گے۔ پھر فرمایا :- دجّال مسیح کے ہاتھوں قتل ہو گا۔ اب تمام علماء کا اتفاق ہے کہ دجال اہل کتاب میں سے ہو گا اور وہ حالت کفر پر مرے گا۔

اب ان آیات قرآنی اور احادیث کے پیش نظر کس طرح ممکن ہو سکتا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کے نزول ثانی کے وقت تمام کے تمام اہل کتاب ایمان لے آویں گے ایسے معانی کرنا یقیناً قرآن و حدیث کے خلاف ٹھہرتے ہیں۔

اہل کتاب کو مرجع قرار دینے میں مشکلات

یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر یہ معانی صحیح نہیں اور یہ قرآن و حدیث کے خلاف ہیں تو پھر صحیح معانی کونسے ہیں۔

بعض مفسرین نے جو قبل موتہ میں اہل کتاب کی طرف ضمیر پھیری ہے۔ اس میں بھی انہیں بڑی مشکلات پیش آئی ہیں۔ چنانچہ تفسیر کبیر میں حجاج کا ایک قول نقل کیا گیا ہے اور وہ یہ ہے :-

عن شھر بن حوشب قال قال الحجاج انی ما قراتھا الا وفی نفسی منھا شئ یعنی ھذہ الآیۃ فانی اضرب عنق الیھودی ولا اسمع منہ ذالک یعنی شہر بن حوشب نے حجاج سے بیان کیا ہے کہ اس نے کہا کہ جب کبھی میں یہ آیت لیؤمنن بہ پڑھتا تو میرے دل میں اس کے خلاف خیالات پیدا ہوتے کیونکہ میں نے بہتیرے یہودیوں کو قتل کیا لیکن ان سے ایمان لانے کا کلمہ کبھی بھی نہیں سنا۔

اس کا جو جواب دیا گیا ہے وہ یہ ہے :-

فقلت ان الیھودی اذا حضرہ الموت ضربت الملائکۃ وجھہ ودبرہ وقالوا یا عدو اللہ اتاک عیسیٰ نبیًا فکذبت بہ فیقول آمنت انہ عبد اللہ وتقول للنصرانی اتاک عیسیٰ نبیًا فزعمت انہ ھو اللہ وابن اللہ فیقول آمنت انہ عبد اللہ فاھل الکتاب یؤمنون بہ۔ یعنی شہر بن حوشب کہتا ہے میں نے حجاج کو یہ جواب دیا کہ جب کوئی یہودی مرنے کے قریب ہوتا ہے تو فرشتے اس کے منہ اور پیٹھ پر کوڑے مارتے ہیں اور کہتے ہیں اے اللہ کے دشمن ہمارا نبی عیسیٰ تیرے پاس آیا اور تو نے اسکو جھٹلا دیا۔ پھر وہ کہتا ہے کہ میں ایمان لایا کہ وہ تیرا سچا بندہ ہے۔ اسی طرح عیسائی سے کہے گا میرا نبی تیرے پاس آیا اور تو نے اسے اللہ اور ابن اللہ بنا لیا۔ وہ کہے گا میں ایمان لایا کہ وہ اللہ کا بندہ ہے۔ پس اس طرح اہل کتاب ایمان لاتے ہیں۔

یہ جواب بجائے خود ایک دعوے ہے جس پر کوئی بھی دلیل نہیں۔ اور پھر ایسے ایمان کا فائدہ ہی کیا ہے چنانچہ وہ خود ہی آگے لکھتے ہیں :- ولکن حیث لا ینفعھم ذالک الایمان۔ یہ ایمان انہیں کچھ بھی نفع نہیں بخشتا۔ بہر حال اس جواب سے اتنا تو ظاہر ہوتا ہے کہ اس آیت کو مسیح کی حیات اور اس کے نزول کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ ۔۔۔۔۔

متعلقہ آیات پر غور

حقیقت یہ ہے کہ قرآن کریم ان تمام قضیوں کے لئے مہیمن اور حکم ہو کر آیا ہے جو اس سے پیشتر انبیاء علیہم السلام کے متعلق قوموں میں برپا تھے اور اس آیت میں عیسائیوں اور یہودیوں کے قضیہ کا فیصلہ کیا گیا ہے۔ آیت زیر بحث کے صحیح معانی کو سمجھنے کے لئے اس سے متعلقہ آیات پر بھی غور کرنا چاہیئے اور وہ یہ ہیں۔

وقولهم انا قتلنا المسيح عيسى ابن مريم رسول الله وما قتلوه وما صلبوه ولكن شبه لهم وان الذين اختلفوا فيه لفي شك منه ما لهم به من علم الا اتباع الظن وما قتلوه يقينا بل رفعه الله اليه وكان الله عزيزاً حكيماً وان من اهل الكتاب الا ليومنن به قبل موته ويوم القيامة يكون عليهم شهيدا۔

واقعہ صلیب مسیح

ان آیات کا ترجمہ سمجھنے سے پیشتر ہمیں اس قضیہ کو بھی سامنے رکھ لینا چاہیئے جو یہودیوں اور عیسائیوں کے درمیان برپا ہے۔ اور جس کی بنا پر یہودی آج تک حضرت عیسیٰؑ کو سچا نبی نہیں مانتے واقعہ یہ ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کے دعوئے نبوت پر یہودی علماء برانگیختہ ہوئے۔ حضرت مسیحؑ کی بڑی مخالفت کی۔ اور انہیں اپنے دعوے میں جھوٹا ثابت کرنے میں انتہائی کوشش کی۔ چنانچہ سب سے آخری تدبیر جو انہوں نے اسکو جھوٹا ثابت کرنے کے لئے استعمال کی وہ ان کا حضرت مسیحؑ کو سُولی پر چڑھا کر مارنا تھا۔ یہ اس لئے کہ توریت میں لکھا ہے۔

"جو کاٹھ پر لٹکایا جائے وہ لعنتی ہوتا ہے"۔ یعنی سُولی پر مارے جانا ایک جھوٹے اور لعنتی شخص کی نشانی ہے چنانچہ یہودی علماء اپنی اس تدبیر میں کسی حد تک کامیاب بھی ہو گئے اور انہوں نے حکومت پر زور دے کر حضرت مسیحؑ کو سُولی پر چڑھوا دیا۔ مسیح چونکہ خدا کا برگزیدہ اور سچا نبی تھا اس لئے خدا کی نصرت نے اس کا بروقت ہاتھ پکڑا اور ایسے حالات پیدا ہو گئے کہ یہودیوں کی تمام تدابیر خاک میں مل گیئں۔ اور حضرت عیسیٰؑ کو چند گھنٹوں کے بعد ہی سُولی سے اتار لیا گیا۔ ادھر سخت آندھی آنے کی وجہ سے یہودی علماء پریشانی کی حالت میں بھاگ گئے۔ اور ادھر حواریوں نے حضرت مسیح کو جو بے ہوش ہو چکے تھے اٹھا کر ایک محفوظ مقام پر پہنچا دیا۔

یہودیوں اور عیسائیوں کا نظریہ

اب یہاں حضرت مسیح کے بارہ میں دو مختلف خیالات ہیں جو عیسائیوں اور یہودیوں کی طرف سے پیش کئے جاتے ہیں یہودیوں کا کہنا ہے کہ ہم نے اسکو کاٹھ پر مار دیا ہے لہذا از روئے توریت وہ لعنتی ہوئے اور ان کا جھوٹا ہونا ثابت ہوا۔

عیسائیوں نے بعد میں یہ عقیدہ بنا لیا کہ وہ واقعی کاٹھ پر مارے گئے اور یہ لعنت انہوں نے گنہگار مخلوق کی خاطر برداشت کی صلیب پر چڑھ کر ان کے گناہوں کا کفارہ ہو گئے۔

قرآن کریم کا فیصلہ

اب قرآن کریم کا فیصلہ سنئے کہ وہ کس طرح حضرت مسیح کی بریت کے ساتھ ساتھ عیسائیوں کے عقیدہ کی بیخکنی بھی کرتا ہے۔ فرماتا ہے :-

ترجمہ :- ان کا یہ کہنا کہ ہم نے مسیح بن مریم کو جو رسول ہونے کا دعوے کرتا ہے۔ مار ڈالا ہے (یہ بات غلط ہے) انہوں نے نہ تو اسے قتل کیا اور نہ ہی اسے صلیب پر مارا بلکہ یہ (امر کہ وہ صلیب پر مارا گیا) اُن پر مشتبہ ہو گیا ہے (چنانچہ ان کی تاریخ میں ایسے قرائن ملتے ہیں جن سے یہ قطعاً ثابت نہیں ہو سکتا کہ مسیح صلیب پر مارے گئے ہوں) اور وہ لوگ جو اس امر میں اختلاف کرتے ہیں وہ شک میں ہیں ان کے پاس اس امر پر کوئی بھی دلیل نہیں۔ وہ محض ظن کی پیروی کرتے ہیں (حقیقت یہ ہے کہ) انہوں نے اسے یقینی طور پر قتل نہیں کیا (اب ان کے اس خیال کو کہ وہ لعنتی ہے یعنی خدا سے اسے کوئی بھی تعلق نہیں بلکہ اس کی جناب سے وہ دُور ہے کیونکہ لعنت کے اندر یہی مفہوم ہے جو پایا جاتا ہے چنانچہ لعین شیطان کا بھی نام ہے اسکو دُور کرنے کے لئے فرماتا ہے) بلکہ اللہ تعالے نے اسکو اپنے قرب میں جگہ دی ہے (رفع لعنت کی ضد ہے) اور اللہ غالب ہے حکمت والا ہے اس کے بعد فرماتا ہے وان من اهل الكتاب الا ليومنن به اہل کتاب میں سے کوئی بھی ایسا شخص نہیں جو ہمارے اس مذکورہ بالا بیان کو نہ مانتا ہو۔ قبل موته قبل اس کے جو وہ اس حقیقت پر ایمان لاوے جو مسیح اپنی طبعی موت سے مر گیا۔ جو بیان کیا ہے یہی کہ انہیں اس بات پر قطعی یقین نہیں کہ وہ صلیب پر مارے گئے اب جب اس امر پر یقین ہی نہیں تو پھر یہودیوں کی مخالفت اور عیسائیوں کا کفارہ بالکل باطل ہو جاتے ہیں۔ اور یہی فیصلہ کرنا مقصد تھا۔

تو گویا اس بیان کے ذریعہ سے دونوں گروہوں عیسائیوں اور یہودیوں پر حجت تمام کر دی۔ غور فرمایئے کہ یہ کس قدر زبردست بیان تھا کہ کوئی اہل کتاب بھی اس اس امر سے انکار نہ کر سکا اور سب کے سب خاموش ہو گئے۔ جس سے واقعی طور پر معلوم ہوتا ہے کہ اہل کتاب کا تو دیکھی اس امر پر پختہ یقین نہیں کہ حضرت مسیح علیہ السلام واقعی صلیب پر مارے گئے۔

اب میں یہ پوچھتا ہوں کہ اگر ان آیات میں عیسائیوں اور یہودیوں کے باہمی قضیہ اور ان کے غلط عقیدہ کفارہ وغیرہ کا جواب نہیں تو پھر قرآن کریم کی کوئی ایک اور آیت فرمایئے جس میں اس قضیہ کا فیصلہ دیا گیا ہو۔ یہ تو ممکن ہی نہیں کہ اتنے بڑے قضیہ کا کچھ بھی فیصلہ قرآن حکیم میں موجود نہ ہو۔ اس طور سے اس کا اپنا دعوے کہ وہ مہیمن اور حکم ہے درست ثابت نہیں ہوتا ۔

بقیہ از صفحہ نمبر ۶

مخلوق خدا کی ہدایت کیلئے خرچ نہیں کرتا اس کا یہ دعوے کہ وہ غلبہ اسلام کیلئے دعا کرتا ہے یا کر رہا ہے صحیح نہیں جس طرح ایک بھوک سے مرتے ہوئے انسان کو دیکھکر ایک شخص کے دل میں درد سا پیدا ہوتا ہے تو وہ اپنے پاس سے کچھ خرچ کر کے اسکی جان بچانے کی کوشش کرتا ہے۔ اسی طرح دنیا کی روحانی موت کے قریب پہنچی ہوئی حالت کو دیکھکر اگر ہمارے دلوں میں یہ درد پیدا نہیں ہوتا کہ اپنے پاس سے کچھ خرچ کر کے انہیں روحانی موت سے بچانیکی کوشش

پاکستان اور تحریک احمدیت ۔ بقیہ صے

علامہ اقبال مرحوم اپنی زندگی کے آخری ایام میں بارہا اس امر پر زور دیتے تھے کہ موجودہ زمانہ کی ضروریات اور مقتضیات کے مطابق اسلامی فقہ کو از سر نو مرتب کیا جائے وہ اجتہاد کی ضرورت و اہمیت کو شدت سے محسوس کرتے تھے چنانچہ نئی فقہ کی تدوین و ترتیب کے لئے انہوں نے پنجاب کے موجودہ لیگل ری میمبرنسر اور مشہور ماہر قانون شیخ عبدالحق صاحب سے اشتراک عمل کی درخواست بھی کی تھی اور تجویز ہوا تھا کہ موصوف اور چند اور دوست علامہ مرحوم سے مل کر یہ کام سرانجام دیں گے مگر علامہ مرحوم کی وفات سے یہ کام التوا میں پڑ گیا پس علامہ اقبال جیسی شخصیت کا اجتہاد کی ضرورت کو تسلیم کرنا احمدیت کی قبولیت کا ایک اور ثبوت ہے۔

الغرض پاکستان کی بھلائی اسی میں نہیں کہ احمدیہ تحریک کو ختم کر دیا جائے بلکہ فائدہ اس میں ہے کہ اس تحریک کے پیش کردہ نظریات کو اپنایا جائے جس سے انشاء اللہ غلبۂ اسلام قریب سے قریب تر ہوگا۔

احباب جماعت سے گذارش

بیجا نہ ہوگا اگر ایک دو باتیں اپنے احباب کی خدمت میں بھی عرض کر دی جائیں۔ کسی مخالفانہ دھمکی سے مرعوب ہو جانے کا تو کوئی سوال ہی نہیں البتہ اپنے افعال و کردار کا ساتھ ساتھ جائزہ لیتے رہنا مفید ہوتا ہے۔ ہمیں ایک بات کو خوب اچھی طرح ذہن نشین کر لینا چاہیئے کہ کسی تحریک کے زندہ رہنے کا ایک ہی اصول قرآن مجید نے بیان فرمایا ہے اما ما ينفع الناس فيمكث في الارض وہی تحریک زندہ رہے گی جو نافع الناس ہوگی۔ اس لئے ضروری ہے کہ ہم اپنی افادیت اور نفع رسانی کو روز بروز بڑھاتے رہیں اور صرف سابقہ کارگذاری پر فخر نہ کرتے رہیں بلکہ اس میں اور اضافہ کریں۔ دنیا کو اپنی طرف کھینچنے کا ایک ہی طریقہ ہے کہ انہیں زیادہ سے زیادہ نفع پہنچایا جائے، ان سے بھلائی کی جائے ان کی خدمت کی جائے اور ہر مشکل میں ان کی رہنمائی کی جائے اپنے سلسلہ کی امتیازی خصوصیات ان کے سامنے رکھی جائیں اور اعلائے کلمۃ اللہ کے ساتھ مخلوق خدا کی ہمدردی اور خدمت پر بہت زور دیا جائے۔ خدمت۔ خدمت۔ خدمت۔ عمل

ہر کہ خدمت کرد او مخدوم شد

اخبار احمدیہ (بقیہ صفحہ ۲)

(۳) راولپنڈی سے یہ افسوسناک اطلاع موصول ہوئی ہے کہ ہمارے محترم دوست مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع کے نوجوان بھائی مرزا اعظم بیگ صاحب رحلت فرمائے عالم جاودانی ہو گئے انا للہ وانا الیہ راجعون، مرحوم بڑے با اخلاق، نیک طبع اور غریب پرور نوجوان تھے۔ اپنی قلیل آمدنی میں سے کئی بیواؤں اور یتیموں کی پرورش اپنے ذمہ لے رکھی تھی، ہمیں اس صدمہ میں مسٹر مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع اور دیگر پسماندگان کے ساتھ دلی ہمدردی ہے اللہ تعالیٰ انہیں صبر جمیل عطا فرمائے اور مرحوم کو جنت نصیب کرے۔ احباب سے جنازہ غائبانہ کی درخواست ہے۔

—— ہزارہ سے حبیب الرحمٰن صاحب صادق لکھتے ہیں کہ دو ماہ سے میرے تین بچے اور اہلیہ بیمار رہیں احباب سے

بچوں کا صفحہ

والدین کی خدمت اور عزت

مسلمان اپنے کافر ماں باپ کی بھی عزت اور خدمت کرنا اپنا فرض سمجھتے تھے۔ ان کا عقیدہ یہ تھا کہ مذہب کے معاملے میں کوئی جبر ...... نہیں کرنا چاہیئے۔ ہر ایک شخص کو اختیار ہے کہ جو مذہب پسند کرے اس کو قبول کرے۔ اگر ماں باپ مسلمان نہیں تو بھی وہ ماں باپ ہی ہیں۔ اور مسلمان اولاد کے لئے ضروری ہے کہ ان کی عزت و خدمت میں کوئی کوتاہی نہ کرے۔ یہ خوبی اب تک اسلامی ممالک میں پائی جاتی ہے ہمارے ملک کے بعض لوگ جنہیں اسلامی ممالک کی سیاحت کا اتفاق ہوا ہے کہتے ہیں کہ اگر کسی ترک کی ماں عیسائی ہے تو وہ اس کو اتوار کے دن خود گرجا چھوڑ آتا ہے تا کہ وہ اپنے مذہب کے مطابق عبادت بجا لائے۔

بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت ابوہریرہ کی ماں کافر تھیں۔ اس سے حضرت ابوہریرہ کو بہت دکھ پہنچتا تھا مگر وہ بے بس تھے۔ اکثر اوقات حضرت ابوہریرہ نے ان کو دین اسلام کی دعوت دی مگر اس نے قبول نہ کیا چنانچہ ایک دن جب انھوں نے اپنی ماں کو تبلیغ کی تو اس نے حضرت نبی کریم صلعم کی شان میں کچھ گستاخی کے کلمات کہے۔ حضرت ابوہریرہ رض جیسے مسلمان کیلئے ایسے کلمات سننا ناقابل برداشت تھا۔ لیکن انہوں نے تحمل سے کام لیا اور ماں سے ذرا درشت کلامی نہ کی۔ آپ بالکل خاموش رہے اور روتے روتے حضرت نبی کریم صلعم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان کی خدمت میں عرض کیا یا رسول اللہ! دعا فرمائیں کہ میری ماں کو خدا ہدایت بخشے"۔

بیان کیا جاتا ہے کہ جب تک ابوہریرہ کی ماں زندہ رہی وہ ان کی خدمت میں مشغول رہے اور فریضہ حج ادا کرنے کے لئے نہیں گئے۔ حالانکہ حج کرنا مسلمان کے لئے ضروری ہے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ ایک دفعہ آپ گھوڑے پر سوار ہو کر کہیں جا رہے تھے۔ رستہ میں ایک بدو نظر آیا۔ آپ نے اپنی پگڑی اتار کر اس کے سر پر رکھدی اور اپنے گھوڑے پر بٹھا لیا۔ حضرت عبداللہ کے ساتھیوں نے آپ سے کہا کہ یہ شخص تو ایک معمولی دہقان ہے آپ نے اس کے لئے اس قدر زحمت کیوں اٹھائی کہ اپنے گھوڑے پر اسکو جگہ دی ہے اور اپنی پگڑی اس کے سر پر رکھدی ہے۔ آپ نے اس کے جواب میں فرمایا کہ اس کا باپ میرے باپ کا دوست تھا اور ہمارے نبی کریم صلعم نے فرمایا ہے کہ انسان کو لازم ہے کہ اپنے ماں باپ کے دوستوں سے نیک سلوک کرے۔

جب حضرت ابودرداء رض ایک دفعہ بیمار ہوئے تو یوسف بن عبداللہ ایک دور دراز کا سفر طے کر کے آپ کی بیمار پرسی کو تشریف لائے حضرت ابودردا رض نے ان سے پوچھا کہ آپ کس طرح تشریف لائے ہیں انھوں نے جوابدیا کہ بیمار پرسی کیلئے آیا ہوں کیونکہ آپ کے باپ اور میرے باپ آپس میں دوست تھے

حضرت عمرؓ کے انکسار کا ایک واقعہ

مولانا مرتضیٰ خان صاحب

جن دنوں میں جنگ قادسیہ ہو رہی تھی۔ حضرت عمرؓ بڑی تشویش سے اس کے نتیجہ کا انتظار کر رہے تھے۔ اور جنگ کی اطلاعات کے لئے بے چین رہتے تھے بلکہ ان دنوں آپ کا معمول یہ تھا کہ صبح ہی مدینہ منورہ سے باہر نکل جاتے تھے اور دوپہر تک ہر آنے والے سے جنگ کے حالات دریافت فرماتے۔ ایک دفعہ آپ نے ایک شخص کو مدینے کی طرف آتے ہوئے دیکھا آپ نے اس سے پوچھا کدھر سے آئے ہو اس نے کہا حضرت سعد کی طرف سے امیرالمومنین کی خدمت میں فتح ایران کی خبر لے کر آیا ہوں آپ اس کے ہمراہ ہوئے اور پیدل ہی اس کے ساتھ اس کی رکاب تھامے دوڑتے چلے آئے اور حالات دریافت کرتے رہے یہاں تک کہ مدینہ میں داخل ہو گئے۔ یہاں پہنچکر لوگوں نے امیرالمومنین امیرالمومنین کہہ کر السلامُ علیکم کہا۔ جب اس سوار کو معلوم ہوا کہ آپ ہی امیرالمومنین ہیں جو میرے اونٹ کے ساتھ ساتھ دوڑتے آئے ہیں تو وہ بہت شرمندہ ہوا۔ اور بڑے ادب سے کہنے لگا کہ اگر آپ مجھے پہلے ہی بتا دیتے تو مجھ سے یہ گستاخی نہ ہوتی۔ آپ نے فرمایا کچھ ہرج نہیں اصل مقصد تو جنگ کے حالات معلوم کرنا تھا۔

مدینہ پہنچکر آپ نے تمام مسلمانوں کو جمع کر کے ایران کی فتح کی خوشخبری سنائی۔ اور ایک بڑی موثر تقریر فرمائی جس کے آخری الفاظ یہ تھے:۔

"مسلمانو! سنو! میں کوئی بادشاہ نہیں ہوں کہ تم کو اپنا غلام بناؤں۔ میں خود تمہاری طرح خدا کا غلام ہوں۔ ہاں خلافت کا بوجھ میرے سر پر ڈالا گیا ہے۔ جس کا ہر گھڑی مجھے خیال رہتا ہے۔ اگر میں تمہاری خدمت کروں کہ تم اپنے گھروں میں آرام کی نیند سوؤ تو یہ میری نیک بختی ہے اور اگر خدانخواستہ یہ خواہش ہو کہ تم میرے دروازے کی حاضری دیا کرو تو میری بدبختی میں کہاں تک شک ہو سکتا ہے۔ ... ... میں تم کو تعلیم دینا چاہتا ہوں مگر محض لفاظی سے نہیں بلکہ عملی طور پر۔"

جو کچھ آپ نے فرمایا سو فیصدی درست ہے۔ آپ کے دل میں ذرا خواہش نہ تھی کہ آپ بڑے بن کر لوگوں کو اپنا غلام بنائیں۔ بلکہ محض خدمت خلق آپ کا مقصد تھا۔ آپ اپنے عمل سے لوگوں کو تعلیم دیتے تھے۔ ہمارے آجکل کے واعظ خود تو عمل کرتے نہیں وعظوں پر بڑا زور دیتے ہیں۔ ایسے واعظوں کے وعظ کا اثر خاک بھی نہیں ہوتا جب تک نمونہ نہ ہو لوگ اثر قبول نہیں کرتے۔ دوسروں کو زبان سے وعظ و نصیحت کرنے کی بجائے انسان کو اپنا نمونہ اعلےٰ بنانا چاہیئے۔

ضبطِ تولید اور اسلام

مولانا آفتاب الدین احمد صاحب

کوٹلی لوہاراں مغربی سے ضبط ولادت کے متعلق ایک استفسار کیا گیا ہے۔ سائل کا کہنا ہے کہ:۔

"پچھلے پیغام صلح میں نامہ وولنگ کے کالم میں پڑھا تھا کہ وہاں یہ سوال کیا گیا ہے کہ برتھ کنٹرول کے متعلق اسلام کا نظریہ کیا ہے۔ لیکن اس کا تسلی بخش جواب پیغام صلح میں شائع نہیں ہوا۔ چونکہ یہ مسئلہ آج کل بہت اہم ہوگیا ہے لہذا استدعا ہے کہ آپ پیغام صلح میں اس مسئلہ پر اچھی طرح روشنی ڈالیں اور وضاحت سے لکھیں کہ اسلام کا ضبط تولید کے متعلق کیا نظریہ ہے"

جواباً عرض ہے کہ ضبط تولید کے متعلق جو تحریک اس وقت ساری دنیا میں پھیلی ہوئی ہے اس کی بنیاد ماہر اقتصادیات ڈاکٹر مالتھس کے نظریۂ آبادی پر ہے۔ اس نظریہ کی تشریح یہ ہے کہ زمین کی پیداوار جس رفتار سے ترقی پذیر ہے انسانی نسل اس سے کہیں زیادہ رفتار سے بڑھ رہی ہے اور اگر اس نسلی افزائش کو کسی اختیاری ذریعہ سے روکا نہ گیا تو ایک وقت آنے والا ہے جب خوراک تو دور نبی نوع انسان کو کھڑا ہونے کی جگہ بھی ملنی دشوار ہو جائے گی۔ اس بنیاد پر بعد کے مفکرین نے ضبط تولید کے لئے ادویات اور دیگر میکانکی سامان پیدا کئے جس کا علم خواندہ طبقات کو بخوبی ہے۔

اسلامی نکتہ نگاہ سے مالتھس صاحب کا نظریہ قابل قبول نہیں خدا کو رب العالمین مانتے ہوئے یہ خیال کرنا کہ اس کے پیدا کردہ مخلوق کے لئے اس کی دنیا میں کافی سامان نہیں ہے ایک تو د نقیضی ہے۔ قرآن کریم اس کی وضاحت دو جگہ فرماتا ہے۔ ایک سترویں سورت اکتیس آیت اور ایک چھٹی سورت ایک سو باون آیت میں۔ الفاظ یوں ہیں:

ولا تقتلوا اولادکم خشیة املاق نحن نرزقهم وایاکم

اور

ولا تقتلوا اولادکم من املاق نحن نرزقکم وایاهم۔

ان آیات کی تفسیر میں مرحوم حضرت مولانا محمد علی صاحب اپنی کتاب ریلیجن آف اسلام میں فرماتے ہیں:۔

"یہاں سوال لڑکیوں کو زندہ دفن کرنے کا نہیں ہے کیونکہ یہ رسم غربت کی بناء پر نہیں تھی۔ جن بچوں کا یہاں ذکر ہے وہ ان آنے والے بچوں کے متعلق ہے جن کو ضبط تولید کے طریقوں سے آنے سے روک دیا جاتا ہے اور یہ بچوں کو قتل کرنے کے مترادف ہے اور یہ اس خوف کے ماتحت کیا جاتا ہے کہ ان کے لئے روزی مہیا نہیں کی جا سکتی"

مولانا موصوف کی تحقیقات میں اس مسئلہ پر بحث حدیثوں میں بھی آچکی ہے۔ اور یہ عزل کے سلسلہ میں ہے۔ بخاری میں جابر رضؓ سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں کہ ہم آنحضرتؐ کے زمانہ میں عزل کیا کرتے تھے۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ جب یہ معاملہ آنحضرتؐ کے سامنے پیش ہوا تو انہوں نے فرمایا کہ "کیا تم واقعی ایسا کرتے ہو۔ کوئی نفس قیامت کے دن تک ایسا نہیں ہوگا مگر وہ جو وجود میں آکر رہے گا۔"

اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ حضورؐ ضبط تولید کے مصنوعی طریقوں کو بے سود قرار دیتے ہیں اور اس پر اظہار تعجب فرماتے ہیں کہ لوگ ایسا کیوں کرتے ہیں حضرت مولانا مرحوم اس پر فرماتے ہیں کہ یہ طریقے مقصد نکاح کے منافی ہیں کیونکہ اصل غرض نکاح کی بچہ پیدا کرنا ہے۔ اگر غرض کو ساقط کر دیا جائے تو مولانا کی رائے میں نکاح ایک فاسد شکل اختیار کرے گا۔ ہاں اگر مقصد ضبط تولید عورت کی جان کو خطرے سے بچانا ہو تو مولانا کے نزدیک یہ جائز ہے۔ یعنی صرف طبی ضرورت کے ماتحت اپنی تائید میں مولانا نے فتاوئے عالمگیری کو پیش کیا ہے اور فرمایا ہے کہ بیوی کی اجازت سے ایسا طریق اختیار کیا جا سکتا ہے۔ فتاوئے عالمگیری کے مصنفین کے سامنے غالباً حضرت عمر فاروق رضؓ والی وہ حدیث تھی جن کے الفاظ یوں ہیں:۔

عن عمر ابن الخطاب قال نهی رسول الله صلی الله علیه وسلم ان یعزل عن الحرة الا باذنها۔

یہ حدیث ابن ماجہ میں آئی ہے۔ عمل کے لحاظ سے مسلم اطبا اسی بات کے قائل تھے چنانچہ حکیم علی ابن العباس جو کہ ممالک عرب میں حالی عباس کے نام سے مشہور رہیں اور چوتھی صدی ہجری کے آدمی ہیں، اپنی کتاب میں فرماتے ہیں:۔

"ہر چند ہمیں ایسی ادویات کا تذکرہ نہیں کرنا چاہیئے جو مانع حمل ہیں تاکہ بدکار عورتیں انہیں استعمال نہ کر سکیں پھر بھی ایسی عورتوں کے لئے جن کی پیڑو کی ہڈی چھوٹی ہوتی ہے یا جو کسی ایسی بیماری میں مبتلا ہیں جس میں کہ حمل یا وضع حمل جان لیوا ثابت ہو سکتا ہے ہمیں ان کا تذکرہ کرنا ہی پڑتا ہے۔ وگرنہ طبیب کو ایسی ادویات کبھی بھی بتانی نہیں چاہئیں جو حمل یا حیض میں روک بن جائیں۔ اور نہ ہی ہمیں کوئی دوا مردہ جنین کے متعلق تجویز کرنی چاہیئے جب تک کہ ہمیں اس بات کا مکمل یقین نہ ہو جائے کہ جنین واقعی مردہ ہے وگرنہ ہم بچے کو مار دیں گے اور اس طرح اسقاط حمل کے مرتکب ہوں گے"

(ڈاکٹر ایم اے خیر اللہ۔ عربوں کے طبی ایزادیوں کا خاکہ)

اس طرح اسلام نے رومی کلیسا کے اس انتہائی طریق کو پسند نہیں کیا جس کی رو سے ضبط تولید کسی صورت میں بھی جائز نہیں اور نہ ہی موجودہ زمانے کے لامذہبوں کے طریقہ کار کو پسند کیا ہے جس کی رو سے یہ عمل ایک انسان کی خوشی پر چھوڑ دینا چاہیئے کہ جب چاہے انہیں استعمال کرلے بلکہ جیسا کہ اسلامی دنیا کی بزرگ ترین طبی ہستیوں میں سے ایک کے حوالہ سے ثابت کیا گیا ہے یہ ایک طبی راز ہے جو کہ عام لوگوں کے علم سے باہر ہی رہنا چاہیئے اور ہرگز اس کو رزق کی کمی کے خوف سے استعمال نہیں کرنا چاہیئے۔

یہ مسئلہ نہ تو تاریخ میں نیا ہے اور نہ اسلام میں موجودہ زمانہ میں جو اس پر اضافہ ہوا ہے وہ صرف ڈاکٹر مالتھس کا نظریۂ آبادی ہے۔ اس کے متعلق فی الحال اسی قدر کہنا کافی ہوگا کہ اس مسئلہ پر نظری طور پر غور کرنے کا وقت تب آئیگا جب کہ تمام بنی نوع انسان اپنے قومی اور نسلی تعصبات سے بلند ہو کر یک جان ہو جائیں گے۔ واقعات کی شہادت تو یہی ہے کہ آج تک ضبط تولید کے مقصد صرف دو ہی رہے ہیں۔ ایک عیاشی دوسرا معیار زندگی کی بلندی۔ نتیجہ کے طور پر بجائے اس کے مالتھس کے پیش کردہ خطرات کا کوئی سدباب ہو۔ یہ دیکھا جاتا ہے کہ جو قومیں اس خیال کے ماتحت اپنی آبادی کو کم اور معیار زندگی کو بلند کرتی ہیں ان پر وہ قومیں جو بلا تردد اپنی آبادی کو بڑھاتی ہیں اور معیار زندگی کی پرواہ نہیں کرتیں حملہ آور ہو کر تباہ کر دیتی ہیں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے زمانہ میں ایرانی اور رومی لوگ بھی برتھ کنٹرول کے شکار تھے اور آج ہمارے سامنے فرانس کی شکست پر اُن کے اپنے لیڈر مارشل پیٹیان نے اپنی قوم کے زوال کا سب سے بڑا سبب یہی ضبط تولید بتایا کہ جس سے ان کی عددی قوت کم ہوگئی تھی۔ پس بطور ایک غیر دینی نظریہ کے بھی یہ قابل عمل نہیں۔

عید الفطر کیا ہے؟

صدقہ عید الفطر، عید فنڈ اور مساجد فنڈ کی ادائیگی کی طرف خاص توجہ کی جائے

رمضان کے مبارک مجاہدہ کے بعد عید الفطر ایک انتہائی روحانی انبساط اور خوشی کا دن ہے، اسلامی نقطہ نگاہ سے حقیقی خوشی وہی ہے، جو کہ انسان مشکلات کا مقابلہ کر کے حاصل کرے اس میں سبق ہے کہ دنیا میں وہی قوم بام عروج تک پہنچتی ہے، جو صعوبت کش ہو جو دشواریوں کو دعوت مقابلہ دے۔ اور ناز و نعمت میں رہنا جس کا شیوہ نہ ہو۔۔ ہر صالح قوم جب انتہائی مشکلات کا مقابلہ کرنے کے بعد اپنے دینی اور دنیوی معراج کو حاصل کرتی ہے تو اس وقت اس کے اپنے قلب کے اندر جو خوشی کے جذبات ہوتے ہیں۔ وہ حقیقی خوشی کے آئینہ دار ہیں، اور وہ حقیقی خوشی ہی درحقیقت عید ہے سو عید الفطر درحقیقت مرد مومن کے قلب کی اس کیفیت کو واضح اور واشگاف کرتی ہے جو اسے مجاہدہ کے بعد محسوس ہوتی ہے عید مسلم کے بعد وہ مقام ہے جہاں وہ خدا اور عالم روحانی کو خود ایک زندہ حقیقت کی طرح محسوس کرتا ہے، سو رمضان اور عید الفطر میں ایک زبردست تمثیل بیان کی گئی ہے اور ایک فلسفۂ حیات پیش کیا گیا ہے۔ جس کے بغیر انسان کبھی منزل مقصود کو نہیں پہنچ سکتا اور نہ کبھی رستگاری حاصل کر سکتا ہے، جماعت احمدیہ ابھی مجاہدہ کے دور میں ہے وہ نہایت جفاکشی کے ساتھ اشاعت اسلام کر رہی ہے اور اس راستہ میں ہر قسم کا ایثار کر رہی ہے لیکن اس کی عید اس وقت ہوگی جبکہ دنیا میں غلبۂ اسلام ہوگا، اور دنیا کے ایک کنارہ سے لے کر دوسرے کنارہ تک خدا اور خدا کے رسول کا نام گونج رہا ہوگا، مادیت اور قومیت کے بت پاش پاش ہو جائیں گے اور دنیا ایک روحانی معیار اپنا اور فلسفۂ حیات کو اختیار کرے گی، اور گذشتہ نظام حیات کو خیرباد کہے گی جس کی وجہ سے دنیا میں اس قدر بربادی اور تباہی ہو رہی ہے، سو اس رمضان اور عید میں غلبۂ اسلام اور اسکے لئے مجاہدات کو متشکل کر کے دکھایا گیا ہے، یعنی اس وقت تک دنیا میں غلبہ اسلام نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس راستہ میں ہم پسینہ کی جگہ خون نہ بہائیں اور روپیہ کو خدا تعالیٰ کے راستہ میں بیدریغ خرچ نہ کریں عید ہمیں اس دن کی یاد دلاتی ہے جبکہ اسلام اور مسلمانوں کے لئے ایک عظیم الشان خوشی کا دن ہوگا۔ سو ہمیں عید کو مناتے ہوئے اس عید کو کبھی فراموش نہیں کرنا چاہیئے۔ جو کہ ہر ایک احمدی کا حقیقی نصب العین ہے ایسے خوشی کے موقع پر ہمیں جماعت کی ان تحریکات کو بھی نہیں بھولنا چاہیئے جو اس دن سے مخصوص ہیں۔

صدقہ عید الفطر ان تحریکات میں سب سے پہلے صدقہ عید الفطر ہے جو سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کے مطابق ہر مسلمان پر فرض ہے جیسا کہ حدیث بخاری میں ہے عن ابن عمر فرض النبی صدقۃ الفطر او قال رمضان علی الذکر والانثی والحر والمملوک صاعاً من تمر او صاعاً من شعیر۔ یعنی نبی کریم صلعم نے صدقہ فطر اور صدقہ رمضان مرد اور عورت اور آزاد اور غلام سب پر فرض ٹھہرایا ہے ایک صاع کھجور اور بعض احادیث میں ایک صاع کشمش یا ایک صاع پنیر بھی آتا ہے۔ اس حدیث سے بخوبی ظاہر ہو جاتا ہے کہ آنحضرت صلعم اس صدقہ عید الفطر کو کس قدر ضروری سمجھتے اور اہم خیال فرماتے تھے، عام مسلمانوں کے ہاں اس صدقہ کو جمع کرنے کا کوئی انتظام نہیں کیونکہ ان کے ہاں کوئی ایسا بیت المال نہیں جو مشترکہ ہو جس میں قومی مال جمع رہے لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت احمدیہ جو خاص اسلامی جماعت ہے اور جسے حضرت امام عصر حاضر نے مشیت ایزدی کے ماتحت قائم کیا ہے اس کے ہاں ایک بیت المال ہے سب احباب سلسلہ کو یہ صدقہ عید الفطر ادا کرنا چاہیئے اور جماعتوں کو اسے مرکزی بیت المال میں بھجوانا چاہیئے۔ صدقہ فطر موجودہ گرانی کے نرخ کے حساب سے انجمن نے فی کس مقرر کیا ہے، سب احمدی دوستوں کو چاہیئے کہ وہ اس فریضہ کو نہایت ذمہ داری کے ساتھ ادا کریں، کیونکہ اس ذمہ داری میں ان کی قوم کی قوت اور بقا کا راز پوشیدہ ہے۔

عید فنڈ فطرانہ کے علاوہ ہمارے ہاں ایک روپیہ فی کس عید فنڈ مقرر ہے۔ یہ فنڈ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا مقرر کردہ ہے، یہ فنڈ اشاعت اسلام کے لئے جمع ہوتا ہے، جہاں ہمارے دوست عید کے دن غیر معمولی طور پر خرچ کرتے ہیں، ایک روپیہ انہیں اپنے مرشد کے ارشاد پر بھی خرچ کرنا چاہیئے، اگر ہمارے سب دوست اہتمام کے ساتھ اس فنڈ میں ایک روپیہ ادا کریں تو اشاعت اسلام کے لئے ایک بہت بڑی رقم جمع ہو سکتی ہے۔ ہمارے دوستوں کو اس فنڈ کی اہمیت کو سمجھنا چاہیئے اور اسے ضرور ادا کرنا چاہیئے۔

مساجد فنڈ بیرونی جماعتوں میں مرکزیت اور تنظیم پیدا کرنے کے لئے مساجد کی سخت ضرورت ہے، بغیر مسجد کے یہ کام ہو ہی نہیں سکتا، چند سالوں سے انجمن نے یہ فنڈ اس غرض کے لئے قائم کیا ہے تاکہ جماعت پر بوجھ بھی نہ پڑے اور عیدین کے موقعہ پر ایک رقم جمع ہو جائے جسے بیرونی جماعتوں کی مساجد کی تعمیر پر صرف کیا جائے۔ چنانچہ بعض جگہ اس فنڈ سے مساجد تعمیر بھی ہو چکی ہیں۔

عید کے موقع پر اس فنڈ کی ادائیگی کو خاص طور پر پیش نظر رکھنا چاہیئے اور اپنے بیرونی مراکز کو مضبوط کرنے کے لئے اس فنڈ کو ضرور ادا کرنا چاہیئے، امید ہے جماعت کے سب دوست عید کے موقعہ پر صدقہ عید الفطر، عید فنڈ، اور مساجد فنڈ نہایت فراخ دلی سے ادا کریں گے۔ اللہ تعالےٰ ہم سب کو عید کے حقیقی مفہوم کو سمجھنے اور اپنے فرائض کو ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے

پاکیزہ ارشادات

شیخ غلام قادر صاحب احمدیہ بلڈنگس لاہور

قاتل قوم

حضرت ابوہریرہ رض سے مسند احمد بن حنبل - بخاری فی الادب - مسلم - ابوداؤد میں روایت ہے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

اِذَا سَمِعْتَ الرَّجُلَ يَقُوْلُ هَلَكَ النَّاسُ فَهُوَ اَهْلَكُهُمْ -

ترجمہ:- جب تو کسی شخص کو یہ کہتا سنے کہ قوم مرگئی تو سمجھ لو کہ وہی شخص قاتل قوم ہے -

صحیح حدیث کے تاثرات

اذا سمعت الحديث عنى تعرفه قلوبكم وتلين له اشعاركم وابشاركم وترون انه منكم قريب فانا اولاكم به واذا سمعتم الحديث عنى تنكره قلوبكم وتنفر منه اشعاركم وابشاركم وترون انه بعيد منكم فانا ابعدكم منه. عن ابى اسيد وابى حميد. لاحمد فى مسنده ولابى يعلى فى مسنده

ترجمہ:- حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم مجھ سے روایت کی ہوئی کوئی حدیث سنو جس سے تمہارے دل معرفت الٰہی سے لبریز ہو جائیں اور وہ تمہارے احساس و جذبات میں اور تمہارے وجود میں لطافت اور نرمی پیدا کر دے اور وہ تمہارے حالات کے موافق اور قریب ترین ہو تو سمجھو کہ (وہ حدیث واقعی صحیح ہے اور) میں اس حدیث کے ذریعہ تم سے نزدیک تر ہوں (یعنی میرا اور تمہارا تعلق پیدا ہو گیا ہے) اور اگر تو ایسی حدیث مجھ سے روایت کی ہوئی سنے جس کو تمہارے قلوب قبول نہ کریں اور وہ تمہارے احساسات و جذبات اور تمہارے وجود کے ہر رگ و پے میں نفرت کی لہر دوڑا دے اور اس حدیث کو تمہارے حالات سے دور کا تعلق بھی نہ ہو (اور اگر تو اسے پھر بھی صحیح سمجھے) تو سمجھ لو کہ میں اس حدیث (کو قبول کرنے کی وجہ سے) تم سے دور تر ہوں (یعنی میرا اور تمہارا کوئی تعلق نہیں)

مومن کامل کی پہچان

اذا سرتك حسنتك وساءتك سيئتك فانت مؤمن

عن ابى امامة - مسند احمد بن حنبل - صحيح ابن حبان مستدرك حاكم - بيهقى فى شعب الايمان -

ترجمہ:- ابی امامہ رض سے روایت ہے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تمہارے نیک کردار سے تمہیں خوشی حاصل ہو اور برے کردار تمہارے رنج و غم کا باعث ہوں (یعنی تو برے کاموں سے رنج محسوس کرے) تو بیشک مرد مومن ہے -

---

نوعِ انسان میں بدی کا تخم بونا ظلم ہے

وہ بدی آتی ہے اس پر جو ہو اس کا کاشتکار

(مسیح موعودؑ)

جب تک انسان کو ان علوم پر اطلاع نہ ہو جو تسلی اور اطمینان کا موجب ہوتے ہیں۔ اور انسان کو یقین کی حد تک پہنچاتے ہیں۔ ایسے خطرات اور توہمات کے پیش آنے کا اندیشہ ہی اندیشہ ہے۔

ہم اور ہمارے مخالفین

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشاداتِ طیبہ

یہ لوگ جو اصل مقصد کو چھوڑ کر ذاتیات پر اعتراض کرنے لگے ہیں۔ اسکی وجہ یہی ہے کہ چونکہ خدا کا فرستادہ اپنے ساتھ دلائل اور براہین پر زور رکھتا ہے۔ اسکی ہر ایک بات سچی اور محکم ہوتی ہے اور ایسے تائیدی نشان اس کیلئے ظاہر ہوتے ہیں کہ دوسرے ان سے عاجز رہ جاتے ہیں۔ اسلئے مخالف جب کوئی راہ گریز نہیں پاتے تو رکیک عذر کرنے لگتے ہیں۔ اور بیہودہ نکتہ چینیاں شروع کرتے ہیں۔ جن میں سے اکثر تو افترا ہوتے ہیں، اور بعض ایسے امور اور معاملات ہوتے ہیں۔ جو کہ ان کے قصور فہم کا نتیجہ ہوتے ہیں۔

اسی طرح جب ہمارے مخالفوں نے دیکھا کہ جو بات ہے وہ معقول ہی اور دلائل اور براہین کے ساتھ مؤکد کی جاتی ہے۔ پھر قرآن شریف ہمارے ساتھ ہے۔ احادیث ہمارے ساتھ ہیں عقل اور قانون قدرت ہماری تائید کرتے ہیں اور ان سب سے بڑھکر ہزاروں آسمانی نشان ہماری تائید میں ظاہر ہوئے۔ وہ نشانات بھی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور پیشگوئی بیان فرمائے تھے پورے ہوئے۔ اور ان کے علاوہ اور صدہا نشانات خود ہمارے ہاتھ پر پورے ہوئے۔ اب جبکہ چاروں طرف سے گھر گئے یعنی زمانہ شہادت دے اٹھا کہ اس وقت مامور من اللہ کی ضرورت ہے۔ اور ضرورت وقت و واقعات پیش آمدہ نے بتا دیا کہ یہ زمانہ مسیح موعود کا ہی۔ اور اس کی تائید بزرگان ملت کے کشوف و رؤیا اور الہامات سے بھی ہوگئی۔ اور قرآن شریف ہماری ہی تائید میں ثابت ہوا اور دن بدن اس سلسلہ کی ترقی بھی ہوتی جاتی ہی۔ تب ان مخالفوں نے یہ چال بدلی کہ اور تو کہیں ہاتھ پڑنے کی جگہ باقی نہیں ہی ذاتیات پر ہی گفتگو شروع کر دی۔ اس خیال سے کہ انسان جلد تر اس طرز سے متاثر ہو جاتا ہے۔ مگر کیا ان احمقوں کو یہ معلوم نہیں ہے۔ کہ عیسائی بھی ایسے ہی اعتراض کرتے ہیں۔ آریوں کی ایک چھوٹی سی کتاب میں نے دیکھی ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متعلق انہوں نے لکھی ہے انہوں نے اس میں بہت سے اعتراض کئے ہیں کہ بہت سے بچے انہوں نے قتل کرا دیئے۔ مصریوں کا مال لے گئے۔ وعدہ خلافی کی۔ جھوٹ بولا۔ معاذ اللہ غرض بڑے سے بڑا گناہ نہیں جو ان کے ذمہ نہ لگایا گیا ہو۔ گویا وہ ان کو ذلیل کرنا چاہتے ہیں۔

میں کہہ چکا ہوں کہ جب یہ لوگ نبوت کے طریق پر کامیاب نہیں ہوتے اور کبھی کامیاب نہیں ہوسکتے۔ تو یہ ایسے ہی اعتراض کر دیا کرتے ہیں حضرت مسیح علیہ السلام کے متعلق جو کتاب یہاں پڑھی گئی تھی اس نے کیا کسر باقی رکھی ہے۔ اور ایسا ہی وہ اخبار جو آزاد خیال لوگوں کا یہاں آتا ہے وہ کس قدر ہنسی اڑاتا ہے۔ قاعدہ کی بات ہے کہ صدق اور سچائی کے شعلے دم لینے نہیں دیتے تو موٹی عقل والوں کو یہ لوگ یوں دھوکا دینے لگتے ہیں اور اپنے خیال میں ایک حد تک یہ لوگ کامیاب ہو جاتے ہیں جس قدر عیسائی ہوئے ہیں اس کا یہی باعث ہی ۴۴

پیغام صلح
جلد ٤٠ } یوم چہار شنبہ مورخہ ٢٤ رمضان المبارک ١٣٧١ھ } نمبر ٢٤

"دو بنیادی اصول"

آل مسلم پارٹیز کنونشن میں جو ۴ رجون کو کراچی میں مولانا سید سلیمان ندوی کے زیرِ صدارت منعقد ہوئی مولوی عبدالحامد بدایونی نے جو تقریر کی اسکو پڑھکر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان مولوی صاحب کو یا تو اسلام کے بنیادی اصولوں سے خود کوئی واقفیت نہیں اور یا وہ جماعت احمدیہ کے خلاف اشتعال پیدا کرنے اور انہیں کافر و مرتد ٹھہرانے کے لئے اپنے پاس سے ایسے اصول بنا رہے ہیں جن سے ان کا مقصد آسانی سے حاصل ہو سکے، مولوی عبدالحامد کا بیان سُن لیجئے۔

"حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت و رسالت کا ختم ہو جانا۔ اور مسلمانوں پر جہاد بالسیف کا فرض ہو جانا ہر مسلمان طبقہ و فرقہ کا عقیدہ اور جزوِ ایمان ہے اور دنیا کے کسی گوشے میں کبھی بھی مسلمانوں کا کوئی گروہ یا فرقہ ایسا نہیں ہوا جو ان دو چیزوں یا اسلام کے ان دو بنیادی عقائد میں کسی طرح کا کوئی اختلاف رکھتا ہو اور یہی سبب ہے کہ صرف وہی فرقے یا گروہ مسلمان کہلانے کا حق رکھتے ہیں جو ان بنیادی اصولوں پر متفق ہیں۔ اور جو لوگ ان اصولوں سے اختلاف رکھتے ہیں وہ کسی طرح بھی مسلمانوں میں شمار نہیں کئے جا سکتے۔

قادیانی جماعت اور اس کے بانی مرزا غلام احمد نے نہ صرف ان دونوں اصولوں سے اختلاف کیا ہے بلکہ اپنے خود ساختہ عقائد کی تائید کے لئے قرآن پاک کی آیات اور احادیث رسول ؐ کے مفہوم تک میں ردّ و بدل کرنے میں گریز نہیں کیا۔ اس واضح بغاوت کے باعث تمام فرقِ اسلامیہ کے نزدیک اس گروہ کو نہ تو مسلمان کہا جا سکتا ہے، اور نہ ہی اسے کوئی اسلامی فرقہ شمار کیا جا سکتا ہے، اس گروہ کو زیادہ سے زیادہ جو رعایت دی جا سکتی ہے وہ صرف یہ ہے کہ انہیں غیر مسلم اقلیت کی حیثیت دے دی جائے اور ان کے وہی حقوق مقرر ہوں جو اسلامی ریاست میں غیر مسلموں کو دیئے جاتے ہیں"۔

("آزاد" ۱۴ رجون ۱۹۵۲ء)

کیا کوئی صاحب علم و انصاف یہ کہہ سکتا ہے کہ مولوی عبدالحامد کا یہ بیان حق اور انصاف اور راستی پہ مبنی ہے؟ نبوت و رسالت کا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو جانا بیشک اسلام کے اہم ترین عقائد میں سے ہے، لیکن ان لوگوں کو کیا کہا جائے گا جو زبان سے ختم رسالت کے قائل ہونے کے باوجود امت محمدیہ کی اصلاح کے لئے ایک بنی اسرائیلی نبی کے دوبارہ آنے کے منتظر ہیں، کیا ان کا یہ عقیدہ کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام اب تک بقید حیات موجود ہیں اور دوبارہ امت محمدیہ بلکہ کل دنیا کی اصلاح کے لئے نزول فرمائیں گے، ختم نبوت کو باطل کرنے کا موجب نہیں؟ قادیانی عقیدہ اجرائے نبوت تو پھر بھی کسی حد تک قابل برداشت ہے کہ وہ حضرت نبی کریم صلعم کی امت میں سے ایک شخص کے نبی بننے کے قائل ہیں لیکن مولوی عبدالحامد اور ان کے ہم مشرب علماء کا یہ عقیدہ کہ امت محمدیہ سے باہر کا ایک پرانا نبی پھر دنیا میں آئے گا ختم نبوت کو پاش پاش کرنے کا موجب ہے، آخر غور کرنا چاہیئے کہ جس چیز کو تم اسلام کا بنیادی عقیدہ قرار دیتے ہو، کیا حضرت عیسٰی کے دوبارہ آنے سے وہ باقی رہ جائے گا، کیا اس وقت جب جناب مسیح آسمان سے نزول فرمائیں گے ختم نبوت کی بنیاد اکھڑ نہ جائے گی؟ تم کہتے ہو کہ حضرت مرزا صاحب نے اسلام کے اس بنیادی عقیدہ سے اختلاف کیا ہے، حالانکہ انہوں نے اسکو زیادہ پختگی اور مضبوطی کے ساتھ قائم کیا ہے جیسا کہ فرمایا:-

"والنبوۃ قد انقطعت بعد نبینا صلی اللہ علیہ وسلم"
اور نبوت ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد منقطع ہو گئی (الاستفتاء ضمیمہ حقیقۃ الوحی ص ۶۴)

"وان رسولنا خاتم النبیین وعلیہ انقطعت سلسلۃ المرسلین" - اور بے شک ہمارے رسول صلعم خاتم النبیین ہیں اور آپ پر رسولوں کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔

(ایضاً ص ۲۴)

"قرآن شریف میں مسیح ابن مریم کے دوبارہ آنے کا تو کہیں بھی ذکر نہیں لیکن ختم نبوت کا بکمال تصریح ذکر ہے اور پرانے اور نئے نبی کی تفریق کرنا یہ شرارت ہے نہ حدیث میں نہ قرآن میں یہ تفریق موجود ہے اور حدیث لانبی بعدی میں نفی عام ہے پس یہ کس قدر جرات اور دلیری اور گستاخی ہے کہ خیالات رکیکہ کی پیروی کر کے نصوص صریحہ قرآن کو عمداً چھوڑ دیا جائے اور خاتم الانبیاء کے بعد ایک نبی کا آنا مان لیا جائے اور بعد اس کے کہ وحی نبوت منقطع ہو چکی تھی پھر سلسلہ وحی نبوت کا جاری کر دیا جائے کیونکہ جس میں شان نبوت باقی ہے اس کی وحی بلاشبہ نبوت کی وحی ہو گی"۔

(ایام الصلح ص ۴۶)

کیا ان عبارات سے صاف ثابت نہیں کہ ختم نبوت کے بنیادی عقیدہ کو قائم کرنے والا اگر کوئی شخص ہوا ہے تو وہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی ہیں جنہوں نے بغیر کسی استثنا کے سلسلۂ نبوت کو آنحضرت صلعم پر منقطع قرار دیا اور کسی بھی نئے یا پرانے نبی کی آمد کو ختم نبوت کے منافی ٹھیرایا کیا مولوی عبدالحامد اور ان کے ہم مشرب علماء اسی رنگ میں ختم نبوت کو مانتے ہیں کیا وہ ایسا اعلان کرنے کو تیار ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد وہ کسی بھی نئے یا پرانے نبی کے آنے کے قائل نہیں اور حضرت عیسٰی کی دوبارہ آمد کا عقیدہ سراسر باطل ہے؟ اگر وہ ایسا نہیں کر سکتے تو ظاہر ہے کہ ختم نبوت کے بنیادی عقیدہ کو توڑنے والے وہ خود ہیں نہ کہ حضرت مرزا صاحب اور اس لئے اگر اس عقیدہ کے بطلان کی وجہ سے کوئی شخص کافر ہو سکتا ہے تو وہ سوچ لیں کہ وہ خود کس زمرہ میں شامل ہیں احمدیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے والے پہلے اپنے گریبان میں منہ ڈال کر تو دیکھیں کہ کیا نظر آتا ہے احمدی تو خدا کے فضل سے صحیح اسلامی عقیدہ پر قائم ہیں، ختم نبوت کے بنیادی عقیدہ کو بلا تاویل مانتے ہیں، اس عقیدہ کو متزلزل کرنے والے وہ مولوی ہیں جو دوسروں کو خواہ مخواہ کافر ٹھیرانے کے درپے ہیں۔

دوسرا بنیادی عقیدہ مولوی عبدالحامد کے نزدیک مسلمانوں پر جہاد بالسیف کا فرض ہو جانا ہے اور ان کا بیان ہے کہ یہ "ہر مسلمان طبقہ و فرقہ کا جزوِ ایمان ہے"، لیکن سوال یہ ہے کہ اس فرضیت کو مولوی عبدالحامد صاحب اور ان کے ہم مشرب علماء نے کب اور کہاں تک ادا کیا۔ کیا وہ بتا سکتے ہیں کہ انہوں نے کس غیر مسلم کے ساتھ کب جہاد بالسیف کیا؟ اگر آج تک اس فرضیت کو انہوں نے ادا نہیں کیا اور کبھی تلوار ہاتھ میں لیکر کسی غیر مسلم پر چڑھائی نہیں کی تو انہیں اپنے اسلام کی فکر کرنی چاہیئے کہ اسلام کے ایک بنیادی عقیدہ پر عمل اور ایک فرض کی بجا آوری سے وہ قاصر ہیں اور اس طرح عملاً ثابت کر رہے ہیں کہ جہاد بالسیف ہر حالت میں فرض نہیں، اور یہی حضرت مرزا صاحب کا عقیدہ ہے جنہوں نے صفائی کے ساتھ فرمایا کہ "ترکوا الجہاد معدومۃ فی ھذا الزمن وھذہ البلاد"، جہاد کے شرائط اس زمانہ میں اور اس ملک میں مفقود ہیں، غور کر لیجئے اگر حضرت مرزا صاحب کا یہ خیال صحیح نہیں تو اس ملک میں کتنے علماء یا کونسے طبقہ و فرقہ کے مسلمان ہیں جنہوں نے جہاد بالسیف پر عمل کیا؟ تعجب ہے؟ عمل تو تمہارا حضرت مرزا صاحب کے خیالات و عقائد کی کھلی تصدیق کر رہا ہے لیکن عقیدہ وہ رکھتے ہو جو عمل کے صریح خلاف ہے لم تقولون ما لا تفعلون کبر مقتاً عند اللہ ان تقولوا ما لا تفعلون - کیا ان کھلی تصریحات کے باوجود یہ کہنا واجب ہے کہ حضرت مرزا صاحب نے قرآن اور حدیث کے مفہوم کو بدل دیا؟ قرآن اور حدیث کے مفہوم کو تو تم خود اپنے عقیدہ و عمل سے بدل رہے ہو خود اپنے کفر بہ طریق عمل پر مہر لگا رہے ہو، اور جماعت احمدیہ کو غیر مسلم اقلیت قرار دیتے ہو؟ کاش کچھ سوچ اور عقل سے کام لو اور بغض و تعصب کی اندھی رو میں اپنے دین و ایمان کو برباد نہ کرو۔

ایک اور بزرگ کی وفات

یہ خبر جماعت کے تمام حلقوں میں نہایت افسوس کے ساتھ سُنی جائے گی کہ ہماری جماعت کے ایک اور بزرگ منشی عبدالستار صاحب جن کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام سے شرف بیعت حاصل تھا، ۱۲ رجون ۱۹۵۲ء کو وفات پا گئے، منشی صاحب موصوف نہایت نیک، پارسا اور خاموش طبیعت انسان تھے، مولانا مصطفیٰ خاں صاحب مرحوم .... کے خسر تھے ایک لمبے عرصہ سے فالج کا شکار ہو کر صاحب فراش رہے اور اس حالت میں بھی مسجد میں آنے اور نماز جمعہ پڑھنے کے لئے تڑپتے رہتے تھے بلکہ ایک دو مرتبہ بصد تکلیف آ کر شامل بھی ہوئے، اسی رمضان میں انہوں نے بصد اصرار روزہ رکھ لیا، جس کے بعد دل کو بیہوش ہو گئے اور اسی بیہوشی کے عالم میں ۱۸ رمضان مطابق ۱۲ رجون کو راہیِ عالم بقا ہو گئے انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اللہ تعالیٰ انہیں جنت الفردوس میں جگہ دے اور ان کے پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے مرحوم کی عمر ۷۰ سال سے اوپر تھی، احباب کرام سے درخواست ہے کہ مرحوم کا...... جنازہ غائب پڑھ کر ان کی روح کو ثواب پہنچائیں [illegible] مولانا مصطفیٰ خاں صاحب مرحوم [illegible]

اخبار و افکار

اسلام اور عیسائیت

چوہدری ظفر اللہ خاں صاحب نے کمیونزم کی بڑھتی ہوئی رو کو روکنے کے لئے یہ تجویز پیش کی ہے کہ

"اسلام اور عیسائیت کو کمیونزم کے خلاف ضرور متحد ہو جانا چاہیئے تاکہ وہ اپنی مشترکہ روحانی اور اخلاقی اقدار کو اس مادی نظریہ کے حملے سے بچا سکیں جو (اسلام اور عیسائیت) دونو کا دشمن ہے"

معاصر "نوائے وقت" کو اس پر اعتراض ہے کہ

(۱) "اولین توجہ کا مستحق عالم اسلام اور عالم مشرق کا اتحاد ہے نہ کہ اسلام اور عیسائیت کا اتحاد"

(۲) جب تک پاکستان کی خارجہ پالیسی کے متعلق یہ دعوے کیا جا رہا ہے کہ ہم کسی خاص بلاک کے ساتھ نہیں نہ ہماری کسی بلاک سے خاص دوستی ہے نہ کسی بلاک سے خاص دشمنی اس وقت تک ایسے اعلانات سے احتراز ہی کرنا چاہیئے"

یہ دونو اعتراضات اس غلط فہمی پر مبنی ہیں کہ اس تجویز میں عیسائیت سے برطانیہ، امریکہ اور دوسرے عیسائی ممالک مراد ہیں۔ اور چودھری صاحب نے اس میں اس بلاک کے ساتھ اتحاد کی دعوت دی ہے جو سیاسی طور پر روس کے مقابلہ میں قائم ہے حالانکہ "مشترکہ روحانی اور اخلاقی اقدار" کے الفاظ بتا رہے ہیں کہ اس میں اسلام اور عیسائیت کے اس طبقہ کو دعوت اتحاد دی گئی ہے جن کا تعلق سیاست سے نہیں بلکہ روحانی اور اخلاقی اقدار سے ہے۔ بالفاظ دیگر دونو مذاہب کے مذہبی پیشرووں اور مبلغین سے توقع کی گئی ہے کہ وہ باہم مل کر روحانی اور اخلاقی اثر سے کمیونزم کا مقابلہ کریں، اس میں کونسی برائی ہے قرآن کریم نے بھی اہل کتاب کو ایک کلمۂ سواء پر دعوت اتحاد دی ہے، قل یا ھل الکتاب تعالوا الیٰ کلمۃ سواء بیننا و بینکم الخ اور ہم یقین رکھتے ہیں کہ اگر مسلمان علماء پیر اور مبلغین ایک طرف اور عیسائی علماء اور مشنری حضرات دوسری طرف اپنے روحانی اور اخلاقی اثرات سے کام لیکر...... اور مذہب کا صحیح اور پاکیزہ نقشہ اپنے عمل سے پیش کرکے لوگوں کو متاثر کرنا چاہیں، تو کمیونزم کا قدم بہت حد تک آگے بڑھنے سے رک سکتا ہے۔

قوم کو مٹانیوالی بحثیں

معاصر "آفاق" (۱۳ر جون) میں ایک صاحب جلال حیدر علوی نے "پردہ کی فرسودہ بحث" کے عنوان سے یہ بحث کرتے ہوئے کہ پردہ کا مفہوم مسلمانوں کے ہر عہد میں مختلف رہا ہے اور اس کے حدود کا مسئلہ صدیوں سے فقہا کے درمیان مابہ الاختلاف چلا آتا ہے" اور یہ بتاتے ہوئے کہ جن ممالک کی عورتوں نے تقلید فرنگ میں "کلب اور ہوٹل کی آوارہ زندگی اختیار کر رکھی ہے اسلام ان کے اس رویئے کو ہرگز مستحسن نہیں سمجھتا" اس بات پر زور دیا ہے کہ:-

"میرے نزدیک اب قوم کو ان مسائل کی بحث تمحیص میں تضیع اوقات سے باز آ جانا چاہیئے ہمارے سامنے بڑے بڑے مسائل ہیں اور دنیائے عالم بڑے بڑے تغیرات و انقلابات کے زد میں ہو رہے ہیں جو قوم اپنے آپ کو ان تغیرات کا سامنا کرنے کے قابل نہ بنا سکے گی اور پردہ نشینی اور بے پردگی، مرزائیت اور احراریت، شیعیت اور سنیت کی بحثوں میں وقت ضائع کرے گی، اسے مٹ جانے کے لئے تیار رہنا چاہیئے"

فی الحقیقت یہ ایک اہم نکتہ ہے، جس کی طرف قوم کے با اثر و اقتدار لوگوں کو فوراً توجہ کرنی چاہیئے، اور فرقی بحثوں سے جو قوم میں افتراق و انتشار پیدا کرنے کا موجب ہیں لوگوں کی توجہ کو ہٹا کر ان اہم مسائل کی طرف مبذول کرنی چاہیئے جو دنیا میں مسلمانوں کا غلبہ اور اقتدار قائم کرنے کا موجب ہو سکتے ہیں:

عورت کے قانونی حقوق

پچھلے دنوں آل پاکستان ویمن ایسوسی ایشن کے اجلاس میں جو لاہور میں منعقد ہوا ایک ترک خاتون مسز اسمٰی نعمان بھی شامل ہوئی تھیں جو ترکی انجمن خواتین کی سیکرٹری جنرل ہیں انہوں نے یہاں سے واپس جانے کے بعد لیے انتہا حسن ظن ظاہر کیا ہے، اور پاکستانیوں کے جذبہ اخوت کی بہت تعریف کی ہے، اسی ضمن میں یہ بھی فرمایا ہے کہ

"پاکستان میں ابھی عورتوں کو قانونی مساوات حاصل نہیں مرد نہایت آسانی سے عورتوں کو طلاق دے سکتے ہیں، عورتوں کو مردوں کے مقابلہ میں وراثت سے آدھا حصہ ملتا ہے اور تعدد ازدواج اگرچہ بالائی طبقوں میں معدوم ہے لیکن عوام میں اب تک موجود ہے"

یہ وہ شکایت ہے جو ہماری اپوا کی معزز اراکین کے دل سے نکل کر ترک خاتون کے کانوں تک پہنچی اور انہوں نے اسے واجب سمجھتے ہوئے ترکی میں جا دہرایا، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہماری بہنوں کو قرآنی احکام کا یا تو علم نہیں یا ان کی حکمت کی وہ قائل نہیں، قرآن نے وراثت میں عورت کا حق مرد سے نصف رکھا ہے، کیونکہ عورت باپ سے بھی حصہ لیتی ہے اور خاوند سے بھی، اور اس کے علاوہ مرد کو اس کے لئے کمانا پڑتا اور اس کے اخراجات کی کفالت کرنی پڑتی ہے، اسکو قانونی طور پر عدم مساوات قرار دینا جہالت اور نادانی ہے یہ بھی غلط ہے کہ مرد آسانی سے عورتوں کو طلاق دے دیتے ہیں زیادہ تر واقعات اس کے خلاف ہیں، بیشمار عورتیں ہیں جن کو مرد نہ آباد کرتے ہیں اور نہ طلاق دیتے ہیں اسی لئے بعض وقت عورتوں کو خلع کے ذریعہ آزادی حاصل کرنی پڑتی ہے۔ رہا تعدد ازدواج، تعجب ہے اس زمانہ میں جبکہ یورپ اس کی ضرورت محسوس کر رہا ہے مسلمان خواتین اس کے خلاف آواز اٹھائیں حالانکہ تعدد ازدواج پر عمل کرنے والوں کی تعداد بمشکل پانچ فی صدی ہوگی:

فاقہ کشی اور خودکشی

ہم قبل ازیں خودکشی کی روز افزوں وارداتوں کا ذکر کرتے ہوئے اس حقیقت کو الم نشرح کر چکے ہیں کہ ان وارداتوں کا اصل موجب فقدان ایمان اور رحمت الٰہی سے مایوسی ہے، ایک مصائب اور دکھوں سے گھبرا ہوا شخص یہ خیال کر لیتا ہے کہ اگر میں مر جاؤں تو ان مصائب سے چھٹکارا مل جائے گا۔ اگر اسے یہ یقین ہو کہ مرنے کے بعد بھی اس سے اعمال کی باز پرس ہوگی اور زیادہ تکلیف کا سامنا کرنا پڑے گا تو وہ ہرگز خودکشی کا مرتکب نہ ہو، فاقہ کشی اور مفلسی میں بھی جس شخص کا اللہ تعالیٰ پر ایمان ہو وہ ہرگز اس جرم کا مرتکب نہیں ہو سکتا جو رحمت الٰہی سے مایوسی کا نتیجہ ہے اس لئے جہاں ایسے حالات پیدا کرنے کی ضرورت ہے کہ لوگوں کے اقتصادی حالات بہتر ہو جائیں اور مفلسی اور فاقہ کشی دور ہو جائے وہاں اللہ تعالیٰ پر ایمان بھی دلوں کے اندر پیدا کرنا چاہیئے ورنہ خودکشی کے اور بھی کئی اسباب پیدا ہو سکتے ہیں، اسلام کو اس بارہ میں امتیاز حاصل تھا کہ اس کے ماننے والے رحمت الٰہی سے مایوس اور خودکشی کے مرتکب نہیں ہوتے آج یہ ایمان بھی دلوں سے مٹتا جا رہا ہے جس کو پھر زندہ کرنا اور دلوں کے اندر حوصلہ، صبر اور قناعت پیدا کرنا ہر شخص کا کام ہے جو پاکستان اور اسلام سے دلی لگاؤ رکھتا ہے۔

اخبار احمدیہ

—— حضرت امیر قوم مولنا صدرالدین صاحب کی طبیعت بحمد اللہ پہلے سے بہتر ہے آپ ۱۷ر جون کو تبدیل آب و ہوا کے لئے ایبٹ آباد تشریف لے گئے ہیں وہاں آپ کا پتہ **معرفت پوسٹ ماسٹر صاحب ایبٹ آباد** ہوگا، احباب کرام حضرت ممدوح کی صحت کاملہ کے لئے دعا فرماتے رہیں۔

—— بیگم صاحبہ مولنا عزالدین صاحب مرحوم ان تمام احباب کا دلی شکریہ ادا کرتی ہیں جنہوں نے مولنا مرحوم کی وفات پر انہیں تعزیتی خطوط لکھے، ایسے خطوط کی تعداد چونکہ بہت زیادہ ہے اس لئے فرداً فرداً جواب دینے سے وہ معذور ہیں۔

—— راولپنڈی میں ہمارے محترم بزرگ مولنا عبدالرحمٰن صاحب شملوی کچھ عرصہ سے بیمار ہیں، احباب کرام سے درخواست ہے کہ ان کی صحت کے لئے دردِ دل سے دعا فرمائیں۔

—— گوگ (علاقہ کرناٹک) میں ہمارے فاضل مبلغ مولنا بڈھن صاحب بردور کچھ دنوں سے بیمار ہیں ان کی صحت کے لئے بھی دعا فرمائی جائے۔

—— ہمارے عزیز دوست محمد اعظم صاحب ہیڈ کلرک دفتر انجمن کا ایک چھوٹا بچہ کچھ دن ہوئے فوت ہو گیا تھا (باقی برصفحہ)

اسلام اور عالمِ ارواح

از۔ شیخ محمد طفیل صاحب ایم۔اے

نوٹ:۔ ذیل میں اس تقریر کا ترجمہ شائع کیا جا رہا ہے جو ۷ر مئی ۱۹۵۲ء کو فرینڈز میٹنگ ہاؤس یوسٹن روڈ لندن میں ورلڈ سپرچوئل کونسل کے اجلاس میں کی گئی ــــــــ ایڈیٹر

صاحب صدر، خواتین و حضرات!

اس اہم موقعہ پر میں آپ کے سامنے اسلام کے روحانی تصور پر اپنے خیالات پیش کرنے کا شرف حاصل کرتا ہوں گو وقت کی قلت شاید اس مضمون پر سیر حاصل بحث کی اجازت نہ دے لیکن مجھے امید ہے کہ اس وسیع اور اُلجھے ہوئے مضمون کے لئے میری یہ مختصر تقریر ایک تمہید کا کام دے گی۔

روحانی زندگی کا معیار

اسلام میں روحانی زندگی کی بنیاد اللہ تعالیٰ کی ہستی پر ایک مضبوط ایمان اور انسان کی اخلاقی ترقی پر ہے۔

فمن یعمل من الصّٰلحٰت وھو مومن فلا کفران لسعیہ

تو جو کوئی عمل صالح کرے اور وہ مومن ہو تو اس کی کوشش کی ناقدری نہیں ہوگی۔ (۲۱:۹۴)

اس زندگی میں ہم جو اخلاقی ترقی کرتے ہیں وہ ہماری وفات کے بعد بھی جاری رہتی ہے دراصل حیات بعد الممات بھی اسی زندگی کا تتمہ ہے، گو آخرت کی زندگی درجات و فضیلت میں برتر ہے لیکن وہ اسی زندگی سے پیدا ہوتی ہے۔

وللاٰخرۃ اکبر درجٰت و اکبر تفضیلاً

اور یقیناً آخرت درجات میں بڑھکر اور فضیلت میں برتر ہے۔ (بنی اسرائیل ۱۷:۲۱)

جس شخص نے اس دنیا کی زندگی میں اپنے آپ کو اچھا نہ بنایا اس کے لئے وہ زندگی بھی اچھی ثابت نہ ہوگی۔

ومن کان فی ھٰذہٖ اعمٰی فھو فی الاٰخرۃ اعمٰی۔ (بنی اسرائیل)

اور جو کوئی اس (دنیا) میں اندھا رہا وہ آخرت میں بھی اندھا ہوگا (۱۷:۷۲)

یہاں اشارہ جسمانی بصارت سے محرومی کا نہیں بلکہ روحانی بصیرت سے محرومی کا ہے۔ یہ آیت اس امر کو بھی واضح کرتی ہے کہ جو عمل بھی ہم یہاں کرتے ہیں اس کے نتائج ہمیں بہرحال اگلی زندگی میں دیکھنے ہوں گے۔

حضرت رسول کریم صلعم کا نمونہ

حضرت محمد صلعم جو مسلمانوں کے سب سے بڑے روحانی پیشوا ہیں انہوں نے اپنی بعثت کے وقت اپنے ہم وطنوں کو یہ نہ بتایا کہ وہ کس قدر معجزے دکھا سکتے ہیں یا مافوق الفطرت کام کر سکتے ہیں یا ان کا تعلق ارواح یا بھوت پریت اور سحرکاری کے عالم سے ہے۔ انہوں نے اپنے ہم وطنوں کے ساتھ صرف اپنے اخلاق کو پیش کیا۔ اپنی صداقت، سادگی اور نیک شعاری کو ان کے سامنے رکھا۔ قرآن کی زبان میں انہوں نے یہ اعلان کیا:۔

فقد لبثت فیکم عمراً من قبلہ افلا تعقلون ۱۰ (یونس)

میں تو تم میں اس سے پہلے ایک عمر گذار چکا ہوں تو کیا تم عقل سے کام نہیں لیتے (۱۰:۱۶)

جو لوگ آپ کے ساتھ رہتے تھے جانتے تھے کہ آپ کس قسم کے انسان تھے۔ وہ انسانوں سے محبت کرتے تھے غمزدہ اور مصیبت کے ماروں کی غمگساری کرتے تھے، مفلس کو پناہ دیتے تھے یتیموں اور بیواؤں کی خبرگیری کرتے تھے حضرت آپ کی وفادار رفیقۂ حیات ان تمام امور کی گواہ تھیں۔ جب آپ اپنے پیغام کی اشاعت کے سلسلہ میں پریشان تھے تو انہوں نے فرمایا:۔

"خدا آپ کو کبھی ضائع نہیں کرے گا۔ آپ قرابت داریوں کا خیال رکھتے ہیں۔ کمزور کا بوجھ اُٹھاتے ہیں۔ آپ میں وہ اخلاق فاضلہ پائے جاتے ہیں جو معدوم ہو چکے ہیں آپ مہمانوں کی تواضع کرتے ہیں اور مشکلات میں بھی صداقت پر قائم رہتے ہیں۔"

ایک مسلمان کے لئے اخلاقی اقدار جن کا ذکر قرآن مجید میں اور جن کا نمونہ رسول کریم صلعم نے اپنی شخصیت میں دکھایا اور ایمان بر حیات بعد الممات اور تمام اعمال کے محاسبہ کا یقین اصل روحانی زندگی کا سرچشمہ ہیں۔ تخیلی قوتوں کی ترقی، مسمریزم میں درک، روحوں کی دنیا سے تعلق پیدا کرنا وغیرہ سچے دین کا مقصد نہیں ہو سکتا۔ بلکہ صحیح روحانی زندگی کے حصول میں یہ امور روک ہیں۔ اور ان کی حیثیت محض کھلونوں کی سی ہے امام غزالی نے اس قسم کے خطرات سے بچنے کے لئے تاکید فرمائی ہے:۔

تیرا سفر طویل ہے، غاروں اور پہاڑوں سے اٹا پڑا ہے۔ بعض اوقات ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جس گھوڑے پر تو سوار ہے اس کے لئے سفر طے کرنا ناممکن ہے۔ لیکن بعض اوقات تجھے ٹھنڈی اور آرام دہ جگہیں بھی نظر آتی ہیں۔ پھولوں کے قطعات اور باغ تجھے اور تیرے گھوڑے کو اپنی طرف کھینچتے ہیں اور تیرے دل میں آرام کی خواہش پیدا کرتے ہیں۔ لیکن یہ کشش پھر تجھے آئندہ سفر سے باز رکھتی ہے یا تیرا نفس اس قدر قوی ہو جاتا ہے کہ تجھے آگے جانے سے روکتا ہے۔ بیشک تو آرام کر لے اور ان نظاروں سے لطف اندوز ہو لے لیکن تجھے اپنا سفر جاری رکھنا چاہیئے۔ یہ خوبصورت قطعات دراصل تیرے لئے گڑھے ہیں اور ابتلاء کا باعث۔

رُوحوں کی دنیا

مجھے ان لوگوں کو جھٹلانے کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی جو کہتے ہیں کہ انہیں عالم ارواح سے پیغامات موصول ہوتے ہیں گو "روحانیت" کے نام پر بہت سا فریب و مکر بھی ہو رہا ہے لیکن میں ایسے لوگوں کو بھی جانتا ہوں جن کی نیتیں درست ہیں اور وہ دیانت داری سے صداقت کی تلاش میں سرگرداں ہیں۔ لیکن اگر انہوں نے احتیاط نہ برتی تو اس قسم کی روحانیت بھی جلد ہی مادیت (Materialism) میں تبدیل ہو جائے گی جس سے نجات حاصل کرنے کے لئے یہ لوگ کوشاں ہیں اس لئے کہ جن ارواح سے یہ تعلق پیدا کر رہی ہیں وہ محدود اور ایک طرح کی "جسمانی" ہستیاں ہیں جن کے خصائل اور صفات جسمانی ہستیوں کے سے ہیں، فرق صرف اتنا ہے کہ انہیں اس آنکھ سے مادی شکل میں دیکھا نہیں جا سکتا تاہم ایک طرح کی مادی دنیا سے ہی متعلق ہیں اور جو پیغامات ان کے ذریعہ سے موصول ہوتے ہیں وہ بہت معمولی درجہ کے ہوتے ہیں کیونکہ ان ارواح کی ذہنی سطح عام انسانوں کی ذہنی سطح کے برابر ہوتی ہے بلکہ اس سے بھی کم[1]۔ ان کا جسمانی طور پر نظروں سے اوجھل ہونا ان کو زیادہ عقلمند نہیں بنا دیتا یا وہ محض اس طریق سے انسانی مقدر کی رہنمائی کرنے کے قابل نہیں ہو جاتیں۔ ایسی روحیں خواہ مخواہ جھوٹ بولتی ہیں اپنے ماننے والوں کی ناجائز تعریف کرتی ہیں اور ان کو غلط راستے پر لگاتی ہیں ایک مشہور سپرچولسٹ لکھتے ہیں:۔

"ان تجرباتی حلقوں میں اگر میڈیم (MEDIUM) (وہ شخص ہوتا ہے جو روحوں سے تعلق قائم کرنے میں مدد دیتا ہے) مجھ سے ناواقف ہوتا تھا تو میں بہت سی بے جا خوشامد و تعریف سے بچ جاتا لیکن ایک دو موقعوں پر جہاں مجھے یہ معلوم ہو گیا کہ میڈیم مجھے جانتا ہے وہاں میری خواہ مخواہ اور بے جا تعریف کی گئی۔ جن لوگوں کو ایسے حلقوں میں جانے کا اتفاق ہوا ہے وہ میرے اس بیان کی تصدیق کریں گے۔"
(THIS WORLD AND THAT P. 89.)

ذاتی طور پر مجھے ایک ایسے شخص کا علم ہے جسے روحوں نے غلط راستے پر ہیں ....
نے غلط راستے پر لگا دیا۔ اس نے ان کی باتوں میں آکر اپنے بزنس

(باقی بر صفحہ ۱۲)

[1] "تمہیں یہ ہمیشہ ملحوظ رکھنا چاہیئے کہ روح آخر ایک انسان ہوتی ہے یہ ضروری نہیں کہ وہ تم سے بہتر ہو یا کمتر جب تم اس بات کو ذہن میں رکھو کہ ہر قسم کے لوگ عالم ارواح میں جاتے ہیں اور مرنے کے بعد وہ خاص بدل نہیں جاتے کم از کم کچھ عرصہ کے لئے اسی طرح کے رہتے ہیں جیسے کہ وہ یہاں تھے تو تمہیں اس امر کا صحیح احساس ہو جائے گا کہ ان کی ہر بات پر اعتماد کرنا۔ اور غیر معقول طریق پر اپنے آپ کو ان کے حوالہ کر دینا اور بلا شرط ان روحوں کی اطاعت کرنا جو ہمیں اپنے مقاصد کے لئے غلط راستے پر لگا سکتی ہیں مت"
A GUIDE TO MEDIUMSHIP BY E. W. and M. W. WALLIS حصہ دوم صفحہ 151

غیر منظم خیرات کی وجہ سے عظیم الشان قومی نقصان

آنحضرت صلعم کی سنّت کی خلاف ورزی سے مسلمانوں کا لاکھوں روپیہ کس طرح تباہ ہو رہا ہے

صدقۂ فطر کا نظام قائم کرنے کی ضرورت

از حضرت امیر رحمۃ اللہ علیہ

بدقسمتی سے مسلمانوں کا ہر وہ کام اس نظام کی حالت کو چھوڑ چکا ہے جو نبی کریم صلعم نے ضروری ٹھہرایا تھا اور مسلمانوں کی تمام قوت اور طاقت اور ان کا روپیہ اور مال محض نظام کے ماتحت نہ ہونے کی وجہ سے برباد ہو رہا ہے۔ یہی حال صدقہ فطر کا ہے حدیث بخاری میں ہے عن ابن عمر فرض النبی صلعم صدقۃ الفطر او قال رمضان علی الذکر و الانثٰی والحر و المملوک صاعًا من تمر او صاعًا من شعیر یعنی نبی کریم صلعم نے صدقہ فطرا ور صدقہ رمضان مرد اور عورت اور آزاد اور غلام سب پر فرض ٹھہرایا، یا ایک صاع کھجور یا ایک صاع جو، اور بعض احادیث میں ایک صاع کشمش یا ایک صاع پنیر بھی آتا ہے۔ اور بخاری میں ہی ایک باب ہے صدقۃ الفطر علی الصغیر و الکبیر۔ صدقہ فطر چھوٹے بڑے سب پر ہے اور یہی عملدرآمد صحابہؓ کا تھا کہ چھوٹے سے چھوٹے بچوں کی طرف سے بھی دیتے۔ صاع ایک حساب کی رو سے تقریباً چار سیر اور ایک حساب کی رو سے تقریباً تین سیر بنتا ہے۔ مگر مختلف اشیاء کے وزن کے لحاظ سے قیمتیں مختلف ہوں گی۔ آج کل کے نرخ کے لحاظ سے جو اور گندم کو ایک ہی لحاظ میں رکھکر اس کا اندازہ تقریباً آٹھ آنے فی کس ہوگا۔ اسی حدیث کے آخر پر ہے کانوا یعطون لیجمع لا للفقراء صدقۂ فطر صحابہؓ اکٹھا کرنے کے لئے دیتے تھے۔ اپنے اپنے طور پر فقیروں کو نہ دیتے تھے، اور دوسری جگہ بخاری کی حدیث میں ہے کہ ابو ہریرہؓ کہتے ہیں وکلنی رسول اللہ بحفظ زکوٰۃ رمضان رسول اللہ صلعم نے میرے سپرد یہ کام کیا تھا کہ میں صدقۂ رمضان کی حفاظت کروں، جس سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلعم خود بھی اسے جمع کرنے کا حکم دیتے تھے اور سارا مال ایک جگہ جمع ہو کر پھر حسب ضرورت تقسیم کیا جاتا تھا۔

اور حدیث ابن عمر میں ہے۔ کانوا یعطون قبل الفطر بیوم او بیومین یعنی یہ صدقہ عید سے ایک یا دو دن پہلے ادا کر دیتے تھے۔ ان تمام احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ صدقۂ فطر کو رسول اللہ صلعم نے جمع کرنے کا حکم دیا تھا اور وہ اس طرح نہ دیا جاتا تھا جس طرح آج مسلمانوں کی بدنظمی کی وجہ سے ہر ایک شخص جہاں جی چاہے دے چھوڑتا ہے۔ اس طرح الگ الگ تقسیم کر دینے کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ روپیہ ضائع ہو جاتا ہے اور کچھ بھیک مانگنے والوں کے ہاتھ میں چلا جاتا ہے۔ اگر سنت نبوی کی پیروی کی جائے تو صدقۂ فطر کو ایک جگہ جمع کر کے انہیں حسب ضرورت خرچ کرنا چاہیئے۔

غور کیا جائے تو مسلمان صدقۂ فطر کے اس نظام کو توڑ کر جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قائم کیا تھا۔ اپنا روپیہ جو ان کی قوم کے لئے عظیم الشان قوت کا موجب ہو سکتا ہے، برباد کر رہے ہیں۔ مثلاً لاہور کو ہی لے لیں۔ اگر ایک لاکھ آدمی بھی صدقۂ فطر ادا کرتا ہو، تو اس کی کل میزان پچیس ہزار روپیہ ہوتی ہے۔ پچیس ہزار روپیہ اگر ایک جگہ آئے جیسا رسول اللہ صلعم کا ارشاد تھا تو کس قدر قومی کام اس سے نکل سکتے ہیں۔ کس قدر غرباء کی تعلیم کا انتظام ہو سکتا ہے۔ لیکن ہم اپنے ہاتھوں سے اس روپے کو برباد کر رہے ہیں۔ صرف ایک پنجاب کا ہی حساب کر لو۔ اگر اس کی نصف آبادی نہ سہی ایک تہائی بھی صدقۂ فطر ادا کرنے والی ہو اور یقیناً ہے تو ہر سال پنجاب کے مسلمان کم از کم پندرہ سولہ لاکھ روپیہ برباد کر دیتے ہیں جس سے ایک یونیورسٹی بن سکتی ہے یا قوم کی عام حالت سدھر سکتی ہے۔ اس وقت مسلمانوں کی کتنی انجمنیں موجود ہیں، اگر مسلمان بھائی اپنے صدقۂ فطر کو بجائے ادھر ادھر پھینکنے کے اور رسول اللہ صلعم کے ارشاد کی خلاف ورزی کرنے کے ایسی انجمنوں کے سپرد کر دیں مثلاً انجمن حمایت اسلام یا انجمن اسلامیہ ہے، یا احمدیہ انجمن اشاعت اسلام ہے یا کوئی اور انجمن ہو۔ تو وہ ان انجمنوں کی قوت بڑھا کر اپنی قوم کو کس قدر طاقتور بنا سکتی ہے مگر موجودہ حالت میں کیا ہو رہا ہے۔ مسلمانوں کی جیبوں سے روپیہ نکلتا بھی ہے اور اپنی طرف سے وہ ایک فریضہ ادا بھی کرتے ہیں لیکن آدھا حکم ہی مانتے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہے کہ ان کا روپیہ بھی گیا اور حکم نبوی کی اصل غرض بھی پوری نہ ہوئی۔

میری درد دل سے سب مسلمان بھائیوں کی خدمت میں یہ درخواست ہے کہ وہ اپنے مال کو جسے اللہ تعالیٰ نے قوم کی زندگی کا موجب بنایا ہے ضائع ہونے سے بچائیں اور سنت نبوی کے مطابق اپنا روپیہ قومی ضروریات کے لئے کسی انجمن کے سپرد کر دیں۔

"اپوا" کے زیر اہتمام عید پارٹی

لاہور ۱۳ جون۔ "اپوا" کی بین الاقوامی تعلقات کی کمیٹی نے فیصلہ کیا ہے کہ عید کے روز ایک دعوت کا انتظام کیا جائے جس میں غیر ملکی خواتین اور لاہور کے ممتاز مدعوین ہونگے۔

قرآن اور حدیث کی دعائیں

قرآنی دعائیں قرب الٰہی کے حصول کیلئے ہیں

از حضرت امیر رحمۃ اللہ علیہ

جو دعائیں قرآن کریم نے مسلمانوں کو سکھائی ہیں ان میں اہم غرض قرب الٰہی کا حاصل کرنا ہے، قرآن کریم میں جتنی دعائیں ہیں انہیں دو حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے ایک وہ دعائیں جو مسلمانوں کو براہ راست سکھلائی گئی ہیں، اور دوسری وہ دعائیں جو دیگر انبیاء کے ذکر میں آئی ہیں۔ جو دعائیں مسلمانوں کو سکھلائی ہیں وہ سب کی سب خدا کے قرب کے حصول کے لئے ہیں۔ دنیا کے لئے اگر کہیں ذکر آتا بھی ہے تو ضمنیت کے رنگ میں جیسے ربنا اٰتنا فی الدنیا حسنۃ و فی الاٰخرۃ حسنۃ (اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں بھی بھلائی عطا فرما اور آخرت میں بھی عطا فرما) باقی سب دعائیں ..... خدا کے قرب کے حصول کے لئے ہیں۔ ہمارے لئے سب سے بڑھکر یہی قرآنی دعائیں ہیں اور ہمیں سب سے بڑھکر انہیں کا ورد کرنا چاہیئے۔

قرآن اور حدیث کی دعاؤں کا ایک نمایاں فرق

قرآن و حدیث کی دعاؤں میں بھی ایک نمایاں فرق ہے جیسا کہ میں نے ابھی بتایا کہ قرآن کریم کی دعائیں زیادہ تر قرب الٰہی کے لئے ہیں اور حدیث کی دعائیں سوتے جاگتے مختلف اعمال و اوقات کے لئے ہیں گو ان میں بھی ایک رنگ قرب الٰہی کا آجاتا ہے۔ لیکن یہ رنگ جس قدر قرآنی دعاؤں میں ہے، حدیث کی دعاؤں میں نہیں۔

دوستوں سے ایک ضروری بات

حضرت امیر مرحوم کا ارشاد

چند روز میں رمضان کا آخری عشرہ شروع ہونیوالا ہے۔ احادیث میں اس کی بڑی تعریف آئی ہے اسی عشرہ میں لیلۃ القدر ہوتی ہے ان ایام کو سب دوست قرب الٰہی اور رضا الٰہی کے حصول کے لئے استعمال کریں اور بڑی کثرت سے وہ دعائیں کریں جو قرآن کریم میں سکھائی گئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق دے۔ خوب یاد رکھیں جو شخص قرب الٰہی حاصل کرتا ہے گویا وہ خدا کے وجود اور اسلام کی صداقت کا ایک ثبوت بن جاتا ہے، بیشک ان ایام میں دنیوی مقاصد کے لئے بھی دعائیں کرو لیکن سب سے زیادہ رضا الٰہی، قرب الٰہی کے حصول اور غلبۂ اسلام کے سامانوں اور خدمت دین و اشاعت قرآن کی توفیق کے لئے دعائیں مانگو۔

دوسری ضروری بات

دوسری ضروری بات یہ ہے کہ ان دس ایام میں نماز فجر میں قنوت بھی ہر جگہ باجماعت پڑھی جائے یعنی فرضوں کی آخری رکعت میں رکوع سے اٹھنے کے بعد بلند آواز سے دین اسلام کی نصرت کے لئے اور مسلمانوں کی نصرت کے لئے دعائیں کی جائیں اس قسم کی قرآنی دعاؤں اور حدیث کی دعاؤں کی طرف میں پہلے توجہ دلا چکا ہوں۔

سکھ وِدوانوں کے اسلام پر لغو اعتراضات

از:۔ عباد اللہ گیانی صاحب امرتسری

(۵)

گیانی لال سنگھ صاحب نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متعلق لکھا ہے کہ:۔

"حدیثوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ ایک پہاڑ (حضرت) موسےٰ کے کپڑے لے کر اُڑ گیا۔ (حضرت) موسےٰ نے پیچھے دوڑ کر پہاڑ سے کپڑے چھینے اور پہاڑ کو سوٹی سے پیٹا۔ جس کے نشان پہاڑوں پر موجود ہیں"

(ترجمہ از گورداس درشن صفحہ ۶۲)

حدیث کی مشہور کتاب بخاری میں ایک واقعہ مذکور ہے، کہ ایک مرتبہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے نہانے کے لئے کپڑے اتار اور "حجر" کے سپرد کر دیئے جب آپ نہانے میں مشغول ہو گئے تو وہ "حجر" آپ کے کپڑے لے کر بھاگا۔ آپ نے اس کا تعاقب کیا، اور اس سے کپڑے واپس لئے۔ نیز اسے بدنی سزا بھی دی جس سے اس کے جسم پر نشان پڑ گئے۔ گیانی صاحب اور ان کے ہم خیال لوگوں کو معلوم ہونا چاہیئے کہ وہ "حجر" کوئی پتھر نہ تھا۔ بلکہ انسان تھا جس کا نام "حجر" تھا۔ عربوں میں اس قسم کے نام رکھنے کا عام رواج ہے تاریخ میں بھی "حجر" اور "ابن حجر" نام کے لوگ ملتے ہیں۔ گیانی لال سنگھ صاحب کو اس بات پر تعجب نہیں کرنا چاہیئے۔ اس قسم کے نام ہر قوم میں رکھے جاتے ہیں اور خود سکھوں میں بھی ایسے ناموں کی مثالیں ملتی ہیں۔ چنانچہ سردار بہادر کاہن سنگھ صاحب نابھہ نے لکھا ہے کہ ریاست فریدکوٹ کے راجاؤں میں ایک راجہ "پہاڑ سنگھ" نام کا بھی ہوا ہے (ملاحظہ ہو انسائیکلو پیڈیا آف دی سکھ لٹریچر صفحہ ۲۱۸۳ و صفحہ ۲۴۳۰ و صفحہ ۳۲۳۸) گیانی گیان سنگھ صاحب نے بھی ریاست فریدکوٹ کے ایک راجہ کا نام پہاڑ سنگھ بیان کیا ہے (ملاحظہ ہو تواریخ گورو خالصہ اردو حصہ سوم صفحہ ۱۰۱ و تواریخ راج خالصہ صفحہ ۲۱۲ و صفحہ ۳۱۴ و صفحہ ۳۲۲)

مشہور سکھ لیڈر ماسٹر تارا سنگھ صاحب کو بچپن میں (جبکہ وہ ابھی تارا سنگھ نہیں بنے تھے۔ بلکہ نانک چند کی شکل میں زندگی بسر کر رہے تھے) "پتھر" اور "دتّا" کے ناموں سے یاد کیا جاتا تھا۔ (ملاحظہ ہو انکھی سورما صفحہ ۳۲-۳۱)

ظاہر ہے کہ عربی زبان میں "پتھر" کو "حجر" ہی کہتے ہیں اس کے علاوہ سکھوں میں جنگلی جانوروں، پرندوں، چیونٹیوں، مہینوں، موسموں، درختوں، اور شہروں کے ناموں پر بھی نام رکھنے کا رواج پایا جاتا ہے۔ نیز فلکیات پر بھی نام رکھے جاتے ہیں۔ چنانچہ شیر سنگھ۔ گھیل سنگھ۔ سکھوں کے مشہور و معروف نام ہیں۔ طوطی سنگھ۔ شہباز سنگھ وغیرہ نام بھی ملتے ہیں۔ اسی طرح چیت سنگھ۔ پھگن سنگھ۔ ساون سنگھ وغیرہ ناموں کی بھی کمی نہیں اور بدھ سنگھ۔ منگل سنگھ۔ ویر سنگھ نام بھی بکثرت رکھے جاتے ہیں اور بسنت سنگھ۔ کیکر سنگھ۔ جنڈ سنگھ۔ لاہورا سنگھ۔ پشورا سنگھ وغیرہ نام رکھنے کا بھی دستور ہے۔ نیز تارا سنگھ۔ مہتاب سنگھ، سورج سنگھ، بھان سنگھ نام بھی کئی سکھوں کے ہیں اس کے علاوہ ہتھیاروں اور دریاؤں کے ناموں پر بھی بعض نام ملتے ہیں مثلاً شمشیر سنگھ۔ کھڑک سنگھ۔ اور گنگا سنگھ وغیرہ۔

گیانی صاحب کا اپنا نام لال سنگھ ہے اور لال پنجابی میں سرخ رنگ اور ہیرے کی ایک قسم کو بھی کہتے ہیں۔ جو ایک قسم کا پتھر ہی ہوتا ہے۔ خواہ وہ قیمتی پتھر شمار کیا جاتا ہے۔ بھائی گورداس صاحب نے سکھ گورو صاحبان چیدہ چیدہ مقربین سکھوں کا اپنی گیارھویں وار میں تذکرہ کیا ہے۔ وہاں جو نام دیئے ہیں ان میں سے ہم نمونہ کے طور پر چند ایک نام ذیل میں درج کرتے ہیں:۔

پھرنا۔ دھنگو (ملاحظہ ہو وار ۱۱ پوڑی ۱۴)
دیپا۔ خانو چھرا۔ (پوڑی ۱۶)
ڈونگر داس (پوڑی ۱۷)
گوکھو (پوڑی ۱۸)
گلا۔ بھلا (پوڑی ۱۸) طوطا (پوڑی ۲۲)
لکو۔ اِنّا۔ روڑا۔ دھنگڑ۔ (پوڑی ۲۹)
کٹارو۔ بھگتو چھرا۔ پوڑی ۳۰)
بھانو۔ بدل (پوڑی ۳۱)

یہ سب کے سب سکھ گورو صاحبان کے خاص مقربین لوگوں میں سے تھے۔

گیانی صاحب کو حدیث میں مذکورہ "حجر" پر (جو کہ ایک انسان کا نام ہے) نشان پڑ جانے سے تو اعتراض پیدا ہوا ہے۔ اور اس میں شعبدہ بازی نظر آتی ہے۔ مگر وہ حسن ابدال کے اس بہت بڑے وزنی پتھر سے متعلق کیا کہیں گے جس کے بارہ میں سکھ کتب میں مرقوم ہے (اور خود گیانی صاحب موصوف نے بھی لکھا ہے (ملاحظہ ہو تواریخ گورو خالصہ پنجی صفحہ ۱۴۰) اسے ولی قندھاری نے بابا صاحب پر کافی فاصلہ سے پھینکا ۔۔۔۔ تھا۔ اور بابا صاحب نے اسے اپنے ہاتھ پر تھام لیا تھا جس کی وجہ سے اس پر بابا صاحب کے پنجہ کا نشان پڑ گیا تھا نیز جنم ساکھی بھائی بالا اور واراں بھائی گورداس میں پتھر کی مورتیوں سے بھی باتیں کروائی گئی ہیں۔ اور انہیں دودھ بھی پلایا گیا ہے اور کھانا بھی کھلایا گیا ہے (ملاحظہ ہو جنم ساکھی صفحہ ۲۵۳ و وار ۱۰ پوڑی ۱۱ و ۱۳)

گیانی صاحب نے "اسرار شریعت" کے حوالہ سے لکھا ہے کہ:۔

"اسرار شریعت میں مرقوم ہے کہ کعبہ اڑا کرتا تھا ۔۔۔۔۔۔ ایک عورت رابعہ کو ساڑھے کوس پر دوڑ کر ملا تھا"

(ترجمہ از گورداس درشن صفحہ ۶۲)

سکھوں کے مشہور و معروف ودوان بھائی ویر سنگھ صاحب نے بھی کعبہ کے گھومنے کے ثبوت میں "اسرار شریعت" کو بطور سند کے پیش کیا ہے۔ (ملاحظہ ہو نانک پرکاش سٹیک صفحہ ۶۳۹)

گیانی صاحب یا بھائی صاحب نے اسرار شریعت کے حوالہ سے کعبہ کے متعلق جو کچھ لکھا ہے۔ اور جو نتیجہ اخذ کیا ہے۔ وہ ان کے عدم تدبر پر دال ہے۔ "اسرار شریعت" میں جہاں کعبہ کی نقل مکانی کے یہ واقعات درج ہیں وہاں صاف طور پر لکھا ہے کہ یہ اولیا اور صلحاء کے کشوف اور رویا ہیں (ملاحظہ ہو اسرار شریعت صفحہ ۷۱ حصہ دوم) یعنی کعبہ یہ نقل مکانی اس عالم شہود سے کوئی تعلق نہیں رکھتی۔ بلکہ خدا کے بندوں نے اپنے خوابوں اور کشفوں میں ایسا دیکھا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ خواب میں انسان بہت کچھ دیکھتا ہے۔ خود "اسرار شریعت" کے مصنف نے لکھا ہے کہ اس نے رؤیا میں ایک مرتبہ ایک شیر کو بہت فصیح اور بلیغ زبان میں گفتگو کرتے دیکھا تھا (ملاحظہ ہو صفحہ ۶۹) بے وقوف سے بے وقوف انسان بھی خواب کو خواب ہی خیال کرتا ہے مگر نہایت افسوس ہے کہ سکھوں کے گیانی اور ڈاکٹر آف دی لٹریچر کی اعزازی ڈگریاں پانے والے بھائی ویر سنگھ ایسے ودوان خوابوں کو ظاہر پر چسپاں کر رہے ہیں، سردار بہادر کاہن سنگھ نابھہ نے خواب کے متعلق لکھا ہے کہ:۔

"خواب کی حالت۔ بیدار ہونے اور گہری نیند کے درمیان ہے ۔۔۔۔۔۔۔۔ جس میں اشیاء کا بیداری کی طرح گیان ہوتا ہے"

(ترجمہ از انسائیکلو پیڈیا آف دی سکھ لٹریچر صفحہ ۶۴۵)

یہ درست ہے کہ تمام خواب جھوٹے نہیں ہوتے بلکہ خدا کے بندوں کے خواب اور راستبازوں کے کشوف تعبیر طلب ہوتے ہیں۔ چنانچہ ایک سکھ ودوان نے لکھا ہے:۔

"خواب تمام جھوٹے نہیں ہوتے۔ انسانی خبر رسانی کے کئی روحانی طریق قدرت نے مقرر کئے ہوئے ہیں جنہیں بے پرواہی سے معجزہ یا وہم کہکر رد کر دیا جاتا ہے۔ اور مطالعہ نہیں کیا جاتا۔"

(ترجمہ از اخبار خالصہ سماچار ۱۸ اپریل ۱۹۴۲ء)

ایک اور صاحب بیان کرتے ہیں کہ:۔

"خوابوں میں اکثر دن کے گذر چکے واقعات اور ارادے صورتوں میں نظر آتے ہیں۔ مگر کبھی خواب اصلیتوں کو بھی آشکارا کرتے اور کبھی آئندہ آنے والے واقعات کا پتہ بھی دیتے ہیں، تمام خواب جھوٹے اور فضول نہیں ہوتے"

(ترجمہ از نرگیناره ماہ دسمبر ۱۹۵۱ء)

مگر اس حقیقت سے کبھی انکار نہیں ہو سکتا کہ خوابوں میں عمارتوں کی نقل مکانی یا بے زبان پرندوں اور جانوروں کا گفتگو کرنا اس عالم شہود سے تعلق نہیں رکھتا۔ مگر سکھ ودوان ان باتوں کی بناء پر اسلام کو اپنے اعتراضات کا نشانہ بنا رہے ہیں۔ خود سکھوں میں بھی ایسے سمجھدار ودوان موجود ہیں۔ جو کعبہ کی اس نقل مکانی کو عالم شہود سے متعلق نہیں سمجھتے چنانچہ مشہور سکھ ودوان سردار جی۔ بی سنگھ انبالوی ریٹائرڈ پوسٹ ماسٹر جنرل تحریر فرماتے ہیں کہ:۔

"صوفی پیروں کے حالات پڑھتے ہوئے ہم نے دیکھا ہے کہ کعبہ نہ صرف وہاں ہی گھوم جاتا تھا۔ یا نزدیک آ جاتا تھا۔ یا استقبال کرنے کے لئے اٹھ کھڑا ہو جاتا تھا۔ بلکہ

ان کی حج کی نیت پوری کرنے کے لئے ہندوستان میں بھی چلا آتا تھا مگر کعبہ کی یہ (Visions) دیدار خواب میں ہوتے تھے۔ یا جب وجد کی حالت میں Hallucinations دیکھ رہے ہوتے تھے۔ ٹھیک اسی طرح جس طرح کہ وہ پیغمبر صاحب (صلی اللہ علیہ وسلم) کی زیارت۔ یا عرش اور خدا پاک کے دیدار کرتے تھے ......
اور یہ نہیں کہ پتھروں اور اینٹوں کا خانہ کعبہ کسی کے لئے لٹو کی طرح گھوم جاتا تھا۔ یا کسی کا طواف کرنے لگ جاتا تھا۔"

(ترجمہ از رسالہ پنجابی ساہت مارچ ۱۹۴۷ء صفحہ ۶۷)

پس یہ ایک حقیقت ہے کہ اولیاء کرام نے اگر دنیا میں یا کشوف میں کعبہ کو حرکت میں آتے دیکھا ہے۔ تو اس کا تعلق اس عالم شہود سے مطلقاً نہیں ہے۔ کوئی مسلمان خواہ وہ کسی فرقہ سے تعلق رکھتا ہے۔ اس بات کا قائل نہیں کہ فی الواقعہ اس دنیا میں اینٹوں اور پتھروں سے تعمیر شدہ کعبہ گھوم جاتا تھا۔ یا خدا کے نیک بندوں کے استقبال کے لئے انسانوں کی طرح چل پڑتا تھا۔

گیانی لال سنگھ صاحب نے اس مرحلہ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزہ شق القمر اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصا کا بھی معترضانہ رنگ میں تذکرہ کیا ہے۔ چنانچہ آپ لکھتے ہیں کہ:-

"ایسے ہی حضرت محمد صاحب (صلی اللہ علیہ وسلم) کے حکم سے چاند کا دو ٹکڑے ہو جانا .... ایسی متعدد باتیں ہیں۔ حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کا عصا تو خدا سے بلا جو کہ امتوں کا سردار تھا"

(ترجمہ از گوروانس درشن صفحہ ۶۲)

گیانی صاحب کو معلوم ہونا چاہیئے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل عربوں میں یہ بات عام مشہور تھی کہ ہماری قوم و مذہب میں ایک تنزل آنے والا ہے اور اس کا نشان یہ ہے کہ چاند پھٹ جائے گا۔ اس پر ایک روایت یہ ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم صلی اللہ علیہ وسلم رات کے وقت چند مشرکین عرب کو سمجھا رہے تھے کہ انہوں نے کہا نشان بتاؤ۔ اس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دیکھو چاند پھٹ گیا۔ یہ نشان ان کے درمیان مشہور تھا۔ قرآن کریم میں اس امر کا ذکر مندرجہ ذیل الفاظ میں کیا گیا ہے:-

اقتربت الساعة وانشق القمر۔
وان یروا آیة یعرضوا و
یقولوا سحر مستمر

(سورہ قمر ع پ ۲۷)

یعنی وہ وقت قریب آگیا۔ چاند پھٹ گیا وہ جب کوئی نشان دیکھتے ہیں تو منہ پھیر لیتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ یہ ہمیشہ کی طرح کا جادو ہے۔

اس سے ظاہر ہے کہ چاند پھٹنے کا ایک ایسا نشان ہے جس کا اعلان بانی اسلام نے اپنے زمانہ کے لوگوں کے سامنے کر دیا تھا جس کا انہوں نے انکار نہیں کیا تھا بلکہ اسے جادو کہکر اس سے منہ پھیر لیا تھا۔ پس جہاں تک انشقاق قمر کا سوال ہے۔ اس سے مخالفوں نے کبھی انکار نہیں کیا تھا البتہ اس کی وجہ میں بحث ضرور کرتی تھی۔ مخالفین اسلام اسے جادو کہتے تھے اور قرآن مجید اسے آیت الٰہی بیان کرتا ہے۔ باقی رہا یہ سوال کہ اس قسم کا نشان سنت اللہ یا قانون قدرت کے خلاف ہے۔ چاند پھٹتا تو نظام شمسی میں بڑا تغیر آ جاتا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ سنت اللہ کا احاطہ ایک محدود عقل و تجربہ والا انسان نہیں کر سکتا۔ ہمارے زمانہ میں سائنس نے خوب ترقی کی مگر کوئی بڑے سے بڑا سائنسدان کبھی یہ نہیں بتا سکتا کہ انسان کے اندر کیا کچھ ہے۔ چہ جائیکہ وہ فلکیات کے متعلق یہ کہہ سکے کہ میں نے پورا پورا پتہ لگا لیا۔ پس کیا یہ ممکن نہیں کہ چاند کے آگے ایسا جرم آ جائے کہ چاند دو حصے نظر آئے۔ اور آپ نے الہام الٰہی سے ایسے وقت میں انگلی سے اشارہ کیا ہو جبکہ قانون قدرت کے مطابق چاند کے دو ٹکڑے ہونے والے ہوں۔ اور پھر اس حقیقت سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ بعض اوقات ایسے زلزلے بھی آتے ہیں کہ ایک دفعہ تو زمین پھٹ جاتی ہے۔ اور فوراً ہی دوسرے جھٹکے سے ایسی مل جاتی ہے کہ پھر پتہ نہیں چلتا۔ بہار اور آسام کے زلزلے اس کی تازہ مثالیں ہیں۔ ان زلزلوں میں کئی مقامات سے پھٹ کر مل گئیں۔ آسام میں حال ہی میں جو زلزلے آئے ہیں ان سے پتہ چلتا ہے کہ وہاں کا نقشہ ہی بدل گیا۔ کیا چاند میں ایسا ہونا محال ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ تو یہ ہے کہ حضور کو اللہ نے قبل از وقت اس کا علم عطا کر دیا۔ اور حضور نے عین اس وقت انگلی کا اشارہ فرمایا جبکہ چاند پر وہ کیفیت طاری ہونے والی تھی۔ اور اس کی تائید قرآن مجید کی آیت میں انشق القمر سے پہلے "اقتربت الساعة" کے الفاظ بھی کر رہے ہیں۔ باقی اگر روایتوں میں اس واقعہ سے متعلق کوئی مبالغہ آمیزی ہے تو گیانی صاحب پر واضح ہونا چاہیئے کہ اس قسم کی بلکہ اس سے کہیں ہزار درجہ بڑھکر مبالغہ آمیزیاں خود سکھ کتب میں موجود ہیں، جو سکھ ودوانوں کو بے حد پریشان کر رہی ہیں۔

گیانی صاحب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزہ شق القمر کو قابل اعتراض گردانا ہے، مگر انہیں یہ معلوم نہیں کہ چاند اور سورج سے متعلق ان کے گھر میں کیا کچھ لکھا ہے۔ اس وقت ہمارے سامنے جنم ساکھی بھائی بالا ایک مطبوعہ نسخہ ہے جو ۱۸۷۱ء کا مطبوعہ ہے اس میں ایک مقام پر مرقوم ہے کہ:-

"مردانہ نے دریافت کیا۔ گوروجی سورج نظر نہیں آتا۔ ہم کہاں ہیں۔ گوروجی نے کہا مردانہ ہم سورج سے اوپر آ گئے ہیں"

(ترجمہ از جنم ساکھی بھائی بالا صفحہ ۲۶۴)

ایک اور مقام پر لکھا ہے:-

"مردانہ نے کہا کہ گوروجی چاند نظر نہیں آتا۔ گوروجی نے کہا مردانہ جتنا زمین سے سورج اونچا ہے۔ اتنا ہی سورج سے چاند اونچا ہے"

(ترجمہ از جنم ساکھی بھائی بالا صفحہ ۲۶۵)

اس سے ظاہر ہے کہ بابا نانک صاحب مردانہ کو ساتھ لے کر چاند اور سورج سے اوپر بھی گئے تھے۔ نیز چاند کا سورج سے اوپر ہونا بھی ایک عجیب قسم کی تحقیقات ہے جو موجودہ سائنسدانوں کی تحقیق کے بالکل برعکس ہے۔

گیانی لال سنگھ صاحب نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصا کا بھی ذکر کیا ہے۔ لیکن انہیں یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ تو درست ہے کہ قرآن کریم میں حضرت موسےٰ علیہ السلام کے متعلق عصا کا لفظ استعمال ہوا ہے لیکن لغات میں عصا کے معنے سونٹا نہیں ہیں چنانچہ عربی لغت کی مشہور کتاب "منجد" میں عصا کے معنے الاجتماع۔ الائتلاف۔ الجماعة اور اللسان (زبان) مذکور ہیں اس کے علاوہ اس کے معنے عظم الساق (پنڈلی کی ہڈی) بھی ذکر ہیں۔ اور دوسرے بھی کئی معنے کئے گئے ہیں۔

اگر لغات کے ان معنوں کے پیش نظر قرآن شریف کی ان آیات کی (جن میں حضرت موسےٰ علیہ السلام کے عصا کا ذکر ہے) تفسیر کی جائے۔ تو پھر کوئی اعتراض باقی نہیں رہتا۔ نیز اگر سونٹے کا سانپ بن جانا ایک کشفی نظارہ تسلیم کر لیا جائے تو یہ کوئی عجوبہ نہیں جسے قانون قدرت کے خلاف قرار دیا جا سکے کیونکہ کشوف میں ایسا ہو جانا ناممکن نہیں۔ اور اگر وہ کشف حضرت موسےٰ علیہ السلام کے علاوہ فرعون کے درباریوں کو بھی نظر آ گیا ہو تو یہ محال نہیں۔

باقی ——— باقی

قارئین کرام کو عید مبارک

یہ رمضان المبارک کا آخری پرچہ ہے، آئندہ ۲۵ر جون کا پرچہ تعطیلات عید کی وجہ سے شائع نہ ہوگا اس کے بعد ۲ر جولائی کو **ڈبل نمبر** شائع ہوگا انشاءاللہ تعالیٰ۔

چند سوالات کے جوابات

محمد یحییٰ بٹ

حیات مسیح کا عقیدہ کس طرح پیدا ہوا

سوال نمبر۱ - حیات مسیح کا خیال امت میں کس طرح پیدا ہوا۔

جواب :- حضرت مسیح کی وفات کا ذکر جہاں تک قرآن کریم کی آیات اور آنحضرت صلعم کی احادیث اور صحابہ کبار کے اقوال سے متعلق ہے وہاں تو صریحاً اس کا ذکر موجود ہے حیات مسیح کا خیال بعد میں اس امت میں پیدا ہوا۔ اس کی بڑی وجہ حضرت نبی کریم صلعم کی ایک پیشگوئی کو نہ سمجھنا ہے حضور صلعم نے فرمایا تھا کیف انتم اذا نزل ابن مریم فیکم وامامکم منکم یعنی یہ کہ تمہاری اس وقت کیا حالت ہوگی جب ابن مریم تم میں نازل ہوگا اور وہ تمہارا امام تم میں سے ہی ہوگا - یہاں ابن مریم کے الفاظ کو غلطی سے ظاہر پر ہی حمل کر لیا گیا - اور پھر اس کے تحت قرآن کریم کی آیات کی یوں تاویل کر لی گئی ہے کہ حضرت عیسیٰ ابھی تک فوت نہیں ہوئے بلکہ زندہ آسمان پر چلے گئے ہیں اور آخری زمانہ میں وہ نازل ہونگے اس لئے کہ اگر وفات پا گئے ہوتے تو پھر ان کا آنا محال...... تھا - یہ تاویل دو طور سے صحیح نہیں -

اوّل تو یہ کہ حدیث کے تحت قرآن کریم کے الفاظ کی تاویل کی گئی ہے حالانکہ چاہیئے تو یہ تھا کہ قرآن کریم کو مقدم رکھا جاتا اور اس کے تحت حدیث کے الفاظ کی تاویل کی جاتی۔

دوسرے یہ کہ حدیث کے الفاظ کو ظاہر پر حمل کر لیا گیا حالانکہ حدیث میں صاف طور پر حضرت نبی کریم صلعم نے فرمادیا ہے اماکم منکم یعنی اے مسلمانو وہ تم میں سے تمہارا امام ہوگا - یہاں تو واضح طور پر پہلے ابن مریم کے آنے کی نفی موجود ہے - ایک اور حدیث میں حضرت نبی کریم صلعم نے آنے والے کا حلیہ اور بتایا ہے اور پہلے مسیح کا اور۔ اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ آنے والا مسیح پہلا نہیں بلکہ کوئی اور ہی ہے -

اب قرآن کریم کی آیات کی روشنی میں حدیث میں نزول ابن مریم کے معنے یوں کئے کہ حضرت عیسیٰؑ چونکہ فوت ہو چکے ہیں اس لئے آنے والا ان کا مثیل ہوگا جو پہلے مسیح کی روحانیت اور اس کی طبیعت و اخلاق سے گہری مناسبت رکھتا ہوگا۔

یہ تو ہمارے ہاں بھی عام ہے کہ ہم ایک سخی آدمی کو حاتم طائی کہہ دیتے ہیں تو کیا اس سے ہمارا یہ مطلب ہوتا ہے کہ وہی حاتم طائی جس کو فوت ہوئے ہزارہا سال گذر گئے ہیں پھر دنیا میں آگیا ہے۔

پس پیشگوئی کے الفاظ کو ظاہر پر حمل کرنے سے ہی حیات مسیح کا عقیدہ بنانا پڑا۔ اس لئے کہ فوت شدہ آدمی تو دوبارہ دنیا میں نہیں آسکتا۔

دوسرے یہ بھی تو ایک حقیقت ہے کہ اس عقیدہ میں نو مسلم عیسائیوں کا بھی بڑا دخل ہے - وہ جو لوگ بعد میں اسلام قبول کرتے گئے - اپنے پرانے خیالات کو مسلمانوں کے اندر پھیلاتے چلے گئے - یہاں تک کہ ان خیالات کا غلبہ ہوگیا۔ حیات مسیح کا عقیدہ بھی انہیں کا پھیلایا ہوا ہے - یہ کوئی عجیب بات نہیں - یہاں ہمارے ملک میں دیکھئے کس قدر ہنود کی رسومات ہمارے اندر موجود ہیں - اور آج اکثر لوگ انہیں کو اپنا دین سمجھے بیٹھے ہیں -

مسیح کی قبر کہاں ہے

سوال نمبر۲ :- حضرت نبی کریم صلعم نے حضرت مسیح کی قبر کی خبر کہاں دی ہے -

جواب :- یہ تو کوئی ضروری امر نہیں کہ حضرت نبی کریم صلعم تمام انبیاء کی قبریں ہمیں بتاتے تو پھر یقین آتا کہ وہ انبیاء فوت ہو چکے ہیں - حضرت مسیح کے علاوہ کتنے انبیاء ہیں جن کی قبروں کی خبر حضور صلعم نے دی ہے - جب قرآن اور حدیث میں حضرت مسیح کی وفات کا ذکر موجود ہے تو پھر بہرحال ان کی قبر کسی نہ کسی جگہ ہوگی - آج حضرت میرزا غلام احمد صاحب مجدد زمان نے تاریخی طور پر ثابت کر دیا ہے - کہ حضرت مسیح کی قبر سری نگر محلہ خان یار میں موجود ہے - قرآن کریم کی آیات میں بھی اس کیطرف اشارہ ہے - فرمایا :-

واویناھما الیٰ ربوۃ ذات قرار ومعین
(المومنون)

کہ ہم نے ان دونوں کو (یعنی ابن مریم اور اس کی ماں کو) ایک ایسی بلند زمین پر لے جا کر پناہ دی جو ٹھہرنے کے قابل اور چشموں والی تھی -

تاریخ کی رُو سے ثابت ہے کہ حضرت مسیح صلیب سے بچکر افغانستان سے ہوتے ہوئے ہندوستان میں پہنچے اور یہاں مختلف شہروں سے پھرتے پھراتے کشمیر میں آئے اور وہیں اپنی زندگی کے بقیہ ایام بسر کئے۔ سری نگر کے لوگوں میں آج تک یہ قبر "یوز آسف نبی" کی قبر مشہور ہے -

مثیل کیلئے نبی ہونا شرط نہیں

سوال نمبر۳ :- نبی جہاں فوت ہوتا ہے وہیں دفن کیا جاتا ہے - لیکن حضرت میرزا صاحب لاہور میں فوت ہوئے اور قادیان میں دفن کئے گئے - تو پھر یہ مثیل عیسیٰ کیونکر ہوئے -

الجواب :- حضرت میرزا صاحب تو نبی نہ تھے لہٰذا ان پر یہ اعتراض ہی وارد نہیں ہوتا - یہ سوال کہ وہ مثیل عیسیٰ کیونکر ہوئے - اس کا جواب یہ ہے کہ کسی نبی کا مثیل بننے کے لئے نبوت شرط نہیں - حضرت نبی کریم صلعم نے فرمایا ہے :-

علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل

میری امت کے علماء ربانی بنی اسرائیل کے انبیاء کے مثیل ہونگے یہاں صاف طور پر حضور صلعم نے فرمایا ہے کہ آپ کی اُمت کا ایک کامل اور متقی انسان جو بہرصورت غیر نبی ہوگا۔ انبیاء کا مثیل ہو سکتا ہے - دوسرے حضرت نبی کریم صلعم نے پیشگوئی میں بھی مثیل کے لئے نبوت شرط نہیں ٹھہرائی بلکہ صاف فرمایا ہے کہ امامکم منکم یعنی یہ کہ وہ مسلمانوں میں سے ایک ہوگا لہٰذا حضرت مرزا صاحب کا غیر نبی ہوتے ہوئے مثیل مسیح کا دعویٰ کرنا حضور صلعم کے ارشادات کے عین مطابق ہے -

مسیح موعود کا حج

سوال نمبر۴ :- حضرت مسیح موعودؑ نے حج کیوں نہ کیا۔

الجواب :- حج کے لئے اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں یوں ارشاد فرماتے ہیں :-

وللہ علی الناس حج البیت من استطاع الیہ سبیلا۔

یعنی حج کا کرنا صرف اسی پر فرض ہے جس کو راستے کی طاقت ہو -

راستے کی طاقت رکھنا یہ ایک شرط ہے اگر یہ پوری ہو جائے تو حج واجب ہوتا ہے - ورنہ نہیں - راستہ کی طاقت رکھنا تین امور کو مستلزم ہے - اوّل صحت رکھتا ہو، راستہ کی صعوبت برداشت کر سکتا ہو - دوسرے سفر کے تمام اخراجات برداشت کر سکتا ہو - تیسرے یہ کہ جتنا عرصہ گھر سے غیر حاضر رہے اتنے عرصہ کے لئے اپنے بیوی بچوں کے لئے طعام وغیرہ کا انتظام بھی کر سکتا ہو - چوتھے یہ راستہ پُرامن ہو - یعنی راستہ میں سے جانی و مالی نقصان کا کوئی خطرہ نہ ہو ھدایہ ... میں استطاع الیہ سبیلا کی تشریح کرتے ہوئے امام صاحب نے لکھا ہے کان الطریق امنا یعنی راستہ پُرامن ہو -

اب اگر ان شرائط میں سے کوئی ایک شرط بھی مفقود ہو جائے تو حج واجب نہیں رہتا مثلاً یہ کہ ایک شخص مالدار ہے مگر اس کی صحت خراب ہے یا وہ راستہ کی صعوبت برداشت نہیں کر سکتا - تو اس پر حج واجب نہیں یا مثلاً صحت مند ہے لیکن مال نہیں رکھتا تو پھر بھی اس پر حج واجب نہیں ایسا ہی اگر صحت مند ہے، مالدار بھی ہے لیکن راستہ اس کے لئے پرامن نہیں تو پھر بھی شریعت کی رو سے حج اس پر واجب نہیں ہوتا -

حضرت مسیح موعودؑ نے حج کیوں نہیں کیا اس کی یہی وجہ تھی کہ ان کے لئے راستہ پرامن نہیں تھا - کئی بار مخالفین نے چیلنج دیا کہ یہ انگریزی کی حکومت ہے کہ ان کے زیر سایہ مسیح و مہدی کا دعویٰ کیا ہے، ذرا مکہ چلو تو ہم تمہاری خبر لیں انہوں نے کھلے طور پر قتل کرنے کی دھمکیاں دیں ان حالات میں ایک مومن انسان جو خدا کے احکامات سے انحراف کرنا اپنے لئے ہلاکت سمجھتا ہو کس طرح محض لوگوں کے اعتراض سے بچنے کے لئے شرط امن کی خلاف ورزی کر سکتا تھا - دوسرے اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے ولا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ اپنے آپ کو خود ہلاکت میں نہ ڈالو - ان حالات میں حج کی تیاری کرنا تو کھلے بندوں اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنا تھا - سو حضرت مرزا صاحب کا حج نہ کرنا محل اعتراض نہیں بلکہ یہ عین شرع کے مطابق ہے اعتراض کی تو تب گنجائش ہوتی اگر کوئی شرعی مانع نہ ہونے کی وجہ سے حج نہ کرتے یا آپ حج کو منسوخ کر دیتے - اس کے خلاف آپ فرماتے ہیں :-

" سو اے وے تمام لوگو! جو اپنے تئیں میری جماعت شمار کرتے ہو آسمان پر تم اس وقت میری جماعت شمار کئے جاؤگے جب سچ مچ تقویٰ کی راہوں پر قدم مارو گے - سو اپنی پنجوقتہ نمازوں کو ایسے خوف اور حضور سے ادا کرو کہ گویا تم خدا تعالیٰ کو دیکھتے ہو اور اپنے

روزوں کو خدا کے لئے صدق کے ساتھ پورے کرو ہر ایک جو زکوٰۃ کے لائق ہے زکوٰۃ دے اور جس پر حج فرض ہو چکا ہے اور کوئی مانع نہیں وہ حج کرے۔" (کشتی نوح)

آج خدا کے فضل سے ہماری جماعت میں بہت سے ایسے اشخاص ہیں جنہوں نے ان شرائط کے پورا ہونے پر حج کیا اور آئے دن حج کے لئے جاتے ہیں۔

علماء کی گستاخی

سوال ۵:۔ حضرت میرزا صاحب نے لکھا ہے کہ جو مجھے نہیں مانتے وہ کتیوں اور سؤروں کے بچے ہیں۔

الجواب:۔ حضرت مسیح موعودؑ نے کہیں بھی اپنے نہ ماننے والوں کی نسبت یہ الفاظ استعمال نہیں کئے۔ جو لوگ اعتراض کرتے ہیں۔ ان سے حوالہ طلب کرنا چاہیئے۔ اس میں شک نہیں کہ آپ نے مخالفت میں حد سے بڑھے ہوئے مولویوں کی نسبت سخت الفاظ استعمال فرمائے ہیں۔ اور یہ حدیث نبویؐ کے عین مطابق ہے۔ حضور صلعم نے اس زمانہ کے علماء ظاہر کو سؤر اور بندر فرمایا ہے۔ بلکہ ایک جگہ تو فرمایا ہے کہ وہ آسمان کے نیچے بدترین مخلوق ہیں۔ یعنی سؤروں اور بندروں سے بھی بدتر۔ حضرت میرزا صاحب تو حضرت نبی کریم صلعم کے غلام ہیں۔ اگر اعتراض کرنا ہے تو آقا پر کرو غلام کا کیا قصور۔

حقیقت یہ ہے کہ حضرت نبی کریم صلعم کا فرمان بالکل سچ ہے۔ ان علماء کی حالتیں واقعی سؤروں اور بندروں کی طرح ہو چکی ہیں ان کے اخلاق و اعمال ایسے گر چکے ہیں کہ فی الواقعہ وہ ان خطابات کے مستحق ہیں۔

نئی زمین نیا آسمان

سوال ۶:۔ کشف میں نئی زمین اور نیا آسمان بنانا۔

الجواب:۔ کشفی حالت میں تو حضرت نبی کریم صلعم نے اللہ تعالےٰ کو ایک خوبصورت مرد کی شکل میں دیکھا اس قسم کے کشفی امور پر اعتراضات کرنا نافہمی پر دلالت کرتا ہے کشفی امور تعبیر طلب ہوتے ہیں۔ حضرت مرزا صاحب کا کشف میں نئی زمین نیا آسمان بنانے کا یہ مطلب تھا کہ خدا نے ہو انہیں مجدد بنا کر اصلاح کرنے کے لئے بھیجا ہے وہ اس کام میں کامیاب ہوں گے اور ان کے ذریعہ سے ایک روحانی انقلاب پیدا ہوگا سو ایسا ہی وقوع میں آیا۔

عمر کے متعلق

سوال ۷:۔ آپ کی عمر پر اعتراض۔

الجواب:۔

حضرت میرزا صاحب کو الہاماً بتایا گیا تھا کہ آپ کی عمر ۸۰ سال ہیں سے ۵ یا ۶ سال کم یا ۵ یا چھ سال زیادہ ہوگی یعنی کم از کم ۷۴ اور زیادہ سے زیادہ ۸۶ سال ہوگی۔ سو اسی طرح وقوع میں آیا۔ جب آپ فوت ہوئے آپ کی عمر اس وقت ۷۴ سال تھی۔

ضروری اعلان

ہندوستانی احباب اور معاونین سلسلہ کیلئے

کرنسی کے اختلاف اور ترسیل زر کی مشکلات کی وجہ سے انجمن نے طے کیا ہے کہ ہندوستانی احباب اور معاونین سلسلہ اپنے چندوں۔ صدقات۔ عطیات۔ زکوٰۃ اور قیمت کتب و اخبارات کی رقوم حیدر آباد دکن میں ہمارے نمائندہ شیخ محمد انعام الحق صاحب ۸-۳-۱۱ A اعظم پورہ ملک پیٹھ کو بھیجا کریں سو تمام ہندوستانی احباب و معاونین سلسلہ کی خدمت میں التماس ہے کہ وہ اپنی رقوم مندرجہ بالا پتہ پر بصراحت مد بھیجا کریں اور اپنے اپنے بقائے بھی مندرجہ بالا پتہ پر ادا کر کے عنداللہ ماجور ہوں۔ ہندوستان میں تبلیغی کاروبار جاری رکھنے کے لئے ضروری ہے کہ احباب اپنی تمام واجب الادا رقوم باقاعدگی سے ادا کرتے رہیں۔

اس ضمن میں یہ بھی واضح کر دینا ضروری ہے کہ بعض مجبوریوں کی وجہ سے اب تک شیخ صاحب موصوف رسیدات طبع نہیں کرا سکتے تھے۔ اب ان کو انجمن کی طرف سے طبع رسیدات کی اجازت دی گئی ہے۔ آئندہ آپ ہر قسم کی مطبوعہ رسید معطی کو بھی بھیجا کریں گے۔ شیخ صاحب موصوف تمام وصول شدہ رقوم کی تفصیل باقاعدہ مرکز میں ارسال فرماتے رہتے ہیں جس سے احباب کے عطیات اور چندوں کا علم ہوتا رہتا ہے۔ رمضان المبارک کے خاتمہ پر عید الفطر کے موقعہ پر تمام ہندوستانی احباب، صدقہ فطر وغیرہ شیخ صاحب موصوف کو ہی ارسال فرمائیں، اور آئندہ بھی اس نظام کی پابندی رکھیں۔

مرتضیٰ خاں
اسسٹنٹ سیکرٹری تحصیل

اخبار احمدیہ

(بقیہ از صـ ۴)

اس کے علاوہ ان کی اہلیہ بہت دیر سے بیمار چلی آ رہی ہیں، اور وہ انہیں تبدیل آب و ہوا کے لئے راولپنڈی لے گئے ہیں اور ان کی صحت کے لئے احباب کرام سے دعا کے ملتجی ہیں۔

—— گدگ (کرناٹک) سے محمد اصحاب صاحب رسالدار لکھتے ہیں کہ:۔

سلسلہ کے بزرگوں کی دعاؤں سے میرے امتحان کا نتیجہ کامیاب نکلا فالحمد للہ اس خوشی میں مبلغ پندرہ روپیہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام گدگ کی نذر کئے ہیں، دعا فرمائی جائے کہ اللہ تعالےٰ انہیں اسی طرح دین و دنیا میں کامیاب اور سرخرو فرمائے۔

زکوٰۃ کا روپیہ

قومی بیت المال میں بھیجئے

احباب کرام سے ایک ضروری اپیل

اخویم مکرم معظم۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

ماہ رجب کے بعد رمضان کا مہینہ بھی عموماً زکوٰۃ کا مہینہ سمجھا جاتا ہے اور عام طور پر مسلمان اس مہینہ میں بھی زکوٰۃ ادا کرتے ہیں، یہ مہینہ ختم ہونے والا ہے اس لئے میں آپ کو اس ضروری فریضہ کی ادائیگی کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں۔

اس موقعہ پر یہ بھی عرض کر دینا ضروری ہے کہ جہاں تک قرآن کریم اور سنت نبویؐ سے پتہ لگتا ہے، کوئی شخص اس بات کا مجاز نہیں کہ زکوٰۃ خود بخود جہاں چاہے دیدے۔ بلکہ یہ ضروری ہے کہ زکوٰۃ بیت المال میں جمع ہو اور بیت المال کے ذریعہ مستحقین کو دی جائے عام طور پر جو یہ دستور ہے کہ زکوٰۃ کے مہینہ میں مانگنے والے گھروں سے نکل پڑتے ہیں اور شہر بشہر زکوٰۃ مانگتے پھرتے ہیں اور دینے والے ان کو زکوٰۃ دے کر یہ سمجھ لیتے ہیں کہ زکوٰۃ ادا ہو گئی، یہ طریق صحیح نہیں، اس سے مسلمانوں میں گداگری اور بیکاری بڑھ رہی ہے۔ نہ زکوٰۃ بھی اس طرح ادا نہیں ہوتی۔ قرون اولیٰ میں قرآن کے ارشاد کے مطابق حکومت کی طرف سے ایسے عامل مقرر کئے جاتے تھے جو زکوٰۃ وصول کر کے بیت المال میں جمع کرتے تھے یہی سنت نبویؐ ہے یہی خلفائے راشدین کا طریق ہے۔ اور اسی طریق پر عمل کرنے سے مسلمان قوم کی تمام قومی و ملی ضروریات پوری ہو سکتی ہیں اور وہ دنیا و آخرت میں کامیاب و سرخرو ہو سکتی ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ آپ بھی اپنی زکوٰۃ اپنے قومی ادارہ یا بیت المال میں جو احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور نے قائم کر رکھا ہے جمع کرائیں انجمن تمام ان مصارف اور مدات پر اس روپیہ کو خرچ کرتی ہے جو قرآن کریم نے مقرر کئے ہیں۔

مجھے اس بات کی ضرورت نہیں کہ فریضہ زکوٰۃ کی اہمیت آپ پر واضح کروں، آپ جانتے ہیں کہ زکوٰۃ ان پانچ ارکان اسلام میں سے ہے جن پر دین کی بنا رکھی گئی ہے قرآن کریم میں نماز کے حکم کے ساتھ زکوٰۃ کی ادائیگی کا حکم ہے اقیموا الصلوٰۃ واٰتوا الزکوٰۃ جس سے صاف ظاہر ہے کہ نماز کے ذریعہ جو تعلق اللہ کے ساتھ قائم ہوتا ہے وہ مکمل نہیں ہو سکتا جب تک تمام لوگ صدقات و خیرات اور صاحب نصاب زکوٰۃ ادا نہ کریں۔

چندہ ماہوار زکوٰۃ نہیں بلکہ جہاد کے حکم میں ہے اور جہاد اور زکوٰۃ دو الگ الگ رکن ہیں اور دونوں کی ادائیگی ضروری ہے۔ چندہ ماہوار سے زکوٰۃ ادا نہیں ہو جاتی اور نہ زکوٰۃ سے چندہ یا جہاد کا رکن ادا ہو جاتا ہے، دونوں اپنی اپنی جگہ پر ضروری ہیں۔

پس میں امید کرتا ہوں کہ آپ اپنے جمع شدہ سرمایہ، تجارتی مال، زیورات اور جائداد وغیرہ کا جن پر زکوٰۃ واجب ہو حساب کر کے جو کچھ واجب الادا ہو اسے اپنے قومی بیت المال میں جمع کرا دیں گے کہ اسی میں آپ کی اور آپ کی قوم کی بہبود اور سرخروئی ہے۔ ہاں انجمن کے فیصلہ کے مطابق جو حدیث نبویؐ پر مبنی ہے، یہ آپ کو اختیار ہے کہ اپنی زکوٰۃ سے ایک چوتھائی رقم اگر چاہیں تو اپنے طور پر کسی مستحق کو دے دیں یا کچھ لٹریچر منگوا کر اسے موزوں و مناسب جگہ پر تقسیم کر دیں۔ لیکن باقی رقم کا بیت المال میں آنا ضروری ہے امید ہے آپ اس سے دریغ نہ فرمائیں گے اور ایسی تمام رقوم احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے نام بھجوا کر عنداللہ ماجور ہوں گے۔ والسلام۔

خاکسار۔ مرتضیٰ خاں۔
اسسٹنٹ سیکرٹری۔

معاصرین کے افکار

مذہبی تعصب کا قابلِ شرم مظاہرہ

کراچی میں قادیانی جماعت کے ایک جلسہ کے موقعہ پر احرار نے جو ہنگامہ آرائی کی اس پر کوئٹہ کے پارسی اخبار کوئٹہ ٹائمز نے حسبِ ذیل رائے زنی کی ہے:-

ہنگامہ کراچی کے وہ مکروہ واقعات جو حال ہی میں ہاں رونما ہوئے ہیں ایک مہذب ملک کے لئے شرم کا باعث ہیں۔ صاف ظاہر ہے کہ ان واقعات کی تہ میں مذہبی تعصب اور عدم رواداری کا جذبہ کارفرما ہے۔ یہ جہالت اور تعصب کی بدولت ہے کہ مذہب کے نام پر عدم رواداری کا جذبہ پروان چڑھتا ہے۔ تاریخ عالم پر ایک سرسری نظر ڈالنے سے آپ کو بآسانی معلوم ہو جائے گا کہ جب کبھی کسی ملک میں مذہب کی آڑ میں ظلم اور ایذا رسانی کا دور دورہ ہوا تو ترقی کی راہیں اس ملک پر مسدود ہو گئیں، مذہب کے نام پر ظلم روا رکھنے سے انسانی فطرت مسخ ہو جاتی ہے۔ اور جس ملک میں بھی اس کا دور دورہ ہو وہ دنیا میں ذلیل ہو کر رہ جاتا ہے۔ فرقہ وارانہ تنگ نظری نے جہاں راہ پائی وہیں آنکھوں پر تعصب کی پٹی بندھی۔

ایک مہذب اور روشن خیال قوم مذہب کے نام پر کبھی ظلم روا نہیں رکھتی۔ علم انسان کے نقطۂ نظر میں وسعت پیدا کر دیتا ہے اور انسان یوں محسوس کرتا ہے کہ گویا وہ ایک مقدس ماحول میں زندگی بسر کر رہا ہے۔ پس ایک ایسی قوم ہی جو جہالت کی تاریکیوں میں رینگ رہی ہو، مذہبی غلامی کو برداشت کر سکتی ہے۔ تاریخ ایسی واضح مثالوں سے بھری پڑی ہے کہ نیک دل بادشاہوں نے رواداری کی بدولت بڑی بڑی مستحکم سلطنتیں قائم کیں اور بعد میں آنے والوں نے عدم رواداری کے ہاتھوں انہیں خاک میں ملا دیا۔

یہ کہتے ہوئے دشمنانِ اسلام کی زبان نہیں تھکتی کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا ہے یا اس کی تبلیغ واشاعت میں تلوار کا بہت دخل ہے، جو لوگ گذشتہ ہفتہ کے ہولناک واقعات کے ذمہ دار ہیں۔ افسوس کہ انہوں نے اپنی حماقت سے ایسے دشمنانِ اسلام کی خود ہی تائید کر کے ان کے ہاتھ مضبوط کئے۔ رسول پاک (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنے ماننے والوں کو بار بار تاکید کی ہے کہ وہ رواداری کے اوصاف سے اپنے آپ کو متصف کریں۔ لیکن کیا کیا جائے تعصب اور غیظ و غضب کی گرمی نے ان لوگوں کو اندھا کر رکھا ہے۔ بانی اسلام (صلی اللہ علیہ وسلم) کی روشن دماغی کا یہ ایک بین ثبوت ہے کہ آپ نے ہمیشہ اشاعتِ دین کی راہ میں طاقت استعمال نہ کرنے کی تعلیم دی۔

یہ جھگڑا مذہبی اور غیر مذہبی لوگوں کے درمیان نہیں ہے۔ یہ جھگڑا ہے جہالت اور علم کے درمیان نام نہاد مولویوں کے اندھے مقلدوں اور ان لوگوں کے درمیان جنہوں نے اسلام کی صحیح روح اپنے اندر جذب کی ہوئی ہے۔

جہاں تک مذہب اور مملکت کا تعلق ہے حکومت پر بعض فرائض عائد ہوتے ہیں۔ اسے تعصب کے قلعے سر کرنے میں ہر ممکن امداد کرنی چاہیئے۔ اگر کٹر اور متعصب لوگوں کے ساتھ نرمی کا سلوک کیا گیا۔ تو یہ لوگ سوچنے پر مجبور ہوں گے کہ حکومت بھی ان عناصر سے باز پرس کرنے سے خوف کھاتی ہے۔ جو لوگوں کو گمراہ کر رہے ہیں اس سے ایسے عناصر کی گردنیں اور اکڑ جائیں گی، اور پھر آگے چل کر انہیں کیفرِ کردار تک پہنچانا آسان نہ رہے گا۔ امن برباد کرنے والوں کے لئے ایک ہی قانون ہے قانون شکنی کرنے والوں میں سے کسی کو بھی اس کے نتائج بھگتنے سے مستثنیٰ قرار نہ دینا چاہیئے۔ کوئٹہ ٹائمز

سچّی باتیں

اودھ کے مشہور نواب آصف الدولہ متوفی ۱۸ار ستمبر ۱۷۹۷ء کے نام سے پڑھے لکھوں میں کون ناواقف ہے؟ وفات کے وقت عمر، عمرِ طبعی سے بہت کم۔ کل ۵۱ سال کی تھی وفات کے قریبی اسباب میں سے ایک سبب یہ تھا کہ نواب کے ایک محبوب وزیر کو انگریز گورنر جنرل سر جان شور نے زبردستی معزول کر دیا تھا۔ اس غم سے نواب کی جان پر آ بنی۔ اور انہوں نے دوا پرہیز سب کچھ ترک کر دیا۔ ایسا محبوب وزیر کون تھا؟ کوئی ان کا ہم مذہب! شیعہ اثنا عشری نہ سہی، تو کم از کوئی کلمہ گو سہی۔ جی نہیں۔ راجہ جی، مہاراجہ جھاؤ لال! قوم کے سکسینہ کائستھ۔ جن کے نام سے ایک پل اور ایک بازار۔ دو محلّے آج بھی لکھنؤ میں آباد ہیں —— اور خود یہ بیان کسی اور کا نہیں، حال کے ایک ہندو فاضل اور مورّخ کا ہے (ملاحظہ ڈاکٹر پور نندر باسوایم۔ اے پی۔ ایچ۔ ڈی، کی انگریزی اودھ اینڈ دی ایسٹ انڈیا کمپنی صد، صد ۳) اور اپنے محبوب اور دلارے بھی ایک ہندو وزیر نہ تھے، ان کے قبل ایک ایسے ہی ذی اثر اور منہ لگے دوسرے ہندو وزیر راجہ ٹکیت رائے بھی رہ چکے تھے وہ بھی سکسینہ کائستھ تھے۔ اور ان کی یاد بھی آج تک ٹکیت گنج ٹکیت نگر وغیرہ متعدد آبادیوں کے دم سے بھی قائم ہے۔

اتنا ہی نہیں۔ دربارِ آصف الدولہ کے مشاہیر امراء اور ذی اقتدار ارکانِ دولت کی جو فہرست اس ہندو مورخ نے دی ہے (ص۲۵) وہ حسبِ ذیل ہے:۔ صورت سنگھ راجہ جگناتھ۔ مہدی رائے۔، بچھراج، تحسین علی خان، بالک رام، بھگوان داس، دھنپت رائے، بیانی مہرا۔ زین العابدین، مرزا حسن، مہدی علی۔ گوبند رام، رتن چند ابوطالب، نام کل پندرہ ہیں، گن لیجئے کہ ان میں پورے دس ہندو ہیں یا نہیں؟ یعنی تقریباً ۶۷ فیصدی —— اور دربار اودھ اس بارہ میں منفرد کب ہے؟ حیدرآباد بلکہ خود تختِ دہلی کی روایات اس سے الگ، اور اس سے

پیچھے کہاں ہیں؟

سوچئے اور پھر سوچئے —— شخصی سلطنت اور جاگیردارانہ نظام (!) کی فردِ جرم شاید اتنی سیاہ نہ نکلے جتنی اس عہدِ ترقی میں فرض کر لی گئی ہے۔

(صدق)

بچّے کے ماتھے پر عربی حروف

لندن ۱۴ار جون۔ ڈیلی ہیرلڈ لکھتا ہے کہ کیپ ٹاؤن میں ملایا کے ہزاروں باشندے شہر کے نسلی علاقہ میں ہر روز چار ماہ عمر کے ایک ایسے بچے کی زیارت کے لئے جاتے ہیں۔ جس کے ماتھے پر عربی کے عجیب و غریب حروف ہیں۔

یہ بچّہ ایک مذہبی کنبہ میں پیدا ہوا ہے۔ اور اس کے والدین نے گذشتہ ۳½ ماہ تک اس راز کو چھپائے رکھا۔ بہت سے زائرین اس بچے کے لئے تحائف لاتے ہیں۔ اور ہجوم پر قابو پانے کے لئے پولیس کو غیر معمولی انتظامات کرنے پڑتے ہیں۔

بچّے کے باپ کا کہنا ہے کہ قدرت کی طرف سے ہم پر برکت نازل ہوئی ہے۔ رائٹر

مکفّر مولویوں کے جواب میں ٹریکٹوں کا سلسلہ

برادران مکرم۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

جماعت احمدیہ اور بانیٔ سلسلہ احمدیہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی علیہ السلام کے خلاف جو اس وقت مکفّر مولویوں نے افترا پردازی اور بہتان طرازی شروع کر رکھی ہے وہ آپ سے مخفی نہیں، اپنے مخصوص عزائم کے ماتحت بار بار وہی فرسودہ اور بے بنیاد اعتراضات کو دوہرا کر بھولے بھالے مسلمانوں کو دھوکہ دینے کی کوشش کر رہے ہیں۔ ان حالات میں جماعت احمدیہ کے عقاید اور حضرت اقدس کے دعاوی کو صحیح رنگ میں پیش کرنا جماعت کا فرض ہے ورنہ ہم سب اس کے لئے اللہ تعالیٰ کے حضور جوابدہ ہوں گے۔ اس لئے اس ضرورت کو مدنظر رکھتے ہوئے ٹریکٹوں کا سلسلہ شروع کیا گیا ہے۔ پہلا ٹریکٹ "علماء کے فتوے اور حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی" چھپ رہا ہے! احباب کی خدمت میں التماس ہے کہ جب یہ ٹریکٹ ان کی خدمت میں پہنچیں تو انہیں تقسیم کر کے عنداللہ ماجور ہوں تاکہ غلط پروپیگنڈا کی وجہ سے جو بعض مسلمان بھائیوں کے دلوں میں غلط فہمیاں پیدا ہونے کا امکان ہے وہ دور ہو جاویں

احمد یار

جنرل سیکرٹری۔ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام

احمدیہ بلڈنگس لاہور۔

عید کے دن کیا کرنا چاہیئے

۱۔ عیدالفطر کے دن صبح سویرے اُٹھکر غسل کرنا۔ صاف کپڑے پہننا، خوشبو لگانا، عیدگاہ کو جانے سے قبل ناشتہ کرنا سنت ہے۔

۲۔ عیدگاہ کو جاتے ہوئے تکبیر و تہلیل یا ذکر الٰہی کرتے جانا افضل ہے۔

۳۔ عید کی نماز سے قبل صدقۂ فطر ادا کر دینا چاہیئے خواہ غلّہ کی شکل میں ہو، خواہ نقدی کی شکل میں، جو صدقہ عید کے بعد ادا کیا جائے گا وہ معمولی صدقہ شمار ہوگا۔ اسے صدقۂ عیدالفطر نہیں کہا جا سکتا۔ حدیث شریف میں ہے کہ صدقۂ عیدالفطر روزوں کے ایام میں بعض کمزوریوں کے سرزد ہونے کی تلافی کے لئے ہے اور دوسرا فائدہ یہ ہے کہ غربا و مساکین کو اناج مل جاتا ہے جس سے وہ بھی اپنی عید منا سکتے ہیں گویا ساری قوم کو عید میں شمولیت کا موقع مل جاتا ہے۔ مساکین محروم نہیں رہتے۔ صدقۂ عیدالفطر ہر ایک فرد پر واجب ہے خواہ وہ عید کی صبح کو ہی پیدا ہوا ہے، عورتوں اور بچوں، نوکر اور غلام کا صدقہ ان کے شوہروں، والدین اور آقاؤں کے ذمہ ہے جو ان کے رزق کے کفیل ہیں۔ صدقہ فی کس تقریباً تین سیر گیہوں یا اس کے برابر قیمت نقد ہے، لاہور کی جماعت نے فی کس **آٹھ** آنے مقرر کیا ہے۔

۴۔ عید کی نماز دو رکعت ہوتی ہے۔ اس میں اذان و تکبیر اقامت کوئی نہیں، پہلی رکعت میں سورۃ فاتحہ سے قبل سات تکبیریں اور دوسری رکعت میں سورۃ فاتحہ سے قبل پانچ تکبیریں ہیں، تکبیروں کے درمیان ہاتھ کھلے چھوڑنے چاہئیں قرأت جہری ہوتی ہے۔

۵۔ نماز کے بعد خطبہ مسنون ہے۔ ہندوستان میں چونکہ یہاں کی زبان اُردو ہے اس لئے قرآن کریم کی تلاوت کے بعد اردو میں مسائل و مہمات ضروریہ پر تقریر کرنی چاہیئے بجائے اس کا ایک رول لے کر جو مولوی لوگ پُرانا لکھا ہوا خطبہ پڑھ دیتے ہیں، یہ نہایت لایعنی چیز ہے۔ اس لئے لوگ سنتے سناتے خاک نہیں۔ آپس میں معانقہ کرنے اور سینہ سے سینہ رگڑنے اور عید مبارک کہنے میں مشغول رہتے ہیں بعض خطیب کے سامنے غلّہ پھینکتے رہتے ہیں بعض اس کے سر پر پگڑیاں باندھتے رہتے ہیں۔ یہ سب بدعت اور خطبہ کے آداب کے سخت خلاف ہے خطبہ کو غور سے سننا اور اس سے فائدہ اُٹھانا چاہیئے۔ اگر خطیب کو کچھ دینا ہے تو نماز سے قبل دے دو یا خطبہ کے بعد۔ صدقہ عیدالفطر ہمیشہ نماز سے قبل دے دینا چاہیئے۔

۶۔ عید کے خطبہ میں درمیان میں خطیب کو بیٹھنا نہیں چاہیئے جیسا کہ جمعہ کے خطبہ میں درمیان میں بیٹھا کرتے ہیں۔

۷۔ خطبہ ختم ہونے کے بعد جماعت کی شکل میں چلنا افضل ہے کہ اسلام کی شوکت کا اظہار اس میں ہے اس لئے جس راستہ سے آتے ہیں اس راستہ کی بجائے کسی دوسرے رستہ سے واپس ہونا بھی مستحسن ہے۔

۸۔ عید میں آپس میں ملنا جلنا اور ایک دوسرے کو ہدایا یا تحائف یا طعام میں شریک کرنا تمدن کے لئے نہایت مستحسن چیز ہے، عیدگاہ سے واپسی پر گھر میں گھس کر دن کاٹ دینا یہ قومی مردگی کی علامت ہوتی ہے۔

۹۔ چونکہ آجکل اسلام سے بڑھکر کوئی غریب نہیں اس لئے حضرت مسیح موعود کے زمانہ سے احمدی جماعت کے افراد صدقہ عیدالفطر کا کُل یا اکثر حصہ انجمن کے بیت المال میں بھیج دیتے ہیں، اس لئے سب احباب کو اس پر عمل کرنا چاہیئے کہ نماز عید سے قبل محاسب کو صدقہ ادا کر دیں۔

۱۰۔ صدقہ عیدالفطر کے علاوہ حضرت صاحب کے حکم سے ایک روپیہ فی کس عید فنڈ بھی مقرر ہے۔ آخر عید کے دن بچوں اور عزیزوں کو عیدی اور تحائف دیتے ہیں اسی طرح اس خوشی کے دن میں اسلام کا بھی کچھ حق ہے، لہٰذا احباب خاص توجہ اس فنڈ کی طرف مبذول فرمائیں اور

عید فنڈ

کے روپے جمع کر کے انجمن کے بیت المال میں بھیج دیں یہ حضرت صاحب کا حکم ہے اور ایک مالی جہاد ہے اسے استخفاف کی نظر سے نہ دیکھیں۔

پیغام صلح۔ مورخہ ۱۸ جون ۱۹۵۲ء رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸ شمارہ نمبر ۲۴

اسلام اور عالم ارواح

(بقیہ از صفحہ نمبر ۵)

بند کر کے مصر کا رُخ کیا تا کہ اس فرعون کی قبر کا پتہ چلائے جو توحید میں یقین رکھتا تھا۔ لیکن اس کی یہ تمام کوششیں رائیگاں گئیں اور جب وہ واپس انگلستان آیا تو اسے اپنے پاؤں پر کھڑا ہونا مشکل ہو گیا۔ ہمیں ان رُوحوں کے پیغامات پر آسمانی وحی کی طرح ایمان نہیں لانا چاہیئے۔

بعض اوقات انسان کی دبی اور بھولی ہوئی خواہشات بھی روح یا میڈیم کے الفاظ کی شکل اختیار کر لیتی ہیں یہ ایک طویل اور اُلجھا ہوا مسئلہ ہے جس پر ہم یہاں بحث نہیں کر سکتے۔

اس کے علاوہ ان ارواح کے پیغامات بعض اوقات بہت حیران کن ہوتے ہیں۔ تھیوڈر پارکر نے مرنے کے بعد ذیل کا پیغام دیا۔

"کوئی روح نہ پہلے ابدی تھی اور نہ آئندہ ہوگی"[1]

دوسری روح یہ پیغام دے سکتی ہے کہ مرنے کے بعد انسان ابدی زندگی حاصل کر لیتا ہے جیسے اکثر قائلین ارواح کا عقیدہ ہے۔ ایک ہی امر کی تصدیق اور تردید ارواح کی دنیا میں غیر ممکن نہیں۔

اصل رہنمائی کا سرچشمہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے نہ کہ ارواح

معزز حضرات و خواتین۔ اگر انسان کو اپنی رہنمائی کے لئے کسی پیغام کی تلاش ہے تو اسے وحی الٰہی کی پیروی کرنا چاہیئے۔ انسان دراصل خلیفۃ اللہ اور اللہ تعالیٰ ہی انسان کے مقدر کا نگہبان و مختار مطلق ہے۔ ہمیں اپنی رہنمائی کے لئے انسانی ذہن کی بجائے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنا چاہیئے اور خدا تعالیٰ نے اپنے پیغام کو انبیاء کی معرفت انسانوں کے لئے نازل کیا تاکہ خدا کے فرستادہ انسان کو روحانیت کے بلند ترین مقام کی طرف لے جائیں۔ جناب کرشن۔ بدھ اور زرتشت۔ حضرت موسیٰ، عیسیٰ۔ محمد علیہم السلام اسی وحی الٰہی کے پیغمبر تھے اور انہوں نے اپنے ماننے والوں کی زندگی میں کس قدر زبردست انقلاب پیدا کر دیا۔ انسانی زندگی میں جو کچھ بھی حسن اور پائیداری نظر آتی ہے اس کا اصل منبع انہی انبیاء کی تعلیمات ہیں۔ انہوں نے انسان کو اخلاق اور سماجی قوانین عطا کئے انہوں نے عوام کے دماغوں کو خوف اور توہمات سے آزاد کیا۔ انہوں نے انسان کو آدمیت کا احترام کرنا سکھایا۔ انہوں نے انسان کو اس کی اپنی جبلی خوبیوں سے آگاہ کیا۔ انہوں نے انسان کو اپنے ذہنی و جسمانی قوتوں کو انسانیت کی بھلائی کے لئے صرف کرنے کا سبق دیا۔ ہمیں اپنی صحیح رہنمائی کے لئے ان انبیاء کی پیروی کرنا چاہیئے نہ کہ عالم ارواح کی۔ ان انبیاء کے پیغامات پر عمل کرنے سے ہی اس دنیا میں وہ چیز پالیں گے جس کی توقع ہمیں فردوس میں ہے اپنی روحانی ترقی کے لئے ہمارے لئے یہی نکتہ آغاز ہونا چاہیئے۔

---

[1] سائنس اینڈ سپلنٹ از میری بیکر ایڈی صفحہ ۳۰ ایڈیشن ۱۹۳۴ء

خود کاشتہ پودہ

اتنی سی بات تھی جسے افسانہ کر دیا

ادارۂ پیغام صلح

مخالفین احمدیت کا ایک الزام

منجملہ ان الزامات کے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات اقدس پر لگائے جاتے ہیں ایک یہ الزام بھی ہے، جس کو آج کل احراری پروپیگنڈا نے بہت بڑی شہرت دے رکھی ہے۔ کہ آپ نے جو جماعت بنائی۔ اس کی غرض محض گورنمنٹ برطانیہ کی خیرخواہی اور مسلمانوں کے خلاف گورنمنٹ کی امداد و اعانت کرنا تھی، اس کے ثبوت میں جس چیز کو پیش کیا جاتا ہے وہ مندرجہ بالا تین الفاظ ہیں۔ جو جماعت احرار اور اس کی تقلید میں "زمیندار" اور دیگر مخالفین احمدیت کا دعوےٰ ہے۔ کہ حضرت مرزا صاحب نے اپنی جماعت کے متعلق استعمال کئے ہیں۔ یعنی اپنی جماعت کو گورنمنٹ برطانیہ کا خود کاشتہ پودہ قرار دیا۔ جس کے صاف معنی ہیں کہ یہ جماعت گورنمنٹ برطانیہ کے ایماء کے ماتحت اس کے خاص مصالح کی تکمیل کے لئے بنائی گئی۔ اور گورنمنٹ ہی نے اس کی ترقی اور نشو و نما میں خاص طور پر امداد کی اور کر رہی ہے۔

حضرت مسیح موعودؑ کے معاصرین و مخالفین کا طریق عمل

قطع نظر اس بات کے کہ حضرت مسیح موعودؑ نے جابجا اپنی تحریرات میں گورنمنٹ برطانیہ کے انصاف اور عدل گستری اور اصول آزادئ مذہب کی تعریف کرتے ہوئے اس کی اطاعت و فرمانبرداری کی تعلیم دی ہے اور اس سے غداری کو حد درجہ احسان فراموشی اور ناشکر گذاری پر محمول کیا ہے۔ اور یہی سر سید احمد خان مرحوم سے لے کر مولوی محمد حسین بٹالوی تک آپ کے تمام معاصرین اور مخالفین کا طریق عمل تھا۔ جو ان کی تحریرات سے واضح ہے۔ جہاں تک مندرجہ بالا اعتراض کا تعلق ہے ہم دعوے سے کہہ سکتے ہیں کہ اسکو حقیقت سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔ حضرت مرزا صاحب نے ہرگز اور کہیں بھی یہ نہیں فرمایا کہ میری جماعت گورنمنٹ برطانیہ کا خود کاشتہ پودہ ہے۔ آپ کی جس تحریر کا حوالہ پیش کیا جاتا ہے، افسوس ہے کہ اس میں سے صرف مندرجہ بالا تین الفاظ ہی نقل کر دیئے جاتے ہیں۔ اور سیاق و سباق عبارت کو اس وجہ سے چھوڑ دیا جاتا ہے کہ وہ مطلب براری کے لئے مفید نہیں۔

حضرت مسیح موعودؑ کی اصل تحریر

ہم ذیل میں اس عبارت کو جو حضرت مسیح موعودؑ نے اپنی ایک درخواست بنام نواب لفٹنٹ گورنر بہادر پنجاب میں لکھی ہے اور "تبلیغ رسالت" جلد ہفتم صفحہ ۱۹ پر درج ہے قارئین کرام کی اطلاع کے لئے نقل کرتے ہیں وھو ھذا:۔

"میرا اس درخواست سے جو حضور کی خدمت میں مع اسماء مریدین روانہ کرتا ہوں، مدعا یہ ہے کہ اگرچہ میں ان خدمات خاصہ کے لحاظ سے جو میں نے اور میرے بزرگوں نے محض صدق دل اور اخلاص اور جوش وفاداری سے سرکار انگریزی کی خوشنودی کے لئے کی ہیں عنایت خاص کا مستحق ہوں لیکن یہ سب امور گورنمنٹ عالیہ کی توجہات پر چھوڑ کر بالفعل ضروری استغاثہ یہ ہے کہ مجھے متواتر اس بات کی خبر ملی ہے کہ بعض حاسد بد اندیش جو بوجہ اختلاف عقیدہ یا کسی اور وجہ سے مجھ سے بغض و عداوت رکھتے ہیں یا جو میرے دوستوں کے دشمن ہیں، میری نسبت اور میرے دوستوں کی نسبت خلاف واقع امور گورنمنٹ کے معزز حکام تک پہنچاتے ہیں اس لئے اندیشہ ہے کہ ان کی ہر روز کی مفتریانہ کارروائیوں سے گورنمنٹ عالیہ کے دل میں بدگمانی پیدا ہو کر وہ تمام جانفشانیاں پچاس سالہ میرے والد مرحوم میرزا غلام مرتضیٰ اور میرے حقیقی بھائی مرزا غلام قادر مرحوم کی جن کا تذکرہ سرکاری چٹھیات اور سر لیپل گرفن کی کتاب تاریخ رئیسان پنجاب میں ہے اور نیز میری قلم کی وہ خدمات جو میری اٹھارہ سال کی تالیفات سے ظاہر ہیں سب کی سب ضائع اور برباد نہ جائیں اور خدانخواستہ سرکار انگریزی اپنے ایک قدیم وفادار اور خیرخواہ **خاندان** کی نسبت کوئی تکدر خاطر اپنے دل میں پیدا کرلے اس بات کا علاج تو غیر ممکن ہے کہ ایسے لوگوں کا منہ بند کیا جائے کہ جو اختلافات مذہبی کی وجہ سے، یا نفسانی حسد اور بغض اور کسی ذاتی غرض کے سبب سے جھوٹی مخبری پر کمربستہ ہو جاتے ہیں، صرف یہ التماس ہے کہ سرکار دولتمدار ایسے **خاندان کی نسبت** جس کو پچاس برس کے متواتر تجربہ سے **ایک وفادار جاں نثار خاندان** ثابت کر چکی ہے اور جس کی نسبت گورنمنٹ عالیہ کے معزز حکام نے ہمیشہ مستحکم رائے سے اپنی چٹھیات میں یہ گواہی دی کہ وہ قدیم سے سرکار انگریزی کے پکے خیر خواہ اور خدمت گذار ہیں اس **خود کاشتہ پودہ** کی نسبت نہایت حزم اور احتیاط اور تحقیق اور توجہ سے کام لے اور اپنے ماتحت حکام کو اشارہ فرمائے کہ وہ بھی اس **خاندان** کی ثابت شدہ وفاداری اور اخلاص کا لحاظ رکھکر مجھے اور میری جماعت کو ایک خاص عنایت اور مہربانی کی نظر سے دیکھیں ہمارے خاندان نے سرکار انگریزی کی راہ میں اپنے خون بہانے اور جان دینے سے فرق نہیں کیا اور نہ اب فرق ہے۔ لہٰذا ہمارا حق ہے کہ ہم خدمات گذشتہ کے لحاظ سے سرکار دولتمدار کی پوری عنایات اور خصوصیت توجہ کی درخواست کریں۔ تا ہر ایک شخص بے وجہ ہماری آبرو ریزی کے لئے دلیری نہ کر سکے۔"

(تبلیغ رسالت جلد ۷ صفحہ ۱۹-۲۰)

جماعت کو خود کاشتہ پودہ ہرگز قرار نہیں دیا۔

اس تمام عبارت میں کیا ایک فقرہ بھی ایسا پایا جاتا ہے جس سے اپنی جماعت کو گورنمنٹ کا خود کاشتہ پودہ قرار دینے کا اشتباہ بھی پیدا ہوتا ہو؟ یا اس کے برخلاف شروع سے آخر تک اپنے خاندان اور آباؤ اجداد کی خدمات اور گورنمنٹ کی عنایات کا ذکر کرتے ہوئے اس **خاندان ہی کو گورنمنٹ کا "خود کاشتہ پودہ" قرار دیا ہے** اور ان خاندانی اور ذاتی خدمات کے معاوضہ میں جھوٹے مخبروں کی شرارتوں اور نقصان دہ کارروائیوں سے حفاظت طلب کی ہے؟ کون کہہ سکتا ہے کہ اس عبارت کو ان معنوں کے ساتھ کوئی تعلق ہے، جو احراریوں نے اس فقرہ سے کئے ہیں، ہندوستان و پاکستان میں بیسیوں ایسے خاندان ہیں جنہوں نے گورنمنٹ برطانیہ کی مشکلات میں اس کی مدد کی ہے اور اس لئے گورنمنٹ کی بھی خاص توجہ ان خاندانوں کے قائم رکھنے کی طرف رہی ہے، اس لحاظ سے اگر کسی ایسے خاندان کو گورنمنٹ کا خود کاشتہ پودہ کہدیا جائے تو یہ محض واقعات کا اظہار ہے انہی خاندانوں میں سے ایک حضرت مسیح موعود کا خاندان بھی ہے جس نے حکومت انگریزی کے ابتدائی ایام میں بڑے بڑے پُرخطر مواقع پر اس کی امداد پورے طور پر کی۔ اور اس کے معاوضہ میں حکومت نے بھی ان خدمات کو سراہا اور اس خاندان اور دوسرے ایسے ہی خاندانوں کی پرورش اور حفاظت کرنے میں دریغ نہ کیا۔ اس لحاظ سے اس خاندان کو نہ کہ اپنی جماعت کو حضرت مسیح موعودؑ نے حکومت کا "خود کاشتہ پودہ" کہا اور ان جھوٹے مخبروں کے خلاف جو حکام کو آپ کے اور آپ کی جماعت کے خلاف بدظن کرتے اور انہیں گورنمنٹ کے بدخواہ ٹھہرانے کے درپے تھے، گورنمنٹ کو متنبہ کیا۔ اگر آپ کی جماعت حکومت کا خود کاشتہ پودہ ہوتی۔ . . . .

. . . . . اگر گورنمنٹ نے اس جماعت کو اپنے خاص مصالح کی تکمیل کے لئے کھڑا کیا ہوتا۔ جیسا کہ احراریوں کا دعوےٰ ہے۔ تو حضرت مسیح موعودؑ اس بات کو صراحت کے ساتھ کیسے لکھ سکتے تھے۔ اور کس طرح سے علی الاعلان اسے حکومت کا خود کاشتہ پودہ کہہ سکتے تھے۔ یہ تو ان مصالح کے خلاف ہے جن کے لئے حکومت نے ایسی جماعت بنائی ہو۔ اور پھر ایسی جماعت کے خلاف حکومت کا جھوٹی مخبریاں کو سننا اور اس کے بدظن ہونے کا احتمال اور بھی مضحکہ خیز ہے۔

کیا احراری لیڈر اور زمیندار حکومت کے وفادار نہیں؟

ہاں یہ کہا جا سکتا ہے کہ جماعت کو نہ سہی خاندان کو ہی حکومت کا "خود کاشتہ پودہ" قرار دینا اور خود اپنی اٹھارہ سالہ قلمی خدمات کو پیش کرنا اس بات کو ثابت کرتا ہے

(باقی بر صفحہ ۷)

پیغام صلح
یوم چہار شنبہ مورخہ ۹ شوال ۱۳۷۱ھ

مجلسِ احرار اور جماعتِ احمدیہ

آخر کار گورنمنٹ کو احرار کی ان فتنہ انگیزیوں کے خلاف نوٹس لینا ہی پڑا جو وہ ایک مدت سے جماعت احمدیہ کے خلاف برپا کر رہے ہیں، ہم نے بارہا مرتبہ ان اشتعال انگیز کارروائیوں کی طرف گورنمنٹ کو متوجہ کیا جو متعدد موقعوں پر بہتے اور بیگناہ احمدیوں کے قتل و غارت کا موجب ہوئیں لیکن احرار کی باگ ایسی ڈھیلی چھوڑ دی گئی کہ وہ دن بدن اپنی فتنہ سامانیوں میں بڑھتے ہی چلے گئے، خدا کا شکر ہے کہ آخر کار حکومت پنجاب نے اس خطرہ کو محسوس کر لیا کہ ان لوگوں کو کھلی چھٹی دینا ملک کے امن و امان کو خطرہ میں ڈالنا ہے، اسی خیال کی بناء پر چند دن ہوئے حکومت پنجاب نے بعض اضلاع میں جلسوں اور جلوسوں اور مساجد کے اندر اشتعال انگیز تقاریر کو ممنوع قرار دے دیا، لیکن احراری مولویوں نے اس کی پرواہ نہ کی اور حسب عادت قانون شکنی کرتے ہوئے کئی مقامات پر اشتعال انگیز تقاریر کیں، جس سے ان کو گرفتار کرنا پڑا۔

اب حکومت پنجاب نے اپنے اس اقدام کے متعلق ایک وضاحتی بیان شائع کیا ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ احرار اور جماعت احمدیہ کی باہمی مناقشت اس حد تک پہنچ چکی ہے کہ مذہبی مناظروں کی حدود کو نظر انداز کر کے متشددانہ کارروائیوں تک نوبت پہنچ گئی ہے جس کی وجہ سے بعض مقامات پر تشدد کے واقعات بھی پیش آئے اور حکومت کو متعلقہ جماعتوں میں سے ایک جماعت کے دفتر سے ایک پوسٹر ملا ہے جس میں دوسری جماعت کے مبلغوں کو قتل کرنے ان کی مساجد پر جبراً قبضہ کرنے، ان کے مزارعین کو بٹائی دینے سے انکار اور ان کی جائداد کی ضبطی کی تلقین کی گئی ہے اس لئے ناچار گورنمنٹ کو بعض اضلاع میں دفعہ ۱۴۴ نافذ کر کے جلسوں، جلوسوں اور تقاریر پر پابندی عائد کرنی پڑی، تاکہ امن عامہ میں خلل واقع نہ ہو ورنہ جہاں تک افراد کی جائز مذہبی یا سیاسی سرگرمیوں کا تعلق ہے ان پر حکومت کوئی پابندی عائد کرنا نہیں چاہتی تھی۔

ہم حکومت پنجاب کے اس اقدام کو ہر لحاظ سے جائز اور ضروری قرار دیتے ہوئے اسے مبارکباد دیتے ہیں کہ آخر کار احرار کی امن سوز کارروائیوں نے اس کی آنکھیں کھول دیں کاش یہ احساس اسکو آج سے کچھ مدت پہلے ہوتا تو اس قدر خطرناک صورت حالات پیدا نہ ہوتی، کیا حکومت اس بات کو جانتی نہ تھی کہ مجلس احرار وہ جماعت ہے جو پاکستان بننے سے پہلے اس کی سخت ترین دشمن رہی ہے قائد اعظم کو وہ وہ گالیاں ان لوگوں نے دیں کہ الامان اور یہ سب کچھ کانگریس اور ہندوؤں کے بل بوتہ پر ہوتا رہا، ان کے روپیہ سے پاکستان اور قائداعظم کے خلاف پروپیگنڈا کیا جاتا رہا، ایسے لوگوں کو پاکستان کا خیر خواہ اور حامی سمجھنا پرلے درجہ کی نادانی ہے اب بھی جو کچھ وہ کر رہے ہیں، احمدیوں کے خلاف شورش برپا کر کے اور تشدد آمیز کارروائیوں کا سبق پڑھا کر ملک کے امن کو تباہ و برباد کرنے کا جو وطیرہ انہوں نے اختیار کر رکھا ہے اس کی تہ میں درحقیقت وہی جذبہ کام کر رہا ہے جو پاکستان بننے سے پہلے ان میں کھلے طور پر پایا جاتا تھا اس لئے اب وہ دوسرے ذرائع سے ملک میں بدامنی پیدا کر کے اس خداداد مملکت کو تباہ کرنا چاہتے ہیں، کاش حکومت کو اس کا پہلے سے احساس ہوتا تو ان کا ناطقہ شروع میں ہی بند کر دیا جاتا اور آج یہ نوبت نہ آتی، اب بھی خدا کرے حکومت کا یہ اقدام فائدہ مند ثابت ہو اور ان کی امن سوز سرگرمیاں ہمیشہ کے لئے ختم ہو جائیں۔

لیکن اسی ضمن میں ایک اور بات بھی قابل غور ہے، یہ تو ممکن ہے کہ حکومت کے اس اقدام کا یہ نتیجہ ہو کہ براہ راست متشددانہ کارروائیوں سے مجلس احرار دستکش ہو جائے جیسا کہ اسکے موجودہ ناظم اعلیٰ مولوی محمد علی جالندھری نے ایک پریس کانفرنس میں یہ خلاف حقیقت اعلان کیا کہ ان کی جماعت تشدد کے سخت خلاف ہے اور اس کی تلقین کرنا خلاف اسلام سمجھتی ہے لیکن اس سے قطع نظر کرتے ہوئے ہم اس مطالبہ کی طرف توجہ دلانا چاہتے ہیں جو کہا جاتا ہے کہ صرف مجلس احرار کی طرف سے نہیں بلکہ جملہ مسلمانوں کی طرف سے کیا جا رہا ہے اور وہ یہ کہ جماعت احمدیہ کو مسلمانوں میں سے نکال کر ایک غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے، اسی مطالبہ کو لیکر معاصر آفاق نے اپنی ۲۰ر جولائی کی اشاعت میں ایک مقالہ افتتاحیہ لکھا ہے جس میں اس بات پر زور دیا گیا ہے کہ احرار کا طریق کار غلط ہے لیکن ان کا مطالبہ صحیح ہے کہ جماعت احمدیہ کو ایک غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے اور یہ مطالبہ صرف احرار ہی کا نہیں تمام مسلمانوں کا مطالبہ ہے، اس مطلب کی وضاحت آفاق کے حسب ذیل فقرات سے ہوتی ہے:-

"قادیانیوں کو غیر مسلم سمجھنے میں سب مسلمان متفق ہیں لیکن قادیانیوں کو آئینی طور پر غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا مطالبہ کرنے میں جماعت احرار نے سبقت کی، چنانچہ اس وقت احرار ہی اس مطالبہ کی خاطر تحریک چلانے والوں میں پیش پیش ہیں، جہاں تک احرار نے مسلمان قوم کی ایک ضرورت اور ایک قومی مطالبہ کی ترجمانی میں پیشقدمی کی ہے ہم ان کی تائید کرتے ہیں لیکن احرار نے اس صحیح مطالبہ کو منوانے کے لئے ہلڑبازی، ہنگامہ آرائی، اور اب قانون شکنی کا جو طریقہ کار اختیار کیا ہے اس سے ہم کو اصولاً اختلاف ہے اور ہم احرار زعما کو ان غلط تدابیر سے باز رکھنے کی خاطر ٹوکنا بھی اپنا فرض سمجھتے ہیں"

ہم معاصر آفاق کے ممنون ہیں کہ اس نے احرار کی "ہلڑبازی، ہنگامہ آرائی اور قانون شکنی" کا اعتراف کر کے مولوی محمد علی جالندھری کے اس دعویٰ کو غلط ثابت کر دیا کہ

"ان کی جماعت تشدد کے سخت خلاف ہے اور اس کی تلقین خلاف اسلام سمجھتی ہے"

لیکن اس کے ساتھ ہی معاصر "آفاق" کا یہ دعویٰ کہ "قادیانیوں کو غیر مسلم سمجھنے میں تمام مسلمان متفق ہیں" صحیح نہیں کہا جا سکتا، بیشمار ایسے مسلمان ہیں اور خود علماء اور اخبار نویسوں کے اندر ایسے لوگ موجود ہیں جو احرار کے اس مطالبہ کو صحیح نہیں سمجھتے اور اسکو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں، ہم ان لوگوں کے نام اور ان کے اقوال بالوضاحت آیندہ اشاعت میں پیش کریں گے، یہاں ہم صرف اس وجہ پر غور کرنا چاہتے ہیں جو قادیانیوں کو ایک غیر مسلم اقلیت قرار دینے کے لئے پیش کی جاتی ہے، معاصر آفاق لکھتا ہے:-

"ختم نبوت ایک ایسا عقیدہ ہے جو اسلام میں نہ صرف مذہبی لحاظ سے بنیادی حیثیت رکھتا ہے بلکہ جس سے منحرف ہو کر اسلامی سوسائٹی کا معاشرتی نظام اخلاقی ڈھانچہ اور قانونی بنیادیں بھی اپنی جگہ قائم نہیں رہ سکتیں"

یہ بالکل صحیح ہے لیکن جہاں تک قادیانی جماعت کا تعلق ہے، ہم اس کے معتقدات سے شدید اختلاف رکھنے کے باوجود اسے ختم نبوت سے بالکل منحرف نہیں سمجھتے وہ اس کی تاویل کر کے ان معنوں کا انکار کرتے ہیں جو عام طور پر سمجھے جاتے ہیں، ختم نبوت کے دو پہلو ہیں ایک یہ کہ نبوت آنحضرت صلعم پر ختم ہو گئی اور دوسرا پہلو یہ ہے کہ آپ کے فیضان سے ایسے لوگ اس امت محمدیہ میں ہوتے رہے اور ہوتے رہیں گے جو مکالمہ الٰہیہ سے مشرف ہو کر محدثیت و مجددیت کے منصب پر فائز ہوں، قادیانی جماعت ختم نبوت کے اول الذکر پہلو سے انکار کر کے صرف مؤخرالذکر معنی پر زور دیتی ہے اور محدثیت و مجددیت کے مقام کو انہوں نے غلطی سے نبوت کا مقام سمجھ لیا ہے، تاہم ان کا "معاشرتی نظام اخلاقی ڈھانچہ اور قانونی بنیادیں" اسلامی سوسائٹی سے سر مو تفاوت نہیں رکھتیں بلکہ یہ کہنا بیجا نہیں کہ عام مسلمانوں کی نسبت ان کے معاشرہ کو اسلام سے زیادہ مطابقت حاصل ہے۔

لیکن جس طرح قادیانی جماعت ختم نبوت کے ایک پہلو سے انکاری ہے موجودہ زمانہ کے علماء اس کے دوسرے پہلو سے منکر ہیں، وہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فیضان نبوت کو جاری نہیں سمجھتے حالانکہ حضرت نبی کریم صلعم نے صاف فرمایا ہے کہ پہلی امتوں کی طرح اس امت میں بھی ایسے لوگ ہوں گے جو نبی نہ ہونے کے باوجود مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ سے مشرف ہوں گے، اور امت محمدیہ میں ایسے لوگ ہر زمانہ میں ہوتے رہے لیکن آج اس کا انکار کیا جاتا اور ختم نبوت کے صرف ایک ہی پہلو پر زور دیا جاتا ہے کہ رسول اللہ صلعم پر نہ صرف نبوت ختم ہو گئی بلکہ الہام الٰہی کا سلسلہ بھی منقطع ہو گیا کیا یہ عقیدہ ختم نبوت کے مفہوم کو باطل کرنے کا موجب نہیں؟ کیا اس سے رسول اللہ صلعم کی توہین اور سابقہ امم کے مقابلہ میں امت مرحومہ کی ہتک نہیں ہوتی؟ ختم نبوت تو اس بات کا نام ہے کہ پہلے انبیاء کا فیضان ایک وقت تک جاری رہا اور ایک نبی کے بعد جب دوسرا نبی آیا تو پہلے نبی کا فیضان ختم ہو گیا، مگر رسول صلعم کی نبوت کا دامن چونکہ قیامت تک ممتد ہے اور آپ کے بعد کوئی دوسرا نبی نہیں آ سکتا اس لئے آپ کا فیضان نبوت بھی قیامت تک جاری رہیگا اور امت میں ایسے مجددین و محدثین ہوتے رہیں گے جو آپ کے فیضان نبوت سے حصہ لیکر مکالمہ الٰہیہ سے مشرف ہوں گے یہ وہ امر ہے جس کی نظائر سے گذشتہ ساڑھے تیرہ سو سال کی تاریخ بھری پڑی ہے، لیکن آج قادیانی جماعت کی طرح غیر احمدی علماء ختم نبوت کے اس دوسرے پہلو سے منکر ہیں،

کہا جائیگا کہ قادیانی ایک نئے نبی کے بھی آنے کے قائل ہیں یہ صحیح ہے لیکن اول تو اس سے ان کے دوسرے اسلامی معتقدات اور عملی زندگی پر کوئی ایسا اثر نہیں پڑا جس کو غیر اسلامی کہا جا سکے دوسرے جس نبی کے آنیکے وہ قائل ہیں اسے امتی اور رسول اللہ صلعم سے فیض یافتہ قرار دیتے ہیں جو درحقیقت ایک ولی محدث کا مقام ہے، لیکن اگر اسی بنا پر انہیں ختم نبوت سے منحرف اور ایک غیر مسلم اقلیت قرار دینا ہے تو ان لوگوں کو کیا کہا جائیگا جو خاتم النبیین کے بعد ایک اسرائیلی نبی حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے دوبارہ آنے اور امت محمدیہ کی اصلاح پر مامور ہونے کے قائل ہیں کیا ان کا عقیدہ ختم نبوت کو توڑنے کا موجب نہیں؟ آخر کیوں ایسا عقیدہ رکھنے والوں کو ختم نبوت سے منحرف قرار نہیں دیا جاتا؟ اور ان کے اس عقیدہ کے ہوتے ہوئے "اسلامی سوسائٹی کا معاشرتی نظام اخلاقی ڈھانچہ اور قانونی بنیادیں" کس طرح اپنی جگہ قائم رہ سکتی ہیں؟

غور کر لیجئے قادیانی جماعت کا عقیدہ تو پھر بھی کسی حد تک قابل برداشت ہے کہ وہ

(باقی بر صفحہ ۲۶ کالم ۳)

حضرت مرزا احمد کا دعویٰ

مولانا آفتاب الدین احمد صاحب

موجودہ زمانہ کا الحاد

جس زور کے ساتھ اور جس وسیع پیمانے پر ہمارے اس زمانے میں خدا کا انکار ہوا ہے اس کی نظیر تاریخ عالم میں نہیں ملتی۔ پہلے زمانے میں بھی الحاد موجود تھا مگر اس کی حیثیت کم و بیش انفرادی ہوتی تھی۔ کوئی فرد اپنی علمی ژولیدگی میں الجھ کر ہستی باری تعالیٰ کے متعلق کسی قدر شک میں پڑ گیا اس کے خیالات سے کچھ اور آدمی متاثر ہو گئے یہ تو ہوتا تھا مگر کبھی ہمارے زمانے سے پہلے ایسا نہیں ہوا کہ ایک قوم کا نہیں نوع انسانی کا ایک بڑا حصہ بحیثیت مجموعی یک آواز ہو کر وجود باری تعالیٰ کا انکار کر بیٹھے اور صرف یہی نہیں اس انکار پر ایک پورا تمدن قائم کرنے کی کوشش کرے۔ مگر اس زمانے میں ایسا ہی ہوا۔ جن لوگوں نے کمیونزم کا مطالعہ کیا ہے وہ بخوبی جانتے ہیں کہ اس تحریک کے علمبرداروں نے ایسا ہی فیصلہ کیا ہوا ہے۔

اہل مذہب کی بے دلی

علاوہ اس منفقہ اور منظم کوشش کے جو ہستی باری تعالیٰ کے خیال کو انسانی معاشرے سے یک قلم مٹانے کے لئے کی جا رہی ہے دنیا میں ایک ایسی ہوا چلی ہے کہ وہ لوگ جو کم و بیش مذہب کے قائل ہیں اپنی عملی زندگی میں مذہبی اصول کو اس گرمجوشی سے پیش نہیں کرتے جیسا کہ اس کا حق ہے۔ ایک بے دلی اور سرد مہری مذہب کے ماننے والوں کی طبیعت پر ایسی چھائی ہوئی ہے کہ خدا اور اس کا ذکر انسانی معاشرے سے قریب قریب معدوم نظر آتا ہے اس بات کا ذکر کرتے ہوئے آرچ بشپ آف کنٹربری نے سنہ ۳۸-۱۹۳۷ء میں کرسمس کے موقعہ پر اپنی قوم کو خطاب کرتے ہوئے جو الفاظ کہے تھے وہ غور اور توجہ کے قابل ہیں :-

" ہمارے لوگوں میں خدا کا اتنا انکار نظر نہیں آتا جتنا دنیاوی مشاغل میں پڑ کر اس کے ذکر کی عدم گنجائش ہے "

آرچ بشپ صاحب نے اپنی قوم کے متعلق جو کچھ فرمایا ہے وہ کم و بیش مسلمانوں پر بھی آج صادق آتا ہے۔ ہمارے ہاں بھی مشاغل زندگی نے خدا اور اس کے ذکر کو اتنا پس پشت ڈالا ہوا ہے کہ عملی زندگی میں مذہب کا اثر نہ ہونے کے برابر ہے خاص طور پر ذی علم اور اہل فکر طبقہ میں جو کہ ہر قوم کے لئے قلب کا حکم رکھتا ہے۔

زندہ مذہب کے پیرؤوں کی حالت

میں نے مسلمانوں کا ذکر اس لئے کیا کہ یہ ایک زندہ مذہب کے پیرو ہیں جن کا صحیفہ زندہ ہے اور انسانی دستبرد سے محفوظ۔ جن کے مذہب کے بانی کی شخصیت زندہ ہے یعنی زمانے کی گرد اس کی تاریخی حیثیت کو ذرہ بھر بھی آلودہ نہیں کر سکی۔ جن کی روحانی روایت کا تواتر زندہ ہے اس لحاظ سے کہ ہر زمانے میں ان کے اندر ایسے لوگ پیدا ہوتے رہتے ہیں جو فنا فی اللہ کے درجہ کو حاصل کر کے خدا سے ہمکلام ہونے کا شرف حاصل کرتے رہتے ہیں ایسی قوم کا مذہبی گرمجوشی سے اس طرح بیگانہ ہو جانا بتاتا ہے کہ ہمارا یہ زمانہ کس قدر تاریکی سے گھرا ہوا ہے۔

مادی علم میں خدائی کا خیال

اگر اس کی وجہ دریافت کی جائے تو یہ کوئی مشکل امر نہیں ہے۔ اس زمانے میں مادی دنیا کا جس قدر علم انسان نے حاصل کیا ہے وہ بھی بے نظیر ہے اور اس علم نے اس کے اندر ایک ایسا پندار پیدا کر دیا ہے کہ وہ اپنے آپ کو ہی خدا سمجھنے لگ گیا ہے۔ اس کا خیال ہے کہ اس کائنات کے نظام کو سمجھ کر اسکو چلانے کی طاقت اس کے اندر موجود ہے۔ اس میں یہ خیال بھی پیدا ہو گیا ہے کہ انسانی عقل اس سے بہتر نظام پیدا کر سکتی ہے اور انسانی معاشرہ جو اس نظام کا محض ایک جزو ہے اسکو انسان اپنی عقل سے ایسے اصول پر استوار کر سکتا ہے جو کہ انسان کے خیالی بہشت کا اس دنیا میں ایک نمونہ ہو گا۔ یہ پندار اور یہ خیال ایک بائی صورت اختیار کر چکا ہے اور یہ کہا جا سکتا ہے کہ روئے زمین پر آج شاید ہی کوئی ایسا انسان ہو گا جو اس زہریلی کیفیت سے محفوظ رہے۔ صاحب ایمان لوگوں میں بھی لاشعوری طور پر کبھی کبھی اس قسم کے تشکک کی لہر دوڑ جاتی ہے۔

حضرت مرزا صاحب کا دعویٰ اور اسکا انکار

یہ ہے وہ پُر آشوب زمانہ جس کے اندر کھڑے ہو کر حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ الرحمۃ نے یہ دعوے پیش کیا کہ وہ خدا کا فرستادہ ہے خدا ان سے بولتا ہے اور ان کی تائید میں نشانات ظاہر کرتا ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ اس زمانے کے لئے یہ ایک بیحد انوکھی بات ہے جس کو تسلیم کرنے کے لئے انسان کا دل تیار نہیں حتیٰ کہ مسلمان بھی اس کے لئے تیار نہیں میں نے بیشمار مسلمانوں سے اس معاملے میں تبادلہ خیالات کیا ہے حضرت ممدوح کی خدمات اسلامی کا ہر سنجیدہ مسلمان دل سے قائل ہے۔ جو بات ان کے لئے قابل قبول نہیں وہ ہے ان کا دعویٰ ماموریت۔ یعنی یہ کہ وہ خدا کی طرف سے مامور ہو کر آئے ہیں۔ اگر آپ بحیثیت ایک عام مصلح کے اپنے آپ کو پیش کرتے تو شاید ہی کوئی ایسا مسلمان ہوتا جو آپ کی رہبری کا قائل نہ ہوتا مگر آپ کے خدا کی طرف سے ہونے کا جو دعویٰ ہے یہ مسلمانوں کے لئے ایک گراں بار بوجھ ثابت ہوا ہے

غیر مسلمان اس کو اچھا سمجھیں یا برا۔ اور دوسری قوموں کے نزدیک یہ بات کتنی ہی عجیب و غریب معلوم ہو، حضرت ممدوح کا یہ دعوے اس زمانے کے روحانی امراض کی ایک ہی دوا ہے۔ اگر آپ کا یہ دعوے نہ ہو تو اس وقت دنیا میں اور ایسی کوئی آواز نہیں ہے جو انسان کی توجہ کو خدا اور مذہب کی طرف پھیر سکے۔ اور یہ بات قابل غور ہے کہ جس زور شور کے ساتھ دنیا نے اس زمانے میں خدا کا انکار کیا ہے اسی شد و مد کے ساتھ حضرت ممدوح نے اپنے دعوے ماموریت کو پیش کیا ہے۔ آپ اپنی تمام قوت کے ساتھ اس بات کا اعلان کرتے رہے ہیں کہ آپ کو خدا کی رؤیت حاصل ہے خدا کی طرف سے لگاتار آپ کو آواز آتی ہے خدا کے نور کا ہر آن اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کرتے ہیں اور اس کے پاک چشمے سے آپ کا وجود ہر وقت سیراب ہوتا رہتا ہے۔

خدا پر زندہ ایمان

علاوہ عقلی نقلی دلائل اور واقعاتی شہادت کے جو آپ خدا کے وجود کے ثبوت پر پیش کرتے رہتے۔ آپ کا بے پناہ وجدان بھی اس امر کی ایک بہت بڑی دلیل ہے کہ آپ کو اس معاملے میں واقعی مشاہدہ حاصل تھا۔ آپ خدا کے متعلق گفتگو کرتے کرتے کئی دفعہ بیتاب ہو جاتے تھے مثلاً کہیں فرماتے ہیں کہ دیکھو تمہارا ایک خدا ہے کبھی فرماتے... کہ میں تمہیں کس طرح سمجھاؤں کہ خدا ایک خزانہ ہے۔ اس قسم کے الفاظ بتاتے ہیں کہ آپ کا خدا کے متعلق علم حق الیقین تک پہنچا ہوا تھا ایسے آدمی کے متعلق ہر ایک اہل فکر کو یہ غور کرنا پڑتا ہے کہ جو بات یہ کہتے ہیں اس کی تہ میں کتنا گہرا شعور موجود ہے کیونکہ خدا جو اہل عالم کے نزدیک کم و بیش ایک ظنی چیز ہے اس کے متعلق اس سرگرمی سے بات کرنا صرف اسی آدمی کے لئے ممکن ہے جس کے لئے خدا کی ہستی ایک زندہ اور مشہود چیز ہے۔

خدا کی ہستی معلوم کرنے کا اہم ذریعہ

بدقسمتی سے لوگ حضرت ممدوح کے دعوے پر غور کرتے ہوئے منقولیات اور اصطلاحات روایت میں الجھ کر رہ گئے ہیں اور آپ کی تحریرات کے اس پہلو پر زیادہ غور نہیں کیا گیا جس کا ذکر ہم بیان کر رہے ہیں۔ واقعی اگر کسی کے دل میں تڑپ ہو کہ وہ خدا کے وجود کو دریافت کرے تو وہ حضرت ممدوح کی زندگی کے اس پہلو کو اپنی جستجو کے لئے ایک بہت بڑا سہارا پائے گا کیونکہ عام انسان ایسے لوگوں کے ایسے وجدان کے سہارے سے ہی خدا کی طرف پرواز کر سکتا ہے اور

(باقی بر صفحہ ۷)

حضرت مرزا صاحب کو اپنے دعویٰ ماموریت پر کامل یقین

اور

قرآن کریم کے ایک زبردست معیار سے آپ کی صداقت کا ثبوت

مولانا شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری

مامورین الٰہی کی مخالفت قدیم سے چلی آ رہی ہے

قدیم سے یہی دستور چلا آیا ہے کہ جب کبھی اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندہ کو اصلاح خلق کے لئے مبعوث فرماتا ہے اور وہ اپنے مامور من اللہ ہونے کا اعلان کرتا ہے تو لوگ کادوا یکونون علیہ لبدا پر عمل کرتے ہوئے چاروں طرف سے اس پر ٹوٹ پڑتے ہیں اور اس کی مخالفت میں ایڑی چوٹی کا زور لگا کر اسے گراتے اور اس کو اس کے مقصد اصلاح میں ناکام بنانے کی پوری کوشش صرف کر دیتے ہیں اور ہر زمانہ میں اور ہر مامور کی مخالفت کا ایک ہی طرز پر ہونا بظاہر یہ خیال پیدا کرتا ہے کہ پہلے مخالفین گویا آنے والے مخالفین کو اس مخالفت کی وصیت کر گئے ہوتے ہیں لیکن یہ خیال صحیح نہیں بلکہ اس کی وجہ درحقیقت وہ ہے جس کا ذکر قرآن کریم نے اس آیت میں کیا ہے اتواصوابہ بل ھم قوم طاغون کیا یہ ایک دوسرے کو اس مخالفت کی وصیت کر گئے ہیں فرماتا ہے نہیں یہ بات نہیں بلکہ حقیقت یہ ہے کہ مخالفین کا یہ گروہ ان حدود سے تجاوز کر چکا ہوتا ہے جن کے اندر رہنے میں ہی کمال انسانیت کا حصول مقدر ہے اور اس تجاوز حدود کی سب سے بڑی علامت یہ ہوتی ہے کہ ایسے لوگوں کو دنیوی زندگی کے ساتھ اس قدر محبت ہو جاتی ہے کہ اسی کو وہ ہر چیز پر مقدم رکھتے ہیں جیسا کہ فرمایا فاما من طغی و اثر الحیٰوۃ الدنیا یعنی وہ شخص جو حدود الٰہی سے تجاوز کرتا ہے اور دنیوی زندگی کو ترجیح دیتا ہے جس کے معنی دوسرے لفظوں میں یہ ہیں کہ ان کے دل حقیقی ایمان کی لذت سے محروم ہو جاتے ہیں اور جس ایمان پر انہوں نے پنجہ مارا ہوا ہوتا ہے وہ محض ایک رسمی ایمان ہوتا ہے جو دلوں پر قطعاً کسی قسم کا نقش پیدا نہیں کر سکتا اس لئے وہ بجائے اخروی زندگی کی محبت پیدا کرنے کے دنیوی زندگی کی محبت میں دن بدن اضافہ کرتا جاتا ہے حتیٰ کہ یہ لوگ ولکنہ اخلد الی الارض کے مصداق بن جاتے ہیں لیکن بدقسمتی سے یہ لوگ چھلکا کو مغز سمجھ کر اسی رسمی ایمان پر ہی قانع ہو جاتے ہیں اور اسی کی بنا پر ہی اپنے آپ کو صفت ایمان سے متصف سمجھ کر اپنے مومن ہونے کا ڈھنڈورا پیٹتے ہیں حالانکہ ایمان حقیقی کے جو ثمرات اللہ تعالیٰ کی کتب میں اور اس کے پاک رسولوں کی زبان مبارک پر بیان ہوتے ہیں قریباً قریباً ان سب سے وہ محروم ہوتے ہیں اور چاہیئے تو یہ تھا کہ یہ محرومی انہیں فکر میں ڈالتی اور اس طرف متوجہ کرتی کہ کہیں ہم آیۃ ومن الناس من یقول آمنا باللہ وبالیوم الاخر وما ھم بمؤمنین (یعنی بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں جن کا دعویٰ تو بیشک مومن ہونے کا ہوتا ہے اور وہ منہ سے کہتے بھی ہیں کہ وہ اللہ اور یوم آخر پر ایمان لاتے ہیں لیکن خدا کے نزدیک وہ مومنوں کی فہرست میں داخل نہیں ہوتے) کے مصداق تو نہیں بن گئے ورنہ کیا وجہ ہے کہ حقیقی ایمان کی علامات ہم میں مفقود ہیں۔

وقت ضرورت پر نداء کی علامت

مامور من اللہ کی آواز ان آمنوا بربکم سن کر اللہ تعالیٰ کی نہی ولا تکونوا اول کافر بہ (یعنی سنتے ہی انکار کی طرف نہ دوڑو) کو پس پشت ڈالنے کی بجائے اگر یہ لوگ اس بات پر غور کرتے کہ کیا اس نداء ایمان کی جو یہ منادی سنا رہا ہے اس وقت ضرورت بھی ہے یا نہیں بلکہ عین ضرورت کے وقت بلند ہوئی ہے کیونکہ ہمارے دل لوازم ایمان سے یقیناً خالی ہیں اور ہمارے عقائد اور اعمال ایک درخت بے ثمر بن کر رہ گئے ہیں لاریب یہ محتاج اصلاح ہیں اس حقیقت کے سامنے آتے ہی یہ لوگ مخالفت کی بجائے ربنا اننا سمعنا منادیا ینادی للایمان ان آمنوا بربکم فآمنا ربنا فاغفرلنا ذنوبنا وکفر عنا سیاتنا وتوفنا مع الابرار ربنا واتنا ما وعدتنا علی رسلک ولا تخزنا یوم القیامۃ انک لا تخلف المیعاد کہتے ہوئے اس منادی کی طرف دوڑ پڑتے اور اس کے وجود کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک نعمت عظمیٰ یقین کرتے ہوئے اس کے دامن کے ساتھ وابستہ ہو جاتے اور بجائے غضب الٰہی کے اس کے انعامات و افضال کے مورد بن جاتے لیکن وائے بر قسمت انسان کہ انہوں نے اس تریاق کو جو وقت کا مامور لایا زہر سمجھا اور اپنے زہر کو تریاق یقین کیا اس لئے آیۃ واذا قیل لھم لا تفسدوا فی الارض قالوا انما نحن مصلحون الا انھم ھم المفسدون ولکن لا یشعرون پر عمل کرتے ہوئے مامور من اللہ کی اصلاح کو فساد اور اپنے فساد کو اصلاح گردانتے ہوئے فساد فی الارض کے ارتکاب پر مصر ہو جاتے ہیں۔

زبان سے انکار اور دلوں میں یقین

لیکن چونکہ ایک طرف مامور من اللہ کی صداقت روز بروز سورج کی طرح چمکتی جاتی ہے اور اس کی تائید میں بارش کی طرح نشانات برس رہے ہوتے ہیں اور دوسری طرف مخالفین کو ہر روز نئی سے نئی ناکامی سے دوچار ہونا پڑتا ہے اس لئے گو وہ ضد کی وجہ سے مخالفت کو تو جاری رکھتے ہیں لیکن آیۃ وجحدوا بہا واستیقنتہا انفسھم ظلما وعلوا کے ماتحت ان کے دل مامور من اللہ کی سچائی اور اپنی مخالفت کے بے جا ہونے پر یقین سے بھر جاتے ہیں اور اس بات میں انہیں کوئی شک نہیں رہتا کہ مامور جن عقائد کو پیش کر رہا ہے وہی صحیح اور اللہ تعالیٰ کی منشاء کے مطابق ہیں اور جن عقائد کی طرف لوگوں کو یہ بلا رہے ہیں وہ غیر صحیح ہیں لیکن جھوٹے وقار کو قائم رکھنے کے لئے وہ اپنے دلی خیالات کو لوگوں پر واضح نہیں ہونے دیتے بلکہ ان کو اسی غلطی میں مبتلا رکھتے ہیں کہ ہمارے رہنما جو مخالفت کر رہے ہیں وہ سچے دل سے کر رہے ہیں اور جن عقائد کو یہ پیش کر رہے ہیں ان پر انہیں کامل یقین اور بصیرت تام حاصل ہے۔

حق اور باطل میں تمیز اللہ تعالیٰ کی قدیم سنت ہے

لیکن اللہ تعالیٰ کی قدیم سے یہی سنت چلی آ رہی ہے کہ وہ مامور کو بھیج کر حق کو باطل سے ضرور ممیز کر کے دکھاتا ہے اور ان لوگوں کی قلبی کیفیت سے ضرور نقاب اٹھا دیتا ہے اور جو کچھ ان کے دلوں کے اندر قابل اعتراض مادہ بھرا ہوا ہوتا ہے اسے وہ واللہ مخرج ما کنتم تکتمون کے ماتحت باہر نکال کر رکھ دیتا ہے اور آیت ذرنی ومن یکذب بھذا الحدیث سنستدرجھم من حیث لا یعلمون واملی لھم ان کیدی متین (یعنی مجھے اور ان لوگوں کو چھوڑ دے جو میرے مامور کی لائی ہوئی ہدایت کو جھٹلاتے ہیں ہم ایسے طریق سے ان کو گرفت کریں گے جن کو وہ جانتے بھی نہیں اور ان کی پردہ دری ان راہوں سے کریں گے جن کا انہیں علم نہیں ہم جلدباز نہیں کہ فوراً پکڑ لیں ہم اپنی مصلحت کے ماتحت ایک وقت تک ایسے لوگوں کو مہلت دیتے ہیں تاکہ وہ اس عرصہ میں اپنی اصلاح کر لیں اور اپنی ضد اور بے جا مخالفت سے باز آ جائیں لیکن اگر وہ اس پر مصر رہیں تو پھر ہم پکڑ لیتے ہیں جلدبازی کی ہمیں اس لئے ضرورت نہیں کہ ہماری تدبیر بڑی مضبوط ہوتی ہے جب ہم چاہیں پکڑ لیں ہماری گرفت سے کسی وقت بھی کوئی نکل نہیں سکتا جلدی کرنے کی تو اسے ضرورت ہوتی ہے جسے یہ خوف ہو کہ اگر اس وقت شکار ہاتھ سے نکل گیا تو پھر قابو نہیں آئے گا) ایسی گرفت کرتا ہے کہ ساری دنیا پر ان کی اصلیت اس حد تک واضح کر دیتا ہے کہ ہر سمجھدار انسان یقین کر لیتا ہے کہ ان لوگوں کی مخالفت دل سے نہیں بلکہ محض ظاہرداری کی بناء پر ہے۔

تمیز حق و باطل کے لئے ایک ذریعہ

چنانچہ حضرت مرزا صاحب نے بھی جب مامور من اللہ ہونے کا دعویٰ شائع کیا تو اسی مذکورہ بالا دستور کے مطابق ان کی بھی سخت مخالفت ہوئی یہ مخالفت کہاں تک اخلاص اور صدق دلی پر مبنی تھی اس کے اظہار کے لئے اللہ تعالیٰ نے کئی ذرائع اختیار کئے ان میں سے ایک ذریعہ کی طرف اس مضمون میں میں اپنے قارئین کرام کو توجہ دلانا چاہتا ہوں اگر وہ اس پر غور کریں گے تو ان پر صفائی کے ساتھ

کھل جائے گا کہ حضرت مرزا صاحب کو تو اپنی سچائی پر کامل یقین تھا اور اللہ تعالےٰ نے بھی ان کی سچائی پر شہادت دے کر اسکو بپایہ ثبوت پہنچا دیا لیکن ان کے مخالفین کو نہ اپنی مخالفت کے حق بجانب ہونے پر وثوق تھا اور نہ اپنے عقاید کے صحیح ہونے پر یقین اور نہ اپنے اعمال کے مقبول ہونے پر اعتماد تھا اور وہ ذریعہ یہ ہے :۔

دو قرآنی آیتوں میں اس ذریعہ کا ذکر

اللہ تعالےٰ نے قرآن کریم میں دو جگہ فرمایا

قل ان كانت لكم الدار الآخرة عند الله خالصة من دون الناس فتمنوا الموت ان كنتم صادقين ولن يتمنوه ابداً بما قدمت ايديهم والله عليم بالظلمين ولتجدنهم احرص الناس على حيوة (البقرہ ع ۱۱)

قل يا ايها الذين هادوا ان زعمتم انكم اولياء لله من دون الناس فتمنوا الموت ان كنتم صدقين ولا يتمنونه ابداً بما قدمت ايديهم والله عليم بالظالمين قل ان الموت الذى تفرون منه فانه ملاقيكم ثم تردون الى عالم الغيب والشهادة فينبئكم بما كنتم تعملون (الجمعۃ ع ۱)

ان دونوں آیتوں میں اللہ تعالےٰ نے نبی کریم صلعم کے ذریعہ یہود کے سامنے طریق فیصلہ یہ رکھا ہے کہ اگر ان کے دل اس یقین سے بھرے ہوئے ہیں کہ ان کے عقائد اور اعمال بالکل صحیح اور اللہ تعالےٰ کو پسند اور اس کے ہاں اس حد تک قبولیت کا شرف حاصل کر چکے ہیں کہ وہ مسلمانوں کے مقابلہ میں اللہ تعالےٰ کے اولیاء میں داخل ہیں اور اسی بناء پر مسلمانوں کے مقابلہ میں دار آخرۃ انہی کے لئے مخصوص کر دیا گیا ہے تو وہ آئیں اور موت کی تمنا کے ذریعہ اس کا فیصلہ خدا سے طلب کریں حضرت ابن عباس رضہ نے موت کی تمنا کی یہی تشریح فرمائی ہے کہ فریقین میں سے جو سچائی پر قائم نہیں اس کے لئے موت چاہیں یعنی دعاء مباہلہ کے ذریعہ حق اور باطل میں فیصلہ کر لیں اور بعض مفسرین نے یوں تفسیر کی ہے کہ اگر انہیں اپنی سچائی پر یقین ہے تو وہ اپنے لئے موت طلب کریں بہرحال یہ دونوں طریق ہی ایسے ہیں جن سے صرف حق اور باطل میں ہی تمیز نہیں ہوتی بلکہ فریقین کی صدق دلی یا منافقت سے بھی پردہ اٹھ جاتا ہے۔ موت کی تمنا کا مطالبہ کرنے کے بعد اللہ تعالےٰ پیشگوئی فرماتا ہے کہ یہ لوگ مخالفت تو کرتے رہیں گے لیکن اس سیدھے سادے اور صحیح فیصلہ کن طریق فیصلہ کو ہرگز اختیار نہیں کریں گے اور اس کی وجہ بھی بیان فرما دی کہ یہ اپنے اعمال سے اچھی طرح واقف ہیں جو یہ آگے بھیج چکے ہیں اور ان کو کما حقہ علم ہے کہ ان کے دل دنیا کی محبت سے بھرے ہوئے ہیں اور یہ کہ ان کی یہ مخالفت حقیقت اور سچائی پر نہیں بلکہ محض ظلم اور غلو پر مبنی ہے اور ظالم کا ظلم خدائے علیم و خبیر سے ہرگز مخفی نہیں رہ سکتا بلکہ وہ ظالموں کو خوب جانتا ہے اس لئے اگر انہوں نے مباہلہ کے طریق پر یا یکطرفہ موت کی دعا کی تو ضرور ان پر موت وارد ہو جائے گی اور وہ پردہ دری کا شکار ہو کر دنیا میں ذلیل و رسوا ہو جائیں گے اس لئے وہ اس مطالبہ کو ٹالنے کی کوشش کریں گے لیکن اللہ تعالیٰ انہیں متنبہ کرتا ہے کہ اس ذلت کی موت کا شکار تو تم ضرور ہو کر رہو گے اس سے بچ تو سکتے نہیں یعنی اس بات کو یاد رکھو کہ صرف دنیا میں ہی ذلت تمہارے شامل حال نہیں ہوگی بلکہ آخرت میں بھی اس ذلت کا تمہیں سامنا کرنا پڑیگا تم انسانوں کو دھوکہ دے سکتے ہو اور اپنے دلی خیالات اور منصوبے ان سے پردہ میں رکھ سکتے ہو لیکن خدا سے کس طرح چھپا سکتے ہو وہ عالم الغیب والشهادة ہے وہ تو حساب کے وقت تمہارے ہر خیال کو تمہارے سامنے رکھ دے گا خواہ وہ تمہارے دل کے پاتال میں ہی کیوں نہ ہو اس لئے اس دن کے آنے سے قبل اپنی اصلاح کر لو اور اس کا طریق یہی ہے کہ کبر اور نخوت کو چھوڑ کر خدا کے مامور کے سامنے گردن اطاعت جھکا دو۔

حضرت مرزا صاحب کی طرف سے دعوت مباہلہ اور مخالف علماء کا فرار

حضرت مرزا صاحب نے اپنے مخالف علماء پر دو ذریعوں سے اتمام حجت کیا اور لوگوں کو یقین دلایا کہ علماء کی مخالفت اخلاص اور صدق دلی پر مبنی نہیں چنانچہ آپ نے اپنی کتاب انجام آتھم میں تمام مخالف علماء کو نام بنام دعوت مباہلہ دی اور قرآنی پیشگوئی ولا يتمنونه ابداً کے ماتحت کسی کو دعوت مباہلہ قبول کرنے کی جرأت نہ ہوئی بڑے بڑے کٹر مخالف بھی اس سے گریز کر گئے اور اس گریز سے انہوں نے ثابت کر دیا کہ ان کو اپنے عقائد و اعمال کے صحیح ہونے پر دلی یقین حاصل نہیں، وہ موت سے خائف اور الٰہی عذاب سے لرزاں ہیں اور انہیں یقین ہے کہ اگر وہ اس مقابلہ میں آئے تو غضب الٰہی کی آگ انہیں جلا کر خاک کر دے گی، حضرت مرزا صاحب نے انہیں مجموعی حیثیت سے بھی للکارا اور فرداً فرداً بھی للکارا، لیکن انشئ تهم هواء کی حالت ان پر طاری رہی اور اس چیلنج کو قبول کرنے کی جرأت ان میں کبھی پیدا نہ ہوئی مختلف لیکن بودے بہانوں سے اس کو ٹالتے رہے لیکن قل ان الموت الذى تفرون منه فانه ملاقيكم کے ماتحت جس ذلت و رسوائی کی موت سے یہ لوگ ڈرتے تھے وہ حضرت مرزا صاحب کی مختلف پیشگوئیوں کے ماتحت ان پر وارد ہو کر حضرت مرزا صاحب کے حق پر اور ان کے باطل پر ہونے کو ثابت کرتی رہی۔

مولوی غلام دستگیر صاحب قصوری کی بد دعا اور اس کا اثر

باقی رہی یکطرفہ دعا سو وہ بھی صرف چند ایک نے کی جن میں مشہور مولوی غلام دستگیر صاحب قصوری تھے مولوی صاحب مذکور نے اپنی کتاب فتح رحمانی میں یہ دعا شائع کی :۔

اللهم يا ذا الجلال والاكرام يا مالك الملك جیسا کہ تو نے ایک عالم ربانی حضرت محمد طاہر مؤلف مجمع بحار الانوار کی دعا اور سعی سے اس مہدی کاذب اور جعلی مسیح کا بیڑا غارت کیا (جو ان کے زمانہ میں پیدا ہوا تھا) ویسا ہی دعا و التجا اس فقیر قصوری کان اللہ لہ سے ہے جو سچے دل سے تیرے دین متین کی تائید میں حتی الوسع ساعی ہے کہ تو مرزا قادیانی اور اس کے حواریوں کو توبہ نصوح کی توفیق رفیق فرما اور اگر یہ مقدر نہیں تو ان کو مورد اس آیت فرقانی کا بنا فقطع دابر القوم الذين ظلموا والحمد لله رب العالمين وانك على كل شيء قدير وبالاجابة جدير آمین یعنی جو لوگ ظالم ہیں وہ جڑ سے کاٹے جائیں گے اور خدا کے لئے حمد ہے تو ہر چیز پر قادر ہے اور دعا قبول کرنے والا ہے۔ آمین اور پھر صفحہ ۲۶ کتاب مذکور کے حاشیہ میں مولوی صاحب مذکور نے حضرت مرزا صاحب کی نسبت لکھا ہے تبا له ولاتباعه یعنی وہ اور اس کے پیرو ہلاک ہو جائیں گے“

چنانچہ دنیا نے دیکھ لیا کہ اس دعا کے بعد چند روز میں ہی یہ مولوی صاحب ہلاک ہو گئے اور اپنی اس قسم کی ہلاکت سے ثابت کر گئے کہ خدا کے نزدیک وہی ظالم تھے، اور حضرت مرزا صاحب جھوٹے مسیح اور جھوٹے مہدی نہ تھے کہ وہ محمد طاہر کی بد دعا کی طرح مولوی غلام دستگیر صاحب کی بد دعا سے ہلاک ہو جاتے بلکہ وہ چونکہ سچے مسیح اور سچے مہدی تھے اس لئے ان پر بد دعا کرنے والا خود اپنی بد دعا کا نشانہ بن گیا۔

حضرت مرزا صاحب کی جامع دعا

مخالف علماء کے گریز کا حال تو قارئین کرام نے دیکھ ہی لیا ہے اب حضرت مرزا صاحب کے یقین کو بھی ملاحظہ فرمائیں جو انہیں اپنے دعوے کی سچائی اور اپنے مستجاب اللہ ہونے پر تھا اور دیکھیں کہ وہ کس صفائی اور کس زور اور کس جوش قلب سے فتمنوا الموت ان كنتم صدقين کے مطالبہ کو پورا کرتے ہیں۔

اے قدیر و خالق ارض و سما
اے رحیم و مہربان و رہنما
اے کہ میداری تو بر دلہا نظر
اے کہ از تو نیست چیزے مستتر
گر تو مے بینی مرا پُر فسق و شر
گر تو دیدستی کہ ہستم بد گہر
پارہ پارہ کن من بدکار را
شاد کن ایں زمرۂ اغیار را
بر دلِ شاں ابرِ رحمت ہا ببار
ہر مرادِ شاں بفضلِ خود برار
آتش افشاں بر در و دیوارِ من
دشمنم باش و تبہ کن کارِ من
در مرا از بندگانت یافتی
قبلۂ من آستانت یافتی
در دلِ من آں محبت دیدۂ
کز جہاں آں راز را پوشیدۂ
با من از روئے محبت کار کن
اندکے افشاء آں اسرار کن
اے کہ آئی سوئے ہر جویندۂ
واقفی از سوزِ ہر سوزندۂ
زاں تعلق ہا کہ با تو داشتم

زاں محبت ہا کہ در دل کاشتم
خود بروں آ از پئے ابرار من

اے کہ تو کہف و ملجاؤ ماوائے من
آتشے کاندر دلم افروختی

وز دم آں غیر خود را سوختی
ہم ازاں آتش رخ من برفروز

ویں شب تارم مبدل کن بروز
چشم بکشا ایں جہان کور را

اے شدید البطش بنما زور را
زآسماں نور نشان خود نما

یک گلے از بوستان خود نما
ایں جہاں بینم پر از فسق و فساد

غافلاں را نیست وقت موت یاد
از حقائق غافل و بیگانہ اند

ہمچو طفلاں مائل افسانہ اند
سرد شد دلہا ز مہر روئے دوست

رو ئے دلہا تافتہ از کوئے دوست
سیل در جوش است و شب تاریک و تار

از کرم ہا آفتابے را برآر

ترجمہ:- اے قادر اور اے زمین و آسمان کے پیدا کرنے والے اور اے رحیم و مہربان و رہنما خدا۔ اے وہ خدا جس کی دلوں پر نظر ہے اور اے وہ خدا جس سے کوئی چیز مخفی نہیں اگر تو مجھکو فسق و شر سے بھرا ہوا دیکھتا ہی اور اگر تو دیکھ رہا ہے کہ میں ایک بدگہر شخص ہوں تو مجھ بدکار کو ٹکڑے ٹکڑے کر دے اور ان مخالفین کی جماعت کو خوش کر دے، ان مخالفین کے دلوں پر رحمت کی بارش برسا اور ان کی ہر مراد کو پورا کر اور ان کے مقابل میرے در و دیوار پر آگ برسا تو خود میرا دشمن بن جا اور میرے تمام کار و بار کو برباد کر دے لیکن اگر تو دیکھتا ہے کہ میں تیرے خاص بندوں میں سے ہوں اور تیرا آستانہ ہی میرا قبلہ ہے اور میرے دل میں تو نے وہ محبت دیکھی ہے جس کا راز اس جہان کے لوگوں سے پوشیدہ ہے تو میرے ساتھ اسی محبت کے مطابق سلوک کر اور اس راز محبت کو لوگوں پر ظاہر فرما دے اے وہ ذات جو ہر طالب کی طرف آتی ہے اور ہر سوزندہ کے سوز سے آگاہ ہے تو اس تعلق کی وجہ جو میں تیرے ساتھ رکھتا ہوں اور اس محبت کی وجہ سے جس کا پودہ میں نے اپنے دل میں لگایا ہوا ہے تو میری بریت کے لئے خود آ تو ہی میری پناہ اور میرا ملجاء و ماوی ہے تو نے ہی میرے دل میں اپنی محبت کی آگ بھڑکائی ہے اور تو نے ہی اسکے دم سے غیر کو جلا کر خاک کر دیا ہے۔

اس آتش محبت سے میرے چہرہ کو روشن کر دے اور میری تاریک شب کو دن سے بدل دے۔ اس جہان کے اندھے لوگوں کی آنکھیں کھول دے شدید البطش اپنا زور دکھلا آسمان سے نشان کا نور دکھلا اپنے باغ کا ایک پھول دکھلا میں اس جہان کو فسق و فساد سے بھرا ہوا دیکھتا ہوں غافلوں کو موت کا وقت یاد نہیں حقائق سے یہ لوگ غافل اور بیگانہ ہیں بچوں کی مانند قصوں کی طرف مائل ہیں ان کے دل یار کے چہرہ کی محبت سے سرد پڑے ہوئے ہیں ان کے دل یار کے کوچہ سے پھرے ہوئے ہیں۔ سیلاب جوش میں ہے اور رات تاریک و تار ہے اپنی مہربانی سے سورج کو چڑھا دے۔

اس دعا کا اثر

اس دعا میں جو زور اور شوکت ہے اور اس کے ایک ایک لفظ سے جو بددعا کرنے والے کا خلوص ٹپک رہا ہے اس پر مجھے کچھ لکھنے کی ضرورت نہیں ہر پڑھنے والا خود اسے دیکھ سکتا ہے دیکھنے والی بات صرف یہ ہے کہ خدا نے اس دعا کرنے والے کے ساتھ کیا معاملہ کیا کیا اسے تباہ کر دیا یا اسے نوازا اس کے کاروبار کو کیا تباہ کیا یا دن دگنی رات چوگنی اسے ترقی دی دشمنوں کے دل کو خوش کیا یا انہیں مایوسی سے بھر دیا، کیا اس کے دن کو رات سے تبدیل کیا یا اس کی رات کو دن سے تبدیل کیا، کیا اس نے تمام ماموران الٰہی کی طرح بوقت رخصت سچائی کے سورج کو چڑھتے ہوئے دیکھا یا اسے اس کا دیکھنا نصیب نہیں ہوا۔ کیا یہ حقیقت نہیں کہ وہ اپنے پیچھے ایک ایسی مخلص اور خدائی نوروں کی وارث جماعت چھوڑ گیا جس نے چار دانگ عالم میں صداقت اسلام کا جھنڈا بلند کیا اور توحید اور حقانیت رسالت محمد مصطفٰے صلعم کو دنیا کے کونہ کونہ میں پھیلانے کے لئے اپنی جانوں اور مالوں کی قربانی میں کسی قسم کا دریغ نہیں کیا پس خدا کی یہ کھلی کھلی شہادت کیا اس بات کو ثابت نہیں کر رہی کہ یہ شخص یقیناً خدا کا مامور تھا اور اسی کی وحی سے اصلاح خلق کے لئے کھڑا ہوا تھا ماننے والے تو کجا نہ ماننے والے بھی آہستہ آہستہ انہی عقاید کو اختیار کرتے جاتے ہیں جن کی بنا پر اس پر ابتداء میں کفر کے فتوے لگائے گئے تھے اور آج تمام اسلامی دنیا خود بخود انہی حقائق کی طرف آ رہی ہے جن کی طرف اس نے اپنے دعوے کی ابتداء کے وقت اسے بلایا تھا۔ پس اے قوم کے دانشمندو اور خدا ترس بندو میں تمہاری خدمت میں اپیل کرتا ہوں کہ ان حقائق اور واقعات پر خدا کا خوف دل میں لا کر غور کرو اور لومۃ لائم کا خوف دل سے نکالکر صداقت کو قبول کرنے کے لئے دلوں میں جرأت پیدا کرو اور اپنے آپ کو خدا کے فضلوں اور انعاموں سے محروم نہ کرو جو یہ شخص اپنے ساتھ لایا اور جو اس کے ساتھ مخلصانہ تعلق پیدا کئے بغیر کبھی بھی میسر نہیں آ سکتے چاروں طرف نظر دوڑاؤ اور دیکھو کہ کیا ہمیں آپ کے معاندین میں کوئی خدا رسیدہ انسان نظر آتا ہے کیا وجہ ہے کہ آج دنیا خدا رسیدہ انسانوں سے خالی ہے حالانکہ اسلام کبھی زمانہ میں بھی اولیاء کے وجود سے خالی نہیں رہا۔ یہی ایک حقیقت آپ کی صداقت پر واضح دلیل ہے اگر کوئی غور کرنے والا ہو، یاد رہے کہ آخر معاملہ انسان سے نہیں بلکہ خدا سے پڑتا ہے۔ اسلئے جو قدم بھی اٹھاؤ خوب سوچ سمجھ کر اٹھاؤ اللہ تعالیٰ آپ کو شناخت حق اور اسے قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین - والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ۔

حضرت مرزا صاحب کا وجود موجودہ الحاد کا واحد علاج ہے

(بقیہ صفحہ ۴)

میں اہل عالم کے مزاج کو سامنے رکھکر یہ کہہ سکتا ہوں کہ وہ وقت دور نہیں جب دنیا اپنے الحاد سے تھک کر خدا کی طرف رُخ کرے گی اس وقت حضرت ممدوح کے اس وجدان کو بہت بڑی غنیمت سمجھا جائے گا۔

متلاشیان حق کیلئے لائٹ ہاؤس

حضرت مسیح موعودؑ نبی نہ تھے نہ کوئی نئی شریعت لائے تھے آپ کے کاروبار کا مقصد صرف یہ تھا کہ دنیا پر قرآن کریم کی صداقت اور رسول عربی صلعم کی نبوت کا لامتناہی فیضان ظاہر ہو۔ آپ کا وجود محض ایک ذریعہ تھا اور قرآن اور محمد رسول اللہ صلعم تک پہنچنے کا ناگزیر وسیلہ تھا۔ تلاطم زمانہ اس کا متقاضی تھا کہ محمد رسول اللہ صلعم اپنی روحانی توجہ سے اس زمانے میں ایک ایسی ہستی پیدا کریں جو اس پُر آشوب زمانے میں متلاشیان حق کے لئے بطور ایک لائٹ ہاؤس کام دے معقولی طور پر یہ بات سمجھ آئے یا نہ آئے اس کی ضرورت کو آنحضرت صلعم نے بے شمار پیرایوں میں بیان کیا ہے۔ خاص طور پر اس حدیث میں جس میں آپ نے فرمایا ہے کہ اس امت کو کیا فکر ہے جس کے شروع میں میں ہوں اور آخر میں مسیح موعود۔

بروز محمدؐ کا ظہور عقلاً ضروری ہے

عقلی طور پر بھی یہ بات سمجھنا مشکل نہیں ہے کہ آنحضرت صلعم کا کوئی روحانی بروز اس پرخطر زمانے میں پیدا ہو اور وہ آپ کی شخصیت اور امت کے درمیان میں حائل نہ ہو، نائب کا وجود آقا کے وجود کو کبھی بھی چھپاتا نہیں ہے بلکہ زیادہ نمایاں کرتا ہے، شاگرد کی بڑائی استاد کی بزرگی کو ہمیشہ دوبالا کرتی ہے۔ اس امر میں کسی تردد کو دل میں جگہ دینا عقل عامہ کے خلاف ہے

مجددین کی بعثت

یہ بات یاد رکھنی چاہیئے کہ جیسا نبیوں کا بھیجنا خدا کا ایک فعل ہے اسی طرح مقررہ وقت پر مجددین کا ظاہر ہونا بھی اس کا ایک موعود فعل ہے اور اسی طرف اشارہ ہے اس حدیث میں جو حدیث مجدد کے نام سے مشہور ہے۔ کیونکہ اس حدیث کے ابتدائی الفاظ ہیں

ان اللہ یبعث

یعنی مجددین کو اللہ ہی کھڑا کرتا ہے وہ خود بخود سوچ بچار کر کے اپنی مرضی سے اس میدان میں وہ نہیں آتے۔

اصل بات یہ ہے کہ انبیاء کا وجود خدا کے ہادی ہونے کی صفت کو کلیتہً ختم نہیں کر دیتا۔ اس صفت کے ظہور کے لئے ایک کھڑکی پھر بھی کھلی رہ جاتی ہے اور مجددین اس کھلی ہوئی کھڑکی سے وجود میں آتے ہیں اس لحاظ سے مجددین کا ماننا بھی ایک مومن کے فرض میں شامل ہے۔ اپنی مکمل ہدایت و نجات کے لئے انسان انبیاء کے ہی محتاج ہیں اور مجددین کے بھی خاص کر اس مجدد کا جس کو مسیح کا لقب دیا گیا ہے اور جس کو انسانی تاریخ کے تاریک دور میں خاتمیت مآب کی نیابت کا فخر حاصل ہے، واقعی اس پرفتن زمانہ میں انہیں کی واحد شخصیت ہے جو کہ دعوت الی اللہ کا پورا حق ادا کرتی ہے کیونکہ آپ نے اپنے سارے وجود کو اس راہ میں فنا کر دیا ہے، جس کو جستجو ہو وہ بیشک آزمالے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صحبت و سیرۃ کے تاثرات

حضرت مولٰنا مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم کی زبان سے

خدا نمائی کا وعدہ اور اس کا ایفاء

حضرت مولٰنا مولوی عبدالکریم صاحب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے خوب یاد ہے کہ حضرت اقدس جن دنوں سیالکوٹ تشریف فرما تھے ایک روز میر حسام الدین صاحب (مرحوم) کے مکان میں سیڑھیوں پر چڑھ رہے تھے آپ ٹھہر گئے اور پیچھے مڑ کر مجھے کہا کہ:-

"مولوی صاحب میرے ساتھ چلو میں خدا دکھا دوں گا"

یہ زبردست الفاظ اور وہ پاک صدا اب تک میرے کانوں میں گونجتی ہے اور اب تک میرے دل میں اس کا گہرا (نقش) باقی ہے میں خداتعالیٰ کے اس گھر میں کھڑا ہو کر شہادت دیتا ہوں کہ بیشک میں نے **مرزا غلام احمد** (خدا کی نصرتیں اور ملائکہ کا سلام ہو) کے ذریعہ **خدا کو دیکھا اور یقیناً خدا کو دیکھا**۔

حضرت مولوی عبدالکریم صاحب رضی اللہ عنہ نے جس موقع کا ذکر فرمایا یہ ۱۸۹۲ء کا واقعہ ہے۔ اس سال حضور نے امرتسر، لاہور، سیالکوٹ اور بعض دوسرے مقامات کا سفر فرمایا تھا اور جس وقت اس شہادت کا اظہار آپ نے کیا یہ ۲۷ر دسمبر ۱۸۹۹ء کا واقعہ ہے اور قادیان کی مسجد اقصیٰ میں یہ شہادت حقہ آپ نے ادا کی۔

حضرت مخدوم الملت نے اسی سلسلہ میں ایک دوسرے موقعہ پر اپنی شہادت دیتے ہوئے فرمایا کہ:-

میں وہی نسخہ اور اصول بتاتا ہوں جس نے مجھے شفا دی ہے۔ میں نے قرآن بھی پڑھا تھا۔ مولانا مولوی نورالدین کے طفیل سے حدیث کا بھی شوق ہو گیا تھا گھر میں صوفیوں کی کتابیں پڑھ لیا کرتا تھا مگر **ان میں وہ روشنی وہ نور معرفت نہیں وہ ترقی اور بصیرت نہ تھی جو اب ہے**

سیرت کے چند پہلو

میں اللہ تعالےٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں نے بڑے غور سے ہمیشہ دیکھا ہے مجھے اس زمانہ میں ایک ہی شخص مستقیم ترازو اور پورے پیمانہ سے تولنے والا نظر آیا۔

میں اپنے امام (ایدہ اللہ) کو ایسا رحیم، کریم، حلیم عفو دوست پاتا ہوں کہ اس کی نظیر نہیں پاتا۔ میں اکثر اپنے دل کو ملامت کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ اس فکر میں گداز ہو جاتا ہوں اور جس قدر عزت اور تکریم ہماری ہمارا امام کرتا ہے اور جس الفت اور محبت سے ہم سے سلوک کرتا ہے ہم اس کے مقابلہ میں سراسر شرمندہ ہیں۔ ہر بات میں اس کا ہاتھ اوپر پاتا ہوں۔ دل میں بڑی تڑپ لگی رہتی ہے کہ اس کے حسن اور احسان کے اندازہ پر دلوں میں اس کی اسقدر محبت پیدا ہو جائے۔ تاہم تو اس کے خاص فضل اور احسان ہیں میں سخت کمزور ناقص، جلد ابتلا میں پڑ جانے والا اور نادان تھا۔ بارہ برس سے (۱۸۸۸ء سے) اس عاجز کا تعلق اس پاک انسان کے حلم اور کرم سے ہوا اور میں اپنی طبیعت کے لحاظ سے ایک لحظہ بھی نہیں بیٹھنے کے قابل نہ تھا۔ کردار میں گفتار میں اور مختلف معاملات میں مجھ سے بڑی غلطیاں سرزد ہوتیں۔ **اگر میرا امام پردہ پوش اور رحم نہ ہوتا تو میں کب کا ہلاک ہو چکا ہوتا۔**

اس کے اعمالِ و علم نے ہماری زود رنج چڑ جانے والی طبیعتوں کو بھی وقتی ہی رو دیا۔ کہ کوئی شکایت زبان پر لائیں اس کے اکرام اور احترام نے جو اس نے ہر وقت اپنی حرکات و سکنات میں ہماری نسبت اختیار کیا ہمارے دلوں کو مسخر کر لیا۔ مبارک ہے وہ جس نے ہمارے لئے ایسے انسان کو بھیجا۔

(۱۰ر جون ۱۹۰۰ء)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو حضور علیہ التحیۃ والسلام سے جو عشق و محبت تھی اس کا اندازہ ناممکن ہے لیکن کسی حد تک اس جذبہ محبت کا اظہار آپ کے اس شعر سے ہوتا ہے ؎

بعد از خدا بعشق محمد مخمرم
گر کفر ایں بود بخدا سخت کافرم

اسی جذب محبت کا اعتراف ایک اور مقام پر یوں فرمایا ؎

در کوئے تو اگر سر عشاق را زنند
اول کسے کہ لاف تعشق زند منم

حضرت اقدس کے کلام اور آپ کی زندگی کے واقعات میں ایسی بہت سی باتیں ملتی ہیں جو حضور کے عشق و محبت کا ایک مرقع ہیں مگر میں یہاں ان تاثرات کا ذکر کرنا چاہتا ہوں جو اس خصوص میں حضرت مخدوم الملت کے تھے۔ فرمایا:-

میں خداتعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں اور یاد رکھو میں پورے شعور اور خداتعالیٰ کو حاضر و ناظر سمجھ کر قسم کھاتا ہوں بیوقوفوں اور مغفلوں کی طرح نہیں کہ میں جو اس پاک انسان کے پاس بیٹھا ہوں وہ ایک چیز ہے جس نے میری روح کو ذوق اور لذت سے معمور کر دیا ہے وہ بات یہی ہے کہ:

اس پاک وجود میں خداتعالےٰ کے پاک دین اس کی سچی اور امین کتاب اس کے کامل اور خاتم النبیین رسول کے لئے ایک بےنظیر غیرت پاتا ہوں۔ وہاں یہی عشق و محبت کی چنگاری ہے جس نے میرے سینہ کو منور کر دیا ہے اور میں دیکھتا ہوں کہ میرے دل میں اس نے کہاں تک ترقی کی ہے۔ مجھے بھی بحیثیت ایک مسلمان کے پھر ایک محقق مسلمان کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سچی محبت اور عشق۔ کلام مجید کے ساتھ ایک دلچسپی اور اس کے لئے میرے دل میں ایک خاص قدر ہے اور نہایت غیرت ہے مگر میں نے خوب اندازہ کر کے دیکھ لیا اور میں پوری بصیرت کے ساتھ کہتا ہوں کہ۔

ایک بھی دل نہیں جو ایسا سوز اور ایسا عشق رکھتا ہو جو میرے آقا میرے ہادی و پیشوا حضرت مرزا غلام احمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دل کو ہے۔ دین کی **نصرت** اور اعلائے کلمۃ الاسلام کے لئے وہ کیا کیا بے آرامیاں سہتا اور دکھ اٹھاتا ہے میں بیان نہیں کر سکتا۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا زندہ کارنامہ

اس دن کی لذت اور ذوق سے میری روح آج تک ٹھہری ہوئی ہے جبکہ حضرت امام علیہ الصلوٰۃ والسلام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے نشہ میں سرشار ہو کر یہ کہا کہ آپ ہی ایک ایسے رسول ہیں جن کا زندہ کارنامہ ہم دنیا میں پاتے ہیں۔

میری روح اس بات کے تصور سے خوش ہوتی ہے کہ آج ساری دنیا میں سایہ اور ظل کے طور پر **خلق عظیم** ہمارے امام ایدہ اللہ کو دیا گیا ہے یہ زمانہ اس قسم کا علمی زمانہ ہے کہ اگر کوئی الماری کو چلا دے یا چوہے اور گلہری کو سانپ بنا دے تو تھوڑی دیر کے لئے لوگ حیران ہو جائیں گے۔ مگر خدا کی عظمت اور جلال اور گناہ اور ناپاکی سے نفرت پیدا نہ ہو گی۔ خداتعالےٰ نے جیسا کہ ابتداء میں قرآن کریم کا علمی اعجاز تجویز فرمایا تھا۔ اس زمانہ میں جبکہ شکوک کو کثرت ہو گئی اور خدا پرستی اٹھ گئی۔ ایسا ہی تقاضا کیا ہے کہ قرآن کریم کے رنگ میں قرآن کریم کی عظمت کو ظاہر کیا جائے۔ چنانچہ یہ معجزہ امام کے کلام قلم اور دوات میں رکھا ہے۔ یہ خدمت جو امام الزمان سے ہو رہی ہے وہی خدمت ہے جو قرآن کریم نے کی۔ جیسے قرآن کی مزدوری غیر منقطع ہے اسی طرح سلطان القلم کی مزدوری غیر فانی ہے پھر خداتعالےٰ کا کیسا احسان ہے کہ جہاں قلم کا نشان دیا اس کے ساتھ ہی اخلاق فاضلہ کا نشان عطا فرمایا تاکہ ظل اصل کے تابع ثابت ہو جائے، براہین احمدیہ میں یہ الہام پچیس برس سے درج ہے۔

انک لعلی خلق عظیم

(مارچ ۱۹۰۰ء)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر علی وجہ البصیرۃ ایمان

میں ایک شخص ہوں جو خدا کے لئے اور خدا میں ہو کر اقرار کرتا ہوں کہ میں محض راستی کی محبت اور ابتغاء وجہ اللہ کی غرض سے حضرت مرزا صاحب کی خدمت میں بیٹھا ہوا ہوں اور میری روح مجھے یقین دلاتی ہے کہ میں اس دعوے میں **علی وجہ البصیرت صادق ہوں** اگر مجھے بیت اللہ میں ایک عظیم الشان مجمع کے روبرو کھڑا کر کے رب عرش عظیم کی پُرہیبت قسم دلائی جائے تو بھی میں بلند آواز سے کہوں گا کہ میں نے دس برس کے رات دن کے

(باقی بر صفحہ ۲۷)

احمدیت یعنی پیغام اسلام

از قلم الحاج جناب شیخ [illegible] حسن صاحب چیمہ ایڈووکیٹ گجرات

استدلالی دور

آج سے ۱۰۰ سال قبل دنیا میں بالخصوص مغرب میں ایک زبردست تحریک شروع تھی۔ جو فلسفہ اور سائنس کی روشنی میں الہامی مذہب پر زبردست تنقیدی نکاہ ڈال رہی تھی۔ اور مروجہ مذاہب کی خامیوں کو واشگاف کر رہی تھی۔ اس تحریک کے سامنے عیسائیت عاجز آ رہی تھی۔ اس سے قبل کے مذاہب تو پہلے ہی اپنی استدلالی طاقت کھو چکے تھے۔ مسیحیت ایک تبلیغی مذہب تھا۔ اور جس کے داعی مختلف ممالک میں جا کر دیگر مذاہب کے پیروؤں کو اس مذہب کی قبولیت کی دعوت دے رہے تھے۔ مگر عیسائیت کے اپنے مراکز میں الحاد اور دہریت کی ایسی زبردست لہر اٹھی کہ اس کی طوفانی انگیزیوں کے سامنے پادری اور لشپ بے دست و پا ہو کر رہ گئے۔ حضرت مسیح علیہ السلام کا دوسرے انسانوں کے لئے بطور کفارہ کے مصلوب ہو جانا۔ اور انسانی فطرت کا پیدائشی طور پر گنہگار پیدا ہونا۔ اور نجات کا صرف مسئلہ کفارہ پر ایمان سے وابستہ ہونا۔ اہل علم لوگوں کو اپیل نہ کرتا تھا۔ یورپ چونکہ خیال کا مرکز تھا وہاں جو خیال پیدا ہوتا تھا وہ ساری دنیا پر چھا جاتا تھا۔ اس لئے اس تحریک کی ہمہ گیری تمام دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے گئی۔ اور تمام تعلیم یافتہ دنیا مذہب سے بیزار ہو کر انسان کے بنائے ہوئے فلسفوں کی پیروی کرنے لگی۔ خدا کا تصور دنیا سے ناپید ہونے لگا۔ اور الہامی مذہب کی گرفت ڈھیلی ہو کر رہ گئی۔ دنیا کی تاریخ میں اس سے پہلے شاید اس قسم کا علمی اور استدلالی دور انسانوں پر نہ آیا تھا۔

اسلامی دنیا کی پست حالی

عام دنیا کی تو یہ کیفیت تھی ہی۔ مگر اسلامی دنیا پستی اور زوال کے اتھاہ غار میں گرتی جا رہی تھی، شکست خوردگی، یاس قنوط نے دلوں کو پژمردہ کر دیا تھا۔ غالب اور توانا اقوام نے ممالک اسلامیہ کو اپنی محکومیت میں لیکر مسلمانوں کو مغلوب اور مقہور کر رکھا تھا۔ جہالت۔ توہم پرستی۔ افلاس۔ غربت نے مسلمانوں کے قویٰ کو مضمحل کر دیا تھا۔ عوام کی حالت تو خراب تھی ہی مگر علماء کا طبقہ بالخصوص علم، اخلاص اور روحانیت کے لحاظ سے بہت ہی گرا ہوا تھا۔ قرآن کریم کی طرف سے اس قدر تغافل تھا کہ قرآن شریف کا ترجمہ دوسری زبان میں ناجائز قرار دے دیا گیا۔ کہیں کہیں حدیث شریف کے درس ہوتے تھے مگر عام طور پر فقہی مسائل اور اختلافات میں تمام امت الجھی پڑی تھی۔ عام خیال یہ ہو رہا تھا۔ کہ آسمان سے مسیح کا نزول ہوگا۔ اور زمین پر ان کا ہمدم امام مہدی کی شکل میں پیدا ہوگا۔ تب کہیں مسلمانوں کی رستگاری ہو سکے گی۔ چودھویں صدی میں نزول مسیح اور بعثت مہدی کی امیدیں لگی ہوئی تھیں۔ اور مساجد میں اسی قسم کے وعظ ہوتے تھے کہ مہدی آخر الزمان کے ظہور کا زمانہ آ رہا ہے۔ اجتہاد، تفقہ فی الدین، درس قرآن اور اشاعت اسلام بالکل ختم ہو چکے تھے۔ جو لوگ مغربی تعلیمات سے روشناس ہو رہے تھے۔ وہ مغربی فلاسفروں کے زیر اثر مذہب کے وجود سے ہی انکاری ہو رہے تھے۔ الہام کے وجود سے جس طرح یورپ منکر تھا اسی طرح یورپ کے شاگرد مشرق میں بھی انکار کر رہے تھے۔

ظہور مسیح

غرضیکہ ایک طرف تو عام طور پر روشن خیال طبقہ لوگوں میں مذہب کے خلاف ایک زبردست رجحان رونما ہو رہا تھا۔ اور دوسری طرف عالم اسلامی میں احساس کمتری تقویت پا رہا تھا۔ ایسے حالات میں سرزمین پنجاب کے قصبہ قادیان میں ایک شخص نے یہ دعوے کر دیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مامور ہے۔ اور اس کی بعثت اصلاح خلق کے لئے حدیث مجدد کے ماتحت ہوئی ہے۔ اس کی ذات سے احیاء اسلام مقدر ہے۔ اس نے دنیا کو قرآن شریف کی تعلیمات کے سامنے جھک جانے کی دعوت دی۔ اور دنیا کے تمام مذاہب تمام ادیان۔ تمام عقلی اور ذہنی تحریکات کو للکارا۔ اور مقابلہ پر بلایا۔ اس کی للکار میں غضب کا جوش۔ اس کی پکار میں شدت کی پختگی اور غایت درجہ کا خلوص تھا۔ مگر اس کے ہاتھ میں سب سے زبردست حربہ اس کے اپنے دل کا یقین اور ذہن کی قوت استدلال تھی۔ اس نے مشرق و مغرب کو بیک وقت چیلنج کر دیا اور اسلامی فوقیت اور برتری کا غلغلہ عالم دعوے کر دیا۔ اس کی دعوت اسلام کی طرف سے کوئی معذرت نہ تھی بلکہ ایک کھلا ہوا چیلنج تھی۔

وفات مسیح علیہ السلام

حضرت مرزا صاحب کی تعلیمات کا مرکزی نقطہ وفات مسیح تھا۔ بیشمار تقریروں اور لاتعداد تحریروں میں انہوں نے حضرت مسیح کی موت کو ثابت کیا۔ مسیحی مذہب نصف صدی سے زیادہ دنیا پر چھایا ہوا تھا۔ مسیح علیہ السلام کو نصف آبادی دنیا کی خدا مان رہی تھی۔ اور خود مسلمان تمام انبیاء کو وفات یافتہ یقین کرتے تھے۔ مگر مسیح ان کی نظروں میں آسمان پر زندہ موجود تھا۔ اب مسیح الوہیت کے تخت سے اتار دیا گیا۔ اس کی اصلی تعلیم تو پہلے ہی انجیل سے نکال دی گئی۔ اب وہ تعلیم جو ان کے نام سے منسوب تھی عیاں منتشر ہونے لگی۔ مسیحی پادریوں کا رعب ختم ہونے لگا۔ اور انجیل کا اثر دلوں سے محو کر دیا جانے لگا۔ مسلمان جو اپنے عظیم الشان نبی کو زیر زمین مدفون سمجھتے تھے مگر مسیح علیہ السلام کو آسمان پر خدا تعالیٰ کے پاس زندہ موجود تسلیم کرتے تھے۔ اب خواب غفلت سے بیدار ہونے لگے قرآن شریف کی تعلیمات دنیا کے سامنے نہایت شد و مد اور شان و شوکت سے پیش کی جانے لگیں اور ہر ایک مذہب کو مقابلہ کا چیلنج دیا جانے لگا۔ ہندو مت۔ بدھ مذہب۔ عیسائیت یہودیت۔ برہمو سماج اور آریہ سماج اور یورپ کے زمانہ حال کی فلسفیانہ تحریکات سب کی سب حضرت مرزا صاحب کی تنقید کی زبردست تلوار سے کاٹی جانے لگیں۔ مسیح کی وفات سے اور یورپ میں عیسائیوں کے گھروں میں ماتم برپا ہو گیا اور مسلمان علماء کے حلقوں میں انتشار پیدا ہو گیا۔ مرزا صاحب عیسائیوں کے لئے مسیح کو قتل کرنے والے ہوئے۔ اگر مسیح کی تعلیم ہی دست ثابت ہوئی تھی کہ مسیح مر گیا تو قرآن شریف کی تعلیم کا تمام سب عالم پر چڑھاو یا مسیح وفات پا گئے اور ان کے ساتھ عیسائیت بھی ختم ہو گئی۔ وہ مسلمانوں میں مہدی آخر الزمان بن کر ظاہر ہوئے تاکہ ان کے احساس کمتری کو دور کریں۔ ان کی معذرت اور شکست خوردہ ذہنیت کو یکسر بدل دیں اور ان کے سامنے زندگی کی زندہ تعلیم پیش کر کے ان کے اندر ایمان۔ ایقان، قوت اور غلبہ پیدا کریں۔ مسیح کی وفات سے اسلام کی حیات وابستہ ہوئی۔ دنیا میں عیسائیت ہی ایک تبلیغی مذہب تھا جو سیاست کے غلبہ و اقتدار کے بل بوتہ پر مشرق میں بھی پھیلتا جا رہا تھا۔

شکست مسیحیت

پس ماندہ اقوام عیسائی مذہب کو قبول کرکے عزت و احترام کا مقام حاصل کر رہی تھیں اس لئے عیسائی مشنری دور دراز علاقوں تک پہنچ کر اور اپنے آپ کو بلا تکلف وہاں بٹھا کر اس کی اشاعت کر رہے تھے۔ بالمقابل اسلام کس مپرسی کی حالت میں تھا۔ دنیا کے درباروں میں اس کی کچھ شنوائی نہ تھی۔ خود مغربی ممالک میں عیسائیت کی جارحانہ یورشیں ہو رہی تھیں۔ افریقہ اور چین میں اس کے جوانکش مبلغ عیسائیت کا علم اٹھا کر مسیح کی خدائی کا پرچار کر رہے تھے۔ عیسائی اقوام کی مادی برتری ان کے دین کی اشاعت میں ممد و معاون تھی۔

اسلام کی منادی

ایسے حالات میں اسلام کا یہ پہلوان عیسائیوں سے [illegible] اور [illegible] سے بڑی عرصہ میں ایسے چھکے چھڑا دیئے [illegible] مرزا صاحب نے عیسائی مشنریوں کے خلاف زبردست جنگ شروع کی۔ ان کو دجال اور فتنہ گر ثابت کیا۔ ان کی بودی [illegible] کسر صلیب کی۔ دجال کا ایک نیا [illegible] سیلاب کی طرح آ [illegible] ہے۔ اور تمام ادیان باطلہ اس کی زد پر خس و خاشاک کی طرح بہہ نکلے۔ اب تو احمدی تعلیم یورپ میں بھی جا پہنچی اور ان کے استدلال کے سامنے علمائے یورپ بھی عاجز آ گئے۔ ملاحدہ یورپ اس نئے حملہ سے تلملا اٹھے۔ حضرت مرزا صاحب نے اعلان کیا کہ اسلام کا خدا ایک زندہ خدا ہے۔ **جس طرح وہ دیکھتا اور سنتا ہے۔ اسی طرح بولتا بھی ہے**

وہ اپنے بندوں سے تعلق رکھتا ہے۔ اور ان پر اسرار غیبیہ کھولتا ہے۔ انہوں نے ہزارہا پیشگوئیاں کیں جو حرف بحرف پوری ہوئیں اور ہستی باری تعالےٰ پر ایک زندہ ثبوت بن گئیں۔

حضرت مرزا صاحب کی بڑھتی ہوئی طاقت

وہ دیگر مذاہب پر ایک زلزلہ بن کر چھا گئے اور ان کی کامیابی اور استدلال کی شدت کو دیکھ کر مولوی بھی گھبرا گئے اور تکفیر کے تیر چلانے لگے۔ ان کے پاس سوائے گالی گلوچ کے کچھ نہ تھا۔ جس میں انہوں نے کوئی کسر باقی نہ رکھی۔ تاہم مرزا صاحب کے ارد گرد ایک زبردست جماعت جمع ہو گئی۔ اور وہ تبلیغی سپرٹ لے کر اٹھی ان کی کوشش اور جد و جہد سے تمام اکناف عالم میں اشاعت اسلام کے تبلیغی ادارے

اندار سے کھل گئے۔ جرمنی کے دارالخلافہ برلن میں مسجد تعمیر ہو گئی اور قرآن شریف کا ترجمہ انگریزی اور جرمن زبان میں شائع ہو گیا اور سیرت نبوی (یعنی سیرت حضرت محمد رسول اللہ صلعم) چالیس زبانوں میں ترجمہ ہو کر اشاعت پذیر ہو گئی۔ انگریز قوم تمام اقوام عالم سے زیادہ علم اور فلسفہ کے میدان میں سبقت لے جا چکی تھی۔ ادھر حضرت مرزا صاحب کے پیروان نے انگریزی زبان میں قرآن شریف کی تفسیر شائع کر دی اور ادھر ووکنگ میں اسلام کی تبلیغ کا ایک مرکزی ادارہ کھول دیا گیا اس سے انگریزوں کی آنکھیں کھل گئیں اور ان کے بڑے بڑے بشپ اور پادری اسلامی دلائل اور اسلامی تعلیم سے متاثر ہو کر حضرت محمد رسول اللہ کی غلامی میں داخل ہو گئے۔ ووکنگ اسلامی تعلیمات کا مرکز بن گیا۔ اور مرزا صاحب اسلام کے احد مناد قرار پائے۔ ووکنگ سے اسلامک ریویو کے نام سے اسلامی تعلیمات کا ایک عظیم الشان آرگن دنیا میں قرآن شریف اور اسلام کی تبلیغ کرنے لگا۔ اس کے اندر زبردست مضامین علماءِ اسلام کے قلم سے شائع ہو کر مشرق و مغرب میں روح اسلام پھیلانے لگے۔ اس سے دنیا کے دربار دل میں اسلام کے تذکرے ہونے لگے اور انسانوں کے مصائب کا علاج قرآن شریف کے اوراق میں ملنے لگا۔ برنارڈ شا ایسا فلاسفر بھی تعلیمات اسلامی سے متاثر ہو گیا۔

علماء کی مخالفت

مرزا صاحب کی اس پرجوش اور زندۂ جاوید تحریک کی علماء اسلام نے سخت سے سخت مخالفتیں کیں مگر حق کے سامنے ان کی کچھ پیش نہ جا سکی اب صرف احرار کی ایک جماعت ہے جسے سیاسی اقتدار اور غلبہ کی تمنا ہے۔ اسے پبلک میں قبولیت حاصل کرنے کے لئے کسی ہنگامہ کی ضرورت ہے۔ وہ احمدیوں کو گالیاں دے کر اور ان کے خلاف لوگوں کو بھڑکا کر اپنا نام بلند کرنا چاہتی ہے۔ درحقیقت یہ حق و باطل کا آخری معرکہ ہے۔ اور یہ بھی اب ختم ہونے کو ہے۔ احراری فتنہ پردازیاں حد اعتدال کی تمام قیود توڑ چکی ہیں اور احرار مسلمانوں میں انتشار اور اضطراب پھیلا کر اپنی طاقت بڑھانا چاہتے ہیں۔ مگر چونکہ استدلال کی طاقت نہیں رکھتے ... صرف شرارت سے میدان کو سر کرنا چاہتے ہیں۔ اس لئے کامیاب نہیں ہو رہے اب لوگ ان کی حقیقت سے بھی پوری طرح آشنا ہو رہے ہیں۔ اور ان کی چالوں سے روشن خیال طبقہ تو خوب واقف ہو چکا ہے۔ اس لئے ان کے جال میں اب لوگ نہیں پھنستے۔

فتنۂ احرار

آجکل احمدیوں کو اقلیت قرار دینے پر زور دیا جا رہا ہے۔ ان کا استدلال یہ ہے کہ قادیانی احمدی مرزا صاحب کو نبی مانتے ہیں۔ اس لئے وہ ختم نبوت کے منکر ہیں لہذا وہ کافر ہیں۔ اور انہیں مسلمان کہلانے کا کوئی حق نہیں احمدیوں کی طرف سے یہ جواب دیا جا رہا ہے کہ خود احرار ختم نبوت کے قائل نہیں۔ وہ حضرت مسیح کو زندہ مانتے ہیں اور ان کا بجسد عنصری دوبارہ نزول تسلیم کرتے ہیں۔ پس جب حضرت مسیح دوبارہ تشریف لائیں گے۔ تو وہ یقیناً نبی ہوں گے۔ کیونکہ نبی اپنے منصب سے معزول نہیں کیا جاتا البتہ مسیح کی وفات کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا

اور اگر بقول احرار حضرت مسیح آ گئے تو وہ آخری نبی ہونگے پس عملاً مسیح ہی خاتم النبیین ہوں گے اسلئے ان مولویوں کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ دوسروں کو کسی ایسے عقیدہ کی بنا پر کافر کہیں۔ جو ان کے اپنے مسلمات میں سے ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ وہ .... مرزا صاحب کو براہ راست نبی نہیں مانتے وہ ان کو امتی نبی مانتے ہیں۔ ظلی نبی۔ مجازی نبی۔ اور بروزی نبی مانتے ہیں۔ بالفاظ دیگر جس کے معنے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت میں کمالات نبوت حاصل کرنا اور یہ درحقیقت محدثیت کا مقام ہے۔ جو اس امت کے صلحا کے لئے مقدر ہے۔ بہرحال احراری آجکل اپنی ہستی کا آخری جنگ لڑ رہے ہیں۔ اور جیسا کہ ان کے ایک مولوی نے جس کا نام محمد علی جالندھری ہے کہا ہے کہ اگر مسیح علیہ السلام وفات پا گئے ہیں۔ تو مرزا غلام احمد صاحب سچے ہیں۔ دنیا وفات مسیح کی قائل ہو کر مرزا صاحب کی صداقت کی قائل ہونے والی ہے جیسا کہ ابھی علماء اظہر یونیورسٹی قاہرہ نے وفات مسیح کو تسلیم کر لیا ہے۔ پس وفات مسیح کو تسلیم کرنے کے بعد آنیوالے مسیح کو ہم صرف مجاز کے رنگ میں مسیح کہہ سکتے ہیں اور یہی مرزا صاحب کا مذہب ہے۔ . . .

وفات مسیح تحریک احمدیت کا مرکزی نقطہ

حضرت مرزا صاحب کی تعلیم کا جیسا کہ اوپر ذکر ہو چکا ہے۔ مرکزی نقطہ اب بھی وفات مسیح ہی ہے مسیح وفات پا گیا ہے۔ کیونکہ نبی کریم صلعم خاتم الانبیاء ہیں۔ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہو سکتا۔ مسیح وفات پا گیا ہے۔ کیونکہ وہ انسان تھا۔ اور ہر انسان اپنی طبعی عمر پا کر فوت ہو جاتا ہے۔ مسیح وفات پا گیا ہے۔ کیونکہ انہیں کسی شخص نے انیس سو سال سے نہیں دیکھا۔ مسیح وفات پا گیا ہے کیونکہ قرآن شریف سے ان کی وفات ثابت ہے۔ اب ان کے آنے کے متعلق توقعات ختم ہو رہی ہیں اب وعظوں میں ان کے دوبارہ آنے کی تسلیاں نہیں دی جاتیں۔ چودھویں صدی گذرتی جا رہی ہے۔ اور گو ان کے جسمانی طور پر دوبارہ آنے کے کوئی نشان موجود نہیں۔ اس کی آمد ثانی سے ایک گونہ نا امیدی ہو چکی ہے۔ مسیح کی وفات سے اسلام کی حیات وابستہ ہے۔ **اسلام کی تعلیم زندہ ہے، اسلام کا قرآن زندہ ہے اسلام کے نبی کے اسوہ زندہ ہیں کیونکہ** اوراق تاریخ میں محفوظ و مامون ہیں۔ اشاعت اسلام کی تحریک حضرت مرزا صاحب کے نام لیواؤں کی وجہ سے دنیا میں دن بدن قوت حاصل کر رہی ہے۔ اور وقت آ رہا ہے کہ خود اسلامی دنیا بیدار ہو کر قرآن شریف کی حکومت کا جوا اپنے گلے میں ڈال لے۔ اور باقی دنیا کو حلقہ بگوش اسلام بنائے۔

نہ مٹ سکنے والی جماعت

مرزا صاحب کی جماعت ایک فعال جماعت ہے حاسدان بد باطن کی جفا کاریوں سے نہیں مٹ سکتی۔ وہ دنیا میں کامیاب ہو کر رہے گی۔ ہاں اس کی ایک شاخ نے غلو کر کے اس کے خلاف عناد کے جو طوفان پیدا کر دیئے ہیں وہ ختم ہو جانے چاہئیں اور اصل تعلیم اعتدال پر مبنی تعلیم۔ حق و صداقت سے مملو تعلیم اپنی اصلی شکل میں ظاہر ہو کر دنیا کو دعوت اسلام دے تو یقین ہے کہ ناکام دنیا۔ مایوس دنیا۔ متلاشی دنیا۔ حق کی پیاسی دنیا اسلام کے آستانہ پر گرے گی۔

احمدیت پر حملوں کی شدت اور اسکا انجام

تاریخ احمدیت ہمیں بتاتی ہے کہ جوں جوں احمدیت ترقی کرتی گئی اور اس کے ذریعہ سے اسلام کی روشنی اکناف عالم میں پھیلتی گئی، توں توں اس کے اندرونی دشمنوں کی حسد کی آگ بھی تیز تر ہوتی چلی گئی اور مسلمانوں کے اندر ایک مستقل جماعت پیدا ہو گئی۔ جسے دنیا میں مشرکین کا وجود گوارا ہو گیا جسے مسیحیت سے کوئی عناد نہ رہا جسے بت پرستوں اور باطل نوازوں سے کوئی مخاصمت نہ رہی جسے خود اسلام کے اندر متعدد فرقوں سے بھی اختلاف نہ رہا۔ حالانکہ انہیں اسلام کے بنیادی اصولوں سے انحراف تھا۔ مثلاً آغا خان کی جماعت اسمٰعیلیہ۔ چکڑالویوں کی جماعت اہل قرآن جن کے نزدیک پانچ نمازیں اور تیس روزے بھی ایک بدعت تھے اور ایسا ہی اسے نیچری فرقہ سے بھی محبت ہو گئی جس فرقہ کو اصرار تھا کہ وحی باہر سے نہیں بلکہ دل کے اندر سے اٹھتی ہے۔ اور خود خارج سے اللہ تعالیٰ کا کوئی پیغام نہیں آتا۔ بلکہ انسان کے اپنے دل کی آواز ہوتی ہے۔ ایسے تمام باطل پرستوں سے اس نئی جماعت کو پوری پوری رواداری اور بے تعصبی ہو گئی مگر یہ جماعت احمدیوں کے خلاف متواتر اور مسلسل غلط بیانیوں۔ افتراپردازیوں، فتنہ طرازیوں اور بہتان طرازیوں کے تشہیر کرنے کے لئے وقف ہو گئی۔ ہر مجلس میں۔ ہر محفل میں، ہر تحریر میں ہر تقریر میں حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے خلاف زبان درازی انکا شیوہ ہو گیا۔ اور کوئی ایسی طرز جفا نہیں۔ کوئی ایسا شیوۂ جور نہیں۔ کوئی ایسا ظلم و تشدد نہیں جو اس صدی کے معصوم امام کے خلاف اس جماعت نے نہ چلایا ہو۔ مگر زمانہ یہ دیکھ کر حیرت میں کھو گیا کہ ان تمام جلادیوں، جفاجوئیوں ستم کاریوں اور مظالم کے باوجود احمدیوں کا وقار دنیا میں بڑھتا ہی چلا گیا اور آخر احمدیت کی یہ معاند جماعت خود مسلمانوں کی نظروں سے گرنے لگی اور پاکستان کے اندرونی انتشار کا موجب قرار دی گئی اور حال ہی میں حکومت ان کے سرکردہ لوگوں کو پابند سلاسل و اغلال کرنے پر مجبور ہو گئی۔ اب نہایت حوصلہ اور یقین سے یہ پیشگوئی کی جا سکتی ہے کہ انشاءاللہ تعالیٰ مسلمانوں کے دل احمدیہ جماعت کی طرف راغب ہونے لگیں گے اور لوگ اس کی خدمات دینی کو نہایت شکرگزاری کے ساتھ تسلیم کریں گے اور احمدیوں کی تعداد میں دن بدن اضافہ ہوتا جائیگا۔ اور اسلامی دنیا اسی تحریک میں اسلام کی کامیابی اور کامگاری کے نشان دیکھے گی بشرطیکہ قادیانی گروہ بھی اپنے جذبۂ خلوص اور بے لوث شوق خدمت اور کوہ وقار ایثار اور قربانی میں کوتاہی نہ کرے اور جماعت کے اندر علم دوست اصحاب اور جستجو اور تحقیقات کرنے والے علماء اور زمانہ حال کے نبض شناس رہنما پیدا ہوتے رہیں۔ اے خدا اپنی اس قلیل جماعت کی ہمت اور استقلال اور جذبۂ ایثار میں اضافہ فرما اور اسے دنیا میں جہالت اور گمراہی کو دور کرنیکا موجب اور اسلام کی تقویت اور غلبہ کا ذریعہ بنا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اخلاقِ فاضلہ اور دشمنوں سے نیک سلوک

میرزا مسعود بیگ صاحب احمدیہ بلڈنگس لاہور

ایڈیٹر صاحب پیغام صلح بعض ناگزیر مواقع کی وجہ سے ۲۶ مئی کو اخبار کا "مسیح موعود نمبر" شائع نہ کر سکے۔ اب انہوں نے ۲ر جولائی کا پرچہ اسی غرض کے لئے مخصوص فرمایا ہے اور مضمون لکھنے کی فرمائش کی ہے۔ راقم نے ان کے ارشاد کی تعمیل میں موضوع کے انتخاب پر جب غور کیا تو خیال آیا کہ گذشتہ دو تین سالوں میں "مسیح موعود نمبر" میں حضرت اقدس کے اخلاق حسنہ اور اپنے دشمنوں سے حسن سلوک کے موضوع پر راقم نے کچھ روشنی ڈالی تھی اب کسی قدر اس امر پر روشنی ڈالی جائے کہ مخالفین سلسلہ اور اپنے دشمنوں کے ساتھ حضرت مسیح موعودؑ نے کیا سلوک کیا اور آپ کا رویہ معاندین کے بالمقابل کس حد تک بلند اخلاق اور مامورانہ شان کا مظہر تھا۔

ایک غلط اعتراض

حضرت امام زمان پر اکثر جو اعتراضات کئے جاتے ہیں، ان میں سے یہ اعتراض باربار دہرایا جاتا ہے کہ آپ نے اپنے مخالفین کے حق میں بہت ناروا الفاظ استعمال کئے ہیں اور انہیں سب و شتم کیا اور گالیاں دیں اور حضرات علماء کی شان میں گستاخی کی وغیرہ ذالک۔ لیکن یہ اعتراض حقیقت حال کے خلاف ہے اور یہ بات پیش کرنے والا معترض حضرت اقدس سے سخت ناانصافی کرتا ہے۔ ایک مخالف جب دلائل سے تہیدست اور لاجواب ہو جاتا ہے تو پھر وہ اس قسم کے اعتراض کرتا ہے جو لوگوں کو بھڑکانے والے ہوتے ہیں کہ حضرت مرزا صاحب نے عیسیٰ علیہ السلام کی توہین کی اور حضرت امام حسین علیہ السلام کا صحیح رنگ میں احترام نہیں کیا اور مولویوں کو گالیاں دیں اور جہاد کو حرام کیا وغیرہ۔ ان اعتراضات کی حیثیت بالکل ایسی ہے جیسے دشمنان اسلام مذہب حقہ کے خلاف اعتراض کرتے ہیں کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا اور پیغمبر اسلام (صلی اللہ علیہ وسلم) نے بہت سی شادیاں کیں وعلیٰ ہذا القیاس، حالانکہ اسلام کی سچائی روز روشن کی طرح ظاہر ہے لیکن یہ اعتراضات ابھی تک چل رہے ہیں۔ یہی حال حضرت اقدس کے خلاف اس اعتراض کا ہے کہ آپ نے مخالفین کو گالیاں دیں۔

اصل حقیقت یہ ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ نے جو کچھ رقم فرمایا وہ محض ابطال باطل اور احقاق حق کے لئے خدا کے منشاء کے مطابق اور لوجہ اللہ تحریر فرمایا، اس میں آپ کے نفس اور جذبات و خواہشات کو کچھ دخل نہ تھا اور اپنے موقعہ و محل کے مطابق وہ بالکل مناسب اور موزون تھا۔ ورنہ تمام بنی نوع انسان کے لئے آپ کے دل میں گہری ہمدردی اور محبت کے جذبات تھے اور آپ مخلوق خدا کے دلی خیر خواہ تھے اور شب و روز ان کی بھلائی اور فلاح و بہبود کے لئے کوشاں تھے۔

اور بندگان خدا کا اس طور پر غم کھاتے تھے جو ان الفاظ سے ظاہر ہے:-

بدیں شادم کہ غم از بہر مخلوق خدا دارم
ازیں در لذتم کز درد می خیزد ز دل آہم

مرا مقصود و مطلوب و تمنا خدمت خلق است
ہمیں کارم ہمیں بارم ہمیں رسمم ہمیں راہم

دل و جانم چناں مستغرق اندر فکر او شان است
کہ نے از دل خبر دارم نہ از جانِ خود آگاہم

حضرت کی قلبی کیفیت

اس قلبی کیفیت کا انسان جوش اور غضب سے مغلوب نہیں ہو سکتا اور نہ کسی کے درپے آزار ہو سکتا ہے بلکہ وہ سب کا ہمدرد اور دنیا جہان کے غم میں اپنے آپ کو گھلا دینے والا وجود ہی ہو سکتا ہے۔ مخالفین کے بالمقابل آپ کا رویہ حضرت مولانا عبد الکریم صاحب مرحوم کے ان الفاظ سے واضح ہوتا ہے جو آپ نے "سیرت مسیح موعود" میں تحریر فرمائے:-

"مخالفوں کی منفی اور متمرد دل آزار کوششوں کے مقابل میں آپ کا حیرت انگیز صبر اور حلم اور ثبات دیکھی ہے کبھی آپ نے خلوت میں یا جلوت میں ذکر تک نہیں کیا کہ فلاں شخص یا فلاں قوم نے ہمارے خلاف یہ ناشائستہ حرکت کی اور فلاں نے زبان سے یہ نکالا، میں صاف دیکھتا تھا کہ آپ ایک پہاڑ ہیں کہ ناتوان پست ہمت چوہے اس میں سرنگ کھود نہیں سکتے۔"

پھر فرماتے ہیں:-

"مجلس میں آپ کسی دشمن کا ذکر نہیں کرتے اور جو کسی تحریک سے ذکر آ جائے تو برے نام سے یاد نہیں کرتے۔ یہ ایک بین ثبوت ہے کہ آپ کے دل میں کوئی جلانے والی آگ نہیں ورنہ جس طرح کی ایذا قوم نے دی اور جو سلوک مولویوں نے کیا ہے اگر آپ واقعی اسے ایک دنیادار کی طرح محسوس کرتے تو رات دن کڑھتے رہتے اور اسی پھیر کر اسی کا مذکور درمیان میں لاتے اور یوں تمام پریشان ہو جاتے اور کاروبار میں خلل آ جاتا۔ ......

ایک روز فرمایا میں اپنے نفس پر اتنا قابو رکھتا ہوں اور خدا تعالیٰ نے میرے نفس کو ایسا مسلمان بنایا ہے کہ اگر کوئی شخص ایک سال بھر میرے سامنے بیٹھ کر میرے نفس کو گندی سے گندی گالیاں دیتا رہے آخر وہی شرمندہ ہوگا اور اسے اقرار کرنا پڑے گا کہ وہ میرے پاؤں جگہ سے اکھاڑ نہ سکا۔"

اس اخلاق کے انسان کو یہ کہنا کہ وہ معاذ اللہ بدگو اور دشنام دہ اور مغلوب الغضب تھا صریح جھوٹ اور جاذبِ تنفر کے مرادف ہے۔ حضرت اقدس کے ان اخلاق کی اغیار اور اشد مخالفین نے بھی گواہی دی ہے۔ فروری ۱۸۹۲ء کا ذکر ہے کہ حضرت اقدسؑ لاہور میں محبوب رایوں کی حویلی میں قیام فرما تھے۔ راقم کے عم مرحوم و مغفور مرزا یعقوب بیگ صاحب کا چشم دید بیان ہے کہ ایک روز جب حضرت اقدس کچھ لوگوں سے گفتگو فرما رہے تھے ایک شخص نے آکر آپ کو گالیاں دینی شروع کر دیں۔ حضرت مسیح موعود خاموش سر جھکائے سنتے رہے اور وہ شخص بکتا رہا۔ جب وہ خاموش ہوا تو آپ نے فرمایا "کچھ اور بھی کہنا ہے تو کہہ دو"۔ اس پر ایک ہندو نے جو مجلس میں موجود تھا فوراً کہا کہ حضرت مرزا صاحب اپنے مشن میں ضرور کامیاب ہوں گے کیونکہ حضرت مسیحؑ کے حلم اور بردباری کا قصہ بائیبل میں پڑھا ہی تھا مگر ایسا نمونہ آج دیکھنے میں آیا ہے۔

ہمارے حضرت اقدس مخالفین کی گالیوں پر صرف خاموش ہی نہیں رہتے تھے بلکہ فرماتے ہیں:

گالیاں سن کر دعا دو پا کے دکھ آرام دو
کبر کی عادت جو دیکھو تم دکھاؤ انکسار

اے مرے پیارے شکیب و صبر کی عادت کرو
وہ اگر پھیلائیں بدبو تم بنو مشکِ تتار

جس نے نفس و دل کو ہمت کر کے زیر پا کیا
چیز کیا ہیں اس کے آگے رستم و اسفندیار

خیر خواہی میں جہاں کی خوں کیا ہم نے جگر
جنگ بھی تھی صلح کی نیت سے اور کیں سے فرار

پس اگر حضرت اقدسؑ نے کسی سے سختی کی بھی تو ہمدردی اور خیر خواہی کی غرض سے کی اور اگر جنگ کی تو وہ بھی صلح کی نیت سے کی۔ کینہ اور بغض کو اس میں قطعاً دخل نہ تھا۔

آپ کے حسن اخلاق کی چند مثالیں

ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک اور دیگر عیسائی پادریوں کی سازش سے جب حضرت مسیح موعود پر اقدام قتل کا مقدمہ بنایا گیا تو مسلمان مولویوں نے عیسائیوں کا ساتھ دیا اور رات دن اس کوشش میں لگے رہے کہ کسی طرح حضرت اقدس کو ہتھکڑی لگ جائے، وہ سزا پا جائیں اور جیل میں جائیں، اسلام اور عیسائیت کی جنگ میں مولوی حضرات نے بجائے اسلام کے پہلوان کا ساتھ دینے کے محض اپنے بغض اور تعصب اور نفسانیت کی وجہ سے مخالفین اسلام کا ساتھ دیا اور اس پہلوان کو پچھاڑنے کے درپے ہو گئے، ان مولوی حضرات میں مولوی محمد حسین بٹالوی پیش پیش تھے۔ چنانچہ وہ استغاثہ کے گواہ بن کر حضرت اقدس کے خلاف گواہی دینے اور اقدام قتل کو ثابت کرنے کے لئے عدالت میں آئے۔ شہادت کے دوران میں جب

عزت اقدس کے وکیل مولوی فضل الدین صاحب لاہوری نے
لوی محمد حسین صاحب پر جرح شروع کی تو دوران جرح میں مولوی
ضل دین صاحب نے مولوی محمد حسین صاحب پر ایک ایسا سوال
یا جس سے ان کی نسبی شرافت اور کیرکٹر پر دھبہ لگتا تھا۔ جب
سوال ہوا تو حضرت مسیح موعودؑ نے فوراً مولوی فضل دین صاحب
درروک دیا اور فرمایا کہ آپ ہرگز ایسے سوال کی اجازت
یں دیتے۔ اللہ اکبر! کیا بلند اخلاق ہے! ایک شخص آپ
ی جان کا دشمن ہے، آپ کی بے آبروئی کا خواہاں اور آپ
و جیل میں بھجوانے کے درپے ہے لیکن آپ اس سے کوئی
نتقام لینے کے خواہاں نہیں۔ بلکہ بالواسطہ اور کسی غیر متعلق
عتراض کے تحت بھی اپنے اشد ترین مخالف کی جس نے سب
سے پہلے آپ کے خلاف فتویٰ کفر تیار کیا اور رات دن
پ کی ایذا دہی میں مصروف رہتا ہے کی بے عزتی اور بے
ٓبروئی پسند نہیں کرتے ورنہ لوگ عدالتوں میں جاکر ایک دوسرے
کے خلاف کیا کچھ نہیں کہتے؟

انہی مولوی محمد حسین صاحب کی آخری عمر میں یہ حالت
وئی کہ ان کی لیڈرشپ ختم ہوگئی، اور علماء میں جو سرکردگی انہیں
اصل تھی وہ جاتی رہی آپکا رسالہ "اشاعۃ السنۃ" ختم ہوگیا اور
س دوران کا یہ عالم تھا کہ مولوی صاحب ایک مضمون شائع
رانا چاہتے تھے لیکن کوئی اخبار اسے شائع کرنے کے لئے
مادہ نہ ہوتا تھا۔ حضرت اقدسؑ کو جب اس بات کا علم ہوا تو
پ نے مولوی صاحب کو کہلا بھیجا:-

آپ ہمارے پاس قادیان آجائیں ہم
آپ کے مضمون کی کتابت کروا دیتے ہیں
اور چھپوا بھی دیتے ہیں"

لوی صاحب کو اپنا سلوک یاد تھا اور وہ بوجہ شدید ندامت
ضرت صاحب کے پاس نہ گئے مگر امام زمان نے ان سے وہی
سلوک کیا جو ان کے بلند اخلاق کے شایاں تھا۔

مرزا نظام الدین اور امام الدین آپ کے قریبی ہونے
کے باوجود اشد مخالف تھے اور طرح طرح کی تکلیفیں آپ کو
تے اور حد درجہ کا کینہ اور بغض آپ سے رکھتے تھے۔ ان لوگوں
نے مسجد مبارک کے راستہ میں دیوار کھینچ کر حضرت کے
رام کی آمد و رفت بند کر دی جس سے حضرت صاحب اور
پ کے دوستوں کو بہت تکلیف پہنچی۔ قریب دو سال اس
کے متعلق مقدمہ چلتا رہا جس میں ان لوگوں کے خلاف فیصلہ
ا اور دیوار سرکاری حکم سے گرائی گئی اور مقدمہ کا خرچہ ان
لوگوں پر پڑا۔ انہوں نے حضرت صاحب کی خدمت میں خرچ
مقدمہ معاف کئے جانے کی درخواست کی اور حضرت صاحب
نے اس قدر لمبے عرصہ تک تکلیف اٹھانے اور ان لوگوں کی
حد درجہ ایذا اور مسلسل شرارتوں کے باوجود انہیں خرچہ معاف
کر دیا۔

یہی مرزا نظام الدین ایک مرتبہ سخت بیمار ہو گئے
ور حالت ایسی خراب ہوئی کہ ان کے گھر والے گھبرا گئے۔
ضرت اقدس کو جب علم ہوا تو آپ خود ان کے گھر تشریف
لے گئے اور ان کا مناسب علاج معالجہ کرتے رہے۔ آپ
کے اخلاق حسنہ کی ایسی اور کئی مثالیں ہیں جو بخوف طوالت نظر
انداز کی جاتی ہیں۔

مذاہب غیر کے لوگوں سے آپ کا سلوک

حضرت مرزا صاحب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشق
صادق اور اسلام کے جاں نثار فدائی تھے۔ رات دن ایک
ہی شغل اور ایک ہی انہماک تھا کہ محمد رسول اللہ صلعم کی عظمت
اور قرآن کی صداقت دنیا پر ثابت ہو جائے اور تمام بنی نوع
انسان نبی کریم صلعم کی غلامی کا جؤا پہنیں اور مسلمان ہو جائیں۔
اس لئے آپ نے ہر دشمن اسلام کو للکارا اور تمام مذاہب
غیر پر اتمام حجت کیا۔ آپ کی غیرت اسلامی کا یہ عالم تھا کہ دنیا
کے دور دراز حصوں میں بھی اگر کسی شخص کے قول و فعل سے
اسلام اور محمد رسول اللہ صلعم کی ہتک ہوتی نظر آتی تو آپ بیتاب
ہو جاتے اور جب تک اتمام حجت نہ کر لیتے آپ کو چین نہ آتا
امریکہ میں ڈاکٹر ڈوئی نے نبوت کا دعوےٰ کیا تو آپ نے پہلے
اسے دعوت مباہلہ دی اور پھر اس کی ہلاکت کی پیشگوئی کی
جو پوری ہوئی۔ انگلستان میں ایک شخص پگٹ نامی نے خدائی
کا دعویٰ کیا تو آپ نے اسے للکارا اور اسے تنبیہ کرتے کے
بعد اس کے نابود ہو جانے کی پیشگوئی کی۔ اپنے ملک
ہندوستان میں ہر دشمن اسلام کا آپ نے مقابلہ کیا اور
پنڈت لیکھرام اور پادری آتھم اور دیگر دشمنان اسلام کو
جو نبی کریم صلعم کی توہین کرنے والے اور حضورؐ کو گالیاں دینے
والے تھے کیفر کردار کو پہنچایا۔ لیکن ان تمام امور کے باوجود
آپکا دل اعلیٰ درجہ کی انسانیت سے لبریز تھا اور بنی نوع کی
ہمدردی کا جذبہ بھی اپنا کام کر رہا تھا۔ چنانچہ جب لیکھرام کے
قتل ہونے کی خبر قادیان میں آئی تو آپ نے فرمایا:-

"میں اگر موقعہ واردات پر ہوتا تو اسے
بچانے کی کوشش کرتا کہ یہ انسانی
فرض ہے"

اس سے معلوم ہوا کہ آپ کو اپنے نفس کی خاطر کسی سے دشمنی
نہ تھی۔ دشمنی اگر تھی تو حق کی خاطر باطل سے تھی۔ آپ باطل
کا سر کچلنے کے لئے مامور تھے۔ لیکن اس جنگ کے دائرہ
سے باہر آپ سراپا متواضع اور ہر فرد بشر سے خواہ وہ
دوست ہوں یا دشمن نیک سے نیک سلوک کرنے کو تیار
رہتے تھے اور اسے تقاضائے انسانیت اور انسانی فریضہ
قرار دیتے تھے۔

اسی انسانی فریضہ کی تلقین اپنے دوستوں کو بھی فرمایا
کرتے تھے۔ عم مرحوم ڈاکٹر یعقوب بیگ صاحب نے
جب ڈاکٹری کا امتحان پاس کیا تو انہیں اپنی کامیابی کی اطلاع
قادیان ہی میں موصول ہوئی اور ساتھ ہی لاہور کے میو ہسپتال میں
ہاؤس سرجن کے طور پر تعیناتی کا حکم موصول ہوا۔ حضرت اقدس
نے انہیں روانگی کے وقت یہ نصیحت فرمائی کہ خدا نے انہیں
اپنی مخلوق کی خدمت کے لئے طب کا علم عطا فرمایا ہے۔
اس لئے وہ علاج کرتے وقت امیر غریب، مسلمان اور کافر
دوست اور دشمن میں قطعاً کوئی تمیز نہ کریں اور سب انسانوں
کا یکساں ہمدردی اور توجہ سے علاج کریں۔ مرحوم ڈاکٹر صاحب
نے بھی ساری عمر اس نصیحت پر خوب عمل کیا اور اپنے مرشد
کی صافی باطنی کے لئے ایک دلیل پیدا کی۔

الغرض حضرت مسیح موعودؑ نے اپنے اشد مخالفوں
اور جانی دشمنوں سے بھی ہمیشہ فیاضانہ اور نہایت نیک سلوک
کیا اور اپنے مامورانہ اخلاق کا کمال مظاہرہ فرمایا۔ دوست
تو دوست بدترین دشمنوں نے بھی آپ کے اخلاق فاضلہ
حسن سلوک اور پاک سیرت کی گواہی دی۔ مضمون ختم کرنے
سے قبل حضرت مولانا عبدالکریم صاحب مرحوم و مغفور کا ایک
اقتباس جو اس بات پر خوب روشنی ڈالتا ہے قابل ملاحظہ
ہے:-

"آپ کے تعلقات غیر قوموں سے ایسے ہیں کہ
اس سے بہتر ممکن نہیں۔ ہر ایک کی بہتری چاہتے
ہیں خواہ وہ کسی مذہب کا ہو۔ کافۂ بنی نوع کی بہبود
آپ کا قبلۂ ہمت اور نصب عین فرض ہے۔ قادیان
کے ہندو ہر ایک مصیبت کے وقت آپ کے وجود
میں امین اور مفید صلاح کار پاتے ہیں۔ مذہب کے
لحاظ سے یہاں کے ہندو اور آریہ اسلام کے مخالف
ہیں اور حضرت کو عظیم الشان اور پختہ مسلمان تسلیم
کرتے ہیں اور مذاہب باطلہ کی بیخکنی کرنے والا
دل سے یقین کرتے ہیں۔ مگر حضرت کوئی دوا
بتائیں تو اس پر ایک رشی سے کمتر یقین نہیں رکھتے"

آپ کی للہیت، خلوص اور پاکیزگی پر کتنی بڑی شہادت ہے کہ اشد
مخالف اور معاندین بھی آپ کو امین سمجھتا ہے اور آپ کی بتائی
ہوئی بات کو ایک رشی کی بات یقین کرتا ہے! دشمنوں کا
اپنی حاجت براری کے لئے آپ کے پاس دوڑتے آنا آپ
کی صافی باطنی اور صداقت کی واضح دلیل ہے۔ کسی جھوٹے
اور ریاکار دنیادار کے پاس لوگ یوں کھنچے ہوئے نہیں آتے
حضرت شیخ سعدی رح نے کیا خوب فرمایا ہے ؎

ہر کجا چشمۂ بود شیریں
مردم و مور و ملخ گرد آیند
کسے نہ بیند کہ تشنگانِ حجاز
بر لب آب شور گرد آیند

خسارہ بجٹ

باوجود تاکیدی خطوط اور اخبار میں بار بار تحریک کے
ابتک بعض جماعتوں اور بعض احباب نے خسارہ بجٹ
فنڈ کی طرف توجہ نہیں فرمائی ایسے تمام احباب اور جماعتوں
کی طرف پھر خطوط تحریر کئے جا رہے ہیں۔ یہ ایک اہم قومی کام
ہے جس میں بلا استثنا ساری جماعتوں کو حصہ لینا چاہیئے جبتک
ساری قوم اس میں حصہ نہیں لیگی اس وقت تک مجموعی رقم کا پورا
ہونا مشکل نظر آتا ہے۔ حضرت صاحب صدر نے خود پچاس ہزار کا وعدہ کرکے
قوم کا بہت سا بوجھ ہلکا کر دیا ہے۔ اگر جماعتیں بقیہ پچاس ہزار
پورا کر دیں تو خدا کے فضل سے انجمن کی بہت سی مشکلات رفع
ہو جائیں اسلئے جملہ احباب کی خدمت میں گذارش ہے کہ وہ
خود بھی اس تحریک میں شمولیت فرمائیں اور اپنے دوستوں اور
عزیزوں کو بھی تحریک کرکے اس کام کو پایۂ تکمیل تک پہنچائیں ؎

بہ کریماں کارہا دشوار نیست

مرتضیٰ خاں اسسٹنٹ سیکرٹری تحصیل

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سکھ مذہب سے متعلق تحقیقات

از عباداللہ صاحب گیانی امرتسری

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسلام کی تائید میں جو شاندار خدمات سر انجام دی ہیں۔ وہ اپنی مثال آپ ہیں حضور نے نہ صرف یہ کہ اسلام کا دفاع ہی کیا بلکہ غیر مذاہب کی چھان بین بھی کی۔ جس سے ان لوگوں کو جو اسلام پر بڑھ بڑھ کر حملے کرتے تھے۔ لینے کے دینے پڑ گئے۔ آپ نے اگر ویدک دھرم کی طرف توجہ کی تو آریہ سماجیوں کے طوطے اُڑ گئے۔ اور ان کے بیت اللہ پر اوم کا جھنڈا لہرانے کے منصوبے خاک میں مل گئے۔ انہیں اوم کا جھنڈا اپنے گھر میں بھی سنبھالنا مشکل ہو گیا۔ اگر حضور نے عیسائیت پر نظر کی تو کلیسا کی بنیادیں ہل گئیں اور ربنا المسیح ربنا المسیح کے نعرے لگانے والے عیسائی پادری اور منا دم بخود ہو کر رہ گئے۔ اگر حضور نے سکھ مذہب سے متعلق قلم اُٹھایا تو اسے چاروں شانے چت گرا دیا۔

سکھ لوگ جناب بابا نانک صاحب کو بغیر کسی دلیل اور ثبوت کے سکھ مذہب کا بانی اور اپنا پہلا گورو تسلیم کرتے تھے۔ حضور نے بابا صاحب سے دو مرتبہ بذریعہ کشف ملاقات کی اور ان سے ان کے مذہب کے متعلق براہ راست واقفیت حاصل کی چنانچہ حضور کا ارشاد ہے:۔

میں نے دو مرتبہ باوا نانک صاحب کو کشفی حالت میں دیکھا ہے۔ اور ان کو اس بات کا اقراری پایا ہے کہ انہوں نے اسی نور سے حاصل کی تھی نفوذیت اور جھوٹ بولنا مردار خوروں کا کام ہے۔ میں وہی کہتا ہوں کہ جو میں نے دیکھا ہے۔ اسی وجہ سے میں بابا نانک کو عزت کی نظر سے دیکھتا ہوں۔ کیونکہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ وہ اسی چشمہ سے پانی پیتے تھے جس سے ہم پیتے ہیں۔ اور خدا تعالے جانتا ہے کہ میں اسی معرفت سے بات کر رہا ہوں کہ جو مجھے عطا کی گئی ہے"

(اشتہار ۱۸ر اپریل ۱۸۹۷ء)

یاد رہے کہ حضور نے پہلا کشف ۱۸۷۵ء میں (ملاحظہ ہو ست بچن صفحہ ۲۹ اور دوسرا کشف ۱۸۷۲ء میں (ملاحظہ ہو نزول المسیح صفحہ ۲۰۴) دیکھا تھا۔

میں کسی اور بات کے بیان کرنے سے قبل یہ عرض کر دینا مناسب خیال کرتا ہوں کہ سکھ ودوانوں کے نزدیک فوت شدہ لوگوں سے کشف وغیرہ کے ذریعہ مل کر براہ راست علم حاصل کرنا اور ان کے عقاید کا پتہ لگانا نہ صرف یہ کہ ممکن ہے بلکہ حقیقت معلوم کرنے کا صحیح طریق ہے (ملاحظہ ہو گور پرتاب سورج گرنتھ سپجاوت بھائی ویر سنگھ ڈی لٹ صفحہ ۲۰۹۱) و نانک چمتکار صفحہ ۔ و گوردھام صفحہ ۲۰ و گور دگر نتھ صاحب سٹیک مترجم پنڈت نارائن سنگھ دیباچہ صفحہ ۲۱) حضور نے ان کشوف کی بنا پر سب سے پہلے ۱۸۷۲ء میں بابا صاحب کے اسلام کا اعلان زبانی طور پر فرمایا۔ (ملاحظہ ہو نزول المسیح صفحہ ۲۰۴) اسکے بعد ۱۸۸۶ء میں حضور نے اپنی مشہور و معروف کتاب سرمہ چشم آریہ شائع فرمائی۔ اس میں حضور نے بابا صاحب کے اسلام کا اعلان مندرجہ ذیل الفاظ میں فرمایا ہے:۔

گورو صاحب نے جا بجا وید کی مخالفت کی ہے اور جہاں تک ان کی علمی حیثیت تھی انہوں نے اسلام کے عقائد کو پسند کیا ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ نانک صاحب حسب تعلیم قرآن شریف خدا تعالیٰ کے خالق اور رب العالمین ہونے پر ایمان لے آئے تھے"

(سرمہ چشم آریہ صفحہ ۱۳)

اس کے بعد حضور نے ۱۸۹۵ء میں سکھوں کے لئے ایک مستقل کتاب ست بچن کے نام پر شائع کی۔ اس میں بابا صاحب کے اسلام کا مندرجہ ذیل الفاظ میں اعلان فرمایا:۔

"ہماری رائے بابا نانک صاحب کی نسبت یہ ہے کہ بلاشبہ وہ سچے مسلمان تھے۔ اور یقیناً وہ وید سے بیزار ہو کر کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ سے مشرف ہو کر اس نئی زندگی کو پا چکے تھے جو بغیر خدا تعالے کے پاک رسول کی پیروی کے کسی کو مل نہیں سکتی"

(ست بچن صفحہ ۲۹)

حضور کے یہ اعلانات محض رسمی نہ تھے۔ اور نہ ان کی بنیاد کسی سنی سنائی بات پر تھی۔ بلکہ ان کے پیچھے ایک لمبے عرصہ کی تحقیقات تھی۔ چنانچہ حضور نے خود ہی فرمایا ہے:-

" واضح ہو کہ ہمیں باوا صاحب کے کلمات کا بخوبی علم ہے اور ہم نے تقریباً تیس برس تک یہ شغل رکھا ہے"

(ست بچن صفحہ ۲۴ حاشیہ)

ان حوالجات سے ظاہر ہے کہ حضور کی تصنیف ست بچن حضور کی تیس سالہ تحقیقات کا خلاصہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہ مختصر کتاب سکھ مذہب کا انسائیکلوپیڈیا کہلانے کی مستحق ہے۔ تمام لوگوں کا تو یہ خیال ہے کہ اس میں حضور نے بابا صاحب کا اسلام ثابت کیا ہے اور یہ درست ہے کہ اس میں باوا صاحب کے اسلام پر تفصیل سے بحث کی گئی ہے۔ اور تمام دلائل کو ایک جگہ جمع کر دیا گیا ہے۔ لیکن اس سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ اس میں حضور نے سکھ مذہب سے متعلق بیسیوں اور مسائل بیان فرمائے ہیں۔ میں نے ست بچن کو کئی بار پڑھا ہے اور اکثر پڑھتا رہتا ہوں۔ اور ہر بار اس میں سے نئے نئے مضامین میرے سامنے آتے ہیں۔ گویا ست بچن کی ایک ایک سطر میں کئی کئی سو صفحات کی کتاب بند پاتا ہوں۔ اور متعدد ایسے مسائل بھی اس میں موجود ہیں، جنہیں موجودہ زمانہ کے سکھ ودوان انہی الفاظ میں بیان کرتے ہیں جن میں کہ حضور نے انہیں تحریر فرمایا ہے، گویا جب کوئی سکھ ودوان قلم ہاتھ میں لیتا ہے تو خدا کے فرشتے اس کا ہاتھ پکڑ لیتے ہیں۔ اور اس سے وہ باتیں لکھواتے ہیں جن سے ست بچن کی تائید ہو یہ ایک لمبی تفصیل ہے جس پر میں پھر کبھی روشنی ڈالنے کی کوشش کروں گا۔

الغرض ست بچن کتاب حضور کی صداقت کا ایک بہت بڑا ثبوت ہے۔ خود حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی اسے اپنا ایک نشان بیان فرمایا ہے (ملاحظہ ہو انجام آتھم ضمیمہ صفحہ ۳)

اس کے علاوہ حضور نے اپنی دوسری مقدس کتب میں بھی سکھ مذہب کے متعلق تحریر فرمایا ہے۔ اور بابا صاحب کا اسلام مختلف رنگوں سے لوگوں کے سامنے پیش کیا ہے۔ چنانچہ ۱۸۹۷ء میں تو حضور نے سردار راجندر سنگھ صاحب خالصہ بہادر کے نام مباہلہ کا اشتہار بھی شائع کیا تھا اور پانچسو روپیہ نقد انعام بھی مقرر کیا تھا مگر خالصہ بہادر کو خدا کے شیر کے مقابلہ پر آنے کی جرأت نہ ہوئی۔ اس کے بعد ۱۸۹۸ء میں حضور نے کتاب معجزۃ الاسلام کی اشاعت فرمائی۔ اس کے صفحہ ۱۹ پر بابا صاحب کے اسلام کا تذکرہ کیا۔ ۱۸۹۹ء میں حضور کی کتاب تریاق القلوب شائع ہوئی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اس میں بھی بابا صاحب کے اسلام کا اظہار کیا گیا۔ ۱۹۰۲ء میں "نزول المسیح" حضور نے شائع کی اس میں بھی بابا صاحب کو مسلمان ثابت کیا گیا (ملاحظہ ہو نزول المسیح صفحہ ۲۰۴) ۱۹۰۸ء میں آپ سے ایک سکھ ملنے کے لئے قادیان آیا۔ آپ نے دوران گفتگو میں اس کے سامنے بھی بابا صاحب کا مسلمان ہونا پیش کیا۔ (ملاحظہ ہو اخبار الحکم ۶ اکتوبر ۱۹۰۶ء) ۱۹۰۷ء میں حضور کی کتاب حقیقۃ الوحی شائع ہوئی اس کے صفحہ ۱۲۱ پر بھی بابا صاحب کا مسلمان ہونا مرقوم ہے۔

۱۹۰۸ء میں آپ نے چشمہ معرفت کو شائع کیا اس میں بھی آپ نے سکھ کتب کے حوالجات سے بابا صاحب کا مسلمان ہونا ثابت کیا۔ نیز اس میں گوردوارہ ہرسہائے میں بابا صاحب کی یادگار کے طور پر رکھی ہوئی حمائل شریف کی تحقیق کے لئے حضور نے ایک وفد خاص طور پر گوردوارہ ہرسہائے ضلع فیروزپور بھیجا۔ وفد کے ممبروں نے وہاں جا کر حمائل شریف کو مختلف مقامات سے پڑھ کر بھی دیکھا۔ جماعت احمدیہ کے اس وفد سے متعلق ایک سکھ ودوان نے بیان کیا ہے:۔

وفد کے تمام ممبر تعلیمیافتہ تھے۔ قرآن ان کی زبان کی نوک پر تھا۔ پوتھی صاحب کو دیکھ کر اسے قرآن کہنے میں انہیں کوئی مغالطہ نہیں لگا"

ترجمہ از براہین بیڑاں صفحہ ۱۸)

ایک اور سکھ ودوان نے لکھا ہے :-

"اس پوتھی کا جب جماعت احمدیہ کے ایک وفد نے ملاحظہ کیا تو اس نے گورو نانک صاحب کے مسلمان ہونے کا یقینی ثبوت پریس میں پیش کیا"

(ترجمہ از رسالہ پریت لڑی جون ۱۹۴۵ء)

اس کے بعد حضور نے اپنی آخری تصنیف "پیغام صلح" میں بھی بابا صاحب کے اسلام کا اعلان فرمایا :-

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اس تحقیقات نے سکھ مذہب کی بنیادیں ہلا دیں۔ یہ ایک صاف بات ہے کہ اگر بابا صاحب مسلمان تھے تو وہ کسی نئے مذہب کے بانی نہیں ہو سکتے۔ اور اگر انہوں نے کوئی نیا مذہب جاری کیا تھا تو اس صورت میں ان کا اسلام سے کوئی تعلق ثابت نہیں ہو سکتا۔ لیکن کوئی سکھ ودوان اس بات کو ثابت نہیں کر سکتا کہ بابا صاحب نے کوئی نیا مذہب جاری کیا ہو۔ موجودہ سکھ مذہب بابا صاحب سے تقریباً دو صدیاں بعد گورو گوبند سنگھ کے ذریعہ ظہور میں آیا ہے بابا صاحب سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ الغرض حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کی تحقیقات سکھ مذہب سے متعلق ٹھوس بنیادوں پر مبنی ہے۔ اور اس نے سکھوں میں بہت بڑا ذہنی انقلاب پیدا کر دیا ہے۔ چنانچہ ایک سکھ ودوان سردار امر سنگھ صاحب ایڈیٹر شیر پنجاب نے ایک مرتبہ لکھا تھا کہ :-

"سوچو کہ میں سچ کہتا ہوں یا جھوٹ۔ ایک طرف تو یہ مذہبی زوال سکھوں پر آیا ہوا ہے۔ اور دوسری طرف ...... میرزائی ان کے لئے سیٹنے وغیرہ بھی ڈھیلے کر رہے ہیں"

(اخبار شیر پنجاب یکم نومبر ۱۹۴۲ء)

ایک اور سکھ ودوان بھائی دیر سنگھ ڈی لٹ نے ۱۸۹۹ء میں لکھا تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کی کتاب ست بچن کے زیر اثر کئی سنگھ صاحب شیخ صاحب میں تبدیل ہو گئے ہیں۔ (ملاحظہ ہو اخبار خالصہ سماچار امرتسر ۱۸ دسمبر ۱۸۹۹ء و اخبار خالصہ سماچار ارد شتابدی نمبر ۱۹۵۰ء)

سکھوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کی تبلیغ کو سکھ قوم میں بے اثر بنانے کے لئے بڑے جد و جہد کی اور سکھ کتب میں کئی عجیب و غریب باتیں داخل کر دیں۔ نیز بابا صاحب کے کلام میں بھی رد و بدل کر دیا۔ اور اکثر وہ حوالہ جات اپنی کتب سے نکال دیئے جو حضور نے بابا صاحب کے اسلام کے ثبوت میں پیش کئے تھے۔ سکھ لٹریچر کا یہ تغیر و تبدل اتنا نمایاں ہوا کہ سکھ ودوان بھی پکار اٹھے کہ

"روزانہ نئی نئی بناوٹیں بنا کر سکھ تاریخ میں ناخوشگوار اور عجیب و غریب تبدیلیاں کی جا رہی ہیں۔ سکھ تاریخ کو حسب پسند سانچے میں (جس کا سچائی سے بالکل کوئی واسطہ نہیں) ڈھالا جا رہا ہے"۔

(ترجمہ از گور پربز تے۔ حصہ دوم صـ۲)

سکھ کتب میں جو تحریف کی گئی ہے اس کی ہم ذیل میں چند ایک مثالیں پیش کرتے ہیں :-

جنم ساکھی بھائی بالا میں تحریف

جنم ساکھی بھائی بالا کو سکھوں میں ایک وقت بہت اہمیت حاصل تھی اور اسے سکھ تاریخ کی ایک مستند کتاب تسلیم کیا جاتا تھا۔ بلکہ گوردواروں میں اس کی کتھا کا بھی عام رواج تھا۔ (ملاحظہ ہو کتک کہ دساکھ صـ۔) اس کتاب میں بیحد تحریف کی گئی ہے۔ ہمارے پاس ڈیڑھ درجن کے قریب اس کے مطبوعہ اور قلمی نسخے ہیں جو سب کے سب ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ اس کی تحریف کی یہ مثالیں ہیں :-

پرانا ایڈیشن	نیا ایڈیشن
سن محمد مصطفےٰ تسدے چارے یار عمر خطاب ابوبکر عثمان علی دیچار۔ چاروں یار مسلمین چار مصلے کین پنجواں نبی رسول ہے جن ثابت کین (جنم ساکھی بھائی بالا صـ۱۹۶)	نئے ایڈیشن سے یہ بالکل غائب کر دیا گیا ہے۔
پاک پڑھیوس کلمہ یکس دا محمد نال صلاتے (جنم ساکھی صـ۲۰۶)	نئے ایڈیشن میں اس کو بھی نکال دیا گیا ہے۔
اوّل آدم پیش ہوئے دوجا برہما ہوئے پنجا آدم جہاں دو محمد کین سب کو ئے۔ جنم ساکھی صـ۲۰۶	نئے ایڈیشن میں حضور کے نام کو نکال دیا گیا ہے اور "محمد کین سب کوئے" کی جگہ "لگ کین سب کوئے" کر دیا گیا ہے۔
لے پیغمبری آیا اس دنیا ماہیں ناؤں محمد مصطفےٰ ہوآ بے پرواہ (جنم ساکھی صـ۱۴۱)	اس کا بھی نئے ایڈیشنوں میں نام و نشان نہیں۔
نانک درویش ہتھ جوڑ کر عرض کیتی کہ سچے بادشاہ اگے تو دہ ختم پیغمبراں دا پیغمبر محمد مصطفےٰ سنسار وچ بھیجیا ہے" (جنم ساکھی صـ۱۲۴)	یہ بھی نئے ایڈیشنوں میں سے حذف کر دیا گیا ہے

ولایت والی جنم ساکھی

موجودہ زمانہ کے سکھ اس جنم ساکھی کو سب سے زیادہ مستند جنم ساکھی تسلیم کرتے ہیں۔ اس وقت تک اس کے تین چار ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں، جو سب کے سب ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ اس کی تحریف کی مثالیں درج ذیل ہیں :-

مطبوعہ ۱۸۸۴ء	مطبوعہ ۱۹۳۱ء
ص۔ صلاحت محمد کی مکھ ہی اکھونت۔ خاصہ بندہ سجیا سر مترا ں ہومت صـ۲۴۷	بالکل نہیں ہے۔
م۔ محمد من توں من کتاباں چار۔ من خدائے رسول نوں سچائی دربار۔ صـ۲۴۷	یہ بھی نہیں ہے
اول ناؤں خدائیدا در دروان رسول صـ۱۷۸	اوّل ناؤں خدائے دا در کیتر ے نبی رسول صـ

سکھ کتب کی اس تحریف سے یہ سمجھنا کچھ مشکل نہیں کہ اس کی کیا غرض ہے۔ کیونکہ اس کا ہر لفظ خود پکار کر رہا ہے کہ اس کی غرض بابا صاحب کے اسلام پر پردہ ڈالنا ہے اس کے علاوہ اور بھی بہت سے رد و بدل کئے گئے ہیں تاکہ لوگوں سے بابا صاحب کے اسلام کو پوشیدہ رکھا جا سکے۔

الغرض خدا کے مقدس مسیح نے سکھ مذہب سے متعلق جو تحقیق فرمائی اس میں سکھوں کے لئے سوچ بچار اور ہدایت کی راہ کھول دی ہے، کاش وہ اس پر ٹھنڈے دل سے غور کر کے بابا نانک صاحب کے حقیقی مذہب (اسلام) پر قائم ہو جائیں ؟

ایک افسوسناک سانحہ

یہ خبر جماعت کے تمام حلقوں میں نہایت رنج و افسوس سے سنی جائے گی کہ میر بختیار علی ایس۔ بی جہلم (برادر ماسٹر صادق علی صاحب گوجرانوالہ) کا نوجوان ہونہار فرزند قیصر بخت جو کچھ عرصہ سے انگلستان میں نیوی کی ٹریننگ حاصل کر رہا تھا ساؤتھ ہیمپٹن سے لندن جاتے ہوئے ایک حادثہ کا شکار ہو کر راہی ملک عدم ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مرحوم کی عمر بیس بائیس سال تھی۔ مرحوم کی والدہ ڈاکٹر بشارت احمد صاحب مرحوم کے خاندان میں سے ماسٹر رضی الدین صاحب ہیڈ ماسٹر مسلم ہائی سکول بددملہی کی ہمشیرہ ہیں

ہمیں مرحوم کے والدین اور ماسٹر صادق علی صاحب اور دیگر لواحقین سے دلی ہمدردی ہے۔ اللہ تعالےٰ انہیں صبر جمیل عطا فرمائے اور مرحوم کو جنت الفردوس میں جگہ دے۔

احباب کرام سے جنازہ غائبانہ کی درخواست ہے۔

خط و کتابت کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ دیں
(مینیجر)

میرے والد محترم مرحوم

شیخ محمد آصف صاحب

مسیح موعودؑ نمبر میں حضرت صاحب کے کسی دوست کا تذکرہ اس نمبر کا جزو ہی خیال کیا جانا چاہیئے۔ جیسے پھل درخت کا جزو ہوتا ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ نے اسلام کی حفاظت کے دلائل دیئے اپنے روحانی تجربہ سے خدا تعالیٰ کی ہستی پر ایک زندہ ایمان پیدا کیا۔ غلبۂ اسلام کے لئے ایک جماعت تیار کی۔ اس جماعت کے بعض رجال ایسے ہیں جن سے اللہ تعالےٰ نے اپنے دین کی خدمت کا خاص کام لیا ان میں سے ایک میرے والد محترم شیخ محمد یوسف صاحب مرحوم ایڈیٹر اخبار نور و مترجم، قرآن مجید گورمکھی و ہندی بھی ہیں محترم معظم قاضی اکمل صاحب اور محترم منشی غلام نبی صاحب سابق ایڈیٹر الفضل نے نہایت مخلصانہ اور جذبات سے بھرپور المیہ مضامین حضرت والد صاحب مرحوم کے متعلق روزنامہ الفضل میں لکھے ہیں۔ حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی پیغام صلح اور الحکم میں ایک مبسوط مضمون لکھنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ میں اپنی اہلیہ کی شدید علالت کے باعث یہ چند سطور اس سے قبل اخبار میں نہیں لکھ سکا۔ اب لکھ رہا ہوں ——— ایک بیٹے کا اپنے والد کی وفات کے صدمہ کو محسوس کرنا طبعی تقاضا ہے۔ لیکن اس طبعی احساس کی اجتماعی حیثیت کم اور انفرادی حیثیت زیادہ ہے، مگر اپنی خدمات کے اعتبار سے والد صاحب کا تعلق ایک فعال تحریک اور سلسلہ کی تبلیغی تاریخ سے ہے اس لئے میں یہ چند سطور اس سلسلہ کے ایک فرد کی حیثیت سے لکھ رہا ہوں

——— جب میں نے ہوش سنبھالا اس وقت میری والدہ محترمہ وفات پاگئیں اور ہم تین بہن بھائی رہ گئے۔ والد صاحب مرحوم پر مصائب اور مشکلات کا پہاڑ ٹوٹ پڑا۔

——— چونکہ والد صاحب مرحوم نومسلم تھے اس لئے کوئی رشتہ دار ایسا نہیں تھا جو چھوٹے بچوں کو سنبھالنے میں مدد دے۔ مالی اعتبار سے بھی حالات ناسازگار تھے۔ ان روح فرسا اور نامساعد حالات میں حضرت والد صاحب نے بڑے بڑے کاموں کی بنیاد رکھی۔ ان کاموں کو سرانجام دینے سے پیشتر دوسری شادی کی۔ گھریلو امور کو ہماری دوسری والدہ محترمہ کے سپرد کیا اور خود اشاعت اسلام میں پورے دل اور ارادہ سے منہمک ہو گئے۔ قرآن مجید کے ہندی اور گورمکھی تراجم شائع کئے۔ آنحضرت صلعم کی سوانح حیات دونوں زبانوں میں شائع کیں جن میں سے بعض بہت مقبول ہوئیں۔ ایک ہفتہ وار اخبار کو چالیس سال تک جاری رکھا۔

حرب عقائد اور مناظرہ کے دور میں مرحوم و مغفور نے مناظرے کئے اور لیکچر دیئے۔ آپ لیکچر اور مناظرہ کے دوران میں کبھی ایسا طریق اختیار نہیں کرتے تھے جس سے دوسرے فریق یا کسی فرد کی دلآزاری ہو۔ نہایت مدلل اور مؤثر انداز سے اپنے خیالات کو دوسروں تک پہنچاتے تھے ——— قوت ارادی خود اعتمادی، باقاعدگی اور محنت ان کے کردار کی نمایاں خصوصیات تھیں۔ انفرادیت کا احساس اتنا تھا کہ کسی غیر معقول دباؤ کو کسی صورت اور کسی قیمت پر برداشت نہیں کرتے تھے یہ ان کا کمال ہے کہ قادیان کے آمرانہ نظام میں انہوں نے بغیر اس نظام کی مدد کے اتنا کام کیا اور اپنی انفرادیت کو بھی محفوظ رکھا اور آخیر وقت تک وفا کیشی کو بھی قائم رکھا حتیٰ کہ دفن بھی ربوہ میں ہوئے۔ اگر ذرا غور اور ہمدردی سے دیکھا جائے تو جو کام انہوں نے کیا وہ ایک جماعت اور انجمن کا کام تھا فرد کا نہیں لیکن اللہ تعالےٰ نے ان کو یہ سعادت عطا فرمائی کہ وہ اس کام کو تنہا کریں ———

حضرت امیر مرحوم ان کے اس عظیم الشان کام کے باعث ان کی بہت قدر اور عزت فرماتے تھے ——— اپنے عہد کے سب مسلمان مشاہیر سے جن کا تبلیغ اسلام کی طرف رجحان تھا حضرت والد صاحب کے تعلقات تھے اور اکثر سے دوستانہ مراسم تھے۔ سب ان کے کام کے مداح تھے۔ فرقہ وارانہ اختلافات میں الجھنا پسند نہیں کرتے تھے۔ فرمایا کرتے تھے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت کی اصل غرض اشاعت اسلام اور غلبۂ اسلام تھی۔ اس لئے ہمیں اپنی پوری توجہ اس کام کی طرف دینی چاہیئے۔ آپ نے جماعت قادیان اور جماعت لاہور کے اختلافات میں کبھی حصہ نہیں لیا اور نہ کبھی پسند کیا چنانچہ یہی وجہ ہے کہ ان کی وفات کے صدمہ کو دونوں جماعتوں کے ذہین طبقہ نے یکساں طور پر محسوس کیا۔ جماعت احمدیہ لاہور کے اکثر احباب نے ان کی نماز جنازہ میں شرکت فرمائی۔ جب میں اور میرے چھوٹے بھائی عزیزان محمد ادریس اور بشیر احمد ان کی لاش کو دفنانے کیلئے ربوہ لے گئے تو وہاں کے دوستوں اور بزرگوں نے بہت افسوس اور ہمدردی کا اظہار کیا نماز جنازہ محترمی خلیفہ صاحب قادیان نے پڑھائی۔ نماز جنازہ کے بعد اظہار افسوس فرمایا۔ محترم و معظم جناب میاں بشیر احمد صاحب نے جس شفقت اور ہمدردی کا سلوک کیا اسے فراموش کرنا مشکل ہے ———

استاذی المکرم مولوی محمد دین صاحب، استاذی المکرم قاضی محمد عبداللہ صاحب، استاذی المکرم ماسٹر ابراہیم صاحب جناب ولی اللہ شاہ صاحب، جناب مولوی جلال الدین صاحب شمس اور دوسرے دوست بڑی مروت اور خلوص سے پیش آئے اللہ تعالےٰ ان سب کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین۔

اس موقعہ پر مجھے بہت سے بزرگوں اور دوستوں کی طرف سے تعزیت کے خطوط موصول ہوئے جن میں سے چند خطوط کے اقتباسات درج ذیل ہیں۔ احباب سلسلہ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالےٰ حضرت والد صاحب مرحوم و مغفور کو جنت الفردوس میں جگہ دے اور ہم پانچ بھائیوں کو انکے کام کو جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہماری والدہ محترمہ کو صبر جمیل کی توفیق دے۔ آمین۔

(۱) حضرت شیخ میاں محمد صاحب پریذیڈنٹ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور:-

شیخ محمد آصف صاحب سلمہ الرحمٰن

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔ مزاج شریف

مجھے آپ کے والد بزرگوار کی فوتیدگی کی خبر پڑھکر ازحد افسوس ہوا ہے انا للہ و انا الیہ راجعون دعا ہے کہ مولیٰ کریم مرحوم و مغفور کو جنت الفردوس میں جگہ بخشے اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق بخشے، مرحوم نے ساری عمر تبلیغ اسلام میں لگائے رکھا اور ایک بے لوث سپاہی کی طرح اپنے فرض منصبی میں نہ تھکے۔ اور نہ ہارے۔ تن تنہا اس مرد خدا نے قرآن کریم کا ترجمہ دو زبانوں میں کر دیا۔ یہ کوئی تھوڑا کام نہیں بلکہ بڑا بلند کام ہے۔ جو ان کے ہاتھوں سے مکمل ہوا۔ مجھے تو ان کے کارناموں سے رشک ہوتا ہے کہ کس طرح تنگی اور فراخی میں اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے اس نے جان دے دی۔ جنوری گذشتہ میں وہ مجھے ملنے کے لئے تشریف لائے اور مجھے ان سے مل کر بہت خوشی حاصل ہوئی۔

روحانیت سے پُر تھے۔ اور ابھی تک باوجود بیماری کے وہ صرف ایک ولولہ و تڑپ میں سرشار تھے کہ قرآن کریم کافی تعداد میں ہندوستان بھیجے جائیں۔ یہ ارمان ان کے دل میں رہا۔ دعا ہے کہ جو سپرٹ ان کے سینہ کے اندر تھی وہی وہی عزم و ولولہ ان کی اولاد میں پیدا ہو جاوے۔

(۲) ڈاکٹر اللہ بخش صاحب کیمیکل اگزامینر پنجاب

مسجد ووکنگ $\frac{5}{52}$ 19

عزیز بھائی آصف صاحب

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

اس مرتبہ جو اخبار پیغام صلح آیا تو کئی ایک رنج و غم کے پیغام لایا۔ مقالہ افتتاحیہ میں مولانا عمر دین صاحب کے انتقال کی خبر پڑھی مگر جب نوٹس دیکھے تو مزید ایک المناک خبر نظر پڑی یعنی آپ کے والد صاحب قبلہ کی وفات حسرت آیات کی خبر۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ مجھے آپ سے جو کچھ ابتدا سے ہی محبت و مودت رہی ہے اس کی بنا پر آپ خیال فرما سکتے ہیں کہ مجھے کس قدر صدمہ ہوا بجائے خود جناب شیخ صاحب مرحوم کی ذات خوبیوں سے پُر تھی مرنجاں مرنج انسان تھے اور اسلام کی علمی و قلمی خدمت کا جذبہ و اہلیت رکھتے تھے آپ نے اپنے آپ کو اس کے لئے وقف کر رکھا تھا۔ حضرت اقدس علیہ السلام کی قوت قدسی نے لوگوں میں کیسے کیسے انقلاب پیدا کئے تھے۔ خدا تعالیٰ کی شان و قدرت نظر آتی ہے۔ پھر کہاں حضرت مسیح موعودؑ پیدا ہوں اور کہاں ایسے انقلابات دیکھنے میں آئیں۔ یہ ہماری بھی خوش قسمتی ہے کہ خدا تعالےٰ نے اپنے مرسل کے قریب کے زمانہ کی جھلک ہمیں بھی نصیب کی اور اس سے ایمان کی تھوڑی سی شعاع ہمارے اندر بھی پیدا ہوئی۔ مگر یہ اصحاب جنہوں نے حضرت اقدسؑ کا زمانہ دیکھا اور آپ سے استفادہ حاصل کیا ان کی زندگیوں کا رنگ کچھ اور ہی تھا اور اب ہم لوگوں میں وہ بات کم ہوتی جا رہی ہے۔

———

(۳) حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی

ایڈیٹر الحکم سکندر آباد (دکن)

مورخہ ۱۴ جون ۱۹۵۲ء

عزیز مکرم - السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

کل شام مئی ۱۹۵۲ء کا پیغام صلح ملا اور اس سے مکرمی حضرت بسر دار محمد یوسف نور آپ کے والد ماجد کی وفات کی خبر پڑھی انا للہ وانا الیہ راجعون تعجب ہے کہ ان کی علالت کی خبر نہیں آئی۔ ایسا کیا مرض تھا کہ یکایک انتقال ہوا۔

وہ ایک کامیاب اور مخلص انسان تھے میں اپنے تاثرات لکھ کر بھیجوں گا۔

(۴) شیخ محمد طفیل صاحب سابق جائنٹ سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور۔ ووکنگ (انگلستان) :-

ووکنگ ۲۱۰ مئی ۱۹۵۲ء

اخویم مکرم جناب شیخ صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ،

پیغام صلح کے تازہ پرچہ سے آپ کے والد صاحب کی وفات حسرت آیات کی خبر ملی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ میں برسٹل اور ووکنگ کی طرف گیا ہوا تھا اس لئے اس سے قبل آپ کو خط نہ لکھ سکا۔ آپ کے والد صاحب سے مجھے بہت زیادہ ملنے کا اتفاق تو نہیں ہوا لیکن جتنی دفعہ بھی موقعہ ملا میں نے انہیں نہایت شریف النفس انسان پایا۔ شکل وشباہت اور کردار میں اگلے زمانہ کے لوگوں سے مشابہ تھے اور اب ایسے لوگ روز روز کہاں ملتے ہیں۔ مجھے امید ہے کہ آپ نے اس صدمہ کو جوانمردی سے برداشت کیا ہوگا۔ آخر ہماری بھی منزل مقصود تو وہی ہے۔

(۵) شیخ محمد انعام الحق صاحب حیدر آباد دکن :-

مورخہ ۲۰ مئی ۱۹۵۲ء

برادر عزیز ومحترم - السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

"پیغام صلح" اور محترمی شیخ محمد حسین صاحب امین انجمن کے خط سے آپ کے والد محترم کی وفات کی انتہائی رنجدہ خبر معلوم ہوئی بے حد صدمہ ہوا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

مرحوم عالم اور ممتاز خادم دین وقرآن تھے۔ انہوں نے اپنے مخصوص رنگ میں قابل قدر اور ناقابل فراموش خدمت دین کی ہے۔ اس لحاظ سے ان کی وفات ایک قومی نقصان ہے مرحوم ذاتی طور پر بھی میرے کرم فرما تھے اس وجہ سے بھی مجھے ان کی وفات کا رنج ہے۔

اس صدمہ میں مجھے آپ سے اور آپ کے معزز خاندان کے دیگر افراد سے دلی ہمدردی ہے۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ مرحوم ومغفور کی خدمات دینی کو قبول فرمائیے اور اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور آپ سب کو صبر جمیل عطا فرمائے آمین ثم آمین۔ اپنے برادران تک بھی میرا اظہار افسوس وہمدردی پہنچا دیں۔

خدا کرے "نور" کو جاری رکھنے کا کوئی انتظام ہو سکے اس بارہ میں آپ ضرور کوشش کریں۔

(۶) جناب ڈاکٹر حسن علی صاحب گوجرانوالہ

مکرم بندہ شیخ محمد آصف۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

گذشتہ شام کو ایک دوست نے جو آپ کے ماموں محمد اسمٰعیل صاحب ہیں مجھے بتلایا کہ آپ کے والد صاحب بزرگوار شیخ محمد یوسف صاحب جو بعارضہ دل بیمار تھے وہ فوت ہو گئے ہیں، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مرحوم ومغفور اپنے زمانہ اسلام میں داخل ہونے اور احمدیت کی بیعت میں آنے پر میرے دوست بنے تھے۔ بڑے متقی، مخلص، نیک کردار اور باہمت احمدی تھے۔ حق کی خاطر انہوں نے اپنے آبائی مذہب کو چھوڑ کر صدق کی راہ اختیار کی۔

افسوس ہے ایسے قیمتی وجود ہماری جماعت احمدیہ میں سے دن بدن اس دنیا سے رخصت ہو کر مولا کریم کے ہاں پہنچ رہے ہیں۔ جن کا جانشین ملنا مشکل ہے۔ خدا تعالیٰ مرحوم کو جنت میں اعلےٰ مقام عطا فرمائے آمین اور آپ کو صبر جمیل عطا ہو۔

(۷) جناب محمد یوسف صاحب پبلک پراسی کیوٹر باغ پونچھ۔ (آزاد کشمیر)

محترم شیخ محمد آصف صاحب

السلام علیکم۔

دور دراز ہونے کی وجہ سے مجھے کل ہی ایک دوست سے معلوم ہوا کہ حضرت شیخ محمد یوسف صاحب آپ کے والد ماجد صاحب اس جہان فانی سے کوچ فرما گئے ہیں، اس خبر سے بیحد افسوس اور صدمہ ہوا۔ ۱۹۴۵ء کے بعد مجھے موقع ملا کہ ان کا نیاز حاصل کر سکتا۔ ان کی وفات حسرت آیات پر مجھے آپ سے اور تمام خاندان سے دلی ہمدردی ہے اللہ کریم مرحوم کو جنت الفردوس میں بلند مقام عطا فرمائے مغفرت ہو اور تمام خاندان کو صبر کی توفیق دے آمین۔

(۸) محمود احمد صاحب قریشی سابق سپرنٹنڈنٹ چھانگا مانگا لاہور۔

مکرم - السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

مجھے آپ کے والد بزرگوار کی وفات پڑھ کر نہایت درجہ افسوس وغم ہوا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ میری دلی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم مرحوم کو غریق رحمت کرے پسماندگان کو صبر جمیل عطا کرے اور ان کی نیک صفات کا آپ کو حامل بنائے آمین!

میں انہیں عرصہ دراز سے جانتا ہوں جب وہ دفتر تشحیذ الاذہان میں اکیلے رہتے تھے۔ پھر جب اخبار نور نکالا۔ اور دواخانہ شروع کیا میں ہمیشہ انہیں ملتا رہا۔ ایک مرتبہ ان کی آنکھیں بیمار ہوئیں۔ اور حضرت خلیفہ اول کے مشورہ سے شملہ گئے۔ واپسی پر حضور ان کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے بلکہ اپنے ساتھ اپنی چارپائی پر بٹھایا کسی تکلیف میں شیخ صاحب مرحوم نے حضرت کو ایک خط لکھا جس میں اپنے متعلق لکھا :- بے گھر۔ بے پر۔ بے پر ان الفاظ کو حضرت نے محبت کے انداز میں اور بعد میں کئی بار دہرایا۔ ان کی پہلی شادی بھی حضور نے ہی کی شاید اس وجہ سے بھی ان کے حال پر خاص طور پر مہربان تھے۔ شیخ صاحب بہت محتاط کام کرنے والے تھے۔ اور تلخ حقائق کو بھی دشمن کے سامنے نہایت میٹھے انداز میں پیش کرنے میں اپنی مثال آپ تھے خوش ساختہ، مقبول اور خادم اسلام تھے۔ اللّٰہم اغفرہ وارحمہٗ، آمین۔

(۹) سلیمان خالد عرفانی ایڈیٹر ستارہ کراچی۔

آج واپس آیا تو یہ منحوس خبر ملی کہ حضرت شیخ صاحب قبلہ اللہ کے حضور حاضر ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

میں تو ان کی آمد کا منتظر تھا۔ کیونکہ گذشتہ نے کراچی تشریف لانے کے لئے لکھا تھا۔ اور اب ان کی اچانک وفات نے انتہائی صدمہ پہنچایا۔

وفات سے بہت قبل وہ کراچی تشریف لائے تھے اور ہوٹل میں فروکش تھے مجھے خط کے ذریعہ انہوں نے اپنی آمد کی اطلاع دی، میں گیا تو اپنے بچوں کی طرح مجھ سے سلوک کیا۔ ان کی وفات سے بہت صدمہ پہنچا ہے۔ علاوہ ازیں ان کی وفات سے جماعت میں جو خلا پیدا ہوا ہے اس کے پُر ہونے کی اب کوئی توقع نہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے۔ اور ان کے درجات کو بلند کرے۔ اور سب خاندان کو صبر عطا کرے۔

حضرت شیخ صاحب کی خدمات اتنی عظیم الشان ہیں تاریخ میں انہیں سنہری حروف سے لکھا جائے گا، ایک "محمد یوسف" نے سلسلہ کی جو خدمت کی ہے۔ اب سینکڑوں یوسف پیدا ہو جائیں تو وہ خدمات سرانجام نہیں دے سکیں گے۔

ازراہ کرم ہم سب کی طرف سے دلی اظہار غم کا پیغام خاندان کے تمام افراد کی خدمت میں پہنچا دیں۔

الحکم میں دادا حضرت عرفانی کبیر ان کے متعلق مفصل لکھ رہے ہیں۔

اخبار احمدیہ

—— حضرت امیر ایدہ اللہ مولنا صدر الدین صاحب تبدیل آب وہوا کے لئے ایبٹ آباد تشریف لے گئے ہیں آپ کا پتہ :- معرفت پوسٹ ماسٹر ایبٹ آباد۔

—— حضرت صاحب صدر کوہ مری تشریف رکھتے ہیں۔

مولنا عبد الحق صاحب بھی وہیں تشریف لے گئے ہیں۔

—— ڈاکٹر غلام محمد صاحب چند دن کے لئے کاغان ویلی میں برائے سیاحت تشریف لے گئے ہیں

—— امسال احمدیہ بلڈنگس کے نوجوانوں میں سے امتحان ایف اے میں میاں ناصر احمد صاحب خلف الرشید مولنا آفتاب الدین احمد صاحب۔ محمد یحییٰ صاحب بٹ پسر امان اللہ اور چوہدری انعام الحق صاحب کامیاب ہوئے ہیں، فالحمد للہ

—— چوہدری بخت ناصر صاحب ولد چوہدری سید احمد صاحب بدوملہی امسال انٹر کا مرس میں کامیاب ہوئے ہیں اس خوشی میں انہوں نے پانچ روپے انجمن کو بطور عطیہ اشاعت اسلام دیئے ہیں۔

—— راولپنڈی سے شیخ غلام حسین (ماڈرن سوڈا واٹر فیکٹری) اطلاع دیتے ہیں کہ ان کی والدہ محترمہ ۱۵ رمضان المبارک کو بروز پیر صبح پانچ بجے انتقال فرما گئیں انا للہ وانا الیہ راجعون۔ شیخ صاحب لکھتے ہیں کہ والد صاحب کو فوت ہوئے ۲۵ برس کا عرصہ گذر چکا ہے اس تمام عرصہ میں والدہ محترمہ نے نہایت محنت وجفاکشی سے انہیں اور تمام اولاد کو پرورش کیا ان کی جدائی ایک ناقابل برداشت صدمہ ہے۔

پیغام صلح، بھی شیخ غلام حسین صاحب سے اس صدمہ میں دلی ہمدردی کا اظہار کرتا ہے دعا ہے اللہ تعالیٰ ان کی والدہ محترمہ کو اور تمام پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

حضرت مسیح موعودؑ کی سیرت اور اخلاق

(از قلم مولوی مرتضیٰ خان صاحب بی اے)

آپ کا عالی مقام

ہمارے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو قدرت نے قلب سلیم عطا فرمایا تھا۔ آپ میں وہ تمام صفات عالیہ وہ تمام اخلاق فاضلہ موجود تھے جو خاصان خدا کے لئے مخصوص ہوتے ہیں۔ معرفت الٰہیہ کے جس بلند مقام پر آپ فائز تھے وہ ہر کس ناکس کو نصیب نہیں ہوتا۔ بلکہ وہ انہی اولیاء عظام کا حصہ ہے جو بوجہ اتم اظلال انبیاء کرام ہوتے ہیں۔ حضرت مسیح موعودؑ کا برا الیا امت پر فضیلت رکھتے تھے گو آپ کا صف انبیاء میں نہیں۔ لیکن بحکم علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل کیا بلحاظ عبادات کے، کیا بلحاظ تقویٰ اور طہارت کے اور کیا بلحاظ خشیت اللہ اور معرفت الٰہیہ کے آپ انبیاء سے کم نہیں تھے اور اسی حقیقت کا انکشاف آنحضور نے ان اشعار میں فرمایا ہے ؎

آنچہ داد است ہر نبی را جام
داد آں جام را مرا بہ تمام
انبیاء گرچہ بودہ اند بسے
من بعرفاں نہ کمترم ز کسے

حیوٰۃ طیبہ

حضرت مسیح موعودؑ کی زندگی کا ایک ایک ورق پبلک کے سامنے کھلا پڑا ہے۔ آپ ایک چھوٹے سے گاؤں میں پیدا ہوئے۔ جہاں باستثنائے قلیل عرصہ آپ نے ساری عمر کاٹی ایسے چھوٹے سے گاؤں میں چھوٹی سے چھوٹی بات بھی کہاں چھپ سکتی تھی۔ لیکن تمام دیہات کے لوگ بلا امتیاز مذہب گواہی دیتے ہیں کہ آپ بچپن سے ہی نہایت نیک نہاد، شریف النفس باز اور راست رو تھے اور ایسا ہونا ضروری تھا۔ کیونکہ آپ مشیت الٰہی میں ایک روحانی پیشوا بننے والے تھے۔ آپ کے ہاتھ سے اسلام کے آخری زمانہ کی فتوحات مقدر تھیں اور آپ نے بروز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بن کر لاکھوں اور کروڑوں انسانوں کا ہادی بننا تھا، کیا بچپن کا زمانہ، کیا جوانی کا زمانہ، کیا بڑھاپا کبھی کسی نے نہیں دیکھا کہ کوئی فعل آپ نے خلاف فرمودہ خدا و رسول کیا ہو۔ بڑھاپے میں لوگ عموماً اعتدال پر آجاتے ہیں۔ لیکن قابل تعریف امر یہ ہے کہ جوانی کے زمانہ میں بھی کسی نے کوئی قابل اعتراض حرکت آپ سے سرزد ہوتے نہیں دیکھی، غرض خدا کے فضل و کرم سے آپ کا بچپن کا زمانہ بھی پاک و صاف، آپ کی جوانی بھی پاک اور آپ کی ساری زندگی لنحیینه حیوٰۃ طیبۃ کا مصداق تھی۔

اپنے دعوے کے بعد کھلے لفظوں میں چیلنج دیا کہ لقد لبثت فیکم عمراً افلا تعقلون۔ اگر کوئی میرا فعل یا میرا قول تم نے خلاف شریعت دیکھا ہو۔ یا میں نے کبھی کوئی جھوٹ بولا ہو یا کوئی اور قابل اعتراض کام کیا ہو تو پیش کرو۔ اور یہی وہ چیلنج تھا جو خود خداوند کریم نے مخالفین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کی طرف سے دیا تھا جیسا کہ عرب کے مخالف اس چیلنج کے سامنے عاجز رہے اسی طرح حضرت مسیح موعودؑ کے مکفرین اور مکذبین اس چیلنج کے سامنے دم نہ مار سکے۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

بچپن کی زندگی

بچپن کا زمانہ تو کھیل کود کا زمانہ ہوتا ہے۔ لیکن اس زمانہ میں بھی حضرت مسیح موعودؑ نے مسجد کا گوشہ نہ چھوڑا۔ خدا جانے ان کے دل میں کیا درد تھا کہ دوسرے لوگ تو اپنی اپنی نمازیں پڑھکر گھر کے کام کاج میں مصروف ہو جاتے ہیں لیکن آپ ایک کونہ میں الگ بیٹھ جاتے ہیں اور گھنٹوں بیٹھے رہتے ہیں۔ دراصل قدرت آپ کو تیار کر رہی تھی اس عظیم الشان کام کے لئے جو عنقریب آپ کے سپرد ہونے والا تھا۔

حضرت خود فرمایا کرتے تھے کہ بچپن میں ہی دل سے آواز آیا کرتی تھی عیسائیوں سے لڑنا چاہیئے، گویا کسر صلیب کا کام آپ کی فطرت میں ہی ودیعت کیا گیا تھا۔ اگرچہ آپ اس وقت اس آواز کی حقیقت کو نہیں سمجھتے تھے۔ لیکن بعد کے واقعات نے ظاہر کر دیا کہ وہ آواز دراصل خدا کی آواز تھی۔

ایسے عظیم الشان کام کے لئے فی الواقعہ بہت بڑی روحانی طاقت کی ضرورت تھی اور یہ طاقت تبھی حاصل ہو سکتی تھی کہ آپ دعاؤں میں لگاتار لگے رہیں۔ اس میں شک نہیں کہ موہبت کے طور پر ہی آپ وہ طاقتیں لے کر آئے تھے جو ایسے مہتم بالشان کام کے لئے لازمی تھیں لیکن دعاؤں کے ذریعہ ان طاقتوں کا نشو و نما ضروری تھا اور درحقیقت یہ بھی ایک موہبت ہی تھی کہ آپ کو ایسی دعاؤں کے لئے توفیق ملی اور عبادات و ریاضات مسنونہ کی طرف رغبت غایت درجہ کی ہوتی ؎

ایں سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

امور دنیا سے بے التفاتی

آپ کے والد بزرگوار کی بڑی خواہش تھی کہ کسی طرح آپ دنیوی امور کی طرف توجہ دیں اور خاندان کی سابقہ عظمت کے واپس لانے میں آپ کے ممد و معاون ہوں اور سرکار میں جو وجاہت آپ کے خاندان کو حاصل ہے وہ نہ صرف برقرار ہی رہے بلکہ اس میں بیش از بیش ترقی ہو لیکن حضرت مرزا صاحب دنیا کی ترقی کے لئے پیدا نہیں ہوئے تھے، دنیا کی عزت و جاہ کی ذرہ بھر بھی آپ کے دل میں عظمت نہ تھی۔ دنیوی عزت اور دنیوی وجاہت کو وہ بمقابلہ روحانی عظمت کے ایک لعنت خیال کرتے تھے چنانچہ خود فرماتے ہیں ؎

داغ لعنت ہے طلب کرنا زمیں کا عزّ و جاہ
جس کا دل چاہے کرے اس داغ سے وہ تن فگار

آپ کے والد کئی ایک دفعہ آپ کے متعلق مایوسی کا اظہار کرتے اور افسوس کرتے کہ ان کو کیوں امور دنیا سے لگاؤ نہیں۔ بعض اوقات جب کوئی شخص یا کوئی نووارد مہمان آپ سے پوچھتا کہ غلام احمد کہاں ہے اور کیا کرتا ہے۔ تو آپ سرد آہ بھرتے اور فرماتے۔ اس کا کیا حال پوچھتے ہو بس مسجد ہے اور غلام احمد ہے۔ میری تو ساری امیدوں پر اس نے پانی پھیر دیا ہے۔ لیکن ان کو کیا معلوم تھا کہ ان کا یہی بیٹا آسمان روحانیت پر آفتاب شہرت بن کر چمکے گا۔ اور ہزاروں لاکھوں تیرہ دل انسانوں کو نور بصیرت سے منوّر کر دے گا۔

جوں جوں آپ عمر میں ترقی کرتے چلے گئے خدا تعالیٰ کی محبت کے وہ نقوش جو بچپن میں کسی قدر دھندلے تھے اب زیادہ چمکنے لگے۔ تبتل اور انقطاع الی اللہ کا جذبہ زیادہ مضبوط ہو گیا۔ عبادات میں زیادہ شغف فرمانے لگے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی یہ امر یاد رکھنا چاہیئے کہ حضرت مرزا صاحب ایک سعادتمند فرزند تھے۔ وہ والدین کی اطاعت کو فرض عین سمجھتے تھے۔ اس لئے آپ کے والد جو حکم دیتے اس سے سرتابی نہ فرماتے۔ مقدمات میں پیروی کے لئے جاتے۔ دوسرے ضروری کام کرتے تھے اور بالآخر والد کے استارہ پر آپ نے سیالکوٹ میں معمولی سی ملازمت بھی اختیار کی لیکن دل کے اندر محبوب حقیقی کی لگن لگی رہتی تھی اور یہی خیال موجزن رہتا کہ کب ان دنیوی جھگڑوں سے نجات حاصل ہو۔ اور کب آپ کو اطمینان قلبی کے ساتھ گوشۂ تنہائی میسر آئے چنانچہ آپ نے اپنے والد کو ایک خط لکھا جس میں اسی پاک تمنا کا اظہار تھا اور بکمال حسرت لکھا کہ ؎

عمر بگذشت و نماند است جز ایامے چند
بہ کہ در یاد کسے صبح کنم شامے چند

آپ کی پاکیزہ زندگی پر ایک شہادت

جب آپ سیالکوٹ میں ملازم تھے آپ کا جوانی کا عالم تھا۔ میرے حقیقی ماموں قبلہ مولوی سراج الدین احمد خاں صاحب مرحوم بانی اخبار زمیندار ان دنوں میں سیالکوٹ میں ہی رہتے تھے انہوں نے حضرت کو اس زمانہ میں خوب دیکھا ہے اور آپ کے متعلق چشم دید شہادت انہوں نے اپنی اخبار "زمیندار" میں درج کی ہے کہ میرزا صاحب جوانی میں ہی نہایت متقی اور پرہیزگار تھے۔ یہی وجہ ہے کہ . . .

وہ آپ کو مفتری نہیں سمجھتے تھے بلکہ ایک بڑا پکا مسلمان سمجھتے تھے اور اس امر کا اظہار انہوں نے اپنی اخبار "زمیندار" میں بھی کیا ہے۔

تردید مسیحیت کا جذبہ

اوقات ملازمت کے علاوہ آپ کے وقت کا بیشتر حصہ مطالعہ قرآن شریف و حدیث و مطالعہ کتب بزرگان سلف میں صرف ہوتا تھا۔ عوام الناس سے کم میل جول رکھتے تھے لیکن جب موقعہ ملتا تبلیغ ہدایت سے دریغ نہ فرماتے عیسائیت کی تردید تو آپ کا لازمہ زندگی تھا اور اس کے لئے آپ ایک فطری مناسبت لے کر آئے تھے۔ ان دنوں میں سیالکوٹ میں ایک بہت بڑا عیسائی مشنری رہتا تھا۔ اس سے حضرت کی عموماً گفتگو ہوتی رہتی تھی۔ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت کے علم و فضل، آپ کی نیکی و پرہیزگاری اور آپ کے دلائل کی معقولیت اور پختگی کا پادری موصوف کے دل پر بہت بڑا اثر تھا اور شاید اس زمانہ کا یہ پہلا ہی موقعہ ہے کہ ایک مسلمان عالم ایک بہت بڑے عیسائی مشنری کو اپنا گرویدہ بنا لیتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ صحیح علم کے ساتھ اخلاص ہو

اور خالصاً للہ اگر نصیحت کی جائے تو وہ اپنا پھل ضرور لاتی ہے۔ یہ اخلاص کا جوہر خدا نے حضرت میرزا صاحب کو ہی عنایت فرمایا تھا۔ پادری موصوف پر حضرت کے علم و اتقا کا اس قدر اثر تھا کہ وہ کہا کرتا تھا کہ میرزا صاحب بہت بڑے انسان ہیں۔ یہ ایک دن بہت بڑی باکمال ہستی بننے والے ہیں۔

گوشۂ تنہائی اور عبادت میں استغراق

بالآخر سیالکوٹ کی ملازمت کو خیرباد کہکر آپ گھر چلے آتے ہیں اور گوشہ نشین ہو جاتے ہیں اور جب تک آپ کو خدا کا ہاتھ کھینچکر باہر نہیں لاتا۔ آپ اس گوشۂ عزلت کو نہیں چھوڑتے، آپ خود ایک جگہ اسی امر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

ابتدا سے گوشۂ خلوت رہا مجھ کو پسند
شہرتوں سے مجھ کو نفرت تھی ہر اک عظمت سے عار
پر مجھے تو نے ہی اپنے ہاتھ سے ظاہر کیا
میں نے کب مانگا تھا سب تیرا ہی ہے یہ برگ و بار

اس عزلت نشینی کے زمانہ کے متعلق بھی ہمیں مولوی سراج الدین احمد خاں بانی اخبار زمیندار سے شہادت ملتی ہے آپ نے اخبار میں تحریر فرمایا ہے کہ جب آپ کو سرکاری ملازمت کے سلسلہ میں ایک دفعہ قادیان جانے کا اتفاق ہوا تو ان دنوں میں حضرت میرزا صاحب اس قدر عبادت میں مستغرق اور اس کثرت سے وظائف میں مشغول رہتے تھے کہ آپ کو مہمانوں سے بھی ملاقات کی بہت کم فرصت ملتی تھی۔

اتباع سنّت

حضرت مسیح موعود کا کوئی قول یا فعل سنت حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف نہ تھا، کیا نشست و برخاست میں، کیا لباس میں، کیا کھانے میں کیا دوستوں سے حسن سلوک کے معاملہ میں کیا گھر میں اہل و عیال سے سب سے آپ مطابق سنت نبوی سلوک فرماتے۔ اتباع سنت میں اس زمانہ میں آپ منفرد تھے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ حالت سفر میں آپ کے لئے ایک چھت پر سونے کا انتظام کیا گیا۔ آپ رات کے وقت سونے کے لئے چھت پر تشریف لے جاتے ہی واپس چلے آئے اور فرمایا چونکہ اس چھت کی منڈیر نہیں ہے لہذا میں یہاں نہیں سو سکتا۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی چھت پر سونے سے منع فرمایا ہے۔

خورد و نوش میں بے تکلفی اور سادگی

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح لباس اور خوراک کے معاملہ میں آپ نے کبھی تکلف سے کام نہیں لیا۔ جو ملا کھا لیا اور جو ملا پہن لیا، ہاں کھانے یا لباس میں خواہ مخواہ کی پابندیاں نہیں کرتے تھے۔ جیسا کہ آجکل کے پیر تکلف اور تصنع سے کرتے ہیں۔ اگر اعلےٰ کھانا دیا گیا ہے تو وہ بھی کھا لیتے اور اگر ادنیٰ مل گیا تو اس پر بھی اکتفا کرتے۔ کپڑا جیسا کسی نے بنوا دیا ویسا ہی پہن لیا۔ طبیعت میں تکلف بالکل نہیں تھا۔ آپ پسند نہیں فرماتے تھے کہ تکلیف اور تکلف سے آپ کے لئے کچھ مخصوص کھانے پکائے جائیں۔

ایک دفعہ جب آپ دہلی میں قیام پذیر تھے آپ کے لئے پلاؤ تیار کرایا گیا۔ آپ نے منتظمین سے پوچھا کہ یہ خاص میرے لئے ہی تیار کروایا گیا ہے یا سب مسلمانوں کے لئے۔ عرض کیا گیا کہ محض آپ کے لئے۔ اس پر آپ نے ارشاد فرمایا کہ یہ بات مجھے پسند نہیں میرے لئے کسی خاص چیز کے تیار کروانے کی ضرورت نہیں، وہی مجھے دو جو دوسرے مہمانوں کو دیا جاتا ہے۔ بلکہ جو چیز مجھے پسند ہے وہ گوشت کی تیمے کی ٹکیہٹ اور روٹی کو پنچا ہے جب تک آپ دہلی میں مقیم رہے یہی گوشت کی ٹکیہٹ اور نصف روٹی تنور کی دوپہر کے وقت اور نصف روٹی شام کے وقت آپ کی خوراک تھی۔ آپ معمولی اور کم خوراک کھاتے تھے۔

آپ کے روزے اور نمازیں

علاوہ رمضان شریف کے روزوں کے آپ دوسرے ایام میں بھی روزے رکھتے تھے۔ لیکن عموماً ظاہر نہیں فرماتے تھے۔ گھر سے کھانا آتا آپ محتاجوں کو تقسیم فرما دیتے۔ عبادات میں بھی آپ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری پوری اتباع فرماتے تھے۔ مولوی عبداللہ صاحب مرحوم سنوری کہا کرتے تھے۔ کہ میں دعوے سے قبل حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا کرتا تھا۔ جب کبھی آپ نماز پڑھاتے مختصر پڑھاتے تھے۔ تاکہ مقتدیوں پر گراں نہ گذرے لیکن جو نماز آپ خلوت میں پڑھتے تھے وہ البتہ بہت طویل ہوتی تھی۔

نماز تہجد کا التزام

نماز میں دعائے اھدنا الصراط المستقیم کا آپ بار بار تکرار فرماتے تھے، بعض وقت سجدہ میں آپ تین تین گھنٹے گذار دیتے تھے۔ نماز تہجد کا آپ نہایت پابندی سے اہتمام فرماتے تھے۔ یہ ضروری نہیں تھا کہ آپ نماز فجر سے کچھ عرصہ قبل بیدار ہوں، بلکہ فرمایا کرتے تھے کہ تہجد اسی کا نام ہے کہ سو کر اُٹھ جانا، اس لئے آپ تھوڑا سا سو کر بیدار ہو جاتے تھے اور نماز فجر تک نوافل اور درود شریف استغفار دعاؤں میں مشغول رہتے آپ کے پاس رہنے والے آپ کے ملازم حامد علی تھے وہ کہا کرتے تھے کہ باوجود اس کے کہ میں حضرت کے پاس ہی ہوتا تھا، مجھے تہجد کے لئے آپ بیدار نہیں کرتے تھے۔ تاکہ گراں نہ گذرے۔ میں خود ہی بیدار ہو جاتا ہاں صبح کی نماز میں مجھے مسجد میں ساتھ لے جاتے اور میں کہتا ہوں کہ یہی طریق میرے حضرت امیر رحمنا اللہ علیہ کا دیکھا ہے۔ میں سفر میں آپ کے ہمراہ رہا ہوں۔ آپ خواہ رات کو دیر سے ہی سوئیں لیکن تہجد کے وقت ضرور بیدار ہو جاتے تھے۔ میں پاس ہی ہوتا۔ لیکن مجھے بیدار نہیں کرتے تھے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور کثرت درود شریف

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن و احسان کا اس قدر گہرا نقش حضرت مسیح موعودؑ کے دل پر تھا، اور آپ حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم کے ایسے عاشق زار تھے کہ نہایت باقاعدگی اور کثرت سے آپ درود شریف پڑھتے تھے اور دوسروں کو بھی درود شریف پڑھنے کی ہدایت فرماتے تھے چنانچہ درود شریف کا پڑھنا آپ نے اپنی شرائط بیعت میں بھی داخل کیا ہے۔

آپ کے کثرت سے درود شریف پڑھنے کا ثبوت اس طرح سے بھی ملتا ہے، کہ ایک دفعہ آپ نے عالم رؤیا میں دیکھا کہ ملائکہ مشکیزوں میں دودھ کی مانند سفید چیز بھر کر لاتے ہیں اور آپ کے گھر کے مشکوں اور گھڑوں میں ڈال رہے ہیں، آپ نے ان سے پوچھا کہ یہ کیا ہے، انہوں نے جواب دیا کہ ھذا ما صلیت علی نبیک یعنی یہ وہ ہے جو تو نے اپنے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر درود بھیجا۔

عشق الٰہی میں فنا ہونا

دنیا اور دنیا کے ناز و نعم سے بے انقطاع۔

خداے بزرگ و برتر کی محبت کا یہ ولولہ۔ اپنی بہترین دنیوی امیدوں کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں قربان کر دینا اور نہایت خاموشی سے اپنی ساری زندگی یاد حق میں گذار دینے کا عزم بالجزم، یہ سب امور ایک سوچنے والے انسان کو کن نتائج کی طرف لے جاتے ہیں یہی کہ آپ بفضلہٖ تعالیٰ تقوےٰ اور طہارت، زہد و اتقا، خشیۃ اللہ اور عرفان الٰہیہ کے بلند مقام پر کھڑے تھے خداوند تعالےٰ سے پورا پورا پیوند رکھتے تھے۔ دنیا سے کوئی غرض نہیں تھی اور خدا تعالیٰ کی رضا کی باریک سے باریک راہوں پر چلنا اور اس کے عشق میں گم ہو جانا آپ کی زندگی کا مقصد تھا۔ اسی مقصد کا اظہار اپنے کلام معجز نظام میں آپ نے فرمایا ہے ایک جگہ ارشاد فرماتے ہیں ؎

اے خالق ارض و سما بر من در رحمت کشا
دانی تو آں درد مرا کز دیگراں پنہاں کنم
از بس لطیفی دلبرا در ہر رگ و تارم درآ
تا چوں بخود یابم ترا دل خوشتر از بستاں کنم
در سرکشی اے پاک خو جان برکنم از ہجر تو
تا انساں ہمی نالم کز دیک نالے گریاں کنم
خواہی بقہرم کن جدا خواہی بلطفم رو نما
خواہی بکش یا کن رہا کے ترک آں داماں کنم

ایک اور جگہ اسی انقطاع الی اللہ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

سینہ سے باید تہی از غیر یار
دل ہمی باید پر از یاد نگار
جاں ہمی باید براہ او فدا
سر ہمی باید بپائے او نثار
ہیچ دانی چیست دین عاشقاں
گویمت گر بشنوی عشاق وار
از ہمہ عالم فرو بستن نظر
لوح دل شستن ز غیر دوستدار

قرآن مجید سے عشق

مرزا سلطان احمد مرحوم کی شہادت

حضرت صاحب کو قرآن مجید سے بے انتہا عشق تھا۔ اس عشق کا آپ کے اشعار سے پتہ چلتا ہے۔ جن میں آپ نے قرآن مجید کی خوبیوں اور اس کے محاسن کے گیت گائے ہیں۔ یہ محض شاعرانہ باتیں نہیں ہیں۔ بلکہ عملاً بھی دیکھا گیا ہے کہ آپ کو قرآن شریف سے غایت درجہ کا عشق تھا۔ آپ کے سب سے بڑے صاحبزادہ مرزا سلطان احمد مرحوم نے ایک دفعہ ایک شخص سے بیان کیا کہ میرے پاس حضرت مرزا صاحب کی وہ حمائل ہے جو آپ نے کئی ہزار دفعہ پڑھی ہے اور اس بیان کی صداقت میں کچھ شبہ نہیں کیونکہ دعوے سے قبل آپ کا شغل ہی قرآن مجید کا پڑھنا تھا اور اس کے بعد بھی آپ کا یہی طریق رہا کہ جب کوئی کتاب یا مضمون تحریر فرماتے آپ سارا قرآن شریف ایک دفعہ پڑھ جاتے تھے غرضیکہ آپ کا عشق قرآن مجید سے ایک کھلی حقیقت ہے جس کا دوست دشمن سب کو اعتراف ہے۔

ڈاکٹر سر اقبال کی شہادت

ڈاکٹر سر اقبال نے ایک دفعہ کہا کہ رسول اللہؐ کے عاشق تو بہت گذرے۔ لیکن قرآن کا عاشق ایک مرزا صاحب کو ہی دیکھا۔ حضرت امیر رحمۃ اللہ علیہ نے بالکل بجا فرمایا تھا کہ حضرت صاحب وہ پہلے بزرگ ہیں جنہوں نے قرآن کریم کی مدح میں اشعار لکھے ہیں یہی وجہ ہے کہ انجمن حمایت اسلام کی کتب کے مصنف کو جب حمد باری اور نعت کے بعد قرآن شریف کی مدح میں نظم کی ضرورت پڑی تو حضرت اقدس کی نظم کے سوائے کوئی نظم ان کو کہیں سے مل نہ سکی۔

آپ کا عشق قرآن ایک مستقل مضمون ہے

آپ کا قرآن شریف سے عشق بذات خود ایک مستقل مضمون ہے جس کی تفصیل کا یہ موقع نہیں، اس موضوع پر حضرت امیر مرحوم ...... نے اپنے ایک ٹریکٹ میں جو کچھ تحریر فرمایا ہے اس کی نسبت یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ آپ نے دریا کو کوزہ میں بند کر دیا ہے۔ حضرت نے جو اشعار قرآن مجید کی مدح میں بالخصوص تحریر فرمائے ہیں اور جس بے نظیر انداز سے قرآن کی خوبیوں اور محاسن کو بیان فرمایا ہے اس میں آپ منفرد ہیں۔ کلام کی خوبی برجستگی اور اس کی قدرتی روانی آپ کی قلبی کیفیت اور دلی جذبات کو ظاہر کرتی ہے۔

قرآن کے ظاہری آداب کی پابندی

قرآن مجید کی ظاہری طور پر بھی آپ نہایت عزت کرتے تھے باوجودیکہ آپ بچوں کو مارنے کے سخت مخالف تھے تاہم جب ایک دفعہ صاحبزادہ مبارک احمد صاحب مرحوم سے بچپن کے عالم میں قرآن شریف نیچے گر گیا آپ نے ایک زور کا طمانچہ مارا اور فرمایا کہ اگر ابھی سے قرآن شریف کی عزت نہیں کرے گا تو بڑے ہوتے پر کیا کرے گا۔

رسول اللہ صلعم سے عشق اور اتباع رسول

فنا فی الرسول

قرآن مجید کے ساتھ ساتھ آپ کو اپنے مطاع اور محسن سرور دو جہان علیہ الف الف تحیۃ والسلام سے جو عشق تھا اس کو بیان کرنے سے الفاظ قاصر ہیں۔ اس سے بڑھ کر اور کیا کہا جا سکتا ہے کہ آپ فنا فی الرسول تھے۔ عشق محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے رگ و ریشہ میں پیوست ہو چکا تھا اس عشق میں آپ سر سے پاؤں تک غرق تھے۔ خدا کی قسم ایسا عاشق رسولؐ اس زمانہ میں کوئی اور نہیں دیکھا گیا صحابہؓ کے بعد وہ بزرگ نفوس جنہوں نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق کیا ان میں حضرت مرزا صاحب پیش پیش نظر آتے ہیں۔ حضرت مولانا عبد الکریم صاحب نے ایک موقعہ پر فرمایا کہ کسی کو اپنی بیٹی کی ایسی غیرت نہیں ہوتی جتنی اس شخص کو اپنے آقا اور مطاع محمد رسول اللہ کی غیرت اور عزت ہے اور فی الواقعہ اس میں ذرہ بھر مبالغہ نہیں۔ یہ جو ساری دنیا سے آپ برسر پیکار تھے۔ اور سب مصائب آپ نے اپنے سر پہ اٹھا لئے تھے یہ سب عشق محمدؐ میں غرق ہونے کی وجہ سے تھا۔ آپ تو ایک جگہ حضرت رسول کریم صلی اللہ سے مخاطب ہو کر فرماتے ہیں؎

تیرے منہ کی ہی قسم میرے پیارے احمد
تیری خاطر سے یہ سب بار اٹھایا ہم نے

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے انتہائی غیرت

آپ کے پاس بیٹھنے والے بیان کرتے ہیں کہ جب آنحضرت صلعم کا ذکر آتا آپ کا چہرہ سرخ ہو جاتا، آپ حضرت سرور کائنات کے متعلق نہایت غیور تھے حضور صلعم کی توہین تو کیا ایک لفظ بھی حضور صلعم کے خلاف آپ کو سننا گوارا نہ ہوتا آپ اپنے ان دوستوں سے سخت ناراض ہوئے جو دہلی والی لاہور میں آریاؤں کے مخالفانہ لیکچر آنحضرت صلعم کے خلاف سنتے رہے آپ بار بار فرماتے تھے کہ کیوں نہ تم ایسی مجلس سے فوراً چلے آئے تمہاری غیرت نے کیونکر قبول کیا کہ تم نے راستبازوں کے سردار کے خلاف ایسی ایسی باتیں سنیں۔ آپ بار بار اس واقعہ کو بیان فرماتے اور آپ کا چہرہ ہر دفعہ سرخ ہو جاتا۔ اور جب تک آپ نے مخالفین کے اعتراضات کا جواب شافی نہ لکھ لیا آپ نے صبر نہ کیا۔ یہ وہ جواب ہے جو چشمۂ معرفت کے نام سے کتابی شکل میں شائع ہوا۔

آپ کی تصنیفات عشق رسول سے لبریز ہیں

جب دنیا کی آنکھیں کھلیں گی اور ضد اور تعصب کی گھٹائیں دور ہو جائیں گی تو محققین آپ کے کام کو دیکھ کر انگشت بدنداں رہ جائیں گے اور لاکھ لاکھ نفرین بھیجیں گے ان لوگوں پر جنہوں نے ایسے عاشق رسولؐ کو کافر اور دجال کہا۔ کیا اردو کیا فارسی اور کیا عربی تمام کتابیں آپ کی حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف سے بھری ہوتی ہیں۔ آپ نے حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس قدر مدح سرائی کی ہے کہ عقل حیران رہ جاتی ہے، ایک ہی موضوع پر اس قدر بسط اور تفصیل کے ساتھ لکھنا اور آنحضرتؐ کے فضائل در فضائل بیان کرتے جانا یہ کسی معمولی انسان کا کام نہیں۔ دراصل یہ مدح سرائی کسی تصنع یا بناوٹ پر مبنی نہ تھی۔ بلکہ یہ کیفیت تھی اس دل کی جس میں عشق رسولؐ کا دریا موجزن تھا۔ بناوٹ سے کوئی کہاں تک لکھ سکتا تھا اور تصنع کب تک ساتھ دیتا ہے۔ یہ دراصل محبت کا چشمہ ہے جو دل سے پھوٹا اور اپنی روانی میں بڑھتا چلا گیا اور یہ ایک ایسا امر واقعہ ہے جس کی تکذیب کوئی عقلمند انسان نہیں کر سکتا۔

رسول کریم صلعم کی مسیح موعود علیہ السلام سے محبت

آپ کی حیات طیبہ کا ایک ایک واقعہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق و محبت کی داستان ہے۔ اگر وعظ ہیں تو حضرت رسول کریم صلعم کی فضیلت پر، اگر نثر ہے تو وہ آپؐ کے فضائل پر اور اگر نظمیں ہیں تو وہ آپ کی نعت میں اگر دشمنوں سے مباحثات ہیں تو وہ حضرت رسول کریم صلعم کی صداقت پر، اگر اپنا تعلق خدا سے ظاہر کیا تو اس کی نسبت بھی صاف یہی لکھا کہ یہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طفیل سے ہے اگر کوئی اپنی فضیلت یا کسی امر کے متعلق اپنے منصب کا بیان کچھ کیا ہے تو اس کی نسبت بھی یہی ظاہر فرمایا کہ یہ سب کچھ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کا نتیجہ ہے؎

آنچہ مارا وحی و ایمائے بود
آں نہ از خود از ہماں جائے بود

غرض اس باب میں کہاں تک لکھا جائے۔ اور اس داستان عشق کا بیان کہاں تک کیا جائے۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ مسیح موعود وہ انسان ہوگا جو رسول اللہ صلعم کو اپنی امت میں از روئے محبت سب سے زیادہ قریب ہوگا۔ دراصل جس قدر حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو محبت حضرت مسیح موعود سے ہے۔ اسی تناسب سے حضرت مسیح موعود کو آنحضرت صلعم سے محبت تھی۔ اسی محبت کا اظہار تھا کہ حضور بار بار حضرت سے کشوف میں ملاقات فرماتے اور قوم کے ظلم پر آپ کو تسلی دیتے کہ خدا کے بندوں پر ایسے وقت بھی آیا کرتے ہیں گھبرانا نہیں چاہیئے۔ ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مسیح موعود کے ایک قصیدہ کے متعلق جو آپ نے حضورؐ کی اور صحابہؓ کی تعریف میں لکھا تھا، عالم رویا میں نہایت ہی اعلیٰ درجہ کی خوشنودی کا اظہار فرمایا۔ حضور صلعم آپ کی کتاب آئینہ کمالات اسلام ہاتھ میں لئے ہوئے تشریف لائے فرط انبساط سے مسکراتے تھے اور قصیدہ کی طرف اشارہ فرماتے ہوئے حضرت مسیح موعود سے مخاطب ہو کر فرمایا ھذا لی۔ پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعریف میں جو قصیدہ تھا اس پر انگشت مبارک رکھتے ہوئے فرمایا ھذا لاصحابی۔

صداقت شعاری

بچہ کی ضد اور آپ کا سچ بات پر اصرار

ایک دفعہ صاحبزادوں میں سے کوئی برف لینے کی ضد کرتا تھا برف تھی نہیں۔ حضرت صاحب بچے کو بہت بہلاتے مگر وہ مانتا نہیں تھا اور روئے جاتا تھا۔ گھر سے ایک نمک کی ڈلی بھیجی گئی کہ بچہ برف مانگتا ہے آپ اسکو یہ نمک کی ڈلی دیں اور کہیں کہ یہ برف ہے شاید اس طرح سے مان جائے۔ بچے کو منانے کے لئے نمک کو برف کہدینا ایک معمولی بات تھی لیکن حضرت صاحب نے اسکو بھی گوارا نہ فرمایا۔ بجائے اسکے کہ آپ یہ فرماتے کہ یہ لو برف ہے آپ یہی فرماتے رہے کہ لو بھئی اسی کو برف سمجھ لو۔ اس سے آپ کی قلبی کیفیت کا پتہ چلتا ہے، اور یہ امر آپ کی انتہائی صداقت شعاری اور راستی کی علامت ہے ورنہ بچوں کو بہلانے کے لئے اس قسم کی باتیں کہدینا کبھی کسی کے وہم میں نہیں آتا کہ جھوٹ بولنے کے مترادف ہے۔

عدالت میں غلط بیان دینے سے انکار

لالہ دینا ناتھ جو بہت سی اردو اخبارات کے ایڈیٹر تھے انہوں نے ایک دفعہ نہیں بلکہ کئی بار لوگوں کے سامنے بیان کیا کہ اگرچہ مرزا صاحب سے ان کا اختلاف تھا لیکن وہ مرزا صاحب کو ایک بہت بڑا انسان سمجھتے ہیں جس کی تفصیل وہ یوں بیان کیا کرتے تھے۔ کہ مولوی فضل الدین صاحب مرحوم ایڈوکیٹ نے ان سے ایک دفعہ بیان کیا کہ مرزا صاحب پر کوئی مقدمہ تھا میں ان کا وکیل تھا۔ میں نے عدالت میں پیش کرنے کے لئے مرزا صاحب کی طرف سے ایک بیان تیار کیا۔ مرزا صاحب کو سنایا آپ بہت برہم ہوئے اور فرمایا یہ تو جھوٹ ہے میں جھوٹی بات پیش کرنا نہیں چاہتا۔ مولوی فضل الدین صاحب کہتے ہیں کہ میں نے کہا کہ اس کے بغیر چارہ نہیں ورنہ آپ کے خلاف مقدمہ ہو جائے گا۔ مرزا صاحب نے فرمایا کچھ پرواہ نہیں میں جھوٹ بول کر مقدمہ نہیں جیتنا چاہتا میں سچا بیان دوں گا۔ اور آپ دیکھیں گے کہ سچ میں وہ اثر ہوگا جو اس جھوٹ میں ہرگز نہیں ہو سکتا چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ آپ نے اپنا بیان خود لکھوایا اور آپ کامیاب ہوئے مولوی فضل الدین صاحب کہتے تھے کہ مدت العمر میں یہ پہلا واقعہ تھا کہ میں نے موکل نے سچا بیان دینے پر مجبور کیا ورنہ لوگ سچ جھوٹ کی کبھی پرواہ نہیں کرتے یہ خصوصیت ایک مرزا صاحب میں ہی دیکھی گئی۔

محکمہ ڈاک کا مقدمہ

ایک دفعہ آپ پر محکمہ ڈاک کی طرف سے مقدمہ بن

گیا۔ جس کی تفصیل یہ ہے کہ آپ نے ایک کتاب کے اندر جو کسی شخص کو بھیجی گئی تھی ایک خط بھی لکھ کر رکھ دیا۔ ڈاک خانہ کے قاعدے سے آپ واقف نہ تھے۔ معلوم ہونے پر آپ کے خلاف مقدمہ بنایا گیا۔ لوگ مشورہ دیتے تھے کہ آپ یہ جواب دیں کہ فلاں مخالف نے میری ایذا دہی کے لئے یہ کیا ہے۔ غرض مختلف لوگ مختلف قسم کی ترکیبیں بتاتے۔ لیکن آپ نے ایک نہ سنی اور فرمایا کہ جو امر واقعہ ہے وہی میں بیان کروں گا چنانچہ آپ نے وہی بیان دیا جو امر واقعہ تھا آپ نے اپنی غلطی کا اور ڈاک خانہ کے قاعدے سے عدم واقفیت کا اعتراف کیا اور آپ پر کوئی حرف نہ آسکا۔

دعویٰ سے قبل آپکی راستبازانہ زندگی

دعوے سے قبل آپ کے والد بزرگوار آپ کو مقدمات کی پیروی کے لئے بھیجتے تھے، آپ ہمیشہ سچ بولتے۔ کبھی کوئی خلاف واقعہ امر بیان نہیں کیا خواہ اس میں کتنا ہی نقصان ہو۔

ایک دفعہ ایک مخالف کے متعلق ایک سنی ہوئی روایت کی بناء پر آپ نے کہیں لکھدیا کہ اس کا گذارہ اس طریق پر ہے۔ مخالف نے اس پر اعتراض کیا کہ یہ خلاف واقعہ ہے۔ آپ نے اپنے بیان کو واپس لے لیا اور فرمایا کہ مجھے معلوم نہیں تھا ورنہ میں ایسا نہ لکھتا۔ آپ پر خدا انوں میں سنگین سے سنگین مقدمات مثلاً قتل وخون کے دائر ہوتے رہے کسی موقعہ پر نہیں دیکھا گیا کہ آپ نے کوئی امر خلاف واقعہ بیان کیا ہو۔ ورنہ ایسے مقدمات میں لوگ کیا کچھ نہیں کرتے۔ ان کے وہم میں بھی نہیں آتا کہ یہ امر سچ ہے یا جھوٹ۔ ہر مخالف کے خلاف رطب ویابس پیش کر دیا جاتا ہے۔ لیکن حضرت کا یہ طریق نہیں تھا جو امر سچا ہوتا آپ وہی پیش کرتے۔

آپ حق بات میں کسی کی رعایت نہ فرماتے

سچی بات کہنے میں آپ کسی کی رو رعایت نہیں فرماتے تھے۔ ایک دفعہ آپ نے فرمایا کہ میں چاہتا ہوں کہ ضروری ضروری نصائح تختیوں پر لکھ کر گھروں میں آویزاں کر دوں کیونکہ میں دیکھتا ہوں کہ گھر میں جو مستورات آتی ہیں ان میں سے جو غریب ہوں ان کی تو چنداں پرواہ نہیں کی جاتی اور امرا کی بہت عزت اور خاطر مدارات کی جاتی ہے، حالانکہ غریب لوگ زیادہ دلجوئی کے مستحق ہوتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے دل میں امیر غریب کا امتیاز نہیں تھا۔ بلکہ غریب کے لئے جذبۂ محبت زیادہ تھا۔ اور یہ بات تو ظاہر ہی ہے کہ اس امر کے بیان کرنے میں آپ نے گھر کے آدمیوں کا نقص ظاہر کرنے میں کوئی رعایت نہیں کی بلکہ صاف لفظوں میں جو نقص نظر آیا علی الرؤس الاشہاد بیان فرما دیا ورنہ پیر اور واعظ اپنے گھر کے آدمیوں کے زہد وتقویٰ کا بھی ساتھ ساتھ ڈھول پیٹتے رہتے ہیں۔

حق بات میں مخالف کی حمایت

امیر حبیب اللہ خاں والی کابل کے ہاتھ سے جو صدمہ حضرت صاحب اور کل جماعت کو پہنچا وہ محتاج بیان نہیں۔ انہوں نے ہی ہمارے نہایت ہی مکرم بھائی مولانا عبداللطیف صاحب شہید کو سنگسار کیا تھا۔ یہ ایک ایسا دردناک واقعہ تھا جس سے حضرت صاحب کو اور ان کے متبعین کو سخت اذیت پہنچی۔ بایں ہمہ جب امیر حبیب اللہ خاں ہندوستان تشریف لائے اور ملاں لوگوں نے ان پر آواز سے کسے کہ انہوں نے فلاں مسجد میں جوتیوں سمیت نماز پڑھی ہے تو حضرت نے فرمایا۔ امیر کا کچھ قصور نہیں ملاں لوگوں کا اعتراض بیجا ہے۔ جوتی کے ساتھ نماز پڑھی جا سکتی ہے۔

مولانا عبدالکریم صاحب کا ایک واقعہ

حضرت مولانا عبدالکریم صاحب مرحوم حضرت اقدس پر سو جان سے فدا تھے اور حضرت صاحب بھی ان کا بہت احترام فرماتے تھے۔ لیکن باوجود اس کے جب ایک دفعہ مولانا صاحب کے منہ سے اپنی بیوی کے متعلق یہ الفاظ نکلے کہ میں ان کو سخت ڈانٹ دوں گا تو آپ نے فرمایا کہ پھر آپ کا اور ہمارا کوئی تعلق نہیں ہوگا۔ میں پسند نہیں کرتا کہ ازواج کے ساتھ اس سختی کا سلوک کیا جائے۔ ایک اور موقعہ پر مولانا صاحب نے ایک شخص پر اعتراض کیا۔ آپ نے فرمایا مجھے اس سے اتفاق نہیں ہے۔ غرضیکہ آپ ہمیشہ حق بات فرماتے اور اس معاملہ میں دوست و دشمن کی کوئی رعایت نہ کرتے۔

صداقت شعاری کا ایک اور واقعہ

غالباً ۱۹۰۴ء کا واقعہ ہے کہ آپ لاہور میں تشریف لائے اور آپ کا لیکچر اسلام اور اس ملک کے دوسرے مذاہب پر ہوا حضرت مولانا عبدالکریم صاحب نے یہ لیکچر ایک عظیم الشان مجمع کے اندر پڑھا میں انہی دنوں حضور سے مشرف بہ بیعت ہوا تھا۔ میرے سامنے کا واقعہ ہے کہ حضرت صاحب مفتی محمد صادق صاحب سے قادیان کے متعلق گفتگو فرما رہے تھے کہ وہاں کس کو بھیجا جائے۔ مفتی صاحب نے حضرت مولانا مولوی محمد علی صاحب مرحوم کا نام تجویز فرمایا۔ آپ نے فرمایا کہ ہاں اگر وہ پسند کریں تو اسی اثناء میں حضرت مولانا صاحب بھی وہاں تشریف لے آئے۔ مفتی صاحب نے محبت سے مولانا صاحب کے گلے میں ہاتھ ڈال کر کہا کہ آپ قادیان تشریف لیجائیے حضرت نے فرمایا ہے۔ حضرت صاحب نے ٹوکا اور فرمایا میں نے تو ایسا نہیں کہا آپ تو خود ہی فرماتے تھے۔ میں نے تو یہ کہا ہے کہ اگر وہ پسند کریں تو۔ غرض کہاں تک لکھا جائے

ز فرق تا بقدم ہر کجا کہ می نگرم ٭ کرشمہ دامن دل می کشد کہ جا اینجاست

دعا پر زندہ ایمان

مولانا مرتضیٰ خاں صاحب

بر آں کاریکہ گرددا ز دعائے محو جانا نے
نہ شمشیرے کند آں کار نے بادی نہ بارانے

اخبار کے کالم ذاتی حالات کے لئے وقف نہیں ہونے چاہئیں لیکن بعض صورتوں میں ذاتی حالات اس نوعیت کے ہوتے ہیں کہ ان میں دوسروں کے لئے بہت کچھ مواعظ حسنہ کا سامان ہوتا ہے اس لئے کہ ان کا اندراج سراسر مستحسن بلکہ ضروری ہے۔ میں نے اپنے بچے رشید کی صحت کے لئے ٹوٹے پھوٹے لفظوں میں احباب سے دعا کی استدعا کی۔ اس پر جس اخلاص۔ دلسوزی اور ہمدردی کا اظہار احباب کی طرف سے ہوا اس کے بیان کرنے سے زبان قلم قاصر ہیں۔ بڑے درد بھرے لفظوں میں دور دور سے احباب کے خطوط آئے۔ کہ وہ خود بھی تضرع اور ابتہال سے دعا کرتے ہیں اور اپنے اہل وعیال اور احباب میں بھی دعا کی تحریک کرتے رہتے ہیں۔ بعض مخلصین نے لکھا کہ ہم نے عزیز کے لئے صدقہ بھی کیا ہے۔ اور بعض ایثار مجسم احباب نے یہاں تک لکھا ہے کہ ہم عزیز کے لئے جان بھی قربان کرنے کے لئے طیار ہیں۔ ان خطوط کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ قلوب کے اندر خاص درد اور جوش پایا جاتا ہے۔ بعض سراپا اخلاق بزرگوں نے عملی ہمدردی کا بھی ثبوت بہم پہنچایا کہ رحماء بینھم کا نقشہ آنکھوں میں پھر گیا اگر ان کی طرف سے اجازت ہوتی تو میں بصد تشکر وامتنان ان کے اسمائے گرامی درج اخبار کرتا۔ غرضیکہ یہ ایک حقیقت ہے کہ ہر دوست کی ہمدردی اپنے اپنے رنگ میں انتہا کو پہنچی ہوئی تھی اور میں نہیں سمجھ سکتا کہ کس کو میں موخر کروں اور کس کو مقدم۔ ان تمام احباب کا مجھ پر احسان ہے اور بمفوائے **من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ** میں ہمیشہ ان کا شکر گذار اور ان کے لئے دعاگو رہوں گا۔ میں نے فرداً فرداً ایسے سب احباب کا شکریہ ادا کیا ہے اور اب مجموعی طور پر بذریعہ اخبار شکریہ ادا کرتا ہوں اور انکی خدمت میں عرض کرتا ہوں کہ اب خدا کے فضل وکرم سے عزیز کو کافی افاقہ ہے اور امید ہے کہ تبدیل آب وہوا سے اللہ تعالیٰ عزیز کو کلی صحت عطا فرمائیگا۔

ہم نے اس معمولی واقعہ کو اس لئے تفصیل سے بیان کیا ہے کہ اس میں ہمارے لئے ایک سبق ہے اور وہ یہ کہ خدا ہمارا زندہ خدا اپنے عاجز بندوں کی دعاؤں کو سنتا ہے اور جو باتیں بظاہر ناممکن نظر آتی ہیں وہ اس کے فضل سے ممکن ہو جاتی ہیں۔ انسان کو اس کے دروازے سے کبھی مایوس نہیں ہونا چاہیئے، یہ وہ تعلیم ہے جو اسلام نے ہمیں دی اور اس زمانہ میں حضرت مسیح موعود نے اسکو پھر زندہ کیا، آپ نے ہمیں بتایا کہ خواہ کتنی ہی مشکل کیوں نہ ہو کبھی خدا کے فضل سے مایوس نہیں ہونا چاہیئے، وہ ہر باتوں پر قادر ہے اور سب کچھ کر سکتا ہے۔ اور جو کام دنیا کی کوئی طاقت نہیں کر سکتی وہ ایک مضطرب کی دعا آناً فاناً کر دیتی ہے۔ آپ نے کیا خوب فرمایا ہے ؎

ہر آں کاریکہ گرددا ز دعائے محو جانا نے
نہ شمشیرے کند آں کار نے بادی نہ بارانے

اسی ضمن میں اس امر کا اظہار ضروری ہے کہ حضرت مسیح موعود نے اس زمانہ میں ایک ایسی متدین اور مخلص جماعت پیدا کی جن کے قلوب زندہ ایمان سے مملو اور جو دوسروں کے دکھ کو اپنا دکھ اور دوسروں کی تکلیف کو اپنی تکلیف محسوس کرتے ہیں اور ان کے لئے تڑپ تڑپ کر دعائیں کرتے ہیں۔ وہ اپنے بھائیوں کی مصیبت میں ان کے پہلو بہ پہلو کھڑے ہو جاتے ہیں اور ان کے غم میں شریک اور ان کے درد میں برابر کے حصہ دار ہوتے ہیں۔

ایسی صالح جماعت کا پیدا کرنے والا انسان فی الحقیقت ہمارا بہت بڑا محسن ہے اور اس کے اس احسان کا ہم جس قدر شکریہ ادا کریں کم ہے۔ ہمیں اس محسن کی قدر کرنا چاہیئے اور اس کی اصل قدر یہ ہے کہ جو کام اس نے ہمارے سپرد کیا ہے اسے ہم دل وجان سے سرانجام دیں۔

مسیح موعودؑ اور ایک مسیحی

چوں مرا نورے پئے قوم مسیحی دادہ اند
مصلحت را ابن مریم نام من بنہادہ اند

ترجمہ۔ غلام ربّانی۔ ایم۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی

ذیل میں پادری لارنس ای براؤن کی کتاب (THE PROSPECTCS OF ISLAM) میں سے اس حصہ کا ترجمہ پیش کیا جا رہا ہے جو انہوں نے ہمارے رہبر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق لکھا ہے، پادری لارنس ای براؤن مانچسٹر یونیورسٹی میں مذاہب کے پروفیسر ہیں۔ پادری موصوف بعض مقامات پر غلط نتائج اخذ کر گئے ہیں۔ لیکن اتنا ضرور مان گئے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت قریبی مماثلت ہے اور جو شخص حضرت مسیح موعود کو سمجھ جائے گا اس کے لئے حضرت نبی کریم صلعم کا سمجھنا قطعاً دشوار نہ ہوگا۔ ہمارے وہ دوست جو مغرب میں حضرت مسیح موعودؑ کی دعوت کو اچھا نہیں سمجھتے ان کے لئے اس میں ایک تازیانہ ہے کیونکہ دور یورپ میں بیٹھا ہوا ایک پادری نژاد اس بات کو خوب سمجھ گیا ہے جسے یہ ہمارے دوست یہاں بیٹھ کر بھی سمجھ نہیں سکے۔ ہم نے پادری صاحب کے مضمون کا متن من وعن ترجمہ کر دیا ہے اور مناسب مقامات پر حواشی لکھ دیئے ہیں جہاں پادری موصوف بات کو سمجھ نہیں سکے یا الجھ گئے ہیں۔

اسلام میں جیسا کہ ہم اوپر دکھا چکے ہیں مذہبی اور ریاستی امور ساتھ ساتھ چلتے ہیں ایک مسلمان کسی بھی تحریک کو اسلامی کہدے گا چاہے وہ سیاسی تھی یا مذہبی۔ اور ہر چند کہ مسلمان اس قسم کا کوئی امتیاز قائم نہیں کرتے پھر بھی ہمیں ایسا امتیاز قائم کرنا پڑتا ہی۔ اسلام کے اندر ان قوتوں کی نشاندہی کرنے کے لئے جو اسے کسی وقت ایک عظیم طاقت بنا دیں گی ہمیں صرف ریاسی تحریکات سے واسطہ نہیں۔ بلکہ زیادہ اہم وہ تحریکات ہیں جو وجدانی کیفیت کی حامل ہیں۔ ایک طویل تاریخ بیان کئے بغیر ہم جدید تحریکات کو صرف انہی حدود تک جائیں گے جہاں تک ان کے دینی، سیاسی، تعلیمی اور اخلاقی امور پر ان کے داخلی روحانی وجدان کا اثر پڑا ہے۔

ہندوستان میں ہم سب سے پہلے تحریک احمدیہ کو لیتے ہیں جو عوام میں عیسائیت کے خلاف شدید جارحانہ اقدامات کے لئے بے حد مشہور ہے۔ اس کے بانی مرزا غلام احمد قادیانی (علیہ الصلوٰۃ والسلام) پنجاب کے رہنے والے کئی امور میں ہمیں خود محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی یاد دلاتے ہیں (حضرت) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ہی طرح انہیں کشف ہوتے ہیں، اور وہ آوازیں سنتے ہیں اور انہی کی طرح وہ جیسا کہ آج کہا جا سکتا ہے پیتھالوجیکل کیس تھے[1]۔ دونوں ہی نے ایک ایسے مضبوط روحانی تجربے کو اس طرح محسوس کیا کہ اس کے زیر اثر وہ دنیا کی اصلاح پر مامور کئے گئے ہیں۔ دونوں ہی نے اپنے متعلق کئی ایک ایسے دعاوی کئے جو دلائل سے بہت دور ہیں[2]

. . . .

. . . .

. . . .

. . . .

عظیم شخصیت ہمیشہ کسی نہ کسی اعتبار سے غیر معمولی ذہنی کیفیت کی حامل ہوتی ہے۔ اور یہ کہنا کہ میرزا یا خود محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اسی کے گھائل تھے اس سے ان کی انفرادیت یا عظمت میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ دونوں کے موازنہ کو جاری رکھتے ہوئے ہم دیکھتے ہیں کہ دونوں ہی دوسرے ادیان میں دلچسپی لیتے تھے جو ان کے اردگرد پھیلے تھے اور ان سے انہوں نے بہت کچھ سیکھا بھی۔ لیکن ان (ادیان) کے اعتقادات کو سنجیدہ طور پر کبھی پرکھا نہیں، اور اسی لئے وہ ان کے متعلق ایک متوازن محاکمہ کرنے کے قطعی ناقابل تھے[3]۔ دونوں میں بے حد شخصی کشش ہے۔ لیکن اپنے مخالفوں کے ساتھ سلوک کرنے میں بے حد متشدد اور سخت ہیں۔ اور یہ کہنا کوئی زیادتی اور غلطی نہ ہوگی کہ اگر ہم مرزا کی غیر معمولی گوناگون اور باہم مختلف شخصیت کو سمجھ سکیں جس سے کہ مرزا کی شخصیت بنی تھی تو ہم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم کے الجھے ہوئے کردار کو سمجھنے کے بہت قریب ہو جائیں

---

[1] عجیب بات ہے کہ خود توہم پرست عیسائی ایسے Dogmas کو مانتے ہیں جن کی ان کے پاس کوئی عقلی دلیل نہیں لیکن ایک ایسے انسان کو جو اپنی وحی اور تجربہ کو خود ان کے سامنے امتحان کے لئے پیش کرتا ہے پیتھالوجیکل کیس کہتے ہیں۔ آج حکمت نفسیات خاصی ترقی کر چکی ہے۔ فرائڈ نے تو اپنے مقالات میں خوابوں کو نفسیاتی تجربہ کا بہترین ذریعہ قرار دیا ہے۔ کیا ہی اچھا ہو اگر غیر جانبدار اور مسیح کے شیدائی وحی اور سچے خوابوں کا بھی نفسیاتی تجزیہ کریں اور انہیں محسوس ہو کہ نبی جس وحی کو پیش کرتا ہے وہ خالق کائنات کی کلام ہوتا ہے سچے خوابوں کی توجیہ تو ابھی تک نفسیات سے علمی طور پر ممکن نہیں ہو سکی، پھر وحی جسے مہبط وحی بیان کرتا ہے خارج ہو جا کر ایسے اثرات کیونکر مترتب کرتی ہے جو خود مہبط وحی کے اختیار سے بھی باہر ہوتے ہیں جیسے سورۃ روم میں رومیوں کی فتح کی پیشگوئی، یا آج کل کوریا کی نازک حالت کے متعلق مسیح موعود کی وحی۔

[2] پادری صاحب نے یہ نہیں بتایا کہ وہ دعاوی دلائل سے کیسے دور ہیں۔ اگر تثلیث، عشائے ربانی، اور کفارہ دلائل کے بل پر قائم ہو سکتے ہیں تو واقعی حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ کہنا کہ خدا ایک ہے، اور کوئی اس کا بیٹا نہیں، اس کی وحی اپنے بند دل پر اترتی ہے اور صرف عمل ہی انسان کا بہترین شفیع ہو سکتا ہے، یہ سب باتیں دلیل سے باہر ہیں۔ دگرنہ حضرت نبی کریم صلعم اور حضرت مسیح موعود کا دعوےٰ تو بڑا سیدھا سادہ ہے کہ خدا تعالےٰ کا واضح اور یقینی کلام ان پر اُترتا ہے اور یہ کلام ایک ایسے خدا کی طرف سے ہے جو وراء الوراء ہے انسان کی داخلی کیفیت نہیں، اور وہ خود اس کے پیغام لانے والے ہیں اور اس کے بندے ہیں۔ باقی ایسے انسان کو جس پر وحی اترتی ہے کوئی لقب بھی دے دو وہ صرف لفظی القاب ہوں گے۔ معلوم نہیں اس میں کون سا ایسا الجھاؤ ہے جو پادری صاحب کے لئے دور از دلائل ہے۔

[3] سنجیدہ طریق پر جہاں تک دوسرے مذاہب کا سوال ہے قرآن پاک نے صاف فرمایا ہے کہ زندہ تو وہ ہے جو دلیل سے زندہ رہے اور مردہ وہ جو دلیل سے مر جائے۔ حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا ہے کہ

اور دینوں کو جو دیکھا تو کہیں نور نہ تھا
کوئی بتلائے اگر حق کو چھپایا ہم نے
آزمائش کے لئے کوئی نہ آیا ہر چند
سب طرف دعوتوں کا تیر چلایا ہم نے

بات صرف اس قدر ہے کہ یہ جہان ہیں حضرت نبی کریم صلعم یا حضرت مسیح موعودؑ کا کام اس لئے نہیں کہ خالق کائنات جب اپنی وحی سے انہیں ایک صحیح راہ کی طرف راہ نمائی کر دے تو پھر انہیں اس میں انسانی جانچ کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ وہ دوسرے ادیان کے بارے میں اپنی رائے کو بند کر دیتے ہیں بلکہ یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے ادیان کے الہامی ہونے اور تمام اقوام کے مذاہب کو خدا تعالیٰ کی طرف سے جاری شدہ تسلیم کرایا ہے اور انہوں نے کہا ہے کہ حکمت مومن کی گمشدہ چیز ہے جہاں پائے حاصل کر لے۔ انہی کا محاکمہ صحیح ترین ہوتا ہے کیونکہ یہ خدا تعالیٰ کے نور کی روشنی میں چلتے ہیں اور ذاتی رائے کو خدا کی رضا کی خاطر ترک کر دیتے ہیں۔ وہ دراصل انسانوں کے سچے خیر خواہ ہوتے ہیں اسلئے انہیں غیر اللہ کی اطاعت میں سربسجود نہیں دیکھ سکتے۔ پادری صاحب خود متوازن محاکمہ نہیں کر سکے کیونکہ ان کا دل اس محبت سے خالی نہیں جو انہیں عیسائیت کے اعتقادات سے ہے اور یہ محبت دوسروں سے نفرت کی حد تک بڑھی ہوئی ہے۔ یہ انسان کا خاصہ ہے اس لئے وہ اس سے بری نہیں ہو سکے، یہی بات خدائی انسانوں میں نہیں ہوتی۔ وہ سچی گواہی دیتے ہیں لیکن دنیاوی انسان جب اس سچی گواہی کو اپنے خیال کے خلاف پاتا ہے تو برہم ہو جاتا ہے اور یہی بات پادری صاحب سے سرزد ہوئی۔

گئے ۴ ۔

مرزا (علیہ السلام) کو سمجھنے کے لئے ہمیں ۱۸۸۹ء کے دور میں واپس جانا چاہیئے، جب انہوں نے پچاس برس کی عمر میں اپنی پہلی وحی کے آنے کا اعلان کیا اور اس مخصوص مذھبی ماحول کو دیکھنا چاہیئے جس میں انہوں نے اپنے آپ کو پایا۔ ہندوؤں کی عملی شاخیں کوئی نئی نہ تھیں۔ مسلمان صدیوں سے ان کے سامنے رہتے چلے آ رہے تھے۔ اور کبھی بھی اپنی اس نفرت سے نہ نکل سکے تھے جو انہوں نے یہاں پہلی مرتبہ ہی بُت پرستی اور متعدد خداؤں کی پوجا کو دیکھ کر پیدا کر لی تھی۔ البتہ ہندویت میں ایک مذھبی عنصر ضرور تھا جو ان کی (حضرت مسیح موعود علیہ السلام۔ ناقل) نظر سے اوجھل نہ رہ سکا۔ اور وہ ہندوؤں کا (حضرت) کرشن (علیہ السلام) سے ایک عقیدتمندانہ و عدالتی تعلق تھا۔ مو احد برہمو سماج سے وہ کم و بیش ناواقف تھے شاید اس لئے کہ برہمو سماج کی ماننے والے تھوڑے تھے اور وہ بھی دور بنگال میں بستے تھے۵ انہیں البتہ آریہ سماج سے سخت نفرت تھی جسے وہ سیاسی عقلی اور جارحانہ تحریک سمجھتے تھے۔ جہاں تک اسلام کا۔۔۔۔ انہوں نے مطالعہ کیا وہ مایوس ہوتے گئے۔ یہ اُن مولویوں کے ہاتھوں میں پڑا تھا جو ایک ٹوٹتے ہوئے قدیم نظام کو سختی سے چمٹے ہوئے تھے جس نے اسلام کی روح ختم کر دی تھی۔ اُن کی جہالت اور شریعت کی غلامی مرزا کو بڑی شاق گذری۔

۱۸۷۵ء میں، صرف چودہ برس قبل جب مرزا نے بیعت لینی شروع کی، سرسید احمد خاں نے علی گڑھ، یو۔پی۔ میں محمڈن اینگلو اورینٹل کالج کی بنیاد رکھی۔ ہمارے نزدیک سرسید نے جس تحریک کا آغاز کیا تھا وہ ہندوستانی مسلمانوں کے لئے بہت سودمند تھی جو تعلیمی دوڑ میں ہندوؤں سے بہت پیچھے رہ گئے تھے۔ ہرچند کہ یہ درست ہے کہ سرسید احمد خاں کا مغربی فکر کو اعلےٰ مقام دینا دوسری طرف اسلامی فکر کو پستی کی طرف دھکیلنا تھا اور اس کا عقل کو وحی کے بالمقابل اونچا مرتبہ دینا دراصل نویں صدی عیسوی کے معتزلیوں کے نقش پر چلنا تھا۔ اسی لئے سید امیر علی نے جو اسی تحریک کے معتقد تھے معتزلیوں کے ساتھ بڑی ہمدردی بھی دکھائی۔

خیال ہو سکتا ہے کہ مرزا غلام احمد جنہیں روایتی اسلام سے اختلاف تھا اور جو مولویوں کے سخت خلاف تھے انہیں اس نئی تحریک سے ہمدردی ہو گی، لیکن اس کے برعکس انہوں نے علیگڈھ کی قائدین کو نہ مذہبی انسان نہیں مانا بلکہ ایسے عقل پسند سمجھا جو اسلام کو ترک کرنے کی طرف میلان رکھتے تھے یہ ضرور ماننا پڑتا ہے کہ علیگڈھ موومنٹ دراصل اسلام کے اندر سے ایک ترقی نہیں تھی بلکہ اسلام میں مغربی افکار کے وہ پیوند لگانے تھے جو اس میں نہیں تھے۔

مرزا باوجود اس کے اکثر مغربی کتابوں کے اقتباسات اپنی کتابوں میں پیش کرتے ہیں خاص طور پر وہ جو عیسائیت کے خلاف حملہ کرنے کے کام آتے ہیں، مغربی افکار کو نہ جانتے تھے اور نہ ہی ان کی تکنیک اور دلائل سے آگاہ تھے اس لئے علیگڈھ موومنٹ کے اس پہلو سے انہیں کوئی ہمدردی نہ تھی ۶

ایک جگہ وہ سرسید احمد خاں اور سید امیر علی کے متعلق کہتے ہیں کہ:۔

وہ دور تک نہ جا سکے اور نہ ہی حقیقت کو گہری نظر سے دیکھ سکے کیونکہ اُن کو خدا تعالےٰ کے واضح کلام اور اس کی وحی سے کوئی یقین نہ بخشا گیا اور نہ ان پر خارج سے وحی اتری، جو انسانی دل کی آواز نہیں ہوتی"

(ریویو آف ریلیجنز)

عیسائیت کو مرزا دو مختلف پہلوؤں سے دیکھتے تھے۔۔۔۔۔۔۔ ایک پہلو سے وہ اُن سب باتوں کو درست مانتے تھے جو قرآن پاک میں عیسیٰ کے متعلق بیان ہوئی ہیں جس میں یہ الزام بھی ہے کہ عیسائیوں نے مسیح اور اس کی والدہ کو خدا کے علاوہ دو اور خدا بنا لیا ہے۔ دوسرے رُخ انہوں نے جارح عیسائی مشنریوں کی تبلیغ کو دیکھا۔ ہمیں یاد ہے کہ اس زمانے میں عیسائیوں کا طریق تبلیغ انتہائی اشتعال دلانے والا تھا اور وہ دوسرے مذاہب کی کمزوریوں کو بہت جلد اُچھالتے تھے اور صحیح نتیجہ تک پہنچنے کا موقع نہیں پیدا ہونے دیتے تھے اور غیر مسیحی ادیان کی سچائیوں کو ماننے میں بہت سست تھے۔ مشنری جس قسم کی دلیلیں دیتے تھے وہ بہت بودی ہوتی تھیں۔ برسوں اس قسم کا ایک پمفلٹ عوام میں پھیلایا جاتا رہا کہ خدا کا وعدہ اسحٰق سے تھا نہ اسمٰعیل سے۔ اس لئے اس کو یسوع میں پورا ہونا چاہیئے اور نہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میں جو اسمٰعیل کی اولاد ہیں۔ اسی لئے جب مرزا نے عیسائیوں کے خلاف قلم اُٹھایا تو اُن کا انداز اس سے بھی سخت تھا لیکن یہ راہ خود عیسائیوں نے دکھائی تھی۔

یہ تھا وہ پس منظر جس میں سال ۱۸۸۹ء میں (حضرت) مرزا نے کہا کہ ان پر وحی اتری ہے کہ وہ بیعت لیں۔ چند لوگ ان کے گرد جمع ہوئے کہ ایکا ایکی ۱۸۹۱ء میں اُن کا بھونچکا دینے والا دعویٰ مسیحیت و مہدویت مشتہر کیا۔ دونوں اصطلاحیں اسلام میں معروف ہیں اور پہلی اصطلاح یہودیت اور عیسائیت میں بھی مشہور ہے۔ مسیح کی اصطلاح یہودیوں اور عیسائیوں میں اتنی متعارف ہے کہ ہمیں اس کی کوئی وضاحت کرنے کی ضرورت نہیں۔ البتہ جب مرزا نے مسیح ہونے کا دعویٰ کیا انہوں نے اسے مسیحیوں کی اصطلاح میں استعمال کیا اور اس سے مراد مسیح کی آمد ثانی لی۔ مسلمانوں کا نظریۂ مسیح و مہدی البتہ مختلف ہے۔ مسیح قرآن پاک میں یسوع کا روپ ہے۔ اور دنیا کے آخری ایام میں اس کی دوسری آمد کا ذکر مسلم روایات میں صاف صاف موجود ہے جس کی تصدیق قرآن کریم کے چند مبہم آیات سے بھی ہوتی ہے۔ مسلم روایات میں ایک مہدی کے ظہور کا بھی ذکر ہے جو مسیح سے علاحدہ ایک شخصیت ہو گی ۷ شیعہ مسلمان مہدی کا مقام خلیفہ سے بہت زیادہ مانتے ہیں کیونکہ وہ تاریخی رہنماؤں کی ایک تسلسل مانتے ہیں جنہیں وہ امام کہتے ہیں جن کا آخری فرد ۸۷۴ عیسوی میں غائب ہو گیا تھا اور ان کا عقیدہ ہے کہ یہ آخری امام روپوش ہے اور ایک دن امام مہدی کی شکل میں ظہور کرے گا۔ مرزا کے دعاوی نے قدامت پرست

---

۴ حضرت مسیح موعودؑ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میں خادم اور مخدوم کا تعلق بھی ہے اور چاند سورج کا بھی۔ حضرت مسیح موعودؑ نے ایک مرتبہ فرمایا تھا کہ جب عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ کو خدا کا رتبہ دیا تو خدا تعالےٰ کی غیرت نے حضرت نبی کریم صلعم کے خادموں میں سے ایک کو مسیح کا ہمرتبہ کر دیا۔ حضرت مسیح موعودؑ کو یہ مقام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل اطاعت اور فنائیت فی الرسول کے سبب سے ملا ہے۔ دراصل خدا تعالےٰ نے حضرت مسیح موعودؑ کو اس دور میں مبعوث فرما کر اور ان میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کامل نمونہ کو دوبارہ نمایش کر عیسائیوں کے خلاف حضرت نبی کریم صلعم کی حجت کو تمام کیا ہے۔ کیونکہ حضرت لکھتے ہیں:۔

برتر گمان و وہم سے احمد کی شان ہے
جس کا غلام دیکھو مسیح زمان ہے

عیسائیوں نے حضرت نبی کریم صلعم کے بارے میں بہت جھوٹ بولے تھے اور حضور کے معجزات و خصائل سے انکار کیا تھا اس لئے موجود عیسائی عروج کے زمانے میں حضرت مسیح موعودؑ کو حضرت نبی کریم صلعم کے کامل عکس میں پیدا ہی اس لئے کیا گیا کہ اس جھوٹ کا پول کھل جائے اور مسیحیوں کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حلقہ بگوش کیا جائے۔

چوں مرا نورے پے قوم مسیحی دادہ اند
مصلحت را ابن مریم نام من بنہادہ اند

۵ پادری صاحب کو اس بات کا علم کما حقہ، نہیں ہو سکا ورنہ برہمو سماج پر تفصیلی بحث حضرت مسیح موعود نے براہین احمدیہ میں کی ہے اور انہیں دعوتِ اسلام بھی دی ہے۔ یہ کہنا کہ انہیں اس بات کا علم نہ تھا، خود مسیحی موصوف کی غلطی ہے۔

۶ علیگڈھ تحریک کی تعلیمی افادیت سے تو ہمیں انکار نہیں لیکن حضرت مسیح کے نزدیک دراصل نکتۂ فساد تعلیمی کم مائگی نہ تھی بلکہ خدا تعالےٰ پر ایمان کا فقدان تھا۔ یہ وہ بنیادی اختلاف تھا جو تشخیص کے بارے میں ہے۔ پادری صاحب کی دنیاوی نگاہ اس بات کو سمجھ نہیں سکی۔ انبیاء ہمیشہ خدا تعالےٰ کی طرف بلاتے ہیں۔ کیونکہ وہ اسے بیج سمجھتے ہیں اور باقی دنیاوی مال و متاع کو اس کے مقابل وقعت نہیں دیتے ان کے نزدیک زمین کی وراثت ثانوی حیثیت رکھتی ہے۔ اس لئے قرآن پاک میں نقل كتبنا في الزبور من بعد الذكر ان الارض يرثها عبادی الصالحون آیا ہے۔ اس لئے صالحیت کو وہ شرط اولین قرار دیتے ہیں۔ سرسید اس کے برعکس مغربی افکار کو پہلی شرط سمجھتے تھے جس کا اقرار خود پادری صاحب نے اسی مضمون میں بھی کیا ہے۔

۷ مسیح اور مہدی کی علاحدہ علاحدہ شخصیتوں کے بارے میں غلطی لگی ہے دراصل مسیح اور مہدی ایک ہی شخص کے دو مختلف نام ہیں جیسا کہ حدیث میں لا المهدی الا عیسیٰ آیا ہے۔

مسلمانوں میں مخالفت کی ایک لہر دوڑا دی اور ایک فتویٰ جاری ہوا کہ وہ اور ان کے متبعین مرتد ہیں اس فتوے پر ہندوستان کے بڑے بڑے علماء کی مہریں اور دستخط تھے۔ ان کے اسلام سے اخراج کے فتوے کو افغانستان میں بہت اہمیت دی گئی جہاں چار احمدیوں کو جو تبلیغ دین کے لئے وہاں گئے تھے سنگسار کر دیا گیا جن میں سے دو کو ماضی قریب ہی میں سال ۱۹۲۴ء میں اس موت سے ہمکنار ہونا پڑا۔ ہندوستان میں البتہ اس فتوے کو وہ اہمیت حاصل نہیں ہو سکی کیونکہ یہاں احمدیوں نے اسلام کی خدمت نہایت شد و مد سے عیسائیت کے خلاف پروپیگنڈا کر کے سرانجام دی۔[۸]

اپنے اس دعوے میں کہ وہ مسیح کا نزول ثانی ہیں۔ مرزا ایک صوفیائی طریق پر مریم اور یسوع کے مماثل بن گئے ہیں اور ایک دو مرتبہ انہوں نے اپنے آپ کو مسیح سے افضل بھی قرار دیا ہے۔ مہدی کے دعوے میں البتہ ایک بہت بڑی مشکل تھی کیونکہ اس پر عمومی طور سے سبھی متفق تھے کہ وہ مسلمانوں کے ایک فتحمندانہ جہاد کی قیادت کریں گے جو کفار کے خلاف لڑا جائے گا۔ یہ کوئی عہد قدیم کی کہانی نہ تھی کیونکہ بمشکل کچھ ادھر چھ برس ہوئے تھے کہ ۱۸۸۵ء میں خرطوم کے مقام پر مہدی محمد احمد جس نے تمام سوڈان کو بغاوت سے بھر دیا تھا مارا گیا تھا۔ مرزا نے بغاوت کے کسی بھی ارادہ کی سخت برائی کی اور مستقل طور پر ہند میں برطانوی سرکار کے وفادار رہے۔ جہاں تک کہ ہماری سمجھ میں آیا ہے انہوں نے جہاد کے تصور کو ہی سرے سے اُڑا دیا اور یہ کوئی صرف برطانوی سرکار سے ہی مختص بات نہ تھی[۱۰] اس طرح وہ سر سید احمد خاں سے بھی چند قدم آگے بڑھ گئے جنہوں نے سرکار کی وفاداری کے باعث جو وہ ایام غدر سے ہی دکھا چکے تھے، ہندوستان کو دارالاسلام قرار دیا تھا اور اس کے دارالحرب ہونے کے تصور کو جھٹلایا تھا۔ مرزا کے متبعین جہاد کو اُسی تصور میں

اپناتے ہیں جیسے صوفیا جہاد اکبر یعنی گناہوں کے خلاف کشمکش قرار دیتے ہیں۔ مرزا کا تصور جہاد ایک بہت ترقی پسندانہ قدم تھا۔ ہر چند ان کا اپنے دشمنوں سے سلوک نرم روی نہ تھا[۱۱] البتہ یہ مرزا کی ایک عادت ہو گئی تھی کہ وہ اپنے دشمنوں کی موت کی پیشگوئی کرتے تھے اور چند ایک ان میں سے فی الحقیقت بعض پر اسرار طریق پر مر بھی گئے تھے۔ یہاں تک کہ حکومت کو مجبوراً انہیں ایسی ہیبتناک پیشگوئیوں کے اظہار سے روکنا پڑا۔

یہ بات اچھی طرح واضح نہیں کہ مرزا (حضرت) نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) سے کس تعلق کا دعوے کرتے ہیں ایک مقام پر تو وہ یہاں تک کہہ گئے ہیں کہ:۔

"سمیع و بصیر خدا نے مرزا غلام احمد کو اسی قوت روح عنایات، اور معجزات کے ساتھ قادیان میں مبعوث کیا ہے جس طرح اس نے (حضرت) نبی (کریم صلی اللہ علیہ وسلم) کو مبعوث فرمایا تھا"

(والٹر — احمدیہ موومنٹ)

یہ دعویٰ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے برابری کا معلوم ہوتا ہے[۱۲] لیکن ایک اور جگہ وہ یوں گویا ہوتے ہیں۔

"محمدی مسیح جیسے یسوع، موسوی مسیح تھا"

اور اکثر جگہ وہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو "خاتم النبیین" کے نام سے پکارتے ہیں جس کے معنی ہیں آخری اور افضل الانبیاء۔ ایک جگہ وہ اپنا ناتہ (حضرت) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ ایک صوفیائی طریق پر جوڑتے ہوئے خالص صوفیائی زبان میں ہی لکھتے ہیں کہ:۔

"نبوت کے تمام دروازے بند کئے گئے سوائے ایک کے یعنی فنا فی الرسول کا دروازہ۔ وہ جو اس راہ سے اللہ جل شانہ کے پاس آتا ہے اس کے ذریعے وہی حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت منعکس ہونا شروع ہوتی ہے وہ ایک نبی بن جاتا ہے لیکن ہم اسے ایک نیا نبی نہیں کہہ سکتے کیونکہ وہ اپنے آقا سے ایک ہو چکا ہوتا ہے"

(نوٹ یہ تمام حوالہ جات والٹر کی کتاب احمدیہ موومنٹ سے لئے گئے ہیں۔

یہی صوفیائی طرز تکلم ان کی تحریروں میں وہاں بھی جھلکتا ہے جہاں وہ مکہ مکرمہ کے حج کا ذکر کرتے ہیں۔ جو کہ شاید صحت کے عذر کی بنا پر انہوں نے خود کبھی نہیں کیا تھا۔ . . . . وہ لکھتے ہیں:۔

"حج سالک کی آخری منزل ہے جب وہ تمام دنیاوی تعلقات کو کاٹ دیتا ہے۔ اور عشق الٰہی میں تمام تر فنا ہو جاتا ہے۔ سچا عاشق اپنے دل اور روح کو محبوب کی خاطر قربان کر کے انتہائی تسکین پاتا ہے اور بیت اللہ کے گرد طواف اس کا ایک خارجی مظاہرہ ہے"

اُن کا دعوے کہ وہ (حضرت) کرشن (علیہ السلام) کا مظہر ہیں ۱۹۰۴ء میں عوام الناس پر کھولا گیا۔ جب کہ انہوں نے اعلان کیا کہ انہیں بار بار خدا تعالےٰ کی طرف سے کہا گیا ہے کہ وہ ہندوؤں کے لئے کرشن ہیں۔ اس طرح وہ ایک جدید پیراہن میں جلوہ گر ہوئے جب انہوں نے آریہ سماجیوں کو یہ کہہ کر پکارا کہ:۔

"میں کرشن کی حیثیت میں تمہیں تمہاری غلطیوں پر انذار کرتا ہوں"

یہ ہے مرزا غلام احمد کی تصویر جسے مختصر طور پر اتنے میں سمویا جا سکتا ہے کہ انہیں ضرور شدید مذہبی احساس تھا اور انہوں نے اپنے گرداگرد پھیلے ہوئے اسلام کی ہی نہیں بلکہ ان تمام ادیان کی جن سے کہ ان کا واسطہ پڑا اصلاح کی ایک محسوس پکار اپنے اندر بیدار پائی۔ ان کے دعاوی، ہر چند کہ وہ لغو ہی سہی[۱۳] صرف اُن کے اس مضبوط ایمان کا پرتو تھے کہ انہیں اصلاح ادیان کے لئے مبعوث کیا گیا ہے۔

ہمارے لئے جو اس تمام بحث میں قابل توجہ شئے ہے وہ صرف یہ ہے کہ اس شخصیت کی مذہبی حس اور تعلیمات اس کے پیروؤں میں قائم ہے یا نہیں۔

۱۹۱۴ء میں ان کے درمیان اختلاف رونما ہوا۔ وہ جنہوں نے اپنے بانی کا بہت قریب تک تتبع کیا اب قادیانی کہلاتے ہیں اور انہیں نبی مانتے

۸؎ فتوئے کفر نے ہندوستان میں بھی احمدیوں کو بہت دکھ پہنچایا ہے اور نفرت کا جو بیج یہاں ان کے خلاف بویا گیا دراصل وہی افغانستان میں پھل لایا۔ یہاں احمدیوں کو پیٹا گیا قتل کیا گیا قبروں سے ان کی میتیں نکال پھینکی گئیں۔ بائیکاٹ ہوئے۔ اور یہ سب کچھ عوام کرتے رہے۔ افغانستان میں ان سب کو حکومت نے سرانجام دیا۔ فرق صرف اس قدر تھا کہ یہاں حکومت مولوی کے ہاتھ میں نہ آئی تھی۔ وگرنہ یہاں بھی وہ سب کچھ ہو جاتا۔ . . . .

۱۰؎ حضرت مسیح موعودؑ نے جہاد کا مفہوم بدلا نہیں بلکہ اسے اصل اور اپنی شکل میں بیان کیا لوگوں نے انسانوں پر ظلم کو جہاد کا نام دے دیا تھا اور اس طرح خدا تعالےٰ کے احکامات سے استہزا ہو رہا تھا جسے حضرت نے سختی سے ممنوع قرار دیا۔ اور هل جزاء الاحسان الا الاحسان کے تحت نیک دل گورنمنٹ کی اطاعت فرض قرار دی اور آئینی طریق پر اپنے حق کی دادرسی کو جائز کہا

۱۱؎ نرم روی کو حضرت نے کبھی بھی ہاتھ سے نہیں چھوڑا لیکن الفتنة اشد من القتل اور جزاء سیئة سیئة مثلها کے تحت انہوں نے ظالموں کو ان کے ظلم کا احساس دلانے کے لئے انہی کی تصویر ان کے سامنے رکھ دی۔ یہ کوئی سختی نہ تھی کیونکہ حکیم کی جراحت مریض کی بھلائی کے لئے ہوتی ہے۔

۱۲؎ ہمیں معلوم نہیں یہ حوالہ کہاں سے لیا گیا ہے۔ لیکن یہ قطعاً غلط ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ نے کبھی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے برابری کا دعویٰ کیا ہو۔ حضورؑ نے تو سینکڑوں مرتبہ یہ لکھا ہے کہ یہ نبی کریم صلعم کا فیضان ہے کہ میں مکالمہ الٰہیہ سے سرفراز کیا گیا ہوں۔ حضورؑ نے صاف کہا ہے کہ

ہم ہوئے خیر امم تجھ ہی سے اے خیر رسل
تیرے بڑھنے سے قدم آگے بڑھایا ہم نے

بھلا رہبر اور پیچھے چلنے والا ایک مقام پر ہو سکتے ہیں؟

۱۳؎ پادری صاحب کا یہ جملہ بڑا سخت ہے۔ جو ان کی کم علمی اور تعصب کی آمیزش ہے مستشرقوں اور پادریوں کا اب یہ نیا طریق گفتگو ہو گیا ہے کہ وہ میٹھی باتوں کے درمیان ایک ایسی خطرناک بات لکھ جاتے ہیں جو ان جان کے لئے وقتی بم کا کام دیتی ہے۔ پڑھنے والے پر اپنی غیر جانبداری دکھاتے ہوئے ایسا بیان دیا جاتا ہے جس سے وہ مدعی کے متعلق شش و پنج میں پڑ جائے وگرنہ پادری صاحب اگر ایک بات کو سمجھے نہیں تو اس کے متعلق مثبت طور پر کوئی ایسی بات بھی کہنے کے مجاز نہیں جو . . . . Damaging ہو۔ کیونکہ ہو سکتا ہے وہ بات درست ہو، جسے وہ غلط کہہ رہے ہیں۔ خدا تعالےٰ ایسے لوگوں کو سیدھی راہ پر لائے۔

ہیں۔[۱۴] البتہ فعال جماعت، جو لاہوری احمدیوں کے نام سے موسوم ہے ان کے غیر معمولی دعاوی کی کوئی پرواہ نہیں کرتی اور انہیں ایک مصلح سے زیادہ حیثیت نہیں دیتی۔[۱۵] مسٹر والٹر جنہوں نے اس جماعت کے متعلق ۱۹۱۸ء میں لکھا تھا قادیانی جماعت میں کچھ امید پاتے تھے۔ انہوں نے ان کے متعلق لکھا تھا کہ وہ:۔

"ایک ایسی جماعت ہے جس میں مذہب کے لئے کام کرنے کا مضبوط جذبہ اور ارادہ پایا جاتا ہے جس کی مثال زمانۂ حال کے اسلامی ہندوستان میں موجود نہیں"

لیکن اس وقت سے آج تک یہ دیکھا گیا ہے کہ لاہوری احمدی زیادہ فعال اور مضبوط جماعت ہیں گو بدقسمتی سے ان کی قوت کا بیشتر حصہ عیسائیوں پر حملہ میں خرچ ہو رہا ہے ان کے اہم دعاوی میں سے ایک یہ ہے کہ عیسائیت ایک تخیل پسندانہ دین ہے جو پورا نہیں ہو سکتا اور اس کے برعکس اسلام ایک عملی ضابطہ ہے جو انسانوں کی اصل پکاروں کا جواب ہے جیسے کہ وہ ہیں۔ کوئی بات بھی اس سے زیادہ صفائی سے نظر نہیں آسکتی کہ احمدی اپنے اندر اب وہ روحانی تگ و دو نہیں پاتے۔ صرف دو ہی وہ اصول ہیں جو مرزا نے ان کے سامنے رکھے ہیں جن پر کہ وہ گامزن ہیں ایک تو جہاد کا روحانی تصور یعنی گناہ کے خلاف جنگ اور دوسرے یہ کہ شریعت کے قوانین کی صرف ظاہری ادائیگی جو اپنی روح سے خالی ہو کوئی معنی نہیں رکھتی۔ یہ یاد رہے کہ یہ دونوں تصور تصوف سے مستعار لئے گئے ہیں۔ حالانکہ مرزا اور ان کے متبعین صوفیاء کو گمراہ سمجھتے ہیں۔[۱۶] مرزا یقیناً تصوف سے بہت زیادہ متاثر تھے، ہر چند کہ اس کا اعتراف اس کا ایک حصہ نہ تھا۔ اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ احمدیہ تحریک کی قائم ہونے والی اقدار بھی اسی تصوف کی اسلام کے اندر لے آنے والی ہوں گی۔

ابھی تک یہ واضح نہیں کہ لاہور کے احمدی کن ایسے معتقدات پر پہنچ پائے ہوں جس پر کہ انہیں سہارا ملتا ہے۔ اُن کے انگریزی اخبار لائٹ کے ایک مقالہ میں جس کی "تلخیص" مسٹر بیدن جونز نے کی ہے اُن کے بڑے اصول یہ بیان کئے گئے ہیں:۔

(۱) ایک آزاد خیال اسلام۔ یعنی یہ اعتقاد کہ تمام ادیانِ عالم کا آغاز الہامی ہے۔

(۲) ایک متحدہ اسلام۔ یعنی مسلمانوں میں کوئی فرقہ نہیں یعنی کسی اسلامی فرقہ کے درمیان اصولی اختلاف نہیں۔

(۳) ایک عقلی اسلام —— یعنی قرآن نہ کہ فقہ ہمارا راہ نما ہے "قرآن کی طرف لوٹو" ان کا نعرہ ہے۔ عقل کے عام استعمال اور قرآن پاک کی تفسیر موجودہ زمانہ کے حالات کے مطابق سے اس کی حوصلہ افزائی کرتے ہیں۔

(۴) ایک آزاد اسلام —— یعنی مولوی کا پھندہ گلے سے اتار پھینکا جائے۔

(۵) ایک مکمل اسلام —— (اس طرح مسیح کی آمد ثانی اور مہدی کے ظہور کو غیر ضروری بنا دیا گیا ہے)[۱۷]

(۶) ایک فتح مند اسلام —— یعنی یہ کہ مسلمان کا فرض ہے کہ وہ اسلامی دعوت کو دنیا کے کناروں تک لے جائے۔

پہلے چار امور پر کچھ تشریح ضروری ہے۔

(۱) ایک آزاد خیال اسلام کا اعتقاد دراصل خود محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے نظریہ کو مزید پھیلاتا ہے جس میں گذشتہ دینوں پر ایمان لانا ضروری قرار دیا گیا ہے۔ اور یہ عملی طور پر زیادہ مشکلات اس لئے پیدا نہیں کرتا کہ عیسائیوں پر حملہ کرتے وقت یہ کہا جاتا ہے کہ انہوں نے اصل دین کو بدل دیا ہے۔

(۲) ایک متحدہ اسلام دراصل مذہبی اتحاد کا نعرہ ہے یہ کسی سیاسی اتحاد کا نہیں۔ یہ نہیں کہا جا سکتا کہ احمدیوں نے اس طرح قادیانیوں یا سنیوں سے اتحاد پیدا کرنے کی کیا سعی کی ہے اس لئے ابھی سنیوں شیعوں کے اتحاد کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

(۳) عقل پسندی کی طرف بلانا اور قرآن کے طرف لوٹنے کی دعوت، دینا ان میں جو تضاد ہے اسے ہم آہنگ کرنا ذرا مشکل ہے۔ اسلام میں عقلیت کا اصل مطلب عقل کا آزاد استعمال ہے جیسا کہ موجودہ دور میں علیگڑھ کے مکتب کا مسلک تھا۔ چونکہ احمدیوں کو علیگڑھی مسلک سے کوئی اتفاق نہیں اس لئے جب احمدی "عقلیت" کی اصطلاح استعمال کرتے

[۱۷] مکمل اسلام کے تصور سے جو نتیجہ انہوں نے اخذ کیا ہے وہ درست نہیں۔ ہم اسلام کو مکمل اس کی تعلیمات میں مانتے ہیں۔ احکامات شرعیہ میں کسی کمی بیشی کے ہم قائل نہیں لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ مسیح کی آمد ثانی غیر ضروری ہے۔ یہ تو ایسی بات ہے جیسے کوئی یہ کہے کہ قرآن پاک مکمل ضابطۂ حیات ہے اس لئے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان غیر ضروری ہے۔ خدا تعالیٰ کے فرستادے ان مکمل ضابطۂ حیات کو اپنی زندگی میں نافذ کر کے دکھاتے ہیں۔ ان کی عملی حالت اس بات کی گواہی ہوتی ہے کہ یہ ضابطہ کوئی خواب و خیال نہیں بلکہ انسانوں کی ذہنیت عملیہ اس کو قبول کر سکتی ہے۔ ہم مسیح کی آمد ثانی کو اس لئے مانتے ہیں کہ وہ آکر عملی زندگی میں قرآن اور مکمل اسلام کو نافذ کرے گا۔ اور اس کی جماعت اس کی پیروی میں ایک نمونہ قائم کرے گی۔ اسی لئے اُسے وَاٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوا بِهِمْ کے لفظوں میں قرآن پاک نے یاد کیا ہے۔ اگر یہودیوں کی شریعت کے باوجود مسیح پر ایمان نہ لانا یہودیوں کے دعویٰ ایمان کو سازگار نہیں اسی طرح مسلمانوں کیلئے شریعت کی تکمیل مسیح موعود پر ایمان نہ لانے کے باعث ان کے ایمان کو بچا نہیں سکتی کیونکہ ان کے پاس وحی کے نزول کی کوئی دلیل نہیں اس لئے خدا تعالیٰ پر ان کا مضبوط ایمان نہیں۔ مسیح موعودؑ جمال کی دعوت ہے جو داخلی زندگی کو متحرک کرتی ہے جس کے بغیر خارجی انقلاب آسکتا ہی نہیں۔ اس لئے مکمل اسلام کے تصور کا مسیح موعودؑ خود بھی ایک مظہر ہے۔ ٭٭٭

---

[۱۴] جماعت قادیان اپنے بانی کے زیادہ قریب ہے یا نہیں اس کا فیصلہ اس پر منحصر نہیں کہ وہ بانی کو نبی مانتے ہیں اور جماعت لاہور نہیں مانتی۔ بلکہ اس پر منحصر ہے کہ بانی خود اپنے متعلق کیا کہتا ہے۔ پادری صاحب تو یہ بھی نہیں سمجھ سکے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنا کیا تعلق بتایا ہے پھر وہ حضرت مسیح موعودؑ کے مقام کو کیسے متعین کر پاتے ہیں۔ اور کس طرح ایکدم یہ کہہ گئے ہیں کہ جماعت قادیان بانی کے زیادہ قریب ہے۔ کیا محض اسی طرح جیسے پال حضرت مسیح کے زیادہ قریب تھے مسیحیوں کو غلو سے عقیدت ہے اور وہ شاید زیادہ اونچے دعوے کو ہی صداقت سمجھتے ہیں جبھی حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دعویٰ بھی انہیں ادنیٰ سے دکھائی (نعوذ باللہ) نظر آتا ہے۔ مگر ختم نبوت کو حل کرنے کے لئے سمیٹ بذہبؔ من اللہ علیٰ طریق المجاز لا علیٰ وجہ الحقیقت ہی کافی ہے اور یہ جماعت لاہور کا ایمان ہے۔

[۱۵] یہ غلطی دراصل پادری صاحب کو اسی وجہ سے لگی ہے کہ وہ حضرت مسیح موعودؑ کا صحیح مقام سمجھ ہی نہیں سکے۔ اصل مقام تو خدا تعالیٰ کی وحی پانا ہے۔ اس کا کوئی بھی نام رکھو... فرق نہیں پڑتا۔ فرق صرف اس کے عملی اثرات پر مترتب ہوتا ہے۔ حضرت صاحب کا دعوےٰ خدا تعالیٰ سے وحی پانے کا ہے جو زیر سایہ نبوت محمدیہ حضور کو عطا ہوئی ہے۔ یہ وحی خود وہ مقام نہیں رکھتی جو قرآن کی وحی کو حاصل ہے بجز اس مماثلت کے دونوں دخلِ شیطان سے منزہ ہیں لیکن ایک کا مقام تشریعی ہے اور دوسری کا مقام تائیدی ہے۔ لامحالہ جو انسان تائیدی وحی پاتا ہو وہ تشریعی وحی کے مقام پر نہیں ہو سکتا چاہے اس کا نام کچھ بھی رکھیں۔ اور عملی زندگی میں اس کے وہ نتائج مترتب نہیں ہو سکتے جو تشریعی وحی کے ہوتے ہیں۔ تائیدی وحی کا منکر ضروری نہیں کہ تشریعی وحی کا بھی منکر ہو۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ وہ تشریعی وحی پر کوئی دلیل پیش نہیں کر سکتا۔ اس لئے تائید کا منکر اصل کا منکر نہیں۔ جماعت قادیان تائیدی وحی کے منکر کو ہی خارج از اسلام قرار دے رہی ہے، ہر چند کہ وہ تشریعی وحی کا منکر نہ ہو۔ چونکہ حضرت صاحب کی وحی تائیدی تھی جو قرآن پاک کی تشریعی وحی کی ظل کے طور پر نازل ہو رہی تھی اس لئے حضرت صاحب کا انکار جماعت قادیان کے نزدیک اخراج از اسلام قرار دیا۔ ہمارا یہ مسلک نہیں اب چاہے تائیدی وحی پانے والے کو مصلح کہیں یا نبی اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ فرق صرف کفر اور اسلام کے تعین میں پڑتا ہے جسے پادری صاحب نے ہاتھ بھی نہیں لگایا۔ وگرنہ ہمارے نزدیک حضرت صاحب کے وہ تمام دعاوی برحق ہیں، اور ہم ان پر ایمان لاتے ہیں اور کسی ایک دعوے کو بھی نہیں چھوڑتے ٭٭٭

[۱۶] صوفیاء کے متعلق حضرت صاحب کا عقیدہ یہ نہیں تھا جو مضمون نگار نے بتایا ہے۔ حضرت صاحب صرف بدعتی لوگوں کو گمراہ سمجھتے تھے جنہوں نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سیدھے سادے مسلک کو ترک کر کے اپنے راستے نکال لئے اور بے جا مشقتیں امت پر لاد دیں۔ اور تعویذوں، چلوں اور عملوں کا ایک گورکھ دھندہ بنا دیا ٭٭٭

ہیں تو اس کا کچھ اور مطلب ہوتا ہے۔ لیکن اپنے تمام امور کو قرآن پر اٹھانے کا جو ادعا انہیں ہے وہ شاید تمام تر درست نہ ہوگا۔ اس کا سب سے مضبوط ثبوت ——— قرآن پاک کے صاف بیان کے باوجود ——— یسوع کو بابا ثابت کرنے کی کوشش ہے[18] اسی سلسلہ کے ایک مضمون نگار نے یہاں تک کہا ہے کہ:

"یہ اسلام کے مفاد کے لئے ہے کہ یسوع کو الوہیاتی مسند سے نیچے اتارا جائے۔ اس کی معجزانہ پیدائش اور آسمان کو صعود جانی کا عقیدہ درست عیسائیوں کے اس دعوے کو ہی مضبوط کرتا ہے کہ یسوع ایک مافوق البشر ہستی کا مالک تھا انسان نہ تھا۔ اس لئے وقت کا یہ اہم تقاضا ہے کہ یسوع کے متعلق ثابت کر دیا جائے کہ وہ بھی اسی طرح پیدا ہوا تھا جیسے کہ کوئی اور انسان پیدا ہوتا ہے اور دوسرے فانی انسانوں کی طرح اس نے بھی موت کا پیالہ پیا"

یہ دلیلیں عقلیت پسندوں کو تو شاید قبول ہوں لیکن وہ جو صرف قرآن پر اپنی بنیاد رکھتے ہیں اپیل نہیں کرتیں۔ محمد علی جو احمدیہ جماعت کے امیر ہیں ان کے ترجمہ قرآن کا مطالعہ صاف طور پر پڑھنے والے پر یہ اثر پیدا کرتا ہے کہ یہ ایسے آدمی کا ترجمہ ہے جو اپنے نظریات کو قرآن میں تلاش کرتا ہے نہ اس آدمی کا جو قرآن کو ہی اپنے ایمان و اعتقاد کی بنیاد مانتا ہے[19]۔ اسلام کے چند ابتدائی وکلاء نے اپنی رائے کو اسلامی قانون کی اساس بنانے کی کوشش کی تھی لیکن جلد ہی وہ اس سے روک دیئے گئے تھے۔ ایسا شبہ گذر سکتا ہے کہ احمدی بھی لاشعوری طور پر وہی کر رہے ہیں[20]۔

۴۔ مولویوں سے آزادی، احمدیوں کی ایک مستقل آواز ہے اور ایک مضبوط محاذ ہے کیونکہ اس کا مطلب روایتی قانون کے پھندے سے آزادی ہے۔ گو خود ہندوستانی مولوی بھی نئے خیالات سے متاثر ہیں . . . . لیکن یہ زیادہ موزوں ہوگا اگر احمدی اپنے حملے کا رخ خود بجائے مولویوں کے شریعت کے خلاف پھیر دیں جو شریعت کو اٹھائے پھرتے ہیں[21]۔ ہندوستان کے مولوی یا ملا اب پہلے کی نسبت زیادہ طاقتور ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو مسلمانوں کے مذہبی دار العلوم کے پڑھے لکھے لوگ ہیں اور عربی ممالک میں علما کہلاتے ہیں۔ ہندوستان میں جمعیتہ العلماء ہند کے نام سے منظم ہیں جن کا ہیڈ آفس دہلی ہے۔ اس کے سالانہ اجتماع ہوتے ہیں۔ اور اکثر یہ اہم امور پر فتاوے یا قانونی فیصلے دیتے رہتے ہیں۔ شاید یہی ان کے اختیار میں ہوگا کہ جہاد یعنی کفار کے خلاف تلوار کی لڑائی اسلام کے امن پسندانہ دین ہونے کے خلاف ہے پر بھی فتویٰ دیں گے۔ اگر انہوں نے ایسا کیا، اور اگر انہوں نے مسلمان ممالک کے اس فیصلے کے صحت میں تصدیق کر دی کہ شریعت صرف مذہبی اور شخصی معاملات تک محدود ہے تو یہ امن عالم کی ایک بہت بڑی خدمت ہوگی[22] اور اس طرح مسلمانوں اور ہندوستان کے دوسرے مذہبی فرقوں میں اتحاد کا بہت بڑا راستہ کھول دے گی۔

ہر چند کہ تحریک احمدیت کے پاس اس وقت تک کوئی سوچی سمجھی ہوئی پالیسی نہیں ہے لیکن ان کے اندر ایک چھپا ہوا وجدانی اضطراب پایا جاتا ہے جو اس کے کئی ایک خطرناک مظاہروں میں جلوہ گر ہوتا ہے یہ موجودہ اسلام کی روحانی زندگی اس کے قائدین، اس کے طور طریقوں اور اس کے قانون کی بنیادوں تک سے مضطرب ہیں عمل کی تعمیری تجاویز کے فقدان سے ہم ضرور یہ سمجھ سکتے ہیں کہ ہمیں ان سے کوئی زیادہ توقع نہیں رکھنی چاہیئے۔ تاہم دوسرے رخ جب تک کہ یہ وجدانی اضطراب موجود ہے، کسی وقت بھی کسی شخصیت کے ان میں سے ابھرنے کے امکانات موجود ہیں جو اصلاح کی راہوں کو زیادہ واضح رنگ میں ڈھال سکے گی۔

---

[18] یسوع کو باباپ یا بن باپ ثابت کرنے والے اگر قرآن پاک سے کوئی دلیل نہیں لائیں تو ان کا موقف ہرگز قبول نہیں کیا جا سکتا۔ حضرت مولنا محمد علی یا وہ لوگ جو یسوع کو باباپ مانتے ہیں قرآن حکیم سے ہی استدلال کرتے ہیں۔ یہ استدلال مضبوط ہے یا کمزور ہمیں اس سے بحث نہیں اسلئے پادری صاحب کا یہ کہنا کہ ہم قرآن پاک پر اپنے استدلال کی بنیاد نہیں رکھتے غلط ہے۔

[19] شاید یہ صرف ان کا اپنا تاثر ہے۔ وگرنہ حضرت مولنا صاحب نے کہیں بھی قرآن پاک اور سنت سے استدلال کو ترک نہیں کیا۔

[20] یہ بھی ایک الزام ہے۔ وگرنہ ہم نے تو حضرت مسیح موعودؑ کے ہاتھ پر بیعت ہی یہ کی ہے کہ قرآن کے مقابل اپنی رائے کو ترک کر دیں گے۔

[21] ملا ازم کے خلاف ہمارے جہاد کو ایک غلط مفہوم دیا گیا ہے۔ ہم شریعت کے خلاف نہیں، ہم دین کو دنیا پر مقدم رکھتے ہیں۔ اس لئے دین کے مقابل اپنی سپر ڈالتے ہیں۔ لیکن مولوی شریعت کو نہیں بلکہ اپنے من گھڑت عقیدوں کو دین بتلاتا ہے۔ جو خود ایک نئی شریعت سازی ہے ایک بدعت جدیدہ ہے جسے ہم ہرگز قبول نہیں کر سکتے۔

[22] پادری صاحب کا تخفہ توم کا جبری عیسائی ہونا بھول گئے ہیں۔ انہیں اگر گذشتہ دور کی عیسائیت یاد نہیں تو ان کی آنکھوں کے سامنے دو عظیم جنگیں ہوئی ہیں جن کا اسلام سے دور کا بھی تعلق نہ تھا۔ انہیں شاید ان میں امن عالم قائم نظر آیا۔ اور مسلمانوں میں انہیں یہ خدمت امن عالم محسوس ہوتی ہے کہ وہ شریعت کو بین الاقوامی معاملات میں نہ لائیں۔ پادریوں کا یہ بہت بڑا پروپیگنڈا ہے۔ پادری صاحب کو ہندوستان کی حالیہ تبدیلیوں کا علم نہیں۔ وگرنہ وہ ایسی بات نہ کہتے۔

ینگ مینز احمدیہ ایسوسی ایشن لاہور

رمضان کی وجہ سے تقریباً ایک ماہ تک ینگ مینز احمدیہ ایسوسی ایشن کی کوئی میٹنگ منعقد نہ ہو سکی۔ عید الفطر کے بعد ایسوسی ایشن کی پہلی مجلس مورخہ ۲۹ر جون کو حسب معمول احمدیہ لائبریری میں منعقد ہوئی اس میں تقریباً ۲۰۔۱ افراد نے شمولیت فرمائی۔ صدارت کے فرائض غلام ربانی صاحب نے سرانجام دیئے۔

قاری محمد دستان صاحب نے قرآن کریم کی تلاوت فرمائی جس سے کارروائی کا آغاز کیا گیا۔

راقم الحروف نے گذشتہ میٹنگ کی کارروائی پڑھکر سنائی۔ بعد ازاں اللہ رکھا صاحب نے نظم پڑھی جس سے حاضرین بڑے متاثر ہوئے۔

ہماری ایسوسی ایشن کے ایک سرگرم رکن سلطان محمد صاحب نے "ہماری اصلاح کیونکر ہو سکتی ہے" کے عنوان سے ایک مقالہ پڑھا۔

ان کے بعد ناصر احمد صاحب نے خوش الحانی سے حضرت مسیح موعودؑ کے چند اشعار پڑھے۔

بعد ازاں صاحب صدر نے سلطان محمد صاحب کو اجازت دی کہ وہ ایسوسی ایشن کی موجودہ حالت پر ایک تنقیدی نظر ڈالیں۔

احمد نور حسین صاحب نے سلطان محمد صاحب کے ساتھ اتفاق کرتے ہوئے ایسوسی ایشن کے استحکام کے لئے چند تجاویز پیش کیں۔

بعد ازاں جناب مولنا آفتاب الدین احمد صاحب نے مذکورہ بالا دونوں حضرات کے بیانات کو زیر بحث لاتے ہوئے یہ فرمایا کہ نوجوانوں کو ایسوسی ایشن کی ترقی کی طرف زیادہ توجہ دینی چاہیئے۔

اسی سلسلے میں صاحب صدر نے اس بات پر زور دیا کہ جماعت کے نوجوانوں کی مجالس کو ایک دائمی صورت دینے کے لئے ضروری ہے کہ مرکز اور اخبارات اس کام میں دلچسپی لیں۔

اس کے بعد عبد الحئی بٹ صاحب، غلام مصطفیٰ بیگ صاحب نے ایسوسی ایشن کی توسیع کے لئے چند مزید تجاویز پیش کیں۔

اجلاس میں شرکت کرنے والوں کی تواضع شربت لیموں سے کی گئی۔

آخر میں بابو غلام قادر صاحب نے دعا فرمائی اور مجلس برخاست ہوئی۔

اقبال احمد۔ سیکرٹری

ووکنگ کی عید

— انگلستان میں نماز عید کی ٹیلی ویژن فلم کرائی —

یہاں جو اطلاعات موصول ہوئی ہیں ان میں بتایا گیا ہے کہ انگلستان میں عید کے روز ایک انگریز مرد اور ایک خاتون نے اسلام قبول کیا شاہجہان مسجد میں ۵۰ اقوام کے تقریباً ۲ہزار مسلمانوں نے نماز عید ادا کی اور نماز کے فوراً بعد مس جائس سکاٹ اور مسٹر لیوپولڈ ہارمن نے اپنے قبول اسلام کا اعلان کیا۔ اسلام کی تاریخ میں غالباً پہلی بار عید کی نماز کو ٹیلی ویژن پہ دکھایا گیا۔ بی۔ بی۔ سی کے ذریعہ دوسرے دن لاکھوں نے بیٹھ کر ٹیلیویژن سے نماز عید کا نظارہ کیا۔ بی۔ بی۔ سی نے جو ٹیلی ویژن فلم بنائی ہے وہ انڈونیشیا بھی بھیجی گئی ہے۔

حضرت مسیح موعودؑ کی تحریرات میں نبوت کا مفہوم

خواجہ عبداللہ شاکر صاحب اختر

بانی سلسلہ احمدیہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب مجدد صدچہاردہم کے خلاف بعض بے لگام مولویوں نے افترا پردازی اور بہتان طرازی کا جو طوفان بپا کر رکھا ہے۔ اس کے پیش نظر ضرورت اس بات کی ہے کہ حضرت صاحب کا صحیح منصب اور دعویٰ ان کی اپنی تحریرات سے عامۃ الناس کے سامنے پیش کیا جائے تاکہ یہ لوگوں کے لئے موجب ہدایت ہو۔

انبیاء و اولیاء

قدیم سے یہ سنت اللہ ہے کہ جب سے یہ دنیا پیدا ہوئی ہے وہ اپنے برگزیدہ بندوں پر اپنا موجود ہونا ظاہر کرتا رہا ہے اور بغیر ذریعہ خدا کے کوئی خدا تک پہنچ نہیں سکا۔ اور وہی شخص اس کی ہستی پر پورا یقین لا سکا ہے کہ جو اس قادر و مقتدر ذوالجلال سے انا الموجود کی آواز سے تسلی بخشی اور یا وہ شخص جو ایسی آواز سننے والے کے ساتھ محبت کے پیوند سے یکدل و جان ایک رنگ ہوگیا۔ دنیا میں یہ دو ہی طریق ہیں۔ جو خدا تعالیٰ کے قدیم قانون قدرت میں پائے جاتے ہیں اور چونکہ خدا تعالیٰ نے ابتداء سے یہی چاہا ہے کہ اس کی مخلوقات یعنی نباتات، جمادات، یہاں تک کہ اجرام علوی میں بھی یہی تفاوت مراتب پایا جائے۔ اور بعض مفید اور بعض مستفیض ہوں۔ اس لئے اس نے نوع انسان میں بھی یہی قانون رکھا اور اس لحاظ سے دو طبقہ کے انسان پیدا کئے۔ اول وہ جو اعلیٰ استعداد کے لوگ ہیں جن کو آفتاب کی طرح بلا واسطہ ذاتی روشنی عطا کی گئی ہے۔ دوسرے وہ جو درجہ دوم کے آدمی ہیں جو اس آفتاب کے واسطہ سے نور حاصل کرتے ہیں اور خود بخود حاصل نہیں کر سکتے۔ ان دونوں طبقوں کے لئے آفتاب و ماہتاب نہایت عمدہ نمونے ہیں جس کی قرآن شریف میں ان دو لفظوں میں اشارہ فرمایا گیا ہے والشمس والضحٰھا والقمر اذا تلٰھا جیسا کہ اگر آفتاب نہ ہو تو ماہتاب کا وجود بھی ناممکن ہے اسی طرح اگر انبیاء علیہم السلام نہ ہوں جو نفوس کاملہ ہیں تو اولیاء کا وجود بھی حیز امکان سے خارج ہے۔ یہ قانون قدرت ہے جو آنکھوں کے سامنے نظر آرہا ہے۔ چونکہ خدا واحد ہے۔ اس لئے اس نے اپنے کاموں میں بھی وحدت سے محبت کی اور کیا جسمانی اور کیا روحانی طور پر ایک وجود سے ہزاروں کو وجود بخشتا رہا ہے۔ سو انبیاء جو افراد کاملہ ہیں وہ اولیاء اور صلحاء کے روحانی باپ ٹھہرے جیسے کہ دوسرے لوگ ان کے جسمانی باپ ہوتے ہیں۔ اور اسی انتظام سے خدا تعالیٰ نے اپنے تئیں مخلوق پر ظاہر کیا۔ اس کے کام وحدت سے باہر نہ جائیں اور انبیاء کو ہدایت دے کر اپنی معرفت کا موجب ہوا۔ اور کسی نے اس پر احسان نہیں کیا۔ کہ اپنی عقل اور فہم سے اس کا پتہ لگا کر اس کو شہرت دی ہو۔ بلکہ اس کا خود احسان اور [illegible] ذات کا نام صرف نبیوں کے پاک ایما سے سمجھا۔ اگر خدا تعالیٰ کے پاک نبی دنیا میں نہ آئے ہوتے تو فلاسفر اور جاہل جہل میں برابر ہوتے۔ اور دانا کو دانائی میں ترقی کرنے کا موقعہ صرف نبیوں کی پاک تعلیم نے دیا اور ابھی ہم بیان کر چکے ہیں کہ جبکہ انسان بچہ ہونے کی حالت میں بغیر تعلیم کے بولی بولنے پر قادر نہیں ہوسکتا ہے تو پھر خدا کی شناخت پر جس کی ذات نہایت دقیق در دقیق پڑی ہے کیونکر قادر ہوسکتا ہے۔

بحوالہ کتاب ست بچن صـ ۶۵-۶۶
بتاریخ ۱۳؍دسمبر ۱۸۹۵ء

ولاتقیا علامات یعرفون بھا کالولی الا متقی قتیان منھم قوم یرسلون لاصلاح الناس عند حق

ترجمہ:۔ اور اتقیاء کے لئے علامتیں ہیں۔ جن سے وہ پہچانے جاتے ہیں اور متقی وہی ہوتا ہے۔ اسے جوانو ان میں سے ایک قوم ہو۔ جو شیطان کے فسادوں کے وقت لوگوں کی اصلاح کے لئے بھیجے جاتے ہیں۔

(سیرۃ الابدال صـ ۲۵)

نبی یا محدث

خدا تعالیٰ کی نعمت کی علامت یہ ہے کہ اپنے پیارے بندوں کو صرف اپنے وجود کی خبر ہی نہیں دیتا بلکہ اپنی اپنی رحمت اور فضل کے آثار بھی خاص طور پر ان پر ظاہر کرتا ہے۔ اور وہ اس طرح پر کہ ان کی دعائیں جو ظاہری امیدوں سے زیادہ ہوں قبول فرما کر اپنے الہام اور کلام کے ذریعہ سے ان کو اطلاع دیتا ہے۔ تب ان کے دل تسلی پکڑ جاتے ہیں کہ یہ ہمارا قادر خدا ہے۔ جو ہماری دعائیں سنتا ہے اور ہم کو اطلاع دیتا اور مشکلات سے ہمیں نجات بخشتا ہے۔ اس روز سے نجات کا مسئلہ بھی سمجھ میں آتا ہے اور خدا تعالیٰ کے وجود کا بھی پتہ لگتا ہے۔ اگرچہ جگانے اور متنبہ کرنے کے لئے کبھی کبھی غیروں کو بھی سچی خوابیں آسکتی ہیں۔ مگر اس طریق کا مرتبہ اور نشان اور رنگ اور ہے۔ یہ خدا تعالیٰ کا مکالمہ ہے جو خاص مقربوں سے ہوتا ہے۔ اور جب مقرب انسان دعا کرتا ہے تو خدا تعالیٰ اپنی خدائی کے جلال کے ساتھ اس پر تجلی فرماتا ہے اور اپنی روح اس پر نازل کرتا ہے اور اپنی محبت سے بھرے ہوئے لفظوں کے ساتھ اسکو قبول دعا کی بشارت دیتا ہے اور جس کسی سے یہ مکالمہ کثرت سے وقوع میں آتا ہے اسکو نبی یا محدث کہتے ہیں۔

(تبلیغ رسالت حصہ سوئم صـ ۲۵)

امتی نبی

اور خدا کی مہر نے یہ کام کیا کہ آنحضرت کی پیروی کرنے والا اس درجے کو پہنچا کہ ایک پہلو سے وہ امتی ہے اور ایک پہلو سے نبی کیونکہ اللہ جلشانہ نے آنحضرت کو صاحب خاتم بنایا آپ کو افاضہ کمال کے لئے مہر دی جو کسی اور نبی کو ہرگز نہیں دی گئی۔ اسی وجہ سے آپ کا نام خاتم النبیین ٹھہرا۔ یعنی آپ کی پیروی کمالات نبوت بخشتی۔ اور آپ کی توجہ روحانی نبی تراش ہے اور یہ قوت قدسیہ کسی اور نبی کو نہیں ملی یہی معنے اس حدیث کے ہیں علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل۔ یعنی میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے نبیوں کی طرح ہوں گے۔ اور بنی اسرائیل میں اگرچہ بہت سے نبی آئے مگر ان کی نبوت موسیٰ کی پیروی کا نتیجہ نہ تھا بلکہ وہ نبوتیں براہ راست خدا کی ایک موہبت تھی حضرت موسیٰ کی پیروی کا اس میں ایک ذرہ کچھ دخل نہ تھا۔ اس وجہ سے میری طرح ان کا یہ نام نہ ہوا کہ ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے امتی بلکہ وہ انبیاء مستقل کہلائے اور براہ راست ان کو منصب نبوت ملا۔

(حقیقت الوحی صـ ۹۷)

مجلس احرار اور جماعت احمدیہ

(بقیہ مقالہ صـ ۳)

امت محمدیہ میں سے ایک شخص کو آنحضرت صلعم کی کامل پیروی سے نبی بناتا ہے لیکن حضرت عیسیٰؑ کو دوبارہ لانے والے تو ختم نبوت کا کچھ بھی باقی نہیں رہنے دیتے اور حضرت نبی کریم صلعم کی کھلی توہین کرتے ہیں کہ آپ کے پیروؤں میں سے کوئی بھی اس قابل نہ رہا جو آپ کی قوت قدسی سے فیض پاکر امت محمدیہ کی اصلاح کرتا اس غرض کے لئے اللہ تعالیٰ کو باہر سے ایک نبی لانا پڑا جو آپ کے متبعین میں سے نہیں یہ وہ خیال ہے جو فی الحقیقت "اسلامی سوسائٹی کا معاشرتی نظام، اخلاقی ڈھانچہ اور قانونی بنیادیں" اپنی جگہ قائم نہیں رہنے دیتا بلکہ اس سے بڑھکر اسلامی سوسائٹی کا کچھ بھی باقی نہیں رہ جاتا اور یہ عقیدہ مسلمانوں کو رسول اللہ صلعم کی متابعت سے نکال کر ایک اسرائیلی نبی کا تابع بنا دیتا اور عیسائیت کا دروازہ چوپٹ کھول دیتا ہے۔

آخر کیوں آپ اس کی طرف توجہ نہیں کرتے؟ قادیانی جماعت کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے سے پہلے کیوں اس غیر اسلامی عقیدہ کی اصلاح نہیں کی جاتی؟ اور ایسا خطرناک عقیدہ رکھنے والوں کو غیر مسلموں میں شمار کیوں نہیں کیا جاتا؟ خوب غور کیجئے حضرت عیسیٰ کو دوبارہ لانے والے اسی کشتی میں سوار ہیں جس میں قادیانی بلکہ کشتی کا وہ حصہ جس میں وہ بیٹھے ہیں زیادہ بھاری ہونے کی وجہ سے سب سے پہلے غرق ہونے والا ہے اس کی فکر کیجئے ایسا نہ ہو کہ قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے سے پہلے اپنی ہی ہستی کو کھو بیٹھیں۔

ہاں ختم نبوت کو صحیح معنوں میں قائم کرنا مقصود ہے تو آئیے اس جماعت کا ساتھ دیجئے جو حضرت مرزا صاحب کی اتباع میں ختم نبوت کو اس کے اصلی اور صحیح معنوں میں قائم کرتی اور لانبی بعدی کے ارشاد نبوی کے مطابق آپ کے بعد نہ کسی نئے نبی کے آنے کی قائل ہے نہ پرانے کی آپ جانتے ہیں کہ یہ جماعت جو احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے ساتھ وابستہ ہو کر جماعت احمدیہ لاہور کے نام سے موسوم ہے قریباً چالیس سال سے ختم نبوت کو اس کے اصلی اور صحیح معنوں میں قائم کرنے کے لئے جہاد کر رہی ہے اور اس کا امام اپنی زندگی بھر اس کے لئے مصروف جہاد رہا، پس اگر آپ فی الواقعہ ختم نبوت کے بنیادی عقیدہ کو استوار کرنا چاہتے ہیں تو قادیانیوں کو غیر

خود کاشتہ پودا

بقیہ از صفحہ ۲

کہ حکومت کے خاص مصالح کی تکمیل آپ کے پیش نظر تھی لیکن ہم کہتے ہیں کہ حکومت کے وہ خاص مصالح کیا تھے جن کی تکمیل آپ کر رہے تھے؟ کیا حکومت کی وفاداری کا سبق دینا اس کے خاص مصالح کی تکمیل کرنا ہے؟ کیا احراری لیڈر اور اخبار زمیندار اس بات کا اعلان کر سکتے ہیں کہ وہ حکومت کے وفادار نہیں؟ جو شخص ملکۂ معظمہ کی شان میں قصائد لکھ چکا ہو اور اس بات پر فخر کا اظہار کر چکا ہو کہ اس کا شمار جارج پنجم کے مدح خوانوں میں ہو گا وہ کس منہ سے حضرت مسیح موعودؑ پر اعتراض کر سکتا ہے کہ انہوں نے اپنی جماعت کو حکومت انگریزی کی وفاداری کی تعلیم دی۔

حضرت مسیح موعودؑ نے وفاداری کی تلقین کس بناء پر کی؟

ہاں یہ بھی دیکھ لینا چاہیئے کہ یہ وفاداری آپ نے کس بناء پر سکھائی اور کس غرض سے کیا کچھ امداد آپ نے اور آپ کے خاندان نے حکومت انگریزی کو دی جن لوگوں کو سکھوں کا زمانہ یاد ہے اور اس طوائف الملوکی کا حال معلوم ہے جو اس عہد میں تمام پنجاب میں پھیلی ہوئی تھی اور جگہ بجگہ اسلام اور مسلمانوں کے مٹانے، اذان اور نماز سے انہیں روکنے کے لئے قتل و خون کئے جاتے تھے چہ جائیکہ تبلیغ مذہب کا خیال بھی کوئی شخص اپنے دماغ میں لا سکے جس کی وجہ سے سابقہ صدی کے مجدد حضرت سید احمد بریلوی اور ان کے مرید خاص شاہ اسمٰعیل شہید کو سکھوں کے ساتھ جہاد کرنا پڑا، جن لوگوں کو حکومت انگریزی کی ان کوششوں کا حال معلوم ہے جو طوائف الملوکی کے نہایت پر پہنچنے کے بعد اس نے اس ملک میں امن و امان قائم کرنے، ہر قسم کے آرام و آسائش کے سامان بہم پہنچانے اور سب سے بڑھکر ہر مذہب و ملت کو اپنے عقائد پر کاربند ہونے اور اس کی علانیہ تبلیغ کرنے کے لئے کیں، اور وہ مذہبی آزادی عطا کی، جس کا چارٹر سب سے پہلے اسلام نے لا اکراہ فی الدین کے شاندار الفاظ میں رکھا تھا وہ کبھی اس پر معترض نہیں ہو سکتے کہ حضرت مسیح موعود نے ایسی محسن گورنمنٹ کی وفاداری کی تعلیم دی اور آپ کے خاندان نے اس حکومت کے قیام میں مدد دی، ھل جزاء الاحسان الا الاحسان اسلام کا حکم ہے۔

اسلامی خاندانوں کی حکومت کو امداد

اس حکم کی تعمیل صرف مسیح موعودؑ ہی کے خاندان نے نہیں بلکہ بہت سے دیگر خاندانوں نے بھی کی۔ مثلاً سر سید احمد خاں مرحوم، سر سالار جنگ مرحوم، نواب محمد حیات خاں اور بہت سے دیگر لوگوں نے گورنمنٹ کی امداد غدر ۱۸۵۷ء میں اور بعض دیگر مواقع پر کی اور حکومت نے ان کے خاندانوں کو معزز و ممتاز کرنے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا۔

حکومت برطانیہ کے مذہب پر دلیرانہ نکتہ چینی

حضرت مسیح موعود نے تو حکومت کی وفاداری کی تعلیم ہی نہیں دی۔ بلکہ اس کے ساتھ ہی ساتھ حکومت کے مذہب پر ایسی خطرناک نکتہ چینی کی جس کو آج بھی حکومت کو مشتعل کرنے کے لئے ایک آلۂ کار بنایا جاتا ہے۔ آپ نے انہی انگریزوں کو جن کے احسانات اور معدلت گستری کی تعریف کی۔ مذہباً دجال بھی قرار دیا۔ اور علی الاعلان ان کی دجالیت کو واضح کیا۔ جس کی جرأت آج تک نہ کسی بڑے سے بڑے مولوی کو ہوئی اور نہ کسی خاندانی لیڈر کو۔ کیا ایسے شخص پر یہ الزام لگانا کہ جو اس نے جماعت بنائی ہے وہ اشاعت و تبلیغ اسلام کی غرض سے نہیں بلکہ حکومت کے خاص مصالح کی تکمیل اور مسلمانوں اور اسلام کی بیخکنی کے لئے بنائی ہے پرلے درجے کی غلط بیانی اور احسان فراموشی نہیں؟

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صحبت و سیرت کے تاثرات

بقیہ از صفحہ ۸

تجربہ اور مشاہدہ اور گہری اندرونی اور بیرونی واقفیت سے حضرت مرزا صاحب کو ایسا ہی اور اسی طرح صادق اور منجانب اللہ پایا ہے جس طرح اور تجربہ سے اور رات دن کی گفتار کردار کے مشاہدہ سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو صادق اور رسول اللہ پایا اور سمجھا اور پھر استقامت میں ذرا بھی تزلزل نہ آیا۔ شروع دعویٰ میں کوئی نشان نہ تھا کوئی حیرت میں ڈالنے والی تعلیم نہ تھی اور عقل و فطرت کو سجدہ میں گرا دینے والی قرآن عظیم کی کوئی پُرفصاحت سورۃ نازل ہو چکی اور پڑھی نہ جا چکی تھی جس کو وہ سن کر امام الصادقین و المصدقین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کو اٹھا۔ اور اس راز کی کلید بجز اس کے کیا ہے کہ ابوبکر صدیق کو رات دن کی صحبت کے سبب سے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ادا صدق حق کی سمجھ میں آگئی۔ اسی طرح میں کہوں گا کہ میں نے خلا میں ملا میں گفتار میں کردار میں، تحریر میں تقریر میں، غرض ہر حال میں دس برس کے دراز اور گہرے تجربہ سے حضرت مرزا صاحب کو صادق اور مستحق ان دعووں کا پایا جو وہ کرتے ہیں۔ اور محض اللہ تعالےٰ کی رضا کے لئے ان کی خدمت میں بیٹھا ہوں، پھر میں کہتا ہوں کہ ہر بات کو میں خدا کے لئے سنتا ہوں اور اللہ تعالیٰ کے لئے نکتہ چینوں کے اعتراض میں غور کرتا ہوں، اور کوئی تعصب مجھے مجبور نہیں کرتا کہ میں باہر کی آوازوں کی طرف سے کان بہرے کر دوں۔ مگر افسوس ہر ایک مستعجل معترض ہیں عادت صریح ظلم پاکر یقین اور بصیرت میں کل یوم ھو فی شان نمایاں ترقی کرتا ہوں کہ لاریب حضرت مرزا غلام احمد قادیانی ہی مسیح اور مہدی ہیں جو خدا تعالیٰ کے

کل راستبازوں کی زبان پر موعود ہوئے ہیں

(۲۴ر اکتوبر ۱۹۰۰ء)

سیرۃ مسیح موعود کے کچھ اور شیئون

میں بڑے فخر سے اس بات کو ظاہر کرتا ہوں کہ اس پاک زندگی کا نمونہ ہم میں ہمارے امام ہمام علیہ السلام ہیں۔ یہ ہے ثبوت ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زندہ نبی ہونے کا آپ کے اتباع کی زندہ برکتیں ہر زمانہ میں موجود رہتی ہیں۔ میں اس وقت ایک نازک مقام پر کھڑا ہوں۔ اگرچہ بایں حالت خدا کے گھر میں خدا کی کتاب ہاتھ میں لیکر ہوں اگر مسیح موعود کے حضور جھوٹ بولتا ہوں تو پھر مجھ سے بڑھکر کوئی لعنتی نہیں ہو سکتا۔ میں راستی سے کہتا ہوں کہ میں اس برگزیدہ امام کے وجود میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی چال ڈھال کو ایسا زندہ دیکھتا ہوں کہ میں کہہ سکتا ہوں کہ دوبارہ خود رسول کریم تشریف لے آئے ہیں مجھے اس دعوے کا فخر حاصل ہے اور میرے دوست جانتے ہیں کہ یہ بجا فخر ہے کہ مجھے حضرت امام کی اندرونی زندگی سے زیادہ واقف ہونے کا موقع ملا ہے اور یہی وہ بات ہے جس نے مجھے آپ کی صداقت پر بڑا بھاری یقین دلایا ہے۔ میں نے آپ کے ہر معاملہ میں وہ استقامت کہ وقاری، متانت اور سکینت جمعیت اور طمانیت دیکھی ہے جو صحابہؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں دیکھی۔

متحیر ہیں کی دھمکی، قتل کے منصوبے، قتل عمد کے جھوٹے مقدمے، کفر کے فتوے، ناپاک اور خطرناک گالیوں کے اشتہار اور خطوط آئے جن کو دیکھ کر اور سن کر انسان کا دماغ پریشان ہو جاتا ہے، اور ایسی ایسی ناسزا باتیں پیش آئیں جو بڑے بڑے متین آدمی کو بھی حیران کر دیتی ہیں مگر کبھی دیکھا نہیں گیا کہ حضرت اقدس نے پیشانی پر بل ڈال کر اس اثنا میں کسی کی طرف دیکھا ہو۔

میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں بسا اوقات بعض مکدر امور کی وجہ سے اداس ہوا ہوں مگر حضرت کے پاک اور بشاش چہرے کو دیکھ کر طبیعت ایسی مسرور اور منشرح ہو گئی ہے گویا بڑے عظیم الشان فرحت بخش نظارہ کو دیکھا ہے۔ غرض یہ پاک انسان گھر میں بیٹھا ہے جب بھی خوش اور دوستوں کے درمیان ہو تو بھی خوش و خرم سپرنٹنڈنٹ پولیس کے ساتھ تلاشی دلا رہا ہو تو بھی خوش و خرم۔

اب میں پوچھتا ہوں کہ یہ خلاف عادت قدرت منجانب اللہ ہونے پر دلالت نہیں کرتی تو کہاں سے آئی۔

تم دیکھو گے کہ جب یہ خدا کا مامور راہ چلتا ہے تو کس طرح پر متانت کے ساتھ نظر بر پشت پا داشتہ گویا وقار اور متانت کا ایک پہاڑ ہے۔ تم نے کبھی نہ دیکھا ہوگا۔ کہ سگ فطرت آدمی کبھی جمعیت کے ساتھ ایک رخ کو جاتا ہے مگر حضرت اقدس ہیں کہ کبھی دائیں بائیں نہیں دیکھتے یہ قوت قلب اور سکینت بتاتی ہے کہ ایک معشوق ذوالجلال ایسا سامنے ہے کہ نگاہ اس سے ہٹتی ہی نہیں۔

۱۷ر دسمبر ۱۹۰۰ء

(الحکم مسیح موعود نمبر ۲۷ر مئی ۱۹۳۵ء)

اسلام کی عظمت و صداقت پر یقین و ایمان بڑھانے والی کتابیں

مندرجہ ذیل کتب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور نے حال ہی میں چھپوائی ہیں۔ ان کتب میں جو نور بھرا ہوا ہے، ضروری ہے کہ دوست اس سے متاثر ہونے اور دوسروں کو متاثر کرنے کی کوشش کریں۔ کم از کم ہر ایک احمدی کے گھر میں ان کتابوں کا ہونا ضروری ہے

حضرت مسیح موعود و مہدی معہود و مجدد چہاردہم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی گرانمایہ تصنیفات

درثمین کامل حضرت مجدد اعظم کی تصوف و روحانیت میں ڈوبی ہوئی فارسی اور اردو نظموں کا مجموعہ، لکھائی اعلیٰ، ٹائیٹل دیدہ زیب قیمت صرف ایک روپیہ آٹھ آنے ... ۱—۸—۰

فتح اسلام جس میں اسلام کی فتح کی بشارت دی گئی ہے اور اسکو دنیا میں غالب کرنیکی راہ بتائی ہے ... ۰—۵—۰

توضیح مرام جس میں مسیح موعود کے دعوے پر روشنی ڈالی گئی ہے اور ملائک و جنات کی حقیقت بیان کی گئی ہے اور قرآن کی بعض سورتوں اور آیات کی نہایت لطیف تفسیر فرمائی ہے ... ۰—۶—۰

ازالہ اوہام ہر دو حصص مجلد اعلیٰ۔ اس کتاب میں وفات مسیح اور نزول مسیح اور اس کے متعلقہ تمام مسائل پر نہایت شرح و بسط سے بحث کی گئی ہے اور تمام اعتراضات کے جوابات دیئے گئے ہیں ... ۵—۰—۰

تعلیم اسلام یا اسلامی اصول کی فلاسفی۔ یہ اس لیکچر کا نام ہے جو مذاہب عالم کی کانفرنس میں حضرت مسیح موعود نے دیا اور ان پانچ نہایت اہم سوالات پر جو دنیا و آخرت کی زندگی سے تعلق رکھتے ہیں روشنی ڈالی گئی ہے اس کتاب کو پڑھکر کئی لوگ اسلام کے نور سے منور ہوئے اور اسکے انگریزی ترجمہ کو پڑھکر کئی انگریز مشرف بہ اسلام ہوئے۔ قیمت ایک روپیہ چار آنے۔

کشتی نوح جس میں جماعت کو تقویٰ اور روحانیت کے بلند مقام کی طرف رہبری کی گئی ہے اور بہت ہی مفید نصائح اور ہدایات دی گئی ہیں۔ بہترین کاغذ۔ لکھائی چھپائی عمدہ قیمت صرف ایک روپیہ چار آنے ... ۱—۴—۰

مرقات الیقین فی حیات نورالدین حضرت مولانا نورالدین رحمۃ اللہ علیہ کی خود نوشت سوانح حیات، جو ایسے دلکش حالات و واقعات سے لبریز ہے جن میں نور ایمان بھرا ہے۔ قیمت صرف دو روپے چار آنے ... ۲—۴—۰

حضرت مولانا محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیفات

انگریزی ترجمۃ القرآن مع متن جدید ایڈیشن جو ایک عرصہ سے لندن میں دو قسم کے کاغذ پر چھپ رہا تھا جس کے آخری پروف بھی حضرت امیر رحمۃ اللہ علیہ ہی نے بنفس نفیس دیکھے آج زیور طبع سے آراستہ ہو کر ہمارے سامنے موجود ہے حضرت نے متواتر تین سال تک رات دن محنت کر کے اسکو ریوائز کیا اور موجودہ صورت ایسی دلکش ہو گئی ہے کہ بار بار دیکھنے کو دل چاہتا ہے۔ سائز اور حجم چھوٹا ہو گیا ہے۔ اس وقت اعلیٰ کوالٹی کی کچھ کاپیاں بذریعہ ہوائی جہاز پہنچ چکی ہیں۔ ہدیہ قسم اول تیس روپے ۳۰/- قسم دوم بیس روپے ۲۰/-

زندہ نبی کی زندہ تعلیم اس کتاب میں حضرت سرور کائنات صلعم کی حیات طیبہ اور اسلام کے عالمگیر پیغام کو قرآن و حدیث کی روشنی میں جدید اسلوب اور موجودہ زمانہ کے تقاضوں کے مطابق پیش کیا گیا ہے۔ اس کتاب کے اسلوب اور جامعیت سے انگلستان کی ایک فرم کے کاروبار داران اتنے متاثر ہوئے کہ وہ اس کتاب کو بیک وقت انگریزی فرانسیسی، ہسپانوی زبانوں میں چھاپ رہے ہیں۔ قیمت مجلد مع سبز گرد پوش۔ چار روپے ۴/- انگریزی میں جس کی طباعت اور جلد بندی ولایت میں ہوئی ہے خوشنما رنگدار گرد پوش قیمت ... ۳—۸—۰

احادیث العمل یہ صحاح ستہ کی منتخب احادیث کا مجموعہ ہے جو ہمارے روزمرہ عمل میں کارآمد ہے۔ بالمقابل کالم میں سلیس اردو میں ترجمہ ہے اور ضروری تفسیری نوٹ ہیں۔ لکھائی چھپائی اعلیٰ۔ کاغذ عمدہ رنگین گرد پوش۔ قیمت مجلد صرف دس روپے ... ۱—۰—۰

سیرت خیر البشر جس میں ذاتی معتقدات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بچپن سے لیکر وفات تک کے حالات دلکش پیرایہ میں بیان کئے گئے ہیں، اور اسلامی جنگوں اور تعدد ازدواج پر جملہ اعتراضات کو رد کیا گیا ہے۔ قیمت ... ۲—۴—۰

بحوالہ پیغام صلح ۲ر جولائی ۱۹۵۲ء۔ رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۴۳۸ شمارہ ۲۵

عید الفطر ووکنگ میں!

چودہ سو سے زائد اشخاص کا اجتماع

عید کی تصویر پہلی مرتبہ ٹیلی ویژن میں لی گئی

ایک انگریز مرد اور ایک خاتون کا قبول اسلام

پچاس سال ہوئے قریباً بیس آدمی تھے جہاں مسجد ووکنگ میں خاموشی کے ساتھ عید الفطر منانے کے لئے آئے تھے، اس سال اسی تقریب پر چودہ سو سے زائد آدمی موجود تھے، اور اگرچہ لندن میں تین جگہوں پر عید کی نماز پڑھی گئی، تاہم ووکنگ میں سب سے بڑا اجتماع دیکھنے میں آیا وہ بہت بڑا شامیانہ جو اس موقعہ پر لگایا گیا، نمازیوں کے لئے ناکافی ثابت ہوا اور تمام لوگوں کے لئے گنجائش پیدا کرنے کی غرض سے اس کے اطراف کے پردوں کو ہٹانا پڑا۔ قریباً دو تہائی عورتوں کو نماز پڑھنے کے لئے جگہ نہ مل سکی اور وہ کھڑی کی کھڑی رہ گئیں، غیر مسلم تماشائی بھی بہت بڑی تعداد میں آئے ہوئے تھے۔

مردوں، عورتوں اور بیس سال سے زائد عمر کے بچوں نے جو مختلف نسلوں اور قوموں سے تعلق رکھتے ہیں اپنے اپنے قومی لباسوں میں اس تہوار کو ایک نہایت خوبصورت رنگ دے دیا عربی اور اردو گراموفون ریکارڈوں کے پاکیزہ گیت عید کی خوشیوں کو دوبالا کرنے کا موجب تھے۔

اس تقریب کو دیکھنے والے بیشمار لوگوں پر یہ حقیقت پورے طور پر منکشف ہوگئی کہ نسل انسانی فی الحقیقت ایک بہت بڑا کنبہ ہے، افریقی، عرب، مصری، ہندوستانی انڈونیشی ایرانی، ترک، پاکستانی، انگریز، جرمن، پولش اور فنش مسلمان اور دوسری مختلف اقوام سے تعلق رکھنے والے مسلمان ایک دوسرے سے آزادانہ ملتے جلتے رہے، جس سے مساوات اخوت کے ان جذبات کا انکشاف ہوا جو اسلام کی خصوصیات میں سے ہیں اور مسلمانوں میں ہر جگہ مشترک طور پر پائے جاتے ہیں۔

علامہ اقبال کا مطالبہ

روزنامہ "آفاق" میں جماعت احمدیہ کو جداگانہ اقلیت قرار دینے کے لئے علامہ اقبال کا ۱۹۳۵ء کا مطالبہ پیش کیا گیا ہے اس کے جواب میں مطبوعہ رسالہ ہذا میں ص ۷/۸ پر مولنا غلام رسول مہر مدیر "انقلاب" کا مضمون "سیاسی بدعقلی اور حماقت کی انتہا" ملاحظہ فرمائیے جو ۱۹۳۵ء ہی کے "انقلاب" میں شائع ہوا تھا، اس کے علاوہ ص ۵ پر مولنا محمد علی جوہر مرحوم کا اسی موضوع پر ایک ضروری مضمون قابل مطالعہ ہے۔

علامہ اقبال نے تحریک احمدیت پر مذہبی نقطہ نظر سے جو تبصرہ کیا ہے اور روزنامہ "آفاق" نے اسے کالوحی من السماء سمجھتے ہوئے پھر شائع کر دیا ہے اس کی غلطیوں کو کئی مرتبہ واضح کیا جا چکا ہے آئندہ اشاعت میں پھر ان پر مفصل روشنی ڈالی جائیگی انشاء اللہ۔

نماز عید و خطبہ

پونے بارہ بجے ڈاکٹر شیخ محمد عبداللہ صاحب ایم۔ ایس سی۔ پی ایچ۔ ڈی امام مسجد ووکنگ نے عید کی نماز پڑھائی، نماز کے بعد آپ نے ایک مختصر خطبہ دیا جس میں روزہ کی حقیقت پر روشنی ڈالتے ہوئے مزید روحانی ضبط و نظم پر زور دیا اور موجودہ دنیا میں اسلام کے شاندار کارناموں کو واضح کیا، آپ نے بتایا کہ اسلام نے نسل انسانی کے اتحاد کے لئے بہت بڑا کام سرانجام دیا ہے اس کے اندر موثر جذبۂ اخوت پایا جاتا ہے جو تمام نسلی و قومی حدود سے بالاتر ہے اور اسلام ایک خدا کے ادراک اور تمام نسل انسانی کے موثر جذبۂ اخوت کی تخلیق میں بہت دور نکل گیا ہے۔

قبول اسلام

خطبہ کے فوراً بعد ایک انگریز لڑکی مس جوائس سکاٹ مائیکروفون پر آئی اور قبول اسلام کا اعلان کیا، ان کے اس اعلان پر حاضرین نے نہایت گرمجوشی کے ساتھ تالیاں بجائیں ایک اور انگریز مرد مسٹر لیو پولڈ بی ہاڈ نے اس کے کچھ دیر بعد لنچ کی دوسری نشست کے آغاز میں قبول اسلام کا اعلان کیا، ہر شخص نے جو اس موقعہ پر موجود تھا، ان دونوں کو حلقۂ اسلام میں شامل ہونے پر نہایت گرمجوشی کے ساتھ خوش آمدید کہا، پہلے اعلان کے بعد جب کلمہ طیبہ پڑھا کر خاتون موصوفہ کو مسلمان کر لیا گیا تو انڈونیشیا اور ترکی کے قومی ترانوں سے اس پر خوشی کا اظہار کیا گیا۔

تقریب عید کی ٹیلی ویژن فلم

نماز عید کا کچھ حصہ اور اس اجتماع کی تصاویر بی بی سی کی ٹیلی ویژن سروس نے فلما لیں، جو تاریخ اسلام میں اپنی نوعیت کے لحاظ سے پہلا واقعہ ہے، یہ فلم اگلے دن برطانیہ کے لاکھوں لوگوں کو دکھائی گئی۔

برٹش براڈکاسٹنگ سروس کا انڈونیشین سیکشن بھی اس موقعہ پر موجود تھا اور اس نے اس تہوار کی فلم انڈونیشیا میں دکھانے کے لئے ریکارڈ کر لی۔

باقی برصفحہ ۴ کالم ۳

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ ارشادات

شیخ غلام قادر صاحب احمدیہ بلڈنگس لاہور

مسلمانوں کے لئے لمحۂ فکریہ اور اہم پیشگوئی

عن حذیفۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لا تقوم الساعۃ حتی تقتلوا امامکم و تجتلدوا باسیافکم ویرث دنیاکم شرارکم۔

رواہ الترمذی - مشکوٰۃ کتاب الرقاق باب الناس

ترجمہ:- حضرت حذیفہ رضہ سے روایت ہے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت قائم نہیں ہوگی جب تک (یہ باتیں واقعہ نہ ہولیں کہ) تم اپنے وقت کے امام کو قتل کروگے یا قتل کرنے کی اور کرانے کی کوشش کروگے اور تم ایک دوسرے کو تلوار (آہنی تلوار یا زبان یعنی - فتاویٰ کفر) سے مارو گے اور اس وقت مال دنیا پر تم میں سے بدکار متصرف ہوں گے (یعنی اکثر سرمایہ داروں کا یہی حال ہوگا الا ماشاء اللہ)

بدکار اور تباہ کار لوگ

عن مرداس الاسلمی قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم یذہب الصالحون الاول فالاول و یبقیٰ حفالۃ کحفالۃ الشعیر او التمر لایبالیہم اللہ بالۃ

رواہ البخاری مشکوٰۃ ایضاً

ترجمہ:- مرداس اسلمی رضہ سے روایت ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نیک بخت لوگ دنیا سے یکے بعد دیگرے گزر جائیں گے اور باقی بد اور تباہ کار رہ جائیں گے مانند بھوسی جَو یا کھجور کے اور پھر اللہ تعالےٰ ان کی کوئی پرواہ نہیں کرے گا (فتنہ و فساد سے باز آجاؤ اور اللہ تعالےٰ سے صلح کرو تا تم پر رحم کیا جائے - ناقل)

دین پر قائم رہنے والوں کیلئے مشکلات

عن انس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یاتی علی الناس زمان الصابر فیہم علیٰ دینہ کالقابض علی الجمر

رواہ الترمذی - مشکوٰۃ ایضاً

ترجمہ:- حضرت انس رضہ سے روایت ہے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگوں پر ایک زمانہ ایسا آئیگا کہ ان میں سے دین پر قائم رہنے والا (امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنے والا) ایسا ہوگا کہ گویا اس کی مٹھی میں دھکتا ہوا آگ کا انگارہ ہے (یعنی اسے مصائب و مشکلات سے دوچار ہونا پڑے گا۔

خوئے عشاق عجز ہست و نیاز
نشنیدیم عشق و کبر انباز
گر بجوئی سوار ایں رہِ راست
اندر آنجا بجو کہ گرد بخاست
اندر آنجا بجو کہ زور نماند ؛ خودنمائی و کبر و شور نماند (مسیح موعودؑ)

ترجمہ:- عاشقانِ سرمدی کی فطرت عجز و نیاز کے خمیر کی تخلیق ہے۔ ہم نے عشق و تکبر کا کبھی گٹھ جوڑ ہوتے نہیں سنا (عاشقان الٰہی ہمیشہ شہسواران دار رہے)

اگر تو اس صراط مستقیم کے شہسوار کا متلاشی ہے تو جا وہاں ڈھونڈ جہاں گرد اٹھ رہی ہے وہاں تلاش کر جہاں ظلم و زور کا مظاہرہ نہیں ہوتا جو سراسر دارالامان ہے، جہاں خودنمائی و خودسری اور تکبر و نخوت کا شور و شر نہیں ؛

ہم پر افترا ہے کہ ہم آنحضرت صلعم کو خاتم النبیین نہیں مانتے

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشادات

اسجگہ یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ مجھ پر اور میری جماعت پر جو یہ الزام لگایا جاتا ہے۔ کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین نہیں مانتے۔ یہ ہم پر افتراء عظیم ہے۔ ہم جس قوت۔ یقین معرفت اور بصیرت کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیاء مانتے اور یقین کرتے ہیں۔ اس کا لاکھواں حصہ بھی دوسرے لوگ نہیں مانتے۔ اور ان کا ایسا ظرف ہی نہیں ہے۔ وہ اس حقیقت اور راز کو جو خاتم الانبیاء کی ختم نبوت میں ہے سمجھتے ہی نہیں ہیں۔ انہوں نے صرف باپ دادا سے ایک لفظ سنا ہوا ہے مگر اس کی حقیقت سے بے خبر ہیں۔ اور نہیں جانتے کہ ختم نبوت کیا ہوتا ہے۔ اور اس پر ایمان لانے کا مفہوم کیا ہے؟ مگر ہم بصیرت تام سے (جس کو اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیاء یقین کرتے ہیں۔ اور خدا تعالےٰ نے ہم پر ختم نبوت کی حقیقت کو ایسے طور پر کھول دیا ہے کہ اس عرفان کے شربت سے جو ہمیں پلایا گیا ہے ایک خاص لذت پاتے ہیں جس کا اندازہ کوئی نہیں کر سکتا بجز ان لوگوں کے جو اس چشمہ سے سیراب ہوں۔ دنیا کی مثالوں میں سے ہم ختم نبوت کی مثال اس طرح پر دے سکتے ہیں کہ جیسے چاند ہلال سے شروع ہوتا ہے۔ اور چودہویں تاریخ پر آکر اس کا کمال ہو جاتا ہے۔ جبکہ اسے بدر کہا جاتا ہے۔ اسی طرح پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر آکر کمالات نبوت ختم ہو گئے۔ جو لوگ یہ مذہب رکھتے ہیں۔ کہ نبوت زبردستی ختم ہوگئی اور آنحضرت صلعم کو یونس پر بھی ترجیح نہیں دینی چاہیئے۔ انہوں نے اس حقیقت کو سمجھا ہی نہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل اور کمالات کا کوئی علم ہی نہیں ہے۔ باوجود اس کمزوری فہم اور کمی علم کے ہم کو کہتے ہیں کہ ہم ختم نبوت کے منکر ہیں۔ میں ایسے مریضوں کو کیا کہوں۔ اور ان پر کیا افسوس کروں۔ اگر ان کی یہ حالت نہ ہوگئی ہوتی اور وہ حقیقت اسلام سے بکلی دور نہ جا پڑے ہوتے۔ تو پھر میرے آنے کی ضرورت کیا تھی؟ ان لوگوں کی ایمانی حالتیں بہت کمزور ہوگئی ہیں، اور وہ اسلام کے مفہوم اور مقصد سے محض ناواقف ہیں ورنہ کوئی وجہ نہیں ہو سکتی تھی۔ کہ وہ اہل حق سے عداوت کرتے جس کا نتیجہ کافر بنا دیتا ہے۔ یہ لوگ سمجھتے نہیں کہ ہم میں کونسی بات اسلام کے خلاف ہے ہم لا الٰہ الا اللہ کہتے ہیں اور نمازیں بھی پڑھتے ہیں اور روزے کے دنوں میں روزے بھی رکھتے ہیں اور زکوٰۃ بھی دیتے ہیں۔ مگر میں کہتا ہوں کہ ان کے تمام اعمال اعمال صالحہ کے رنگ میں نہیں ہیں۔ بلکہ محض ایک پوست کی طرح ہیں جن میں مغز نہیں ہے۔ ورنہ اگر یہ اعمال صالحہ ہیں تو پھر ان کے پاک نتائج کیوں پیدا نہیں ہوتے؟ اعمال صالحہ تو تب ہو سکتے ہیں کہ وہ ہر قسم کے فساد اور ملاوٹ سے پاک ہوں۔ لیکن ان میں یہ باتیں کہاں ہیں؟ اور خدا تعالےٰ سے نہیں ڈرتے۔ میں نے اللہ تعالےٰ کی قسم کھا کر بیان کیا۔ کہ مجھ کو اللہ تعالےٰ نے مامور کر کے بھیجا ہے۔ اور اگر اللہ تعالیٰ کی کچھ عظمت ان کے دل میں ہوتی۔ تو وہ انکار نہ کرتے۔ اور اس سے ڈر جاتے کہ ایسا نہ ہو۔ ہم خدا تعالیٰ کے نام کی تخفیف کرنے والے ٹھہریں۔ لیکن یہ تب ہوتا جبکہ ان میں حقیقی اور اصل ایمان اللہ تعالےٰ پر ہوتا۔ اور وہ یوم الجزاء سے ڈرتے اور لا تقف ما لیس لک بہ علم پر ان کا علم ہوتا (الحکم جلد ۸ صفحہ ۲۵-۲۶)

ضروری اعلان

ہمارے سلسلہ کے پرانے۔ ان تھک۔ اور سلسلہ کے ہر کام میں حصہ لینے والے اور اپنی بساط سے بڑھکر اشاعت اسلام میں چندہ دینے والے اور دیگر احباب سے چندہ جمع کر کے انجمن میں بھجوانے والے دوست چوہدری فضل داد صاحب نے غلہ منڈی لالہ موسیٰ میں آڑہت کی ایک دکان حال ہی میں کھولی ہے۔ اس لئے جملہ برادران کی اطلاع کے لئے اعلان ہے۔ کہ اگر کوئی دوست منڈی لالہ موسیٰ میں کاروبار کرنا چاہے تو یہ دوست یقیناً یقیناً ممد و معاون ثابت ہوں گے۔ چوہدری صاحب موصوف چونکہ ۳۰ سال محکمہ کوآپریٹو سوسائٹیز میں رہے ہیں۔ کاروبار تجارت۔ کفایت شعاری اور نشیب فراز زمانہ سے واقف ہیں۔ اس لئے امید واثق ہے کہ وہ اس نئی زندگی میں ضرور کامیاب ہوں گے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو ایک کامیاب تاجر بنائے۔

دکان کا نام:- چوہدری فضل داد بشیر علی اینڈ کو کمیشن ایجنٹ۔ غلہ منڈی لالہ موسیٰ ؛

پیغامِ صلح
جلد | یوم چہارشنبہ مورخہ ۱۶ شوال ۱۳۷۱ھ | نمبر ۲۶

کیا سب مسلمان متفق ہیں؟

روزنامہ "آفاق" نے اپنے ۲ جولائی کے مقالہ افتتاحیہ میں یہ دعوے کیا تھا کہ:-
"قادیانیوں کو غیر مسلم سمجھنے میں سب مسلمان متفق ہیں"

سب سے پہلی بات اس بارہ میں غور طلب یہ ہے کہ خدا اور رسول نے کسی کو مسلمان سمجھنے کے لئے کیا معیار قائم کیا ہے، اور آیا سب مسلمانوں کا اتفاق اس معیار کو باطل کر سکتا ہے؟

قرآن کریم میں مسلمان کی پہچان کے لئے ایک موٹی بات لکھی ہے، لا تقولوا لمن القی الیکم السلام لست مومنا جو شخص تمہیں سلام علیکم کہے اسے مت کہو کہ تو مومن نہیں پھر احادیث میں ایسے بیسیوں واقعات ہیں، جن میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے محض کلمہ طیبہ کو معیار اسلام قرار دیا ہے، اور جو شخص کلمہ طیبہ پر اعتبار نہ کرکے اس کے قائل کو مسلمان سمجھنے سے انکاری ہو اس سے کھلی بیزاری کا اظہار کیا ہے، حضرت اسامہؓ نے ایک شخص کو جس نے کلمہ پڑھ لیا تھا اس خیال سے قتل کر دیا کہ وہ محض اپنی جان بچانے کے لئے کلمہ پڑھ رہا ہے، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ سنا تو اسامہؓ سے بار بار کہا اقتلتہ بعد ما قال لا الٰہ الا اللہ، کیا تو نے اسے قتل کر دیا بعد اس کے کہ اس نے لا الٰہ الا اللہ کہہ دیا تھا؟ حضرت اسامہؓ فرماتے ہیں اتنی بار آپ نے اس فقرہ کو دہرایا کہ میرا دل چاہتا تھا کہ کاش میں آج سے پہلے مسلمان نہ ہوا ہوتا۔ اسی طرح ایک شخص کو اس لئے قتل کرنے سے آپ نے منع فرمایا کہ لعلہ یصلی شاید وہ نماز پڑھتا ہو۔ حضرت خالدؓ نے کہا کہ من مصلی یقول بلسانہ مالیس فی قلبہ بہتیرے ایسے نمازی ہیں جو زبان سے وہ بات کہتے ہیں جو ان کے دل میں نہیں ہوتی۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے جواب میں فرمایا لم اؤمر ان انقب قلوب الناس ولا اشق بطونھم مجھے یہ حکم نہیں دیا گیا کہ لوگوں کے دلوں کے اندر سوراخ کر کے دیکھوں یا انکے باطن کو پھاڑ کر دیکھوں۔

پھر آپ کا کھلا حکم ہے من صلی صلوتنا واستقبل قبلتنا واکل ذبیحتنا فذالک المسلم الذی لہ ذمۃ اللہ وذمۃ رسولہ فلا تخفروا اللہ فی ذمتہ جو شخص ہماری نماز پڑھے، ہمارے قبلہ کی طرف منہ کرے ہمارے ذبیحہ کو کھائے وہ مسلمان ہے اور اس کے لئے اللہ اور اس کے رسول کا عہد ہے پس اللہ کے عہد کو مت توڑو۔ یہ ہے وہ معیار اسلام جو خدا اور اس کے رسول صلعم نے قائم کیا ہے، کیا کوئی ایسا حکم بھی دکھایا جا سکتا ہے کہ کسی شخص یا جماعت کو جو اس معیار پر پوری اترتی ہو بلکہ اس سے بڑھ کر اسلام کے ہر حکم پر عامل اور اس کی خدمتگذار ہو اور پکار پکار کر یہ اعلان کرتی ہو کہ ؎ ما مسلمانیم از فضل خدا ؛ مصطفےٰ ما را امام و پیشوا۔ اس وجہ سے کافر قرار دیا جائے کہ سب مسلمان اسے غیر مسلم سمجھنے پر تلے ہوئے ہیں؟ اور مسلمان بھی وہ جن کا خیال کسی مخلصانہ اور دیانتدارانہ جذبہ پر مبنی نہیں بلکہ محض سیاسی مصلحتیں اور فریب کاریاں اس کی تہ میں کام کر رہی ہیں، امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے تو یہ اصول بنایا تھا کہ جس شخص میں ننانوے وجوہ کفر کی ہوں اور ایک وجہ اسلام کی رکھتا ہو اسے بھی کافر نہ کہو، ہم معاصر "آفاق" سے دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ کیا کہیں یہ بھی ارشاد فرمایا گیا ہے۔ کہ سب مسلمان جس کو کافر کہیں خواہ وہ لاکھ مرتبہ قسمیں کھا کھا کر اپنے اسلام کا اعلان کرے اسے کافر ہی سمجھنا چاہیئے؟

لیکن یہ دعوے بھی سراسر غلط ہے کہ سب مسلمان جماعت احمدیہ کو کافر سمجھتے ہیں، اسی شیوع میں مولنا محمد علی جوہر مرحوم، مولینا اسلم جیراجپوری، مولنا عبد الماجد دریا بادی مدیر صدق کے بیانات درج ہیں جن میں انھوں نے حضرت مرزا صاحب اور جماعت احمدیہ کو مسلمان قرار دیا ہے، اور انہیں کافر و مرتد سمجھنے والوں کو غلطی پر ٹھہرایا ہے، مولانا غلام رسول مہر کا ایک مضمون اسی زیر نظر شیوع میں دوسری جگہ درج ہے، جس میں انھوں نے جماعت احمدیہ کو ایک غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا مطالبہ "سیاسی بد عقلی اور حماقت کی انتہا" قرار دیا ہے، کیا یہ لوگ ...... مسلمانوں میں شامل نہیں؟ اور بھی کئی لوگ ہیں جنہوں نے پچھلے دنوں کراچی میں احرار کے ہنگامہ پر نفرت کا اظہار کرتے ہوئے جماعت احمدیہ کی خدمات اسلام کا اعتراف کیا، کئی اخبارات ہیں جنہوں نے انہی دنوں احرار کے فتنہ کے خلاف مضامین لکھے اور جماعت احمدیہ کو مسلمانوں کی ایک بہترین جماعت قرار دیا۔

تعجب ہے آج مولنا سید سلیمان ندوی بھی احرار کے فتنہ انگیز ہنگاموں سے متاثر ہو کر انہیں اسلام سے خارج کرنے پر تلے ہوئے ہیں، حالانکہ ان کے استاذ اور پیر و مرشد مولنا شبلی نعمانی جماعت احمدیہ کے مسلمان ہونے کے دل سے قائل تھے، اس وقت جب حضرت کمال الدین صاحب مرحوم و مغفور نے انگلستان میں تبلیغ اسلام کا کام شروع کیا اور لارڈ ہیڈلے اور بعض دیگر انگریزوں کے داخل اسلام ہونیکے اعلانات شائع ہوئے تو بعض مولویوں کو یہ برا معلوم ہوا اور انہوں نے اپنی کفر ساز مشینوں کا دہانہ خواجہ صاحب کی طرف پھیر دیا، اس وقت مولنا شبلی نے آواز بلند کی اور یہ شعر خواجہ صاحب کو لکھ کر بھیجا ؎

کامل اس فرقۂ زہاد سے اٹھا نہ کوئی ؛ کچھ ہوئے تو یہی رندانِ قدح خوار ہوئے

اور خدمت اسلام سے جان چرانے والے کفر ساز مولویوں کا تذکرہ ان الفاظ میں کیا ؎

کرتے ہیں شب و روز مسلمانوں کی تکفیر ؛ بیٹھے ہوئے کچھ ہم بھی تو بیکار نہیں ہیں

اور بھی کئی موقعوں پر مولنا شبلی مرحوم نے جماعت احمدیہ کی خدمات اسلام کو سراہا اور ایک موقعہ پر یہ بھی کہا کہ مرزا صاحب کا یہ کمال ہے کہ انہوں نے انگریزی خوانوں کو دین کے علماء اور تہجد خواں بنا دیا۔

امید ہے مولنا سید سلیمان اپنے استاذ مرحوم کے ان خیالات سے ناواقف نہ ہوں گے، کیا ہم ان سے دریافت کر سکتے ہیں کہ وہ کونسی نئی بات ہے جو مولنا شبلی کی وفات کے بعد جماعت احمدیہ میں پیدا ہو کر ان کے کفر کا باعث ہو گئی۔

اسی ضمن میں مولوی ظفر علی خاں کے والد بزرگوار منشی سراج الدین مرحوم کا ذکر بھی بیجا نہ ہوگا جنہوں نے حضرت مرزا صاحب کی وفات پر اخبار "زمیندار" میں کھلے لفظوں میں یہ اعلان کیا کہ
"گو ہمیں ذاتی طور پر مرزا صاحب کے دعاوی یا الہامات کے قائل اور معتقد ہونے کی عزت حاصل نہ ہوئی مگر ہم ان کو ایک پکا مسلمان سمجھتے تھے"

تعجب ہے آج انہی منشی سراج الدین کی اولاد "اسی زمیندار" میں حضرت مرزا صاحب اور ان کی جماعت کو گالیاں دیتے، کافر و اکفر ٹھیراتے اور غیر مسلم اقلیت قرار دینے پر تلے ہوئے ہیں، اور اس مطالبہ کو تمام مسلمانوں کا مطالبہ قرار دیتے ہیں، کیا مولوی ظفر علی خاں کے والد اور اختر علی خاں کے دادا منشی سراج الدین مسلمانوں میں شامل نہیں؟ کیا ان کا حضرت مرزا صاحب کو "پکا مسلمان" قرار دینا "زمیندار" کے اس فتوے کے نیچے نہیں آتا کہ جو شخص مرزا صاحب کو مسلمان کہے وہ بھی کافر ہے؟

اور سن لیجئے احرار کے سابق صدر چوہدری افضل حق صاحب مرحوم نے اپنی کتاب "فتنۂ ارتداد اور پولیٹیکل قلابازیاں" میں ذیل کے الفاظ لکھکر اپنی نجات کا سامان فراہم کیا ہے:-

"ہاں ایک دل مسلمانوں کی غفلت سے مضطرب ہو کر اٹھا ایک مختصر جماعت اپنے گرد جمع کر کے اسلام کی نشر و اشاعت کے لئے بڑھا اگرچہ مرزا غلام احمد کا دامن فرقہ بندی سے پاک نہ ہوا تاہم اپنی جماعت میں وہ اشاعتی تڑپ پیدا کر گیا جو نہ صرف مسلمانوں کے مختلف فرقوں کے لئے قابل تقلید ہے بلکہ دنیا کی تمام جماعتوں کے لئے نمونہ ہے۔"

کیا چوہدری افضل حق مرحوم کے یہ الفاظ حضرت مرزا صاحب اور ان کی جماعت کے اسلام کی کھلی شہادت نہیں؟ اور کیا مجلس احرار ان کے ان الفاظ کو ایک مسلمان کے الفاظ نہیں سمجھتی؟

ایسا ہی مولوی ممتاز علی صاحب مرحوم، مرزا حیرت دہلوی، میونسپل گزٹ لاہور، علیگڈھ انسٹی ٹیوٹ، صادق الاخبار ریواڑی، وکیل امرتسر، مولنا عبید اللہ العمادی، مولینا ابو الکلام اور کئی دیگر نامور مسلمانوں نے حضرت مرزا صاحب کو "اسلام کا فتح نصیب جرنیل" "اولو العزم حامی اسلام اور معین المسلمین"، "فاضل اجل عالم بے بدل" "اسلام کا ایک بہت بڑا پہلوان" "مسلمان عالم" "مقدس اور برگزیدہ بزرگ" وغیرہ الفاظ میں یاد کیا، کیا "زمیندار" اور اس کے ہمنوا ان سب کو زمرۂ اسلام سے خارج کرنے کے لئے تیار ہیں؟ اگر نہیں تو کیا ان کا یہ دعوے بالبداہت غلط نہیں کہ جماعت احمدیہ اور اس کے مقدس پیشوا کو سب مسلمان کافر سمجھتے ہیں؟ سب مسلمان نہیں تم ہی جیسے کوتاہ اندیش مسلمان ہیں جو اپنی کم فہمی اور بغض و تعصب سے اتحاد بین المسلمین کو پاش پاش کر کے پاکستان کو تباہ و برباد کرنا چاہتے ہیں، فانا للہ وانا الیہ راجعون۔

ایک دلچسپ مباحثہ - ۶ جولائی بروز اتوار مسلم ہائی سکول لاہور میں ذیل کے موضوع پر ایک دلچسپ مباحثہ ہوا "موجودہ سائنس دنیا کے لئے تباہی کا موجب ہوئی ہے" سکول کے کئی طلباء نے اس موضوع کے حق میں اور اس کے خلاف اچھی اچھی تقاریر کیں جماعت دہم کے دو لڑکے محمد صغیر نیازی اور سہیل الدین اول اور دوم آئے جنہیں دو کپ بطور انعام دیئے گئے۔ یہ کپ سکول سٹاف کے ایک ممبر شیخ انوار احمد صاحب ولد شیخ عبد الرحمن صاحب مصری کی طرف سے پیش کئے گئے انعامات کا فیصلہ کرنے کے لئے تین جج مقرر تھے شیخ عبد الرحمن صاحب مصری، مولنا آفتاب الدین احمد صاحب اور چوہدری عبد الحمید صاحب، مولنا یعقوب خاں صاحب ایڈیٹر سول اینڈ ملٹری گزٹ نے جلسہ کی صدارت فرمائی ہم اس مباحثہ کی کامیابی اور طلباء کی حسن تربیت اور عمدہ تقاریر کے لئے مرزا مسعود بیگ صاحب ہیڈ ماسٹر اور دیگر اساتذہ کو مبارکباد دیتے ہیں۔

ووکنگ میں عید الفطر

اس بار ووکنگ کی عید کو چالیس لاکھ انسانوں نے دیکھا

ترکی، مصر، انڈونیشیا اور دیگر اسلامی ممالک کے اخبارات میں نماز عید کا ذکر

سلطان جوہور اور شاہ عراق کے عطیہ جات

ووکنگ میں عید کی نماز کی رپورٹ اسی شمارہ میں دوسری جگہ درج ہے، ذیل کی رپورٹ اسی سلسلہ میں شیخ محمد طفیل صاحب نے لکھ کر بھیجی ہے۔ (ایڈیٹر پ۔ ص)

جب کھانا ختم ہوگیا اور لوگوں کا ایک ہجوم باقی رہ گیا تو ہمیں محسوس ہوا کہ ہمارے اندازہ سے بہت زیادہ مہمان عید کے لئے پہنچ گئے ہیں۔ ڈیڑھ ہزار کے قریب مجمع تھا۔ جو بائیس ۲۲ مختلف قوموں کے افراد پر مشتمل تھا۔ ایک وسیع شامیانے کا انتظام کیا گیا تھا لیکن جب لوگ نماز کے لئے اکٹھے ہوئے تو ایک طرف کے پردے اٹھا کر باہر صفیں درست کی گئیں۔ خواتین کے لئے جو جگہ رکھی گئی تھی اس پر بھی مردوں نے قبضہ جما لیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ بیچاری خواتین عید کی نماز ہی ادا نہ کرسکیں اور ایک طرف جمع ہو کر کھڑی رہیں یا کرسیوں پر بیٹھ گئیں۔

نماز کے بعد ڈاکٹر شیخ محمد عبداللہ صاحب امام شاہجہان مسجد نے انگریزی میں ۱۵ منٹ خطبہ پڑھا۔ خطبہ کے بعد مس جالش ای سکاٹ نے اسلام قبول کیا۔ حاضرین نے بہت دیر تک تالیاں بجا کر اپنی خوشی کا اظہار کیا۔ مس سکاٹ کی شادی پاکستانی بحری فوج کے افسر سے ہونے والی تھی لیکن وہ صاحب بدقسمتی سے ووکنگ کے قریب کار کے ایک حادثہ میں ہلاک ہوگئے انا للہ وانا الیہ راجعون چند روز ہوئے ڈاکٹر شیخ محمد عبداللہ صاحب ان کا جنازہ پڑھانے بروک ووڈ گئے تھے وہیں اس لڑکی سے ملاقات ہوئی اور اس نے اسلام قبول کرنے کی خواہش کا اظہار کیا۔ جب کھانا شروع ہوگیا تو ایک اور صاحب نے اپنے قبول اسلام کا اعلان کیا۔ اسلامی نام جلال الدین رکھا گیا۔

پاکستان کے ہائی کمشنر راجہ غضنفر علی خاں سفیر ایران، سفیر انڈونیشیا، ریجنٹ عراق، پاکستان افواج کے کمانڈر انچیف اور بہت سے معزز حضرات اس مبارک تقریب میں موجود تھے۔

بی۔بی۔سی۔ انڈونیشیا سیکشن

نماز عید خطبہ اور عید کے دیگر مناظر کو انڈونیشیا میں ریڈیو سے نشر کرنے کے لئے بی۔بی۔سی۔ انڈونیشیا سیکشن والے اپنی تمام ضروری اشیاء لے کر آئے ہوئے تھے ۱۰ منٹ تک ووکنگ کی عید کا پروگرام انڈونیشیا کے لئے نشر کیا گیا۔

ٹیلی ویژن ــــ اسلامی تاریخ میں پہلا موقعہ

اسلامی تاریخ میں پہلی بار عید کی نماز خطبہ اور دوسری تفصیلات کو برطانیہ میں ٹیلی ویژن پر دکھایا گیا۔ برطانیہ کے لاکھوں لوگوں نے ہفتہ میں تین بار ووکنگ میں عید کو ٹیلی ویژن پر دیکھ لیا تبصرہ بھی خاصہ دلچسپ تھا۔ جسے ہم نے "ڈکٹا فون" پر ریکارڈ کر لیا، ترجمہ درج ذیل ہے:۔

"اقتباس از بی بی سی ٹیلی ویژن نیوز ریل

جو ۲۴ر اور ۲۷ر جون ۱۹۵۲ء کو سکرین کی گئی۔

مسلمان روزوں کے اختتام پر

سکرین۔ شاہجہان مسجد کا ایک خاکہ جو گنبد کی طرف سے بلند ہو رہا ہے۔

تبصرہ۔ شاہجہان مسجد ووکنگ سرے کے میدان میں اسلامی تہواروں میں سے ایک بہت بڑے تہوار کی دعوت کا انتظام منگل کے روز کیا گیا۔ مسلمان عید الفطر کے لئے آئے جو رمضان کے اختتام پر منائی جاتی ہے۔

سکرین۔ محراب کے ساتھ "عید مبارک" کے طغرے لگے ہوئے ہیں۔

تبصرہ۔ ان عربی زبان کی تحریروں کا مطلب ہے "برکت اور خوشی کی دعوت" کیونکہ تمام رمضان مسلمان صبح سے غروب آفتاب تک روزے رکھتے ہیں۔

سکرین۔ ڈاکٹر ایس۔ ایم عبداللہ اور مسٹر ایس ایم طفیل۔ قریب قریب کھڑے باتیں کر رہے ہیں۔

تبصرہ۔ امام صاحب مختلف اقوام کے مسلمانوں کو خوش آمدید کہہ رہے ہیں پاکستان ایرفورس کے زیر تربیت طلباء بھی ان میں موجود ہیں۔

سکرین۔ پاکستانی کھلونوں کا سٹال۔ ایک بچے کے ہاتھ میں ہوائی چکی کا کھلونا۔ بچہ بڑا شریر میلا دکھائی دیتا ہے۔

تبصرہ۔ کرسمس کی طرح عید الفطر بھی بچوں کے لئے بہت جذب رکھتی ہے اسی لئے کھلونوں سے بھرا ہوا ایک اسٹال ان کی خوشی کے لئے سجایا گیا ہے۔

سکرین۔ اس عظیم الشان شامیانہ کا طویل منظر جو میموریل ہاؤس کے سامنے نصب کیا گیا مع ان چند زائرین کے جو نماز عید سے پہلے ایک دوسرے کو عید مبارک کہتے اور گفتگو میں مصروف ہیں۔

تبصرہ۔ ایک بہت بڑا شامیانہ اس تقریب کو منانے کے لئے کھڑا کیا گیا تاکہ عید کے بہت بڑے اجتماع کو بھی پناہ دے سکے اور انگریزی موسم سے بھی بچا سکے، دستور کے مطابق مسلمانوں نے نماز سے پہلے اپنی جوتیاں اتار دیں۔

سکرین۔ شامیانہ کا دروازہ ایسی حالت میں کہ زائرین اپنی جوتیاں باہر گھاس پر چھوڑ کر اندر داخل ہو رہے ہیں۔

تبصرہ۔ اور شامیانہ کے اندر وہ لوگ ہیں جو مشرق کی طرف منہ کئے ہوئے ہیں تاکہ مکہ کی طرف رُخ کر کے نماز پڑھیں۔

سکرین۔ شامیانہ کا اندرونی منظر نماز عید کے آغاز سے پہلے جس میں نمازی صفیں بنائے ہوئے کھڑے ہیں۔

آواز۔ اس وقت جب نماز پڑھتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں اللہ اکبر کی آواز اٹھتی ہے اور ٹیلی ویژن کے آلہ شنوائی پر سنائی دیتی ہے پھر امام صاحب نماز عید کی ابتداء میں قرات پڑھتے ہوئے سُنے جاتے ہیں اور ڈاکٹر شیخ محمد عبداللہ امام کی شکل نظر آتی ہے۔

چونکہ عورتوں کے لئے نماز عید میں شامل ہونے کی گنجائش ناکافی تھی، اس لئے ان میں سے کچھ خواتین دوسرے زائرین کے ساتھ ایک طرف ہو کر بیٹھی رہیں۔

منظر بدلتا ہے اور کچھ زائرین اور بعض مسلمان جو نماز میں شامل نہ ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔

تبصرہ۔ عورتیں اکٹھی ہو کر بیٹھی رہیں اور نماز میں کوئی حصہ نہ لیا۔

سکرین۔ ڈاکٹر شیخ محمد عبداللہ صاحب عید کا خطبہ دے رہے ہیں۔

تبصرہ۔ امام صاحب نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات بیان کیں اور بتایا کہ رمضان کے روزے دنیائے اسلام کے لئے خاص مفہوم رکھتے ہیں کیونکہ رمضان ہی کا مہینہ تھا جب قرآن حضرت محمد (صلعم) پر نازل ہوا، نماز کے بعد ایک بہت بڑی ضیافت دی جانے والی تھی۔

سکرین۔ مسلمان ایک دوسرے کو عید مبارک کہتے ہوئے اور ایک دوسرے سے بغلگیر ہوتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔

تبصرہ۔ اس اجتماع میں سادگی کے ساتھ ایک دوسرے سے دوستانہ برتاؤ۔ اسلامی عقد اخوت کو ظاہر کرتا ہے۔ آج برطانیہ کے پچاس ہزار مسلمانوں کے لئے شاہجہان مسجد ووکنگ مغربی دنیا کا اسلامی مرکز ہے"

ایسوسی ایٹڈ نیوز ایجنسی کے ایک خاص فوٹوگرافر بھی آئے تھے، انہوں نے عید اور مسلم کانگرس کی دو تین سو کے قریب تصاویر کھینچی ہوں گی۔ ان میں سے بہت سی ترکی، مصر، ہندوستان اور دیگر اسلامی ممالک کی اخبارات کو بذریعہ ہوائی ڈاک بھیجدیں۔ الہ آباد میں ریڈیو گرام کے ذریعہ سے جو تصویر بھیجی تھی وہ عید کے اگلے روز وہاں شائع ہوگئی۔

اس عید پر لوگوں نے پرائیویٹ طور پر تو بہت سے عید کے مناظر کو فلمایا۔ لیکن عید الاضحیٰ کے موقعہ پر انشاء اللہ سینما نیوز ایجنسی کی طرف سے اس تقریب کو فلمانے کا انتظام ہو جائے گا۔

سلطان جوہور اور شاہ عراق نے علی الترتیب سو اور پچاس پونڈ عید کے اخراجات کے لئے ووکنگ مشن کو دیئے۔

(شیخ محمد طفیل)

(بقیہ صفحہ اوّل)

عید کی ضیافت

امام صاحب مسجد ووکنگ نے تمام مہمانوں کو لنچ کی دعوت دی، لنچ انگلستان میں تہوار عید کی ایک خصوصیت بن چکا ہے نہایت لذیذ مشرقی کھانے اس موقعہ پر چنے گئے جن سے سب لوگ لطف اندوز ہوئے کھانا تقسیم کرنے کی خدمت پاکستانی ایرفورس کے زیر تربیت نوجوانوں نے سرانجام دی جو اس موقعہ پر اپنے کیمپ سے جو ہالٹن میں ہے تشریف لائے ہوئے تھے

اہم شخصیتیں

اس مقدس تقریب میں حسب ذیل بڑی بڑی اہم شخصیتوں نے شمولیت فرمائی:۔ ہز ایکسی لنسی مسٹر ایم اے ایچ اصفہانی ہائی کمشنر برائے پاکستان، ہز ایکسی لنسی ڈاکٹر سوبندریو سفیر انڈونیشیا و بیگم سوبندریو، راجہ غضنفر علی خاں سفیر پاکستان متعینہ ایران، ہز

کیا جماعت احمدیہ مرتد اور کافر ہے؟

رئیس الاحرار مولانا محمد علی جوہر مرحوم کا بصیرت افروز مضمون

۱۹۲۴ء میں جب افغانستان میں ایک قادیانی احمدی نعمت اللہ خاں کو سنگسار کیا گیا تو اس وقت کئی غیر از جماعت علماء اور دیگر روشن خیال لوگوں نے بعض مولویوں کے اس خیال پر نکتہ چینی کرتے ہوئے کہ احمدی مرتد ہیں اور مرتد کی سزا قتل ہے کھلے طور پر اس کے خلاف آواز بلند کی تھی، ان میں مولانا محمد علی جوہر مرحوم بھی تھے جنہوں نے اپنے مشہور روزنامہ ہمدرد میں پے در پے تین مقالات اس موضوع پر لکھے، پہلے دو مقالوں میں قرآن اور حدیث سے یہ ثابت کیا کہ "اسلام میں مرتد کی کوئی سزا نہیں" اور تیسرے مقالہ میں بتایا کہ "کیا احمدی مرتد اور کافر ہیں؟"

آجکل جانا ہے کہ تمام مسلمان متفق ہیں کہ احمدی دائرہ اسلام سے خارج ہیں اس لئے انہیں پاکستان میں ایک غیر مسلم اقلیت قرار دینا چاہیئے ایسے لوگوں کے جواب میں مولانا محمد علی جوہر مرحوم کے محولہ بالا مضمون کا ایک حصہ درج ذیل ہے۔

کیا احمدی مرتد ہیں؟

اگر فرض کر لیا جائے کہ ارتداد کی سزا قتل ہے تو اس کے بعد یہ سوال باقی رہتا ہے کہ کیا احمدی جماعت مرتد ہے؟ اور وہ اب مسلمان نہیں رہی۔ ہمارے نزدیک احمدیوں کو مرتد اور کافر کہنا سخت ظلم اور ناانصافی ہے جب کہ وہ اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں۔

اس وقت احمدیوں کی دو جماعتیں ہیں۔ لاہوری جماعت کے عقائد تو بالکل عام مسلمانوں کے سے ہیں۔ وہ صرف مرزا غلام احمد صاحب کو مجدد مانتے ہیں اور بس، اور غالباً ہندوستان کے کافر گر کفر ساز مولوی بھی ان کو کافر و مرتد نہیں سمجھتے جن کا یہی دلچسپ مشغلہ ہے۔

اب رہا قادیانی احمدی یعنی مرزا بشیر احمد صاحب کے حلقہ کے لوگ۔ بیشک ان کے عقاید عام مسلمانوں سے بالکل الگ ہیں اور ہم ان کو صحیح نہیں سمجھتے۔ مگر باوجود ان کے غلط عقائد کے ان کو کافر و مرتد کہنا صریح ظلم ہے۔ کیونکہ وہ اہل قبلہ ہیں۔ توحید رسالت۔ قرآن اور حدیث کو مانتے اور عبادات و معاملات میں فقہ حنفی پر عمل کرتے ہیں۔ صوم و صلوٰۃ اور حج و زکوٰۃ کو فرض تسلیم کرتے ہیں اور اس پر عمل کرتے ہیں۔ قرآن کو کلام الٰہی اور رسول اللہ کو افضل الرسل والانبیاء مانتے ہیں۔ باقی مرزا غلام احمد صاحب کے متعلق جو خیال انہوں نے قائم کر لیا ہے، وہ ہر ایک لحاظ سے غلط و باطل ہے۔ مگر بہر صورت وہ قصور علم و کوتاہی فہم کی وجہ سے ہے۔ وہ آیات و احادیث میں تاویل کرتے ہیں۔ اور مؤول کو آج تک کسی نے کافر و مرتد نہیں کہا۔ مرتد کی تعریف یہ ہے کہ جو اپنی زبان سے کہدے کہ میں نے دین اسلام کو چھوڑ دیا۔ کسی دوسرے شخص یا جماعت کو یہ حق نہیں کہ کسی ایسے شخص کو وہ مرتد یا کافر قرار دے۔ جو اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہو۔ قرآن میں تو یہاں تک ہے کہ لا تقولوا لمن القیٰ الیکم السلام لست مومنا جو تم کو سلام کرے اس سے مت کہو کہ تو مومن نہیں۔

اگر قصور فہم تاویلات بعیدہ کی بنا پر کفر و ارتداد کے فتوے نکلنا [illegible] تو کوئی فرقہ بھی کفر و ارتداد کی زد سے نہیں بچ سکتا۔ واقعہ یہ ہے کہ قادیانی جماعت کے جو کچھ بھی عقائد ہیں، وہ آیات و احادیث کے سوء فہم و قصور علم کی بناء پر ہیں۔ ایک آیت کے معنے جو ہم سمجھے ہوئے ہیں، وہ اس کے دوسرے معنے مراد لیتے ہیں۔ مگر ہماری طرح وہ بھی اپنے عقائد کے ثبوت میں آیات و احادیث کے معنی و مفہوم کو اپنے طور پر اپنے فہم و ادراک کے مطابق پیش کرتے ہیں۔ اور یہ مسلم مسئلہ ہے کہ مؤول کو مرتد یا کافر نہیں قرار دیا جاسکتا۔۔۔

. . . .

اگر مناظرانہ الزامات سے کفر و ارتداد کو معتبر قرار دیا جائے تو پھر تمام فرقے ایک دوسرے کے نزدیک واجب القتل ٹھہرتے ہیں، بہت سے غالی اور متقشف علماء احناف شیعوں کو بھی کافر سمجھتے ہیں۔ بالخصوص قائلین افک عائشہؓ کو، اسی طرح شیعہ خوارج کو کافر کہتے ہیں، اور مناظرانہ حیثیت میں تمام فرقے ایک دوسرے کے عقائد کو باطل ٹھیراتے اور کفر و ارتداد سے تعبیر کرتے ہیں۔ بریلی کے دار الکفر سے سینکڑوں علماء حق کی نسبت کفر کے فتوے صادر ہوئے، خصوصاً مولانا رشید احمد صاحب محدث گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے لیکر حضرت شیخ الہند قدس سرہ العزیز تک تمام علماء دیوبند ان کے نزدیک بالکل ہی مرتد و کافر تھے۔ کیا یہ سب واجب القتل نہیں ٹھہرتے تھے اور کیا اس طریقہ پر ایک ایسے فتنہ کا دروازہ نہیں کھل جاتا جو انتہا تباہی و بربادی کا باعث ہوگا۔ فتنہ کا مفہوم اصطلاع شرع میں یہ ہے کہ کسی شخص کو اس لئے ستانا اور اس پر اس لئے ظلم روا رکھنا کہ وہ اپنے عقیدہ سے باز آجائے۔ جس طرح کفار مکہ مسلمانوں کو ستاتے تھے اور صرف اللہ کو اپنا رب کہنے پر طرح طرح کے ظلم و ستم ان پر کرتے تھے اور ان کو جلاوطن کر دیتے تھے جس کی طرف ذیل کی آیت میں اشارہ کیا گیا ہے اذن للذین یقاتلون بانھم ظلموا وان اللہ علی نصرھم لقدیر الذین اخرجوا من دیارھم بغیر حق الا ان یقولوا ربنا اللہ۔۔۔۔۔"

آگے چل کر اسی مضمون میں مولانا محمد علی جوہر مرحوم [illegible] افغانستان کی [illegible] حکومت کو [illegible] کرتے لکھتے ہیں اور یہی خطاب اب حکومت پاکستان کے بھی مناسب اور موزوں حال ہے۔

"حکومت کا فرض ہے کہ وہ تعصب اور دیوانہ پن کا مردانہ وار مقابلہ کرے۔ حق پر قائم رہنا چاہیئے۔ اور متعصب ملاؤں کو یہودیوں کی طرح ارباباً من دون اللہ کا درجہ دے کر ان کی شورش انگیزی و فتنہ پروری سے اسقدر خوف زدہ نہ ہونا چاہیئے۔ کہ جو کچھ وہ کہیں اسکو آیت و حدیث سمجھ لیا جائے۔ اگر خدا و رسول کے مقابلہ پر ان ملاؤں کو یہ اقتدار دے دیا گیا۔ تو مسلمانوں اور ان یہودیوں میں کیا فرق رہ جائے گا جو اپنے ربیوں کے ملفوظات کو کلام الٰہی سمجھتے تھے۔

آج اگر ان ملاؤں کے جنون و تعصب کے آگے سر اطاعت خم کر دیا گیا۔ تو جس طرح انہوں نے احمدیوں کو مرتد قرار دیا ہے کل اسی طرح اگر کوئی شیعہ سنی ہو جائے اور پھر شیعہ بن گیا۔ تو اس کو بھی مرتد کہکر اس کے رجم کا فتوے صادر کر دیں گے۔ اور اس طرح ان کے باطل اقتدار کو روز افزوں ترقی ہوتی جائے گی۔

"بہرحال جہاں تک ہماری حقیر معلومات ہیں نیز وسیع النظر علماء سے گفتگو اور بحث و تمحیص کے بعد ہم اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ نہ تو قتل مرتد محض بوجہ ارتداد واجب ہے۔ نہ احمدی مرتد ہیں۔۔۔

۔۔۔۔۔۔۔ اس لئے ہم اس کے خلاف اپنی آواز بلند کرتے ہیں کہ اسلام کے صحیح شرعی احکام کے مطابق ضمیر کی کامل آزادی کا آیندہ پورا پورا احترام کیا جائے گا۔ اور متعصب ملاؤں کے شور و شغب سے اس روح اسلام کو پامال نہ ہونے دیا جائے گا۔ جو اس نے عالم انسانیت کو عطا فرمائی ہے۔

مولانا اسلم جیراجپوری کا بیان

انہی ایام میں جب مولانا محمد علی جوہر مرحوم نے مندرجہ بالا مضمون لکھا، مولانا اسلم جیراجپوری نے بھی جو اس وقت جامعہ ملیہ دہلی کے پروفیسر اور رسالہ "جامعہ" کے ایڈیٹر تھے، قتل مرتد پر ایک بسیط مضمون لکھکر یہ ثابت کیا کہ قرآن و حدیث کی رو سے مرتد کی سزا کوئی نہیں اور اسی مضمون کے آخر میں انہوں نے جماعت احمدیہ کے متعلق یہ رائے ظاہر کی:۔

"مرزائی باوجود اپنی مخصوص باطل آرائیوں کے بھی مرتد نہیں کہے جاسکتے، کیونکہ وہ اہل قبلہ ہیں، توحید، رسالت، کتاب اور تمام ارکان اسلام کو مانتے ہیں۔ ان میں سے لاہوری گروہ اور عام مسلمانوں میں تو بہت کم فرق ہے۔ بیشک قادیانی جماعت متعصبانہ ضد، قصور علم اور کوتاہ فہمی سے آیات کتاب کی غلط تاویلات بلکہ ان میں تحریفات کر کے مرزا صاحب کی نبوت کی قائل ہو گئی ہے اور اپنے سوا تمام مسلمانوں کو کافر کہتی ہے لیکن وہ لوگ علی الاعلان چونکہ مجھ سے نہیں ہیں اس لئے میرا جواب ان کو یہی ہے کہ تم مجھ کو کافر کہو لیکن میں تم کو کافر نہیں کہوں گا لئن بسطت الی یدک لتقتلنی ما انا بباسط یدی الیک لاقتلک انی اخاف اللہ رب العالمین۔ اگر تم اپنا ہاتھ میری طرف بڑھاؤ گے کہ مجھے قتل کرے [illegible] میں اپنا ہاتھ تیری طرف نہیں بڑھاؤں گا کہ تجھے قتل کر دوں کیونکہ میں اللہ سے جو سارے جہان کا پالنے والا ہے ڈرتا ہوں۔"

سکھ ودوانوں کے اسلام پر لغو اعتراضات

از:- عباداللہ گیانی صاحب

(٦)

گیانی لال سنگھ صاحب نے گورمت اور کرامت کے عنوان کے ذیل میں بڑے زور شور سے لکھا ہے کہ:-

"ہندوؤں اور مسلمانوں کی کتب کرامتوں سے بھری پڑی ہیں۔ پچھلے اوتاروں، پیغمبروں، رشیوں، پیروں، کے پاس سرمایہ کرامت ہی دکھلایا گیا ہے ....

گورو نانک صاحب سے سدھوں نے کہا کہ ہمیں کوئی کرامت دکھلائیں۔ گورو صاحب نے فرمایا سچے نام کے بغیر ہمارے پاس اور کوئی معجزہ یا کرامت نہیں۔ اور آپ کی کرامتیں نام کے بغیر ڈھنگ سدھی ڈھنگ کرامات ہیں"۔

(ترجمہ از گورداس درشن ص٦٢)

یہ درست ہے کہ بقول بھائی گورداس جناب بابا صاحب نے اپنا معجزہ اور کرامت خدا کا نام ہی پیش کیا تھا مگر اس سے بھی انکار نہیں کہ لوگوں نے بیشمار معجزے اور کرامتیں بابا نانک صاحب کی طرف منسوب کر دی ہیں۔ اور اس سلسلہ میں لایعنی اور مضحکہ خیز باتیں بھی بیان کرنے سے دریغ نہیں کیا جاتا۔ گیانی صاحب نے اس امر کا تو شکوہ کیا ہے کہ مسلمانوں کی کتب کرامتوں سے بھری پڑی ہیں۔ مگر وہ اس امر کو بھول گئے ہیں کہ سکھ کتب میں کرامتوں کا تذکرہ کسی سے کم نہیں۔ ہم نے تو اس وقت تک سکھوں کی کوئی ایسی مشہور کتاب نہیں دیکھی جس میں کہ کسی نہ کسی کرامت کا ذکر نہ ہو۔ خود گیانی لال سنگھ نے اپنی اسی کتاب کے اسی صفحہ پہ بیان کیا ہے کہ:-

"سدھوں کا تکبر دور کرنے کی غرض سے گورو صاحب نے ان کی تمام کلا (طاقت) کھینچ لی ....
کلا چھن جانے پر وہ شرمندہ ہو گئے"

(ترجمہ از گورداس درشن ص٦٢)

اب ظاہر ہے کہ یہ ایک معجزہ ہی ہے، بغیر معجزہ یا کرامت کے سدھوں کی طاقت بابا صاحب نے کیسے کھینچ لی؟ "مسلمانوں کی کتب کرامتوں سے بھری پڑی" کہنے والے گیانی لال سنگھ صاحب ہی جانیں۔

اس کے علاوہ گیانی صاحب موصوف نے اسی کتاب میں بابا صاحب کے پاؤں سے کعبہ اور مکہ گھومنے کا ذکر بھی کیا ہے اور لکھا ہے کہ:-

"مکہ کا گورو صاحب کے قدموں کی طرف گھومنا یہ سادھارن (معمولی) بات تھی۔ یہ حیرانی کی بات نہیں .... آج کل کے منطقی لوگ پوچھتے ہیں کہ تم کیسے پھر گیا تھا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ست نام کے پرتاپ سے۔ گورمت سے ناواقف لوگ ست نام بتاں باور چھالی کی حالت کو نہیں سمجھ سکتے"۔

(ترجمہ از گورداس درشن ص٥٤)

گیانی صاحب کی سادگی ملاحظہ ہو کہ لاکھوں کی آبادی کے شہر مکہ کا یا اس میں بنے ہوئے ایک مقدس مکان کا جسے خود بابا نانک صاحب نے بزرگوں کا مکان تسلیم کیا ہے (ملاحظہ ہو جنم ساکھی بھائی منی سنگھ ص١٨٤) اور جس کی زیارت سے آپ نے گوناگوں مسرتیں اور فرحتیں حاصل کیں (ملاحظہ ہو عمدۃ التواریخ دفتر اول ص١٢) گھوم جانا ان کے نزدیک ایک معمولی بات ہے۔ حالانکہ اگر اسے درست تسلیم کر لیا جائے تو یہ ایک ایسا معجزہ اور کرامت شمار ہوگی کہ جس سے قانون قدرت کا کچھ بھی باقی نہ رہے گا۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اسی فرضی قصہ سے متعلق تحریر فرماتے ہیں:-

"اس قدر تو سچ ہے کہ چونکہ باوا صاحب ملت اور مذہب کی رُو سے اہل اسلام تھے۔ اس لئے حج کرنے کے لئے بھی گئے۔ لیکن واقعات صحیحہ پر ایسے حاشیے چڑھا دینا جو سراسر عقل اور قرائن صحیحہ کے مخالف ہیں کسی متدین کا کام نہیں۔ جس شہر کی ایک لاکھ سے زیادہ آبادی ہے وہ کیسے باوا صاحب کے پیروں کی طرف مع تمام باشندوں کے بار بار آتا رہا .... یہ نہایت مکروہ جھوٹ کسی شریر انسان کا افترا ہے۔ باوا صاحب نے ہرگز ایسا دعویٰ نہ کیا۔ مکہ اسلام کا مرکز ہے۔ اور لاکھوں صلحاء اور علماء اور اولیاء اس میں جمع ہوتے ہیں اور ایک ادنیٰ امر بھی جو مکہ میں واقع ہو فی الفور اسلامی دنیا میں مشہور ہو جاتا ہے۔ پھر ایسا عظیم الشان واقعہ جس نے اسلام اور قانون قدرت دونوں کو زیر و زبر کر دیا ہو اور پھر ایسے نزدیک کا زمانہ جس پر کہ ابھی چار سو برس بھی نہیں گذرے وہ لاکھوں آدمیوں کو فراموش ہو جائے۔ اور صرف سکھوں کی جنم ساکھیوں میں پایا جائے کیا اس سے بڑھکر اور کوئی قابل شرم جھوٹ ہوگا؟"

(ست بچن ص٢٢-٢١)

سکھوں میں بھی ایسے لوگ بہتیرے موجود ہیں جو مکہ یا کعبہ گھومنے کے اس واقعہ کو محض گپ تسلیم کرتے ہیں اور اس کا ماحصل مسلمانوں کا دل دکھانا بیان کرتے ہیں۔ چنانچہ ایک صاحب کا بیان ہے کہ:-

"مکہ پھرنے کی کہانی شروع سے لے کر آخر تک کیسی بناوٹی اور جھوٹی نظر آتی ہے۔ نقل بھی کی ہے ایسی کہ پڑھ کر نقل کرنے والے کی عقل پر رونا آتا ہے .... بس یہ کہنا پڑتا ہے کہ مکے کی گوشٹ لکھنے والے نے نامعلوم والی کہانی سرقہ کرکے اپنی بے سمجھی سے اک بے جوڑ قصہ بنا کر لکھ دیا ہے"۔

(ترجمہ از پنجابی ساہت لاہور اپریل ١٩٤٢ء)

سردار گوربخش سنگھ صاحب بی۔ ایس سی ایڈیٹر رسالہ پریت لڑی نے اس من گھڑت قصہ سے متعلق اپنے خیالات کا اظہار مندرجہ ذیل الفاظ میں کیا ہے:-

"امرتسر میں ہمارا ہر مندر صاحب ہے۔ اس طرف ہم کبھی پاؤں نہیں کرتے۔ ہم گورو گرنتھ صاحب کی طرف کبھی پاؤں نہیں کر سکتے یہ قدرتی جذبہ ہے لیکن اگر کوئی بیرا دلیا ہمارے متبرک جگہ کی طرف پاؤں کر دے تو ہم اس سے متعلق کیا غور کریں گے؟ اگر ہم اسے اس سے روکیں کہ وہ ادھر پاؤں نہ کرے تو کیا سات عالموں پر قدرت رکھنے والی اچھی آتما کے لئے یہ مناسب ہو سکتا ہے کہ وہ ہمارے متبرک استھان کو گھما دے؟ بڑے بزرگ اخلاق کی ذمہ داریوں سے آزاد تو نہیں ہوتے۔ یہ بہت بڑی توہین ہے کہ کسی کی جائے پرستش کو ایک آدمی کی عقل درست کرنے کے لئے چکر دے دیا جائے۔

یہاں پر رکھ سب کے لئے یکساں ہوتے ہیں۔ میں ناراض ہونے کا حق رکھتا ہوں کہ یہ روایت مشہور کرنے والوں نے بابا صاحب سے انصاف نہیں کیا۔ طاقت رکھنا کوئی بڑی بات نہیں۔ طاقت کا اخلاق بھرا استعمال بڑی صفت ہے۔ گورو نانک صاحب مکہ گھمانے کی طاقت رکھتے تھے کہ نہیں۔ یہ سوال میں کسی کے سامنے نہیں رکھتا۔ لیکن میرا یقین ہے کہ گورو نانک صاحب اگر اس کی طاقت بھی رکھتے ہوتے تب بھی ایک یا دو مسلمانوں کے بڑے سے بڑے بے ادب دوہم کے سامنے کروڑوں مسلمانوں کی دلآزاری نہ کرتے ان کی شخصیت سے ہزار درجہ چھوٹی شخصیت بھی ایسا کرنے کے لئے نہیں اکسائی جا سکتی"۔

(ترجمہ از پریت لڑی ستمبر ١٩٤٣ء)

ایک اور مقام پر بھی یہی صاحب بیان کرتے ہیں کہ:-

"زمین کے کسی حصہ کا اپنی حدود سے الگ ہو کر غیر قدرتی طور پر گھوم جانا میں ناممکن تصور کرتا ہوں۔ میں اس ساکھی کو بابا نانک صاحب کی بزرگی کے خلاف سمجھتا ہوں ....

اگر کوئی صاحب کمال مسلمان فقیر کسی سکھ کی عقیدت کو صرف وہم پرستی ثابت کرنے کے لئے پوجیہ گورو رام داس کی قابل احترام یادگار کو پھیرنے کا خیال دل میں لے آئے تو میرے خیال میں وہ اپنی طاقت کے گھمنڈ سے لاکھوں عقیدتمندوں کی عقیدت کو ٹھیس لگانے والا ہوگا۔ میں ایسے شخص کا احترام نہیں کر سکتا۔

گورو نانک صاحب کو میں محبت کا مجسمہ۔ دوسروں کی چھوٹی سے چھوٹی تکلیف کا احساس رکھنے والا بزرگ تسلیم کرتا ہوں۔ ان کی طرف ایسی ساکھی منسوب کرنے والوں کا ولیوں اور فقیروں

(باقی بر صفحہ ١٢)

احمدیوں کو علیحدہ اقلیت قرار دینے کا مطالبہ

سیاسی بدعقلی اور حماقت کی انتہا

معاصر "انقلاب" کا ایک بصیرت افروز مضمون

جماعت احمدیہ کو علیحدہ غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا مطالبہ جو مجلس احرار کی طرف سے کیا جا رہا ہے نیا نہیں۔ اس سے قبل ۱۹۳۵ء میں بھی سیاسی اقتدار حاصل کرنے اور انتخابات میں اپنی پارٹی کو مضبوط بنانے کے لئے احرار نے یہی ہنگامہ کھڑا کیا تھا جس پر مولانا غلام رسول مہر نے روزنامہ "انقلاب" میں ان کی بدعقلی اور حماقت پر تین مقالات لکھے تھے۔ ان مقالات کے بعض حصص اگرچہ وقتی حالات سے تعلق رکھتے ہیں لیکن نفس مضمون آج بھی اس مطالبہ کی بدعقلی اور حماقت کو واضح کر رہا ہے اس لئے ذیل میں ہدیۂ قارئین کرام ہے:۔

(۱)

احمدیوں کی مخالفت کی اصل غرض

مجلس احرار اسلام نے کچھ مدت سے احمدیوں کے خلاف جو طوفان برپا کر رکھا ہے اس کی وجہ اس کے سوا کچھ نہیں کہ مجلس احرار آئندہ انتخابات کے لئے اپنی تنظیم کرنا چاہتی تھی، اور اس تنظیم کے لئے کوئی نہ کوئی ہنگامہ مطلوب[1] تھا، حکومت کے خلاف ہنگامہ پیدا کرنے کا کوئی موقعہ نہ تھا۔ کیونکہ کانگریس تک حکومت سے مرعوب ہو چکی تھی۔ اور گول میز کانفرنسوں میں مسلمانوں کے حقوق کا مسئلہ زیر بحث تھا۔ ہندوؤں کے خلاف ہنگامہ برپا کرتے تو دار و گیر اور مقدمات شروع ہو جاتے۔ اور اصل مقصد (تنظیم برائے انتخابات) فوت ہو جاتا۔ اسی لئے انہوں نے قادیان کے خلاف صف آرائی شروع کر دی۔ جس میں مسلمانوں کی زیادہ سے زیادہ توجہ ان کی طرف مبذول ہو سکتی تھی۔ زیادہ سے زیادہ روپیہ وصول ہونے کی توقع تھی اور خطرہ کم سے کم تھا۔ اس جنگ میں عامۃ المسلمین کی تائید احرار کے شامل حال تھی، سکھ اور ہندو اور عیسائی بھی احرار کی پیٹھ ٹھونک رہے تھے۔ اور حکومت بھی بعض وجوہ سے احمدیوں کے خلاف ہو رہی تھی اس لئے اس طرف سے بھی احرار کو کوئی خاص خطرہ نہ تھا۔ چنانچہ رہنمایان احرار کا اندازہ صحیح نکلا، بڑے بڑے عظیم الشان جلسے ہوئے، بہت بڑے بڑے جلوس نکلے۔ کانفرنسیں ہوئیں، چندہ جمع ہوا۔ ہر طرف احرار ہی احرار کا نام گونجنے لگا اور لطف یہ کہ نقصان ذرہ برابر بھی نہ ہوا۔ ایک صاحب کسی تقریر کی بناء پر ماخوذ ہوئے۔ تو ان کو پندرہ منٹ قید کی مضحکہ خیز سزا دی گئی جس سے ایسی تقریروں کا سدباب ہونے کے بجائے ان کی حوصلہ افزائی ہوئی۔ حکومت نے احرار کو قادیان کے گرد آٹھ آٹھ میل کے اندر جلسہ کرنے سے منع کر دیا۔ احرار نے سر تسلیم خم کر دیا اسلئے کہ خلاف ورزی احکام کا نتیجہ قید و بند ہونا اور انتخاب کا خوف پریشان ہو جانا۔

احرار کے اقتدار کا تختہ الٹ گیا

غرض احرار اسلام اپنی حنیا کا حکومت کے اغماض، اور مسلمانوں، ہندوؤں، سکھوں اور عیسائیوں کی حمایت سے سارے صوبے میں اپنا کوس لمن الملک بجانے لگے اور کسی کو اس امر میں شبہ کی گنجائش نہ رہی۔ کہ آئندہ انتخابات میں احرار اسلام کو خوب ووٹ ملیں گے، یہاں تک کہ مسجد شہید گنج کا قضیہ شروع ہو گیا۔ احرار نے اس سے کنارہ کشی اختیار کی۔ کیونکہ اس میں خطرات تھے اور آگے انتخابات آ رہے تھے۔ اس ذرا سی لغزش نے احرار کا تختہ الٹ دیا اور آج خال خال احراریوں کے سوا باقی تمام مسلمانان مجلس احرار کے مخالف ہو رہے ہیں ؎

رفتم کہ خار از پا کشم محمل نہاں شد از نظر
یک لحظہ غافل گشتم و صد سالہ راہم دور شد

احرار کی روش پر سمجھدار مسلمانوں کا اضطراب

یہ تو جو کچھ ہوا مجلس احرار کے لئے اچھا یا برا ہوا لیکن جن مسلمانوں کو اسلامی سیاسیات سے کما حقہ آگاہی ہے اور جو کسی پارٹی کی بندگان نہیں۔ بلکہ مسلمانوں کی سیاسی مصلحتوں کی حفاظت چاہتے ہیں۔ وہ احرار اسلام کی اس خلاف قادیان تحریک پر بیحد مضطرب ہو رہے تھے، وہ جانتے تھے کہ احرار نے اپنے قدیم مسلک کے خلاف یہ جو فرقہ بندی کی جنگ چھیڑی ہے اس کا نتیجہ اتحاد بین المسلمین کے حق میں نہایت مضر ہوگا وہ احرار کو سمجھاتے بھی تھے۔ کہ تم اپنے پرانے طریق پر سیاسی خدمت میں مصروف رہو اور ان فرقہ پرستانہ جھگڑوں میں نہ پڑو۔ لیکن احراری نقار خانے میں طوطی کی کون سنتا تھا۔ اس لغویت کو یہاں تک ترقی دی گئی۔ کہ جابجا احمدیوں کو علیحدہ اقلیت قرار دینے کا مطالبہ قرار دادوں کی صورت میں ہونے لگا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ عامۃ المسلمین بیچارے کیا جانیں کہ وہ اپنے پاؤں پر اپنے ہاتھوں کلہاڑا چلا رہے ہیں۔ ان کو تو جو کچھ لیڈروں نے کہہ دیا وہی کرنے لگے۔

سب سے بڑی سیاسی حماقت

لیکن ہمارا دعویٰ ہے کہ گزشتہ سالہا سال کے دوران میں سیاسی حیثیت سے مسلمانوں نے جو سب سے بڑی حماقت کی ہے وہ صرف یہی ہے کہ انہوں نے ایک ایسے فرقہ کو جو ان کے ووٹنگ رجسٹر میں شامل ہے اپنے ہاتھوں اس رجسٹر سے خارج کرنے کی کوشش کی۔ کیا دنیا کی آئینی تاریخ میں اس حماقت کی کوئی مثال مل سکتی ہے کہ ایک قوم جس کی اکثریت محض ایک دو فیصدی تسلیم کی گئی ہو، وہ دوسری قوموں اور جماعتوں کو اپنے میں ملانے کے بجائے اپنے ہی سیاسی جسم کے بعض حصوں کو کاٹ کر پھینک دینے پر تل گئی ہو۔ اگر یہ مطالبہ اقلیت کی طرف سے پیش ہوتا۔ کہ ہم اس اکثریت کے ہاتھوں بے حد تنگ ہیں ہمیں علیحدہ اقلیت قرار دیا جائے تو ایک بات بھی تھی۔ کیونکہ دنیا بھر میں اقلیتیں علیحدہ حقوق مانگتی چلی آئی ہیں۔ لیکن یہاں اکثریت کی طرف سے یہ تجویز پیش ہو رہی تھی کہ فلاں جماعت کو ہم میں سے خارج کر دیا جائے۔

احمدیوں کی عقلمندی

احمدیوں کی سیاسی دانشمندی کی داد دینی چاہیئے کہ انہوں نے مسلمانوں کی طرف سے احمدیوں کو الگ کر دینے کا شور و غوغا ایک کان سُنا اور دوسرے کان سے اُڑا دیا ورنہ وہ بھی اگر علیحدگی کا مطالبہ شروع کر دیتے تو حکومت بہت جلد اسے منظور کرنے پر مجبور ہو جاتی۔

احراریوں کی بے وقت کی شہنائی

آج ملت کے سامنے مسجد شہید گنج کا مسئلہ سبقت و اولیت رکھتا ہے، اور مسلمانان ہند باقی تمام مسائل کو پس پشت ڈال کر اسی پر اپنی توجہات مرتکز کر رہے ہیں۔ احرار اسلام کا یہ طریقہ بہت ہی عجیب و غریب ہے کہ وہ شہید گنج کے مسئلہ میں بھی قادیانیت کی بے وقت شہنائی بجانے کی کوشش کرتے ہیں۔ کیونکہ انہیں معلوم ہے کہ مسلمان اس قسم کی فرقہ بندانہ آواز پر پھر اکٹھے ہو جائیں گے اور ہم انہیں پھر بیوقوف بنا کر کچھ مدت تک اپنے جلسوں جلوسوں کو پُر رونق بنا سکیں گے تاکہ انتخابات کا وقت آ جائے۔ ہم نے احمدیوں کے بڑے بڑے دشمنوں کو ۲۰ ستمبر کے جلوس میں یہ کہتے ہوئے سُنا ہے کہ احراری جھنڈوں پر یہ لکھنے کی کیا ضرورت تھی کہ "مرزا غلام احمد کا قریب ہے"۔ مسجد شہید گنج کو مرزا غلام احمد کے کفر و اسلام سے کیا تعلق ہے۔ لیکن انہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ یہی تو ایک سہارا ہے جس پر مجلس احرار اسلام زندگی بسر کر رہی ہے۔ اگر مخالفت قادیان تحریک کا جبا کی امید احرار کا ساتھ چھوڑ دے تو آج نقصان کے لئے جس قدر ناسازگار ہے اس میں اس مجلس کا زندہ رہنا محال ہو جائے۔

حماقت کا اعادہ

اب بعض حلقوں سے پھر یہی آواز بلند ہو رہی ہے، کہ احمدیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے ہم پھر یہی عرض کریں گے کہ اس قسم کا مطالبہ مسلمانوں کی سیاسی خود کشی کا مترادف ہوگا۔ جو لوگ (خواہ وہ کتنے ہی تعلیم المرتبت ہوں) ایسا مطالبہ کر رہے ہیں، وہ مسلمانوں کی سیاسی زندگی، ان کی مذہبی فرقہ بندی اور ان فرقوں کے باہمی تعلقات کی پیچیدگی کو بالکل نہیں سمجھتے۔ اور محض عوام کو خوش کرنے کیلئے اس قسم کی لغویات کہہ رہے ہیں جس کو سن کر انگریز اور ہندو قہقہے لگاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ قوم اسی طرح اپنے جسم کا ایک ایک عضو کاٹ کر پھینکتی چلی جائے گی اور ختم ہو جائے گی۔ گاندھی اور مالوی اپنی قوم کی فیصلہ کن اکثریت کے باوجود چوہڑوں اور چماروں تک کو گلے لگا رہے ہیں۔ محض اس لئے کہ ہندوؤں کے ووٹ زیادہ ہو جائیں۔ اور پنجاب کے مسلمان اپنی برائے نام سی اکثریت کے باوجود ایک اچھی خاصی کلمہ گو تعلیم یافتہ منظم جماعت کو اپنے سے علیحدہ کر دینا چاہتے ہیں، تاکہ مسلمانوں کے ووٹ پہلے سے کم ہو جائیں، یہ خود کشی نہیں تو کیا ہے۔

اس مسئلہ کے دوسرے پہلوؤں پر انشاء اللہ آئندہ اظہار خیال کیا جائیگا ہر مسلمان سے گذارش ہے کہ ان معروضات کو غور سے پڑھے اور اس سیاسی خود کشی کو حتی الامکان روک دینے کی کوشش کرے۔

(۲)

احرار کا ناقابل فہم طرز عمل

احمدی تحریک کوئی چالیس سال سے جاری ہے۔ علمائے اسلام کسی زمانے میں بھی اس سے غافل نہیں رہے، اس تحریک سے مسلمانوں کے عقائد کو محفوظ رکھنے کے لئے بیشمار کتابیں لکھی گئیں اور دینی اخبارات مسلسل خدمت کرتے رہے لیکن اب تک کسی سیاسی جماعت یا سیاسی ادارے کو یہ ضرورت داعی نہیں ہوئی تھی کہ وہ احمدیوں

[1] ابھی احرار کی ہنگامہ آرائی کا مقصد حکومت کے مقابلہ میں سیاسی تفوق حاصل کرنے کیلئے اپنی پارٹی کو مضبوط کرنے کے سوا کچھ نہیں (ایڈیٹر پ ص)

کی مخالفت کو اپنا مقصد وحید قرار دے لے۔ تحریک **خلافت** کے دوران میں احمدی من حیث الجماعت عامۃ المسلمین کے جذبات کی مخالفت کرتے تھے، اور وہ تمام بزرگ جو آجکل مجلس احرار کی زیب و زینت ہیں، تحریک خلافت میں شامل تھے، لیکن اس زمانے میں یا اس کے بعد بھی کئی سال تک ان میں سے کسی بزرگ کو یہ خیال نہیں آیا کہ احمدیوں کے خلاف کوئی تحریر و تقریر کی مہم شروع کرنی چاہیئے۔ آج سے کوئی دو ڈھائی سال جب مولانا ظفر علی خاں نے احمدیوں کے خلاف قصہ شروع کیا تھا اور جیل بھیج دیئے گئے تھے، تو آپ نے چوہدری افضل حق صاحب سے کہا، کہ اب آپ لوگ احمدیت کی مخالفت کا بیڑا اٹھائیں، اور میری شروع کی ہوئی تحریک کو جاری رکھیں۔ لیکن چوہدری صاحب نے اس تجویز پر التفات کرنا بھی ضروری نہ سمجھا اور صاف کہدیا کہ ہم اس قسم کے فرقہ بندانہ جھگڑے اور حرب عقائد میں نہیں پڑتے لیکن خدا جانے تھوڑی مدت گذر جانے کے بعد بزرگان احرار پر ایک دم کیا انکشاف ہوا کہ انہوں نے اپنی قدیم غیر فرقہ بندانہ حکمت عملی کو ترک کر کے احمدی فرقے کے خلاف اپنی تمام طاقتیں مجتمع کر دیں حالانکہ ۵۰ ہزار نفوس کا یہ بے حقیقت گروہ جو ستر کروڑ مسلمانان عالم کے سمندر میں محض ایک قطرے کی حیثیت رکھتا ہے، ہرگز اس قابل نہ تھا کہ مسلمانان ہند کے سیاسی راہنما اپنی بہترین توجہات اسی پر صرف کر دیں اور دنیا کے اور تمام کام چھوڑ کر اسی کے ہو رہیں۔

صحیح طریق کار کیا تھا؟

پھر اگر مجلس احرار نے یہی قرار دیا تھا کہ آئندہ مسلمانوں کی مذہبی تعلیم اور اصلاح کا بوجھ اسے خود ہی اٹھانا ہے، تو کسی شخص کو اعتراض کی ضرورت نہ تھی، لیکن اس اصلاح کے لئے ہنگامہ خیز جلسوں اور جلوسوں اور تلخ و ناگوار باتوں اور فساد و خونریزی کے احتمالات پیدا کرنے کی کوئی حاجت نہ تھی مجلس احرار اپنے ایک شعبے کو اس کام پر مقرر کر سکتی تھی، کہ نزول مسیح موعود، آمد مہدی، وفات مسیح، ختم نبوت، تصانیف مرزا اور اسی قسم کے موضوعات پر سادہ و سلیس عالمانہ رسالے متین و سنجیدہ انداز میں لکھ کر شائع کرے، اور مسلمانوں میں مفت تقسیم کرنے کا انتظام کرے، اس انداز نشر و توزیع سے بے انتہا فائدہ پہنچتا۔ لیکن ظاہر ہے کہ یہ کام ہنگامہ خیزی سے بالکل خالی تھا، اور بزرگان احرار ہنگامہ خیزی کے سوا کوئی کام نہیں کر سکتے انتخابات کی تیاری کے لئے بھی ہنگامہ نہایت ضروری تھا۔ چنانچہ احمدیت کے خلاف تعمیری کام تو کچھ بھی نہ ہوا اور ہنگامہ ہر جگہ ہو گیا۔

احرار کی ہنگامہ پسندی کا سب سے زیادہ افسوسناک پہلو

لیکن اس تمام ہنگامہ پروری کا سب سے زیادہ افسوسناک پہلو یہی ہے، جس کا ذکر ہم نے گذشتہ اشاعت میں کیا تھا، بعض مسلمان احرار کے کہنے پر اپنے جلسوں میں یہ مطالبہ کر رہے ہیں کہ احمدیوں کو مسلمانوں سے علیحدہ ایک غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے سمجھ میں نہیں آتا کہ اس مطالبہ کے لئے کونسی قومی، ملی اور دینی مصلحت محرک ہوئی ہے۔ ہم ان تمام حضرات سے جو اس علیحدگی کے خواہاں ہیں، یہ سوال کرنا چاہتے ہیں، کہ اگر بالفرض حکومت اس مطالبہ کو تسلیم کر لے تو نقصان کس کا ہو گا؟ مسلمانوں کا یا غیر مسلموں کا؟ طاقت کس کی گھٹ جائے گی یا بٹ جائے گی، مسلمانوں کی یا غیر مسلموں کی؟ اگر احمدی پچپن ہزار ہیں، تو ان کے لئے ایک آدھ نشست کہاں سے لے کر علیحدہ کی جائے گی؟ مسلمانوں میں سے یا غیر مسلموں میں سے! اور کل کونسل میں یا ملازمتوں کے اندر وہ کس کے لئے ناتر سے کا سامان بنیں گے؟ مسلمانوں کے لئے یا غیر مسلموں کے لئے؟

علیحدہ اقلیت کی صورت میں احمدیوں کو خاص تحفظات حاصل ہو نگے

کہا جاتا ہے کہ احمدی بہت تھوڑے ہیں، انہیں ایک نشست کا بھی حق حاصل نہیں، لیکن ظاہر ہے، کہ اس بات میں آخری فیصلہ مجلس احرار کے ہاتھ میں نہیں، بلکہ حکومت کے قبضے میں ہے۔ اگر آج حکومت کے تعلقات احمدیوں سے کشیدہ ہیں، تو کل خوشگوار ہو جائیں گے کیونکہ ایک انتہائی وفادار اور جان نثار جماعت سے حکومت کب تک روٹھی رہے گی، اگر احمدی حکومت سے یہ کہیں گے کہ ہندو، مسلم، سکھ، عیسائی سب کے سب ہمارے جانی دشمن ہیں اس لئے ہمیں خاص تحفظات چاہئیں، تو جو مسلمان یو۔ پی میں چودہ فیصدی ہو کر تیس فیصدی حاصل کر چکے ہیں اور مرکز میں تیئس فیصدی ہو کر ۳۳ فیصدی طلب کر رہے ہیں، وہ احمدیوں کے ساتھ رعایتی سلوک کی کس بنا پر مخالفت کریں گے؟ اور اگر کریں گے تو حکومت کے ساتھ احمدیوں کے اچھے تعلقات کی بنا پر اور عام سرکاری مصالح کی بنا پر جو فیصلہ ہو گا، وہ لازماً مسلمانوں کے خلاف اور احمدیوں کے حق میں ہو گی۔

مسلمان احمدیوں سے خائف کیوں ہیں

پھر اگر احمدی صرف پچپن ہزار ہیں تو پنجاب کے ڈیڑھ کروڑ مسلمانوں کو ان سے اس قدر خوف زدہ ہونے کی کیا ضرورت ہے۔ مسلمانوں کو چاہیئے کہ اپنے ووٹروں کو منظم کریں، اور اگر احمدی اتنے ہی خطرناک ہیں، تو مسلمان سیاسی میدان میں ان کا مقابلہ کریں، علیحدگی پر زور دینے کا کیا مطلب ہے؟ سنا ہے کہ حضرت پیر جماعت علی شاہ صاحب نے بھی کوئی ایسا اعلان کیا ہے۔ حالانکہ ان کو مسلمانوں نے صرف مسجد شہید گنج کے معاملہ میں "امیر ملت" تسلیم کیا ہے، سیاسیات کے مسائل میں ان کو ہم دخل دینے کی ... کیا ضرورت ہے۔

اپنے پاؤں پر کلہاڑی نہ چلاؤ

ہم نے نہرو رپورٹ کے زمانے سے لیکر آج تک مسلمانوں کو ان کی سیاسیات کے متعلق جس قدر مشورے دیئے ہیں وہ ان کے حق میں بے انتہا مفید ثابت ہو چکے ہیں، اور آج مخالفین بھی اس حقیقت کو تسلیم کرنے پر مجبور ہیں، کہ اگر "انقلاب" کی آواز نہ ہوتی، تو مسلمانوں کے سیاسی حقوق کا مسئلہ بطریق احسن حل نہ ہوتا، اور کانگرسی خیال کے لوگ ہر جگہ مسلمانوں کو نقصان پہنچا دیتے۔ آج ہم پھر نہایت مخلصانہ مشورہ دیتے ہیں کہ اپنی سیاسی طاقت کو اپنے ہاتھوں گھٹانے کی حماقت نہ کرو، جو فرقے تمہارے ووٹنگ رجسٹر میں درج ہیں ان کی علیحدگی کا مطالبہ کر کے اپنے پاؤں پر آپ کلہاڑی نہ چلاؤ، ورنہ تمہیں اس قدر نقصان پہنچے گا، کہ عمر بھر رویا کرو گے اور اس نقصان کی تلافی نہ ہو سکے گی۔

اشاعت آئندہ میں ہم بتائیں گے، کہ یہ علیحدگی کا فتنہ کہاں تک بڑھ سکتا ہے، اور مسلمانوں کے کون کون سے فرقے اس کی زد میں آکر پنجاب کے اندر مسلمانوں کی طاقت کو کم کرنے کا باعث بن سکتے ہیں۔

(۳) اسلامی سیاسیات اور مذہبی فرقہ بندیاں

احرار اور بعض دوسرے بزرگوں کے نزدیک احمدی کافر اور خارج از ملت اسلام ہی سہی لیکن مصیبت یہ ہے، کہ وہ کلمہ گو ہیں، ان کے نام مسلمانوں کے سے ہیں، وہ اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں، تمام غیر مسلم بھی ان کو مسلمان ہی سمجھتے ہیں، اور حکومت کے سیاسی ریکارڈ میں بھی وہ مسلمانوں ہی کی فہرست میں درج ہیں، اس لئے دینی اعتبار سے نہیں تو سیاسی لحاظ سے انہیں لازماً مسلمان ہی سمجھنا پڑے گا، پھر اسلام میں ایک فرقہ نہیں بے شمار فرقے ہیں۔

فتاوی کفر کی ارزانی

حضرت پیر جماعت علی شاہ اور ان کے ہم عقیدہ بزرگ، وہابیوں اور دیوبندیوں کے متعلق جو رائے رکھتے ہیں، وہ کسی سے پوشیدہ نہیں، شیعہ عام مسلمانوں کے متعلق جن خیالات کے پابند ہیں، ان کے بیان کرنے کی حاجت نہیں، بریلویوں اور بدایونیوں کے متعلق حضرات اہل حدیث کا جو کچھ عقیدہ ہے، اس سے ہر شخص آگاہ ہے، مختصر یہ کہ ہر فرقہ دوسرے ... فرقے کے علماء کے نزدیک کافر ہے اور ہمارے اس دعوی کا ثبوت وہ بیشمار فتوے ہیں جو مسلمان علماء نے ایک دوسرے کی تکفیر کے لئے شائع کئے اور وہ ہر وقت امرتسر، قادیان، بریلی، بدایوں، دیوبند، لکھنؤ کے بازاروں میں دستیاب ہو سکتے ہیں۔

یہ فتنہ شروع ہونے کے بعد نہیں رکے گا

اگر ایک دفعہ سیاسی حقوق کو فرقوں میں منقسم کرنے کا سلسلہ شروع ہو گیا تو پھر اسے کون روکے گا؟ کس بناء پر رکے گا؟ کیا یہ معلوم نہیں، کہ یو۔ پی کے شیعہ مدت مدید سے علیحدگی کے آرزومند چلے آ رہے ہیں؟ کیا یہ معلوم نہیں کہ بنارس کے وہابیوں نے بھی علیحدگی کا مطالبہ کیا تھا؟ یعنی ان دونوں فرقوں نے قوم کی عام رائے سے اختلاف کیا تھا؟ ...

... کہ وہ احناف کی طرف سے مایوس ہیں لہذا اس امر پر مجبور ہیں، کہ ہندوؤں کے ووٹوں سے کونسلوں میں جائیں، اور ہندوؤں کے ووٹ مخلوط انتخاب کے بغیر نہیں مل سکتے۔ آخر یہ سب علیحدگی کے اسباب نہیں تو کیا ہیں؟ فرض کرو، کل شیعہ اور وہابی علیحدگی کا مطالبہ کرتے ہیں، انہیں کون روکے گا، کون روک سکے گا؟ احرار ہزار چیخیں چلائیں "امیر الاحرار" اور "امیر الشریعت" اپنی تقریروں کا جادو ہزار استعمال کریں، فیصلہ کرنے والے انگریز ہوں گے یا ہندو، وہ جس طرح چاہیں گے کریں گے اور ظاہر ہے کہ ان کا فیصلہ ہر حالت میں مسلمانوں کے فوائد کے منافی ہو گا۔

مسلمانوں کیلئے جداگانہ انتخاب کی ضرورت

یہ اچھی طرح سمجھ لینا چاہیئے کہ جہاں تک ہندوؤں کا تعلق ہے ہم جداگانہ انتخاب کے حامی ہیں، کیونکہ غیر مسلم قوموں کے مقابلے میں ہمارا فائدہ اسی میں ہے کہ ہماری نیابت علیحدہ رہے۔ مسلمانوں کی ہستی ان کا اتحاد اور ان کی تنظیم صرف اسی طریق سے قائم رہ سکتی ہے، کہ اندرون ملت کے مسائل میں ہم مخلوط انتخاب کے اصول پہ چلیں یہی اسی میں ہمارا فائدہ ہے، بلکہ اسی پر ہندوستان میں ہماری زندگی کا انحصار ہے۔

سیاسی علیحدگی کی وبا قوم کیلئے مہلک ہو گی

اگر ایک دفعہ علیحدگی کی وبا شروع ہو گئی، تو جسم اسلام ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیگا، ہر ٹکڑا علیحدہ علیحدہ سمجھے گا، کہ میں پہلے سے بہتر طور پر زندہ ہوں، لیکن حقیقی زندگی جو سارے جسم کی زندگی ہے وہ مفقود ہو جائے گی اور ایک تندرست جسم کی بجائے سر طرف تڑپتے ہوئے اعضا نظر آئیں گے۔

(باقی بر صفحہ ۱۲)

کفر اللہ اور رسول سے بغاوت اور سرکشی کا نام ہے

اس کے شواہد مرزا صاحب کی تحریروں میں نہیں

مولانا عبد الماجد صاحب دریابادی کا فتوےٰ

"صدق جدید" مؤرخہ ۱۰ راگست ۱۹۵۱ء میں ایک صاحب مولانا عبد الماجد صاحب دریابادی مدیر صدق جدید کو مخاطب کرتے ہوئے لکھتے ہیں :-

" مکرم و محترم مولوی صاحب زید فضلکم
السلام علیکم ورحمۃ اللہ -

پرچہ صدق جدید مؤرخہ یکم و ۸ ر جون ۱۹۵۱ء میں مراسلہ نمبرا و ۲ نظر سے گذرا مطالعہ سے معلوم ہوا کہ آنجناب مرزا غلام احمد قادیانی اور ان کے متبعین کو متب عامہ خیال رکھنے والا، غلط اور گمراہ تو سمجھتے ہیں مگر مرتد اور دائرہ اسلام سے خارج نہیں کہتے - جو لوگ مرزائیوں کی تکفیر کرتے ہیں آپ کے نزدیک وہ غلط ذہنیت میں مبتلا ہیں جو بے جا جسارت و جرأت، کرکے مرزا صاحب اور ان کے متبعین کی غلطیوں کو کھینچ تان کر کفر تک پہنچاتے ہیں،

آپ نے فخریہ انداز میں ارقام فرمایا ہے کہ صدق کو تو اصلاً اسی ذہنیت پر ضرب لگانا ہے جناب کے نزدیک مرزائی کلمہ گو شہادتین کے قائل ہونے کی وجہ سے اس قابل ہیں کہ ان کو مسلمان سمجھا جائے، آپ کے خیال میں ان کا کفر قطعی نہیں،

ان کے دعاوی نبوت وغیرہ میں تاویل ہو سکتی ہے جس کو قبول کرنا چاہئیے - معاف فرمائیے معلوم ہوتا ہے کہ جناب نے مرزا صاحب اور ان کے خلیفہ مرزا بشیر الدین محمود اور دیگر مرزائیوں کی کتابوں کا کافی مطالعہ نہیں فرمایا"

اس کے بعد حضرت مسیح موعودؑ کے متعلق کچھ خلاف حقیقت باتیں لکھ کر مولویوں کے فتووں کا ذکر کیا ہے، اور مدیر صدق جدید پر افسوس کا اظہار کیا ہے کہ :-

" مولانا! یہ بات تو بے حد افسوسناک اور نا قابل برداشت ہے کہ ملحد و بے دین لوگوں کی غلط وکالت کر کے خواہ مخواہ ان کا رشتہ اسلام سے جوڑا جائے "

اس کے جواب میں "مدیر صدق" کے الفاظ اس قابل ہیں کہ احراری اور دوسرے کفر ساز علماء و اخبارات انہیں غور سے مطالعہ کریں لکھتے ہیں: -

" بے شک "اثبات جرم" میں جو تقریر مولانا نے بیان کی ہے وہ مدلل اور کافی وزن دار ہے - اور اس کی روشنی میں انہیں حق پہنچتا ہے - کہ وہ ان نتائج پر قائم رہیں جو انہوں نے نکالے ہیں - لیکن ساتھ ہی ملزم کی طرف سے جو صفائی پیش کی جاتی ہے وہ بھی نا قابل غور و اعتنا نہیں، کفر جو اصلاً ترجمہ ہے اللہ و رسول سے بغاوت و سرکشی کا - اس کے شواہد تو بظاہر مرزا صاحب کی تحریروں میں نہ مل سکیں - بلکہ اس کے برعکس نصرت دین اور حمایت اسلام ہی کے جذبات کی افراط ملے گی - گو ان میں دعوے اپنے متعلق نہایت درجہ غلو، بلکہ نا قابل برداشت حد تک غلو کے ملیں گے اور بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اپنے مقامات نبوت مہدویت مسیحیت وغیرہ کی جو تجویزیں کی ہیں سب اسی غلو فی الانانیت کا نتیجہ ہیں - یہ صورت حال گو یقیناً بہت تکلیف دہ اور صحیح اسلامی عقاید کے لئے اشتعال انگیز ہے - لیکن پھر بھی دائرہ اسلام کے اندر باقی رہنے کی گنجائش باقی رہ جاتی ہے - گو یہ تکلف اور تاویلات بعیدہ کے بعد ہی ہو -

دو باتیں اگرچہ محض ضمنی ہیں تاہم ان کا ذکر بھی صاف ہو جانا بہرحال ضروری ہے - پہلی یہ کہ **معتقدین و خلفاء کے غلو در غلو کی ذمہ داری خود مرزا صاحب پر نہیں** - دوسری یہ کہ جن معاصر علماء نے کفر وغیرہ کے فتوے صادر کئے وہ ضرور ماجور ہوں گے - اور انشاء اللہ انہیں یہی کرنا چاہیئے تھا - لیکن بہرحال **غیر معصوموں کے اقوال و تحقیقات پر نظر ثانی کی گنجائش ہمیشہ باقی رہتی ہے** خصوصاً بدلے ہوئے حالات میں "

(صدق جدید ۱۰ راگست ۱۹۵۱ء)

(بقیہ کالم ۳) ایبٹ آباد چھاؤنی سے محمد اصغر علی صاحب لکھتے ہیں کہ میں نے قبل ازیں ایک اپریشن کرانے کے لئے انگلستان جانے کا ارادہ ظاہر کیا تھا، پاسپورٹ بن جانے پر انشاء اللہ جلد روانہ ہوں گا بزرگوں اور عزیزوں سے دعا کی مؤدبانہ درخواست ہے، کہ اللہ تعالیٰ یہ لمبا اور صبر آزما سفر کامیاب فرمائے اور سب مشکلات آسان کر دے - انگلستان سے اپنی رفتار صحت کی اطلاع اخبار کے ذریعہ دیتا رہوں گا تاکہ دعا کی تحریک ہوتی رہے -

—— احمد بشارت اللہ صاحب پسر ماسٹر مولا بخش صاحب بی اے بی ٹی اوکاڑہ امسال ایف ایس سی کے امتحان میں سیکنڈ ڈویژن میں کامیاب ہوئے ہیں، ماسٹر صاحب ممدوح نے اس سلسلہ میں مبلغ پانچ روپیہ انجمن کے شکرانہ فنڈ میں جمع کرائے ہیں فجزاہ اللہ -

سانحہ ارتحال: حضرت مولانا عزیز بخش صاحب لکھتے ہیں کہ:- حافظ محمد حسن اخبار فروش چند روز ہوئے عالم بقا کو سدھار گئے انا للہ و انا الیہ راجعون - اللھم اغفر لہ - مرحوم کی زندگی میں خاتمہ سے پہلے ایک انقلاب واقع ہوا بیماری کے ایام میں ان کا ارادہ میرے ہاتھ پر بیعت کر کے سلسلہ

اخبار احمدیہ

—— حضرت امیر قوم مولانا صدر الدین صاحب کی صحت ایبٹ آباد میں بحمد اللہ بہتر ہو رہی ہے احباب کرام صحت کاملہ کے لئے دعا فرماتے رہیں -

—— حضرت صاحب صدر انجمن کے ضروری کاموں کی سرانجام دہی کے لئے ۷ رجولائی کو کوہ مری سے لاہور تشریف لائے اور ۸ رکو واپس مری تشریف لے گئے -

—— شیخ میاں عطاء اللہ صاحب ملز اوور اطلاع دیتے ہیں کہ میں ڈاڈر میں مقیم ہوں، میری صحت اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اعجاز کے طور پر بہتر ہو رہی ہے جن اصحاب نے میری صحت کے سلسلہ میں دعا کی یا ہمدردی کے خطوط لکھے ہیں ان کا مشکور ہوں اللہ تعالیٰ ان کو اجر عظیم دے مگر ابھی صحت کاملہ کے لئے دعاؤں کی ضرورت ہے دوست اور بزرگ دعا کر کے عنداللہ ماجور ہوں -

—— کراچی سے مرزا ولی احمد بیگ صاحب لکھتے ہیں کہ یہاں شدت کی گرمی پڑ رہی ہے اور مجھے خفقان القلب کا مرض ہو گیا ہے خدا سے میری صحت کے لئے دعا کریں "

—— راولپنڈی سے مولانا عبد الرحمٰن صاحب جالندھری کے صاحبزادے عطاء الرحمٰن صاحب لکھتے ہیں :-

" قبلہ والد صاحب کی طبیعت ویسے تو عرصہ سے کافی کمزور تھی اور کبھی کبھی اختلاج قلب کا معمولی سا دورہ بھی پڑ جاتا تھا جس کا علاج جاری تھا مگر ۲۱ رجون کو راولپنڈی میں گرمی کے زور کی وجہ سے شدید حملہ ہوا ہے اور حالت نہایت خطرناک ہو گئی ہے، علاج کوشش سے جاری ہے مگر تا حال خطرہ سے باہر نہیں، چارپائی سے اٹھنا تو درکنار پیشاب بھی اوپر ہی نکل جاتا ہے اکثر بے ہوشی کے عالم میں جماعت کے بیشتر احباب کو یاد کرتے ہیں اور جماعت کی ترقی کے لئے دعا مانگتے ہیں ان کی صحت کے لئے جماعت کے دوستوں کی پر خلوص دعاؤں کی ضرورت ہے ایسے سخت حملہ میں جبکہ بیہوشی کا عالم ہو جماعت کی بہبودی کے لئے دعا مانگنا خالص دلی لگاؤ کا اثر ہے آپ سے اور جماعت سے درخواست ہے کہ اپنی دعاؤں میں ان کے لئے بھی صحت کی دعا کریں "

عطاء الرحمٰن محلہ چوہدری وارث خاں مکان ۱۸۵۵/ ۳۶ راولپنڈی

پیغام صلح :- مولانا عبد الرحمٰن صاحب ہماری جماعت کے نہایت قیمتی اور مخلص بزرگوں میں سے ہیں، ان کا وجود اپنی نیکی، تقویٰ دینداری اور علم و فضل کے لحاظ سے جماعت کے لئے ایک نمونہ کا کام دیتا ہے، ہماری دلی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں صحت کاملہ عطا فرمائے اور جماعت کو تادیر ان سے متمتع ہونے کا موقع دے، احباب کرام سے درخواست ہے کہ ان کے لئے درد دل سے دعا فرمائیں -

—— منشی احمد دین صاحب مہاجر پوچھ موضع کالا ضلع جہلم سے لکھتے ہیں کہ میں کچھ عرصہ سے بیمار ہوں، دعا کریں اللہ تعالیٰ شفا بخشے اور یہ بھی دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ میرے لئے آزادی اور عزت کی روزی کا سامان کر دے اور غلامی کی زندگی سے نجات دے - (باقی دوسرے کالم کے نیچے)

عقیدہ درباره ذات وصفات باری تعالیٰ

عبدالجلیل صاحب جے۔اے۔وی۔ گورنمنٹ ہائی سکول مردان

"پیغام صلح" کے ۲۹ جون کے شمارہ میں شیخ محمدی پشاور کے کسی دوست (غالباً احمدی دوست) کے استفسار پر مولانا عبدالحق صاحب کا مضمون شائع ہوا ہے۔ علمی طور پر جو دلائل محترم مولانا صاحب نے دیئے ہیں اور جس طرح سے مستفسر کی تسلی کی ہے اس پر مزید لکھنا سورج کو چراغ دکھانے کے مترادف ہے۔

اگر سوال کرنے والا واقعی احمدی ہے، اور صرف اپنے معلومات کی خاطر انہوں نے ذات وصفات باری تعالیٰ کے متعلق عقیدہ دریافت کیا ہے۔ تو مجھے اس بات کے کہنے میں معذور سمجھیں کہ سوال کنندہ کو قرآن شریف اور حضرت مسیح موعودؑ کی کتب کا مطالعہ کرنا ضروری ہے۔ قرآن شریف کی روح کو جس خوبی سے حضرت صاحب نے سمجھا اور اپنی جماعت کو خداشناس بنانے کے لئے جو تحریرات چھوڑی ہیں وہ مطالعہ سے تعلق رکھتی ہیں۔ اگر حضرت مسیح موعود نے خداشناسی کا جام تمام کا تمام نوش کیا تھا تو کوئی وجہ نہیں کہ ہم ایسے جام کے چند گھونٹ عملی طور پر نہ پئیں۔ مولانا عبدالحق صاحب کے مضمون سے تو ہمارے مسلک کا پتہ لگ جاتا ہے مگر ذات باری کی معرفت تام کا تعلق افراد کا خدا سے تعلق قائم رکھنے سے ہے۔ جب تک ہر احمدی ذات باری کی معرفت حاصل کرنے میں کوشاں نہیں رہتا تو عقیدہ کسی کام کا نہیں اور صرف عقیدہ رکھنے سے ہم حق الیقین تک نہیں پہنچ سکتے۔ حضرت مسیح موعود نے جہاں غلط عقائد کے درست کرنے پر زور دیا وہاں معرفت باری تعالیٰ پر زور دینے میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔ ہمارے اخلاق بد ہیں وہ اسی وجہ سے ہیں کہ ہمیں خدا کی معرفت نصیب نہیں۔ جب ایک دفعہ خداشناس بنے بس پھر فیصلہ ہو گیا اپنے محبوب کی خوشنودی ہی ہمیں گھنٹے ہمارے مدنظر رہے گی۔ اور خود بخود ہماری اصلاح ہوتی چلی جائے گی۔

اب سوال یہ ہے کہ کس طرح خدا کی معرفت حاصل ہو؟ اس میں کلام نہیں کہ شیطان کے ہتھکنڈوں سے بچنا اور خدا تک پہنچنا خدا کے فضل پر منحصر ہے۔ مگر خدا کا فضل بھی تو تب ہوتا ہے جب ہم بھی خدا کی طرف ایک قدم بڑھائیں۔ ہماری تھوڑی محبت کی وجہ سے وہ ہمارے ساتھ دوڑ کر بغلگیر ہوتا ہے۔ تو سب سے ضروری ہے کہ معرفت باری کے لئے پہل ہماری طرف سے ہو۔ اپنے حسن واحسان کے ذریعہ خدا نے ہمیں اپنے پاس پہنچنے کی دعوت دی ہے۔ مگر ہم آنکھیں بند کر کے کسی چیز پر غور نہیں کرتے، خداوند کریم کی جتنی صفات قرآن شریف میں مذکور ہیں انہیں مدنظر رکھتے ہوئے، اور ان پر اپنی روزمرہ کی زندگی میں سوچنے سے ہمیں ہر لمحہ ثبوت ملتا ہے کہ وہ ذات واقعی ان صفات سے متصف ہے جتنا زیادہ ہم سوچیں گے اتنا ہی ہمارا عرفان ترقی کرے گا خشک عقیدے سے کیا حاصل۔

قرآن میں تو ہمیں خدا کے اخلاق میں رنگین ہونے کی ہدایت دی گئی ہے اور خلق السموات والارض پر سوچنے کی دعوت دی گئی ہے۔ بلکہ ایسے لوگوں کو عباد الرحمان کہا گیا ہے تو کیا وجہ ہے کہ ہم نہ سوچیں اور سوچنے کے بعد جب ہم سمجھ جائیں کہ واقعی خدا ہے یعنی حق الیقین حاصل ہو تو خدا کے اخلاق میں رنگین ہونے کی کوشش نہ کریں۔

مولانا عبدالحق صاحب نے فرمایا ہے کہ "اس کا ادراک صرف دلائل اور حواس باطنی میں وحی والہام کے ذریعے ہوتا ہے"۔ اب چاہیئے کہ حواس باطنی کو ہم خود جلا دیں۔ جب تک ان حواس کو ہم نے معطل رکھنے سے نہ بچایا یعنی بصیرت سے کام نہ لیا اور عملی طور پر اس نہر کوثر میں داخل نہ ہوئے تو ہمارے عقیدے سے کچھ نہیں بنتا۔ مسیح موعود کی آمد کی غرض "مسلمان را مسلمان باز کردند" تھا۔ یعنی نظری مسلمان کو عملی مسلمان بنانا۔ اور انہوں نے جماعت کو روحانیت سے سرسبز وشاداب کرنا تھا۔ اور ایک جماعت بنائی جس میں روحانیت تھی یہی وجہ تھی کہ دنیاوی جاہ وحشمت کی پرواہ نہ کر کے اپنے آپ کو اشاعت اسلام کے لئے وقف کیا۔ خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم و مغفور۔ حضرت امیر مرحوم وغیرہ وغیرہ نے دنیا پر دین کو مقدم کیا۔ تو کیوں کیا؟ صرف اس لئے کہ مسیح موعودؑ نے ان میں روحانیت پیدا کی۔ انہیں خدا تک پہنچایا اور انہوں نے اسی معرفت کی وجہ سے خدا کا نام بلند کرنے کے لئے سب کچھ چھوڑا اور اسی پاک محبت باری میں جان دی۔ نور اللہ مرقدہم

آج کل خدمت دین عام مسلمانوں سے کیوں نہیں ہو سکتی؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ انہیں خدا کی معرفت حاصل نہیں اور اس کام کو اہمیت نہیں دیتے۔ خدارسیدہ لوگ غیر احمدیوں میں بھی ہیں۔ مگر تنظیم کے نہ ہونے کی وجہ سے اور دوسروں میں معرفت باری تعالیٰ کے فقدان کی وجہ سے ٹھوس کام نہیں کر سکتے۔

غرضیکہ صفات باری تعالیٰ پر غور کرنے روزمرہ کی زندگی میں ان صفات کو کام کرتے ہوئے دیکھنے اپنے مشکل ترین حالات میں دست غیب کے کام کرنے اور کام آنے، لوگوں کی سخت مخالفت کے باوجود اسے نقصان نہ پہنچا سکنے سے صاف معلوم ہو جاتا ہے کہ ہمارا خدا کیسا ہے۔ اور لا خوف علیہم ولاھم یحزنون میں شامل ہو کر دعائے صالح بنکر اور مستجاب الدعوات بن کر خدا کی ذات وصفات پر ایسا عقیدہ پیدا ہو جاتا ہے کہ بندہ دنیا ومافیہا سے بالکل بے تعلق ہو کر اس کی ذات میں ایسا کھو جاتا ہے کہ پھر اسے یہ جھگڑے کہ خدا جھوٹ بول سکتا ہے یا نہیں سب لغو معلوم ہونے لگتے ہیں۔

پس مناسب ہے کہ ہر احمدی معرفت باری حاصل کرے۔ علمی طور پر ذات باری تعالیٰ کے عقیدے کا سمجھنا ہمارے اخلاق پر میرے خیال میں کما حقہ اثر نہیں کر سکتا۔

عبدالجلیل۔ جے اے وی

پادری سے شراب نوشی کا سبق

اور اس کا انجام

برطانیہ عظمیٰ اور آئرلینڈ کی بپٹسٹ یونین کے صدر مسٹر ایس کلارک نے یونین کے حالیہ اجلاس میں تقریر کرتے ہوئے بتایا کہ انہیں ایک ایسے قاتل کا علم ہے جس نے نشے کی حالت میں اپنی محبوبہ کو قتل کر دیا جس دن اسے پھانسی ملنا تھی اس روز صبح اس نے اپنے علاقہ کے پادری کو جیل خانہ میں بلایا۔ جب پادری صاحب آئے تو اس نے کہا میں نے اپنی محبوبہ کو قتل کر دیا ہے۔ مجھے اس کا اقرار ہے۔ اور اب میں اس کی سزا بھگتنے والا ہوں لیکن میں ایک اور بات کا بھی اقرار کرنا چاہتا ہوں

"پادری صاحب!

آپ پہلے شخص ہیں جس نے مجھے شراب پینے کی لت میں مبتلا کیا، خدا کے لئے کسی اور نوجوان کی زندگی کو میری طرح برباد نہ کریں"۔

پادری صاحب یہ سن کر بہت سٹپٹائے، نوجوان قاتل کہتا رہا:-

"مجھے اچھی طرح یاد ہے۔ جب مجھے چند سال پیشتر ایک فنکشن میں شریک ہونے کا موقعہ ملا۔ اس وقت تک میں نے شراب کو چھوا تک نہ تھا۔ اس دن جب شراب میرے سامنے آئی۔ تو میں نے آپ کی طرف دیکھنا شروع کیا اور سوچا کہ اگر آپ شراب پی لیں گے تو میں بھی اسی پر عمل کروں گا۔ اگر آپ نے پینے سے انکار کیا تو میں بھی ایسا ہی کروں گا۔ اور میں بڑے غور سے آپ کو دیکھ رہا تھا جب آپ نے گلاس کو منہ لگایا تو میرے لئے کوئی حجاب نہ رہا ...... اور پھر مجھے اس کی عادت پڑ گئی حتیٰ کہ ایک روز میں نے نشہ کی حالت میں اپنی محبوبہ کو قتل کر دیا ......"

پادری صاحب صدمہ سے بے ہوش ہوتے ہوتے بچے۔

مسٹر کلارک نے کہا کہ بڑے افسوس کی بات ہے کہ ہمارے مذہبی رہنما بھی شادی بیاہ کے موقع پر شمپئین اور دوسری منشی اشیا کا استعمال روا رکھتے ہیں۔ ہر پادری اور منسٹر کو شراب کے استعمال سے پرہیز کرنا چاہیئے۔

بلکہ ہر عیسائی کو بھی اس لعنت سے قطعی طور سے مجتنب رہنا چاہیئے۔

معلوم نہیں پنجاب کی حکومت نے غیر مسلموں خصوصاً عیسائیوں کو شراب پینے کی کس بنا پر اجازت دے رکھی ہے جبکہ ان کے مذہبی رہنما یورپ اور انگلستان میں بھی اس فعل کو عیسائیت کے خلاف سمجھتے ہیں فاعتبروا یا اولی الابصار

سانحۂ ارتحال

—— چوہدری لعل الدین صاحب ریٹائرڈ اوورسیر کا نوجوان پوتا محمد صادق کچھ عرصہ بیمار رہ کر فوت ہو گیا، ہمیں چوہدری صاحب ممدوح سے اس صدمہ میں دلی ہمدردی ہے، اللہ تعالیٰ انہیں اور دیگر پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے اور مرحوم کو جنت نصیب کرے احباب کرام سے جنازہ غائبانہ کی درخواست ہے۔

بچّوں کا صفحہ

قاضی کی جرأت

بایزید سلطان ترکی کے عہد میں شمس الدین نامی ایک قاضی تھے جو اپنے عدل و انصاف تقوےٰ اور پرہیزگاری کی وجہ سے بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔ ایک دفعہ ایک مقدمہ ان کی عدالت میں دائر کیا گیا جس میں سلطان کی گواہی تھی۔ جب سلطان عدالت میں حاضر ہوا تو قاضی نے ان کی شہادت لینے سے انکار کر دیا۔ سلطان نے پوچھا آخر اس کی کیا وجہ ہے کہ آپ میری شہادت لینے سے انکار کرتے ہیں قاضی نے جواب دیا "چونکہ آپ جماعت کے ساتھ نماز ادا نہیں کرتے اس لئے از روئے شریعت آپ کی گواہی قابل قبول نہیں" اس پر سلطان خاموش ہو رہا اور ایک لفظ بھی زبان سے بول نہ سکا۔

پہلے زمانہ کے قاضی بھی کس قدر جری اور دلیر تھے کہ شریعت کے مقابلے پر بڑے سے بڑے شخص کی بھی پرواہ نہیں کرتے تھے۔ اور بادشاہ بھی کس قدر سعید اور نیک سرشت تھے کہ سچائی کے سامنے گردن جھکانے میں انہیں کوئی عار نہ تھی۔ یہ وہ روایات ہیں جن پر اسلام کو ناز ہے۔ سلطان بایزید وقت کا بادشاہ تھا۔ قاضی اس کا ملازم تھا۔ بادشاہ جو چاہتا اس سے سلوک روا رکھتا۔ مگر انصاف کے سامنے۔ شریعت کے فیصلے کے سامنے اس کو سر جھکانا پڑا۔ یہ وہ کلچر تھی جو اسلام نے ان کے اندر پیدا کی تھی۔ ایسی مثالیں کسی اور قوم میں نظر نہیں آتیں۔ صدہا سلام اور صلوٰۃ ہوں اس بزرگ نبی پر جس نے ایسی قوم دنیا میں پیدا کی۔

حلم اور عفو

حضرت معروف کرخی ایک بہت بڑے بزرگ گذرے ہیں۔ ان کا ایک واقعہ بیان کیا جاتا ہے کہ عید کے دن نئے کپڑے پہن کر عیدگاہ کی طرف نماز ادا کرنے کے لئے جا رہے تھے کہ کسی نے ایک مکان کی چھت سے راکھ کی ٹوکری پھینک دی۔ یہ سب راکھ حضرت معروف علیہ الرحمۃ پر گری۔ جس سے آپ کے تمام کپڑے خراب ہو گئے۔ راکھ آپ کے بالوں پر اور ڈاڑھی پر بھی گری۔ جس سے آپ کو بہت تکلیف پہنچی مگر اللہ رے صبر و تحمل! ذرا چیں بجبین نہ ہوئے۔ کوئی بُرا کلمہ زبان سے نہ نکالا۔ نہ کسی پر اپنی تکلیف کا اظہار کیا۔ بلکہ گھر کی طرف لوٹ آئے۔ پھر غسل کیا۔ اور نئے کپڑے زیب تن کئے آپ کی زبان سے یہ کلمات سُنے گئے "اے معروف! تو تو آگ کے قابل ہے، پھر راکھ سے کیا خوف"؟

جس شخص نے یہ راکھ نادانستہ طور پر آپ پر پھینکی اس کو علم بھی نہ تھا۔ آپ نئے کپڑے پہن کر ہشاش بشاش پھر عیدگاہ کی طرف تشریف لے گئے اور نماز ادا کی۔

اگر یہ واقعہ کسی اور شخص کے ساتھ ہوتا تو خدا جانے وہ راکھ پھینکنے والے کو کس قدر گالی گلوچ دیتا لیکن خدا کے بندے بڑے صابر اور متحمل مزاج ہوتے ہیں۔ اُن کو اللہ تعالےٰ عفو کی اعلیٰ صفت سے متصف کرتا ہے اور وہ لوگوں کی خطاؤں اور قصوروں کو معاف کر دیتے ہیں۔

مولٰنا مرتضیٰ خان صاحب

سچّائی قبول کرنے میں مسلمان کسی سے نہیں ڈرتے تھے

پہلے زمانہ کے مسلمانوں کی ایک بڑی خوبی یہ تھی کہ وہ سچائی قبول کرنے اور اس کے ظاہر کرنے میں کسی سے نہیں ڈرتے تھے۔ ان پر اسلام قبول کرنے کی وجہ سے بڑے بڑے ظلم کئے جاتے تھے پھر بھی وہ ثابت قدم رہتے تھے۔ اور بڑی بہادری سے مخالفت کا مقابلہ کرتے تھے۔

جب حضرت ابوذر غفاری نے مکّہ میں اسلام قبول کیا۔ ان دنوں میں مکّہ کے کفار کیطرف سے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ پر بڑے بڑے ظلم کئے جاتے تھے ایسی حالت میں حضور صلعم نے اس خیال سے کہ کہیں کفار حضرت ابوذرؓ کو تکلیف نہ پہنچائیں ان کو حکم دیا کہ وہ اپنے وطن میں چلے جائیں۔ اور وہاں جا کر لوگوں کی تبلیغ کریں۔ لیکن حضرت ابوذر نے بڑے جوش سے کہا کہ گھر جانے سے پیشتر میں مکہ میں اپنے اسلام کا زور شور سے اعلان کروں گا اور ہر تکلیف کو جو اُن کے ہاتھوں سے پہنچے بڑی خوشی سے برداشت کروں گا۔ چنانچہ آپ حرم میں تشریف لے گئے اور بڑی بلند آواز سے اعلان کیا۔ اشہد ان لا الٰہ الا اللہ و اشہد ان محمد رسول اللہ۔ میں شہادت دیتا ہوں کہ اللہ کے سوائے اور کوئی معبود نہیں اور میں شہادت دیتا ہوں کہ محمد اللہ کا رسول ہے جب کافروں کے کان میں یہ آواز آئی تو وہ بھیڑیوں کی طرح حضرت ابو ذر پر حملہ آور ہوئے ان پر پتھر پھینکے۔ اور اس قدر پیٹا کہ وہ بیچارے بے ہوش ہو کر زمین پر گر پڑے دشمن انہیں مردہ سمجھ کر چھوڑ گئے۔ جب آپ ہوش میں آئے تو آپ کا جسم زخموں سے چُور تھا اور خون بہہ رہا تھا۔ لیکن آفرین ہے حضرت ابوذر پر ذرا نہ پروا کی۔ گرتے پڑتے آپ پھر حرم میں پہنچے اور پھر باآوازبلند آپ نے اپنے اسلام کا اعلان کیا اور بار بار کلمۂ شہادت اشہد ان لا الٰہ الا اللہ الخ پڑھا۔ کفار نے آپ کو پھر پیٹا مگر ان کے استقلال میں فرق نہ آیا اور صاف لفظوں میں کہدیا کہ تم خواہ مجھے جان سے مار ڈالو میں نے جس دین کو سچا سمجھ کر قبول کیا ہے چھوڑ نہیں سکتا۔ کفار ان کا یہ عزم اور استقلال دیکھ کر دنگ رہ گئے۔ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام نے دشمنوں سے جو دُکھ اُٹھائے ان سے تاریخ بھری پڑی ہے۔ یہ بزرگ ان دکھوں کو برداشت کرنے میں خوشی محسوس کرتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود جب ایمان لائے آپ نے ارادہ کیا کہ کعبہ میں جا کر قرآن مجید کی تلاوت کریں۔ لوگوں نے ان کو روکا اور کہا کہ ایسا کرنے سے کافر تمہاری بوٹی بوٹی اُڑا دیں گے۔ لیکن انہوں نے ذرا پروا نہ کی کعبہ کے اندر تشریف لے گئے اور باآواز بلند قرآن مجید پڑھنا شروع کر دیا۔ یہ دوپہر کا وقت تھا۔ قریش اس وقت کعبہ میں جمع تھے۔ جب انہوں نے حضرت عبداللہ کو قرآن مجید پڑھتے سُنا وہ ان پر پل پڑے اور بہت بُری طرح ان کو پیٹا جب وہاں سے واپس آئے تو تمام جسم سے خون ٹپک رہا تھا اور چہرہ پر کئی زخم تھے۔ جب ان کے دوستوں نے دیکھا تو اُن سے کہا کہ اسی بات کا ہم کو ڈر تھا (باقی برصفہ ۱۲)

قتل مرتد اور اسلام

مسیحی معاصر "اخوت لاہور" "پیغام صلح" کے مقالہ افتتاحیہ مورخہ ۱۱ر جون پر تبصرہ کرتے ہوئے رقمطراز ہے:-

"مسئلہ سزائے ارتداد در اسلام" نہایت دلچسپ ہے اور ہم بڑے شوق سے مجلس دستور ساز پاکستان کے فیصلہ کے منتظر ہیں مسیحی علما کا اسلام پر یہ قدیم اعتراض ہے کہ اس میں مذہبی رواداری مفقود ہے۔ اور وہ ہر اس شخص کو جو ترک اسلام کرکے کسی دوسرے مذہب میں چلا جائے، گردن زدنی قرار دیتا ہے لیکن مسلم علماء اس اعتراض کی بڑے شد و مد سے تردید کرتے اور اس کے ثبوت میں قرآن شریف کی آیہ کریمہ "لا اکراہ فی الدین" پیش کیا کرتے ہیں حالانکہ ان کی تعلیم اور عمل اس کے سراسر خلاف ہے۔ اور ہمیں تعجب ہوتا ہے۔ کہ بیسویں صدی اور اس روشنی اور ترقی کے زمانے میں ان حضرات کی یہ روش ہے۔ جائے غور ہے کہ مسیحی ممالک مثلاً انگلستان، امریکہ، فرانس، جرمنی وغیرہ میں تو دنیا بھر کے تمام مذاہب کو تبلیغ اور تبدیلی مذاہب کی اجازت ہے۔ لیکن مسلم ممالک اس قدر تعصب اور عدم رواداری دکھائیں۔ کہ وہ قرآن مجید کو بھی پس پشت ڈال دیں۔ اور اس کے صاف و صریح حکم کی خلاف ورزی بھی ان کے نزدیک جرم یا گناہ متصور نہ ہوگی! اگر یہ قانون نافذ ہوگیا تو مسیحی علماء کا دعوے سچ ثابت ہوگا کہ شریعت اسلام میں مرتد کی سزا قتل ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ اپنی جان کے خوف سے بہت سے مسلمان علانیہ مسیح کا اقرار کرنے سے جھجکتے ہیں، ورنہ لاتعداد مسلمان جو اسلام سے بیزار اور مسیحیت کے والا و شیدا ہیں آج شامل کلیسیا ہو جاتے۔

بہرحال ہم معاصر "پیغام صلح" کی حق پسندی اور صاف گوئی اور ان متعصب علماء کے اس بیہودہ مطالبہ کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرنے پر اسے ہدیہ تبریک پیش کرتے ہیں اس قانون کا نفاذ اصول جمہوریت کے سراسر نقیض ہوگا۔ اور پاکستان ایسی شاندار اسلامی حکومت کے خلاف شان! اس سے اسلام کے نام پر بٹہ لگے گا۔ اور وہ تمام عالم میں رسوا ہوگا۔

بہ ایں ہمہ اگر ہم مسلم نو مریدوں کی پہلی یا دوسری پشت والوں کو کہ جن کے نام اسلامی ہیں مسیح کی خاطر مرنا ہی ہے۔ تو حکومت جان لے اور یہ متعصب علماء بھی خوب یاد رکھیں۔ کہ مسیحی مذہب تلوار کی چھاؤں کے نیچے بڑھا اور پھیلا ہے۔ اور اس کے پیروء عام اس سے کہ وہ مسلم نو مرید ہوں یا کوئی اور، اپنی جان کی پرواہ نہیں کیا کرتے ہے

مسیحی تیغ کی عظمت بڑھی تیغ ستمگر سے

یہ پودہ وہ ہے جو سینچا گیا ہے آب خنجر سے

پھر یہ بھی جان لیں۔ کہ تہدیدی یا تشدد آمیز قوانین کے نفاذ سے ارتداد نہ کبھی رکا ہے نہ کبھی رکے گا۔ بلکہ اور زیادہ بڑھے گا۔ تاریخ کلیسائے جامع اس پر گواہ ہے۔ باور نہ ہو تو "شہیدان کا رفیع" پڑھ کر دیکھ لیں۔ اگر دس قتل ہوتے تو ۲۰۔ اور مرتدین میں شامل ہو جاتے، ۲۰ کٹتے تو ۵۰ اور آ جاتے۔ ہاں اگر ان علماء اور مجلس دستور ساز کو بھی تجربہ کرنا مقصود ہو تو کرکے دیکھ لیں وہ اپنے مقصد میں کبھی کامیاب نہ ہوں گے۔ ج

سر دوستاں سلامت کہ تو خنجر آزمائی

(مدیر اخوت)

سکھ ودوانوں کے اسلام پر لغو اعتراضات

(بقیہ از صفحہ ۳)

کی بزرگی کا معیار مجھے بہت پست معلوم ہوتا ہے۔۔۔ ایک ولی دوسرے ولی کی یادگار سے متعلق ادب کا یہ مثال مجسمہ ہوتا ہے"

(ترجمہ از پریت لڑی مارچ ۱۹۵۲ء)

دہلی کے مشہور اخبار نویس سردار دیوان سنگھ صاحب مفتون نے ایک مرتبہ اس ساکھی سے متعلق بیان دیا تھا:-

"سکھ تاریخ میں صرف انگریزوں کے ہندوستان میں دعاؤں کے باعث تشریف لانے اور قیامت تک یہاں حکومت کرنے کا ذکر نہیں بلکہ اس میں بعض ایسی گپوڑ بازی کی گئی ہیں جس پر کوئی عقلمند یقین کرنے کے لئے تیار نہیں۔ مثلاً گورونانک مچھلی پر سوار ہو کر ہندوستان سے عرب گئے اور وہاں آپ کی کرامت سے کعبہ کا رخ پھر گیا۔"

(ریاست دہلی ۱۴ر جولائی ۱۹۴۹ء)

امرتسر کے مشہور و معروف ناولسٹ سردار نانک سنگھ صاحب لکھتے ہیں:-

"کیا سکھ تاریخ اور کیا غیر سکھ تاریخ اس قسم کی کرامتوں سے بھری پڑی ہیں۔ اگر ہم ان پر یقین کرلیں، تو اس عالم کائنات کا تمام نظام دھندلا ہو جائے گا۔

اس قسم کی ہی کرامت مکہ پھرنے کے متعلق گورونانک صاحب کے نام کے ساتھ جوڑی گئی معلوم ہوتی ہے۔ میرا یقین ہے کہ ایسے بڑے بڑے سر پھرے گئے ہیں۔ اور نہ عمارت ہی گھوم سکتی ہے یہ تمام عقیدتمندوں کی خود ساختہ باتیں ہیں، اور کچھ نہیں۔ ماضی کے غیر تعلیمی زمانہ میں ایسی ساکھیوں کی کوئی وقعت سمجھی جاتی ہو تو اور بات ہے۔ مگر آج کل کے سائنٹیفک زمانہ میں ایسی باتوں پر یقین کرنا اپنی تاریخ کا مضحکہ اڑانے والی بات ہوگی"

(ترجمہ از رسالہ لوک ساہت جنوری ۱۹۵۱ء)

ان تمام حوالہ جات سے ظاہر ہوتا ہے کہ مکہ یا کعبہ گھومنے والی ساکھی خود سکھ ودوانوں کے نزدیک من گھڑت اور لغو ہے، جسے لوگوں نے محض مسلمانوں کی دلآزاری کرنے کے لئے وضع کیا ہے اس کا اور کوئی ماحصل نہیں۔

بچوں کا صفحہ

(بقیہ صفحہ ۱۱)

حضرت عبداللہ نے بڑی دلیری سے جواب دیا کہ اس رستہ میں ہر دکھ میرے لئے راحت کا باعث ہے۔ میں نے اپنا فرض ادا کیا ہے۔ مجھے اس بات کی پروا نہیں کہ قریش نے مجھے پیٹا اور زخمی کیا ہے۔

سیاسی بدعقلی اور حماقت کی انتہا

(بقیہ از صفحہ ۸)

اگر ایک دفعہ احمدی الگ کر دیئے گئے۔ اور انہیں علیحدگی کی حالت میں اپنے حق سے کسی قدر زیادہ حصہ مل گیا، جو لازمی ہے کیونکہ اس ذریعے سے حقیقت اقلیت کو "ویٹیج" ضرور دیا جائے گا تو ضروری بات ہے کہ یوپی کے شیعوں اور بنارس کے دہابیوں کے منہ میں پانی بھر آئے اور وہ بھی علیحدگی کا مطالبہ شروع کر دیں۔ آج یہ کہدینا بہت آسان ہے کہ کوئی مسلمان فرقہ اتحاد مسلمین سے الگ نہ ہو سکے گا، لیکن یہ دعوے بلا دلیل ہے، سیاسیات میں دور اندیشی اور عاقبت نہایت ضروری ہے۔

مسلمانوں کی سیاسی جماعتوں کا فرض

سیاسی جماعتوں کا فرض ہے کہ اگر کسی فرقے کی طرف سے مسلمانوں کے عام دھڑنگ رجسٹر سے علیحدگی کا شائبہ بھی ظاہر ہو تو نہایت سختی سے اس کو دبا دیں اور ایسے مضر جراثیم کو ملت میں ہرگز پھیلنے نہ دیں، لیکن یہاں الٹا حساب ہے، جو سیاسی جماعتیں مسلمانوں کے سیاسی اتحاد کو محفوظ رکھنے کے لئے کھڑی ہوئی تھیں وہ خود کہہ رہی ہیں کہ فلاں فرقے کو مسلمانوں سے الگ کر دیا جائے، یہ اچھی خدمت اسلام ہے۔

اس مطالبہ کو فی الفور ترک کر دو

یہ اتنی کھلی ہوئی باتیں ہیں کہ کوئی فہیم و زیرک مسلمان ان سے غافل نہیں ہو سکتا اور ہماری سمجھ میں نہیں آتا، کہ چوہدری افضل حق صاحب اور مولوی مظہر علی صاحب جیسے ہوشمند اور فہیم ارباب فکر نے مسئلہ کے اس پہلو پر اب تک کیوں غور نہیں کیا ممکن ہے کہ وہ بعد میں فرما دیں کہ فمن اضطر غیر باغ ولا عاد ہم اپنے ساتھیوں کی وجہ سے مجبور ہو گئے، کہ اس مطالبہ کی حمایت کریں، اضطرار کی حالت میں اپنا تحفظ بجا اور درست ہے اور از روئے شرع اس کے لئے رخصت موجود ہے۔ لیکن قومی مصالح کا استیصال اضطرار کی حالت میں بھی کفر ہے ایک یا دو افراد کا مر جانا اس سے ہزار درجے بہتر ہے کہ وہ ایک پوری امت کی بربادی اور تخریب کا سامان بن جائیں، ایک پتھر کا پارہ پارہ ہو جانا اس سے ہزار درجہ اچھا ہے کہ پوری عمارت کی بنیادیں اور اس کے ستون نذر انہدام ہو جائیں، ہم بزرگان احرار کی خدمت میں عاجزانہ و مخلصانہ درخواست کرتے ہیں کہ وہ احمدیوں کے خلاف شوق سے جو چاہیں کہیں اور کریں لیکن ان کو مسلمانوں سے علیحدہ ایک غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا مطالبہ فی الفور ترک کر دیں، کیونکہ اس کے نتائج مسلمانوں کے لئے نہایت دردناک ہوں گے۔

پیغام صلح مورخہ ۹ر جولائی ۱۹۵۲ء رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸۔ نمبر ۲۶

برطانیہ کے مسلمانوں کا اپنی قسم کا پہلا اجتماع

عید الفطر کے فوراً بعد ۲۸ اور ۲۹ جون ۱۹۵۲ء کو شاہجہان مسجد ووکنگ میں برطانیہ کے مسلم [illegible] ایک کانگرس منعقد ہوئی ۲۸ جون کو پہلے اجلاس کی صدارت کے فرائض مسٹر فاروق خان درانی نے انجام دیئے اور ڈاکٹر شیخ محمد عبداللہ صاحب نے اپنی تقریر میں کانگرس کے انعقاد کے اغراض و مقاصد پر روشنی ڈالی۔ مسٹر سعید چیرفیلڈ اور مس فاطمہ بیکرڈیوس نے اپنی تقاریر میں برطانیہ کے رہنے والے مسلمانوں میں گہرے روابط اور ربط پیدا کرنے کے لئے مختلف تجاویز پیش کیں۔

لنچ اور نماز ظہر کے بعد تمام پارٹی [illegible] خاص بس میں گئی وہاں کھلے میدان میں لوگ مختلف کھیلوں میں شریک ہوئے اور پانچ بجے کے قریب سب نے مل کر نماز عصر ادا کی۔

دوسرے دن کے اجلاس میں مولانا عبدالمجید صاحب ایڈیٹر اسلامک ریویو نے تقریر کی اور اس کے بعد شیخ محمد طفیل صاحب ایم اے نے [illegible] کانگرس نے زکوٰۃ کی اہمیت کی طرف توجہ دلائی جب بحث کا سلسلہ شروع ہوا تو زکوٰۃ کی فراہمی اور تقسیم کے سلسلہ میں ایک کمیٹی کا تقرر بھی عمل میں آیا۔

نماز ظہر کے بعد جو اجلاس شروع ہوا وہ خاصا دلچسپ تھا مندرجہ ذیل خواتین و حضرات پر مشتمل ایک کمیٹی بنائی گئی۔ ۱۔ ڈاکٹر شیخ محمد عبداللہ صاحب ۲۔ مولانا عبدالمجید ایڈیٹر اسلامک ریویو ۳۔ مس فاطمہ بیکرڈیوس ۴۔ مسز محمودہ عبداللہ ۵۔ شیخ محمد طفیل صاحب باری باری ان لوگوں سے ایسے سوالات پوچھے جاتے تھے جن کا کمیٹی کے ممبروں کو قبل ازیں علم نہیں تھا۔ بعد ازیں حاضرین کو بھی سوالات پوچھنے کا موقعہ دیا گیا۔ نماز عصر کے بعد تمام پارٹی بروک وڈ قبرستان میں گئی اور وہاں فوت شدہ مسلمانوں کے لئے دعائے مغفرت کی گئی۔ برطانیہ میں کانگرس اپنی قسم کا پہلا اجتماع تھا آئندہ سال انہی دنوں میں انشاء اللہ تمام یورپ کے مسلمانوں کی کانگرس منعقد کی جائیگی۔

(نامہ نگار)

جو مولوی مرزائیوں کو کافر کہتا ہے وہ حدیث کی بموجب کافر ہو جائیگا

خواجہ حسن نظامی کا فتوےٰ جماعت احمدیہ کے متعلق

"میں قادیانی گروہ کے کسی اختلافی عقیدے کو نہیں مانتا یعنی مرزا غلام احمد صاحب کو مسیح موعود اور مہدی نہیں مانتا نہ مجدد مانتا ہوں اور انکے سب دعووں کو غلط سمجھتا ہوں۔ اس کے باوجود میں یہ لکھتا ہوں کہ جو شخص خدا کو ایک مانے اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رسول برحق مانے اور قرآن کو خدا کا کلام مانے اور قبلہ کی رخ نماز پڑھے وہ مسلمان ہے چاہے وہ شیعہ ہو یا سنی ہو، مقلد ہو یا غیر مقلد ہو، بوہرہ ہو یا خوجہ ہو، صوفی ہو یا وہابی ہو، نیچری ہو یا مرزائی ہو وہ مسلمان ہے اور جو شخص مذکورہ چیزوں پر ایمان رکھنے والے مسلمان کو کافر کہے گا وہ اس صحیح حدیث کے بموجب کافر ہو جائے گا من کفر المسلم کافر۔ ترجمہ جو مسلمان کو کافر کہے گا وہ خود کافر ہو جائے گا۔ پھر جو مولوی مرزائیوں کو کافر کہتا ہے وہ اس حدیث کی بموجب کافر ہو جائے گا اور جو مسجد کا امام مسلمانوں کو کافر کہے گا اس کے پیچھے نماز جائز نہیں ہوگی"۔

راقم حسن نظامی

جانشین حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہیؒ

مکرر لکھا جاتا ہے کہ کسی مسلم یا غیر مسلم کا بلا کسی شرعی سبب کے بائیکاٹ کرنا قطعاً ناجائز اور حرام ہے۔

حسن نظامی

جماعت احمدیہ کے خلاف موجودہ ہنگامہ خالص سیاسی مقاصد پر مبنی ہے

دہلی اور کابل کے باہمی تعلقات کے ناخوشگوار اثرات

معاصر سول اینڈ ملٹری گزٹ کا مقالہ افتتاحیہ

جماعت احمدیہ کے خلاف جو ہنگامہ بعض غرض پرست مولویوں نے کھڑا کیا ہے، معاصر سول اینڈ ملٹری گزٹ نے اس کو محض سیاسی مقاصد پر مبنی قرار دیتے ہوئے اس حقیقت کا انکشاف کیا ہے کہ یہ ہنگامہ ایک ایسے منصوبہ کا نتیجہ ہے، جو دہلی اور کابل کے باہمی تعلقات نے پاکستان کو عرب ممالک سے جدا کرنے کے لئے بنایا ہے، ذیل میں اس مضمون کا ترجمہ ہدیۂ قارئین کرام ہے:—

۸؍ جولائی کے اشاعت میں ہم نے اس خدشہ کا اظہار کیا تھا۔ کہ آج کل پنجاب میں فرقہ وارانہ عصبیت کا جو طوفان جوش مار رہا ہے اس کی تہ میں ضرور کسی نہ کسی بیرونی طاقت کا ہاتھ ہے۔ ایسوسی ایٹڈ پریس آف پاکستان کے نامہ نگار مقیم قاہرہ نے اس خدشہ کی تصدیق کر دی ہے۔ اس نے انکشاف کیا ہے کہ دہلی اور کابل کے باہمی گٹھ جوڑ نے پاکستان کو عرب ممالک سے جدا کرنے کی ایک جارحانہ مہم شروع کر رکھی ہے۔

ایشیائی قیادت کا خواب

ہندوستان ابتداء ہی سے ایشیائی قیادت کے خواب دیکھ رہا ہے۔ اور اس نے اپنی اس خواہش کو چھپانے یا اس پر پردہ ڈالنے کی کبھی کوشش نہیں کی ہے۔ ادھر ہر اسلامی ملک کے جائز موقف کی حمایت کرنے میں وزیر خارجہ آنریبل چوہدری سر ظفر اللہ خاں نے جس دلیری اور کامیابی سے ان کی علمبرداری کے فرائض انجام دیئے ہیں اس کے نتیجے میں دنیائے اسلام میں پاکستان کی قدر و منزلت اور اس کی ہر دلعزیزی روز بروز بڑھ رہی ہے۔ اندریں حالات ایشیائی قیادت کے ہندوستانی خوابوں کا شرمندۂ تعبیر ہونا آسان نہیں ہے اس سے بڑھکر یہ کہ اگر چوہدری محمد ظفر اللہ خان کی پیشکردہ تجویز کے مطابق اسلامی ملکوں کے وزراء اعظم کے مابین باہمی صلاح و مشورے کا نظام قائم ہونے کی اجازت دے دی جائے تو یہ حیزان سیتوں کے تابوت میں آخری کیل کا کام دے گی۔ کیونکہ اس کے نتیجہ میں وسیع طور پر اسلامی ممالک کا معرض وجود میں آنا یقینی ہے، خواہ ابتدائے کار یہ محض ایک خاکہ کی شکل میں ہی کیوں نہ ظاہر ہو۔ اس کی وجہ سے ہندوستان کی ایشیائی قیادت کا خاتمہ لازمی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسے مطلب براری کے لئے کرایہ پر خود مسلمانوں ہی میں سے اپنے بعض دیرینہ کرمفرماؤں کی خدمات حاصل کر کے پاکستان اور عرب ممالک کے درمیان نفاق و انشقاق کا بیج بونے اور اس طرح اپنے پرانے کسب سے کام لینے کا تہیہ کرنا پڑا ہے۔

قوم پرور مسلمانوں کا متحدہ محاذ

قیام پاکستان سے قبل بھی کانگریس نے مسلم لیگ زک پہنچانے کے لئے مسلم عوام سے رابطہ پیدا کرنے کی ایک مہم جاری کی تھی۔ اس نے مومن، سرخپوش، احرار، علماء اور مجوزہ قسم جماعتوں کو "قوم پرست مسلمانوں" کا نام دے کر انہیں مسلم لیگ کے مقابلہ میں ایک متحدہ محاذ کی تشکیل دی۔ قائد اعظم کی لیڈرشپ کو بدنام کرنے اور ہدف ملامت بنانے کے لئے مذہبی جنون اور منافرت کو کام میں لانے سے بھی دریغ نہ کیا گیا۔ اس وقت بھی لوگ جو آج کل پاکستان میں اپنے سابق آقایان ولی نعمت کے بنائے ہوئے پرانے ہتھکنڈوں سے کام لے رہے ہیں۔ خود قائد اعظم کے مذہبی اعتقادات کے بارے میں بہتان طرازی اور افترا پردازی سے بھی نہ چوکے چنانچہ انہوں نے قائد اعظم کو کافر کہکر پکارا۔ مسلم عوام کے جذبات کو ابھارنے اور اس فریب کاری کو مزید تقویت پہنچانے کے لئے ایک جھوٹا قصہ بھی گھڑا گیا اور وہ یہ کہ (نعوذ باللہ) قائد اعظم نے ایک وقت میں "سول میرج" کر کے اسلام سے اپنی بے تعلقی کا اعلان کیا تھا۔ بالآخر اس اخبار (سول اینڈ ملٹری گزٹ) کے پرانے فائلوں کے حوالے سے اس سفید جھوٹ اور بہتان عظیم کی قلعی کھولی گئی۔ قائد اعظم نے لیڈرشپ کی خداداد صلاحیتوں کی بدولت اس متحدہ حملے کو نہ صرف ناکام بنایا بلکہ مسلم عوام سے رابطہ پیدا کرنے کے لئے کانگریس نے جو مہم جاری کی تھی اس سے اس ڈھنگ میں فائدہ اٹھایا کہ مسلم لیگ کی صفوں میں پہلے سے کہیں زیادہ نظم و ضبط اور اتحاد پیدا ہو گیا۔ حقیقت یہ ہے کہ مسلمانوں کے اتحاد پر کانگریس کے اس شدید حملے کے بعد ہی مسلم لیگ کی مقبولیت میں روز افزوں اضافہ ہوا۔ اور اس نے صحیح معنوں میں ایک عوامی جماعت کی شکل اختیار کی۔ اس کے بعد صوبہ سرحد کو پاکستان سے جدا کرنے کی مہم شروع کی گئی۔ اور اس کی خاطر پختونستان کا ڈھونگ رچایا گیا۔ لیکن صوبہ سرحد کے عوام نے مخالفین کی ایک نہ چلنے دی اور ان کے فہم و فراست کی بدولت یہ مہم بھی آخرکار ناکامی سے ہمکنار ہو کر اپنے انجام کو پہنچی۔ پھر کشمیری عوام کو نظر انداز کرتے ہوئے لارڈ ماؤنٹ بیٹن کی مدد سے مہاراجہ سے ساز باز کی گئی۔ اور اس طرح پاکستان میں کشمیر کی شمولیت کو ناکام بنا دیا گیا۔

ہندوستان اور افغانستان کا گٹھ جوڑ

اب جیسا کہ ایسوسی ایٹڈ پریس آف پاکستان کے نمائندے مقیم قاہرہ نے انکشاف کیا ہے کہ قاہرہ میں افغانستان کے نئے سفیر کے ساتھ گٹھ جوڑ کر کے عرب ممالک کو پاکستان سے جدا کرنے کی کوششیں کی جا رہی ہیں غالباً نئے افغانی سفیر کو وہاں ان مذموم ارادوں کی تکمیل کے لئے ہی بھیجا گیا ہے۔ ہندوستانی اور افغانی مدبروں کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ عرب ممالک پر یہ اثر ڈالنے کی کوشش کر رہے ہیں کہ صلاح و مشورے کے مجوزہ نظام کو ہندوستان کے خلاف ایک جبر و ستانہ اقدام پر محمول کیا جائے گا۔ چنانچہ مجوزہ نظام کی بجائے وہ عرب ایشیائی گروپ کی تشکیل کے حق میں پروپیگنڈا کر رہے ہیں۔ حسب معمول اس جھوٹ کو بھی ہوا دی جا رہی ہے کہ پاکستان برطانیہ کا خود کاشتہ پودا ہے اور وزرائے اعظم کی مجوزہ کانفرنس کا مقصد یہ ہے کہ مشرق وسطےٰ میں برطانیہ کے مفادات کو تقویت پہنچائی جائے۔ "رد قادیانیت" کی مہم جو دیکھتے ہی دیکھتے اس طرح بھڑک اٹھی ہے کہ گویا یہ ساٹھ سالہ پرانی مذہبی تحریک (جماعت احمدیہ) اچانک آج ہی معرض وجود میں آئی ہے (دراصل پاکستان کے خلاف بعض عناصر کے گٹھ جوڑ سے متعلق) اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ اس مسئلہ کا مذہبی پہلو خواہ کچھ ہی ہو، اس بات میں شک کی قطعاً گنجائش نہیں ہے کہ قادیانیوں کے خلاف نئی مہم کی تہ میں جو مقصد کارفرما ہے وہ خالصتہً سیاسی ہے یہ اس اسلامی بلاک کی تشکیل پر جس کی روح رواں پاکستان کے وزیر خارجہ ہیں ایک ضرب کاری ہے خواہ اسلام خطرے میں ہو یا نہیں یہ حقیقت ہے کہ گٹھ جوڑ اور چالبازی کے اس شاطرانہ اقدام کی وجہ سے پاکستان کی سالمیت اور دنیائے اسلام کے استحکام کے لئے شدید خطرہ پیدا کر دیا گیا ہے۔ اگر فرقہ وارانہ اختلافات کے طوفان کو ایک دفعہ راہ پانے کی اجازت دے دی گئی تو پھر یہ طوفان روکے سے بھی نہ رک سکے گا۔ قیام پاکستان کے لئے جو جد و جہد شروع کی گئی تھی وہ ابھی ختم نہیں ہوئی ہے۔ اس حال میں کہ کشمیر پہ بھارت کا قبضہ ہے پاکستان علاقائی زبردستی سے نجات حاصل نہیں کر سکتا وہ طاقتیں جو اکھنڈ بھارت کی حامی ہیں، اس موقعہ کی تاک میں ہیں کہ تقسیم برصغیر کو کالعدم قرار دے دیں۔ ہم وزیر اعلےٰ مشرقی بنگال کے ممنون ہیں کہ انہوں نے ایسی ہی ایک مذموم کوشش کو جس کا مقصد مشرقی پاکستان کی سالمیت کو نقصان پہنچانا تھا بروقت اقدام سے ناکام بنا کر رکھ دیا وہ لوگ جو کسی نہ کسی بہانے اور کسی نہ کسی شکل میں پاکستان کے استحکام کو پارہ پارہ کر رہے ہیں دراصل وہ "ففتھ کالم" کا کردار کر رہے ہیں۔ اسی طرح وہ مسلم لیگی جو ان ایجی ٹیشن میں حصہ لیتے ہیں وہ قائد اعظم کے ورثہ "اتحاد، تنظیم اور یقین" سے بغاوت کے مرتکب ہوتے ہیں۔ ان کے لئے اس تنظیم (مسلم لیگ) میں کوئی جگہ نہیں ہونی چاہیئے۔ قوم کو قائد اعظم کے اسلام اور ملاؤں کے اسلام میں تمیز کرنی ہوگی۔ قائد اعظم کے اسلام میں کوئی فرقہ نہیں تھا۔ ان کے نزدیک ہر شخص مسلمان تھا اور بس۔ قائد اعظم عالم دین نہیں تھے لیکن انتہائی راست روی اور سادگی کی بدولت آپ کو قرآنی تعلیمات کی وجدانی تفہیم میسر تھی جو فی الجملہ اس آیہ کریمہ میں مذکور ہے واعتصموا بحبل اللہ جمیعاً ولا تفرقوا یعنی اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھامے رکھو اور اپنا شیرازہ مت بکھیرو قرآن کے پیشکردہ اسلام کی یہ صحیح تفہیم ہی ہے جسے قائد اعظم نے اپنے کردار سے دوبارہ زندہ کیا تھا پاکستان کے تحفظ اور اس کی خوشحالی کی ضامن ہے۔ پاکستان کے خلاف بیرونی عناصر کی یہ چلائی ہوئی جارحانہ مہم اس مملکت کے مستقبل کے لئے ایک خطرہ عظیم سے کم نہیں ہے اس لئے مرکزی حکومت کا فرض ہے کہ وہ فوری طور پر اس کے تدارک کا انتظام کرے۔

پیغام صلح

جلد ۴۰ | یوم چہار شنبہ مؤرخہ ۱۳ر شوال ۱۳۷۱ھ | نمبر ۲۷

علماء کی کنونشن

۱۳ر جولائی کو پنجاب کے بعض نام نہاد علماء کی کنونشن برکت علی اسلامیہ ہال لاہور میں منعقد ہوئی جسے "آل مسلم پارٹیز کنونشن" کا نام دیا گیا اور جس نے ایک بہت بڑا "مقدس" کام یہ سرانجام دیا کہ اس زمانہ کے امام، حضرت مجدد وقت اور مسیح زمان کو کافر ٹھہرا کر آپ کی خادم اسلام جماعت کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا مطالبہ حکومت سے کیا ہے۔

سیاسی اغراض

اس کنونشن کی تہ میں کیا اغراض کام کر رہی ہیں اور کن لوگوں کے زیر اثر اس کی کارروائی عمل میں آئی، یہ معاصر "آفاق" کے حسب ذیل الفاظ سے واضح ہے:-

"کنونشن کی منظور کردہ قراردادوں میں **مجلس احرار کے جماعتی مقاصد اور سیاسی اغراض کی تکمیل** نمایاں نظر آتی ہے احرار رہنما درحقیقت کنونشن کی کارروائی پر شروع سے آخر تک چھائے رہے اور **حسب منشاء فیصلے کراتے رہے۔"**

یہ الفاظ اپنی تفسیر آپ ہیں، اس سے صاف ظاہر ہے کہ جس مطالبہ کو آج تمام مسلمانوں کا متفقہ مطالبہ قرار دیا جا رہا ہے وہ محض مجلس احرار کا پیدا کردہ ہے اور اسی نے شروع سے آخر تک کنونشن پر چھا کر اپنے حسب منشاء فیصلے کرائے، احرار اگر شروع سے آخر تک چھائے نہ رہتے تو کنونشن کی کارروائی اس سے مختلف ہوتی جو اب ہوئی ہے یہی بات ہم پہلے سے کہتے چلے آئے ہیں کہ یہ تمام فتنہ محض مجلس احرار کا پیدا کردہ ہے اور وہ اس ذریعہ سے اپنی پارٹی کو مضبوط کر کے برسر اقتدار آنا چاہتے ہیں۔

سیاسی ریاکاری

معاصر آفاق نے اسی موضوع پر ایک اداریہ قلمبند کرتے ہوئے کھلے طور پر تسلیم کیا ہے کہ:-

"**بعض پٹے ہوئے سیاسی مہرے اور قیام پاکستان کی مخالفت کرنے والے عناصر** علمائے کرام اور مشائخ عظام کے مقدس جبّوں کی آڑ لے کر اپنی لیڈری کی دکان چمکانا چاہتے ہیں **وہ ایک خالص دینی تحریک کی آڑ میں سیاسی اغراض حاصل کرنا چاہتے ہیں،** ریاکاری ہمیشہ قابل مذمت ہے لیکن تحفظ ختم نبوت کے نام پر یہ ہزار درجہ زیادہ قابل مذمت ہے کیونکہ اس طرح ختم نبوت کا مقدس تحریک کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہے اس موجودہ حالات میں پاکستان کی ذہنی وحدت میں خلل پیدا ہو جانے کا اندیشہ ہے۔"

احرار کا سیاہ ماضی

آگے چل کر معاصر موصوف نے کنونشن کی اس تجویز کا ذکر کرتے ہوئے کہ بعض احراری لیڈروں پر جو مقدمات چل رہے ہیں، حکومت انہیں واپس لے لے یہ رائے ظاہر کی ہے کہ:-

"کنونشن نے اگر عدالتوں کے سامنے پیش شدہ مقدمات میں ملزموں کی رہائی اور حکومت کی طے شدہ انتظامی پالیسی سے متصادم ہو کر احرار جیسی **بدنام اور سیاہ ماضی رکھنے والی جماعت کی حمایت** شروع کر دی تو ایسی سرگرمیوں سے کنونشن کا وقار اور حکومت پاکستان کے نزدیک اس کی آواز کا اثر کم ہو جائیگا اور سمجھا جائے گا کہ **سوال، ختم نبوت کا نہیں بلکہ سوال مسلم لیگ کی برسر اقتدار پارٹی کے مقابلے میں احرار کی سیاسی پارٹی کو اوپر لانے کا ہے۔"**

معاصر "آفاق" نے آخری الفاظ میں جس چیز کا اندیشہ ظاہر کیا ہے وہ ایک حقیقت ہے جس کا کوئی شخص جو جذبات کی رو میں بہہ کر واقعات سے آنکھیں بند نہ کرے کسی طرح انکار نہیں کر سکتا۔ بتحقیق غور کر کے دیکھا جائے تو تحریک ختم نبوت ایک بہانہ ہے، اصل مقصد مسلم لیگ کی برسر اقتدار پارٹی کے مقابلہ میں احرار کی سیاسی پارٹی کو تقویت پہنچانا اور اسے اوپر لانا ہے، یہ ممکن ہے کہ تمام علماء جو اس کنونشن میں شامل ہوئے یہ غرض اپنے سامنے نہ رکھتے ہوں لیکن جس رستہ پر احرار انہیں لے جا رہے ہیں اس کی آخری منزل یہی ہے۔

لیکن ہمیں اس سے غرض نہیں، یہ حکومت کا کام ہے کہ وہ دیکھے کہ اس تحریک کے اندر جو عناصر کار فرما ہیں وہ کیا اغراض اپنے دل میں لئے ہوئے ہیں اور اگر ان کو اسی طرح چلنے دیا گیا تو پاکستان کا روشن مستقبل کس قدر سیاہ ہو جائے گا۔

ختم نبوت اور حضرت مرزا صاحب

جس چیز کی طرف ہم یہاں خاص طور پر توجہ دلانا چاہتے ہیں وہ دو باتیں ہیں جو اس کنونشن کی قراردادوں میں شامل ہیں ان میں سب سے پہلی بات یہ ہے کہ:-

"مرزا غلام احمد قادیانی نے اسلام کے بنیادی اور اجماعی عقیدہ ختم نبوت کا انکار کر کے دعوے نبوت کیا اور اپنے نہ ماننے والوں کو اسی طرح کافر قرار دیا جیسے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے منکر کافر ہیں۔"

یہ ایک صریح بہتان ہے کہ حضرت مرزا صاحب نے ختم نبوت کا انکار کر کے نبوت کا دعوے کیا آپ نے نہ صرف اپنی ابتدائی کتابوں میں جو کہ اب تک شائع ہو رہی ہیں، اٹھا اٹھا کر یہ اعلان کیا کہ نبوت آنحضرت صلعم پر ختم ہو چکی ہے بلکہ اپنی آخری کتاب حقیقۃ الوحی میں بھی صراحت کے ساتھ لکھا کہ وان رسولنا خاتم النبیین وعلیہ انقطعت سلسلۃ المرسلین ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں اور آپ پر رسولوں کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔

اپنے متعلق نبی کا لفظ

اپنے متعلق نبی کا لفظ بیشک آپ نے استعمال کیا لیکن مجاز کے طور پر حقیقت کے پیرایہ میں نہیں، ابتداء میں بھی اور آخر میں بھی اسی بات پر آپ نے زور دیا جیسا کہ حسب ذیل الفاظ سے ظاہر ہے:-

"ہم اس بات کے قائل اور معترف ہیں کہ نبوت کے حقیقی معنوں کی رو سے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نہ کوئی نیا نبی آسکتا ہے اور نہ پرانا، قرآن ایسے نبیوں کے ظہور سے مانع ہے مگر مجازی معنوں کی رو سے خدا کا اختیار ہے کہ کسی ملہم کو نبی کے لفظ سے یا مرسل کے لفظ سے یاد کرے...... عرب کے لوگ تو اب تک انسان کے فرستادہ کو بھی رسول کہتے ہیں پھر خدا کو کیوں حرام ہو گیا کہ مرسل کا لفظ مجازی معنوں پر بھی استعمال کرے کیا قرآن میں فقالوا انا الیکم مرسلون بھی یاد نہیں رہا، انصاف دیکھو کیا یہی تکفیر کی بنا ہے اگر خدا کے حضور پہنچنے جاؤ تو بتاؤ میرے کافر ٹھہرانے کے لئے تمہارے ہاتھ میں کونسی دلیل ہے۔"

(سراج منیر ص ۳)

یہی بات آپ نے اپنی آخری کتاب حقیقۃ الوحی میں بھی لکھی سمیت نبیا من اللہ علی طریق المجاز لا علی وجہ الحقیقۃ میرا نام اللہ تعالیٰ کی طرف سے مجاز کے طور پر نبی رکھا گیا، حقیقت کے طور پر نہیں۔

اولیاء میں مجازی نبوت

اور یہ کوئی ایسی بات نہ تھی جو حضرت مرزا صاحب نے نئی اختراع کی ہو پہلے بزرگوں نے بھی اولیاء اللہ کو مجازی نبوت کا حامل قرار دیا ہے۔ یہاں تک کہ مولنا روم نے اپنے پیر کے متعلق یہ الفاظ لکھ دیئے

او نبیِ وقت خویش است اے مرید

زانکہ از نور نبی آید پدید

(مثنوی مولنا روم دفتر پنجم)

اور حضرت محی الدین ابن عربی نے لکھا ہے فالولایۃ نبوۃ عامۃ ولایت نبوت عامہ ہے۔

(فتوحات مکیہ باب ۷۳)

اسی قسم کے بیسیوں حوالے پیش کئے جا سکتے ہیں جن میں نبوت عامہ کے بقا اور اولیا کو اس کا وارث قرار دیا گیا ہے پھر کیا یہ صریح ہٹ دھرمی اور بغض و تعصب کا نتیجہ نہیں کہ اسی نبوت عامہ کو اگر حضرت مرزا صاحب مجازی نبوت قرار دیں تو اسے دعوے نبوت پر محمول کر کے ختم نبوت کا انکار قرار دیدیا جاتا ہے، حالانکہ نبوت عامہ کے الفاظ اس کی اصل حقیقت کو اس قدر واضح نہیں کرتے جس قدر مجاز اور ظل اور بروز کے الفاظ واضح کرتے ہیں،

قادیانی جماعت اور ہم

یہ ایک واقعہ بدقسمتی کی بات ہے کہ قادیانی جماعت نے اس مجاز کو حقیقت کا رنگ دے کر حضرت مرزا صاحب کے متعلق بہت سی غلط فہمیاں پیدا کر دی ہیں لیکن وہ علماء جو اس کنونشن میں جمع تھے انہیں خوب معلوم ہے کہ حضرت مرزا صاحب کے متبعین کی ایک جماعت چالیس سال سے

اس قادیانی عقیدہ کی غلطی کو خود حضرت مرزا صاحب کی تحریروں سے واضح کر رہی ہے اور یہ بات روز روشن کی طرح صاف ہو چکی ہے کہ آپ کا دعوے اصلی اور حقیقی نبوت کا نہ تھا بلکہ آپ کے اپنے الفاظ میں :-

"یہ صرف خدا کی طرف سے ایک اعزازی نام ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع سے حاصل ہوا تا حضرت عیسیٰ سے تکمیل مشابہت ہو"

(براہین احمدیہ حصہ پنجم حاشیہ ص۱۸۱)

یاد رکھئے جماعت لاہور وہ جماعت ہے جس کے بیشتر افراد خود حضرت مرزا صاحب کی زندگی میں ان کے ساتھ رہے، اور ان کے علم و فضل کی دھاک اس وقت تمام دنیا میں بیٹھ چکی ہے اور اسلام کو علمی اور روحانی پہلو سے غالب ثابت کرنے کا کام اسی جماعت کی طرف سے ظہور میں آیا ہے، پس حضرت مرزا صاحب کے دعوے کے متعلق اس کی پیش کردہ توجیہہ اور تفہیم زیادہ قابل وقعت اور لائق قبول ہے بالخصوص ایسی حالت میں کہ حضرت مرزا صاحب کا عشق قرآن و عشق رسول اور ان کا عمل بالقرآن اور غیر مسلم دنیا میں اسلام کو پہنچانے میں ان کا اثر و نفوذ اسی توجیہہ و تفہیم کا موید ہے دنیا میں عام قاعدہ ہے کہ کسی ملزم کے حق میں کوئی ایک بات شک کی شکل آئے تو اسے اس کا فائدہ پہنچایا جاتا ہے، فقہاء نے بھی لکھا ہے کہ اگر کسی بات کی دو توجیہیں ہو سکتی ہوں تو وہ توجیہہ قبول کرنی چاہیئے جو ملزم کو فائدہ پہنچانے والی ہو، پھر یہ کیا ہٹ دھرمی ہے، کہ حضرت مرزا صاحب کے بارہ میں محض قادیانی جماعت کے خیالات ہی کو قابل اعتنا سمجھتے ہوئے ان کی بناء پر حضرت مرزا صاحب کو کافر ٹھہرا دیا جاتا ہے اور جماعت لاہور کی پیش کردہ توجیہہ کی جو زیادہ معقول اور قابل قبول ہے، پروا تک نہیں کی جاتی، کیا اور مولویانہ دیانت اور تقوے کا تقاضا یہی ہے؟

مسئلہ کفر و اسلام

پھر اسی قرارداد میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ "حضرت مرزا صاحب نے اپنے نہ ماننے والوں کو اسی طرح کا فر قرار دیا جیسے محمد رسول اللہ صلعم کے منکر کافر ہیں" اور اس سے اگلی قرارداد میں یہ بھی آپ کی طرف منسوب کیا گیا ہے کہ :-

"غلام احمد قادیانی نے اپنی امت کو مسلمانوں سے علیحدہ اقلیت تصور کیا ہے اور جس طرح حضرت محمد رسول اللہ صلعم کے نبی نہ ماننے کی وجہ سے عیسائی کافر ہیں اسی طرح غلام احمد کے نبی نہ ماننے کی وجہ سے تمام اہل اسلام کو کافر قرار دیا گیا ہے گویا جس طرح عیسائی اور مسلمان ایک قوم نہیں اسی طرح مسلمان اور مرزائی بھی ایک قوم نہیں اس لئے کوئی مرزائی بڑے سے بڑے مسلمان کا بھی جنازہ نہیں پڑھتے"

سبحانک ھذا بھتان عظیم جہاں تک کفر و اسلام کا تعلق ہے حضرت مرزا صاحب کی واضح تحریرات ہیں، جن میں آپ نے اعلان کیا ہے کہ :-

"میرے دعوے کے انکار کی وجہ سے کوئی شخص کافر یا دجال نہیں ہو سکتا" (تریاق القلوب ص۱۳۰)

اور اپنے آخری ایام زندگی میں میاں فضل حسین مرحوم کے استفسار پر آپ نے صاف لفظوں میں فرمایا :-

"ہم کسی کلمہ گو کو اسلام سے خارج نہیں سمجھتے جب تک وہ ہمیں کافر کہکر خود کافر نہ بن جائے"

اور بھی کئی حوالے اس بارہ میں پیش کئے جا سکتے ہیں لیکن فی الحال انہی پر کفایت کر کے ہم ان نام نہاد علماء سے پوچھنا چاہتے ہیں کہ حضرت مرزا صاحب کے ان کھلے اعلانات کے ہوتے ہوئے یہ کہنا کہ آپ تمام مسلمانوں کو کافر سمجھتے تھے اور آپ نے اپنی جماعت کو (جسے ناواجب طور پر "امت" کے نام سے پکارا گیا ہے) علیحدہ اقلیت قرار دیا ہے کس قدر خلاف حق بات ہے۔

غیر از جماعت کا جنازہ

جنازہ کے متعلق بھی آپ کے صریح فتاوے موجود ہیں کہ جو "مخالف بُرا نہ بولتا ہو اس کا جنازہ جائز ہے" "متوفی اگر مکفر و مکذّب نہ ہو تو اس کا جنازہ پڑھ لیا جائے"

اور نرے فتوے ہی نہیں دیئے بلکہ اپنی زندگی میں بعض غیر از جماعت لوگوں کے جنازے آپ نے خود پڑھے اور جماعت احمدیہ لاہور ہمیشہ اس پر عامل رہی، اور کئی غیر از جماعت لوگوں کے جن میں قائد اعظم رحمۃ بھی شامل ہیں غائبانہ جنازے پڑھتی رہی۔

قادیانی جماعت کے عقائد

اگر قادیانی جماعت اس کی قائل نہیں تو اس کے ذمہ دار حضرت مرزا صاحب نہیں ہو سکتے، کیا حضرت مسیح ناصری اس غلو کے ذمہ دار ہیں جو ان کے بعد ان کے پیروؤں نے کیا؟ اور انہیں نبی سے خدا کا بیٹا بنا کر کفارہ جیسا عقیدہ پیدا کر لیا؟ یہ بھی اس مماثلت کا جو حضرت مرزا صاحب کو حضرت مسیح ناصری کے ساتھ ہے تقاضا تھا کہ ان کے پیروؤں کا ایک حصہ بھی غلو کی راہ اختیار کرے، لیکن باوجود اس کے ہم کہیں گے کہ جب تک وہ اپنے آپ کو مسلمان کہتے اور خدا و رسول کو مانتے ہیں، مسلمانوں کی طرح نمازیں پڑھتے اور خانہ کعبہ کو اپنا قبلہ سمجھتے ہیں اس وقت تک انہیں غیر مسلم قرار دینا کسی طرح واجب نہیں خواہ ان کے عقاید میں کتنا بھی غلو ہو، مسلمان کا نشان خدا اور رسول صلعم نے یہی مقرر کیا ہے کہ السلام علیکم کہتا ہو اور کلمہ طیبہ کا قائل ہو، زیادہ سے زیادہ یہ کہ نمازیں مسلمانوں کی طرح پڑھتا اور خانہ کعبہ کی طرف رُخ کرتا ہو، اس کے ہوتے ہوئے کوئی عقیدہ یا خیال کسی شخص یا جماعت کو اسلام سے باہر نہیں کر سکتا،

علماء کا مبلغ علم

لیکن ان مولویوں کا علم دیکھئے، حضرت مرزا صاحب اور آپ کی جماعت کو خارج از اسلام قرار دینے کے لئے اور تو کوئی جواز انہیں مل نہیں سکا، برہمو سماج کی مثال پیش کر دی کہ :-

"برہمو سماج حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی تو مانتے ہیں لیکن آپ کے بعد تسلسل نبوت کے قائل ہونے کی وجہ سے خارج از اسلام سمجھے جاتے ہیں"

یہ ہے ہمارے مولویوں کا مبلغ علم، یہ کہاں سے معلوم ہوا کہ برہمو سماج والے حضرت نبی کریم صلعم کو نبی مانتے ہیں، اور آپ کے بعد تسلسل نبوت کے قائل ہیں، نبی ماننا تو ایک طرف وہ تو سرے سے الہام ہی کے قائل نہیں، تسلسل نبوت تو کیا وہ تو حضرت نبی کریم صلعم کی بھی نبوت کو نہیں مانتے نہ آپ سے پہلے کے نبیوں کے قائل ہیں، ہاں انہیں نیک اور پارسا انسان ضرور سمجھتے اور ان کی عزت کرتے ہیں، کیا اس ساری کنونشن میں کوئی بھی ایسا صاحب علم مولوی نہ تھا جو برہمو سماج کے متعلق

کیا دنیا میں واقفیت بھی رکھتا ہو؟ اور اس مثال کو غلط قرار دے سکے؟

غیر مسلم مسلمانوں میں؟

بالفرض اگر مان لیا جائے کہ برہمو سماج حضرت نبی کریم صلعم کی نبوت کی قائل ہے اور آپ کے بعد تسلسل نبوت کی بھی قائل ہے تو کیا اگر وہ [illegible] ہوتے اس کے مذہب سے خارج ہوتا تو محض حضرت نبی کریم صلعم کو نبی ماننے کی وجہ سے اسے

(باقی [illegible])

مسیحی حضرات کی سخن فہمی

۱۲ر جون کے "پیغام صلح" میں ہم نے "قتل مرتد اور اسلام" کے عنوان سے اس امر کی طرف توجہ دلائی تھی، کہ اسلام نے تو مرتد کی کوئی دنیوی سزا تجویز نہیں کی، تاہم بعض تنگ خیال مولوی اس بات پر زور دے رہے ہیں کہ اسلام میں مرتد کی سزا قتل ہے، اور وہ چاہتے ہیں کہ پاکستان کے آئین میں اسکو تسلیم کر لیا جائے، اگرچہ ان کی نیت یہ ہے کہ احمدیوں کو مرتد قرار دیکر انہیں واجب القتل ٹھہرایا جائے لیکن اگر ایسا آئین بن گیا تو احمدی تو اس وقت اس کی لپیٹ میں آسکیں گے جب انکا ارتداد ثابت ہو جائیگا سب سے پہلے ان لوگوں کا حشر کیا ہوگا جو اسلام سے نکل کر مسیحیت میں جا چکے ہیں ان کا ارتداد تو مسلم ہے، پس کیا ان سب کو موت کے گھاٹ اتار کر اسلام اور پاکستان کی رسوائی کا سامان کیا جائے گا؟ جن اقلیتوں کی حفاظت کا عہد قرارداد مقاصد میں کیا گیا ان کے ساتھ یہ سلوک کہاں تک روا ہوگا؟

یہ خلاصہ ہے اس افتتاحیہ کا جو ۱۲ر جون کے "پیغام صلح" میں شائع ہوا اور مسیحی معاصر "اخوت" بابت جون ۱۹۵۲ء نے "پیغام صلح" کے اس مقالہ کو بتمام و کمال نقل کرتے ہوئے اس کی "حق پسندی اور صاف گوئی اور ان متعصب علماء کے اس بیہودہ مطالبہ کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرنے پر ہدیہ تبریک" پیش کیا جس کے لئے ہم اپنے معزز معاصر کے تہ دل سے ممنون ہیں، لیکن یہ دیکھ کر ہماری حیرت کی انتہا نہیں رہی کہ ۱۴ر جولائی کے پاکستان ٹائمز میں ایک صاحب ظفر اقبال ظفر کی ایک مراسلت شائع ہوئی ہے، جس میں یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ "پیغام صلح" نے یہ ترغیب دلائی ہے کہ احمدیوں کو قتل کرنے سے پہلے مسیحی حضرات کو قتل کیا جائے جس کی وجہ سے مسیحی حضرات کے دلوں میں تشویش اور ہراس پیدا ہوگی، مسٹر ظفر اقبال نے حکومت کو توجہ دلائی ہے کہ "وہ اس قسم کی خطرناک تعلیم کو جس میں ظلم و تشدد کا پرچار کیا گیا ہے روکنے کا موثر انتظام کرے اور پاکستان کی وفادار مسیحی اقلیت کی حفاظت کا پورا سامان کیا جائے"۔

مسٹر ظفر اقبال کا یہ بیان ان کی سخن فہمی پر دال ہے، ہم نہیں سمجھتے کہ دوسرے مسیحی اصحاب نے اس قسم کا اثر "پیغام صلح" کے مقالہ سے لیا ہو کم از کم معاصر "اخوت" نے مضمون کی سپرٹ کو جس طرح سمجھا ہے اس سے واضح ہے کہ وہ مسیحی حضرات کے لئے کسی قسم کی تشویش پیدا کرنے والا نہیں اور نہ اس میں کسی کے قتل کی ترغیب دلائی گئی ہے بلکہ متعصب ملاؤں کو سمجھایا گیا ہے کہ ان کا عقیدہ اگر قانونی شکل اختیار کر لے تو کس قدر ہولناک نتائج اس سے پیدا ہو سکتے ہیں اس میں تو مسیحی حضرات کو خطرہ اور تشویش سے نکالنے کی کوشش کی گئی ہے نہ کہ خطرہ میں ڈالنے کی، امید ہے مسٹر ظفر اقبال مضمون کو اس کی اصلی سپرٹ میں دیکھنے کی کوشش کریں گے اور اس تشویش کو جو ان کے دل میں پیدا ہوئی ہے نکال دیں گے۔

اقلیت قرار دینے کی آئینی حیثیت

غلام ربّانی صاحب ایم-اے-ایل-ایل بی)

ادھر کچھ دنوں سے ایک گروہ نے یہ پرچار شروع کر رکھا ہے کہ احمدیوں کو ایک غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے اور سر محمد ظفر اللہ خاں کو وزارت خارجہ سے الگ کر دیا جائے۔ ہم اس بارہ میں کچھ نہ لکھتے اگر چند سنجیدہ لوگوں کو بھی اس پادسموم کا شکار ہوتا نہ دیکھتے۔ مولویوں کو تو چھوڑ دیئے کہ وہ تو ایسی باتیں کہتے ہی رہتے ہیں۔ اب پریس میں دو ایک سنجیدہ اخبارات نے بھی اپنی یہی رائے ظاہر کی اور باقاعدہ مہم کا آغاز کر دیا تو ضروری معلوم ہوا کہ ہم ان کی توجہ ایک نہایت اہم امر کی طرف مبذول کرائیں

جہاں تک احمدیوں کو اقلیت قرار دینے کا سوال ہے اگر پاکستان میں کبھی یہ منحوس گھڑی آ بھی گئی کہ آئین، قرآن، اسلام اور سنتِ رسول کو پس پشت ڈال کر محض تحکم کے بل پر احمدیوں کو غیر مسلم قرار بھی دیدیا گیا تو واقعی اس تحکم کا کوئی جواب اس کمزور حالت میں احمدیوں کے پاس نہ ہوگا۔ لیکن جہاں تک اصول کا تعلق ہے اگر تمام فرقہ ہائے اسلام مل کر بھی احمدیوں کو غیر مسلم قرار دینا چاہیں تو یہ اُن کے بس کا کام نہیں کیونکہ وہ ایسا کرنے کے مجاز ہی نہیں۔ انہیں یہ اختیار ہی حاصل نہیں کیونکہ آئین ہر حال میں اپنا ایک مقام رکھتا ہے اور سچ ہر حال میں درست ہے چاہے دنیا کی تمام آبادی مل کر جھوٹ کو اپنا لے

پاکستان ایک اسلامی ریاست ہے کوئی سیکولر اسٹیٹ نہیں۔ جو ریاستیں کسی مسلک کی قائل ہوتی ہیں وہ اپنے لئے ایک بنیادی نقطۂ اجتماع بھی مان لیتی ہیں۔ جیسے اشتراکی ریاست میں مارکس اینگلز کا بیان کردہ اشتراکی نظریہ بنیادی کلمۂ جامعہ ہے۔ کسی عیسائی ریاست میں خداوند یسوع اور اناجیل پر ایمان لانا ایسا ہی کلمۂ جامعہ ہے۔ اسی طرح اسلامی ریاست پاکستان میں کلمۂ جامعہ قرآن اور سنت پر ایمان لانا ہے۔ اسی لئے قرارداد مقاصد میں صاف صاف لکھا گیا کہ:-

"جمہور پاکستان کی نمایندہ مجلس دستور ساز فیصلہ کرتی ہے کہ آزاد و خودمختار مملکت پاکستان کے لئے ایک دستور مرتب کیا جائے
.... جس کی رُو سے مسلمانوں کو اس قابل بنایا جائے کہ وہ انفرادی اور اجتماعی طور پر اپنی زندگیوں کی اسلامی تعلیمات و مقتضیات کے مطابق جو قرآن مجید اور سنت رسول میں متعین ہیں ترتیب دے سکیں"

اس کی تشریح کرتے ہوئے مجلس دستور ساز میں وزیر اعظم لیاقت علی خاں مرحوم نے یہ کہا:-

"کوئی مسلمان ایسا نہیں ہو سکتا جس کا اس پر ایمان نہ ہو کہ کلام اللہ اور اسوۂ رسول ہی اس کے روحانی فیضان کے بنیادی سرچشمے ہیں"
(۷ر مارچ ۱۹۴۹ء)

اس لئے جمہوریہ اسلامیہ پاکستان میں وہ بنیادی نقطہ جس کے گرد ریاست کے تمام ادارے گھومتے ہیں قرآن مجید اور سنتِ رسول ہیں۔ جو حقوق و فرائض متعین ہوتے ہیں ان میں بھی اسی اصول کو بنیاد مانا جاتا ہے۔ اور وہ لوگ جو ریاست کے اس مسلک پر ایمان نہیں رکھتے اور ان کے روحانی فیضان کے سرچشمے کلام اللہ اور اسوۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہیں نہ صرف یہی بلکہ وہ علی الاعلان مسلمان نہیں تو ان کے لئے قرارداد مقاصد میں یہ قرار پایا ہے کہ:-

"..... جمہور پاکستان کی نمایندہ یہ مجلس دستور ساز یہ فیصلہ کرتی ہے کہ آزاد و خودمختار مملکت پاکستان کے لئے ایک ایسا دستور مرتب کیا جائے
..... جس کی رُو سے اس امر کا وافی انتظام کیا جائے کہ اقلیتیں آزادی کے ساتھ اپنے مذہب پر عقیدہ رکھ سکیں اور اس پر عمل کر سکیں اور اپنی ثقافت کو ترقی دے سکیں"

اس کی تشریح کرتے ہوئے وزیر اعظم لیاقت علی خاں مرحوم جو اس قرارداد کے محرک تھے فرماتے ہیں:-

"ایک اسلامی معاشرہ تعمیر کرنے کے مقصد میں ہم نے غیر مسلموں کے حقوق نظر انداز نہیں کئے اگر ہم اقلیتوں کی آزادی میں مداخلت کرنے کی کوشش کرتے تو یہ ایک غیر اسلامی فعل ہوتا اور ہم یقیناً اپنے مذہبی احکام کی خلاف ورزی کرنے کے مرتکب ہوتے"

اس طرح ریاست نے اپنی طرف سے کسی کو غیر مسلم نہیں بتایا۔ قرارداد مقاصد مسلمانوں کے لئے قرآن اور سنت کا نام لیتی ہے اور مرحوم لیاقت علی خاں اس کی تشریح میں یہ کہتے ہیں کہ کوئی مسلمان ایسا نہیں ہو سکتا جس کا اس پر ایمان نہ ہو کہ کلام اللہ اور سنت رسول روحانی سرچشمے ہیں دوسرے لفظوں میں تمام مسلمان اس بات کو مانتے ہیں کہ کلام اللہ اور سنت رسول روحانی فیضان کے سرچشمے ہیں، لیکن غیر مسلموں کے لئے قرارداد مقاصد کوئی معین تعریف نہیں کرتی۔ قرارداد مقاصد اس بات پر خاموش ہے کہ غیر مسلم کون ہے۔

وہ صرف اتنا بیان کرتی ہے کہ وہ "اپنے مذہب پر عقیدہ رکھ سکیں" صاف ظاہر ہے کہ جب تک کوئی اپنے آپ کو خود غیر مسلم قرار نہ دے قرارداد مقاصد اسے غیر مسلم نہیں کہتی۔ کیونکہ وہ ایک نظریئے کی حامل ہے جو دل کے ساتھ تعلق رکھتا ہے کوئی خارجی طور پر رائے شماری سے طے کیا ہوا مسلک نہیں جو عددی اکثریت سے فیصلہ پاتا ہو۔

اگر اس اصول کو مان لیا جائے کہ جمہوریہ اسلامیہ پاکستان احمدیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے تو اس کا یہ فعل سراسر خلاف آئین اور ناجائز ہوگا۔ کیونکہ آئین قرآن مجید اور سنت ہے اور سنت سے علاوہ کسی اور بات کو اسلام نہیں مانتا اور احمدی اس بات کے مصدق ہیں۔ علی الاعلان اس بات کی تسلیم کرتے ہیں

احمدیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے سے پہلے لازم ہے کہ قرارداد مقاصد اور آئین میں قرآن مجید اور سنت کے علاوہ کوئی تیسرا سرچشمہ بھی شرط اسلام کے طور پر قبول کیا جائے۔ ہمیں اس سے فی الحال بحث نہیں کہ قادیانی احمدی کیا مسلک رکھتے ہیں ہمیں صرف اس قدر کہنا ہے کہ قرارداد مقاصد کس بات کو اسلام کہتی ہے۔ اور جب تک وہ صرف قرآن مجید اور سنت رسول کو اسلام کے نام سے تعبیر کرتی ہے اور اس کی روشنی میں انفرادی اور اجتماعی معاشرہ بنانا چاہتی ہے اور اس امر کا اظہار کرتی ہے کہ تمام مسلمان اس بات کو سرچشمہ مانتے ہیں اور غیر مسلم کی کوئی تعریف سوائے اس کے "اپنے مذہب اور عقیدہ" کے نہیں کرتی ہے احمدی غیر مسلم اقلیت قرار نہیں دیئے جا سکتے۔ یوں دھاندلی سے کونسی بات انہونی ہے۔ لیکن اگر ایسا کیا گیا تو یہ غلط مثال قائم ہو جائے گی۔ اور آئین کی بالادستی قائم نہ رہے گی۔ پھر جو آزادی، حق، اور احترام آئین کے ذریعے محفوظ کیا جائے گا اس کا کوئی یقین بھی کسی دل میں پیدا نہیں ہو سکے گا۔ اس لئے ضروری ہے کہ تمام وہ عناصر جو احمدیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینا چاہتے ہیں پہلے اس بات میں ترمیم کر لیں۔ لیکن بات یہیں ختم نہیں ہو جاتی یہ معاملہ صرف ترمیم کا نہیں، پاکستان اسلامی جمہوریت نے قرارداد مقاصد کے ذریعے اس بات کو مانا ہے کہ:-

"اللہ تبارک و تعالیٰ ہی کل کائنات کا بلا شرکت غیرے حاکم مطلق ہے اور اس نے جمہور کی وساطت سے مملکت پاکستان کو اپنی مقرر کردہ حدود کے اندر اختیار حکمرانی نیابۃً عطا فرمایا ہے۔ یہ اختیار حکمرانی ایک مقدس امانت ہے"

اور چونکہ مملکت پاکستان کا اختیار حکمرانی خدا تعالےٰ کے مقرر کردہ حدود کے اندر محدود ہے اور ایک مقدس امانت ہے اس لئے مملکت ان مقررہ حدود سے باہر ہو کر کوئی قانون بنانے کی مجاز نہیں۔ اور اگر وہ ایسا کوئی قانون بنائے گی تو وہ امانت میں خیانت کرنے والی ٹھہرے گی، اب جہاں تک ہمیں علم ہے جمہوریہ پاکستان ان مقرر کردہ حدود کو قرآن اور سنت رسول میں بیان کردہ حدود ہی سمجھتی ہے۔

اب صاف ظاہر ہے کہ معاملہ صرف ترمیم تک کا نہیں بلکہ ریاست پاکستان کی اصولی بنیاد ہی بدلنی پڑے گی اور اسے سیکولر اسٹیٹ قرار دینا پڑے گا۔ یہ تو پھر دیکھا جائے گا۔ کہ سیکولر ریاست میں بھی کوئی اقلیت قرار پا سکتا ہے یا نہیں کم از کم موجودہ صورت میں ریاست کی یہ بنیاد تو اُکھاڑنے کے سوا چارہ نہیں کیونکہ اس کے ہوتے ہوئے ترمیم ممکن ہی نہیں۔

..یوں ہی جوش میں نہیں آنا چاہیئے اور ہر بات پر اچھی طرح سوچ سمجھ کر قدم اُٹھانا چاہیئے۔ جمہوریہ اسلامیہ پاکستان کے رہنے والوں کا یہ بہت بڑا اعتراض لادینی ریاستوں پر ہے کہ وہ زمین کی حاکمیت کا دعوےٰ کرتے ہیں اور خود مقنن ہیں حالانکہ اصل حاکمیت خدا تعالیٰ کی ہے اور مملکت پاکستان خود حاکمیت کی مدعی نہیں بلکہ نیابت کا اعلان کرتی ہے۔ وہ لادینی ریاستوں کی طرح خود سر اور بے مہار نہیں بلکہ خدا تعالےٰ کے مقرر کردہ حدود کے اندر چلتی ہے۔ اس لئے لادینی ریاستوں کی طرح وہ ظالم، مستبد۔ اور اپنی خواہشات کی پیروی کرنے والی نہیں۔

اور انسانوں کے انفرادی اور اجتماعی حقوق اس کے اندر بجد محفوظ ہیں۔ اب ایسا کہہ چکنے کے بعد اگر وہ ہی اپنے آئین کو پس پشت ڈال دے۔ خدا تعالیٰ کی کہی ہوئی حدود قرآن سنت کو چھوڑ دے اور محض نعرہ بازی کے ڈر سے کوئی ایسا قانون بنائے جو خلاف آئین ہو تو وہ اُن لادینی ریاستوں سے کیسے بہتر کہی جا سکے گی جن کے ظلم کے نیچے اگ پسے چلے جاتے ہیں۔ جب قرآن مجید کہتا ہے کہ ولا تقولوا لمن القیٰ الیکم السلام لست مومنا اور جب وہ مسلمان کی تعریف یوں کرتا ہے:۔

ملۃ ابیکم ابراھیم۔ ھو سمٰکم المسلمین من قبل وفی ھذا لیکون الرسول شھیدا علیکم وتکونوا شھداء علی الناس فاقیموا الصلوٰۃ واٰتوا الزکوٰۃ واعتصموا باللہ ھو مولٰکم فنعم المولیٰ ونعم النصیر۔

حربی کفار کا ذکر کرتا ہے اور اگر وہ اسلام لائیں تو فرماتا ہے:۔

فان تابوا واقاموا الصلوٰۃ واٰتوا الزکوٰۃ فاخوانکم فی الدین۔

اس حیثیت سے بھی احمدیوں کو غیر مسلم قرار نہیں دیا جا سکتا کیونکہ قرآن نے صاف صاف لکھا ہے کہ وہ جو نماز قائم کرے اور زکوٰۃ دے اور اللہ کو مانے اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے اوپر شہید تسلیم کرے وہ مسلمان ہے اور دین کا بھائی ہے اور احمدی یہ سب باتیں نہ صرف مانتا ہے بلکہ اس پر عامل ہے۔ پھر سنتِ رسول صلعم یہی ہے اور حضورؐ نے کسی کلمہ گو کو کافر نہیں کہا بلکہ فرمایا کہ:۔

من صلّی صلوٰتنا واستقبل قبلتنا واکل ذبیحتنا فذٰلک المسلم لہ ذمۃ اللہ وذمۃ رسولہ (بخاری)

اور احمدی ان تمام باتوں پر عامل ہیں۔ ان کا کوئی الگ قبلہ نہیں، ان کی کوئی الگ طرز کی نماز نہیں، کوئی ان کا الگ کلمہ نہیں کوئی جداگانہ شریعت نہیں اس لئے انہیں غیر مسلم کیسے کہا جا سکتا ہے۔ حدیث جب صاف صاف کہتی ہے کہ من قال لا الٰہ الا اللہ فدخل الجنۃ اور احمدی یہ بھی کہتے ہیں تو پھر قانون کی کونسی شق ہے جو انہیں غیر مسلم قرار دے۔ کیا اس کے علاوہ کوئی اور بھی شرط اسلام ہے؟ اگر کوئی ہے تو کم از کم وہ شرط قرار داد مقاصد میں درج نہیں جب قرار داد مقاصد قرآن اور سنت کے علاوہ کسی اور شے کا تقاضا نہیں کرتی تو چاہے کوئی جماعت قرآن و سنت کے علاوہ کتنی اور باتیں بھی مانتی ہو حکومت اسے غیر مسلم نہیں کہہ سکتی۔ یہ تو مسئلہ کی ایک صورت ہے۔ یعنی قرار داد مقاصد قرآن مجید اور سنت، مسلمان کی جو تعریف کرتے ہیں احمدی اس تعریف کی رُو سے غیر مسلم قرار نہیں پاتے۔

مسئلہ کی دوسری صورت عمرانی ہے:۔

دنیا میں ہمیشہ اقلیت خود اپنا آپ منواتی ہے وہ جب خود یہ کہے کہ وہ اکثریت سے الگ ایک جداگانہ قومی حیثیت کی بات ہے اور بجز شرکت وطنی اور کوئی بات اس کے اور اکثریت کے مابین مشترک نہیں تبھی وہ عمرانی حیثیت میں اقلیت قرار پا سکتی ہے۔ یہ اقلیتی مسئلہ دو طرح پہ ہے:۔

(۱) قومی اور (۲) مذہبی

قومی اس طرح جیسے چیکوسلاواکیہ میں سلاوک چیک اور جرمن آباد ہیں۔ چونکہ انہوں الگ قومی وجود رکھتے ہیں جو زیادہ تر نسلی اور لسانی ہے اور انہیں اس الگ قومی وجود کے استقلال پر اصرار ہے اس لئے وہ ایک ہی وطن میں اکثریت اور اقلیت کی دو شقوں میں بٹ سکتے ہیں اور اسی بنیاد پر جرمنی نے سوڈیٹن لینڈ، چیکوسلاواکیہ سے چھینا تھا۔ یاد رہے کہ یہ اقلیتیں بھی اپنے الگ وجود کو خود منواتی ہیں اور اس کی حفاظت کا آئین اور قانون سے مطالبہ کرتی ہیں جس کے ٹوٹ جانے کا انہیں اکثریت سے خطرہ ہوتا ہے۔

دوسری نوع اقلیتوں کی مذہبی ہے۔ جیسے ہندوستان میں مسلمانوں کی حالت ہے۔ مرحوم قائد اعظم نے والا بار زبانی گفتگو میں جو گاندھی جی کی ان سے ہوگئی تھی اسی بات پر زور دیا تھا۔ گاندھی جی کو اس بات پر اصرار تھا کہ

Converts cannot be separate nation.

یعنی جو لوگ ہندوؤں سے مسلمان ہو گئے وہ الگ قوم نہیں ہیں۔ قائد اعظم اس کے برعکس دنیا کی تعریف قومیت پیش کرتے تھے کہ قوم وہ ہے جسے اپنے الگ قومی وجود کے استقلال پر اصرار ہو۔ اور وہ اس کا شعور رکھتی ہو۔ اور چونکہ مسلمان ہندوستان میں اپنے الگ وجود کا شعور رکھتے ہیں اس لئے وہ ہندوؤں کا حصہ نہیں بلکہ ایک قوم ہیں اس طرح ہند کی تقسیم کے بعد مسلمان ہند میں ایک الگ اقلیت ہیں اور ہندو پاکستان میں۔ چنانچہ پاکستانی مملکت ہندوؤں اور عیسائیوں کو اقلیت تسلیم کرتی ہے، کیونکہ وہ اپنے آپ کو مسلمان نہیں کہتے بلکہ الگ تسلیم کرواتے ہیں، اس لئے ریاست ان کی الگ ثقافت کے بقا کی ضمانت کرتی ہے۔ یہ سب اس لئے کہ پاکستان ایک اسلامی ریاست ہے اور جو لوگ اس کے بنیادی اصول کو نہیں مانتے انہیں وہ اقلیت مانتی ہے جب تک کہ وہ پاکستان میں ہیں۔ دنیا میں کہیں بھی یہ نہیں ہوا کہ اکثریت نے خود کسی کو اقلیت قرار دیا ہو۔

اس اصول پر بھی احمدی مسلمانوں سے الگ غیر مسلم اقلیت نہیں۔ کیونکہ وہ اپنے آپ کو ایک تحریک مانتے ہیں جو عالم اسلام کی اصلاح کے لئے اُٹھی ہے، ایک جداگانہ ملت نہیں مانتے نہ وہ اپنے آپ کو غیر مسلم کہتے ہیں۔ نہ جداگانہ وجود کے استقلال کے لئے وہ حکومت سے مطالبہ کرتے ہیں۔ اس لئے ریاست کو حق نہیں کہ انہیں غیر مسلم قرار دے۔

مقالہ بقیہ از صـ۳

مسلمان سمجھ لیا جاتا؟ اس قسم کے بیسیوں غیر مسلم آپ کو مل جائیں گے جو حضرت نبی کریم صلعم کو نبی مانتے ہیں اور تسلسل نبوت کے بھی قائل نہیں، پھر کیا یہ جائز ہوگا کہ انہیں مسلمان سمجھ لیا جائے؟ کیا توحید و رسالت پر ایمان رکھنے کے علاوہ کسی شخص کا اسلامی برادری میں شامل ہونا اور مسلمان کہلانا ضروری نہیں؟ کم از کم برہمو سماج کی مثال سے تو یہی واضح ہوتا ہے کہ ان

احمدیہ جماعت لاہور کہتی ہے تجھے خلق غائبانہ کیا

”ایک اہم کام جو یہ جماعت کر رہی ہے قرآن مجید کی اشاعت ہے بالخصوص انگریزی دان مسلمانوں اور غیر مسلموں میں مولٰنا محمد علی امیر جماعت احمدیہ لاہور کا ترجمہ و تفسیر قرآن انگریزی زبان میں پہلا ترجمہ تھا جو کسی مسلمان کے ہاتھوں سرانجام پایا۔ ترجمے کے علاوہ آپ نے کلام مجید کی مختلف سورتوں کی تقسیم و ترتیب کرکے اور ان کے مضامین کا خلاصہ دے کر مطالب قرآنی کو واضح کیا ہے اور کوشش کی ہے کہ صرف الفاظ ہی پر توجہ نہ رہے بلکہ کلام مجید کے ارشادات اور خیالات بھی وضاحت سے ذہن نشین ہو جائیں۔

آج کل کلام مجید کے متعدد انگریزی ترجمے شائع ہو رہے ہیں۔ لیکن شرف اولیت مولٰنا محمد علی ہی کو ہے۔ اور گذشتہ ربع صدی میں انگریزی خوان طبقے کو قرآن سے جو زیادہ دلچسپی پیدا ہوئی ہے۔ اس کا ایک بڑا سبب مولٰنا محمد علی کا ترجمہ قرآن ہے۔

آج مولٰنا ابوالکلام آزاد نے مطالب قرآنی کو واضح کرنے کے لئے جو طریقہ اختیار کیا ہے اس کا نمونہ مولانا محمد علی نے اب سے پچیس سال پہلے پیش کر دیا تھا۔“

(موج کوثر۔ تالیف شیخ محمد اکرام ایم اے مطبوعہ ۱۹۴۰ء)

آج سے بارہ سال قبل ایک غیر از جماعت منصف مزاج مؤرخ کی یہ تحریر میرے آقا میرے محبوب امیر مرحوم کی نافع الناس بلند شخصیت کی قدر و منزلت کو دل کی گہرائیوں میں جگہ دیتی ہے۔ کاش مخالفین انصاف سے کام لیتے ہوئے غور فرمائیں ؎

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بہت مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

خاکسار
تصدق حسین قادری۔ بغداد
۵ رجولائی ۱۹۵۲ء

مولویوں کے نزدیک ایک شخص غیر مسلم رہ کر بھی مسلمان سمجھا جا سکتا ہے بشرطیکہ آنحضرت صلعم کو نبی مانتا ہو اور آپ کے بعد تسلسل نبوت کا قائل نہ ہو۔

مسلمان کی تعریف کرو

کیا اسی مبلغ علم کی بناء پر دستور ساز اسمبلی پر زور دیا جاتا ہے کہ وہ آئندہ آئین میں احمدیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیدے پہلے خود تو مسلمان کی ایسی جامع و مانع تعریف کرو جس سے احمدی نکل جائیں اور غیر مسلم بھی اس میں نہ آسکیں لیکن باقی تمام اسلامی فرقوں پر ایسی صادق آتی ہو کہ کوئی بھی اس سے باہر نہ رہ جائے جب تک یہ نہ ہو نرا شور و غوغا کس کام آسکتا ہے۔

علماء کے فتوے اور حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی رحمۃ اللہ علیہ

آل مسلم پارٹیز کنونشن میں جو ۱۴ جون ۱۹۵۲ء کو کراچی میں مولانا سید سلیمان ندوی صاحب کے زیرِ صدارت منعقد ہوئی مولوی عبدالحامد بدایونی نے جو تقریر کی اس کا ماحصل یہ ہے :۔

"حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت و رسالت کا ختم ہو جانا۔ اور مسلمانوں پر جہاد بالسیف کا فرض ہو جانا ہر مسلمان طبقہ و فرقہ کا عقیدہ اور جزوِ ایمان ہے اور دنیا کے کسی گوشے میں کبھی بھی مسلمانوں کا کوئی گروہ یا فرقہ ایسا نہیں ہوا جو ان دو چیزوں یا اسلام کے ان دو بنیادی عقائد میں کسی طرح کا کوئی اختلاف رکھتا ہو اور یہی سبب ہے کہ وہی فرقے یا گروہ مسلمان کہلانے کا حق رکھتے ہیں جو ان بنیادی اصولوں پر متفق ہیں۔ اور جو لوگ ان اصولوں سے اختلاف رکھتے ہیں وہ کسی طرح بھی مسلمانوں میں شمار نہیں کئے جا سکتے۔

قادیانی جماعت اور اس کے بانی مرزا غلام احمد (رح) نے نہ صرف ان دونوں اصولوں سے اختلاف کیا ہے بلکہ اپنے خود ساختہ عقائد کی تائید کے لئے قرآن پاک کی آیات اور احادیثِ رسولؐ کے مفہوم تک میں رد و بدل کرنے میں گریز نہیں کیا۔ اس واضح بغاوت کے باعث تمام فرقِ اسلامیہ کے نزدیک اس گروہ کو نہ تو مسلمان کہا جا سکتا ہے اور نہ ہی اسے کوئی اسلامی فرقہ شمار کیا جا سکتا ہے، اس گروہ کو زیادہ سے زیادہ جو رعایت دی جا سکتی ہے وہ صرف یہ ہے کہ انہیں غیر مسلم اقلیت کی حیثیت دے دی جائے اور ان کے وہی حقوق مقرر ہوں جو اسلامی ریاست میں غیر مسلموں کو دیئے جاتے ہیں۔" (آزاد ۱۴ جون ۵۲ء)

مولوی عبدالحامد صاحب بدایونی کا مذکورہ بالا بیان حق و انصاف اور واقعات کے سراسر خلاف، اور کذب و افتراء کا مجموعہ ہے بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ الرحمۃ نے اسی کے قریب کتابیں لکھیں اور غالباً ہزارہا اشتہارات اردو و انگریزی میں چھپا کر دنیا کے ہر گوشے میں پھیلا دیئے، جن میں حضور نے اپنے صحیح مقام کو جو انہیں امتِ محمدیہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے حاصل تھا قریباً قریباً ہر کتاب ہر رسالہ ہر پمفلٹ اور ہر اشتہار میں واضح اور کھلے الفاظ میں بیان کر دیا۔ اس وقت کے مولوی صاحبان کی طرف سے جو "دعاوئے نبوت" کے متعلق خطوط آئے غیر مبہم الفاظ میں جواب دیئے گئے بطور نمونہ حضرت صاحب کا ایک خط بنام مولوی احمد اللہ صاحب امرتسری مندرجہ الحکم قادیان جلد ۸ نمبر ۳ مؤرخہ ۲۴ جنوری ۱۹۰۴ء صفحہ ۵ سے نقل کیا جاتا ہے :۔

"آجکل اکثر لوگوں کی آنکھوں پر جس قدر تاریکی و بدظنی و بدگمانی چھا گئی ہے اگر غور کر کے دیکھا جائے تو اس کا باعث بجز ترکِ تقویٰ کے اور کوئی چیز نہیں۔

حضرت عیسیٰؑ نے کسی کو چوری کرتے ہوئے دیکھا تھا اس کو کہا کہ کیا چوری کرتا ہے تو اس نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ کی قسم ہے میں چوری نہیں کرتا تب حضرت عیسیٰ نے فرمایا کہ میں نے اپنی آنکھوں کو جھٹلایا اور تیری تصدیق کی سو انہوں نے چور کو چوری کرتے ہوئے دیکھ کر پھر صرف اس کی قسم کھانے پر کیوں اس کو محلِ سرقہ سے بری قرار دیا اس کا یہی سبب تھا کہ اس نبی معصوم کی آنکھیں تقویٰ کے کحل الجواہر سے مکحل تھیں سو اس نے چاہا کہ ایک شخص کو اللہ جلشانہ کی قسم کھاتے دیکھ کر پھر اس قسم کو ذلت اور خواری کی نظر سے دیکھے لیکن اس جگہ اس عاجز نے ان موجودہ علماء کے مقابل پر جو اس عاجز کو ایک عمر سے تائید اور خدمتِ اسلام میں مشغول اور فدا شدہ دیکھتے ہیں کئی مرتبہ خدا تعالیٰ کی قسمیں کھا کر کہا کہ میں کسی نبوت کا دعویٰ نہیں کرتا اور نہ معجزات کا منکر ہوں اور نہ لیلۃ القدر اور معراج اور ملائکہ کے وجود کا انکاری اور نہ کسی دوسرے عقیدۂ اسلام سے برگشتہ ہوں مگر پھر بھی یہ لوگ تکفیر سے باز نہیں آتے۔ .... افسوس کہ یہ علماء میرے تمام بیانات سن کر صرف یہی ایک جواب دیتے ہیں کہ تمہارے دل میں تو کفر ہے اور زبان پر ایمان گویا انہوں نے دل کو چیر کر دیکھ لیا ہے۔"

ہمارے مذہب کا خلاصہ اور لب لباب یہ ہے کہ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰهِ

(ازالہ اوہام صفحہ ۱۳۷)

مجھ کو نبی کہنے والا مفتری کذاب اور لعنتی ہے

(ترجمہ) اور اللہ تعالیٰ کی عزت اور جلال کی قسم ہے کہ میں مومن اور مسلمان ہوں اور اللہ پر اور اس کی کتابوں پر اور رسولوں پر اور ملائکہ اور بعث بعد الموت پر ایمان رکھتا ہوں اور اس بات پر بھی ایمان رکھتا ہوں کہ ہمارے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سب نبیوں سے افضل اور خاتم الانبیاء ہیں اور ان لوگوں نے مجھ پر افترا کیا ہے کہ یہ شخص (یعنی میں) نبی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔ (حمامۃ البشریٰ ص ۸)

اگر یہ اعتراض ہے کہ نبوت کا دعویٰ کیا ہے اور وہ کلمۂ کفر ہے تو بجز اس کے کیا کہیں کہ لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكَاذِبِيْنَ الْمُفْتَرِيْنَ۔

(انوار الاسلام ص ۳۴)

مجھے نبوت کا مدعی کہنے والے دجال ہیں

"اور کہتے ہیں کہ یہ شخص ملائکہ اور ان کے نزول و صعود کو نہیں مانتا اور شمس اور قمر اور ستاروں کو فرشتوں کے اجسام مانتا ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیاء نہیں مانتا حالانکہ ان کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا اور وہی خاتم الانبیاء ہیں پس یہ سب مفتریات اور تحریفات ہیں پاک ذات ہے میرا رب میں نے کوئی ایسی بات نہیں کہی اور یہ سراسر جھوٹ اور کذب ہے اور اللہ جانتا ہے کہ یہ لوگ گروہِ دجالین میں سے ہیں۔"

بیشک محدثیت نبوتِ تامہ کی بعض صفات ظلی طور پر اپنے اندر رکھتا ہے

اس بات پر محکم ایمان رکھتا ہوں کہ ہمارے نبی صلعم خاتم الانبیاء ہیں اور آنجناب کے بعد اس امت کے لئے کوئی نبی نہیں آئے گا نیا ہو یا پرانا اور قرآن شریف کا ایک شعشہ یا ایک نقطہ منسوخ نہیں ہوگا۔ ہاں محدث آئیں گے جو اللہ جلشانہ سے ہم کلام ہوتے ہیں اور نبوتِ تامہ کی بعض صفات ظلی طور پر اپنے اندر رکھتے ہیں۔

(نشانِ آسمانی صفحہ ۲۸)

مسیح موعود کا نام زبانِ مقدس حضرت نبوی سے "نبی اللہ" نکلنے کی ماہیت

"آنے والے مسیح موعود کا نام جو زبانِ مقدس حضرت نبوی سے نبی اللہ نکلا ہے وہ انہی مجازی معنوں کی رو سے ہے جو صوفیائے کرام کی کتابوں میں مسلّم ...... ہیں ورنہ خاتم الانبیاء کے بعد نبی کیسا۔ (انجامِ آتھم ص ۲۸)

لقب نبی کی حقیقت

عقیدہ کی رو سے جو خدا تم سے چاہتا ہے وہ یہی ہے کہ خدا ایک اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کا نبی ہے اور خاتم الانبیاء ہے اور سب سے بڑھکر ہے اب بعد اس کے کوئی نبی نہیں مگر وہی جس پر بروزی طور سے محمدیت کی چادر پہنائی گئی کیونکہ خادم اپنے مخدوم سے جدا نہیں اور نہ شاخ اپنی بیخ سے جدا ہے پس جو کامل طور پر مخدوم میں فنا ہو کر خدا سے نبی کا لقب پاتا ہے وہ ختمِ نبوت کا خلل انداز نہیں جیسا کہ تم جب آئینہ میں اپنی شکل دیکھو تو تم دو نہیں ہو سکتے بلکہ ایک ہی ہو اگرچہ بظاہر دو نظر آتے ہیں صرف ظل اور اصل کا فرق ہے سو ایسا ہی خدا نے مسیح موعود میں چاہا یہی بھید ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ مسیح موعود میری قبر میں دفن ہوگا یعنی وہ میں ہی ہوں۔ اور اس میں دورنگی نہیں آئی"

(کشتیٔ نوح۔ تعلیم)

اس سے واضح ہے کہ یہ فنا فی الرسول کا مقام ہے جسے لوگوں نے دعوائے نبوت سمجھا ہے۔

نوعِ انسان کے لئے روئے زمین پر اب کوئی کتاب نہیں مگر قرآن اور تمام آدمزادوں کے لئے اب کوئی رسول اور شفیع نہیں مگر محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سو تم کوشش کرو کہ سچی محبت اس جاہ و جلال کے نبی کے ساتھ رکھو اور اس کے غیر کو اس پر کسی نوع کی بڑائی مت دو تا آسمان پر تم نجات یافتہ لکھے جاؤ۔ یاد رکھو کہ نجات وہ چیز نہیں جو مرنے کے بعد ظاہر ہوگی بلکہ حقیقی نجات وہ ہے کہ اسی دنیا میں اپنی روشنی دکھلاتی ہے نجات یافتہ کون ہے؟ وہ جو یقین رکھتا ہے جو خدا سچ ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس میں اور تمام مخلوق میں درمیانی شفیع ہے اور آسمان کے نیچے نہ اس کے ہم مرتبہ کوئی اور رسول ہے اور نہ قرآن کے ہم مرتبہ کوئی اور کتاب ہے اور کسی کے لئے خدا نے نہ چاہا کہ وہ ہمیشہ زندہ رہے مگر یہ برگزیدہ نبی ہمیشہ کے لئے زندہ ہے اور اس کے ہمیشہ زندہ رہنے کے لئے خدا نے یہ بنیاد ڈالی ہے کہ اس کے افاضہ تشریعی اور روحانی کو قیامت تک جاری رکھا اور آخرکار اس کی روحانی فیض رسانی سے اس مسیح موعود کو دنیا میں بھیجا جس کا آنا اسلامی عمارت کی تکمیل کے لئے ضروری تھا

(کشتیٔ نوح۔ تعلیم)

محدثیت یعنی ملکۂ نبوت

اور بخدا سے لایزال میں اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھتا ہوں اور اس امر پر بھی میرا ایمان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں ہاں یہ سچ ہے کہ میں نے یہ کہا ہے کہ محدث میں تمام اجزاء نبوت پائے جاتے ہیں لیکن بالقوۃ نہ بالفعل پس محدث بالقوۃ نبی ہے اور اگر نبوت کا دروازہ بند نہ ہوتا تو وہ بھی بالفعل نبی ہوتا اور بناء علیہ اس بات کا کہنا جائز ہے کہ نبی کمال کی وجہ سے محدث ہے کیونکہ وہ علی وجہ الاتم تمام کمالات کا بالفعل جامع ہوتا ہے اور اسی طرح جائز ہے کہ ہم کہیں کہ محدث استعداد باطنی کی وجہ سے نبی ہوتا ہے اور کمالات نبوت سب کے سب تحدیث میں مخفی اور مضمر ہوتے ہیں اور باب نبوت کے بند ہونے کی وجہ سے اس کا ظہور اور خروج فعل تک ہی محبوس ہے ،

حمامۃ البشریٰ صفحہ ۸۱

سرسید رحمہ نے بھی تہذیب الاخلاق جلد دوم ص ۱۲۵ میں اسی عقیدہ کا اظہار کیا ہے چنانچہ فرماتے ہیں :-

"روحانی ترقی یا تہذیب کے باب میں جو کچھ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرما گئے وہ حد یا انتہا اس کی ہے - اور اسی لئے وہ خاتم ہیں - اب اگر ہزاروں لوگ ایسے پیدا ہوں جن میں ملکہ نبوت ہو مگر اس سے زیادہ کچھ نہیں کہہ سکتے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ختم نبوت فرمایا ہے - ملکہ نبوت کا ختم اور فیضان الٰہی کا خاتمہ نہیں فرمایا بلکہ اولیاء امتی کانبیاء بنی اسرائیل کے لفظ سے اس ملکہ نبوت کا تا قیامت جاری رہنا پایا جاتا ہے - مگر نبوت کا خاتمہ ہو گیا" - پھر حضرت مرزا صاحب فرماتے ہیں :-

"ہم بھی مدعی نبوت پر لعنت بھیجتے ہیں"

(مجموعہ اشتہارات ص ۲۲۴)

"میں نے نبوت کا دعوٰے نہیں کیا اور نہ میں نے انہیں کہا ہے کہ میں نبی ہوں لیکن - ان لوگوں نے جلدی کی اور میرے قول کے سمجھنے میں غلطی کی"

(حمامۃ البشریٰ ص ۷۹)

جہاد

جہاد کے متعلق دوسرے ٹریکٹ کا انتظار کریں یہاں صرف اس موضوع پر چند سطور لکھی جاتی ہے -

جہاد بالسیف ہر حالت میں فرض نہیں یہی حضرت مرزا صاحب کا عقیدہ ہے جنہوں نے صفائی کے ساتھ فرمایا کہ وجوہ الجہاد معدومۃ فی ھذا الزمن وھذہ البلاد -

مسلمانوں کی حالت کا نقشہ مندرجہ ذیل اشعار میں واضح کیا گیا ہے :-

ظاہر ہیں تو دنشان کہ زماں وہ زماں نہیں
اب قوم میں ہماری وہ تاب و تواں نہیں
اب تم میں خود وہ قوت و طاقت نہیں رہی
وہ سلطنت وہ رعب وہ شوکت نہیں رہی
وہ علم وہ صلاح وہ عفت نہیں رہی
وہ نور وہ چاند سی طلعت نہیں رہی
وہ درد وہ گداز وہ رقت نہیں رہی
خلق خدا پہ شفقت و رحمت نہیں رہی
دل میں تمہارے یار کی الفت نہیں رہی
حالت تمہاری جاذب نصرت نہیں رہی
وہ علم و معرفت وہ فراست نہیں رہی
وہ فکر وہ قیاس وہ حکمت نہیں رہی
ہر وقت جھوٹ سچ کی تو عادت نہیں رہی
نور خدا کی کچھ بھی علامت نہیں رہی
مولا سے اپنے کچھ بھی محبت نہیں رہی
دل مر گئے ہیں نیکی کی قدرت نہیں رہی
سب پر اک بلا ہے کہ وحدت نہیں رہی
ایک پھوٹ پڑ رہی ہے مودت نہیں رہی
تم مر گئے تمہاری وہ عظمت نہیں رہی
صورت بگڑ گئی ہے وہ صورت نہیں رہی
اب تم میں کیوں وہ سیف کی طاقت نہیں رہی
بھید اس میں ہے یہی کہ وہ حاجت نہیں رہی
اب غیروں سے لڑائی کے معنے ہی کیا ہوئے
تم خود ہی غیر بن کے محل سزا ہوئے

دنیا نے اسلام میں صرف حضرت مسیح موعودؑ اور آپ کی جماعت بالخصوص احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور ہے جو کسی کلمہ گو (یعنی لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہنے والے) کو کافر اور خارج از دائرۂ اسلام نہیں سمجھتی اس موضوع پر حضرت صاحب کی کتب سے چند اقتباسات پیش کئے جاتے ہیں :-

(۱) ابتداء سے میرا یہی مذہب ہے کہ میرے دعوٰی کے انکار کی وجہ سے کوئی شخص کافر یا دجال نہیں ہو سکتا

(تریاق القلوب صفحہ ۱۳۰)

(۲) میں کسی کلمہ گو کا نام کافر نہیں رکھتا -

(تریاق القلوب صفحہ ۱۳۰)

(۳) یہ کس قدر خیانت ہے کہ کافر تو ٹھہرادیں آپ اور پھر ہم پر یہ الزام لگادیں کہ گویا ہم نے تمام مسلمانوں کو کافر ٹھہرایا ہے - (حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۲۰)

ہم اس بات پر بھی ایمان رکھتے ہیں کہ جو راستباز اور کامل لوگ شرف صحبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرف ہو کر تکمیل منازل سلوک کر چکے ہیں ان کے کمالات اگر ہمیں حاصل ہوں بطور ظل کے واقعہ ہیں اور ان میں بعض ایسے جزئی فضائل ہیں جو اب ہمیں کسی طرح سے حاصل نہیں ہو سکتے - (ازالہ اوہام صفحہ ۱۳۸)

اس سے بڑھکر کوئی شخص اپنے مسلمان ہونے کا اور کیا ثبوت دے سکتا ہے - لیکن یہیں تک نہیں حضرت مرزا صاحب نے اس سے بڑھکر اسلام اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کو ثابت کرنے کے لئے عملی طور پر جو خدمات سر انجام دیں اور آج تک ان کے پیرو اسلام اور قرآن کریم کی جو خدمت کر رہے ہیں اس کی نظیر موجودہ دنیائے اسلام میں شاید ہی آپ کو ملے گی - کیا کافر قرار دینے والے علماء مسلمانوں کو اسلام سے باہر نکالنے کے سوائے اور بھی مشغلہ رکھتے ہیں ؟ اور باہر کن کو نکالتے ہیں ؟ جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک سیرت کو دنیا کی کئی زبانوں میں شائع کر چکے ہیں - قرآن کریم کے تراجم دنیا کے کئی زبانوں میں شائع کرنے کا بندوبست کر چکے ہیں وہ جنہوں نے کفرستانوں میں مسجدیں بنوائیں اور علامہ اقبال کے اس مصرعہ کو کہ

مغرب کی وادیوں میں گونجی اذاں ہماری

آج اس کفر و ضلالت کے زمانہ میں حقیقت ثابت کر دکھایا اور ہزاروں غیر مسلموں کو ہدایت کی راہ دکھائی وہ ان نام نہاد علماء کے نزدیک جو کراچی میں احمدیوں کی قسمت کا فیصلہ کرنے کے لئے جمع ہوئے کافر ہیں، اور مسلمان کون ہیں ؟ وہ کلمہ گوؤں کو - خدمت دین کرنے والوں کو اسلام سے خارج اور غیر مسلم اقلیت شمار کروانے کی فکر میں شب و روز تگ و دو کر رہے ہیں انا للہ وانا الیہ راجعون، تحریک تو یہ ہونی چاہئے تھی کہ جو شخص کسی کلمہ گو کو کافر قرار دے وہ کسی اسلامی ادارہ یا اسلامی برادری کا ممبر نہیں ہو سکتا تا کہ مسلمانوں میں سے تکفیر بازی کی لعنت دور ہو - بجائے اس کے یہ الٹی گنگا بہانا ہمارے نام نہاد علماء کا کام ہے کہ کلمہ گوؤں اور خدمت اسلام کرنے والوں کو اسلام سے خارج اور مسلمانوں سے علیحدہ کرنے کی تحریک کی جا رہی ہے -

یہ مسلمانوں کی بدقسمتی ہے کہ ایسے سوالات اس زمانہ میں پیدا کئے جا رہے ہیں جبکہ مسلمانوں کو پاکستان کی حفاظت اور مضبوطی کی خاطر ایک جماعت کی صورت میں اکٹھے ہو کر قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے زرین الفاظ تنظیم - اتحاد استقلال پر پوری طاقت سے عمل کرنا چاہیئے - کیا دردمند اور صاحب دل مسلمان متفقہ طور پر ایسے اشخاص اور ایسے ادارے (یعنی مجلس احرار اور ان کے ہمخیال) کے خلاف آواز اٹھانے کی جرأت نہیں کریں گے جو مسلمانوں میں تشتت افتراق کا بیج بو رہے ہیں اور عملی طور پر پاکستان کی تخریب کے درپے ہیں ؟

علماء ا[illegible]وے کفر

ناوک نے تیری صید نہ چھوڑا زمانہ میں
تڑپے ہے مرغ قبلہ نما آشیانہ میں

تکفیر بازی تو ان علماء کا ایک زمانہ دراز سے بہترین مشغلہ چلا آرہا ہے، ان اللہ کے بندوں نے کسی بھی بزرگ ہستی کو تمغہ تکفیر عنایت کرنے کے بغیر نہیں چھوڑا -

آخر وہ کون لوگ تھے جنہوں نے امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ جیسے جلیل الشان بزرگ کو کافر بدعتی اور زندیق کے خطابات دیئے انہیں جیل خانہ بھجوایا اور زہر دلا کر شہید کرایا وہ کون تھے جنہوں نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کو اضر من ابلیس (شیطان سے بڑھکر ضرر رساں) کہا اور طرح طرح کی ایذائیں پہنچائیں، وہ کون تھے جنہوں نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کو بدعتی قرار دے کر اور اونٹ پر الٹے منہ چڑھا کر پھرایا - قید خانہ میں بھجوایا جہاں اس بیدردی سے آپ کی مشکیں باندھی گئیں کہ ہاتھ بازوؤں سے اکھڑ گئے - وہ کون تھے جنہوں نے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے پاؤں میں بھاری زنجیریں ڈلوائیں طمانچے لگوائے - کوڑوں سے پٹوایا اور پابزنجیر ملک بدر کرایا - وہ کون تھے جنہوں نے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو بخارا سے نکلوایا، سمرقند کی زمین کو آپ پر تنگ کیا اور یہ درد بھری دعا ان کے منہ سے نکلوائی اللھم قد ضاقت علی الارض بما رحبت فاقبضنی الیک - یعنی اے اللہ یہ زمین اپنی فراخی کے باوجود مجھ پر تنگ ہو گئی ہے پس مجھ کو اپنی طرف اٹھا لے - وہ کون تھے جنہوں نے بایزید بسطامیؒ ذوالنون مصریؒ، ابوبکر شبلیؒ، سید عبدالقادر جیلانیؒ - محی الدین ابن عربیؒ کو کافر قرار دیا اور طرح طرح کی اذیتیں پہنچائیں -

(باقی آئندہ)

احمدیوں کو اقلیت بنانے کی تحریک

م - احمد (ایم - اے - ایل ایل - بی)

تاریخ عالم میں پہلی مرتبہ ایک ملک میں ایسی تحریک شروع ہوئی ہے جس نے اپنا مقصد اکثریت کی ایک جماعت کو اقلیت قرار دینا ٹھہرایا ہے۔ آج تک یوں ہوتا رہا کہ جب کہیں قلیل افراد کا مجموعہ شعوری طور پر یہ محسوس کرتا ہے کہ اس کے بالمقابل کثرت افراد کا مجموعہ اپنی عددی کثرت یا اپنے تمدن کی برتری کی وجہ سے ان پر حاوی ہو رہا ہے تو اقلیت پکار پکار کر اپنے وجود کو نہ صرف تسلیم کراتی ہے بلکہ اپنے حقوق کی ضمانت بھی چاہتی ہے لیکن یہاں اُلٹی گنگا بہہ رہی ہے ایسی تحریکات کا تجزیہ کرنے کیلئے اُس اکثریت کے نام لیڈاؤں کی نفسیات کا سمجھنا ضروری ہے جنہوں نے یہ تحریک شروع کی ہے جبکہ متذکرہ اقلیت کی طرف سے کوئی ایسا تقاضا نہیں۔

غیر متوازن اور شکست خوردہ ذہنیت

بادی النظر میں اس کے دو ہی وجوہ ہو سکتے ہیں:

(۱) یہ کہ متذکرہ اقلیت ایک برتر تمدن اور مذہب کی حامل ہونے کے ساتھ ساتھ اتنی منظم ہے کہ زندگی کے کسی پہلو میں اکثریت اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی اور بقول کسی مولوی صاحب کے وہ وقت آنے والا ہے جبکہ یہ اقلیت سارے ملک کی حاکم ہوگی۔

(۲) یہ کہ اس اقلیت کو قانونی شکل دے کر اس پر زندگی کے تمام شعبے تنگ کئے جائیں یہاں تک کہ اسکو کمزور کر دیا جائے کہ کسی طرح پنپ نہ سکے۔

اگر مندرجہ بالا دو وجوہات میں سے ایک کو بھی صحیح مان لیا جائے تو یہی نظر آتا ہے کہ ایسی تحریک کے کارکنوں کی نفسیاتی کیفیت نہ صرف غیر متوازن ہے بلکہ نہایت ہی قابل رحم شکست خوردہ اور غیر شریفانہ ہے۔ جس کی وجہ ہم مندرجہ ذیل سطور میں بیان کریں گے اگر نمبر ۱ کو صحیح سمجھا جائے تو اسی اکثریت کے نام لیڈاؤں کا فرض ہے کہ ایک برتر تہذیب و تمدن اور نظام کو بصد خوشی قبول کر کے انسانیت کی خدمت کریں اور جہالت، تعصب، رجعت پسندی اور بے نظمی کا ساتھ دیکر انسانیت اور شرافت سے غداری نہ کریں۔ اور اگر اکثریت کا مذہب اور تمدن برتر ہے اور ملکی آئین میں اکثریت کو ترقی کرنے کے تمام مواقع حاصل ہیں اور اکثریت کے تمدن و مذہب کے پنپنے کے لئے اثباتی قوانین نافذ کئے جا سکتے ہیں تو ایسی اکثریت کو اقلیت سے کیا ڈر ہو سکتا ہے ایسی حالت میں تو اقلیت کو اکثریت میں مدغم ہونے کا [illegible] خطرہ ہے

ظلم و ستم کے لئے اقلیت بنانا

اب ہم شق نمبر ۲ کو لیتے ہیں۔ اس پر زیادہ لکھنے کی ضرورت نہیں کیونکہ اگر ایک جماعت کو اقلیت قرار دے کر اس پر قافیہ تنگ کرنا مقصد ہے تو ہندوستان اور دیگر غیر مسلم حکومتوں میں تسلیم شدہ مسلم اقلیتوں پر جو ظلم و ستم ہو رہے ہیں انکو [illegible] قرار دینا پڑے گا اور کسی پاکستانی مسلمان کو ہندوستان کی تحریک کہلانا [illegible] اس پر معترض نہ ہونا چاہیئے۔

قابل غور سوالات

اب ہم موجودہ متنازعہ فیہ مسئلہ کی طرف آتے ہیں یعنی پاکستان میں احمدیوں کو اقلیت قرار دینے کا سوال اس کے لئے مندرجہ ذیل باتیں سامنے رکھنی پڑیں گی۔

۱- پاکستان کس نے بنایا؟

۲- پاکستان کس طرز حکومت پر ہے؟

۳- ایک مسلمان کی تعریف کیا ہے

۴- مندرجہ بالا امور کی روشنی میں احمدیوں کی کیا پوزیشن متعین ہوگی

مسلم لیگ اور احمدیت

جہاں تک نمبر ۱ کا تعلق ہے پاکستان مسلم لیگ نے بنایا وہ مسلم لیگ جس میں احمدیوں کا وجود الگ تسلیم نہیں کیا گیا۔ اور جس مسلم لیگ سے احرار، جمعیۃ العلماء دہلی، نیشنلسٹ مسلمان اور یونینسٹ خارج تھے کیونکہ وہ پاکستان کے قولاً و فعلاً خلاف تھے۔ اگر یہ سچ ہے اور تاریخ اس پر گواہ ہے تو کسی ایسی مسلم لیگ یا دوسری جماعت کو جو آج احمدیوں کو الگ سمجھتی ہے یہ حق نہیں کہ وہ اس چیز کو جو انہوں نے احمدیوں کو ساتھ ملا کر حاصل کی اپنا اجارہ سمجھے اور اس چیز کے بنانے میں جو دشمن روک کا موجب تھے ان کو تو اس سے فائدہ اٹھانے کا پورا حق دے اور احمدیوں کو علیحدہ اقلیت قرار دے کر ان کے حقوق کو کم کر دے۔ چاہیئے تو یہ تھا کہ احراریوں، یونینسٹوں اور نیشنلسٹوں کو اقلیت قرار دینے کا مطالبہ کیا جاتا۔

ضمن نمبر ۲ پر غور کرنے سے یہ واضح ہوتا ہے کہ پاکستان بننے کے بعد آل انڈیا مسلم لیگ کو ختم کر کے آل پاکستان مسلم لیگ کا قیام وجود میں آیا اور قائد اعظم بانی پاکستان نے ایک واضح بیان میں پاکستان کی اساس پاکستان کی اسلامی قومیت کو قرار دیا۔ اور اس طرح مسلم لیگ میں صرف ایک ہی تبدیلی ہوئی اور وہ یہ کہ مسلم لیگ کی عملی حدود کو پاکستان کی سرحدوں تک متعین کیا گیا۔ اور آئین میں کوئی تبدیلی نہ ہوئی۔ اس کے بعد ...... قرارداد مقاصد کو متفقہ طور پر تسلیم کر کے پاکستانی آئین کی اساس کو واضح کیا گیا۔

قرارداد مقاصد اور احمدیت

قرارداد مقاصد میں کسی فرقہ کو اقلیت بنانے کے لئے کوئی شق نہیں رکھی گئی اور نہ ختم نبوت کے متعلق کوئی واضح شق رکھی گئی کیونکہ ہوشمند مسلمانوں کو قرآن و حدیث یا سنت نبوی سے یا انصاف کے عام تقاضوں سے کوئی ایسی شق نہ ملی۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جمہوریہ پاکستان کو اللہ، اس کے رسول صلعم اور قرآن کا نائب مان کر تسلیم کیا گیا ہے کہ اگر ایسی جمہوریت کوئی ایسا فیصلہ متفقہ طور سے کرے جس کی سند قرآن و سنت سے نہ ملے تو وہ اس کی مجاز نہ ہوگی اور ایسا فیصلہ اس کے اختیار سے باہر ہوگا۔ پس قرارداد مقاصد کی رو سے تو ہم نے یہ دیکھنا ہے کہ قرآن و حدیث یا سنت نبوی کس کو کافر قرار دیتی ہے نہ یہ کہ مسلمانوں کی اکثریت کس کو کافر کہتی ہے [illegible] ان باتوں پر اشتراک کی دعوت دیتا ہے جو [illegible] اور اسوۂ رسول اللہ [illegible] منافقین کو بھی جمعیت مسلمین سے الگ نہیں کرتا۔

پس لیڈر لسے مجنونوں کی تحریک جو ایک فرقہ کو الگ اقلیت قرار دینے پر زور دیتے ہیں سوائے اس کے اور کچھ نہیں کر سکتی کہ باقی مسلمانوں میں ان کے مقابل پر نفرت کے علاوہ شکست خوردہ ذہنیت پیدا کر دے۔

ایک معمہ

آخر دیکھنا یہ ہے کہ کیا احمدی باقی مسلمانوں کے مقابلے میں اتنے قابل ہیں کہ مقابلہ امتحانات، تجارت یا اور کوئی پیشہ دوسرے مسلمانوں کی غالب اکثریت کے باوجود انہی کے ہاتھوں میں آ جائے ... اور اس طرح خالص انہی کی حکومت ہوگا اور دوسرے مسلمانوں کی غالب اکثریت محکوم ہوگی؟ ایک جمہوری مملکت میں آخر یہ کیسے ہو سکتا ہے اور پاکستان میں اگر فرض کریں کہ اہم عہدے ایک خاص فرقہ کے قبضے میں آ جاتے بھی ہیں تو وہ خاص فرقہ کے بنیادی آئین، اکثریت کے تیار کردہ قوانین اور اکثریت کی رائے کو کیسے نظر انداز کر سکتا ہے۔ یہ ایک معمہ ہے جو کسی ہوشمند کے سمجھ میں نہیں آ سکتا۔

سیاسی ذلت و شکست

اور اگر یہ اقلیت اتنی زبردست اور خطرناک ہے کہ ان تمام چیزوں کا تدارک کر سکتی ہے تو ان کو کھلم کھلا ان کی مرضی کے خلاف الگ کر کے اکثریت سے متنفر کر دینا پاکستان کے لئے یقینی خطرہ بنانا ہے۔ اس لئے اکثریت کے ڈھنڈورچیوں کو قدم اٹھانے سے پہلے سمجھنا چاہیئے اور محض اپنی سیاسی شکست اور ذلت کی خاطر جو ان کو مسلم لیگ کے مقابلے پر اٹھانی پڑی یہ ڈھونگ کھڑا نہیں کرنا چاہیئے۔

مختلف فرقوں میں اسلام کا مفہوم

ضمن نمبر ۳ پر غور کرنا ہی دراصل سارے مسائل کو حل کر سکتا ہے اس وقت اسلام کی تشریح ہر فرقہ مختلف کرتا ہے۔ اگر قادیانی فرقہ اجراء نبوت کو جزو ایمان سمجھتا ہے تو نیشنلسٹ مسلمان جس میں مدیر آفاق جیسی شخصیتیں بھی شامل ہیں اسلام اور سوشلزم کے اشتراک کو ضروری قرار دیتا ہے اور جماعت اسلامی جاگیرداروں اور سرمایہ داروں کو اسلام کا جزو قرار دیتی ہے اور اہل تشیع حضرت علی کی خلافت کو اسلام کا جزو قرار دیتے ہیں۔ اور آغاخانی تو آغاخان کی پرستش کو ضروری قرار دیتے ہیں۔ اور اب تو یورپین تمدن سے متاثر مسلمانوں کے نئے فرقے بھی نئی باتوں کو اسلام کا جزو قرار دیتے ہیں جیسے کہ اقبالی فرقہ احادیث کا ہی منکر ہے۔

مسلمان کی صحیح تعریف

لیکن یہ تمام تشریحات ہیں جو مختلف فرقے اپنے اپنے نقطۂ نظر سے کرتے ہیں، اسلام کے معنے جس پر سب متفق ہوں یہی ہو سکتے ہیں کہ جو شخص اپنے آپ کو مسلمان کہے اور کلمہ طیبہ پر ایمان رکھتا ہو وہ مسلمان ہو سکتا ہے۔ آگے جو تاویل وہ کرے گا وہ اس کا اجتہاد ہوگا اور اجتہاد کی وجہ سے کوئی کافر نہیں ہو سکتا جیسے ایک وکیل قانون کی غلط تشریح کرنے سے قانون کا باغی نہیں کہلاتا۔ مندرجہ بالا چاروں ضمن پر مختصر بحث کرنے کے بعد احمدیوں کی پوزیشن واضح ہے۔ احمدیت وہ زبردست تنظیم ہے جو تحریک پاکستان میں احراری، مودودی، نیشنلسٹ، دیوبندی، رضائی وغیرہ تمام تحریکات کے مقابل پر پیش پیش رہی ہے اور تحریک کو خون اور پسینہ سے مسلم لیگ کے خون اور پسینہ سے مل کر پاکستان بنایا اور پاکستان بننے کے بعد اسکے استحکام اور اتحاد میں پوری پوری

اسلام نے علماء کے ذریعہ کسی کلیسائی نظام کی بُنیاد نہیں ڈالی

ہر وہ شخص جو خدا کو ایک، محمد صلعم کو رسول اللہ اور کعبہ کو قبلہ مانتا ہے یقیناً مسلمان ہے

مفتی مصر کا احمدیت کے خلاف فتویٰ اور مصری قائدین اور پریس کی طرف سے اس کی پُرزور مذمت

چند روز ہوئے مفتی مصر شیخ حسین محمد مخلوف نے بعض بیرونی سیاسی اثرات کے ماتحت جماعت احمدیہ اور چوہدری ظفر اللہ خاں پر کفر کا فتویٰ دے دیا، جس پر مصر میں ایک شور و ہنگامہ برپا ہو گیا اور مصر کے نامور قائدین اور مصری پریس نے بالاتفاق مفتی مصر پر سخت ملامت کی ہے اور اس بات پر زور دیا ہے کہ جو شخص خدا کو ایک اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول، کعبہ کو قبلہ مانتا ہے وہ مسلمان ہے اور کسی مولوی یا مفتی کا حق نہیں کہ اسے خارج از اسلام قرار دے، مصری عمائدین اور اخبارات کے بیانات درج ذیل ہیں، کاش پاکستان کے عمائدین اور اخبارات کو بھی ایسی جرأت نصیب ہو کہ وہ ملاؤں کے موجودہ ہنگامہ کے خلاف حق بات منہ پر لا سکیں، کیا افضل الجهاد كلمة الحق عند سلطان جائر کا وظیفہ پڑھنے والے اخبارات بے ملک اور منزحق پرست ملاؤں کے خلاف کلمۂ حق کہنے کی ایسی جرأت رکھتے ہیں؟ جیسی مصری اخبارات نے دکھائی اور جیسی مولانا محمد علی جوہر مرحوم آج سے ستائیس سال پہلے ظاہر کی تھی؟ مصری اخبارات کے ضروری اقتباسات حسب ذیل ہیں:-

عزام پاشا

عرب لیگ کے سیکرٹری جنرل عبدالرحمٰن عزام پاشا نے الاخبار الجديد کا (جس میں نام نہاد فتویٰ شائع ہوا تھا) مفتی کے رویہ پر شدید نکتہ چینی کرتے ہوئے لکھا ہے:-

"مجھے سخت حیرت ہوئی ہے کہ آپ نے "قادیانیوں" یا چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب کے متعلق مفتی کی رائے کو ایک مؤثر مذہبی فتویٰ خیال کیا ہے۔ اگر یہ اصول مان لیا جائے تو پھر بھی بنی نوع انسان کے عقائد ان کا عزت و وقار اور ان کا سارا مستقبل محض چند علماء کے خیالات و آراء کے رحم و کرم پر آ رہے گا۔ فتویٰ کسی مخصوص اور غیر مبہم واقعہ کے متعلق ہونا چاہیئے اور پھر ایسی صورت میں بھی اس کی حقیقت محض ایک رائے سے زیادہ نہیں ہو سکتی اور نہ ہر شخص کے لئے اس کا تسلیم کرنا واجب اور لازمی امر قرار دیا جا سکتا ہے۔ اسلام نے علماء کے ذریعہ کسی کلیسائی نظام کی بنیاد نہیں ڈالی اور نہیں ایسے اختیارات تفویض نہیں کئے کہ وہ دوسروں کو خارج از اسلام قرار دیتے پھریں۔ ہر وہ شخص جو کہتا ہے کہ خدا ایک ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے رسول ہیں اور وہ کعبہ کو اپنا قبلہ تسلیم کرتا ہے وہ یقیناً مسلمان ہے اور اس کا اسلام کسی مذہبی تصدیق کا محتاج نہیں۔ یہ امر مسلمانوں کے مفاد کے سراسر خلاف ہے کہ کسی ایک فرقہ کو بے دین قرار دیا جائے۔ اسلام کے بڑے بڑے اصولوں میں سے ایک اصول یہ بھی ہے کہ دوسروں کے ایمان میں شبہ سے پرہیز کرو۔

ہم اچھی طرح جانتے ہیں کہ ظفر اللہ خان اپنے قول اور اپنے کردار کی رُو سے مسلمان ہیں۔ روئے زمین کے تمام حصوں میں اسلام کی مدافعت کرنے میں آپ کامیاب رہے اور اسلام کی مدافعت میں جو موقف بھی اختیار کیا گیا اس کی کامیاب حمایت ہمیشہ آپ کا طرۂ امتیاز رہا۔ اسی لئے آپ کی عزت عوام کے دلوں میں گھر کر گئی اور مسلمانانِ عالم کے قلوب آپ کے لئے احسانمندی کے جذبات سے لبریز ہو گئے۔ آپ ان اہل ترین قائدین میں سے ہیں جنہیں عوامی اور ملی مسائل کو خوش اسلوبی سے طے کرنے کا ملکہ حاصل ہے۔"

"الزمان"

۲۵ر جون کے ایشوع میں قاہرہ کے با اثر اخبار "الزمان" نے الازہر یونیورسٹی کے ڈاکٹر داؤد خشابہ پاشا کی طرف سے مفتی مصر کی شدید مذمت کی۔ اخبار مذکور کے نامہ نگار خصوصی نے جو مصر کی وزارت خارجہ کے دفتر سے متعلق ہے اس ضمن میں "ذمہ دار حلقوں" کے حوالہ سے لکھا:-

"مفتی مصر شیخ حسین مخلوف نے وزیر خارجہ پاکستان آنریبل چوہدری محمد ظفر اللہ خاں کے متعلق جو فتویٰ دیا ہے اور جس میں اس نے دوسرے یہ گردانتے ہوئے آپ کو پاکستان کی وزارت خارجہ کا نااہل قرار دیا ہے ذمہ دار حلقے اس فتوے پر بہت ملامت و نفرین کا اظہار کر رہے ہیں، مسلمانوں اور عربوں کے معاملات میں بالخصوص چوہدری محمد ظفر اللہ خاں نے اسلامی مفادات کے تحفظ کی خاطر ہمیشہ ہی جس دلیری سے کام لیا ہے اس پر ذمہ دار حلقوں نے احسانمندی کا اظہار کرتے ہوئے اسے خوب سراہا ہے، یہ حلقے خاص طور پر بہت ہی اور غیظ و غضب کا اظہار کر رہے ہیں کیونکہ ان کی نگاہ میں مفتی کی اس رائے نے بہت غضب ڈھایا۔ اس نے ایک مسلم مملکت کو جس کے ساتھ مصر کے دوستانہ تعلقات قائم ہیں، ایسے وقت میں نقصان پہنچانے کی کوشش کی ہے جبکہ اس نے دولت مشترکہ کی رکنیت کے باوجود شاہ مصر کو سوڈان کا بادشاہ تسلیم کر لیا ہے"

احمد خشابہ پاشا نے اعلان کیا ہے کہ مجھے اس فتوے سے سخت رنج پہنچا ہے۔ کیونکہ چوہدری محمد ظفر اللہ خان نے مسلم اور عرب دنیا کی بالعموم اور مصر کی بالخصوص بہت خدمت سر انجام دی ہے۔ خشابہ پاشا نے مصر کے معاملات میں چوہدری ظفر اللہ خاں صاحب کی اس تائید و حمایت کا بھی ذکر کیا ہے جو موصوف نے اقوام متحدہ کے مختلف اجلاسوں میں ہمیشہ روا رکھی اور بالخصوص سلامتی کونسل کی نشست حاصل کرنے میں آپ نے مصر کو بڑی تقویت پہنچائی، خشابہ پاشا نے اپنے بیان کے آخر میں فرمایا:-

"میں اس شخصیت کا بیحد ممنون احسان ہوں۔ کیونکہ اس نے میرے ملک کی بے حد خدمت سر انجام دی ہے اور مجھے انتہائی افسوس ہے کہ ایسا فتویٰ بھی دیا گیا ہے تو ایسی نمایاں اور بلند ہستی کے خلاف"

"المصری"

وفد پارٹی کے مشہور اخبار "المصری" نے ۲۶ر جون کے پرچہ میں ایک زوردار مقالہ افتتاحیہ سپرد قلم کیا جس کا عنوان تھا:-

"اسے کافر خدا تیرے نام کی عزت بلند کرے"

اس نے لکھا:-

"ہماری مسلمان مملکت پاکستان نے "شاہ سوڈان" کی حیثیت سے شاہ فاروق کے نئے خطاب کو تسلیم کیا۔

پاکستان نے یہ لقب برطانوی تاج کے تحت دولت مشترکہ کا رکن ہونے کے باوجود تسلیم کیا شاہ فاروق کو سوڈان کا بادشاہ تسلیم کرنا ایک جرأت مندانہ اقدام تھا۔ اور اس کے لئے ہم چوہدری محمد ظفر اللہ خاں کی مساعی جمیلہ کے ممنون احسان ہیں، یہ ہم پر ایک نئی کرمفرمائی تھی یہ ہماری یکجہتی اور ہمارے ساتھ ہمدردی کا ایک نیا اظہار تھا، ہمیں احسانمندی کے جذبات کے ساتھ اس کا اعتراف کرنا چاہیئے تھا۔ بالکل خلاف توقع اور اچانک ہمیں معلوم ہوا کہ مفتی مصر نے اسی ظفر اللہ خان کو ایک بے دین اور ایک "غیر مقلد" فرقہ کا رکن قرار دے دیا ہے۔ ہمیں رحم آتا ہے کہ اس فتویٰ کی موجودگی میں ہمارے سفیر مقیم کراچی عبدالوہاب عظام بے کی کیا حالت ہو گی جو اس ملک میں "شاہ مصر و سوڈان" کا نمائندہ ہے اور اس ملک نے برطانوی تاج سے وابستہ ہونے کے باوجود ہمارے بادشاہ کا نیا لقب تسلیم بھی کر لیا ہے۔

ہاں ہاں! ہمیں ترس آتا ہے اپنے وزیر خارجہ صلاح الدین پاشا پر جسے اپنے عہدے کی

وجہ سے ہمارے ملک اور ہمارے قومی مطالبات کے بارے میں پاکستان کے موقف کا بخوبی علم ہے اور جسے اچھی طرح معلوم ہے کہ جہاں تک ہماری اُمنگوں اور ہمارے قومی مطالبات کا تعلق ہے ان کے بارے میں چوہدری محمد ظفراللہ خان کے کیا جذبات ہیں۔

ہمیں ترس آتا ہے اپنے سابق وزیر خارجہ ڈاکٹر محمد صلاح الدین پاشا پر بھی جس نے چوہدری محمد ظفراللہ خان کا اعتماد حاصل کیا اور اقوام متحدہ میں ان کی امداد و حمایت سے فائدہ اُٹھایا۔

اسی طرح ہمیں رحم آتا ہے محمد علی علوبہ پاشا پر، احمد خشابہ پاشا دیگر سیاستدان اور دنیا ئے اسلام کے مقتدر مدبرین پر جو چوہدری محمد ظفراللہ خاں کو جانتے ہیں اور مصر، فلسطین، تونس، اور دیگر مسلمان و عرب مملکتوں کے مفاد کی خاطر آپ نے جو دوڑ دھوپ کی ہے وہ اس سے بخوبی واقف ہیں۔ یہ سب مدبرین کیا سوچتے ہوں گے! ہمیں رحم آتا ہے ان سب پر اور پھر خود مفتی پر۔ اس نے صفائی کا موقعہ دیئے بغیر خواہ مخواہ ایک شخص کو مجرم قرار دے دیا۔ اور اس پر بے دینی کا الزام لگا ڈالا۔

خدا کی پناہ! خدا کی پناہ ظفراللہ ہماری ہمدردی کے محتاج نہیں ہیں۔ کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ وہ اب بھی اسلامی مفادات کی حفاظت کی خاطر اسی طرح سینہ سپر رہیں گے اور مصر کے ساتھ اپنی دوستی کا دم بھرتے رہیں گے۔ مفتی نے ظفراللہ کو کافر، بے دین قرار دیا ہے۔ آؤ ہم سب مل کر چوہدری محمد ظفراللہ خاں پر سلام بھیجیں۔ کیونکہ ہمیں ان جیسے اور بڑے بڑے "کافروں" کی ضرورت ہے۔

بالآخر ہم پوچھتے ہیں کہ حکومت مصر اس بارے میں کیا کرنا چاہتی ہے؟ ایسی حالت میں اس پر کیا ذمہ داری عائد ہوتی ہے اس فیصلہ میں وہ کیا بیان جاری کرے گی؟ اور یہ کہ آئندہ اسے کیا لائحہ عمل اختیار کرنا چاہیئے تاکہ وہ محض چند احمقانہ الفاظ کی وجہ سے جو کوئی عاقبت نااندیش سوچے سمجھے بغیر زبان سے نکال دے۔ اپنے معدودے چند دوستوں کی رفاقت سے ہی ہاتھ نہ دھونا پڑے۔

"النداء"

سب سے زیادہ چبھنے والا اور غیرت دلانے والا تبصرہ اخبار "النداء" کا تھا جس نے مفتی سے کہا کہ وہ دوسرے ملکوں میں کافروں کی نشاندہی سے پہلے تو مصر کے اپنے کافروں کی خبر لے۔ چنانچہ اخبار مذکور نے لکھا:۔

"کیا ہمارے عالی مرتبت "مفتی صاحب" کے لئے یہ بہتر نہ ہوگا کہ وہ ذرا مصر کے اپنے معاملات ۔۔۔ اور خود اپنے آپ میں دلچسپی لیں؟ "عالی مرتبت" مصر میں مفتی اسلام کہلاتے ہیں اور دستوری لحاظ سے مصر ایک ایسا ملک ہے جس میں اسلام کو سرکاری دین کی حیثیت حاصل ہے۔ اس کے باوجود مفتی صاحب کو جو تنخواہ ملتی ہے اس کا کثیر حصہ حکومت ناچ گھروں اور شراب کی دوکانوں سے ٹیکس کی صورت میں وصول کرتی ہے۔ اور ان ناچ گھروں کا کام کیا ہے؟ ان کا کام ہے کہ وہ زنا کرنے والوں کے لئے راہ ہموار کریں۔ اور پھر معلوم ہے کہ ان زنا کا ارتکاب کرنے والوں کو اس مصر میں (شرعی حد کے مطابق) سنگسار بھی نہیں کیا جاتا۔ مفتی مصر کو اپنی اس تنخواہ کی پائی پائی سے دستبردار ہو جانا چاہیئے جو تھرکتی ہوئی ٹانگوں اور لہراتے ہوئے جسموں کے ذریعہ وصول کی جاتی ہے۔ مفتی کو پہلے ان چیزوں کے خلاف آواز اُٹھانی چاہیئے نہ کہ وہ بغیر کسی وجہ کے دنیا کو ہمارے خلاف کرتا پھرے۔

مذکورہ بالا بیانات اور تبصروں کے علاوہ مفتی پر پبلک اور پرائیویٹ مجلسوں میں بھی بہت لعنت ملامت کی گئی ہے۔ یہاں لوگوں کو یقین ہے۔ کہ مفتی کو جس کی افغانستان کے نئے سفیر کے ساتھ بہت گاڑھی چھن رہی ہے پاکستان کے دشمنوں نے کسی نہ کسی طرح اکسا کر اس طریق سے پاکستان کو بدنام کرنے کی کوشش کی ہے۔

ہمسایہ عرب ممالک میں بھی مفتی کے اس فعل کو ہدف ملامت بنایا گیا ہے۔ مثال کے طور پر بیروت کا ایک اخبار لکھتا ہے:۔

"ظفراللہ خاں ایک "کافر" ہے لیکن وہ اسلام پر عمل کرتا ہے برخلاف اس کے مفتی مصر لوگوں کو اسلام کی تعلیم دیتا ہے اور خود اس پر عمل نہیں کرتا"

(روزنامہ ڈان کراچی مورخہ ۴ رجولائی ۱۹۵۲ء)

احمد زکی بک

مصر کے مشہور اخبار "الیوم" نے ۲۸ رجون کی اشاعت میں مفتی مصر الشیخ حسنین محمد مخلوف کے حالیہ فتوے کے متعلق مشہور و معروف مصری مصنف ڈاکٹر احمد زکی بک کا زوردار بیان شائع کیا ہے جس میں آپ نے مفتی کے اس فعل کی شدید مذمت کرتے ہوئے اپنی حکومت سے مطالبہ کیا ہے کہ مفتی مصر کے لقب کو آئندہ کے لئے منسوخ قرار دے دے بیان میں آپ نے فرمایا ہے:۔

مفتی مصر نے کس حیثیت سے خارجی مسائل و معاملات میں دخل اندازی کرتے ہوئے وزیر خارجہ پاکستان کے متعلق کفر کا فتوے صادر کیا ہے؟ اور اسے حق کیا پہنچتا ہے کہ وہ حکومت پاکستان سے موصوف کو اس عہدۂ جلیلہ سے برطرف کرنے کا مطالبہ کرے جبکہ پاکستان ایک علیحدہ خود مختار آزاد مملکت ہے۔ اس نے ہزار ہا میل دُور بیٹھ کر یہ مطالبہ سننے اور سنانے کے بغیر کیا ہے اور اس طرح مذہب کے نام پر سب سے بڑی اسلامی حکومت کی پوزیشن کو نازک بنایا ہے۔ میں پوچھتا ہوں ومن اعطاہ حق الافتاء کس شخص نے مفتی کو فتوے کا حق دیا ہے۔ اور کس شخص نے مفتی کو مذہب کے نام پر تمام دنیا کے متعلق رائے ظاہر کرنے کی اجازت دی ہے۔ کیا مصر ہی صرف ایک اسلامی حکومت ہے اس کے سوا اور کوئی حکومت اسلامی حکومت نہیں؟ اور کیا صرف مفتی مصر ہی دنیا میں ایک مفتی ہے اور اس کے سوا اور کوئی مفتی نہیں ہے؟

وفی ای رجل أفتی؟ فی رجل صنع للاسلام والمسلمین ما لم یصنعه المفتی ولن یصنعه ولو عاش مثل عمره الحاضر۔

اس نے کس شخص کے متعلق یہ فتوے دیا؟ ہاں اس شخص کے متعلق جس نے اسلام اور مسلمانوں کے مفاد کے لئے وہ کام کیا ہے جو نہ تو مفتی کر سکا ہے اور نہ ہی آئندہ ہرگز کر سکے گا خواہ وہ اپنی موجودہ عمر کی مدت تک مزید زندہ رہے۔

ان تمام وجوہات کی بناء پر ہم مندرجہ ذیل حکم لگاتے ہیں:۔

اوّل:۔ "مفتی الدیار" کے لقب کی منسوخی کا کیونکہ وہ ایک فرد کی حیثیت سے "ڈکٹیٹر شپ" کی نمائندگی کرتا ہے۔ جس کی دین میں کوئی سند نہیں ہے۔

ثانی:۔ مجلس افتاء کے توڑنے کا۔ ہاں اس مجلس کو مختلف علمی امور کی تحقیقات کے لئے حلقے میں بدل دیا جائے جس کا فیصلہ نہ تو کسی کو ملزم بنائے اور نہ ہی کسی مسلمان کو کافر ٹھہرائے۔

ثالث:۔ ازہر یونیورسٹی کے ایک سو نوجوانوں کو یونیورسٹی سے فراغت کے بعد علوم جدیدہ کی تحصیل کے لئے دنیا کے ترقی یافتہ علاقوں میں بھیجا جائے تاکہ ازہر یونیورسٹی کو جدید لباس پہنایا جا سکے اور اس میں دینی علوم کے ساتھ ساتھ دنیوی علوم کی تدریس کا بھی انتظام ہو سکے یہ تبدیلی دور رس نتائج کی حامل ہونی چاہیئے تاکہ الازہر علمی لحاظ سے ایک جدید یونیورسٹی کی شکل اختیار کرے۔ جس میں صحیح خطوط پر آزادانہ بحثیں ہوں اور اس طرح دین قرآن کریم اور احادیث نبوی کی مضبوط بنیادوں پر قائم ہو اور اسے محض علماء کی تائید بھی حاصل ہو"

(اخبار "الیوم" عدد ۲۹۹ مورخہ ۲۸ رجون ۱۹۵۲ء)

بیروت المساء

بیروت کا کثیر الاشاعت روزنامہ بیروت المساء نے بھی مفتی مصر کے فتوے کے خلاف انتہائی نفرت و حقارت اور غیظ و غضب کا اظہار کرتے ہوئے تحریر کیا ہے:۔

"ہم وزیر خارجہ پاکستان السید محمد ظفراللہ خان کو اچھی طرح جانتے ہیں۔ بیروت میں ان سے کئی مرتبہ ملاقات ہوئی ہم نے فصاحت و بلاغت سے پُر ان کا لیکچر بھی سنا ہمارا مدہوش ہونا لازمی تھا۔ جبکہ اقوام متحدہ کی مجالس آپ کی زوردار تقاریر سُن کر دم بخود حیرت میں پڑ چکی تھیں ہم نے آپ کو قرآن مجید کے علوم بیان کرتے ہوئے سنا۔ جس میں آپ نے شاعر کا یہ قول بھی بیان فرمایا:۔

وکل العلم فی القرآن لکن تقاصر عنه افهام الرجال تمام علوم قرآن مجید میں موجود ہیں لیکن عام لوگوں کے فہم انہیں سمجھنے سے قاصر ہے۔

کبھی ہم نے آپ کو "پالم پیلس" ہوٹل میں نماز تہجد پڑھتے اور عبادت کرتے ہوئے بھی دیکھا ہے

آپ کے پیچھے نماز میں آپ کے ساتھی بھی تھے۔ پھر ہم نے دیکھا کہ آپ اسلامی حکومتوں کے وزراء اعظم کی ایک کانفرنس منعقد کرنے میں کوشاں ہیں۔ پھر آپ نے مصر کی امداد اور تائید وحمایت کے لئے اپنے آپ کو وقف کر رکھا ہے۔ اسی طرح مشلر تونس کے متعلق اسلامی مفادات کے تحفظ میں آپ جس طرح سینہ سپر ہوئے وہ بھی ہم کو اچھی طرح یاد ہے۔

یقیناً ظفر اللہ خاں مفکر دماغ کے حامل ہیں۔ اور آپ ترقی پذیر پاکستانی مملکت کے لئے لسان ناطق کا درجہ رکھتے ہیں۔ اس مملکت کے لئے جس کی مسلم آبادی اٹھ کروڑ نفوس سے بھی متجاوز ہے جس نے قرآن کریم کو اپنا دستور بنایا ہوا ہے۔ اور جہاں عربی زبان کو ممتاز درجہ پر شمار کیا جاتا ہے۔

اس ہمسایہ مملکت کو ہدایت میں تعمیر و ترقی کا علم بلند کر رہی ہے۔ اور تمام عربوں کے تمام مسائل میں خاص صورت اور صدق دل سے ان کا ہاتھ بٹا رہی ہے۔ مغرب و نیا کے ایک وسیع حصہ کی طرف سے ایک طعنہ دیا گیا ہے ہماری مراد اس سے مصر ہے۔

ہاں مفتی مصر نے جہالت کا ثبوت دیا ہے اس کا منصب صرف دینی ہے۔ اس کا کام لوگوں کو کافر قرار دینا نہیں ہے جس نے مومن کو کافر کہا۔ وہ خود کافر ہوا۔

آہ اس نے یہ فتوے دے کر کہ پاکستان کا وزیر خارجہ کافر ہے اور یہ کہ پاکستانی حکومت پر واجب ہے کہ وہ ظفر اللہ خاں کو وزارت خارجہ سے الگ کر دے انتہائی غفلت کا ثبوت دیا ہے۔

مذہبی لوگ خدمت دین کے لئے پیدا کئے گئے ہیں سیاسی امور میں دخل دینا ان کا کام نہیں۔ اگر ظفر اللہ خاں مختلف اسلامی فرقوں میں سے ایک فرقے (یعنی جماعت احمدیہ) کی طرف منسوب ہوتے ہیں۔ تو یہ امر ان کو کافر نہیں بناتا وہ ایمان باللہ وملائکتہ وکتبہ ورسلہ کے قائل ہیں۔ وہ اسلامی ارکان پر پوری طرح عامل ہیں۔ کیا مفتی کے لئے جائز ہے کہ وہ ان مسلمانوں پر بھی کفر کا فتویٰ لگائے۔ جو دین اسلام پر عمل پیرا ہوں۔

مخالف مسلمانوں کی صفوں میں انتشار پیدا کر رہا ہے جبکہ انہیں اتحاد کی بے حد ضرورت ہے۔

اللہ تعالے قرآن کریم میں کافروں کو مخاطب کرتے ہوئے کہتا ہے لکم دینکم ولی دین مفتی مصر کو **کیا ہو گیا۔ کہ وہ احمدی مسلمانوں کو مخاطب کر رہا ہے اور ان پر کفر کا اتہام لگا رہا ہے۔ جس نے مومن کو کافر کہا وہ خود کافر ہوا**

کیا ابھی وقت نہیں آیا۔ کہ اہل مصر بالخصوص اور دیگر مسلمان بالعموم قرون وسطیٰ کی تفرقہ انگیز اور غیر ترقی پذیر روش سے خلاصی حاصل کریں۔

شیخ مخلوف اور ظفر اللہ خاں کے درمیان نمایاں فرق ہے اول الذکر سیم مکر شیر نما ہے اور اگر شیخ مذکور عمل کرتا بھی ہے۔ تو تفرقہ انگیزی کے لئے (بحوالہ امیج)

ملک کی فضاء کو پُر امن بنانے کیلئے مفید تجاویز

قابلِ غور حکومت پاکستان

مولانا شیخ عبد الرحمان مصری

بعض ناعاقبت اندیش لوگوں نے جو تحریک اس وقت احمدیوں کے خلاف چلائی ہے وہ جن خطرناک نتائج پر منتج ہوتی ہے وہ اظہر من الشمس ہیں اور تو اور مُلک کا سمجھدار طبقہ اور پاکستان کے بہی خواہ وقت بہت جلد ان نتائج کو بھانپ گئے ہیں اور انہوں نے اس تحریک کے خلاف آواز بلند کرنی شروع کر دی ہے اگر پاکستان کے ان بہی خواہوں کی یہ کوششیں جاری رہیں تو امید ہے یہ تحریک چند دنوں میں ہی اپنی موت آپ مر جائے گی۔

لیکن اس قسم کی ملک کے خرمن امن میں آگ لگانے والی اور ایسے تباہی کی طرف لے جانے والی تحریکوں کا علاج عارضی نہیں بلکہ مستقل ہونا چاہیئے تا یہ کسی وقت بھی سر اٹھا کر خطرہ کا موجب نہ بن سکیں۔

اس کے لئے میں حکومت کے ارباب حل و عقد کے سامنے دو تجاویز رکھتا ہوں امید ہے ان پر عمل کرنے سے اس زہریلے سانپ کا سر ہمیشہ کے لئے کچلا جا سکیگا۔

عقائد میں اختلافات کی صورت میں حکومت کا رویہ

یہ تو بدیہی بات ہے کہ امت مسلمہ اس وقت اس قدر مختلف فرقوں میں بٹی ہوئی ہے کہ جہاں تک عقائد کا تعلق ہے ان میں اتحاد پیدا کرنا بظاہر ناممکن ہی اور ہر فرقہ یہ کہ بالعموم ہر ایک فرقہ اپنے آپ کو حق پر اور دوسرے کو باطل پر سمجھتا ہے اور اس میں اس قدر تشدد اختیار کیا گیا ہے کہ اسکی بنا پر ایک دوسرے کو کافر قرار دینے سے بھی گریز نہیں کیا جاتا اور کافر بھی معمولی نہیں بلکہ ایسے کافر جن کی شادی غمی میں شریک ہونا حرام جن کے ساتھ رشتہ ناطہ کرنا ممنوع اور جن کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنا ناجائز جن کی اقتداء میں نماز ادا کرنی تو حرام بلکہ جن کو مقتدی بنانا بھی حرام قرار دیا جاتا ہے ان حالات میں حکومت کا رویہ ان تمام فرقوں کے ساتھ بجز اس کے اور کیا ہو سکتا ہے کہ وہ غیر جانبدار رہتے ہوئے اس فرد یا ہر اس جماعت کو مسلمان قرار دے جو اپنے آپ کو مسلمان کہتی ہے۔ وہ عقائد اور اعمال کے اختلاف میں جا سکتی ہی نہیں۔ اور اگر وہ اس کی مرتکب ہو کر بعض عقاید کو غلط اور بعض کو صحیح قرار دے گی تو یہ غلطی اس کی ہمالیہ جیسی غلطی ہو گی جس کا نتیجہ وہی نکلے گا جو پہلی اسلامی حکومتوں کے اس قسم کے معاملات میں دخل دینے سے نکلا رہا۔ حکومت کا کام صرف اپنی مختلف الخیال رعایا کے درمیان امن قائم رکھنا اور ان کی جان و مال عزت اور ان کے مذہب کی حفاظت کرنا ہے حکومت مذہبی معاملات میں اسی حد تک دخل دے سکتی ہے جس حد تک کہ امن قائم رکھنے کے متعلق اس کا فرض اسے مجبور کرتا ہے اور وہ موجودہ حالات میں دو ہی طرح ہو سکتا ہے۔

پہلی تجویز اول اس طرح کہ حکومت یہ قانون پاس کر دے کہ کسی شخص کو بھی خواہ دل میں وہ کچھ ہی عقیدہ رکھے یہ قطعاً حق حاصل نہیں کہ کسی فرقہ یا فرد کو جو اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہے اور اپنے عقائد کی بنیاد قرآن پر رکھتا ہے کافر یا دائرہ اسلام سے خارج قرار دے اور اگر کوئی ایسا کرے گا تو وہ قانون کی نظر میں مجرم قرار دیا جائے گا اور اس پر عدالت میں باقاعدہ مقدمہ چلا کر اس جرم کی مقرر کردہ سزا دی جائے گی۔

دوسری تجویز دوسرا طریق ملک میں امن قائم رکھنے اور تمام فرقوں کو آپس میں لڑائی جھگڑے سے روکنے کا یہ ہے کہ دوسرا قانون جاری کیا جائے کہ اپنے اپنے عقائد کے اظہار میں خواہ وہ اظہار تحریری ہو یا تقریری تو صرف یہ کہ دوسرے کے خلاف کوئی دل آزار یا تہذیب سے گرا ہوا کلمہ استعمال نہیں کیا جائے گا بلکہ اپنی تقریر و تحریر میں صرف اپنے عقاید کی خوبیوں کے بیان اور ان کی صحت پر دلائل پیش کرنے پر ہی اکتفا کیا جائے گا دوسروں کے عقاید پر حملہ کی قطعاً اجازت نہ ہو گی۔ دوسروں کے دلائل کی تردید کی اگر ضرورت پیش آئے تو ایسی صورت میں بھی محض دلائل کی تردید کی جائے دلائل پیش کرنے والے کا نہ نام لیا جائے اور نہ اس کے خلاف کوئی ریمارک دیا جائے اور نہ اس کے علم وغیرہ پر کسی قسم کا حملہ کیا جائے۔ گویا اپنے دعوے کی تائید یا دوسرے کے خیالات کی تردید محض علمی رنگ میں ہو ذاتیات کو قطعی طور پر باہر رکھا جائے ان کو درمیان میں لانے کی قطعاً ممانعت ہو گی۔

یہ پابندی صرف مذہبی خیالات وعقائد کے اظہار پر ہی نہ ہو بلکہ سیاسی خیالات کے اظہار پر بھی اگر لگادی جائے تو ملک کی فضا کو پُر امن بنانے میں بڑی ممد ہوگی۔ اس قانون کو توڑنے والے کیلئے بھی مناسب سزا مقرر کر دی جائے۔

میں سمجھتا ہوں کہ اگر حکومت یہ دونو قانون بیک وقت جاری کر دے تو بہت جلد وہ تمام فسادات دُور ہو جائیں گے جو آئے دن مذہبی جھگڑوں کی وجہ سے پیدا ہو کر ملک کے امن کو برباد کرنے کا موجب ہوتے رہتے ہیں اور نہ صرف یہی بلکہ تمام فرقوں میں خوشگوار اور برادرانہ تعلقات پیدا کرنے اور انہیں زیادہ زبردست مضبوط بنانے میں بہت ممد ثابت ہونگے اللہ تعالیٰ ہی مسلمانوں کو دوبارہ بھائی بھائی بنا کر آگ کے اس گڑھے کے کنارہ سے نکال لے جس پر وہ اب کھڑے ہیں۔ آمین

پیغام صلح مورخہ ۱۶ جولائی ۱۹۵۲ء رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۶ - شمارہ نمبر ۲۷

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸ — فون نمبر ۳۷۳۷

لوائے ما پنہ ہر سعید خواہد بود ✿ ندائے فتح نمایاں بنام ما باشد

پیغامِ صلح

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا ہفتہ وار آرگن

ایڈیٹر دوست محمد

جلد ۴۰ | یوم چہارشنبہ - مورخہ ۳۰ شوال ۱۳۷۱ھ - ۲۳ جولائی ۱۹۵۲ء | نمبر ۲۸

جماعت احمدیہ لاہور کی تعلیمی خصوصیات

۱- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا۔
۲- کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۳- قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگی۔
۴- سب صحابہؓ اور آئمہ قابل احترام ہیں سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے
۵- اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا۔

حضرت مسیح موعودؑ اور آپکی جماعت کا مذہب

ہم رکھتے ہیں مسلمانوں کا دین
دل سے ہیں خدام ختم المرسلین
شرک اور بدعت سے ہم بیزار ہیں
خاکِ راہِ احمدِ مختار ہیں
سارے حکموں پر ہمیں ایمان ہے
جان و دل اس راہ پر قربان ہے
تم نہیں دیتے ہو کافر کا خطاب
کیوں نہیں لوگو تمہیں خوفِ عقاب

محمد باغِ عالم را بہارے

مولانا محمد عبداللہ خاں مرحوم

محمد باغِ عالم را بہارے ✿ بہار اندر بہار اندر بہارے
گرامی گوہرِ اولادِ آدمؑ ✿ کمال آدمیت را مدارے
نجابت خانہ زادِ گوہرِ او ✿ شرافت را بذاتش افتخارے
ز فیضش جملگی سیراب گشتہ ✿ منور شد ز نورش ہر دیارے
چہ خوشتر دین و آئین داد ترتیب ✿ کز و شد دین و دنیا استوارے
علمبردارِ توحیدِ خداوند ✿ بر آوردہ ز غیر اللہ دمارے
ز چین و ہند تا اقصائے مغرب ✿ غلامانش قطار اندر قطارے
بخط انقیادش سر نہادہ ✿ ہمہ از جان و دل بروے نثارے

سلام اللہ علیہ کل آن
بر آلش ہم بر اصحابش کبارے

مسلمانانِ جماعت احمدیہ اسلام کی انمول خدمت کر رہی ہیں

مولانا ظفر علی خاں ۱۹۲۳ء میں

"مسلمانانِ جماعت احمدیہ اسلام کی انمول خدمت کر رہے ہیں، جو ایثار، کمربستگی، نیک نیتی اور توکل علی اللہ ان کی جانب سے ظہور میں آیا ہے وہ اگر ہندوستان کے موجودہ زمانہ میں بے مثال نہیں تو بے اندازہ عزت و قدردانی کے قابل ضرور ہے جہاں ہمارے مشہور پیر اور سجادہ نشین حضرات بے حس و حرکت پڑے ہیں، اس اولوالعزم جماعت نے عظیم الشان خدمت اسلام کر کے دکھادی ہے۔" (زمیندار ۲۴ جون ۱۹۲۳ء)

دعا کرنی چاہیئے کہ خدا علماء کو اس غلط طرزِ عمل سے بچائے یا مجھ کو اس دنیا سے اٹھالے

موجودہ شورش کے متعلق خواجہ حسن نظامی کا بیان

اخباروں نے ایک ایسی خبر شائع کی کہ میرا دل پاش پاش ہو گیا یعنی اخباروں نے شائع کیا کہ مولانا عبدالحامد صاحب بدایونی اور مولانا سید سلیمان صاحب ندوی وغیرہ علماء نے جمع ہو کر ایک بنا جلسہ کیا جس میں سر ظفر اللہ خاں کو وزارت سے الگ کر دینے کا مطالبہ کیا گیا...... میں کیونکر یقین کر لوں کہ جو کچھ اخباروں میں چھپا ہے وہ درست ہے؟ اخباروں میں بہت سی غلط باتیں بھی شائع ہو جاتی ہیں۔ میں پچاس برس سے اخبار نویسی کرتا ہوں اور آجکل باوجود بینائی خراب ہو جانے کے ہندوؤں اور مسلمانوں کے سب روزانہ اخبار پڑھتا ہوں اور بھارت اور پاکستان کے عوام کے رجحان طبع اور خیالات کو سمجھنے کی کوشش کرتا ہوں۔ جب میں نے مذکورہ خبر پڑھی تو بے اختیار میری زبان سے نکلا خبر غلط ہے۔ مولانا عبدالحامد بدایونی اور مولانا سلیمان ندوی کبھی ایسا بے عقلی کا کام نہیں کر سکتے لیکن اب تک کسی نے اس خبر کی تردید نہیں کی پاکستان کے اخباروں کو بھی پڑھا ریڈیو بھی سنے مگر اس خبر کی حقیقت معلوم نہیں ہوئی۔ اگر سچ مچ علماء مذکور نے ایسا جلسہ کیا تھا تو مجھے خدا کے سامنے سجدے میں گر کر اور رو رو کر دعا کرنی چاہیئے کہ وہ علماء مذکور کو اس غلط طرزِ عمل سے بچائے اور یا مجھ کو اس دنیا سے جلدی اٹھالے تاکہ میں اپنی مسلمان قوم کی تباہی اور پاکستان کی تباہی نہ دیکھوں۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ ارشادات

از۔ شیخ غلام قادر صاحب احمدیہ بلڈنگس لاہور

مسلمانانِ عالم بالخصوص مسلمانانِ پاکستان کے لئے لمحۂ فکریہ

عن ثوبان قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ زوی لی الارض فرایت مشارقھا ومغاربھا ان امتی سیبلغ ملکھا ما زوی لی منھا واعطیت الکنزین الاحمر والابیض وانی سالت ربی لامتی لا یھلکھا بسنۃ عامۃ وان لا یسلط علیھم عدوا من سوی انفسھم فیستبیح بیضتھم وان ربی قال یا محمد انی اذا قضیت قضاءً فانہ لا یرد وانی اعطیتک لامتک ان لا اھلکھم بسنۃ عامۃ وان لا اسلط علیھم عدوا من سوی انفسھم فیستبیح بیضتھم یھلک بعضاً ویسبی بعضھم بعضاً رواہ مسلم مشکوٰۃ باب فضائل سید المرسلین

ترجمہ:۔ ثوبان رضی سے روایت ہے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالےٰ نے میرے لئے تمام کرۂ ارض کو سمیٹ کر میرے سامنے کھڑا کر دیا۔ میں نے اس کے مشارق اور مغارب پر نظر ڈالی تو دیکھا کہ میری امت کی بادشاہی کرۂ ارضی کی انتہائی حدود تک پہنچ جائے گی (یعنی تمام اقوام عالم اسلام قبول کر لیں گی) اور مجھے خزانے (قومیں) سرخ اور سفید رنگ کے دیئے گئے اور میں نے اپنے رب سے دعا کی کہ میری امت کو قحط سے ہلاک نہ کرے ("بلیک" اور "ہورڈ" کرنے والوں کو انتباہ) اور نہ دشمن کو ان پر مسلط کرے۔ ان کی اپنی حکومت ہو (دشمن ہم پر مسلط کیوں ہو گئے اس کا جواب تکفیر المسلمین کرنے والے علماء سے پوچھو جنہوں نے مسلم حکومتوں کا تختہ الٹ دیا اور اب تک باز نہیں آتے) ایسا نہ ہو کہ دشمن ان کی بود و باش کی جگہ (سلطنت) پر قابض ہو جائے اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے محمد جب میں کسی بات کا فیصلہ کرتا ہوں تو [illegible] ٹلتی اور یقیناً میں نے عطا کیں وہ چیزیں جو تم نے مانگیں اپنی امت کے لئے یہ کہ میں انہیں قحط سے ہلاک نہیں کرونگا اور نہ ان پر دشمن کو مسلط کروں گا کہ ان کی بود و باش (سلطنت) پر قابض ہو جائے ان کی اپنی سلطنت ہوگی (اور محفوظ رہے گی) اگرچہ دشمن چاروں طرف سے ان پر ٹوٹ پڑیں۔ البتہ یہ امت جب خود ان میں سے بعض دوسروں کو اپنے ہاتھوں (کافر اور مرتد بنا کر) ہلاک اور قید نہ کریں (یعنی) پھر ان کی حکومت مٹ جائے گی اللہ تعالےٰ ظالموں کے ہاتھ میں اپنی مخلوق کی باگ ڈور نہیں دیا کرتا)

از پئے خلق و ننگ نام و رسوم   تافتی رو ز حضرتِ قیوم
تو حریصِ درہم و دینار
روز و شب چوں سگاں براں مردار
باچنیں حرص و آز و کبر و غرور   چوں نمائی ز کوئے جاناں دور
(مسیح موعود)

اخبار احمدیہ

—حضرت امیر ایدہ اللہ ایبٹ آباد میں بخیر و عافیت ہیں آپکی صحت پہلے سے بہتر ہے حضرت صاحب صدر الحاج میاں محمد صاحب ۲۰ جولائی کو کراچی تشریف لے گئے۔

—محترم ڈاکٹر اللہ بخش صاحب جو چند ماہ سے سرکاری طور پر انگلستان تشریف لیگئے تھے گذشتہ ہفتہ واپس تشریف لے آئے ہیں— کوئٹہ سے اطلاع موصول ہوئی ہے کہ ہمارے مکرم دوست شیخ کرامت اللہ صاحب اگزیکٹو انجینئر کوئٹہ چھاؤنی اسی عہدہ پر راولپنڈی تبدیل ہو گئے ہیں خدا تعالیٰ انکو جماعت احمدیہ کیلئے اس نئی جگہ پر مزید تقویت کا موجب بنائے کوئٹہ میں ان سے جماعت کو بہت سے فوائد حاصل تھے اور وہ جماعتی کاموں میں ہمیشہ حصہ لیتے تھے۔

خدا تعالیٰ کے ماموروں اور اولیاء اللہ کی مخالفت اچھا پھل نہیں دے سکتی

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کلمات طیبہ

یہ لوگ انکار اولیاء اللہ کو معمولی بات سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس سے کیا بگڑتا ہے ؟ مگر حقیقت یہ ہے کہ اولیاء اللہ کا انکار سلب ایمان کا موجب ہو جاتا ہے۔ جو شخص اس معاملہ میں غور کرے گا اسے اچھی طرح نظر آ جائے گا بلکہ ایسے طور پر نظر آئے گا جیسے شیشہ میں کوئی شکل دیکھ لیتا ہے۔ یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ سلب ایمان دو طرح پر ہوتا ہے۔ ایک تو انبیاء کے انکار سے جس سے کسی کو بھی انکار نہیں۔ اور یہ مسلم بات ہے دوسرا اولیاء اللہ اور مامورین کے انکار سے سلب ایمان ہوتا ہے۔ انبیاء کے انکار سے سلب ایمان تو بالکل واضح امر ہے اور سب جانتے ہیں لیکن پھر بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ انبیاء کے انکار سے سلب ایمان اس لئے ہوتا ہے۔ کہ نبی کہتے ہیں کہ ہم خدا تعالیٰ کی طرف سے آئے ہیں۔ اور اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ جو کچھ یہ کہتے ہیں۔ یہ میرا قول ہے یہ میرا نبی ہے۔ اس پر ایمان لاؤ۔ میری کتاب کو مانو اور میرے احکام پر عمل کرو جو شخص اللہ تعالیٰ کی کتاب پر ایمان نہیں لاتا۔ اور ان وصایا اور حدود پر جو اس میں بیان کئے گئے ہیں عمل نہیں کرتا ہے وہ ان سے منکر ہو کر کافر ہو جاتا ہے۔ لیکن وہ صورت جس سے اولیاء اللہ کے انکار سے سلب ایمان ہوتا ہے اور ہے۔ ایک حدیث شریف میں آیا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے من عادیٰ لی ولیّاً فاذنتہ للحرب یعنی جو شخص میرے ولی کے ساتھ دشمنی کرتا ہے وہ گویا میرے ساتھ جنگ کرنے کو طیار ہوتا ہے۔ یہ قاعدہ کی بات ہے کہ جب کوئی شخص کسی سے محبت کرتا ہو اور محبت بھی ایسی جیسے کوئی اپنی اولاد سے کرتا ہے۔ اور ایک دوسرا شخص بار بار کہے کہ یہ شخص مر جائے۔ یا اس کی نسبت اور اسی قسم کی دلآزاری کی باتیں کہے اور اسے تکلیف دے تو وہ شخص ایسی باتوں سے کیونکر خوش ہو سکتا ہے۔ اور وہ باپ جس کے بچے کے لئے کوئی شخص بد دعائیں کر رہا ہو۔ یا دیگر رنجدہ کلمات اس کے بچے کی نسبت استعمال کر رہا ہو ایسے شخص سے کب محبت کر سکتا ہے ؟ اسی طرح پر اولیاء اللہ بھی اطفال اللہ کا رنگ رکھتے ہیں۔ کیونکہ انہوں نے جسمانی بلوغ کا چولا اتار دیا ہے اور اللہ تعالےٰ کی آغوش رحمت میں پرورش پاتے ہیں اور وہ خود ان کا متولی و متکفل اور ان کے لئے غیرت رکھنے والا ہوتا ہے۔ جب کوئی شخص (خواہ وہ کیسا ہی نماز روزہ رکھنے والا ہو) ان کی مخالفت کرتا ہے۔ اور ان کے دکھ دینے پر کمربستہ ہو جاتا ہے تو اللہ کی غیرت جوش مارتی ہے۔ اور ان مخالفت کرنے والوں پر اس کا غضب بھڑکتا ہے۔ اس لئے کہ انہوں نے اس کے ایک محبوب کو دکھ دینا چاہا ہے۔ اس وقت پھر نہ وہ نماز کام آتی ہے اور نہ روزہ کیونکہ نماز اور روزہ کے ذریعہ سے اسی ذات کو خوش کرنا تھا۔ جس کو ایک دوسرے فعل سے ناراض کر لیا ہے۔ پھر وہ رضا کا مقام کیونکر ملے جب تک غضب الٰہی دور نہ ہو۔ وہ اولیاء اللہ کا مخالف نادان ان اسباب غضب سے ناواقف ہوتا ہے۔ بلکہ اپنے نماز روزہ پر اسے ایک ناز اور گھمنڈ ہوتا ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ خدا تعالےٰ کا غضب دن بدن بڑھتا جاتا ہے۔ اور وہ بجائے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کے دن بدن اللہ تعالےٰ سے دور ہٹتا جاتا ہے۔ یہاں تک بالکل راندۂ درگاہ ہو جاتا ہے۔ وہ شخص جو بالکل فنا کی حالت میں ہے اور آستانۂ الوہیت پر گرا ہوا ہے اور آغوش ربوبیت میں پرورش پا رہا ہے اور خدا تعالےٰ کی رحمت نے اسے ڈھانپ لیا ہے۔ یہاں تک کہ اس کا بات کرنا خدا تعالیٰ کا بات کرنا ہے، اور اس کا دوست خدا کا دوست اور اس کا دشمن خدا کا دشمن ہو جاتا ہے۔ پس ایسے مومن کامل کا دشمن رہ کر کوئی شخص کیونکر مومن کامل ہو سکتا ہے اور ایسے ہی مومن کامل کی دشمنی سے اس کا ایمان سلب ہو جاتا ہے اور اسے مغضوب علیہم میں سے بنا دیتا ہے۔ خدا تعالےٰ کے ماموروں اور اولیاء اللہ کی مخالفت اور ان کی ایذا رسانی کبھی اچھا پھل نہیں دے سکتی۔ جو شخص یہ سمجھتا ہے کہ میں انکو دکھ دیکر بھی آرام پا سکتا ہوں وہ سخت غلطی کرتا ہے اور اس کا نفس اسے دھوکا دے رہا ہے ؟

پیغام صلح

جلد ۴۰ | یوم چہار شنبہ مورخہ | ۱۳۷۱ھ | نمبر ۲۸

اقبال کا بیان

اللہ تعالیٰ اقبال مرحوم کی رُوح پر رحم فرمائے۔ ان کے پیرو مرنے کے بعد بھی آئے دن ان کی ایذا رسانی کا سامان کرتے رہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے حضور میں اس سیاہ اعمال نامہ کی جوابدہی کے لئے انہیں پیش کراتے رہتے ہیں جو اپنے آخری ایام زندگی میں خدا جانے کن اغراض کے پیش نظر انہوں نے احمدیت کے خلاف خود مرتب کیا۔ ہم بارہا عرض کر چکے ہیں کہ اقبال کا بیان کوئی وحی الٰہی نہیں، نہ وہ خود کوئی ایسا منصب و مرتبہ رکھتا تھا کہ اس کے بیان کو بطور حجت پیش کیا جا سکے۔ ایک فلسفی و شاعر کے تخیلات لازمی نہیں کہ حقائق پر مبنی ہوں، قرآن نے تو اس کا فیصلہ ہی کر دیا الشعراء یتبعھم الغاون الم تر انھم فی کل واد یھیمون وانھم یقولون ما لا یفعلون (اور شاعر — ان کی پیروی تو گمراہ لوگ کرتے ہیں، کیا تو دیکھتا نہیں کہ وہ ہر وادی میں سرگرداں پھرتے ہیں (ایک وقت ایک چیز کی تعریف کرتے ہیں تو دوسرے وقت مذمت کر دیتے ہیں) اور وہ کہتے ہیں جو کرتے نہیں، بعینہ یہی کیفیت علامہ اقبال کی ہے، ایک وقت احمدیت کو اسلامی سیرت کا ٹھیٹھ نمونہ قرار دیتے ہیں اور دوسرے وقت اسے مجوسیت اور یہودیت کا چربہ بنا دیتے ہیں، ایسے لوگوں کی پیروی سوائے اس کے کہ گمراہی کی طرف لے جائے اور کیا نتیجہ پیدا کر سکتی ہے۔

یہ تو شاعر اقبال کا حال ہے، فلسفی اقبال کا حال معلوم کرنا ہو تو ان کے اپنے الفاظ ذیل کو لیجئے جو اپنے افکار کے انگریزی مجموعہ "اسلامی تفکر کی تشکیل جدیدہ" کے متعلق پروفیسر تبسم کو انہوں نے لکھے :-

"میری زندگی کا اکثر حصہ مغربی فلسفہ کے مطالعہ میں صرف ہوا ہے اس لئے
میں شعوری یا غیر شعوری طور پر اسلام کو مغربی نقطہ نگاہ سے مطالعہ کرتا
ہوں اور یہ نقطہ نگاہ میری فطرت ثانیہ بن چکا ہے"

(مقالات یوم اقبال - دیباچہ ڈاکٹر تاثیر)

ملاحظہ فرمایا آپ نے؟ جو شخص اس بات کا معترف ہو، کہ میں شعوری یا غیر شعوری طور پر اسلام کو مغربی نقطہ نگاہ سے مطالعہ کرنے کا عادی ہوں اور یہ میری فطرت ثانیہ بن چکی ہے، اس کے کسی بیان کو اسلامی حقائق پر محمول کرنا اور اسکو بطور سند پیش کرنا کہاں تک صحیح ہو سکتا ہے، اقبال کا مغربی نقطہ نگاہ اگر کوئی خلاف اسلام بات کہدے تو کیا اسے قبول کر لیا جائے گا اس لئے کہ اقبال کے منہ سے نکلی ہے؟

مثلاً ڈاکٹر اقبال کے اس بیان ہی کو لیجئے جس کو آج احمدیت کے خلاف بڑے فخر سے پیش کیا جا رہا ہے "اس میں انہوں نے مجوسیوں، کلدانیوں اور یہودیوں وغیرہ اقوام کی قدیم تاریخ میں انبیاء کی انتظار ایک خاص نفسانی لذت پر محمول کرتے ہوئے ان مقدس انسانوں کو جو اس انتظار کو پورا کرنے کے لئے مبعوث ہوتے رہے "مذہبی چلتے پرزے" Religious Adventurers دیا۔ انہیں اتنا خیال نہ آیا کہ قدیم اقوام میں انبیاء کا انتظار تو اس خدائی قانون کے ماتحت تھا، جو نبی کریم محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے ہر قوم اور ہر زمانہ میں بعثت انبیاء کا داعی اور اسی انتظار کے نتیجہ میں داؤد، سلیمان، موسیٰ، عیسیٰ اور خود ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عمل میں آئی، کیا ان سب کو معاذ اللہ مذہبی چلتے پرزے کہا جائیگا؟ انبیاء تو ہمیشہ ایک دوسرے پیشگوئیاں کرتے چلے آئے اور ان پیشگوئیوں ہی کی بناء پر ایک یا دوسرے نبی کی انتظار ہر قوم میں رہی کیا اسکو اس وجہ سے ناواجب اور غیر مستحسن قرار دیا جائے گا کہ یہودیوں، کلدانیوں اور مجوسیوں میں پائی جاتی تھی؟ اور کیا ان مقدس انسانوں کو جو اس انتظار کے نتیجہ میں پیغام حق لے کر ہوئے اس لئے "مذہبی چلتے پرزے" کہنا جائز ہے کہ ڈاکٹر اقبال کے مغربی نقطہ نگاہ سے کلدانیوں اور مجوسیوں کے اندر مبعوث ہوئے؟ پھر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت جائے گا کہ وہ بھی تو اسی انتظار اور انہی قوموں کے شدید انتظار کا نتیجہ تھی، کاش اقبال احمدیت کے خلاف پیش کرنے سے پہلے یہ بھی دیکھ لیا جاتا کہ اس کی ضرب کہاں کہاں جا کر

جہاں تک انبیاء کی بعثت کا تعلق ہے، اس میں شک نہیں کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد یہ انتظار ختم ہو گئی اور ہو جانی چاہیے تھی کیونکہ آپ کی نبوت کا دائرہ تمام اقوام اور تمام زمانوں پر محیط ہے۔ لیکن اس کے یہ معنے نہیں کہ امت میں کسی مصلح اور مجدد کی بھی ضرورت نہیں، خود حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر صدی کے سر پر مجددین کی بعثت کا وعدہ دیا۔ اور گذشتہ تیرہ صدیوں میں بڑے بڑے ائمہ اور خدا رسیدہ لوگ مجددیت کے منصب پر فائز ہوتے رہے، خود حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری زمانہ میں نزول عیسیٰ کی انتظار دلائی، اور اس کو اپنا سلام پہنچانے کی تاکید کی، یہ الگ بحث ہے کہ عیسیٰ سے مراد مثیل عیسیٰ ہے یا عیسیٰ ابن مریم جس کو قرآن نے رسولاً الیٰ بنی اسرائیل قرار دیا ہے، لیکن جہاں تک پیشگوئی کا تعلق ہے ایک شخص کا وعدہ اور انتظار ضرور دلائی گئی ہے، اور اسی وعدہ کے پیش نظر احمدیت نے اس کا نام مسیح موعود رکھدیا، یعنے وہ مسیح جس کا وعدہ دیا گیا، اب ڈاکٹر اقبال کے مغربی نقطہ نگاہ کو دیکھئے فرماتے ہیں کہ:

"پروفیسر ونسنک نے احادیث نبوی کی جو مفتاح تیار کی ہے اس میں یہ
اصطلاح موجود نہیں، اس لئے یہ ایک غیر صالح اصطلاح ہے جس کا
وجود ہمیں اسلام کی ابتدائی دینی اور تاریخی ادبیات میں نہیں ملتا، اور اس
کی بنیاد اسلام سے قبل مجوسی افکار میں ملتی ہے"

انا للہ وانا الیہ راجعون، اگر کسی مسئلہ کی تحقیقات کا معیار یہی ہے، تو اس پر جس قدر بھی ماتم کیا جائے کم ہے، پروفیسر ونسنک کی مفتاح میں "مسیح موعود" کا لفظ ڈھونڈنا اور نہ ملنے پر اسکو غیر صالح اور غیر اسلامی اصطلاح قرار دینا کونسے علم و عقل کی دلیل ہے یہ کس نے کہا تھا کہ "مسیح موعود" کی اصطلاح احادیث میں موجود ہے کہ علامہ اقبال نے پروفیسر ونسنک کی مفتاح میں سے تلاش کرنا شروع کر دیا۔ اور جب وہاں سے نہ مل سکی تو اسے غیر صالح اور مجوسی اصطلاح قرار دیدیا، اس کے بجائے اگر وہ عیسیٰ ابن مریم کا لفظ وہاں دیکھتے تو ایسی احادیث انہیں مل جاتیں جن میں امت محمدیہ کے اندر ہی آخری زمانہ میں ایک ایسے انسان کے آنے کی خبر دی گئی ہے جسے عیسیٰ یا ابن مریم کا خطاب دیا گیا ہے، کیف انتم اذا نزل ابن مریم فیکم وامامکم منکم تمہارا اس وقت کیا حال ہو گا جب تم میں ابن مریم نازل ہو گا اور وہ تمہارا امام تم ہی میں سے ہو گا یعنے باہر سے نہیں آئیگا اور امت محمدیہ ہی میں سے ہی پیدا ہو گا، ایسی ہی احادیث کی بناء پر اگر اس موعود انسان کو مختصر الفاظ میں "مسیح موعود" کہدیا گیا تو اس میں کونسی مجوسیت پیدا ہو گئی؟

ہاں یہ نبوت نہیں، جس کی انتظار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے مختلف اقوام میں پائی جاتی رہی، یہ مجددیت ہی کا مقام ہے، جس پر فائز ہو کر اس امت کے ایک فرد کو اس کے کام کی مناسبت سے مسیح اور ابن مریم کے خطابات دیئے گئے ؎

چوں مرا نورے پئے قوم مسیحی دادہ اند
مصلحت را ابن مریم نام من بنہادہ اند

نہ اس پہ "روح مسیح کا تسلسل" کے الفاظ صادق آتے ہیں، جن کے استعمال سے علامہ اقبال احمدیت کو مجوسیت کا جامہ پہنانا چاہتے ہیں، ایک سیدھی سادی بات کو الفاظ و اصطلاحات کی اُلجھنوں میں پھنسا کر غلط شکل دے دینا کہاں کی دیانت اور انصاف ہے اور ان لوگوں سے کیا کہا جائے جو ایسی نازیبا صورت حالات پر غور کئے بغیر ڈاکٹر اقبال کے بیان کو ایک شاہکار بنائے پھرتے ہیں۔

کیا اس بیان کے پیش کرنے والوں نے کبھی اس بات پر بھی غور کیا کہ اگر امت محمدیہ میں کسی مسیح کی انتظار مجوسی اثرات میں سے ہے تو نزول ابن مریم کی حدیثیں کیا ہوں گی اور وہ علماء اور امت کا کثیر حصہ جو اب تک مسیح ابن مریم کی انتظار میں بیٹھا ہے اسکو کیا کہا جائے گا، احمدیت کا تو اس سے کچھ بگڑ سکتا ہے یا نہیں؟ اس بیان نے تو حیات مسیح اور نزول مسیح کے عقیدہ کی بنیاد ہی صاف کر دی، وہی بات ہوئی ؎

شادم کہ از رقیباں دامن کشیدہ رفتم
گو مشت خاک ما ہم برباد رفتہ باشد

یہی خیال قائلین نزول مسیح کو اس وقت پیدا ہوا جب علامہ اقبال کا بیان اشاعت پذیر ہوا اور انکو یہ فکر لاحق ہوئی کہ اس بیان نے تو ان کے عقیدہ نزول مسیح کو بھی پاش پاش کر دیا اس خیال سے انہوں نے ایک وفد علامہ کے پاس بھیجا علامہ نے مولویوں کے تیور دیکھکر فوراً رُخ بدلا اور ذیل کی تحریر انہیں لکھکر دیدی۔

"میں نے اپنے کسی مضمون میں حضرت مسیح کی آمد ثانی کے متعلق موافق یا مخالف خیال کا اظہار نہیں کیا نہ کہیں یہ لکھا ہے کہ یہ عقیدہ اپنی اصلیت میں مجوسی ہے"

کیا یہ انھم فی کل واد یھیمون کا نمایاں رنگ نہیں ہے علامہ کا ارشاد تو یہ ہے ......

احراری فتنہ صوبہ سرحد میں

ایک احمدی پر قاتلانہ حملہ

ذیل کا خط ٹیری ضلع کوہاٹ سے ایڈیٹر صاحب "لائٹ" کے نام موصول ہوا ہے:۔

مکرمی مشفقی من مسٹر آفتاب الدین احمد صاحب

السلام علیکم کے بعد عرض ہے ۲۲/۲۳ کی شام کو ایک احمدی ماسٹر رکن الدین پر ایک ملّا نے چاقو سے حملہ کیا، اس وجہ پر کہ آپ نے ایک پنجابی نبی کو مانا ہوا ہے نبوت بند ہے خواہ ظلّی نبوت ہو یا بروزی، نبوت کلی طور سے بند ہے، آپ کافر ہیں وغیرہ .... احمدی بہت زیادہ زخمی ہے شاید جانبر ہو سکے امید ہے آپ میرے بیان کا ترجمہ کر کے "لائٹ" میں نیز "پیغام صلح" میں بھی اس پر ایڈیٹوریل شائع فرما کر امداد فرمائیں گے کیونکہ (؟) کے مطابق پولیس بھی عوام سے ملی ہوئی ہے۔

عاجز مبارک احمد از ٹیری

خریدار لائٹ

اس خط سے احراری فتنہ کی وسعت کا اندازہ کرنا مشکل نہیں، سرحد کے جاہل ملاؤں کو یہ کہہ کر اکسانا کہ احمدی ختم نبوت کے منکر ہیں اور حضرت مرزا صاحب کو نبی مانتے ہیں، جس قدر مہیب نتائج کا موجب ہو سکتا ہے یہ اس کا ایک ادنیٰ نمونہ ہے، ہم حکومت سرحد سے پر زور استدعا کرتے ہیں کہ وہ اس فتنہ کو اپنی حدود میں پھیلنے سے روکنے کا بندوبست کرے ورنہ احمدیوں کا خون بہا لینا تو کوئی مشکل نہیں حکومت کے وقار اور ضبط و نظم پر جو داغ عائد ہوگا اس کا دھونا بہت مشکل ہوگا۔

ہم ماسٹر رکن الدین صاحب سے دلی ہمدردی کا اظہار کرتے ہوئے دست بدعا ہیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں صحت شفا فرمائے اور احمدیان سرحد کا خود حامی و ناصر ہو۔

ظلّی و بروزی نبوّت یا محدّثیت

اس موقعہ پر ہم اس بات کا اظہار کئے بغیر نہیں رہ سکتے کہ "ظلّی و بروزی نبوت" کے الفاظ کو اس زمانہ کے کوتاہ فہم مولوی اور اخبارات ایسے غلط معنوں میں پیش کر رہے ہیں جنہیں اصلیت اور حقیقت سے ذرا بھی واسطہ نہیں، ظلّی و بروزی نبوت فی الحقیقت نبوت کی کوئی قسم نہیں بلکہ ولایت و محدثیت کا دوسرا نام ہے، اسے ختم نبوت کے منافی قرار دینا صحیح نہیں، نہ کوئی احمدی ختم نبوت کا منکر ہے، حضرت مسیح موعودؑ کا اپنا ارشاد ہے، والنبوۃ قد انقطعت بعد نبینا صلی اللہ علیہ وسلم۔ نبوت ہمارے نبی صلعم کے بعد منقطع ہو گئی۔ وان رسولنا خاتم النبیین وعلیہ انقطعت سلسلۃ المرسلین۔ اور ہمارے رسول خاتم النبیین ہیں اور آپ پر رسولوں کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔

پس جب نبوت منقطع ہو چکی ہے، تو ظلّی و بروزی نبوت کو جو محض حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض روحانی کا نتیجہ ہے، اصلی اور حقیقی نبوت کس طرح کہا جا سکتا ہے، لیکن پھر بھی ان الفاظ سے عوام میں غلط فہمی پیدا کی جا رہی ہے جس کو دور کرنا اور صفائی کے ساتھ لوگوں کو بتانا چاہیئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہم کسی قسم کی نبوت کے قائل نہیں، نہ ظلّی و بروزی نبوت کوئی اصلی و حقیقی نبوت ہے۔

ہم حضرت مرزا صاحب کو صرف مجدد اور محدث مانتے ہیں، نبی ہرگز نہیں مانتے نہ آپ کا دعوے نبی ہونے کا تھا، آپ نے دعوے مسیحیت کے متعلق صاف طور پر لکھا ہے کہ "یاد رکھنا چاہیئے کہ مسیح موعود ہونے کا دعویٰ ملہم من اللہ اور مجدد من اللہ کے دعوے سے کچھ بڑا نہیں ہے، صاف ظاہر ہے کہ جس کو یہ مرتبہ حاصل ہو کہ وہ خدا تعالیٰ کا ہمکلام ہو اس کا نام منجانب اللہ خواہ مثیل مسیح اور خواہ مثیل موسیٰ ہو یہ تمام نام اس کے حق میں جائز ہیں مثیل ہونے میں کوئی اصلی فضیلت نہیں اصلی اور حقیقی فضیلت ملہم من اللہ اور کلیم اللہ ہونے میں ہے" (آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۳۴۱)

پس حضرت مسیح موعود کا دعویٰ صرف ملہم من اللہ اور کلیم اللہ اور مجدد من اللہ ہونے کا ہی نبی اللہ ہونے کا دعویٰ نہیں۔

حضرت مسیح موعودؑ کا ایک اعلان

۳ر فروری ۱۸۹۲ء کو حضرت مسیح موعودؑ نے اسی غلط فہمی کو دفع کرنے کیلئے جو آپ کی تحریرات میں لفظ نبی کے لغوی و مجازی استعمال سے پیدا کی جاتی ہے، ذیل کا اشتہار لکھ کر شائع کیا۔

"الحمد للہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ خاتم النبیین اما بعد تمام مسلمانوں کی خدمت میں گذارش ہے کہ اس عاجز کے رسالہ فتح اسلام و توضیح مرام و ازالہ اوہام میں جس قدر ایسے الفاظ موجود ہیں کہ محدث ایک معنی میں نبی ہوتا ہے یا یہ کہ محدثیت جزوی نبوت ہے یا یہ کہ محدثیت نبوت ناقصہ ہے یہ تمام الفاظ حقیقی معنوں پر محمول نہیں ہیں بلکہ صرف سادگی سے ان کے لغوی معنوں کی رو سے بیان کئے گئے ہیں۔ ورنہ حاشا وکلا مجھے نبوت حقیقی کا ہرگز دعوے نہیں ہے بلکہ جیسا کہ میں کتاب ازالہ اوہام کے صفحہ ۱۳۷ میں لکھ چکا ہوں میرا اس بات پر ایمان ہے کہ ہمارے سید و مولیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں سو میں تمام مسلمان بھائیوں کی خدمت میں واضح کرنا چاہتا ہوں کہ اگر وہ ان لفظوں سے ناراض ہیں اور ان کے دلوں پر یہ الفاظ شاق ہیں تو وہ ان الفاظ کو ترمیم شدہ تصور فرما کر بجائے اس کے محدث کا لفظ میری طرف سے سمجھ لیں۔ کیونکہ کسی طرح مجھ کو مسلمانوں میں تفرقہ اور نفاق ڈالنا منظور نہیں ہے۔ جس حالت میں ابتدا سے میری نیت میں جس کو اللہ تعالےٰ جل شانہ خوب جانتا ہے اس لفظ نبی سے مراد حقیقی نہیں ہے بلکہ صرف محدّث مراد ہے جس کے معنی آنحضرت صلعم نے مکلّم مراد لئے ہیں۔ یعنی محدثوں کی نسبت فرمایا ہے:۔

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال النبی صلعم قد کان فیمن قبلکم من بنی اسرائیل رجال یکلمون من غیر ان یکونوا انبیاء فان یک فی امتی احد فعمر۔ (صحیح بخاری جلد اول صفحہ ۵۲۱ پارہ ۱۴ باب مناقب عمرؓ) تو پھر مجھے اپنے مسلمان بھائیوں کی دلجوئی کے لئے اس لفظ کو دوسرے پیرایہ میں بیان کرنے سے کیا عذر ہو سکتا ہے سو دوسرا پیرایہ یہ ہے کہ بجائے لفظ نبی کے محدث کا لفظ ہر ایک جگہ سمجھ لیں اور اس کو (یعنی لفظ نبی) کاٹا ہوا خیال فرما لیں اور نیز عنقریب یہ عاجز ایک رسالہ مستقل نکالنے والا ہے جس میں ان شبہات کی تفصیل اور بسط سے تشریح کی جائے گی جو میری کتابوں کو پڑھنے والوں کے دلوں میں پیدا ہوتے ہیں اور میری بعض تحریرات کو خلاف عقیدہ اہل سنت والجماعت خیال کرتے ہیں سو میں انشاءاللہ تعالیٰ ان اوہام کے ازالہ کے لئے پوری تشریح کے ساتھ اس رسالہ میں لکھ دوں گا اور مطابق اہل سنت والجماعت کے بیان کروں گا۔

راقم خاکسار:۔ میرزا غلام احمد قادیانی، مؤلف رسالہ توضیح مرام و ازالۃ الاوہام ۳ر فروری ۱۸۹۲ء

ینگ مینز احمدیہ ایسوسی ایشن میں ڈاکٹر اللہ بخش صاحب کی تقریر

ینگ مینز احمدیہ ایسوسی ایشن کی چودھویں کامیاب میٹنگ حسب معمول اتوار ۲۰ر جولائی کو احمدیہ لائبریری میں منعقد ہوئی۔ ایسوسی ایشن کے کارکنوں نے بالاتفاق اسے سب سے کامیاب اجلاس قرار دیا۔ لائبریری کے اندر حاضرین کی تعداد تقریباً ۸۰ تھی۔ لائبریری میں مزید گنجائش نہ ہونے کی وجہ سے کچھ لوگ باہر بھی کھڑے رہے کرسی صدارت پر جناب ڈاکٹر غلام محمد صاحب تشریف فرما تھے۔

ناصر احمد صاحب نے تلاوت قرآن پاک کی جس کے بعد عزیزم انوار الحق نے حضرت مسیح موعود کے چند اشعار سنائے، بعدہٗ عزیزم محمد اقبال صاحب نے رسول اکرم صلعم کی سیرت پر ایک مختصر مقالہ پڑھا۔ مقالہ میں رسول اکرمؐ کی زندگی کے تمام پہلوؤں پر بڑی خوبی کے ساتھ روشنی ڈالی گئی۔

اس کے بعد محترم ڈاکٹر اللہ بخش صاحب نے تقریر فرمائی جس میں اپنے سفر یورپ کے تاثرات نہایت دلچسپ پیرایہ میں بیان کئے۔ یکے بعد دیگرے انہوں (باقی بر صفحہ ۶ کالم ۳)

علماء کے فتوے اور حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی رحمۃ اللہ علیہ

بسلسلہ اشاعت گذشتہ

کیا یہ سب علماء ہی نہ تھے؟ اگر ان علماء کا کہنا ایسا ہی قابل سند اور لائق توثیق ہے تو ان بزرگوں کے متعلق کیا کہا جائے گا جن پر ان کے فتووں کی تلوار ہر زمانہ میں چلتی رہی۔

اگر علماء ہی کے فتووں کی بنا پر ہمیں کافر اور غیر مسلم اقلیت قرار دینا ضروری سمجھتے ہو تو مہربانی فرماکر اس پر بھی غور کیجئے کہ آج کونسا لیڈر ہے جس کو علماء نے فتوے تکفیر سے نہ نوازا ہو۔ شیعہ سنی۔ وہابی۔ نیچری۔ دیوبندی۔ بریلوی کونسا مسلمان فرقہ ہے جو علماء کے فتووں سے بچا ہوا ہے۔ ذیل میں چند فتاوے آپ کی اطلاع کے لئے نقل کرتا ہوں اور یہ دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ ان فتاوے کے ہوتے ہوئے کونسا فرقہ ہے جو کسی بھی اسلامی ادارہ کا ممبر رہ سکتا ہے یا مسلمان کہلانے کا حقدار ہے۔

(۱) سر سید احمد خاں صاحب اور ان کے پیروؤں کے متعلق مکہ معظمہ کے اربعہ مذاہب کے مفتیوں کا فتوے ہے:۔

"یہ شخص ضال اور مضل ہے بلکہ ابلیس لعین کا خلیفہ ہے اس کا فتنہ یہود و نصاریٰ کے فتنہ سے بھی بڑھکر ہے خدا اسکو سمجھے۔ ضرب اور حبس سے اس کی تادیب کرنی چاہیئے (ملاحظہ ہو حیات جاوید مصنفہ مولنا حالی مرحوم)

پھر علیگڈھ کالج کے متعلق علمائے حرمین شریفین کا فتوے ہے:۔

"یہ مدرسہ جس کو خدا برباد کرے اور اس کے بانی کو خدا ہلاک کرے اس کی اعانت جائز نہیں۔ اگر یہ مدرسہ بن کر تیار ہو جائے تو اسکو منہدم کرنا اور اس کے مددگاروں سے سخت انتقام لینا واجب ہے"

(حیات جاوید ص ۲۸۸)

اس فتوے کے ہوتے ہوئے علیگڈھ کے تعلیمیافتہ لوگوں کا کسی اسلامی ادارہ میں رہنا کس طرح گوارہ کیا جاسکتا ہے؟ کیوں ان کو سب سے پہلے تمام اسلامی اداروں سے خارج کر کے غیر مسلم اقلیت قرار نہیں دلوایا جا سکتا؟

(۲) مولنا احمد رضا خاں صاحب بریلوی کا فتوے مولنا محمد قاسم صاحب بانئے مدرسہ دیوبند اور مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی کے متعلق ہے:۔

کلھم مرتدون باجماع الاسلام

یہ تمام علماء اور ان کے متبع اجماع اسلام سے مرتد اور خارج از اسلام ہیں۔

(حسام الحرمین ص ۱۰۰)

ایسا ہی ایک پوسٹر بھی تین سو علماء نے مولانا اشرف علی تھانوی۔ مولنا محمد قاسم نانوتوی۔ مولانا محمود الحسن کے متعلق لکھا ہے:۔

"یہ قطعاً مرتد و کافر ہیں اور ان کا ارتداد و کفر سخت اشد درجہ تک پہنچ چکا ہے ایسا کہ جو ان مرتدوں اور کافروں کے ارتداد میں ذرا بھی شک کرے وہ بھی انہیں جیسا مرتد و کافر ہے .... ان کے پیچھے نماز پڑھنے کا تو ذکر ہی کیا اپنے پیچھے بھی انہیں نماز نہ پڑھنے دیں .... جو ان کو کافر نہ کہے گا وہ خود کافر ہو جائے گا اور اس کی عورت اس کے عقد سے باہر ہو جائے گی اور جو اولاد ہوگی حرامی ہوگی۔ اور ازروئے شریعت ترکہ نہ پائے گی"۔

کیا اس فتوی کی رُو سے کوئی دیوبندی کسی اسلامی ادارہ کا ممبر رہ سکتا ہے۔

(۳) اس کے بالمقابل رسالہ ردالتکفیر علی الفحاش الشذظیر بر اہل دیوبند کی طرف سے مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی اور ان کے ساتھیوں کو کافر اکفر دجال ماثنہ حاضرہ۔ مرتد خارج از اسلام وغیرہ شاندار الفاظ سے یاد کیا گیا ہے پس کیا بریلوی حضرات کے لئے اسلام میں کوئی جگہ ہے؟ اور سن لیجئے اہل سنت والجماعت کا فتوے اہل تشیع کے متعلق ہے:۔

"فرقہ امامیہ منکر خلافت حضرت صدیق اند و در کتب فقہ مسطور است کہ ہر کہ انکار خلافت حضرت صدیق نماید منکر اجماع قطعی گشت و کافر شد پس در حق شاں حکم کافر جاری است"

(ردّ و تبرا صفحہ ۳۱۔ اس پر کئی علماء کی مہریں ہیں)

اس فتوے کی زد سے تمام اہل تشیع اور سر وقائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ نہیں بچ سکتے۔

اس کے بالمقابل اہل تشیع کا فتوے سُن لیجئے:۔

"سوائے فرقہ اثنا عشریہ امامیہ کسے ناجی نیست کشتہ شود و خواہ بموت بمیرد" (حدیقۃ الشہدا ص ۱۶)

یعنی سوائے شیعوں کے اور کوئی بھی نجات کا مستحق نہیں۔ خواہ وہ مارا جائے یا اپنی موت مرے۔

ایک اور سب سے جامع فتوے سن لیجئے:۔

"چاروں اماموں کے پیرو اور چاروں طریقوں کے متبع یعنی حنفی۔ شافعی۔ مالکی۔ حنبلی اور چشتیہ اور قادریہ و نقشبندیہ مجددیہ یہ سب لوگ کافر ہیں"

(جامع الشواہد ص ۲)

غور کر لیجئے علماء کے فتووں کی بناء پر کون شخص ہے جو مسلمان رہ سکتا ہے؟

آخر میں ہم مولنا عبدالحامد صاحب القادری بدایونی کے اس معرکۃ الآرا بیان کے متعلق کچھ عرض کرتے ہیں جو انہوں نے "المنتظر" میں شائع فرمایا ہے۔

فرماتے ہیں کہ آپ نے قادیانیوں کے خلاف اس وقت تجویز پیش کی (جس تجویز پر آپ کو قائد اعظم نے ڈانٹ پلائی۔ مؤلف) جبکہ قادیانی جماعت مسلم لیگ اور پاکستان کی مخالفت کر رہی تھی"

مولنا کے اس دور از حقیقت افسانہ کے متعلق ذیل میں ہم قائد اعظم رح کے مشہور و معروف سوانح نگار جناب سید رئیس احمد صاحب جعفری کی مشہور و معروف تصنیف "حیات محمد علی جناح" سے ایک اقتباس درج کرتے ہیں جس سے واضح ہو جائے گا کہ قادیانیوں کی مخالفت مسلم لیگ اور پاکستان کے متعلق جو افسانہ مولنا نے بڑی کاوش سے ترتیب دیا ہے وہ صرف افسانۂ بے رنگ و بو ہے جس کا حقیقت اور واقعات سے دور کا بھی تعلق نہیں، معتبر مصنف حیات محمد علی جناح لکھتے ہیں:۔

اب ایک دوسرے بڑے فرقہ اصحاب قادیان کا مسلک اور رویہ پاکستان کے بارہ میں پیش کیا جاتا ہے حقائق و دلائل سے اندازہ ہو جائے گا کہ اصحاب قادیان کی دونوں جماعتیں مسلم لیگ کی مرکزیت پاکستان کی افادیت اور مسٹر جناح کی سیاسی قیادت کی معترف اور مداح ہیں جماعت احمدیہ لاہور کے امیر جناب مولانا محمد علی صاحب (جن کا مشہور انگریزی ترجمۃ القرآن عالمگیر شہرت کا حامل ہے) نے ۹ اکتوبر ۱۹۴۵ء کو منعدد اردو روزناموں کو حسب ذیل تار ارسال فرمایا "آیندہ انتخابات میں جماعت احمدیہ سے تعلق رکھنے والے تمام اصحاب مسلم لیگ کے امیدواروں کو ووٹ دیں اور ان کی ہر ممکن مدد کریں کیونکہ موجودہ وقت بہت نازک ہے۔ اور اگر مسلم لیگ کو شکست ہو گئی تو مدتوں کے لئے مسلمانوں کی قسمت تاریک ہو جائے گی"

مرزا محمود احمد صاحب کا بیان

قادیانی گروہ کے امام جماعت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب نے ۲۱ اکتوبر ۱۹۴۵ء کو ایک طویل بیان اس سلسلہ میں شائع فرمایا:۔

"آیندہ انتخابات میں ہر احمدی کو مسلم لیگ کی پالیسی کی تائید کرنی چاہیئے تاکہ انتخابات کے بعد مسلم لیگ بلا خوف تردید کانگریس سے یہ کہہ سکے کہ وہ مسلمانوں کی نمایندہ جماعت ہے۔ اگر ہم اور دوسری جماعتیں ایسا نہ کریں گی۔ تو مسلمانوں کی سیاسی حیثیت کمزور ہو جائیگی اور ہندوستان کے آیندہ نظام میں ان کی آواز بے اثر ثابت ہوگی۔ اور ایسا سیاسی دھکا مسلمانوں کو لگے گا کہ چالیس پچاس سال تک ان کا سنبھلنا مشکل ہو جائیگا۔ اور میں نہیں سمجھ سکتا کہ کوئی عقلمند آدمی اس حالت کی ذمہ داری اپنے اوپر لینے کے لئے تیار ہو۔ پس میں اس اعلان کے ذریعہ تمام صوبہ جات کے احمدیوں کو مشورہ دیتا ہوں کہ وہ اپنی اپنی جگہ پر پورے زور اور قوت کے ساتھ آیندہ انتخابات میں مسلم لیگ کی مدد کریں"

مسلم لیگ کی مرکزیت پاکستان یعنی ایک آزاد اسلامی حکومت کے قیام کی تائید مسلمانوں کے یاس انگیز مستقبل، تشویش عامۃ المسلمین کے خلاف برہمی اور غصہ کا اظہار کون کر رہا ہے "امر بالمعروف" اور نہی عن المنکر اور جماعت حزب اللہ کا داعی امام الہند؟ نہیں پھر کیا جانشین شیخ الہند اور دیوبند کا شیخ الحدیث وہ بھی نہیں پھر کون؟ وہ لوگ جن کے خلاف کفر کے فتووں کا پشتارہ (بیچارے احمدی۔ مؤلف) موجود ہے جن کی نامسلمانی کا چرچا گھر گھر میں ہے کیا خوب کہا ہے ایک شاعر نے۔

کام اس فرقۂ زہاد سے اٹھا نہ کوئی
کچھ ہوئے تو یہی رندان قدح خوار ہوئے

(یعنی احمدی۔ مولف)

(حیات محمد علی جناح از جناب رئیس احمد صاحب جعفری ص ۴۱۹)

اب سنیئے جناب سید رئیس احمد صاحب جعفری کا اپنی تصنیف "حیات محمد علی جناح" میں احراریوں کے متعلق کیا فرماتے ہیں:۔

"مولنا حبیب الرحمٰن کے رہا ہوتے ہی مجلس احرار کی ساری قوت مسلم لیگ کے خلاف اور مخالف پاکستان

جماعتوں کی تائید کے لئے وقف ہو گئی۔ کانگریس سے

خود بخود ساری شکایتیں رفع ہو گئیں۔

آنکھوں آنکھوں میں اشارے ہو گئے
ہم تمہارے تم ہمارے ہو گئے

اور مسلم لیگ کے خلاف خواہ مخواہ ایک محاذ قائم کر دیا۔

مجلس احرار کے لیڈر میدان میں

چنانچہ مجلس احرار کے وہ لیڈر جو عرصہ سے گوشہ نشین تھے میدان میں اُتر آئے اور پاکستان تحریک کے خلاف سدِ سکندری کی طرح حائل ہونے کی کوشش کرنے لگے۔

مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری کشمیر کی بلندیوں سے نیچے اُتر آئے۔ مسٹر مظہر علی اظہر اخلاق کی بلندیوں سے بہت نیچے اُترے اور ان سب حضرات نے متفق و متحد ہو کر مسلم لیگ کے خلاف دھاوا بول دیا۔ اپنی تقریروں اور تحریروں کا صرف ایک ہی مقصد رکھا۔

واعظ ثبوت لائے ہو مے کے جواز میں
اقبال کو یہ ضد ہے کہ پینا بھی چھوڑ دے

مسلم لیگ جو کچھ کہے وہ خواہ کتنا ہی برحق کیوں نہ ہو اس کی مخالفت کی جائے حتیٰ کہ پاکستان جیسے مسئلہ کی مخالفت بھی ان حضرات نے فرائض اور واجبات میں شامل کر لی۔

درسِ گوسفندی

۲۹ر دسمبر ۱۹۴۵ء کی شب کو لمبئی کی مجلس احرار کے اجتماع میں تقریر کرتے ہوئے مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری نے فرمایا پاکستان کے دونوں اجزا ایک دوسرے سے علیحدہ ہونگے اور ان کے درمیان ۲۶ کروڑ ہندوؤں کی ایک زبردست حکومت ہوگی جس کے پاس سرمایہ ہوگا۔ ہنرمند اور صاحب و فارغ آدمی ہوں گے۔ جواہر لال نہرو ہوگا۔ گاندھی جی مہاراج ہوں گے کالا ناگ راج گوپال اچاریہ ہوگا۔ مالوی جی ہوں گے۔ برخلاف اس کے بنگال، پنجاب، سندھ اور سرحد کے مسلمان زیادہ تر کمین ہیں یعنی لوہار، موچی، بڑھئی، کسان، مزدور حتیٰ کہ پنجاب کے بعض علاقوں کے مسلمان بھنگی کا کام کرتے ہیں ان میں سے بھی ہندو سرمایہ دار ہیں۔ تعلیمی فتنہ ہیں۔ تجارت یہاں کا قبضہ ہے۔ پشاور والوں کو شلوار کے لئے لٹھا امرتسر کی منڈی سے خریدنا پڑتا ہے۔

یہ خیالات ایک عالم دین کے ہیں جو سرمایہ داری سے مرعوب ہے اور مسلمانوں کو کمین کہکر اسلام کی توہین کر رہا ہے
(حیات محمد علی جناح از جناب رئیس احمد صاحب جعفری صفحہ ۴۲۳ تا صفحہ ۴۲۶)

یہ ہیں مولینا عبدالحامد القادری بدایونی صاحب کے راہ نما جن کی قیادت کا فخر آج انہیں حاصل ہے مولانا سے

بنے کیونکر کہ ہے سب کار اُلٹا
ہم اُلٹے بات اُلٹی یار اُلٹا

چیلنج

آیئے مولانا احمدیوں کو شکست فاش دینے کا گر ہم آپکو بتاتے ہیں۔ بہت سہل ہے۔

اگر آپ کو واقعی یہ شوق ہے کہ احمدیت کو شکست دے کر ایک نام پیدا کریں تو میدان تبلیغ میں ہمارے مقابل پر آیئے اور اپنے معتقدات کے مطابق اسلام کی تبلیغ اندرون پاکستان و بلاد غیر کے لئے نکلئے دنیا خود بخود معلوم کر لے گی کہ اللہ تعالے کی نصرت کس کے ساتھ ہے۔

مولانا سنئے قدیم سے سنت اللہ کچھ اسی طرح ہی واقع ہوئی ہے کہ ؎

کبھی نصرت نہیں ملتی درِ مولیٰ سے گندوں کو
کبھی ضائع نہیں کرتا وہ اپنے نیک بندوں کو

(ذبیح موعود)

بالآخر میں پھر یہ کہدینا چاہتا ہوں کہ یہ جو کچھ لکھا گیا ہے اس غرض سے نہیں کہ ہمیں ...... علماء کے فتوؤں کی کوئی پرواہ ہے یا خوف ہے حاشا وکلا سارا جہاں ہمیں کافر کہتا رہے ہم اس کی پرواہ نہیں رکھتے یہ تو کچھ کہا گیا ہے محض آپ کو ایک غلط فہمی سے نکالنے کی غرض سے لکھا گیا ہے تاکہ آپ کو معلوم ہو جائے کہ جس راستہ پر آپ چل رہے ہیں اور لوگوں کو چلانا چاہتے ہیں وہ مسلمان قوم کے لئے کامیابی اور فلاح کا رستہ نہیں بلکہ ہلاکت اور تباہی کی راہ ہے

من از ہمدردیت گفتم تو خود ہم فکر کن یارے
خرد از بہر ایں روز است اے دانا و ہشیارے

سیکرٹری - احمدیہ انجمن اشاعت لاہور

شائع کردہ
پبلسٹی دفتر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

ایک محترم بزرگ کی وفات

یہ خبر جماعت کے تمام حلقوں میں نہایت رنج و اندوہ سے سُنی جائے گی کہ محترم چوہدری نظام الدین صاحب رئیس چک ۔۔ ۲ اوکاڑہ کچھ عرصہ بیمار رہ کر عالم جاودانی کو رحلت فرما گئے اناللہ وانا الیہ راجعون۔ چوہدری صاحب ممدوح نہایت نیک اور صالح بزرگ تھے۔ اور دینی کاموں میں ہمیشہ بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے رہے تھے۔ ہمیں اس صدمہ میں ان کے برادران حافظ محمد بخش صاحب و دیگر برادران ۔۔۔۔۔۔ اور ان کے فرزندان چوہدری بشیر احمد و خیر ہم و دیگر لواحقین سے دلی ہمدردی ہے، دعا ہے اللہ تعالیٰ ان سب کو صبر جمیل کی توفیق دے اور چوہدری صاحب مرحوم کو اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے احباب کرام سے جنازہ غائبانہ کی درخواست ہے،

ایک ضرورت کا اظہار

میرے پاس اخبار پیغام صلح لاہور کے سالانہ فائل ۱۹۳۲ء سے اب تک کے موجود ہیں۔ میں ان کی جلد بندی کرا کے لائبریری میں رکھوانا چاہتا ہوں۔ صرف چند پرچے نہیں ہیں اگر کسی صاحب کے پاس ہوں تو مطلع فرمادیں تاکہ منگوا سکوں۔
پرچہ ہائے ناموجود جن کی ضرورت ہے حسب ذیل ہیں:-

اوّل - ۱۹۴۵ء کا آخری پرچہ میری فائل میں نمبر ۴۸ مورخہ ۱۶ر نومبر ۴۵ء ہے بعد کے جتنے پرچے اس سال کے ہوں مجھے چاہئیں۔

دوم - ۱۹۴۰ء کے فائل میں نمبر ۴۷ مورخہ ۲۹ر نومبر ۱۹۴۰ء نمبر ۴۹ مورخہ ۱۴ر دسمبر ۱۹۴۰ء نمبر ۵۰ مورخہ ۲۷ یا ۲۸ دسمبر ۱۹۴۰ء

(باقی بر صفحہ ۱۱ کالم ۲)

ینگ مینز احمدیہ ایسوسی ایشن (بقیہ صفحہ ۸)

نے کئی واقعات سنائے۔ واقعات کے اس سلسلہ نے ان کی تقریر میں بڑی جاذبیت پیدا کر دی۔

انہوں نے مشرق و مغرب میں دو امتیازی فرق بیان کئے اوّل تو مغرب میں طرز زندگی مشرق کی نسبت بہت اعلیٰ ہے دوسری بات جس کی وجہ سے مغرب کو مشرقی اقوام پر فوقیت حاصل ہے وہ ان کی عام ذہنیت میں بلندی ہے انہوں نے مثالوں سے واضح کیا کہ صداقت۔ راستبازی۔ ایمانداری۔ فرض شناسی و دوسروں کے حقوق کا خیال یہ خوبیاں انگریزوں میں اس قدر رائج ہو چکی ہیں کہ وہاں یہ باتیں عام نظر آتی ہیں۔ ڈاکٹر صاحب کو انگریزوں میں صرف دو برائیاں نظر آئیں۔ شراب نوشی اور ناچ۔ انہوں نے مزید یہ بتایا کہ اجتماعی زندگی کی ضرورت کو انگریزوں نے خوب سمجھا ہے اور وہ اس سے پورا فائدہ اٹھاتے ہیں انہوں نے یہ بھی انکشاف کیا کہ ایسے ملک میں جہاں کردار کی اس قدر بلندی ہے وہاں ہمارے ہائی کمشنر کے دفتر کا طرز عمل عام طور پر اچھا نہیں سمجھا جاتا۔

ووکنگ مشن کا ذکر کرتے ہوئے انہوں نے فرمایا کہ مشن کا انگلستان پر اچھا اثر ہے وہ پاکستان کے لوگوں کے لئے مفید ثابت ہوا ہے انہوں نے بتایا کہ مذہب سے عام لوگوں کو دلچسپی نہیں۔ مولانا آفتاب الدین صاحب کے سوال کرنے پر انہوں نے جواب دیا کہ انگلستان کے عوام کو اسلام سے چنداں دلچسپی نہیں۔ غلام ربانی صاحب نے اس پر سوال کیا کہ کیا وہاں کے مفکر اپنی زندگی میں کوئی خلا محسوس کرتے ہیں کہ ہم امید کر سکیں کہ اسلام اس خلا کو پُر کر دے گا؟ ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ اس پہلو پر غور کرنے کا انہیں خیال نہیں آیا لیکن ان لوگوں کے ظاہری حالات اچھے ہونے کے باوجود ان کے دل مطمئن نہیں اور ان کی اندرونی زندگی بہت سی پریشانیوں سے گھری ہوئی ہے جس کو صرف اسلام ہی دور کر سکتا ہے۔

مرزا مقبول احمد صاحب نے پوچھا کہ وہاں خودکشیاں ہوتی ہیں تو مقرر نے مثبت میں جواب دیا۔ راقم الحروف نے پوچھا کہ اگر ووکنگ میں ہم حضرت مسیح موعود کی شخصیت کو بڑے زور کے ساتھ پیش کریں تو کیا اس سے ہمارے تبلیغی اثر میں کوئی خاطر خواہ ترقی ہو سکتی ہے؟ اس کے جواب میں ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ اس سوال میں وہ اپنے آپ کو اُلجھانا نہیں چاہتے تاہم ان کی ذاتی رائے یہی ہے کہ کم از کم احمدی عقاید کو کھلم کھلا پیش کیا جائے اور لوگوں کو بتایا جائے کہ خدا آج بھی بولتا ہے اور وحی ولایت جاری ہے۔

آخر میں ڈاکٹر غلام محمد صاحب نے بحیثیت صدر ایک مختصر تقریر فرمائی جس میں انہوں نے بتایا کہ مغرب کی تمام قوموں سے سب سے زیادہ صلاحیتیں انگریز میں ہیں۔ اگرچہ سب سے زیادہ نقصان اس قوم نے مسلمانوں کو پہنچایا ہے پھر بھی یہ قوم ضرور اسلام قبول کرے گی اور حضرت مسیح موعود کے کشوف بھی یہی ظاہر کرتے ہیں۔ اس کے بعد صاحب صدر نے دعا

درخواست دعا

اخویم محمد اعظم صاحب علوی کی اہلیہ محترمہ کئی دنوں سے بیمار ہیں ان کی صحت کے لئے احباب سے دعا کی پُرزور استدعا کی جاتی ہے۔

مسئلہ وفات مسیح اور مودودی صاحب

ابن عرب احمدی

ہمارے دوست ابن عرب صاحب احمدی کا ایک خط ذیل میں شائع کیا جاتا ہے، جو انہوں نے جماعت اسلامی کے امیر مولانا مودودی صاحب کو ان کی تصنیف تفہیم القرآن میں توفی اور وفات مسیح کی بحث پڑھکر لکھا، بجائے اس کے مولانا مودودی ابن عرب صاحب کی تنقید کا کوئی جواب دیتے اور ان کے دلائل کی غلطی کو واضح کرنے کی کوشش کر سکتے یا اگر کوئی جواب ان کے پاس نہ تھا تو اہل حق کی طرح پیشکردہ دلائل کی صداقت کو مان لیتے، انہوں نے سلسلہ مراسلت سے مستقل معذرت کا اظہار کیا ہے، چنانچہ ان کا معذرت نامہ اس خط کے آخر میں درج ہے جس سے قارئین خود اندازہ کر سکتے ہیں کہ ابن عرب صاحب کے پیشکردہ دلائل کس قدر وزنی اور پختہ ہیں اور مولانا مودودی کی معذرت خواہی اپنے اندر کیا معنے رکھتی ہے۔ یہ مکتوب اگرچہ بہت طویل ہے لیکن اپنے موضوع کے لحاظ سے کافی دلچسپ ہے۔ امید ہے قارئین کرام کیلئے اسکی طوالت گراں خاطر نہ ہوگی۔ (ایڈیٹر)

وفات مسیح کے عقیدہ کی اہمیت

مکرم معظم جناب مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی صاحب

السلام علیکم۔

وفات مسیح کا عقیدہ پنج بنائے اسلام میں سے نہیں۔ اس مسئلے میں احمدیوں کا شغف اس بناء پر ہے کہ اس کے بارے میں جو غلطی مسلمانوں کے اندر راہ پا گئی تھی اللہ تعالے نے ایک مامور بھیجکر اس کی اصلاح فرمائی۔ پس اس غلطی کو چھوڑنے سے نہ صرف الٰہی فرستادہ کی دعوت پر لبیک کہنے کی سعادت حاصل ہوتی ہے بلکہ اس سے ایک طرف تو عیسائیت کے حملے کے بالمقابل اسلام کے دفاع اور حفاظت کی سد سکندری کھڑی ہوتی ہے اور دوسری طرف خود عیسائی دنیا کے اندر اسلام کے غلبہ اور فتوحات کا دروازہ کھلتا ہے۔ لیکن جو مسلمان شدیا قصور فہم سے نسلاً بعد نسل ہی کے باطل عقیدہ کو اپنائے رکھنے پر مصر ہو اس سے خواہ مخواہ الجھنا ہمارا شعار نہیں ہے۔ ہاں اگر کوئی خود ہم سے ٹکرائے تو اس شیشے کا چکنا چور ہونے دکھانا نہ صرف ہمارا فریضہ بن جاتا ہے بلکہ عین ہمارے تعشق کی بات ہو جاتی ہے۔

ایک ناپاک الزام

انہی دنوں آپ کی تازہ تصنیف تفہیم القرآن دیکھنے کا اتفاق ہوا ہے۔ اسے شوق سے ہی پڑھا ہے اور اس سے استفادہ بھی کیا ہے لیکن اس میں آپ نے خوف خدا کو کلیتہً دل سے نکال کر یہ ناپاک الزام لگایا ہے کہ "جو لوگ قرآن کی آیات سے مسیح کی وفات کا مفہوم نکالنے کی کوشش کرتے ہیں وہ دراصل یہ ثابت کرتے ہیں کہ اللہ میاں کو صاف سلجھی ہوئی عبارت میں اپنا مطلب ظاہر کرنے تک کا سلیقہ نہیں ہے۔ اعاذنا اللہ من ذالک"۔ آپ کا یہ الزام ہی اس تحریر کا محرک ہوا ہے۔ اور اس کے مفصل جواب سے قبل یہاں اجمالاً اتنا ہی کہتا ہوں اِنَّ ھٰذَا لَاِبُھْتَانٌ عَظِیْمٌ۔

آپ نے بانیٔ سلسلہ احمدیہ کی طرف لوگوں کے رجوع کو روکنے کی غرض سے نہ صرف ایک تاریخی بلکہ قرآنی حقیقت کو مشتبہ کرنے پر پورا زور صرف کیا ہے۔ لیکن یہ تو خیال کر لیا ہوتا کہ مَن یَّعمل ما استجیب له۔ اس تمام بحث سازی کا کیا اثر ہوگا۔ بانی سلسلہ احمدیہ کی یہ بات تو اس حد تک قبول کی جا چکی ہے، کہ لاکھوں آدمی اس کی جماعت میں داخل ہو چکے ہیں اور وہ ہر ملک و دیار میں ہیں اور جو اس کی جماعت میں شامل نہیں ہوئے ان میں بھی ایک معقول تعداد ایسے لوگوں کی ہے جن میں آپ سے بھی بڑھکر بلند پایہ کے علماء بھی ہیں۔ جو کہ اس سچائی کو قبول کر چکے ہیں۔ پھر اس کے نقیب اس کی دعوت کو اٹھاتے ہوئے اکناف عالم میں پہنچ چکے ہیں۔ تو ایسی صورت میں آپ کی یہ ساری کوشش ایک حجتہ واحضہ ہو کر رہ جاتی ہے۔

بے معنی محاورہ قرآن کیطرف منسوب نہیں ہو سکتا

آپ نے اپنی تقریر لفظ توفّی کی تشریح سے شروع کی ہے اس لئے یہ ایک فطری صورت ہوگی۔ کہ آپ کے استدلال کی بے تمکینی کے دکھانے کے عمل کا بھی اسی نقطہ سے آغاز ہو۔

دوسرے انسانوں اور رسولوں کے ایک ہم مثل بشر اور رسول حضرت مسیح کو بھی وفات یافتہ ہی سمجھنے کے طبعی خیال کو لیپٹے سامعین کے ذہنوں سے دور رکھنے کی خاطر آپ نے اپنا درس یوں شروع فرمایا ہے:۔

"توفی کے اصل معنے لینے اور وصول کرنے کے ہیں۔ روح قبض کرنا اس لفظ کا مجازی استعمال ہے، نہ کہ اصل لغوی معنے"

اس نقش اول کے متعلق گذارش ہے۔ کہ دوسرے علماء کی طرح جن کا ان لغوی معنوں کے اطلاق پر زور رہا ہے اگر صاحب تفہیم القرآن بھی وفات کے مفہوم سے ہٹا کر ذہنوں کو ان لغوی معنوں کے اطلاق کی طرف پھیرنا چاہتے ہیں۔ تو حصول مراد کے لحاظ سے ان کی بھی یہ سعی ایسی ہی ناکام رہے گی۔ جیسے چوکور چیز کا گول سوراخ میں نصب کرنا۔ جب لسانیات کی دنیا میں انسان کو پورا لینے یا وصول کرنے کا محاورہ ہی وضع نہیں ہوا تو انسانی ذہن اس غیر مسموع محاورے کے استعمال سے کیسے کوئی مفہوم اخذ کر سکتا ہے۔ ہاں قرآن کے طالب علموں کے ذہنوں کو اس اطلاق کی طرف پھیرنے سے یہ ضرور ہوگا کہ ان کے دلوں میں یہ نقش بیٹھ جائے گا کہ قرآن کتاب مبین نہیں۔ اور عربی زبان مبین نہیں۔ لیکن ظاہر ہے کہ قرآن اور زبان عربی کی فصاحت پر تو حرف نہیں رکھا جا سکتا۔ پس یہی کہنا پڑے گا۔ کہ یہ جو ایک بے معنی محاورہ انسانی ذہنوں میں اتارا جا رہا ہے اسے ہی قرآن کی طرف منسوب کرنا غلط ہے۔

منصب سے واپس بلانے پر توفی کا اطلاق

لغوی مفہوم بتانے کے بعد آپ نے فرمایا ہے:۔

"یہاں یہ لفظ انگریزی لفظ to recall کے معنی میں مستعمل ہوا ہے۔ یعنی کسی عہدے دار کو اس کے منصب سے واپس بلا لینا"۔

اس استعمال کے متعلق گذارش ہے۔ (۱) عربی زبان مبین تو ابتداء سے آفرینش سے ہی تھی۔ لیکن نزول قرآن اور بعثت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ یہ ایک حکمران قوم کی بھی زبان ہو گئی۔ زمانہ نبوی سے لے کر اس وقت تک عربی بولنے والوں کو حکومت حاصل چلی آ رہی ہے۔ فرمانروا عہدے دار مقرر بھی کرتے رہے ہیں۔ اور ان میں سے بعض کو ریکال بھی کرتے رہے ہیں۔ فرامین نبوی اور آپ کے بعد اس وقت تک کے کسی عہد کے حکمرانوں کی سرکاری دستاویزوں سے دکھایا جائے۔ کہ جب کسی سبب سے انہوں نے کسی عہدے دار کو ریکال کیا۔ تو واپسی کے احکام یا فیصلے کے ریکارڈ میں انہوں نے توفی کا لفظ استعمال کیا ہو۔ اس وقت بھی مصر۔ شام۔ عراق۔ حجاز اور یمن میں عرب حکومتیں قائم ہیں۔ ان کے دفتری ریکارڈ اور مراسلات سے دکھایا جائے۔ کہ وہ کسی عہدے دار کو ریکال کرتے وقت توفی کا استعمال کرتے ہوں۔

عزل انبیاء

(۲) اس استعمال کے متعلق دوسری گذارش ہے۔ کہ جب آپ حضرت مسیح کی دعوت پیغمبری کا انجام لفظ ریکال سے تعبیر کرتے ہیں۔ تو اس سے صاف لازم آتا ہے۔ کہ وہ منصب نبوت سے معزول کر دیئے گئے۔ اگر ایسا ہی ہوا جیسے کہ آپ نے ظاہر کیا تو اس سے صاف لازم آتا ہے۔ کہ آپ کے نزدیک انبیاء نبوت سے معزول بھی کر دیئے جاتے ہیں۔ اس حیرت انگیز انکشاف کے متعلق ایک "قادیانی" کو تو آپ غالباً کوئی جواب نہ دیں گے۔ اور یہ کہدیں گے کہ "میں آپ سے کسی بحث میں الجھنا نہیں چاہتا" لیکن مسلمانوں میں سے ایسے لوگ ضرور ہیں کہ جب آپ کے اس انکشاف کا علم پا کر وہ کھڑے ہوں گے تو آپ کو دامن چھڑانا مشکل ہوگا۔ اور بتلانا ہی پڑے گا کہ عزل انبیاء کا عقیدہ کیسے درست ہو سکتا ہے۔

منصب سے واپس بلانے کی سنت سے حضرت یحییٰ کیوں باہر رہے

(۳) تیسری گذارش اس استعمال کے متعلق یہ ہے۔ کہ حضرت مسیح کے ریکال کا جو پس منظر آپ نے بتایا ہے۔ اس میں بیان کیا ہے:۔

"چونکہ بنی اسرائیل صدیوں سے مسلسل نافرمانیاں کر رہے تھے بار بار کی تنبیہوں اور فہمائشوں کے باوجود ان کی قومی روش بگڑتی ہی چلی جا رہی تھی۔ پے در پے کئی انبیاء قتل کر چکے تھے سر اس صالح بندے کے خون کے پیاسے ہو جاتے تھے۔ جو نیکی اور راستبازی کی طرف انہیں دعوت دیتا تھا اس لئے اللہ تعالے نے ان پر حجت تمام کرنے اور انہیں ایک آخری موقعہ دینے کے لئے حضرت عیسیٰ اور حضرت یحییٰ علیہ السلام جیسے دو جلیل القدر پیغمبروں کو بیک وقت مبعوث کیا .... مگر بنی اسرائیل نے اس آخری موقعہ کو بھی ہاتھ سے کھو دیا اور نہ صرف ان دونوں پیغمبروں کی دعوت رد کر دی بلکہ ان کے ایک رئیس نے علی الاعلان حضرت یحییٰ جیسے بلند پایہ انسان کا سر ایک رقاصہ کی فرمائش پر قلم کرا دیا۔ اور ان کے علماء اور فقہاء نے سازش کر کے حضرت عیسیٰ کو رومی سلطنت سے سزائے موت دلوانے کی کوشش کی۔ اس کے بعد بنی اسرائیل کی فہمائش پر مزید وقت اور قوت صرف کرنا بالکل فضول تھا اس لئے اللہ تعالے نے اپنے پیغمبر کو واپس بلا لیا"۔ (حاشیہ زیر آیت انی متوفیک)

(الف) اس پس منظر کے پیش نظر کونسا انسان ہے جس کی فطرت پکار پکار کر نہ کہہ دیگی کہ اگر انہی وجوہات کی بناء پر حضرت

مسیح کو ریکال کیا گیا۔ تو بقول آپ کے یہ وجوہات تو صدیوں سے چلی آرہی تھیں عہدہ نبوت سے واپس بلانے کی سنت اللہ تعالیٰ نے پہلے کیوں نہ جاری فرمائی۔ اور اگر اپنی کسی حکمت سے پہلے انبیاء کے وقت ایسا کرنا درست نہ سمجھا۔ تو اب جبکہ حضرت مسیح کی جان پہ آبننے سے اسے جاری کیا تھا۔ تو حضرت یحییٰ علیہ السلام کو تو اس سنت سے باہر نہیں رکھنا چاہیئے تھا۔ آپ تسلیم کریں یا نہ کریں اللہ تعالےٰ کے اس امتیازی سلوک سے انسانی فطرت پر ضرور بوجھ پڑتا ہے۔ کہ اس نے دو یکساں جلیل القدر پیغمبروں کو بیک وقت مقصد واحد دے کر مبعوث کیا۔ لیکن ان میں سے ایک کے تو ایک رقاصہ کی فرمائش پر سر قلم ہوجانے پر بھی وہ خاموش رہا۔ لیکن جب دوسرے پر پیلاطوس کی عدالت سے سزائے صلیب کا فتوےٰ صادر ہوا تو اس کے روئے صلیب دیکھنے سے پہلے ہی اسے واپس بلا لیا۔

تکذیب اور تعذیب کی بنا پر نبیوں کو واپس بلانا قرآن کے خلاف بات ہے

(ب) اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے:۔ أفنضرب عنكم الذكر صفحًا أن كنتم قومًا مسرفين اور دوسری جگہ فرمایا ہے وما منعنا أن نرسل بالآيات إلا أن كذب بها الأولون۔ لیکن برخلاف اس کے آپ فرماتے ہیں:۔

"کہ اس کے بعد بنی اسرائیل کی فہمائش پر مزید وقت اور قوت صرف کرنا بالکل فضول تھا اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کو واپس بلا لیا"

آپ کی اس تفہیم کی رُو سے ذات باری کا تقویٰ اس تھوڑ دلے شخص کی ہم مثل ہوجاتا ہے۔ جو یہ دیکھ کر کہ اس کے شفقت بھرے کام کی قدر نہیں کی جارہی وہ اپنا کام ہی بند کر دیتا ہے۔ اور اپنے کارندے واپس بلا لیتا ہے۔ لیکن برخلاف اس کے اللہ تعالیٰ تو اپنی شان یہ بتلاتا ہے واللہ متم نورہ ولو كره الكافرون۔

حضرت مسیح کا نزول امت محمدیہ میں دوبارہ کیوں ہو

(۴) حضرت مسیح کو ریکال کئے جانے والی بات کے سلسلے میں ایک اور بات کا بیان ہونا بھی برمحل معلوم ہوتا ہے۔ اور وہ یہ کہ ان کو ریکال تو کیا تھا بنی اسرائیل کی نافرمانیوں کی وجہ سے، تو بنی اسرائیل کے توبہ کرنے پر یا محض اپنے بے پایاں عفو و کرم کی بنا پر اگر پھر دوبارہ اللہ تعالیٰ نے انہیں بھیجنا چاہا تھا تو طبعی صورت تو یہی ہے کہ دوبارہ بنی اسرائیل کے اندر ہی بھیجے جاتے۔ اور وہ کتے بھی رسولًا إلى بني إسرائيل نہیں آپ کا کہنا ہے۔ کہ ان کی دوبارہ آمد امت محمدیہ کے اندر ہوگی۔ آخر کیوں؟ خصوصاً اس بات کے پیش نظر کہ ہماری تو شریعت بھی کامل ہے۔ اور ہمارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا دامن بھی تا قیامت ممتد ہے۔ آپ کے بعد جب کسی نئے نبی کے آنے کی ضرورت نہیں۔ تو کسی پرانے کے آنے کی کیا وجہ،

کسی لفظ کے مجازی معنوں کی اہمیت

توفی کے تیسرے معنی آپ نے قبض روح کے بھی تسلیم کئے ہیں گو ذہن کو وفات کا مفہوم قبول کرنے سے روکنے کی غرض سے بیان یوں کیا گیا ہے:۔

"روح قبض کرنا اس لفظ کا مجازی استعمال ہے۔ نہ کہ اصل لغوی معنے"

میں یہاں اس بحث میں پڑنا نہیں چاہتا کہ جب توفی کا خدا فاعل اور انسان مفعول ہو۔ تو اس کے حقیقی معنے ہی قبض کے ہوتے ہیں۔ یہاں آپ ہی کے ساتھ چلتے ہوئے مجھے یہ دکھانا مقصود ہے۔ کہ اس حقیقت سے کوئی ذی علم و فہم انکار نہیں کرسکتا۔ کہ بعض مجازی استعمالوں کے ساتھ ایسا مفہوم وابستہ ہوجاتا ہے کہ وہاں وہی معنے اصلی اور حقیقی کا حکم رکھتے ہیں۔ ظاہر ہے۔ کہ سب امثلہ کو دکھانے کے لئے ایک کتاب کا لکھنا بیکار ہے ذہن کو منتقل کرنے کے لئے صرف ایک مفہوم کے گرد گھومنے والے چند محاورات کا ذکر کافی ہوگا۔

کہا جاتا ہے کہ فلاں شخص گزر گیا۔ فلاں شخص کا وقت پورا ہوگیا یا محاورہ ہند واں فلاں پورا ہوگیا۔ فلاں خدا سے جا ملا یا فلاں کو خدا لے گیا۔ خدا نے فلاں کو بلا لیا یا فلاں خدا کے پاس پہنچ گیا۔ خدا نے اسے اُٹھا لیا۔ وہ خدا کو پیارا ہوگیا۔ یا بزبان فارسی او برحمت حق پیوست وغیرہ ذالک ظاہر ہے کہ یہ سب استعمالات ایک مجازی مفہوم کے ہی حامل ہیں۔ لیکن اس بات سے کون انکار کرسکتا ہے کہ وہی مجازی معنی ہی ان محاورات کے اصلی اور حقیقی معنی قرار پا گئے ہیں۔ یعنی یہ کہ فلاں شخص وفات پا گیا پس کونسا ایسا ادیب ہوسکتا ہے جو کہ بوجہ اس کے کہ سب استعمالات مجازی ہیں۔ اس لئے وفات کے مفہوم کو ثانوی اور ناقابل توجہ قرار دیکر اس شخص کی وفات کی خبر کو غلط یا مشتبہ قرار دے جس کے حق میں ان محاورات میں سے کسی ایک کا استعمال ہوا ہو۔

وفات کے مفہوم پر مشتمل اردو محاورات دراصل توفاہ اللہ ہی کا ترجمہ ہیں

اس سلسلے میں مزید گذارش یہ ہے کہ آپ جیسے عالم سے یہ حقیقت پوشیدہ نہیں ہوسکتی کہ کس طرح شعوری یا غیر شعوری طور پر ایک زبان کے محاورات دوسری زبان میں منتقل ہوتے رہتے ہیں۔ اور ام الالسنہ قرآن کی بولی کی چھاتیوں سے تو سب زبانوں نے دودھ پیا ہے۔ اور آپ نے لفظ توفی کے جو معنے بیان کئے ہیں ان کے لحاظ سے ہماری زبان کے یہ محاورات اللہ نے "اسے لے لیا" وہ خدا کے پاس پہنچ گیا۔ یعنی اللہ نے "اسے وصول کر لیا"۔ اللہ نے اسے بلا لیا۔ یعنی "ریکال کر لیا"۔ تو قرآنی یا عربی محاورہ توفاه الله کا عین لفظی ترجمہ ہیں۔ اس حقیقت کے پیش نظر سوائے اس شخص کے جو حد درجہ کا "ناقص الفہم" ہو یا جسے ضد اور ہٹ دھرمی سے انکار کرنے پہ ہی اڑے رہنے کا فیصلہ کر دکھایا ہو۔ اور کوئی شخص ایسا نہیں ہوسکتا جو کسی زبان کے محاورے کے ترجمہ کا جو مفہوم قبول کر چکا ہے۔ اس محاورے کے اصلی الفاظ سامنے آنے پر اپنے اسلم اور مقبول مفہوم سے انکار کر دے۔

آپ کا موقف

جہاں دوسرے علماء سے جدت پیدا کر کے توفی کے معنے عہدہ نبوت سے واپس بلا لینے کے کئے ہیں وہاں ان کا ساتھ کرتے ہوئے آپ نے رفع جسمانی کے مفہوم کو بھی درست کہا ہے۔ جیسے کہ فرمایا:۔

"قرآن ایسے الفاظ استعمال کرتا ہے۔ جو کہ زندہ اُٹھا لینے کا احتمال تو رکھتے ہیں"

قرآن نے رفع جسمانی کے عقیدہ کی صاف تردید کرنے کے بجائے وفات کے محتمل المعنیین لفظ استعمال کیا ہے۔ لیکن اس رفاقت پر اعتراضات کی زد سے بچنے کی خاطر ایک ہی قدم ان کے ہمراہ چل کر معًا ایک طرف کو پیٹ لگا کر الگ ہوگئے۔ اور یہ کہدیا ہے کہ:۔

"قرآن نہ اس بات کی تصریح کرتا ہے۔ کہ اللہ ان کو جسم و روح کے ساتھ کرۂ زمین سے اُٹھا کر آسمانوں پر کہیں لے گیا۔ نہ یہی صاف کہتا ہے۔ کہ انہوں نے زمین پر طبعی موت پائی اور صرف ان کی روح اُٹھائی گئی۔ اس لئے قرآن کی بنیاد پر نہ تو ان میں سے کسی ایک پہلو کی قطعی نفی کی جاسکتی ہے اور نہ اثبات"

میں آپ کے اس ثالثانہ موقف کے متعلق اس تحریر کے آخر میں کچھ عرض کروں گا۔ جزویات کو چھوڑ کر یہاں آپ کی پوری تقریر کے متعلق کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔

تفہیم القرآن اور حضرت مسیح علیہ السلام کے انجام کے متعلق عدم تعیین

ظاہر ہے سورۃ آل عمران یا مائدہ میں وارد شدہ لفظ (توفی) اور سورۃ النساء میں استعمال شدہ لفظ رفع سے کسی حکمت و فلسفہ کا نکتہ کسی ما بعد الطبیعی یا ما فوق الادراک مسئلے کا بیان کرنا مقصود نہیں بلکہ ایک تاریخی انسان۔ ایک اولوالعزم پیغمبر جو کہ ان سطور کے نزول سے چھ سو سال قبل پیدا ہو کر مبعوث ہوئے، کے انجام کا ذکر کرنا مقصود ہے۔ اور اس امر کے اظہار کے لئے کتاب مبین نے وہی عام فہم اور استعمال عامہ والا محاورہ استعمال کیا ہے جو اس جہان سے گذر جانے والوں کے متعلق لغت میں وضع شدہ ہے۔ یا جو اس نے خود متعدد دیگر مقامات پر رحلت کر جانے والے نفوس کے متعلق استعمال کیا ہے۔ لیکن ان ہر دو استعمالوں پہ جو کلام آپ نے کیا ہے۔ وہ اس بات کی صاف صاف عکاسی کر رہا ہے کہ محض بانی سلسلہ احمدیہ کو جھٹلانے کی خاطر اپنے دماغ کو انتہائی کاوش میں ڈال کر انجام مسیح کی حقیقت کو ایسا مشتبہ کیا ہے۔ کہ آپ کے سامعین میں سے کوئی بھی تو ایسا نہیں نکل سکے گا جو یقین سے یہ کہہ سکے کہ حضرت مسیح کے انجام کے متعلق آپ نے اسے کس یقینی اور متعین نتیجے پر پہنچایا ہے؟۔

اس کے بارے میں آپ کی تفہیمات یہ ہیں:۔

(۱) "اس لفظ (توفی) کے اصل معنے لینے اور وصول کرنے کے ہیں"

(۲) "روح قبض کرنا اس لفظ کا مجازی استعمال ہے"۔

(۳) "یہ لفظ طبعی موت کے معنوں پر صریح نہیں۔ بلکہ قبض روح قبض روح اور جسم دونوں پر دلالت کرسکتا ہے"

(۴) "یہ لفظ وفات کا محتمل المعنیین ہے۔ یعنی وفات کا مفہوم بھی رکھتا ہے اور زندہ اُٹھا لینے کا بھی"۔

(۵) "یہ لفظ ریکال یعنی عہدے سے واپس بلا لینے کے معنوں میں مستعمل ہوا ہے"

(۶) "قرآن عیسائیوں کی حضرت مسیح کے زندہ آسمان کی طرف اُٹھائے جانے کی روایت کو سرے سے غلط قرار نہیں دیتا۔ یہ کہنے کی بجائے کہ جسے تم الٰہ اور ابن اللہ بنا رہے ہو وہ مر کر مٹی میں مل چکا ہے۔ مزید اطمینان چاہتے ہو تو فلاں مقام پر جا کر اس کی قبر دیکھ لو لیکن ایسا کرنے کی بجائے قرآن صرف یہی نہیں کرتا کہ ان کی موت کی تصریح نہیں

کرتا بلکہ ایسے الفاظ استعمال کرتا ہے۔ جو زندہ اٹھائے جانے کے مفہوم کا کم از کم احتمال تو رکھتے ہیں"

(۷) بَل رَّفَعَهُ اللهُ اِلَيهِ۔ یہ معاملہ کی اصل حقیقت ہے۔ اس میں جزم اور صراحت کے ساتھ جو چیز بتائی گئی ہے وہ یہ ہے .... کہ اللہ تعالےٰ نے ان کو اپنی طرف اٹھا لیا"

(۸) "قرآن تو اس کی تصریح کرتا ہے کہ اللہ ان کو جسم و روح کے ساتھ کرۂ زمین سے اٹھا کر آسمانوں پر کہیں لے گیا۔ نہ یہی صاف کہتا ہے کہ انہوں نے زمین پر طبعی موت پائی"

(۹) "ان کا اٹھایا جانا اگر ایسا ہی ہوتا جیسا کہ ہر مرنے والا دنیا سے اٹھایا جاتا ہے۔ یا محض درجات و مراتب کی بلندی ہوتی جیسے حضرت ادریس کے متعلق آیا ہے ورفعناہ مکانا علیا۔ تو اس مضمون کو بیان کرنے کا انداز یہ نہ ہوتا جو ہم یہاں دیکھ رہے ہیں"

(۱۰) "اگر یہ رفع ویسا ہی معمولی قسم کا رفع ہوتا جیسے ہم محاورہ میں کسی مرنے والے کو کہتے ہیں کہ اللہ نے اسے اٹھا لیا۔ تو اس کا ذکر کرنے کے بعد یہ فقرہ بالکل غیر موزوں تھا۔ کہ اللہ زبردست .... طاقت رکھنے والا اور حکیم ہے"

(۱۱) "قرآن کی رو سے زیادہ مطابقت جو طرز عمل رکھتا ہے تو وہ صرف یہی ہے کہ رفع جسمانی کی تصریح سے بھی اجتناب کیا جائے۔ اور موت کی تصریح سے بھی"۔

(۱۲) ان کے اٹھائے جانے کو اللہ تعالیٰ کی قدرت قاہرہ کا ایک غیر معمولی ظہور سمجھتے ہوئے اس کی کیفیت کو اسی طرح مجمل چھوڑ دیا جس طرح خود اللہ تعالیٰ نے مجمل چھوڑ دیا ہے"

(۱۳) "وَقَولِهِم اِنّا قَتَلنَا المَسيحَ ابنَ مَريَمَ... .... یہ آیت تصریح کرتی ہے۔ کہ مسیح علیہ السلام صلیب پر چڑھائے جانے سے پہلے اٹھا لئے گئے"

(۱۴) "قرآن اور بائبل کے بیانات کا متقابل مطالعہ کرنے سے ہم یہ سمجھتے ہیں کہ غالباً پیلاطوس کی عدالت میں پیشی آپ ہی کی ہوئی تھی۔ مگر جب وہ فیصلہ سنا چکا ....

تب اللہ تعالےٰ نے کسی وقت آنجناب کو اٹھا لیا"

(۱۵) "بعد میں یہودیوں نے جس شخص کو صلیب پر چڑھایا۔ وہ مسیح نہ تھا بلکہ کوئی اور شخص تھا۔ جسے **نہ معلوم** کس وجہ سے انہوں نے عیسیٰ بن مریم سمجھ لیا"

(۱۶) "اب یہ معلوم کرنے کا ہمارے پاس کوئی ذریعہ نہیں کہ معاملہ کس طرح ان کے لئے مشتبہ ہو گیا"

توفّی یعنے موت

آپ کے ان تمام اقوال کو پڑھ کر بے ساختہ یہ الفاظ زبان پر جاری ہوتے ہیں :-

کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی

انسانی ذہن اس بات کے پانے سے قطعی قاصر ہے کہ کتاب مبین سے انجام مسیح کے متعلق کس حقیقت کی طرف آپ نے رہنمائی فرمائی ہے۔ لیکن بایں الزام آپ نے قائلین وفات مسیح پر لگایا ہے۔ کہ وہ درحقیقت یہ ثابت کرتے ہیں کہ اللہ میاں کو صاف سلجھی ہوئی عبارت میں بات کرنے کا سلیقہ نہیں۔ وہ مومن باللہ ہیں اور کسی اللہ کے پرستار کے دل کے اندر ذات باری تعالیٰ کی تقدیس کے خلاف ایسی ناپاک بات بھلا راہ بھی کیسے پا سکتی ہے۔ وہ تو وہی بات کہتے ہیں۔ جو زیر بحث مقام کو چھوڑ کر کلام الٰہی کے کئی دوسرے مقامات پر آپ کو بھی مسلم ہے۔ وہ وہی بات کہتے ہیں جو توفاہ اللّٰہ کے متعلق خود اہل زبان کہتے ہیں۔ پھر وہ وہی کہتے ہیں جو افصح العرب بھی کہتا ہے

فاقول کما قال عبد الصالح .... فلما توفیتنی کنت انت الرقیب الخ (بخاری) وہ وہی کہتے ہیں جو صحابہ کرام کہتے ہیں (۱) عن ابی هريرة قال لما توفی رسول الله صلى الله عليه وسلم وكان ابوبكر .... الخ (بخاری) (۲) عن عائشة ان ازواج النبي صلى الله عليه وسلم حين توفی رسول الله صلى الله عليه وسلم اردن ان يبعثن عثمان .... الخ (بخاری) اور وہ وہی کہتے ہیں جو آپ بھی کسی اپنے مسلمان بھائی بہن کی میت کو سامنے رکھ کر کہتے ہیں ومن توفيته منا فتوفه على الايمان۔ ان سندات کے ہوتے ہوئے بھلا قائلین وفات مسیح پر کیسے کوئی الزام لگانے کی جرأت کر سکتا ہے۔ جو کہ آپ نے ان پر لگایا ہے۔ ہاں **اگر کسی پر یہ الزام لگانا درست ہوسکتا ہے۔ تو تفہیم القرآن سے آپ کی تشریحات کا جو عکس ان اوراق پر اتارا گیا ہے۔ اس کے رو سے سو فیصدی یہ الزام آپ کی ذات پر لگ سکتا ہے۔ لیکن میں** تو آپ پر بھی یہ الزام نہ دوں گا۔ انی اخاف الله رب العالمین کہ آپ بھی تو مومن باللہ ہیں۔ ہاں یہ ضرور کہوں گا۔ کہ ایک کھلی کھلی صداقت کے جھٹلانے کے جنون سے فہم پر پردہ پڑ گیا ہے۔ اور اگر میں یہ بھی کہوں کہ اس صداقت کو آشکار کرنے والے مرد صادق کے من جانب اللہ ماننے سے انکار اور اس کی ذات سے انقطاع کے باعث فہم سلب ہو گیا ہے تو ایسا کہنا بھی درست ہو گا۔

مکافات عمل

آپ کو شکایت ہے۔ کہ دیوبند اور مظاہر العلوم کے "دارالافتاء" سے آپ پر "تیر" چھوڑنے والے "خدا ترسی" کا بھی خیال نہیں رکھتے قطع نظر اس کے کہ آپ کی شکایت درست بھی ہے یا نہیں اگر وہ درست بھی مان لی جائے تو اگر آپ کو اپنے نفس کا محاسبہ کرنے کی قدرے عادت ہو تو آپ پر صاف کھل جائے گا۔ کہ یہ تو مکافات عمل ہے آپ خود خوف خدا کا پاس نہ رکھتے ہوئے دوسروں پر نشتروں کا تیر چلاتے ہیں۔ اس کی سزا میں اللہ تعالےٰ بھی آپ پر بالمثل تیر چلوا دیتا ہے۔

بے انصافی

انصاف سے کہئے گا (۱) کہ انجام مسیح کے متعلق جو تقریر آپ نے کی ہے اس میں آپ نے یہ بھی تو کہا ہے کہ قرآن میں نہ تو رفع جسمانی کی تصریح ہے۔ نہ طبعی موت کی۔ تو اس صورت میں قرآنی آیات سے جو لوگ رفع جسمانی کا مفہوم نکالنے کی کوشش کرتے ہیں یکساں طور پر اس الزام کے نیچے آتے ہیں۔ جو آپ نے وفات کا مفہوم نکالنے والوں پر عائد کیا ہے۔ لیکن ظاہر ہے کہ آپ نے ان پر تو یہ الزام عائد نہیں کیا۔ تلک اذا قسمة ضيزى۔ نیز کیا اس سے یہ نتیجہ اخذ کرنا غلط کہا جا سکتا ہے کہ آپ نے ان پر الزام دینے سے اس لئے اجتناب کیا ہے۔ کہ وہ لوگ اکثریت میں ہیں۔ ان میں علماء دیوبند، مظاہر العلوم اور جمعیت العلماء پاکستان ہے جن کے سہام کا نشانہ بننے سے دل خائف ہے۔ اور ادھر جس بات سے قطعی بے فکری ہے۔ کہ احمدیوں کو جو چاہو کہہ لو اقامت دین کی تحریک کے امام کہلاتے ہوئے بھی قرآن کی صریح ہدایت ولا تنابزوا بالالقاب کو پس پشت ڈال کر ان کے نام کو بگاڑ کر ان کی طرف غلط باتیں منسوب کر لو۔ کم از کم اس دنیا میں تو کوئی پوچھنے والا نہیں بلکہ بیٹھ ٹھونکی جاتی ہے۔ باقی رہی خدا کے ہاں پرسش سو وہ تو پردۂ غیب میں ہے۔ کون وہاں سے ہو کر آیا ہے۔ کہ وہاں ایسا ہونا بھی ہے یا محض ڈراوہ ہی ہے۔

(۲) دوسری خدا خوفی سے دور بات آپ کی یہ ہے کہ جب خود آپ کو یہ تسلیم ہے۔ کہ لفظ توفی ذو المعانی ہے قبض روح مع البدن دونوں پر دلالت کر سکتا ہے۔ تو از روئے لغت وفات کے معنے کرنے والے کسی طرح بھی اس الزام کے مورد نہیں گردانے جا سکتے جو آپ نے ان پر لگایا ہے۔

حق سے تجاوز

(۳) اگر آپ اپنے ہی آئینہ میں رخ بینی کریں تو وہ بھی آپ کو دکھا دیگا کہ قائلین وفات پر الزام لگانے میں آپ نے حق سے "تجاوز" کیا ہے۔ ترجمان القرآن کی تازہ اشاعت میں "اختلاف کے جائز حدود" پر آپ نے فرمایا ہے :-

"اکثر مسائل میں میں بھی رائے رکھتا ہوں۔ اور لامحالہ میری ان میں سے بعض کے موافق اور بعض کے خلاف ہے۔ مگر میں صحیح کو صحیح اور غلط کو غلط کہنے پر ٹھہر جاتا ہوں اس سے آگے بڑھ کر میں ان لوگوں پر کوئی حکم چسپاں نہیں کرتا جن کی رائے سے میں نے اختلاف کیا ہے اور نہ میں بحث کا یہ طریقہ اختیار کرتا ہوں کہ میرے نزدیک فلاں شخص کی فلاں بات سے یہ لازم آتا ہے اور یہ کفر یا فسق یا ضلالت ہے۔ اور فلاں شخص ضال اور مضل یا کافر یا فاسق ہے"۔ اس طرح کا حکم لگا کر میں **حق سے تجاوز** سمجھتا ہوں۔ کیونکہ ہماری منطق کے رو سے اگر کسی شخص کے قول سے ایک بری بات لازم آتی ہے۔ تو ہم اسے یہ الزام نہیں دے سکتے کہ اس "لازم" کا بھی وہ التزام کرتا ہے۔ اس لئے اسے اس کا ملتزم ٹھہرا کر اس پر وہ حکم لگانا جو اس بری بات کے ملزم پر ہی لگایا جا سکتا ہو کسی طرح جائز نہیں"

بیشک حدود اختلاف کے یہ صحیح نشان ہیں لیکن :-

مشکلے دارم ز دانشمند مجلس باز پرس
توبہ فرمایاں چرا خود توبہ کمتر می کنند

ہم سے آپ کو اختلاف صرف اسی قدر ہے تاکہ لغت عربیہ کے ایک لفظ کا مفہوم و مطلب ہم وہ نہیں لیتے جو آپ لیتے ہیں۔ تو اگر آپ نے یہ کلمات صرف واعظ منبر کی طرح منبر پر جلوہ آرائی کرنے کی غرض سے نہیں کہے تو انہی کی رو سے زیادہ سے زیادہ آپ ہم پر یہ حکم لگا سکتے تھے۔ **کہ ہم توفی کے معنے غلط کرتے ہیں۔** لیکن اس سے آگے بڑھ کر یہ کہنا **کہ ہم معاذ اللہ اللہ تعالےٰ کی ذات پر یہ عیب ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ اسے صاف سلجھی ہوئی عبارت میں بات کرنے کا سلیقہ نہیں آتا** سراسر حق سے تجاوز ہے یا نہیں۔ یقیناً یہ حق سے تجاوز ہے۔ اور یہ کلمہ کبیرہ ہے جو آپ کے منہ سے نکلا ہے۔

میری فتح ہوئی میرا غلبہ ہوا

یہاں تک جو کچھ میں نے کہا ہے۔ وہ میرے مدعا تحریر کا

ایک ورق ہے۔ ابھی مجھے دوسرا ورق بھی کھول کر آپ کے سامنے رکھنا ہے۔ اور وہ یوں شروع ہوتا ہے "میری فتح ہوئی میرا غلبہ ہوا" یہ وہ پُرشوکت الفاظ ہیں، جو خدائے عزیز و حکیم کی طرف سے ہمارے سلسلے کے بانی پر الہاماً نازل ہوئے تھے اور آج سے ساٹھ سال قبل جب آپ نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے بارش کی طرح کثرت وحی کا نزول پاکر اس بات کا انکشاف کیا کہ قرآن اور حدیث قطعیۃ الدلالت سے کہتے ہیں۔ کہ حضرت مسیح وفات پا چکے ہیں۔ تو آپ پر کفر کا فتوےٰ لگایا گیا۔ لیکن ساٹھ سال کے عرصہ میں زمین نے آسمان نے حضرت مسیح کی وفات پر اس قدر شواہد کا انبار لگا دیا ہے۔ اور ہر آن شواہد میں اس قدر اضافہ ہو رہا ہے کہ ان کے شمار کے لئے کئی ضخیم مجلدات بھی ناکافی ہوں گی۔ صرف آپ کے الزام کے پیش نظر آپ پر اتمام حجت کی خاطر چند باتوں کا ذکر کیا جاتا ہے۔

(۱) لفظ توفی جس کے معنے وفات کرنے پر بانی سلسلہ پر کفر کا فتویٰ لگایا گیا۔ اس کے مفہوم و مطلب کے متعلق اب یہ عالم ہے کہ مولوی شبیر احمد صاحب عثمانی نے بھی اپنی تفسیر میں زیر آیت انی متوفیک بسند کلیات ابو البقاء یہ معنے کئے ہیں "توفی کا لفظ عوام کے ہاں موت دینے اور جان لینے کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ لیکن بلغاء کے نزدیک اس کے معنے ہیں پورا وصول کرنا اور ٹھیک لینا"۔

(۲) جماعت کبار العلماء ازہر کے نمائندہ نے کہا ہے

(۱) و کلمۃ توفی قد وردت فی القرآن کثیرا بمعنی الموت حتی صار ھذا المعنی ھو الغالب علیھا المتبادر۔ (۲) ومن کلمۃ توفیتنی فی الایۃ ان تحمل ھذا المعنی المتبادر وھو الاماتۃ العادیۃ ... ... التی یعرفھا الناس ویدرکھا من اللفظ ومن السیاق الناطقون بالضاد۔

(۳) یہ دونوں شہادتیں جن میں سے ایک ناطقون بالضاد کی اور دوسرے سلسلے کے ایک نامور مخالف "رئیس المفسرین" اور "شیخ الاسلام" کی بانئ سلسلہ کے الہام کی کھلی کھلی تصدیق کر دی ہے۔ لیکن اس تصدیق کی فہرست میں آپ کی شہادت بھی شامل ہو جائے تو کشف غطا میں زیادہ مدد کا موجب ہو گی۔ آپکی شہادت سہ گونہ ہے کہ وہ تین سمتوں سے تصدیقی بیان لاتی ہے (ا) پہلی تصدیق تو وہ لغت کی جانب سے پیش کرتی ہے۔ جہاں آپ نے تسلیم کیا ہے۔ کہ توفی کا لفظ قبض روح پر بھی دلالت کر سکتا ہے (ب) اس کا دوسرا بیان آیات قرآنی کی جانب سے آیا ہے۔ ہمارے بانئ سلسلہ نے اللہ تعالےٰ کی طرف سے وفات مسیح کی خبر منکشف ہونے پر اپنی کتاب ازالہ اوہام میں فرمایا۔ کہ قرآن کریم میں توفی کا لفظ تیئیس مرتبہ استعمال ہوا ہے۔ اور سوائے

ترجمہ۔ (۱) لفظ توفی قرآن مجید میں بہت دفعہ موت کے معنی وارد ہوا ہے۔ یہاں تک کہ یہ معنی ہی اس کے غالب اور متبادر معنی (جن کی طرف بغیر سوچنے کے ہی فوراً ذہن پھر جائے) معنی بن گئے ہیں۔

(۲) آیت فلما توفیتنی میں لفظ توفی کا حق ہے کہ اسے متبادر معنوں یعنی موت پر ہی محمول کیا جائے۔ وہی عام طبعی موت جسے لوگ جانتے ہیں اور جسے اس لفظ سے اور آیت کے سیاق سے عربی بولنے والے سمجھتے ہیں۔

دو ایک متنازعہ فیہ مقامات کے باقی سب جگہوں پر اس کے معنے قبض روح کئے بغیر چارہ نہیں۔ سورۃ انعام کے آخر تک جہاں کہ آپ کی تفہیم القرآن کی موجودہ جلد ختم ہوتی ہے۔ یہ لفظ سات مرتبہ استعمال ہوا ہے۔ اور سوائے دو متنازعہ فیہ مقامات کے باقی سب مقامات پر آپ نے بھی قبض روح اور موت کے معنے کئے ہیں۔ اور اگر میرا یہ اندازہ لگانا ایک مشتبہ امر ہے کہ قرآن کے باقی سب مقامات پر بھی آپ قبض روح کے معنے ہی کریں گے تو صرف سورہ انعام تک ہی جو تفہیم قرآن آپ نے ہمارے سامنے رکھی ہے۔ وہ یقیناً ہمارے غلبہ اور ہماری فتح کی بین دلیل ہے۔ اور حق یہ ہے۔ کہ متنازع فیہ مقامات پر بھی ماضی اور حال کے علماء کے رستے سے ہٹ کر ایک نئی راہ تراشنے میں جو کوشش آپ کو کرنی پڑی ہے، وہ بھی اس بات پر روشن دلیل ہے۔ کہ وہاں بھی دراصل توفی کے معنے وفات ہی کے ہیں۔

ہمارے چیلنج کے جواب میں اظہار عجز

(ج) آپ کی شہادت کا تیسرا تصدیقی بیان ہمارے پیش کردہ حق کو جنبش دینے سے عجز کا اظہار ہے۔ مولوی شبیر احمد صاحب عثمانی نے یہ تو کہا کہ "لفظ (توفی) کا لغوی مدلول قبض روح مع البدن کو شامل ہے" لیکن اس کی مثال لانے سے عجز کا اظہار یوں کیا ہے۔ کہ "جن اہل لغت نے توفی کے معنے قبض روح لکھے ہیں انہوں نے یہ نہیں کہا۔ کہ قبض روح مع البدن کو توفی نہیں کہتے اور نہ کوئی ایسا ضابطہ بتلایا ہے۔ کہ جب توفی کا فاعل اللہ اور مفعول ذی روح ہو۔ تو بجز موت کے کوئی معنی نہ ہو سکیں ہاں چونکہ عموماً قبض روح کا وقوع بدن سے جدا کر کے ہوتا ہے اس لئے کثرت و عادت کے لحاظ سے اکثر موت کا لفظ اس کے ساتھ لکھ دیتے ہیں" مولوی صاحب موصوف کے اس تسلیم انکار پر مشتمل بیان کے بالمقابل آپ کا بیان یقیناً باعث صد تحسین ہے۔ کیونکہ آپ نے اس قبیل میں صاف صاف فرمایا ہے "بعض لوگ جن کو مسیح کی طبعی موت کا حکم لگانے پر اصرار ہے سوال کرتے ہیں۔ کہ توفی کا لفظ قبض روح اور جسم پر استعمال ہونے کی کوئی اور بھی نظیر ہے؟ لیکن جب کہ قبض روح اور جسم کا واقعہ تمام نوع انسانی کی تاریخ میں پیش ہی ایک دفعہ آیا ہو۔ تو اس معنی پر اس لفظ کے استعمال کی نظیر پوچھنا محض ایک بے معنی بات ہے" قطع نظر اس بات کے کہ علم کلام کے اساتذہ آپ کی اس بات پر کس قدر ہنسیں گے کہ آپ کے نزدیک کسی بات کا دعوےٰ ہی اس کی دلیل بھی ہوتا ہے۔ ہماری فتح اور ہمارے غلبہ کی اس سے بڑھکر اور کیا دلیل ہو سکتی ہے۔ کہ یہ شخص بانئ سلسلہ احمدیہ کی صداقت کو مجروح کرنے کے مقصد سے سنان قلم لے کر میدان میں اترا ہے، وہ خود اعتراف کر اٹھا ہے۔ کہ جس محاذ پر اس مرد صادق نے سامنے آنے کی دعوت مبارزت دے رکھی ہے۔ وہ ایسا مضبوط اور محفوظ ہے۔ کہ نوع انسانی کی تاریخ میں ایسا آلہ ہی ساخت نہیں ہوا جو کہ اس کے اندر کوئی سوراخ بھی کر سکے۔ اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے مؤید لوگوں کی یہی نشانی ہے جو کہ اس نے اپنی کتاب حکیم میں بیان فرمائی ہے۔

یثبت اللہ الذین آمنوا بالقول الثابت فی الحیوۃ الدنیا و الاخرۃ

تفہیم القرآن کی رُو سے حضرت مسیح کا آسمان پر جانا ممتنع ہے

جو کچھ کہنے کے لئے قلم پکڑا تھا وہ کہہ چکا۔ لیکن اس تحریر کے آخر میں آپ کی اس بات کے متعلق بھی کچھ کہنا چاہتا ہوں کہ "قرآن کی بنیاد پر رفع جسمانی اور طبعی موت دونوں میں سے) نہ کسی ایک پہلو کی نفی کی جا سکتی ہے نہ اثبات"۔ یہ یقین سے کہنا محال ہے کہ حضرت مسیح کے انجام کے متعلق آپ کا کیا دلی خیال ہے۔ لیکن خدا نے آپ کے منہ سے شعوری یا غیر شعوری طور پر ایسی باتیں نکلوا دی ہیں جو کہ آپ کے اس اوکھے موقف کو بھی یکسر غلط قرار دیتی ہیں، آپ کی تفہیم قرآن کے ساتھ چلیں تو وہاں یہ بھی ملتا ہے کہ آسمان پر جانے کی بھی نفی کی جا سکتی ہے اور آسمان پر جانے کا بھی اثبات کیا جا سکتا ہے۔ نفی کا اشارہ آپ کے اس تفہیمی نوٹ سے ملتا ہے جو کہ آپنے خلقکم من طین (انعام ع ۱) کے تحت دیا ہے آپ نے فرمایا ہے۔ "انسانی جسم کے تمام اجزا زمین سے حاصل ہوتے ہیں۔ کوئی ایک ذرہ بھی اس میں غیر ارضی نہیں۔ اس لئے فرمایا کہ تم کو مٹی سے پیدا کیا گیا ہے"۔ القرآن یفسر بعضہ بعضاً۔ نیز اس میں تابع آیات بھی ہیں۔ سورہ اعراف اور طٰہٰ میں علی الترتیب آیا ہے فیھا تحیون وفیھا تموتون ومنھا تخرجون۔ منھا خلقنکم وفیھا نعیدکم ومنھا نخرجکم تارۃ اخری۔ جو شخص بھی خلقکم من طین کے تحت آپکے تفہیمی نوٹ کو اعراف اور طٰہٰ کے مذکورہ مقامات سے ملا کر پڑھے گا اس پر صاف عیاں ہو جائیگا کہ یہ تینوں مقام متحد المضمون ہیں۔ انعام میں جس بات کا اجمال ہے۔ اعراف اور طٰہٰ میں اس کی پوری تفصیل ہے۔ اور یہ تو ظاہر ہی ہے کہ انسان کو مٹی سے پیدا کرنے کا مضمون تو قرآن میں کئی مقامات پر بیان ہوا ہے تو گویا انعام، اعراف اور طٰہٰ کا مذکورہ مضمون سارے ہی قرآن میں پھیلا ہوا ہے۔ پس سارے قرآن میں آپکے تفہیمی نوٹ کے مضمون کی تعریف اور تائید کا پایا جانا صاف یہ نتیجہ ہمارے سامنے رکھتا ہے کہ جسم انسانی کا یہ تکوینی خاصہ ہے کہ وہ تاحشر زمین کے ساتھ ہی پیوستہ رہے اور زمین سے جدا ہو کر آسمان کی طرف نہ جا سکے۔ اس لئے کہ زمین پر ہی اس کا رہنا اور زمین میں ہی اس کا فنا ہونا اور پھر زمین میں ہی اس کا مل جانا ایک اٹل قانون الہی ہے۔ پس جب حضرت مسیح کا جسم بھی انہی ارضی اجزاء سے مرکب تھا جن سے تمام دوسرے انسانی اجسام ترکیب پذیر ہوتے ہیں تو ان کے متعلق یہ بات زیر غور ہی نہیں آ سکتی کہ چونکہ ان کے دشمن انہیں قتل کرنے اور صلیب دے کر مارنے میں ناکام رہے اس لئے اس سے یہ سمجھا جائے کہ وہ آسمان کی طرف اٹھا لئے گئے تھے۔ آئے دن ایسے واقعات سامنے آتے ہیں کہ ایک مظلوم اپنے دشمن کے شکنجے سے بچکر نکل جاتا ہے اور اس کے دشمن کے لئے یہ بات ایک راز ہو کر رہ جاتی ہے کہ وہ شکار کدھر چلا گیا۔ لیکن ایسے مواقع پر کبھی کسی انسان کا ذہن ادھر نہیں گیا کہ شاید وہ اڑ گیا ہو۔ کیونکہ سب جانتے ہیں کہ انسان کو قدرت نے چلنے کو پاؤں تو دیئے ہیں لیکن اڑنے کے لئے پر دیئے ہی نہیں گئے اس لئے اڑ جانے کا خیال کسی کے دل میں گذرتا ہی نہیں۔ پس سطور سابق میں بیان شدہ حقیقت کے پیش نظر جو کہ آپ ہی کی تفہیم قرآن سے ماخوذ کر سامنے آئی ہے صاف ظاہر ہے کہ آپ کا یہ کہنا کہ قرآن کی بنیاد پر رفع جسمانی کی نفی نہیں کی جا سکتی قطعی طور پر غلط قرار پا جاتا ہے کیونکہ قرآن کی بنیاد پر تو خود آپ کی تفہیم قرآن

کی رو سے رفع جسمانی کی نفی ایک ظاہر و باہر بات ہے۔

تفہیم القرآن کی رُو سے حضرت مسیح آسمان پر اُٹھا لئے گئے

آپ کے کلام کا دوسرا پہلو یعنی یہ کہ قرآن کی بنیاد پر حضرت مسیح کے مع البدن آسمان کی طرف اُٹھائے جانے کا اثبات بھی کیا جاسکتا ہے یوں ظاہر ہے۔ کہ آپ کی تفہیم قرآن میں آیا ہے:-

(۱) "قرآن عیسائیوں کی روایت کو سرے سے غلط نہیں قرار دیتا۔ بلکہ ایسے الفاظ استعمال کرتا ہے جو کم ازکم زندہ اُٹھائے جانے کے مفہوم کا احتمال تو رکھتے ہیں"

(۲) "عیسائیوں میں مسیح علیہ السلام کے جسم و روح سمیت اُٹھائے جانے کا عقیدہ پہلے سے ہی موجود تھا۔ لیکن باوجود قرآن نے نہ صرف اس کی صاف تردید نہیں کی بلکہ بعینہٖ وہی رفع (Ascension) کا لفظ استعمال کیا جو عیسائی اس واقعہ کے متعلق استعمال کرتے ہیں۔ کتاب مبین کی شان سے یہ بات بعید ہے کہ وہ کسی خیال کی تردید کرنا چاہتی ہو اور پھر ایسی زبان استعمال کرے جو اس خیال کو مزید تقویت پہنچانے والی ہو" آپ کا یہ استدلال صاف ظاہر کر رہا ہے کہ آپ کی تفہیم کی رو سے قرآن نے حضرت مسیح کے زندہ کا جسم سمیت آسمان کی طرف اُٹھائے جانے کی نہ صرف تردید نہیں کی بلکہ تصدیق کی ہے۔

یہی بات آپ کی تفہیم قرآن سے ایک دوسری صورت میں ظاہر ہے۔ مذکورہ دو عبارتوں کے علاوہ حضرت مسیح کے رفع کے متعلق آپ نے متعدد دیگر مقامات پر بھی ذکر کیا ہے لیکن ان سب مقامات پر "زندہ" اور "جسم سمیت" کے الفاظ کو اُڑا کر صرف "اُٹھا لینے" کے الفاظ استعمال کئے ہیں۔ مثلاً فرمایا:-

(۱) **بل رفعه الله اليه**۔ "بلکہ اللہ تعالےٰ نے اس کو اپنی طرف اُٹھا لیا"۔ "یہ معاملہ کی اصل حقیقت ہے جو اللہ تعالےٰ نے بتائی ہے۔ اس میں جزم اور صراحت کے ساتھ جو چیز بتائی گئی ہے وہ یہ ہے کہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اللہ تعالےٰ نے ان کو اپنی طرف اُٹھا لیا"

(۲) **وما قتلوه وما صلبوه** - "یہ آیت تصریح کرتی ہے کہ مسیح علیہ السلام صلیب پر چڑھائے جانے سے پہلے اُٹھا لئے گئے"

(۳) "مگر جب وہ (پیلاطوس) سزائے موت کا فیصلہ سنا چکا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ تب اللہ تعالےٰ نے کسی وقت آنجناب کو اُٹھا لیا" ظاہر ہے کہ "زندہ جسم سمیت" اُٹھائے جانے سے صرف "اُٹھائے جانے" کی طرف انتقال مقام کرنا خالی از حکمت نہیں اور خواہ آپ کی وہ حکمت کسی کو سمجھ آسکے یا نہ آسکے۔ ایک بات جو صاف طور پر سامنے آجاتی ہے وہ یہ ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کا اُٹھایا جانا آپ کے نزدیک **ایک یقینی امر ہے** اسی سلسلے میں دوسری یقینی بات جو آپ نے کہی ہے وہ یہ ہے کہ ان کا رفع نہ اس طرح ہوا جیسے ہم محاورہ میں کسی مرنے والے کو کہتے ہیں کہ اللہ نے اسے اُٹھا لیا۔ اور نہ ان معنوں میں ان کا رفع ہوا کہ ان کے درجات و مراتب بلند کئے گئے۔ ان دونوں مقدمات کو ترتیب دینے سے صاف منطقی نتیجہ یہی نکلتا ہے کہ وہ **جسم و روح سمیت آسمان کی طرف اُٹھا لئے گئے** کیونکہ جب عرفی دونوں معنوں میں ان کا رفع نہیں ہوا۔ تو تیسری صورت رفع جسمانی کے سوا کوئی ہے اور نہ ہو سکتی ہے۔ اور یہ وہی موقف ہے جو کہ دوسرے علماء پہلے ہی سے اختیار کئے ہوئے ہیں۔ پس خواہ آپ کے پائے استدلال کی بے تمکینی اس کا باعث ہے اور خواہ کوئی اسے اس بات پر ہی محمول کرلے کہ آپ بھی حضرت مسیح کے رفع جسمانی کے متعلق وہی خیال رکھتے ہیں جو دوسرے علماء کا ہے۔ گو میں ذاتی طور پر **لا تقف ما ليس لك به علم** کے ماتحت ضمناً آپ کی طرف یہ بات منسوب نہ کروں بہرحال آپ کے استدلال کی رو سے جو شکل بنتی ہے وہ یہی ہے کہ آپ بھی حضرت مسیح کے رفع جسمانی کے قائل ہیں۔ پس آپ کی تفہیم سے ایک طرف تو یہ ظاہر ہے کہ **رفع جسمانی از روئے قرآن ممتنع ہے** اور دوسری طرف یہ کہ **حضرت مسیح کا رفع جسمانی ہوا ہے** اس سے آپ کا یہ موقف کہ قرآن کی بنیاد پر نہ صرف رفع جسمانی کی نفی کی جاسکتی ہے اور نہ اثبات کھلے کھلے طور پر غلط قرار پاجاتا ہے۔ اور آپ کی جدت اور شان انفرادیت ظہور میں آنے کے ساتھ ہی ختم ہو جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے بیان کردہ قانون کے خلاف کسی قدرت کا ظہور نہیں کرتا

رہی یہ بات کہ حضرت مسیح کے معاملہ میں اللہ تعالیٰ کی قدرت قاہرہ کا غیر معمولی ظہور ہوا۔ سو اس کے متعلق یاد رکھنا چاہیئے کہ بیشک اللہ تعالےٰ کی قدرتوں پر کوئی حد بندی نہیں **ان الله على كل شئ قدير**۔ لیکن جن قانین کا وہ اپنے کلام پاک میں صراحتاً اظہار فرما چکا ہے ان کے خلاف اس کی کسی قدرت کا ظہور نہیں ہوتا۔ یقیناً یقیناً اللہ تعالےٰ مردوں کو زندہ کرنے پر قادر ہے۔ لیکن وہ ایسا نہیں کرتا۔ کیونکہ وہ فرما چکا ہے **وحرام على قرية اهلكنها انهم لا يرجعون**۔ جب از روئے قرآن کسی بشر کا آسمان پر جسم سمیت جانا ہی ممتنع ہے تو حضرت مسیح کے معاملے میں اللہ تعالیٰ کی قدرت قاہرہ کا کیسا ہی ظہور ہوا ہو وہ ایسا نہیں ہو سکتا، جو انہیں زمین سے اُٹھا کر آسمان پر لے گیا ہو۔ برخلاف اس کے جو کچھ بھی ان کے ساتھ غیر معمولی نوعیت کا معاملہ ہوا وہ زمین پر ہی اُٹھ کر ہوا۔

صحیح موقف

ظاہر ہے کہ جب حضرت مسیح نہ آسمان پر گئے اور نہ ہی وہ جا سکتے تھے تو دوسری صورت سوائے اس کے اور کوئی ہو ہی کیا سکتی ہے کہ اللہ تعالےٰ کی قدرت قاہرہ کے ظہور سے ان کے دشمن اپنی مراد کو پہنچنے میں ناکام رکھے گئے ہوں۔ اور اللہ نے اس وقت انہیں بچا لیا ہو۔ اور پھر **اجل مسمی** کے پورا ہونے پر انہیں وفات دے دی ہو۔ اس صورت کے قبول کرنے سے لاریب بانی سلسلہ احمدیہ کی سچائی کی تصدیق کرنی پڑ جاتی ہے۔ لیکن یہی وہ صورت ہے جس سے اس معاملے کی سب کلیں اپنی اپنی جگہ پر ٹھیک ٹھیک بیٹھ جاتی ہیں۔ لفظ **توفی** کے **لغوی مجازی**۔ متبادر سب معنی ہی صادق آجاتے ہیں سیاق کا بھی تقاضا پورا ہو جاتا ہے۔ قرآن کے باقی سب مقامات سے بھی توافق ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالےٰ کی سنت مستمرہ میں بھی کوئی فرق پیدا نہیں ہوتا۔ اور حیات ارضی پر موت وارد ہونے سے عزل کی صورت پیش آئے بغیر ہی حضرت مسیح بھی اپنے باقی انبیاء بھائیوں کی طرح تکمیل رسالت کے بعد اللہ کے حضور ریکال ہو جاتے ہیں۔ اور روح کے آسمان کو اُٹھ جانے سے **رفعه الله اليه** کا کلمہ بھی صحیح اطلاق پاجاتا ہے۔ فقط

والسلام

راقم۔ ابن عرب۔ احمدی

مکرمی:-

(۱)- آپ کی پسند یہ ہے۔ کہ اگر آپ کی کسی بات پر کچھ کہنا ہو۔ تو پریس میں بھیجنے سے پہلے اسے آپ کے سامنے رکھ لیا جائے۔ میں ایسا ہی کر رہا ہوں۔

(۲)- آپ کو اپنے مخالفین سے شکایت رہتی ہے کہ وہ آپ کی پوری بات پیش نہیں کرتے۔ میں نے سو فیصدی آپ کی بات کو آپ کے اپنے الفاظ میں پیش کیا ہے۔

جواب

جماعت اسلامی پاکستان

اچھرہ۔ مؤرخہ ۴۔ جولائی ۱۹۵۲ء

نمبر- ۷۱/۶۴۳

مکرمی و محترمی - السلام علیکم ورحمۃ اللہ

" آپ کا عنایت نامہ مورخہ ۲۷ رجون موصول ہوا۔ مولانا آپ سے مراسلت کے سلسلے میں مستقل معذرت چاہتے ہیں"

خاکسار۔ غلام علی

برائے مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی

ایک ضرورت کا اظہار۔ بقیہ صلہ

سوم۔ ۱۹۳۸ء کا ۲ مورخہ ۳ یا ۴ جنوری ۱۹۳۸ء۔ چاہیئے۔

چہارم۔ ۱۹۳۷ء کے شروع کے پرچے ۱ و ۲ و ۳ و ۴ و ۶ چاہئیں۔ نیز ۲۳ کا پرچہ نامکمل ہے اس کے صفات ۱-۲ و ۷-۸ نہیں ہیں۔ اور ۲۴ مورخہ ۲۴ رجون ۱۹۳۷ء سالم پرچہ چاہیئے۔ نیز

۴۸ مورخہ ۱۲ رجولائی ۱۹۳۷ء

۷۱ " " ۳ ر اکتوبر " "

۷۷ " " ۲۱ ر نومبر " "

۸۲ " " ۲۳ ر دسمبر " " بھی چاہئیں۔

پنجم۔ ۱۹۳۵ء کا آخری پرچہ میری فائل میں ۴۲ مورخہ ۱۲ ر دسمبر ۱۹۳۵ء ہے۔ اس کے بعد کا کوئی پرچہ ہو تو وہ بھی چاہیئے۔

ششم۔ ۱۹۳۴ء کا ۶ مورخہ ۱۶ رجنوری ۱۹۳۴ء

" " " ۱۰ " ۱۵ فروری " "

" " " ۳۵ " ۱۱ ر جون " "

" " " ۵۶ " ۱۱ ر ستمبر " "

ہفتم۔ ۱۹۳۳ء کا پرچہ ۱۹ مورخہ ۲۶ رمارچ ۱۹۳۳ء

ہشتم۔ ۱۹۳۲ء کا ۱۵ مورخہ ۷ رمارچ ۱۹۳۲ء اور ۲۰، ۲۱، ۲۲ بھی چاہئیں جس جس تاریخ کے ہوں اور ۶۴ مورخہ ۲۲ ر اکتوبر ۱۹۳۲ء اور ۷۳ مورخہ ۷ ر دسمبر ۱۹۳۲ء بھی چاہئیں۔

الملتمس:-

عزیز بخش پنشنر۔ احمدیہ بلڈنگس لاہور۔

”وہ لوگ جو ان رجحانات کو ہوا دینے کے ذمہ دار ہیں

وہ اسلام کی اصل روح کو مسخ کر رہے ہیں“

پارسی اخبار کوئٹہ ٹائمز کا پاکستانی عوام اور حکومت کو انتباہ

ذیل میں کوئٹہ کے پارسی اخبار ”کوئٹہ ٹائمز“ کا ایک مقالہ نقل کیا جاتا ہے، جس میں اس نے جماعت احمدیہ کے خلاف موجودہ شورش و ہنگامہ پر تبصرہ کرتے ہوئے بتایا ہے کہ اس قسم کے رجحانات اسلام کی اصل روح کو مسخ کرنے والے ہیں، اور حکومت پاکستان کو متنبہ کیا گیا ہے کہ اگر ان رجحانات کو ابھی سے دبا نہ دیا گیا تو اس سیلاب کا روکنا ناممکن ہو جائے گا اور اس کا نتیجہ وہی ہو گا جو اس سے پہلے ایسے ہی رجحانات کے پیدا ہونے پر بڑی بڑی سلطنتوں کا ہوتا رہا۔

”ڈان“ نے عوام اور حکومت کو بعض خطرناک رجحانات کی طرف متوجہ کر کے جو ہمارے ملک میں دن بدن پنپتے جا رہے ہیں مملکت کی صحیح معنوں میں خدمت سرانجام دی ہے۔ اگر ان خطرناک رجحانات (کی متوقع ہلاکت آفرینی) پر کبھی ہماری آنکھیں نہیں کھلتیں تو پھر ہمارا اللہ ہی حافظ ہے۔

یہ امر ہمیں فراموش نہیں کرنا چاہیئے کہ اگر ان رجحانات کو پروان چڑھنے کی اجازت دی گئی۔ تو ہم زمانہ سے صدیوں پیچھے جا پڑیں گے وہ لوگ جو ان رجحانات کو ہوا دینے کے ذمہ دار ہیں۔ وہ اسلام کی اصل روح کو مسخ کر رہے ہیں اور وہ بلاشبہ تہذیب و ترقی کے دشمن ہیں۔

ذرا اسلامی سلطنتوں کی تاریخ پر نظر دوڑائیے، ایک وقت تھا کہ دنیا میں ان کا طوطی بول رہا تھا عظیم الشان سلطنتیں جاہ و جلال اور رعب و اقتدار کے لحاظ سے نقطۂ عروج پر پہنچی ہوئی تھیں لیکن جب انہی خطرناک رجحانات کے تاریک سائے ان پر پڑنے شروع ہوئے تو وہ دیکھتے دیکھتے زوال پذیر ہو گئیں، اور اس طرح مٹی میں ملیں کہ گویا نام و نشان باقی نہ رہا کیا جائے خود اسلام بیچارا ظلم کا نشانہ بنتا رہا ہے کیونکہ اسے اس کی اصل روح کے مطابق پیش نہیں کیا جاتا رہا۔ تنگ نظر اور سر پھرے لوگ مذہب کی اصل روح کو اپنانے سے ہمیشہ گریز کرتے رہے ہیں۔

”اس اسلام کو جس کی تعلیم رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے دی تھی مذہبی رواداری کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ حقیقت بھی یہی ہے کہ حق و صداقت کے راستے سے بھٹکے ہوئے لوگوں کو دلائل اور براہین کے ذریعہ ہی راہِ راست پر لایا جا سکتا ہے۔ ”ڈنڈا“ دلائل کی جگہ کام نہیں دے سکتا۔ ڈنڈے کے زور سے تعداد تو بڑھائی جا سکتی ہے لیکن ایسے لوگوں کا ایمان محض نام کا ایمان ہوتا ہے برخلاف اس کے دلائل کے ذریعہ جو لوگ ایمان لاتے ہیں وہ صحیح معنوں میں تعداد میں اضافہ کا موجب بنتے ہیں کیونکہ انہیں انشراح صدر حاصل ہوتا ہے۔ مذہب کی اپنی مرضی کے مطابق وضاحت کرنا اور پھر دوسروں کو اس وضاحت کے تسلیم کرنے پر مجبور کرنا بدترین قسم کی عدم رواداری پر دلالت کرتا ہے جسے کسی حال میں برداشت نہیں کیا جا سکتا۔

”اگر ہم ان خطرناک رجحانات کے سدباب کے لئے تیار نہیں ہیں۔ تو پھر ہمیں تعمیر مملکت کے تمام سنہری خوابوں کو خیرباد کہدینا چاہیئے۔ تعمیر و ترقی اور مذہبی عصبیت کی آپس میں کبھی نہیں بنتی۔ حکومت کو چاہیئے کہ اس کے استیصال کے لئے بروقت قدم اٹھائے۔ فرقہ دارانہ عصبیت اور مذہبی جنون کی تو زبردستی بھی اچھی نہیں کجا اس کی بالادستی اور حکمرانی (معاذ اللہ) اگر اس عصبیت و دیوانگی کو روشن دماغی اور ضمیر کی آزادی پر ایک مرتبہ قابو پانے کی اجازت دے دی گئی۔ تو پھر اس کے بڑھتے ہوئے سیلاب کو روکنا مشکل ہی نہیں ناممکن ہو جائے گا۔“

(”کوئٹہ ٹائمز“ ۱۲ جولائی ۱۹۵۲ء)

”پاکستان میں دوسرا فتنہ“

”پاکستان میں زبان کے فتنہ کے بعد ایک دوسرے فتنہ ”قادیانیوں کے خلاف نفرت و بیزاری نے“ نے جنم لیا ہے، اس فتنہ کے پُرخطر ہونے کی انتہا ہے کہ آل مسلم پارٹیز کنونشن کی منظور کردہ قرارداد میں حکومت پاکستان سے مطالبہ کیا گیا ہے کہ قادیانی فرقہ کو غیر مسلم قرار دے کر اس کے حقوق عام مسلمانوں سے علیحدہ کر دیئے جائیں۔

اس قرارداد میں چودھری ظفر اللہ خاں وزیر خارجہ پاکستان کی وفاداری کو مشکوک بتاتے ہوئے کہا گیا ہے کہ کشمیر اور ممالک اسلامیہ کے مفاد کا تقاضا ہے کہ انہیں ان کے عہدہ سے سبکدوش کر دیا جائے ان پر یہ بھی الزام عاید کیا گیا ہے کہ ہندوستان اور پاکستان کو دوبارہ متحد کیئے جانے کا عقیدہ رکھتے ہیں۔

صوبائی تعصب مہاجر اور غیر مہاجر کی کشمکش اور لسانی جھگڑے کی موجودگی میں یہ فرقہ بندی کی بناء پر ملت اسلامیہ کے دائرے کے اخراج کی تحریک ایک فتنہ عظیم ہے اگر پاکستانیوں نے اس کی ہمت افزائی عواقب سے بے بہرہ ہو کر کی تو قادیانیوں کے بعد اس کا قدم آغاخانیوں شیعوں اور رضا خانیوں اور دیوبندیوں تک پہنچے گا۔ اور پھر اس وقت اللہ اور رسول اور قرآن کریم کے نام پر ملت اسلامیہ پاکستان کا اتحاد کیا معنی رکھے گا۔ فی الوقت کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ اندریں حالات کم پاکستان کے معنی اس سے باہر کی دنیا میں ۷ کروڑ مسلمانوں کے ناقابل شکست باہمی اتحاد اور اس کے وسیلہ سے حاصل شدہ طاقت کے لئے جاتے ہیں“۔ (ہماری آواز)

مسیح موعودؑ نمبر کے متعلق ایک خط

اخی المکرم مولوی صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

طالب عافیت بخیریت۔ ”پیغام صلح“ کا مسیح موعود نمبر پڑھا۔ اتنی تھوڑی مدت میں اتنا اچھا نمبر خدا کی عنایت ہے۔ آپ کا ایڈیٹوریل بھی خوب ہے۔ کاش کہ مسلمان اپنی آنکھوں کو کھول کر زمانے کی ہوا کے رُخ کو پہچانیں۔ میں نے جماعت کی توجہ کو اس طرف پھیرنے کی کوشش کی ہے کہ اس نمبر کی کچھ کاپیاں خرید کر غیر از جماعت احباب میں تقسیم کریں۔ شاید اللہ تعالے کچھ اور سعید نوجوانوں کو اس کی طرف متوجہ کرے۔ آج کل حضرت صاحب کی صحیح پوزیشن کو واضح کرنا جتنا لاہوری جماعت پر فرض ہو چکا ہے۔ اتنی ابھی ہماری توجہ اس طرف نہیں گئی۔ سچی بات تو یہ ہے کہ خاتم النبیین کی صحیح تفسیر کو نہ قادیانی سمجھ سکے ہیں، اور نہ غیر احمدی۔ اللہ تعالے حضرت مولوی صاحب مرحوم کی روح کو اپنے دیدار سے مستفید فرمائے کہ ان کی ہمت اور کاوش نے اس ننھی سی جماعت کو اعتقادی ابہام کے سمندر سے نکال کر عافیت کے کنارے پر پہنچا دیا ہے۔ اللہ تعالے ہمیں ہمت دے کہ ہم لوگ اپنے اعمال سے بھی اپنے اعتقادات کو اجاگر کرنے والے ہوں۔ میں اپنی طرف سے پھر ایک دفعہ آپ کو اس نمبر کے نکالنے کے لئے مبارکباد دینا اپنا فرض سمجھتا ہوں۔ زیادہ خیریت۔

(ڈاکٹر) وزیر احمد قریشی وزیرآباد

پیغام صلح مورخہ ۲۳ جولائی ۱۹۵۲ء رجسٹرڈ ایل ۸۳۸ شمارہ ۲۸

شغلِ تکفیر

از علامہ شبلی مرحوم استاد سید سلیمان صاحب ندوی

اک مولوی صاحب سے کہا میں نے کہ کیا آپ
کچھ حالتِ یورپ سے خبردار نہیں ہیں؟

آمادۂ اسلام ہیں لندن میں ہزاروں
ہر چند ابھی مائلِ اظہار نہیں ہیں

تقلید کے پھندوں سے ہوئے جاتے ہیں آزاد
وہ لوگ بھی جو داخلِ احرار نہیں ہیں

جو نام سے اسلام کے ہو جاتے تھے برہم
ان میں بھی تعصب کے وہ آثار نہیں ہیں

افسوس مگر یہ ہے کہ واعظ نہیں پیدا
یا ہیں تو بقول آپ کے دیندار نہیں ہیں

کیا آپکے زمرہ میں کسی کو نہیں یہ درد
کیا آپ بھی اس کے لئے تیار نہیں ہیں

جھلّا کے کہا یہ کہ یہ کیا سوءِ ادب ہے
کہتے ہو وہ باتیں جو سزاوار نہیں ہیں

کرتے ہیں شب و روز مسلمانوں کی تکفیر
بیٹھے ہوئے کچھ ہم بھی تو بیکار نہیں ہیں

مولوی ابو سعید محمد حسین بٹالوی مرحوم سرگروہ اہلحدیث کا فتویٰ جماعت احمدیہ کے متعلق

قارئین کرام کو معلوم ہے کہ مولوی شیخ ابو سعید بٹالوی مرحوم سرگروہ اہلحدیث نے حضرت مسیح موعودؑ کے دعوے مسیحیت و مجددیت پر تمام ہندوستان میں پھر کر ایک فتوے کفر مرتب کیا تھا، حضرت مسیح موعودؑ کی پیشگوئی تھی کہ مولوی صاحب موصوف اپنے فتوے سے رجوع کریں گے، آپ کی یہ پیشگوئی ۱۹۱۲ء میں پوری ہوئی جبکہ مولوی محمد حسین صاحب نے گوجرانوالہ کی ایک عدالت میں لالہ دیوکی نندن منصف درجہ اوّل کے روبرو یہ شہادت دی تھی:۔

"ایک فرقہ احمدیہ بھی تھوڑے عرصہ سے پیدا ہوا ہے جب سے مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے دعوے مسیحیت و مجددیت کا کیا ہے یہ فرقہ قرآن و حدیث کو یکساں مانتا ہے ...... کسی فرقہ کو جن کا اوپر ذکر ہو چکا ہے کسی فرقہ کو ہمارا فرقہ مطلق کافر نہیں کہتا۔"

اس پر عدالت کی تصدیق ان الفاظ میں موجود ہے:۔

"مولوی عبدالحکیم گواہ مدعیہ کے نزدیک احمدی فرقہ کے لوگ کافر ہیں حالانکہ مولوی محمد حسین گواہ کے نزدیک کافر نہیں ہیں"

کیا علمائے اہلحدیث اور اخبار الاعتصام گوجرانوالہ کے مدیر مولوی محمد حنیف ندوی جو جماعت احمدیہ کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے پر زور دے رہے ہیں، اپنے دینی پیشوا اور سرگروہ کے اس فتوے کو غور سے پڑھیں گے۔

حضرت مرزا صاحب ایک صالح اور متقی بزرگ تھے

مولوی ظفر علی خاں کے والد ماجد کا بیان

"مرزا غلام احمد صاحب ۱۸۶۰ء یا ۱۸۶۱ء کے قریب ضلع سیالکوٹ میں محرر تھے اس وقت آپ کی عمر ۲۲-۲۴ سال ہو گی اور ہم چشم دید شہادت سے کہہ سکتے ہیں کہ جوانی میں بھی نہایت صالح اور متقی بزرگ تھے ...... ۱۸۷۷ء میں ہمیں ایک شب قادیان میں آپ کے یہاں مہمانی کی عزت حاصل ہوئی ان دنوں آپ عبادت اور وظائف میں اس قدر محو و مستغرق تھے کہ مہمانوں سے بھی کم گفتگو کرتے تھے ...... ہم بارہا کہہ چکے ہیں اور پھر کہتے ہیں کہ آپکے دعاوی خواہ دماغی استغراق کا نتیجہ ہوں مگر آپ بناوٹ اور افترا سے بری تھے مسیح موعود یا کرشن اوتار ہونیکے دعاوی جو آپنے کیے ان کو ہم ایسا ہی خیال کرتے ہیں جیسا کہ منصور کا دعویٰ انا الحق تھا مولوی نورالدین اور مولوی محمد احسن صاحب جیسے عالم و فاضل بزرگ، اور خواجہ جمال الدین صاحب بی اے۔ اور خواجہ کمال الدین صاحب بی اے اور مولوی محمد علی صاحب ایم اے جیسے نئی روشنی کے تعلیمیافتہ اصحاب ان کے مریدان باصفا کے حلقہ میں ہیں گو ہمیں ذاتی طور پر مرزا صاحب کے دعاوی یا الہامات کے قائل اور معتقد ہونیکی عزت حاصل نہ ہوئی مگر ہم ان کو ایک پکا مسلمان سمجھتے تھے۔"

مُسلمان کون ہے؟

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ ارشادات

(۱) عن ابن عباس قال مر رجل من بنی سلیم علی نفر من اصحاب رسول اللہ صلعم ومعہ غنم لہ فسلم علیہم قالوا ما سلم علیکم الا لیعوذ منکم فقاموا وقتلوہ واخذ واغنمہ فاتوا بہا رسول اللہ صلعم فانزل اللہ تعالیٰ یا ایہا الذین آمنوا اذا ضربتم فی سبیل اللہ فتبینوا ولا تقولوا لمن القیٰ الیکم السلام لست مومنا (الترمذی)

بنی سلیم کا ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے چند آدمیوں پر گزرا اور وہ اپنی بکریاں لئے جا رہا تھا تو اس نے انہیں السلام علیکم کہا تو انہوں نے کہا کہ اس نے ہمیں اس لئے سلام کیا ہے کہ ہم سے پناہ میں رہے سو اس کی طرف بڑھے اور اسے قتل کیا اور اس کی بکریاں نبی صلعم کے پاس لائے تو یہ آیت اتری۔

تکفیر کے شائقین اس آیت کو دیکھ کر جب گھبراتے ہیں تو کہہ دیتے ہیں اگر ایک عیسائی یا یہودی السلام علیکم کہے تو کیا اسے بھی ہم مسلمان مان لیں۔ اور کبھی یہ خیال نہیں کرتے کہ آخر یہ آیت خدا کے کلام کے اندر ہے اسکو اس طرح پھینک دینا کیا خدا کے کلام کی تحقیر نہیں ہے؟ اس آیت کے کوئی معنے اس کے سوائے تو ہو نہیں سکتے کہ جو تمہیں السلام علیکم کہے اسے تم کافر کہو۔ بات تو صاف ہے لست مومنا اسی شخص کے متعلق کہا جا سکتا ہے جو اپنے آپ کو مومن یا مسلمان کہتا ہو۔ دوسرے کو یہ کہنے کی ضرورت ہی پیش نہیں آتی کیونکہ وہ تو اپنے آپ کو مسلم نہیں کہتا پس قرآن کریم نے یہ موٹا اور واضح نشان اسلام کا بتا دیا ہے کہ جو شخص السلام علیکم کہکر ہی اپنا مسلمان ہونا ظاہر کرے تو اسے کافر مت کہو۔ اس صریح حکم کے ہوتے ہوئے مسلمانوں کو کافر کہنا کلام الٰہی سے کھلا انحراف ہے۔

(۲) صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت اسامہ بن زید رض ایک جنگ میں ایک دشمن کو قتل کرنے لگے تو اس نے فوراً کلمہ پڑھا مگر اسامہ نے باایں ہمہ اسے قتل کر دیا تو آنحضرت صلعم کو اس کی خبر پہنچی تو آپ اسامہ پر سخت ناراض ہوئے اور فرمایا:- اقتلتہ بعد ما قال لا الٰہ الا اللہ۔ کیا تم نے اسے کلمہ پڑھنے کے بعد قتل کیا؟ اور یہاں تک اس کو دہراتے رہے کہ اسامہ کہتے ہیں میں نے آرزو کی کاش میں آج سے پہلے مسلمان ہی نہ ہوا ہوتا۔

(کتاب المغازی باب بعث النبی صلعم اسامۃ بن زید)

(۳) پھر صحیح بخاری میں ایک اور حدیث میں ذکر ہے کہ جب ایک قوم نے ہم سے خلاف جنگ ہو رہی تھی صرف یہ کہا صبانا صبانا ہم صابی ہو گئے اور حضرت خالد نے لڑائی جاری رکھی تو آنحضرت صلعم خالد پر سخت ناراض ہوئے اور بارگاہ الٰہی میں یوں عرض کیا اللہم انی ابرا الیک مما صنع خالد اے اللہ خالد نے جو کچھ کیا میں اس سے بیزاری کا اظہار کرتا ہوں ان لوگوں نے یہ نہیں کہا تھا کہ ہم مسلمان ہیں یہ کہا تھا ہم صابی ہیں مگر مراد ان کی مسلمان ہونا تھا کیونکہ کافر مسلمانوں کو صابی کہتے تھے پس جو شخص یہ کہے کہ میں مسلمان ہوں اسے کافر کہنے سے رسول اللہ صلعم نے بیزاری کا اظہار کیا ہے۔

(کتاب المغازی باب بعث النبی صلعم خالد بن ولید)

(۴) ایک اور حدیث بھی بخاری کی ہے۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا:- من صلی صلوتنا واستقبل قبلتنا واکل ذبیحتنا فذالک المسلم الذی لہ ذمۃ اللہ وذمۃ رسول اللہ فلا تخفروا اللہ فی ذمتہ (کتاب الصلوٰۃ)

جو شخص ہماری طرح نماز پڑھتا ہے اور ہمارے قبلہ کی طرف منہ کرتا ہے اور ہمارا ذبیحہ کھاتا ہے تو یہ شخص مسلم ہے جس کے لئے اللہ کا عہد اور رسول اللہ کا عہد ہے۔ پس اللہ کے عہد کو نہ توڑو۔ اس سے معلوم ہوا جو شخص قبلہ رخ مسلمانوں کی طرح نماز پڑھتا ہے اس کو کافر کہنا اللہ کے عہد کو توڑنا ہے۔ یہ حدیث لفظ "مسلم" کی تعریف پر ایسی بین ہے کہ مکفر علماء کے پاس اس کا کوئی جواب نہیں سوائے اس کے کہ وہ یہ کہدیتے ہیں کہ ممکن ہے ایسا شخص دل میں تثلیث کا قائل ہو۔ یعنی توحید کے قائل تو اسی فیصدی نماز کے نزدیک نہیں جاتے اور تثلیث کے قائل خانہ کعبہ کی طرف منہ کر کے مسلمانوں کی نماز پڑھتے ہیں اس کا جواب خود ہمارے سیدہ و مولیٰ دے چکے ہیں۔

(۵) بخاری ہی میں ہے کہ جب خالد کو آنحضرت صلعم نے ایک ایسے شخص کے قتل کرنے سے منع فرمایا جو اپنے آپ کو مسلمان کہتا تھا اور فرمایا لعلہ ان یکون یصلی شاید وہ نماز پڑھتا ہو۔ تو خالد نے عرض کیا کہ من مصلی یقول بلسانہ ما لیس فی قلبہ۔ بہتیرے نمازی ایسے ہیں جو زبان سے کچھ کہتے ہیں اور دل میں کچھ ہے۔ تو آنحضرت صلعم نے فرمایا انی لم اومر ان انقب قلوب الناس ولا اشق بطونہم مجھے یہ حکم نہیں کہ لوگوں کے دلوں میں سوراخ کر کے دیکھوں اور نہ یہ کہ ان کے باطن کو پھاڑ کر دیکھوں۔

(کتاب المغازی باب بعث علی ابن ابی طالب وخالد ابن ولید الی الیمن)

یعنی شریعت کا حکم ظاہر پر ہے اور جو شخص مسلمانوں کی نماز پڑھتا ہے وہ یقیناً مسلمان ہے خواہ اس کے دل میں کچھ ہو رسول تو دل کی باتوں کو معلوم نہیں کر سکتا لیکن ہمارے مولویوں نے آج علام الغیوب کے اختیارات اپنے ہاتھ میں لے لئے ہیں۔ [illegible] کی صراحت سے جو شخص کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھتا ہے وہ مسلمان ہے جو اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہے وہ مسلمان ہے جو مسلمانوں کی طرح قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتا ہے وہ مسلمان ہے اور ایسے آدمی کو کافر کہنے والے سے آنحضرت صلعم نے بیزاری کا اظہار فرمایا ہے اور اس کے مسلمان ہونے کو اللہ اور اس کے [illegible]

مسیح موعودؑ کا خطاب مکفر مولویوں سے

کلمہ گویاں را چرا کافر نہی نام اے اخی ❊ گر تو داری ترسِ حق زو ہیچ کفر خود برار

پیر گشتی خلق پیراں را تمے دانی ہنوز ❊ ایزدت بخشد چو پیراں صدق و سوز و اصطبار

گر کنی تکفیر قوم خود چہ کارے کردہ ❊ رو اگر مردی جہودی را باسلام اندر آر

چوں نسیم صبح محشر پردہ بردارد زکار ❊ کیست مومن کیست کافر خود بگردد آشکار

گر خرد مندی برو کن فکرِ نفسِ خود نخست ❊ لافِ ایماں چیست بے نورِ ایماں ایبار

چند تکفیر بازی چند استہزا کنی ❊ رو بایمانِ خود و ما را بکفر ما گذار

نے ز فرد و سم حکایت کن نہ از آلام نار ❊ کز غمِ دینِ محمد ہے زنم شوریدہ وار

اندر آں وقتے کہ یاد آید ہمہ دین مرا

بس فراموشم شود ہر عیش و رنج ہر دو وار

پیغامِ صلح

جلد ۴۰ | یوم چہارشنبہ مورخہ ۷ر ذی قعد ۱۳۷۱ھ | نمبر ۲۹

احمدیت مسلم لیگ میں

احبابِ جماعت سے ایک ضروری گذارش

جماعت احمدیہ کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا مطالبہ جس درجہ غیر معقول اور پاکستان کے لئے تباہی کا موجب ہو سکتا ہے اس سے کوئی سلیم العقل انسان انکار نہیں کر سکتا، تاہم بعض عقلمند انسانوں نے اس بات پر زور دیا کہ مسلم لیگ کے ذریعہ سے یہ مطالبہ حکومت سے منوایا جائے، اسی بنا پر ۲۷ر جولائی کو پنجاب مسلم لیگ میں یہ مطالبہ زیر بحث لایا گیا، جس کی مختصر رپورٹ اور اسی سلسلہ میں میاں ممتاز محمد خاں دولتانہ (صدر پنجاب مسلم لیگ) کی تقریر اشاعت ہذا میں دوسری جگہ درج ہے۔ اس تقریر اور رپورٹ کو پڑھنے سے قارئین کرام پر یہ واضح ہو جائے گا کہ احرار نے جماعت احمدیہ کو اقلیت قرار دینے کے لئے جو عمارت کھڑی کی تھی، وہ بری طرح سے مسمار ہو کر رہ گئی، ہم میاں ممتاز محمد خاں دولتانہ کو مبارکباد دیتے ہیں کہ انہوں نے اس مسئلہ کی اہمیت و نزاکت کو سمجھنے میں نہایت بالغ نظری سے کام لیا ہے اور احراری شورش و ہنگامہ سے متاثر ہوئے بغیر اس کے تمام پہلوؤں کو نہایت خوبی اور صفائی کے ساتھ واضح کر کے احراری مطالبہ کو حق اور انصاف کے ساتھ ٹھکرا دیا ہے، انہوں نے اپنی تقریر میں جس حسن تدبر کا اظہار کیا ہے، اس کے پیش نظر یہ کہنا قطعاً مبالغہ نہیں کہ پنجاب کی وزارت اعلیٰ اور مسلم لیگ کی کرسی صدارت ان کا جائز حق ہے اور وہ اس کے پوری طرح اہل ہیں، اور اب یہ امید کرنا بے جا نہیں کہ یہ مطالبہ زیادہ دیر تک چل نہ سکے گا اور انشاء اللہ جلد اپنی موت مر جائے گا۔ ملک کا اہل الرائے طبقہ اس کی غیر معقولیت کو پوری طرح سمجھ چکا ہے اور ایک ایک کر کے ایسی آوازیں اٹھ رہی ہیں جن میں اس شورش و ہنگامہ کی برائیوں کو واضح کیا جا رہا ہے چنانچہ اسی شیوع میں جناب اصغر بھٹی صاحب ایڈووکیٹ کا بیان جو ایک پمفلٹ کی شکل میں ہم تک پہنچا ہے، قابل ملاحظہ ہے، اور بھی بعض غیر از جماعت اصحاب کے بیانات اخبارات میں شائع ہوئے ہیں جو یکے بعد دیگرے "پیغام صلح" میں درج ہوتے رہیں گے۔

لیکن ان سب باتوں کے باوجود اس امر کو کبھی فراموش نہیں کرنا چاہیئے کہ یہ جو کچھ ہوا اور ہو رہا ہے، یہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے ایک تازیانہ ہے جو ہماری کمزوریوں اور سستیوں کو دور کرنے کے لئے ہمیں لگایا گیا ہے، اور باوجود اس بات کے کہ پنجاب میں اس مطالبہ کے حامیوں کو بری طرح ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا جو درحقیقت ہماری کوششوں کا نتیجہ نہیں، بلکہ خدا تعالیٰ کی غیبی امداد ہی کا ایک کرشمہ ہے، تاہم یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ ابھی یہ تازیانہ ہمارے سروں پر مسلط ہے اور مسلط رہے گا اگر ہم نے اپنی سستیوں اور کمزوریوں کو چھوڑ کر مسیح وقت کی صحیح پوزیشن کو دنیا پر واضح کرنے کی کوشش نہ کی، ابھی یہ مطالبہ اور ہنگامہ پنجاب سے باہر دوسرے صوبوں اور کچھ مرکز میں بھی پہنچنے والا ہے جہاں معلوم نہیں کیا کیا ناگوار حالات پیش آئیں اور کیسی خطرناک صورت حالات سے ہمیں دوچار ہونا پڑے۔ ایسی حالت میں ضروری ہے، کہ ہمارا ایک ایک فرد غفلت کے لحافوں سے نکل کر پوری مستعدی کے ساتھ کام میں لگ جائے اور ان غلط فہمیوں کو جو ہمارے اور حضرت مسیح موعودؑ کے خلاف پھیلائی جا رہی ہیں دور کرنے اور لوگوں پر آپ کی صحیح پوزیشن واضح کرنے کے لئے اپنی پوری کوشش صرف کر دے بالخصوص آپکے مرکز سے اس بارہ میں بہت سا مفید لٹریچر شائع ہو رہا ہے، ضروری ہے کہ اسکو منگوا کر ایک ایک گھر میں پہنچایا جائے، ایک ایک نوجوان کے ہاتھ میں دیا جائے۔ ملک کے روشن خیال طبقہ میں اسکو پھیلا دیا جائے، اور یہ خیال جو عام طور پر لوگوں کے اندر مرکوز ہو چکا ہے، کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ختم نبوت کے قائل نہ تھے اور خود نبوت کے مدعی تھے اس کو دلوں سے نکال کر یہ یقین پیدا کر دیا جائے کہ صرف آپ، اور آپ کی جماعت لاہوری ختم نبوت کو صحیح معنوں میں مانتی ہے کیونکہ وہ حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی نئے یا پرانے [illegible] نہیں۔

اس بارہ میں ایک مسرت انگیز صورت یہ پیدا ہوئی ہے کہ زمیندار نے جو اس ہنگامہ میں پیش پیش ہے، اور جھوٹ اور افترا پردازی کا کوئی پہلو اس نے اٹھا نہیں رکھا، یہ بھی لکھنا شروع کر دیا ہے، کہ حضرت مسیح کی آمد ثانی کا عقیدہ باطل ہے، اور اب کوئی مسیح آنے والا نہیں، ہم اس پر آیندہ اشاعت میں مفصل اپنے خیالات کا اظہار کریں گے لیکن یہاں یہ بتا دینا ضروری ہے کہ یہ اعلان بالواسطہ طور پر احمدیت کی فتح کا نشان ہے دشمن اس اعلان کے ذریعہ آپ ہی اپنے دام میں آ گیا ہے، جو شخص یہ کہتا ہے کہ اب کوئی مسیح آنے والا نہیں وہ گویا حیات مسیح کے عقیدہ کی تردید کر رہا ہے اور وفات مسیح کا قائل ہو چکا ہے، جو احمدیت کی شاندار فتح ہے، رہا مسیح کی آمد ثانی کا مسئلہ اس بارہ میں جو انکار کیا جا رہا ہے، وہ ایک قسم کی مایوسی ہے کہ یہ امت اس قابل بھی نہیں رہی کہ اس کے اندر کوئی مسیحی صفت انسان پیدا ہو سکے جو تجدید دین اور اعلائے کلمۃ اللہ کا کام سرانجام دے، اگر آسکتا تو باہر سے آسکتا تھا، ورنہ رسول اللہ صلعم کی امت اب اسکی اہل نہیں کہ آپ کے فیض روحانی سے کوئی قدسی نفس انسان اصلاح امت کے لئے کھڑا ہو۔

اس مایوسی کو دور کرنا اب ہمارا کام ہے، احمدیت امید کا پیغام لے کر آئی ہے، وہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جہاں ان معنوں میں خاتم النبیین مانتی ہے کہ آپ کے بعد نبیوں کا آنا منقطع ہو گیا اور کوئی شخص باہر سے اصلاح امت کے لئے نہیں آسکتا وہیں ختم نبوت کے اس دوسرے پہلو کی بھی وہ قائل ہے اور اسی کو اجاگر کرنا اس کا اصل کام ہے۔ امت مرحومہ میں ایسے قدسی نفس انسان پیدا ہوتے رہے اور پیدا ہوتے رہیں گے جو آنحضرت صلعم کے فیض نبوت سے مستفیض ہو کر اپنے اپنے وقت کے مناسب حال ابراہیم، داؤد، سلیمان، موسےٰ اور عیسےٰ وغیرہ کہلاتے رہے..... اور کہلاتے رہیں گے، مسیح موعود بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے جس کی انتظار ساری امت کرتی چلی آئی آج اس کا انکار ان حدیثوں کا انکار ہے جن میں اس کی خبر دی گئی ہے، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فیض روحانی کا انکار ہے جو ختم نبوت کا حقیقی منشا ہے۔

بہرحال اس موضوع پر ہم دوسری فرصت میں انشاء اللہ مفصل روشنی ڈالیں گے، فی الحال ہمیں اپنے احباب سے یہ عرض کرنا ہے کہ اب آپ کے کام کرنے کا وقت ہے، شورشوں اور ہنگاموں سے ڈرنا اور مایوس ہونا مومن کا کام نہیں، کمر ہمت باندھئے اور اس طوفان کا مقابلہ صبر سکون اور خاموش تبلیغ سے کیجئے، ہمارے عزیز بھائی عبدالعزیز خاں ملتانی کے ایک خط کا عکس نے بیدار نے بڑے طمطراق کے ساتھ شائع کیا ہے، جو انہوں نے اپنے بعض احباب کے نام موجودہ حالات سے متاثر ہو کر لکھا تھا، ہم اپنے بھائی سے اور تمام دوستوں سے عرض کرنا چاہتے ہیں، کہ گھبرانے اور مایوس ہونے کی ضرورت نہیں، دنیا کی کوئی طاقت ہمیں اسلام سے نہیں نکال سکتی، نہ علیحدہ اقلیت بنا سکتی ہے، اگر ایسا ہوا تو ان کی اپنی تباہی کا موجب ہوگا حضرت مسیح موعودؑ کا ارشاد ہے ؎

ہیں کبھی بن کر مسیحا دیکھتا روئے صلیب

گر نہ ہوتا نام احمد جس پہ ہے میرا مدار

ہمارا بھی مدار اسی نام احمد صلعم پر ہے جسکے دین کی تبلیغ کا کام ہم نے اپنے ذمہ لے رکھا ہے، اور یقیناً اسی نام کی برکت سے تمام مخالفتوں اور ہنگاموں کے مقابلہ میں ہم انشاء اللہ کامیاب ہو کر رہیں گے ہاں یہ ضروری ہے کہ ہم لوگوں پر اپنے عقائد و خیالات کو پوری طرح واضح کر دیں، اور ان غلط بیانیوں کو صاف کرنے کے لئے سعی و کوشش کا کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھیں جو حضرت مسیح موعودؑ کے متعلق پھیلائی جا رہی ہیں، یہاں تک کہ خدا کا الہام لا نبقی لک من المخزیات شیئاً (ہم تیری رسوائی کی باتوں میں سے کوئی بھی باقی نہ رہنے دیں گے) عملاً پورا ہو جائے۔

اس کے ساتھ ہی یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ نری کوششیں اس وقت تک کارگر نہیں ہو سکتیں جب تک فضل الٰہی شامل حال نہ ہو، قلوب کو بدلنا اسی مقلب القلوب کا کام ہے جس کے ہاتھ میں تمام دلوں کی چابی ہے پس جہاں یہ ضروری ہے کہ ہم کوشش و سعی کا کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھیں وہیں یہ بھی ضروری ہے کہ اللہ تعالےٰ سے نہایت تضرع اور الحاح کے ساتھ دعائیں کریں کہ وہ اپنے مامور اور فرستادہ کے حقیقی چہرہ کو دنیا پر روشن کرے، اور لا نبقی من المخزیات ذکراً کا وعدہ ہمارے ذریعہ سے عملاً پورا کر دے۔

درخواستہائے دعا:۔ اخویم محمد عاصم صاحب علوی اپنی اہلیہ صاحبہ کی صحت کے لئے درخواست دعا کرتے ہیں۔ (۲) راولپنڈی میں مولانا عبدالرحمن صاحب جالندھری بھی بیمار ہیں ان کی صحت کے لئے بھی دعا کی جائے۔

احمدیت کو اقلیت قرار دینے کا مسئلہ پنجاب مسلم لیگ میں

رجعت پسندوں اور احراریوں کا مطالبہ مسترد کر دیا گیا

میاں ممتاز محمد خان دولتانہ صدر پنجاب مسلم لیگ کی معرکتہ الآرا تقریر

لاہور ۲۸ جولائی۔ کل پنجاب مسلم لیگ کونسل میں بعض رجعت پسند ممبران کا یہ مطالبہ کہ احمدیوں کو اقلیت قرار دے دیا جائے منظور نہ ہو سکا۔ برخلاف اس کے محض ۸ کے مقابلے میں ۲۷۲ ممبران کی بھاری اکثریت سے یہ فیصلہ کیا گیا کہ گروہوں اور جماعتوں کو اقلیت قرار دینے کے جملہ مسائل مرکزی قیادت کی بالغ نظری اور مدبرانہ فراست پر چھوڑ دیئے جائیں۔ اس موقع پر پنجاب مسلم لیگ کے صدر میاں محمد ممتاز خان دولتانہ نے ایک معرکتہ الآرا تقریر میں اس مسئلہ کے مختلف پہلوؤں پر تفصیل سے روشنی ڈالی۔ آپ نے تمام عواقب سے آگاہ کرنے کے بعد متنبہ کیا کہ اگر سوچے سمجھے بغیر جلد بازی میں کوئی فیصلہ کیا گیا۔ تو اس انوکھے اقدام پر کہ جس کی تاریخ عالم میں اور کوئی مثال موجود نہیں ہے نہ صرف یہ کہ دنیا پاکستان کا مضحکہ اڑائے گی۔ بلکہ آئینی اور قانونی لحاظ سے ایسی الجھنیں پیدا ہوں گی کہ جنہیں کسی صورت میں بھی حل نہ کیا جا سکے گا۔

اجلاس میں اقلیت قرار دینے کے متعلق ایک قرارداد پیش کرتے ہوئے سید مصطفےٰ شاہ خالد گیلانی نے تجویز پیش کی کہ چونکہ یہ معاملہ بہت سے قانونی اور آئینی مسائل کا حامل ہے اس لئے ضروری ہے کہ اس مسئلہ کو مسلم لیگ کی مرکزی قیادت اور مجلس دستور ساز کے اراکین کی بالغ نظری پر چھوڑ دیا جائے۔ اس پر شیخ منظور حسین (گوجرانوالہ) عبدالرحمٰن (کھوٹہ) اور مولوی اسلام دین وغیرہ نے مطالبہ کیا کہ اس مسئلہ کو مرکزی قیادت پر چھوڑنے کی بجائے کونسل کو خود فیصلہ کر کے مرکزی قیادت کو مشورہ کی شکل میں اپنے فیصلہ سے مطلع کرنا چاہیئے۔ پونے دو گھنٹے کی بحث و تمحیص کے بعد میاں ممتاز محمد خان دولتانہ نے اپنی تقریر شروع کرتے ہوئے فرمایا جہاں تک اقلیت قرار دینے کا سوال ہے اس کے متعلق اکثر کونسلر صاحبان نے سیاسی شعور کے لحاظ سے کچھ اچھی سمجھ بوجھ کا ثبوت نہیں دیا۔ عقائد کی بحث سے قطع نظر اس امر سے تو کوئی انکار نہیں کر سکتا۔ کہ اقلیت قرار دینے کا سوال ایک آئینی اور سیاسی سوال ہے۔ جو بعض دوسرے مسائل کے ساتھ بری طرح الجھا ہوا ہے۔ آپ لوگوں نے ان جملہ مسائل اور ان بے شمار پیچیدگیوں پر قطعی غور نہیں کیا ہے۔ اور جب تک آپ تدبر و فراست کے ساتھ ٹھنڈے دل سے ان پیچیدگیوں کا حل تلاش نہ کر لیں آپ فیصلہ دینا تو کجا مشورہ دینے کے بھی اہل نہیں ہیں۔ اگر پورے غور و خوض کے بعد آپ ان مشکلات پر قابو پانے میں کامیاب ہو گئے۔ تو آپ بے شک مشورہ دے سکتے ہیں۔ تھوڑی بہت سمجھ بوجھ رکھنے کے باوجود میں ابھی تک کسی نتیجے پر نہیں پہنچ سکا ہوں۔ یہ امر میرے لئے محال ہے کہ میں چار دن کے جلسے جلوسوں سے متاثر ہو کر دو ٹوک فیصلہ دے دوں، کسی صحیح نتیجہ پر پہنچنے کے لئے ہمیں تمام پہلوؤں پر غور کرنا ہوگا۔ اور اس کی وجہ سے جو الجھنیں اور پیچیدگیاں پیدا ہونی لازمی ہیں ان کو بھی حل کرنا ہوگا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ میں ان میں سے بعض پیچیدگیوں کا یہاں ذکر کروں۔

اقلیت کا مطلب

تقریر جاری رکھتے ہوئے آپ نے فرمایا سوچیئے اقلیت سے مراد کیا ہوتی ہے یہی نا کہ ایک ملک میں کچھ ایسے لوگ بستے ہیں جو اپنے مخصوص حالات کی وجہ سے یہ محسوس کرتے ہیں کہ عام قانون کے تحت ان کے حقوق محفوظ نہیں رہ سکتے۔ تو وہ اپنے لئے اکثریت سے علیحدہ تحفظات کا مطالبہ کرتے ہیں۔ اقوام عالم کی تاریخ میں آج تک کوئی اس کی دوسری مثال نہیں ہے کہ اقلیت قرار دیئے جانے کا مطالبہ اکثریت والے گروہ کی طرف سے تحفظ حقوق سے علاوہ کسی اور شکل میں پیش کیا گیا ہو۔ آپ کو یاد ہوگا کہ متحدہ ہندوستان میں ہندوؤں نے خود کبھی نہیں کہا کہ مسلمانوں کو ہم سے علیحدہ کر دو۔ مطالبہ کیا تو ہم نے کیا کہ ہمیں ہندوؤں سے علیحدہ ایک اقلیت قرار دیا جائے۔ ہندو یہی چاہتے تھے۔ کہ وہ ہمیں کسی نہ کسی طرح اپنے ساتھ رکھیں اور ہم علیحدہ تحفظات حاصل نہ کر سکیں۔ آج ہم کس مصلحت کی بناء پر تاریخ عالم اور تمام دستوری روایات کو نظر انداز کرتے ہوئے کہہ رہے ہیں کہ مسلم اکثریت میں سے ایک حصہ کو اقلیت قرار دے دیا جائے۔ اس انوکھے اقدام کے لئے ضروری ہے کہ ہمارے پاس انتہائی مدلل جواز ہو [illegible] ایسا جواز جس سے ہم ہی قائل نہ ہوں۔ بلکہ باقی دنیا کو بھی قائل کر سکیں۔ آج کل کی دنیا میں پاکستان الگ تھلگ زندہ نہیں رہ سکتا اس کی زندگی دوسرے ملکوں کے ساتھ تعلقات پر ہی مبنی ہے۔ ہمیں یہ بھی سوچنا چاہیئے کہ کہیں اس اقدام سے ہماری بین الاقوامی ساکھ پر تو اثر نہیں پڑتا۔ ہمارے خلاف پہلے ہی یہ جھوٹا پروپیگنڈا کیا جا رہا ہے کہ ہم اقلیت کے ساتھ اچھا سلوک نہیں کر سکتے۔ نئی اقلیتیں بنانے سے اس غلط پروپیگنڈے کو مزید تقویت پہنچے گی۔ اور پھر دنیا والے کیا کہیں گے کہ یہ عجیب لوگ ہیں پاکستان بننے سے پہلے کہتے تھے کہ ہمیں اکثریت سے بچاؤ۔ اور اب کہہ رہے ہیں کہ ہمیں ایک معمولی سی اقلیت سے بچاؤ پہلے اکثریت کا خوف سوار تھا۔ اور اب اقلیت کا ڈر دامنگیر ہے۔

فیصلے کے نفاذ کا طریق

اس ضمن میں میاں ممتاز محمد خان دولتانہ نے مزید فرمایا اس مسئلہ کا ایک اور پہلو بھی ہے اور وہ یہ کہ اگر ہم نے اقلیت قرار دینے کا فیصلہ کر بھی دیا۔ تو اس فیصلے کو نافذ کرنے کا طریقہ کیا ہوگا۔ احمدی کی آپ کیا تعریف مقرر کریں گے کسی ملک کا طور طریق اور آئین اٹھا کر دیکھ لو۔ اس ضمن میں ایک ہی تعریف ملے گی۔ اور وہ یہ کہ جو شخص اپنے آپ کو جس مذہب کی طرف منسوب کرتا ہے وہ اسی مذہب کا پیرو شمار ہوگا۔ جو اپنے آپ کو عیسائی کہتا ہے وہ عیسائی شمار ہوگا۔ اور جو اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہے وہ مسلمان ہی کہلائیگا اگر احمدی بھی جیسا کہ انہوں نے اعلان کیا ہے اپنے آپ کو صرف مسلمان ظاہر کرنا شروع کر دیں۔ تو آپ کیا کریں گے اس کا ایک حل یہ پیش کیا جا سکتا ہے کہ علماء کا ایک بورڈ بنا دیا جائے اور ہر شخص کے لئے ضروری قرار دیا جائے کہ وہ ننگ رجسٹر میں درج ہونے سے پہلے امتحان میں سے گذرے۔ اگر علماء اسے مسلمان قرار دیں تو وہ مسلمان شمار ہو ورنہ نہیں لہٰذا تو یہ تجویز درست معلوم ہوتی ہے۔ لیکن اگر کل کلاں کو ایسی صورت پیدا ہو گئی کہ بعض اعتراضوں کے ماتحت مسلمانوں ہی کو غیر مسلم قرار دیا جانے لگا تو اس کا کیا علاج ہوگا۔ اس بات کا کلی امکان ہے کہ ایک وقت میں ایک دو نہیں اکٹھی چالیس فی صدی آبادی کو غیر مسلم قرار دے دیا جائے تو ان بیچاروں کا کیا حال ہوگا۔

احراری اقلیت

اس مسئلہ کے ایک اور پہلو پر روشنی ڈالتے ہوئے صدر پنجاب مسلم لیگ نے فرمایا:-

یہ بھی کہا گیا ہے کہ (نعوذ باللہ) احمدیوں نے قیام پاکستان سے قبل مسلم لیگ کا ساتھ نہیں دیا اگر یہ صحیح ہے اور اسی بنیاد پر ان کو اقلیت قرار دینا جائز ہے تو پھر ہمیں سوچنا ہوگا کہ اور کس کس کو اقلیت قرار دیا جائے مسلم لیگ اور قیام پاکستان کی مخالفت تو اور بڑے بڑے لوگوں نے بھی کی تھی۔ پھر اس کی زد میں اور بہت سے لوگ بھی آئیں گے۔ میں کہنا تو نہیں چاہتا لیکن مثال کے طور پر کہنا پڑتا ہے کہ کیا اسی بناء پر آپ احراریوں کو بھی اقلیت قرار دینے کے لئے تیار ہیں؟ (پر زور تالیاں) بہر حال ایسی صورت میں ہمیں یہی فیصلہ کرنا ہوگا کہ جو کچھ ہو چکا سو ہو چکا ہم میں اتنی وسعت قلبی موجود ہے کہ ہم اپنے مخالفوں کو بھی اپنے میں جگہ دینے کے لئے تیار ہیں۔ بشرطیکہ وہ کامل وفاداری کا یقین دلائیں۔ ہاں ہمارے اندر رہ کر اگر کوئی سازش کرے گا اور ریشہ دوانیوں سے باز نہ آئیگا تو پھر ہم ان کا قلع قمع کئے بغیر نہ رہیں گے۔

مدعی سست گواہ چست

دوران تقریر میں آپ نے مزید فرمایا:-

پھر یہ بھی کہا گیا ہے کہ ہم احمدیوں کو اس لئے اقلیت قرار دلانا چاہتے ہیں کہ انہیں بھی اسمبلیوں وغیرہ میں نمائندگی مل سکے اس میں شک نہیں کہ اب احمدیوں کا کوئی نمائندہ نہیں ہے، اور اس طرح ان کے حقوق متعین ہو جانے پر انہیں نمائندگی مل جائے گی اور وہ فائدے میں رہیں گے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ اس بات میں وزن تو اس وقت ہو کہ جب یہ مطالبہ خود احمدیوں کی طرف سے کیا جائے۔

کم سے کم حقوق کا تعین

اس مسئلہ کی مذکورہ بالا پیچیدگیاں بیان کرنے کے بعد آپ نے فرمایا۔ ایک خطرہ یہ بیان کیا گیا ہے کہ احمدی لوگ سروسز میں بہت گھسے ہوئے ہیں۔ حالانکہ ان کی وفاداری مشتبہ ہے۔ اگر ان کی وفاداری مشتبہ ہے تو پھر واقعی یہ بہت گہرا مسئلہ ہے۔

(باقی بر صفحہ ۱۲)

ہماری تفرقہ پردازی میں دشمنانِ وطن کی منصوبہ بازی

ماسٹر تارا سنگھ کے بدارادے اور پاکستانیوں کیلئے ایک لمحۂ فکریہ

(از جناب عباد اللہ صاحب گیانی)

اسلام کی تاریخ اس بات کی شاہد ہے کہ بڑی بڑی اسلامی حکومتیں اور مملکتیں جن کی طرف کوئی بڑے سے بڑا دشمن بھی آنکھ اٹھا کر دیکھنے کی جرأت نہ کرتا تھا۔ ملّاؤں کی تفرقہ بازی کا شکار ہو کر صفحۂ ہستی سے مٹ گئیں۔ ان ملّاؤں نے کہیں شیعہ سنی کے جھگڑے کھڑے کر کے سیدھے سادے مسلمانوں میں انتشار پھیلایا اور کہیں رفع یدین اور آمین وغیرہ کے مسائل میں قوم کو الجھا کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ نیز یہ بھی ایک تلخ حقیقت ہے کہ بڑے بڑے جید علماء اور اسلام کے خدام بھی (آج جن کے ناموں کی بڑی عزت اور احترام ہے) ان ملّاؤں کی فتوے بازی کا شکار ہونے سے نہ بچ سکے۔ ان تلخ حقیقتوں کے پیشِ نظر ہی علامہ اقبال نے فرمایا ہے:۔

دینِ ملّا فی سبیل اللہ فساد

کچھ عرصہ سے احراریوں نے جو پاکستان کے قیام کے سخت مخالف تھے۔ اور بقول روزنامہ آفاق جن کا ماضی سیاہ ہے۔ پاکستان ایسی خداداد اور سب سے بڑی اسلامی مملکت میں ختمِ نبوت کے نام پر فرقہ دارانہ منافرت کو ہوا دیکر انتشار پھیلانے کی کوشش شروع کر رکھی ہے، تا مسلمانوں کی سیاسی وحدت کو پاش پاش کر کے سیاسی اقتدار حاصل کیا جا سکے۔ قابلِ افسوس بات یہ ہے کہ بعض مسلم لیگی حضرات بھی اس رو میں بہہ کر حضرت قائدِ اعظم کی وصیت

اتحاد ۔ تنظیم ۔ یقینِ محکم

کو بکلی نظر انداز کر رہے ہیں۔ اور احرار کے موجودہ فتنہ کو ہوا دے رہے ہیں حالانکہ ایسے وقت میں جبکہ پاکستان کے سامنے کشمیر کا تنازعہ۔ پناہ گزینوں کی آبادی۔ اور دوسرے کئی اہم مسائل ایسے ہیں جو اسکی زندگی اور موت سے تعلق رکھتے ہیں۔ فرقہ وارانہ منافرت سمِ قاتل سے کچھ کم نہیں۔

پاکستان کی کمزوری پر دشمن کی نظر

احرار کا موجودہ فتنہ نہ صرف پاکستانی عوام کو ہی دنیا میں ذلیل کرنے کا موجب بن رہا ہے۔ بلکہ پاکستانی لیڈروں کی بدنامی کا بھی باعث ہو رہا ہے، چنانچہ پاکستان کا سب سے بڑا دشمن اور مسلمانوں کے خون کا پیاسا مشہور سکھ لیڈر ماسٹر تارا سنگھ پاکستان کے انتشار میں اپنی زندگی سمجھ رہا ہے۔ اور سکھ راج کے خواب دیکھ رہا ہے۔ کیونکہ اس سے قبل ایک مرتبہ سکھ قوم مسلمانوں کی باہمی پھوٹ سے فائدہ اٹھا کر پنجاب پر حکومت کر چکی ہے۔ چنانچہ حال ہی میں ماسٹر صاحب نے اپنے ایک مضمون میں لکھا ہے کہ:۔

"پاکستان کی کمزوری کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ وہاں کے لیڈروں میں پھوٹ ہے۔ لیاقت علی کی موت کے بعد کسی کی لیڈرشپ قائم نہیں رہی یہ کمزوری پاکستان کے لئے خطرناک ثابت ہوگی"

(پربھات ۷ جون ۱۹۵۲ء)

قطع نظر اس کے کہ پاکستان کے لیڈروں میں پھوٹ ہے یا نہیں احرار کی موجودہ روش نے دشمن کو ہم پر ہنسنے کا موقعہ ضرور بہم پہنچایا ہے۔ اور یہ بھی حقیقت ہے کہ قائدِ اعظم مرحوم کی زندگی میں اگر احراری کوئی اس قسم کا فتنہ کھڑا کرنے کی کوشش کرتے تو ان کا صفحۂ دل لخت لخت انہیں مسل کر رکھ دیتا۔

ماسٹر تارا سنگھ کا منصوبہ

ماسٹر تارا سنگھ صاحب اس سے قبل ہیر خالصہ دل کے نام پر ایک سکیم بھی قوم کے سامنے پیش کر چکے ہیں جس کا مقصد یہ ہے کہ سکھوں کو منظم کر کے پاکستان کے خلاف تیار کیا جائے اور جب پاکستان میں انتشار پھیل جائے۔ تو ہزاروں کی تعداد میں بہ ترتیب یافتہ سکھ پاکستان میں داخل کر دیئے جائیں جو مسلمانوں کا کشت و خون کر کے سکھ راج کے لئے راستہ صاف کریں، یہ ضروری نہیں کہ ماسٹر صاحب جو کچھ سوچ رہے ہیں وہی ہو لیکن ہمارا فرض ہے کہ ہم اپنے دشمن کے منصوبوں سے بے خبر نہ رہیں اور قائدِ اعظم مرحوم کی مقدس امانت پاکستان کی سالمیت کو برقرار رکھنے کے لئے ہر قسم کی قربانی پیش کریں تاکہ ایسا نہ ہو کہ جس طرح مشرقی پنجاب میں دشمن نے ہماری غفلت کی وجہ سے لاکھوں مسلمان بچّوں۔ عورتوں اور بوڑھوں کو تہ تیغ کر دیا تھا اسی طرح ہماری کوئی کوتاہی ہمیں کسی قسم کا کوئی نقصان پہنچا دے یہ بھی درست ہے کہ پاکستان کا محافظ خود اللہ تعالےٰ ہے۔

اندرونی اور بیرونی دشمنوں سے محافظت کا فرض

جس طرح اللہ تعالےٰ نے پہلے بھی احراریوں کی مخالفت کو ناکام بنا دیا تھا۔ اور باوجود ان کے یہ کہنے کے کہ:۔

"کسی ماں نے کوئی ایسا بچہ نہیں جنا جو پاکستان تو کجا پاکستان کی پ کا ایک نقطہ بھی بنا سکے"

پاکستان بنا کر دکھا دیا تھا اسی طرح وہ قادرِ مطلق خدا پھر کوئی ایسا چکر چلا دے گا کہ احراریوں کے پاکستان میں انتشار پھیلانے کے تمام منصوبے خاک میں مل جائیں گے۔ لیکن اس کے باوجود جہاں تک ہمارا فرض ہے ہمیں ایسے وقت میں پاکستان کے اندرونی اور بیرونی دشمنوں سے خبردار رہنا چاہیئے، اندرونی دشمنوں کا قلع قمع کرنے کے لئے تو معمارِ پاکستان کا فرمان

"اتحاد ۔ تنظیم ۔ یقینِ محکم"

ہی کافی ہے۔ ہمیں اس فرمان کو کسی حالت میں بھی فراموش نہیں کرنا چاہیئے۔ اور بیرونی دشمنوں کا مقابلہ کرنے کے لئے ہمیں ان کے ارادوں اور منصوبوں پر نظر رکھنے کی ضرورت ہے۔

ماسٹر تارا سنگھ کے خواب

ماسٹر تارا سنگھ صاحب کی پاکستان سے دشمنی کسی سے پوشیدہ نہیں۔ اس لیڈر کی زندگی کا انحصار اب صرف اور صرف پاکستان کے انتشار پر مبنی ہے۔ اور یہ اپنی قوم کو بھی امیدیں دلا رہا ہے کہ پاکستان میں انتشار پھیلنے والا ہے اور اسکے نتیجہ میں سکھ راج آجائے گا۔ چنانچہ اس نے اپنے ایک مضمون میں بیان کیا ہے کہ:۔

"مجھے یقین ہے کہ ہماری حکومت جلد آرہی ہے۔ اس یقین کے تمام اسباب کو تو میں بتانا نہیں چاہتا۔ لیکن تمام سنگتوں کو کچھ بتا بھی دینا چاہتا ہوں کہ کس طرح ہماری حکومت آرہی ہے۔۔

. . . .

پاکستان میں گڑبڑ آرہی ہے۔ خواہ یہ گڑبڑ لڑائی کے ذریعہ آئے یا بغیر لڑائی کے۔ پاکستان میں جب گڑبڑ ہوگی تو ہماری حکومت بھی تنگ پڑ جائیگی ہمارے ملک کے لوگ شور مچائیں گے کہ ختم کرو پاکستان کو۔ یہ ہمارا آپ کا پکا دشمن ہے دوسری طرف ہماری حکومت کو امریکہ اور انگلستان وغیرہ کا ڈر رہیگا۔ اور ہماری حکومت پاکستان کو ختم کرنے کا حوصلہ نہ کرے گی۔ اس طرح ہماری حکومت دونوں طرف پھنس جائے گی۔ اگر پاکستان کو ختم کرے تو امریکہ وغیرہ کا ڈر ہے۔ اور بین الاقوامی جنگ چھڑ جانے کا خطرہ ہے۔ اور اگر نہ ختم کرے تو اپنے ملک کے لوگ بہت سختی سے گلے پڑیں گے اور اس حکومت کو پلٹ دیں گے۔ اس طرح دونوں طرف سے پھنسی ہماری حکومت کے لئے ایک ہی راہ ہے کہ وہ ہمیں اندر اندر تیار کرے کہ تم مارو پاکستان کو۔ ہمارے پاکستان کو ختم کرنے سے کوئی بین الاقوامی جھگڑا پیدا نہیں ہو سکتا۔ ہم تو وہاں کے باشندے ہیں۔ اور ہماری وہاں جائیدادیں ہیں۔ جو ابھی بھی ہمارے نام ہی ہیں۔ پاکستان سے آنے والوں کا دلیش پاکستان ہے۔ اور ہمیں اپنے وطن کی نالائق یا ظالم حکومت کو بدلنے کا حق ہے۔ اس میں کوئی بیرونی ملک دخل نہیں دے سکتا۔ دوسرا حق ہے تمام سکھوں کا۔ پناہ گزینوں کے علاوہ جو سکھ ہیں۔ ان کا ننکانہ صاحب بھی تو پاکستان میں ہی ہے۔ اگر یہودیوں کو فلسطین اس لئے دیا جا سکتا ہے کہ ان کا ابتدائی گھر وہاں ہے تو سکھی کا جنم بھی تو ننکانہ صاحب میں ہی ہوا ہے۔ فلسطین میں اس وقت یہودی آبادی صرف ۵۰۰۰۰ تھی۔ اور مسلمان ۶ لاکھ سے زاید تھے۔

اس لئے بین الاقوامی پیچیدگیوں سے بچنے کے لئے اور ملک کا دشمن ختم کرنے کے لئے ہماری حکومت کے پاس صرف ہمیں تیار کرنے کا ہی راستہ رہ جاتا ہے۔ اگر ایسی حالت میں بھی ملکی حکومت کے لیڈر سستی برتیں گے تو ان کا راج

(باقی بر صفحہ ۲ کالم ۳)

مکتوب امریکہ

میاں بشیر احمد صاحب منٹو

ہماری تبلیغی سرگرمیاں اور اسکے خوشگوار نتائج

حضرت مسیح موعود اور حضرت مولنا نورالدینؒ کا ذکر خیر

ایک نومسلم پر ابتلا اور اس کا ایمان

محبی و مشفقی جناب ایڈیٹر صاحب "پیغام صلح" - لاہور پاکستان
رابرٹ، سینئے ایک طالب علم Brigham Young یونیورسٹی، Provo Utah
کے مشرف باسلام ہونے کا ذکر میں نے اپنے پچھلے خط میں کیا تھا اور یہ بھی لکھا تھا کہ مارمن جن کی یہ یونیورسٹی ہے مذہب کے معاملہ میں بہت متعصب واقع ہوئے ہیں اور اس بات کو ہرگز برداشت نہیں کر سکتے کہ ان کے مذہب کا کوئی آدمی کوئی دوسرا دین قبول کرے خصوصیت سے اسلام جس کے لئے ان کے دلوں میں محبت کی مطلق جگہ نہیں البتہ بغض و عناد کا ہجوم ہے۔ آخر وہی ہوا جس کا اندیشہ تھا ہمارے نومسلم بھائی کی زندگی تلخ کر دی گئی اور انہیں یونیورسٹی چھوڑنے پر مجبور کر دیا گیا۔ الحمد للہ کہ اس سختی سے ان کا ایمان اور زیادہ مضبوط ہو گیا اور اس کسوٹی پر ان کی صداقت کی پرکھ ہو گئی، ان پیدائشی مسلمانوں کے لئے جو ہر نومسلم کو شک و شبہ کی نگاہ سے دیکھنے کے عادی ہیں اس مثال میں بڑی عبرت ہے مگر کتنے ہیں جو اپنے اعمال پر شرمندہ ہوں گے!

ایک اور نوجوان امریکن اسلام میں

Wilhelm Hoggenstein [?]

چوبیس یا پچیس برس کے نوجوان آدمی ہیں اور یہاں سان فرانسسکو میں رنگسازی کا کام کرتے ہیں۔ تین مئی کو انہوں نے قبولیت اسلام کا اعلان کرنے کی خواہش ظاہر کی مگر میں نے انہیں مشورہ دیا کہ ابھی وہ چند دن انتظار کریں اور ہماری کتب کا مزید مطالعہ کرنے کے علاوہ دعائیں مشغول رہیں۔ ۱۵ر مئی کو ہمارے ہفتہ واری جلسہ کے موقع پر انہوں نے دوبارہ خواہش ظاہر کی۔ چنانچہ اس دفعہ ان کی دلی خواہش کے مطابق انہیں کلمہ شہادت پڑھایا گیا۔ اللہ تعالیٰ استقامت عطا فرمائے۔

ایک پاکستانی مسلمان اور ان کی بیوی

تین مئی کی صبح کو دلیم صاحب تشریف لائے تھے Los Angeles اور اسی شب کو مسٹر اور مسز طارق سے ہمارے ہاں آئے۔ طارق صاحب سرگودھا، پاکستان کے رہنے والے ہیں اور کیلیفورنیا میں ہوائی جہازوں کی انجنیئرنگ کی تعلیم حاصل کر رہے تھے۔ مسز طارق ڈنمارک کی رہنے والی ہیں اور جنوبی کیلیفورنیا کی یونیورسٹی میں انگریزی زبان کا درس لے رہی تھیں۔ طارق صاحب چھ مئی کو واشنگٹن ڈی سی۔ روانہ ہو گئے۔ وہاں سے لندن چلے گئے اور اب پاکستان کے دارالحکومت کراچی میں مقیم ہیں۔ مسز طارق ہمارے پاس سان فرانسسکو میں ہیں اور ہمارے زیر تبلیغ ہیں۔ اگست کے دوسرے ہفتہ میں ہمیں الوداع کہکر ڈنمارک اپنے والدین اور دوسرے عزیزوں کو ملنے چلی جائیں گی اور پھر وہاں سے اپنے شوہر کے پاس پہنچ جائیں گی۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اپنی رحمت سے ان کے دل کو نور اسلام سے منور کر دے اور ان کا وجود مسلمانوں کے لئے مفید بنائے۔

پاکستان کے وائس کونسل کی دعوت

۴ر مئی کو ہمارے ہفت روزہ جلسہ میں شیخ کریم الدین محمد (Keith McElhaney [?]) اور علی حسن صاحب فلسطینی طالب علم سٹی کالج کی تقریریں ہوئیں۔

۲۳ مئی کو ایم رحمان صاحب وائس قونصل، پاکستان قونصل، نیویارک کی جو چند ایام کے لئے سان فرانسسکو آئے ہوئے تھے ہم نے دعوت کی۔ ان کے علاوہ چند دوسرے احباب بھی شامل ہوئے۔

ایک اور نومسلم

۱۴ر مئی کو George Wilson Aiton Burbank مشرف باسلام ہوئے کیلیفورنیا میں وہ ایک کافی شاپ کے مالک ہیں، عمر پچاس برس کے قریب ہوگی۔

ہفتہ وار جلسوں میں تقاریر

۱۵ر مئی کو James Revard گریجویٹ کیلیفورنیا یونیورسٹی برکلے نے ہماری ہفتہ واری Fallacy of Race میں پر اپنے خیالات کا اظہار فرمایا۔ ان کی تقریر بہت پسند کی گئی۔ یکم جون کو David Bertrand گریجوایٹ سٹینفورڈ یونیورسٹی نے، مراکو، الجیریا اور ٹیونس کے مسلمانوں کی مذہبی اور معاشی حالت بیان کی اور فرانسیسی حکومت کے مظالم کا تذکرہ کیا۔ ویوارڈ اور برٹرینڈ دو نو امریکن اکاڈیمی میں میرے طالب علم تھے۔ میرے تمام لیکچروں میں بلا ناغہ شامل ہوتے رہے اور بڑی دلچسپی کا اظہار کرتے رہے۔

ہملٹن ایر فورس میں میری تقریر

یکم جون کی شب کو میجر Whitlock کی دعوت پر اور ان ہی کی کار میں ہملٹن Hamilton گیا۔ یہ شہر سان فرانسسکو سے تقریباً ۲۵ میل کے فاصلہ پر ہے وہاں ہملٹن ایر فورس کے سامنے میری تقریر ہوئی۔ ایر فورس کے سب ہیوں اور افسروں کے علاوہ ان کی عورتیں بھی موجود تھیں۔ تقریباً دو سو آدمیوں کا اجتماع تھا۔

حضرت مسیح موعود اور حضرت مولنا نورالدینؒ کا تذکرہ

۳۔ اور ۴ جون کو اکاڈیمی میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت حکیم نورالدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سوانح مبارک بیان کئے اور آٹھ جون کو اپنے ہفتہ واری اجلاس میں ان ہی کا اعادہ کیا۔

اسلام اور مغربی ثقافت پر تقریر

چھ جون کو اکاڈیمی کے زیر اہتمام پیلیس ہوٹل کے انگلش روم میں ایک جلسہ منعقد ہوا اور میری "اسلام اور ویسٹرن کلچر" پر تقریر ہوئی اور ڈاکٹر سپیگلبرگ نے حاضرین سے میرا تعارف کرایا۔ حاضرین کی تعداد ستر اور اسی کے درمیان ہوگی۔

ایک خاتون کو تبلیغ

۱۴ر جون کو سفیر پاکستان جناب محمد علی صاحب سان فرانسسکو تشریف لائے۔ چودہ کی صبح کو میں ان سے ملا۔ اپنے کام سے آگاہ کیا اور کچھ لٹریچر ہدیۃً پیش کیا۔ ان کی فرمائش کے مطابق Mrs Eggen [?] Salt Lake City کو بھی چند کتابیں بھیجی گئیں۔ ان کا بیان تھا کہ مسز ایگن اسلام میں دلچسپی لیتی ہیں اور اس کی تعلیم سے کما حقہ واقف ہونا چاہتی ہیں۔ کتابیں بھیجنے کے علاوہ ایک خط بھی ان کی خدمت میں ارسال کر دیا گیا تھا اور انہیں یہ یقین دلایا گیا تھا کہ جہاں تک تعلیم اسلام سے ان کی واقفیت کا تعلق ہے ہم ان کی خدمت کے لئے ہر وقت حاضر ہیں۔

نماز عید اور عید ڈنر

۲۴ر جون کو ہمارے مکان پر نماز عید ہوئی سولہ ڈالر فطرہ کے جمع ہوئے جن کے متعلق فیصلہ کیا گیا کہ وہ لائبریری کے لئے کتابیں خریدنے پر صرف کئے جائیں۔

۲۷ر جون کو ڈاکٹر عبدالحمید پاکستانی ممبر ہیومن رائٹس کمیشن سان فرانسسکو آئے عابد صاحب ان سے ملنے گئیں اور اپنے ساتھ ہی ہمارے مکان پر انہیں لے آئیں۔ دوسرے دن ۲۸ر جون کو ہمارا عید ڈنر ہوا۔ حمید صاحب بھی شامل ہوئے۔ ان کے علاوہ Mr Gainsborough پریزیڈنٹ امریکن اکاڈیمی آف ایشین سٹڈیز۔ ڈاکٹر سپیگلبرگ، مسز گوردیو وائس پریزیڈنٹ میڈیکل فونڈیشن، فضل محمد صدر پاکستان نیشنل لیگ، چراغ محمد وائس پریزیڈنٹ مسجد کمیٹی سٹاکٹن بھی موجود تھے۔ حاضرین کی کل تعداد چھیالیس تھی۔ ڈاکٹر سپیگلبرگ، شیخ کریم الدین محمد ملیکن شریف المجاہد اور میری تقریریں ہوئیں۔

ڈاکٹر وحید کی طرف سے ہماری خدمات کا اعتراف

ڈاکٹر وحید صاحب نے میری بہت تعریف کی اور کہا کہ میں دیانتداری اور صمیم قلب سے یہ کہتا ہوں کہ جو کام سان فرانسسکو اور امریکہ میں منٹو صاحب کر رہے ہیں وہ بے حد اعلیٰ اور ہر طرح تعریف کے لائق ہے۔ انہوں نے وعدہ کیا کہ وہ ہماری لائبریری کے لئے کچھ کتابیں ہمیں مرحمت فرمائیں گے۔ جو کچھ تعریف انہوں نے ہمارے کام کی کی ہے اس کے لئے ہم ان کے بے حد شکر گزار ہیں۔

(باقی ص ۱۲)

قادیانیوں کو پاکستان کی غیر مسلم اقلیت قرار دینے کے سوال پر

اراکین پنجاب مسلم لیگ کی خدمت میں چند معروضات

اصغر بھٹی ایڈووکیٹ ممبر پنجاب پراونشل مسلم لیگ کونسل

ذیل کے مضمون میں جو ایک مطبوعہ پمفلٹ کی صورت میں ہمیں موصول ہوا ہے، موجودہ شورش و ہنگامہ پر تبصرہ کرتے ہوئے جن حقائق کو بیان کیا گیا ہے، وہ ہر ہوشمند انسان کی آنکھیں کھولنے کا موجب ہیں، ہم جناب اصغر بھٹی صاحب کے ممنون ہیں کہ انہوں نے اس شورش و ہنگامہ میں سلطان جائر نہیں بلکہ ایک جائر قوم کے سامنے کلمہ حق کہکر افضل الجہاد کا حق ادا کیا ہے، اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر دے اور بیش از بیش خدمت اسلام کی توفیق مرحمت فرمائے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

برادران - میں آپ کی توجہ اس امر کی طرف پھرانا چاہتا ہوں کہ آج سے صرف پانچ سال پہلے ہم لوگ ایک غیر ملکی حکومت کے تابع تھے - اور غیر ملکی حکومت کے تابع بھی پھر ایک اور منظم جماعت ہندوؤں کی ایسی تھی جو غیر ملکی حکومت کی مصلحتوں سے نیچے ہوتے ہوئے پورے طور پر تسلط رکھتی تھی - اور ہمارے حصہ میں صرف صفر آتا تھا - ہم صرف نعروں اور گریہ وزاری سے بیرونی دنیا کے مسلمانوں کی مشکلات میں ان کی مدد کر سکتے تھے - اور بوجہ اس کے کہ ہم ایک غیر حکومت کے ماتحت تھے - وہ بھی ہماری کوئی مدد نہیں کر سکتے تھے - ہماری بساط یونین کمیٹیوں اور اسمبلی کے مخالف بنچوں تک پھیلتی تھی - اور اس سے زیادہ نہ ہم کو کوئی طاقت حاصل تھی نہ قوت تھی - خدا تعالیٰ نے یکدم حالات بدل دیئے - اس نے اپنے ایک بندے کے دل میں جوش پیدا کر دیا - قوت عمل پیدا کر دی - قربانی اور ایثار کی روح پیدا کر دی - اور اسے طاغوتی طاقتوں کے مقابلہ میں ایک چٹان کی طرح کھڑا کر دیا جس نے درد رکھنے والے مسلمانوں کی مدد سے ۱۹۴۵ء، ۱۹۴۶ء اور ۱۹۴۷ء کے نازک دور میں مسلمانوں کی دیانتداری اور اخلاص کے ساتھ خدمت کی - اور وہ جو غلامی بدانتظامی کی بدایتی اور صرف زبانی لاف وگزاف کا شکار ہو رہے تھے ہمت کر کے عملی دنیا میں کود پڑے - اور آخر ۱۹۴۷ء کے وسط میں وہ مسلمان جو ایک ہزار سال پہلے ہندوستان میں آ کر سارے ملک پر چھا گیا تھا - اور جس کی آواز کے مقابلہ میں کوئی آواز نہ اٹھتی تھی - لیکن اپنی بدنصیبی سے گزشتہ ڈیڑھ سو سال سے اپنی طاقت کھو چکا تھا - اور آقا در آقا کی غلامی میں مبتلا ہو گیا تھا - اس کی گردن غلامی کے بندھنوں سے آزاد ہوئی - اور اس نے پھر ایک دفعہ آزادی کا سانس لیا - اور گو نسبتاً چھوٹا ہی سہی - لیکن ہندوستان کا ایک حصہ اس کے تحت نگین قرار دیا گیا - اور وہ ایک خود مختار بادشاہ کی حیثیت میں کام کرنے لگا - پس ہمیں اپنی گزشتہ غلامی والی ذہنیت کو بدل دینا چاہیئے - ہمیں یہ سمجھ لینا چاہیئے - کہ ہمارے کاموں سے محلے کی کسی گلی یا نکڑ کے کسی مکان پر اثر نہیں پڑتا - بلکہ ہمارے اعمال اور ہمارے افعال کا اثر مسلمانوں کی سب سے بڑی آزاد حکومت پر پڑتا ہے - جس کا لازمی نتیجہ سارے عالم اسلام کے اندر ایک تغیر کا پیدا ہو جانا ہوگا - پس ہمیں اپنے تمام کاموں میں ہر وقت یہ مدنظر رکھنا چاہیئے کہ ہمارے کاموں سے صرف ہم پر اور ہماری اولادوں پر ہی اثر نہیں پڑے گا - بلکہ سارے عالم اسلام کو اس سے تقویت پہنچے گی یا ضعف پہنچے گا۔

اس کے بعد میں آپ کو توجہ دلاتا ہوں کہ باوجود اس کے کہ **قائد اعظم** نے متواتر ہمیں یہ سبق دیا تھا - کہ اتحاد تنظیم اور یقین محکم کے ذریعہ سے پاکستان کی بنیاد رکھی گئی ہے - اور اسی سے اس کو تقویت دی جائے گی ہم تھوڑے دنوں سے دیکھتے ہیں کہ مختلف پارٹیاں لیبل بدل بدل کر اپنی سیاسی اغراض کے لئے ان ذرائع کو کمزور کر رہی ہیں جن کی بنیاد پر قائد اعظم نے پاکستان کی بنیاد رکھی تھی - ابھی تھوڑے دن ہوئے بنگال میں زبان کا سوال اٹھا تھا - اب پنجاب میں مرزائی اور غیر مرزائی کا سوال اٹھا ہے - میں تو مرزائی نہیں لیکن سوال یہ نہیں کہ کون مرزائی ہے اور کون مرزائی نہیں، سوال صرف یہ ہے کہ کون پاکستانی ہے اور کون پاکستانی نہیں کسی پاکستانی کو مرزائی یا غیر مرزائی کے نام سے پاکستان کے جسم سے کاٹا نہیں جاسکتا - تم کس طرح کسی قوم کو کاٹ سکتے ہو جبکہ وہ قوم تمہارے اندر رہتی ہے - آخر تم انہیں نکال کر کہاں لے جاؤ گے - جب تک کوئی دوسرا ملک ان کو لینے کے لئے تیار نہیں - اور وہ جانے کے لئے تیار نہیں تم کر ہی کیا سکتے ہو۔

پس یہ ایک بے عقلی کا سوال ہے جو اٹھایا گیا ہے - اور صرف ملک میں فساد پیدا کرنا اس سے مقصود ہے - مرزائیوں کو اقلیت بنا کر ہم کیا فائدہ اٹھائیں گے - کیا ہم سیاسی حقوق سے ان کو محروم کر دیں گے - کیا ہم ان کو تبلیغ سے روک دیں گے - کیا عیسائی تبلیغ نہیں کرتے - کیا آریہ سماجی تبلیغ نہیں کرتے - کیا بہائی ہمارے ملک میں بیٹھے ہوئے تبلیغ نہیں کر رہے - کراچی کے قریباً تمام ہوٹل ان کے قبضہ میں ہیں وہ قرآن کریم کو منسوخ قرار دیتے ہیں اور بہاء اللہ کو خدا تعالیٰ کا مظہر قرار دیتے ہیں - مگر وہ تبلیغ کر رہے اور **پاکستان** ان کو نہیں روکتا - پارٹیشن کے بعد بھی کئی لوگ عیسائی ہوئے ہیں، ان کو گورنمنٹ نہیں روک سکی - اور نہیں روک سکتی - خود ہم بھی تو ہر ملک میں اسلام کے لئے تبلیغ کا حق محفوظ رکھتے ہیں پھر **مرزائیوں** کو اقلیت قرار دینے سے فائدہ کیا ہوگا - صرف یہی نا کہ اقلیت کی وجہ سے ان کو اپنے حلقہ سے کچھ زیادہ مل جائے گا - اگر وہ اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں تو ہمارے ان کو اقلیت قرار دینے سے بنتا کیا ہے - یا پھر ہمیں یہ قانون بنانا پڑے گا کہ کوئی شخص سوائے مولویوں کی اجازت کے اپنے آپ کو مسلمان نہیں کہہ سکتا اور پھر اگر یہی جھگڑا جاری رہا تو اس بات کی کون ضمانت دے سکتا ہے کہ آیندہ سنیوں اور شیعوں اور حنفیوں اور دیوبندیوں کے خلاف ایسے ہی الزام نہیں لگائے جائیں گے - اور ایسی ہی شورش نہیں کی جائے گی - اور پاکستان میں فتنہ کی خلیج وسیع سے وسیع تر نہیں کی جائے گی۔

پھر ایک یہ بات بھی قابل غور ہے کہ اگر مرزائی اپنے آپ کو مسلمان کہنے پر اصرار کرتے رہے اور مسلمانوں کے دین پر چلتے رہے تو آپ کو گورنر جنرل سے ایک ایسا آرڈی نینس بنوانا پڑے گا کہ جس کی رو سے کوئی مرزائی اپنا نام مسلمانوں کا سا نہ رکھے نہ ہی کلمہ پڑھے اگر کلمہ پڑھے تو اس کی زبان گدی سے نکال لی جائے قرآن کو ہاتھ لگائے تو ہاتھ کاٹ دیئے جائیں - اور اگر مسلمانوں کے قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھے بلکہ مسلمانوں کی طرح نماز بھی پڑھے تو اسکو سخت سزا دی جائے یا اور کوئی اسلامی کام کرے تو اس کو از روئے قانون ماخوذ کیا جائے - سو ایسا آرڈی نینس بنوانا ضروری ہوگا ورنہ ہم مرزائیوں کو مسلمانوں سے کسی طرح امتیاز نہیں کر سکیں گے - کیونکہ بغیر آرڈی نینس کے ہم ان کو اپنے آپ مسلمان کہنے سے روک نہیں سکیں گے - اور نہ ان اسلامی شعار سے باز رکھ سکیں گے جو مسلمانوں کے دین کے لئے خاص ہیں کیا ایسا آرڈی نینس آپ بنوا سکتے ہیں۔

اگر بنوا سکتے ہیں تو ضرور بنوایئے یہ آپ کی عظیم الشان اسلامی خدمت سمجھی جائے گی - اور تاریخ میں آپ کا اور پاکستان کا نام سنہری حروف میں لکھا جائے گا۔

اس کے علاوہ ہمیں ایک قربانی اور دینی پڑے گی - اور وہ یہ کہ آپ کو علم ہوگا - کہ ضلع گورداسپور کی قبل تقسیم مسلم اور غیر مسلم آبادی کا تناسب کچھ اس قسم کا تھا کہ مسلمان نصف سے زیادہ تھے اور غیر مسلم جن میں ہندو، سکھ عیسائی وغیرہ سب شامل تھے - مل ملا کر بھی مسلمانوں کے برابر نہ تھے - اس لحاظ سے یہ ضلع بحیثیت مجموعی مسلم اکثریت کا ضلع تھا - اس ضلع میں مرزائی کثرت سے آباد تھے - اگر ان کی آبادی کو الگ کر کے شمار کیا جاتا تو پھر مسلمان نصف سے کم رہ جاتے تھے - اس صورت میں یہ ضلع غیر مسلم اکثریت کا ضلع ہو کر رہ جاتا تھا - چونکہ کانگریس کشمیر کو ہندوستان کے ساتھ ملانے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہی تھی اور اس راہ میں گورداسپور بری طرح حائل تھا کیونکہ ہندوستان کو کشمیر جانے کے لئے بہر حال گورداسپور ہو کر جانا پڑتا تھا - اس لئے کانگریس نے پورا زور لگایا - کہ ضلع گورداسپور بھی ہندوستان میں شامل ہو جائے چنانچہ اس نے گورداسپور کو غیر مسلم اکثریت کا ضلع ثابت کرنے کے لئے پوری کوشش کی - اس وقت احرار مسلم لیگ کے سخت مخالف بلکہ پاکستان کے نظریئے ہی کے قائل نہ تھے اور بڑے سرگرم کانگرسی تھے اس لئے کانگریس نے ان سے خوب فائدہ اٹھایا - اور ان کے پوسٹر اور لٹریچر وغیرہ کمیشن کے سامنے پیش کئے - جن میں ثابت کیا گیا تھا کہ مرزائی مسلمانوں سے الگ فرقہ ہیں - یعنی خود مسلمان مرزائیوں کو اپنا حصہ نہیں سمجھتے ظاہر ہے کہ ایسا ثابت ہونے سے مسلم لیگ کو ایک عظیم الشان نقصان کا ڈر تھا - چنانچہ اس وقت کے دوربین قائد اعظم اور مسلم لیگ کے رہنماؤں نے اس سازش کو بر وقت بھانپ لیا اور اس کے جواب کے طور پر خود قادیانیوں کی طرف سے ایک میمورنڈم ٹریبونل کے سامنے پیش

گیا۔ اس میں قادیانیوں نے خود اس بات کو پیش کیا۔ کہ وہ مسلمانوں کا ایک حصہ ہیں۔ اور کوئی الگ فرقہ نہیں ہیں۔ یعنی!

"احرار نے ثابت کرنا چاہا۔ کہ قادیانی الگ فرقہ ہیں۔ اور مسلم لیگ نے ثابت کیا کہ قادیانی مسلمانوں کا حصہ ہیں"

گو بعد میں ضلع گورداسپور پاکستان کو نہ مل سکا۔ لیکن پاکستان کی یہ دلیل کہ ضلع گورداسپور مسلم اکثریت کا ضلع ہے قائم رہی اور یہ دلیل ایک ایسی مضبوط بنیاد تھی جس پر آئندہ مسئلہ کشمیر۔ نہروں اور بجلی وغیرہ کے مسائل میں پاکستان نے دلائل کی ایک عظیم الشان عمارت کھڑی کر دی جس کے ساتھ ٹکرا ٹکرا کر ہندوستان کی تمام دلیلیں ٹوٹتی پھوٹتی رہیں۔

آج بھی یہ دلیل قائم ہے۔ اور پاکستان کے ہاتھ میں ایک زبردست ہتھیار ہے جس پر اس کے مسئلہ کشمیر کا دارومدار ہے ——— ہندوستان میں اس وقت پانچ کروڑ مسلمان آباد ہیں۔ انتہائی کس مپرسی اور قابل رحم حالت میں ان کے دن گذر رہے ہیں۔ پاکستان میں اقلیتوں سے جس قسم کا سلوک ہوتا ہے۔ اس کی طرف ان کی ملتجیانہ نگاہیں لگی رہتی ہیں۔ پاکستانیوں کی ذراسی لغزش ان کے لئے قیامت کا نمونہ بن سکتی ہے۔ اگر مرزائیوں کو محض اقلیت قرار دینے کی بات آتی تو کچھ نہ تھا۔ لیکن آج کل کے خونی مولوی تو برملا اعلان کر رہے ہیں کہ مرزائیوں کو اقلیت قرار دے کر اس ملک سے ہی نکال دیا جائے گا۔ اور شاید ان کا پیٹ تو اس طرح بھی نہ بھریگا خواہ ایسا کرنے سے پانچ کروڑ جانیں خطرہ میں پڑ جائیں۔ ذرا غور کیجئے کہ اگر مرزائیوں کو آپ نے اقلیت قرار دے لیا۔ تو آخر ان سے وہی سلوک ہوگا جو ہندوؤں سے۔ اور ہندو پاکستان میں دو کروڑ ہیں۔ یہ دو کروڑ ہندو کیا پانچ کروڑ مسلمانوں کو زندہ رہنے دے گا۔ کیا یہ دو کروڑ ہندو مسلمانوں کا ایک اپنے میں سے علیحدہ کئے ہوئے فرقہ پر ہوتا ہوا ظلم دیکھ کر اپنے تئیں محفوظ سمجھے گا۔ کیا وہ اس خدشہ پر بھی آفت نہ لے آئیگا خدارا ذرا تو سوچئے چند لاکھ مرزائیوں پر ظلم کر کے آپ خود پاکستان کے وجود کو خطرے میں ڈال لیں گے۔ اس کے علاوہ اس ضمن میں کچھ نہیں کہنا۔ آپ خود اس کی تفصیلات کے گھنے جنگل میں داخل ہو کر نکلنے کی کوشش کیجئے۔ اتنا بھی تو سوچیں کہ اس فتنے کو آگ دینے والے کون لوگ ہیں۔ آخر ایک انسان کی گذشتہ تاریخ بھی تو اس کی نیتوں پر روشنی ڈالتی ہے آج احرار کہلانے والے درحقیقت آج سے تیئیس سال پہلے کے کانگرسی ہیں۔ پہلے وہ کھلے کھلے کانگرسی تھے اور ان کا نام احرار وغیرہ نہیں تھا۔ نہرو رپورٹ کی ان لوگوں نے تائید کی جبکہ ساری اسلامی دنیا نے اس کی مخالفت کی حتیٰ کہ مولانا محمد علی صاحب جوہر اور مولانا شوکت علی صاحب بھی اس رپورٹ کی وجہ سے کانگریس سے بدظن ہو گئے۔ جب کانگریس نے دیکھا کہ اب مسلمانوں میں اس کی کوئی وقعت باقی نہیں رہی۔ تو انہوں نے سمجھا کہ یہ چند مسلمان جن کو وہ تنخواہیں دے دیکر اپنا پروپیگنڈا کرواتے تھے اب ان کے کام نہیں آسکتے تب انہوں نے ان لوگوں کو امداد دینی بند کر دی اور یہ لوگ حیران رہ گئے کہ اب کیا کریں۔

۱۹۲۷ء میں جب لاہور میں ہندو مسلم فساد ہوا اور مسجد سے نکلتے ہوئے چند مسلمانوں کو سکھوں نے یکدم اپنی کرپانوں سے قتل کر دیا اور مسلمانوں میں ایک جوش پیدا ہو گیا تو احمدیوں کے امام نے اس وقت ہندو دوکانوں سے سودا لینے کے خلاف ایک اعلان کیا۔ احراریوں نے اس سے فائدہ اٹھایا اور انہوں نے بھی اس تحریک کو اٹھانا شروع کیا۔ لیکن جب گورنمنٹ نے سختی کی اور ان کے لیڈر پکڑے جانے لگے تو سفارشیں کروا کے اپنا پیچھا چھڑوایا۔ مولانا ظفر علی خان کی تجویز پر انہوں نے اپنا نام احرار رکھا اور پھر بعد میں کئی مواقع پیدا انہی سے ٹکر لی۔ سب سے پہلے انہوں نے کشمیر موومنٹ میں حصہ لیا اور جتھے بھیجنے شروع کئے۔ لیکن ان کی غرض محض یہ تھی کہ مسلمانوں میں تفرقہ پیدا ہو جائے اور مہاراجہ جموں جیت جائے کیونکہ جیسا کہ اس زمانہ کے لٹریچر سے اور اخباروں سے ثابت ہے۔ ان کا وفد مہاراجہ جموں سے فیصلہ کرنے کے لئے کشمیر گیا اور مہاراجہ جموں کا مہمان رہا اور یہ صاف بات ہے کہ جبکہ کانگریس مہاراجہ جموں کے ساتھ تھی تو یہ کانگرسی مہاراجہ جموں کے خلاف کس طرح ہو سکتے تھے۔

کشمیر کی تحریک کے بعد انہوں نے مرزائی اور غیر مرزائی کی تحریک شروع کی۔ قادیان میں مسجد اور مدرسہ بنانے کے لئے ہزاروں یا لاکھوں روپیہ لوگوں سے جمع کیا۔ لیکن نہ وہاں کوئی مسجد بنائی نہ مدرسہ بنایا۔ سب روپیہ آپس میں بانٹ کر کھا گئے۔

ان تمام تحریکوں سے پتہ لگتا ہے کہ وہ صرف سیاسی اغراض کے لئے ہی نہیں بلکہ ذاتی فائدہ اٹھانے کے لئے تھیں چنانچہ جب مسجد شہید گنج کا واقعہ ہوا تو ۲۴ جولائی ۱۹۳۵ء کو گورداسپور کے مقام سے چودھری افضل حق صاحب کو مولوی مظہر علی صاحب اظہر نے جو اس وقت احرار کے خاص لیڈر تھے خط لکھا کہ:۔

"۱۲ جولائی کا شاہی مسجد کا اعلان بہت مفید ثابت ہوا ہے پبلک کا رجحان ہماری طرف پلٹ چکا ہے۔ ضرورت صرف اس امر کی ہے کہ ہر تیسرے چوتھے دن کے بعد ایسا ہی ہنگامہ خیز بیان شائع کر دیا جایا کرے تاکہ مولوی ظفر علی خاں یا اس کی پارٹی سے عامۃ المسلمین کٹ جائیں۔ مکمل قبضہ و اقتدار حاصل ہو جانے کے بعد یہ ایجی ٹیشن فوراً ختم کی جا سکتی ہے۔ یہ مانا کہ مسجد کا معاملہ نہایت اہم ہے مگر اس میں حصہ لینے سے اگر کامیابی ہو بھی گئی تو نام ظفر علی خاں کا ہوگا کیونکہ اس تحریک کا قائد وہی تسلیم کیا جا چکا ہے اور ہمارا اور مجلس کا وقار سخت خطرے میں پڑ جائے گا"

اس کے بعد جب شہید گنج کی تحریک میں پیر جماعت علی شاہ صاحب نے حصہ لینے کا خیال ظاہر کیا تو ۸ ستمبر ۱۹۳۵ء کو گورداسپور سے ہی مولوی مظہر علی صاحب چودھری افضل حق صاحب رئیس الاحرار کو لکھتے ہیں:۔

"۱۵ ستمبر کو پیر صاحب لاہور آ رہے ہیں۔ اپنے ورکرز کو ہدایت کر دیں کہ یہ جلسہ کامیابی سے ہونے دیں۔ نیز "مجاہد" میں نہایت تدبر کے ساتھ مخالفت بھی جاری رکھی جائے اور اس جماعت میں اپنے آدمی بھی شامل کر دیئے جائیں تاکہ ان کی ہر سرگرمی سے اطلاع بھی ہوتی رہے اور وقت آنے پر یہ عمارت فوراً گرائی جا سکے مگر کوئی کچا آدمی ان کے نزدیک تک بھی نہ جانے دیا جائے شاہ صاحب سے کہدیں (یعنی مولوی عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری سے) کہ اپنی توجہات خاکساریت کی طرف زیادہ منعطف کریں۔ اس دشمن کا سدباب نہایت ضروری ہے۔

مسئلہ حجاز کے متعلق میرا مشورہ صرف اتنا ہے کہ سلطان کی براہ راست ہرگز مخالفت نہ کی جائے۔ کیونکہ اس طرح یہ تحریک ہمارے لئے نقصان دہ ثابت ہوگی" پھر لکھتے ہیں:۔

"اگر سلطان حجاز پر کما حقہ اثر ہو گیا تو مالی مشکلات بھی حل ہو جائیں گی۔ اور چندے کی مصیبت سے کچھ عرصہ کے لئے نجات ہو جائے گی"

ان خطوط سے ظاہر ہے کہ احرار مسجد شہید گنج کی تحریک کی مخالفت کا پختہ ارادہ کر چکے تھے لیکن مسلمانوں کی مخالفت کے ڈر کی وجہ سے انہوں نے یہ فیصلہ کیا کہ کھلے بندوں مخالفت نہ کی جائے اپنے آدمی اس تحریک میں داخل کر دیئے جائیں اور مخالف کیمپ میں رسوخ حاصل کر کے پھر اس تحریک کو گرا دیا جائے اور یہ بھی مسجد شہید گنج کی تحریک کی مخالفت ان کو کسی مذہبی یا سیاسی خیال کی وجہ سے نہیں تھی بلکہ اس وجہ سے تھی کہ مولوی ظفر علی خاں اس تحریک کے لیڈر ہیں اگر یہ تحریک جیت گئی تو انکو عزت ملے گی۔ احرار کو عزت نہیں ملے گی۔ نیز یہ بھی ان حوالوں سے ظاہر ہے کہ احرار نے یہ فیصلہ کیا تھا کہ سلطان ابن سعود کی نیم مخالفت کی جائے تاکہ ایک طرف عام مسلمانوں میں ان کو شہرت حاصل ہو جو اس وقت سلطان ابن سعود کے خلاف تھے اور دوسری طرف اگر سلطان پر پورا قبضہ ہو جائے اور وہ ڈر جائے اور سلطان سے کافی رقم احرار کو مل جائے تو پھر اس سے صلح کر لیں اور چندے سے آزاد ہو کر گذارہ چلنا شروع ہو جائے گا۔

یہ حوالے بتاتے ہیں کہ احرار کی تحریک غیر مذہبی ہی نہیں بلکہ سیاسی بھی نہیں وہ صرف ایک جتھہ ہے جس کی غرض یہ ہے کہ کسی نہ کسی طرح مسلمانوں میں اقتدار حاصل کیا جائے ایسا کیوں کیا جائے ظاہر ہے کہ ان کی پرانی ہسٹری سے پتہ لگتا ہے کہ وہ اقتدار علاوہ جلب منفعت کے کانگریس اور ہندوؤں کی تائید کے لئے حاصل کیا جانا مقصود ہے۔ چنانچہ اب انہوں نے اپنے اخبار کا نام آزاد رکھا ہوا ہے جو آزاد مسلم پارٹی کی یاد میں ہے جو کانگریس نے مسلمانوں کے مقابلہ کے لئے بنائی تھی قدم قدم پر اس جماعت نے مسلم لیگ کی مخالفت کی اور ایسے گندے طریق پر مخالفت کی کہ جس کی کوئی حد نہیں اور کوئی شریف آدمی ایسا نہیں کر سکتا۔ چنانچہ احرار کے رسالہ "مسٹر جناح کا اسلام" میں مندرجہ ذیل الفاظ پائے جاتے ہیں:۔

"ہندوستان کے دس کروڑ مسلمانوں کا نام نہاد رہنما (یعنی قائد اعظم مسٹر جناح) آج تک کلمہ توحید پڑھ کر مسلمان نہیں ہوا۔ لیکن پھر بھی مسلمانوں کا قائد اعظم ہے"

(ٹائیٹل پیج مسٹر جناح کا اسلام)

اسی طرح مجلس احرار کے ناظم اعلیٰ صاحب لکھتے ہیں:

"یہ ہیں مسلمانوں کے قائد اعظم جو ایک پارسی عورت سے کورٹ شپ کی شادی کرنے کے لئے اپنے کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہونے کا حتمی اعلان کر چکے ہیں۔"

(مسٹر جناح کا اسلام صفحہ ۹)

مولوی حبیب الرحمٰن صاحب صدر احرار لکھتے ہیں:۔

"دس ہزار جینا اور شوکت اور ظفر جواہر لال نہرو کی

جوتی کی نوک پر قربان کئے جا سکتے ہیں۔"
(چمنستان از مولانا ظفر علی خاں ص۱۶۵)

مظہر علی صاحب اظہر جنرل سیکرٹری مجلس احرار کہتے ہیں:-
"یہ کافر اعظم ہے کہ قائد اعظم"
(حیات محمد علی جناح ص۸۱)

چوہدری افضل حق صاحب رئیس الاحرار لکھتے ہیں:-
"کتوں کو بھونکنے چھوڑ دو۔ کاروان احرار کو اپنی منزل کی طرف چلنے دو۔ احرار کا وطن لیگی سرمایہ دار کا پاکستان نہیں۔ احرار اس پاکستان کو پلیدستان سمجھتے ہیں۔" (خطبات احرار ص۹۹)

عطاء اللہ شاہ بخاری پسرور کانفرنس ۱۹۴۶ء میں فرماتے ہیں:-
"پاکستان کا بننا تو بڑی بات ہے کسی ماں نے ایسا بچہ نہیں جنا جو پاکستان کی پ بھی بنا سکے"
(روزنامہ جدید نظام استقلال نمبر ۵۰ء)

ایڈیٹر صاحب اخبار آزاد (جو احرار کا ترجمان رہا ہے) لکھتے ہیں:-
"ان لوگوں کو شرم نہیں آتی۔ کہ وہ اب بھی پاکستان کا نام جپتے ہیں............ سچ ہے پاکستان لیگ خونخوار سانپ ہے۔ جو ۱۹۰۶ء سے مسلمانوں کا خون چوس رہا ہے اور مسلم لیگ ہائی کمانڈ ایک سپیرا ہے۔" (آزاد ۹ر نومبر ۱۹۴۶ء)

مسلم لیگیوں کے متعلق عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری کہتے ہیں:-
"جو لوگ مسلم لیگ کو ووٹ دیں گے وہ سؤر ہیں اور سؤر کھانے والے ہیں" (چمنستان ص۱۶۵)

چوہدری افضل حق صاحب لیگ کے متعلق کہتے ہیں:-
"ہم لیگ کو دام فرنگ سمجھ کر دور ہی رہنا چاہتے ہیں"
(خطبات احرار ص۲۲)

عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری مسلم لیگ کے متعلق کہتے ہیں:-
"مسلم لیگ خائنین کوشوں اور رجعت پسندوں کی جماعت ہے۔ ان کا مقصد ملک میں غیر ملکی اقتدار کو مستحکم کرنا ہے۔ اس کے باوجود ہم سے کہا جاتا ہے کہ ہم مسلم لیگ میں شامل ہو جائیں، مسلم لیگ اور احرار کے مقاصد میں بعد المشرقین ہے۔"
(سوانح عطاء اللہ بخاری ص۱۱۸)

مسلم لیگ کے متعلق احراریوں کی جو نیتیں تھیں وہ چوہدری افضل حق صاحب کے اس بیان سے ظاہر ہیں کہ:-
"ہم نے دو دفعہ مسلم لیگ میں گھسنے کی کوشش کی تاکہ اس پر قبضہ جمائیں۔ لیکن دونوں دفعہ قاعدے اور قانون بنا دیئے گئے۔ تاکہ ہم بیکار ہو جائیں۔"
(خطبات احرار ص۹۵)

احراریوں کا اخبار "زمزم" لکھتا ہے:-
"تم ہمیں کیوں مجبور کرتے ہو۔ کہ اکثریت کا ساتھ دیں۔ کیا مولانا حسین احمد کے مقابلہ میں مسٹر جناح کو ترجیح دیں۔ ہم نام نہاد اکثریت کی تابعداری نہیں کریں گے۔ کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ اکثریت باطل پر ہے۔" (زمزم۔ ۳۰ ر اپریل ۱۹۳۹ء)

ان کے وہ لیڈر مولوی حسین احمد اب بھی ہندوستان میں ہیں وہ اب ان کو کس طرح چھوڑ سکتے ہیں، احرار ہمیشہ مسلمانوں کے مخالف رہنے کا فیصلہ کر چکے تھے۔ اس کا ثبوت تاج الدین صاحب کے ایک بیان ملتا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:-
"آپ کو معلوم ہے۔ کہ میدان سیاست میں ہم حزب مخالف کی حیثیت سے رہنا چاہتے تھے آپ کو اس کی ضرورت اب محسوس ہوتی ہے یہ تو بتایئے۔ حزب مخالف ہم سے بہتر اور کون ہو سکتی تھی" (آزاد ۲۶ ر دسمبر ۱۹۵۰ء)

جب پاکستان مضبوط ہونے لگا تو احرار نے مسلم لیگ کے ساتھ صلح کرنے کی کوشش کی۔ لیکن قائد اعظم نے احرار کی اس کوشش کا کیا جواب دیا۔ وہ ذیل کے حوالہ سے ظاہر ہے۔ مولوی عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری کہتے ہیں اور ان کا اپنا اخبار ان کی تقریر کو نقل کرتا ہے کہ:-
"میں نے قائد اعظم کے بوٹ پر اپنی ڈاڑھی رکھی پر وہ نہ پسیجے"
(آزاد ۱۴ ر نومبر ۱۹۴۹ء)

اب اے دوستو اس گذشتہ تاریخ کے ہوتے ہوئے احرار کے متعلق اس دھوکا میں پڑ جانا کہ وہ کوئی مذہبی تحریک ہے۔ یا ختم نبوت یا اور کسی دینی مسئلہ کے حل کے لئے کھڑی ہوئی ہے۔ کتنی خطرناک اور فاش غلطی ہوگی۔ آپ نے قائد اعظم کی فراست کے تجربے کئے ہوئے ہیں کیا اب ان تجربوں کے بعد اور مولوی عطاء اللہ شاہ صاحب کے اپنے اس اقرار کے بعد کہ
"میں نے قائد اعظم کے بوٹ پر اپنی ڈاڑھی رکھی پر وہ نہ پسیجے"
اس تحریک سے دھوکا کھا جائیں گے۔ اور پاکستان کی مملکت میں اختلاف اور شقاق کا دروازہ کھلنے دیں گے۔ اتنے لمبے تجربہ کے بعد ہم خود ہی یہ نتیجہ حاصل کر سکتے تھے لیکن قائد اعظم کے فیصلہ کے بعد جس کو خود بخاری صاحب بیان کرتے ہیں۔ ہمارا کسی اور فیصلہ پر پہنچنا یقیناً ہماری بدقسمتی اور ہماری نابینائی کی علامت ہوگا۔ اور پاکستان اور پاکستانیوں کا خون ہماری گردنوں پر ہوگا۔

پاکستانیوں اور مرزائیوں کے رویہ کے متعلق سید رئیس احمد صاحب جعفری جنہوں نے حیات محمد علی جناح لکھی ہے۔ اور جو مرزائی نہیں ہیں لکھتے ہیں کہ تحریک پاکستان کی جد و جہد کے وقت احمدیوں نے تو یہ کیا کہ ان کے امام نے اعلان کیا کہ آئندہ انتخابات میں ہر احمدی کو مسلم لیگ کی تائید کرنی چاہیئے۔ تاکہ انتخابات کے بعد مسلم بلاخوف تردید کانگرس سے کہہ سکے کہ وہ مسلمانوں کی نمائندہ ہے لیکن اس کے برخلاف ۲۹ ر دسمبر ۱۹۴۵ء کی شام کو بمبئی میں مجلس احرار کے اجتماع میں تقریر کرتے ہوئے مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری نے فرمایا:-
"پاکستان کے دونوں اجزا ایک دوسرے سے علیحدہ ہوں گے اور ان کے درمیان ۲۶ کروڑ ہندوؤں کی ایک زبردست حکومت ہوگی جس کے پاس سرمایہ ہوگا۔ ہنرمند صاحب دماغ آدمی ہوں گے۔ جواہر لال ہوگا۔ گاندھی جی مہاراج ہونگے کالاناگ راجگوپال آچاریہ ہوگا۔ مالوی جی ہونگے برخلاف اس کے بنگال۔ پنجاب۔ سندھ۔ سرحد کے مسلمان زیادہ تر کمیں ہیں۔ یعنی لوہار موچی۔ بڑھئی کسان۔ مزدور حتیٰ کہ پنجاب کے بعض علاقوں میں مسلمان بھنگی کا کام کرتے ہیں جو علاقے پاکستان کے لئے طلب کرتے ہیں ان میں بھی ہندو سرمایہ دار ہیں تعلیم یافتہ ہیں تجارت پر ان کا قبضہ ہے پشاور والوں کو شلوار کے لئے لٹھا امرتسر کی منڈی سے خریدنا پڑتا ہے۔"

یہ حوالے دے کر رئیس احمد صاحب جعفری اپنی طرف سے احمدیوں کے متعلق یہ تحریر فرماتے ہیں:-
"تفریق بین المسلمین کے خلاف برہمی اور غصہ کا اظہار کون کر رہا ہے؟ وہ لوگ جن کے خلاف کفر کے فتوؤں کا پشتارہ موجود ہے جن کی مسلمانی کا چرچا گھر گھر ہے"

اور مولوی عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری کا حوالہ دینے کے بعد لکھتے ہیں:-
"یہ خیالات ایک عالم دین کے ہیں۔ جو سرمایہ داری سے مرعوب ہے اور مسلمانوں کو کمیں کہکر اسلام کی توہین کر رہا ہے"

اے دوستو جیسا کہ میں اوپر لکھ چکا ہوں مرزائیوں کو اقلیت قرار دے کر نقصان کس کا ہے۔ اگر تبلیغ کو ہم نہیں بند کر سکتے۔ اور یقیناً اس وقت تک ہم مرزائیوں کی تبلیغ نہیں بند کر سکتے جب تک کہ عیسائیوں کی تبلیغ بند نہ کریں گے، جب تک بہائیوں کی تبلیغ بند نہ کریں گے جب تک ہندوؤں کی تبلیغ بند نہ کریں گے ا اور ادھر نہ ہم تبلیغ کرتے ہیں نہ ہم نے کسی غیر مسلم کو کبھی مسلمان بنایا ہے تو مرزائیوں کو اقلیت بنانے کے یہی معنے ہوں گے۔ کہ ہم پہلے تو پاکستان کی حکومت بناتے ہیں۔ اور پھر ایسے موانع ہم پہنچاتے ہیں، کہ آہستہ آہستہ ہماری اکثریت اقلیتوں کی طرف جاتے جاتے اقلیتوں کی حکومت اس ملک میں قائم کر دے اور اقلیت اکثریت بن جائے۔ اب تو کم سے کم مسلمان کہلانے والوں میں سے یہ مرزائی تبلیغ کرتے ہیں عیسائیوں اور ہندوؤں کو کبھی نہ کبھی مسلمان کرتے رہتے ہیں اور یہ دو لہریں چل رہی ہیں۔ کچھ ہم میں سے ادھر چلے جاتے ہیں، کچھ ان میں سے ہم میں آ جاتے ہیں۔ مگر پھر تو دو جماعتیں پاکستان میں رہ جائیں گی۔ ایک تبلیغ کرنے والی جو مسلمانوں کے خلاف ہوگی۔ اور ایک تبلیغ نہ کرنے والی جو اقلیتوں کے مقابلہ میں کھڑی ہوگی۔

اس مسئلہ کی کمزوری اور غلطی کے متعلق میں بعض دوسرے لوگوں کے خیالات بھی پیش کرتا ہوں، مولانا عبدالماجد صاحب دریابادی مشہور خلافتی اور ادیب اپنے اخبار "صدق جدید" میں لکھتے ہیں:-
"صوبائی تعصب مہاجر اور غیر مہاجر کی کشمکش اور لسانی جھگڑے کی موجودگی میں یہ فرقہ بندی کی بناء پر ملت اسلامیہ کے دائرہ سے اخراج کی تحریک ایک فتنہ عظیم ہے اگر پاکستانیوں نے اس کی ہمت افزائی عواقب سے بے بہرہ ہو کر کی تو قادیانیوں کے بعد اس کا قدم آغا خانیوں منکرین رضا خانیوں اور دیوبندیوں تک پہنچے گا"
(صدق جدید ۱۱ رجولائی ۱۹۵۲ء)

"اخبار انقلاب" ۱۹۴۴ء میں لکھتا ہے۔
جبکہ اسی قسم کی تحریک اس وقت بھی جاری کی گئی تھی کہ:-

"مسٹر جناح نے بے حد دانش و تدبر سے کام لیا کہ مولوی عبدالحامد بدایونی کی اس قرارداد کو پیش کرنے کی اجازت نہ دی جس کا منشاء یہ تھا کہ احمدیوں کو مسلم لیگ کا ممبر نہ بنایا جائے ہمیں اس مسئلہ کے متعلق مسٹر جناح کے مسلک کی نسبت کچھ بھی شبہ نہیں ہوا۔ انہوں نے کشمیر کی پریس کانفرنس میں صاف صاف فرمایا تھا کہ فرقوں کی بحث نہ اٹھاؤ۔ ہر مسلمان مسلم لیگ کا ممبر ہو سکتا ہے .... قرارداد کو روکنے کا صاف مطلب یہ ہے کہ مسٹر جناح اس قسم کی تفریق آمیز تجاویز کو ملت کے مقاصد کے لئے نقصان رساں سمجھتے ہیں"

روزنامہ انقلاب ۱۳ اگست ۱۹۴۴ء

مسٹر عزیز الدین احمد منسٹر اسٹیٹ بنگال کہتے ہیں:-

"اگر فرقہ واری کو پھیلنے کی اجازت دی گئی تو پاکستان میں عوامی زندگی رشتہ اخوت اور رواداری کے وسیع اصولوں سے بے تعلق ہو جائے گی۔ حالانکہ یہ اصول ہی اسلامی طریق زیست کی بنیاد ہیں...... چونکہ احرار ایجی ٹیشن میں امن و امان اور قانون کے احترام کا سوال پیدا ہو گیا ہے۔ اس لئے تمام صوبائی اور مرکزی وزراء کو قیام امن کی اہمیت پر زور دیتے ہوئے اس بارہ میں زوردار الفاظ میں اپنے خیالات کا اظہار کرنا چاہیئے اور اس ایجی ٹیشن کو سختی سے دبا دینا چاہیئے"

(سول اینڈ ملٹری گزٹ ۱۹ جولائی ۱۹۵۲ء)

مولانا غلام رسول صاحب مہر ایڈیٹر انقلاب لکھتے ہیں:-

"سمجھ میں نہیں آتا کہ اس اسلامی مطالبہ کے لئے کونسی قومی۔ ملی اور دینی مصلحت محرک ہوتی ہے۔ ہم ان تمام حضرات سے جو اس علیحدگی کے خواہاں ہیں یہ سوال کرنا چاہتے ہیں کہ اگر بالفرض حکومت اس مطالبہ کو تسلیم کر لے تو نقصان کس کا ہو گا مسلمانوں کا یا غیر مسلموں کا۔ طاقت کس کی گھٹ جائے گی یا بٹ جائے گی۔ مسلمانوں کی یا غیر مسلموں کی"

(روزنامہ انقلاب جولائی ۳۵ء)

اخبار "الجمعیت" جو دیوبند کا اخبار ہے وہ بھی ہندوستان کی موجودہ فضا کو دیکھ کر اپنی رائے بدلنے پر مجبور ہوا ہے اور لکھتا ہے:-

"اگر مسلمانوں کا ایک گروہ دوسرے گروہ کو برداشت نہیں کر سکتا تو انہیں مکمل تباہی کے لئے تیار رہنا چاہیئے" (بحوالہ جنگ ۱۱ جولائی ۱۹۵۲ء)

پھر اخبار جنگ اپنی طرف سے لکھتا ہے کہ:-

"اگر پاکستان کے لوگوں نے فرقہ بندی کے رجحان کو ختم نہ کیا تو انہیں بھی تباہی کے لئے تیار رہنا چاہیئے اس لئے کہ ہم خود پاکستان میں بھی یہی فتنہ ابھرتے دیکھ رہے ہیں۔ فرقہ بندی کے سانپ پاکستان میں بھی پھنکاریں مار رہے ہیں اور اگر جلد ہی فتنوں کا منہ نہ کچلا گیا تو پاکستان کا مستقبل بھی تاریک ہے"

اور تو اور جانے دو اپنی عقل کی گھڑیوں میں خود احراری اخبار "آزاد" بھی یہ لکھ گیا ہے کہ:-

"جب تک کوئی شخص اسلام کے دو بنیادی اصول یعنی توحید و رسالت پر نہایت سختی کے ساتھ قائم ہے اسے کوئی متشدد ملا بھی دائرہ اسلام سے خارج نہیں کر سکتا خواہ شریعت اور قرآن پاک کی تاویلات کے متعلق اس کے خیالات کتنے ہی غلط اور گمراہ کیوں نہ ہوں" (آزاد ۲۳ مئی)

دہلی کا رسالہ "مولوی" احراریوں کی ان کارروائیوں کو دیکھتے ہوئے لکھتا ہے کہ ہم ہندوستان کے مسلمانوں نے پاکستان بنانے کے لئے ہر قسم کی قربانیاں کیں اور آج ہم اس کا خمیازہ بھگت رہے ہیں:-

"ہمارے دل کتنے درد مند ہیں۔ ہم تم کو یہ نہیں بتا سکتے اور بتانا ہی نہیں چاہتے ہم یہاں کتنے بے عزت ہیں۔ اس کا استفسار بھی تم سے مقصود نہیں کہ اس بے عزتی کے ذمہ دار تم ہو اور تم سے گلہ بھی نہیں کرتے کہ تم اس کے اہل نہیں۔ تم سے کوئی مدد بھی نہیں چاہیئے کہ تمہارے پاس دھرا کیا ہے؟ تم نے متاع ایمان و اسلام کو ہی زنگ آلود بنا دیا تو پھر تمہارے پاس کیا رکھا ہے جو ہماری مدد کرو گے"

پھر لکھتا ہے:-

"ہم فاقے اور بے عزتیاں برداشت کر رہے ہیں ہم غیر مسلم کی طاقت اور قوت کو دیکھ رہے ہیں مگر ہم نے یہ سب کچھ برداشت کیا۔ جو نہیں برداشت ہو سکتا وہ یہ ہے کہ ہمارے غیر مسلم بھائی ہمارے دل و دماغ میں بھالے چبھوتے ہیں۔ کہ یہ ہے تمہارا پاکستان؟ اسی کے لئے تم نے ہم سے لڑائی مول لی؟ تم تو کہتے تھے کہ اسلام بڑا روادار مذہب ہے۔ اس میں انسانی خون اور آبرو کی بڑی عزت ہے۔ کیا یہی رواداری ہے۔ کہ غیر مسلم تو کجا تم مسلم کے بھی تھوڑے سے اختلاف کو نہیں بخش سکتے تمہارے بھائیوں نے اپنی ہی قوم اور وطن کے بھائیوں کو ذرا سے بل بوتے پر کیا ناچ نچایا۔ ان کے جلسہ گاہ میں پہنچ گئے جو انہوں نے تمہاری حکومت میں تمہاری اجازت لے کر کیا۔ تم نے ان کو رسوا کیا۔ ان کا جلسہ درہم برہم کیا۔ اس پر ہی بس نہیں کی ان کی دکانوں کو آگ لگائی۔ ان کی زندگیاں خطرے میں ڈال دیں یہ وہ مرزائی ہیں جن کا تمہارا دینی اختلاف ہے۔ جب ان کی زیست حرام کر سکتے ہو۔ تو غیر مسلموں پر کیا آفت ڈھاؤ گے وہ تمہارا الزام اسلام پر لگاتے ہیں۔ اور انکو لگانا بھی چاہیئے۔ کیونکہ نہ انہوں نے قرآن پڑھا ہے نہ اسلامی تعلیم کا مطالعہ کیا۔ ہاں ان کو تمہارا وہ آج بھی یاد ہے۔ کہ ہم با اختیار ہوئے تو ہماری حکومت کی تشکیل اسلامی ہو گی۔ اور ان کا اب یہ سمجھنا کون غلط بتا سکتا ہے۔ کہ جو کچھ تم کہتے ہو اور کرتے ہو اسلام نہیں ہے"

(رسالہ مولوی دہلی جولائی ۱۹۵۲ء)

اے دوستو ختم نبوت کے متعلق میرا اور آپ کا مذہب ایک ہی ہے۔ کیونکہ میں اسی فرقہ سے تعلق رکھتا ہوں جس سے پاکستان کی اکثریت تعلق رکھتی ہے۔ لیکن اگر کسی شخص کو ہماری توضیح سے اختلاف ہو۔ تو اس کے خلاف وہ کاروائی کرنا جو اب احرار اسلام کر رہے ہیں۔ اور جن کی تائید وہ ہم سے بھی چاہتے ہیں کیونکر جائز ہو سکتا ہے

اخبار احمدیہ

—— احراری غلط بیانیوں کے جواب میں جو لٹریچر مرکز سے شائع کیا جا رہا ہے۔ اس کی تقسیم کا کام لاہور میں احمدیہ بلڈنگس کے نوجوان پوری ہمت اور دلچسپی اور دلی جوش کے ساتھ کر رہے ہیں جزاہم اللہ یہ لٹریچر فی الحال حسب ذیل ٹریکٹوں اور اشتہارات کی صورت میں شائع ہوا ہے:-

۱- ختم نبوت کا تحفظ کس طرح ہو سکتا ہے (ڈبل سائز ہینڈبل)
۲- کیا احمدی کافر و مرتد ہیں؟ (مولانا محمد علی جوہر مرحوم کا بیان) (ہینڈبل)
۳- فتاوے کفر اور حضرت مسیح موعودؑ (ٹریکٹ)
۴- احمدیوں کے کفر و اسلام کا مسئلہ۔ شرعی و سیاسی نقطہ نگاہ سے۔ (ٹریکٹ)
۵- احمدیت کے متعلق ڈاکٹر اقبال کے بیان کا جواب (بزبان انگریزی) از حضرت امیر مولانا محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ (ٹریکٹ)

یہ تمام لٹریچر ارکان حکومت اور دیگر روشن دماغ طبقہ اور بیرونی احمدی جماعتوں میں بھیجا جا رہا ہے جن احباب کو زائد کاپیاں چاہییں وہ انہیں دوسروں تک ضرور پہنچائیں اور بھی کئی اشتہار اور پمفلٹ عنقریب شائع ہونے والے ہیں، انشاء اللہ

—— ینگ مین احمدیہ ایسوسی ایشن کا ہفتہ وار اجلاس ۲۵ جولائی کو بروز اتوار احمدیہ بلڈنگ رہم لاہور میں منعقد ہوا جس میں منظور احمد صاحب قریشی نے حضرت مسیح موعودؑ اور ان کے مخالفین پر مختصر تقریر کی، اور مشتاق احمد صاحب فاروقی ایم اے ایل ایل بی نے ڈاکٹر اقبال کے مشہور بیان پر نہایت سیر حاصل تبصرہ کیا۔

—— کیمبلپور سے رجب علی صاحب اپنی صحت کاملہ کے لئے احباب سے دعا کی درخواست کرتے ہیں۔

—— محترم قاضی عبدالعزیز صاحب سیکرٹری جماعت لاہور چھاؤنی کے بڑے صاحبزادہ غلام رسول صاحب کی اہلیہ صاحبہ بعارضہ بخار اور نمونیہ دو ہفتوں سے بیمار ہیں، انہی دنوں ان کے ہاں بچی پیدا ہوئی ہے، احباب کرام سے اور بزرگان سلسلہ سے ان کی صحت کے لئے دلی دعاؤں کی درخواست ہے۔

—— محترم بابو لال دین صاحب ریٹائرڈ اوورسیر کا نوجوان پوتا کچھ دن ہوئے فوت ہو گیا تھا اس سے بیشتر اسی لڑکے کی لڑکی فوت ہوئی اور اب دوسری خورد سال بچی بھی فوت ہو گئی انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ہمیں ان صدمات میں بابو صاحب مکرم سے دلی ہمدردی ہے اللہ تعالیٰ انہیں اور دیگر تمام پسماندگان لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے، اور مرحومین کو عالم عقبےٰ میں انکی شفاعت کا موجب بنائے۔

—— ہمارے عزیز دوست محمد یحییٰ بٹ صاحب کو اللہ تعالیٰ نے فرزند نرینہ عطا فرمایا ہے، (مبارکباد)۔ یحییٰ صاحب نے اس خوشی میں مبلغ پانچ روپیہ انجمن کی نذر کئے ہیں۔

نقل چٹھی منجانب حضرت صاحب صدر ازمری بنام مولانا احمد یار صاحب -

نامزدگی عہدیداران و ممبران مجلس منتظمہ

۱۷-۶-۵۲ - بخدمت مولوی احمد یار صاحب - السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

مزاج شریف - مطابق ریزولیوشن نمبر ۵۹ مورخہ ۲۱-۶-۵۲ مفصلہ ذیل ممبران مجلس منتظمہ و دیگر عہدیداران کی نامزدگی کرتا ہوں - اس کی ایک ایک نقل مجلس معتمدین کے تمام ممبران کو بذریعہ پوسٹل اکنالجمنٹ ارسال کردیں اور اخبار پیغام صلح میں ترتیب سے فوراً اشاعت کرا دیویں افسران صیغہ جات کو بھی جو مجلس معتمدین کے ممبر نہ ہوں ان کو بھی کاپی ارسال کردیویں

(۱) آنریری جنرل سیکرٹری جناب میاں ممتاز احمد صاحب فاروقی - انجنیئر - لاہور -
(۲) محاسب - جناب شیخ میاں ظہور احمد صاحب ملز اونر - لاہور
(۳) اسسٹنٹ محاسب - حضرت مولانا عزیز بخش صاحب لاہور
(۴) افسر تصنیف و تالیف - حضرت مولانا عبد الحق صاحب ودیارتھی - لاہور -
(۵) افسر اخبارات " " " " " " "
(۶) آنریری افسر تعلیم - لفٹننٹ کرنل سید بشیر حسین شاہ صاحب
(۷) افسر تبلیغ پاکستان و اسسٹنٹ سیکرٹری - مولانا احمد یار صاحب ایم - اے - لاہور
(۸) افسر اراضیات - چودھری ظہور احمد صاحب - لاہور -
(۹) افسر تحصیل - مولانا مرتضیٰ خان صاحب - لاہور
(۱۰) آڈیٹر - چوہدری عبد المجید صاحب لاہور
(۱۱) مشیر قانونی - الحاج حافظ محمد حسن صاحب ایڈووکیٹ - گجرات
(۱۲) امین - شیخ محمد حسین صاحب لاہور -
(۱۳) سیکرٹری ووکنگ مشن - مولانا آفتاب الدین احمد صاحب - لاہور -
(۱۴) جائنٹ سیکرٹری - بعد میں اعلان کیا جاوے گا -

ممبران مجلس منتظمہ

(۱) صاحب صدر (۲) سیکرٹری (۳) محاسب بحیثیت عہدہ -
(۴) جناب حضرت مولانا صدر الدین صاحب -
(۵) حضرت مولانا عبد الحق صاحب ودیارتھی -
(۶) کرنل سید بشیر حسین شاہ صاحب
(۷) خان بہادر غلام ربانی صاحب مانسہرہ -
(۸) خواجہ نذیر احمد صاحب بیرسٹر لاہور - (۹) ڈاکٹر غلام محمد صاحب لاہور
(۱۰) ڈاکٹر سید طفیل حسین شاہ صاحب لاہور -
(۱۱) شیخ میاں سعید احمد صاحب ملز اونر لاہور -
(۱۲) شیخ میاں شریف احمد صاحب ملز اونر لائل پور -
(۱۳) ڈاکٹر وزیر احمد صاحب قریشی وزیر آباد (۱۴) مولوی احمد یار صاحب لاہور
(۱۵) الحاج حافظ محمد حسن صاحب گجرات -
(۱۶) خان بہادر ڈاکٹر سعید احمد خاں صاحب ڈاڈر -
(۱۷) مولانا آفتاب الدین احمد صاحب لاہور -
(۱۸) میاں محمد احمد صاحب خلف الرشید حضرت امیر مرحوم و مغفور -
(۱۹) شیخ اللہ بخش صاحب پشاور -
(۲۰) چودھری عزیز احمد صاحب سینیئر سب جج لائل پور -

مفصلہ ذیل احباب کو تابع منظوری مجلس منتظمہ مجلس معتمدین کا ممبر مقرر کرتا ہوں - اگر اس صورت میں مقررہ تعداد سے اعداد بڑھ جاویں تو تعداد بڑھانے کے لئے بھی منظوری مجلس منتظمہ یا مجلس معتمدین کی تابع منظوری ہوگی -

(۱) چودھری عزیز احمد صاحب سینیئر سب جج لائل پور -
(۲) چودھری غلام باری صاحب اسسٹنٹ کمشنر انکم ٹیکس راولپنڈی -
(۳) ملک فضل کریم صاحب ٹھیکیدار راولپنڈی -
(۴) خاں صاحب میاں غلام حمید صاحب لاہور -
(۵) خان عبد العزیز خاں صاحب آف [illegible]
(۶) نواب زادہ عبد الرحیم خاں [illegible] (۷) بادشاہ صاحب سید عبد الجبار صاحب -

(۸) مولوی عبد الباقی صاحب بنوں (۹) مرزا عبد الرحمان بیگ صاحب - لاہور -
(۱۰) شیخ محمد فاضل صاحب پروفیسر اسلامیہ کالج پشاور
(۱۱) ڈاکٹر عبد العزیز صاحب سول سرجن مردان -
(۱۲) سید الطاف حسین شاہ صاحب ملتان پور -
(۱۳) سید عبد العزیز شاہ صاحب ڈپٹی فارسٹ آفیسر ایبٹ آباد -
(۱۴) شیخ میاں محمد احمد صاحب ایڈووکیٹ ایبٹ آباد

۳ - میں ایک شعبہ پبلسٹی کا قائم کرنا چاہتا ہوں اور اس کے متعلق عید کے بعد شیخ محمد آصف صاحب و مولانا آفتاب الدین احمد صاحب و شیخ غلام ربانی صاحب ایم - اے کے ساتھ detail طے کرکے آخری فیصلہ کیا جاوے گا -

۴ - تصنیف و تالیف کے شعبہ کے صدر حضرت مولانا عبد الحق صاحب ہوں گے - اور ممبران کا اعلان عید کے بعد ان احباب سے مشورہ کرکے کروں گا - جو اس کام کے لئے میری نظر میں ہیں مولانا صاحب موصوف سے گذارش ہے کہ وہ اپنی کتاب میثاق النبیین کو Revise کریں - انگریزی ترجمہ ان احباب سے کرایا جاوے جو انگریزی زبان کے ماہر ہوں سابقہ انگریزی ترجمہ معیاری نہیں ہے - میزان کی ایک کتاب ابھی مکمل نہیں ہوئی ہے - اس کو مکمل کریں - نیز احباب کی بڑی خواہش ہے کہ مولانا صاحب بدھ مذہب پر ایک کتاب لکھدیں - مغربی ممالک میں ان کے تصوف سے لوگ بہت رگڑ و رکھتے ہیں - اس سے بدھ مذہب کے تصوف سے اسلامی تصوف کے مقابلہ پر یہ کتاب لکھی جاوے - انشاء اللہ تعالیٰ مغربی ممالک میں بہت مقبول ہوگی -

۵ - خان بہادر غلام ربانی خاں صاحب کی خدمت میں گذارش کرتا ہوں کہ وہ انجمن کے شعبہ کو باری باری دیکھیں اور جس شعبہ میں کوئی اصلاح ضروری سمجھیں اس میں اصلاح کریں - خصوصاً بک ڈپو میں جس میں میرے خیال میں بڑی اصلاح کی ضرورت ہے اور جو انجمن کی آمد کو بڑھانے کا ذریعہ ہوسکتا ہے - اگر اس پر پوری محنت کرکے کمرشل لائن پر چلائی جاوے - جب آپ کو سہولت سے فراغت ہو فراغت سے کام کو سنبھالیں - میں آپ کو تابع منظوری مجلس منتظمہ ایڈمنسٹریٹر مقرر کرتا ہوں -

۶ - میں شیخ غلام ربانی صاحب کے متعلق چاہتا ہوں کہ وہ یونیورسٹی کلاس نائٹ میں فرانسیسی زبان سیکھیں اور شیخ محمد آصف صاحب لاطینی اور Spanish جو میسر آوے مستقبل قریب میں ایک مشن امریکہ نیویارک میں اپنے خرچ پر جاری کرنا چاہتا ہوں - خدا توفیق بخشے - نیویارک میں مختلف قومیں مختلف زبانیں بولتی ہیں - اس لئے اگر فرانسیسی زبان اور Spain کی زبان بولی جاتی ہے تو جنوبی امریکہ و شمالی امریکہ میں ایک اہم ضرورت کو پورا کرنے کا ذریعہ ہوگا - ٹیوشن کے اخراجات انجمن ادا کرے گی - یوں بھی فرنچ زبان سارے یورپ میں بولی اور سمجھی جاتی ہے - بہ نسبت انگریزی کے - نیویارک اب دنیا کا سنٹر ہوگیا ہے - اس لئے ضروری ہے کہ مختلف زبانوں کے ماہر جماعت میں پیدا ہوں - اور لٹریچر تیار کیا جاوے - خصوصاً حضرت امیر مرحوم و مغفور کا قرآن کریم کی انٹروڈکشن کا مختلف زبانوں میں ترجمہ کرکے تقسیم کرنا یہ انٹروڈکشن قرآن کریم سے محبت پیدا کرنے کا بڑا ذریعہ ثابت ہوگا - جماعت کے گریجویٹ نوجوان خود بخود دیگر زبانوں کے سیکھنے کی طرف توجہ دیویں - تاکہ اعلائے کلمۃ الحق کے لئے کام آسکیں - شیخ محمد طفیل صاحب کو بھی میں نے تحریک کی ہے - اللہ تعالیٰ ہم سب کو ایک ٹیم کی طرح مل کر اس امانت کو دنیا کے گوشہ گوشہ میں پہنچانے کی اپنے خزانہ غیب سے توفیق بخشے - کوئی کام خواہ دنیا کا ہو خواہ دین کا - جب تک جنون پیدا نہ ہو کوئی کام سرانجام نہیں پاسکتا -

میں اپنی جماعت کے بزرگوں اور نوجوانوں کی خدمت میں گذارش کرتا ہوں - کہ جب بھی کوئی موقع میسر آوے بغیر صلاح و مشورہ کے ہر ایک جو خدمت کرسکتا ہے خدمت میں لگ جاوے - جہاں ہم اس دنیا کی ضروریات کے لئے اپنی رغبت سے جو بھی موقع مل جاتا ہے لگ جاتے ہیں اسی جذبہ سے دین کے کام کے لئے بھی اسی رغبت سے کرنا شروع کردیا کریں - ہر ایک احمدی مبلغ ہے - اگر اس پر ہم فرداً فرداً عمل شروع کردیں - تو ماہ کا کام دن میں ہوسکتا ہے - میں دعا پر اس کو ختم کرتا ہوں - والسلام

نیازمند - میاں محمد

احمدیت کو اقلیت قرار دینے کا مسئلہ مسلم لیگ میں

بقیہ صفحہ ۷

لیکن سوچنے والی بات یہ ہے کہ کیا انہیں اقلیت قرار دینے سے اس صورت حال کا تدارک ہو سکے گا؟ اقلیت قرار دینے کا مطلب یہ ہے کہ ہمیں ان کے کم سے کم حقوق کا تعین کرنا ہوگا۔ کم از کم سے مراد یہ ہے کہ ان کی تعداد سروسز میں مقررہ حد سے کم نہیں ہونی چاہیئے زیادہ ہو تو کوئی حرج نہیں۔ کیونکہ حد مقرر کرنے کا مقصد حقوق کا تحفظ ہوتا ہے۔ ان کا اتلاف نہیں۔ ایسی صورت میں موجودہ ملازمین کو ہم ہٹا نہیں سکیں گے اور آئندہ مقررہ کوٹے کے مطابق نئے آدمی لازمی طور پر ملازم ہوتے رہیں گے۔ اس طرح ہم "رد مرزائیت" نہیں "فروغ مرزائیت" کا خود اپنے ہاتھ سے راستہ صاف کریں گے ان آئینی اور قانونی مشکلات کی وجہ سے میں کہتا ہوں کہ ہمارے جذبات خواہ کتنے ہی مشتعل کیوں نہ ہوں ہمیں اپنی مرکزی قیادت کو جو ہم سے زیادہ بالغ نظر اور صاحب فراست ہے کامل غور و خوض اور تحمل و بردباری سے فیصلہ کرنے کا موقع دینا چاہیئے۔

شہری حقوق کی حفاظت

دوران تقریر میں شہری حقوق کی حفاظت کا ذکر کرتے ہوئے آنریبل میاں ممتاز محمد خان دولتانہ نے فرمایا۔ احمدیوں کے متعلق خواہ تمہارا کچھ ہی اعتقاد کیوں نہ ہو مگر جب تک انہیں شہریت کے حقوق حاصل ہیں تمہارا فرض ہے کہ تم اُن کے جان و مال اور عزت و آبرو کی پوری پوری حفاظت کرو۔ لیکن آپ لوگوں سے مجھے توقع نہیں کہ آپ اس فرض کو کما حقہ ادا کر سکیں گے چاہیئے یہ کہ اس کونسل کا ایک ایک رکن شہید ہو جائے قبل اس کے کہ کسی احمدی کے خون کا ایک قطرہ بھی زمین پر گرے اور اگر ایسا نہیں ہو سکتا تو آپ لوگ حکومت کے نااہل ہیں ہم میں سے کوئی مارا جائے یا نہ مارا جائے اس کی اتنی اہمیت نہیں لیکن پاکستان میں ایک ہندو، ایک سکھ یا ایک عیسائی کا مارا جانا بہت بڑی بات ہے۔ اگر ان میں سے کوئی ناحق مارا جاتا ہے تو حیف ہے ہم پر اور ہمارے صاحب اقتدار ہونے پر۔

امن کیسے قائم رہے؟

تقریر جاری رکھتے ہوئے آپ نے مزید فرمایا:۔ لیکن موجودہ حالات میں امن کیسے قائم رہے گا؟ ہمارے مولوی صاحبان آسمانی مقصد کی خاطر یا کسی نجی غرض کے تحت غم و غصہ پھیلاتے ہیں اور امن بحال کرنے کے لئے جب پولیس مداخلت کرتی ہے یا دفعہ ۱۴۴ لگائی جاتی ہے تو پھر اس پر بُرا منایا جاتا ہے۔ پچھلے دنوں مجلس احرار کے بعض برگزیدہ کارکن تشریف لائے اور انہوں نے مجھے یقین دلایا کہ ان کا مطالبہ آئینی مطالبہ ہے۔ امن برقرار رکھنے میں وہ حکومت کے ساتھ پورا تعاون کریں گے۔ بلکہ انہوں نے کہا امن کا تحفظ ہمارا سیاسی ہی نہیں بلکہ مذہبی فرض بھی ہے اس ضمن میں میں احراریوں اور مسلم لیگیوں سے ایک بات کہوں گا اور وہ یہ کہ امن و امان قائم رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ لوگوں کے شہری حقوق کی حفاظت کی جائے۔ لیکن وزیر آباد کے شہر میں جو کچھ ہوا ہے وہ اس لحاظ سے بہت قابل اعتراض ہے وہاں بعض نوجوان طلباء نے جلوس نکالا کہ ایک احمدی استاد کو برطرف کیا جائے اسی شام میونسپل کمیٹی کا ایک اجلاس منعقد ہوا اور ہر آئینی پابندی کو نظر انداز کرتے ہوئے اس احمدی استاد کو برطرف کرنے کا اعلان کر دیا گیا۔ میں احرار سے کہتا ہوں کہ اگر تحفظ امن کا وعدہ سچا ہے تو لاہور چھوڑ کر وزیر آباد جائیے اور لوگوں کو بتائیے کہ یہ مسئلہ محض عقیدے کا ہے ہم انسانیت کا خون نہ ہونے دیں گے۔ اور اس بات کو گوارا نہ کریں گے کہ لوگوں کے شہری حقوق تلف ہوں۔

مسئلہ زیر بحث کے تمام پہلوؤں پر بخوبی روشنی ڈالنے کے بعد آپ نے فرمایا جب تک غور و خوض کے ساتھ تمام پہلوؤں پر غور نہ کیا جائے ہم صحیح نتیجے پر نہیں پہنچ سکتے اور اگر آپ نازک مسائل پر صبر و تحمل سے غور کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں تو مجھے ایسی جماعت کی صدارت قبول نہیں تو مسائل کی نزاکت کا احساس نہ کرتے ہوئے فیصلہ کرنے میں تدبر سے کام نہ لے۔ اگر آپ نے جلد بازی میں کوئی غلط فیصلہ کر دیا جو پاکستان کے مجموعی مفاد کے خلاف ہوا تو یہ پنجاب مسلم لیگ پر ایک دھبہ ہوگا۔

مکتوب امریکہ

(بقیہ از صفحہ ۶)

اللہ تعالےٰ ہمیں بیش از بیش توفیق عطا فرمائے کہ ہم اس کے دین کی جیسا کہ حق ہے خدمت کر سکیں۔

مسجد فنڈ کی بنیاد

امریکن اکاڈیمی نے میرے لیکچروں کا معاوضہ مجھے دو سو ڈالر دیا تھا۔ ان میں سے ایک سو ڈالر ۱۲ کرسیاں اور دو بڑی میزیں خریدنے پر صرف کیا گیا اور ایک سو ڈالر سے مسجد فنڈ کی ابتدا کر دی گئی۔ محمد اسواق صاحب آف فجی، طالب علم سٹیٹ کالج نے بھی دس ڈالر عطا فرمائے۔ فضل کریم صاحب میکنائیٹ خزانچی مقرر ہوئے۔ فیصلہ ہوا کہ جو روپیہ مسجد فنڈ میں جمع کیا جائے وہ کسی اور مد پر ہرگز خرچ نہ کیا جائے اور صرف اسی وقت بنک سے نکالا جائے جب ہم اسکی تعمیر کے اہل ہو جائیں۔

فجی کے تین طالبعلموں کا جذبۂ اسلام

اکبر، محی الدین اور اسواق تینوں فجی سے تعلیم کی غرض سے یہاں آئے ہوئے ہیں اور مجھے اس سے بے حد خوشی ہے کہ ان تینوں نوجوانوں کے دلوں میں صحیح اسلامی جذبہ موجود ہے۔ اکبر اور اسواق صاحب ہماری عمارت کے مغربی حصہ میں ایک نیا کمرہ بنانے میں مصروف ہیں اور اپنی فرصت کے اوقات اسی کام میں گذار دیتے ہیں۔ اکبر صاحب نے اول اس کام کی ابتدا کی تھی اور اب اسواق صاحب ان کی مدد کر رہے ہیں۔ محی الدین جلد بندی میں مہارت رکھتے ہیں۔ ہمارے انسائیکلو پیڈیا آف اسلام کی چاروں جلدوں کی جلد بندی انہوں نے مکمل کر دی ہے اور اب دوسری کتابوں کی جلد بندی کے لئے کمر بستہ ہو رہے ہیں۔ میری دلی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان پر اپنی برکات نازل فرمائے اور جہاں انہیں دنیا میں سرخرو کرے وہاں انہیں دینی خدمات کے لئے بھی ہمیشہ مستعد رکھے۔

جمعدار عبد الجلیل صاحب کا شکریہ

جمعدار عبد الجلیل صاحب مردان، پاکستان نے

ہماری تفرقہ پردازی میں دشمنان وطن کی منصوبہ بازی

(بقیہ از صفحہ ۵)

رسوخ جاتا رہے گا۔ کیونکہ تمام ملک ہمارے پیچھے ہوگا اس صورت میں ہندو سکھ مل کر پاکستان کو ختم کریں گے۔ اس میں زیادہ تر حصہ سکھوں کا ہوگا اور فتح میں ہی سے سکھوں کی فلاح اور ترقی کا راستہ پیدا ہوگا۔"

(ترجمہ از سنت سپاہی اکتوبر ۱۹۵۱ء)

اہل پاکستان کے لئے لمحۂ فکریہ

اس سے ظاہر ہے کہ ہمارا دشمن تاک میں بیٹھا ہے اور اس امر کا منتظر ہے کہ جونہی پاکستان میں انتشار پھیلے ہزاروں کی تعداد میں سکھ پاکستان میں گھس جائیں اور مسلمانوں کا قتل عام شروع کر دیں۔ ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ ہماری سرکار نے ماسٹر صاحب کی اس سکیم کو کس حد تک اپنایا ہے۔ مگر یہ ضرور عرض کریں گے کہ اس میں پاکستانیوں کے لئے بہت کچھ سوچنے اور بچار نے والا ہے۔ اگر ہم ایسے نازک وقت میں اپنے قائد اعظم کے فرمان

اتحاد۔ تنظیم۔ یقین محکم

کو مد نظر رکھیں تو دشمن کے تمام منصوبے خاک میں مل سکتے ہیں۔

ہماری لائبریری کے لئے جو کتابیں عنایت فرمائی ہیں ان کے لئے ہم ان کے بے حد شکر گذار ہیں اور امید کرتے ہیں کہ دوسرے بھائی اور بہنیں بھی اس کار خیر میں شریک ہو کر ہمیں شکر گذاری کا موقع دیں گے۔

خاکسار۔ بشیر احمد منٹو

جماعت احمدیہ کے محاسن پر پردہ نہیں ڈالا جا سکتا

ڈاکٹر سیف الدین کچلو کا اعتراف حق

اخبار تنظیم امرتسر مورخہ ۲۸ دسمبر ۱۹۲۶ء میں ڈاکٹر سیف الدین کچلو جماعت احمدیہ لاہور کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:-

"اگرچہ اس (جماعت) کے افراد کی تعداد کم ہے لیکن اس کے عمل و ایثار کی مقدار بہت زیادہ ہے جو کام پراگندہ حال مسلمانوں کے کروڑوں افراد نہیں کر سکتے اس پر یہ منظم جماعت بسہولت قادر ہے۔ ہم مسلہ احمدیہ کے مزور پہلوؤں سے ناواقف نہیں ہیں لیکن اس کے محاسن پر بھی اب بالکل پردہ نہیں ڈالا جا سکتا، مذہبی میدان میں جس قدر مسلمان جماعتیں احمدیوں کے مقابل آئیں ان کے پاس الفاظ منطقی دلائل اور غیر مادی خیالات کے سوا کوئی ہتھیار موجود نہ تھا۔ اور جب سے یہ دنیا بنی ہے یہاں جب کبھی "الفاظ" اور "اعمال" کا مقابلہ ہوا ہے میدان ہمیشہ "اعمال" کے نام پر فتح ہوتے رہے ہیں۔ .... اس وقت ہندوستان میں صرف مسیحی نظام تبلیغ کو احمدیہ نظام تبلیغ کے بالمقابل کھڑا کیا جا سکتا ہے لیکن جہاں تک ولولہ و جوش اور ایثار و فدائیت اور اطاعت و تنظیم کا تعلق ہے۔ ہندوستانی عیسائیوں کی جماعت احمدیہ جماعت کے گرد کو بھی نہیں پہنچ سکتی .... مسلمانوں نے قرون اولی میں جس قدر کارنامے سرانجام دیئے، ان کی پشت پر تنظیم و جماعت ہی کی الہی قوت کار فرما تھی عظمت و وقار کا حقیقی راز ید اللہ فوق الجماعت کے فرمان نبوی میں مضمر تھا افسوس کہ آج "حق پرست" مسلمان اس درس عظیم کو فراموش کر رہے ہیں۔ ضرورت ہے کہ مسلمان احمدیہ جماعت کی مثال سے عبرت اندوز ہوں۔"

ڈاکٹر سیف الدین کچلو

اخبار تنظیم امرتسر ۲۰ دسمبر ۱۹۲۶ء

اولوالعزم جماعت کی عظیم الشان خدمات اسلام

"زمیندار" ۱۹۲۳ء میں

"ہمارے مشہور پیر اور سجادہ نشین حضرات بے حس و حرکت پڑے ہیں، اس اولوالعزم جماعت (احمدیہ) نے عظیم الشان خدمت اسلام کر کے دکھا دی ہے" (زمیندار ۲۴ جون ۱۹۲۳ء)

مولوی محمد علی عزیز الوجود بزرگ ہیں

"جناب مولوی محمد علی صاحب ایم اے ان عزیز الوجود بزرگوں میں سے ہیں، جن کی زندگی کا ایک لمحہ بھی خدمت اسلام سے خالی نہیں رہتا ہے، وہ روزانہ قرآن مجید کا درس دیتے ہیں، حال ہی میں اس درس مقدس

کے بعض اہم اقتباسات خود قلمبند کر کے شائع فرمائے ہیں، جن میں اکثر آیات جزو اول اور کسی قدر جزو ثانی کی تفسیر ہیں، شاید اردو کا خزانہ ایسے تابناک جواہر ریز سے بڑی مشکل سے بھی نہ نکل سکے۔"

(روزنامہ زمیندار ۱۵ اپریل ۱۹۱۵ء)

آہ! مولانا عبد الرحمن صاحب جالندھری

یہ افسوسناک خبر جماعت کے تمام حلقوں میں نہایت رنج و اندوہ کے ساتھ پڑھی جائے گی کہ ہماری جماعت کے نہایت مخلص و محترم بزرگ مولانا عبد الرحمن صاحب جالندھری جو اپنے اتقا اور پرہیزگاری کی وجہ سے جماعت کے لئے ایک نمونہ تھے، گذشتہ ہفتہ رنگبائے عالم جاودانی ہو گئے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حضرت مولوی صاحب مرحوم ان پرانے بزرگوں میں سے تھے، جنہیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صحبت گزینی کا شرف حاصل تھا، آپ کی قبول احمدیت کا حال خود آپ کے قلم سے لکھا ہوا اسی پرچہ میں دوسری جگہ درج ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے شروع ہی سے دین کی رغبت عطا فرمائی تھی، اور حضرت مجدد وقت کی کتب اور آپ کی صحبت کے بغیر آپ کی پیاس کہیں سے دور نہ ہوئی۔ آپ کی عمر کا بڑا حصہ شملہ میں سرکاری ملازمت میں صرف ہوا جس کے بعد آپ دہلی میں سکونت پذیر ہو گئے اور چند دن کی وصولی، اور تبلیغ و تدریس کا کام آزیری طور پر کرتے رہے تقسیم ملک کے بعد آپ کراچی تشریف لے گئے، جہاں آپ کے فرزند سکونت پذیر ہیں، لیکن وہاں کی آب و ہوا راس نہ آئی اور کچھ عرصہ ہوا آپ اپنے دوسرے بیٹے کے پاس راولپنڈی چلے آئے اور وہیں بیماری کا لمبا عرصہ گذار کر فوت ہو گئے۔

آپ نہ صرف نیکی اور پارسائی اور تقوےٰ کی باریک راہوں پر گامزن ہونے کی وجہ سے سلسلہ احمدیہ میں ایک ممتاز حیثیت رکھتے تھے بلکہ قرآن کریم کا فہم اور علم دین میں بھی آپ کو گہرا شغف حاصل تھا جس کا اظہار کئی موقعوں پر دہلی اور لاہور میں درس قرآن اور بعض علمی و دینی تقاریر کے ذریعہ سے ہوتا رہا نہایت خوش خلق منکسر مزاج اور منکسر انسان تھے، غصہ اور انتقام کا جذبہ آپ کے اندر کبھی نہیں دیکھا گیا اللہ تعالیٰ آپ کو اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے، اور جماعت کے ہر فرد کو آپ کے پاک نمونہ پر چلنے کی توفیق دے۔ ہمیں آپ کے فرزندان رشید اور دیگر افراد خاندان سے دلی ہمدردی ہے، اللہ تعالیٰ انہیں صبر جمیل عطا فرمائے۔

آپ کا جنازہ غائبانہ گذشتہ جمعہ (یکم اگست) کو مسجد احمدیہ بلڈنگس لاہور میں پڑھا گیا، بیرونی جماعتوں سے التماس ہے کہ جنازہ غائبانہ پڑھکر مرحوم کی روح کو ثواب پہنچائیں۔

راولپنڈی میں آپ کے فرزند رشید کا پتہ حسب ذیل ہے:-

عطاء الرحمن صاحب - مکان M 185

محلہ چوہدری دلاور خان

راولپنڈی شہر

میں نے احمدیت کیوں قبول کی؟

(از مولوی عبدالرحمن صاحب جالندھری مرحوم)

مولانا عبدالرحمن صاحب جالندھری کی وفات کی خبر اسی اشاعت میں دوسری جگہ درج ہے۔ آپ نے اپنی قبول احمدیت کا حال "پیغام صلح" کے "قبول احمدیت نمبر" میں خود لکھا تھا جو ذیل میں ہدیہ قارئین کرام ہے۔

سلسلہ عالیہ احمدیہ کے اکابر بزرگ اس مضمون پر ان کے لئے حضرت مسیح موعود کی بیعت میں شامل ہونے کے کیا اسباب ہوئے ہیں لکھتے۔ عجیب اور قیمتی حالات سے ہم کو بہت کچھ مستفید فرمادیں گے جو ہمارے دلوں کو منور اور ہماری روحانیت کو تازہ کرنے والے ہوں گے۔ مکرم مدیر صاحب "پیغام صلح" کے ارشاد کی تعمیل کرتے ہوئے میں بھی مختصر طور پر عرض کرتا ہوں کہ میں نے احمدیت کو اختیار کرنے کی ضرورت کیوں محسوس کی۔

تلاش حق کی خواہش

میرے والد صاحب مرحوم بڑے دیندار اور اہل حدیث خیالات کے تھے مجھے طالب علمی کے زمانے میں کبھی کبھی ان کی زیر مطالعہ کتابیں دیکھنے کا موقع مل جاتا تھا اس سے میرے دل میں مذہبی شوق پیدا ہوا۔ اسلام کی خوبیاں تو نظر آتی تھیں لیکن بعض اعتراض اس قسم کے سامنے آتے تھے کہ ان کا حل میرے پاس کوئی نہ تھا اور نہ کوئی کتاب میری مدد کر سکتی تھی اس سے میری طبیعت میں حق کو تلاش کرنے کی خواہش بڑھی۔ سکول کی زندگی ختم کر کے مجھے شملہ میں ملازمت کے سلسلہ میں رہنا پڑا میرے والد ماجد شملہ میں کاروبار کرتے تھے اور مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی سے ان کے دوستانہ تعلقات تھے مگر مولوی کی خود غرضانہ روش کے وہ شاکی تھے۔ مولوی صاحب ہر سال شملہ آیا کرتے تھے اور والد صاحب مرحوم سے ملاقات رہا کرتی۔ مولوی صاحب کو انگریزی خط وکتابت کے لئے کسی آدمی کی ضرورت پڑی۔ والد صاحب کے ارشاد اور مولوی صاحب کی خواہش پر میں نے یہ کام اپنے ذمہ لے لیا اور اس کے عوض میں مولوی صاحب سے قرآن شریف پڑھنا شروع کیا۔ میں نے پہلے نصف پارہ کے قریب ان سے پڑھا اور جو کچھ اعتراضات ہوتے ان کی خدمت میں پیش کرتا۔ لیکن ان کے جواب سے میرے دل کو تسلی نہ ہوتی۔ مجبوراً میں نے ان سے قرآن خوانی کا سبق بند کر دیا۔

حضرت اقدسؑ کی کتابوں کا مطالعہ

میرے والد صاحب کو حضرت مسیح موعودؑ کے ساتھ نیک ظنی تھی۔ ان کو سرمہ چشم آریہ اور ازالہ اوہام پڑھنے کا اتفاق ہوا۔ انہوں نے یہ دونوں کتابیں مجھے بھی پڑھنے کے لئے دیں اور کتابوں کی بہت تعریف کی۔ میں نے یہ کتابیں پڑھیں تو ایسا محسوس ہوا کہ ایک نئی مذہبی دنیا میں آ گیا ہوں بہت سے اعتراضات جو میرے پیش نظر تھے صاف ہو گئے اسلام کی خوبیاں میرے دل پر اثر کر گئیں۔ حضرت مسیح موعودؑ کی تصانیف پڑھنے کا شوق بڑھ گیا۔ انہی دنوں میں مکرم بزرگ شیخ الٰہی دین صاحب اور مکرم خانصاحب منشی برکت علی صاحب سے ملاقات ہوئی ان ہر دو احباب نے مجھے کتابیں عنایت فرمائیں۔ حضرت مسیح موعود کی کتابیں پڑھنے کے بعد اور سلسلہ احمدیہ کے حالات سے واقفیت پیدا کرنے کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ اسلام کی صحیح تصویر اور خوبیوں کا نقشہ احمدی لٹریچر کے سوا کسی دوسری جگہ نہیں اس پر اچھی طرح غور کر کے کچھ عرصہ کے بعد میں نے بیعت کر لی۔

صداقت مسیح موعودؑ کا سب سے بڑا معیار

ہر شخص اپنے اپنے نقطہ نگاہ سے صداقت کو پرکھتا ہے میرے نزدیک حضرت مسیح موعودؑ کی صداقت کا سب سے بڑا معیار یہ ہے کہ آپ نے اسلام کی سچی اور صحیح و پاکیزہ تصویر دنیا کے سامنے پیش کی ہے۔ مذہب کا ماننا انسان کی فطرت میں داخل ہے۔ مذاہب کے موجودہ جنگل میں صحیح مذہب کی تلاش ایک اہم کام ہے۔ اسلام انسانی فطرت کے تقاضے کو پورا کرتا ہے لیکن علماء سو کی کرم فرمائیوں نے اسلام کی شکل ایسی بگاڑ دی کہ ایک سلیم الفطرت انسان ان کے بیان کردہ اسلام کو قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتا۔

حیات مسیح کا غلط عقیدہ

حضرت عیسیٰؑ کی حیات اور آپ کی طرف بعض خاص صفات کا منسوب کرنا جو آپ کو خدائی کے مقام پر پہنچا دیتا ہے۔ دیگر انبیاء کی طرف بعض خطرناک غلطیوں کا منسوب کرنا اسلام اور بانی اسلام کے متعلق غلط اعتقادات کا رکھنا اور اس قسم کے اور مسائل اور عقائد اسلام کے لئے بدنما داغ ہیں۔ دنیا اور بالخصوص مغربی اقوام اس وقت مذہب کی تلاش میں ہیں۔ مولوی صاحبان کا خودساختہ اسلام ان کی پیاس کو نہیں بجھا سکتا۔ اگر یہ خودساختہ اسلام ان لوگوں کے سامنے پیش کیا جائے تو بجائے فائدہ مند ثابت ہونے کے نقصان دہ ثابت ہوگا۔ جو لوگ خود حضرت عیسیٰ کی حیات اور ان کی طرف منسوب کردہ خیالات کی بنا پر عیسائی مذہب سے بیزار ہیں ان کے سامنے اس اسلام کو پیش کرنا جس میں ان کے لئے وہی باتیں موجود ہوں کس قدر خطرناک غلطی ہے۔ یہی حال باقی خودساختہ عقاید کا ہے۔

ایک سند یافتہ مولوی سے بحث

مجھے شروع شروع میں غالباً ۱۹۰۵ء میں ایک زبردست سند یافتہ مولوی صاحب سے وفات مسیح پر بحث کا اتفاق ہوا۔ ان کی علمی قابلیت کے مقابلہ میں میری قابلیت کی کوئی ہستی نہ تھی لیکن ان مولوی صاحب کے اصرار پر میں نے بحث کو منظور کر لیا۔ میرے مکرم مولوی عمرالدین صاحب نے بھی اس تجویز کو پسند فرمایا۔ چنانچہ بحث ہوئی اور مخالف مولوی صاحب کو میری طرف سے ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔ اور حضرت مرزا صاحب کے دلائل کے سامنے مخالف مولوی صاحب کی منطق اور قابلیت کوئی کام نہ دے سکی۔ اس قسم کے تجربے ہمیشہ دیکھنے میں آئے۔ جب کبھی کسی مخالف اسلام کے سامنے حضرت مرزا صاحب کی بیان کی ہوئی پاکیزہ تصویر اسلام اور بانی اسلام کی پیش کی جاتی ہے تو وہ مبہوت ہو جاتا ہے اور اسے ماننا پڑتا ہے کہ یہ تعلیم نہایت اعلیٰ ہے اور جو اسلام عام علماء پیش کرتے ہیں ان کو یہ خوبیاں نظر نہیں آئیں۔

حضرت مسیح موعودؑ کی فتح

الغرض اسلام کی پاکیزہ شکل ہمیں صرف حضرت مرزا صاحب کے ذریعہ نظر آتی ہے۔ اسلام کی ایسی پاکیزہ تصویر کے سامنے ہمارے مخالفین کی گردنیں جھک جاتی ہیں۔ چنانچہ ہمارے اشد ترین مخالف بھی اب انہی عقائد کو اور انہی اصولوں کو لیتے جا رہے ہیں۔ جو حضرت مسیح موعودؑ نے قائم کئے۔ کتنے علماء ہیں جو اس وقت حیات مسیح کے قائل ہیں۔ یقیناً ایسے علماء کی گنتی کیا نہ ہونے کے برابر ہے اب تو حیات مسیح کا عقیدہ ایک عقلمند انسان کا عقیدہ نہیں سمجھا جاتا۔ یہی حال باقی تمام عقائد کا ہے، وہی عقائد اور مذہبی اصول احمدیت کے مخالف قبول کرتے جاتے ہیں جو حضرت مرزا صاحب نے پیش کئے ہیں۔ اگر احمدیت کے سخت سے سخت مخالف کو بھی کسی مخالف اسلام سے مقابلہ ہو تو حضرت صاحب کی کتابوں کی تلاش ہوتی ہے۔ اسلام کی سچائی کے لئے حضرت صاحب کے قائم کردہ اصولوں کو پیش کیا جاتا ہے اس لئے کہ اس کے بغیر چارہ نہیں اور اس کے بغیر وہ اسلام کی صحیح تصویر دنیا کے سامنے پیش نہیں کر سکتے۔ مخالفین کا انہی اصولوں اور عقائد کا اختیار کرنا اس بات کی کھلی دلیل ہے کہ یہی حق ہے۔ جو چیز سچائی پر مبنی ہو جس کے اندر صداقت ہو اور اس کی جڑ مضبوط ہو وہ دنیا میں قائم ہو جاتی ہے۔ باطل عقائد بے بنیاد ہوتے ہیں۔

قبول احمدیت کی ضرورت

الغرض مجھے اس بات کی ضرورت تھی اور ہمیشہ ہے کہ اسلام کی خوبیاں اور اس کی صحیح اور پاکیزہ تصویر میرے سامنے ہو جس سے میرے دل میں اسلام کی محبت پیدا ہو، اسلام پر جو اعتراض ہوں ان کے کافی اور شافی جواب میرے پاس ہوں تاکہ اسلام کی شاندار شکل ہر قسم کے گرد و غبار سے پاک اور صاف مجھے نظر آوے میرے پاس قرآن کریم کی خوبصورت تفسیر ہو جو نقائص سے منزہ ہو جس سے میری روحانیت کو ترو تازگی حاصل ہو بانی اسلام حضرت نبی کریمؐ کا اسوۂ حسنہ ایک اعلیٰ اور بلند شان میں مجھے دکھائی دے صحابہ کرام اور بزرگان اسلام کی خوبیاں مجھے نظر آویں۔ مجھے اپنی مذہبی تڑپ بجھانے کے لئے ان چیزوں کی ضرورت ہے۔ مجھے یہ چیزیں سوائے اس کے کہ میں احمدیت کو اختیار کر دوں دوسری جگہ صحیح طور پر دکھائی نہیں دیتیں۔ اس لئے میں مجبور ہوں کہ حضرت مرزا صاحب کی غلامی میں آ کر احمدیت کو قبول کر دوں اگر بالفرض محال میں حضرت مرزا صاحب کی شخصیت کو نہ بھی مانوں تو مجھے اصول اور عقائد مجبوراً وہی ماننے پڑیں گے جو حضرت مرزا صاحب کے قائم کردہ ہیں اور یہی کیا یہ اصول تو ان لوگوں کو بھی ماننے پڑتے ہیں جو احمدیت کے یا اسلام کے مخالف ہیں۔ لیکن یہ میری سخت بیوقوفی ہوگی کہ میں اصول اور عقاید تو ایک شخص کے مان لوں اور اس کی ذات کو بیچ میں سے نکال کر ان بے شمار فوائد سے جو مجھے اس کے دامن کے ساتھ وابستہ ہونے سے حاصل ہوں اپنے آپ کو محروم اور بے نصیب رکھوں۔ اللہ تعالیٰ ہر مسلم کو ایسے کریہہ فعل سے محفوظ رکھے ؏

پیغام صلح
جلد ۴۰ | یوم چہارشنبہ مؤرخہ ۷ار ذیقعد ۱۳۷۱ھ | نمبر ۳۰

میاں محمود احمد صاحب کا ایک اعلان

زمیندار کا جھوٹا پراپیگنڈا اور اشتعال انگیزی

اشاعت ہٰذا میں دوسری جگہ میاں محمود احمد صاحب خلیفہ قادیان کا ایک اعلان درج ہے، جو ۲ار اگست ۱۹۵۲ء کے "الفضل" سے نقل کیا گیا ہے، اس اعلان میں میاں صاحب نے جو تجویز کی ہے کہ

"دونوں فریق ایک دوسرے سے تعاون کریں، ایک دوسرے کی مدد کریں اور خطرہ کے وقت ایک دوسرے کا ساتھ دیں"

اس کا ہم بصدق دل خیر مقدم کرتے ہیں، فی الواقع جہاں تک احمدیت کا سوال ہے احراری قادیانی اور لاہوری احمدیوں میں کوئی فرق روا نہیں رکھتے اور ہر اس شخص کو جو جماعت احمدیہ کے کسی بھی فریق سے تعلق رکھتا ہے ہدف ستم بنانے پر آمادہ ہیں۔ ان کا حملہ فی الحقیقت قادیانی یا لاہوری جماعت پر ہی نہیں بلکہ اس مقدس انسان کو وہ اپنے تیر و نشتر کا آماجگاہ بنائے ہوئے ہیں جس کی اقتدا کا شرف دونوں جماعتوں کو حاصل ہے، یہ الگ امر ہے کہ قادیانی جماعت ہمارے نزدیک حضرت مسیح موعودؑ کے صحیح مسلک پر قائم نہیں . . . .

. . . . تاہم جہاں تک احراری مطالبہ کا تعلق ہے وہ کسی طرح بھی صحیح قرار نہیں دیا جاسکتا، اور ایسے حالات میں یہ ضروری ہے کہ خطرہ کے موقعہ پر دونوں فریق ایک دوسرے کی مدد کریں اور مخالفین کے حملوں سے ایک دوسرے کو بچانے کی کوشش کریں۔ اس بارہ میں مقامی حالات کے مطابق ہر جگہ مناسب تجاویز کی جاسکتی ہیں، اور جہاں کوئی خطرہ پیش آئے حکام کی مدد سے ایک دوسرے کے ساتھ مل کر یا جیسے مناسب ہو بچاؤ کا سامان کیا جاسکتا ہے۔

لیکن ظاہر ہے کہ یہ کوئی ایسا سمجھوتہ نہیں کہ دونوں میں سے کوئی فریق اپنے اختلافی معتقدات کو چھوڑ کر دوسرے سے جا ملا ہو، اگر دیوبندی اور رضائی، شیعہ اور سنّی، احراری اور لیگی اپنے مذہبی و سیاسی اختلافات یہاں تک کہ فتاوے کفر کو قائم رکھتے ہوئے احمدیوں کے مقابلہ میں جمع ہو سکتے ہیں، تو لاہوری اور قادیانی احمدیہ جماعتیں اپنے اپنے اختلافات کو قائم رکھتے ہوئے اپنے مشترکہ دشمن سے صرف بچاؤ کرنے کے لئے اکٹھی کیوں نہیں ہوسکتیں، لیکن زمیندار کے جھوٹے پروپیگنڈا اور اشتعال انگیزی کو دیکھئے کہ خلیفہ صاحب کے اس اعلان کو اس نے ایک الٰہی رنگ دینے کی کوشش کی ہے اور کس قدر جھوٹ اس کے لئے تراشا ہے:۔

"مسلمانوں کے خلاف متحدہ محاذ قائم کرنے کے لئے قادیانی اور لاہوری مرزائیوں میں معاہدہ ہوگیا"

"۳۸ سال کے بعد اندلسی اور دمشقی مرزائی مسلمانوں کے خلاف متحد ہوگئے ———— لائحہ عمل مرتب کر لیا گیا"

ان آٹھ کالمی سرخیوں کے ماتحت جھوٹ کا پلندہ ان الفاظ میں باندھا گیا ہے:۔

"لاہور ۲-اگست- مجھے نہایت مستند اور معتبر ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ مرزائیوں کی لاہوری و قادیانی جماعتوں کے درمیان سمجھوتہ ہوگیا ہے اور ۳۸ سال کے بعد مرزائیوں کی دونوں جماعتیں مسلمانوں کے خلاف متحدہ محاذ قائم کرنے پر تیار ہوگئی ہیں۔ مجھے لاہوری اور قادیانی جماعتوں سے قریبی تعلق رکھنے والے حلقوں سے تحقیقات کرنے پر معلوم ہوا ہے کہ دونوں جماعتوں کے مقتدر ارکان کے مابین اس سلسلہ میں خط و کتابت کے بعد ملاقاتیں بھی ہوچکی ہیں، اور ان ملاقاتوں میں دونوں جماعتوں کے رہنماؤں نے مسلمانوں کے خلاف متحدہ محاذ قائم کرنے کا پروگرام بھی وضع کر لیا ہے، اس پروگرام کی تفصیلات معلوم نہیں ہوسکیں، لیکن مرزا محمود احمد کے بیان مجریہ ۲ اگست سے جو الفضل مورخہ ۲ر اگست کے صفحہ ۲ پر "حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد" کے عنوان سے شائع ہوا ہے، اس بات کی تصدیق ہوجاتی ہے کہ لاہوری اور قادیانی جماعتوں کا گٹھ جوڑ کیا جا رہا ہے اور اسی بیان میں مرزا محمود احمد نے بالفاظ ذیل قادیانیوں اور لاہوریوں سے اتحاد کی اپیل کی ہے:۔

"دونوں فریق ایک دوسرے سے تعاون کریں۔ ایک دوسرے کی مدد کریں اور خطرہ کے وقت میں ایک دوسرے کا ساتھ دیں۔ بہت سی مشکلات تو اسی ایک تجویز سے حل ہوسکتی ہیں۔ پس میں اس اعلان کے ذریعہ سے اپنی جماعت کے دوستوں کو توجہ دلاتا ہوں کہ ایسے نازک مواقع پر اختلاف کا خیال بھی کرنا ایک خطرناک گناہ اور ایک سخت بیوقوفی ہوتا ہے۔"

مرزا محمود احمد نے مرزائیوں کو ہدایت کی ہے کہ وہ مسلمانوں کے خلاف متحد ہو جائیں اور اپنے تمام اختلافات کو دور کر دیں۔ یہ تو نہیں کہا جاسکتا کہ دونوں پارٹیوں میں سے کس نے دوسری پارٹی کے سامنے ہتھیار پھینکے ہیں۔ لاہوری جماعت غالباً ۱۹۱۴ء میں قادیانی پارٹی سے الگ ہوئی تھی۔ ۱۹۱۴ء سے ۱۹۵۲ء تک دونوں پارٹیوں کے درمیان شدید اختلافات رہے ہیں۔ دونوں پارٹیوں نے ایک دوسرے کے رہنماؤں کی ذاتی اخلاقی اور اندرونی زندگی پر شدید حملے جاری رکھے۔ موجودہ تحریک تحفظ ختم نبوت کے شروع ہوتے ہی دونوں پارٹیوں کے رہنماؤں میں خط و کتابت اور پیام رسانی کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ تاکہ مسلمانوں کے خلاف متحدہ محاذ قائم کرنے کے سلسلہ میں ایک متحدہ محاذ قائم کیا جاسکے۔

مجھے معلوم ہوا ہے کہ قادیانی پارٹی کے مقتدر ارکان نے جن میں عبدالرحیم درد وغیرہ شامل تھے لاہور میں خواجہ نذیر احمد، ماسٹر یعقوب خان اور لاہور پارٹی کے امیر مسٹر صدرالدین سے ملاقات کی۔ اور مرزا محمود احمد کی طرف سے ایک خاص مکتوب ان کے حوالے کیا۔ جس میں ان حضرات سے کہا گیا تھا۔ کہ وہ مرزائیت کی تحفظ و بقا کے لئے متحدہ محاذ قائم کرنے میں قادیان پارٹی سے تعاون کریں۔ چنانچہ دونوں پارٹیوں میں ایک معاہدہ طے پاگیا ہے، اور لائن آف ایکشن بھی مقرر کر لی گئی ہے۔"

زمیندار کے اس بیان کو ایک طرف رکھئے اور میاں محمود احمد صاحب کے اعلان کو جو دوسری جگہ درج ہے، دوسری طرف اور پھر اس جھوٹ کا اندازہ کیجئے جو اس رئیس الکاذبین نے دونوں جماعتوں کے متعلق تراشا ہے اور یہ جھوٹا پروپیگنڈا کرکے کہ "دونوں جماعتوں کے رہنماؤں نے مسلمانوں کے خلاف محاذ قائم کرنے کا پروگرام بھی وضع کر لیا ہے، اور لائن آف ایکشن بھی مقرر کر لی گئی ہے" عوام الناس کو اور زیادہ مشتعل کرنے کی کوشش کی ہے، حالانکہ نہ مسلمانوں کے خلاف محاذ قائم کرنے کا پروگرام وضع ہوا اور نہ کوئی لائن آف ایکشن مقرر کی گئی۔ نہ کسی ایک فریق نے "دوسرے کے سامنے ہتھیار پھینکے" نہ خلیفہ صاحب کا کوئی خاص مکتوب عبدالرحیم درد وغیرہ کے ذریعہ مولوی یعقوب خاں، مولانا صدرالدین اور خواجہ نذیر احمد صاحب کو ملا۔ "زمیندار" کے "لائق ایڈیٹر" اور مولوی ظفر علی خاں کے فرزند ارجمند کے دل میں اگر رائی برابر بھی ایمان ہے، اگر شرم و حیا کی کوئی رتی بھی اس کے اندر باقی ہے تو اسے چاہیئے کہ اپنے اس بیان کی صحت کا کوئی ثبوت پیش کرے ورنہ اس نے جماعت احمدیہ لاہور کے وقار کو گرانے اور اس کے خلاف اشتعال پیدا کرنے کی جو کوشش کی ہے، اس کا خمیازہ اسے بڑی سختی سے بھگتنا پڑے گا۔

یہ امر کہ مسلمانوں کے خلاف کوئی متحدہ محاذ ہم نے قائم کیا ہے، "زمیندار" کی دماغی اختراع ہے ہمیں مسلمانوں کے خلاف ایسا محاذ قائم کرنے کی کیا ضرورت ہے ہم خود مسلمان ہیں اور مسلمانوں کا ایک بہت بڑا طبقہ احراری ٹولہ کی ہنگامہ آرائیوں کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتا ہے پس زمیندار کی یہ اختراع اور متحدہ محاذ قائم کرنے کا الزام محض پبلک کو ہمارے خلاف مشتعل کرنے کیلئے ہے جو ایک نہایت کمینہ حرکت ہے

ہم "زمیندار" کے اس بیان کی طرف حکومت پنجاب کو خاص طور پر متوجہ کرنا چاہتے ہیں، کیا ایک ایسی جماعت کے متعلق جو اپنی خدمات اسلامی کی وجہ سے بین الاقوامی شہرت حاصل کر چکی ہے اور جس کے معتقدات دربارہ ختم نبوت شریعت اسلام کے عین مطابق اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و وقار کو بہت بلند کرنے والے ہیں، اس قسم کے جھوٹے پراپیگنڈا سے لوگوں میں اشتعال پیدا کرنا قانوناً جائز ہے؟ آخر اس قسم کی جھوٹی باتوں کی اشاعت کب تک روا رکھی جائے گی؟ کب تک شرفا اور پاکستان کے امن پسند اور وفادار شہریوں کی پگڑیاں اچھالنا اور انہیں باہم لڑانے کی کوشش کرنا جائز رکھا جائے گا؟ احمدی بفضلہ تعالیٰ ایک امن پسند جماعت ہے، اور کبھی اس کی طرف سے کوئی اشتعال انگیز کارروائی عمل میں نہیں آئی، لیکن "زمیندار" اس قسم کے اشتعال انگیز بیانات روزانہ شائع کرتا ہے اور کوئی اسے پوچھنے والا نہیں، کیا حکومت چاہتی ہے کہ "زمیندار" اور اس کے احراری بھونڈوں کی لگائی ہوئی آگ جو میاں ممتاز محمد دولتانہ کی کوششوں سے بہت حد تک بجھ چکی اور بجھتی جا رہی ہے، پھر مشتعل ہو کر پاکستان کے خرمن امن کو جلا کر رکھ دے؟ اگر نہیں تو "زمیندار" کی زبان بندی کیوں نہیں کی جاتی؟ معتقدات کی بحث کو روکنا ہمارا مدعا نہیں، بشرطیکہ شرافت اور معقولیت کے خلاف نہ ہو، لیکن اس قسم کا جھوٹا پروپیگنڈا جو نہ صرف جماعت احمدیہ کی عزت و وقار کو ٹھیس لگانے والا ہے بلکہ پبلک میں اشتعال پیدا کرکے فتنہ و فساد کا موجب ہوسکتا ہے کسی طرح بھی گوارا نہیں کیا جاسکتا اور ہم حکومت پنجاب سے یہ امید رکھتے ہیں کہ وہ "زمیندار" کی زبان بندی کرکے اس فتنہ کو دبانے کی کوشش کریگی کہ اس میں ملک کا امن و امان مضمر ہے۔

جماعت احمدیہ اور اسکے مقدس امام کیخلاف طوفان مخالفت اور اس کا انجام

حضرت امیر قوم مولانا صدرالدین صاحب کا پیغام

احباب کرام - السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

ہمارے امام ومجدد زمان کے خلاف ایک مخالفت کا طوفان برپا کیا گیا ہے جس نے جماعت کے دلوں میں طبعاً تشویش پیدا کر رکھی ہے ۲۶ر جولائی کے دن وہ طوفان پھٹا - اور اسی دن صوبائی مسلم لیگ نے اس کے متعلق ایک معقول فیصلہ بھی دیا - طوفان برپا کرنے والوں نے عاقبت اندیشی سے کام نہیں لیا اور وہ اس کے خطرناک نتائج کو نظر انداز کر رہے ہیں تعصب کا ستیاناس ہو، اندھا کر دیتا ہے اور عواقب کو دیکھنے نہیں دیتا، اس وجہ سے وہ یہ نہیں دیکھتے کہ جس تحریک پر ہم اتنا زور صرف کر رہے ہیں یہ پاکستان کی تباہی کا موجب ہو کر رہے گی - مذھبی تعصب کی یہ آگ مختلف جماعتوں اور مختلف گروہ بندیوں کو ایک ایک کر کے بھسم کر کے چھوڑیگی اور اس طرح سے وہ پاکستان جو خدا کے فضل وکرم سے اور مرحوم ومغفور قائد اعظم کی لاجواب ہمت اور ان تھک کوشش سے مسلمانوں کو نصیب ہوا بالکل برباد ہو جائے گا - پاکستان وہ نعمت عظمیٰ ہے جس نے سات کروڑ مسلمانوں کو آزادی نصیب ہوئی اور جو مسلمانان عالم کی امیدوں کا مرجع بنا ہوا ہم سے چاہتا ہے کہ ہم اس کے استحکام کے لئے جد وجہد کریں اور ان تمام طریقوں کو ترک کر دیں جن سے تشتت وافتراق پیدا ہونے کا اندیشہ ہو سکتا ہے۔ ہماری جماعت لاہور محسوس کرتی ہے کہ پنجاب مسلم لیگ نے اور وزیر اعلےٰ نے اس مشکل وقت میں ایسا اقدام کیا ہے جس سے ان کی دوراندیشی اور ہمت نمایاں طور پر نظر آتی ہے۔ ہماری جماعت کا بالخصوص اور تمام مسلمانان پنجاب کا یہ فریضہ ہے کہ اپنی اس حکومت کی قدر دانی کرتے ہوئے ان کی تلقین کو عملی جامہ پہنائے اور تمام ان امور سے مجتنب رہیں جو مملکت پاکستان اور ملت اسلامیہ کے نقصان اور بربادی کا ... موجب ہو سکتے ہیں -

ہماری جماعت حضرت مرزا صاحب کو مجدد مانتی ہے جو اس ارشاد نبوی پر مبنی ہے (ان اللہ یبعث لھذہ الامۃ علی راس کل مائۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا) اور وہ جماعت جو رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشادات پر عملدرآمد کرتی ہو اس صحیح مسلک پر گامزن ہے جو بزرگان امت اور اولیائے کرام کا مسلک ہے - یہ جماعت کسی کلمہ گو کا فر کہنا گناہ عظیم یقین کرتی ہے یہ جماعت قرآن کریم کی اشاعت بالذات اور احادیث نبویہ کی اشاعت پر اپنی تمام توجہ اور اپنے اموال صرف کرتی ہے - اس جماعت کے قائد حضرت مولانا محمد علی صاحب مرحوم ومغفور اور حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم نے نہایت قیمتی لٹریچر پیدا کیا ہے - چنانچہ ترکی، مصر، ایران اور دیگر اسلامی ممالک نے ان کی تصانیف کو بنظر استحسان دیکھا ہے - اس جماعت نے انگلستان میں، امریکہ میں اور جرمنی میں اسلامی مشن قائم کر رکھے ہیں - جہاں اسلام کی خوبیاں بیان کی جاتی ہیں، اور ان الزامات کے جوابات دیئے جاتے ہیں جو حضور نبی کریم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیمات کی ذات مقدس پر کئے جاتے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہے کہ آج مغرب کے روشن دماغ علماء اور فضلاء آنحضرت صلعم کے متعلق نہایت خوشکن تصانیف شائع کرنے لگ گئے ہیں، اور ایک بہت بڑی تعداد ممالک مغربیہ میں حضور کی حلقہ بگوش ہو چکی ہے - ان خدمات کے اصل باعث اور بانی حضرت مجدد زمان ہیں - چاہیئے کہ وہ لوگ جو خدا اور اس کے رسول کے احکامات اور ان کے دین متین پر فدا ہیں ان حقائق پر غور کریں ...... اور اس شخص اور اس جماعت کو جو خدا اور رسول کا دین پھیلانے میں ہر وقت سرگرم وساعی ہے ستم کرتے ہوئے خوف خدا سے کام لیں، میں یقین کرتا ہوں ان ایام میں ہماری جماعت دعاؤں میں لگی رہی ہوگی، خدا نے ان کی دعاؤں کو بہت حد تک قبولیت بخشی ہے - چاہیئے کہ ہم اپنی دعاؤں کو جاری رکھیں اور برابر سعی کرتے رہیں کہ ہمارے متعلق جو بھی غلط فہمیاں ہیں دور ہو جائیں - علاوہ ازیں جو مصائب بھی آئیں ان کو صبر سے برداشت کریں - تاکہ ہماری جماعت کی طرف سے کسی طرح کی بداخلاقی یا بدامنی ظہور میں نہ آئے - وباللہ التوفیق

واللہ معکم - صدرالدین - ۲۸ر جولائی - ایبٹ آباد

جناب میاں محمود احمد صاحب کا ایک اعلان

اپنی جماعت کے نام

ذیل میں میاں محمود احمد صاحب خلیفہ قادیان کا ایک اعلان درج کیا جاتا ہے جو ۲ر اگست کے "الفضل" میں شائع ہوا ہے اس بارہ میں آج کا مقالہ افتتاحیہ ملاحظہ فرمائیے

برادران! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'۔

مجھے بعض غیر مبائعین کی طرف سے خط ملے ہیں - کہ اس شورش کے موقعہ پر مبائعین اور غیر مبائعین دونوں ہی کی جانیں خطرے میں ہیں - اس کے لئے کوئی متحدہ سکیم بنانی چاہیئے - یہ خطرہ جس کا اظہار کیا گیا ہے یقینی ہے اور ہمیں یقیناً اس کے متعلق باہمی غور کرنا چاہیئے - ورنہ کئی قسم کے نقصانوں کا احتمال ہے لیکن جہانتک دونوں فریق کے سرکردہ مل کر فیصلہ کریں کوئی وجہ نہیں ہے - کہ ہر شہر کے احمدی آپس میں مل کر اپنی حفاظت کے لئے کوئی سکیم بنائیں - پہلی چیز تو یہی ہے کہ دونوں فریق ایک دوسرے سے تعاون کریں - ایک دوسرے کی مدد کریں اور خطرہ کے وقت میں ایک دوسرے کا ساتھ دیں - بہت سی مشکلات تو اسی ایک تجویز سے حل ہو سکتی ہیں - پس میں اس اعلان کے ذریعہ سے اپنی جماعت کے دوستوں کو اس امر کی طرف توجہ دلاتا ہوں کہ ایسے نازک مواقع پر اختلاف کا خیال بھی کرنا ایک خطرناک گناہ اور ایک سخت بیوقوفی ہوتی ہے - میں اس وقت تک اس اعلان سے اس لئے رکا رہا کہ خطرہ اچانک پیدا ہوا اور اچانک ہی اس نے صورت بدل لی - لیکن بعد کے واقعات نے بتایا ہے کہ یہ آگ نیچے ہی نیچے سلگتی جارہی ہے اور آج یہاں خطرہ پیدا ہوتا ہے تو کل وہاں - یہ تو کہا جا سکتا ہے کہ خطرہ سب جگہ سے بالکل مٹ گیا - پس ہماری جماعت کو چاہیئے کہ عقل اور دوراندیشی سے کام لے اور اس دنیوی خطرہ کے موقعہ پر مذھبی اختلافات کو بھول جائے - کیونکہ ملانوں میں سے وہ طبقہ جو اس وقت شرارت پر آمادہ ہے - وہ مبائع اور غیر مبائع کے فرق کو نہیں جانتا - وہ ہر احمدی کہلانے والے کا سر کچلنا چاہتا ہے -

یہ شکر کا مقام ہے کہ نوے فیصدی جگہوں سے یہی رپورٹیں آرہی ہیں کہ پولیس اور حکام اپنا فرض دیانتداری سے ادا کر رہے ہیں - کسی کسی جگہ سے اس کے خلاف بھی رپورٹ آرہی ہے لیکن یہ خلاف رپورٹیں بہت کم ہیں - اور ان میں سے بھی سب بد دیانتی پر دلالت نہیں کرتیں - بعض بد دیانتی پر اور بعض ڈر پر دلالت کرتی ہیں - پس چاہیئے کہ ہر جگہ کی جماعتیں حکام سے تعلق رکھیں - اور ان کو واقعات سے خبردار رکھیں - اور جہاں خطرہ پیدا ہو احمدی خصوصیت کے ساتھ ان گھروں میں جمع ہو جائیں جن کی حفاظت آسانی سے کی جا سکتی ہے - اور فوراً پولیس میں اطلاع دیں اور اس وقت تک کسی کے لئے دروازے نہ کھولیں جب تک کہ پولیس نہیں پہنچ جاتی - ڈرنا ایمان کے بھی خلاف ہے اور عقل کے بھی خلاف ہے - جو لوگ ہجوم کو دیکھ کر گھر کھلے چھوڑ کر بھاگ جاتے ہیں - یا ایک دوسرے کی مدد کرنے سے ڈرتے ہیں بہادروں سے زیادہ کسی فائدہ میں نہیں رہتے بلکہ دین اور دنیا میں اپنا منہ کالا کرواتے ہیں - جب قانون تمہارے ساتھ ہے - جب قانون چلانے والوں کا فرض ہے کہ تمہارا ساتھ دیں بلکہ جب خدا اور اس کے فرشتے تمہارے ساتھ ہیں تو تمہارے ڈرنے کی کیا وجہ ہے؟ بہادری سے اپنے خیالات اور اپنے عقائد پر قائم رہو - اور ظالم دشمن خواہ کتنی بڑی تعداد میں حملہ کرے - اس سے ڈرو نہیں - اللہ تعالیٰ پر توکل رکھو اور ہر ایک اکا دکا احمدی خواہ کہیں بھی ہو - اور کسی فریق سے تعلق رکھتا ہو - اس کی مدد کرو - اور اس کی جان اور اس کے مال کی حفاظت کرو - ہاں اپنی زبانوں اور اپنے ہاتھوں پر قابو رکھو - اور کوئی بات ایسی نہ کرو جس سے دوسرے کو اشتعال آئے دنیا پر ثابت کر دو کہ اشتعال تمہارا دشمن دلاتا ہے - اور تم صبر اور عفو کا اعلیٰ نمونہ دکھاتے ہو - اور ساتھ ہی بہادری کا بھی - کیونکہ مومن کبھی بزدل نہیں ہوتا - ایمان اور بزدلی کبھی جمع نہیں ہوتے - پس ڈر کو دل سے نکال دو اور دنیا پر ثابت کر دو کہ دنیا کا کوئی ظلم - دنیا کا کوئی ستم - دنیا کا کوئی جبر تم کو صداقت سے پھرا نہیں سکتا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی روح اپنے متبعین سے ایک دفعہ پھر ایثار اور قربانی کا مطالبہ کر رہی ہے - پس تم اس ایثار اور اس قربانی کا نمونہ پیش کر دو جو تمہیں صحابہؓ کا مثیل بنا دے - تا رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روح خوش ہو جائے - کہ آج بھی میرے فیضان جاری ہیں - اور آج بھی میرے تزکیہ نفس کی قوت کامل ہے - خدا تعالےٰ تمہاری مدد کرے - اور فتنہ پردازوں کے فتنہ کو خود ان کے منہ پر مارے ؎

خاکسار

مرزا محمود احمد

(الفضل ۲ر اگست ۱۹۵۲ء)

ختم نبوت بزرگان اُمت کی نظر میں

حضرت خاتم النبیین صلعم کے بعد صرف ولایت و محدثیت باقی ہے نہ کہ نبوت

ختم نبوت کی بحث کے سلسلہ میں ہمارے قادیانی دوستوں کی طرف سے بعض بزرگان امت کے اقوال بار بار پیش کئے جا رہے ہیں جن سے یہ ثابت کرنا مقصود ہے کہ وہ بھی اجرائے نبوت کے قائل تھے۔ ذیل کے مضمون میں ان پیش کردہ اقوال کے سیاق و سباق سے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ تمام بزرگان دین اسی بات کے قائل تھے کہ نبوت حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو چکی ہے اور آپ کے بعد صرف ولایت و محدثیت باقی ہے نبوت جاری نہیں۔

شیخ اکبر محی الدین ابن عربی کے اقوال

یہ ثابت کرنے کے لئے کہ شیخ اکبر محی الدین ابن عربی بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اجرائے نبوت کے قائل ہیں . . . . . . شیخ ممدوح کے بعض فقرات پیش کئے جاتے ہیں، جن میں انہوں نے فرمایا ہے کہ صرف تشریعی نبوت ختم ہوئی ہے نہ کہ مقام نبوت، آنحضرت صلعم کی شریعت کو منسوخ کرنے والی کوئی شریعت نہیں آسکتی، نہ کوئی حکم بڑھا سکتی ہے، آنحضرت صلعم کے قول لا رسول بعدی ولا نبی کے یہی معنے ہیں کہ میرے بعد کوئی ایسا نبی نہیں آسکتا جو میری شریعت کی مخالفت کرے، بلکہ میری شریعت کے حکم کے ماتحت نبی آسکتا ہے، نبوت کلی طور پر نہیں اٹھ گئی، صرف تشریعی نبوت بند ہے لا نبی بعدی کے یہی معنے ہیں جس طرح فرمایا اذا ھلک قیصر فلا قیصر بعدہ و اذا ھلک کسریٰ فلا کسریٰ بعدہ۔ عیسےٰ علیہ السلام نازل ہوں گے اور وہ رسول ہونگے لیکن شریعت کے ساتھ نہیں، ہماری شریعت سے فیصلے کریں گے۔ معلوم ہوا انقطاع رسالت کا ذکر جو لا رسول بعدی ولا نبی میں ہے اس کا یہی مطلب ہے کہ کوئی شریعت والا رسول نہ ہوگا وغیرہ وغیرہ۔

شیخ اکبر کے یہ فقرات جو آئے دن پیش کئے جاتے ہیں . . . . . . سیاق سباق عبارت سے اسی طرح کٹے ہوئے ہیں جس طرح مخالفین مسیح موعود۔۔ آپ کی تحریرات میں کتر بیونت کرکے اصل مطلب کو بگاڑ دیتے ہیں آیا ان عبارات کا مطلب یہ ہے کہ شیخ اکبر کے نزدیک غیر تشریعی نبوت محدثیت اور ولایت سے اوپر نبوت ہی کی کوئی قسم ہے؟ آیا ان کے نزدیک شریعت کا لانا نبوت سے کوئی زائد چیز ہے جس کے زائل ہو جانے سے نبوت کا اجرا بند نہیں ہو سکتا؟ . . . . . . محولہ بالا عبارات کیا اگر شیخ اکبر کے حسب ذیل فقرات کو بھی نقل کر دیا جاتا تو ان سے یہ تمام باتیں اور شیخ اکبر کا مذہب پوری طرح واضح ہو جاتا:۔

قالت عائشۃ "اول بدیٔ بہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من الوحی الرؤیا فکان لا یری رؤیا الا خرجت مثل فلق الصبح وھی التی ابقی اللہ علی المسلمین وھی من اجزاء النبوۃ فما ارتفعت النبوۃ بالکلیۃ ولھذا قلنا انما ارتفعت نبوۃ التشریع فھذا معنی لا نبی بعدہ و لکن اللّٰہ من حفظ القرآن فقد ادرجت النبوۃ بین جنبیہ فقد قالت بہ النبوۃ بلا شک فعلمنا ان قولہ لا نبی بعدہ ای لا مشرع خاصۃ لانہ لا یکون بعدہ نبی فھذا مثل قولہ اذا ھلک کسریٰ فلا کسریٰ بعدہ و اذا ھلک قیصر فلا قیصر بعدہ ولم یکن کسریٰ و قیصر الا ملک الروم والفرس و ما زال الملک من الروم ولکن ارتفع ھذا الاسم مع وجود الملک فیھم وتسمی ملکھم باسم آخر بعد ھلاک قیصر فلا قیصر بعدہ و لم یکن کسریٰ کذالک اسم النبی زال بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
(فتوحات مکیۃ جلد ۲ باب الثالث والسبعون سوال الرابع والعشرون ص ۵۸ مطبوعہ مصر)

یعنی عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ سب سے پہلے جو وحی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر آئی وہ رؤیا تھی پس آپ کوئی رؤیا نہ دیکھتے تھے مگر وہ صبح کی روشنی کی طرح سچی ہوتی تھی اور **یہی ہے جسے اللہ تعالےٰ نے مسلمانوں پر باقی رکھا ہے اور وہ نبوت کے اجزا میں سے ہے** پس نبوت کلی طور پر اٹھائی نہیں گئی اور اس لئے ہم نے کہا کہ صرف تشریعی نبوت اٹھائی گئی ہے اور لا نبی بعدہ کے یہی معنی ہیں اور اسی طرح فرمایا جس نے قرآن کو حفظ کیا نبوت اس کے دونوں پہلوؤں میں داخل کر دی گئی، پس بلا شک اس کے ساتھ نبوت قائم ہو گئی ہے، پس ہم نے جان لیا کہ آپ کے قول لا نبی بعدہ کا یہ مطلب ہے کہ کوئی خاص مشرع نبی نہیں آئے گا یہ نہیں کہ نبی نہیں ہوگا یہ ایسا ہی ہے جیسے آنحضرت صلعم نے فرمایا جب کسریٰ ہلاک ہوگا تو اس کے بعد کوئی کسریٰ نہ ہوگا اور جب قیصر ہلاک ہوگا تو اس کے بعد کوئی قیصر نہ ہوگا اور کسریٰ اور قیصر روم اور فارس کے بادشاہ تھے اور روم اور فارس میں سے بادشاہ زائل نہیں ہوئے مگر قیصر اور کسریٰ کا نام اٹھ گیا مع ان بادشاہوں کو کوئی اور نام دیا گیا اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبی کا نام زائل ہو گیا۔

اس سے ظاہر ہے کہ شیخ اکبر کے نزدیک تشریعی نبوت کے اٹھ جانے کے بعد جو نبوت رسول اللہ صلعم کے بعد جاری ہے وہ صرف رؤیائے صالحہ والی جزئی نبوت ہے ایسے جزئی نبیوں کا آنا بند نہیں ہوا۔ لیکن نبی چونکہ صرف مشرع ہی کو کہتے ہیں اور تشریعی نبوت اٹھ چکی ہے اس لئے نبی کا نام اب زائل ہو گیا ہے اور جزئی نبوت پانے والوں پر یہ نام اطلاق نہیں پا سکتا۔ اور سن لیجئے رؤیا کی کیفیات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

وھذا کلہ موجود فی رجال اللّٰہ من الاولیاء والذی اختص بہ النبی من ھذا دون الولی الوحی بالتشریع فلا یشرع الا النبی ولا یشرع الا رسول خاصۃ" (فتوحات مکیہ الباب الثامن والثمانون ومائتہ ص ۲۲۶ مطبوعہ مصر)

یعنے یہ سب کچھ اللہ کے ان بندوں میں موجود ہے جو اولیاء میں سے ہیں اور وہ چیز جس سے ولی کے ماسوا نبی کو خاص کیا گیا ہے وہ وحی شریعت ہے پس کوئی شارع نہیں مگر نبی اور کوئی شارع نہیں ہو سکتا مگر خاص رسول۔

ان فقرات میں کھول کر بتا دیا گیا کہ نبی اور ولی میں صرف شریعت ہی کا امتیاز رکھا گیا ہے اور اس سے صاف ظاہر ہے کہ شیخ اکبر نے جو یہ فرمایا لا نبی بعدی سے صرف تشریعی نبوت کا انقطاع مراد ہے اور نبوت کلی طور پر نہیں اٹھائی گئی تو اس کا یہی مطلب ہے کہ صرف اولیاء اللہ والی نبوت باقی ہے یعنی مکالمہ ومخاطبہ یا محدثیت، یہی ان کے نزدیک غیر تشریعی نبوت ہے اس سے بڑھ کر اور کوئی چیز نہیں۔

پھر فرماتے ہیں:۔

فاخبر صلی اللہ علیہ وسلم ان الرؤیا من اجزاء النبوۃ فقد بقی للناس من النبوۃ لا یطلق اسم النبوۃ ولا النبی الا علی المشرع خاصۃ فحجر ھذا الاسم لخصوص وصف معین فی النبوۃ وما حجر النبوۃ التی لیس فیھا ھذا الوصف الخاص وانہ کان حجر الاسم۔
(فتوحات مکیہ الباب الخامس والثمانون ومائتہ ص ۳۷۶ مطبوعہ مصر)

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی کہ رؤیا اجزائے نبوت میں ایک جزو ہے۔ پس وہ لوگوں کے لئے نبوت میں سے باقی رہ گیا ہے اور اس کے ساتھ نبوت کا نام اور نبی کا نام اطلاق نہیں پاتا سوائے خاص تشریعی نبی کے پس یہ نام اسی وصف کی خصوصیت کی وجہ سے جو نبوت کے لئے معین ہے چھوڑ دیا گیا ہے اور وہ نبوت جس میں یہ خاص وصف نہیں ترک نہیں ہوئی اگرچہ نام ترک کر دیا گیا ہے"

کس قدر صراحت سے بتا دیا گیا کہ نبوت کا ایک جزو تو باقی ہے جو رؤیائے صالحہ ہے۔ لیکن اسکو نبوت یا اس کے پانے والے کو نبی نہیں کہہ سکتے نبی کا نام صرف صاحب شریعت ہی کے لئے مخصوص ہے۔

اس سے بھی زیادہ صراحت مطلوب ہو تو اس فقرہ کو پڑھیئے:۔

فالولایۃ نبوۃ عامۃ والنبوۃ التی

بها التشریع نبوۃ خاصۃ۔

(فتوحات مکیہ الباب الثالث والسبعون ص۲۴ مطبوعہ مصر)

یعنے ولایت نبوت عامہ ہے اور وہ نبوت جس کے ساتھ شریعت ہوتی ہے نبوت خاصہ ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ جس نبوت کے جاری ہونے کا شیخ اکبر نے ذکر کیا ہے اور جسے غیر تشریعی نبوت قرار دیا ہے وہ یہی نبوت عامہ ہے جو ولایت کا دوسرا نام ہے۔

دوسری جگہ اولیاء اور انبیاء کے امتیازات کو ان الفاظ میں واضح کیا ہے:-

فهم ورثة الانبیا لاشتراکهم فی الخبر وانفراد الانبیاء بالتشریع قال تعالٰی یلقی الروح من امرہ علٰی من یشاء من عبادہ فجاء بمن وھی نکرۃ لینذر یوم التلاق فجاء بما لیس بشرع ولاحکم بل بالانذار فقد یکون الولی بشیراً و نذیراً ولکن لایکون مشرعاً۔

(فتوحات مکیہ جلد ۲ باب الثامن والثمانون ومائة ص۳۷۶ مطبوعہ مصر)

پس وہ نبیوں کے وارث ہیں کیونکہ خبر میں (یعنے اللہ تعالٰی کی طرف سے کلام اور الہام پانے والے) ان کے شریک ہیں اور انبیاء تشریع میں منفرد ہیں اور اللہ تعالٰی فرماتا ہے کہ وہ اپنا کلام اپنے حکم سے اپنے بندوں میں سے جس پر چاہے ڈالتا ہے یہاں مَن کو استعمال کیا ہے جو نکرہ ہے تاکہ وہ ملاقات کے دن سے ڈرائے پس وہ ایسی چیز لاتا ہے جو شرع نہیں اور نہ حکم ہے کیونکہ ولی بشیر ہوتا ہے اور نذیر ہوتا ہے لیکن مشرع نہیں ہوتا۔

ان تمام عبارات کے ہوتے ہوئے چند دم بریدہ فقرات کو نقل کرکے یہ دعوے کرنا کہ حضرت محی الدین ابن عربی بھی اجرائے نبوت کے قائل ہیں کس قدر غلط بیانی سے کام لینا ہے

ایسا ہی فتوحات مکیہ میں شیخ اکبر لکھتے ہیں:-

"فاما ختم الولایة علی الاطلاق فهو عیسٰی علیه السلام فهو الولی بالنبوة المطلقة فی زمان هذہ الامة"۔

(فتوحات مکیہ جزو دوم باب الثالث والسبعون سوال ۱۳)

"یعنے خاتم الولایت حضرت عیسٰی علیہ السلام ہیں پس وہ ولی ہے نبوت مطلقہ کے ساتھ اس امت کے زمانہ میں"

اس سے ثابت ہے، کہ حضرت عیسٰی کی دوبارہ آمد کو بھی شیخ اکبر نے ولایت ہی کے رنگ میں مانا ہے اور صرف نبوت عامہ یا نبوت مطلقہ کی وجہ سے (جو ولایت کا دوسرا نام ہے) انہیں رسول کہا ہے اور یہ قطعاً غلط ہے کہ غیر تشریعی نبوت ان کے نزدیک ولایت سے اوپر کوئی مقام ہے . . .

. . . .

. . . . تشریعی نبوت ہی ان کے نزدیک نبوت خاصہ ہے جو ختم ہو چکی اور جو نبوت جاری ہے وہ صرف ولایت ہے، جس کو نبوت عامہ یا غیر تشریعی نبوت قرار دیا ہے۔

شیخ اکبر ایک اور عبارت فصوص الحکم میں نقل کی جاتی ہے جو حسب ذیل ہے:-

"واما النبوة التشریع والرسالة فمنقطعة فی محمد صلی اللہ علیه وسلم فلا نبی بعدہ مشرعاً . . . . . الا ان اللہ لطف بعبادہ والقی لهم النبوة العامة التی لاتشریع فیها"

(فصوص الحکم فص حکمة قدریة)

جو نبوت ورسالت شریعت والی ہوتی ہے پس وہ تو آنحضرت صلعم پر ختم ہو گئی ہے پس آپ کے بعد شریعت والا نبی کوئی نہیں آسکتا ہاں اللہ تعالٰی نے اپنے بندوں پر مہربانی کرکے ان میں عام نبوت جس میں شریعت نہ ہو باقی رہنے دی یہ عام نبوت کیا ہے اوپر فتوحات مکیہ سے شیخ اکبر ہی کے الفاظ نقل ہو چکے ہیں:-

"فالولایة نبوة عامة" "یعنی ولایت ہی نبوت عامہ ہے"

اور علامہ عبد الغنی النابلسی نے شرح فصوص الحکم میں "فالقی لهم النبوة العامة" کی یہ تشریح کی ہے "وهی مقام الولایة" (شرح فصوص الحکم از علامہ عبد الغنی النابلسی جلد ۲ ص۱۱۷ مطبوعہ مصر)

یعنے یہ نبوت عامہ جو باقی رہ گئی ہے یہ مقام ولایت ہے پس شیخ اکبر پر یہ افترا ہے کہ وہ امکان اجرائے نبوت کے قائل تھے

۲- امام شعرانی کا مذہب

امام شعرانی کو بھی . . . . امکان اجرائے نبوت کا قائل بتایا جاتا ہے اور ان کا یہ فقرہ نقل کیا گیا ہے:-

"وقوله صلعم لانبی بعدی ولارسول المراد به لامشرع بعدی"

(الیواقیت والجواهر جلد ۲ ص۴۲)

کہ آنحضرت صلعم کا یہ قول کہ میرے بعد نبی نہیں اور نہ رسول اس سے مراد یہ ہے کہ میرے بعد کوئی شریعت والا نبی نہیں"

جس جگہ سے یہ فقرہ نقل کیا گیا ہے وہیں پہلے فقرات میں یہ بھی لکھا ہوا موجود ہے:-

ادرك رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم العلم فی صورة اللبن ولذا کان یؤول به رؤیاہ وهذا ما ابقاہ اللہ تعالٰی علی الامة من اجزاء النبوة فان مطلق النبوة لم یرتفع وانما ارتفع نبوة التشریع فقط ویؤیدہ حدیث من حفظ القرآن فقد ادرجت النبوة فی جنبیه فقد قامت بهذہ النبوة بلاشك

یعنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علم کو عالم رؤیا میں دودھ کی صورت میں پایا اور اسی لئے اس کے ساتھ آپ کے رؤیا کی تاویل کی جاتی ہے، اور یہی (رؤیا ہی) ہے جو اللہ تعالٰی نے اس امت پر اجزائے نبوت میں سے باقی رکھا ہے، پس مطلق نبوت نہیں اٹھائی گئی اور صرف شریعت والی نبوت اٹھائی گئی ہے جیسے کہ اس کی تائید یہ حدیث کرتی ہے جس نے قرآن کو محفوظ کیا نبوت اس کے دونوں پہلوؤں میں داخل کر دی گئی۔

پھر اسی الیواقیت والجواہر میں یہ بھی لکھا ہے کہ:-

وهذا باب اغلق بعد موت محمد صلی اللہ علیه وسلم فلا یفتح لاحد الی یوم القیامة ولکن بقی للاولیاء وحی الالهام الذی لاتشریع فیه۔

(الیواقیت والجواهر المبحث الخامس والثلاثون ص۳۷ مطبوعہ ازهریہ مصر)

یعنے یہ دروازہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موت کے بعد بند کر دیا گیا اور قیامت کے دن تک کسی کے لئے نہیں کھولا جائے گا لیکن اولیاء کے لئے وحی الہام باقی ہے جس میں شریعت نہیں۔

ایک اور جگہ فرماتے ہیں:-

نبوة التشریع قد انقطعت بموت رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم فیصیر ملك الالهام یفهم ذالك الولی شریعة محمد صلی اللہ علیه وسلم ویطلعه علی اسرارها۔

(الیواقیت والجواهر المبحث الثانی والاربعون ص۴۱)

یعنے شریعت والی نبوت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موت کے ساتھ منقطع ہو گئی پس الہام کا فرشتہ اس ولی کو شریعت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا فہم دیتا ہے اور اس کے اسرار پر مطلع کرتا ہے۔

ایک اور جگہ شیخ اکبر کا قول نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

لما اغلق اللہ تعالٰی باب الرسالة بعد رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم کان ذالك من اشد ما تجرعت الاولیاء مرارته لانقطاع الوصلة بینهم وبین من یکون واسطتهم الی اللہ تعالٰی فرحمهم الحق بان ابقی علیهم اسم الولی الذی هو من جملة اسمائه تعالٰی جبر المصیبتهم۔

(المبحث السادس والاربعون من الیواقیت والجواهر جلد ۲ ص۸۳)

ان تمام عبارات کے ہوتے ہوئے یہ کہنا کہ امام شعرانی اجرائے نبوت کے قائل تھے دن دہاڑے دوسروں کی آنکھوں میں خاک جھونکنا ہے، شیخ اکبر کی طرح امام شعرانی بھی تشریعی نبوت کو ہی اصل نبوت سمجھتے ہیں جو بند ہو چکی اور مبشرات یا نبوت عامہ یا غیر تشریعی نبوت جو ان اور تمام آئمہ کے نزدیک جاری ہے وہ مقام ولایت ہی کے مختلف نام ہیں۔ اس سے بڑھ کر ان کا کوئی درجہ نہیں۔

۳- ملّا علی قاری کا مذہب

ملّا علی قاری کا یہ فقرہ نقل کیا گیا ہے:-

قلت مع هذا لو عاش ابراهیم وصار نبیا وکذا لو صار عمر نبیا لکان من اتباعه صلی اللہ علیه وسلم . . . . . فلا یناقض قوله خاتم النبیین اذ المعنی انه لایاتی نبی ینسخ ملته ولم یکن من امته۔

(موضوعات کبیر- ص ۵۸-۵۹)

یعنے میں کہتا ہوں کہ اس کے ساتھ آنحضرت صلعم کا فرمانا کہ اگر میرا بیٹا ابراہیم زندہ رہتا تو نبی ہو جاتا اور اسی طرح اگر عمر نبی ہو جاتا تو وہ آنحضرت صلعم کے متبعین میں سے ہوتے . . . .

پس یہ اقوال خاتم النبیین کے مخالف نہیں ہیں کیونکہ خاتم النبیین کا مطلب یہ ہے کہ آنحضرت صلعم کے بعد کوئی ایسا نبی نہیں آسکتا جو آنحضرت صلعم کی شریعت کو منسوخ کرے اور آپ کی امت سے نہ ہو۔

الجواب

(۱) اس فقرے سے پہلے ملا علی قاری نے یہ بھی الفاظ لکھے ہیں :- ولو عاش وبلغ اربعین وصار نبیا لزم ان لا یکون نبینا خاتم النبیین
اگر ابراہیم زندہ رہتے اور چالیس سال کی عمر کو پہنچتے اور نبی ہو جاتے تو لازم آتا کہ ہمارے نبی صلعم خاتم النبیین نہیں، کیا یہ فقرہ ان کے مذہب کو واضح نہیں کرتا ؟ اور اس سے ثابت نہیں ہوتا کہ وہ خاتم النبیین کے بعد کسی نبی کا آنا جائز نہیں سمجھتے -

(۲) لایاتی نبی ینسخ ملته ولم یکن من امته کا کیا مطلب ہے ؟ اس کے لئے حضرت مسیح موعود کے اس فقرہ کو پڑھ لیجئے :-

"سو یہ بات کہ اسکو (آنے والے مسیح کو) نبی بھی کہا اور نبی بھی اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ دونوں شانیں امتیت اور نبوت کی اس میں پائی جائیں گی جیسا کہ محدث میں ان دونوں شانوں کا پایا جانا ضروری ہے "۔

پس ایسا نبی جو آنحضرت صلعم کی شریعت کو منسوخ کرنے والا نہ ہو اور آپ کی امت میں سے ہو محدثیت ہی کے مقام پر ہے، اس سے بڑھکر نہیں، اور یہی ملا علی قاری کے اس فقرہ کا مطلب ہے -

۴۔ مولانا محمد قاسم نانوتوی کا مذہب

مولانا محمد قاسم نانوتوی بانی دیوبند کی کتاب تحذیر الناس سے امکان اجرائے نبوت کے ثبوت میں یہ فقرہ نقل کیا گیا ہے
"کہ عوام کے خیال میں تو رسول اللہ صلعم کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیائے سابق کے زمانہ کے بعد اور آپ سب میں آخری نبی ہیں مگر اہل فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم یا تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں رکھتا پھر مقام مدح میں ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین فرمانا اس صورت میں کیونکر ہو سکتا ہے"

(تحذیر الناس ص ۲)

ایک اور فقرہ اسی کتاب میں سے یہ نقل کیا جاتا ہے کہ :-

"اگر بالفرض بعد زمانہ نبی صلعم بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہیں آئیگا"

الجواب :- آخری فقرہ مولنا محمد قاسم نے فرض کے طور پر لکھا ہے، یعنی ان کے نزدیک بھی ایسا امکان نہیں کہ آنحضرت صلعم کے بعد کوئی نبی آئے ان کا مقصد صرف یہ بتانا ہے، کہ آیت خاتم النبیین میں کمالات نبوی کا ذکر ہے جس سے تاخر زمانی خود بخود لازم آتا ہے۔ محض تاخر زمانی کا اظہار مقصود نہیں، اور نہ اس میں کوئی کمال کی بات ہے چنانچہ ذیل کے فقرات جن کو اجرائے نبوت کے شائقین ..... اکثر چھوڑ جاتے ہیں اس پر واضح روشنی ڈالتے ہیں :-

"اگر سد باب مذکور منظور ہی تھا تو اس کے لئے اور بیسیوں موقع تھے بلکہ بناء خاتمیت اور بات ہے جس سے تاخر زمانی اور سد باب مذکور خود بخود لازم آتا ہے اور فضیلت نبوی دوبالا ہو جاتی ہے"، ص ۳

"تسلیم لزوم خاتمیت زمانی بدلالت التزامی ضرور ضرور ثابت ہے" ص ۱۱

ان فقرات کے ہوتے ہوئے یہ کہنا کہ مولنا محمد قاسم نانوتوی ختم نبوت تاخر زمانی کے لحاظ سے نہیں مانتے کس قدر غلط بیانی سے کام لینا ہے۔ امکان اجرائے نبوت تو ایک طرف وہ تو آنحضرت صلعم کے بعد مدعیان نبوت کو بدیں الفاظ جھوٹا ٹھیراتے ہیں :-

"باقی یہ احتمال کہ یہ دین آخری دین تھا اس لئے سد باب اتباع مدعیان نبوت کیا ہے جو کل جھوٹے دعوے کرکے خلائق کو گمراہ کریں گے البتہ فی حد ذاتہ قابل لحاظ ہے"

(تحذیر الناس ص ۳)

کیا اب بھی مولنا محمد قاسم کو اجرائے نبوت کا قائل قرار دینا جائز ہے ؟

۵۔ حضرت عائشہ رض کا مذہب

حضرت عائشہ صدیقہ رض کا یہ فقرہ امکان اجرائے نبوت کے ثبوت میں پیش کیا جاتا ہے :-

"قولوا انه خاتم الانبياء ولا تقولوا لا نبی بعده"

(درمنثور جلد ۵ ص ۲۰۴ و تکملہ مجمع البحار ص ۸۵)

کہ یہ تو کہو کہ آنحضرت صلعم خاتم النبیین ہیں مگر یہ کبھی نہ کہنا کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہ آئے گا۔

الجواب

(۱) حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان لانبی بعدی کے مقابلہ میں حضرت عائشہ کا یہ قول پیش کرنا اور اس سے یہ معنے لینا کہ آپ اجرائے نبوت کی قائل تھیں، نہ صرف حضرت عائشہ بلکہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی ہتک ہے، اگر ان الفاظ کے یہی معنی ہوں کہ لا نبی بعدہ کہنا غلط ہے، تو ہم اسے حضرت عائشہ رض کا قول نہیں بلکہ کسی راوی کی غلطی قرار دیں گے بالخصوص جبکہ اس کی کوئی سند بھی موجود نہیں۔

(۲) اسکو صحیح سمجھتے ہوئے ایک توجیہ اس کی ہو سکتی ہے کہ چونکہ "خاتم النبیین" ایک جامع لفظ ہے جس میں شان ختمیت کے جملہ پہلو آجاتے ہیں، اور لا نبی بعدہ میں وہ جامعیت نہیں پائی جاتی اس لئے آپ نے کسی لا نبی بعدہ کہنے والے سے فرمایا کہ صرف خاتم النبیین کہدینا کافی ہے اس میں لا نبی بعدی کا مفہوم بھی آجاتا ہے، پس اس سے کہاں ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عائشہ رض اجرائے نبوت کی قائل تھیں ؟ کیا یہ کھلی غلط بیانی نہیں ؟

(۳) حضرت عائشہ رض سے ایک صحیح حدیث مروی ہے کہ :-

"عن عائشة عن النبی صلعم انه قال لا یبقی بعده من النبوة الا المبشرات"

(مسند احمد)

یعنے حضرت عائشہ رض سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے بعد نبوت میں سے مبشرات کے سوائے کچھ باقی نہیں رہا۔

اب، اس صحیح حدیث کے ہوتے ہوئے لا تقولوا لا نبی بعده کے بے سند قول سے یہ استدلال کرنا کہ حضرت عائشہ رض اجرائے نبوت کی قائل تھیں کس طرح صحیح ہو سکتا ہے ؟

(۴) اسی قسم کا ایک قول حضرت مغیرہ بن شعبہ صحابی رسول اللہ صلعم کا ہے :-

عن الشعبی قال قال رجل عند المغيرة بن شعبة محمد صلی الله علیه وسلم خاتم الانبياء لا نبی بعده فقال المغيرة حسبك اذا قلت خاتم الانبياء۔

یعنے شعبی سے روایت ہے کہا کہ ایک آدمی نے حضرت مغیرہ بن شعبہ سے کہا کہ "محمد صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء و لا نبی بعدہ ہیں حضرت مغیرہ نے کہا کافی ہے، تیرے لئے خاتم الانبیاء کہنا -

حضرت مغیرہ رض کے اس قول میں حسبك کے الفاظ صاف ثابت کر رہے ہیں کہ خاتم الانبیاء کو وہ ایک جامع المعنی لفظ سمجھتے ہیں، جس میں لا نبی بعدہ ساتھ ملانے کی ضرورت نہیں یہی حضرت عائشہ کا مطلب تھا بشرطیکہ وہ انہی کا قول ہو، لا نبی بعدہ کو انہوں نے بھی غلط قرار نہیں دیا بلکہ زائد قرار دیا ہے جس کا مفہوم خاتم النبیین کے لفظ میں شامل ہے پس امکان اجرائے نبوت اس سے کسی طرح ثابت نہیں -

۶۔ سید عبد الکریم جیلانی رح کا مذہب

عارف ربانی سید عبد الکریم جیلانی ابن ابراہیم جیلانی فرماتے ہیں :-

فانقطع حکم نبوة التشریع بعده وکان محمد صلی الله علیه وسلم خاتم النبیین -

(الانسان الکامل باب ۳۶ ترجمہ اردو خزینۃ التصوف)

کہ تشریعی نبوت کا حکم آنحضرت صلعم کے بعد ختم ہو گیا پس اس وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہوئے -

الجواب

معلوم نہیں حضرت عبد الکریم جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے یہ الفاظ .... کیوں نقل کئے ہیں - کیا اس میں کہیں کہا ہے کہ غیر صاحب شریعت بھی کوئی اصلی اور حقیقی نبی ہو سکتے ہیں ؟ حقیقت یہ ہے کہ جیسا کہ شیخ اکبر اور دیگر بزرگوں کے اقوال سے ثابت کیا جا چکا ہے، ان تمام بزرگوں کے نزدیک تشریعی نبوت ہی اصلی اور حقیقی نبوت ہے غیر تشریعی نبوت کو انہوں نے نبوت عامہ یا ولایت کہا ہے - اس لئے اس قول سے کہ نبوت تشریعی منقطع ہو گئی، یہ ثابت نہیں ہوتا کہ وہ امکان اجرائے نبوت کے قائل تھے بلکہ انقطاع نبوت ہی ثابت ہے -

۷۔ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب

حضرت سید ولی اللہ صاحب محدث دہلوی فرماتے ہیں :-

وختم به النبیون ای لا یوجد من یامره الله سبحانه بالتشریع

(باقی ص ۱۱ پر)

مدیر زمیندار کے ذریعہ قرآن پاک کی توہین

فخرالدین صاحب سیالکوٹ

ولاتتخذوا آیت اللہ ھزوا- ام لکم کتب فیہ تدرسون- ان لکم فیہ لما تخیرون- ام لکم ایمان علینا بالغۃ الی یوم القیامۃ ان لکم لما تحکمون-

(القلم ۴۸)

خداوند کریم نے قرآن پاک میں ارشاد فرمایا ہے کہ جب کوئی شخص حق کی مخالفت اور تکذیب کو اپنا ذریعہ معاش بنالیتا ہے تو گویا اس کی اس غلط روش سے اس کے دل و دماغ پر پردہ پڑ جاتا ہے یا اس کے دل پر- کانوں پر اور آنکھوں پر مہر لگ جاتی ہے- اور وہ سوچنے، سمجھنے، اور دیکھنے سے بے نصیب ہو جاتا ہے- بغض و نفرت تعصب کی پٹی بھی آنکھوں کو خیرہ کر دیتی ہے- چند دنوں کی بات ہے مدیر زمیندار نے اپنے ایک مقالہ میں سفید جھوٹ بولا کہ گویا وہ چالیس سال سے زیادہ مدت سے احمدیت کی تردید میں اپنا نامۂ اعمال سیاہ کر رہا ہے- اور پھر اسی مقالہ میں خدا تعالیٰ کے ارشاد: ولا تقولوا لمن القی الیک السلام لست مومنا، کا تمسخر اڑایا ہے کہ اگر کوئی یہودی- پارسی- بدھ- عیسائی یا ہندو ہمیں اسلامی سلام کہے تو ہم اسکو بھی مسلمان سمجھیں؟ انا للہ وانا الیہ راجعون-

مدیر محترم! میرا امی نبیؐ تو خدا کے کلام کو سمجھ گیا اور اس حکم کی بناء پر اس نے کسی یہودی یا عیسائی کو مسلمان نہ ٹھیرایا مگر آپ علم و فضل کے اعلےٰ دعویدار ہونے کے باوجود یہ ارشاد باری تعالیٰ نہ سمجھے اور لگے مسلمانوں کو دائرہ اسلام سے خارج کرنے۔ آپ کو تو دعوےٰ تھا کہ آپ کی قرآن خوانی تنزیل قرآن کا سماں پیش کرتی ہے دیکھ لیا آپ کی مولویت کو مولانا یہ حق سے بغض و عناد ہے جو آپ کے منہ سے ایسے کلمات نکلوا رہا ہے- گویا کسی کے مسلمان ہونے یا نہ ہونے کا علم آپ کو خداوند علیم و خبیر سے بھی زیادہ ہے- نبی کریمؐ تو مسلمان منافقوں کو بدوں وحی الٰہی نہ جان سکے مگر آپ پر چودہ طبق ایسے روشن ہوئے کہ آپ ایک ایسے شخص کو جو بموجب فرمان رسول کریم قبلہ- نماز- قرآن کلمہ- صحیح رکھنے کا فرمانے پر تلے ہوئے ہیں- اے کاش آپ نے قرآن کریم میں اس آیت کے سیاق و سباق کو پڑھا ہوتا- شاید آپ کو اس لئے یہ موقعہ نہ ملا ہو کہ لایمسہ الا المطھرون- بہرحال میں آپ کی خدمت میں اس آیت شریفہ کے سیاق و سباق کا ترجمہ پیش کرتا ہوں اور آپ کو اس آیت کے مابعد الفاظ کی طرف توجہ دلاتا ہوں کہ آپ بلا وجہ حق کی مخالفت سے باز آجائیں- اتنا خیال رکھیں کہ یہ واقعات جنگ کے دوران... WAR TIME کے ہیں جب حالت امن سے زیادہ سخت سیکورٹی کی ضرورت ہوتی ہے- سنئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

"اور جو جان بوجھ کر مومن کو قتل کرے تو اس کی سزا دوزخ ہے- اسی میں رہے گا اور اللہ اس پر ناخوش ہے اور اس پر لعنت کرتا ہے اور اس کے لئے بڑا عذاب تیار کرے گا-

اے لوگو جو ایمان لائے ہو جب تم اللہ کی راہ (قتال) میں نکلو تو تحقیق کر لیا کرو اور جو تمہیں السلام علیکم کہے اسے یہ نہ کہو کہ تو مومن نہیں- تم دنیا کی زندگی کا سامان چاہتے ہو، پس اللہ کے پاس غنیمتیں بہت ہیں- تم بھی پہلے ایسے ہی تھے پھر اللہ نے تم پر احسان کیا سو تحقیق کر لیا کرو اور اللہ اسے جو تم کرتے ہو خبردار ہے"-

(النساء ۹۳-۹۴)

افسوس آیت بالا کو جھٹلاتے وقت فاضل مدیر "زمیندار" کے ذہن سے وہ واقعہ بھی اتر گیا کہ جب رسول کریمؐ نے ایک ایسے مجاہد سے ناراضگی ظاہر کی جس نے جواب دہی پر آنحضرت صلعم کی خدمت میں عرض کی کہ مقتول نے محض اپنی جان بچانے کے لئے السلام علیکم کہا تھا اسے تو آنحضرتؐ نے ناراضگی میں فرمایا ھل شققت قلبہ کیا تو نے اس کا دل چیر کر دیکھ لیا تھا- اور خود آپ نے خداوند کریم کے حضور اس مجاہد کی اس حرکت سے بیزاری کا اظہار بلند آواز میں کیا-

مولانا ابھی پرسوں نہیں جب ایک معاملہ نے آپ کی خدمت میں آپ کے دادا ابا مولوی سراج الدین صاحب مرحوم کی ایک تحریر جو مئی ۱۹۰۸ء کے زمیندار میں شائع ہو چکی ہے پیش کی تو آپ (مدیر مسئول آپ ہی ہیں) بوکھلا اٹھے اور اپنی مولویت کا مظاہرہ ایسے انداز میں کیا جو بیسویں صدی کے مولویوں ہی کا شیوہ ہو سکتا ہے- مرحوم مدیر و بانی زمیندار نے حضرت مرزا صاحب کی وفات پر جو تعزیتی مضمون لکھا- اس میں اعتراف کیا کہ "ہم چشم دید شہادت سے کہہ سکتے ہیں کہ مرزا صاحب" جوانی میں نہایت صالح اور متقی بزرگ تھے" آگے چل کر آپ نے تسلیم کیا کہ "مرزا صاحب بناوٹ اور افترا سے پاک تھے" اور آخر پر لکھا ہے کہ "ہم ان کو پکا مسلمان سمجھتے تھے" اس حوالہ کے پیش ہونے پر آپ کے ۲۰ر جولائی کے اخبار میں جو توجیہہ کی گئی ہے وہ آپ کی شان مولویت پر واضح دلیل ہے- آپ لکھتے ہیں کہ:-

"متقی کہنے میں کیا حرج ہے، یہ لفظ تو بہت وسیع ہے مثلاً ایک عرب مولوی صاحب اپنے ایرانی شاگرد کو عربی پڑھا رہے تھے تو "متقی" کا لفظ آگیا- مولوی صاحب نے اس کے متقی کے معنے بتاتے ہوئے "متقی وہ ہوتا ہے جو ایک جوان سال خوبرو عورت کے ساتھ رات بھر ایک کمرے میں بند رہے اور صبح جب باہر آئے تو اسے غسل کی حاجت نہ ہو شاگرد بولا "فہمیدم- فہمیدم- در ملک ما آں را مخنث می گویند"

کیا یہ قرآن شریف کے ساتھ استہزا نہیں؟ انا للہ وانا الیہ راجعون- جس میں متقی کا لفظ جگہ جگہ اعلےٰ درجہ کے مومنوں کے لئے استعمال ہوا ہے- سنئے:- ان للمتقین عند ربھم جنت نعیم- واتقوا اللہ- واعلموا ان اللہ مع المتقین- خیر الزاد التقوی- واتقون یا اولی الالباب- ان اللہ یحب المتقین- ان المتقین فی جنت وعیون-

متقی کا وہ بلند مقام ہے جسے اللہ پیار کرے اور جس کا اللہ ساتھ دے- مگر آپ نے کھسیانے ہو کر جو جی میں آیا لکھ دیا اور اتنا نہ سوچا کہ کلام مجید کے ساتھ استہزا اچھا نہیں- قرآن پاک کی توہین کرنا کونسی دینداری اور کہاں کی مسلمانی ہے-

آپ اپنے والد بزرگوار مولوی ظفر علی خاں کا کلام جو انہوں نے متحدہ ہندوستان کے وقت دیا بھی سنئے-

"مسلمانان جماعت احمدیہ اسلام کی انمول خدمت کر رہے ہیں جو ایثار، کمربستگی، نیک نیتی اور توکل علی اللہ ان کی جانب سے ظہور میں آیا ہے وہ اگر ہندوستان کے موجودہ زمانہ میں بے مثال نہیں تو بے اندازہ عزت اور قدردانی کے قابل ضرور ہے- جہاں ہمارے مشہور پیر اور سجادہ نشین حضرات بے حس و حرکت پڑے ہیں- اس اولوالعزم جماعت نے عظیم الشان خدمت اسلام کر کے دکھا دی ہے"- (زمیندار ۲۴ر جون ۱۹۲۳ء)

جماعت احمدیہ کی انمول خدمات اسلام کے متعلق آپ کہہ دیں گے کہ یہ بھی روزمرہ کا محاورہ ہے خدمت اسلام تو "زمیندار" بھی کر رہا ہے مولانا کل کا مورخ ان باتوں کا فیصلہ کرے گا اور آنے والی نسلیں خود جان لیں گی کہ خدمت اسلام کس نے کی ہے- ہماری جماعت کسی طمع یا لالچ کی وجہ سے خدمت اسلام نہیں کرتی بلکہ اس لئے کہ خداوند تعالےٰ- حضرت نبی کریمؐ اور اس زمانہ کے مقدس امام نے ان کے ذمہ یہ کام ڈالا ہے-

کیا یہ مقام تعجب نہیں کہ جب آپ حکومت پاکستان کے خرچ پر ایک صحافتی وفد کی قیادت کرتے ہوئے انگلستان گئے تو وہاں جا کر اپنے مشن کے مقصد سے ہٹ کر آگرہ کے کوزہ گروں کے پاس بھی گئے اور ان کی ترقی یافتہ صنعت کو دیکھ کر بڑے متاثر ہوئے- ان کی تصاویر بھی آپ نے زمیندار میں چھپوائیں مگر آپ نے ان سے اتنا بھی سبق نہ سیکھا کہ ان کمہاروں نے علم کی بدولت اس صنعت میں کہاں تک کمال حاصل کیا ہے لیکن آپ باوجود علم کا دعوےٰ رکھنے کے بھی پرانی کا فرگری کر رہے ہیں اور اسے ہی خدمت اسلام سمجھتے ہیں امام وقت نے کیا خوب کہا ہے-

کلمہ گویاں را چرا کافر ہمی نام لے اخی
اے اگر مردی جہودی را باسلام اندر آر

آخر پر میں فاضل مدیر زمیندار کی خدمت میں قرآن کریم کا ارشاد پیش کر کے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان پر رحم کرے واما من بخل وکذب بالحسنی- واستغنی للعسری

اخبار احمدیہ

— حضرت امیر قوم مولنا صدر الدین صاحب ایبٹ آباد میں بحمد اللہ بخیر و عافیت ہیں آپ کا ایک مختصر مضمون اسی اشاعت میں دوسری جگہ درج ہے، ایک اور مضمون بھی موصول ہوا ہے جو آئیندہ اشاعت میں درج ہوگا-

— گذشتہ اتوار (۳ر اگست) کو مرکزی انجمن کی مجلس منتظمہ کا اجلاس تھا اس موقعہ پر حضرت صاحب صدر الحاج شیخ میاں محمد صاحب کراچی سے تشریف لائے اور بعد اجلاس لائلپور تشریف لے گئے-

— مرکز میں تمام بزرگان بحمد اللہ بخیر و عافیت ہیں-

— یہ خبر خوشی سے سنی جائیگی کہ چوہدری فضل حق صاحب ایڈ بلڈنگس لاہور کے فرزند چوہدری انعام الحق صاحب ایم اے نے ریاضیات کے امتحان میں ۳۰۰/۴۰۰ نمبر لیکر پنجاب یونیورسٹی میں دوم آئے ہیں اول آنے والے ایک پروفیسر تھے- چوہدری صاحب نے بالخصوص اس خوشی میں انجمن کو عطیہ دیا ہے- جزاہ اللہ-

احمدیوں کے کفر و اسلام کا مسئلہ
شرعی و سیاسی نقطہ نگاہ سے

یہ مضمون ایک پمفلٹ کی صورت میں الگ شائع کیا گیا ہے۔ دوستوں کو تقسیم کے لئے جس قدر ضرورت ہو مرکز سے لکھکر منگوا لیں۔

اس وقت ایک نہایت اہم مسئلہ زیر بحث ہے جو اپنی نوعیت کے لحاظ سے اس قابل ہے کہ ہر سنجیدہ و فہمیدہ مسلمان اس پر ٹھنڈے دل سے غور کرے۔ حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی اور ان کی جماعت کی مخالفت اور ان پر فتوے کفر یوں تو چنداں قابل وقعت نہیں۔ مولوی لوگ ہمیشہ فروعی اختلافات کو اصول کا رنگ دے کر ایک دوسرے کے خلاف کفر کے فتوے دیتے چلے آئے ہیں۔ پہلے بزرگان دین پر بھی کفر کے فتوے لگے اور آج بھی مسلمانوں کا کوئی گروہ اور جماعت ایسی نہیں ....

.... جس پر کسی دوسرے گروہ اور جماعت کی طرف سے کفر کا فتوے نہ ہو۔ لیکن اس وقت جو شورش اور ہنگامہ اٹھایا گیا ہے وہ ایسی سیاسی اغراض اپنے اندر رکھتا ہے جنہیں اگر بروئے کار آنے دیا گیا تو بہت سے ناخوشگوار نتائج اس سے پیدا ہونگے۔ صرف سرکاری ملازمتوں میں جماعت احمدیہ کے حقوق کو محدود کرنا اور چوہدری ظفر اللہ خاں کو وزارت خارجہ سے برطرف کرنا ہی ان کا منتہائے مقصود نہیں بلکہ اس سارے ہنگامہ میں ایک ایسی جماعت کا تفوق و اقتدار مد نظر ہے جو ہمیشہ سے پاکستان کی دشمن چلی آئی ہے۔

لیکن یہ باتیں ایسی نہیں جن پر مجھے کچھ زیادہ کہنے کی ضرورت ہو۔ ارباب دانش و بینش ان حقائق سے بخوبی واقف ہیں اور اگر اس خداداد مملکت کی قسمت ایسی ہی خراب ہے کہ دشمنان وطن کے یہ ہنگامے اور شورشیں کامیابی کی صورت اختیار کر لیں گی تو آئندہ جو کچھ پیش آنے والا ہے اس کا اندازہ کرنا مشکل نہیں۔ آج احمدیوں کو کسی نہ کسی بہانہ سے غیر مسلم اقلیت قرار دیکر اسلام سے نکالا جا رہا ہے۔ کل کوئی اور ایسی سیاسی وجوہ پیدا ہو جائیں گی جن کی بناء پر شیعوں کو غیر مسلم قرار دے کر الگ کر دیا جائیگا۔ پرسوں کسی اور جماعت کی باری آ جائے گی اور اس طرح آہستہ آہستہ پاکستان کی مسلمان اکثریت کو اقلیت میں تبدیل کر کے اس خداداد مملکت کو تباہی و بربادی کی منزل پر پہنچا دیا جائے گا۔

مگر مجھے اس بحث میں زیادہ الجھنے کی ضرورت نہیں اس مضمون میں مجھے اس تحریک کے صرف مذہبی پہلو پر غور کرنا ہے جس کو آڑ بنا کر اس شورش و ہنگامہ کو تقویت دی جا رہی ہے کہا یہ جاتا ہے کہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی رح نے ختم نبوت کا انکار کر کے خود نبوت کا دعوے کیا جو ان کے اور ان کی جماعت کے کفر پر دال ہے۔

اس بارہ میں سب سے پہلی بات جو مجھے عرض کرنی ہے یہ ہے کہ آپ کو معلوم ہے کہ جماعت احمدیہ کے اس وقت دو فریق ہیں ایک وہ جو مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کے زیر قیادت ہے اور دوسرا فریق جماعت احمدیہ لاہور کے نام سے موسوم ہے جس نے ۱۹۱۴ء میں حضرت مولانا محمد علی صاحب مرحوم مترجم انگریزی ترجمۃ القرآن کے زیر قیادت لاہور میں اپنا مرکز قائم کیا۔ اس علیحدگی کی وجہ یہ تھی کہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب نے حضرت مرزا غلام احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طرف دعوے نبوت منسوب کر کے آپ کے نہ ماننے والوں کو کافر قرار دے دیا۔ حضرت مولانا محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے ساتھی جو شروع سے حضرت مرزا غلام احمد صاحب کی صحبت میں رہ چکے تھے اس بات کو خوب جانتے تھے کہ ان کا کوئی ایسا دعوے نہیں اور نہ انہوں نے اپنے منکرین کو کبھی کافر کہا اس لئے انہوں نے اس کے خلاف آواز اٹھائی اور غلو کرنے والے فریق سے علیحدگی اختیار کر لی۔

قادیان سے لاہور آنے کے بعد اس جماعت اور اس کے لیڈر نے حضرت مرزا صاحب کی تحریرات کی بناء پر قادیانی جماعت کے ساتھ مسئلہ نبوت اور کفر و اسلام پر مسلسل جہاد کیا اور بے شمار کتب۔ اشتہارات اور مناظرات کے ذریعہ اس حقیقت کو روز روشن کی طرح ثابت کر دیا کہ:-

حضرت مرزا صاحب اور ختم نبوت

(۱) حضرت مرزا غلام احمد صاحب حضرت نبی کریم محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کے قائل تھے اور آپ کے بعد کسی نئے یا پرانے نبی کا آنا جائز نہ سمجھتے تھے جیسا کہ آپ کی حسب ذیل تحریرات سے واضح ہے:-

"قرآن کریم بعد خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی رسول کا آنا جائز نہیں رکھتا۔ خواہ وہ نیا رسول ہو یا پرانا۔" (ازالہ اوہام صفحہ ۷۶۱)

"میرے پر یہی کھولا گیا ہے کہ حقیقی نبوت کے دروازے خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بکلی بند ہیں اب نہ کوئی جدید نبی آ سکتا ہے اور نہ کوئی قدیم۔" (سراج منیر ص۳)

"قرآن شریف میں مسیح ابن مریم کے دوبارہ آنے کا تو کہیں بھی ذکر نہیں۔ لیکن ختم نبوت کا بکمال تصریح ذکر ہے اور پرانے یا نئے نبی کی تفریق کرنا یہ شرارت ہے نہ حدیث میں نہ قرآن میں یہ تفریق موجود ہے۔ اور حدیث لانبی بعدی میں بھی نفی عام ہے پس یہ کس قدر جرأت اور دلیری اور گستاخی ہے کہ خیالات رکیکہ کی پیروی کر کے نصوص صریحہ قرآن مجید کو عمداً چھوڑ دیا جائے اور خاتم الانبیاء کے بعد ایک نبی کا آنا مان لیا جائے۔ اور بعد اس کے کہ وحی نبوت منقطع ہو چکی تھی پھر سلسلہ وحی نبوت کا جاری کر دیا جائے کیونکہ جس میں شان نبوت باقی ہے اس کی وحی بلاشبہ نبوت کی وحی ہوگی۔" (ایام الصلح صفحہ ۱۴۶)

یہی بات آپ نے اپنی آخری کتاب حقیقۃ الوحی میں لکھی۔

"والنبوۃ قد انقطعت بعد نبینا صلی اللہ علیہ وسلم ولا کتاب بعد الفرقان الذی ہو خیر الصحف السابقۃ ولا شریعۃ بعد الشریعۃ المحمدیۃ۔ .... وان رسولنا خاتم النبیین وعلیہ انقطعت سلسلۃ المرسلین فلیس حق احد ان یدعی النبوۃ بعد رسولنا المصطفےٰ علی الطریقۃ المستقلۃ" (حقیقۃ الوحی ضمیمہ الاستفتاء صفحہ ۶۴)

ترجمہ:- "اور نبوت ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ختم ہو گئی اور فرقان حمید کے بعد جو سب صحیفوں سے بہتر ہے کوئی کتاب نہیں اور نہ شریعت محمدیہ کے بعد کوئی شریعت آ سکتی ہے۔"

"اور ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں اور آپ پر رسولوں کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔ پس کسی کا حق نہیں کہ ہمارے رسول محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت مستقلہ کا دعوے کرے۔"

ان تمام تحریرات سے جو بطور مشتے نمونہ از خروارے نقل کی گئی ہیں صاف ظاہر ہے کہ حضرت مرزا صاحب ختم نبوت پر پختہ ایمان رکھتے تھے اور حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی نبی کا آنا جائز نہ سمجھتے تھے اس لئے یہ الزام جو آپ پر دیا جاتا ہے کہ آپ ختم نبوت کے منکر تھے سراسر غلط ہے۔

حضرت مرزا صاحب نے دعویٰ نبوت نہیں کیا

۲- دوسری بات جو جماعت لاہور نے حضرت مرزا صاحب کی تحریرات سے واضح کی وہ یہ تھی کہ یہ الزام بھی سراسر افتراء ہے اور بہتان ہے کہ حضرت مرزا صاحب نے نبوت کا دعوے کیا۔ جو شخص حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی نئے یا پرانے نبی کے آنے کا قائل نہ ہو وہ خود کیسے نبوت کا مدعی ہو سکتا ہے اس میں شک نہیں کہ آپ کے الہامات میں نبوت کا لفظ آیا ہے لیکن اس کا استعمال آپ نے لغوی اور مجازی معنوں میں کیا ہے حقیقی اور اصطلاحی نبوت ہرگز اس سے مراد نہیں لی جیسا کہ آپ کی حسب ذیل عبارات سے ظاہر ہے:-

"کیا ایسا بدبخت مفتری جو خود رسالت اور نبوت کا دعویٰ کرتا ہے قرآن شریف پر ایمان رکھ سکتا ہے؟ اور آیت ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین کو خدا کا کلام یقین رکھتا ہے وہ کہہ سکتا ہے کہ میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد رسول اور نبی ہوں۔ صاحب انصاف طلب کو یاد رکھنا چاہیئے کہ اس عاجز نے کبھی اور کسی وقت حقیقی طور پر نبوت یا رسالت کا دعویٰ نہیں کیا اور غیر حقیقی طور پر کسی لفظ کو استعمال کرنا اور لغت کے عام معنوں کے لحاظ سے اسکو بول چال میں لانا مستلزم کفر نہیں مگر میں اسکو بھی پسند نہیں کرتا کہ اس میں عام لوگوں کو دھوکا لگ جانے کا احتمال ہے لیکن وہ مکالمات اور مخاطبات جو اللہ جل شانہ کی طرف سے مجھ کو ملے ہیں جن میں یہ لفظ نبوت اور رسالت کا بکثرت آیا ہے ان کو میں بوجہ مامور ہونے کے مخفی نہیں

نہیں رکھ سکتا۔ لیکن بار بار کہتا ہوں کہ ان الہامات میں جو لفظ مرسل یا رسول یا نبی کا میری نسبت آیا ہے وہ اپنے حقیقی معنوں پر مستعمل نہیں ہے اور اصل حقیقت جس کی میں علی رؤس الاشہاد گواہی دیتا ہوں یہی ہے جو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں اور آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا نہ کوئی پرانا نہ کوئی نیا

ومن قال بعد رسولنا وسیدنا انی نبی او رسول علی وجہ الحقیقۃ والافتراء وترک القرآن واحکام الشریعۃ الغراء فھو کافر کذاب۔" (حاشیہ انجام آتھم صفحہ ۲۷)

پھر لکھتے ہیں:۔

"لیکن یاد رکھنا چاہئے کہ جیسا کہ ابھی ہم نے بیان کیا ہے بعض اوقات خدا تعالیٰ کے الہامات میں ایسے الفاظ استعارہ اور مجاز کے طور پر اس کے بعض اولیاء کی نسبت استعمال ہو جاتے ہیں اور وہ حقیقت پر محمول نہیں ہوتے۔ سارا جھگڑا یہ ہے کہ جس کو نادان متعصب اور طرف کھینچ کر لے گئے ہیں کہ آنے والے مسیح موعود کا نام جو صحیح مسلم وغیرہ میں زبان مقدس حضرت نبوی سے نبی اللہ نکلا ہے وہ انہی مجازی معنوں کی رو سے ہے جو صوفیہ کرام کی کتابوں میں مسلم اور معمولی محاورہ مکالمات الٰہیہ کا ہے ورنہ خاتم الانبیاء کے بعد نبی کیسا؟"

(انجام آتھم حاشیہ صفحہ ۲۸)

کس قدر واضح الفاظ ہیں۔ ان کھلے بیانات کے باوجود آپ پر یہ الزام لگانا کہ آپ نے نبوت کا دعوےٰ کیا کتنی بڑی خلاف بیانی ہے اپنی آخری کتاب حقیقۃ الوحی میں بھی آپ نے اپنے متعلق نبی کے لفظ کو مجازی قرار دیا اور حقیقت کی کھلے طور پر نفی کی:۔

"وسمیت نبیا من اللہ علی طریق المجاز لا علی وجہ الحقیقۃ"

ترجمہ:۔ میرا نام اللہ کی طرف سے مجاز کے طور پر نبی رکھا گیا حقیقی طور پر نہیں۔"

(الاستفتاء ضمیمہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۶۴)

اس سے ظاہر ہے کہ اول اور آخر آپ کا ایک ہی دعوےٰ تھا اور وہ دعوےٰ نبوت کا نہیں۔ جزوی، ظلی اور بروزی اصل اور حقیقت کی نفی کرنے والے الفاظ ہیں۔ اور ظلی اور بروزی اور مجازی نبوت، نبوت کی کوئی قسم نہیں بلکہ ولایت کے مرتبہ کو ظاہر کرتے ہیں۔ چنانچہ آپ نے خود لکھا ہے کہ:۔

"ولایت کامل طور پر ظلی نبوت ہے"۔ (تحفۃ الندوہ صفحہ ۱۴)

اسی کو بزرگان امت نے "نبوت عامہ" کے نام سے موسوم کیا ہے چنانچہ حضرت محی الدین ابن عربی فرماتے ہیں:۔

فالولایۃ نبوۃ عامۃ والنبوۃ التی بھا التشریع نبوۃ خاصۃ"

یعنی ولایت نبوت عامہ ہے اور وہ نبوت جس کے ساتھ شریعت ہو نبوت خاصہ کہلاتی ہے۔

حضرت مرزا صاحب نے اسی نبوت عامہ کو مجازی، ظلی اور بروزی نبوت کے الفاظ سے تعبیر کیا جو اس کی حقیقت کو زیادہ واضح کرتے ہیں اور اس کی اصلیت کی نفی کرنے والے ہیں۔ کیا سایہ کو کبھی اصل کہا جا سکتا ہے؟ یا جس کو مجازاً رستم یا شیر کہا جائے وہ فی الواقعہ اصلی رستم یا شیر ہو جاتا ہے؟ یہ تو بقول حضرت مرزا صاحب ایک اعزازی خطاب ہے جو آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے دیا گیا اور یہ خطاب ولایت کے اس اعلیٰ مقام پر فائز ہونے پر آپ کو ملا جس کو حدیث اور بزرگان امت نے محدثیت کا مقام قرار دیا ہے۔ حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی نے اس مقام کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے:۔

"کبھی یہ ہمکلامی کا مرتبہ بعض ایسے مکمل لوگوں کو ملتا ہے کہ نبی تو نہیں مگر نبیوں کے متبع ہیں اور جو شخص کثرت سے شرف ہمکلامی پاتا ہے اس کو محدث بولتے ہیں"

(مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانی جلد دوم صفحہ ۹۹)

یہی محدثیت کا مقام حاصل کرنے کا دعوےٰ حضرت مرزا صاحب نے کیا ہے:۔

"نبوت کا دعوےٰ نہیں بلکہ محدثیت کا دعوےٰ ہے جو خدا تعالیٰ کے حکم سے کیا گیا ہے ..... محدثیت جو قرآن شریف میں نبوت کے ساتھ اور رسالت کے ہم پہلو بیان کی گئی ہے جس کے لئے صحیح بخاری میں حدیث بھی موجود ہے اس کو اگر ایک مجازی نبوت قرار دیا جائے یا ایک شعبہ قویہ نبوت کا ٹھہرایا جائے تو کیا اس سے نبوت کا دعوےٰ لازم آگیا؟"

(ازالہ اوہام صفحہ ۴۲۱)

ایک اور جگہ فرمایا:۔

"ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں اور آنجناب کے بعد اس امت کے لئے کوئی نبی نہیں آئے گا نیا ہو یا پرانا۔ اور قرآن کریم کا ایک شعشہ یا نقطہ منسوخ نہیں ہوگا ہاں محدث آئیں گے جو اللہ جلشانہ سے ہمکلام ہوتے ہیں اور نبوت کی بعض صفات ظلی طور پر اپنے اندر رکھتے ہیں"۔

(نشان آسمانی صفحہ ۲۸)

یہ تمام تصریحات اس بات کا کھلا ثبوت ہیں کہ حضرت مرزا صاحب کا دعوےٰ نبوت کا نہ تھا اور ان پر دعویٰ نبوت کا جو الزام لگایا گیا وہ سراسر غلط اور خلاف واقعہ ہے۔

حضرت مرزا صاحب نے اپنے نہ ماننے والوں کو کافر نہیں کہا

۳۔ تیسری اور سب سے اہم بات جو جماعت لاہور نے حضرت مرزا صاحب کی تحریرات سے ثابت کی وہ یہ تھی کہ آپ نے کبھی اپنے نہ ماننے والوں کو کافر قرار نہیں دیا سوائے اس کے کہ جن لوگوں نے آپ پر کفر کے فتوے دیئے ان کے متعلق لکھا کہ حدیث نبوی کے مطابق وہ فتوے کفر خود انہی پر پڑتا ہے چنانچہ آپ فرماتے ہیں:۔

"ابتدا سے میرا یہی مذہب ہے کہ میرے دعوے کے انکار کی وجہ سے کوئی شخص کافر یا دجال نہیں ہو سکتا" (تریاق القلوب صفحہ ۱۳۰)

اور اس کی تشریح حاشیہ میں یوں کی ہے:۔

"یہ نکتہ یاد رکھنے کے لائق ہے کہ اپنے دعوے کے انکار کرنے والے کو کافر کہنا یہ صرف ان نبیوں کی شان ہے جو خدا تعالیٰ کی طرف سے شریعت اور احکام جدیدہ لاتے ہیں، لیکن صاحب الشریعت کے ماسوا جس قدر ملہم اور محدث ہیں گو وہ کیسی ہی جناب الٰہی میں اعلیٰ شان رکھتے ہوں اور خلعت مکالمہ الٰہیہ سے سرفراز ہوں ان کے انکار سے کوئی کافر نہیں بن جاتا۔"

(تریاق القلوب حاشیہ صفحہ ۱۳۰)

اس سے صاف ظاہر ہو گیا کہ حضرت مرزا صاحب نبی نہیں کہ آپ کے انکار سے کفر لازم آئے۔ آپ صرف ملہم اور محدث کے مقام پر ہیں جس کے انکار سے کوئی شخص کافر نہیں بن جاتا لیکن یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ ایک راستباز اور خدا رسیدہ انسان کی تکفیر و تکذیب کرنا اور برا بھلا کہنا موجب سلب ایمان ہوتا ہے حدیث قدسی ہے من عادلی ولیا فاذنتہ للحرب جس نے میرے ولی سے عداوت کی اس کو میں جنگ کا چیلنج دیتا ہوں۔ پس ڈرنا چاہیئے، اور کفر بازی اور برا بھلا کہنے سے پرہیز کرنا چاہیئے۔

پھر اپنے آخری ایام زندگی میں سر میاں فضل حسین مرحوم کے ایک سوال کے جواب میں بھری مجلس میں آپ نے فرمایا:۔

"ہم کسی کلمہ گو کو اسلام سے خارج نہیں کہتے جب تک وہ ہمیں کافر کہہ کر خود کافر نہ بن جائے"

ایسا ہی اپنی کتاب حقیقۃ الوحی میں لکھا ہے:۔

"پھر اس جھوٹ کو تو دیکھو کہ ہمارے ذمہ یہ الزام لگاتے ہیں کہ گویا ہم نے بیس کروڑ مسلمانوں اور کلمہ گوؤں کو کافر ٹھہرایا حالانکہ ہماری طرف سے تکفیر میں کوئی سبقت نہیں ہوئی خود ہی ان کے علماء نے ہم پر کفر کے فتوے لکھائے اور تمام پنجاب اور ہندوستان میں شور ڈالا کہ یہ لوگ کافر ہیں اور نادان لوگ ان فتووں سے ایسے متنفر ہو گئے کہ ہم سے سیدھے منہ کوئی نرم بات کرنا بھی ان کے نزدیک گناہ ہو گیا کیا کوئی مولوی اور مخالف یا کوئی سجادہ نشین یہ ثبوت دے سکتا ہے کہ پہلے ہم لوگوں نے ان کو کافر ٹھہرایا تھا اگر کوئی ایسا کاغذ یا اشتہار یا رسالہ ہماری طرف سے ان لوگوں کے فتوائے کفر سے پہلے شائع ہوا ہو جس میں ہم نے مخالف مولویوں کو کافر ٹھہرایا ہو تو وہ پیش کریں ورنہ وہ خود سوچ لیں کہ یہ کس قدر خیانت ہے کہ کافر ٹھہراویں آپ اور پھر ہم پر یہ الزام لگا دیں کہ گویا ہم نے مسلمانوں کو کافر ٹھہرایا ہے؟ اس قدر خیانت اور جھوٹ اور خلاف واقعہ تہمت کس قدر دل آزار ہے ہر ایک عقلمند سوچ سکتا ہے"

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۲۰)

ان عبارات سے صاف ثابت ہے کہ حضرت مرزا صاحب نے از خود کسی کو بھی کافر نہیں کہا اور نہ اپنے نہ ماننے والوں کو کافر ٹھہرایا۔ اس بات کو آپ نے اپنے اس عمل سے بھی واضح کیا ہے کہ جب آپ سے غیر از جماعت کے جنازہ کا سوال ہوا تو آپ نے جواب دیا:۔

"متوفی اگر مکفر اور مکذب نہ ہو تو اس کا جنازہ پڑھ لیا جائے کوئی حرج نہیں"

اور نرا فتویٰ ہی نہیں دیا خود اپنی زندگی میں بعض غیر از جماعت لوگوں کے جنازے آپ نے پڑھے اور جماعت احمدیہ لاہور ہمیشہ اسی مسلک پر عامل رہی اور قائد اعظم مرحوم کا بھی جنازہ غائبانہ مسجد احمدیہ بلڈنگس لاہور اور بیرونی جماعتوں میں پڑھا گیا۔

یہ ہے وہ اصل مذہب جو حضرت مرزا صاحب اور آپ کی اس جماعت کا ہے جو احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور سے وابستہ ہے اور جس کے تبلیغی مشن انگلستان، امریکہ، ہالینڈ، جرمنی اور بعض دیگر مقامات پر تبلیغ اسلام کا مقدس فریضہ سرانجام دے رہے ہیں۔

قادیانی جماعت کی غلطی

مجھے اس بات کی ضرورت نہیں کہ قادیانی جماعت کے عقائد کی غلطی کو واضح کروں سوائے اس کے کہ جس طرح مسیح ناصری کے پیروؤں نے ان کے کلام میں ابن اللہ کا مجازی استعمال دیکھ کر اسے حقیقت پر محمول کر لیا۔ اسی طرح قادیانی جماعت نے حضرت مرزا صاحب کے کلام میں (جو مثیل مسیح تھے) نبی کے لفظ کا مجازی استعمال دیکھ کر اسے حقیقت پر محمول کر لیا۔

تکفیر کی بنا کیا ہے

اب سوال یہ ہے کہ حضرت مرزا صاحب اور جماعت احمدیہ کے عقائد میں کونسی ایسی بات آپ کو نظر آتی ہے جس کی بناء پر آپ ہمیں کافر کہتے ہیں ایسی حالت میں کہ کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے ہم بھی قائل ہیں، اور نماز، روزہ اور شریعت اسلامی کے تمام دیگر احکام بجا لاتے ہیں، قبلہ ہمارا بھی وہی ہے جو تمام مسلمانوں کا قبلہ ہے، قرآن نے تو محض السلام علیکم کہنے والوں کو بھی کافر کہنے سے منع کیا ہے، لا تقولوا لمن القیٰ الیکم السلام لست مومنا۔ جو شخص تمہیں السلام علیکم کہے اسے مت کہو کہ تو مسلمان نہیں اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے من صلی صلوٰتنا واستقبل قبلتنا واکل ذبیحتنا فذالک المسلم الذی لہ ذمۃ اللہ وذمۃ رسولہ فلا تخفروا اللہ فی ذمتہ یعنی جو شخص ہماری نماز پڑھتا ہے ہمارے قبلہ کی طرف منہ کرتا ہے ہمارا ذبیحہ کھاتا ہے وہ مسلمان ہے جس کے لئے اللہ اور اس کے رسول کا عہد ہے پس اللہ کے عہد کو مت توڑو۔

پس خدا اور رسول کے قائم کئے ہوئے اس معیار کو چھوڑ کر جماعت احمدیہ اور اس کے بانی کو کافر یا غیر مسلم قرار دینا کیا اللہ کے عہد کو توڑنا نہیں؟ حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جس شخص میں ننانوے وجوہ کفر کی ہوں اور ایک وجہ اسلام کی ہو اسکو بھی کافر نہ کہو پھر یہ کیا اندھیر ہے کہ ان لوگوں کو جن میں اگر سو فیصدی نہیں تو کم از کم ننانوے فیصدی اسلامی وجوہ پائی جاتی ہیں اور وہ پکار پکار کر اپنے اسلام کا اعلان کر رہے ہیں زبردستی غیر مسلم قرار دیا جاتا ہے۔

دیکھئے حضرت مرزا صاحب کے عقائد و دعاوی کی یہ وضاحت میں نے ان کے اپنے اقوال و ارشادات سے کی ہے وہ ایسی نہیں کہ اصل الفاظ اس کے متحمل نہ ہوں یا اس کے کوئی اور معنے ہو سکتے ہوں، الفاظ اس قدر صاف ہیں کہ اگر تعصب و عناد کی عینک اتار کر انہیں پڑھا جائے تو اصل حقیقت جس کا ہر سلیم الفطرت پر روشن کی طرح ظاہر ہو جاتی ہے لیکن اگر بالفرض ان سے ان معنوں کا بھی کوئی شائبہ نکل سکتا ہو جو ہمارے مخالفین ان کی طرف منسوب کرتے ہیں تو انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ ایسے مشکوک معنوں کو ترک کر دیا جائے اور ان معنوں کو لیا جائے جو شریعت کے مطابق ہیں اور ان کے اسلام پر دلالت کرتے ہیں، دنیا کی ہر عدالت کا قاعدہ ہے کہ اگر کسی مقدمہ میں کوئی شک پیدا ہو جائے تو اس کا فائدہ ہمیشہ ملزم کو پہنچایا جاتا ہے فقہائے اسلام نے بھی اسی بات کو تسلیم کیا ہے کہ اگر کسی امر کی دو توجیہیں ہو سکیں تو وہ توجیہ زیادہ ۔۔۔۔ قابل قبول ہے جو ملزم کو فائدہ پہنچا سکتی ہو۔

حضرت مجدد الف ثانی کا ایک ارشاد

اسی سلسلہ میں آپ کو میں حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک ارشاد سناتا ہوں جس میں انہوں نے اپنے مخالفین کے ایسے ہی الزامات کے جواب میں یہ لکھا تھا کہ:-

"پس ایں شور و غوغا چیست اگر لفظے صادر شدہ است کہ ظاہرش مطابق بعلوم شرعیہ ندارد آں را باندک توجہ از ظاہر صرف نمودہ مطابق باید ساخت، مسلمانے را متہم چہ مناسب بود و شہر بشہر آں را منادی کردن کدام تدین باشد طریق مسلمانی و دربانی آنست کہ کلمہ کہ ظاہرش مخالف علوم شرعیہ است اگر از شخصے صادر شود باید دید کہ قائل آں کیست اگر ملحد و زندیق بود رد آں باید کرد، در اصلاح آں نباید کوشید و اگر قائل آں کلمہ از مسلمانان بود ایمان بخدا و رسول داشتہ باشد در اصلاح سخن آں باید کوشید و محمل صحیح از برائے آں پیدا باید نمود یا از قائل حل آں باید طلبید و اگر از حل آں عاجز آید نصیحتش باید کرد، امر معروف و نہی منکر برفق اولیٰ است کہ باجابت نزدیک است و اگر مقصود اجابت نہ باشد تفضیح و خلوص بود امر دیگر است"۔

(مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانی جلد سوم مکتوب ۱۲۱)

ترجمہ

پس یہ شور و غوغا کیا ہے؟ اگر کوئی ایسا لفظ صادر ہوا ہے کہ اس ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ کا ظاہر علوم شرعیہ سے مطابقت نہیں رکھتا تو اسکو تھوڑی سی توجہ سے ظاہر سے پھیر کر شریعت کے مطابق کر لینا چاہئے اور مسلمان کو متہم کرنا کیا مناسب ہے اور شہر بشہر اسی کی منادی کرتے پھرنا کونسی دینداری ہے؟ مسلمانی اور مہربانی کا طریق تو یہ ہے کہ ایسا کلمہ جس کا ظاہر علوم شرعیہ کے مخالف ہے اگر کسی شخص سے صادر ہو تو دیکھنا چاہیئے کہ اس کا قائل کون ہے اگر کہنے والا ملحد و زندیق ہے تو اسکو رد کر دینا چاہیئے اس کی اصلاح کی کوشش نہیں کرنی چاہیئے اور اگر اس کلمہ کا قائل مسلمانوں میں سے ہے اور خدا اور رسول پر ایمان رکھتا ہے تو اسکی بات کی اصلاح کی کوشش کرنی چاہیئے اور اس کے لئے محمل صحیح پیدا کرنا چاہیئے یا اس بات کے کہنے والے سے اس کا حل طلب کرنا چاہیئے۔ اور اگر وہ اسکو حل نہ کر سکے تو اسے نصیحت کرنی چاہیئے، امر معروف اور نہی منکر نرمی کے ساتھ کرنا بہتر ہے کہ یہ طریق قبولیت کے قریب ہوتا ہے اور اگر مقصود منوانا نہیں بلکہ رسوائی کرنا ہے تو یہ دوسری بات ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ ارشاد ہر درد دل رکھنے والے مسلمان کے غور کے قابل ہے کیا حضرت مرزا صاحب اور ان کی جماعت پر کفر کا فتویٰ لگانے والوں نے حضرت مجدد صاحب کے بتائے ہوئے طریق کو کبھی مدنظر رکھا؟ اور حضرت مرزا صاحب کے جن الفاظ کو وہ موجب کفر یا خلاف شریعت گردانتے ہیں کبھی یہ کوشش کی کہ انکو ظاہر سے پھیر کر شریعت کے مطابق کر لیں؟ کیا انہوں نے کبھی اس بات پر غور کیا کہ ان الفاظ کا کہنے والا مسلمانوں میں سے ہے یا کافر و بیدین ہے؟ آیا اس کے دوسرے اقوال و اعمال اسلامی ہیں یا غیر اسلامی؟ اگر اسلامی ہیں تو نہیں کیا حق پہنچتا ہے کہ ایک تاویل طلب بات کو جسے حضرت مرزا صاحب نے سینکڑوں بار مجاز اور استعارہ قرار دے کر اس کا صحیح مطلب بھی واضح کر دیا موجب کفر ٹھہرائیں اور شہر بشہر اس کی منادی کرتے پھریں۔

حضرت مرزا صاحب کا مذہب

آخر میں حضرت مرزا صاحب کے مذہب کو میں پھر آپ ہی کے الفاظ میں واضح کر دینا چاہتا ہوں فرماتے ہیں:-

"بالآخر میں عامۃ الناس پر ظاہر کرتا ہوں کہ مجھے اللہ جلشانہ کی قسم ہے کہ میں کافر نہیں لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ میرا عقیدہ ہے اور لکن رسول اللہ وخاتم النبیین پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت ہمارا ایمان ہے میں اپنے اس بیان کی صحت پر اس قدر قسمیں کھاتا ہوں جس قدر خدا تعالیٰ کے پاک نام ہیں اور جس قدر قرآن کریم کے حروف ہیں اور جس قدر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خدا تعالیٰ کے نزدیک کمالات ہیں کوئی عقیدہ میرا اللہ اور رسول کے فرمودہ کے خلاف نہیں"

(کرامات الصادقین صفحہ ۲۵)

پھر فرماتے ہیں:-

"جن پانچ چیزوں پر اسلام کی بنا رکھی گئی ہے وہ ہمارا عقیدہ ہے اور جس خدا کے کلام یعنی قرآن کو پنجہ مارنا حکم ہے ہم اسکو پنجہ مار رہے ہیں۔

اور ہم اس بات پر ایمان لاتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے رسول اور خاتم الانبیاء ہیں اور ہم ایمان لاتے ہیں کہ ملائک حق اور حشر اجساد حق اور روز حساب حق اور جنت حق اور جہنم حق ہے۔ اور ہم ایمان لاتے ہیں کہ جو کچھ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے وہ سب بلحاظ بیان مذکورہ بالا حق ہے اور ہم ایمان لاتے ہیں کہ جو شخص اس شریعت میں سے ایک ذرہ کم کرے یا ایک ذرہ زیادہ کرے یا ترک فرائض اور اباحت کی بنیاد ڈالے وہ بے ایمان اور اسلام سے برگشتہ ہے اور ہم اپنی جماعت کو نصیحت کرتے ہیں کہ وہ سچے دل سے اس کلمہ طیبہ پر ایمان رکھیں کہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ اور اسی پر مریں اور تمام انبیاء اور تمام کتابیں جن کی سچائی قرآن شریف سے ثابت ہے ان سب پر ایمان لاویں اور صوم و صلوٰۃ اور زکوٰۃ اور حج اور خدا تعالیٰ اور اس کے رسول کے مقررہ فرائض کو فرائض سمجھ کر اور منہیات کو منہیات سمجھ کر ٹھیک ٹھیک اسلام پر کاربند ہوں، غرض وہ تمام امور جن پر سلف صالح کو اعتقادی اور عملی طور پر اجماع تھا اور وہ امور جو اہل سنت کی اجماعی رائے سے اسلام کہلاتے ہیں ان سب کا ماننا فرض ہے"

(ایام الصلح صفحہ ۸۶ - ۸۷)

اب آپ خود فیصلہ کیجئے کہ کیا ان عقائد کا رکھنے والا مسلمان ہو سکتا ہے یا کافر؟ اگر وہ ان عقائد کے ہوتے ہوئے مسلمان ہے تو جرأت کے ساتھ ان لوگوں کو جواب دیں جو اس کے کفر پر اصرار کئے بیٹھے ہیں، دیکھئے یہ بہت بڑی ذمہ داری آپ پر ہے ایک بہت بڑی شخصیت اور ایک خادم اسلام جماعت کے کفر و اسلام کا معاملہ ہے نہیں اس سے بڑھ کر یہ ایک ایسا معاملہ ہے جس سے دنیائے اسلام کے اندر شدت افتراق پیدا ہو جانے کا خطرہ ہے، اور اگر یہ دروازہ [illegible] مسلمانوں کے لئے بڑی تباہی

ضروری اعلان

ہندوستانی احباب اور معاونین سلسلہ کیلئے

کرنسی کے اختلافات اور ترسیل زر کی مشکلات کی وجہ سے انجمن نے طے کیا ہے کہ ہندوستانی احباب اور معاونین سلسلہ اپنے چندوں۔ صدقات۔ عطیات۔ زکوٰۃ اور قیمت کتب و اخبارات کی رقوم حیدر آباد دکن میں ہمارے نمائندہ شیخ محمد انعام الحق صاحب منزل A اعظم پورہ ملک پیٹھ کو بھیجا کریں سو تمام ہندوستانی احباب و معاونین سلسلہ کی خدمت میں التماس ہے کہ وہ اپنی رقوم مندرجہ بالا پتہ پر بصراحت مد بھیجا کریں اور اپنے اپنے بقائے بھی مندرجہ بالا پتہ پر ادا کر کے عنداللہ ماجور ہوں۔ ہندوستان میں تبلیغی کاروبار جاری رکھنے کے لئے ضروری ہے کہ احباب اپنی تمام واجب الادا رقوم باقاعدگی سے ادا کرتے رہیں۔

اسی ضمن میں یہ بھی واضح کر دینا ضروری ہے کہ بعض مجبوریوں کی وجہ سے اب تک شیخ صاحب موصوف رسیدات طبع نہیں کرا سکتے تھے۔ اب ان کو انجمن کی طرف سے طبع رسیدات کی اجازت دی گئی ہے۔ آیندہ آپ ہر قسم کی مطبوعہ رسید معطی کو بھی بھیجا کریں گے۔ شیخ صاحب موصوف تمام موصول شدہ رقوم کی تفصیل باقاعدہ مرکز میں ارسال فرماتے رہتے ہیں جس سے احباب کے عطیات اور چندوں کا علم ہوتا رہتا ہے۔

آیندہ عید الاضحیٰ کے موقعہ پر تمام ہندوستانی احباب صدقات و قربانی اور عید فنڈ وغیرہ کی رقوم شیخ صاحب موصوف کو ہی ارسال فرمائیں، اور آیندہ بھی اس نظام کی پابندی رکھیں۔

مرتضیٰ خاں۔ انچارج تحصیل

دارالسلام کوآپریٹو ہاؤسنگ سوسائٹی لمیٹڈ کراچی

سوسائٹی کے متعلق "پیغام صلح" میں جو اعلان شائع ہوتے رہے۔ احباب جماعت نے کراچی میں مکان بنانے کے لئے پلاٹ حاصل کرنے کے لئے عرضیاں تو بہت روانہ کر دیں مگر کئی اشخاص نے محض عرضیاں ہی دی ہیں اور رقم یا تو پوری ارسال نہیں کی اور یا بالکل ارسال ہی نہیں کی۔ احباب کو پہلے بھی بتایا جا چکا ہے کہ زمین انجمن کی ملکیت ہے۔ جب تک اس کی قیمت انجمن کو ادا نہ کی جائے گی انجمن سے قبضہ زمین نہیں مل سکتا۔ اور نہ ہی زمین تقسیم کی جا سکتی ہے۔ زمین کی سردست ۸؍ (آٹھ آنے) فی مربع گز قیمت وصول کی جا رہی ہے۔ اس کی ڈیولپمنٹ پر بھی کچھ اخراجات کی شروع میں ضرورت ہے جو ابھی وصول نہیں کئے۔ مگر ہر ایک ممبر صاحب کو زمین کی قیمت کی رقم تو ضرور ادا کر دینی چاہیئے۔

سوسائٹی کے ایک حصہ کی قیمت ۵۰/- روپیہ ہے۔ مبلغ ۱۰/- روپیہ فیس داخلہ ہے اور آٹھ آنے فی مربع گز قیمت زمین ہے۔ ہر ممبر اپنا حساب لگا کر پوری رقم جلد از جلد روانہ کر دے تاکہ انجمن کو بقایا رقم ادا کر کے اور قبضہ حاصل کر کے پلاٹ ممبران میں تقسیم کر دیئے جائیں۔

امجد خاں۔ آنریری سیکرٹری
دارالسلام کوآپریٹو ہاؤسنگ سوسائٹی لمیٹڈ کراچی

خسارہ بجٹ

اب ماہ جولائی بھی ختم ہو گیا ہے۔ اور ابھی تک جماعتوں کے ذمے خسارہ بجٹ کی رقوم چلی آتی ہیں حالانکہ مالی سال کے اختتام میں صرف تین ماہ باقی رہ گئے ہیں۔ جن چوبیس پچیس جماعتوں نے اپنے اپنے ذمہ رقوم لی تھیں ان میں سے اکثر جماعتیں ایسی ہیں کہ جنہوں نے ابھی تک موعودہ رقم میں سے صرف نصف رقم ادا کی ہے اور بعض نے اس سے بھی کم۔ ان سب کی خدمت میں گذارش ہے کہ براہ مہربانی بقایا رقوم اختتام سال سے پہلے پہلے ادا کر دیں۔ ہاں ان میں سے بعض جماعتیں ایسی بھی ہیں جنہوں نے کل موعودہ رقم ادا کر دی ہے ان کی تعداد بہت تھوڑی ہے اور وہ اسلامیہ کالج پشاور۔ بدوملہی۔ ملتان چھاؤنی۔ جھنگ کی جماعتیں ہیں۔ حضرت صاحب صدر کی پچاس ہزار کی گرانقدر رقم میں سے بیشتر حصہ وصول ہو چکا ہے۔ اور باقی انشاء اللہ جلد وصول ہو جائیگا۔ آپ کے پیش نظر جو تبلیغی سکیم ہے اس کے متعلق آپ نے اخبار میں پڑھ لیا ہوگا۔ اگر ہمارے احباب چاہتے ہیں کہ انجمن کے عظیم الشان کام بخیر و خوبی انجام پذیر ہوتے رہیں اور ان میں بفضلہ تعالیٰ یوماً فیوماً ترقی ہو تو اس کے لئے مالی قربانی کی ضرورت ہے۔ اعلائے کلمۃ اللہ کے متبرک فریضہ کے ثمرات آپ اپنی آنکھوں سے ملاحظہ کر رہے ہیں۔ ہماری ناچیز کوششیں خدا کے فضل و کرم سے بارور ہو رہی ہیں۔ اب قدم پیچھے نہیں پڑنا چاہیئے بلکہ خدا کا شکر ادا کرتے ہوئے آگے بڑھنا چاہیئے۔ آپ کی تھوڑی تھوڑی قربانیوں سے عظیم الشان نتائج مترتب ہو رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کے اموال میں برکت دے۔ براہ کرم تین ماہ کے عرصہ کے اندر اندر تمام موعودہ رقوم کو ادا کر کے ایک اہم قومی ضرورت کو پورا کریں کہ۔ بر کریماں کارہا دشوار نیست۔

خاکسار۔ مرتضیٰ خاں۔ انچارج تحصیل

احمدیوں کے کفر و اسلام کا مسئلہ۔ بقیہ صـ ۱۱

لانے کا موجب ہوگا جس طرح اس سے پہلے ایسے ہی تنازعات نے بغداد کی سب سے بڑی اسلامی سلطنت کو تباہ و برباد کر دیا تھا اور اس کی سب سے بڑی ذمہ داری ان لوگوں پر ہوگی جو اس فتنہ کو ہوا دے رہے ہیں یا مولویوں سے ڈر کر سکوت عن الحق پر عامل ہیں۔

مسلم لیگ سے خطاب

اس بارہ میں مسلم لیگ سے بھی مجھے یہ عرض کرنا ہے کہ حضرت قائد اعظم مرحوم کے سامنے ایک مرتبہ یہی سوال آیا کہ احمدیوں کو مسلم لیگ سے خارج کر دیا جائے اور ان کو مسلمان تسلیم نہ کیا جائے تو آپ نے یہ کہکر اسے ٹھکرا دیا کہ ہر وہ شخص مسلمان ہے جو اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہے آج اس سوال کو مسلم لیگ میں پھر لانا قائد اعظم مرحوم کی ہتک ہے کہ آپ کے کئے ہوئے فیصلہ کو رد کرنے کی کوشش کی جاتی ہے، اور اتحاد و اتفاق کے اس شیرازہ کو جس پر قائد اعظم نے پاکستان کی بنا رکھی، پھر بکھیر کر کمزور اور متزلزل کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے خدا کے لئے اس کے نتائج و عواقب کو سمجھئے اور ایسی حرکت سے باز آ جایئے جو اسلام اور پاکستان کی رسوائی کا موجب ہو۔

وما علینا الا البلاغ

خاکسار پریذیڈنٹ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام احمدیہ بلڈنگس لاہور

بقیہ صفحہ ۷

علی الناس۔

(تفہیمات الٰہیہ تفہیم ۵۳)

کہ آنحضرت صلعم پر نبی ختم ہو گئے یعنے آپ کے بعد کوئی ایسا شخص نہیں ہو سکتا جس کو خدا تعالیٰ شریعت دے کر لوگوں کی طرف مامور کرے"!

الجواب

کیا اس کا یہ مطلب ہے کہ غیر صاحب شریعت مامورین منصب نبوت پر فائز ہوں گے؟ پھر تیرہ سو سال میں جو غیر صاحب شریعت مامورین ہوئے ان کو نبی کیوں نہیں کہتے

نبوت تشریعی کے اختتام کے معنے یہی ہیں کہ نبی اب نہیں آ سکتے، غیر صاحب شریعت ولی اور محدث ہوتے ہیں نہ کہ نبی۔

قارئین پیغام صلح کی خدمت میں

"پیغام صلح" جماعت احمدیہ لاہور کا واحد اردو آرگن ہے، جو خدمات سلسلہ میں پوری تندہی کے ساتھ منہمک ہے، ضرورت ہے کہ ہر احمدی اس کا نہ صرف خود خریدار رہے بلکہ دوسروں تک اسے پہنچا کر سلسلہ کے متعلق غلط فہمیوں کو دور کرے، کیا ہمارے احباب اس کی توسیع اشاعت کی کوشش کر کے عنداللہ ماجور ہوں گے۔

خاکسار۔ منیجر پیغام صلح

فون نمبر ۳۷۳۷

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸

لوائے ما بہ ہر سعید خواہد بود ٭ ندائے فتح نمایاں بنام ما باشد

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کا ہفت روزہ آرگن

پیغام صلح

سالانہ چندہ پاکستان سے ۔/۶ چھ روپے

سالانہ چندہ ہندوستان سے ۔/۱۲ روپے

سالانہ چندہ ممالک غیر ۲۳ شلنگ

ایڈیٹر دوست محمد

جلد ۴۰ | یوم چہارشنبہ مورخہ ۲۱ ذیقعد ۱۳۷۱ھ ۱۳ اگست ۱۹۵۲ء | نمبر ۳۱

جماعت احمدیہ لاہور کی تعلیمی خصوصیات

۱۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا۔

۲۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔

۳۔ قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں نہ آیندہ ہوگی۔

۴۔ سب صحابہؓ اور آئمہ قابل احترام ہیں سب مجدد دین کا ماننا ضروری ہے

۵۔ اسلام تمام دنیا پر غالب آئے گا

حضرت مسیح موعود اور آپ کی جماعت کا مذہب

ہم تو رکھتے ہیں مسلمانوں کا دیں

دل سے ہیں خدام ختم المرسلیں

شرک اور بدعت سے ہم بیزار ہیں

خاکِ راہِ احمدِ مختار ہیں

سارے حکموں پر ہمیں ایمان ہے

جان و دل اس راہ پر قربان ہے

تم ہمیں دیتے ہو کافر کا خطاب

کیوں نہیں لوگو تمہیں خوفِ عقاب

اتحاد پسند

(نواب احمد یار خان صاحب دولتانہ والد بزرگوار میاں ممتاز محمد خان صاحب دولتانہ وزیر اعلیٰ پنجاب)

اک مرے دم ہی سے ہے گرمئ بازار وجود ٭ رونق کارگہ عالمِ امکاں ہوں میں

نورِ حق ظلمت باطل سے نہ ہوگا مغلوب ٭ صورت مہر جہاں تاب درخشاں ہوں میں

مجھ پہ خلاقِ دو عالم کے کرم ہیں کیا کیا ٭ ہیں فرشتوں سے بھی افضل ہوں کہ انساں ہوں میں

خدمتِ نوعِ بشر ہے نصب العین مرا ٭ روز و شب وقف ہوا خواہی اخواں ہوں میں

صاف مشرب کو نہیں شیخ و برہمن سے غرض ٭ اہلِ تفریق کے سائے سے گریزاں ہوں میں

جبہ سائی ہی مری قیدِ مکاں سے آزاد ٭ کعبہ و دیر میں طاعت گر یزداں ہوں میں

ہے اگر رشتۂ زنّار گلے میں میرے ٭ ساتھ ہی سر پہ اٹھائے ہوئے قرآں ہوں میں

صومعہ میں ہے اگر مجھ پہ تواجد طاری ٭ میکدے میں بھی تو سرحلقۂ رنداں ہوں میں

کیوں یہ انسان کو کہتے نہیں انساں احمد ٭ فرقہ واروں کی روش دیکھ کے حیراں ہوں میں

”زاہدِ تنگ نظر نے مجھے کافر جانا

اور کافر یہ سمجھتا ہے مسلماں ہوں میں“

ہمارا انتشار اور بھارتی مسلمان

(از عباداللہ صاحب گیانی)

"یہ ایک حقیقت ہے کہ پاکستان کے قیام میں متحدہ ہندوستان کے اکثر مسلمانوں کی کوششوں اور قربانیوں کا بہت بڑا دخل ہے۔ پشاور سے لے کر راس کماری تک اور بمبئی سے لے کر کلکتہ اور آسام تک کے بسنے والے مسلمانوں کی ایک بہت بڑی اکثریت نے پاکستان کے قیام کے نعرے لگائے اور قربانیاں پیش کیں۔ بہار کے ہزاروں مسلمان بچوں عورتوں۔ اور بوڑھوں کا قتل عام اور گڑھ مکتیشور میں مسلمانوں کا کشت وخون صرف اس گناہ کے نتیجہ میں تھا کہ ان کی اکثریت قائد اعظم کی مسلم لیگ اور اس کے مطالبۂ پاکستان کی دل سے حامی تھی۔ پاکستان کے بن جانے کے بعد بھی بھارت کے مسلمان ہندوستان کے ہندوؤں کے زیر عتاب چلے آ رہے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آج بھارت تو آزاد ہے۔ مگر مظلوم اور بیکس بھارتی مسلمان غلامی کی زنجیروں میں اس قدر جکڑے ہوئے ہیں کہ وہ اپنے حسب پسند خوراک بھی نہیں کھا سکتے اور اس طرح انہیں انسانیت کے ابتدائی حقوق سے بھی محروم کیا جا رہا ہے۔ آج بھارت کی غیر مذہبی ہندو حکومت میں ایک مسلمان کی جان کی قیمت ایک ادنے جانور سے بھی کم ہے۔ اور وہاں گائے کے بدلے میں مسلمانوں کا خون بہا دینا ایک عام بات ہے۔ بھارت میں کہنے کو تو غیر مذہبی نظام ہے۔ مگر اس نظام کی مشینری کو چلانے والے کٹر قسم کے فرقہ پرست اور تنگ خیال لوگ ہیں۔ جو مسلمانوں کو انسانیت کے ابتدائی حقوق سے محروم کرنے کے علاوہ وہاں ہر سرکاری تقریب کے موقعہ پر ویدوں کے منتروں کا پاٹھ بہت ضروری خیال کرتے ہیں۔

بھارت کے مسلمان جس کس مپرسی کی حالت میں زندگی بسر کر رہے ہیں اس کا اندازہ بھی نہیں کیا جا سکتا۔ سر بازار مسلمان خواتین پر آوازے کسے جاتے ہیں اور بیچارے مسلمان دم بخود ہو کر رہ جاتے ہیں۔ چنانچہ بھارت کی راجدھانی۔ دہلی سے شائع ہونے والے ایک کثیر الاشاعت اور مشہور ومعروف اخبار ریاست نے حال ہی میں اپنے ایک ایڈیٹوریل نوٹ میں بھارت کے مسلمانوں کی حالت زار پر مندرجہ ذیل الفاظ میں تبصرہ کیا ہے:۔

"ہندوستان میں مسلمانوں کی دراصل کیا حالت ہے۔ اس کا اندازہ دہلی کے ذیل کے صرف چند واقعات سے لگایا جا سکتا ہے ....

(۱) ملک کی تقسیم سے پہلے دہلی کے کسی ایک محلہ میں اگر سو ہندوؤں کے گھر تھے اور صرف ایک مسلمان کا گھر تھا۔ تو ایک سو گھروں کے ہندو اس ایک گھر والے مسلمان کو "خاں صاحب"۔"خاں صاحب" کہتے ہوئے اس کے سامنے جھکتے تھے۔ مگر اب دہلی کے کسی ایک محلہ میں اگر ایک سو گھر مسلمانوں کا ہے۔ اور اس محلہ میں صرف ایک ہندو شرنارتھی ہے۔ تو اس ہندو شرنارتھی کی خوشامدیں کرتے ہوئے ایک سو کے ایک سو مسلمان "لالہ جی"۔ "لالہ جی" کہتے ہوئے اسکو خوش کرنے کی کوشش کرتے ہیں"

(۲) تبادلہ آبادی سے پہلے مسلمانوں کے محلہ میں غیر ممکن تھا کہ ہندو گرمیوں کے زمانہ میں اپنی چھت پر سو سکے۔ کیونکہ اس سے مسلمان خواتین کی بے پردگی ہوتی تھی۔ مگر اب نہیں صرف کسی ایک مسلم محلہ کا نام لے دیجئے جہاں شرنارتھی نہ کیا دہلی کے ہندو اپنی اپنی چھتوں پر نہ سوتے ہوں۔ ان چھتوں پر سونے کے باعث چاہے پڑوسی مسلمانوں کی کتنی بھی بے پردگی ہوتی ہو۔

(۳) ملک کی تقسیم سے پہلے مسلمان دہلی میں کھلے طور پر گائے ذبح کرتے تھے۔ دوکانوں پر گوشت لٹکایا جاتا تھا۔ اور بقر عید کے روز تو گھروں کے اندر بھی گائے ذبح کر لی جاتی تھی۔ مگر اب مسلمان کسی بچھڑے کو بھی اپنے گھر کے اندر پوشیدہ طور پر ذبح کرے اور اس کا علم لوگوں کو ہو جائے تو خود دوسرے مسلمان ہندوؤں کو خوش کرنے کے لئے ذبح کرنے والے مسلمان کو نہ صرف ملامت کرتے ہیں۔ بلکہ عدالت میں شہادت دینے کے لئے بھی تیار ہو جاتے ہیں۔

(۴) ملک کی تقسیم سے پہلے شاید ہی کوئی ہفتہ ایسا نہ جاتا تھا جس روز جامع مسجد میں ہندوؤں کو مشرف بہ اسلام نہ کیا جاتا ہو .... مگر اب مسکند رشرما کے حالات سامنے ہیں۔ کیا یہ واقعہ نہیں کہ مسلمان نے خود مسکند ربخت کو اس لئے گالیاں دیں کہ اس کے ہندو لڑکی سے شادی کرنے کے باعث دہلی کے مسلمان خطرہ میں تھے۔ اور یہ سنگیوں اور مہاسبھائیوں سے خوفزدہ تھے۔

(۵) دہلی میں کتنے مسلمان ایسے ہوں گے جو فسادات کے پانچ برس بعد بھی آج قرول باغ، سبزی منڈی اور پہاڑ گنج کے علاقہ میں جاتے ہوئے جھجکتے نہ ہوں۔ حالانکہ کانگریس گورنمنٹ کی پولیس کے سپاہی ان کی حفاظت کے لئے قدم قدم پر کھڑے ہیں۔

(۶) دہلی کا مسلمان غریب۔ کاریگر اور مزدور طبقہ آج اقتصادی چکی میں پستا چلا جا رہا ہے۔ اور یہ واقع ہے کہ .... اس غریب طبقہ کے گھروں میں کئی کئی روز تک چنے کی دال تک نہیں پکتی۔ کیونکہ یہ طبقہ ہندو محلوں اور ہندو علاقوں میں مزدوری کے لئے جاتے ہوئے گھبراتا ہے۔

(۷) کیا یہ واقع نہیں کہ آج دہلی کے بازاروں میں اگر کوئی ہندو غنڈہ مسلمان خاتون کو دیکھ کر اس کے برقعہ پر آواز کسے تو کسی مسلمان میں جرأت نہیں کہ وہ اس ہندو غنڈہ سے باز پرس کرے بلکہ اس خاتون کے ساتھ جانے والا مسلمان یہ سب کچھ برداشت کرتے ہوئے گردن جھکائے چلا جاتا ہے"۔

اخبار ریاست دہلی۔ ۲۳ جون سنہ ۱۹۵۲ء

اے پاکستانی بھائیو! بھارتی مسلمانوں کی مظلومیت اور بے کسی کا اندازہ لگاؤ۔ اخبار ریاست کے اس اقتباس کو پڑھنے سے کونسا ایسا مسلمان ہے جس کا دل نہ ہل جائے اُف آج بھارتی مسلمان کس کس مپرسی کی حالت میں زندگی بسر کر رہے ہیں۔ اور سینکڑوں نہیں ہزاروں نہیں، لاکھوں نہیں، کروڑوں کی تعداد میں غلامی کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہیں۔ اے درد دل رکھنے والے پاکستانیو! اندازہ لگاؤ کہ جب بھارت کی راجدھانی دہلی میں مسلمان خواتین کی عزت محفوظ نہیں تو باقی علاقوں میں کیا کچھ ہو رہا ہو گا۔

آج بھارت کا مسلم پریس اگر اس ظلم وستم کے خلاف کوئی آواز اٹھاتا ہے۔ اور مسلم حقوق کی حفاظت کی کوئی ٹھوس تجویز پیش کرتا ہے۔ یعنی حکومت کی مشینری میں مسلمانوں کا دخل ان کی تعداد کے لحاظ سے چاہتا ہے۔ تو ہندوستانی اخبار اس کے خلاف شور مچاتے ہیں کہ دیکھو مسلمان فرقہ پرستی کو ہوا دے رہے ہیں اور ایک پاکستان بنانے کے بعد دوسرے پاکستان کی داغ بیل ڈال رہے ہیں۔ گویا آج بھارت کی ڈکشنری میں مسلم حقوق کا پامال کیا جانا تو غیر مذہبی حکومت کے معنے رکھتا ہے۔ اور سر بازار مسلم خواتین کی بے حرمتی سیکولر نظام کہلاتا ہے۔ اور مسلم حقوق کی حفاظت کے لئے حکومت کی مشینری میں مسلمانوں کے دخل کا مطالبہ فرقہ پرستی کے مترادف ہے۔ پچھلے دنوں بھارت کے ایک مسلم اخبار نے بعض ایسے مضامین شائع کئے تھے۔ جن میں مسلمانوں کی کس مپرسی بیان کرنے کے بعد بھارت کے صاحب اقتدار لوگوں کو اس طرف توجہ دلائی تھی کہ وہ بھارت کی حکومت کی مشینری میں مسلمانوں کو ان کی تعداد کے مطابق نمایندگی دیں۔ تو بھارت کے اس غیر متعصب اور قومی اخبار نے (جسے خود اقرار ہے کہ بھارت کے مسلمانوں میں احساس کمتری پیدا ہو چکا ہے اور وہ بیچارے اپنے مستقبل سے متعلق بے حد پریشان ہیں) اپنے اسی پرچہ کے افتتاحیہ مقالہ میں لکھا کہ:۔

"ہم آپ کو ایک نئے خطرہ سے آگاہ کرنا چاہتے ہیں اور وہ خطرہ ہندوستان کے مسلم پریس کا ہے۔ جو تیزی کے ساتھ مسلمانوں کے حقوق کی وکالت کے نام پر ہندوستان میں نیا پاکستان بنانا چاہتا ہے اور یہ لوگ آج کل اسی طرح مسلمانوں کی ملازمتوں (جن سے ہیں) حق تلفی کے مضامین لکھ رہے ہیں جس طرح آج سے چھ سال پہلے مسلم لیگی پریس فرقہ وارانہ نیابت کے مطالبے کرتا تھا۔ اور ہمارا یقین ہے کہ اگر اس پریس پر ابھی سے کنٹرول نہ کیا گیا تو وہ وقت قریب ہے کہ جبکہ ہندوستان کا ہر مسلم اخبار مسلم لیگی ذہنیت کا علمبردار ہو کر نئے پاکستان کا مطالبہ کرے گا۔ گورنمنٹ کا فرض ہے کہ وہ پریس کے اس حلقہ پر بھی فوراً توجہ دے اور ایسی ہر اخبار کو .... کچل دیا جائے جو فرقہ وارانہ سپرٹ کے ساتھ پبلک کو اکسانا چاہتا ہو"۔

اخبار ریاست۔ دہلی
۲۳ جون سنہ ۱۹۵۲ء

اے پاکستان کے دردمند مسلمانو! بھارتی مسلمانوں کی کس مپرسی اور مظلومیت کا اندازہ کر لو۔ اگر وہ بیچارے خاموش رہتے ہیں تو ان کی گردنوں پر کند چھریاں رکھدی جاتی ہیں۔ اور قدم قدم پر

(باقی برصفحہ ۱۲)

پیغام صلح
جلد | یوم چہار شنبہ مورخہ ۲۱ ذیقعد ۱۳۷۱ھ | نمبر ۳۱

یوم استقلال اور فتنۂ احرار

پاکستان کو معرض وجود میں آئے ہوئے آج پورے پانچ سال کا عرصہ منقضی ہو چکا ہے، اس قلیل عرصہ میں اس نے اقتصادی و صنعتی ترقی کے میدان میں جو دوڑ لگائی ہے اور جس کامیابی کے ساتھ دنیا کی بڑی بڑی مملکتوں کے ساتھ ہر قسم کے بین الاقوامی تعلقات قائم کر کے اپنی عزت و وقار کو دنیا میں قائم کیا ہے۔ وہ ہر طرح قابل تحسین اور لائق فخر و مباہات ہے۔ اس پانچ سال کے عرصہ میں بڑے بڑے طوفانوں کا اسے مقابلہ کرنا پڑا، پاکستان بنتے ہی لکھوکھا مہاجرین کا نہایت بری حالت میں ملک کے اندر داخلہ ان کی خوراک و لباس اور آبادکاری کے مسائل کوئی چھوٹی سی بات نہ تھی، کون کہہ سکتا تھا کہ یہ نوزائیدہ مملکت اس عظیم الشان بوجھ کو اٹھا سکے گی، عام رائے یہی تھی کہ اگر مہاجرین کا سلسلہ یونہی چلتا رہا تو پاکستان بہت جلد ختم ہو جائے گا۔ لیکن خدا کا کس قدر فضل اور احسان ہے، کہ نہ صرف ان مہاجرین کو جو ابتدا میں لکھوکھا کی تعداد میں پاکستان میں داخل ہوئے نہایت کامیابی کے ساتھ آباد کر دیا گیا بلکہ ان لوگوں کو بھی جو بعد میں آئے اور آج تک آ رہے ہیں بڑی فراخدلی کے ساتھ آغوش عاطفت میں لے لیا گیا پھر ملک کی غذائی صورت حالات کو بہتر بنانے، بجلی کی بہم رسانی میں ہمسایہ مملکت سے بے نیاز کرنے اور اقلیتوں کی حفاظت کے لئے جو جو کچھ تگ و دو کرنی پڑی اور جو کامیابی اللہ تعالیٰ نے ہر پہلو سے عطا فرمائی وہ باعث صد شکر و امتنان ہے، اور آج اس مملکت کی پانچویں سالگرہ کے موقعہ پر فخر و مباہات کے ساتھ یہ کہا جا سکتا ہے کہ دشمنوں نے اس کی تباہی و بربادی کے جتنے جتن کئے اتنی ہی بہبودی اور کامیابی اسے حاصل ہوئی اور مخالفین کی ساری کوششیں رائگاں ثابت ہوئیں اور انشاءاللہ ہوں گی۔

یہ مخالفین کون ہیں، ہر شخص جانتا ہے کہ وہ تمام لوگ جو نہ صرف پاکستان بننے سے پہلے اس ..... بات کے لئے کوشاں تھے کہ اس کا وجود عمل میں نہ آئے، وہ تمام کانگریسی اور مہاسبھائی جو ہمیشہ اکھنڈ ہندوستان کے خواب دیکھتے رہے اور اب بھی دیکھ رہے ہیں وہ تمام احراری اور مودودی خیالات رکھنے والے نیشنلسٹ مسلمان جو پاکستان کی چپ کا بننا بھی ناممکن سمجھتے تھے اور اس تمام عملداری کو آج تک خلاف اسلام یقین کرتے اور اس کے خلاف پراپیگنڈا کرتے رہتے ہیں، پاکستان کے ان خطرناک دشمنوں میں سے ہیں جو اس کو ناکام بنانے کے لئے پہلے کھلم کھلا ایڑی چوٹی کا زور لگاتے رہے اور اب مسلمانوں میں افتراق و انشقاق پیدا کر کے اور اتحاد و اتفاق کی جڑوں کو جن پر پاکستان کی بنیاد رکھی گئی، کاٹ کر اسے تباہ و برباد کرنا چاہتے ہیں۔

کیا یہ حیرتناک امر نہیں، کہ وہی لوگ جو اس وقت جب پاکستان ابھی عالم تخیل میں تھا اس کے بدترین دشمن تھے، آج اس کے ہمدرد و خیرخواہ بن کر سامنے آ رہے ہیں، آخر کس لئے؟ کیا تحفظ ختم نبوت کا ڈھونگ جو انہوں نے رچایا ہے فی الواقعہ پاکستان کی خیرخواہی پر مشتمل ہے؟ کیا جماعت احمدیہ کو اقلیت قرار دینے کا مطالبہ فی الواقعہ پاکستان کی ہمدردی کا نتیجہ ہے؟ غور کر کے دیکھ لیجئے سوائے اس کے کہ یہ ہمرنگ زمین دام اس غرض سے بچھایا گیا ہے کہ مملکت پاکستان کو اس میں ایسا الجھا دیا جائے کہ وہ کبھی اندرونی مناقشات اور مذہبی تنازعات سے باہر نہ نکل سکے جو آخر کار اس کی تباہی کا موجب ہوگا اس کی اور کوئی غرض نہیں، ہمدردی اور بات کا نام تھا کہ پاکستان کی اخلاقی حالت کو درست کرنے کی طرف ان کی توجہ ہوتی، اور آئے دن جو ظلم و ستم، قتل و غارت اور سینکڑوں قسم کی بدعنوانیاں دیکھنے میں آتی ہیں ان کے خلاف جہاد کرتے اور مسلمانوں کو سچے مسلمان بنانے اور باہمی تکفیر و تفسیق کے فتووں کو اٹھا کر اس اتحاد کو مضبوط کرتے جو پاکستان کے قیام کا موجب ہوا، لیکن وہ تو اس اتحاد و اتفاق میں پہلے ہی دن شامل نہ ہوئے، وہ تو خود ان بدعنوانیوں کو پیدا کرنے والے اور ان کے لیڈر ہیں، ان سے کیا توقع ہو سکتی ہے کہ وہ کوئی اصلاحی قدم اٹھا سکیں یا مسلمانوں کو باہم لڑانے کا مشغلہ چھوڑ کر پاکستان کی بربادی کا موجب نہ ہوں۔

آج بعض احراری آل مسلم پارٹیز کنونشن کے نام سے وہی ہمرنگ زمین دام لیکر کراچی گئے ہیں تاکہ وزیراعظم پاکستان خواجہ ناظم الدین کی خدمت میں حاضر ہو کر انہیں مسلمانوں کے اندر افتراق و انشقاق کا سبق پڑھائیں، ہم یقین رکھتے ہیں کہ عزت مآب خواجہ ناظم الدین ..... ان لوگوں کی چالوں سے بخوبی واقف ہیں، اور وہ انہیں وہی وقعت دیں گے جو ان کے ایک لیڈر عطاء اللہ شاہ بخاری کی ڈاڑھی کو قائداعظم کے بوٹوں نے دی

"میں نے قائداعظم کے بوٹ پہ اپنی ڈاڑھی رکھی پر وہ نہ پسیجے"

(آزاد ۱۴ نومبر ۱۹۴۹ء)

قائداعظم کیسے پسیجتے وہ خوب جانتے تھے کہ جو شخص ہندو کی دولت کے معاوضہ میں مسلمان کی عزت و حرمت کو بیچ سکتا اور پاکستان کے تخیل کو کبھی گوارا نہیں کر سکتا تھا اور اس پر ہزار ہزار صلواتیں سنایا کرتا تھا، وہ آج پاکستان کے بن جانے پر یک بیک اس کا حامی و خیرخواہ کس طرح بن گیا..... مومن کبھی ایک سوراخ سے دو دفعہ ڈسا نہیں جاتا، آج جو لوگ وزیراعظم پاکستان کی خدمت میں وفد بن کر جا رہے ہیں وہ اسی عطاء اللہ شاہ بخاری کے پیرو اور پاکستان کے ویسے ہی ہمدرد و خیرخواہ ہیں، اس لئے ہم امید نہیں کر سکتے کہ خواجہ صاحب جیسا صاحب بصیرت اور روشن دماغ مدبر ان گندم نما جو فروش مولویوں کی ڈاڑھیوں کو دیکھ کر پسیج جائے۔

کہا جاتا ہے کہ یہ لوگ پاکستان کے یوم استقلال کی تقریب پر خواجہ صاحب سے ایک ایسا اعلان کرانا چاہتے ہیں، جس سے ان کے خلاف اسلام مطالبہ کو تقویت مل سکے، شاید انہیں معلوم نہیں کہ خواجہ صاحب ایسے سیدھے سادے اور بھولے انسان نہیں ہیں کہ ان کی چال کو نہ سمجھ سکیں، اور ایک ایسی خلاف اسلام بات منہ سے نکال دیں جس کا انہیں شرعاً و قانوناً اختیار ہی حاصل نہیں، نہ پاکستان کا یوم استقلال اس غرض سے منایا جاتا ہے کہ مسلمانوں کے اندر افتراق و انشقاق پیدا کیا جائے، اس کا تو وجود ہی مسلمانوں کے اتحاد و اتفاق پر مبنی ہے جس میں احمدی مسلمانوں کا پورا حصہ ہے، ہاں احراری اور مودودی نہ پہلے اس اتحاد و اتفاق میں شامل ہوئے نہ اب اس کو قائم رکھنا چاہتے ہیں، پہلے بھی وہ مسلمانوں میں افتراق ڈال کر پاکستان کے تخیل ہی کو مٹانا چاہتے تھے اور آج بھی اسی افتراق کے درپے ہو کر اس کے وجود کو فنا کرنے کے درپے ہیں، اس لئے اگر کوئی جماعت ایسی ہے کہ مسلمان کہلانے کے باوجود مسلمانوں سے اسے علیحدہ تصور کیا جائے تو وہ وہی لوگ ہیں، جو پہلے مسلمانوں کے کھلے دشمن تھے اور اب منافق بن کر اس کی جڑوں کو کھوکھلا کر رہے ہیں۔

حکومت کو اس سے کوئی سروکار نہیں کہ تم کس مذہب فرقے یا کس عقیدے سے تعلق رکھتے ہو

پاکستانی شہریوں کی مساوی حیثیت کے متعلق قائداعظم کا تاکیدی فرمان

"اب تم آزاد ہو۔ تم سب کو پوری آزادی ہے۔ کہ اپنے مندروں مسجدوں اور دوسری عبادتگاہوں میں جاؤ۔ تمہارا تعلق کسی مذہب، کسی فرقے، کسی عقیدے سے کیوں نہ ہو، حکومت کو اس سے سروکار نہیں ہم اپنے کام کی بنیاد اسی اصول پر رکھ رہے ہیں۔ کہ ہم سب ایک مملکت کے شہری اور مساوی حیثیت کے شہری ہیں۔ تم اس خیال کو اپنا نصب العین بناؤ۔ اور تم دیکھو گے کہ تھوڑے ہی دنوں میں نہ ہندو ہندو رہے گا نہ مسلمان مسلمان ——— مذہبی نقطۂ نظر سے نہیں۔ اس لئے کہ ہر شخص کا مذہب اس کا ذاتی معاملہ ہے۔ بلکہ سیاسی نقطۂ نظر سے جس کے مطابق ہر فرد اس مملکت کا آزاد شہری ہے۔"

(کراچی ۱۱ اکتوبر ۱۹۴۷ء)

منقول از "الحمراء" لاہور۔ بابت ماہ اگست ۱۹۵۲ء

ختم نبوت اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام

فخر الدین صاحب سیالکوٹی

بعد از خدا بعشق محمد مخمرم
گر کفر ایں بود بخدا سخت کافرم (امام الزمان)

آج کل پھر ملک میں مفسدین اور معاندین حق کی طرف سے شور و غوغا بلند کیا جا رہا ہے کہ بانی سلسلہ احمدیہ ختم نبوت کے منکر تھے۔ اور عوام کو طرح طرح سے دھوکہ دیکر اُکسایا جا رہا ہے کہ وہ بھی اس ضمن میں ان مفسدہ پردازوں کی حمایت کریں۔ اور حکومت وقت سے مطالبہ کریں کہ وہ احمدیوں کو کافر گردانتے ہوئے دائرہ اسلام سے خارج قرار دے۔ مطالبہ کرنے والوں کا جہل اور علمی فرومائگی تو ان کے اس لغو مطالبہ سے ہی عیاں ہے کہ خدا اور رسول کی بغاوت کرکے سائے عامہ کی پناہ ڈھونڈتے ہیں۔ کہاں گئے ان کے "حکومت الٰہیہ" کے بلند بانگ دعاوی جو انہوں نے ووٹ بٹورنے کے لئے کئے تھے۔ حکومت پاکستان ایک اسلامی ملک ہے جس کی دستور ساز اسمبلی نے قرارداد مقاصد میں اپنے قانون کو خدا اور رسول کے احکام پر استوار کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ گویا پاکستان کے آئین کی بنیاد قرآن اور سنت کی بنیاد پر کھڑی کی ہے۔ اس لئے میں ان لوگوں کو مشورہ دوں گا کہ وہ قرآن اور سنت نبوی صلعم پر عمل کریں تاکہ فلاح اور ہدایت پائیں۔ وگرنہ وہ گھاٹے میں رہیں گے۔ مگر وہ اس طرف کیوں آنے لگے جبکہ قرآن اور احادیث واضح الفاظ میں جماعت احمدیہ کو خادمان اسلام اور مسلمان قرار دیتے ہیں۔

جہاں تک ان الزامات کا تعلق ہے جو حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ اور آپ کی جماعت کی طرف یہ لوگ منسوب کرتے ہیں بالکل غلط اور سراسر افترا ہیں جن کو یہ مفتری بھی بخوبی جانتے ہیں۔ اے کاش وہ مفتری کی سزا سے آگاہ ہوتے اور کذب بیانی اور تلبیس سے باز رہتے۔

حضرت محمد مصطفےٰ خاتم النبیین ہیں

ہم ذیل میں حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے چند اقوال پیش کرکے ان کی تائید میں دوسرے اکابرین کی تحریرات پیش کرتا ہوں:-

(۱) "میں نے نبوت کا دعوے نہیں کیا اور نہ میں نے انہیں کہا ہے کہ میں نبی ہوں۔ لیکن ان لوگوں نے جلدی کی اور میرے قول کے سمجھنے میں غلطی کی"

(حمامۃ البشریٰ صفحہ ۷۹)

(۲) "ہیچ دینے ندارم بجز دین اسلام و ہیچ کتابے ندارم بجز قرآن شریف و ہیچ پیغمبرے ندارم بجز حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہ خاتم الانبیاء است"

(انجام آتھم صفحہ ۱۴۳)

(۳) "آنے والے مسیح موعود کا نام جو زبان مقدس نبویؐ سے نبی اللہ نکلا ہے وہ انہی مجازی معنوں کی رو سے ہے جو صوفیائے کرام کی کتابوں میں مسلم ہے کا اور ایک معمولی محاورہ مکالمات الٰہیہ کا ہے) ورنہ خاتم الانبیاء کے بعد نبی کیسا؟"

(انجام آتھم صفحہ ۲۸-۲۷)

(۴) "اور یہ کہنا کہ نبوت کا دعوے کیا ہے کس قدر جہالت کس قدر حماقت کس قدر حق سے خروج ہے۔ اے نادانو! میری مراد نبوت سے یہ نہیں کہ میں نعوذ باللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابل پر کھڑے ہو کر نبوت کا دعویٰ کرتا ہوں یا کوئی نئی شریعت لایا ہوں۔ صرف میری مراد نبوت سے کثرت مکالمت و مخاطبت الٰہیہ ہے۔ جو آنحضرت صلعم کی اتباع سے حاصل ہے۔ سو مکالمہ مخاطبہ کے آپ لوگ بھی قائل ہیں پس یہ صرف لفظی نزاع ہوئی"۔

(تتمہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۶۸-۶۷)

(۵) "اور ہم اس بات پر سچا اور کامل ایمان رکھتے ہیں جو فرمایا کہ ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین اور اس آیت میں ایک پیشگوئی ہے جس کی ہمارے مخالفوں کو خبر نہیں اور وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس آیت میں فرماتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد پیشگوئیوں کے دروازے قیامت تک بند کر دیئے گئے ہیں اور ممکن نہیں کہ اب کوئی ہندو یا یہودی یا عیسائی یا کوئی رسمی مسلمان نبی کے لفظ کو اپنی نسبت ثابت کر سکے۔ نبوت کی تمام کھڑکیاں بند کی گئیں مگر ایک کھڑکی صدیقیت کی کھلی ہے یعنی فنا فی الرسول کی۔ پس جو شخص اس کھڑکی کی راہ سے خدا کے پاس آتا ہے اس پر ظلی طور پر وہی نبوت کی چادر پہنائی جاتی ہے جو نبوت محمدی کی چادر ہے"۔ (ایک غلطی کا ازالہ)

دیکھئے حضرت اقدسؑ بار بار اعلان کرتے ہیں کہ میں حضرت نبی کریمؐ کو خاتم النبیین یقین کرتا ہوں ہاں اپنے لئے لفظ نبی انہی معنوں میں لغوی طور پر استعمال کرتا ہوں جن میں صوفیائے اسلام نے اسکو استعمال کیا ہے۔ سنئیے اب صوفیائے کرام کی زبانی مجازی نبوت کا اقرار دیکھئے:-

(۱)- "ولایت ظل نبوت است" (شیخ عبدالحق محدث دہلوی)

(۲)- "او نبیٔ وقت خویش است اے مرید
زاں کہ زو نور نبی آید پدید"
(مثنوی مولانا رومؒ)

(۳)- "و اولیاء را بحسب مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ وایشاں را رنگ انبیاء دادہ می شوند"

(۴)- "اس قدر سمجھنا چاہیئے کہ دل کی مثال آئینہ کی مانند ہے اور لوح محفوظ کی مثال ایک دوسرے آئینہ کی مانند ہے جس میں جملہ امور موجودات محفوظ ہیں۔ جیسے ایک آئینہ کی شکلیں دوسرے آئینہ میں منتقل ہو جاتی ہیں جب اسے اس کے روبرو رکھا جائے۔ اسی طرح جب آئینہ دل مصفا اور محسوسات سے پاک ہو جاتا ہے اور اسے لوح محفوظ سے مناسبت حاصل ہو جاتی ہے۔ تو وہ صورتیں جو لوح محفوظ میں ہیں اس دل مصفا پر منعکس ہو جاتی ہیں۔"

(امام غزالیؒ۔ کیمیائے سعادت)

(۵)- "اگر بیداری میں کوئی شخص ریاضات اور مجاہدات میں مشغول ہو جاتا ہے اور دل کو غضب اور شہوت اور اس جہان کے ناشائستہ اور برے اخلاق سے پاک کر لیتا ہے اور خلوت اختیار کرتا ہے اور آنکھیں بند کر لیتا ہے اور حواس کو معطل کرتا ہے اور دل کو عالم ملکوت سے مناسبت و مناسبت دیتا ہے اور دل کے ساتھ اللہ اللہ دائما کہتا ہے حتیٰ کہ اسے اپنے آپ کی خبر نہیں رہتی اور جملہ عالم سے بے خبر ہو جاتا ہے اور اللہ عزوجل کے سوا اس کو کسی چیز کی ہوش نہیں رہتی جب ایسا ہو جاتا ہے تو خواہ وہ بیدار ہو تو وہ روزن اس پر کھول دیا جاتا ہے تو جو کچھ دوسرے خواب میں دیکھتے ہیں وہ اس کو بیداری میں نظر آتا ہے اور ارواح فرشتگان اچھی صورت میں اس کے سامنے عیاں ہوتی ہیں۔ اور انبیاء کرام کو دیکھتا ہے اور ان سے فائدہ اور مدد حاصل کرتا ہے اور زمین و آسمان کی ملکوت اس کے سامنے عیاں کر دی جاتی ہیں۔ جس کے لئے یہ راہ کھول دی جاتی ہے وہ عظیم الشان امور دیکھتا ہے جو بیان نہیں کئے جا سکتے۔ حدیث نبوی ان اللہ زوالی الارض فرائیت مشارقہا و مغاربہا اور فرمان ربانی کذالک نری ابراہیم ملکوت السموات والارض اسی قبیل سے ہے۔"

(امام غزالیؒ۔ کیمیائے سعادت)

(۶)- "صوفیائے کرام کے طریق کی مشق سے مجھ پر نبوت کی حقیقت اور خاصیت منکشف ہو گئی۔"

(امام غزالیؒ منقذ من الضلال)

(۷)- "سید المرسلین صلعم کے دین اور آپ کی متابعت سے علماء ظاہر کے حصہ میں درستی عقائد کے بعد شرائع اور احکام کا علم اور اس کے موافق عمل ہے اور صوفیائے کرام کے حصہ میں معہ اس کے جس سے علماء ظاہر بہرہ ور ہیں احوال مواجید اور علوم اور معارف ہیں اور نصیب علمائے راسخین جو وارث انبیاء ہیں وہ سبھی کچھ ہے جس سے علمائے ظاہر بہرہ ور ہیں اور جس سے صوفیا ممتاز ہیں۔ یعنی وہ اسرار و دقائق جن کی نسبت متشابہات قرآنی میں اشارہ ہو چکا ہے اور تاویل کے طور پر ہیں۔ یہ لوگ وراثت اور تبعیت کے طور پر انبیاء علیہم السلام کی خاص دولت میں شریک اور محرم بارگاہ الٰہی ہیں۔ اور بلاشبہ علمائے امتی کانبیاء بنی اسرائیل کے شرف کرامت سے مشرف ہیں۔" (مکتوبات امام ربانی)

سجادہ نشین آلو مہار کی تحریرات

صاحبزادہ فیض الحسن احرار لیڈر کے آلو مہار کے سجادہ نشین خلیفہ محمد سعید صاحب کی شائع کردہ کتاب "تذکرہ" مطبوعہ ۱۳۹۹ھ سے ان کی اپنی قلم سے چند ایک حوالے بھی پیش کرتا ہوں۔ اس کتاب کا مقدمہ تو انہوں نے خود لکھا ہے مگر باقی چار حصہ (باقی برصفحہ ۱۲)

مولانا مظہر علی اور اتحاد بین المسلمین

مسلمان کس کو قرار دینا چاہیئے

مولانا غلام رسول مہر مدیر "انقلاب"

جماعت احمدیہ کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کے مطالبہ کی تائید میں جو دلائل آج دیئے جا رہے ہیں بعینہٖ یہی دلائل ۳۶-۱۹۳۵ء کے فتنۂ احرار میں پیش کئے جاتے تھے۔ ان دلائل کے جواب میں روزنامہ "انقلاب" کا ایک مضمون قبل ازیں "پیغام صلح" (۹ر جولائی ۱۹۵۲ء) میں نقل کیا جا چکا ہے، اسی سلسلہ میں معاصر ممدوح نے ۲۲ر جنوری ۱۹۳۶ء کی اشاعت میں مولانا مظہر علی اظہر کو (جو اس وقت کے فتنۂ احرار کے قائدین میں سے تھے) مخاطب کر کے عنوان بالا سے ایک مقالہ افتتاحیہ لکھا، جو موجودہ تحریک کے حامیوں کے لئے سرمۂ بصیرت کا کام دے سکتا ہے۔ ذیل میں یہ مضمون ہدیۂ قارئین کرام ہے:-

الحمد للہ کہ ہمارے عزیز و محترم دوست مولانا مظہر علی صاحب نے کئی روز کے غور و فکر کے بعد مسئلہ اتحاد اسلامی پر بحث کے لئے ایک راستہ نکالا ہے۔ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ "مرزائیت" کے ظلِ عاطفت میں پناہ گیری کی عادت ان کی فطرت ثانیہ بن گئی ہے اور یہ خالص احراری مشغلہ اب بھی قائم ہے وہ اپنے کسی استدلال کو بھی "مرزائیت" کے عصا کا سہارا دیئے بغیر نہانخانہ دماغ سے باہر نہیں لا سکتے اور یہ چیز ان کے دل و دماغ پر اس طرح مسلط ہے کہ اس سے علیحدہ ہو کر سوچنے سمجھنے اور کچھ ارشاد فرمانے کی ان میں صلاحیت ہی باقی نہیں رہی اب یہ افسانہ تیار کر لیا ہے، کہ یہ اتحاد اسلامی کا سبق ہم نے قادیانیوں سے پڑھا جن کے اخبار "الفضل" کی ۱۴ر اگست ۱۹۲۸ء کی اشاعت میں مسلمانوں کے تشتت و افتراق کا رونا روتے ہوئے ان کے داخلی تعاون کی یہ صورت پیش کی گئی تھی کہ ہر شخص کو مسلمان سمجھا جائے جس کو عیسائی اور ہندو مسلمان سمجھتے ہیں اور جس کو گورنمنٹ مسلمان گردانتی ہے اور

تمام لوگوں کو خواہ کسی فرقے سے تعلق رکھتے ہوں آپس میں یک جان و یک زبان ہو کر مخالف کا مقابلہ کرنا چاہیئے۔ یہاں تک کہ مصیبت کے بادل پھٹ جائیں اور ہماری مصیبت کی رات دن سے بدل جائے۔

"الفضل" کا یہ اقتباس مولانا مظہر علی صاحب نے پیش فرما کر بڑی ہی بے تکلفی کے ساتھ حکم لگا دیا ہے کہ "انقلاب" تو مسلمان کی تعریف کسی مسلمان سے پوچھنے کا روادار نہیں۔ وہ مسلمانوں کے سواد اعظم سے یا سُنی، شیعہ اور اہل حدیث علماء سے فتوے لینے کے لئے تیار نہیں بلکہ ہندوؤں اور عیسائیوں سے فتوے لیتا ہے اور گورنمنٹ جن کو مسلمان مانتی ہے انہیں مسلمان کہتا ہے لیکن کیا مولانا مظہر علی صاحب فرما سکتے ہیں کہ "انقلاب" کی کونسی تحریر سے انہوں نے یہ نتیجہ اخذ فرمایا ہے؟ مسائل کو طے کرنے کا یہ بھی خالص احراری طریقہ ہے کہ جو اقتباس جہاں سے مفید مطلب نظر آیا لے لیا اور اسے بطور خود "انقلاب" کا خیال قرار دے کر رد کر دیا۔ اگر آخری پناہ گاہ یہی طریقہ تھا تو سمجھ میں نہیں آتا کہ مولانا مظہر علی صاحب نے پنجاب کی "بساط سیاست" میں پیوندوں پر پیوند لگا کر اسے پھیلاتے جانے اور ہندوستان کو باایں ہمہ وسعت اس بساط پر تنگ کر دینے کی مصیبت کیوں اپنے ذمہ لی۔

لیکن ہم مولانا مظہر علی صاحب سے یہ پوچھے بغیر نہیں رہ سکتے کہ آخر سیاسیات میں "عرف" سے کام لئے بغیر چارہ کیا ہے؟ ہمارا اور سب لوگوں کا طریقہ یہی ہے کہ مردم شماری کے کاغذات کو سامنے رکھ کر مختلف اقوام کی تعداد کا اندازہ کرتے ہیں۔ یہ نہیں کہ مردم شماری کی کتابیں مفتیوں کے کسی گروہ کے سامنے پیش کر کے اُن سے آخری فیصلہ لیتے ہیں کہ حکومت نے جن جن لوگوں کو مسلمان لکھا ہے ان کی نسبت شریعت کا فتوے کیا ہے؟ مردم شماری جب ہو گی۔ محرر یہی کریں گے کہ مذہب کے باب میں ہر شخص کے دعوے کو بنائے تحریر قرار دیں۔ مولانا مظہر علی صاحب یا کوئی حکومت یہ نہیں کرے گی کہ مردم شماری کے محرروں کے ساتھ مفتیوں، پنڈتوں اور پادریوں کو لگا دے تا کہ جب کوئی شخص اپنے آپ کو مسلمان یا ہندو یا عیسائی بتائے تو مفتی پنڈت اور پادری جھٹ اس شخص سے عقاید کی تفصیلات پوچھ لیں، اس کے بعد جو فتویٰ دیں اس پر محرر عمل کریں۔ مولانا مظہر علی صاحب کی "آزادی کامل" والی کانگرس کی حکومت میں بھی یہ نہیں ہو گا۔ بلکہ ہر شخص کے دعوے اور بیان ہی کو اس کے مذہب کا معیار قرار دیا جائے گا۔ اور صحیح بھی یہی ہے کہ اگر ایک شخص اپنے آپ کو مسلمان یا ہندو یا عیسائی مانتا ہے تو آپ کو یا ہم کو کیا حق حاصل ہے کہ اس کی اسلامیت یا ہندوئیت یا عیسائیت سے انکار کریں؟ بیشک ہر جماعت کے علماء منفرداً یا اجتماعاً کسی ایک فرد یا جماعت کے مذہب کی صحت و عدم صحت کی بحث کرتے رہیں اور فتوے دیتے رہیں۔ لیکن حکومت بہرحال ہر شخص کے دعوے اور بیان ہی کو معتبر سمجھے گی۔ اور جس کانگرس نے مذہب کی آزادی کو اعلان حقوق شخصی کا جزو لاینفک بنایا ہے کیا مولانا مظہر علی صاحب بتا سکتے ہیں کہ وہ کانگریس کل برسر اقتدار آنے کے بعد کس اصول کی بناء پر کسی ایسے گروہ کو اسلام سے خارج قرار دے دے گی جو مسلمان ہونے کا دعوے دار ہو گا؟ اچھوت کل تک ہندو سمجھے جاتے اور سارا ہندوستان مل کر اور متحد ہو کر انہیں ہندوؤں سے علیحدہ نہیں کر سکتا تھا، آج ڈاکٹر امبیدکار نے ہندویت سے علیحدگی کا اعلان کر دیا ہے، اب جو اچھوت ڈاکٹر امبیدکر کے ساتھ ہیں انہیں سارے ہندو مل کر ہندو نہیں رکھ سکتے۔ اس لئے کہ بنائے فیصلہ ہندوؤں کا دعوے نہیں بلکہ ڈاکٹر امبیدکر .... اور ان کے رفقاء کا بیان ہے اگر مولانا مظہر علی صاحب مخالفت کے جوش میں اس حالت پر پہنچ گئے ہیں۔ کہ انہیں یہ عامیانہ اور نہایت ہی معمولی باتیں سمجھانا بھی ضروری ہو گیا ہے تو پھر ظاہر ہے کہ یہ بحث کسی نتیجے پر نہیں پہنچ سکے گی۔

مولانا مظہر علی صاحب نے "سواد اعظم" کے الفاظ بھی استعمال فرمائے ہیں۔ کاش وہ کسی سے پوچھ لیتے کہ ہندوستان میں سواد اعظم کسے کہتے ہیں۔ اور اس سواد اعظم کے علما دوسرے طبقوں اور گروہوں کی نسبت مختلف اوقات میں کیا فتوے صادر فرما چکے ہیں۔ کاش وہ سُنی، شیعہ اور اہل حدیث کے ان فتاویٰ کو سامنے رکھ لیتے جو ہندوستان میں تیار ہوئے ہندوستان میں چھپے، ہندوستان میں شائع ہوئے اور جن کے سفائن ہر فرقے کے علماء کے پاس بکثرت موجود ہیں۔ کاش وہ ملاحظہ فرما لیتے کہ سُنیوں نے شیعوں کی نسبت کیا فتوے دیئے ہیں۔ شیعوں نے سُنیوں کی نسبت کیا گوہر افشانی فرمائی ہے اہلحدیث نے مقلدوں اور قبروں پر جانے والوں کی نسبت کیا حکم لگایا ہے۔ اور مقلدوں نے اہل حدیث کی نسبت کیا رائے ظاہر کی ہے۔ پھر شیعوں، سنیوں حنفیوں اور اہل حدیث کے مختلف طبقوں نے ایک دوسرے

مولانا مظہر علی صاحب غالباً فرمائیں گے۔ کہ بیشک ہر فرقے نے دوسرے فرقے کے متعلق کُفر کے فتوے دے رکھے ہیں لیکن جماعتوں نے متفقہ طور پر قادیانیوں کے سوا کسی کے کُفر کا فتویٰ نہیں دیا۔ اگر اسے درست مان لیا جائے تو بھی اعتباری شے ہے۔ قادیانیوں کی علیحدگی کے بعد شیعوں کے متعلق "سوادِ اعظم" کا ایسا ہی اتفاق ہوگا۔ شیعوں کی علیحدگی کے بعد اہلحدیث کے متعلق "سواد اعظم" کا ایسا ہی اتفاق ہوگا اہلحدیث کی علیحدگی کے بعد دیوبندی حضرات کے متعلق "سوادِ اعظم" کا ایسا ہی اتفاق ہوگا۔ اور اس سلسلے کی کوئی نہایت نہیں۔ جب تک مسلمان بالکل ختم نہ ہو جائیں۔

مولانا مظہر علی صاحب نے سواد اعظم کے الفاظ بھی استعمال فرمائے ہیں کاش وہ کسی پوچھ لیتے کہ ہندوستان میں "سواد اعظم" کسے کہتے ہیں۔ اور اس سواد اعظم کے علما دوسرے طبقوں اور گروہوں کی نسبت مختلف اوقات میں کیا فتوے صادر فرما چکے ہیں۔ کاش وہ سُنی، شیعہ اور اہلحدیث کے ان فتاویٰ کو سامنے رکھ لیتے جو ہندوستان میں تیار ہوئے ہندوستان میں چھپے ہندوستان میں شائع ہوئے اور جن کے سفائن ہر فرقے کے علماء کے پاس بکثرت موجود ہیں۔ کاش وہ ملاحظہ فرما لیتے کہ سُنیوں نے شیعوں کی نسبت کیا فتوے دیتے ہیں۔ شیعوں نے سُنیوں کی نسبت کیا گوہر افشانی فرمائی ہے۔ اہلحدیث نے مقلدوں اور قبروں پر جانیوالوں کی نسبت کیا رائے ظاہر کی ہے پھر شیعوں سُنیوں، حنفیوں اور اہلحدیث کے مختلف طبقوں نے ایک دوسرے کی نسبت کیا کچھ لکھا ہے۔

دوسرے کی نسبت کیا کچھ لکھا ہے۔ مولانا احمد رضا خاں بریلوی (اللہ تعالیٰ ان پر رحم فرمائے) جب فتوے لکھنے بیٹھتے تھے تو کفر کا عدد بڑھانے کا خاص خیال رکھتے تھے۔ اگر ہمارا حافظہ غلطی نہیں کرتا تو مولانا عبدالماجد دریابادی کی کتاب فلسفہ اجتماع پر مولانا احمد رضا خاں مرحوم نے ڈھائی کروڑ کفر کا فتوے لگایا ان کی ایک مشہور کتاب "الکواکب الشہابیہ علی کفریات ابی الوہابیہ" ہے اس میں اہل حدیث حضرات اور شاہ اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ پر (معاذ اللہ) ستر کفر ثابت کئے ہیں فرماتے ہیں :۔

> بلاشبہ وہابیہ مذکورین اور ان کے پیشوائے مسطور (شاہ شہیدؒ) پر بوجوہ کثیرہ قطعاً یقیناً کفر لازم اور حسب تصریحات جماہیر فقہائے کرام اصحاب فتاوے ...... حکم کفر ثابت و قائم۔ اور بظاہر ان کا کلمہ پڑھنا اس کا نافی اور ان کو نافع نہیں ہو سکتا۔

یہ صرف ایک فتوے کا اقتباس ہے۔ مولانا مظہر علی صاحب کو اگر اس لٹریچر کا بہت زیادہ شوق ہو۔ تو ہم اس باب میں ان کی مزید خدمت انجام دے سکتے ہیں۔

مولانا مظہر علی صاحب غالباً فرمائیں گے۔ کہ بے شک ہر فرقے نے دوسرے فرقے کے متعلق کفر کے فتوے دے رکھے ہیں لیکن جماعتوں نے متفقہ طور پر قادیانیوں کے سوا کسی کے کفر کا فتوے نہیں دیا۔ اگر اسے درست مان لیا جائے۔ تو یہ بھی عارضی شے ہے۔ قادیانیوں کی علیحدگی کے بعد شیعوں کے متعلق "سواد اعظم" کا ایسا ہی اتفاق ہوگا۔ اہلحدیث کی علیحدگی کے بعد دیوبندی حضرات کے متعلق "سواد اعظم" کا ایسا ہی اتفاق ہوگا۔ اور اس سلسلے کی کوئی نہایت نہیں۔ جب تک مسلمان بالکل ختم نہ ہو جائیں۔

یہ بھی نہیں کہ معاملہ صرف ایسے مسائل تک محدود ہو جن کی نسبت دو رائیں ہو سکتی ہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی کتاب "الدر الثمین" ملاحظہ فرمایئے۔ جس میں شاہ صاحب حضور خواجہ دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانیت مطہرہ سے استفادہ کی بناء پر ارشاد فرماتے ہیں۔ کہ شیعہ حضرات کا عقیدۂ امامت ختم نبوت کے انکار کو مستلزم ہے۔ شاہ صاحب کی اصل عبارت یہ ہے :۔

> سالتہ صلی اللہ علیہ وسلم سوالاً روحانیاً عن الشیعۃ فاوحی الی ان مذہبہم باطل وبطلان مذہبہم یعرف من لفظ الامام۔ لما افقت عرفت ان الامام عندہم ہو المعصوم المفترض الطاعۃ الموحیٰ الیہ وحیاً باطنیاً وہذا ہو معنی النبی فمذہبہم یستلزم انکار ختم النبوۃ کبحہم اللہ تعالیٰ۔
>
> (الدر الثمین حدیث تاسع)

ترجمہ :۔ میں نے عالم رویا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانیت مطہرہ سے شیعوں کے بارہ میں سوال کیا حضرت نے مجھے ایما فرمایا کہ ان کا مذہب باطل ہے اور اس کا بطلان لفظ امام سے پہچانا جا سکتا ہے جب مجھے افاقہ ہوا یعنی عالم رویا سے باہر آیا تو مجھے اس نکتہ کے متعلق معرفت حاصل ہوئی کہ شیعہ کے نزدیک امام معصوم اور مفترض الطاعت ہے۔ اس کی طرف وحی باطنی کا آنا وہ تسلیم کرتے ہوئے یہ تعریف نبی کی ہے لہذا شیعہ عقیدہ ختم نبوت کے انکار کو مستلزم ہے، اللہ تعالیٰ ان کا بُرا کرے۔

یہ کسی عامی مولوی اور ملا کا فیصلہ نہیں۔ بلکہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا بیان ہے۔ جن کی عظمت و جلالت کی نسبت کم سے کم یہ کہا جا سکتا ہے کہ ہندوستان میں اتنا بڑا عالم دین اور اسرار شریعت حقہ کا عارف پیدا نہیں ہوا۔ یہ نہیں کہا جا سکتا۔ کہ شاہ صاحبؒ کے دعوے کے مطابق یہ بیان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانیت مطہرہ سے مستفاد ہے۔ لہذا کم از کم شاہ صاحب کو عالم حق ماننے والے اس کی صحت سے انکار نہیں کر سکتے پھر کیا مولانا مظہر علی صاحب مہربانی فرما کر بتائیں گے۔ کہ ان حالات کی روشنی میں غریب "انقلاب" کیا کرے؟ علماء کے فتاوے و ارشادات سامنے ہیں۔ ان کی بناء پر فیصلہ مقصود ہو تو یہی سہی لیکن اس کے تمام مستلزمات کو بھی قبول کرنا پڑے گا۔ ہمارے

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی کتاب "الدر الثمین" ملاحظہ فرمایئے جس میں شاہ صاحب حضور خواجہ دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانیت مطہرہ سے استفادہ کی بناء پر ارشاد فرما رہے ہیں۔ کہ شیعہ حضرات کا عقیدۂ امامت ختم نبوت کے انکار کو مستلزم ہے۔ شاہ صاحب کی اصل عبارت یہ ہے :۔

میں نے عالم رویا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانیت مطہرہ سے شیعوں کے بارے میں سوال کیا حضرت نے مجھے ایما فرمایا کہ ان کا مذہب باطل ہے اور اس کا بطلان لفظ امام سے پہچانا جا سکتا ہے جب مجھے افاقہ ہوا یعنی عالم رویا سے باہر آیا تو مجھے اس نکتہ کے متعلق یہ معرفت حاصل ہوئی کہ شیعہ کے نزدیک امام معصوم اور مفترض الطاعت ہے اسکی طرف وحی باطنی کا آنا وہ تسلیم کرتے ہیں اور یہ تعریف نبی کی ہے لہذا شیعہ عقیدہ ختم نبوت کے انکار کو مستلزم ہے اللہ تعالیٰ ان کا بُرا کرے ۔	سالتہ صلی اللہ علیہ وسلم سوالاً روحانیاً عن الشیعۃ فاوحی الی ان مذہبہم باطل و بطلان مذہبہم یعرف من لفظ الامام لما افقت عرفت ان الامام عندہم ہو المعصوم المفترض الطاعۃ الموحیٰ الیہ وحیاً باطنیاً وہذا ہو معنی النبی فمذہبہم یستلزم انکار ختم النبوت کبحہم اللہ تعالیٰ۔ (الدر الثمین حدیث تاسع)

سامنے قادیانیوں کی باطل تاویلات، باطل خیالات اور باطل معتقدات کا بطلان نہیں ہے۔ بلکہ دوسرے فرقوں کی بھی مختلف النوع باطل چیزیں ہیں۔ مثلاً شیعہ حضرات کے اس عقیدے کو بھی ہم سن لیتے ہیں۔ جو حسب ارشاد شاہ ولی اللہ انکار ختم نبوت کو مستلزم ہے۔ اسلام کے سامنے مختلف فرقوں کی غداری کی ایک طویل داستان بھی ہمارے سامنے ہے، جس کا بیان کرنا کم از کم مولانا مظہر علی صاحب کے لئے خوش آیند نہ ہوگا۔ اگر مولانا صاحب مجبور کریں گے تو یہ داستان بھی بادل ناخواستہ سنانی پڑے گی۔

قادیانی تو بہرحال چھپن ہزار ہیں۔ ہم تو آٹھ کروڑ مسلمانوں میں سے ایک کروڑ کو علیحدہ کر دینے کی حمایت بھی کر سکتے ہیں بشرطیکہ بقیہ مسلمان متحد رہ سکیں۔ ان کی کمزوریاں دور ہو جائیں ان کے جھگڑے ختم ہو جائیں ان کا تشتت مٹ جائے لیکن ہم جانتے ہیں کہ جو راستہ احرار نے اختیار کیا ہے۔ یہ اس مقصود حقیقی تک نہیں پہنچا سکتا۔ بلکہ فرقہ پرستی کا ایک فتنہ پیدا کر رہا ہے۔ جو اگر باقی رہا۔ تو ہندوستان میں مسلمانوں کی ہستی بالکل ختم ہو جائے گی۔ قادیانی اگر اپنے مسلمان ہونے پر اصرار کرتے جائیں تو مولانا مظہر علی صاحب ساری کوششوں کے باوجود انہیں علیحدہ نہیں کر سکیں گے۔ اس لئے کہ حکومت کے نزدیک بنائے فیصلہ مذہب ہر گروہ اور جماعت کا دعوے ہے نہ کہ دوسروں کے فتاوے لیکن احرار کے اٹھائے ہوئے فتنے سے اس صورت حالات کے امکانات بہت بڑھ جائیں گے۔ جو ہندوؤں میں ڈاکٹر امبیدکر کی وجہ سے پیدا ہو گئی ہے یعنی جس فرقے کو کل نشستیں نہیں ملیں گی۔ وہ فرقہ ڈاکٹر امبیدکار کی طرح علیحدگی کا اعلان کر دے گا۔ ہم جانتے ہیں کہ یو۔ پی کے شیعوں اور بنارس کے اہل حدیث نے اسی بناء پر مخلوط انتخاب کی حمایت کی تھی اور اگر احرار کا فتنہ خدانخواستہ ترقی پذیر ہوا۔ تو جو پریشانی آج ہندوؤں کو لاحق ہے اس کے لئے مسلمانوں کو بھی تیار رہنا چاہیئے۔

تکفیر کا وبال ضرور پڑیگا

از۔ روزنامہ انقلاب

"جس طرح تکفیر نے عام مسلمانوں کے خلاف قادیانیوں کو تقویت دی۔ اور روز بروز ان کا سلسلہ بڑھتا ہی چلا گیا، اسی طرح یاد رکھو۔ کہ تکفیر مسلمین ہی سے قادیانیوں کی مخالفت عام مسلمانوں میں بہت تیز و تند ہو گئی ہے۔ اور ہماری پیشگوئی یہ ہے۔ کہ بالآخر جو چیز قادیانیوں کو لے ڈوبے گی۔ وہ یہی ہوگی۔ کہ وہ مسلمانوں کی تکفیر کرتے ہیں۔

کلمہ گو اہل قبلہ کو کافر کہنے والا قادیانی ہو یا غیر قادیانی اپنے مقاصد میں چند روز کے لئے کامیاب ہو جائے تو ہو جائے ہمیشہ کامیاب نہیں رہ سکتا۔ تکفیر کا وبال اس پر ضرور پڑے گا۔

اللہ تعالیٰ ہمارے احرار بھائیوں کو سمجھ دے۔ قادیانیوں کو حیات ثانیہ ان کی طفیل ملی قادیان کے گرد آٹھ آٹھ میل کا محیط انہی کے طفیل "حرم منافسس" بن گیا۔ جمعہ کی نماز انہی کی وجہ سے ممنوع قرار پائی۔ قادیان میں مسلمانوں کا اجتماع انہی کی مساعی جمیلہ سے ممنوع ہوا۔ اور ابھی خدا جانے اس "جہاد بالمجاہلہ" کے کیا کیا نتائج مترتب ہونے والے ہیں"۔

(افکار و حوادث "انقلاب" ۱۳ دسمبر ۱۹۳۵ء)

سانحہ ارتحال

محترم مکرم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ نہایت افسوس کے ساتھ قارئین پیغام صلح کو اطلاع دیجاتی ہے کہ میرا بھتیجا مسمی قبول احمد پسر مرزا اگل عباس صاحب راولپنڈی مورخہ ۱۴ ماہ جولائی ۵۲ء کراچی جناح ہسپتال میں چند یوم کی علالت کے بعد بلڈ پریشر کی وجہ سے فوت ہو گیا ہے۔ مرحوم بڑی خوبیوں کا مالک تھا۔ گارڈن کالج راولپنڈی ایف اے کلاس میں تعلیم پاتا تھا۔ یہ بیس سالہ نوجوان شاہ زور پہلوان ہونے کے علاوہ تبلیغ اسلام میں ایک نمونہ تھا۔ قرآن شریف ترجمہ بھی پڑھا ہوا تھا۔ عیسائی پروفیسروں کے ساتھ بائبل کے گھنٹہ میں اکثر بحث مباحثہ کرتا رہتا تھا۔ تبلیغ احمدیت میں اسکا خاص شغل تھا۔ وہ ایک صالح نوجوان دیگر نوجوانوں کے لئے ایک نمونہ تھا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ امید ہے احباب جنازہ غائبانہ پڑھیں گے۔ دوسری اطلاع یہ ہے کہ میرا پوتا مسمی طارق پسر مرزا خورشید احمد مورخہ ۲۶ ۷ ۵۲ کو بمقام نواب شاہ سندھ فالج کے حملہ سے

احرار — بارہ مصالح کی چاٹ

مولانا عبد المجید سالک

افکار و حوادث از روزنامہ انقلاب ۲۲ جنوری ۱۹۳۶ء

یہ مجلس احرار ہے یا بارہ مصالح کی چاٹ؟ جب دیکھو بعض مصالح ہی اس کے مدنظر ہوتے ہیں مسجد شہید گنج کا ہنگامہ برپا ہوا۔ مسلمانوں نے گولیاں کھائیں۔ اور یہ مقدسین ٹک ٹک دیدم دم نکشیدم پر عمل پیرا رہے۔ جب پوچھا گیا حضرت آپ آگے کیوں نہیں بڑھتے۔ تو فرمانے لگے مسجد یقیناً خانۂ خدا ہے۔ سکھوں نے حقیقتاً برا کیا۔ کہ اس کو گرا دیا۔ لیکن ہمارا الگ رہنا **ملکی مصالح** کی وجہ سے ہے۔

جب اس ہنگامہ کے متعلق احرار کا پہلا بیان شائع ہوا۔ تو اس میں نہ مسجد کے احترام کا ذکر تھا۔ نہ سکھوں کی مذمت کی گئی تھی۔ نہ شہدا کے لئے دعائے مغفرت۔ نہ زخمیوں اور مصیبت زدوں کے لئے امداد کی اپیل۔ جب پوچھا گیا۔ کہ حضرت اس تغافل کے کیا معنی؟ تو ارشاد ہوا۔ کہ مسجد یقیناً محترم ہے سکھوں نے یقیناً اس کی بے حرمتی کی۔ شہدا یقیناً دعائے مغفرت کے مستحق ہیں لیکن **جماعتی مصالح** کا تقاضا اس وقت یہی تھا۔ کہ ان معاملات کے متعلق خاموشی اختیار کی جائے۔

پھر جب مسلمانوں کی طرف سے لے دے شروع ہوئی۔ احرار کے حامی اخبارات بھی بگڑ کھڑے ہوئے۔ جا بجا احرار کی ذلت و رسوائی ہونے لگی۔ تو پھر سکھوں کی اس حرکت کے خلاف ایک قرارداد ملامت منظور کی گئی۔ اور شہداء کے لئے دعائے مغفرت بھی مانگی گئی۔ اس پر سکھ دوستوں نے کہا "مہاراج یہ کیا؟ آپ تو اچھے خاصے غیر جانبدار تھے۔ یہ جانبداری کیا معنی؟ تو ارشاد ہوا **احراری مصالح** اسی کے مقتضی تھے۔ آخر ہمیں مسلمانوں کو بھی تو منہ دکھانا ہے۔

اس کے بعد ان مقدسین نے ایک نئی قلابازی لگائی۔ صدر احرار نے اپنی ایک تقریر میں شہید گنج کے حادثہ کا سارا الزام حکومت پر عائد کیا۔ اور رات کے دو بجے تک پولیس کا انتظار کرتے رہے کہ وہ آئے اور صدر محترم کو شہادت کا تاج پہنائے۔ لیکن افسوس کہ کوئی نہ آیا ؎

اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

دوسرے دن اخبار "مجاہد" کا جو پہلا پرچہ نکلا۔ اس میں صدر احرار کی تقریر کا ایک لفظ بھی درج نہ تھا۔ پوچھا گیا۔ کہ حضرت یہ کیا معاملہ ہے۔ تقریر میں وہ شور اشوری اور تحریر میں یہ بے نمکی! ارشاد ہوا۔ کہ یہ **قانونی مصالح** ہیں۔

پھر یہ معاملہ کونسل میں پہنچا۔ مولانا مظہر علی نے ایک نہایت تھسے کی تقریر فرمائی جس میں سکھوں کو انہدام مسجد کے الزام سے بالکل بری قرار دیا۔ اور دوبارہ حکومت ہی کو ذمہ دار قرار دیا اس پر پوچھا گیا۔ کہ حضرت این چہ بوالعجبی است۔ جن لوگوں نے مسجد اپنے ہاتھ سے گرائی وہ تو بے قصور ٹھہرے اور حکومت کے خلاف آپ کی فصاحت و بلاغت کا سمندر اُمڈ پڑا۔ ارشاد ہوا۔ کہ صوبے کے **سیاسی مصالح** اسی کے مقتضی ہیں۔

اس کے بعد جب صوبے کے سیاسی مستقبل کے متعلق "انقلاب" سے بحث چھڑی۔ اور احرار نے باواز بلند پکارنا شروع کیا۔ کہ مسلمانوں کو اتحاد کی دعوت دینا گمراہی ہے۔ نیاز مندوں نے گھبرا کر سوال کیا۔ حضرت ہم دو سو سال سے تو یہی سنتے آئے ہیں۔ کہ مسلمانوں کو ہر حال میں متحد رہنا چاہیئے۔ یہ آپ نے نیا مذہب کہاں سے تراشا۔ کہ ان کے لئے متفرق رہنا ہی ضروری ہے؟ اس پر ارشاد ہوا **افتراقی مصالح** کا تقاضا یہی ہے۔ کہ ہندوؤں اور سکھوں کو متحد نہ ہونے دیا جائے۔

جب "انقلاب" نے دوران بحث میں شہید گنج کا ذکر پھر چھیڑا۔ تو مولانا مظہر علی نے دبی زبان سے ادھر ادھر کی باتیں ہانک کر یہ فرمایا۔ کہ اگر تفصیلات معلوم کرنا چاہو تو خلوت میں

پِل رہی ہیں انکے چندوں پر مگر احرارِ ہند

از مولانا ظفر علی خان

میں نے کل پوچھا یہ صدر مجلس احرار سے
بندہ پرور آپ کیوں ہیں خاکساروں کے خلاف

گر عقائد کی بنا پر آپ کی ہے ان سے جنگ
کیوں نہیں ہیں آپ پھر زنار داروں کے خلاف

چار مشرک ہیں پٹیل و گاندھی و نہرو و گھوش
کاش ہوتی آپکی یلغار چاروں کے خلاف

ہنس کے فرمانے لگے ارشاد عالی ہے بجا
ہو تو جائیں ہم بھی ان مُردار خواروں کے خلاف

پِل رہی ہیں ان کے چندوں پر مگر احرارِ ہند
پھر وہ کیونکر بول اٹھیں ان پروردگاروں کے خلاف

کانگرس نے پال رکھے ہیں مدینہ کے کچھ اونٹ
عالمِ اسلام ہے ان بے مہاروں کے خلاف

سن لو ہم تمہاری شرارت کو خوب جانتے ہیں تم چاہتے ہو۔ کہ ہم ناگفتنی باتیں اخبار میں بیان کرکے اپنی ضمانت کرالیں۔ انشاءاللہ ہم ہرگز ضمانت کی نوبت نہ آنے دیں گے یہاں **اقتصادی مصالح** اظہار حق میں حائل ہو گئے۔

عجب مصالح دار جماعت ہے۔ کہ جس کی کوئی بات چٹ پٹے سے خالی نہیں۔ ارے بھائی۔ کسی وقت تو یہ بھی کہو۔ کہ ہم فلاں بات سچائی اور ایمانداری کے مصالح سے کہتے ہیں۔ دل میں کچھ ہوتا ہے زبان پر کچھ لاتے ہو۔ اور ہمیشہ مصالح کی اوٹ میں پناہ لیتے ہو۔ آخر یہ کہاں کی حریت پسندی ہے۔

اگر کوئی دوسرا آدمی تمام مصالح کو مدنظر رکھ کر بات کرے تو اس کو "رجعت پسند" "انگریز پرست" اور خدا جانے کیا کیا کچھ کہہ ڈالتے ہو۔ اور اپنا یہ حال ہے۔ کہ جماعت احرار کا کوئی پکوان بھی **مصالح** سے خالی نہیں ہوتا۔ اگر آپ جیسی حق پرست جماعت بھی مصالح کی غلام ہے تو تا بہ "رجعت پسنداں" چہ رسد۔ وہ تو بیچارے آغاز کار ہی سے مصلحت بین اور دور اندیش واقع ہوئے ہیں۔
مسلمانوں کے سامنے سب سے بڑی مصلحت اسلام اور مسلمانوں کی عزت ہونی چاہیئے۔ باقی تمام مصالح کو بالائے طاق رکھ دینا چاہیئے ؎

مصلحت دید من آنست کہ یاراں ہمہ کار
بگزارند و خم طرۂ یارے گیرند

"زمیندار" کی ناصیہ فرسائی انگریزی حکومت کی دہلیز پر

"زمیندار" جو اس زمانہ کے مجاہد اعظم حضرت مرزا غلام احمد رحمۃ اللہ علیہ پر انگریزی حکومت کی وفاداری اور احسانمندی کا طعن کرتا رہتا ہے خود انگریزی حکومت کو کیا سمجھتا رہا اور اس کا سر حکومت انگریزی کی دہلیز پر کس طرح ناصیہ فرسائی کرتا رہا اس کا مختصر حال ذیل میں اس کے اپنے منثور و منظوم کلام سے پیش کیا جاتا ہے

انگریزی حکومت کی مدح سرائی نثر میں

ایمان و انصاف کی علمبردار حکومت

بنی نوع انسان کو اطمینان رکھنا چاہیئے۔ کہ ابھی دنیا کے خاتمہ میں کچھ مدت باقی ہے۔ اس لئے کہ بدکاری و گناہ ۔ بے ایمانی اور جھوٹ ۔ چوری اور حرامکاری کے سیاہ بادلوں میں ہم کو ایک روپہلی کرن نظر آتی ہے۔ جس پر ہماری ہستی کی امیدیں قائم ہیں۔ اور وہ درخشاں شعاع دولت برطانیہ ہے یورپ اور امریکہ کی سلطنت اور ابلیسانہ مادہ پرستی کی سیاہی میں یوں چمک رہی جیسے خاک میں کندن دمکتا ہو۔ اور اگر آج دنیا میں قیامت نمودار نہیں ہوتی۔ تو اس کا باعث یہ ہے۔ کہ ابھی تک برطانیہ ایمان و انصاف کی علمبرداری کے لئے موجود ہے۔ انصاف و ایمان کی نام لیوا اور حقیقی معنوں میں ان دونوں سعادتوں کی حلقہ بگوش اگر کوئی سلطنت ہے تو سلطنت انگلستان ہے۔

(زمیندار - ۱۱ر اکتوبر ۱۹۱۱ء)

انگریزی اور ترکی دونوں اسلامی سلطنتیں ہیں

...... انگریزی اور ترک دونوں اسلامی سلطنتیں ہیں۔ اور ان سے مسلمانان عالم کی بہت سی امیدیں وابستہ ہیں۔ (از مولانا ظفر علی زمیندار ۱۱ر اکتوبر ۱۹۱۱ء)

انگریزی حکومت آیۂ رحمت ہے

"زمیندار" سرکار انگریزی کا سچا خیر خواہ اور وفادار ہے۔ اور اس وفاداری کی تہ میں اس کی کوئی ذاتی غرض مخفی نہیں .... وہ گورنمنٹ کا وفادار اور خیر سگال ہے تو صرف اس لئے کہ وہ ہندوستان میں سرکار انگریزی کے وجود باجود کو آیہ رحمت سمجھتا ہے اور ایسا سمجھنے میں اس کی کوئی ذاتی غرض مرکوز نہیں ...... زمیندار گورنمنٹ کا ایسا وفادار خادم ہے جو کسی غرض و مطلب کے بغیر اس پر اپنی جان نثار کرنا قومی و مذہبی فرض سمجھتا ہے۔ اور وہ اپنی قوم کو بھی اپنے ہی جیسا خالص وفادار و عقیدت شعار بنانا چاہتا ہے۔

(زمیندار - ۱۲ر نومبر ۱۹۱۱ء)

جو مسلمان حکومت انگریزی سے سرکشی کرے وہ مسلمان نہیں

ہم یہ بات اپنی تقریر و تحریر میں پہلے ہی ظاہر کر چکے ہیں۔ اور پھر کہتے ہیں کہ ہندوستان دارالسلام اور دارالاسلام ہے۔ جہاں دھڑلے سے مسجدوں میں اذانیں دی جاتی ہیں۔ جہاں پادریوں کے پہلو بہ پہلو اسلامی مناد اور واعظ تبلیغ دین مبین کا فرض انجام دے رہے ہیں۔ جہاں پریس ایکٹ کے موجود ہونے پر لوگوں کو تحریر و تقریر کی وہ آزادی حاصل ہے جس نے ایک عالم کو متحیر بنا رکھا ہے جہاں وہ تمام اقتصادی و تمدنی و سیاسی برکتیں جو کسی آزاد قوم کو حاصل ہونی چاہئیں اعتدال آمیز حریت کے ساتھ انہیں حاصل ہیں مسلمان ایسی جگہ ایک لمحہ کے لئے بھی ایسی حکومت سے بدظن ہونے کا خیال نہیں کر سکتے۔ اس مذہبی آزادی اور امن وامان کی موجودگی میں اگر کوئی بدبخت مسلمان گورنمنٹ سے سرکشی کی جرأت کرے۔ تو ہم ڈنکے کی چوٹ سے کہتے ہیں کہ وہ مسلمان مسلمان نہیں۔" (زمیندار - ۱۱ر نومبر ۱۹۱۱ء)

برطانیہ کی خاطر جلتی آگ میں کودنے کی تلقین

اگر خدانخواستہ گورنمنٹ انگلشیہ کی کسی مسلمان طاقت سے ان بن ہو جائے تو مسلمانان ہند اوّل تو آخر وقت تک گورنمنٹ سے یہی التجا کریں گے کہ وہ اس جنگ سے محترز رہے۔ اگر انکی استدعا شرف پذیرائی حاصل نہ کرے اور گورنمنٹ کو لڑائی کے بغیر اپنی مصلحتوں کی بناء پر چارہ نہ رہے تو ایسی حالت میں مسلمانوں کو اسی طرح سرکار کی طرف سے جلتی آگ میں کود کر اپنی عقیدتمندی ثابت کرنی چاہیئے جس طرح سرحدی علاقہ اور سمالی لینڈ کی لڑائیوں میں مسلمان فوجی سپاہیوں نے اپنے مذہبی اور قومی بھائیوں کے خلاف جنگ کر کے اس بات کا بارہا ثبوت دیا ہے کہ اطاعت اولی الامر کے اصول کے وہ کس درجہ پابند ہیں۔ (زمیندار ۱۲ر نومبر ۱۹۱۱ء)

انگریزی حکومت کی مدح سرائی نظم سے

دعا بحق انگریز

ہند میں آپ صد ہا سال رہیں ؛ خوف ہو آپ کی سطوت کو نہ کچھ لیپن سے

(از ظفر علی - بہارستان صفحہ ۵۰۶)

مدح جارج پنجم آنجہانی بر موقعہ رسم تاجپوشی ۱۹۱۲ء

سنا ہے نام جمشید و سکندر کا فسانوں میں ؛ مگر رکھا ہی کیا ہے ان پرانی داستانوں میں
ہے شیریں نام ایسا بادشاہ جارج کا جس کا ؛ عداوت ہے زبانوں میں صداقت ہے بیانوں میں
ودیعت ہے شہنشاہ کی عقیدت آفریں الفت ؛ سروں میں اور سینوں میں دلوں میں اور جانوں میں
دلوں میں جو کچھ آئے ترجماں اسکی زبانیں ہوں ؛ کہاں حاصل تھیں یہ آزادیاں اگلے زمانوں میں
یہ سچ ہے ہم مسلمانوں کو یہ نعمت میسر تھی ؛ شمار اس کا ہے لیکن قرون اول کے نشانوں میں
نظر آتی نہیں ظل الہی سا ان دونوں کو ؛ برہمن کو صنمخانہ میں مسلم کو اذانوں میں
سلامت قیصرہ کو اور قیصر کو خدا رکھے ؛ یہی اک نغمہ جاں پرور ہے اب قومی ترانوں میں

ہمارے واسطے کیا کم یہی انعام و عزت ہے
کہ داخل ہو گئے قیصر کے ہم بھی مدح خوانوں میں

فرض منصبی

ہز میجسٹی جارج پنجم کی ثنا ؛ ہے ہمارا ایک فرض منصبی
آپ کے عہد ہمایوں میں ہے ہند ؛ ہر طرح کی ہے میسر خرمی
آج اگر لکھیں نہ مدح شاہ ہم ؛ کام پھر آئیگی کس دن شاعری
اے خدا قیصر ہمارے خوش رہیں ؛ ہو ترقی دولت و اقبال کی
باعث خاطر خواہ ہے ہر دل کی مراد ؛ شان اور عظمت بڑھے انگلینڈ کی

(زمیندار - ۱۰ دسمبر ۱۹۱۱ء)

دعا

عالم میں شاہ جارج کا اونچا علم رہے ؛ قائم ہر ایک ملک میں جاہ و حشم رہے
ہر دم خدائے پاک کا فضل و کرم رہے ؛ دشمن پر اک سدا تیغ دو دم رہے
آئے نہ باغ ہند میں باد خزاں کا دور ؛ لاکھوں برس یہاں رہے امن و اماں کا دور

(۹ر دسمبر ۱۹۱۱ء)

گاڈ سیو دی کنگ

تزئین تخت شہ جارج کا ہے دہلی میں ؛ شکوہ کسروی و اکبری وقار بھی دیکھ
سنا ہے تو نے سلیماں کے تخت کا قصہ ؛ تو ہند میں شہ انگلینڈ کا دربار بھی دیکھ
حدیث عاشق و معشوق تو سنی برسوں ؛ تعلقات رعایا و شہریار بھی دیکھ
کہا جو لاکھوں نے مل کر گاڈ سیو دی کنگ ؛ ملک کہیں گے فلک پر گاڈ سیو دی کنگ

(زمیندار ۲۹ر نومبر ۱۹۱۱ء)

زمیندار کی پیشانی کا شعر

ہم خیر خواہ دولت برطانیہ رہے ؛ سمجھیں جناب قیصر ہند اپنا جاں نثار
اگر خیر خواہ دل سے ہو نہ تاج کے ؛ تو پرچے اڑا دو سوراج کے

حضرت امام زمان اور آپکی جماعت کے معتقدات اور خدمات اسلام

جس شخص اور جس جماعت کی وجہ سے اسلام کا روشن چہرہ نمایاں ہو رہا ہے اسکو مٹانا کسی عقلمند مسلمان کا کام نہیں

حضرت امیر قوم مولنا صدرالدین صاحب کا بصیرت افروز بیان

حضرت امیر قوم مولنا صدرالدین صاحب ایدہ اللہ نے موجودہ شورش و ہنگامہ کے پیش نظر ذیل کا مضمون ایبٹ آباد سے لکھ کر بھیجا ہے جو امید ہے بہت سے لوگوں کے لئے ہدایت کا موجب ہوگا۔

بیجا محبت کی وجہ سے غلو نہ کرو

ولا تطرونی کما اطرت النصاریٰ عیسیٰ

یہ ارشاد نبوی ہے جس کے معنے یہ ہیں۔ کہ حضرت عیسیٰ کی قوم نصاریٰ نے اپنے پیغمبر کو بیجا محبت کی وجہ سے انسانیت اور پیغمبر کے درجے سے اُٹھا کر خدا کا درجہ دے رکھا ہے اس لئے میں اپنی قوم کو مخاطب کرکے تلقین کرتا ہوں کہ آپ نے میرے متعلق اس قسم کا غلو نہ کرنا اور نہ ہی میرے بیجا حمد و ثنا کرنا، میں تو خدا بزرگ و برتر کے سامنے ایک عاجز بندہ ہوں اور اس کا پیغام پہنچانے والا ہوں، فانما انا عبد فقولوا عبد اللہ ورسولہ - انا اکل کما یاکل العبد ولا اکل وانا متکئ لست بملک ولست بجبار۔ میں ایک بندہ کی طرح اٹھتا بیٹھتا اور کھاتا پیتا ہوں، میں نے بادشاہ ہوکر بادشاہوں کی کروفر کو اختیار کرنا پسند نہیں کیا اور نہ ہی میرے احکام و اعمال میں کسی قسم کا جبر ہے۔

حضرت نبی کریمؐ کا حلم و تواضع

چنانچہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کمال درجے کے حلم و تواضع سے کام لیتے تھے۔ لکھا ہے کانت امۃ من اماء المدینۃ لتاخذ بید رسول اللہ فتنطلق بہ حیث شاءت۔ یعنی مدینہ طیبہ کی لونڈیوں میں سے ایک ادنیٰ سی لونڈی اس بادشاہ وقت کا ہاتھ پکڑ کر اپنے ساتھ لے جاتی اور اپنی مصیبت بیان کرتی اور دادخواہی کرتی تھی۔ اور مجلس میں غرباء کے اندر بیٹھ جاتے تھے جس سے ان کے دل باغ باغ ہوجاتے اور وہ فخر سے کہتے کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقعد معنا ویدنو منا حتی تمس رکبتنا رکبتہ وکان یقول محیکم المحیا ومحکما الممات یعنی حضور نبی کریم ہمارے ساتھ بیٹھ جاتے اور اتنا قریب ہوکر بیٹھتے کہ حضور کا گھٹنا ہمارے گھٹنوں کو مس کرتا تھا اور فرمایا کرتے تھے میرا مرنا اور میرا جینا تمہارے ساتھ ہوگا۔

حضرت نبی کریمؐ اور مکارم اخلاق

الغرض حضور نبی کریم صلعم نے اپنی تلقین سے اور اپنے عملی نمونہ سے لوگوں کے دلوں میں اس بات کو بٹھا دیا تھا کہ باوجود بادشاہ ہونے کے اور باوجود محبوب خدا ہونے کے انسان ہیں اور خدا نہیں ہیں۔ اگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایسا نہ کرتے تو اندیشہ تھا کہ لوگ ان کو خدائی کا درجہ نہ دے دیں۔ ان کی فتوحات کا رعب اور اثر عرب پر اور ملحقہ ممالک کے باشندوں پر بہت غیر معمولی طور پر گہرا تھا۔ اخلاقی اور روحانی انقلاب جو ساری کی ساری قوم میں پیدا کیا وہ تو خدائی کرشمہ تھا۔ باوجود اس کے انسانیت ان سے علیحدہ نہ ہوئی بلکہ انہوں نے انسانیت کو اس کے کمال تک پہنچا دیا۔ انی بعثت لاتمم مکارم الاخلاق۔ میں مکارم اخلاق کو کمال تک پہنچانے کے لئے مبعوث کیا گیا ہوں۔

اہل اقتدار کی ایک کمزوری

اہل اختیار و اقتدار لوگوں کے اندر ایک اور کمزوری پیدا ہوتی ہے وہ یہ کہ بڑے بڑے آدمیوں کی تذلیل کرتے ہیں۔ اس لئے کہ وہ ان سے خائف ہوتے ہیں۔ ان کو ڈر دامنگیر ہوتا ہے کہ ان کی وجہ سے میری وجاہت میں اور میرے رتبہ میں کمی واقع ہوگی۔ ان الملوک اذا دخلوا قریۃ جعلوا اعزۃ اھلھا اذلۃ وکذالک یفعلون۔ بادشاہ جب کسی ملک میں فاتحانہ حیثیت میں داخل ہوتے ہیں تو وہاں کے معزز لوگوں کو ذلیل کرکے رکھتے ہیں اور یہ دستور دنیا ہے) ایسا ہی کیا کریں گے۔ چنانچہ ہمارے سامنے انگریزوں اور امریکنوں نے جرمنوں اور جاپانیوں پر فتح پاکر ان پر خوفناک مظالم توڑے ہیں۔ طرح طرح سے ان کے سرداروں کو ان کے سائنس دانوں کو اور ان کے جرنیلوں کرنیلوں کو گولی کے سپرد کیا ہے اور شدت انتقام سے ان کی عورتوں کی عصمت برباد کی ہے اور اس پر فخریہ بیانات شائع کئے ہیں۔

حضرت نبی کریم صلعم فتح کے موقعہ پر

اس کے برخلاف فتح مکہ کے موقعہ پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اور حضور کی سپاہ نے رات خدا کی تہلیل و تکبیر و تحمید میں گذاری اور کعبۃ اللہ میں عبادت کی اور اعلان کر دیا کہ لوگو تسلی رکھو تمہارا مال نہیں لوٹا جائے گا کسی کی بے حرمتی نہیں کی جائے گی، تم کو قتل نہیں کیا جائے گا اور معزز لوگوں کے احترام میں فرق نہ آنے پائے گا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے ایسا نمونہ پیدا کیا اور نمونہ پیدا کیا جو ساری دنیا کے لوگوں کی رہنمائی کا سامان مہیا کرتا ہے۔ شراب نہیں، رقص نہیں، بدکاری نہیں، لوٹ کھسوٹ نہیں، افراتفری نہیں، ظلم و ستم نہیں، تکبر نہیں، رعونت نہیں، بلکہ اس تعلیم کی تکمیل ہے جس کا اعلان ان الفاظ میں فرمایا تھا انی بعثت لاتمم مکارم الاخلاق۔

عجز و انکسار کی انتہا

اس کرشمہ سازی اس لاجواب کرشمہ سازی کے موقعہ پر بھی اپنی عبودیت اور اپنے عجز و انکسار کا پبلک میں اظہار فرمایا۔ اپنی اونٹنی قصویٰ پر اپنے ساتھ اسامہ بن زید کو بٹھایا ہوا تھا کہ خدا کا رسول و محبوب اور ایک غلام زادہ از روئے تعلیم اسلام برابر ہیں اور اس اونٹنی پر تمام لوگوں کے سامنے خدا کے حضور نہایت عجز سے سر جھکا دیا اور عرض کیا تو نے اس اپنے وعدے کو پورا کیا اور تو نے اپنے بندے کی نصرت فرمائی۔ اور تو نے خود دشمنوں کی افواج کو شکست دی یعنی یہ فتح میری ہمت و شجاعت اور میری فوج کی ہمت و شجاعت کا نتیجہ نہیں ہے بلکہ محض فضل خداوندی ہے ان کے ذیل کے کلمات طیبات ملاحظہ ہوں الحمد للہ الذی انجز وعدہ ونصر عبدہ وھزم الاحزاب ...... جس سے عیاں ہوتا ہے کہ اگر یہ تلقین فرمائی کہ مجھے خدا نہ بنانا جس طرح نصاریٰ نے اپنے پیغمبر عیسیٰ کو خدا بنا لیا ہے تو اپنے اقوال اور اعمال سے زیادہ وضاحت و فصاحت کے ساتھ لوگوں کے دلوں میں اس امر کو بٹھا دیا کہ حضور کو کسی رنگ میں بھی خدائی کا دعوے نہیں ہے اللھم صل وسلم وبارک علی سیدنا محمد وعلی آل سیدنا محمد۔

غلو اور تفریط سے امتناع

آنحضرت علیہ افضل الصلوٰۃ والتحیات کی اس قسم کی تعلیم قرآن کریم کے احکامات پر مبنی تھی۔ چنانچہ کتاب حکیم میں مکرر لکھا ہے یا اھل الکتاب لا تغلوا فی دینکم۔ اور غلو سے اجتناب کرنے کی تلقین سورہ فاتحہ میں بھی دی ہے جو ولا الضالین کے الفاظ میں ہے۔ یعنی کسی کی بیجا محبت کی وجہ سے غلو کرکے اس کے اصلی مقام سے بلند نہ کرو کیونکہ یہ جادۂ مستقیم سے انحراف ہے جو منزل مقصود تک نہیں پہنچا سکتی، جہاں صراط مستقیم پر چلنے والا عنایات و انعامات ربانی کا مستحق ہوتا ہے وہاں اس طریق سے منحرف ہونے والا یا تو یہودیوں کی طرح سختی سے لفظ پرستی کرتا ہوا مذہب کی روح سے بیگانہ ہوکر طرح طرح کی نافرمانیوں کے باعث اور حق کی تکذیب کے باعث غضب الہٰی کا نشانہ بنتا ہے اور یا عیسائیوں کی طرح جہالت اور بے علمی کی بناء پر اپنے رہنما کو الوہیت کا جامہ پہنا دیتا ہے۔ ان دونوں امور کا ہر روز مسلمانوں کی نمازوں میں دہرایا جانا...... ان کی اہمیت کی دلیل ہے جن سے مسلمانوں کو غفلت نہ برتنی چاہیئے۔

اگر وہ ایسا کریں گے تو باوجود منعم علیہ گروہ ہونے کے اور امت مرحومہ میں شامل ہونے کا فخر حاصل کرنے کے اور باوجود خیر امۃ کے معزز ترین خطاب و انعام کے کہیں مغضوب یا ضالین کے گروہ میں نہ شمار کئے جائیں۔ ان میں اول الذکر گروہ بدعمل ہے اور دوسرا سراسر جاہل و بے علم ہے۔ اول الذکر کے متعلق فرمایا ضربت علیھم الذلۃ والمسکنۃ اور مؤخر الذکر کے متعلق فرمایا وما لھم بہ من علم ولا لآبائھم یعنی ان کے چھوٹے سے لیکر بڑے سے بڑے پادری اور بشپ کے پاس مسیح کی ابنیت اور الوہیت اور تثلیث اور کفارہ وغیرہ کے متعلق قطعاً کوئی علمی اساس اور دلائل نہیں ہیں۔ مسلمانوں کے لئے ڈرنے کا مقام ہے کہ آیا وہ خدا اور اس کے رسول کی تلقین کے ہوتے ہوئے ایسے راستے پر تو گامزن نہیں ہو رہے جو خدا تعالےٰ کے غضب اور اس کی ناراضی کا باعث ہے۔

اماموں اور پیشواؤں کے متعلق غلو

لیکن مسلمانوں نے کبھی اپنے اپنے امام اور مقتدا کے متعلق غلو سے کام لیا۔ کبھی وہ غلو حضرت عبدالقادر جیلانی کے متعلق ہوا اور کبھی سخی سرور سلطان کے متعلق کبھی معین الدین چشتی کے متعلق اور کبھی اِس کے متعلق اور کبھی اُس کے متعلق۔ یہ بے جا محبت اور بے جا عشق کے کرشمے ہیں۔ کسی کسی گروہ نے تو اس ذات گرامی کے متعلق بھی غلو کیا ہے جس نے غلو کرنے کی مخالفت کی تھی۔ کسی نے کہا انما انا بشر کا ترجمہ یہ ہے کہ میں قطعاً بشر نہیں ہوں۔ کسی نے کہا حضور کا سایہ نہ تھا۔ کبھی یہ فخر کیا کہ کسی نے حضور کا پیشاب پی لیا تو ساری عمر اس کے وجود سے خوشبو آتی رہی۔ کسی نے کہا حضور کے پسینہ کے قطرات جہاں گرتے وہاں گلاب اُگ کھڑا ہوتا۔ اس کا نتیجہ کیا ہوا خود تو غلو میں پھنس گئے اور دشمنان اسلام نے ان کتابوں سے اس قسم کے اعتقادات شائع کر کے حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر پھبتیاں اُڑائیں۔

حضرت امام زمان کا حلم و انکسار

ہمارے زمانہ کے امام نے بھی اپنے اقوال سے اور اپنے عملی نمونہ سے ہم پر یہ ظاہر کیا کہ وہ انکسار اور حلم کا نمونہ تھے اور وہ فرماتے تھے کہ میرے لئے یہی فخر کافی ہے کہ حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے دین کا خادم ہوں۔ ان میں اپنے علم اور اپنی عبادت کی وجہ سے قطعاً کوئی تکبر یا نخوت نظر نہ آتی تھی۔ دوستوں کی دل سے تکریم کرتے تھے اور قادیان کے ہندوؤں اور سکھوں سے ہمیشہ بامروت پیش آتے تھے۔

مسئلہ نبوت اور مسلمانوں کی دلجوئی

اور وہ بار بار مسلمانوں کی دلجوئی کے لئے اعلان کرتے تھے کہ میرے عقائد اہل سنت والجماعت کے مطابق ہیں اور میں اپنے مسلمان بھائیوں کی دلآزاری پسند نہیں کرتا۔ اگر میں اصولاً یہ لکھتا ہوں کہ محدثین کو مجازی طور پر نبوت کی چادر پہنائی جاتی ہے تو یہ آئمہ دین کا مذہب ہے لیکن اگر وہ اس سے یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ میرا دعوےٰ نبوت کرتا ہوں تو میں ان الفاظ کو بھی استعمال کرنا پسند نہ کروں گا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے میرا دعوےٰ سوائے محدثیت اور مجددیت کے اور کچھ نہیں ہے۔ نبوت حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ختم ہو چکی ہے جیسا کہ خاتم النبیین کی نص صریح ظاہر کرتی ہے۔

دعوےٰ نبوت سے انکار

اور فرمایا کہ:۔

"کیا ایسا بدبخت مفتری جو خود رسالت و نبوت کا دعوےٰ کرتا ہے قرآن شریف پر ایمان رکھ سکتا ہے اور کیا وہ شخص جو قرآن شریف پر ایمان رکھتا ہے اور آیت ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین کو خدا کا کلام یقین کرتا ہے وہ کہہ سکتا ہے کہ میں بھی آنحضرت صلعم کے بعد رسول اور نبی ہوں"

اور فرمایا "ہم بھی مدعی نبوت پر لعنت بھیجتے ہیں" اور فرمایا جب نبوت ختم ہے تو نہ کوئی جدید نبی آ سکتا ہے اور نہ ہی قدیم، اور وہ لوگ جو میری طرف دعوےٰ نبوت منسوب کرتے ہیں مجھ پر افتراء باندھتے ہیں میں خدا کو حاضر و ناظر یقین کرتے ہوئے اعلان کرتا ہوں کہ میرا کوئی نبوت کا دعوےٰ نہیں ہے۔ اور فرمایا آنحضرت صلعم نے خاتم النبیین کی تفسیر لا نبی بعدی سے کر دی ہے اور اسی طرح سے آنحضرت نے فرمایا ان النبوۃ والرسالۃ انقطعت ولا نبی بعدی ولا رسول۔ ان اعلانات کے بعد لوگوں کو یقین کرنا چاہیئے کہ حضرت مرزا صاحب کا دعوےٰ مجدد ہونے کا تھا اور نبوت کا دعوےٰ نہ تھا ولست نبی ومن ادعی النبوۃ فقد کفر یعنی میں نبی نہیں ہوں اور جو دعوےٰ نبوت کرتا ہے وہ یقیناً کافر ہے۔

نہ ماننے والوں کو کافر نہیں کہا

یہ بھی فرمایا کہ ابتداء سے میرا یہی مذہب ہے کہ میرے دعوے کے انکار کی وجہ سے کوئی شخص کافر یا دجال نہیں ہو جاتا۔ اور کہ اپنے نہ ماننے والوں کو کافر کہنا صرف ان نبیوں کی شان ہے جو خدا تعالیٰ کی طرف سے شریعت اور احکام جدیدہ لاتے ہیں، لیکن صاحب شریعت کے ماسوا جس قدر ملہم اور محدث ہیں گو وہ جناب الٰہی میں کتنی بھی اعلےٰ شان رکھتے ہوں اور خلعت مکالمات الٰہیہ سے سرفراز ہوں ان کے انکار سے کوئی کافر نہیں بن جاتا۔ اس قسم کے اعلانات ان کی اردو اور عربی مطبوعات میں کثرت سے پائے جاتے ہیں۔ فتدبروا یا اولی الالباب۔

حضرت امام الزمان کا رتبہ

ان اعلانات کے پیش نظر حضرت امام الزمان کا رتبہ مجدد زمان ہونے کا ہے اور جو شخص ان کی طرف دعوےٰ نبوت منسوب کرتا ہے ان پر ظلم کرتا ہے کیونکہ اس قسم کے غلو کی ممانعت اللہ اور اس کے رسول نے بہت شدومد کے ساتھ کی ہے۔ غلو کرنا خدا اور اس کے رسول کی ناراضی کا باعث ہے اور اس سے فتنہ پیدا ہوتا ہے جس کے نتائج خطرناک ہوتے ہیں

ہماری جماعت کا مسلک

ہماری جماعت خدا اور اس کے رسول کے فرمودہ کے پیش نظر اپنے مقتدا کے متعلق غلو کرنا ناپسند کرتی ہے۔ کیونکہ ایسا کرنے سے انسان خدا اور رسول کی بتائی ہوئی راہ سے دور جا پڑتا اور ہلاک و برباد ہو جاتا ہے۔

احکام خدا و رسول کی قدر و منزلت

حضرت مجدد زمان کے دل میں خدا کے احکام اور ارشادات نبوی کی بہت قدر و منزلت تھی، اور سرمو ان سے انحراف موجب کفر و خسران یقین کرتے تھے۔ اور فرماتے تھے کہ میں مجاز نہیں ہوں کہ شریعت غرا میں کسی قسم کا تغیر و تبدل کر دوں۔ ان کے اس دعوےٰ کا ایک دفعہ خوب امتحان ہوا وہ اس طرح پر کہ ایک دفعہ ماہ رمضان کے اختتام پر ۲۹ کا روزہ گزرنے پر عید کا چاند نظر نہ آیا۔ اور نہ کہیں باہر سے عید کے چاند کی رویت کی اطلاع موصول ہوئی۔ اس لئے حضرت صاحب اور تمام جماعت کے لوگوں نے دوسرے دن کے روزہ کے لئے سحری تناول کی اور روزہ رکھ لیا۔ چاشت کے وقت حضرت صاحب کو الہام ہوا کہ آج عید ہے وہ مسجد میں تشریف لائے اور اپنے احباب کو وہاں پر بلا کر اپنے اس الہام کی اطلاع دی اس پر جب جماعت نے پوچھا آیا ہم روزہ افطار کر لیں تو فرمایا اس الہام کی بناء پر ہم روزہ افطار نہیں کر سکتے کیونکہ شریعت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام نے افطار کرنے کے لئے رویت ہلال کی شرط رکھی ہے اور یہ نہیں جائز قرار دیا کہ کسی شخص کے الہام کی بناء پر روزہ افطار کر دیا جائے یہ مثال بتاتی ہے کہ آپ کے دل میں شریعت کی کس قدر عظمت تھی۔

حضرت نبی کریمؐ اور صحابہ کی عظمت

اسی طرح سے ان کے دل میں نہ صرف حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت مستولی تھی بلکہ وہ صحابہ کرام کے متعلق بھی اسی قسم کے خیالات کا اظہار کرتے تھے۔ چنانچہ ایک دفعہ ایک دوست نے جو ان کی محبت میں فنا تھا حلقہ احباب میں حضرت مرزا صاحب سے پوچھا کیوں نہ ہم آپ کو حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ سے برتر سمجھیں اور کیوں نہ ہم آپ کو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب یقین کریں۔ سائل کی اس جرأت نے حضرت صاحب کی غیرت کو بھڑکایا۔ اور اس پر انہوں نے ایک مبسوط تقریر کی جس میں حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے محامد اور صحابہ کرام کے فضائل بیان کئے۔ اور ان کے مقابل پر اپنے متعلق یہ کہا کہ ہمارے لئے اتنا فخر کافی ہے کہ ہم آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آنحضرت کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے کفش بردار اور ان کی خاک پا ہیں۔ یہ ایک نہایت ہی بصیرت افروز تقریر تھی جس کا اثر بہت گہرا ہوا۔ اور حضرت مولنا عبدالکریم صاحب نے قسم کھا کر اخبار الحکم میں لکھا کہ اس تقریر نے آپ کے متعلق میرا ایمان و ایقان بڑھایا اور میں پہلے کی نسبت زیادہ گرویدہ ہوا۔ جس طرح حضرت مولنا عبدالکریم جیسے بلند پایہ عرفان و ایقان کے مالک انسان کے لئے یہ واقعہ بصیرت افروز ہوا اسی طرح ہر اس شخص کیلئے یہ واقعہ بصیرت افروز ہے جس کو خدا نے علم و عرفان سے بہرہ ور کیا ہے۔ یہ وہ واقعہ ہے جس سے ایک غیرتمند مسلمان کی روح وجد میں آجاتی ہے۔

مخالف و موافق خوف خدا سے کام لیں

الغرض یہ وہ واقعات ہیں جن کی روشنی میں حضرت امام الوقت کی اصل پوزیشن نمایاں اور ممتاز طور پر لوگوں کے سامنے آجاتی ہے۔ اندریں حالات جو ان کو امام وقت تسلیم کرتے ہیں ان کے لئے اور جو ان کے مخالف ہیں ان سب کے لئے ضروری ہے کہ خدا کا خوف کریں اور ان کی طرف کوئی ایسی بات منسوب نہ کریں جو حقائق کے خلاف ہو۔

ہندو اور سکھوں سے سلوک

وہ ایک ایسے باخدا بزرگ تھے جن کی بزرگی ان کے دوستوں اور دشمنوں تک کے نزدیک مسلم ہے۔ قادیان کے نہایت متعصب آریہ اور دوسرے ہندو اور سکھ ان کی پاکیزہ زندگی اور اخلاق فاضلہ کی وجہ سے ان کی تعظیم و تکریم کرتے اور اپنی مصائب میں ان سے دعا کراتے۔

آپ کی بیش بہا تصنیفات

حضرت مرزا صاحب نے دفاع اسلام میں ایسی بیش بہا کتابیں لکھی ہیں کہ ان کے مخالف مسلمان بھی جب عیسائیوں اور آریوں کے مقابل پر نکلتے تھے تو آپ ہی کے میگزین سے اسلحہ حاصل کرتے تھے۔ تاکہ ان کو بھی ایسی فتح حاصل ہو جیسے حضرت مرزا صاحب کو حاصل ہوتی تھی یعنی ان مخالفین کے دلوں میں اعتراف تھا کہ یہ شخص ہم سے بڑھکر دین کا علم رکھتا ہے اور اس کے پاس وہ براہین نیرہ اور دلائل قاطع ہیں کہ دشمن ان کے مقابل پر عاجز ہوکر ہتھیار ڈال دیتا ہے۔ اسی طرح سے ان کے دوستوں کی تصانیف سے بھی بیشمار مسلمانوں نے استفادہ کیا ہے۔

امام وقت اور ان کی جماعت کی خدمات اسلام

حضرت امام وقت اور آپ کی جماعت دونوں اسلام کی اور مسلمانوں کی خادم ہیں اور ان کے سامنے اسلام کی خدمت کے سوا اور کوئی نفسانی یا مادی اغراض نہیں ہیں اس جماعت نے قرآن و حدیث کے تراجم دنیا میں شائع کئے اس جماعت کی سعی سے اور ان کے ایثار و قربانی سے مغرب میں اسلام کا روشن چہرہ نمایاں ہو رہا ہے اور اس وقت تک انگلستان اور امریکہ اور جرمنی میں بہت سے لوگ حضور نبی کریم کی غلامی کا فخر حاصل کر چکے ہیں۔

کون عقلمند پسند کرے گا کہ اس قسم کی فعال جماعت کو مٹا دیا جائے یا جس شخص کی وجہ سے جماعت مسلمین میں اس قسم کا جذبہ پیدا ہوا ہے اسکو مطعون کیا جائے۔ اور اس کی لاجواب تصانیف کو اور اس کے جدید علم کلام کو تباہ کر دیا جائے جو نہایت مفید ثابت ہوا اور جس نے اعداء اسلام کے گھر میں ماتم کی صفیں بچھا دیں اور ان کو مرعوب و ساکت کر دیا۔

جماعت احمدیہ کے پیدا کردہ نو مسلمین کی تصانیف

اور اعداء میں سے بہت سے قیمتی اشخاص کو نہ صرف اسلام کے حلقہ بگوش بلکہ حامی اسلام بنا دیا ہے۔ لارڈ ہیڈلے کی تصانیف ملاحظہ کریں مسٹر محمد پکتھال کی تصانیف کو مطالعہ کریں مسٹر لوکرو مسٹر ڈڈلے رائٹ ڈاکٹر ماركوس کی تصانیف کو دیکھا جائے کہ یہ اعداء اسلام تھے اور اس جماعت کی سعی سے حامی و ناصر اسلام بن گئے۔

مسلمانوں سے اپیل

میں پھر مسلمانوں سے اپیل کروں گا کہ خدا خوفی سے کام لو۔ اور ایسے کام نہ کرو جس سے اسلام کی جڑھیں کھوکھلی ہوتی ہوں اور اعداء اسلام کو شماتت اور ہنسی کا موقعہ ملتا ہو فاتقوا اللہ یا اولی الالباب۔ واللہ معکم اینما کنتم خدا ہر وقت حاضر و ناظر ہے اور ہم کو دیکھتا ہے اور ہمارے دلوں کی نیات اور ارادوں سے واقف ہے۔ اس کے حضور میں اپنی برئیت حاصل کرو۔ وہ ہمارے دلوں کی نیتوں یا بلند آہنگی سے واقف ہے اور وہ ہمارے ارادوں اور ہماری کوششوں کے موافق جزا و سزا مرتب کرے گا پس اسی کی رضا چاہو۔ والسلام۔

صدر الدین۔ یکم اگست ۱۹۵۲ء

امام مسجد ووکنگ ہالینڈ اور جرمنی میں!

ڈاکٹر محمد عبد اللہ صاحب امام مسجد ووکنگ کا گرامی نامہ

مکرمی ایڈیٹر صاحب پیغام صلح۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

میں ۲۴ جولائی کو معہ اہل و عیال ووکنگ سے رخصت ہوکر رود بار انگلستان کو عبور کرکے صبح ۷ بجے ہالینڈ پہنچا۔ اور تقریباً ۸ ½ بجے ہیگ جہاں ہالینڈ کے مشنری جناب عبد الرحمن ہبے صاحب اور ہالینڈ مشن کے مایہ ناز اور قابل قدر نومسلم جناب نور الدین احمد اورنگ سٹیشن پر استقبال کے لئے موجود تھے پہنچنے سٹیشن سے ہم سیدھے ایک ہوٹل میں پہنچے اور اس کے بعد چند اور نومسلمین سے ملاقات کی۔ بعد از دوپہر سید لال شاہ بخاری صاحب سفیر پاکستان متعینہ ہالینڈ کے ہاں چائے پر مدعو تھے۔ میری اہلیہ شاہ صاحب کی بیگم سے مل کر بہت خوش ہوئیں کیونکہ ہم سب ۱۴ سال قبل مکہ معظمہ اور جدہ میں بر موقع حج شاہ صاحب اور ان کی بیگم صاحبہ سے مل چکے تھے۔ چائے کے دوران میں مختلف موضوعات پر سلسلہ گفتگو جاری رہا۔ اور بالخصوص ہالینڈ مشن ہاؤس کے حصول کے بارہ میں تبادلہ خیالات ہوتا رہا۔ اس کے بعد شاہ صاحب نے اپنی موٹر کار برائے سیر و سیاحت پیش کی۔ شام کے کھانے کی دعوت مسٹر ذکریا ہو انڈونیشیا سفارت خانہ میں ایک افسر اعلیٰ ہیں کے ہاں تھی۔ اس کے بعد رات ہیگ میں قیام کرکے ہم سب عازم ایمسٹرڈم ہوئے۔

بندہ تو سیدھا سٹیشن سے ہی ایک پرانے ذی علم اور اسلام دوست کو جو ایک ہسپتال میں بیمار ہیں دیکھنے چلا گیا اور بچے معہ اپنی والدہ اور ماموں کے سیدھے ہوٹل چلے گئے۔ یہ ہسپتال ایمسٹرڈم سے تقریباً ۲۰ میل باہر واقعہ ہے لہذا میں بمشکل تمام ½ ۱ بجے برائے نماز جمعہ واپس پہنچ سکا۔

واپسی میں چونکہ کافی دیر ہوچکی تھی لہذا ہم سب نماز جمعہ کے لئے ہوٹل کے ایک کمرہ میں جمع ہوگئے۔ نماز جمعہ اور خطبہ کے فرائض بندہ نے ادا کئے۔ اس کے بعد کھانا کھایا اور احباب سے ملاقات کا سلسلہ شام تک جاری رہا۔ شام کا کھانا ایک انڈونیشی مسلمان کے ہاں تھا جس سے فارغ ہوکر رات ہوٹل میں بسر کرکے دوسرے روز علی الصبح ۸ بجے ہم سب عازم جرمنی ہوئے۔ راستہ میں ایک دن ہیمبرگ قیام کیا جہاں چند جرمن مسلمانوں سے ملاقات کا موقع ملا۔ دوپہر کا کھانا ایک ایرانی دوست ملک التجار حسن ونادی کے ہاں تھا جس نے اپنے عظیم الشان مکان میں بڑی پُرتکلف دعوت کا انتظام کیا ہوا تھا اور چند بڑے بڑے تاجر اور رؤساء کو طعام پر مدعو کیا ہوا تھا۔ ان تمام احباب سے مل کر بڑی خوشی ہوئی۔ آقا حسن ونادی کی اہلیہ جرمن نومسلمہ ہیں اور تبلیغ اسلام سے کافی دلچسپی رکھتی ہیں۔

دو دن ہالینڈ میں اور ایک روز ہیمبرگ میں قیام کے بعد ہم سب بذریعہ طیارہ بروز اتوار مورخہ ۲۷ ماہ جولائی شام کو برلن وارد ہوئے۔ میرے ساتھ شیخ یوسف احمد صاحب بھی میرے ہمسفر ہیں۔ برلن میں ہمارا قیام تقریباً دو ہفتہ کے لئے ہوگا۔ برلن مشن اور مسجد اور یہاں کے کام کے متعلق انشاء اللہ دوسرے خط میں عرض کروں گا۔ وباللہ التوفیق۔ والسلام

خاکسار۔ عبد اللہ۔ امام مسجد ووکنگ حال وارد برلن

اعلانِ حق

ذیل کا اعلان رؤسائے جھنگ کی طرف سے بصورت پوسٹر شائع ہوا ہے:- "جماعت احرار نے گذشتہ ایام سے اب تک ایسی تحریک جاری کر رکھی ہے کہ جو امن عامہ کے قطعی خلاف ہے۔ اگرچہ بظاہر ان کی تحریک ایک خاص جماعت کے خلاف بیان کی جاتی ہے۔ لیکن حقیقتاً اس کا مقصد ملک میں بدامنی پھیلانا اور حکومت کو بدنام کرنا ہے۔ کون نہیں جانتا کہ جماعت احرار قیام پاکستان سے پہلے مطالبہ پاکستان کے خلاف تھی اور اسی طرح علی الاعلان مسلم عوام کی مخالفت کرتی رہی اور تحریک پاکستان کے خلاف دشمنان پاکستان کے ہاتھوں میں کھیلتی رہی۔ باوجود اعلانات کے قیام پاکستان کے بعد بھی اس جماعت کے رویہ میں کوئی واضح فرق نہیں آیا۔ محض طریقہ کار مختلف کر دیا گیا ہی جو بے چینی ملک میں پھیلائی جا رہی ہے اس سے زیادہ (بھارت) کیلئے مسرت کا مقام اور کیا ہو سکتا ہے۔ اس لئے ظاہر ہے کہ تمام بہی خواہان پاکستان اس تحریک سے اپنی بے تعلقی کا اظہار کرنے پر مجبور ہیں۔

ہم مسلمانان جھنگ کی طرف سے اس تحریک سے قطعی بے تعلقی کا اظہار کرتے ہیں اور حکومت کے حالیہ اقدام کو نہ صرف بہتر تصور کرتے ہیں۔ بلکہ اسکو نہایت ہی جائز خیال کرتے ہیں۔ اور اس ضمن میں حکومت کی ہر امداد کا وعدہ کرتے ہیں وما علینا الا البلاغ - ۱/۸/۵۲ - المشتہران (۱) نواب زادہ افتخار احمد ...... انصاری جنرل سیکرٹری سٹی مسلم لیگ مگھیانہ۔

(۲) مہر محمد عارف خان ...... جنرل سیکرٹری ڈسٹرکٹ مسلم لیگ جھنگ۔

(۳) چوہدری محمد شفیع منصور ...... وائس پریذیڈنٹ میونسپل کمیٹی جھنگ مگھیانہ

(۴) شیخ محمد ابراہیم قریشی جنرل سیکرٹری سٹی مسلم لیگ جھنگ - (۵) حاجی فیروز الدین ...... نائب صدر سٹی مسلم لیگ مگھیانہ۔

(۶) چوہدری نصیر احمد ...... چیمہ ایڈووکیٹ مگھیانہ - (۷) سید اخلاق الحسن ...... ترمذی ایڈووکیٹ مگھیانہ جھنگ

(۸) راؤ محمد اسلم ...... وکیل جھنگ مگھیانہ - (۹) شیخ افتخار احمد ...... وکیل مگھیانہ

(۱۰) خان شفیق احمد خان ...... میونسپل کمشنر جھنگ (۱۱) چوہدری جلیل الرحمن خان ...... میونسپل کمشنر جھنگ

(۱۲) چوہدری رشید علی خان ...... نمبردار مگھیانہ (۱۳) چوہدری نبا محمد ...... نمبردار مگھیانہ۔

(۱۴) ملک عبد الواسع ...... مالک جھنگ فیکٹری جھنگ۔

(۱۵) حاجی فتح محمد ...... وائس پریذیڈنٹ مسلم لیگ جھنگ۔

(۱۶) میر ملک شیر ...... وکیل جھنگ۔

ہمارا انتشار اور بھارتی مسلمان

(بقیہ از صـ۲ـ)

ان کے شہری حقوق پامال کرنے کے علاوہ سربازار ان کی بہو بیٹیوں کو بے عزت کیا جاتا ہے۔ اور اگر وہ اپنے حقوق کی حفاظت کے سلسلہ میں کوئی آواز اٹھاتے ہیں تو انہیں کچل دینے کی تجویزیں سوچی جاتی ہیں۔

اے بھائیو۔ ہم پاکستانی مسلمان اگر اپنے پاؤں پر کھڑے ہو جاتے تو شاید ان مظلوموں اور بیکسوں کی بھی کوئی دادرسی ہو جاتی مگر یہاں تو یہ حالت ہے کہ ہمارے ملک کے اکثر علمائے کرام اسی بات میں اسلام کی شان خیال کر رہے ہیں کہ پاکستان کے مختلف فرقوں میں منافرت پھیلا کر ان کی وحدت ملی کو پاش پاش کیا جائے۔ اسی مقصد کے پیش نظر انہوں نے کہیں قادیانی اور غیر قادیانی کا سوال کھڑا کر دیا ہے اور کہیں سنیوں کو شیعوں کے پیچھے لگا دیا ہے۔ اور کہیں اہل قرآن حضرات کو کافر اور دائرہ اسلام سے خارج قرار دینے کے منصوبے بنائے جا رہے ہیں۔ ہماری اس تفرقہ بازی نے بھارت کے مظلوم اور بے کس مسلمانوں کو اور بھی پریشان کر دیا ہے۔ اور وہ بیچارے نہایت درد بھرے دل کے ساتھ ہمیں پکار پکار کر کہہ رہے ہیں:-

" ہمارے دل کتنے درد مند ہیں۔ ہم تم کو یہ نہیں بتا سکتے اور بتانا بھی نہیں چاہتے کہ ہم یہاں کتنے بے عزت ہیں۔ اس کا استفسار بھی تم سے مقصود نہیں کہ اس بے عزتی کے ذمہ دار تم ہو۔ اور تم سے گلہ بھی نہیں کرتے کہ تم اس کے اہل نہیں۔ تم سے کوئی مدد بھی نہیں چاہتے کہ تمہارے پاس دھرا کیا ہے؟ تم نے متاع ایمان اسلام کو زنگ آلود بنا دیا ہے تو پھر تمہارے پاس کیا رکھا ہے جو ہماری مدد کرو گے' (رسالہ مولوی دہلی۔ جولائی ۱۹۵۲ء)

ہمارے ان مظلوم اور بے کس بھائیوں کا شکوہ بجا ہے ہمارے پاس کیا دھرا ہے۔ جس سے ہم ان کی کوئی مدد کر سکیں ایک ہی بات تھی کہ ہم سب پاکستانی باہمی اتحاد کے ذریعہ خود کو مضبوط کرتے اور پھر شاید ان کے بھی کسی کام آ سکتے مگر اب تو یہ حالت ہے کہ موجودہ صورت میں ہمارا اپنا مستقبل خطرہ میں ہے۔ کیونکہ اگر ہم نے اپنے ملک کی باگ ڈور فتوے باز ملاؤں کے سپرد کر دی تو یہ لوگ ملت کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے رکھ دیں گے۔

رسالہ "مولوی" نے اپنے مضمون میں یہ بھی بیان کیا ہے کہ:-

" ہم فاقے اور بے عزتیاں برداشت کر رہے ہیں ہم غیر مسلم کی طاقت اور قوت دیکھ رہے ہیں۔ مگر ہم نے یہ سب کچھ برداشت کیا۔ جو نہیں برداشت ہو سکتا وہ یہ ہے کہ ہمارے غیر مسلم بھائی ہمارے دل و دماغ میں بھالے چبھوتے ہیں کہ یہ ہے تمہارا پاکستان؟ اسی کے لئے تم نے ہم سے لڑائی مول لی؟ تم تو کہتے تھے کہ اسلام بڑا روادار مذہب ہے، اس میں انسانی خون اور آبرو کی بڑی عزت ہے۔ کیا یہی رواداری ہے کہ غیر مسلم تو کجا تم مسلم کے بھی تھوڑے سے اختلاف کو نہیں بخش سکتے۔ تمہارے بھائیوں نے اپنی ہی قوم اور وطن کے بھائیوں کو دنیا سے بل بوتے پہ کیا ناچ نچایا۔ ان کے جلسہ گاہ میں پہنچ گئے۔ جو انہوں نے تمہاری حکومت میں تمہاری اجازت لے کر کیا۔ تم نے ان کو رسوا کیا۔ ان کا جلسہ درہم برہم کیا۔ اس پہ ہی بس نہیں کی۔ ان کی دوکانوں کو آگ لگائی۔ ان کی زندگیاں خطرے میں ڈال دیں۔ یہ وہ میرزائی ہیں جن کا تمہارا دینی اختلاف ہے۔ جب ان کی زیست حرام کر سکتے ہو تو غیر مسلموں پر کیا آفت نہ ڈھاؤ گے؟ وہ تمہارا الزام اسلام پر لگاتے ہیں۔ اور ان کو لگانا بھی چاہیئے۔ کیونکہ نہ انہوں نے قرآن پڑھا ہے۔ نہ اسلامی تعلیم کا مطالعہ کیا ہے۔ ہاں انکو تمہارا وہ بیان آج بھی یاد ہے کہ ہم بااختیار ہوئے تو ہماری حکومت کی تشکیل اسلامی ہوگی۔ اور ان کا اب یہ سمجھنا کون غلط بتا سکتا ہے کہ جو کچھ تم کہتے ہو اور کرتے ہو اسلام نہیں ہے" رسالہ مولوی دہلی جولائی ۱۹۵۲ء

اے پاکستانی بھائیو! ٹھنڈے دل سے غور کرو احراریوں کا موجودہ شور و غوغا جس سے ان کا واحد مقصد محض سادہ مسلمانوں کو بھڑکا کر اپنا کھویا ہوا وقار حاصل کرنا ہے ہمارے بھارت کے مظلوم اور بے کس مسلمانوں کے لئے کس قدر تکلیف کا باعث بن رہا ہے۔ اے بھائیو۔ اگر تم اپنے مستقبل کے لئے نہیں کر سکتے تو خدارا ان مظلوموں کی حالت پر رحم کرو۔ اور ایسی روش کو ترک کرو جو ان بے کسوں کے زخموں پر نمک پاشی کا باعث بن رہی ہے۔

ختم نبوت اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام

(بقیہ از صفحہ ۴)

ان کے مخلص مرید پرنسپل محمد صغیر حسن صاحب نے لکھے ہیں۔ مندرجہ بالا حوالوں میں سے اکثر انہی کے "تذکرہ کلو" سے نقل کئے گئے ہیں جو خلیفہ صاحب نے "مقدمہ" میں جا بجا لکھے ہیں۔

ا۔" علم نبوت (کتاب و حکمت) کی تحصیل کے لئے ایک ایسے ملکہ (مرتبہ ولایت) کی ضرورت ہے۔ جو اس استعداد سے مشابہ ہو جو انبیاء کو حاصل تھی اور یہ ملکہ اسی طرح پیدا ہو سکتا ہے کہ وہ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) اُن کے آئینہ ہائے قلوب کو ان تلوثات سے جو معرفت و شہودات کے سامنے حجاب بن کر موجب حرمان ہوتے ہیں بیعت التمسک بحبل التقوی اور مسلسل صالحات سے اپنی مانند مجلا و مصفا کرے تاکہ اسرار و انوار کتاب و حکمت جس طرح اس رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) پر وارد ہوئے ان پر بھی وارد ہو جائیں تاکہ وہ یعلمهم الكتاب والحكمة ویزکیھم کی وراثت سے کاملاً بہرہ یاب ہو جائیں، اور قیامت تک یہ تواتر و تسلسل اسی طرح جاری ہے"

(۲)۔ کبھی تو صدیق زمانہ اپنے توسل و ذریعہ کا اظہار کر کے مخلوق کو دعوت ہدایت دیتا ہے اور کبھی یہ نعمت پوشیدہ بھی رکھی جاتی ہے اور اس کا احساس و علم سوائے خاص لوگوں کے اور کسی کو نہیں ہوتا۔ اس ضمن میں ایک اور امر بھی قابل ذکر ہے کہ جن علوم و معارف سے صدیق بہرہ ور ہوتا ہے وہ براہ راست مشکوٰۃ نبوت سے اخذ کئے جاتے ہیں۔ ان علوم و معارف کے اکتساب و اخذ کرنے میں رسول اکرم صلعم اور ان کے درمیان کوئی واسطہ نہیں ہوتا" (ایضاً الجزرابع صـ۹ـ)

(۳)۔ مسیح خوش نفس ہر عہد میں موجود ہوتا ہے۔ تاکہ اس کی پھونک مردہ ارواح کو زندہ کرتی رہے۔ مگر عوام الناس ہم نشینی اور ظاہری قرب کی وجہ سے اس مرد حق کی عظمت حقیقی سے بے خبر رہتے ہیں اور نشاط و دوربینی ان کو زمانہ ہائے گذشتہ اور مشرق و مغرب کے مطالعہ اور سفر میں مصروف رکھتی ہے"

(۴)۔" رسول پاک صلعم کے سینۂ فیض گنجینہ سے انوار صدیق کے دل پر براہ راست جلوہ گر ہوتے ہیں جو کلمہ بھی زبان سے نکلتا ہے وہ اپنے ماخذ اصلی یعنی رسول پاک صلعم سے حاصل ہوتا ہے۔ وہ اپنے وقت میں ہو بہو رسول پاک صلعم کی صفات کا جامع اور مکمل نمونہ ہوتا ہے اور رسول مقبول حضرت محمد مصطفیٰ صلعم کے نائب اور خلیفہ کا منصب ادا کرتا ہے۔"

۵۔" قربان جایئے اس مہربان اللہ کے جس نے اپنے فضل و کرم سے پیغمبروں اور رسولوں کو ہماری ہدایت اور سلامتی کے لئے دنیا میں مبعوث کیا اور اپنے انعامات صرف ایک ہی دائرہ اور زمانہ میں محدود نہیں کر دیئے بلکہ تا قیامت یہ انعام اور فیض ان بزرگ ہستیوں کی صورت میں جاری رکھے جو اپنے گروہ میں وہی حیثیت رکھتے ہیں جو رسولوں اور پیغمبروں کو اپنے اپنے زمانہ میں اپنی اپنی امتوں میں حاصل تھیں۔ فرق صرف اتنا ہے کہ پیغمبر بالذات اس نعمت کے حامل ہوتے ہیں، اور یہ بزرگ ہستیاں پیغمبروں کی متابعت میں۔ ہمارے رسول مقبول صلعم کو یہ عزت و شرف بخشا گیا ہے کہ آپ کی امت کے صدیقین اور بعض شہداء اور صالحین بنی اسرائیل کے بعض بعض پیغمبروں کی مانند ہیں یعنی اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان کا درجہ تو ایک ہے صرف منصب نبوت میں فرق ہے"

اسی پر بس نہیں۔ فاضل مؤلف اس امر کے اعتقاداً اور عملاً قائل ہیں، اپنے مرشد خواجہ محمد صدیق مرحوم (۱۳۳۴ھ) کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

"حضرت اقدس (خواجہ محمد صدیق صاحب مرحوم۔ ناقل) کی ذات مبارک ان چند مخصوص ہستیوں میں سے ہے جو بالیقین بنی اسرائیل کے پیغمبروں کی مثل ہیں۔ ہمیں اپنی قسمت پر ناز ہونا چاہیئے کہ اس نے ہمیں بھی ایک ایسے صدیق اور مثل نبی کے زمانہ میں پیدا کیا" (ایضاً صـ۱۰۹ـ)

دیکھا آپ نے۔ حضرت مرزا صاحب رح کی تائید امت مسلمہ کے دیگر آئمہ سلف اور علماء عصر حاضر نے کی ہے یا نہیں۔ پھر یہ کہاں کا انصاف ہے کہ اس متفق علیہ مسئلہ پر صرف امام عصر حاضر کی مخالفت اور تکذیب کی جائے۔

بالآخر میں حضرت مرزا صاحب رح کے قول پر مضمون ختم کرتا ہوں اور درخواست کرتا ہوں کہ طالبان حق قرآن کریم، احادیث نبوی اور آئمہ سلف کے فرمودات کی روشنی میں حضرت امام الزمان رح کی کتب اور دعاوی کا مطالعہ کریں تاکہ ان پر آپ کے اس بیان کی حقیقت منکشف ہو جائے۔ "میں نے نبوت کا دعویٰ نہیں کیا"

پیغام صلح ۱۳ راگست ۱۹۵۲ء۔ رجسٹرڈ ایل ۸۳۸ شمارہ ۳۱

مسلم لیگ کا بنیادی اُصول

مسلم لیگ مسلمانوں کے مختلف فرقوں کے مذہبی عقاید میں کبھی دخل نہ دیگی

قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا فیصلہ کن ارشاد

شیعہ کانفرنس (لکھنؤ) کے پروپیگنڈہ سیکرٹری کے تار کے جواب میں کو بیت ۱۱ اکتوبر ۱۹۴۵ء کو قائد اعظم نے یہ جواب دیا:-

"مسلم لیگ کی طرف سے اور میری طرف سے یہ بات بار بار صاف کر دی گئی ہے کہ مسلمانوں کے ہر فرقہ کے ساتھ انصاف کیا جائے گا۔ مسلم لیگ کا بنیادی اصول جس پر وہ آج بھی عامل ہے تمام مذہبی فرقوں کی آزادی ہے۔ مسلم لیگ مسلمانوں کے مختلف فرقوں کے مذہبی عقاید میں کبھی دخل نہ دے گی اور نہ غیر مسلمان اقلیتوں کے مذہبی عقاید میں دخیل ہو گی۔

حیات محمد علی جناح از رئیس احمد جعفری ص ۷۴

مسلم لیگ کا مقصد قوم کو مولویوں اور ملاؤں کے

ناکارہ عناصر سے نجات دلانا ہے

لیگ کے فرائض اور کارناموں کے متعلق قائد اعظم کا اہم ارشاد

"لیگ نے مسلمانوں کو ان کے رجعت پسند عناصر سے رہائی دلوائی ہے۔ اور ایسی رائے کی تخلیق کر دی ہے کہ وہ لوگ جو خود غرضی سے اپنی ذاتی اغراض کے پیچھے پڑے ہوئے تھے قومی غدار ثابت ہو گئے ہیں۔ لیگ نے آپ کو مولویوں اور ملاؤں کے ناکارہ عناصر سے بھی رہا کر دیا ہے۔ میں مولویوں کی جانب من حیث الجماعت اشارہ نہیں کر رہا۔ ان میں بعض مخلص ہیں اور محبانِ وطن مگر ان کا ایک طبقہ واقعی برا ہے۔

میں نوجوانوں سے اپیل کرتا ہوں کہ برطانوی حکومت کانگرس۔ رجعت پسند مسلمان اور مولوی ملا ان چاروں سے رہائی پانے کے بعد اب آپ فرقہ اناث کو قید و بند سے چھڑائیں۔"

(ارشادات جناح ص ۵۱-۵۲)

حضرت مرزا صاحب ایک صالح اور متقی بزرگ تھے، مولوی ظفر علیخاں کے والد ماجد کا بیان

مرزا غلام احمد صاحب ۱۸۶۰ء یا ۱۸۶۱ء کے قریب ضلع سیالکوٹ میں محرر تھے اس وقت آپکی عمر ۲۲-۲۴ سال ہوگی اور ہم چشم دید شہادت سے کہہ سکتے ہیں کہ جوانی میں بھی نہایت صالح اور متقی بزرگ تھے...... ۱۸۷۷ء میں ہمیں ایک شب قادیان میں آپکے یہاں مہمانی کی عزت حاصل ہوئی ان دنوں آپ عبادت اور وظائف میں اسقدر محو و مستغرق تھے کہ مہمانوں سے بھی کم گفتگو کرتے تھے...... ہم بارہا کہہ چکے ہیں کہ آپکے دعاوی خواہ دماغی استغراق کا نتیجہ ہو مگر آپ بناوٹ اور افترا سے بری تھے۔ مسیح موعود یا کرشن اوتار ہونیکے دعاوی جو آپنے کئے ان کو ہم ایسا ہی خیال کرتے ہیں جیسا کہ منصور کا دعویٰ انا الحق تھا۔ مولوی نورالدین اور مولوی محمد حسن صاحب جیسے عالم و فاضل بزرگ اور خواجہ جمال الدین صاحب بی اے اور خواجہ کمال الدین صاحب بی اے اور مولوی محمد علی صاحب ایم اے جیسے نئی روشنی کے تعلیمیافتہ اصحاب ان کے مریدان باصفا کے حلقہ میں ہیں گو ہمیں ذاتی طور پر مرزا صاحب کے دعاوی یا الہامات کے قائل اور معتقد ہونے کی عزت حاصل نہ ہوئی مگر ہم ان کو ایک پکا مسلمان سمجھتے تھے۔"

مسلمانانِ جماعت احمدیہ اسلام کی انمول خدمت کر رہی ہیں۔ اختر علیخاں کے والد محترم کی شہادت

مسلمانانِ جماعت احمدیہ اسلام کی انمول خدمت کر رہی ہیں جو ایثار، کمر بستگی، نیک نیتی اور توکل علی اللہ ان کی جانب سے ظہور میں آیا ہے۔ وہ اگر ہندوستان کے موجودہ زمانہ میں بے مثال نہیں تو بے اندازہ عزت اور قدر دانی کے قابل ضرور ہے۔ جہاں ہمارے مشہور پیر اور سجادہ نشین حضرات بے حس و حرکت پڑے ہیں۔ اس اولوالعزم جماعت نے عظیم الشان خدمت اسلام کر کے دکھا دی ہے۔"

(زمیندار ۲۴ جون ۱۹۲۳ء)

جماعت احمدیہ کے اسلامی مشن کی روح پرور اسلامی تقریب، اختر علیخاں کی شہادت

لندن ۲۴ ستمبر ۱۹۵۰ء کل شاہجہان مسجد ووکنگ میں عید الاضحٰی کی تقریب اس شان سے منائی گئی کہ لندن کی تاریخ میں ایسی روح پرور اسلامی تقریب پہلے کبھی نہ دیکھی گئی تھی۔ اب کہ اس اسلامی اجتماع میں مقامی مسلمانوں کے علاوہ پاکستانی اخباری وفد کے ارکان، پاکستان کے موجودہ مسلمان کمانڈر انچیف اور دوسرے پاکستانی مہمانوں نے بھی شرکت کی۔ مولانا اختر علیخاں نے پاکستانی نصابیہ کے زیر تربیت نوجوانوں کے سامنے ایک پرجوش تقریر کی اور اہل لندن نے کل بین الاقوامی اسلامی برادری کی یگانگت کا ایک ایسا روح پرور نظارہ دیکھا جس کی مثال لندن کی تاریخ میں نہیں ملتی۔ (زمیندار ۲۶ ستمبر ۱۹۵۰ء)

بغداد اور ممالک اسلامیہ میں سلسلہ تبلیغ

سید تصدق حسین صاحب قادری کی تبلیغی ڈائری کا ایک ورق

۲۳ رشوال ۱۳۷۱ھ ۔ ۱۵ رجولائی ۱۹۵۲ء منگل ۔

استاد عبدالرزاق الحسینی ملاحظ مصرف الوطنی کو فرزند ابراہیم کے ہاتھ اسلامک ریویو مجریہ جولائی بھیجا استاذ الدکتور السید محمود الامین مدیر آثار قدیمہ کو تین جرمنی رسالے بھجوائے۔ ڈاکٹر صاحب موصوف نے پہلے بھجوائے ہوئے سہ رسالوں کو ایک جرمن انجنیئر کو ہدیۃً دیئے۔ بحری ڈاک سے لائٹ ۲۴ جنگ اور الجمعیۃ کے پرچے ملے ۔ لیکن پیغام صلح نہیں آیا۔

۲۴ رشوال ۱۶ جولائی بروز بدھ ۔ جناب محمد حبیب الرحمن صاحب حیدرآباد کو پیغام صلح ۲۳ بھیجا اور استاذ حافظ مدحت قاہرہ کو لائٹ ۲۳ بھجوایا ۔ استاذ علی محمد سرطاوی صاحب کو لائٹ ۲۴ بھیجا ۔ نوائے پاکستان لاہور کے دو ہفتوں کے پرچے اکٹھے بحری ڈاک سے ملے ۔ استاذ الدکتور عبدالوہاب حمودہ استاذ لکلیۃ الآداب المصریہ قاہرہ کو "ذکری مولانا محمد علی" بھجوایا استاذ صفاخلوصی دکان پر آئے ۔ ایک تازہ پرچہ اسلامک ریویو کا لے گئے ۔ محترمی شیخ غلام قادر صاحب کا لاہور سے لکھا ہوا خط بذریعہ میل مرقومہ ۱۱ رجولائی ملا و تفصیلاً حالات معلوم ہوئے استاذ خلف اللہ بلک کلیۃ الآداب بجامعۃ فاروق قاہرہ کو "ذکری مولانا محمد علی" بھجوایا ۔ بصرہ سے عزیزم فاروق نے لائٹ مجریہ جولائی بھیجا۔

۲۵ رشوال ۱۷ رجولائی ۔ بروز جمعرات ۔ محترمی شیخ غلام قادر صاحب لاہور کو ہوائی ڈاک سے خط کا جواب دیا ۔ دو ورق تبلیغی ڈائری اور محمد بشیر نگ صاحب کا رقعہ بھی بھیجا ۔ بحری ڈاک سے پیغام صلح ۲۲ کے باقی تین پرچے ملے اور خواجہ نذیر احمد صاحب کی طرف سے کتاب "جیسس ان ہیون آن ارتھ" کا ایک نسخہ بھی آیا ۔ شکراں بھی وصول ہوا ۔ خواجہ صاحب محترم کو خط لکھا جس میں عزیزم شیدائی صاحب کی جانب سے بھی رقعہ ملفوف ہے اخویم عبدالصمد صاحب برق جابیہ کو پیغام صلح ۲۴ بھیجا، مولوی عبدالماجد صاحب مفوضیہ ہندیہ دکان پر آئے ۔ انہیں پیغام صلح ۲۵ کا مقالہ ادار یہ "دو بنیادی اصول" پڑھایا ۔ موصوف کی تعلیم دیوبند کی ہے ۔ استاذ عزت آفندی کو پیغام صلح ۲۴ پڑھنے کے لئے دیا گیا ۔

۲۶ رشوال ۔ ۱۸ جولائی بروز جمعہ ۔ ابراہیم عبدالستار طرابلس کو عمر العقیم اور جناب انوار حسن صاحب شلیگ ۔ شیرو پر پیلی بھیت کو "غوث عمل" ڈاک سے بھیجا ۔ عزیزم شیدائی صاحب دکان پر آئے بزرگان سلسلہ کا تذکرہ رہا ۔ دیار حبیب کی باتوں میں بڑا لطف آیا موصوف کو "نماز اور ترقی کی تین راہیں" پڑھنے کے لئے دیا استاذ سرطاوی سے کل "موتمر و وکنگ" کا عربی ترجمہ آگیا تھا ٹائپ کروا کر ایک کاپی بصرہ اخویم ابراہیم آدم صاحب سچوانی کو خط کے ساتھ بھیجا اور انہیں لکھا کہ بصرہ کے کسی اخبار میں یہ شائع کروائیں ۔ شام کو عزیزم حسین شیدائی صاحب کے جائے قیام پر گیا ۔ وہاں سے انہیں بیکہ جمعیت پاکستانیہ میں کشمیر کے مناظر مؤلمہ دیکھنے گیا ۔

۲۷ رشوال ۔ ۱۹ رجولائی ۔ بروز ہفتہ ۔ جناب علی بہادر خان صاحب بمبئی کو مرزا غلام احمد صاحب آف قادیان اور سید عابد علی صاحب خانقین کو پیغام صلح ۲۴ بھیجا سراج الدین صاحب حیدرآبادی کو عبدالحکیم صاحب نے مجدد اعظم حصہ اول برائے مطالعہ دیا ۔

۲۸ رشوال ۔ ۲۰ رجولائی ۔ بروز اتوار ۔ مسٹر انیس احمد صاحب زبیری آف مفوضیہ پاکستانیہ آج طہران جا رہے ہیں الوداعی ملاقات کے لئے دکان پر آئے ۔

استاذ السید شاکر دکان پر آئے انہیں لائٹ ۲۴ دیا ۔ جناب شیخ غلام قادر صاحب نے اپنے خط میں تحریر فرمایا تھا کہ مندرجہ ذیل چار کتابوں کی ضرورت ہے :-

(۱) اقرب الموارد

(۲) مفردات امام راغب

(۳) تہذیب التہذیب ابن حجر

(۴) لسان المیزان ۔

خاکسار نے بغداد کے تمام کتب فروشوں کے ہاں تلاش کروایا لیکن یہ کتب یہاں کے کتب خانوں میں موجود نہیں کیا یہ تعجب اور افسوس کا مقام نہیں بغداد جسے مخزن العلوم کہا جاتا تھا جہاں سے دینی دنیوی علوم کی نہریں بہہ کر تمام کرہ ارض کو سیراب کرتی تھیں جہاں بڑے بڑے اہل علم ہمیشہ موجود رہا کرتے تھے ۔ وہاں آج عربی کتب جو عربوں کی تالیفات ہیں دستیاب نہیں ہوتیں ۔ ایک کتب فروش نے بتایا کہ یہ کتابیں ہندوستان میں ملیں گی" اس سے اہل عرب کا ذوق ادب اور طلب علم کی تڑپ کا اندازہ لگ سکتا ہے ۔ خصوصاً دینی علم کا ۔ ایک امریکن جنٹلمین کو دی پرابلم دی کنسرن یو ۔ اور روشنی ان لے ٹیم یہ دو پمفلٹ دیئے ۔ زبیری صاحب آف مفوضیہ پاکستان کو الوداع کہنے کے لئے سٹیشن پر گیا شکراں کا ایک پرچہ ہدیۃً بطور یادگار دیا ۔

۲۹ رشوال ۲۱ رجولائی ۔ بروز پیر ۔ عزیزم شیدائی صاحب کو کل شام ایک امریکن نے چائے پر مدعو کیا ۔ دوران گفتگو میں اسلام پر تبادلہ خیال ہوا ۔ کوئی دو گھنٹہ گفتگو رہی شیدائی صاحب کی باتیں انہیں بہت ہی عجیب معلوم ہوئیں لٹریچر کا مطالبہ کیا عزیز موصوف نے ان میں سے ایک کا پتہ دیا ۔ لفٹنٹ کمانڈر انچارج سفارت امریکہ بغداد ان کے نام آج بذریعہ ڈاک "پرافٹ آف اسلام" بھیجا ۔ مدیر المعارف طرابلس الغرب کو عمر العقیم نہ عابدہ خاتون علیگڈھ کو دعوت عمل ، زین العابدین سجادہ میرٹھ کو علماء کے فتوے ڈاک سے بھیجا ۔ روزنامہ حسائیہ السجل میں غن و القادیانیہ کے عنوان سے ایک نوٹ چھپا ہے جس میں ایک جگہ لکھا ہے واخیراء فالقادیانیۃ خطر وجود اتباعہ فی العراق مثل تصدق حسین واتباعہ

فی برفتہ حسبا .... الخ ایک کاپی لاہور مرکز کو بھجوایا ۔ چوہدری علی محمد صاحب سے اسلامک ریویو کا ایک سال کا چندہ ایک دینار اور ربع ملا ۔

۳۰ رشوال ۔ ۲۲ رجولائی بروز منگل ۔ مسٹر ایس اولاسالامی ڈورنا نجیریا کو وٹس احمدیہ موومنٹ سٹانڈ فار بھیجا ۔ الشیخ بدر الدین الصادمی اسکندریہ کو پیغام صلح نمبر ۲۴ بھیجا ۔ عزیزم ہاشم خلف الرشید حاجی عبداللطیف صاحب (قادیانی) کی خواہش پر انہیں پڑھنے دیا ۔ بحری ڈاک سے پیغام صلح ۲۵ لائٹ ۲۵ ۔ الجمعیۃ دہلی ۔ نوائے وقت لاہور ۔ جنگ کراچی کے اخبارات ملے ایک چھوٹا سا پیکٹ مفت تقسیم لٹریچر گیارہ رسالوں پر مشتمل انگریزی میں ملا جس میں ایک ایک نسخہ مختلف پمفلٹوں کا ۔ بے ۔ اے ۔ جے ۔ خلیل بی اے کا بنگلور سے خط ملا ۔

یکم ذیقعد ۲۳ رجولائی بروز بدھ ۔ پیغام صلح ۲۵ "مسیح موعود نمبر" کے مضامین نہایت ہی قابل قدر اور نافع الناس، توجہ کو اپنی جانب کھینچنے والے ہی نہیں مخالفین سلسلہ کے لئے تازیانہ عبرت اور سرمہ بصیرت ہیں ، وقت کی عین ضرورت پر یہ قیمتی نمبر شائع ہوا ہے ۔ ان میں کئی ایک مضامین تو ٹریکٹ کی صورت میں چھاپ کر زیادہ سے زیادہ تعداد میں تقسیم ہونے چاہئیں ۔ اللہ تعالےٰ اخویم محترم مولوی دوست محمد صاحب کی اس محنت اور خدمت دین کو شرف قبولیت بخشے ۔ اخویم عبدالصمد صاحب برق جابیہ کو پیغام صلح ۲۵ بھیجا عبدالحکیم صاحب کے ہاتھ استاذ علی محمد سرطاوی کو لائٹ ۲۵ بھیجا ۔ استاذ شاکر سمارہ دکان پر آئے لائٹ کا تازہ پرچہ لے گئے ۔

۲ رذی قعدہ ۲۴ رجولائی ۱۹۵۲ء ۔ بروز جمعرات

کل شام کو عزیزم شیدائی صاحب دمشق اور بیروت کے راستے اٹلی تشریف لے گئے ۔ الوداع کہنے کے لئے نیرن ٹرانسپورٹ کے موٹر کے اڈے پر گیا آٹھ بجے موصوف رخصت ہوا ۔ خدا حافظ و ناصر ہو ۔ استاذ السید عزت آفندی پیغام صلح کا مسیح موعود نمبر لے گئے ۔ جناب احمد عبدالغفور صاحب حیدرآباد دکن کو پیغام صلح ۲۴ بھجوایا ۔ دکان پر اتفاقیہ علامہ تقی الدین الہلالی اپنے ایک موصلاوی دوست استاذ ذوالنون صاحب کے ہمراہ آگئے ۔ حضرت سیدنا امیر مرحوم کا تذکرہ رہا ۔ حضرت امیر قوم مولانا صدر الدین صاحب کو بھی غائبانہ جانتے ہیں برلن میں موصوف رہ چکے ہیں ۔ مولانا شیخ محمد عبداللہ صاحب کے مداحین اور دوستوں میں سے ایک ہیں ۔ ہر دو صاحبان کو ذکری مولانا محمد علی صاحب کا ایک ایک نسخہ دیا ۔ استاذ ذوالنون کو دوران گفتگو میں علامہ نے فرمایا کہ جماعت احمدیہ کے مخالفین کو چاہیئے کہ وہ بجائے سب و شتم کے ان کا مقابلہ تبلیغ میں کریں ، یعنی ان سے زیادہ اشاعت اسلام کا کام کریں مسجدیں بنوائیں یہی ایک صورت احمدیوں کو شکست دینے کی ہو سکتی ہے جس سے کم از کم اسلام کو تو فائدہ پہنچے ۔ علامہ موصوف نے یورپ میں ہماری تبلیغی جد و جہد کو دیکھا ہے ۔ استاذ علی محمد سرطاوی بھی دکان پر آئے ایک نسخہ آئیڈیل پرافٹ کا چاہتے ہیں ، ووکنگ لکھوں گا ، اگر لاہور سے آجائے تو بہتر ہوگا ۔ جریدہ الوطن کے مالک عبدالحمید التحافی دکان پر آئے انہیں بھی موتمر ووکنگ کی ایک کاپی دی گئی ۔

۳ ۔ ذی قعدہ ۔ ۲۵ رجولائی بروز جمعہ جناب حافظ شریف حسین

پیغام صلح
جلد | یوم چہارشنبہ مورخہ ۲۸ ذیقعد ۱۳۷۱ھ | نمبر ۳۲

فتنہ پردازوں کی مایوسی اور ناکامی

قادر کے کاروبار نمودار ہو گئے
کافر جو کہتے تھے نگونسار ہو گئے

احرار کا پیدا کردہ ہنگامہ جس کی تہ میں کئی ایک سنہری و روپہلی اغراض پنہاں تھیں، جس جوش و خروش کے ساتھ اٹھا تھا، میاں ممتاز محمد خاں دولتانہ وزیر اعلیٰ پنجاب اور خواجہ ناظم الدین وزیر اعظم پاکستان کی دو ہی ضربات سے اسی مایوسی و ناکامی کی تہ میں دبتا چلا جا رہا ہے۔ ۱۴ اگست (یوم استقلال) سے پہلے بڑا شور مچایا جا رہا تھا کہ عزت مآب خواجہ ناظم الدین تاریخ مذکور کو جو تقریر کرنے والے ہیں اس میں احمدیوں کو الگ اقلیت قرار دینے کے متعلق "اپنی بنیادی حکمت عملی" کا اعلان فرمائیں گے یہ "زمیندار" کا اعلان تھا، جس میں بڑے وثوق کے ساتھ یہ بتایا گیا تھا کہ:۔

"۳۱ جولائی کو جب میری (اختر علی خان کی) قیادت میں تحریک ختم نبوت کے ایک وفد نے پاکستان کے وزیر اعظم الحاج خواجہ ناظم الدین سے ملاقات کی تو انہوں نے ہماری معروضات کو انتہائی توجہ اور ہمدردی سے سننے کے بعد فرمایا۔

"مجھے ملک کے جذبات و احساسات کا پورا علم ہے میں جانتا ہوں کہ مسلمان کیا چاہتے ہیں لیکن میں ان کے جذبات کا پورا پورا احترام کرتے ہوئے بھی کہونگا کہ ان کے مطالبات کو تسلیم کرنے کے رستہ میں بعض آئینی دشواریاں ہیں جن کو عبور کرنے کے لئے کچھ وقت لگے گا۔ بایں ہمہ ہم ۱۴ اگست تک اپنی بنیادی حکمت عملی کا اعلان کر دیں گے مجھے امید ہے کہ یہ وضاحت رائے عامہ کو مطمئن کر دے گی"

("زمیندار" ۱۴ اگست)

اس کے علاوہ مولویوں کا ایک وفد بھی ۱۴ اگست سے پہلے ہی کراچی جا بیٹھا تاکہ وزیر اعظم پاکستان پر زور ڈال کر کوئی ایسا اعلان کرا دیں جس کی پیشگوئی "زمیندار" نے کی تھی، ہم نے اسی وقت لکھ دیا تھا کہ

"خواجہ صاحب ایسے سیدھے سادے اور بھولے انسان نہیں ہیں کہ ان کی چالوں کو نہ سمجھ سکیں اور ایک ایسی خلاف اسلام بات منہ سے نکال دیں جس کا انہیں شرعًا و قانونًا اختیار ہی نہیں" (پیغام صلح ۱۳ اگست ۱۹۵۲ء)

تاہم "زمیندار" کے اعلان اور مولویوں کی جسارت کو دیکھ کر بڑی بے صبری کے ساتھ ۱۴ اگست کا انتظار ہونے لگا اور کئی فریب خوردہ لوگوں نے احمدیوں سے یہ کہنا شروع کر دیا کہ بس اب ۱۴ اگست کے بعد تمہارے ہمارے تعلقات منقطع ہو جائیں گے اور تم دیکھنا کہ تمہارا کیا حشر ہوتا ہے لیکن ع۔ اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

۱۴ اگست کو الحاج خواجہ ناظم الدین صاحب نے جو تقریر فرمائی وہ اسی اشاعت میں دوسری جگہ درج ہے، احمدیوں کے متعلق تو کیا اعلان ہونا تھا، انہوں نے ایسی شورش اور ہنگامہ بپا کرنے والوں کو ڈانٹا اور صاف اور کھلے لفظوں میں ان شورشوں اور ہنگاموں کو ملک کے لئے نقصان اور تباہی کا موجب قرار دیا اور ایسی شورشوں سے جو بے اطمینانی ملک میں پھیلتی ہے اس کا ذکر کرتے ہوئے اس حقیقت کی طرف توجہ دلائی کہ:۔

"بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ یہ بے اطمینانی کسی بیرونی طاقت کے ایما پر جاسوسوں اور تنخواہ خور ایجنٹوں کی وساطت سے پھیلائی جاتی ہے"

یہیں تک نہیں آپ نے اخبارات کا ذکر کرتے ہوئے اس بات کی طرف توجہ دلائی کہ:۔

"بعض اخبار نویس اپنے اخبار کی اشاعت بڑھانے کے لئے سنسنی پیدا کرنے والی خبریں شائع کرتے ہیں"

اور متنبہ کیا کہ:۔

"اخبار نویسوں کو یاد رکھنا چاہیئے کہ اندرونی اختلافات اور رقابتیں کئی ایک عظیم الشان سلطنتوں کی اینٹ سے اینٹ بجا چکی ہیں اگر خدانخواستہ پاکستان کے نومولود ملک کو ایسی تفرقہ انگیز طاقتوں سے واسطہ پڑا تو ظاہر ہے کہ اس کے لئے بے شمار مشکلات پیدا ہو جائیں گی"

عزت مآب خواجہ ناظم الدین کی یہ تقریر احراری حلقوں اور "زمیندار" اور اس کے ہم نواؤں کے لئے جس قدر بد دلی اور مایوسی کا موجب ہوئی ہے وہ حسب ذیل بیان سے ظاہر ہے:۔

"الحاج خواجہ ناظم الدین نے کراچی کی پریس کانفرنس کے موقعہ پر یقین دلایا تھا کہ وہ فتنہ مرزائیت کے بارے میں سرکاری حکمت عملی کی وضاحت ۱۴ اگست کی تقریر میں کرینگے لیکن جو لوگ اس خصوص میں ان کی زبان وزارت ترجمان سے دو ٹوک فیصلہ سننے کے منتظر تھے ان کو اس تقریر سے بڑی حد تک مایوسی ہوئی ہے"

(زمیندار ۱۷ اگست ۱۹۵۲ء)

یہیں تک نہیں، مولویوں کا وہ وفد جو ۱۴ اگست سے پہلے اس غرض سے کراچی گیا کہ عزت مآب وزیر اعظم پاکستان پر دباؤ ڈال کر ان سے حسب خواہش اعلان کرا دیں جو منہ لے کر آیا ہے اس کا پتہ ذیل کی قرار داد سے لگتا ہے جو ۱۸ اگست کو "زمیندار" کے دفتر میں پاس کی گئی:۔

"آل مسلم پارٹیز کنونشن کی مجلس عمل نے خواجہ ناظم الدین وزیر اعظم پاکستان کی تقریر یوم استقلال پر غور کیا اور مجلس عمل کے وفد نے جو رپورٹ پیش کی ہے اس کے مندرجات کا بھی پوری طرح جائزہ لیا۔

"مجلس عمل کا یہ اجلاس اس نتیجہ پر پہنچا ہے کہ وفد کے میمورنڈم کے جواب میں وزیر اعظم پاکستان نے مسلمانان پاکستان کے تینوں مطالبات کے متعلق کوئی تسلی بخش جواب نہیں دیا اور خواجہ صاحب نے اپنی تقریر یوم آزادی میں بعض ایسے ارشادات فرمائے ہیں جنہیں مسلمان مایوس کن سمجھتے ہیں"

("زمیندار" ۲۰ اگست ۱۹۵۲ء)

دیکھا آپ نے؟ یہ خدا تعالےٰ کے کام ہیں، وہ اخبار جو دو دن پہلے "قادیانیت کے کاسہ سر پر آخری ضرب" لگا رہا تھا وہ خود ہی اس ضرب کا شکار ہو کر رہ گیا، "قادیانیت" یا احمدیت کے سر پر تو اس قسم کی ضربیں کئی مرتبہ لگانے کی کوششیں کی گئیں، کئی دفعہ "البرز شکن گرز" سے اسکو ہلاک کرنے کی سعی کی گئی اور بسا اوقات اس کے تابوت میں "آخری میخ" بھی لگا دی گئی لیکن ان میں سے کوئی چیز بھی کارگر ثابت نہ ہوئی اور اس کا نتیجہ الٹا انہی لوگوں پر پڑتا رہا جو ایسی سرگرمیوں میں پیش پیش رہے، آج بھی انہی لوگوں کو پھر ذلت و ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا ہے، خود اپنی ہی ضرب سے ان کے کاسہ سر ٹوٹنے لگے ہیں۔ اور انشاء اللہ وہ وقت آنے والا ہے کہ انہیں پھر کبھی سر اٹھانے کی ہمت نہ ہوگی۔

نوجوانان جماعت کے لئے دینی تعلیم کا انتظام

تبلیغی کلاس کا داخلہ آئندہ سال کے لئے جلد شروع ہونے والا ہے۔ جماعت کے نوجوانوں سے پرزور اپیل کی جاتی ہے۔ کہ وہ اس کلاس میں داخل لیں تا دین کی اشاعت کی سعادت سے بہرہ ور ہو سکیں۔ اس کلاس میں قرآن و حدیث اور سلسلہ کے مسائل کی تعلیم کے ساتھ ساتھ متعلمین کو مولوی فاضل کا امتحان پاس کرانے کے لئے بھی تیاری کروائی جائے گی۔ بعد میں انجمن جن نوجوانوں کو اپنی ملازمت میں لینا چاہے گی ان کے ماسوا ہر طالب علم کو اجازت ہوگی کہ وہ مولوی فاضل کا امتحان پاس کرنے کے بعد اپنا کاروبار کر سکیں۔

داخلہ کی شرائط مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) طالب علم کم از کم مڈل پاس ہو۔
(۲) غیر شادی شدہ کو ترجیح دی جائے گی۔
(۳) جماعت احمدیہ سے تعلق رکھتا ہو۔

جماعت کے جملہ پریذیڈنٹ اور سیکرٹری صاحبان اور مبلغین حضرات سے گذارش ہے کہ وہ خاص طور پر اپنی اپنی جماعت سے ایک دو نوجوانوں کو ضرور اس کلاس میں داخلہ لینے کے لئے بھیجیں۔ مستحق طلباء کو اخراجات کے لئے وظیفہ دیا جائے گا۔ تمام درخواستیں نصف ستمبر تک معہ تصدیق پریذیڈنٹ یا سیکرٹری جماعت صدر دفتر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور میں پہنچ جانی چاہئیں۔

درس و تدریس کا انتظام انشاء اللہ بہتر ہوگا۔

خاکسار۔ احمد یار۔ سیکرٹری

بغداد کی ڈائری

(بقیہ از صفحہ ۲)

صاحب کو پیغام صلح کا مسیح موعود نمبر برائے مطالعہ دیا۔ ربوہ سے جلب میاں صاحب محترم کی جانب سے ایک مضمون عربی میں چھپا ہے جو اخبار السلام قاہرہ کے ایک مضمون کے جواب میں لکھا گیا ہے اس مضمون میں مفتی مصر کے فتویٰ کا جواب بھی دیا گیا ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحیح منصب اور خاتم النبیین پر بھی اظہار خیال کیا گیا ہے۔ مجھے یہ مضمون پڑھکر خوشی ہوئی کہ اب حضرت میاں صاحب محترم وہی باتیں کہہ رہے ہیں جن کی جانب ۱۹۱۴ء سے امیر مرحوم اور جماعت احمدیہ لاہور ان کو بلا رہے تھے فالحمد

روئداد موتمر و وکنگ بصرہ کے اخبار البرید بحریہ ۲۴ جولائی میں شائع ہوئی عزیزم اخویم ابراہیم آدم سچوانی نے ایک کاپی بھیجی جزاھم اللہ عزیز کو خط لکھا کہ مزید چھ کاپیاں ارسال کریں تا لاہور اور ووکنگ بھجواؤں۔ شام کو ڈاکٹر محمد نصیر الدین صاحب کے ہاں گیا وہاں میاں سراج الدین صاحب نامی ایک شخص سے مہدی اور مسیح سلسلہ احمدیہ وغیرہ امور پر گفتگو رہی۔

۴ ر ذیقعدہ ۲۶ ر جولائی بروز ہفتہ۔ محمد یونس خالدی علیگڑھ کو پرامسڈ مسیح اینڈ مہدی، استاذ مدحت حافظ قاہرہ کو لائٹ ۲۳ اور اخویم سید عابد علی صاحب کو پیغام صلح ۲۵ ڈاک سے بھیجا۔ حزب لالی علی غالب مسلم سوسائٹی۔ ایبادان نائیجریا کو فتوی بر وفات مسیح بھجوایا۔ موتمر ووکنگ کی روئداد کی ایک کاپی ڈاکٹر مصطفےٰ خالدی بیروت کو بھجوایا اور انہیں لکھا کہ بیروت کے کسی عربی اخبار میں شائع کروائیں۔ استاذ عبد الرزاق حسین مکان پر آئے اپنے ایک جرمن دوست کے لئے جرمنی زبان میں تین رسالے لے لئے لائٹ ۲۵ بھی دیا صالح الشالجی کو اسلامک ریویو اسلامک ریڈیو بابت جولائی دیا۔ بصرہ سے بذریعہ البرید کے پرچے آئے کراچی۔ لاہور اور ووکنگ بھجوایا ایک اخبار مترجم کو بھجوایا

۵ ذیقعدہ ۲۷ ر جولائی ۱۹۵۲ء۔ استاذ عبد اللہ خیاط۔ باطن بغداد اور ادارۃ الثقافیہ بجامعۃ الدول العربیہ .... وطرق التقدم الثلاثۃ بھجوایا

۶ ر ذی قعدہ۔ ۲۸ ر جولائی۔ بروز پیر صوفی طیب بھائی پیغام صلح "مسیح موعود نمبر" لے گئے۔ استاذ ابراہیم عبد الستار طرابلس کو ذکری مولانا محمد علی۔ اور انوار احمد خاں شیر پور یوپی کو علماء کے فتوے بھیجا۔ کل قاہرہ کا اخبار الجمھور المصری نظر سے گذرا اس میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق خلاف حقیقت مضمون درج ہے اس کے رئیس التحریر کو مرزا غلام احمد آف قادیان بھجوایا۔ اور آیت شریفہ ولا یجرمنکم .... الخ کی جانب توجہ دلائی۔ اخویم مولانا محمد عبد اللہ امام ووکنگ مسجد کے خط ۳ ر جولائی کا جواب بذریعہ ہوائی ڈاک دیا۔ ڈچ اور فرنچ لٹریچر کے ارسال کے لئے لکھا استاذ علی محمد سرطاوی کے لئے ایک نسخہ آئیڈیل پرافٹ طلب کیا حضرت خواجہ کمال الدین مرحوم کی ایک اچھی تصویر منگوائی جس کا بلاک بنایا جائے گا۔ استاذ شاکر سارہ کے ایک دوست استنبول جا رہے ہیں انہیں ان کے دوست کے لئے ذکری مولانا محمد علی۔ الصلاۃ عمر العظیم کا ایک ایک نسخہ دیا گیا۔

۷ ر ذیقعدہ۔ ۲۹ ر جولائی بروز منگل۔ جناب علی بہادر خاں صاحب بمبئی کو "پرافٹ اور مجدد" بھجوایا۔ بحری ڈاک سے لائٹ بنام پیغام صلح ۲۶ الجمعیۃ، جنگ اور نوائے وقت کے پرچے

۸ ر ذیقعدہ۔ ۳۰ ر جولائی بروز بدھ۔ اخویم عبد الصمد صاحب برنی حبانیہ کو پیغام صلح ۲۶ بھجوایا۔ اخویم عبد الصمد صاحب حبانیہ کا خط مرقومہ ۲۸ ر جولائی۔ موصوف کا یہ خط برائے ملاحظہ اور معلومات مرکز کو لاہور بھیجا جاویگا۔ ۷ ر جولائی نوائے وقت کی اشاعت میں مکتوب لندن کے زیر عنوان مسٹر اقبال کے قلم سے جامع ووکنگ کے جلسہ عید الفطر روئداد نظر سے گذری خوب لکھا ہے کاش کہ مخالفین احمدیت کی اسلامی خدمات کو دیکھیں اور اپنی گریبان میں بھی ذرا منہ ڈالیں اور دیکھیں کہ ان کروڑہا مسلم کہلانے والوں سے خدمت دین کا کیا کام کیا۔ اللہ ہدایت دے۔

اخبار الجمعیۃ کی اشاعت ۵ ر جولائی کا افتتاحیہ "حرب عقائد کے فتنے" نہ صرف پڑھنے ہی کے قابل ہے بلکہ اس کی کثرت سے پاکستان کے اخبارات میں اشاعت کی ضرورت ہے۔ جہاں احراری اور احراری نواز علماء نے طوفان بے تمیزی مچایا ہوا ہے۔ ہوائی ڈاک سے لاہور تراشہ بھیج رہا ہوں۔ الجمعیۃ کا تراشہ اور اخویم عبد الصمد صاحب حبانیہ کا خط سیکرٹری صاحب لاہور کو ہوائی ڈاک سے بھیجا گیا۔

۹ ذیقعدہ۔ ۳۱ ر جولائی ۱۹۵۲ء بروز جمعرات۔ استاذ سید شاکر سارہ دکان پر آئے لائٹ ۲۶ دیا۔ حافظ شریعت حسین صاحب پیغام صلح ۲۷ برائے مطالعہ لے گئے۔ عزت آفندی پیغام صلح ۲۶ لے گئے رات اخویم سید عابد علی صاحب سے ایک گھنٹہ ملاقات رہی آپ خانقین سے آج شام واپس آئے ہیں۔

۱۰ ر ذیقعدہ یکم اگست۔ بروز جمعہ۔ لفٹننٹ کمانڈر بیگر بحری اتیچی سفارت الامریکہ کو "دلش ان اے نیم"۔ جناب زین العابدین صاحب میرٹھ کو دعوت عمل، مدیر معارف طرابلس الغرب لیبیا کو ذکری مولانا محمد علی اور اخبار الجمعیۃ اور روزنامہ الاخبار بھجوایا۔ اخویم عبد الصمد صاحب برنی کے خط مرقومہ ۲۸ ر جولائی کا جواب آیا اور چار ورق نقل تبلیغی ڈائری بھجوائے۔ ڈاکٹر محمد صدیق حجاج ڈپٹی سفیر حکومت پاکستان برائے دمشق کل بغداد وارد ہوئے رخصت پر کراچی جا رہے ہیں آج موصوف دکان پر تشریف لائے۔ ملکر خوشی ہوئی قریباً آدھ گھنٹہ بیٹھے۔

وزیر اعظم کی تقریر

(بقیہ از ص ۹)

ذریعہ ہی ہو سکتا ہے۔ شیخ عبد اللہ کی نام نہاد اسمبلی یا دوسری کسی طاقت کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ کشمیر کے بارے میں کوئی فیصلہ کرے

بھارت کے فرقہ وار فسادات

تقسیم ملک کے بعد بھارت میں ۲۰ بڑے بڑے فرقہ وار فسادات ہوئے جن کی وجہ سے بہت سے بھارتی مسلمانوں کو مجبوراً پاکستان آنا پڑا۔

پنجاب اور سندھ میں مہاجرین کو بسانے کی پوری کوشش جاری ہے کراچی میں مہاجرین کے لئے بہت سے مکانات بنائے گئے ہیں۔ لیکن مشکل یہ ہے کہ کھوکھرا پار کے راستے لاتعداد مہاجرین آ رہے ہیں جن کی وجہ سے آبادکاری کا محکمہ پوری طرح عہدہ برآ ہونے نہیں پاتا۔ فروری ۱۹۵۰ء سے ۱۳ ر جولائی ۱۹۵۲ء ۴ لاکھ امزادہ مہاجرین کھوکھرا پار کے راستے پاکستان میں آئے۔ کراچی میں ۱۱۸۲ مکانات مہاجرین کے لئے بنائے گئے

فرقہ واریت

عہدیداروں کو تنبیہہ

پریس کمیونکے

حکومت پاکستان نے فیصلہ کیا ہے کہ صوبائی اور وفاقی مجلس وزراء کا کوئی رکن ان لوگوں میں کسی فرقہ کے عقائد کی تبلیغ کرنے میں اپنی سرکاری حیثیت سے کام نہ لے جن کا سابقہ اس سے پڑتا ہے۔ ہر گورنر سے کہا جا رہا ہے کہ تمام متعلقہ وزراء کو اس فیصلہ سے آگاہ کر دیا جائے۔ اور توقع کی جاتی ہے کہ آئندہ کوئی وزیر اس قاعدہ کی خلاف ورزی نہیں کرے گا۔

حکومت پاکستان کے پاس متعدد شکایات پہنچی ہیں کہ مرکزی اور صوبائی حکومتوں کے بعض عہدیدار جو ایک خاص فرقہ سے تعلق رکھتے ہیں اپنی سرکاری حیثیت سے ناجائز فائدہ اٹھا کر اپنے ماتحتوں اور ان لوگوں میں اپنے فرقہ کے عقائد کی تبلیغ کرتے ہیں جن کا ان کی سرکاری حیثیت کی وجہ سے ان سے سابقہ پڑتا ہے حکومت اس امر کو بہت برا سمجھتی ہے چنانچہ اس نے ناپسندیدہ سرگرمی کو فوراً روک دینے اور آئندہ سے کسی فرقہ کے عقیدہ کی اس قابل اعتراض طریقہ سے تبلیغ کو ممنوع قرار دینے کا فیصلہ کیا ہے۔

اس سلسلہ میں ضابطہ ملازمت سرکاری کے قواعد میں ترمیم کی جا رہی ہے۔ حکومت آگاہ کر دینا چاہتی ہے کہ جو شخص بھی خواہ وہ کسی عقیدہ کا کیوں نہ ہو اس قاعدہ کی خلاف ورزی کریگا اس کے خلاف سخت کارروائی کی جائے گی۔ پاکستان کی دیانتی اور ریاستی حکومتوں سے بھی اس پر عمل کرنے کو کہا گیا ہے

معتمدی کابینہ۔ حکومت پاکستان۔ کراچی۔ ۱۴ ر اگست ۱۹۵۲ء

سانحۂ ارتحال

۱۔ حکیم حافظ محمد حسین صاحب گجرات کا نوجوان فرزند بشیر احمد (عمر ۲۶ سال) اچانک فوت ہو گیا ہے۔

۲۔ ہمارے عزیز دوست محمد اعظم صاحب علوی کارکن دفتر انجمن کی اہلیہ محترمہ طویل علالت کے بعد ۱۹ اگست کو وفات پا گئیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

ہم ہر دو دوستوں کے سانحہ دلی ہمدردی کا اظہار کرتے ہوئے دست بدعا ہیں کہ اللہ تعالے انہیں صبر جمیل عطا فرمائے اور مرحومین کو اپنی آغوش رحمت میں جگہ دے۔

تمام احمدیہ جماعتوں سے جنازہ غائبانہ کی درخواست ہے۔

درخواست دعا

میرا بھانجا منیر احمد کئی ماہ سے بیمار ہے چند دن سے بہت کمزور ہو گیا ہے تمام بزرگوں سے دعائے صحت کی درخواست ہے۔

خاکسار۔ آفتاب عالم

مسلمانوں کو یاد رکھنا چاہیئے اور تاریخ شاہد ہے کہ عظیم اسلامی سلطنتیں باہمی اختلافات اور رقابتوں کے باعث تباہ ہوئیں

"صوبائی تعصب اور فرقہ وارانہ منافرت پھیلانے والے پاکستان کے دشمن ہیں"

اخبارات کو اپنی اشاعت بڑھانے کیلئے سنسنی نہیں پھیلانی چاہیئے

(وزیر اعظم پاکستان خواجہ ناظم الدین کی تقریر)

کراچی ۱۵ اگست۔ کل شام جہانگیر پارک میں پاکستان کا پانچواں جشن استقلال منانے کی غرض سے ایک عظیم الشان اجلاس منعقد ہوا جس میں الحاج خواجہ ناظم الدین وزیر اعظم پاکستان نے نعرہ ہائے تکبیر کی گونج میں ۔۔۔۔۔۔ پاکستان کے یوم استقلال پر ملت پاکستان کو ہدیہ تبریک پیش کیا اور تلقین کی کہ وہ اللہ تعالے کے احسان عظیم کا دل و جان سے شکریہ ادا کریں جس نے اسے آزادی جیسی گرانقدر نعمت عطا فرمائی اور ہر قدم پر میری دستگیری کی جس کی وجہ سے ہم نے لاتعداد مشکلات پر قابو پایا ان مشکلات میں سے ہر ایک ایسی تھی جو ہمیں اور ہمارے وطن عزیز کو ختم کر سکتی تھی۔ لیکن یہ تائید ایزدی کا کرشمہ تھا جس نے نہ صرف ہماری آزادی کو قائم رکھا ہے بلکہ ہمارے وطن عزیز کو دن دگنی اور رات چوگنی ترقی بھی نصیب کی۔ ملت پاکستان کو معلوم ہے کہ آزادی کا حصول مشکل کام ہے۔ لیکن اسے یہ بھی معلوم ہونا چاہیئے کہ آزادی کا برقرار رکھنا اس کے حصول سے کہیں زیادہ مشکل ہے اس کے لئے بڑے ایثار اور قربانی کی ضرورت پیش آتی ہے اور بسا اوقات جان کی بازی لگا دینی پڑتی ہے۔ میں اس موقعہ پر قائد ملت کے وہ الفاظ دہرانا چاہتا ہوں جو مرحوم و مغفور نے انہوں نے پچھلے سال اسی موقعہ پر کہے تھے وہ الفاظ یہ تھے۔

"میری سمجھ میں نہیں آتا کہ ملت نے مجھ پر

> غیر ذمہ دار لوگ بے پرکی اڑاتے ہیں چونکہ قوم ان کے منہ لگام نہیں ڈالتی اسلئے آہستہ آہستہ قوم میں بے اطمینانی پھیلنی شروع ہو جاتی ہے بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ یہ بے اطمینانی کسی بیرونی طاقت کے ایما پر جاسوسوں اور تنخواہ خوار ایجنٹوں سے پھیلائی جاتی ہے۔

جو اعتماد کیا ہے اس کا حق کس طرح ادا کروں میرے پاس دولت اور جائداد نہیں اور میں اس پر خوش ہوں کیونکہ یہ چیزیں بسا اوقات انسان کے ایمان کو کمزور کر دیتی ہیں میرے پاس صرف میری زندگی ہے اور اسے میں گذشتہ چار سال سے پاکستان کی نظر کر چکا ہوں میں ملت سے صرف یہی وعدہ کر سکتا ہوں کہ اگر پاکستان کے تحفظ کے لئے ملت کا خون بہانا پڑے تو لیاقت کا خون اس میں ضرور شامل ہوگا۔

کروڑہا مسلمانوں کی آرزوؤں کی تفسیر

خواجہ صاحب نے فرمایا کہ بابائے ملت اور قائد ملت تو اپنی جانیں پاکستان پر قربان کر چکے ہیں۔ اب ہمارا فرض ہے کہ پاکستان کی سالمیت اور اس کی حفاظت کے لئے کسی قربانی سے دریغ نہ کریں۔ پاکستان ملت کی غلامی کے بعد حاصل ہوا ہے اور عوام کو معلوم ہے کہ ہمیں اس کے حصول کے لئے بڑا بیش جانیں قربان کرنا پڑی ہیں۔ گویا پاکستان کروڑوں مسلمانوں کی آرزوؤں کی تفسیر دنیائے اسلام کی امیدوں کا مرکز اور اللہ تعالے کی ایک مقدس امانت ہے جس کی حفاظت کے لئے اگر ہم اپنے خون کا آخری قطرہ بھی بہا دیں تو بھی کم ہے۔

اعمال کا جائزہ

میں اس مبارک موقعہ پر ساری ملت کو اپنے اعمال کے جائزے کی دعوت دیتا ہوں ہر شخص کو خدا کو حاضر و ناظر جان کر اپنے دل کو ٹٹولنا چاہیئے اور یہ سوچنا چاہیئے کہ وطن عزیز کی طرف سے اس پر جو فرائض عائد ہوتے ہیں۔ اس نے انہیں کس حد تک پورا کیا ہے اسے اس امر پر غور کرنا چاہیئے کہ اس سے دیدہ دانستہ یا نادیدہ و نادانستہ کسی ایسے فعل کا ارتکاب تو نہیں کیا جس سے مملکت کو نقصان پہنچا ہو یا نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو۔

بابائے ملت کے بتائے ہوئے اصول

قائداعظم نے ہماری قومی زندگی کی تقویت کے لئے جو اصول وضع کئے تھے وہ سنہری حروف سے لکھنے کے قابل ہیں۔ ہم اپنی پنجسالہ قومی زندگی میں تجربہ کر چکے ہیں کہ ہماری قوم یقین محکم تنظیم و ضبط اور اتحاد کے بغیر اس منزل تک نہیں پہنچ سکتی جس کی خوشخبری ہمیں بابائے ملت کی طرف سے دی گئی ہے۔ میں بابائے ملت کا ایک ادنیٰ خادم ہونے کی حیثیت سے ہی قوم کو انہیں اصولوں پر عمل پیرا ہونے کی دعوت دیتا ہوں۔ اگر ہم نے ان زرین اصولوں کو طاق نسیان پر رکھ دیا تو یاد رکھئے ہماری نجات ناممکن ہو جائے گی۔ اور آنے والی نسلیں ہمیشہ ہمیں پھٹکار کا نشانہ بناتی رہیں گی۔

داخلی خلفشار

تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ کسی ملک کی تباہی کے دو ہی وجوہ ہوا کرتے ہیں (۱) بیرونی حملہ (۲) داخلی خلفشار۔ مگر یاد رکھئے داخلی خلفشار بیرونی حملے سے بہت زیادہ خطرناک ہوا کرتا ہے جب کسی ملک پر بیرونی حملہ ہوتا ہے تو ملک کی ساری طاقتیں مجتمع ہو جایا کرتی ہیں اور ملک کے سارے عناصر متحد ہو کر بیرونی دشمن کے مقابلے کے لئے صف بستہ ہو جاتے ہیں۔ لیکن اندرونی خلفشار ملک کی ساری قوت کو منتشر کر دیتا ہے۔ تشتت و افتراق ہر ملک، اور قوم کے لئے لعنت ثابت ہوتا ہے جو قوم کو گھن کی طرح کھا جاتا ہے اور وہ بیرونی حملہ کے بغیر ہی صفحہ ہستی سے مٹ جاتی ہے انتشار کی حالت میں کوئی اپنی آزادی کو برقرار نہیں رکھ سکتا لیکن انتشار یکایک کبھی پیدا نہیں ہوتی یہ زہر آہستہ آہستہ قوم کے اعصاب میں دھنستا ہے اور قوم کو بالکل مفلوج کر دیتا ہے۔ اس کی ابتدائی شکل یہ ہوتی ہے کہ غیر ذمہ دار لوگ بے پرکی اڑاتے ہیں چونکہ قوم ان کے منہ میں لگام نہیں ڈالتی اس لئے آہستہ آہستہ قوم میں بے اطمینانی پھیلنی شروع ہو جاتی ہے بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ یہ بے اطمینانی کسی بیرونی طاقت کے ایماء پر جاسوسوں اور تنخواہ خوار ایجنٹوں کی وساطت سے پھیلائی جاتی ہے۔ سب سے پہلے نہایت غیر ذمہ داری سے نکتہ چینی شروع کی جاتی ہے۔ ملک میں ایسی افواہیں پھیلائی جاتی ہیں جن کی وجہ سے قوم میں بد دلی پھیلتی ہے مجھے بیحد افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ ہمارے ملک میں بھی غیر ذمہ دارانہ تنقید زور پکڑ رہی ہے جس کا مقصد

> بعض اخبار نویس اور کالم نویس بے اطمینانی پھیلانے کو اپنا فرض سمجھتے ہیں وہ شب و روز اس فکر میں غلطاں و پیچاں رہتے ہیں کہ کوئی ایسی چیز مل جائے جسے ملک میں بے اطمینانی پھیلانے کے لئے حربے کے طور پر استعمال کیا جا سکے اگر بے اطمینانی پھیلانے کے یہی طور طریقے جاری رہے تو ظاہر ہے کہ کوئی معاشرہ بھی زندہ نہیں رہ سکتا میں اپنے اخبار نویسوں کو متنبہ کرتا ہوں کہ وہ ایسا مشغلہ اختیار کرنے سے مجتنب رہیں اور ہماری قومی زندگی کو تباہ و برباد کرنے کی کوشش نہ کریں۔ قرآن حکیم "لا تفسدوا فی الارض" کے الفاظ سے ہمیں فتنہ و فساد سے روکتا ہے۔

عام بے اطمینانی پھیلانے کے سوا کچھ نہیں عام طور پر دیکھا جاتا ہے کہ معمولی چائے خانوں سے لے کر فیشن ایبل ہوٹلوں اور ریستورانوں تک میں بیٹھنے والے ایسی گفتگو شروع کر دیتے ہیں جس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ ہم اپنے کارناموں پر

> اخبار نویسوں کو یاد رکھنا چاہیئے کہ اندرونی اختلافات اور رقابتیں کئی ایک عظیم الشان اسلامی سلطنتوں کی اینٹ سے اینٹ بجا چکی ہیں اگر خدا نخواستہ پاکستان جیسے نومولود ملک کو ایسی تفرقہ انگیز طاقتوں سے واسطہ پڑا تو ظاہر ہے کہ اس کے لئے بحل مشکلات پیدا ہو جائینگی۔

فخر کرنے کی بجائے ہراس میں مبتلا ہوں تاکہ ہماری قوت ارادی سلب ہو جائے جمہوری ملکوں میں تنقید کی مخالفت نہیں کی جا سکتی لیکن عوام کو قومی امور کے پیش نظر نہایت ذمہ داری سے تنقید کرنی چاہیئے جس مسئلے پر تنقید مقصود ہو اس کے تمام پہلوؤں پر اچھی طرح غور کر لینا چاہیئے تاکہ ایسا نہ ہو کہ اس سے تخریب کا کوئی پہلو نکل آئے کیونکہ یہ امر مسلم ہے کہ تخریب سے بنا بنایا کھیل فی الفور بگڑ جاتا ہے۔

اخباروں کو انتباہ

بدقسمتی سے ہمارے ملک کے اخباروں کا ایک حصہ ایسا ہے جس کو حکومت کا کوئی فعل پسند نہیں اور جسے پاکستان کی قومی زندگی میں کوئی خوبی نظر نہیں آتی بعض اخبار نویس اور کالم نویس بے اطمینانی پھیلانے کو اپنا فرض سمجھتے ہیں وہ شب و روز اس فکر میں غلطاں و پیچاں رہتے ہیں کہ کوئی ایسی چیز ہاتھ آ جائے جسے ملک میں بے اطمینانی پھیلانے کے لئے حربے کے طور پر استعمال کیا جا سکے اگر بے اطمینانی پھیلانے کے یہی طور طریقے جاری رہے تو ظاہر ہے کہ کوئی معاشرہ بھی زندہ نہیں رہ سکتا میں اپنے اخبار نویسوں کو متنبہ کرتا ہوں کہ وہ ایسا مشغلہ اختیار کرنے سے مجتنب رہیں اور ہماری قومی زندگی کو تباہ و برباد کرنے کی کوشش نہ کریں قرآن حکیم "لا تفسدوا فی الارض" کے الفاظ سے ہمیں فتنہ و فساد سے روکتا ہے۔

مضر افواہیں

مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ بعض ایسے خارجی اور داخلی دشمن نمودار ہو چکے ہیں جو ایسی افواہیں پھیلانے میں مصروف ہیں جو مملکت کے لئے سخت مضر ہیں۔ یہ افواہیں کبھی اخباروں کے ذریعہ پھیلائی جاتی ہیں اور کبھی زبانی۔ یقیناً اس قسم کی افواہیں پھیلانے والے ہمارے دشمن ہیں ایسے لوگ بعض اوقات عوام کی شکایات سے غلط فائدہ اٹھاتے ہیں اور لاقانونی کی آگ بھڑکا کر عوام میں تشتت و افتراق پیدا کرنے میں یہ لوگ حکومت کے خلاف، وزراء کے خلاف سرگوشیاں کرتے ہیں، کبھی یہ افواہ پھیلاتے ہیں کہ وزارت میں تبدیلی ہونے والی ہے کبھی یہ پروپیگنڈا کرتے ہیں کہ وزراء میں اختلاف پیدا ہو چکا ہے۔ کبھی عوام کی ناجائز حمایت حاصل کرنے کے لئے گویا ہوتے ہیں کہ حکومت عوام کے لئے کچھ نہیں کرتی۔ کبھی صوبہ پرستی کے جذبات بھڑکاتے ہیں اور کبھی طبقاتی نفرت پھیلاتے ہیں۔

میں عوام سے وطن کے نام پر اپیل کرتا ہوں کہ وہ جب کبھی ایسی ناقابل اعتراض باتیں سنیں تو ان کی سختی کے ساتھ تردید کیا کریں اور ایسی لغو اور فضول باتیں کرنے والے کو تباہ اس کی حیثیت کتنی ہی بڑی کیوں نہ ہو ملک و قوم کا دشمن تصور کریں عوام کو معلوم ہونا چاہیئے کہ جب تک ان کا پورا تعاون حاصل نہیں ہوگا ایسے فتنے کا سدباب نہیں ہو سکے گا۔

سنسنی پیدا کرنے والی خبریں

بعض اخبار نویس اپنے اخبار کی اشاعت بڑھانے کے لئے سنسنی پیدا کرنے والی خبریں شائع کرتے ہیں۔ میں ایسے اخبار نویسوں سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ اخبار کی اشاعت کی نسبت پاکستان کے استحکام کو زیادہ عزیز رکھیں اگر عوام اور اخبار نویس حکومت سے پورا تعاون کریں تو کوئی وجہ نہیں کہ خطرناک لوگوں کے منصوبے خاک میں نہ مل جائیں۔ اخبار نویسوں کو یاد رکھنا چاہیئے کہ اندرونی اختلافات اور رقابتیں کئی ایک عظیم الشان اسلامی سلطنتوں کی اینٹ سے اینٹ بجا چکی ہیں اگر خدانخواستہ پاکستان جیسے نومولود ملک کو ایسی تفرقہ انگیز طاقتوں سے واسطہ پڑا تو ظاہر ہے کہ اس کے لئے بے حد مشکلات پیدا ہو جائیں گی۔

صوبائی تعصب

میں بارہا صوبہ پرستی اور صوبائی تعصب کی مذمت کر چکا ہوں اور عوام سے التماس کر چکا ہوں کہ وہ اس کا سدباب کریں بہت سے سیاست دان اور اخبار میری اس التماس کی حمایت کر چکے ہیں اس کے باوجود میں محسوس کر رہا ہوں کہ یہ زہر ہماری روزمرہ کی زندگی میں پھیلتا جا رہا ہے بعض عناصر پاکستان کے امراء اور غرباء میں منافرت پھیلانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اکثر اوقات اس قسم کے پروپیگنڈے کے پیچھے کمیونسٹوں کا ہاتھ ہوتا ہے جو نہ خدا کو مانتے ہیں نہ اسلام کو۔ اور وہ اسلام اور مذہب کے نام سے بھی بیزار ہیں۔ اس کے باوجود وہ اپنے مقصد کے حصول کے لئے اسلامی

> جمہوری نظام عوام کو جلسے کر کے اپنی شکایات کے اظہار کا حق دیتا ہے۔ لیکن یہ نظام شکایات رفع کرنے کی غرض سے تشدد کے استعمال کی کبھی اجازت نہیں دیتا نہ شکایات کے اظہار کے لئے ایسے ذرائع استعمال کرنے کی اجازت دے سکتا ہے جن کی وجہ سے نقص امن کا اندیشہ ہو۔ اور حقیقت یہ ہے کہ اس قسم کے مظاہروں سے کبھی یہ ثابت نہیں ہو سکتا کہ سارے عوام اس مطالبہ کے حامی ہیں۔

لباس پہن کر پروپیگنڈا کرتے ہیں، اسلامی جمہوریت تقریر و تحریر کی آزادی کی پوری حامی ہے لیکن تحریر و تقریر کی آزادی سے غلط فائدہ اٹھانا کسی طرح بھی جائز نہیں تقریر و تحریر کی آزادی کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ لاقانونی کی کھلم کھلا اجازت دے دی جائے اور وطن کو تباہ ہوتے دیا جائے۔ ہمیں جمہوریت کی بناء پر ایسی صحت مند روایات قائم کرنی چاہئیں جن کی پیروی آئندہ نسلیں بھی کریں۔ لاقانونی میں ہمارا ہر قدم ڈگمگائے گا اور ہم جس عمارت کی تعمیر بھی شروع کریں گے وہ مکمل نہیں ہوگی۔

لاقانونی کا انسداد

جمہوریت میں حکومت چلانے کی ذمہ داری عوام کے منتخب نمایندوں پر عاید ہوتی ہے۔ حکومت کا فرض ہے کہ ملک کو لاقانونی سے محفوظ رکھے اور امن و امان قائم کرے جمہوری نظام یہ کہتا ہے کہ عوام کی شکایات مجالس مقننہ کے سامنے پیش ہوں جمہوری نظام عوام کو جلسے کر کے اپنی شکایات کے اظہار کا حق دیتا ہے۔ لیکن یہ نظام شکایات رفع کرنے کی غرض سے تشدد کے استعمال کی کبھی اجازت نہیں دیتا نہ شکایات کے اظہار کے لئے ایسے ذرائع کے استعمال کی اجازت دے سکتا ہے۔ جن کی وجہ سے نقص امن کا اندیشہ ہو۔ اور حقیقت یہ ہے کہ اس قسم کے مظاہروں سے کبھی یہ ثابت نہیں ہو سکتا کہ سارے عوام اس مطالبہ کے حامی ہیں، لاقانونی کے ایسے مظاہروں سے بعض اوقات پولیس سے بھی عوام کا تصادم ہو جاتا ہے۔ حکومت کے لئے اشد ضروری ہے کہ قانون اور امن کی حفاظت کرنے والوں کی حمایت کرے۔ اگر پولیس کو اپنے آپ پر اعتماد نہ رہے یا پولیس کو یہ یقین نہ رہے کہ حکومت اس کی پوری حمایت کرے گی تو ملک میں بدنظمی پھیل جائے گی۔

صوبائی حکومت اور مرکزی حکومت کا فرض ہے کہ پولیس کے خلاف رشوت اور ظلم کی شکایات کی پوری پوری تحقیقات کریں اور اگر یہ شکایات صحیح ثابت ہوں تو پولیس کے ارکان کو عبرتناک سزائیں دیں۔ لیکن جب پولیس قیام امن اور انسداد لاقانونی سے متعلق اپنے فرائض سرانجام دے رہی ہو تو حکومت کا فرض ہے کہ وہ اس کی پوری پوری حمایت کرے۔

حکومت کے اعمال کا محاسبہ

تمام جمہوری ملکوں میں مجلس مقننہ ہی ایک ایسا ادارہ ہوتا ہے جہاں حکومت کے اعمال کا محاسبہ ہو سکتا ہے جب مجلس مقننہ کی مقررہ مدت ختم ہو جائے تو از سر نو انتخابات ہوا کرتے ہیں چنانچہ پنجاب سرحد اور بہاولپور میں بالغوں کے حق میں رائے کے اصول پر عام انتخابات ہو چکے ہیں۔ تاریخ شاہد ہے کہ کئی جمہوری ملکوں میں یہ حق سالہا سال کی جدوجہد کے بعد دیا گیا۔ لیکن پاکستان میں یہ حق چار سال کے اندر اندر تسلیم کر لیا گیا (نعرے) سندھ اور مشرقی پاکستان میں بھی عنقریب انتخابات عمل میں لائے جائیں گے۔

نیا دستور

باقی رہا دستور ساز اسمبلی کا معاملہ میں ایک گذشتہ پریس کانفرنس میں کہہ چکا ہوں کہ آئین سازی میں بڑی عجلت

سے کام لیا جا رہا ہے۔ مجھے توقع ہے کہ اکتوبر یا نومبر میں آئین ساز اسمبلی میں پاکستان کے لئے نئے دستور کو پیش کر دیا جائے گا اور انشاء اللہ آئندہ سال کے وسط یا خاتمے تک نیا دستور منظور ہو جائے گا۔ اس وقت نئے دستور کے مطابق انتخابات عمل میں آئیں گے۔ جس کے بعد نئی وزارت قائم ہو جائے گی اس وقت تک سب صوبوں میں انتخابات ہو چکے ہیں اور مرکز میں بھی دستور سازی کا کام ختم ہوتے ہی انتخابات ہو جائیں گے۔

عوام کا معیار زندگی

خواجہ صاحب نے سلسلہ تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا کہ حکومت عوام کا معیار زندگی بلند کرنے کی پوری کوشش کر رہی ہے لیکن یہ مقصد امراء اور غرباء میں منافرت پیدا کرنے سے حاصل نہیں ہو سکتا بلکہ اس کے لئے مسلسل طور پر جدوجہد کی ضرورت ہے، پچھلے سال کی خشک سالی کی وجہ سے غذائی مشکلات پیدا ہو گئی ہیں جن پر قابو پانے کی ہر ممکن کوشش کی جا رہی ہے۔ لیکن غذائی مشکلات پر قابو پانے کے لئے صحیح علاج یہ ہے کہ زیر کاشت رقبہ بڑھایا جائے اور پیداوار کے طریقوں کی اصلاح کی جائے چنانچہ اس کے لئے کوشش کی جا رہی ہے۔ تھل کا منصوبہ قریب التکمیل ہے۔ وہاں سڑکیں تیزی سے بن رہی ہیں اور مہاجرین کو آباد کیا جا رہا ہے منڈیاں بن رہی ہیں اور قصبے زیر تعمیر ہیں۔ سندھ میں کوٹری بیراج کا منصوبہ زیر تکمیل ہے۔ خواجہ صاحب نے فرمایا کہ زرعی آبادی کے لئے مزارعین کو مطمئن رکھنا بے حد ضروری ہے۔ مشرقی بنگال، صوبہ سرحد اور پنجاب میں لگانداری کے قوانین پر تیزی سے عمل ہو رہا ہے لیکن سندھ میں ابھی تک مزارعین کی حالت اطمینان بخش نہیں مجھے امید ہے کہ اس صوبے میں بھی جلد اہم قدم اٹھایا جائے گا۔ لیکن پاکستان کے عوام کا معیار زندگی بلند کرنے کے لئے صرف زرعی ترقی کافی نہیں کیونکہ عصر حاضر میں صنعتی ترقی کے بغیر عوام کا معیار زندگی بلند نہیں ہو سکتا حکومت نے صنعتی ترقی کے لئے بہت سے منصوبے بنا رکھے ہیں جن پر عمل ہو رہا ہے۔ ان میں پٹ سن کے کارخانے بھی شامل ہیں جو نرائن گنج وغیرہ میں بنائے جا رہے ہیں۔ ان کارخانوں میں معیاری اشیاء تیار ہوتی ہیں جو دوسرے ملکوں میں ہاتھوں ہاتھ بک رہی ہیں۔

سوتی کپڑے کے کارخانے

پاکستان میں سوتی کپڑے کے متعدد کارخانے قائم کئے جا رہے ہیں تقسیم کے وقت پاکستان میں سوتی کپڑے کے کارخانوں میں صرف دو لاکھ تکلے تھے لیکن اب ان کی تعداد ۵ء۳ لاکھ تک پہنچ چکی ہے اور ان میں امسال ڈھائی لاکھ کا اضافہ ہونے والا ہے۔

یہ کارخانے سالانہ کپڑے کی پونے دو لاکھ گانٹھیں تیار کرتے ہیں۔ ریشمی کپڑا تیار کرنے والے کارخانے سالانہ پچاس لاکھ گز کپڑا تیار کرتے ہیں۔ چٹاگانگ میں کاغذ سازی کا کارخانہ تیار ہو رہا ہے جو اگلے سال کاغذ تیار کرنے لگے گا۔ اب پاکستان میں تقسیم کی نسبت دگنی کھانڈ تیار ہو رہی ہے۔ جہاں تک پن بجلی کا تعلق ہے مالاکنڈ اور رسول کے کارخانے مکمل ہو چکے ہیں اور درگئی کا کارخانہ تیار ہو رہا ہے ابھی پاکستان میں تربیت یافتہ مزدوروں اور کارکنوں کی بڑی کمی ہے اس کمی کو دور کرنے کے لئے ۲۳۵ افسروں کو دوسرے ملکوں میں تربیت حاصل کرنے کے لئے بھیجا جا چکا ہے

اقتصادی ترقی

پاکستان کی اقتصادی ترقی اس کے میزانیہ سے بخوبی واضح ہو سکتی ہے سنہ ۵۰-۱۹۴۹ء میں پاکستان کے مصارف ۶۶ کروڑ ۷۷ لاکھ روپے تھے لیکن امسال وہ ایک ارب ۱۰ کروڑ ۸۷ لاکھ روپے تک پہنچ گئے۔ چنانچہ قومی تعمیر کے کاموں کے لئے ۸۹ کروڑ ۷۹ لاکھ روپیہ وقف کیا گیا۔ امسال دنیا بھر میں خام اشیاء کی قیمتوں میں بحران سا پیدا ہو چکا ہے۔ اگر ہم ثابت قدمی سے کام کرتے رہے تو انشاء اللہ ساری مشکلات پر قابو پالیں گے۔

اسلامی مملکت

بعض لوگ یہ کہتے سنے جاتے ہیں کہ ہمیں بار بار یہ نہیں کہنا چاہیئے کہ پاکستان ایک اسلامی ملک ہے۔ کیونکہ اس سے ترقی یافتہ قوموں میں بدظنی پھیلے گی لیکن مجھے اس سے اختلاف ہے۔ ہم نے اسلامی روایات کو قائم رکھنے کے لئے یہ ملک قائم کیا ہے لہذا کوئی وجہ نہیں کہ وہ صحیح معنوں میں اسلامی ملک نہ بنے۔ لیکن پاکستان کے اسلامی مملکت بننے کا مقصد صرف عبادت تک محدود نہیں رہنا چاہیئے عوام کو سائنس اور صنعت و حرفت کی طرف پوری توجہ دینی چاہیئے تاکہ وہ قدیم مسلمانوں کی طرح ہر شعبہ حیات میں دوسری اقوام پر فوقیت حاصل کریں۔ عوام کو معلوم ہونا چاہیئے کہ محض قانون منظور کرنے سے ملک میں اسلامی زندگی پیدا نہیں ہو سکتی عوام کو خود اسلامی ضابطہ حیات پر عمل کرنا چاہیئے یہ وہ ضابطہ ہے جس پر دوسروں نے عمل کر کے بے حد ترقی کی ہے۔

اسلامی زندگی کی ترویج کا مطالبہ تو بڑے شد و مد سے کیا جاتا ہے لیکن کہنے والوں کو خود بھی اس پر عمل کرنا چاہیئے محض قوانین منظور کر دینے اور تعزیرات نافذ کرنے سے مسلمانوں کو اسلامی طرز زندگی کا خوگر نہیں بنایا جا سکتا ہمیں اکثریت کو اسلام کے ضروری احکام کا پابند بنانا ہو گا جس میں کردار کا وہ ضابطہ بھی شامل ہے جو اسلام نے ہمارے لئے تجویز کیا ہے۔ اگر آج زیادہ تر مسلمان اس ضابطۂ کردار پر عمل کریں جس کا حکم ہمیں اسلام نے دیا ہے اور جس کو اختیار کر کے دوسری قومیں ترقی کر گئیں ہیں تو اس کا مطلب یہ ہو گا کہ ہم نے اسلامی طرز زندگی اختیار کر لیا۔ قرآن حکیم نے ہر جگہ ضابطۂ کردار پر زور دیا ہے۔ مثلاً دیانت۔ خدا ترسی۔ حق العباد کے متعلق صریح احکام ہیں۔

لیکن ہم میں سے اسلامی طرز زندگی کے کتنے حامی ہیں جو ان احکام پر عمل کرتے ہیں۔ ہم سب کو چاہیئے کہ وعظ و نصیحت سے پہلے خود اپنی زندگیوں کو اسلام کے سانچے میں ڈھالیں تاکہ ہم دوسروں کو بھی تلقین کر سکیں اور ہمارے کردار سے اسلام کی عظمت ثابت ہو۔

دفاع

پاکستان کو بیرونی حملوں سے نجات دلانے کے لئے مضبوط دفاعی قوت پیدا کرنے کی اشد ضرورت ہے۔ پاکستان کی سب سے بڑی مصلحت اور ہمارا سب سے بڑا فرض یہ ہے کہ پاکستان کی حفاظت کا پورا بندوبست کریں ہماری فوج نظم و ضبط ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ جوانمردی اور بہادری میں، دنیا کی کسی فوج سے کم نہیں ہم نے ایسی تربیت دے رکھی ہے جو مجاہدین اسلام کے نمایاں شان ہے یہ مسئلہ ہمیشہ ہمارے پیش نظر رہا ہے کہ ہم کس طرح اپنی فوج کے لئے جدید قسم کا سامان جنگ فراہم کریں جو گراں بھی ہے اور نایاب بھی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اور جو بعض اوقات کسی قیمت پر بھی نہیں ملتا اللہ کے فضل سے امسال ہمیں اسلحہ حاصل کرنے میں بڑی کامیابی حاصل ہوئی حکومت زیادہ روپیہ صرف کر کے اتنے بڑے پیمانے پر فوج کو مسلح کر رہی ہے کہ ہمارے ہر دشمن کو حملہ کرنے سے پیشتر ہزار بار تامل کرنے کی ضرورت پڑے گی (نعرے) میں اس کی تفصیل تو نہیں بتا سکتا۔ البتہ یہ یقین دلاتا ہوں، کہ انتہائی وسائل سے کام لے کر جدید ترین اسلحہ فراہم کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی گئی۔

فوج کی تربیت

تقسیم ملک سے پیشتر پاکستان میں فوج کی تربیت کے لئے صرف دو درسگاہیں تھیں جن میں سے ایک سٹاف کالج کوئٹہ اور دوسرا برائے نام تھا اب ملک میں صرف بری فوج کی تربیت کے ۲۲ مراکز ہیں اسی طرح بحری فوج کی تربیت کے لئے پاکستان میں کوئی مرکز نہ تھا اب اس کام کے لئے ۱۰ بڑے مرکز ہیں جن میں معمولی ہوائی اسکاؤٹ سے لے کر اعلیٰ درجے کے جیٹ طیارے چلانے کی بھی تربیت دی جاتی ہے۔

کلیدی آسامیاں

یہ امر باعث اطمینان ہے کہ فوج کی ہائی کمان اور اس کی کلیدی آسامیوں کو غیر ملکیوں سے پاک کرنے کی جو پالیسی بنائی گئی تھی اس پر پورا عمل ہو رہا ہے اب جنرل محمد ایوب خاں پاکستانی فوج کے کمانڈر انچیف ہیں اور وہ اور ان کے دوسرے افسر نہایت خوش اسلوبی سے فوجی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ (نعرے) سنہ ۱۹۵۳ء میں بحری کمانڈر انچیف کے عہدے پر پاکستانی افسر فائز کیا جائے گا۔ فضائی فوج نے جو ترقی کی ہے میں اس کی تفصیل نہیں دے سکتا لیکن عوام کو اطمینان دلاتا ہوں کہ خدا کے فضل سے ہماری فضائی فوج ہر لحاظ سے ترقی کر رہی ہے۔

اسلحہ سازی کے کارخانے

خواجہ صاحب نے کہا کہ کوئی ملک اس وقت تک ترقی نہیں کر سکتا جب تک کہ وہ اسلحہ تیار کرنے کا خود انتظام نہ کرے خدا کے فضل سے واہ کا اسلحہ سازی کا کارخانہ نہایت اچھی طرح کام کر رہا ہے اس کا تیار کردہ اسلحہ دنیا کے اچھا اسلحہ تیار کرنے والے کارخانوں کا پوری طرح مقابلہ کر سکتا ہے (نعرے)

خارجی تعلقات

پاکستان کی آزادی کی حفاظت پاکستان کی خارجی پالیسی کا نچوڑ ہے۔ پاکستان صلح دوست اور امن پسند ہے وہ ہر صلح دوست اور امن پسند ملک سے اچھے تعلقات قائم کرنے کا متمنی ہے اسلامی ملکوں سے وہ خاص طور پر اچھے تعلقات قائم کرنا چاہتا ہے اس نے اقوام متحدہ میں لیبیا اور مراکش کی آزادی کے لئے جد و جہد کر کے اس کا پورا ثبوت بھی دیا ہے ہم ایران کے بارے میں بھی کوشش کرتے رہے ہیں کہ تیل کا مسئلہ صرف ایران سے تعلق رکھے اور وہ جس طرح چاہے تیل سے استفادہ کرے

(باقی صفحہ ۹)

احرار احمدی تحریک

اتحاد المسلمین کو پاش پاش کرنے کا ناپاک منصوبہ

دولتِ خداداد پاکستان پر احرار کی معاندانہ یورش

فخر الدین صاحب سیالکوٹ

احرار گروہ بے راہرو بساط سیاست کے ان پٹے ہوئے مہروں کی جماعت ہے جو قیام پاکستان پر اپنی موت آپ ہی مر چکے تھے۔ ان کی اسلام دشمنی کے لئے مسجد شہید گنج کے بعد ان کی پُراسرار خاموشی کا ذکر کر دینا ہی کافی ہوگا۔ سنہ ۱۹۴۶ء کے اور اس سے ملحقہ سالوں میں اپنے ہمارے آقاؤں کے اشاروں پر اس گروہ نے مسلم لیگ اور پاکستان کے جو زہر چکانیاں کیں وہ تاریخ پاکستان میں ابھی تک محفوظ ہیں۔ تب بھی انہوں نے مسلم لیگ کے جھنڈے تلے جمع ہو کر مسلمانوں کی بنیان مرصوص سے سر ٹکرا دیا ایسی ریشہ دوانیوں سے باز نہ رہے اور اپنے خداوندان نعمت کے سامنے نمک حلالی کا ثبوت بار بار دیتے رہے۔ خدا بھلا کرے حضرت قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا جنہوں نے قرآن کریم کو ہاتھ میں لے کر مسلمانان برصغیر میں اتحاد پیدا کیا کہ جملہ اسلامی فرقوں کو ایک پلیٹ فارم پر لا کھڑا کیا اور تکفیر سے بیزاری کا اظہار کرتے ہوئے جنگ آزادی میں سب فرقوں کی شمولیت کا اعلان عام کر دیا۔ گو ان کی زندگی میں بھی مفسد اور شرارت پسند لوگوں نے جن کی تجارت کفر گری ٹھنڈی پڑ گئی تھی کوشش کی کہ پھر سے اس صنعت کو فروغ دیا جائے۔ مگر وہ روشن دماغ اور معاملہ فہم قائد اعظم کو پائے استقلال سے متزلزل نہ کر سکے۔ ان کا خیال تھا کہ جلد پاکستان بن گیا تو پھر ہم اپنی اس تجارت کو فروغ دے لیں گے مگر دستور ساز اسمبلی کی قرارداد مقاصد نے ان کی رہی سہی امیدوں پر پانی پھیر دیا اور یہ مولوی بوکھلا اٹھے کہ یہاں بھی قرآن اور سنت پر آئین کی بنیادیں استوار ہونے لگیں تو ہمیں کون پوچھے گا؟ مگر کھلے بندوں یہ پاکستان کے خلاف آواز اٹھانا چاہتے تھے۔ اُدھر خدا کا فضل پاکستان کے شامل حال تھا۔ وہ دن بدن ترقی کی طرف گامزن تھا۔ بیرونی دنیا میں وہ ایک ممتاز مقام حاصل کر چکا تھا اور اتحاد بین المسلمین کے نسخہ سے جو کامیاب تجربہ پاکستان کو اندرونی طور پر ہوا تھا اس کو وہ اب اس طرح سے استعمال کرنے لگا تھا کہ اسلامی ممالک کو ایک متحدہ پلیٹ فارم پر جمع کرے تاکہ اسلامی دنیا ایک مضبوط بلاک بن کر اپنے مفاد کا بہتر خیال کر سکیں۔ اس سلسلہ کی پہلی کڑی اسلامی ممالک کے وزراء اعظم کی ایک موتمر بلانے کی تجویز تھی۔

ہندو کانگریس اور بھارت کو یہ صورت حال پریشان کر رہی تھی اور وہ اس سوچ میں تھے کہ کس طرح پاکستان کو کمزور کر دیا جائے۔ ان بنیوں نے سوچا کہ مسلمان مولوی ان کے بہترین آلۂ کار بن سکیں گے۔ چنانچہ انہوں نے مکفر علماء کی تلاش کرتے کرتے اندرونی فتنہ کے لئے احرار کو منتخب کیا اور بیرونی ممالک کے لئے افغانستان کو۔ یہ دونوں ناؤس روپے کے لئے ہر آگ الاپنے کو تیار تھے۔

چنانچہ احرار نے پاکستان میں سلسلہ عالیہ احمدیہ کے خلاف اشتعال انگیز تقاریر کا سلسلہ شروع کر دیا۔ اور جگہ جگہ اپنے جلسوں تقریروں اور تحریروں سے مسلمانوں میں منافرت پھیلانی شروع کی۔ جہاں موقعہ دیکھتے مسلم لیگ اور پاکستان کے خلاف بھی زہر اگلنے سے نہ چوکتے۔ یہاں تک کہ پشاور میں اسی سال عطاء اللہ بخاری صاحب نے تقریر کے دوران میں بانیٔ پاکستان حضرت قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی اہانت تک کی۔

تو یہ موجودہ کشمکش بھارتی احرار کی ملی بھگت ہے۔ اگر آپ کو یقین نہ آئے تو ۲ر جولائی سنہ ۱۹۵۲ء کا ویر بھارت پڑھ لیں جہاں ان کرایہ کے ٹٹوؤں کی پیٹھ ٹھونکی گئی ہے اور ان کے مطالبات کی تائید کی گئی ہے۔ ان کی اس مذموم روش کو سراہتے ہوئے یہ کانگریسی اخبار مرزائیوں کو مسلم لیگ کا ہم خیال گردانتا ہے کہ "بھارت ماتا کے حصے بخرے کرنے میں یہ مرزائی مسلم لیگ کے ہم نوا تھے" دیکھا آپ نے کہ علماء اسلام کی کونشن کی ڈائرکشن بھارت سرکار اور کانگرس کے ہاتھ میں ہے یا نہیں؟ ممکن ہے آپ کہیں کہ کانگرسی حکومت ہند کو ان ملاؤں میں کیا خصوصیت نظر پڑی اور اس نے احمدیوں کو کافر کہلوانے میں اپنا کیا فائدہ سوچا تو ان کی خدمات مستاجر لے لیں تو حقیقت یہ ہے کہ ہندو بھارتی ایک قومی کمزوری سے بخوبی آگاہ ہے وہ جانتا ہے کہ مسلمانوں کی اکثریت ملاؤں کو ارباباً من دون اللہ کا مقام دے کر ان کے قول کو صحیح اور درست مانتے ہیں بلکہ چاہے وہ قرآن پاک اور فرمودہ نبوی صلعم کے خلاف کیوں نہ ہو کالوحی سمجھنے میں دیر نہیں کرتی۔ اسی لئے ان ملاؤں کو جو صنعت تکفیر کے مشاق ہیں چن لیا گیا ہے۔ اور تکفیر وہ مسئلہ ہے جس سے وحدت اسلامی پاش پاش ہو کر رہ جاتی ہے۔ چنانچہ یہی ویر بھارت ۱۲ر جولائی کی اشاعت میں جلی حروف سے یہ خبر دیتا ہے کہ

"مرزائیوں کے بعد شیعوں کے خلاف محاذ تکفیر قائم ہو گیا"

اور یہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں کہ بریلوی۔ دیوبندی۔ اہلحدیث خوارج۔ چکڑالوی۔ ایک دوسرے کے نزدیک کافر ٹھہرائے گئے تو یوں منزل مقصود کی طرف شاہراہ ترقی پر گامزن پاکستان اندرونی ناسازگار فضا کے باعث رک جائے گا۔ جب کہ کفر گری کی مسموم ہوائیں چل پڑیں گی۔ اللّٰھم اخذل من خذل دین محمد صلعم ولا تجعلنا منھم

قرآن حکیم اور اتحاد المسلمین

قرآن کریم نے مسلمانوں کے لئے بالخصوص اور دنیا کے لئے بالعموم ایک ایسا ضابطہ حیات پیش کیا ہے جس پر عمل پیرا ہو کر غیر مسلموں نے عروج پایا مگر واسطے بدحال ما کہ ہمارے علماء سوء نے قرآن کریم کو پس پشت پھینک دیا۔ مولوی کا دلچسپ مشغلہ بقول ڈاکٹر اقبال مرحوم جنگ جدل اور تکفیر ہے" اور یہ غیر اسلامی شان خلاف قرآن ہیں۔ اس لئے مولویوں نے عوام الناس کو قرآن کی طرف توجہ ہی نہ کرنے دی تاکہ ان کی تجارت مندی نہ پڑے۔ اور وہ آئے دن فتنہ کھڑا کر کے اپنی روٹیاں مزے سے کماتے رہیں۔ حضرت سرور کائنات صلعم نے کیا خوب ان ملاؤں کی تصویر کھینچی ہے ارشاد فرماتے ہیں:-

"علماءھم شر من ادیم السماء من عندھم تخرج الفتنۃ و فیھم تعود" (بخاری)

ترجمہ:- "اس کے علماء سقف آسمانی کے نیچے بدترین خلائق ہوں گے۔ انہی سے فتنہ پھوٹے گا اور انہی کی طرف لوٹ جائیگا۔"

چند سال ہوئے علامہ عنایت اللہ خاں المشرقی نے مولوی کے غلط مذہب پر قلم اٹھایا تھا۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ ان کے اعمال وہ طومار ہیں جو ختم ہونے میں نہیں آتے۔ ہاں قرآن کریم کے ضابطہ حیات کا ذکر تھا سنئے ایک اسلامی ریاست کے لئے اللہ تعالیٰ کیا ارشاد فرماتے ہیں:-

یا ایھا الذین امنوا اتقوا اللہ حق تقاتہ ولا تموتن الا وانتم مسلمون o واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا واذکروا نعمۃ اللہ علیکم اذ کنتم اعداء فالف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمتہ اخوانا وکنتم علی شفا حفرۃ من النار فانقذکم منھا کذلک یبین اللہ لکم ایتہ لعلکم تھتدون o ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینھون عن المنکر واولئک ھم المفلحون۔

ترجمہ:- "اے ایمان کی دولت پانے والو! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو جیسا اس کے تقویٰ اختیار کرنے کا حق ہے۔ اور نہ مرو سوائے اس حال کے کہ تم مسلمان ہو۔ اللہ کے عہد کو سب مضبوطی کے ساتھ مل کر پکڑو اور تفرقہ اندازی نہ کرو اور اللہ کی وہ نعمت یاد کرو جب درآنحالیکہ تم ایک دوسرے کے دشمن تھے اللہ نے تمہارے دلوں میں الفت پیدا کی اور تم اس کے فضل سے بھائی بھائی بن گئے۔ اور تم آگ کے گڑھے کے کنارے پر تھے پھر اس نے تم کو اس سے بچا لیا۔ اسی طرح اللہ اپنی نشانیاں تم پر کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ تم راہ راست پر گامزن رہو اور تم میں سے ایک جماعت ہونی چاہیئے جو لوگوں کو نیکی اور بھلائی کی طرف بلائے اور اچھے کام کرنے کو کہے اور بُرے کاموں سے روکے۔ ہاں یہی جماعت فلاح پانے والی ہے۔"

اگر ان آیات بینات پر قرون اولیٰ کی تاریخ شاہد ہے تو عصر حاضر کے مسلمانوں نے بھی ان کلمات ربانی کی صداقت ملاحظہ کی اور خداوند کریم پر ہمارا زندہ ایمان تازہ ہو گیا۔ کیا یہ صحیح نہیں کہ حصول پاکستان اور برصغیر کے مسلمانوں کو آزادی دلانے کی جد وجہد کے لئے جب یہاں کے تمام فرقوں نے مسلم لیگ کے پلیٹ فارم پر جمع ہو کر جہاد شروع کیا تو مسلمانوں کے دلوں سے کدورت اور

بغض دُور ہو گیا اور ایک دوسرے کو کافر کہنے کی بجائے وہ بھائی بھائی بن گئے اور یہ ایسا نازک وقت تھا جب ہندو کانگریس مسلمانوں کو مٹانے پر کمربستہ تھی اور ایسے منصوبے تیار تھے کہ کس طرح برادران وطن کو نیست و نابود کیا جائے گویا بموجب ارشاد باری تعالےٰ یہ قوم آگ کے گڑھے کے کنارے پر تھی اندرونی طور پر بھی ہم کفر علماء کی بدولت متحارب کیمپوں میں بٹے ہوئے تھے۔ مگر جونہی ہم نے تکفیر چھوڑ دی اور اخوت پر متمسک ہو گئے تو ہم نے اپنے زندہ خدا کا یہ زندہ نشان اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ ہمیں برسوں کی ذلت اور نکبت کے بعد پھر حکومت عطا ہوئی تا کہ ہم صحیح اسلام رائج کر کے دنیا کی رہبری کر سکیں اور خدا اور اس کے رسول صلعم کے فرمودات پر عمل پیرا ہو سکیں۔ آیات مندرجہ بالا میں ارشاد ہے کہ جب ہم نے تم پر اپنی یہ نعمت عطا کی تو تمہارے لئے ہدایت پانے کی راہ کھول دی اور وہ کیسے؟ خود ہی فرمایا کہ تم میں سے ایک جماعت داعی الی الخیر ہونی چاہیئے۔ خیر کیا ہے خدا اور اس کے رسول کا نام بلند کرنا اور اسلام کی اشاعت اور تبلیغ۔ تو یہ جماعت غیر مسلموں میں دعوت و تبلیغ کا مقدس کام کرے اور اپنے بھائی بندوں (مسلمانوں) کو برے کاموں اور غلط عقائد سے روکے اور پھر ذات باری تعالیٰ وعدہ کرتے ہیں یہ جماعت زیبا ہی تھا فلاح پانے والی جماعت ہے۔ اسی جگہ یہ تاکیدی حکم بھی ہے کہ تم پر لازم ہے کہ حقوق اللہ اور حقوق العباد سے غافل نہ ہو۔ یعنی اللہ سے ڈرو اس کا تقویٰ اختیار کرو جیسا کہ اس کے تقویٰ اختیار کرنے کا حق ہے اور مرتے دم تک غیر اسلامی حرکات۔ اعمال اور عقائد سے بچتے رہو تا کہ جب تم پر موت آئے تو تم مسلم ہو۔ وہی مسلم جس کی تعریف حدیث نبوی میں ہے کہ جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے مسلمان محفوظ ہوں۔ اب میں یہ فیصلہ ناظرین پر چھوڑتا ہوں کہ اس وقت

(۱) تفرقہ اندازی کون پھیلا رہا ہے

(۲) کس زبان اور ہاتھ سے مسلمان غیر محفوظ ہیں

(۳) اسلام کی خدمت، اشاعت قرآن، اصلاح المسلمین اور تبلیغ اسلام کے مقدس فریضہ کو کون سی جماعت سرانجام دے رہی ہے۔

جماعت احمدیہ اور خدمت اسلام

یہ خدا کا فضل ہے کہ گذشتہ نصف صدی سے اس قرآنی حکم کی تعمیل میں امام عصر حاضر نے جماعت احمدیہ کی بنیاد رکھی۔ یہ ایک مجاہد جماعت ہے جس کی تبلیغی مساعی نے جہاں یورپ اور امریکہ کے تثلیث پرستوں میں جرأت اور بیباقی سے پیغام اسلام نشر کیا ہے وہاں رسول کریم صلعم کی خوبصورت تصویر سے متعصب مغربی عیسائیوں کو روشناس کرایا اور ان کے غلط تصورات کو دور کرنے میں کامیابی حاصل کی۔ اندرونی طور پر فتنۂ ارتداد کا سدباب کیا اور مسلمان قوم میں رائج غلط عقائد کا قلع قمع کیا۔

آج عصمت انبیاء کے متعلق مسلمانوں کے وہ خیالات نہیں، جو علماء کے انبیاء کرام کے متعلق بنی اسرائیل لٹریچر سے اخذ کر کے ان کے دماغوں میں بٹھائے تھے کہ نعوذ باللہ ان مرسلین سے کوئی نہ کوئی اخلاقی لغزش وقوع میں آئی ہے۔ آج نہ یہ مسلمان حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو الوہیت کے مقام تک پہنچا کر عیسائیت کے ہاتھ میں اپنے دین حق کے خلاف ایک ہتھیار نہیں دیتا۔ انہی افعات اور شواہد سے متاثر ہو کر "زمیندار" اخبار نے کلمۂ حق کہدیا۔

مولوی ظفر علی خاں اور جماعت احمدیہ

"مسلمانان جماعت احمدیہ اسلام کی انمول خدمت کر رہے ہیں جو ایثار، کمربستگی، نیک نیتی اور توکل علی اللہ ان کی جانب سے ظہور میں آیا ہے وہ اگر ہندوستان کے موجودہ زمانہ میں بے مثال نہیں تو بے اندازہ عزت اور قدر دانی کے قابل ضرور ہے۔ ہمارے مشہور پیر اور سجادہ نشین حضرات بے حس و حرکت پڑے ہیں۔ اس اولوالعزم جماعت نے عظیم الشان خدمت اسلام کر کے دکھا دی ہے"

(زمیندار لاہور۔ ۲۴ جون ۱۹۵۲ء)

صدر جمعیۃ الاحرار اور جماعت احمدیہ

چوہدری افضل حق مرحوم صدر احرار جنہیں احرار پارٹی کا دماغ کہا جاتا ہے لکھتے ہیں:۔

"سوامی دیانند کی مذہب اسلام کے متعلق بدظنی نے مسلمانوں کو تھوڑی دیر کے لئے چوکنا کر دیا۔ مگر حسب معمول جلدی خواب گراں طاری ہو گئی۔ مسلمانوں کے دیگر فرقوں میں تو کوئی جماعت تبلیغی اغراض کے لئے پیدا نہ ہو سکی۔ ہاں ایک دل مسلمانوں کی غفلت سے مضطرب ہو کر اٹھا۔ ایک مختصر سی جماعت اپنے گرد جمع کر کے اسلام کی نشر و اشاعت کے لئے بڑھا۔ اگرچہ مرزا غلام احمد صاحب کا دامن فرقہ بندی سے پاک نہ ہوا۔ تاہم اپنی جماعت میں وہ اشاعتی تڑپ پیدا کر گیا جو نہ صرف مسلمانوں کے مختلف فرقوں کے لئے قابل تقلید ہے بلکہ دنیا کی تمام جماعتوں کے لئے نمونہ ہے"

(فتنۂ ارتداد اور پولیٹیکل قلابازیاں ص۲۶)

چاہیئے تو یہ تھا کہ اس خادم اسلام جماعت کو بموجب حکم خداوندتعالےٰ تقویت دی جاتی مگر یہاں تو اس کے درپے آزار ہیں اور اسے مٹانے کی فکر اور دھن میں ہیں بہی احرار اپنے صدر محترم کے الفاظ بالا پر غور کریں۔ مگر ان کا مطالبہ تو یہ ہے کہ اس خدمت اسلام سرانجام دینے والی جماعت کو عامۃ المسلمین سے علیحدہ اقلیت قرار دیا جائے تا کہ ان کے لئے نہی عن المنکر کرنے والی جماعت نہ رہے اور وہ اپنے نفس کی متابعت میں اپنی عمریں گنوا دیں۔ اے کاش ہمارے یہ گمراہ بھائی سنت قدیمی پر غور کر لیتے۔ قرآن کریم بیان کرتا ہے کہ جب کبھی خدا کے ماموروں نے قوم کو بدکاریوں اور نافرمانیوں سے باز رکھنا چاہا اور انہیں خداوند قدوس کے احکام کی طرف دعوت دی تو وہ پکار اٹھے آؤ مل کر ان پاک اور ایمانداروں کو اپنی قوم سے خارج کر دیں اور علیحدہ اقلیت ٹھہرا دیں جیسا کہ حضرت نوحؑ اور لوطؑ کی قوموں نے کہا۔ تو آج احرار اور ان کے ہمنوا بھی یہ مطالبہ کر کے منکرین حق کی صف میں ایک اضافہ کر رہے ہیں نہ کہ حق پرستوں میں۔ یہ بھی ایک دلیل ہے جماعت احمدیہ کے برحق ہونے کی کہ جس طرح پہلے بھی داعیان الی الحق کے خلاف ان کی قوم نے فتنہ بپا کیا اسی طرح چونکہ اسی رنگ کا فتنہ جماعت احمدیہ کے خلاف کھڑا کیا جا رہا ہے۔ اس لئے یہ جماعت جو ان کے اقرار کے موجب بھی داعی الی الحق ہے برحق ہے اور فلاح پائی گی۔

تاریخ اپنے آپ کو دہراتی ہے

خلفاء راشدین کے زمانہ کی تاریخ بھی پڑھ کر دیکھ لیجئے عہد فاروقی رضؓ جو فتوحات اسلامی کے لحاظ سے ایک زریں زمانہ تھا ان دنوں جب یہود بظاہر جمعیت اسلام اور حکومت اسلام کا کچھ نہ بگاڑ سکے تو انہوں نے سبائی گروہ کے ذریعہ مسلمانوں میں افتراق پیدا کرنا چاہا اور کسی حد تک کامیاب بھی ہو گئے آج احرار کا گروہ نوزائیدہ مملکت پاکستان کے لئے سبائی فرقہ بن رہا ہے۔ اس لئے کہ مومن ایک سوراخ سے دو دفعہ ڈسا نہیں جاتا میں پاکستان کے خیرخواہوں سے اپیل کروں گا کہ وہ ان معاندین اسلام کی سرگرمیوں کا ابھی سدباب کریں اور اس سبائی تحریک کی سرگرمیوں کو پاکستان میں نہ پنپنے دیں۔

سرِ فتنہ باید گرفتن بہ میل
وگر چوں پُر شد نشاید بہ فیل

جمعیۃ احرار سے میں گذارش کروں گا کہ وہ کانگریس کے ہاتھ میں نہ کھیلیں اور اسلام کی آغوش میں آ کر پاکستان اور اسلام کے خیرخواہ بن کر رہیں۔

اے زمانے کے راندے ہوئے بے گھرو
تم ہمارے جہاں میں اماں پاؤ گے
تم نے چھوڑی نہ باطل کی چوکھٹ اگر
اک غبار پریشاں سا بن جاؤ گے
وا ہے آغوش اسلام سب کیلئے یہ سب مسلمان اسلام کی شان ہیں
اہل قرآن ہیں یعنی سلطان ہیں
ہم مسلمان ہیں ہم مسلمان ہیں

وزیر اعظم پاکستان کی تقریر ازمد

سوائے افغانستان کے سارے اسلامی ملکوں سے ہمارے اچھے تعلقات ہیں، ہندوستان سے دوستانہ روابط میں کشمیر کا مسئلہ رکاوٹ بنا ہوا ہے ہندوستان بین الاقوامی معاہدوں سے منحرف ہو گیا ہے اور ریاست میں یو۔ این۔ او کے زیر اہتمام آزادانہ اور منصفانہ رائے شماری کرانے سے پیشتر مقبوضہ سے فوجیں نکالنے پر رضامند نہیں ہوتا نہ ہی وہ ناظم استصواب کے تقرر کا اعلان کرتا ہے۔ ہم نے مسئلہ کشمیر کے پرامن تصفیہ کے لئے اقوام متحدہ سے پوری طرح تعاون کیا آپ کو معلوم ہے کہ ڈاکٹر گراہم مسئلہ کشمیر کو حل کرنے کی کوشش میں مصروف ہیں ان کی تجویز ہے کہ ۲۵ اگست کو پاکستان اور بھارت کے وزراء ان سے بمقام جنیوا تبادلہ خیالات کریں پاکستان نے اس کانفرنس میں شریک ہونا منظور کر لیا ہے اس موقع پر میں کوئی ایسا فقرہ نہیں کہنا چاہتا جس کی وجہ سے ہونے والے مذاکرات میں رکاوٹ پیدا ہونے کا احتمال ہو لیکن اگر اس گفت و شنید نے کوئی قطعی فیصلہ نہ کیا اور بات چیت میں کوئی ترقی نہ ہوئی تو وہ وقت ضرور آئے گا جب اقوام متحدہ یا حفاظتی کونسل کو حتمی طور پر اپنا فرض ادا کرنا پڑے، ہم نے اقوام متحدہ سے پورا تعاون کیا ہے اور محض مفاہمت کی خاطر، کرز گراہم کی بہت سی باتیں مان لی ہیں لیکن ہمارے صبر کی آخر کوئی انتہا ہے میں آپ کے جذبات سے اچھی طرح واقف ہوں اور آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ ہم نے کشمیر کے بارے میں جو وعدہ کیا ہے اس سے ہم کسی حالت میں روگردانی نہیں کریں گے ہم نے کشمیر کے باشندوں سے انہیں آزاد کرانے کا جو عہد کر رکھا ہے ہم انشاء اللہ اسے پورا کر کے رہیں گے (نعرے) ہم نے بھارت سے کشمیر کے الحاق کو کبھی تسلیم نہیں کیا پنڈت نہرو اس سلسلے میں جو چاہے کہتے رہیں لیکن ہم اسے ہرگز تسلیم نہیں کریں گے۔

شیخ عبداللہ اور بھارت کے درمیان نام نہاد معاہدہ ہونے کی جو اطلاع اخباروں میں شائع ہوئی ہے وہ حقیقت پر اثر انداز نہیں ہو سکتی کشمیر کے مستقبل کا فیصلہ کرنا صرف کشمیر کے عوام کا کام ہے اور یہ فیصلہ صرف آزاد اور منصفانہ رائے شماری کے

مولوی ظفر علیخان اور انکے ہمنواؤں پر کفر کا فتویٰ

مولوی ابو الحسنات محمد احمد صاحب خود اپنے فتوے کی زد میں

نئے سرے سے مسلمان ہوں اور اپنی بیبیوں سے جبکہ وہ راضی ہوں از سر نو نکاح کریں

آجکل لاہور کی مسجد وزیر خاں کے بریلوی علما بالخصوص مولوی سید ابوالحسنات محمد احمد صاحب صدر جمعیۃ العلماء پنجاب کا احراری علماء اور اختر علی خاں مدیر زمیندار کے ساتھ گٹھ جوڑ ہو رہا ہے۔ حالانکہ انہی اختر علی خاں کے والد مولوی ظفر علی خاں پر انہی بریلوی علماء نے ۱۹۲۵ء میں بڑی شد ومد کے ساتھ بھرے جلسہ میں کفر کا فتوےٰ دیا تھا جو بعد میں پنجاب، ہندوستان اور سندھ وغیرہ کے علماء کے دستخطوں اور مہروں سے ایک کتابی شکل میں بھی شائع ہو گیا یہ کتاب اَلْقَسْوَرَۃ عَلٰی اَدْوَارِ الْحُمُرِ الْمُکَفَّرۃ ملقب بہ لقب تاریخی ظفر علی رمّۃ من کفر کے نام سے چالیس صفحات پر چھپی ہوئی موجود ہے جس میں اس بات پر زور دیا گیا ہے کہ مولوی ظفر علی خاں نے اپنے بعض اشعار میں ارتکاب کفر کیا ہے اس لئے وہ خود بھی کافر ہیں اور جو ان کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر اور جہنمی ہے گویا نہ صرف مولوی ظفر علی خاں بلکہ ان کی اولاد اور اخوان و انصار بھی اس فتوے کفر کی زد میں آچکے ہیں، اسی فتوے کے آخر میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے لوگوں سے بچنے کی یہاں تک تاکید کرتے ہوئے فرمایا "نہ ان کے ساتھ کھاؤ پیو، نہ ان کے ساتھ بیٹھو اٹھو نہ ان کے ساتھ شادی بیاہ کرو، جب مریض ہوں ان کی عیادت نہ کرو مرجائیں تو ان کے جنازے پر نہ جاؤ نہ ان کے جنازہ کی نماز پڑھو نہ ان کے ساتھ نماز پڑھو" اب سوال یہ ہے کہ کیا مولوی سید ابوالحسنات محمد احمد صاحب اور دیگر تمام علماء جو نام نہاد تحریک تحفظ ختم نبوت میں مولوی اختر علی خاں کے ساتھ مل کر بیٹھتے اور مشورے کرتے ہیں اس فتوے کی رُو سے کافر نہیں ہو گئے اور ان کی بیویاں ان پر حرام نہیں ہو گئیں؟ بینوا و توجروا۔

مذکورہ بالا فتوے کے بعض اہم اقتباسات ذیل میں ہدیہ ناظرین کرام ہیں جن سے مولوی ظفر علی خاں اور ان کی اولاد وغیرہم کی حیثیت تو جو کچھ علمائے مذکور کی نظروں میں ہے ظاہر ہی ہے لیکن یہ بھی اس سے ثابت ہے کہ کفر سازی کی مشین کس قدر چھوٹی چھوٹی اور حقیر سی باتوں پر آسانی سے چل جاتی ہے یہاں تک کہ مسجد میں بایاں پاؤں رکھنے اور دائیں ہاتھ سے ناک صاف کرنے سے بھی کفر لازم آجاتا ہے اناللہ وانا الیہ راجعون ؎ گر اسلام این است کہ ملا دارد وائے گر پس امروز بود فردائے

یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ اس فتوے کے نیچے کم وبیش چالیس علمائے ہند و پاکستان کی مہریں اور بعض کے علیحدہ علیحدہ لکھے ہوئے فتوے موجود ہیں، کیا مدیر زمیندار اس بات پر روشنی ڈالیں گے کہ ان فتاوے کے رُو سے انہیں کیا سمجھنا چاہیئے؟ اور اگر یہ فتوے ان کے نزدیک کوئی حیثیت نہیں رکھتے تو حضرت مرزا صاحب اور ان کے پیروؤں پر مولویوں کے فتاویٰ کفر کی وہ کس منہ سے تائید کرتے ہیں ــــــــ

کتاب کے شروع میں تمہیداً زمیندار کا ذکر ان الفاظ میں ہے:-

...... ایک تازہ فتنہ اور نکلا جو اپنے پہلوں سے زیادہ صُمٌّ بُکْمٌ عُمْیٌ ہے۔ یعنی فرقہ کمباریہ (زمینداریہ) ماہ مئی ۱۹۲۵ء میں مرکزی انجمن حزب الاحناف ہند لاہور نے ایک عظیم الشان جلسہ منعقد کیا اور ہندوستان و پنجاب وسندھ و کراچی وغیرہ بلاد مختلفہ کے علمائے کرام وصوفیائے عظام کو دعوت دی اور خداوند کریم ان فدایان ملت کو سلامت باکرامت زندہ رکھے کہ تکلیف سفر گوارا فرمائی اور سواسو کے قریب تشریف لائے۔ اصل مقصد انعقاد جلسہ کا یہ تھا کہ گزشتہ چند سال سے سیاسی تحریکات کی آندھیوں نے سطح اسلام پر جوخس وخاشاک پھیلا دی تھیں انہیں صاف کیا جائے۔ کفر و اسلام کی ہم آہنگی سے جو حق و باطل میں امتیاز مٹایا جارہا تھا اس کی روک تھام کی جائے اور احقاق حق اور ابطال باطل کر کے اپنے سنی حنفی بے خبر بھائیوں کو خود غرض مطلب پرست اور عیار دنیادار (نام کے لیڈر) اور حنفی نما وہابیوں سے بچایا جائے۔ الحمد للہ کہ علمائے کرام نے جو مواعظ حسنہ فرمائے ان کا خاطر خواہ اثر ہوا حتیٰ کہ مخالفین کو بھی اعتراف کرنا پڑا۔ جلسہ حزب الاحناف میں مالک اخبار "زمیندار" کی وہ نظم جو نالۂ خلافت کے نام سے ہنگامہ خلافت میں بارہا شائع ہوئی اور

وہی نظم بعنوان فیصلہ کفر و اسلام ۷ جون ۱۹۲۵ء کے اخبار زمیندار میں دوبارہ چھپی دوران وعظ میں اس نظم کے چند اشعار کفریہ مندرجہ رسالہ ہذا کا ذکر آیا بالاتفاق علمائے کرام نے ان اشعار کو کفریہ بتایا اس کے قائل وقابل کو کافر خارج از اسلام فرمایا۔ مسٹر ظفر بی اے تو ہوں گے لیکن وہ علوم دینیہ اسلامیہ کے عالم نہیں ہیں۔ عالم ہونا تو درکنار بابت صوم وصلوٰۃ کے مسائل سے بھی بخوبی معلوم نہ ہوں گے۔ لہٰذا اگر ان سے شاعرانہ بلند پروازی میں کوئی شرعی فروگذاشت ہو گئی تھی تو کوئی تعجب نہ تھا اس کا آسان علاج یہی تھا کہ علمائے کرام کے حضور حاضر ہوتے اور اپنی غلطی کا اعتراف کرتے زیر حکم شریعت گردن جھکاتے تائب و مستغفر ہوتے اور جس طرح وہ اشعار شائع ہوتے تھے ویسے ہی توبہ نامہ بذریعہ اخبار شائع کر دیتے مگر بجائے اس کے وہ علمائے کرام و مفتیان عظام کو سب وشتم اور ناپاک اور فحش گالیاں دیتے رہے حتیٰ کہ اخبار کے کالم کے کالم علمائے کرام کی توہین وتحقیر میں سیاہ کرتے رہے اور طرح طرح کے بہتان بندی اور افترا پردازی میں مشغول ہو گئے۔ خصوصاً حضرت سراپا برکت سیدی ومولائی قبلہ والدی قدوۃ السالکین زبدۃ العارفین محی السنۃ قامع البدعۃ حضور پُرنور مولٰنا مولوی سید ابو محمد دیدار علی شاہ

اب کامل یقین ہو گیا کہ بموجب فرمان واجب الاذعان حبیب اللہ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کہ یمرقون من الدین دین سے نکل جائیں گے کما یمرق السھم من الرمیۃ جیسے تیر شکار سے پار ہو جاتا ہے ثم لا یعودون پھر دین میں واپس نہ لوٹیں گے چنانچہ مسٹر پر فتویٰ لگے آٹھواں مہینہ (اب تک ۲۷ سال ناقل) ہو چکا ہے کوئی توبہ نامہ شائع نہیں ہوا بلکہ گمراہی ویسے ہی کے مضمون اشاعت پا رہے ہیں ہم نے باوجود متواتر تقاضوں کے اس وقت تک فتویٰ تکفیر کی اشاعت کو ملتوی رکھا لیکن بعض جگہ ابھی تک زمیندار کی غلط بیانی اور بہتان بندی کا اثر باقی ہے۔ پس اس غلط فہمی کے دور کرنے کی غرض سے ارباب انجمن کی درخواست پر وہ متفقہ فتویٰ تکفیر زمیندار مع تصدیقات و مواہیر کے علمائے ہندوستان و پنجاب وسندھ و کراچی وغیرہ کی نقل مطابق اصل رسالہ کی صورت میں ہدیہ قارئین کرام کرتے ہیں۔

صاحب خطیب مسجد وزیر خاں کی شان والا میں وہ گستاخیاں، فحش سرائیاں کیں کہ مسلم تو مسلم کفار ومشرکین بھی شرما گئے۔ خیال تھا کہ شاید دنیائے اسلام کے ملامت سے تائب ہو جائے اور اپنے کفریات سے توبہ کرے، دشنام دہی اور بہتان بندی وافترا پردازی سے باز آجائے لیکن خیال غلط نکلا اور بجائے اس کے کہ وہ اپنے مربی و محسن غدار نجد ابن سعود نامسعود سے جا ملا سچ ہے الجنس یمیل الی الجنس اب کامل یقین ہو گیا کہ بموجب فرمان واجب الاذعان حبیب اللہ محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہ یمرقون من الدین دین سے نکل جائیں گے کما یمرق السھم من الرمیۃ جیسے تیر شکار سے پار ہو جاتا ہے ثم لا یعودون پھر دین میں واپس نہ لوٹیں گے۔ چنانچہ مسٹر پر فتویٰ کفر لگے آٹھواں مہینہ ہو چلا ابھی تک کوئی توبہ نامہ شائع نہیں ہوا بلکہ گمراہی ویسے ہی کے مضمون اشاعت پا رہے ہیں، ہم نے باوجود متواتر تقاضوں کے اس وقت تک فتویٰ تکفیر کی اشاعت کو ملتوی رکھا لیکن بعض بعض جگہ ابھی تک زمیندار کی غلط بیانی اور بہتان بندی کا اثر باقی ہے پس اس غلط فہمی کے دور کرنے کی غرض سے اسے ارباب انجمن کی درخواست پر وہ متفقہ فتویٰ تکفیر زمیندار مع تصدیقات ومواہیر کے علمائے ہندوستان و پنجاب وسندھ و کراچی وغیرہ کی نقل مطابق اصل رسالہ کی صورت میں ہدیہ قارئین کرام کرتے ہیں اب وہ لوگ جو آفتاب حق و ہدایت کے حضور آنکھیں بند کر کے بلا تامل کہدیا کرتے ہیں کہ بریلی اور مسجد وزیر خاں لاہور سے ہر مسلمان پر کفر کے فتوے نکلتے ہیں ان کے پاس کفر کی مشین ہے، سب کو کافر بناتے ہیں۔ آنکھیں کھولیں اور چشم بصیرت و نور ایمان سے اس رسالہ مبارکہ کو بنظر امعان ملاحظہ کریں کہ یہ صرف علمائے بریلی اور حضرت مخدوم العلماء مدظلہ العالی ہی تکفیر فرما رہے ہیں یا تمام ہندوستان اور پنجاب اور سندھ کے سنی حنفی علمائے کرام۔ آخر میں اپنے خالص مخلص ناواقف بھولے بھالے مسلمان بھائیوں سے باادب التجا کرتا ہوں کہ وہ ایک دفعہ اول سے آخر تک حرف بحرف بنظر انصاف اس رسالہ کو ملاحظہ فرمائیں۔ دوسروں کو سنائیں منزدین کو دکھائیں حق پسندی اور انصاف کو کام میں لائیں اللہ و رسول و قرآن کی عظمت و عزت کو سامنے رکھکر اپنے ایمان سے فتوے لیں انشاء اللہ تعالیٰ حق واضح اور عیاں

سے بحمد اللہ اپنے فرض سے سبکدوش ہوتے اظہار حق و ابطال باطل کر دیا اتمام حجت ہو چکی خواہ آپ لوگ خوش ہوں یا ناخوش اللہ و رسول جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خوشنودی مطلوب ہے۔ محض خالصاً لوجہ اللہ و نصحاً للمسلمین شائع کیا جاتا ہے حسد، عناد و کینہ خودبینی مکابرہ مباحثہ جنگ و جدل سے اس میں تعلق نہیں ہاں اتنا ضرور ہے الحق مر حق بات کڑوی لگتی ہی کسی نے کیا خوب کہا ہے۔ دکھتی ہوئی آنکھوں کو برا لگتا ہے سورج بیمار زبانوں کو

استفتاء

حامداً و مصلیاً و مسلماً

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اشعار ذیل کے بارہ میں کہ آیا یہ اشعار شرعاً درست ہیں یا خلاف شرع ہیں۔ درصورت ثانی شاعر کا کیا حکم ہے۔ ہمارے دیار کے علماء کرام فرماتے ہیں کہ ان اشعار کا مفہوم کفر و الحاد ہے۔ اور قائل پر تجدید اسلام اور تجدید نکاح لازم اور جس طرح ان اشعار کی اشاعت عام ہوئی اسی طرح توبہ نامہ کی اشاعت بھی ہونا واجب ہے۔

بعض شعرا کا خیال ہے کہ ان اشعار کا مفہوم کفر نہیں پس جناب کی خدمت میں گزارش ہے کہ اشعار ذیل کے مفاہیم پر غور فرما کر جو حکم شرع شریف ہو بمع دلائل فقہیہ مزین بمواہیر فرما کر پتہ ذیل پر حتی الوسع جلد واپس فرما دیں۔ جواب کے واسطے ارکا ٹکٹ حاضر خدمت ہے والسلام

اشعار یہ ہیں

یہ سچ ہے او سپہر خدا کا چلا نہیں قابو
مگر ہم اس بت کافر کو رام کر لیں گے

بجائے کعبہ خدا آج کل ہے لندن میں
وہیں پہنچ کے ہم اس سے کلام کر لیں گے

جو مولوی نہ ملے گا تو مالوی ہی سہی
خدا خدا نہ سہی رام رام کر لیں گے

بینوا و توجروا

محمد الدین کلاتھ مرچنٹ ناظم حزب الاحناف لاہور

اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَاب

الجواب

رب انی اعوذ بک من ھمزات الشیاطین و اعوذ بک رب ان یحضرون۔

اے عزیز یہ کیا پوچھتا ہے کہ یہ اشعار درست ہیں یا خلاف شرع۔ کہ شہنے ہاتھ سے ناک صاف کرنا بھی درست نہیں مسجد میں جاتے پہلے بایاں قدم رکھنا بھی درست نہیں مسجد سے آتے پہلے دہنا قدم نکالنا بھی درست نہیں مسجد میں ایسے زور سے چلنا جس سے آواز پیدا ہو دھمک ہو یہ بھی خلاف شرع ہے مسجد میں زور سے بولنا بھی خلاف شرع ہے مطلقاً سمجھے ہیں منہ بھی خلاف شرع ہے۔ اے برادر دینی یہ پوچھ کہ یہ کیسے اخبث و اشنع کفریات ہیں جن میں شائبہ بھی ایمان کا نہیں۔ اور جو ان کے کفر ہونے اور ان کے قائل و قابل کے کافر ہونے میں شک کرے اس کا کیا حکم ہے۔ بلکہ درحقیقت پوچھنے کی بات تو یہ بھی نہیں کہ ہر مسلمان جانتا ہے کہ یہ قطعاً کفر ہیں۔ یقیناً کفر ہیں والعیاذ باللہ تعالیٰ۔

بیشک ان اشعار کا قائل و قابل کافر اور ہرا اسس کے کفر و مستحق عذاب ہونے میں ادنیٰ شک کرے وہ بھی اسی کا ساتھی۔ شفاء و درمختار وغیرہا معتمدات اسفار میں ہے من شك في كفره وعذابه فقد كفر جو ایسے کے کافر و مستحق عذاب ہونے میں شک کرے وہ بھی کافر۔ شعر اول کے دونوں مصرع کفر خالص ہیں، پہلے میں صاف تصریح کی کہ اس بت پر خدا کا قابو نہ چلا۔ یہ اللہ عزوجل کی کھلی توہین اور اس کی قدرت عظیمہ کاملہ کریمہ کی تنقیص اور اس قادر و توانا پاک ہستا جلت عظمتہ و عمت قدرۃ کی پاک ذات کی طرف عجز کی نسبت اور آیت ان اللہ علیٰ کل شیء قدیر کا رد و انکار ہے کہ ایک شے ایسی بھی ہے جس پر خدا کو قدرت کچھ نہیں اور اس پر اس کا قابو نہیں۔ اور وہ اس سے عاجز رہا تعالی اللہ عما یقول الظلمون علوا کبیرا و لا حول و لا قوۃ الا باللہ العلی العظیم

یہ تو سرے سے الوہیت کا انکار ہوا کہ جو عاجز ہو خدا نہیں ہو سکتا تو مصرع خبیثہ لعینہ کے قائل نے الوہیت ہی کا حقیقۃً رد و ابطال کیا۔ تو بے شک وہ اور جو اسے قبول کرے وہ ہر مسلمان کے نزدیک کافر ہوا جو ایسے کو کافر نہ جانے یا اس کے کافر ہونے میں شک کرے وہ بھی کافر کہ پہلے نے کفر کو کفر نہ جانا۔ الوہیت ہی کا انکار اگر کفر نہ ہوا تو اور کیا کفر ہوگا۔ ایمان کو ایمان جاننا جیسا

> اے برادر دینی یہ پوچھ کہ یہ کیسے اخبث و اشنع کفریات ہیں جن میں شائبہ بھی ایمان کا نہیں اور جو ان کے کفر ہونے اور ان کے قائل و قابل ہونے کے کافر ہونے میں شک کرے اس کا کیا حکم ہے۔ بلکہ درحقیقت پوچھنے کی بات تو یہ بھی نہیں کہ ہر مسلمان جانتا ہے کہ یہ قطعاً کفر ہیں یقیناً کفر ہیں العیاذ باللہ تعالیٰ۔

ضرور ہے یونہی کفر کو کفر ماننا جو کفر کو کفر نہ جانے گا وہ ایمان کو کیا جانے گا کہ الاشیاء تعرف باضدادھا اندھا دشمنی کی قدر کیا بتائے گا۔ اور دوسرے نے شک کیا اور کفر کے کفر ہونے کی تصدیق ضرور ہے تو شک اور ایمان جمع نہیں ہو سکتے کہ تصدیق ہی کا نام ایمان ہے اور ضد بجائے شک ناممکن۔ اور دوسرے مصرع میں پہلا اپنے آپ کو خدا سے زاید قدرت والا بتایا تو اس کا مرتبہ گھٹایا اور اپنا رتبہ اس سے بڑھایا۔ ہر مسلمان جانتا ہے کہ یہ کتنا خبیث تر کفر ملعون ہوا۔ اس دوسرے مصرع میں اپنی الوہیت کا اثبات کیا پہلے مصرع میں خدا کی الوہیت سے اس لئے انکار کیا تھا ظاہر ہے کہ مطلب یہ ہوا کہ لوگ جسے خدا کہتے ہیں اور اس کی قدرت بہت عظیم مانتے ہیں اور اسے ہر شے پر قادر جانتے ہیں ہم سچ کہتے ہیں کہ ایک چیز ایسی ہے کہ اس سے وہ عاجز رہا وہ اسے اپنی قدرت سے دبا نہ رہا مگر اس کا اس پر قابو نہ چلا۔ تو وہ خدا نہ ہوا کہ خدا عاجز نہیں ہوتا۔ اور ہم اس چیز کو بھی رام کر لیں گے جس پر لوگوں کے خدا کا قابو نہ چل سکا اور جس سے وہ عاجز رہا کسی طرح اسے رام نہ کر سکا۔ تو ہم ہر شے پر قادر ہوئے تو ہم خدا ہوئے نہ کہ وہ عاجز جسے لوگوں نے خدا بنا لیا العیاذ باللہ سبحنہ و تعالیٰ کیا کوئی مسلمان اس کے کفر ملعون ہونے میں ادنیٰ شک لاوے گا۔ بے شک ہر مسلمان

کہے گا کہ لاریب یہ کفر ہے اور اس کا قابل و قائل کافر ہے۔

یونہی اس کا وہ دوسرا شعر بھی کفر خالص ہے مسلمانوں کا دین مقدس اسلام اللہ کو جسم اور جسمانیات سے پاک بتاتا ہے مکان جسم ہی کے لئے مخصوص ہے تو اللہ تعالیٰ مکان ہی سے پاک ہے وہ جسم نہیں نیز مکان مخلوق ہے وہ خالق ہے مکان حادث ہے وہ قدیم ہے مکان جسم کو محیط ہوتا ہے اور اللہ اس سے پاک ہے کہ کوئی شئے اس کا احاطہ کرے وہ اپنے علم و قدرت سے ہر شئے کو محیط ہے واللہ بکل شیء محیط اور شاعر لندن کو خدا کا مکان بتاتا ہے تو خدا کو مجسم جانتا ہے اور لندن کو اسے محیط مانتا ہے جب تو کہتا ہے کہ خدا آج کل کعبہ میں نہیں لندن میں ہے بے شک وہ اہل اسلام کے نزدیک کافر ہے اللہ و رسول کے نزدیک کافر ہے باوجودیکہ مسلمان کعبہ معظمہ بلکہ ہر مسجد کو اس لئے کہ وہ خالصاً اللہ ہی کے ملک ہیں بیت اللہ کہتے ہیں۔ تو کعبہ معظمہ کو اللہ کا مکان اور اللہ تبارک و تعالیٰ کو اس کا مکین ماننے ان کے نزدیک کافر ہے یونہی اللہ عزوجل زمان سے بھی پاک ہے کہ زمانہ بھی حادث و مخلوق ہے اور یوں بھی کہ اس نے کعبہ معظمہ سے لندن کو بڑھایا کعبہ مقدس کی توہین کی۔ مگر جو رب کعبہ کی ایسی شدید توہین و تنقیص کر چکا ہو ایسے سے اس کی کیا شکایت ہے ما علی مثلہ یعد الخطا۔ یہاں اس احتمال کی بھی گنجائش نہیں کہ مکان سے اس کے مجازی معنے مراد ہوں اگرچہ اس تقدیر پر بھی یہ اطلاق درست نہ ہوتا مگر خاص شہروں کا تعین اور ایک میں خدا کا وجود بتانا اور دوسرے کو اس سے خالی ماننا اس احتمال کو قطع کر کے کلام کو اخبث کفر کے لئے متعین کرتا ہے۔ یونہی اس کا تیسرا شعر بھی کھلا الحاد و زندقہ ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ مولوی و مالوی اس کے نزدیک برابر ہیں خدا اور رام ایک ہیں کفر و اسلام میں کچھ فرق نہیں ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ اس کے نزدیک خدا خدا کیا رام رام کر لیا بات ایک ہی ہے حاصل وہی ہے، حالانکہ ہرگز خدا رام نہیں اور ہرگز رام خدا نہیں تعالی اللہ عما یقول الظلمون علوا کبیرا سبحٰن اللہ عما یصفون سبحان اللہ عما یشرکون۔ ہندوؤں کا مذہب یہ ہے کہ خدا ہر چیز میں رما ہوا سرایت و حلول کئے ہوئے ہے، اور اللہ رمنے اور حلول کرنے سے پاک ہے۔ ہندو خدا کو اپنے اسی عقیدہ خبیثہ کی بناء پر رام کہتے ہیں تو خدا کو رام کہنا کفر ہوا اور خدا خدا کرنا عبادت۔ اور کفر کو عبادت جاننا کفر۔ اور نہ سہی فرض کیجئے کہ وہ رام کے یہ معنے بھی نہ سمجھتا ہو جب بھی ہمارا خدا وہ نہیں جو ہندو کے بے بہبود کا مزعوم خدا ہے جسے ہندوؤں نے خدا سمجھ لیا ہے۔ قرآن عظیم اس پر شاہد ہے۔ ارشاد فرماتا ہے قل یایھا الکفرون لا اعبد ما تعبدون ولا انتم عبدون ما اعبد ولا انا عابد ما عبدتم ولا انتم عبدون ما اعبد تم فرماؤ اے کافرو میں نہیں پوجتا جسے تم پوجتے ہو اور نہ تم اس کی عبادت کرنے والے ہو جس کی بندگی میں کرتا ہوں اور نہ میں تمہارے معبودوں سے کسی کو پوجنے والا ہوں نہ تم میرے معبود حقیقی عزّ جلالہ کے عابد و پرستار ہو اور فرماتا ہے ما قدروا اللہ حق قدرہ تو معلوم ہوا کہ اللہ وہ نہیں جو کفار کا مزعوم ہے، اور جسے وہ رام رام سے پکارتے ہیں۔ تو ظاہر ہوا مسلمانوں کا خدا خدا کرنا اور کفار کا رام رام بکنا ہرگز ایک نہیں ہو سکتا

اور کفار کے رام رام جپنے کو خدا کی یاد ہو جانا سمجھے تشکک الحاد ہوا اور ہندوؤں میں اتنا جذب ہو جانے کو تو دیکھو خدا خدا نہ سہی رام رام کر لیں گے کہ مسلمانوں اور ان کے پیشواؤں کو چھوڑنے کے ساتھ ان کے معبود برحق کا ترک اور ہندوؤں میں گھلنے ملنے کے لئے ان کے معبود باطل کا اختیار ہے اور یہ ترک اور اختیار دونوں کفر ہیں والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ کیسا اخبث کلمہ ہے جو مولوی نہ ملے گا تو مالوی ہی سہی الخ کہ مولوی نہ ملے گا تو وہ بد نصیب مولوی کے خدا ہی کو چھوڑ دے گا اور ہندوؤں کے طاغوت مالوی کو اختیار کرے گا اور مالوی کے خدا کو پوجنے لگے گا۔ خدا کی اضافت چاہے وہ کسی صحیح لفظ ہی سے تعبیر کیا گیا ہو رام تو لفظ بھی قبیح المعنی ہے۔ اگر خدا اور آلہ اور معبود و رب وغیرہ سے تعبیر کر کے اسے محق کی طرف اضافت کرے تو اس سے آلہ حق اور مبطل کی طرف اضافت ہو تو آلہ باطل مراد ہوتا ہے حضرت حق تبارک تعالیٰ ایمان فرعون نعند الباس کو اس طرح نقل فرماتا ہے آمنت برب موسیٰ وھرون جس میں فرعون کو آلہ حق کی طرف متوجہ ہونے کے لئے رب کی اضافت محق کی طرف کرنا ہوئی اس سے معلوم ہوا کہ لفظ خدا کی اضافت اگر محق کی جانب ہے تو اس سے آلہ حق مراد ہے مبطل کی طرف تو آلہ باطل۔ کفار کو تو خدا تک رسائی ہی نہیں وہ آلہ حق تک پہنچے ہی نہیں ان کا خدا تو ان کی ہوا ہے والھہ ھواہ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

اس قائل اور ان شعراء پر جنہوں نے کہا کہ ان اشعار کا مفاہیم کفر نہیں توبہ و تجدید ایمان فرض اور ہر فرض سے بڑھکر فرض ہے نئے سرے سے مسلمان ہوں اور اپنی اپنی بیبیوں سے جبکہ وہ راضی ہوں از سر نو نکاح کریں۔ اور اگر کہیں بیعت ہوں تو تجدید بیعت بھی لازم یونہی اگر حج کر چکے ہوں تو پھر حج کرنا بھی ضرور ہے کہ کفر سے اعمال حبط ہو جاتے ہیں تو پہلا حج اور اعمال کے ساتھ حبط ہو گیا اب دوسرا حج یوں فرض ہے کہ حج کی فرضیت کا وقت عمر ہے۔ لہذا پھر حج ضروری و واجب توبہ کریں اور بہانے نہ بنائیں کہ وہ کافر ہو چکے اپنے ایمان کے بعد قال تعالیٰ لا تعتذروا قد کفرتم بعد ایمانکم واللہ الموفق۔

آخری الفاظ

منقولہ بالا مضمون فتوے کا ابتدائی حصہ ہے آخری

> اس قائل اور ان شعراء پر جنھوں نے کہا کہ ان اشعار کا مفاہیم کفر نہیں توبہ و تجدید ایمان فرض اور ہر فرض سے بڑھکر فرض ہے نئے سرے سے مسلمان ہوں اور اپنی اپنی بیبیوں سے جبکہ وہ راضی ہوں از سر نو نکاح کریں اور اگر کہیں بیعت ہوں تو تجدید بیعت بھی لازم یونہی اگر حج کر چکے ہوں تو پھر حج کرنا بھی ضرور ہے کہ کفر سے اعمال حبط ہو جاتے ہیں تو پہلا حج اور اعمال کے ساتھ حبط ہو گیا۔

الفاظ حسب ذیل ہیں:۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے غلاموں کو حکم فرمایا لا تؤاکلوھم ولا تشاربوھم ولا تجالسوھم ولا تناکحوھم واذا مرضوا فلا تعودوھم واذا ماتوا فلا تشھدوھم ولا تصلوا علیھم ولا تصلوا معھم او کما قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ نہ ان کے ساتھ کھاؤ پیو نہ ان کے ساتھ بیٹھو اٹھو نہ ان کے ساتھ شادی بیاہت کرو وہ جب مریض ہوں ان کی عیادت نہ کرو، مر جائیں تو ان کے جنازے پر نہ جاؤ نہ ان کے جنازہ کی نماز پڑھو نہ ان کے ساتھ نماز پڑھو۔ ایاکم وایاھم لا یضلونکم ولا یفتنونکم ان سے بچو انہیں دور کرو کہ وہ کہیں تمہیں گمراہ نہ کر دیں کہیں وہ تمہیں فتنہ میں نہ ڈال دیں۔ بلکہ اسی لئے تو قرآن عظیم میں ارشاد ہوا واما ینسینک الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکریٰ مع القوم الظٰلمین۔ اور اگر تجھے شیطان بھلاوے تو یاد آئے پر کافروں کے پاس نہ بیٹھ۔ اس لئے ارشاد ہوا ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار کافروں کی طرح ادنیٰ میل نہ کرو کہ تمہیں آگ چھوئے گی اسی شدت علی الکفار کی بنا پر فرمایا لا تجد قوما

> نہ ان کے ساتھ کھاؤ پیو نہ ان کے ساتھ بیٹھو اٹھو نہ ان کے ساتھ شادی بیاہت کرو وہ جب مریض ہوں ان کی عیادت نہ کرو مر جائیں تو ان کے جنازے پر نہ جاؤ نہ ان کے جنازہ کی نماز پڑھو ایاکم وایاھم لا یضلونکم ولا یفتنونکم ان سے بچو انہیں دور کرو وہ کہیں تمہیں گمراہ نہ کر دیں وہ تمہیں فتنہ میں نہ ڈال دیں۔

یومنون باللہ والیوم الاخر یوادون من حاد اللہ ورسولہ ولو کانوا اٰباءھم وابناءھم واخوانھم وعشیرتھم تم نہ پاؤ گے ان لوگوں کو جو اللہ اور قیامت پر ایمان لاتے ہیں کہ محبت کرتے ہوں اس سے جس نے اللہ و رسول سے لڑائی۔ اگرچہ ان کے باپ دادا یا بیٹے پوتے یا بھائی یا کنبے کے لوگ ہوں۔ اگر اس قسم کی آیات و احادیث لکھیں تو دفتر درکار ہے۔ اور مدنظر اختصار ہے اور ہے یہ کہ حق در خانہ اگر کس است یک حرف بس است اور معاند کے لئے اوراق سمٰوات و ارض کے شاہد نا کافی۔ غرض اتنا تو بفضلہ تعالیٰ ہر ادنیٰ عقل والے پر روشن ہو گیا کہ علمائے کرام متخلق باخلاق اللہ المناق ہیں ہر طرح اس کے اور اس کے رسول کے تابع فرمان ہیں اور یہ ان کے دشمن اعدائے دین و مذہب و متبع خطوات شیطان۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔

اے عزیز یہ مسئلہ بھی ایسا ہے جس کے لئے دلائل فقہیہ درکار ہیں۔ اور اگر یہی اصرار ہے تو یہاں کب انکار ہے۔ سنئے مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر میں فرمایا اذا وصف اللہ بما لا یلیق بہ او نسبہ الی العجز والنقص

یکفر الخ اسی میں ہے یکفر باثبات المکان اللہ تعالیٰ فان قال اللہ فی السماء اذا اراد بہ المکان کفر وان لم لہ نیۃ یکفر عند اکثرھم وعلیہ الفتوی اسی میں ہے لو قال اری اللہ تعالیٰ فی الجنۃ فھذا کفر اسی میں ہے قال از خدا ہیچ مکانے خالی نیست کفر اسی میں ہے

> ان کی عورتیں بائنہ ہو گئیں۔ بعد عدت جس سے چاہیں نکاح کر سکتی ہیں۔

ما یکون کفرا بالاتفاق یوجب احباطا لعمل کما فی المرتد وتلزم اعادۃ الحج ان کان قد حج ویکون وطؤہ حینئذ مع امرأتہ زنا والولد حاصل منہ فی ھذہ الحالۃ ولد الزنا بے شک بے شبہ یقیناً ان سب پر توبہ فرض ہے جرم کا جیسا اعلان ہو ایسے ہی اعلان سے توبہ ہو قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم توبۃ السر بالسر والعلانیہ بالعلانیہ یہ گمان نہ کریں اور اس گھمنڈ میں نہ رہیں کہ کلمہ کفر ایک بار زبان سے یا قلم سے نکل گیا اس کے بعد ہزار بار کلمہ پڑھا ہے اب تک کیا وہ کفر باقی رہ گیا۔ ہاں ہاں ویسا ہی باقی ہے اگرچہ بے شمار کلمہ پڑھا ہو اور روزانہ ہزار دانے کی تسبیح گھمائی ہو۔ جب بھی تاوقتیکہ اسی اعلان کے ساتھ اپنے ان کفریات سے توبہ نہ کرو رجوع نہ لاؤ ہرگز کچھ مفید نہیں اسی مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر میں ہے ان اتی بکلمۃ الشہادۃ علی وجہ العادۃ لم ینفعہ ما لم یرجع عما قالہ لانہ بالاتیان بکلمۃ الشہادۃ لا یرتفع الکفر۔ ان کی عورتیں بائنہ ہو گئیں بعد عدت جس سے چاہیں نکاح کر سکتی ہیں واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم۔

الفقیر مصطفیٰ رضا القادری النوری

کتبہ

البریلوی عفی عنہ بجاہ النبی الامی محمد المصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم (مہر)

پیغام صلح۔ اس فتوے کے نیچے مختلف چالیس علماء کے علاوہ ابوالحسنات مولوی محمد احمد صاحب۔ کے بھی دستخط ہیں اور لکھا ہے "الجواب صحیح والمجیب نجیح ابوالحسنات حافظ محمد احمد حنفی قادری الوری"

کیا مولوی ابوالحسنات بتا سکتے ہیں کہ اس فتوے کے ہوتے ہوئے اختر علی خاں کے ساتھ ان کے موجودہ تعلقات کیا معنی رکھتے ہیں۔

پیغام صلح ۲۰ راگست ۱۹۵۲ء - رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸ شمارہ نمبر ۳۲

بودی بنیاد

فاضل گرامی مولانا مناظر احسن گیلانی کے ایک تازہ مکتوب سے :۔

"........ یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ جس کی اہانت کوئی کرے گا۔ تو اس کو پیغمبر ہی کیوں مانے گا۔ پیمبر ماننے پر مجبور کون کرتا ہے۔ مگر ہمارے مولوی صاحبان کا یہ عجیب طریقہ ہے کہ کہنے والے کے شان و گمان میں بھی جو بات نہ ہو اسی کا انتساب اس کی جانب اپنے خود ساختہ مطالب کی بنیاد پر کرتے ہیں۔ سب سے زیادہ مظلوم اس باب میں بیچارہ مولانا شہید ہیں۔ اللہ کی راہ میں جس نے جان قربان کی۔ ان عقل باختوں کے نزدیک ان کا ایمان ہی محقق نہیں۔"

مولانا نے بات بڑے گر کی کہدی "تکفیر" کے سارے کاروبار کی بنیاد ہی اس مولویانہ منطق پر ہے۔ ایک شخص پکار پکار کر کہہ رہا ہے۔ قسمیں کھا کھا کر یقین دلا رہا ہے کہ میرا ایمان اللہ پر ہے۔ اس کے رسول پر ہے۔ اس کے قرآن پر ہے۔ مگر ہمارے مولوی صاحبان پورے شد و مد سے اسے جھٹلاتے جاتے ہیں اور کہتے جاتے ہیں کہ تیرے فلاں عقیدے سے یہ **لازم آتا ہے** کہ تو قرآن کا منکر ہے، رسول کا باغی ہے۔ دین سے مرتد ہی اللہ سے کافر ہے! وہ بیچارہ اسی لزوم و التزام کے چکر سے کانوں پر ہاتھ دھرتا ہے۔ مگر یہاں بھی اصرار ہے (اور اسی کو بغیرت دینی سمجھا رہا ہے) کہ تیرے اقرار و انکار سے ہوتا ہی کیا، تیرے قول سے بہرحال یہ لازم آتا ہے کہ تو امت سے باہر یا خارج ہے!

حالانکہ اس صورت میں زیادہ سے زیادہ جو الزام ثابت ہو سکتا ہے وہ تناقض بیان کا ہے نہ کہ کفر و ارتداد کا۔ اور کتاب و سنت میں یہ کہیں بھی وارد نہیں ہوا ہے، نہ صراحۃً نہ کنایۃً کہ تناقض بیان اور انتشار خیال مرادف ہے کفر و ارتداد کے۔

(صدق جدید ۔ ۱۵ اگست ۱۹۵۲ء)

میاں شریف احمد صاحب لائلپوری حج کو جارہے ہیں!

یہ خبر جماعت کے تمام حلقوں میں خوشی و مسرت سے پڑھی جائیگی کہ ہماری جماعت کے نہایت محترم رکن جناب میاں شریف احمد صاحب ملز اونر اور انکی اہلیہ محترمہ حج کو تشریف لے جارہے ہیں آپکی ایک خوردسال بچی اور ایک ملازم آپکے ہمرکاب ہیں آپ ۲۷ اگست کو بروز منگل لائلپور سے علی الصبح چناب ایکسپریس سے کراچی تشریف لیگئے جہاں سے ہوائی جہاز میں حج کیلئے روانہ ہونگے دعا ہے اللہ تعالیٰ انکے اس مقدس سفر کو کامیاب و کامگار بنائے اور خیروعافیت اور سلامتی کیساتھ انہیں واپس لائے۔

لائلپور ریلوے سٹیشن پر معززین اور عوام کا ایک بے پناہ ہجوم آپ کو الوداع کہنے کیلئے موجود تھا جنہوں نے

سچی باتیں

مولانا عبدالماجد صاحب دریابادی مدیر صدق جدید

انا الحق اور انا النبی

صوفی شاہ نذیر احمد کاشمیری کے قلم سے اسی صدق کے پچھلے نمبر میں :۔

"اگر قادیانی طبقہ اپنی پوزیشن کی اس طرح اصلاح کرلے کہ وہ اپنے شیخ کی تصدیق کو کسی صورت مدار ایمان نہ قرار دیں۔ تو علماء یہ کریں کہ ان کی تکفیر سے اسی طرح دستکش ہوں کہ جس طرح منصور ابن حلاج جیسے لوگوں کے دعوائے انا الحق کے باوجود علماء کی اکثریت ان کی تکفیر سے بچتی رہی اگر محض غلبۂ محبت کے امکان سے یہ انا الحق کا دعوے قابل تاویل ہے۔ تو اگر کسی شخص نے کہیں انا النبی کہہ دیا تو اسے بھی ایسے ہی کسی امکان کے پیش نظر نظر انداز کردیا جائے"

اور صوفی صاحب کا یہ وزن دار مشورہ بیشک تمام سنجیدہ اور صاحب فہم و بصیرت علماء کے لئے قابل غور ہے ــــــ اپنے کو قادیانی دعووں میں اب تک جو بات سب سے زیادہ کھٹکتی رہی ہے، وہ یہی کہ وہ کسی عنوان سے بھی سہی، بہرحال یہ دعوی نبوت ایک امتی کی زبان سے نکلا کیونکر۔ لیکن حال میں اتفاق سے اس کی ایک نظیر مولانائے رومؒ کے کلام میں مل گئی۔ اور وہ بھی ان کے غیر مستند کلیات میں نہیں۔ بلکہ مشہور و معروف اور مستند مثنوی ہی میں مرید اور پیر کے فضائل و مراتب کے سلسلہ میں ارشاد ہوا ہے ؎

چونکہ بدادی دست خود در دست پیر ✤ پیر حکمت کو علیم ست و خبیر
کو نبی وقت است اے مرید ✤ زانکہ زو نور نبی آید پدید

(دفتر پنجم۔ عنوان بہ دربیان آنکہ ماسوای اللہ تعالیٰ ہر چیزے آکل و ماکول است) یہاں صاف ارشاد ہو رہا ہے کہ شیخ کامل نبی وقت ہوتا ہے۔ اس لئے کہ اس کے انوار نور نبوت ہی کا پرتو ہوتے ہیں، بڑے بڑے علماء فضلاء عارفین مثنوی کی شرح لکھتے چلے آئے۔ کسی نے اس طرز بیان پر نکیر نہ کی بلکہ خود رومیؒ کے صاحبزادہ سلطان ولدؒ سے یہ شرح بھی نقل ہوئی ہے :۔

"مبالغہ ست در تشبیہ ولی بہ نبی در اتمام ارشاد۔ والا در ہیچ وقت بعد از حضرت محمدی نبوت محقق نیست۔" (حاشیہ ۱۳ ص ۶۷۔ جلد ۵ مثنوی مطبوعہ نامی پریس کانپور)

ظاہر ہے کہ خلاف احتیاط اسے اب بھی کہا جائے گا۔ لیکن یہ بھی ظاہر ہے کہ اس بے احتیاطی کی مثال سے اکابر کا کلام خالی نہیں۔

(صدق جدید ۔ ۸ اگست ۱۹۵۲ء)

حکومتِ پاکستان خبردار رہے

از عباد اللہ گیانی صاحب امرتسری

ان دنوں ہمارے مقدس پاکستان کے ازلی اور ابدی دشمن احراریوں اور مودودیوں کی مشترکہ کوششوں کے نتیجہ میں تفرقہ بازی اور فرقہ وارانہ منافرت کی جو آگ بھڑک رہی ہے اس کے شعلوں نے اب احمدیوں کے علاوہ دوسرے فرقوں سے تعلق رکھنے والے مسلمانوں کی طرف بھی اپنا رُخ پھیر دیا ہے۔ لہٰذا کہیں اہل حدیث شیعوں کے خلاف شور برپا کر رہے ہیں اور اس قسم کے خیالات کا اظہار کر رہے ہیں کہ

"بعض روافض کا یہ عقیدہ ہے کہ نبوت تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی حق تھا۔ لیکن خلافت کے مستحق صرف حضرت علی رضؓ تھے۔ یہ حق صحابہ کرام نے غصب کر کے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو دے کر حضرت علی رضؓ پر ظلم کیا جس کی وجہ سے یہ ذلیل ملعون سارے صحابہؓ کو کافر کہتے ہیں"

(صحیفہ اہل حدیث کراچی۔ حدیث ۱۹۵۲ء ص۸۳)

اور کہیں شیعہ صاحبان اپنے تحفظ کے لئے سکولوں میں شیعہ بچوں کے لئے الگ تعلیمی نصاب مقرر کروانے پر زور دے رہے ہیں۔ اور اہل حدیث کو بے نقط سنا رہے ہیں :۔

"قرآن کریم و اہل بیت رسول اللہ کی اطاعت سے جس نے ذرّہ بھر انحراف کیا وہ شیعہ تو کجا مسلمان ہی نہیں رہ سکتا۔ البتہ جٹھ چاٹ تبرّے باز وہابی قرار دیا جا سکتا ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ تبرّے باز وہابی جہاں خدا کے برگزیدہ بندوں کے دشمن ہیں وہاں قرآن مجید کے بھی منکر ہیں۔ بھلا ایک گستاخ وہابی جو بنیادی طور پر صحابہ رضؓ کرام کا دشمن اور سر بسر تحریف قرآن کا قائل ہے۔ ان موسومہ کتب شیعہ سے معروضہ روایات تحریف دکھا کر مومن بالقرآن کہلا سکتا ہے؟ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ قرآن پاک پر ایمان لا کر کوئی مسلمان وہابی نہیں ہو سکتا۔"

(اخبار دُرِ نجف۔ سیالکوٹ ۱۵؍ اگست ۱۹۵۲ء)

نیز کہیں اہل قرآن حضرات کے خلاف کفر کے فتوے تیار کر کے انہیں بھی غیر مسلموں کی صف میں کھڑا کرنے کے منصوبے بنائے جا رہے ہیں اور برملا کہا جا رہا ہے کہ :۔

(۱) "جیسے قرآن کریم منکر کافر ہے۔ ویسے ہی حدیث کا منکر بھی اسلام سے خارج ہے"

(صحیفہ اہل حدیث کراچی حدیث نمبر ۲ ۱۹۵۲ء ص۶۲)

(۲) جو کوئی حدیث کو قابل اعتبار نہ سمجھے وہ درحقیقت قرآن کا بھی منکر ہے۔ اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ اس کا حکم وہی ہے جو کافروں کا ہے"

ہماری جماعت کی طرف سے بارہا عرض کیا جا چکا ہے کہ اگر ان فتوے باز ملّاؤں کو اس سب سے بڑی اسلامی مملکت میں اسلام کے نام پر انتشار پھیلانے کی اجازت دیدی گئی۔ اور انہیں دوسروں کے کفر و اسلام کا ٹھیکیدار بنا دیا گیا تو ان کے کفر کے فتوے ایک لامتناہی سلسلہ اختیار کر جائیں گے۔ اور احمدیوں کے علاوہ دوسرے مسلمان بھی ان کا نشانہ بننے سے محفوظ نہ رہ سکیں گے اور اس طرح پاکستان کی وحدت ملّی پاش پاش ہو جائے گی۔ اور ایک دن ایسا آجائے گا کہ جب پاکستان بھر میں یہ چند فتوے باز نفوس قدسیؔ ہی مسلمان رہ جائیں گے اور باقی تمام ملک "کافروں" اور مرتدوں کی بستی میں تبدیل ہو جائے گا۔ پاکستان کا ہر باشعور انسان اس بات سے بخوبی آگاہ ہے کہ فتوے باز ملاؤں کی سرپھٹول میں اب تک مسلمانوں کی بڑی بڑی سلطنتیں ختم ہو چکی ہیں اور ان کے کفر کے فتوے شاید قیامت سے پہلے ختم نہ ہو سکیں۔ حال ہی میں پنجاب پراونشل مسلم لیگ کے ایک کونسلر جناب اصغر بھٹی صاحب ایڈووکیٹ نے اس امر کے پیش نظر لکھا ہے کہ :۔

"اگر یہی جھگڑا جاری رہا تو اس بات کی کون ضمانت دے سکتا ہے کہ آئندہ سُنیوں اور شیعوں اور حنفیوں اور دیوبندیوں کے خلاف ایسے ہی الزام نہیں لگائے جائیں گے اور ایسی شورش نہیں کی جائے گی۔ اور پاکستان میں فتنہ کی خلیج وسیع سے وسیع تر نہیں کی جائے گی"

الغرض پاکستان کی سالمیت اس بات کی متقاضی ہے کہ اس کی سیاست کو فتوے باز ملاؤں کے چنگل سے بچایا جائے اور فرقہ وارانہ منافرت پھیلانے والے پاکستان کے ازلی و ابدی دشمنوں کو انتشار پھیلانے والی شرارتوں سے باز رکھا جائے۔ اس سلسلہ میں ہم اہل تشیع حضرات کے اخبار "دُرِ نجف" سیالکوٹ کا ایک حالیہ مضمون ناظرین کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔ اس اخبار نے ۱۵؍ اگست ۱۹۵۲ء کے پرچہ میں "حکومت پاکستان خبردار رہے" کے عنوان پر اپنے افتتاحیہ مقالہ میں لکھا ہے :۔

"عہد انگریزی میں یہ محبوب مشغلہ نہایت موزوں سمجھا جاتا تھا۔ چنانچہ مسلمانان متحدہ ہند کی ذہنیت کا ستیاناس اس بری طرح کیا جاتا رہا کہ ان کا افتراق اور جذبہ فرقہ داری طبیعت ثانیہ بن گیا۔ لیکن آزاد پاکستان میں یہ فتنہ انگریزی راج سے بھی بڑھ گیا ہے۔ اور آج اس کی کیفیت کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا۔ شیعہ سنی فتنہ اُٹھانے اور ملکی شیرازہ کو بکھیرنے کے سامان پوری کوشش سے کئے جا رہے ہیں۔ پاکستان میں اسلامی فضا کو عمداً مسموم و مکدر کیا جا رہا ہے ایک مخصوص فرقہ کے (مراد اہلحدیث فرقہ سے ہے۔ ناقل) دو تین اخبار ایک زبان ہو کر نہایت منظم طریقہ سے شیعہ سنی فتنہ کی پائیدار بنیاد رکھ چکے ہیں۔ اور نہ صرف تحریروں بلکہ یہی حضرات اپنی اپنی زہریلی اور اشتعال انگیز تقریروں سے عوام الناس میں مذہبی جنون کی چنگاریاں پھونک رہے ہیں۔ چونکہ یہ فتنہ دن بدن ترقی پر ہے لہٰذا ذمہ دار ہستیوں کو جن کی نگاہ ملکی تعمیر پر لگ رہی ہے۔ خبردار رہنا چاہیئے کیونکہ ہر ایک طوفان کا انسداد طاقت سے ہو سکتا ہے۔ لیکن اس نوع کے جھگڑے کو اگر ابتدا ہی میں پامال نہ کیا جائے تو بڑی سے بڑی سلطنت بھی اس شعلہ کو فرو نہیں کر سکتی۔ چند مخصوص اخبارات اسے ہوا دیتے جا رہے ہیں۔ اور چند اشخاص بعض سرحدی اضلاع میں دورے کر کے مسلمانوں میں خوفناک تفرقہ و عداوت کا بیج بو رہے ہیں اس معرکہ میں اچھے خاصے مضامین پاکستان میں چھپ کر شائع ہو رہے ہیں۔ اور انہی مقالات کو ہندوستان کے جرائد میں نقل کیا جاتا ہے۔ یہ حالات دنیا کے سامنے ہیں لیکن حکومت ان حرکات پر خندہ پیشانی نوٹس نہیں لے رہی جس سے اندیشہ اور بھی بڑھتا جاتا ہے۔ محرم الحرام سر پر ہے۔ اس کی مجالس عزا کے خلاف کئی کئی عزائم ظہور میں آنے کا امکان ہے۔

شیعہ جذبات کو دانستہ مجروح کیا جاتا ہے غیر شیعہ حکام انتقامی جذبہ کے ماتحت ایک بڑی اور معتدد اقلیت کے معتقدات کی ہتک حرمت اور اعلانیہ توہین کر رہے ہیں۔ یہ رپورٹیں دور دراز ممالک میں پہنچ کر خصوصاً صوبجات پنجاب سخت بدنام ہو رہی ہے۔ کیا پاکستان کی حکومت کو اتنا سلیقہ نہیں آتا کہ ملک کے فرقہ وارانہ فسادات کی چنگاری کو کسی طرح فرو کیا جا سکتا ہے؟ اگر کوئی شیعہ اس فتنہ کو ابھار رہا ہے تو اسے پھانسی پر لٹکا دیجئے۔ اور اگر کوئی سُنی پاکستان کی فضا کو مسموم کر رہا ہے تو اسے گولی سے اُڑا دیجئے اس سے پہلے کہ پانی سر سے گذر جائے یہ فتنہ بہت خطرناک نتائج کا حامل ہے۔ اسے فرو کیجئے تاکہ تخریب کی بجائے تعمیر اتفاق عوام ہو سکے۔ انگریز باوجود تفریق اسلام چاہنے کے اتنی خاموشی اور سرد مہری کو ملک کی تباہی تصور کرتا تھا"

(اخبار دُرِ نجف سیالکوٹ ۱۵؍ اگست ۱۹۵۲ء)

"اخبار "دُرِ نجف" کے اس مقالہ کا ایک ایک لفظ بتا رہا ہے کہ پاکستان کے ازلی و ابدی دشمنوں نے فرقہ وارانہ منافرت کی جو آگ احمدی مسلمانوں کے خلاف بھڑکائی تھی اس کے ہولناک شعلے مسلمانوں کے دوسرے فرقوں کو بھی اپنی لپیٹ میں لے رہے ہیں۔ کاش کہ ہمارے ملک کے اکابرین اور باشعور شہری اس آگ کو بجھانے کی کوشش کریں اور اس منبع کو ہی بند کر دیں جہاں سے یہ شعلے نکل رہے ہیں۔

پیغام صلح

جلد ... بروز چہارشنبہ مورخہ ۵ ذی الحجہ ۱۳۷۱ھ نمبر ۳۳

یہ ناکامی ہے یا فتح؟

احرار اور ان کے حامیوں کی شورش و ہنگامہ کا جو نتیجہ برآمد ہوا وہ قارئین کرام کے سامنے آ چکا ہے۔ مولویوں کا جو وفد مرکزی حکومت سے ملنے کے لئے کراچی گیا تھا اس کی مایوسی و قنوطیت کی داستان آپ سُن چکے ہیں۔ اپنی اس مایوسی اور ناکامی کے اعتراف کے باوجود "زمیندار" اور اس کے حامی اشرار بمصداق کھسیانی بلی کھمبا نوچے کبھی اپنی "اخلاقی فتح" کا راگ الاپتے ہیں اور کبھی خواجہ ناظم الدین کے اس جواب پر خوش ہو ہو کر تالیاں بجاتے ہیں جو انہوں نے مولویوں ... کی اپیلوں اور آہ و بکا پر دیا:-

"میں نے آپ کا بیان سُن لیا اور میمورنڈم پڑھ لیا مناسب وقت پر اس کا جواب دوں گا میں بھی مسلمان ہوں اور حکومت بھی مسلمان ہے"

(زمیندار ۲۵ راگست صفحہ اول)

آخری فقرہ کے متعلق وفد کے رکن کا بیان ہے کہ:-

"ہم نے کہا کہ جب آپ نے اقرار کر لیا کہ اسلامی حکومت ہے تو ہمیں آپ پر اعتماد ہے"

"اعتماد" اور "فتح" کے یہ نعرے محض عوام کو مطمئن کرنے کے لئے ہیں جنہیں طرح طرح کی باتوں سے اشتعال دلایا گیا اور ان کے روپیہ سے کراچی کی سیر و سیاحت کی گئی اور ابھی ایک کروڑ روپیہ کی اپیلیں ان سے کی جا رہی ہیں۔ اصل حقیقت وہ ہے جس کا اظہار مولویوں کے اس وفد نے کراچی سے واپس آنے کے بعد "زمیندار" کے دفتر میں بیٹھ کر کیا اور نام نہاد آل مسلم پارٹیز کنونشن نے ان کی رپورٹ سُن کر خواجہ صاحب کے جواب کو "غیر تسلی بخش" اور "مایوس کُن" قرار دیا۔ اس مایوسی و قنوطیت کو توڑنے کے لئے زمیندار (۲۶ راگست) نے ایک نیا رخ اختیار کرنے کی دعوت دی ہے اور "جد و جہد کا نیا دور" کے عنوان سے بعض ایسی باتوں کی طرف توجہ دلائی ہے، جو موجودہ شورش و ہنگامہ کو بے بنیاد اور بے اثر ثابت کرتی ہیں۔

سب سے پہلی بات جو غور طلب ہے، وہ "زمیندار" کا یہ فقرہ ہے کہ:-

"فرزندان توحید کے جوش و خروش کا اندازہ اس واقعہ سے لگایا جا سکتا ہے کہ پے در پے اپیلیں کرنے کے باوجود ان کو اکثر مقامات پر بے قابو ہونے سے نہیں روکا جا سکا۔"

غور طلب امر یہ ہے کہ جن لوگوں کی پے در پے اپیلیں عوام کو متاثر نہیں کر سکیں اور وہ "اکثر مقامات پر بے قابو ہو گئے" وہ عوام کی رہبری اور لیڈری کے کہاں تک مستحق ہیں، اور ایسے "بے قابو" عوام کو اگر قانون کا ڈنڈا قابو میں لے آئے تو اس پر چیں بجبیں ہونے اور حکومت اور پولیس کو بُرا بھلا کہنے کا انہیں کیا حق ہے، اس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ لوگ جو اپنے آپ کو عوام کے نمایندے ظاہر کرتے ہیں، فی الحقیقت عوام پر کوئی اثر و اقتدار نہیں رکھتے وہ صرف جھوٹی سچی باتوں سے عوام کو بھڑکانا جانتے ہیں اور اس درجہ انہیں اشتعال دلاتے ہیں پھر انکی نام نہاد اپیلیں بھی ان کو قابو میں نہیں لا سکتیں۔

عوام پر تو ان کا یہ اثر ہے اور حکومت کے نزدیک ان کی شورش و ہنگامہ جو حیثیت رکھتا ہے وہ "زمیندار" کے حسب ذیل فقرات سے ظاہر ہے:-

"جہاں تک ہم نے غور کیا ہے حکومت پاکستان کو گریز و تامل کا موقع اس لئے ملا ہے کہ (۱) تحریک ختم نبوت صرف پنجاب اور کراچی تک محدود اور پاکستان کے دوسرے صوبوں اور ریاستوں کو اعتماد میں لینے کی کوشش نہیں کی گئی .... حکومت بجا طور پر عذر پیش کر سکتی ہے کہ استیصال مرزائیت کی تحریک کو چونکہ اجتماعی تائید میسر نہیں اس لئے آئینی لحاظ سے اس پر غور کرنا ممکن نہیں ہے ان حالات میں آل مسلم پارٹیز کنونشن سے بجا طور پر دریافت کیا جا سکتا ہے کہ اس نے تحریک ختم نبوت کو پنجاب اور کراچی کے علاوہ پاکستان کے دوسرے صوبوں میں مقبول بنانے کے لئے اب تک کیا کیا ہے؟"

"زمیندار" کے یہ فقرات .... اس حقیقت کو اظہر من الشمس کر رہے ہیں کہ موجودہ شورش پاکستان کے تمام مسلمانوں کی آواز نہیں بلکہ صرف پنجاب اور کراچی کے بعض اشرار کی آواز ہے جس کو حکومت کے نزدیک کوئی وقعت حاصل نہیں۔ "زمیندار" کی خواہش ہے کہ دوسرے صوبوں میں بھی یہ آگ پھیلائی جائے، لیکن ہمیں امید نہیں کہ نام نہاد آل مسلم پارٹیز کنونشن جسکو اس طرف توجہ دلائی گئی ہے، اس کے لئے آمادہ ہو، اور بصورت آمادگی اسے ان صوبوں میں اس غرض سے قدم رکھنے کی بھی اجازت مل سکے، یہ پنجاب ہی ہے جہاں وہ اس قسم کا شور و ہنگامہ کھڑا کر کے طوفان بے تمیزی برپا کر لیتے ہیں، اور اب تو یہاں بھی خدا کے فضل سے ایسی آوازیں اُٹھ رہی ہیں جن میں اس شور و ہنگامہ پر سخت ناپسندیدگی کا اظہار کیا جا رہا ہے بعض مسلم لیگیوں اور عوامی لیڈروں کی طرف سے پوسٹروں کے ذریعہ سے احرار کی اس شورش کی "پر زور مذمت" کی گئی ہے، پہلے پنجاب کی ان آوازوں کو تو دبالیں پھر دوسرے صوبوں کو بھی دیکھا جائے گا جہاں ایک بھی آواز اشرار کی حامی نہیں۔

"زمیندار" نے ایک اور امر کی طرف بھی نام نہاد آل مسلم پارٹیز کنونشن کو توجہ دلائی ہے وہ لکھتا ہے:-

"جب قادیانیوں کو اقلیت بنانے کا سوال صوبہ مسلم لیگ کونسل میں پیش ہوا تو میاں ممتاز محمد دولتانہ نے اس سلسلہ میں بعض اشکال کا ذکر کیا تھا کیا علماء نے ان کو دُور کرنے کے لئے کوئی قدم اُٹھایا ہے؟ اگر نہیں تو وہ اس تحریک کی کامیابی کی توقع کیونکر رکھ سکتے ہیں؟ مثال کے طور پر میاں ممتاز دولتانہ نے جہاں مرزائیت اور اسلام کے بنیادی اختلاف کو تسلیم کر لیا تھا، وہاں یہ بھی کہا تھا کہ دنیا کی تاریخ میں آج تک ایسا نہیں ہوا کہ کسی اکثریت نے ملک کے کسی عنصر کو اقلیت بنانے پر زور دیا ہو بلکہ ہمیشہ اقلیت ہی اپنے حقوق و مفاد کے تعیین کے لئے آواز بلند کرتی ہے، اسی طرح میاں ممتاز دولتانہ نے دریافت کیا تھا کہ اگر ایران کے بہائیوں کی طرح مرزائیوں نے بھی احمدی کہلانا چھوڑ دیا اور مسلمانوں کے اندر داخل ہو کر انکی وحدت[1] و سالمیت کو پارہ پارہ کرنے کی کوشش کی تو ان کو چُن چُن کر علیحدہ کس طرح کیا جا سکے گا؟ اس کے علاوہ بعض ذمہ دار حلقوں نے یہ سوال بھی اُٹھایا ہے کہ جب مرزائی اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں تو ان کو قرآن کے کس حکم کے ماتحت ایسا کہنے سے روکا جائے ظاہر ہے ان سوالوں کے معقول و مسکت جواب موجود ہیں لیکن غور طلب بات یہ ہے کہ جب تک ان کو باقاعدہ مرتب کر کے ایک مقدمہ کی صورت میں حکومت کے پیش نہ کیا جائے وہ ان کی معقولیت کی قائل کس طرح ہو سکتی ہے؟"

کیا یہ فقرات اس بات کا کھلا اعلان نہیں کہ موجودہ شورش حکومت کے نزدیک کوئی اثر نہیں رکھتی؟ جن امور کی طرف "زمیندار" نے توجہ دلائی ہے، فی الواقعہ وہ بہت اہم ہیں، اور احراری شورش کی کامیابی کی راہ میں ایک ایسا پتھر ہیں جس کو دنیا کے تمام لوگ مل کر بھی نہیں ہٹا سکتے، بھلا اس بات کا کیا جواب ہو سکتا ہے کہ دنیا کی کسی اکثریت نے ملک کے کسی عنصر کو اقلیت بنانے پر کبھی زور نہیں دیا ہمیشہ اقلیت ہی اپنے حقوق و مفاد کے تعیین کے لئے آواز بلند کرتی ہے یہ ایک امر واقعہ ہے، واقعات کا انکار کس طرح کیا جا سکتا ہے، اور ایسے کھلے واقعہ کے ہوتے ہوئے احرار کے مطالبہ کو کس طرح جائز ٹھیرایا جا سکتا ہے؟

ایسا ہی یہ سوال کہ احمدی جب اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں تو قرآن کے کس حکم کے ماتحت انہیں کافر ٹھیرایا جائے یا ایسا کہنے سے انہیں روکا جائے، ایک ایسا معقول سوال ہے جس کا جواب موجودہ قرآن کے رُو سے تو بن نہیں آ سکتا، کوئی اور قرآن یا کوئی منسوخ التلاوت آیت زمیندار اور احرار کے پاس موجود ہو تو اس کا علم نہیں، لیکن ہماری دلی تمنا ہے کہ وہ "معقول اور مسکت جوابات" جو "زمیندار" کے پاس ہیں جلد از جلد سامنے آ جائیں تاکہ حکومت پر اس مطالبہ کی اہمیت اور معقولیت اور زیادہ واضح ہو جائے، "زمیندار" کو چاہیئے کہ مولویوں کو ان سوالات کی طرف توجہ دلانے کے بجائے خود ہی ان "معقول اور مسکت جوابات" کو شائع کر دے جن کی موجودگی کا اس نے دعویٰ کیا ہے، کیا وہ اس کی جرأت کرے گا؟

---

[1] مسلمانوں کی وحدت و سالمیت کو پارہ پارہ کرنے کی بھی خوب کہی جو قوم سب کلمہ گوؤں کو مسلمان قرار دیتی ہو کیا وہ مسلمانوں کی وحدت و سالمیت کو پارہ پارہ کرتی ہے یا وہ جو کلمہ گوؤں اور خادمان اسلام کو مسلمانوں سے کاٹ کاٹ کر علیحدہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں؟

روانگی انگلستان

ہمارے دوست محمد اصغر علی صاحب جو ایک اپریشن کے لئے انگلستان جا رہے ہیں، کراچی پہنچ چکے ہیں اور وہاں سے جلد انگلستان روانہ ہونے کی کوشش کر رہے ہیں، تاکہ عید الاضحیٰ سے قبل وہاں پہنچ جائیں۔

وزیر آباد کے احمدی اُستاد

قابل توجہ میاں ممتاز محمد خاں دولتانہ وزیر اعلیٰ پنجاب

مسلم لیگ کونسل کے اجلاس منعقدہ ۲۷ جولائی میں صدر مسلم لیگ میاں ممتاز محمد خاں دولتانہ وزیر اعلیٰ پنجاب نے جو تقریر فرمائی اس کے حسب ذیل فقرات خاص طور پر توجہ کے قابل ہیں:-

"پچھلے دنوں مجلس احرار کے بعض برگزیدہ کارکن تشریف لائے اور انہوں نے مجھے یقین دلایا کہ امن برقرار رکھنے میں وہ حکومت کے ساتھ پورا تعاون کریں گے بلکہ انہوں نے کہا امن کا تحفظ ہمارا سیاسی ہی نہیں بلکہ مذہبی فرض بھی ہے، اس ضمن میں میں احراریوں اور مسلم لیگیوں سے ایک بات کہوں گا اور وہ یہ کہ امن وامان قائم رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ لوگوں کے شہری حقوق کی حفاظت کی جائے وزیر آباد کے شہر میں جو کچھ ہوا ہے وہ اس لحاظ سے بہت قابل اعتراض ہے، وہاں بعض نوجوان طلباء نے جلوس نکالا اور کہا کہ ایک احمدی استاد کو برطرف کیا جائے، اسی شام میونسپل کمیٹی کا ایک اجلاس منعقد ہوا اور ہر آئینی پابندی کو نظر انداز کرتے ہوئے اس احمدی استاد کو برطرف کرنے کا اعلان کر دیا گیا، میں احرار سے کہتا ہوں کہ اگر تحفظ امن کا وعدہ سچا ہے تو لاہور چھوڑ کر وزیر آباد جایئے اور لوگوں کو بتایئے کہ یہ مسئلہ محض عقیدے کا ہے ہم انسانیت کا خون نہ ہونے دیں گے اور اس بات کو گوارا نہ کریں گے کہ لوگوں کے شہری حقوق تلف ہوں"۔

اس تقریر کو آج پورا ایک مہینہ گذر چکا ہے، اس عرصہ میں احرار اور بعض دوسرے لوگوں نے جو تحفظ امن کے علمبردار بنے پھرتے ہیں، لاہور اور ملتان میں بڑے بڑے جلسے منعقد کر کے اپنی امن پسندی کا جو ثبوت دیا ہے وہ ان کی تقاریر سے ظاہر ہے، یہیں تک کراچی تک کا سفر انہوں نے کیا اور یوں کئی دن بیٹھ کر جماعت احمدیہ کے شہری حقوق کو پامال کرانے کی سعی کرتے رہے، لیکن میاں ممتاز محمد خاں دولتانہ کی نصیحت پر عمل پیرا ہونے اور وزیر آباد تک جانے کی تکلیف انہوں نے گوارا نہ کی، کیا ہم اپنے محترم وزیر اعلیٰ سے یہ دریافت کر سکتے ہیں کہ "تحفظ امن کا سیاسی ہی نہیں مذہبی فرض" جس کا اقرار انہوں نے آپ کے سامنے کیا اور جس کو پیش نظر رکھکر آپ نے انہیں وزیر آباد جانے کی نصیحت فرمائی یونہی ادا ہوا کرتا ہے؟

یہ امر بھی غور طلب ہے، کہ وزیر آباد کی میونسپل کمیٹی نے محترم وزیر اعلیٰ کی فہمائش سے کیا اثر لیا؟ اور "ہر آئینی پابندی کو نظر انداز" کرنے کا جو الزام اس پر صوبہ کے سب سے بڑے حاکم نے لگایا ہے اسکو دُور کرنے کی کیا صورت کی؟ کیا میونسپل کمیٹی کا فرض نہیں کہ وزیر اعلیٰ کی اس فہمائش کے پیش نظر یا تو احمدی استاد کو بحال کر کے آئینی پابندی کو نظر انداز کرنے کا الزام دُور کرے یا اس کے متعلق کوئی صفائی پیش کرے۔

اور یہ صرف ایک ہی احمدی استاد کا سوال نہیں بلکہ چھ استادوں اور استانیوں کو یک وقت برطرف کیا گیا حالانکہ انہیں سے بعض جماعت احمدیہ کے اس فریق سے تعلق رکھتے ہیں جو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو صحیح معنوں میں خاتم النبیین مانتا اور آپ کے بعد کسی نئے یا پرانے نبی کے آنے کا قائل نہیں اور نہ مسلمانوں کی تکفیر کو جائز سمجھتا ہے بلکہ اس جماعت کے نزدیک ہر کلمہ گو مسلمان ہے اور دنیا کی کوئی بڑی سے بڑی طاقت اسے اسلام سے خارج نہیں کر سکتی یہی حضرت مرزا غلام احمد صاحب کا مذہب تھا جس کی تلقین چالیس سال سے یہ جماعت کر رہی ہے۔ پھر کیا یہ ظلم عظیم نہیں کہ اس جماعت کے افراد کو خواہ مخواہ مشق ستم بنایا جا رہا ہے اور اس کے لئے نہ کسی آئینی پابندی کو ملحوظ رکھا جاتا ہے اور نہ صوبہ کے سب سے بڑے حاکم کی پروا کی جاتی ہے۔

اس کا یہ مطلب نہیں کہ قادیانیوں کے شہری حقوق کا اتلاف ہم جائز سمجھتے ہیں، مذہب اور عقیدہ کے اختلاف پر کسی کے بھی شہری حقوق کو پامال کرنا جائز نہیں، لیکن قادیانی جماعت کے جن عقائد کو احرار کے شور و ہنگامہ کی بنا قرار دیا گیا ہے لاہوری جماعت کے احمدی استاد جب ان کے قائل ہی نہیں تو ان کے خلاف شور و ہنگامہ اور برطرفی کے کیا معنے ہیں؟ امید ہے محترم میاں ممتاز محمد خاں دولتانہ اور وزیر آباد میونسپل کمیٹی کے ارباب حل وعقد اس پر غور کر کے کسی صحیح راہ عمل کی طرف قدم اٹھائیں گے۔

ببیں تفاوتِ رہ از کجاست تا بکجا

ذیل کا خط جو چنبہ سے موصول ہوا ہے اس قابل ہے کہ وہ لوگ اسے غور اور توجہ سے مطالعہ کریں گے جو احمدیوں کو محض چند فروعی اختلاف کی بناء پر گردن زدنی سمجھتے ہیں چنبہ کی ریاست میں جہاں انگریزی حکومت کے زمانہ میں بھی اسلام کا نام بلند کرنے کی اجازت نہ تھی، تقسیم ملک کے بعد صرف دو چار احمدیوں نے کس طرح اسلام کو لٹنے سے بچایا اور دوسرے مسلمانوں نے دین حق کو چھوڑ کر کفر و ارتداد کی اختیار کی اور آج پھر وہی نام نہاد مسلمان کس طرح پاکستان کے احراری فتنہ سے متاثر ہو کر احمدیوں کو ان کے شہری حقوق سے محروم کرنا چاہتے ہیں، یہ وہ داستان ہے جو اس مختصر خط میں بیان کی گئی ہے، وان فی ذالک لعبرۃ لمن یخشیٰ۔

بخدمت اقدس حضرت مولانا مولوی احمد یار صاحب دام ظلکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

امید ہے کہ آپ خدا کے فضل وکرم سے بخیریت ہوں گے۔ جیسا کہ آپ کو علم ہے ۱۹۴۷ء کے بعد چنبہ میں ہم دو چار احمدی آباد ہیں۔ شورش کے وقت جبکہ سب مسلمان پاکستان کو جانے کے لئے تیار ہو رہے تھے۔ ہم محض دین کو دنیا پر مقدم کر کے جانے کے ارادہ سے باز رہے۔ یہاں پر ہم نے اپنی آنکھوں کے سامنے دین کو مٹتا دیکھنا اور توحید کی آواز کا ختم ہونا پسند نہ کیا۔ یہی وجہ ہماری ان خطرناک حالات میں یہاں رہنے کی ہوئی ورنہ خدا بہتر جانتا ہے کہ ہمارے سامنے اس وقت کوئی دنیوی لالچ نہ تھا۔ بلکہ اس وقت جبکہ غیر احمدی لوگ جان کے خوف سے اپنا مذہب تبدیل کر رہے تھے ان کے امام مسجد اور دیگر مولوی جو یہاں پر تھے انہوں نے بھی اپنا مذہب تبدیل کرنے کے لئے درخواستیں آریہ سماج میں دے رکھی تھیں۔ اس وقت خانہ خدا سونی پڑی ہوئی تھیں۔ مسجد میں آنے کا کوئی نام تک نہ لیتا تھا۔ اس وقت احمدی ہی تھے جو خدا کے فضل وکرم سے مسجد میں پانچ وقت توحید کی آواز بلند کرتے تھے۔ جس پر ہمیں بڑی بڑی دھمکیاں دی گئیں بلکہ ہمارے گھروں کو جلانے تک کو کہا گیا۔ مسجد کو ڈائنا میٹ لگا کر اڑانے کے ارادے کئے گئے مگر ہم اذان دینے سے باز نہ آئے۔ غیر احمدیوں نے بھی ہم کو اذان دینے سے روکا اور کہا کہ آپ لوگ ہمارے گھروں کو جلوا دیں گے مگر ہم نے ان کی بھی کوئی پروا نہ کی۔ محض اذان دینے کی وجہ سے حکومت نے خاکسار کو دو مہینے کے لئے سیفٹی ایکٹ میں جیل بھیجدیا۔ خاکسار جیل میں بھی توحید کی آواز کو بلند کرنے سے باز نہ آیا۔ بالآخر خدا نے تمام ابتلاؤں کے بادل اور خطرناک حالات دور کر دیئے اور امن ہوا۔ اور دن بدن حالات سازگار ہوتے گئے۔ اب یہاں مسلمان کے لئے کوئی خطرہ نہیں ہے۔ لیکن پاکستان میں جو احرار نے مخالفت کا طوفان بے تمیزی کھڑا کر رکھا ہے۔ اس کا اثر یہاں بھی پہنچا ہے اور وہ غیر احمدی جو شورش کے وقت شدھ ہونے کو تیار رہتے تھے اب احمدیت کی مخالفت پر کمربستہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں ہر میدان میں ثابت قدم رکھے۔ اور صبر کی توفیق دے۔ وہ مسجد جس میں شورش کے وقت غیر احمدی آتا ہوا بھی گھبراتا تھا۔ اب اس مسجد پہ غیر احمدیوں نے جلی حروف میں یہ لکھ دیا ہے کہ:-

"جامع مسجد شعبہ اہل سنت والجماعت"

اور احمدیوں کو اس مسجد سے نکال دیا گیا ہے۔ یہ معاملہ اب عدالت تک پہنچا یا گیا ہے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں کامیاب کرے۔

پیغام صلح:- امید ہے کہ ہمارے تمام دوست ان مجاہد بھائیوں کے لئے خاص طور پر دعا کریں گے۔

سانحۂ ارتحال

آہ! شیخ محمد اسمٰعیل مرحوم

از قلم جناب الحاج میاں محمد صاحب کائلپوری

برادرم مکرم شیخ محمد اسمٰعیل صاحب ساکن چنیوٹ جو مدراس میں کاروبار کرتے تھے۔ اور تقسیم ملک کے بعد آپ کراچی تشریف لے آئے مورخہ ۲۹ کو کراچی میں اس جہان فانی سے رحلت فرما گئے انا للہ وانا الیہ راجعون۔ دعا ہے کہ مولا کریم مرحوم و مغفور بھائی کو اپنی جوار رحمت میں جگہ دے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ مرحوم و مغفور حضرت مسیح موعود کے پرانے دوستوں میں سے تھے اور جب سے احمدیت کو قبول کیا۔ آخر زندگی تک صحت و بیماری میں عسر و یسر میں تبلیغ کا ایک جنون تھا۔ اس راہ میں ہر قسم کی تکلیف و مخالفت کو بڑی شرح صدر سے برداشت کیا۔ نہ کبھی رشتہ داری ان کے راہ میں حائل ہوئی اور نہ دنیا کا نقصان ان کے راستہ میں حائل ہوا۔ حضرت صاحب کی کتب پر مرحوم کو بڑا عبور تھا۔ اور احمدیت کا پیغام جہاں بھی وہ رہے جس حالت میں رہے جو تی سے پہنچانے کا جذبہ رکھتے تھے۔ سلسلہ کی خدمت مالی طور پر وہ بڑی خاموشی سے تا دم زیست کرتے رہے۔ اور خدا کے راہ میں وہ اپنے مال کا ایک حصہ ہر سال الگ کر دیتے اور سلسلہ کی خدمت میں خرچ کرتے رہتے۔ حضرت امیر مرحوم و مغفور سے ان کو ایک قسم کا عشق تھا۔ اور اس عشق کا اندازہ یا یہ بزرگ خود جانتے تھے یا وہ بزرگ حضرت امیر مرحوم و مغفور جانتے تھے۔ جب بھی حضرت امیر رحمۃ اللہ علیہ نے کوئی اپیل کی، یہ بزرگ لبیک کہتے ہوئے اچھی خاصی رقم حضرت امیر مرحوم مغفور کی خدمت میں لا حاضر ہوتے۔ دنیا دار ہو کر دنیا سے دل نہ لگایا۔ اور اشاعت اسلام کی ثواب کا اظہار ہمیشہ کرتے رہتے۔ یوں تو کوئی بھی ایسا نہ ہوا۔ جو موت کے منہ سے بچے۔ لیکن مرحوم کی وفات ایک بہت بڑا نقصان ہے۔ پرلے درجہ کے تقویٰ و دینداری کا ایک نمونہ تھے۔ میں ان کو پانچ ۵ اکوان کے در دولت پر جا کر ملا وہ کمزور بہت ہو چکے تھے۔ لیکن ہوش و حواس برقرار تھے۔ کچھ وقت باتیں کرتے رہے۔ انہوں نے حسب معمول تین ہزار روپیہ الگ کیا ہوا تھا، جو ان کے پسماندگان نے حبیب بنک کراچی میں انجمن کے نام پر جمع کرا دیا ہے۔ یہ روپیہ ان کی خواہش کے مطابق حضرت امیر مرحوم کی سکیم تقسیم کے سلسلہ میں خرچ ہوں گے۔ اللہ تعالے ان کو جزائے خیر دے۔

مرحوم اپنے مالک حقیقی سے جا ملے۔ تمام جماعتوں سے جنازہ غائبانہ کی درخواست ہے۔

میاں نصیر احمد صاحب فاروقی کا گرامی نامہ

مکرمی جناب مولانا صاحب۔ السلام علیکم۔ آٹھ روز ہوئے کہ حضرت امیر مرحوم کے پرانے دوست اور جماعت کراچی کے واجب الاحترام بزرگ حضرت شیخ حاجی محمد اسمٰعیل صاحب مدراس والے اپنے مولا سے جا ملے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ یوں تو روزانہ بلکہ ہر آن کوئی نہ کوئی انسان موت کے دروازہ میں داخل ہوتا ہے۔ مگر حاجی صاحب مرحوم کی وفات ایک بہت بڑا نقصان ہے۔ حاجی صاحب نہ صرف اپنی نیکی تقویٰ اور دینداری میں ایک نمونہ تھے بلکہ خدا کے دین اور اس کی کتاب کی اشاعت میں جو نمونہ انہوں نے قائم کیا ہے، وہ بہت کم اب نظر آتا ہے۔ بارہا نہایت خاموشی سے انہوں نے سینکڑوں روپے اشاعت قرآن اور اشاعت اسلام کے لئے دیئے۔ مرحوم رقیق القلب بھی تھے اور اکثر امیر مرحوم کے خطبات جمعہ کے دوران میں حاجی صاحب کی آنکھوں میں آنسو نظر آتے تھے۔ وہ ان لوگوں میں سے تھے جن کے چہروں پر ان کا باطنی نور پھوٹ پھوٹ کر نظر آتا تھا جس سے دل کو ایک عجیب لذت محسوس ہوتی تھی۔ کراچی شہر میں جہاں دھن نہ صرف برستا ہے بلکہ دولت کی پرستش ہر امیر غریب کرتا ہے (الا ماشاء اللہ) ایسا نورانی انسان نظر کم آتا ہے۔

حاجی صاحب کے بعد ان کے بھائی صاحب و صاحبزادے بھی ماشاء اللہ وہی جوش اپنے اندر رکھتے تھے۔ چنانچہ ان کی فرم نے حاجی صاحب مرحوم کی طرف سے اور ان کی وفات کے معاً بعد مبلغ تین ہزار روپے انجمن کو عطا کئے ہیں جو کہ حضرت امیر مرحوم کی لائبریریوں میں قرآن کریم اور دیگر کتب والی سکیم میں خرچ ہوں۔ مورخہ ۱۶ اگست کو مبلغ ۳۰۰۰ ہزار روپے یہاں کے حبیب بنک میں انجمن کے نام پر انہوں نے جمع کر دیئے ہیں فجزاھم اللہ احسن الجزاء۔ ہماری جماعت کو ایسے نمونوں کی ضرورت ہے۔ معطیان کا پتہ اور دیگر تفاصیل ساتھ کے کاغذ پر ہیں۔

آپ معلوم کر لیں کہ رقم انجمن کو پہنچ گئی ہے یا نہیں۔

نصیر احمد فاروقی

پیغام صلح مندرجہ بالا ہر دو خطوط میں جس بزرگ ملت کی وفات کی خبر دی گئی ہے، وہ ہماری قوم کے ان مخلص ترین انسانوں میں سے تھے، جن کی نیکی، تقویٰ اور ایثار و قربانی پر سلسلہ احمدیہ کو بجا طور پر ناز ہو سکتا ہے۔ افسوس کہ ایسے پاک بزرگ جو حضرت مسیح موعود کی سچی یادگار ہیں ایک ایک کر کے اٹھتے جا رہے ہیں اور ان کی جگہ لینے والا کوئی نہیں۔ ضرورت ہے کہ ہمارے نوجوان اور سلسلہ میں نئے آنے والے دوست ان بزرگوں کی زندگیوں سے سبق حاصل کریں اور اپنے اندر وہ رنگ پیدا کریں جو حضرت مسیح موعود کے ان پرانے دوستوں اور ملنے والوں میں پایا جاتا تھا۔ یہی فی الحقیقت سلسلہ کی کامیابی اور مسیح موعود کے مشن کی تکمیل کا ذریعہ ہو سکتا ہے، نری قیل و قال یا بحث و مناظرہ اتنا مفید نہیں ہو سکتا جتنا عملی نمونہ کام آ سکتا ہے یہ وہ گر ہے جس کو ان پرانے بزرگوں نے ہمیشہ اپنی زندگیوں کا لائحہ عمل بنایا اور اپنے پاک نمونہ سے مسیح موعود کی صداقت اور سلسلہ کی صداقت کو ثابت کیا۔

شیخ محمد اسمٰعیل صاحب کی وفات فی الواقعہ ایک قومی نقصان ہے، اللہ تعالیٰ انہیں اپنے جوار رحمت میں جگہ دے، ان کے پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے اور ہمیں ان کے نمونہ پر چلنے کی توفیق دے۔ احباب کرام سے جنازہ غائبانہ کی درخواست ہے۔

نامۂ امریکہ ——— میاں بشیر احمد صاحب منو

پاکستان قونصل جنرل کے اعزاز میں شاندار دعوت

اخویم مکرم معظم جناب جائنٹ سیکرٹری صاحب۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

پاکستان قونصل جنرل مقیم سان فرانسسکو کے اعزاز میں ہمارے مکان پر ۲۹ جولائی کو ایک ضیافت کا انتظام کیا گیا اور طلباء فجی کی طرف سے چند تحائف ان کی خدمت میں پیش کئے گئے۔ برٹش قونصل جنرل اور وائس قونصل، مصری قونصل جنرل، سٹیٹ کالج اور سٹی کالج کے بعض پروفیسر مع اپنی بیگمات کے، اور چند دوسرے معززین دعوت میں شامل ہوئے حاضرین کی کل تعداد چھیالیس تھی ——— ماحضر تناول کرنے کے بعد مسلم سوسائٹی کے ایک رکن عبدالشکور نے سورت فاتحہ کی تلاوت کی اور خالد نے انگریزی ترجمہ سنایا۔ اس کے بعد اکبر صاحب نے پاکستان قونصل جنرل کو خوش آمدید کہی اور امید ظاہر کی کہ ان کی موجودگی ہم سب کے لئے مفید اور تقویت کا موجب ہوگی۔ سلیم خان نے مختصر الفاظ میں ویلکم ایڈریس کا جواب دیا۔ علاوہ ازیں برٹش قونصل جنرل اور ڈاکٹر ایڈلر پروفیسر آف سائیکالوجی، سٹیٹ کالج نے بھی اپنے اپنے خیالات کا اظہار کیا، آخری تقریر میری تھی، ہم نے جو کچھ آج تک یہاں کام کیا ہے میں نے اس کا ذکر کیا اور چند عام غلط فہمیاں جو اسلام کے متعلق یورپ اور امریکہ میں پھیلی ہوئی ہیں ان کو بیان کر کے ان کے ازالہ کی کوشش کی۔ حاضرین میں اپنا لٹریچر تقسیم کیا گیا۔

مجاہدہ نے مسٹر اور مسز سلیم خاں کو پھولوں کے ہار پہنائے۔ دعوت کے زیادہ تر اخراجات فجی طلباء نے برداشت کئے اور دعوت بھی ان ہی کی طرف سے دی گئی تھی۔

خواجہ نذیر احمد صاحب کے جو مضامین حضرت مسیح علیہ السلام کے متعلق "لائٹ" میں چھپ رہے تھے وہ میں نے اریگان یونیورسٹی کے ایک پروفیسر ڈاکٹر بالڈنگر کو پڑھنے کے لئے بھیجے تھے، انہوں نے خود بھی ان کا بغور مطالعہ کیا اور بعض دوسرے لوگوں کو بھی پڑھنے کے لئے دیئے۔ ان میں سے کسی ایک نے بھی ان کے خلاف کسی ناراضگی کا اظہار نہ کیا مگر ایک مسلمان طالب علم نے صرف یہی نہیں کہ ان مضامین کو احمقانہ کہا بلکہ اس بات کے کہنے سے بھی احتراز نہ کیا کہ احمدیہ جماعت خارج از اسلام ہے۔ مسلمانوں کے موجودہ رویہ سے اس بات کا اندازہ لگانا مشکل ہو گیا ہے کہ بیگانے کون ہیں اور یگانے کون ہیں۔ ساتھ ڈاکٹر بالڈنگر کے خط کی کاپی ملفوف ہے۔ ان کے تاثرات آپ خود ملاحظہ فرمالیں۔

مولانا ظفر علیخاں اور مولانا اختر علیخاں کی خدمت میں

ابوالمظفر فخرالدین۔ سیالکوٹ۔

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ۔

حضرات! آپ کے جریدہ زمیندار کی حالیہ اشاعتوں سے معلوم ہوا ہے کہ آپ ان علماء سوء کی قیادت کر رہے ہیں جو جماعت احمدیہ کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا مطالبہ کر رہے ہیں۔ احمدی کے مسلم یا غیر مسلم کا فیصلہ دنیاوی علماء کے بس کی بات نہیں ہم مسلمان ہیں اور بفضل تعالےٰ ہم مسلمان ہی رہیں گے۔ البتہ علماء کو اپنے ایمان اور اسلام کی نسبت شک ہو تو الگ بات ہے۔ میں آپ سے چند ایک سوال کرنا چاہتا ہوں اور امید رکھتا ہوں کہ آپ مجھے ان کے جوابات سے آگاہ کریں گے:۔

(۱) کیا آپ قرآن کریم کو حکم مانتے ہیں یا اپنے نفس کو؟ قرآن پاک تو واضح الفاظ میں فرماتا ہے:۔

"ولا تقولوا لمن القیٰ الیکم السلام لست مومنا تبتغون عرض الحیٰوۃ الدنیا فعند اللہ مغانم کثیرۃ ط"

ترجمہ:۔ "اور جو شخص تم سے سلام علیکم کرے اس سے یہ نہ کہو کہ تو مومن نہیں۔ تمہارا مقصود دنیا کا ساز و سامان ہے مگر اللہ کے ہاں بہت سی نعماء ہیں"

مکرم حضرات یہ حکم جہاد ہو جانے کے وقت کا ہے۔ یعنی ایسے نازک وقت بھی السلام علیکم کہنے والے کو نہ صرف مسلمان بلکہ مومن کہا گیا ہے کیا اب بھی آپ اس فرمانِ باریتعالیٰ کو پس پشت پھینک کر دنیا کا برگ بار (آج کل آپ کے اخبار کی اشاعت بڑھ رہی ہے) چاہتے ہوئے اپنے غلط اقدام سے باز نہ آئیں گے۔

(۲) کیا آپ حضرت نبی کریم صلعم کی رسالت پر ایمان رکھتے ہیں؟ کیا آنحضرت صلعم کا حکم آپ کے لئے حجت ہے؟ سنئے آنحضرت صلعم فرماتے ہیں:۔

"من صلیٰ صلوتنا واستقبل قبلتنا واکل ذبیحتنا فذالک المسلم الذی لہ ذمۃ اللہ وذمۃ رسول اللہ فلا تخفروا اللہ فی ذمتہ۔"

ترجمہ:۔ "جو شخص ہماری طرح نماز پڑھتا ہے اور ہمارے قبلہ کی طرف منہ کرتا ہے اور ہمارا ذبیحہ کھاتا ہے تو یہ شخص مسلم ہے جس کے لئے اللہ کا عہد اور رسول کا عہد ہے۔ پس اللہ کے عہد کو نہ توڑو"

اتفاق کی بات ہے کہ آپ دونو صاحبان ہماری ووکنگ کی مسجد میں نماز پڑھکر آتے ہیں جہاں آپ کو **"اخوتِ اسلامی کا روح پرور نظارہ"** دکھائی دیا اور وہاں آپ کو **"فرزندانِ توحید و رسالت"** ہی نظر آئے۔ مگر دو سال کے اندر اندر آپ کی وہ بصارت زائل ہو گئی۔ مولانا دنیا کا لالچ واقعی نور بصیرت چھین لیتا ہے۔ اچھا یہ تو بتائیے کہ ووکنگ میں امام الصلوٰۃ کون تھا۔ وہ نماز کیسی تھی۔ وہ قبلہ کس طرف تھا۔ اور ذبیحہ جو آپ نے کھایا وہ اسلامی تھا؟ پھر ان واضح حقائق کے ہوتے ہوتے بھی آپ فرمانِ رسول صلعم سے منحرف ہو رہے ہیں۔

(۳) (الف) بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ حضرت مرزا صاحبؑ کی وفات حسرت آیات پر آپ کے قبلہ والد بزرگوار مولوی سراج الدین صاحب نے اپنے اخبار زمیندار میں لکھا:۔

"گو ہمیں ذاتی طور پر مرزا صاحبؒ کے دعاوی یا الہامات کے قائل یا معتقد ہونے کی عزت حاصل نہ ہوئی۔ مگر ہم ان کو ایک **پکا مسلمان سمجھتے تھے**"

(ب) مولوی ظفر علی خان صاحب قبلہ کے ارشادات بھی ملاحظہ ہوں:۔

(۱) "**مسلمانان جماعت احمدیہ** اسلام کی انمول خدمت کر رہے ہیں۔ جو ایثار۔ کمربستگی۔ نیک نیتی اور توکل علی اللہ ان کی جانب سے ظہور میں آیا ہے اگر (متحدہ۔ ناقل) ہندوستان کے موجودہ زمانہ میں بے مثال نہیں تو بے اندازہ عزت اور قدردانی کے قابل ضرور ہے۔ جہاں ہمارے مشہور پیر اور سجادہ نشین حضرات بے حس و حرکت پڑے ہیں اس اولوالعزم جماعت نے عظیم الشان خدمت اسلام کر کے دکھا دی ہے"۔ (زمیندار ۲۴-$\frac{6}{23}$)

(۲) احمدی بھائیوں نے جس خلوص۔ جس ایثار۔ جس جوش ہمدردی سے اس کام (انسداد ارتداد) میں حصہ لیا وہ اس قابل ہے کہ **ہر مسلمان اس پر فخر کرے**" (زمیندار - $\frac{4}{23}$ ۱۸)

(۳) جناب مولوی محمد علی صاحب ایم اے (مرحوم امیر جماعت احمدیہ) ان عزیز الوجود بزرگوں میں سے ہیں جن کی **عالمانہ زندگی کا کوئی لمحہ خدمت اسلام سے خالی نہیں** رہتا۔ وہ روز قرآن کا درس دیتے ہیں اور ہر آیت کی تفسیر میں حقائق و معارف کا دریا بہا دیتے ہیں چنانچہ اس درس مقدس کے بعض اہم اقتباسات انہوں نے خود ہی قلمبند کر کے شائع فرمائے ہیں جن میں اکثر آیات جزو اوّل اور کسی قدر جزو ثانی کی تفسیر ہے اور اس خوبی کی تفسیر ہے کہ شاید اردو زبان کا خزانہ ایسے تابناک جواہر ریزے بڑی مشکلوں سے بھی نہ نکال سکے" (زمیندار - $\frac{4}{15}$ ۱۵)

(۴) مولانا اختر علی خان صاحب جب حالیہ موسم گرما میں کوہ مری جاتے ہوئے اپنے راولپنڈی کے نیوز ایجنٹ کے پاس تشریف لاتے تھے تو ایک احمدی بزرگ کی موجودگی میں انہوں نے جماعت احمدیہ کی تکفیر سے بیزاری کا اظہار کیا تھا کیا ان کو اب اس سے انکار ہے اور وہ باقرارِ حلف اس واقعہ کی صحت سے انکار کر سکتے ہیں؟

آخر میں میں آپ حضرات کی خدمت میں عرض کروں گا کہ دنیا چند روزہ ہے آخر ہم سب کو دنیا کے اعزاز، مال، دولت چھوڑ کر اپنے باریتعالیٰ کے حضور جانا ہے اور اپنے اعمالِ فاسدہ کی جوابدہی کرنا ہے۔ آپ مواخذہ سے ڈریں۔ آپ پر اتمام حجت کرنے کے لئے میں حضرت مرزا غلام احمد بانی سلسلہ احمدیہ اور ان کی جماعت کے عقائد اور مسلک درج ذیل کرتا ہوں، سنئے آپ فرماتے ہیں:۔

(۱) ہمارے مذہب کا خلاصہ اور لب لباب یہ ہے کہ (لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔)
(ازالہ اوہام ص ۱۳۷)

(۲) "ہم پختہ یقین کے ساتھ اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ قرآن شریف خاتم کتب سماوی ہے اور ایک شعشہ یا نقطہ اس کی شرائع یا حدود اور احکام اور اوامر سے زیادہ نہیں ہو سکتا اور نہ کم ہو سکتا ہے"
(ازالہ اوہام ص ۱۳۷)

(۳) "میں نہ نبوت کا مدعی ہوں اور نہ معجزات اور ملائک اور لیلۃ القدر وغیرہ سے منکر۔ بلکہ میں ان تمام امور کا قائل ہوں جو اسلامی عقائد میں داخل ہیں۔ اور جیسا کہ سنت جماعت کا عقیدہ ہے ان سب باتوں کو مانتا ہوں جو قرآن و حدیث کی رو سے مسلم الثبوت ہیں اور **سیدنا و مولنا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ختم المرسلین کے بعد کسی دوسرے مدعی نبوت و رسالت کو کاذب اور کافر جانتا ہوں**"
(اعلان اکتوبر ۱۸۹۱ء)

(۴) "ابتداء سے میرا یہی مذہب ہے کہ میرے دعوے کے انکار کی وجہ سے کوئی شخص کافر یا دجال نہیں ہو سکتا"
(تریاق القلوب ص ۱۳۰)

(۵) "ہم تو رکھتے ہیں مسلمانوں کا دیں
دل سے ہیں خدامِ ختم المرسلیں
شرک اور بدعت سے ہم بیزار ہیں
خاکِ راہِ احمدِ مختار ہیں
سارے حکموں پر ہمیں ایمان ہے
جان و دل اس راہ پر قربان ہے
تم ہمیں دیتے ہو کافر کا خطاب
کیوں نہیں لوگو تمہیں خوفِ عقاب"

آخر میں آپ اور دیگر علماء سوء کی خدمت میں عرض کروں گا کہ خداوند کریم سورۃ الصف میں مفتری علی اللہ کو جو داعی الی الاسلام کے مقابل صف آرا ہوتا ہے ظالم کے لفظ سے خطاب کرتا ہے اور اس کی نامرادی پر گواہ ہے۔ پھر آپ بے داعی الی الاسلام کی ترقی کو اور ازدیاد قوت کو ملاحظہ فرمائیں۔ آپ تخلیہ میں اپنی بہتری کے لئے مندرجہ بالا حقائق پر غور کریں گے اور ظالم بن کر راہ ہدایت سے نہ بھٹکیں گے۔

روز و شب بھڑکا رہا ہے آتشِ تکفیر کو
اے خدا کچھ تو سمجھ دے مفتیٔ بے پیر کو
ہم مسلماں ہیں ہمیں کافر بنا سکتا ہے کون
پاؤں میں ہم روندتے ہیں فتویٔ تکفیر کو

(مرتضیٰ خان حسن)

نام نہاد مولویوں کی جہالت عیاری اور نفس پرستی

آج جس قدر لوگ اسلام سے دور ہو رہے ہیں وہ انہی علما کی کرتوتوں کا نتیجہ ہیں

علمائے احناف کا نقشہ بانی حزب الاحناف کے قلم سے

مولوی سید ابوالحسنات محمد احمد کی انجمن حزب الاحناف کے بانی جناب محمد دین صاحب کلاہ فروش سنہری دروازہ لاہور نے ذیل کے مضمون میں موجودہ زمانہ کے نام نہاد مولویوں اور خود اپنے ہم عقیدہ علما (محمد احمد وغیرہم) کا جو نقشہ کھینچا ہے اور آخر میں علمائے ربانی کا جو حال لکھا ہے وہ موجودہ حالات میں خاص طور پر پڑھنے کے قابل ہے۔

دوستو۔ یہ ایک مسلم حقیقت ہے کہ اسلام کی ترقی کے راستے میں اس وقت سب سے زیادہ روکاوٹ جو پیدا ہو رہی ہے، اس کی وجہ محض یہ ہے کہ موجودہ زمانہ کے بعض نام نہاد مولویوں کی جہالت، عیاری اور نفس پرستی ہے۔ یہ ابن زر مولوی عامۃ المسلمین کی سادہ لوحی اور توہم پرستی سے فائدہ اٹھانے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتے۔ ایسے ابن زر مولویوں کی تعداد ہندوستان میں اور پنجاب میں اس کثرت سے ہے کہ اگر اس کی تفصیل لکھی جائے تو بہت وقت صرف ہوتا ہے یہ اسلام کی پیشانی پر ایک کلنک کا ٹیکہ ہیں۔ لاکھوں مسلمان انکے دام تزویر میں پھنسے ہوئے ہیں اور پھنستے چلے جا رہے ہیں۔ ان کا بر تملہ ہوتا ہے وہ غریبوں کی جیبوں پہ ہوتا ہے۔ غریب مزدوروں کی کمائی یہ شیر مادر سمجھ کر پی جاتے ہیں۔ ان کے دل میں غریبوں کی ذرا بھر ہمدردی نہیں یہ غریبوں کو ادھر ادھر کی باتیں سنا کر آخری قطرہ خون کا نچوڑ لیتے ہیں۔ ان کے دل میں نہ خوف خدا ہے نہ حضور آقا و جہان کی عظمت ہے۔ ویسے یہ عوام کو یہ سناتے ہیں کہ حضور نے یہ دعا اپنے لئے فرمائی ہے کہ اے اللہ اے میرے مولا مجھے غریبوں میں رکھیو اور غریبوں میں ماریو، اور غریبوں کے ساتھ حشر کیجیو، لیکن یہ خود غریبوں کا مال تو ہضم کر جاتے ہیں۔ لیکن اگر کوئی غریب ان کی مجلس میں آ بیٹھتا ہے تو اس کو حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں اور اگر وہ کوئی بات دریافت کرنی چاہتا ہے تو ایسی درشت کلامی سے پیش آتے ہیں کہ وہ بیچارہ ان کے خلق کو دیکھ کر آنکھیں پرنم کر کے بھاگ جاتا ہے۔ اور اس رحمۃ اللعالمین کی شان دیکھئے کہ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ انکے خلق کی بابت کیا فرماتا ہے

فبما رحمة من الله لنت لهم ولو كنت فظا غليظ القلب لانفضوا من حولك

یعنی اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم یہ آپ پر اللہ پاک کی خاص عنایت ہے کہ آپ ان سے نرمی سے پیش آتے ہیں، تیرا سخت مزاج ہونا ممکن نہ تھا اگر بفرض محال آپ درشت مزاج سخت دل ہوتے تو وہ فوراً آپ سے جدا ہو جاتے۔ ان کو دعوے تو یہ ہے کہ ہم حضور اقدس کی گدی پر بیٹھتے ہیں لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خورشید کی ایک کرن بھی ان میں پیدا نہیں ہوئی میرے حنفی بھائیو اگر ہمارے بزرگوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی ایک کرن بھی پیدا ہو جاتی تو لوگ ہم سے بھاگنے کے بجائے ہمارے گرویدہ ہو جاتے۔ لیکن ان کا کام صرف یہ ہے کہ اپنی جیبیں پُر کرنے کے لئے قسم قسم کے حیلے شریعت میں نکالتے رہتے ہیں تمام اہل علم طبقہ کو اس طرف پوری توجہ کرنی چاہیئے۔ تاکہ غریب مسلمان ان کے دام سے نکل جاویں مجھے اگر زندگی نے مہلت دی تو میں ان کا نقشہ اہل لاہور کے سامنے پیش کروں گا، اس میں انشاءاللہ تعالیٰ کسی کا لحاظ نہیں کیا جاوے گا چاہے وہ میرے ہم عقیدہ علما کیوں نہ ہوں۔ دوستو۔ میں نے اپنی عمر کا اکثر حصہ علماء کے ساتھ گذارا ہے سوائے چند ایک علماء کے باقی اکثروں کی حالت جو میرے دیکھنے میں آئی ہے اگر اس کو بیان کروں تو آپ کا سینہ شق ہو جائے اور آپ ہمیشہ کے لئے ان سے متنفر ہو جائیں میں اپنے بھائیوں کے سامنے آپ بیتی بیان کروں گا، سر دست ایک نصیحت آپ کو کرتا ہوں۔ اگر آپ اس پر عمل کریں گے تو نہایت آرام سے اپنی زندگی بسر کریں گے۔ وہ گذارش یہ ہے کہ آپ لوگوں کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مقبول صلی اللہ علیہ کی باتیں سننے کا شوق ہے اور سب سے اچھی چیز بھی انسان کے لئے یہی ہے اور اس کے سنانے والے یہی علماء ہیں، آپ بڑی خوشی سے ان کے وعظ اور تقریریں سنیں لیکن دور بیٹھ کر سنیں اور سنتے ہی بھاگ جاویں ان کا قرب حاصل نہ کریں قرب حاصل کرنے میں ان کی وہ وہ باتیں آپ کو نظر آئیں گے کہ آپ ان سے ناراض ہونے کی بجائے اسلام سے بیزار ہو جائیں گے۔ آج جس قدر لوگ اسلام سے دور ہو رہے ہیں وہ ان ہی علماء کی کرتوتوں کا نتیجہ ہے ورنہ اسلام ایک سچا اور زندہ مذہب ہے۔ خرابیاں تو ہر ایک اسلامی فرقہ کے اندر پیدا ہو گئی ہیں لیکن ان خرابیوں کا شکار جس قدر میرے حنفی علماء ہیں دوسرے بہت کم ہیں۔ میرے حنفی بھائیو ہمارے امام ہمام امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اللہ تبارک و تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی جو صحیح تعلیم مسلمانوں کے سامنے پیش کی ہے۔ اگر میرے حنفی بھائی اس پر غور کریں اور اس کو سمجھنے کی کوشش کریں تو مسلمانوں کو کوئی دین اور دنیا کی تکلیف نہیں ہو سکتی۔ یہ لوگ اپنے نفس کی خاطر وہ مسئلے بے علموں کے سامنے پیش کرتے ہیں جس سے اسلام کو دور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔ میں خود حنفی بھائیو میں خود جب علم سے بے خبر تھا تو ان باتوں میں پھنسا رہا لیکن جب اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے کچھ فہم عطا کیا اور دین کی باتیں سمجھنے کی توفیق ہوئی تو اپنی سابقہ زندگی پر افسوس ہوا۔ بھائیو جن چیزوں کو اسلام سے دور کا واسطہ بھی نہیں ہے صرف علماء نے کھینچ تان کر اس کی جواز کی صورت نکالی ہے۔

میرے علماء دوستو! تم کو اس بات کا فخر حاصل نہیں ہے کہ تمہاری وجہ سے دنیا میں اسلام پھیلا ہے۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ وہ صوفیائے کرام کا وجود تھا جس کی بدولت آج تمام دنیا میں اسلام نظر آ رہا ہے تمہاری مہربانیوں نے امام ابوحنیفہ کو جیل میں مبتلا کرایا۔ تمہارے فتوؤں نے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ کو درّے لگوائے۔ تمہارے فتووں نے امام نسائی کو دمشق کی جامع مسجد میں شہید کرایا۔ تمہارے فتووں نے حضرت غوث پاک کو کافر کہا۔ یہ انہی بزرگوں کی قدسی صفات کا نتیجہ تھا کہ انہوں نے غیروں کو اپنا بنا لیا۔ آج تم ہو جو اپنوں کو بیگانے بنا رہے ہو۔ میرے علماء دوستو ہر وقت فتووں سے کام نہ لیا کرو کسی وقت تقوے اور پرہیزگاری کو بھی سامنے رکھ لیا کرو۔

اخبار احمدیہ

—— حضرت صاحب صدر الحاج جناب میاں محمد صاحب چند دنوں سے مری تشریف لے گئے ہوئے ہیں۔

—— حضرت امیر قوم مولانا صدر الدین صاحب ایبٹ آباد میں ہیں ان کی صحت بحمد اللہ پہلے سے بہتر ہے۔

—— مولوی محمد یٰسین صاحب مبلغ علاقہ کرناٹک (جنوبی ہند) اپنے ایک خط میں لکھتے ہیں کہ یہاں کے ایک قصبہ انی گیری میں ایک شاستری صاحب آئے ہوئے تھے، جماعت احمدیہ نے ان سے گفتگو کرنے کے لئے مجھے مدعو کیا، لیکن شاستری صاحب نے بحث سے انکار کر دیا مسلمانوں نے ایک پبلک جلسہ منعقد کیا جس میں میری دو تقریریں "فلسفۂ نماز" اور "مذاہب عالم" کے عنوانات سے ہوئیں، جن کا نہایت اچھا اثر ہوا، اور نماز کے فلسفہ کو سن کر مسلمانوں میں ایک تازگی اور از سر نو ایمان پیدا ہو گیا۔

درخواستہائے دعا

(۱) ایول ضلع کرناٹک (جنوبی ہند) سے محمد اسحٰق محمد یعقوب صاحب لکھتے ہیں کہ چند دن ہوئے میرے دو لڑکوں کا انتقال ایک دن کے وقفہ سے ہو گیا انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ایک سال سے میرے خلاف ایک جھوٹا مقدمہ چل رہا ہے جس سے بہت پریشان ہوں قانونی امداد بھی تمام حاصل کر سکا ہوں آمدنی بھی بند ہے ۲۶ جولائی کو ایک بچہ اور بچی توام پیدا ہوئے التجا ہے کہ میرے لئے خاص طور پر دعا فرمائی جاوے کہ اللہ تعالیٰ مشکلات اور پریشانیوں سے نجات دے۔

(۲) کیمبل پور سے ماسٹر رجب علی صاحب لکھتے ہیں کہ اس عاجز کو پھر دوبارہ تکلیف ہو گئی ہے، تمام جماعت سے دعا کی استدعا ہے۔ بہ حسن قت اخبار ول......

حرب عقائد کے فتنے

ایڈیٹر صاحب پیغام صلح۔ السلام علیکم۔ اخبار الجمعیۃ کا یہ مضمون اس قابل ہے کہ اسے اخبار پیغام صلح میں شائع کیا جائے۔ متعلقین سلسلہ ذرا غور کریں کہ مسلمانوں کی تکفیر کا کیا نتیجہ برآمد ہو رہا ہے اور ہو گا اگر اب بھی نہ سنبھلے تو صفحہ ہستی سے مٹ جاویں گے ———— تصدق حسین قادری۔ بغداد

آپ نے سنا ہو گا کہ بمبئی میں وہابی اور بدعتی کی وہ بحث چلی اور فریقین میں وہ اختلاف پیدا ہوا کہ شریف اور خدا ترس لوگوں کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ ایک فریق نے دوسرے فریق کو کافر اور دائرہ اسلام سے خارج قرار دیا اور ایک فرقہ نے دوسری جماعت کے لوگوں کو جہنمی ٹھہرایا۔ اور اس نفاق و شقاق کی آگ اس حد تک مشتعل ہوئی کہ ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان کے محلہ میں جانا مشکل ہو گیا۔ اور آپس کے سلام و کلام بھی اور بند ہو گئے۔ اب ہمارے پاس یوپی کے بعض اضلاع سے خبریں آ رہی ہیں کہ وہابی اور بدعتی کا فتنہ وہاں سر اٹھا رہا ہے۔ اور حرب عقاید کے اکھاڑے قائم ہو رہے ہیں اور ان کے نتیجہ میں ایک مسلمان دوسرے مسلمان کے خون کا پیاسا ہو رہا ہے۔ حتی کہ شادی بیاہ اور معاشرتی تعلقات میں کھنڈت ڈالنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ اس سلسلہ میں ہمیں دیوان زوندعلیہ پردیش سے اطلاع ملی ہے کہ وہاں ایک فریق نے دوسرے فریق پر کفر کے فتوے لگائے ہیں۔ اور یہ ارشاد فرمایا جا رہا ہے کہ جو شخص وہابیوں سے راہ و رسم اور تعلقات رکھے گا یا ایسے لوگوں کے ساتھ ہمدردی ہو گی وہ نہ صرف یہ کہ دائرہ اسلام سے خارج ہو گا بلکہ اسلام کا دشمن بھی قرار دیا جائے گا۔ اسی اطلاع میں ہمیں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ چند ایسے خوش عقاد لوگوں کو جنہیں وہابی مشہور کر دیا گیا ہے، ان پر اور ان کے خاندان پر شہر کی مسجدوں کے دروازے بند کر دئیے گئے ہیں حتی کہ وہ اس مسجد میں بھی نماز نہیں پڑھ سکتے جو ان ہی کے پڑوس میں واقع ہے۔

اس بات کو تو فی الحال جانے دیجئے کہ اس نازک دور میں وہابی اور غیر وہابی کا جھگڑا کون لوگ پیدا کر رہے ہیں اور اس سے ان کی غرض کیا ہے، اور جو لوگ پس پردہ اختلاف کے تاروں کو حرکت دے رہے ہیں وہ اہل سیاست ہیں یا نا اہل دیانت؟ کیونکہ اس حقیقت کے چہرہ کو بے نقاب کرنا نہ ہمارے لئے مناسب ہے اور نہ اس کا کوئی اچھا اور مفید نتیجہ برآمد ہو سکتا ہے لیکن یہ بات ظاہر ہے کہ جو لوگ میدان میں اگر کافر گری کا پیشہ اختیار کر رہے ہیں وہ وہی علماء سوء اور عالم نما جاہل ہیں جن سے امت نے ہمیشہ بیداد مانگی ہے۔ اور جن کی مذمت ہمیشہ سے ہوتی چلی آئی ہے لیکن اس کا کیا علاج ہے کہ آج سے نہیں بلکہ صدیوں سے عوام کے دلوں پر جاہل واعظین کا سکہ رواں دواں چلا آیا ہے اور مسلم عوام ہمیشہ ان ہی کے کنٹرول میں رہے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ پیشہ ور اور تفرقہ پسند واعظین عوام سے کافی ربط و ضبط رکھتے ہیں گویا انہیں صحیح معنی میں ہمیشہ سے ماس کنٹیکٹ (رابطہ عوام) حاصل رہا ہے اور یہ پیشہ ہی ایسا ہے جو قدرتی طور پر ایک واعظ کو عوام سے ملاتا ہے اور اسے موقع دیتا ہے کہ وہ جاہلوں کی سادہ لوحی سے ناجائز فائدہ اٹھا کر ان کی کھیتی کو چرتا رہے اور حرب عقائد کا فتنہ کھڑا کر کے اپنے گروہ کو مضبوط بنائے اور اس کی عصبیت اور جہالت سے فائدہ اٹھا کر اپنے لئے جگہ پیدا کرے، اگر غور سے دیکھا جائے تو دراصل یہ لوگ بزنس مین (کاروباری لوگ) ہوتے ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ جب تک دوسروں کے خلاف نفرت اور دشمنی پیدا نہ کی جائے، وہ اپنے حامیوں کا کوئی گروہ پیدا نہیں کر سکتے وہ اپنے گروہ میں جارحانہ ذہنیت پیدا کر کے اپنی صداقت کا یقین دلاتے ہیں اور انہیں باور کراتے ہیں کہ اہل حق صرف وہی ہیں اور جو لوگ ان کی رائے سے اختلاف کرتے ہیں وہ کافر، وہابی، دشمن اسلام اور واجب التعزیر ہیں! اور جب وہ جہالت اور نادانی کی اس سطح پر آ جاتے ہیں تو ان سے اس تفریق بین المسلمین کی قیمت وصول کی جاتی ہے اور ان کی عزت و آبرو، غیرت اور سرمایہ پر ڈاکہ ڈالا جاتا ہے۔ مطلب یہ کہ اسلام اور کفر کے نام پر یہ عالم نما جاہل اپنی دوکانوں کو سجاتے ہیں اور دوسروں کو اسلام کا دشمن ظاہر کر کے اپنوں سے بڑی بڑی قیمت وصول کرتے ہیں۔

غور کرنے سے معلوم ہو گا کہ مسلمانوں کا اصل فتنہ باہر نہیں ہے بلکہ خود ان کے اندر موجود ہے اور وہ فتنہ یہ ہے کہ اصول پر فروع کو ترجیح دی جائے اور جن مسائل میں نظریات کا اختلاف ہے انہیں کفر اور اسلام کا معیار بنایا جائے۔ مسلمانوں کی تباہی کے جہاں اور اسباب ہیں وہاں سب سے بڑا سبب یہی فتنہ ہے کہ ہم نے اصولوں کو پامال کیا اور فروع کو سر پہ اٹھایا۔ فرائض کو ترک کیا اور مستحبات کو سینہ سے لگایا۔ محکمات کو نظر انداز کیا اور متشابہات کے پیچھے لگ گئے! ہمیں اس پر افسوس نہیں ہوتا کہ مسلمان اسلام کے انقلابی پیغام سے یکسر بیگانہ ہیں، لیکن اس پر خوشی ہوتی ہے کہ آمین و رفع یدین کے مسائل پر جھگڑے ہوں اور وہ اصول و فرائض کی جگہ لے لیں! ہمیں امت کے مستقبل کی کوئی فکر نہیں، ہمیں کوئی پروا نہیں کہ ہمارے بچے دین مبین کے خطوط سے علیحدہ ہو رہے ہیں اور ان میں جنسی اور اخلاقی انارکی پھیل رہی ہے لیکن ہمارا دماغ ڈاڑھی مونچھوں کے طول و عرض میں خوب الجھتا ہے اور گیارھویں اور مولود کی بحثوں کو اس طرح سطح پر لایا جاتا ہے گویا اسلام کی ترقی کا راز صرف ان ہی میں پوشیدہ ہے! جب تک مسلمان اصول پر فروع کو ترجیح دیتے رہیں گے اور امت کے مجموعی مسائل سے انہیں کوئی دلچسپی نہ ہو گی اور وہ یہ نہ سمجھیں گے کہ اسلام کا آفاقی مشن کیا ہے، وہ تباہی کے غار سے کبھی نہ نکل سکیں گے اور یہی ایک فتنہ ان کے لئے ہزار فتنے پیدا کرتا رہے گا، افسوس جو لوگ فرائض اور واجبات کو آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھتے، وہ وہابی اور غیر وہابی کی بحثوں میں سب سے آگے رہتے ہیں۔ اگر ایسے لوگوں پر خدا کا عذاب آ جائے تو کوئی حیرت نہیں بلکہ حیرت اس پر ہونی چاہیئے کہ وہ اب تک غضب الٰہی سے کس طرح بچے رہے۔

ہم نے اب تک عالم نما جاہل واعظوں کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے مگر ہمارے نزدیک سب سے بڑے مجرم وہ مسلمان ہیں جو ان کا ساتھ دے کر اپنے شیرازہ کو منتشر کر لیتے ہیں، جب یہ لوگ خود مفسدوں کے لئے آلہ کار بن جاتے ہیں تو ان لوگوں کا کیا قصور جو انہیں احمق بنا کر اپنا کام نکال لیتے ہیں، اگر مسلم عوام ایسے مفسدین اور اشرار سے صاف صاف کہدیں کہ وہ تفریق بین المسلمین کی کوئی بات سننا نہیں چاہتے اور حرب عقائد سے انہیں کوئی دلچسپی نہیں تو کوئی رہزن میدان میں آنے کی جرأت نہیں کر سکتا۔ ان سے صاف صاف کہدیا جائے کہ اگر وہ اسلام کا صحیح پیغام لوگوں تک پہنچائیں گے اور مسلمانوں کو متحد ہونے کی تلقین کریں گے تو ان کو مالی امداد دی جائے گی، ورنہ ان کی جیب میں ایک پیسہ نہیں ڈالا جائے گا، تو ان رہزنوں کا دماغ صرف ایک دن میں درست ہو سکتا ہے، پھر تو وہ سلیقہ بن جائیں گے گویا وہی اتحاد کے علمبردار ہیں اور تفریق بین المسلمین کو سب سے بڑا گناہ سمجھتے ہیں، مگر مسلمان جہلا کو کون سمجھائے وہ اتحاد، محبت اور رواداری کی طرف ایک قدم کبھی نہیں بڑھائیں گے۔ مگر افتراق، دشمنی اور نفرت کی طرف اس طرح دوڑیں گے، اور رہزنوں کے گرد اس تیزی سے جمع ہوں گے گویا انہیں سعادت دارین حاصل ہو رہی ہے اور ان کے اگلے پچھلے گناہ معاف ہو رہے ہیں! ہم مفسدین اور علماء سوء کا رونا کیا روتے ہو۔ رونے کے قابل تو وہ لوگ ہیں جو ہر شیطان کو سر پہ اٹھاتے ہیں اور ہر لٹیرے کو آنکھوں پہ بٹھاتے ہیں، کیا ایسے مسلمان قابل ملامت نہیں جو کبھی نیکی اور سچائی کی طرف نہیں آتے لیکن ہر بدی اور شرارت پر پتنگوں کی طرح گرتے ہیں، اور اپنی گردن اپنے ہی ہاتھوں کاٹ ڈالتے ہیں؟ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے ہمیشہ صالحین اور مصلحین کو ذبح کیا اور مفسدین کو اپنا پیر بنایا! مفکر مشرق جمال الدین افغانی پر پتھراؤ کرنے والے یہی مسلمان ہیں جنہوں نے ہر پاگل کو ولی سمجھا اور ہر خرافاتی کے ہاتھ میں ہاتھ دے دیا ہے!

ہم عرض کریں گے کہ اگر ایک مسلمان دوسرے مسلمان سے انصاف نہیں کر سکتا تو وہ غیر مسلموں کی شکایت کس منہ سے کرتا ہے؟ اگر مسلمان آپس میں ہی اختلاف رائے کا احترام نہیں کر سکتے تو وہ دوسروں کی تنگ نظری پر منہ کیوں بسورتے ہیں؟ اگر وہ مسلمان ہو کر دوسرے مسلمان پر مسجد کے دروازے تک بند کر سکتے ہیں تو وہ کیوں چلاتے ہیں کہ غیروں نے مسجدوں کی بے حرمتی کی اور انہیں مسمار کر کے زمین کے برابر کر دیا! اگر مسلمانوں کا ایک گروہ مسلمانوں کے دوسرے گروہ کو برداشت نہیں کر سکتا تو انہیں مکمل تباہی کے لئے تیار رہنا چاہیئے خدا کی غیرت اس بات کو برداشت نہیں کر سکتی کہ جو لوگ اس نازک دور میں بھی اتحاد، محبت، رواداری و انصاف کا سبق نہیں سیکھ سکتے وہ عزت کے ساتھ زندہ رہیں اور دوسروں کے ہاتھوں انہیں ذلیل و خوار نہ کیا جائے!

ہم مسلمانوں سے ادب کے ساتھ عرض کریں گے کہ وہ پرانے فتنوں کو جگا کر امت میں انتشار پیدا نہ کریں اور پیشہ ور وعظ فروشوں کی باتوں میں نہ آئیں انہیں اپنی نظروں سے گرا کر ہمیشہ کے لئے ...

دو نظریئے

اقبال احمد صاحب

الہ آباد میں ایک ہندوستانی کلچر سوسائٹی ہے جو ہرماہ "نیا ھنس" کے نام سے ایک جریدہ شائع کرتی ہے اس کا ادارہ پانچ مدیروں پر مشتمل ہے جن کے نام یہ ہیں:۔ تاراچند، بھگوان دین، منظرحسن، بشمبھرناتھ اور سندرلال اس رسالہ کے جون کے پرچہ میں ڈاکٹر بھگوان داس کے نام سے ایک مضمون شائع ہوا ہے جس کا عنوان ہے:۔

"سب راستے اُسی تک پہنچتے ہیں"

مصنف نے اس پیشکش میں دو نظریئے پیش کئے ہیں:۔

(۱) ہم کسی بھی مذہب کے کاربند ہو کر خدا تک پہنچ سکتے ہیں۔ اس لئے کسی خاص مذہب یا دین کا اختیار کرنا ضروری نہیں۔

(۲) بدی انسانی سماج کے لئے ضروری ہے۔ کیونکہ بغیر بدی کے نیکی ٹھہر نہیں سکتی۔ اگر ہم بدی کو مٹانے کی کوشش کریں گے تو نیکی بھی مٹ جائے گی۔

مصنف پڑھے لکھے ہوئے شخص معلوم ہوتے ہیں اس لئے کہ انہوں نے اپنے ان نظریات کی تائید میں مختلف مذاہب کی کتب سے حوالے دیئے ہیں۔ جن میں قرآن حدیث، صوفیا کا کلام، انجیل، شیو مہا ستوتی، گیتا اور جینی منڈگوں کے اقوال شامل ہیں۔

میں ان کے اصل الفاظ پڑھ کر سناتا ہوں تاکہ شبہ نہ رہے۔ کہتے ہیں:۔

"یہ سچائی سب دھرموں کی کتابوں میں پائی جاتی ہے کہ ایک اتھر ایشور تک پہنچنے کے لئے الگ الگ لوگوں اور الگ الگ طبیعتوں کے مطابق الگ الگ راستے ہیں۔ سب دھرموں کی کتابوں اور سب مہاپرشوں کی بانی میں یہ بات بھی ملتی ہے کہ ایک دوسرے کے جن راستوں کو ہم غلط کہتے ہیں وہ بھی گھوم پھر کر آخر میں ایک اسی تک پہنچتے ہیں"

اپنے دوسرے نظریئے کو وہ ان الفاظ میں پیش کرتے ہیں:۔

"پنیہ اور پاپ .... دونوں آدمی کو باندھتے ہیں اس لئے دونوں پاپ ہیں۔ زنجیر چاہے لوہے کی ہو اور چاہے سونے کی، زنجیر زنجیر ہی ہے"

آگے فرماتے ہیں:۔

"نیکی بنا بدی کے ٹھہر نہیں سکتی اس لئے آخیر میں بدی کو مٹانے کے لئے نیکی کو بھی مٹانا ہی ہوگا"

جیسے میں نے پہلے بھی کہا ہے مصنف اپنے نظریات کے ثبوت میں مختلف مذھبی کتب سے کثرت سے ... دیتے ہیں۔ مجھے ان میں سے اکثر کتابوں کو مطا... نہیں ملا۔ لیکن ایک اعلےٰ پایہ کے پرچہ م... والے کی دیانتداری پر ہمیں یقین کرنا چاہیئے ... پر بھروسہ کرتے ہوئے کہ انھوں نے جن مختلف کتابوں کے حوالے درج کئے ہیں وہ نقل مطابق اصل ہیں اور یہ بھی فرض کرتے ہوئے کہ انھوں نے جو مفہوم ان حوالجات سے اخذ کیا ہے وہ بھی درست ہے میں اب ان دو نظریات پر بحث کرتا ہوں۔

چلئے ہم مصنف کے اپنے الفاظ میں وقتی طور پر یہ تسلیم کر لیتے ہیں کہ سب آدمی اپنی اپنی سوبھاؤ کے مطابق الگ الگ راستوں سے چل کر بھی اسی ایک ایشور تک پہنچتے ہیں۔ کسی کا راستہ سیدھا اور کسی کا پیچیدار، کسی کا سہل اور کسی کا کٹھن + اب تمام مذھبی کتب سے یہ ثابت کرنا تو مصنف کے لئے آسان تھا کہ تمام راستے خدا تک پہنچتے ہیں۔ لیکن مصنف نے یہ ثابت کرنے کی کوشش نہیں کی کہ تمام الہامی کتابیں اور انبیاء کو خدا نے بھیجا ہے = اور مختلف مذاہب جن راستوں کا تعین کرتے ہیں، وہ خدا کی طرف سے آئے ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ مصنف غیر مسلم ہونے کی حیثیت سے اس بات پر ایمان نہیں لا سکتے۔ اور اسی لئے انھوں نے جہاں یہ ثابت کیا ہے کہ مختلف مذاہب یہ تسلیم کرتے ہیں کہ تمام راستے اس تک پہنچتے ہیں۔ یعنی اللہ تعالےٰ تک وہاں انھوں نے یہ ثابت نہیں کیا کہ تمام راستے بھی خدا کی طرف سے ہی آتے ہیں اور یہ ممکن ہے کہ چونکہ مصنف کے لئے مختلف مذھبی تعلیمات سے یہ ثابت کرنا مشکل تھا کہ تمام ادیان خدا کی طرف سے آتے ہیں۔ اسی لئے انھوں نے اس بات کو ثابت کرنے سے گریز کیا ہے۔ آخر اگر تمام راستے انسان سے خدا تک پہنچتے ہیں تو یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ وہی راستے خدا سے انسان تک نہ پہنچیں؟

صرف قرآن ہی وہ کتاب ہے جس نے سب سے پہلے بنی نوع انسان پر یہ انکشاف کیا کہ

لقد بعثنا فی کل امۃ رسولا

(۱۶:۳۶)

یقیناً ہم نے ہر ایک قوم میں رسول بھیجا

قرآن کریم نے اس دعوے کو متعدد جگہوں پر دوہرایا ہے اور بڑے زور کے ساتھ پیش کیا ہے۔ چنانچہ فرمایا ہے:۔

وان من امۃ الا خلا فیھا نذیر

(۳۵:۲۴)

کوئی قوم نہیں مگر اس میں ایک ڈرانیوالا گذر چکا ہے

پھر فرماتا ہے:۔

لقد ارسلنا رسلا من قبلک منھم من لم نقصص علیک۔ (۴۰:۷۸)

یقیناً ہم نے تجھ سے پہلے رسول بھیجے ان میں سے وہ ہیں جن کا ذکر ہم نے تجھ سے کر دیا اور ان میں سے وہ ہیں جن کا تجھ سے ذکر نہیں کیا۔

ایک اور جگہ پر قرآن کریم میں یہ آتا ہے۔

لکل امۃ جعلنا منسکا ھم ناسکوہ

(۲۲:۶۷)

یعنی ہر قوم کے لئے ہم نے عبادت کا طریق مقرر کیا جس پر وہ چلیں۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے اس حقیقت کا کسی کو بھی علم نہ تھا۔ اور اس حقیقت کو ظاہر کرنا رسول اکرم کے سپرد تھا جو امی تھے اور جنہیں یہ بھی علم نہ تھا کہ دنیا میں کتنی قومیں بستی ہیں اور ان کی الہامی کتابیں کونسی ہیں۔ یہ امر بھی قرآن کریم کی صداقت کی ایک دلیل ہے۔

ڈاکٹر بھگوان داس صاحب نے جو یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ تمام مذاہب کے بتائے ہوئے راستے خدا تک پہنچاتے ہیں اس سے ان کی غرض یہ معلوم ہوتی ہے کہ مختلف مذاہب میں جو اختلاف نظر آتا ہے اور اس کی وجہ سے انسانیت جو مختلف گروہوں میں بٹی ہوئی نظر آتی ہے اس کا تدارک کیا جائے۔ اس کی صورت انھوں نے یہ سمجھی کہ دنیا پر یہ واضح کر دیا جائے کہ تمام ادیان اپنے اپنے مخصوص طریقوں کے ذریعے خدا تک پہنچا دیتے ہیں۔ اس لئے آپس میں اس قسم کا اختلاف رکھنا درست نہیں۔ لیکن اس سے بہتر صورت وہ ہے جو قرآن نے پیش کی ہے۔ چنانچہ قرآن کریم کے شروع میں ہی ہمیں یہ آیت ملتی ہے:۔

والذین یؤمنون بما انزل الیک وما انزل من قبلک

یعنی متقی وہ ہیں جو اس پر ایمان لاتے ہیں جو تیری طرف اتارا گیا اور جو تجھ سے پہلے اتارا گیا۔

ایک اور جگہ فرماتا ہے:۔

قولوا امنا باللہ وما انزل الینا وما انزل الی ابراھیم واسمعیل واسحق ویعقوب والاسباط وما اوتی موسی وعیسی وما اوتی النبیون من ربھم لا نفرق بین احد منھم ونحن لہ مسلمون (۲:۱۳۶)

یعنی تم کہو ہم اللہ پر ایمان لاتے اور اس پر جو ہماری طرف اتارا گیا اور اس پر جو ابراھیم، اسمٰعیل، اسحٰق، یعقوب اور اس کی اولاد کی طرف اتارا گیا اور اس پر جو موسیٰ اور عیسیٰ کو دیا گیا اور اس پر جو نبیوں کو اپنے رب کی طرف سے دیا گیا اور ہم ان میں سے کسی میں تفریق نہیں کرتے اور ہم اسی کے فرمانبردار ہیں۔

قرآن نے گذشتہ انبیاء اور ان کی الہامی کتابوں پر ایمان لانا صرف فرض ہی قرار نہیں دیا بلکہ اسے باعث اجر بھی بتایا ہے چنانچہ سورہ النساء میں آتا ہے:۔

والذین امنوا باللہ ورسلہ ولم یفرقوا بین احد منھم اولئک سوف یؤتیھم اجورھم (۴:۱۵۲)

اور جو لوگ اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لاتے ہیں اور ان میں سے کسی میں فرق نہیں کرتے۔ یہی ہیں وہ جن کو اللہ تعالےٰ ان کے اجر دے گا۔

اس سے قبل میں نے مصنف کے وہ الفاظ پڑھ کر سنائے ہیں جن میں وہ کہتے ہیں کہ دوسرے مذاہب کے راستے اگرچہ پیچیدار اور کٹھن ہیں لیکن وہ خدا تک پہنچا دیتے ہیں۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جن لوگوں کو آسان اور سیدھے راستے کا علم نہ ہو کیا ان کو یہ نہ بتایا جائے کہ جس مقصد کو تم حاصل کرنا چاہتے ہو وہ کم سے کم دشواریوں سے بھی حاصل ہو سکتا ہے؟ اور یہ تو انسانی فطرت کا خاصہ ہے کہ وہ آسان اور سہل طریقوں کا متلاشی ہے۔ پھر اگر اسے خدا تک پہنچنے کے لئے کسی سہل طریقہ کا علم ہو جائے تو کیا وہ اسے اختیار نہیں کرے گا؟ اسلام کے علاوہ کوئی راستہ نہیں جو سب سے آسان ہو، اور جس سے خدا جلد مل جائے، اور جماعت احمدیہ تو بڑے زور کے ساتھ یہ دعوے کرتی ہے کہ اب چونکہ دین کامل ہو گیا ہے اس لئے اسلام کے علاوہ اور کوئی راستہ نہیں جو خدا تک پہنچا سکے

تاریخ انسانی پر کئی دور آئے۔ کبھی انسان نے زمانہ قدیم کے ہاتھوں پرورش پائی۔ کبھی قرون وسطیٰ میں اس نے قدم رکھا اور اب یہ دور جدید میں سے گذر رہا ہے، موجودہ زمانہ میں انسان نے یہ محسوس کر لیا ہے کہ ساری انسانیت میں یک جہتی کی کوئی صورت ہونی چاہیئے یہی اس زمانہ کا سب سے بڑا تقاضا ہے، اور یہی وجہ ہے کہ جو تحریک بھی اٹھتی ہے وہ ساری دنیا پر اپنا اثر ڈال دیتی ہے۔ چنانچہ تحریک احمدیت، کیمونزم اور رویڈ کلاس کے خدمتگار آپ کو دنیا میں پھیلے ہوئے نظر آئیں گے۔ پچھلی نصف صدی میں انسان نے اس مقصد کے حصول کے لئے کئی جتن کئے جن میں لیگ آف نیشن اور یو این او اس کی کوششوں کی انتہا ہے۔ لیکن ابھی تک وہ اپنی کوششوں میں ناکام رہا ہے۔

اس ناکامی کی وجہ یہ ہے کہ ابھی دنیا کا کثیر حصہ دل سے ساری کی ساری انسانیت کی وحدت کا قائل نہیں ہوا۔ اور یہ تعلیم سوائے قرآن کے کوئی الہامی کتاب نہیں دیتی کہ

وما کان الناس الا امۃ واحدۃ

(۱۰:۱۹)

یعنی سب لوگ ایک ہی گروہ ہیں۔

اب اگر ہم ڈاکٹر بھگوان داس صاحب کے اس نظریہ کے قائل ہو جائیں کہ مختلف مذاہب کے لوگوں کو ان کے اپنے اپنے طریقوں پر عمل کرنے دیں تو ہم ایک الجھن میں پڑ جاتے ہیں۔ ایک طرف تو ہم یہ دیکھتے ہیں کہ موجودہ زمانہ میں انسان بڑی تگ و دو کے ساتھ یہ کوشش کر رہا ہے کہ ساری کی ساری انسانیت مل کر ایک متحدہ لائحہ عمل مرتب کرے، اور انسان اب یہ چاہتا ہے کہ جو بھی لائحہ عمل بنایا جائے اس میں انسانی زندگی کا کوئی پہلو چھوڑا نہ جائے، چنانچہ ہمارے مشاہدہ میں یہ بات بھی آتی ہے کہ یو این او نے جہاں اقتصادی سدھار اور دنیا میں تحفظ امن وامان کی طرف توجہ دی ہے وہاں اس نے انسانی زندگی کے مذہبی پہلو کو نظر انداز نہیں کیا۔ اب دنیا تو چاہتی ہے کہ ایک عالمگیر مذہب ہو لیکن ڈاکٹر صاحب موصوف انسان کو زمانہ قدیم کے انتہاء درجہ کے بگڑے ہوئے مذہبی اعتقادات میں بھٹکتا ہوا دیکھنا چاہتے ہیں۔ دنیا ایک عالمگیر مذہب کی متلاشی ہے اور مصنف دنیا کو قومی اور نسلی مذاہب کی پیشکش کر رہا ہے۔ حقیقت میں دنیا کو اب اسلام کی ضرورت ہے جو ساری دنیا میں واحد ...... مذہب ہے۔

مصنف کے اس نظریہ پر ایک اور اعتراض بھی پیدا ہوتا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ دنیا میں اس وقت جتنے مذاہب ہیں کیا ان کی موجودہ صورت وہی ہے جو اوائل میں تھی؟ اگر خدا تک پہنچنے کے راستے کا علم بھی نابود ہو جائے اور جو راہنما اس راستے پر رہنمائی کرنے کے لئے آیا تھا اس کی ہدایات بھی محفوظ نہ رہیں تو ہم یہ کس طرح کہہ سکتے ہیں کہ ان راستوں کا جو نہایت ہی ضعیف اور دھندلا سا خاکہ رہ گیا ہے۔ وہ ہمیں ضرور خدا تک پہنچا دے گا۔ دوسری بات یہ ہے کہ اسلام کوئی علیحدہ راستہ دنیا کے لئے تجویز نہیں کرتا۔ وہ صرف گذشتہ مذاہب کی تعلیمات کا احیاء کرتا ہے۔

اب ہم مصنف کے دوسرے نظریئے کو لیتے ہیں۔ فرماتے ہیں نیکی اور گناہ کے جھگڑے میں پڑنے کی ضرورت نہیں اس لئے کہ دونوں ایک ہی چیزیں ہیں اور دونوں لازم ملزوم ہیں۔

یہ درست ہے کہ تصورات کی دنیا میں نیکی کو سمجھنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ بدی کا تصور بھی ہمارے ذہن میں ہو جس طرح سفیدی کا خیال ہمارے ذہن میں اس وقت تک نہیں آسکتا جب تک ہمیں سیاہی کا علم نہ ہو۔ لیکن ڈاکٹر صاحب کا یہ کہنا کہ نیکی بنا بدی کے ٹھہر نہیں سکتی غلط ہے اس لئے کہ اس سے نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ اگر کوئی شخص ایک موقعہ پر نیکی کرتا ہے تو دوسرے موقعہ پر وہ ضرور گناہ کرے کیونکہ نیکی اپنی بقاء کے لئے گناہ کی محتاج ہے۔ اور اگر مصنف اپنے اس نظریہ کے دل سے قائل ہیں تو اگر کبھی انہیں اپنے ملک میں بیاہ کا دیوں کے انسداد کے کام پر لگایا جائے تو وہ تو پھر بدی کو خوب پھیلنے دیں گے تاکہ اس سے نیکی عام ہو جائے۔

قرآن کریم کا نظریہ یہ ہے کہ نیکی اور بدی دو مخالف چیزیں ہیں، اور جس قدر ممکن ہو سکے بدی اور گناہ کو مٹانا چاہیئے چنانچہ سورۃ حٰم میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے:-

لا تستوی الحسنۃ ولا السیئۃ ط ادفع بالتی ھی احسن۔ (۴۱:۳۴)

یعنی نیکی اور بدی برابر نہیں، بدی کو بڑی اچھی طرح سے دور کرو۔

ایک اور جگہ پر خدا تعالیٰ فرماتا ہے:-

ادفع بالتی ھی احسن السیئۃ ط

(۲۳:۹۶)

یعنی بدی کو اس بات کے ساتھ دور کر دو جو بہت اچھی ہے

لیکن ڈاکٹر صاحب کا کہنا ہے کہ "پنیہ اور پاپ ...... دونوں آدمی کو باندھتے ہیں اس لئے دونوں پاپ ہیں"

اس منطق کو فاضل مصنف ہی سمجھے تو سمجھے ہم تو سمجھنے سے قاصر ہیں اگر نیکی اور گناہ دونوں ایک ہی چیز ہیں تو نتیجہ یہ نکلے گا کہ چوری کرنا اور کسی محتاج کی امداد کرنا دونوں برابر ہیں۔ اب ڈاکٹر صاحب ہی بتا سکتے ہیں کہ کیا حقیقت میں ایسا ہی ہے؟

ایک اور بزرگ کا انتقال

اشاعت ہذا میں دوسری جگہ بزرگ قوم شیخ محمد اسمٰعیل صاحب کی وفات کی خبر درج ہے۔ اخبار پریس میں جانے کے لئے تیار تھا کہ حسب ذیل اندوہناک خبر ہزارہ سے موصول ہوئی:-

مولوی محمد اسحٰق صاحب موضع دب گراں ضلع ہزارہ والے مورخہ ۱۶/۱۷ رماہ کی درمیانی شب کو اس دار فانی سے دار جاودانی کو رحلت کر گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مرحوم حضرت مولینا مولوی محمد یعقوب خاں صاحب مرحوم مغفور کے فرزند اور حضرت قبلہ مولنا مولوی محمد یحییٰ صاحب کے بھتیجے تھے۔ یہ ہر دو بزرگ ہزارہ میں احمدیت کے نور کو لانے کا باعث ہیں اور آج سینکڑوں کی تعداد میں ان بزرگوں کے لائے ہوئے نور سے لوگ منور ہو چکے ہیں۔ خدا ان بزرگوں کو جنت فردوس میں جگہ دے۔

مرحوم مولوی محمد اسحٰق صاحب نہایت ہمدرد، یتیم پرور اور غریب نواز تھے۔ آپ ایک پارسا بزرگ تھے۔ حضرت مسیح موعودؑ کے علاوہ حضرت مولانا نورالدینؓ سے آپ کو خاص عقیدت تھی انہی سے آپ نے علم طب پڑھا۔ آپ حضرت مسیح موعودؑ کے پرانے مریدین میں سے تھے۔ مرحوم اپنے پیچھے ایک نوجوان لڑکا اور لڑکی کے علاوہ دو چھوٹے بچے اور دو بچیاں چھوڑ گئے ہیں، ان کا بڑا لڑکا مسمی مبارک عبداللہ خاں کشمیر میں ڈاکٹر ہیں۔ مولوی صاحب مرحوم خان بہادر ڈاکٹر سعید احمد خان صاحب کے چچا زاد بھائی تھے۔ مرحوم کے لڑکے مبارک عبداللہ خاں ان کے بھائی عبدالرحمٰن اور عبدالغفور ثاقب اور خان بہادر ڈاکٹر سعید احمد اور دوسرے لواحقین سے مجھے گہری ہمدردی ہے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت فردوس میں جگہ عطا فرمائے اور لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے تمام جماعتوں سے نماز جنازہ غائبانہ کی درخواست ہے۔

محرزہ۔ محمد الرحمٰن۔ ڈپٹی جیلر تعلیم ہری پور ہزارہ

پیغام صلح:- اللہ تعالیٰ مرحوم کو اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے۔ فی الواقعہ بہت نیک اور پارسا بزرگ تھے۔ ہم محترم ڈاکٹر سعید احمد خان (انچارج ٹی بی سینی ٹوریم ڈاڈر ضلع ہزارہ) اور دیگر پسماندگان سے دلی ہمدردی کا اظہار کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان سب کو صبر جمیل عطا فرمائے اور مرحوم کے فرزندوں کو ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق دے، تمام جماعتوں سے جنازہ غائبانہ کی استدعا ہے۔

سلسلہ میں داخل ہونیوالے نئے احباب

حسب ذیل اصحاب حال ہی میں سلسلہ احمدیہ میں شامل ہوئے ہیں

۱۔ حافظ رسول بخش صاحب سکنہ علی پور۔
۲۔ مولوی عبدالعزیز صاحب سکنہ علی پور۔
۳۔ میاں غلام محمد صاحب بلوچ سکنہ علی پور۔
۴۔ بہاول دین صاحب سکنہ جبوکہ ضلع منٹگمری۔

دعا ہے اللہ تعالےٰ ان سب دوستوں کو استقامت بخشے اور خدمت دین کی توفیق عطا فرمائے۔

بچوں کا صفحہ

شیخ محی الدین برادر شیخ محمد طفیل صاحب ایم اے

ایفائے عہد

آجکل معاہدہ کو توڑنا اور وعدہ پورا نہ کرنا بالکل معمولی بات سمجھی جاتی ہے۔ مگر تاریخ اسلام کو دیکھنے سے ہمیں پتہ چلتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو معاہدہ کسی سے کر لیتے تھے اس پر سختی سے کاربند رہتے تھے۔ اور اپنے صحابہ کو بھی برابر ایفائے عہد کی تاکید فرماتے رہتے تھے۔

(۱) جنگ بدر میں آپ کے پاس آدمیوں کی قلت تھی (مسلمان صرف ۳۱۳ اور کافر ۱۰۰۰) اسی دوران میں دو مسلمان آئے انہوں نے کہا۔ "ہم مکہ سے آ رہے ہیں۔ راستے میں ہمیں کافروں نے پکڑ لیا تھا۔ اور ہم سے یہ وعدہ لے کر چھوڑا ہے۔ کہ ہم آپ کی طرف سے ان کا مقابلہ نہیں کریں گے۔ مگر وہ وعدہ مجبوری کا تھا۔ اب ہم ضرور ان سے لڑیں گے" اس پر آنحضورؐ نے ارشاد فرمایا "ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا تم نے کافروں سے جو وعدہ کیا ہے اسے پورا کرو۔ خواہ وہ مجبوری ہی سے کیا ہو۔

(۲) دوسرا واقعہ حضرت ابوجندل کے مسلمان ہونے کا ہے جو یوں بیان کیا جاتا ہے کہ جب صلح حدیبیہ ہوئی تو اس کی شرائط میں ایک شرط یہ بھی تھی کہ اہل مکہ کے مسلمانوں میں سے اگر کوئی شخص مدینہ میں چلا جائے گا تو مسلمان اسے واپس کر دیں گے اور اگر کوئی مسلمان مدینہ سے مکہ چلا جائے گا تو اسے واپس نہ کیا جائے گا۔

ابھی اس معاہدہ کی کتابت ہو رہی تھی کہ سہیل (جو کافروں کا قاصد تھا) کے لڑکے ابو جندل جو مسلمان ہو چکے تھے اور اس جرم میں طرح طرح کی مصیبتیں جھیل رہے تھے کسی طرح چھوٹ کر مسلمانوں کے پاس پہنچ گئے۔ سہیل نے انہیں دیکھ کر کہا محمدؐ پابندئ عہد کا یہ پہلا [illegible] ہے۔ آپ نے فرمایا ابھی معاہدہ مکمل نہیں ہوا ہے۔ سہیل نے کہا۔ تو ہمیں صلح منظور نہیں ہے۔ آنحضرتؐ نے خوش اسلوبی کے ساتھ سمجھانے کی کوشش کی۔ مگر وہ نہ مانا۔ آنحضورؐ نے مجبوراً ابوجندل کو حوالے کر دیا۔ حضرت ابو جندل نے جسم کے نیل دکھا کر مسلمانوں سے فریاد کی کہ کیا پھر اسی عذاب کے لئے کفار کے حوالے کئے دیتے ہو۔ مسلمان ان کی درد انگیز فریاد سن کر تڑپ اٹھے۔ لیکن حضرت محمدؐ نے اپنا فیصلہ قائم رکھا۔

(۳) اسی طرح سے ایک مشق ستم مسلمان ابونصیر مکہ سے مدینہ بھاگ آئے قریش نے ان کی واپسی کے لئے دو آدمی بھیجے تو حضورؐ نے معاہدہ کے مطابق انہیں واپس کر دیا۔

(۴) ایک دفعہ حضرت ابوعبیدہ ثقفی عراق کی مہم پہ روانہ ہوئے تو ان کے مقابلے کے لئے پوران دخت نے ایران کے دو نامور بہادروں نرسی اور جابان کو رستم کی امداد پر مامور کیا۔

مقام نمارق میں حضرت ابوعبید اور ثقفی اور جابان کا مقابلہ ہو گیا۔ حضرت ابوعبید نے جابان کو شکست فاش دی۔ جابان گرفتار ہو گیا۔ لیکن جس مسلمان نے اسے گرفتار کیا تھا وہ پہچانتا تھا۔ اس لئے جابان نے دو غلام دے کر رہائی حاصل کر لی۔ بعض مسلمانوں نے پہچان کر دوبارہ گرفتار کر لیا۔ لیکن حضرت ابوعبید نے یہ کہکر کہ جس کو ایک مسلمان رہا کر چکا ہے اس سے بد عہدی نہیں کی جا سکتی۔ اسے چھوڑا دیا۔

(۵) پانچواں مشہور واقعہ اس طرح بیان کیا جاتا ہے کہ ایک دفعہ دوران محاصرہ میں دمشق کے بطریق کے گھر بچہ پیدا ہوا اس کے جشن میں شہر والوں نے خوب شرابیں پئیں اور ایسے بدمست ہو کر سوئے کہ کسی بات کی خبر نہ رہی۔

حضرت خالد بن ولید راتوں کو سونے کی بجائے خبریں معلوم کیا کرتے تھے اس لئے ان کو اس کی اطلاع ہو گئی وہ وہ کمند لگا کر مع چند جانبازوں کے شہر پناہ کی دیوار پر چڑھ کر شہر میں اتر گئے اور پھاٹک کے محافظوں کو قتل کر کے پھاٹک کھول دیئے۔ مسلمان اندر آ گئے۔ اہل شہر میں افراتفری پھیل گئی۔ اور وہ سیدھے ابوعبیدہ کے پاس گئے جو دوسری سمت متعین تھے اور صلح کی درخواست کی جو انہوں نے قبول کر لی کیونکہ انہیں اس صورت حال کا علم نہ تھا۔ شہر کی ایک سمت سے حضرت خالد بن ولیدؓ فاتحانہ اور دوسری طرف سے حضرت ابوعبیدہؓ مصالحانہ داخل ہوئے۔ لیکن ابوعبیدہ رضؓ چونکہ مصالحت کر چکے تھے اس لئے دمشق کی فتح مصالحانہ قرار دی گئی نہ مال غنیمت حاصل کیا گیا نہ کسی کو لونڈی اور غلام بنایا گیا۔

پیارے دوستو:-

آپ نے دیکھا کہ ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ ایفائے عہد کے کتنے پابند تھے جس کی نظیر کہیں نہیں مل سکتی حتیٰ کہ ایک فوج کی فوج میں ایک معمولی سپاہی کے وعدہ کو بھی قابل تحقیر نہ سمجھا جاتا تھا۔

اسلام کی تاریخ میں ایفائے عہد کی اور بھی بہت سی ٹھوس دلیلیں ہیں لیکن میں نے ابھی ان ہی پہ اکتفا کیا ہے۔

عزیز دوستو:—

مجھے امید کامل ہے کہ آپ ان مثالوں کو اپنے سامنے رکھ کر ان پر عمل پیرا ہونے کی کوشش کریں گے۔

خداوند تعالےٰ ہمیں عقل سلیم اور نیک عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

ینگ مینز احمدیہ ایسوسی ایشن کی ہفتہ وار مجلس

ینگ مینز احمدیہ ایسوسی ایشن کی اٹھارویں ہفت روزہ مجلس ۲۴ اگست کو احمدیہ لائبریری میں منعقد ہوئی۔ یہ مجلس ہر لحاظ سے بڑی کامیاب رہی۔

فضل الرحمٰن صاحب نے تلاوت کلام پاک کی جس کے بعد راقم الحروف نے گزشتہ مجلس کی روئداد پڑھی۔ اس کے بعد منظور الحق صاحب نے بڑی خوش الحانی کے ساتھ حضرت مسیح موعودؑ کی ایک نظم سنائی۔ بعدۂ ناصر احمد صاحب نے "حضرت مسیح موعود کی زندگی" پر (جو ایک مستقل موضوع ہے) ایک مقالہ پڑھا۔

آخر پر محترم شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری نے "ختم نبوت کی حقیقت" پر ایک عالمانہ تقریر فرمائی اور اس اہم مسئلہ کے متعلق کئی اصولی باتیں بیان فرمائیں یہ لیکچر جو اگرچہ طویل تھا جس سے حاضرین کو علمی لحاظ سے بہت فائدہ حاصل ہوا۔ آخر میں راقم الحروف نے مقررین حضرات کا شکریہ ادا کیا اور حضرت مولانا عزیز بخش صاحب نے ایسوسی ایشن کی ترقی کیلئے دعا فرمائی۔

اقبال احمد — سیکرٹری

اخبار "زمیندار" کے خلاف علمائے ملتان شہر کا فتویٰ

اختر علی خان تفسیر بالرائے کا مرتکب ہی اور بموجب حدیث اسکا ٹھکانہ دوزخ ہی

مرسلہ غلام محمد خاں خلف الرشید شہید ملت نواب شبیر محمد خاں بادوزئی ملتان شہر

(منقول از "ندائے حق" ملتان)

استفتاء اور اس کا جواب

ناچیز نے ایک استفتاء تحریر کر کے چند علمائے کرام کی خدمت میں پیش کیا تھا جس پر علمائے کرام نے جواب تحریر فرمایا۔ جس کے پڑھنے سے زرعی اصلاحات پر شریعت کی رو سے کافی روشنی پڑتی ہے۔ مالک و مزارع کے حقوق کی نسبت مفصل تحریر کیا گیا ہی حکومت کی راہنمائی اور مسلمانان پاکستان کی تسلّی کے لئے حرف بحرف تحریر کرتا ہوں، تاکہ ہر ایک اصلیت معلوم ہو سکے۔

(غلام محمد خاں بادوزئی بقلم خود ۱۲ $\frac{8}{52}$)

نقل استفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین جبکہ مسٹر اختر علی ایڈیٹر روزنامہ زمیندار لاہور نے مؤرخہ $\frac{2}{52}$ ۱۵ و $\frac{3}{52}$ ۳۱ کے پرچہ جات میں اپنے مضمون کی تائید میں قرآن پاک کی ایک آیت کا غلط مطلب شائع کیا ہے جس کی نقل ذیل میں لفظ بلفظ تحریر کی جاتی ہے "حکم حق ہے (لیس للانسان الا ما سعیٰ) کھائے کیوں مزدور کی محنت کا پھل سرمایہ دار۔ ترجمہ مولانا سید محمود الحسن شاہ صاحب و حاشیہ مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی دیکھا گیا ہے۔ جو ایڈیٹر مذکور کی منطق سے بالکل علیحدہ ہے۔

ترجمہ:- اور یہ کہ آدمی کو وہی ملتا ہے جو اس نے کمایا، خلاصہ حاشیہ۔ یعنی آدمی جو کچھ کوشش کر کے کماتا ہے۔ وہی اس کا ہے کسی دوسرے کی نیکیاں لے اُڑے یہ نہیں ہو سکتا۔

ایڈیٹر کا قرآن پاک کی آیت سے پہلے یہ تحریر کرنا کہ حکم حق ہے مگر آیت پاک کا مطلب غلط تحریر کرنا احکام خداوندی کی رُو سے کیا حکم رکھتا ہے؟ فتویٰ صادر فرماویں $\frac{3}{10}$"

غلام محمد خلف الرشید شہید ملت نواب شبیر محمد خاں بادوزئی

الجواب

کتاب و سُنّت اور باقی اصول شریعت سے یہ امر روز روشن کی طرح ثابت و واضح ہے کہ شخصی ملکیت شرعاً صحیح و معتبر ہے۔ جو لوگ جائز طور پر زمینوں کے مالک ہیں۔ ان کی مملوکہ زمینوں میں کاشتکار اجیر کی حیثیت رکھتا ہے۔ اجیر شرعاً اتنی ہی شے کا حقدار ہو سکتا ہے جتنی اس کی اُجرت مالک زمین اور اس کے درمیان طے ہو گئی ہے۔ اس سے زائد کا وہ حقدار نہیں ہو سکتا۔

کسی کی مملوکہ زمین کی تمام پیداوار مالک و حق دار مزارعہ کو بنا دینا اور آیت کریمہ (لیس للانسان الا ما سعیٰ) کے اس دعوے کو ثابت کرنا شرعاً باطل اور دین متین میں تحریف ہے۔ آیت مبارکہ باعتبار اپنے مرادی معنی کے دار آخرۃ سے متعلق ہے۔ اور مطلب یہ ہے کہ آخرت میں انسان کو انہیں نیکیوں کا ثواب ملے گا جو اس نے بالذات خود کی ہیں۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ نیکیاں کسی کی ہوں اور بدلہ دوسرے کو مل جائے۔ ہاں یہ علیحدہ امر ہے کہ کوئی شخص اپنی نیکیوں کا ثواب کسی دوسرے کو ہبہ کر دے۔ اور اس کے ہبہ کرنے کی وجہ سے دوسرے کو اس کی نیکیوں کا ثواب مل جائے یعنی نیکی کرنے والے کی اجازت کے بغیر کسی کو اس کی نیکی کا ثواب نہیں پہنچ سکتا۔

اور اگر اس آیت مبارکہ کو دار دنیا سے بھی متعلق مان لیا جائے تب بھی اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ کسی کی مملوکہ زمین کی پیداوار کا مالک کاشتکار ہے۔ بلکہ اس صورت میں آیت کریمہ کا مطلب یہ ہے۔ کہ نہیں ہے انسان کے لئے مگر وہی جو اس نے سعی کی، کاشتکار کی سعی اور کوشش وہی حق دار ہو سکتی ہے جو اس کے اور مالک زمین کے درمیان طے ہوتی ہے، اس کے ماسوائے کوئی شئے اس کی سعی کوشش میں داخل نہیں۔ کیونکہ یہ حقیقت شرعاً ثابت ہو چکی ہے، کہ اللہ تعالےٰ نے اجرت کے معاملہ میں اجیر کو صرف اس کی اجرت مقررہ کا حق دار بنایا ہے۔ اس سے زاید شئے میں اجیر کا کوئی حق نہیں رکھا۔ لہٰذا اس مسئلہ کے متعلق کتاب و سنت کی تمام تصریحات کو پیش نظر رکھتے ہوئے (ما سعیٰ) کا مصداق صرف اجرت معینہ ہے۔ اب آیت مبارکہ کا ترجمہ کیجئے۔ "نہیں ہے انسان کے لئے مگر وہی جو اس نے سعی کی۔ اس کی سعی چونکہ شرائط مقررہ کے ماتحت ہے جن میں ایک متعین اُجرت طے ہو چکی ہے اس لئے ثابت ہو گیا کہ اُجرت متعینہ سے زائد اجیر کا حق نہیں۔ مدعی نے جس آیت سے زمین کی تمام پیداوار کا حق دار مزارعہ کو بنایا تھا۔ اس سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ مزارعہ تمام پیداوار کا مالک نہیں بلکہ اسی قدر کا حق دار ہے جو اس کے اور مالک زمین کے درمیان بطور اُجرت طے ہو گئی ہے۔ یہاں یہ بات یاد رکھنی چاہیئے۔ کہ کتاب و سنت سے جب کسی مسئلہ پر بحث کی جائے۔ تو اس سے متعلق کتاب و سنت کی تمام تصریحات پیش نظر رہنی ضروری ہے یہ طریقہ کسی طرح درست نہیں ہو سکتا کہ تصویر کا ایک رخ سامنے ہو اور دوسرا نظر انداز کر دیا جائے۔ کتاب و سنت کی تصریحات کے خلاف قرآن مجید کے معانی بیان کرنا تفسیر بالرائے ہے

واللہ اعلم وعلمہ وحکمہ اتم واحکم۔

(مفتی اعظم و علامہ) فقیر سید احمد سعید کاظمی عفی عنہ، مہتمم مدرسہ انوار العلوم ملتان و ناظم اعلیٰ مرکزی جمعیۃ العلماء پاکستان)

الجواب

میں نے پرچہ "زمیندار" مؤرخہ ۱۰ فروری میں زیر عنوان "پاکستان اور زراعت کاری" ایک مضمون پڑھا جب اس عبارت پر پہنچا "رہا جاگیرداری و زمینداری کا سوال۔ تو ہماری ہمیشہ سے یہی رائے رہی ہے۔ کہ زمین کا وہی مالک ہو۔ اور پیداوار سے وہی فائدہ اُٹھائے۔ جو خود ہل چلاتا ہو۔ کیونکہ حکم حق ہے۔ لیس للانسان الا ما سعیٰ۔ کھائے کیوں مزدور کی محنت کا پھل سرمایہ دار"۔ تو مجھے یہ پڑھکر حیرت ہوئی اور ثابت ہوا کہ یہ لکھنے والا قرآن کریم اور شرعیات سے بالکل ناواقف ہے۔ کیونکہ محقق یہ ہے کہ دوسرے مالک کی زمین میں کاشت کرنے والا کاشت کرنے سے مالک زمین نہیں ہو جاتا۔ پھر اس مالکیت پر قرآن کی اس آیت سے استدلال پکڑنا تو نہایت درجہ کا حمق ہے۔ آیۃ شریفہ کا مفہوم صحیح تو یہ ہے کہ سعی اور محنت کرنے والے کے لئے حق محنت ہوتا ہے۔ یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ کسی کی زمین میں محنت کرنے والا محنت کرنے کے بعد زمین کا مالک ہو جاتا ہی یہ قرآن کریم کی تحریف اور تفسیر بالرائے ہے کسی مفسر و محقق نے آیۃ شریفہ کا یہ معنی نہیں کیا ہے۔ جناب حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے من قال فی القرآن برایہ فلیتبوأ مقعدہ من النار وکما قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ ہاں محنت کرنے والے کی محنت کو حسب وعدہ ادا نہ کرنا سخت گناہ ہے۔

مفتی اعظم و علامہ محمد شفیع غفرلہٗ مہتمم مدرسہ قاسم العلوم ملتان شہر۔

لفظی معنی۔ من قال فی القرآن برایہ فلیتبوأ مقعدہ من النار وکما قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

"جو شخص قرآن کریم کے معانی اپنی رائے سے بیان کرے۔ پس چاہیئے اسکو اپنا ٹھکانہ دوزخ میں بنا وے"

الجواب

یہ رائے "زمیندار" کی خواہ کوئی ہو۔ شرع شریعت کے خلاف ہے۔ آیۃ شریفہ کے معنیٰ یہ نہیں چاہتا کہ مالک و دار کو کچھ نہ ملے۔ کیونکہ سعی کاشتکار کی بغیر زمین کے ممکن نہیں پس زمین حاصل کر کے کاشتکار کے حوالہ کرنی اور اجازت دینی بھی حقدار کا ہے۔ اور کاشت کرنا مزارعہ کا سعی ہے لہٰذا دونوں مستحق ہیں۔ جس طرح کہ مضاربت میں ایک کا مال ہوتا ہے، دوسرے کی تجارت ہوتی ہے۔ نفع کو دونوں تقسیم کرتے ہیں۔ قرآن کا معنے اپنی رائے ناقص پر کرنا اور ساختہ پرداختہ تمام علماء و فقہاء کا جو قرآن و حدیث کے معنی سمجھنے سے بخوبی واقف تھے۔ جو مزارعت کو درست قرار دیتا ہے اور پیداوار کا مستحق دونوں کو بنا دیتا ہے۔ اس کو غلط قرار دینا صاف کم عقلی اور ضلالت ہے۔ نعوذ باللہ منہ

(مفتی اعظم) ملّا عبدالکریم عفی عنہ (ملتان شہر)

۲۳ جمادی الثانی ۷۱ھ

پیغام صلح مورخہ ۲۷ اگست ۱۹۵۲ء۔ رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸۔ شمارہ نمبر ۳۳

امرت پتریکا کی دریدہ دہنی کے خلاف

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کی صدائے احتجاج

پیشوایان مذاہب کی توہین کو قانونا جرم قرار دیا جائے

۲۹ اگست ۱۹۵۲ء کو بروز جمعہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام نے ذیل کا ریزولیوشن ہندوستانی اخبار امرت پتریکا کی دریدہ دہنی کے خلاف بطور احتجاج پاس کیا۔

۱۔ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا یہ اجلاس بھارتی اخبار امرت پتریکا کے اس دلآزار مضمون پر دلی رنج و افسوس کا اظہار کرتا ہے، جس میں حضرت خاتم النبیین محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس کی توہین کی گئی ہے، یہ رنج و افسوس اس بات کو دیکھ کر اور بھی بڑھ جاتا ہے کہ اس قسم کا ناگوار لٹریچر بھارت سے آئے دن شائع ہوتا ہے (جیسا کہ بمبئی کے بابوراؤ پٹیل اور یو۔پی کی بعض تعلیمی کتب کی مثالوں سے ظاہر ہے) لیکن اس کے سدباب کا کوئی قرار واقعی انتظام نہیں کیا جاتا، نہ ایسے لوگوں کی تادیب کا کوئی بندوبست کیا جاتا ہے، جو اس قسم کا لٹریچر شائع کرنے کے ذمہ دار ہیں، اس لئے یہ جلسہ حکومت پاکستان کو توجہ دلاتا ہے کہ وہ اس کے خلاف زبردست پروٹسٹ بھارتی حکومت کو ارسال کرے اور ایسا قانون بنوانے کی کوشش کرے جس میں پیشوایان مذاہب کی توہین کو ایک خطرناک جرم قرار دیا جائے اور اس کے لئے عبرتناک سزا مقرر کی جائے۔

۲۔ یہ جلسہ اس امر پر بھی دلی رنج و اندوہ کا اظہار کرتا ہے کہ امرت پتریکا کے دل آزار مضمون کے خلاف بھارت کے جن مسلمانوں نے آواز اٹھائی ان کو گرفتار کر کے قید وبند کی مصیبتوں میں ڈالا جا رہا ہے۔ ہم حکومت پاکستان سے مستدعی ہیں کہ اس بارہ میں بھی ایک زبردست پروٹسٹ حکومت ہندوستان کو بھیجا جائے، اور نہایت موثر اقدام سے کام لیا جائے۔ تاکہ وہاں کے غریب مسلمانوں کی دادرسی ہو سکے۔

۳۔ ان ہر دو ریزولیوشنز کی نقول، وزیر اعظم پاکستان، وزیر اعظم ہندوستان، اور پاکستانی اور بھارتی اخبارات کو ارسال کی جائیں۔

امام مسجد ووکنگ کی سرگرمیاں

ڈاکٹر شیخ محمد عبداللہ امام مسجد ووکنگ مع اپنی فیملی کے تین ہفتے برلن میں مقیم رہے وہاں کے حالات کا علم تو اوراق پیغام صلح سے ناظرین کرام کو ہو چکا ہوگا۔ وہاں بھی امام صاحب کئی ایک دینی اور تبلیغی کاموں میں مشغول رہے۔ برلن سے واپسی پر امام صاحب ایک دن کے لئے جناب ڈاکٹر ملک عمر حیات سفیر پاکستان متعینہ جرمنی کو ملنے کے لئے Bonn تشریف لے گئے۔ ڈاکٹر صاحب موصوف امام صاحب کو پاکستان سے جانتے تھے۔ دس سال کے بعد مل کر بہت خوش ہوئے۔

امام صاحب اور ڈاکٹر صاحب تقریباً ۳ گھنٹہ تک مختلف موضوعات پر تبادلہ خیالات کرتے رہے۔ دوپہر کا کھانا بھی امام صاحب نے وہیں کھایا۔ Bonn سے روانہ ہو کر امام صاحب ۱۸ ماہ اگست کو واپس ووکنگ پہنچ گئے اور آتے ہی اپنے تبلیغی کاموں میں مشغول ہو گئے۔ اتوار کو حسب معمول احباب ملاقات کے لئے تشریف لائے جن میں خاص طور پر قابل ذکر ڈاکٹر بشیر احمد صاحب وائس چانسلر پنجاب یونیورسٹی ہیں جو مع اپنی بیگم صاحبہ کے تشریف فرما ہوئے اور دیگر معزز مہمانوں کے ہمراہ دوپہر کے کھانے میں بھی شریک ہوئے۔

۲۵ ماہ اگست کو دوپہر کے وقت امام صاحب کا روٹری کلب گلڈ فورڈ میں "پاکستان" پر لیکچر تھا۔ اسی کلب میں دو سال قبل "اسلام اور جامع ووکنگ" پر امام صاحب لیکچر دے چکے تھے۔ اب ان کا لیکچر "پاکستان" کے موضوع پر تھا۔ جس میں پاکستان کے وجود میں آنے اور ابتدائی مراحل اور مشکلات کا تفصیلی ذکر کرتے ہوئے مسئلہ کشمیر پر خوب سیر کن بحث کی۔ سوال و جواب کے دوران میں اس مسئلہ پر اور بھی روشنی ڈالی۔ ایک صاحب نے سوال کیا کہ کیا کشمیر اس قدر زرخیز اور نفع آور ملک ہے کہ پاکستان اسکو اپنے ساتھ ملانے کے لئے اس قدر بیتاب ہے۔ جس کا جواب مقرر صاحب نے یہ دیا کہ خود اہالیان کشمیر کی خواہش ہے کہ کشمیر کے الحاق کا فیصلہ آزاد رائے شماری سے کیا جائے اس لئے یہ ضروری ہے کہ انہیں اس امر کا موقع دیا جائے کہ وہ بغیر کسی قسم کے بیرونی زور یا دباؤ کے اپنی قسمت کا فیصلہ خود کر سکیں یہ لیکچر ۲½ بجے ختم ہوا۔ امام صاحب کو فوراً ووکنگ واپس آنا تھا کیونکہ اسی دن ۴ بجے مسجد میں ایک خاتون کے قبول اسلام اور اس کے نکاح کی تقریب درپیش تھی۔ تقریب اول کے موقع پر امام صاحب نے ایک مختصر سی تقریر کرتے ہوئے مذہب اسلام پر روشنی ڈالی اور اس کے بعد تقریب ثانی کے موقعہ پر ایک موثر خطبہ نکاح پڑھا اور دولہا اور دلہن کو عقد زوجیت میں منسلک کیا دولہا میاں کا نام نکو احمد اور دولہن کا نام ایسو نورکن ہے۔ حق مہر ایکصد پونڈ مقرر ہوا۔ ناظرین غالباً ہز ہائی نس سلطان آف کیدہ کے نام سے واقف ہوں گے۔ ہز ہائی نس ووکنگ مسلم مشن کے پرانے خیرخواہ و (بقیہ صفحہ ۲)

صوم اور صلاۃ ہیں۔ ان کے دونوں صاحبزادے جو آج کل بغرض تعلیم انگلستان میں مقیم ہیں بطور گواہ موجود تھے۔ ان کے علاوہ ملایا، انگلستان، انڈونیشیا اور پاکستان کے چند احباب بھی اس تقریب میں شامل ہوئے نکاح کے بعد سب احباب نے مل کر چائے پی اور دولہا و دلہن اور ان کے رفقاء شام کے وقت رخصت ہوئے۔

احمدیوں کی اقلیت کا مسئلہ غیر قوموں کی نظروں میں

"اگر آپ نے فرقوں کے اتحاد کو پارہ پارہ کر دیا تو پاکستان کبھی قائم نہیں رہ سکتا"

"میں اپنے جیتے جی کسی فرقہ کے ایک شخص کا بھی خون نہیں بہنے دونگا"

میاں ممتاز محمد خاں دولتانہ وزیر اعلیٰ پنجاب کی تقریر

لاہور ۔ ۳۰ ۔ اگست ۔ آج حضوری باغ لاہور میں سٹی اور سول مسلم لیگ کے زیر اہتمام منعقدہ ایک جلسۂ عام کو خطاب کرتے ہوئے پنجاب کے وزیر اعلیٰ عزت مآب میاں ممتاز محمد دولتانہ نے مسئلہ ختم نبوت پر اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا ۔ کہ سیدھی بات یہ ہے کہ قادیانیوں کا مسئلہ اتنا اُلجھا ہوا نہیں جس قدر اسے اُلجھایا جا رہا ہے ۔ میں سمجھتا ہوں کہ بعض لوگوں نے اسے اچھا خاصا جذباتی بنا دیا ہے ۔ میرے نزدیک ایک نہایت اہم مسئلہ ہے ۔ میں اسے تین پہلوؤں پر تقسیم کرتا ہوں ۔

آپ نے ارشاد فرمایا ۔ کہ اس مسئلہ ختم نبوت کا سب سے اہم پہلو عقیدہ کا ہے ۔ یہ درست ہے کہ میں فقیہہ یا عالم نہیں ہوں میرا مذہب عام مسلمانوں کا مذہب ہے ۔ میں اس مذہب سے تعلق رکھتا ہوں جو اللہ تعالےٰ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بدولت مجھے بخشا ۔

مجھے یہ کہنے میں تامل نہیں ہے کہ اس سلسلہ میں میرا عقیدہ یہ ہے کہ جو آدمی حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین نہیں مانتا اور یہ تسلیم نہیں کرتا کہ ان پر نبوت ختم ہوئی اس کا اسلام میرے اسلام سے قطعی طور پر مختلف ہے میں سمجھتا ہوں کہ اس مسئلہ پر بحث کرنا بھی کفر ہے ۔ آپ نے کہا کہ بحث ہمیشہ ایسے مسائل پر ہوا کرتی ہے جو ذہن سے تعلق رکھتے ہوں یاد رکھیئے عقیدہ کا تعلق منطق سے بالاتر ہوتا ہے ۔

آپ نے تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا کہ میں اور آپ دیکھ رہے ہیں کہ آج کل مسلمانوں کو قادیانیوں سے نفرت پیدا ہو گئی ہے اور یہ نفرت روز بروز شدید صورت اختیار کرتی جا رہی ہے ۔ مجھے کہنے دیجئے ۔ کہ اس کی وجہ ہم نہیں بلکہ ہمارے قادیانی بھائی ہیں جنہوں نے ہم سے جُدا رہنا پسند کیا اور زندگی کے ہر شعبہ میں ہم سے الگ الگ رہنے لگے ۔ میں یہ بھی تسلیم کرتا ہوں ان کے ذاتی ، سیاسی ، اور مجلسی تعلقات آپس میں اس قدر استوار ہو چکے ہیں کہ نتیجہ کے طور پر ان کے قلوب میں مسلمانوں کی طرف سے غیریت پیدا ہو چکی ہے ۔

میں یہ بھی تسلیم کرتا ہوں کہ ہماری حکومت میں قادیانی افسروں نے اپنی قادیانی قوم کے اکثر افراد کو ناجائز الاٹمنٹیں بھی عطا کر رکھی ہیں ۔ میں پوچھتا ہوں کہ آپ کے نزدیک ان شکایات کو دور کرنے اور موجودہ مشکلات پر قابو پانے کا یہی ایک حل ہے کہ آپ مسئلہ ختم نبوت کو زیر بحث لا کر اسے حل کر سکیں گے ؟

اس مسئلہ کا حل حکومت پاکستان نے کر دیا ہے اور اس سلسلہ میں اس نے ایک اعلان جاری کیا ہے کہ وہ ایسے جانبدار افسروں کے خلاف شدید کارروائی کرے گی جو کسی مذہب یا عقیدہ کی بناء پر اپنے فرقہ کی ناجائز سرپرستی کریں گے ۔

میاں ممتاز دولتانہ نے اعلان کیا ۔ کہ جہاں تک پنجاب کا تعلق ہے میں پوری مستعدی اور مسئلہ کی نزاکت پر گہری نگاہ رکھتے ہوئے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ میں آپ کی ہر اس شکایت کو خندہ پیشانی سے دور کروں گا جو مجھ تک اس سلسلہ میں پہنچے گی ۔ میں کسی قادیانی یا مسلمان افسر کی کسی جانبداری کو برداشت کرنے کے لئے تیار نہیں ہوں ۔ میرا عقیدہ ہے کہ حق دار کو ان کا صحیح حق ملنا چاہیئے ۔

اور اگر اس سلسلہ میں مجھ تک کوئی شکایت پہنچی تو یاد رکھئے کہ میں بہت سخت نوٹس لوں گا ۔ مجھے ایسی شکایات بھی پہنچی ہیں کہ بعض لوگوں نے ناجائز اسلحہ دبا رکھا ہے ۔ یقین رکھیئے کہ ایسے لوگ میری جانچ پڑتال کی زد سے بچ نہیں سکتے ۔ میں واشگاف الفاظ میں بتا دینا چاہتا ہوں کہ کوئی حکومت کسی شیعہ کی شیعہ نوازی اور کسی سنّی کی سنّی نوازی اور کسی مرزائی کی مرزائی نوازی کو برداشت نہیں کر سکتی ۔ ہمارا فرض یہ ہونا چاہیئے کہ ہم ہر شہری کے حقوق اس لئے محفوظ رکھیں کہ وہ پاکستان کا معزز شہری ہے ۔ اس اعتبار سے اس کے لئے ...... قطعاً یہ گنجائش نہیں کہ وہ دوسرے سے زیادہ حقوق حاصل کر لے اگر موجودہ متذکرہ صورت حالات کو ہوا دی گئی تو اس سے ملک کا نظام درہم برہم ہو جائے گا

اور جب تک ہمارے سینوں میں دل اور اس دل میں پاکستان کی سربلندی کی تڑپ موجود ہے ۔ ہم اس نظام کو ہر قیمت پر قائم رکھیں گے ۔

میاں ممتاز دولتانہ نے مزید کہا میں سمجھتا ہوں کہ جب تک میں وزیر اعلےٰ ہوں اور آپ مجھ پر اعتماد رکھتے ہیں میں اپنے جیتے جی کسی فرقہ کے ایک شخص کا بھی خون بہنے نہیں دوں گا پاکستان کے ہر فرقہ کا ہر شہری پاکستان کا باشندہ ہے اور اس کا پاکستان پر اتنا ہی حق ہے جس قدر اکثریت کے کسی فرد کا ۔ اقلیت کے ایک ایک فرد کی عزت و حرمت ، وقار کی حفاظت میرا اور آپ کا سیاسی اور اخلاقی یا مجلسی فرض نہیں بلکہ یہ فرض اللہ تعالےٰ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے مذہبی طور پر ہم پر عاید کیا گیا ہے ۔ اور ہم رسول مقبول کے اس حکم کی اطاعت زندگی کے آخری سانس تک کریں گے (نمایاں)

رسول اکرم کا یہ پیغام مجھے کبھی نہیں بھول سکتا کہ میری دنیا میں امن قائم رکھو ۔ یہ پیغام آشتی اور ضبط میرے لئے مشعل راہ ہے اور میں اس پر بڑی سختی سے کاربند رہنے کا تہیہ کر چکا ہوں ۔ میں تو یہاں تک کہنا چاہتا ہوں کہ اگر آپ کی حکومت امن قائم رکھنے میں ناکام رہی اور اقلیت کے مال و جان کی حفاظت نہیں کر سکتی تو ایسی حکومت کو گدی سے اتار دو ۔

میاں ممتاز دولتانہ نے تقریر جاری رکھتے ہوئے اس مطالبہ کا ذکر کیا جو عام طور پر احرار کی جانب سے کیا جا رہا ہے ۔ آپ نے فرمایا کہ کیا آپ قادیانیوں کو اقلیت قرار دینا چاہتے ہیں ؟ اگر یہ درست ہے تو مجھے بتایا جائے کہ کیا یہ آئینی مسئلہ نہیں ہے ؟ ۔ مجھے کہنے دیجئے کہ یہ ایک ایسا مسئلہ ہے جس کے فیصلہ پر تمام پاکستان کے مسلمانوں کا انحصار ہے ۔

آپ نے فرمایا کہ ابھی تک پاکستان کا آئین نہیں بنا ۔ آئین ساز اسمبلی نے اقلیتوں کے حقوق کا فیصلہ بھی تا حال نہیں کیا ۔ یہ ایک ایسا قانونی مسئلہ ہے جسے نہایت غور و خوض کے ساتھ حل کرنا چاہیئے ۔ میری بات مان لیجئے کہ ایسے آئینی مسئلے دو چار جلسوں اور جلوسوں سے طے نہیں ہو سکتے اگر ایسے فیصلے اینٹوں اور پتھروں سے ہونے لگے تو میرے ملک کا خدا ہی حافظ و ناصر ہے

بات در اصل یوں ہے کہ ہم مسلمان تو قادیانیوں کو اقلیت نہیں بناتے بلکہ انہوں نے ہی ہمیں اپنے آپ سے علیحدہ کر رکھا ہے لہٰذا ہم چاہتے ہیں کہ ان کی اس علیحدگی اور خواہش کو تسلیم کرتے ہوئے اپنے آپ کو ان سے اور ان کو اپنے آپ سے الگ کر لیں ۔ یقیناً یہ نقطہ درست ہے جائزہ لینے کے قابل ہے لیکن میں کہوں گا کہ اگر یہ رسم چل نکلی تو بیرونی دنیا ہمیں کیا کہے گی ؟

دوستو ! یہ بتانے کی گنجائش نہیں ہے کہ دنیا میں تھوڑی تعداد کی قومیں بڑی تعداد کی قوموں سے محض اسی بنا پر جُدا رہا کرتی ہیں کہ وہ ان سے ان کی بڑائی کی وجہ سے مرعوب ہوتی ہیں کیا باہر کی قومیں ہماری اس خواہش کو تو نہ لے اڑیں گی یہ مسلمان بھی عجیب و غریب قوم ہے کہ ہر فرقے سے خائف رہتی ہے جیسا کہ ہندوستان میں ہم نے کم تعداد میں ہونے کی وجہ سے مطالبہ کر رکھا تھا کہ ہمیں اقلیت قرار دے دیا جائے اور آج اکثریت میں ہو کر یہ مطالبہ کر رہے ہیں کہ مرزائیوں کو اقلیت قرار دیا جائے

پھر میں یہ بھی پوچھنا چاہتا ہوں کہ آخر مرزائیوں کو اقلیت قرار دینے سے آپ کی عظیم الشان قوم کو کیا فائدہ پہنچے گا ۔ یوں تو آپ ان لوگوں کو بڑی کلیدی ملازمتوں سے ہٹانے کا نعرہ لگا رہے ہیں اور یہ بھی چاہتے ہیں کہ یہ لوگ اسمبلیوں میں نہ جائیں اور صورت بھی یہی ہے کہ ان کا اسمبلیوں میں پہنچنا مشکل ہے ۔ مگر کیا یہ درست نہیں کہ اگر آپ نے انہیں اقلیت بنا دیا تو ان کے وہ حقوق محفوظ کر دیئے جائیں گے جو آپ انہیں دینا نہیں چاہتے ۔

ایک اور بڑا سوال یہ درپیش ہے جس کے متعلق میں اکثر پوچھتا رہتا ہوں ۔ اور وہ سوال یہ ہے کہ اگر احمدیوں نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ وہ تو مسلمان ہیں تو آپ انہیں کیونکر کافر کہہ سکیں گے ۔ آپ کس طرح ایک ایک مرزائی کے ایمان کو پرکھ سکیں گے ۔ (باقی بر صفحہ ۳ کالم ۳)

پیغامِ صلح
جلد ۴۰ | یوم چہارشنبہ مورخہ ۱۲ ذی الحجہ ۱۳۷۱ھ | نمبر

نزولِ مسیح کا عقیدہ اور ختم نبوت

شیوع حاضرہ میں دوسری جگہ میاں ممتاز محمد خاں دولتانہ وزیر اعلیٰ پنجاب کی وہ تقریر نقل کی گئی ہے، جو ۳۰ اگست کو حضوری باغ لاہور میں ایک لاکھ مسلمانوں کے اجتماع میں انہوں نے فرمائی، اس تقریر میں اس بات پر بڑا زور دیا گیا ہے کہ ختم نبوت ایک عقیدہ ہے جو بحث سے تعلق نہیں رکھتا اور جو آدمی حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین نہیں مانتا اور یہ تسلیم نہیں کرتا کہ ان پر نبوت ختم ہوئی اس کا اسلام میرے اسلام سے قطعی طور پر مختلف ہے میں سمجھتا ہوں اس مسئلہ پر بحث کرنا بھی کفر ہے،، ہم اس خیال کی بڑے زور سے تائید کرتے ہیں۔ فی الواقعہ ختم نبوت کا عقیدہ ہر مسلمان کا جزو ایمان ہونا چاہیئے، اور جو شخص حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین تسلیم نہ کرے وہ ہرگز دائرہ اسلام کے اندر نہیں رہ سکتا، یہی عقیدہ ہمارے مرشد حضرت مرزا غلام احمد صاحب کا تھا، آپ نے کھلے لفظوں میں یہ اعلان فرمایا کہ

"میں جناب خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کا قائل ہوں اور جو شخص ختم نبوت کا منکر ہو اس کو بیدین اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں،،

(مجموعہ اشتہارات حصہ چہارم ص ۳۳۲)

لیکن میاں ممتاز محمد خاں کے بیان میں ایک بات رہ گئی وہ لوگ جو حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ایک ایسے نبی کے آنے کے قائل ہیں جس کو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی امتیت کا شرف حاصل نہیں اور نہ آپ کے فیض روحانیت سے اسے کوئی حصہ ملا، کیا انہیں ختم نبوت کے قائل قرار دیا جاسکتا ہے؟ اگر قادیانی جماعت کو اس وجہ سے ختم نبوت کی منکر قرار دیا جاتا ہے کہ وہ حضرت مرزا صاحب کو (جنہیں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت و پیروی سے سرمو تجاوز و انحراف نہیں) نبی مانتی ہے، حالانکہ ان کی نماز، ان کا روزہ، ان کا حج، ان کی زکوٰۃ اور تمام دوسرے اعمال اسلامی ہیں، تو ان لوگوں کو ختم نبوت کے قائل کس طرح قرار دیا جاسکتا ہے، جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ایک مستقل نبی کے آنے کے قائل ہیں۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہم قادیانی جماعت کے عقیدہ کو صحیح سمجھتے ہیں، بلکہ مقصد صرف یہ بتانا ہے کہ قادیانی جماعت جس رنگ میں ختم نبوت کی قائل ہے اسی رنگ میں بلکہ اس سے بھی بدتر پیرایہ میں وہ لوگ ختم نبوت کو مانتے ہیں جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دوبارہ نزول کے قائل ہیں، اگر اول الذکر کو ایک امتی کو نبی ماننے کی وجہ سے ختم نبوت کا قائل نہیں قرار دیا جا سکتا، تو مؤخر الذکر ایک غیر امتی نبی کے دوبارہ آنے کا عقیدہ رکھتے ہوئے ختم نبوت کے قائل کس طرح قرار دیئے جا سکتے ہیں،

فی الحقیقت یہ مسئلہ بہت اہم اور غور طلب ہے کہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی بھی نئے یا پرانے نبی کے آنے کا عقیدہ ختم نبوت کے حقیقی اور اصلی مفہوم کے کہاں تک مطابق ہے، ختم نبوت کے معنے اگر آخری نبی ہونے کے ہیں، اور فی الحقیقت یہی اس کے حقیقی معنے ہیں، تو ان لوگوں کو کیا کہا جائے گا جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دوبارہ نزول کا عقیدہ رکھتے ہوئے تحفظ ختم نبوت کے علمبردار بنے پھرتے ہیں، کیا ان کی یہ تمام شورش اور ہنگامہ آرائی ان کے عقیدہ کے صریح خلاف نہیں؟ یا تو صفائی کے ساتھ کہو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دوبارہ آنے کا عقیدہ ختم نبوت کے منافی ہے اور اس لئے اس عقیدہ کو ترک کیا جاتا ہے، اور کھلے طور پر اس بات کا اعلان کرو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام وفات پا چکے ہیں اور امت محمدیہ کی اصلاح کے لئے وہ دوبارہ دنیا میں نہیں آ سکتے، اور اگر اس قسم کا اعلان کرنے کی تمہیں جرأت نہیں اور حضرت عیسیٰ کی حیات اور دوبارہ آمد کا عقیدہ چھوڑنے کے لئے تم تیار نہیں تو "تحفظ ختم نبوت" کا ڈھونگ رچانے کے کیا معنے ہیں ختم نبوت کو تو تم خود توڑ رہے ہو اس کا تحفظ تم کس طرح کر سکتے ہو؟

ختم نبوت کا تحفظ کرنے والی اس وقت ایک ہی جماعت ہے جو اصلی اور حقیقی معنوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین مانتی ہے اور وہ جماعت احمدیہ لاہور ہے جو حضرت مرزا صاحب کے اس عقیدہ کو چالیس سال سے دنیا میں پیش کر رہی ہے کہ

"حقیقی نبوت کے دروازے خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بکلی بند ہیں اب نہ کوئی جدید نبی حقیقی معنوں کی رو سے آ سکتا ہے اور نہ کوئی قدیم نبی" (سراج منیر ص ۳)

"ہمارے نبی صلعم خاتم الانبیا ہیں اور آنجناب کے بعد اس امت کے لئے کوئی نبی نہیں آئیگا نیا ہو یا پرانا ہو" (نشان آسمانی ص ۲۸)

یہ ہے فی الحقیقت تحفظ ختم نبوت جو اس شخص کے ذریعہ ہوا جس کو آج مدعی نبوت قرار دے کر کافر ٹھہرایا جاتا ہے، حالانکہ جماعت احمدیہ لاہور کی چالیس سالہ جدوجہد سے یہ ثابت ہو چکا ہے کہ آپ ہرگز مدعی نبوت نہ تھے اور حقیقی اور صحیح معنوں میں ختم نبوت کے محافظ تھے

پس میاں ممتاز محمد خان دولتانہ کے اس عقیدہ کی جہاں ہم قدر کرتے ہیں کہ ختم نبوت ایک عقیدہ ہے اور عقیدہ پر بحث کرنا صحیح نہیں، وہیں ہم انہیں آشگاف لفظوں میں یہ بتا دینا چاہتے ہیں کہ اول تو اسلام نے کوئی ایسا عقیدہ ہمیں نہیں دیا جو علم و عقل کی کسوٹی پر پورا نہ اترتا ہو، اس لئے اگر ہم یہ بات ثابت کرنا چاہیں کہ ختم نبوت کا عقیدہ کسی اندھی تقلید کا نتیجہ نہیں بلکہ علم و عقل کے عین مطابق ہے، تو اس سے کوئی ہرج واقعہ نہیں ہوتا بلکہ اس کی شان زیادہ بلند ہوتی ہے اور دوسرے جس عقیدہ کو وہ ہر قسم کی بحث سے بالاتر سمجھتے ہیں اس کے متعلق انہیں یہ بھی غور کرنا چاہیئے کہ وہ لوگ اس کے کہاں تک قائل ہیں جو امت محمدیہ کی اصلاح کے لئے ایک مستقل نبی کے آنے کے منتظر ہیں کیا ان کا اسلام حضرت نبی کریم صلعم کے اسلام سے مختلف نہیں جنہوں نے لا نبی بعدی کہکر ہر قسم کے نئے اور پرانے نبی کے آنے کی نفی کر دی کیا میاں ممتاز محمد دولتانہ اور دوسرے سنجیدہ اور فہمیدہ مسلمان اس پر غور و خوض کرنے کی تکلیف گوارا فرمائیں گے؟

اپنی اسی تقریر میں میاں ممتاز دولتانہ نے جماعت احمدیہ کی مسلمانوں سے از خود علیحدگی کا بھی ذکر کیا ہے یہ موضوع ایک

بقیہ تقریر میاں ممتاز محمد دولتانہ

(بہ تسلسل ص ۲)

آپ نے فرمایا کہ اس کے علاوہ اور کئی باتیں اور اندیشے ایسے ہیں جن کی موجودگی میں جلد بازی سے کوئی فیصلہ کرنا مناسب نہیں ہے۔ لہذا مجھے ایک بار پھر کہہ لینے دیجئے کہ یہ آئینی مسائل، دو چار جلوسوں اور جلسوں سے حل نہیں ہو سکتے۔ ان مسائل کو سنجیدگی سے حل کرنا چاہیئے۔

میاں ممتاز دولتانہ نے اپنے ان احباب سے خطاب کرتے ہوئے جو تحریک تحفظ ختم نبوت چلا رہے ہیں کہا کہ میں آپ کو اس حق سے محروم رکھنا نہیں چاہتا جو پاکستان کے شہری ہونے کی حیثیت سے آپ کو حاصل ہے۔ یہ ہر انسان کا حق ہے کہ وہ اپنے خیالات کا پرچار کرے لیکن مجھے یہ بتا دیجئے کہ ختم نبوت کے یہ جلسے کس کو سنانے کے لئے کئے جا رہے ہیں۔ کون ایسا ہے جو ختم نبوت پر ایمان نہیں رکھتا۔ آخر یہ کس کو صحیح راستہ دکھایا جا رہا ہے آپ کے جلسوں سے بعض اوقات اندیشہ پیدا ہو جاتا ہے۔ اور سوچتا ہوں کہ کوئی قابل افسوس بات نہ ہو جائے۔

میاں ممتاز محمد دولتانہ نے کہا کہ مجھے آپ کے جلسوں اور جلوسوں سے ہمدردی ہے میں چاہتا ہوں کہ میرے صوبہ میں امن قائم رہے۔ میری خواہش تو یہ ہے کہ یہ جلسے سنجیدگی سے کئے جائیں۔ تاکہ اقلیتوں پر کوئی آنچ نہ آنے پائے۔

آپ نے ایک خطرناک رجحان کی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ پنجاب میں ایک ہولناک فضا پیدا ہو رہی ہے جو شیعہ سنی اور اہلحدیث دشمنی میں جنگ کرانے پر مصر ہے میں پوچھتا ہوں کہ مرزائی تو غیر مسلم ہیں مگر جو مسلمان ہیں ان میں بھی تو فرقے ہیں آخر آپ اس فرقہ داری کو ہوا دینا کیوں پسند کرتے ہیں۔ اگر آپ نے فرقوں کے اتحاد کو پارہ پارہ کر دیا۔ تو پاکستان کبھی قائم نہیں رہ سکتا۔ اور یہ ہمارے لئے موت کا پیغام ثابت ہو سکتا ہے،

اس کے علاوہ آپ نے صوبائی عصبیت کو ملک و قوم کے خطرناک بتایا اور حکومت پاکستان کی اقوام متحدہ سے علیحدگی پر زور دیا ؛

موجودہ ایجی ٹیشن پر ایک تبصرہ

تصویر کا دوسرا رُخ

(از قلم چوہدری محمد حسن صاحب چیمہ ایڈووکیٹ گجرات)

موجودہ ہنگامہ آرائی

ایک مدت سے ہمارے جذباتی عوام اپنے ملک کی سیاست میں ایک خلا محسوس کر رہے تھے۔ کشمیر کا معاملہ ایک قانونی مسئلہ بن کر حفاظتی کونسل میں وکلا کی موشگافیوں کا موضوع بن چکا ہے اور اب عوام کے بس کا روگ نہیں رہا۔ ترتیب آئین کے متعلق جو تشویش تھی وہ خواجہ ناظم الدین صاحب کی ذاتی عنایات کی وجہ سے دُور ہو چکی ہے۔ غذائی مسئلہ بھی حکومت کی پوری توجہ کا مرکز بن چکا ہے اس میں کسی قسم کی شورش اور ہنگامہ آرائی کی کوئی گنجائش نہ تھی۔ ان حالات ملک پر ایک قسم کا سکون اور جمود چھایا ہوا تھا۔ شہروں کی زندگی سنسان نظر آ رہی تھی۔ دیہاتی اپنے کاروبار میں مصروف، معاش کی الجھنوں میں پھنسے ہوئے تھے۔ ایسے حالات میں ہمارے طباع احراری راہنماؤں کو یہ سوجھی کہ پبلک میں ایک نئی آگ لگا دی جائے۔ اور لوگوں کے جذبات کو مشتعل کر کے ایک عام شورش برپا کر دی جائے۔ چنانچہ انہوں نے ختم نبوت کے نام پر لوگوں کو اکسانا شروع کر دیا اور جماعت احمدیہ کو اقلیت قرار دیئے جانے کا مطالبہ ایک عوامی ایجی ٹیشن کی شکل میں پیش کر دیا۔ اور ساتھ ہی وزیر خارجہ کی علیحدگی کا نعرہ بھی بلند کر دیا۔ لوگ ہنگامہ آرائی کے انتظار میں تھے۔ سیاست کی نسبت مذہب کے نام پر زیادہ جوش پیدا کیا جا سکتا ہے۔ اور احرار سے بڑھکر اس فن کا کون ماہر ہو سکتا ہے، لوگ بیکار تھے۔ ہنگاموں کے پیاسے تھے کسی نئے نعرے کے متلاشی تھے۔ پس ختم نبوت کے نام پر اٹھ کھڑے ہوئے اور جلسوں اور جلوسوں نے ایک باقاعدہ منظم صورت اختیار کر لی۔ احرار کے مخالف علماء پہلے تو اس شورش میں شامل نہ ہوئے۔ کیونکہ انہیں اس میں احرار کے اصل مذموم عزائم کی جھلکیں نظر آ رہی تھیں۔ لیکن جب عوام جذبات میں بہہ گئے۔ اور احرار کی طرف سے ان لوگوں کو طعن تشنیع ہوئی تو یہ بزرگوار بھی اپنی عبائیں پہنے اور عصا تھامے مساجد کے منبروں پر چڑھ گئے اور احرار سے زیادہ جوش کے ساتھ احمدیوں کے خلاف آتش بیانیوں سے کام لینے لگے۔ حتیٰ کہ تمام ملک علماء کی تعلیمانہ بلند آہنگیوں اور خطیبانہ غوغا آرائیوں کا ایک اکھاڑہ بن گیا۔ ہر مولوی جو صرف اور نحو کو خاص لہجے میں ادا کر سکتا تھا۔ عوام کی مجالس میں نشتر کا کام اور نظم کو بگاڑ کر احمدیوں کو مغلظات سنانے لگا۔ اب احمدی ہندوؤں اور سکھوں سے بھی بدتر تھے اور اسلام کے دشمن اور ملک کے غدار تھے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ مولویوں پر چودہ طبقات روشن ہو گئے ہیں۔ وہ تحریک جو اس ملک میں گذشتہ ساٹھ سال سے چل رہی ہے۔ اور اس کے عظیم الشان تبلیغی کارنامے مشرق و مغرب میں خراج تحسین وصول کر چکے ہیں یک لخت اسلام کے لئے ایک خطرہ بن گئی۔ اہل سیاست اور ملک کا مدبر طبقہ اس ناگہانی صورت حال کو خاموشی سے دیکھنے لگا۔ وہ تحریک جو ۱۸۸۰ء سے قبل شروع ہوئی ناگہاں جولائی ۱۹۵۲ء میں لوگوں کی نظروں میں کھٹکنے لگی۔ اور اس کے خلاف اس زور سے طوفان بدتمیزی برپا کیا گیا کہ احمدیہ جماعت کے افراد کی عزت اور جان خطرے میں پڑ گئی۔ غنڈہ گردی کو خوب ہوا دی گئی اور سماج دشمن عناصر کی علماء کرام نے خوب حوصلہ افزائی کی۔ حتیٰ کہ بعض جگہوں سے لوٹ مار کی خبریں بھی آنے لگیں جلسوں اور جلوسوں نے ایسی خطرناک صورت اختیار کی کہ حکومت کا قانون حرکت میں آ گیا۔ اور دفعہ ۱۴۴ نافذ کر دی گئی۔ ملک کے غیر ذمہ دار پریس نے اس شورش میں اپنی تجارت کا فروغ دیکھا۔ اور وہ علماء کے اس نفرت و حقارت کی طوفان انگیزیوں کے سپیکر بن کر چھپنے لگے۔ تمام ملک ایک آتشکدہ بن گیا اور ایک مصنوعی غیر اسلامی اور شرارت و حماقت پر مبنی تحریک نے لوگوں کے دماغوں کو ماؤف کر دیا۔ احرار کے ہمنوا اسلامی جماعت کے قائدین بھی شامل ہو گئے اور ان کی تمام ذہنی صلاحیتیں ملک میں انتشار پیدا کرنے میں مصروف ہو گئیں۔ اور جس جوش اور خلوص اور ہمت سے احمدی غیر مسلموں میں اسلام کا پرچار کرنے میں منہمک تھے۔ اس سے زیادہ جوش اور قوت سے احرار اور جماعت اسلامی کے راہنما مسلمانوں کو کافر بنانے لگ گئے۔

ختم نبوت کا سٹنٹ

ختم نبوت کا عقیدہ اسلام کا ایک دل آویز عقیدہ ہے۔ وہ دنیا کے لئے پیغام اتحاد اور دعوت یگانگت تھا۔ تمام مذاہب عالم نے کسی نہ کسی رنگ میں حضور نبی کریمؐ کی بعثت کی پیشگوئیاں کی ہوئی تھیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مبعوث ہوتے ہی تمام سابق انبیاء کی تعلیم کی تصدیق کر دی تھی اور ایسی جامع تعلیم دنیا کے سامنے رکھی جس میں گذشتہ انبیاء کی تلقین کی ہوئی تمام صداقتیں اپنی پوری شوکت جلال اور جامعیت کے ساتھ لوگوں کے ذوق روحانی کی تسکین کے لئے پیش کر دی گئیں اور قرآن شریف کی شکل میں ایک ایسا مکمل اور جامع ضابطہ حیات منصۂ شہود پر آ گیا کہ اب اس کے ہوتے ہوئے قیامت تک کے لئے کسی نئی شریعت کی حاجت نہ رہی اور اسی لئے اس کی حفاظت کا بھی انتظام کر دیا گیا۔ اور نبی کریم صلعم کی زندگی میں تمام انسانیت کے لئے ایک مکمل اور اتم نمونہ تاریخ کے صفحات پر محفوظ ہو گیا تا اس کے بعد کسی اور نمونہ کی حاجت نہ رہے۔ پس انسانیت کے لئے ایک عالمگیر مذہب اسلام کی شکل میں قائم ہو گیا۔ اور ایک جامع ہدایت کتاب قرآن شریف کی شکل ×

قیامت تک کے لئے منبع ہدایت بن کر ظاہر ہو گئی اور ایک کامل انسان عملی زندگی میں تمام انسانیت کے لئے محمد رسول اللہ صلعم کی شکل میں جلوہ گر ہو گیا۔ اب تمام دنیا کو ایک ہی جھنڈے کے نیچے جمع ہونا تھا۔ ایک ہی مذہب کا پیرو بننا تھا۔ اور ایک ہی نبی کی امت میں منسلک ہونا تھا۔ پس ختم نبوت کی غرض وحدت نسل انسانی کو قائم کرنا تھا۔ یہ عقیدہ اتحاد۔ اتفاق اور یگانگت کا ایک دلربا پیغام تھا۔ اس نے مختلف اقوام اور متفرق نسلوں کو ایک اخوت میں جمع کرنا تھا دنیا کے تمام عیسائیوں، ہندوؤں، یہودیوں، چینیوں زرتشتیوں پیروان کنفوشس اور بدھ کو آستانہ نبی عربی صلعم پر جھکنے کے لئے ختم نبوت کا عقیدہ ایک موثر ذریعہ تھا۔ مگر یار لوگوں نے اسی عقیدہ کے ماتحت غیر مسلموں کو مسلمان نہ بنایا جا سکا مگر ہمارے سہل انگار اور بد اندیش ملاں نے خود مسلمانوں کو اسلام سے خارج کرنے کا سامان اسی عقیدہ نبوت میں ڈھونڈ لیا۔ اور اس زور سے ایجی ٹیشن برپا کی کہ بیچارے احمدیوں کو جان کے لالے پڑ گئے۔ اور خود حکومت کو گم گشتہ راہ لوگوں پر لاٹھی چارج اور فائرنگ تک کرنا پڑا۔ لوگوں کے اخلاق کے معیار کو تو بلند نہ کیا جا سکا۔ رشوت خوری۔ اور شراب نوشی کو تو ممنوع نہ قرار دیا جا سکا۔ مگر محمد رسول اللہؐ کا کلمہ پڑھنے والوں۔ مساجد کو آباد رکھنے والوں۔ اور تبلیغ اسلام کا بے پناہ جوش دکھانے والوں کو دائرہ اسلام سے خارج کیا جانے لگا۔ آہ ختم نبوت کا عقیدہ کیا چاہتا تھا۔ اور بد اندیشوں نے اس کو کس غرض کے لئے استعمال کر دیا۔

ختم نبوت کی تاویلیں

کیا قادیانی فی الواقعہ ختم نبوت کے منکر ہیں۔ اور علماء دین جو ان کو دائرہ اسلام سے خارج کر رہے ہیں حقیقتاً ختم نبوت کے قائل ہیں؟

یہ ایک سوال ہے جسے اہل علم اصحاب کو ایمانداری دیانت داری۔ اور غیر جانبداری سے حل کرنا چاہیئے۔ اگر دونوں گروہ ختم نبوت کی من مانی تاویلیں کر کے اصل حقیقت سے نابلد ہیں تو کیا دونوں کو ایک ہی ترازو میں تولنا چاہیئے۔ اور ان سے یکساں سلوک کرنا چاہیئے۔ یا یہ خیال کر کے کہ ایک گروہ کے ساتھ تعداد بازوؤں کی کثرت ہے۔ اور دوسرا گروہ قلت میں ہے۔ ایک سے رعایت اور دوسرے سے درشتی برتنی چاہیئے۔ آؤ آج انصاف سے کام لے کر دونوں گروہوں کے عقائد کا جائزہ لیں۔

نبی کریم صلعم خاتم النبیین اور آخری نبی اس لئے ہیں کہ ایک نبی کی جس قدر ذمہ داریاں ہو سکتی تھیں آپ ان سے عہدہ برآ ہوئے۔ اور جس قدر امکانی طور پر نبی کے کرنے کے کام تھے۔ وہ سب کے سب بلا استثنا حضورؐ نے سر انجام دے دیئے۔ اور اکمل ترین تعلیم لوگوں کو دے کر اس پر بطریق اتم عمل بھی کر کے دکھا دیا۔ تا آنکہ نہ کسی نئی تعلیم کی ضرورت رہی اور نہ کسی نئے نبی کی حاجت۔ پس جس طرح قرآن کریم کے بعد کوئی نئی شریعت نہیں آ سکتی اسی طرح حضور کے بعد کوئی نبی کی بعثت بھی نہیں ہو سکتی۔ اب اسی امت کے علماء و صلحا۔ اقطاب، ابدال اولیا، مجددین و محدثین ہی انسانوں کی راہنمائی کا کام کریں گے اور بجز قرآن کریم دنیا کے سامنے اور کوئی تعلیم پیش نہ کریں گے اور آئندہ کوئی نبی نہ زمین سے پیدا ہوگا نہ آسمان سے آئیگا۔ یہ ہے اصل عقیدہ ختم نبوت کا۔ مگر ہمارے علماء کا ایمان ہے کہ

× میں ایک ایسا مکمل اور جامع ضابطہ حیات منصۂ شہود پر آ گیا کہ اب اس کے ہوتے ہوئے قیامت تک کیلئے کسی نئی شریعت کی حاجت نہ رہی اور اسی لئے اس کی حفاظت کا بھی انتظام کر دیا گیا اور نبی کریم صلعم کی زندگی میں تمام انسانیت کے لئے ایک مکمل اور اتم نمونہ تاریخ کے صفحات

حضور نبی کریم صلعم عیسیٰ علیہ السلام کی حیات میں پیدا ہوئے ان کی زندگی میں ہی انھوں نے نبوت کے تمام کام سرانجام دیئے اور بالآخر اپنا مشن پورا کرکے اس دنیوی زندگی سے رحلت فرما گئے۔ مگر حضرت عیسیٰ بجسد عنصری جوں کا توں آسمان پر زندہ رہا۔ اور اسی انتظار میں ہے کہ کب امت محمدیہ کسی ہیبت ناک مصیبت میں گرفتار ہوتا ہے۔ اس کا کوئی عالم۔ کوئی مجدد کوئی محدث کوئی ولی کوئی قائد اس کی دستگیری نہ کر سکے اور وہ خود آسمان سے اتر کر وحی نبوت سے سرفراز ہو کر اسرائیلیوں کے پیشوا کی شکل میں دنیا میں ظاہر ہوا اور مسلمانوں کو اپنے جھنڈے کے نیچے لا کھڑا کرے اور کئی برس تک دنیا کے سیاسیات، معاشیات۔ اخلاقیات اور روحانیات پر زلزلہ بن کر چھا جائے۔ اور بالآخر جب فنا کی نیند سو جائے تو ازاں بعد سلسلہ نبوت بالکل منقطع ہو جائے۔ یوں ہمارے علماء دو شگاف پیرائے میں مسیح ابن مریم کو خاتم النبیین تسلیم کرتے ہیں اور ان کے بعد کسی نبی کے آنے کو تسلیم نہیں کرتے۔ جب ان سے کہا جائے کہ تمہارا یہ عقیدہ تو ختم نبوت کے منافی ہے تو منہ میں جھاگ لے آتے ہیں۔ اور رگ ہائے گردن پھلا کر کھانے کو دوڑتے ہیں حالانکہ اصل واقعہ یہ ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام مثل دیگر انبیاء کے فوت ہو چکے ہیں۔ اور ان کے بجنسہٖ دوبارہ آنے کا عقیدہ صریحاً غلط اور باطل ہے۔

پس کس قدر تعجب کا مقام ہے۔ کہ جو لوگ خود ختم نبوت کے منکر ہیں اور سرکار دوعالم کو نہیں بلکہ مسیح ابن مریم کو خاتم الانبیاء تسلیم کرتے ہیں۔ وہ آج اس عقیدہ کی آڑ میں ایک عام کر مسلمان فرقہ کو دائرہ اسلام سے خارج کرنے کے لئے تڑپ رہے ہیں اور خود کو ختم نبوت کا علمبردار ظاہر کر رہے ہیں۔

دوسری طرف ہمارے قادیانی احباب حضرت مرزا صاحب کو نبی تسلیم کرتے ہیں حالانکہ حضور نبی کریم صلعم نے صاف الفاظ میں لانبی بعدی فرما کر خاتم الانبیاء کے معنی بتا دیئے تھے اور خود حضرت مرزا صاحب نے دعوے نبوت کا ہزاروں دفعہ انکار کرکے خود کو مجدد۔ محدث ظاہر کیا تھا۔ مگر غلو کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس نے مجاز کو حقیقت بنا کے چھوڑا مگر علماء کے پرانے نبی اور قادیانیوں کے نئے نبی میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ علماء کا نبی تو آسمان پر بیٹھا ہے۔ نہ اس نے نازل ہونا ہے۔ اور نہ ہی اس کے متعلق معلوم ہو سکے گا کہ وہ کس شریعت پر عمل کریگا عیسائیوں کو وہ کیا تعلیم دے گا۔ اور مسلمانوں سے کیسے خطاب کرے گا۔ مگر قادیانیوں کی نبوت تو ہمارے سامنے ہے۔ اس کی تعلیم طبع شدہ تمام دنیا میں پھیلی ہوئی ہے۔ حضرت مرزا صاحب تقریباً یکصد کتب کے مصنف ہیں۔ ان کی تعلیم کا نچوڑ حسب ذیل ہے:۔

> وہ تو ساری عمر محمد رسول اللہ کا کلمہ پڑھتے رہے اسی کی رسالت پر گواہی دیتے رہے۔ اسی کا نام بلند کرنے کے لئے دلائل کا انبار لگاتے رہے۔ اسی کے لائے ہوئے صحیفہ کی تفسیریں اور توضیحیں کرتے رہے۔ اسی کی بتلائی ہوئی نمازیں خود ادا کرتے رہے اور اپنی جماعت کو وہی نمازیں ادا کرنے کی تلقین کرتے رہے۔ ان کی قلم سے جا بجا اردو میں۔ فارسی میں اور عربی میں محمد رسول اللہ صلعم کی شان میں نعتیں اور قصیدے لکھے جاتے رہے۔ اور وہ انہی کی توصیف میں دل سوزی اور درد دل سے گیت گاتا رہا۔ وہ عشق محمدی میں گداز تھا۔ اور اس کی روح نبی امی کی آتش محبت میں پگھل چکی تھی۔ آج بھی اس کی جماعت کی مساجد سے اذان کی آوازیں آتی ہیں، بالکل وہی اذان جو صدر اسلام کے وقت مسجدوں کے میناروں سے سنائی دیا کرتی تھیں۔ احمدیوں کی مساجد میں آج بھی جا کر دیکھ لو کہ کس خضوع اور خشوع اور زاری الحاح۔ درد اور تڑپ سے وہی نماز پڑھی جاتی ہے جو عالم اسلام کی تمام مساجد میں پڑھی جاتی ہے مرزا صاحب کا یہ عقیدہ تھا کہ وہ شریعت محمدیہ میں ایک شوشہ کی نہ ایزادی کر سکتے ہیں نہ کمی۔ ہاں مجاز اور استعارہ کے رنگ میں مکالمات الہیہ میں نبی کا لفظ آ گیا ہے۔ یہ لفظ زمانہ حاضرہ میں محض اس لئے استعمال کیا گیا کہ اس دور کے تعلیمیافتہ فلاسفروں اور سائنسدانوں نے خدا سے انسان کے براہ راست تعلق کا انکار کر دیا تھا۔ اور مطلق وحی کی نفی کر دی گئی تھی۔ یہ ثابت کرنے کے لئے کہ اللہ تعالےٰ نے ہمیشہ انسان سے اپنا براہ راست تعلق قائم رکھا ہے۔ اور اپنی ہستی کو ثابت کرنے کے لئے ہر زمانہ میں یقینی اور قطعی شہادت موجود رکھی۔ اور اس لفظ نبی کو لغوی معنوں میں استعمال کیا تاکہ حقیقت نبوت پر ایک دلیل قائم ہو جائے ہاں نبی کے لفظ سے بعض لوگوں کو ٹھوکر لگ گئی اور مجاز کو حقیقت سمجھا جانے لگا مگر اس ٹھوکر کے باوجود کسی نے اسلام کے اصول کو نہ بدلا۔ کوئی نئی شریعت نہ بنائی گئی۔ نہ نیا حکم وضع ہوا نہ کعبہ کی بجائے کوئی اور قبلہ تجویز ہوا۔ اذان وہی رہی اور نماز وہی رہی۔ قانون شریعت وہی رہا۔ معاشرہ کے اصول تمدن کے قواعد بالکل وہی رہے۔ الغرض زندگی کے کسی شعبہ اور گوشہ میں کوئی تبدیلی نہ ہوئی۔

ہاں جس طرح علماء نے مسیح کو زندہ سمجھ کر اسے دوبارہ دنیا میں لانے کے باوجود ایسی تاویلیں کیں جس سے ختم نبوت کی مہر نہ ٹوٹے اسی طرح قادیانیوں نے بھی نئے نبی کو ایسے انداز میں تسلیم کیا اور ختم نبوت کی ایسی تاویل کی کہ ان کے زعم میں اس سے ختم نبوت کے عقیدہ پر کوئی زد نہیں پڑتی علماء نے پرانے نبی کو امتی بنایا۔ اور قادیانیوں نے امتی کو نبی بنا دیا حالانکہ یہ دونوں مفہوم باہم متبائن ہیں جو نبی ہے۔ امتی امتی ہے۔

کیا ان تاویلات کیوجہ سے کوئی گروہ دائرہ اسلام سے خارج کیا جا سکتا ہے؟

اب سوال یہ ہے کہ جب دونوں گروہ ختم نبوت کی تاویلیں کرتے ہیں تو کیا ان تاویلات کی وجہ سے ان کو دائرہ اسلام سے خارج کیا جا سکتا۔ یہ تو ظاہر ہے کہ اس زمانے کا روشن خیال طبقہ جس میں ہمارے بہت سے علماء بھی شامل ہیں مثلاً مصر کی ازہر یونیورسٹی کے فضلاء وفات مسیح کے قائل ہیں۔ مگر ہمارے احرار اور اراکین جماعت اسلامی حیات مسیح کے قائل ہیں۔ اور اس امر کے منتظر ہیں کہ مسیح دوبارہ نازل ہو۔ اور ہمیں مصائب سے نجات دلائے۔ یہ بات بھی خیال ہے کہ کوئی نبی اپنے منصب سے علیحدہ نہیں کیا جاتا۔ کیونکہ نبی معصوم ہوتا ہے۔ اور اس سے کوئی ایسی خطا سرزد نہیں ہوتی۔ جس کی پاداش میں نبوت ایسی نعمت اس سے چھین لی جائے مسیح جب دوبارہ دنیا میں آئیں گے۔ تو وہ نبی اللہ ہوں گے۔ جبرائیل علیہ السلام کا نزول ان پر ہوگا۔ اور ان کی وحی نبوت الٰہی کتاب کہلائے گی۔ اور وہی ان کی شریعت ٹھہرے گی۔ جس پر عمل کرنا اور کرانا ان کا فرض ہوگا پس اس صورت میں قرآن شریف کا کیا بنے گا۔ شریعت اسلامی کی کیا پوزیشن ہوگی۔ یہ بہت مشکل سوالات ہیں اور قائلین حیات مسیح کی پریشانی کا موجب ہیں۔ مگر یہ لوگ چونکہ محمد عربی صلعم کا کلمہ پڑھتے ہیں ان کی شریعت پر ایمان لاتے ہیں اور اپنا مذہب اسلام ظاہر کرتے ہیں۔ اس لئے کوئی شخص مجاز نہیں کہ انہیں دائرہ اسلام سے خارج کرے بعینہٖ یہی پوزیشن قادیانی اصحاب کی ہے۔ ان کی کوئی علیحدہ نبوت نہیں۔ وہ اس نبوت کو مجاز۔ ظل اور بروز کے پیرایہ میں مانتے ہیں۔ حقیقی معنوں میں ان کا نبی محمد ہی ہے۔ مذہب وہ اپنا اسلام ظاہر کرتے ہیں اور امت وہ محمد عربی کی کہلاتے ہیں۔ نمازیں بھی محمد عربی صلی اللہ علیہ کی بتائی ہوئی ادا کرتے ہیں۔ روزے۔ زکوٰۃ۔ حج۔ وہی ہیں جو دیگر مسلمانوں کے ہیں۔ تمام ارکان اسلام ان کے وہی ہیں جو شریعت اسلامی میں لکھے ہوئے ہیں۔ پھر انہیں کیسے دائرہ اسلام سے خارج کیا جا سکتا ہے۔ ہاں علماء کے ساتھ عوام کا ایک بے پناہ غول ہے۔ اور قادیانیوں کی تعداد بہت کم ہے۔ مگر کیا تعداد کی قلت اور کثرت سے دینی مسائل حل کئے جا سکتے ہیں؟

ختم نبوت پر واقعات کی شہادت

علمی زندگی میں تو ختم نبوت پر قرآن اور احادیث کا ناطق فتوےٰ موجود ہے۔ اور اس میں کسی قسم کی تاویل کی گنجائش نہیں۔ لیکن واقعات کی شہادت اس امر پر مستزاد ہے جس کا کوئی شخص انکار نہیں کر سکتا۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ اس آیہ کریمہ یعنی ختم نبوت کے نزول کے بعد آج تک دنیا کے کسی گوشہ سے کوئی ایسا انسان پیدا نہیں ہوا۔ جس نے نبوت کا دعوےٰ کیا ہو۔ اور وہ کامیاب ہو گیا ہو۔ اس دنیا میں بہت سے لوگوں نے نبوت کے دعوے کئے۔ مگر وہ حرف غلط کی طرح مٹ گئے۔ حضور نبی کریمؐ سے قبل ہمیں دنیا کے مختلف ممالک میں ایسی عظیم الشان مذہبی ہستیاں نظر آتی ہیں جو مدعیان نبوت ہو کر انسانوں کے غول کے غول کو اپنے اقتدار میں جمع کر سکیں۔ اور ان کے نام پر مستقل مذہب بن گیا۔ اور اب تک ان کے نام لیوا دنیا کے مختلف حصوں میں موجود ہیں۔ مگر یہ عجیب بات ہے کہ جونہی نبی کریم صلعم کے خاتم الانبیاء ہونے کا اعلان کر دیا گیا۔ آپ کے بعد کوئی ایک ایسی ہستی منظر عام پر نہیں آئی جو نبوت کا دعوےٰ کر کے کامیابی حاصل کر سکی ہو۔ چنانچہ وہ ہستی جسے قادیانی نبی کے نام سے موسوم کرتے ہیں اس کی نبوت محمد رسول اللہ سے کبھی متصادم نہیں ہوئی۔ اور جیسا کہ ہم اوپر ذکر کر آئے ہیں۔ یہ نبوت محمد عربی صلعم کا ہی کلمہ پڑھ رہی ہے۔ اس کے پیرو اس کی جماعت ہیں امت نہیں۔ امت وہ نبی عربی صلعم ہی کی ہیں۔ انکی اذانوں میں شہادت محمد رسول اللہ صلعم کی نبوت کی ہی دی جاتی ہے۔ ان کی نمازوں میں حقیقی وحی نبوت (یعنی قرآن کریم) پڑھا جاتا ہے۔ مرزا صاحب کی جملہ تصانیف صرف کتاب مبین کی تفسیریں ہیں۔ ہاں دنیا میں پہلی دفعہ ہمارے دس کروڑ مسلمانوں کی نمایندگی کے دعویدار علماء کا یہ کہنا ہے۔ کہ ختم نبوت پر اب تک تو واقعات کی شہادت یہی رہی کہ کوئی شخص نبوت

کا دعوےٰ کرکے کامیاب نہیں ہو سکا لیکن اب واقعات نے پلٹا کھایا ہے۔ اور ملا صاحبان مانتے ہیں یقیناً ایک شخص ایسا پیدا ہو چکا ہے جس نے دعوئے نبوت میں عظیم الشان کامیابی حاصل کر لی ہے۔ اس کے پیرو اس کی جماعت نہیں بلکہ اس کی امت ہے۔ اور ان میں ایسی قوت اور طاقت پیدا ہو گئی ہے کہ ان کی ہیبت سے تمام پاکستان لرز رہا ہے۔ وہ ہماری فوج پر چھا گئے ہیں۔ تمام نظام حکومت ان کے زیر اثر آ گیا ہے۔ اس سے ان دس کروڑ انسانوں کو خطرہ لاحق ہو گیا ہے۔ ملت اب تمام مسائل کو بھول گئی ہے اور اس جماعت کی اہمیت کو محسوس کرتے ہوئے انہیں ایک علیحدہ اقلیت قرار دینے کے ... منصوبوں لگ گئی ہے ملک میں بڑے پیمانے پر ایجی ٹیشن برپا کی جا رہی ہے۔ علماء کی نیندیں حرام ہو گئی ہیں۔ جابجا جلسے کئے جا رہے ہیں اور جلوس نکالے جا رہے ہیں۔ کہ کسی نہ کسی طرح حکومت اس عظیم الشان جماعت کی اہمیت کو محسوس کرے۔ کہیں عطاء اللہ شاہ بخاری چیخ رہا ہے کہ ملت اسلامیہ کو احمدیوں سے بچایا جائے۔ کہیں ابو الاعلیٰ مودودی کی فریاد ہے کہ اے ہمارے حاکمو ہمیں اس منظم اور فعال جماعت سے محفوظ کرو۔ علماء کو اس نئے نبی کی کامیابی کا اسقدر احساس ہے۔ کہ وہ احمدیوں کے خلاف ایک ایسا مشترک محاذ بنا رہے ہیں کہ ان کے پہلو بہ پہلو ہمیں وہ لوگ بھی نظر آتے ہیں۔ جن کی رائے صحابہ کبار کے متعلق ایسی خطرناک ہے جسے ہم بیان کرنا مناسب نہیں سمجھتے اور جن کے متعلق حضرت شیخ عبد القادر جیلانی حضرت امام غزالی اور حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی ایسے مشاہیر اسلام سے ہیبت ناک فتاوے صادر کئے ہوئے ہیں۔ اس نئی جنگ میں منکرین حدیث سے بھی تعاون کیا جا رہا ہے۔ جن میں بعض ایسے ہیں جنہوں نے نمازوں کی تعداد پانچ سے کم کرکے تین اور تین سے ایک کر دی ہے۔ اور صلوٰۃ کی اسلامی ہیئت کو بدل دیا ہے۔ اس وقت کے علماء کے ساتھ وہ لوگ بھی شامل ہیں۔ جو قرآن کریم کو خدا کا کلام نہیں بلکہ رسول کا کلام مانتے ہیں۔ آج ان علماء کو توہین انبیاء کو خدا ماننے والی جماعت بھی بھول گئی اور ان کی نظروں سے کمیونسٹ گروہ بھی اوجھل ہو گیا۔ جو خدا کا منکر ہے۔ اور معاشرہ کی اصلاح کے لئے قرآنی اصولوں پر کارل مارکس کی دی ہوئی تعلیم کو ترجیح دیتا ہے۔ اور جن کی نظریں کعبہ کی بجائے ہر وقت ماسکو کی طرف لگی رہتی ہیں۔ ان تمام گروہوں اور فرقوں کو آج ہمارے علماء مسلمان سمجھ رہے ہیں۔ اور ان کی زندگیاں اور مصروفیتیں اور ان کا وقت اور ان کی کوششیں صرف اس کے لئے وقف ہو چکی ہیں کہ وہ کسی نہ کسی طرح یہ ثابت کریں کہ مرزا صاحب ایک کامیاب انسان ہیں۔ اور واقعات کی شہادت دنیا کو یہ بتا رہی ہے۔ کہ نبی کریمؐ کے بعد بھی نبوت کا دعوےٰ کیا جا سکتا ہے۔ اور اس میں نمایاں کامیابی حاصل ہو سکتی ہے۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے۔ کہ واقعات کی شہادت اب بھی وہی ہے۔ محمد رسول اللہ صلعم کی ختم نبوت پر کوئی آنچ نہیں آئی۔ اور کوئی ایسا دعویدار پیدا نہیں ہوا جو کہ محمد عربی صلعم کے مقابلہ پر کھڑا ہوا ہو اور کامیابی حاصل کر سکا ہو۔ اور وہ جسے قادیانی اور علماء نبی کہہ رہے ہیں وہ تو خود محمدؐ کی محبت میں گداز ہے اور اسی کے عشق میں سلگ رہا ہے۔ تمام عمر وہ اسی نبی کے گیت گاتا رہا۔ اسی کا کلمہ پڑھتا رہا۔ اسی کے قصیدے کہتا رہا۔ اسی کی شان میں نعتیں لکھتا رہا۔ اسی کی کتاب کی اشاعت کرتا رہا اور اسی کا نام بلند کرنا اپنی زندگی کا مقصد قرار دیتا رہا اور اسی دھن میں اپنی تمام جماعت کو لگا گیا۔ حتیٰ کہ وہ مشرق و مغرب میں پھیل گئے۔ اور کفرستانوں میں اذانیں دینے لگے۔ وہ بیشک کامیاب ہے مگر اس لئے کہ وہ محمد صلعم کا امتی ہے۔ احمدؐ کا غلام ہے فنافی الرسول کا مقام رکھتا ہے۔ گزشتہ ساٹھ سال سے مرزا صاحب کے متبعین دنیا کے مختلف ممالک میں اسلام کی اشاعت کر رہے ہیں۔ اور ان کی وجہ سے علماء فرنگ میں عظیم الشان ذہنی انقلاب پیدا ہو چکا ہے اور ہزاروں مشرک اور ملاحدہ کفر کو ترک کرکے دائرہ اسلام میں آ چکے ہیں۔ اور اس سارے عرصہ میں ہمارے علماء مسجدوں میں بیٹھے ایک دوسرے کو گالیاں دینے اور تکفیر کرنے میں وقت ضائع کرتے رہے۔ علماء کی اس حالت کو دیکھ کر شبلی نعمانی ایسا دردمند دل یوں تڑپ اٹھا کہ اس کے قلم سے بیساختہ یہ شعر نکل گیا۔

کام اٹھانا اس فرقہ زہاد سے کوئی
کچھ ہو سکے تو یہی رندان قدح خوار ہوئے

یہ سب کامیابیاں حضور ختمیت مآب کی ہیں۔ اور آج بھی کوئی شخص دعویٰ نبوت کرکے کامیابی حاصل نہیں کر سکتا

تکفیر اہل قبلہ

موجودہ ایجی ٹیشن کا سب سے زیادہ قبیح پہلو اہل قبلہ کی تکفیر ہے۔ علماء کی جسارت پر ہمیں سخت تعجب آتا ہے کہ وہ کیونکر اہل قبلہ کی تکفیر کو جائز خیال کرتے ہیں۔ خداوند تعالےٰ علام الغیوب کو معلوم تھا۔ کہ اس امت پر ایک وقت ایسا آئے گا کہ جس طرح ان کے اسلاف کو غیر مذاہب کے لوگوں میں اسلام پھیلانے کا شوق تھا اور ان کی دن رات یہ کوشش تھی کہ کسی طرح لوگوں کو حلقہ بگوش اسلام بنائیں۔ اس طرح ان کے اخلاف میں علماء کا ایک ایسا گروہ پیدا ہو گا کہ وہ مسلمانوں کو کافر بنانے کے حریص ہوں گے۔ اور اس معاملے میں ان کی بیقراری اس حد تک بڑھ جائے گی کہ وہ شہر بشہر اور قریہ بہ قریہ جلسے کریں گے۔ جلوس نکالیں گے۔ فتاوے صادر کریں گے۔ آتش بیانیوں سے کام لیں گے اور مسلمانوں کو اشتعال دلا دلا کر کلمہ گوؤں کی تکفیر اپنا مرغوب مشغلہ بنائیں گے۔ پس اس زمانہ کی اس روحانی پستی اور رجعت قہقری کے پیش نظر اللہ تبارک تعالےٰ نے اپنے بلیغ کلام میں عوام الناس کی ہدایت کے لئے یہ حکم دیا کہ لا تقولوا لمن القٰی الیکم السلام لست مومنا یعنی جو شخص تمہیں السلام علیکم کہے اسے مت کہو کہ تو مسلمان نہیں۔ اس حکم خداوندی کے مقابلے میں ہمیں دنیا کے علماء کی چیخیں اور فتوے نظر انداز کر دینے چاہئیں۔ اور جو شخص خود کو مسلمان کہتا ہے۔ اسکو مسلمان ہی کہنا چاہیئے اسی طرح حضور نبی کریم صلعم کے قلب مبارک پر بھی اس زمانہ کے فتنہ تکفیر کے خطرات کو آشکارا کر دیا گیا تھا۔ حضور کے زمانہ میں تو آپ کے صحابہ کی قوت کافروں کو مسلمان کرنے میں صرف ہوتی تھی۔ مگر ایک زمانہ آنے والا تھا۔ کہ کافروں کو مسلمان بنانے کا فریضہ تو ان لوگوں کے سپرد کر دیا جانے والا تھا۔ جنہیں ہمارے علماء دائرہ اسلام سے خارج کر دینے کے درپے ہوں گے۔ وہ زمانہ ایسا ہو گا جس میں کلمہ طیبہ کا احترام اٹھ جائے گا نمازوں کی کوئی وقعت نہ ہو گی۔ کعبہ کی توقیر دلوں سے مٹ جائے گی۔ تو اس زمانہ کے متعلق حضور صلعم نے یہ ارشاد فرمایا کہ اے لوگو ایسے فتنہ کے زمانہ میں ان لوگوں کے پیچھے نہ لگنا جو مسلمانوں کو دائرہ اسلام سے خارج قرار دیں اور اپنی زبان مبارک سے فرمایا ہے۔ اور اپنی زبان سے مسلمانوں کی تعریف بھی بیان کر دی۔ چنانچہ فرمایا من صلی صلوٰتنا واستقبل قبلتنا واکل ذبیحتنا فذالک المسلم الذی لہ ذمۃ اللہ وذمۃ رسولہ۔ فلا تخفروا اللہ فی ذمتہ۔ یعنی جو شخص ہماری نماز پڑھتا ہے اور ہمارے قبلہ کی طرف منہ کرتا ہے۔ اور ہمارا ذبیحہ کھاتا ہے، وہ مسلمان ہے یہ اللہ اور اس کے رسول کا عہد ہے پس اللہ کے عہد کو مت توڑو۔

سابقہ امم کے زوال کے اسباب میں سے قرآن شریف نے ایک یہ بھی سبب بتایا ہے۔ کہ وہ اپنے احبار اور رہبان کو اربابا من دون اللہ سمجھتے تھے۔ حضور نبی کریمؐ سے سوال کیا گیا۔ کہ کیا وہ لوگ اپنے مذہبی پیشواؤں کی پوجا کرتے تھے۔ حضور نے ارشاد فرمایا کہ نہیں۔ بلکہ لوگ ان کی ہر بات کو بلا چون و چرا تسلیم کر لیتے تھے جس کو وہ حلال کہتے تھے۔ یہ حلال سمجھ لیتے تھے جس کو وہ حرام کہتے تھے اسکو وہ حرام سمجھ لیتے تھے۔ حضور نے فرمایا کہ تم ایسا نہ کرنا۔ پس اس تکفیر بازی میں مسلمانوں کو ان علماء کی اقتدا نہیں کرنی چاہیئے۔ اور ان علماء کی گذشتہ تاریخ شاہد ہے کہ وہ عرصہ دراز سے تکفیر بازی کو اپنا مشغلہ بنائے ہوئے ہیں۔ ان کی زد سے کوئی شخص نہیں بچا حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ایسے عظیم الشان بزرگ کافر، زندیق اور بدعتی کہلائے۔ انہیں حبس میں رکھا گیا اور زہر پلا کر انہیں شہید کیا گیا۔ اور اس کے بعد ان کی قبر کو اکھیڑ کر ان کی لاش مبارک کی بے حرمتی کی گئی۔ اور اس کی جگہ ایک کتے کو دفن کیا گیا۔ امام شافعی کو ان علماء نے اضر من ابلیس کا خطاب دیا۔ امام مالک رح کو بدعتی قرار دیا گیا اور شہروں میں اونٹ پر الٹے منہ چڑھا کر پھرایا گیا۔ پھر قید خانہ میں محبوس کرایا۔ جہاں ان کی ایسی سختی سے مشکیں باندھی گئیں کہ ہاتھ بازوؤں سے اکھڑ گئے۔ امام احمد بن حنبل رح کے پاؤں میں بھاری زنجیریں ڈلوائی گئیں انہیں طمانچے لگوائے اور کوڑوں سے پٹوایا گیا۔ بالآخر پابہ زنجیر ملک بدر کر دیا گیا۔ امام بخاری رح تو ان علماء کے ہاتھوں سے اس قدر تنگ آ گئے کہ ان سے بے اختیار یہ دعا نکلی اللھم قد ضاقت الارض بما رحبت فاقبضنی الیک یعنی اے خدا یہ زمین باوجود فراخی کے مجھ پر تنگ ہو گئی ہے مجھے اپنی طرف بلا لے۔ حضرت بایزید بسطامی رح ذوالنون مصری رح۔ ابوبکر شبلی رح۔ سید عبد القادر جیلانی رح محی الدین ابن عربی رح اپنے اپنے وقت پر کافر کہلائے۔ اور انہوں نے طرح طرح کی اذیتیں جھیلیں۔ زمانہ حال کے راہنما بھی علماء کے فتووں سے نہ بچ سکے۔ سر سید احمد خاں صاحب پر مکہ معظمہ کے اربعہ مذاہب کے مفتیوں کا فتوےٰ ہے کہ "یہ شخص ضال اور مضل ہے۔ بلکہ ابلیس لعین کا خلیفہ ہے۔ اس کا فتنہ یہود اور نصاریٰ کے فتنہ سے بھی بڑھکر ہے۔ خدا اسکو سمجھے اور ضرب اور حبس سے اس کی تادیب کرنی

چاہیئے۔ اسی طرح مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی۔ مولانا محمد قاسم نانوتوی بانی مدرسہ دیوبند۔ مولانا محمود الحسن۔ مولانا اشرف علی تھانوی وغیرہ اکابر اسلام کے متعلق اس قدر خطرناک فتاوی شائع ہوئے۔ اور اس قدر گالیوں سے بھری ہوئی تحریریں ان کے متعلق نکلیں اور اہل تشیع کا فتوےٰ اہل سنت والجماعت کے متعلق کتابوں میں طبع شدہ موجود ہے۔ خود علامہ اقبال اور قائد اعظم مرحوم بھی ان فتووں سے نہ بچ سکے۔

حضرت امام اعظم رح جو پاکستان کے بسنے والوں کی غالب اکثریت کے امام ہیں فرماتے ہیں کہ جس شخص میں ۹۹ (ننانوے) وجوہات کفر کی ہوں اور صرف ایک وجہ اسلام کی ہو اس پر بھی کفر کا فتوےٰ مت لگاؤ۔ آج ان کے ماننے والے علما کی یہ حالت ہے کہ وہ ان لوگوں کو جن میں نو صد ننانوے وجوہات اسلام موجود ہیں وہ انہیں ایک مشکوک اور مبہم سی بنا پر دائرہ اسلام سے خارج کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔

قائد اعظم جو بانی پاکستان ہیں ان کے قول کو بھی آج در خور اعتنا نہیں سمجھا جاتا ہے۔ آپ کا فرمان ہے کہ جو شخص خود کو مسلمان کہتا ہے۔ وہ مسلمان ہے۔

اقلیت قرار دیئے جانے کی حماقت

آج صرف مذہب کے پلیٹ فارم سے نہیں بلکہ سیاست کے پلیٹ فارم سے بھی یہ صدا بلند کی گئی ہے کہ قادیانیوں کو اقلیت قرار دیا جائے۔ احمدی اقلیت بننا پسند نہیں کرتے۔ لیکن اکثریت مصر ہے کہ انہیں اقلیت قرار دیا جائے۔ کیوں؟ کیا کوئی ان پر مہربانی کرنی مقصود ہے۔ کیا ان سے رواداری برتنے کا خیال ہے۔ کہیں ان کے حقوق کے تحفظ کی تڑپ ہے۔ نہیں۔ بلکہ ان کو ذلیل کرنا اور ان سے انتقام لینا مطلوب ہے۔ اس ذہنیت سے تمام دنیا پر واضح ہو گیا ہے کہ اس ملک میں کسی کو اقلیت قرار دیئے جانے کے کیا معنے ہیں۔ اس کا اثر دوسری اقلیتوں پر کیا پڑے گا۔ اور اس کا رد عمل ہمارے ہندوستان میں بسنے والے پانچ کروڑ مسلمانوں پر کیا ہوگا۔ اے سستی شہرت کے طالبو کبھی تم نے غور کیا۔ کہ تمہارا یہ طرز عمل تمہارے ملک کے مفاد کے لئے کس قدر خطرناک ہے۔ فرض کرو کہ احمدی اقلیت قرار دے دیئے گئے۔ تو اب اس ملک میں ایک ایسی غیر مسلم اقلیت معرض وجود میں آئے گی۔ جن کی مساجد سے پانچ وقت اذانوں کی آواز آیا کرے گی جس میں توحید اور رسالت محمدیؐ پر گواہی کا اعلان ہوا کرے گا۔ انکی مساجد کے اندر عین اسلام کے بتائے ہوئے طریقہ کے مطابق نہایت خشوع و خضوع سے نمازیں ادا ہوں گی۔ اور ان نمازوں میں نہایت دلآویز پیرایہ میں قرآن کریم کی تلاوت سننے میں آئے گی۔ اور ان مساجد میں قرآن و حدیث کے درس ہوں گے۔ عدالتوں میں اس غیر مسلم اقلیت کے مقدمات شرع محمدی کے مطابق فیصلہ پذیر ہوں گے۔ ان کے نکاحوں پر قانون اسلام کا اطلاق ہوگا۔ ماہ رمضان میں یہ غیر مسلم روزہ دار ہوں گے اور سال کے بعد ان کے اہل ثروت شریعت کے مطابق زکوٰۃ ادا کریں گے اور حج کے موقعہ پر یہ غیر مسلم احرام باندھے میدان عرفات میں لبیک اللھم لبیک پکارا کریں گے اور کعبہ کے گرد ان کا والہانہ طواف خوب مزہ دیگا مرنے کے بعد ان پر نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔ اور ان کا کفن دفن اسلامی اصولوں کے مطابق ہوگا اے اہل دل! کیا عجب نظارہ ہوگا! جو سب سے بڑی اسلامی سلطنت کے اندر ایک غیر مسلم اقلیت دنیا کو دکھایا کرے گی۔ پھر یہ ہی نہیں بلکہ اس غیر مسلم اقلیت کی چند خصوصیات دنیا کو محو حیرت کر دیں گی یہ اپنے املاک اپنا وقت اور اپنی جانیں تبلیغ اسلام کے لئے وقف کئے ہوئے ہوں گے۔ غیر ممالک میں ان کے تبلیغی مراکز تبلیغ اسلام کا فریضہ ایسی خوبصورتی سے ادا کر رہے ہونگے کہ دنیا کے کفرستانوں میں ان کی وجہ سے اذانوں کی آواز گونجا کرے گی۔ علما فارغ البال ہو کر مساجد کے محرابوں میں بیٹھے کسی اور فرقہ کو دائرۂ اسلام سے خارج کرنے کے ناپاک منصوبے سوچ رہے ہوں گے۔ جب انتخابات کا زمانہ آئیگا تو ووٹروں کے متعلق ایک ہنگامہ برپا ہوگا کسی سیاسی پارٹی کو اگر کوئی امیدوار منظور نہیں ہوگا۔ تو اس پر احمدی ہونے کا الزام لگا دیا جائے گا۔ اور اس سوال کے تصفیہ کے لئے علماء کا ایک بورڈ معرض وجود میں آئے گا۔ جو سیاست کے زیر اثر بہت سے غیر احمدیوں کو احمدی اور احمدیوں کو غیر احمدی قرار دیں گے۔ اور ملک عجیب کھیل میں لگ جائے گا۔ اور دنیا کے لئے سامان تضحیک اور تمسخر مہیا کرے گا۔

ایک اور مشکل اس وقت پیدا ہوگی جب تمام احمدی اعلان کر دیں گے کہ ہم احمدی نہیں بلکہ مسلمان ہیں۔ پھر ہر فرد کے متعلق فیصلہ صادر ہوگا۔ کہ وہ مسلمان ہے کہ احمدی۔ کسی کا اقرار لسانی کہ وہ مسلمان ہے کچھ معنی نہ رکھے گا اور اس طرح ہر مسلمان کا اسلام خطرے میں ہوگا کسی ہندو کا یہ بیان کہ وہ ہندو ہے۔ تسلیم کر لیا جائیگا عیسائی کا یہ کہنا کہ وہ عیسائی ہے۔ وہ قابل قبول ہوگا۔ جو یہودی خود کو یہودی بتلائے گا اسکو یہودی سمجھا جائے گا مگر مسلمان کا خود کو مسلمان جتلانا کافی نہ ہوگا۔ یہ وسوسہ ہمیشہ دامنگیر رہے گا۔ کہ مبادا احمدی نہ ہو اور احمدی ہونے میں دیر ہی کیا لگتی ہے۔ جو شخص زیادہ نمازیں پڑھنے لگ جائے۔ دعاؤں میں اسے لطف آنے لگ جائے۔ تبلیغ کا جنون اس کے سر پر سوار ہو جائے ... اور وہ دنیا میں اسلام کے غلبہ کی خوابیں دیکھنے لگے اور اس کے دل میں یہ تڑپ پیدا ہو جائے۔ کہ کسی طرح قرآن شریف کی حکومت دنیا میں قائم ہو جائے۔ اور جب اسے یہ یقین ہو جائے کہ قرآن شریف کے سوا اب دنیا کی بیماریوں کی کہیں اور دوا نہیں اور اس کا جنون اس حد تک بڑھ جائے کہ وہ فتح اسلام کے لئے دن رات دعاؤں میں لگ جائے۔ اور تبلیغ اسلام کے لئے اپنا مال۔ اپنا وقت اور اپنی قوی اور اپنی ہمت سب صرف کر دے تو ہمارے علما بغیر اس کے اعلان کے اسے احمدی قرار دیں گے اور فی الفور اسے غیر مسلم اقلیت کا ممبر شمار کریں گے کیا اس سے اسلام کی رسوائی اور جگ ہنسائی نہ ہوگی۔

احرار اور جماعت اسلامی

ہمارے احراری دوست اور جماعت اسلامی کے صالح عمران پاکستان کے شروع ہی سے مخالف تھے۔ انہیں یہ خوب معلوم ہے کہ پاکستان کے تصور کو صرف ایک بات سے تقویت پہنچی۔ کہ جمہور اہل اسلام احرار اور جماعت اسلامی کی ریشہ دوانیوں کی پرواہ نہ کرتے ہوئے لیگ کے پلیٹ فارم پر بلا امتیاز فرقہ اور جماعت قائداعظم کے جھنڈے کے نیچے جمع ہو گئے۔ اگر اس تصور کو کمزور کرنا ہے تو اس اتحاد اور اتفاق کو ملیامیٹ کرنا چاہیئے اور جب تک ملک کے اندر انتشار اور افتراق پیدا نہ ہو۔ یہ تصور مضبوط تر ہوتا جائے گا۔ پس ملک میں افتراق پیدا کرنے کا کام انہوں نے نہایت وسیع پیمانہ اور منظم طریق پر شروع کر دیا ہے۔ اور اس میں انہیں خاصی کامیابی ہو رہی ہے۔ احرار کے پیشوا ہندوستان میں ہندوؤں اور مسلمانوں کو اخوت اور یگانگت کے درس ... دے رہے ہیں۔ مگر یہاں پاکستان میں خود مسلمانوں کے اندر تشتت اور افتراق پیدا کر رہے ہیں۔ اور یہ کارروائی ان کے عقائد کے عین مطابق ہے۔ وطن کی بنا پر قومیت کا تصور ان کے ہاں ایک تسلیم شدہ عقیدہ ہے ہندوستان کے احرار محبان وطن ہیں اور یہاں کے احرار نظریہ پاکستان کو ابھی دل سے قبول نہیں کر رہے اس لئے دونوں کے طرز عمل میں فرق نمایاں ہے! افسوس ہے کہ ہمارے علماء کا وہ طبقہ جنہوں نے قائد اعظم کی قیادت میں بڑی بڑی قربانیاں کیں تھیں۔ اور وہ اب بھی پاکستان کے دل و جان سے حامی ہیں وہ احرار کے ہتھکنڈوں میں آ گئے۔ اور اس ایجی ٹیشن میں شامل ہو گئے احرار کو معلوم ہے کہ خود انہیں تو ملک کی حکومت میں کوئی حصہ نہیں مل سکتا۔ مگر اس اسلامی سلطنت میں دوسرے علماء کو جو نظریہ پاکستان کے حامی تھے ضرور اقتدار حاصل ہوگا۔ اس لئے انہوں نے ان علماء کو اپنے ساتھ ملا کر دنیا پر یہ ظاہر کرنے کی کوشش کی ہے کہ علماء کا طبقہ جب حکومت سنبھال لے گا۔ تو اس کی طرز حکومت کیا ہوگی۔ غیر تو غیر اپنوں کو ان کے ہاں پناہ نہ ملے گی۔ کاش ہمارے علماء اس چال کو سمجھ جائیں اور وسیع نظری سے کام لیکر سیاست کے بلند اصولوں کو مد نظر رکھیں اور عوام کو بے لگام کرنے کی بجائے انہیں علم اور روشنی سے روشناس کریں۔ تاکہ دنیا سمجھ لے کہ پاکستان ایک ترقی یافتہ اور آزاد ملک ہے جہاں ہر کسی کی جان و مال، عزت محفوظ ہے۔ کاش ہمارے علماء یہ جان لیتے کہ جماعت اسلامی اس سارے نظام کو ہی غیر اسلامی نظام سمجھتی ہے اور اس کی اینٹ سے اینٹ بج جائے تو اس کا عین مدعا ہے۔ محبان وطن علماء نے تو اس چمن کو اپنے خون سے سینچا ہے اور اب یہ زرخیز اور الٹرے پودے جب برگ و بار سے بارآور ہو رہے ہیں ان کو سزاوار نہ تھا کہ وہ انہیں بیخ و بن سے اکھاڑ کر پھینک دیں۔ اس ایجی ٹیشن نے سماج دشمن عناصر کی خوب حوصلہ افزائی کی ہے اور جگہ جگہ سے غیر سیاسی۔ غیر اسلامی، غیر انسانی مطالبات کی آوازیں کانوں میں آنے لگی ہیں۔ اگر اس قسم کی کارروائیوں کو نہ روکا گیا تو ملک کا نظام درہم برہم ہو جائے گا۔ اور یہاں بھی وہی حالت ہو گی جو دوسرے اسلامی ممالک میں ہے۔ اگر ہمارے سیاستدانوں نے اس ملک میں طوائف الملوکی قائم نہیں ہونے دینی اور مذہبی مجانین سے اس کو بچانا ہے۔ تو وہ ابھی سے ہوا کا رخ پہچانیں۔ مدت سے مذہب کی باگ ڈور ملاؤں کے ہاتھ میں ہے اور ان کے ہاتھوں اس کا جو حال ہو رہا ہے وہ ظاہر ہے۔ اگر سیاست کے تخت پر ان کو بٹھا دیا

گیا۔ تو وہ اپنے اقتدار کو یوں استعمال کریں گے کہ لوگوں کو چن چن کر دائرہ اسلام سے خارج کر دیں گے۔ بہتوں کو مرتد قرار دے کر ان کو موت کے گھاٹ اتار دیں گے۔ ان کا سب سے بڑا ملّا ابوالاعلیٰ مودودی بارہا لکھ چکا ہے کہ ارتداد کی سزا قتل ہے۔ بالفاظ دیگر کسی اور مذہب کو اس سلطنت میں تبلیغ کی اجازت نہ ہوگی کیونکہ یہاں تبدیلی عقیدہ کی سزا موت ہوگی۔ اور جب اس سلطنت کا یہ وطیرہ دوسرے ممالک کو معلوم ہوگا تو وہ اپنے ہاں اسلام کی اشاعت بند کر دیں گے۔ اسلام اس زمانے میں صرف دلائل اور اپنی قوت روحانی اور صداقت کے بل بوتے پر غالب ہو سکتا ہے مادی ذرائع سے وہ مخالفین کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ اگر اس کی تبلیغ بند کر دی گئی۔ تو اس کا خاتمہ ہو جائے گا۔ اور شاید مودودی صاحب کا یہی منشاء ہو۔ یہ علمی طریق ہے جس سے اسلام کو کمزور کیا جا سکتا ہے اور عملی طریق یہ ہے کہ احمدیت کو مٹا دیا جائے۔ اب ملّا مودودی صاحب اس کے بھی درپے ہیں۔ احمدیت کے مٹنے سے تبلیغ اسلام کی زبردست تحریک مٹ جائیگی دنیا کے مختلف ممالک میں اشاعت اسلام کے جو مراکز قائم کئے گئے ہیں وہ بند ہو جائیں گے قرآن کریم کے تراجم جو مختلف زبانوں میں چھپوا کر دنیا میں شائع کئے جا رہے ہیں وہ جزدانوں میں بند ہو کر رہ جائیں گے۔ سیرت نبوی جو دنیا کی بیسیوں زبانوں میں شائع ہو رہی ہے اس سے پیاسی دنیا محروم ہو جائے گی۔ اسلامی اصول کی فلاسفی مذہب اسلام پر بے شمار کتب خلافت راشدہ کی برکات اولیاء اللہ کے پاک کلمات جو احمدیت دنیا میں شائع کر رہی ہے اس تحریک کے ختم ہونے سے ان تمام طیبات کی اشاعت بھی بند ہو جائے گی۔ آج احمدیت کی بدولت دنیا کی ذہنیتوں میں ایک خوشگوار انقلاب آ رہا ہے علماء فرنگ اسلام کے متعلق اچھے خیالات کا اظہار کرنے لگے ہیں۔ اور امید کی جا سکتی ہے کہ مستقبل قریب میں اسلام کا نظریہ دنیا کے تمام دیگر نظریوں پر غالب آ جائے گا۔ خدا کے لئے اے فرزندان دیوبند کو اس کام سے نہ روکو اس مبارک تحریک کو مٹا کر تم کیا اسلام کے لئے کوئی مفید کام کر رہے ہو۔ اگر خود کچھ نہیں کرتے تو جو لوگ کچھ کر رہے ہیں ان کے راستے میں تو روک مت بنو۔

یاد رکھو کہ جونہی اسلامی جماعت میں طاقت پیدا ہوئی۔ وہ ارباب اقتدار پر ہلّہ بول دے گی اور حکومت کران کے ہاتھ سے زمام حکومت چھین لے گی مودودی صاحب خلیفۃ اللہ کا منصب خود سنبھال لیں گے۔ اور اس وقت ملک کی تمام جماعتوں کی تطہیر شروع کر دی جائے گی۔ بعض کی بذریعہ تکفیر بعض کی بذریعہ تقتیل اسلامی ممالک کی مثالیں ہمارے سیاستدانوں کے سامنے ہیں ترکی میں ملانوں نے کیا کیا تباہیاں برپا کیں۔ ایران کا ان کے ہاتھوں کیا حال ہوا۔ اور باقی تمام عربی ممالک جب تک ان کے زیر اثر رہے۔ پسماندہ اور زبوں حال رہے۔ اب ان تمام ممالک میں جو جمہوری تحریکیں جاری ہیں۔ اور آزادی کی جدوجہد ہو رہی ہے۔ وہ وہاں کے ملانوں کے باوجود ہو رہی ہے۔ ان ممالک کا نوجوان طبقہ محبان وطن کا طبقہ ملانوں کے اثر سے آزاد طبقہ سیاست کی نئی تحریکوں کی قیادت کر رہا ہے۔ مگر افسوس ہے کہ یہاں آزادی حاصل کرنے کے بعد جس میں سب سے زیادہ مخالفت احراری اور نام نہاد جماعت اسلامی نے کی تھی بے دست و پا ہو کر اپنے جمہور کو دوبارہ ان انتشار پسند عناصر کے سپرد کر رہے ہیں ۔۔۔ احمدیوں سے ۔۔۔۔ دو چار ہاتھ کر لینے کے بعد اور ان کے متعلق اپنے حسب منشاء فیصلہ صادر کرنے کے بعد یہ طبقہ ہمارے سیاستدانوں کے درپے ہوگا۔ اور اس ملک میں ایک خطرناک خانہ جنگی شروع کر دی جائے گی جس کا انجام سوائے تباہی اور بربادی کے اور کچھ نہ ہوگا۔

احمدیوں کی دو جماعتیں

مخالفین احمدیت جو ختم نبوت کی بناء پر احمدیوں کو کافر اور دائرہ اسلام سے خارج قرار دے رہے ہیں۔ خوب جانتے ہیں کہ مرزا غلام احمد کے متبعین کی دو جماعتیں ہیں ایک وہ ہے جس کا ہیڈ کوارٹر لاہور ہے۔ اور دوسری جماعت میاں بشیرالدین محمود صاحب کی قیادت میں اپنا مرکز ربوہ میں بنائے ہوئے ہے۔ لاہور جماعت کا عقیدہ ہے کہ نبی کریمؐ بلا کسی تاویل بلا کسی عذر حوالہ اور حیلہ جوئی کے آخری نبی ہیں اور ان کے بعد نہ کوئی نیا نبی آ سکتا نہ پرانا۔ وہ سیدھے سادے ایماندارانہ اور دیانتدارانہ طریق سے حضور نبی کریم صلعم کو دنیا کا آخری نجات دہندہ سمجھتے ہیں اور اس معاملے میں تو غیر احمدی علما اور نہ ہی قادیانیوں کو صحت پر سمجھتے ہیں۔ اور لاہوری جماعت تمام دنیا کے مسلمانوں کو اور ہر فرقہ اور ہر طبقہ کے کلمہ گوؤں کو مسلمان سمجھتی ہے۔ اور اہل قبلہ کی تکفیر کو ایک خطرناک غیر اسلامی حرکت سمجھتی ہے اور ۱۹۱۴ء سے اس جماعت نے انہی دونوں مذکورہ بالا عقائد کی تشہیر میں لگے ہوئے ہیں۔ اور منکرین اور قائلین اجرائے نبوت کے خلاف بر سر پیکار قلمی جہاد کر رہے ہیں۔ موجودہ ایجی ٹیشن کے قائدین اس حقیقت سے خوب واقف ہیں۔ مگر انہوں نے احمدیوں کو اقلیت قرار دینے کے مطالبہ میں لاہوری جماعت کو کہیں مستثنےٰ نہیں کیا۔ اس سے ان لوگوں کے ایمان اور دیانت کی قلعی کھل جاتی ہے۔ لاہوری احمدیوں کو کافر قرار دینے کے لئے ان کے پاس کوئی وجہ جواز نہیں۔ مگر انہوں نے اس تمام ہنگامہ میں یہ ذکر تک نہیں کیا کہ مرزا غلام احمد صاحب کے پیرو کچھ ایسے بھی ہیں جو حقیقی طور پر ختم نبوت کے قائل ہیں۔ اور دنیا کے تمام کلمہ گوؤں کو مسلمان سمجھتے ہیں۔ اس لئے انہیں اقلیت قرار نہیں دینا چاہیئے۔

پبلک اور علما کو انتباہ

حضور نبی کریمؐ نے آخری زمانہ کے بعض علما کا نقشہ نہایت خوفناک الفاظ میں کھینچا ہے۔ حضور کے قلب مبارک پر ان علماء کی روحانی حالت کا جو انکشاف ہوا ہے اس سے ہر اہل علم۔ اہل درد اہل اللہ کو لرز جانا چاہیئے میں حضور کے الفاظ کو قرطاس ابیض پر ثبت کرتے ہوئے ڈرتا ہوں۔ اور کانپ رہا ہوں۔ مگر پھر بھی اپنے بھائیوں کو اس سے آگاہ کرنا ضروری ہے۔ ممکن ہے کہ کوئی دل ان الفاظ کے جلال اور ہیبت سے ڈر جائے۔ اور کوئی قلب خوف الٰہی اور تقوےٰ سے بھر جائے۔ خدا کرے کہ یہ الفاظ کبھی اور زمانہ کے علماء کے حسب حال ہوں اور ہمارے زمانہ کے علماء اس کے مصداق نہ ہوں۔ یہ الفاظ خاتم النبیین کے ارشاد کردہ ہیں۔ ان سے ہمیں سبق لینا چاہیئے۔ یہ تو صاف ہے کہ یہ کسی غیر مسلم اقلیت کے علما کے متعلق نہیں ہیں۔ ان الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی زمانہ میں اسلام کے علماء کی یہ کیفیت ہوگی۔ ان کے اعمال افعال۔ اور اقوال اس قسم کے ہوں گے۔ کہ حضور کی امت کو اپنے ایمانوں کو محفوظ رکھنے کے لئے ان سے بچنا لازمی ہوگا۔ یہ علما فتنہ و فساد کے منبع ہوں گے۔ ان سے اسلام کو ضعف پہنچے گا۔ یہ اسلام کی نیک تحریک کے مخالف ہوں گے۔ ان سے بدی پھیلے گی اور نیکی رکے گی۔ ملک کی سیاست ملک کے معاشرہ ملک کے تمدن، ملک کے نظام تعلیم، ملک کے مکاتیب مدارس ملک کے دیگر اداروں کو ان علماء سے محفوظ رکھنا ضروری ہوگا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات زمانہ کے علما کے متعلق حسب ذیل ہیں:۔

شر من تحت ادیم السماء ترجمہ:۔ یعنی سقف آسمانی کے نیچے بدترین مخلوق ہوگی۔ کنزالعمال جلد ۷ صفحہ۱۹۰ تکون فی امتی فزعۃ فیصیر الناس الیٰ علماءھم فاذا ھم قردۃ وخنازیر

ترجمہ:۔ یعنی میری امت میں ایک گھبراہٹ پیدا ہوگی اس گھبراہٹ کے وقت لوگ اپنے علماء کی طرف جائیں گے تو اس وقت ان کے علماء بندر اور سور ہوں گے۔

اسلام کسی فرد کی ملکیت نہیں۔ ہر سمجھدار اور ذی شعور اس کے اصولوں کو سمجھ سکتا ہے۔ اور ذوق شوق سے اس پر عمل پیرا ہو سکتا ہے۔ یہاں کوئی خاص طبقہ دینیات کا ماہر تصور نہیں ہوتا۔ جو کوئی اسلام کا مطالعہ کرے اس کے اصولوں پر غور کرے اور ان پر عمل پیرا ہونے کا تہیہ کرے وہ خواہ عرف عام میں عالم نہ کہلاتا ہو وہ درحقیقت عالم باعمل ہے اور اسے کسی جبہ و دستار و ریش و عصا سے ڈرنا نہیں چاہیئے۔ پس یہ وقت ہے کہ اہل دانش ملک کے حالات پر غور کریں۔ اور فتنہ گروں اور ستم شعاروں سے اپنے ملک کو بچانے کی کوشش کریں۔ ہر فرد اور ہر فرد میں کمزوریاں ہیں۔ ان کو علم و حکمت سے وعظ کہو۔ محبت سے سمجھاؤ۔ ان کی غلطیوں کی اصلاح خیر خواہ بن کر کرو۔ عوام کے غصّوں کو مشتعل نہ کرو۔ لوگوں کے مال و جان و عزت کو خطرہ میں نہ ڈالو۔ غنڈوں، بدمعاشوں، چوروں۔ ڈاکوؤں کو شہ نہ دو کہ وہ ملک میں ہنگامے برپا کریں ارباب حل و عقد محافظین امن و امان کو پریشان کر کے اس ملک کی آزادی کو خطرے میں نہ ڈالو یہ ملک اور سلطنت اللہ تعالےٰ کا عطیہ ہے۔ اس کی قدر کرو۔ میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالےٰ ہمیں توفیق دے کہ ہم تمام نسل انسانی کو متحد کرنے کا عزم کریں اور اصول اسلامی کو تمام دنیا میں رائج کر دیں تاکہ دکھی دنیا زخمی دنیا۔ بدحال اور بیمار دنیا۔ تھکی ہوئی اور سہمی ہوئی دنیا اسلام کے نور سے منور ہو کر خدائے واحد کے ترانے گائے۔ اور خدا کی دی ہوئی نعمتوں سے مالا مال اور خوشحال ہو کر امن اور سلامتی کی راہوں پر چلے۔ جنگ کا دیوتا ہمیشہ کے لئے کچلا جائے۔ قوموں کو ایک دوسرے پر اعتماد ہو۔ انسان انسان کا دوست اور خیر خواہ ہو۔ اہل ثروت غریبوں کے دکھوں میں شریک ہوں۔ اتفاق، اتحاد، محبت اور

(باقی پر صـ۱۲)

صداقت حضرت امام الزمان مسیح موعود علیہ السلام

قرآن کریم اور احادیث نبوی کی روشنی میں

(فخرالدین صاحب سیالکوٹ)

اے مزوّر گربیائی سوئے ما
وزوقا رخت افگنی در کوئے ما
وز سر صدق و ثبات و غمخوری
روز گاہے در حضور ما بری
عالمے بینی ز ربانی نشان
سوئے رحمٰن خلق و عالم اکشان

جس طرح قرآن کریم کی آیات بینات کے ظاہر ہونے پر اوران واقعات کے رونما ہونے پر جن کا ذکر پیشگوئی کے رنگ میں کلام مجید میں آتا ہے اہل بصیرت کا زندہ خدا پر زندہ ایمان اور ایقان بڑھ جاتا ہے۔ اسی طرح سرور کائنات صلعم کی زبان مبارک سے نکلے ہوئے امت مسلمہ کو پیش آنے والے جن حالات کا ذکر احادیث نبویہ میں پایا جاتا ہے ان کے ظہور پذیر ہونے پر آنحضرت کے نام لیواؤں کا زندہ نبی پر ایمان تازہ ہو جاتا ہے اور وہ سرکار دو جہان صلعم پر ہزار ہزار درود بھیجتے ہیں۔ چونکہ آنحضرت صلعم کا دامن فیوض از زمانہ نبوت و رسالت قیامت تک ممتد ہے اس لئے آپ کی بہت سی پیشگوئیاں جو احادیث میں مذکور ہیں اس زمانہ میں بھی تمام تر شان سے پوری ہوئیں اور قیامت تک پوری ہوتی رہیں گی اور حضور پُر نور صلعم کے خادمان اور شیدائیان کے ازدیاد ایمان کا موجب ہوئیں اور ہوتی رہیں گی اللھم صل علی محمد وعلیٰ آل محمد وبارک وسلم۔

جب ایران فتح ہوا اور کسریٰ نے شکست کھا کر بھاگ گیا۔ تو خلیفۂ وقت حضرت فاروق اعظمؓ نے کسریٰ کے محل سے اس کے کنگن تلاش کروا کر نکلوائے اور ایک دربار عام منعقد کر کے وہ کنگن سراقہ کے ہاتھوں میں پہنائے اور رب ذوالمنن کا شکریہ ادا کیا کہ آج ہم نے اپنی آنکھوں سے حبیب خدا صلعم کے کشف کو پورا ہوتے دیکھا۔ آج قارئین کرام کی خدمت میں چند ایسے شواہد پیش کئے جاتے ہیں جو پونے چودہ سو سال بعد حضرت نبی کریم صلعم کے ایک غلام کے ذریعہ تم پورے ہوتے ہوئے دیکھئے۔ الحمد للہ۔ ربنا فاکتبنا مع الشاھدین۔

خلافت الٰہیہ

سورۃ نور میں اللہ کریم نے مسلمانوں سے خلافت الٰہیہ کا وعدہ فرمایا ہے وعد اللہ الذین امنوا وعملوا الصلحت لیستخلفنھم فی الارض کما استخلف الذین من قبلھم ولیمکنن لھم دینھم الذی ارتضیٰ لھم
. . . .
. . . اس بشارت عظیمہ کے متعلق حضرت نبی کریم صلعم سے صحیح بخاری میں مروی ہے کانت بنو اسرائیل تسوسھم الانبیاء کلما ھلک نبی خلفہ نبی وانہ لا نبی بعدی وسیکون خلفاء "یعنی بنی اسرائیل کی رہنمائی نبی کرتے تھے جب ایک نبی فوت ہو جاتا دوسرا اس کا جانشین ہو جاتا اور میرے بعد کوئی نبی نہیں اور خلفا ہوں گے" خلفاء کی بعثت کے متعلق ذات باری تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ ان کے دین کو جسے اللہ تعالیٰ نے پسند فرمایا ہے مضبوطی سے قائم کرے گا۔ گویا خلیفہ جن امور کے لئے مامور کر دیا جائے گا وہ زمانہ کو قابل قبول ہوں گے اور جس علم کلام سے مامور کو سرفراز کیا جائے گا وہی رائج الوقت ہو جائیگا اب خلفاء کا سلسلہ آنحضرت صلعم کے وصال کے بعد سے جاری چلا آتا تھا۔ اس صدی میں بھی اس رب ذوالمنن نے جو اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا خلعت خلافت سے حضرت مرزا غلام احمد قادیانی کو سرفراز کیا اور آج جب صدی کا تین چوتھائی گذر چکا ہے کوئی اور مدعی نہیں اٹھا۔ پھر حضرت مرزا صاحب نے قرآن پاک اور احادیث سے جن متنازعہ فیہ مسائل کا حل پیش کیا (بحکم الٰہی) وہی حل آج مقبول عام ہیں اور موافق مخالف سب کے ہاتھوں میں وہی دلائل حقانیت اسلام پر ہیں جو حضرت امام الزمان نے دنیا میں پیش کئے۔ سب سے پہلے آپ نے وفات مسیح کے مسئلہ کو صاف کیا اور نصوص صریحہ اور احادیث سے ثابت کیا کہ حضرت مسیح علیہ السلام زندہ نہیں اٹھائے گئے بلکہ اپنی طبعی موت مرے کیونکہ یہی سنت اللہ ہے۔ گو اس وقت علماء سوء نے اسی اعلان کی بنا پر آپ کو ہدف تکفیر بنایا، مگر آج علماء مصر عجم اور ہندوستان دبی زبان سے بھی اور علانیہ بھی وفات مسیح کے قائل ہیں اور تو اور مسٹر اختر علی خان (مالک زمیندار) نے بھی اپنے اخبار میں اعلان کر دیا کہ آنحضرت صلعم کے بعد نہ کوئی نیا نبی آسکتا ہے نہ پرانا'

(زمیندار ۴ر جولائی ۱۹۵۲ء)

بعثت مجددین

حضرت نبی کریم صلعم نے امت کو بشارت دی کہ میرے بعد ہر صدی کے سر پر مجدد مبعوث ہوا کریں گے جو خدمت دین اور تجدید دین کے مقدس کام سر انجام دیا کریں گے۔ اس حدیث کی صحت پر علمائے حدیث کا اتفاق ہے۔ وا قعاتی شہادت کے طور پر تیرہ صدیوں کے مجددین کرام کے اسمائے گرامی اوراق تاریخ اسلام میں محفوظ ہیں۔ اس صدی میں بھی حضرت اقدس مرزا غلام احمد صاحب کے سوائے کوئی مدعی مرد میدان بن کر نہ نکلا۔ آج صدی ختم ہونے کو بھی پہنچ گئی مگر سوائے حضرت اقدس کے کوئی مجدد کھڑا نہ ہوا اس سے ایک طرف آنحضرت صلعم کی فرمودہ حدیث پوری ہوئی اور دوسری طرف اس صدی کے مجدد اعظم کی صداقت پر مہر لگ گئی۔ پھر جو خدمت اسلام۔ تبلیغ اسلام۔ تحفظ اسلام اور تجدید دین کے کارہائے نمایاں آپ اور آپ کی جماعت کے ہاتھوں سر انجام پائے وہ آپ کے مامور من اللہ اور مجدد اعظم ہونیکا بین ثبوت ہیں۔

اسلام کی حالت تنزل اور مجدد وقت کے کارہائے نمایاں

آپ کی بعثت کے وقت جو حالت اسلام کی تھی وہ قومی شعرا کے مرثیوں سے عیاں ہے مسلمانوں کے ہاتھوں سے حکومت بھی نکل گئی۔ اور دین بھی نیم جان ہو کر رہ گیا۔ جس کا نقشہ حسب اشعار میں کھینچا گیا ہے۔

اے خاصۂ خاصان رسل وقت دعا ہے
امت پہ تری عجب وقت آ کے پڑا ہے
جو دین کہ نکلا تھا بڑی شان سے وطن سے
پردیس میں وہ آج غریب الغربا ہے

اے باد صبا جا کہیو کملی والے سے پیغام مرا
قبضے سے بچاری امت کے دیں بھی گیا دنیا بھی گئی

تو نے دیکھا تھا کبھی اسلامیوں کا حال یہ
کیا عرب سے لے کے نکلے تھے یہی اسلام ہم
بس۔ زیادہ پیٹنے سے اپنے کیا حاصل ہے
پس چکے اے آسیائے گردش ایام ہم
وہ مسلمانوں کی ہر بازی میں سبقت کیا ہوئی؟
وہ حجازی غیرت اور مکی حمیت کیا ہوئی؟
تھا مسلمانوں سے ہے آبند ننگ اسلام کو
تھا لقب خیر الامم جس کا وہ امت کیا ہوئی؟
دین و دولت علم و دانش ہم میں کچھ باقی نہیں
تم نے پوری کی تھی جو ہم پہ وہ نعمت کیا ہوئی
ملک و مال و سلطنت اک آنی جانی چیز تھی
جو ہمیشہ رہنے والی تھی وہ دولت کیا ہوئی

—— حالیؔ ——

علماء اسلام کی بے حسی کا نقشہ ملاحظہ ہو :-

قوم کو اپنے تنزل سے ابھرنے کی امید
اہل علم و اہل دولت سے بہت کچھ تھی مگر
اہل دولت کا ہے اس عالم سے اک عالم جدا
عالم بالا سے بھی ہے جو کہیں منزل ادھر
اب رہے عالم سو اتنا سوچنا ان کو کہاں
دین کا پھر کون ہے دنیا میں وہ الجھیں اگر
کون جا کر چین میں پھر دین کی دعوت کرے؟
کون گمراہوں کی لے جاپان میں جا کر خبر؟
حجت حق کون لندن میں کرے جا کر تمام؟
کون برلن میں کرے تبلیغ قرآن و خبر؟
کون ہے ان کے سوا اسلام کے فرقوں کو جو
مل کے آپس میں نہ ہونے دے کبھی شیر و شکر؟

اسی مایوسی کے عالم میں ایک عالم ربانی اٹھا اسی

نے اسلام کی خاطر سر دھڑ کی بازی لگا دی۔ اس کا قلم تلوار کی طرح چلتا چلا گیا جس سے دشمنانِ اسلام کی صفوں میں انتشار پیدا ہو گیا۔

صفِ دشمن کو کیا ہم نے بحجت پامال
تیغ کا کام قلم سے ہے دکھایا ہم نے

اور معرکہ حق و باطل میں اسلام ادیانِ باطلہ پر غالب آیا۔ مسلمانوں نے جو اظہارِ اسلام سے ڈرتے تھے اب ڈنکے کی چوٹ اپنے زندہ دین کا اظہار کرنا شروع کر دیا۔ یہ مجاہدِ اعظم پینتیس برس ایک فتح مند جرنیل کی طرح میدانِ کارزار میں ڈٹا رہا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بشارت دی:-

بخرام کہ وقتِ تو نزدیک رسید و پائے
محمدیاں بر منارِ بلند تر محکم افتاد

اور آج ہم اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں کہ حضرت مجدد وقت کی برکت اور آپ کے علم کلام سے اسلام کو روحانی اور علمی پہلو سے وہ قوت و شوکت حاصل ہوئی ہے کہ فی الواقعہ مسلمانوں کا قدم منارِ بلند پر پہنچ گیا ہے اور وہ پورے استحکام کے ساتھ وہاں کھڑے ہیں۔

آپ کے معاصرین کی رائیں

نامناسب نہ ہوگا اگر اس جگہ ان چند آراء کے اقتباس درج کئے جائیں جو آپ کے معاصرین کی طرف سے آپ کے وصال پر اخبارات میں شائع ہوئیں۔

ا- "وہ اسلام کے مخالفین کے برخلاف ایک فتح نصیب جرنیل کا فرض پورا کرتے رہے۔ ...... مرزا صاحب کا لٹریچر جو مسیحیوں، آریوں کے مقابلہ پر ان سے ظہور میں آیا قبولِ عام کی سند حاصل کر چکا ہے ...... اس لٹریچر کی قدر و عظمت آج جبکہ وہ اپنا کام پورا کر چکا ہے ہمیں دل سے تسلیم کرنی پڑتی ہے ...... غرض مرزا صاحب کی یہ خدمت آنے والی نسلوں کو گرانبار احسان رکھے گی کہ انہوں نے قلمی جہاد کرنے والوں کی پہلی صف میں شامل ہو کر اسلام کی طرف سے فرضِ مدافعت ادا کیا۔ اور ایسا لٹریچر یادگار چھوڑا جو اس وقت تک کہ مسلمانوں کی رگوں میں زندہ خون رہے اور حمایتِ اسلام کا جذبہ ان کے شعارِ قومی کا عنوان نظر آئے قائم رہے گا ...... اس میں کلام نہیں کہ ان مختلف مذاہب کے مقابل پر اسلام کو نمایاں کر دینے کی ان میں مخصوص قابلیت تھی"

(وکیل امرتسر)

(ب) "واقعی مرزا صاحب نے حقِ حمایتِ اسلام کما حقہ ادا کر کے خدمتِ دینِ اسلام میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ انصاف متقاضی ہے کہ ایسے اولوالعزم حامیِ اسلام۔ اور معین المسلمین۔ فاضل اجل۔ عالم بے بدل کی ناگہانی اور بے وقت موت پر افسوس کیا جائے"

(صادق الاخبار۔ ریواڑی)

ج- "بے شک مرحوم اسلام کا ایک بہت بڑا پہلوان تھا"

(علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ گزٹ)

مجدد اعظم نے نہ صرف مخالفین اسلام کے مقابلہ میں قلمی جہاد کیا بلکہ عصمت انبیاء کو بھی بڑی شد و مد سے منوایا۔ خود مسلمان علماء نے انبیاء کرام کی شان میں ہتک آمیز خیالات کو مسلمانوں

کے اذہان میں بٹھایا ہوا تھا۔ یہ خدمت بھی حضرت مجدد اعظم کے ہاتھوں سرانجام پائی کہ آپ نے جملہ انبیاء کرام کو معصوم ...... ثابت کیا۔ عملی رنگ میں آپ نے اپنے متبعین میں اتباعِ سنت کی وہ روح پھونکی کہ قادیان میں لوگوں کو ٹھیٹھ اسلامی کردار اور سیرت کا نمونہ نظر آتا تھا جیسا کہ ڈاکٹر اقبال مرحوم نے علیگڑھ میں لیکچر دیتے ہوئے کہا:-

"میری رائے میں قومی سیرت کا وہ اسلوب جس کا سایہ عالمگیر ذات نے ڈالا ہے ٹھیٹھ اسلامی سیرت کا نمونہ ہے اور ہماری تعلیم کا مقصد ہونا چاہیئے کہ اس نمونہ کو ترقی دی جائے اور مسلمان ہر وقت اسے پیشِ نظر رکھیں۔ پنجاب میں اسلامی سیرت کا ٹھیٹھ نمونہ اس جماعت کی شکل میں ظاہر ہوا ہے جسے فرقۂ قادیانی کہتے ہیں۔"

"ملتِ بیضا پر عمرانی نظر"
(لیکچر ۱۹۱۱ء)

درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے۔ اب یہ مقامِ غور ہے کہ جس شخص کی حمایتِ دین، خدمتِ دین، خدمتِ اسلام، اور اتباعِ سنتِ نبوی اس درجہ کی ہو کیا وہ منجانب اللہ نہیں؟

آسمان بارد نشان الوقت می گوید زمین

حضرت مجدد وقت کی پاک زندگی

۳- پھر قرآن مجید میں مامور کی صداقت کا ایک معیار یہ بتایا گیا ہے کہ فَقَدْ لَبِثْتُ فِيكُمْ عُمُرًا حضرت رسول کریم صلعم کی قبل از بعثت کی حیاتِ طیبہ آپ کے صادق القول ہونے کے لئے کافی دلیل ہے۔ جب مبعوث ہونے کے بعد آنحضرت صلعم نے کوہِ صفا پر اہالیانِ مکہ کو جمع کر کے ان سے پوچھا کہ اگر میں تمہیں کہوں کہ اس پہاڑ کے پیچھے ایک لشکرِ جرار مکہ پر حملہ کرنے کی نیت سے آ رہا ہے تو کیا تم سچ جانو گے؟ سب نے متفق اللسان ہو کر کہا بیشک ہم اس کو سچ یقین کر لیں گے کیونکہ تو امین ہے اور بچپن سے صادق القول ہے۔ اس پر جب آپؐ نے انہیں دعوت الی الخیر دی تو وہ بڑبڑاتے ہوئے اپنی ایڑیوں پر لوٹ گئے۔ جب ہم اس معیار پر حضرت مرزا صاحب کو پرکھتے ہیں تو وہ اس پر پورا اترتے ہیں۔ جو علماء آپ کے مجدد ہونے کو تسلیم کرتے تھے، آپ کی حمایتِ دین اور خدمتِ اسلام کو بے نظیر یقین کرتے تھے آپ کے وفاتِ مسیح کا اعلان کرتے ہی بگڑ گئے اور ماموریت کو تسلیم کرنے کی بجائے آپ کے کافر ہونے کا پرچار کرنے لگے حالانکہ آپ کے زمانہ قبل از بعثت کے متعلق وہ یکزبان ہیں کہ:-

ا- کیریکٹر کے لحاظ سے مرزا صاحب کے دامن پر سیاہی کا چھوٹا سا دھبہ بھی نظر نہیں آتا۔ وہ ایک پاکباز جینا جیا اور اس نے ایک متقی کی زندگی بسر کی۔ غرضکہ مرزا صاحب کی ابتدائی زندگی کے پچاس سالوں نے کیا بلحاظ اخلاق و عادات اور پسندیدہ اطوار اور کیا بلحاظ خدمات و حمایتِ دین مسلمانانِ ہند میں ان کو ممتاز، برگزیدہ اور قابلِ رشک مرتبہ پر پہنچا دیا۔ (اخبار وکیل ۳۰ مئی ۱۹۰۸ء)

ب- "ہم چشم دید شہادت سے کہہ سکتے ہیں کہ جوانی میں بھی نہایت صالح اور متقی بزرگ تھے .... آپ بناوٹ اور افترا سے بری تھے" (زمیندار لاہور)

ج- وہ نہایت باخبر عالم - بلند ہمت مصلح اور پاک زندگی کا نمونہ تھے" (تہذیب النسواں - لاہور)

مثیلِ یہود اور مثیلِ مسیح

(۴) حضرت رسول کریم صلعم نے فرمایا کہ میری امت پر ایک ایسا وقت آئے گا کہ وہ یہودیوں کے قدم بقدم چلے گی۔ اور ان کے رذائل و عادات کو اپنا لے گی حضور صلعم کا یہ فرمان بھی پورا ہوا۔ پھر حضور صلعم نے ایک مسیح کے نزول کی خبر دی۔ یہ پیشگوئی بھی بڑی شان اور صفائی سے پوری ہوئی۔ گویا اگر بنی اسرائیل کے یہودیوں کی اصلاح کے لئے حضرت موسیٰ کے ٹھیک چودہ صدیوں کے بعد حضرت مسیح نازل ہوئے تو یہاں بھی یہودؔ کی اصلاح کے لئے سید الانام۔ خاتم الرسل کے چودہ صدیوں بعد مسیح محمدی نازل ہوا۔ یہود صفت مسلمانوں کے لئے یہ حقائق قابلِ غور ہیں۔

ا- یہودی اپنے آپ کو ہدایت یافتہ یقین کرتے تھے بعینہٖ آج مسلمان اپنے آپ کو جنت کے وارث سمجھتے ہیں۔

ب- یہود کی حق دشمنی اور قساوتِ قلبی کا ذکر قرآن شریف میں جگہ جگہ آیا ہے۔ اس زمانے کے مسلمان بھی ان ناپسندیدہ اخلاق کے حامل ہیں۔

ج- یہودی فقیہہ اور قسیس اربابٌ من دون اللہ کے مقام پر متمکن تھے۔ ان کے کہنے کو قال اللہ سمجھا جاتا تھا۔ آج ہمارے علماء بھی قال اللہ اور قال الرسول کو پس پشت ڈال کر اپنی من مانی کارروائیاں کرنے سے نہیں جھجکتے۔ اور قرآن اور سنت کی بجائے اپنے ہوا و ہوس، نفس و غرض کے غلام ہیں اور ان کا کہا قال اللہ کے مقابلہ میں بلکہ ان سے بڑھ کر منوایا جاتا ہے

د- ماموریں کی تکذیب - ان سے تمسخر و استہزا کرنے میں یہود مشہور تھے تو آج مسلمان بھی اپنے ملاؤں کے طفیل ان عادات کا مظاہرہ کر رہے ہیں۔

س- حضرت موسیٰؑ نے حضرت عیسیٰؑ کی آمد کا ذکر بطور پیشگوئی کے کیا اور تاکیداً کہا کہ اس آنے والے کا ساتھ دینا مگر یہود نے حضرت مسیح کو موعود نہ یقین کیا، اس کی تکذیب کی، اسے قتل کرنے کے منصوبے کئے، اس کے خلاف مدعی الوہیت ابن اللہ ہونے اور حکومت سے بغاوت کے الزام تراشے بعینہٖ اس زمانے کے مسلمانوں نے مسیح موعود کے ساتھ سلوک کیا اور حضرت نبی کریم کے حکم کی خلاف ورزی کرتے ہوئے مسیح موعود کو سلام نہ پہنچایا۔ حضرت مسیح کو موعود یقین نہ کرنے کے جو دلائل یہود نے دیئے وہ بعینہٖ غیر احمدی علماء نے مسیح محمدی کے انکار میں پیش کئے ہیں ملاحظہ ہو یوحنا کی انجیل باب ۷ - آیات ۴۰ - ۴۴ -

"پس بھیڑ میں سے بعض نے یہ باتیں ......

(حضرت مسیح کا وعظ - ناقل) سن کر کہا بے شک یہی وہ نبی ہے۔ اوروں نے کہا مسیح ہے اور بعض نے کہا کیوں؟ کیا مسیح گلیل سے

سانحہ ارتحال:- یہ خبر نہایت رنج و افسوس سے سنی جائیگی کہ میاں سعید احمد صاحب لائلپوری ملازم [illegible] کا سات سالہ بچہ ... بیمار رہ کر فوت ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ... بھی میاں صاحب محمد صبح اور

آئے گا۔ کیا کتب مقدس میں یہ نہیں آیا کہ مسیح داؤد کی نسل اور بیت لحم کے گاؤں سے آئیگا۔ جہاں کا داؤد تھا پس لوگوں میں اس کے سبب سے اختلاف ہوا۔"

دیگر یہ بھی کہ پیشگوئی میں مسیح اسرائیل کا نام عمانوایل لکھا ہے تو ظاہر پرست علماء نے اس اختلاف پر بھی ضد کی۔ پھر آنے والے مسیح نے بنی اسرائیل کو بادشاہت دلانی تھی۔ تبھی تو وہ "یہودیوں کے بادشاہ" کا ذکر کرتے تھے۔ ہمارے مسلمان بھی اسی خونی مہدی کے منتظر تھے جو انہیں حکومت دلائیگا اور دمشق میں نازل ہوگا اور جس کا نام و نسب یہ ہوگا۔

ابن اللہ اور نبی کا مجازی استعمال

حضرت مسیح ناصری نے لغوی اور مجازی معنوں میں ابن اللہ کا لفظ اس کثرت سے استعمال کیا کہ غالباً حضرت مرزا صاحبؑ نے بھی لفظ نبی کو بقدر استعمال نہ کیا ہوگا۔ یہودی فقیہوں کو یہ بھی اعتراض تھا کہ "الوہیم" کا لفظ استعمال کرکے تو کفر بکتا ہے اور مورد قتل ہے مگر حضرت مسیح انہیں جواباً کہتے ہیں کہ یہ لفظ تو مجھ سے پہلے تمہارے آباؤ اجداد نے بھی استعمال کیا ہے۔ میں نے کوئی بدعت نہیں کی۔ حضرت مرزا صاحب نے بھی ہم قسم کے یہود صفت علماء کو جواب میں بار بار کہا ہے۔ کہ میری تحریرات میں لفظ نبی اور رسول انہی مجازی معنوں اور لغوی معنوں میں آئے ہیں جن میں آئمہ سلف نے ان کو جابجا استعمال کیا ہے۔ اور جو طریق صوفیا کرام کو مسلم ہے۔ پھر عیسائی حکمران میں تو ہمارے علماء کو ظل الہی نظر آتا ہے۔ مگر غلامان محمد میں ظلی نبوت انہیں ایک آنکھ نہیں بھاتی۔ اپنی کجروی اور انحراف دین کے باوجود یہودی اپنے آپ کو ناجی اور خدا کے پیارے یقین کرتے تھے۔ آج علماء بھی اپنے اپنے متبعین کے لئے شمع رسالت کے پروانے کا لفظ بار بار استعمال کرتے ہیں پروانوں کے اس ہجوم نے شمع رسالت کے اس نور کو جو اندھیرے میں بھٹکنے والوں کے لئے دنیا میں درخشاں تھا چھپانے کی کوشش کی۔ ان کے کثیف جسم تو اس نور سے فیضیاب نہ ہونے تھے نہ ہوئے البتہ لوگوں کی نظروں سے اس نور کی شمعت اوجھل ہوگئی۔ یہ بھی حضرت امام زمانؑ کا کارنامہ ہے کہ انھوں نے اس نور کے شمعدان کو نیم پروانوں کی غلط کاریوں سے شفاف نہ رہا تھا ہملاد کر صاف کر دیا جس کی بدولت اس شیشہ کے شمعدان کی صاف اور شفاف دیواروں سے وہ نور اپنی پوری آب و تاب سے گمراہوں کے لئے ابر رحمت بن کر نمودار ہوا۔ ڈاکٹر اقبال نے بھی ان یہودی صفات کو دیکھکر کہہ دیا تھا:۔

یہ مسلماں ہیں جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود

(باقی۔ باقی)

سان فرانسسکو کے پاکستانی قونصل کا استقبال

میاں بشیر احمد صاحب منٹو کا مکتوب

محبی و مشفقی جناب ایڈیٹر صاحب پیغام صلح

لاہور۔ پاکستان۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

کیلیفورنیا میں مقیم پاکستانیوں کا ایک مدت سے تقاضا تھا کہ حکومت پاکستان نیویارک کی طرح سان فرانسسکو میں بھی ایک قونصلیٹ قائم کرے مئی ۱۹۵۱ء میں جناب لیاقت علی صاحب مرحوم یہاں تشریف لائے تھے تو انہوں نے پاکستانیوں کی اس خواہش کو پورا کرنے کا وعدہ کیا تھا مگر حالات کچھ ایسا پلٹا کھاتے رہے کہ دو برس گذرنے کے بعد بھی اس کا ایفاء نہ ہوسکا۔ آخر سفیر پاکستان جناب محمد علی صاحب نے یہ مژدہ سنایا کہ ہماری آرزو کی تکمیل کا وقت اب آگیا ہے۔ اے سلیم خاں جو پہلے کولمبو میں ہائی کمشنر کے عہدہ پر فائز تھے۔ سان فرانسسکو کے لئے قونصل مقرر ہوئے ہیں، ۲۶ رجون کو نیویارک پہنچیں گے اور پھر چند ہی دنوں بعد ہمارے پاس پہنچ جائیں گے چنانچہ ۹ رجولائی کی شب کو ان کا یہاں ورود ہوا۔ گیارہ جولائی کو میں نے ان کی خدمت میں حاضر ہوکر ان کی ملاقات کا شرف حاصل کیا۔ تیرہ جولائی کو ہمارے ہفتہ واری جلسہ میں وہ اور ان کی بیگم صاحبہ شریک ہوئے اختتام جلسہ پر حاضرین کی چائے سے تواضع کی گئی۔

۲۹ رجولائی کو طلباء فجی کی طرف سے ان کے اعزاز میں ایک شاندار ضیافت کا انتظام کیا گیا۔ مکان رنگ برنگ کی جھنڈیوں اور بجلی کے قمقموں سے سجایا گیا اور مختلف ملکوں کے قومی جھنڈے جگہ بجگہ آویزاں کئے گئے۔ مدعوین ساڑھے سات بجے سے آنے شروع ہوگئے۔ اور پونے آٹھ بجے تقریباً سب کے سب پہنچ گئے۔ مسٹر اور مسز سلیم خاں کا حاضرین سے اکبر صاحب نے تعارف کرایا۔ شریک دعوت ہونے والوں میں برٹش قونصل جنرل اور واش قونصل جنرل، مصری قونصل جنرل، ڈاکٹر ایڈلر۔ پروفیسر آف سائکالوجی سٹیٹ کالج۔ ڈاکٹر بیکر پروفیسر آف انگلش سٹیٹ کالج۔ پروفیسر جیکسن سٹی کالج پروفیسر میکلوڈ سٹی کالج۔ ڈاکٹر سپیگلبرگ سٹیفورڈ یونیورسٹی، مسٹر بیلی منیجر Bemis Bro. Bag Company اور ان کی بیگمات قابل ذکر ہیں۔

کھانا محی الدین صاحب نے تیار کیا تھا۔ الحمدللہ کہ ان کی محنت اکارت نہیں گئی بے حد لذیذ تھا سب کھانے والوں نے اس کی تعریف کی اور ان کی کاریگری کی داد دی، کھانے کے بعد ہی ڈنر سپیچوں کا افتتاح ہوا۔ عبدالشکور آف انڈونیشیا نے سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کی اور خالد صاحب نے اس کا انگریزی ترجمہ سنایا، اس کے بعد اکبر صاحب نے اپنی تقریر میں پاکستان قونصل جنرل مسٹر اے سلیم خاں اور ان کی بیگم صاحبہ کو خوش آمدید کہی اور طلباء نے ان کے گلوں میں پھولوں کے ہار ڈالے ان کی خدمت میں فجی کے چند تحائف بھی پیش کئے گئے پاکستان قونصل جنرل نے طلباء فجی اور ممبران مسلم سوسائٹی کا شکریہ ادا کیا اور یقین دلایا کہ وہ صرف پاکستانیوں ہی کی نہیں بلکہ تمام مسلمانوں کی ہر ممکن طریقے سے خدمت بجالائیں گے اور ہم سے ہر طرح سے تعاون کریں گے ان کے بعد برٹش قونصل جنرل اور ڈاکٹر ایڈلر صاحب نے بھی اپنے خیالات کا اظہار کیا آخری تقریر میری تھی۔ میں نے مختصر طور پر حاضرین کو اپنے کام سے آگاہ کیا اور بتلایا کہ ہمارے مشن کی غرض صرف اتنی ہے کہ جن لوگوں کو ہمارے مذہب سے متعلق کوئی واقفیت نہیں، انہیں اس سے روشناس کریں اور جن لوگوں نے اس کا مطالعہ کیا ہے مگر ان کے علم کا مدار انہی کتابوں پر ہے جو ہمارے دوستوں نے نہیں بلکہ دشمنوں نے لکھی ہیں اور اس نیت سے لکھی ہیں کہ پڑھنے والوں کے دلوں میں بجائے محبت کے نفرت پیدا ہو، ان کے سامنے اسلام کی صحیح تصویر پیش کریں۔ ہمارا فرض اتنا ہی ہے اور دلوں کا پھیرنے والا اللہ تعالٰے ہے وہ جسے چاہے ہدایت دے۔ اختتام جلسہ پر حاضرین میں اپنا لٹریچر تقسیم کیا۔

پاکستان کا یوم آزادی

چودہ اگست کو پاکستان کا یوم آزادی منایا گیا اس سے قبل سکریمنٹو میں جلسہ وغیرہ کا انتظام ہوتا تھا کیونکہ وہاں پاکستانی کثرت سے آباد ہیں۔ مگر پاکستان قونصلیٹ کے قائم ہوجانے کی وجہ سے اس دفعہ سان فرانسسکو میں تمام کارروائی ہوئی۔ اس غرض کے لئے آرمینین ہال کرایہ پر لیا گیا تھا۔ پاکستانی تمام اطراف کیلیفورنیا سے جمع ہوگئے تھے حاضرین کی تعداد دوسو کے قریب ہوگی، ساڑھے بارہ بجے ضیافت ہوئی بعد میں حافظ غلام محمد صاحب نے سورۃ الفرقان سے ایک رکوع کی تلاوت فرمائی پھر محمد صدیق طالب علم نے اقبال کی ایک نظم سنائی۔ بعد میں فضل محمد صاحب صدر پاکستان نیشنل لیگ کی تقریر ہوئی اور سب سے آخر پاکستان قونصل جنرل مسٹر اے سلیم خاں نے اپنے خیالات کا اظہار کیا۔

ساڑھے پانچ بجے سے ساڑھے سات بجے تک پاکستان ہوس 26.6 Pacific Ave میں جلسہ ہوا۔ اس میں مختلف ممالک کے قونصل اور مختلف بنکوں اور فرموں کے منیجر اور مالک شریک ہوتے۔ یہ محض ری سپشن تھا، تقریریں وغیرہ نہیں ہوئیں، میں جتنے آدمیوں سے مل سکتا تھا ملا اور اپنا لٹریچر انہیں پڑھنے کے لئے دیا عظیم حسین صاحب قونصل جنرل، بھارت بھی وہاں موجود تھے، بڑے تپاک سے ملے۔ سر فضل حسین مرحوم کے صاحبزادے ہیں۔

ایک امریکن پروفیسر

۱۱ راگست کو ڈاکٹر بالڈنگ، پروفیسر آریگان یونیورسٹی اور ان کی بیگم صاحبہ ایک دن کے لئے ہمارے

احرار کے خلاف مسلمانان لاہور کی آواز

ذیل کے دو اشتہارات بصورت پوسٹر لاہور سے شائع ہوئے ہیں:-

(۱)

دل کے پھپھولے جل اٹھے سینے کے داغ سے
اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

مرزائی فرقہ کو اقلیت قرار دینے کا مسئلہ اس وقت خطرناک صورت اختیار کر چکا ہے جماعت احرار نے اس آگ کو بھڑکانے میں ایڑی چوٹی کا زور لگا کر ملک کو بہت بڑا نقصان پہنچایا ہے۔

چوہدری محمد ظفر اللہ خاں وزیر خارجہ کی وزارت کے پانچ سال بعد اس کی برطرفی کا مطالبہ کرنا ہی انتشار کی ایک بین دلیل ہے جبکہ اس کی پانچ سال کی خدمات پاکستان کی حکومت اور پبلک کا ہر بشر مطمئن رہا ہے۔

ہم جماعت احرار کے اس فعل کی پر زور مذمت کرتے ہیں اس نے محض خود غرضی کے لئے پاکستانی عوام کو دھوکہ دے کر پبلک میں بدامنی پیدا کی۔ مگر حکومت پنجاب اور میاں ممتاز دولتانہ صدر پنجاب مسلم لیگ نے اپنے سیاسی شعور سے ..... اس بھڑکتی ہوئی آگ کو ٹھنڈا کر کے ملک کی بہت بڑی خدمت کی ہے اور حکومت پاکستان کو اس کی ذمہ داری کا احساس کرایا ہے اب حکومت پاکستان مناسب فیصلہ کرے گی پبلک کو نہایت امن سے حکومت پاکستان کے فیصلہ کا انتظار کرنا چاہیئے اور کسی دھوکہ میں نہ آنا چاہیئے۔ یہ سوال ملک قوم کا ہے: اشتہار نمبر ۲ کا انتظار کریں!

المشتہر

محمد حسین پریزیڈنٹ انجمن نوجوانان اسلام پاکستان پنجاب لاہور
ایم۔ اے حمید جنرل سیکرٹری۔ عبدالغنی ایم اے۔ (مولانا) بشیر احمد مسلم لیگ کونسلر۔ غلام محمد بی اے ناظم اعلیٰ مسلم لیگ۔ قاضی عبدالحق ایم اے سابقہ ناظم مسلم لیگ۔ محمد رمضان ایڈیٹر حق نواز لاہور۔ (مولوی) عنایت اللہ کونسلر مسلم لیگ میانوالی (مولوی) غلام رسول کونسلر مسلم لیگ لائل پور (ماسٹر) فیروز الدین سیکرٹری مسلم لیگ لاہور۔ حیدر علی بھٹی صدر بار ایسوسی ایشن آف پاکستان (رجسٹرڈ)
سیکرٹری پروپیگنڈا گلزار احمد۔

(۲)

احراری ٹولی مسلمانوں کو لڑا کر انتشار پیدا کرنا چاہتی ہے

مسلمانو احرار کی غلط چالوں سے بچو

بزیر دلق مصلے کمند ہا دارند

مجلس احرار کے لیڈروں نے جو افتراق اور انتشار پاکستان میں پیدا کرنے کی کوشش کی ہے اسے ہر بہی خواہ اسلام احرار کی سیاسی شرارت اور ان کے کھانے پینے کا انتظام سمجھتا ہے احراریوں نے موچی دروازہ کے ایک جلسہ میں بہتان اور مسلمانوں پر کیچڑ اچھالا وہاں انہوں نے کامریڈ محمد حسین جو مسلمانوں کے نوجوان کارکن ہیں کے خلاف بھی اپنی عادت کے مطابق تعویث اور بہتان طرازی کی، شیخ حسام الدین نے تو یہاں تک دعویٰ کر دیا کہ کامریڈ محمد حسین کو ہماری مخالفت کے لئے دو ہزار روپے کا چیک جہاں سے ملا ہے اور جیب ملا ہے اور جس کے لئے ملا ہے اس کا ہمیں علم ہے شیخ حسام الدین نے بڑے زور کے ساتھ اسے بار بار دہرایا چونکہ مجلس احرار اور اس کے کارکنوں کا یہ پیشہ ہے کہ وہ ہمیشہ چیک لے کر کام کرتے ہیں اور ہمیشہ مسلمانوں کے مفاد کے خلاف کرتے ہیں۔ آپ کی تخصصات اب کو شاید اس چیک کا خیال رہا ہو گا جو سکھوں نے مجلس احرار کو مسجد شہید گنج کے لئے دیا ہو گا یا وہ چیک ہو گا جو مہاراجہ کشمیر نے مجلس احرار کو سری نگر کے لئے دیا ہو گا اور آپ کو یاد ہو گا کہ کیوں کب اور کہاں دیا گیا۔ اور کپورتھلہ کے چیک کا تو ذکر کرنا ہی آپ کو ناگوار گزرے ارے واہ شیخ صاحب اب مسلمان اس قدر بھولے نہیں رہے کہ آپ اپنے قدیمی آقایان نعمت (کانگرسی رہنماؤں) کے اشارے پر اور نئی تعمیر ہدایات کے ماتحت چند سنہری ٹکیاں لے کر ان کی متحدہ جمعیت میں انتشار پیدا کریں ہر مسلمان جانتا ہے کہ مجلس احرار کانگرس کا اسلامی پاکٹ ایڈیشن ہے آپ نے جو اقلیت کا ڈھونگ رچایا ہے وہ کامیاب نہیں ہو سکتا کیونکہ وہابی کافر دیوبندی کافر شیعہ کافر، بریلوی کافر (آپ کے مولویوں کے فتاوے کی رو سے) کس کس کو اقلیت قرار دیا جائے گا؟ اور یہی ناپاک تحریکیں مسلمانوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیں گی احرار کے مقررین اپنی تقریروں میں عوام کو دھوکہ دینے کے لئے بار بار یہ کہتے ہیں کہ ناموس رسالت خطرہ میں ہے اللہ اللہ کس قدر دھوکہ اور فریب ہے نعوذ باللہ ناموس رسالت نہ خطرہ میں ہے نہ خطرہ میں ہو سکتا ہے نہ یہ سوال ہی پیدا ہوتا ہے۔ مجلس احرار کے بھیڑیو! ہم آپ سے اسلام کے نام پر اپیل کرتے ہیں کہ مرزائیوں کی آڑ لے کر مسلم کو باہم مت لڑاؤ۔ مسلمانوں کو متحد رہنے دو۔ یاد رکھو اس وقت جو شخص بھی اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہے ہمیں اس سے نہیں لڑنا چاہیئے اگر احرار نے اپنی شرارتیں نہ چھوڑیں تو آئندہ ہم ان کے پوشیدہ حالات ظاہر کریں گے اشتہار نمبر ۳ میں ہم یہ ثابت کریں گے قضیہ کشمیر احرار کی بددیانتیوں کی وجہ سے طول پکڑ گیا۔

المشتہر

ایم اے حمید جنرل سیکرٹری۔ عبدالغنی ایم اے (مولانا) بشیر احمد مسلم لیگ کونسلر۔ غلام محمد بی اے ناظم اعلیٰ مسلم لیگ۔ قاضی عبدالحق ایم اے سابقہ ناظم مسلم لیگ۔ محمد رمضان ایڈیٹر حق نواز لاہور۔ (مولوی) عنایت اللہ کونسلر مسلم لیگ میانوالی (مولوی) غلام رسول کونسلر مسلم لیگ لائل پور (ماسٹر) فیروز الدین سیکرٹری مسلم لیگ لاہور۔ حیدر علی بھٹی صدر بار ایسوسی ایشن آل پاکستان (رجسٹرڈ)
سیکرٹری پروپیگنڈا گلزار احمد

"موجودہ ایجی ٹیشن پر ایک تبصرہ" بقیہ از صفحہ نمبر ۸

یک جہتی انسانیت کا طرہ امتیاز ہوں خدا کی حکومت آسمان سے اتر کر زمین پر جلوہ گر ہو۔ اور قرآن کے قانون کی بادشاہت ہو۔ نہ کہیں ڈاکہ زنی ہو نہ چوری نہ قتل ہو نہ فساد ہو۔ نہ جنگ ہو نہ فوجوں کی ضرورت ہو۔ ہر جگہ امن ہو۔ آسائش ہو۔ محبت اور پریم کے ساغر چلیں۔ چینی امریکیوں سے اور امریکی چینیوں سے روسی انگریزوں سے اور انگریز روسیوں سے بغلگیر ہو رہے ہوں، سیاست کا تشدد اور نہ مذہبی عدم رواداری سے لوگ خائف ہوں۔ خدا تو ایسا ہی کر تا کہ تیرا نام ہر جگہ بلند ہو اور تیرا حبیب ہر ایک کا محبوب ہو۔

ہفتہ وار پیغام صلح۔ مورخہ ۳ ستمبر ۱۹۵۲ء رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸ شمارہ نمبر ۳۴

امسال کی عید ووکنگ کے متعلق میرے تأثرات

(از ڈاکٹر شیخ محمد عبد اللہ صاحب امام مسجد ووکنگ)

تقریباً ۳ سال کا عرصہ ہوا میں نے یہ فیصلہ کیا تھا کہ آیندہ دو عیدوں میں سے ایک عید کی امامت ہر سال کسی نہ کسی انگریز نومسلم سے کرائی جایا کرے تاکہ ان نومسلمین کو اوّل تو اس کام سے گہری دلچسپی پیدا ہو اور ثانیاً ان کے اور دوسرے لوگوں کے اندر یہ احساس پیدا ہو کہ اسلام فی الواقعہ تمام نسل انسانی کا مذہب ہے اور اگر کوئی مذہب تمام دنیا کو اکٹھا کر سکتا ہے تو صرف مذہب اسلام ہی ہے اور اس مذہب نے جو برادری اور اخوت پیدا کی ہے وہ ایک حقیقت ہے۔ چنانچہ اس فیصلہ کے مطابق سنہ ۱۹۵۰ء میں مشہور نومسلم انگریز مولوی بشیر پکتھال نے ایک عید کی نماز پڑھائی اور انہوں نے ہی خطبہ دیا۔ اس کے بعد سال گذشتہ عید الاضحیٰ کی امامت کے فرائض جناب داؤد کوون صاحب نے جو یہاں لندن یونیورسٹی میں عربی زبان کے لکچرار ہیں سرانجام دیئے اور امسال یعنی ۱۹۵۲ء کی عید کے لئے میں نے اپنے نومسلم دوست کرنل عبد اللہ بینز بوٹ سے درخواست کی جس کو انہوں نے منظور فرمایا۔

عین عید کے موقع پر جبکہ کرنل صاحب صفوں کو ٹھیک کروا رہے تھے اور مسلمانان عالم کے ڈیڑھ ہزار کے جم غفیر کو جو بیس مختلف اقوام پر مشتمل تھا عید کی تکبیروں سے آگاہ کر رہے تھے مجھے حضرت امام وقت کا وہ مشہور کشف یاد آیا کہ آپ لندن میں "سفید پرندوں" کو پکڑ رہے ہیں اللہ اللہ آج سے ساٹھ ستر سال قبل ایک گاؤں کا ایک گمنام آدمی اللہ تعالیٰ سے خبر پاکر ایک رؤیا بیان کرتا ہے جس کا اس وقت کسی کو وہم وگمان بھی نہیں ...... ہو سکتا تھا اور عین اسی وقت ووکنگ میں ایک مسجد کی تعمیر کی بنیاد رکھی جاتی ہے (شاہ جہان مسجد ووکنگ کی بنیاد ۱۸۸۹ء میں رکھا گیا اور یہی وہ زمانہ ہے جب حضرت مسیح موعود نے ملہم ہونے کا دعویٰ کیا) اور آج ہم اس رؤیاء صادقہ کو پورا ہوتے اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ اور "یہ سفید پرندے" آج اسی منبر سے نماز عید پڑھا رہے ہیں۔ کاش کہ مسلمانانِ عالم اس مخبر صادق، اور ملہم من اللہ کی ان باتوں کو پورا ہوتے دیکھ کر ان کے ساتھ ہو جاتے اور پیغام اسلام کو دنیا تک پہنچاتے۔

(۲) عین اس وقت جبکہ یہ خیالات میرے اندر موجزن تھے ایک اور فکر مجھے دامنگیر ہوا اور وہ تھا عید کے اخراجات کا فکر۔ جب میں سفر جرمنی سے عید سے دس روز قبل واپس ووکنگ پہنچا تو دفتر سے دریافت کیا کہ اب تک اخراجات عید کے لئے کس قدر رقم وصول ہوئی ہے تو میری حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی جب مجھے معلوم ہوا کہ اب تک صرف ۵ پونڈ یعنی تقریباً ۵۰ روپے وصول ہوئے ہیں حالانکہ ہر ایک عید کا خرچ کم از کم اڈھائی ہزار روپیہ ہوتا ہے۔ مجھے اس کا بڑا فکر تھا کہ ہماری غریب انجمن کس طرح کم وبیش دو ہزار روپیہ کی رقم کثیر کا بوجھ اٹھا سکے گی۔ دعائیں کیں اور کوشش بھی جاری رکھی تاہم عید کی نماز تک ایک ہزار روپیہ بھی جمع نہ ہو سکا۔ میں اس غم والم میں تھا کہ عین اسی وقت جبکہ کرنل صاحب عید کی نماز کی تیاری کر رہے تھے ایک نوجوان دوست کپتان عبد القادر میرے پاس آئے اور کہنے لگے کہ "ہز ہائی نس سلطان آف جہور[1] عید پر تشریف نہیں لا سکے کیونکہ وہ سوئٹزرلینڈ گئے ہوئے ہیں۔ لیکن انہوں نے یہ لفافہ دیا ہے۔" میں نے بند لفافہ جیب میں ڈال لیا اور نماز شروع ہو گئی۔ اس کے بعد کرنل صاحب نے ایک پُر معارف اور بصیرت افروز خطبہ پڑھا جس سے پھر حضرت صاحب کا کشف سامنے آگیا اور ان "سفید پرندوں" کو نماز پڑھاتے اور خطبہ دیتے دیکھ کر ایمان تازہ ہو گیا۔ عید کے بعد کھانا شروع ہو گیا اور احباب سے ملتے ملاتے ۳ بج گئے۔ اس وقت مجھے خیال آیا کہ لفافہ کھول کر تو دیکھوں چنانچہ جب کھولا گیا تو اس میں یکصد پونڈ (تقریباً ایک ہزار روپیہ) کے نوٹ تھے۔

من یتق اللہ یجعل لہ مخرجا ویرزقہ من حیث لا یحتسب۔ وفی السماء رزقکم۔ عید کے موقع پر کچھ اور رقوم جمع ہو گئیں اور اس طرح محض اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے عید کا کل خرچ پورا ہو گیا۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔ اللہ تعالیٰ بڑا بے نیاز ہے۔ اس کے وعدے سچے ہیں اگر کمی ہے تو ہماری اپنی ورنہ اگر بندہ ایک قدم اس کی طرف اٹھاتا ہے تو وہ دس قدم اٹھاتا ہے اور اگر بندہ چل کر اس کی طرف جاتا ہے تو وہ دوڑ کر اس کی طرف آتا ہے۔ والسلام۔ خاکسار عبد اللہ۔

[1] کپتان صاحب ہز ہائی نس کے پرائیویٹ سیکرٹری ہیں۔

قائداعظم کی برسی

معمار پاکستان محمد علی جناح کو جو موجودہ زمانہ میں ملت اسلامیہ کے لئے صحیح معنوں میں قائداعظم ثابت ہوئے ہم سے جدا ہوئے آج چار سال ہو گئے۔ اس رجل عظیم نے پاکستان کی بنیاد تین عظیم الشان اصولوں پر رکھی ان میں سے سب سے بڑا اصول اتحاد بین المسلمین تھا، یہی اصول فی الحقیقت قیام پاکستان کا موجب ہوا افسوس ہے کہ آج اس اصول کو مسلمان بھلا چکے ہیں اور اپنے بازوؤں کو خود اپنے ہاتھوں سے کاٹنے اور ملت اسلامیہ کو پارہ پارہ کرنے میں منہمک ہیں، کیا یہ اس بنیاد کو جس پر پاکستان کی عمارت کھڑی ہے گرانے کا موجب نہیں ہے؟

قائداعظم سے محبت رکھنے والو ان کی برسی کو اگر صحیح معنوں میں منانا چاہتے ہو تو اس کا ایک ہی طریق ہے کہ باہمی تکفیر سے توبہ کر لو اور اتحاد بین المسلمین کی بنیاد کو مضبوط کرنے کی کوشش کرو۔

اختر علی خاں حضرت میرزا غلام احمد کے قدموں پہ

مدیر زمیندار طرف سے علمائے کرام کو ناپاک خطابات

صادق علی صاحب پٹیالوی

مولوی اختر علی خاں مدیر زمیندار نے آج کل احمدیت کے خلاف احرار ایجی ٹیشن کو کامیاب بنانے کے لئے اپنے اخبار "زمیندار" کو وقف کر رکھا ہے۔ میں جانتا ہوں کہ ان کو یا ان کے والد کو دین سے کچھ زیادہ شغف نہیں۔ اور جہاں احراری طبقہ پاکستان میں پولٹیکل طاقت حاصل کرنے یا اپنے کانگرسی آقاؤں کا حق خدمت ادا کرنے کے لئے تحفظ ختم نبوت کو آڑ بنا رہا ہے۔ اختر علی خان یہ سب کھیل اپنے اخبار کی فروخت کو فروغ دینے کے لئے کھیل رہے ہیں۔ لیکن جو بات مجھے تعجب میں ڈالتی ہے۔ وہ یہ ہے کہ اگرچہ ان کے والد مولوی ظفر علی خان صاحب نے ساری عمر سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلاف استہزاء اور اشتعال انگیزی میں بسر کر دی۔ لیکن اس کے باوجود مجھے ان کے خاندان کے سوا کے دنیا میں اور کوئی ایسا مخالف احمدیت خاندان نظر نہیں آتا کہ جس کے قابل ذکر افراد نے اپنی اپنی باری پر احمدیت کی زبردست تائید کی ہو۔ مثلاً

اختر علی خان کے دادا منشی سراج الدین کی شہادت

اختر علی خاں کے دادا منشی سراج الدین صاحب اخبار زمیندار میں حضرت میرزا غلام احمد صاحب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حالات مختصر طور پر لکھتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"آپ کی عمر ۲۲-۲۳ سال کی ہوگی۔ اور ہم چشم دید شہادت سے کہہ سکتے ہیں۔ کہ جوانی میں بھی نہایت صالح اور متقی بزرگ تھے...... ۱۸۷۷ء میں ہمیں ایک شب قادیان میں آپ کے یہاں مہمانی کی عزت حاصل ہوئی۔ ان دنوں میں بھی آپ عبادت اور وظائف میں اس قدر محو و مستغرق تھے۔ کہ مہمانوں سے بھی بہت کم گفتگو کرتے تھے....... ہم بارہا کہہ چکے ہیں۔ اور پھر کہتے ہیں۔ کہ آپکے دعاوی خواہ دماغی استغراق کا نتیجہ ہوں۔ مگر آپ بناوٹ اور افترا سے بری تھے...... مولوی نورالدین صاحب اور مولوی محمد احسن صاحب جیسے عالم و فاضل بزرگ اور خواجہ جمال الدین صاحب بی۔ اے اور خواجہ کمال الدین صاحب بی۔ اے اور مولوی محمد علی صاحب جیسے نئی روشنی کے تعلیم یافتہ اصحاب ان کے مریدان باصفا کے حلقہ میں ہیں۔ گو ہمیں ذاتی طور پر میرزا صاحب کے دعاوی یا الہامات کے قائل یا معتقد ہونے کی عزت حاصل نہ ہوئی۔ مگر ہم ان کو ایک پکا مسلمان سمجھتے تھے"

آپکے والد مولانا ظفر علی خاں کی شہادت

"مسلمانان جماعت احمدیہ اسلام کی انمول خدمت کر رہے ہیں۔ جو ایثار۔ کمر بستگی۔ نیک نیتی اور توکل علی اللہ ان کی جانب سے ظہور میں آیا ہے۔ وہ اگر ہندوستان کے موجودہ زمانہ میں بے مثال نہیں۔ تو بے اندازہ عزت و قدردانی کے قابل ضرور ہے۔ جہاں ہمارے مشہور پیر اور سجادہ نشین حضرات بے حس و حرکت پڑے ہیں۔ اس اولوالعزم جماعت نے عظیم الشان خدمت اسلام کر کے دکھادی ہے"

دیگر رشتہ داروں کی شہادت

اختر علیخاں کے ایک اور قریبی بزرگ راجہ غلام قادر مرحوم جن کی تمام عمر زمیندار کی خدمت کرتے ہوئے گذری، آخری عمر میں جماعت احمدیہ میں شامل ہوکر حضرت مرزا صاحب کی صداقت کی شہادت دے گئے دوسرے محترم بزرگ مولنا محمد عبیداللہ خاں صاحب مرحوم، مولنا مصطفےٰ خاں صاحب مرحوم، اور مولوی مرتضیٰ خاں صاحب اور ان کی اولاد جماعت احمدیہ کے پرانے اور سرگرم ممبروں میں سے ہیں۔ جو اس بات کی ایک کھلی شہادت ہے کہ حضرت میرزا غلام احمد صاحب اپنے دعویٰ مجددیت میں سچے اور راستباز انسان تھے۔

اختر علیخان کے وجود میں صداقت احمدیت کے عظیم الشان نشان

رہے خود اختر علی خاں جنہوں نے سلسلہ احمدیہ کو بدنام کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی اور احمدیوں کے مرتد کافر اور واجب القتل ہونے کے ناپاک فتاویٰ ان کے اخبار میں شائع ہوتے رہے۔ اور وہ خود جگہ بجگہ جماعت احرار کے ساتھ پھر کر جاہل اور بے خبر عوام الناس کو اس پاک سلسلہ کے برخلاف بھڑکاتے رہے۔ خدا کا تصرف دیکھئے کہ خود ان کے وجود میں اور ان کے قلم سے ہی اس نے حضرت میرزا صاحب کی صداقت کا ایک عظیم الشان نشان دکھایا۔

نشان نمبر (۱)

انگلستان میں عید کے موقعہ پر اختر علی خاں صاحب نے سیدنا حضرت میرزا غلام احمد صاحب کے ایک غلام کی اقتدا میں ووکنگ میں نماز ادا کی اور اس عظیم الشان خوش نصیبی پر اظہار فخر کے لئے خود اپنے اخبار کو تار دیا۔ اور ووکنگ مشن کے کام کو سراہا۔ بصیرت رکھنے والوں کے لئے یہ واقعہ خود ایک نشان تھا۔ لیکن بعد میں حضور نے پھر دور سے سجدہ سہو کرنے کے نامعقول عذر پیش کئے۔ یہ بات ابھی لوگوں کے دلوں سے فراموش نہیں ہوئی تھی کہ جماعت احرار کی اقتدا میں اپنے اخبار کو فروغ دینے کے لئے تحفظ ختم نبوت کا سودا ان کو اٹھا۔ یہ کچھ نہ تھا سوائے اس کے کہ حضرت میرزا کے اظہار صداقت کے لئے خدا کا ایک اور نشان ان کی ذات میں ظاہر ہو۔ جس سے ان کی۔ آپکے طبقہ احرار کی اور ان کے نام نہاد علماء کی پردہ دری خود ان کے ہاتھ سے ہو۔ اور یہ ایجی ٹیشن احمدیت کی کھلی کھلی فتح کی صورت میں منتج ہو۔ وکاین من اٰیۃ فی السمٰوٰت والارض یمرون علیہا وھم عنہا معرضون ممکن ہے کہ ابھی تک وہ اس خدائی نشان اس الہٰی تصرف سے غافل ہوں۔ لیکن یہ ایک نشان نہیں کئی نشانات ہیں۔ یہ مخالفین کے لئے موت کا پیالہ اور حضرت میرزا کے لئے ایک بدترین دشمن کی قلم سے فتح کی بشارت ہے۔

نشان نمبر ۲

اختر علی خاں صاحب نے تحریک تحفظ ختم نبوت کے عنوان سے زمیندار خاتم النبیین نمبر میں اپنے نام سے ایڈیٹوریل لکھا ہے۔ الہٰی تصرف دیکھئے کہ ان کی قلم سے بے ساختہ یہ الفاظ نکل جاتے ہیں۔

"آپ (آنحضرت صلعم) کے بعد کوئی نیا یا پرانا
اصلی یا نقلی۔ حقیقی یا بروزی نبی نہیں آئے گا۔
اگر کوئی شخص خاتم النبیین کی تفسیر میں تحریف
تاویل یا تکذیب و تکفیر سے کام لیتا ہے۔ تو
جھوٹا ہے۔ کاذب ہے اور مفتری ہے۔"

مولانا جو کچھ آپ نے بیان فرمایا ہے بالکل سچ ہے سوائے اس کے کہ آپ بروزی نبوت کو نہیں سمجھے۔ کہ صوفیائے کرام کی اصطلاح میں یہ محدثیت کے ہم معنی لفظ ہے۔ بعینہ یہی عقیدہ سیدنا حضرت میرزا غلام احمد صاحب علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ہے۔ کلام الہٰی کے معارف اس کے پاک بندوں کے ذریعے اپنے وقت پر کھلتے رہتے ہیں۔ میں ذیل میں سیدنا حضرت مسیح موعود کی بے شمار تصنیفات میں سے صرف تین حوالے پیش کرتا ہوں:۔

(۱) قرآن کریم بعد خاتم النبیین کے کسی رسول کا آنا جائز نہیں رکھتا۔ خواہ وہ نیا رسول ہو یا پرانا ہو۔

(ازالہ اوہام صفحہ ۷۶۱)

(۲) قرآن شریف میں...... ختم نبوت کا بکمال تصریح ذکر ہے۔ اور پرانے یا نئے نبی کی تفریق کرنا یہ شرارت ہے۔ نہ حدیث میں نہ قرآن میں یہ تفریق موجود ہے۔ اور حدیث لا نبی بعدی میں بھی نفی عام ہے۔ پس یہ کس قدر جرأت اور دلیری اور گستاخی ہے کہ خیالات رکیکہ کی پیروی کر کے نصوص صریحہ قرآن کو عمداً چھوڑ دیا جائے۔

(ایام الصلح صفحہ ۱۴۶)

(۳) ہمارے نبی صلعم خاتم الانبیاء ہیں اور آنجناب کے بعد اس امت کے لئے کوئی نبی نہیں آئے گا۔ نیا ہو یا پرانا۔ (نشان آسمانی صفحہ ۲۸)

نشان نمبر ۳

جب آپ نے فرمایا۔ کہ کوئی نیا یا پرانا نبی نہیں آئیگا۔ تو آپ نے تسلیم فرمالیا۔ کہ حضرت عیسیٰ ابن مریم کا نزول نہیں ہوگا اور یہی حق ہے۔ کیونکہ حضرت عیسیٰ ابن مریم نبی ہیں۔ اور ختم نبوت کسی نبی کے آنے کی مانع ہے۔ اور انکی تشریف آوری کی ضرورت بھی کوئی نہیں۔ کیونکہ آیت کریمہ وآخرین منھم لما یلحقوا بھم ظاہر کرتی ہے کہ اولین کی طرح آخرین پر بھی حضرت نبی کریم ہی تلاوت آیات فرمائیں گے اور ان کو کتاب و حکمت سکھا کر ان کا تزکیہ نفس فرمائیں گے۔ اب ان حقائق کے ہوتے ہوئے آپ فرمائیے کہ نزول ابن مریم کے متعلق جو بے شمار احادیث صحیح بخاری میں (باقی)

پیغام صلح
جلد ۴۰ | مورخہ ذی الحجہ ۱۳۷۱ھ | نمبر

علامہ اقبال اور حضرت مسیح موعود

از حضرت امیر مولانا صدر الدین صاحب ایدہ اللہ

مولوی محمد حسین بٹالوی اور علامہ اقبال

علامہ اقبال اور مولانا محمد حسین بٹالوی دونوں حضرت مجدد زمان مرزا غلام احمد صاحب کی صداقت کے قائل تھے۔ دونوں نے ان کی بزرگی کو تسلیم کیا۔ دونوں نے قادیان کے ماحول کو عین اسلامی ماحول تعین کیا اور دونوں نے اپنی اولاد کے لئے تعلیم و تربیت کے لئے قادیان ہی کو منتخب کیا۔ چنانچہ علامہ صاحب نے اپنے فرزند آفتاب احمد کو وہاں بھیجا اور مولانا محمد حسین صاحب نے بھی اپنے فرزند عبدالباسط کو وہیں بھیجا راقم الحروف ان سالوں میں قادیان میں مقیم تھا۔ اور بچوں کی اخلاقی و ذہنی و جسمانی تعلیم و تربیت پر تمام توجہ صرف کرتا تھا۔ چونکہ مولانا محمد حسین صاحب نے مخالفت کا مزہ چکھنے اور ہتھیار ڈال دینے کے بعد اپنا بچہ میرے سپرد کیا تھا اس لئے میں درد دل سے اور اخلاص سے عبدالباسط کے ساتھ ہر طرح ہمدردی کرتا تھا۔

علامہ اقبال سے میرے تعلقات

اور علامہ اقبال تو میرے شہر کے تھے اور طالب علمی کے زمانہ سے لیکر ان کی وفات تک ان کے اور میرے درمیان نہایت مخلصانہ تعلقات قائم رہے۔ ان کے فرزند کے لئے بھلا میں کیونکر خصوصی توجہ صرف نہ کرتا بالخصوص جبکہ علامہ کے والد ماجد اور ان کے بزرگ بھائی شیخ عطا محمد صاحب کے دلوں میں بھی میرے لئے اکرام اور عقیدتمندی کا جذبہ موجزن تھا۔ اور ہم آپس میں ایک دوسرے کی صحبت سے لطف اٹھاتے تھے۔ علامہ اقبال اور مولانا محمد حسین صاحب کا ذکر اجمالاً آیا ہے اس اجمال کی تفصیل دلچسپی سے خالی نہ ہوگی اس لئے ذیل میں اس مختصر ذکر درج کیا جاتا ہے۔

حضرت مرزا صاحب علامہ اقبال کی نظر میں

علامہ اقبال حضرت مرزا صاحب کی بزرگی اور ان کے علمی تبحر کے قائل تھے۔ چنانچہ اپنی مجالس میں اس کا اعتراف کیا کرتے تھے اور مشکل مسائل کے حل کے لئے حضرت مولانا نورالدین صاحب سے خط و کتابت کیا کرتے تھے۔ علامہ نے متعدد بار اس امر کو اپنی مجالس میں دہرایا کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں تو بے شمار لوگوں نے قصیدے لکھے اور حضرت مرزا صاحب نے بھی عشق سے لبریز نظمیں لکھی ہیں۔ لیکن قرآن کریم کی مدح میں مسلمانوں نے بہت کم اشعار لکھے ہیں۔ اس میدان میں حضرت مرزا صاحب کے قصائد بے شمار ہیں اور لاجواب ہیں اور اس میں ان کا ثانی کوئی نہیں ہے۔ اسی ضمن میں امام الزمان کا ایک جامع شعر ملاحظہ ہو

یا الٰہی تیرا فرقاں ہے کہ اک عالم ہے ؎ جو ضروری تھا وہ سب اس میں مہیا نکلا

حضرت مرزا صاحب کی تصانیف سے علامہ اقبال کا استفادہ

یہ تو پرائیویٹ مجالس کا ذکر ہے۔ اب علامہ کا ایک شعر ملاحظہ ہو جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ حضرت مرزا صاحب کی تصانیف سے استفادہ کرتے تھے۔

کھل گئے یاجوج اور ماجوج کے لشکر تمام ؎ چشم مسلم دیکھ لے تفسیر حرف ینسلون

علامہ کے اس شعر میں جس آیہ کریمہ کی طرف اشارہ ہے وہ یہ ہے:۔

حتی اذا فتحت یاجوج و ماجوج وھم من کل حدب ینسلون

علامہ نے جس تفسیر کا ذکر کیا ہے وہ حضرت مرزا صاحب کی کتب میں نہایت وضاحت سے درج ہے اور یہ تفسیر قطعاً کسی دوسری کتاب میں موجود نہیں ہے۔

یاجوج ماجوج کی تفسیر اور حضرت مرزا صاحب کا مقام

یہ فخر حضرت مرزا صاحب کو ہی حاصل ہے کہ انہوں نے یاجوج ماجوج کو متشخص کر دیا ہے اور اسی طرح دجال کو متعین کر دیا ہے۔ اور صاف لکھا ہے کہ یاجوج روس ہے اور ماجوج یورپ کی دوسری دجالی اقوام ہیں اور ایک ان میں دجال اکبر ہے۔ لیکن ہر قسم کے مبرہن بیان اور تصریح سے تمام کی تمام تفاسیر قاصر ہیں۔ اور اس تفسیر کی حقانیت دنیا پر روشن ہوگئی ہے اور علامہ اقبال نے ہر چشم مسلم کو دعوت دی ہے کہ وہ اس حقیقت کو عیاں طور پر مشاہدہ کرلے۔

کھل گئے یاجوج اور ماجوج کے لشکر تمام
چشم مسلم دیکھ لے تفسیر حرف ینسلون

امام وقت نے ایک مغلق آیہ کریمہ کی تفسیر بیان فرمائی جس کی صداقت خدا تعالیٰ نے اپنے تصرف سے تمام دنیا کو تسلیم کرنے پر مجبور کر دیا ہے۔ امام کا مقام ایسا ہی ہوتا ہے۔

یاجوج ماجوج۔ دجّال اور مسیح موعودؑ

مفسرین نے مختلف مقامات پر یاجوج ماجوج اور دجال کا ذکر کیا ہے اور جہاں اس کا ذکر کیا ہے وہاں پر مسیح موعود کا بھی ذکر کیا ہے لکھا ہے کہ اسی کے دم سے دجال تباہ ہوگا الغرض یاجوج ماجوج اور دجال کی فتنہ انگیزیوں اور تباہ کاریوں کے ساتھ کے ساتھ لازم ملزوم کی طرح مسیح موعود کا بھی ذکر آتا ہے کہ وہی ان کا سر کچلے گا۔ وہی صلیب کو توڑے گا یعنی ان اقوام کے عقیدہ کو جو صلیب پر مبنی ہے باطل ثابت کرے گا۔ اور ان خنزیر طبع لوگوں کی ہلاکت کا باعث ہوگا جن کے طمع اور لالچ اور بدکاری سے دنیا تنگ آجائے گی۔

دجّال روٹی کے عوض میں ایمان خریدے گا۔ اس کے زمانہ میں عورتوں کی تعداد زیادہ ہوگی میخواری اور بدکاری زوروں پر ہوگی۔ سود خواری دنیا پر مسلط ہو جائے گی۔ دجّال کی جنت کے نیچے دوزخ ہوگا۔ یعنی جو لوگ اس کے خیالات اور نظریوں اور تعیش کا اتباع کریں گے ان کی زندگی بظاہر خوشگوار اور رنگین بن جائے گی لیکن فی الحقیقت اس کا نتیجہ دوزخ ہوگا۔ اور وہ لوگ جو اس کا مقابلہ کریں گے اور ان کی دشمنی خریدیں گے ان کی زندگی بظاہر دکھوں اور تکلیفوں سے بھری ہوئی ہوگی لیکن اس کے نتیجہ میں انہیں جنت ملے گی۔

دجال کے فتنہ عظیمہ کی سرکوبی مسیح موعودؑ سے

احادیث کی کتب میں دجّال کے فتنہ کو فتنہ عظیمہ بیان کیا گیا ہے اور حضور نے اس سے پناہ مانگی ہے اور لکھا ہے مسیح موعودؑ اس کی سرکوبی کے لئے مبعوث کیا جائے گا۔ یہ مسیح بنی اسرائیلی نبی نہ ہوگا بلکہ (امامکم منکم) وہ امت محمدیہ کے افراد میں سے ایک فرد ہوگا جو اس زمانہ کے لئے امام مقرر کیا جائے گا۔ اور صحیح بخاری میں اس مسیح محمدی کا حلیہ بیان کیا گیا ہے جو مسیح ناصری کے حلیہ سے بالکل مختلف ہے۔ اور یہ دونوں حلیے صحیح بخاری میں وضاحت کے ساتھ درج کئے گئے ہیں تاکہ یہ امر واضح ہو جائے کہ مسیح ناصری نہیں آسکتا کیونکہ ان کا آنا آیت ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین کی واضح تصریح کے خلاف ہے اور ان کے آنے سے ختم نبوت کی مہر برقرار نہیں رہتی۔ اور اگر زمرہ مجددین میں سے کسی ایک سے دجال کے کچلنے کا کام لیا جائے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ختم نبوت بحال رہتی ہے اور حضورؐ کی شان بڑھتی ہے اور حضورؐ نے فرمایا ہے علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل اور فرمایا ہے علماء امتی ورثۃ الانبیاء یعنی آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خدام وہ کرامات دکھا سکتے ہیں اور وہ بلند پایہ اصلاحی خدمات سرانجام دے سکتے ہیں جو بنی اسرائیلی انبیاء کے ہاتھوں سے ظہور میں آئیں۔ دجال اور یاجوج ماجوج کی مسیحی اقوام کی اصلاح بھی آنحضرت صلعم کے کسی خادم کے ہاتھ سے مقدر تھی۔ اسی لئے مسیحی اقوام کی درستی کے لئے جو مجدد مبعوث ہوا اس کا نام مناسب طور پر مسیح رکھدیا گیا۔ یہ استعارہ اور مجاز کے طور پر نام ہے چنانچہ امام وقت نے اس کو ذیل کے شعر میں واضح کیا ہے

چوں مرا نورے پئے قوم مسیحی دادہ اند
مصلحت را ابن مریم نام من بنہادہ اند

مسیح کا خطاب استعارہ اور مجاز کے طور پر

مسیحا کا لفظ استعارہ اور مجاز کے طور پر اور خطاب کے طور پر استعمال ہوا جس طرح ہندوستان کے مشہور حکیم اجمل خاں صاحب کو مسیح الملک کے خطاب سے یاد کیا جاتا تھا یا جس طرح ہر دعوے راموسیٰ ہر فرعون اور موسیٰ کے نام دونوں مجاز اور استعارہ کے رنگ میں استعمال ہوتے ہیں اس زمانہ کے امام کا اصل مقام مجدد زمان ہے اور مسیح ان کا خطاب ہے۔ اور موعود کے معنے ہیں وہ مسیح جس کا وعدہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دیا تھا اس لئے اس مجدد کو مسیح موعود بھی کہتے ہیں۔ اس کے متعلق ایک دفعہ خود حضرت مرزا صاحب سے استفسار کیا گیا کہ آیا آپ کا رتبہ مسیح موعود ہونا ہے یا مجدد؟ تو انہوں نے فرمایا کہ اصلی فضیلت تو ملہم من اللہ اور مکلم من اللہ ہونے میں ہے جو مجدد کو حاصل ہے۔ اور مسیح موعود اس کا لقب ہے جو اس کے کام کی نوعیت کو بیان کرتا ہے لیکن بعض لوگ مسیح موعود کے لفظ کو بہت اہمیت دیتے اور اس سے دعوے نبوت ثابت کرتے ہیں جس کی وجہ سوائے ناواقفیت کے اور کچھ نہیں، ان کا اصل مقام یہ ہے کہ وہ چودھویں صدی کے مجدد ہیں اور وہی مجدد اپنے کام کی خصوصی نوعیت کے لحاظ سے مسیح موعود ہے۔

آمد مسیح کو مجوسی خیال قرار دینا ظلم ہے

ان تفصیلات اور ان تصریحات کے پیش نظر جو مسیح موعود کے متعلق کتب تفاسیر ہیں اور کتب احادیث میں موجود ہیں مسیح کی آمد کو ایک مجوسی خیال قرار دینا صریح ظلم ہے اور دین کی تحقیر اور استخفاف ہے جس سے مسلمان کا دل کانپ اٹھتا ہے۔ العیاذ من ھذہ الھفوات۔

کسوف وخسوف کی آسمانی شہادت

ایک حدیث میں مسیح موعود کی آمد کی علامات کے متعلق لکھا ہے کہ اس وقت شمس اور قمر دونوں کو ماہ رمضان میں گرہن لگے گا، چنانچہ پنجاب اور ہندوستان کے علماء اور عوام نے حضور نبی کریم صلعم کی اس پیشگوئی کو جو مسیح موعود کے حق میں تھی ۱۸۹۳ء میں پورا ہوتے دیکھ لیا کہ ماہ رمضان کے اندر دونوں کے دونوں نیرین نے ماتمی لباس پہن کر گواہی دی کہ دجال کے ظلم وستم کی حد نہیں رہی اور اس کی سیہ کاریاں اور فتنہ پردازیاں تمام حدود سے تجاوز کر گئیں اور اس ظلم عظیم کا انسداد مسیح موعود کے ہاتھ سے ہوگا، جس کے مبعوث ہونے کے متعلق ہم آسمان پر گواہی پیش کر رہے ہیں تاکہ عالم وجاہل دونوں اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کر لیں، اور شک وشبہ کی کوئی گنجائش باقی نہ رہے کہ

آسمان بارد نشان الوقت میگوید زمیں
ایں دو شاہد از پئے تائید من ایستادہ اند

(حضرت مرزا صاحب)

کیا آسمان پر بھی مجوسی تسلط تھا؟

اس پر وہ لوگ غور کریں جو مسیح موعود کے عقیدہ کا سرچشمہ اور منبع مجوسی خیالات تجویز کرتے ہیں، اگر بفرض محال یہ مان لیا جائے کہ اسلامی تصانیف میں مجوسی خیالات راہ پا گئے تھے تو کیا آسمان پر بھی مجوسی تسلط تھا جو سورج اور قمر نے مجوسیوں کی تائید کے لئے ماتمی لباس پہنا اور تمام دنیا کی گمراہی کا باعث ہوئے انا للہ وانا الیہ راجعون

مسیح موعود اور ان کی جماعت کی بلند پایہ خدمات

تمام دنیا نے حدیث شریف کے بتائے ہوئے فتنہ عظیم کا مشاہدہ کیا اور تمام دنیا نے آسمان کے نیرین کو گواہی دیتے دیکھا کہ دجال کی سرکوبی اور اس کے برپا کردہ فتنہ کے انسداد کے لئے مسیح موعود آچکا ہے۔ چنانچہ مسیح محمدی نے مذہب عیسائیت کو بیخ وبن سے اکھاڑ کر رکھ دیا۔ ان کے عقائد کو باطل کر کے دکھا دیا۔ اور ان کے دجل کا قلع قمع کر دیا۔ اور عیسائیت کے شدید حملے کا ایسی طاقت اور ہمت سے دفاع کیا اور دشمن کی صفوں کو ایسا پامال کیا کہ ان کے گھروں میں ماتم کی صف بچھ گئی۔ اور اس کے بعد مسیح موعود نے اور ان کی جماعت نے دجال کے ملکوں پر یورش کی اور وہاں اسلام کا پرچم لہرانے میں نمایاں کامیابی حاصل کی، اور ان کی یہ بلند پایہ خدمات دنیا پر روشن ہیں اور ان خدمات کا انکار کرنا نہایت ہی مشکل امر ہے۔

مسیح موعود کے انکار سے حدیث نبوی کا استخفاف

ان حقائق اور مشاہدات کے باوجود اگر کوئی شخص چودھویں صدی کے مجدد کا انکار کرتا ہے تو وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کا استخفاف کرتا ہے جو ذیل میں درج ہے۔ اور جو ایک خوشخبری پر مشتمل ہے:۔ ان اللہ یبعث لھذہ الامۃ علی راس کل مائۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا۔ مسیح موعود کے انکار سے کوئی شخص کافر تو نہیں بنتا لیکن آنحضرت صلعم کے ارشاد کا استخفاف تو لازم آتا ہے جو کسی مسلمان کے لئے جو اللہ اور اس کے رسول کے ارشادات کو ماننے کا دعویٰ کرتا ہے نہ مناسب ہے اور نہ مستحسن۔ خدا تعالیٰ تمام مسلمانوں کو اس قسم کے ارتکاب سے محفوظ فرمائے اور ان کو حق پرستی اور حق گوئی کی توفیق عنایت فرمائے۔ اور ان کے دلوں کو خدمت دین کے جذبے سے معمور کر دے۔

صدر الدین - ۱۲ اگست ۵۲ء - ایبٹ آباد

نوٹ علہ:۔ میں نے علامہ اقبال کے احباب کی ایک مجلس میں علامہ صاحب کو مخاطب کر کے کہا کہ آپ کے والد ماجد حضرت مرزا صاحب کے مخلص مریدین میں سے ہیں اور اسی طرح سے آپ کے بزرگ بھائی عطا محمد صاحب انکے جان نثاروں میں سے ہیں اور آپکے بھتیجے اعجاز احمد صاحب بھی نہایت سرگرم مریدین میں سے ہیں آپ خود بھی مرزا صاحب کے مداح ہیں چنانچہ آپ نے ان کے پیدا کردہ ماحول کی علیگڈھ کے ایک لیکچر میں تعریف کی اور کہا اگر ٹھیٹھ اسلام دیکھنا ہو تو وہ قادیان میں ہے۔ اور اسی خیال سے آپ نے اپنے فرزند آفتاب احمد کو قادیان بھیجا تھا۔ اندریں حالات آپکی زبان پر حرف اختلاف سجتا نہیں ہے۔ تو اس پر جب ان سے کوئی جواب نہ بن سکا تو انہوں نے ایک لطیفہ کہدیا۔ کہنے لگے میں نے آفتاب کو قادیان کے ماحول کی وجہ سے نہیں بھیجا بلکہ میں نے تو اسکو آپ کی وجہ سے بھیجا تھا۔ اس پر میں نے کہا کہ مسیحا تو مسیحا آپ تو مسیحا کے شاگرد کے متعلق بھی اعتقاد رکھتے تھے کہ وہ بھی مسیحائی کر دکھائے گا اس پر وہ مسکرا دیئے اور چپ ہو گئے۔

(علہ ۲) طوالت کے خوف نے میرے قلم کو مولانا محمد حسین صاحب کا تذکرہ کرنے سے سردست روک دیا ہے۔

انا الحق اور انا النبی

اس عنوان سے مولنا عبدالماجد صاحب دریابادی کا ایک شذرہ ۲۷ راگست کے "پیغام صلح" میں صدق جدید مورخہ ۸ راگست سے نقل کیا جا چکا ہے، ۲۹ راگست کے "صدق جدید" میں اسی موضوع پر ایک مراسلہ شائع ہوا ہے جس کے مختلف فقرات پر نشان دے کر مولنا عبدالماجد صاحب نے فٹ نوٹس میں جواب بھی دیا ہے ذیل میں وہ مراسلہ مع جوابی فٹ نوٹس کے ہدیہ قارئین کرام ہے:۔

مراسلہ:۔

حضرت والا:- السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کے ہفتہ وار میں (مورخہ ۸ راگست ۱۹۵۲ء) ایک بزرگ صوفی شاہ نذیر احمد صاحب کاشمیری کے ایک مضمون میں اس طرح کے الفاظ مندرج ہیں

"اگر محض غلبہ محبت کے امکان سے یہ انا الحق کا دعویٰ قابل تاویل ہے تو اگر کسی شخص نے کہیں انا النبی کہدیا تو اسے بھی ایسے ہی امکان کے پیش نظر نظر انداز کر دیا جائے گا"

اس سے مترشح ہوتا ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے انا النبی کسی غلبہ حال کی وجہ سے کہا ہے۔ مگر گذارش ہے کہ یہ سراسر بدگمانی سخت اور گمراہ کن بات ہے کیونکہ مرزا صاحب کو سینکڑوں مرتبہ اپنے نبی ہونے کا دعوے کر چکے[1] اور اپنے منکروں کو کافر جہنمی قرار دے دیا۔[2] کیا یہ محض غلبہ محبت کا امکان ہے اور کیا یہ کہیں انا النبی کہنے کے مترادف ہے۔

یہ امر سخت افسوس کے قابل ہے کہ یقین کو محض ظن سے بدلنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ میں پوچھتا ہوں کہ کیا مرزا صاحب پر تمام عمر غلبہ حال ہی طاری رہا؟[3] برعکس اس کے وہ تو اپنی نبوت تسلیم کرانے پر بضد رہے ہیں۔[4]

آپ نے جو سند مثنوی کی پیش کی ہے وہ مرید کا عقیدہ اپنے پیر کے متعلق ہے مگر یہاں تو مرزا صاحب اپنے مریدوں سے اپنا نبی ہونا خود منوا رہے ہیں۔ اور جو حوالہ شرح کا آپ نے پیش فرمایا وہ صاف ہے کہ

"در ہیچ وقت بعد از حضرت محمدی نبوت محقق نیست"[5] فقط

خوشی محمد ایف۔ پی۔ او۔ آر۔ پی۔ اے سی۔ کیمبل پور پاکستان

---

[1] انا الحق کہنے والے کا بھی تو دعوے یہی تھا۔ جیسا کہ روایتوں میں مشہور ہے۔ (صدق)

[2] بے شک بعض تحریروں سے تو ایسا ہی معلوم ہوتا ہے۔ لیکن بعض تحریروں سے اس کی تاویل بھی ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ ان کے ماننے والوں ہی کا ایک فریق کر رہا ہے۔ (صدق)

[3] اس کے امتناع پر کیا دلیل ہے؟ (صدق)

[4] یہ بھی نتیجہ اسی غلبہ حال کا ہو سکتا ہے۔ خصوصاً جبکہ دعوے مستقل نبوت کا نہیں بلکہ صرف مسیح موعود ہونے کا کیا ہو۔ (صدق)

[5] اصل موضوع یہ مستحضر کر لیا جائے۔ نبی کی اصطلاح بہت ہی مستبعد اور موحش تھی۔ یہ استبعاد رفع تو نہیں ہوا۔ لیکن اس میں فی الجملہ تخفیف ہو گئی یہ دیکھکر کہ اکابر میں سے بھی ایک بزرگ بھی یہ اصطلاح لا چکے ہیں اور دوسرے بزرگوں نے ان پر کچھ گرفت نہیں کی۔ بلکہ اس اصطلاح کی ایک تاویل کر لی۔ (صدق جدید ۲۹ راگست ۱۹۵۲ء)

پیغام صلح:۔ حضرت مرزا صاحب نے نبی کی اصطلاح کو جس رنگ میں استعمال کیا اس کے لئے تو کسی دوسرے شخص کو تاویل کی بھی ضرورت نہیں، انہوں نے خود ہی ظلی۔ بروزی اور مجازی کے...... الفاظ استعمال کر کے اس کی اصح تاویل کر دی اور بتا دیا کہ یہ اصل نبوت نہیں بلکہ ولایت کا دوسرا نام ہے جیسا کہ شرح فتوح الغیب میں بتایا گیا ہے کہ "ولایت درحقیقت نبوت کا ظل ہے" (مطبوعہ نولکشور صفحہ ۱۲-۱۳)

قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی چوتھی برسی اور محبانِ پاکستان کیلئے لمحہ فکریہ

فخر الدین صاحب۔ سیالکوٹ

"اور اس عورت کی طرح نہ ہو جاؤ جس نے محنت کر کے کاتا ہوا سوت ٹکڑے ٹکڑے کر دیا" (القرآن)

"ایاکم والظن فان الظن اکذب الحدیث ولا تحسسو ولا تجسسوا ولا تباغضو ولا تدابروا وکونوا عباد اللہ اخوانا" (الحدیث)

خبردار بدگمانی کو اپنی عادت نہ بناؤ۔ بدگمانی ہیں تو جھوٹ ہی جھوٹ ہوتا ہے بے بنیاد باتوں پر کان نہ لگاؤ۔ دوسروں کے عیب تلاش نہ کرو۔ آپس میں بغض نہ کسی سے روگردانی نہ کرو۔ اے اللہ کے بندو آپس میں بھائی بھائی بن کر رہو۔

یہ چو دورِ خسروی آغاز کردند۔ مسلماں را مسلماں باز کردند (امام العصر)

"ہمارا کلمہ ایک۔ رسولؐ ایک۔ قرآن ایک۔ خدا ایک۔ پھر کوئی وجہ نظر نہیں آتی کہ ہم ایک ہو کر اپنے ملک کے استحکام اور مذہب کی اشاعت اور ملت کی خوشحالی اور سربلندی کیلئے کام نہ کریں" (قائد اعظمؒ)

"اگر آپ نے مکمل اتحاد و تعاون اور صحیح اسلامی جوش و خروش سے کام لیا تو میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ خدائے دو جہان کے فضل و کرم سے پاکستان جلد ہی دنیا کے عظیم ترین ممالک میں شمار ہونے لگے گا۔" (قائد اعظمؒ)

چار سال گزرے عصر حاضر کا بطل حریت قائد اعظم محمد علی جناح سنت اللہ کے مطابق ہم سے جدا ہو کر مولائے حقیقی سے جا ملا ــــ اس بطل حریت نے برصغیر ہند کے مسلمانوں کو غلامی سے چھڑا کر حکومت دلانے کا عزم بالجزم کیا تا کہ

"ایک خطۂ زمین ہند ایسا ہو جہاں مسلمانوں کی اکثریت ہو اور وہ اپنی تمناؤں کے مطابق اپنا مستقبل تعمیر کریں اپنے کلچر۔ تہذیب اور تمدن کو فروغ دیں۔ سیاست، اقتصادیات اور تمام ملکی امور میں اسلام کے منصفانہ اور رواداری نہ نظریوں کو عملی صورت دیں جو بنی نوع انسان کی فلاح و بہبود کے لئے بہترین ہیں" (قائد ملت کا خطبہ صدارت بمقام کوئٹہ ۱۹۴۳ء)

چنانچہ امام الزمانؑ کے وضع کردہ طریق یعنی تکفیر اہل قبلہ کی بجائے اتحاد بین المسلمین اور . . . . جہاد سیفی کی بجائے جہاد بالقرآن اور جہاد بالعلم پر چل کر اس مجاہد اعظم نے ہمیں دولت خداداد پاکستان کا وارث بنا دیا۔ قائد اعظمؒ کے یہ الفاظ محتاج تشریح نہیں جب انہوں نے فرمایا

"ہمارا کلمہ ایک۔ رسولؐ ایک۔ قرآن ایک۔ خدا ایک پھر کوئی وجہ نظر نہیں آتی کہ ہم ایک ہو کر اپنے ملک کے استحکام اور مذہب کی اشاعت اور ملت کی خوشحالی اور سربلندی کے لئے کام نہ کریں"

اتحاد بین المسلمین کے نتیجے کے طور پر ہمیں جو کھوئی ہوئی حکومت دوبارہ ملی اس کے استحکام۔ بقا اور ترقی کے لئے قائد اعظمؒ نے قوم کے نام آخری پیغام میں فرمایا۔

"مجھے امید ہے کہ آپ ہر موقعہ پر ہم آہنگ ہو کر اسلام کی قابل فخر تاریخ اور اسلام کی شاندار روایات کو تازہ رکھیں گے . . . . . جو کچھ بن پڑے عزم، خلوص، ایثار جرأت۔ نظم و ضبط۔ اتحاد و تعاون سے کئے جایئے، میں آپ کی کامرانی کے لئے خدائے عزوجل کی بارگاہ میں عجز و نیاز سے دست بدعا ہوں گا"، (ملت کے نام

(مرتبہ عشرت رحمانی)

اتحاد۔ ایمان اور تنظیم کا سبق قائد اعظمؒ کی ہر تحریر و تقریر میں نظر آتا ہے اس لئے کہ آپ کو یقین کامل تھا کہ اتحاد کی بدولت ہم نے حکومت پائی۔ لہذا ہمیں اتحاد پر کاربند رہنا چاہیئے۔

پاکستان کیوں قائم ہوا

قائد اعظمؒ کے دل میں محض حکمران بننے کی خواہش نہ تھی ان کی کوششیں جاہ طلبی کے لئے نہ تھیں۔ اگر ایسا ہوتا تو وہ یقیناً غیر منقسم ہندوستان کی وزارت عظمیٰ کی پیش کش جو کانگریس نے کی تھی قبول فرما لیتے مگر ایسا نہیں ہوا۔ کیوں؟ اس لئے کہ حضرت قائد اعظمؒ قرآن اور سنت رسولؐ کی حکومت قائم کرنا چاہتے تھے۔ تا کہ اسلام کی شاندار روایات زندہ کر سکیں۔ اور دنیا کی مشکلات کا صحیح حل پیش کر سکیں آپ کی اس تڑپ کا ثبوت ہمیں قائد ملت مرحوم ڈاکٹر لیاقت علی خان کی اس تقریر سے ملتا ہے۔ جو انہوں نے پاکستانیہ آئین ساز اسمبلی میں قرارداد مقاصد پیش کرتے ہوئے کی۔ آپ ایوان سے سفارش کرتے ہیں:۔

"پاکستان کے لئے ایک دستور مرتب کیا جائے۔ جس کی رو سے مسلمانوں کو اس قابل بنا دیا جائے کہ وہ انفرادی اور اجتماعی طور پر اپنی زندگی کو اسلامی تعلیمات و مقتضیات کے مطابق جو قرآن مجید اور سنت رسولؐ میں متعین ہیں ترتیب دے سکیں"

اس کے بعد دوران تقریر میں آپ قرآن اور سنت رسولؐ کی حکومت کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"قائد اعظمؒ نے اس مسئلہ کے متعلق اپنے جذبات کا متعدد موقعوں پر اظہار کیا تھا۔ اور قوم نے ان خیالات کی تائید غیر مبہم الفاظ میں کی تھی۔ پاکستان اس لئے قائم کیا گیا کہ اس برصغیر کے مسلمان اپنی زندگی کی تعمیر اسلامی تعلیمات اور روایات کے مطابق کرنی چاہتے تھے۔ اسلام ملائیت یا کسی حکومت مشائخ کو تسلیم نہیں کرتا"،

تو گویا پاکستان کا قیام اس لئے ہوا کہ اسلام اور اسلامی روایات و تعلیمات اور تاریخ اسلام کا احیاء۔ قرآن اور سنت نبویؐ کے مطابق ہو۔ اس لئے قائد اعظمؒ کی چوتھی سالانہ برسی کے موقعہ پر ہمیں جائزہ لینا چاہیئے کہ ہم نے کہاں تک اپنے قول اور فعل سے قرآن اور سنت رسولؐ کی حکومت اختیار کی ہے تا کہ ہمارے

"اپنے تفرقے بھول جاؤ۔ ایک ہو جاؤ اور پاکستان کی حفاظت کے لئے اپنا تن من دھن قربان کردو" (قائد اعظمؒ)

". . . . . تن تنہا پاکستان کے حصول میں کامیاب ہو گئے تھے۔ کیونکہ وہ مخلص اور ایماندار تھے اور تمام قوم کو ایک جھنڈے کے نیچے جمع کرنے میں کامیاب ہو گئے تھے۔ ان ہی اصولوں پر عمل کر کے ہم پاکستان کو ایک ایسا وطن بنا سکتے ہیں جہاں ہر شخص امن و سکون اور خوشحالی اور فارغ البالی کی زندگی بسر کر سکے" (قائد ملتؒ)

اعمال قائد اعظمؒ کی روح کو خوش کرنے کا باعث ہوں حکومت نیابت الٰہی ہے۔ اور ایک نعمت ہے۔ جو اللہ کریم اپنے صلحاء کو عطا کرتا ہے۔ اور جب تک کوئی قوم خداوند کریم سے اپنے عہد اطاعت اور دین اسلام کی پیروی کرنے کو پورا کرتی ہے مالک الملک اسے حکومت پر قائم رکھتے ہیں اور جب وہ عہد سے پھر جاتی ہے تو حکومت بھی اس سے چھین لی جاتی ہے۔

مسلمان کی تعریف

اللہ تبارک تعالیٰ نے بار بار ہمیں ایفائے عہد کی تاکید کی ہے۔ بلکہ مثال دے کر سمجھایا ہے کہ جس قوم نے کبھی عہد کو توڑا اس کا انجام ذلت۔ مسکنت۔ نکبت داد بار ہوا۔ اس عہد کا ذکر جگہ جگہ قرآن پاک میں آتا ہے۔ جو ان احکام کے بجالانے پر مشتمل ہے۔ خدائے واحد کی پرستش، اس کی حاکمیت کا اقرار عملی اور قولی رنگ میں۔ رسالت کا اقرار۔ ماں باپ۔ یتامٰے اور مساکین اور اقرباء سے حسن سلوک۔ لوگوں کو اچھی بات کہنا (تبلیغ رشد و ہدایت) نماز قائم کرنا۔ زکوٰۃ دینا۔ اپنے لوگوں کے خون نہ گرانا اور اپنے لوگوں کو ان کے گھروں سے نہ نکالنا"۔ انہی عقائد و اعمال کا لب لباب رسول اکرم صلعم نے اس فصیح و بلیغ کلمہ میں بیان کر دیا ہے تعظیم لامر اللہ و شفقت علی الخلق اللہ۔ اسی کا نام دین اسلام ہے یعنی وہ دین جو اللہ تعالےٰ کے نزدیک بوجہ تمام و مکمل ہونے کے پسندیدہ ہے۔ ان الدین عند اللہ الاسلام اور ہم سے بھی وہ تب ہی راضی ہوتا ہے۔ اگر ہم اس دین کے پیرو ہوں و رضیت لکم الاسلام دینا۔ تو مسلمان کی تعریف یوں ہوئی کہ جو اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ رب السموٰت والارض کی کامل فرمانبرداری میں لگا دے تا کہ وہ اس عہد کو جو الست بربکم قالوا بلیٰ کی شکل میں طے پا چکا ہے پورا پورا نبھا سکے۔ مکارم اخلاق محبوب خدا حضرت نبی کریم صلعم نے مسلمان کی جو جامع و مانع تعریف فرمائی ہے وہ بخاری میں یوں وارد ہے من صلی صلوٰتنا واستقبل قبلتنا واکل ذبیحتنا

فذلک المسلم الذی له ذمة الله وذمة رسوله فلا تخفروا الله فی ذمته۔ ایک اور روایت میں جریر بن عبد اللہ سے صحیح بخاری میں مروی ہے۔ کہ:-

"رسول مقبول صلعم نے بیعت کے وقت مجھ سے یہ اقرار لیا کہ میں نماز پڑھوں گا۔ زکوٰۃ دوں گا۔ ہر مسلمان کا خیر خواہ ہونگا"

نسائی میں وارد ہے کہ:

"قسم ہے۔ رسول خدا صلعم نے ایک خطبہ میں فرمایا"قسم ہے اس کی جس کے قبضے میں میری جان ہے۔ قسم ہے اس کی جس کے قبضے میں میری جان ہے قسم ہے اس کی جس کے قبضے میں میری جان ہے۔ جو شخص پنجگانہ نماز ادا کرے۔ رمضان کے روزے رکھے زکوٰۃ دے اور سات بڑے گناہوں سے بچے اس کے لئے جنت کے سب دروازے کھول دیئے جائیں گے۔ اور اس سے کہا جائے گا سلامتی کے ساتھ داخل ہو جا۔"

قرآن کریم اور احادیث نبوی میں مسلمان کی واضح تعریف کے باوجود جب غیر منقسم ہندوستان کی مجلس قانون ساز میں ایک دفعہ ایک سرکاری بل پر بحث ہو رہی تھی۔ تو ایک مسلمان ممبر نے اعتراض کیا کہ یہ قانون مسلمانوں کے لئے مفید نہیں ہو سکتا۔ اس پر مسٹر سرکار نے جو ان دنوں وائسرائے کی کونسل میں لاء ممبر تھے اٹھ کر کہا کہ میرے محترم! مسلمان کی تعریف تو کر دیں! اس موقعہ پر جملہ مسلم ممبران دم بخود ہو گئے کیونکہ علماء سو کی تماشا جمیلہ نے کسی کلمہ گو کو مسلمان نہ رہنے دیا تھا اور کسی نہ کسی مفتی نے ہر ایک کو کافر قرار دیا ہوا تھا۔ یہ جملہ معترضہ تھا تو ہمارا مسلمان کہلانا خداوند کریم کی عزت اور جبروت کو بڑھانے کا موجب نہیں بلکہ اس میں ہمارا اپنا ہی بھلا ہے۔ اس عہد کو پورا کرنے کے صلہ میں ہم کو اللہ تبارک و تعالیٰ خلافت الٰہیہ کا وعدہ دیتا ہے۔ اب جب کہ ہم کو حکومت مل چکی تو ہمیں زیادہ احتیاط اور انہماک سے دین اسلام پر عمل پیرا ہونا چاہیئے۔ اور قرآن اور سنت رسول کی اتباع و اطاعت میں زیادہ سرگرمی دکھلانی چاہیئے۔ کیونکہ عہد جو اللہ کے ساتھ باندھا جائے اس کو توڑنے کی سزا بڑی سخت ہے۔ ابن ماجہ باب العقوبات میں آتا ہے۔

"جب کوئی قوم اللہ اور رسول کے ساتھ عہد شکنی کرتی ہے تو آنحضرت صلعم نے فرمایا) اللہ ان پر دشمن مسلط کر دیتا ہے جو ان کے اموال چھین لیتا ہے"

ایفائے عہد کی تاکید

سورہ النحل میں اللہ کریم و تبارک نے قومی زندگی کے استحکام اور بہبودی کے لئے نہایت ہی پر حکمت اصول بیان فرمائے ہیں پاکستان کی قومی زندگی ابھی ابتدائی مراحل میں ہے اس لئے ضروری معلوم ہوتا ہے۔ کہ چونکہ ہم نے قرآن کی حکومت قبول کرنے کا عہد کیا ہے۔ اس لئے اس اصول پر غور کریں اور اس لئے بھی کہ ہر چیز کو کھول کر بیان کرنے والی کتاب فرمانبرداروں کے لئے ہدایت اور رحمت اور خوشخبری ہے (النحل[16]-۹۱) کتاب مبین کو یہاں فرمانبرداروں کے لئے ہدایت بیان فرمایا ہے۔ تو کہیں متقیوں کے لئے ہدایت۔ اس سورت میں

"...... اللہ تعالیٰ اپنے عہد کو یاد دلاتا ہے۔ کہ جب تم نے اسلام قبول کر لیا اور رسول کریم صلعم کے حکم پر چل کر اخوت اسلامی پر عمل پیرا ہونے اور متحد رہنے کا عہد کیا ہے جس پر اللہ کو ضامن ٹھیرایا ہے تو اب اس عہد سے نہ پھرنا۔ اللہ تعالیٰ کو کب ضامن ٹھیرا کر ہم نے کوئی عہد کیا؟ اس کی تفصیل ..... زبان نبوی صلعم سے سنئے آنحضور حجۃ الوداع کے خطبہ میں ارشاد فرماتے ہیں کہ

"میرے بعد کافر ہو کر ایک دوسرے کے قتل کے درپے نہ ہو جانا کیونکہ میں تمہارے پاس ایسی چیز چھوڑتا ہوں جس پر عمل کرنے سے تم کبھی گمراہ نہ ہوگے وہ چیز کلام اللہ ہے۔ کیا میں نے تبلیغ کر دی! اے خدا گواہ رہیو"

پھر فرمایا:-

"یاد رہے کہ کل مسلمان آپس میں بھائی ہیں دیکھو کوئی ایک دوسرے کی حق تلفی نہ کرے"

آیت مندرجہ بالا میں تفرقہ سے رکنے کا حکم دے کر یعنی کی ایک مثال بھی دیدی۔ کہ قرآن اور سنت رسولؐ کے صریحا برخلاف جا کر اگر تم نے ایک دوسرے مسلمان بھائی کے قتل کرنے یا اقدام قتل یا اس کی حق تلفی یا اس پر زیادتی کی اور اس کے مٹانے کی کوشش کی اور اخوت و اتحاد اسلامی کو پاش پاش کرنے کی کوشش کی تو تم نے وہ عہد توڑ ڈالا۔ اور عہد توڑنے کی سزا اوپر بیان کی جا چکی ہے۔ اخوت اسلامی کو منتشر کرنا ایسا ہی ہے جیسی وہ عورت کہ اس نے محنت سے سوت کاتا اور پھر اس کو تار تار کر دیا ہم بھی تار تار تھے۔ اور بڑی محنت سے ہم ایک حبل متین بنے اب اگر تکفیر مسلمین کی مسموم ہوا پھر سے چل پڑی تو وہ محنت سے کاتا ہوا سوت تار تار ہو کر ہوا میں بکھر جائے گا اور اس عمل بد کے مرتکب نقض عہد کی سزا پانے کے علاوہ قومی شیرازہ منتشر کر دیں گے اور حکومت سے ہاتھ دھو بیٹھیں گے۔

تسبیح کے دانو! گر گر کر گر یونہی بکھرتے جاؤ گے
گر جاؤ گے گر جاؤ گے اور ڈھونڈے ہاتھ نہ آؤ گے
گر ہاتھ سے رشتہ الفت کا تم نے کھویا ہاتھ گنواؤ گے
منہ کھودے ہی رہ جاؤ گے اور سینے خالی پاؤ گے
یوں دانہ دانہ ہو ہو کر سب اپنی کھیپ لٹاؤ گے
تم پاؤں میں روندے جاؤ گے پچھتاؤ گے پچھتاؤ گے

سودانے جب مل جاتے ہیں اک مالا سی بن جاتے ہیں اور تشتت و افتراق جس کی مثال کاتے ہوئے سوت کے تار تار ہونے سے دی گئی ہے کیوں وقوع میں آتا ہے؟ اس کا جواب بھی خود قرآن مجید اسی مقام پر دیتا ہے۔ کہ یہ اس لئے ہوتا ہے کہ ایک جماعت دوسری سے بڑھ کر ہو (النحل-۹۲) دوسرے لفظوں میں ایک کثیر التعداد ہے۔ تو دوسری قلیل التعداد۔ تو کثیر التعداد کا قلیل التعداد کے درپے آزار ہونا موجب فساد ہے یہاں قلت اور کثرت سیاسی جتھہ بندی کے اعتبار سے نہیں بلکہ خدا ترسی، اعمال اور خشیت اللہ اور دین اسلام کی پیروی ...... کے لحاظ سے ہے کیونکہ اسی کلام معجز نظام میں ذکر آتا ہے کہ بسا اوقات اللہ کے حکم سے چھوٹا گروہ بڑے گروہ پر غالب آجاتا ہے اس لئے کہ اکثرھم من الفاسقون اور قلیل من عبادی الشکور

محبّان پاکستان کا فرض

آج ہم نے بھی قائد اعظمؒ سے ایک مقدس امانت دولت خداداد پاکستان کی شکل میں سنبھالی ہے ہمارا اخلاقی فرض ہے کہ اس دولت کو ضائع نہ ہونے دیں۔ بلکہ اس کی حفاظت اور بقا کے لئے پوری پوری کوشش کریں۔ اس لحاظ سے بھی کہ ہمارے پاس یہ امانت ہو کر آئی ہے اور اس لئے بھی کہ یہ نعمت خداوندی ہے

آپ کو یہ سن کر تعجب ہوگا۔ کہ جہاں ہم تکفیر المسلمین کے لئے نت نئی تجویزیں سوچ رہے ہیں۔ اور ہر ڈیڑھ اینٹ کی مسجد سے وہی ڈھاک کے تین پات کی مصداق مطالبے پہ مطالبے کئے جا رہے ہیں وہاں ہمارا پڑوسی بھارت خوش ہو رہا ہے۔ کہ قائد اعظم کا پیدا کردہ اتحاد کچھ دیر کا مہمان نظر آتا ہے چنانچہ ۱۵ اگست ۵۲ء کو بھارتی غیر مسلموں نے جگہ جگہ جلسے کر کے عہد کیا ہے کہ وہ اس بٹوارے کو منسوخ کرا کر دم لیں گے اور اکھنڈ بھارت بنا کر رہیں گے۔ یقین نہ آئے تو ۱۸ اگست کا پرتاپ اور دیگر بھارتی اخبار دیکھ لیجئے۔ خدا نہ کرے کہ ہمارا وہ حال ہو جو بیت المقدس کے نصاریٰ کا ہوا تھا جب جیوش اسلام سلطان صلاح الدین ایوبی کی زیر قیادت بیت المقدس کی طرف سرعت سے چلے آتے تھے اور علمائے دین نصاریٰ نے نصاریٰ کو اس مسئلہ کے حل کرنے میں الجھا رکھا تھا کہ عشائے ربانی کی روٹی خمیری تھی یا فطیری۔ جہاں تک کفر و اسلام کا تعلق ہے قرآن حمید نے رشد و ہدایت اور ضلالت و عصیان الگ الگ کر کے بیان کر دیئے ہیں کفر و اسلام بھی بالتفصیل قرآن کریم اور حدیث نبوی میں بیان کیا جا چکا ہے جس کلمہ کا اقرار کر کے کوئی غیر مسلم اسلام میں داخل ہوتا ہے اس سے انکار کئے بغیر وہ دائرہ اسلام سے خارج نہیں ہو سکتا۔ جو قبلہ کی طرف منہ کر کے ہماری نماز کی طرح نماز پڑھتا ہے۔ ہمارا ذبیحہ کھاتا ہے۔ وہ مسلمان ہے جس کا ذمہ اللہ اور رسولؐ نے لیا ہے۔ اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے۔ (۱) توحید و رسالت کا اقرار (۲) نماز قائم کرنا (۳) زکوٰۃ دینا (۴) حج کرنا اور (۵) رمضان کے روزے رکھنا (بخاری) تو اس بنیاد پر جو عمارت بھی کھڑی ہوگی وہ اسلام ہی کہلائے گی ہم نے قرآن اور سنت رسولؐ کی اطاعت قبول کی ہے نہ کہ کسی ملا کی یا مشائخ کی اگر ہم نے اتحاد المسلمین کے ذریعہ حکومت حاصل کر لی ہے تو اب اس کی بقا، استحکام اور ترقی بھی اسی اتحاد کی متقاضی ہے مصنفے قائد ملت مرحوم نے کیا سچ کہا ہے:-

"ہم نے اپنی آزادی پٹھان۔ پنجابی۔ بلوچی۔ سندھی اور بنگالی کی حیثیت سے نہیں حاصل کی بلکہ مسلمان کی حیثیت سے جس کی دنیا کا مرکز صرف اسلام ہے اسلام ہی ہمارا سہارا ہے۔ میری رائے میں ہمارے لئے اس سے بہتر اور مؤثر کوئی طریقہ نہیں۔ کہ ہم سابق کی طرح ایک پلیٹ فارم پر اور ایک تنظیم کے اندر متحد رہیں اور جو کام قائد اعظمؒ کو سب سے زیادہ عزیز تھا اسے پورا کریں یعنی پاکستان کو مستحکم ترقی پذیر اور خوشحال بنائیں"۔

امسال یوم پاکستان کے موقعہ پر ملت کو خطاب کرتے ہوئے ہمارے گورنر جنرل اور وزیر اعظم پاکستان نے واضح الفاظ میں قوم کو متنبہ کیا ہے۔ کہ تفریق و انتشار غیر اسلامی ہتھیار ہیں۔ اور مسلمانان پاکستان کے درمیان فرقہ پرستی کو ہوا دینے والے اور تشتت و افتراق کا بیج بونے والے پاکستان کی سالمیت کو تباہ کرنے میں اغیار اور دشمنان پاکستان کے ہاتھوں میں کھیل رہے ہیں۔ قائد ملت مرحوم کے سانحہ عظیم کی تحقیقات اور ملتان نائٹ گنگ کی تحقیقات کا مطالعہ کیجئے۔ غیر ذمہ دارانہ تنقید۔ نکتہ چینی۔ عیب جوئی اور تنگ نظری کیا کیا رنگ دکھاتی ہے۔ ناظم ملت نے کیا ہی خوب فرمایا کہ جو اخبار اپنی اشاعت بڑھانے کے لئے ایسی سپیشل خبریں جلی عنوان سے شائع کرتے ہیں انہیں معاند پاکستان سمجھنا چاہیئے۔ حدیث نبوی مندرجہ عنوان میں بھی ہمیں یہی تعلیم دی گئی ہے کہ

"خبردار بدگمانی کو اپنی عادت نہ بناؤ۔ بدگمانی میں تو جھوٹ ہی جھوٹ ہوتا ہے۔ بے بنیاد باتوں پر کان

بھارتی ہندوؤں کی دیدہ دلیریاں

بھارتی اخبار امرت پتریکا کی دریدہ دہنی

از:- جناب عباد اللہ صاحب گیانی۔ امرتسری

بھارتی اخبار امرت پتریکا کی دریدہ دہنی کے متعلق احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کا ایک ریزولیوشن سابقہ اشاعت میں درج ہو چکا ہے۔ جناب عباد اللہ صاحب گیانی نے ذیل کے مضمون میں بھارتی ہندوؤں کی عام ذہنیت اور امرت پتریکا کی گندہ دہنی پر مزید روشنی ڈالی ہے جس کی طرف بھارتی حکومت کو خاص طور پر متوجہ کرنا ضروری ہے کیا حکومت پاکستان اس پر غور کرے گی؟

جب سے بھارت آزاد ہوا ہے۔ اور وہاں کے ہندوؤں نے سیکولر حکومت کے نام پر اپنا رام راج قائم کیا ہے وہاں کے اکثر ہندو اپنے آپ کو ہر قسم کی قانونی، مذہبی اور اخلاقی ذمہ داریوں سے بالکل آزاد خیال کرتے ہیں۔ اور ان کی طرف سے بھارت کے چار کروڑ مسلمانوں پر ایسے ایسے ظلم ستم کئے جا رہے ہیں کہ جن کی مثال دنیا کی بڑی سے بڑی غیر مہذب اور غیر متمدن قوم بھی پیش کرنے سے قاصر ہے۔ خود بھارت کے غیر مسلم اخبار بسا اوقات اس امر کو بیان کرتے رہتے ہیں۔ کہ بھارت کے بے بس اور بے کس مسلمانوں پر بے پناہ مظالم کئے جا رہے ہیں۔ چنانچہ پچھلے دنوں بھارت کی راجدھانی دہلی سے شائع ہونے والے ایک مشہور، معروف غیر مسلم اخبار نے لکھا تھا کہ:-

"کیا یہ واقعہ نہیں ہے کہ آج دہلی کے بازاروں میں اگر کوئی ہندو غنڈہ کسی مسلمان خاتون کو دیکھ کر اس کے برقعہ پر آوازہ کسے تو کسی مسلمان میں یہ جرأت نہیں کہ وہ اس ہندو غنڈے سے بازپرس کرے بلکہ اس خاتون کے ساتھ جانے والا مسلمان یہ سب کچھ دیکھتے ہوئے گردن جھکائے چلا جاتا ہے"

ریاست دہلی ۲۲ جون ۱۹۵۲ء

یہ بھارت کی راجدھانی کا حال ہے کہ جہاں بھارتی حکومت کے تمام وزراء رہتے ہیں اور تمام دنیا کے سفیر بھی موجود ہیں بھارت کے ایسے مرکزی شہر میں مسلمانوں کی عزت اور آبرو کا یہ حشر ہے تو بھارت کے دوسرے حصوں میں ان چار کروڑ مظلوموں اور بیکسوں پر جو گذر رہی ہوگی اس کا اندازہ لگانا کچھ مشکل نہیں۔ بھارتی ہندوؤں کے ان مظالم کے پیش نظر ہی دہلی کے ایک مشہور مسلم رسالہ نے بیان کیا ہے:-

"ہم فاقوں کو برداشت کر لیتے ہیں کہ روزانہ ہمیں اس پر صبر دلاتا ہے ہم اس بے عزتی کو بھی سہار لیتے ہیں کہ بھارت کا فرد سے فرد غیر مسلم آج اس دور میں ہم سے زیادہ معزز ہے آج ہمارے آگے ہاتھ پھیلانے والا ہم کو بے نقط گالی دیتا ہے اور ہم خاموش ہو جاتے ہیں ہم معمولی سی چپقلش میں اکثریت اور اس کے بعد پولیس کے ڈنڈے کھاتے ہیں پھر جیل میں بھی ہم ہی جاتے ہیں"

رسالہ "نوای" دہلی جولائی ۱۹۵۲ء

بھارتی ہندوؤں کی یہ زیادتیاں صرف بھارت کے مسلمانوں کی ذات تک ہی محدود تھیں۔ لیکن اب انہوں نے اپنی دیدہ دلیریوں میں اس قدر اضافہ کر لیا ہے کہ ہمارے پیارے آقا۔ محبوب خدا۔ سرور کائنات۔ فخر موجودات۔ سید المرسلین۔ خاتم النبیین حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات پر بھی کیچڑ اچھالنا شروع کر دیا ہے۔ گویا اب ان کے حوصلے اس قدر بڑھ گئے ہیں کہ وہ اپنے ظلموں اور ستموں کا شکار نہ صرف بھارت کے مسلمانوں کو بنانا چاہتے ہیں۔ بلکہ بھارت سے باہر تمام اسلامی ممالک کو بھی اپنا تختہ مشق بنانے کے خواہاں ہیں۔ چنانچہ بھارت کے اخباروں میں ابھی حال ہی میں شائع ہوا ہے کہ الٰہ آباد کے ایک ہندی اخبار "امرت پتریکا" نے اپنے ۵ راگست ۱۹۵۲ء کے پرچہ میں "بچوں کا کونہ" کے عنوان پر ایک مضمون شائع کیا ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کا ذکر اس قدر بے باکی اور کمینگی سے کیا ہے کہ جس کی مثال افریقہ کے وحشی اور جنگلی بھی پیش نہیں کر سکتے۔ چنانچہ اس اخبار نے جس رنگ میں حضور کی توہین کی ہے۔ ایک مسلمان کا ہاتھ اس کو نقل کرتے ہوئے بھی کانپ جاتا ہے۔ اور جگر ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا ہے۔ اس بے باک اور بدنام اخبار نے لکھا ہے:-

"عرب کی بندرگاہ عدن کا سماچار ہے کہ ابھی پرسوں دوپہر کو کھجور کے اور کش (درخت) پر ایک گدھے کو چڑھتے ہوئے نماز پڑھتے دیکھ کر نگرواسی حیرت میں پڑ گئے وہاں کے لوگوں کا وشواس ہے کہ حضرت محمد پھر دنیا میں رو کٹ گدھے کے روپ میں پہنچے ہیں"

منقول از اخبار الجمعیۃ دہلی ۱۱ راگست ۱۹۵۲ء

بھارت کے ہندو اخبار نے جو کچھ بیان کیا ہے وہ اس کا اپنا اندرونہ ہے اسے نہ صرف مسلمان ہی بلکہ ہمارا یقین ہے کہ دنیا کا ہر شریف انسان قابل مذمت اور قابل ملامت سمجھے گا بھارتی اخباروں میں یہ بھی شائع ہوا ہے کہ اس اخبار کے ایڈیٹر پر حکومت نے مقدمہ چلا دیا ہے۔ اور اس مضمون کے لکھنے والے نے معافی بھی مانگ لی ہے مگر اس کے ساتھ ہی وہاں کے اکثر اخباروں نے پھر سے ایسا پراپیگنڈا شروع کر دیا ہے کہ جس کا مطلب یہ ہے کہ بھارت کے مسلمانوں کو جلاوطن کر دیا جائے کیونکہ وہ فرقہ پرست ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ناموس پر گندہ دہن ہندو حملہ کرتے ہیں اگر وہاں کے مسلمان آواز اٹھاتے ہیں تو انہیں جلاوطن کر دینے کی دھمکیاں شروع کر دی جاتی ہیں۔ یہ کس قدر ظلم ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود مقدس وجود ہے جس کے ذریعہ تمام دنیا کے راستبازوں اور پاکبازوں کی عزت اور عظمت قائم ہوئی۔ کیونکہ حضور نے اپنی پاکیزہ تعلیم کے ذریعہ ہر مسلمان پر یہ فرض قرار دیا ہے کہ وہ تمام دنیا کے راستبازوں کا دل سے احترام کرے خواہ وہ دنیا کے کسی خطہ اور کسی حصہ میں گذرے ہوں چنانچہ قرآن کریم کا واضح ارشاد ہے کہ

ولقد بعثنا فی کل امۃ رسولا ان اعبدوا اللہ واجتنبوا الطاغوت۔ وان من امۃ الا خلا فیھا نذیر۔

یعنی اسلام سے قبل ہر قوم میں خدا کے فرستادے گذرے ہیں۔ جنہوں نے اپنی اپنی قوم کو خدا کا راستہ بتایا۔ اور بدیوں سے بچنے کی تلقین کی۔ اور دنیا کی کوئی قوم ایسی نہیں جس میں خدا کے ایسے نذیر نہ گزرے ہوں۔

پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نہ صرف ہم مسلمانوں کے پیغمبر ہیں بلکہ تمام دنیا کی مختلف قوموں کے محسن بھی ہیں۔ ایسے محسن پر گند اچھالنا بھارتی تہذیب میں جائز ہو تو ہو۔ اہل علم اسے احسان فراموشی ہی قرار دیں گے۔ کیونکہ مسلمانوں کے علمائے کرام نے حضور کی اس مقدس تعلیم کے پیش نظر ہندوؤں کے رام اور کرشن کا احترام بھی ضروری قرار دیا ہے۔ چنانچہ مولوی وحید الزمان خان صاحب شمس العلماء جو نواب وقار نواز جنگ بہادر حیدرآباد دکن کے بڑے بڑے عہدوں پر فائز رہ چکے ہیں۔ اپنی تفسیر وحیدی میں قرآن کریم کی آیت وان من امۃ الا خلا فیھا نذیر کی تفسیر میں فرماتے ہیں

"اس آیت سے نکلتا ہے کہ ہر ملک اور ہر قوم میں اللہ تعالیٰ کے پیغمبر گذر چکے ہیں ...... مولانا فضل الرحمٰن صاحب فرماتے ہیں کہ ہندوؤں کی قوم میں رام چندر اور سری کرشن جی پیغمبر گذرے ہیں اور سب یہ موحد تھے"

تفسیر وحیدی صفحہ ۶۴۳

مولانا ظفر علی خاں صاحب آف زمیندار کا ایک مضمون اخبار پرتاپ ۱۸ راگست ۱۹۲۹ء کے کرشن نمبر میں شائع ہوا تھا۔ جس میں انہوں نے بیان کیا تھا کہ:-

"کوئی قوم اور ملک ایسا نہیں جس کی برائیوں کی اصلاح کیلئے خدائے بزرگ و برتر نے خاص خاص اوقات میں اپنا کوئی برگزیدہ بندہ نبی یا مرسل مامور کے طور پر مبعوث نہ کیا ہو سری کرشن بھی اسی عالمگیر سلسلہ سے تعلق رکھتے تھے"

اس کے علاوہ اور بھی متعدد مسلمان علماء نے جن میں جناب مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی بانی مدرسہ دیوبند اور خواجہ حسن نظامی ایسے بزرگ بھی شامل ہیں قرآن کریم کی مقدس تعلیم کے پیش نظر ہندوؤں کے بزرگوں رام چندر اور کرشن جی کو ہندوستان کے نبی تسلیم کیا ہے۔ حالانکہ ہندوؤں نے خود ان بزرگوں کی جو تصویر دنیا کے سامنے پیش کی ہے۔ ان کی بنا پر ان کی نبوت اور رسالت کا ثابت ہونا تو ایک طرف رہا۔ ان کی شرافت اور انسانیت بھی سخت خطرہ میں پڑ جاتی ہے مگر ہم ان کا احترام ہی کرتے ہیں کیونکہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہمیں یہی حکم ہے کہ ہر قوم کے بزرگ کی عزت کی جائے۔

امرت پتریکا کے ایڈیٹر نے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر گند اچھال کر خواہ مخواہ ہمارے سینوں کو چھلنی کیا ہے۔ کون نہیں جانتا کہ گیتا ہندوؤں کی ایک مقدس کتاب ہے۔ سناتن دھرم سے تعلق رکھنے والے ہندو تو اسے ویدوں سے بھی بڑھ کر درجہ دیتے ہیں اس کتاب میں

سری کرشن جی نے خود جو بہت کچھ بیان کیا ہے۔ چنانچہ مرقوم ہے کہ

ویتشو یکشر کش سام (گیتا ادھیائے ۱۰ اشلوک ۲۳)

یعنی میں راکشسوں میں دھن کا سوامی کبیر ہوں

یاد رہے کہ کبیر ایک راکشش کا نام ہے جس سے متعلق انسائیکلو پیڈیا آف دی سکھ لٹریچر میں مرقوم ہے کہ:-

"جس کا جسم قابل ملامت ہے" صفحہ ۱۰۱۶

ایک اور مقام پر لکھا ہے -

دیو رشی نام چہ نارد (گیتا ادھیائے ۱۰ اشلوک ۲۶)

یعنی میں درختوں میں پیپل کا درخت ہوں اور رشیوں میں نارد ہوں یہ بھی یاد رہے کہ نارد کے متعلق انسائیکلو پیڈیا آف دی سکھ لٹریچر میں مرقوم ہے کہ:-

"نارد نام شیطان کا ہے" صفحہ ۲۰۱

نیز یہ بھی لکھا ہے کہ

اوچے شرد سم تنا نام

ددھی مام سرتو رھوم

ایراوتم راجیندرا نام

گیتا ادھیائے ۱۰ اشلوک ۲۷

یعنی میں گھوڑوں میں امرت سے پیدا ہونے والا اچے شروا نام گھوڑا ہوں اور ہاتھیوں میں ایراوت نام کا ہاتھی ہوں

اس کے علاوہ سری کرشن جی نے خود کو گائے

(ملاحظہ ہو گیتا ادھیائے ۱۰ اشلوک ۲۸)

سانپ (گیتا ادھیائے ۱۰ اشلوک ۲۸)

حیوان (گیتا ادھیائے ۱۰ اشلوک ۳۰)

مگرمچھ (گیتا ادھیائے ۱۰ اشلوک ۳۱)

وغیرہ بھی قرار دیا ہے۔ لیکن اس کے باوجود کسی مسلمان نے سری کرشن جی کو ان کے اپنے ہی بیان کردہ اقوال کے پیش نظر راکشش۔ پیپل کا درخت۔ شیطان۔ گھوڑا۔ ہاتھی۔ گائے۔ سانپ۔ حیوان یا مگرمچھ قرار نہیں دیا۔ حالانکہ سری کرشن جی نے خود ہی اپنے آپ کو یہ کچھ قرار دیا ہے۔ اگر کوئی مسلمان گیتا کے ان ارشادات کے پیش نظر ایسا کہہ بھی دیتا تو کوئی ہندو اس مسلمان کو مورد الزام نہ بنا سکتا۔ مگر یہ اسی محسن اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ تعلیم کا نتیجہ ہے جسے آج ہندو اخبار گالیاں دے رہے ہیں کہ ہم مسلمان ہر قوم کے بزرگوں کی عزت کرتے ہیں۔ کیونکہ ہم جانتے ہیں

پاکوں کی پاک فطرت دیتے نہیں ہیں گالی

یہاں سیاہ دلوں کا شیوہ سدا یہی ہے

بقیہ صفحہ نمبر ۶

نہ لگاؤ۔ دوسروں کے عیب نہ تلاش کرو۔ آپس میں بغض نہ رکھو کسی سے روگردانی نہ کرو۔ اے اللہ کے بندو! آپس میں بھائی بھائی بن کر رہو!

آج سے ٹھیک چار سال قبل سوگوار قوم کو خطاب کرتے ہوئے لیاقت علی خاں مرحوم نے فرمایا:-

"اس صدمے سے ہمیں پریشان نہیں ہونا چاہیئے ہمیں وہی کرنا چاہیئے جو قائد اعظم کرنا چاہتے تھے یعنی پاکستان کی حفاظت و ترقی کے لئے دن رات کی کوشش اور محنت آج ہم پر فرض ہے کہ ہم اپنے تمام تفرقے مٹا کر ایک ہوجائیں اور اپنی جانیں پاکستان کے استحکام کے لئے وقف کردیں ہر پاکستانی کا فرض ہے کہ وہ تمام فرقہ ای اور غیر ضروری چیزیں جو اس کو سیدھے راستے سے بھٹکا سکتی ہیں یا جو اس کی توجہ و انہماک کو ہٹا سکتی ہیں نظرانداز کردے -

تاکہ ایسا نہ ہو کہ ہمارے بدخواہ یہ کہہ سکیں کہ ہم اس قابل نہ تھے کہ قائد اعظمؒ ہمارے لئے اتنی قربانیاں کرتے"

پاکستان اس لئے قائم کیا گیا ہے کہ قرآنی تعلیمات اور سنت نبوی کی روشنی میں اسلامی نظریات پر عمل کرنے کے لئے ماحول سازگار کیا جائے۔ اس لئے ہمیں چاہیئے کہ فروعی اختلافات کو نظرانداز کرکے اپنے اصلی مقصود کی طرف آئیں اور اس کے لئے ضروری ہے کہ ہم صحیح معنوں میں مسلمان بن جائیں اور مسلمان بھی وہ جن کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان بھائی امن میں رہیں تاکہ ہم اس عہد کو پوری طرح نبھا سکیں جو ہم نے مسجود حقیقی اور رب السموات والارض سے کیا ہے۔ اسی لئے حضرت امام الزمانؑ نے فرمایا ہے کہ

بجدو در خسروی آغاز کردند

مسلماں را مسلماں باز کردند

آج قائد اعظمؒ کی برسی پر ہمیں تجدید عہد کرنا چاہیئے۔

(۱) کہ ہم قرآن اور سنت رسولؐ کی حاکمیت کو قبول کرتے ہیں اور اس کے خلاف اور مقابل ہر ایک آئین رد کرتے ہیں اور ہم سچے مسلمان بننے کی کوشش کریں گے۔

(۲) ہم اتحاد اسلامی کے لئے پوری پوری کوشش کریں گے اور فتنہ پردازوں اور تفریق کے حامیوں سے عدم تعاون کریں گے اور تکفیر المسلمین سے بیزاری کا اظہار کریں گے تاکہ پاکستان کی سالمیت برقرار رہے۔ کیونکہ اسی صورت میں نوزائیدہ مملکت پاکستان قائم رہ سکتی ہے اور مستحکم ہوسکتی ہے

مگر فتنہ کی خدمت میں عرض ہے:-

تو قوم میں اپنی دیکھ میاں افراد یہ جتنے سارے ہیں

افراد یہ کوئی غیر نہیں سب ایک فلک کے تارے ہیں

کیا تو رکھیرے دل رکھتے ہیں کیا اچھے پیارے پیارے ہیں

حق نام پہ یہ مرنے والے ہیں اسلام کے یہ مہ پارے ہیں

توحید کے یہ سرکارے ہیں ایمان کے یہ سیپارے ہیں

گو دل ان کے سی پارے ہیں تو سی انکو یہ پارے ہیں

سیپارے جب مل جاتے ہیں قرآن وہی کہلاتے ہیں!

بقیہ از صفحہ نمبر ۲

صحیح مسلم اور دیگر کتب احادیث میں ہیں۔ ان کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے۔ ان کی صحت پر اجماع امت ہے ان کے راوی ثقہ ہیں۔ اور امت محمدیہ کے کسی فرقہ نے کسی زمانہ میں بھی ان کو وضعی خیال نہیں کیا۔ اگر ان بے شمار احادیث کو رد کر دیا جائے۔ حالانکہ قرآن کریم سے انکی مطابقت دکھائی جاسکتی ہے۔ تو پھر کوئی حدیث بھی قابل قبول نہیں رہتی۔ اور احادیث پر سے امان اٹھ جائے گا۔ یہ بتلانے کی مجھے ضرورت نہیں کہ حضرت عیسٰی ابن مریم بحیثیت ایک امتی کے ہرگز ہرگز نازل نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ امتی کا مفہوم ہی یہ ہے۔ کہ وہ اپنے نبی متبوع کی اطاعت اور اقتداء کے بغیر ہدایت سے بے نصیب محض ہے۔ اور حضرت مسیح ابن مریم کے متعلق جو اولوالعزم نبی ہیں اور جنہوں نے اپنا کمال براہ راست اللہ جلشانہ سے حاصل کیا۔ یہ تجویز کرنا کہ وہ آنحضرتؐ کی اطاعت کے بغیر گمراہ ہیں۔ کفر اور بدترین قسم کی جسارت اور بے ادبی اس پاک جناب کی ہے۔ کیونکہ خود آنحضرت صلعم اور آپؐ کی امت حضرت عیسٰی کی رسالت پر ایمان لانے کے لئے مکلف ہے۔

ایک فیصلہ کن تجویز

اب آپ کو اور احراریوں کو اور دیگر مکفر علما کو بڑی تگ و دو کی ضرورت نہیں۔ کہ احمدیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دلائیں۔ آپ اپنے اس عقیدہ پر پاکستان و ہندوستان کے پچاس مستند علماء کے دستخط کرادیں کہ:-

(۱) نزول ابن مریم کے متعلق جس قدر احادیث ہیں وہ وضعی ہیں۔ اور حضرت مسیح ابن مریم اس امت میں نزول نہیں فرمائیں گے

یا

(۲)۔ حضرت ابن مریم تشریف لائیں گے۔ اور نبوت کا کام کریں گے۔ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت ختم ہوکر حضرت عیسٰی ابن مریم کی نبوت کا زمانہ شروع ہوگا۔ یا

(۳)۔ حضرت ابن مریم بحیثیت ایک امتی کے تشریف لائیں گے۔ تو قرآن کریم سے اگر زیادہ نہیں تو صرف دو ایسے نبیوں کا پتہ دے دیں۔ جہاں اللہ تعالٰے کا انتخاب صحیح نہ رہا ہو۔ اور ان دو انبیا کو منصب نبوت سے معزول کرکے امتی بنا دیا ہو

اللہ تعالیٰ کی مضبوط تدبیر

آپ نے اور احراریوں اور نام نہاد علماء نے اس کمزور پوزیشن کو بڑی احتیاط سے بچائے رکھا۔ اور غریب اور کمزور احمدیوں پر تحفظ ختم نبوت کے بہانہ سے ہر طرح کا ظلم روا رکھا۔ لیکن اللہ تعالٰے کو آپ کی پردہ دری کرنا منظور تھا۔ اس کی تدبیر مضبوط تھی وہ ہمیشہ ہی مضبوط ہوتی ہے اس نے آپ کی منحوس قلم سے صرف ایک لفظ "پرانا" لکھوا دیا۔ اور آپ کو لینے کے دینے پڑ گئے۔ اب شرافت کا اقتضا یہ ہے۔ کہ جب تک آپ پچاس علماء سے ہمارے سوالات کے جوابات پر متفقہ دستخط نہ کرا لیں آپ حضرت میرزا غلام احمد صاحب اور آپ کی جماعت کے متعلق ناپاک پراپیگنڈے سے اجتناب کریں کہ یہ اسلام کی روح کے خلاف ہے

لا اکراہ فی الدین -

نشان نمبر ۴

جب حضرت عیسٰی ابن مریم نہ بحیثیت نبی آ سکتے ہیں۔ کہ یہ ختم نبوت کے خلاف ہے۔ اور نہ بحیثیت امتی تشریف لاسکتے ہیں۔ کہ یہ نہ صرف ان کے منصب اور ان کی شان کی ہتک ہے۔ بلکہ اس سے اللہ جل شانہ کے انتخاب پر حرف آتا ہے۔ اور ہمارا خدا ہر نقص اور عیب سے پاک ہے۔ تو معلوم ہوا کہ انہوں نے آنا ہی نہیں اور وہ آسمان پر بھی نہیں، بلکہ وہ طبعی عمر پاکر اسی زمین پر وفات پا چکے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

نشان نمبر ۵

آپ نے اپنے مضمون میں تسلیم فرمالیا ہے کہ کوئی نیا یا پرانا نبی نہیں آئے گا۔ اور جو شخص اس کے خلاف عقیدہ رکھتا ہے۔ وہ آیت خاتم النبیین کی تفسیر میں تحریف و تاویل یا تکذیب و تکفیر سے کام لیتا ہے۔ تو وہ "جھوٹا ہے کاذب ہے اور مفتری ہے" اپنے بزرگ علماء کو آپ کی طرف سے یہ نہایت سزاوار خطابات مبارک ہوں، وہ اسی لائق ہیں۔ یہ الٰہی تصرفات ہیں۔ آپ

مغربی اور مشرقی دنیا کی تہذیبیں

خودی، اجتماعیت اور ہستی باری تعالیٰ کا شعور

اسلامی نشاۃ ثانیہ کا آغاز علم و سائنس کے دور میں

ڈاکٹر اللہ بخش صاحب

اس اخبار کے کسی گذشتہ جولائی کے شمارہ میں ینگ مینز ایسوسی ایشن لاہور کے ایک اجلاس کی مختصر روئداد قارئین کرام کی نظر سے گذر چکی ہے۔ مسٹر اقبال احمد صاحب سیکرٹری نے انگلینڈ سے واپسی پر مجھے اپنے تازہ ترین تاثرات بیان کرنے کو کہا تھا، چنانچہ میں نے چند ایک ذاتی واقعات کی بنا پر اپنے خیالات کا اظہار کیا تھا۔ میرا خیال تھا کہ میں مفصل اس امر پر کچھ تحریر کروں گا۔ مگر اس میں التوا ہو گیا اب حال ہی میں ۱۷ اگست کے اخبار سول میں ایک افتتاحیہ بعنوان "جائز و برحق" "Well Merited" کے پڑھنے سے میرے وہ خیالات از سر نو تازہ ہو گئے۔ اخبار سول کے افتتاحیہ کا ملخص یہ ہے:۔

اخبار سول کا مقالہ افتتاحیہ

"حال ہی میں واشنگٹن میں ایک بین الاقوامی جغرافیائی کانگرس منعقد ہوئی۔ اس موقعہ پر ایک امریکن ماہر علم جغرافیہ مسٹر رسل سمتھ نے یہ ریمارک کئے کہ مصر، ایران و دیگر اسلامی ممالک میں مغربی کاروباری نظام مستقل بنیادوں پر قائم نہیں کئے جا سکے جس کی ساری وجہ یہ ہے کہ ان ممالک میں عام طور پر بد دیانتی پائی جاتی ہے نیز اخلاقی معیار پست ہے۔ مسٹر رسل سمتھ نے کہا کہ ان ممالک میں شہری بہبود و فلاح کا جذبہ بھی مفقود ہے اور اسلامی دنیا رفاہ عام کے کاموں سے قریباً بے خبر پڑی ہے۔

مسٹر رسل سمتھ کے ان ریمارکس کا جواب عراقی نمائندہ مسٹر محمد الطائی نے یہ دیا ہے کہ انہیں تعلیم اسلام کے مطالعہ کی ضرورت ہے۔

عراقی نمائندہ مسٹر محمد الطائی کا یہ جواب سراسر بے تعلق ہے کیونکہ مسٹر رسل سمتھ کا اعتراض قرآنی تعلیم پر نہیں بلکہ مسلمان قوم کی حالت کے بارہ میں ہے۔ مسٹر سمتھ نے الزام مسلمانوں کو دیا ہے اور یہ ایک ایسا الزام ہے جس کی صداقت ہر اس شخص پر عیاں ہے جو مسلم دنیا کے حقائق کو جانتا ہے۔ بد دیانتی و رذائل اخلاق کی تازہ ترین مثال شاہ فاروق کی دستبرداری ہے اس میں سب سے تعجب انگیز یہ بات ہے کہ ایسے بدکردار شخص کو علماء دین خلیفۃ المسلمین بنانے کی فکر میں تھے۔ نیز اس کا شجرہ نسب فرضی طور پر آنحضرت صلعم کے حسب نسب سے ملانے کی کوشش کر رہے تھے تاکہ شاہ فاروق کو سید ثابت کیا جائے یہ ہے ہمارے علمائے کرام کی فکری و ذہنی ایمانداری کا نمونہ! قرآنی تعلیم کے افضل و اعلیٰ ہونے میں اہل اسلام تھیوکریٹ مسلمان کو بھی کلام نہیں اس لئے جس جگہ اعتراض مسلمانوں پر ہو وہاں قرآنی تعلیم کا حوالہ دینا کیونکر جائز و صحیح ہے؟ کیا مسلمان قوم کی نجات محض مسلمان کا نام لگا لینے سے ہو سکتی ہے؟ جبکہ مسلمان قوم کے اعمال و افعال کو تعلیم اسلام سے دور کا بھی لگاؤ نہ ہو تو اس صورت میں قرآن حمید کی اعلیٰ و افضل تعلیم اور آنحضرت صلعم کا بہترین نمونہ کیونکر اور کیسے انہیں فائدہ دے سکتے ہیں؟ کیا مسلمان خدا تعالیٰ کے محکم و لاتبدیل قانون سے مستثنیٰ ہیں؟ اسلام میں کوئی گروہ خدا کا خاص پیارا و لاڈلا نہیں جبکہ قرآن کریم خود فرماتا ہے لم تقولون ما لا تفعلون کیوں تم وہ بات منہ سے کہتے کے عادی ہو جس کو تم کرتے نہیں۔ مگر آج مسلمان قوم کا سارا دارو مدار صرف جذباتی نعروں اور دعووں پر آ رہا ہے۔

ملا نے اس مذہب کو محض ایمانیات و اعتقادات کا مجموعہ بنا دیا ہے حالانکہ قرآن کریم میں ہر مقام پر ایمان کے ساتھ عملوا الصلحت کا جملہ لگا ہوا موجود ہے۔ ملا لوگ ایمانی و اعتقادی امور کے لئے تو کٹ مرنے کو تیار رہتے ہیں مگر جو امر دین کی اصل روح رواں ہے اس سے قطعاً بے پرواہ غافل پڑے ہیں، دین کی اصل جان تو زندگی کا عمل ہے مگر اسے ملا نے کوئی بھی وقعت و اہمیت نہیں دی۔ ملا کے اس غلط تصور سے نجات دلانا مسلمان قوم کی آج کی سب سے بڑی ضرورت ہے۔ احیاء اسلام حقیقی معنوں میں یہ ہے کہ قوم کے اندر اعلیٰ کردار، عملی زندگی کو تبدیل کرنے کی سچی تڑپ اور خدمت خلق کے لئے ایک مخلصانہ جدوجہد پیدا کی جائے۔"

یہ ہے خلاصہ اخبار سول کے مقالہ افتتاحیہ کا۔

چند ذاتی واقعات

میں نے جو کچھ ینگ مینز احمدیہ ایسوسی ایشن کے اجلاس میں کہا تھا وہ ذاتی واقعات کی بناء پر اس امر کی تشریح میں بیان کیا تھا کہ مغربی ذہنیت معاملات و کاروباری تعلقات میں مشرقی نقطہ نگاہ سے کیونکر مختلف واقع ہوئی ہے، اگرچہ واقعات نہایت معمولی و روزمرہ کے پیش آمدہ امور ہیں مگر انہیں دوہرا دیتا ہوں تاکہ قارئین کرام پر ان اصولوں کی وضاحت ہو جائے۔

میں کچھ عرصہ ووکنگ میں قیام پذیر رہا اور قریباً ہر روز لندن جانا پڑتا تھا، ووکنگ ریلوے سٹیشن سے واٹرلو یعنی لندن کے جنوبی ریلوے سٹیشن تک ہفتہ وار سیزن ٹکٹ دکھلا کر گذرنے کا اتفاق ہوا ہمیشہ یہ دیکھا کہ گیٹ پر ٹکٹ چیکر دور سے رعایتی پاس دیکھ کر گذر جانے دیتا اور کبھی ایک بار بھی کسی پاس والے سے اس کا پاس لے کر اس پر تاریخ وغیرہ کو نہ دیکھا۔ اس بات سے میں نے یہ نتیجہ نکالا کہ ان لوگوں کے ذہن میں یہ بات آ ہی نہیں سکتی کہ کوئی شریف آدمی کسی گذشتہ ہفتہ کا ٹکٹ استعمال کر سکتا ہے بس پر سفر کرتے وقت تو اکثر یہ نظارہ دیکھنے میں آتا ہے کہ مسافروں کے اترنے کا سٹاپ آ گیا مگر وقت کی قلت سے ابھی ٹکٹ نہ مل سکا تو جن مسافروں نے ٹکٹ نہ لیا ہوتا وہ خود بخود ٹکٹ دینے والے کو مقررہ رقم دینے لگ پڑتے دوسری طرف ٹکٹ دینے والا شخص وصول شدہ رقم کے ٹکٹ اپنی کتاب میں سے پھاڑ کر پھینک دیتا۔ حالانکہ اس بارہ میں اس پر کوئی محاسبہ ممکن نہیں۔ اکثر اوقات دکانوں پر دکاندار کی غیر موجودگی میں لوگ اخبارات وہاں سے اٹھا لیتے اور ان کی قیمت وہاں خود بخود چھوڑ جاتے ہیں۔

مجھے گذشتہ اپریل میں ایسٹر کی تعطیلات کے بعد لندن سے پرسٹن (Preston) جو لنکا شائر کا دار الخلافہ ہے جانا تھا۔ جب میں پرسٹن سٹیشن پر اترا تو ایک ٹیکسی ڈرائیور نے میرے دونوں بیگ آ کر اٹھا لئے اور اپنی ٹیکسی کے پاس لے آیا، میں نے اس وقت خیال کیا کہ میں اس سے دریافت کر لوں کہ جس پتہ پر میں نے پہنچنا ہے اسے وہ جگہ معلوم ہے یا نہیں۔ چنانچہ میں نے کہا میں نے جورڈن سٹریٹ جانا ہے کہنے لگا کہ یہ سامنے والی سڑک جورڈن سٹریٹ ہے۔ پھر میں نے کہا کہ اس سڑک پر Forensic Science Laboratory میں مجھے جانا ہے اس نے کہا کہ یہ جو دائیں ہاتھ والی عمارت سامنے نظر آ رہی ہے اسی میں وہ لیبارٹری ہے۔ چونکہ میری مطلوبہ جگہ بالکل نزدیک اور سامنے تھی ٹیکسی ڈرائیور بلا کسی اور امر کے دریافت کئے خود بخود میرے اسباب سے الگ کھڑا ہو گیا جس کا مطلب یہ تھا کہ ایسی نزدیک جگہ کے لئے تمہیں میری ٹیکسی بیکار ہے اور تم جا سکتے ہو چنانچہ میں اپنے بیگ اٹھا کر چل دیا۔ حالانکہ وہ میرے بیگ سٹیشن کے اندر سے اٹھا کر باہر لایا تھا اور اگر وہ چاہتا تو جتنی دور میں نے جانا تھا اتنی دور ہی مجھے ٹیکسی میں بٹھا کر تھوڑی بہت رقم بآسانی وصول کر لیتا ایک اجنبی مسافر کو اس کی جائے مطلوبہ پر لے جانا اور اس سے اپنا جائز کرایہ وصول کرنا نہایت آسان و سہل بات ہے، شاید یہ واقعہ کسی کی نگاہ میں کوئی اہمیت نہ رکھے مگر یہاں اپنے ملک کے تانگہ والوں کی ذہنیت اور اجنبی لوگوں سے ان کے سلوک کا مقابلہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ تعلیم یافتہ و تہذیب یافتہ طبقہ سے قطع نظر مغربی دنیا کے عوام کے رویہ میں بھی کس قدر فرق ہے۔

کاروباری دنیا کا رویہ

کار کی خرید کے سلسلہ میں ایک واقعہ قابل غور ہے اصل قیمت ادا کرنے کے بعد جہاں فٹنگ وغیرہ کی جاتی ہے وہاں سے گاڑی لینا تھی اور وہیں سے ہی چند زائد اشیاء بھی ملتی تھیں، زائد اشیاء پسند کرنے کے بعد میں نے دیکھا کہ میرے پاس ان کی ادائیگی کے لئے رقم نقد موجود نہیں۔ نہ ہی اس وقت بنک کی چیک بک میرے پاس موجود تھی۔ اب میں حیران تھا کہ کیا کروں۔ دوکاندار سے میں نے کہا کہ یہ معاملہ ہے اس نے کہا اس کا کوئی فکر نہیں میں ایک بلینک کاغذ پر لے لیتے

بنک کا نام اور رقم لکھ دوں۔ بس اس قدر بات اس کے
لئے کافی ہے۔ ایک اجنبی مسافر جس کا پتہ بھی دکاندار
کے پاس نہیں۔ رقم کے عوض ایک فرضی کاغذ لیکر مطمئن
ہو جاتا۔ صاف ظاہر کرتا ہے کہ وہاں کاروباری معاملات
میں باہمی کس قدر اعتبار و اعتماد اور صداقت کوئی وراست روی
سے کام لیا جاتا ہے۔ اس کے بالمقابل اپنے ملک میں جو
فضا ہے اس کا اندازہ آپ اس سے لگا سکتے ہیں کہ جب
کراچی سے لاہور تک ایک مشہور فرم کی معرفت کار منگوائی
گئی تو ایک روز دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ ریلوے رسید
فرم کے دفتر میں پہنچ گئی ہے۔ میں ریلوے رسید کو
فرم کے دفتر سے لینے کے لئے گیا تاکہ بلا مزید تاخیر ہرجانہ
دئیے بغیر کار کو ریلوے سے لا سکوں، اس وقت جب
میں فرم کے دفتر میں رسید لینے گیا تو رقم جو معمولی
تھی ادائیگی کے لئے میرے پاس موجود نہ تھی۔ میں نے خیال
کیا کہ میرے عہدہ وغیرہ کے اعتبار سے اور اس سے
پیشتر جو معاملات فرم سے ہو چکے ہیں ان کی بناء پر وہ میرا
اعتبار کر لیں گے۔ مگر فرم کے دفتر میں تو منیجر صاحب
نے مجھے ریلوے رسید دینے سے قطعی طور پر انکار کر دیا۔
جب تک میں اگلی رقم پہلے ادا نہ کر دوں۔ اس معاملہ پر
جب میں نے غور کیا تو میں فرم کے منیجر یا فرم کو قابل الزام
نہیں سمجھتا کیونکہ یہاں دونوں طرف خریدنے اور بیچنے والوں
میں ایک ہی قسم کی ذہنیت کام کر رہی ہے اور اس میں کسی
ایک فرد کا قصور نہیں بلکہ ساری ملکی فضا ہی مسموم و مکدر
ہو رہی ہے۔

جنگ کے بعد کے بدلے ہوئے حالات

قریباً دو ماہ مجھے گلاسگو کے شہر میں رہنا پڑا۔
اپنے تعلیمی شغل کے سلسلہ میں ایک قتل کے مقدمہ کی بحث
سننے کے لئے عدالت میں جانا پڑا۔ مختصر حالات یہ تھے کہ
ایک شام کسی ناچ گھر میں چند نوجوانوں نے زبردستی اندر
گھسنے کی کوشش کی۔ اس پر ان کو چند اشخاص نے منع کیا
اور روکنے کی جلد جلد کی جس پر کشمکش اور لڑائی بڑھ گئی
اور ایک نوجوان نے دو اشخاص کو خنجر سے زخمی کر دیا
جن میں سے ایک مر گیا۔ عدالت کی کارروائی سننے کے بعد
جب میں اپنی جائے رہائش پر واپس آیا تو وہاں ان لوگوں
نے جو اس مکان میں میرے ساتھ رہتے تھے مجھ سے عدالتی
کارروائی سنی، سارے شہر میں اس ایک قتل سے تہلکہ مچ
رہا تھا اور میرے ہم مکینوں نے مجھے یہ یقین دلانے کی کوشش
کی کہ یہ سب غنڈہ گردی جنگ کے بعد کی ہے ورنہ جنگ
سے قبل ایسی کوئی بات شاذ و نادر وقوع پذیر ہوا کرتی تھی۔ انہوں
نے کہا کہ جنگ کے بعد عوام کا اخلاقی معیار کافی حد تک گر
چکا ہے جو ایک بہت ہی قابل افسوس امر ہے۔ مجھے اس
بات کو سن کر یہ خیال ہوا کہ اگر مغربی دنیا کی اخلاقی حالت
جو کمتر درجہ کی ہے ہمارے ملک کی اخلاقی حالت سے کہیں
بہتر ہے تو ان کی جنگ سے قبل کی اخلاقی حالت تو اور بھی
قابل رشک ہوگی۔

مغربی دنیا سے مشرقی ممالک کو

جب ایک شخص کچھ عرصہ تک [illegible] مغرب میں
رہ کر وہاں کے حالات و عادات سے متاثر ہو جاتا ہے
اور وہ واپس اپنے ملک کو لوٹتا ہے تو اسے یہ نمایاں فرق
خاص طور پر محسوس ہوتا ہے چنانچہ مغربی دنیا سے مشرقی
دنیا کی طرف آتے ہوئے پہلی مشہور بندرگاہ مصر کے ملک
میں پورٹ سعید آتی ہے اس جگہ جہاز چند ایک گھنٹوں
کے لئے ٹھہرتے ہیں۔ اور مسافر بندرگاہ پر جا سکتے
ہیں۔ مغرب میں تو یہ دستور ہے کہ دوکانوں پر چیزوں کی
قیمت لکھی ہوتی ہیں، اسی کے مطابق جو چیز پسند ہو آپ
رقم دے کر خرید کر لیں۔ کم و بیش کرنے کا کوئی سوال کسی جگہ
پیدا ہی نہیں ہوتا ایک ہی قیمت ہوگی چاہے خریدار ناواقف
ہو یا ماہر۔ مگر پورٹ سعید اور عدن کی بندرگاہوں پر بالکل
دوسرا منظر دیکھنے میں آئیگا، عام طور پر دوکاندار تین گنا یا چار گنا
قیمت طلب کریں گے اور آہستہ آہستہ رد و کد کے بعد
کافی کم لینے پر آمادہ ہو جائیں گے۔ مگر خریدار کے دل میں پھر
بھی شبہ رہ جائے گا کہ کیا میں نے باوجود اس قدر کم کرا
لینے کے بھی کہیں، زیادہ قیمت تو ادا نہیں کی۔ مسافروں اور
غیر ممالک کے لوگوں کے ساتھ خاص طور سے مغربی ممالک میں
جس قدر ملائمت و تہذیب سے وہاں کے لوگ پیش آتے ہیں
مشرقی دنیا میں انجان و اجنبی اصحاب سے اسی قدر ناجائز فائدہ
اٹھانے کی کوشش کی جاتی ہے، صرف اسی قدر نہیں بلکہ
اپنے جھوٹ پر پردہ ڈالنے کی خاطر خوب زور شور سے
خدا و رسول کی قسمیں کھانے سے قطعاً کوئی پرہیز نہیں ہوتا مجھے
یاد ہے کہ پورٹ سعید پر چونکہ چمڑے کی اشیاء زیادہ دستیاب
ہوتی ہیں۔ میں نے جوتوں کا ایک جوڑا خریدا جس کی قیمت دوکاندار
نے پہلے پچاس شلنگ بتلائی اور باوجود اس کے کہ وہ یہی
کہتا رہا کہ یہاں کلام واحد ہے۔ اور قسمیں بھی کھاتا رہا آخر کار تیس
شلنگ پر مان گیا۔

قانون و قواعد کی بلا چون و چرا پابندی کا شعور

جو امور خلاف قانون ہیں مغربی دنیا میں بجز عادی مجرموں
کے کسی کے وہم میں ان کے کرنے کا خیال پیدا نہیں ہوتا
اگر کسی شخص کو علم نہ ہو تو اسے قانون کا حوالہ دے دیجئے
اسی وقت وہ وہیں قانون شکنی سے دستکش ہو جائے گا۔
مغربی لوگ پھولوں کے کیسے شائق ہوتے ہیں۔ مگر کیا مجال
کہ بڑے لوگ چھوڑ بچے بھی گارڈن میں پھول توڑنے
کا خیال کریں۔ یہ شعور کہ مشترکہ چیز کی ویسی ہی حفاظت
کی جائے جیسے اپنی ذاتی چیز کی اور اجتماعی
جگہوں کی صفائی کا خیال اپنے گھر کی صفائی
کے برابر رکھنا ضروری ہے ترقی پذیر ہے یہاں
تک کہ اب مغربی ممالک میں سڑکوں پر کاغذ پھینکنا بھی جرم
قرار پایا جا رہا ہے۔ ایک عجیب فرق مغرب و مشرق میں
یہ دیکھنے میں آیا کہ وہاں کوئی مذموم امر پہلے سوسائٹی میں
دیکھا جانے لگتا ہے تو اس کے عام ہو جانے پر اس بارہ میں
حکومت کی طرف سے قانون بنا دیا جاتا ہے تاکہ وہ اور
زیادہ مستحکم و مضبوط ہو جائے لیکن مشرقی دنیا میں کیسے ہی
رذائل اخلاق وخلاف انسانیت فعل ہوں سماجی رنگ میں
ان کے برخلاف کوئی تحریک پیدا نہیں ہوتی بلکہ اس کو
روکنے کے لئے حکومت کی طرف سے قانوناً ابتدا کرنا
پڑتی ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ ہماری سوسائٹی تو کسی احسن
اعلیٰ اجتماعی تحریک کو چلانے کے قابل نہیں ہو سکتی۔ اور ہر
ایک امر کے لئے حکومت وقت کا منہ تکنا پڑتا ہے اگر
آب خوری بند کرے تو حکومت، زنا کاری کے اڈوں
کو ممنوع قرار دے تو حکومت، غنڈوں کی تکلیف دہ افعال و
حرکات سے نجات دلائے تو پولیس و فوج، کسی طبقہ کے ناجائز
صریح ظلم کے خلاف کارروائی ہو تو حکومت کی طرف سے
وگرنہ ہم سب ان امور کو دیکھتے ہیں لیکن ہم میں سے وہ لوگ
..... جو انہیں سوسائٹی کے لئے مضر و مخرب بھی یقین
کرتے ہیں یہ شعور و ہمت نہیں رکھتے کہ اس کے برخلاف آواز
ہی بلند کریں یا آئینی رنگ میں کوئی تحریک ان کے خلاف
مضبوطی سے چلا سکیں۔ یہی ساری وجہ ہے کہ ہمارے ملک
میں اخلاق سوز و صحت عامہ کے متعلق قواعد و قانون نہیں بن
سکے اور جو کچھ حکومت وقت نے بنائے ہیں ان پر بھی عملدرآمد
نہیں ہو سکتا۔ مغرب میں تو بڑے بڑے ہسپتال پبلک
سوسائٹیوں کی جد و جہد سے قائم ہیں، علم طب میں نئی اور
اعلیٰ پایہ کی ریسرچ ان اداروں میں آئے روز ہوتی ہے
جو پرائیویٹ فرموں نے اپنی ادویات کے بنانے کے لئے
کھول رکھے ہیں مگر مشرقی دنیا میں کوئی بھی اجتماعی مفید
تحریک ہو اس کے لئے حکومت کی طرف تکنے کے بجز
اور کوئی چارہ کار نہیں ہے۔ مشرق نے مغرب کی تقلید
میں حکومت کے لئے جمہوری نظام کا قیام تو قبول کر لیا گیا
مگر اس نظام کی سچی بنیادیں جس شعور پر قائم ہیں ان سے
ہماری دنیا قطعی نابلد و ناواقف ہے کیونکہ جیسے کہ بیان
کیا گیا ہے جبکہ **اجتماعی مفاد اور رفاہ عام کی ذہنیت
ہی مفقود ہو تو اس مقصد کے لئے کارکنوں
و نمایندگان کا انتخاب عام بے معنی بات**
ہے۔ ووٹ دہندہ کے پیش نظر جبکہ عامہ مفاد کا مقصد
ہی نہ ہو تو وہ ووٹ مستحق شخص کو کیونکر اور کیسے دینے
کے قابل ہو گا اور کس طرح واقعی قابل و مستحق اشخاص انتخاب
میں کامیابی حاصل کر کے برسر اقتدار آئیں گے؟ اور جبکہ
حکومت کے لئے سچے اہل منتخب نہ ہوں گے تو پھر حکومت
کیسے قوم کی واقعی نمایندہ و خیر خواہ ثابت ہوگی۔ یہاں
تو یہ حالت ہے کہ الیکشن کے وقت اہلیت کا سوال ہی مد نظر
نہیں ہوتا بلکہ ذاتی منفعت کا خیال برادری یا دوست نوازی
یا بے جا شرم و لحاظ کے ماتحت سب کارروائی تکمیل پذیر
ہوتی ہے، ہماری سوسائٹی کا غریب طبقہ امراء پر ساری
ذمہ داری عائد کرتا ہے جو ایک حد تک صحیح ہے لیکن غریب
طبقہ کا اپنا عمل کیا ہے؟ ووٹ دیتے وقت کب ان کے
ذہن میں قومی فلاح و بہبود کا مقصد پیش نظر رہتا ہے؟ کب
وہ اپنے اور اپنے ذاتی مفاد و تعلقات کو چھوڑ کر سچے
مستحقین کے حق میں ووٹ ڈالنے کو تیار ہوتے ہیں؟

شعور اجتماعیت و قومیت

جن لوگوں کو مغرب میں جانے کا اتفاق ہوا ہے
ان کو علم ہے کہ وہاں وقت کی قدر و قیمت یہاں کی نسبت
کتنی زیادہ ہے۔ پھر وہاں صبح ۸½ بجے سے ۹½ بجے
اور شام ۴½ سے ۵½ بجے تک ٹریموں اور بسوں اور
ان کے سٹیشنوں پر کس قدر بھاری اژدہام ہوتا ہے۔
لیکن ان تمام امور کے باوجود اجتماعی شعور اس قدر بڑھا
ہوا ہے کہ کسی دھینگا مشتی یا دنگہ فساد کا تو ذکر ہی کیا کسی
شخص کو دوسرے کی دھکا لگنے یا کچلے جانے کا سوال بھی
پیدا نہیں ہوتا۔ ایک روز مجھے صبح ۷½ بجے لندن کے
مشہور مرکزی بازار ہوبارن Holborn

میں ٹھہرے ہوئے لوگوں کے اژدھام کا جو زمین دوز ٹرین کے اسٹیشن سے اوپر آرہا تھا دیکھنے کا اتفاق ہوا، اس قدر امن سکون، اطمینان وعافیت سے یہ بے انتہا ہجوم خلائق اسٹیشن سے سڑک کی طرف بڑھا چلا آرہا تھا کہ حیرت ہوتی تھی کہ اسی کثرت لوگوں کی کیونکر ایسے پُر امن وسلامتی کے طریقے سے اُمڈی چلی آرہی ہے۔ اس وقت میرے ذہن میں اپنے ملک کی بادشاہی مسجد کا نظارہ یاد آگیا جبکہ خدا تعالےٰ کی عبادت سجدات ادا کرنے کے فوراً بعد سینکڑوں بندگان کو خدا کے گھر میں پاؤں تلے کچل کر مار دیا گیا تھا حالانکہ کوئی بات درپیش نہ تھی محض اجتماعی شعور کے کلی فقدان اور دوسرے انسانوں کی ضرورت کی لاشعوری سے بے صبری وبے حوصلگی نے اپنی اپنی جگہ پہنچ نہ لینے دیا اور صرف اسی سے یہ المناک حادثہ رونما ہوگیا۔ مغرب میں ½ ۱۲ بجے ½ ۲ بجے تک لنچ کھانے کا وقت ہوتا ہے اور شہر کے مرکزی حصوں میں ریسٹورانٹ میں لوگوں کا ہجوم اُمڈا چلا آتا ہے لیکن ہر شخص اپنی باری لیتا ہے امیر غریب کا وہاں فرق نظر آتا ہے نہ بڑے چھوٹے کا۔ اس قدر ترتیب ونظم اور ضبط سے خود بخود ہجوم یا آسانی اپنی اپنی جگہ اور باری لیتا جاتا ہے کہ حیرت ہوتی ہے کہ ہمارے ہاں تو پولیس ورضا کاروں کے اعلیٰ سے اعلیٰ انتظام کے باوجود بھی ایسی سہولت وآسانی پیدا نہیں ہوتی۔ جب میں گلاسکو سے لندن واپس آیا تو سامان اسٹیشن کے کلوک روم میں رکھا، ایک بیگ ساتھ رکھا، اسٹیشن کے چائے کے کمرے میں جا بیٹھا۔ اپنے بیگ کو میں نے ذرا فاصلہ پر رکھ دیا۔ میرے دیکھتے دیکھتے میرا بیگ ایک شخص نے اُٹھایا اور چائے دینے والے ملازم کو دے دیا۔ مجھے یقین تھا کہ ملازم اسے پاس رکھ لے گا کہ کسی مسافر کا ہے جو اسے واپس طلب کرے گا اس لئے میں باوجود علم ہونے کے اطمینان سے چائے پیتا رہا۔ جب دس منٹ بعد میں نے اس ملازم سے بیگ طلب کیا تو اس نے بڑی حیرانی ظاہر کی اور کہنے لگا کہ اگر وہ تمہارا تھا تو تم نے اسی وقت کیوں نہ بتلایا۔ میں نے کہا اب کیا حرج ہوگیا ابھی تو آپ نے میرے سامنے لے کر کہیں رکھا ہے مجھے واپس کردو۔ وہ کہنے لگا کہ وہ تمہارا بیگ یہاں نہیں رہا وہ تو ہم نے اسی وقت بلاتاخیر ایک منٹ کے ریلوے گم شدہ سامان میں دے دیا ہے اب آپ وہاں سے لے سکتے ہیں چنانچہ میں نے وہاں سے وہ لے لیا۔ ہمارے عزیز شیخ محمد طفیل صاحب کو اکثر ہر ہفتہ ووکنگ سے ہالٹن وغیرہ کیمپوں میں جانے کے لئے سفر کرنے کا اتفاق ہوتا ہے اور چونکہ وہ اپنے خیالات میں زیادہ تر مستغرق رہنے کے عادی ہیں کئی مرتبہ اپنا چھاتا ٹرین میں چھوڑ جاتے ہیں لیکن ہر بار وہ انہیں گم شدہ ریلوے سامان سے واپس مل جاتا ہے، اسی لئے اب وہ شاید زیادہ بے توجہی بھی برتتے ہیں۔ اگر یہ ایک واقعہ ہے کہ مغرب میں کسی دوسرے شخص کی چیز یا سامان کو خواہ مالک موجود نہ ہو عام طور پر کوئی دیکھتا ہے نہ چھیڑتا ہے۔ مجھے میرے ایک دوست نے وہاں یہ واقعہ سنایا کہ جب وہ فرانس کے سفر میں تھے تو ایک ہوٹل میں اُنہوں نے کوٹ تبدیل کیا اور سہواً اتارے ہوئے کوٹ میں تیس پونڈ کی رقم پڑی کی پڑی رہ گئی جو باہر لٹکا ہوا تھا۔ انہیں یقین تھا کہ کمرہ کی صفائی وغیرہ کے لئے جو ملازم آئے گا وہ کوٹ میں سے رقم نکال لے گا اور خود رکھ لے گا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ مگر ان کی حیرت کی انتہا نہ رہی جب واپسی پر ان کو ملازم نے رقم خود بخود واپس کردی

اور آئندہ کے لئے محتاط رہنے کو کہا، ایک ادنیٰ خادم کا ایک اجنبی مسافر سے یہ سلوک جبکہ رقم کا کوئی ثبوت دیا جا سکتا تھا نہ کوئی شہادت، ہماری مشرقی ذہنیت کے لئے کس قدر تعجب انگیز بات ہے! فرضی رعب ڈالنے اور بناوٹ افترا سے پرہیز کرنے کا یہ عالم ہے کہ میں نے اپنے ایک ماہر علم سائنس سے ایک بات دریافت کی، میرا خیال تھا کہ وہ اس کا کچھ نہ کچھ جواب ضرور دے گا صرف اس امر کے پیش نظر کہ میں مشرق کے دور افتادہ ملک سے وہاں کے بڑھے ہوئے علم وسائنس سے استفادہ حاصل کرنے گیا ہوں مگر میں حیران ہوگیا جب اُس نے صاف صاف الفاظ میں اس کے جواب سے اپنی قطعی لاعلمی کا اظہار کیا اور یہ خیال بالکل دل میں نہ لایا کہ اس کے ایسے جواب سے میں کیا سمجھوں گا، میں جہاں جہاں جس لیبارٹری میں گیا وہاں یہ دیکھا کہ چائے کے وقت جو دفتروں میں ہی سٹاف کو دی جاتی ہے سب کے سب افسر اور ماتحت عملہ ایک جگہ اکٹھے ایک ہی میز پر چائے پیتے ہیں۔ اس ضمن میں ڈائرکٹر آف لیبارٹری سے لے کر چپراسی تک سب ایک جگہ بیٹھتے ہیں،

آزادی اور اپنے کام سے تعلق

صرف اپنے کام کا خیال رکھو' ایک مشہور انگریزی مقولہ ہے مگر اس کی عملی صداقت مغربی ممالک میں نظر آتی ہے جہاں ہر شخص کو اپنے متعلق پوری آزادی حاصل ہے، اگرچہ ان ممالک میں یکسانیت بہت کچھ دخل پاگئی ہے، ایک ہی قسم کا لباس تمام لوگ پہنتے ہیں، ایک ہی قسم کی بود و باش سب کی ہے ایک ہی طرز اور طور طریق ملنے جلنے اور معاملات نبھانے کے مقرر ہیں لیکن باوجود ایسی یکسانیت کے عام رواج پا جانے کے اگر کوئی اجنبی اپنی طرز کو اختیار کرلے تو وہاں کسی کو خیال تک نہیں ہوتا، ہر انسان اپنے بارہ میں صحیح معنوں میں با اختیار رہتا ہے، اور کسی دوسرے کو اس کے معاملات میں دخل اندازی کا کوئی حق حاصل نہیں۔ ایک طرف ان ممالک میں پابندی اور قانون پر چلنے کی ذہنیت پائی جاتی ہے تو دوسری طرف اسی قدر ذاتی اشغال وافعال کی آزادی موجود ہے۔ صحیح بات بھی یہی ہے کہ ایسی وسیع آزادی وہیں کام دے سکتی ہے جہاں **اجتماعی مفاد وقانون کے احترام کا شعور ترقی پاگیا ہو ورنہ اگر صرف آزادی دے دی جائے اور اجتماعی شعور مفقود ہو تو انسانی نظام میں بڑا فتور پیدا ہوتا ہے۔** ہمارے ہاں اسی باعث بدنظمی وفساد ترقی پذیر ہے کہ یہاں دنوں پر سے حکومت وقانون کا خوف اٹھ گیا ہے۔ جو پہلے انگریزی حکومت کے وقت تھا مگر اس کے ساتھ اجتماعی شعور اور قانون کی پابندی کا احساس پیدا نہیں ہوا ہر شخص آزادی کی سپرٹ کی بداستعمالی کر رہا ہے مگر اس پر طرہ یہ ہے کہ ہمارے ہاں دوسرے کے معاملہ میں خواہ مخواہ دخل اندازی راہ پاگئی ہے گویا دونوں برائیاں جمع ہوگئی ہیں آزادی نے لاقانونی اور ضابطہ کی پابندی نہ کرنے کی صورت اختیار کرلی ہے، تو پابندی کے معنے دوسرے شخص کو اپنے خیالات ورائے پر جبراً قائم کرانا لیا گیا ہے۔ . . . .

مغرب کی دو عظیم مخرب اخلاق وصحت برائیاں

جہاں عام کاروباری معاملات میں مغربی دنیا میں اس قدر سلامت روی، صداقت شعاری اور قانون پابندی موجود ہے وہاں دو بڑی خرابیاں عام ہیں، شراب خوری اور عیش پسندی، وہاں اس قدر کثرت سے رائج ہیں جیسے ہمارے ہاں بددیانتی اور جھوٹ عام ہیں، اور جس طرح ہماری سوسائٹی میں کسی شخص کی عزت و وجاہت میں فرق نہیں آتا جبکہ وہ عہد شکن ہو، بددیانت ہو، یا جھوٹے عذر بنانے کا عادی ہو، ایسا ہی مغرب میں شراب خوری یا زناکاری سے کسی فرد کی سوسائٹی میں عزت و وجاہت میں کوئی فرق نہیں پڑتا، اس میں شک نہیں کہ وہاں ہر بات کے لئے مخصوص قواعد ہیں، انہی کے ماتحت جب وہ کام کیا جائے تو وہ بات معیوب نہیں سمجھی جاتی۔ شراب خوری و زناکاری وہاں کوئی عیب ہی نہیں اور اس کا احساس اس حد تک ان کے اندر سے مرچکا ہے کہ میں نے جب بعض اصحاب کو یہ یقین دلانے کی کوشش کی کہ ان کے ہاں حادثات کی زیادہ تر وجہ اور گھریلو زندگی ناخوشگوار ہونے کا باعث زیادہ تر شراب خوری ہے تو اس معمولی واضح امر کو وہ ماننے سے تامل نظر آتے تھے، شراب خوری سے جس قدر حادثات وہاں ہوتے ہیں کسی اور وجہ سے اس قدر نہیں ہوتے، پھر اس سے اسراف پیدا ہوتا ہے، جن سے فیملی لائف وبال جان بن جاتی ہے، نہ صرف شراب خوری سے اندرونی اعضاء رئیسہ خراب وبیمار ہو جاتے ہیں، بلکہ اکثر اوقات یہی باعث ہوتا ہے خودکشی کا۔ بہت ہی تعجب انگیز بات معلوم ہوگی کہ **ظاہرا طور پر جس قدر پُرامن و پُرسکون مغربی دنیا کی زندگی دکھلائی دیتی ہے اسی قدر اندرونی طور پر قلبی سکون و اطمینان وہاں مفقود نظر آتا ہے، طلاق وعلیحدگی کے واقعات** اس کثرت سے ہوتے ہیں کہ مشرق کبھی ان کا مقابلہ کرنے سے قاصر ہے۔ اس کے تین بڑے وجوہ ہیں، خدا کی ہستی سے انکار اور مادیت کے سامانوں میں سچی خوشی کی تلاش، شراب خوری، اور ازدواجی زندگی میں بیوفائی چاہیئے تو یہ تھا کہ مغربی دنیا نے جس قدر مادی سامان ایجاد کرلئے ہیں اور وہاں ان کی جس کثرت سے فراہمی میسر ہے نیز اجتماعی شعور، قانون وقواعد کی پابندی اور عام طور پر کاروباری دنیا میں صداقت شعاری وسلامت روی موجود ہے ان وجوہ سے وہاں اسی نسبت سے ان کی باطنی قلبی زندگی نہایت پرسکون وپُرامن ہوتی مگر معاملہ اس کے عین برعکس ہے، جو لوگ مغرب کی کامل تقلید میں نجات مضمر سمجھتے ہیں ان کے لئے یہ امر قابل توجہ ہے کہ کیا وجہ ہے کہ مغرب میں اندرونی طور پر بے امنی و بے چینی اس قدر عام ہے، آج کل تو وہاں تیسری جنگ عظیم کے خطرات ہر قلب پر مسلط ہو رہے ہیں اور ہر جگہ پس پردہ یہی ذہنیت کارفرما ہے کہ دنیا سے امن وسلامتی کا کیا حشر ہونے والا ہے۔ مغرب زدہ اصحاب غور کریں کہ **اگر مادیت کی فراوانی اور ظاہرا قانون کی پابندی انسانی راحت و اطمینان قلب کا موجب ہوسکتی ہے تو پھر یہ بات مغرب میں اب تک کیوں پیدا نہیں ہوسکی** اور مادی ماحول کی پاکیزگی وصفائی بھی راحت اور

اور حقیقی امن و سکون پیدا کرنے کے لئے ملتفی ہو تو اب تک ان کے ہوتے ہوئے مغربی دنیا ایسی ہولناک قلبی بے چینی و بے اطمینانی میں کس لئے مبتلا ہے؟

نظام زندگی کی بنیادیں

انسانی جد و جہد کی بنا تین قسم کے احساسات پر قائم ہے، اول ذاتی احساس و خواہشات، دوئم اجتماعی ضروریات و مفاد، سوئم خدا تعالیٰ کی ہستی کا احساس اور اس کے احکامات کی تابعداری کا شعور۔ مشرقی تہذیب کی جو گذشتہ صدیوں میں رائج تھی اور جو اب بہت حد تک ختم ہوتی جا رہی ہے بناء زیادہ تر خدا تعالیٰ کی ہستی اور اس کے احکامات کی تابعداری کے شعور پر قائم کی گئی تھی اس شعور کے ماتحت ذاتی خواہشات و خیالات کی تکمیل اور سوسائٹی کے نظم و مفاد کی پرواہ کی جاتی تھی۔ اس کا نتیجہ یہ تھا کہ لوگوں کے دلوں میں نہ صرف سوسائٹی کے مفاد کا خیال موجود رہتا بلکہ وہ سوسائٹی یا قانون کے خوف کے علاوہ خدا تعالیٰ کی سزا اور یوم الحساب کے ڈر سے مذموم و شنیع افعال سے مجتنب رہتے تھے گویا کہ مشرقی تہذیب، برائی و بدی سے مجتنب رہنے کی تعلیم اس لئے دیتی ہے کہ وہ فی الواقعہ برائی و بدی ہے اور اس کی مضرت و نقصان دہی پر دل میں کامل ایمان موجود ہے نہ یہ کہ محض قانون کا ڈر یا سوسائٹی میں بدنامی کا خوف۔ مغربی تہذیب کی کی بناء اجتماعی احساس و شعور پر قائم ہے نہ کہ خدا کی ہستی کے یقین اور یوم الحساب پر ایمان کی وجہ سے ہو اس لئے اکثر یہ دیکھا گیا ہے کہ مغربی تہذیب کا اثر ظاہرا افعال و اعمال تک محدود رہتا ہے۔ اندرونی پاکیزگی و باطنی طہارت تک اس کی رسائی نہیں ہوتی۔ مشرقی تہذیب کا المیہ یہ ہے کہ مشرقی لوگوں نے مغربی تہذیب کے زیر اثر خدا کی ہستی اور یوم الحساب پر یقین سے تو فراغت حاصل کر لی ہے لیکن اس کے ساتھ ہی مغربی تہذیب کا اجتماعی شعور پیدا نہیں کیا جس کا نتیجہ یہ ہو رہا ہے کہ ہمارے ہاں مغرب زدہ اصحاب کے دل میں صرف ایک ہی شعور پر ورش پا رہا ہے اور وہ ہے ذاتی و انفرادی مفاد کی خواہش، اکثر لوگوں کے دل خدا کی ہستی اور یوم الحساب پر یقین سے خالی ہو چکے ہیں دوسری طرف اجتماعیت کا شعور کچھ بھی ترقی پذیر نہیں ہوا۔ یہ وجہ ہے کہ مشرق میں مغربی تہذیب کے تاثر سے حالات بدتر ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ انسان کے لئے بدی اور ذاتی مفاد کا راستہ اختیار کرنا بہت سہل امر ہے مگر نیکی اور اجتماعی بہبود و فلاح کی راہ پر چلنا دشوار گذار بات ہے۔ پس جب ہم مغربی تہذیب کو بھی اختیار کرنے پر آتے ہیں تو اس کی برائیاں تو برضا و رغبت اور جلد اپنا لیتے ہیں لیکن اس کی خوبیاں لینے کی ہمت و طاقت نہیں پاتے۔

اسلامی تہذیب کی نشاۃ ثانیہ

یہ خیال نہیں کرنا چاہیئے کہ مغربی تہذیب نقائص و مصائب سے پاک ہے بلکہ جیسے کہ ابھی عرض کیا گیا اس تہذیب کی بنیادیں چونکہ قومیت و سوسائٹی کے نظام کے احساس پر قائم ہیں تو اس کا نتیجہ یہ ہو چکا ہے کہ لوگوں کے اندر ظاہرا قانون و قواعد کی پابندی اور سوسائٹی کے رسم و رواج پر چلنے کی عادت تو پیدا ہو چکی ہے لیکن یہ امور انسان کے باطن کو تبدیل نہیں کر سکے۔ یہی وجہ ہے کہ مغربی سوسائٹی میں گھریلو خوشی و اطمینان بہت حد تک مفقود ہو چکے ہیں باہر کی سوسائٹی میں انسان بہت حد تک تکلف و بناوٹ کر سکتا ہے مگر اپنے گھر کے اندر یہ بات ممکن نہیں پھر مغربی تہذیب نے انسان کی خوشی و اطمینان کو مادی سامانوں میں محدود سمجھ رکھا ہے اور یہ ایک ایسا راستہ ہے کہ اس میں کسی جگہ قیام نہیں۔ بین الاقوامی میدان میں یہی مغربی اقوام جس طرح انصاف و عدل کی مٹی پلید کرتی ہیں وہ ایک ایسی کھلی و روشن بات ہے جسے ہر شخص جانتا ہے، اجتماعی مفاد کے تقاضے اور انسانیت کی ضروریات بین الاقوامی سطح پر مغربی تہذیب کو یکسر اس طرح بھول جاتے ہیں جیسے ان کا احساس و شعور قومی میدان میں تیز نظر آتا ہے جیسے کہ میں نے عرض کیا مغربی تہذیب نے نیکی کو نیکی کی خاطر قبول نہیں کیا بلکہ اسے نسبتی طور پر اختیار کیا ہے، عدل و انصاف ان کے نزدیک ایک کامل صداقت نہیں .... (Honesty is the best policy) بلکہ یہ ایک قابل عمل بات ہے تب تک جب تک اپنی قوم کا مفاد پیش نظر رہ سکے جب معاملہ بین الاقوامی ہو تو اس وقت عدل و انصاف قابل عمل نہیں کیونکہ اس طرح قومی مفاد کو دھکا لگتا ہے۔ اخلاقی امور کو کامل صداقتیں تسلیم کرنا اور ان پر ہر حالت میں عمل پیرا ہونا ممکن نہیں اگر انسان کے اندر صرف اجتماعی شعور کا جذبہ موجود ہو بلکہ اس کا امکان صرف ایک ہی صورت سے وابستہ ہے کہ انسان کے قلب کے اندر خدا کی ہستی کا احساس اور یوم الحساب کا شعور یقینی طور پر موجود ہو۔ اسلام کی نشاۃ اولیٰ یوں قائم ہوئی تھی کہ قلوب میں خدا تعالیٰ کی ہستی کا یقین گھر کر گیا تھا اور اس شعور کے ماتحت اجتماعی شعور یا سوسائٹی کی بہبود و فلاح کی ذہنیت پیدا ہوئی تھی لیکن اب ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اجتماعی شعور کے ترقی پذیر ہونے سے خدا تعالیٰ کی ہستی کا شعور اور یقین پیدا ہوگا اور اس طرح اسلام کی نشاۃ ثانیہ کا دور آئے گا۔ پہلے خدا تعالیٰ سے تعلق کے نتیجہ میں سوسائٹی کی بہبود و فلاح کا راستہ اختیار کیا گیا تو اب اجتماعی بہبود و فلاح کے راستے کو اختیار کرنے کے لئے خدا تعالیٰ کی ہستی کا یقین لازم آئے گا۔ پہلے دور میں ایمان بالغیب نے علم و سائنس کو ترقی دی تو اب علم و سائنس کی رو سے ایمان بالغیب پیدا ہونے کے سامان ہونگے یہی وہ فرق ہے جسے اسلام کی شان مسیحیت کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے، اور جس کا مطلب و مقصد یہ ہے کہ امور ایمانی کو دنیا اس وقت علم و سائنس کے تجزیہ کی بناء پر قبول کرے گی نہ کہ مادی شان و شوکت اور زور و قوت کے معیار پر۔ مبارک وہ جو اس راز کو سمجھیں۔

آہ! ماسٹر رجب علی صاحب

ضلع جہلم میں ہمارے ایک مخلص بھائی ماسٹر رجب علی صاحب ارشد بہت سے ابتلاؤں اور بیماری کے بعد فوت ہو گئے ہیں انا للہ وانا الیہ راجعون ان کی بیگم صاحبہ کا حسب ذیل خط موصول ہوا ہے:۔

"دفتر شعبہ تبلیغ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

عرض ہے کہ جناب ماسٹر رجب علی صاحب ارشد ۱۵ اگست کو فوت ہو گئے۔ بچے سخت پریشان ہو گئے ہیں ہمارے صبر کے لئے دعا فرمائیں۔ جناب میں بھی سخت پریشان ہوں کیونکہ بچوں کا کوئی خدا کے سوا نہیں میرا بڑا لڑکا صرف ۳۵ روپے کا ملازم ہے اور اس سے چھوٹا لاہور میں تعلیم حاصل کر رہا ہے۔ چار بچے اور ایک میں (بیوی) ۳۵ روپے میں کس طرح گذارہ کریں گے اس لئے میں کسی سکول میں کام کرنے کی کوشش کر رہی ہوں، آپ میری مشکل کے لئے خدا کے آگے دعا فرمائیں۔ ماسٹر صاحب کی کوئی خاص جائیداد نہیں جس پر ہم گذارہ کر سکیں۔ مجھے اس بات کی خوشی ہے کہ خدا نے ہمیں ایمان جیسی دولت عطا فرمائی ہے یہ دنیا کی دولت آنی جانی ہے آپ میرے بچوں کے لئے دعا فرماتے رہا کریں کہ ان کو خدا آپ کے ساتھ شامل رکھے اور خادم دین بنائے ماسٹر صاحب کے لئے بھی دعا فرمائیں کہ خدا ان کو جنت دے آمین۔

ایک نظم ماسٹر صاحب لکھ کر دے گئے ہیں۔ وہ بھی کسی وقت بھیج دوں گی۔

از طرف رحمت بیگم زوجہ ماسٹر رجب علی صاحب ارشد موضع عجائب ڈاکخانہ سید حسین براستہ دینہ ضلع جہلم ۸/۲۲"

اس نیک دل خاتون اور اس کے بچوں کے لئے احباب کرام درد دل سے دعا فرمائیں، ہماری دلی ہمدردیاں اس مخلص خاندان کے ساتھ ہیں اللہ تعالیٰ انہیں صبر جمیل عطا فرمائے اور مرحوم ماسٹر رجب علی صاحب کو جنت الفردوس میں جگہ دے احباب کرام سے جنازہ غائبانہ کی درخواست ہے۔

ضرورت رشتہ

(۱) لاہور کے ایک کامیاب ایڈووکیٹ کے لئے (جن کی عمر تقریباً ۴۵ سال ہے۔ اور جن کی پہلی بیوی فوت ہو چکی ہے اور جن کے تین بچے اچھے بڑے ہیں گو ابھی بالغ نہیں ہوئے) رشتہ کی ضرورت ہے۔ آمدنی ماہوار دو اڑھائی ہزار روپیہ ہے۔ رشتہ پابند صوم و صلوٰۃ اور دیندار ہو اور باسلیقہ کو ترجیح دی جائے گی۔

(۲) ایک دوست جو ایم اے فسٹ کلاس ہیں سنٹرل گورنمنٹ میں گزیٹڈ آفیسر ہیں اور آجکل پنجاب میں تعینات ہیں مستقل ملازم ہیں تنخواہ ۲۵۰/- روپے ماہوار ہے۔ عمر تقریباً ۲۷ سال ہے رشتہ باسلیقہ خوبصورت اور معزز خاندان کا مطلوب ہے۔

جملہ خط و کتابت صیغہ راز میں رہے گی، مندرجہ ذیل پتہ پر خط و کتابت کی جاوے:۔

مولانا احمد یار صاحب افسر تبلیغ پاکستان احمدیہ انجمن اشاعت اسلام احمدیہ بلڈنگس لاہور

کلرک کی ضرورت

پیغام صلح کیلئے ایک کلرک کی ضرورت ہے۔ تنخواہ ۷۵ روپیہ معہ الاؤنس ہوگی۔ کم از کم میٹرک پاس ہو، جماعت کے ایسے نوجوان درخواستیں ارسال کریں جو مستقل طور پر انجمن کی ملازمت کرنا چاہیں۔

خاکسار۔ سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

پیغام صلح ۱۰ ستمبر ۱۹۵۲ء رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳ ۔ شمارہ نمبر ۳۵

انجمن کے شعبۂ پبلسٹی کا قیام

احباب سلسلہ کی خدمت میں ایک نہایت ضروری اپیل

قلم اور قرطاس کے ذریعہ اشاعت اسلام ہماری جماعت کی نمایاں خصوصیت ہے تبلیغ اسلام کے بلند نصب العین کو بروئے کار لانے کے لئے حضرت بانئے سلسلہ نے ہم سے عہد لیا۔ حضرت امیر رحمۃ اللہ علیہ نے خدا تعالےٰ کے فضل اور جماعت احمدیہ لاہور کی اجتماعی قوت سے جس محنت شاقہ اور خلوص کے ساتھ اس عہد کو پورا کیا وہ ہمارے لئے مشعل راہ ہے، گذشتہ چالیس سال کے عرصہ میں حضرت امیر مرحوم کی قیادت میں ہماری نہایت مختصر سی جماعت نے تبلیغ اسلام کے میدان میں جو کارہائے نمایاں سرانجام دیئے، دوست اور دشمن اس کے معترف ہیں۔ موجودہ بحرانی کشمکش میں اللہ تعالیٰ نے ہمارے عقائد اور اجتماعی عمل کی صداقت کو دنیا پر جس طرح واضح کیا وہ ہماری جماعت کے خلوص اور حق پرستی کی دلیل ہے ——— عصر حاضر میں اللہ تعالےٰ کے فضل سے ہم نے تبلیغ اسلام کی تاریخ کو بنایا ہے یعنی تبلیغ اسلام کے عظیم الشان تسلسل کو قائم رکھا ہے۔ ہماری تبلیغی روایات واقعی شاندار ہیں، لیکن ان روایات کا تقاضا یہ ہے کہ ہم اپنے اس کام کو پہلے سے بڑھ کر قوت اتحاد استقلال اور خلوص سے جاری رکھیں۔ بدلتے ہوئے حالات اور نئے مسائل کا نظر غائر سے مطالعہ کرتے ہوئے اپنے تبلیغی پروگرام کو وسیع کریں ——— ان حقائق اور کوائف کے پیش نظر انجمن نے پبلسٹی کے ایک نئے شعبہ کی بنیاد رکھی ہے جس کے پروگرام کا ایک بہت مختصر خاکہ احباب جماعت کے سامنے پیش کیا جاتا ہے:۔

۱۔ پبلسٹی کا یہ شعبہ موجودہ دور کے اہم مسائل کے پیش نظر اسلامی تعلیمات کو پیش کریگا اور ان کے متعلق ریسرچ کر کے مضامین شائع کرے گا۔ یہ مقالات مندرجہ ذیل عنوانات اور ان کے علاوہ اور متعدد عنوانات کے متعلق ہوں گے مثلاً اسلامی ریاست کا صحیح تصور، اسلامی حکومت کا دستور اساسی، اسلام کا معاشی نظام، اسلام اور کمیونزم احمدیت اس دور کی عظیم اسلامی تحریک ہے، نئے دور کی تشکیل کے لئے اسلام کی ضرورت وغیرہ۔

۲۔ ان مقالات کے علاوہ جو چھوٹی چھوٹی کتابوں کی صورت میں شائع ہوں گے۔ جماعت احمدیہ لاہور کے عقاید، ردّ تکفیر، حضرت بانئے سلسلہ کا اصل مقام، یورپ اور امریکہ میں تبلیغ اسلام کے نتائج کے عنوانات پر کثیر تعداد میں ریکٹ شائع کئے جائیں گے۔

۳۔ ایک نہایت خوبصورت سہ ماہی معیاری رسالہ بھی شائع کیا جائے گا جو جماعت احمدیہ لاہور کے علمی نقطۂ نگاہ کو پیش کرے گا۔

۴۔ یہ شعبہ سلسلہ کے اخبارات کے معیار کو بلند کرے گا تاکہ ہمارے اخبارات معیاری اور صحافتی اعتبار سے ملک کے صف اوّل کے اخبارات میں شامل ہو جائیں۔ اس کے علاوہ پبلسٹی کا شعبہ ملکی پریس سے صحت در روابط قائم کرے گا۔ ذہین، مخلص اور حق پرست صحافیوں کے دلوں سے جماعت احمدیہ اور حضرت بانئے سلسلہ کے متعلق پھیلائی ہوئی غلط فہمیوں کو دُور کرے گا وغیرہ وغیرہ۔

عملی پروگرام کا شعبہ پبلسٹی کی صورت میں یہ ایک مختصر سا ڈھانچہ ہے۔ عمل سے قومیں اور جماعتیں زندہ ہوتی ہیں۔ عمل سے ہی قوموں کے جمود ٹوٹتے ہیں۔ عمل سے ان کے اثر و نفوذ میں اضافہ ہوتا ہے ان کی روحانی اور اخلاقی قوت بڑھتی ہے۔ ان کو وسعت اور استحکام نصیب ہوتا ہے۔ ظاہر ہے کہ اس شعبہ کے قیام اور اس عملی پروگرام کیلئے روپیہ کی ضرورت ہے۔ یہ عظیم الشان کام بغیر مالی قربانی کے نہیں ہو سکتا۔ جب کبھی ضرورت پیش آئی ہے۔ اعلائے کلمۃ الحق کی اس علمبردار جماعت نے اپنی ہمت سے بڑھ کر قربانیاں کی ہیں۔ حضرت بانئے سلسلہ کے فیضان کا یہ نتیجہ ہے کہ مالی ایثار کے ضمن میں یہ جماعت ایک نمایاں حیثیت رکھتی ہے۔ اس جماعت کے ایک ایک فرد نے حضرت بانئ سلسلہ کے ساتھ دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا عہد کیا اور ہر موقعہ پر اس عہد کو نبھایا ہے۔ اس شعبہ کے قیام کے لئے بھی ہم جماعت کے ہر ایک فعال اور مجاہد فرد کی خدمت میں اپیل کرتے ہیں کہ وہ اس شعبہ کے قیام کے لئے شرح صدر کے ساتھ مالی قربانی کرے۔ سب دوستوں کی خدمت میں التماس ہے کہ اپنے عطیہ جات مرکزی دفتر میں محاسب صاحب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کے نام بھجوانا شروع کر دیں اور اس کام کو نہایت اہم سمجھتے ہوئے اس طرف فوری توجہ مبذول فرمائیں:

میاں محمد۔ پریزیڈنٹ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

ممتاز احمد فاروقی۔ آنریری جنرل سیکرٹری

(خانبہادر) غلام ربانی خان۔ ناظم اعلیٰ

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ ارشادات

شیخ غلام قادر صاحب احمدیہ بلڈنگس لاہور

اپنے افعال اور کردار میں ہمیشہ خشیۃ اللہ کو ملحوظ خاطر رکھو

عن انس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال یا یھا الناس ابکوا فان لم تستطیعوا فتباکوا فان اھل النار یبکون فی النار حتی یسیل دموعھم فی وجوھھم کانھا جداول حتی ینقطع الدموع فتسیل الدماء فتقرح العیون فلو ان سفنا ازجیت فیھا لجرت رواہ فی شرح السنۃ۔

مشکوٰۃ کتاب الفتن باب صفت النار و اھلھا

ترجمہ:۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے لوگو! (اپنے اقوال و اعمال کی خرابیوں کو مدنظر رکھ کر حصول مغفرت کے لئے اللہ تعالیٰ کے حضور) رو رو کر (دعا کرو۔ اور اصلاح کردار کرو) اور اگر (تمہارے دل کثرت گناہ سے اور فقدان خشیۃ اللہ سے پتھر ہو گئے ہیں کہ) رونے پر قدرت نہیں رکھتے تو پھر تکلف سے رونا اختیار کرو (کیونکہ تکلفانہ تضرع اور زاری سے دل نرم ہو جاتا ہے اور بلا تکلف تضرع اور زاری کی توفیق مل جاتی ہے جس سے گناہ دھل جاتے ہیں دل صاف ہو جاتا ہے، نیک اعمال و اقوال کی قوت پیدا ہو جاتی ہے اور رضا الٰہی حاصل ہونے کے مواقع میسر آتے ہیں یاد رکھو نہیں تو دوزخ یعنی بلا سر پر پڑ گئی تو) دوزخ میں دوزخی یقیناً روئیں گے اتنا کہ ان کی آنکھوں سے خون کے آنسو نکل کر ان کے چہروں پر سے بہہ نکلیں گے گویا وہ خون کی نالیاں ہیں اور خون (بہنے) سے ان کی آنکھیں زخمی ہو جائیں گی، خون کے آنسوؤں کی اتنی کثرت ہوگی، کہ ان کے اندر کشتیاں جاری ہو سکیں گی، (بلا نازل ہونے سے پہلے رجوع الی اللہ کرو۔ وقت بلا میں واویلا کرنا کچھ فائدہ نہیں دیتا۔ کیا مسلمان اپنے حالات کا جائزہ لینے کی زحمت گوارا فرمائیں گے)

صرف شقی القلب دوزخ میں داخل کئے جائیں گے

عن ابی ھریرۃ رض قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یدخل النار الا شقی قیل یا رسول اللہ ومن الشقی قال من لم یعمل للہ بطاعۃ ولم یترک لہ بمعصیۃ۔ (مشکوٰۃ کتاب الفتن ایضاً)

ترجمہ:۔ حضرت ابوہریرہ رض سے روایت ہے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دوزخ میں صرف شقی القلب داخل ہوں گے، لوگوں نے پوچھا یا رسول اللہ شقی القلب کون لوگ ہیں حضور نے فرمایا جن کا قول و فعل رضائے الٰہی حاصل کرنے کی غرض سے نہیں (بلکہ اپنے ذاتی و سیاسی اغراض کے حصول کے لئے محض ریاکارانہ و عیارانہ ہوتا ہے نمائش و نمود کے لئے کوئی بظاہر نیک کردار کر بیٹھتے ہیں اور اس کا ڈھنڈورا پیٹتے ہیں جیسے کہ آجکل احرار و ہمچو قسم دیگر ملانے مرتومہ محافظ ختم نبوت کا ریاکارانہ لبادہ پہنے پھرتے ہیں اور جگہ جگہ اس بات کا ڈھنڈورا پیٹ کر احمدیوں کے خلاف نفرت کا بیج بو رہے ہیں) اور نہ ہی خشیۃ اللہ سے ترک گناہ کرتے ہیں۔

کیوں زندگی کی چال سبھی فاسقانہ ہے
کچھ اک نظر کرو کہ یہ کیسا زمانہ ہے
اس کا سبب یہی ہے کہ غفلت ہے چھا گئی
دنیائے دوں کی دل میں محبت سما گئی
تقویٰ کے جامے جتنے تھے سب چاک ہو گئے
جتنے خیال دل میں تھے ناپاک ہو گئے
ہر دم کے خبث و فسق سے دل پر پڑے حجاب
آنکھوں سے ان کی چھپ گیا ایمان کا آفتاب
(مسیح موعودؑ)

"میں ہرگز ضائع نہیں ہو سکتا دشمنوں کی کوششیں عبث ہیں"

"اگر کوئی میرے قدم پر چلنا نہیں چاہتا تو مجھ سے الگ ہو جائے"

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشادات

صادق تو ابتلاؤں کے وقت بھی ثابت قدم رہتے ہیں اور وہ جانتے ہیں کہ آخر خدا ہمارا ہی حامی ہوگا۔ اور یہ عاجز اگرچہ ایسے کامل دوستوں کے وجود سے خدا تعالیٰ کا شکر کرتا ہے لیکن باوجود اس کے یہ بھی ایمان ہے کہ اگرچہ ایک فرد بھی ساتھ نہ رہے اور سب چھوڑ چھاڑ کر اپنا اپنا راہ لیں۔ تب بھی مجھے کچھ خوف نہیں۔ میں جانتا ہوں کہ خدا تعالیٰ میرے ساتھ ہے، اگر میں پیسا جاؤں اور کچلا جاؤں اور ایک ذرہ سے بھی حقیر تر ہو جاؤں اور ہر ایک طرف سے ایذا اور گالی اور لعنت دیکھوں تب بھی میں آخر فتحیاب ہوں گا مجھ کو کوئی نہیں جانتا مگر وہ جو میرے ساتھ ہے میں ہرگز ضائع نہیں ہو سکتا دشمنوں کی کوششیں عبث ہیں اور حاسدوں کے منصوبے لاحاصل ہیں۔

اے نادانو اور اندھو مجھ سے پہلے کون ضائع ہوا جو میں ضائع ہو جاؤں گا۔ کس سچے وفادار کو خدا نے ذلت کے ساتھ ہلاک کر دیا جو مجھے ہلاک کرے گا یقیناً یاد رکھو اور کان کھول کر سنو میری روح ہلاک ہونے والی روح نہیں اور میری سرشت میں ناکامی کا خمیر نہیں مجھے وہ ہمت اور صدق بخشا گیا ہے جس کے آگے پہاڑ ہیچ ہیں۔ میں کسی کی پرواہ نہیں رکھتا۔ میں اکیلا تھا اور اکیلا رہنے پر ناراض نہیں کیا خدا مجھے چھوڑ دے گا کبھی نہیں چھوڑے گا کیا وہ مجھے ضائع کر دے گا کبھی نہیں ضائع کرے گا۔ دشمن ذلیل ہوں گے اور حاسد شرمندہ اور خدا اپنے بندہ کو ہر میدان میں فتح دے گا۔ میں اس کے ساتھ وہ میرے ساتھ ہے کوئی چیز ہمارا پیوند توڑ نہیں سکتی اور مجھے اس کی عزت اور جلال کی قسم ہے کہ مجھے دنیا اور آخرت میں اس سے زیادہ کوئی چیز بھی پیاری نہیں کہ اس کے دین کی عظمت ظاہر ہو۔ اس کا جلال چمکے اور اس کا بول بالا ہو کسی ابتلا سے اس کے فضل کے ساتھ مجھے خوف نہیں۔ اگرچہ ایک ابتلا نہیں کروڑ ابتلا ہو۔ ابتلاؤں کے میدان میں اور دکھوں کے جنگل میں مجھے طاقت دی گئی ہے

من نہ آنستم کہ روز جنگ بینی پشت من
آں منم کاندر میان خاک و خوں بینی سرے

پس اگر کوئی میرے قدم پر چلنا نہیں چاہتا تو مجھ سے الگ ہو جائے مجھے کیا معلوم ہے کہ ابھی کون کون سے ہولناک جنگل اور پرخار بادیہ درپیش ہیں جن کو میں نے طے کرنا ہے پس جن لوگوں کے نازک پیر ہیں وہ کیوں میرے ساتھ مصیبت اٹھاتے ہیں جو میرے ہیں" وہ مجھ سے جدا نہیں ہو سکتے نہ مصیبت سے نہ لوگوں کے سب و شتم سے نہ آسمانی ابتلاؤں سے اور آزمائشوں سے اور جو میرے نہیں وہ عبث دوستی کا دم مارتے ہیں کیونکہ وہ عنقریب الگ کئے جائیں گے اور ان کا پچھلا حال ان کے پہلے سے بدتر ہوگا۔ کیا ہم زلزلوں سے ڈر سکتے ہیں۔ کیا ہم خدا تعالیٰ کی راہ میں ابتلاؤں سے خوفناک ہو جائیں گے۔ کیا ہم اپنے پیارے خدا کی کسی آزمائش سے جدا ہو سکتے ہیں۔ ہرگز نہیں ہو سکتے مگر محض اس کے فضل اور رحمت سے۔ پس جو جدا ہونے والے ہیں جدا ہو جائیں۔ ان کو وداع کا سلام۔ لیکن یاد رکھیں کہ بدظنی اور قطع تعلق کے بعد اگر پھر کسی وقت جھکیں تو اس جھکنے کی عنداللہ ایسی عزت نہیں ہوگی جو وفادار لوگ عزت پاتے ہیں۔ کیونکہ بدظنی اور غداری کا داغ بہت ہی بڑا داغ ہے۔

اکنوں ہزار عذر بیاری گناہ را
مرشوئے کردہ را نبود زیب دختری

پیغام صلح

جلد ۴۰ | یوم چہارشنبہ ۔ مورخہ ۱۹ ذی الحجہ ۱۳۷۱ھ | نمبر ۳۶

فتنۂ احرار اور حکومت کی موجودہ روش

ابھی چند دن ہوئے مسٹر جسٹس کیانی نے ملتان فائرنگ کی تحقیقاتی رپورٹ لکھتے ہوئے یہ رائے ظاہر کی تھی کہ

"صاحبزادہ نصرت علی عوام کے جونیئر وکیل نے اپنے استدلال میں اشارۃً کہا کہ ہجوم سرکاری کارکنوں کی سابقہ نرمی سے گمراہ ہوا ہے میں پہلے ہی لکھ چکا ہوں کہ ۱۸ جولائی (یوم فائرنگ) کی شام کی آمد سے پہلے بدامنی ایک پورے مہینے سے قائم تھی کچھ اسے صلح جوئی کے رویہ سے تعبیر کرتے ہیں دوسرے اسے تذبذب کی کیفیت پر محمول کرتے ہیں اور اچھا نظم و نسق صلح جوئی اور سختی کے امتزاج ہی کا نام ہے لیکن جہاں آبادی کے ایک طبقہ کے بارہ میں دوسرے طبقوں کے خاص طرز عمل کی وجہ سے حکومت کو ایک خاص طرز عمل اختیار کرنا پڑے تو یہ ممکن ہے کہ دونو طبقے حکومت کی صلح جویانہ روش سے غلط فہمی میں مبتلا ہو جائیں۔"

مسٹر جسٹس کیانی کے یہ الفاظ اس بات پر روشنی ڈالنے کے لئے کافی ہیں کہ احرار کی فتنہ آرائیوں میں جو ختم نبوت کے نام سے برپا کی جا رہی ہیں حکومت کا موجودہ رویہ قیام امن کا کہاں تک ممد ہو سکتا ہے۔ یہ امر واقعہ ہے کہ حکومت نے احراری فتنہ پردازوں کو ایک مدت سے جو کھلی چھٹی دے رکھی ہے، اور جو نرمی اور صلح جوئی کا برتاؤ ایک مدت سے اس فتنہ پرداز گروہ کے ساتھ روا رکھا گیا ہے وہی فی الحقیقت ملتان کے الم انگیز سانحہ کا موجب ہوا، اور اگر ان کی فتنہ پردازیوں کو ختم کرنے کے لئے حکومت نے کوئی قدم نہ اٹھایا تو معلوم نہیں اور کیسے افسوسناک نتائج اس سے برآمد ہوں گے،

حیرت اور افسوس کا مقام ہے کہ مسٹر جسٹس کیانی کی رپورٹ کے شائع ہونے کے بعد بھی احرار اور ان کے ہم نواؤں کی فتنہ پردازیاں کم ہونے کے بجائے اور زیادہ بڑھتی جا رہی ہیں، اور حکومت کے صلح جویانہ طریق میں بھی کوئی تبدیلی ابھی تک واقعہ نہیں ہوئی، نام نہاد آل پارٹیز مسلم کونشن نے جو مجلس عمل قائم کر رکھی ہے، اس کی طرف سے اب یہ پروگرام بنایا گیا ہے کہ جگہ بجگہ ختم نبوت کانفرنسیں منعقد کر کے جماعت احمدیہ کے خلاف جوش اشتعال کو اور زیادہ پھیلایا جائے اور عوام الناس کو زیادہ سے زیادہ مشتعل کر کے اس پُرامن جماعت کی زندگی کو معرض خطر میں ڈالدیا جائے

اس کی ایک تازہ مثال حافظ آباد کی وہ کانفرنس ہے جو ۱۳ ستمبر کو اختر علی خاں مدیر "زمیندار" کے زیر صدارت منعقد ہوئی اس سے ظاہر ہے کہ جماعت احمدیہ کے خلاف اس قدر غلط بیانیوں اور اشتعال انگیزیوں سے کام لیا گیا اور عوام الناس کو اس درجہ بھڑکانے کی کوشش کی گئی، کہ اگر خدا کا فضل اس غریب جماعت کے شامل حال نہ ہوتا تو خدا جانے کیا کچھ ناخوشگوار نتائج پیدا ہو جاتے، مشہور احراری لیڈر صاحبزادہ فیض الحسن نے اپنی تقریر میں جو کچھ کہا اس کے چند فقرات "زمیندار" میں سے نقل کئے جاتے ہیں :۔

"ہم تو یہاں تک کہنے کو تیار ہیں کہ محمدؐ کے باغی کو انسانوں کی فہرست سے خارج کر دیا جائے"

"اگر سٹالین کا دشمن روس میں نہیں رہ سکتا اگر انگریز کا دشمن انگلینڈ میں نہیں رہ سکتا تو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دشمن پاکستان میں کیونکر رہ سکتا ہے"

"ہمیں یہ کہنے میں کوئی جھجک نہیں کہ ایک قوم کا ہمیشہ ایک نبی ہوتا ہے اور جب کوئی دوسرا نبی پیدا ہو جائے تو قوم بھی دوسری بن جاتی ہے"

"ان کا زندگی کے ہر شعبہ میں مکمل بائیکاٹ ہو اور اگر آپ یہ فیصلہ کر دیں تو میں یہ دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ مرزائی ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ختم ہو جائیں"

فرمائیے یہ فقرات ملک میں امن پیدا کرنے کا موجب ہیں یا فتنہ و فساد برپا کرنے کا، کیا ان فقرات میں ایک فدائی رسول جماعت کو "محمدؐ کے باغی" قرار دے کر اور انہیں "انسانوں کی فہرست" سے خارج کرنے کی تیاری ظاہر کر کے معرض خطر میں نہیں ڈالا گیا؟ کیا اس جماعت کو جس کے پیشوا کے دل کی آواز یہ ہے کہ

بعد از خدا بعشق محمدؐ مخمرم
گر کفر این بود بخدا سخت کافرم

اس جماعت کو جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و صداقت کو دنیا میں قائم کرنے اور دین محمد کو دنیا میں پھیلانے میں رات دن ساعی و سرگرم ہے، محمد رسول اللہ صلعم کا دشمن قرار دینا اور پاکستان میں ان کے رہ نہ سکنے اعلان کرنا خطرناک فتنہ پردازی اور اشتعال انگیزی نہیں؟

ہم بارہا اس بات کا اعلان کر چکے ہیں، کہ جماعت احمدیہ کا کوئی الگ نبی نہیں ..... اس کا نبی محمد رسول اللہ صلعم کے سوائے اور کوئی نہیں، یہی وجہ ہے کہ ہمارا کلمہ، ہماری نماز، ہمارا روزہ، ہمارا قبلہ اور حج وہی ہے جس کا اسلام اور محمد رسول اللہ صلعم نے حکم دیا ہے۔ اگر کوئی الگ نبی ہوتا تو کلمہ بھی الگ ہوتا..... اور تمام دوسرے ارکان دین اسلامی ارکان سے مختلف ہوتے، پھر یہ کس قدر غلط بیانی ہے جس کا مقصد عوام کو مشتعل کرنے کے سوائے اور کچھ نہیں کہ جماعت احمدیہ ایک الگ نبی کو مانتی ہے اس لئے یہ ایک الگ قوم ہے اور جماعت احمدیہ پر عرصۂ حیات تنگ کرنے کے لئے اس سے بڑھکر کھلی تلقین اور کیا ہوگی کہ۔

"ان کا زندگی کے ہر شعبہ میں مکمل بائیکاٹ ہو اور اگر آپ یہ فیصلہ کر دیں تو میں یہ دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ مرزائی ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ختم ہو جائیں"

کیا ہمارے وزیر اعلےٰ میاں ممتاز محمد خاں دولتانہ نے ان فقرات کو پڑھا ہے؟ جو حافظ آباد کے ایک کھلے جلسہ میں احراری لیڈر صاحبزادہ فیض الحسن نے کہے اور اختر علی خاں مدیر "زمیندار" کی صدارت میں احمدیوں کا ہر شعبہ زندگی میں مکمل بائیکاٹ کرنے اور انہیں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ختم کر دینے کی نہ صرف تلقین کی گئی..... بلکہ "زمیندار" میں ان فقرات کو شائع کر کے اس اشتعال کو اور زیادہ بڑھانے کی کوشش کی گئی ہے، کیا یہ حرکات قانون کی کسی زد میں نہیں آتیں؟ کیا ایسی اشتعال انگیزیوں پر حکومت کا ٹس سے مس نہ ہونا ملک کے امن کو مخدوش کرنے کا موجب نہیں؟ کہنے کو تو احرار لیڈروں نے وزیر اعلیٰ سے یہ وعدہ بھی کر لیا کہ ہم قانون شکنی کی تلقین نہیں کریں گے۔ لیکن غور کر کے دیکھئے کہ کیا ان فقرات میں قانون شکنی کی کھلی تلقین نہیں کی گئی؟ صرف صاحبزادہ فیض الحسن کی تقریر میں ہی نہیں صدر کانفرنس اختر علی خاں نے جو خطبہ صدارت پڑھا اس میں بھی اسی قسم کی غلط بیانیوں اور اشتعال انگیزیوں سے کام لیا گیا ہے جس پر ہم آئندہ اشاعت میں مفصل تبصرہ کریں گے ہمیں یہاں حکومت سے صرف اسی قدر دریافت کرنا ہے کہ کیا اس کی نرمی اور احرار اور "زمیندار" کے ساتھ صلح جویانہ روش اور اس قسم کی کانفرنسوں کے انعقاد کی اجازت دوبارہ ان الم انگیز نتائج کا موجب تو نہ ہوگی جو ملتان میں ۱۸ جولائی کو دیکھنے میں آئے، احمدیوں کا تو خدا حافظ ہے جو اس کو منظور ہوگا ہو جائے گا حکومت کو خود اپنی فکر کرنی چاہیئے کہ اس کی موجودہ نرمی کہیں ایسے واقعات پیدا کرنے کا موجب نہ ہو جو سانحۂ ملتان کے اعادہ کا باعث ہو جائیں۔

دل رات تو کرتا ہے مسلمانوں کی تکفیر ❊ اے حامیٔ اسلام یہ اسلام نہیں ہے
مسلم ہیں برادر تجھے معلوم نہیں کیا؟ ❊ کیا یاد نبی کا تجھے پیغام نہیں ہے؟
احکام خدا کا تجھے اکرام نہیں ہے ❊ ایمان نہیں جذبۂ اسلام نہیں ہے

مرتضیٰ خاں حسن

اعتذار مدیر "پیغام صلح" کو اس ہفتہ دو روز رخصت پر جانا پڑا، اس لئے زیر نظر پرچہ پورا مرتب نہ ہو سکا بجائے ۱۲ کے ۸ صفحات پر شائع کیا جاتا ہے آئندہ پرچہ ۱۲ صفحات پر شائع ہوگا انشاء اللہ تعالیٰ۔

متفرقات

مشرقی بنگال سے ایک خط

ایڈیٹر صاحب پیغام صلح ۔ السلام علیکم

ذیل کا خط میرے ایک بھتیجے سید امجد حسین نے مشرقی بنگال سے اپنے اعلان بیعت کے ساتھ مجھے بھیجا ہے جس کا مطالعہ امید ہے قارئین پیغام صلح کے لئے موجب دلچسپی ہوگا ۔

خاکسار ۔ آفتاب الدین احمد

قبلہ چچا جان ۔ السلام علیکم

موت کے منہ سے واپس آنے کے بعد آپ کی طرف میرا یہ پہلا خط ہے ۔ دل کے گوشے میں بے شمار مسائل ہیجان پیدا کر رہے ہیں ۔ مگر جسم کی انتہائی کمزوری اور قوت تفکر کی بے بسی ان مسائل کو ظاہر کرنے کے راستہ میں حائل ہے ۔ صحت تھوڑی سی اور بحال ہونے کے بعد میرے خیالات میں جو مسائل طلاطم پیدا کر رہے ہیں وہ آپ کے سامنے پیش کر کے ان کا تسلی بخش جواب حاصل کر لوں گا ۔

"دعوت عمل" کے بنگالی ترجمہ کو بہت غور سے پڑھا تحریک احمدیت کی اہمیت اور مفہوم کو نئے سرے سے محسوس کیا ۔ حضرت مرزا غلام احمد صاحب کو مجدد اور مسیح تسلیم کرنے میں کوئی عذر مجھے نظر نہیں آتا ۔ اسلام کی بدحالی کے وقت انہوں نے خود فراموش مسلم قوم کو صداقت کے راستے پر چلنے کے لئے آمادہ کیا ۔ ایک تاریکی کے اندر جو شمع انہوں نے روشن کی ہے اس کی روشنی ممالک عالم میں پھیل چکی ہے ۔

اسلام کے متعلق سائنٹیفک تشریح دنیا کے سامنے صرف حضرت مرزا صاحب ہی نے پیش کی ہے ۔ اس کے بغیر شاید دنیا اس بات سے بے خبر رہ جاتی کہ اسلام کے اصول محض اعتقادی خوش فہمی پر مبنی نہیں ہیں بلکہ انسانیت کا مکمل ظہور ہے ۔ میں اب تک حضرت مجدد کی کسی تعلیم یا نصیحت سے اچھی طرح واقف نہیں ہوا ۔ تحریک احمدیت کے متعلق جو کچھ میرے علم میں آیا ہے وہ آپ کے متبعین کے نوشتوں کے ذریعے سے حاصل کیا ہے ۔ موجودہ دنیا کے مختلف مسائل کے متعلق حضرت مجدد کے کیا خیالات ہیں معلوم کرنے کی بڑی خواہش ہے ۔ خاص طور پر اشتراکیت کو روکنے کے لئے جو موثر طریق انہوں نے تجویز کیا ہے وہ ضرور اس وقت لوگوں کے خیالات میں حرکت پیدا کرنے والی چیز ہوگی ۔ کیونکہ دور حاضر کی مادہ پرست دنیا میں صرف ایمان کی دوہائی دینا کافی نہ ہوگا ۔ انسان کی روٹی کی طلب کو بھی کم و بیش شنوائی حاصل ہونا چاہیئے کیونکہ روح جیسی ایک ٹھوس حقیقت ہے جسم بھی ویسا ہی ایک حقیقت ہے ۔ میرا خیال ہے اشتراکیوں کے سامنے پیش کرنے کے قابل کوئی موثر اقتصادی حل ہمارے پاس ہی ہے ۔ اس کے متعلق مکمل معلومات میں حاصل کرنا چاہتا ہوں ۔ آج کے لئے اتنی تحریر کافی ہے ۔

آپ کا شفقت پروردہ

(سید) امجد حسین

ایک نئے احمدی بھائی

ذیل کا خط ایک احمدی دوست نے جو حال ہی میں سلسلہ میں داخل ہوئے ہیں حضرت امیر ایدہ اللہ کی خدمت میں ارسال کیا ہے :۔

"قبلہ و کعبہ جناب امیر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور مدظلہ"

السلام علیکم اور آپ کی سب جماعت پر بھی ۔ گذارش ہے کہ بندہ کو آپ کی جماعت اور آپ کے سلسلہ سے عرصہ قریباً گیارہ سال سے صرف عقیدت ہی نہیں بلکہ عشق سمجھئے ہے ۔ چونکہ یہ حقیر اپنے آپ کو سلسلہ کی خدمت کا نااہل سمجھتا رہا ہے یعنی سلسلہ کی مالی امداد کرنے کے ناقابل ۔ نیز گناہوں سے بچنے کے ناقابل سمجھتا رہا ہے ۔ اس لئے اب تک بیعت کا اقرار نہیں کر سکا ۔ اب بھی بندہ ویسے ہی ہے جیسا پہلے تھا ہاں اتنا فرق ہے کہ تبلیغ پہلے کم کرتا تھا اب زیادہ کرتا ہوں ۔

اگر خدا کو میری بہتری منظور ہے ۔ تو میں آپکی خدمت میں دست بستہ عرض کرنے کی جرأت کرتا ہوں کہ آپ اس عاجز ترین بندہ کے لئے ایک دفعہ نہایت خشوع سے دعا کریں کہ اللہ کریم مجھے ہر قسم کے گناہ سے بچنے اور نیکی کرنے کی زیادہ طاقت دے ۔ نیز یہ دعا اپنی جماعت سے بھی ایک دفعہ کرانے کی اپیل کریں ۔ فقط والسلام

سراپا آپ کی دعاؤں کا طالب

بہاول دین ۔ سکنہ جبوکہ تحصیل اوکاڑہ

ہندو اخبارات اور امرت بزیکا

یو ۔ پی ۔ کے ورکنگ جرنلسٹوں کی انجمن اور دہلی کے ہندی اخبارات کے جرنلسٹوں اور رپورٹرز ایسوسی ایشن نے مطالبہ کیا ہے کہ امرت بزیکا پر حکومت نے توہین رسول اللہ کے جرم میں جو مقدمہ دائر کیا ہے اسے واپس لے لیا جائے اور جو جرنلسٹ اس معاملہ کا ذمہ دار ہے اس کو اپنی ملازمت پر بحال کر دیا جائے ۔

ہندو صحافیوں کے اس رویہ پر تبصرہ کرتے ہوئے دہلی کے مشہور اخبار ریاست نے مندرجہ بالا عنوان سے اپنی ۲۵ اگست ۱۹۵۲ء کی اشاعت میں لکھا ہے کہ :۔

"یہ تو درست ہے کہ اس اخبار کے معافی مانگ لینے کے بعد اس قضیہ کا خاتمہ ہو جانا چاہیئے تھا ۔ مسلمانوں کے لئے مناسب ہے کہ اس معافی کو قبول کرتے ہوئے یہ خود مقدمہ واپس لینے کی درخواست کریں ۔ مگر ہم ان ہندو اخبارات کے جرنلسٹوں سے پوچھتے ہیں کہ یہی جرم کسی مسلم اخبار سے سرزد ہوتا یعنی کسی مسلم اخبار میں سری کرشن ۔ سری رامچندر جی اور گورو نانک کی توہین کی جاتی تو کیا یہ جرنلسٹ اس صورت میں بھی اس اخبار کے معافی مانگ لینے پر مقدمہ واپس لینے کی درخواست کرتے اور اگر نہ کرتے تو یہ اب کیوں اس غیر ضروری "فرض شناسی" کا ثبوت دے رہے ہیں اور کیوں نہ مقدمہ چلنے دیا جائے تاکہ آئندہ کسی مسلمان اخبار کو بھی کسی ہندو اوتار یا بزرگ کی توہین کا حوصلہ نہ ہو ۔

ایک جرنلسٹ کو اس کے صرف جرنلسٹ ہونے کے باعث جرم کی اجازت نہ دی جانی چاہیئے اور ہمارے خیال میں ان جرنلسٹوں پر مقدمہ چلا کر یقیناً ان کو سزا دی جانی چاہیئے جو صحافتی ذمہ داری کو محسوس نہ کرتے ہوں اور اپنے افعال کے باعث پبلک یا ملک کے لئے نقصان کا باعث ہوں ۔"

اسلام ایک کھلی ہوئی اور مظلوم کتاب ہے

ہز ایکسی لنسی ملک غلام محمد گورنر جنرل پاکستان نے کراچی بار ایسوسی ایشن کے سالانہ ڈنر کے موقعہ پر تقریر کرتے ہوئے فرمایا :۔

"میں یہاں ووٹ حاصل کرنا نہیں چاہتا بلکہ آپ کے دلوں کو اپنا ہمنوا بنانا چاہتا ہوں ۔ میں آپ کے سامنے بعض حقائق پیش کرنا چاہتا ہوں ۔ بہت سے لوگ ہم پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ ہم اسلام کو حد سے زیادہ دخیل کر رہے ہیں اور ان لوگوں کے نزدیک اسلام سوائے رجعت پسندی کے اور کچھ نہیں ۔ میں کہوں گا کہ اسلام گذشتہ ایک ہزار سال سے زیادہ عرصہ تک جبر و ظلم کا شکار رہا ہے ۔ یہ ان نظاموں کے ہاتھوں میں ایک کھلونا بنا رہا ہے جن کی سرپرستی جاگیرداروں نے اور اکثر اوقات ان مذہبی رہنماؤں نے کی جنہیں اس بات کا خصوصی اجارہ مل گیا تھا کہ وہ اسلامی قانون کی اس طرح تاویل کریں کہ ان نظاموں کے مقاصد پورے ہوتے رہیں ۔ اسلام ہر اس مولوی عہدہ دار یا عالم کے لئے ایک کھلی ہوئی کتاب ہے جو اسے پڑھنا چاہے ۔ اور ہمارا کا شکر ہے کہ ہم ذات پات کے پابند نہیں ہیں ۔ ہم کسی قسم کی ملائیت کو تسلیم نہیں کرتے اور نہ ہمارے یہاں عوام کو ذہنی یا عقلی طور پر شودروں میں تبدیل کرنے کی رسم ہے ۔ میں نہایت جرات اور صفائی کے ساتھ اس پلیٹ فارم سے یہ کہتا ہوں کہ اسلام ہر میدان میں مساوات کا قائل ہے ۔ ایسی مساوات جو ہمارے اور آپ کے اندازے سے کہیں زیادہ وسیع ہے ۔

یہ آپ کا فرض ہے کہ آپ اسلام کو اس ملبہ کے نیچے سے نکالیں جہاں اسکو خود غرض اور بگڑے ہوئے لوگوں کی بداعمالیوں نے کئی صدیوں سے دفن کر رکھا ہے پھر آپ کو معلوم ہوگا کہ اس کا پیغام سادہ ہے اور واضح طور پر جمہوریت اور مساوات انسانی کے مطابق ہے اور دنیا کے بڑے سے بڑے نظریئے سے ہم آہنگ ہے ۔ لیکن اگر آپ یہ خیال کرتے ہیں کہ اسلام ویسا ہے جیسا کہ ذلیل و خوار اور غلط کار لوگوں نے اسے پیش کیا ہے تو میں آپکو بتا دینا چاہتا ہوں کہ پاکستان کے کسی شعبہ حیات میں بھی جبر و استبداد کی جگہ نہیں ہے ۔ ہم آزادی ۔ آزادی خیال اور تمام انسانوں کے لئے ترقی کے مساوی مواقع پر

مولانا مودودی اور جماعت احمدیہ

حافظ محمد حسن صاحب چیمہ کا ایک خط مولانا مودودی کی خدمت میں!

ذیل کا خط ہمارے محترم دوست حافظ محمد حسن صاحب چیمہ ایڈووکیٹ گجرات نے چند دن ہوئے جماعت اسلامی کے قائد مولانا مودودی کی خدمت میں لکھا تھا، اس کا کوئی جواب آج تک موصول نہیں ہوا، اور نہ انشاء اللہ اس کی توفیق انہیں ہوگی، اس خط میں مولانا مودودی کو ان کے خلاف احمدیت اعمال و افعال کا نقشہ ان کے اپنے آئینہ میں دکھایا گیا ہے، جو امید ہے قارئین کرام کے لئے دلچسپی کا موجب ہوگا۔

از گجرات - چیمہ منزل -

حضرت مولانا - السلام علیکم

آپ کی بعض تحریریں میری نظر سے گذری ہیں۔ میں ہمیشہ ان سے متاثر ہوا ہوں، آپ کی انشا پردازی، شوکت الفاظ زور بیان، قوت استدلال نے ہمیشہ مجھے محظوظ کیا۔ اگرچہ ہر موضوع کے متعلق کسی نہ کسی طریق سے آپ کی ذہنی ...... Perversity جو ہر مولوی کے لازم حال ہوتی ہے آشکار ہوتی ہے۔ مگر میں نے اسے آپ کی جبلی دقیانوسیت کا خیال کر کے نظر انداز کر دیا۔ اور خیال کیا کہ جوں جوں زمانۂ حال کی ضروریات سامنے آئیں گی اور آپ زیادہ تدبرا ور تفکر سے کام لیں گے۔ آپ کا دماغ مجلّی ہو کر صحیح راستہ پر پڑ جائے گا۔ بہر کیف مجھے آپ کی تصنیفات پڑھ کر کوفت نہیں ہوتی تھی۔ اور میں سمجھتا تھا کہ کم از کم ہمارے پرانے خیال کے علماء میں سے ایک ایسا انسان موجود ہے۔ جو غور و فکر کرتا ہے۔ ملت کے مسائل اس کے سامنے ہیں۔ اور وہ ان کے حل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اس کی رائے سے اختلاف ہو سکتا ہے۔ مگر اس کی نیت پر کوئی شبہ نہیں ہو سکتا۔

موجودہ ہنگاموں میں آپ کی شمولیت

مگر افسوس کہ میرا یہ حسن ظن دیر تک قائم نہ رہ سکا۔ موجودہ غیر معقول ایجی ٹیشن میں آپ کی شمولیت نے میرے نظام ہستی کو متزلزل کر دیا ہے اور میں حیران و ششدر رہ گیا ہوں کہ اگر آپ کے پایہ کا آدمی اس قسم کے سوقیانہ اور اوباشانہ۔ غیر عادلانہ۔ بلکہ صریح ظالمانہ ہنگاموں میں شامل ہو سکتا ہے۔ اور ملک کے امن دشمن عناصر کو برانگیختہ کر کے پُر امن شہریوں کی دکانیں لٹا سکتا ہے اور اس پر متاسف نہیں ہوتا۔ تو مذہب کے متعلق کیا رائے قائم کی جا سکتی ہے۔ کیا مذہب دنیا میں صرف شر پھیلانے کے لئے آیا ہے۔ اور اس کا مقصد وہ ہنگامے اور فسادات برپا کرنا ہی ہے؟

غلط مفروضوں پر فتوے تکفیر

آپ نے قرآن کریم اور نبی کریم صلعم کے صریح احکام کے خلاف ایک طائفہ پر کفر کا فتوے صادر کر دیا۔ اور آپ کے دل کو کوئی کرب محسوس نہ ہوئی۔ آپ قرآن کے عالم ہیں۔ حدیث کو جانتے ہیں۔ اس فرقہ کی تکفیر سے پہلے قرآن اور حدیث کی کوئی سند لینی تھی۔ میں نے آپ کے مضامین احمدیوں کے خلاف پڑھے ہیں۔ وہ سب کے سب غلط مفروضوں پر مبنی ہیں۔ اور باطل اور کذب پر ان کی بنیاد ہے تسنیم کے ۲۴ر جولائی ۱۹۵۲ء کے پرچہ میں آپ نے اپنی ذہنی قلابازیوں سے نہایت ہی غلط اور واقعات کے خلاف چند نظریئے قائم کر کے اس پر ایک عناد اور بغض کی عمارت کھڑی کر دی ہے۔ جو صداقت کی ایک ہی ضرب سے دھڑام سے نیچے آگرے گی۔ کیا آپ کو اپنا مضمون "فتنۂ تکفیر" بھی بھول گیا؟ اس موضوع پر وہ ایک فیصلہ کن مضمون ہے۔ آپ قرآن کے پڑھنے والوں۔ اور اس کی تبلیغ کرنے والوں۔ کلمہ گوؤں۔ کعبہ کو تسلیم کرنے والوں کو دائرہ اسلام سے خارج کر رہے ہیں۔ صرف اس لئے کہ آپ کے ساتھ جہلا اور فسادیوں کا ایک انبوہ لگ گیا ہے۔ اور آپ ان کی صحبت اور قربت سے لذت گیر ہو رہے ہیں۔

مسلمان کی تعریف کیجئے

آپ نے خود ایک الگ جماعت بنا رکھی ہے۔ آپ اس کے امیر ہیں۔ آپ کا اپنا ایک مرکز ہے۔ اپنا اخبار ہے اپنے نظریئے ہیں۔ کیا ان وجوہات کی بناء پر آپ کو الگ اقلیت قرار دیا جا سکتا ہے؟ حضور نبی کریم صلعم کے بعد آپ بھی ایک نبی کے دوبارہ آنے کے قائل ہیں بایں ہمہ آپ تو مسلمان ہیں مگر احمدی کافر!! آپ نے اپنی تجاویز میں جو آپ نے دستور پاکستان کے لئے وضع کی ہیں۔ نہایت بھولے پن سے فرمایا ہے کہ اس دستور میں ایک شیڈول شامل کر دیا جائے اور قادیانیوں کو اس میں اقلیت کے طور پر شامل کر دیا جائے یہ آپ کی ذاتی ہوس کی جھلک اور نفس کا دھوکا ہے۔ چاہیئے تھا۔ کہ آپ دستور میں مسلمان کی کوئی جامع تعریف شامل کراتے پھر اس تعریف کے مطابق جو فرد اور فرقہ مسلمان ہوتا وہ مسلمان سمجھا جاتا۔ اور جو اس کے خلاف ہوتا۔ وہ علیحدہ کر دیا جاتا۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ آپ کو ایسا کرنا منظور نہ تھا۔ مسلمان کی تعریف بہرحال آپ قرآن اور حدیث ہی سے کر سکتے تھے۔ مگر قرآن و حدیث دونوں اس معاملہ میں آپ کے دشمن ہیں۔ ان دونوں کی بیان کردہ تعریف احمدیوں پر بھی صادق آجاتی، مگر یہ آپ کو منظور نہ تھا۔ لہذا آپ نے اپنی رائے کو قرآن پر مقدم کر لیا۔

اسلام کی اجارہ داری آپکو کس نے دی؟

آپ کیوں خود کو احمدیوں سے اچھا مسلمان سمجھتے ہیں۔ آپ کو اسلام کی اجارہ داری کس نے بخشی ہے۔ آپ کو یہ کیوں شوق دامنگیر ہو گیا ہے۔ کہ محمد صلعم کے نام لیواؤں کی بے عزتی کریں؟ کلمہ طیبہ کا احترام کیوں آپ کے دل سے اٹھ گیا ہے؟ قرآن کریم کی عزت کیوں آپ کے دل میں نہیں رہی؟ جو لوگ خود محمد صلعم کی امت میں شامل رہنا چاہتے ہیں آپ انہیں ان سے کیوں منقطع کرنا چاہتے ہیں؟ اور یہ سب کچھ محض غوغہ آرائی اور ہنگامہ پسندی سے طے کرنا چاہتے ہیں۔ آخر محمد صلعم سے کب آپ کی بگڑی اور کیوں؟ آپ لوگوں کو ان کے آستانہ سے دھتکارتے ہیں۔ احمدی آپ کے دوسرے ہزاروں نام نہاد مسلمانوں سے اچھے مسلم ہیں۔ اور ان کے دلوں میں اسلام کی محبت محمد رسول اللہ صلعم کا عشق ہے۔

انگریز نوازی کا الزام

آپ ان پر ناحق انگریز نوازی کا الزام لگاتے ہیں۔ وہ بالضرور انگریز کی ایک ادا کے گھائل ہیں۔ انگریز عقائد کے اختلاف اور اس کے اظہار کے حق میں تھا۔ اور یہ بہت بڑی خوبی تھی۔ آج یہاں انگریز نہیں ہے۔ اور مولانا مودودی کو صرف احرار کے پہلو بہ پہلو سٹیج سے عوام کو مخاطب کرنے کا موقعہ ملا ہے۔ ابھی اس کے پاس نہ ہی طاقت ہے نہ سیاست۔ مگر اس نے ابھی سے رسول اللہ صلعم کے امتیوں کی جانیں عذاب میں ڈال دی ہیں۔ کیا ایسی آزادی کے معاملہ میں انگریز مودودی سے اچھا نہ تھا۔

انگریز کے خلاف جہاد

اس انگریز کو مرزا صاحب نے دجال کہا۔ اس کی قوم کو یاجوج کا نام دیا۔ اس کی ایجاد کردہ سواری کو خر دجال کہا۔ اس کے خدا کو مردہ ظاہر کیا۔ بلکہ انجیل کے بیان کردہ یسوع کے متعلق سخت سے سخت الفاظ استعمال کئے۔ اور انگریز نے سب کچھ برداشت کیا۔ بلکہ انگریزوں کے عقاید کے خلاف جو جہاد مرزا صاحب نے کیا انہیں کی بنا پر ہمارے عیسائی نواز علماء نے ان پر کفر کے فتاوی صادر کئے۔ کیا قرآن کریم کے مختلف زبانوں میں تراجم احمدی اس لئے کر رہے ہیں کہ انگریز خوش ہو؟ کیا سیرت سینکڑوں زبانوں میں طبع کرا کر تمام اکناف عالم میں اس لئے پھیلائی جا رہی ہے۔ کہ اس سے انگریز نیک نام ہوتا ہے اے خدا کے بندو انصاف سے کام لو کسی قوم کی دشمنی تمہیں جادۂ عدل سے تو نہ ہٹائے۔ لا یجرمنکم شنان قوم علی الا تعدلوا اعدلوا ھو اقرب للتقوی۔

اسلام کو کمزور کرنے کی ناپاک کوشش

مجھے خیال گذر رہا ہے۔ کہ آپ صرف پاکستان کے خلاف نہیں بلکہ اسلام کو بھی کمزور کرنا چاہتے ہیں۔ آپ کا عقیدہ کہ ارتداد کی سزا قتل ہے اسلام کی تبلیغ تمام دنیا میں روک دیگا آپ کی یہ کوشش بھی کہ تحریک احمدیت مٹ جائے عملی رنگ میں دنیا کے تمام اسلامی تبلیغی مراکز کو بند کر دینے کی سعی ہے اور آپ کے دونوں کارنامے اسلام کو کمزور کرنے کی ناپاک کوششیں ہیں۔ بخدا میں نے آپ کے لٹریچر میں وہ سوز وہ درد۔ وہ تڑپ و عشق قرآن۔ وہ محبت رسول۔ وہ اسلام سے والہانہ وابستگی وہ خدا اور اس کے حبیب کے لئے غیرت نہیں دیکھی۔ جو مرزا صاحب کی تحریروں میں دیکھی ہے۔

بغض اور عناد کا نتیجہ

مگر آپ کا بغض اور آپ کا عناد۔ آپ کا کینہ۔ آپ کا بخل جو جماعت احمدیہ کے لئے آپ کے دل میں موجزن ہو رہا ہے۔ اس سے آپ کی تمام دماغی اور ذہنی صلاحیتیں کثافت پذیر ہو

رہی ہیں۔ رواداری ..... سے کام لیجئے۔ ان کو بھی کام کرنے دیجئے۔ اور خود بھی کام کیجئے۔ یہ اشتعال انگیزیاں خود آپ کے لئے وجہ تشویش ہو جائیں گی۔ اور ایک وقت آئے گا۔ کہ آپ کو ہی ان مکفرین کے ہاتھوں لینے کے دینے پڑ جائیں گے۔ میں نے از راہ ہمدردی یہ چند الفاظ رقم کر دئے ہیں۔ یہ کوئی مناظرہ نہیں۔ بحث نہیں۔ دکھے ہوئے دل سے پھپھولے ہیں۔ میں آپ سے زیادہ ختم نبوت کا قائل ہوں۔ مگر اہل قبلہ کی تکفیر کو سب سے زیادہ مجرمانہ حرکت سمجھتا ہوں۔ آپ اس مہم کفر سازی میں پڑ کر اپنی عاقبت خراب نہ کریں۔

اپنے خلاف فتنہ گری کا جواب

آپ کا مضمون مؤرخہ ۲۴ جولائی ۱۹۵۲ء احمدیت کے خلاف بالکل اسی نوعیت کا ہے جس سے آپ کو ۱۹۵۱ء میں پالا پڑا۔ آپ کے خلاف جب علماء نے ناحق از رہ فتنہ گری فتاوی صادر کر دیئے تو اپنے دل کی کیفیت آپ نے دردناک الفاظ میں ظاہر کی۔ بالکل یہی کیفیت آپ کے اس مضمون کو پڑھ کر میرے ایسے سادہ دل مسلمانوں کی ہوئی۔ جو ظلم کے سیلاب سے متاثر ہو کر اس سے بچنے کے لئے صرف آسمان کی طرف نظریں اٹھاتے ہیں۔ اور مظلوموں کی حمایت میں صرف آہیں کھینچتے اور ظالموں کے خلاف صدائے احتجاج بلند کر کے خالق ارض و سما کی معدلت گستری اور انصاف پسندی سے اپیلیں کرتے ہیں۔ آپ کے الفاظ حسب ذیل ہیں۔ اور یہ بالکل میرے قلب کی کیفیت کے آئینہ دار ہیں۔ آپ کسی کے خط کے جواب میں لکھتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"آپ کے مخلصانہ مشوروں کا بہت شکر گذار ہوں۔ ممکن تھا کہ میں ان مشوروں پر عمل بھی کرتا لیکن اتفاق کی بات ہے کہ آپ کا عنایت نامہ ملنے کے دوسرے ہی روز ایک صاحب نے مجھے مفتی سعید احمد صاحب کا مفصل فتوے جو کشف حقیقت کے نام سے چھپا ہے بھیجا۔ اور اس کے ساتھ دو تین اور اشتہار بھی بھیجے جن میں مولانا کفایت اللہ صاحب مولانا جمیل احمد صاحب تھانوی۔ مولانا اعزاز علی صاحب اور مفتی مہدی حسین صاحب کے فتوے درج تھے۔ ان تمام فتوؤں کو دیکھنے کے بعد میری رائے بدل گئی اب یہ حضرات اس عالم سے گذر چکے ہیں جہاں انکو خطاب کرنا مناسب اور مفید ہو۔ سب سے زیادہ افسوس مجھے مولانا کفایت اللہ صاحب پر ہے۔ کیونکہ میں ۲۲ سال سے ان کا نیازمند ہوں اور ہمیشہ ان کا احترام کرتا رہا ہوں۔ افسوس کہ انہوں نے جب علمی عصبیت میں آنکھیں بند کر کے یہ فتوے تحریر فرما دیا۔ یہ بہت بڑا توشہ آخرت ہے جو انہوں نے اپنی عمر کے آخری دور میں اپنے ساتھ لیا ہے۔ باقی رہے دوسرے حضرات تو ان کے فتوے پڑھکر میں نے محسوس کیا ہے۔ کہ جس وقت یہ فتوے لکھے جا رہے تھے، اس وقت خدا کا خوف اور آخرت کی جوابدہی کا احساس شاید ان کے قریب بھی موجود نہ تھا۔ خصوصاً مفتی سعید احمد صاحب کے فتوؤں میں تو صریح بددیانتی کی بدترین مثالیں پائی جاتی ہیں جنہیں دیکھ کر گھن آتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ بریلوی طبقہ کے فتویٰ باز کافر ساز مولویوں سے ان کا مقام کچھ بھی ادنیٰ نہیں ہے"۔

احمدیوں کے خلاف کینہ توزی

ان الفاظ کی سیاہی مشکل سے خشک ہونے پائی تھی۔ کہ آپ کو اپنے ان کرم فرماؤں کی زیادتی کے انتقام کا موقعہ ایک ایسی جماعت کیساتھ اپنے بغض اور کینہ کے اظہار سے مل گیا۔ جو اس وقت اسی قماش کے علماء کے زیر عتاب آ رہی ہے جس کا ذکر آپنے اپنے اس مضمون میں کیا۔ ان بزرگوں کو تو آپ کچھ نہ کہہ سکے کیونکہ ان کے ساتھ بھی مسلمانوں کا ایک کافی غول موجود ہے۔ مگر بیچارے احمدیوں کے خلاف آپ نے اپنی کینہ توزی کی آگ خوب بھڑکائی اور آپ کو بالکل خدا کا خوف نہ آیا .... کہ آپ محض اپنے تخیل سے ایسی باتیں جماعت احمدیہ کی طرف منسوب کر رہے ہیں جنہیں پڑھ کر بہت سے دل مجروح ہو گئے۔

احمدیوں کے خلاف تمام جماعتوں کا اتحاد

ایک اور بات جو آپ کے نوٹس میں لانا چاہتا ہوں وہ یہی کہ اس وقت جماعت احمدیہ کی مخالفت میں تمام گروہ، تمام طبقے تمام ادارے اور تمام جماعتیں مجتمع ہو گئی ہیں۔ اور ان کے خلاف زہر اگلنے۔ اشتعال دلانے اور سب و شتم کرنے میں ایک دوسرے سے سبقت لے جا رہی ہیں۔ مسلمانوں کا یہ حیرت انگیز اجتماع بھی آپ کے قلم سے ہدیہ تبریک حاصل کر چکا ہے۔ اور اسے آپ کے الفاظ میں ہی بیان کر دینا کافی ہے۔ آپ گذشتہ سال ہی ترجمان القرآن صفحہ ۳۵۔ صفحہ ۲۸۹ پر فرماتے ہیں:۔

"اور اس موقعہ پر ہم بطور تحدیث النعمۃ جماعت اسلامی کی اس خدمت پر اظہار فخر کئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ کہ ایک مدت دراز کے بعد اس امت کو ہماری بدولت ایک نقطہ اجتماع میسر آیا ہے۔ اس وقت کمیونسٹ، قادیانی۔ منکرین حدیث۔ فلاحت پسند ملاحدہ، فرنگیت زدہ اصحاب و خواتین اور بریلوی خیال کے حضرات تو خالصتہً جماعت اسلامی کے خلاف متحد ہو چکے ہیں، اور ان کے ساتھ اہل حدیث اور دیوبندی بزرگوں کا بھی ایک بڑا حصہ اس محاذ پر متفق ہو کر ایک ملت واحدہ بنا رہا ہے جماعت اسلامی کی دعوت نہ اٹھتی تو شاید اتنے مختلف احزاب کسی معاملہ میں یوں مجتمع نہ ہو سکتے ذالك فضل الله يوتيه من يشاء"

آپ کے ان الفاظ میں احمدیوں کو کسی زیادہ تغیر و تبدل کی ضرورت نہیں جہاں آپ نے قادیانی کا لفظ لکھا ہے وہاں جماعت اسلامی لکھ دینا چاہیئے۔ اور جہاں آپ نے جماعت اسلامی کی دعوت کا ذکر کیا ہے وہاں احمدیت کی دعوت لکھ لینی کافی ہے۔ ذالك فضل الله يوتيه من يشاء کا وہ بھی ورد کر سکتے ہیں۔ ہاں آپ نے اسی ملت واحدہ میں خود شمولیت فرما کر انہیں تقویت بہم پہنچائی ہے، اور غالباً یہ مقام جو آپ نے اب حاصل کیا ہے آپکے زیادہ موزوں حال ہے۔ اور آپ مدت کے بعد اپنے پرانے ہجولیوں اور تیغ آزماؤں سے جا ملے ہیں۔ اور احمدیت کے قلب و روح کو مجروح کرنے میں آپ ان سے زیادہ مستعدی اور سرگرمی دکھا رہے ہیں ؎

این کار از تو آید مرداں چنیں کنند

تکفیر کی سزا مل کر رہے گی

آپ خوب یاد رکھیے کہ یہ تکفیر بازی کے حربے بالکل آپ کی طرف ہی عود کریں گے۔ اور جس ظلم و ستم بے انصافی اور بددیانتی سے آپ احمدیوں سے معاملہ کر رہے ہیں اس سے زیادہ سنگین حربوں سے آپ کی جماعت پر یلغار ہو گی اہل قبلہ کی تکفیر کوئی معمولی معاملہ نہیں ہے۔ قادیانیوں کو بھی اسی کی سزا مل رہی ہے اور آپ کو بھی اس کی یقیناً سزا ملے گی فطرت کی تعزیریں اٹل ہیں۔ آج تو آپ خوش ہیں کہ احرار کے غول اور جہلاء کے انبوہ آپ کے ساتھ ہیں۔ مگر اصل چیز خدا کی معیت اور رسول اللہ صلعم کی رفاقت ہے۔

بہت بڑی جسارت

ہاں ایک اور بات قابل ذکر ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ آپ کا قلب اتنا تنگ ظرف اور آپ کی نگاہیں اتنی کوتاہ نہیں ہیں کہ آپ کو تحریک احمدیت کے بانی کے متعلق اتنی بھی بصیرت نہ ہو کہ آیا وہ اسلام کا خیر خواہ اور خدا اور رسول کا قائل تھا۔ یا محض بدنیت، مفسد اور کذاب اور مفتری تھا۔ کیا یہ بہت بڑی جرأت اور حد سے بڑھی ہوئی جسارت نہ ہو گی کہ ایسے شخص کے متعلق جس نے آپ سے کہیں بڑھکر اور زیادہ ناسازگار حالات میں اسلام کی خدمات اس وقت سرانجام دیں جبکہ تمام عالم اسلامی اور تمام علماء خواب غفلت میں سوئے ہوئے تھے۔ اور قرآن شریف پر غور و فکر کرنا تو الگ رہا اس کا با ترجمہ درس بھی بند ہو چکا تھا۔ اسے مسلمانوں کا دشمن ظاہر کیا جائے اور اس کے خلاف نفرت و حقارت کے جذبات ابھارے جائیں۔

خسر الدنیا والآخرۃ

یہ ممکن ہے کہ مسلمانوں میں سستی شہرت حاصل کرنے اور اپنی جماعت کے نام پر سے داغ دھونے کے لئے اور علماء کی نظروں میں کسی قدر باوقار بننے کے لئے آپ نے تقدس کے تھیلے سے کفر کے ڈھیلے نکال لئے ہوں اور دنیا پر یہ ظاہر کرنا مقصود ہو کہ وہ جماعت جس کی خوشہ چینی کا الزام آپ پر عاید کیا جاتا ہے آپ کے خیال میں کلمہ گو اور اہل قبلہ ہونے کے باوجود دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ اگر اپنی اس روش سے آپ اپنی جماعت کے لئے کوئی اچھا مستقبل تعمیر کر سکتے ہیں۔ تو خیر اور کچھ نہیں تو دین کے بدلے دنیا تو ہاتھ آئے گی۔ لیکن اگر یہ آرزو بھی آپ کی پوری نہ ہوئی تو خسرۃ الدنیا والآخرۃ کے سوا اور کیا آپ کے حصہ میں آئے گا

مجدد وقت کی تحریک تباہ نہیں ہو سکتی

اگر آپ اس خط کا جواب ایسا لکھیں جس سے مظلوم اور جفا کشیدہ مجروح دلوں کا اندمال ہو سکے۔ تو میں اسے شائع کر دونگا میں نے آپکو اپنا دینی بھائی خیال کرتے ہوئے جو محسوس کیا ہے صاف الفاظ میں لکھ دیا ہے، آپ مجھے مرتد سمجھتے ہوئے بھی ..... انسان ہونے کے تعلق سے جو چاہیں لکھیں۔ میرا تعلق احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور سے ہے۔ جس کے متعلق بھی آپ کے خیالات اچھے نہیں اور اس کے تبلیغی کارنامے بھی آپ کی آنکھوں میں کھٹکتے ہیں۔ اور اگر آپ کا بس چلے تو اسے بھی دائرہ اسلام سے خارج کر دیں

سکھ ودوانوں کے اسلام پر لغو اعتراضات

(۷)

بسلسلہ اشاعت مؤرخہ ۹ جولائی ۱۹۵۲ء

از عباد اللہ گیانی صاحب امرتسری

گیانی لال سنگھ صاحب کی پیش کردہ بابا نانک صاحب کی مکہ گھمانے والی کرامت سے متعلق ہم عرض کر چکے ہیں کہ گیانی صاحب تو اسے معمولی بات تصور کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ مکہ ست نام کے پرتاپ سے گھوم گیا تھا۔ مگر موجودہ زمانہ کے سمجھدار سکھ ودوانوں کے نزدیک یہ ایک من گھڑت اور فرضی قصہ ہے جس کا اصلیت اور حقیقت سے کوئی تعلق نہیں۔

اس فرضی قصہ سے متعلق سب سے پہلے خدا کے مقدس مسیح حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام نے آواز اُٹھائی تھی اور بایں الفاظ میں تحریر فرمایا تھا کہ:۔

ایک جھوٹا قصہ کہ بابا صاحب جب مکہ میں گئے۔ تو جس طرف پاؤں کرتے تھے۔ مکہ اسی طرف آجاتا تھا۔ کیا یہ جھوٹا قصہ جاندو کی لٹوں سے گنگا نکلنے سے کچھ کم ہے؟" (ست بچن صـ۲۲)

ایک اور مقام پر آپ نے فرمایا:۔

"یہ افترا کہ گویا مکہ باوا صاحب کے پیروں کی طرف پھرتا تھا۔ نہایت مکروہ افترا ہے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بیہودہ باتیں اس وقت کتاب میں ملائی گئی ہیں۔ جب بابا نانک صاحب کا حج کرنا مشہور ہو گیا تھا" (ست بچن صـ۵۶)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ان ارشادات سے یہ واضح ہوتا ہے کہ مکہ گھومنے کا قصہ بعد کی ملاوٹ ہے جسے سکھوں نے بعد میں باوا صاحب کے حج پر پردہ ڈالنے کی غرض سے سکھ کتب میں شامل کیا ہے۔ پہلے یہ موجود نہ تھا۔ حضور کے اس ارشاد کے پیش نظر جب ہم سکھ کتب کی ورق گردانی کرتے ہیں۔ تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ حضور کا یہ فرمان محض ایک قیاس نہیں بلکہ حقیقت پر مبنی ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتاب نزول المسیح اس امر پر روشنی پڑتی ہے کہ حضور نے اپنے ایک کشف کی بناء پر سب سے پہلے ۱۸۷۲ء میں باوا صاحب کے اسلام کا زبانی طور پر اظہار فرمایا۔ اس کے بعد حضور نے ۱۸۸۶ء میں کتاب سرمہ چشم آریہ شائع فرمائی۔ جس میں باوا صاحب کے اسلام کا اعلان اجمالی رنگ میں یوں فرمایا:۔

"گورو صاحب نے جابجا وید کی مخالفت کی ہے اور جہاں تک ان کی علمی حیثیت تھی انہوں نے دین اسلام کے عقاید کو پسند کیا ہے .... نانک صاحب حسب تعلیم قرآن شریف خدا تعالیٰ کے خالق اور رب العالمین ہونے پر ایمان لے آئے تھے"

(سرمہ چشم آریہ صـ۱۳۱)

اس کے بعد حضور نے ۱۸۹۵ء میں ست بچن کے نام پر اس موضوع پر ایک مستقل کتاب شائع فرمائی جس میں تفصیل کے ساتھ سکھ کتب کے حوالجات سے بابا صاحب کے اسلام پر بحث فرمائی اور ان کا مسلمان ہونا ثابت کیا۔ جہاں تک مکہ یا کعبہ گھومنے کی ساکھی کا سوال ہے۔ یہ ساکھی پراچین جنم ساکھیوں میں نہیں ملتی اور ۱۸۷۲ء سے لیکر ۱۸۹۵ء کے درمیانی عرصہ میں کسی وقت جنم ساکھی بھائی بالا میں شامل کی گئی ہے اور ظاہر ہے کہ یہ صرف بابا صاحب کے اسلام پر پردہ ڈالنے کی ایک ناکام کوشش ہے۔ چنانچہ ہمارے پاس جنم ساکھی بھائی بالا کے تین قلمی نسخے موجود ہیں۔ ان میں سے دو نسخے ایسے ہیں۔ جو مردان والی اس جنم ساکھی کی نقل ہیں۔ جو پیر شیر محمد صاحب کے پاس تھی۔ اور جس کے متعلق پروفیسر موہن سنگھ ایم اے پی۔ ایچ ڈی نے رسالہ "آجکل" دہلی میں لکھا تھا کہ:۔

"فقیر حقیر کی یہ رائے ہے کہ سکھ مذہب کے بانی سے متعلق ایسا جامع۔ بیح صحیح مکمل اور کوئی نسخہ یقیناً نہیں کہہ سکتا کہ یہ وہ نسخہ ہے۔ جو گورو انگد صاحب نے اپنے لئے تیار کروایا تھا۔ یا یہ پہلی تحریر ہے مگر یہ بات میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ اس اصلی نسخہ کی انعقادیہ ایسی نقل ہے جو شاید کسی گورو صاحب نے یا کسی راجہ مہاراجہ نے اصلی نسخہ سے یا اس کی مصدقہ نقل سے تیار کروائی ہے"

(رسالہ آجکل دہلی یکم جون ۱۹۴۴ء)

ان تینوں قلمی نسخوں میں بابا صاحب کا مکہ معظمہ میں جاکر کعبہ کی طرف پاؤں پھیلا کر سونا اور پھر اپنے پاؤں سے مکہ یا کعبہ کو گھما دینا کہیں بھی مذکور نہیں۔

اسی طرح ہمارے پاس جنم ساکھی بھائی بالا کا ایک ایسا مطبوعہ نسخہ بھی ہے۔ جسے دیوان بوٹا سنگھ نے مطبع آفتاب لاہور سے ۱۹۲۸ء بکرمی مطابق ۱۸۷۱ء میں شائع کیا تھا اس جنم ساکھی میں صفحہ ۲۵۲ سے ۲۵۴ صفحہ تک بابا صاحب سے متعلق مکہ کی ساکھی موجود ہے مگر اس میں بھی اس بات کا کہیں ذکر موجود نہیں کہ بابا صاحب نے مکہ معظمہ میں جاکر کعبہ کی طرف پاؤں کئے تھے اور پھر اپنے پاؤں کے ساتھ مکہ یا کعبہ کو چکر دے دیا تھا۔

ان باتوں سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ ۱۸۷۱ء تک جنم ساکھی بھائی بالا میں مکہ یا کعبہ گھمانے والی ساکھی کا نام و نشان نہ تھا۔ اس کے بعد جنم ساکھی بھائی بالا کے جو ایڈیشن شائع کئے گئے ان میں اس ساکھی کو شامل کر دیا گیا۔ اور یہ وہ زمانہ ہے جبکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طرف سے بابا نانک صاحب کے اسلام کا اظہار کیا گیا تھا۔

فارسی زبان کا ایک مشہور محاورہ ہے "دروغ گورا حافظہ نباشد"۔ یہی حال جنم ساکھیوں میں اس ساکھی کو شامل کرنے والوں کا ہے۔ ان لوگوں نے اس ساکھی سے متعلق متعدد باتیں ایسی بھی شامل کر دی ہیں۔ جو بہت بڑے تضاد کا باعث بن رہی ہیں چنانچہ جنم ساکھیوں کے بعد کے ایڈیشنوں میں اس ساکھی سے متعلق بے حد اختلافات کو مدنظر رکھ کر اس فرضی قصہ پر غور کیا جائے تو اس کی مضحکہ خیز پوزیشن اور بھی نمایاں ہو جاتی ہے۔ چنانچہ ایک ایڈیشن میں مرقوم ہے کہ قاضی رکن الدین نے بابا صاحب کو ظہر کی نماز کے وقت مکہ کی طرف پاؤں پھیلا کر سوتے دیکھا تھا۔ (ملاحظہ ہو جنم ساکھی بھائی بالا چھوٹی چھاپہ پتھر صـ۱۸۵ مطبوعہ مفید عام پریس لاہور۔ لیکن دوسرے ایڈیشن میں مرقوم ہے کہ ملاں جیون نے صبح کی اذان سے قبل جبکہ ابھی ایک پہر رات باقی تھی دیکھا تھا۔ (ملاحظہ ہو جنم ساکھی بھائی بالا کلاں چھاپہ ٹائپ صـ۱۳۲ مطبوعہ مفید عام پریس لاہور) اسی طرح ایک جگہ یہ لکھا ہے کہ ملاں جیون نے غصہ سے بابا صاحب کو لات ماری تھی۔ (ملاحظہ ہو جنم ساکھی بھائی بالا کلاں صـ۱۳۲) مگر دوسرے ایڈیشن میں قاضی رکن دین کا صرف زبانی کہنا ہی بیان کیا گیا ہے (ملاحظہ ہو جنم ساکھی بھائی بالا چھوٹی صـ۱۸۵) ایک ایڈیشن سے ظاہر ہوتا ہے کہ بابا صاحب کے پیروں کے ساتھ "مکہ تمام پھر گیا تھا تو قاضی جیون نے تازیانہ سے پیٹنا شروع کر دیا تھا۔ (ملاحظہ ہو جنم ساکھی بھائی بالا کلاں صـ۱۳۲) مگر دوسرے ایڈیشن سے معلوم ہوتا ہے کہ قاضی رکن دین نے بابا صاحب کے پاؤں چوم لئے تھے (ملاحظہ ہو جنم ساکھی بھائی بالا چھوٹی صـ۱۸۵) جنم ساکھی کا ایک ایڈیشن یہ بتاتا ہے کہ بابا صاحب مکہ کی طرف پاؤں کرکے سوئے ہوئے تھے (ملاحظہ ہو جنم ساکھی بھائی بالا چھوٹی صـ۱۸۵) اس کے علاوہ بعض ایڈیشنوں سے اس امر کا بھی پتہ چلتا ہے کہ بابا صاحب نے کعبہ کی طرف پاؤں کا ہو جانا اپنی غلطی تسلیم کیا ہے (ملاحظہ ہو جنم ساکھی بھائی بالا کلاں صـ۱۳۲)

الغرض جنم ساکھیوں کی مندرجہ بالا متضاد باتیں اس امر کی بین دلیل ہیں کہ اس ساکھی کو بعد میں شامل کیا گیا ہے۔ اور اس تحریف کے موجدوں نے ایک دوسرے کی تحریروں کی طرف توجہ دینے کی ضرورت ہی نہیں سمجھی جس کے نتیجہ میں یہ ساکھی متضاد باتوں کا ایک طومار بن کر رہ گئی۔

جنم ساکھیوں کی اس قسم کی متضاد باتوں کی بناء پر ہی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے:۔

ان جنم ساکھیوں کے اکثر بیانات صرف غیر معقول ہی نہیں۔ بلکہ ان میں اس قدر تناقض ہے اور اس قدر بعض بیانات بعض سے متناقض پائے جاتے ہیں کہ ایک عقلمند کے لئے بجز اس کے کوئی چارہ نہیں کہ اس قصہ کو جو غیر معقول اور دور از قیاس باتوں سے متضاد ہے پایۂ اعتبار سے ساقط کر دے"

(ست بچن صـ۲۴)

جنم ساکھی بھائی بالا کے علاوہ دوسری سکھ کتب میں بھی اس ساکھی سے متعلق بہت سے اختلافات پائے جاتے ہیں چنانچہ جنم ساکھی بھائی منی سکھ میں مرقوم ہے کہ بابا صاحب کے پاؤں سے محراب گھوم گیا تھا (ملاحظہ ہو صـ۴۰۸) اور بعض نے بابا صاحب کے قدموں سے کعبہ کا پھر جانا بیان کیا ہے۔ (ملاحظہ ہو نانک پرکاش پورباردھ ادھیائے ۵۸) ایک صاحب نے ایک صفحہ پر کعبہ کا گھومنا اور دوسرے صفحہ پر مکہ کا پھرنا بیان

کیا ہے (ملاحظہ ہو گورپرکاش گرنتھ صفحہ ۱۵۶-۵۷) بعض نے باباصاحب کے پاؤں سے مکہ کا مکان پھرنا تحریر کیا ہے (ملاحظہ ہو اپتاس گورخالصہ ہندی ص۱۴۵) ایک صاحب کے نزدیک باباصاحب کے پاؤں سے کھلے دروازے بند ہو گئے تھے اور بند دروازے کھل گئے تھے (ملاحظہ ہو پراچین پنتھ پرکاش ص۱۵-۱۶) ایسی جنم ساکھیاں بھی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ باباصاحب کے پاؤں ہی اس طرف گھوم جاتے تھے (ملاحظہ ہو جنم ساکھی اردو شائع کردہ بھائی دیا سنگھ ص۱۷۶) بعض لوگوں کے نزدیک باباصاحب نے اہل مکہ کے دل پھیر دیئے تھے۔ اور محاورہ کے طور پر یہ کہا گیا کہ باباصاحب نے مکہ گھما دیا (ملاحظہ ہو نسخہ ضبط وبال تندیاں ص۱۲۴ و رسالہ امرت نومبر ۱۹۳۶ء) گیانی گیان سنگھ کے نزدیک باباصاحب کے پاؤں سے کعبہ کا گھوم جانا بھی درست ہے۔ اور یہ بھی ٹھیک ہے کہ مکہ پھرنے سے یہ مراد ہے کہ اہل مکہ کے دل پھر گئے تھے۔ چنانچہ انہوں نے بیان کیا ہے کہ:-

"ہمارے خیال میں دونوں باتیں درست ہیں"

(ترجمہ از تواریخ گورو خالصہ ص۲۶۷)

ایک اور صاحب جو ایم ایس سی ہیں۔ تحریر فرماتے ہیں کہ:- مکہ کے مجاوروں نے باباصاحب کے پاؤں گھمائے تو انہیں ہر طرف مکہ نظر آ گیا۔ اور یہ عجیب و غریب خبر ہوتے ہوتے قاضی تک جا پہنچی (ملاحظہ ہو مختصر و مکمل تواریخ گورو خالصہ اردو ص۵۷) ایک اور ایم ایس سی نے ۱۹۴۱ء میں لکھا تھا کہ:-

تیرے ایک چکر سے مکہ بھی پھر گیا۔ بابے مکہ پھیر یا ظاہری کلا دکھائی او بابا تیری کرامت بیں پاس بیٹھکر دیکھیا تھا"

(ترجمہ از جیوجگی جنم ساکھی ص۱۰۳)

یہی صاحب اس سے قبل ۱۹۳۹ء میں تحریر فرما چکے ہیں کہ مکہ پھرنے کا مطلب یہ ہے کہ اہل مکہ کے دل پھر گئے تھے۔ ولائیت والی جنم ساکھی میں محراب کا منہ پھرنا مرقوم ہے (ملاحظہ ہو ص۲۴۲) بھائی گورداس نے باباصاحب کا حج والے مقام پر کسی مسجد میں محراب کی طرف پاؤں کر کے سونا اور پھر وہاں سے مکہ کو چکر دینا بیان کیا ہے (وار پہلی پوڑی ۳۲) اگر حج کے مقام سے مراد عرفات کا مقام ہی جہاں حج کی رسومات ادا کی جاتی ہیں تو وہ مکہ معظمہ سے ۹ کوس کے فاصلہ پر ہے (ملاحظہ ہو تواریخ گورو خالصہ ص۲۶۶) اس طرح ایک بہت بڑا سوال بن جاتا ہے۔ یہ ایک بہت خوفناک اور ہیبت ناک زلزلہ ہی کہا جا سکتا ہے۔ اسے دنیا کی تاریخ میں خاص مقام حاصل ہونا چاہئے تھا۔ لیکن اس کا ذکر سکھوں کی محرف و مبدل کتب میں ہی ہے اگر اس مسجد سے مراد مسجد الحرام ہے۔ (بیت اللہ) ہے تو اس کے اندر جا کر ہر طرف ہی کعبہ ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے "فی کل قبلۃ من البیت" (مسلم) باوا سروپ سنگھ بھلا کے نزدیک مجاوروں کو دونوں طرف باباصاحب کا منہ ہی نظر آیا تھا۔ جیسا کہ وہ بیان کرتے ہیں:-

چادر اتار حالت یہ دیکھی
دونوں طرف میس پر یکھ بیکھا
قاضی دیکھت بھئے حیران
یا ایہہ ولی یا خود شیطان

(مہا پرکاش قلمی ص۹۲)

یعنی جب باباصاحب کے اوپر سے چادر اتار کر دیکھا گیا تو دونوں طرف آپ کا سر نظر آیا۔ قاضی یہ بات دیکھ بہت حیران ہوا۔ اس نے کہا یا تو یہ کوئی ولی ہے اور یا یہ کوئی شیطان ہے، جس نے کوئی شعبدہ بازی کی ہے۔ گیانی لال سنگھ نے خود بھی اس واقعہ سے متعلق عجیب و غریب پوزیشن اختیار کی ہے۔ آپ نے ایک جگہ لکھا ہے کہ باباصاحب نے اپنے پاؤں سے کعبہ کو گھما دیا تھا (ملاحظہ تواریخ گورو خالصہ پنتھ ص۲۴۴) مگر دوسری جگہ حاشیہ میں یہ ثبوت دیا ہے اس میں باباصاحب کے قدموں سے مکہ کا پھرنا مذکور ہے (ملاحظہ ہو تواریخ گورو خالصہ پنتھ ص۲۴۳ حاشیہ) گیانی صاحب اس بات سے بخوبی واقف تھے کہ کعبہ اور مکہ دونوں الگ الگ چیزیں ہیں۔ مکہ معظمہ ایک شہر کا نام ہے اور کعبہ اس میں ہم مسلمانوں کا قابل احترام قبلہ ہے (ملاحظہ ہو تواریخ گورو خالصہ پنتھ ص۱۶۷)

ان حوالجات سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ مکہ یا کعبہ گھومنے کی ساکھی بالکل من گھڑت اور جعلی ہے جو محض باباصاحب کے حج پر پردہ ڈالنے کی غرض سے سکھ کتب میں شامل کی گئی ہے۔ اور اس میں متضاد باتوں کا ایک طومار ہے۔ شاید اسی بناء پر بعض سکھ مورخین نے اس ساکھی کو اپنی تصنیفات میں شامل کرنے سے گریز کیا ہے۔ (ملاحظہ ہو نانک پرکاش پوربدھ ص۲۲۲ گورمت لیکچر ص۸۲ نانک پرکاش مصنفہ گورمکھ سنگھ ناظم نظامت اناعد گرد وغیرہ)

آخر میں ہم گیانی لال سنگھ صاحب اور ان کے ہم خیال سکھوں کی خدمت میں اس ساکھی سے متعلق سردار گوربخش سنگھ صاحب کے مندرجہ ذیل الفاظ پیش کرتے پر ہی اکتفا کرتے ہیں:-

"اس ساکھی میں دو تین کرامتوں کا ذکر آتا ہے۔ ایک تو راستہ میں گورونانک صاحب کے اوپر بادل سایہ کئے دکھنا۔ اور دوسرے کعبہ کا رخ بدل جانا اور مشرق کی بجائے شمال کی جانب ہو جانا یہ ناممکن باتیں ہیں۔ اور کسی گورمکھ بھلے لوگ کے پرانے زمانے میں سے گھر بیٹھ کر درست تسلیم کر لینے سے یہ ممکن نہیں ہو سکتیں"

ترجمہ از رسالہ پنجابی ساہت مارچ ۱۹۴۴ء

(باقی دارد)

دوکنگ سے ایک خط

محترم محمد اصغر علی صاحب سکنہ ایبٹ آباد جو ایک اپریشن کرانے کے لئے انگلستان تشریف لے گئے ہیں بخیر و عافیت دوکنگ پہنچنے کے بعد ۱۱ ستمبر کے خط میں لکھتے ہیں:

محترم و مکرم جناب دوست محمد صاحب ایڈیٹر پیغام صلح لاہور۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ، ۷ ستمبر بروز اتوار ۹ بجے بعد از شام بی او اے سی کے جہاز نمبر ۷۵/۱۸۷ بی ایل (Argonaut) پر روانہ ہوا۔ چالیس مسافر اس میں سوار ہو سکتے تھے۔ اور ۸ ستمبر بروز سوموار شام کے چھ بجے (لوکل ٹائم) .... لندن کے ہوائی اڈے پر اترا۔ راستہ میں بحرین، قاہرہ اور روم میں صرف ایک ایک گھنٹہ کے لئے جہاز ٹھہرا۔ نیند جہاز کے شور کی وجہ سے نہیں آ سکی۔ آج کل لندن اور پاکستان کے وقت میں ۳½ گھنٹے کا فرق ہے۔ جب لندن میں چھ بجے شام کے ہوتے ہیں (یعنی جب جہاز اترا) تو اس وقت پاکستان میں رات کے ۹½ بجے ہوتے ہیں بالفاظ دیگر ہوائی جہاز ۲۴½ گھنٹے ہوا میں پرواز کرتا رہا۔ ہوائی اڈہ سے بی او اے سی کی لاری میں اس کے دفتر پہنچا۔ وہاں محترم ڈاکٹر عبداللہ صاحب نے مجھے دوکنگ لے جانے کے لئے دو تین آدمی بھیجے ہوئے تھے۔ کیونکہ میرے پہنچنے سے قبل میری کیبل ان کو مل گئی تھی۔ اور وہ میری آمد سے باخبر تھے۔ لندن سے دوکنگ ٹرین میں گیا۔ شام کا کھانا محترم ڈاکٹر صاحب کے ہاں کھایا۔ پھر ہوٹل میں آ گیا۔ جہاں میری رہائش اور خوراک کا انتظام چند دنوں کے لئے ڈاکٹر صاحب نے کیا ہوا تھا۔ اب دوکنگ کے ایک ہوٹل میں رہتا ہوں۔ داخلہ کے لئے کوششیں شروع کر دی ہیں۔ دوکنگ مسلم مشن کی بدولت مجھے ذرا بھر تکلیف نہیں۔ نئے آنے والوں کے لئے ڈاکٹر صاحب کا وجود بڑی نعمت ہے۔ دوسرے دن ۹ ستمبر کو میرے ساتھ بازار گئے۔ اور ضروری چیزیں خرید کر دیں۔ تیسرے دن ۱۰ ستمبر کو میرے ساتھ ڈاکٹر کے پاس گئے۔ القصہ ہر طرح کی سہولت بہم پہنچا رہے ہیں۔ میرا پتہ:-

Mohd Asghar Ali
C/o. The Mosque
Woking (Surrey)
England

شکریہ تعزیت

میرے بڑے بھائی چوہدری نظام الدین صاحب مرحوم کی وفات پر مجھے کثرت سے ہمدردی کے خطوط موصول ہوئے ہیں۔ جن کی وجہ سے میرے قلب کو بہت تقویت ملی ہے۔ میں ان تمام بزرگوں اور دوستوں کا بذریعہ اخبار شکریہ ادا کرتا ہوں کیونکہ فرداً فرداً جواب دینا مشکل ہے خداوند کریم ان سب کو ہمدردی کے لئے جزائے خیر دے۔

حافظ محمد بخش چک ۲/ر اوکاڑہ

پیغام صلح ۱۷ ستمبر ۱۹۵۲ء جلد ۴۰ نمبر ۸۲۸ - ۳۴

احباب کرام سے چند ضروری گذارشات

خان بہادر غلام ربانی صاحب ایڈووکیٹ مانسہرہ

برادران! اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ۔

خاکسار نے انجمن کے آنریری جنرل سیکرٹری کی ذمہ داری قبول کرتے ہوئے ۲۲ ستمبر ۱۹۵۲ء سے عملی طور پر کام شروع کر دیا ہے لیکن ظاہر ہے کہ کوئی کام صحیح طور پر سرانجام نہیں پا سکتا جب تک اس سے تعلق رکھنے والے تمام ارکان باہمی تعاون سے کام نہ لیں، اسی شرط پر میں نے اس کام کا بوجھ اُٹھایا ہے، کہ تمام احباب انفرادی طور پر اور سب جماعتیں بحیثیت مجموعی اس کام میں میرے ساتھ پورے طور پر تعاون کریں ۔۔ اور جماعت کے اتحاد و اتفاق کو مستحکم کرنے اور سلسلہ عالیہ کی اغراض کو پورا کرنے میں پورے طور پر ممد و معاون ہوں۔

یہ حقیقت سب احباب پر بخوبی روشن ہے کہ ہمارے اس سلسلہ کی غرض محض اعلائے کلمۃ اللہ ہے، کوئی دنیاوی غرض یا کوئی سیاسی مقاصد اس کے سامنے نہیں ۔۔ مامور الٰہی نے اس جماعت کو اللہ تعالیٰ کے حکم سے صرف اس لئے قائم کیا کہ نیکی اور تقویٰ کو دنیا میں پھیلایا جائے اور دین واحد (اسلام) پر لوگوں کو جمع کیا جائے۔ اسی غرض سے آپ نے ہم سے دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا عہد لیا۔ اس عہد کو پیش نظر رکھتے ہوئے ہمارا یہ اولین فرض ہے کہ اپنی دنیوی اغراض کو پس پشت ڈال کر اس بلند مقصد کو اپنے سامنے رکھیں جس کے لئے یہ جماعت قائم کی گئی اور جیسا کہ حضرت مسیح موعودؑ نے اپنی وصیت میں ہمیں حکم دیا ہے کہ

"سب میرے بعد مل کر کام کرو"

ہم سب خدا کے دین کی حفاظت و اشاعت کے عظیم الشان کام میں ایک دوسرے کے ممد و معاون بن جائیں اور مرکز کے ساتھ پوری وابستگی اختیار کریں، اس وقت مخالفین سلسلہ نے جو شورش و ہنگامہ بپا کر رکھا ہے، اور حضرت مسیح موعودؑ کے متعلق جو غلط بیانیاں پھیلائی جا رہی ہیں، خدا کے فضل سے ہماری جماعت نے اس کا مقابلہ نہایت احسن پیرایہ میں کیا ہے، جس سے بہت سے ناواقف لوگوں پر اصل حقیقت آشکارا ہو چکی ہے، ضرورت ہے کہ ہم سب مل کر اس کام کو جاری رکھیں تاکہ لوگوں کی غلط فہمیاں دور ہو کر ان مجاہدین کی فوج میں اضافہ ہو، جو اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے تیار کی گئی ہے۔

پس میری احباب سے اولین گذارش یہ ہے کہ سلسلہ کی ترقی اور جماعت کی بہبودی کے لئے اگر کوئی تجاویز ان کے ذہن میں ہوں تو مجھے لکھ کر بھیجدیں، تاکہ ان پر عمل کیا جا سکے، اس سلسلہ میں تمام جماعتوں کے سکرٹری صاحبان سے میری بالخصوص گذارش ہے کہ وہ اپنی اپنی جماعت سے مشورہ کرنے کے بعد سلسلہ کے استحکام اور ترقی دین کے لئے مناسب تجاویز مجھے لکھ کر بھیجیں اور اس کے ساتھ ہی یہ بھی گذارش ہے کہ مرکز سے جو تحریک انہیں بھیجی جائے اس پر پورے طور پر کاربند ہونے اور جماعت کے افراد کو کاربند بنانے کی پوری کوشش کی جائے اور جو لٹریچر مرکز سے بھجوایا جاوے اسکو صحیح مقام تک پہنچانے کی ..... تکلیف برداشت کریں۔

۲۔ دوسری بات جو میں عرض کرنا چاہتا ہوں یہ ہے کہ ہمارے وہ احباب جو اس وقت دور دراز ممالک میں اعلائے کلمۃ اللہ کے کام میں مشغول ہیں، ان کے بہت سے بل اس وقت دفتر انجمن میں قابل ادائیگی ہیں، لیکن ہمارے موجودہ فنڈ ان کی ادائیگی کے متحمل نہیں آپ جانتے ہیں کہ دور دراز ممالک میں جہاں ضروریات زندگی اور اسباب معیشت ہمارے ملک کی نسبت بہت زیادہ گراں ہیں، اگر وقت پر بل ادا نہ ہوں تو کام کرنیوالے احباب کی زندگی دشوار ہو جائیگی اور تبلیغی کام کو بہت نقصان پہنچیگا اس لئے اس کام کو جاری رکھنے کے لئے ضرورت ہے کہ سب احباب نہ صرف اپنے ماہوار چندے باقاعدہ بھیجتے رہیں بلکہ خسارہ بجٹ فنڈ کے لئے جو وعدے انہوں نے کر رکھے ہیں انکو بھی جلد از جلد پورا کر کے عنداللہ ماجور ہوں، دوسرے احباب بھی جنہوں نے ابھی تک اس میں حصہ نہیں لیا وہ بھی اس نیک کام میں شامل ہو کر اللہ تعالیٰ کے ہاں اجر عظیم کے مستحق ہوں۔

۳۔ تیسری تحریک میں یہ کرنا چاہتا ہوں کہ تمام افراد سلسلہ کی ایک ڈائرکٹری تیار کی جائے جس میں احباب کے اسمائے گرامی، ولدیت، قومیت، سکونت اور مشاغل دنیوی کا ذکر ہو، یہ ڈائرکٹری ہماری جماعت کے استحکام اور باہمی تعلقات کو استوار کرنے میں بہت مفید ہو سکتی ہے، اس لئے تمام جماعتوں کے سیکرٹری صاحبان سے میری استدعا ہے کہ اپنی سب سے پہلی فرصت میں اس کام کو سرانجام دیکر عنداللہ ماجور ہوں، اس بارہ میں یہ ملحوظ رکھنا ضروری ہے، کہ جو فہرست تیار کی جائے اس میں صرف جماعت کے بالغ ممبران کے ہی نام نہ ہوں بلکہ ان کے بچوں کے بھی نام ہونے چاہئیں تاکہ انہیں سلسلہ کے ساتھ وابستہ رکھنے کا سامان کیا جا سکے۔

۴۔ ایک اور گذارش ان احباب سے ہے جو اپنے مشاغل دنیوی سے علیحدہ ہو کر سلسلہ کی کوئی خدمت سرانجام دے سکتے ہیں، وہ احباب بھی جو سرکاری ملازمتوں سے ریٹائر ہو چکے ہیں لیکن ابھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے کام کرنے کی صلاحیت اور طاقت رکھتے ہیں وہ سب اپنے اسمائے گرامی اور قابلیت سے مجھے مطلع فرمائیں تاکہ ضرورت کے وقت کوئی کام ان کے سپرد کیا جا سکے۔ ایسے احباب کی فہرست دفتر میں رکھی جائیگی اور حسب ضرورت انکو کام کیلئے دعوت دی جائیگی۔

۵۔ اس وقت ایک فوری ضرورت جو دفتر کو درپیش ہے یہ ہے کہ ایک ایسے قابل احمدی نوجوان کی خدمات مجھے درکار ہیں جو سٹینو کا کام اچھی طرح کر سکتا ہو، اگر جماعت میں کوئی ایسے قابل نوجوان ہوں، جو سٹینو کے کام میں پورے طور پر ماہر ہوں اور اچھی مشق رکھتے ہوں اور سلسلہ کی خدمت کو دوسری ملازمتوں پر ترجیح دے سکیں تو وہ مجھے اپنی درخواستیں بھیجدیں ان کا حق الخدمت انکی قابلیت کے مطابق دینے کی کوشش کی جائیگی، انشاء اللہ تعالیٰ امید ہے ہمارے احباب ان چند گذارشات پر دلی توجہ سے غور فرما کر انہیں عملی جامہ پہنانے کی کوشش فرمائیں گے۔ والسلام

خاکسار۔ غلام ربانی۔ آنریری جنرل سکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

اپنے آپ کو مسلمان کہنے اور تمام ارکان اسلام کی پابندی کرنے والوں کو کافر قرار دینا جہالت اور کبر و نخوت کا کرشمہ ہے

اہل حدیث اخبار ہفت روزہ الاعتصام گوجرانوالہ کا بیان

اب ذرا علمائے کرام کی حالت ملاحظہ فرمایئے۔ ایک شخص اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہے تمام ارکان اسلامی کا پابند ہے لیکن کسی ایک عقیدے یا عمل میں اس کا آپ سے اختلاف ہے۔ بس وہ مرتد ہے۔ واجب القتل ہے۔ کوئی اگر ان سے کہدے کہ آپ کہہ سکتے ہیں کہ وہ شخص گمراہ ہے اس کے بعض عقائد اسلام کے ٹھیٹھ عقائد کے خلاف ہیں۔ وہ فاسق ہی لیکن خدارا آپ کس دلیل سے اسے مرتد کہتے ہیں۔ تو آپ خود "فھو منھم" کی بنا پر کافر۔ مرتد اور واجب القتل اور جہنمی ہیں۔ وزراء کے خلاف کچھ کہنے والا تو صرف یہاں چند مہینوں یا زیادہ سے زیادہ چند برسوں کیلئے محبوس کیا جاتا ہے، مگر ہمارے خدائی فوجدار، خدائی جنت و دوزخ کے مالک ایسے آدمی کو اگلی دنیا میں بھی نہیں چھوڑتے۔

ہم نے صرف ان دو مثالوں پر اکتفا کیا ہے۔ اگر زیادہ اطناب سے کام لیں۔ تو صرف اس ایک موضوع پر پوری تصنیف تیار ہو جائے۔ بریلویوں کی طرف سے تمام اہل سنت الجماعت اہلحدیث۔ دیوبندی۔ احناف وغیرہ، اور تمام شیعہ حضرات کی تکفیر، شیعہ صاحبان کی طرف سے تمام اہل سنت الجماعت اور بریلویوں کی، بلکہ اہل سنت کے آئمہ ہدیٰ خلفائے راشدین المحدثین کی تکفیر، نعوذ باللہ من هذہ الاباطیل الکاذبہ۔ ان یقولون الا کذبا۔ اور پھر سب کی طرف سے دیعنی سنیوں اور شیعوں کے کل فرقوں کی طرف سے۔ مرزائیوں کی تکفیر کیا یہ اسی جہالت اور کبر و نخوت کا کرشمہ نہیں جو لوگوں کے دلوں میں نہ تو قرآن پاک کی وعید۔ ولا تقولوا لمن القیٰ الیکم السلام لست مومنا اور ان الذین فرقوا دینھم وکانوا شیعا لست منھم فی شیء کا خوف پیدا ہونے دیتا ہے۔ اور نہ ھل لا شققت قلبہ کی تنبیہ کی طرف انہیں متوجہ ہونے دیتا ہے۔ کیا یہ قرآن پاک کی اسی تہدید کا بالکل عملی نمونہ ہماری آنکھوں کے سامنے نہیں پیش کرتا۔ جو بنی اسرائیل کو ہوئی تھی؟ قالت الیہود لیست النصاریٰ علیٰ شیء وقالت النصاریٰ لیست الیہود علیٰ شیء وھم یتلون الکتاب۔

مجھے ذاتی طور پر علم ہے۔ کہ لاہور کے دو نہایت جید دیوبندی علماء نے جن کی میرے دل میں عزت ہے۔ برسر مجلس ایک جماعت کو مرتد کہہ کر اس کے واجب القتل ہونے کا فتوےٰ دیا۔ لا یکادون یفقھون حدیثا۔ (از مولانا محی الدین احمد۔ بی۔ اے۔ قصوری)

(ہفت روزہ اخبار الاعتصام گوجرانوالہ)

مورخہ ۱۹ ستمبر ۱۹۵۲ء

انجمن کے شعبۂ پبلسٹی کا قیام

احباب سلسلہ کی خدمت میں ایک نہایت ضروری اپیل

قلم اور قرطاس کے ذریعہ اشاعت اسلام ہماری جماعت کی نمایاں خصوصیت ہے۔ تبلیغ اسلام کے بلند نصب العین کو بروئے کار لانے کے لئے حضرت بانئے سلسلہ نے ہم سے عہد لیا۔ حضرت امیر رحمۃ اللہ علیہ نے خدا تعالےٰ کے فضل اور جماعت احمدیہ لاہور کی اجتماعی قوت سے جس محنت شاقہ اور خلوص کے ساتھ اس عہد کو پورا کیا وہ ہمارے لئے مشعل راہ ہے۔ گذشتہ چالیس سال کے عرصہ میں حضرت امیر مرحوم کی قیادت میں ہماری نہایت مختصر سی جماعت نے تبلیغ اسلام کے میدان میں جو کارہائے نمایاں سرانجام دیئے، دوست اور دشمن اس کے معترف ہیں۔ موجودہ بحرانی کشمکش میں اللہ تعالےٰ نے ہمارے عقاید اور اجتماعی عمل کی صداقت کو دنیا پر جس طرح واضح کیا وہ ہماری جماعت کے خلوص اور حق پرستی کی دلیل ہے۔

عصر حاضر میں اللہ تعالےٰ کے فضل سے ہم نے تبلیغ اسلام کی تاریخ کو بنایا ہے یعنی تبلیغ اسلام کے عظیم الشان تسلسل کو قائم رکھا۔ ہماری تبلیغی روایات کا تقاضا یہ ہے کہ ہم اپنے اس کام کو پہلے سے بڑھکر قوت، اتحاد، استقلال اور خلوص سے جاری رکھیں بدلتے ہوئے حالات اور نئے مسائل کا نظر غائر سے مطالعہ کرتے ہوئے اپنے تبلیغی پروگرام کو وسیع کریں ——— ان حقائق اور کوائف کے پیش نظر انجمن نے پبلسٹی کے ایک نئے شعبہ کی بنیاد رکھی ہے جس کے پروگرام کا ایک بہت مختصر خاکہ احباب جماعت کے سامنے پیش کیا جاتا ہے:-

(۱) پبلسٹی کا یہ شعبہ موجودہ دور کے اہم مسائل کے پیش نظر اسلامی تعلیمات کو پیش کریگا اور ان کے متعلق ریسرچ کر کے مضامین شائع کرے گا۔ یہ مقالات مندرجہ ذیل عنوانات اور ان کے علاوہ اور متعدد عنوانات کے متعلق ہوں گے مثلاً اسلامی ریاست کا صحیح تصور، اسلامی حکومت کا دستور اساسی، اسلام کا معاشی نظام، اسلام اور کمیونزم، احمدیت اس دور کی عظیم اسلامی تحریک ہے، نئے دور کی تشکیل کے لئے اسلام کی ضرورت وغیرہ۔

(۲)۔ ان مقالات کے علاوہ چھوٹی چھوٹی کتابوں کی صورت میں شائع ہوں گے۔ جماعت احمدیہ لاہور کے عقائد، رد تکفیر، حضرت بانئے سلسلہ کا اصل مقام، یورپ اور امریکہ میں تبلیغ اسلام کے نتائج کے عنوانات پر کثیر تعداد میں ٹریکٹ شائع کئے جائیں گے۔

(۳)۔ ایک نہایت خوبصورت سہ ماہی معیاری رسالہ بھی شائع کیا جائے گا جو جماعت احمدیہ لاہور کے علمی نقطہ نگاہ کو پیش کرے گا۔

(۴)۔ یہ شعبہ سلسلہ کے اخبارات کے معیار کو بلند کرے گا تاکہ ہمارے اخبارات معیاری اور صحافتی اعتبار سے ملک کے صف اول کے اخبارات میں شامل ہو جائیں اس کے علاوہ پبلسٹی کا شعبہ ملکی پریس سے صحت ورروابط قائم کرے گا، ذی فہم مخلص اور حق پرست صحافیوں کے دلوں سے جماعت احمدیہ اور حضرت بانئے سلسلہ کے متعلق پھیلائی ہوئی غلط فہمیوں کو دور کرے گا وغیرہ وغیرہ۔

عملی پروگرام کا شعبہ پبلسٹی کی صورت میں یہ ایک مختصر سا ڈھانچہ ہے۔ عمل سے قومیں اور جماعتیں زندہ ہوتی ہیں۔ عمل سے ہی قوموں کے جمود ٹوٹتے ہیں۔ عمل سے ان کے اثر و نفوذ میں اضافہ ہوتا ہے ان کی روحانی اور اخلاقی قوت بڑھتی ہے۔ ان کو وسعت اور استحکام نصیب ہوتا ہے۔ ظاہر ہے کہ اس شعبہ کے قیام اور اس عملی پروگرام کے لئے روپیہ کی ضرورت ہے۔ یہ عظیم الشان کام بغیر مالی قربانی کے نہیں ہو سکتا۔ جب کبھی ضرورت پیش آئی ہے اعلائے کلمۃ الحق کی اس علمبردار جماعت نے اپنی ہمت سے بڑھکر قربانیاں کی ہیں۔ حضرت بانئے سلسلہ کے فیضان کا یہ نتیجہ ہے کہ مالی ایثار کے ضمن میں یہ جماعت ایک نمایاں حیثیت رکھتی ہے۔ اس جماعت کے ایک ایک فرد نے حضرت بانئے سلسلہ کے ساتھ دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا عہد کیا اور ہر موقعہ پر اس عہد کو نبھایا ہے۔ اس شعبہ کے قیام کے لئے بھی ہم جماعت کے ہر ایک فعال اور مجاہد فرد کی خدمت میں اپیل کرتے ہیں کہ وہ اس شعبہ کے قیام کے لئے شرح صدر کے ساتھ مالی قربانی کرے۔ سب دوستوں کی خدمت میں التماس ہے کہ اپنے عطیہ جات مرکزی دفتر میں محاسب صاحب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کے نام بھجوانا شروع کر دیں اور اس کام کو نہایت اہم سمجھتے ہوئے اس طرف فوری توجہ مبذول فرما دیں۔

میاں محمد۔ پریزیڈنٹ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

ممتاز احمد فاروقی۔ آنریری جنرل سیکرٹری۔

(خانبہادر) غلام ربانی خان۔ ناظم اعلیٰ

پیغام صلح

جلد ۴۱ | یوم چہارشنبہ۔ مورخہ ۳ محرم الحرام ۱۳۷۳ھ | نمبر ۳۷

پاکستان کا دشمن کون ہے؟

گزشتہ اشاعت میں حافظ آباد کی نام نہاد ختم نبوت کانفرنس کا ذکر کرتے ہوئے ہم یہ بتا چکے ہیں کہ اس کانفرنس میں تحفظ ختم نبوت کے بہانہ سے کس قدر اشتعال انگیز تقاریر کی گئیں اور جماعت احمدیہ کو نہ صرف محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے باغی اور محمد (صلعم) کے دشمن قرار دے کر انسانیت سے خارج کرنے اور پاکستان سے نکال دینے کی دھمکی دی گئی، بلکہ زندگی ہر شعبہ میں احمدیوں کا بائیکاٹ کرنے اور انہیں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ختم کر دینے کی تلقین کی گئی اور اس تلقین کو "زمیندار" نے بڑے فخر و مباہات سے شائع کرکے اور اسے زیادہ پبلسٹی دے کر ان لوگوں کو بھی اکسانے کی کوشش کی جو حافظ آباد کانفرنس میں موجود نہ تھے۔

یہ تو ایک احراری لیڈر کے کلمات واہیہ تھے جن کی غرض عوام کو مشتعل کرنے کے سوائے اور کچھ نہ تھی، اب صدر کانفرنس اختر علی خاں کی سن لیجئے۔ آپ نے ملک و قوم کو داخلی و خارجی خطرات کے "سیلاب" سے ڈرا کر ہر پاکستانی کا یہ فرض قرار دیا کر "وہ دیانتداری سے ملک کو اندرونی انتشار اور بعض دشمنوں کی دسیسہ کاریوں سے بچائے" اور اس سلسلہ میں فرمایا کہ "آستین کے سانپوں سے بچنے کے لئے خاص تدابیر اختیار کرنے کی ضرورت ہے" وہ "آستین کے سانپ" کون ہیں؟ فرماتے ہیں "آپ میں سے ہر شخص جانتا ہے کہ فتنہ مرزائیت ہماری آزادی کے لئے مستقل خطرہ کی حیثیت رکھتا ہے"۔

اس میں شک نہیں کہ اس مادر پدر آزادی کے لئے جو جھوٹ، فریب، مکاری، غنڈہ گردی، قتل و غارت، رشوت ستانی اور تمام قسم کے دوسرے عیوب کی شکل میں پاکستان پر مسلط ہو رہی ہے، اور جس کی آڑ میں بقول وزیر اعظم پاکستان "بعض اخبار نویس اور کالم نویس بے اطمینانی پھیلانے کو اپنا فرض سمجھتے ہیں وہ شب و روز اسی فکر میں رہتے ہیں کہ کوئی ایسی چیز مل جائے جسے ملک میں بے اطمینانی پھیلانے کے لئے حربے کے طور پر استعمال کیا جا سکے" ایسی آزادی کے لئے فی الحقیقت احمدیت ایک مستقل خطرہ ہے، اور ہم "زمیندار" سے یہ کہہ دینا چاہتے ہیں کہ احمدیوں کے خلاف جس فتنہ کا بیج وہ بو رہا ہے وہ ملک اور قوم کے لئے ہرگز مفید ثابت نہ ہوگا، "ملک کے دشمن" اور "آستین کے سانپ" اگر کسی کو کہا جا سکتا ہے تو وہ وہی لوگ ہیں جو ملک میں انتشار پیدا کرنے کے لئے کوشاں ہیں، قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے اس ملک کو اتحاد بین المسلمین کے ذریعہ سے لیا تھا اور احمدی اس اتحاد میں کسی سے پیچھے نہ تھے، ہاں ایک فرقہ (احرار) اس اتحاد کا حامی نہ تھا اور نہ پاکستان کے بننے کا حامی تھا، وہی آج بھی اس اتحاد کو پاش پاش کرنے اور اس ذریعہ سے پاکستان کو تباہ کرنے میں کوشاں ہے، افسوس ہے "زمیندار" بھی اس فرقہ کا ہمنوا ہو کر ملک میں انتشار پھیلانے کے درپے ہے، اور ان "آستین کے سانپوں" کو پالنے کے ایک کروڑ روپیہ کی اپیلیں کر رہا ہے، اسے یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ مار آستین آخر کار اس کے لئے تکلیف کا موجب ہوگا جیسے مسجد شہید گنج کے موقع پر وہ علیحدہ ہو کر کنج عزلت میں جا بیٹھا اور "زمیندار" کو اس کے مقابلہ میں انجمن اتحاد ملت بنانی پڑی، اب بھی وہ اسے ایک ایسے خطرہ میں الجھا کر الگ ہو جائے گا جو اس کے لئے اور پاکستان کے لئے مشکلات کا موجب ہوگا اس لئے نہ صرف ہر پاکستانی کا بلکہ "زمیندار" کا سب سے بڑا فرض ہے کہ وہ دیانتداری سے ملک کو ان لوگوں کے پیدا کردہ اندرونی انتشار اور دسیسہ کاریوں سے بچائے۔

ان لوگوں کا پڑھایا ہوا سبق جو حافظ آباد کانفرنس میں اختر علی خاں نے دوہرایا سوائے اس کے کہ مسلمانوں میں جوش و اشتعال پیدا کرنے اور ملک کے امن کو تباہ کرنے کا موجب ہو اور کوئی نتیجہ نہیں رکھتا یہ کہنا کہ

"انگریز نے مرزا غلام احمد آنجہانی کو آلۂ کار بنایا اور اس کے اردگرد ایسے عناصر کو جمع کر دیا جو انگریز کے پروردہ اور تربیت یافتہ تھے"

اپنی کور باطنی کا ثبوت دینا ہے، مرزا غلام احمد اگر انگریز کے پروردہ اور آلۂ کار ہوتے تو اس کے مذہب کی دھجیاں نہ اڑاتے، پادریوں کو انہیں مقامات میں الجھنے کی نوبت نہ آتی، وہ انہیں دجال اور یاجوج ماجوج قرار نہ دیتے۔ رہی انگریزی سلطنت کی تعریف وہ مرزا صاحب نے مولوی ظفر علی خاں اور زمیندار سے بڑھ کر نہیں کی، جس کی لوح پر ہمیشہ یہ لکھا جاتا رہا ہے

> تم خیر خواہ دولت برطانیہ رہو
> سمجھیں جناب قیصر ہند اپنا جاں نثار

جس نے انگریزی حکومت کو "اسلامی سلطنت" قرار دیتے ہوئے اولی الامر منکم کے ماتحت اس کی اطاعت اور فرمانبرداری کو ضروری ٹھہرایا اور جو مسلمان اس سے سرکشی کرے اسے ڈنکے کی چوٹ کافر قرار دیا:-

"اس مذہبی آزادی اور امن و امان کی موجودگی میں اگر کوئی بدبخت مسلمان گورنمنٹ (انگریزی) سے سرکشی کی جرأت کرے تو ہم ڈنکے کی چوٹ سے کہتے ہیں کہ وہ مسلمان مسلمان نہیں ہے"

(زمیندار ۱۱ر نومبر ۱۹۱۱ء)

فرمائیے یہ الفاظ حضرت مرزا صاحب کی انگریز نوازی سے کم ہیں؟ انہوں نے تو حکومت انگریزی سے سرکشی کو محسن کشی اور نمک حرامی سے بڑھ کر لقب نہیں دیا، "زمیندار" نے تو ایسے شخص کو مسلمان ہی نہ رہنے دیا،

اختر علی صاحب فرماتے ہیں:-

"انہوں نے (مرزا صاحب نے) برطانی سامراج کی تعریف میں اتنی کتابیں لکھی ہیں ان سے پچاس الماریاں بھر سکتی ہیں"

ہم کہتے ہیں مذکورہ بالا ایک ہی فقرہ میں پچاس نہیں سینکڑوں الماریاں سمائی ہوئی ہیں "زمیندار" کا تو ایمان رہا ہے کہ

"اگر آج دنیا میں قیامت نمودار نہیں ہوتی تو اس کا باعث یہ ہے کہ ابھی تک برطانیہ ایمان و انصاف کی علمبرداری کیلئے موجود ہے"

فرمائیے اب جو قیامت آپ پاکستان میں برپا کر رہے ہیں وہ برطانیہ ہی کے اٹھ جانے کی وجہ سے تو نہیں؟ کہیں آپ بھی مار آستین بن کر انگریز کی خاطر پاکستان میں فتنہ کھڑا نہیں کر رہے؟

اختر علی خاں کا بیان ہے:-

"مرزا غلام احمد آنجہانی نے برطانی سامراج کے اشارے پر مسلمانوں کے خلاف مذہبی اور سیاسی طور پر شدید حملہ کیا، اس حملے کا مقصد وحید یہ تھا کہ مسلمانوں کے خلاف مذہبی انتشار پیدا کرکے انہیں سیاسیات سے الگ تھلگ رکھا جائے اور مسلمان جو ایک ہزار سال تک ہندوستان میں انا ولا غیری کا ڈنکا بجاتے رہے وہ سیاسی طور پر اس قدر پسماندہ ہو جائیں کہ انہیں بھولے سے بھی یہ خیال نہ آ سکے کہ وہ کبھی ایک حکمران قوم تھے"

ہاں صاحب بجا فرمایا، یہ فی الحقیقت مرزا غلام احمد ہی کی کوششوں کا نتیجہ ہے کہ مسلمان سیاسی طور پر اس قدر پسماندہ ہو گئے کہ ایک سلطنت کے مالک بن بیٹھے جو اپنی وسعت اور آبادی کے لحاظ سے تمام اسلامی سلطنتوں سے اول نمبر پر ہے، مرزا غلام احمد نے اسی "سیاسی پسماندگی" کی بشارت اس الہام الٰہی کے ذریعہ دی کہ "بخرام کہ وقت تو نزدیک رسید و پائے محمدیاں بر منار بلند تر محکم افتاد"۔ آج ہم اس الہام کو اپنی آنکھوں سے پورا ہوتے ہوئے دیکھتے ہیں اور اختر علی سے کہہ دینا چاہتے ہیں کہ اگر مرزا غلام احمد کی پیدا کی ہوئی یہ "سیاسی پسماندگی" اسے پسند نہیں تو پاکستان سے نکل جائے اور اپنے اس محبوب "ظل الٰہی" کی دہلیز پر جا بیٹھے جو انگریز کے نام سے آج تمام اسلامی سلطنتوں پر دانت پیس رہا ہے۔

شذرات

ابوالمظفر

حکومت پاکستان جمہوریہ پاکستان اور زمیندار

آج سے قریباً تین سال پہلے "پیغام صلح" نے عوام کی اخلاقی حالت اور غیر اسلامی قوانین کا ذکر کرتے ہوئے یہ لکھا تھا کہ پاکستان کا موجودہ نظام حکومت صحیح معنوں میں اسلامی نہیں بلکہ بوجہ غیر اسلامی معاشرہ کے جمہوریہ پاکستان نے بہو دصفت تمدن کا نمونہ پیش کیا ہے۔ معاصر "زمیندار" نے اپنی ۵ ستمبر ۱۹۵۲ء کی اشاعت میں "پیغام صلح" کی اس عبارت کو نقل کرکے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ گویا ہمیں "پاکستان" کی مخالفت منظور ہے۔ کاش ایسا لکھنے سے پہلے معاصر محترم اپنے گریبان میں منہ ڈالتا اور ۱۵ اگست کے "زمیندار" میں ذیل کی عبارت کو آنکھیں کھول کر پڑھ لیتا:-

"ضروری ہے کہ پاکستان کے اکابر اور حکام دونوں اپنی موجودہ روش کا جائزہ لیں۔ اور باہمی اشتراک عمل سے ان تمام خرابیوں اور بے عنوانیوں کے انسداد کا دلی خلوص سے تہیہ کر لیں۔ جب تک ملک میں رشوت ستانی۔ خویش پروری۔ جرم نوازی۔ جانبداری۔ دھڑے بازی۔ چور بازاری بے دینی۔ بے حیائی۔ عیش پسندی اور اسی قسم کی دوسری سیہ کاریوں کی متعدی وبا موجود ہے گی۔ ہم پاکستان کی جنگ میں ہرگز کامیاب نہیں ہو سکتے"

("پاکستان کی پانچویں سالگرہ۔ زمیندار ۱۵ اگست ۱۹۵۱ء")

کیا "زمیندار" کے ان فقرات میں ہمارے ہی خیالات کو دوہرایا نہیں گیا؟ ہم تو دستانی اور خود فریبی کے شکار نہیں ورنہ ہم بھی کہہ سکتے تھے کہ "سب سے پہلے پیغام صلح ہی نے یہ لکھا تھا...."

یہی وہ بات ہے جو آج "زمیندار" کے علاوہ دوسرے اخبارات بھی دوہرا رہے ہیں چنانچہ "تسنیم" مورخہ ۱۵ اگست میں مولانا مودودی لکھتے ہیں:-

"فسق و فجور۔ اور ظلم و ستم اور حرامخوری کی آزادی ہرگز وہ آزادی نہیں ہے جس کا شکریہ خدا کے حضور پیش کیا جا سکے۔ شریعت الٰہی کی بجائے ۱۹۳۵ء کے دستور اور انگریزی دور کے کافرانہ قوانین کی پیروی کرتے ہوئے آخر ہمارا کیا منہ ہے کہ ہم خدا کے سامنے آزادی کا شکرانہ لے کر جائیں" (از قلم مولوی مودودی صاحب)

اسی اخبار کے صفحہ ۳ پر ملاحظہ فرمائیے:-

"پاکستان جو اسلام کے نام پر بنا تھا اس میں شراب نوشی، بدکاری۔ قمار بازی اور سود خواری پر کوئی پابندی نہیں۔"

دیانتداری کا تقاضا تو یہ تھا کہ مسٹر اختر علی پیغام صلح کے خلاف اپنا اعتراض واپس لے لیں مگر ان کے لئے مشکل ہے کیونکہ قرآن اور سنت نبوی کی بنیاد پر استوار شدہ آئین نافذ کرنے والی مملکت پاکستان کی نسبت ان کی امیدیں انگریزی حکومت کی "اسلامی سلطنت" سے زیادہ وابستہ ہیں"

(زمیندار ۱۱ اکتوبر ۱۹۱۱ء)

گالیاں دینے کیلئے عید سے پہلے خطبہ

حدیث شریف میں آتا ہے کہ اگر تم مجھ سے محبت کرتے ہو تو میری سنت کی اتباع کرو۔ سرکار دو عالم صلعم کے اس فرمان پر "عزت و ناموس محمدؐ پر کٹ مرنے والے" کہاں تک عامل ہیں اس کے لئے ملاحظہ ہو۔ زمیندار ۲ ستمبر ۱۹۵۲ء:-

"نماز عید سے قبل سراج المساجد کا وسیع صحن اللہ والوں سے کچا کچ بھر گیا۔ پولیس کا انتظام تھا اور سڑک پر پوری طرح ٹریفک کو کنٹرول کیا جا رہا تھا۔ ساڑھے سات بجے نماز عید الضحیٰ سے قبل ختم نبوت پر جلسہ شروع ہوا۔ اس جلسہ میں ڈاکٹر نسیم سوہدروی۔ ماسٹر تاج الدین انصاری۔ شیخ حسام الدین اور اختر علی خاں نے احمدیت کے خلاف تقریریں کیں"

اس خبر کو پڑھنے کے بعد حدیث ذیل پر غور کیجئے:-

"ابوسعید خدری سے روایت ہے کہ ایک بار وہ عید کے موقعہ پر مروان کے ساتھ عیدگاہ پہنچے تو مروان ان کو منبر کی طرف کھینچنے لگا اور وہ اسے نماز (کی صفوں) کی طرف لے جانے لگے۔ اس کشاکش کو دیکھتے ہوئے حضرت ابوسعید رضنے کہا اے مروان عید کے دن اجتماع میں پہلے نماز ہوتی ہے (اور خطبہ نماز کے بعد ہوتا ہے) تو مروان بولا اے ابوسعید وہ طریقہ اب چھوڑ دیا گیا ہے۔ ابوسعید نے جواب دیا ہرگز نہیں قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ جس سنت نبوی کا مجھے علم ہے اس سے بہتر طریقہ تم نہیں پیش کر سکتے۔ اس کلمہ کو انہوں نے تین بار دہرایا اور مروان کا ساتھ چھوڑ کر اس جگہ سے ہٹ گئے۔"

(مشکوٰۃ باب الصلوٰۃ العیدین بحوالہ مسلم)

معاصر "تسنیم" اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد رقمطراز ہے:-

"یہاں یہ واضح رہے کہ بنی امیہ کے امراء نے اپنے سیاسی اغراض کی بناء پر عید کا خطبہ نماز سے پہلے کر دیا تھا۔ تاکہ وہ جی کھول کر اپنے سیاسی حریفوں کو گالیاں دے سکیں اور اجتماع عید میں شریک ہونے والوں کو نماز کے انتظار کی آس پر بنا پر .... بادل نخواستہ سب کچھ سننا پڑے"

کرم آباد کی سراج المساجد کا خطبہ عید کیا اسی مبتدعانہ طریق عمل کا مظہر نہیں، زمیندار اور اس کی خود ساختہ مجلس عمل کو تسنیم کا سرٹیفکیٹ مبارک ہو۔

پاکستان کے بداندیش

"دستوری تجاویز برائے مجلس دستور ساز پاکستان" کے عنوان سے ایک ٹریکٹ میں مولوی ابوالاعلیٰ مودودی لکھتے ہیں:-

"ہمارے نزدیک جو لوگ دستور میں شہریوں کے بنیادی حقوق پر غیر منصفانہ چھاپہ مارنے کی گنجائش رکھنا چاہتے ہیں وہ پاکستان کے سخت بداندیش ہیں۔ اور شاید خود اپنے اور اپنی آئندہ نسلوں کے بھی خیر اندیش نہیں"

شہریوں کے بنیادی حقوق کا ذکر کرتے ہوئے اسی مضمون میں آپ لکھتے ہیں:-

"اگر اس مملکت کو فی الواقع ایک پرامن مملکت بنانا ہے اور اسے آپس کی کشمکش کی بجائے باہمی اطمینان اور تعاون کی بنیاد پر تعمیر کرنا ہے تو باشندوں کو اس امر کی دستوری ضمانت ملنی چاہیئے، کہ انہیں تحفظ جان و مال و آبرو، آزادی مذہب و مسلک، آزادی عبادت، آزادی ذات، آزادی اظہار رائے۔ آزادی اجتماع کے حقوق حاصل ہوں گے"

آگے چل کر مولوی صاحب کہتے ہیں:-

"ارکان مجلس دستور ساز کے لئے یہ کسی طرح جائز نہیں کہ وہ ایک ایسے گروہ کو زبردستی مسلم قوم کا ایک جز بنانے پر اصرار کریں۔ جسے یہ قوم اپنا جز نہیں مانتی۔ اس معاملے میں قادیانیوں کے راضی ہونے یا نہ ہونے کا کوئی سوال نہیں"

کیا یہی آزادی مذہب و مسلک، آزادی اظہار رائے اور آزادی اجتماع ہے؟ آخر یہ کس قرآن میں لکھا ہے کہ ایک جماعت جو اپنے آپ کو مسلم قوم کا جزو سمجھتی ہو اسے زبردستی دھکیل کر غیر مسلموں میں شامل کر دیا جائے جس مملکت کے دستور ساز ملا مودودی جیسی ذہنیت کے مالک ہوں اس کا خدا حافظ۔

درخواستہائے دعا

(۱) رام پورہ مدھیہ بھارت میں جناب اے کریم احمدی کا صاحبزادہ میعادی بخار میں مبتلا ہے۔ اور ان کا چچا بھی عرصہ چار ماہ سے بیمار ہے احباب سے دعائے صحت کی درخواست ہے۔

(۲) نوشہرہ صوبہ سرحد میں ہمارے ایک احمدی بھائی بشیر احمد صاحب ایک ماہ سے بیمار ہیں اور احباب سے خاص طور پر دعائے صحت کے ملتجی ہیں۔

فهو کافر (مراۃ الحقیقۃ)

کیا یہ وہی لوگ نہیں۔ جن کو قرآن اضل کا فتوے دیتا ہے ومن اضل ممن یدعوا من دون اللہ۔ کیا یہ وہی لوگ نہیں جن کے شرک پر آئمہ دین کی مہریں ثبت ہیں۔

ملاحظہ ہو۔ فتاویٰ رشیدیہ جلد سوم ص ۱۵ بحر الرائق جلد پنجم ص ۱۲ عینی جلد گیارہ ص ۵۲۰ فتاوے عالمگیریہ ص ۲۱۲ شرح الفقہ الاکبر ص ۱۳۶ کیا یہ وہی لوگ نہیں۔ جن کو حضرت شیخ مولنا حسین علی رحمۃ اللہ علیہ کے وہ الہام مندرجہ بلغۃ الحیران کافر کذاب دجال قرار دیتے ہیں۔

(۱) رایت الانبیاء کلھم من آدم الی نبینا صلعم ینادون یاتی ندائ ان من دعا غیر اللہ معتقدا انہ یعلم ویسمع فھو کافر

(۲) قیل لی من خالفک فی التوحید فانھم دجالون کذابون۔

حضرات - بالا مذکورہ دلائل صرف آپ لوگوں کی یاد دہانی کے لئے تھے۔ ورنہ میں سمجھتا ہوں۔ کہ آپ لوگ مسئلہ کی دلائل سے خوب واقف ہیں۔ لیکن جس چیز کا فقدان ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ آپ لوگوں کے سینوں میں توحید کی وہ عزت و عظمت نہیں بیٹھی تھی۔ جو عند اللہ ہے اور انبیاء کرام کے سینوں میں یا ان کے کامل متبعین کے سینوں میں ہوتی ہے۔ اور تمہارے سینوں میں شرک کی وہ مذمت نہیں بیٹھی تھی۔ جو مذمت اس کی خدا اور رسول اور قرآن نے بیان کی۔ ورنہ آج ہمارے خطیب راولپنڈی پیر گولڑوی وغیرہ کے ساتھ مل کر گولی کھانا عین سعادت نہ سمجھتے۔ جن کو کل تک وہ پہرا۔ قبر کے ناموں سے یاد کر کے مشرک قرار دیتے رہے۔ جس پر اہل راولپنڈی۔ اہل واں بھچراں۔ اہل چک منگلا کے ہزاروں لوگ شاہد ہیں۔ دوستو، اللہ تعالےٰ کی ابتداء عالم سے آج تک شرک اور مشرکوں سے ذاتی عداوت رہی۔ حضرت نوحؑ سے لے کر حضرت خاتم النبیینؐ تک تمام انبیاء علیہم السلام کی مشرکوں کے ساتھ ذاتی عداوت رہی۔ توحید کا آخری مقام عداوت ذاتی بالمشرکین ہے۔ ورنہ جو توحید کسی وقت شرک سے صلح آشتی محبت اختیار کرتی ہے۔ وہ توحید نہیں عین شرک ہے۔ جس طرح زوج اربعہ کے لئے لازم الماہیت ہے۔ اس طرح عداوت بالمشرکین لازم ماہیت ایمان ہے۔ جس طرح آگ کا خاصہ احراق ہے۔ اسی طرح توحید کا خاصہ دشمنی اہل شرک ہے۔ اسی تلازم کے بیان کرنے کو اللہ تعالےٰ نے سورت ممتحنہ اتاری۔ اپنے گریبانوں میں سر ڈال کر خدا کے لئے سوچو۔ جس وقت مشرکوں کے ساتھ مل کر تم ایک اسٹیج پر بیٹھتے ہو۔ اور ان کی خوشامد کرتے ہوئے ان کو یقین دلاتے ہو۔ کہ ہم مسئلہ توحید ہرگز نہ بیان کریں گے۔ تو

وہ خدا جو فرماتا ہے۔ یا ایھا الذین آمنوا لا تتخذوا عدوی وعدوکم اولیاء۔

وہ خدا جو فرماتا ہے۔ تسرون الیھم بالمودۃ۔

وہ خدا جو فرماتا ہے۔ قد کانت لکم اسوۃ حسنۃ فی ابراھیم۔

وہ خدا جو فرماتا ہے۔ بدا بیننا وبینکم العداوۃ والبغضاء ابدا۔

وہ خدا جو فرماتا ہے۔ ومن یتولھم منکم فاولئک ھم الظالمون۔

تو کیا وہ خدا اس وقت تم پر سلام بھیجتا ہوگا۔ اور ملائکہ کے سامنے فخر سے بیان کرتا ہوگا کہ یا ملائکتی انظروا الی عبادی کیف قدروا حق قدری وحق توحیدی۔ کیا اگر پیر گولڑہ کی حفاظت میں تم نے گولی کھالی۔ تو قرآن تیری امرت ان اقاتل الناس حتی یقولوا لا الہ الا اللہ کی اتباع پوری ہو جائیگی اور حضرت مولنا حسین علی رحمۃ اللہ علیہ کی روح طیبہ تمہاری روحوں کے استقبال کو آ کھڑی ہوگی، اور تمہاری روحیں ارواح شہداء میں داخل ہو جائیں گی؟

حضرات - میں یقیناً کہتا ہوں۔ جس ڈھب سے تم مرزائیوں پر فتح پانا چاہتے ہو۔ اس میں تم ہرگز کامیاب نہ ہو سکو گے۔ کیونکہ اعداء پر فتح پانے کی جو شرائط قرآن مجید نے بیان کی ہیں وہ آپ کی تحریک میں مفقود ہیں قرآن شریف کو اٹھا کر پڑھو۔ خدا تعالےٰ تو فرماتا ہے انا لننصر رسلنا والذین آمنوا۔ ادھر تمہارے لیڈروں کو ایمان کی خبر نہیں۔ خدا تعالےٰ تو فرماتا ہے انتم الاعلون ان کنتم مومنین۔ ادھر تمہاری تحریک میں اکثریت مشرکوں کی ہے۔ خدا تعالیٰ تو فرماتا ہے۔ ومن یتول اللہ ورسولہ والذین آمنوا فان حزب اللہ ھم الغالبون۔ ادھر آپ کی تولیٰ "والذین اشرکوا" سے ہے۔ خدا تعالےٰ کی ذات کو حاضر ناظر جانتے ہوئے آپ فرمائیں کیا یہ تحریک ساری کی ساری مجموعہ علماء سوء نہیں کیا آپ لوگ قلباً و صدراً ظفر علی خاں اور اختر علی جیسے ابناء الوقت کو دینی پیشوا مانتے ہیں۔ کیا تمہاری تحریک میں کوئی کامل اہل اللہ وارث علوم نبوی ہے۔ کیا تم میں کوئی حکیم الامت تھانوی جیسا ہے، کیا تم میں کوئی اسماعیل شہید جیسا امام موجود ہے کیا تم میں کوئی جنید وقت حضرت مولنا حسین علی مرحوم جیسا کوئی موحد موجود ہے ہاں لے دے کر آپ کے پاس ایک امیر شریعت موجود ہے۔ جس کی شریعت کی حقیقت سے آپ لوگوں کے سینے تو واقف ہیں۔ لیکن کیا کہوں۔ ان زبانوں پر جن پر آج مہریں لگ گئی ہیں۔ ادھر خدا کے چند بندے جو خدا کی توحید سناتے تھے۔ انہوں نے قسم اٹھالی، کہ ہم کلمہ توحید ہرگز کسی کو نہ سنائیں گے۔ گویا ان کے نزدیک ربانی حکم سبحوہ بکرۃ واصیلا آج سے منسوخ ہو گیا جس کا یہ مطلب تھا۔ کہ اے مومنو! صبح شام خدا کی توحید بیان کرو۔ اور اس کو شریکوں سے پاک کہو۔ سوچئے! بھلا جس کشتی تحریک کے ایسے ناخدا ہوں۔ کیا وہ ساحل تک پہنچ سکتی ہے؟

یا قومنا لقد ارسلنا ارتکبتم خطۃ
لم یرتکبھا قط ذو خرقان
واعنتم اعداءکم بوفاقکم
لھم علی شیء من البطلان

حضرات - نیز اصلاً کہتا ہوں۔ کہ آپ کی تحریک کسی خدائی تحریک کے نقش قدم پر نہیں۔ کیونکہ آسمانی کتابیں گواہ ہیں۔ کہ خدائی تحریکوں نے ابتداً ہمیشہ دلائل سے کام لیا۔ نہ کہ زور اور لاٹھیوں سے ہاں باطل تحریکیں جب دلائل سے عاجز آجاتی ہیں۔ تو کبھی اکثریت کے زیر اقلیتوں کو ملک بدر کرنے کو تازیانہ دکھاتی ہیں جس طرح قوم لوط نے کہا لئن لم تنتہ یالوط لتکونن من المخرجین اور کبھی واویلا کرتی ہیں کہ فلاں اقلیت ملک میں انقلاب برپا کرنا چاہتی ہے جس طرح فرعون نے کہا۔ انی اخاف ان یبدل دینکم او ان یظھر فی الارض الفساد۔ کبھی حکام کے پاس جا کر سچی اقلیتوں پر جھوٹے الزام لگاتی ہیں جن کی وجہ سے ہزاروں خدا کے پیارے بندوں کو بیجا آلام و مصائب کا شکار ہونا پڑتا ہے اسلامی تاریخ میں مثلاً امام اعظم۔ امام احمد حنبل، امام ابن تیمیہ۔ مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہم کے حالات ملاحظہ فرمائے جائیں۔ حضرت امام ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:-

ما عندھم علم سوی التکفیر والتبدیع والتضلیل والبھتان
فاذا تیقن انہ المغلوب عند تقابل الفرسان فی المیدان
قال اشتکوہ الی القضاۃ فانھم حکموا والا اشکوا الی السلطان
قولوا لہ ھذا یحل الملک بل ھذا یزیل الملک مثل فلان

اور باطل تحریکیں کبھی اکثریت کے نشہ میں آکر سچی اقلیتوں کو کچلنے پر آمادہ ہو جاتی، اور مملکت کے کونہ کونہ میں اپنے داعی بھیجتی ہیں، جو عوام میں اپنا پراپیگنڈا کرتے ہیں۔ کہ فلاں اقلیت نے ہم کو تنگ کر رکھا ہے۔ آؤ ہم سب اکٹھے ہو کر اس کا استیصال کر دیں جس طرح فرعون نے کیا فارسل فرعون فی المدائن حاشرین ان ھؤلاء لشرذمۃ قلیلون وانھم لنا لغائظون وانا لجمیع حاذرون۔

اس مقام پر میں حکومت پاکستان کے با اقتدار طبقہ کی روشن ضمیری پر بھی داد دیتا ہوں۔ جنہوں نے خوب سمجھ لیا ہے کہ اگر مطالبہ احرار آج مرزائیوں کو اقلیت قرار دیا گیا۔ تو کل دیوبندیوں کو اقلیت قرار دینا پڑے گا۔ اور پرسوں اہل حدیثوں کو علیٰ ہذا القیاس۔ اور اس طرح سے ملت پاکستانیہ کا شیرازہ بکھر جائے گا۔ اور اس نوزائیدہ مملکت کا وجود ہی سرے سے ہی ختم ہو جائے گا۔ اور میں گورنر جنرل پاکستان کے ان الفاظ کی بہت قدر کرتا ہوں۔ جو انہوں نے کراچی میں ایک کانفرنس میں کہے۔ کہ گذشتہ ہزار سال میں شخصی حکومتوں اور ملاؤں نے اسلام کو بہت نقصان پہنچایا ہے۔ کہا قیل وھل افسد الدین الا الملوک واحبار سوء ورھبانھا

حضرات - خدا اور انبیاء اور بعثت انبیاء اور یوم آخرت کا واسطہ دیتے ہوئے عرض کرتا ہوں۔ کہ تبلیغ توحید کو ہاتھ سے نہ چھوڑو۔ کیا مشرکین سے الگ ہو کر ہم مرزائیوں

کارد نہیں کر سکتے۔ کیا علماء سوء کے تعاون کے بغیر دین کا کام نہیں ہو سکتا؟ کیا ختم نبوت کا مسئلہ ختم توحید کے بغیر حل نہ ہو سکتا تھا۔ مرزائیوں نے ایک فتنہ قلیلہ ہوتے ہوئے اتنی مخالفت کے باوجود اپنی تبلیغ کو نہ چھوڑا۔ اہل شرک و بدعت کے پیشواؤں نے یہ اعلان نہ کیا۔ کہ آیندہ ہم عقاید شرکیہ کی تبلیغ نہ کریں گے۔ مگر ہمارے موحد علماء نے سوچا کہ مصلحت وقت کا تقاضا ہے کہ مسئلہ توحید کو بند کر دیا جائے۔ کیونکہ تحریک کو نقصان پہنچتا ہے۔

میں پوچھتا ہوں۔ اگر تحریک کے با اثر لوگ مشرک ہیں۔ تو آپ لوگوں کو ان کی اطاعت کرنی ہو گی۔ اور ان کی خوشامد کے لئے کتمان حق کرنا ہو گا۔ جیسا کہ گجرات میں کیا گیا ہے۔ تو پھر

وان اطعتموهم انکم لمشرکون

کے مصداق کون ہوں گے؟ کیا مرزائیت کا دور ہمارے حضرت صاحب[1] کی زندگی میں نہ تھا۔ کیا ان کی کوئی تحریر و تقریر ملتی ہے۔ جس میں یہ لکھا ہے۔ کہ جب تک مرزائیوں کو اقلیت قرار نہ دیا گیا۔ میں گولڑے والوں یا سیال والوں کے ساتھ مل کر دینی کام کروں گا؟

خدارا سوچئے! اگر کل ابوالحسنات۔ قمر دین سیالوی پیر گولڑوی۔ جن کے گھٹنوں پر تمہارے امیر شریعت نے لاہور میں سجدہ کیا ہو یا شیعہ مجتہدین جیسے بزرگوں کے ہاتھ میں زمام حکومت آ گئی اور قانون ہاتھ میں آ گیا۔ تو جیسے آج مرزائیوں کو اقلیت قرار دے رہے ہیں۔ کل ہمیں اقلیت قرار دیں گے۔

اگر یہ لوگ برسر اقتدار آ گئے۔ تو محمد بن عبدالوہاب اسماعیل شہید، محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین تو ان کے ہاتھ نہ لگیں گے۔ ہم ہی ہیں۔ جو ان کی گولی کا اولین نشانہ بنیں گے۔

لہذا آخری التجا کرتا ہوں۔ کہ ہم کو ان لوگوں سے کسی بھلائی کی امید نہ رکھنی چاہیئے، اور مرزائیوں سے بڑھکر ان لوگوں کے عقائد شرکیہ کو دلائل سے رد کرنا چاہیئے۔ اگر مرزائی اس وجہ سے کافر بن سکتے ہیں۔ کہ انہوں نے ایک انسان میں وہ صفات اور کمالات ثابت کئے جو تقریباً ایک لاکھ چوبیس ہزار انسانوں میں پہلے پائے جاتے ہیں۔ تو یہ لوگ جو ہزاروں انسانوں میں خدائی صفات ثابت کرتے ہیں یقیناً مشرک اور اضل ہیں۔

خدا کے لئے اپنے دلوں کو ٹٹولو۔ اور ان سے پوچھو۔ ان دونوں فتنوں میں کون سا بڑا فتنہ ہے؟

حضرات:- ان لوگوں کا فتنہ فتنۂ مرزائیت سے بہت بڑھکر ہے۔ ہم کو ان لوگوں سے ایسا ہی قلبی اعراض اور بیزاری کرنی چاہیئے جیسا کہ خدا اور رسول اور آئمہ دین کا کہنا ہے، خدا نے بغیر کسی مصلحت وقت کا لحاظ کئے حکم دیا:-

فاصدع بما تؤمر واعرض عن المشرکین

خلیل انبیاء حضرت ابراہیمؑ کو مصلحت وقت نہ سوجھی اور انہوں نے مشرک قوم اور مشرک باپ سے علی الاعلان بیزاری کی اور یہ کہتے ہوئے کہ:-

انا برآء منکم ومما تعبدون من دون اللہ۔ سب تحریکوں اور مصلحتوں کو ایک ...... تحریک توحید پر قربان کر دیا۔ حضرت مجدد الف ثانی اپنے مکتوبات میں ص۳۲۳ ج۱ پر فرماتے ہیں:-

"مجرد تفوہ بکلمہ شہادت در اسلام کافی نیست تصدیق جمیع ما علم مجیئہ من الدین بالضرورۃ باید۔ و تبری از کفر و کافری نیز درکار است تا اسلام صورت بندد۔ ایمان عبارت از تصدیق قلبی است۔ و علامت این تصدیق تبری از کفر۔ ادنیٰ آن تبری قلبی است، و اعلیٰ آں تبری قلبی و قالبی است و تبری عبارت از دشمنی است با دشمنان حق تعالیٰ۔ حضرت ابراہیم خلیل الرحمٰن این ہمہ بزرگی کہ یافت و شجرۂ انبیاء گشت بواسطہ تبری از دشمنان او تعالیٰ بود۔ و ہیچ عملے در نظر فقیر از برائے حصول رضاء حق برابر این تبری نیست"

حکیم الامت مولانا تھانویؒ اپنے وعظ الانسداد للفساد ص۳۲ میں فرماتے ہیں:-

"افسوس ہے کہ آج کل جہاں دیندار اور بیدین لوگ کسی کام میں اتفاق کرتے ہیں۔ بے دین تو اپنے طریقہ پر پختہ ہوتے ہیں۔ نامعلوم دیندار کیوں ڈھیلے ہو جاتے ہیں۔ بے دین تو وہی کرتے ہیں جو ان کے مذاق کے موافق ہو۔ اور دیندار باوجود جان لینے کے کہ یہ کام ہماری جماعت کے مذاق کے خلاف ہے پھر بھی بے دینوں کی ہاں میں ہاں ملاتے جاتے ہیں تاکہ اتفاق میں فتور نہ آئے۔ سبحان اللہ، صاحبو! اتفاق دو طرفین سے ہوا کرتا ہے۔ محض یوں کہو کہ ان کی خوشامد کر رہے ہو۔ مگر لوگوں نے آج کل خوشامد کا نام اتفاق رکھ لیا ہے۔ اس لئے علیحدگی اختیار کرتے ہوئے ڈرتے ہیں۔ کیونکہ مخلوق طعن کرے گی۔ کہ انہوں نے اتفاق میں کھنڈت ڈال دی۔ آہ!

اند کے پیش تو گفتم غم دل ترسیدم
کہ تو آزردہ شوی ورنہ سخن بسیار است

حضرات ہذا ما اردنا ایرادہ فی ہذا الکتاب ولا استوعبت المکتوب جمیع ما ہو مکنون فی صدری وجمیع ما اشربت فی قلبی من حب التوحید وبغض من انکرہ ولا استوعبت ما فی صدری جمیع ما کان فی قلب شیخی ومولائی الشیخ حسین علی رحمۃ اللہ علیہ ابدا سرمدا۔ اقول فی حقہ واختم الکلام وافوض امری وامرکم الی العزیز العلام۔

شیخ ہفت اقلیم قطب اولیاء
واصل حضرت ندیم کبریا
مغز ملت بہار شرع و دین

جان پاکش منبع صدق و یقین۔
من کہ رو از نیک و بد بر تافتم
این سعادت از قبولش یافتم

منجانب
فقیر منور الدین چک منگلا شریف۔ ضلع سرگودھا۔

اخبار احمدیہ

— ۱۲ ستمبر کو بروز اتوار انجمن کی مجلس منتظمہ کا اجلاس تھا۔ جس میں شمولیت کے لئے حضرت صاحب صدر لائل پور سے اور محترم شیخ اللہ بخش صاحب ایڈووکیٹ پشاور سے اور خانبہادر غلام ربانی خاں صاحب مانسہرہ سے تشریف لائے، حضرت صاحب صدر دوسرے دن واپس تشریف لے گئے۔ شیخ اللہ بخش صاحب انجمن کے کاموں کیلئے مزید دو دن قیام رہا اور خان بہادر غلام ربانی صاحب ابھی یہیں قیام پذیر ہیں۔

— انجمن کے اسی اجلاس میں میاں ممتاز احمد صاحب فاروقی کی جگہ جو ایک سرکاری کام پر یورپ اور دوسرے ممالک کے سفر پر جا رہے ہیں، خانبہادر غلام ربانی خاں صاحب کو انجمن کے آنریری جنرل سیکرٹری کی خدمات تفویض کی گئیں اور اسی شام کو حضرت صاحب صدر اور انجمن کے سٹاف کی طرف سے میاں ممتاز احمد صاحب فاروقی کے اعزاز میں ایک شاندار دعوت عصرانہ دی گئی جس میں جماعت کے بہت سے احباب نے شرکت فرمائی، میاں ممتاز احمد صاحب ۲۵ ستمبر کو لاہور سے روانہ ہوں گے احباب کرام سے درخواست ہے کہ ان کی کامیابی اور بخیریت و عافیت واپسی کے لئے دعا فرمائیں۔

— حضرت مولانا صدر الدین صاحب ایبٹ آباد میں بحمداللہ بخیر و عافیت ہیں اور بہت جلد واپس تشریف لانیوالے ہیں۔

سانحۂ ارتحال۔ یہ خبر جماعت کے تمام حلقوں میں نہایت حزن و ملال سے پڑھی جائے گی کہ ہمارے ایک نہایت محترم بھائی شیخ عطاء اللہ صاحب ..... آف میسرز شیخ غلام قادر اینڈ کمپنی سوداگران سیالکوٹ چھاؤنی ۱۷ ستمبر کو ½ ۵ شام انتقال فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم شیخ جان محمد صاحب وزیرآبادی کے صاحبزادے تھے اور حضرت امیر قوم مولانا صدر الدین صاحب کے ان پرانے شاگردوں میں سے تھے جو تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان میں زیر تعلیم تھے۔ سلسلہ احمدیہ سے مرحوم کو بہت عشق تھا۔ اپنی صالحانہ اور سادہ زندگی کے باعث شیخ صاحب مقبول خلائق تھے۔ خدمت دین ایثار اخلاق فاضلہ۔ اور خلوص میں مرحوم ایک ممتاز حیثیت کے مالک تھے گذشتہ ایک سال سے آپ مسلسل بیمار چلے آتے تھے۔ دسمبر ۱۹۵۱ء سے اپریل ۱۹۵۲ء تک بغرض معالجہ آپ لاہور میں مقیم رہے۔ تین دفعہ بڑے بڑے اپریشن بھی ہوئے۔ اس طبی علالت نے بھی آپ کو صبر و استقلال سے متزلزل نہ کیا اور آپ ہمیشہ حوصلہ اور خندہ پیشانی سے تکالیف برداشت کرتے رہے۔ اپنے اوصاف حمیدہ اور اخلاق جمیلہ کی یادگار مرحوم نے تین صالح اور سعید صاحبزادگان شیخ عظمت اللہ۔ شیخ اکرام اللہ اور شیخ ظفر اللہ چھوڑے ہیں۔ اول الذکر جماعت سیالکوٹ چھاؤنی کے سیکرٹری ہیں۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ کریم شیخ صاحب مرحوم کو جنت الفردوس میں جگہ دے اور ان کے پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے آمین۔ مرکزی جماعت نے گذشتہ جمعہ ۱۹ ستمبر کو ان کا جنازہ غائبانہ پڑھا۔ بیرونی احباب سے بھی جنازہ غائبانہ کی درخواست ہے۔

---

[1] نعوذ باللہ منہا۔ ناقل

مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ کا ایک زندہ ثبوت

شاہِ فاروق کی تخت سے دستبرداری کی پیشگوئی جو آج سے دس سال پہلے کی گئی

حضرت مسیح موعود کی صداقت کا ایک زندہ نشان

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہستی باری تعالےٰ کے ثبوت میں جو بے شمار دلائل دیئے ہیں ان میں سے ایک سب سے بڑی اور اہم دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کے کاموں اور نظام کائنات سے صرف یہی ثابت نہیں ہوتا کہ اس کائنات کا کوئی صانع ہونا چاہیئے بلکہ اس کے الہام اور کلام سے جو مقربین الٰہی کے ساتھ ہمیشہ ہوتا رہتا ہے یہ پتہ لگتا ہے کہ وہ فی الحقیقت موجود ہے آپ نے اس بات پر زور دیا ہے کہ اسلام ایک زندہ مذہب ہے اور اسلام کا خدا بھی زندہ خدا ہے جو مومنین کے ساتھ ہمیشہ ہمکلام ہوتا اور ان کی دعاؤں کو سنتا اور جواب دیتا ہے اس کی بہت سی مثالیں حضرت مرزا صاحب کی زندگی میں ہمیں ملتی ہیں کیونکہ آپ کو اللہ تعالےٰ سے ہمکلامی کا شرف حاصل تھا - آپ کی دعائیں اللہ تعالےٰ سنتا اور ان کے جواب دیتا تھا اور کئی ایسی باتیں آپ کو پیش از وقت بتائی جاتی تھیں، جن کا پورا ہونا بظاہر ناممکن و محال نظر آتا تھا، تاہم اپنے وقت پر وہ باتیں پوری ہو کر ہستی باری تعالیٰ اور مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ کا ایک زندہ ثبوت بن جاتی تھیں، اس قسم کے بیشمار الہام اور نشانات آپ کی کتابوں میں پائے جاتے ہیں - مثلاً آپ کا الہام تھا۔

"ایک مشرقی طاقت اور کوریا کی نازک حالت"

اور آج ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ چین جیسا کمزور ملک ایک بہت بڑی مشرقی طاقت بن چکا ہے اور اس کی وجہ سے کوریا کی حالت بہت ہی نازک ہو چکی ہے، ایک اور الہام آپ کو ہوا:

"پہلے بنگالہ کی نسبت جو کچھ حکم جاری کیا گیا تھا اب ان کی دلجوئی ہوگی"

یہ ۱۹۰۵ء کا الہام ہے۔ اس سے پہلے ۱۹۰۵ء میں لارڈ کرزن نے بنگال کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا تھا جس پر بہت سخت ایجی ٹیشن ہوئی لیکن اس تمام ایجی ٹیشن کے باوجود تقسیم بنگال جوں کی توں رہی حتیٰ کہ سنہ ۱۹۱۱ء میں جارج پنجم کی تخت نشینی کے وقت بنگال کی تقسیم کو از رہ دلجوئی منسوخ کر دیا گیا، اور خدا کا الہام پورا ہو کر اس کی ہستی پر ایک زندہ نشان بن گیا۔

ایسا ہی مشہور بدزبان آریہ لیڈروں پنڈت لیکھرام اور سوامی شردھانند کے قتل کی پیشگوئی آپ نے کی جو ہو بہو پوری ہوئی

۱۹۰۵ء میں آپ کو ایک اور الہام ہوا "آہ نادر خان کہاں گیا" اس وقت نادر خاں شاہ افغانستان کو کوئی جانتا بھی نہ تھا، کم از کم شاہی خاندان سے اس کا کوئی تعلق نہ تھا -

اس الہام پر سالہا سال گذر گئے، حتیٰ کہ وہ وقت آ گیا جب کابل کے شاہی خاندان کے ہاتھ سے تخت حکومت چھین لیا گیا اور نادر خاں تخت پر بیٹھا، اس کے تھوڑے ہی عرصہ بعد دنیا نے "وہ آہ" سنی جو نادر خاں کے اچانک قتل سے پیدا ہوئی -

ایسی ہی اور بیشمار پیشگوئیاں حضرت مرزا صاحب نے کیں، جن سے خدا تعالےٰ کی ہستی اور مقربین الٰہی کے ساتھ اس کی ہمکلامی کا ثبوت ملتا ہے، یہ ثبوت آج بھی آپ کے پیروؤں کی زندگی میں پایا جاتا ہے جو مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ سے مشرف ہیں اور بعض آنے والی باتوں کی پیش از وقت انہیں اطلاع دی جاتی ہے۔

اسی قسم کی ایک اطلاع وہ ہے جس کا ذکر میاں ممتاز احمد صاحب فاروقی نے آج سے دس سال پہلے اپنے ایک مضمون میں کیا جو ۱۶ر مئی ۱۹۴۲ء کے لائٹ میں درج شدہ موجود ہے، اس مضمون کا عنوان ہے

God speaks to-day as He did of old یعنی اللہ تعالےٰ آج بھی ویسے ہی کلام کرتا ہے جیسے پہلے زمانوں میں کیا کرتا تھا، اس مضمون میں سلسلہ الہام و کلام پر بحث کرتے ہوئے میاں ممتاز احمد صاحب فاروقی نے بتایا کہ جماعت احمدیہ کے ایک بزرگ سید اسد اللہ شاہ صاحب ان مقربین الٰہی میں سے ہیں جو الہام و کلام الٰہی سے مشرف ہیں انہیں کئی ایک آئندہ کی خبریں دی جاتی ہیں، جن میں سے ایک یہ ہے کہ شاہ فاروق والئے مصر تخت سے دستبردار ہو جائیں گے، میاں ممتاز احمد صاحب فاروقی کے مضمون کے اصل الفاظ ہم قارئین کرام کے ازدیاد ایمان کے لئے ذیل میں نقل کرتے ہیں:-

Syed Asadullah Shah sahib has told me and others several of his Ilhams, some of which have already been fulfilled, while others are still in the womb of the future.

One such prophecy concerns the abdication of King Faruq of Egypt, about which there are no indications what-so-ever at present.

(Light May 16, 1942)

یعنی "سید اسد اللہ شاہ صاحب نے مجھے اور دوسرے احباب کو کئی ایک اپنے الہام سنائے ہیں جن میں سے چند ایک تو پورے ہو چکے ہیں اور باقی ابھی مستقبل کے پردے میں مستور رہیں ان میں سے ایک پیشگوئی شاہ فاروق والئے مصر کا تخت سے دستبردار ہونا ہے، جس کا آج کل ان حالات میں کوئی امکان نہیں، ہم انتظار کرتے ہیں اور دیکھتے ہیں۔"

(لائٹ ۱۶ر مئی ۱۹۴۲ء)

خدا کی شان! وہ بات جس کا آج سے دس سال پہلے جب یہ الفاظ قلمبند ہوئے کوئی امکان نہ تھا آج پردۂ غیب سے حقیقت بن کر ظاہر ہو گئی اور ہم نے اپنی آنکھوں سے اس پیشگوئی کو پورا ہوتے ہوئے دیکھا دس سال پہلے ہی نہیں آج سے ایک سال بلکہ آج سے چھ مہینے پہلے بھی کون کہہ سکتا تھا کہ شاہ فاروق تخت سے دستبردار ہو جائیں گے، کون جانتا تھا کہ خدا کی بات اس شان کے ساتھ پوری ہوگی کہ کسی کو انکار کی گنجائش نہ رہے گی۔ سید اسد اللہ شاہ صاحب مامور نہیں تاہم ان کی اس پیشگوئی کے پورا ہونے سے کم از کم ہستی باری تعالےٰ کا ایک زندہ ثبوت ملتا اور اس مامور الٰہی (مسیح موعود) کی صداقت ثابت ہوتی ہے جس کی شاگردی اور فیض صحبت سے انہیں شرف حاصل ہوا کیا وہ لوگ جو اللہ تعالےٰ کو صفت تکلم سے عاری سمجھتے اور یہ خیال کرتے ہیں کہ اس نے اپنے نیک بندوں سے کلام کرنا بند کر رکھا ہے اس زندہ ثبوت کو دیکھ مامور الٰہی کی صداقت پر ایمان لائیں گے؟

---

(۱) کلام پاک آں بیچوں بہ صد جام عرفاں را
کسے کو بیخبر زاں مے چہ داند ذوق ایماں را

(۱) اس بے مثل خدا کا پاک کلام عرفان کے سو جام دیتا ہے جو اس شراب سے بے خبر ہے۔ وہ کہاں ایمان کا مزہ جانتا ہے۔

نہ چشمست آنکہ در کوری ہمہ عمرے بسر کرداست
نہ گوش است آنکہ نشنیداست گاہے قول جاناں را

اسے آنکھ نہیں کہنا چاہیئے جس نے اندھے پن میں ساری عمر بسر کی ہو نہ وہ کان کان ہے جس نے کبھی بھی محبوب کی بات نہ سنی ہو۔ (کلام مسیح موعودؑ)

مسئلہ ختم نبوت اور حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی

الحاج خواجہ نذیر احمد صاحب بار ایٹ لا

ذیل کا مضمون محترم خواجہ نذیر احمد صاحب کے ایک انگریزی مضمون کا ترجمہ ہے جو انہوں نے The Seal of The Prophets (خاتم النبیین) کے عنوان سے گذشتہ مہینہ سول اینڈ ملٹری گزٹ میں لکھا تھا۔

یہ مضمون نہ تو کسی مذہبی بحث و مباحثہ پر مشتمل ہے اور نہ کسی خاص نقطۂ نظر کا پراپیگنڈا کرنا مقصود ہے، اس میں صرف حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے ختم نبوت کے متعلق اصل ایمان و اعتقاد کو بیان کیا گیا ہے۔ اس وقت جو بحث و مباحثہ اس بارہ میں جاری ہے۔ اس کے پیش نظر دنیائے اسلام کے لئے یہ جاننا ضروری ہے کہ حضرت مرزا صاحب خود اس بارہ میں کیا اعتقاد رکھتے تھے اور اپنے پیروؤں کو آپ نے اس کے متعلق کیا تعلیم دی ہے۔

بطور تمہید میں یہ ذکر کر دینا مناسب سمجھتا ہوں کہ جہاں پہلے انبیاء کو خاص خاص قبائل و اقوام اور خاص خاص ممالک کی ہدایت کے لئے بھیجا جاتا تھا، حضرت نبی کریم محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو رحمۃ اللعالمین بنا کر بھیجا گیا (ملاحظہ ہو قرآن کریم سورہ الانبیاء آیت ۱۰۷) آپ کو تمام نسل انسانی کے لئے بشیر اور نذیر قرار دیا گیا (سورہ السبا آیت ۲۸)

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مشن کی یہ عالمگیری نہ صرف اس کے بین الاقوامی پہلو سے تعلق رکھتی ہے، بلکہ اس مذہب کا جو آپ کے توسط سے دنیا کو دیا گیا کامل ہونا بھی اسی میں مضمر ہے جیسا کہ قرآن کریم فرماتا ہے الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا آج ہم نے تمہارا دین تمہارے لئے مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی، اور تمہارے لئے دین اسلام کو پسند کیا، (المائدہ آیت ۳)

یہ سورت حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ..... حجۃ الوداع کے موقعہ پر عرفات کے میدان میں نازل ہوئی، اور اسی وقت جب اس آیت کے نزول کا اعلان کیا گیا، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے رونا شروع کر دیا، آپ سے جب پوچھا گیا تو آپ نے بتایا کہ اس آیت میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جسمانی موت کی خبر دی گئی ہے، آپ نے اس بات کو واضح کرتے ہوئے فرمایا کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی غرض پوری ہو چکی ہے آپ نے یہ بھی بتایا..... کہ خاتم النبیین کی مہر سے آپ کے مشن کا عالمگیر ہونا تکمیل تک پہنچ چکا ہے اور اس لئے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی اور نبی نہیں آئے گا اس طرح حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس آیت کے مفہوم کو براہ راست آیت خاتم النبیین کے ساتھ ملا دیا جس میں فرمایا گیا ہے :-

ماکان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین وکان اللہ بکل شئی علیما (سورۃ احزاب ایت ۴۰)

یعنے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں، لیکن اللہ کے رسول ہیں اور نبیوں کی مہر (یعنی آخری نبی) اور اللہ ہر چیز کو جانتا ہے۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیہ کریمہ کا مفہوم تو کئی موقعوں پر بیان کیا، صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں سعد بن ابی وقاص سے روایت ہے :-

قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لعلی انت منی بمنزلۃ ھارون من موسی الا انہ لانبی بعدی،

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی سے فرمایا تو مجھ سے اسی مرتبہ پر جیسے ہارون موسےٰ سے، سوائے اس کے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں،

ترمذی میں عقبہ بن عامر سے روایت ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لوکان بعدی نبی لکان عمر اگر میرے بعد کوئی نبی ہونا ہوتا تو عمر ہوتا۔ حضرت ابوہریرہ رضؓ سے روایت ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مثلی ومثل الانبیاء من قبلی کمثل رجل بنی بیتا فاحسنہ واجملہ الا موضع لبنۃ من زاویۃ فجعل الناس یطوفون بہ ویتعجبون لہ ویقولون ھلا وضعت ھذہ اللبنۃ قال فانا اللبنۃ وانا خاتم النبیین میری اور مجھ سے پہلے انبیاء کی مثال ایک شخص کی مثال ہے جس نے ایک گھر بنایا پس اسے بہت اچھا بنایا اور خوبصورت بنایا مگر اس کے کونہ سے ایک اینٹ کی جگہ خالی رہی سو لوگ اس کے گرد گھومنے لگے اور اس پر تعجب کرنے لگے یہ اینٹ کیوں نہیں لگائی فرمایا میں وہ اینٹ ہوں اور میں نبیوں کو ختم کرنے والا ہوں (بخاری) تمام صحیح احادیث میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ کھلا اور غیر مبہم فرمان موجود ہے کہ

انا خاتم النبیین لانبی بعدی

میں خاتم النبیین ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں

اور تاریخ اس بات پر شاہد ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آیا، تمام اولیاء اللہ تیرہ سو سال تک حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس خصوصیت کو بیان کرتے چلے آئے ہیں، بانی سلسلہ احمدیہ نے بھی اسی پر زور دیا ہے آپ نے اسلام کی اس نمایاں خصوصیت پر نہ صرف بار بار زور دیا اور اس پر اپنے ایمان کا اعلان کیا، بلکہ ختم نبوت کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دوبارہ نزول کے منافی قرار دیا اور اس کے خلاف ایک پختہ ثبوت کے طور پر پیش کیا۔ چنانچہ میں اب آپ کی اپنی تحریرات اور بیانات اس بارہ میں پیش کرتا ہوں :-

(۱) "نبوت کا دعویٰ نہیں بلکہ محدثیت کا دعویٰ ہے"

(ازالہ اوہام ص۴۲۱)

(۲) "اکیسویں آیت یہ ہے کہ ماکان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین۔ یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم تم میں سے کسی مرد کا باپ نہیں ہے مگر وہ رسول اللہ ہے اور ختم کرنے والا نبیوں کا۔ یہ آیت بھی صاف دلالت کر رہی ہے کہ بعد ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کوئی رسول دنیا میں نہیں آئے گا۔ پس اس سے بھی بکمال وضاحت ثابت ہے کہ مسیح ابن مریم رسول اللہ دنیا میں نہیں آسکتا کیونکہ مسیح ابن مریم رسول ہے اور رسول کی حقیقت اور ماہیت میں یہ امر داخل ہے کہ دینی علوم کو بذریعہ جبرئیل حاصل کرے۔ اور ابھی ثابت ہو چکا ہے کہ اب وحی رسالت تابقیامت منقطع ہے"۔

ازالہ اوہام ص۷۱۴

(۳) "نہ مجھے دعوےٰ نبوت و خروج از امت نہ میں منکر معجزات اور ملائک اور نہ لیلۃ القدر سے انکاری ہوں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کا قائل ہوں اور یقین کامل سے جانتا ہوں اور اس بات پر محکم ایمان رکھتا ہوں کہ ہمارے نبی صلعم خاتم الانبیاء ہیں۔ اور آنجناب کے بعد اس امت کے لئے کوئی نبی نہیں آئے گا۔ نیا ہو یا پرانا ہو۔ اور قرآن کریم کا ایک شعشہ یا نقطہ منسوخ نہیں ہوگا"

(نشان آسمانی ص۲۸)

(۴) دیکھو میں رب عظیم کو شاہد ٹھہراتا ہوں اور اللہ کریم کی حلف اٹھاتا ہوں کہ میں مومن مسلم موحد ہوں پیروی کرنے والا اللہ کے احکام اور اس کے رسول کی سنتوں کی....... اور میں ایمان لاتا ہوں اس بات پر کہ آنحضرت صلعم نبیوں کے خاتم ہیں اور ہماری کتاب قرآن کریم ہدایت کا ذریعہ ہے سوائے مصطفےٰ کے ہمارا کوئی نبی نہیں جس کی ہم اقتداء کریں اور کوئی کتاب نہیں سوائے فرقان کے جو محافظ ہے پہلے صحیفوں کا اور میں ایمان لاتا ہوں اس بات پر کہ ہمارے رسول

آدم کی اولاد کے سردار ہیں۔ اور رسولوں کے سردار ہیں اور کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے نبیوں کو ختم کر دیا۔ اور قرآن مجید جو رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے تحریف کرنیوالوں سے اور مخطیوں کی خطا سے محفوظ ہے اور نہ منسوخ کیا جائے گا۔ اور نہ زیادہ ہوگا نہ کم ہوگا۔ رسول اللہ کے بعد سچے ملہموں کا الہام اس کے خلاف نہیں ہو سکتا اور جو کچھ مجھے قرآن کے مشکلات کا فہم دیا گیا بالتہ رحمان سے الہام کیا گیا ہیں نے اسکو صحت اور صواب کی شرط پر قبول کیا ہے۔ اور یہ مجھ پر کھولا گیا ہے کہ وہ صحیح خالص ہے شریعت کے موافق ہے اسمیں کچھ شک نہیں اور نہ کوئی ملاوٹ ہے۔ اور نہ شک و شبہ ہے اور اگر فرض محال کے طور پر معاملہ اس کے خلاف ہو تو ہم اس سب کو (یعنی اپنے الہامات کو) اپنے ہاتھوں سے ردی چیز کی طرح اور کھانسی کے مادہ کی طرح پھینک دیں گے۔"

(آئینہ کمالات اسلام ص۲۱)

(۵)- "اگر باب نبوت مسدود نہ ہوتا تو ہر ایک محدث اپنے وجود میں قوت اور استعداد نبی ہو جانے کی رکھتا تھا۔" (آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۲۳۸)

(۶)- لست بنبی ولکن محدث اللہ۔ میں نبی نہیں ہوں بلکہ اللہ کی طرف سے محدث ہوں۔"

(آئینہ کمالات اسلام ص۳۸۳)

(۷) اور اللہ تعالیٰ کی عزت و جلال کی قسم ہے کہ میں مومن اور مسلمان ہوں اور میں اللہ پر اس کی کتابوں اور رسولوں اور ملائکہ اور بعث بعد الموت پر ایمان رکھتا ہوں اور یہ بھی مانتا ہوں کہ ہمارے رسول محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم افضل الرسل خاتم النبیین ہیں اور ان لوگوں نے مجھ پر افترا کیا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ یہ شخص نبی ہونے کا دعوےٰ کرتا ہے اور عیسیٰ بن مریم کے حق میں کلمات حقارت اور استخفاف کہتا ہے۔"

"حمامۃ البشرےٰ صفحہ ۸"

(۸)- کیا نہیں جانتے کہ خدا رحیم و کریم نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بغیر کسی استثناء کے خاتم الانبیاء قرار دیا ہے اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور تفسیر آیہ مذکور فرمایا ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں اور طالبین حق کے لئے یہ بات واضح ہے اور اگر ہم اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی نبی کے آنے کا جواز قبول کریں تو گویا ہم نے وحی نبوت کا دروازہ کھول دیا حالانکہ وہ بند ہو چکا تھا اور یہ امر خلاف واقعہ ہے جیسا کہ مسلمانوں سے یہ بات مخفی نہیں۔ اور ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کس طرح کوئی نبی آسکتا ہے جبکہ ان کی وفات کے بعد وحی منقطع ہو گئی اور اللہ تعالیٰ نے آپ پر نبیوں پر خاتمہ کر دیا۔"

(حمامۃ البشرےٰ صفحہ ۲۰)

(۹) اور اللہ تعالیٰ کے اس قول ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین میں بھی اشارہ ہے پس اگر ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اللہ کی کتاب قرآن کریم کو تمام آنے والے زمانوں اور ان کے لوگوں کے علاج اور دوا کی رو سے مناسبت نہ ہوتی تو اس عظیم الشان نبی کریم کو ان کے علاج کے واسطے قیامت تک ہمیشہ کے لئے ہرگز نہ بھیجتا۔ اور ہمیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی نبی کی حاجت نہیں۔"

حمامۃ البشریٰ صفحہ ۴۹

(۱۰) "اور مکفرین کے اعتراضوں میں سے ایک اعتراض یہ ہے کہ یہ شخص نبوت کا مدعی ہے اور کہتا ہے کہ میں نبی ہوں، سو اس کا جواب یہ ہے کہ اے بھائی معلوم رہے میں نے نبوت کا دعوےٰ نہیں کیا اور نہ میں نے انہیں کہا ہے کہ میں نبی ہوں لیکن ان لوگوں نے جلدی کی اور میرے قول کے سمجھنے میں غلطی کی۔" حمامۃ البشرےٰ صفحہ ۷۹

(۱۱) "اور بخدا تعالیٰ لا یزال میں اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھتا ہوں۔ اور اس پر بھی میرا ایمان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں"

حمامۃ البشرےٰ صفحہ ۸۱

(۱۱) الف- "اور خدا کی پناہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ جبکہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی اور سردار دو جہاں محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین بنا دیا میں نبوت کا مدعی بنتا۔" حمامۃ البشرےٰ صفحہ ۸۳

(۱۲) "مجھے اللہ جلشانہ کی قسم ہے کہ میں کافر نہیں لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ میرا عقیدہ ہے اور لکن رسول اللہ وخاتم النبیین پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت میرا ایمان ہے میں اپنے اس بیان کی صحت پر اس قدر قسمیں کھاتا ہوں جس قدر خدا تعالیٰ کے پاک نام ہیں۔ اور جس قدر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خدا تعالیٰ کے نزدیک کمالات ہیں۔ کوئی عقیدہ میرا اللہ اور رسول کے فرمودہ کے خلاف نہیں۔"

(کرامات الصادقین ص۲۵)

(۱۳) میرا نبوت کا کوئی دعوےٰ نہیں۔ یہ آپ کی غلطی ہے یا آپ کسی خیال سے کہہ رہے ہیں، کیا یہ ضروری ہے کہ جو الہام کا دعوےٰ کرتا ہے وہ نبی بھی ہو جائے۔ میں تو محمدی اور کامل طور پر اللہ و رسول کا متبع ہوں۔

(جنگ مقدس صفحہ ۶۷)

(۱۴) "اور اگر یہ اعتراض ہے کہ نبوت کا دعوےٰ کیا ہے اور وہ کلمہ کفر ہے تو بجز اس کے کیا کہیں کہ لعنت اللہ علی الکاذبین۔"

(انوار الاسلام ص۳۴)

(۱۵) "جس نے سمجھنا ہو سمجھ لے۔ میرے پر یہی کھولا گیا ہے کہ حقیقی نبوت کے دروازے خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بکلی بند ہیں۔ اب نہ کوئی جدید نبی حقیقی معنوں کی رو سے آسکتا ہے اور نہ کوئی قدیم نبی۔"

(سراج منیر صفحہ ۳)

(۱۶)- "کیا ایسا بدبخت مفتری جو خود رسالت اور نبوت کا دعوےٰ کرتا ہے قرآن شریف پر ایمان رکھ سکتا ہے۔ اور کیا ایسا وہ شخص جو قرآن شریف پر ایمان رکھتا ہے اور آیت ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین کو خدا کا کلام یقین رکھتا ہے وہ کہہ سکتا ہے کہ میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد رسول اور نبی ہوں۔"

(حاشیہ انجام آتھم صفحہ ۲۷)

(۱۷)- "اور اسلام میں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا۔"

(راز حقیقت صفحہ ۱۶)

(۱۸)- "افتراء کے طور پر ہم پر یہ تہمت لگاتے ہیں کہ گویا ہم نے نبوت کا دعوےٰ کیا ہے۔ اور گویا ہم معجزات اور فرشتوں کے منکر ہیں لیکن یاد رہے کہ یہ تمام افترا ہیں۔ ہمارا ایمان ہے کہ ہمارے سید و مولا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں اور ہم فرشتوں اور معجزات اور تمام عقائد اہل سنت کے قائل ہیں۔"

(حاشیہ کتاب البریہ ص۱۸۲)

(۱۹)- "غرض قرآن شریف میں خدا تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام خاتم النبیین رکھ کر اور حدیث میں خود آنحضرت نے لا نبی بعدی فرما کر اس امر کا فیصلہ کر دیا تھا کہ کوئی نبی نبوت کے حقیقی معنوں کی رو سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نہیں آسکتا۔"

(حاشیہ کتاب البریہ ص۱۸)

(۲۰)- "اسلام میں اس نبوت کا دروازہ بند ہے جو اپنا سکہ جماتی ہو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین اور حدیث میں ہے لا نبی بعدی اور با ایں ہمہ حضرت مسیح ...... کی وفات نصوص قطعیہ سے ثابت ہو چکی۔ لہذا دنیا میں ان کے دوبارہ آنے کی امید طمع خام اور اگر کوئی اور نبی نیا یا پرانا آوے تو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کیونکر خاتم الانبیاء رہیں۔" (ایام الصلح ص۱۴۶)

(۲۱)- "جن پانچ چیزوں پر اسلام کی بنا رکھی گئی ہے، وہ ہمارا عقیدہ ہے اور جس خدا کے کلام یعنی قرآن کو پنجہ مارنے کا حکم ہے ہم اسکو پنجہ مار رہے ہیں .... اور ہم اس بات پر ایمان لاتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور سیدنا حضرت محمد مصطفےٰ صلعم اس کے رسول اور خاتم الانبیاء ہیں اور ہم ایمان لاتے ہیں کہ

ملائکہ حق اور حشر اجساد حق اور روز حساب حق اور جنت حق اور جہنم حق ہے اور ہم ایمان لاتے ہیں کہ جو کچھ اللہ جلشانہ نے قرآن شریف میں فرمایا ہے اور جو کچھ ہمارے نبی صلعم نے فرمایا ہے وہ بلحاظ بیان مذکورہ بالا حق ہے اور ہم ایمان لاتے ہیں کہ جو شخص اس شریعت اسلام میں سے ایک ذرہ کم کرے یا ایک ذرہ زیادہ کرے یا ترک فرائض اور اباحت کی بنیاد ڈالے وہ بے ایمان اور اسلام سے برگشتہ ہے اور ہم اپنی جماعت کو نصیحت کرتے ہیں کہ وہ سچے دل سے اس کلمہ طیبہ پر ایمان رکھیں کہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ اور اسی پر مریں اور تمام انبیاء اور تمام کتابیں جن کی سچائی قرآن شریف سے ثابت ہے۔ ان سب پر ایمان لاویں اور صوم و صلوٰۃ اور زکوٰۃ اور حج اور خدا تعالیٰ اور اس کے رسول کے مقرر کردہ تمام فرائض کو فرائض سمجھ کر اور تمام منہیات کو منہیات سمجھ کر اسلام پر کاربند ہوں۔ غرض وہ تمام امور جن پر سلف صالحین کو اعتقادی اور عملی طور پر اجماع تھا اور وہ امور جو اہل سنت کی اجماعی رائے سے اسلام کہلاتے ہیں ان سب کا ماننا فرض ہے۔"

(ایام الصلح صفحہ ۸۶-۸۷)

(۲۲) —"ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم الانبیاء ہونا بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت کو ہی چاہتا ہے۔ کیونکہ آپ کے بعد اگر کوئی دوسرا نبی آجائے تو آپ خاتم الانبیاء نہیں ٹھہر سکتے۔"

(ایام الصلح ص ۱۴۶)

(۲۳) —"ایسا ہی آپ نے لا نبی بعدی کہہ کر کسی نئے نبی یا دوبارہ آنے والے نبی کا قطعاً دروازہ بند کر دیا۔"   (ایام الصلح ص ۱۵۲)

(۲۴) —"جاہل مخالف میری نسبت یہ الزام لگاتے ہیں کہ یہ شخص نبی یا رسول ہونے کا دعویٰ کرتا ہے مجھے ایسا کوئی دعویٰ نہیں۔"

(ایک غلطی کا ازالہ ص ...)

(۲۵) —"قرآن شریف، جیسا کہ آیت ...... الیوم اکملت لکم دینکم اور آیت ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین میں صریح نبوت کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم کر چکا ہے۔"

(تحفہ گولڑویہ صفحہ ۸۳)

(۲۶) —"خدا ... رو سے جو خدا تم سے چاہتا ہے وہ یہی ہے۔ خدا ایک اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کا نبی ہے اور وہ خاتم الانبیاء ہے اور سب سے بڑھ کر ہے۔ اب بعد اس کے کوئی نبی نہیں۔"

(کشتی نوح ص ۱۵)

(۲۷) —"وہ مجدد جو اس چودھویں صدی کے سر پر موجب حدیث نبوی کے آنا چاہیئے تھا وہ یہی راقم ہے۔"

(تریاق القلوب ص ۳)

(۲۸) —"ابتدا سے میرا یہی مذہب ہے کہ میرے دعویٰ کے انکار کی وجہ سے کوئی شخص کافر یا دجال نہیں ہو سکتا (حاشیہ۔ یہ نکتہ یاد رکھنے کے قابل ہے کہ اپنے دعوے کے انکار کرنے والے کو کافر کہنا یہ صرف ان نبیوں کی شان ہے جو خدا تعالیٰ کی طرف سے شریعت اور احکام جدیدہ لاتے ہیں۔ لیکن صاحب الشریعت کے ماسوا جس قدر ملہم اور محدث ہیں گو وہ کیسی ہی جناب الٰہی میں اعلیٰ شان رکھتے ہوں اور خلعت مکالمہ الٰہیہ سے سرفراز ہوں ان کے انکار سے کوئی شخص کافر نہیں بن جاتا۔"

(تریاق القلوب ص ۱۲۰)

(۲۹) —"ما مسلمانیم بکتاب الٰہی قرآن شریف ایمان مے آریم کہ سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نبی خدا و رسول خدا ہست و دین او بہتر ادیان است و ایمان مے آریم کہ او خاتم الانبیاء است بعد او پیغمبرے نیست۔"

(مواہب الرحمٰن صفحہ ۶۶)

(۳۰) —"پھر یہ کہنا کہ ان یہودیوں کی اصلاح کے لئے اسرائیلی عیسیٰ آسمان سے نازل ہوگا، بالکل غیر معقول بات ہے۔ کیونکہ اول تو باہر سے ایک نبی کے آنے سے مہر نبوت ...... ٹوٹتی ہے اور قرآن شریف صریح طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیاء ٹھہراتا ہے۔"

(تذکرۃ الشہادتین ص ۱۱)

(۳۱) "اور ختم نبوت آپ پر نہ صرف زمانہ کے تاخر کی وجہ سے ہوا بلکہ اس وجہ سے بھی کہ تمام کمالات نبوت آپ پر ختم ہو گئے۔"   (لیکچر اسلام سیالکوٹ ص ...)

(۳۲) —"تمام نبوتیں اور تمام کتابیں جو پہلے گذر چکیں ان کی الگ طور پر پیروی کی حاجت نہیں رہی کیونکہ نبوت محمدیہ ان سب پر مشتمل اور حاوی ہے اور بجز اس کے سب راہیں بند ہیں۔ تمام سچائیاں جو خدا تک پہنچاتی ہیں اسی کے اندر ہیں۔ نہ اس کے بعد کوئی نئی سچائی آئے گی اور نہ اس سے پہلے کوئی ایسی سچائی تھی جو اس میں موجود نہیں۔ اس لئے اس نبوت پر تمام نبوتوں کا خاتمہ ہے اور ہونا چاہیئے تھا۔"   (الوصیت ص ۱۰)

(۳۳) "مگر جس کامل انسان پر قرآن شریف نازل ہوا اس کی نظر محدود نہ تھی اور عام غمخواری اور ہمدردی میں کچھ قصور نہ تھا۔ بلکہ کیا باعتبار زمان اور کیا باعتبار مکان اس کے نفس کے اندر کامل ہمدردی موجود تھی اس لئے قدرت کی تجلیات کا پورا اور کامل حصہ اسکو ملا اور وہ خاتم الانبیاء بنے۔"

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۷)

(۳۴) —"از انجملہ ایک یہ کہ ڈاکٹر عبدالحکیم خان اپنے رسالہ المسیح الدجال وغیرہ میں میرے پر یہ الزام لگاتا ہے کہ گویا میں نے اپنی کتاب میں یہ لکھا ہے کہ جو شخص میرے پر ایمان نہیں لائے گا گو وہ میرے نام سے بھی بے خبر ہوگا اور گو وہ ایسے ملک میں ہوگا جہاں تک میری دعوت نہیں پہنچی تب بھی وہ کافر ہو جائے گا اور دوزخ میں پڑے گا یہ ڈاکٹر مذکور کا سراسر افترا ہے، میں نے کسی کتاب یا اشتہار میں ایسا نہیں لکھا۔ اس پر فرض ہے کہ جو ایسی کوئی میری کتاب پیش کرے جس میں یہ لکھا ہے۔"

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۷۸)

(۳۵) "والنبوۃ قد انقطعت بعد نبینا صلی اللہ علیہ وسلم

اور نبوت ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد منقطع ہو گئی۔"

(الاستفتاء ضمیمہ حقیقۃ الوحی ص ۶۴)

(۳۶) —"سمیت نبیا من اللہ علی طریق المجاز لا علی وجہ الحقیقۃ۔ اور میرا نام اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبی رکھا گیا مجاز کے طریق پر نہ علی وجہ الحقیقت۔"

(الاستفتاء ضمیمہ حقیقۃ الوحی ص ۶۴)

(۳۷) "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا زمانہ قیامت تک ممتد ہے، اور آپ خاتم الانبیاء ہیں۔"

(چشمۂ معرفت ص ۸۲)

(۳۸) ہم بارہا لکھ چکے ہیں کہ حقیقی اور واقعی طور پر یہ امر ہے کہ ہمارے سید و مولا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں۔"

(حاشیہ چشمۂ معرفت ص ۳۲۴)

حضرت مرزا غلام احمد صاحب ۲۶ رمئی ۱۹۰۸ء کو فوت ہوئے۔ آپ نے ایک فارسی نظم لکھی ہے جس کا عنوان ہے "میرا اور میری جماعت کا مذہب" اس نظم کے کچھ اشعار ہمیشہ احمدی اخبارات کے ٹائیٹل پر اسی عنوان سے لکھے جاتے رہے ہیں — "پیغام صلح" کے ٹائیٹل پر اب بھی لکھے جاتے ہیں وہ اشعار یہ ہیں :—

ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفیٰ ما را امام و پیشوا
اندریں دیں آمدہ از مادریم
ہم بریں از دارِ دنیا بگذریم
آں کتاب حق کہ قرآن نام اوست
بادۂ عرفانِ ما از جام اوست
آں رسولے کش محمد ہست نام
دامن پاکش بدست ما مدام
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را بروشد اختتام

اب ہم آپ کے بعض پیرووں کے خیالات کو پیش کرتے ہیں :—

مفتی محمد صادق صاحب جو قادیانی احمدیہ جماعت کے ایک ممتاز رکن ہیں اور ایک احمدی اخبار "بدر" کے ایڈیٹر رہ چکے ہیں، علامہ شبلی نعمانی

سے بمقام ... ان کی حسب ذیل گفتگو ہوئی جو انہوں نے خود اپنے قلم سے لکھی ہے:-

(۱)۔ "شبلی نے دریافت کیا کہ ہم لوگ مرزا صاحب کو نبی مانتے ہیں میں نے عرض کیا کہ ہمارا عقیدہ اس معاملہ میں دیگر مسلمانوں کی طرح ہے۔ کہ آنحضرت صلعم خاتم النبیین ہیں، آپ کے بعد کوئی ... نبی آنے والا نہیں۔ نہ نیا اور نہ پرانا ہاں مکالمات الٰہیہ کا سلسلہ برابر جاری ہے وہ بھی آنحضرت صلعم کے طفیل آپ سے فیض حاصل کر کے اس امت میں ایسے آدمی ہوتے رہے جن کو الہام الٰہی سے مشرف کیا گیا۔ اور آئندہ بھی ہوتے رہیں گے، چونکہ حضرت مرزا صاحب بھی الہام الٰہی سے مشرف ہوتے رہے، اور الہام الٰہی کے سلسلہ میں آپ کو خدا تعالیٰ نے بہت سی آئندہ کی خبریں بطور پیشگوئی کے بتلائی تھیں جو پوری ہوتی رہیں۔ اس واسطے مرزا صاحب ایک پیشگوئی کرنے والے تھے اور اسکو عربی لغت میں نبی کہتے ہیں۔" (بدر جلد ۹ نمبر ۵۱-۵۲)

میر قاسم علی جو قادیانی جماعت کے ایک اور ممتاز رکن تھے اور کئی اخبارات کے ایڈیٹر اور بہت سی کتابوں کے مصنف بھی تھے، انہوں نے "تبیین الحق" کے نام سے ایک کتاب لکھی، جس میں یہ یقین دلانے کے لئے کہ حضرت مرزا صاحب نے نبوت کا دعوے نہیں کیا آپ کی کتب سے کئی حوالے نقل کئے جن میں سے چند حسب ذیل ہیں:-

(۲) "سیدنا و مولانا حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم ختم المرسلین کے بعد کسی دوسرے مدعی نبوت و رسالت کو کاذب اور کافر جانتا ہوں۔ میرا یقین ہے کہ وحی رسالت حضرت آدم صفی اللہ سے شروع ہوئی اور جناب رسول اللہ محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو گئی۔" صفحہ ۲۸

"میں جناب خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کا قائل ہوں۔ اور جو شخص ختم نبوت کا منکر ہو اسکو بیدین اور دائرۂ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں" صفحہ ۲۹

"اور اس بات پر محکم ایمان رکھتا ہوں کہ ہمارے نبی صلعم خاتم الانبیاء ہیں۔ اور آنجناب کے بعد اس امت کے لئے کوئی نبی نہیں آئے گا نیا ہو یا پرانا ..... ہاں محدث آئیں گے جو اللہ جلشانہ سے ہمکلام ہوتے ہیں۔" صفحہ ۳۱

اسکے علاوہ ستر آدمیوں نے جنہوں نے ۱۹۰۱ء میں یا اس سے پہلے حضرت مرزا صاحب کے ہاتھ پر بیعت کی حسب ذیل الفاظ میں حلف اٹھائی ہے:-

(۳) "ہم دستخط کنندگان ذیل حلفی شہادت ادا کرتے ہیں کہ بانی سلسلۂ احمدیہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے جب ۱۸۹۱ء میں یہ اعلان کیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا وفات پا جانا قرآن کریم سے ثابت ہے اور حدیثوں میں جس ابن مریم کے امت محمدیہ میں آنے کا ذکر ہے وہ میں ہوں۔ تو اس وقت آپ نے نبوت کا دعوے نہیں کیا۔ ہاں بعض علماء نے لوگوں کو غلط فہمی میں ڈالا اور ان کو مدعی نبوت قرار دے کر آپ پر کفر کا فتوے لگایا جس کے بعد حضرت موصوف نے صاف طور پر کئی مرتبہ یہ اعلان کیا۔ جیسا کہ آپ کی تحریروں سے ظاہر ہے کہ آپ کی طرف دعوے نبوت منسوب کرنا محض افترا ہے اور آپ نبوت کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم سمجھتے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مدعی نبوت کو کاذب اور کافر یقین کرتے ہیں۔" (النبوت فی الاسلام صفحہ ۲۶۶)

الحاج خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم و مغفور بانی ووکنگ مسلم مشن نے اخبار "پیغام صلح" مؤرخہ ۱۱ر جولائی ۱۹۱۵ء میں ایک اعلان کیا جس میں آپ نے حضرت مرزا صاحب کے اسی مریدین سے شہادت طلب کی کہ وہ اپنے ایمان و اعتقاد کے متعلق حلفیہ شہادت دیں، اور خود بھی حلف اٹھائی جس کے الفاظ حسب ذیل ہیں:-

"میں خدا کو حاضر و ناظر جان کر شہادت دیتا ہوں کہ حضرت صاحب کی وفات کے دن تک میرا کبھی یہ عقیدہ نہیں رہا کہ عالی حضرت مرزا صاحب کامل نبی تھے اور نبوت میں وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر تھے بلکہ جو حضرت اقدس سے خود سنا یا ان کی تصانیف پڑھیں اس سے میرا یہی عقیدہ رہا اور اب بھی ہے کہ حضرت مرزا صاحب کو جو نبوت خدا تعالیٰ نے عطا کی وہ ایک جزوی۔ ظلی۔ بروزی۔ مجازی نبوت تھی نہ حقیقی۔ یہ اسی قسم کی نبوت ہے جو حسب مدارج کامل افراد امت کو ملی ہے اور ملتی رہے گی اور یہ وہ نعمت ہے کہ جس کے حاصل کرنے کا دروازہ ہر ایک امتی کے لئے کھلا ہے والا نبوت نبوت کاملہ مستقلہ اور حقیقی آنحضرت صلعم کی ذات تک ختم ہو گئی ہے میں خدا تعالیٰ کو حاضر و ناظر جان کر شہادت دیتا ہوں کہ حضرت اقدس کی زندگی میں اور اس کے بعد آج تک آیت اسمہ احمد سے میں نے یہی سمجھا اور یہی حضرت صاحب نے اپنے علم و یقین میں ہمیں تعلیم کیا کہ احمد اور محمد ہر دو نام آنحضرت صلعم کے تھے آپ کا جلالی نام محمد اور جمالی نام احمد تھا اور حضرت مرزا صاحب آنحضرت صلعم کی شان جمالی کے بروز تھے میں حلفاً بیان کرتا ہوں کہ میرے علم اور یقین میں حضرت مرزا صاحب نے اپنے الہام کو قرآن کے آگے پیش کیا اور اپنے الہام پر قرآن کو مقدم رکھا میں حلفاً بیان کرتا ہوں کہ حضرت مرزا صاحب کی وفات کے دن تک میں نے حضرت مرزا صاحب کی تعلیم کی یہی منشا سمجھی کہ کلمہ گوؤں میں صرف حضرت اقدس کی تکفیر اور تکذیب یا حضرت کو مفتری جاننے والا ہی کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہو سکتا ہے اور کوئی کلمہ گو صرف اس لئے دائرہ اسلام سے خارج نہیں ہو جاتا کہ اس نے حضرت کی بیعت نہیں کی یہ مسئلہ اپنی وفات سے چند دن پہلے میرے مکان کی زیر دیوار میری موجودگی میں حضرت اقدس نے دو مسلمان بیرسٹروں کے سامنے ان کے استفسار پر بیان کیا میں حلفاً بیان کرتا ہوں کہ میرے علم میں کبھی کسی ایسے غیر احمدی کے جنازہ سے یا اس کے حق میں دعائے مغفرت مانگنے سے حضرت نے منع نہیں فرمایا جس نے مرزا صاحب کی تکفیر کی نہ تکذیب کی نہ ان کے حق میں کبھی کوئی گالی دی بلکہ ان کی اجازت سے لوگوں نے ایسے غیر احمدیوں کے جنازے پڑھے"

(پیغام صلح ۱۱ر جولائی ۱۹۱۵ء)

اس میں شک نہیں کہ حضرت مرزا صاحب نے اپنی تحریرات میں لفظ نبی کا استعمال بعض موقعوں پر کیا ہے لیکن آپ ہمیشہ احتیاط کے طور پر اس کی تشریح کرتے رہے کہ یہ لفظ مجازی معنوں میں استعمال کیا گیا جن معنوں میں پہلے محدثین استعمال کرتے رہے ہیں، آپ نے یہاں تک کہا کہ اگر ان لفظوں سے حقیقی نبوت کے معنے پیدا ہوتے ہوں یا پڑھنے والوں پر شاق گذرتے ہوں تو انہیں کٹا ہوا سمجھا جائے کیونکہ آپ نے ہمیشہ حقیقی نبوت کے دعویدار کو لعنتی اور دائرہ اسلام سے خارج قرار دیا ہے۔

حضرت مرزا صاحب اپنے پیروؤں سے جو بیعت لیتے تھے، اس سے بھی آپ کے ایمان و اعتقاد کا پتہ چلتا ہے۔ آپ کی جماعت میں نئے داخل ہونے والے کلمہ طیبہ اور استغفار پڑھتے اور انہیں پانچ ارکان اسلام اور رسالت الوہیت کے ایمان پر ایمان کا اقرار کرنا پڑتا تھا انہیں یہ بھی اقرار کرنا پڑتا تھا کہ تمام احکام اسلام کو جو قرآن کریم میں بیان کئے گئے ہیں اپنے عمل میں لائیں گے اور اپنی عملی زندگی کو ان کے مطابق بنائیں گے، اور وہ یہ عہد کرتے تھے کہ دین کو دنیا پر مقدم کریں گے، کبھی بھی بیعت کنندہ سے یہ نہیں منوایا جاتا تھا کہ وہ مرزا صاحب کی نبوت پر ایمان لائے۔

... اگر بفرض محال حضرت مرزا صاحب کا کوئی الہام قرآن یا شریعت کے خلاف ہو تو وہ قابل قبول نہیں، ایک موقعہ پر آپ نے خود اپنے ایک الہام کو شریعت کے مقابلہ میں قابل عمل نہیں سمجھا۔

اسلام میں کئی اولیاء محدث اور مجدد ہوئے ہیں حضرت مرزا صاحب نے بھی چودھویں صدی کا مجدد ہونے کا دعوے کیا، اب تک کسی دوسرے شخص نے اس صدی کا مجدد ہونے کا دعوے نہیں کیا حالانکہ اب یہ صدی ختم ہونے والی ہے۔

آپ کو تصوف کے اعلیٰ مراتب یعنے رفعت روحانی اور مکالمہ الٰہیہ کو شریعت کے خلاف سمجھا گیا ہے آپ نے بارہا اپنی پوزیشن کو صاف کیا، لیکن معلوم ہوتا ہے کہ آپ پہلے مجددین سے علیحدہ نہیں تھے، کیونکہ انہیں بھی ان کے زمانہ میں غلط سمجھا گیا اور انہیں کافر ٹھہرایا گیا اگرچہ مابعد کے زمانوں میں ان کے متعلق عزت و عظمت کا اظہار کیا گیا۔

مجددیت کو نبوت سے مخلوط کر دیا گیا ہے اگرچہ اول الذکر ایک حقیقت ہے جس کی وجہ سے مؤخر الذکر کا دعویٰ لازم نہیں آتا۔ برخلاف اس کے ختم نبوت پر ایمان ایک اور بابرکت مرتبہ علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل پر پہنچا دیتا ہے اس سے ظاہر ہے کہ حضرت نبی کریم صلعم کے بعض منتخب پیرو بنی اسرائیل کے انبیاء کے مثیل ہیں اس حدیث پر تمام مسلمانوں کا ایمان ہے لیکن وہ جو اپنی آنکھوں کو بند کر لیں کبھی دیکھ نہیں سکتے۔

سکھ ودوانوں کے اسلام پر لغو اعتراضات

از عباد اللہ گیانی صاحب

(۸)

گیانی لال سنگھ صاحب کو اس بات کا شکوہ ہے کہ اسلامی کتب میں کرامتوں کا ذکر ہے۔ حالانکہ قرآن شریف میں کوئی ایسی کرامت یا معجزہ درج نہیں - جسے معقولیت اور حقیقت سے تعلق نہ ہو - قرآن شریف میں کوئی ایسی کرامت یا معجزہ درج نہیں جسے معقولیت اور حقیقت سے تعلق نہ ہو - قرآن شریف میں انبیاء علیہم السلام کے جس قدر بھی خارق عادت نشانات اور معجزات بیان کئے گئے ہیں - وہ سب کے سب معقولیت اور حقیقت پر مبنی ہیں - اگر کسی دوسری کتاب میں کوئی ایسی بات درج بھی ہو جس میں کوئی مبالغہ کیا گیا ہو تو ہمارے پاس اس کی پرکھ کے لئے خدا کا مقدس کلام موجود ہے جو امور قرآن شریف کے پیش کردہ اصولوں اور معیاروں کے خلاف ہوں اسے اہل اسلام قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ہو سکتے - خواہ وہ کسی حدیث کی کتاب میں ہوں یا کسی اور کتاب میں -

گیانی لال سنگھ صاحب اس بات سے بے خبر نہیں ہوں گے کہ سکھ مذہب کی مقدس کتب میں متعدد ایسی کرامتوں اور معجزوں کا ذکر ہے جنہیں نہ تو معقولیت سے کوئی تعلق ہے - اور نہ حقیقت سے ہی کوئی واسطہ ہے - گورو گرنتھ صاحب کے بعض حصے تو ایسے بھی ہیں جو ان کے ہم خیال سکھوں کے نزدیک ناقابل اعتبار ہیں - (ملاحظہ ہو گورداس درشن مصنفہ گیانی لال سنگھ ص ۲۵ و ستگور بناں ہو رکچی ہے بانی مصنفہ ماسٹر نرنجن سنگھ صاحب گیانی ص ۳۳)

ذیل میں ہم ناظرین کی دلچسپی کے لئے گورو گرنتھ صاحب - واراں بھائی گورداس - جنم ساکھی بھائی بالا جنم ساکھی بھائی منی سنگھ اور خود گیانی لال سنگھ صاحب کی تصنیفات سے چند ایک موٹی موٹی کرامتوں کا ذکر کرتے ہیں -

گورو گرنتھ صاحب میں کرامتوں کا ذکر

گورو گرنتھ صاحب سکھوں کی مقدس مذہبی کتاب ہے - تمام مسائل اس پر آکر ختم ہو جاتے ہیں - چنانچہ ایک سکھ ودوان تحریر فرماتے ہیں کہ :-

"یہی سری گورو گرنتھ صاحب ہے - جو سکھ مذہب کی ایک مذہبی مستند کتاب ہے"

(ترجمہ از بانی بیورا ص ۴)

ایک اور صاحب کا بیان ہے :-

"ہر ایک سکھ کے لئے سری گورو گرنتھ صاحب ہی سب سے زیادہ مستند ہے"

(ترجمہ از گجھ ہور دھارمک لیکھ ص ۳)

اکال تخت کے جتھیدار بھائی پرتاپ سنگھ گیانی نے بیان کیا ہے کہ :-

"گورو گرنتھ صاحب کے ہر ایک قول میں دس گورو صاحبان کی روح بول رہی ہے"

(ترجمہ از گورمت سدھانت ص ۸۰)

الغرض گورو گرنتھ صاحب سکھوں کی مستند مذہبی کتاب ہے اس کا ہر قول سکھوں کے لئے حجت ہے - کیونکہ اس میں دس گورو صاحبان کی روح بول رہی ہے -

سکھوں کی اس مستند مذہبی کتاب میں کرامتوں کا ذکر کیا گیا ہے - چنانچہ ایک جگہ پرہلاد بھگت سے متعلق مرقوم ہے کہ :-

ہرناکھس دشٹ ہر ماریا
پرہلاد . . . . تراییا

(آسا محلہ ۴ ص ۴۵۱)

یعنی خدا نے ہرناکش ظالم کو مار دیا اور پرہلاد کی حفاظت کی -

اس واقعہ کی تفصیل ایک اور مقام پر یوں بیان کی گئی ہے کہ :-

پرہلاد ایک بھگت تھا جس نے خدا کی عبادت شروع کی - اس کے باپ نے اسے اس سے روکا - مگر پرہلاد نے یہ کہا کہ خواہ مجھے آگ میں جلا دیا جائے - میں خدا کی عبادت ترک نہیں کر سکتا - اس پر اس کے باپ نے غصہ میں آکر تلوار میان سے نکال لی اور کہا کہ میں دیکھتا ہوں کہ اب تجھے کون بچاتا ہے - اسی دوران میں ستون پھٹ گیا اور اس میں سے نرسنگھ اوتار ظاہر ہوا (جس کا آدھا جسم انسان کا تھا اور آدھا شیر کا) اس نے پرہلاد کے باپ کو ناخنوں سے پھاڑ ڈالا - چنانچہ مرقوم ہے :-

کاڈھ کھڑگ کو پیو رسائے
تجھ راکھنہار و موہے بتائے
پربھ تھنبھ تے نکسے کے بستھار
ہرناکھس چھیدیو نکھ بدار

(گورو گرنتھ صاحب ص ۱۱۹۴)

مشہور سکھ بزرگ بھائی گورداس نے بھی اس واقعہ کو بیان کیا ہے (ملاحظہ وار ۱۰ پوڑی ۲)

(۲) گورو گرنتھ صاحب میں بھگت نامدیو کی بعض کرامتوں کا ذکر ہے - چنانچہ ایک مقام پر مرقوم ہے کہ :-

اہنکاریاں نندکاں پیٹھ دے نامدیو مکھ لائیا

(آسا محلہ ۴ ص ۴۵۱)

شبدارتھ گورو گرنتھ صاحب میں اس قول کی تشریح مندرجہ ذیل الفاظ میں کی گئی ہے :-

"اس قول میں اس واقعہ کی طرف اشارہ ہے جس میں کہتے ہیں کہ نامدیو کو اچھوت خیال کر کے پنڈرپور کے متکبر پجاری وشن سوامی کے مندر میں داخل نہیں ہونے دیتے تھے - نامدیو دکھی ہو کر مندر کی دوسری طرف جا بیٹھا - ہری نے وہاں پہنچ کر اسے وہاں ہی درشن دیئے جس سے مندر پھر گیا - اور پجاریوں کی طرف پیٹھ ہو گئی (ملاحظہ ہو بھائی گورداس وار ۱۰ پوڑی ۱۱)

خود گرنتھ صاحب میں بھی نامدیو کے مندر گھمانے کی تفصیل موجود ہے - جیسا کہ لکھا ہے :-

ہست کھیلت تیرے دیہرے آیا
بھگت کرت نامہ پکڑ اٹھایا
ہینڑی جات میری جادم رائیا
چھیپے کے جنم کاہے کو آیا
لے کملی چلیو پلٹائے
دیہرے پاچھے بیٹھا جائے
جیوں جیوں نامہ ہرگن اچرے
بھگت جناں کو دیہرا پھرے

(گورو گرنتھ صاحب ص ۱۱۶۴)

اس کے علاوہ گورو گرنتھ صاحب کے ص ۱۲۹۲ پر پھر نامدیو کے مندر گھمانے کا معجزہ مرقوم ہے -

(۳) گورو گرنتھ صاحب میں نامدیو کا ایک اور شبد موجود ہے - جس میں مرقوم ہے کہ نامدیو کا چھپر ایک مرتبہ گر گیا - جسے خدا نے خود بنا دیا - وہ بے حد خوبصورت بنا - نامدیو کی ہمسایہ عورت نے دریافت کیا کہ یہ چھپر کس نے بنایا ہے - مجھے بھی اس کا پتہ دو میں اس سے دگنی مزدوری دوں گی - اس پر نامدیو نے جواب دیا کہ :-

ری بائی بیڈھی دین نہ جائی
دیکھ بیڈھی رہیو سمائی
ہمارے بیڈھی پران ادھارا
بیڈھی پریت مجوری مانگے جو کوڈ چھین چھواوے ہو
لوگ کٹنب سبھوں کے توڑے تو آپن بیڈھی آئے ہو
ایسے بیڈھی برن نہ ساکوں سب انتر سب ٹھائیں ہو
گونگے مہاں امرت رس چاکھیا پوچھے کہن نہ جائی ہو
بیڈھی کے گن سن ری بائی جلدھ باندھ دھرو تھاپیو ہو
نامے کے سوامی سیا ہوری لنک بھبھیکھن آپیو ہو

(گورو گرنتھ صاحب ص ۶۵۷)

یعنی جس ترکھان نے میرا چھپر بنایا ہے وہ بتایا نہیں جا سکتا - وہ ہر جگہ موجود ہے - وہ میری زندگی کا سہارا ہے اور وہ پریت کی مزدوری مانگتا ہے - لوگوں اور رشتہ داروں سے متعلق توڑ دو پھر وہ ترکھان خود بخود آ جائے گا - گونگے نے امرت رس پیا ہے ، اس سے بیان نہیں کیا جا سکتا - اس ترکھان کی تعریف سن - اس نے سمندر کو باندھ رکھا ہے - اور قطب ستارہ کو ایک جگہ قائم کیا ہے نامدیو کے مالک نے واپس لی - اور لنکا بھبھیکھن کے سپرد کر دی -

نامدیو کے اس شبد سے ظاہر ہے کہ اس کا چھپر گر جانے پر خدا نے خود آ کر بنا دیا - گویا یہ بھی نامدیو کا ایک معجزہ تھا کہ خدا نے اس کے چھپر بھی بنا دیا تھا -

(۴) نامدیو کا ایک اور معجزہ مردہ گائے کو زندہ کرنا بھی گورو گرنتھ صاحب میں مرقوم ہے - چنانچہ لکھا ہے کہ ایک مرتبہ بادشاہ وقت کی (جس کا نام شبدارتھ گورو

گرنتھ صاحب میں محمدؐ تعلق بیان کیا گیا ہے (ملاحظہ ہو صفحہ ۱۱۶۵) بیماری گائے مر گئی - اس نے نامدیو سے کہا کہ میری اس گائے کو زندہ کر دو - ورنہ تمہاری گردن اُڑا دی جائے گی - نامدیو نے اس سے انکار کر دیا - بادشاہ کو بہت غصہ آیا - اس نے نامدیو کو مست ہاتھی کے آگے ڈالنے کے لئے پکڑ لیا - نامدیو کی ماں بہت چلائی اس نے یہاں تک کہدیا کہ تم رام کو چھوڑ کر خدا کو مان لو (یعنی مسلمان بن جاؤ) مگر نامدیو نے اس کا بیٹا ہونے سے انکار کر دیا - لوگوں نے بادشاہ سے کہا کہ نامدیو کے برابر سونا لے لو - اور اسے رہا کر دو - بادشاہ نے اس سے انکار کر دیا - اور کہا کہ میں روپیہ لے کر دوزخ نہیں خریدنا چاہتا - تب نامدیو نے خدا کو یاد کیا اس پر

پاکھنتن باج بجائیدہ
گرڑ چڑھے گوبند آئیدہ
اپنے بھگت پر کی پرت پال
گرڑ چڑھے آئے گوپال
کہے تاں دھرتی اکوڈی کرؤں
کہے تاں لے کر اوپر دھرؤں
کہے تاں موئی گئو دیؤں جیائے
سب کوئی دیکھے پتیائے
ناما پرنوے سیل سیل
گئو دوہائی بچھرا میل
دودھ دوہے جب مٹکی بھری
لے بادشاہ کے آگے دھری
بادشاہ محل میں جائے
اوگھٹ کی گھٹ لاگی آئے
قاضی ملاں بنتی فرمائے
بخشی ہندو میں تیری گائے
(گورو گرنتھ صاحب صفحہ ۱۱۶۶)

یعنی کا باجا بجتا ہوا خدا گرڑ پر سوار ہو کر آ گیا - اس نے آ کر نامدیو سے کہا کہ اگر کہو تو میں زمین کو اُلٹ دوں - اور اگر کہو تو اوپر لٹکا دوں - اور اگر کہو تو میں مردہ گائے کو زندہ کر دوں - اور سب اس بات کی آزمائش کر لیں - نامدیو نے پرنام کیا - بچھڑا گائے کے نیچے چھڑوا دیا - اور پھر اسے ہٹا کر گائے کا دودھ دوہا - جب دودھ کا مٹکا بھر گیا تو وہ بادشاہ کے سامنے لا دھرا - بادشاہ محل میں جا کر بہت بے قرار ہو گیا - اس نے ملاؤں اور قاضیوں کے ذریعہ معافی مانگی۔

(۵) اس کے علاوہ گورو گرنتھ صاحب میں نامدیو کی ایک اور کرامت بھی مرقوم ہے - وہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ نامدیو کا باپ اس کے سپرد ٹھاکر و (بتوں) کو دودھ پلانا کر گیا - نامدیو نے گائے دوھ کر سونے کی کٹوری میں دودھ ڈالا اور ٹھاکروں کی خدمت میں پیش کیا اور عرض کیا :-

دودھ پیو گوبند رائے
دودھ پیو میرے من پتیائے
سوئن کٹوری امرت بھری
لے نامے ہر آگے دھری
ایک بھگت میرے ہردے بسے
نامے دیکھ نارائن ہسے
دودھ پیائے بھگت گھر آیا
نامے ہر کا درشن پائیا
(گورو گرنتھ صاحب صفحہ ۱۱۶۳)

اس شبد سے ظاہر ہے کہ نامدیو کے لئے خدا بتوں سے ظاہر ہوا اور اس نے نامدیو کو درشن دے کر اس کا پیش کردہ دودھ بھی پیا۔

(۶) گورو گرنتھ صاحب میں کبیر بھگت کا بھی ایک معجزہ مرقوم ہے جو یہ ہے کہ :-

بھجا باندھ بھلا کر ڈاریو
ہستی کروپ مونڈ میں ماریو
ہستی بھاگ کے چیاں مارے
مایا مورت کے ہوں بلہارے
آہے میرے ٹھاکر تمرا زور
قاضی بکبو ہستی تور
رے مہاوت تجھ ڈاروں کاٹ
اسہے ترا دہو گھالیو ساٹ
ہستی نہ تورے دھرے دھیان
وال کے ردے بسے بھگوان
کیا اپراد سنت ہے کینا
باندھ پوٹ کنچر کو دینا
بوجھی نہیں قاضی اندھیارے
تین بار پتیا بھر لینا
من ٹھاکر اجھو نہ پتینا
کہہ کبیر ہمرا گوبند
چوتھے پد میں جن کی جند
(گورو گرنتھ صاحب صفحہ ۸۷۰-۷۱)

یعنی - کبیر بھگت کے بازو باندھ کر پوٹلی بنائی گئی اور اسے ہاتھی کے آگے پھینک دیا گیا - مہاوت نے غصہ سے ہاتھی کے سر پر ضرب لگائی - مگر ہاتھی نے چلا کر کہا کہ میں اس کبیر کے قربان ہوں - کبیر جی نے کہا کہ اے میرے مالک مجھے تیرا ہی آسرا ہے - قاضی نے مہاوت سے کہا کہ ہاتھی کو آگے چلاؤ - اے مہاوت ہم تجھے بھی قتل کر دیں گے ، اس ہاتھی پر زور سے ضرب لگاؤ تا یہ چل پڑے - مگر ہاتھی پھر بھی نہ چلا - اس نے غور سے دیکھا کیونکہ اس کے دل میں خدا بستا تھا (لوگوں نے کہا کہ) اس سنت نے کونسا جرم کیا ہے - جو اسے ہاتھی کے آگے پوٹلی بنا کر پھینک دیا ہے - مگر ہاتھی نے اس پوٹلی کو اُٹھا اُٹھا کر نمسکار کیا - مگر اندھے قاضی پر اس کا کچھ بھی اثر نہ ہوا - تین بار اسی طرح آزمائش کی گئی لیکن پھر بھی وہ نہ سمجھا - کبیر جی کہتے ہیں کہ ہمارا تو خدا ہی ہے اور اسی میں ہماری زندگی ہے۔

اس سے ظاہر ہے کہ کبیر بھگت کے لئے یہ معجزہ ظاہر ہوا تھا کہ جب اسے پوٹلی بنا کر تین مرتبہ ہاتھی کے آگے پھینکا گیا تو تینوں مرتبہ ہاتھی نے آپ پر حملہ نہ کیا بلکہ وہیں رُک گیا - مہاوت نے زور زور سے ضربیں بھی لگائیں مگر اس نے آگے قدم نہ بڑھایا - بلکہ بار بار بندھے ہوئے کبیر کو اُٹھا کر نمسکار کی - اور چلا کر کہا کہ میں اس پر قربان ہوں -

گورو گرنتھ صاحب میں سکھ گورو صاحبان کے بھی بعض معجزے مرقوم ہیں - جیسا کہ :-

(الف) جب امرتسر کا تالاب بن رہا تھا - تو خدا خود وہاں کام کرنے کے لئے آیا - چنانچہ گورو ارجن صاحب نے اس کا ذکر مندرجہ ذیل الفاظ میں کیا ہے :-

سنتاں کے کارج آپ کھلویا
ہرکم کراون آیا رام
دھرت سہاوی تال سہاوا
وچ امرت جل پایا رام
(محلہ صفحہ ۷۸۳)

یعنی - نیک لوگوں کے اس کام میں خدا خود کھڑا ہوا - اور وہ خود کام کرنے کے لئے آیا - یہ زمین بھی مبارک ہے اور تالاب بھی مبارک ہے - اس میں خدا نے ہی امرت جل ڈالا ہے -

(ب) ایک مرتبہ صلحی خان پٹھان گورو ارجن صاحب کو ستانے کے لئے آیا - مگر گورو صاحب کی کرامت سے راستہ میں ہی جل رہے اینٹوں کے آوا میں جل کر راکھ ہو گیا - گورو ارجن صاحب نے اس ضمن میں مندرجہ ذیل شبد اچارن کیا :-

صلحی تے نارائن راکھ
صلحی کا ہاتھ کہیں نہ پہنچے
صلحی ہوئے موا ناپاک
کاڈھ کٹھار خصم سر کاٹیا
کھن میں ہوئے گیا ہے خاک
مندا چتوت چتوت پچیا
جن رچیا تن دینا دھاک
پتر میت دھن کچھو نہ رہیو سو
چھوڈ گیا سب بھائی ساک
کہو نانک تس پربھ بلہاری
جن جن کا کیتوں پورن واک
(بلاول محلہ ۵ صفحہ ۸۲۵)

اس شبد کی آخری سطر سے معلوم ہوا کہ صلحی خان کی موت کی خبر گورو ارجن صاحب نے قبل از وقت دے دی تھی - اور اس کے مطابق اس کی موت واقع ہوئی۔

(باقی دارد)

فدائے دینِ محمدؐ ہوں میں دل و جاں سے
سمجھتا مفتیٔ بے پیر کیوں ہی ضال مجھے

مرتضیٰ خاں حسن

بغداد اور دیگر ممالک اسلامیہ میں سلسلہ تبلیغ

سید تصدق حسین صاحب قادری کی ڈائری کا ایک ورق

۱۳ر شوال ۱۳۷۱ھ ۵ر جولائی ۱۹۵۲ء سنیچر۔ جناب شیخ محمد عبداللہ صاحب امام جامع ووکنگ کے خط مرقومہ ۷ر مئی کا جواب دیا اور ۵ شلنگ کا ایک پوسٹل آرڈر بذریعہ ہوائی ڈاک بھیجا۔ حضرت قبلہ مولنا عزیز بخش صاحب لاہور کے خط مرقومہ ۲۹ر مئی کا جواب دیا۔ نیز بذریعہ ہوائی جہاز ایک خط برائے اشاعت پیغام صلح اور پانچ ورق تبلیغی ڈائری بھی بھجوائے۔ ڈاکٹر محمد نصیر الدین صاحب دکان پر آئے انہیں برائے مطالعہ کتاب غسل مصفّٰے دی اور اخبار پیغام صلح ۲۳ بھی دیا۔

۱۴ر شوال جولائی بروز اتوار۔ محمد حبیب الرحمن صاحب حیدر آباد دکن کو پیغام صلح ۲ اور استاذ مدحت حافظ قاہرہ کو ۳ ۲۱ بھیجا عزت آفندی کو پیغام صلح ۲۲-۲۳ پڑھنے کو دیئے۔

۱۵ر شوال ۷ر جولائی پیر۔ ڈاکٹر محمد یوسف الدین ایم اے۔ اور جناب محمد غوث صاحب ایم اے حیدر آباد دکن کو پیغام صلح ۲۲-۲۱ بھیجا جناب صوفی طیب بھائی کو پیغام صلح ۲۳ دیا۔ برلن سے امام جامع برلن محمد امان صاحب کی جانب سے خط کا جواب آیا۔ ووکنگ سے مولنا شیخ محمد عبداللہ صاحب کا خط بذریعہ ہوائی ڈاک ملا۔ عید الفطر کے جلسہ کی روئداد مفصل بھجوائی ہے۔

۱۶ر شوال ۸ر جولائی۔ منگل۔ استاذ ابراہیم عبدالستار طرابلس۔ لبنان کو الصلوٰۃ و طرق التقدم الثلاثہ بھجوایا بیروت سے شیدائی صاحب کا تار آیا کہ وہ کل بغداد ایرفرانس سے آرہے ہیں۔ بحری ڈاک سے جنگ اور الجمعیۃ کے پرچے ملے نیز پیغام صلح کا بھی ایک پرچہ ۲۴ ملا۔ اس میں مولانا احمد یار صاحب جنرل سیکرٹری کا یہ اعلان کہ فتاویٰ تکفیر کے سلسلہ میں ٹریکٹوں کا سلسلہ عنقریب شروع ہونے والا ہے خوب اور بروقت ہے۔ اردو اور انگریزی میں ہمارے عقاید اور حضور مسیح موعود علیہ السلام کی صحیح تصویر مکفرین اور معاندین سلسلہ کی وساوس کاریوں کو کھول کر بیان کرنے اور بڑے پیمانہ پر اس کی اشاعت کرنے کی ضرورت ہے۔ امید رکھتا ہوں کہ مولانا احمد یار صاحب بغداد بھی کافی ٹریکٹ اور پمفلٹ بھجوائیں گے ان ٹریکٹوں کی بغداد میں زیادہ ضرورت ہے کیونکہ بوجہ مقامات مقدسہ ہونے کے اکثر پاکستانی و ہندوستانی مسلمان زیارتوں کے لئے آتے رہتے ہیں۔

۱۷ر شوال۔ ۹ر جولائی بروز بدھ۔ علی بہادر خان صاحب بمبئی کو پرامیسڈ مسیح اینڈ مہدی بھیجا۔ عید الفطر کے جلسہ کی ووکنگ مسجد کی روئداد استاذ علی محمد سرطاوی سے ترجمہ کرایا ایک کاپی اخبار الیقظہ میں برائے اشاعت بھیجی اور ایک کاپی بیروت کو آنسہ نعیمہ الادیب کو بھجوائی اور انہیں لکھا کہ بیروت کے کسی اخبار میں شائع کرائیں السجل مسائیہ میں انقادیانیہ والاسلام

کے عنوان پر ایک مقالہ مخالفت میں محمود ملاح کی قلم سے نکلا ہے سلسلہ کے ہر دو فریق کے خلاف ہے۔ ایک کاپی مرکز کو لاہور بھجوائی۔ ہسپانیہ سے اخویم عبدالصمد صاحب برق سے ۷ جولائی کا لکھا ہوا خط ملا۔ اب کی دفعہ بحری ڈاک سے صرف میرے نام ایک ہی پرچہ پیغام صلح ۲۴ ملا حالانکہ تین اور پرچے آیا کرتے تھے۔ اور لائٹ کا پرچہ بھی نہیں آیا۔ نہ معلوم کیوں۔ لائٹ اور پیغام صلح کے پرچے نہ صرف لوکل بغداد کے احباب ہی پڑھتے ہیں بلکہ خارج عراق بھی بھیجے جاتے ہیں، ڈائری سے حالات معلوم ہو سکتے ہیں۔ رات آٹھ بجے بذریعہ طیارہ بیروت سے اخویم شیدائی صاحب بغداد آ کر عطار المدنی پہ بغرض لینے خوش آمدید پاکستانی اور عراقی دوست آئے ہوئے تھے۔

۱۸ر شوال ۱۳۷۱ھ -- ۱۰ر جولائی ۱۹۵۲ء جمعرات مدیر معارف طرابلس الغرب۔ لبیا کو الصلوٰۃ و طرق التقدم الثلاثہ۔ شیخ بدر الدین انصاری اسکندریہ کو پیغام صلح ۲۲ اور سید کلیم اللہ صاحب حیدر آباد دکن کو ۲۳ ڈاک سے بھجوایا۔ عزیزم شیدائی صاحب دکان پر تشریف لائے ان سے حضرت امیر مولانا صدر الدین صاحب کی صحت کا حال معلوم ہوا۔ عزیز موصوف کو مولانا نے محترم نے ایبٹ آباد سے ۲۹ر جون کو خط لکھا جو آج انہیں ملا۔ اس میں اپنی درستگی صحت کی خبر لکھی اللہ تعالےٰ صحت تامہ عطا فرمائے امیر موصوف نے خاکسار کے متعلق بھی تحریر فرمایا ہے جزاہم اللہ خیرا۔ شیدائی صاحب کو پیغام صلح ۲۳ پڑھنے کے لئے دیا ڈاکٹر محمد نصیر الدین صاحب اپنے اہل و عیال کو لانے کے لئے حیدر آباد دکن تشریف لے گئے۔ یہاں سے بصرہ بذریعہ ٹرین اور وہاں سے بمبئی بذریعہ ہوائی جہاز جاویں گے سٹیشن پر برائے الوداع احباب کے ساتھ گیا۔

۱۹ر شوال۔ ۱۱ر جولائی۔ جمعہ جناب عابدہ خاتون صاحبہ علیگڈھ اور جناب زین العابدین سجاد صاحب میرٹھ کو کو ہمارے عقاید اور ہمارا کام بھجوایا۔ وزیر عبد القادر موصل سے خط دستی آیا جواب دیا۔ اخویم ابراہیم آدم صاحب سوانی سوریہ سے آج واپس بغداد تشریف لائے شام کو بذریعہ ٹرین بصرہ جا رہے ہیں۔ برائے الوداع سٹیشن پر گیا۔ ہمارے ایک معاون جناب نواب دین صاحب بصرہ سے کاروبار کے سلسلہ میں بغداد میں آتے ہیں پرسوں دوکان پر بھی آئے تھے آج شام کو ان کی جائے قیام خندق بابل میں ان سے جاکر ملا۔ بعد از مغرب شیدائی صاحب کے پاس تندق تائیگرس میں کچھ وقت گذارا۔

۲۰ر شوال۔ ۱۲ر جولائی سنیچر۔ حیدر آباد دکن سے جناب الحاج محمد عبد الغفور صاحب ایڈووکیٹ کا خط آیا۔ جس میں موصوف نے لٹریچر ملنے کا شکریہ ادا کیا ہے۔ جناب نواب دین صاحب آف بصرہ شام کو دیر تک دکان پر بیٹھے رہے۔ مذہبی تعمیری کاموں کے متعلق تذکرہ رہا۔ جماعت کی خدمات دینی کے معترف ہیں۔ امیر مرحوم کی بے حد تعریف کرتے تھے۔

۲۱ر شوال۔ ۱۳ر جولائی۔ بروز اتوار۔ روزنامہ امروز کراچی اور اخبار پیغام صلح لاہور کو نشرۃ جمعیۃ الخدمات الدینیۃ والاجتماعیہ ڈاک سے بھجوایا۔ ووکنگ سے ۱۲ نسخے اسلامک ریویو بابت جولائی ملے ایک کاپی عبداللطیف عارف نے لے گئے ایک نسخہ جناب حافظ شریعت تبین صاحب اور ایک نسخہ استاذ شاکر سارہ کو دیا۔ عزیزم عبدالصمد صاحب برق کے خط کا جواب دیا گیا۔

۲۲ر شوال۔ ۱۴ر جولائی۔ بروز پیر۔ صوفی طیب بھائی کو پیغام صلح ۲۴ پڑھنے کے لئے دیا۔ جناب احمد عبد الغفور صاحب حیدر آباد دکن کو تین سالانہ رپورٹ بھجوایا۔ سویرے عزیزم شیدائی صاحب دکان پر آئے انہیں تازہ پرچہ اسلامک ریویو کا دیا۔ شیخ جلال الحنفی صدر جمعیۃ الخدمات الدینیۃ الاجتماعیۃ بھی آ گئے۔ شیدائی صاحب سے گفتگو رہی انہیں اسلامک ریویو بابت ماہ جون کا ایک پرچہ دیا۔ استاذ صبیح الفاقی محرر جریدہ الزمان بھی دکان پر تشریف لائے ایک نسخہ اسلامک ریویو تازہ پرچہ دیا۔ اسماعیل بھائی کے ہاتھ استاذ علی محمد سرطاوی کو ایک کاپی بھیجی۔ روزنامہ سائبر الیقظہ میں ووکنگ میں عید الفطر مبارک کی روئداد شائع ہوئی۔ لاہور۔ کراچی بصرہ بذریعہ بحری ڈاک اور ووکنگ بذریعہ ہوائی ڈاک ایک ایک نسخہ بھجوایا اور ایک نسخہ مترجم استاذ سرطاوی کو دیا۔

۲۳ر شوال ۱۵ر جولائی۔ بروز منگل روزنامہ الالتفات میں جامع ووکنگ کی عید الفطر کی روئداد شائع ہوئی۔ لاہور کراچی۔ بصرہ۔ ووکنگ بھجوایا اور مترجم صاحب کو بھی ایک نسخہ بھیجا۔ محمد یونس خالدی علیگڈھ کو مرزا غلام احمد آف قادیان بھیجا

مبارک تقریبات

(۱) ۱۹ر ستمبر ۵۲ء۔ شاہدہ زبیدہ بیگم بنت مرزا مظفر بیگ صاحب ساقع کا نکاح ملک محمد شفیع صاحب ٹوانہ خلف الرشید جناب ملک غلام جیلانی صاحب ٹوانہ رئیس و جاگیردار علاقہ سمندری ضلع لائل پور کے ساتھ بعوض آٹھ ہزار روپے حق مہر ہوا۔ دلہن کے خسر محترم نے ایک مکان اور ملحقہ زمین دلہن کے نام باقاعدہ رجسٹری کردی اور انجمن کے لئے یکصد روپیہ مرحمت فرمایا۔ خطبہ نکاح حضرت مولانا عبدالحق صاحب ودیارتھی نے ارشاد فرمایا جس میں فلسفہ نکاح۔ مرد و عورت کے حقوق۔ اسلامی نکاح بمقابلہ دیگر مذاہب پر سیر حاصل بحث فرمائی جس کو حاضرین نے بڑی توجہ اور خوشی سے سُنا۔ فالحمد للہ

(۲) ۱۹ر ستمبر کو بروز جمعہ محمد سعید صاحب ولد شیخ غلام محمد صاحب احمدیہ بلڈنگس لاہور کا نکاح مسماۃ محمودہ بیگم بنت مستری محمد اکبر صاحب کے ساتھ ایک ہزار روپیہ حق مہر پر مولنا احمد یار صاحب نے پڑھایا، اور دوسرے دن شیخ غلام محمد صاحب نے احباب کو دعوت ولیمہ دی اللہ تعالیٰ من تعلق

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشادات

تم اپنے اندر ایک تبدیلی پیدا کرو اور بالکل ایک نئے انسان بن جاؤ

یہ سلسلہ بیعت بمراد فراہمی طائفہ متقین یعنی تقویٰ شعار لوگوں کی جماعت کے جمع کرنے کے لئے ہے۔ تا ایسے متقیوں کا ایک بھاری گروہ دنیا پر اپنا نیک اثر ڈالے۔ اور ان کا اتفاق اسلام کے لئے برکت و عظمت و نتائج خیر کا موجب ہو۔ اور وہ...... کلمۂ واحد پر متفق ہونے کے لئے اسلام کی پاک و مقدس خدمات میں جلد کام آسکیں۔ اور ایک کاہل اور بخیل و بے مصرف مسلمان نہ ہوں۔ اور نہ نالائق لوگوں کی طرح جنہوں نے اپنے تفرقہ اور نا اتفاقی کی وجہ سے اسلام کو سخت نقصان پہنچایا ہے۔ اور اس کے خوبصورت چہرہ کو اپنی فاسقانہ حالتوں سے داغ لگا دیا ہے۔ اور نہ ایسے غافل درویشوں اور گوشہ گزینوں کی طرح جن کو اسلامی ضرورتوں کی کچھ بھی خبر نہیں، اور اپنے بھائیوں کی ہمدردی سے کچھ غرض نہیں اور بنی نوع انسان کی بھلائی کے لئے کچھ جوش نہیں، جبکہ وہ ایسی قوم کے ہمدرد ہوں کہ غریبوں کی پناہ ہو جائیں، یتیموں کے لئے بطور باپوں کے بن جائیں، اور اسلامی کاموں کے سر انجام دینے کے لئے عاشق زار کی طرح فدا ہونے کو تیار ہوں، اور تمام کوشش اس بات کے لئے کریں کہ ان سے عام برکات دنیا میں پھیلیں، اور محبت الٰہی اور ہمدردی بندگان کا پاک چشمہ ہر ایک کے دل سے نکل کر ایک جگہ اکٹھا ہو کر ایک دریا کی صورت بہتا ہوا نظر آئے۔

میں نہیں چاہتا۔ کہ چند الفاظ طوطے کی طرح بیعت کے وقت رٹ لئے جائیں اس سے کچھ فائدہ نہیں۔ تزکیہ نفس کا علم حاصل کرو کہ ضرورت اسی کی ہے ہماری یہ غرض ہرگز نہیں کہ مسیح کی وفات حیات پر جھگڑے اور مباحثے کرتے پھرو۔ یہ ایک ادنیٰ سی بات ہے۔ اس پر بس نہیں ہے۔ یہ تو ایک غلطی تھی جس کی ہم نے اصلاح کر دی۔ لیکن ہمارا کام اور ہماری اغراض ابھی اس سے بہت دور ہیں، اور وہ یہ ہے کہ تم اپنے اندر ایک تبدیلی پیدا کرو اور بالکل ایک نئے انسان بن جاؤ۔ اس لئے تم میں سے ہر ایک کے لئے ضروری ہے کہ وہ اس راز کو سمجھے اور اپنے اندر ایک ایسی تبدیلی پیدا کرے کہ وہ کہہ سکے کہ میں اور ہوں میں پھر کہتا ہوں کہ یقیناً یقیناً جب تک ایک مدت تک ہماری صحبت میں رہ کر کوئی یہ نہ سمجھے کہ وہ اور ہو گیا ہے اسے فائدہ نہیں پہنچتا۔ فطرت اور عقل اور جذبات کی حالت میں اعلیٰ درجہ کی صفائی حاصل ہو جائے تو کچھ بات ہے، ورنہ کچھ بات بھی نہیں، میرا یہ مطلب نہیں کہ دنیا کے اشغال چھوڑ دو۔ خدا تعالیٰ نے دنیا کے شغلوں کو جائز رکھا ہے کیونکہ اس راہ سے بھی ابتلا آتا ہے اور اسی ابتلاء کی وجہ سے انسان چور، قمار باز، ٹھگ، ڈکیت بن جاتا ہے۔ اور طرح طرح کی بری عادتیں اختیار کر لیتا ہے۔ مگر ہر ایک چیز کی ایک حد ہوتی ہے دنیوی شغلوں کو اسی حد تک اختیار کرو کہ وہ دین کی راہ میں تمہارے

پیغام صلح ۲۴ ستمبر ۱۹۵۲ء - رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸ - شمارہ نمبر ۳۷

انجمن کیلئے ایک مضبوط پریس قائم کرنے کا فیصلہ

حضرت صاحب صدر کا مکتوب

اخویم مکرم - السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

خدا کے فضل و کرم سے گذشتہ چالیس سال کے عرصہ میں ہماری جماعت نے کتب، رسائل - اخبارات اور ٹریکٹوں کے ذریعہ جتنی خدمت اسلام کی ہے۔ اسکی مثال کوئی اسلامی جماعت پیش نہیں کر سکتی ہم نے بلا مبالغہ لاکھوں کی تعداد میں کتب اور رسائل طبع کرائے اور تقسیم کئے لیکن یہ ایک ستم ظریفی ہے کہ آج تک ہم اپنا پرنٹنگ پریس نہیں بنا سکے اگر ہم آیندہ وسیع پیمانہ پر تبلیغ اسلام کرنا چاہتے ہیں تو اس کے لئے ایک مضبوط اور معیاری پریس کا ہونا ازبس ضروری ہے۔ نشر و اشاعت کرنے والی جماعت کیلئے پریس ایک ایسی ضرورت ہے جسے بنیادی ضرورت کہنا چاہئے۔

چنانچہ اس ضرورت کے پیش نظر میں نے انجمن کی طرف سے ایک پریس قائم کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ اس پریس کا یہ فائدہ ہو گا۔ کہ ہمارا لٹریچر سستی اجرت پر چھپے گا۔ اور جو چھپے گا اسکی طباعت حسب منشا دیدہ زیب اور معیاری ہو گی۔ اور اسکے علاوہ یہ پریس انجمن کیلئے ایک مستقل آمد کا ذریعہ بھی بن جائیگا۔

چنانچہ اس غرض کیلئے انجمن کے پاس مبلغ چھبیس ہزار روپیہ موجود ہے لیکن ایک اچھے پریس پر کم از کم پچاس ہزار روپیہ خرچ آئیگا۔ باقی چوبیس ہزار روپیہ کے متعلق یہ تجویز ہے کہ اس پریس کو پرائیویٹ لمیٹڈ کمپنی کی شکل دے دی جائے جسکی مینیجنگ ڈائرکٹر انجمن ہو۔ صاحب حیثیت احباب سلسلہ کی خدمت میں درخواست ہے کہ وہ پانچ پانچ سو روپیہ کے حصص خرید کریں۔ جماعت کے دوستوں کی خرید سے جو حصص بچ رہیں گے وہ انشاء اللہ تعالیٰ میں خرید لونگا میں چاہتا ہوں کہ اس تجویز پر جلد عملدرآمد شروع ہو جائے کیونکہ اس کی ضرورت اور اہمیت اتنی زیادہ ہے کہ اس میں مزید تاخیر نہیں ہونی چاہئے۔ جو دوست اس مبارک کام میں حصہ لینا چاہتے ہوں وہ جلد مجھے بذریعہ جنرل سیکرٹری صاحب انجمن مطلع فرمائیں اور اگر کوئی دوست اس تجویز میں حصص کے متعلق کوئی ترمیم چاہتے ہوں وہ بھی مطلع فرمائیں۔ اگر ترمیم بہتر اور مفید ہو گی تو یقیناً اس سے استفادہ کیا جائے گا۔

خاکسار

پریذیڈنٹ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

فون نمبر ۳۷۴۳

لوائے ماپنہ ہر سعید خواہد بود ندائے فتح نمایاں بنام ما باشد

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا ہفتہ وار ارگن

پیغام صلح

سالانہ چندہ پاکستان سے ۔ چھ روپے

سالانہ چندہ ہندوستان سے ۔ ۱۲-۸ روپے

سالانہ چندہ ممالک غیر سے ۲۳ شلنگ

ایڈیٹر دوست محمد

جلد ۴۱ | یوم چہارشنبہ مورخہ ۱۰ محرم ۱۳۷۲ھ ۔ یکم اکتوبر ۱۹۵۲ء | نمبر ۳۸

جماعت احمدیہ لاہور کی امتیازی خصوصیات

۱- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا نیا نہ پرانا

۲- کوئی کلمہ گو کافر نہیں

۳- قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں نہ آیندہ ہوگی

۴- سب صحابہؓ اور ائمہ قابل احترام ہیں

سب مجدد کا ماننا ضروری ہے

۵- اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

ہم تو رکھتے ہیں مسلمانوں کا دیں
دل سے ہیں خدام ختم المرسلیں
شرک اور بدعت سے ہم بیزار ہیں
خاک راہ احمد مختار ہیں
سارے حکموں پر ہمیں ایمان ہے
جان و دل اس راہ پر قربان ہے
تم ہمیں دیتے ہو کافر کا خطاب
کیوں نہیں لوگو تمہیں خوف عقاب

"اُٹھو اور کچھ مجاہدہ کرکے اس قوی اور قدیر اور علیم اور ہادی مطلق سے مدد چاہو"

صداقت مسیح موعودؑ کے متعلق رفع شک کی ایک آسان صورت

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی کتاب "نشان آسمانی" میں اپنی صداقت کے متعلق رفع شک کی ایک آسان صورت بتائی ہے کہ اللہ تعالیٰ سے استخارہ کے ذریعہ آپکی صداقت معلوم کی جائے، یہ صورت آج بھی بہت مفید ثابت ہو سکتی ہے بشرطیکہ نیک نیتی اور خلوص دل کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے استدعا کی جائے ذیل میں آپ کی وہ عبارت نقل کی جاتی ہے جس میں آپنے طالب حق کو اس تجویز پر عمل کرنے کے لئے دعوت دی ہے۔ کیا ہمارے مخالفین اس آسان طریق فیصلہ کی طرف توجہ کریں گے؟

اس جگہ یہ بھی بطور تبلیغ لکھتا ہوں کہ حق کے طالب جو مواخذہ الٰہی سے ڈرتے ہیں وہ بلا تحقیق اس زمانہ کے مولویوں کے پیچھے نہ چلیں اور آخری زمانہ کے مولویوں سے جیسا کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ڈرایا ہے ویسا ہی ڈرتے رہیں اور انکے فتووں کو دیکھکر حیران نہ ہو جائیں کیونکہ یہ فتوے کوئی نئی بات نہیں اور اگر اس عاجز پر شک ہو اور وہ دعویٰ جو اس عاجز نے کیا ہے اس کی صحت کی نسبت دل میں شبہ ہو تو میں ایک آسان صورت رفع شک کی بتلاتا ہوں جس سے ایک طالب صادق انشاء اللہ مطمئن ہو سکتا ہے اور وہ یہ ہے کہ اول توبہ نصوح کرکے رات کے وقت دو رکعت نماز پڑھیں جسکی پہلی رکعت میں سورۃ یٰسین اور دوسری رکعت میں سورۃ اخلاص ہو اور پھر بعد اسکے تین سو مرتبہ درود شریف اور تین سو مرتبہ استغفار پڑھکر خدا تعالیٰ سے یہ دعا کریں کہ اے قادر کریم تو پوشیدہ حالات کو جانتا ہے اور ہم نہیں جانتے اور مقبول اور مردود اور مفتری اور صادق تیری نظر سے پوشیدہ نہیں رہ سکتا پس ہم عاجزی سے تیری جناب میں التجا کرتے ہیں کہ اس شخص کا تیرے نزدیک جو مسیح موعود اور مہدی اور مجدد الوقت ہونیکا دعویٰ کرتا ہے کیا حال ہے۔ کیا صادق ہے یا کاذب اور مقبول ہے یا مردود اپنے فضل سے یہ حال رؤیا یا کشف یا الہام سے ہم پر ظاہر فرما تا اگر مردود ہے تو اس کے قبول کرنے سے ہم گمراہ نہ ہوں اور اگر مقبول ہے اور تیری طرف سے ہی ہے تو اس کے انکار سے اور اسکی اہانت سے ہم ہلاک نہ ہو جائیں ہمیں ہر ایک فتنہ سے بچا کہ ہر ایک قوت تجھ کو ہی ہے۔ آمین۔ یہ استخارہ کم از کم دو ہفتے کریں لیکن اپنے نفس سے خالی ہو کر کیونکہ جو شخص پہلے ہی بغض سے بھرا ہوا ہے اور بدظنی سے بھرا ہوا ہے اور بدظنی اس پر غالب آگئی ہے۔ اگر وہ خواب میں اس شخص کا حال دیکھنا چاہے جس کو وہ بہت ہی برا جانتا ہے تو شیطان آتا ہے اور موافق اس ظلمت کے جو اس کے دل میں ہے اور پُر ظلمت خیالات اپنی طرف سے اس کے دل میں ڈال دیتا ہے۔ پس اس کا پچھلا حال پہلے سے بھی بدتر ہوتا ہے سو اگر تو خدا تعالیٰ سے کوئی خبر دریافت کرنا چاہے تو اپنے سینہ کو بکلی بغض و عناد سے دھو ڈال اور اپنے تئیں بکلی خالی النفس کرکے اور دونوں پہلوؤں بغض اور محبت سے الگ ہو کر اس سے ہدایت کی روشنی مانگ کہ وہ ضرور اپنے وعدہ کے موافق اپنی طرف سے روشنی نازل کریگا جس پر نفسانی اوہام کا کوئی دخان نہیں ہوگا۔ سو اے حق کے طالبو ان مولویوں کی باتوں سے فتنہ میں مت پڑو۔ اُٹھو اور کچھ مجاہدہ کرکے اس قوی اور قدیر اور علیم اور ہادی مطلق سے مدد چاہو اور دیکھو کہ اب میں نے یہ روحانی تبلیغ بھی کر دی ہے آیندہ تمہیں اختیار ہے۔ والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ۔

المبلغ غلام احمد عفی عنہ

ختم نبوت کی آڑ میں کھویا ہوا اقتدار حاصل کرنے کی کوشش

احراری ہلڑ بازی کا تار دہلی سے ہلایا جاتا ہے

گوجرانوالہ کے اخبار "لاحول" کا تبصرہ

اخبار "لاحول" گوجرانوالہ نے حال ہی میں اپنے ستمبر ۱۹۵۲ء کے پرچہ میں احرار کی جماعت احمدیہ کے خلاف موجودہ ہلڑ بازی پر ایک مقالہ افتتاحیہ سپرد قلم کیا ہے جو ناظرین پیغام صلح کی دلچسپی کے لئے ذیل میں درج کیا جاتا ہے ——— عباد اللہ گیانی

گذشتہ تین ماہ حکومت عالیہ پاکستان کی آزمائش کے دن تھے۔ احرار جو کہا کرتے تھے کہ مسلمانوں کو پاکستان تو کیا اس کی "پ" بھی میسر نہ آئے گی۔ ختم نبوت کی آڑ میں ملک میں شور و شر پھیلاتے اور کھویا ہوا اقتدار حاصل کرنے کی کوشش کر رہے ہیں اور حکومت یہ جانتی تھی کہ ان کے تار دہلی سے مولوی حبیب الرحمٰن ہلا رہے ہیں جو پنڈت نہرو کے معتمد خاص بنے ہوئے ہیں اور حکومت یہ بھی جانتی تھی کہ احرار جو کام کرتے ہیں قوم اسلام کی خاطر نہیں کرتے۔ بلکہ اپنے ذاتی وقار اور بگڑی ہوئی شہرت کو بنانے کے لئے کیا کرتے ہیں۔ چنانچہ مسئلہ شہید گنج جو خالص قومی اور اسلامی مسئلہ تھا اور مسلمانوں کی موت و حیات کا سوال تھا۔ اسکو احراری لیڈروں نے اس لئے ادھورا چھوڑ دیا اور عین موقعہ پر اس سے الگ ہو گئے کہ اگر کامیاب ہو گیا تو نام فدائے ملت مولانا ظفر علی خاں کا ہوگا۔ جو اس وقت اس تحریک کے قائد تھے۔ چنانچہ ایک ہندو کے احراری لیڈر کے ایک خط کا عکس بھی اخبار زمیندار میں شائع ہوا تھا۔ اور جس میں خود ساختہ امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری کو اس تحریک سے علیحدہ رکھنے کا مشورہ دیا گیا تھا۔ اور صاف لکھا تھا کہ کام تو احرار کریں گے لیکن نام مولانا ظفر علی خان کا ہو جائے گا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

یہ اس پارٹی کے لیڈروں کا کردار ہے کہ مسجد شہید گنج ایسے نازک مسئلہ کو جس پر لاہور کے مسلمانوں نے اپنی جانیں نچھاور کر دی تھیں۔ اور بکی دروازہ کے باہر ان کے خون کی ندیاں بہہ رہی تھیں محض اس لئے ادھورا چھوڑ دیا کہ کام تو احرار کریں گے نام دوسروں کا ہوگا۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

اس کے بعد اس پارٹی نے اپنا کھویا ہوا وقار حاصل کرنے کے لئے جتنے بھی ہتھکنڈے اختیار کئے وہ ناکام رہے۔ شہید گنج کے مسئلہ پر قوم کے ساتھ غداری کرنے والوں کو مسلمان کبھی بھی معاف نہیں کر سکتے۔ چاہے وہ فرشتے بن کر بھی آجائیں چنانچہ جب بھی احرار کوئی نئی تحریک شروع کرتے تو اخبار زمیندار لکھا کرتا تھا۔

نیا جال لائے پرانے شکاری
دوپٹی تو کما کھائے کسی طور چھندر

نمازی اپنے جوتوں سے ہوشیار رہیں۔

لیکن جوئندہ یابندہ آخر ایک ایسا مسئلہ تلاش کر ہی لائے جس سے وہ اپنا کھویا ہوا وقار بھی حاصل کر لیں اور دہلی کے مخالف پاکستان آقاؤں کو بھی خوش کر لیں۔ اور یہ دونوں مقاصد اس پارٹی نے قریب قریب حاصل کر ہی لئے ہیں۔ وقار تو خیر چند روزہ ہی ہے۔ کیونکہ یونہی ان کا ساتھ دینے والوں پر یہ بھید کھل گیا کہ احرار کا دوسرا مقصد حاصل ہو چکا ہے۔ اور وہ ملک میں بدامنی اور انتشار اور عوام اور حکومت میں بدظنی غلط فہمی اور ایک حد تک نفرت پیدا کرنے میں کامیاب ہو چکے ہیں۔ جو ان کے دہلوی آقاؤں کے مدنظر تھا۔ تو وہ ان سے الگ ہو جائیں گے۔

ملک چاروں طرف دشمنوں سے گھرا ہوا ہے بھارت نے پاکستان کو گلے سے پکڑ رکھا ہے، اور کشمیر ہضم کرنے کے لئے سرحدوں پر ساری فوج جمع کئے بیٹھا ہے۔ اور احرار حکومت کے خلاف عوام میں نفرت پیدا کرنے میں کامیاب ہو گئے ہیں اور عوام سمجھنے لگے ہیں کہ حکومت دیدہ دانستہ ایک جماعت کا ساتھ دے رہی ہے۔ اس کی پشت پناہی کر رہی ہے۔ اور اسے کشتنی و گردن زدنی قرار دینے میں لیت و لعل کر رہی ہے۔ جو مسئلہ نبوت میں ان کے ہم خیال نہیں؟ اور اپنی تبلیغ کے وسیع وسائل اختیار کر رہی ہے جس سے مسلمان اور خود ساختہ امیر شریعت کے ساتھی قطعاً غافل ہیں۔ ان کے پاس دلائل کا ذخیرہ ختم ہو چکا ہے اور اب وہ مجبور ہو کر دھینگا مشتی پر اتر آئے، اور حکومت پر زور دے رہے ہیں کہ وہ اس جماعت کا حقہ پانی بند کر دے۔ ان پر کاروبار اور ملازمت کے دروازے بند کر دے اور پھر ان کو دیس نکالا دیدے۔ لاحول ولا قوۃ۔

ایک مٹھی بھر جماعت نے سات کروڑ پاکستانی مسلمانوں کو خائف کرنے اور اس جماعت کی ناکہ بندی کرنے میں احرار پوری طاقت خرچ کر رہے ہیں۔ حالانکہ صاف اور سیدھی سی بات ہے۔ اگر یہ جماعت باطل پر ہے تو کس مپرسی سے اپنی موت آپ مر جائے گی اسے اتنی اہمیت دینے کی کیا ضرورت ہے۔ اور اگر وہ راستی پر ہے تو پھر دنیا کی کوئی طاقت اس کی ترقی، غلبہ اور قیام سلطنت کے منصوبہ کو نہیں روک سکتی۔

معلوم نہیں کہ احرار کو پاکستان کی وفاداری کا بار بار اظہار کرنے کا مروڑ کب سے اٹھا ہے۔ بانی پاکستان قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ اللہ تعالیٰ انکی روح پر لاکھ لاکھ رحمتیں نازل فرمائے۔ ان کے متعلق احرار جو کچھ کہا کرتے تھے فحاشی کی ڈکشنری بھی اس سے شرمسار ہو جاتی تھی۔ اور ابھی چند ہی روز قبل کی بات ہے سید عطاء اللہ شاہ بخاری نے ایک تقریر کے دوران میں کہا تھا کہ "میں قائداعظم ہوں جاؤ۔ جو کچھ میرا کر سکتے ہو کر لو ہو" اس پر بھی مسلمان ان کی پاکستان سے ہمدردی کے قائل ہو جائیں تو یہ ان کی بدقسمتی ہے۔ جب کبھی ملک پر کوئی مصیبت آئے گی احرار کے ہاتھوں آئے گی نوٹ کر لیں۔

مسئلہ نبوت کی نوعیت اور اہمیت سے ہمیں کوئی اختلاف نہیں۔ لیکن اس کی باگ ڈور ایسی پارٹی کے ہاتھ میں دے دینا۔ جو اپنے وقار کے لئے سرگرم عمل ہو۔ قرین دانش و عقلمندی نہیں۔ مسلمانوں کو ٹھنڈے دل سے اس پر غور کرنا چاہیئے۔ اور حکومت اس سلسلے میں جو کچھ کر رہی ہے۔ یا آئندہ کرے گی وہ مسلمانان پاکستان اور مملکت پاکستان کے شایان شان ہوگا اور دنیا بھر میں اہمیت اور فوقیت حاصل کرنے والا پاکستان قرین انصاف و دانش طرز عمل اختیار کرے گا۔ حکومت کسی بھی جماعت کو اس کے حقوق سے محروم نہیں کر سکتی۔ احرار کو تبلیغ کا جواب تبلیغ سے دینا چاہیئے اور حکومت کو مجبور و پریشان کرنے یا عوام کو اس کے خلاف اکسانے کا طرز عمل ترک کر دینا چاہیئے۔

مسلمان عوام نہایت صائب الرائے اور دانشمند ہیں۔ اور وہ ہر معاملہ میں حکومت کا ساتھ دیں گے اور پاکستان کی شہرت و سالمیت کو کبھی مجروح نہ ہونے دیں گے۔ اور ہر معاملے میں ٹھنڈے دل سے سوچ بچار کریں گے اور وقتی جوش میں کوئی ایسا قدم نہیں اٹھائیں گے جو بعد میں انہیں کف افسوس ملنے پر مجبور کر دے۔ وما علینا الا البلاغ

اخبار "لاحول" گوجرانوالہ

ستمبر ۱۹۵۲ء - صفحہ ۳-۴

ٹائپسٹ کی ضرورت

ایک اچھے اور تجربہ کار احمدی ٹائپسٹ کی ضرورت ہے۔ سپیڈ ۳۰-۳۵ لفظ فی منٹ ہونی چاہیئے۔ تنخواہ حسب لیاقت اور تجربہ دی جائے گی۔ بہتر ہوگا کہ اگر درخواست دہندہ خود تحریر کرے کہ وہ کم از کم کتنی تنخواہ لے گا۔ درخواستیں مندرجہ ذیل پتہ پر آنی چاہئیں:-

آنریری جنرل سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

پیغام صلح

جلد ۴۱ | یوم چہارشنبہ ۔ مورخہ ۱۰ رمحرم الحرام ۱۹۵۲ء | نمبر ۳۸

فیصلہ کی آسان راہ

ختم نبوت کی بحث نے ایک امر کا بہت حد تک فیصلہ کر دیا ۔ داعیان تحفظ ختم نبوت کو جب اس بات کی طرف توجہ دلائی گئی ۔ حضرت مرزا صاحبؒ کی ظلی و بروزی نبوت کو تو ختم نبوت کے منافی سمجھا جاتا اور اس پر شور و غوغا مچایا جا رہا ہے ۔ حالانکہ ظل اور بروز صرف نبوت کا ایک سایہ اور عکس ہی ہے ۔ نہ کہ اصلی نبوت جو صوفیائے متقدمین میں مسلم چلی آئی ہے ۔ لیکن اس کو کیا کہا جائے گا کہ احرار ، زمیندار اور ان کے ہمنوا مولوی صاحبان کا یہ عقیدہ ہے کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام دو ہزار سال سے زندہ آسمان پر بیٹھے ہیں ۔ اور آخری زمانہ میں امت محمدیہ کی اصلاح کے لئے دوبارہ آئیں گے ۔ کیا یہ ختم نبوت کے منافی نہیں ؟ کیا حضرت خاتم النبیین صلعم کے بعد ایک بنی اسرائیلی نبی کا دوبارہ آنا آپ کی ختم نبوت کو توڑنے کا موجب نہیں ۔؟

ہمارے اس سوال کے جواب میں زمیندار نے فوراً یہ اعلان کر دیا کہ :-

"مسلمانوں کا یہ عقیدہ بنیادی حیثیت رکھتا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پیغمبر آخر الزمان ہیں اسلئے ان کے بعد کوئی ظلی یا بروزی نیا یا پرانا اصلی یا نقلی نبی نہیں آسکتا ۔ اگر کوئی شخص اس کے برعکس عقیدہ رکھتا ہے تو وہ سرقہ فی النبوت کا مرتکب ہے اسلئے دائرہ اسلام سے بھی خارج ہے ۔"
(زمیندار ۴ر جولائی ۵۲ء)

پھر ۲۷ر جولائی کے پرچہ میں جو ختم نبوت نمبر کے نام سے شائع ہوا یہ اعلان کیا گیا کہ :-

"آپ رسول اللہ صلعم کے بعد کوئی نیا یا پرانا ، اصلی یا نقلی ، حقیقی یا بروزی نبی نہیں آئے گا ۔ اگر کوئی شخص خاتم النبیین کی تفسیر میں تحریف و تاویل یا تکذیب و تکفیر سے کام لیتا ہے تو وہ جھوٹا ہے ، کاذب ہے ، مفتری ہے ۔"

یہیں تک نہیں زمیندار کے اسی پرچہ میں یہ بھی اعلان کیا گیا ہے کہ

"علامہ سید جمال الدین افغانی ، علامہ اقبال اور بہت سے دوسرے مفکرین کا مذہب تو یہ ہے کہ اب آسمان سے کوئی مہدی یا مسیح نازل نہیں ہوگا ۔ کیونکہ اسلامی معاشرہ کی بنیاد مجوسیوں اور اسرائیلیوں کی طرح "تسلسل نبوت" پر قائم نہیں ہے اس نظریہ کے برعکس جو روایات اسلامی کتب میں داخل ہو گئی ہیں وہ مسیحیت اور مجوسیت کے زیر اثر بعض سیاسی اغراض کی بنا پر بعد کو وضع کر لی گئی ہیں ۔" (زمیندار ۲۷ر جولائی ص۳)

ایسا ہی روزنامہ آسمان مورخہ ۲۴ر جولائی میں ایک صاحب نے مولوی ابو الکلام آزاد کے اس قول کا سہارا لیتے ہوئے کہ

"ہمارا اعتقاد ہے کہ اب نہ کوئی بروزی مسیح آنیوالا ہے نہ حقیقی"

اس بات پر زور دیا ہے کہ

"اب ضرورت اس بات کی ہے کہ عوام کو حقیقت سے آگاہ کر دیا جائے تاکہ نہ وہ آمد مسیح کے منتظر رہیں نہ مرزائیوں کے جال میں پھنسیں"

یہ تمام اعلانات و بیانات اس امر کی واضح شہادت ہیں کہ ہمارے مخالفین حضرت مسیح موعودؑ کی مخالفت میں اپنے مسلمہ عقائد کو بھی چھوڑ رہے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ان احادیث کو جو آمد مسیح سے تعلق رکھتی ہیں اور جن کی بنا پر امت محمدیہ کی اکثریت کا یہ عقیدہ رہا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام بجسد عنصری آسمان پر زندہ موجود ہیں وضعی قرار دینے سے بھی نہیں ہچکچاتے ۔ بالفاظ دیگر وہ اس بات کو تسلیم کر چکے ہیں کہ حضرت مسیح علیہ السلام کی حیات کا عقیدہ صحیح نہیں ۔ یہ **احمدیت کی پہلی فتح** ہے کہ ایک ایسا عقیدہ جس کو آج سے کچھ عرصہ پہلے اس قدر اہمیت دی جاتی تھی کہ جو شخص حیات مسیح کا قائل نہ ہوا سے کافر و بے ایمان اور کشتنی و گردن زدنی ٹھہرایا جاتا تھا آج اسی عقیدہ کو خلاف اسلام سمجھا جانے لگا ہے ۔ اور جو شخص ایسا عقیدہ رکھتے ہوئے مسیح علیہ السلام کے دوبارہ آنے کا قائل ہو آج وہ زمیندار کے نزدیک دائرہ اسلام سے خارج ہے ۔

ہمیں خوشی ہے کہ زمیندار نے ختم نبوت کے بعد نئے اور پرانے اور ہر قسم کے نبیوں کے آنے کا انکار کر کے حضرت مرزا صاحب کے اس بیان کی تائید کر دی کہ :-

"ہمارے نبی کریم صلعم خاتم النبیین ہیں ۔ اور آنجناب کے بعد اس امت کے لئے کوئی نبی نہیں آئے گا نیا ہو یا پرانا ہو" (نشان آسمانی ص۲۸)

لیکن زمیندار کا یہ اعلان زیادہ باوقعت سمجھا جائے گا ۔ اگر اس پر چند مولوی صاحبان کے بھی دستخط کرا دیئے جائیں بالخصوص وہ مولوی جو تحفظ ختم نبوت کے لئے ایک کروڑ روپیہ جمع کرنے کے لئے غلطاں و پیچاں ہیں ۔ اگر وہ سب مل کر یہ اعلان کر دیں کہ مسیح علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں اور اس امت کے لئے کوئی بھی نیا یا پرانا نبی آنے والا نہیں ۔ تو اس تمام جھگڑے کا نہایت آسانی سے آج ہی فیصلہ ہو جائے گا اور ایک کروڑ روپیہ جمع کرنے کی زحمت بھی نہ اٹھانی پڑے گی ۔ اگرچہ یہی ایک چیز اس تحریک کا حقیقی نصب العین ہے ۔ تاہم جہاں تک عقیدہ کا سوال ہے ۔ کم از کم ان کی پوزیشن تو صاف ہو جائے گی ۔ اور آئندہ انہیں یہ نہیں کہا جا سکے گا ۔ کہ آپ قادیانیوں کو منکر ختم نبوت قرار دینے سے پہلے اپنی خبر لیں کہ حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ایک پرانے اسرائیلی نبی کی دوبارہ آمد کے قائل ہیں ۔ یہ ہم بعد میں دیکھیں گے کہ آمد مسیح سے . . . . انکار قرآن اور حدیث کے رو سے کہاں تک جائز ہے اور جن احادیث کو علامہ اقبال اور جمال الدین افغانی کا سہارا لے کر آج اسرائیلیات اور مجوسیات کا لقب دیا جاتا اور پایہ اعتبار سے ساقط ٹھیرایا جاتا ہے ۔ وہ کہاں تک قابل اعتماد اور لائق استناد ہیں ۔ اور ان کو چھوڑنے سے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کن کن عظیم الشان پیشگوئیوں سے جو آج ہماری آنکھوں کے سامنے پوری ہو کر آپ کی عظمت و صداقت کو ثابت کرتیں اور دنیا کے لئے ازدیاد ایمان کا موجب ہو رہی ہیں ۔ منہ موڑ کر حق ناشناسی اور شقاوت قلبی کا ثبوت دینا پڑتا ہے اس پر ہم آئندہ اشاعت میں تفصیل سے روشنی ڈالیں گے ۔ فی الحال زمیندار کے ہمنوا مولوی صاحبان بالخصوص مولوی احمد علی صاحب ، مولوی ابو الحسنات محمد احمد صاحب ، مولوی داؤد غزنوی صاحب ، مولوی غلام اللہ صاحب خطیب راولپنڈی وغیرہم سے ہم صرف اسی قدر دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ وہ "زمیندار" کے اس اعلان کے کہاں تک حامی اور مؤید ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی پرانا نبی نہیں آسکتا ۔ اور جو شخص اس کے خلاف عقیدہ رکھے سرقہ فی النبوت کا مرتکب اور دائرہ اسلام سے خارج ہے ۔ مسیح علیہ السلام کی زندگی اور ان کی آمد کے متعلق ان کا کیا عقیدہ ہے اس کو بھی صریح لفظوں میں واضح فرمایا جائے ۔ تاکہ یہ معلوم ہو سکے کہ تحفظ ختم نبوت اور ناموس رسول صلعم کے لئے جو مروڑ ان کے دلوں میں اٹھ رہا ہے وہ کہاں تک صحیح اور جائز ہے ؟

احباب بقایاجات ادا فرماویں

جیسا کہ ہمارے احباب کو معلوم ہے اکتوبر ہمارے مالی سال کا آخری مہینہ ہے ۔ اس لئے تمام بقایاجات اس ماہ میں ادا ہو جانے چاہئیں ۔ اس کے متعلق . . . . دفتر سے خطوط بھی تحریر کئے جا رہے ہیں ـــــ علاوہ ازیں جناب آنریری جنرل سیکرٹری خان غلام ربانی جان صاحب کی طرف سے ایک اپیل بھی ان احباب کی خدمت میں جن کے نام چندوں یا خسارہ بجٹ کے بقایاجات ہیں ۔ ارسال کی گئی ہے ۔ اور پیغام صلح کی گذشتہ اشاعت میں بھی ایک مفصل اپیل حضرت ممدوح کی طرف سے شائع ہوئی ہے ۔ اب بذریعہ تحریر ہذا احباب کی خدمت میں بصد تاکید گذارش ہے ۔ کہ بغیر مزید توقف کے جملہ بقایاجات مرکز میں ارسال فرما کر عنداللہ ماجور ہوں

گر . . . . . بر کریماں کارہا دشوار نیست

مرتضیٰ خان انچارج دفتر تحصیل

درخواستہائے دعا

(۱) محترم محمد شفیع صاحب علوی مہتمم مہمانخانہ انجمن کئی روز سے بعارضہ درد گردہ بیمار ہیں پہلے سے کچھ افاقہ ہے لیکن ابھی پوری صحت نہیں ہوئی

(۲) بھیرہ کے محمد انور صاحب اخوان تحریر فرماتے ہیں کہ وہ عرصہ سے بیمار ہیں ۔

(۳) اللہ رکھا صاحب کارکن لائبریری لکھتے ہیں ۔ کہ میرا چھوٹا بھائی نذیر احمد موضع گھٹیالیاں ضلع سیالکوٹ میں عرصہ سے بعارضہ بخار بیمار ہے نیز میں خود بعض پریشانیوں کی وجہ سے غموم و ہموم میں مبتلا ہوں احباب اکرام ان سب کیلئے درد دل سے دعا فرمائیں

ضرورت اساتذہ

ایک بی ۔ ایس سی یا ایف ایس سی ۔ بی ٹی اور ایک ایس وی کی ضرورت ہے تنخواہ اور مہنگائی الاؤنس مطابق گورنمنٹ گریڈ کارپوریشن الاؤنس اسکے علاوہ اول الذکر کو پچیس روپے ماہوار سائنس پڑھانیکا الاؤنس بھی ملے گا ۔ درخواستیں ایک ہفتہ کے اندر ذیل کے

شعبہ پبلسٹی

مولنا یعقوب خاں صاحب ایڈیٹر روزنامہ سول کا مکتوب

یہ مکتوب مولنا یعقوب خاں صاحب نے حافظ محمد حسن صاحب چیمہ وکیل گجرات کو اس مضمون کے متعلق لکھا ہے جو حافظ صاحب موصوف نے مولانا مودودی صاحب کو لکھا اور بعد میں اخبار پیغام صلح میں شائع ہوا

اخویم مکرم حافظ صاحب

السلام علیکم

مولنا مودودی کے نام آپ کا خط پڑھ کر روحانی سرور ہوا۔ مجھے امید ہے تحریر کا خلوص مودودی صاحب کے دل کو اگر متاثر نہ بھی کر سکے تو اسے متزلزل ضرور کر دے گا۔

آپ کا تجزیہ صحیح ہے۔ مودودی صاحب روشن خیالی اور دقیانوسیت کا عجیب معجون مرکب ہیں ان کی ذہنی بنیادیں مولویانہ ہیں اس لئے روشن خیالی بہت دور نہیں جا سکتی۔ میرے خیال میں مولنا آزاد کے پائے تک ان مولویوں میں کوئی بھی نہیں پہنچ سکا۔ مجھے یہ تو سمجھ آتی ہے کہ مولانا مودودی جیسا آدمی حضرت مرزا صاحب کو اپنے دعاوی اور بعض خیالات میں غلطی پر سمجھتے ہوں مگر یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ ان کا دل اگر اس میں اسلام کا واقعی درد اور اس کی محبت ہو اس اعتراف سے خالی ہو کہ مرزا صاحب کے دل میں عشق اسلام اور رسول کوٹ کوٹ کر بھرا تھا اور اس لئے وہ ہر ایک سچے محب اسلام کے لئے ایک قابل احترام ہستی تھے۔ اختلاف رائے تو بالکل جائز ہے، مگر عناد اہل حق کا شیوہ نہیں ہونا چاہیئے آپ نے انہیں بجا یاد دلا دیا ہے کہ

لا یجرمنکم شنآن قوم علیٰ الا تعدلوا

مجھے تو اس جماعت (اسلامی) سے بڑی عقیدت تھی۔ ان کے بعض عقاید کو مغز اسلام کے خلاف سمجھتے ہوئے میں محسوس کرتا تھا کہ یہ جماعت کم از کم یہ تڑپ اپنے دل میں رکھتی ہے کہ اسلام دوبارہ زندہ ہو اور دنیا میں سر بلند ہو۔ مگر معلوم ہوتا ہے کہ سیاست (گندی سیاست) نے انہیں بھی اس صف لا کر کھڑا ہونے پر مجبور کیا جو ووٹ کی خاطر ہر ایک ہتھکنڈے کرنے کے لئے تیار ہوتے ہیں۔ انہیں اپنا واضح مسلک بھی چھوڑنا پڑا کہ انتخاب لڑنا خلاف اسلام ہے اور انتخابی ہنگامہ آرائیوں میں کود کر انہوں نے اپنا اصلی مقام کھو دیا ہے جو داعیاً الی الحق کا ہونا چاہیئے۔ اس سے بھی مجدد وقت کی عظمت ظاہر ہوتی ہے۔ بھیڑ اور انبوہ کی غوغا آرائی سے وہ کس قدر بلند تھے۔ کبھی ایک آن واحد کے لئے بھی آپ کے دل میں ماسوی اللہ کا رعب یا مصلحت جاگزین نہ ہونے پایا اہل حدیث کے خلاف مباحثہ کے لئے بٹالہ کے حنفا آپ کو اپنا نمایندہ بنا کر لے گئے۔ مگر اپنے مدمقابل کی تقریر سنکر آپ نے کہا کہ جو کچھ کہا ہے ٹھیک کہا ہے۔ یہ ہے ایمانی شان۔ جتھے بازی اور صداقت پسندی میں کیا واسطہ ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ مولانا مودودی بھی جتھے بازی میں مصروف ہو گئے اس لئے حق کا دامن ہاتھ سے چھٹتا نظر آتا ہے۔ حافظ صاحب ہمارے مسلمان بھائی ابھی تک اس احساس کے بھی قایل نہیں ہوئے کہ قومیں صداقت سے زندہ ہوتی ہیں اور نشو و نما حاصل کرتی ہیں سمجھتے ہیں کہ اور سے سارا کاروبار چلتا ہے۔ قائد اعظم (رحمۃ اللہ علیہ) صداقت کی ایک جھلک لے کر آئے تھے اور اس کا پھل ہم کھا رہے ہیں مگر ان کی مثال ایسی ہی بن کر رہ گئی جیسے کالی رات کو سیاہ بادلوں میں بجلی کی ایک چمک ہو اور اس کے بعد پھر وہی گھٹا ٹوپ اندھیرا ——— پاکستان دنیا کا ایک معیاری سٹیٹ ہونا چاہیئے اگر وہ اسلام کا صحیح معنوں میں علمبردار ہو۔ مگر اب تو اس کی جو حالت ہو رہی ہے وہ آپ پر واضح ہے۔ دنیا نے ہماری تنگ نظری کا مظاہرہ دیکھ کر کیا مضحکہ دل ہی دل میں اڑایا ہوگا کہ یہی وہ اسلام ہے جس کا غلغلہ بلند کیا گیا تھا۔ جب یہ اپنے لوگوں کو بھی جینے دینے کے روادار نہیں تو غیروں سے ان کا کیا سلوک ہوگا۔ یہ دنیا میں جینے اور سربلندی کے عنوان نہیں ہیں۔ مجھے افسوس ہے کہ ایک ہی تحریک ایسی تھی یعنی جماعت اسلامی جس سے اسلامی رواداری، بلند ظرفی اور صحیح الفہمی کی توقع ہو سکتی تھی۔ مگر وہ بھی سیاست کی رو میں بہہ کر عام بھیڑ میں گم ہو گئی۔ اللہ تعالےٰ ہی اس قوم پر رحم کرے۔

محمد یعقوب خان

"سول"

ضرورت ہے

ہائی کے حصہ میں ایک سائنس ماسٹر کی۔ جو ایف ایس سی ہو۔ مسلم ہائی سکول بدوملہی سے خط و کتابت کریں۔

محمد رضی الدین ہیڈ ماسٹر

تم نے کیا کیا؟

اجمیر سے ایک صاحب اپنے خط میں لکھتے ہیں

محترم و مکرم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

میں وقتاً فوقتاً آپ کا لٹریچر تقسیم کرتا رہتا ہوں۔ اور قرآن مجید انگریزی آپ کا اور الحاج مولانا پکتھال نومسلم کا دکھاتا رہتا ہوں۔ اس سے آریہ سماجی سنگھ اور کالستھ اقوام تو لطف اندوز ہو رہی ہیں لیکن میرے ہر فرقے کے مسلمانان اجمیر مجھ سے بدظن ہوتے جا رہے ہیں۔

آج عالی جناب اسمبلی ممبر آف اجمیر اسٹیٹ مولانا حافظ عبدالشکور صاحب جو مدت مدید سے میرے کرم فرما ہیں دوکان پر تشریف لائے اور آپ کا لٹریچر دیکھتے ہی آگ بگولا ہو گئے اور فرمانے لگے تم قادیانی لٹریچر کی اشاعت کر رہے ہو۔ میں نے عرض کیا حضور میں تو کارگذاری کی قدر کرتا ہوں مجھے ان کے اخبار دیکھ کر بہت خوشی ہوتی ہے۔ تو فرمایا تمہارا بائیکاٹ کیا جائے گا اور دوکان لٹوا دی جائے گی۔ تم قادیانی معلوم ہوتے ہو۔ میں نے کہا یہاں والے مجھے دہابی کہتے ہیں۔ احمدی مجھے کافر کہتے ہیں۔ بریلوی مجھے دیوبندی گرگا کہتے ہیں۔ لیکن میرے غیر مسلم دوستوں نے ہنود نے مجھے شتی کہا۔ اور میں برابر کام کئے جا رہا ہوں اور کہتا ہوں کہ فہرست اسماء تو میرے پاس نہیں ہے لیکن احمدیوں نے کافی لوگوں کو داخل اسلام کیا ہے۔ تم نے کیا کیا؟

ادارہ تعلیم القرآن ہوسٹل

ادارہ تعلیم القرآن یکم اکتوبر کو کھل رہا ہے۔ کالجوں کے طالب علم جو اس میں رہائش کے لئے داخل ہونا چاہیں وہ اپنی درخواستیں ذیل کے پتہ پر بھجوا دیں۔ جماعت کے نوجوانوں کو جو لاہور کے کسی کالج میں داخل ہوں رہائش کے لئے اس ادارہ میں داخل ہونا چاہیئے۔ تاکہ دنیوی تعلیم کے ساتھ ساتھ دینی تعلیم بھی ہوتی رہے۔

آنریری جنرل سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

ضرورت رشتہ

ایک تعلیم یافتہ پابند صوم و صلوٰۃ لڑکی کے لئے رشتہ مطلوب ہے۔ قوم راجپوت کے رشتہ کو ترجیح دی جائے گی جملہ خط و کتابت صیغہ راز میں رکھی جائے گی۔ جو ذیل کے پتہ پر کی جائے۔

ح م۔ معرفت مولنا احمد یار صاحب،

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام - لاہور

سورت فاتحہ کے معارف عالیہ

سورت فاتحہ کی تفسیر لطیف حضرت مسیح موعودؑ کے قلم سے

ایک محترم دوست کی تحریک پر ہم ذیل میں حضرت مسیح موعودؑ کی کتاب براہین احمدیہ حصہ چہارم میں سے سورۃ فاتحہ کی تفسیر نقل کرتے ہیں، اور بھی مختلف کتابوں میں حضرت مسیح موعودؑ نے اس سورہ شریفہ کی تفسیر میں حقائق و معارف کے دریا بہائے ہیں، ارادہ ہے کہ قارئین کرام کے فائدے کے لئے ان سب کو باقساط درج کیا جائے انشاء اللہ تعالیٰ

اب اتمام حجت کے لئے کچھ دقائق و حقائق سورۃ فاتحہ کے ذیل میں لکھے جاتے ہیں۔ مگر اول سورۃ فاتحہ کو لکھ کر پھر اس کے معارف عالیہ کا لکھنا شروع کریں گے اور سورۃ فاتحہ یہ ہے :-

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم - الحمد للہ رب العالمین الرحمٰن الرحیم مالک یوم الدین ایاک نعبد و ایاک نستعین اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم غیر المغضوب علیھم ولا الضالین ٥

اس سورۃ کی تفسیر جس میں کسی قدر بطور نمونہ اس سورۃ کے معارف و حقائق مذکور ہیں ذیل میں لکھے جاتے ہیں۔

سب سے پہلی آیت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم - یہ آیت سورۃ ممدوحہ کی آیتوں میں سے پہلی آیت ہے، اور قرآن شریف کی دوسری سورتوں پر بھی لکھی گئی ہے۔ ایک اور جگہ بھی قرآن شریف میں یہ آیت آئی ہے اور جس قدر تکرار اس آیت کا قرآن شریف میں بکثرت پایا جاتا ہے اور کسی آیت میں اس قدر تکرار نہیں پایا جاتا اور چونکہ اسلام میں یہ سنت ٹھہر گئی ہے کہ ہر یک کام کے ابتداء میں جس میں خیر اور برکت مطلوب ہو بطریق تبرک اور استمداد اس آیت کو پڑھ لیتے ہیں۔ اس لئے یہ آیت دشمنوں اور دوستوں اور چھوٹوں اور بڑوں میں شہرت پا گئی ہے یہاں تک اگر کوئی شخص تمام قرآنی آیات سے بے خبر مطلق ہو تب بھی امید قوی ہے کہ اس آیت سے ہرگز اس کو بے خبری نہیں ہوگی۔

بسم اللہ کے نزول کی اصل غرض

اب یہ آیت جن کامل صداقتوں پر مشتمل ہے، ان کو بھی سن لینا چاہیئے، سو منجملہ ان کے ایک یہ ہے کہ اصل مطلب اس آیت کے نزول سے یہ ہے کہ تا عاجز اور بے خبر بندوں کو اس نکتہ معرفت کی تعلیم کی جائے کہ ذات واجب الوجود کا اسم اعظم جو اللہ ہے کہ جو اصطلاح قرآنی ربانی کے رو سے ذات مستجمع جمیع صفات کاملہ و منزہ عن جمیع رزایل اور معبود برحق اور واحد لاشریک ہے اور مبدء جمیع فیوض پر بولا جاتا ہے۔ اس اسم اعظم کی بہت سی صفات میں سے جو دو صفتیں بسم اللہ میں بیان کی گئی ہیں یعنی صفت رحمانیت اور رحیمیت انہیں دو صفتوں کے تقاضا سے کلام الٰہی کا نزول اور اس کے انوار و برکات کا صدور ہے۔

صفت رحمانیت اور کلام الٰہی کا نزول

اس کی تفصیل یہ ہے کہ خدا کے پاک کلام کا دنیا میں اترنا اور بندوں کو اس سے مطلع کیا جانا یہ صفت رحمانیت کا تقاضا ہے کیونکہ صفت رحمانیت کی کیفیت (جیسا کہ آگے بھی تفصیل سے لکھا جائیگا) یہ ہے کہ وہ صفت بغیر سبقت عمل کسی عامل کے محض جود اور بخشش الٰہی کے جوش سے ظہور میں آتی ہے جیسا خدا نے سورج اور چاند اور پانی اور ہوا وغیرہ کو بندوں کی بھلائی کے لئے پیدا کیا ہے۔ یہ تمام جود اور بخشش صفت رحمانیت کے رو سے ہے اور کوئی شخص دعوےٰ نہیں کر سکتا کہ یہ چیزیں میرے کسی عمل کی پاداش میں بنائی گئی ہیں۔ اسی طرح خدا کا کلام بھی کہ جو بندوں کی اصلاح اور رہنمائی کے لئے اترا وہ بھی اس صفت کے رو سے اترا ہے۔ اور کوئی ایسا متنفس نہیں کہ یہ دعوےٰ کر سکے کہ میرے کسی عمل یا مجاہدہ یا کسی پاک باطنی کے اجر میں خدا کا پاک کلام کہ جو اس کی شریعت پر مشتمل ہے نازل ہوا ہے۔

ضرورت حقہ پر کلام الٰہی کا نزول

یہی وجہ ہے کہ اگرچہ طہارت اور پاک باطنی کا دم مارنے والے اور زہد و عبادت میں زندگی بسر کرنے والے اب تک ہزاروں لوگ گذرے ہیں لیکن خدا کا پاک اور کامل کلام کہ جو اس کے فرائض اور احکام کو دنیا میں لایا اور اس کے ارادوں سے خلق اللہ کو مطلع کیا انہیں خاص وقتوں میں نازل ہوا ہے کہ جب اس کے نازل ہونے کی ضرورت تھی۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ خدا کا پاک کلام انہی لوگوں پر نازل ہو کہ جو تقدس اور پاک باطنی میں اعلےٰ درجہ رکھتے ہیں کیونکہ پاک کو پلید سے کچھ میل اور مناسبت نہیں، لیکن یہ ہرگز ضرور نہیں کہ ہر جگہ تقدس اور پاک باطنی کلام الٰہی کے نازل ہونے کو مستلزم ہو بلکہ خدا تعالیٰ کی حقانی شریعت اور تعلیم کا نازل ہونا ضرورت حقہ سے وابستہ ہے۔ پس جس جگہ ضروریات حقہ پیدا ہو گئیں اور زمانہ کی اصلاح کے لئے واجب معلوم ہوا کہ کلام الٰہی نازل ہو اسی زمانہ میں خدا تعالےٰ نے جو حکیم مطلق ہے اپنے کلام کو نازل کیا اور کسی دوسرے زمانہ میں گو لاکھوں آدمی تقوےٰ اور طہارت کی صفت سے متصف ہوں اور گو کیسی ہی تقدس اور پاک باطنی رکھتے ہوں ان پر خدا کا وہ کامل کلام ہرگز نازل نہیں ہوتا کہ جو شریعت حقانی پر مشتمل ہو۔

نزول شریعت اور مکالمات کی ضرورتوں میں فرق

ہاں مکالمات و مخاطبات حضرت احدیت کے بعض پاک باطنوں سے ہو جاتے ہیں اور وہ بھی اس وقت کہ جب حکمت الٰہیہ کے نزدیک ان مکالمات اور مخاطبات کے لئے کوئی ضرورت حقہ ہو اور ان دونوں طور کی ضرورتوں میں فرق یہ ہے کہ شریعت حقانی کا نازل ہونا اس ضرورت کے وقت پیش آتا ہے کہ دنیا کے لوگ بباعث ضلالت اور گمراہی کے جادۂ استقامت سے منحرف ہو گئے ہوں اور ان کے راہ راست پر لانے کے لئے ایک نئی شریعت کی حاجت ہو کہ جو ان کی آفات موجودہ کا بخوبی تدارک کر سکے اور ان کی تاریکی اور ظلمت کو اپنے کامل اور شافی بیان کے نور سے بکلی اٹھا سکے، اور جس طور کا علاج حالت فاسدہ زمانہ کے لئے درکار ہے وہ علاج اپنے پر زور بیان سے کر سکے لیکن جو مکالمات و مخاطبات اولیاء اللہ کے ساتھ ہوتے ہیں ان کے لئے غالباً اس ضرورت عظمیٰ کا پیش آنا ضروری نہیں بلکہ بسا اوقات صرف اسی قدر ان مکالمات سے مطلب ہوتا ہے کہ تا کسی کو کسی مصیبت اور محنت کے وقت صبر اور استقامت کے لباس سے متجلّی کیا جائے یا کسی غم اور حزن کے غلبہ میں کوئی بشارت اسکو دی جائے مگر وہ کامل اور پاک کلام خدا تعالےٰ کا کہ جو نبیوں اور رسولوں پر نازل ہوتا ہے وہ جیسا کہ ہم نے ابھی بیان کیا ہے اسی ضرورت حقہ کے پیش آنے پر نزول فرماتا ہے کہ جب خلق اللہ کو اس کے نزول کی بشدت حاجت ہو) . . . .

نزول کتب آسمانی کا اصل موجب

غرض کلام الٰہی کے نازل ہونے کا اصل موجب ضرورت حقہ ہے جیسا کہ تم دیکھتے ہو کہ جب تمام رات کا اندھیرا ہو جاتا ہے اور کچھ نور باقی نہیں رہتا تو اسی وقت تم سمجھ جاتے ہو کہ اب ماہ نو کی آمد نزدیک ہے اسی طرح جب گمراہی کی ظلمت سخت طور پر دنیا پر غالب آجاتی ہے تو عقل سلیم اس روحانی چاند کے نکلنے کو بہت نزدیک سمجھتی ہے ایسا ہی جب امساک باراں سے لوگوں کا حال تباہ ہو جاتا ہے تو اس وقت عقلمند لوگ باران رحمت کا نازل ہونا بہت قریب خیال کرتے ہیں اور جیسا کہ خدا نے اپنے جسمانی قانون میں بھی بعض مہینے برسات کے لئے مقرر کر رکھے ہیں یعنے وہ مہینے جن میں فی الحقیقت مخلوق اللہ کو بارش کی ضرورت ہوتی ہے اور ان مہینوں میں جو مینہ برستا ہے اس سے یہ نتیجہ نہیں نکالا جاتا کہ خاص ان مہینوں میں لوگ زیادہ نیکی کرتے ہیں اور دوسرے مہینوں میں فسق و فجور میں مبتلا رہتے ہیں۔ بلکہ یہ سمجھنا چاہیئے کہ یہ وہ مہینے ہیں، جن میں زمینداروں کو بارش کی ضرورت ہے اور جن میں بارش کا ہو جانا تمام سال کی سرسبزی کا موجب ہے ایسا ہی کلام الٰہی کا نزول فرمانا کسی شخص کی طہارت اور تقویٰ کے جہت سے نہیں ہے۔ یعنے علت موجبہ اس کلام کے نزول کی یہ نہیں ہو سکتی کہ کوئی شخص غایت درجہ کا مقدس اور پاک باطن تھا یا راستی کا بھوکا اور پیاسا تھا بلکہ جیسا کہ ہم کئی دفعہ لکھ چکے ہیں کہ کتب آسمانی کے نزول کا اصلی موجب ضرورت حقہ ہے۔ یعنی وہ ظلمت اور تاریکی کہ جو دنیا پر طاری ہو کر ایک آسمانی نور کو چاہتی ہے کہ تا وہ نور نازل ہو کر اس تاریکی کو دور کرے۔

دنیا کی ظلمانی حالت لیلۃ القدر ہے

اور اسی کی طرف ایک لطیف اشارہ ہے کہ جو خدا تعالےٰ نے اپنے پاک کلام میں فرمایا ہے انا انزلناہ فی لیلۃ القدر یہ لیلۃ القدر اگرچہ اپنے مشہور معنوں کی رو سے ایک بزرگ رات ہے لیکن قرآنی اشارات سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ دنیا کی ظلمانی حالت بھی اپنی پوشیدہ خوبیوں میں لیلۃ القدر کا ہی حکم رکھتی ہے اور اس ظلمانی حالت کے دنوں میں صدق اور صبر اور زہد اور عبادت خدا کے نزدیک بڑا قدر رکھتا ہے اور وہی ظلمانی حالت تھی کہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت تک اپنے کمال کو پہنچ کر ایک عظیم الشان نور کے نزول کو چاہتی تھی اور اس ظلمانی حالت کو دیکھ کر اور ظلمت زدہ بندوں کی حالت پر رحم کر کے صفت رحمانیت نے جوش مارا اور آسمانی برکتیں زمین کی طرف متوجہ ہوئیں سو وہ ظلمانی حالت دنیا کے لئے مبارک ہو گئی۔ اور دنیا نے اس سے ایک عظیم الشان رحمت کا حصہ پایا کہ ایک کامل انسان اور سید الرسل کہ جس سا کوئی پیدا نہ ہوا اور نہ ہوگا۔ دنیا کی ہدایت کے لئے آیا اور دنیا کے لئے اس روشن کتاب کو لایا جس کی نظیر کسی آنکھ نے نہیں دیکھی۔

کمال رحمانیت کی بزرگ تجلی

پس یہ خدا کی کمال رحمانیت کی ایک بزرگ تجلی تھی کہ جو اس نے ظلمت اور تاریکی کے وقت ایسا عظیم الشان نور نازل کیا جس کا نام فرقان ہے جو حق اور باطل میں فرق کرتا ہے جس نے حق کو موجود اور باطل کو نابود کر کے دکھلا دیا وہ اس وقت زمین پر نازل ہوا جب زمین ایک موت روحانی کے ساتھ مر چکی تھی اور بر اور بحر میں ایک بھاری فساد واقع ہو چکا تھا پس اس نے نزول فرما کر وہ کام کر دکھایا جس کی طرف اللہ تعالےٰ نے آپ اشارہ فرما کر کہا ہے اعلموا ان اللہ یحی الارض بعد موتھا یعنے زمین مر گئی تھی۔ اب خدا اسکو نئے سرے سے زندہ کرتا ہے۔ اب اس بات کو بخوبی یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ نزول قرآن شریف کا کہ جو زمین کے زندہ کرنے کے لئے ہوا یہ صفت رحمانیت کے جوش سے ہوا وہی صفت ہے کہ جو کبھی جسمانی طور پر جوش مار کر قحط زدوں کی خبر لیتی ہے اور باران رحمت خشک زمین پر برساتی ہے اور وہی صفت کبھی روحانی طور پر جوش مار کر ان بھوکوں اور پیاسوں کی حالت پر رحم کرتی ہے کہ جو ضلالت اور گمراہی کی موت تک پہنچ جاتے ہیں۔ اور حق اور صداقت کی غذا کہ جو روحانی زندگی کا موجب ہے ان کے پاس نہیں رہتی پس رحمان مطلق جیسا جسم کی غذا کو اس کی حاجت کے وقت عطا فرماتا ہے ایسا ہی وہ اپنی رحمت کاملہ کے تقاضا سے روحانی غذا کو بھی ضرورت حقہ کے وقت مہیا کر دیتا ہے۔

کلام الٰہی کا نزول برگزیدہ بندوں پر

ہاں یہ بات درست ہے کہ خدا کا کلام انہیں برگزیدہ لوگوں پر نازل ہوتا ہے جن سے (باقی صفحہ ...)

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ ارشادات

شیخ غلام قادر صاحب احمدیہ بلڈنگس لاہور

قومی اداروں کے عمال کے لئے انتباہ

ان رجالا یتخوضون فی مال اللہ بغیر حق فلھم النار یوم القیمۃ - البخاری والترمذی - انتخاب صحاح ستہ۔

جو لوگ اللہ تعالےٰ کا مال بیدردی سے لوٹتے ہیں۔ وہ حشر کے دن آگ میں ہونگے (مسلم اداروں کے عمال کے لئے لمحہ فکریہ۔ انہیں غور کرنا چاہیئے کہ جن فرائض منصبی کے لئے وہ قوم کے بیت المال سے تنخواہ وغیرہ لیتے ہیں انہیں دیانتداری اور محنت سے ادا کرتے ہیں یا نہیں)

محنت سے کمائی ہوئی روزی سے کوئی روزی بہتر نہیں

ما اکل احد طعاما قط خیرا من ان یاکل من عمل یدیہ وان النبی اللہ داؤد علیہ السلام کان یاکل من عمل یدیہ - (البخاری ایضاً)

اپنے ہاتھ سے محنت سے کمائی ہوئی روزی سے (جس میں بد دیانتی کا ایک بھی لقمہ نہ ہو) کوئی روزی بہتر نہیں ہے۔ داؤد بھی علیہ السلام اپنے ہاتھ سے اپنی روزی کماتے تھے۔

مومن کو چاہیئے کہ اپنے آپ کو ذلیل نہ کرے

لا ینبغی للمومن ان یذل نفسہ قالوا وکیف یذل نفسہ قال یتعرض للبلاء لما لا یطیق - (الترمذی ایضاً)

فرمایا ایمان دار آدمی کو شایان شان نہیں کہ اپنے آپ کو ذلیل و رسوا کرے لوگوں نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ کس طرح اپنے آپ کو ذلیل کرتا ہے حضور نے فرمایا۔ کہ اس بلا میں (ا مر مہم جو اس کی طاقت سے باہر ہے) ہاتھ ڈالے جس کے مقابلہ کی اسے طاقت نہیں۔

نہ لوگوں کے عیب بیان کرو نہ خودستائی

من سمع سمع اللہ تعالیٰ بہ ومن یرای اللہ تعالیٰ بہ
(الشیخان ایضاً)

جو شخص (کسی کے چھپے عیب لوگوں کو) سنائے یا (اپنی خوبیاں) دکھائے گا۔ اللہ تعالےٰ اس کے چھپے عیب لوگوں دکھائے اور سنائے گا۔

(۱) تا نہ فضلش رہ تو بکشاید
صد فضولی کنی چہ کار آید
(۲) تو نہ با خبر از کوئے
تو نہ دانی جمال آں روئے
(مسیح موعودؑ)

ترجمہ:- جب تک اس ذات باری تعالےٰ کے فضل سے تیرے لئے کوئی راستہ نہ نکلے (تو کسی خوبی کے لائق نہیں) فضول باتیں تجھے کوئی فائدہ نہیں دے سکتیں (۲) جبکہ تو کوئے یار کا راستہ ہی نہیں جانتا۔ تو اس دلستان کے رخ انور کے حسن و جمال سے کیسے بہرہ اندوز ہو سکتا ہے۔

[illegible]

ہمیں کوئی ایسی مثال نہیں ملتی جس سے ثابت ہو کہ کسی بھی امام الوقت - محدث - مجدد یا مامور من اللہ نے کسی فروعی اختلاف عقیدہ کی بناء پر کسی کلمہ گو کے گلے پر تکفیر کی چھری چلائی ہو اور مسلمان کے لیے قتل عام کو یوں روا رکھا ہو - اختلاف کی تو لاکھوں نہیں کروڑوں مثالیں مل جائیں گی لیکن یہ ثابت ہونا محال ہے کہ کسی اللہ والے نے اپنے آپ کو کلمہ گو کی حیثیت میں پیش کیا ہو - اب دیکھنا تو یہ ہے کہ یہ کافر ساز مفتی اور ملا اللہ اور رسول مقبول کی نظروں میں آخر حیثیت کیا رکھتے ہیں - ان کی اصلیت کیا ہے اور ہمیں بھی ان کی وقعت کیا سمجھنی چاہیئے - ؟

(۱) صحیح بخاری میں ہے :-

"اللہ تعالیٰ علم کو یوں نہیں اُٹھائے گا کہ علم کو بندوں سے چھین لے بلکہ عالموں کو اُٹھا کر علم کو اُٹھائے گا یہاں تک کہ جب کوئی علم باقی نہیں رہے گا تو لوگ جاہلوں کو پیشوا بنا لیں گے - ان سے سوال کیا جائے گا تو وہ بغیر علم کے فتوے دیں گے پس خود گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو گمراہ کریں گے" (کتاب العلم)

(۲) کنز العمال کے صفحہ ۱۹۰ پر ہے :-

"تکون فی امتی فزعۃ فیصیر الناس الی علماءھم فاذا ھم قردۃ والخنازیر"

میری امت میں ایک گھبراہٹ پیدا ہوگی اس گھبراہٹ کے وقت لوگ اپنے علما کی طرف جائیں گے تو اس وقت ان کے علماء بندر اور سور بنے ہوئے ہوں گے (جلد) -

خیال رہے کہ یہ نقشہ آخری زمانہ کے علما کا ہے ایمانداری اور حق پرستی کا تقاضا تو یہی ہے ......

.........، کہ ہر مسلمان ان مسلم احادیث پر غور کرے اور ٹھنڈے دل سے سوچے کہ یہ علماء لوگ کیا واقعی اس پوزیشن میں آج نہیں ہیں - اور ان کے علم - زہد و تقویٰ اور دیانت کی دھجیاں انہی احادیث کی روشنی میں بکھری ہوئی دکھائی نہیں دیتیں پس ایسے نام نہاد علماء کو اپنے مرتبہ لینے چاہئیں اپنی عاقبت نا اندیشی پر جی کھول کھول کر رونا چاہیئے اور ہمیشہ کے لئے اپنے بد اعمال اور تکفیر بازی سے توبہ کر لینی چاہیئے - ورنہ ـــــ مولوی ملا صاحب اور مفتی صاحب کا انجام معلوم، دراصل اب وہ دن نہیں رہے جب ظالم ان فاختہ اڑایا کرتے تھے یعنی جب ان ظالموں نے من مانی کی تھی - ہر ایک وقت کو تکفیر بازی کی بھینٹ چڑھایا تھا - رسول اللہ سے بے جا و ناروا سلوک روا رکھا تھا - قرآن اور حدیث کے احکام کو

ادھمل کر دیا تھا - یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ہمارے آقائے نامدار سرور کائنات کے دہن مبارک سے نکلی ہوئی پیشگوئیاں خطا چلی جائیں - صدیوں سے انہی مفتیوں کے چنگیزی اعمال ہمیں بتاتے چلے آتے ہیں کہ یہ لوگ کسی باخدا اور امام الوقت کو سکھ سے نہیں بیٹھنے دیتے - ان کو کوئی مسلمان بتائے کہ ان نام نہاد علماء نے آخر اسلام کی کبھی کوئی خدمت بھی کی ہے - کیا اس مفتی کو سادہ لوح مسلمانوں کو محض ڈسنا ہی آتا ہے - اچھے بھلے مسلمان کو کافر بنانا ہی آتا ہے - اپنی مرضی کے مطابق ہر ایک کو دائرہ اسلام سے خارج کرنا ہی آتا ہے - اور قرآن و حدیث پر مکمل ایمان رکھنے اور عمل کرنے والے کو دجال بنانا ہی آتا ہے - جب بھی ان کے اندر سے نکلتا ہے کفر ہی نکلتا ہے ـــــ کیا یہ بھی غلط ہے کہ ایک بار حضرت خالد کو ہمارے سید و مولیٰ نے ایک ایسے شخص کے قتل کرنے سے منع فرمایا جو اپنے آپ کو مسلمان کہتا تھا اور پھر فرمایا لعلہ ان یکون یصلی یعنی شاید وہ نماز پڑھتا ہو - تو حضرت خالد نے عرض کیا کم من مصلے یقولون بلسانہ ما لیس فی قلبہ یعنی بہتیرے نمازی ایسے ہیں جو زبان سے کچھ کہتے ہیں (مگر) دل میں کچھ (ہوتا) ہے ـــــ تو اے ظالم اور سفاک عالمو! کیا تمہیں یاد نہیں ہے کہ اس رحمۃ اللعالمین نے کیا فرمایا تھا - انی لم اومر ان انقب قلوب الناس ولا ان اشق بطونہم یعنی مجھے یہ حکم نہیں کہ لوگوں کے دلوں میں سوراخ کر کے دیکھوں اور نہ یہ کہ ان کے باطن پھاڑ کر دیکھوں ـــــ اے خدا اور رسول پاک کے باغیو! ـــــ کھولو کتاب المغازی باب بعث علی ابن ابی طالب وخالد ابن الولید الی الیمن اپنے گریبان میں جھانکو کہ تم کیا کر رہے ہو کیا رسول مقبول صلعم کے خلاف تمہیں لوگوں کے دلوں میں سوراخ کرنے اور باطن کو پھاڑ کر دیکھنے کا حکم ملا ہے، یا کوئی ایسا آلہ تمہیں دیا گیا - جو رسول کریم صلعم کو نہ دیا گیا تھا، جس سے تم دلوں کے اندر سے دیکھ لیتے اور سینوں کے راز پڑھ لیتے ہو، یاد رکھیئے اب آپ کی کفر بازی ہماری نظروں میں پرکاہ جتنی وقعت نہیں رکھتی ہمارے لئے اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم جیسے ٹھوس احکام کافی ہیں اور بس خدا لگتی کہیئے کہ جب یہ لوگ نہ ہی تو اللہ بن سکتے ہیں نہ ہی رسول ہیں اور نہ ہی کوئی اولی الامر تو پھر ہم پر یہ لوگ جونکوں کی طرح کیوں چمٹے ہوئے ہیں ان کے پاس آخر کو نسا پروانہ یا سرٹیفکیٹ ہے ..

جس کی صحت کی بناء پر ہماری ناکوں میں نکیل ڈالی ہوئی ہے اور جدھر چاہتے ہیں ہمیں گھما لیتے ہیں - آخر ان میں - اس (معاذ اللہ) دجال کے مقابلہ میں کوئی مسیحا بھی تو بنا لیں کیا ان کے دماغ اتنے ہی ماؤف ہو چکے ہیں کہ دجال تو بنا لیا - لیکن عیسیٰ ندارد ـــــ کوئی عیسیٰ بھی تو بنتا تا کہ اسے کچھ نظر آ جاتا کہ خدا کی لاٹھی کتنی سخت پڑتی ہے - سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا واقعی یہ لوگ اس بات سے لاعلم ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو چکے ـــــ دراصل یہ سب کچھ جانتے ہیں - خواہ مخواہ سٹیج پر چڑھ کر آوازے کستے ہیں - ٹھٹھا اور استہزا کرتے ہیں - اور اپنے علم کی دھجیاں یوں بکھیرتے ہیں - کہ نبوت کا دروازہ جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم تو ہو گیا - مگر ایک دور دراز کا نبی ـــــ عیسیٰ ابن مریم بھی آنے والا ہے اور ضرور آسمان سے نازل ہوگا ـــــ ایک طرف تو بڑے کر و فر کے ساتھ محاذ پر محاذ بناتے اور ڈھنڈورا پیٹتے ہیں کہ "ہائے! یارو ختم نبوت پر ڈاکہ ڈالنے والے یہ مرزائی" ہیں اور دوسری طرف خود ہی چوروں کے ساتھی بن کر خانہ ختم نبوت کا تالہ توڑتے ہیں - اور حضرت عیسیٰ کو اس میں گھسیٹتے چلے آتے ہیں - مگر یاد رہے یہ چوری سینہ زوری اب نہ چلے گی ہم لوگ تمہاری ناک میں ہیں ـــــ وہ مامور من اللہ جو فی الحقیقت مسیحا بن کر آیا تمہارے چور دروازے ہمیں دکھا گیا ہے اور بتا گیا ہے کہ تمہاری اور نصاریٰ کی موت بس یونہی واقع ہو سکتی ہے کہ قرآن اور حدیث کو مکمل طور پر اور مضبوطی سے پکڑ لیا جائے کتنی بے باکی اور حق ناشناسی ہے کہ اس خیر الرسل و خاتم النبیین کے سائے میں ہی پل کر اسی کی ختم نبوت کو توڑا جاتا اور دو ہزار سال پہلے کے نبی کو پھر سے لایا جاتا ہے اور اس پر طرہ یہ کہ خود ہی شور مچایا جاتا ہے کہ مرزائی ختم نبوت کو توڑتے ہیں، چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد - مولوی صاحب! ؎

پسینہ پونچھیئے اپنی جبین سے

حضرت مرزا صاحب مسیح الزمان رحمۃ اللہ علیہ بھی کتنی نیک دلی کے ساتھ فرماتے ہیں ـــ اور سمجھاتے ہیں - کہ ؎

مولوی صاحب کیا یہی توحید ہے ؛ سچ کہو کس دیو کی تقلید ہے

یہ "عالم" تو خیر ـــــ ہم عاجزوں کی کیا مانیں گے جبکہ انہوں نے اللہ اور رسول کے بین احکام کو ٹھکرا دیا ہے - البتہ ہر عالم زدہ مسلمان سے میری استدعا ہے کہ وہ ایمانداری اور خلوص دل کے ساتھ غور کرے اپنا اور ان مکفروں کا جائزہ لے اور پھر اعلان کرے کہ ہمیں ایسے مکفروں، مکذبوں، مفتیوں، ظالموں، پیروں اور سجادہ نشینوں کی رہبری ہرگز نہیں چاہیئے - کیونکہ یہ اللہ اور رسول مقبول کے ارشاد کے مطابق عالم نہیں ہیں ہمارے سچے پیشوا نہیں ہیں اسلام کے اور مسلمانوں کے صدق دل سے ہی خواہ نہیں ـــ یا [illegible]

شعبہ پبلسٹی

والد محترم کا سانحہ ارتحال

گذشتہ اشاعت میں محترم شیخ عطاء اللہ صاحب سیالکوٹ چھاؤنی کے انتقال کی خبر دی گئی تھی، ذیل کا مضمون ان کے صاحبزادہ شیخ عظمت اللہ صاحب نے لکھ کر بھیجا ہے جس میں شیخ صاحب کی زندگی کا صحیح مرقع پیش کیا گیا ہے۔

بلاشبہ والد محترم ایک شفیق باپ کے ساتھ ساتھ نیک، پرخلوص اور پاک طینت انسان تھے جو غریبوں کے ہمدرد اور مددگار تھے۔ ایثار اور قربانی کا مادہ ان میں بدرجہ اتم موجود تھا۔ قومی خدمت ان کا شعار تھا۔ علم اور انکساری کا مرقع تھے۔ "کردار" اور "رہگذر" اخبارات سیالکوٹ سے شائع ہوتے ہیں اگرچہ وہ اخبار مخالفین جماعت میں سے ہیں تاہم انہوں نے بھی ان کے مومن ہونے کا پورا پورا اعتراف کیا ہے اور یہ بھی اعتراف کیا ہے کہ شیخ عطاء اللہ صاحب ہمہ صفت موصوف تھے جو قومی خدمت کے جذبہ سے سرشار تھے۔ ایک مومن کی اس سے بڑھ کر اور کیا نشانی ہو سکتی ہے کہ اس زمانے میں جبکہ ہر طرف احمدیت کے خلاف آگ بھڑکی ہوئی ہے اور سیالکوٹ جیسے شہر میں جہاں جماعت احرار کا پروپیگنڈا انتہا پر ہے والد محترم کی نماز جنازہ میں قریب ہزار بارہ سو اشخاص شمولیت حاصل کرتے ہیں اور ایک شخص بھی یہ اعتراض نہیں کرتا کہ میں جماعت احمدیہ سیالکوٹ چھاؤنی کے پریزیڈنٹ کی نماز نہیں پڑھ سکتا۔ اس میں اہل حدیث کے ممبر بھی ہیں، جماعت احرار کے معزز لوگ بھی اہل تشیع اور اہل سنت والجماعت کے بزرگ بھی تھے۔ بعض کہتے ہیں یہ معجزہ ہو گیا ہے اور جھوٹا پروپیگنڈا کرنے والے کف افسوس مل رہے ہیں۔ کہ سیالکوٹ چھاؤنی کی فضا کس طرح خوشگوار ہو گئی ہے۔

والد محترم کی زندگی مسلمانوں کے لئے بالعموم اور جماعت احمدیہ کے لئے بالخصوص ایک نمونہ تھی آپ نے ساری عمر میں ایک دفعہ بھی کسی کو زبان یا قلم یا ہاتھ سے دکھ نہیں دیا تھا۔ سادگی پسند بیحد غیور۔ نماز اور روزہ کے سختی سے پابند تھے۔ یہاں تک کہ رحلت سے پہلے بھی نماز باقاعدہ طور پر پڑھی " کام عبادت ہے" ان کی زندگی کا اصول تھا۔ لین دین کے معاملے اور حساب کتاب میں ہمیشہ صفائی سے کام لیتے تھے۔ عدل و انصاف کو کبھی ہاتھ سے نہ جانے دیتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ عوام ان کے الفاظ کو قطعی اور غیر متزلزل سمجھتے تھے۔ اگرچہ کئی بار انہیں نقصان عظیم بھی برداشت کرنے پڑے لیکن زبان کا پاس کرتے رہے اور کسی چیز کی پروا نہیں کی۔

آپ نے ابتدائی تعلیم قادیان میں حضرت مولانا صدرالدین صاحب امیر جماعت احمدیہ لاہور کے سایہ عاطفت میں حاصل کی۔ اور اس ابتدائی دور کو وہ ہمیشہ فخر کے ساتھ بیان کیا کرتے تھے کیونکہ وہ سمجھتے تھے کہ نماز اور روزہ کی پابندی انہوں نے تحصیل علم کے ساتھ ساتھ قادیان سے ہی حاصل کی تھی۔

اس ضمن میں ایک اور واقعہ یاد آ گیا ہے۔ ایک دفعہ سیالکوٹ چھاؤنی کی تمام جماعتوں نے متفقہ طور پر فیصلہ کیا کہ عید کی نماز سیالکوٹ چھاؤنی میں کھلے میدان میں اکٹھی پڑھی جائے اتفاق سے اس روز بارش آ گئی۔ اور جو لوگ میدان کی طرف جا رہے تھے لوٹ کر اپنی اپنی مسجدوں میں اکٹھے ہو گئے۔ اس افراتفری میں کسی نے کہیں کسی نے کہیں نماز ادا کی۔ والد صاحب کے ساتھ کچھ لوگ جامع مسجد میں جمع ہو گئے اور حافظ صاحب یا مولانا صاحب کا انتظار کرنے لگے۔ ادھر نماز کا وقت جا رہا تھا۔ ادھر لوگ بے چین ہو رہے تھے۔ مولانا صاحب اور حافظ صاحب کا کہیں پتہ ہی نہیں چلتا تھا بالآخر فیصلہ ہوا کہ مجمع میں سے کوئی نماز پڑھا دے لوگوں کی نظریں بار بار والد صاحب کی طرف اُٹھنے لگیں کیونکہ وہ جانتے تھے کہ اس وقت نماز پڑھانے والا ایک بھی مومن نہیں سب پڑھنے والے ہی مومن ہیں" اصلیت کو جانتے ہوئے بھی انہوں نے مجبوراً والد صاحب کو امام بنا لیا۔ اور آپ نے اس امامت کو خوشی سے قبول کر لیا۔ یہ حقیقت ہے کہ آپ نے اپنی زندگی میں ہی ایک مومن کے تمام فرائض ادا کر دیئے۔ آپ کی ساری عمر جدوجہد و احکام الٰہی کو پورا کرنے میں گذر گئی۔

جب آپ کا جنازہ اُٹھایا گیا تو ہر شخص کی آنکھوں میں سچی ہمدردی کے آنسو چھلکنے لگے۔ غریب، مسکین اور یتیم حیرت سے دیکھ رہے تھے اور انہیں یقین نہیں آتا تھا کہ ان کا محسن ان سے جدا ہو رہا ہے۔ رشتہ دار اور احباب غم سے نڈھال ہو رہے تھے۔ کیونکہ وہ جانتے تھے کہ ان کا خیر خواہ۔ نیکی کی تبلیغ کرنے والا۔ اور سچے دل سے کام آنے والا لوٹ کر نہیں آئیگا اولاد خاموشی کے ساتھ ماتم کر رہی تھی کیونکہ وہ وقت نزع سے پہلے ہی فرما گئے تھے کہ صبر سے کام لینا صابر کا بہت اجر ہے۔ تم اپنے اجر کو ضائع نہ کرنا۔

اور ۱۴ ستمبر شام ۵½ بجے وہ اپنے مولا حقیقی سے جا ملے!

انا للہ وانا الیہ راجعون۔

سپاس تعزیت میں ان سب دوستوں اور بزرگوں کا صدق دل سے شکر گذار ہوں جنہوں نے والد ماجد کے انتقال کی خبر سن کر تعزیت کے خطوط لکھے سب دوستوں کو الگ الگ جواب دینا مشکل ہے امید ہے اس اظہار تشکر کو کافی سمجھا جائیگا۔

احقر۔ شیخ عظمت اللہ۔ ناظم

شعبہ پبلسٹی

ایک نہایت ضروری اعلان

افراد کے تعلقات کو مضبوط بنانے کے لئے اور ان میں اخوت کے جذبہ کو فروغ دینے کے لئے ایک دوسرے کے رنج و راحت کے حالات سے باخبر رہنا اور باخبر رکھنا ضروری ہے اجتماعی زندگی کو ان تعلقات اور جذبات کے اظہار سے استحکام نصیب ہوتا ہے۔ اس لئے جماعت کے سب سیکرٹری صاحبان کی خدمت میں درخواست ہے کہ وہ اپنے حلقہ جماعت کی خوشی کی تقریبات اور المناک واقعات سے انچارج شعبہ پبلسٹی کو فوراً مطلع فرمائیں تاکہ سب احباب جماعت ان واقعات کے جملہ کوائف سے باخبر ہو کر ایک دوسرے کے رنج و راحت میں شریک ہو سکیں۔

خاکسار۔ غلام ربانی۔ آنریری جنرل سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

سورت فاتحہ کے معارف عالیہ

(بقیہ از صفحہ ۲ کالم ۱)

خدا راضی ہے اور انہیں سے وہ مکالمات اور مخاطبات کرتا ہے جن سے وہ خوش ہے مگر یہ بات ہرگز درست نہیں کہ جس سے خدا راضی اور خوش ہو اس پر خواہ مخواہ بغیر کسی ضرورت حقہ کے کتاب آسمانی نازل ہو جایا کرے یا خدا تعالیٰ یونہی بلا ضرورت حقہ کسی کی طہارت لازمی کی وجہ سے لازمی اور دائمی طور پر اس سے ہر وقت باتیں کرتا رہے بلکہ خدا کی کتاب اس وقت نازل ہوتی ہے جب فی الحقیقت اس کے نزول کی ضرورت پیش آ جائے۔ اب خلاصہ کلام یہ ہے کہ وحی اللہ کے نزول کا اصل موجب خدا تعالیٰ کی رحمانیت ہے کسی عامل کا عمل نہیں۔ اور یہ ایک بزرگ صداقت ہے جس سے ہمارے مخالف برہمو بے خبر ہیں۔

(باقی آئندہ)

سکھ ودوانوں کے اسلام پر لغو اعتراضات

از حیاداللہ گیانی صاحب امرتسری

آخری قسط

واراں بھائی گورداس میں کرامتوں کا ذکر

گورو گرنتھ صاحب کے بعد سکھوں میں واراں بھائی گورداس کا درجہ ہے۔ اس کے حوالہ جات سکھ ودوان سند کے طور پر پیش کیا کرتے ہیں، سردار بہادر کاہن سنگھ نابھہ نے اسے سکھوں کا شرمتی رہت نامہ قرار دیا ہے (ملاحظہ ہو انسائیکلو پیڈیا آف دی سکھ لٹریچر صفحہ ۱۲۴۴ و گورمت سدھاکر صفحہ ۱۵۵) گیانی لال سنگھ صاحب نے خود بھی اسے تسلیم کیا ہے کہ:

"ان کے تصنیف کردہ "کبت سوئیے" اور "واراں" پنتھ میں مشہور ہیں۔ گوربانی کے دوسرے درجہ پر ان کی تصنیف ہے۔ بھائی گورداس کی تصنیف کو سکھوں میں اسلام مذہب کی حدیثوں کی مانند درجہ حاصل ہے۔"

(ترجمہ از گورو بنساولی صفحہ ۲۶ و تواریخ گورو خالصہ صفحہ ۲۶۵)

گیانی لال سنگھ صاحب کی تسلیم شدہ سکھ مذہب کی حدیثوں کی کتاب "واراں بھائی گورداس" کے متعدد مقامات پر معجزوں اور کرامتوں کا ذکر ہے۔ چنانچہ ذیل میں ہم اس سے کچھ حوالہ جات پیش کرتے ہیں:۔

(۱) اس میں بابا نانک صاحب کے مکہ معظمہ جاتے کے حالات بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ بابا صاحب ایک مسلمان کے لباس میں اذانیں دیتے ہوئے مکہ معظمہ پہنچے۔ اور وہاں جاکر آپ نے اس مسجد میں قیام کیا جہاں حاجی لوگ حج کی رسومات ادا کرتے ہیں۔ رات کو سوتے وقت آپ نے محراب کی طرف پاؤں کر دیئے۔ جیون نام کے ایک شخص نے دیکھا تو اس نے غصہ سے آپ کو لات ماری اور کہا کہ یہ کون کافر ہے جو اس طرح پاؤں پھیلائے سو رہا ہے۔ اس نے ٹانگوں سے پکڑ کر آپ کو دوسری طرف گھسیٹا۔ ساتھ ہی مکہ معظمہ گھوم گیا (وار پہلی پوڑی ۳۲) سردار شمشیر سنگھ اشوک ہسٹری ریسرچ سکالر کے نزدیک واروں کے بعض نسخوں میں کعبہ گھومنا مرقوم ہے۔ (ملاحظہ ہو اخبار خالصہ سیوک ۲۵ دسمبر ۱۹۴۶ء)

(۲) بابا صاحب کے بغداد جانے کے واقعات بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ پیر دستگیر نے جو بقول گیانی لال سنگھ صاحب بابا صاحب موصوف سے تین سو سال قبل سنہ ۱۱۶۶ء میں وفات پا گئے تھے۔ (ملاحظہ ہو تواریخ گورو خالصہ پنتھ صفحہ ۱۵۱) بابا صاحب سے تکرار کیا اور کہا کہ آپ نے یہ کیا بیان کیا ہے کہ لاکھوں آسمان ہیں اور لاکھوں زمینیں ہیں۔ ہمیں بھی وہ شکتی دکھاؤ جو آپ نے دیکھی ہے۔ بابا صاحب نے اسی وقت پیر دستگیر کا بیٹا اپنے ساتھ لیا اور آنکھ جھپکنے میں اسے لاکھوں آسمان اور لاکھوں زمینیں دکھادیں اور واپسی پر ایک کچکول کڑاہ پرشاد کا بھی لے آئے (ملاحظہ ہو وار پہلی پوڑی ۳۶)

(۳) بھگت نامدیو کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ نام دیو کا باپ کسی کام کے لئے گھر سے باہر گیا۔ اور جاتے ہوئے نامدیو سے کہہ گیا کہ میرے بعد ٹھاکروں (دیوتوں) کی سیوا کرنا اور انہیں دودھ پلانا۔ نامدیو دودھ لے کر ٹھاکروں کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور دودھ پینے کو کہا۔ اس بات پر اتنا زور دیا کہ آخر ان بتوں میں سے خدا ظاہر ہوا۔ اور اس نے دودھ پی لیا۔ اس کے علاوہ نامدیو کا مردہ گائے کو زندہ کرنا۔ اور خدا کا نامدیو کا "چھپر" بنانے کے لئے خود آنا۔ نیز نامدیو کے لئے مندر کا گھوم جانا بھی مرقوم ہے (ملاحظہ ہو وار ۱۵ پوڑی ۱۱) اس کے علاوہ نامدیو کا مندر کو گھمادینا اور مردہ گائے کو زندہ کردینا ۱۲ ویں وار کی ۱۵ ویں پوڑی میں بھی مرقوم ہے۔ اور پھر وار ۲۵ کی چوتھی پوڑی میں نامدیو کا مندر کو گھمانا بیان کیا گیا ہے۔

(۴) جے دیو بھگت کے لئے بیابان میں ایک درخت لگا۔ جس کے ایک ایک پتہ پر "گوبند" لکھا ہوا تھا۔ (ملاحظہ ہو وار ۱۵ پوڑی ۱۵)

(۵) دھنا ایک جاٹ تھا۔ اس نے ایک برہمن سے ایک مورتی حاصل کی۔ اور گھر میں آکر اس کی پوجا شروع کر دی، اور روٹی وغیرہ کھانے پینے کی اشیا اس کے سامنے لاکر رکھ دیں۔ اور کہا کہ انہیں کھاؤ۔ اس پر زور دیا اور اس مورتی سے کہا کہ جب تک آپ نہیں کھائیں گے میں بھی بھوکا ہی رہوں گا۔ آخر اس مورتی میں سے خدا ظاہر ہوا اور اس نے روٹی وغیرہ کھائی۔ (ملاحظہ ہو وار ۱۰ پوڑی ۱۶) ان کرامتوں اور معجزوں کے علاوہ اور بھی کئی ایک اس قسم کی باتیں واروں میں مذکور ہیں مگر سردست ہم ان باتوں پر ہی اکتفا کرتے ہیں۔

(۳) جنم ساکھی بھائی بالا میں کرامتوں کا ذکر

جنم ساکھی بھائی بالا موجودہ زمانہ کے سکھوں میں بحث کا ایک خاص موضوع ہے۔ ایک طبقہ ایسا بھی ہے جو اسے محض ایک فرضی کتاب کا درجہ دیتا ہے۔ مگر دوسرا طبقہ ایسا ہے جو اس امر کو تسلیم کرتا ہے۔ جنم ساکھی بھائی بالا بابا نانک صاحب کی تاریخ کا منبع اور مخزن ہے۔ ان کے نزدیک اگر گورو انگد صاحب یہ جنم ساکھی مرتب نہ کرواتے تو آج سکھوں کے پاس بابا نانک صاحب کی تاریخ سے متعلق کچھ بھی نہ ہوتا نیز اب تک جس قدر بھی بابا نانک صاحب کی سوانح عمریاں لکھی گئی ہیں ان سب کا انحصار اس جنم ساکھی بھائی بالا پر ہی ہے۔ اور اس جنم ساکھی میں مذکورہ واقعات کو ہی مختلف الفاظ میں پیش کیا گیا ہے۔ ملاحظہ ہو کانیاں والے دے کمال ٹریکٹ صفحہ ۱۴ و کلغیدھر چمتکار صفحہ ۱۵۹۵ و اخبار پنجاب امرتسر ۱۳ نومبر ۱۹۴۳ء) خود گیانی لال سنگھ صاحب کو مسلم ہے کہ:۔

"گورو انگد صاحب نے ...... بھائی بالا اور بھائی مہکھا پیڑا کی مدد سے گورو نانک صاحب کی تاریخ سمت ۱۶۰۱ بکرمی گورمکھی حروف میں مرتب کروائی۔ یہ تاریخ ایک سال چھ ماہ میں لکھی گئی۔ جسے بھائی بالا کی جنم ساکھی کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔"

ترجمہ از تواریخ گورو خالصہ پنتھ صفحہ ۲۴۲

اس جنم ساکھی کا ایک مطبوعہ نسخہ اس وقت ہمارے سامنے ہے جسے سنہ ۱۸۷۱ء میں دیوان بوٹا سنگھ نے آفتاب پنجاب پریس لاہور سے شائع کیا تھا۔ اس میں کئی مقامات پر بابا صاحب کی کرامتوں کا ذکر ہے۔ جن میں سے نمونہ کے طور پر چند ایک ہم ذیل میں درج کرتے ہیں۔

(۱) اس جنم ساکھی کی ابتدا میں مرقوم ہے کہ ایک مرتبہ بابا صاحب نے اپنے والدین کو پت سلوکی کے معنے سنائے۔ جسے سنکر وہ بہت خوش ہوئے۔ اور انہوں نے کہا کہ ایسے سلوک سننے والے تو نظر نہیں آتے آپ کن کو سناتے ہیں۔ تب بابا صاحب نے کہا تم آنکھیں بند کرو۔ جب انہوں نے آنکھیں بند کیں۔ تو اندر سے لے کر تمام دیوتا۔ رشی منی سب ہاتھ باندھے بیٹھے سن رہے ہیں تب اندر نے دیوتوں کو کہا کہ بابا صاحب کے والدین آئے ہیں۔ ان کی اچھی طرح خدمت کرو اور ان کو بیان پر بٹھا کر سورگ میں لے جاؤ۔ بارہ برس تک بابا صاحب کے والدین وہاں رہے پھر انہوں نے کہا کہ ہمیں واپس دنیا میں لے چلو۔ تب دیوتوں نے ان کو واپس لے آئے۔ جب انہوں نے آنکھیں کھولیں تو دیکھا کہ بابا صاحب اسی ایک شلوک کے معنے بیان کر رہے ہیں۔ اس پر وہ بہت حیران ہوئے کہ ہم بارہ سال سورگ میں رہ کر آئے ہیں اور آپ وہی شلوک پڑھ رہے ہیں۔ بابا صاحب نے کہا کہ یہ خدا کی قدرت ہے اس میں حیران ہونے کی کوئی بات نہیں۔ (ملاحظہ ہو جنم ساکھی بھائی بالا صفحہ ۱۱)

(۲) ایک مرتبہ بابا صاحب نے ایک سمندر میں ایک مچھلی دیکھی جو ۳۵ کوس لمبی اور ۵ کوس چوڑی تھی۔ بابا صاحب

اور مردانہ تین دن اور تین راتیں اس مچھلی پر چلتے رہے پھر جا کر مچھلی کا منہ نظر آیا۔ اس مچھلی نے انسانوں کی طرح باباصاحب سے باتیں بھی کیں (ملاحظہ ہو جنم ساکھی بھائی بالا ص ۱۹۴-۱۹۵)

(۳) ایک مرتبہ باباصاحب نے سدھوں سے آنکھ مچولی کھیلی پہلے سدھ چھپ گئے۔ ان سب کا پتہ باباصاحب نے لگالیا۔ جب باباصاحب کے چھپنے کی باری آئی تو باباصاحب نے اپنے جسم کو اربعہ عناصر میں تقسیم کردیا۔ ہوا ہوا میں مل گئی۔ پانی پانی میں مل گیا۔ آگ آگ میں جا ملی اور مٹی مٹی میں مل گئی۔ سدھوں نے آپ کے پتہ لگانے میں بڑا زور لگایا مگر وہ آپکی تلاش نہ کرسکے۔ بعد میں پھر باباصاحب اپنی اصلی حالت میں آگئے۔ (ملاحظہ ہو جنم ساکھی بھائی بالا ص ۲۳۲)

(۴) اس جنم ساکھی کے ایک مقام پر باباصاحب کا اپنے ساتھی بھائی مردانہ کو ساتھ لے کر سورج اور چاند سے اوپر جانا بھی مرقوم ہے۔ (ملاحظہ ہو جنم ساکھی بھائی بالا ص ۲۶۴-۲۶۵)

(۵) ایک مرتبہ بھائی بالا اور مردانہ نے باباصاحب سے کہا کہ آپ نے کئی دنیا دیکھی ہیں۔ باباصاحب نے فرمایا کہ آنکھیں بند کرو۔ جب انہوں نے آنکھیں بند کیں۔ تو انہوں نے کئی دنیا و سمندر۔ اور پہاڑ دیکھے۔ کئی آسمان اور کئی زمینوں کی سیر کی۔ پھر جب انہوں نے آنکھیں کھولیں تو اپنے آپ کو باباصاحب کے پاس بیٹھے پایا (ملاحظہ ہو جنم ساکھی بھائی بالا ص ۳۰۵)

(۷) ایک مرتبہ باباصاحب مردانہ کو ہمراہ لئے آٹھویں کھنڈ میں گئے۔ وہاں کے لوگوں نے باباصاحب کو پکڑ کر راجہ کے پیش کیا راجہ دیکھ کر بہت خوش ہوا۔ اور کہنے لگا کہ اسے دیوی کی بھینٹ چڑھادو جب مردانہ کو مندر میں لے گئے اور جلاد تلوار سے اس کا سر کاٹنے لگا تو فوراً ہی دیوی کی مورتی میں سے دیوی ظاہر ہوگئی۔ اس نے جلاد سے تلوار لیکر راجہ کا سر کاٹ دیا۔ اور دوسرے لوگوں کو بھی مارنا شروع کردیا۔ باباصاحب نے آگے بڑھ کر اس دیوی سے تلوار لے لی (ملاحظہ ہو جنم ساکھی بھائی بالا ص ۳۱۱)

(۸) اس جنم ساکھی میں ایک مقام پر باباصاحب کی برکت اور کرامت سے ایک راجہ کی لڑکی کا لڑکا بن جانا بھی مرقوم ہے۔ (ملاحظہ ہو جنم ساکھی بھائی بالا ص ۲۶۳ تا ص ۲۶۵)

(۹) بابر کے حملہ کا ذکر کرتے ہوئے اس جنم ساکھی میں بیان کیا گیا ہے کہ بابر کے آدمیوں نے کچھ لوگوں کو پکڑ لیا ان میں بابا نانک صاحب اور بھائی مردانہ بھی تھے۔ ان سب کو اٹھانے کے لئے بوجھ دیا گیا۔ باباصاحب کا بوجھ ان کے سر سے ایک ہاتھ اونچا رہا۔ اور اسی طرح باباصاحب چلتے گئے (ملاحظہ ہو جنم ساکھی بھائی بالا ص ۴۷۳)

(۱۰) باباصاحب کے بغداد جانے کے واقعات بیان کرتے ہوئے بتایا گیا ہے کہ جب باباصاحب نے پیر کے بیٹے کو ساتھ لیا اور وہاں سے غائب ہوگئے۔ پیر کے بیٹے کو لاکھوں زمینوں اور لاکھوں آسمانوں کی سیر کرادی ایک جگہ سنگت جمع تھی اور کڑاہ پرشاد تقسیم ہورہا تھا۔ باباصاحب نے پیر کے بیٹے سے کہا کہ شاید تمہارا باپ انکار کردے۔ اس لئے یہاں کڑاہ پرشاد لے چلو۔ اس پر پیر کے بیٹے نے اپنا کشکول کڑاہ پرشاد سے بھر لیا۔ اور واپس آکر وہ کڑاہ پرشاد اپنے باپ کے سامنے رکھ دیا اور لاکھوں زمینوں اور لاکھوں آسمانوں کی سیر کرنے کا تمام ماجرہ سنادیا۔ (ملاحظہ ہو جنم ساکھی بھائی بالا۔ ص ۵۰۹)

(۱۱) باباصاحب کا کورکشیتر جانا بیان کرتے ہوئے بتایا گیا کہ وہاں آپ نے سورج گرہن کے موقعہ پر گوشت پکانا شروع کردیا۔ پنڈتوں کو اس بات سے بہت رنج ہوا انہوں نے باباصاحب سے بہت تکرار کیا۔ مگر جب اس ہنڈیا کو دیکھا تو اس میں گوشت کے بجائے کھیر تھی (ملاحظہ ہو جنم ساکھی بھائی بالا ص ۳۵۳) گویا گوشت کھیر میں بدل گیا۔

(۱۲) بابر بادشاہ سے متعلق مرقوم ہے۔ کہ جب اس کا ابراہیم خاں لودھی سے مقابلہ ہوا۔ اور بابر کی فتح ہوئی تو بابر کے آدمیوں نے متعدد لوگوں کو گرفتار کرلیا ان میں باباصاحب بھی مع اپنے ساتھیوں کے گرفتار ہوگئے۔ جب اس طرح سات دن گذر گئے تو بابر کے سامنے کھانا لایا گیا۔ جب کپڑا اتار کر دیکھا گیا تو تمام کھانا کیڑوں سے بھرا پڑا تھا۔ باورچی کو بلایا گیا۔ اور داروغہ آگیا۔ بابر نے اس سے اس کی وجہ دریافت کی داروغہ نے عرض کیا کہ اور تو کوئی بات نہیں۔ ایک نانک فقیر قید کیا گیا ہے۔ اس کے لئے اللہ نے معجزہ دکھایا ہے۔ (جنم ساکھی بھائی بالا ص ۵۵۳)

اس کے علاوہ اس جنم ساکھی میں اور بھی کئی کراماتوں کا ذکر ہے۔ سردست ہم ان پر ہی اکتفا کرتے ہیں اب ناظرین خود ہی غور کریں کہ مسلمانوں کی کتابیں کراماتوں سے بھری پڑی ہیں۔ یا سکھ کتب میں ان کا طومار ہے۔

۴۔ جنم ساکھی بھائی منی سنگھ

یہ جنم ساکھی گورو گوبند سنگھ صاحب کے کاتب بھائی منی سنگھ صاحب کی طرف منسوب کی جاتی ہے۔ اور اسی وجہ سے اس کا نام جنم ساکھی بھائی منی سنگھ ہے۔ اس جنم ساکھی کی ابتداء میں مرقوم ہے کہ اسے جنم ساکھی بھائی بالا میں پیدا شدہ غلط باتوں کو دور کرنے کی غرض سے لکھا تھا۔ اس کا دوسرا نام گیان رتناولی بھی ہے۔

اس جنم ساکھی میں بہت سی کرامتیں بیان کی گئی ہیں۔ ذیل میں ہم چند ایک بطور نمونہ کے درج کئے دیتے ہیں:۔

(۱) اس کے ابتدائی اوراق میں مرقوم ہے کہ جب باباصاحب کی عمر ابھی آٹھ نو سال کی ہی تھی کہ آپ نے شیخ برہم سے تبادلہ خیالات کیا۔ اس وقت مردانہ آپ کے ساتھ تھا۔ جب گفتگو ختم ہوئی تو آپ نے مردانہ سے کہا کہ آنکھیں بند کرو۔ مردانہ نے آنکھیں بند کیں اور جب کھولیں تو وہ کیا دیکھتا ہے کہ وہ شیخ برہم کے پاس ہونے کی بجائے تلونڈی کے باغ میں بیٹھا ہے (ملاحظہ ہو جنم ساکھی بھائی منی سنگھ چھاپہ پتھر ص ۸۹)

(۲) اس جنم ساکھی میں یہ بھی مرقوم ہے کہ ایک مرتبہ دہلی گئے اور وہاں ایک باغ میں قیام کیا۔ وہاں بادشاہ کے مہاوت رہتے تھے۔ اتفاق سے بادشاہ کا ہاتھی مرگیا مہاوت بہت پریشان ہوگئے۔ انکی درخواست پر باباصاحب نے مردہ ہاتھی زندہ کردیا۔ قاضی کو جب اس کا علم ہوا تو اس نے باباصاحب سے کہا کہ اگر تم میں کوئی طاقت اور شکتی ہے تو اس ہاتھی کو دوبارہ مار دو وہ ہاتھی دوبارہ مرگیا۔ باباصاحب نے اس ہاتھی کو پھر زندہ کردیا۔ (ملاحظہ ہو جنم ساکھی بھائی منی سنگھ ص ۱۸۸ تا ص ۱۸۴)

(۳) ایک مقام پر ایک بھیڑیا کا باباصاحب سے انسانوں کی طرح باتیں کرنا مرقوم ہے۔ (ملاحظہ ہو جنم ساکھی بھائی منی سنگھ ص ۲۱۸)

(۴) کوڑے راکشس کا پکڑتے ہوئے تیل کا کڑاہا باباصاحب کی کرامت سے بالکل ٹھنڈا ہوگیا۔

(۵) ایک راجہ کی عورت کو لڑکی پیدا ہوئی۔ مگر اس نے راجہ سے کہا کہ میرے ہاں لڑکا پیدا ہوا ہے اور پنڈت یہ کہتے ہیں کہ چار سال تک آپ اس کی شکل نہ دیکھیں۔ جب دو سال اس طرح گذر گئے تو اسے فکر ہوا کہ وقت تو گذر رہا ہے۔ اب کیا ہو۔ وہ بابا نانک صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئی اور تمام واقعہ سنادیا۔ اس کی لڑکی لڑکے میں تبدیل ہوگئی۔ (ملاحظہ ہو جنم ساکھی بھائی منی سنگھ ص ۲۲۵)

(۶) بابا نانک صاحب کا مع اپنے ساتھی بھائی مردانہ کے سمندر پر چلنا بھی اس جنم ساکھی میں مرقوم ہے (ملاحظہ ہو جنم ساکھی بھائی منی سنگھ صفحہ ۲۴۲)

(۷) ایک مرتبہ سفر میں مردانہ کو بھوک نے تنگ کیا۔ باباصاحب نے اسے کہا کہ آک کے پھول توڑ کر کھالے۔ مگر ان میں سے اپنے ساتھ کوئی نہ لینا جتنے کھاسکے کھالینا۔ مردانہ نے جب اس آک سے پھول توڑ کر کھائے تو وہ بے حد لذیذ تھے۔ اسے لالچ آگیا اس نے دوسرے وقت کھانے کے لئے چند ایک ساتھ بھی رکھ لئے۔ جب دوسرے وقت اس نے کھانے چاہے تو وہ زہریلے ہوگئے۔ (ملاحظہ ہو جنم ساکھی بھائی منی سنگھ ص ۲۴۵)

(۸) اس جنم ساکھی میں بابر کے ایمن آباد پر حملہ کے واقعات کا تذکرہ کرتے ہوئے بیان کیا گیا ہے کہ جب بابر کے آدمیوں نے ایمن آباد سے کچھ لوگ پکڑ لئے تو ان میں باباصاحب اور ان کا ساتھی بھائی مردانہ بھی دھر لئے گئے۔ سب کو چکی پیسنے کے لئے دی گئی۔ باباصاحب اور مردانہ کی چکیاں خود بخود چل پڑیں۔ (ملاحظہ ہو جنم ساکھی بھائی منی سنگھ ص ۲۴۲)

(۹) ایک مرتبہ باباصاحب نے اپنے ساتھی

بھائی بالا کو شیر کی شکل میں تبدیل کر دیا تھا اور وہ بالکل شیر بن گیا تھا (ملاحظہ ہو جنم ساکھی بھائی منی سنگھ صہ ۲۹۲)

(۱۰) ایک سفر میں لوگوں نے بھائی بالا کو پکڑ لیا۔ اور اسے راجہ کے پاس لے گئے راجہ نے حکم دیا کہ اسے دیوی کی بھینٹ چڑھا دیا جائے۔ اور جب اسے مندر میں لے گئے اور جلاد نے راجہ کے حکم سے اس کا سر کاٹنے کے لئے تلوار میان سے نکالی تو دیوی کی مورتی نے فوراً جلاد سے تلوار چھین لی اور راجہ کا سر کاٹ دیا۔ اس کے بعد دوسرے لوگوں کو بھی قتل کرنا شروع کر دیا۔ تب باباصاحب نے اس دیوی کی مورتی کے ہاتھ سے تلوار لے لی (ملاحظہ ہو جنم ساکھی بھائی منی سنگھ صہ ۳۰۴)

(۱۱) ایک مرتبہ باباصاحب نے جماہی لی۔ اور بھائی بالا و مردان دونوں ہی بابا نانک صاحب کے پیٹ میں چلے گئے۔ وہاں جا کر انہوں نے بہت سی زمینیں اور بہت سے آسمان دیکھے۔ بہت سی دنیا دیوتاؤں کی دیکھیں، بہت سے سمندر دیکھے بارہ سال تک باباصاحب کے پیٹ میں گھومتے رہے۔ تب ان کے دل میں باباصاحب کے درشنوں کا خیال پیدا ہوا۔ بعض ایسی کرامتوں کا ذکر کیا ہے۔ جن کا نہ تو معقولیت سے ہی کوئی تعلق ہے۔ اور نہ حقیقت سے کوئی واسطہ ہے ذیل میں ہم گیانی صاحب کے بیان کردہ چند ایک معجزوں کا نمونہ کے طور پر ذکر کرتے ہیں۔

گیانی صاحب نے تواریخ گورو خالصہ پنتھ کے نام پر سکھ گورو صاحبان کی تاریخ مرتب کی ہے۔

اس کے کئی مقامات پر سکھ گورو صاحبان کی کرامتوں کو بیان کیا گیا ہے:۔

(۱) بابا نانک صاحب کے بچپن کے حالات بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ایک مرتبہ دھوپ کے وقت باباصاحب باہر جنگل میں سو گئے اور ایک سانپ نے آ کر آپ پر سایہ کر دیا۔ (ملاحظہ ہو تاریخ گورو خالصہ پنتھ صہ ۲۲) گیانی صاحب کے نزدیک معلوم نہیں کہ یہ کیا ہے؟

(۲) ایک مرتبہ امین آباد میں ملک بھاگو نے برہم بھوج کیا۔ باباصاحب اس میں شامل نہ ہوئے۔ اور بھائی لالو کی روکھی سوکھی روٹی پر ہی اکتفا کیا۔ ملک کو جب اس کا علم ہوا تو اسے بہت رنج ہوا۔ اس نے باباصاحب کو بلا کر اس کی وجہ دریافت کی۔ باباصاحب نے اسی وقت بھائی لالو کے گھر سے اور ملک کے گھر سے روٹیاں منگوائیں۔ اور لالو کی روٹی سے دودھ اور ملک کی روٹی سے خون نچوڑ کر دکھا دیا۔ (ملاحظہ ہو تواریخ خالصہ پنتھ صہ ۴۹) کیا روٹیوں میں سے دودھ اور خون کا نکالنا معجزہ نہیں؟

(۳) راجہ دیولوت ساکھی کے بیان میں گیانی صاحب نے لکھا ہے کہ یہ راجہ آدم خور تھا۔ باباصاحب نے ایک ہی نظر سے اسے بدل دیا اور راکشس سے دیوتا بنا دیا۔ (ملاحظہ ہو تواریخ گورو خالصہ پنتھ صہ ۹۰) کیا گیانی صاحب کہہ سکتے ہیں کہ باباصاحب کا ایک شیطان اور آدم خور کو ایک ہی نظر سے دیوتا اور فرشتہ بنا دینا معجزہ یا کرامت سے کچھ کم ہے؟

(۴) کوڈے راکشس نے بھائی مردانہ کو تپتے ہوئے تیل میں تلنا چاہا۔ باباصاحب کو جب اس کا علم ہوا تو وہ فوراً وہاں پہنچے اور ایک ہی نظر سے تیل کے تپتے ہوئے کڑاہے کو ٹھنڈا کر دیا۔ یہ معجزہ دیکھ کر . . . . کوڈا راکشس گورو صاحب کے قدموں پر گر پڑا۔ اور آیندہ ایسے کاموں سے توبہ کی۔ (ملاحظہ ہو گورو خالصہ پنتھ صہ ۹۳)

(۵) باباصاحب جب پہلی بھیت گئے تو وہاں جوگیوں نے آپ سے کچھ کھانے کے لئے مانگا۔ آپ نے مردانہ سے کہا کہ اس ریٹھے کے درخت کا پھل توڑ کر ان جوگیوں میں تقسیم کر دو۔ مردانہ نے ایسا ہی کیا جب ان جوگیوں نے وہ پھل کھائے وہ خرمانیوں کی طرح میٹھے تھے (ملاحظہ ہو تواریخ گورو خالصہ پنتھ صہ ۱۳۲) کڑوے ریٹھے کا میٹھا ہو جانا شاید گیانی صاحب کے نزدیک کرامت نہ ہو؟

ایک مرتبہ باباصاحب حسن ابدال گئے۔ بھائی مردانہ کو پیاس نے تنگ کیا۔ وہاں ایک پہاڑی پر ولی قندھاری کے پاس پانی کا چشمہ تھا۔ مردانہ اس کے پاس پانی پینے کے لئے گیا۔ مگر اس نے پانی نہ دیا۔ باباصاحب نے زمین سے ایک پتھر اٹھا کر نیا چشمہ جاری کر دیا۔ ولی قندھاری نے یہ دیکھ کر ایک بہت بڑی چٹان باباصاحب پر پھینک دی جسے باباصاحب نے اپنے ہاتھ سے تھام لیا۔ اور باباصاحب کے پنجہ کا نشان اس چٹان پر موجود ہے (ملاحظہ ہو تواریخ گورو خالصہ پنتھ صہ ۱۴۰) کیا پتھر میں پنجہ کا نشان پڑ جانا معجزہ نہیں؟

(۷) باباصاحب مکہ معظمہ گئے اور وہاں جا کر آپ نے کعبہ کی طرف پاؤں کر دیئے، رات بھر اسی طرح سوئے رہے صبح کے وقت جھاڑو دینے والے مجاور نے دیکھا تو غصہ منایا۔ اس نے باباصاحب کے پاؤں دوسری طرف کر دیئے۔ ساتھ ہی کعبہ بھی گھوم گیا (ملاحظہ ہو تواریخ گورو خالصہ پنتھ صہ ۱۴۳) کیوں گیانی صاحب اینٹوں اور پتھروں سے بنی ہوئی کعبہ کی عمارت کا گھوم جانا آپ کے نزدیک کیا ہے؟

(۸) باباصاحب نے بغداد شریف جا کر حضرت شیخ عبدالقادر صاحب سے بحث کی، اور اس کے بیٹے کو آنکھ جھپکنے میں لاکھوں زمینیں اور لاکھوں آسمان دکھا دیئے۔ (ملاحظہ ہو تواریخ گورو خالصہ پنتھ صہ ۱۵۱) عجیب بات ہے کہ گیانی صاحب نے شیخ صاحب موصوف سے متعلق یہ بھی بیان کیا ہے کہ:۔

"دستگیر کا اصل نام عبدالقادر تھا۔ اس کی وفات ۱۱۶۶ء میں ہوئی تھی . . . . اسی نے گورو نانک صاحب سے دریافت کیا تھا کہ کون فقیر کس کا گھرانا"

(ترجمہ از تواریخ گورو خالصہ پنتھ صہ ۱۵۱)

باباصاحب کی پیدائش گیانی صاحب نے ۱۴۶۹ء میں بیان کی ہے (ملاحظہ ہو تواریخ گورو خالصہ پنتھ صہ ۱۵)

اس حساب سے حضرت شیخ عبدالقادر صاحب باباصاحب سے ۳۰۳ سال قبل وفات پا چکے تھے اب گیانی صاحب اور ان کے ہم خیال اس بات پر غور کر لیں کہ بغداد میں شیخ عبدالقادر صاحب سے باباصاحب کی ملاقات کیسے ہو گئی، اور اس کے بیٹے کو آپ نے لاکھوں آسمان اور لاکھوں زمینیں آنکھ جھپکنے میں کیونکر دکھا دیں۔

(۹) امین آباد پر بابر نے جب حملہ کیا تو وہاں کے بہت سے لوگوں کو گرفتار کر لیا گیا۔ ان میں باباصاحب بھی پکڑے گئے۔ ان سب قیدیوں کو چکیاں پیسنے کو دی گئیں۔ باباصاحب کی چکی خود بخود چل پڑی بابر یہ نظارہ دیکھ کر باباصاحب کے قدموں پر گر پڑا (ملاحظہ ہو تواریخ گورو خالصہ پنتھ صہ ۱۶۸)

(۱۰) باباصاحب کی جب وفات ہوئی تو ہندو اور مسلمانوں میں آپ کی تجہیز و تکفین سے متعلق جھگڑا برپا ہوا۔ مسلمان آپ کو اسلامی طریق پر دفن کرنا چاہتے تھے، مگر باباصاحب کی نعش گم ہو گئی (ملاحظہ ہو تواریخ گورو خالصہ پنتھ صہ ۱۹۴)

(۱۱) ایک مرتبہ باباصاحب نے ایک کیکر کے درخت سے لڈو برآمد کئے تھے (ملاحظہ ہو تواریخ گورو خالصہ پنتھ صہ ۲۲۵)

(۱۲) ایک مرتبہ بارش نہ ہوئی۔ لوگوں میں بہت بے چینی پھیل گئی۔ ایک تپا نے لوگوں سے کہا کہ گورو انگد صاحب جب تک اس گاؤں کھڈور صاحب میں ہے۔ بارش نہ ہو گی۔ اس کے کہنے پر لوگوں نے گورو صاحب کو نکال دیا۔ امرداس صاحب کو (جو بعد میں سکھوں کے تیسرے گورو بنے) اس کا علم ہوا تھا۔ انہوں نے لوگوں سے کہا کہ تم اس تپے کو جہاں جہاں گھسیٹ کر لے جاؤ گے وہاں وہاں ہی بارش ہو گی۔ لوگوں نے ایسا ہی کیا۔ جہاں جہاں اسے گھسیٹ کر لے گئے وہاں وہاں خوب بارش ہو گئی (ملاحظہ ہو تواریخ گورو خالصہ پنتھ صہ ۲۴۸)

(۱۳) ایک مرتبہ گورو امرداس صاحب کے پاس کاشی کا ایک پنڈت مالی داس آیا۔ اس نے لنگر سے پرشاد چکھنے سے انکار کر دیا کہ اس کو شودر لوگ مل کر تیار کرتے ہیں۔ گورو صاحب نے اسے الگ راشن دلوا دیا۔ پنڈت اور اس کے ساتھیوں نے کھانا پکانے کے لئے چولہا بنانا چاہا۔ جہاں سے مٹی کھودی نیچے ہڈیاں نکل آئیں۔ بہت پریشان ہو گئے۔ آخر ہار کر لنگر سے ہی پرشاد لیا۔ (ملاحظہ ہو تواریخ گورو خالصہ پنتھ صہ ۳۰۵)

(۱۴) گورو ہرگوبند کے ایک سکھ ستھرے شاہ کو بھی گیانی صاحب نے صاحب کرامت بیان کیا ہے۔ اور اس کی ایک کرامت بھی لکھی ہے کہ ایک مرتبہ اس کا مقابلہ ایک سادھو سے ہو گیا۔ سادھو نے اس کی ٹوپی ایک دیگ میں پھینک دی۔ اس نے ٹوپی کو آواز دی اور وہ باہر آ گئی (ملاحظہ ہو تواریخ گورو خالصہ پنتھ صہ ۴۳۰)

(۱۵) اس ستھرے شاہ کی ایک اور شعبدہ بازی گیانی صاحب نے بیان کی ہے کہ اسے دہلی میں گورو صاحب نے پرچارک مقرر کیا۔ اس نے وہاں اڑھائی

(باقی در صفحہ ۱۳)

عالم اسلام

مصر

۲۳ ستمبر - آج کل مصر سیاسی اعتبار سے عجیب بحرانی دور میں سے گذر رہا ہے - اس کی لپیٹ میں مصر کی وفد پارٹی بھی آگئی ہے چنانچہ وفد پارٹی کے رہنما اور مصر کے سابق وزیر اعظم مصطفےٰ نحاس پاشا پر دباؤ ڈالا جارہا ہے کہ وہ وفد پارٹی کی قیادت سے علیحدہ ہو جائیں - مگر وفد پارٹی نے حکومت کے اس دباؤ کے سامنے جھکنے سے انکار کر دیا ہے - وفد پارٹی نے اپنے نئے پروگرام کا اعلان کیا ہے جس میں نہر سویز سے غیر ملکی فوجوں کے تخلیہ - وادی نیل کا اتحاد - اور سوڈان کو مصر میں مدغم کرنے کے لئے مطالبات کئے گئے ہیں -

۲۴ ستمبر - مصر کی طاقتور جماعت اخوان المسلمین جس کے ممبروں کی تعداد مصر میں پانچ لاکھ سے زیادہ ہے اس جماعت کی دستور ساز مجلس نے فیصلہ کیا ہے کہ اخوان المسلمین کی سیاسی حیثیت کو ختم کر دینا چاہیئے - یہ جماعت سنہ ۱۹۳۰ء میں معرض وجود میں آئی تھی - اس کی بنیاد شیخ حسن البنا نے جو ایک سکول کے ماسٹر تھے رکھی - ابتداء میں یہ محض ایک مذہبی جماعت تھی لیکن بعد میں اس نے پرائیویٹ فوج، سکول، ہسپتال — کاروباری ادارے اور اخبار جاری کر لئے -

۲۴ ستمبر - عرب لیگ کونسل نے فلسطین کا مسئلہ اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی میں پیش کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے - عرب لیگ کونسل کا ایک اجلاس فیصلہ کیا گیا ہے کہ لیک سیکس میں عرب نمایندوں کو ہدایات دی جائیں کہ وہ اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل سے یہ مسئلہ جنرل اسمبلی کے اگلے اجلاس میں پیش کرنے کا مطالبہ کریں -

۲۵ ستمبر - قاہرہ کی خبر ہے کہ وفد لیڈر جناب مصطفےٰ نحاس پر طاقت کا ناجائز استعمال کرنے کے الزام میں مقدمہ چلایا جائے گا - اگر ان پر یہ الزام ثابت ہو گیا تو انہیں وفد پارٹی کی قیادت سے علیحدہ ہونا پڑیگا -

ایران

۲۳ ستمبر - ایران کے تیل کا مسئلہ بین الاقوامی سیاست دانوں کی توجہ کا مرکز بنا ہوا ہے - معتبر ذریعہ سے معلوم ہوا ہے کہ اب تک ۱۸ ملکوں سے ایرانی تیل بیچنے کا معاہدہ ہو چکا ہے اور ان سے کافی رقمیں وصول کی جا چکی ہیں اور ایرانی نیشنل تیل کمپنی کو حق حاصل ہے کہ جس ملک کو چاہے تیل بیچے ان میں روس بھی شامل ہے -

۲۵ ستمبر - امیسٹر ڈیم بین سرو سٹر آئل کمپنی آف امریکہ کے ڈائرکٹر مسٹر ولیم جونز نے اس خبر کی تردید کی ہے کہ انہوں نے وزیر اعظم ایران ڈاکٹر مصدق سے تیل کے دس ہزار ڈرم خریدنے کا معاہدہ کیا ہے - انہوں نے کہا اس کا مطلب یہ نہیں کہ میں مستقبل میں بھی ایران سے کوئی معاہدہ نہیں کروں گا -

تہران - ۲۰ ستمبر - آج ایران کی ایک انجمن نے ڈاکٹر مصدق سے مطالبہ کیا ہے کہ زمینداریوں کو بلا معاوضہ ختم کر دیا جائے اس انجمن نے کہا ہے کہ ملک میں غذائی قلت کا سبب یہی زمینداریاں ہیں -

ادھر آج ایران کے مذہبی پیشوا اور ایرانی پارلیمنٹ کے اسپیکر علامہ کاشانی نے اس خبر کی تردید کی ہے کہ ان کے اور ڈاکٹر مصدق کے درمیان اختلافات پیدا ہو گئے ہیں انہوں نے آج "باختر امروز" کو بیان دیتے ہوئے کہا ہے کہ میں نے ہمیشہ اپنے پیروؤں کو ہدایت کی ہے کہ وہ ڈاکٹر مصدق کی حمایت کریں -

یاد رہے کہ پچھلے چند دنوں سے ایران کے مخالف پارٹیوں کے اخباروں نے یہ خبر شائع کی تھی کہ علامہ کاشانی اور ڈاکٹر مصدق کے درمیان اختلافات پیدا ہو رہے ہیں یہ اختلافات زرعی اصلاحات کے نفاذ میں سستی اور شراب کی ممانعت نہ کرنا بتائے جاتے تھے - "مرد ایشیا" نے تو یہاں تک لکھ دیا تھا کہ علامہ کاشانی نے ڈاکٹر مصدق کے بجائے جنرل زاہدی کو نیا وزیر اعظم منتخب کر لیا ہے -

پاکستان

کراچی - ۲۳ ستمبر ۱۹۵۲ء - موتمر عالم اسلامی کی مجلس منتظمہ نے ایک اجلاس میں ایرانی تیل کے سلسلہ میں ڈاکٹر مصدق وزیر اعظم ایران اور علامہ آیت اللہ کاشانی کے منصفانہ مطالبہ کی پر زور حمایت کی ہے اور انہیں تمام دنیا کی حمایت کا پر زور یقین دلایا -

کراچی ۲۳ ستمبر - حکومت پاکستان نے اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل مسٹر ٹرگولی کے جنوبی افریقہ سے متعلق مکتوب کا جواب دیا ہے - اس مکتوب میں کہا گیا ہے کہ جنوبی افریقہ کے ہندوستانی اور پاکستانی باشندوں کے ساتھ جو امتیازی سلوک روا رکھا جاتا ہے اس کے متعلق پاکستان منصفانہ اور باعزت حل کا مطالبہ کرتا ہے - اقوام متحدہ میں نسلی امتیاز کے متعلق جو قرارداد منظور کی گئی ہے اور اس میں جو طریق کار بتایا گیا ہے پاکستان اس کے علاوہ اور کسی طریق کار کو تسلیم کرنے کو تیار نہیں -

اقوام متحدہ ۲۴ ستمبر - تنازعہ کشمیر میں اتحادی نمایندہ ڈاکٹر گراہم نے آج حفاظتی کونسل میں اپنی رپورٹ پیش کر دی ہے - آپ نے کہا ہے کہ میں کشمیر سے فوجیں نکالنے کے مسئلہ پر بھارت اور پاکستان میں سمجھوتہ نہیں کرا سکا -

کراچی ۲۵ ستمبر - اگلے سال تمام پاکستان میں شراب نوشی ممنوع قرار دے دی جائے گی - اس سے پہلے مشرقی بنگال، سرحد، پنجاب اور بہاولپور میں شراب نوشی کی ممانعت کا قانون نافذ ہو چکے ہیں - قابل اعتماد ذرائع کے مطابق آیندہ سال کے وسط تک کراچی میں بھی اس قسم کا قانون نافذ کر دیا جائے گا -

خط و کتابت کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیں - مینیجر

پیغام صلح ... رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۶ - ... ۱۵ ستمبر ۳۸ ... ۱۹۵۲

سکھ ودوانوں کے اسلام پر لغو اعتراضات

(بقیہ از صفحہ ۱۱)

گرملی جوتی بنوائی اس کا ایک پاؤں بڑی مسجد میں جا رکھا - قاضیوں اور ملاؤں نے کہا کہ یہ جوتی کسی انسان کی نہیں ہو سکتی بلکہ خدا کی ہے اس کی پرستش شروع ہو گئی ستھرے نے چند دن کے بعد دوسرا پاؤں اٹھا کر بازاروں میں ڈھنڈورا پیٹنا شروع کر دیا کہ میری جوتی کا ایک پاؤں گم ہو گیا ہے کسی کے پاس ہو تو دیدو - جب قاضیوں کو اس کا علم ہوا تو وہ بہت شرمندہ ہوئے - بادشاہ کے پاس معاملہ پہنچا اس نے کہا کہ اگر یہ جوتی اس کے پاؤں کے برابر آ جائے تو اس کی ورنہ اسے سزا دی جائے - جب وہ اٹھائی گرملی جوتی ستھرے کے سامنے لائی گئی - تو اس نے پاؤں کو اس کے برابر بڑھا لیا جس سے وہ جوتی اس کے برابر آ گئی (ملاحظہ ہو تواریخ گورو خالصہ پنتھ صفحہ ۵۲۲) گیانی لال سنگھ صاحب نے اور بھی متعدد کرامتیں بیان کی ہیں - اب ناظرین غور کریں کہ گیانی صاحب کا یہ کہنا کہ اسلامی کتب کرامتوں سے بھری پڑی ہیں اور سکھ مذہب میں کرامتوں کو شعبدہ بازی قرار دیکر ان کا رد کیا گیا ہے کس حد تک حقیقت پر مبنی ہے - ہم نے متعدد سکھ مصنفین سکھ گورو صاحبان اور سکھ بزرگوں کی کوئی نہ کوئی کرامت یا معجزہ بیان نہ کیا ہو - سکھ کتب میں جو کرامتیں یا معجزے بیان کئے گئے ہیں - ان کی صحت یا عدم صحت پر ہم سر دست کوئی بحث نہیں کرنا چاہتے - چونکہ گیانی صاحب نے ان کی آڑ میں اسلام پر اعتراض کیا تھا - اس لئے چند ایک ایسے واقعات بیان نقل کر دیئے گئے ہیں تا کہ معلوم ہو سکے کہ گیانی صاحب کا یہ کہنا کہ سکھ مذہب میں کرامتوں کو تسلیم نہیں کیا گیا ایک صریح غلط بیانی ہے - حقیقت یہ ہے کہ سکھ کتب اس قسم کی باتوں سے بھری پڑی ہیں - اگر ہم ان کرامتوں کو یکجا جمع کر دیں تو شاید ہزار ڈیڑھ ہزار صفحہ کی کتاب بن جائے -

جلد ۴۱ | یوم چہارشنبہ مورخہ ۱۷ محرم ۱۳۷۲ھ ۸ اکتوبر ۱۹۵۲ء | نمبر ۳۹

پبلسٹی کی تحریک میں تمام جماعت حسب استطاعت حصہ لے

جماعتوں کے پریذیڈنٹوں اور سکرٹری صاحبان کی خدمت میں گذارش

(حضرت صاحب صدر کا ایک ضروری اعلان)

برادران مکرم و معظم سلمہ الرحمن - السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

مرکز سے شعبۂ نشر و اشاعت (پبلسٹی) کے سلسلہ میں آپ سے فنڈ کے لئے اپیل غالباً دو دفعہ شائع ہو چکی ہے۔ اس شعبہ کی اہمیت سے آپ سب بخوبی واقف ہیں۔ کئی احباب سلسلہ کی طرف سے مجھے ایسے خطوط موصول ہوئے ہیں جنہوں نے اس شعبہ کے کھلنے سے خوشنودی و اطمینان ظاہر فرمایا ہے۔ اس میں شک نہیں۔ کہ آپ کی یہ چھوٹی سی جماعت اشاعت اسلام کے کام میں بے نظیر قربانیاں کرتی چلی جا رہی ہے۔ آئے دن کوئی نہ کوئی نئی تحریک مرکز سے جاری ہوتی ہے اور ان سب تحریکوں کا بوجھ آپ پر ہے۔ بایں ہمہ میں آپ سے توقع رکھتا ہوں۔ کہ آپ اس نیک تحریک میں جس کے مقاصد بڑے بلند ہیں ضرور حصہ لیں گے۔ میں نے جب سے یہ کام سنبھالا ہے کبھی بھی لپٹ کر آپ سے نہیں مانگا۔ بلکہ گدا کی طرح آپ کے دروازوں پر صدا دیتا گذر جاتا ہوں۔ جس کو شرح صدر خدا بخشے۔ وہ دیتا جاتا ہے۔ جو بھی مل جائے مجھے اس میں خوشی ہے۔ پیارے بھائیو۔ اگر کوئی اچھی تحریک آپ کے سامنے آوے۔ محرک کون ہے۔ اس کی اس تحریک میں کیا نیت ہے۔ اس کا خیال چھوڑ دو۔ اگر تحریک آپ کو پسند ہے۔ تو کچھ دے سکو دے دو۔ کوئی دوست بھائی یا بہن ایسا نہ رہے۔ جو کچھ بھی نہ دے۔ میں آپ سے اتنا ہی مانگتا ہوں، جتنا کوئی آسانی سے دے سکے۔ میرے لئے اگر کوئی خوشی سے ایک پیسہ یا ایک آنہ دے تو مجھے راحت ہوگی۔ خوش قسمت ہیں وہ لوگ جو گدا کو اپنے دروازے سے خالی واپس نہیں کرتے قرآن کریم کا فرمان ہے۔ کہ اگر تو اپنے رب کی رحمت کو چاہتا ہوا جس کی تجھے امید ہے۔ ان سے منہ پھیرے تو ان سے نرمی کی بات ہی کہدے (واما تعرضن عنهم ابتغاء رحمة من ربك ترجوها فقل لهم قولا ميسورا (بنی اسرائیل آیت ۲۸) لہذا میں بیرونی جماعتوں کے تمام پریذیڈنٹوں اور سکرٹری صاحبان کی خدمت میں گذارش کرتا ہوں کہ آپ میری طرف سے جمعہ شریف کے روز بڑے التزام کے ساتھ نماز سے فارغ ہو کر اپنی جماعتوں میں اس امر کی تحریک کر دیں کہ ہر ایک دوست اس تحریک میں حصہ لے۔ جتنا وہ دے سکے۔ اور جس کیلئے اسے شرح صدر ہو اور نتیجہ سے مجھے براہ راست اطلاع دے دی جائے۔ مجھے آپ کی ہمدردیوں اور دعاؤں کی سخت ضرورت ہے۔ اللہ چاہے تو اس چھوٹی سی جماعت سے جس طرح شروع سے اللہ تعالیٰ بڑے بڑے کام لیتا آیا ہے۔ اب بھی لے گا۔ یاد رکھیں توفیق سب خدا سے ملتی ہے۔ اور اس کے پاک فرشتے دلوں میں نیک تحریک کرتے ہیں۔ محروم ہیں وہ لوگ جو ان تحریکوں پر عمل نہیں کرتے عیب سے پاک تو خدا کی ذات ہے۔ یہ سب خدائی کاروبار ہے۔ دینے والے کو خدا کے دیئے ہوئے مال میں سے دینا ہی بہتر ہے۔ نیت کا مالک خدا ہے جس شغف اور جذبہ اور خلوص نیت سے کوئی شخص کچھ اس کے راستہ میں خرچ کرے گا یا کرتا ہے۔ اس کا اجر اسکو خزانۂ غیب سے بڑھ چڑھ کر ملتا ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے۔ اس سے انکار نہیں ہو سکتا۔

ہمارے بجٹ کا دار و مدار محض خدا کے بھروسہ پر ہے۔ اسی کا یہ دین ہے اسی کو فکر ہے۔ ہم تو ان فکروں سے بے نیاز ہیں۔ صرف ایک یقین خدا کی ذات پر ہے جس کی بدولت ہم کو یہ ہمت و قوت اور سکون دل نصیب ہوا ہے۔ کہ فلاح عامہ اور خصوصاً اشاعت اسلام کے کام کبھی بند نہیں ہوتے۔ خدا کے مشن کا کام آج اگر آپ کے ہاتھ میں ہے۔ تو آپ خوش قسمت ہیں اگر آپ کے دلوں میں خدا کے راستے میں دینے سے تنگی ہوگی۔ تو یہ کام کسی دوسرے کے سپرد کر دے گا۔ کام زندہ رہے گا۔ یہ خدائی کاروبار ہمیشہ ہمیشہ کے لئے زندہ رہے گا۔ اور شجر طیبہ کی طرح دن بدن ترقی کریگا۔ پھیلیگا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں یہ حکمت کی باتیں ہم جس کو چاہتے ہیں سکھلا دیتے ہیں۔ اور جس کو حکمت کی باتیں سمجھ آ جائیں بس اس کو خیراً کثیراً مل جاتا ہے (یؤتی الحکمة من یشاء ومن یؤت الحکمة فقد اوتی خیرا کثیرا) (البقرہ آیت ۲۶۹) اس سے بڑھکر آپ کیا چاہتے ہیں۔

سو اے میرے پیارے بھائیو ان برکات و افضال کی قدر کرو۔ جو عزیز علیم و خبیر خدا آپ پر نازل کر رہا ہے۔ ہم کیا اور ہماری بساط کیا۔ ہم نے اس کی راہ میں کیا کیا۔ اور اس نے ہمارے ساتھ کیا معاملہ کیا۔ ذالك فضل الله يؤتيه من يشاء اور لئن شكرتم لازيدنكم پر بڑی مضبوطی سے عمل کرو۔ آپ کی مٹھی بھر جماعت کے وجود سے ان خطرناک ایام میں اللہ تعالیٰ نے کیا کیا کام لیا۔ اور کس طرح قدرت کے زبردست ہاتھ نے حضرت مسیح موعود کی صداقت بڑے زور آور حملوں سے دنیا پر ظاہر فرمائی۔ ایک طرف غیر احمدی مخالف کو طوعاً و کرہاً کہنا پڑا کہ آسمان سے آنیوالے کی امیدوں کو چھوڑ دو۔ نیا نبی آ سکتا ہے نہ پرانا۔ دوسری

پیغام صلح
جلد ۴۱ | یوم چہار شنبہ - مؤرخہ ۱۷ر محرم ۱۳۷۲ھ | نمبر ۳۹

مجلس رابطہ و اتحاد اور آل مسلم پارٹیز کنونشن

کچھ دن ہوئے حکومت پنجاب کی طرف سے "مجلس رابطہ و اتحاد" کے نام سے ایک کمیٹی کی تشکیل عمل میں آئی تھی، جس کا یہ مقصد بتایا گیا کہ وہ مختلف اسلامی فرقوں کے نزاعی معاملات میں حکومت کو مشورہ دینے کے لئے مقرر کی گئی ہے، ہمارا خیال تھا اور ہر سنجیدہ اور امن پسند انسان کا یہی خیال ہونا چاہیئے کہ احرار کے جماعت احمدیہ کے خلاف موجودہ شور و ہنگامہ کو ختم کرنے کے لئے حکومت نے یہ قدم اُٹھایا ہے۔ چنانچہ اس کے چند ہی روز بعد اس مجلس کی طرف سے ایک قرارداد کا اعلان ہوا جس کے ساتھ اراکین مجلس کے نام بھی بتائے گئے جن میں ابوالحسنات مولوی محمد احمد صاحب اس مجلس کے صدر تھے، اور سید مظفر علی شمسی اس کے اراکین میں شامل تھے،

اگرچہ یہ نام اپنی خصوصیات کے اعتبار سے اس قابل نہیں سمجھے جا سکتے کہ انہیں مختلف اسلامی فرقوں کے نزاعی معاملات میں حکومت کو مشورہ دینے کا اہل قرار دیا جائے، اور اس کے ساتھ ہی کسی احمدی کا اس مجلس میں نہ لیا جانا اور بھی موجب حیرت ہے، تاہم یہ خیال کیا جا سکتا ہے کہ شاید افتراق پیدا کرنے والوں کو رابطہ و اتحاد کا کام سپرد کرنے میں کوئی خاص حکمت حکومت کے پیش نظر ہو، اور اسی خیال سے ذیل کی قرارداد کو ہم نے خوشی و مسرت کیساتھ مطالعہ کیا:-

(الف) پاکستان کے اتحاد و استحکام کے لئے قطعاً لازمی ہے۔ کہ جملہ مذہبی فرقے اپنے اپنے اعتقادات کی اختلافی آراء کے اظہار سے احتراز کریں۔ اور ان کی تفاصیل کو عام مقامات میں ایسے انداز سے پیش کرنے سے دستکش رہیں .... جس سے کسی دوسرے فرقہ کے جذبات کو ٹھیس لگنے یا اس کے افراد میں اشتعال پیدا ہونے کا احتمال ہو یا آپس میں منافرت کے جذبات پیدا کرنے کا احتمال ہو۔

(ب) مقررین۔ صحافی اور مصنفین کو جو دونوں فرقوں سے متعلق ہوں لازم ہے کہ وہ اپنی تقاریر مقالات اور تحریروں میں ایسے انداز سے گریز کریں جن سے دونوں فرقوں کے جذبات مشتعل ہونے یا ان میں باہمی منافرت پیدا ہونے کا احتمال ہو۔

(ج) قرارداد میں عام مقام کی تعریف یوں کی گئی ہے۔ کہ ہر وہ مقام جہاں ہر شخص جا سکتا ہو، مثلاً سڑکیں، باغات، مساجد اور ہر ایسی جگہ جہاں نماز وعظ درس تدریس اور تعزیت ہوتی ہو۔ وہ نجی جائے رہائش جہاں وعظ و خطبہ اور تعزیتی تقریر کی تشہیر کے لئے لاؤڈ سپیکر استعمال کیا جائے۔ قرارداد کے پیش نظر ایک عام مقام ہی متصور ہوگی۔

اس قرارداد کو شائع ہوتے ابھی دو دن بھی نہ گذرے تھے کہ انہی لوگوں کی طرف سے جو اس قرارداد کے محرک اور منظور کرنے والے ہیں نام نہاد آل مسلم پارٹیز کنونشن کے زیر اہتمام ایک پبلک جلسہ باغ بیرون موچی دروازہ میں منعقد ہوا، جس میں صدر جلسہ وہی ابوالحسنات مولوی محمد احمد تھے، جن کی صدارت میں دو روز پہلے مجلس رابطہ و اتحاد نے مندرجہ بالا قرارداد منظور کی تھی، وہی مظفر علی شمسی اس جلسہ کے مقررین میں سے تھے جو مجلس رابطہ و اتحاد کے رکن بن کر اس قرارداد کو پاس کر چکے تھے، لیکن جب یہ دونوں حضرات اس پلیٹ فارم سے تقریر کرنے کے لئے کھڑے ہوئے تو نہ انہیں وہ قرارداد یاد رہی جس میں کسی دوسرے فرقہ کے جذبات کو ٹھیس لگنے یا اس کے افراد میں اشتعال پیدا ہونے یا آپس میں منافرت کے جذبات پیدا ہونے کا احتمال رکھنے والی تقاریر سے منع کیا گیا ہے نہ انہیں اس بات کا لحاظ رہا کہ وہ ایک "عام مقام" پر کھڑے ہیں جس کی تفصیل میں انہوں نے خود ہی قرارداد بالا میں سڑکوں، باغات اور مساجد کو شامل کیا تھا ان سب باتوں سے بے پروا ہو کر وہ واہی تباہی جو کچھ منہ میں آیا کہتے چلے گئے، چوہدری ظفر اللہ خاں پر نکتہ چینی تو علیحدہ امر ہے، مولوی ابوالحسنات نے سلسلہ عالیہ احمدیہ کے متعلق جن الفاظ میں اپنے خیالات کا اظہار کیا ان کو حسنات میں سے قرار دینا انہی لوگوں کا کام ہے جن پر برعکس نہند نام زنگی کافور کی ضرب المثل صادق آتی ہے، سید مظفر علی شمسی تو شیعہ ہونے کی وجہ سے تبرا بازی کے عادی ہیں، لیکن اسکو کیا کہا جائے کہ سُنی مولوی بھی ابوالحسنات کہلا کر ابوالسیئات بنتے چلے جا رہے ہیں، اور انہیں اتنی بھی پروا نہیں کہ ابھی دو روز پہلے حکومت کے زیر سایہ کیا قرارداد انہوں نے منظور کی تھی اور کس طرح اس کے ایک ایک لفظ کی مخالفت آج خود اپنی زبانوں سے کر رہے ہیں اور پھر اس سارے کھیل کا ہیرو وہ انسان نما .... ہے جس کی زبان، ہر قسم کے فواحش، ہر قسم کے مغلظات اور گندی سے گندی گالیوں سے کبھی نہیں رکتی، جماعت احمدیہ اور اس کے مقدس امام کو بُرے سے بُرے اور ناپاک ترین الفاظ سے یاد کرنے میں آلو مہار کی گدی کے سجادہ نشین الحسن کو جس قدر مہارت حاصل ہے، شاید کوئی بازاری غنڈہ بھی اس کا مقابلہ نہ کر سکے، موچی دروازہ کے باغ میں کھڑے ہو کر مولوی ابوالحسنات کی صدارت میں اس شخص نے اسلامی اخلاق کا جو نمونہ دکھایا اور مذہبی فرقوں میں منافرت اور اشتعال پیدا کرنے کے لئے جس غنڈہ گردی سے کام لیتے ہیں مجلس رابطہ و اتحاد کی مٹی پلید کی، اس کی نظیر تہذیب انسانی کی ساری تاریخ میں شاید نہ مل سکے، کیوں نہ ہو ؎

ستوں چشم بد دُور ہیں آپ دیں کے
نمونہ ہیں خُلقِ رسولِ امیں کے

یہ ہیں تحفظ ختم نبوت کے ٹھیکیدار اور ناموس رسول کے محافظ! شاید ان کا اسلام دوسروں کو گالیاں دینے اور تہذیب انسانی کی مٹی پلید کرنے کے سوائے اور کچھ نہیں، اگر ناموس رسول کی حفاظت اسی طریق سے ہو سکتی اور ختم نبوت اسی طرح محفوظ رہ سکتی ہے تو وائے گر پسِ امروز بود فردائے۔ ہم سمجھتے ہیں ختم نبوت اور ناموس رسولؐ کی یہ پرلے درجہ کی توہین ہے کہ ان کا نام لیکر اس قسم کی گندہ اور ناشائستہ تقریریں کی جائیں، جنہیں عام اخلاق انسانی بھی برداشت نہ کر سکیں، کیا ان تقریروں کے الفاظ حکومت کے کانوں تک نہیں پہنچتے؟ کیا اس نے مجلس رابطہ و اتحاد قائم کی ہے یا مجلس افتراق؟ جس کے دکھانے کے دانت اور ہیں اور کھانے کے اور؟ کیا اس مجلس کے اراکین اور صدر کا اس طرح کھلے بندوں اپنی ہی پاس کردہ قرارداد کی توہین اور تحقیر کرنا پرلے درجہ کی آئین شکنی نہیں؟ کیا پبلک پلیٹ فارم سے کھڑے ہو کر ایک قوم کو جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فدائی ہے "باغیان محمد" کے نام سے پکارنا اور یہ کہنا کہ "اس ملک میں ان کے لئے گنجائش نہیں ہے" امن عامہ کے منافی نہیں؟ پھر کیوں ان لوگوں کو ایسی کھلی چھٹی دے رکھی ہے کہ جو کچھ منہ میں آئے کہتے چلے جائیں اور انہیں کوئی پوچھنے والا نہیں کیوں ان افتراق انگیز عناصر کو مجلس رابطہ و اتحاد کی رکنیت عطا کر کے اسے عملاً مجلس افتراق بنا دیا گیا ہے؟ کیا اس مجلس کی منظور کردہ قرارداد کے پیش نظر ۱۳ر اکتوبر کو باغ بیرون موچی دروازہ میں تقریر کرنے والوں سے پوچھا جائے گا کہ انہوں نے اس قرارداد کی خلاف ورزی کیوں کی؟ کیا ایسی ناپاک تقریریں کرنے اور برسر عام دوسروں کے پیشواؤں کو گالیاں دینے والوں کے لئے کوئی قانون پاکستان کی حکومت میں نہیں؟ ہم امید کرتے ہیں کہ میاں ممتاز محمد خاں دولتانہ وزیر اعلےٰ پنجاب اس طرف خاص طور پر توجہ فرما کر اپنی عدل گستری کا ثبوت دیں گے تا ایسا نہ ہو کہ اس قسم کی اشتعال انگیز تقاریر جو آئے دن ملک کے ہر حصہ میں ہو رہی ہیں امن عامہ میں خلل پیدا کرنے کا موجب ہوں ؟

مرکزی مسلم لیگ کونسل کے اجلاس میں احمدیت کے متعلق ریزولیوشن

پنجاب مسلم لیگ میں جماعت احمدیہ کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کی تحریک میں ناکامی کا شکار ہوئی اور احرار مفسدین کو جو شکست فاش نصیب ہوئی وہ قارئین کرام سے پوشیدہ نہیں،

اب مرکزی مسلم لیگ کونسل کے اجلاس میں جو ۱۱ر ۱۲ر اکتوبر کو ڈھاکہ میں منعقد ہو رہا ہے مسٹر ہاشم گزدر کی طرف سے پھر اسی قسم کا ریزولیوشن پیش کرنے کی تحریک ہوئی ہے، یہ ریزولیوشن کونسل کے ایجنڈا میں آ چکا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ جس بنیاد پر پنجاب میں یہ تحریک پیش کی گئی تھی، وہ اب باقی نہیں اور احمدیوں کو غیر مسلم اقلیت بنانے کے لئے ایک اور سیاسی بنیاد ڈالی گئی ہے، پہلے کہا جاتا تھا کہ یہ لوگ ختم نبوت کے منکر ہیں اس لئے مسلمان نہیں اور انہیں مسلمانوں سے الگ اقلیت قرار دینا چاہیئے اب مسٹر ہاشم گزدر نے اپنی قرارداد میں یہ بنیاد اُٹھائی ہے کہ اس جماعت کا لیڈر پاکستان اور ہندوستان کے دوبارہ مل جانے کا حامی ہے، اس لئے اسے ایک غیر مسلم اقلیت بنا دیا جائے "اور تمام افسروں اور وزیروں کو جو قادیانی مذہب رکھتے ہوں (مرزا غلام احمد کے پیرو ہوں) ملازمت سے ہٹا دینا چاہیئے" غور کرنے کی بات ہے حضرت مرزا غلام احمد صاحب کے وقت میں کب پاکستان اور ہندوستان کی تقسیم ہوئی اور کب انہوں نے دوبارہ مل جانے کی حمایت کی، جماعت احمدیہ کی دونوں شاخوں کے موجودہ لیڈر بھی اس کے حامی نہیں ایسی حالت میں مسٹر گزدر کی قرارداد کس قدر غلط بیانی پر مبنی ہے جس سے ظاہر ہے کہ احمدیہ جماعت کے خلاف جو بھی عمارت کھڑی کی جاتی ہے اس کی بنیاد ایک ریت کے تودے پر ہوتی ہے جو کبھی قائم نہیں رہ سکتی، تاہم لیگ کونسل کے ممبران پر حقیقت کا انکشاف ہونا ضروری ہے اور یہ سننا موجب مسرت ہے کہ ہمارے محترم دوست حافظ محمد حسن صاحب چیمہ ایڈووکیٹ گجرات کونسلر پنجاب

سیّد عطاء اللہ شاہ بخاری قائدِ احرار کے نام ایک مکتوبِ مفتوح

از چوھدری محمد حسن صاحب چیمہ ایڈووکیٹ گجرات

ذیل کا مکتوب جو ہمارے محترم دوست حافظ محمد حسن صاحب چیمہ ایڈووکیٹ گجرات نے احراری لیڈر سید عطاء اللہ شاہ بخاری کو مخاطب کر کے لکھا ہے، اپنے انداز تحریر اور اسلوب بیان کے لحاظ سے بہت موثر ثابت ہو سکتا ہے بشرطیکہ اسے غیر از جماعت طبقہ میں زیادہ سے زیادہ تعداد میں تقسیم کیا جائے، جو ٹھوس حقائق اس مضمون میں بیان کئے گئے ہیں وہ اس قابل ہیں کہ عامۃ الناس کے علم میں لائے جائیں، کیا ہم امید کریں کہ سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری جو اس مضمون کے اصل مخاطب ہیں، اسی وسعت قلبی اور صبر چشمی سے اسے مطالعہ کریں گے جو معزز مکتوب نگار نے روا رکھی ہے اور اس پر ٹھنڈے دل سے غور کریں گے؟

وجہ خطاب

میں اسلامی دنیا میں اس دور کا سب سے بڑا انسان حضرت مرزا غلام احمد صاحب کو سمجھتا ہوں اور آپ غالباً انہیں اس دور کا سب سے زیادہ خطرناک انسان سمجھتے ہیں میں تحریک احمدیت کو انسانیت کے لئے مفید ترین تحریک سمجھتا ہوں اس لئے اس کے فروغ کو امن عالم کے لئے ایک ضمانت خیال کرتا ہوں۔ آپ اسے دنیا کے لئے ایک خطرہ تصور کرتے ہیں اس لئے اسے بیخ و بن سے اکھیڑ دینا چاہتے ہیں۔ پس یہ مکتوب دو متضاد خیالات کے انسانوں کے درمیان نامہ و پیام کا مقام رکھتا ہے۔ خیالات کا اختلاف اگر ذاتی مناقشات کا رنگ اختیار نہ کرے تو اسے حق ہے کہ وہ نوع انسان کو اپنے اپنے نقطہ نگاہ سے متاثر کرے اور نہایت دیانتداری اور خلوص سے انسانوں کو مضرات سے بچائے۔ اور مفید عام امور کی طرف راغب کرے۔ یہ زمانہ علم اور روشنی کا زمانہ ہے قلم کو اس دور میں وہ طاقت حاصل ہے جو اس سے پیشتر اسے کبھی حاصل نہیں ہوئی۔ پس آپ کو اس لئے آج مخاطب کر رہا ہوں کہ میں سمجھتا ہوں کہ آپ احمدیت کی موجودہ مخالفت کے قائد ہیں۔ اگر آج اس مخالفت سے احرار کو نفی کر دیا جائے تو یہ مخالفت اپنی موت آپ مر جائے گی۔ اور اگر احرار میں سے آپ کو نفی کر دیا جائے تو احرار بھی ایک جسد بے جان ہو کر رہ جائیں گے۔ اس لئے میں خیال کرتا ہوں کہ آپ کو مخاطب کر کے میں احمدیت کی روح مخالفت کو مخاطب کر رہا ہوں اور آپ سے برسر عام چند امور پر گفتگو کر کے پبلک کی توجہ بعض نہایت اہم اور فیصلہ کن امور کی طرف مبذول کرا سکوں گا اور اگر آپ کی نیت نیک اور ارادے اچھے ہیں تو آپ میری اس تحریر کو نہایت صبر و ضبط۔ حوصلہ و تدبر سے پڑھیں گے اور اگر آپ غلطی پر ہیں تو اپنی اصلاح کر لیں گے ورنہ اپنے پروگرام پر برابر عمل پیرا ہوتے رہیں گے تا آنکہ وہ وقت آ جائے کہ یومئذٍ تعرضون لا تخفیٰ منکم خافیۃ کا وقت آ جائے۔

میں احمدیت کو ایک مثبت اور جاندار تصور سمجھتا ہوں اور بیقرار ہوں کہ وہ اب تک ساری دنیا پر کیوں نہیں چھا گئی اور مخالفت کے طوفان اور عناد کی آندھیوں میں مجھے اس کے شاندار مستقبل کی جلوہ نمایاں نظر آ رہی ہیں میں ماضی اور حال کے واقعات کا تجزیہ کر کے اس کے مستقبل کو متعین کرنا چاہتا ہوں۔

احرار کی مخالفت

آپ نے دیکھا ہوگا کہ آپ کی جماعت احرار اسلام کو احمدیت کی مخالفت کے دورے پڑتے ہیں اور جس طرح ایک مرد بیمار میں یکلخت بیماری کے آثار نمودار ہو کر اسے بعض مجنونانہ حرکات پر مجبور کر دیتے ہیں اور اس پر ایک ایسا دورہ پڑتا ہے کہ اس سے غیر معمولی اعمال سرزد ہونے لگتے ہیں۔ اور بیماری کے کم ہونے پر وہ اپنی اصلی حالت پر آ جاتا ہے بعینہٖ یہی کیفیت مجلس احرار کی ہے ان حضرات کو بحیثیت جماعت عجیب طرح کے دورے پڑتے ہیں اور وہ اچانک احمدیت کے خلاف بھڑک اٹھتے ہیں پھر ملک میں ایک طوفان بدتمیزی برپا ہوتا ہے۔ اس کے در و دیوار لرز جاتے ہیں۔ گلیوں میں بازاروں میں مساجد میں، مقابر میں، جلسہ گاہوں میں۔ پریس میں پلیٹ فارم پر ایک حشر کا سا عالم نمودار ہو جاتا ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ احمدیت کے منسلک چند افراد اب صفحۂ ہستی سے مٹا دیئے جائیں گے مگر چند دنوں کے بعد یہ طوفان تھم جاتا ہے تو احمدیت پہلے سے کہیں زیادہ مضبوط۔ زیادہ جاندار اور زیادہ فعال ہو کر اور جیتی جاگتی تبلیغ اسلام کے لئے زیادہ مستعد ہو کر نکل آتی ہے اور اگر پہلے اس کا سالانہ بجٹ ہزاروں میں تھا تو اس کے بعد لاکھوں میں ہو جاتا ہے۔ احمدیت کی یہ کیفیت مسلسل چلی آتی ہے اور یہ ایک تاریخی حقیقت بن چکی ہے کہ سخت سے سخت مخالفت کے بعد احمدیت زیادہ شان اور زیادہ وقار سے ابھرتی ہے اور اشاعت اسلام کے کام میں زیادہ جوش اور انہماک سے مصروف ہو جاتی ہے۔ غالباً قدرت کو اس نوع کی مخالفت سے احمدیت کو مضبوط کرنا مقصود ہوتا ہے مرزا غلام احمد صاحب کے مخالفین اپنے اپنے وقتوں میں مخالفتیں کر کے اس دنیا سے گذر گئے اور تاریخ نے انہیں ہمیشہ کے لئے فراموش کر دیا۔ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری، محمد حسن بھیں، چراغدین جمونی الیاس برنی۔ ڈاکٹر عبدالحکیم۔ سید حبیب اور سینکڑوں اور ہزاروں غضبناک انسان احمدیت پر اپنے اپنے وقتوں میں حملہ آور ہوتے رہے۔ مگر آج ان کی یاد بھی دلوں سے محو ہو گئی مگر مرزا غلام احمد پہلے سے "زندہ اور تابندہ" ہے۔ آپ بھی اب زندگی کے آخری مرحلہ پر پہنچ چکے ہیں آپ کی چیخ پکار جادۂ اعتدال سے بڑھ چکی ہے اور آپ نے اپنی فسوں سازیوں اور جادو بیانیوں سے ہزارہا مخلوق کو احمدیت کے خلاف بھڑکایا اور اکسایا ہے مگر یہ سخت جان تحریک نہ ذرا گھبرائی اور نہ مرجھائی ہے بلکہ پہلے سے زیادہ پھیلتی اور پھولتی چلی جاتی ہے وقت آ رہا ہے کہ آپ بھی داعی اجل کو لبیک کہہ جائیں اور اس گوشۂ گمنامی میں داخل ہو جائیں جہاں آپ کے پیشرو بسیرا لے رہے ہیں۔ چونکہ ابھی تک آپ بقید حیات ہیں اس لئے آپ پر اتمام حجت ضروری ہے اور ماضی و حال پر ایک طائرانہ نگاہ ڈال کر مستقبل کے متعلق کوئی صحیح رائے قائم کرنا ہے۔

جنگِ آزادی

آپ کو اپنا شباب کا زمانہ یاد ہوگا کہ آپ نے آزادی کی جنگ میں کانگریس کے پہلو بہ پہلو کھڑے ہو کر بڑی معرکۃ الآرا لڑائیاں لڑیں اس وقت اللہ تعالیٰ نے عوام میں آپ کو مقبول کیا آپ کی سحر آفریں تقریریں لوگوں کو وجد میں لاتی تھیں۔ آپ کی زبان سے چندہ کی اپیل ہوتی تھی تو حاضرین جیبیں خالی کر دیتے تھے۔ عورتیں زیورات کا انبار لگا دیتی تھیں۔ تمام رات سردیوں کے موسم میں لوگ آپ کی جادو بیانی سے لطف اندوز ہوا کرتے تھے۔ یہ قبول عام کی دولت آپ کو آپ کے اخلاص اور صفائی قلب کی وجہ سے حاصل ہوئی یہاں تک کہ آپ کے شباب کی رنگینیاں بھی جن کی ایک طویل فہرست آپ کے مخالف آپ کو بدنام کرنے کے لئے شائع کرتے رہے آپ کی محبوبیت کو کم نہ کر سکیں مگر جہاں قدرت نے آپ کی انفرادی لغزشوں کو معاف کر دیا وہاں آپ کی ملی سرکشیاں آپ کی شہرت کے لئے پیغام اجل بن گئیں اور آپ کی محبت سے دل خالی ہو گئے کشمیر کے معاملہ میں آپ کی روش ناقابل معافی ٹھہری شہید گنج کے سلسلہ میں آپ کا طرز عمل ملت کی نگاہوں میں آپ کو ہمیشہ کے لئے معتوب کر گیا۔ اور پھر قیام پاکستان کے معاملہ میں آپ کا رویہ غداری کی حد تک پہنچ گیا اور قدرت نے آپ پر تعزیر قائم کر دی حتیٰ کہ آپ کی سیاسی زندگی ختم ہو گئی اور آپ نے بھی تقین کر لیا کہ اب آپ کو وہ اقتدار اور ہر دلعزیزی حاصل نہیں ہو سکتی۔ آپ کے ساتھ آپ کی ساری جماعت بھی ملت کی نگاہوں سے گر گئی۔

اقتدار کی ہوس

اس زوال اور انحطاط کے اثرات کو دور کرنے کی آپ نے یہ ترکیب سوچی کہ احمدیت کے خلاف محاذ قائم کیا جائے اور اس طرح لوگوں کے تعصب کو بھڑکا کر

عوام کو پھر اپنی طرف متوجہ کیا جا سکے۔ یہ کھیل آپ مدت سے کھیل رہے ہیں اور آج کل اس کی آخری بازی لگا رکھی ہے اگر اس دفعہ بھی احمدیت نہ مٹائی گئی تو احرار کے مٹ جانے میں کوئی شبہ باقی نہ رہے گا۔ آپ نے اب یہ بھی اعلان کیا ہوا ہے کہ آپ اور آپ کی جماعت کو اب سیاست سے کچھ تعلق نہیں ہے۔ آپ ایک تبلیغی جماعت ہیں اور اسلام کی اشاعت آپ کا مقصد ہے اس اعلان کے بین السطور مطلب کو ذی فہم دنیا خوب سمجھتی ہے اور آپ کے اصل مدعا سے بھی ذی شعور طبقہ خوب واقف ہے۔

تبلیغ کا میدان

اگر فی الواقعہ آپ کو تبلیغ اسلام کا کام کرنا تھا تو غیر اسلامی دنیا میں آپ اسلام کے مشن کھولتے، کفار اور مشرکین کے ممالک میں توحید کا پرچار کرتے، فتنہ تثلیث کے استیصال کا فکر کرتے۔ قرآن کریم کے تراجم غیر زبانوں میں کر کے اسے شائع کرتے اور اسلامی تعلیم سے اہل علم طبقہ کو روشناس کراتے

گھر میں کرنے کا کام

اور اگر گھر میں ہی اصلاح کا کام کرنا تھا تو ان فرقوں کی اصلاح کرتے جو اسلام کی اصل تعلیم سے بھٹک چکے ہیں اور ان ہزارہا انسانوں کے دلوں میں صحابہ کرام کی عزت اور احترام کا جذبہ پیدا کرتے جو لوگ خلفاء ثلاثہ کی مساعی جمیلہ کو استخفاف کی نظر سے دیکھتے اور انہیں اسلام کا خادم سمجھنے کی بجائے اسلام کا دشمن خیال کرتے ہیں کیا آپ نہیں جانتے کہ تاریخ اسلام میں حضرت ابوبکر صدیقؓ۔ حضرت عمر فاروق رضؓ اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ کی شان کس قدر بلند ہے اور انہوں نے کتنی بلند پایہ خدمات اسلام کے متعلق سرانجام دیں جس کا اعتراف خود مخالفین اسلام کو بھی ہے اور کیا آپ یہ نہیں جانتے کہ آپ کے ملک میں لاکھوں انسان ایسے بستے ہیں جو اسلام کے ان چمکتے ستاروں کو تاریخ کے بدنما دھبے خیال کرتے ہیں۔ کیا ان یاران نبی کے لئے آپ کے دلوں میں کچھ غیرت نہیں کہ ان کے متعلق غلط رائے رکھنے والے بھائیوں کے دلوں میں سے بدگمانیوں کے غبار کو دور کرنے کی کوشش کریں، ہز ہائی نس آغا خان کی جماعت کی طرف ہی ذرا توجہ دیتے اور ان کے عقائد اور اعمال کا جائزہ لیتے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے ایک معتدبہ حصہ کو ایک انسان کی عبودیت سے نکال کر انہیں خالق کے آستانے پر جھکاتے۔ اسی سرزمین پاکستان میں منکرین حدیث کا ایک گروہ اپنی تباہ کن روش سے دین کی عظیم الشان عمارت کے انہدام میں لگا ہوا ہے اس کی کچھ روک تھام کرتے، کیا آپ نہیں دیکھتے کہ ہزاروں جہلا پیروں کے آستانوں پر جا کر سجدہ ریز ہو رہے ہیں کہیں قبروں کی پرستش ہے کہیں مردوں سے استمداد ہے۔ کہیں تعویذ اور گنڈے چل رہے ہیں۔

عملی واخلاقی اصلاح کی ضرورت

الغرض مسلمان سینکڑوں قسم کے شرک میں مبتلا ہیں اور عمل کی دنیا میں اس سے زیادہ ہولناکیاں ہیں سینماؤں میں برہنہ ناچ ہوتے ہیں اور عریاں قسم کے ترانے سنائے جاتے ہیں۔ جنسی ہولناکیاں ہیں اور شب و روز سینکڑوں انسان ان تفریح گاہوں میں جا کر اپنے اخلاق کو تباہ کر رہے ہیں۔

خدمت دین کرنیوالی جماعت کی مخالفت کیوں؟

اگر آپ کے دلوں میں تبلیغ اسلام کا جذبہ کارفرما ہوتا تو کام کرنے کا میدان بہت وسیع ہے۔ چاہیئے تو یہ تھا کہ آپ ان خرابیوں کی اصلاح کرتے مگر آپ ہیں کہ ایک مٹھی بھر جماعت کے پیچھے لگے ہوئے ہیں جو دین کی از سر نو تجدید کر رہی ہے عقائد کی خرابیوں کو دور کر رہی ہے، اور اعمال صالح کی دعوت دیتی ہے جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نہ صرف خود کلمہ پڑھتی ہے بلکہ دنیا کے لوگوں کو اس کا کلمہ پڑھانا چاہتی ہے اور اس مقصد کے لئے مشرق و مغرب میں اپنے تبلیغی مراکز قائم کئے ہوئے ہے اس جماعت کی وجہ سے قرآن کریم جزدانوں سے باہر آ گیا ہے اور دنیا کی مختلف زبانوں میں ترجمہ ہو کر دنیا میں پھیلتا چلا جا رہا ہے یہ وہ جماعت ہے جو صحابہ کرام کی نہ صرف عزت کرتی ہے بلکہ ان کی پاک اور بے لوث زندگیوں پر کتابیں نشر کرتی ہے ان کے ہاں ائمۃ الدین کا احترام ہے اور صلحائے امت کی پیروی ہے۔ یہاں نہ شرک ہے نہ بدعت نہ فسق ہے نہ فجور۔ نمازیں کثرت سے پڑھی جاتی ہیں اور دعاؤں میں شغف ہے تہجد گذاری ان کا خاصہ ہے، دین کی راہ میں مال و دولت لٹا دینا ان کے ہاں روزمرہ کا واقعہ ہے، وہ کثرت سے صدقے دیتے ہیں اور باقاعدہ زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور ان کی مجالس میں ہر وقت دین اور شریعت کا چرچا رہتا ہے۔

شکست خوردہ ذہنیت

کیا آپ نے ابھی تک یہ محسوس نہیں کیا کہ اپنی تمام جد و جہد اور شور و شغب میں بلاشبہ آپ نے لوگوں کے جذبات کو تو ضرور احمدیت کے خلاف بھڑکا لیا ہے اور ملک میں نفرت و حقارت کے بیج بو دیئے ہیں مگر اپنے اور اپنی جماعت کے لئے آپ نے کوئی خاص مقام حاصل نہیں کیا اور عوام کے دلوں میں آپ کے لئے محبت اور احترام کا کوئی جذبہ پیدا نہیں ہوا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ ایک بلند مقام سے گر کر ایک ایسی سطح پر آ پڑے ہیں۔ جہاں سے لوگوں کو گمراہ کرنا اور اسلام میں تفرقہ اندازی اور فتنہ پردازی کرنا آپ کا شیوہ بن گیا ہے یہ اکثر دیکھنے میں آیا ہے کہ شکست خوردہ اور مایوس ہستیاں شکست اور زوال کے بعد اپنی اصلاح کرنے کی بجائے دوسروں کو گمراہ کرنا اپنا وطیرہ بنا لیتی ہیں اور اپنی ناکامی و نامرادی کا انتقام ان عوام سے لینا چاہتی ہیں جنہوں نے کسی وقت ان کو ٹھکرا دیا تھا اور کسی اور کی قیادت قبول کر لی تھی۔ قیام پاکستان کے وقت عوام نے قائد اعظم کو اپنا رہنما بنا لیا تھا اس کے قائم کردہ اتحاد اور اتفاق کی برکت سے پاکستان حاصل کر لیا۔ کیا ایسا تو نہیں کہ آپ اس اتحاد کو پاش پاش کرنا چاہتے ہیں جو تخلیق پاکستان کا سبب بنا اور باہمی نزاع اور تفرقہ بازی سے اسی پاکستان کی تخریب کے درپے ہیں جو آپ کی امنگوں اور تمناؤں کی راکھ پر بنایا گیا تھا؟

ابن آدم کا دشمن

ابن آدم کا دشمن جب غضب الٰہی کا شکار ہوا تو اس نے پشیمان ہونے اور توبہ کرنے کی بجائے جناب الٰہی سے یہ التجا کی انظرنی الی یوم یبعثون۔ جب فرزندان تاریکی ایسی استدعائیں کرتے ہیں تو جناب باری انہیں گمراہی پھیلانے کی اجازت دے دیا کرتے ہیں اور حکم ہو جاتا ہے انک من المنظرین۔ اپنی ناکامی اور شکست کا انتقام لینے کے لئے مایوس ہستیاں یوں اعلان کر دیتی ہیں فبما اغویتنی لاقعدن لھم صراطک المستقیم اور پھر اپنی تباہ کاریوں اور شر انگیزیوں میں ہمہ تن مصروف ہو جاتی ہیں۔ ثم لاٰتینھم من بین ایدیھم ومن خلفھم وعن ایمانھم وعن شمائلھم ولا تجد اکثرھم شاکرین مگر مرد مومن کو نہیں چاہیئے کہ اس انسانیت کے دشمن کی پیروی کرے۔

لایموت فیھا ولا یحیٰی کی حالت

آپ نے تخریبی کارروائیوں میں تو ید طولیٰ حاصل کر لیا مگر دلوں کی اقلیم آپ فتح نہ کر سکے اب آپ کی یہ حالت ہے کہ نہ تو آپ کو گوشۂ عافیت حاصل ہے کہ خاموشی سے اپنی گذشتہ لغزشوں سے تائب ہو کر آستانہ الٰہی پر جھکیں اور نہ ہی آپ کو مسند قیادت حاصل ہوتی ہے بلکہ لایموت فیھا ولا یحیٰی کی سی کیفیت آپ کے شامل حال ہو رہی ہے۔ یہ عبرت کا مقام ہے اور دوسری جماعتوں کو اس سے سبق لینا چاہیئے، سیاست اس وقت آپ سے زیادہ ہوشیار ہاتھوں میں ہے اور آپ ان سے ٹکر نہیں لے سکتے۔ یہ وقتی ڈھیل جو آپ کو مل رہی ہے اور آپ کی رسی دراز کی جا رہی ہے اسے دیر تک کوئی حکومت برداشت نہیں کر سکتی۔ حکومت بھی خوب جانتی ہے کہ آپ کا اصل حملہ ارباب اختیار پر ہے۔ احمدی بیچارے تو ایک بہانہ کے طور پر سامنے رکھے گئے ہیں۔ آپ درحقیقت حکومت کو کمزور کرنا چاہتے ہیں اس کے قانون کو بے وقعت اور بے اثر کرنا چاہتے ہیں، اور حکومت آپ کی اس چال سے بے خبر نہیں۔ اور عنقریب اس کی پکڑ آپ کو دبوچ لے گی۔

احمدیت ایک زندہ اور ٹھوس حقیقت ہے

میرا ایمان ہے کہ وہ تحریک جس کے کچلنے کے آپ درپے ہیں۔ اسکو کچلنے میں بھی آپ کبھی کامیاب نہیں ہو سکتے کیونکہ وہ ایک انفعالی تحریک ہے۔ اور مثبت اور نافع الناس تحریک ہے ایک واضح اور زندہ حقیقت ہے ایک ٹھوس اور نہ مٹ سکنے والی صداقت ہے، وہ کوئی منفی قوت نہیں نہ کوئی معذرت ہے وہ ایک پیغام انقلاب ہے۔ اور ایک اصلاحی اور تنظیمی اقدام۔ آؤ آج دیکھیں کہ آخر اس تحریک میں کیا برقی قوت اور الٰہی طاقت ہے کہ ایک صدی سے علماء کی دنیا اس سے ٹکرا رہی ہے مگر اسے کوئی گزند نہیں پہنچا سکی۔ جو تحریک ایک درویش صفت انسان کے گرد چند پاک نفوس کے جمع ہونے سے شروع ہوئی۔ آج تمام عالم میں نامور ہو رہی ہے اور دن بدن اس کا قدم ترقی کی جانب اٹھ رہا ہے۔ اس کے عروج کا اندازہ اس مخالفت سے کرنا چاہیئے جو اس وقت پاکستان میں ایک خوفناک طوفان کی شکل اختیار کر رہی ہے۔ آؤ اس کی چند خصوصیات کا مطالعہ کریں اور دیکھیں کہ کیا انسانی طاقت اس قسم کی ابدی سچائیوں اور صداقتوں کو مٹا سکتی ہے۔

تحریک احمدیت کی چند خصوصیات

۱۔ جہاد

سب سے پہلی خصوصیت احمدیت کی یہ ہے کہ وہ ایک حقیقت پسند تحریک ہے۔ اس نے دیکھا کہ مسلمان

اس مادی دنیا میں کمزور اور ناتوان ہیں۔ مادہ پرست مخالفین دن رات مادی سامان اور آلات حرب تیار کرنے میں مصروف ہیں۔ اور اب مسلمان مادی سامانوں سے ان کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ ہاں مادہ پرست جس قدر ظاہری سامانوں سے اور مال و دولت سے آسودہ حال ہیں۔ اسی قدر روحانی اور اخلاقی نعماء سے تہی دست ہی ہیں پس دین کے نام پر مسلمان کا تلوار سے کسی قوم کا مقابلہ کرنا ناممکن ہے۔ احمدیت نے حقیقت پسندانہ انداز میں مسلمانوں کو مشورہ دیا کہ اس زمانہ میں اور اس ملک کے موجودہ حالات میں مسلمانوں کا دین کے نام پر تلوار اٹھانا خلاف مصلحت ہے۔ تلوار کا جہاد وقتی جہاد ہوتا ہے اور مخصوص شرائط سے مشروط ہوتا ہے جو اس وقت ناقابل عمل ہے مگر احمدیت نے ایک اور جہاد کی طرف لوگوں کی توجہ منعطف کرائی جو ایک مسلسل جہاد ہے ہر وقت کا جہاد ہے اور ہر مسلمان پر فرض ہے اور وہ ہے جہاد کبیر اور وہ قرآن کریم کے ذریعہ تمام دنیا کی باطل پرستیوں کے خلاف ایک چیلنج ہے بلکہ اعلان جنگ ہے جیسا کہ قرآن شریف نے بتایا ہے وجاهدهم به جهاداً كبيرا

یہ قرآنی جہاد احمدیت نے فی الفور شروع کر دیا۔ ہمارے علماء اس اعلان سے غضبناک ہو گئے اور کہنے لگے کہ مرزا صاحب نے جہاد کو منسوخ کر دیا ہے حالانکہ مرزا صاحب نے صرف ایک مخصوص حکم کو مخصوص شرائط سے معدوم ہونے کی وجہ سے التوا میں ڈال دیا تھا اور عملاً تمام علماء اسلام نے اپنا مسلک یہی رکھا جس کا اظہار مرزا صاحب نے کیا تھا۔ البتہ جہاد کبیر کی طرف علماء متوجہ نہ ہوئے اور انہوں نے یہ میدان صرف حضرت مرزا صاحب کی جماعت کے لئے چھوڑ دیا۔ علماء تو جہاد صغیر اور جہاد کبیر دونوں سے محروم ہو گئے مگر جماعت نے قرآن کریم کو ہاتھ میں لیکر دنیا کے تمام اطراف و اکناف میں پھیل گئی اور دنیا کے نقطہ نگاہ کو بدل ڈالنے میں خاصی کامیاب ہو گئی۔

احمدیت کے متعلق مستشرقین کے اقوال

ذیل میں ہم حکماء فرنگ کے چند اقوال نقل کرتے ہیں جس سے معلوم ہو گا کہ نبض شناسان جہاں احمدیت کو کس نگاہ سے دیکھتے ہیں اور اس سے احمدیت کی روحانی فتوحات کا اندازہ لگ سکے گا:۔

(۱) "اس وقت احمدی جماعت دنیا میں سب سے زیادہ اشاعت اسلام کرنیوالی قوم ہے" (انڈین اسلام صفحہ ۲۱۷)

(۲) "احمدیت اس بات کا فیصلہ کر چکی ہے کہ پیغمبر کے کیریکٹر کو ہر ایک الزام سے پاک ثابت کرے" (انفلوئنس آف اسلام صفحہ ۱۰۹)

(۳) "تحریک احمدیت حقیقتاً ایک اشاعت اسلام کی سوسائٹی بن گئی ہے۔ اگرچہ پرانے خیال کے علماء اب تک اسے شک کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں" (وہڈر اسلام صفحہ ۳۵۳)

(۴) "لاہور کی جماعت جو اصل قوم سے الگ ہو گئی ہے اس وجہ پر کہ وہ بانی سلسلہ کو محض مجدد تسلیم کرتے ہیں نہ کہ نبی وہ اسلامی رائے عامہ کو زیادہ پسند ہیں۔۔۔ ان کا اثر اس سے بہت زیادہ وسیع ہے جو ان کی تعداد سے قیاس ہو سکتا ہے۔ ان کے اسلام سے دفاع اور اس کی حفاظت کو بہت سے تعلیمیافتہ مسلمان قبول کرتے ہیں کہ یہی ایک صورت ہے جس میں وہ عملی رنگ میں اسلام کے وفادار رہ سکتے ہیں"

(مسلم ورلڈ جلد ۲۱)

یہ ایک عجیب بات ہے کہ جس طرح دوسرے مذاہب کے مقابلہ میں اسلام کو جو مشکلات پیش آئیں بالکل اسی رنگ میں احمدیت کو دوسرے اسلامی فرقوں کے مقابلہ میں مشکلات کا سامنا ہوا ہے اسلام نے تمام مذاہب سے بڑھکر عورت کا مقام بلند کیا تھا اور اس کے احترام اور عزت کو قائم کیا تھا مگر اغیار نے آج تک عورت کے سوال پر ہی اسلام کو بدنام کر رکھا ہے۔ اسلام نے تعصب اور تنگ دلی کو دور کرکے دنیا میں مذہبی رواداری قائم کی تھی مگر دشمن آج تک تنگ دلی اور تعصب ہی کا اسلام پر الزام لگاتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ دین بزور شمشیر پھیلا ہے بعینہ یہی حالت احمدیت کی ہوئی، اس نے مسلمانوں پر جہاد کا صحیح مفہوم واضح کیا مگر مخالفین نے جہاد ہی کی وجہ سے احمدیت کو متہم کیا۔ پس احمدیت کی یہ ایک نہایت اہم خصوصیت ہے کہ وہ جہاد مسلسل اور پیکار متواتر اور عمل پیہم کی قائل ہے اور اس میں دن رات مصروف ہے اور اس کی مساعی کے نتائج بھی ظاہر اور عیاں ہیں۔ مگر کیا کریں کہ علماء کو دلیل اور معقولیت سے قائل کرنا ممکن نہیں نہ خود تو جہاد کرتے نہیں نہ تلوار سے نہ مال سے نہ قلم سے نہ زبان سے مگر احمدیوں کو بلاوجہ ملزم گردان رہے ہیں۔

(۲) کسر صلیب و فتنہ دجال کا انسداد

احمدیت کی دوسری خصوصیت یہ ہے کہ اس نے اسلامی دنیا کو عیسائیت اور مادیت کے فتنہ سے آگاہ کیا اور قرآن کریم اور احادیث صحیحہ سے استدلال کیا کہ اس وقت اسلام کا مقابلہ فرنگ کے فتنہ دجالیت سے ہے۔ یورپ کے عیسائیوں نے اسلام کے خلاف اس قدر مغلظات کہی ہیں اور اس قدر زہریلا پروپیگنڈا کیا ہے کہ وہاں کی علم دوست آبادی اسلام سے متنفر ہو گئی، عیسائی اپنے مسیحی عقائد کی حفاظت تو نہ کر سکے مگر انہوں نے اسلام کے متعلق بھی لوگوں کے دل نفرت سے بھر دیئے حتیٰ کہ یورپ میں نئے سے نئے نظریئے اور فلسفے پیدا ہو گئے اور انسانی تخیل نے بلا امداد وحی کچھ اس قسم کے زندگی کے ضابطے مرتب کرنے شروع کر دیئے کہ انسانوں کی دنیا میں تفرقے پیدا ہو گئے اور خود عیسائی خطرناک طبقوں اور فرقوں میں تقسیم ہو کر ایک دوسرے کے لاگو بن گئے اور ہر ملک دوسرے ملک کی تباہی کے سامان جمع کرنے لگا۔ یہ اسی کا نتیجہ ہے کہ انسانی دنیا دو دفعہ ہولناک طریق پر خون کے غسل لینے پر مجبور ہوئی اور لاکھوں نفوس موت کے گھاٹ اتار دیئے گئے اور اب تیسری جنگ کی تیاریاں ہو رہی ہیں یہ وہ خطرناک فتنۂ دجال ہے جس کی خبر مخبر صادق ﷺ نے اپنی واضح پیشگوئیوں میں دے دی تھی۔ اور احمدیت نے اسلامی دنیا کو اس خطرہ کے مضرات سے بروقت آگاہ کر دیا تھا۔ اسی فتنہ دجال کے اندر یاجوج اور ماجوج کی باہمی آویزش کے راز پوشیدہ تھے احمدیت نے ان پر سے بھی پردہ اٹھایا۔ اس فتنہ کی ہیبت ناکی سے مسیح بھی خبر دیتا رہا اور اس فتنہ کی تفصیلات اور جزئیات سے حضور ختمیت مآب صلعم نے اپنی امت کو نہایت ہی واضح پیرائے میں آگاہ کر دیا۔ دجال کے کارناموں اور یاجوج ماجوج کے حالات کو اگر احادیث میں پڑھیں اور زمانہ حال سے اس کی تطبیق کریں تو انسان کا ایمان بڑھ جاتا ہے، اور اسلام ایک حقیقت بن کر سامنے آجاتا ہے۔ احمدیت نے انگریز قوم کے قائدین کو دجال کہا اور یورپ کی قوموں کو یاجوج ماجوج بتلایا حتیٰ کہ خود علامہ اقبال نے احمدیت کی اس تعبیر کو قبول کیا اور یہ حقیقت پسندانہ شعر لکھ کر حضرت مرزا صاحب کی پرزور تائید کی ؎

کھل گئے یاجوج اور ماجوج کے لشکر تمام
چشم مسلم دیکھ لے تفسیر حرف ینسلون

اس سے بھی اندازہ لگا لیجئے کہ حضرت مرزا صاحب پر انگریز نوازی کا الزام کس قدر غلط ہے۔ انگریز کے مذہب سے انہوں نے ایسی نبرد آزمائی کی کہ عیسائی چیخ اٹھے کہ احمدیوں سے ہمیں بچائیے۔ وفات مسیح ثابت کرکے انہوں نے مذہب عیسویت کی بنیادیں متزلزل کر دیں۔ انگریزی تہذیب کا نام دجل رکھا اور پادریوں کو دجال کہا۔ ہاں انگریزی حکومت میں آزادی رائے آزادی عبادت اور آزادی تبلیغ و اشاعت کی تعریف کی۔ یہ انصاف کی بات تھی۔ اس وقت سکھوں کی حکومت تازہ تازہ ختم ہوئی تھی اور مسلمانوں نے سکھوں کے مظالم اور ان کی استبدادیت کے نظارے دیکھے ہوئے تھے۔ اس کے مقابلہ میں انگریزی حکومت کے امن اور سلامتی کی کیفیت واقعی ایک نعمت تھی۔

(۳) مسیح کی آمد ثانی

مسلمانوں کی تاریخ کے تمام ادوار میں تمام علماء مسیح کی آمد ثانی کا عقیدہ رکھتے چلے آئے ہیں احادیث میں نہایت تفصیل کے ساتھ اس کا ذکر موجود ہے۔ ان احادیث کی صحت کا اب تک انکار نہیں کیا گیا۔ اور اب تک ہمارے علماء ان احادیث کے منکر نہیں بلکہ اس پر اعتقاد رکھتے ہیں۔ کہ حضرت مسیح دوبارہ آئیں گے۔ ان کا خیال یہ تھا کہ حضرت مسیح زندہ آسمان پر موجود ہیں۔ اور آخری زمانہ میں ان کی دوبارہ بعثت ہو گی اس عقیدہ کے مطابق علماء کا یقین تھا کہ چودھویں صدی میں مسیح کا نزول ہو گا۔ ملاحظہ ہو حجج الکرامہ مرتبہ نواب صدیق حسن خاں صاحب) حضرت مرزا غلام احمد صاحب نے اللہ تعالےٰ سے خبر پا کر اعلان کیا کہ حضرت مسیح علیہ السلام مثل دیگر انبیاء کے فوت ہو چکے ہیں۔ اور ان کی حیات کا عقیدہ غلط ہے جیسا کہ ومبشراً برسول یاتی من بعدی اسمه احمد کی آیہ کریمہ سے عیاں ہے۔ اور یہ آیت صاف بتلاتی ہے۔ کہ آنحضرت صلعم حضرت مسیح علیہ السلام کے بعد آئے نہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام آئیں گے اور اسی طرح آیہ کریمہ وما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل صاف بیان کر رہی ہے کہ حضور نبی کریم سے پہلے تمام رسول فوت ہو چکے ہیں اور بوقت رحلت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضور کی وفات کا استدلال آیت مذکورہ سے ہی صحابہ رضی اللہ عنہم کے ایک جم غفیر کے روبرو پیش کیا گیا جس پر تمام اصحاب کبار نے سکوت اختیار کیا۔ اور سب سے بڑھکر آیت خاتم النبیین اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہ آئے نہ نیا اور نہ پرانا۔ قرآن کریم میں تمام

. . . . انسانوں کے متعلق الٰہی قانون یوں بیان کیا گیا ہے فیها تحیون وفیها تموتون ومنها تخرجون۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان اسی سیارہ زمین میں زندہ رہے گا اور اسی میں مرے گا۔ اور اسی سے اٹھایا جائے گا۔ غرضیکہ قرآن شریف کی متعدد آیات سے یہ ثابت ہو چکا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام اس دنیا سے رحلت کر گئے ہیں۔ اور بجسد عنصری ان کا زمین سے آسمان پر اٹھائے جانے کا عقیدہ غلط ہے۔ مگر حیات مسیح کا عقیدہ دلوں پر ثبت تھا۔ علماء مدت سے اس کے قائل چلے آ رہے تھے۔ حضرت مرزا صاحب نے جونہی وفات مسیح کا اعلان کیا تو ملک میں ایک ہنگامہ برپا ہو گیا۔ اور ساتھ ہی حضرت مرزا صاحب نے مسیح کی آمد ثانی کی توجیہہ بھی نہایت مدلل اور معقول پیرایہ میں کر دی۔ انہوں نے بتلایا کہ دوبارہ کسی نبی کا آنا بعینہٖ بجنسہٖ مراد نہیں ہوتا۔ بلکہ اس کی خو۔ بو۔ رنگ اور خصلت پر آنا مقصود ہوتا ہے۔ چنانچہ انہوں نے آنے والے مسیح موعود اور مسیح ابن مریم کے الگ الگ حلیے بھی احادیث نبوی سے ثابت کر دیئے۔ اور حضرت مسیح ابن مریم کی اپنی زبان سے جیسا کہ انجیل میں مذکور ہے۔ دوبارہ آنے کی تشریح بھی پیش کر دی جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی نبوت کا دعوے کیا۔ تو علماء یہود نے حضرت مسیح علیہ السلام پر اعتراض کیا۔ کہ آپ اگر مسیح ہیں تو ہمیں یہ بتائیں کہ الیاس کہاں ہے۔ جبکہ ہماری کتابوں میں لکھا ہے۔ مسیح ہرگز نہیں آسکتا جب تک الیاس علیہ السلام نہ آئے۔ جیسا کہ ملاکی نبی کی کتاب اور حدیث کی کتاب طالمود میں لکھا ہے کہ حضرت الیاس کا حضرت مسیح سے پہلے آسمان سے آنا ضروری ہے، لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا کہ الیاس تو یحییٰ کی شکل میں آچکا ہے۔ کیونکہ وہ اسی کی خو بو میں جلوہ گر ہوا ہے اور اب اس کا انتظار عبث ہے۔ الغرض حضرت مرزا صاحب نے قرآن شریف اور احادیث صحیحہ سے ایک عالمانہ تفسیر کر کے ایسی خوبصورتی سے تطبیق کر دی۔ کہ اس کے سوا اس کی اور کوئی توجیہہ ممکن ہی نہ تھی۔ مگر ان نئے نظریوں اور نئی توجیہوں سے قدامت پسندی کے قلعے لرزہ کھانے لگے۔ اور علماء میں ایک شور برپا ہو گیا کفر کے فتوے صادر ہونے لگے۔ اور ہر طرف سے مخالفت کے طوفان اٹھنے لگے۔ مگر وہ مرد یگانہ ایک طرف تو غیر مذاہب کی مخالفت کا مردانہ وار مقابلہ کرتا رہا اور دوسری طرف اسلام کی اندرونی مخالفت کا جواب دیتا رہا حتیٰ کہ وہ مخالفت اب انتہائی عروج کو پہنچ چکی ہے مگر حیرت ہے کہ اس مخالفت کا سب سے بڑا مؤید اخبار زمیندار بھی یہ لکھنے پر مجبور ہو گیا۔ کہ حضرت محمد رسول اللہ صلعم کے بعد نہ کوئی نیا نبی آسکتا ہے اور نہ پرانا۔ اور یہ بعینہٖ وہ الفاظ ہیں جو حضرت مرزا صاحب نے بار بار اپنی لاتعداد کتابوں میں دوہرائے ہیں بالفاظ دیگر "زمیندار" وفات مسیح کا قائل ہو گیا ہے۔ اس کے علاوہ تمام پڑھا لکھا اور ذی شعور اور فہیم طبقہ کے لوگ حضرت مرزا صاحب کے اس نظریہ کو قبول کر گئے ہیں۔ کہ مسیح اسرائیلی واپس نہیں آئے گا۔ اور اسی امت میں سے ایک مجدد کو یہ مقام حاصل ہوگا۔ پس آپ کی مخالفت کی کمر تو خود زمیندار کے ایڈیٹر نے توڑ دی ہے۔ وفات مسیح کا اعتراف احمدیت کی فتح ہے۔

حضرت مرزا صاحب کی یہ وہ خصوصیت ہے کہ جس میں وہ منفرد ہیں۔ بعض لوگ اب حضرت مرزا صاحب کی مخالفت میں ان حدیثوں کا بھی انکار کر رہے ہیں جس میں مسیح کی آمد ثانی کا ذکر ہے۔ مگر کوئی بڑے پایہ کا عالم ان کا ساتھ نہیں دے رہا۔ اگرچہ دھڑے بازی کی وجہ سے علماء ان لوگوں کی مخالفت نہیں کر رہے۔ جو احادیث صحیحہ کا یوں استخفاف کر رہے ہیں اور یہ علماء کی کمزوری کا ایک نشان ہے۔ اور دین کے لئے ان کے دلوں میں جذبہ غیرت کے فقدان کا ایک ثبوت۔

۴۔ دعوئے مجددیت

حضرت مرزا صاحب کا سب سے بڑا دعویٰ مجددیت کا دعوے ہے۔ اس سے کوئی بڑا دعوے اس امت میں ممکن نہیں۔ نبوت ختم ہو چکی ہے۔ مگر دین کی تجدید کا کام ہمیشہ ہوتا رہے گا۔ اللہ تعالیٰ نے دین کی حفاظت کا ذمہ لیا ہوا ہے اس لئے ہر صدی پر وہ ایک مجدد کو مبعوث کرتا ہے۔ اس حدیث کے ماتحت سابقہ ادوار میں بہت سے بزرگوں نے مجدد ہونے کے دعاوی کئے۔ اور امت نے انہیں تسلیم کیا۔ اگرچہ ان پر بھی ان کے زمانہ کے علماء نے کفر کے فتوے دیئے حضرت مرزا صاحب نے ۱۳۰۰ ہجری میں دعوئے مجددیت کیا تھا اور اب چودھویں صدی بھی تین چوتھائی ختم ہونے کو ہے کسی کو ان کے مقابلہ میں دعوے کرنے کی جرأت نہ ہوئی اور جس کسی نے ایسا ماحول تیار کیا۔ کہ وہ خود مقام مجددیت کا دعویدار ہو۔ لوگوں نے قبل از وقت اسے ایسی گرفت میں لیا کہ وہ اس اعلان پر مجبور ہو گیا۔ کہ اسے کوئی ایسا دعویٰ نہیں اور نہ ہی وہ کبھی ایسا دعوے کرے گا۔ بلکہ اس نے اپنی طرف سے یہ نظریہ پیش کر دیا کہ مجدد ہونے کا دعوے کرنا ہی ناجائز ہے گو اس کے پاس اس کے جواز میں کوئی سند موجود نہیں۔ وہ خود تو ایسا دعوے کرنے سے روک دیا گیا۔ مگر اس نے اس صدی کے مجدد کے متعلق یہ بدگمانی پیدا کر دی کہ جو مجددیت کا دعوے کرے وہ جھوٹا ہے۔ مگر یہ مسئلہ اس کے اپنے ذہن کی پیداوار ہے۔ اس کا یہ خیال تھا کہ یہ لوگوں کا اپنا کام ہے۔ کہ وہ خود مجدد وقت کو تلاش کر لیں۔ مگر یہ محض ایک ڈھکوسلہ ہے۔ الغرض واقعہ یہی رہا۔ کہ اس صدی میں کسی کو دعویٰ کی توفیق نہ ہوئی۔ اور نہ ہی کسی عالم کو حدیث مجدد سے انکار کا حوصلہ ہوا۔ پس مرزا صاحب کے دعویٰ پر واقعات نے سچائی کی مہر ثبت کر دی۔ حدیث مجدد کے الفاظ یہ ہیں:۔ ان اللہ یبعث لهذه الامة علی راس کل مائة من یجدد لها دینها۔

بعثت مجددین اس لئے بھی ضروری ہے کہ نبوت کے ختم ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ سے مکالمہ مکاشفہ ختم نہ ہوا۔ اس امت میں ہمیشہ اولیاء اللہ کا گروہ اللہ تعالیٰ کی ہستی کا ثبوت پیش کرتا رہا اور مکالمات الٰہیہ سے سرفراز ہوتا رہا۔ غیر نبی سے اللہ کا کلام کرنا خود قرآن کریم سے ثابت ہے جیسا کہ ام موسیٰ سے اللہ تعالیٰ نے کلام کیا۔ مسیح کے حواریوں سے کلام کیا۔ و اوحینا الی قوم موسیٰ قرآن میں مذکور ہے و اذ اوحیت الی الحواریین کے الفاظ بھی موجود ہیں۔ بخاری شریف میں ابو ہریرہ رض سے یہ حدیث منقول ہے کہ عن ابی هریرة قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لقد کان فیمن کان قبلکم من بنی اسرائیل رجال یکلمون من غیر ان یکونوا انبیاء فان یکن فی امتی احد فعمر۔

حضرت مرزا صاحب نے جب اصلاح کا کام شروع کر دیا۔ تو مسلمانوں کے مدارس اور مکاتیب کی یہ حالت تھی۔ کہ وہاں فقہ اور حدیث کی تو تعلیم دی جاتی تھی۔ مگر قرآن شریف کی تدریس کا کچھ انتظام نہ تھا۔ ہاں جہاں ادبیات کے مضمون کو پڑھایا جاتا تھا۔ وہاں قرآن شریف کی فصاحت و بلاغت کو ادب کی ایک شاخ تصور کر کے اس کے دو یا اڑھائی سیپارے درس میں داخل کر لئے جاتے تھے۔ ویسے قرآن شریف کے معارف اور اس کے بیان کردہ تمدن کے اصول معاشرہ کے قواعد۔ زندگی کی شاہراہوں کی تعلیم وراثت۔ قانون۔ سیاست۔ معیشت کی تفصیلات کے ... اس وقت قرآن شریف کی ورق گردانی ضروری نہ خیال کی جاتی تھی احادیث اور فقہ قرآن شریف پر حکم خیال کی جاتی تھیں۔ اور قرآن شریف کی قرأت محض تبرکاً بغیر مطالب سمجھے کی جاتی تھی چنانچہ حضرت مرزا صاحب کو اس زمانہ کے ایک بہت بڑے عالم سے اس بات پر مناظرہ کرنا پڑا کہ آیا قرآن شریف پر حدیث کو حکم قرار دیا جا سکتا ہے اس عالم کا یہ کہنا تھا کہ حدیث قرآن شریف پر حکم کا درجہ رکھتی ہے اور حدیث کی روشنی میں وہ قرآن شریف کی تاویل کو جائز خیال کرتا تھا اور حضرت مرزا صاحب کا عقیدہ یہ تھا کہ قرآن شریف کی روشنی میں حدیث کی صحت کو پرکھنا چاہیئے۔ الحمدللہ کہ آج ہم حضرت مرزا صاحب کے اس نظریہ کی عالمگیر مقبولیت دیکھتے ہیں۔ اور تمام عالم اسلامی میں کوئی ایک بھی شخص ایسا نہ ہوگا۔ جو پرانے علماء کی طرح فوقیت حدیث کے نظریہ کو قبول کرے۔ اور حدیث کو قرآن کے تابع کرنے کا عقیدہ رکھے۔ یہ ایک زبردست تجدید کا کام تھا جو حضرت مرزا صاحب کے ہاتھوں سرانجام پایا۔

قرآن شریف پر ظلم

قرآن شریف پر علماء نے ایک اور ظلم روا رکھا ہوا تھا۔ اور اب تک چند علماء کو اس پر اصرار ہے۔ اور وہ یہ کہ یہ لوگ قرآن شریف میں ناسخ اور منسوخ کے قائل ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر چند آیات نازل ہوئیں مگر بعد میں اللہ تعالیٰ نے انہیں منسوخ کر دیا۔ اور دیگر آیات نازل کر دیں۔ پہلے کچھ احکام صادر کئے۔ بعد میں کچھ اور صادر کر دیئے۔ مگر منسوخ شدہ آیات کو قرآن شریف میں تلاوت کے لئے موجود رکھا۔ مگر ان پر عمل کرنا ناجائز قرار دیا۔ مگر تعجب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک قول بھی اس بات کی تائید میں پیش نہیں کیا جاتا۔ کہ حضور نے کبھی اپنی زبان مبارک سے کسی ایک آیت کو منسوخ قرار دیا ہو۔ اور کسی کو ناسخ۔ پھر لطف یہ ہے کہ جن آیات کو چند آئمہ یا علماء نے منسوخ قرار دیا ہے دوسروں نے انہی آیات کو غیر منسوخ تسلیم کیا ہے۔ چنانچہ کوئی ایک بھی آیت ایسی نہیں جس کے منسوخ ہونے پر علماء کا اجماع ہو سکا ہو۔ ہر ایک آیت علماء میں متنازعہ فیہ رہی ہے۔ یہاں تک کہ بعض علماء نے پانچسو آیات کو منسوخ قرار دیا ہے۔

امام سیوطی نے اتقان میں اکیس آیات کو منسوخ قرار دیا ہے۔ اور حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی نے صرف پانچ آیات کو منسوخ قرار دیا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جن جن آیات کی اس میں تطبیق ہوتی گئی۔ منسوخ شدہ آیات کی فہرست سے خارج ہوتی گئیں حتیٰ کہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب نے صرف پانچ آیات کو منسوخ لکھا ہے کیونکہ وہ ان پانچ آیات کو تطبیق نہ دے سکے۔ مگر حضرت

مرزا صاحب نے اعلان کیا۔ کہ قرآن شریف جو ہمارے ہاتھوں اور حفاظ کے سینہ میں محفوظ ہے۔ الحمد سے لے کر والناس تک قابل عمل ہے۔ اس کا ایک شوشہ بھی منسوخ نہیں ہوسکتا اور انہوں نے تمام آیات میں تطبیق کر کے دکھا دیا اور بتایا کہ قرآن کریم میں کہیں اختلاف نہیں۔ قرآن شریف نے صاف بتلایا ہے ولو کان من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافا کثیرا۔ اگر یہ قرآن غیر اللہ کی طرف سے ہوتا تو اس میں بہت اختلاف ہوتا۔ علماء نے یہ عقیدہ بنا رکھا تھا۔ کہ قرآن شریف میں اختلاف ہیں۔ یہاں تک کہ بعض احکام بعض احکام کو منسوخ کرتے ہیں مگر حضرت مرزا صاحب نے ہر آیت کی دوسری آیت سے تطبیق کر دی اور قرآن شریف کے نور کو سورج کی طرح چمکا دیا اور علماء سے اس بناء پر بھی کفر کے فتوے حاصل کئے۔ کہ وہ کیوں تمام قرآن کو قابل عمل اور غیر منسوخ سمجھتے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

(۵) تبلیغ و اشاعت اسلام

سب سے بڑی خصوصیت عملی رنگ میں احمدیت کی یہ ہے۔ کہ یہ ایک تبلیغی تحریک ہے۔ اور اسلام کو تمام دنیا پر غالب دیکھنا چاہتی ہے۔ اسی غرض کو مدنظر رکھ کر ایک جماعت معرض وجود میں آئی۔ اور اس سے عمل کے نام پر بیعت لی گئی۔ اور اب یہ حالت ہے کہ اگر کوئی فرد یا جماعت اشاعت اسلام کا نام لے تو اسے فوراً احمدی ہونے کا طعنہ دیا جاتا ہے اور تبلیغ کا کام خالص احمدیت کا کام سمجھا جاتا ہے اور اس وقت تمام عالم اسلامی میں صرف یہی ایک اسلامی جماعت ہے جو ممالک مغربی میں تبلیغ و اشاعت اسلام کا کام کر رہی ہے اور کافروں کو مسلمان کرنے کی زبردست کوشش میں لگی ہوئی ہے۔ اس جماعت کو تباہ کرنا تبلیغ و اشاعت اسلام کو تباہ کرنا ہے۔ اور ان تبلیغی مراکز کو بند کرنا ہے جہاں تعلیمات اسلامی کی تبلیغ ہو رہی ہے۔ قرآن شریف کے مضامین جو دوسری زبانوں میں ترجمہ ہو کر اشاعت پذیر ہو رہے ہیں۔ ان سے لوگوں کو محروم کرنا ہے۔ حضرت نبی کریم صلعم کی سیرت مختلف زبانوں میں ترجمہ ہو کر ایک وسیع پیمانہ پر تمام دنیا میں شائع کی جا رہی ہیں۔ احمدیت کو کمزور کر کے ان تمام مفید کاموں کو بند کرنے کی جدوجہد اللہ تعالے کی نگاہ میں کبھی قابل تعریف نہیں ہو سکتی۔ پس میرے بزرگ آپ ذرا سوچیں کہ آپ نے زندگی کے آخری حصہ میں اپنی کوششوں کا رخ کس سمت کیا ہے اور اپنے غیظ و غضب کا نشانہ کن لوگوں کو بنایا ہوا ہے ذرا غور تو کریں کہ اس سے اسلام کو نقصان پہنچے گا یا فائدہ ہوگا؟

ایک مفید نسخہ

میں آپ کو ایک مفید نسخہ بتلاتا ہوں اگر آپ اپنا کھویا ہوا وقار دوبارہ حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ تو تفریق بین المسلمین کے پروگرام کو یکسر ترک کر دیں اور اتحاد اسلامی کے علمبردار بن جائیں۔ ختم نبوت کا تحفظ تو آپ نے کیا کرنا ہے۔ آپ تو خود ختم نبوت کے قائل نہیں ہیں آپ کا عقیدہ ہے۔ کہ ابھی مسیح ابن مریم نے جو کہ نبی اللہ ہیں دوبارہ آنا ہے۔ اور اس کے بعد پھر کوئی نبی نہیں آئیگا تو یوں گویا آپ کے زعم میں صحیح معنوں میں ختم نبوت کے مصداق مسیح علیہ السلام ہیں۔ حقیقت تو یہ ہے کہ ختم نبوت کا تحفظ تو خدا نے خود کر دیا ہوا ہے کیونکہ وہ کسی نبی کو بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہرگز نہیں بھیجے گا۔ آپ نے اس کا کیسے تحفظ کرنا ہے۔ جب بھیجنے والے نے کہہ دیا ہے۔ کہ اب کوئی نبی نہیں آئے گا۔ اور نبوت کا دروازہ بند ہے تو آپ شہر بشہر، قریہ بہ قریہ کیوں مارے مارے پھر رہے ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہر شہر کے تجارت پیشہ لوگ، صنعت کار لوگ، پیشہ ور لوگ ایسے منصوبے کر رہے ہیں کہ کسی طرح خدا انہیں نبی بنا کر بھیجدے اور آپ بھاگے بھاگے ہر شہر میں پہنچ رہے ہیں۔ کہ اے نبوت کے امیدوارو کہیں نبی بن کر نہ آ جانا کہیں لائلپور والے میں خطرہ پیدا ہو جاتا ہے کہ کہیں وہاں سے نبی نہ پیدا ہو جائے۔ کہیں حافظ آباد سے تار آ جاتی ہے کہ یہاں سے نبوت کے دعویدار نمودار ہو رہے ہیں۔ یہ کیا مضحکہ خیز حرکات ہیں جس میں آپ لگے ہوئے ہیں، اور غریب قوم کو لگا رکھا ہے۔ آپ ان میں کلمہ طیبہ کے احترام کو قائم کریں جو آپ کی کارستانیوں سے ختم ہو چکا ہے۔ قرآن کریم جو قانون کی اساس اور دین کی بنیاد ہے۔ اس پر تمام امت کو جمع کرو۔ قبلہ کو تمام ملت کا مرکز سمجھو۔ اہل قبلہ کی تکفیر کے خلاف علم بغاوت بلند کرو۔ دنیا میں اتحاد و اتفاق کے نقیب بن کر انتشار اور نا اتفاقی کے قلعوں پر حملہ کرو۔ اور تمام مسلمانوں اور ان کے تمام فرقوں اور جماعتوں کو ایک نقطہ پر جمع کر دو۔ عمر کے اس آخری حصہ میں یہ نہایت مفید کام ہے جسے سر انجام دے جاؤ۔ تب رہتی دنیا تک آپ کا نام رہے گا۔ اور قائداعظم کے بعد پاکستان کا دوسرا نجات ہندہ سید عطاء اللہ شاہ بخاری ہی ہوگا۔ ہاں حکومت پر بھی زور دو کہ وہ اس اسلامی سلطنت میں ایسا قانون نافذ کر دے کہ جو کوئی اہل قبلہ کو کافر کہے اسے سزائے موت دی جائے، خواہ وہ مکفر احمدی ہو یا غیر احمدی۔ اسلام کی سالمیت اس قانون کی طلبگار ہے۔ یہ کیا بہادری ہے کہ چند بے بس اور بے یار و مددگار انسانوں کے خلاف پوری امت کو مشتعل کر کے اپنی عاقبت کو خطرہ میں ڈال رہے ہو اور پھر تماشا یہ ہے کہ یہ چند نفوس بھی تم سے مٹائے نہیں جائیں گے۔ ہاں احمدیت کو فی الواقعہ مٹانا چاہتے ہو۔ تو حسب ذیل امور سر انجام دے دو۔ پھر آپ کی کامیابی یقینی ہے۔

احمدیت کے خلاف کامیابی کا گر

۱۔ مسیح علیہ السلام کو زندہ کر دو۔ سمجھتے ہیں کہ وہ مردوں کو زندہ کرتا تھا۔ اب تم اس مردہ کو زندہ کر دو۔

۲۔ مسیح کی آمد ثانی کے متعلق احادیث کو مجموعہ اکاذیب قرار دے کر تمام علم حدیث سے امن اٹھا دو۔ اور عبداللہ چکڑالوی کے پیرو بن جاؤ۔

۳۔ مجدد کی حدیث کو غلط ثابت کر دو اور ایسا ہی مجددیت کے سابقہ دعویداروں کا ابطال ثابت کر دو۔

۴۔ دجال اور یاجوج ماجوج کے ذکر کو ایک افسانہ قرار دیدو اور قرآن شریف کی آیات متعلق یاجوج ماجوج کو بھی داستان پارینہ قرار دے دو اور اس کے مفہوم کو مہمل ثابت کر دو

۵۔ غلبۂ اسلام بذریعہ دلائل کے عقیدہ کا تمسخر اڑاؤ اور اسلام کی روحانی طاقت کا انکار کر دو۔ اور اعلان کر دو کہ دنیا کو صرف مادی طاقت سے مغلوب کیا جائے گا اور پھر اپنی درماندہ قوم کو دنیا کی دیگر اقوام کے ٹینکوں اور ایٹم بموں کے مقابلہ کے لئے کلہاڑیوں اور ڈنڈوں سے مسلح کر دو۔ اور ان کو حکم دے دو کہ وہ سمندر میں کود پڑیں اور اچھل اچھل کر ہوائی جہازوں کو تیز دھار آلوں سے کاٹ کر رکھ دیں۔ اور نعروں اور بلند آہنگ غوغوں سے دنیا کو ڈرا دھمکا کر اپنے زیرنگیں لے آؤ۔

ملک کے سنجیدہ طبقہ کا رجحان

ہاں ایک اور بات بھی ذہن نشین کر لو کہ اس وقت آپ کی تخریبی کارروائیوں میں جہلا تو یقیناً شامل ہیں۔ اور بعض خود غرض سیاسی عناصر بھی شامل ہیں، مگر ملک کا سنجیدہ طبقہ اور ذہین طبقہ۔ پڑھا لکھا طبقہ۔ دانشمند طبقہ۔ محب وطن اور عاشقان رسول کا طبقہ۔ اتحاد اور اسلامی اور ملی سالمیت کا قائل طبقہ آپ سے سخت بیزار ہے۔ کالجوں کے پروفیسر سکول کے اساتذہ کچہری کے اہل کار۔ حکومت کے ارکان بلند پایہ افسران۔ ذمہ دار وزرا۔ کرسئ عدالت پر بیٹھنے والے جج اور ان کے سامنے قانون پیش کرنے والے کلا۔ پریس کا عملہ اور اہل علم طبقہ سب کا سب ان تخریبی اعمال سے سخت متنفر ہے۔ باقی رہے جہلا ان کی معیت یقیناً آپ کو حاصل ہے۔ مگر ان کی معیت تو ہر عریاں فقیر، ہر بدعت پسند شیخ۔ ہر شرک نواز پیر، ہر قبر پرست زاہد کو حاصل ہے، ہاں صحابہ کبار کے متعلق سب و شتم کرنے والے۔ حدیث کے منکر۔ تعدد نسخ کے قائل لفظ پرست ملاں اس تکفیر بازی میں آپ کے ساتھ ہیں۔ مگر یہ حضرات ہمیشہ اس ناپاک شغل تکفیر میں متحد ہو جاتے ہیں۔ مولانا مودودی کے خلاف بھی ان کا محاذ متحد تھا۔ علامہ مشرقی بھی ان سب کے زیر عتاب آ چکے ہیں کسی زمانہ میں آپ پر بھی یہ حضرات برس چکے ہیں۔ تو ان کی معیت تکفیر کے معاملہ میں ہمیشہ آسانی سے میسر آ جاتی ہے۔ ہاں کسی نیک کام پہ ان کو متحد کر کے دکھاؤ۔ اگر فی الواقعہ آپ میں قیادت کی اہلیت ہے۔ ہزار برس کی حسرتناک اسلامی تاریخ کے بعد پہلی دفعہ قائداعظم نے ان لوگوں کو ایک مرکز پہ جمع کیا تھا اور اللہ تعالے کو یہ ادا ایسی پسند آئی تھی۔ کہ محض فضل ایزدی سے اتنا بڑا ملک مسلمانوں کو عطا ہو گیا۔ اگر آپ میری درخواست پر عمل پیرا ہو جائیں اور اتحاد بین المسلمین کی تحریک کو چلا دیں اور اس میں آپ کو کامیابی حاصل ہو جائے تو خدا کی قسم کشمیر آپ کو بغیر لڑنے کے مل جاویگا۔ اور اگر یہ اتحاد قائم رہا اور بڑھتا چلا گیا تو خود بخود تمام اکناف عالم اسلام کے زیرنگیں ہوتے چلے جائیں گے۔ خدا کے لئے اس نسخہ کو آزما کر دیکھو۔ تمہارا نام تو خیر بلند ہوگا ہی۔ ساتھ ہی قوم سربلند ہو جائے گی۔ اور اسلام کا بول بالا ہو جائیگی۔ میں محسوس کرتا ہوں کہ اب وقت آ رہا ہے کہ پاکستان کی عام آبادی صرف دو طبقوں میں تقسیم ہو جائے گی۔ ایک مکفرین اہل قبلہ کا گروہ اور دوسرا اسلام کی سالمیت کا داعی۔ موخر الذکر گروہ دانشمندوں، امن پسندوں اور اسلام کے دوستوں اور محبان وطن کا ہوگا اس میں تمام لکھے پڑھے شامل ہوں گے۔ اور سورج جو طلوع ہوگا اسی گروہ میں تعداد کا اضافہ کرتا جائے گا۔ تاآنکہ مکفرین کی تعداد گھٹتے گھٹتے صفر تک پہنچ جائے گی۔ اور وہ وقت ہوگا۔ جبکہ دنیا کے باقی نظریے اس میں ٹکرا ٹکرا کر پاش پاش ہو جائیں گے۔ اور اسلام کا نظریہ دنیا کے دماغوں پر مسلط ہو کر ان کی زندگیوں پر حکمران ہو جائیگا۔ ....

غلبۂ اسلام کا واحد طریق

غلبۂ اسلام کا واحد طریق یہی ہے کہ مسلمانوں کو آپس میں متحد کر کے تعلیمات اسلامی کو دنیا میں پھیلایا جاوے۔ کیا آپ اپنی زندگی کے اس آخری دور میں اس عظیم الشان کام کی ابتدا کر جائیں گے؟ کہ آپ کو تاریخ میں دوام حاصل ہو۔ اور روح محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے لئے درگاہ الٰہی میں شفاعت کرنے کے لئے بیتاب ہو؟ آپ نواسۂ رسول ہونے کے دعویدار ہیں۔ اس رسول کی امت کے ٹکڑے ٹکڑے کرنے کی بجائے۔ اسے آپس میں متحد اور متفق کرتے جائیں۔ اے خدا اس سید کے دل کو نیکی کے لئے پگھلا دے اور اسے اتحاد اسلام کا علمبردار بنا دے!

کیا احمدیوں کے مٹنے سے پاکستان پاک ہو جائیگا؟

ہاں اگر اے میرے پیارے سید زادے! تمہیں یقین ہے کہ احمدیوں کو کافر بنانے اور انہیں اقلیت قرار دینے سے ہمارے ملک کے تمام مسائل حل ہو جائیں گے۔ اور بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ مجلس احرار کا یہی مسلک ہے کیونکہ انہوں نے سوائے مخالفت احمدیت کے اپنی جماعت کے لئے اور کوئی پروگرام تجویز نہیں کیا۔ اور اگر فی الواقع یہ سچ ہے کہ احمدیوں کو دائرہ اسلام سے خارج کر دینے سے ہماری معاشرتی زندگی پاک ہو جائے گی۔ ہمارا محکمہ خوراک ہماری انتظامیہ، ہماری عدلیہ، ہماری فوج، ہماری سول سروس تمام کی تمام مصفی اور بے عیب ہو جائے گی۔ ہماری پبلک کا اخلاق بلند ہو جائے گا۔ ہمارے آپس میں مناقشات ختم ہو جائیں گے رشوت ستانی ناپید ہو جائے گی۔ جوا بازی ختم ہو جائے گی۔ چوری ڈاکہ زنی۔ اغوا۔ زنا وغیرہ اعمال شنیعہ سے قوم کی قوم تائب ہو جائے گی۔ ایک دوسرے سے ہمدردی اور الفت بڑھ جائے گی تو خدا کی قسم میں احمدیوں سے اپیل کروں گا۔ کہ وہ **اقلیت نہیں عدمیت قبول کر لیں** اور خود مٹ کر مسلمانوں کی سالمیت کو قائم کر جائیں۔ آپ مر جائیں مگر اسلام کو زندہ کر جائیں۔ کہو اے سید والا تبار! اس مہم کو سر کر کے اتنی تم پاکستان کو تمام خرابیوں سے پاک کر سکو گے؟

احمدیوں سے ڈرنے کی وجہ؟

پیارے سید۔ کیا تم نہیں جانتے کہ جس قدر احمدیوں کی تعداد ہے۔ اس سے زیادہ آپ کے ہاں مولوی موجود ہیں ایک ایک احمدی کی اصلاح کے لئے دو دو تین تین مولوی صاحبان فارغ کئے جا سکتے ہیں۔ پس جن کے ہاں اہل علم کی اس قدر فراوانی ہو وہ کیوں چند ہزار "بد عقیدہ" احمدیوں سے لرزہ براندام ہوں۔ آپ کے ہاں اولیاء صلحا۔ ابدال۔ اقطاب۔ محدثین متکلمین۔ مجددین کی کچھ کمی نہیں۔ پھر یہ ساری ایجی ٹیشن کیوں اور یہ اضطراب کیسا؟ یہ فریادیں اور چیخیں کیسی؟ یہ اشتعال انگیزیاں اور فتنہ پردازیاں کیا معنی رکھتی ہیں؟ ان گم کردہ راہ لوگوں کو وعظ سے نصیحت سے قرآنی دلائل اور علمی براہین سے قائل کر لو۔ جہلا کے انبوہ کو مشتعل کر کے کیوں انہیں دہشت زدہ کرتے ہو۔

تشدد کا حربہ

کیا آپ کو یاد نہیں رہا کہ تشدد پسندانہ رویہ۔ بائیکاٹ کا حربہ۔ ملک بدر کرنے کی دھمکیاں ہمیشہ اہل حق کے مقابلہ میں اہل باطل نے اختیار کی ہیں۔ آپ اہل حق ہو کر ان چند خطا کاروں کے خلاف یہ غیر اسلامی حربے کیوں استعمال کرتے ہیں؟ ان لوگوں کے تمام دعاوی اور تمام عقائد قرآن اور احادیث پر مبنی بیان کئے جاتے ہیں۔ انہیں قرآن اور احادیث سے ہی قائل کرو۔ اس تمام ایجی ٹیشن کو بند کر دو۔ ملک پہلے ہی انتشار میں مبتلا ہے یہاں صوبہ وار تعصب۔ فرقہ وارانہ چپقلش زبان کے جھگڑے۔ اور سیاست کی رقابتیں نہایت خطرناک صورت اختیار کر رہی ہیں آپ کے قلب میں اسلام کے لئے درد ہے تو اس درد کی تصویر بن جاؤ۔ اگر عشق محمد کی چنگاری دل میں سلگ رہی ہے۔ تو تنگ دلی اور تعصب کو جلا کر خاکستر کر دو۔ کلمہ طیبہ کے پاک پانیوں سے تمام آبادی کے گناہوں کو دھو ڈالو۔ کہ یہ آپ کو فرض ہے اس نے ہندہ کی اس زبان کو جس سے اس نے حضرت حمزہ کا کلیجہ چبا لیا تھا۔ دھو کر ایسا مصفیٰ کیا۔ کہ حوران بہشتی کو اس پر رشک ہونے لگا۔

ہر کلمہ گو مسلمان ہے

آہ! میں کیونکر علماء کے دلوں میں اس حقیقت کو ثبت کر دوں۔ اور کس صور اسرافیل سے یہ منادی کروں اور کس سیاہی اور قلم سے جنگلوں کے پتوں اور صحرا کے ذروں میں اس حقیقت کو آشکار کر دوں کہ ہر وہ شخص جو کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا قائل ہے۔ اللہ کی توحید اور رسالت محمدی پر گواہی دیتا ہے۔ اہل قبلہ ہے جو قرآن کو برحق کتاب مانتا ہے

مسلمان ہے مسلمان ہے مسلمان ہے

کسی مولوی کا فتوے کسی مفتی کا اعلان کسی شیخ کا غضب کسی واعظ کی آتش بیانی، کسی فقیہ کا قہر اسے دائرہ اسلام سے خارج نہیں کر سکتا اور جس طرح خدا کی ذات سے کسی مخلوق کو خارج نہیں کیا جا سکتا۔ اسی طرح کسی مسلمان کہلانیوالے کو دائرہ اسلام سے خارج نہیں کیا جا سکتا کما قال اللہ تعالیٰ فی القرآن المجید ولا تقولوا لمن القی الیکم السلام لست مومنا۔ او کما قال النبی علیہ السلام کفوا عن اہل لا الٰہ الا اللہ لا تکفروہم او کما قال الفقہاء لا یخرج الرجل من الایمان الا جحود ما ادخلہ فیہ

اے خدا۔ تو میرے اس اعلان پر گواہ رہ۔ میں یہ کلمات دل کی گہرائیوں سے کہہ رہا ہوں۔ اور میرے جسم اور رگ رگ اور ریشہ ریشہ سے میرے دماغ اور میرے اعصاب میرے قلب اور میری روح کی تمام جزئیات سے یہ آواز بلند ہو رہی ہے کہ مسلمانوں کو کافر کہنے والے دنیائے اسلام کو تباہی کی طرف لے جا رہے ہیں اور نجات کا صرف ایک ہی راستہ ہے کہ ہر کلمہ گو کو مسلمان سمجھا جائے تمام قوم کو قرآن کریم پر جمع کیا جائے۔

تشتت و افتراق پیدا کرنیوالوں سے اپیل

اے مسلمانوں کے اندر تشتت و افتراق پیدا کرنے والو اسلام پر رحم کرو مسلمانوں پر رحم کرو۔ اس ملک پر رحم کرو۔ اپنے نفسوں پر رحم کرو۔ اپنی اولاد پر رحم کرو۔ آئندہ نسلوں پر رحم کرو۔ اور صلح جوئی۔ امن پسندی اسلام دوستی اور باہمی اتحاد اور اتفاق کو زندگی کا شاہراہ بناؤ تاکہ خدا کی رفاقت اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت تمہیں نصیب ہو۔ اے خدا میرے ان الفاظ میں تاثیر ڈال اور ظالموں کے دلوں کو نرم کر تا وہ اپنے بھائیوں پر رحم کریں۔ اور اگر ان سے کوئی خطا بھی ہو جائے تو ان سے درگذر کرنا سیکھیں اور انہیں گلے لگا کر اخوت اسلامی کا ثبوت دیں۔

قرآن سب کو جمع کرنیوالی طاقت ہے

یہ وہ اپیل ہے جو خود خداوند تعالیٰ نے عرب کے منتشر عناصر کو مجتمع کرنے کے اور اسلام کے رشتے میں منسلک کرنے کے بعد مومنوں سے کی اور جو آج بھی مسلمانوں کو سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی طرح مضبوط کر سکتی ہے اللہ تعالےٰ قرآن شریف میں بتلاتا ہے واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا واذکروا نعمۃ اللہ علیکم اذ کنتم اعداء فالف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمتہ اخوانا وکنتم علیٰ شفا حفرۃ من النار فانقذکم منہا کذالک یبین اللہ لکم آیاتہ لعلکم تہتدون ترجمہ: سب کے سب اللہ تعالےٰ کے عہد کو مضبوط پکڑ لو اور تفرقہ نہ کرو۔ اور اپنے اوپر اللہ کی نعمت کو یاد کرو جبکہ تم ایک دوسرے کے دشمن تھے پھر اس نے تمہارے دلوں میں الفت ڈال دی تو تم اس کی نعمت سے بھائی بھائی ہو گئے تم آگ کے گڑھے کے کنارے پر تھے تو اس نے تم کو اس سے بچا لیا اور اس طرح اللہ تعالیٰ تمہارے لئے اپنی باتیں کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ تم ہدایت پاؤ۔

آج بھی مسلمان تباہی اور بربادی کے گڑھے کے کنارے پر کھڑے ہیں اور آج بھی قرآن کریم ہی پر ہمارے تمام فرقے اور ساری جماعتیں جمع ہو سکتی ہیں اور وہ جو آج مسلمان کی سیاسی اور قرآنی تعریف الگ الگ بتلاتے ہیں غلطی پر ہیں ان کا خیال ہے کہ سیاست ایک ایسی طاقت ہے جس میں تمام مسلمانوں کو جمع کیا جا سکتا ہے مگر خدا کا کہنا ہے کہ وہ طاقت صرف قرآن کریم ہے جو مختلف الخیال لوگوں کو ایک مرکز پر جمع کر سکتی ہے۔

حضرت نبی کریم صلعم کی اپیل اتحاد

یہی اپیل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آخری حج میں تمام قوم کو مخاطب کر کے کی تھی اور حسب ذیل الفاظ درد دل سے باواز بلند عرفات کے میدان میں لوگوں کو کہے تھے اور اب بھی ان الفاظ کی شوکت اور جلال سے دلوں پر لرزہ پیدا ہو جاتا ہے، وہ کپکپا دینے والے الفاظ حسب ذیل ہیں:-

حرمت علیکم اموالکم ودماءکم واعراضکم کحرمت یومکم ھذا فی بلدکم ھذا فی شھرکم ھذا کہ تمہارے مال ہر ایک۔ تمہارے خون اور تمہاری عزتیں اسی طرح ایک دوسرے کے لئے قابل عزت و احترام بنائی گئی ہیں جس طرح آج (حجۃ الوداع) یہ دن۔ یہ شہر اور یہ مہینہ قابل عزت و احترام ہے۔

اگر اتحاد اور اتفاق کی الٰہی اپیل اور اخوت اور

محبت کا یہ پیغمبری درس مسلمانوں کے دلوں کو آج بھی متاثر کر سکے تو ہماری یہ ساری پریشان حالیاں اور ذہنوں کا پیاں ہماری ساری انتشار پسندیاں اور پراگندگیاں یکسر دور ہو جائیں، آؤ اس قوم کی از سر نو تعمیر شروع کریں احیاء اسلام کے لئے بہت سے کرنے کے کام ہیں قوم کو متعدد بیماریاں لاحق ہیں، اس کی کئی طریقوں سے خدمت کی جا سکتی ہے سب سے پہلے اسے ایک مرکز پر جمع کرنا ہے کلمہ طیبہ کا احترام قائم کرنا ہے، دلوں سے انتشار کی بیماری کو دور کرنا ہے - تشتت اور افتراق نے قوم کے شیرازہ کو بکھیر دیا ہے ان موتیوں کو پھر جمع کرنا ہے، دلوں کی کائنات کو وسعت دینا ہے اور خیالات کو پرواز بخشنا ہے قوم زخموں سے نڈھال ہے انہیں الفت کے پانیوں سے دھونا ہے اور اس پر محبت کی مرہم لگانی ہے تا یہ ناسور اچھے ہو جائیں اور قوم صحت مند ہو کر دوبارہ ترقی کے بام پر چڑھ کر عروج کی منازل طے کر سکے مسلمانوں نے جس قدر فتوحات حاصل کی ہیں، اتفاق اور اتحاد سے حاصل کی ہیں ان کی ساری شکستیں اور ناکامیاں باہمی نفاق اور اختلاف سے پیدا ہوئی تھیں اے میری قوم بلند آواز سے میرے ساتھ یہ دعا پڑھ:-

اللھم انصر من نصر دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم وجعلنا منھم
اللھم اخذل من خذل دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم ولا تجعلنا منھم

احمدیت اور مسلم لیگ

ایک ہزار برس کے بعد قائد اعظم کی کوشش اور ... ص سے مسلم لیگ ایک ایسی جماعت معرض وجود میں آئی تھی جسنے تمام کلمہ گو اور مسلمان کہلانیوالی جماعتوں کو ایک جھنڈے کے نیچے جمع کیا - اور اس وقت احمدیوں کی دونوں جماعتوں نے قائد اعظم کی آواز پر لبیک کہی جیسا کہ رئیس احمد صاحب جعفری نے اپنی مشہور کتاب "حیات محمد علی جناح" میں اس کا اعتراف کیا ہے - اور قائد اعظم نے خود چوہدری ظفر اللہ خاں کی ذات پر اتنا بڑا اعتماد کیا کہ اسے وزیر خارجہ مقرر کر دیا - قائد اعظم کی مخالفت میں احراری ہمیشہ پیش پیش رہے اور پاکستان کے نظریہ کے سخت دشمن بنے رہے - اب جبکہ پاکستان بن چکا ہے اور اس کی بنیادیں مضبوط ہو گئی ہیں - احراریوں نے لیگ ہی کے چند افراد کو متاثر کر لیا ہے اور فتنہ تکفیر میں یہ چند غلطی خوردہ لوگ ان کی پشت پناہ بنے ہوئے ہیں اور قائد اعظم کے فرمان کی صریح نافرمانی کرتے ہوئے اس تفریق بین المسلمین کے گناہ کا ارتکاب کر رہے ہیں مسلم لیگی پریس بھی اس فتنہ کی زد میں آچکا ہے اور "زمیندار" تو اپنی زندگی کا سرمایہ ہی اس مخالفت کو سمجھتا ہے - حزب اختلاف نے زیادہ شعور اور معقولیت کا ثبوت دیا ہے اور قائد اعظم کے حکم سے انہوں نے سرتابی نہیں کی لیگ کے اندر بعض انتشار پسند عناصر اس فتنہ کو ہوا دے رہے ہیں اور لیگ پریس میں بھی کسی پر اسرار طریق پر زہر پھیلایا جا رہا ہے، ہمیں یقین ہے کہ لیگ کے صاحبان اقتدار کو دبایا جا رہا ہے اور اس سے سارا پریس اور لیگ کے چند افراد اثر پذیر ہو رہے ہیں - ورنہ یہ کیونکر ممکن ہے کہ لیگ کے پلیٹ فارم سے لیگ کے دشمنوں کی ہمنوائی ان لوگوں کے خلاف ہو جو لیگ کے موید رہے ہوں اور آج تک لیگ ہی سے منسلک اور اس کے پروگرام کے پیرو ہیں - لیگ ہائی کمانڈ کو اس ایجی ٹیشن کا تمام پس منظر دیکھنا چاہیئے موجودہ ایجی ٹیشن سے قانون کی وقعت کم ہو رہی ہے نفرت اور حقارت کی ایسی فضا تیار ہو رہی ہے کہ مستقبل قریب میں اس کے نتائج اچھے نہیں ہوں گے - مقابلہ بالآخر ان قانون شکن تحریکوں کا حکومت سے ہی ہو گا اور اب بھی اصل مقصد اس ساری غوغا آرائی کا حکومت ہی کو کمزور کرتا ہے - ہم لیگ حکومت کو واضح الفاظ میں تنبیہہ کئے دیتے ہیں کہ احرار کی مفسدہ پردازی کی اگر بروقت روک تھام نہ کی گئی تو وہ حکومت کے لئے بے شمار مشکلات پیدا کر دے گی اور اس وقت بہت زیادہ قوت اس فتنہ کے انسداد کے لئے خرچ کرنی پڑے گی - پاکستان ابھی بہت سے خارجی اور داخلی مشکلات میں پھنسا ہوا ہے - فروعی اختلافات کی ذہنی عیاشی کا متحمل نہیں ہو سکتا - وما علینا الا البلاغ -

دو اعتراضوں کے جواب

احمدیت کے دلائل اس قدر مضبوط اور اس کی خصوصیات اس قدر دلآویز اور معقول ہیں کہ ان کے خلاف تو کوئی مولوی یا مفتی کچھ اعتراض نہیں کر سکتا - اس لئے اس تحریک کو بدنام کرنے کے لئے مخالفین نے دو اعتراضات عوام کو بھڑکانے کے لئے ایجاد کر رکھے ہیں - ایک اعتراض یہ ہے کہ حضرت مرزا صاحب مدعی نبوت ہیں اس لئے وہ دائرہ اسلام سے خارج ہیں اور دوسرا اعتراض یہ ہے کہ وہ اپنے منکرین کو کافر کہتے ہیں - یہ دونوں اعتراضات غلط اور شر انگیز ہیں اور اس سے غرض عوام کے دلوں میں احمدیت کے متعلق نفرت و حقارت پیدا کرنا ہے - ہم ان اعتراضات کا جواب دینا ضروری سمجھتے ہیں تا کہ کسی کو کوئی غلط فہمی نہ رہ جائے اور اتمام حجت میں کوئی کسر باقی نہ رہے شرافت اور امن پسندی اور معدلت گستری کا تقاضا ہے کہ کسی شخص کو صرف انکے ان عقاید اور خیالات کا ذمہ دار گردانا جائے جو اس کے مسلمات سے ہیں اپنی طرف سے اس کی جانب کچھ منسوب نہ کیا جائے - اگر اس نے اپنی استعمال کردہ اصطلاحات یا الفاظ کی کوئی تشریح کی ہوئی ہے تو اسے قبول کیا جائے اور اس کی لکھی ہوئی عبارتوں کے اگر اچھے معنی نکل سکتے ہوں، تو خباثی سے وہ معنے مراد لئے جائیں اور خواہ مخواہ قابل اعتراض اور لائق اتہام مفہوم ان سے نہ نکالا جائے -

اب جہاں تک ہم نے حضرت مرزا صاحب کی کتب - رسالوں - اور پمفلٹوں وغیرہ کو دیکھا ہے ایک بنیادی بات تو یہ ہمیں سمجھ آتی ہے کہ وہ ہر برکت کا اکتساب حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے کرتے ہیں - اس نبیٔ یکتا کی نبوت و رسالت سے اپنی روحانی شمع روشن کرتے ہیں - اسی کے نور سے اپنی تمام کائنات منور کرتے ہیں - قرآن کریم کو ایک مکمل کتاب اور ضابطہ حیات تصور کرتے ہیں اور اپنا زیادہ سے زیادہ مقام یہ بتلاتے ہیں کہ وہ اس قرآن کے بعض مقامات کی اس زمانہ کی ضروریات کے مطابق تشریح و توجیہہ کرنے کے اہل ہیں، انکی عبادات وہی ہیں، رسوم وہی ہیں - ارکان دین وہی ہیں - اصول معاشرہ وہی ہیں، ..... ضوابط ..... مدن و قانون، قواعد زندگی و معیشت سب وہی ہیں جو نبی امی صلعم نے اپنی امت کو بتلائے ہیں اور مرزا صاحب خود کو اس نبی کی امت ظاہر کرتے ہیں اور اس پر فخر کرتے ہیں - انہیں اس کی غلامی کا دعوے ہے اور اس دعوے کو پیش کرتے ہوئے عجیب لذت کا اظہار کرتے ہیں - اس عظیم الشان نبی کی تعریف میں ان کا قلم بے اختیار رواں ہو جاتا ہے اور ستائش کے قصائد اور نظمیں بیساختہ قرطاس بیاض پر آجاتی ہیں - یہ عاشق رسول عربی میں فارسی میں اور اردو میں محمد عربی کے نغمے گانے لگتا ہے - اور ان نغموں میں عجیب سوز ہوتا ہے - درد ہوتا ہے - بے اختیاری ہوتی ہے - حقیقت ہوتی ہے، اخلاص ہوتا ہے - تکلف نہیں ہوتا - بناوٹ نہیں ہوتی - بلکہ بیساختہ پن اور عمیق ترین عشق اور پاکیزہ ترین اور بلند ترین قسم کی محبت کا اظہار ہوتا ہے - ہم یہاں مرزا صاحب کے کلام سے ایک ایک یا دو دو شعر بطور نمونہ کے ان کے اردو - فارسی اور عربی کلام سے نقل کرتے ہیں تا معلوم ہو کہ یہ شخص محمد رسول اللہ صلعم کی ہمسری کا دعویدار ہے یا اسے اس کے غلام ہونے میں ہی تمام کمالات کے حصول کا دعوے ہے:-

لَا شَكَّ اَنَّ مُحَمَّدًا خَيْرُ الْوَرٰى
رَيْقُ الْكِرَامِ وَ نُخْبَةُ الْاَعْيَانِ

بیشک محمد صلی اللہ علیہ وسلم خیر الوری برگزیدہ کرام اور چیدہ اعیان ہیں -

تَمَّتْ عَلَيْهِ كُلُّ مَزِيَّةٍ
خُتِمَتْ بِهٖ نَعْمَاءُ كُلِّ زَمَانٍ

ہر قسم کی فضیلت کی صفتیں آپ کے وجود میں اپنے کمال کو پہنچی ہوئی ہیں اور ہر زمانہ کی نعمتیں آپ کی ذات پر ختم ہوئیں -

وَاللّٰهِ اِنَّ مُحَمَّدًا كَرَدَافَةٍ
وَبِهِ الْوُصُوْلُ بِسُدَّةِ السُّلْطَانِ

اللہ کی قسم آنحضرت صلعم شاہی دربار کے سب سے اعلیٰ افسر کی طرح ہیں اور آپ ہی کے ذریعہ سے دربار سلطانی میں رسائی ہو سکتی ہے -

هُوَ فَخْرُ كُلِّ مُطَهَّرٍ وَمُقَدَّسٍ
وَبِهٖ يُبَاهِي الْعَسْكَرُ الرُّوْحَانِيْ

آپ ہر مطہر اور مقدس کا فخر ہیں اور روحانی لشکر کو آپ ہی کے وجود پر ناز ہے -

(آئینہ کمالات اسلام)

چوں زمن آید ثنائے سرور عالی تبار ⁂ عاجز از مدحش زمین و آسمان و ہر دو دار
آں مقام قرب کو دارد بدلدار قدیم ⁂ کس نداند شان آں از واصلان کردگار
آں عنایتہا کہ محبوب ازل دارد بدو ⁂ کس بخواب ہم ندیدہ مثل آں اندر دیار
سرور خاصان حق شاہ گروہ عاشقاں ⁂ آنکہ روحش کرد طے ہر منزل وصل نگار

(آئینہ کمالات اسلام)

وہ پیشوا ہمارا جس سے ہے نور سارا ⁂ نام اسکا ہے محمد دلبر مرا یہی ہے
سب پاک ہیں پیمبر اک دوسرے سے بہتر ⁂ لیک از خدائے برتر خیر الوریٰ یہی ہے
پہلوں سے خوبتر ہے خوبی میں اک قمر ہے ⁂ اس پر ہر اک نظر ہے بدر الدجیٰ یہی ہے

پہلے تو رہ میں ہارے پار اس نے ہیں اتارے
میں جاؤں اس کے وارے بس ناخدا یہی ہے
وہ یار لامکانی وہ دلبر نہانی
دیکھا ہے ہم نے اس سے بس رہنما یہی ہے
وہ آج شاہ دیں ہے وہ تاج مرسلیں ہے
وہ طیب و امیں ہے اس کی ثنا یہی ہے

یہ آپ کے منظوم کلام میں سے صرف بطور نمونہ چند اشعار دیئے گئے ہیں، اسی قسم کا آپ کا کلام منثور ہے جس میں سے ذیل کی عبارات قابل توجہ ہیں:۔

۱۔ "والذین اٰمنوا وعملوا الصّٰلحٰت واٰمنوا بما نزل علیٰ محمدٍ وھو الحق من ربھم کفّر عنھم سیّاٰتھم واصلح بالھم۔ ترجمہ:۔ جو لوگ ایمان لائے اور نیک اعمال بجا لائے اور وہ کلام جو حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا اس پر ایمان لائے۔ اور وہی حق ہے ایسے لوگوں کے خدا گناہ بخش دیگا اور ان کے دلوں کی اصلاح کریگا۔ اب دیکھو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کی وجہ سے کس قدر خدا تعالیٰ اپنی خوشنودی ظاہر فرماتا ہے کہ ان کے گناہ بخشتا ہے اور ان کے تزکیہ نفس کا خود متکفل ہوتا ہے۔ پھر کیسا ہی بدبخت وہ شخص ہے جو کہتا ہے کہ مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کی ضرورت نہیں۔ اور غرور اور تکبر سے اپنے تئیں کچھ سمجھتا ہے سعدی نے سچ کہا ہے

محال است سعدی کہ راہِ صفا ۔ تواں رفت جز در پئے مصطفےٰ

بدو مہر آں شاہ سوئے بہشت ۔ حرام است بر غیر بوئے بہشت"

(حقیقۃ الوحی)

۲۔ "ہم کس زبان سے خدا کا شکر کریں جس نے ایسے نبی کی پیروی ہمیں نصیب کی جو سعیدوں کی ارواح کیلئے آفتاب ہے جیسے اجسام کے لئے سورج۔ وہ اندھیرے کے وقت ظاہر ہوا اور دنیا کو اپنی روشنی سے روشن کر دیا۔ وہ نہ تھکا نہ ماندہ ہوا۔ جب تک کہ عرب کے تمام حصہ کو شرک سے پاک نہ کر دیا۔ وہ اپنی سچائی کی آپ دلیل ہے۔ کیونکہ اس کا نور ہر ایک زمانہ میں موجود ہے اور اس کی سچی پیروی انسانوں کو یوں پاک کرتی ہے کہ جیسا ایک صاف اور شفاف دریا کا پانی میلے کپڑے کو۔ کون صدق دل سے ہمارے پاس آیا جس نے اس نور کا مشاہدہ نہ کیا۔ اور کس نے صحت نیت سے اس دروازہ کو کھٹکھٹایا جو اس کے لئے کھولا نہ گیا۔ لیکن افسوس کہ اکثر انسانوں کی یہی عادت ہے کہ سفلی زندگی کو پسند کر لیتے ہیں اور نہیں چاہتے کہ نور ان کے اندر داخل ہو۔" (چشمہ معرفت)

ہاں اس کے کلام میں اور خود نبی متبوع کے کلام میں مسیح موعود کے لئے لفظ نبی کا موجود ہے مگر حضرت مرزا صاحب نے اس لفظ کی اس کثرت اور اس تواتر سے تشریح کی ہے کہ اس بار بار کے اعادہ ...... (Repetition) کو دیکھکر حیرت ہوتی ہے کہ اس ہزار بار کی دہرائی ہوئی تشریح کے باوجود لوگ کیونکر انہیں مدعی نبوت سمجھتے ہیں۔ اگر دعویٰ کے بار بار انکار اور اس انکار پر سخت اصرار کے وجود سے مدعی نبوت ہی قرار دیئے چلا جانا ہے تو ایسے الزام لگانے والے کو میدان حشر میں خطرناک جوابدہی کے لئے تیار رہنا چاہیئے۔ فرماتے ہیں حضرت مرزا صاحب:۔

(۱) "نبوت کا دعویٰ نہیں بلکہ محدثیت کا دعویٰ ہے۔"

(ازالہ اوہام ص ۴۲۱)

(۲) "نہ مجھے دعویٰ نبوت و خروج از امت نہ میں منکر معجزات اور ملائک اور نہ لیلۃ القدر سے انکاری ہوں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کا قائل ہوں اور یقین کامل سے جانتا ہوں اور اس بات پر محکم ایمان رکھتا ہوں کہ ہمارے نبی صلعم خاتم الانبیاء ہیں اور آنجناب کے بعد اس امت کیلئے کوئی نبی نہیں آئیگا۔ نیا ہو یا پرانا ہو اور قرآن کریم کا ایک شعشہ یا نقطہ منسوخ نہیں ہو گا۔" (نشان آسمانی ص ۲۸)

(۳) "دیکھو میں رب عظیم کو شاہد ٹھہراتا ہوں اور اللہ کریم کی حلف اٹھاتا ہوں کہ میں مومن مسلم موحد ہوں پیروی کرنے والا اللہ کے احکام اور اس کے رسول کی سنتوں کی ...... اور میں ایمان لاتا ہوں اس بات پر کہ آنحضرت صلعم نبیوں کے خاتم ہیں اور ہماری کتاب قرآن کریم ہدایت کا ذریعہ ہے سوائے مصطفےٰ کے ہمارا کوئی نبی نہیں جس کی ہم اقتدا کریں اور کوئی کتاب نہیں سوائے فرقان کے جو محافظ ہے پہلے صحیفوں کا اور میں ایمان لاتا ہوں اس بات پر کہ ہمارے رسول آدم کی اولاد کے سردار ہیں اور رسولوں کے سردار ہیں اور کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے نبیوں کو ختم کر دیا۔"

۴۔ لست بنبیٍ ولکن محدث اللّٰہ۔ "میں نبی نہیں ہوں بلکہ اللہ کی طرف سے محدث ہوں۔" (آئینہ کمالات اسلام ص ۳۸۳)

(۵) "اور مکفرین کے اعتراضوں میں سے ایک اعتراض یہ ہے کہ یہ شخص نبوت کا مدعی ہے اور کہتا ہے کہ میں نبی ہوں، سو اس کا جواب یہ ہے کہ اے بھائی معلوم رہے میں نے نبوت کا دعوےٰ نہیں کیا اور نہ میں نے انہیں کہا ہے کہ میں نبی ہوں لیکن ان لوگوں نے جلدی کی اور میرے قول کے سمجھنے میں غلطی کی۔" حمامۃ البشریٰ ص ۷۹

(۵) "میرا نبوت کا کوئی دعوےٰ نہیں۔ یہ آپ کی غلطی ہے یا آپ کسی خیال سے کہہ رہے ہیں، کیا یہ ضروری ہے کہ جو الہام کا دعوےٰ کرتا ہے وہ نبی بھی ہو جائے میں تو محمدی اور کامل طور پر اللہ و رسول کا متبع ہوں۔" (جنگ مقدس صفحہ ۶۷)

(۶) "اور اگر یہ اعتراض ہے کہ نبوت کا دعویٰ کیا ہے اور وہ کلمہ کفر ہے تو بجز اس کے کیا کہیں کہ لعنت اللہ علی الکاذبین۔"

(انوار الاسلام ص ۳۴)

(۷) "افتراء کے طور پر ہم پر یہ تہمت لگاتے ہیں کہ گویا ہم نے نبوت کا دعوےٰ کیا ہے، اور گویا ہم معجزات اور فرشتوں کے منکر ہیں۔ لیکن یاد رہے کہ یہ تمام افتراء ہیں ہمارا ایمان ہے کہ ہمارے سید و مولیٰ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں اور ہم فرشتوں اور معجزات اور تمام عقائد اہل سنت کے قائل ہیں۔" (حاشیہ کتاب البریہ ص ۱۸۳)

(۸) "جاہل مخالف میری نسبت یہ الزام لگاتے ہیں کہ یہ شخص نبی یا رسول ہونے کا دعویٰ کرتا ہے مجھے ایسا کوئی دعویٰ نہیں۔"

(ایک غلطی کا ازالہ)

(۹) "قرآن شریف جیسا کہ آیت ...... الیوم اکملت لکم دینکم اور آیت ولکن رسول اللّٰہ وخاتم النبیّین میں صریح نبوت کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم کر چکا ہے۔"

(تحفہ گولڑویہ صفحہ ۸۳)

(۱۰) "ابتدا سے میرا یہی مذہب ہے کہ میرے دعوے کے انکار کی وجہ سے کوئی شخص کافر یا دجال نہیں ہو سکتا (حاشیہ)۔ یہ نکتہ یاد رکھنے کے قابل ہے کہ اپنے دعوے کے انکار کرنے والے کو کافر کہنا یہ صرف ان نبیوں کی شان ہے جو خدا تعالےٰ کی طرف سے شریعت اور احکام جدیدہ لاتے ہیں لیکن صاحب شریعت کے ماسوا جس قدر ملہم اور محدث ہیں گو وہ کیسی ہی جناب الٰہی میں اعلیٰ شان رکھتے ہوں اور خلعت مکالمہ الٰہیہ سے سرفراز ہوں ان کے انکار سے کوئی شخص کافر نہیں بن جاتا۔"

(تریاق القلوب ص ۱۲۰)

(۱۱) "والنبوۃ قد انقطعت بعد نبینا صلی اللّٰہ علیہ وسلّم۔

اور نبوت ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تحقیق منقطع ہو گئی۔"

(الاستفتاء ضمیمہ حقیقت الوحی ص ۶۴)

عدم گنجائش کی وجہ سے میں ان چند حوالوں پر ہی اکتفا کرتا ہوں۔ یہ حوالے حضرت مرزا صاحب کی جملہ کتب سے لئے گئے ہیں ان میں ابتدائی تصنیفات سے بھی ذیل نقل کئے گئے ہیں۔ اور زندگی کے آخری دنوں کے اقوال بھی درج ہیں ان سے معلوم ہوگا۔ کہ حضرت مرزا صاحب کو ابتدا سے انتہا تک دعویٰ نبوت سے انکار ہے اور اس انکار پر سخت اصرار ہے اپنے دعوے کے منکرین کو وہ کافر بھی اسی لئے نہیں کہتے کیونکہ وہ نبوت کے دعویدار نہیں۔ اور مجدد اور محدث کے انکار سے کوئی شخص کافر نہیں ہو سکتا۔ مگر یہ اندوہناک المیہ (Tragedy) ہے کہ دوستوں اور دشمنوں نے مرزا صاحب کو افراط اور تفریط کا بالکل اسی طرح نشانہ بنایا جس طرح مسیح اسرائیلی کو علماء یہود اور ان کے پیروؤں نے اسے ابن اللہ قرار دیکر خدا بنایا یہ بھی مسیح سے مماثلت ہے جو واقعات نے ثابت کر دی ہے۔

روشن خیال طبقہ سے اپیل

ہم ملک کے دانشمند اور متین طبع لوگوں سے استدعا کرتے ہیں۔ کہ کب تک اس مرد مظلوم پر یہ مظالم روا رکھے جائیں گے۔ جس طرح علم کے متعلق سرسید علیہ الرحمۃ کی خدمات کا اعتراف کر لیا گیا۔ باوجودیکہ علماء نے مکہ معظمہ تک اسکے خلاف کفر کے فتوے حاصل کئے اور ملی جذبات ابھارنے میں شبلی اور حالی کو خراج تحسین ادا کیا گیا۔ اور نوجوانان ملت کے دلوں میں اسلامی رجحانات پیدا کرنے کے لئے علامہ اقبال کو سراہا گیا۔ اسی طرح تبلیغ اور اشاعت کے میدان میں اس غیور فرزند توحید کی کارگذاریاں بھی تسلیم کر لینی چاہئیں علماء کی تو تمام ہسٹری یہی بتلاتی ہے کہ جہاں کوئی کارکن پیدا ہوا اور اس نے بے نفسی سے ملت کا کام شروع کیا وہیں یہ طبقہ غضبناک ہو کر اس پر پل پڑا اور اس کے راستہ میں روڑے اٹکانے شروع کر دیئے جوں جوں لوگوں میں تعلیم ہوتی جائیگی وہ ان کے اثرات سے محفوظ ہوتے جائیں گے مگر موجودہ حالات میں تعلیم یافتہ لوگوں کی خاموشی ایک گناہ ہے۔ اب وقت آ گیا ہے۔ کہ اہل قبلہ کی تکفیر کے خلاف ایک عالمگیر احتجاج بلند ہو جس کی ابتدا ہمارے روشن خیال طبقہ سے ہونی چاہیئے کسی مسلمان فرقے کو ان کی تعداد کی قلت کی وجہ سے عوام کو گمراہ کر کے اقلیت قرار دینے کا مطالبہ ایک خطرناک افتراق پسندی اور انتشار آفرینی کا باعث ہے جس کے نتائج مستقبل قریب میں بہت ہولناک ثابت ہوں گے۔ ایک فرقہ کو اقلیت قرار دینے کے بعد یہ موج تکفیر بڑھتی چلی جائیگی۔ اور یکے بعد دیگرے تمام فرقے اس کی لپیٹ میں آ جائیں گے، یہ ایسے فتنے کا دروازہ کھولنا ہے جو کبھی بند نہ ہو سکے گا۔ ضلع سرگودھا کے ایک دیوبندی عالم نے حال ہی میں ایک پمفلٹ شائع کیا ہے جس میں صاف لفظوں میں اس نے بریلوی علماء کو مشرک قرار دیا ہے اور اپنے نظریہ کی تائید میں اس نے جابجا قرآن کریم کی آیات پیش کی ہیں اور ثابت کیا ہے کہ بریلوی مولوی احمدیوں سے زیادہ ضال اور مضل ہیں۔ ان کے جنازے پڑھنے ناجائز اور ان سے تعاون کرنا گناہ ہے۔ ہمارے اہل الرائے طبقہ کا فرض ہے کہ اس فتنہ کی بروقت روک تھام کرے۔ اور ان علماء کو بتائے کہ ان کا اصل مقام تعمیر قوم اصلاح ملت اور تزکیہ نفس تھا نہ کہ تکفیر اور تخریب، جس میں وہ گذشتہ کئی صدیوں سے لگے ہوئے ہیں۔ ربنا افتح بیننا وبین قومنا بالحق وانت خیر الفاتحین۔

ایک نہایت ضروری اعلان
جماعت احمدیہ لاہور اور جماعت قادیانی میں بنیادی اختلاف ہے

ایک معزز دوست نے استفسار کیا ہے۔ کہ جناب مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب خلیفہ قادیان کے اعلان مورخہ ۲۶ر اگست ۱۹۵۲ء جس میں انہوں نے جماعت احمدیہ لاہور اور جماعت قادیان کے درمیان مصالحت اور متفقہ مدافعانہ پالیسی کی سکیم کا ذکر کیا ہے سے مخالف حلقوں کو خطرناک غلط فہمیاں پھیلانے کا موقعہ ملا ہے جس سے جماعت احمدیہ لاہور کی مساعی جمیلہ اور غلط عقاید کے خلاف چالیس سالہ جہاد کے متعلق ابہام پیدا ہو گیا ہے اور کہیں کہیں یہ خیال بھی پیدا ہونا شروع ہو گیا ہے کہ دراصل دونوں جماعتیں بنیادی طور پر ایک ہیں۔ واقعات، حقائق اور اصولی اختلاف کی طویل داستان کے پیش نظر یہ اتنا بے بنیاد خیال ہے کہ اس کی تردید ہم پر فرض ہے گو ۲۶ر اگست ۱۹۵۲ء کے پیغام صلح کے اداریہ میں روزنامہ "زمیندار" کے جھوٹے پروپیگنڈے کے جواب میں اس بات کی اچھی طرح وضاحت کر دی گئی تھی کہ خلیفہ صاحب قادیان کے اس اعلان کی حیثیت بالکل اضافی ہے۔ دونوں جماعتوں کا اختلاف بنیادی اور اصولی ہے اس لئے روزنامہ زمیندار کا جلی حروف میں یہ لکھنا کہ دونوں جماعتوں نے مل کر مسلمانوں کے خلاف متحدہ محاذ قائم کر لیا ہے ایک بہتان، جھوٹ، اور فریب ہے اور ایک ایسی صحافی بددیانتی اور سفلہ پن ہے کہ جس کی مثال نہیں ملتی۔ آج ہم پھر نہایت واشگاف الفاظ میں اعلان کرتے ہیں کہ جب تک خلیفہ صاحب قادیان اور ان کی جماعت اجراء نبوت اور تکفیر المسلمین کے غلط عقاید پر قائم ہیں اس وقت تک جماعت احمدیہ لاہور کا ان سے کوئی سمجھوتہ نہیں ہو سکتا اور نہ کسی ایسی سکیم پر غور کیا جا سکتا ہے جس سے دونوں جماعتوں کے درمیان اتحاد اور اتفاق کے رجحانات پیدا ہو جائیں۔ اصول میں اختلاف اور جماعتوں میں اتحاد بے معنی اور مضحکہ خیز بات ہے۔ یہ کبھی ممکن نہیں ہو سکتا۔ جو شخص اس واضح اعلان کے بعد بھی غلط فہمی پھیلاتا ہے اس کے خبث باطن کا ہمارے پاس کوئی علاج نہیں۔ ہم اس معاملہ کو خدا سے سپرد کرتے ہیں۔

آنریری جنرل سیکرٹری

حضرت صاحب صدر کا ایک ضروری اعلان (بقیہ از صفحہ اول)

طرف حضرت میاں بشیر الدین محمود صاحب کو کہنا پڑا۔ کہ مسلمان حضرت مسیح موعودؑ کے انکار کی وجہ سے کافر نہیں ہیں۔ اور نہ دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ حضرت مسیح موعودؑ کا مقام امتی نبی کا ہے جس کو حضرت مسیح موعودؑ نے محدث و مجدد کے مترادف قرار دیا ہے یہ کس قدر فتح مبین آپ کو بخشی۔ بیشک مخالف دشمن کچھ کہتا چلا جائے۔ لیکن اندر اندر وہ تمام عقاید جو ایک وقت کفر سمجھے جاتے تھے یکے بعد دیگرے اپناتے جا رہے ہیں۔ یہ تمام تر آپ کی مٹھی بھر جماعت کی تگ و دو کا ثمر ہے۔ کاش ہم ان افضال اور کامیابیوں کی قدر کرتے ہوئے۔ اب جب میدان ہمارے ہاتھ میں ہے۔ اپنا قدم اور آگے بڑھائیں۔ اور ہمت نہ ہاریں۔ میں دعا پر ختم کرتا ہوں کہ اے مقلب القلوب تو ہمارے دلوں کو ان بلند مقاصد کے لئے کھول دے کہ ہم تیرے اس پاک مشن کے لئے اپنی عزیز سے عزیز چیز کو قربان کر دیں وما علینا الا البلاغ

نیاز مند
میاں محمد۔ پوسٹ بکس ۷ لائلپور

دوکاندار کی ضرورت

چک ۶ اسلام آباد نزد اوکاڑہ انجمن کے چک میں ایک دوکاندار کی ضرورت ہے جو دیہاتی ضروریات کا کاروبار کر سکے۔

ظہور احمد۔ افسر ارامنیات

اخبار احمدیہ

— حضرت امیر قوم مولانا صدر الدین صاحب ایدہ اللہ اپنے گرامی نامہ میں اطلاع دیتے ہیں کہ آپ ۱۵ر اکتوبر کو لاہور تشریف لے آئیں گے، انشاء اللہ تعالیٰ۔ ۱۸-۱۹ر اکتوبر کو آپ شیخ عطاء اللہ صاحب مرحوم کی تعزیت اور فاتحہ خوانی کے لئے وزیر آباد اور سیالکوٹ تشریف لے جائیں گے۔

مولانا آفتاب الدین صاحب ۱۱ر اکتوبر کو بذریعہ ہوائی جہاز ڈھاکہ مشرقی پاکستان تشریف لے جا رہے ہیں آپ وہاں انجمن کے تبلیغی کاموں اور بنگالی زبان میں بعض کتابیں چھپوانے کے لئے دو تین ماہ قیام کریں گے۔

ووکنگ کی خبر ہے کہ محترم شیخ محمد طفیل صاحب کچھ دنوں سے بیمار ہیں، احباب کرام ان کی صحت کے لئے درد دل سے دعا فرمائیں۔

محترم محمد اصغر علی صاحب جو ایبٹ آباد سے انگلستان برائے اپریشن تشریف لے گئے ہوئے ہیں اپنے ایک تازہ خط میں اطلاع دیتے ہیں:-

"مجھے ۱۳ر ستمبر کو برامپٹن ہسپتال والوں نے اطلاع دی کہ ۲۲ر ستمبر بروز سوموار صبح دس بجے آؤٹ ڈور سیکشن میں حاضر ہو جاؤ" یہ اس خط کا جواب تھا۔ جو ووکنگ کے ڈاکٹر نے ۱۰ر ستمبر کو برامپٹن ہسپتال لکھا تھا۔ چنانچہ جناب ڈاکٹر محمد عبداللہ صاحب کی معیت میں ۲۲ر کو وہاں پہنچا میں تے پرانے ایکس رے فوٹوز اور باقی ضروری کاغذات ان کو دکھائے گئے انہوں نے نئے دو ایکس رے فوٹوز لئے۔ خون ٹسٹ کیا۔ بعد ازاں تین دن بلغم ٹسٹ کرتے رہے۔ دوسرے دن ۲۳ر کو ناک اور گلے کا معائنہ ایک سپیشلسٹ نے کیا۔ اور پھر کہا کہ اچھا ۲۹ر کو پھر آنا۔ چنانچہ اب پھر ۲۹ر ستمبر کو برامپٹن ہسپتال جاؤں گا۔ یہاں سے ہسپتال ۲۵ میل دور ہے ہسپتال لندن میں ہے اور میں ووکنگ کے پاس رہتا ہوں۔ بہرصورت دعاؤں کی اشد شدید ضرورت ہے۔"

قبول اسلام ۲۶ر ستمبر ۱۹۵۲ء کو محترم مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع اطلاع دیتے ہیں۔ جامع احمدیہ لائل پور میں قبل از نماز جمعہ ایک برسر روزگار نوجوان برکت مسیح صاحب نسیم نے خاکسار کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا ہے۔ حضرت صاحب صدر نے اسلامی نام مسٹر برکت اللہ نسیم تجویز فرمایا جو سب مجلس نے پسند کیا۔ مسٹر نسیم صاحب نے قبول اسلام کے بعد سلسلہ عالیہ احمدیہ میں شمولیت اختیار کر کے دین کو دنیا پر ترجیح دینے کا وعدہ کیا۔ نسیم صاحب جناب ڈاکٹر شمس الدین صاحب سے کتب لے کر مطالعہ فرماتے رہے ہیں۔ حاضرین مجلس نے مل کر نسیم صاحب کی استقامت کے لئے دعا کی۔ اللہ کریم قبول فرمائے۔

قبول احمدیت۔ عرصہ دو سال سے ایک نہایت ہی صالح اور قابل نوجوان مسٹر عبدالمجید صاحب میرے زیر تبلیغ تھے۔ آج اللہ کریم نے انہیں توفیق دی اور انہوں نے سلسلہ عالیہ احمدیہ میں باقاعدہ شمولیت اختیار کر لی۔ میری دعا ہے کہ اللہ کریم اس نوجوان سے خدمت اسلام کا نمایاں کام لے۔ اس ضمن میں مجھے ان سے بہت سی توقعات ہیں۔

ایک المناک واقعہ

یہ خبر جماعت کے تمام حلقوں میں انتہائی حزن و ملال سے سنی جائے گی کہ جناب چوہدری نصیر احمد صاحب ملھی ایم۔ ایل۔ اے رئیس اعظم بدوملھی کی بڑی صاحبزادی عزیزہ شیرازہ تنویر مورخہ ۲ر اکتوبر ۱۹۵۲ء کو گلے کا اپریشن ناکام ہونے کے باعث وفات پا گئیں انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحومہ نہایت ہونہار، ذہین اور سلیم الطبع تھیں۔

یہ المناک واقعہ سارے خاندان کے لئے بہت بڑا صدمہ ہے، ہم بھی ان کے اس صدمہ میں شریک ہیں۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ والدین اور جملہ لواحقین کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے۔ اور مرحومہ کو جنت الفردوس میں جگہ دے۔ آمین۔

خط و کتابت کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیں

پریس قائم کرنے کیلئے حصص خریدنے کی تحریک (پبلسٹی)

حضرت صاحب صدر کا مکتوبِ گرامی

لائل پور - ۴ر اکتوبر ۱۹۵۲ء -

برادران مکرم و معظم - السلام و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ -

آپ کی مجلس منتظمہ نے اپنے اجلاس منعقدہ ۲۱ $\frac{9}{52}$ میں یہ فیصلہ کیا ہے کہ تصنیف تالیف نشر و اشاعت اخبارات کی بڑھتی ہوئی ضرورت کے پیش نظر اپنا پرنٹنگ پریس قائم کیا جائے۔ پریس کی یہ تجویز عرصہ سے زیر غور تھی لیکن عملی قدم اس طرف نہ اُٹھا ـــــــ مجلس منتظمہ کے اس فیصلہ کی شکل یہ ہو گی کہ پچاس ہزار روپیہ کے سرمایہ سے ایک پرائیویٹ لمیٹڈ کمپنی جاری ... کی جائے۔ پچیس ہزار روپیہ کے حصص احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کے ہوں اور پچیس ہزار روپیہ کے حصص احباب سلسلہ میں تقسیم کئے جائیں ہر ایک حصہ پانچ صد روپیہ کا ہوگا۔ گویا بحیثیت ایک حصہ دار کے ۵۰ حصص کی مالک انجمن ہوگی اور باقی ۴۸ حصص (فی حصہ پانچ صد روپیہ) احباب سلسلہ خرید لیں گے۔ اس طرح کل تعداد حصہ داران ۴۹ ہو گی۔ مینجنگ ایجنسی انجمن کے پاس رہے گی ـــــــ چونکہ بہت جلد اس کام کو عملی جامہ پہنانا ہے اس لئے جو احباب اس لمیٹڈ کنسرن میں حصہ خریدنا چاہیں وہ فوراً مرکزی دفتر انجمن میں اطلاع دیں۔ حصص بہت محدود ہیں اس لئے جو دوست پہلے مطلع کریں گے انہیں ترجیح دی جائے گی۔ میں نے کل ایک دو دوستوں سے یہاں ذکر کیا تو ایک حصہ میاں مولا بخش صاحب نے اور ایک حصہ میاں فضل الرحمٰن صاحب نے - اور ایک حصہ شیخ محمد حسین صاحب ڈلہوزی والے نے خریدنا منظور کیا ہے۔ ایک حصہ انشاء اللہ تعالیٰ میاں شریف احمد صاحب ضرور خرید لیں گے۔ میں نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ یہ سکیم بہت جلد بروئے کار آجائے اس لئے احباب سلسلہ کی خدمت میں درخواست ہے کہ وہ ۲۵ $\frac{1}{52}$ تک جس قدر حصص خریدنا چاہتے ہوں فی حصہ یک صد روپیہ ساتھ بھیج کر مرکز میں اطلاع دیں۔ حصص بہت محدود ہیں اس لئے جلد تر اطلاع دی جائے۔ اگر کوئی حصہ باقی رہ گیا تو وہ میں خرید لوں گا - اگر خریدار زیادہ ہوئے تو ان کو ترجیح دی جائے گی۔

نیازمند

میاں محمد

پریزیڈنٹ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

پیغام صلح میں بچوں اور خواتین کے صفحات

پیغام صلح میں پہلے بھی بچوں کا صفحہ عموماً ہوتا ہے لیکن اب انشاء اللہ مستقل طور پر بچوں کا صفحہ شائع کیا جائیگا۔ لکھنے والے دوست جماعت کے بچوں کی تعلیم و تربیت کے پیش نظر اچھے اور سلیس مضامین بھجوائیں ـــــــ خواتین سلسلہ کی خدمت میں درخواست ہے کہ وہ خواتین کے مسائل جو کہ زندگی کے نہایت ضروری مسائل ہیں کے متعلق پیغام صلح میں مضامین بھجوائیں ان کے مضامین کو پیغام صلح میں نہایت شکریہ کے ساتھ شائع کیا جائے گا۔ مضامین خواتین کی مذہبی، اخلاقی، معاشرتی اور ثقافتی زندگی سے متعلق ہونے چاہئیں۔

آنریری جنرل سیکرٹری

پیغام صلح کا آئندہ پرچہ "امیر نمبر" ہوگا

حضرت امیر مرحوم مولانا محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ۱۳ر اکتوبر ۱۹۵۱ء کو ہوا تھا۔ اس لئے آپ کی یاد کو تازہ کرنے اور آپ کے تبلیغی و علمی کارناموں اور خدمات اسلام کی طرف قوم کو توجہ دلانے کے لئے "پیغام صلح" کا آئندہ پرچہ حضرت مرحوم ہی کے ذکر خیر پر مشتمل ہوگا - جو اصحاب اس نمبر کی زیادہ کاپیاں خریدنا چاہیں وہ ۱۳ر اکتوبر تک اطلاع دے دیں۔ (مینیجر پیغام صلح)

شعبۂ پبلسٹی کیلئے عطیہ جات

شعبۂ پبلسٹی کے لئے اخبار اور خط و کتابت کے ذریعہ عطیہ جات کی اپیل کی گئی اس کے لئے مندرجہ ذیل بزرگوں اور دوستوں نے عطیہ جات عنایت فرمائے۔ سب سے پہلا عطیہ حضرت صاحب صدر کا ہے - آپ نے مبلغ پانچ صد روپیہ اس کے لئے عنایت فرمایا اور اس کے بعد مبلغ یکصد روپیہ مزید بھجوایا۔ موجودہ زمانہ میں پریس اور پبلسٹی کی جو اہمیت ہے اس سے ہر ایک دانشمند اور ذہین شخص واقف ہے۔ بغیر پریس اور پبلسٹی کے کوئی قوم اور جماعت اپنی طاقت یا اپنی زندگی اور اثر و نفوذ کا اظہار نہیں کر سکتی۔ حضرت صاحب صدر کی اس اپیل اور عطیہ بھجوانے میں سبقت سے جماعت کے سب دوستوں کو اس شعبہ کی ضرورت اور اہمیت کا اندازہ کر لینا چاہیئے اور عطیہ جات بھجوانے میں جلدی کرنا چاہیئے - جن دوستوں نے اس تحریک میں حصہ لیا ہے ان کی فہرست نہایت شکریہ سے شائع کی جاتی ہے -

آنریری جنرل سیکرٹری

نام	رقم
(۱) - الحاج حضرت شیخ میاں محمد صاحب لائل پور	۶۰۰
(۲) - جناب خان بہادر غلام ربانی خان صاحب لاہور	۱۰۰
(۳) جناب شیخ میاں سعید احمد صاحب لاہور	۱۰۰
(۴) - جناب میاں مولا بخش صاحب لائل پور	۱۰۰
(۵) جناب شیخ میاں فضل الرحمٰن صاحب لائلپور	۱۰۰
(۶) - جناب ملک نذر حسین صاحب لائل پور	۵۰
(۷) جناب منشی محمد بخش صاحب لائل پور	۱۰
(۸) - جناب ملک خدا بخش صاحب لائلپور	۲۰
(۹) جناب منشی محمد حسین صاحب لائل پور	۱۰
(۱۰) جناب سید قمر علی شاہ صاحب لائل پور	۱۵
(۱۱) جناب شیخ عبدالرحمٰن صاحب یونس لائل پور	۵
(۱۲) جناب میاں محمد شریف صاحب لائل پور	۵
(۱۳) میاں فاروق احمد صاحب لائلپور	۲۰
(۱۴) جناب حافظ عبدالرؤف صاحب لائل پور	۵
(۱۵) جناب غلام مصطفےٰ صاحب لائل پور	۲
(۱۶) جناب چوہدری صدرالدین صاحب لائل پور	۵
(۱۷) جناب بابو محمد امین صاحب لائل پور	۵
(۱۸) جناب مرزا مظفر بیگ ساطع صاحب لائلپور	۲۵
(۱۹) - جناب شیخ محمد حسین صاحب ٹھیکیدار فیروز پور والے	[illegible]
میزان کل	۱۲۷۷

قارئین پیغام صلح کی توجہ کے قابل

بعض احباب اپنا پتہ تبدیل کرانے یا دیگر امور در بارہ پیغام صلح کے متعلق فرمائش بھیجتے ہوئے اپنا خریداری نمبر نہیں لکھتے جس سے عموماً ان کی فرمائش کی تعمیل میں تاخیر ہو جاتی اور کارکنان دفتر کا وقت بھی ضائع ہوتا ہے اس لئے ازراہ نوازش احباب کے متعلق خط و کتابت کرتے وقت خریداری نمبر کا جو پتہ کی چٹ پر لکھا ہوتا ہے، حوالہ ضرور دیا کریں تا کہ فرمائشات کی تعمیل آسانی سے اور جلد ہو سکے۔ خاکسار - مینیجر پیغام صلح

ہفتہ وار پیغام صلح مورخہ ۸ر اکتوبر ۱۹۵۲ء - رجسٹرڈ ایل ۸۳۸ شمارہ نمبر ۳۹

چودھویں صدی کا چاند

اور

اس سے روشن ہونے والے دو عظیم الشان ستارے

حضرت خلیفۃ المسیح
مولانا نورالدین صاحب
(علیہ الرحمۃ)

حضرت مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود مجدد صد چہار دھم
علیہ الصلوٰۃ و السلام

حضرت امیر مولانا محمد علیؒ
صاحب (علیہ الرحمہ)
(جنکی یاد میں یہ نمبر
شائع کیا جا رہا ہے)

حضرت مولانا محمد علی صاحب عالم جوانی میں
تصویر کے سر پر بائیں طرف ایک ہاتھ قرآن کریم پکڑے ہوئے نظر آ رہا ہے جسکا ذکر اس پرچہ میں میاں نصیر احمد صاحب فاروق نے اپنے مضمون "عاشق قرآن" میں کیا ہے۔

احمدیت را وجودت مایۂ صد افتخار
قوم احمد را بعالم فخر دوران کردہ

حضرت امیر مولانا مولوی محمد علی صاحب نور اللہ مرقدہ
جو حضرت مسیح موعود کے زیر ہدایت پورے پچاس سال اسلام اور قرآن کریم کی تائید میں قلمی خدمات سر انجام دیتے ہوئے ۱۰ محرم الحرام ۱۳۷۱ ھ مطابق ۱۳ اکتوبر ۱۹۵۱ء کو واصل بحق ہوئے

ڈاکٹر سید طفیل حسین صاحب بخاری احمدی
جو ۹ - ۱۰ اکتوبر ۱۹۵۲ء کی درمیانی شب کو بمقام لاہور فوت ہوئے ان کا مفصل ذکر اسی پرچہ کے اداریہ میں ملاحظہ فرمائیں

پیغام صلح
جلد ۴۰ { یوم چہارشنبہ ۲۴ر محرم ۱۳۷۲ھ } نمبر ۴۰

دَورِ حاضر کا سب سے بڑا مجاہد

اگر دین حق کی تائید و حمایت میں مخالفین و معاندین سے نبرد آزما ہونا اور اسلام کی صداقت و عظمت دکھا سکتے دلوں پر بٹھانے کی جد و جہد کرنا جہاد کہلا سکتا ہے، اگر جاھدھم بہ جھاداً کبیرا کے حکم خداوندی میں قرآن کریم کے ذریعہ سے جہاد کرنا جہاد کبیر قرار دیا گیا ہے، اگر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ سے واپس لوٹتے ہوئے یہ فرما کر رجعنا من الجھاد الاصغر الی الجھاد الاکبر جہاد بالسیف کو جہاد اصغر قرار دیا اور تبلیغ دین کو جہاد اکبر ٹھیرایا، اگر ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ کے ارشاد خداوندی میں غلبۂ دین کو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا سب سے بڑا مقصد قرار دیا گیا ہے اور جیسا کہ مفسرین نے لکھا ہے اس مقصد کی تکمیل مسیح موعودؑ کے زمانہ سے وابستہ ہے اگر افضل الجھاد کلمۃ الحق عند سلطان جائر کے پُرحکمت ارشاد میں ایک جابر انسان کے سامنے سچی بات کہدینا افضل الجہاد قرار دیا گیا ہے، اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث صحیح ہے کہ عالم کے قلم کی سیاہی کا ایک قطرہ غازی کے خون اور عابد کی ستر سالہ عبادت سے بہتر ہے تو یقین جانیئے کہ مولانا محمد علی (رحمۃ اللہ) اس زمانہ کا سب سے بڑا مجاہد اور سب سے بڑا عالم تھا۔ جس نے تائید دین اور حمایت حق میں پورے پچاس سال تک دشمنان دین سے وہ نبرد آزمائی کی جس کی نظیر ملنی مشکل ہے قلم اور سیاہی کے ذریعہ سے دلائل حقہ اور براہین قاطعہ پیش کر کے اسلام کی عظمت و صداقت کا سکہ ہزاروں اور لاکھوں انسانوں کے دلوں پر اس نے بٹھایا، اس نے قرآن کے ذریعہ سے وہ جہاد کبیر کیا جس کی توفیق اس زمانہ میں شاید ہی کسی کو ملی ہو۔ اس نے تبلیغ دین کا ڈنکا چار دانگ عالم میں بجا کر اور کفرستانوں میں مسجدیں بنوا کر اس جہاد اکبر کا فرض ادا کیا جو تلوار کے جہاد سے ہزار درجہ بڑھکر ہے اور دنیا کو دکھا دیا کہ یہی وہ وقت ہے جب دین اسلام تمام دنیا پر غالب ہوگا اور لیظھرہ علی الدین کلہ کی پیشگوئی مسیح موعودؑ کے شاگردوں ہی کے ذریعہ پوری ہو کر رہے گی، ہاں اس نے اس افضل الجہاد کا حق بھی ادا کیا جو ایک جابر انسان کے سامنے کلمۂ حق کہنے سے ادا ہوتا ہے، اُس وقت جب قادیان کی سرزمین میں جہاں اس نے اپنے مرشد کے اشارہ پر اپنے تمام دنیوی مفاد پر لات مار کر دھونی رمائی تھی، جبر و استبداد کا دور دورہ شروع ہوا اور ایک نئی نبوت قائم کر کے مسلمانوں کی تکفیر کا علم بلند کیا گیا تو اس مرد خدا نے بلا خوف لومۃ لائم کسی قسم کے خطرہ کی پروا نہ کرتے ہوئے کھلے طور پر اعلان کیا کہ کلمہ گو کی تکفیر ایک ایسا جرم ہے جس کو اسلام کسی طرح روا نہیں رکھتا۔ مسیح موعود نے اپنے انکار کرنیوالے کو کافر کہنا جائز قرار دیا ہے اور نہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی ایسا نبی آسکتا ہے جس کا انکار موجب کفر ہو، اسی کلمۂ حق کے لئے اسے دیار مسیح موعودؑ سے جو اپنے وطن سے بڑھکر اسے محبوب تھا ہجرت کرنی پڑی، اور ہر قسم کے دُکھوں اور تکلیفوں سے گذرتے ہوئے اور جماعت کے ایک کثیر حصہ سے لعنت و ملامت کے کلمات اور طرح طرح کے الزامات سہتے ہوئے وہ عظیم الشان کام اس نے سرانجام دیا جو رہتی دنیا تک یادگار رہے گا اس نے مسیح موعودؑ کی اس وصیت کو جسے قادیان میں شخصی اقتدار کے سایہ میں ملیا میٹ کر دیا گیا تھا لاہور آکر دوبارہ زندہ کیا اور یہ نعرہ بلند کرتے ہوئے کہ "خدا کے مقرر کردہ خلیفہ کی جانشین انجمن ہے نہ کوئی شخص واحد، دوبارہ اس انجمن کو قائم کیا جو قادیان میں شخصی حکومت کے ذریعہ سے ختم کر دی گئی تھی اور اس سے وہ کام لیا جس کی وصیت اس مامور من اللہ نے ان الفاظ میں کی تھی :۔

"اور چاہیئے کہ جماعت کے بزرگ جو نفس پاک رکھتے ہیں میرے نام پر میرے بعد لوگوں سے بیعت لیں خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ ان تمام روحوں کو جو زمین کی متفرق آبادیوں میں آباد ہیں کیا یورپ اور کیا ایشیا ان سب کو جو نیک فطرت رکھتے ہیں، توحید کی طرف کھینچے اور اپنے بندوں کو دین واحد پر جمع کرے یہی خدا تعالیٰ کا مقصد ہے جس کے لئے میں دنیا میں بھیجا گیا سو تم اس مقصد کی پیروی کرو مگر نرمی اور اخلاق اور دعاؤں پر زور دینے سے اور جب تک کوئی خدا سے روح القدس پا کر کھڑا نہ ہو سب میرے بعد مل کر کام کرو۔" (الوصیت)

یہ وہ جہاد جس پر مسیح موعودؑ نے اپنی جماعت کو لگایا اور مولانا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ نے ہر پہلو سے اور ہر رنگ میں اس کا حق ادا کیا اس لئے یہ کہنا خلاف حق نہیں کہ محمد علی وہ مجاہد اعظم ہے جو مسیح موعودؑ کے بعد اس زمانہ میں اپنی نظیر آپ ہے، جہاد بالسیف کے متوالو! تمہیں صرف زبان سے "جہاد" "جہاد" پکارنے اور مسیح موعودؑ پر منسوخی جہاد کا طعن کرنے والو! آؤ اور آنکھیں کھول کر دیکھو کہ جس جہاد کی تلقین مرزا صاحبؑ نے کی اور جماعت احمدیہ نے اس پر عمل کر کے دکھایا وہی اصلی اور حقیقی جہاد ہے جس کا اسلام نے حکم دیا ہے، وہی جہاد اکبر ہے جو تلوار کے جہاد اصغر سے ہزار درجہ بہتر ہے وہی جہاد کبیر ہے جو اس زمانہ میں مولانا محمد علی نے قرآن کے ذریعہ کر دکھایا اور جماعت احمدیہ لاہور اس پر سرگرمی کے ساتھ عمل پیرا ہے وہی افضل الجہاد ہے جس کی توفیق اس زمانہ میں مولانا محمد علی امیر جماعت احمدیہ کے سوائے اور کسی کو میسر نہیں آئی۔ آؤ اس جہاد میں تم بھی شریک ہو جاؤ کہ اسی میں دنیا و عاقبت کی بھلائی اور حقیقی فلاح مضمر ہے۔

آہ! ڈاکٹر سید طفیل حسین صاحب

جماعت احمدیہ کو اس سال جن ناگوار حادثات اور افسوسناک صدمات کا شکار ہونا پڑا ان میں ڈاکٹر سید طفیل حسین صاحب کی ناگہانی وفات کا حادثہ سب سے بڑھ کر تکلیف دہ ہے، ڈاکٹر صاحب ممدوح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ان پرانے مریدوں میں سے تھے جنہیں آپ کی صحبت گزینی اور دعاؤں سے مستفیض ہونے کا شرف حاصل ہوا، ان کی غربت کے زمانہ میں حضرت مسیح موعودؑ نے انہیں خوشخبری سنائی کہ اللہ تعالیٰ انہیں عزت و مال عطا فرمائے گا، اور ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ خدا تعالیٰ نے انہیں ان دونوں چیزوں سے متمتع فرمایا اور انہوں نے اس خدائی عطیہ کو خدا ہی کی راہ میں خرچ کرنے اور جماعت کی ہر تحریک میں نہایت خاموشی کے ساتھ بڑھ چڑھ کر حصہ لینے میں ہمیشہ سبقت کی، نہ صرف جماعتی تحریکات میں بلکہ انفرادی طور پر بھی حاجتمندوں کی حاجت روائی، غریبوں اور یتیموں کی امداد اور طالب علموں کی اعانت پوشیدہ طور پر کرتے رہے، اپنے پیشہ ڈاکٹری میں آپ اس قدر شہرت و ناموری حاصل کر چکے تھے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس قدر دست شفا عطا فرمایا تھا کہ لاہور اور مضافات لاہور کا شاید ہی کوئی حصہ ہو، جہاں سے مریضوں کے ہجوم ہر صبح و شام آآ کر شہد کی مکھیوں کی طرح ان کے گرد جمع نہ ہوتے ہوں، عورتیں، مرد، بچے اور بوڑھے ان کی میز کے گرد کھڑے ہو جاتے اور وہ ایک ایک کر کے دیکھتے چلے جاتے اور نسخے لکھ لکھ کر دیتے جاتے اور کسی سے اتنا نہ کہتے کہ پرے ہٹ کر بیٹھو اور مجھے تنگ نہ کرو، مریض ایک ایک بات کئی کئی بار پوچھتا اور وہ حلیمی کے ساتھ جواب دینے سے کبھی دریغ نہ کرتے، اور پھر نری دوا اور نسخوں سے ہی کام نہ لیتے مریضوں کے لئے اپنے خاص اوقات میں دعائیں بھی کرتے کیونکہ وہ جانتے تھے، کہ انسانی علم اور کوشش کوئی فائدہ نہیں دے سکتی جب تک اللہ تعالیٰ کے ہاں سے شفا نازل نہ ہو، یہ رعایت اسباب ہے جو خدا کے حکم کے ماتحت انسان کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے، اس پر نتائج مترتب کرنا اور فائدہ یا نقصان پہنچانا اللہ تعالیٰ ہی کا کام ہے، یہ ان کی پرائیویٹ پریکٹس کا حال تھا، سرکاری ملازمت میں یہاں تک ترقی کی کہ کیمیکل اگزامینر کے معزز عہدہ پر پہنچ کر ریٹائر ہوئے اور ہمیشہ نیک نامی کے سرٹیفکیٹ حاصل کئے۔

ڈاکٹر صاحب ممدوح ہماری انجمن کے دوامی ممبروں میں سے تھے اور اپنی اصابت رائے اور مالی قربانیوں کی وجہ سے ایک ستون کی حیثیت رکھتے تھے اس لئے ان کی وفات گویا ایک بہت بڑا قومی حادثہ ہے جس کی تلافی غیر ممکن ہے۔

۹ر اکتوبر کی رات کو دس بجے تک اچھے بھلے تھے، اس سے تھوڑی ہی دیر پہلے سیر کر کے آئے تھے۔ دس بجے کے بعد یکایک، دل میں تکلیف محسوس ہوئی، جس کو آپ نے موت کا پیغام سمجھا اور اپنے بڑے صاحبزادہ کو آواز دی کہ "الطاف تمہارا باپ مر گیا" لڑکا آیا اور یہ حالت دیکھ کر کوئی ٹیکہ لانے کے لئے نیچے دوائی خانہ میں گیا۔ لیکن پانچ منٹ بھی نہ گذرے تھے کہ واپس آنے پر دیکھا کہ باپ فی الواقعہ مر چکا ہے، انا للہ وانا الیہ راجعون، اسی وقت یہ خبر تمام شہر میں پھیل گئی اور صبح کے وقت لوگوں کا ہجوم ان کے دروازہ پر تھا۔ عورتیں بچے بوڑھے، جوان ان کے اخلاق اور حسن کردار کو یاد کر کے رو رہے تھے، مریض حال بتانے آرہے تھے، اور یہ سُن کر دھاڑیں مارتے تھے کہ ؎

دستِ شفا خدا نے کیا تھا جسے عطا
دستِ اجل کا ہو گیا وہ خود شکار آج

۱۰ر اکتوبر کو بعد نماز جمعہ بوقت تین بجے ان کا جنازہ اٹھایا گیا اور کثیر التعداد احمدی و غیر احمدی اصحاب باچشم گریاں قبرستان میانی تک کندھا دیتے ہوئے چلے گئے، جہاں جنازہ پڑھنے کے بعد انہیں سپرد خاک کر دیا گیا۔ ہمیں اور تمام جماعت کو ان کے خاندان، ان کی بیگم صاحبہ اور صاحبزادگان اور دیگر لواحقین سے دلی ہمدردی ہے اور دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سب کو صبر جمیل عطا فرمائے اور ڈاکٹر صاحب مرحوم کو جنت الماویٰ میں بلند سے بلند تر مقام عطا کرے۔ تمام بیرونی جماعتوں سے درخواست ہے کہ انکا جنازہ غائبانہ پڑھکر ان کی روح کو ثواب پہنچائیں ان کے بڑے صاحبزادہ کا پتہ حسب ذیل ہے :۔

سید الطاف حسین صاحب بخاری لوئر مال بیرون بھاٹی دروازہ لاہور

محمد علی اعظم

الحاج جناب میاں محمد صاحب صدر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام ملز اونر لائلپور

لاتقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیاء ولکن لاتشعرون۔

محمد علی اعظم زندہ ہے۔ کیونکہ جس مشن کے لئے وہ دن رات کوشاں رہ کر اپنے مولیٰ حقیقی سے جاملے۔ وہ مشن زندہ ہے۔ حضرت ممدوح کو ہم سے جدا ہوئے ایک سال کا عرصہ گذر گیا اس عرصہ میں جوں جوں واقعات نے پلٹا کھایا میرے دل پر ان کی عظمت کا سکہ جمتا چلا گیا حضرت ممدوح نے اپنی ساری عمر دین اسلام کی نشر و اشاعت اور تبلیغ بڑی استقامت و عزم بلند کے ساتھ کی۔ اور خدا کا جلال ظاہر کرنے اور دین اسلام کا غلبہ دیگر ادیان پر ثابت کرنے میں پوری جد و جہد سے کام لیا اور اس بزرگ کی قلم اَن تھک کوشش اور بلند جذبہ و ولولہ سے آخیر دم تک۔ خدا اور اس کے رسول پاک کا پیغام دنیا کے کونوں تک پہنچانے کے لئے چلتی رہی اس کام میں نہ وہ مرد خدا تھکا اور نہ ماندہ ہوا۔ یہ اس کی عملی زندگی اور بلند پایہ کا تقوٰی ہی تھا جس نے اسکو اس بلند منصب پر کھڑا کیا۔ واقعی وہ مرد خدا محمد علی اعظم ہے۔ اس کے کارنامے زندہ ہیں۔ اور درحقیقی وہ ایک کامیاب زندگی بسر کر کے اپنے مولیٰ حقیقی سے جاملا۔ حضرت مسیح موعودؑ کو عالم کشف میں ایک قلم عطا کی گئی جو اسی حالت میں حضرت مولٰنا کے سپرد کر دی اور فراست مومنانہ سے آپکے متعلق یہ رائے ظاہر کی کہ "مجھے یقین ہے کہ میری ذات اس بات میں خطا نہیں کرے گی کہ جوان موصوف خدا تعالیٰ کی راہ میں ترقی کرے گا اور یقین ہے کہ وہ خدا کے فضل سے تقوٰے اور محبت دین پر ثابت قدم رہ کر ایسے نمونے دکھائیگا جو ہمجنسوں کے لئے پیروی کے لائق ہونگے"۔ حضرت مسیح موعودؑ کی بلند فراست اور حضور کا کشف کس درجہ صفائی سے سچا ثابت ہوا کہ جب سے آپ حضرت صاحب کے دامن سے وابستہ ہوئے۔ اخیر دم تک آپ کا قلم صداقت اسلام کی تائید میں ہی چلتا رہا اور بے شمار علم دوست ہم جنسوں نے آپ کے علم کلام سے روشنی حاصل کی۔ آپ کے ہم نام قائد اعظم محمد علی جناح نے آپ کے انگریزی ترجمہ قرآن سے روشنی حاصل کی اور کھلے طور پر اس کا اعتراف کیا آپ کے دوسرے ہمنام مولٰنا محمد علی جوہر نے اسکو ایک ایسا تحفہ قرار دیا جس سے بڑھ کر اور کوئی قابل قبول تحفہ نہیں ہو سکتا اور آپکے ترجمہ اور تفسیری نوٹوں کو قرآن کریم کا صحیح مفہوم اور تفسیر قرار دیا۔ آپ ایک طرف اپنے ان مسلمان بھائیوں کو جو حضرت مسیح موعودؑ کے ساتھ اشاعت اسلام کے زرّین کام میں شامل نہ ہوئے۔ بڑے درد دل سے احمدیت میں جو عین اسلام ہے شامل کرنے کے لئے کوشاں رہے اور ان تمام الزامات کی جو وہ حضرت صاحب پر کرتے تھے۔ بڑے مضبوط دلائل سے تردید کرتے رہے۔ اور دوسری طرف حضرت مسیح موعودؑ کی جماعت کے دوسرے گروہ کو ان کے غلط عقاید کی اصلاح کی طرف بڑی شد و مد سے آپ توجہ دلاتے رہے۔ حضرت ممدوح نے اپنی کتاب تحریک احمدیت میں اس دوسرے گروہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے:۔

"حضرت مسیح موعود کے پیرووں میں سے ایک گروہ یعنی جماعت قادیان نے حضرت مرزا صاحبؑ کو مدعی نبوت قرار دیا ہے۔ لیکن ابھی تک وہ درمیانی حالت میں ہیں۔ اگرچہ اس نبوت کے نتیجہ کے طور پر انہوں نے روئے زمین کے کل مسلمانوں کو کافر کہا ہے مگر ابھی تک کوئی نیا کلمہ اپنے لئے تجویز نہیں کیا یعنی عقیدتًا وہ یوں تو مانتے ہیں کہ کوئی شخص جب تک حضرت مرزا صاحبؑ پر ایمان لاکر آپ کی بیعت نہ کرے۔ اس وقت تک دائرہ اسلام میں داخل نہیں ہوتا، مگر کوئی اپنا الگ کلمہ بنانے سے انکار کرتے ہیں۔ اور کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا ہی اقرار کرتے ہیں۔ یہ ایک درمیانی اور تذبذب کی حالت ہے۔ اور بالآخر یا وہ حضرت مسیح موعود کی نبوت کے عقیدہ سے رجوع کریں گے۔ یا اپنا الگ کلمہ اور الگ مذہب بنالیں گے"۔

الحمد للہ کہ۔ قادیانی جماعت کے امام۔ جناب مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب نے آخر کار حضرت صاحبؑ کی نبوت کے عقیدہ سے بہت کچھ رجوع کر لیا ہے اور اب وہ اپنی تحریرات کا وہی مفہوم لیتے ہیں جس کی طرف حضرت امیر مرحوم انہیں دعوت دیتے تھے۔ یہ حضرت مرحوم کی عظمت اور اصابت رائے کا کھلا ثبوت ہے۔ گویا یوں کہنا چاہیئے کہ مجدّد اعظم حضرت مرزا غلام احمد علیہ الصلوٰۃ و السلام نے اس صدی میں تجدید اسلام کا کام کیا۔ تو دوسری طرف حضرت مولانا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ نے تجدید احمدیت کا کام کیا اور یہ خدا کا فضل ہے کہ وہ ہر میدان میں کامیاب رہا۔ اس مردِ خدا نے حضرت مسیح موعودؑ کی طرف نبوت منسوب کرنے کے عقیدہ کے خلاف ایسے وقت میں آواز بلند کی جب وہ اکیلا تھا۔ اور قادیان کی سرزمین کو جو اس کو جان سے بھی زیادہ عزیز تھی چھوڑنا گوارا کر لیا۔ اور ساری عمر مقابلہ میں ڈٹا رہا۔ یہ اس کی اَن تھک کوشش و دعاوں کا نتیجہ ہے کہ اتنے عرصہ کے بعد جماعت قادیان نے اس عقیدہ سے رجوع کیا اور اس مردِ خدا کو خدا سے ملے ایک سال بھی نہ گذرا تھا کہ آپ کی مراد بر آئی۔ یہ ایک بھاری کامیابی ہے جس کا سہرا حضرت امیر مرحوم و مغفور کے سر پر ہے

سچ ہے الاستقامت فوق الکرامۃ۔

دوسری طرف وہ اپنے مسلمان بھائیوں کو جو حضرت مسیح موعودؑ کے دامن سے ابھی تک وابستہ نہ ہوئے تھے احمدیت کی طرف بڑے التزام کے ساتھ توجہ دلاتا رہا لیکن ہر کام کے لئے ایک وقت مقرر ہوتا ہے، مخالفت کا جوش و خروش اگرچہ آگے سے بھی بڑھا ہوا ہے۔ لیکن اگر ایک طرف یہ طوفان بے تمیزی اپنے جوش پر ہے۔ تو دوسری طرف یکے بعد دیگرے وہ عقاید جو کسی وقت کفر سمجھے جاتے تھے۔ آج اپنائے جا رہے ہیں۔ دجّال۔ یاجوج ماجوج۔ حیات ممات حضرت مسیح علیہ السلام وغیرہ وغیرہ امور کے متعلق تمام نظریئے کس طرح آہستہ آہستہ بدلنے شروع ہو گئے، یہاں تک کہ آج احمدیت کے شدید ترین مخالف کو بھی آخر کار یہ لکھنا پڑا کہ حضرت نبی کریم صلعم کے بعد نہ کوئی نیا نبی آسکتا ہے نہ پرانا اور مسیح علیہ السلام کے انتظار کو غلط قرار دیا اور اس طرح وفات مسیح کا دبی زبان سے اقرار کر لیا۔ انقلاب کا زمانہ کس طرح آہستہ آہستہ مخالفت کی زمین کو کم کرتا چلا جاتا ہے۔ اور حضرت مسیح موعودؑ کے تمام نظریئے کس طرح دلوں میں جگہ پکڑتے جا رہے ہیں۔

پیارے بھائیو۔ اگر حضرت امیر مرحوم و مغفور اپنے کارناموں کی بدولت زندہ ہیں۔ تو ہم کو بھی اپنے فرائض کا احساس کرنا چاہیئے۔ اور جس راہ پر وہ بڑی مضبوطی سے چلتے رہے۔ ہم کو بھی ان کے قدموں پر چلنا چاہیئے۔ جب مخالفت زوروں پر ہو کامیابی و نصرت کے دروازے بھی اسی وقت خدا تعالیٰ کھولتا ہے۔ پرانے نقش آہستہ آہستہ مٹ رہے ہیں۔ اور خدا کی رحمت سے کچھ بعید نہیں کہ ان کی جگہ نئے نقش جم جاویں احمدیت میں شامل ہونے کا پہلا قدم یہی ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام اپنی طبعی موت فوت ہو گئے۔ اور آسمان سے امت مرحومہ کی اصلاح کے لئے اب کوئی آنے والا نہیں۔ اب دوسرا قدم یہی ہوگا۔ کہ پھر اس صدی کا مجدد کون ہے! اور حضرت مسیح موعودؑ کی طرف لازمًا انہیں رجوع کرنا پڑے گا۔ پس خدا کے حضور اس کا شکرا ادا کرتے ہوئے گر جاؤ۔ لئن شکرتم لازیدنکم جتنا شکر کرو گے اتنا ہی وہ اپنے افضال کو اور بڑھائے گا۔ والسلام

حضرت امیر نمبر

جو اس وقت آپکے ہاتھوں میں ہے تاریخ مقررہ سے دو دن بعد شائع ہو رہا ہے کیونکہ کئی بزرگوں نے اپنے مضامین عین اس دن جب اخبار پریس جانا چاہیئے تھا ارسال کئے، ان مضامین کا درج ہونا ضروری تھا اسی لئے اخبار کا حجم بھی زیادہ کرنا پڑا۔

بہرحال یہ چند دن کی محنت و کوشش کا نتیجہ ہے کہ یہ حقیر تحفہ جو حضرت امیر رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے معنون ہونے کی وجہ سے شرف و عزت کا حقدار ہو چکا ہے، قارئین کرام کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے، اس سے قبل دسمبر ۱۹۵۱ء میں جو امیر نمبر اس سے چوگنے حجم پر شائع ہوا تھا اگرچہ احباب کی پسندیدگی اور قبولیت کا موجب ہوا تاہم اسکی بہت سی کاپیاں ابھی تک دفتر میں موجود ہیں اگر ہمارے احباب پیش نظر پرچہ کے ساتھ اسکی بھی متعدد کاپیاں دفتر سے منگوا کر تقسیم کریں تو سلسلہ تبلیغ میں بہت مفید ثابت ہوگا۔

یادِ حبیب کے چند متفرق اوراق

بیگم صاحبہ حضرت امیر ایدہ اللہ

ریاست کپورتھلہ کا خوش نصیب زمیندار خاندان

۱۸۷۰ء سے ۱۸۷۵ء تک کا زمانہ تھا۔ ہندوستان کے مسلمانوں پر ذلت و نکبت کی گھٹا چھا رہی تھی اور حکومت کے ساتھ وہ علم و اخلاق و دینی شعار سے بھی محروم ہو چکے تھے۔ ان کی حالت زبانِ حال سے کہہ رہی تھی کہ ؏

"سلف ان کے وہ تھے۔ خلف ان کے یہ ہیں"

انہی پُرآشوب ایام میں ریاست کپورتھلہ کے ایک چھوٹے سے گاؤں میں ایک خوش نصیب زمیندار خاندان کے بزرگ حافظ فتح دین نامی تھے جو قرآن پاک کے حافظ فارسی کے عالم اور ایک نہایت نیک دیندار بزرگ تھے۔ انہوں نے اپنے مکان کے ساتھ مسجد بنوائی۔ خود امامت کراتے اور رمضان المبارک میں تراویح پڑھایا کرتے۔ اور اسی مسجد میں گاؤں کے بچے قرآن مجید کی تعلیم بھی حاصل کرتے تھے۔

والد صاحب کا جذبہ اور ابتدائی تعلیم

حافظ فتح دین صاحب نے اپنے متعدد بچوں میں سے ایک بچے کی پیشانی میں علم و فضل کی چمک دیکھی اور دل میں یہ مصمم ارادہ کر لیا کہ اسکو اعلیٰ تعلیم دلوائی جائے۔ اس وقت تعلیم کے لئے اتنی آسانیاں نہ تھیں جتنی اب ہیں۔ بڑے بڑے شہروں میں گنتی کے چند اسکول تھے۔ چنانچہ حافظ صاحب موصوف نے اپنے گاؤں سے کئی میل کے فاصلے پر ایک قصبے کے ابتدائی تعلیم کے مدرسے میں اپنے بچے کو داخل کر دیا۔ ہر روز علی الصبح خود گھوڑے پر سوار ہو کر اپنے بچے کو بٹھا کر سکول لے جاتے اور تمام راستہ قرآن مجید کی تلاوت فرماتے جاتے۔ شاید اسی کا اثر تھا کہ وہ بچہ بعد میں مولانا محمد علی مترجم و مفسر قرآن ہوا اور اس کے سینے میں کلام اللہ کا عشق اس قدر موجزن ہوا کہ تمام عمر کلام پاک کی خدمت و اشاعت میں گذار دی اور علوم و معرفت کے دریا بہا دیئے۔

"محمد علی ہست شیر خدا"

حضرت مولانا محمد علی مرحوم و مغفور کے برادر اکبر مولوی عزیز بخش صاحب سے روایت ہے کہ حضرت امیر کی عادات بچپن سے غیر معمولی تھیں۔ پانچ چھ سال کی عمر میں ابتدائی مدرسے میں تعلیم پاتے تھے۔ ایک استاد رحمت اللہ نامی تھا جو آپ کی جماعت کا معلم تھا۔ اس وقت یہ طریق تھا کہ لڑکے باری باری استاد کے سامنے جاتے اپنی تختی دکھاتے اور سبق لیتے تھے۔ جب آپ اپنی تختی اُٹھا کر استاد کی طرف جاتے تو وہ یہ شعر پڑھتا۔

محمد علی ہست شیر خدا
برائے صلاح آمدہ پیش ما

اعلیٰ تعلیم اور ساتھیوں میں عزت

فتح دین صاحب کا یہ ہونہار بچہ جلدی جلدی علمی مراحل طے کرتا چلا گیا۔ گورنمنٹ کالج لاہور میں اعلیٰ تعلیم حاصل کی اس وقت کے ساتھی لڑکے جو بعد میں نامور شخصیتیں بنیں تمام عمر آپ کی نیکی اور تقوےٰ کے معترف رہے۔ اور احمدیت کی مخالفت کے باوجود آپ کی عزت کرتے رہے۔

مسیح موعودؑ کے قدموں میں

اعلیٰ تعلیم پا کر اور بہترین علمی ڈگریاں حاصل کر کے زندگی کی تگ و دو میں قدم رکھا ہی تھا کہ ہاتف نے پکارا:—

"اے ذرّۂ محبت آ آفتاب ہو جا"

اور بندۂ محبت نے ایک ہی جھٹکے سے اپنی دنیاوی خواہشات اور بندشوں کو توڑ کر وہ روحانی مرتبہ حاصل کر لیا جو سالہا سال کی ریاضت کے بعد ملتا ہے اپنے زریں دنیاوی مستقبل سے منہ موڑ کر مجدد صدی چہاردہم کے قدموں میں جا دھونی رمائی۔

حضرت مسیح موعودؑ کی فراست مومنانہ

حضرت مسیح موعودؑ کی فراست مومنانہ نے اس دُرِّ بے بہا کو تاڑا۔ اور جس علمی جہاد کے لئے آپ مبعوث ہوئے تھے کہ اسلام کو دیگر مذاہب پر غلبہ حاصل ہو اسی جہاد کا بہترین ہتھیار یعنے قلم آپ نے اپنے اسی محبوب شاگرد کو عطا کی اور فرمایا "مجھے یقین ہے کہ میری فراست اس بات میں خطا نہیں کرے گی کہ جوان موصوف خدا تعالےٰ کی راہ میں ترقی کرے گا اور یقین ہے کہ وہ خدا کے فضل سے تقوےٰ اور محبت دین پر ثابت قدم رہ کر ایسے نمونے دکھائے گا جو ہمجنسوں کے لئے پیروی کے لائق ہونگے۔"

(تبلیغ رسالت جلد ۸ صفحہ ۶۸)

خدا کے مامور پر ہزاروں برکتیں اور رحمتیں ہوں کہ اس کی فراست صحیح نکلی اور اس کے منتخب کردہ جوان مولانا محمد علی ایم اے ایل ایل بی نے الہامی قلم کے ذریعے مسلمانوں کی بگڑی ہوئی حالت روحانی افلاس اور باطنی ناداری کو دُور کر کے ان کو علم و فضل کے خزانے سے مالا مال کر دیا اور مسیح موعود کی یہ پیشگوئی پوری ہوئی کہ اللہ تعالےٰ مولوی محمد علی صاحب کے دل میں ایسی طاقت پیدا کر دے گا کہ وہ مخالفوں کے رد میں اعلیٰ مضامین لکھیں گے۔

وہ یکتا ہی رہے

حضرت اقدس مجدد صدی چہاردہم نے آپ کو مجدد الدین کا خطاب عطا فرمایا۔ اور ۳۰ نومبر ۱۹۰۵ء کو تقریر کرتے ہوئے فرمایا:۔

"مشکل امر یہ ہے کہ جس کو ذرا بھی استعداد ہو جائے وہ دنیا کی طرف جھک جاتا ہے۔ میں چاہتا ہوں ایسے لوگ پیدا ہوں جیسے مولوی محمد علی صاحب کام کر رہے ہیں، زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں ہے۔ اب وہ اکیلے ہیں کوئی ان کا ہاتھ بٹانے والا نظر نہیں آتا۔"

سچ مچ وہ یکتا ہی رہے۔

مسیح موعودؑ کے دار میں

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں حضرت امیر علیہ الرحمۃ آپ کے ذاتی مکان میں رہا کرتے تھے اور حضرت مسیح موعود نے ایک کمرہ دے رکھا تھا۔ ان دنوں طاعون کی وبا کم و بیش ہر سال نازل ہوا کرتی تھی۔ ایک سال طاعون شدت سے پھوٹ پڑی۔ قادیان کے اردگرد تمام گاؤں میں اس کا زور تھا۔ خود قادیان میں بھی شروع ہو گئی۔ حضرت مسیح موعود کو الہام ہوا۔ انی احافظ کل من فی الدار الا الذین علوا باستکبار۔ بیشک میں حفاظت کر دوں گا ہر ایک کی جو اس گھر کے اندر ہے سوائے اس کے جو سرکشی اور تکبر اختیار کرے۔ حضرت اقدس نے بہت سے لوگوں کو اپنے گھر میں بلا لیا اور یہ سب اصحاب ایک ایک کمرے میں گذارہ کرتے تھے۔

صداقت مسیح موعودؑ کا نشان

انہی دنوں اتفاق سے حضرت امیر علیہ الرحمۃ کو سخت بخار ہو گیا۔ انہیں خیال ہوا کہ اگرچہ میں حضرت مسیح موعود کے گھر میں ہوں مگر اس الہام میں جو حفاظت کے متعلق ہے استثناء بھی ہے کہ الا الذین علوا باستکبار۔ کیا عجب ہے کہ مجھ میں کوئی کمزوری ہو اور میں طاعون میں مبتلا ہو گیا ہوں۔ اس خیال نے یہاں تک غلبہ کیا کہ مفتی محمد صادق صاحب کو بلا کر وصیت لکھوانی شروع کر دی۔ حضرت مسیح موعودؑ کو خبر ہوئی تو آپ فوراً حضرت امیر کے کمرے میں تشریف لائے۔ حال دریافت فرمایا۔ عرض کیا مجھے طاعون ہو گئی ہے دیکھئے کس قدر تیز بخار ہے۔ حضرت اقدس نے نہایت جذبے سے فرمایا اگر آپ کو طاعون ہو گئی تو پھر میں جھوٹا اور میرا دعوے الہام غلط ہے۔[1] یہ کہکر آپ نے جو نبض پر ہاتھ رکھا تو عجیب نمونہ قدرت الٰہی ظاہر ہوا کہ ہاتھ لگانے کے ساتھ ہی بدن ایسا سرد ہو گیا کہ تپ کا نام و نشان نہ تھا۔ وہ اچھے بھلے اُٹھ کر بیٹھ گئے۔ یہ وہ عجائبات قدرت ہیں جن سے انسان کا ایمان تازہ ہو جاتا ہے۔

ایمان کامل

ایک طرف حضرت مسیح موعودؑ کو حضرت امیرؒ کی نیکی اور تقوےٰ پر اس قدر یقین تھا تو دوسری طرف حضرت امیرؒ کا یقین و ایمان کمال درجہ پر پہنچا ہوا تھا کہ اس کے بعد کئی بار طاعون کا زور ہوا اور آپ وبا زدہ مقام پر رہے مگر طاعون کا ٹیکہ لگوانے سے ہمیشہ انکار فرمایا کہ میرے متعلق حضرت مسیح موعود کا ارشاد کافی ہے۔

مارچ ۱۹۲۴ء کا ذکر ہے کہ لاہور میں سخت قسم کی مہلک طاعون پھوٹ پڑی اور کثرت سے اموات ہونے لگیں۔ سکول کالج بند ہو گئے اور دفاتر میں چھٹیاں دے دی گئیں۔ حضرت امیر بھی اپنے دوستوں کے ہمراہ شہر سے باہر (جہاں اب مسلم ٹاؤن ہے) خیمے لگا کر جا رہے۔ مگر ہر روز صبح اپنے مکان و احمدیہ بلڈنگس میں تشریف لے جاتے اور تمام دن وہاں کام کرتے۔ شام کو گھر آ جاتے۔ ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب مرحوم و مغفور اور ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب مرحوم و مغفور نے کئی بار عرض کیا کہ آپ ٹیکہ لگوا لیں۔ ہم سب نے لگا لئے ہیں مگر آپ نے انکار کر دیا۔ یہاں تک کہ آپ کے مکان کے آس پاس مکانات میں کیس ہونے لگے اور ایک دن آپ اپنے دفتر میں بیٹھے کام میں مشغول تھے کہ ایک چوہا گھبرایا ہوا آیا اور وہیں سامنے تڑپ کر مر گیا۔ آپ نے اس پر مٹی کا تیل ڈال کر جلا دیا اور یہ ذکر کیا تو ڈاکٹر صاحبان نے پھر اصرار کیا کہ یا تو آپ ٹیکہ لگوائیں

---

[1] یہ الفاظ خود حضرت اقدس مسیح موعود کی اپنی قلم سے حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۵۳ میں لکھے ہوئے موجود ہیں۔

درنہ شہر جانا چھوڑ دیں مگر آپ نے مسکرا کر ان کے محبت بھرے اصرار کو ٹال دیا اور بدستور شہر جا کر کام کرتے رہے یہ ہے وہ ایقان و ایمان باللہ جو خدا کے برگزیدہ بندوں کے دلوں میں ہوتا ہے اور اسی لئے ان سے خارق عادت کام ظہور میں آتے ہیں۔

حضرت مسیح موعودؑ کی نوازشات

حضرت امیر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جب ہم لوگ قادیان میں رہتے تھے جو ایک چھوٹا سا گاؤں تھا اور اسٹیشن سے کئی میل دُور ہونے کی وجہ سے سامان آسائش میسر نہ تھے۔ گرمیوں میں برف نہ ملتی تھی۔ ایک دن سخت گرمی تھی۔ حضرت اقدس علیہ السلام کی خدمت میں کسی نے کچھ برف بھیجدی، حضور نے اسی وقت مجھے بلایا اور اپنے دست مبارک سے دُودھ چینی اور برف ڈال کر دیا۔ میں نے پی لیا۔ آپ نے دوسرا گلاس بنا کر دیا اور مجھے شرم آئی کہ حضور اتنی مہربانی فرما رہے ہیں تو میں کس طرح انکار کروں۔ وہ بھی پی گیا۔ حضرت نے تیسری بار دودھ برف دینا چاہا تو میں نے عرض کیا کہ حضور اب تو گنجائش نہیں۔ حضرت اقدس نے مسکرا کر فرمایا کہ دو گلاس آپ نے اپنی خوشی سے پیئے ہیں اب ایک گلاس ہماری خوشی کے لئے بھی پی لیجئے چنانچہ میں نے وہ بھی پی لیا۔

روحانی قوت کا ایک واقعہ

ایک عزیزہ بعارضہ فالج بیمار تھیں اور لمبے عرصہ سے صاحب فراش تھیں کئی قسم کے علاج ہو رہے تھے کہ کسی نے مشورہ دیا کہ ہپناٹزم سے علاج کیا جاتا ہے۔ چنانچہ ایک قابل معالج ڈاکٹر مصرا کی خدمات حاصل کی گئیں اور قدرت خداوندی سے ایسا ہوا کہ مریضہ صحتیاب ہونے لگی اور وہ اعضاء جو قطعاً بے حس ہو کر جُڑ گئے تھے حرکت کرنے لگے۔ ڈاکٹر مصرا روزانہ آکر مریضہ کے پلنگ کے پاس کرسی بچھا کر بیٹھ جاتے۔ توجہ ڈالتے ان کے اشارے پر ہاتھ پاؤں حرکت کرتے اور ورزش ہوتی۔ ایک دن حضرت امیر رحمۃ اللہ علیہ عیادت کے لئے تشریف لے گئے کہ آپ کی موجودگی میں ڈاکٹر مصرا آ گیا اور اپنا کام شروع کیا۔ حضرت امیر کمرے میں ایک طرف خاموش بیٹھے تھے کہ ڈاکٹر مصرا نے مڑ کر آپ کی طرف دیکھا اور مریضہ کے والد سے کہا کہ یہ بزرگ کون ہیں ان کو ہٹا دیجئے کہ ان کی روحانی قوت کے سامنے میری طاقت اور علم بیکار ہو گیا ہے اور اثر نہیں ہوتا۔ چنانچہ آپ سے عرض کیا گیا اور حضور تشریف لے گئے۔

آخری دنوں کا ایک کشف اور ایک الہام

(۱) فرمایا کہ میں نے دیکھا ہے کہ ایک نہایت نورانی اور خوبصورت شکل وصورت کی پُرجلال ہستی ہے جس نے مجھے اپنی گود میں لے رکھا ہے جیسے ماں بچے کو لیتی ہے۔ اس کا گریبان کھلا ہے اور برہنہ سینے سے میں نے اپنا سر لگا رکھا ہے اور پیار سے اپنا رخسار رگڑ رہا ہوں اور یہ الفاظ میری زبان پر ہیں

اللھم انت محبی فاجعلنی من احبائک۔

(۲) وفات سے قریباً دو ماہ قبل ایک دن صبح کی چائے نوش فرما رہے تھے کہ فرمایا کہ آج رات نماز تہجد کے لئے اُٹھا تو یہ الفاظ زبان پر جاری ہو گئے انی مھین من اراد اھانتک کہ جو تیری تذلیل کا ارادہ کرے گا میں اسے ذلیل کر دوں گا۔

اسلام کا دور اوّل اور حیات ثانی

اسلام کے دور اوّل میں اپنی حفاظت و بقا اور اعلائے

حضرت مولنا محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

شیخ غلام قادر صاحب احمدیہ بلڈنگس لاہور

جو قوم اپنے ماضی کی شاندار روایت کو پیش نظر رکھتی ہے وہ یقیناً اپنے مستقبل کی شان کو دوبالا کرتی ہے دراصل ماضی میں ہی مستقبل کی عمارت کی بنیادیں رکھی جاتی ہیں۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عالی مرتبہ عظیم الشان کردار کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنے عملی نمونہ سے قائم رکھا اور پیچھے آنے والے تابعین تبع تابعین۔ مجددین عظام اور اولیائے کرام کے عملی و علمی نمونے یقیناً حضور علیہ التحیات و السلام اور صحابہ کرام کے علمی و عملی کارناموں کے آئینہ دار ثابت ہوئے۔ آج اس زمانہ میں بھی ہم نے حضرت مسیح موعودؑ اور آپ کے پاک اور برگزیدہ جانشینوں میں محمد مصطفےٰ خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام کا علمی و عملی نقشہ اپنی آنکھوں سے دیکھا۔

ان بزرگان کرام میں سے ایک بہت بڑے عالم ربانی جن کا اسم گرامی میرے اس مختصر سے مضمون کا زیب عنوان ہے، اس زمانہ کے بہت بڑے صاحب قلم تھے بانی سلسلہ علیہ السلام کے سامنے مذہب اسلام کے محاسن پر ان کے قلم گوہر رقم نے جنم لیا اور حضور کے وصال کے بعد خود دم واپسیں تک یہ قلم چلتا ہی رہا۔

مرحوم کی اس قلمکاری کے شاہکار ترجمۃ القرآن انگریزی۔ بیان القرآن۔ تجرید بخاری معہ ترجمہ و تفسیر۔ ریلیجن آف اسلام۔ سیرت نبویؐ انگریزی و اردو۔ سیرت خلفاء راشدین انگریزی و اردو۔ مینول آف حدیث۔ مقام حدیث۔ اور النبوۃ فی الاسلام جیسی وہ عظیم الشان کتابیں ہیں جن کا پایہ موجودہ علمی دنیا میں بہت ہی بلند ہے۔

مجھے اپنے مختصر سے تجربہ میں جو بیرونی مشنوں کے متعلق کام کرنے سے حاصل ہوا ہے، یہ معلوم ہوا ہے کہ ہر چہار اکناف عالم سے ان کتب کی مانگ کا دیوانہ وار اور مسلسل تقاضا ہو رہا ہے مسلم اور غیر مسلم اندرون پاکستان و بیرون پاکستان ان کتب کی پاکیزہ و اعلیٰ تعلیمات سے استفادہ کرنا چاہتے ہیں اور کر رہے ہیں۔

مرحوم حضرت امیر کی قلم نے اسلام کی بیش بہا خدمات انجام دی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان پر ہر دم اپنی بیش بہا رحمت کی بارشیں برسائے اور ان اہل علم بزرگوں کو جو ہمارے درمیان بقید حیات موجود ہیں توفیق دے کہ وہ ان خدمات کو جاری رکھ سکیں۔

میں مدیر پیغام صلح کی خدمت میں عرض کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ وہ "یادِ رفتگان" کے زیر عنوان دیگر بزرگان سلسلہ کی سیرت پر مضامین جمع کریں اور گاہے گاہے ان کے پاکیزہ حالات سے اپنے اخبار کو زینت بخشیں۔

بعد از وفات تربت ما بر زمیں مجو
در سینہ ہائے مردم عارف مزار ماست

پیغام صلح:- "یادِ رفتگان" کے نام سے ایک خاص نمبر انشاء اللہ چند ماہ تک شائع کرنے کی کوشش کی جائیگی۔

کلمۃ اللہ کے تحفظ کے لئے بانی اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام اور ان کے جانثار رفقاء کو تلوار اٹھانی پڑی، اور وہ تہجد گذار شب بیدار مسلمان اپنے سپاہیانہ انداز میں بھی دنیا کے لئے اسوۂ حسنہ ثابت ہوئے اور تلوار کے جائز استعمال نے اسلام کی شان و شوکت میں چار چاند لگا دیئے۔ اسلام کی حیات ثانی میں حضرت مجدد اسلام نے تلوار سے جہاد کی ضرورت نہ پا کر قلمی جہاد کے ذریعے اسلام کے غلبہ و شان و شوکت کی پیشگوئی فرمائی اور یہی ہتھیار اپنے رفقائے کار کو بھی عنایت فرمایا۔ اسی قلم نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور ان کے رفقاء خواجہ کمال الدین مرحوم و مغفور و مولانا محمد علی کے ذریعہ اسلام کے خوبصورت چہرہ کو مخالفین کے اعتراضات کی خس خاشاک سے پاک کر کے دنیا پر دوبارہ اسلام کی عظمت و صداقت کا ڈنکا بجا دیا۔

۱۰ر محرم الحرام ۱۳۷۱ھ

آخر مجدد وقت کا یہ روحانی فرزند مولانا محمد علی قرآن کی خدمت کا کام سرانجام دیتے ہوئے ۱۰ر محرم الحرام ۱۳۷۱ھ مطابق ۱۳ر اکتوبر ۱۹۵۱ء کو عین ساڑھے گیارہ بجے دن کے واصل بحق ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

لا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیاء عند ربھم یرزقون۔

ہندوستانی جماعتوں کے لئے ضروری اطلاع

شیخ محمد انعام الحق صاحب (حیدر آباد دکن) نے انجمن کی منظوری سے ہندوستانی جماعتوں کی سہولت کو مدنظر رکھتے ہوئے حیدر آباد میں نئی رسید بکیں طبع کرائی ہیں ہماری ہندوستانی جماعتوں کے سیکرٹری صاحبان اور دوسرے کارکنوں کو اب ان جدید رسید بکوں کے ذریعے رقوم چندہ وصول کرنی چاہئیں۔ جس قدر رسید بکوں کی ضرورت ہو براہ راست شیخ صاحب ممدوح سے طلب کی جاسکتی ہیں۔

نیز احباب کو چاہیئے کہ سابقہ رسید بکیں اور ان رسید بکوں کے ذریعہ وصول شدہ رقوم کا حساب شیخ صاحب ممدوح کو جلدی بھیجدیں۔ جماعت ہائے عملی گدگ کی توجہ خاص طور پر اس طرف مبذول کرائی جاتی ہے۔

مرتضیٰ خاں۔ انچارج دفتر تحصیل

اسلامی دنیا کیلئے ایک نقصانِ عظیم

حضرت مولانا محمد علی اور آپ کے کارنامے

از ترکی ادیب عمر رضا دوغرل

ذیل کا مضمون اسلامک ریویو ماہ مئی ۱۹۵۲ء سے ماخوذ ہے جو مشہور ترکی ادیب - مدیر - ممبر پارلیمنٹ عمر رضا دوغرل کے تاثرات کا آئینہ دار ہے۔ ـــــــــ (ادارہ)

عہدِ حاضر کا بہترین مفکر اور مصنف

مولانا محمد علی کی وفات نے ہمیں ایک ایسی ہستی سے محروم کر دیا جس کی زندگی کا ایک ایک لمحہ خدمت اسلام کیلئے وقف تھا۔ ایک عالم متبحر اور مفکر ہونے کے علاوہ مولانا ایک ان تھک کارکن اور کثیر التصنیف مصنف تھے۔ اسلامک ریویو ماہ نومبر ۱۹۵۱ء میں مولانا کی وفات کی خبر پڑھکر مجھے بے حد رنج ہوا۔ بلاشبہ مولانا عہد حاضر کے بہترین مفکر اور مصنف تھے۔ قدرت نے آپ کو ایک صحیح اور زرخیز دماغ عطا کیا تھا۔ آپ کا قلبِ صافی ایک ایسے گہرے جوش ایمانی سے معمور تھا جسے کوئی چیز متزلزل نہیں کر سکتی تھی۔ آپ علم دین کے ایک بحر بیکراں تھے۔

احیائے اسلام کا عظیم الشان مقصد

اپنی تمام تر استعدادیں اور قوائے عقلیہ مولانا نے ایک مقصد کے لئے وقف کر دی تھیں اور وہ احیائے اسلام کا عظیم الشان مقصد تھا۔ مسلمانوں کو ہر قسم کے بے معنی توہمات سے آزاد کرنے کا مقصد اور اسلام کو اپنے اصلی رنگ روپ میں دوبارہ قائم کرنے کا مقصد ـــــــــ اور یقیناً آپ نے اسلام کی اصلی شوکت دوبارہ زندہ کر دکھائی۔

جریدۂ عالم پر غیر فانی نقش

اسلام کا یہ مجاہد اعظم محمد علی لاہوری کے نام سے مشہور تھا، جو شہرۂ آفاق انگریزی ترجمہ و تفسیر قرآن کے مصنف تھے۔ آپ ایک عظیم المرتبت شخصیت کے مالک تھے جنہوں نے جریدہ عالم پر اپنے تصنیفی کارناموں کا ایک غیر فانی نقش ثبت کر دیا۔

ترکی میں مولانا مرحوم کی تصانیف کا مطالعہ

حسن اتفاق سے کراچی کی عالمی مسلم کانفرنس سے جو فروری ۱۹۵۱ء میں منعقد ہوئی فراغت کے بعد ہمیں کئی دن لاہور میں گزارنے کا موقع ملا۔ یہاں ہمارا اولین فرض یہ تھا کہ مولانا محمد علی کی زیارت سے مستفیض ہوں۔ ترکی میں متواتر تیس سال تک مولانا کی تصانیف ہمارے زیر مطالعہ رہیں۔ کئی ایک امور پر آپ نے ہماری رہنمائی کی اس لئے کہ آپ کی نگاہ معارف اسلام کی عمیق گہرائیوں تک پہنچی ہوئی تھی اور آپ اسلام کے حقیقی مشن اور مقصد سے بخوبی واقف تھے اور دوسروں تک اس روشنی اور نور کا پہنچانا آپ نے اپنی زندگی کا مقصد بنایا تھا۔ انگریزی اور اردو ہر دو زبانوں میں تصانیف میں آپ کو یدطولیٰ حاصل تھا۔ ہم تک آپ کا مافی الضمیر انگریزی زبان کے ذریعہ پہنچا۔ اندازہ ہے کہ انگریزی میں آپ کی تصانیف کا دائرہ سات ہزار اور اردو میں دس ہزار صفحات پر مشتمل ہے۔ میں دیانتداری سے کہہ سکتا ہوں کہ میں نے انگریزی تصانیف کے سات ہزار صفحات پورے کے پورے مطالعہ کئے ہیں۔

اسی کے مطابق میرا دل اس احساس سے لبریز ہے کہ اسلامی علوم کے لئے میں مولانا کا کس قدر مرہون منت ہوں۔

ملاقات کے لئے روانگی

لاہور پہنچنے پر ہمارے لئے سرگرمیوں کا ایک طویل پروگرام تیار تھا۔ لیکن جب مجھے معلوم ہوا کہ مولانا مجھے شرف باریابی بخشنے کے خواہشمند ہیں تو میں نے سرکاری مصروفیات کو کانٹ چھانٹ کر وقت نکالا اور مولانا کے ایلچی[1] کے بازو میں بازو ڈال کر میں نے کہا "چلئے۔ مولانا کی خدمت میں حاضر ہوں"۔

"آرام موت ہے"

راستے میں میں ان سے مولانا کی صحت اور مشاغل کے متعلق دریافت کرتا رہا۔ انہوں نے بتایا کہ ایک وقت تو ڈاکٹر نے جواب دے دیا تھا۔ دل کے سخت حملے نے آپ کو سخت مضمحل کر دیا تھا مگر آپ خدا کے فضل سے اس مرحلہ سے نکل آئے۔ انہیں کام مطلق نہیں کرنا چاہیئے مگر باوجود اس کے وہ برابر کام میں لگے رہتے ہیں۔ جب بھی ہم ان سے التجا کرتے ہیں کہ آرام فرمائیے ان کا ایک ہی جواب ہوتا ہے:-

"مجھے کام کرنے دیجئے۔ آرام موت ہے۔ کام سے ہی مجھے احساس ہوتا ہے کہ میں زندہ ہوں"۔

اس وقت آپ انگریزی ترجمۃ القرآن کے نئے ایڈیشن کی نظر ثانی کر رہے ہیں اور جب تک آپ خود تمام پروف ٹھیک نہ کر لیں آرام کا نام نہیں لیں گے۔ ان کی ایک ہی خواہش ہے کہ خدا ان کو اتنی زندگی ...... دے کہ اس ایڈیشن کو مکمل کر سکیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ اللہ تعالیٰ ان کو کافی دیر تک زندہ رکھے گا"۔

مولانا کے نورانی وجود سے ملاقات

مولانا کے مکان پر پہنچکر میں نے خواہش ظاہر کی کہ ہم مولانا کو کسی قسم کی بے آرامی نہ دیں۔ میں ان کے کمرے میں حاضر ہو کر ان کے ہاتھ کو بوسہ دوں گا۔ میں نے کہا کہ مجھ سے وعدہ ہے کہ میری یہ خواہش پوری ہوگی۔ چنانچہ میں ڈرائنگ روم میں انتظار کرنے لگا۔ ایک دو منٹ کے بعد مجھے کھلے دروازے میں سے ایک نور چمکتا نظر آیا۔ بے ساختہ میں اس کی طرف کھچا چلا گیا اور ایک لحہ میں مولانا سے بغلگیر ہوا۔ آپ کے جسم میں واقعی ایک قسم کی نورانیت پیدا ہوئی تھی جو زمینی نہیں بلکہ آسمانی تھی۔ آپ کے سر اور ڈاڑھی کے بالوں نے جو غیر معمولی طور پر سفید تھے آپ کے چہرہ مبارک کے گرد ایک نورانی ہالہ بنایا تھا۔ آپ اچھے قد و قامت کے مالک تھے۔ آنکھیں زردی مائل اور مدھم تھیں اور یوں معلوم ہوتا تھا کہ گویا آپ کے سارے خیالات ابھی سے اس زمین سے عالم بالا کی سیر و سیاحت میں محو پرواز ہیں۔ آپ کو بولنے کی زحمت سے بچانے سے میں نے سلسلہ گفتگو خود شروع کیا۔ میں نے ایسے مضامین کو موضوع گفتگو بنایا جو مجھے یقین تھا آپ کے لئے موجب دلچسپی ہوں گے اور چونکہ میں آپ کے خیالات سے خوب واقف تھا میری گفتگو پر آپ متبسم ہوئے۔

"پروف بینی"

اتنی دیر میں کوئی صاحب مولانا کے پاس کاغذوں کا ایک گول بنڈل لائے "یہ آپ کے پروف ہوں گے" میں نے کہا ـــــ "مہربانی فرما کر اجازت دیجئے کہ میں انہیں دیکھنے میں آپ کی امداد کر دوں"۔ آپ کو پروف بینی کی کوفت سے بچانے کی اس کوشش کو مولانا نے پسند فرمایا۔ میں نے دیکھا کہ آپ کا یہ کام عنقریب پایۂ تکمیل کو پہنچ چاہتا ہے جہاں تک مجھے یاد ہے قرآن کریم کے ۲۰ پاروں کی تصحیح ہو چکی تھی اور صرف دس کی باقی تھی۔ پروف بڑی احتیاط سے تیار کئے گئے تھے اور اغلاط کی تصحیح پر بھی پوری توجہ دی گئی تھی۔ اس لئے ان پر آخری نظر ثانی کا کام جلدی ہی ہو گیا۔

آپ کے اشغال

میں نے دریافت کیا "آج کل آپ کے اشغال کیا ہیں"۔ ایک گہری آواز میں آپ نے جواب دیا۔ "میں نے عہد کیا ہے کہ اسلام پر اپنی تصانیف کا ایک مکمل سیٹ (Set) دنیا کی ہر ایک لائبریری میں پہنچا دوں۔ میں نے پانچ ہزار سیٹ تیار کروائے ہیں جنہیں دنیا کی اہم لائبریریوں میں بھجوانے کے لئے میرے دوستوں نے روپیہ فراہم کر لیا ہے مہربانی فرما کر چند ایک لائبریریوں کے پتے دیجئے جو ایسی کتب میں دلچسپی رکھتی ہوں"۔ میں نے فی الفور کچھ پتے لکھدیئے اور مولانا نے وہ اپنے سیکرٹری کے حوالے کر دیئے۔

حضرت مولانا کا آخری فرمان

جب میں اٹھنے لگا تو آپ نے مجھے ٹھہرا لیا۔ آپ نے فرمایا:- میں نے آپ کا ترجمۃ القرآن موسومہ تنزیل ہاٹرگو (احکام خداوندی) پڑھا ہے۔ پہلی اور دوسری ہر دو ایڈیشن میری لائبریری میں موجود ہیں۔ مجھے امید ہے آپ اس کا تیسرا ایڈیشن بھی شائع کریں گے۔ میری آپ سے درخواست ہے کہ اسلام کی روشنی کو جس قدر ہو سکے پھیلائیں

(باقی پر صفحہ ...)

[1] یہ ایلچی دفتر انجمن کے کارکن خواجہ ثناء اللہ صاحب تھے۔

انہیں بھول نہ جانا

مولینا عبدالحق صاحب ودیارتھی

اَوَمَن كَانَ مَيتاً فَاَحيَينٰهُ وَجَعَلنَا لَهٗ نُوراً يَمشِي بِهٖ فِى النَّاسِ كَمَن مَّثَلُهٗ فِى الظُّلُمٰتِ لَيسَ بِخَارِجٍ مِّنهَا كَذٰلِكَ زُيِّنَ لِلكٰفِرِينَ مَا كَانُوا يَعمَلُونَ۔

کیا وہ جو مردہ ہو۔ پھر اسے ہم زندہ کر دیں۔ اور اس کے لئے روشنی کر دیں جس کے ساتھ وہ لوگوں میں چلے۔ اس شخص کی مانند ہے جس کی مثال یہ ہے کہ وہ اندھیرے میں ہے اس سے نکلتا نہیں اسی طرح کافروں کو وہ کام بھلے لگتے ہیں جو وہ کرتے ہیں۔ (قرآن مجید ۶: ۱۲۳)

آیت مذکورہ میں ایک شخص یا ایک قوم کی صفات اربعہ کا ذکر ہے ایک[1] وقت وہ مردہ کی طرح ہو[2] پھر اللہ تعالیٰ اسے زندہ کر دے[3] اور ایک نور عطا فرمائے جو نہ صرف اس کی اپنی ذات کو روشن اور منور کر دے۔ بلکہ[4] اس عطیۂ الٰہی سے دوسرے لوگوں کو بھی سیدھی راہ دکھائے اس کے بالمقابل کچھ لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جو تاریکیوں کی دلدل میں پھنسے ہوئے نیچے ہی نیچے دھنسنے چلے جاتے ہیں تاریکی انہیں ایسی پیاری ہوتی ہے کہ وہ اس سے نکلتے نہیں اور نہ کبھی نکلنے کی امنگ ان کے اندر پیدا ہوتی ہے۔ مشہور جرمن فلاسفر گوئٹے کہتا ہے کہ "لوگوں کے اخلاق کا صحیح معیار وہ امور ہیں جن پر وہ ہنستے اور خوش ہوتے ہیں"۔ ہنسنا اور رونا انسان کے دو فطری تقاضے ہیں۔ ہر شخص اپنی دنیوی زندگی میں ہنسنے اور رونے پر مجبور ہے ایک نیک انسان ان باتوں پر کبھی خوش نہیں ہوتا جن پر ایک بد انسان اپنی ہنسی ضبط نہیں کر سکتا جس طرح ہر شخص کی انفرادی زندگی میں اس کی ہنسی اس کی سیرت اور اخلاق پر گواہ ہے اسی طرح جماعتوں اور قوموں کا حال ہے ان کی پستی اور بلندی کی ایک بڑی علامت یہ ہے کہ وہ رونے کی جگہ ہنستی اور خوشی کے موقعہ پر روتی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم راتوں کو اٹھ کر جنگل میں تن تنہا جا کر غار کی وحشتناک تاریکی میں اپنی قوم کی جن باتوں پر خدا کے حضور روتے اور دعائیں کرتے تھے قوم انہی باتوں پر رات دن ہنستی خوش ہوتی اور قہقہے لگاتی تھی خدا کا برگزیدہ رسول اٹھتے بیٹھتے جن بدیوں کے دور کرنے کے لئے فکر مند تھا کفار انہی میں اپنی زندگی اور خوشی کا سامان سمجھتے تھے یہ ایک مردہ قوم تھی جن میں سب سے پہلے ایک شخص زندگی کی روح پا کر اٹھ کھڑا ہوا اور اسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک ایسا زبردست نور عطا کیا گیا کہ جس کے سامنے دنیا کی تاریکیاں کافور ہو گئیں اسی نور نبوت کے زیر سایہ آپ کے بعد بھی احیاء امت کے لئے وقتاً فوقتاً اولیاء اللہ مبعوث ہوتے اپنی روحانی قوت سے لوگوں کو زندہ کرتے اور دین اسلام کی تبلیغ و اشاعت کرتے رہے اور ان کی صحبت سے فیض یافتہ نور اسلام سے دنیا کو منور کرتے رہے۔

دنیا میں حادثات کی کمی نہیں لیکن وہ حادثہ جو کسی فرد یا قوم کو مفلوج کر دے اور ان کے اندر سے روح عمل جاتی رہے فی الواقعہ دردناک ہوتا ہے اور اس پر جس قدر بھی آنسو بہائے جائیں کم ہیں۔ حادثہ کربلا سے بڑھ کر شاید دنیا نے کسی حادثہ پر خون کے آنسو نہیں بہائے۔ ہر سال اس پر سینہ کوبی ہوتی اور بیشمار مجالس عزا گرم ہوتی ہیں۔ امت محمدیہ کا یہ تیرہ سو سالہ ناسور جو ہر سال نئے سرے پھوٹ نکلتا اس سے خون کی ندیاں بہتی اور آہ و فغاں کے دھوئیں اٹھتے ہیں مگر ان لوگوں کے دلوں پر امام علیہ السلام کے اسوۂ حسنہ پر عمل کرنے اور تقوے و طہارت کی راہ پر چلنے کی کوئی امنگ پیدا نہیں ہوتی۔ اگر ہم حادثات کو دین کی صحیح روشنی میں دیکھنے کی عادت کر لیں تو ہماری اکثر و بیشتر مشکلات ترقی اور فلاح کا موجب ہو جائیں۔ تحریک احمدیت کا قیام فی الحقیقت اسی غرض کے لئے ہوا تھا کہ موجودہ زمانہ کی ضروریات کے لحاظ سے اسلام کے فکر و عمل کی بہترین خصوصیات ایک جماعت کے اندر جمع کی جائیں اور اسے نشر و اشاعت اسلام کا ایک عملی نمونہ بنایا جائے حضرت مسیح علیہ السلام سے لے کر حضرت امیر رحمۃ اللہ علیہ تک یہ دعوت فکر و عمل اپنے منتہائے کمال تک پہنچ چکی، احمدیت روتے جذبات کے اظہار کا نام نہیں اور نہ کسی کے انتظار میں بیکار بیٹھ کر اپنی قوتوں کو برباد کر دینے کا نام ہے۔

حضرت امیر مرحوم و مغفور کی یاد میں پار سال "پیغام صلح" کا جو خاص نمبر نکالا گیا اس میں ان مضامین کے علاوہ کہ جنہیں عنوان درد کا ایک ہی نام دیا جا سکتا ہے ان کی سیرت کا رہائے نمایاں۔ حضرت مسیح موعود کی کشفی آنکھ میں ان کا مقام اور جماعت لاہور کا کامیاب موسس ہونے کے لحاظ سے جو کچھ لکھا گیا وہ ایک جامع یادگار ہے اس سے بڑھ کر یا اس کے برابر یادگار نمبر نکالنا محال ہے جن لوگوں کے پاس وہ نمبر موجود ہے اس موقعہ پر اسے وہ نکال کر بار بار پڑھیں۔

> گاہے گاہے باز خواں ایں دفتر پارینہ را
> تازہ خواہی داشتن گر داغہائے سینہ را

ان نصائح اور مواعظ کو جو آپ نے جماعت کو زندگی بھر سنائے اپنی زندگی کا کبھی نہ بھولنے والا جزو بنایا جائے بعض جگہ اب بھی یادگار نمبر بتعداد کثیر موجود ہے اسے دوسرے لوگوں تک پہنچایا جائے تا یہ انمول موتی دوسرے لوگوں کے کانوں تک پہنچے بغیر ضائع نہ ہو جائیں ہر احمدی فرد کو اپنے دل پر یہ نقش کر لینا چاہیئے کہ حضرت امیر مرحوم کی یاد غیرت اسلام اور عشق رسول کی جوت اپنے دل میں جگانے کا نام ہے اور ہماری کوششیں اسی راہ میں وقف ہونی چاہیئیں دنیا کی محبتیں اور لوگوں کی مخالفتیں اور حوادث ہمارے قدموں میں سستی نہ پیدا کریں۔ حضرت امیر مرحوم کی زندگی کا نصب العین فی الجملہ دین اسلام کا غیر ادیان پر غلبہ ثابت کرنا تھا اور اس نصب العین کے ساتھ انہیں اس قدر شغف تھا کہ دنیا کی کوئی محبوب چیز کسی وقت بھی ان کے کام میں حائل نہ ہوتی تھی عام طور پر لوگوں میں کام کی اہلیت ہوتی ہے لیکن دنیا کے اشغال اور سستی دونوں مل کر ان سے یہ اہلیت چھین لیتے ہیں، ایک مشہور آدمی نے ایک کتاب لکھی اور اسے اپنی بیوی کے نام پر یہ تہدیہ کیا۔

To my wife without whose absence this could not have been written.

اپنی بیوی کے نام کہ جس کی غیر حاضری کے بغیر یہ ہرگز نہ لکھی جا سکتی تھی۔

بخلاف اس کے حضرت امیر مرحوم و مغفور نے سنہ ۱۹۱۰ء میں قرآن مجید کا تحفہ اپنی بیگم صاحبہ کو دیا اور سنہ ۱۹۴۶ء میں یہ الفاظ اس پر رقم فرمائے:۔

> " اس تعلق محبت کی چھتیسویں سالگرہ پر یہ یادداشت اس پر ثبت کی گئی یہی عرصہ میری زندگی کا وہ زمانہ ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے مجھ سے اپنے کلام پاک کی خدمت کا بہترین کام لیا اور زوجہ ام مہر النساء کی بے نفسی اور محبت کو اس کام کی تکمیل کا ذریعہ بنایا فالحمد للہ علی ذالک"
>
> محمد علی

قرآن مجید کی سورت بقرہ ایک عظیم الشان سورت ہے، جس میں سارے قرآن مجید کا ۱/۱۲ حصہ آ جاتا ہے مگر اس سورت کا خاتمہ اس دعا پر کیا ہے فَانصُرنَا عَلَى القَومِ الكٰفِرِينَ، کافرین پر ہمیں نصرت عطا فرما نہ صرف جنگ بلکہ مناظرہ میں، تمدن میں، معاشرت میں، اخلاق میں، قوت روحانیہ میں اور ان تمام امور میں جن کا ذکر اس سورت پاک میں کیا گیا ہے جیسا کہ ایک دوسری جگہ فرمایا لِيُظهِرَهٗ عَلَى الدِّينِ كُلِّهٖ اس غرض کے لئے مبعوث کیا گیا کہ وہ دین کو تمام ادیان پر غالب کر کے دکھائے یعنی سارے دینی امور میں اس دین کو غالب کر دے جہاں کوئی خوبی کسی غیر مسلم میں نظر آئے ایک مسلمان کی دعا اور کوشش یہی ہونی چاہیئے کہ اس سے بڑھ کر وہ خوبی اپنے میں پیدا کرے یہ ایک نصب العین ہے اور عظیم الشان نصب العین جو ایک مسلمان کو ہر وقت اپنے سامنے رکھنا چاہیئے۔

حضرت شاہ اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے ذکر کیا کہ فلاں ہندو تیراکی میں اپنی نظیر نہیں رکھتا آپ نے فرمایا کہ کیا کوئی مسلمان اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا حاضرین نے کہا نہیں۔ فرمایا بڑے شرم کی بات ہے اسی دن سے شاہ صاحب نے تیراکی کی مشق شروع کر دی اور بہت تھوڑے ہی دنوں میں اتنی مہارت پیدا کر لی کہ اس ہندو کو مقابلہ کے لئے للکارا اور اسے شکست دی یہ تھا ایک مسلمان کا عزم کسی فن میں بھی ایک کافر مسلمان پر سبقت نہ لے جائے۔ اپنی قوم کی عزت ہر معاملہ میں ملحوظ رکھنا یہ معنی ہیں فَانصُرنَا عَلَى القَومِ الكٰفِرِينَ کے لیکن دلائل اور علم اور تبلیغ و دعاؤں کے ذریعہ دین اسلام کا غلبہ غیر ادیان پر ثابت کرنا یہ وہ نصب العین ہے جو اس زمانہ کے مجدد اور حضرت امیر مرحوم نے ہمارے سامنے رکھا۔ حضرت امیر مغفور کے وصال پر ایک سال کامل گذر گیا جماعت کا ہر فرد اپنا محاسبہ کرے کہ سال بھر کی طویل مہلت میں اس نے اس نصب العین کو کہاں تک

عاشقِ قرآن

"ہمارا کام ہی قرآن کو دنیا میں پہنچا دینا آگے قرآن اپنا کام خود کریگا"

(وصیت حضرت امیر مرحوم)

اے بے خبر بخدمتِ قرآں کمر بہ بند
زاں پیشتر کہ بانگ برآید فلاں نماند

(حضرت مسیح موعودؑ)

(از قلم مسٹر نصیر احمد فاروقی او-بی-ای-سی-ایس-پی چیف سکرٹری سندھ گورنمنٹ)

حضرت امیر رحمۃ اللہ علیہ کو ہم سے جدا ہوئے آج ایک سال ہونے کو آیا۔ یوں تو وقت گذرتا معلوم نہیں ہوتا مگر یہ سال بہت لمبا اور گراں گذرا۔ شاید جدائی اور یاد کی گھڑیاں لمبی ہی ہوتی ہیں حضرت امیر مرحوم کی کون کون سی خوبی ہے جو اکثر یاد نہیں آتی۔ اور کتنے موقعے آتے ہیں کہ ان کی عدم موجودگی نے ہمیں احساس نہیں دلایا کہ ان کے چلے جانے سے ہمیں بہت سا ناقابل تلافی نقصان ہوا ہے۔ ان کا حسین اور ہنس مکھ چہرہ ان کی ازحد نیک۔ نرم اور شفقت بھری طبیعت انکی ہر شخص سے اور خصوصاً ہر احمدی سے دلی ہمدردی اور محبت ان کی مہربانیاں۔ چشم پوشیاں اور دعائیں ان کا علم اور نور ان کے معرفت بھرے خطبات اور تقاریر۔ ان کی بینظیر سپاہی اور لیڈرشپ۔ غرض کون کون سی خوبی ہے جو یاد آکر دل کو نہیں پگھلاتی اور آنکھوں کو نہیں رُلاتی ؎

داماںِ نگہ تنگ و گلِ حسنِ تو بسیار
گلچینِ جمالِ تو زِ داماں گلہ دارد

بچپن میں قرآن خوانی

یہ مضمون لکھنے بیٹھا ہوں تو سمجھ میں نہیں آتا کہ مرحوم کی کون کون سی خوبیوں اور باتوں کا ذکر کروں۔ آخر سوچا کہ اس چیز کا ذکر کروں جو امیر مرحوم کی زندگی میں ایک نمایاں حیثیت رکھتی تھی اور وہ تھی ان کی خدمت و عشقِ قرآن۔ حضرت مولانا عزیز بخش صاحب کو قرآن پڑھاتے تھے۔ امیر مرحوم شوق سے خود ہی قرآن لے کر پڑھنے بیٹھ گئے۔ سن کر مولوی صاحب بولے کہ تمہیں قرآن نہیں آتا۔ تم سے تو حرف کی آواز ہی ٹھیک نہیں نکالی جاتی۔ میں نے اس واقعہ کا اس لئے ذکر کیا ہے کہ حضرت مرحوم کو بچپن سے ہی قرآن سے کیا محبت اور شوق تھا کہ خود بخود پڑھنے کی طرف طبیعت راغب ہوئی باقی رہا مولوی صاحب کا قول۔ سو سچ ہے کہ ظاہر پرست مولویوں کے نقطہ نظر سے جو کہ شین قاف صاد ضاد اور طوطے طوسے کے جھگڑوں میں پڑے رہتے ہیں۔ . . . .

. . حضرت مرحوم آخر عمر تک سیدھا سادا اور اپنی خاص طرز سے قرآن کو پڑھتے تھے۔ تکلفاً عین اور ضاد اور ایسی ظاہری باتوں کی طرف دھیان نہ تھا۔

خدمت قرآن کیلئے اللہ تعالیٰ نے چُن لیا

حضرت مرحوم ان فروعات کو چھوڑ کر اصل بات کی طرف متوجہ تھے کہ قرآن کا ترجمہ اور تفسیر کر کے نہ صرف مسلمانوں میں بلکہ غیر مسلموں میں پہنچایا جائے۔ چنانچہ عین اور ضاد کے تلفظ میں پھنسے ہوئے مولویوں سے جو کام صدیوں میں نہ ہوا وہ اس مردِ خدا نے چند سال میں کر دیا۔ میں نے لفظ مردِ خدا کئی لحاظ سے استعمال کیا۔ ایک تو یوں کہ خدا تعالیٰ نے شروع سے ہی اس قیمتی جوہر کو اس کام کے لئے چُن لیا تھا۔ اس مضمون کے پڑھنے والوں میں سے اکثر نے وہ فوٹو دیکھا ہوگا جو حضرت امیر مرحوم کی جوانی میں اُتروایا گیا۔ اس وقت تو صرف یہ کسی غیر کو وہم بھی نہ تھا کہ حضرت مرحوم قرآن کی کوئی خدمت کریں گے بلکہ حضرت نے ہمیں بتایا کہ خود ان کو بھی وہم نہ تھا کہ ان سے کوئی خدمتِ قرآن لی جائے گی مگر اس فوٹو کو دیکھئے کہ آپ کے نیچے ایک ہاتھ ایک تحریر لئے دکھائی دیتا ہے جس پر "قرآن مجید" لکھا ہے۔ یہ ہاتھ کسی فرشتہ کا ہے یا واللہ اعلم کیا راز ہے۔ بہرحال اس وقت کسی کو وہم بھی نہ تھا کہ حضرت امیر مرحوم کا خدمتِ قرآن سے کوئی خاص تعلق ہوگا۔ مگر وہ خدا جو کہ عالم الغیب ہے اور کبھی کبھی خارقِ عادت طریقوں سے اپنے علمِ غیب کو ظاہر بھی کرتا ہے۔ اس نے جوانی میں ہی یہ تمغہ حضرت امیرؒ کو عطا فرما دیا تھا۔

حضرت مسیح موعودؑ کا کشف

ایک دوسری خدائی شہادت اس کشف میں ہے کہ جس میں حضرت مسیح موعودؑ نے دیکھا کہ آنحضرت صلعم تشریف لائے ہیں۔ آپکے چہرہ پر بشاشت اور خوشی ہے اور ہاتھ میں ایک کتاب ہے جس کی طرف اشارہ کر کے فرماتے ہیں کہ یہ قرآن کریم کی انگریزی تفسیر ہے جو علی نے لکھی ہے محمد اور علی کے اس رویا یا کشف میں اکٹھا ہونے میں اشارہ تھا کہ محمد علی کو اس کام کو کرنا ہے۔ ویسے بھی انگریزی میں یہ طرز ہے کہ نام کا آخری لفظ ہی بولا جاتا ہے چنانچہ محمد علی کو انگریز مسٹر علی ہی کہے گا۔ چونکہ انگریزی تفسیر کا ذکر تھا اس لئے آنحضرت صلعم نے بھی وہی طرزِ کلام اختیار کیا۔

انگریزی ترجمہ اور آسمانی بشارت

انگریزی ترجمۃ القرآن وہ شاہکار ہے جس کی وجہ سے حضرت امیر مرحوم کا نام قیامت تک زندہ رہے گا۔ کس محنت اور مشکل سے یہ کام ہوا ہے اس کا اندازہ کرنا مشکل ہے۔ اس وقت عیسائیوں کے کئے ہوئے چند غلط تراجم تھے۔ حضرت امیر مرحوم نے اپنی دوسری مصروفیات کے ساتھ اس کمرتوڑ کام کو بھی شروع کیا اور سات سال کی دن رات کی محنت شاقہ کے بعد وہ ترجمہ اور تفسیر تیار کی کہ حضرت مولانا نورالدین صاحب بعض وقت اس کے نوٹوں کو سنتے سنتے حضرت مولانا محمد علی صاحب کے ہاتھوں کو چومتے تھے۔ اور انہوں نے بالآخر آسمان سے اس بیش بہا خدمت پر مبارکباد کا پیغام پایا۔ بعد میں دوسرے لوگوں نے بھی ترجمے کئے ان میں سے اکثر نے اعتراف کیا ہے کہ محمد علی کا ترجمہ نہ ہوتا تو کس کو ہمت پڑتی کہ اس کمرتوڑ کام کو کرے۔

انا مدینۃ العلم و علی بابھا

مجھے یہاں مولانا عبدالحق صاحب ودیارتھی کی ایک لطیف تفسیر یاد آئی۔ وہ اس حدیث کا ذکر کرتے تھے کہ جس میں آنحضرت صلعم نے فرمایا "انا مدینۃ العلم و علی بابھا" میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہے۔ بے شک حضرت علی کرم اللہ وجہہ علم و معرفت میں یکتائے زمانہ تھے مگر اس زمانہ میں بھی ایک مسٹر علی نے آنحضرت صلعم کے عطا کردہ علم کے دروازے کھول کر اس علم کے دریا انگریزی خواں طبقہ کے لئے بہا دیئے۔

حضرت مسیح موعود کی شاخ

اس ترجمہ کو کر کے نہ صرف اس رویا کے مصداق حضرت مرحوم ہوئے جس کا میں نے اوپر ذکر کیا ہے بلکہ حضرت مسیح موعود کی اس پیشگوئی کے بھی کہ انگریزی ترجمہ اسی سے ہوگا جو مجھ سے ہے اور میری شاخ ہے۔

اردو ترجمہ و تفسیر

مگر کیا اس عظیم الشان خدمت قرآن کو کر کے حضرت امیر مرحوم تھک گئے۔ نہیں بلکہ آپ ان کی زندگی کو دیکھیں تو دن رات اسی شغل میں گذرتی تھی۔ نماز تہجد اور نماز فجر سے لیکر جن میں لمبی لمبی قرائتیں پڑھتے تھے شام تک جبکہ درس قرآن دیتے تھے اسی ایک دُھن میں لگے ہوئے ہیں۔ انگریزی ترجمہ ختم ہوا تو اردو کی وہ بے نظیر تفسیر لکھی جو بیان القرآن کے نام سے چھپی جس میں کہ تمام عربی لغات اور تفاسیر کا نچوڑ موجود ہے اور حضرت مسیح موعود کی مختلف آیات کی تفسیر کا بھی۔ بلکہ حضرت مولانا نورالدینؒ اور حضرت امیر مرحوم کے اپنے علم کا بھی یہ تین جلدیں مخزن ہیں۔ غیر احمدی علماء تک اس کتاب کو سامنے رکھ کر درس قرآن دیتے دیکھے گئے۔

مختلف رنگوں میں خدمتِ قرآن

پھر کہیں انگریزی قرآن کریم کو حمائل کے رنگ میں شائع کیا جا رہا ہے کہیں اردو کے ترجمہ کو۔ کہیں جمع قرآن پر رسالہ لکھا جا رہا ہے تو کہیں عیسائی اور دوسرے معترضین کے قرآن کریم پر اعتراضوں کا جواب۔ کبھی جہازوں کی لائبریریوں میں قرآن کریم کو رکھنے کی تحریک چلا رہے ہیں کبھی قرآن اکیڈیمی کی بنیاد رکھ رہے ہیں تاکہ قرآن کے مطالعہ اور ریسرچ کا سلسلہ جاری رہے۔ اور آخر میں اس عظیم الشان کام کو ہاتھ میں لیا کہ دنیا کی پانچ ہزار لائبریریوں میں قرآن کریم اور دیگر کتب اسلامی کا سیٹ رکھا جائے۔ بڑھاپے بیماریوں اور کمزوری کا خیال نہیں کرتے۔

انگریزی ترجمہ کی نظرثانی

اور آخیر عمر میں ایک اور کمرتوڑ کام اپنے سر لیتے ہیں کہ انگریزی ترجمۃ القرآن پر نظرثانی کر کے دوبارہ شائع کریں۔ اللہ اللہ! جب میں نے سنا کہ یہ کام کر رہے ہیں تو حیران رہ گیا کہ مجھے تو جوانی میں بھی ہمت نہ پڑے کہ یہ کام اپنے سر لوں اور یہ انسان بڑھاپے کمزوری اور بیماری میں اسے

(باقی بر صفحہ ۱۸)

حضرت امیر رحمۃ اللہ علیہ کے اخلاقِ عالیہ

مولانا مرتضیٰ خان حسن صاحب بی اے لاہور

اسے راہ نوردِ عالمِ بالا چگونۂ ٭ مابے تو در ہمیم تو بے ما چگونۂ

قیامِ نماز

حضرت امیر مرحوم علیہ الرحمۃ کی ایک بڑی خصوصیت یہ تھی کہ آپ قیام نماز کا بڑی سختی کے ساتھ اہتمام رکھتے تھے۔ آپ شب بیدار تھے۔ سفر و حضر دونوں صورتوں میں نماز تہجد پابندی سے ادا کرتے۔ تہجد سے پہلے آپ عموماً ہر روز غسل بھی کرتے۔ نوافل تہجد کے بعد آپ اوراد و ادعیہ ماثورہ میں مصروف رہتے حتیٰ کہ نماز فجر کا وقت ہو جاتا مسلم ٹاؤن میں عموماً نماز کی امامت آپ ہی کیا کرتے تھے۔ نماز فجر میں آپ کافی لمبی سورتیں پڑھتے۔ تمام نمازیں عین وقت پر ادا کرتے اور خواہ کتنی ہی مصروفیت ہو نماز کے وقت آپ فوراً مسجد میں تشریف لے آتے تھے۔ بیماری کی حالت میں بھی نماز باجماعت نہ چھوڑتے تھے اور دوسروں کو بھی باجماعت نماز پڑھنے کی تاکید فرماتے۔ جب ہم میں سے کوئی کسی نماز میں مسجد میں نہ آتا آپ اس کے متعلق دریافت فرماتے یا بعض وقت گھر پر آدمی بھیجکر معلوم کراتے۔

عیادت

آپ مریضوں کی عیادت کا بہت خیال رکھتے تھے جب کسی کی بیماری کا علم ہوتا اس کے گھر تشریف لے جاتے اور یہی نہیں کہ ایک آدھ منٹ خیریت پوچھکر واپس چلے جائیں بلکہ کافی دیر تک مریض کے پاس بیٹھتے۔ باتیں کرتے اور حالات دریافت فرماتے اور علاج معالجہ کے متعلق مشورہ دیتے۔ میری اور میرے بچوں کی علالت کی حالت میں متعدد بار آپ میرے گھر تشریف لائے۔ اس میں کسی تکلف کو کام میں نہ لاتے اپنی کوٹھی سے نکل محض قمیص پاجامہ زیب تن کئے ہوئے تشریف لے آتے دروازے پر دستک دیتے ایک ایسے ہی موقعہ پر آپ نے میرا دروازہ کھٹکھٹایا میں نے اندر سے جواب دیا کہ کون صاحب ہیں آپ نے بلا تکلف جواب دیا "میں ہوں محمد علی"۔ اس واقعہ پر مجھے حضرت مسیح موعود کا واقعہ یاد آ گیا کہ ایک دفعہ رات کے وقت حضور علیہ السلام مولانا سید محمد احسن صاحب مرحوم کے قیام گاہ پر تشریف لے گئے اور دروازہ پر دستک دی مولانا صاحب نے پوچھا کون ہے حضور نے فرمایا "میں ہوں غلام احمد"۔ ع

تابع و متبوع بیک رنگ شد

ایک دفعہ ...... مولانا عبدالحق صاحب بیمار ہو گئے۔ اور تکلیف کچھ زیادہ ہی ہو گئی۔ حضرت امیرؒ نے مجھے طلب فرمایا اور بڑی تشویش سے ان کی علالت کا ذکر کیا اور ارشاد فرمایا کہ تم خود مولانا صاحب کے پاس جاؤ۔ ان کی پوری پوری کیفیت پوچھو اور پھر ڈاکٹر طفیل حسین صاحب سے نسخہ لیکر دوائی لاؤ۔ میں نے تعمیل ارشاد کی۔ جتنے دن مولانا صاحب بیمار رہے آپ کو بڑی تشویش رہی اور بار بار آپ کی صحت کے متعلق پوچھتے رہے۔ پھر جب خدا نے مولانا صاحب کو صحت دی تو آپ بہت خوش ہوئے۔

ایک دفعہ میرا ایک بچہ بیمار ہو گیا، آپ بلاناغہ اس کا حال پوچھتے اور پھر خود ہی بغیر میری تحریک کے مسجد میں اس کی صحت کے لئے دعا کرتے اور دوسروں کو بھی دعا کی تاکید فرماتے۔ اس قسم کے کئی واقعات ہیں مگر ان سب کا بیان کرنا طوالت کا موجب ہو گا۔

ہمدردی

مخالف مولویوں کے پروپیگنڈا کی وجہ سے جب مجھے ریاست مانگرول سے واپس آنا پڑا تو آپ کو بہت رنج ہوا۔ بار بار افسوس کرتے۔ آج سے دو سال قبل جب میری چوری ہو گئی، آپ کو کسی نے اطلاع دیدی۔ آپ نے فوراً خط لکھا اور لکھا کہ مجھے آپ کی چوری سے سخت صدمہ ہوا ہے۔ میں آپ کے خط کا جواب جلدی نہ دے سکا دوبارہ خط لکھا اور پوچھا کہ مفصل کیفیت تحریر کریں کہ کس قدر نقصان ہوا ہے اور اس قدر ہمدردی مجھ سے کی کہ گویا آپ کا اپنا نقصان ہوا ہے۔ پھر یہ ہمدردی محض لفظوں تک ہی محدود نہ رہی بلکہ آپ نے عملی طور پر ہمدردی کی۔ فجزاہ اللہ احسن الجزاء۔

ایک دفعہ ہماری مسلم ٹاؤن کی مسجد کے مؤذن کی بیوی کو زچگی کی حالت میں کچھ پیچیدگی پیدا ہو گئی اور زندگی کا خطرہ ہو گیا۔ آپ کو بہت تشویش ہوئی، فوراً فون پر ادھر ادھر بات چیت کر کے مریضہ کو ہسپتال پہنچایا۔ اس سلسلہ میں تقریباً ایک گھنٹہ تک آپ مختلف جگہوں پر فون کرتے رہے اور تبھی آرام کیا جب کام بن گیا

انکسار

آپ ایک بہت باوقار انسان تھے مگر طبیعت میں انکسار بھی بہت تھا۔ نشست و برخاست میں کچھ تکلف نہ تھا۔

ایک دفعہ مسجد سے میں ذرا پہلے نکل آیا آپ پیچھے آ رہے تھے۔ میں رستہ چھوڑ کر کھڑا ہو گیا کہ آپ آگے چل سکیں آپ نے فرمایا اس تکلف کی کیا ضرورت ہے۔ آپ بخوشی آگے چلیں۔ میں نے عرض کی حفظ مراتب ضروری ہے۔ فرمایا اتنا بھی نہیں کہ انسان میں تکبر پیدا ہو جائے میں نے عرض کیا آپ ایسے انسانوں سے تو توقع نہیں ہو سکتی کہ ..... تکبر پیدا ہو۔

پس پشت کسی کو بُرا نہ کہتے

بڑے آدمیوں کی مخالفت بھی بہت ہوتی ہے مختلف موقعوں پر بعض لوگ آپ کی مخالفت بھی کرتے تھے بعض اوقات آپ کے پاس خطوط بھی آتے جن میں آپکی مخالفت ہوتی مگر یہ آپ کی خوبی تھی کہ کبھی کسی مخالف کی پس پشت آپ نے برائی نہیں کی۔ اگر کسی امر کی تردید بھی کرنی پڑی تو بڑے باحسن طریق سے کی، اور کبھی کسی مخالف کا ذکر بھی کیا تو معقول اور مہذبانہ رنگ میں۔

حسنِ سلوک

میں نے کئی سال آپ کے ساتھ کام کیا سفر و حضر میں آپ کے ساتھ رہا کبھی کسی شخص کے متعلق کرید نہیں کی آپ مجھ پر شفقت فرماتے تھے۔ مجھ پر اعتماد فرماتے تھے تھوڑی تھوڑی بات کی قدر فرماتے۔ اور کبھی نصیحت فرماتے تو اس کا رنگ بھی عجیب محبت آمیز ہوتا۔ ایک دفعہ دفتر سے مجھے آپ کی کسی کتاب کے پروف ملے کہ میں مسلم ٹاؤن میں (جب گھر جاؤں) آپ کو پہنچا دوں۔ وہ پروف میں جیب میں رکھکر ...... بھول گیا۔ تین دن اسی طرح گذر گئے۔ ایک دن دفتر سے دریافت فرمایا کہ پروف کیوں نہیں گئے دفتر والوں نے جواب دیا کہ ہم نے تو دو تین دن ہوئے یہ پروف مرتضیٰ خان کو دئے تھے کہ آپ کو پہنچا دیں۔ جب میں آپ سے ملا تو مسکراتے ہوئے فرمایا خان صاحب! ایک روایت پہنچی ہے کہ پروف آپ کے پاس ہیں، کیا یہ روایت صحیح ہے؟ میں بہت نادم ہوا اور عرض کی، کہ روایت بالکل صحیح ہے، پروف میری جیب میں ہی تھے میں نے فوراً پیش کر دیئے فرمایا اس قدر جلدی کی کیا ضرورت ہے؟ یہ کہکر آپ خوب ہنسے۔

میں نے اوپر عرض کیا ہے کہ آپ تھوڑی تھوڑی بات کی قدر کرتے تھے۔ میں اخبار میں بچوں کے لئے مضامین دیا کرتا ہوں، ایک دفعہ فرمایا کہ یہ بڑا مفید سلسلہ ہے، خدا جانے جماعت کے بچے پڑھتے بھی ہیں یا نہیں؟ اس کی تحریک کرنی چاہیئے۔

ایک دفعہ میری کسی نظم پر اظہار پسندیدگی فرمایا اور فرمایا آپ مضمون نگار بھی اعلےٰ درجہ کے ہیں اور نظم بھی خوب کہتے ہیں۔ - اسے خود ستائی سمجھا جائے گا اور حقیقت تو یہ ہے کہ میں اپنے اندر کوئی خوبی نہیں پاتا لیکن مرحوم علیہ الرحمۃ کے صالح و نیک ظن ہونے کا ثبوت اس سے ضرور ملتا ہے کہ متعدد بار میری غیبت میں فرمایا کہ وہ بہت شریف النفس انسان ہے، بلکہ اس سے بھی بڑھکر الفاظ استعمال فرمائے جنہیں میں اپنے قلم سے لکھنا پسند نہیں کرتا یہ تو آپ کے اپنے شریف النفس ہونے کی دلیل تھی۔ ورنہ من آنم کہ من دانم۔

اللہ تعالےٰ آپ کے مدارج بہت بہت بلند کرے آپ کی رحلت تمام دنیائے اسلام کے لئے صدمہ ہے تمام جماعت کے لئے ایک حادثہ عظیمہ ہے، مگر ہم مسلم ٹاؤن کے رہنے والے جسقدر آپ کی جدائی محسوس کرتے ہیں وہ ہم ہی جانتے ہیں ؎

جب تلک وہ پاس تھا اتنا نہ تھا ہمکو خیال
اب جُدائی میں محبت کا اثر ہونے لگا

(باقی آیندہ)

دین کے قافلہ سالار تجھے میرا سلام

محمد اعظم علوی

اہلِ دل اہلِ قلم اہلِ نظر روئینگے ⁂ آنکھ بھی روئیگی اور دیدہ تر روئینگے
رہبرِ قوم تجھے راہگذر روئینگے ⁂ ہم تجھے جانِ جہاں شام و سحر روئینگے

ہاتھ پھیلائینگے تربت پہ تری آکے علوم
فاتحہ پڑھنے کو اُترینگے فرشتوں کے ہجوم

بجلیاں جس میں تھیں پوشیدہ وہ تحریر کہاں ⁂ دل میں چپکے سے اُتر آئے جو تقریر کہاں
مشکلیں جس سے ہوں آسان وہ تدبیر کہاں ⁂ جس سے ماحول درخشاں وہ تنویر کہاں

تیرے شہ پاروں سے ڈھونڈینگے ضیا شمس و قمر
ہاتھ پھیلائیگا تربت پہ تری نورِ سحر

تشنگی دیں کے پیاسوں کی بجھانیوالے ⁂ نورِ فرقاں سے ہر اک دل کو جلانیوالے
خوابِ ہستی سے زمانہ کو جگانیوالے ⁂ قوم کو رہبرِ اقوام بنانے والے

اب تری یاد ہے۔ گو عالمِ تنہائی ہے
اک دُنیا تری تحریر کی شیدائی ہے

درد ہوتا تھا تو اُٹھتی تھیں دُعائیں تیری ⁂ گرنے والوں کا سہارا تھیں وفائیں تیری
رحم غیروں سے مگر خود پہ جفائیں تیری ⁂ کون جانے اُسے معلوم!! ادائیں تیری

اے مہِ قوم تجھے مہر و وفا روئیں گے
آ کے تربت پہ تری صدق و صفا روئینگے

باغِ دیں میں تھا ترے دم سے بہار رنگا قیام ⁂ مے عرفاں سے لبریز تھا ہر پھول کا جام
اُکھڑا اُکھڑا تھا ہر اک دشمنِ قرآں کا نظام ⁂ دین کے قافلہ سالار تجھے میرا سلام

قوم زندہ ہے تو یہ زندہ دلی تیری ہے
یہ کرامت ہے جو اللہ کے ولی تیری ہے

مولانا محمد علی صاحب سے میری ملاقات

از محمد امان ہوبھم ۔ امام مسجد برلن (جرمنی)

مولانا محمد علی رحمۃ اللہ سے میری ملاقات

میں ابھی نوجوان ہی تھا کہ مولانا محمد علی سے میری ملاقات ہوئی ۔ اس بات کو دس بارہ سال گذر چکے ہیں ۔ لیکن بعض اوقات ایسے واقعات جو انسان کی زندگی کا رُخ بدل دیتے ہیں اور اپنا ایک دائمی اثر چھوڑ جاتے ہیں وہ سالہا سال گذرنے پر بھی اپنی تمام تفصیلات کے ساتھ انسان کے دماغ پر نقش رہتے ہیں ایسا ہی ایک زبردست واقعہ میری زندگی میں پیش آیا جبکہ میں مولانا محمد علی سے پہلی بار ملا ۔ اس کے بعد بہت سے حادثات اور جنگ اور زمانہ مابعد جنگ کی مشکلات اور تکالیف مجھے درپیش رہیں لیکن وہ گہرا نقش جو اس پہلی ملاقات کا میرے دماغ پر تھا اب بھی اسی تازگی کے ساتھ قائم ہے ۔

یہ ملاقات جسمانی نہ تھی

میں مولانا محمد علی کو جسمانی طور پر نہیں ملا ۔ مجھے کس قدر خواہش تھی کہ میں ان کے روبرو دو بیٹھ سکوں ۔ ان کی آواز سُن سکوں ان کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھ سکوں اور ان کی زبردست شخصیت سے متاثر ہو سکوں ۔ لیکن ہمارے درمیان جسمانی طور پر اس قدر زیادہ فاصلہ اور بُعد تھا کہ میرے لئے یہ ناممکن ہو گیا کہ میں ان کے قدموں میں بیٹھ سکوں اور ان کا قرب حاصل کر سکوں ۔ پھر بھی میں یہ دوہراتا ہوں کہ میں نے مولانا محمد علی سے ملاقات کی اور ایک دفعہ نہیں بلکہ بار بار کی ۔ میری ان سے یہ ملاقات دراصل ان کی کتابوں میں ہوئی جس طرح میرے بے شمار اور جرمن اور یورپین بھائیوں کی ہوئی ۔ یہ تھی ہماری پہلی ملاقات آج سے دس بارہ سال پہلے ۔

اسلام دی ریلیجن آف ہیومینٹی کا مطالعہ

جنگ سے کچھ عرصہ پہلے میں شمالی جرمنی کے ایک چھوٹے سے شہر کی پبلک لائبریری میں مطالعہ اور تحصیل علم میں مصروف رہا کرتا تھا ۔ اسی شہر میں میں نے اپنا بچپن گذارا ۔ بڑا ہوا اور تعلیم پائی ۔ اور ایک عرصہ کے بعد یہیں سے میں مسلم مشنری بن کر برلن کے لئے روانہ ہوا ۔ اُس زمانے میں مجھے شوق تھا کہ غیر ممالک کے لوگوں کے مذاہب ۔ تواریخ اور دیگر حالات کے متعلق کتابیں پڑھوں ۔ چنانچہ جب مجھے ایک چھوٹا سا پمفلٹ جس کا عنوان "اسلام دی ریلیجن آف ہیومینٹی" تھا ، نظر آیا تو میں نے شوق سے اسے پڑھنا شروع کیا ۔ اور فوراً ہی مجھے اس کے آسان سیدھے سادے ۔ لیکن پُر زور اور دل میں اُترنے والے الفاظ نے بہت متاثر کیا جن میں ایک آسان سیدھے سادے لیکن دل میں اُترنے والے مذہب کا ذکر تھا ۔ یعنی میرے اختیار کردہ مذہب ۔ مذہب اسلام کا ۔

زندگی اور رُوح سے بھری ہوئی کتاب

یہ پہلی دفعہ نہ تھی کہ میں نے اسلام کے متعلق کچھ پڑھا ہو ۔ اس سے پہلے بھی میں نے اسلام پر بعض ضخیم کتابیں پڑھی تھیں جن میں علمیت اور قابلیت کا اظہار تو بہت تھا لیکن زندگی نہ تھی ۔ رُوح نہ تھی ۔ لیکن وہ چھوٹا سا پمفلٹ جو میں نے پڑھا اُن سے کس قدر مختلف تھا ۔

عظیم الشان ایمان اور یقین کا مالک

ہر سطر اور ہر مضمون سے جو اس پمفلٹ میں تھے ۔ خاص طور پر خدا کی توحید والے مضمون سے یہ صاف ظاہر ہوتا تھا کہ ان کا لکھنے والا ایک وسیع علم و حکمت کے ساتھ ساتھ ایک عظیم الشان ایمان اور یقین کا مالک ہے اور ایک بلند مقصد کے لئے دل میں بے انتہا تڑپ اور درد اور محبت رکھتا ہے میں بے حد متاثر ہوا ۔ پھر میں نے مصنف کا نام پڑھا ۔ مولانا محمد علی ایم اے ۔ ایل ۔ ایل بی ۔ اور اس پہلی ملاقات کے بعد یہ نام "مولانا محمد علی" میرے لئے ایک مستحکم ایمان ۔ پُر خلوص اور پُر درد دل ۔ ایک غیر متزلزل یقین ۔ وسیع علم و مطالعہ اور ایک عظیم الشان قلم کا مترادف بن گیا ۔

میرا قبول اسلام

مختصر یہ کہ مولانا محمد علی کے ذریعہ سے میں نے اسلام قبول کیا وہ اس طرح کہ اسلام دی ریلیجن آف ہیومینٹی پڑھنے کے بعد مجھے اس مصنف کی اور کتابوں کو پڑھنے کا شوق پیدا ہوا ۔ اور رفتہ رفتہ میں نے اپنی ذاتی لائبریری میں وہ تمام بیش بہا موتی اکٹھے کر لئے جو اس قلم نے پروئے تھے ۔ اور جو کہ قرآن اور حدیث کے بعد اب میرا سب سے قیمتی خزانہ ہیں ۔ اس میں کیا تعجب ہو سکتا ہے کہ میں نے جس قدر کتابوں کو پڑھا اسی قدر اسلام کے قریب تر ہوتا گیا ۔ اور آخر کار اسلام قبول کر لیا ۔

مغربی دماغوں کو اپیل کرنیوالے دلائل

مولانا محمد علی کی کتابوں کو پڑھنا گویا ان سے ملاقات کرنا تھا ۔ اور میں نے بار بار ان سے ملاقات کی ۔ وہ میرے ہر وقت کے ساتھی بن گئے ۔ جس رنگ میں انہوں نے اسلامی تعلیمات کو پیش کیا تھا وہ میرے لئے ذریعہ ہدایت ہوا تھا اسی طرح میں نے بھی اسی رنگ کو اپنے تبلیغ کرنے کے لئے ایک نمونہ بنا لیا ۔ یہ تھی وہ ملاقات جو میں نے مولانا سے کی اور جو میرے ہموطنوں میں سے کئی ایک نے کی اور ہمیشہ کرتے رہیں گے ۔ میری طرح میرے سب دوست ان کی سادہ لیکن دل میں کھُب جانے والی طرز تحریر اور ان کے سادہ اور عام فہم دلائل سے جو کہ مغربی دماغوں کو خاص طور پر بہت اپیل کرتے ہیں بہت متاثر ہوئے ۔ ان کے دل کی تڑپ اور ولولہ اور خدا اور اس کے دین سے محبت ان کی ہر سطر سے عیاں ہے اور ان کے پڑھنے والوں کے دلوں کو گرماتی ہے ۔

حضرت مولاناؒ کے ہاتھ کا لکھا ہُوا خط

جیسا کہ میں کہہ چکا ہوں میں مولانا سے ذاتی طور پر نہیں ملا لیکن پھر بھی اپنے آپ کو ان سے بہت قریب پانے لگا چند سال ہوئے جب میں نے برلن مسجد کی امامت کا چارج لیا تو میری خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی جبکہ مجھے مولاناؒ کے اپنے ہاتھوں کا لکھا ہوا خط ملا اسی ہاتھ کا خط جس نے اسلامی لٹریچر کے میدان میں نمایاں فتوحات حاصل کیں ۔ آپ لوگ تو خوش قسمت تھے کہ ان سے روز ملا کرتے تھے ۔ شاید ان کے خط کا آنا آپ کے لئے بڑی بات نہ ہو ، لیکن میرے لئے یہ ایک بہت بڑی بات تھی ۔ کیونکہ اس خط سے بہت سی اور چیزیں بھی ظاہر ہوتی تھیں ۔ جن میں سب سے بڑھ کر ان کی بزرگانہ محبت اور شفقت تھی ۔ اور وہ ایسے لوگوں کے لئے پھوٹ پھوٹ کر ظاہر ہوتی تھی جو کہ اس کام میں لگ پڑے ہوں جو ان کو محبوب تھا ۔ اور اس طرح خود ان کے محبوب بن گئے ہوں جس طرح انہوں نے اپنی محبت اور شفقت ہمیں عطا کی اسی طرح بے انتہا محبت اور عزت کے جذبات میرے دل میں ان کے لئے موجزن ہیں ۔ اور میری طرح میرے بے شمار بھائیوں کے دلوں میں بھی ۔

آخر دم تک کام کیا

جب حضرت مولانا نے مجھے خط لکھا تو وہ بہت بیمار تھے ۔ اور ان کی لکھائی سے ہاتھ کی کمزوری صاف ظاہر ہوتی تھی ۔ لیکن انھوں نے انتہائی کمزوری کی حالت میں بھی لکھنا نہیں چھوڑا ۔ مجھے بعض احباب نے بتایا کہ جب تک انہوں نے آخری دفعہ اپنی آنکھیں بند نہ کر لیں اس وقت تک ان کے بے نظیر دماغ اور ہاتھوں نے کام کرنا نہ چھوڑا جس بلند مقصد کو انہوں نے اپنے سامنے رکھا تھا ۔ دین اسلام کے غلبہ کو ۔ اس کے لئے ہمیشہ کوشاں رہے ۔

وفات کی اطلاع

ہاں ۔ انہوں نے آخری دفعہ اپنی آنکھیں بند کر لیں ۔ مجھے ۱۳ر اکتوبر ۱۹۵۱ء کی رات کے وہ لمحات نہیں بھولتے جبکہ ایک دوست نے کانپتی ہوئی آواز سے اور بہتے ہوئے آنسوؤں کے درمیان مجھے یہ خبر سنائی جو کہ امریکہ کے عربی پروگرام میں سنائی گئی تھی ۔ کہ لاہور کے مولانا محمد علی وفات پا گئے ۔

وہ مردہ نہیں زندہ ہیں

کیا وہ سچ مچ وفات پا گئے ؟ کیا خدا تعالے نے اپنے قرآن مجید میں نہیں فرمایا کہ ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیاء ولکن لا تشعرون ۔ ان کی زندگی مسلسل جہاد فی سبیل اللہ تھی ، انہوں نے اسلام کی مشعل اس وقت دنیا میں پہنچائی جبکہ دہریت اور مادیت کی گہری تاریکی اس پر چھائی ہوئی تھی ۔ اپنے قلم کے ذریعے سے انہوں نے اس مشعل کو مغرب کے تاریک ترین کونوں تک پہنچا دیا ۔ اور ان لوگوں کو روشنی اور ہدایت دی جو اس کے بغیر گمراہ ہو جاتے ۔ وہ یقیناً زندہ ہیں ۔ جب تک ان کی تصانیف زندہ ہیں ، جب تک کہ لوگ ان کی تحریروں سے علم و ہدایت حاصل کرتے رہیں گے ۔ جب تک یہ ان کا قیمتی ورثہ ہمارے درمیان رہے گا ۔ تب تک اور ہمیشہ ہمیشہ کیلئے وہ زندہ رہینگے ۔ وہ ہمارے اسی طرح محبوب رہیں گے ۔ ہم ان سے بار بار اسی طرح ملاقات کریں گے جس طرح میں انہیں بار بار ان کی تحریروں میں ملتا ہوں ۔

آپ کا چھوڑا ہوا بیش بہا خزانہ

انہوں نے ایک ایسا ورثہ چھوڑا ہے جو ہمارے لئے ایک بیش بہا خزانہ ہے ۔ آیئے ۔ ہم اسکو اسی طرح خیال سے رکھیں جس طرح ہمارے جرمنی کے مشہور شاعر گوئٹے نے کہا ہے :-

"جو کچھ تمہیں اپنے آباء سے علم کا ورثہ ملا ہے ۔ اسکو حاصل کرو تا کہ تم اس کے مالک ہو سکو"

حضرت مولانا محمد علی صاحب کا عظیم الشان کام

خان بہادر غلام ربانی صاحب ایڈووکیٹ مانسہرہ (ضلع ہزارہ)

بتاریخ ۱۳ اکتوبر ۱۹۵۱ء ہمارے محبوب رہنما حضرت مولانا محمد علی صاحب ہمیں الوداع کہکر اپنے مولے حقیقی سے جا ملے۔ میں نہ تو خواب بین ہوں اور نہ ضعیف الاعتقاد پیر پرست مگر ایک واقعہ ہے جس کا ذکر کرنا قارئین کے لئے موجب تسکین ہوگا۔

حضرت مرحوم کی وفات کے چند دن بعد میں نے خواب دیکھا کہ وہ فاخرہ لباس زیب تن کئے ہوئے ہیں اور ان کے دائیں ہاتھ میں کتاب ہے۔ جس سے نور کی شعاعوں کا ہالہ اردگرد نظر آتا ہے" میرے لئے یہ خواب اطمینان کا موجب تھی۔ اس کی تاویل آپ خود کرلیں۔

حضرت مسیح موعودؑ کے ارشادات

حضرت میرزا غلام احمد صاحب مجدد صد چہاردہم کے مبارک الفاظ جماعت لاہور اور ان کے امیر مرحوم کے متعلق درج ذیل ہیں جو کم از کم احمدی مسلمان کے لئے حجت ہیں۔ اور ان کے حق میں ایک زریں سارٹیفکیٹ اور سند ہیں۔

۱۔ لاہور میں ہمارے پاک ممبر ہیں تکلیف ہوئی ہے ہیں الخ

۲۔ "اور میں نے دیکھا کہ میں شہر لندن میں ایک منبر پر کھڑا ہوں اور انگریزی زبان میں ایک مدلل بیان سے اسلام کی صداقت ظاہر کر رہا ہوں بعد اس کے میں نے بہت سے پرندے پکڑے جو چھوٹے چھوٹے درختوں پر بیٹھے ہوئے تھے اور ان کے رنگ سفید تھے اور شاید تیتر کے جسم کے موافق ان کا جسم ہوگا سو میں نے اس کی یہ تعبیر کی کہ اگرچہ میں نہیں مگر میری تحریریں ان لوگوں میں پھیلیں گی اور بہت سے راستباز انگریز صداقت کا شکار ہو جائیں گے" (ازالہ اوہام صفحہ ۵۱۵ - ۵۱۶)

۳۔ "میں چاہتا ہوں کہ ایک تفسیر بھی تیار کر کے اور انگریزی میں ترجمہ کرا کر (اہل انگلستان) کے پاس بھیجی جائے میں اس بات کو صاف صاف بیان کرنے سے نہیں رہ سکتا کہ یہ کام میرا ہے دوسرے سے ہرگز ایسا نہیں ہوگا جیسا مجھ سے یا جیسا اس سے جو میری شاخ ہے اور مجھ میں ہی داخل ہے"۔

ازالہ اوہام ص ۷۷۳

۴۔ ایک مرتبہ حضرت مولانا مرحوم کو سخت بخار کی حالت میں طاعون ہو جانے کا وہم ہوا تو حضرت مسیح موعود نے نبض پر ہاتھ رکھا اور فرمایا کہ آپ کو اگر طاعون ہو جائے تو ہمارا دعوےٰ غلط ہے اور جونہی حضرت مسیح موعودؑ نے نبض پر ہاتھ رکھا بخار فوراً اتر گیا۔"

(حقیقۃ الوحی)

۵۔ حضرت مسیح موعودؑ کو عالم کشف میں ایک قلم دی گئی جس کے متعلق آپ نے اسی عالم میں فرمایا کہ "اچھا میں مولوی صاحب (مولوی محمد علی صاحب) کو دے دوں گا" پھر اس کے بعد (آنحضرت صلعم نے) فرمایا کہ اس کے (مسیح موعود کے) لشکر یعنے اس کی جماعت کا سردار سرگروہ ایک توفیق یافتہ شخص ہوگا جس کو آسمان پر منصور کے نام سے پکارا جائے گا کیونکہ خدا تعالےٰ اس کے خادمانہ ارادوں کا جو اس کے دل میں ہوں گے آپ ناصر ہوگا اس جگہ اگرچہ اس منصور کو سپہ سالار کے طور پر بیان کیا ہے مگر اس مقام میں درحقیقت کوئی ظاہری جنگ جدل مراد نہیں ہے بلکہ یہ ایک روحانی فوج ہوگی کہ اس حارث کو دی جائے گی"

اس کے بعد آپ نے ایک کشف کا ذکر کرتے ہوئے جس میں ایک لاکھ فوج طلب کرنے پر ایک آسمانی آدمی پانچ ہزار فوج دینے کا وعدہ کیا، پھر لکھا ہے:۔

"پھر وہ منصور مجھے کشف کی حالت میں دکھایا گیا اور کہا گیا کہ خوشحال ہے خوشحال ہے"

آپ کا قلمی جہاد

محض دعوے بلا دلیل قابل پذیرائی نہیں ہے۔ حضرت مولانا محمد علی صاحب مرحوم و مغفور کی عدیم المثال خدمت اسلام روز روشن کی طرح عیاں ہے آپ زمانہ حاضرہ کی عظیم ترین ہستی ہیں جس نے قلمی جہاد کے ذریعہ صلیب کے بلند ٹاور کو گرادیا۔ اور قرآن پاک کے علم و حکمت کو اعلیٰ پیرایہ میں بیان کر کے اسلام کی روشنی کو چار دانگ عالم میں پھیلانے میں کامیاب سعی کی اور زندگی کے آخری پینتیس سال میں دینی علم کا بیش بہا خزانہ چھوڑ کر رخصت ہوئے جیسی کچھ حسب ذیل ہیں:۔

۱۹۱۵ء - النبوت فی الاسلام

۱۹۱۵ء Muhammad & Christ

۱۹۱۸ء - انگریزی تفسیر قرآن مجید

۱۹۲۰ء - سیرت خیر البشر

۱۹۲۳ء - محمد دی پرافٹ

۱۹۲۵ء - بیان القرآن اردو تفسیر قرآن مجید

۱۹۲۹ء - انگریزی قرآن بلا متن

۱۹۳۲ء - ترجمہ صحیح بخاری

۱۹۳۴ء - ارلی کیلیفیٹ

۱۹۳۶ء - Religion of Islam

۱۹۴۵ء - New World Order

۱۹۴۸ء Living Thaughts of The Prophet

۱۹۴۹ء - Law of Marriage & Divorce

یہ اس بہت بڑے ذخیرہ علم کا ایک حصہ ہے جو آپ نے پینتیس سال میں پیدا کیا ہے۔ اس کے علاوہ بے شمار اشتہارات اور ٹریکٹ آپ کی قلم سے شائع ہوئے۔

انگریزی ترجمہ قرآن و تفسیر

انگریزی تفسیر قرآن مجید کی تمہید اس قدر مفید ہے کہ جب کسی غیر مسلم نے بہ نظر غور پڑھا تو متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا اور نہ صرف غیر مسلم بلکہ مسلم بھی اس علمی تفسیر سے فائدہ حاصل کرتے ہیں اور اسکو تو ادبی اور قانونی دنیا میں Standard Work سمجھا جاتا ہے۔

۱۹۵۱ء میں انگریزی ترجمہ قرآن کی Revised ایڈیشن شائع ہوئی اور خداوند کریم کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ خود مولانا صاحب مرحوم نے تمام پروف تک پڑھے اور ان کی ہدایت کے ماتحت ریوائزڈ ایڈیشن شائع ہوئی۔

زندہ نبی کی زندہ تعلیم

لونگ تھاٹس آف دی پرافٹ محمد ایک انگریز ناشر Cassel & Co, London نے شائع کی جو ہزاروں کی تعداد میں انگریزی دان اصحاب کے ہاتھوں تک پہنچ چکی ہے۔ اور اس کا فرانسیسی ترجمہ بھی پیرس سے شائع ہوا جو فرانسیسی جاننے والوں کے لئے مشعل ہدایت ہو رہا ہے۔

ایک شامی خاتون کا اشتیاق

جب میں ووکنگ میں تھا تو سیریا کی ایک خاتون نے جو اپنے ملک کی خواتین کی رہنما ہے۔ مجھ سے اجازت طلب کی کہ وہ مولانا صاحب کی کتاب (Law of Marriage & Divorce) کو عربی میں ترجمہ کر کے شائع کرنا چاہتی ہیں۔ اجازت ملنے پر وہ کتاب عربی ممالک میں شائع ہو کر تقسیم ہوگئی۔

ریلیجن آف اسلام

Religion of Islam کو بجا Encyclopedia of Islam کے طور پر کہا جاسکتا ہے۔ کیونکہ اس کتاب میں اسلام کے ہر چھوٹے بڑے مسئلہ پر نہایت عمدگی کے ساتھ روشنی ڈالی گئی ہے۔

تبلیغ میں کامیابی

میں نے اپنے تبلیغی کاروبار میں حضرت مرحوم کی کتابوں میں ایسے پرمعارف نقاط اور حتمی دلائل اور مسکت جوابات پائے کہ ان کے ذریعہ حاضرین اور مخاطبین پر ہر میدان میں فتح پائی۔

حضرت مرحوم کی اصولی فتح بعد از موت

۱۹۱۴ء میں حضرت مرحوم نے مع اپنے رفقائے کار جن میں حضرت مولانا صدرالدین صاحب (موجودہ امیر جماعت) بھی ہیں قادیان سے ہجرت اختیار کی۔ یہ ہجرت کسی دنیاوی غرض و غایت کے لئے نہ تھی بلکہ محض اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے کی گئی۔ بدقسمتی سے جناب مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب قائد جماعت قادیان کا رویہ اور غلط اعتقادات موجب ہجرت بنے۔

وہ اصول جن کے لئے آپ نے ہجرت کی حسب ذیل ہیں:۔

پہلا اصول:۔ یہ کہ جو شخص کلمہ طیبہ پڑھتا ہے۔ وہ مسلمان ہے اسکو دائرہ اسلام سے خارج کرنے کا کسی کو حق حاصل نہیں ہے۔

دوسرا اصول:۔ یہ کہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم آخری اور کامل نبی ہیں۔ ان کے بعد کوئی نیا نبی نہیں آسکتا ہے اور نہ پرانا۔

آپ ہجرت کر کے لاہور آئے تو حضرت خواجہ کمال الدین صاحب

(باقی برصفحہ ۱۸)

حضرت امیر رحمۃ اللہ علیہ کا علمی و روحانی مقام

ڈاکٹر شیخ محمد عبداللہ صاحب امام مسجد ووکنگ (انگلستان)

حضرت مولانا محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو ہم سے جدا ہوئے اب پورا ایک سال گذر گیا ہے۔ لیکن ان کا نورانی چہرہ اور پاکیزہ شکل اسی طرح آنکھوں کے سامنے موجود ہے جس طرح اسکے ایام زندگی میں تھی۔ اگرچہ انسانی شکل و صورت اکثر مرور زمانہ سے بدل جاتی ہے لیکن متقی اور نورانی ہستیوں کی صورتیں بھی مدت دراز تک مسخ نہیں ہوتیں کیونکہ انکا کام نہ صرف ان کے نام کو بلکہ انکی جسمانی شکل و صورت کو بھی برقرار رکھتے ہیں۔ یہی حال حضرت مولانا مرحوم و مغفور کا ہے۔ جوں جوں زمانہ گذرتا جاتا ہے جسمانی صورتیں تو مدھم پڑتی جاتی ہیں لیکن نورانی اور خدا رسیدہ انسانوں کی روحانی برکتیں تیز سے تیز تر اور روشن سے روشن تر ہوتی جاتی ہیں۔

حضرت مولینا کا علم کلام

حضرت مولنا صاحب نے جو علم الکلام اپنے پیچھے چھوڑا ہے اس کی قدر و قیمت اب ہمیں معلوم ہو رہی ہے۔ عموماً ایسا ہوتا ہے کہ بڑے سے بڑے مصنف کی تصانیف بھی زمانہ سے پیچھے اور out of date ہو جاتی ہیں لیکن حضرت مولانا مرحوم نور اللہ مرقدہ نے جو علم الکلام پیدا کیا وہ ایسا بے نظیر اور عظیم الشان ہے کہ اس کی قدر و قیمت روز بروز بڑھتی چلی جاتی ہے۔ اور کیوں نہ ہو آخر سلطان القلم نے قلم عطا فرمایا تھا۔ مجھے یہاں یورپ میں تبلیغ و اشاعت کا کام کرتے ہوئے کم و بیش بیس سال کا عرصہ گذر چکا ہے۔ بسا اوقات حضرت مرحوم کی تصانیف کو پڑھکر حیران ہوتا ہوں کہ اس انسان نے جس نے یورپ ... یعنی عیسائیت کا مرکز دیکھا تک نہیں کس طرح ہمارے تبلیغی کام کے لئے اس قدر مواد بہم پہنچایا ہے، کوئی مضمون نہیں جس پر انہوں نے قلم نہ اٹھایا ہو۔ کوئی مسئلہ نہیں جس پر روشنی نہ ڈالی ہو اور اس کا حل قرآن و حدیث سے پیش نہ کر دیا ہو۔

آپ کا علمی اور روحانی مقام

آپ کی کتابوں کے اندر نہ صرف علم کا بے بہا خزانہ موجود ہے۔ اور علمی لحاظ سے ان کا پایہ اس قدر بلند ہے کہ اس کی مثال بہت ہی کم ملتی ہے بلکہ اس کے مطالعہ سے روحانی تسکین اور روحانی غذا حاصل ہوتی ہے۔ حضرت ایک معمولی عالم نہ تھے بلکہ روحانی معالج کا درجہ رکھتے تھے۔ آپ کی بلند پایہ تصانیف نے نہ صرف غیر مسلموں کو ہدایت دکھائی بلکہ خود مسلمان کفر و الحاد سے بچ کر مسلمان بن گئے۔

کفر و الحاد سے نکل کر مبلغ اسلام بن گیا

آج سے تقریباً ۳۰ سال قبل کا واقعہ ہے جبکہ ... میں ایک طالب علم کی حیثیت سے فارمن کرسچن کالج لاہور میں پڑھتا تھا۔ عیسائی مشنریوں کے اعتراضات کی وجہ سے میرا ایمان متزلزل ہو رہا تھا کہ میں نے حضرت مرحوم کی کتب کا مطالعہ شروع کیا اور حضرت کی صحبت میں بیٹھنے کا موقعہ ملا۔ اس تعلق کا اثر آخر اس رنگ میں ظاہر ہوا کہ میں نے اپنی دنیوی سرکاری اور نیم سرکاری ملازمتوں کو یکے بعد دیگرے خیرباد کہتے ہوئے تبلیغ و اشاعت کے کام کے لئے زندگی وقف کر دی۔ اور اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ میں نے اس تبدیلی پر کبھی افسوس نہیں کیا بلکہ جس قدر بھی شکر یہ ادا کروں کم ہے۔ ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔

میں اپنی کمزوریوں اور خامیوں سے بخوبی واقف ہوں، اور خوب جانتا ہوں کہ میرے گناہ میری نیکیوں سے بہت زیادہ ہیں۔ لیکن اس ستار و غفار کے دروازے سے بخشش کی امید رکھتا ہوں۔ اور اگر کوئی نیک اور اچھا عمل نظر آتا ہے تو وہ یہی تبلیغ و اشاعت اسلام کا کام ہے اور اس کی توفیق چونکہ حضرت مولنا مرحوم کی تصانیف سے ہوئی لہذا اس کا ثواب بھی انہیں کی روح کو پہنچے گا۔ وباللہ التوفیق۔

معاملہ فہمی اور انتظامی قابلیت

ایک اور امر جس کو میں نے خاص طور پر حضرت مرحوم کی زندگی میں دیکھا وہ یہ تھا کہ اگر ایک طرف آپ علم و ہنر کے پتلے اور روحانی علوم و فیض کے سرچشمہ تھے تو دوسری طرف انتظامی امور میں بھی ان کو کمال دسترس حاصل تھی۔ اکثر دیکھا گیا ہے کہ علماء اور فضلاء کا قلم خوب چلتا ہے اور وہ بڑے اعلیٰ درجہ کے ادیب اور محرر اور مصنف ہوتے ہیں، لیکن انتظامی امور اور دیگر معاملات میں ان کو نہ کوئی خاص ملکہ حاصل ہوتا ہے اور نہ ہی رغبت۔ لیکن حضرت مرحوم نہ صرف امیر جماعت اور روحانی فیوض کے سرچشمہ ہی تھے بلکہ جماعت کے صدر ہونے کی حیثیت سے انتظامی امور اور دفتری کاروبار اور تنظیم وغیرہ میں بھی ان کو اللہ تعالیٰ نے کافی اور وافر حصہ عطا فرمایا تھا۔ مجھے تقریباً چھ سات سال آپ کے ہمراہ دفتری کاروبار کرنے کا موقع ملا جس کی بناء پر میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے انتظامی امور کی سرانجام دہی کے لئے ایک خاص قوت عطا فرمائی تھی۔ آپ ہر معاملہ کی تہ کو پہنچ جانے تھے۔ اور صرف دستخط ہی نہیں کرتے تھے۔ اکثر فائلیں۔ کاغذات اور تمام (cases) کو بنظر غور مطالعہ فرما کر اپنی رائے یا حکم صادر فرماتے تھے گویا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو معاملہ فہمی کی قوت سے بھی نوازا تھا اور آپ تمام امور کو مومنانہ فراست سے جانچ سکتے تھے۔

تمام خوبیوں کا اصل راز

میں سمجھتا ہوں کہ ان تمام خوبیوں اور قوتوں کا اصل راز آپ کا تعلق باللہ تھا۔ نماز آپ کی حقیقی روحانی غذا تھی۔ قرآن کریم سے آپ کو عشق تھا۔ افسوس کہ بوجہ قلت وقت انکی تفصیلات میں نہیں جا سکتا۔ اللہ تعالیٰ کی ہزار ہزار رحمتیں ہوں اس مقدس انسان پر جن کی قدر و قیمت ہمیں دن بدن زیادہ تر محسوس ہو رہی ہے اور ہوتی رہے گی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے کہ ہم اس عظیم الشان کام کو نہ صرف جاری و ساری رکھ[illegible] ..... [illegible] آمین۔ وباللہ التوفیق۔

حضرت مولانا محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی چند قابل قدر اور لائق تقلید خصوصیات

۱۔ قرآن کریم کے ساتھ آپ کو عشق تھا اور اس پر بڑی گہری اور عمیق نظر تھی۔
۲۔ نماز اور بالخصوص نماز تہجد آپ کی زندگی کی غذا تھی۔
۳۔ ہر کام کو بڑی باقاعدگی اور تواتر سے کرتے تھے اور پابندی وقت کا خاص خیال اور لحاظ رکھتے تھے۔
۴۔ جلدی سونا اور بہت سویرے اٹھنا آپ کی پختہ عادت تھی۔ سفر میں بھی اس پر عمل رہتا تھا۔
۵۔ صبح کی سیر میں آپ کی جسمانی صحت کا راز تھا۔
۶۔ ہر کام کی تہ کو پہنچنے کا خاص ملکہ حاصل تھا اور جس کام کو ہاتھ ڈالتے پایہ تکمیل تک پہنچاتے تھے اور کبھی ہمت نہ ہارتے تھے۔ اور مشکلات سے نہ گھبراتے تھے۔
۷۔ باوجود اس قدر مصروفیات اور ذمہ داریوں کے خطوط کا جواب اکثر خود اپنے قلم سے دیتے تھے۔ گھر کے کاموں میں بڑی دلچسپی لیتے تھے۔ جس وقت بھی کوئی ملنے والا آجاتا اس کو ملنے سے انکار نہ کرتے تھے بلکہ خندہ پیشانی سے ملتے تھے۔
۸۔ آپ کا لباس حد سے زیادہ سادہ تھا۔ اور اس کی طرف کوئی خاص توجہ نہ فرماتے تھے لیکن صفائی کا ضرور خیال رکھتے تھے۔
۹۔ حد درجہ کی قوت عمل موجود تھی اور بڑھاپے اور بیماری میں بھی صبح سے شام تک کام میں مشغول رہتے تھے اور کام کرنے کی عادت اس قدر راسخ تھی کہ کبھی بیکار نہ بیٹھ سکتے تھے۔
۱۰۔ آپ کی دینی اور دنیوی کامیابی کا راز تعلق باللہ تھا اور خدا کی ہستی پر زندہ اور پختہ یقین تھا۔ جو مجدد وقت کے دامن سے وابستہ ہونے کی وجہ سے تھا۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو بھی ایسی نیک۔ پاک اور کامیاب اور قابل رشک زندگی عطا فرمائے۔ آمین۔

خاکسار:۔ عبداللہ۔ امام مسجد ووکنگ (لندن)
۲۱ ماہ ستمبر ۱۹۵۲ء

سورۃ العصر کی مجسم تفسیر
حضرت مولانا محمد علی صاحب مرحوم و مغفور کی کامیاب زندگی

(از مرزا مظفر بیگ ساطع لائلپوری)

دل میں اک درد اُٹھا آنکھوں میں آنسو بھر آئے
بیٹھے بیٹھے ہمیں کیا جانے کیا یاد آیا

حضرت مولانا محمد علی مرحوم و مغفور کو وفات پائے ایک سال گزر گیا۔ لاہور مسلم ٹاؤن کی کوٹھی مسلم ٹاؤن "دارالسلام" اور کراچی برنس روڈ کی کوٹھی پر دین اس مبارک وجود سے خالی ہو چکی ہے۔ ان کوٹھیوں کے مکین ایک سال سے اس بزرگ وجود کے دیدار سے محروم ہو چکے ہیں اور اس دنیوی زندگی میں وہ انہیں کبھی بھی نظر نہیں آ سکے گا۔ لاہور کے بزرگ اپنے مرحوم امیر کی جدائی کو بری طرح محسوس کرتے ہیں لیکن راضی برضائے مولیٰ ہیں دنیا کے لاکھوں انسان جنہوں نے حضرت مرحوم و مغفور کو دیکھا نہیں مگر آپ کے لٹریچر سے استفادہ کیا ہے اپنے دلوں میں ایک گہرا رنج و غم پاتے ہیں ؎

اس جہاں سے رخصت گئے ان کا پتہ چلتا نہیں
بے نشانوں کا نشاں ملک عدم سے پوچھئے

سورۃ العصر کی مجسم تصویر

والعصر ان الانسان لفی خسر
الا الذین اٰمنوا وعملوا الصّٰلحٰت و
تواصوا بالحق وتواصوا بالصبر

زمانہ گواہ ہے کہ انسان خسارہ میں ہے مگر جو لوگ ایمان لائے اور نیک اعمال کئے اور حق کی وصیت کرتے ہیں اور صبر کی وصیت کرتے ہیں (وہ خسارے سے بچائے جائیں گے)

حضرت مولانا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ سورۃ العصر کی مجسم تصویر تھے۔ حضرت مرحوم نے نہ صرف زمانہ کو خوب سمجھا بلکہ امام زمانہ حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام کو بھی اپنے کالج کے زمانہ میں ہی بہت آسانی سے شناخت کر کے بیعت کر لی اور پھر حضرت امام الزمان کے فیض صحبت سے ایک زندہ ایمان پیدا کیا۔ نیک اعمال کے مالک بنے۔ حق کی تبلیغ پر کمربستہ ہوئے اور اس راہ میں انتہائی صبر و حوصلہ سے کام لیا۔

آپ کو خدمتِ دین کیلئے چن لیا گیا

حضرت مرحوم نے ایم اے ایل ایل بی کر کے مقام گورداسپور کو اپنی وکالت کے لئے منتخب فرمایا۔ کتابیں درست کیں۔ کوٹھی لی۔ دفتر کھولا اور ایک قابل وکیل کی حیثیت سے پبلک میں روشناس ہونے ہی والے تھے کہ قادیان کے مردِ درویش کی ایک نظر اور ایک آواز سے کایا پلٹ گئی۔

آناں کہ خاک را بنظر کیمیا کنند

ایک انگریزی خواں نوجوان کو قرآن کی خدمت کے لئے چن لیا گیا اور اس نے سنا:۔

"ہم چاہتے ہیں کہ آپ قادیان میں رہیں اور ایک انگریزی رسالہ کی ادارت کا کام سنبھالیں۔"

دنیا کا وکیل دین کا وکیل بن گیا

نوجوان مرید اپنے مرشد کی نظر اور آواز کے آگے جھک گیا اور اپنی تمام تمناؤں اور خواہشات کے گلے پر چھری رکھ دی۔ وکالت کی کثیر التعداد اور قیمتی کتابوں کو ردی کی ٹوکری میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے پھینک کر ہاتھ میں قرآن لے کر قادیان کے درویش کے آگے زانوئے ادب تہ کر دیا۔ دین کو دنیا پر ترجیح دینے کا یہ عظیم الشان واقعہ تاریخ میں سنہری حروف میں لکھا جائے گا۔ دنیا کا وکیل دین کا وکیل بن گیا مردِ درویش کی نظر نے خاک سے اکسیر بنا دیا۔ دین کے اس وکیل نے اسلام کے مقدمات کو اس خوبی سے پیش کرنا شروع کر دیا کہ اپنے اور بیگانے عش عش کر اُٹھے۔ "ریویو آف ریلیجنز" کے مضامین نے علمی دنیا میں ایک تہلکہ ڈال دیا اور لوگ ہاں بڑے بڑے ایڈووکیٹ اور بیرسٹر جج اور مجسٹریٹ اسلام کے اس وکیل سے علم حاصل کرنے لگ گئے۔

قرآن کریم کی انگریزی تفسیر

یہ مولانا مرحوم کی ابتدا تھی لیکن اہل بصیرت نے ان کے بلند مقام کا اسی وقت اندازہ لگا لیا تھا چنانچہ اسی زمانہ میں راولپنڈی کے مشہور و معروف ایڈووکیٹ قاضی سراج الدین صاحب مرحوم نے فرمایا تھا۔

"قرآن کریم کی انگریزی تفسیر اگر کوئی شخص لکھ سکے گا تو وہ مولانا محمد علی ہوں گے"

قاضی صاحب مرحوم کی یہ پیشگوئی پوری ہوئی اور وہ وقت آ گیا کہ حضرت مجدد صد چہاردہم کے اس فیض یافتہ نے قرآن کریم کی انگریزی تفسیر لکھ کر انگریزی خواں طبقہ پر احسان عظیم کیا اور انہیں اس قابل بنا دیا کہ وہ مولویوں کی محتاجی سے بچ کر براہ راست خود قرآن کریم کا اس کے اصلی رنگ میں مطالعہ کر سکیں۔

خدا پہ زندہ ایمان

حضرت مرحوم و مغفور کا خدا پہ زندہ ایمان تھا۔ اسی ایمان نے وکالت اور روپیہ کمانے کے خیال کو دل سے نکالا اور خدمت اسلام کے کام پہ لگایا۔ خدا پہ اسی ایمان نے حضرت مولانا نور الدین رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد خلیفہ قادیان کے غلط عقائد سے بیزاری کا اعلان کرایا۔ قادیان چھوڑا۔ اور کس مپرسی کے عالم میں لاہور میں آ ڈیرا ڈالا۔ زیورات اور گھر کے برتن تک فروخت کر کے کام چلایا اور اف تک نہ کی۔ ایک ولولہ تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحیح مقام اور عقائد کی حفاظت ہو جائے۔ اور خدا نے کیا کہ ایسا ہو گیا۔ خلیفہ قادیان کی خودساختہ نبوت اور تکفیر المسلمین وغیرہ کے غلط عقائد بہت دیر تک نہ چل سکے اور آج مجبور ہو کر ربوہ کے مرکز سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اسی رنگ میں پیش کیا جا رہا ہے جس رنگ میں حضرت مولانا محمد علی نے پیش کیا تھا۔ آپ کا یہ کارنامہ قیامت تک تاریخ اپنے سینے پر چمکتے (؟) لکھے گی۔

نیک اعمال

حضرت مرحوم و مغفور کی جوانی کا ایک حصہ کالج میں گذرا سر عبد القادر و سر شہاب الدین جیسے گواہوں نے آپکی پاکدامنی کی گواہی دی۔ دوسرا حصہ قادیان میں گذرا۔ زمانہ کے پاک امام نے گواہی دی کہ یہ نوجوان صالح اور پاک دامن ہے ؎

در جوانی توبہ کردن شیوۂ پیغمبریست

لوگوں نے راجوں، نوابوں، رئیسوں، مولویوں، پیروں، پیرزادوں اور صاحبزادوں کے بارے میں کیا کچھ نمونہ دیکھا اور کیا کچھ سنا لیکن کون ہے جو محمد علی کے دامن پر نمایاں کا کوئی باریک سے باریک نقطہ بھی دکھائے اور حضرت امام وقت کی گواہی کو جھٹلا سکے کوئی ایک بھی نہیں اور ہرگز کوئی نہیں۔ ع

بندگی باید پیغمبر زادگی درکار نیست

حق کی وصیت

حق کی وصیت اور تبلیغ اسلام کا کام مرحوم و مغفور کا اوڑھنا بچھونا تھا۔ نصف صدی آپ کا قلم شب و روز چلتا اور صداقت اسلام پہ کتب کا ایک انبار جمع ہو گیا جس نے ایشیا۔ افریقہ۔ آسٹریلیا یورپ اور امریکہ کو اسلام کے نور سے جگمگا دیا۔ کفرستانوں کے اندھیرے کو دور کرنے کی کوشش کرنے والے آج مجبور ہیں کہ محمد علی اعظم کی جلائی ہوئی مشعلیں ہاتھ میں لے کر آگے بڑھیں اور اپنا رستہ صاف کریں۔

صبر کی وصیت

دنیا نے کتنے رنگ بدلے اور کیسی کیسی تحریکات پیدا ہوئیں ان تحریکات کے زبردست ریلے بڑے سے بڑے لوگوں کو بہا کر لے گئے اور کوئی ان کے آگے ٹھہر نہ سکا۔ لیکن محمد علی ایک پہاڑ تھا موجیں اس کے ساتھ ٹکرائیں اور اپنا سر پھوڑ کر پیچھے ہٹ جاتیں۔ محمد علی خدمت قرآن کے کام پہ برابر قائم رہا اور اس کا صبر اور حوصلہ ایک ضرب المثل بن گیا۔ لوگوں نے خدمت قرآن کا کام چھوڑ کر کوٹھیاں بنائیں پنڈت نہرو کی سلامیاں اتاریں بینک بنائے فیکٹریاں چلائیں لیکن ان کا یہ سارا کاروبار ان کی زندگی میں اسی زمانہ کے ہاتھوں تباہ و برباد کر دیا گیا۔ اور آسمان نے ان پر "والعصر ان الانسان لفی خسر" کی مہر لگائی اس کے مقابلہ میں محمد علی کے خدمت قرآن کے کام کو اتنا نوازا گیا کہ عرب و عجم سے تحسین و آفرین کے پھول برسائے اور آسمان نے

"الا الذین اٰمنوا وعملوا الصّٰلحٰت
وتواصوا بالحق وتواصوا بالصبر"

کا تمغہ عطا فرمایا۔ ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء۔

کامیاب اور قابلِ صد رشک زندگی

لاریب مولانا محمد علی اعظم سورۃ العصر کی مجسم تفسیر تھے۔ اور حضرت مرحوم کی زندگی ایک کامیاب اور قابلِ صد رشک زندگی تھی۔ کیا ہم ماتم منا کر اور چھاتی پیٹ کر اس بزرگ کی روح کو خوش کر سکتے ہیں؟ نہیں ہرگز نہیں اسکی خوشی اس میں ہے کہ ہم خدمت قرآن کا کام جاری رکھیں اور تبلیغ اسلام کے جھنڈے زمین کی سربلندی پر لہرا دیں ؎

موت تجدید مذاقِ زندگی کا نام ہے
خواب کے پردے میں بیداری کا اک پیغام ہے

حضرت مولانا مولوی محمد علی صاحب علیہ الرحمۃ کی برسی

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کراچی کا غیر معمولی جلسہ

شیخ عبدالحق صاحب سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کراچی

آج بروز بدھ مطابق ۱۰ محرم الحرام ۱۳۷۲ھ ایک سال کا عرصہ گذر گیا جب جماعت احمدیہ لاہور کے امیر حضرت مولنا مولوی محمد علی صاحب مرحوم و مغفور اپنے حقیقی مولےٰ سے جا ملے۔ آپ کی خدمات اسلام کے تذکرہ سے جماعت کے اندر حرکت زندگی اور اکٹھے مل کر کام کرنے کے جذبہ کو ترقی ہوتی ہے۔ اس لئے جماعت کراچی نے آپ کی یاد کو نیز تحریک حفاظت اشاعت کو زندہ رکھنے کے لئے ایک غیر معمولی جلسہ کا انعقاد کیا جس میں احباب سلسلہ نے کثرت کے ساتھ شرکت فرمائی۔ اس جلسہ کی روئیداد حسب ذیل ہے۔

چوہدری امجد خاں صاحب صدر انجمن کی تقریر

تلاوت قرآن کریم کے بعد جناب چوہدری امجد خاں صاحب نے نہایت درد دل سے رقت انگیز تقریر کی جس میں ارشاد فرمایا۔ کہ جو لوگ اللہ تعالےٰ کے رستہ میں کام کرتے ہوئے اس سے جا ملتے ہیں۔ درحقیقت شہید ہوتے ہیں اور ایسے بزرگان دین کو مردہ کہنا غلطی ہے۔ حضرت امیر۔۔۔۔ رحمۃ اللہ علیہ گذشتہ پچاس سال کی لمبی زندگی سے عرصہ اسلامی خدمات سرانجام دیتے رہے اور اسی راہ میں اپنے مولےٰ کریم سے جا ملے۔ ان کی کوششوں سے مغربی دنیا میں جو اسلامی مشن اشاعت اسلام کے سلسلہ میں قائم ہو چکے ہیں ان کا بقاء صرف اسی صورت میں ممکن ہے کہ ہم سب بحیثیت جماعت ایثار کلی اور مالی قربانی کے جذبہ کو مدنظر رکھکر کام کرتے چلے جائیں۔ حضرت مرحوم و مغفور کی زندگی میں روپیہ کی فراہمی کا انتظام آپ کی ذاتی وجاہت یا آپ کی دعاؤں اور توجہ کے باعث ہو جاتا تھا۔

لیکن اب یہ صورت باقی نہیں رہی۔ لاہور سے حضرت صاحب صدر جناب شیخ میاں محمد صاحب نیز جناب خانبہادر غلام ربانی خاں صاحب جنرل سیکرٹری کے تاکیدی احکام صادر ہوئے ہیں۔ جن کو جماعت تک پہنچانا میں اپنا فرض سمجھتا ہوں اور جماعت سے پُر زور استدعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالےٰ اور اس کے رسولؐ کی خوشنودی کے لئے نیز حضرت امیر قوم کی روح کو خوشی پہنچانے کے لئے مالی مشکلات کا حل سوچیں اور کارکنان انجمن کی پریشانیوں کو دُور کرکے ثواب دارین حاصل کریں۔

میاں نصیر احمد صاحب فاروقی کی تقریر

جناب چوہدری صاحب کے بعد ہماری جماعت کے فصیح زبان اور مخلص ترین بزرگ اور خطیب جماعت جناب میاں نصیر احمد صاحب فاروقی نے اپنی بصیرت افروز تقریر میں حضرت امیر مرحوم و مغفور کے مختلف واقعات زندگی بیان فرمائے۔ نیز ان تمام واقعات کا بھی ذکر فرمایا جس وقت حضرت امیر نے وکالت کا کام کرنے کے ارادہ سے گورداسپور میں کوٹھی وغیرہ کا انتظام کر لیا اور پھر حضرت مسیح موعودؑ کی خدمت میں اجازت حاصل کرنے کی غرض سے حاضر ہوئے مگر حضرت مسیح موعودؑ کے محض اشارے پر ہی تمام دنیاوی مفاد پر لات مار دی، اور قادیان میں درویشانہ زندگی بسر کرنے کو ترجیح دی۔ آپ نے اس امر کا بھی انکشاف فرمایا کہ حضرت امیر علیہ الرحمۃ کو گرمی کے موسم میں معدہ کا عارضہ ہو جاتا تھا۔ حضرت مولنا مولوی نورالدین صاحب علیہ الرحمۃ بہت بڑے طبی ماہر تھے۔ علاج معالجہ کے بعد انہوں نے گرمی کے موسم میں حضرت امیر کو زبردستی پہاڑ پر (کوہ مری) بھیجدیا چنانچہ ان کی یہ تشخیص نہایت صحیح ثابت ہوئی۔ اور حضرت امیر کی صحت بحال ہو گئی۔ تب سے ہی آپ کا ہر سال گرمی کے موسم میں پہاڑ پر جانا خدمات اسلام، حفاظت و اشاعت اسلام کے سلسلہ میں بے شمار فوائد کا موجب ہوا اور کئی نہایت ہی مفید تصنیفات کے اضافہ کا موجب بنا۔ جن سے بیاسی دنیا کو غیر معمولی فائدہ پہنچا۔ یہ بھی آپ نے بتایا کہ حضرت مسیح موعودؑ کے الہامات میں حضرت امیر کا نام حارث منصور اور خوشحال بھی ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے جذبۂ اسلام کی قدر دانی فرما کر آپ کو دنیاوی حیثیت میں بھی نہایت عظیم الشان کامیابی عطا فرمائی اور ہزارہا میرے جیسے انسان آپ کی جوتی کی گرد جھاڑتے کو فخر سمجھتے رہے۔ میاں صاحب کی یہ تقریر جذبۂ خلوص اور محبت میں ڈوبی ہوئی تھی جس کا حاضرین پر نہایت گہرا اثر ہوا۔

مولوی عبدالصمد صاحب ڈچ گیانا کی تقریر

حضرت میاں نصیر احمد صاحب فاروقی کے بعد ہماری جماعت کے ایک نوجوان مولوی عبدالصمد صاحب نے جو ڈچ گیانا کے رہنے والے ہیں تقریر کی۔ انہوں نے اپنے ملک میں مکفر مولویوں کی ریشہ دوانیوں کا ذکر کیا۔ نیز ظاہر کیا کہ میرٹھ کے رہنے والے ایک مولوی نے جو اپنا عبدالعلیم صدیقی ظاہر کرتے ہیں، ایک بے بنیاد اور جھوٹا طومار احمدیت کے متعلق کھڑا کر دیا چونکہ جھوٹ کے پاؤں نہیں ہوتے، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ڈچ گیانا کے ہزارہا مسلمان اور بڑے بڑے بزرگ اور بلند پایہ ہستیاں جماعت احمدیہ لاہور میں شامل ہو گئیں۔ بعض احباب ایسے بھی ہیں، جو آج کل حکومت میں نہایت بلند پایہ رکھتے ہیں۔

شیخ عبدالحق سیکرٹری جماعت کی تقریر

خاکسار نے حقیقۃ الوحی سے ایک نشان کا ذکر کیا جس میں حضرت مسیح موعود نے نہایت ہی کھلے اور واضح الفاظ میں حضرت مولنا مولوی محمد علی صاحب کو مخاطب فرما کر اس واقعہ کا اظہار کیا ہے۔ کہ اگر آپ کو طاعون ہو جاتی تو میرا مسیح موعود و ملہم ہونے کا دعویٰ جھوٹا ہے۔ حضرت مسیح موعود کے اس عظیم الشان نشان کا ہمارے قادیانی بھائیوں نے یہ جواب دیا ہے کہ اس نشان میں جو خصوصیت ہے۔ وہ حضرت مولانا کی ذات کی خوبی نہیں۔ بلکہ خصوصیت صرف اس امر کی ہے۔ کہ حضرت مولوی صاحب مسیح موعود کے دار میں رہتے تھے اس لئے اللہ تعالےٰ نے مسیح موعود کے دار کی فضیلت کا اظہار فرمایا ہے نہ کہ حضرت مولانا محمد علی صاحب کی ذاتی خصوصیت کا۔۔۔۔۔۔ لیکن حقیقۃ الوحی ہی میں حضرت مسیح موعود کے دار میں رہنے والے بعض اور لوگوں مثلاً میر محمد اسحاق صاحب کے طاعون کے واقعہ کا ذکر بھی موجود ہے۔ جس سے صاف پتہ ہو جاتا ہے کہ یہ نشان دار میں رہنے کی وجہ سے نہیں۔ بلکہ حضرت مولنا مولوی محمد علی صاحب کی نیکی اور تقوے کی وجہ سے ہے جس کو حضرت مسیح موعودؑ نے اپنے دعوے کے سچے اور جھوٹے ہونے کا معیار قرار دیا۔ چنانچہ بعد کے واقعات نے بھی اس امر کی تصدیق کی ہے۔ کہ احمدیت کو جو دنیا میں شہرت حاصل ہوئی ہے اس میں حضرت امیر کی شخصیت کو بہت بڑا دخل ہے۔ اسلامی دنیا نے آپ کے شائع شدہ لٹریچر کو اپنی اپنی زبانوں میں ترجمہ کرکے اپنی اپنی قوموں پر صحیح اسلام کی تصویر کو پیش کیا ہے۔ دنیا کے کسی اسلامی ملک نے مولوی ابوالاعلیٰ مودودی کو اس کی کسی کتاب کا اپنی زبان میں ترجمہ تو درکنار ایک ملاں سے بڑھکر حیثیت نہیں دی۔ موجودہ مخالفت میں کسی احراری۔ دیوبندی بریلوی اور مودودی کو حضرت مولنا کی ہزارہا تحریروں میں سے ایک لفظ پر بھی گرفت کرنے کی جرأت نہیں ہوئی بلکہ احراریوں اور ان کے ہمنوا مولویوں نے "ختم نبوت" کا ڈھونگ رچا کر تفریق بین المسلمین کا جو کام کیا ہے اس کے ختم نبوت کے دلائل بھی انہوں نے حضرت مولنا کی کتاب "النبوۃ فی الاسلام" سے بطور سرقہ حاصل کئے ہیں۔ والا حضرت رسول خدا کے بعد حضرت عیسےٰ کے نزول حقیقی کے ماننے والے ختم نبوت۔۔۔۔ کے کبھی قائل نہیں ہو سکتے وغیرہ وغیرہ۔

جناب ڈاکٹر میرزا ولی احمد بیگ صاحب کی تقریر

ہماری جماعت کے مبلغ ڈاکٹر میرزا ولی احمد بیگ صاحب نے فرمایا کہ میرا تعلق ایک ایرانی خاندان سے ہے جو شیعہ مذہب سے تعلق رکھتا تھا شروع شروع میں مجھے بھی مذہب کے ساتھ کوئی تعلق نہ تھا۔ مگر منصوری کے ایک واقعہ نے میری زندگی کو بالکل بدل دیا۔ جس کی تفصیل یہ ہے۔ کہ مجھے منصوری میں ایک شیعہ دوست سے حضرت مولوی محمد علی صاحب کی تفسیر قرآن بی۔ اے۔ ایل ملی۔ جسکو میں نے غور سے مطالعہ کیا۔ اس کے بعد پشاور جاتے ہوئے لاہور ایک پارسی کی وساطت سے سفر کو توڑنے پر مجبور ہوا تو میرے دل میں خیال آیا۔ کہ قرآن کی تفسیر لکھنے والا اسی شہر کا باشندہ ہے اسکو ملنا چاہیئے چنانچہ احمدیہ بلڈنگس میں حضرت ممدوح کی ملاقات کیلئے گیا۔ ملاقات کے بعد میرے دل پر یہ اثر ہوا۔ کہ میں نے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے لاہور کو اپنا مسکن بنا لیا۔ حضرت امیر کے علاوہ دوسرے بزرگان دین ڈاکٹر میرزا یعقوب بیگ صاحب، ڈاکٹر بشارت احمد صاحب سے بھی ملاقاتیں ہوئیں جس سے میں نے اپنی زندگی میں ایک عظیم الشان تغیر محسوس کیا اور میں خدمت دین کے کام میں لگ گیا۔ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ یہ حضرت امیر علیہ الرحمۃ کی دعاؤں کا ہی نتیجہ ہے کہ میں نے انڈونیشیا اور۔۔۔۔

حضرت امیر مرحوم کی زندگی کے چند عظیم الشان کارنامے

فخر الدین صاحب سیالکوٹ

(۱) من المؤمنین رجال صدقوا ما عاھدوا اللہ علیہ فمنھم من قضی نحبہ و منھم من ینتظر وما بدلوا تبدیلاً (الاحزاب)

ترجمہ:- اور مومنوں میں سے وہ عظیم الشان ہیں جنہوں نے وہ سچ کر دکھایا جس پر اللہ تعالیٰ سے عہد کیا تھا سو ان میں سے بعض وہ ہیں جنہوں نے اپنی نذر کو پورا کر دیا اور بعض ان میں سے وہ ہیں جو انتظار رہے ہیں اور ان میں کوئی تبدیلی نہیں آئی۔

(۲) ثم ان ربک للذین ھاجروا من بعد ما فتنوا ثم جاھدوا وصبروا ان ربک من بعدھا لغفور رحیم۔

ترجمہ:- پھر تیرا رب ان لوگوں کے لئے جنہوں نے اس کے بعد کہ انہیں دکھ دیا گیا، ہجرت کی پھر جہاد کیا اور صبر کیا۔ یقیناً تیرا رب اس کے بعد حفاظت کرنے والا رحم کرنے والا ہے۔

آیات مندرجہ عنوان حضرت امیر مرحوم کی پاکیزہ زندگی کا نمونہ پیش کرتی ہیں۔ قارئین کرام کی خدمت میں حضرت مولانا مرحوم کی سوانح حیات اختصار کے ساتھ پیش کی جاتی ہے۔

دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا عہد

یوں تو ہر ایک احمدی نے دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا عہد کیا ہے۔ مگر ایسے بزرگ بہت تھوڑے ہیں جنہوں نے اس عہد کو سچ کر دکھایا ہو۔ حضرت امیر مرحوم کی زندگی میں ہمیں اگر یہ نظر آتا ہے کہ آپ نے قادیان میں حضرت امام الزمانؑ کی صحبت میں رہنے کو دنیاوی وجاہت اور عز و جاہ پر ترجیح دی۔ تو یہ بھی نظر آتا ہے کہ بحیثیت امیر قوم ہونے کے آپ نے جماعت کے اغراض و مقاصد اور تحریکات میں بھی دین کو دنیا پر مقدم کرنے کے عہد پر عمل کیا۔ اور جماعت کو خالص دینی اور تبلیغی ادارے تک محدود رکھا۔ آپ کے سامنے جب کبھی کوئی ایسی سکیم پیش ہوئی جو دیال باغ یا تحریک جدید سے ملتی جلتی ہو تو آپ نے ہمیشہ اس کی مخالفت کی۔ کیوں؟ اس لئے کہ آپ چاہتے تھے کہ انجمن محض دین اور دینی اغراض کو دنیا اور دنیوی اغراض پر مقدم رکھے۔ یہی وجہ ہے کہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور سیاست کی بھول بھلیوں میں الجھ کر ختم نہیں ہو گئی بلکہ اپنے مسلک پر مضبوطی سے گامزن ہے۔ آیت مندرجہ عنوان میں ایسے دوسرے مومنین کا بھی ذکر ہے جو اپنے رب کی ملاقات کے لئے انتظار میں ہیں۔ ان لوگوں نے بھی دین کو دنیا پر مقدم کر کے دکھلایا ہے۔

قادیان سے ہجرت

حضرت حکیم الامت مولانا نور الدینؓ کی وفات پر جماعت میں جو اختلاف رونما ہوا اس نے تاریخ احمدیت میں ایک نئے باب کا اضافہ کر دیا۔ حضرت مولانا مرحوم اور وہ بزرگ جنہوں نے حضرت مسیح موعودؑ کی صحبت صالح سے فیض اٹھایا تھا جماعت کو انہی عقاید پر قائم رکھنا چاہتے تھے۔ جن پر حضرت اقدسؑ نے جماعت کو کھڑا کیا تھا۔ مگر میاں صاحب اور ان کے مشیر غلو کر کے حضرت مسیح موعودؑ کو نبی منوانا چاہتے تھے۔ اور آپ کے نہ ماننے والوں کو کافر اور خارج از دائرہ اسلام ٹھیراتے تھے۔ یہ کیونکر ممکن تھا کہ جن بزرگوں نے حضرت امام ہمام کی کتابوں کو بغور پڑھا تھا اور آپ کی صحبت میں رہ کر آپ کی زبان مبارک سے آپ کے دعاوی سنے تھے ان غلط عقاید کو قبول کر لیتے اور خاص کر جب یہی غلط عقاید آپ کی طرف علماء سوء اور مخالف منسوب کرتے رہے اور آپ اپنی قلم سے ان کے رد میں ہزاروں اوراق لکھتے چلے گئے۔ حضرت امیر مرحوم نے بہتیری کوشش کی کہ دلائل سے میاں صاحب کو قائل کیا جائے اور یہ غلط عقائد پھیلنے نہ پائیں مگر مصالحت کی کوشش ناکام رہی بلکہ الٹا حضرت امیر کے خلاف دل آزار پروپیگنڈا کیا گیا۔ آپ پر عرصہ حیات تنگ ہوتا چلا گیا۔ پھر بھی آپ خدا کے بھروسے پر قادیان میں ہی رہے کہ شاید صورت حالات سدھر جائے اور اپنے پیارے امام کے بعد مل کر کام کرنے کا موقع پیدا ہو جائے۔ مگر جب ایذا رسانی حد کو پہنچ گئی تو آپ قادیان سے ہجرت کر کے لاہور آ گئے۔

جہادِ کبیر

ہجرت کے بعد آپ نے اپنے احباب سے مل کر ۲ر مئی ۱۹۱۴ء کو احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کی بنیاد رکھی۔ اور جہاد کبیر یا جہاد بالقرآن کے لئے احباب جماعت کو دعوت دی۔ انجمن کی بے سر و سامانی کی حالت اور اس کے بلند مقصد کی تڑپ دیکھ کر قادیان والوں نے مضحکہ اڑایا۔ "ڈھائی ٹوٹیاں اور فتو باغیاں" کے آواز سے کسے۔ مگر حضرت امیر مرحوم نے بڑے استقلال اور ثبات قدمی سے جہاد کبیر جاری رکھا۔ یہاں تک کہ چند سالوں میں دنیا نے دیکھ لیا کہ ایک مٹھی بھر جماعت احمدیہ لاہور نے اپنے مجاہد امیر کی قیادت میں کتنی شاندار کامیابی حاصل اور قبولیت عامہ کی سند حاصل کی۔ اس جہاد میں صبر کا جو نمونہ جماعت نے پیش کیا وہ عدیم المثال ہے۔ لاہور آ جانے سے وہ ادارے جو قادیان میں قائم ہو چکے تھے اور جن پر لاہور کے پاک ممبروں کا زر کثیر صرف ہوا تھا۔ جماعت لاہور کو ان سے محروم ہونا پڑا۔ انجمن کا خزانہ، کتب خانہ، دفاتر، مساجد اور مدارس سب قادیان میں رہ گئے تھے۔ چنانچہ جماعت کا پہلا سالانہ بجٹ سات ہزار روپیہ کا تھا۔ صبر کے معنی اگر کمال مضبوطی کے ہیں۔ تو جہاد فی سبیل اللہ میں پیش آنے والی تکالیف اور مشکلات کی پرواہ نہ کرنے کے بھی ہیں۔ اور صراط مستقیم پر استقلال اور ثبات قدمی سے قائم رہنے کے بھی ہیں۔ چنانچہ ہماری جماعت کی تاریخ اس حقیقت کو عیاں کرتی ہے کہ اپنے چالیس سالہ دور میں کس طرح ہمارے امیر مرحوم کی مستقل مزاجی اور کمال درجہ کی مضبوطی نے قوم کو مشکل اوقات سے نکالا اور اس کا بجٹ سات ہزار سے بڑھکر سات لاکھ سالانہ تک پہنچ گیا۔

خدا اور اسکے دین سے وفاداری

راولپنڈی کی جماعت قریباً بیس سال تک سالانہ اجلاس کرتی رہی۔ جس میں مرکز سے بھی بزرگ تشریف لا کر اپنے مواعظ حسنہ سے اہالیان راولپنڈی کو مستفید کرتے تھے غالباً ۱۹۳۳ء یا اس کے متصل کا سالانہ جلسہ تھا۔ حضرت امیر قوم رح نے ردِ تکفیر اہل قبلہ پر اڑھائی گھنٹہ تقریر فرمائی۔ جلسہ گاہ حاضرین سے کھچا کھچ بھری ہوئی تھی۔ بڑے بڑے امیر، وکلا اور معززین شہر ان حقائق و معارف کو سن کر حالت وجد میں تھے۔ جلسہ کی نشست جب برخاست ہوئی تو ایک بوہرا رئیس التجار اپنی بیاض میں آٹوگراف حاصل کرنے کے لئے حاضر ہوا۔ آپ نے نہایت خندہ پیشانی سے قلم لیکر مندرجہ ذیل الفاظ لکھے:۔

Be true to your God and your religion

اور نیچے دستخط کر دیئے۔ ان الفاظ سے پتہ چلتا ہے، کہ آپ کے دل میں اگر کوئی خیال تھا تو یہی کہ خدا کا دین پھیلے۔ پھر بعد میں آنے والے واقعات بھی ہمیں بتاتے ہیں کہ آپ نے خدا اور اس کے دین سے وفاداری کا عہد کس طرح نبھایا اور مرتے دم تک اسی عہد کو نبھاتے رہے۔

لاہور کی عظمت

ڈاکٹر عصمت اللہ صاحب مرحوم مبلغ اسلام فرمایا کرتے تھے کہ ڈاکٹر اقبال مرحوم اخیر وقت تک ایک غلط فہمی میں مبتلا رہے اور وہ یہ کہ بابا بلھے شاہ نے جو پیشگوئی فرمائی تھی کہ:-

"عرش معلے تے ملیاں بانگاں تے سنیاں وچ لاہور"
(عرش معلے پر اذانوں کی آواز بلند ہوئی جو لاہور میں سنائی دی)

اس کا ظہور ڈاکٹر سر اقبال کے توسط سے ہوگا۔ افسوس سر اقبال نے چشم بصیرت سے نہ دیکھا کہ یہ پیشگوئی احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے وجود میں آنے سے پوری ہو چکی تھی۔ کیونکہ جن بزرگوں نے ڈاکٹر صاحب مرحوم کو ٹھیٹھ اسلامی سیرت کے نمونہ کی جھلک دکھائی تھی انہوں نے لاہور کو مرکز قائم کر کے اقصائے عالم میں خدا، اس کے رسول اور اس کی کتاب کا شہرہ بلند کیا۔ اور دنیا تعلیمات اسلامی، سیرت نبوی اور اسلامی لٹریچر کے لئے لاہور کی طرف رجوع کرنے لگی۔ جہاں اس جماعت کے امیر اور اس کے رفقاء نے علم و عرفان کے چشمے جاری کر دیئے تھے۔

آخر میں دعا ہے کہ اللہ کریم ہمارے امیر مرحوم پر بے شمار رحمتیں نازل فرمائے جیسا کہ اس کا وعدہ ہے۔ کیونکہ اس امیر کی بدولت جماعت نے حضرت امام الزمانؑ کی صحیح پوزیشن کو قائم رکھا۔ جس مسلک پر حضرت امیر رح نے جماعت کو قائم کیا تھا اس کی صداقت کے لئے اتنا کافی ہے کہ جماعت قادیان بھی آج اسی مسلک پر چل رہی ہے۔ کاش ان کو یہ خیال ۱۹۱۴ء میں ہی آ جاتا۔

تلاش گمشدہ

"میرا چھوٹا بھائی غلام محمد عرف داد و عمر ۱۲ سال گلے میں کورے لٹھے کا قمیص پاجامہ بھی کورے لٹھے کا پاؤں میں دیسی جوتی ہے ۱۳-۹-۵۲ کو گھر سے چلا گیا اب تک اس کا کوئی پتہ نہیں لگا جس مہربان کو ملے یا پتہ لگے تو مہربانی کر کے مجھے اس سے اطلاع دیں۔ گلاب علی چپڑاسی دفتر احمدیہ انجمن اشاعت

عاشقِ قرآن

(بقیہ از صفحہ ۱)

جان جوکھوں کے کام کو اپنے سر پر اٹھا رہا ہے۔ یہ نظر ثانی کیا تھی تقریباً دوبارہ لکھنا تھا۔ جس کو یہ یقین نہ آئے وہ ان مسودوں کو دیکھے جو طبع ثانی کے ہیں۔ اس دوران میں درد دل کے سخت حملے بھی ہوتے رہے۔ مرتے مرتے بچے۔ مگر کانپتے کانپتے ہاتھوں سے پروف تک خود بستر میں پڑے پڑے ٹھیک کرتے رہے۔ اور بالآخر اس عظیم الشان کام کو ختم کرنے کے چند دنوں کے بعد اپنے مولا سے جا ملے۔

آخری وصیت

آخری بیماری کے دنوں میں پچھلی رات کبھی تہجد کے وقت قرآن سنتے تھے کبھی تیسرے پہر کسی کو بلا کر قرآن سنتے تھے۔ اور ایک دفعہ جب ۲۹ر ستمبر ۱۹۵۱ء کو حالت بالکل بگڑ چکی تھی تو میں نے دیکھ کر ہونٹ ہلائے۔ میں نے کان قریب لے جا کر کہا کہ "جناب نے کیا فرمایا" تو دوبارہ نحیف آواز سے کہا:-

"ہمارا کام ہے قرآن کو دنیا میں پہنچا دینا آگے قرآن اپنا کام خود کر لے گا"

یہ حضرت مرحوم کی وہ آخری وصیت ہے جو میں اپنی قوم کو پہنچا کر سبکدوش ہوتا چاہتا ہوں، وہ کیا نظارہ تھا! موت سامنے کھڑی ہے۔ نہ بیوی بچوں کا فکر ہے، نہ دنیا چھوٹنے کا۔ فکر ہے تو یہ کہ قرآن کو دنیا میں پھیلانے کے لئے کہہ جاؤں۔

سفر میں مطالعہ قرآن

ایک دفعہ ایک ریل کے سفر کے لئے حضرت تشریف لے جانے لگے۔ اٹیچی کیس میں سامان بند کر رہے تھے۔ میں نے دیکھا تو قرآن کی حمائل سفر میں پڑھنے کو رکھ رہے ہیں۔ یہ دیکھ کر میرے دل پر بہت اثر ہوا۔ کہ یہ شخص عجیب ہے آدھی رات قرآن پڑھتا رہتا ہے۔ سارا دن کسی نہ کسی رنگ میں قرآن کی خدمت کرتا رہتا ہے اور سفر پہ جاتا ہے تو نہ کوئی میگزین نہ کوئی رسالہ نہ ناول لے کر چلتا ہے۔ سفر میں وقت ملتا ہے اس لئے قرآن پڑھنے کو ساتھ لیتا ہے!

ممتاز اور بلند مقام

اگر دوسرے عالم میں قرآن کریم کے عشاق کی فہرست تیار ہو رہی ہے یا اسی دنیا میں لکھی جا رہی ہے ایسے عشاق کی جو محض زبانی دعوے نہیں کرتے بلکہ دن رات قرآن کریم کی خدمات اور اشاعت میں لگے رہے ہیں۔ تو محمد علی کا نام اس میں بہت بلند اور ممتاز مقام پہ ہو گا۔ ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم ؞

حضرت امیر مولانا صدر الدین صاحب ایدہ اللہ ۱۵ر اکتوبر کو لاہور تشریف لے آئے آپ بحمد للہ اب بالکل تندرست ہیں۔

حضرت صاحب صدر ۱۴ر اکتوبر کو پاکستان میل سے کراچی تشریف لے گئے ہیں امید ہے چند روز تک مراجعت فرمائے لاہور ہوں گے۔

اسلامی دنیا کیلئے ایک نقصان عظیم

(بقیہ از صفحہ ۱۵)

مجھے یقین ہے کہ آپ کی تصانیف کسی طرح پر متعصب اور تنگ نظر لوگوں کے لئے باعث خوشی نہیں ہوں گی اور نہ ہی آپ غیر روادارانہ خیالات کی حمایت کریں گے۔ میں نے آپ کے دست مبارک کو بوسہ دے کر آپ سے رخصت ہونے کی اجازت طلب کی۔

یہ مولانا سے میری پہلی اور افسوس کہ آخری ملاقات تھی۔

مولانا کی سوانح اور کارنامے

مولانا محمد علی ۱۸۷۴ء میں ریاست کپورتھلہ کے ایک گاؤں مرار میں پیدا ہوئے تھے۔ آپ کی تعلیم بڑی کامیاب رہی۔ بلند پایہ ریاضی دان ہونے کے علاوہ آپ ایک ادیب بھی تھے۔ آپ نے پنجاب یونیورسٹی میں قانون کا مطالعہ کیا تھا اور وکالت کا پیشہ اختیار کرنے کی تیاری کی مگر قدرت نے آپ کے لئے احیاء اسلام کا کام مقدر کر رکھا تھا آپ کی ملاقات حضرت مرزا غلام احمد بانی سلسلہ احمدیہ سے ہوئی۔ آپ نے حضرت موصوف کے ساتھ تعلق بیعت اختیار کر لی اور انہی دنوں خواجہ کمال الدین صاحب بھی اس سلسلہ میں شامل ہوئے۔ اور سالہا سال تک یہ ہر دو اصحاب مذاہب کے گہرے مطالعہ میں مصروف رہے۔ مولانا ریویو آف ریلیجنز کے ایڈیٹر تھے۔ اور سنہ ۱۹۰۹ء میں، احمدیہ انجمن نے انگریزی ترجمۃ القرآن کا کام بھی آپ کے سپرد کیا۔ آٹھ سال تک بارہ گھنٹے روزانہ کام کر کے آپ نے قرآن کریم کے انگریزی ترجمہ و تفسیر کو پایۂ تکمیل تک پہنچایا۔

اس اثنا میں سلسلۂ احمدیہ میں تفرقہ رونما ہوا، سلسلہ کے بعض افراد نے بانیٔ سلسلہ کی طرف دعوے نبوت ...... منسوب کیا اور ان کے منکرین کو کافر قرار دیا۔ مولانا ...... محمد علی ان سے علیحدہ ہوئے سنہ ۱۹۱۴ء میں اپنے رفقائے کار کے ساتھ لاہور میں احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کی بنیاد ڈالی۔ آپ اس انجمن کے صدر منتخب ہوئے۔ مولانا کا عقیدہ تھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی تھے اور آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا۔ آپ کا یہ بھی عقیدہ تھا کہ کلمہ طیبہ پڑھنے والے کو کوئی طاقت کافر نہیں قرار دے سکتی۔

بعد میں مولانا محمد علی نے اردو زبان میں قرآن کریم کا ایک مبسوط ترجمہ اور تفسیر شائع کی۔ اور اس کے بعد دیگر تصانیف کا ایک سلسلہ شروع کیا۔ چونکہ آپ کی اکثر تصانیف انگریزی میں ہیں اس لئے ساری دنیا میں اسلام کی روشنی پھیلانے کا موجب ہوئیں۔

آخری دم تک مولانا محمد علی کی زندگی اسلامی لٹریچر پھیلانے کے لئے وقف تھی اور بلا توقف بہت سی تصانیف یکے بعد دیگرے شائع کیں۔ یہ سلسلہ اخیر تک جاری رہا۔

آپ کا مقصد وحید یہ تھا کہ اسلام کے حقیقی پیغام کو اجاگر کریں تاکہ اس کی شاندار تعلیمات نئی روشنی کے لوگوں کے لئے موجب تشفی و تسکین ہوں۔ اس مقصد کے حصول کے لئے پہلا اور ضروری اقدام یہ تھا کہ توہمات اور افسانوں کو جو عقل سلیم کے مخالف تھے اور مسلمانوں میں مروج تھے دور کیا جائے*

حضرت مولانا محمد علی صاحب کا عظیم الشان کام

(بقیہ از صفحہ ۱۳)

حضرت ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب۔ ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب۔ شیخ رحمت اللہ صاحب وغیرہ مرحوم و مغفور بزرگوں نے ان کا پورا ساتھ دیا اور بڑے ایثار اور قربانی کے نمونے دکھائے۔ لاہور میں احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کی بناء ڈالی گئی نہ قلم نہ دولت نہ دفتر نہ مکان، نہ سرمایہ، اس بے سر و سامانی میں اللہ تعالےٰ کے بھروسہ پر کام شروع کیا گیا اور مفصلہ بالا عقاید کی نشر و اشاعت اور خدمت اسلام کے لئے آپ کمربستہ ہو گئے اور اس تھوڑے سے عرصہ میں اس جماعت نے وہ کام کیا کہ عیسائیوں کے لیڈر ڈاکٹر زویمر کو یہ کہنا پڑا:-

"لاہور کی جماعت جو اصل قوم سے الگ ہو گئی ہے، اس وجہ پر کہ وہ بانی سلسلہ کو محض مجدد تسلیم کرتے ہیں نہ کہ نبی۔ وہ اسلامی آراء عام کو زیادہ پسند ہیں ...... ان کا اثر اس سے بہت زیادہ وسیع ہے جو ان کی تعداد سے قیاس ہو سکتا ہے۔ ان کے اسلام سے دفاع اور اس کی حفاظت کو بہت سے تعلیمیافتہ مسلمان قبول کرتے ہیں کہ یہی ایک صورت جس میں وہ تسلی رنگ میں اسلام کے وفادار رہ سکتے ہیں" (مسلم ورلڈ جلد ۲۱)

حضرت مولانا مرحوم کی ان کوششوں اور علمی خدمات کا یہ نتیجہ ہے کہ اسلامی لٹریچر اور مسلم مشنری کی اگر کبھی دنیا میں ضرورت پیش آتی ہے تو اسی جماعت کی طرف ہی نظریں اٹھتی ہیں اور یہاں سے ہی تمام ضروریات پوری ہوتی ہیں۔ بیشمار رسائل اور ٹریکٹ آپ نے لکھے اور حضرت مرزا صاحب مجدد صد چہار دہم و مہدی مسعود و مسیح موعود کی تصانیف سے ثابت کر دیا۔ کہ حضرت موصوف کے نزدیک کلمہ گو کو کافر کہنے والا خود کفر کے قریب ہو جاتا ہے۔ اور یہ کہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نیا یا پرانا نبی نہیں آسکتا اور مدعی نبوت کافر، کاذب دجال اور دائرہ اسلام سے خارج ہوتا ہے"

لیکن ایک طرف غلو کرنے والی جماعت قادیان آپ کے ان پیش کردہ حوالہ جات کو منسوخ تصور کرتے ہوئے ان سے حجت پکڑنا گناہ تصور کرتے رہے اور دوسری طرف مکفر مولوی صاحبان جناب میاں محمود احمد صاحب کے غلط معتقدات و بیانات سے حوالہ پکڑتے ہوئے حضرت مرزا صاحب علیہ الرحمۃ اور جماعت احمدیہ کے خلاف عوام کو مشتعل کرتے رہے اور تکفیر کے مشغلہ کو بڑے زور سے جاری رکھا

بالآخر فتح حق کو ہوئی اور خود جناب میاں محمود احمد صاحب قائد قادیانی جماعت نے ان حوالہ جات کی طرف رجوع کر کے حضرت مرزا صاحب مرحوم و مغفور کے صحیح مسلک کو لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہنے والا مسلمان ہے اور حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں۔ ان کے بعد نہ نیا نبی آسکتا ہے اور نہ پرانا۔ اپنا عقیدہ بنایا ہے اور اخبارات اور عامۃ المسلمین بھی اسی عقیدہ پہ محکم ہو گئے ہیں۔

الحمد للہ کہ اس فتح کا سہرہ بھی مرحوم کے سر پہ ہے ؞

---

*آپ اسلام کی سیدھی سادی تعلیم کو زندہ کرنا چاہتے تھے اور ہر ایک اس چیز کو مٹانا چاہتے تھے جو اس کے خلاف تھی مگر اس مقصد کے ......

وجودش را مدارِ صدقِ مہدیٔ زماں بینی

مولانا مرتضیٰ خاں حسن (بی اے)

بتائید الٰہی مرعلی را کامراں بینی ❊ عدوش را اسیر یاس و حرماں جاوداں بینی
درخشاں نور احمدؐ بر جبینش بے گماں بینی ❊ دلش معمور از عشق خدائے دو جہاں بینی
بزہد و اتقا مثلش بیابی کم دریں عالم ❊ بعلم و عقل و ہوشش بحر بیکراں بینی
نہ از علمِ فراستش جہانِ تیرہ روشن شد ❊ منور از ضیائے مہر او کون و مکاں بینی
ہمہ عمر عزیزش وقفِ دینِ مصطفےٰ بینی ❊ ولے اغیار را بازی کناں چوں کودکاں بینی
بہ تعظیمش ستادہ بادشاہانِ جہاں بنگر ❊ محبانش قطار اندر قطار اندر جہاں بینی
نمی دانی کہ آں پیر فرنگستاں چہ میگوید ❊ بذکرش تر زباں ہم شرقیاں ہم غربیاں بینی
مسیحا نزد خود او را نشاندہ بصد عزت ❊ وجودش را مدارِ صدقِ مہدیٔ زماں بینی

میرے بھائی حضرت امیر رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا عزیز بخش صاحب

پہلی برسی وفات حضرت مولانا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ ۱۳ اکتوبر ۱۹۵۲ء کو ہے آپنے ۱۰ محرم الحرام ۱۳۷۱ھ کو شہادت پائی۔ آپ کے مرقد پُرنور پر جو کتبہ ہے اس کی عبارت ذیل میں درج ہے جس سے آپ کا مختصر اور جامع الفاظ میں معلوم ہو سکتا ہے۔ آپ میرے سگے بھائی عمر میں مجھ سے کوئی پانچ برس چھوٹے تھے۔ قدرت الٰہی نے مجھے ان کی خدمت کے لئے پہلے دنیا میں بھیجدیا الحمد للہ کہ مجھے آپکی خدمت کی توفیق ملی اور بچپن سے بلکہ اخیر دم تک ان کا ساتھ عطا فرمایا جس سے میں نے بہت دینی و دنیاوی فائدہ اٹھایا آپ کی زندگی کے کسی قدر مفصل حالات میں نے لکھ کر شائع کئے تھے جن کا کچھ خلاصہ بابو محمد منظور الٰہی مرحوم نے چند احباب کو بھیجا تھا بعد میں شیخ محمد طفیل صاحب نے انگریزی میں بھی شائع کیا اور بعد وفات ان کی یاد داشتوں سے بیکریٹر تصدق حسین صاحب قادری مبلغ بغداد کی وساطت سے السید ابراہیم سیچانی بصرہ والے نے...... علی محمد سرطاوی سے عربی میں ترجمہ کرا کے "ذکری مولانا محمد علی" کے نام سے چھوٹی تقطیع کے ستر صفحے کے رسالہ پر چھپوایا مولوی دوست محمد صاحب ایڈیٹر اخبار پیغام صلح نے آپ کے کارنامے اپنے اخبار کے امیر نمبر میں شائع کئے اور اس میں آپ کی تصانیف کا ایک نقشہ دیکر اس کے نیچے آپ کے ہاتھ میں قلم کی تصویر دی اور حضرت مسیح موعود کا کشف شائع کیا کہ:-

"پھر میں نے دیکھا کہ مولوی عبدالکریم مرحوم آرہے ہیں۔ مولوی صاحب مرحوم نے ایک چیز نکال کر بطور تحفہ مجھے دی اور کہا یہ شے جو پادریوں کا افسر ہے وہ اس سے کام چلاتا ہے وہ اس طرح ہے جیسے خرگوش ہوتا ہے یا داغ رنگ اس کے آگے ایک بڑی نالی لگی ہوئی ہے اور نالی کے آگے قلم لگا ہوا ہے اس نالی کے اندر ہوا ابھر جاتی ہے جس سے وہ قلم بغیر محنت کے بآسانی چلنے لگتا ہے میں نے کہا میں نے تو یہ قلم نہیں منگوایا مولوی صاحب نے فرمایا کہ مولوی محمد علی صاحب نے منگوایا ہو گا میں نے کہا اچھا مولوی صاحب کو دے دوں گا"۔ (کشف حضرت مسیح موعودؑ)

آخر میں گذارش ہے کہ آپ کے تعلقات جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ تھے ان کے بارہ میں آپ کا اپنا لکھا ہوا رسالہ ہر ایک غیر احمدی اور ہر ایک قادیانی کیلئے ایک لمحہ فکریہ۔ قابل توجہ ہے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپکی جماعت کو آپکے نقش قدم پر چلا کر ابرار کی موت نصیب کرے۔ آمین۔ والسلام۔

نقل کتبہ مرقد حضرت امیر مرحوم و مغفور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

ومن یطع اللہ والرسول فاولٰئک مع الذین انعم اللہ علیھم من النبیین والصدیقین والشھداء والصالحین وحسن اولٰئک رفیقا

مرقد پُر نور

مجاہد اعظم، سلطان القلم، مفسر قرآن مجید، مبلغ دین اسلام و شہید قوم حضرت مولانا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ (ایم۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی) امیر جماعت و صدر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام، لاہور۔

جنہوں نے سنہ ۱۹۰۰ء میں اپنے زرّین دنیاوی مستقبل کو قربان کر کے دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا عملی نمونہ پیش کیا اور مسلسل پچاس سال تک اسلام کی تائید اور دشمنان اسلام کے اعتراضات کے جواب میں پچاس ہزار صفحات تحریر فرمائے، جو دنیا کی مختلف زبانوں میں شائع ہوئے۔ قرآن مجید کی تفاسیر لکھکر معارف و حقائق کے ایسے دریا بہا دیئے کہ ھو الذی ارسل رسولہٗ بالھدیٰ ودین الحق لیظھرہٗ علی الدین کلہٖ کا نظارہ سامنے آگیا۔ اس عاشق قرآن کریم نے ترجمۃ القرآن انگریزی کی چوتھی ایڈیشن کی مکمل نظر ثانی اور تکمیل کے بعد قرآن مجید کی اشاعت کی مستقل بنیاد رکھتے ہوئے ۱۳ اکتوبر ۱۹۵۱ء مطابق ۱۰ محرم الحرام ۱۳۷۱ھ شہادت پائی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

یا ایتھا النفس المطمئنۃ ۝ ارجعی الیٰ ربک راضیۃ مرضیۃ ۝ فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی ۝

انسانیت، اسلام اور احمدیت کو سمجھنے کیلئے ذیل کی کتب کا مطالعہ کیجئے

حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مجدد صدی چہاردہم کی گرانمایہ تصنیفات

سلسلہ تصنیفات احمدیہ حصہ دوم:۔

اس میں ذیل کی کتب شامل ہیں:۔

(۱) سرمہ چشم آریہ:۔ آریوں کے اعتراضات کے مدلل جوابات۔ (۲) شحنۂ حق:۔ اس کتاب میں بھی آریوں کے اعتراضات کا رد لاجواب پیرایہ میں کیا گیا ہے۔ (۳) ایک عیسائی کے تین سوالوں کا جواب:۔ عیسائیوں کے اہم اعتراضات دربارہ نبوت، معجزات حضرت نبی کریم صلعم کے مدلل جوابات۔ قیمت دو روپیہ 2/-/-

سلسلہ تصنیفات احمدیہ حصہ چہارم:۔

(اس حصہ میں ذیل کی کتب شامل ہیں)

(۱) الحق مباحثہ لدھیانہ (۲) الحق مباحثہ دہلی:۔ حضرت مسیح موعود اور مولوی محمد بشیر بھوپالی کی مفصل اور قابل دید بحث (۳) آسمانی فیصلہ:۔ ہندوستان کے سربرآوردہ علماء اور پیروں کو آسمانی فیصلہ کی دعوت دی گئی ہے۔ (۴) نشان آسمانی:۔ اولیاء امت کی پیشین گوئیاں دربارہ صداقت دعویٰ خود۔ قیمت دو روپیہ آٹھ آنہ 2/8/-

سلسلہ تصنیفات احمدیہ جلد ہفتم:۔

(اس میں حسب ذیل کتب شامل ہیں)

(۱) ضیاء الحق:۔ دعوے مسیحیت کی صداقت پر مخالفین کو جوابات (۲) شہادت القرآن:۔ (۳) انوار الاسلام (۴) نور القرآن حصہ اوّل (۵) نور القرآن حصہ دوم (۶) ست بچن (۷) آریہ دھرم۔ قیمت دو روپیہ بارہ آنہ 2/12/-

سلسلہ تصنیفات جلد ہشتم۔

اس میں حسب ذیل کتب شامل ہیں:۔

(۱) تعلیم الاسلام یا اسلامی اصول کی فلاسفی (۲) انجام آتھم۔ (۳) سراج منیر (۴) تحفہ قیصریہ (۵) حجۃ اللہ (۶) سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب۔ قیمت دو روپیہ بارہ آنہ 2/12/-

---

(۱) انوار القرآن حصہ اوّل:۔ عربی میں عیسائیوں کے عقائد باطلہ کا رد پیش کیا گیا ہے۔ قیمت آٹھ آنہ

(۲) انوار القرآن حصہ دوم:۔ قیمت ۸/ (۳) درثمین کامل:۔ حضرت مجدد اعظم کی تصوف و روحانیت میں ڈوبی ہوئی فارسی اور اردو نظموں کا مجموعہ۔ قیمت ایک روپیہ آٹھ آنہ 1/8/-

(۴) اتمام حجت .. قیمت دو آنے　(۵) سر الخلافہ .. قیمت آٹھ آنے

(۶) تحفہ بغداد .. " " ۴ " "　(۷) دو تقریریں .. " " ۸ " "

(۸) سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب:۔ قیمت ۴ آنے .. .. -/4/-

(۹) انوار الاسلام .. قیمت چار آنے　(۱۰) استفتاء .. .. قیمت دو آنے

(۱۱) حجۃ اللہ .. " " ۶ " "　(۱۲) سراج منیر .. .. " ۶ آنے

(۱۳) توضیح مرام .. " ۶ آنے　(۱۴) فتح اسلام .. .. " ۵ آنے

(۱۵) کرامات الصادقین " ۶ آنے　(۱۶) ازالہ اوہام، دو حصص مجلد اعلیٰ۔ پانچ روپے

(۱۷) ملفوظات احمدیہ حصہ اوّل:۔ ایک روپیہ چودہ آنے　(۱۸) منظور الٰہی ملفوظات احمدیہ حصہ دوم۔ دو روپے

تصنیفات حضرت مولانا مولوی محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

بیان القرآن:۔ یعنی اردو ترجمہ و تفسیر قرآن کریم مع عربی متن تین جلدوں میں۔

مجلد اعلیٰ اٹھارہ روپیہ۔ محصول ڈاک تین روپے علاوہ۔

فضل الباری:۔ یعنی اردو ترجمہ و مفصل حواشی صحیح بخاری دو جلدوں میں۔ قیمت بیس روپے .. 20/-/-

جمع قرآن:۔ قرآن کریم کی جمع و ترتیب کے متعلق تاریخی واقعات اور اعتراضات کے مفصل جوابات۔ بایں مجلد ایک روپیہ دو آنے 1/2/-

حمائل شریعت:۔ بیان القرآن کے حصہ لغت کو چھوڑ کر تفسیری نوٹوں اور اردو حواشی کیساتھ۔ ہدیہ 3/4/-

النبوت فی الاسلام:۔ نبوت، رسالت، محدثیت اور مجددیت پر مفصل بحث ہے۔ قیمت .. 2/8/-

مقام حدیث مجلد (دوم ایڈیشن) ضرورت حدیث، تاریخ اور تنقید حدیث پر مفصل بحث۔ قیمت .. 1/4/-

آیت اللہ:۔ قیمت تین آنے .. .. -/3/-

حقیقت اختلاف۔ قیمت .. .. -/5/-

تصنیفات حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم

نبوت کا ظہور اتم المعروف بہ نبی کامل 2/-/-

تمدن اسلام .. .. -/14/- سالک مرداریہ .. -/10/-

ینابیع المسیحیت .. -/4/- ضرورت الہام .. -/8/-

راز حیات یا انجیل عمل -/12/- مکالمات طیبہ .. -/10/-

موضوع قرآن .. -/4/- اسلام میں کوئی فرقہ نہیں -/10/-

اسوۂ حسنہ .. -/8/- مذہب محبت .. -/4/-

مطالعہ اسلام .. -/10/- ذات عالم کا مذہب -/4/-

لوامعات انوار محمدیہ .. -/10/- خطبات حریہ .. 2/-

ام الالسنہ معروف بہ زندہ و کامل زبان .. .. -/8/-

مقصد مذہب .. -/4/- براہین نیرہ .. -/12/-

ہستی باری تعالیٰ .. -/6/- حیات بعد الموت -/8/-

سیر افکار (یا روحانیت فی الاسلام) .. .. -/12/-

پیام اسلام .. -/3/- تحفہ کرسمس .. -/4/- اسلام اور علوم جدیدہ .. -/4/- توحید فی الاسلام -/10/-

کتب از حضرت مولانا محمد احسن صاحب امروہی مرحوم و مغفور

القول الممجد .. -/3/- ستہ ضروریہ .. -/3/- اعلام الناس .. -/3/-

السراج الوہاج .. -/2/- الہدایا النصائح .. -/2/-

کتب از حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

مجدد اعظم:۔ حضرت مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود علیہ السلام کی مکمل اور جامع سوانح حیات تین جلدوں میں جلد اوّل:۔ -/4/- [illegible] مجلد دوم:۔ -/12/3 مجلد سوم 4/-/-

رسالہ حج .. -/4/- ازدواج .. -/4/- ولادت مسیح .. -/4/-

مجدد اعظم پر ریویو مع جلد رفاقی۔ قیمت .. 3/-/- قرآن کریم کا عالمگیر پیغام حریت -/4/-

انوار القرآن حصہ دوم -/8/- انوار القرآن حصہ اوّل زیر طبع ہے۔

کتب از حضرت مولانا عبدالحق صاحب ودیارتھی فاضل سنسکرت عبرانی

میثاق النبیین حصہ اوّل -/14/- اتھرو وید (ترجمہ اردو) -/4/- میثاق النبیین (انگریزی) 5/-/-

کیا آپ نے اور آپ کے بچوں نے یہ کتابیں پڑھ لی ہیں؟

۱۔ احادیث العمل (مجلد) ۵۰۰ صفحات قیمت دس روپیہ 10/-/-

۲۔ زندہ نبی کی زندہ تعلیم (مجلد) ۲۰۰ صفحات قیمت چار روپیہ

" " " سستا ایڈیشن۔ قیمت دو روپیہ

۳۔ سیرت خیر البشر۔ قیمت .. .. دو روپیہ چار آنے

۴۔ محمد مصطفیٰ۔ قیمت .. .. آٹھ آنے

۵۔ تاریخ خلافت راشدہ۔ قیمت:۔ ایک روپیہ چار آنے

یہ پانچوں کتابیں حضرت امیر مولانا محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تصانیف ہیں جن کا قلم اس بات کی ضمانت ہے کہ اس سلسلے کی کتب اپنا تو مسلمانوں کے لئے صراط مستقیم پر استقامت بخشنے والے اور دیگر اقوام کے لئے مشعل ہدایت کا کام دے سکتی ہیں۔ دور حاضر کی مسموم فضا میں ہر گھر میں ان کتب کا ہونا نہایت ضروری ہے۔

ملنے کا پتہ: دار الکتب اسلامیہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام احمدیہ بلڈنگس لاہور

(نیلمی پریس بیرون سرکلر روڈ لاہور میں باہتمام [illegible] پرنٹر و پبلشر چھپ کر دفتر اخبار پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع ہوا)

ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی اور نواب سردار علیخاں کورائی مسجد ووکنگ میں

شاہجہان مسجد ووکنگ کو یہ خاص امتیاز حاصل ہے کہ تمام جہان کے لوگ بالعموم اور اسلامی دنیا کے معززین رؤسا اور وزرا بالخصوص مسجد ووکنگ کی جو یورپ میں تبلیغ اسلام کا مرکز مانی جاتی ہے زیارت کے لئے تشریف لاتے ہیں۔ یہ سب لوگ بالعموم بہت مصروف ہوتے ہیں تاہم جن کے قلوب میں کچھ بھی اسلام اور مسلمانوں سے محبت ہوتی ہے وہ جس طرح بھی ممکن ہو تھوڑا بہت وقت نکال کر اس خانۂ خدا کی زیارت کے لئے ضرور آجاتے ہیں۔ اس سلسلہ میں ذیل کے معزز اصحاب کے اسمائے گرامی خصوصیت سے قابلِ ذکر ہیں - جو گذشتہ ماہ مسجد ووکنگ میں تشریف لائے :-

ہز ہائی نس نواب سردار علی خاں صاحب جو اپنے بچوں کی تعلیم کے سلسلہ میں انگلستان تشریف لائے تھے اور جنہوں نے اپنی عزیزہ بچی قیصرہ بعمر ۱۴ سال کو خاص طور پر ووکنگ کے ایک اعلیٰ سکول میں بغرض تعلیم داخل کرایا ہے اپنے قیام کے دوران میں کئی بار ووکنگ تشریف لاتے رہے، اور واپسی ہندوستان سے ایک روز قبل خاص طور پر امام صاحب سے رخصت حاصل کرنے کے لئے تشریف لائے۔ نواب صاحب اور ان کی بیگم صاحبہ کو اسلامی تعلیم سے بے پناہ محبت ہے۔ چنانچہ انہوں نے اپنی بچی قیصرہ کی مذہبی اور عربی تعلیم کا مستقل انتظام امام صاحب مسجد ووکنگ سے کیا ہے اور اس طرح یہ بچی مسجد آکر باقاعدہ تعلیم حاصل کر رہی ہے۔

(۲) ۱۴ ماہ ستمبر بروز اتوار ڈاکٹر اشتیاق حسین صاحب قریشی وزیر محکمہ اطلاعات و نشر و اشاعت حکومت پاکستان کو ڈاکٹر شیخ محمد عبداللہ صاحب امام مسجد ووکنگ نے کھانے پر مدعو کیا۔ آنریبل ڈاکٹر صاحب کے اعزاز میں اس تقریب پر بیس اور احباب مدعو تھے۔ کھانے کے بعد تمام احباب نے نماز ظہر ادا کی جس کے بعد ڈاکٹر قریشی نے ایک عالمانہ تقریر کی۔ ڈاکٹر صاحب اور ان کے رفقاء اور دیگر معززین چائے نوش فرما کر ۵ بجے رخصت ہوئے۔ دوران تقریر میں آپ نے فرمایا کہ کاش انگلستان میں کئی اور ووکنگ ہوں تاکہ اسلام کا پیغام انگریز لوگوں کو کماحقہ پہنچایا جاسکے۔

(۳) نائیجیریا کے مسلمان وزیر آف سوشل ابقرز اور (۴) ایرانی رائل فیملی کی چند خواتین ۱۰ محرم الحرام کو بغرض زیارت مسجد تشریف لائیں اور امام صاحب اور دیگر احباب ...... کے ہمراہ چائے نوش کی۔

احمدی مسلمان
مولانا عبدالماجد دریا بادی کی نظر میں

ہفت روزہ بانگ درا لائلپور نے اپنے ۲۲ ستمبر ۱۹۵۲ء کے پرچہ میں "سچی باتیں" کے عنوان سے مولانا عبدالماجد دریابادی ایڈیٹر اخبار "صدق" کا ایک نوٹ شائع کیا ہے۔ جو ناظرین پیغام صلح کی دلچسپی کے لئے ذیل میں درج کیا۔ (عباد اللہ گیانی)

خارجیت اور ارتداد

خلیل الرحمان صاحب نعمانی کا مراسلہ کراچی سے :-

"آخر اس تضاد کی کیا وجہ ہے کہ مودودی صاحب کو آپ خارجی کا خطاب دیتے ہیں۔ اور قادیانی گروہ کو اسلام کا ایسا فرقہ قرار دے رہے ہیں۔ جن کے کام پسندیدہ ہیں مسلمانوں کو مرتد بنانا آپ کے نزدیک پسندیدہ ہے"

اضطراب دماغی و انتشار فکری کی اس سے بڑھکر مثال ملنا مشکل ہے۔ سوال قادیانیہ (احمدیہ) کے صرف کفر و ارتداد کا تھا نہ کہ ان کے پسندیدہ یا ناپسندیدہ ہونے کا) اس کے متعلق "صدق" نے جمہور علماء کے خلاف یہ رائے ظاہر کی کہ کفر و ارتداد کے لئے جتنی قوی و قطعی دلیل کی ضرورت ہے وہ ان کے لئے موجود نہیں۔ بلکہ ان کے ہر تبیعت در کیک قول کو بھی بہرحال کسی نہ کسی تاویل کے تحت میں رکھا جاسکتا ہے مولانا مودودی یا ان کی جماعت کے "کفر و ارتداد" کا سوال "صدق" نے کب اٹھایا؟ یا جنہوں نے ایسے اٹھایا ان کی کب تائید کی؟ اس کے برعکس ان کی خدمات دین کا تو اک بار نہیں بار بار انہیں صفحات میں اعتراف ہو چکا ہے۔ اختلاف تو ان کے صرف غالیانہ عقائد سے ہے - جہاں وہ اہل سنت کے مسلک سے ہٹ کر ٹھیک قدیم خوارج کے نقش قدم پر چلنے لگے ہیں۔ تو کیا وہ قدیم خوارج کافر و مرتد تھے؟ نعمانی صاحب کا فتویٰ جو کچھ بھی ہو "صدق" کا تو یہ مسلک ہوسکتا ہی نہیں۔ اور نہ اس کی زبان میں لفظ "خارجی" خارج از اسلام کا مرادف ہے۔ صدق تو بار بار یہی کہہ رہا ہے۔ کہ کوئی کلمہ گو فرقہ خواہ اس کی روشنی کتنی ہی تکلیف دہ ہو اور اسکی گمراہیاں کتنی بڑھی ہوئی ہوں بہرحال دائرہ اسلام سے خارج مشکل ہی سے کیا جاسکتا ہے"

بانگ درا - لائل پور ۲۲ ستمبر ۱۹۵۲ء

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ ارشادات

شیخ غلام قادر صاحب حمید بلڈنگس لاہور

اِنَّ رجالاً یتخوضون فی مال اللہ بغیر حق فلھم النار یوم القیٰمۃ

البخاری والترمذی۔ انتخاب صحاح ستہ

ترجمہ:- جو لوگ اللہ تعالیٰ کا مال بیدردی سے لوٹتے ہیں۔ وہ حشر کے دن آگ میں ہوں گے۔ (مسلم اداروں کے عمال کے لئے لمحۂ فکریہ۔ انہیں غور کرنا چاہیئے کہ جن فرائض منصبی کے لئے وہ قوم کے بیت المال سے تنخواہ وغیرہ لیتے ہیں انہیں دیانتداری اور محنت سے ادا کرتے ہیں)

محنت سے کمائی ہوئی روزی سے کوئی روزی بہتر نہیں

مَا اکل احدٌ طعاماً قط خیراً من ان یاکل من عمل یدہٖ وان النبی اللہ داؤد علیہ السلام کان یاکل من عمل یدہٖ۔

البخاری ایضاً

ترجمہ:- اپنے ہاتھ کی محنت سے کمائی ہوئی روزی (جس میں بددیانتی کا ایک بھی لقمہ نہ ہو) سے کوئی روزی بہتر نہیں ہے۔ داؤد نبی علیہ السلام اپنے ہاتھ سے اپنی روزی کماتے تھے۔

مومن کو چاہیئے کہ اپنے آپ کو ذلیل نہ کرے

لاینبغی للمؤمن ان یذل نفسہ قالوا وکیف یذل نفسہ قال یتعرض للبلآء لما لایطیق۔ (الترمذی ایضاً)

ترجمہ:- فرمایا۔ ایمان دار آدمی کو شایاں نہیں کہ اپنے آپ کو ذلیل و رسوا کرے لوگوں نے پوچھا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ کس طرح اپنے آپ کو ذلیل کرتا ہے؟ حضور نے فرمایا کہ اس بلا میں (امر مہم جو اس کی طاقت سے باہر ہے) ہاتھ ڈالے جس کے مقابلہ کی اسے طاقت نہیں۔

نہ لوگوں کے عیب بیان کرو نہ خودستائی

من سَمَّعَ سمع اللہ تعالیٰ بہٖ ومن یرائی یرای اللہ تعالیٰ بہٖ

(الشیخان ایضاً)

ترجمہ:- جو شخص (کسی کے چھپے عیب لوگوں کو) سنائے یا (اپنی خوبیاں) دکھائے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کے چھپے عیب لوگوں کو دکھائے گا اور سنائے گا۔

(۱) تانہ فضلش رہ تو بکشاید ؛ صد فضولی بکن چہ کار آید

(۲) تو نہ با خبر ازاں کوئے ؛ تو نہ وانی جمالِ آں روئے

(مسیح موعودؑ)

ترجمہ:- (۱) جب تک اس ذات باری تعالیٰ کے فضل سے تیرے لئے کوئی راستہ نہ نکلے (تو کسی خوبی کے لائق نہیں) فضول باتیں تجھے کوئی فائدہ نہیں دے سکتیں۔

(۲) جبکہ تو کوئے یار کا راستہ ہی نہیں جانتا۔ تو اس دلستان کے رُخ انور کے حسن و جمال سے کیسے بہرہ اندوز ہو سکتا ہے۔

(بقیہ مقالہ از صفحہ نمبر ۳)

اور پاکستان کے ساتھ دلی تعلق اور وفاداری تمہیں ایک آنکھ نہیں بھاتی؟ تو اب یاد رکھو کہ تمہارے یہ قتل و ارتداد کے فتوے ہمارے نزدیک پرِ پشہ کے برابر بھی وقعت نہیں رکھتے، اور نہ کبھی کامیابی کا منہ دیکھ سکتے ہیں، کامیابی آخرکار اسی گروہ کو ہوگی، جو خالصۃً للہ خدمت دین میں مشغول ہے اور اپنے ملک کی خیرخواہی میں رات دن ساعی و سرگرم ہے، پاکستان کے بدخواہ، مسلمانوں میں افتراق پیدا کرنے والے، رسول کریم صلعم کے بعد کسی اور نبی کے آنے کا اعتقاد رکھنے والے اور تمام انبیا، کو گنہگار قرار دے کر ان کی توہین کرنے والے کبھی کامیابی کا منہ نہیں دیکھ سکتے۔

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

مخالف گالی بھی دے تو اس کا جواب گالی سے نہ دیا جائے

تقوے کے بہت سے اجزا ہیں۔ عُجب خودپسندی۔ مال حرام سے پرہیز اور بد اخلاقی سے بچنا بھی تقوے ہے جو شخص اچھے اخلاق ظاہر کرتا ہے اس کے دشمن بھی دوست ہو جاتے ہیں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے ادفع بالتی ھی احسن (پارہ ۱۸) اب خیال کرو کہ یہ ہدایت کیا تعلیم دیتی ہے؟ اس ہدایت میں اللہ تعالیٰ کا یہ منشا ہے کہ اگر مخالف گالی بھی دے تو اس کا جواب گالی سے نہ دیا جائے بلکہ اس پر صبر کیا جائے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ مخالف تمہاری فضیلت کا قائل ہو کر خود ہی نادم اور شرمندہ ہوگا اور یہ سزا اس سزا سے بہت بڑھکر ہوگی جو انتقامی طور پر تم اسکو دے سکتے ہو یوں تو ایک ذرا سا آدمی اقدام قتل تک نوبت پہنچا سکتا ہے لیکن انسانیت کا تقاضا اور تقوے کا منشا یہ نہیں ہے، خوش اخلاقی ایک ایسا جوہر ہے کہ موذی سے موذی انسان پر بھی اس کا اثر پڑتا ہے کسی نے کیا اچھا کہا ہے کہ ؏

لطف کن لطف کہ بیگانہ شود حلقہ بگوش

فاسق آدمی جو انبیاء کے مقابلہ پر تھے خصوصاً وہ لوگ جو ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ پر تھے ان کا ایمان لانا معجزات پر منحصر نہ تھا اور نہ معجزات اور خوارق ان کی تسلی کا باعث تھے بلکہ وہ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق فاضلہ کو ہی دیکھ کر آپ کی صداقت کے قائل ہو گئے تھے اخلاقی معجزات وہ کام کر سکتے ہیں جو اقتداری معجزات نہیں کر سکتے الاستقامت فوق الکرامت کا یہی مفہوم ہے اور تجربہ کر کے دیکھ لو کہ استقامت کیسے کرشمے دکھاتی ہے کرامت کی طرف تو چنداں التفات ہی نہیں ہوتا خصوصاً آج کل کے زمانہ میں لیکن پتہ لگ جائے کہ فلاں شخص با اخلاق آدمی ہے تو اس کی طرف جس قدر رجوع ہوتا ہے وہ کوئی مخفی امر نہیں۔ اخلاقِ حمیدہ کی زد ان لوگوں پر بھی پڑتی ہے جو کسی قسم کے نشانات کو دیکھ کر بھی اطمینان اور تسلی نہیں پا سکتے۔

(تقریر ۲۸ر دسمبر ۱۸۹۷ء)

حضرت پیغمبر عربی صلعم کا مقام اور مسیح موعود کا ظہور

میں نے یہ باتیں اپنی طرف سے نہیں کہیں بلکہ وہ خدا جو زمین و آسمان کا خالق ہے میرے پر ظاہر ہوا اور اس نے اس آخری زمانہ کے لئے مجھے مسیح موعود کیا اور اس نے مجھے بتلایا کہ سچ یہی ہے کہ یسوع ابن مریم نہ خدا ہے نہ خدا کا بیٹا اور اس نے میرے ساتھ ہمکلام ہو کر مجھے یہ بتلایا کہ وہ نبی جس نے قرآن پیش کیا اور لوگوں کو اسلام کی طرف بلایا وہ سچا نبی ہے اور وہی ہے جس کے قدموں کے نیچے نجات ہے اور بجز اس کی متابعت کے ہرگز ہرگز کسی کو کوئی نور حاصل نہیں ہوگا اور جب میرے خدا نے اس نبی کی وقعت اور قدر اور عظمت میرے پر ظاہر کی تو میں کانپ اُٹھا اور میرے بدن پر لرزہ پڑ گیا کیونکہ جیسا کہ لوگ حضرت مسیح کی تعریف میں .... حد سے بڑھ گئے یہاں تک کہ ان کو خدا بنا دیا اسی طرح اس مقدس نبیؐ کا لوگوں نے قدر شناخت نہیں کیا جیسا کہ حق شناخت کرنے کا تھا اور جیسا کہ چاہیئے لوگوں کو اب تک اس کی عظمتیں معلوم نہیں وہی ایک نبی ہے جس نے توحید کا تخم ایسے طور پر بویا جو آج تک ضائع نہیں ہوا وہی ایک نبی ہے جو ایسے وقت میں آیا جب تمام دنیا بگڑ گئی تھی اور ایسے وقت میں گیا جب ایک سمندر کی طرح توحید کو دنیا میں پھیلا گیا اور وہی ایک نبی ہے جس کے لئے ہر ایک زمانہ میں خدا اپنی غیرت دکھلاتا رہا ہے اور اس کی تصدیق اور تائید کے لئے ہزارہا معجزات ظاہر کرتا رہا ہے اسی طرح اس زمانہ میں بھی اس پاک نبی کی توہین کی گئی اس لئے خدا کی غیرت نے جوش مارا اور سب گزشتہ زمانوں سے زیادہ جوش مارا اور مجھے اس نے مسیح موعود کر کے بھیجا تاکہ اس کی نبوت کے لئے تمام دنیا میں گواہی دوں اگر میں بے دلیل یہ دعوے کرتا ہوں تو جھوٹا ہوں لیکن خدا اپنے نشانوں کے ساتھ اس طور سے میری گواہی دیتا ہے کہ اس زمانہ میں مشرق سے مغرب تک اور شمال سے لیکر جنوب تک اس کی نظیر نہیں تو انصاف اور خدا ترسی کا مقتضا یہی ہے کہ مجھے میری اس تمام تعلیم کے ساتھ قبول کریں

(دعوت حق - ۲۰ر مارچ ۱۹۰۸ء)

پیغام صلح
جلد ۴۰ } یوم چہارشنبہ مورخہ یکم صفر ۱۳۷۲ھ } نمبر ۴۱

نیا مُطالبہ

"زمیندار" اور احراری ملّاؤں کی اس چیخ و پکار کا کہ جماعت احمدیہ کو ایک غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے جو حشر ہوا ہے، اور ملک کے سنجیدہ اور روشن خیال طبقہ اور خود ہمال حکومت نے اسکو جو وقعت دی ہے، وہ قارئین کرام کے سامنے ہے، دو دفعہ اس مطالبہ کو ملک کی سب سے بڑی سیاسی اور حکمران مجلس (مسلم لیگ) کے سامنے لایا گیا، پہلی مرتبہ پنجاب مسلم لیگ کونسل میں ۲۷ر جولائی ۱۹۵۲ء کو پیش ہوا اور بڑے شور و ہنگامہ اور غنڈاپن سے اسے منوانے کی کوشش کی گئی لیکن میاں ممتاز محمد دولتانہ (وزیر اعلیٰ و صدر پنجاب مسلم لیگ) اور بعض دیگر صائب الرائے اصحاب نے کسی زور و تحکم کی پرواہ نہ کرتے ہوئے ایسی بری طرح سے اس کی دھجیاں بکھیریں کہ "زمیندار" اور اس کے پٹھوؤں کو ہمیشہ یاد رہیگا۔ دوسری مرتبہ آل پاکستان مسلم لیگ کے اجلاس میں جو ۱۱ر ۱۲ر اکتوبر کو ڈھاکہ میں منعقد ہوا اسے پھر پیش کرنے کی کوشش کی گئی، لیکن اہل الرائے اصحاب کی غالب اکثریت نے اس کو پیش ہی نہیں ہونے دیا، اس کے علاوہ وزیر اعظم پاکستان کی خدمت میں باقاعدہ وفد بھیجے گئے اور کئی مولویوں نے اپنے عالمانہ اقتدار اور جبہ و دستار کے رعب سے ان کو اس بات پر آمادہ کرنے کی کوشش کی کہ وہ احمدیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیکر اور چوہدری ظفراللہ خاں کو وزارت خارجہ سے برطرف کرکے ان کے کلیجوں کو جو مامور الٰہی کے خلاف حسد و بغض کی آگ سے جل رہے ہیں ٹھنڈا کردیں لیکن ناکامی اور حسرت و یاس کے سوائے اور کوئی نتیجہ برآمد نہ ہوا، جس پر ہندوستان کے ایک غیر جانبدار اخبار "پرتاپ" نے جو احمدیوں اور احراریوں بلکہ تمام مسلمانوں کا یکساں دشمن ہے یہ فیصلہ دیا ہے کہ جماعت احرار شکست کھا چکی ہے اور اسے اپنی ہار مان لینی چاہیئے

"پرتاپ" کے اس غیر جانبدارانہ فیصلہ کو پڑھکر احراری ملّاؤں اور زمیندار کو چاہیئے تھا کہ عبرت حاصل کرتے اور ایسی باتوں سے باز آجاتے جن کو کوئی عقلمند انسان ماننے کے لئے تیار نہیں لیکن افسوس ہے کہ ایسی ناکامیوں سے متاثر ہونے کے بجائے اپنی فتنہ سامانیوں میں بڑھتے ہی چلے جاتے ہیں، چنانچہ اب ایک صاحب سید سرور شاہ گیلانی "زمیندار" کے صفحات میں نمودار ہوئے ہیں اور انہوں نے احمدیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کے مطالبہ کو "غیر اسلامی مطالبہ" قرار دیتے ہوئے یہ تحریک کی ہے کہ اس جماعت کو (جو دن رات لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا وعظ کہتی اور کفرستانوں میں اسلام کا جھنڈا بلند کرتی ہے) مرتد اور باغی قرار دیکر موت کے گھاٹ اتار دیا جائے یہ فی الحقیقت "زمیندار" ہی کے ایک سوال کے جواب میں کہا گیا ہے جس میں علماء کو اس مسئلہ پر اظہار خیال کی دعوت دی گئی تھی سید سرور شاہ گیلانی کا کہنا ہے کہ

"اسلامی مملکت میں غیر مسلم یہودی۔ عیسائی۔ مجوس۔ پارسی۔ ہندو۔ مشرک اور خدا اور رسول کے منکر تک بھی رہ سکتے ہیں معاہدے غیر مسلموں کے ساتھ بھی ہو سکتے ہیں لیکن مرتدوں دین کے باغیوں اور اسلامی مملکت کے دشمنوں کو غیر مسلم اقلیت کی حیثیت میں کبھی بھی برداشت نہیں کیا جا سکتا مرتد کا مطلب ہی باغی ہے۔ اسلام سے مرتد ہونا۔ حکومت اسلام سے بغاوت ہے۔ یہ جو کچھ میں کہہ رہا ہوں اپنی طرف سے نہیں کہہ رہا مرتد کے متعلق آئمہ اسلام کا متفقہ فیصلہ ہے کہ وہ اسلامی حکومت میں زندہ اور آزاد نہیں چھوڑے جا سکتے مرتدوں اور ختم رسالت کے باغیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اپریل ۱۹۲۵ء میں روزنامہ زمیندار نے لکھا تھا کہ "اتفق الائمہ علی من ارتد عن دین الاسلام وجب علیہ القتل" لیکن مرتد اور دین اسلام کے باغی کو یہ سزا دینا حکومت اسلام کا کام ہے۔

"راقم الحروف علمائے اسلام۔ احرار اسلام اور "مجلس عمل" کے اکابر سے درخواست کرتا ہے کہ قادیانیوں کے متعلق اپنے غیر اسلامی مطالبہ پر نظر ثانی فرمائیں۔ اور مطالبہ یہ کیا جائے۔ کہ قادیانیوں کو اسلامی مملکت پاکستان میں خلاف قانون سیاسی جماعت قرار دیا جائے۔ یہ کم سے کم مطالبہ ہے جو کیا جا سکتا ہے باقی اسلامی مملکت میں مرتد اور باغی کے لئے جو سزا تجویز کی گئی ہے وہ دستور اسلامی کے نفاذ کے ساتھ ضرور مل کر رہے گی۔"

بجا ارشاد فرمایا، لیکن یہ تو فرما دیجئے کہ احمدیوں کو مرتد قرار دینے کی آپ کے پاس کیا وجوہ ہیں؛ کیا وہ توحید الٰہی کے قائل نہیں؟ کیا وہ رسالت محمدیہ کے منکر ہیں؟ کیا کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پر ان کا ایمان نہیں، کیا نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ ان کا شعار دینی نہیں؟ کیا ان معتقدات کے قائلین اور ان کی تبلیغ و تلقین کرنے والوں کو مرتد قرار دینا قرآن کریم اور احادیث نبویہ کی تصریحات کے صریح خلاف نہیں؟ کیا مرتد وہی ہوتے ہیں جو اسلام کی عظمت اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا پیغام دنیا کے کناروں تک پہنچادیں؟ یا احمدی اس لئے مرتد ہیں کہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو حضرت نبی کریم صلعم پر وہ فضیلت نہیں دیتے جو عام مولویوں کے نزدیک مسلم ہے؟ تعجب ہے وہ لوگ تو پکے مسلمان سمجھے جائیں جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دو ہزار سال سے زندہ آسمان پر بٹھا کر بالواسطہ عیسائیت کی حمایت اور حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کر رہے ہیں

همه عیسائیاں را از مقال خود مدد دادند ✽ دلیری ہا پدید آمد پرستاران میت را
مسیح ناصری را تا قیامت زنده مے فهمند ✽ مگر مدفون یثرب را نداد ایں فضیلت را

یہی نہیں یہ وہ لوگ ہیں جو انبیائے کرام پر طرح طرح کے گندے سے گندے الزامات لگانے سے دریغ نہیں کرتے، انہیں معاذ اللہ جھوٹے، دغاباز اور زناکار تک قرار دینے سے بھی نہیں جھجکتے...... یہاں تک کہ امام المعصومین صلعم کو بھی جو دنیا جہان کے تزکیہ کے لئے مبعوث ہوئے مس شیطان پاک نہیں سمجھتے اور عیسائیوں کی تقلید میں صرف مسیح اور اس کی ماں کو ہی مس شیطان سے پاک یقین کرتے ہیں تعجب ہے کہ یہ لوگ تو مسلمان کہلائیں، اور وہ پاک انسان اور اس کی جماعت مرتد اور گردن زدنی قرار دی جائے جس نے ایک ایک نبی ...... کو دلائل قاطعہ کیساتھ معصوم ثابت کیا اور ان تمام الزامات کی جو ان پر لگائے گئے تھے پر زور تردید کرتے ہوئے اس حقیقت کو واشگاف کیا کہ مسیح ناصری کو کسی امر میں بھی دوسرے انبیاء پر فضیلت حاصل نہیں اور وہ سب کے سب ہر گناہ سے پاک اور ہر پہلو سے اتقاء کے اعلیٰ مقام پر پہنچے ہوئے تھے، اگر اس کا نام ارتداد ہے، تو یہ اس اسلام سے ہزار درجہ بہتر ہے، جو خدا کے بندو! کچھ خوف خدا سے کام لو، اور غور کرکے دیکھو کہ ارتداد احمدیوں کے اندر پایا جاتا ہے یا تمہارے اپنے معتقدات تمہیں اسلام سے دور لے جا رہے ہیں؟ کیا حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ایک بنی اسرائیلی نبی کے آنے کا عقیدہ ختم نبوت کو توڑنے کا موجب نہیں؟ کیا حضرت نبی کریم صلعم کے اس دعدہ کے باوجود کہ ہر صدی کے سر پر تجدید دین کے لئے ایک نہ ایک مسلح آتا رہے گا اور گذشتہ ہر صدی میں مجددین کا سلسلہ جاری رہنے کے باوجود چودہویں صدی کو بعثت مجدد سے خالی قرار دینا حکم رسول سے انحراف نہیں؟ کیا احمدیوں کا یہی قصور ہے کہ انہوں نے مجدد وقت کو مان کر حضرت نبی کریم صلعم کی صداقت کا اعتراف کر لیا اور آپ کے بعد کسی بھی نئے یا پرانے نبی کی آمد کا سلسلہ بند قرار دیکر ختم نبوت کو اس کے صحیح اور اصلی معنوں میں قائم کر دیا؟

جناب سید سرور شاہ گیلانی کا فرمان ہے کہ۔

"اسلامی مملکت میں غیر مسلم یہودی، عیسائی، مجوس، پارسی، ہندو، مشرک اور رسول کے منکر تک بھی رہ سکتے ہیں، معاہدے غیر مسلموں کے ساتھ بھی ہو سکتے ہیں، لیکن مرتدوں دین کے باغیوں اور اسلامی مملکت کے دشمنوں کو غیر مسلم اقلیت کی حیثیت میں کبھی برداشت نہیں کیا جا سکتا"

یہ بالکل صحیح ہے لیکن اتنا بتا دیا جائے کہ دین کے باغی اور اسلامی مملکت کے دشمن فی الحقیقت کون ہیں، کیا وہی لوگ نہیں جنہوں نے پاکستان بننے سے پہلے کانگریس اور ہندوؤں کے ساتھ مل کر اس کی پوری شدت کے ساتھ مخالفت کی اور اس کے رستہ میں آخر وقت تک روک بنے رہے اور آج بھی اس مملکت کے رہنے والوں میں افتراق و انتشار پیدا کر کے اس کی تباہی کے سامان کر رہے ہیں؟ یقیناً ایسے لوگوں کا وجود کبھی بھی اس اسلامی مملکت میں برداشت نہیں کیا جا سکتا، کیا احمدیوں میں سے بھی کوئی اس قسم کے جرم کا مرتکب ہوا؟ کیا جماعت احمدیہ شروع سے آخر تک مسلم لیگ کے ساتھ ... پاکستان کی مؤید نہیں رہی، کیا آج بھی اس اسلامی سلطنت کے خلاف کوئی آواز اس جماعت یا اس کے کسی فرد نے بلند کی ہے؟ اگر نہیں اور یقیناً واقعات سے تم یہ ثابت نہیں کر سکتے کہ احمدیوں نے کوئی ایسی حرکت کی ہو، تو پھر ان کو مرتد اور باغی قرار دے کر گردن زدنی ٹھیرانا کس اسلام کے رُو سے روا ہے؟ جاؤ اور احرار کی خبر لو جو آج بھی پاکستان کی تخریب کے درپے ہیں، عطاء اللہ شاہ بخاری سے پوچھو جو اپنے آپ کو اور اپنے جیراسی کو قائد اعظم کا خطاب دے کر اس معمار پاکستان کی ہتک کر رہا ہے جس کی جوتیوں کے صدقے میں وہ اور اس کے ساتھی اس سرزمین میں زندہ رہ گئے، ہاں مودودی کی جماعت اسلامی سے دریافت کرو کہ وہ پاکستان کو کیا سمجھتی ہے اور کس طرح اس کے قیام کی مخالف رہی اور آج اس کی تخریب کے درپے ہے۔

اگر ایسے خطرناک باغیوں کا وجود بھی پاکستان کی اسلامی مملکت میں برداشت کیا جا سکتا ہے تو احمدیوں میں کونسا ارتداد اور کس قسم کی بغاوت تمہیں نظر آتی ہے کہ ان کی فدائیت اسلام

(باقی بر صفحہ ۲)

سورت فاتحہ کے معارفِ عالیہ

سورت فاتحہ کی تفسیر لطیف حضرت مسیح موعودؑ کے قلم سے

(بسلسلہ اشاعت مورخہ یکم اکتوبر ۱۹۵۲ء)

صفتِ رحیمیت کا اثر

پھر بعد اس کے سمجھنا چاہئے کہ کسی فردِ انسانی کا کلام الٰہی کے فیض سے فی الحقیقت مستفیض ہو جانا اور اس کی برکات اور انوار سے متمتع ہو کر منزلِ مقصود تک پہنچنا اور اپنی سعی اور کوشش کا ثمرہ حاصل کرنا یہ صفتِ رحیمیت کی تائید سے وقوع میں آتا ہے اور اسی جہت سے خدا تعالیٰ نے بعد ذکر صفتِ رحمانیت کے صفتِ رحیمیت کو بیان فرمایا تا معلوم ہو کہ کلام الٰہی کی تاثیریں جو نفوسِ انسانیہ میں ہوتی ہیں یہ صفتِ رحیمیت کا اثر ہے جس قدر کوئی اغراضِ صوری و معنوی سے پاک ہو جاتا ہے جس قدر کسی کے دل میں خلوص اور صدق پیدا ہوتا ہے جس قدر کوئی جد و جہد سے متابعت اختیار کرتا ہے اسی قدر کلام الٰہی کی تاثیر اس کے دل پر ہوتی ہے اور اسی قدر وہ اس کے انوار سے متمتع ہوتا ہے اور علاماتِ خاصہ مقبولانِ الٰہی کی اس میں پیدا ہو جاتی ہیں۔

دوسری صداقت

دوسری صداقت کہ جو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم میں مودع ہے یہ ہے کہ یہ آیت قرآن شریف کے شروع کرنے کے لئے نازل ہوئی ہے اور اس کے پڑھنے سے مدعا یہ ہے کہ تا اس ذاتِ جامع جمیع صفاتِ کاملہ سے مدد طلب کی جائے جس کی صفتوں میں سے ایک یہ ہے کہ وہ رحمان ہے اور طالبِ حق کے لئے محض تفضل اور احسان سے اسبابِ خیر اور برکت اور رشد کے پیدا کر دیتا ہے اور دوسری صفت یہ ہے کہ وہ رحیم ہے یعنی سعی اور کوشش کرنے والوں کی کوششوں کو ضائع نہیں کرتا بلکہ ان کے جد و جہد پر ثمراتِ حسنہ مرتب کرتا ہے اور ان کی محنت کا پھل ان کو عطا فرماتا ہے۔ اور یہ دونوں صفتیں یعنے رحمانیت اور رحیمیت ایسی ہیں کہ بغیر ان کے کوئی کام دنیا کا ہو یا دین کا ...... انجام کو پہنچ نہیں سکتا اور اگر غور کر کے دیکھو تو ظاہر ہوگا کہ دنیا کی تمام مہمات کے انجام دینے کے لئے یہ دونوں صفتیں ہر وقت اور ہر لحظہ کام میں لگی ہوئی ہیں۔

صفتِ رحمانیت کا ظہور

خدا کی رحمانیت اس وقت سے ظاہر ہو رہی ہے کہ جب انسان ابھی پیدا بھی نہیں ہوا تھا، سو وہ رحمانیت انسان کے لئے ایسے ایسے اسباب بہم پہنچاتی ہے کہ جو اس کی طاقت سے باہر ہیں اور جن کو وہ کسی حیلہ یا تدبیر سے ہرگز حاصل نہیں کر سکتا اور وہ اسباب کسی عمل کی پاداش میں نہیں دیئے جاتے بلکہ تفضل اور احسان کی راہ سے عطا ہوتے ہیں جیسے نبیوں کا آنا کتابوں کا نازل ہونا، بارشوں کا ہونا سورج اور چاند اور ہوا اور بادل وغیرہ کا اپنے کاموں میں لگے رہنا اور خود انسان کا طرح طرح کی قوتوں اور طاقتوں کے ساتھ مشرف ہو کر اس دنیا میں آنا اور تندرستی اور امن اور فرصت اور ایک کافی مدت تک عمر پانا یہ وہ سب امور ہیں کہ جو صفتِ رحمانیت کے تقاضا سے ظہور میں آتے ہیں۔

صفتِ رحیمیت کا ظہور

اسی طرح رحیمیت تب ظہور کرتی ہے کہ جب انسان سب توفیقوں کو پا کر خداداد قوتوں کو کسی فعل کے انجام کے لئے حرکت دیتا ہے اور جہاں تک اپنا زور اور طاقت اور قوت ہے خرچ کرتا ہے تو اس وقت عادتِ الٰہیہ اس طرح پر جاری ہے کہ وہ اس کی کوششوں کو ضائع ہونے نہیں دیتا بلکہ ان کوششوں پر ثمراتِ حسنہ مرتب کرتا ہے پس یہ اس کی سراسر رحیمیت ہے کہ جو انسان کی مردہ محنتوں میں جان ڈالتی ہے۔

رحمانیت سے استمداد

اب جاننا چاہئے کہ آیت ممدوحہ کی تعلیم سے مطلب یہ ہے کہ قرآن شریف کے شروع کرنے کے وقت اللہ تعالیٰ کی ذات جامع صفاتِ کاملہ کی رحمانیت اور رحیمیت سے استمداد اور برکت طلب کی جائے۔ صفتِ رحمانیت سے برکت طلب کرنا اس غرض سے ہے کہ تا وہ ذاتِ کامل اپنی رحمانیت کی وجہ سے ان سب اسباب کو محض لطف اور احسان سے میسر کر دے کہ جو کلام الٰہی کی متابعت میں جد و جہد کرنے سے پہلے درکار ہیں جیسے عمر کا وفا کرنا فرصت اور فراغت کا حاصل ہونا وقت صفا میسر آ جانا، طاقتوں اور قوتوں کا قائم ہونا کوئی ایسا امر پیش نہ آ جانا کہ جو آسائش اور امن میں خلل ڈالے کوئی ایسا مانع نہ آ پڑنا کہ جو دل کو متوجہ ہونے سے روک دے۔ غرض ہر طرح سے توفیق عطا کیا جانا یہ سب امور صفتِ رحمانیت سے .... سے حاصل ہوتے ہیں۔

رحیمیت سے استمداد

اور صفتِ رحیمیت سے برکت طلب کرنا اس غرض سے ہے کہ تا وہ ذاتِ کامل اپنی رحیمیت کی وجہ سے انسان کی کوششوں پر ثمراتِ حسنہ مترتب کرے اور انسان کی محنتوں کو ضائع ہونے سے بچاوے اور اس کی سعی اور جد و جہد کے بعد اس کے کام میں برکت ڈالے۔

حقیقتِ توحید

پس اس طور پر خدائے تعالیٰ کی دونوں صفتوں رحمانیت اور رحیمیت سے کلام الٰہی کے شروع کرنے کے وقت بلکہ ہر ایک ذی شان کام کے ابتدا میں تبرک اور استمداد چاہنا یہ نہایت اعلیٰ درجہ کی صداقت ہے جس سے انسان کو حقیقتِ توحید کی حاصل ہوتی ہے اور اپنے جہل اور بےخبری اور نادانی اور گمراہی اور عاجزی اور خواری پر یقین کامل ہو کر مبدء فیض کی عظمت اور جلال پر نظر جا ٹھہرتی ہے اور اپنے تئیں بکلی مفلس اور مسکین اور ہیچ اور ناچیز سمجھ کر قادرِ مطلق سے اس کی رحمانیت اور رحیمیت کی برکتیں طلب کرتا ہے اور اگرچہ خدا تعالیٰ کی یہ صفتیں خود بخود اپنے کام میں لگی ہوئی ہیں مگر اس حکیمِ مطلق نے قدیم سے انسان کے لئے یہ قانونِ قدرت مقرر کر دیا ہے کہ اس کی دعا اور استمداد کو کامیابی میں بہت سا دخل ہے۔

مہمات امور میں بسم اللہ سے استمداد

جو لوگ اپنی مہمات میں دلی صدق سے دعا مانگتے ہیں۔ اور ان کی دعا پورے پورے اخلاص تک پہنچ جاتی ہے تو ضرور فیضانِ الٰہی ان کی مشکلات کشائی کی طرف توجہ کرتا ہے۔ ہر یک انسان جو اپنی کمزوریوں پر نگاہ کرتا ہے اور اپنے قصوروں کو دیکھتا ہے وہ کسی کام پرزادگی اور خود بینی سے ہاتھ نہیں ڈالتا بلکہ سچی عبودیت اس کو یہ سمجھاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کہ جو متصرفِ مطلق ہے اس سے مدد طلب کرنی چاہیئے، یہ سچی عبودیت کا جوش ہر یک ایسے دل میں پایا جاتا ہے کہ جو اپنی فطرتی سادگی پر قائم ہے اور اپنی کمزوری پر اطلاع رکھتا ہے پس صادق آدمی جس کے روح میں کسی قسم کے غرور اور عجب نے جگہ نہیں پکڑی اور جو اپنے کمزور اور ہیچ اور بےحقیقت وجود پر خوب واقف ہے اور اپنے تئیں کسی کام کے لائق نہیں پاتا اور اپنے نفس میں کچھ قوت اور طاقت نہیں دیکھتا جب کسی کام کو شروع کرتا ہے تو بلاتصنع اس کی کمزور روح آسمانی قوت کی خواستگار ہوتی ہے اور ہر وقت اسکو خدا کی مقتدر ہستی اپنے سارے کمال و جلال کے ساتھ نظر آتی ہے اور اس کی رحمانیت اور رحیمیت ہر ایک کام کے انجام کے لئے مدار دکھلائی دیتی ہے۔

دعائے بسم اللہ سے مرادات میں کامیابی

پس وہ بلاساختہ اپنا ناقص اور ناکارہ زور ظاہر کرنے سے پہلے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کی دعا سے استمدادِ الٰہی چاہتا ہے۔ پس اس انکسار اور فروتنی کی وجہ سے اس لائق ہو جاتا ہے کہ خدا کی قوت سے قوت اور خدا کی طاقت سے طاقت اور خدا کے علم سے علم پاوے اور اپنی مرادات میں کامیابی حاصل کرے۔ اس بات کے ثبوت کے واسطے کسی منطق یا فلسفہ کے دلائل پر از تکلف درکار نہیں ہیں بلکہ ہر یک انسان کی روح میں اس کے سمجھنے کی استعداد موجود ہے اور عارف صادق کے اپنے ذاتی تجارب اس کی صحت پر بہ تواتر شہادت دیتے ہیں۔ (باقی آئندہ)

ایک ضروری اعلان

احباب سلسلہ کی اطلاع کیلئے لکھا جاتا ہے کہ بعض دوستوں کی طرف سے جماعت کی بہتری، بہبودی اور استحکام کے ضمن میں جو اصلاحی تجاویز ہمیں موصول ہو رہی ہیں انکی باضابطہ فائل بنائی جا رہی ہے۔ وہ تجاویز باقاعدہ مجلس منتظمہ میں پیش ہوں گی، جن تجاویز کو مجلس منتظمہ پاس کرے گی ان پر عملدرآمد ہوگا۔ احباب سلسلہ مزید تجاویز بھیجکر شکریہ کا موقعہ دیں۔ والسلام

خاکسار۔ غلام ربانی۔ آنریری جنرل سیکرٹری
احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

حضرت امیر مرحوم اور جماعت احمدیہ لاہور کا کام

ہر مسلمان اور جماعت قادیان کیلئے لمحہ فکریہ

حضرت امیرؒ کے اپنے قلم سے

۱۹۲۹ء میں "جماعت قادیان اور ہر مسلمان کے لئے لمحۂ فکریہ" کے نام سے ایک ٹریکٹ حضرت امیر رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے شائع ہوا تھا، جس میں آپ نے اپنے اور جماعت احمدیہ لاہور کے کاموں پر تبصرہ کرتے ہوئے قادیانی جماعت اور دوسرے مسلمانوں کو توجہ دلائی تھی کہ یہ کام بغیر توفیق الٰہی کے سرانجام نہیں پا سکتے اور صرف جماعت احمدیہ لاہور کو اس کی توفیق ملنا اس بات کی کھلی شہادت ہے کہ اس جماعت کو اللہ تعالیٰ نے خدمت دین کے لئے چن لیا ہے اور صرف یہی چھوٹی سی جماعت حضرت مسیح موعودؑ کی غرض و مقصد اور آپ کی آرزوؤں کو پورا کر رہی ہے، اس ٹریکٹ کے ایک حصہ کا خلاصہ ایک دوست نے حضرت امیر نمبر کے لئے بھیجا تھا، لیکن افسوس ہے کہ اس میں درج نہ ہو سکا، ذیل میں ہدیۂ قارئین کرام ہے۔

۱۹۱۴ء میں ہم نے قادیان سے الگ ہو کر لاہور میں احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کی بنیاد رکھی۔ جب ہم نے انجمن الگ بنائی تو اس کا پہلے سال کا چندہ صرف سات ہزار روپے تھا۔ حالانکہ اس سے پیشتر جماعت کا بجٹ دو لاکھ کا تھا۔ پھر ہم خالی ہاتھ تھے۔ نہ کوئی دفتر تھا نہ مکان۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اس کام میں برکت دی۔

پینتیس سالہ کام

آج ۳۵ سال دسمبر ۱۹۴۹ء تک کے عرصہ میں اس انجمن کا بجٹ سات ہزار روپے سے آٹھ لاکھ تک پہنچ چکا ہے یعنی سو گنا۔ لاکھوں روپے کی جائیداد تبلیغ اسلام کو قوت پہنچانے کے لئے پیدا ہو چکی ہے جس کی آمدنی اس وقت ڈیڑھ لاکھ روپے سالانہ ہے۔ قرآن شریف کے انگریزی تراجم چالیس ہزار کی تعداد میں شائع ہو چکے ہیں۔ آٹھ زبانوں میں قرآن شریف کے تراجم ہو چکے ہیں۔ سترہ زبانوں میں سیرت نبویؐ کے ترجمے ہو چکے ہیں ہزارہا کی تعداد میں تراجم قرآن مفت دنیا میں پہنچائے جا چکے ہیں۔

اسلام پر لٹریچر

ان سب سے بڑھ کر اس جماعت کی طرف سے اسلام اور قرآن کی جو عظیم الشان خدمت ہوئی ہے وہ بے نظیر ہے اسلام پر جو لٹریچر اس جماعت کی طرف سے نکلا ہے اس بات کو چھوڑ کر کہ اس قدر زبانوں میں اور اس قدر تعداد میں ساری دنیا میں کہیں اسلامی لٹریچر نہیں نکلا اس لٹریچر میں خدا کے فضل سے اسلام کی ایک صحیح اور مکمل ترین تصویر زبان انگریزی میں موجود ہے اور دوسری زبانوں میں تیار ہو رہی ہے۔ اسلام کی خوبصورتی کا کوئی پہلو نہیں جس پر اس لٹریچر میں روشنی نہ ڈالی گئی ہو۔ حسب ذیل سات کتابیں بالخصوص قابل ذکر ہیں جن میں اسلام کی مکمل صحیح اور خوبصورت تصویر دنیا کے سامنے رکھ دی ہے۔

اول۔ قرآن شریف۔ اب تک چالیس ہزار کی تعداد میں دنیا میں پہنچ چکا ہے۔

دوم۔ سیرت نبوی۔ کم از کم پچاس ہزار کی تعداد میں دنیا میں پہنچ چکی ہے۔

سوم: تاریخ اسلام کا ابتدائی حصہ یعنی خلافت راشدہ

چہارم: (۱) صحیح بخاری مکمل معہ ترجمہ و حواشی اردو میں
(۲) مینوال آف حدیث انگریزی میں

پنجم: ریلیجن آف اسلام۔ تعلیم اسلام پر جامع رنگ میں کتاب ہے۔

ششم: لیونگ تھاٹس۔ یعنی پیغمبر اسلام کی زندہ تعلیم کا نقشہ۔ انگریزی میں۔ اس کے ترجمے فرانسیسی۔ ڈچ اور جرمن زبانوں میں ہو رہے ہیں۔

ہفتم: نیو ورلڈ آرڈر۔ انگریزی میں۔ اس کا عربی میں ترجمہ شائع ہو چکا ہے۔ جرمن اور ڈچ میں ہو رہا ہے۔

ہر مسلمان اور قادیانی بھائی غور کریں

اسلامی تعلیم کے بیسیوں رنگ میں یہ سات حقیقی پہلو ہیں جن کا اوپر ذکر ہوا ہے۔ اور ایک ایسے زمانے میں جبکہ ساری مسلمان دنیا اسلام کی علمی خدمت کے لحاظ سے سوئی ہوئی تھی اس کی صحیح اور مکمل تصویر کھینچنے کا موقع اور کسی شخص اور کسی جماعت کو نہ دیا گیا۔ اس پر ہر مسلمان ایک لمحہ کے لئے غور کرے اور ہمارے قادیانی بھائی غور کریں یہ چھوٹی سی جماعت ہے تو جن حالات میں اور جن اغراض کے لئے بنی اور پھر جو سامان اس کے پاس تھا یا یوں کہنا چاہیئے جس بے سروسامانی میں اس نے کام شروع کیا اور جو برکت اس کام میں خدا نے محض اپنے فضل سے دی اس کا ذکر میں مختصر طور پر کر چکا ہوں۔

اپنی نسبت

اپنی نسبت میں صرف اسی قدر کہہ سکتا ہوں کہ اگر خدا تعالیٰ نے اس کام کے لئے ہدایت نہ کی ہوتی تو میں اپنے دوسرے ہم جماعتوں کی طرح زیادہ سے زیادہ ایک کامیاب جج۔ ایک کامیاب وکیل ہوتا۔ مگر مجھے جس نے اس کام کی طرف توجہ دلائی اور پھر اس کام پر لگایا اور صحیح راہ نمائی فرمائی وہ جماعت احمدیہ کے بانی حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی ہیں۔ جنہوں نے عین اس وقت جب میں دنیا میں پڑ چکا تھا نہ صرف دنیا کی غلاظتوں سے باہر نکال لیا بلکہ اس کے ساتھ جو میرے اندر ایمان کی ایک ایسی روشنی پیدا کر دی جو اس جد و جہد میں میرے ساتھ رہی۔ میں اس بات کا علی الاعلان اقرار کرتا ہوں کہ اگر اس زمانے کے امام اور مجدد نے میری راہنمائی نہ فرمائی ہوتی تو میں اس کام کا اہل بھی نہ تھا۔ آپ کا سینہ جس نور سے بھرا ہوا تھا اس کی ایک چنگاری مجھے بھی ملی۔

جمال ہمنشیں در من اثر کرد
وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم

ریویو آف ریلیجنز کے لئے میرا انتخاب

عیسائیت کی انیسویں صدی پوری ہو چکی تھی ٹھیک ۱۹۰۰ء میں جب میں اپنے وکالت کے کام کے لئے گورداسپور جا رہا تھا۔ اور سب انتظام مکمل کر چکا تھا۔ کوٹھی کرایہ پر لے چکا تھا اور اس میں سامان اور کتابیں بھی ہم پہنچا چکا تھا تو میرے راہنما نے میرا ہاتھ پکڑا اور کہا کہ تمہارا کام کچھ اور ہے۔ ہم انگریزی میں ایک رسالہ جاری کرنا چاہتے ہیں جس سے مغرب میں تبلیغ اسلام کا کام لیا جائے گا۔ آپ اسے ایڈٹ کریں۔ کس قدر خوش قسمتی تھی کہ اس آواز پر ایک لمحہ کے لئے بھی میرے دل میں تذبذب پیدا نہیں ہوا کہ میں یہ کام کروں یا وہ کروں جس کے لئے پوری تیاری کر چکا ہوں۔ یہ رسالہ ریویو آف ریلیجنز کے نام سے یکم جنوری ۱۹۰۲ء سے جاری ہوا۔

انگریزی ترجمۃ القرآن

۱۹۰۹ء میں میں انگریزی ترجمہ قرآن شریف پر لگ گیا۔ آج پچاس سال کے بعد دیکھتا ہوں اور اللہ تعالیٰ کے حضور شکرگذاری سے گر جاتا ہوں کہ اس نے اتنی لمبی مہلت مجھے دی اور پھر اتنا کام مجھ سے لیا۔ اور درحقیقت یہ کام میرا نہیں۔ یہ اسی کا کام ہے جس نے مجھے ہاتھ پکڑ کر اس کام پر لگایا۔ اور صرف مجھے ہی نہیں لگایا بلکہ جو اس کے پاس گیا اس کے دل میں خدا کی محبت کی چنگاری ڈال دی۔

خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم

میری طرح خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم کو بھی امام الزمان کے قدموں میں بیٹھنے سے یہ سعادت ملی۔ کہ انہوں نے یورپ میں پہلا اسلامی تبلیغی مشن ووکنگ میں قائم کیا۔ اور اسلام کی تعلیمات اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی پر وہ روشنی ڈالی جس سے یورپ کے لوگوں کا اسلام کے متعلق نقطہ خیال بدل گیا۔

ہزاروں ایسے لوگ پیدا کئے

یہی نہیں بلکہ اس مجدد نے ہزاروں ایسے لوگ پیدا کئے جن کے سینے اسلام کے درد سے بھر گئے۔ اور جنہوں نے اپنی جانیں اور اپنا مال خدا کے دین کو دنیا میں پہنچانے کیلئے پیش کر دیئے۔

کیا دنیا میں کوئی ایسا مفتری ہوا ہے؟

تو ان لوگوں سے جن کے دلوں میں حضرت مجدد سے کچھ بغض ہے یا وہ عزت اور محبت نہیں جو ایسے خادم دین کی ہونی چاہیئے میں یہ کہتا ہوں کیا دنیا میں کوئی بھی ایسا جھوٹا یا مفتری ہوا ہے جس نے اپنے پاس بیٹھنے والوں کے دلوں میں تبلیغ اسلام کا یہ جوش

بھر دیا ہوا اور جس کی اللہ تعالیٰ نے اس قدر مدد کی ہو کہ اس کے ارادوں اور آرزوؤں کو اس کی وفات کے بعد بھی پورا کرتا چلا گیا ہو؟ ابتدا میں یہ ہم لوگوں کی آرزو نہ تھی کہ دین اسلام پھیلے - یہ آرزو اس زمانے کے امام کی تھی جس نے ہمیں اس کام پر لگایا - اور اس زور سے لگایا کہ جو آرزو آپ کے دل میں تھی اسے ہزار ہا قلوب میں پیدا کر دیا -

حضرت امام کی آرزو

اس آرزو کا اظہار آپ نے دعوے کے بعد سب سے پہلی کتاب ازالہ اوہام میں ان الفاظ میں کیا اور اس وقت کیا جب اس ملک میں چاروں طرف سے کفر کے فتوے آپ پر لگائے جا رہے تھے -

" سو میری یہ صلاح ہے کہ بجائے ان واعظوں کے عمدہ عمدہ تالیفیں ان ملکوں میں بھیجی جائیں - اگر قوم بدل و جان میری مدد میں مصروف ہو تو میں چاہتا ہوں کہ ایک تفسیر بھی تیار کر کے اور انگریزی میں ترجمہ کرا کر ان کے پاس بھیجی جائے - میں اس بات کو صاف صاف بیان کرنے سے رہ نہیں سکتا کہ یہ میرا کام ہے - دوسرے سے ہرگز نہیں ہوگا - جیسا مجھ سے یا جیسا اس سے جو میری شاخ ہے اور مجھ میں ہی داخل ہے "

(ازالہ اوہام ص ۷۷۳)

آج تو کچھ تھوڑا بہت کام تبلیغ اسلام کا ہم نے کیا ہے یہ سب آپ کی اس آرزو کا ہی نتیجہ ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے ارادہ کی قوت ڈال دی - جو شخص خود انگریزی زبان سے قطعی ناواقف تھا اس کے ہاتھ سے انگریزی ممالک میں تبلیغ اسلام کی بنیاد رکھوا دی -

تبلیغ کے لئے اسلحہ وہی ہیں جو اس جماعت نے پیدا کیا

اگر تبلیغ اسلام واقعی اسلام کی ایک ضرورت ہے تو اس جہاد کے لئے اسلحہ وہی ہیں جو اس چھوٹی سی جماعت نے تیار کر دیئے ہیں - آپ چاہیں تو ان سے کام لیکر خدا کے آخری کلام اور اس کے آخری پیغمبر صلعم کے نام کو دنیا میں روشن کرنے کے لئے قدم اٹھائیں اور دنیا میں اسلام کے غلبہ کے وقت کو قریب لے آئیں اور چاہیں تو اپنی لاپرواہی سے خدا تعالیٰ کے اس سچے وعدہ کو کہ دین اسلام سب دینوں پر غالب آئیگا تاخیر میں ڈالتے چلے جائیں -

احباب قادیان سے خطاب

اور دوسری طرف میں اپنے احباب قادیان کو بھی کہتا ہوں - کہ وہ بھی اس بات پر غور کریں کہ ان کے اکابر نے ہمیں فاسق کہا - اس لئے نہیں کہ انہوں نے ہمیں کسی فسق و فجور میں مبتلا پایا تھا - بلکہ اس لئے کہ ان کے تکفیر اہل قبلہ کے عقیدہ کی وجہ سے تبلیغ اسلام کا کام ہم ان کے ساتھ مل کر نہ کر سکتے تھے اور ہم نے لاہور میں تبلیغ اسلام کے لئے ایک الگ مرکز قائم کیا -

قادیان کیوں چھوڑنا پڑا

آج ۳۵ سال بعد ان واقعات کو جماعت قادیان کے سمجھدار طبقے کے سامنے رکھتا ہوں اور ان سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ ان واقعات پر غور کریں کہ کیا انہیں مسلمانوں کی تکفیر کی ہی تو یہ سزا نہیں ملی کہ اتنی بڑی مسلمان اکثریت کا علاقہ جس میں قادیان واقع ہے مسلم حکومت سے کٹ گیا - یا ان لوگوں کو جو نیک نیتی سے تبلیغ اسلام کی بنیاد دوسری جگہ رکھ رہے تھے - فاسق کہنے کی یہ سزا تو نہیں کہ اب خود دوسری جگہ تبلیغ اسلام کا مرکز بنانا پڑا - اور جس مقام کو ایک تہائی صدی تک محنت کر کے تبلیغ اسلام کا مرکز بنایا تھا اسے چھوڑنا پڑا - میرے دوستو - ٹھنڈے دل سے غور کرو کہ یہ بلا اس علاقہ پر کیوں آئی جو مسلمان اکثریت کا علاقہ تھا؟

صرف جماعت لاہور کو کیوں توفیق ملی؟

اور پھر خدا نے آپ کے اکابر سے یہ توفیق کیوں چھین لی کہ وہ قادیان میں بیٹھ کر ہی تبلیغ اسلام کرتے - اور یہ بھی غور کیجئے کہ تبلیغ اسلام کا یہ کام جو لاہور کی نہایت قلیل جماعت سے اللہ تعالیٰ نے لے لیا کیا اس میں خدا تعالیٰ کا ہاتھ نظر نہیں آتا کہ اس جماعت ہی کو یہ توفیق ملی کہ علوم کے ان چشموں کو جو مسیح موعود کی برکت سے قادیان میں پھوٹے تھے لاہور میں لا کر دریا بنا کر دنیا میں بہا دیا -

امام وقت کی آرزو جماعت لاہور کے سینوں میں

ہاں یہ سچ ہے کہ یہ میرا کام نہ تھا - یہ جماعت لاہور کا کام تھا - جیسا کہ ...... یہ آرزو کہ قرآن کریم کو انگریزی میں ترجمہ کر کے اور اسلام پر انگریزی زبان میں لٹریچر پیدا کر کے اسے یورپ اور امریکہ میں پہنچایا جائے بانی سلسلہ کے دل میں تھی - اور اختلاف کے بعد یہ آرزو جماعت قادیان کے اکابر کے سینوں میں کمزور ہوتی چلی گئی اور اپنی پوری قوت سے جماعت لاہور کے سینوں میں منتقل ہو گئی -

مسیح موعود کے علوم کی وارث

کیا یہ سچ نہیں کہ حضرت مسیح موعود کے علوم کی وارث یہی جماعت ہے - تو اب غور فرمایئے کہ آپ کو جو کچھ ملا تھا وہ بھی نہ رہا اور مسیح موعود کے علوم کے وارث خدا نے جماعت لاہور کو بنا دیا - اور خود مسیح موعود کے دل میں جو آرزو تھی کہ قرآن کریم کا ترجمہ اور تفسیر ہو کر اور اسلامی لٹریچر انگریزی میں اور دوسری زبانوں میں تیار ہو کر دنیا میں پہنچے - اسلام کی صحیح اور مکمل تصویر دنیا میں پیش کی جائے وہ سب کچھ فتنہ پردازوں کو مل گیا -

آنکھیں بند نہ کریں

خدا کے لئے سوچو اور غور کرو کہ واقعات کیا بتاتے ہیں - جس طرح مسیح موعود سے کفر لکھنے والوں کی آنکھیں آپ کے کام کی طرف سے بند ہیں اور ان کو یہی ناز ہے کہ مسلمانوں کی کثرت ان کے ساتھ ہے آپ بھی اپنی آنکھوں کو اس جماعت کے کام کی طرف سے بند نہ کریں اور اپنی کثرت پر ناز نہ کریں :

ایک بیمار بھائی کا خط انگلستان سے

ہمارے ایک محترم بھائی محمد اصغر علی صاحب جو ایبٹ آباد سے بغرض اپریشن انگلستان تشریف لے گئے ہیں ان کے ایک خط کا خلاصہ ۸ / اکتوبر کی اشاعت میں درج ہو چکا ہے، اس کے بعد وہ ایک تازہ خط میں اطلاع دیتے ہیں ؛-

۲۹ / ستمبر بروز سوموار برامپٹن ہسپتال پھر گیا اور ڈاکٹر ہینگ صاحب کو ملا - اس نے کہا کہ " بائیں طرف مجھے شک ہے اس لئے اس کی برونکوگرافی کی جائے گی " اس کے لئے یکم اکتوبر کی تاریخ مقرر ہوئی - برونکوگرافی کا یہ مطلب ہوتا ہے کہ ایک قسم کا آیوڈین کا تیل (جسے LIPIO DOL کہتے ہیں) پھیپھڑے کی نالیوں میں خاص طریقہ سے داخل کر کے ایکسرے فوٹو لیا جاتا ہے - تب جا کر برونکی ایکٹے سس (BRONCHI ACTASIS) کی تشخیص ہوتی ہے - بائیں طرف تندرست ہے - نقص دائیں طرف ہے - چنانچہ یکم اکتوبر کو بشیر صاحب کی ہمراہی میں گیا - چار برونکوگرامز (BRONCHOGRAMS) لی گئیں - چونکہ تیل ذرا گاڑھا تھا - اس واسطے بعد میں آیوڈین نے اپنا زور دکھایا اور کئی دنوں تک بخار نے مزاج پرسی کی - سارا جسم درد کرتا رہا - اب قدرے افاقہ ہے - یہ تیل آہستہ آہستہ خارج ہو کر دو تین ہفتوں میں بالکل نکل جاتا ہے - یہ تیل سپوٹم (SPUTUM) کے ساتھ خارج ہوتا ہے - یکم اکتوبر کے بعد ۶ / اکتوبر کو ڈاکٹر ہینگ صاحب کو ملنا تھا - غالباً ڈاکٹر ہینگ صاحب ہفتہ میں ایک بار (ہر سوموار کو) نیشنل ہیلتھ سکیم کے ماتحت برامپٹن ہسپتال آتے ہیں - خیر بخار کی حالت میں طوعاً و کرہاً ۶ / اکتوبر کو بروز سوموار پھر ہسپتال گیا ڈاکٹر ہینگ صاحب نے کہا کہ " ہمارا مطلب حل ہو گیا ہے - ہم پر امید ہیں کہ اپریشن دوسری طرف کا کر دیا جائے لیکن اب ہم نے بیمار طرف (یعنی دائیں طرف) کی برونکوگرافی کرنی ہے - تا کہ سب حالات روشنی میں آجائیں - قطعی طور پر پھر ہم کچھ بتا سکیں گے لیکن مشکل یہ ہے کہ جب تک بائیں طرف کا تیل خارج نہ ہو جائے تب تک دوسری طرف کی برونکوگرافی نہیں کی جا سکتی - (کچھ سوچ کر) اچھا اب تم ۲۲ / اکتوبر کو RIGHT BRONCHOGRAPHY کے لئے آنا اور پھر ۲۷ / اکتوبر بروز سوموار مجھے آکر یہاں ملنا " - چنانچہ ۲۲ / اکتوبر کو پھر جاؤں گا اور ۲۷ / اکتوبر کو پھر - اللہ تعالیٰ ڈاکٹروں کی رہنمائی فرمائے اور بندہ ناچیز کی بھی -

یہاں رہائش کا مسئلہ ایک مشکل مسئلہ ہے - خصوصاً ایک بیمار کے لئے جو نہ ہر وقت کوٹ پتلون کس سکتا ہو اور نہ ڈائننگ روم جا سکتا ہو ؛ بعض قواعد ہماری طبیعتوں کے بالکل برعکس ہیں ممکن ہے میں بیماری کے سبب زیادہ پابندی محسوس کرتا ہوں - یہ تو کہاوت ہے نہ دین کا چھوڑا اور نہ دنیا کا - مختلف ہوٹلوں میں تھوڑے تھوڑے وقفہ کے لئے رہنا پڑتا ہے - آج کل ووکنگ سے تین چار میل دور SHEER HOUSE ہوٹل میں رہتا ہوں - جو (WEST BYFLEET) میں واقع ہے ایک گنی یومیہ کھانے اور رہنے کا خرچ ہے امام صاحب اور دیگر احباب کا بھی شکریہ - واقعی انہوں نے اخوت کا سچا نمونہ دکھایا - اللہ تعالیٰ سب دوستوں کو جزائے خیر دے - آمین ! احمدیت کی نعمت سے کم لوگوں نے فائدہ اٹھایا - حضرت امیر مولانا مولوی صدر الدین صاحب ایدہ اللہ تعالیٰ حضرت صاحب صدر جناب میاں صاحب اور باقی تمام بزرگوں اور عزیزوں کو السلام علیکم عرض کرتا ہوں اور

بچوں کا صفحہ

شیخ محمد خالد اقبال

عدل اور مساوات

آپ یہ تو جانتے ہی ہیں کہ آج کل عدل و مساوات کا مفہوم کیا ہے۔ لیکن جب ہم اسلام کی زندگی کا مطالعہ کرتے ہیں جو ہمارے پیارے نبیؐ کی زندگی مبارک سے شروع ہوتی ہے تو ہمیں کچھ اور ہی کیفیت نظر آتی ہے۔

اسلامی زندگی میں تقویٰ کا مقام حد سے زیادہ بڑا ہے۔ اسی طور پر عدل کے متعلق خداوند تعالےٰ کا یہ ارشاد ہے کہ

کسی قوم کی دشمنی اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم عدل کا دامن ہاتھ سے چھوڑ دو۔ عدل اور انصاف کرو کیونکہ یہ بات تقوے کے قریب ہے۔

اور ہمارے پیارے رسولؐ نے بھی ارشاد فرمایا ہے کہ اِنَّ اَفْضَلَ عِبَادَ اللهِ مَنْزِلَةً یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اِمَامٌ عَادِلٌ۔ یعنی قیامت کے دن اللہ تعالےٰ کے نزدیک تمام بندوں میں سب سے زیادہ عزت عدل کرنے والے حاکم کی ہوگی۔

حضورؐ کی سیرت کا مشہور واقعہ ہے کہ مدینہ کے ایک معزز خاندان کی ایک عورت چوری کرتے ہوئے پکڑی گئی۔ خاندان والوں نے اپنی بے عزتی کے ڈر سے حضرت اسامہؓ سے حضورؐ کے سامنے سفارش کرنے کے لئے کہا۔ لیکن جب حضرت اسامہؓ نے عورت کے چھوڑنے کے لئے حضورؐ پرنور سے کہا۔ تو آپؐ نے خفا ہو کر فرمایا "پہلی قومیں اسی وجہ سے تباہ ہوئیں کہ جب ان کا کوئی بڑا آدمی جرم کرتا۔ تو اسے کچھ نہ کہتے اور جب وہی حرکت کسی معمولی آدمی سے سرزد ہو جاتی تو اسے پکڑ لیتے۔ مگر میں ایسا نہیں کر سکتا۔ خدا کی قسم اگر محمدؐ کی بیٹی فاطمہ بھی ایسا کرتی تو میں اسے بھی سزا دیتا۔

حضورؐ عدل و انصاف کے معاملے میں ایک مسلمان اور یہودی کی تفریق کو انسانی حقوق اور عدل و مساوات کے خلاف سمجھتے تھے۔ حضورؐ کا ارشاد ہے کہ۔ "آپس میں ایک دوسرے سے کینہ نہ رکھو ایک دوسرے پر حسد نہ کرو اور نہ ایک دوسرے سے منہ پھیرو آپس میں خوش اخلاقی سے پیش آؤ اور سب مل کر آپس میں بھائی بھائی بن جاؤ"

حضورؐ کے صحابہ رضؓ نے بھی عدل و مساوات کا وہ نمونہ پیش کیا ہے جو رہتی دنیا تک "تاریخ اسلام میں سنہری حروف سے لکھا جائیگا۔

کسی حکومت کے "عدل اور مساوات" کے جانچنے کے لئے سب سے بڑا معیار یہ ہے کہ غیر قوموں کے ساتھ اس کا طرزِ عمل کیسا ہے اور ان کو اس حکومت میں کیا حقوق حاصل ہیں؟ اس معیار سے فاروقی عہد عدل اور مساوات کا جو نمونہ پیش کرتا ہے شاید ہی کسی اور عہدِ حکومت میں ایسا بے نظیر نمونہ پیش کیا گیا ہو۔

عرب کی ہمسایہ دو حکومتیں روم اور فارس عہدِ فاروقی میں اسلام کے زیرِ نگیں ہوئیں۔ ان دونوں حکومتوں کا طرزِ عمل اپنی قوم کی رعایا کیساتھ غلاموں سے بدتر تھا۔ تو دوسری ماتحت اقوام کا کیا ذکر ہو سکتا ہے۔ لیکن جب مسلمانوں نے ان کی باگ ڈور سنبھالی تو دفعتہً ان کی کایا پلٹ گئی اور انہیں ہر طرح کے جائز حقوق اور جائز آزادی عطا کی گئی۔

کسی قوم کے حقوق صرف تین چیزوں سے متعلق ہوتے ہیں۔ جان مال۔ مذہب۔ حضرت عمرؓ نے تمام مفتوحہ قوموں کے ان تینوں بنیادی حقوق کو محفوظ قرار دیا۔ بیت المقدس کے عیسائیوں کو ازروئے معاہدہ جو حقوق دیئے گئے تھے وہ یہ تھے:۔

"یہ وہ امان ہے جو خدا کے غلام امیرالمومنین عمرؓ نے اہلِ ایلیا کو دی، یہ امان۔ جان مال، گرجا، صلیب، تندرست بیمار اور ان کے تمام اہلِ مذاہب کے لئے ہے نہ ان کے گرجا میں سکونت اختیار کی جائے گی نہ وہ ڈھائے جائیں گے۔ نہ ان کے احاطہ کو نقصان پہنچایا جائے گا نہ ان کی صلیبوں اور ان کے مال میں کچھ کمی کی جائے گی مذہب کے بارہ میں ان پر جبر نہ کیا جائے گا نہ ان میں سے کسی کو کوئی نقصان پہنچایا جائے گا۔"

یہ حقوق صرف ایلیا والوں کے ساتھ مخصوص نہ تھے بلکہ تمام مفتوحہ اقوام کو دیئے گئے جو ان کے عہد ناموں میں موجود ہیں۔ اہل جرجان کے معاہدہ کے الفاظ یہ ہیں کہ:۔

"ان کی جان و مال اور مذہب و شریعت سب کو امان ہے اس میں سے کسی شے میں کوئی تغیر نہ کیا جائے گا۔"

آذربائیجان کے معاہدہ میں یہ ہے کہ:۔

"جان و مال اور مذہب اور شریعت کو امان ہے"

حضرت عمرؓ وقتاً فوقتاً عمال کو ان معاہدوں کی پابندی کی تاکید لکھتے رہتے تھے۔ حضرت ابوعبیدہ رضؓ فاتح شام کو لکھا:۔

"مسلمانوں کو ذمیوں پر ظلم کرنے ان کو نقصان پہنچانے اور بے وجہ ان کا مال کھانے سے روکو اور ان سے جو شرطیں کی گئی ہیں ان کو پورا کرو"۔

(باقی)

قبولِ احمدیت

مندرجہ ذیل احباب خدا تعالیٰ کے فضل سے سلسلہ عالیہ احمدیہ میں داخل ہوئے ہیں۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ استقامت عنایت فرمائے اور دین کو دنیا پر مقدم کرنیکی توفیق دے۔ آمین۔

(انچارج شعبہ پبلسٹی)

۱۔ محمد الدین صاحب ولد غلام علی صاحب۔ تحصیل سرگودھا۔
۲۔ غلام رسول صاحب ولد عنایت اللہ صاحب تحصیل نارووال ضلع سیالکوٹ
۳۔ مولوی نصیر الدین صاحب ولد جمال الدین مرحوم تحصیل تھوبال بازار ضلع ریاست منی پور۔ اپتھال صوبہ آسام۔
۴۔ محمد داؤد خاں ولد سید غلام خاں تحصیل ایبٹ آباد۔ ضلع ہزارہ۔
۵۔ بشارت احمد جابر جموی ولد غلام رسول صاحب۔ سیالکوٹ شہر۔
۶۔ حافظ غلام رسول صاحب ولد منشی خدا بخش صاحب۔ ضلع مظفر گڑھ۔
۷۔ غلام حسن صاحب ولد سوہل تداخاں صاحب۔ سکنہ علی پور۔ ضلع مظفر گڑھ۔
۸۔ مولوی عبدالعزیز ولد مولوی غلام رسول صاحب۔ تحصیل علی پور ضلع مظفر گڑھ۔
۹۔ منشی فتح محمد صاحب ولد محمد بخش صاحب قوم جٹ بھٹہ۔ تحصیل چکوال ضلع جہلم۔
۱۰۔ محمد فضل ربی صاحب والد ڈاکٹر محمد دین صاحب تحصیل و ضلع لاہور۔
۱۱۔ محمد رشید الدین مرزا۔ ولد رضی الدین صاحب مرزا۔ شہر گیا۔ صوبہ بہار۔

(باقی دارد)

زندگی کا ایک پہلو یہ بھی ہے

بیگم راجہ محمد انور سیالکوٹ بنت شیخ عطاء اللہ صاحب مرحوم

یکم اکتوبر ۱۹۵۲ء کی اشاعت "پیغام صلح" میں عظمت بھائی نے والد محترم مرحوم کی زندگی کے کچھ حالات تحریر کئے تھے۔ جو ان کی بیرونی زندگی سے متعلق تھے۔ ان کی گھریلو زندگی بھی کچھ کم اہمیت نہیں رکھتی۔ بلکہ تربیت اولاد کے سلسلہ میں ایک نمونہ تھے۔ مجھے یاد ہے جب ہم چھوٹے چھوٹے تھے تو رات کو اپنے بستر پر ہمیں لٹا لیتے۔ اور ایک ایک لفظ کر کے نماز سکھایا کرتے۔ حتیٰ کہ سکول داخل ہونے کی عمر تک نماز مکمل کروا دیتے اور جب کسی بچہ کو نماز مکمل یاد ہو جاتی تو اسے نماز کی ادائیگی کی عادت ڈالنے کے لئے فی نماز کچھ رقم مقرر کر دیتے اور عدم ادائیگی کی صورت میں اس سے دگنا جرمانہ وصول کرتے اس طرح ہم سب بھائی بہنوں کی نماز کی پکی عادت ہو گئی اور سوائے اشد مجبوری کے عذر کے فضل سے نماز قضا کرنا ایک بوجھ معلوم ہونے لگا جب کھانے کی میز پر بیٹھتے تو کھانا کھانے کے بعد صحابہ کرام اور بڑے بڑے نیک لوگوں کی زندگی کے حالات ہمیں سناتے، اتنے دلپذیر انداز میں بیان کرتے کہ دیر تک ہم انہی خیالات میں کھوئے رہتے۔ خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے واقعات اتنے بیان کئے کہ سکول جانے سے پیشتر اور ان کی سوانح حیات پڑھنے سے پہلے ہمیں بہت سی باتیں ازبر ہو گئیں۔ شام کی نماز اکثر گھر میں ہی باجماعت پڑھاتے اور بعد میں بلند آواز سے عربی میں دعائیں پڑھتے جو سن سن کر ہمیں زبانی یاد ہو گئیں۔ بیٹیوں کی قدر اس حد تک کرتے کہ کبھی زبان سے کسی چیز کی فرمائش کی آج تک نوبت نہیں آئی۔ ہمیشہ "آپ" کہکر مخاطب کرتے۔ اتنے غیور اور حیادار تھے کہ گھر میں بھی کبھی نگاہ اونچی نہیں کی۔ مادر بیٹی کے ساتھ بھی ایک پلنگ پر بیٹھنا گوارہ نہ کرتے۔ اپنا کام خود کرتے۔ ملازموں کی ہمیشہ قدر کرتے اور شفقت سے پیش آتے۔ حتی الوسع دوسروں کا کام خود کر دیتے۔ کئی گھریلو کاموں میں مدد فرماتے۔ ایک مرتبہ گھر کی سب مستورات کسی وجہ سے باہر چلی گئیں۔ اتفاق سے خانساماں بھی غیر حاضر تھا۔ جب شام کو واپس آئیں تو کھانا تیار تھا۔ ہم نے سوچا چھوٹے ملازم نے پکایا ہوگا۔ جب کھانا کھا چکنے کے قریب ہوئے تو فرمایا کھانا کیسا ہے؟ ہم نے جواب دیا اچھا پکا لگتا ہے! مسکرا کر فرمانے لگے یہ تو ہم نے پکایا ہے۔ ہم حیرت اور خجالت سے ان کا منہ دیکھنے لگے۔ سینما گھروں کے مالک ہوتے ہوئے بھی کبھی عمارت کے اندر قدم نہیں رکھا۔ سگریٹ۔ تمباکو، پان سے ہمیشہ نفرت کرتے رہے طبیعت حد درجہ کی صفائی پسند پائی تھی۔ پانی بھی ملازم کی بجائے گھر کے کسی فرد کے ہاتھ سے پینا زیادہ پسند کرتے تھے۔ بچوں کے ساتھ بیحد محبت تھی۔ ان کو بہادری کی کہانیاں سناتے ان کی توتلی زبان میں کہانیاں سنتے اور بہت خوش ہوتے خود میرے بچے مجھ سے زیادہ ان کے ساتھ مانوس تھے اور زیادہ وقت ان کے ساتھ گذارتے۔ انہوں نے باوجود دولتمند ہونے کے نہایت سادہ زندگی گذاری۔ اور ہمیں بھی ہمیشہ انکساری کا سبق دیا۔ کبھی کسی کھانے کی چیز میں نقص نہ نکالتے۔ بہت تھوڑا اور ستھرا کھاتے۔ انہوں نے دنیاوی زندگی کے متعلق کبھی کوئی خواہش ظاہر نہیں کی۔ ایک مرتبہ پھل گھر میں لائے اور سب بچوں میں تقسیم کیا۔ میرے حصہ میں جو آیا میں نے اسے ناپسند کیا۔ فرمانے لگے آج میں پھل والی دکان پر کھڑا تھا۔ ایک آم بطور نمونہ چکھا اور پھینک دیا۔ ایک غریب لڑکی پاس کھڑی تھی بھاگ کر اس نے وہ چوسا ہوا آم اٹھا لیا اور چوسنے لگی۔ دیکھو غربت نے اسے ایسا کرنے پر مجبور کیا۔ میرے دل پر اس بات کا بہت اثر ہوا اور ندامت کے ساتھ میں نے اپنے حصے کا آم اٹھا لیا۔ اس طرح بغیر ڈانٹ ڈپٹ کے اور غصہ کے وہ بچوں کو سمجھا دیتے۔ ہمارے کھیل کود میں بھی شریک ہو جاتے اور کھیل کو زیادہ دلچسپ بنا دیتے۔ بچوں کو چھوٹی عمر میں ہی تیرنا اور گھوڑ سواری سکھا دی۔ غرض زندگی کے ہر شعبے میں پیش پیش رہتے۔ جانے والے چلے گئے اور اپنے نیک اعمال و اقوال ہمیشہ یاد رکھنے کے لئے ہمارے پاس چھوڑ گئے۔ دعا ہے خدا وند رحیم و کریم انہیں بلند درجات عطا فرمائے اور ہمیں صبر و رضا پر قائم رکھے۔ آمین۔

آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے
سبزۂ نورستہ تیرے گھر کی نگہبانی کرے

احقرہ
بیگم راجہ محمد انور سیالکوٹ چھاؤنی

پاکستان کے مختلف حصوں میں تبلیغ احمدیت

تبلیغ احمدیت کا مقصد فی الحقیقت مجاہدین کی اس جماعت میں مسلمانوں کو شامل کرنا ہے جو حضرت مجدد وقت کے زیر ہدایت تبلیغ اسلام کا کام اکناف عالم میں کر رہی ہے، اس سلسلہ میں ہمارے مبلغین نے گذشتہ ماہ جو کچھ کام کیا اور اس کے جو نتائج برآمد ہوئے ان کا خلاصہ حسب ذیل ہے:-

سیالکوٹ

چوہدری محمد سعید صاحب بھٹہ اطلاع دیتے ہیں:-

اس ماہ میں ۳۳۔ افراد سے گفتگو ہوئی اور تبلیغ کی گئی لٹریچر کافی تقسیم کیا گیا۔ اور بھی سخت ضرورت ہے۔ بائیکاٹ کی تحریک بڑے زور سے اٹھی تھی مگر اب بہت حد تک دب گئی ہے۔ ۲ خریدار کتب پیدا کئے۔ ایک خریدار پیغام صلح کا۔ ایک خریدار اسلامک ریویو کا۔

دوران سال میں -/۲۱۰۰ روپیہ چندہ بھیجا جا چکا ہے چھاؤنی اور شہر میں -/۱۲۰۰ روپیہ جمع شدہ پڑا ہے۔

ضلع سیالکوٹ

مواضعات ضلع سیالکوٹ میاں محمد الدین صاحب مبلغ نے ضلع سیالکوٹ کے ۵۲ دیہات میں دورہ کر کے تبلیغ احمدیت کی زیادہ تر صداقت مسیح موعود اور نشانات و علامات مسیح موعود پر دیہات کے لوگوں سے تبادلہ خیالات ہوا۔

چک نمبر ۸۱ جنوبی

مولوی شیر محمد صاحب لکھتے ہیں:-

سرگودھا میں تنظیم جماعت کے متعلق ہدایات دی گئیں باقاعدگی و اضافہ چندہ و خریداری اخبارات کے متعلق خاص طور پر دوستوں سے درخواست کی۔

۳۰ عدد ٹریکٹ تقسیم کئے۔ عبدالغنی چک ۸۱ ج میں پڑھائی دس روز غیر احمدی اور قادیانیوں کو تبلیغ و تلقین کرتے میں گذر گئے۔ قادیانیوں نے سخت مخالفت کی اور مناظرہ کے لئے چیلنج دیا۔ قبول کر لیا گیا۔ ربوہ سے مولوی عبدالقادر، عبداللہ اختر اسداللہ صاحبان آئے۔ ختم نبوت پر حضرت مسیح موعود کی کتب سے بحث ہوئی۔ خدا کے فضل سے حاضرین نے ہمارے حق میں فیصلہ دیا۔ -/۲۸ روپے چندہ جمع کیا گیا جو داخل خزانہ کیا گیا۔

علی پور و مضافات

قاضی شیر محمد صاحب رقمطراز ہیں:-

ماہ زیر رپورٹ میں ۱۱ دیہات کا دورہ کیا۔ جس میں تقریباً ۸۰ نفوس کو تبلیغ کی۔ زیادہ تر شیعہ خیالات کے لوگوں سے گفتگو ہوئی۔ ان کے اعتراضات کے جوابات دینے کے علاوہ ان سے ان کے عقاید کے متعلق سوالات کئے۔ جن کے جوابات ان سے نہ بن آئے۔ شیعہ مولوی ذوالفقار صاحب بھی ان میں موجود تھے۔

ایک خریدار اخبار پیغام صلح کا بنایا۔ ۵ خریداروں کا آرڈر کتب کے لئے دفتر میں بھیجا۔

چندہ فراہم کیا گیا۔ آئندہ کے لئے احباب سے ادائیگی کا وعدہ لیا۔ حالیہ کوشش کے نتیجے میں ماہ جنوری سے ماہ زیر رپورٹ میں ۱۰۔ افراد داخل سلسلہ ہو چکے ہیں جن کے اسماء گرامی

پیغام صلح مورخہ ۲۲ اکتوبر ۱۹۵۲ء رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸ شمارہ ۱۱۲

(پبلسٹی)

جلسہ سالانہ اور ہمارے فرائض

آنریری جنرل سیکرٹری صاحب کا مکتوب

برادران ...... السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

خدا تعالیٰ کے فضل سے ہمارا انتالیسواں سالانہ جلسہ بہت قریب ہے۔ جلسہ سالانہ کی اہمیت پر بہت کچھ لکھا جا چکا ہے اور ہر سال لکھا جاتا ہے لیکن اس کے باوجود اس کی اہمیت کی طرف احباب سلسلہ کو توجہ دلانے کی ضرورت ہے۔ تاکہ اس کی اصل غرض ہمیشہ جماعت کے سامنے رہے اور احمدی دوست جنہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ خدا تعالیٰ سے دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا عہد کیا ہے وہ اس جلسہ کے اغراض و مقاصد کے پیش نظر اپنے دنیوی معاملات پر اس دینی اجتماع کی شمولیت کو مقدم کریں۔ خود تشریف لائیں۔ اپنے عزیز و اقارب کو لائیں اور غیر از جماعت دوستوں کو بھی ہر جائز طریق کے ساتھ اس جلسہ میں شامل کرنے کی کوشش کریں۔ کیونکہ یہ ایک ایسا کام ہے جس کا ایک بہت بڑے نصب العین سے تعلق ہے جسے اس صدی کے مجدد اور امام عصر حاضر نے ہمارے سامنے رکھا اور ہم نے اس نصب العین کو بروئے کار لانے کے لئے اس کے ہاتھ پر عہد کیا۔

جماعت احمدیہ کا سالانہ اجتماع کوئی معمولی جلسہ یا میلہ نہیں بلکہ یہ وہ عظیم الشان اجتماع ہے جس کے انعقاد میں اقوام عالم کے مذہبی اور روحانی انقلاب کر دینے والے ہیں۔ اس کی بنیاد اس زمانہ کے امام نے اس لئے رکھی تاکہ اس کے ذریعہ دنیا کا پرانا نظام بدل دیا جائے اور اس کی بجائے ایک پاکیزہ اور ارفع فضا پیدا کی جائے جس میں قانون محمد صلعم کا نفاذ ہو اور لوگ حلقہ بگوش اسلام ہو کر انسان اور خدا کے ساتھ ایک زندہ اور استوار تعلق پیدا کریں اور انسان کی ایک ایسی زندگی کا ظہور ہو جس کی بنیاد بجائے مادیت کے روحانیت اور اخلاق پر ہو۔ غلبہ اسلام اور انقلاب اقوام عالم کا یہ کام ایک بہت بڑے تسلسل اور عظیم جدوجہد کو چاہتا ہے، قوموں کی اقدار، خیالات اور نقطہ ہائے نگاہ میں تغیر پیدا کرنا معمولی بات نہیں۔ اس کے لئے ایک ایسی قوم کی ضرورت ہے جس کے عزائم میں فولاد کی سختی ہو اور جس کی ہمت کبھی اور کسی صورت میں مضمحل ہونا نہ جانتی ہو اور جو ہر نصب العین کی کامیابی کے لئے ہر قسم کی قربانی کر سکے اور وقت آنے پر جان پر بھی کھیل جائے۔ حضرت بانئے سلسلہ نے اس جلسہ کی غرض و غایت یہ قرار دی ہے کہ جماعت احمدیہ اس موقعہ پر زمانہ کے بدلتے ہوئے حالات اور تغیرات عالم کا نظر غائر سے جائزہ لے اور ان کے مطابق اپنے پروگرام کو مرتب کرے اور اپنی پالیسی میں تبدیلی کرے یعنی جماعت احمدیہ کا تبلیغی نظام متحرک اور جاندار ہونا چاہیئے کیونکہ دنیا میں کامیابی ایسی اجتماعی قوت کے پیہم عمل سے ہوتی ہے جس میں تدبر اور فکر صالح شامل ہو۔ ایسے تدبر سے جمود ٹوٹتا ہے اور تعمیری حرکت پیدا ہوتی ہے۔ اندھے اور سست گڑھوں میں گرتے ہیں، اور چشم بینا، عقل، اور قوت عمل رکھنے والے پہاڑوں کی چوٹیوں پر چڑھتے ہیں اور دنیا میں وسیع پیمانہ پر فتوحات حاصل کرتے ہیں۔ ہماری قوم کی امتیازی خصوصیت یہ ہے کہ وہ تدبر اور مشورہ سے کام کرتی ہے اور اس کی مساعی پختہ ہوتی ہیں اور تدبر کے پیمانوں سے ماپی ہوئی ہوتی ہیں یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں وہ کامیابی عطا فرمائی ہے جس کی آج ایک دنیا معترف ہے اور جماعت کا دوسرا حصہ جس نے اس حقیقت سے منہ موڑ لیا ہے وہ فرقہ پرستی کے تاریک گڑھے میں اوندھے منہ گرا ہے۔ سو ہمیں اپنی اس نمایاں خصوصیت کو ہمیشہ قائم رکھنا چاہیئے۔ جہاں جہاں بھی ہماری جماعت کے احباب موجود ہیں انہیں جلسہ سالانہ کی اہمیت کو سمجھتے ہوئے اس اجتماع کو کامیاب بنانے کے لئے ہر ممکن کوشش کرنی چاہیئے اور اسکو بارونق بنانے کیلئے ابھی سے جدوجہد شروع کر دینی چاہیئے۔

اس قومی تقریب کو کامیاب بنانے کے لئے اشیائے خورد و نوش اور دوستوں کے قیام و انتظام کی بھی ضرورت ہے۔ جماعت کے ایثار پیشہ اور مخیر احباب ہمیشہ حصہ لیا کرتے ہیں۔

بیرونی جماعتوں کے سیکرٹری صاحبان **"جلسہ فنڈ"** کے نام سے یہ رقوم جمع کر کے نومبر ۱۹۵۲ء کے اخیر تک انجمن کے مرکزی دفتر میں بھجوا دیں۔ اس طرف فوری توجہ کی ضرورت ہے۔ مجھے پوری امید ہے کہ جماعت کے سب دوست بالعموم اور سیکرٹری صاحبان بالخصوص اس ضمن میں میرے ساتھ مکمل تعاون کریں گے۔

خاکسار۔ **غلام ربانی**

آنریری جنرل سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

جلسہ سالانہ کے مقررین حضرات کی خدمت میں درخواست

جلسہ سالانہ کا پروگرام زیر ترتیب ہے۔ اس لئے مقررین حضرات کی خدمت میں درخواست ہے کہ جس موضوع پر وہ بولنا چاہیں اس سے مجھے اطلاع دیں۔ اور اس سے بھی مطلع فرمائیں کہ اس موضوع کے لئے انہیں کتنا وقت درکار ہوگا۔ موضوع کے انتخاب کے متعلق ایک گذارش ہے۔ موضوع ایسا ہونا چاہیئے جس سے انسانیت کے موجودہ مسائل پر روشنی پڑ سکے۔ لوگ اس زمانہ میں دہریت اور مغربی تصوریتوں (Western Ideologies) کے اندھیروں میں بھٹک رہے ہیں۔ انہیں ان اندھیروں سے نکلنے کا کوئی راستہ نظر نہیں آتا۔ موجودہ مسائل کا کوئی حل سمجھ نہیں آتا۔ ہمارا یہ ایمان ہے کہ ان مسائل کا حل فکر صالح اور قرآن مجید کے نور سے ہو سکتا ہے۔ میری رائے میں یہ زیادہ بہتر ہوگا کہ پرانے دینیاتی مسائل سے آگے بڑھ کر ... موجودہ اجتماعی، معاشی، اخلاقی، روحانی اور مذہبی مسائل پر لیکچر دیئے جائیں۔ جلسہ سالانہ کے پروگرام کا زیادہ حصہ ایسے ہی مسائل پر مشتمل ہونا چاہیئے۔ ایسے مسائل پر غور کر کے ان پر بولنے سے ہماری جماعت کے اثر و نفوذ میں بہت اضافہ ہوگا اور ہمارے تبلیغی نظام میں غیر معمولی قوت، حرکت اور شوکت پیدا ہو جائے گی۔ امید ہے جماعت کے علماء اس طرف اپنی پہلی فرصت میں توجہ فرمائیں گے اور اس ضمن میں اپنے مفید مشوروں سے بھی مجھے مستفید کریں گے۔

خاکسار۔ غلام ربانی۔ آنریری جنرل سیکرٹری۔ ۲۵ اکتوبر ۱۹۵۲ء

مرکزی خواتین کی خدمت میں ایک نہایت ضروری اپیل

ایک جماعت کی شیرازہ بندی، استحکام اور تعمیر میں نصف حصہ خواتین کا ہوتا ہے۔ کوئی جماعت دنیا میں ترقی نہیں کر سکتی اور نہ اپنے بلند نصب العین کو عملی جامہ پہنا سکتی ہے جب تک کہ اس کی اجتماعی جد و جہد میں اس جماعت کی خواتین بھی شریک نہ ہوں۔ جس قوم کی خواتین اپنے فرائض منصبی کو سمجھنے والی ایثار اور قربانی کرنے والی اور قومی پروگرام میں عملی حصہ لینے والی ہوں اس قوم اور جماعت کا راستہ دنیا میں کوئی طاقت روک نہیں سکتی۔ ایسی جماعت دنیا میں پھلتی ہے، پھولتی ہے اور کارہائے نمایاں کرتی ہے ——— جماعت احمدیہ کی خواتین کی روایات بھی نہایت شاندار ہیں۔ ہماری بہنوں اور بیٹیوں نے اعلائے کلمۃ الحق کے لئے بڑی بڑی قربانیاں کی ہیں۔ اس وقت بھی اگر ان کی خدمت میں اپیل کی جائے تو مجھے پوری توقع ہے کہ میری یہ آواز صدا بصحرا ثابت نہ ہوگی۔ ——— میں اپنی بہنوں کی خدمت میں ایک نہایت ضروری درخواست اور اپیل کرنا چاہتا ہوں جلسہ بہت قریب آرہا ہے جماعت کی سب خواتین اس جلسہ کو کامیاب بنانے کے لئے پوری کوشش کریں مرکز یعنی لاہور کی خواتین منظم ہو کر باہر کی بہنوں کو جلسہ میں شریک ہونے کی دعوت دیں اور ان کے سامنے ایک ایسا نمونہ پیش کریں جس سے باہر کی خواتین ایک پائیدار تاثر لے کر جائیں اور اس نمونہ کے نقوش ان کے دلوں پر اتنے گہرے ہوں کہ وہ کبھی اسے فراموش نہ کر سکیں۔ امید ہے وہ خواتین جنہیں قومی اور اجتماعی ذمہ داریوں کا پورا احساس ہے وہ ابھی سے اس تنظیم کے کام کو شروع کر دیں گی اور اپنی مساعی سے مجھے مطلع کریں گی۔

خاکسار۔ غلام ربانی۔ آنریری جنرل سیکرٹری۔ ۲۵/۱۰/۵۲

جلسہ سالانہ کیلئے رضاکاروں کی ضرورت

جس قوم میں جتنی اپنی خوشی اور مرضی سے قومی خدمات سرانجام دینے والوں کی تعداد زیادہ ہوگی اتنی ہی وہ قوم فعال اور زندہ ہوگی۔ ایثار اور قربانی کے یہ مخلصانہ جذبات قوم کی زندگی اور قوت کی دلیل ہیں۔ خدا تعالے کا یہ فضل ہے کہ ہمارے ہاں ایسے قومی کارکنوں کی کمی نہیں۔ میں بیرونی جماعتوں اور مرکزی جماعت کے دوستوں کی خدمت میں اپیل کرتا ہوں کہ ان میں سے جو احباب جلسہ سالانہ کے موقعہ پر رضاکارانہ طریق سے قوم کی خدمت کرنا چاہیں وہ اپنے نام مجھے بھجوا دیں ——— جلسہ سالانہ ہماری ایک ایسی قومی اور اجتماعی تقریب ہے جس میں کسی نہ کسی رنگ میں حصہ لینا ہر ایک احمدی دوست کا فرض ہے اور اس کے انتظامی امور میں حصہ لینا تو اولین فرض ہے۔ اسلئے دوستوں کی خدمت میں درخواست ہے کہ وہ اپنے نام جلد بھجوائیں تاکہ جلسہ سالانہ کے کارکنوں کی فہرست مرتب کر کے ان کے فرائض کی انہیں اطلاع دی جا سکے۔

خاکسار۔ غلام ربانی۔ آنریری جنرل سیکرٹری۔ ۲۰/۱۰/۵۲

مرکز میں ایک شاندار لائبریری کا قیام

ہمارے مرکز احمدیہ بلڈنگس لاہور میں ایک لائبریری موجود ہے لیکن ارادہ ہے کہ اس لائبریری کو از سر نو مرتب کر کے موجودہ ضروریات کے مطابق اسے وسیع کیا جائے تاکہ ہماری جماعت کے علم دوست احباب اور اسلامیات کے لئے ریسرچ کرنے والوں کو ہر قسم کی معیاری کتب میسر آسکیں۔ ایک علمی اور قلمی جہاد کرنے والی جماعت کے لئے ایک مضبوط لائبریری کا وجود اتنا ضروری ہے کہ جس پر روشنی ڈالنے کی چنداں ضرورت نہیں اس کی ضرورت اور اہمیت کو ہر ایک ذہین آدمی بخوبی سمجھ سکتا ہے سب احباب سلسلہ کی خدمت میں التماس ہے کہ وہ اس لائبریری کے لئے عطیہ جات بھجوائیں اور جن دوستوں کے پاس علمی کتابوں کا ذخیرہ ہو اور وہ چاہتے ہوں کہ زیادہ سے زیادہ لوگ اس علمی خزانہ سے مستفید ہوں وہ کتب کے اس ذخیرہ کو فراخ دلی کے ساتھ انجمن کی لائبریری کو عنایت فرمائیں یہ ایسا صدقہ جاریہ ہے جس کا فیضان واقعی ہمیشہ جاری رہے گا۔ آنے والی نسلیں اس سے استفادہ کرتی رہیں گی اور دعا کرتی رہیں گی۔ صرف عمل صالح کو دوام ہے باقی ہر چیز فانی ہے۔ جو دوست مرکزی لائبریری کے لئے واقعی کچھ کرنا چاہیں وہ مجھ سے براہ راست خط و کتابت کریں۔

خاکسار غلام ربانی آنریری جنرل سیکرٹری ۲۲/۱۰/۵۲

مسلم ہائی اسکول نمبر ۱ میں "یوم اقوام متحدہ"

۲۵ اکتوبر کو مسلم ہائی سکول نمبر ۱ میں "یوم اقوام متحدہ" کی تقریب پر ایک جلسہ زیر صدارت خان بہادر غلام ربانی خاں صاحب منعقد ہوا۔ تلاوت قرآن کریم سے کارروائی شروع ہوئی جس کے بعد جناب ہیڈ ماسٹر صاحب نے اپنی ابتدائی تقریر میں اقوام متحدہ کے اغراض و مقاصد پر روشنی ڈالی اور بتایا کہ یہ کوئی نیا ادارہ نہیں۔ بلکہ "اقوام متحدہ" کی بنیاد خود نبی اکرم صلعم نے رکھی۔ جو آج تک نہایت کامیابی کے ساتھ کام کر رہا ہے یہ خیال اسلام کا جزو ہے۔ اور ہمارے لئے کوئی نیا خیال نہیں ہے۔

ازاں بعد میرزا مسعود بیگ صاحب ہیڈ ماسٹر سکول نمبر ۲ نے ایک مختصر مگر جامع تقریر میں عالمی امن کی کوششوں پر روشنی ڈالی۔ آپ نے ۱۹۱۴ء کی جنگ عظیم کے بعد اقوام عالم کی ان کوششوں کا ذکر کیا جو لیگ آف نیشنز کو معرض وجود میں لانے کا موجب ہوئیں۔ لیکن امن قائم نہ ہو سکا۔

۱۹۳۹ء میں دنیا دوبارہ آگ و آتش کے اس کھیل میں دھکیل دی گئی جس کو دوسری جنگ عظیم کہا گیا ہے۔ وہ جنگ ختم ہوئی۔ تو پھر دنیا کو امن کی خواہش پیدا ہوئی اور "اقوام متحدہ" کی بنیاد رکھی گئی۔

اس انجمن کا صدر مقام لیک سکسیس ہے۔ اس کے ۶۳ ممبر ہیں۔ جن کی نمائندہ جماعت کو "حفاظتی کونسل" کہتے ہیں۔ اس کے علاوہ دوسری بھی شاخیں ہیں۔ جو نہایت مفید کام کر رہی ہیں۔ ہم مسلمانوں کو ... کا حکم ہے کہ نیک کاموں میں ہر جماعت سے تعاون کریں اور اس کے اغراض و مقاصد کو

پیغام صلح
جلد | یوم چہارشنبہ۔ مؤرخہ ۹ صفر | نمبر

"آرہا ہے اس طرف احرار یورپ کا مزاج"

مشہور فلسفی برٹرنڈرسل کا کمیونزم اور مذہب پر تبصرہ

شیخ محمد اصف انچارج شعبہ پبلسٹی

ہفت روزہ اقدام لاہور کی ۲۷ر اکتوبر ۱۹۵۲ء کی اشاعت میں "فلسفی رسل سے دلچسپ گفتگو" کے عنوان سے ایک مضمون چھپا ہے۔ جس میں ایک گفتگو کی تفصیل ہے جو پاکستان کے ایک ذہین اور علم دوست طالب علم نے فلسفی مذکور سے ایک ملاقات کے دوران میں کی۔ برٹرنڈرسل کوئی معمولی انسان نہیں بلکہ یورپ کا ایک عظیم مفکر ہے جس نے فلسفیانہ، اجتماعی اور معاشرتی مسائل کے متعلق ایک منفرد اسلوب کو پیش کیا ہے جو زمانہ قبل تاریخ سے لے کر موجودہ دور تک انسان کے تمدنی ارتقاء کے متعلق نہایت صائب اور متوازن انداز فکر کا حامل ہے۔ برٹرنڈرسل کا دماغ حرکی، تخلیقی اور زندہ ہے۔ رسل کے ذہن میں تاریکیاں کم اور اجالے زیادہ ہیں۔ طالب علم موصوف نے ملاقات کے دوران میں جو سوالات کئے ان میں سے تین سوالات (۱) کمیونزم (۲) مذہب اور (۳) اسلام کے متعلق ہیں جو قارئین "پیغام صلح" کے مطالعہ کے لئے درج ذیل ہیں :-

(۱) آپ کا اشتراکیت کے متعلق کیا خیال ہے :-

"میں اس موضوع پر بہت کچھ لکھ چکا ہوں۔ معلوم ہوتا ہے تم نے میری تحریر مطالعہ نہیں کیں ؟ میں نے آپ کا اکثر لٹریچر پڑھا ہے ابتداء میں تو آپ اشتراکیت کے حامی تھے اور اس کے اقتصادی ایپروچ کے بڑے مداح ——

تم ٹھیک کہتے ہو میرے بچے! لیکن غالباً تمہیں معلوم نہیں کہ میں نے روس میں کافی دن گذارے ہیں۔ میں نے روس میں اشتراکی نظام کا تمہید مطالعہ کیا ہے جب میں وہاں سے لوٹا تو میرے سارے خواب پریشان ہو چکے تھے اور میں ہی نہیں لیبر پارٹی کے دماغ آنجہانی ہیرالڈ لاسکی بھی میری طرح غیر مطمئن آئے۔ اشتراکیت میں بعض خوبیاں ضرور پائی جاتی ہیں لیکن اس کا بنیادی محور غلط ہے نظام کی سخت گیری، انفرادی آزادی کا فقدان، خفیہ پولیس کی حکومت۔ آزادانہ غور و فکر پہ پابندی، راشن بندی کی زندگی اور اس قسم کی سینکڑوں باتیں ہیں جو انسانی ارتقاء کی قاتل ہیں۔ ایک برطانوی باشندہ اس قسم کے نظام کا کبھی تصور بھی نہیں کر سکتا۔ تم جانتے ہو کہ مغربی تہذیب اب تک کس چیز کے بل بوتہ پر زندہ ہے؟ آزادی کی روح کے بل پر۔ ہم انفرادی اور اجتماعی آزادی کے اتنے خوگر ہو چکے ہیں کہ ہمارے لئے کسی ایسے نظام کی اطاعت ناقابل برداشت ہے، جو آزادی سے مالا مال نہ ہو"۔

(۲) آپ مذہب کے قائل ہیں ؟ :-

"ماضی میں اس ادارہ کا انسانیت پر بڑا احسان ہے۔ ہماری شخصی اور اجتماعی زندگی کی بہت سی اقدار مذہبی ہیں۔ ہم ان کو عقیدتاً نہیں بلکہ ضرورتاً باقی رکھنے پر مجبور ہیں۔ وہ مذہب باقی رہنا چاہیئے جو انسان کی روح کی تمنا بن سکے۔ انسانیت کو یہ دگر ایسے مذہب کی ضرورت ہے جو انسان کی روح کو تنویر بخشے اور صنعتی تہذیب کی خوفناک حد تک بڑھتی ہوئی مادیت کو ہلکا کر سکے"۔

(۳) آپ نے اسلام کا بھی مطالعہ کیا ہے ؟ :-

"ہاں! کیوں نہیں۔ میں نے اسلام کے فلسفہ کو نہایت غور سے پڑھا ہے اور اس سے خاصا متاثر ہوا ہوں۔ میں نے اپنی کتاب تاریخ فلسفہ مغرب میں اسلام کے فلسفیانہ رول پر گفتگو کی ہے"۔

کتنا مختصر، کتنا جامع اور کتنا خیال انگیز بیان ہے اس کا کمیونزم کے خلاف رد عمل اور ترقی پسند مذہب کے امتزاج سے کیا نتیجہ نکلتا ہے۔ وہ کونسا موجود مذہب ہے جو یورپ اور باقی دنیا کے نئی اور اخلاقی تقاضوں کو پورا کر سکتا ہے؟ اس کا منطقی جواب صرف یہ ہے کہ صرف اسلام ہی وہ زندہ اور موجود مذہب ہے جو موجودہ دور کے ذہنی اور تمدنی مطالبوں کو پورا کر سکتا ہے۔ عیسائیت تو یورپ میں ناکام ہو چکی ہے اور باقی دنیا کے طول و عرض میں اس کی دھجیاں بکھری پڑی ہیں، موجودہ دور کا اجتماعی مزاج اس "خرافاتی" اور "تحکمانہ مذہب" کا متحمل نہیں ہو سکتا۔ دنیا کو صرف ایسے مذہب کی ضرورت ہے جس کا تعلق زندگی اور اس کے انسانی مظاہر سے ہو۔ ضرورت ہے کہ اسلام کو دینیات سے آگے بڑھ کر اجتماعی اور عمرانی انداز سے پیش کیا جائے۔ برٹرنڈرسل نے کہا ہے "وہ مذہب باقی رہنا چاہیئے جو انسان کی روح کو تنویر بخشے اور صنعتی تہذیب کی خوفناک حد تک بڑھتی ہوئی مادیت کو ہلکا کر سکے" یہ خوبیاں صرف اسلام کی نمایاں خصوصیات ہیں۔ کسی دوسرے تفصیلی مقالہ میں ہم اسلام کی ان خصوصیات کو عقلی اور معیاری انداز میں پیش کریں گے۔ اس وقت ہم صرف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ برٹرنڈرسل کے اس بیان میں کتنے نمایاں اشارات مذہب کی ضرورت کے متعلق موجود ہیں۔ یہ اشارات سطحی نہیں فلسفہ تاریخ اور فلسفہ اجتماع کے گہرے مطالعہ کا نتیجہ ہیں۔ ان اشارات میں غور و فکر کرنے والے احباب کے لئے لمحہ فکریہ موجود ہے۔

مودودی مطالبات

پچھلے دنوں سے مودودی جماعت کی طرف سے کچھ مطالبات ایک اشتہاری شکل میں طبع کرائے گئے ہیں اور کچھ لوگ ان مطالبات کو جگہ جگہ لئے پھرتے اور ان پر دستخط کرا رہے ہیں۔ تاکہ حکومت کے پاس بھیجکر یہ ثابت کیا جائے کہ یہ مطالبات جمہور مسلمانوں کی طرف سے ہیں، یہ مطالبات کل نو شقوں پر منقسم ہیں، جن میں آخری اور نویں شق یہ ہے :-

"قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیتوں کی فہرست میں شامل کر کے ان کے لئے بھی جداگانہ انتخاب کے ساتھ آبادی کے لحاظ سے نشستیں مقرر کر دی جائیں"۔

یہ ان لوگوں کا مطالبہ ہے جو بڑے روشن خیال اور صاحب علم بنے پھرتے ہیں اور انہی مطالبات کی ابتدائی آٹھ شقوں میں ... پاکستان کا آئندہ دستور شریعت اسلامی کے مطابق بنانے کا مطالبہ کر رہے ہیں۔

ہم دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ کیا یہی شریعت اسلامی نے انہیں اجازت دی ہے کہ ان لوگوں کو جو اپنے عقیدہ و عمل کے لحاظ سے رات دن اپنا مسلمان ہونا ثابت کر رہے ہیں اور مودودیوں سے بڑھکر خدمت اسلام میں مصروف ہیں غیر مسلم قرار دیدیا جائے ؟ کیا مودودی حضرات اور ان کے امیر اس بات پر روشنی ڈالیں گے کہ کسی کلمہ گو کو کافر یا غیر مسلم قرار دینا شریعت اسلام نے کہاں جائز ٹھیرایا ہے؟ کیا لا تقولوا لمن القی الیکم السلام لست مومنا کی آیہ کریمہ شریعت اسلامی میں داخل نہیں؟ کیا اقتلت بعد ما قال لا الہ الا اللہ کا فرمان رسول شریعت اسلامی کے اس بنیادی عقیدہ کو واضح نہیں کرتا کہ کلمہ گو کو کافر قرار دینا خدا اور رسول صلعم کے نزدیک صریح ظلم ہے، کیا من صلی صلوتنا واستقبل قبلتنا واکل ذبیحتنا فذالک المسلم الذی لہ ذمۃ اللہ وذمۃ رسولہ فلا تخفروا اللہ فی ذمتہ کا فرمان نبوی شریعت اسلامی کا حصہ نہیں؟ اور احمدیوں کو کافر قرار دینے والے خدا و رسول کے عہد کو توڑنے والے نہیں؟ آخر ہمیں بتایا جائے کہ وہ کونسی شریعت اسلامی ہے، جس کے رو سے مودودی حضرات نے یہ نویں شق اپنے مطالبات میں داخل کی ہے؟ اور اس مطالبہ کے ہوتے ہوئے کونسی شریعت اسلامی کے مطابق وہ پاکستان کا دستور بنوانا چاہتے ہیں؟ کیا یہ صریح پاگل پن نہیں کہ ایک طرف تو یہ مطالبہ کیا جائے کہ :-

"(۱) ملک کا قانون اسلامی شریعت ہوگا

(۲) کوئی ایسی قانون سازی نہ کی جائے گی جو شریعت کے احکام یا اصول کے خلاف ہو"

اور دوسری طرف اسی صفحہ پر نویں شق میں ایسی قانون سازی کا مطالبہ کیا جائے جو شریعت کے مندرجہ بالا احکام یا اصول کے صریح خلاف ہے یا تو اس شریعت کا پتہ دیا جائے جو ایسی قانون سازی کی متقاضی ہے ورنہ ان متضاد مطالبات کی دانشمندوں کی نگاہ میں جو وقعت ہو سکتی ہے ظاہر ہے۔

اس کیساتھ ہی ہم نہایت افسوس کے ساتھ یہ بھی عرض کرنا چاہتے ہیں کہ ان مطالبات پر دستخط کراتے ہوئے نویں شق کو عموماً پردہ اخفاء میں رکھا جاتا ہے اور اگر کوئی دستخط کنندہ پڑھنا چاہے تو زیادہ تر پہلی ہی شقیں دکھا کر اسے مطمئن کر دیا جاتا ہے، جس سے کئی لوگوں کو دھوکا لگ چکا ہے یہاں تک کہ ہمیں معلوم ہوا ہے کہ بعض احمدی حضرات نے بھی تمام مطالبات کو پڑھے بغیر دستخط کر دیئے۔ یہ کسی طرح جائز نہیں، دستخط کرانے والوں کی اس خلاف شریعت حرکت کے متعلق تو ہم کچھ کہنا نہیں چاہتے، دستخط کنندگان سے ہی عرض کریں گے کہ وہ اس بارہ میں حزم و احتیاط سے کام لیں، اور تمام مطالبات کو پڑھے بغیر ہرگز دستخط نہ کریں۔ بالخصوص ایسے مطالبہ پر جس میں ایک خادم اسلام جماعت کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے پر زور دیا گیا ہے دستخط کرتے ہوئے پہلے

برلن مسلم مشن کی تبلیغی سرگرمیاں

(تین ماہہ رپورٹ)

ہفتہ بھر کا پروگرام

جرمن مسلم مشن کی تبلیغی سرگرمیاں بفضلہ تعالیٰ روزافزوں ترقی پر ہیں، اور ایک باقاعدہ مرتب شدہ پروگرام پر بلا ناغہ عمل ہوتا ہے۔ اس پروگرام میں جمعہ کی نمازوں اور خطبات کے علاوہ، قرآن کلاس بچوں کی کلاس اور عربی کلاسیں بھی شامل ہیں، موخر الذکر کلاسوں کے علاوہ باقی تمام ہفتہ میں صرف ایک دن لگتی ہیں، عربی کلاسیں ہر پیر، بدھ اور جمعرات کو لگتی ہیں، اس لحاظ سے ہفتہ کے علاوہ باقی تمام دنوں میں مسجد میں کوئی نہ کوئی درس و تدریس اور لیکچر و خطبات ہوتے ہی رہتے ہیں۔ گزشتہ چند مہینوں سے حاضرین کی تعداد بڑھتی چلی جارہی ہے، چونکہ عربی پڑھنے والے طلباء کی تعداد زیادہ ہوگئی ہے اس لئے ایک اور عربی کورس شروع کیا گیا ہے۔

۳۱ر اگست کو جرمن مسلمانوں نے عید الاضحیٰ کی تقریب منائی، جس میں ۵۰ مسلمان شامل ہوئے، عید کی نماز حافظ منظور الدین احمد نے پڑھائی اور انہوں نے ہی خطبہ دیا۔ نماز کے بعد تمام مسلمان امام صاحب کے مکان میں جمع ہوگئے، جہاں ناشتہ وغیرہ دیا گیا، عید کی تقریب بڑی اچھی سپرٹ اور برادرانہ فضا میں منائی گئی۔

تقاریر اور لیکچر

مقررہ باقاعدہ پروگرام کے علاوہ حسب ذیل لیکچر دیئے گئے:-

۲ر جولائی کو Kirchliche Hochschule کے چالیس طلباء امام صاحب کی باتیں سننے کے لئے مسجد میں آئے، اس کے چند دن بعد ۸ر جولائی کو برلن ٹیکنیکل یونیورسٹی میں تعلیمات اسلام پر لیکچر دینے کے لئے امام صاحب کو مدعو کیا گیا، ۱۲ر جولائی کو بروز ہفتہ امام صاحب نے اپنے مسلم دوستوں کو مصر کے متعلق ایک لیکچر سننے کی دعوت دی یہ لیکچر ایک جرمن مسلم نے دیا جس نے ایک سال ہوا مشرق وسطیٰ کا دورہ کیا تھا، اس لیکچر میں حالت سفر کی ایک فلم دکھائی گئی اور مصر کی تمدنی زندگی کے متعلق حالیہ ترقیات کو بہت سی اچھی اچھی تصاویر سے واضح کیا گیا، ۱۵ر جولائی کو جرمن ہائر سکول کی ایک جماعت امام صاحب کی مہمان تھی، امام صاحب نے اسلام کی بنیادی تعلیمات سے انہیں آگاہ کیا، اور اس طرح سے ان نوجوانوں کے دلوں سے اسلام کے متعلق بہت سی غلط فہمیاں دور کردیں، ۱۸ر جولائی کو امام صاحب سے برلن سے باہر ایک بین الاقوامی یوتھ کیمپ میں لیکچر دینے کی درخواست کی گئی جس کو حاضرین نے بہت بڑی دلچسپی اور پوری توجہ کے ساتھ سنا۔ جرمن ایشیاٹک سوسائٹی نے جو بہت بلند سٹینڈرڈ کی مالک ہے۔ ۳۰ر جولائی کو اسلامی فلاسفی پر لیکچر دینے کے لئے امام صاحب کو دعوت دی، یہ لیکچر جو بہت محنت کے ساتھ تیار کیا گیا تھا تمام حاضرین نے نہایت پسند کیا، اور اس پر خوشی و مسرت کا اظہار کیا۔

امام ووکنگ برلن میں

یوتھ کیمپ کے ممبران جنہیں ۱۸ر جولائی کو لیکچر دیا گیا تھا ۱۰۰ تھے ۔۔۔ ۳۱ر جولائی کو پروفیسر ڈاکٹر محمد عبداللہ صاحب امام شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان کا ایک لیکچر سننے کے لئے مسجد میں آئے ڈاکٹر صاحب موصوف معہ اہل و عیال ۲۷ر جولائی کو تین ہفتہ کے لئے برلن آئے تھے۔ ڈاکٹر عبداللہ صاحب، ان کی اہلیہ محترمہ اور صاحبزادی نے ۴ر اگست کو جرمن ٹیلی ویژن سٹیشن پر بیانات دیئے یہ بیانات ۱۵ منٹ میں ختم ہوگئے، ۵ر اگست کو یہی بیانات جرمنی کے این۔ ڈبلیو۔ ڈی۔ آر ریڈیو سٹیشن سے دوہرائے گئے۔ ۱۴ر اگست کو پاکستان کے یوم آزادی کی تقریب پر امام صاحب نے برلن مسلم کمیونٹی اور غیر مسلم دوستوں کو چائے پر مدعو کیا، تاکہ وہ اس موقعہ پر ڈاکٹر محمد عبداللہ صاحب سے ملاقات کرسکیں جو سالہا سال برلن مسجد کے امام رہ چکے ہیں اور ان تمام لوگوں میں جو ان کے قیام برلن کے ایام میں ان سے ملتے تھے نہایت عزت و وقار کی نظروں سے دیکھے جاتے ہیں۔

ریڈیو سے تقریر

بین الاقوامی یوتھ کیمپ کے لیڈر ایک دفعہ پھر امام صاحب کے پاس لیکچر کی درخواست لیکر آئے یہ لیکچر ۱۶ر اگست کو ہوا۔ ۲۰ر اگست کو امام صاحب نے برلن کے آر۔ آئی۔ اے۔ ایس ریڈیو سٹیشن سے اپنی مقررہ تقریر کی، یہ تقاریر وقتاً فوقتاً ریڈیو سے براڈکاسٹ کی جاتی ہیں۔ آخری قابل ذکر لیکچر ۲۰ر ستمبر کو برلن مسجد میں پیغام اسلام کے موضوع پر ہوا۔

لیکچروں کے فوائد و اثرات

متذکرہ بالا تمام لیکچروں میں لوگ کثرت سے شامل ہوتے رہے اور ان کا بہت اچھا اثر ہوا، ان لوگوں میں سے جو ایک یا دو لیکچروں میں شامل ہوئے بہت سے ایسے ہیں جنہوں نے اسلام کے متعلق مزید واقفیت حاصل کرنے کے لئے مسجد میں آنا شروع کردیا اور اب ہمارے مقررہ پروگراموں میں باقاعدہ حصہ لیتے ہیں۔

چار جرمن نومسلم

عرصہ زیر رپورٹ میں چار جرمن اسلام میں داخل ہوئے ان کے نام یہ ہیں:- (۱) مسز عائشہ احمد (۲) مس پیٹرز (۳) مسٹر ابین فلیڈر اور مسز ایجیٹ حم

سفیر پاکستان مسجد برلن میں

۱۷ر اگست کو ہز ایکسی لینسی ڈاکٹر ملک عمر حیات سفیر پاکستان متعینہ جرمنی مسجد برلن کی زیارت کے لئے آئے، ڈاکٹر شیخ محمد عبداللہ صاحب اور امام صاحب سے گفتگو کے دوران میں انہوں نے یقین دلایا کہ برلن مسلم مشن کے کام سے انہیں گہری دلچسپی ہے اور جب اور جہاں کہیں ان کی امداد کی ضرورت پیش آئے وہ اس سے دریغ نہ کریں گے۔

دوسرے زائرین

ہز ایکسی لینسی ملک عمر حیات کے علاوہ دوسرے بہت سے مشرقی ممالک سے آنے والے مسلمان بھائی مسجد کی زیارت کے لئے وقتاً فوقتاً آتے رہے ان میں سے بعض کے اسمائے گرامی حسب ذیل ہیں:-

(۱) جلال حسین صاحب سینیٹر مصر
(۲) ڈاکٹر حمید اللہ حیدرآباد دکن
(۳) مسٹر عبدالصمد لاہور
(۴) مسٹر شریف بخش صاحب اور ان کی اہلیہ صاحبہ لاہور سے
(۵) مسٹر خیاشی قاہرہ سے۔

اور بہت سے دوسرے حضرات، ان سب نے مشن کے کاموں کو بہت سراہا اور امید ظاہر کی کہ آئندہ بھی یہ مشن اسی طرح کامیاب رہیگا جیسا کہ گزشتہ چند سالوں میں اسے کامیابی نصیب ہوئی۔

پرائیویٹ ملاقاتیں

باضابطہ لیکچروں کے علاوہ امام صاحب پرائیویٹ حلقوں میں بھی اپنا مشنری کام جاری رکھتے ہیں، آپ نے برلن مسجد کی علمی زندگی سے تعلق رکھنے والے بڑے بڑے اہم حلقوں میں اچھے روابط قائم کر رکھے ہیں، اور اس سلسلہ میں جو دعوتیں ان کو آتی ہیں ان سب کو قبول کرنا ان کے لئے بہت ہی مشکل ہوتا ہے۔

برلن مسجد نیوز سروس

اسی سلسلہ میں یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ برلن مسجد نیوز سروس ابھی تک جاری ہے، اگست کے مہینہ سے قرآن کریم کا ایک گشتی ترجمہ اور تفسیر اس سروس نے شائع کیا اور یہ ان دوستوں کی درخواست پر کیا گیا جو قرآن کریم کے جرمن ترجمہ کے لئے دلی تمنا اور تڑپ رکھتے ہیں اگرچہ اس نیوز سروس کی تیاری بہت سا وقت چاہتی ہے، تاہم وہ جرمنی کے مختلف حصص کے رہنے والے مسلمانوں کا تعلق مسجد کے ساتھ جوڑنے میں بہت کارآمد ثابت ہوئی ہے۔

نیو ورلڈ آرڈر

آخری ایام میں مولانا محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب نیو ورلڈ آرڈر کا جرمن ترجمہ شائع کیا گیا، اور اس کی ایک ہزار کاپی طبع کرائی گئی جو اس موضوع سے دلچسپی رکھنے والے جرمنوں میں جلد ہی تقسیم کردی جائے گی۔

مختلف خدمات

تبلیغی کاموں کے علاوہ دوسری سینکڑوں قسم کی خدمات ہیں جو برلن مسلم مشن کی طرف سے ان لوگوں کے لئے سرانجام دی جارہی ہیں جنہیں ان کی ضرورت ہو، اس کے ساتھ ہی انتظامی فرائض اور خط و کتابت کے کام کو بھی نگاہ رکھنا پڑتا ہے اگرچہ یہ مختلف قسم کی بے شمار خدمات عملہ برلن مسجد کی ہمت سے بڑھکر ہیں

پیغام صلح کے فائلوں کی ضرورت

لائبریری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کے لئے پیغام صلح کے حسب ذیل فائلوں کی ضرورت ہے جماعت کے جن دوستوں کے پاس فائلیں ہوں اور وہ قیمتاً یا مفت دے سکیں تو مطلع فرمائیں:-

۱۹۱۳-۱۴ء، ۱۹۱۸ء، ۱۹۲۸ء، ۱۹۳۴ء، ۱۹۳۶ء، ۱۹۳۷ء، ۱۹۳۸ء، ۱۹۳۹ء، ۱۹۴۷ء، ۱۹۴۸ء، ۱۹۵۰ء، ۱۹۵۲ء۔

خاکسار۔ احمد یار۔ اسسٹنٹ سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

احباب و خریداران پیغام صلح توجہ فرمائیں

کئی بار مینیجر صاحب پیغام صلح کی طرف سے اس امر کی طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ پتہ تبدیل کروانے کے لئے یا مینیجر صاحب پیغام صلح کے دفتر کے متعلق کسی امر کی بابت تحریر فرماتے وقت خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیا جائے مگر اکثر خطوط آتے رہتے ہیں جن میں خریداری نمبر کا ذکر نہیں ہوتا۔ اس معمولی سی بات کو اگر احباب بوقت تحریر نگاہ میں رکھیں اور اخبار کے متعلق کوئی استفسار یا شکایت لکھتے وقت اپنا خریداری نمبر لکھدیا کریں تو اس سے دفتر والوں کا بہت سا قیمتی وقت بچ جاتا ہے۔

احمد حسن۔ بی۔ اے جنرل سیکرٹری

مولانا مودودی اور قتلِ مرتد کا مسئلہ

از قلم چوہدری محمد حسین صاحب چیمہ ایڈووکیٹ گجرات

مقدس جنگ

ہمارے ملک میں اس وقت ایک مقدس جنگ لڑی جا رہی ہے جس میں الفاظ کے حربے نہایت شدت اور نہایت آزادی سے استعمال کئے جا رہے ہیں۔ بہتان طرازیوں، افترا پردازیوں اشتعال انگیزیوں اور فتنہ سازیوں کا ایک طوفان ہے۔ جو ہر شو تباہیوں اور بربادیوں کا ایک سماں باندھتا چلا جا رہا ہے۔ یوں تو ہمارے علماء گذشتہ تیرہ سو برس سے شغل تکفیر میں لگے ہوئے ہیں مگر اس زمانہ میں جس طرح انہیں اپنے دل کی بھڑاس نکالنے کا موقعہ ملا ہے۔ اس سے قبل شاید ہی ملا ہو۔ اب انہوں نے مذہب کے مقدس فریضہ میں سیاست کی چاشنی بھی دیدی ہے۔ اور اپنے تخریبی کارناموں میں زیادہ لذت اور حلاوت پیدا کر دی ہے اور حکومت سے انہیں من مانی کارروائیاں کرنے کی پوری آزادی حاصل ہے۔ اور حکومت نے شاید یہ بھی کہدیا ہو کہ اگر تم اسلام کو مٹا سکتے ہو تو زور لگا کر دیکھ لو۔

ملک کے سنجیدہ طبقہ کے لوگ اس مقدس جنگ میں غیر جانب دار ہیں اور محض تماشائی کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ان کے خیال میں ختم نبوت کا تحفظ تو خود خدا تعالےٰ نے کر دیا ہوا ہے اس نے رسول اللہ صلعم کے بعد نبیوں کا آنا بند کر دیا ہے۔ مکمل نبوت اور مکمل شریعت انسانوں کو عطا ہو چکی ہے۔ اب نہ کوئی نبوت آئے گی اور نہ کوئی شریعت اس لئے وہ مطمئن ہیں۔

علماء کس چیز کا تحفظ کر رہے ہیں؟

سوال یہ ہے کہ علماء کس چیز کا تحفظ کر رہے ہیں؟ سچے نبیوں کا آنا جناب باری سے بند ہو چکا ہے۔ یہ علماء دنیا سے جھوٹے نبیوں کا ظہور بند کر دیں گے؟ اور آجکل یعنی ۱۹۵۲ء کے دوران میں شاید ان کے محکمہ سراغ رسانی نے انہیں خبریں دی ہیں کہ ملک کے مختلف شہروں سے انبیاء کا ظہور ہونے والا ہے۔ اور یہ لوگ کبھی لاہور سے کبھی حافظ آباد کبھی اوکاڑہ کبھی ڈسکہ بھاگے بھاگے جا رہے ہیں اور وہاں کانفرنسیں منعقد کر کے نبوت کے آئندہ امیدواروں کو ان کے دعووں سے روک رہے ہیں، زیادہ از خطرہ اس ملک کی منڈیوں میں پیدا ہو رہا ہے ۔۔۔ شاید آڑھتی ۔۔۔ غلہ کی گرانی کا مداوا نبوت کی ارزانی سے کرنا چاہتے ہیں۔

کلمہ طیبہ کا احترام

مگر مقصد تو یہ ہے کہ علماء کی اس دوڑ دھوپ سے کلمہ طیبہ کا احترام دلوں سے محو ہو رہا ہے۔ اور قوم کی سالمیت پر کاری ضرب لگائی جا رہی ہے۔ علماء کے ہاں تو پہلے بھی کلمہ طیبہ کا کچھ احترام نہ تھا۔ مگر اب تو ایک عالمگیر تحریک کے رنگ میں اس کی توہین کی جا رہی ہے۔ اس جنگ میں کلمہ طیبہ کے دفاع میں بہت سے بھی علماء سے چند چھڑپیں لی ہیں۔ اور اسی وجہ سے کچھ تازہ تازہ زخم لے کر ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ جہاں تک ہوا ہوں۔

اس فتنہ کے قائدین میں مولانا مودودی کی شمولیت

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ مجھے جب اس فتنہ کے قائدین میں مولانا مودودی صاحب نظر آئے۔ تو میں بہت گھبرایا۔ میں خیال کرنے لگا کہ اس پایہ کا عالم جو تمام کائنات پر اسلام کا غلبہ چاہتا ہے۔ اور جس کا اسلام کائنات کی طرح وسیع و عریض ہے وہ جو خود تنگ نظر علماء کی تکفیر بازی کا نشانہ بن رہا ہے۔ کیونکر اس سستی شہرت کے حصول اور اس بازاری ہنگامہ آرائی میں لگ سکتا ہے۔ جس سے تمام سنجیدہ مزاج افراد اور متین طبع جماعتیں الگ تھلگ ہیں۔ میں حیران تھا۔ کہ تجدید کی ایک نئی تحریک اٹھانے والا مجتہد کیونکر کسی کلمہ گو اور اہل قبلہ جماعت کی تکفیر بازی پر راضی ہوگا۔

حیرت انگیز انکشافات

میں گہری سوچ میں پڑ گیا۔ اور مودودی صاحب کے نظریات کو دیکھنے کے لئے ان کی چند ایک کتب کا مطالعہ شروع کر دیا۔ اس مطالعہ کے دوران میں مجھ پر حیرت انگیز انکشافات ہوئے اور میرا تمام نظام فکر جنبش کھانے لگا۔ خوبصورت الفاظ اور دل آویز فقروں کے قلعوں کے اندر مجھے خطرناک سانپ اور بچھو نظر آئے۔ میں حیران رہ گیا کہ ان حسین الفاظ میں پسندیدہ نظریوں کے اندر اسلام کی کس قدر بھونڈی تصویر دنیا کے سامنے پیش کی جا رہی ہے اور تعلیمات اسلامی پر اس قدر خطرناک یورش اور اسلام کے اندر سے اس کی تخریب اور اس کے انتشار کی اس قدر مہیب کوشش ہے کہ بیرونی دشمن کا حملہ اس کے مقابلہ پر کچھ حیثیت نہیں رکھتا۔

مودودی صاحب کی زہر چکانیاں اور اہل علم طبقہ کی غفلت

یہ کچھ مبالغہ آمیزی نہیں۔ میں ابھی مودودی صاحب کی لرزا دینے والی اور چونکا دینے والی تعلیم سے پردہ اٹھانا چاہتا ہوں اور ابھی آپ لوگوں کو مودودی صاحب کے کپکپی دینے والے اور تڑپا دینے والے الفاظ سے روشناس کئے دیتا ہوں۔ البتہ مجھے افسوس ہے کہ سرزمین پنجاب کے بڑے بڑے فضلا بلند پایہ اہل قلم۔ فصیح البیان ادیب، نکتہ ور اور مضمون نگار مصنفین کہاں سوئے رہے کہ مولوی مودودی روز روشن میں پنجاب ایسے علم دوست اور روح اسلام سے آشنا صوبہ میں بیٹھ کر اس قسم کی زہر چکانیوں پر قادر ہو گئے۔ ہمارے بڑے بڑے دانشور اور قادر الکلام متکلمین کو بھی کوئی جنبش نہ ہوئی۔

اسلام اور سزائے ارتداد

آؤ اس ڈرامے کا ایک سین دیکھیں:۔

مولانا مودودی صاحب نے ایک کتابچہ لکھا ہے جس کا عنوان ہے "ارتداد کی سزا اسلامی قانون میں" اور انہوں نے اس میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ کہ اسلام میں تبدیلی رائے اور تبدیلئ عقیدہ کی سزا قتل ہے۔ ان کی کتاب یوں شروع ہوتی ہے:۔

"یہ بات اسلامی قانون کے کسی واقف کار آدمی سے پوشیدہ نہیں ہے کہ اسلام میں اس شخص کی سزا قتل ہے جو مسلمان ہو کر پھر کفر کی طرف پلٹ جائے۔ اس باب میں پہلا شک جو مسلمانوں میں پیدا ہوا۔ وہ انیسویں صدی کے دور آخر کی تاریک خیالی کا نتیجہ تھا۔ ورنہ اس سے پہلے کامل بارہ سو برس تک یہ تمام امت کا متفق علیہ مسئلہ رہا۔ اور ہمارا پورا دینی لٹریچر شاہد ہے کہ قتل مرتد کے معاملے میں مسلمانوں کے درمیان کبھی دو رائیں نہیں پائی گئیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم، خلفائے راشدین، صحابہ کبار، تابعین، آئمہ مجتہدین اور ان کے بعد ہر صدی کے علماء شریعت کی تصریحات کتابوں میں موجود ہیں ان سب کو جمع کر کے دیکھ لیجئے آپ کو خود معلوم ہو جائیگا کہ دور نبوت سے لے کر آج تک اس مسئلے میں ایک ہی حکم مسلسل اور متواتر چلا آ رہا ہے۔ اور کہیں اس شبہ کے لئے کوئی گنجائش نہیں پائی جاتی کہ شاید مرتد کی سزا قتل نہ ہو"

اس "مسلمہ" اور ان کے زعم میں دلائل قطعیہ یقینیہ سے ثابت شدہ حقیقت کے متعلق شکوک پیدا کرنے والوں کے بارے میں ان کا ارشاد ہے کہ:۔

"اس قسم کے تشکیک پیدا کرنے کی بجائے درحقیقت ان لوگوں کے لئے زیادہ معقول طریقہ یہ تھا۔ کہ جو کچھ واقعہ ہے اور مستند شہادتوں سے ثابت ہے اسے واقعہ کی حیثیت سے تسلیم کر لیتے اور پھر خود اس امر پر غور کرتے کہ آیا ہم اس دین کا اتباع کریں یا نہ کریں جو مرتد کو موت کی سزا دیتا ہے"

مسلمانوں کو ترکِ اسلام کی دعوت

مولانا کو پلیٹ ۔۔۔ اس عقیدہ قتل مرتد پر اس قدر شدید اصرار ہے کہ وہ ان مسلمانوں کو جو اس عقیدہ سے اختلاف رکھتے ہیں اور اسلام کو آزادئ رائے اور آزادی عقائد کا تمام مذاہب عالم میں واحد علمبردار سمجھتے ہیں انہیں صریح اور غیر مبہم الفاظ میں وہ ترک اسلام کی دعوت دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ایسے لوگوں کے لئے اسلام میں قطعاً کوئی گنجائش نہیں!

ایک بے تعلق آیت

یہ تو ہے اس معرکۃ الآرا تصنیف کی ابتداء اس کے بعد مولانا نے سارے قرآن کریم میں سے اپنے اس عقیدہ کے جواز میں ایک آیت نقل کی ہے جس سے غالباً آج تک کسی قتل مرتد کا جواز نہیں نکالا نہ اس آیت کا درحقیقت اس مسئلہ سے کوئی تعلق ہے۔ قرآن کریم میں متعدد آیات مسئلہ ارتداد کے متعلق موجود ہیں جن کو مولانا نے اپنے مطلب کے خلاف سمجھ کر ۔۔۔ چھوا تک نہیں۔

دربار نبوی کا ہیبت ناک نقشہ

اس کے برخلاف ہمارا یہ روشن خیال اور ماڈرن مولوی حضور نبی کریم صلعم کے دربار کا جو نقشہ دنیا کے سامنے پیش کرتا ہے اس کا قلم اس نقشہ کو تیار کرتے وقت نہ جھجکا ہے نہ لرزا ہے اور نہ ملول ہوا ہے نہ مختل۔ نقل کفر کفر نباشد

مولانا مودودی اور قتلِ مرتد کا مسئلہ

از قلم چوہدری محمد حسین صاحب چیمہ ایڈووکیٹ گجرات

مقدس جنگ

ہمارے ملک میں اس وقت ایک مقدس جنگ لڑی جا رہی ہے جس میں الفاظ کے حربے نہایت شدت اور نہایت آزادی سے استعمال کئے جا رہے ہیں۔ بہتان طرازیوں، افترا پردازیوں اشتعال انگیزیوں اور فتنہ سازیوں کا ایک طوفان ہے۔ جو ہر سو تباہیوں اور بربادیوں کا ایک سماں باندھتا چلا جا رہا ہے۔ یوں تو ہمارے علماء گذشتہ تیرہ سو برس سے شغل تکفیر میں لگے ہوئے ہیں مگر اس زمانہ میں جس طرح انہیں اپنے دل کی بھڑاس نکالنے کا موقعہ ملا ہے۔ اس سے قبل شاید ہی ملا ہو۔ اب انہوں نے مذہب کے مقدس فریضہ میں سیاست کی چاشنی بھی دیدی ہے۔ اور اپنے تخریبی کاموں میں زیادہ لذت اور حلاوت پیدا کر دی ہے اور حکومت سے انہیں من مانی کارروائیاں کرنے کی پوری آزادی حاصل ہے۔ اور حکومت نے شاید یہ بھی کہدیا ہو کہ اگر تم اسلام کو مٹا سکتے ہو تو زور لگا کر دیکھ لو۔

ملک کے سنجیدہ طبقہ کے لوگ اس مقدس جنگ میں غیر جانبدار ہیں اور محض تماشائی کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ان کے خیال میں ختم نبوت کا تحفظ تو خود خدا تعالےٰ نے کر دیا ہوا ہے اس نے رسول اللہ صلعم کے بعد نبیوں کا آنا بند کر دیا ہے۔ مکمل نبوت اور مکمل شریعت انسانوں کو عطا ہو چکی ہے۔ اب نہ کوئی نبوت آئے گی اور نہ کوئی شریعت اس لئے وہ مطمئن ہیں۔

علماء کس چیز کا تحفظ کر رہے ہیں؟

سوال یہ ہے کہ علماء کس چیز کا تحفظ کر رہے ہیں؟ پیغمبر نبیوں کا آنا جناب باری سے بند ہو چکا ہے۔ یہ علماء دنیا سے نبیوں کا ظہور بند کر دیں گے؟ اور آجکل یعنی سنہ ۱۹۵۲ء کے وسط میں شاید ان کے محکمہ سراغرسانی نے انہیں خبریں دی ہیں کہ اسلامی مختلف شہروں سے انبیاء کا ظہور ہونے والا ہے۔ اور یہ لوگ کبھی ملتان ہوتے۔ کبھی حافظ آباد۔ کبھی اوکاڑہ، کبھی ڈسکہ بھاگے بھاگے جا رہے ہیں اور وہاں کانفرنسیں منعقد کر کے نبوت کے آئندہ امیدواروں کو ایسے دعووں سے روک رہے ہیں۔ زیادہ تر خطرہ اس ملک کی منڈیوں میں پیدا ہو رہا ہے۔ شاید آڑھتی بھی ملک کی گرانی کا مداوا نبوت کی ارزانی سے کرنا چاہتے ہیں۔

کلمہ طیبہ کا احترام

مگر عجب تو یہ ہے کہ علماء کی اس دوڑ دھوپ سے کلمہ طیبہ کا احترام دلوں سے محو ہو رہا ہے۔ اور قوم کی سالمیت پر کاری ضرب لگائی جا رہی ہے۔ علماء کے ہاں تو پہلے بھی کلمہ طیبہ کا کچھ احترام نہ تھا۔ مگر اب تو بجائے ایک عالمگیر تحریک کے رنگ میں اس کی توہین کی جا رہی ہے۔ اس جنگ میں کلمہ طیبہ کے دفاع میں بہت سے بھی علماء نے بعض چھیڑیں لی ہیں۔ اور اسی وجہ سے کچھ تازہ تازہ زخم سے کہ . . . . جہاں تک ہوا ہوں۔

اس فتنہ کے قائدین میں مولانا مودودی کی شمولیت

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ مجھے جب اس فتنہ کے قائدین میں مولانا مودودی صاحب نظر آئے۔ تو میں بہت گھبرایا۔ میں خیال کرنے لگا کہ اس پایہ کا عالم جو تمام کائنات پر اسلام کا غلبہ چاہتا ہے۔ اور جس کا اسلام کائنات کی طرح وسیع و عریض ہے وہ بھی خود تنگ نظر علماء کی تکفیر بازی کا تنہ کار بنا رہا ہے۔ کیونکہ اس سستی شہرت کے حصول اور اس بازاری ہنگامہ آرائی میں لگ سکتا ہے۔ جس سے تمام سنجیدہ مزاج افراد اور متین طبع جماعتیں الگ تھلگ ہیں۔ میں حیران تھا۔ کہ تجدید کی ایک نئی تحریک اٹھانے والا مجتہد کیونکر کسی کلمہ گو اور اہل قبلہ جماعت کی تکفیر بازی پر راضی ہوگا۔

حیرت انگیز انکشافات

میں گہری سوچ میں پڑ گیا۔ اور مودودی صاحب کے نظریات کو دیکھنے کے لئے ان کی چند ایک کتب کا مطالعہ شروع کر دیا۔ اس مطالعہ کے دوران میں مجھ پر حیرت انگیز انکشافات ہوئے اور میرا تمام نظام فکر جنبش کھانے لگا۔ خوبصورت الفاظ اور دل آویز فقروں کے قلعوں کے اندر مجھے خطرناک سانپ اور بچھو نظر آئے۔ میں حیران رہ گیا کہ ان حسین الفاظ میں پوشیدہ نظریوں کے اندر اسلام کی کس قدر بھونڈی تصویر دنیا کے سامنے پیش کی جا رہی ہے اور تعلیمات اسلامی پر اس قدر خطرناک یورش اور اسلام کے اندر سے اس کی تخریب اور اس کے انتشار کی اس قدر مہیب کوشش ہے کہ بیرونی دشمن کا حملہ اس کے مقابلہ پر کچھ حیثیت نہیں رکھتا۔

مودودی صاحب کی زہر چکانیاں اور اہل علم طبقہ کی غفلت

یہ کچھ مبالغہ آمیزی نہیں۔ میں ابھی مودودی صاحب کی لرزا دینے والی اور چونکا دینے والی تعلیم سے پردہ اٹھانا چاہتا ہوں اور ابھی آپ لوگوں کو مودودی صاحب کے کپکپی دینے والے اور تڑپا دینے والے الفاظ سے روشناس کئے دیتا ہوں۔ البتہ مجھے افسوس ہے کہ سرزمین پنجاب کے بڑے بڑے فضلا بلند پایہ اہل قلم۔ فصیح البیان ادیب، نکتہ دان اور نغز نگار مصنفین کہاں سوئے رہے کہ مولوی مودودی روز روشن میں پنجاب ایسے علم دوست اور روح اسلام سے آشنا صوبہ میں بیٹھ کر اس قسم کی زہر چکانیوں پر قادر ہو گئے۔ ہمارے بڑے بڑے پروفیسر اور قادر الکلام متکلمین کو بھی کوئی جنبش نہ ہوئی۔

اسلام اور سزائے ارتداد

آؤ اس ڈرامے کا ایک سین دیکھیں :۔

مولانا مودودی صاحب نے ایک کتابچہ لکھا ہے جس کا عنوان ہے "ارتداد کی سزا اسلامی قانون میں" اور انہوں نے اس میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ اسلام میں تبدیلئ رائے اور تبدیلئ عقیدہ کی سزا قتل ہے۔ ان کی کتاب یوں شروع ہوتی ہے :۔

" یہ بات اسلامی قانون کے کسی واقف کار آدمی سے پوشیدہ نہیں ہے کہ اسلام میں اس شخص کی سزا قتل ہے جو مسلمان ہو کر پھر کفر کی طرف پلٹ جائے۔ اس باب میں پہلا شک جو مسلمانوں میں پیدا ہوا۔ وہ انیسویں صدی کے دور آخر کی تاریک خیالی کا نتیجہ تھا۔ ورنہ اس سے پہلے کامل بارہ سو برس تک یہ تمام امت کا متفق علیہ مسئلہ رہا۔ اور ہمارا پورا دینی لٹریچر شاہد ہے کہ قتل مرتد کے معاملے میں مسلمانوں کے درمیان کبھی دو رائیں نہیں پائی گئیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم، خلفائے راشدین۔ صحابہ کبار۔ تابعین آئمہ مجتہدین اور ان کے بعد ہر صدی کے علماء شریعت کی تصریحات کتابوں میں موجود ہیں ان سب کو جمع کر کے دیکھ لیجئے آپ کو خود معلوم ہو جائیگا کہ دور نبوت سے لے کر آج تک اس مسئلے میں ایک ہی حکم مسلسل اور متواتر چلا آ رہا ہے۔ اور کہیں اس شبہ کے لئے کوئی گنجائش نہیں پائی جاتی کہ شاید مرتد کی سزا قتل نہ ہو"

اس "مسلمہ" دوران کے زعم میں دلائل قطعیہ یقینیہ سے ثابت شدہ حقیقت کے متعلق شکوک پیدا کرنے والوں کے بارے میں ان کا ارشاد ہے کہ :۔

" اس قسم کے شکوک پیدا کرنے کی بجائے درحقیقت ان لوگوں کے لئے زیادہ معقول طریقہ یہ تھا۔ کہ جو کچھ واقعہ ہے اور مستند شہادتوں سے ثابت ہے اسے واقعہ کی حیثیت سے تسلیم کر لیتے اور پھر غور اس امر پر کرتے کہ آیا ہم اس دین کا اتباع کریں یا نہ کریں جو مرتد کو موت کی سزا دیتا ہے"

مسلمانوں کو ترکِ اسلام کی دعوت

مولانا کو لیجئے ...... اس عقیدۂ قتل مرتد پر اس قدر شدید اصرار ہے کہ وہ ان مسلمانوں کو جو اس عقیدہ سے اختلاف رکھتے ہیں اور اسلام کو آزادئ رائے اور آزادئ عقائد کا تمام مذاہب عالم میں واحد علمبردار سمجھتے ہیں انہیں صریح اور غیر مبہم الفاظ میں وہ ترک اسلام کی دعوت دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ایسے لوگوں کے لئے اسلام میں قطعاً کوئی گنجائش نہیں!

ایک بے تعلق آیت

یہ تو ہے اس معرکۃ الآرا تصنیف کی ابتداء۔ اس کے بعد مولانا نے سارے قرآن کریم میں سے اپنے اس عقیدہ کے جواز میں ایک آیت نقل کی ہے جس سے غالباً آج تک کسی نے قتل مرتد کا جواز نہیں نکالا نہ اس آیت کا درحقیقت اس مسئلہ سے کوئی تعلق ہے۔ قرآن کریم میں متعدد آیات مسئلہ ارتداد کے متعلق موجود ہیں جن کو مولانا نے اپنے مطلب کے خلاف سمجھ کر ..... چھوا تک نہیں۔

دربارِ نبوی کا ہیبت ناک نقشہ

اس کے برخلاف ہمارا یہ روشن خیال اور ماڈرن مولوی حضور نبی کریم صلعم کے دربار کا جو نقشہ دنیا کے سامنے پیش کرتا ہے اس کا قلم اس نقشہ کو تیار کرتے وقت نہ جھجکتا ہے نہ لرزتا ہے اور نہ ملول ہوا ہے نہ مختل۔ نقل کفر کفر نباشد

مولانا مودودی اور قتلِ مرتد کا مسئلہ

از قلم چوہدری محمد حسین صاحب چیمہ ایڈووکیٹ گجرات

مقدس جنگ

ہمارے ملک میں اس وقت ایک مقدس جنگ لڑی جا رہی ہے جس میں الفاظ کے حربے نہایت شدت اور نہایت آزادی سے استعمال کئے جا رہے ہیں۔ بہتان طرازیوں، افترا پردازیوں اشتعال انگیزیوں اور فتنہ سازیوں کا ایک طوفان ہے۔ جو ہر سُو تباہیوں اور بربادیوں کا ایک سماں باندھتا چلا جا رہا ہے۔ یوں تو ہمارے علماء گذشتہ تیرہ سو برس سے شغل تکفیر میں لگے ہوئے ہیں مگر اس زمانہ میں جس طرح انہیں اپنے دل کی بھڑاس نکالنے کا موقعہ ملا ہے۔ اس سے قبل شاید ہی ملا ہو۔ اب انہوں نے مذہب کے مقدس فریضہ میں سیاست کی چاشنی بھی دیدی ہے۔ اور اپنے تخریبی کارناموں میں زیادہ لذت اور حلاوت پیدا کر دی ہے اور حکومت سے انہیں من مانی کارروائیاں کرنے کی پوری آزادی حاصل ہے۔ اور حکومت نے شاید یہ بھی کہدیا ہو کہ اگر تم اسلام کو مٹا سکتے ہو تو زور لگا کر دیکھ لو۔

ملک کے سنجیدہ طبقہ کے لوگ اس مقدس جنگ میں غیر جانب دار ہیں اور محض تماشائی کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ان کے خیال میں ختم نبوت کا تحفظ تو خود خدا تعالےٰ نے کر دیا ہوا ہے اس نے رسول اللہ صلعم کے بعد نبیوں کا آنا بند کر دیا ہے۔ مکمل نبوت اور مکمل شریعت انسانوں کو عطا ہو چکی ہے۔ اب نہ کوئی نبوت آئے گی اور نہ کوئی شریعت اس لئے وہ مطمئن ہیں۔

علماء کس چیز کا تحفظ کر رہے ہیں؟

سوال یہ ہے کہ علماء کس چیز کا تحفظ کر رہے ہیں؟ سچے نبیوں کا آنا جناب باری سے بند ہو چکا ہے۔ یہ علماء دنیا سے جھوٹے نبیوں کا ظہور بند کر دیں گے؟ اور آجکل یعنی ۱۹۵۲ء کے دور میں شاید ان کے محکمہ سراغ رسانی نے انہیں خبریں دی ہیں کہ اسال مختلف شہروں سے انبیاء کا ظہور ہونے والا ہے۔ اور یہ لوگ کبھی ملتان ہوتے۔ کبھی حافظ آباد کبھی اوکاڑہ کبھی ڈسکہ بھاگے بھاگے جا رہے ہیں اور وہاں کانفرنسیں منعقد کر کے نبوت کے آئندہ امیدواروں کو ایسے دعووں سے روک رہے ہیں، زیادہ تر خطرہ اس ملک کی منڈیوں میں پیدا ہو رہا ہے۔ شاید آڑھتی لوگ غلہ کی گرانی کا مداوا نبوت کی ارزانی سے کرنا چاہتے ہیں۔

کلمہ طیبہ کا احترام

مگر غضب تو یہ ہے کہ علماء کی اس دوڑ دھوپ سے کلمہ طیبہ کا احترام دلوں سے محو ہو رہا ہے۔ اور قوم کی سالمیت پر کاری ضرب لگائی جا رہی ہے۔ علماء کے ہاں تو پہلے بھی کلمہ طیبہ کا کچھ احترام نہ تھا۔ مگر اب تو ہما بجا ایک عالمگیر تحریک کے رنگ میں اس کی توہین کی جا رہی ہے۔ اس جنگ میں کلمہ طیبہ کے دفاع میں ہمیں تے بھی علماء سے چند جھڑپیں لی ہیں۔ اور اسی وجہ سے کچھ تازہ تازہ زخم سے کر .... حاضر ہوا ہوں۔

اس فتنہ کے قائدین میں مولانا مودودی کی شمولیت

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ مجھے جب اس فتنے کے قائدین میں مولانا مودودی صاحب نظر آئے۔ تو میں بہت گھبرایا۔ میں خیال کرنے لگا کہ اس پایہ کا عالم جو تمام کائنات پر اسلام کا غلبہ چاہتا ہے۔ اور جس کا اسلام کائنات کی طرح وسیع و عریض ہے وہ جو خود تنگ نظر علماء کی تکفیر بازی کا نشانہ بنا رہا ہے۔ کیونکر اس سستی شہرت کے حصول اور اس بازاری ہنگامہ آرائی میں لگ سکتا ہے۔ جس سے تمام سنجیدہ مزاج افراد اور متین طبع جماعتیں الگ تھلگ ہیں۔ میں حیران تھا۔ کہ تجدید کی ایک نئی تحریک اٹھانے والا مجتہد کیونکر کسی کلمہ گو اور اہل قبلہ جماعت کی تکفیر بازی پر راضی ہوگا۔

حیرت انگیز انکشافات

میں گہری سوچ میں پڑ گیا۔ اور مودودی صاحب کے نظریات کو دیکھنے کے لئے ان کی چند ایک کتب کا مطالعہ شروع کر دیا۔ اس مطالعہ کے دوران میں مجھ پر حیرت انگیز انکشافات ہوئے اور میرا تمام نظام فکر جنبش کھانے لگا۔ خوبصورت الفاظ اور دل آویز فقروں کے قلعوں کے اندر مجھے خطرناک سانپ اور بچھو نظر آئے۔ میں حیران رہ گیا کہ ان حسین الفاظ میں پسندیدہ نظریوں کے اندر اسلام کی کس قدر بھونڈی تصویر دنیا کے سامنے پیش کی جا رہی ہے اور تعلیمات اسلامی پر اس قدر خطرناک یورش اور اسلام کے اندر سے اس کی تخریب اور اس کے انتشار کی اس قدر مہیب کوشش ہے کہ بیرونی دشمن کا حملہ اس کے مقابلہ پر کچھ حیثیت نہیں رکھتا۔

مودودی صاحب کی زہرچکانیاں اور اہل علم طبقہ کی غفلت

یہ کچھ مبالغہ آمیزی نہیں۔ میں ابھی مودودی صاحب کی لرزا دینے والی اور چونکا دینے والی تعلیم سے پردہ اٹھانا چاہتا ہوں اور ابھی آپ لوگوں کو مودودی صاحب کے کپکپی دینے والے اور تڑپا دینے والے الفاظ سے روشناس کئے دیتا ہوں۔ البتہ مجھے افسوس ہے کہ سرزمین پنجاب کے بڑے بڑے فضلا بلند پایہ اہل قلم۔ فصیح البیان ادیب، نکتہ دراور نغز نگار مصنفین کہاں سوئے رہے کہ مولانا مودودی روز روشن میں پنجاب ایسے علم دوست اور روح اسلام سے آشنا صوبہ میں بیٹھ کر اس قسم کی زہر چکانیوں پر قادر ہو گئے۔ ہمارے بڑے بڑے پروفیسر اور قادر الکلام متکلمین کو بھی کوئی جنبش نہ ہوئی۔

اسلام اور سزائے ارتداد

آؤ اس ڈرامے کا ایک سین دیکھیں:۔

مولانا مودودی صاحب نے ایک کتابچہ لکھا ہے جس کا عنوان ہے "ارتداد کی سزا اسلامی قانون میں" اور انہوں نے اس میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ کہ اسلام میں تبدیلئ دین اور تبدیلئ عقیدہ کی سزا قتل ہے۔ ان کی کتاب یوں شروع ہوتی ہے:۔

"یہ بات اسلامی قانون کے کسی واقف کار آدمی سے پوشیدہ نہیں ہے کہ اسلام میں اس شخص کی سزا قتل ہے جو مسلمان ہو کر پھر کفر کی طرف پلٹ جائے۔ اس باب میں پہلا شک جو مسلمانوں میں پیدا ہوا۔ وہ انیسویں صدی کے دور آخر کی تاریک خیالی کا نتیجہ تھا۔ ورنہ اس سے پہلے کامل بارہ سو برس تک یہ تمام امت کا متفق علیہ مسئلہ رہا۔ اور ہمارا پورا دینی لٹریچر شاہد ہے کہ قتل مرتد کے معاملے میں مسلمانوں کے درمیان کبھی دو رائیں نہیں پائی گئیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم، خلفائے راشدین۔ صحابہ کبار، تابعین آئمہ مجتہدین اور ان کے بعد ہر صدی کے علماء شریعت کی تصریحات کتابوں میں موجود ہیں ان سب کو جمع کر کے دیکھ لیجئے آپ کو خود معلوم ہو جائیگا کہ دور نبوت سے لے کر آج تک اس مسئلے میں ایک ہی حکم مسلسل اور متواتر چلا آ رہا ہے۔ اور کہیں اس شبہ کے لئے کوئی گنجائش نہیں پائی جاتی کہ شاید مرتد کی سزا قتل نہ ہو"

اس "مسلمہ" اور ان کے زعم میں دلائل قطعیہ یقینیہ سے ثابت شدہ حقیقت کے متعلق شکوک پیدا کرنے والوں کے بارہ میں ان کا ارشاد ہے کہ:۔

"اس قسم کے شکوک پیدا کرنے کی بجائے درحقیقت ان لوگوں کے لئے زیادہ معقول طریقہ یہ تھا۔ کہ جو کچھ واقعہ ہے اور مستند شہادتوں سے ثابت ہے اسے واقعہ کی حیثیت سے تسلیم کر لیتے اور پھر غور اس امر پر کرتے کہ آیا ہم اس دین کا اتباع کریں یا نہ کریں جو مرتد کو موت کی سزا دیتا ہے"

مسلمانوں کو ترک اسلام کی دعوت

مولانا کو لیجئے ...... اس عقیدۂ قتل مرتد پر اس قدر شدید اصرار ہے کہ وہ ان مسلمانوں کو جو اس عقیدہ سے اختلاف رکھتے ہیں اور اسلام کو آزادی رائے اور آزادی عقائد کا تمام مذاہب عالم میں واحد علمبردار سمجھتے ہیں انہیں صریح اور غیر مبہم الفاظ میں وہ ترک اسلام کی دعوت دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ایسے لوگوں کے لئے اسلام میں قطعاً کوئی گنجائش نہیں!

ایک بے تعلق آیت

یہ تو ہے اس معرکۃ الآراء تصنیف کی ابتداء۔ اس کے بعد مولانا نے سارے قرآن کریم میں سے اپنے اس عقیدہ کے جواز میں ایک آیت نقل کی ہے جس سے غالباً آج تک کسی نے قتل مرتد کا جواز نہیں نکالا۔ اس آیت کا درحقیقت اس مسئلہ سے کوئی تعلق نہیں۔ قرآن کریم میں متعدد آیات مسئلہ ارتداد کے متعلق موجود ہیں جن کو مولانا نے اپنے مطلب کے خلاف سمجھ کر ...... چھوا تک نہیں۔

دربار نبوی کا ہیبتناک نقشہ

اس کے برخلاف ہمارا یہ روشن خیال اور ماڈرن مولوی حضور نبی کریم صلعم کے دربار کا جو نقشہ دنیا کے سامنے پیش کرتا ہے اس کا قلم اس نقشہ کو تیار کرتے وقت نہ جھجکا ہے نہ لرزا ہے اور نہ ملول ہوا ہے نہ مختل۔ نقل کفر کفر نباشد

مولانا مودودی اور قتلِ مرتد کا مسئلہ

از قلم چوہدری محمد حسین صاحب چیمہ ایڈووکیٹ گجرات

مقدس جنگ

ہمارے ملک میں اس وقت ایک مقدس جنگ لڑی جا رہی ہے جس میں الفاظ کے حربے نہایت شدت اور نہایت آزادی سے استعمال کئے جا رہے ہیں۔ بہتان طرازیوں، افترا پردازیوں اشتعال انگیزیوں اور فتنہ سازیوں کا ایک طوفان ہے۔ جو ہرشو تباہیوں اور بربادیوں کا ایک سماں باندھتا چلا جا رہا ہے۔ یوں تو ہمارے علماء گذشتہ تیرہ سو برس سے شغل تکفیر میں لگے ہوئے ہیں مگر اس زمانہ میں جس طرح انہیں اپنے دل کی بھڑاس نکالنے کا موقعہ ملا ہے۔ اس سے قبل شاید ہی ملا ہو۔ اب انہوں نے مذہب کے مقدس فریضہ میں سیاست کی چاشنی بھی دیدی ہے۔ اور اپنے تخریبی کارناموں میں زیادہ لذت اور حلاوت پیدا کر دی ہے اور حکومت سے انہیں من مانی کارروائیاں کرنے کی پوری آزادی حاصل ہے۔ اور حکومت نے شاید یہ بھی کہدیا ہو کہ اگر تم اسلام کو مٹا سکتے ہو تو زور لگا کر دیکھ لو۔

ملک کے سنجیدہ طبقہ کے لوگ اس مقدس جنگ میں غیر جانب دار ہیں اور محض تماشائی کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ان کے خیال میں ختم نبوت کا تحفظ تو خود خدا تعالےٰ نے کر دیا ہوا ہے اس نے رسول اللہ صلعم کے بعد نبیوں کا آنا بند کر دیا ہے۔ مکمل نبوت اور مکمل شریعت انسانوں کو عطا ہو چکی ہے۔ اب نہ کوئی نبوت آئے گی اور نہ کوئی شریعت اس لئے وہ مطمئن ہیں۔

علماء کس چیز کا تحفظ کر رہے ہیں؟

سوال یہ ہے کہ علماء کس چیز کا تحفظ کر رہے ہیں؟ سچے نبیوں کا آنا جناب باری سے بند ہو چکا ہے۔ یہ علماء دنیا سے جھوٹے نبیوں کا ظہور بند کر دیں گے؟ اور آجکل یعنی ۱۹۵۲ء کے وسط میں شاید ان کے محکمہ سراغرسانی نے انہیں خبریں دی ہیں کہ امسال مختلف شہروں سے انبیاء کا ظہور ہونے والا ہے۔ اور یہ لوگ کبھی لائلپور سے کبھی حافظ آباد کبھی اوکاڑہ کبھی ڈسکہ بھاگے بھاگے جا رہے ہیں اور وہاں کانفرنسیں منعقد کر کے نبوت کے آئندہ امیدواروں کو اپنے دعووں سے روک رہے ہیں، زیادہ تر خطرہ اس ملک کی مقدس زمین پیدا ہو رہا ہے۔ شاید آڑھتی ... غلہ کی گرانی کا مداوا نبوت کی ارزانی سے کرنا چاہتے ہیں۔

کلمہ طیبہ کا احترام

مگر عجب تو یہ ہے کہ علماء کی اس دوڑ دھوپ سے کلمہ طیبہ کا احترام دلوں سے محو ہو رہا ہے۔ اور قوم کی سالمیت پر کاری ضرب لگائی جا رہی ہے۔ علماء کے ہاں تو پہلے بھی کلمہ طیبہ کا کچھ احترام نہ تھا۔ مگر اب تو ہا بجا ایک عالمگیر تحریک کے رنگ میں اس کی توہین کی جا رہی ہے۔ اس جنگ میں کلمہ طیبہ کے دفاع میں ہم نے بھی علماء سے چند چھیڑیں لی ہیں۔ اور اسی وجہ سے کچھ تازہ تازہ زخم لے کر .... جہاں تر ہوا ہوں۔

اس فتنہ کے قائدین میں مولانا مودودی کی شمولیت

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ مجھے جب اس فتنہ کے قائدین میں مولانا مودودی صاحب نظر آئے۔ تو میں بہت گھبرایا۔ میں خیال کرنے لگا کہ اس پایہ کا عالم جو تمام کائنات پر اسلام کا غلبہ چاہتا ہے۔ اور جس کا اسلام کائنات کی طرح وسیع و عریض ہے وہ بھی خود تنگ نظر علماء کی تکفیر بازی کا شکار ہو رہا ہے۔ کیونکر اس سستی شہرت کے حصول اور اس بازاری ہنگامہ آرائی میں لگ سکتا ہے۔ جس سے تمام سنجیدہ مزاج افراد اور متین طبع جماعتیں الگ تھلگ ہیں۔ میں حیران تھا۔ کہ تجدید کی ایک نئی تحریک اٹھانے والا مجتہد کیونکر کسی کلمہ گو اور اہل قبلہ جماعت کی تکفیر بازی پر راضی ہو گا۔

حیرت انگیز انکشافات

میں گہری سوچ میں پڑ گیا۔ اور مودودی صاحب کے نظریات کو دیکھنے کے لئے ان کی چند ایک کتب کا مطالعہ شروع کر دیا۔ اس مطالعہ کے دوران میں مجھ پر حیرت انگیز انکشافات ہوئے اور میرا تمام نظام فکر جنبش کھانے لگا۔ خوبصورت الفاظ اور دل آویز فقروں کے قلعوں کے اندر مجھے خطرناک سانپ اور بچھو نظر آئے۔ میں حیران رہ گیا کہ ان حسین الفاظ میں پوشیدہ نظریوں کے اندر اسلام کی کس قدر بھونڈی تصویر دنیا کے سامنے پیش کی جا رہی ہے اور تعلیمات اسلامی پر اس قدر خطرناک یورش اور اسلام کے اندر سے اس کی تخریب اور اس کے انتشار کی اس قدر مہیب کوشش ہے کہ بیرونی دشمن کا حملہ اس کے مقابلہ پر کچھ حیثیت نہیں رکھتا۔

مودودی صاحب کی زہر چکانیاں اور اہل علم طبقہ کی غفلت

یہ کچھ مبالغہ آمیزی نہیں۔ میں ابھی مودودی صاحب کی لرزا دینے والی اور چونکا دینے والی تعلیم سے پردہ اٹھانا چاہتا ہوں اور ابھی آپ لوگوں کو مودودی صاحب کے کپکپی دینے والے اور تڑپا دینے والے الفاظ سے روشناس کئے دیتا ہوں۔ البتہ مجھے افسوس ہے کہ سرزمین پنجاب کے بڑے بڑے فضلا بلند پایہ اہل قلم۔ فصیح البیان ادیب، نکتہ دان اور سحر نگار مصنفین کہاں سوئے رہے کہ مولوی مودودی روز روشن میں پنجاب جیسے علم دوست اور روح اسلام سے آشنا صوبہ میں ملمع کر اس قسم کی زہر چکانیوں پر قادر ہو گئے۔ ہمارے بڑے بڑے پروفیسر اور قادر الکلام متکلمین کو بھی کوئی جنبش نہ ہوئی۔

اسلام اور سزائے ارتداد

آؤ اس ڈرامے کا ایک سین دیکھیں:-

مولانا مودودی صاحب نے ایک کتابچہ لکھا ہے جس کا عنوان ہے "ارتداد کی سزا اسلامی قانون میں" اور انہوں نے اس میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ کہ اسلام میں تبدیلئے رائے اور تبدیلئے عقیدہ کی سزا قتل ہے۔ ان کی کتاب یوں شروع ہوتی ہے:-

"یہ بات اسلامی قانون کے کسی واقف کار آدمی سے پوشیدہ نہیں ہے کہ اسلام میں اس شخص کی سزا قتل ہے جو مسلمان ہو کر پھر کفر کی طرف پلٹ جائے۔ اس باب میں پہلا شک جو مسلمانوں میں پیدا ہوا۔ وہ انیسویں صدی کے دور آخر کی تاریک خیالی کا نتیجہ تھا۔ ورنہ اس سے پہلے کامل بارہ سو برس تک یہ تمام امت کا متفق علیہ مسئلہ رہا۔ اور ہمارا پورا دینی لٹریچر شاہد ہے کہ قتل مرتد کے معاملے میں مسلمانوں کے درمیان کبھی دو رائیں نہیں پائی گئیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم، خلفائے راشدین، صحابہ کبار، تابعین آئمہ مجتہدین اور ان کے بعد ہر صدی کے علماء شریعت کی تصریحات کتابوں میں موجود ہیں ان سب کو جمع کر کے دیکھ لیجئے آپ کو خود معلوم ہو جائیگا کہ دور نبوت سے لے کر آج تک اس مسئلے میں ایک ہی حکم مسلسل اور متواتر چلا آ رہا ہے۔ اور کہیں اس شبہ کے لئے کوئی گنجائش نہیں پائی جاتی کہ شاید مرتد کی سزا قتل نہ ہو"

اس "مسئلہ" اور ان کے زعم میں دلائل قطعیہ یقینیہ سے ثابت شدہ حقیقت کے متعلق شکوک پیدا کرنے والوں کے بارے میں ان کا ارشاد ہے کہ:-

"اس قسم کے شکوک پیدا کرنے کی بجائے درحقیقت ان لوگوں کے لئے زیادہ معقول طریقہ یہ تھا۔ کہ جو کچھ واقعہ ہے اور مستند شہادتوں سے ثابت ہے اسے واقعہ کی حیثیت سے تسلیم کر لیتے اور پھر غور اس امر پر کرتے کہ آیا ہم اس دین کا اتباع کریں یا نہ کریں جو مرتد کو موت کی سزا دیتا ہے"

مسلمانوں کو ترکِ اسلام کی دعوت

مولانا کو اپنے ...... اس عقیدۂ قتل مرتد پر اس قدر شدید اصرار ہے کہ وہ ان مسلمانوں کو جو اس عقیدہ سے اختلاف رکھتے ہیں اور اسلام کو آزادی رائے اور آزادی عقائد کا تمام مذاہب عالم میں واحد علمبردار سمجھتے ہیں انہیں صریح اور غیر مبہم الفاظ میں وہ ترک اسلام کی دعوت دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ایسے لوگوں کے لئے اسلام میں قطعاً کوئی گنجائش نہیں!

ایک بے تعلق آیت

یہ تو ہے اس معرکتہ الآرا تصنیف کی ابتداء اس کے بعد مولانا نے سارے قرآن کریم میں سے اپنے اس عقیدہ کے جواز میں ایک آیت نقل کی ہے جس سے غالباً آج تک کسی نے قتل مرتد کا جواز نہیں نکالا نہ اس آیت کا درحقیقت اس مسئلہ سے کوئی تعلق ہے۔ قرآن کریم میں متعدد آیات مسئلہ ارتداد کے متعلق موجود ہیں جن کو مولانا نے اپنے مطلب کے خلاف سمجھ کر ...... چھوا تک نہیں۔

دربارِ نبوی کا ہیبت ناک نقشہ

اس کے برخلاف ہمارا یہ روشن خیال اور ماڈرن مولوی حضور نبی کریم صلعم کے دربار کا جو نقشہ دنیا کے سامنے پیش کرتا ہے اس کا قلم اس نقشہ کو نقل کرتے وقت نہ جھجکا ہے نہ لرزا ہے اور نہ ملول ہوا ہے نہ متأثر۔ نقل کفر کفر نباشد

کے ماتحت ہم ناظرین کو اس نقشہ کی ہیبت ناکی سے آگاہ کرتے ہیں۔ مودودی صاحب رقمطراز ہیں کہ :-

"جب مکہ فتح ہوا تو عبداللہ بن سعد بن ابی سرح نے عثمان بن عفان کے دامن میں پناہ لی۔ حضرت عثمان اسکو لیکر نبی صلعم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ عبداللہ کی بیعت قبول کیجئے۔ حضور نے سر اُٹھایا اور اس کی طرف دیکھا اور چپ رہے۔ تین دفعہ یہی ہوا۔ اور آپ اس کی طرف بس دیکھکر رہ جاتے تھے۔ آخر تین دفعہ کے بعد آپ نے اسکو بیعت میں لے لیا۔ پھر آپ صحابہؓ کی طرف متوجہ ہوئے۔ اور فرمایا کیا تمہارے اندر کوئی ایسا بھلا آدمی موجود نہ تھا۔ کہ جب اس نے دیکھا کہ میں نے بیعت سے ہاتھ روک رکھا ہے تو آگے بڑھتا اور اس شخص کو قتل کر دیتا..........."

حضرت نبی کریم صلعم کی وسعت قلبی

یہ اس نبیؐ معصوم کا نقشہ ہے جو دنیا میں رحمت للعالمین بن کر انسانوں پر رحمت اور شفقت کی بارش کرنے آیا تھا اور جس نے اسی فتح مکہ کے وقت اپنے قلب کی وسعت کا وہ شاندار مظاہرہ کیا تھا کہ دنیا کے مورخین آج تک حیرت میں کھوئے ہوئے ہیں۔ ظالموں۔ قاتلوں۔ جلادوں اور سفاکوں کو آن واحد میں بخش دینا کچھ آسان کام نہیں تھا مسلمانوں کی ظلم سے گردنیں اڑائی گئی تھیں، ان کے اعضا کاٹ کاٹ کر ادھر ادھر پھینک دیئے گئے تھے۔ حضورؐ کے چچا امیر حمزہؓ کا کلیجہ نکال کر دانتوں سے چبایا گیا تھا۔ حاملہ عورتوں کے حمل گرا کر انہیں خون میں غلطاں کیا گیا تھا۔ مگر اس رحیم۔ کریم خدا کے رحیم کریم رسول نے سب کو معاف کر دیا۔ اور لا تثریب علیکم الیوم کہکر عظمت انسانی کو چار چاند لگا دیئے۔ قرآن کریم اسی نبیؐ کا نقشہ یوں کھینچتا ہے کہ فبما رحمۃ من اللہ لنت لھم ولو کنت فظا غلیظ القلب لانفضوا من حولک۔ فاعف عنھم۔ و استغفر لھم وشاورھم فی الامر۔ ترجمہ:- سو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے تو ان لوگوں کے لئے نرم ہے اور اگر تو سخت کلام اور سخت دل ہوتا تو تیرے ارد گرد سے لوگ بکھر جاتے۔ پس ان کو معاف کر دو اور ان کیلئے استغفار کرو اور کام میں ان کا مشورہ لو۔

قرآن کا محمدؐ اور مودودی کا محمدؐ

قرآن کے محمدؐ اور مودودی کے محمدؐ میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ مودودی کا محمدؐ ایک ہیبت سے خوا شتمند۔ پناہ گزین راجع بہ اسلام شخص کی گردن اپنے کسی بھلے آدمی کی تلوار سے کٹوا دینا چاہتا ہے۔ اللہ کا محمدؐ انسانوں کے لئے گداز ہے۔ ان کے درد دکھ میں شریک ہے۔ ان کے گناہوں کو نہ صرف خود معاف کر دیتا ہے بلکہ آستانہ الٰہی میں سجدہ ریز ہو کر درد دل سے ان کے لئے استغفار کرتا ہے۔ انکے درجات کی بلندی چاہتا ہے اور امور ملکی اور معاملات سیاست میں ان کے مشورے ڈھونڈتا ہے۔ ان کے اعتماد کو حاصل کرتا ہے اور ان کے دلوں میں اپنا گھر بناتا ہے۔

حضرت علیؓ کے متعلق مودودی کا تصور

آگے چل کر مودودی صاحب نے اسلام کے بہترین دور کا جس پر آج تمام اُمت فخر کرتی ہے اور جس پر فخر موجودات صلعم کو بھی فخر ہے نقشہ کھینچا ہے۔ طوالت مضمون کے خوف سے ہم ذیل میں صرف حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے متعلق جن کی بزرگی اور تقوے کو تمام سُنی اور شیعہ دنیا تسلیم کرتی ہے مودودی صاحب کے تصور کو پیش کرتے ہیں :-

"حضرت علی کو اطلاع دی گئی کہ کچھ لوگ آپ کو اپنا رب قرار دیتے ہیں۔ آپ نے انہیں بلا کر پوچھا تم کیا کہتے ہو۔ انہوں نے کہا کہ آپ ہمارے رب ہیں اور ہمارے خالق و رازق ہیں۔ حضرت علی نے فرمایا تمہاری حالت پر افسوس ہے۔ میں تم جیسا ایک بندہ ہوں۔ تمہاری طرح کھاتا پیتا ہوں۔ اگر اللہ کی اطاعت کروں گا تو مجھے اجر دے گا۔ اور اگر اس کی نافرمانی کروں گا تو مجھے خوف ہے کہ وہ مجھے سزا دے گا۔ لہٰذا تم خدا سے ڈرو اور اپنے اس عقیدہ کو چھوڑ دو۔ مگر انہوں نے انکار کیا۔ دوسرے دن قنبر نے آکر عرض کیا کہ وہ لوگ پھر وہی بات کہہ رہے ہیں۔ آپ نے انہیں بلا کر دریافت کیا اور انہوں نے وہ سب باتیں دوہرا دیں۔ تیسرے روز حضرت علی نے انہیں بلا کر دھمکی دی۔ اگر اب تم نے وہ بات کہی تو میں تم کو بدترین طریقہ سے قتل کر دوں گا۔ مگر وہ اپنی بات پر اڑے رہے آخر کار حضرت علی رضؓ نے ایک گڑھا کھدوایا اس میں آگ جلائی۔ پھر ان سے کہا اب بھی تم اپنے قول سے باز آجاؤ۔ ورنہ میں تمہیں اس گڑھے میں پھینک دوں گا مگر وہ اپنے عقیدہ پر قائم رہے پھر حضرت علی کے حکم سے وہ سب اس گڑھے میں پھینک دیئے گئے"

انہی حضرت علی کا ایک اور کارنامہ راوی کی زبان سے سنو جسے مولانا مودودی نہایت مزے لے لے کر اپنے اس مضمون میں بیان کرتے ہیں۔

"حضرت علی رحبہ کے مقام پر تھے کہ آپ کو ایک شخص نے آکر اطلاع دی کہ یہاں ایک گھر کے لوگوں نے اپنے ہاں ایک بُت رکھ چھوڑا ہے۔ اور اس کی پرستش کرتے ہیں، یہ سُن کر حضرت علی خود وہاں تشریف لے گئے۔ تلاشی لینے پر بُت نکل آیا۔ حضرت علی نے اس گھر میں آگ لگا دی اور وہ گھر والوں سمیت جل گیا۔" (فتح الباری)

یہ حیدر کرار ہیں باب العلم ہیں۔ زہد و تقوے کے مجسمہ ہیں اور شجاعت و بہادری میں یکتا، زندوں کو آگ میں جلا دینا ایک بُت کے بدلے تمام کنبہ کو آتش میں جھونک کر تباہ کر دینا جس میں یقیناً بچے اور بوڑھے بھی ہوں گے اور ان میں بُت پرست ممکن ہے کہ ایک آدھ ہی ہوں کسی شجاعت کسی عظمت۔ کسی رفعت اخلاق۔ کسی بلندی کردار کسی پاکیزگی تصور کا پتہ نہیں دیتا۔

اس داستان سے کیا ظاہر کرنا مقصود ہے؟

قرآن کریم کا تو ارشاد ہے کہ اسلام لانے کے بعد کسی شخص کا کفر کی طرف لوٹ جانا صرف ایک وجہ سے ہو سکتا ہے کہ ذالک بانھم استحبوا الحیٰوۃ الدنیا علی الاٰخرۃ یعنی یہ اس لئے ہوتا ہے کہ ان لوگوں نے دنیا کی زندگی کو آخرت پر ترجیح دی ہے۔ مگر مودودی صاحب متعدد مثالیں ایسی مرتدوں کی پیش کرتے ہیں جن کو خلافت راشدہ کے عہد میں اختلاف عقاید کی بناء پر اس انتباہ کے بعد کہ وہ اپنے عقائد سے دستبردار ہو جائیں قتل کر دیا گیا کیونکہ موت ان کے پائے استقلال کو متزلزل نہ کر سکی۔ قرآن ان کو کمزور قسم کے دنیادار اور لالچی بیان کرتا ہے۔ مودودی صاحب کی تحقیق انہیں اعلیٰ درجہ کے مستقل مزاج۔ عقاید کے پکے۔ پائے کے پختہ۔ موت سے نڈر اور ابتلاؤں کے وقت حد درجہ کے ثابت قدم ظاہر کرتے ہیں۔ نہ معلوم ان تصریحات سے مودودی صاحب کا مقصد ان جلیل القدر۔ خوف سے لاپرواہ اور موت کو نظر استخفاف سے دیکھنے والے مرتدین کی عظمت اور ہیبت کا سکہ لوگوں کے دلوں پر بٹھانا چاہا ہے یا ابتدائے اسلام کے اولین متعلمین کے جور و ستم کی المناک داستانیں سنا کر ان کے خلاف غیظ و غضب کے جذبات کو بھڑکانا۔ (باقی - باقی)

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں

(از حضرت مسیح موعودؑ)

(۱) "جو اخلاق فاضلہ حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا قرآن شریف میں ذکر ہے وہ حضرت موسیٰؑ سے ہزارہا درجہ بڑھ کر ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم تمام ان اخلاق فاضلہ کا جامع ہے جو نبیوں میں متفرق طور پر پائے جاتے تھے اور نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں فرمایا ہے انک لعلیٰ خلق عظیم تو علیٰ خلق عظیم ہے اور عظیم کے لفظ کے ساتھ جس چیز کی تعریف کی جائے وہ عرب کے محاورہ میں اس چیز کی انتہائے کمال کی طرف اشارہ ہوتا ہے۔ مثلاً اگر یہ کہا جائے کہ یہ درخت عظیم ہے تو اس سے یہ مطلب ہوگا کہ جہاں تک درختوں کیلئے طول و عرض اور تناوری ممکن ہے وہ سب اس درخت میں حاصل ہے۔ ایسا ہی اس آیت کا مفہوم ہے کہ جہاں تک اخلاق فاضلہ و شمائل حسنہ نفس انسانی کو حاصل ہو سکتے ہیں وہ تمام اخلاق کاملہ تامہ نفس محمدیؐ میں موجود ہیں۔" براہین احمدیہ ۵۰۸ حاشیہ در حاشیہ۔

۲۔ "ہزار ہزار درود اور سلام اور رحمتیں اور برکتیں اس پاک نبی محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوں جس کے ذریعہ سے ہم نے وہ زندہ خدا پایا جو آپ کلام کر کے اپنی ہستی کا آپ ہمیں نشان دیتا ہے اور آپ فوق العادت نشان دکھلا کر اپنی قدیم اور کامل طاقتوں اور قوتوں کا ہم کو چمکنے والا چہرہ دکھاتا ہے .... جس نے اپنی کامل طاقت سے ہر ایک چیز کو بنایا اس کی قدرت کیا ہی عظمت اپنے اندر رکھتی ہے جس کے بغیر کسی چیز نے نقش وجود نہیں پکڑا اور جس کے سہارے کے بغیر کوئی چیز قائم نہیں رہ سکتی وہی ہمارا سچا خدا بیشمار برکتوں والا ہے اور بیشمار قدرتوں والا اور بیشمار حسن والا اور بیشمار احسان والا اس کے سوا کوئی اور خدا نہیں۔"

سورۃ فاتحہ کے معارفِ عالیہ

سورۃ فاتحہ کی تفسیر لطیف حضرت مسیح موعودؑ کے قلم سے

(بسلسلہ اشاعت گذشتہ)

بندے کا خدا سے امداد چاہنا بے نتیجہ نہیں رہتا

بندہ کا خدا سے امداد چاہنا کوئی ایسا امر نہیں ہے جو صرف بے ہودہ اور بناوٹ ہو یا جو صرف بے اصل خیالات پر مبنی ہو اور کوئی معقول نتیجہ اس پر مترتب نہ ہو بلکہ خداوند کریم جو فی الحقیقت قیوم عالم ہے اور جس کے سہارے پر سچ مچ اس عالم کی کشتی چل رہی ہے اس کی عادت قدیم کی رو سے یہ صداقت قدیم سے چلی آتی ہے کہ جو لوگ اپنے تئیں حقیر اور ذلیل سمجھ کر اپنے کاموں کے شروع میں اس کا سہارا طلب کرتے ہیں اور اس کے نام سے اپنے کاموں کو شروع کرتے ہیں تو وہ ان کو اپنا سہارا دیتا ہے جب وہ ٹھیک ٹھیک اپنی عاجزی اور عبودیت سے [illegible] ہو جاتے ہیں تو اس کی تائیدیں ان کے شامل حال ہو جاتی ہیں۔

اہل اللہ کی معرفت سے حصہ

غرض ہر یک شاندار کام کے شروع میں اس مبدء فیوض کے نام سے مدد چاہنا جو کہ رحمان و رحیم ہے ایک نہایت ادب اور عبودیت اور نیستی اور فقر کا طریق ہے اور ایسا ضروری طریقہ ہے کہ جس سے توحید فی الاعمال کا پہلا زینہ شروع ہوتا ہے۔ جس کے التزام سے بچوں کی سی عاجزی اختیار کر کے ان نخوتوں سے پاک ہو جاتا ہے کہ جو دنیا کے مغرور دانشمندوں کے دلوں میں بھری ہوتی ہیں۔ اور پھر اپنی کمزوری اور امداد الٰہی پر یقین کامل کر کے اس معرفت سے حصہ پا لیتا ہے کہ جو خاص اہل اللہ کو دی جاتی ہے اور بلاشبہ جس قدر انسان اس طریقہ کو لازم پکڑتا ہے جس قدر اس پر عمل کرنا اپنا فرض ٹھہرا لیتا ہے جس قدر اس کے چھوڑنے میں اپنی ہلاکت دیکھتا ہے اسی قدر اس کی توحید صاف ہوتی ہے اور اسی قدر عجب اور خود بینی کی آلائشوں سے پاک ہوتا جاتا ہے اور اسی قدر تکلف اور بناوٹ کی سیاہی اس کے چہرہ پر سے اٹھ جاتی ہے اور سادگی اور بھولاپن کا نور اس کے منہ پر چمکنے لگتا ہے۔

فنا فی اللہ کے مقام پر

پس یہ وہ صداقت ہے کہ جو رفتہ رفتہ انسان کو فنا فی اللہ کے مقام تک پہنچاتی ہے یہاں تک کہ وہ دیکھتا ہے کہ میرا کچھ بھی اپنا نہیں بلکہ سب کچھ میں خدا سے پاتا ہوں۔ جہاں کہیں یہ طریق کسی نے اختیار کیا وہیں توحید کی خوشبو پہلی دفعہ میں ہی اس کو پہنچنے لگتی ہے اور دل اور دماغ معطر ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ بشرطیکہ قوت شامہ میں کچھ فساد نہ ہو۔ غرض اس صداقت کے التزام میں طالب صادق کو اپنے ہیچ اور بے حقیقت ہونے کا اقرار کرنا پڑتا ہے اور اللہ جل شانہ کے متصرف مطلق اور مبدء فیوض ہونے پر شہادت دینی پڑتی ہے اور یہ دونوں ایسے امر ہیں کہ جو حق کے طالبوں کا مقصود ہے اور مرتبہ فنا کے حاصل کرنے کے لئے ایک ضروری شرط ہے اس ضروری شرط کے سمجھنے کے لئے یہی مثال رکھی ہے۔ کہ بارش، اگرچہ عالمگیر ہو مگر تاہم اس پر پڑتی ہے کہ جو بارش کے موقعہ پر آ کھڑا ہوتا ہے۔ اسی طرح جو لوگ طلب کرتے ہیں وہی پاتے ہیں، اور جو ڈھونڈتے ہیں انہیں کو ملتا ہے۔

خدا پر بھروسہ کرنے والوں کا ایمان

جو لوگ کسی کام کے شروع کرنے کے وقت اپنے ہنر یا عقل یا طاقت پر بھروسہ رکھتے ہیں اور خدا تعالیٰ پر بھروسہ نہیں رکھتے وہ اس ذات قادر مطلق کا کہ جو اپنی قیومی کے ساتھ تمام عالم پر محیط ہے کچھ قدر شناخت نہیں کرتے اور ان کا ایمان اس خشک ٹہنی کی طرح ہوتا ہے کہ جس کو اپنے شاداب اور سرسبز درخت سے کچھ علاقہ نہیں رہا اور جو ایسی خشک ہو گئی ہے کہ اپنے درخت کی تازگی اور پھول اور پھل سے کچھ بھی حصہ حاصل نہیں کر سکتی صرف ظاہری جوڑ ہے جو ذرا سی جنبش ہوا سے یا کسی اور شخص کے ہلانے سے ٹوٹ سکتا ہے۔

خشک فلسفیوں کا ایمان

پس ایسا ہی خشک فلسفیوں کا ایمان ہے کہ جو قیوم عالم کے سہارے پر نظر نہیں رکھتے اور اس مبدء فیوض کو جس کا نام اللہ ہے ہر یک طرفۃ العین کے لئے اور ہر حال میں اپنا محتاج الیہ قرار نہیں دیتے پس یہ لوگ حقیقی توحید سے ایسے دور پڑے ہوئے ہیں جیسے نور سے ظلمت دور ہے انہیں یہ سمجھ ہی نہیں کہ اپنے تئیں ہیچ اور لاشے سمجھ کر قادر مطلق کی طاقت عظمیٰ کے نیچے آ پڑنا عبودیت کے مراتب کی آخری حد ہے اور توحید کا انتہائی مقام ہے جس سے فنا اتم کا چشمہ جوش مارتا ہے اور انسان اپنے نفس اور اس کے ارادوں سے بالکل کھویا جاتا ہے۔ اور سچے دل سے خدا کے تصرف پر ایمان لاتا ہے۔

خدا داد طاقتوں کے باوجود استمداد الٰہی ضروری ہے

اس جگہ ان خشک فلسفیوں کے اس مقولہ کو بھی کچھ چیز نہیں سمجھنا چاہیئے کہ جو کہتے ہیں کہ کسی کام کے شروع کرنے میں استمداد الٰہی کی کیا حاجت ہے خدا نے ہماری فطرت میں پہلے سے طاقتیں ڈال رکھی ہیں پس ان طاقتوں کے ہوتے ہوئے پھر دوبارہ خدا سے طاقت مانگنا تحصیل حاصل ہے کیونکہ ہم کہتے ہیں کہ بے شک یہ بات سچ ہے کہ خدائے تعالیٰ نے بعض افعال کے بجا لانے کے لئے کچھ کچھ ہم کو طاقتیں بھی دی ہیں۔ مگر پھر بھی اس قیوم عالم کی حکومت ہمارے سر پر سے دور نہیں ہوئی اور وہ ہم سے الگ نہیں ہوا اور اپنے سہارے سے ہم کو جدا کرنا نہیں چاہا اور اپنے فیوض غیر متناہی سے ہم کو محروم کرنا روا نہیں رکھا جو کچھ ہم کو اس نے دیا ہے وہ ایک امر محدود ہے اور جو کچھ اس سے مانگا جاتا ہے اس کی نہایت نہیں۔

کامل طور پر کوئی طاقت ہمیں نہیں دی گئی

علاوہ اس کے جو کام ہماری طاقت سے باہر ہیں ان کے حاصل کرنے کے لئے کچھ بھی ہم کو طاقت نہیں دی گئی اب اگر غور کر کے دیکھو اور ذرا پوری فلسفیت کو کام میں لاؤ تو ظاہر ہوگا کہ کامل طور پر کوئی بھی طاقت ہم کو حاصل نہیں، مثلاً ہماری بدنی طاقتیں ہماری تندرستی پر موقوف ہیں اور ہماری تندرستی بہت سے ایسے اسباب پر موقوف ہے کہ کچھ ان میں سے سماوی اور کچھ ارضی ہیں اور وہ سب کی سب ہماری طاقت سے باہر ہیں، اور یہ تو ہم نے ایک موٹی سی بات عام لوگوں کی سمجھ کے موافق کہی ہے۔ لیکن جس قدر درحقیقت وہ قیوم عالم اپنی علت العلل ہونے کی وجہ سے ہمارے ظاہر اور ہمارے باطن اور ہمارے اول اور ہمارے آخر اور ہمارے فوق اور ہمارے تحت اور ہمارے یمین اور ہمارے یسار اور ہمارے دل اور ہماری جان اور ہماری روح کی تمام طاقتوں پر احاطہ کر رہا ہے وہ ایک ایسا مسئلہ دقیق ہے جس کی کنہ تک عقول بشریہ پہنچ ہی نہیں سکتیں اور اس کے سمجھانے کی اس جگہ ضرورت بھی نہیں کیونکہ جس قدر ہم نے اوپر لکھا ہے وہی مخالف کے الزام اور افحام کے لئے کافی ہے

قیوم عالم کے فیوض حاصل کرنیکا طریق

غرض قیوم عالم کے فیوض حاصل کرنے کا یہی طریق ہے کہ اپنی ساری قوت اور زور اور طاقت سے اپنا بچاؤ طلب کیا جائے اور یہ طریق کچھ نیا طریق نہیں ہے۔ بلکہ یہ وہی طریق ہے جو قدیم سے بنی آدم کی فطرت کے ساتھ لگا چلا آتا ہے جو شخص عبودیت کے طریق پر چلنا چاہتا ہے وہ اسی طریق کو اختیار کرتا ہے اور جو شخص خدا کے فیوض کا طالب ہے وہ اسی راستے پر قدم مارتا ہے اور جو شخص مورد رحمت ہونا چاہتا ہے وہ انہیں قوانین قدیمہ کی تعمیل کرتا ہے یہ قوانین کچھ نئے نہیں ہیں یہ عیسائیوں کے خدا کی طرح کچھ مستحدث بات نہیں بلکہ خدا کا یہ ایک قانون محکم ہے کہ جو قدیم سے بندھا ہوا چلا آتا ہے اور سنت اللہ ہے کہ ہمیشہ سے جاری ہے جس کی سچائی کثرت تجارب سے ہر ایک طالب صادق پر روشن ہے اور کیونکر روشن نہ ہو ہر عاقل سمجھ سکتا ہے کہ ہم لوگ کس حالت ضعف اور ناتوانی میں پڑے ہوئے ہیں اور بغیر خدا کی مددوں کے کیسے نکمے اور ناکارہ ہیں۔ اگر ایک ذات متصرف مطلق ہر لحظہ اور ہر دم ہماری خبرگیران نہ ہو اور پھر اس کی روحانیت اور رحیمیت ہماری کارسازی نہ کرے تو ہمارے سارے کام تباہ ہو جائیں۔ بلکہ ہم آپ ہی فنا کا راستہ لیں۔

(باقی ۔ باقی)

درخواستہائے دعا

(۱) اہلیہ محترمہ جناب بخشی جلیل الرحمٰن صاحب رام پور۔ یو۔ پی۔ ہندوستان نے ایک خط میں اپنی مالی مشکلات، اپنے اکلوتے بچے کی بیماری اور دیگر مصائب کا اندوہناک تذکرہ کیا ہے اور احباب سے دعا کی درخواست کی ہے۔

(۲) اللہ رکھا صاحب احمدیہ بلڈنگس لاہور بعض ہموم اور پریشانیوں سے مخلصی کے لئے دعا کی درخواست کرتے ہیں۔

پاکستان کے مختلف حصوں میں تبلیغِ احمدیت

تبلیغ احمدیت کا مقصد فی الحقیقت مجاہدین کی اس جماعت میں مسلمانوں کو شامل کرنا ہے جو حضرت مجدد وقت کے زیر ہدایت تبلیغ اسلام کا کام اکناف عالم میں کر رہی ہے اس سلسلہ میں ہمارے مبلغین نے گذشتہ ماہ جو کچھ کام کیا اور اس کے جو نتائج برآمد ہوئے ان کا خلاصہ حسب ذیل ہے :۔

احمدیار ۔ افسر تبلیغ پاکستان

لائل پور

مولوی محمد علی صاحب لائلپور سے رقمطراز ہیں :۔

احرار کی مخالفت اور شورش کا لائل پور میں کافی زور رہا ہے جس کی وجہ سے لوگوں کا خیال تھا۔ کہ اب جماعت احمدیہ بالکل مٹ جائیگی۔ مگر خدا کا شکر ہے کہ مرکز سے اس کا مقابلہ کرنے کے لئے اس قدر لٹریچر ہم تک پہنچا جس کو تقسیم کرنے کے بعد لوگوں کی تقریباً تمام غلط فہمیاں دور ہوگئیں۔

لائل پور کے محلہ پرتاب نگر میں اسی مخالفت کے سلسلہ میں ایک قادیانی دوست اور ایک ہماری جماعت کے دوست کے مکانوں پر حملہ ہوا مگر محفوظ رہے۔ تاہم ضروری خیال کیا گیا کہ میں اس محلہ میں لٹریچر بھی تقسیم کروں۔ اور تبلیغ بھی کروں تا قادیانی دوست تو اس مخالفت کی وجہ سے ایک مقامی اخبار میں فسخ بیعت کا اعلان کر کے علیحدہ ہوگیا۔ مگر ہماری جماعت کے دوست بابا احمد دین صاحب نے استقلال کا خوب نمونہ دکھایا۔ میں نے محلہ پرتاب نگر میں محمد بوٹا پہلوان کے توسل سے وہاں کے کافی لوگوں کو جن میں ان کے مولوی صاحب بھی شامل تھے تبلیغ کی مسئلہ ختم نبوت پر کافی روشنی ڈال کر انہیں سمجھایا۔ کہ حقیقی طور پر جماعت احمدیہ ہی ختم نبوت کی قائل ہے۔ اور تم حضرت عیسیٰ کی دوبارہ آمد کے انتظار کی وجہ سے ختم نبوت کو توڑتے ہو۔ اس کے متعلق اپنی پیشکردہ دلائل کو وہ توڑ نہیں سکے۔ بلکہ کافی حد تک متاثر ہوئے اور آئندہ کے لئے انہوں نے خود مجھے تبلیغ کرنے کی دعوت دی۔ لٹریچر بڑی خوشی سے قبول کر کے بغور پڑھنے کا وعدہ کیا۔

راولپنڈی

راولپنڈی سے مولوی محمد یحییٰ صاحب اطلاع دیتے ہیں کہ :۔

ملک فضل کریم صاحب کے جاری کردہ سکول میں ماہ ستمبر میں باقاعدہ روزانہ درس قرآن ہوتا رہا۔ غیر از جماعت دوست بھی درس میں شامل ہوتے رہے۔ اتوار کے روز درس قرآن دوستوں کے گھروں پر چائے کی دعوت کے ساتھ ہوتا رہا۔ درس میں ۱۔ قرآن کریم کی عظمت ۲۔ خالق کا مخلوق سے تعلق ۳۔ عبادت کا مفہوم ۴۔ حقیقت ایمان ۔ ۵۔ سلسلہ کی اہمیت ۶۔ حضرت مسیح موعود کی آواز پر لبیک کہنا سعادت ہے" وغیرہ امور کو مدنظر رکھا گیا ہے۔ نوجوانوں کو عربی پڑھانے کے لئے ایک عربی کلاس جاری کی گئی ہے۔ تمام اجتماعات میں حاضرین کی کافی تعداد رہی۔ خطبات میں تنظیم جماعت اور آپس کی رواداری پر زور دیا گیا۔

جھنگ

مولوی محمد حسین صاحب لکھتے ہیں :۔

۱۔ درس قرآن باقاعدہ جاری ہے۔

۲۔ قرآن شریف منقولی حساب کر پڑھایا جاتا ہے جن میں سے میاں غلام حیدر صاحب قابل ذکر ہیں۔

۳۔ وکلاء ڈاکٹر صاحبان ۔ دوکانداروں میں لٹریچر تقسیم کیا گیا۔

۴۔ -/۱۷/۳۲ چندہ فراہم کر کے مرکز کو ارسال کیا گیا رسیدات موصول ہوگئی ہیں۔

۵۔ اخبار "سعادت" کے نامہ نگار سے گفتگو ہوئی۔ جس میں احرار اور مودودی خیالات کے لوگوں کے عقیدہ ختم نبوت کا غلط پہلو سامنے رکھکر بتلایا۔ کہ در اصل یہ عقیدہ ختم نبوت عملاً منکر ہیں محض مسیح موعود کی مخالفت کی وجہ سے اس عقیدہ کا اعلان کر رہے ہیں۔ ورنہ اگر دیکھا جائے۔ تو ان کو اس سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔

جہلم

مولوی احمد گل صاحب جہلم سے لکھتے ہیں :۔

۱۔ چندہ جمع کر کے ارسال مرکز کیا گیا۔ جو -/۵/۱۷ روپے ہے۔

۲۔ مرکز سے آمدہ لٹریچر نشست گاہوں، دوکانوں، اور لائبریری میں تقسیم کیا گیا۔ معززین کے گھروں پر پہنچایا گیا۔

۳۔ مرکز کی ہدایت کے ماتحت گجرات جانا پڑا۔ وہاں جمعہ پڑھنے کا موقعہ ملا جس میں خطبہ دیا گیا۔ چیمہ صاحب کے مکان پر احباب سے ملاقات ہوئی۔

۴۔ مخالفت کا زور ہے۔ مخالفین نے مغالطہ کے منصوبے باندھے۔ مگر خدا کے فضل سے وہ اس میں کامیاب نہیں ہو سکے۔

۵۔ ملک فضل الٰہی صاحب سیکرٹری جماعت جہلم نے علاقہ آزاد کشمیر میں زمیندار طبقہ اور آفیسرز میں ٹریکٹ تقسیم کرنے کے علاوہ اکثر لوگوں سے بات چیت میں حسب ضرورت تبلیغ کی۔ خدا کے فضل سے اچھا نتیجہ برآمد ہونے کی امید ہے۔

۶۔ بابو عبدالحق صاحب و بابو عبداللطیف صاحبان عرصہ سے صاحب فراش ہیں احباب ان کی صحت کے لئے دردِ دل سے دعا فرماویں۔

ملتان

شیخ محمد یوسف صاحب گرتھی ملتان سے لکھتے ہیں :۔

۱۔ مستقل طور پر تقسیم ٹریکٹ کے لئے ایک کلرک تنخواہ پر کام کرتا ہے۔ انچارج اس کام کے خان عبدالعزیز خان صاحب ہیں۔

۲۔ اس کے علاوہ بھی لٹریچر تقسیم کیا جاتا ہے۔

۳۔ -/۴/۲۵۳ چندہ فراہم کر کے مرکز میں بھیجا گیا۔

۴۔ ایک بیمار بھائی کی چار مرتبہ عیادت کی گئی

۵۔ تین دوست زیر تبلیغ تھے۔ جن میں سے ایک دوست کریم حیدر صاحب موٹر ڈرائیور ساکنہ ضلع منٹگمری کا قبول احمدیت کا فارم پر کر کے دفتر صدر انجمن میں بھیجا گیا۔

کچھی سر ۔ ٹاہلی ۔ (ضلع ہزارہ)

مولوی عبدالرحمٰن صاحب مبلغ کچھی ضلع ہزارہ سے لکھتے ہیں :۔

تبلیغی اور تعزیتی سلسلہ میں ایبٹ آباد ۔ مانسہرہ ۔ ٹاہلی اور سر وغیرہ دیہات میں دورہ کیا۔ اس سلسلہ میں درس قرآن کریم بھی دیا گیا۔ لٹریچر کافی تقسیم ہوا۔ ہری پور میں شناخت مسیح موعود کے مسئلہ پر لوگوں سے بات چیت ہوئی۔ چندہ گندم کی صورت میں فراہم کیا گیا۔

محرم کی مجالس میں تقسیم لٹریچر کا کافی موقعہ میسر آیا سنجیدہ طبقہ احمدیت کے مسائل کو غور اور توجہ سے سنتا ہے۔ اچھے نتیجے کی امید ہے۔

ڈیرہ غازیخاں و مضافات

مولوی عبدالقادر صاحب مبلغ ڈیرہ غازیخاں لکھتے ہیں :۔

دس روز ڈیرہ غازیخاں میں تبلیغی امور سرانجام دیئے ماہ زیر رپورٹ میں ۷ دیہات کا تبلیغی دورہ کیا ۔ مسئلہ کفر و اسلام پر احراریوں سے گفتگو ہوئی۔

ایک چھوٹی سی تقریر میں ان پر واضح کیا۔ کہ تمہارے ایڑی سے چوٹی تک کے زور لگانے کے باوجود بھی جماعت احمدیہ نہیں مٹے گی ۲۰۰ روپے چندہ وصول کر کے دفتر صدر کو ارسال کیا گیا۔

سندھ

حافظ عبدالرشید صاحب مبلغ نواب شاہ کی اطلاع ہے کہ :۔

۱۔ ۱۲ معقول اور خواندہ احباب تک لٹریچر پہنچایا۔

۲۔ احرار کے گمراہ کن پراپیگنڈا کی مدافعت کے سلسلہ میں جماعت لاہور کی اصل پوزیشن واضح کی۔

۳۔ اخبار پیغام صلح کا ایک خریدار بنایا۔

۴۔ ایک صاحب محمد انور علی قریشی ساکن رانی پور داخل سلسلہ ہوئے۔

۵۔ پریس میں حصہ داری کی تحریک کی گئی۔

قبولِ احمدیت

مندرجہ ذیل احباب خدا تعالےٰ کے فضل سے سلسلہ عالیہ احمدیہ میں داخل ہوئے ہیں۔ دعا ہے اللہ تعالےٰ استقامت عنایت فرمائے اور دین کو دنیا پر مقدم کرنے کی توفیق عطا فرمائے ۔ آمین ۔ (انچارج شعبہ پبلسٹی)

۱۔ حافظ نور احمد صاحب ولد غلام مصطفےٰ صاحب ۔ کیمبل پور

۲۔ میاں فتح محمد صاحب ولد میاں بخش زمیندار علی پور ۔ مظفر گڑھ

۳۔ میر محمد خاں ولد محمد عمر خاں ۔ ضلع جیکب آباد

۴۔ خیر محمد خاں صاحب ولد محمد عمر خاں سکنہ بخشا پور ۔ ضلع جیکب آباد ۔

(۵) اللہ دتہ خاں صاحب ولد خاں سرکی سکنہ گوٹ

۶۔ مریم بی بی ولد محمد اقبال ۔ ضلع جیکب آباد

۷۔ عبدالکریم صاحب سوداگر ولد محی الدین صاحب سکنہ ببلی ڈاکخانہ و تحصیل ببلی ۔ ضلع دھارواڑ

۸۔ محمد عثمان صاحب ولد مصری صاحب سکنہ ڈاکخانہ و تحصیل ببلی ضلع دھارواڑ ۔

۹۔ محمد انور علی قریشی ولد رجب صاحب سکنہ رانی پور ریاست خیرپور

۱۰۔ کریم حیدر صاحب ولد فیض الدین صاحب ۔ ضلع منٹگمری ۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے صلیب سے زندہ اتار جانیکی شہادت

ایک عینی شاہد کی لوح مکتوب سے

علامہ مشرقی کے نزدیک حضرت عیسیٰ اپنی طبعی موت سے فوت ہوئے

ذیل کا مضمون جناب قاضی عبدالرحیم صاحب زمیندار رحیم یارخاں (ریاست بہاول پور) نے علامہ مشرقی کی کتاب تذکرہ سے نقل کرکے بھیجا ہے، جس میں علامہ ممدوح نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے واقعہ صلیب کے ایک ہمعصر اور عینی شاہد کا بیان نقل کیا۔ جو مصر کے آثار قدیمہ سے دستیاب ہوا ہے، اس بیان سے اور علامہ مشرقی کے اخذ کردہ نتائج سے بخوبی روشن ہے کہ واقعہ صلیب اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ہجرت اور وفات کے متعلق حضرت مسیح موعودؑ نے جو کچھ لکھا ہے اس میں سرمو تفاوت نہیں؟ کیا قائلین حیات مسیح اسکو بغور مطالعہ کرکے حضرت مجدد وقت کی صداقت پر ایمان لائیں گے؟

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شخصیت کے متعلق حال ہی میں ایک عجیب وغریب شہادت دستیاب ہوئی ہے۔ جو اس اولوالعزم نبی کو صحیح طور پر سمجھنے میں بہت کچھ مدد دیتی ہے۔ یہ شہادت ایک لوح مکتوب میں درج ہے جو حضرت کے ایک ہمعصر اور واقعہ صلیب کے عینی شاہد نے اپنے سلسلے کے احباب کو مصر میں لکھا۔ اور جو سکندریہ کے ایک پرانے مکان میں ملک حبش (ابی سینا) کی ایک تجارتی شرکت کے رکن کو دوران سیاحت میں ملا۔

محکمہ آثار قدیمہ مصر نے اس امر کی تصدیق کی ہے کہ یہ پرانا مکان زمانۂ قدیم میں "اسیری" فرقے کا مسکن تھا جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں علمائے فطرت کا ایک مقتدر، باخدا اور باعمل خفیہ گروہ تھا۔ اسی مکان کے اندر اس فرقے کا الواحی کتب خانہ بھی تھا اور یہ پتھر بھی اُسی کتب خانہ کا بقیہ ہے۔ اور لہٰذا امر غیر مشکوک اور اصلی ہے۔ آج یہ لوح فری میسن جماعت کی وساطت سے المانیہ (جرمنی) کی ایک علمی انجمن کے قبضہ میں ہے۔ اور چونکہ اس کے اندر حضرت عیسیٰ کے صلیب پر جان دینے اور تمام عالم کے گناہوں کا کفارہ ہونے کے عیسائی عقاید کی تغلیط ہوتی ہے۔ اس لئے عیسائی پادریوں کی دستبرد سے فی الجملہ محفوظ ہے۔

مکتوب میں راقم نے اس امر کا دعوٰی کیا ہے کہ وہ حضرت عیسیٰ کے مصلوب ہونے کے وقت عینی شاہد تھا حضرت عیسیٰ کو یہود کے سامنے پلاطوس حاکم گلیل کے فرمان کے مطابق صلیب دی گئی، لیکن چونکہ یوم سبت کی رات ہونے کی وجہ سے ان کو سرشام چند گھنٹوں کے بعد صلیب سے اُتار دیا گیا اور ان کی ہڈیاں بھی نہیں توڑی گئیں۔ اس لئے وہ مرے نہیں اگرچہ یہود کو اطمینان ہو گیا تھا۔ کہ وہ مر گئے ہیں۔ اور پہرہ دار نے بھی اس امر کی تصدیق کر دی تھی۔ جلاد سپاہیوں کا حضرت عیسیٰ کے بدن میں برچھی کا چبھونا اور اس سے خون اور پانی کا نکلنا بھی (جس کا ذکر انجیل میں ہے) اس امر کی تصدیق ہے کہ حضرت دراصل مرے نہیں تھے۔ لیکن یہود کو گمان ہو گیا تھا کہ وہ مر گئے ہیں۔ قرآن حکیم میں اس واقعہ کی حیرت انگیز طور پر تصدیق ہوتی ہے۔ اور تیرہ سو برس کے بعد اس کا ایک ہمعصر شہادت سے مصدق ہونا صاحب نظر کے لئے قرآن کے انسانی کلام نہ ہونے کی ایک مبرہن دلیل ہے:۔

"وقولهم انا قتلنا المسيح عيسى ابن مريم رسول الله، وما قتلوه وما صلبوه ولكن شبه لهم وان الذين اختلفوا فيه لفي شك منه ما لهم به من علم الا اتباع الظن وما قتلوه يقينا"

(النساء ۴)

راقم مکتوب اس امر پر زور دیتا ہے کہ نقادیمس حکیم نے جو اسیری فرقے کا ایک اعلیٰ رکن تھا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مناسب علاج سے یوسف کے باغ والی قبر میں اچھا کیا وہ تیسرے دن اسی جسم اور بدن سے اُٹھ کھڑے ہوئے اور باوجود انتہائی نقاہت کے اپنے حواریوں سے ملے وغیرہ وغیرہ جو فرشتے سفید لباس میں اس اثنا میں (از روئے انجیل) قبر کی حفاظت کرتے رہے وہ بھی اسیری فرقے کے خفیہ فریدے تھے جو اُن کی تیمار داری پر متعین کئے گئے تھے راقم کہتا ہے کہ یہ خط اس لئے لکھا گیا ہے کہ وہ اختلاف جو حضرت کی وفات کے متعلق عوام میں پڑ گیا ہے اور جس کی وجہ سے طرح طرح کے اوہام باطلہ اور خارق عادت کے ظنون جا بجا میں پھیل گئے ہیں دور ہو جائیں وان الذين اختلفوا فيه لفي شك منه جیسا کہ قرآن حکیم میں ہے لیکن اس شکایت سے قطع نظر جس کے جزئیات کا انجیل کے بیان سے حیرت انگیز طور پر تطابق ہے جو مستقل سبق اس مکتوب سے اخذ ہوتا ہے یہ ہے کہ اسیری فرقہ جس کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک مقتدر رکن تھے علم حقائق الاشیاء میں حیرت انگیز طور پر ماہر اور قانون فطرت سے بڑا باخبر گروہ تھا۔ خدمت خلق اس کے عمل کا جزو اعظم تھا۔ روئے زمین کے ہر قریہ میں اس کے نمایندے کارندے موجود تھے ان کے باقاعدہ اجلاس ہوتے تھے۔ کئی برس کی مسلسل سعی وعمل اور علمی مجاہدوں کے بعد ایک شخص کو اس کا رکن اعلیٰ بننا نصیب ہوتا تھا۔ اکثر باعلم لوگ اس خفیہ اخوت کے ساتھ ہمدردی رکھتے تھے۔ خود پلاطوس اس کی طرف مائل تھا۔ اور عیسیٰ علیہ السلام کو سبت سے ایک دن پہلے صلیب دینا اور ان کی نعش کا یوسف کے سپرد کر دینا بھی اسی وجہ سے تھا۔ اگرچہ اس فرقہ کا بظاہر ادعا یہی تھا (اور یہ مکتوب بھی اسی پر زور دیتا ہے) کہ حکومت وقت کی سیاست میں دخل نہ دے مگر قانون فطرت سے باخبر اور صاحب علم ہونے کی وجہ سے حکومت اس زبردست اخوت سے ہر دم خوفزدہ رہتی تھی۔ عیسیٰ علیہ السلام سے خوفزدہ رہنا چنانچہ اسی وجہ سے تھا۔ تصلیب یسوعؑ کے فرمان میں بھی جو پانٹیس پلاطوس نے حکومت وقت کے ایما سے جاری کیا حضرت پر غالی، مفتری علی اللہ اور کذاب ہونے کے علاوہ باغی حکومت اور قیصری قوانین وآئین کے دشمن ہونے کا الزام لگایا گیا تھا اور تصلیب کی اصلی وجہ حقیقتاً یہی تھی۔ محکوم یہودیوں کو خوش کرنا اس قدر ضروری نہ تھا۔ علاوہ ازیں عوام میں مسیح کی دنیاوی بادشاہت قائم کرنے کا انتظار اور چرچا تا نہ باشد چیزکے مردم نگویند چیزہا، کا مصداق ہے۔ جو صاحب نظر پر عیاں ہے۔ اسی مکتوب میں درج ہے کہ مسیح علیہ السلام نے پہاڑی پر سے مصر کی طرف کوچ کرنے (اور عوام کی نظروں میں فرشتوں کی معیت میں بادلوں میں غایب ہو جانے) سے پہلے حواریوں کے سامنے کہا کہ میرا کام یہ ہے کہ خدا کی بادشاہت زمین پر قائم کر دوں چنانچہ یہ روحانی بادشاہت کا قیام ہی قیصر روم کو چین سے نہیں سونے دیتا تھا۔ اسی پہاڑی پر حضرت نے اپنے حلقے کے حواریوں کو علوم فطرت کا آخری سبق دیا علم صحت امراض، علم تشخیص خواص معدنیات ونباتات وادویہ، علم تربیت حیوانات اور علم تریاق وسمیات کے اسرار سکھلائے علم معاشرت کے اصول منکشف کئے کئی دن تک تعلیم دیتا رہا۔ فرقہ اسیری کے لوگوں اور شاگردوں کو کہا کہ تمام دنیا میں پھیل جاؤ۔ ایمان پر ثابت قدم رہو۔ اور دنیا کو ایک اخوت میں جکڑ دو ممکن ہے کہ مصر، راہبوں اور سنت السنت گروہوں کے لوگ جو اب بھی دنیا میں سب طرف نظر آتے ہیں (مثلاً سنیاسی فرقہ ہندوستان میں) اسی اسیری فرقہ کا ایک بقیہ ہوں۔ اگر یہ مکتوب اصلی ہے تو آج اس امر کی روشن شہادت موجود ہے کہ انبیائے کرام قانون قدرت کے بڑے ماہر اور علم حقائق الاشیاء کے بڑے علامہ تھے اور یہی بڑا باخبر ہونا ہی نبوت ہی نہیں، بلکہ اس میں یہ عبرت انگیز سبق موجود ہے کہ حضرت عیسیٰ کی موت بھی اسی سنت اللہ کے مطابق ہوئی تھی جس کی بابت قرآن نے کہا ہے ولن تجد لسنة الله تبديلا الخ (فاطر ۵ ۳)

تذکرہ حاشیہ صفحہ ۱۶-۱۷

اخبار احمدیہ

—— حضرت امیر مولانا صدر الدین صاحب کی صحت خدا کے فضل سے بہت اچھی ہے، آپ ۱۵ اکتوبر کو لاہور تشریف لے گئے۔ ۱۸ اکتوبر کو میانوالی تشریف لے گئے اور پھر دو تین دن کے بعد لاہور آ گئے۔

—— محترم خانبہادر غلام ربانی خاں صاحب آنریری جنرل سیکرٹری ۲۲ اکتوبر کو مانسہرہ سے تشریف لائے اور انجمن کے کاموں کی سرانجام دہی میں ہمہ تن مصروف ہیں۔

—— آج ۲۸ اکتوبر کو انجمن کی مجلس منتظمہ کا اجلاس ہو رہا ہے جس میں شمولیت کے لئے بعض دوست بیرونجات سے تشریف لائے ہیں، حضرت صاحب صدر کراچی سے تشریف فرما ہوئے ہیں اسی اجلاس میں انجمن کا سال آیندہ کا بجٹ زیر غور ہے (مفصل پھر)

—— سفید ڈھیری پشاور سے محترم کرنل خاں صاحب اطلاع دیتے ہیں کہ برادرم محمد زمان کے لڑکے شوکت علی کو اللہ تعالےٰ نے فرزند نرینہ عطا فرمایا ہے جس کی خوشی میں انہوں نے مبلغ پانچ روپیہ برائے اشاعت اسلام عطا فرمائے ہیں۔ جزاہ اللہ۔ دعا ہے اللہ تعالےٰ نومولود کی عمر دراز کرے اور خادم دین بنائے:

تاریخ اسلام کے چند اوراق

عالم کی پہچان

صوفی ابوعلی فارندی عہد سلجوقیہ میں ایک بڑے نامور صاحب علم گذرے ہیں۔ امام غزالی رح ان کے شاگرد اور مرید تھے۔ جب صوفی ابوعلی خواجہ نظام الملک طوسی کے دربار میں جاتے تو خواجہ اپنی جگہ سے اُٹھ کر صوفی صاحب کا استقبال کرتے۔

خواجہ صاحب سے کسی نے پوچھا۔ آپ دوسرے علماء اور صوفیا کی ایسی عزت و تعظیم کیوں نہیں کرتے، اس تخصیص کے کیا معنی؟"

نظام الملک نے جواب دیا۔"جب وہ حضرات مجھے ملنے آتے ہیں تو میں نے اکثر دیکھا ہے کہ وہ میری تعریف کرتے ہیں۔ اور ان صفات سے یاد کرتے ہیں جو مجھ میں نہیں۔ اس مدح سرائی سے میرا نفس مغرور ہونے لگتا ہے۔ بخلاف اس کے صوفی ابوعلی میرے عیوب سے مجھے آگاہ اور آزادی اور بے لوثی سے گفتگو کرتے ہیں"

محض خدا کی رضا

حضرت عثمان رض کے عہد خلافت میں عبداللہ کی سرکردگی میں ۲۰ ہزار مسلمان سپاہ کا لشکر افریقہ کی جانب بھیجا گیا۔ یہ فوج ملک فتح کرتی ہوئی تریپولی کے باہر خیمہ زن ہوئی۔

مشہور جرنیل گریگوری ایک لاکھ بیس ہزار جری بہادروں کے ساتھ موجود تھا۔ مقابلہ بہت سخت تھا۔ گریگوری کی حسین بیٹی باپ کے ساتھ جنگ میں دلیری دکھا رہی تھی۔ گریگوری نے اعلان کیا۔ کہ جو سپاہی مسلمانوں کے سرلشکر کا سر کاٹ لائے گا اسے اپنی بیٹی اور ایک لاکھ سونے کی مہر دوں گا۔ اس انعام نے افریقی جوانوں میں ایک جوش پیدا کر دیا۔ گریگوری کی بیٹی اس جوش کو اُبھار رہی تھی۔ عبداللہ کے بعض دوستوں نے انہیں مشورہ دیا کہ وہ میدان جنگ میں موجود نہ رہیں، مبادا ان پر کوئی آنچ آئے اور لشکر کا دل ٹوٹ جائے۔ چنانچہ عبداللہ نے یہ مشورہ قبول کر لیا جسے بعض سپاہیوں نے بُرا منایا۔

فوج میں جری سپاہی زبیر بھی تھے۔ انہیں جب اس واقعہ کا علم ہوا تو وہ آگے بڑھے اور لوگوں سے دریافت کیا کہ سرلشکر کہاں ہے؟

انہیں جواب ملا کہ وہ اپنے خیمے میں ہیں۔ زبیر خیمے میں پہنچے اور جاتے ہی سوال کیا۔ کیا مسلمانوں کے جرنیل کی جگہ خیمہ ہے؟ عبداللہ پریشان ہو گئے۔ لیکن انہوں نے گریگوری کے اعلان اور دوستوں کے مشورے کا ذکر کیا۔ اس پر زبیر بولے"ان کفار پر لعنت ہو، آپ اسی انعام کا اعلان کیجئے کہ جو گریگوری کا سر کاٹ کر لائے گا اسے اس کی بیٹی، اور ایک لاکھ سونے کی مہر دی جائے گی۔

اس اعلان کے بعد مسلمانوں کے دل بڑھ گئے ان میں ایک نیا جوش اور ولولہ پیدا ہوا۔ زبیر کی قیادت میں وہ گھمسان کا رن پڑا کہ کفار کے چھکے چھوٹ گئے، زبیر کے ہاتھوں گریگوری کھیت رہا۔ اور اس کی بیٹی پکڑی گئی۔

زبیر کو اعلان کے مطابق گریگوری کی حسین بیٹی اور مہریں پیش کی گئیں لیکن انھوں نے یہ کہکر لینے سے انکار کر دیا کہ میری تلوار محض خدا کی رضا کے لئے چلتی ہے۔ اسلام کو فتح ہوئی، یہی میرا انعام ہے۔ جو مجھے مل گیا ہے"۔

اسلامی دستور

الپ ارسلان کے عہد حکومت میں شہنشاہ قسطنطنیہ ایک بھاری لشکر لیکر مسلمانوں کو تہس نہس کرنے نکلا۔ الپ ارسلان بھی اسلامی فوج کے ساتھ مقابلے پر آ گئے اور کفار کو شکست دی۔ بہت سے اسیران جنگ ہاتھ آئے جنہیں صرف زاد راہ لیکر چھوڑ دیا گیا۔ اپنی شکست، اور مسلمانوں کے اس حسن سلوک نے شہنشاہ قسطنطنیہ کا غصہ اور بڑھا دیا۔ وہ پھر تیاری کر کے آگے بڑھا۔ الپ ارسلان نے بہتیری کوشش کی۔ کہ انسانوں کا خون نہ بہے صلح کا پیغام بھی بھیجا جسے رد کر دیا گیا۔

رومی بادشاہ کی اس نخوت پرست اسلام کی آنکھیں آبدیدہ ہو گئیں۔ وہ تخت سے نیچے اُتر آئے۔ فرش خاک پر سر رکھ کر انہوں نے نہایت خضوع و خشوع سے خدا کے حضور میں اپنی فروتنی اور عاجزی کا اظہار کیا اور فتح کی دعا مانگی بادشاہ کی اس نیکی کا اثر اس کی سپاہ پر بھی تھا۔ چنانچہ اسلام کی حفاظت کے لئے جان توڑ کر لڑی اور شہنشاہ کو شکست ہوئی اور وہ پکڑا آیا۔

شاہ ارسلان کا دربار لگ رہا تھا۔ جب رومی بادشاہ کو پیش کیا گیا تو اسے دیکھکر سلطان ارسلان اپنے تخت سے اُٹھا۔ چند قدم آگے بڑھا اور نہایت تپاک سے ہاتھ ملا کر اپنے دشمن کو اپنے برابر جگہ دی۔ پھر اسے شاہی مہمان کے طور پر رکھا۔

ایک دن سلطان نے شہنشاہ سے پوچھا شکست کے بعد تمہیں کس سلوک کی اُمید ہو سکتی ہے؟"

شہنشاہ نے بے ساختہ جواب دیا" اگر ظالم ہو تو قتل کر دو، متکبّر ہو تو قید میں ڈالو اور اگر دُور اندیش اور فیاض ہو تو فدیہ لے کر آزاد کر دو"۔ اس پر سلطان نے پوچھا" اگر مجھے شکست ہوتی اور میں قید ہو جاتا۔ تو تم میرے ساتھ کیا سلوک کرتے؟"

شہنشاہ نے جواب دیا" سزا سے تازیانہ تجویز کرتا"

سلطان یہ گستاخانہ جواب سُن کر ہنس پڑا اور بولا شاید تم میں یہ دستور ہو۔ لیکن اسلامی تعلیم اس کی اجازت نہیں دیتی۔ میں تمہاری قید میں نہیں ہوں۔ میں فدیہ لے کر تمہیں اور تمہاری فوج کو آزاد کرتا ہوں"

(قندیل)

فیجی (جنوبی امریکہ) میں تبلیغی سرگرمیاں

ماسٹر محمد عبداللہ صاحب کی مساعی جمیلہ

ہمارے اکثر احباب ماسٹر محمد عبداللہ صاحب ہیڈ ماسٹر نوسوری (فیجی) کے نام سے واقف ہوں گے۔ آپ سالہا سال سے وہاں مقیم ہیں۔ میں عرصہ سے ان کے ساتھ خط و کتابت کر رہا تھا اور انجمن کی مالی امداد کے لئے تحریک کرتا رہا۔ الحمدللہ کہ ماسٹر صاحب کی مساعی بار آور ثابت ہو رہی ہیں، آپ کے تازہ خط سے معلوم ہوا کہ آپ کی تحریک سے ۱۰/ ۲ ۲ کی رقم ارسال کی گئی ہے۔ جس کے لئے ہم ماسٹر صاحب اور حضرات معطیان کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتے ہیں۔ ماسٹر صاحب نے تحریر فرمایا ہے کہ یہ سلسلہ اب جاری رہے گا اور ماہوار چندہ مرکز میں ارسال ہوتا رہے گا۔

علاوہ ازیں آپ نے اور آپ کے رفقاء نے سان فرانسسکو کی مسجد کے لئے ایک ہزار پونڈ جمع کرنے کا ارادہ ظاہر فرمایا ہے، چنانچہ اس کی فراہمی شروع ہو گئی ہے۔

اس نیک تحریک کی ابتداء کس طرح سے ہوئی اس کے متعلق ماسٹر صاحب کے گرامی نامہ کی مندرجہ ذیل سطور خالی از دلچسپی نہ ہوں گی لکھتے ہیں:۔

" اخویم مسٹر محمد محبوب خاں صاحب آف مارو کے صاحبزادہ محمد یوسف صاحب کی شادی میں مع چند احباب گیا تھا۔ نکاح خوانی کے بعد مسٹر عبدالرحمان ساہو خاں نے تقریر کی۔۔۔۔۔۔۔۔

اگلے روز دولہا کے مکان پر ۲ اسٹیشن کے قریب دعوت میلاد شریف تھی، خاکسار اور مسٹر عبدالرحمان ساہو خاں کی تقریریں آنحضرت صلعم کی زندگی پر ہوئیں۔ خاکسار نے رحمۃ للعالمین کی تشریح کرتے ہوئے مغرب میں تبلیغ اسلام کی اہمیت، حضرت خواجہ کمال الدین کے حالات، ووکنگ مشن، برلن مشن اور امریکہ مشن کے حالات بیان کئے آخر میں سان فرانسسکو میں مسجد کی تعمیر کے لئے دولہا کے باپ سے اپیل کی اور بتایا کہ امریکہ میں چندہ کی ابتدا مصر کے بادشاہ شاہ فاروق کی والدہ کے چندہ پانچ ہزار ڈالر سے ہوئی۔۔۔۔۔۔۔ فیجی میں سان فرانسسکو مسجد کے چندہ کی ابتدا ہم اس شادی کی تقریب سے کرنا چاہتے ہیں۔ جناب محمد محبوب خاں صاحب نے ۵۰/- پونڈ کا وعدہ کیا؟"

اس کے بعد ماسٹر صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ:۔

" فرانسسکو مسجد کے لئے فیجی سے ایک ہزار پونڈ کی فراہمی کے لئے ہمارے احباب خصوصاً مسٹر اے آر ساہو خاں، مسٹر غنی دین نے کافی توقع دلائی ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ دس آدمی ایسے نکل آئیں جو ۵۰/- پونڈ کے حساب سے دیویں اور باقی ۵۰۰ عام لوگوں سے وصول کیا جائے۔ خدا کا کام ہے وہی اس کی فراہمی کے اسباب پیدا کرے گا۔ ہمیں صرف یہ فخر ہو گا کہ یہ کام ہمارے ہاتھوں سے انجام پذیر ہوا"

ماسٹر صاحب نے یہ بھی تحریر فرمایا ہے کہ ایک ہزار پونڈ فیجی سے جمع ہو گا۔ اسی طرح اگر ایک ہزار (۱۰۰۰/-) ڈچ گیانا۔ ۱۰۰۰/- برٹش گیانا ۱۰۰۰/- ٹرینیڈاڈ سے جمع ہو جائے تو امید ہے کہ مرکز پر ص۲۴

ص۲۴ اس کا بوجھ زیادہ نہ پڑے گا۔

ماسٹر صاحب کی یہ مساعی نہایت قابل قدر ہیں اور ہم ان کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ ان کے عزائم میں برکت دے اور انہیں ان کے نیک ارادوں میں کامیابی عطا فرمائے آخر میں ماسٹر صاحب موصوف نے اپنے خط میں تحریر فرمایا ہے کہ ان کا صاحبزادہ جلال الدین محمد اکبر جو آجکل امریکہ میں مقیم ہے بیمار ہے احباب عزیز کی صحت کے لئے دعا فرمائیں۔

مرتضیٰ خاں افسر تحصیل

بچوں کا صفحہ

عدل اور مساوات

شیخ محمد خالد اقبال صاحب

(۲)

حضرت علیؓ کے ایوان عدالت میں بلا امتیاز مذہب و ملت امیر و غریب سب برابر تھے۔ اگر خود آپ کسی مقدمہ میں فریق ہوتے تھے تو قاضی کے سامنے حاضر ہونا پڑتا تھا اور اگر ثبوت نہ ہوتا تو مقدمہ آپ کے خلاف فیصلہ ہوتا۔ ایک مرتبہ آپ کی زرہ گر پڑی اور ایک نصرانی کے ہاتھ لگی۔ حضرت علیؓ نے اسے دیکھ کر پہچانا اور قاضی شریح کی عدالت میں دعویٰ کیا۔ نصرانی کا دعویٰ تھا کہ وہ اس کی زرہ ہے قاضی نے حضرت علیؓ سے پوچھا آپ کے پاس کوئی ثبوت ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں۔ قاضی نے نصرانی کے حق میں فیصلہ دیا اس فیصلہ کا یہ اثر ہوا کہ وہ مسلمان ہو گیا اور کہا یہ تو انبیاء کے جیسا انصاف ہے۔ کہ امیرالمومنین مجھے اپنی عدالت کے قاضی کے سامنے پیش کرتے ہیں اور قاضی امیرالمومنین کے خلاف فیصلہ دیتا ہے۔

حضرت عمرؓ کے زمانے کا ذکر ہے کہ عمرو بن العاص نے مصر کی جامع مسجد میں منبر بنوایا آپ کو اطلاع ہوئی تو لکھ بھیجا کہ کیا تم اسے پسند کرتے ہو کہ مسلمان نیچے بیٹھیں اور تم اوپر۔

ایک مرتبہ کچھ لوگ مشہور صحابی حضرت ابی بن کعب سے ملنے کے لئے گئے جب وہ اُٹھے تو لوگ بھی تعظیماً ان کے ساتھ ہو گئے اتفاق سے اسی وقت حضرت عمرؓ ادھر آ نکلے یہ امتیازی شان دیکھ کر ابی کو کوڑا لگایا انہوں نے حیرت سے پوچھا خیر تو ہے؟ فرمایا کیا تم نہیں جانتے کہ اس قسم کی تعظیم متبوع کے لئے فتنہ اور تابع کے لئے ذلت ہے۔

جبلہ بن ایہم کا واقعہ بھی بہت مشہور ہے یہ شام کا مشہور رئیس تھا۔ طواف میں اس کی چادر کو کسی کا پاؤں لگ گیا تو اس نے اسے تھپڑ مارا۔ اس نے بھی یہی سلوک جبلہ سے کیا۔ حضرت عمرؓ کے پاس شکایت پہنچی تو فرمایا۔ مسلمان سب مساوی ہیں۔ ریاست یا مرتبہ کی وجہ سے حقوق میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔

عزیز دوستو:—

ہم احمدیوں کو خاص طور پر اور عام مسلمانوں کو عام طور پر ہمیں مسلمان پر اس لئے فوقیت حاصل ہے کہ ہم مسلمان ہونے کے ساتھ ساتھ احمدی بھی ہیں) چاہیئے کہ ہم سب مل کر آپس میں عدل اور ایسی مساوات اختیار کریں جس نے گذشتہ مسلمانوں میں حریت اور آزادی کی روح پھونک دی خدایا! ہمیں توفیق عطا فرما۔ آمین

صحابہؓ نبی کے

مولانا مرتضیٰ خان حسن

صحابہؓ کے نبی بڑے پارسا تھے :: بڑے متقی تھے بڑے باخدا تھے
غریبوں سے انکو محبت بہت تھی :: یتیموں پہ وہ جان و دل سے فدا تھے
مصیبت میں غیروں کے کام آتے اکثر :: وہ ہمدرد و غمخوارِ خلقِ خدا تھے
وہ وعدوں کے پکے وہ قولوں کے سچے :: وہ مخلص تھے پابندِ صدق و صفا تھے
زباں سے جو کہتے وہ کر کے دکھاتے :: بڑے باوفا تھے بڑے بے ریا تھے
لگی لپٹی رکھتے نہ ہرگز کسی سے :: ہر اک بات کہدیتے وہ برملا تھے
وہ کسریٰ و قیصر کے دربار میں بھی :: کھری منہ پہ کہتے نہ ڈرتے ذرا تھے
نہ تیغ رُکتے نہ تبلیغ حق سے :: وہ باطل کی جانب نہ جھکتے ذرا تھے
وہ دنیا میں مظہر تھے نورِ خدا کے :: شبستانِ عالم میں شمعِ ہدیٰ تھے

عزیزو! اگر ان کی رہ پر چلو گے
تو دین اور دنیا میں پھولو پھلو گے

(بقیہ از صـ ۲)

پھیلائیں۔ ہمارے رسول نے فرمایا ہے کہ الحکمت ضالۃ المومن۔ مختصراً یہ کہ اقوام متحدہ کے اصولوں کا مخزن اسلام اور ارشادات نبوی ہیں۔

ازاں بعد پروفیسر ملک دین محمد صاحب آف ٹریننگ کالج نے اقوام متحدہ کے نظام کے متعلق نہایت سیر حاصل بحث کی۔ آپ نے فرمایا کہ دوسری جنگ عظیم جاری تھی کہ وزیر اعظم چرچل اور پریذیڈنٹ روزولٹ بحر اوقیانوس میں کسی مقام پر ملے۔ اور آٹھ نکاتی پروگرام تیار کیا جو بعد میں اقوام متحدہ کی بنیاد قرار پایا۔

اس انجمن کی آٹھ شاخیں ہیں:—

(۱) جنرل اسمبلی۔ ہر ملک پانچ نمائندے بھیج سکتا ہے اس کو ایک ووٹ حاصل ہے تمام ممالک برابر کا رتبہ رکھتے ہیں۔ اس کا اجلاس سال میں ایک دفعہ ہوتا ہے۔
(۲) حفاظتی کونسل۔۔ اس کے گیارہ ممبر ہیں۔ پانچ مستقل اور چھ عارضی۔ یہ چھ ہر سال کے بعد منتخب ہوتے ہیں۔
(۳) ٹرسٹی شپ کونسل۔۔ غلام ممالک کی دیکھ بھال کرتی ہے۔
(۴) اقتصادی اور مجلسی کونسل۔ پسماندہ ممالک میں صنعتی اور سائنٹیفک طریقوں کو رائج کرتی ہے۔
(۵) خوراک اور زراعت کا ادارہ (۶) عالمی صحت کا ادارہ۔
(۷) جاپانی مصیبت زدہ بچوں کی امداد کا ادارہ۔ یہ ادارہ یورپ و ایشیائی ممالک کے مہاجرین اور دیگر مصیبت زدگان کی بہت امداد کر رہا ہے۔
(۸) یونیورسل پوسٹل یونین۔ آپ آسٹریلیا میں کسی کو خط لکھنا چاہتے ہیں اپنے ملک کے ٹکٹ لگا کر بھیج دیجئے خط منزل مقصود پر پہنچ جائے گا۔ (صـ ۲۴)

صـ ۲۴ آپ نے مزید فرمایا کہ آج دنیا سکڑ گئی ہے۔ اور حملہ آور ملک ۲۴ گھنٹوں میں جہاں چاہے حملہ کر سکتا ہے۔ ان امکانی جارحانہ کارروائیوں کی روک تھام اور عالمگیر امن و آشتی اس ادارہ کا اصلی مقصد و منتہا ہے۔

خان بہادر غلام ربانی خان صاحب نے اپنی صدارتی تقریر میں فرمایا کہ صلح و آشتی کا صحیح پیغامبر اسلام اور صرف اسلام ہے اور اقوام عالم کو اس کا اعتراف ہے۔ صرف آنا ہی ہماری طرف سے ہے سی ہے مسلمانوں کو چاہیئے کہ وہ اسلام کا یہ پیغام چار دانگ عالم میں پہنچا دیں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی کتنی نصرت فرماتا ہے۔

جلسہ دعا پر ختم ہوا۔ (نامہ نگار)

خواجہ حسن نظامی کی زندگی کے متعلق حضرت مسیح موعودؑ کی پیشگوئی

جماعت احمدیہ کے خلاف موجودہ تحریک مسلمانوں کیلئے خطرناک ہے

خواجہ حسن نظامی نے اپنی ۷۷ویں سالگرہ کے موقعہ پر اپنے رسالہ منادی میں حسب ذیل مضمون لکھا ہے :—

پاکستان اور بھارت کیلئے خطرناک کام

پاکستان میں آج کل جو قادیانی فرقے کے خلاف کام ہو رہا ہے اس کو (میں) پاکستان کے لئے اور بھارت کے مسلمانوں کے لئے بہت خطرناک سمجھتا ہوں۔ اس لئے میں نے منادی کے گذشتہ کئی پرچوں میں مضامین شائع کئے تھے اور پاکستانی مسلمانوں کو اس جھگڑے سے روکا تھا مگر اس کا کچھ اثر نہیں ہوا اور جھگڑا اب تک جاری ہے۔ بلکہ میرے خلاف یہ چرچا کیا جا رہا ہے کہ میں قادیانیوں کا ہم عقیدہ ہوں۔ اس لئے آج پھر اعلان کرتا ہوں کہ میں قادیانیوں کے کسی ایسے عقیدہ کو نہیں مانتا جس میں جناب مرزا غلام احمد صاحب کو پیغمبر مانا گیا ہو۔

میرزا غلام احمد صاحبؒ تو میری درگاہ میں آئے تھے

میں بار بار شائع کر چکا ہوں کہ جناب مرزا غلام احمد صاحب اپنے ۸۰ مریدوں کے ساتھ میری درگاہ میں آئے تھے اس وقت میں اپنے حجرے میں تھا۔ مجھے خبر دی گئی کہ مرزا صاحب حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء کے روضے کے اندر مراقبہ کر کے دعا مانگ رہے ہیں۔ کچھ دیر کے بعد مرزا صاحب یعقوب علی صاحب ایڈیٹر اخبار الحکم اور مفتی محمد صادق صاحب ایڈیٹر اخبار بدر کے ساتھ میرے حجرے میں آئے اور بات چیت کے دوران میں میں نے ان سے کہا کہ آپ پیغمبری کا دعوےٰ کرتے ہیں۱ پھر آپ نے ایک ولی کے مزار پر عاجزانہ دعائیں کیوں کیں میرے سوال کے جواب میں جو کچھ کہا مجھے اس سے اطمینان نہیں ہوا۔

حضرت مرزا صاحب کا خط

دوسرے دن میں دہلی میں ان کی قیام گاہ پر اس لئے ملنے کہ وہ خود میرے حجرے میں آئے تھے اور مجھ پر اسلامی تہذیب کے موجب بازدید کی ملاقات ضرور ہو گئی تھی۔

اس وقت مرزا صاحب سے میں نے کہا کہ آپ میری درگاہ میں آئے اور اپنے مریدوں نے دیکھا کہ آپ نے وہاں دعائیں مانگیں اور مراقبہ کیا۔ مگر آپ کے جن مریدوں نے یہ نہیں دیکھا وہ تسلیم نہیں کریں گے کہ ایک پیغمبر نے ایک ولی کے مزار کے آگے سر جھکایا اور دعائیں مانگیں۔ لہذا مجھے اپنے قلم سے یہ واقعہ لکھ کر دے دیجئے تاکہ میں اسے شائع کر دوں۔ میرزا صاحب نے فوراً مجھے حسب ذیل عبارت کا خط لکھ کر دیدیا جس کو میں نے بلاک بنوا کر لاکھوں کی تعداد میں شائع کیا۔ اس خط کی عبارت یہ تھی :—

"جب ہم دہلی میں آئے اور یہاں کے باشندوں نے ہم سے انس اور محبت محسوس نہیں کی تو ہمارے دل نے جوش مارا کہ ان اولیاء الرحمٰن کے مزاروں پر جائیں جو ہماری طرح اس دنیا کے جفا و قفا اٹھا کر اپنے محبوب حقیقی کو جا ملے اس لئے ہم حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ کے مزار پر آئے اور ہم نے وہاں خدا سے دعائیں کیں۔

راقم اللہ الصمد۔ غلام احمد المسیح الموعود من اللہ الاحد القادیان"

دوسرا خط ۔ خواجہ صاحب کی عمر کے متعلق

قادیان جانے کے بعد میرزا صاحب کا ایک اور خط آیا جس میں لکھا تھا کہ ہم نے اخبار وکیل امرتسر میں پڑھا ہے کہ آپ کو دق کی بیماری ہو گئی ہے اس لئے ہم نے آپ کی صحت کے لئے خدا سے دعا مانگی اور ہم کو الہام ہوا کہ خواجہ حسن نظامی ابھی بہت دن زندہ رہیں گے اور مسلمانوں کے بڑے بڑے کام کریں گے اور ہم حکیم نورالدین صاحب سے آپ کے لئے دوا بھی پارسل کے ذریعہ روانہ کرتے ہیں۔

میں نے میرزا صاحب کو جواب دیا کہ میں شکریہ ادا کرتا ہوں، مگر حکیم نورالدین صاحب کی دوا استعمال نہیں کر سکتا کیونکہ حکیم اجمل خاں صاحب نے میرے مرض کی تشخیص نہیں کی۔

میرزا صاحب کی وفات کے بعد ان کے موجودہ خلیفہ اور فرزند میرزا محمود احمد صاحب سے میرے بہت اختلافات رہے۔ مگر موجودہ زمانہ میں سب مسلمان فرقوں کو مل جل کر رہنا چاہئے۔ یہ وقت آپس میں لڑنے کا نہیں ہے۔" (اخبار منادی دہلی)

---

۱ پیغمبری کا دعوےٰ تو تھا ہی نہیں دہلی کے سفر میں تو حضرت مسیح موعودؑ بار بار دعوئ نبوت سے انکار کرتے رہے پھر خواجہ صاحب کا انہیں پیغمبر قرار دینا کیسے صحیح ہو سکتا ہے۔ (مدیر پ۔ ص)

ایک افسوسناک جدائی

احمد شاہ صاحب جو حکیم شاہنواز صاحب مرحوم کے بھتیجے بھائی اور پرانے احمدی تھے اور اپنے گاؤں میں باوجود سخت مخالفت کے اکیلے احمدی تھے وہ ایک طویل بیماری کے بعد گذشتہ ہفتہ انتقال فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اس صدمہ میں ہمیں ان کے فرزندان اور دیگر لواحقین کے ساتھ ہمدردی ہے اللہ تعالےٰ ان کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور ان کے عزیز فرزندوں کو ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق دے (مسلم ٹاؤن کی مسجد میں ان کا جنازہ غائبانہ پڑھا گیا) دوسرے دوستوں سے بھی درخواست ہے کہ وہ ان کا جنازہ

"ساڑھے تیرہ سو سال کے مسلّم اسلام سے الگ کوئی نئی سی چیز"

مودودی تحریک پر معاصر صدق جدید کا تبصرہ

"جماعت اسلامی وہ واحد ممتاز جماعت ہے جو مسلم قوم کے مادی اور فرقہ وارانہ مفاد سے کوئی تعلق نہیں رکھتی خواہ مفاد معاشرتی ہو یا سیاسی یا معاشی۔ بلکہ اس کا صرف ایک مقصد ہے اور وہ یہ کہ سارے انسانوں کو اللہ تعالیٰ کے وجود کو تسلیم کرنے کی دعوت دی جائے اور اس کے احکام کو اپنی زندگیوں میں بجا لایا جائے۔ جماعت اسلامی کے نزدیک انسانوں کو انسان بنانے والی چیز اس کا اخلاقی وجود ہے اور زندگی میں اخلاق کی بنیاد اللہ کے تصور پر رکھی جا سکتی ہے۔"

یہ وہ صفائی ہے جو اپنی جماعت کے غیر سیاسی اور صرف اخلاقی و انسانی مسلک کے تعلق "جماعت اسلامی" کے ایک رکن نے اپنے افسر کے سامنے پیش کی (جبکہ اور بھی طویل عبارتیں اسی مفہوم کے ساتھ جماعت کے ترجمانوں زندگی اور الانصاف میں شائع ہو رہی ہیں) بلکہ اگر اصل تحریر انگریزی میں تھی تو عجب نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے بجائے گاڈ ہی ہو ———— اس سے قطع نظر کہ ایسی صفائی غیر مسلم حاکم کے سامنے پیش کرنا خودداری کے کہاں تک موافق تھا۔ اصل سوال یہ ہے کہ مفاد ملی کے ہر پہلو سے اتنی بے تعلقی و اعراض کے بعد جماعت کو عام امت اسلامی سے کسی تعاون کی توقع رکھنے کا حق ہی کیا باقی رہ جاتا ہے؟ اور پھر جماعت کی بنیاد اگر محض خدا پرستانہ اخلاقی و انسانی قدروں پر ہے تو اس میں اور یورپ کی DEIST جماعت میں فرق ہی کیا رہ جاتا ہے؟ خدا کے نفس وجود سے چند ملحدوں کو چھوڑ کر باقی دنیا میں اختلاف ہی کس قوم کس جماعت کو ہے؟ ہندو، مسیحی، یہود۔ سب اپنے نزدیک "خدا" ہی کے احکام کی تو اطاعت کر رہے ہیں دنیا کو جرأت کے ساتھ بتانا یہ تھا کہ ہم معاد و آخرت سے متعلق مخصوص و متعین عقائد رکھتے ہیں اور خدا کی ذات و صفات سے متعلق صرف ان تصورات کے قائل ہیں جو قرآن نامی ایک کتاب اور محمد رسول اللہ کی وحی و ہدایت کے ماتحت ہم تک پہنچے ہیں ———— یہ کوئی مخالفانہ تنقیص و تعریض نہیں۔ ایک مخلصانہ و بہی خواہانہ مشورہ ہے۔ اور جماعت کے اخباری نقیبوں سے نہیں۔ بلکہ جماعت ہند کے سنجیدہ امیر اور ان کے خاص رفیقوں سے غرض ہے کہ اسکو ٹھنڈے ذہن کے ساتھ سوچیں، یہ کوئی اتفاقی اور پہلی تحریر نہیں بارہا اسی قسم کی تحریریں ذمہ دار ارکان جماعت کے قلم سے نکل چکی ہیں۔ جن سے صاف یہی معلوم ہوتا ہے کہ جیسے جماعت ۱۲½ سو سال کے مسلّم اسلام سے الگ کوئی نئی سی چیز ہے۔

(صدق ۱۷ر اکتوبر ۱۹۵۲ء)

خط و کتابت کرتے وقت
چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیں

جلد ۴۱ | یوم چہار شنبہ ۔ مورخہ ۲۲ صفر [illegible] ۱۳۷۲ھ ۔ ۱۲ نومبر ۱۹۵۲ء | نمبر ۴۳

نامۂ امریکہ — میاں بشیر احمد صاحب منو

امریکہ میں تبلیغ اسلام

ایک طالبہ اور دو امریکن مردوں کا قبول اسلام

نماز عید الاضحیٰ اور ایک طالبہ کا قبول اسلام

مجی و مشفق جناب ایڈیٹر صاحب ۔ "پیغام صلح لاہور"

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ ۔ عید الاضحیٰ کی نماز ہمارے مکان پر اکتیس اگست کو ہوئی ، سان فرانسسکو کرانیکل اور سان فرانسسکو ایگزامینر کے نمایندے بھی آئے ہوئے تھے اس لئے ان دو اخباروں میں اس کے متعلق ان کے بیانات شائع ہو گئے ۔ نماز کے بعد حاضرین کی تواضع کیک پیسٹری اور آئس کریم وغیرہ سے کی گئی ۔ اس موقع پر یہاں کے ایک ہائی سکول کی طالبہ علم مس ایوان برنارڈ YVONNE BERNARD مشرف باسلام ہوئیں وہ کئی مہینوں سے ہمارے ہفتہ واری لیکچروں میں باقاعدگی سے شامل ہو رہی تھیں اور ہماری بعض کتب کا بھی مطالعہ کر چکی تھیں ۔ ان کی قبولیت اسلام کے اعلان سے ہم سب مسلمانوں کے دل خوشی سے لبریز ہو گئے اور ہم نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا جس نے محض اپنے فضل سے انہیں ہدایت قبول کرنے پر مائل کر دیا اور اتنا حوصلہ دیا کہ وہ بغیر کسی تامل کے اس کا اظہار بھی کر دیں ۔

ایک نکاح

دوسرے ہی دن یعنی یکم ستمبر کو ایک ایرانی طالب علم مسٹر عبد الحمید کا خطبہ نکاح پڑھنے کا فرض مجھے ادا کرنا پڑا انکی دلہن ایک ہسپتال میں نرس کا کام کرتی ہیں اس تقریب پر بھی کافی اجتماع ہو گیا اور ہم نے حسب معمول اس موقع پر اپنا لٹریچر بھی ان لوگوں کو پڑھنے کے لئے دیا ۔ اپنے خطبہ نکاح میں بھی اسلام نے جو عورت کو حقوق دیئے ہیں اور سوسائٹی میں اس کی اعلیٰ حیثیت قائم کی ہے اس کا مختصر ذکر کیا ۔

ماسٹر محمد عبد اللہ صاحب فیجی

ماسٹر محمد عبد اللہ صاحب ہیڈ ماسٹر مسلم سکول نسوری ۔ فیجی ہماری جماعت کے ان ممبروں میں سے ہیں جو ہر نیکی کے کام میں دوسروں پر سبقت لے جانے کی کوشش میں لگے رہتے ہیں ۔ فیجی سے چار طالب علموں کو یہاں تعلیم کی غرض سے بھیج چکے ہیں اور اب چند دنوں تک پانچواں بھی انشاء اللہ یہاں پہنچ جائے گا ۔ سب سے بڑی خوشی کی بات یہ ہے کہ ان کی اہلیہ محترمہ بھی اسلامی محبت میں ان سے کسی طرح کم نہیں وہ بھی اشاعت اسلام کی غرض سے یہاں آنا چاہتی ہیں اور اس کے لئے ہر طرح سے تیار ہو رہی ہیں ۔ تیاری مکمل ہو جانے پر وہ رخت سفر باندھ لیں گی ۔ اللہ تعالیٰ ان کا حامی و ناصر ہو اور انہیں اپنے حفظ و امان میں رکھے ۔

سیکرمنٹو میں

سیکرمنٹو Sacramento کیلیفورنیا کا دار الحکومت ہے اور ہمارے لئے اس کی اہمیت خصوصیت سے اس وجہ سے ہے کہ وہاں دوسرے شہروں کی نسبت مسلمان کثرت سے آباد ہیں ۔ اور وہاں ایک مسجد بھی موجود ہے ۔ ۶ ستمبر کو چند رفقاء کار کی معیت میں وہاں گیا ، غیر مسلموں میں تبلیغ کے فرائض سرانجام دیئے اور بعض معزز مسلمانوں سے بھی ملاقاتیں کیں ۔

عارفہ صاحبہ کی تقریر

۱۴ ستمبر کو عارفہ صاحبہ کی ایک تقریر ہوئی ۔ ان کا موضوع تھا God sent His mercy when there was corruption on land and sea

حاضرین نے بے حد پسندیدگی کا اظہار کیا ۔

مراکشی مسلمانوں کے حالات

۱۸ ستمبر کو ہماری سوسائٹی کے ایک ممبر مانع بلاؤ نے اپنی مراکشی زندگی کے حالات بیان کئے اور اسی سلسلے میں بتلایا کہ کس طرح فرانسیسی مراکش کے مسلمانوں کو ذلیل کر رہے ہیں اور ان کو پنپنے کی اجازت نہیں دیتے اور کس طرح باوجود نامساعد حالات کے وہاں آزادی کے لئے لوگ لڑ رہے ہیں اور انہوں نے امید ظاہر کی کہ چند برسوں تک نہ صرف مراکش بلکہ تمام شمالی افریقہ غلامی سے نجات حاصل کر لے گا ۔

تاریخ اسلام پر لیکچروں کا سلسلہ

امریکن اکاڈمی آف ایشین سٹڈی کی دعوت پر گرمیوں کی چھٹیوں سے قبل اپریل مئی اور جون کے مہینوں میں تاریخ اسلام اور سیرت النبیؐ پر میرے چند لیکچر ہوئے تھے ۔ ۵ اکتوبر سے یہ سلسلہ پھر شروع ہو گیا ہے ۔ کرسمس تک یہ قائم رہے گا ۔

دو امریکن اسلام میں

۴ اکتوبر کو مسٹر ولیم ہارلو William Harlow مشرف باسلام ہوئے ان کی عمر ۲۷ برس کی ہے اور قریب کے ایک شہر اوک لینڈ میں Machinist ہیں ۔

۵ اکتوبر کو مسٹر اوٹس ڈنہن Otis Dunhan نے قبولیت اسلام کا اعلان کیا ۔ ان کی عمر ۶۲ برس کی ہے اور یہ سان فرانسسکو میں Plumber کا کام کرتے ہیں ۔ اللہ تعالیٰ دونوں کو دین پر استقامت بخشے اور ان کے وجود کو ہمارے لئے مفید بنا سکے ۔

(باقی ۲۲ کالم [illegible])

جناب مرزا بشیر الدین محمود احمد کے ساتھ

میری خط و کتابت

الحاج جناب میاں محمد صاحب صدر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے قلم سے

بخدمت مولوی دوست محمد صاحب ایڈیٹر پیغام صلح

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ مزاج شریف

مجھے متعدد احباب نے جناب مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب امام جماعت ربوہ کے ایک مضمون شائع شدہ اخبار الفضل مجریہ ۲۹ اکتوبر ۱۹۵۲ء بعنوان "مبائعین نے اپنے عقائد بدل لئے ہیں" کی طرف توجہ دلائی ہے۔ کہ اصل حالات پر روشنی ڈالیں۔ مرزا صاحب مذکور سے میری خط و کتابت گذشتہ جون سے جاری ہے۔ ابھی میرے تین خطوط کے جواب کی مجھے انتظار ہے۔ چونکہ انہوں نے اپنے ایک خط کی نقل بھی اخبار میں شائع کی ہے۔ اس لئے اب میرا بھی اخلاقی فرض ہو گیا ہے۔ کہ میں بھی اپنے تاثرات کا ذکر جو حضرت ممدوح کے خطوط سے میں نے اخذ کیا ہے۔ اخبار مذکور میں شائع کروں۔ اس سلسلہ میں ایک خط بذریعہ رجسٹری میں نے انکو ارسال کیا ہے جس کی نقل لف ہذا ہے۔

"مکرمی بندہ جناب میاں صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ مزاج شریف۔ اخبار الفضل مجریہ ۲۹ اکتوبر ۱۹۵۲ء میں "مبائعین نے اپنے عقائد بدل لئے ہیں" کے عنوان سے آپ کا ایک مضمون شائع ہوا ہے۔ اپنے دل کی تسلی کے لئے میری سخن فہمی پر کچھ ریمارکس فرمائے ہیں۔ جزاک اللہ

حضرت مسیح موعودؑ کے خادم ہونے کی حیثیت کی وجہ سے اور انسانی شرافت کے تقاضا سے میں آپ کے متعلق کچھ ایسے ریمارکس کرنا معیوب سمجھتا ہوں آپ کے مضمون کی اشاعت کے بعد میرا اخلاقی فرض ہے۔ کہ اصل حالات پر روشنی ڈالوں۔ پڑھنے والے خود فیصلہ کر لیں گے۔ کہ میں نے کہاں تک آپ کے خطوط سے صحیح یا غلط نتیجہ نکالا ہے۔ لہذا آپ اخبار الفضل کے کارکنوں کو ہدایت کریں۔ کہ وہ میرے مضمون کو اپنی اخبار میں شائع کر دیویں۔ جناب کے جواب آنے پر میں مضمون برائے اشاعت ان کو بھیج دوں گا۔ میرے تین خطوط کے جواب کی انتظار ہے۔ والسلام۔ نیازمند میاں محمد

آل مسلم پارٹیز کنونشن کے متعلق ضروری تصریحات

اس کنونشن کے صدر کی طرف سے مالک اخبار "زمیندار" کی گمراہی و بیدینی اور کفر پر مہر ثبت ہو چکی ہے

کنونشن کی جدوجہد صرف چند بٹوروں نے سیر و سیاحت کرنے اور چند سیاسی قسم کے جلسے اور جذباتی تقاریر پر رہ گئی ہے۔

مرکزی انجمن حزب الاحناف کے ہفت روزہ اخبار "رضوان" کا بیان

"پیغام صلح" کی کسی سابقہ اشاعت میں ہم مولوی سید محمد احمد صاحب صدر انجمن حزب الاحناف کے ایک شائع کردہ رسالہ میں سے وہ فتوائے کفر نقل کر چکے ہیں جو ۱۹۲۷ء میں علمائے احناف کی طرف سے مولوی ظفر علی اور ان کے اعوان و انصار پر دیا گیا، اور جس پر خود مولوی محمد احمد صاحب کی بھی جو آجکل آل مسلم پارٹیز کنونشن کے صدر ہیں مہر ثبت ہے۔

انہی مولوی محمد احمد صاحب کے برادر حقیقی مولوی سید احمد صاحب مفتی انجمن حزب الاحناف کی سرپرستی میں ایک ہفت روزہ اخبار "رضوان" شائع ہوتا ہے، جس نے اپنی ۱۲ اکتوبر کی اشاعت میں نام نہاد آل مسلم پارٹیز کنونشن کی سرگرمیوں پر تبصرہ کرتے ہوئے حسب ذیل بیان دیا ہے:۔

"آج ہم نہایت قلبی و روحانی کوفت کے ساتھ یہ اعلان کرنے پر مجبور ہیں کہ آل مسلم پارٹیز جس مقصد کو لیکر اٹھی تھی وہ تو کھٹائی میں پڑتا جا رہا ہے۔ اور پارٹی کی جدوجہد صرف چند بٹوروں نے سیر و سیاحت کرنے اور چند سیاسی قسم کے جلسے اور جذباتی تقاریر پر رہ گئی ہے"

"اس کے علاوہ ایک بڑی مصیبت یہ بھی ہے کہ اس کنونشن میں ایسے افراد کو بھی ذمہ داریاں سونپ دی گئی ہیں۔ اور ان کو قائد اور مجاہد بنا دیا گیا ہے جنہیں مذہب سے مس تو کیا مذہب سے کوئی تعلق بھی نہیں ہے اور یہ لوگ محض اپنے اخبار کی اشاعت اور سنہری روپہلی مصلحتوں کی بناء پر کنونشن کا ساتھ دے رہے ہیں۔ میری مراد زمیندار کے ظفر علی اور اختر علی خاں سے ہے۔ .... بتائیے ایسے افراد جو مذہب سے مس تک نہیں رکھتے ان پر یہ کنونشنی علماء فخر کر رہے ہیں نہیں بلکہ ان کو اپنا قائد مان رہے ہیں۔ ان سے کوئی پوچھے کہ ظفر علی خاں صاحب کیا محدث و مفسر مفتی و فقیہ ہیں جن کی قیادت پر آپ فخر کر رہے ہیں .... پھر لطف یہ ہے کہ صدر جمعیت العلماء پاکستان کا ظفر علی خاں کے کفر پر چھپا ہوا فتوے ابھی موجود ہے۔ کیا ہم صدر صاحب سے پوچھ سکتے ہیں کہ اس فتوی پر تمادی عارض ہو گئی؟ اگر نہیں تو کیا ایک ایسے شخص کی قیادت پر آپ جیسے عالم و فاضل اور سعید وزیر خاں خطیب اعظم فخر کر سکتے ہیں، جو صرف اخبار کا ایڈیٹر یا ناشر ہے اور جس کی گمراہی و بیدینی پر آپ کے دست حق پرست مہر بھی ثبت کر چکے ہیں؟ پھر ایک تماشہ ملاحظہ کیجئے کہ ادھر تو احرار اور مولوی صدر جمعیۃ العلماء کے زمیندار کی قیادت پر فخر کر رہے ہیں۔ دوسری طرف مفخر صاحب ایڈیٹر زمیندار مرزائیوں کو تقویت پہنچا رہے ہیں۔ چنانچہ ملاحظہ کیجئے اختر علی خاں ایڈیٹر زمیندار لکھتے ہیں علامہ جمال الدین افغانی علامہ اقبال اور بہت سے دوسرے مفکرین کا مذہب تو یہ ہے کہ آسمان سے کوئی مہدی یا مسیح نازل نہ ہوگا۔ .... (زمیندار ختم نبوت ۲۷ رجولائی)

اب یہ تو ایک علیحدہ سوال ہے کہ بیچارے اقبال اور جمال الدین نے کہاں لکھا ہے کہ حضرت عیسی کے نزول والا عقیدہ مجوسیت کی پیداوار ہے۔ اس وقت تو آل مسلم پارٹیز کنونشن کے علمائے کرام کے قائد اعظم کا فتوے پڑھئے اور ان کے ایمان کا ماتم کیجئے۔ کیا ایڈیٹر زمیندار کی اس تحریر سے مرزائیوں کی حمایت نہیں ہوتی؟ کیا ایڈیٹر زمیندار کی اس تحریر سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اب عیسی علیہ السلام کا نزول اور ان کی حیات کا عقیدہ بیکار ہے۔ ....

سنا آپ نے؟ یہ ہے آل مسلم پارٹیز کنونشن کے قائد اعظم اختر علی مدیر زمیندار کا نظریہ خدا کے لئے بتائیے۔ یہی نظریہ اور عقیدہ مرزائیوں کا نہیں ہے؟ اگر ہے تو ایسے جاہل کو چھٹی دی گئی ہے۔ اور ایسے غیر ذمہ دار اور بدمذہب اشخاص کو پارٹی میں کیوں عمل دخل ہے؟"

ہفت روزہ "رضوان"۔ لاہور۔

(۱۲ اکتوبر ۱۹۵۲ء صفحہ ۳-۹)

پیغام صلح
جلد ۶۹ | بدھ چہارشنبہ مؤرخہ ۱۶ صفر ۱۴۰۳ھ | نمبر ۴۲

شکست خوردہ ذہنیت

۴ نومبر کے "زمیندار" میں اختر علی خاں مدیر "زمیندار" کا وہ خطبہ صدارت شائع ہوا ہے جو ۲ نومبر کو گوجرانوالہ ... کی نام نہاد تحفظ ختم نبوت کانفرنس میں پڑھا گیا، اس خطبہ میں اختر علی خاں نے جس شکست خوردہ ذہنیت کا اظہار کیا ہے اور جس قسم کی "شاندار" افترا پردازیوں ...اور لن ترانیوں سے اپنے دل کو تسلی دینے کی کوشش کی ہے وہ اپنی نظیر آپ ہے، خطبہ کے شروع ہی میں یہ بتاتے ہوئے کہ حکومت اس شورش و ہنگامہ کو کیا وقعت دیتی ہے جو تحفظ ختم نبوت کے نام سے برپا کیا جا رہا ہے لکھا ہے:

"اگر مسلمان اس پُر فریب نقاب کو تار تار کرنے کی کوشش کریں جو مرزائیوں نے اپنی دجالانہ سرگرمیوں پر ڈال رکھی ہے تو نہ صرف حکومت کی بلند و بالا پیشانی پر آڑی ترچھی شکنیں نمودار ہو جاتی ہیں بلکہ ان کو ننگ دین، ننگ وطن، اور ننگ قوم اور نہ جانے کس کس لقب کا مورد گردانا جاتا ہے۔"

"در اصل بات یہ ہے کہ جو لوگ تحریک تحفظ ختم نبوت کے علمبرداروں کو فتنہ پرداز اور تخریب پسند قرار دے رہے ہیں ان کا خیال ہے کہ یہ تحریک محض پولیٹیکل سٹنٹ کے طور پر شروع کی گئی ہے اور اس کا مقصد محض مخصوص عناصر کو برسر اقتدار لانے کے سوا کچھ نہیں۔"

سن لیا آپ نے؟ یہ ہے اس چیخ و پکار اور اس شور و ہنگامہ کا اثر جو چار پانچ ماہ سے جماعت احمدیہ کے خلاف برپا کیا جا رہا ہے، اختر علی خاں کو خود اعتراف ہے کہ ان کی اس ناواجب چیخ و پکار سے حکومت کی "بلند و بالا پیشانی پر آڑی ترچھی شکنیں نمودار ہو جاتی ہیں" اور وہ ان لوگوں کو جو اس چیخ و پکار میں حصہ لے رہے ہیں اور ایسے ہنگامے کھڑے کر رہے ہیں ننگ دین، ننگ وطن اور ننگ قوم اور خدا جانے کن کن القاب کا مورد گردانتی ہے اختر علی خاں اور ان کے ہمنوا احراریوں اور نام نہاد آل مسلم پارٹیز کنونشن کے جبہ پوش مولویوں کو یہ خطابات مبارک ہوں۔

اختر علی خاں کا یہ بیان فی الحقیقت اس شکست خوردہ ذہنیت کا اظہار ہے جو حکومت کی "بلند و بالا پیشانی پر آڑی ترچھی شکنیں" دیکھ کر ان کے اندر پیدا ہو رہی ہے، اس ذہنیت کو چھپانے کے لئے اب ایسے ایسے افترا باندھے جا رہے ہیں اور ایسی لن ترانیاں کی جا رہی ہیں، جو سوائے اس کے کہ حق کے ساتھ کھلے بغض و تعصب اور عناد کا مظاہرہ ہوں اور کوئی نتیجہ پیدا نہیں کرتیں مثلاً حضرت مسیح موعود پر یہ الزام تراشا گیا ہے کہ انہوں نے اپنے مکتوبات میں جو انگریزی حکام کو لکھے۔

"کھلے دل سے اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ میں نے انگریز ہی کی رضا کی خاطر اور اسی کی ضیا سے اکتساب نور کر کے اس نبوت کاذبہ کا ڈھونگ رچایا ہے"

ہم اختر علی خاں کو چیلنج کرتے ہیں کہ وہ حضرت مرزا صاحب کی کسی تحریر کسی تقریر یا کسی گفتگو اور ڈائری سے ان کے اس اعتراف کا ثبوت پیش کریں، بالخصوص جن الفاظ پر اس نے واوین لگا کر انہیں حضرت مرزا صاحب کے اصل الفاظ ظاہر کیا ہے انکو آپ کی کسی تحریر یا ڈائری سے دکھا دیں، ہم دعویٰ کرتے ہیں کہ حضرت مرزا صاحب نے ایسا کہیں نہیں لکھا، اور اختر علی خاں کا اس قسم کے خلاف حق کلمات ان کی طرف منسوب کرنا اسی شکست خوردہ ذہنیت کا اظہار ہے جس کا ذکر اوپر ہو چکا ہے۔ اسی خطبہ میں اختر علی خاں نے یہ بھی لکھا ہے کہ اسکے والد مولوی ظفر علی خان نے ۱۹۰۲ء میں دکن ریویو میں مرزائیت کے خلاف سب سے پہلا مقالہ لکھا جس نے مرزائیت کی صفوں میں کھلبلی ڈال دی۔

ماشاء اللہ غالباً اسی مقالہ کا اثر ہے کہ احمدیت روز افزوں ترقی ہی کرتی چلی گئی یہاں تک کہ آج مولوی ظفر علی کے نیک نہاد فرزند کو بھی اسکے استیصال کی کوششوں میں اسی سال گذر گئے لیکن سکا ایک بال بھی بیکانہ کر سکے اور آج انہی کوششوں میں زندگی یا موت کے خواب نظر آ رہے ہیں۔ اس سے بڑھکر عجیب بات وہ افترا ہے جو اختر علی خاں نے اپنے دادا محترم منشی سراج الدین صاحب مرحوم پر کیا ہے، لکھا ہے کہ:

"مرزا غلام احمد صاحب ۱۸۶۰ء یا ۱۸۶۱ء کے قریب ضلع سیالکوٹ میں محرر تھے، اس وقت آپ کی عمر ۲۲-۲۴ سال ہو گی اور ہم چشم دید شہادت سے کہہ سکتے ہیں کہ جوانی میں بھی نہایت صالح اور متقی بزرگ تھے ۱۸۷۷ء میں پہلی ایک شب قادیان میں آپکے یہاں مہمانی کی عزت حاصل ہوئی، ان دنوں آپ عبادت اور وظائف میں اس قدر محو و مستغرق تھے کہ مہمانوں سے بہت کم گفتگو کرتے تھے ...... ہم بارہا کہہ چکے ہیں کہ آپ کے بیہودہ خواہ دماغی استغراق کا نتیجہ ہوں لیکن آپ بناوٹ اور افترا سے بری تھے، مسیح موعود یا کرشن اوتار ہونے کے دعاوی

احباب کرام کی خدمت میں ایک ضروری گذارش

احبابِ کرام! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

اخبار "پیغام صلح" آپ کے سلسلہ کا واحد آرگن ہے جو حضرت مسیح موعودؑ کی صحیح پوزیشن کو قائم کرنے آپ کے مشن کو دنیا میں زندہ رکھنے، مخالفین کے اعتراضات کے جوابات دینے، سلسلہ کی تحریکات کو کامیاب بنانے اور جماعت کے تبلیغی کارناموں اور خدمات اسلام کی نشر و اشاعت میں رات دن سرگرم ہے، حال ہی میں جو طوفان مخالفت بعض معاندین کی طرف سے برپا ہوا اس کا مقابلہ جس جرأت و دلیری اور صحیح رنگ میں "پیغام صلح" نے کیا ہے اس کا دوست و دشمن سب کو اعتراف ہے۔

لیکن آپ کو شاید یہ معلوم نہیں کہ آپ کے اس مفید ترین قومی آرگن کی مالی حالت کس قدر کمزور ہے اس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ کئی احباب اس کے خریداروں میں سرے سے شامل ہی نہیں ہیں اور جو شامل ہیں ان میں سے بہت سے رعایتی قیمت پر اخبار خریدتے ہیں، اور کئی ایسے ہیں جنہیں مفت دینا پڑتا ہے، اس کے علاوہ رعایتی یا سالم قیمت دینے والے خریداروں میں سے کئی ایک کے ذمہ کئی کئی سال کا چندہ واجب الادا چلا آ رہا ہے جس سے اخبار کو بہت نقصان اٹھانا پڑتا ہے۔

ان حالات میں میں سب سے پہلے ان دوستوں سے اپیل کرتا ہوں جن کے ذمہ بقائے چلے آ رہے ہیں، میری ان سے درخواست ہے کہ وہ مہربانی فرما کر اپنے بقائے جلد صاف کر کے عنداللہ ماجور ہوں اس کے علاوہ میری یہ بھی ان سے گذارش ہے کہ وہ کم از کم ایک ایک نیا خریدار اخبار کے لئے بہم پہنچا کر اسکی تقویت کا موجب ہوں، دوسری درخواست تمام جماعتوں کے سیکرٹری صاحبان سے ہے کہ وہ ان دوستوں کو جو اخبار کے خریدار نہیں ہیں خریدار بنانے کی کوشش کریں اور اس کے علاوہ جماعت کی طرف سے اپنے شہر کے ان لوگوں کے نام اخبار جاری کرائیں جو مذہب سے کچھ دلچسپی رکھتے ہوں اور بغض و تعصب سے خالی ہوں، اس سلسلہ میں جماعت وزیر آباد کا ذکر خالی از فائدہ نہ ہوگا جنہوں نے موجودہ طوفان مخالفت میں اپنے شہر کے چالیس غیر از جماعت اصحاب کے نام اپنی گرہ سے قیمت دیکر اخبار جاری کرا دیا تاکہ سلسلہ احمدیہ کے متعلق صحیح اور براہ راست واقفیت انہیں حاصل ہوتی رہے، اگر دوسری جماعتیں بھی اس کی تقلید کریں تو اس سے نہ صرف اخبار کی حالت پر خوشگوار اثر پڑیگا بلکہ سلسلہ کے متعلق بہت سی غلط فہمیاں دور ہو کر طوفان مخالفت میں بہت کچھ کمی واقع ہونے کا موجب ہوگا۔ امید ہے میری اس گذارش پر سب احباب اور تمام جماعتوں کے سیکرٹری صاحبان توجہ فرما کر بہت جلد اسے عملی جامہ پہنانے کی کوشش کریں گے اور مجھے بھی اس کے نتائج سے مطلع فرما کر ممنون فرمائیں گے۔ والسلام۔ خاکسار غلام ربانی خاں آنریری جنرل سیکرٹری۔

---

۴ جو آپ سے کئے ان کو ہم ایسا ہی خیال کرتے ہیں جیسا کہ منصور کا دعویٰ انا الحق تھا مولوی نور الدین اور مولوی محمد احسن صاحب جیسے عالم و فاضل بزرگ اور خواجہ جمال الدین صاحب بی اے اور خواجہ کمال الدین صاحب بی اے اور مولوی محمد علی صاحب ایم اے جیسے نئی روشنی کے تعلیمیافتہ اصحاب ان کے مریدان باصفا کے حلقہ میں تھے گو ہمیں ذاتی طور پر مرزا صاحب کے دعاوی یا الہامات کے قائل اور معتقد ہونے کی عزت حاصل نہ ہوئی مگر ہم ان کو ایک پکا مسلمان سمجھتے تھے۔"

غور کیجئے یہ ان منشی سراج الدین صاحب کی وصیت ہے جنہوں نے ۱۹۰۸ء میں حضرت مرزا صاحب کی وفات پر اسی اخبار "زمیندار" میں یہ اعلان کیا تھا کہ:-

"والد محترم کے اس قلمی جہاد سے میرے دادا مولانا مولوی سراج الدین احمد خاں خلد آشیاں بھی بے حد متاثر تھے۔ چنانچہ انہوں نے ۱۹۰۹ء میں بستر مرگ پر والد محترم کو مخاطب کرتے ہوئے کہا تھا۔

"بیٹا تم نے جو کام شروع کیا ہے وہ بے حد اہم اور نیک ہے اسے جاری رکھنا کیونکہ اسی میں مسلمانوں کا فائدہ ہے۔"

کیا کوئی عقلمند باور کر سکتا ہے، کہ حضرت مرزا صاحب کی وفات تک تو منشی سراج الدین صاحب انہیں ایک صالح اور متقی بزرگ سمجھتے، ان کے دعوے کو منصور کے دعوے انا الحق کی مثال یقین کرتے اور ان کو ایک پکا مسلمان مانتے تھے، لیکن اس کے بعد مولوی ظفر علی خاں کی ان کوششوں کو سراہنے لگ گئے، جو حضرت مرزا صاحب کی تکفیر کا موجب تھیں، کیا اختر علی صاحب بتا سکتے ہیں کہ وہ اس وقت کہاں تھے؟ کیا عالم بود و ماند میں ان کا نام و نشان بھی تھا یا نہیں؟ کیا وہ منشی سراج الدین صاحب مرحوم کی اس مبینہ وصیت کی شہادت اپنے عم محترم چودھری غلام حمید خاں صاحب سے دلا سکتے ہیں؟ کیا ان کے دوسرے چچا محمود علی خاں حامد علی خاں اور حمید احمد خاں ان کے اس بیان کی تائید کر سکتے ہیں۔ ✕

اخبار و افکار

اقلیت قرار دینے کا مطالبہ

لائل پور میں صوبائی لیگ کا اجلاس ۸ - ۹ نومبر کو بڑے تزک و احتشام سے منعقد ہوا، جس میں بہت سی اہم قراردادیں پاس ہوئیں اور زعمائے ملت نے اہم قومی امور کے متعلق نہایت پرجوش تقاریر کیں، "زمیندار" نے اپنے ایک افتتاحیہ میں اپنی افتراق انگیز سرگرمیوں کو اس کانفرنس میں بھی ہوا دینے کا مشورہ بڑے زوردار الفاظ اور تحکمانہ لہجہ میں دیا تھا، اور جلی الفاظ میں لکھا تھا کہ

"اگر مسلم لیگ نے اب اس سوال (احمدیوں کو اقلیت قرار دینے کے مطالبہ) کو ٹالنے کی کوشش کی تو ہمیں اندیشہ ہے کہ اس کے وقار کو ناقابل تلافی نقصان پہنچے گا" (زمیندار ۷ نومبر ۵۲ء)

اور اسی پرچہ کے اسٹاف رپورٹر نے یہ اعلان بھی کر دیا تھا کہ:-

"مجھے باخبر ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ پنجاب مسلم لیگ ورکنگ کمیٹی میاں ممتاز دولتانہ کو اجازت دے گی کہ وہ ختم نبوت کی قرارداد کو کانفرنس کے کھلے اجلاس میں پیش کریں"

لیکن لیگ کانفرنس کی ساری کارروائی جو خود زمیندار ہی نے شائع کی ہے، اس قسم کی کسی قرارداد کے ذکر بلکہ اشارہ تک سے خالی ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ زمیندار کے مشورہ کو پرکاہ جتنی وقعت نہیں دی گئی، نہ اس کے اسٹاف رپورٹر کا باخبر ذریعہ ہی صحیح ثابت ہوا، بلکہ اس کے خلاف نواب مشتاق احمد گورمانی وزیر امور داخلہ حکومت پاکستان نے ۹ نومبر کے کھلے اجلاس میں تقریر کرتے ہوئے صاف لفظوں میں یہ کہکر اس مشورہ کو رد کر دیا کہ

"مسلمان ایک امت ہیں اور اس امت میں اکثریت اور اقلیت کی تمیز پیدا کرنا درست نہیں ہے" (زمیندار ۱۱ نومبر)

اور اس کے باوجود مسلم لیگ کے وقار کو "ناقابل تلافی نقصان" تو کیا پہنچے گا خود زمیندار کو اعتراف ہے کہ اس کا وقار عوام کی نظروں میں بہت بڑھ گیا۔ کیا یہ اس بات کا کھلا ثبوت نہیں کہ زمیندار اور نام نہاد آل مسلم پارٹیز کنونشن کی افتراق انگیز سرگرمیاں مسلم لیگی حلقوں اور پاکستانی عوام کی نظروں میں کوئی وقعت نہیں رکھتیں اور نہ انہیں درخور اعتنا سمجھا جاتا ہے؟

مودودی مطالبات

کسی سابقہ اشاعت میں ہم مودودی جماعت کے پیش کردہ مطالبات کی اس آخری شق کا ذکر کر چکے ہیں جس میں شریعت اسلامی کے صریح خلاف جماعت احمدیہ کو ایک علیحدہ غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا مطالبہ کیا گیا ہے، اگرچہ یہ مطالبہ ارباب بصیرت اور اراکین حکومت کے نزدیک چنداں قابل توجہ نہیں جیسا کہ "زمیندار" اور آل مسلم پارٹیز کنونشن کی ندوۂ زعمائیوں کے نتائج سے ظاہر ہے، تاہم جماعت اسلامی کے مرد اور عورتیں جس سرگرمی کے ساتھ ان مطالبات کو گلیوں اور بازاروں، دکانوں اور پرائیویٹ اداروں، یہاں تک سرکاری دفاتر اور سکولوں اور کالجوں میں بھی لئے پھرتے ہیں، اس سے حیرانی ہوتی ہے کہ ان لوگوں کا مقصد سوائے اس کے کیا ہے کہ اپنے جوش و سرگرمی کا مظاہرہ کریں، حکومت تو پہلے ہی اعلان کر چکی ہے کہ پاکستانی دستور شریعت اسلامی کے مطابق ہوگا جیسا کہ قرارداد مقاصد سے ظاہر ہے پھر اور کونسی شریعت ہے جس کے مطابق دستور کا مطالبہ مودودی حضرات کر رہے ہیں، سوائے اس کے کہ لوگوں میں اپنی دھاک بٹھانا مدنظر ہے کہ دیکھو ہم شریعت اسلامی کے کس قدر حامی ہیں۔ لیکن اس کی سمجھ نہیں آئی کہ شریعت کے یہ حامی و خیرخواہ جماعت احمدیہ کو شریعت کے کونسے حکم کے ماتحت غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا مطالبہ کر رہے ہیں اور سرکاری دفاتر اور سکولوں میں کس آئین کے ماتحت ایسے خلاف شریعت مطالبات پر دستخط کروائے جا رہے ہیں جس کو روکنے اور ٹوکنے والا کوئی نہیں

قطاربندی اور اسلام

ایک معاصر لکھتا ہے:-

"پچھلے دنوں سرکاری اہتمام میں قطاربندی کا جو ہفتہ منایا گیا، وہ اس اعتبار سے قابل تعریف تھا کہ اس سے عام شہریوں میں نظم و ضبط کا ایک سلیقہ پیدا ہوتا ہے لیکن اس تقریب میں جو افسوسناک چیز دیکھنے میں آئی وہ اسلام کا جا و بیجا، استعمال ہے۔ بعض ذمہ دار افسروں نے بھی قطاربندی کا جواز قرآن و سنت سے نکالنا شروع کیا، کیا اسلام کا نام لئے بغیر ارباب اختیار اپنے "کارناموں" یا "خاکوں" کی وضاحت نہیں کر سکتے؟ جب یہ لوگ اسلام کے حقوق و فرائض کی ادائی سے پہلوتہی کرتے ہیں، تو انہیں اسلام کی مراعات سے فائدہ اٹھانے کا کیا حق ہے؟ اور اپنی مخصوص تحریکوں کے چوکھٹے میں اسلام کو جڑنے کی کوشش کیوں کرتے ہیں، قطاربندی بجائے خود ایک اچھا فعل ہے۔ اس سے عوام میں تنظیم پیدا ہوتی ہے اور یہ سب کچھ اسلام کا نام لئے بغیر بھی ہو سکتا ہے۔"

معلوم نہیں ہمارے معاصر کو اسلام کے نام سے چڑ کیوں ہے؟ اگر کسی اچھی چیز کو اسلام کی طرف منسوب کیا جائے اور قرآن و سنت سے اس کا جواز ثابت کیا جائے تو اس سے کیا خرابی پیدا ہوتی ہے، کیا یہ ضروری ہے کہ اگر کوئی شخص اسلام کے حقوق و فرائض کی ادائی سے پہلوتہی کرتا ہے تو وہ کسی امر میں اس کا نام بھی نہ لے اور کسی اچھی بات کو اسلام کی طرف منسوب بھی نہ کرے؟ جو شخص ہر جگہ اسلام کا نام لیتا ہے، ممکن ہے ایسا وقت بھی آ جائے کہ اس کے حقوق و فرائض کی ادائیگی کی توفیق بھی اسے مل جائے، اسکو برا منانا اور یہ نصیحت کرنا کہ اسلام کا نام مت لو" کہاں کی دینداری اور اسلام دوستی ہے۔

بھائیوں کی ملاقات

معاصر صدق جدید سے بلا تبصرہ:-

"مسیح دہلی کے ایک وقائع نگار نے چین سے اطلاع دی ہے کہ چین کو مشرقی ممالک کی طرف سے صلح کے جو وفد گئے ہوئے تھے۔ ان میں سے ۱۱ مسلم ملکوں کے وفدوں کے ارکان ۱۷ اکتوبر کو نماز جمعہ اور دعائے صلح و امن کے لئے مسجد میں جمع ہوئے ان میں الجیریا، عراق ایران وغیرہ کے نمائندے تھے وفد پاکستان کے آغا حمید تھے اور ہندوستان کے ڈاکٹر فریدی لکھنوی تھے

خوشی کی خبر تو ساری ہی ہے۔ لیکن بڑی خوشی اس کی کہ خیر کہیں تو ہندی مسلمان اور پاکستانی مسلمان اکٹھے ہوتے جھگڑنے اور بحث کرنے کے لئے نہیں۔ بلکہ اللہ کے آگے گڑگڑانے کے لئے اور وہ بھی اللہ کے گھر میں! خدا کرے کہ امن عالم کی دعا کے ساتھ ساتھ دعا اپنے آپس کے اتحاد و دوستی کی بھی کی ہو"

اعتذار

بعض ناگزیر مشکلات کی وجہ سے گذشتہ بدھ (۵ نومبر) کا پرچہ وقت پر شائع نہ ہو سکا، اسی لئے موجودہ پرچہ ڈبل شائع کیا جا رہا ہے، امید ہے قارئین کرام معذور سمجھتے ہوئے اس تاخیر کو معاف فرمائیں گے۔

مینیجر پیغام صلح

مسٹر محمود لاچوپا وزیر مختار حکومت جمہوریہ انڈونیشیا برائے پاکستان کے اعزاز میں دعوت

جناب محمود لاچوپا صاحب وزیر مختار حکومت جمہوریہ انڈونیشیا برائے پاکستان کے اعزاز میں احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور نے مورخہ ۳ نومبر ۱۹۵۲ء کی شام کو مسلم ہائی سکول نمبر ۱ واقعہ احمدیہ بلڈنگس لاہور میں ایک شاندار ڈنر کا اہتمام کیا۔ اس تقریب میں غیر از جماعت مقتدر اور معزز اصحاب اور جماعت کے نمائندے شمولیت کی۔ انتظام انجمن کے شعبہ تبلیغ کی طرف سے تھا۔ یہ انتظام نہایت اعلیٰ معیار کے مطابق کیا گیا۔ یہ تقریب ہر لحاظ سے کامیاب رہی۔ حضرت امیر جماعت حضرت مولانا صدرالدین صاحب نے انتظام کی بہت تعریف فرمائی۔ شمولیت کرنے والے معزز اصحاب نہایت اچھا اثر لے کر گئے۔

قوم کی صحیح تربیت مصائب وشدائد میں بلند حوصلگی سے وابستہ ہے

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کا اُسوۂ حسنہ

خطبہ جمعہ فرمودہ حضرت امیر مولانا صدرالدین صاحب ایدہ اللہ مؤرخہ ۳۱ اکتوبر ۱۹۵۲ء بمقام احمدیہ بلڈنگس لاہور

یایھا الذین اٰمنوا اذکروا نعمۃ اللہ علیکم اذ جاءتکم جنود فارسلنا علیھم ریحا وجنودا لم تروھا وکان اللہ بما تعملون بصیرا ٥ اذ جاءوکم من فوقکم ومن اسفل منکم واذ زاغت الابصار وبلغت القلوب الحناجر وتظنون باللہ الظنونا ٥ ھنالک ابتلی المومنون وزلزلوا زلزالا شدیدا ٥ واذ یقول المنافقون والذین فی قلوبھم مرض ما وعدنا اللہ ورسولہ الا غرورا ٥ (الاحزاب)۔

قل من ذا الذی یعصمکم من اللہ ان اراد بکم سوءا او اراد بکم رحمۃ ولا یجدون لھم من دون اللہ ولیا ولا نصیرا (الاحزاب ۱۷)

لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ لمن کان یرجوا اللہ والیوم الاخر وذکر اللہ کثیرا (الاحزاب: ۲۱)

ولما راء المومنون الاحزاب قالوا ھذا ما وعدنا اللہ ورسولہ وصدق اللہ ورسولہ وما زادھم الا ایمانا وتسلیما (الاحزاب: ۲۲)

من المومنین رجال صدقوا ما عاھدوا اللہ علیہ فمنھم من قضی نحبہ ومنھم من ینتظر وما بدلوا تبدیلا (الاحزاب: ۲۳)

قوم کی تربیت کے سامان

قرآن شریف نے ان آیات کے اندر قوم کی تربیت کے بہت سے سامان بیان فرمائے ہیں اور قوم کی حقیقی تربیت اس وقت ہوتی ہے جب مصائب ومشکلات سامنے آجائیں بالخصوص ایسی سخت مشکلات کہ جان جاتی نظر آئے، حضرت نبی کریم صلعم اگر چاہتے تو جس دن دعوےٰ کیا تھا اور مخالفت پیش آئی تھی اسی دن دعا کرتے کہ اللہ میاں! ایک فرشتوں کی فوج بھیج دیجئے جو ان مخالفوں کو تباہ کردے یا انہیں زبردستی پکڑ کر منوا دے یا کوئی ایسا زبردست معجزہ دکھائے کہ وہ خود بخود مان جائیں، لیکن ایسا کرنا نہ خدا نے پسند کیا نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کوئی معجزہ دکھانا پسند کیا اس لئے کہ اس طرح قوم کی تربیت نہیں ہوسکتی، قوم کی تربیت اس سے ہوتی ہے کہ مصائب ومشکلات میں سے لے کے گذارا جائے اور خود نبی کریم صلعم بھی ان کے سامنے ان مشکلات میں سے گذریں، قوم دیکھتی ہے کہ وہ رسول خود کس حد تک مصائب ومشکلات کا مقابلہ کرسکتا اور کس حد تک ایمان وتوکل بھی اس میں پایا جاتا ہے...... وہ کس حد تک قربانی اور ایثار سے کام لیتا اور کس حد تک اپنے عزیزوں اور رشتہ داروں کو بھی ان دکھوں کے اندر جھونکتا ہے۔

حضرت نبی کریمؐ اور صحابہ کرام کے مصائب

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت دکھ اٹھائے، دو تین سال آپ کو اپنے عزیزوں اور رشتہ داروں کے ساتھ شعب ابی طالب میں محصور رہنا پڑا۔ جہاں آپ کو اور آپ کے عزیزوں کو سخت ترین تکلیف اٹھانی پڑی، اگر آپ کوئی کمزور آدمی ہوتے تو ڈھیلے پڑجاتے۔ ساتھی بھی ایسے آدمی کو چھوڑ جاتے ہیں، لیکن انہوں نے ہر مصیبت میں آپ کا ساتھ دیا اور وہ وقت حبشہ میں ہجرت کرکے جانا پڑا، جہاں وطن مختلف، رنگ مختلف، زبان مختلف کس قدر مصیبت کا سامنا تھا، پھر مدینہ کی طرف ہجرت کی، حضرت نبی کریم صلعم نے پہلے ایک ایک کرکے اپنے تمام ساتھیوں کو مدینہ بھیجدیا جس طرح ایک کپتان جس کا جہاز طوفان میں گھرا ہوا ہو، اور اس کے بچنے کی کوئی صورت دکھائی نہ دیتی ہو، پہلے سب مسافروں کو کشتیوں پر سوار کراتا اور ان کے بچاؤ کی صورت کرتا ہے اور سب سے آخر میں اگر بچ سکے تو اپنا بچاؤ کرتا ہے، اسی طرح حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ساتھیوں کو پہلے روانہ کردیا، فلاں چلا جائے فلاں چلا جائے، کبھی کبھی حضرت ابوبکرؓ نے پوچھا کہ میں بھی جاؤں؟ تو روک دیا کہ ابھی ٹھہر جائیں، آخر جب حکم الٰہی ہوا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنی جگہ سلا کر شام کے وقت ننگی تلواروں کے محاصرہ سے نکل گئے اور حضرت ابوبکرؓ کے ہاں پہنچے، اور انہیں چلنے کے لئے کہا، وہ بھی تیار تھے، انہوں نے بتایا کہ دو اونٹنیاں اسی غرض سے تیار کھڑی ہیں، سوار ہوئے اور مکہ سے تھوڑی دور ایک غار میں جو لمبی چوڑی نہ تھی، چھپ کر بیٹھ گئے۔

بیکسی کا عالم اور حضرت نبی کریم صلعم کا توکل

کس قدر بے کسی کا عالم ہے، پناہ دینے والا کوئی نہیں سنسان جنگل ہے، درندوں کی آوازیں آتی ہیں اور ہر وقت دشمنوں کے وہاں پہنچ جانے کا خوف لاحق ہے۔ ایک ساتھی اس لئے ساتھ رکھا ہے کہ وہ دیکھے کہ کس حد تک آپ ڈرتے ہیں، کیا کیا کمزوریاں آپ سے صادر ہوتی ہیں یا کس قدر ہمت واستقلال اور ایمان کا مظاہرہ ہوتا ہے، آخر دشمن بھی سر پر آجاتا ہے۔ حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا۔ لو ان احدھم نظر الی قدمیہ لابصرنا[1]۔ اس پر حضورؐ نے فرمایا ما ظنک یا ابا بکر باثنین اللہ ثالثھما فرمایا تم ہمیں دو سمجھتے ہو؟ نہیں ہم تین ہیں اور تیسرا ہمارے ساتھ اللہ تعالیٰ ہے لا تحزن ان اللہ معنا ڈرنے کی کوئی بات نہیں، اللہ ہمارے ساتھ ہے، کس قدر جرأت، کتنی بہادری کی بات ہے اور کتنا حوصلہ اس سے پیدا ہوتا ہے۔ آخرکار مدینہ پہنچے۔

مدینہ میں

مدینہ میں تین قومیں مسلمانوں کی دشمن تھیں، بنو قریظہ، بنی نضیر اور بنی قینقاع، وہاں کا رئیس عبداللہ بن اُبی، حضرت کے اخلاق کو دیکھکر، اس عزت اور جاہ وجلال کو دیکھکر جو مدینہ میں آپ کو حاصل ہوا، دل سے آپ کا دشمن ہوگیا اسے یقین ہوگیا کہ میری امارت اب قائم نہیں رہ سکتی، وہ حسد سے ہر رنگ میں نقصان پہنچانا چاہتا ہے۔

جنگ احزاب کا نقشہ

اسی دوران میں دشمن کئی بار مسلمانوں پر حملہ آور ہوتے ہیں۔ اور آخری حملہ عرب کی اکثر قوموں نے مل کر مدینہ طیبہ پر کیا اسکو اسی لئے جنگ احزاب کہتے ہیں یہ عیسائی اور یہودی بھی اس جنگ میں شامل تھے۔ مدینہ کے ایک یا دو نے پہلے مکہ والوں کو جاکر اکسایا اور پھر تمام عرب میں اور شام تک وعظ کرتا چلا گیا کہ آؤ سب اکٹھے ہوکر مسلمانوں کو ختم کردیں۔ اندازہ لگائیے جہاں سارے کا سارا عرب چڑھ آئے وہاں مسلمانوں کی کیفیت کیا ہوگی، یہی نقشہ ان آیات میں قرآن نے کھینچا ہے اذ جاءوکم من فوقکم ومن اسفل منکم واذ زاغت الابصار وبلغت القلوب الحناجر جب وہ تمہارے اوپر بھی چڑھ آئے نیچے سے بھی حملہ آور ہوئے، دائیں سے بھی بائیں سے بھی آ ڈٹے اور تمہاری آنکھیں پتھرا گئیں، اور دل دہشت سے گلوں تک پہنچ گئے وتظنون باللہ الظنونا اس وقت اللہ تعالیٰ پر تم مختلف قسم کے ظن کرنے لگے۔ منافق ظن کرتے تھے کہ ہماری تباہی کا سامان کیا گیا ہے اور کہتے تھے کان یعدنا محمد ان ناخذ کنوز کسریٰ وقیصر واحدنا لا یستطیع ان یذھب الی الغائط محمدؐ ہم سے وعدہ کرتا ہے کہ کسریٰ وقیصر کے خزانے ہمیں ملیں گے اور حالت یہ ہے کہ ہم بول وبراز کے...... لئے بھی نہیں جاسکتے۔ لیکن مومن باوجود سخت ترین مشکلات ومصائب کے ایمان میں بڑھتے ہی چلے گئے، حالت یہ تھی کہ فرمایا ہے ھنالک ابتلی المومنون وزلزلوا زلزالا شدیدا اس موقعہ پر مومنوں کو خوب آزمایا گیا اور سخت ترین زلزلہ ان پر آیا۔

امداد الٰہی

ایسی حالت میں اگر کوئی غیبی مدد آئے تو وہ ایک بہت بڑی مدد ہوتی ہے اسی کا ذکر فرمایا کہ یایھا الذین اٰمنوا اذکروا نعمۃ اللہ علیکم اللہ تعالیٰ کی نعمت کو یاد کرو اذ جاءتکم جنود جب تم پر فوجیں چڑھ آئیں فارسلنا علیھم ریحا تو ہم نے ان پر ہوا بھیجدی اور اس ہوا کے ذریعہ سے تمہاری مدد کی، وجنودا لم تروھا اور ایسی فوجیں بھی جو تمہیں نظر نہ آتی تھی کتنی بڑی آزمائش تھی کس قدر مصیبت کا سامنا تھا اور اللہ تعالیٰ نے جب مدد کی تو [illegible]

[1] ترجمہ:۔ اگر ان میں سے کوئی اپنے قدموں کی طرف دیکھے گا تو ہم اسے نظر آجائیں گے

اور ایسی ہوا چلی جس میں شدت کی سردی تھی اور ایسی تیز تھی کہ ریت اور کنکر ان کے چہروں پر برساتی تھی۔ اور اس کی تیزی سے ان کے خیمے اکھڑ گئے اور ان کے کیمپوں کی آگ ہر جگہ بجھ گئی اور ان کی دیگیں چولہوں پر سے گر گئیں اور دشمن کی افواج خوفزدہ ہو کر بھاگ نکلیں۔ یہ خدا کا احسان تھا جس کی بابت فرمایا اذکروا نعمۃ اللہ علیکم۔

صحابہ رضؓ سے مشورہ

اس موقعہ پر جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ اتنی بڑی فوج کا مقابلہ ہے۔ پندرہ ہزار آدمیوں کا لشکر اکٹھا ہو کر آگیا ہے تو آپ نے قوم کو جمع کر کے مشورہ کیا، آپ کا مشورہ ایسا نہ تھا کہ یونہی دکھانے کے لئے کر لیتے ہوں، بلکہ مشورہ سے جو بات طے ہوتی اس پر عمل کرتے، اس مشورہ میں حضرت سلمان فارسی نے بتایا کہ ہمارے وطن میں ایسے موقعہ پر شہر کے گرد خندق کھود دیتے ہیں، جس سے دشمن گذر نہیں سکتا، یہ سلمان کون ہے ایک غیر قوم اور غیر وطن کا آدمی، اسی کی بات کو آپ نے ترجیح دی اور فرمایا سلمان منا اھل البیت، سلمان کوئی غیر نہیں وہ تو ہم میں سے ہے اور ہمارا اہل بیت ہے۔

خندق کی کھدائی

غرض حضرت سلمان کے مشورہ پر عمل کر کے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام صحابہؓ نے مدینہ کے گرد خندق کھودنی شروع کر دی، کل تین ہزار آدمی تھا، آپ نے چار چار گز زمین ایک ایک آدمی کے سپرد کر دی، حضرت خود بھی اس میں شامل تھے، آپ خود ٹوکری بھی اٹھاتے، زمین کھودتے ہوئے صحابہؓ بھی اور آپ خود بھی رجز گاتے جاتے تھے، صحابہ رضؓ کہتے نحن الذین بایعوا محمدًا علی الجھاد ما حیینا ابدًا ہم وہ ہیں جنہوں نے محمد رسول اللہ صلعم کی بیعت کی ہے۔ کہ ہمیشہ جہاد میں شامل ہوں گے۔ حضرت خود بھی کہتے جاتے تھے۔ اللھم لا خیر الا خیر الاخرۃ۔ فبارک فی الانصار والمھاجر یعنی اے اللہ بھلائی تو آخرت کی بھلائی ہے تو انصار و مہاجرین پر برکت نازل فرما جو اس بھلائی کے لئے سعی کر رہے ہیں۔

قیصر و کسریٰ پر فتح کی پیشگوئی

اسی طرح کھودتے ہوئے ایک چٹان آگئی، صحابہ رضؓ نے عرض کی یہ چٹان بڑی سخت ہے، خود کلہاڑا لیکر پہنچے اور ایک ضرب لگائی، پتھر سے آگ نکلی، جوں جوں آپ ضرب لگاتے اور آگ نکلتی اللہ تعالیٰ ایک نظارہ سامنے لے آتا تھا اور آپ فرماتے مجھے کسریٰ کے محلات دکھائے گئے مجھے قیصر کے محلات دکھائے گئے پھر فرمایا والذی نفسی لتنفقن من کنوزھما فی سبیل اللہ قسم ہے اس خدا کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے تم ان کے خزانوں کو خدا کی راہ میں صرف کرو گے ...... حاتم کا بیٹا عدی کہتا ہے کنت فیمن افتتح کنوز کسریٰ ہم نے اپنی آنکھوں سے اللہ اور اس کے رسول کی پیشگوئیوں کو پورے ہوتا دیکھا۔ چنانچہ کسریٰ کے خزانے جب ہاتھ آئے تو اس وقت میں موجود تھا۔

خندق کھودنے میں آپؐ کا حصہ لینا

آپ کا خندق کھودنے میں خود حصہ لینا دوسروں کے اخلاق میں بلندی اور حریت پیدا کرتا ہے جس قوم کا سردار افضل الرسل سرور کائنات ان کے ساتھ مل کر کام کرتا اور سخت سے سخت کام کو خود سرانجام دیتا اور انہیں آئندہ کی کامیابیوں کی خوشخبریاں سناتا ہے، اس کے اندر کس قدر اخلاص و محبت کس قدر بلند اخلاقی اور حریت کے جذبات پیدا ہوں گے۔

منافقین کے خیالات

اس موقعہ پر تو منافق طبع لوگوں نے یہ بھی کہہ دیا کہ ان محمد یعدنا ان ناخذ کنوز کسریٰ و قیصر واحدنا لا یستطیع ان یذھب الی الغائط محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہمیں قیصر و کسریٰ کے خزائن ملنے کے وعدے دیتا ہے ہماری یہ حالت ہے کہ یہاں تک کہ ہم بول و براز کے لئے بھی نہیں نکل سکتے، کہاں قیصر و کسریٰ کے محلات اور ان کے خزائن اور کہاں یہ حالت، یہاں تو مدینہ ہی میں جان تنگ آئی ہوئی ہے، ما وعدنا اللہ ورسولہ الا غرورا خدا اور اس کے رسول نے جو وعدہ ہمارے ساتھ کیا تھا وہ تو دھوکا تھا۔

مومنین کا ایمان

یہ منافق طبع اور کمزور آدمیوں کے خیالات ہیں ان کے یہ خیالات ظاہر کرتے ہیں کہ مصیبت کس قدر خوفناک تھی، اور قوی ایمان والوں کا کیا حال ہے، فرمایا لقد کان فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ لمن کان یرجوا اللہ والیوم الاخر وذکر اللہ کثیرًا۔ رسول اللہ صلعم کی ذات میں بہترین نمونہ ہے ان لوگوں کے لئے جو اللہ اور یوم آخر کی امید رکھتے ہیں اور اللہ کا ذکر بہت کرتے ہیں، اور اس کے ساتھ ہی آپ کے ساتھیوں کا بھی ذکر کیا ولما را المومنون الاحزاب قالوا ھذا ما وعدنا اللہ ورسولہ وصدق اللہ ورسولہ ومازادھم الا ایمانًا وتسلیمًا جب مومنوں نے بیشمار لشکروں کو دیکھا تو کہا کہ یہ وہ خطرناک ابتلا ہے جس میں ہمارے لئے فتح مقدر ہے، جس کا اللہ اور اس کے رسول نے وعدہ کیا تھا اور اللہ اور اس کے رسول کا وعدہ سچا تھا اور ایمان اور فرمانبرداری میں وہ بہت بڑھ گئے، یہ ان لوگوں کا حال ہے جنہیں رات دن مصائب کا سامنا ہے، تمام عرب سے مقابلہ ہے، کوئی وقت چین نصیب نہیں، پھر بھی ان کا ایمان بڑھتا ہی جاتا ہے۔

اسوۂ رسول

حضرت کا اسوہ جو اس وقت انہوں نے دیکھا وہ جذبہ قربانی تھا۔ وہ شجاعت و استقلال تھا۔ وہ ایمان اور توکل تھا۔ آج ہم اسوۂ رسولؐ کے معنے اتنا ہی سمجھتے ہیں کہ معمولی سی چند سنتوں پر عمل ہو جائے مثلاً داڑھی اتنی لمبی ہو، پاجامہ ٹخنوں سے اونچا ہو، کھانا کھانے کے بعد قیلولہ ضرور ہو یہ ہمارے مشاغل اور افکار ہیں لیکن موت کے منہ میں جانا یہ محمد رسول اللہ صلعم کے اسوہ کا کمال ہے۔

اسوۂ رسولؐ کے پیرو

یہ اسوہ ان کے لئے ہے جو قیامت کی امید رکھتے ہیں اللہ سے ملنے کی امید رکھتے ہیں وذکر اللہ کثیرا اور اللہ کے ذکر میں زیادہ وقت خرچ کرتے ہیں، اور حال ان کا یہ ہے کہ لما را المومنون الاحزاب، جب دشمن کے لشکر ان کے گھوڑے اور تلواریں سامنے آئیں جب چاروں طرف سے گھر گئے تو کہا ھذا ما وعدنا اللہ ورسولہ یہ تو وہی ہے جس کا وعدہ اللہ اور اس کے رسول نے کیا تھا وصدق اللہ ورسولہ اللہ اور اس کے رسول نے سچ کہا تھا، کمزور آدمی کہتے ہیں اللہ اور اس کے رسول نے دھوکا دیا اور مومن کہتے ہیں یہی تو ہے جس کا وعدہ اللہ اور اس کے رسول نے دیا تھا اللہ اور اس کے رسول نے سچ تو کہا تھا وما زادھم الا ایمانًا وتسلیمًا ان کے ایمانوں میں زیادتی ہو گئی۔ ایمان کے ساتھ تسلیم پیدا ہوئی یعنی فرمانبرداری اور رضا بالقضا ہو گئے اور اللہ کے حکم کے آگے سر تسلیم خم کر دیا۔

بلند مرتبہ لوگ

پھر فرمایا من المومنین رجال صدقوا ما عاھدوا اللہ علیہ... مومنوں میں ایسے مرد ہیں (رجال بہت بڑے آدمی کو کہتے ہیں) جنہوں نے اللہ کے ساتھ جو عہد کیا تھا اس کو سچ کر دکھایا فمنھم من قضی نحبہ ومنھم من ینتظر وما بدلوا تبدیلا ان میں سے بعض وہ ہیں جنہوں نے اپنی جانیں خدا کی راہ میں دے کر اپنی نذر کو پورا کر دیا اور بعض وہ ہیں جو ابھی انتظار میں ہیں کہ ہم کب جام شہادت پیتے ہیں اور جنگ کے مہیب نظاروں نے ان کے عزم میں قطعاً کسی قسم کی کمزوری پیدا نہیں کی موت کا نظارہ دیکھکر بھی ان کے ایمان کمزور نہیں ہوئے ان کے ارادے نہیں بدلے، ان کے عزم میں کمزوری پیدا نہیں ہوئی۔

قوم کی بڑائی کا ذکر

یہ تھے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی اللہ تعالیٰ نے انہی لوگوں کے متعلق دوسری جگہ فرمایا ھو الذی ایدک بنصرہ وبالمومنین، اللہ تعالیٰ نے تیری مدد کی اور مومنوں سے بھی مدد کی، جہاں اللہ تعالیٰ اپنی نصرت کا ذکر کرتا ہے وہاں آنحضرتؐ کو یہ بھی فرماتا ہے کہ مومنین نے بھی آپ کی نصرت کی، یعنی قوم کی نصرت کے بغیر خود پیغمبر بھی کامیاب نہیں ہو سکتا اس لئے قوم آپکی قدردانی کی مستحق ہے خود اللہ بھی ان کا قدردان ہے، جہاں خدا کے ساتھ تعلق اور اس کی نصرت کا ذکر آتا ہے تو اس کی قوم بھی ساتھ ہی شامل ہوتی ہے، اس کے کلام میں بار بار اپنی قوم کی خوبیوں کا ذکر ہے، ان کے عزائم، ان کی قربانیوں کا تذکرہ ہے، اور پھر یہاں تک فرمایا رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ اللہ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اس سے راضی ہو گئے، یہ بڑا مقام ہے، لیکن یہ کیونکر حاصل ہوا، یہ لوگ کیسے راضی ہو گئے؟ جانیں دینے پر راضی ہو جانا بہت مشکل ہے لیکن وہ اس سے راضی ہوئے۔ کہ ان کی نصرت ان کی کامیابیاں اور فتوحات اسی سے وابستہ تھیں، چنانچہ فرمایا لیجزی اللہ الصادقین بصدقھم، وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے صادق الایمان ہونے پر مہریں لگا دیں، ان کے صدق کا ہم انہیں بدلہ دیں گے۔

قربانیوں پر انعامات الٰہیہ نازل ہوتے ہیں

اس جنگ احزاب میں منافقوں نے جو یہود کے قبیلہ بنو قریظہ میں سے تھے، جو غداری مسلمانوں کے ساتھ کی ان کے متعلق فرمایا وانزل الذین ظاھروھم من اھل الکتاب من صیاصیھم اور اہل کتاب میں سے جن لوگوں نے ان (حملہ آوروں) کی مدد کی تھی، اللہ نے انہیں قلعوں سے باہر نکل کر لڑنے پر مجبور کر دیا وقذف فی قلوبھم الرعب ان کے دلوں میں مسلمانوں کا رعب ڈال دیا گیا فریقًا تقتلون وتاسرون فریقًا ان کا ایک حصہ قتل کر دیا اور ایک حصہ کو قید کر لیا، واورثکم ارضھم ودیارھم واموالھم وارضًا لم تطؤھا وکان

اللہ علےٰ کل شئی قدیرا، اور ان کی آباد کی ہوئی زمینوں، ان کے محلات، ان کے اموال کا تمہیں مالک بنا دیا وارضًا لم تطؤھا اور اس کے علاوہ اور زمینیں بھی شام اور ایران کی تمہیں ملنے والی ہیں، جن پر ابھی تمہارے قدم نہیں لگے، اور فرمایا تمہارا یقین ہونا چاہیئے کہ خدا ان سب چیزوں پر قادر ہے،

حضرت نبی کریم صلعم کی وسعت قلبی

اس سارے ذکر میں آپ نے دیکھا کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ساتھیوں کا ذکر کس طرح یاد دلایا کیا ہے کس طرح ان کی قربانیوں کا ان کے ایثار کا ان کی نصرت کو بار بار دوہرایا ہے اور کس طرح ان کی قربانیوں کا بدلہ انہیں دینے کا وعدہ کیا ہے، یہ اسی فراخ حوصلگی اس وسعت قلبی اور ہمیچ کی بات ہے جو آپ کو حاصل تھا، یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ مسلمان ایسے شخص کا ساتھ نہ دیں کیسے ہو سکتا ہے کہ ایسا انسان جس کا دل اتنا بڑا ہو، وہ سب کی نظروں میں محبوب نہ ہو اور وہ اس کے لئے جانیں نہ کٹوا دیں۔

امور مملکت میں مشورہ اور صحابہ کی عزت افزائی

آپ کو حکم ہوتا ہے وشاورھم فی الامر، امور مملکت میں ان سے مشورہ لیا کرو، یہ ان کی عزت افزائی ہے کہ خدا کا محبوب اعلان کرتا ہے کہ مجھے جناب الہٰی کا فرمان پہنچا ہے کہ میں تم سے اہم امور میں مشورہ لیا کروں، چنانچہ ہر موقعہ پر جب کوئی مہم پیش آتی ہے آپ صحابہ کی رائے پوچھتے ہیں اور مختلف لوگوں کی باتیں سن کر ایک نتیجہ پر پہنچتے ہیں، جس طرح شیشہ میں انسان اپنے آپ کو دیکھ لیتا ہے اور اگر پشت پر ایک اور شیشہ ہو تو پشت بھی نظر آ جاتی ہے، اسی طرح مومن ایک دوسرے کی رائے سے صحیح نتیجہ پر پہنچ جاتا ہے۔ اسی لئے فرمایا المؤمن مرآۃ المؤمن، ایک مومن دوسرے مومن کا شیشہ ہے، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بار بار ہر مقام پر مشورہ کرتے تھے، اس سے ایک بات کے مختلف پہلو سامنے آ جاتے ہیں، اسی لئے فرمایا ہے اختلاف امتی رحمۃ، اختلاف سے اگر وہ صحیح نیت سے ہو تو بہت سی اچھی اور نتیجہ خیز باتیں نکل آتی ہیں، اور مشورہ کا دوسرا فائدہ اس سے بہت بڑا ہے کہ اس سے قوم کا حوصلہ بڑھتا ہے اخلاص ترقی کرتا ہے، قربانیاں بڑھتی ہیں، قوم میں اعتماد پیدا ہوتا ہے، ہر ایک آدمی محسوس کرتا ہے کہ میں بھی ان امور کا مالک ہوں اور میری رائے بھی وقعت کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہے اور اس سے قوم کی وحدت و یگانگت بھی بڑھتی اور قربانی و ایثار بھی بشرطیکہ مشورہ کا اساس صحیح ہو مشورہ کا طریق بھی درست ہو اور قوم کے اہل الرائے طبقہ سے بے اعتنائی نہ برتی جاتی ہو پھر ضرور خدا کی جناب سے برکات کا نزول ہوتا ہے جیسے کہ حضور نے فرمایا ما تشاور قوم الا ھدی والی ارشد امرھم آدمی محسوس کرتا ہے کہ میری بھی رائے ہے، اگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مشورہ لینے کا حکم ہے تو مومنوں کا بھی یہ کام ہے کہ وہ مشورہ سے کام کریں، اسی لئے فرمایا کہ جب قوم مشورہ سے کام کرتی ہے تو خدا انہیں سیدھی راہ پر چلاتا ہے۔

اہم امور میں مشورہ کی ضرورت

پس مسلمانوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ ہر کام مشورہ سے کریں اور اگر مشورہ نہ ہو، تو پھر قرآن بیچ لینا تو کوئی مسلمانی نہیں، گلاب سنگھ بھی قرآن چھاپتا اور بیچتا ہے، اس میں اور مسلمان میں کیا فرق ہوا مسلمان کو تو قرآن پر عمل کرنے کا حکم ہے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا طریق یہی تھا کہ مشورہ سے تمام کام سرانجام دیتے تھے، لیکن بعد میں آنے والے اس قرآنی حکم اور اسلامی طریق عمل کو چھوڑ کر اپنی سمجھ کے قائل ہو گئے میری سمجھ یہ کہتی ہے" ان کا دستور العمل ہو گیا، بیشک تمہاری سمجھ یہ کہتی ہے لیکن اسوہ حسنہ کو ترک کر دینا غیر مناسب ہے۔ اس عظیم الشان پیغمبر سے ہماری سمجھ بڑھ کر نہیں، ان پر وحی اترتی تھی اور جب ان کو مشورہ لینے کا حکم ہوا جب وہ مشورہ پر کاربند رہے تو ہم کون ہیں جو اس کو ترک کر کے کامیابی کا منہ دیکھ سکیں اس سمجھ پر انحصار کر کے تم نے قرآن کو پس پشت ڈال دیا، قرآن کو اپنا دستور العمل بناؤ کہ اسی میں تمہاری فلاح ہے، خدا ہمیں توفیق دے۔

امام وقت کے ساتھ ہمارا وعدہ

ہم پر بہت بڑی ذمہ داری ہے، ہم محمد رسول اللہ صلعم کو ماننے والے، قرآن کو ماننے والے اور پھر اس زمانہ میں ایک امام کو ماننے والے، ہم نے اس امام کے ہاتھ پر وعدہ کیا کہ ہم دین کو دنیا پر مقدم رکھیں گے۔ اگر ہم نے اپنے وعدے کو پورا نہ کیا اور اپنی ذمہ داری کو نہ پہچانا تو بہت بڑے مجرم ہوں گے، خدا نے محمد رسول اللہ صلعم کے ساتھیوں کے وعدہ کا ذکر قرآن میں کیا ہے کہ انہوں نے اپنے عمل سے اپنے وعدہ کے صدق پر مہر لگا دی۔ ہمیں چاہیئے کہ ہم ان کے نمونہ کو سامنے رکھیں، ان کی قربانیوں کو سامنے رکھیں اور اپنے وعدہ کو جو امام وقت کے ہاتھ پر کیا ہے اپنے عمل سے سچا کر دکھائیں۔

خطبہ ثانی

پاکستان کی مضبوطی کے لئے اخلاق و اعمال درست کرو

میں دو مختصر باتیں کہنا چاہتا ہوں، خدا نے قرآن میں سلطنت کی آزادی کو نبوت کے بعد بہت بڑی نعمت قرار دیا ہے یہ نعمت آج ہمیں پاکستان کی شکل میں مل چکی ہے، پاکستان بہت بڑی نعمت ہے لیکن ہم ناشکرے ہیں، ہم نے اس نعمت کی قدر نہیں کی، ہمیں آزادی اور سلطنت ملے ہوئے پانچ سال ہو گئے، ان پانچ سال میں اخلاق میں، اعمال میں ترقی کرنے کے بجائے ہم بہت گر گئے ہیں، ہمیں خدا یاد نہیں رہا ہے، رسول یاد نہیں، قرآن یاد نہیں، تمام ملک ترقی کرنے کے بجائے اعمال و افعال کے لحاظ سے بہت گر گیا ہے، ہماری اخلاقی حالت بہت تباہ ہو گئی ہے، اسی کا نتیجہ ہے کہ ہماری اقتصادی حالت بگڑ رہی ہے مال کم ہو گئے ہیں روٹی میسر آنی مشکل ہو گئی ہے یہ خدا کا عذاب ہے، اس نے فرمایا ہے لئن شکرتم لازیدنکم ولئن کفرتم ان عذابی لشدید اگر تم میرا شکر کرو گے تو میں زیادہ دوں گا لیکن اگر تم کفران نعمت کرو تو میرا عذاب سخت ہے، پاکستان بہت بڑی نعمت ہے، خدا کے لئے اس کی قدر کرو، اس کے لئے دعا کرو اور اپنے اخلاق کو درست کرو خدا کے لئے اپنے اندر تبدیلی پیدا کرو، خدا کے لئے اپنی قوم کو درست کرو خدا کے لئے اپنے پیٹ میں دیانت کی روٹی ڈالو اور جو مومن کا شیوہ ہے سخت محنت کرنے کی عادت ڈالو۔ خدا کے لئے توبہ کرو اور اپنے اندر ایسی تبدیلی پیدا کرو کہ اللہ تعالیٰ آپ سے راضی ہو جائے اور ہماری یہ مملکت مضبوط و مستحکم ہو جائے۔

مسلم ہائی سکول میں سکاؤٹ کیمپ فائر

لاہور میں آج کل ریڈ کراس کا ہفتہ منایا جا رہا ہے اور اس سلسلہ میں جگہ جگہ کھیلیں، تماشے، مینا بازار لگائے جا رہے ہیں مسلم ہائی سکول لاہور نے بھی سکاؤٹ کیمپ فائر کے ذریعہ سے اس ہفتہ کو کامیاب بنانے کی کوشش کی ہے یہ کیمپ فائر ۲ نومبر کو حضرت مآب سردار عبد الحمید صاحب دستی وزیر تعلیم کے زیر صدارت ہوئی جس میں متعدد سکولوں اور کالجوں کے سکاؤٹ طلباء نے حصہ لیا، اور مختلف قسم کے کھیل تماشے اور مزاحیہ باتوں سے حاضرین کو محظوظ کیا گیا، سردار عبد الحمید صاحب دستی نے اپنی صدارتی تقریر میں اس بات پر خوشی و مسرت کا اظہار کیا کہ سکاؤٹ کی زندگی کے ایک پہلو کا نہایت صحیح نقشہ اس کیمپ فائر میں دکھایا گیا ہے، آپ نے فرمایا کہ سکاؤٹ کی زندگی یہ ہے، کہ تمام دن شہروں، جنگلوں، اور صحراؤں میں مارا مارا پھرتا ہے اور خدمت خلق کے مواقع ڈھونڈتا رہتا ہے اور جہاں ضرورت پیش آتی ہے بے لوث خدمت سرانجام دیتا ہے، اور جب شام ہوتی ہے تو اپنی تھکاوٹ دور کرنے کے لئے ایسی تفریحات میں حصہ لیتا ہے جو سنجیدگی سے بالاتر ہوتی ہیں آپ نے فرمایا کہ مجھے بہت خوشی ہے کہ اس کیمپ فائر میں سکاؤٹ حضرات کی عقابی نگاہ ایسی ایسی تفریحی باتوں کو منتخب کرنے کا موجب ہوئی ہے جو ہر طرح قابل ستائش ہیں اور میں اس کے لئے انہیں تہ دل سے مبارکباد دیتا ہوں۔ آپ نے اس طرف بھی توجہ دلائی کہ سکاؤٹ اور ریڈ کراس کے اغراض و مقاصد قریبًا ملتے جلتے ہیں دونوں کا مقصد خدمت خلق ہے اس لئے اس کیمپ فائر کے ذریعہ سے انہوں نے ریڈ کراس کی جو امداد کی ہے وہ فی الحقیقت اپنے ایک بھائی کی امداد ہے جس کے لئے وہ مستحق قابل شکریہ ہیں، اس کے بعد سردار صاحب نے اس تقریب میں حصہ لینے والوں کو انعامات تقسیم کئے، سب سے پہلا انعام مسلم ہائی سکول کے اس طالب علم کو دیا گیا جس نے ٹکٹوں کی فروخت اور دیگر ذرائع سے سب سے زیادہ چندہ جمع کیا۔ آخر میں مرزا مسعود بیگ صاحب ہیڈ ماسٹر صاحب نے سردار صاحب اور تمام حاضرین کا شکریہ ادا کیا اور یہ بتایا کہ گزشتہ سالوں میں بھی سکول سکاؤٹ کیمپ فائر کے ذریعہ سے ریڈ کراس کی امداد کرتا رہا ہے، اور امید ہے کہ اس سال کیمپ فائر کی آمدنی جو ریڈ کراس ہی کے لئے ہے گزشتہ سالوں سے بڑھ چڑھ کر ہوگی، حاضرین میں وزیر تعلیم کے علاوہ بہت سے معززین اور بڑے بڑے سرکاری عہدہ دار اور خواتین اور سکولوں اور کالجوں کے طلباء شامل تھے جو سب اس تقریب سے بہت ہی محظوظ ہوئے، جس کے لئے ہم مرزا صاحب اور ان تمام اصحاب کو جنہوں نے اس تقریب میں حصہ لیا .... مبارکباد دیتے ہیں۔

کیا ہم سچے مسلمان ہیں؟

ایک آسٹریلین خاتون کا چیلنج

تبلیغ اسلام کے رستہ میں آج کل ایک بہت بڑی روک پیش آرہی ہے اسلام کی پاکیزہ تعلیمات جب ایک غیر مسلم بالخصوص یورپین کے سامنے پیش کی جاتی ہے تو وہ اس پر فریفتہ ہو جاتا ہے اور بسا اوقات اپنے مذہب و ملت کو چھوڑ کر حلقہ بگوش اسلام ہونے بھی دریغ نہیں کرتا، لیکن جب وہ مسلمانوں کی موجودہ حالت کو دیکھتا اور ان کے اعمال و افعال اس کے سامنے آتے ہیں تو وہ حیران رہ جاتا ہے کہ انہیں اسلام کی پاکیزہ تعلیمات سے دور کا بھی واسطہ نہیں، اور یہ حیرانی بعض وقت اسلامی اصولوں کے متعلق اس کے دل میں شکوک پیدا کر دیتی ہے کہ وہ کہاں تک قابل عمل ہیں، اگر اسلام کی زمانہ ماضی کی تاریخ ان اعمال سے روشن نہ ہوتی جو ہمارے اسلاف کی زندگیوں میں اسلامی تعلیمات کو نمایاں کرتے ہیں تو شاید اس کے صولوں کی صحت اور ان کا قابل عمل ہونا مشکل سے مانا جا سکتا۔

ذیل کا مضمون جو ایک آسٹریلین نومسلم خاتون مس رشیدہ کونولی نے ایک مسلمان کے مضمون "انسانیت کا سب سے بڑا محسن" کے جواب میں لکھا ہے مذکرہ بالا کیفیت کی ایک تازہ مثال ہے، یہ فی الحقیقت ایک نومسلم کا ہم قدیم مسلمانوں کو چیلنج ہے۔ کاش ہم اپنے اعمال و افعال کی اصلاح سے اس چیلنج کا مقابلہ کر سکیں:

میں چونکہ اسلام کے متعلق صرف کتابیں اور لٹریچر پڑھ کر مسلمان ہوئی ہوں اس لئے "MESSAGE" کے اگست کے شمارہ میں جو مضمون "انسانیت کا سب سے بڑا محسن" کے عنوان سے شائع ہوا تھا وہ میرے لئے بڑی دلچسپی کا موجب بنا۔ میں اور میری والدہ ——— دونوں نے کسی مسلمان کو ملے بغیر ہی اسلام قبول کیا تھا۔ اور حقیقت یہ ہے کہ ابھی تک ہمیں کسی صحیح اور سچے مسلمان سے ملنے کا شرف حاصل نہیں ہوا۔ یعنی ہمیں ایسا کوئی شخص نہیں ملا جو ایسا مسلمان ہو جیسا کہ رسول اللہ کی تعلیمات پر ایک عامل مسلمان کو ہونا چاہیئے۔

اسلام اور موجودہ مسلمان

اسلام کی بنیادی تعلیمات بلاشبہ بے نظیر ہیں لیکن اسلام کی مختلف خصوصیات کے متعلق چرچا کرتے رہنا بیکار ہے جبکہ ایک عام آدمی بھی یہ جانتا ہے کہ جہالت، جوابازی اور شراب خوری مسلمانوں کی عادت بن گئی ہیں اور ان کی عورتیں عیسائی عورتوں کی نسبت زیادہ مطیع اور غلام ہیں۔ یہ تمام باتیں ظاہر کرتی ہیں کہ وہ مذہب جس نے سائینسی تحقیق کی بنیاد ڈالی، جس نے تحصیل علم کا شوق پیدا کیا، جس نے بربریت کی جگہ تمدنی اور ذہنی کاوشوں کو جگہ دی .... ایسے مذہب کا اب دنیا پر کوئی اثر نہیں (حتیٰ کہ خود مسلمانوں پر بھی نہیں)۔ یہ کہنا بے سود ہے کہ محمد رسول اللہ کے زمانہ میں اسلام نے کمالات دکھائے۔

عظیم الشان دنوں کے تذکرہ سے فائدہ؟

اس کا انکار نہیں کہ اسلام کے بھی عظیم الشان دن تھے لیکن ان عظیم الشان دنوں کی یاد میں غرق رہنے سے مسلمانوں کو کیا فائدہ؟ آج کل کے مسلمان ان باتوں کو وہ برستے ہیں جو ہوا کرتی تھیں۔ لیکن جو حالات اب ہیں ان کا تذکرہ نہیں کیا جاتا۔

باعث تعجب

اس وقت جب مجھے کسی بھی مسلمان سے ملنے کا اتفاق نہیں ہوا تھا میں اکثر اپنے دوستوں کے ساتھ اسلام کے متعلق گفتگو اور تبادلہ خیالات کیا کرتی تھی۔ لیکن جب (بدقسمتی) سے مجھے چند مسلمانوں سے ملنے کا اتفاق ہوا اور میں نے موجودہ مسلمانوں کے حالات روزناموں سے پڑھے تو مجھے اور میرے دوستوں کو یکساں طور پر بڑا تعجب ہوا کہ مسلمان ایسے نہیں ہیں جیسا کہ انہیں ہونا چاہیئے۔

زمین و آسمان کا فرق

مسٹر سالمن نے اپنے محولہ بالا مضمون (انسانیت کا سب سے بڑا محسن) میں اسلام کی چند خصوصیات بیان کی ہیں۔ ذیل میں اب میں چند واقعات درج کرتی ہوں جن سے یہ ظاہر ہو جائے گا کہ موجودہ مسلمان یعنی وہ مسلمان جن سے آسٹریلیا میں ملنے کا مجھے اتفاق ہوا ہے، ان کا عمل اور ان اسلامی خصوصیات میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔

مساوات کا فقدان

(۱) اسلام نے مسلمانوں کو مساوات اور برابری کے حقوق دیئے ہیں لیکن مجھے ذاتی مشاہدہ کی بناء پر معلوم ہے کہ مسلمانوں میں مساوات کا ویسا ہی فقدان ہے جیسا کہ انگریزوں کے طبقاتی نظام میں۔

اس خیال کی تائید میں صرف دو واقعات درج کرتی ہوں۔ ایک مسلمان ملک کی بحری فوج کا ایک جوان سخت بیمار ہونے کی وجہ سے آسٹریلیا کے ایک ہسپتال میں داخل تھا۔ اس بچارے کو انگریزی کا ایک لفظ بھی نہیں آتا تھا۔ اور اس کی وجہ سے اسے بڑی دقتوں کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔ جب اس کے اس ملک سے متعلقہ سفیر کو توجہ دلائی گئی کہ وہ اپنے ایک ہموطن بھائی سے جا کر ملے۔ تو اس نے اس جوان کی جو کئی ہفتوں سے ہسپتال میں تنہائی محسوس کر رہا تھا مزاج پرسی کرنے سے انکار کر دیا محض اس لئے کہ وہ بحری فوج کا ایک ادنیٰ جوان تھا حالانکہ اس سفیر کے پاس ایک بڑی قیمتی کار ہے، اور اس کا دفتر شہر میں اس ہسپتال سے صرف بیس منٹ کے راستے پر ہے اس کے برعکس جب بیگم لیاقت علی خاں کا خاوند فوت ہو گیا تو یہی سفیر ہوائی جہاز سے پرواز کر کے بیگم لیاقت علی خاں کی خدمت میں اظہار افسوس کے لئے پہنچا۔ حالانکہ بیگم لیاقت علی سے اظہار ہمدردی کرنے کے لئے ہزاروں لوگ پاکستان میں .... موجود تھے۔

غلامی

(۲) اسلام نے غلامی کا انسداد کیا ہے۔

شاید غلامی کی رسم رسول اللہ صلعم کے زمانے میں ختم کر دی گئی تھی، لیکن ابن سعود کی حکومت میں یہ رسم اب بھی رائج ہے۔

عورتوں کے ساتھ سلوک

(۳) اسلام نے عورتوں کو آزادی دلائی۔

ہاں! رسول اللہ کے زمانے کے حالات کے مطابق۔ لیکن ۱۹۵۲ء کے تقاضوں اور ضرورتوں کے مطابق نہیں۔ ہمارا محبوب نبی اپنے وقت کی نسبت بڑا ترقی یافتہ تھا۔ اگر وہ آج زندہ ہوتے تو مسلمان عورتوں کو اس حالت میں نہ رہنے دیتے جس حالت میں وہ آج ہیں۔ آج کل مسلمان عورتوں کے ساتھ اسی طرح سلوک کیا جاتا ہے جس طرح کہ غیر ترقی یافتہ قوموں میں عورتوں کے ساتھ کیا جاتا ہے۔

جو شخص سب سے زیادہ قیمت دے وہ لڑکی کو اس کی مرضی دریافت کئے بغیر اس کے والدین سے خرید لیتا ہے۔ مسلمانوں میں اس رسم کا جب مجھے علم ہوا تو میرے دل میں یہ شبہ پیدا ہوا کہ اسلام نے کبھی عورتوں کو آزادی دی بھی تھی یا نہیں!

عورتوں کی تعلیم و تربیت

عورتوں کے متعلق (مسٹر سالمن) تحریر کرتے ہیں کہ یہ "آئندہ نسلوں کی تربیت کرتی اور انہیں تعلیم یافتہ بناتی ہیں"۔ یہ خیال کافی حد تک غلط ہے۔ جب مسلمان عورتیں خود تعلیم یافتہ نہیں ہیں تو وہ بچوں کو کیا تعلیم سکھائیں گی۔ مردوں کے لئے کھانا پکانا، ان گنت بچے پیدا کرنا اور امراء کے طبقہ میں دعوتوں پر جانا، باتیں کرنا اور زرق برق کپڑوں میں ملبوس ہونا...... اگر صرف یہ کام کسی عورت کو آتے ہوں تو زمانہ جدید کی اصطلاح میں اسے تعلیم یافتہ نہیں کہتے۔

مسلمان عورتیں ——— جائداد منقولہ

میرا تجربہ یہی ہے کہ موجودہ زمانہ کی مسلمان عورتیں روزانہ کے مسائل سے ناواقف ہیں۔ وہ کسی سنجیدہ مسئلہ پر گفتگو بھی نہیں کر سکتیں، اگرچہ یہ تو نہیں کہا جا سکتا کہ ان کی حالت جائداد منقولہ جیسی ہے تاہم میں یہ سمجھنے سے قاصر ہوں کہ اس سے زیادہ ان کی حیثیت بھی کیا ہے۔

کسی طرح سے شادی کر لینا ہی ان کی زندگی کا واحد مقصد ہوتا ہے اس لئے کہ اکثر مسلمان عورتیں ایسی ہیں جو اپنی روزی خود نہیں کما سکتیں۔ حقیقت یہ ہے کہ جس تنگ نظر ماحول میں یہ پرورش پاتی ہیں وہاں اسے توہین کا باعث سمجھا جاتا ہے کہ عورتیں ہاتھ سے کام کر کے اپنی روزی کمائیں۔ ان کی نظر میں یہ زیادہ احسن ہے کہ عورتیں ایک ماں اور بیوی کی حیثیت سے ۲۴ گھنٹے کام کرے بجائے اس کے کہ آٹھ گھنٹے وہ ذریعہ معاش کی تگ و دو میں صرف کرے۔

مسلمان اور شراب

(۴) اسلام میں شراب کی ممانعت ہے۔

درست فرماتے ہیں۔ لیکن یہ کہنا غلط ہوگا کہ مسلمان شراب نہیں پیتے۔ بلکہ وہ مسلمان جو شراب پیتے ہیں وہ ایک عام عیسائی کی نسبت زیادہ پیتے ہیں۔ میں نے خود ایک مسلمان کے گھر میں شراب کی اتنی مقدار دیکھی جو میں نے آج تک کسی عیسائی کے گھر میں نہیں دیکھی۔

(۵) اسلام نے علم کے لئے تگ و دو کرنے کی تلقین کی ہے۔

(باقی بر صفحہ ۲۳)

مولانا مودودی اور قتل مرتد کا مسئلہ

از قلم چوہدری محمد حسن صاحب چیمہ ایڈووکیٹ گجرات

بسلسلہ اشاعت گذشتہ

مودودی صاحب کی اس کتاب کو پڑھ کر مجھے بہت افسوس ہوا اگرچہ حضرت امیر مرحوم مولانا محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے انگریزی ترجمہ قرآن اور اردو تفسیر بیان القرآن اور متعدد ٹریکٹوں میں اسکا جواب موجود ہے تاہم ایک دوست سے رسالہ طلوع اسلام ماہ مارچ ۱۹۵۲ء مجھے مل گیا جس میں "قتل مرتد" "محترسنان حکومت الٰہیہ" کے عنوان سے ایک مضمون غلام احمد صاحب پرویز نے لکھا ہے چونکہ یہ آواز غیر از جماعت طبقہ کی طرف سے بلند ہوئی ہے اس لئے میں مناسب سمجھتا ہوں کہ اس کے کچھ اقتباسات مودودی صاحب اور ان کے ہمنواؤں کی چشم بصیرت کے لئے پیش کروں تاکہ لوگوں کو معلوم ہو کہ اسلام کس طرح آزادئ ضمیر آزادی رائے اور آزادی عقائد کا [illegible] دیتا ہے اور اس کا تعلق انسانوں کے دلوں کی گہرائیوں اور جوامع قلب سے ہے یہاں بجبر کسی کو اسلام میں لانے کا سوال پیدا ہوتا ہے اور نہ ہی جبر سے اسلام کے اندر کسی کو مجبوراً رکھا جانا تسلیم کیا جا سکتا ہے۔ اسلام کو اقلیم قلوب کی شہنشاہی حاصل ہے وہ جسموں پر اغلال و علائق ڈالنے کا روادار نہیں۔ اس کی حکومت انسانوں کے دلوں، دماغوں اور قوت مدرکہ پر ہے نہ کہ وہ جسمانی اذیتوں، مادی ترہیبوں سے اپنا غلبہ چاہتا ہے۔ آؤ اس گلستان کی سیر کریں جو پرویز کی محنت نے بہارستان قرآن سے استفادہ حاصل کر کے تیار کیا ہے، پرویز صاحب فرماتے ہیں:-

"قرآن نے انسان اور کائنات کی دیگر اشیا میں ایک بنیادی فرق بتایا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ اشیائے کائنات ایک تُلے بندھے قانون کے مطابق زندگی بسر کرنے پر مجبور ہیں۔ انہیں قطعاً اختیار نہیں کہ وہ جی چاہے تو اس قانون کے مطابق سرگرم عمل رہیں اور جی چاہے تو کسی اور روش پر چل نکلیں.......

للہ یسجد من فی السموات والارض۔ ہر شئے اس کے حکم کے سامنے سجدہ ریز ہے، جہاں تک ضابطۂ زندگی کا تعلق ہے انسان کو بھی اسی طرح قانون ہدایت دے دیا گیا جس طرح دیگر اشیاء کائنات کو۔ لیکن (اور یہ لیکن بہت اہم ہے) انسان کو اس کے ساتھ ہی یہ اختیار بھی دیا گیا کہ وہ چاہے تو اس ضابطہ کے مطابق زندگی بسر کرے اور چاہے اسے چھوڑ کر کوئی اور راہ اختیار کرے "آدم" کو اس دنیا میں بھیجنے کے ساتھ ہی کہدیا گیا کہ فاما یاتینکم منی ھدی فمن تبع ھدای فلا خوف علیھم ولا ھم یحزنون ۲/۳۸۔ جب میری طرف سے تمہارے پاس ضابطۂ ہدایت آوے تو جو اس قانون ہدایت کی اتباع کرے گا اسے نہ خوف ہوگا نہ حزن۔ ان کے برعکس والذین کفروا وکذبوا بایتنا اولئک اصحب النار ھم فیھا خالدون ۲/۳۹ اور جو لوگ اس ضابطۂ حیات سے انکار کریں گے ان کا ٹھکانہ جہنم ہوگی جس میں وہ رہیں گے۔

یہ دونوں راہیں بالکل واضح ہیں اس کے بعد انسان پر کوئی جبر نہیں کہ وہ کونسی راہ اختیار کرے وھدینہ النجدین ۹۰/۱۰ "ہم نے اسے دونوں راستے دکھا دیئے ہیں۔ اسے گوش ہوش اور دیدہ بینا عطا کر دیئے ہیں۔ (فجعلناہ سمیعاً بصیرا ۷۶/۲) اسے راستہ دکھا دیا۔ (انا ھدینہ السبیل ۷۶/۳) اس کے بعد اما شاکراً و اما کفوراً ۷۶/۳ وہ چاہے تو اسے اختیار کرے چاہے اس سے انکار کر دے۔

اس باب میں اس پر کوئی زبردستی نہیں جور نہیں استبداد نہیں۔ ایمان اور کفر کے معاملے میں کوئی زبردستی نہیں وقل الحق من ربکم فمن شاء فلیومن ومن شاء فلیکفر ۱۸/۲۹۔ ان سے کہدو کہ تمہارے رب کی طرف سے حق (نکھر کر سامنے) آگیا۔ اب جس کا جی چاہے ایمان لے آئے اور جس کا جی چاہے کفر اختیار کرے۔ فمن شاء فلیومن ومن شاء فلیکفر ضابطہ قرآنی کا عمودی فیصلہ ہے۔ جس کی بنیادوں پر اس کی تعلیم کی تمام عمارت اٹھتی ہے وہ کہتا ہے کہ اگر انسانوں کو زبردستی ایک خاص راہ پر چلانا مقصود ہوتا تو اللہ تعالیٰ انہیں بھی دیگر اشیائے کائنات کی طرح اختیار و ارادہ سے معطل کر کے اس قانون کے مطابق زندگی بسر کرنے پر مجبور کر دیتا ولوشاء ربک لامن من فی الارض کلھم جمیعا۔ افانت تکرہ الناس حتی یکونوا مومنین (۱۰/۹۹) اگر تیرے رب کی مشیت میں ہوتا تو روئے زمین کے تمام باشندے ایمان لے آتے (لیکن اللہ نے انہیں مجبور نہیں کیا) تو اس لئے کیا تو لوگوں کو مجبور کرے گا کہ وہ ضرور ایمان لائیں اور پھر فرمایا ولوشاء اللہ ما اشرکوا وما جعلناک علیھم حفیظاً و ما انت علیھم بوکیل ۶/۱۰۸ اور اگر اللہ چاہتا تو یہ لوگ شرک نہ کرتے اور ہم نے تجھے ان پر نگہبان مقرر نہیں کیا۔ اور نہ تو ان کا وکیل ہے۔

قل ھذہ سبیلی ادعوا الی اللہ علی بصیرۃ انا ومن اتبعنی ۱۲/۱۰۸۔ ان سے کہدو کہ یہ میرا راستہ ہے۔ میں اور میرے متبعین علی وجہ البصیرت خدا کی طرف دعوت دیتے ہیں۔

ہماری دعوت غور و فکر کی دعوت ہے۔ تدبر و تفکر کی دعوت ہے۔ ہماری اپیل عقل و بصیرت اور فہم و فراست سے ہے۔ اس میں کسی قسم کے جور و اکراہ کو دخل نہیں، ایمان کے معاملے میں نہ ذہنی استکراہ کو کچھ دخل ہوگا نہ طبعی قوت کو کوئی واسطہ۔ قرآن کفر و ایمان کے معاملے میں استبداد کے استعمال کو انسانیت کے خلاف سنگین جرم قرار دیتا ہے۔ چنانچہ فرعون مصر کے خلاف جو فرد جرم اس نے مرتب کی ہے، اس میں واضح طور پر جتا دیا ہے۔ کہ کفر و ایمان کے معاملے میں وہ استبداد سے کام لیتا تھا۔ چنانچہ جب اس کے دربار کے ساحرین حضرت موسیٰ پر ایمان لے آئے تو اس نے گرج کر کہا کہ آمنتم بہ قبل ان اذن لکم (۷/۱۲۳) کیا تم میری اجازت سے پہلے ہی اس پر ایمان لے آؤ گے؟ اچھا فلسوف تعلمون ۲۶/۴۹ اور یہ ایک فرعون مصر ہی پر کیا موقوف تھا۔ تمام فراعنہ دہر اور جبابرۂ عصر اپنے اپنے وقتوں میں یہی کچھ کیا کرتے تھے۔ یہ روش ہر رسول کے خلاف اختیار کی گئی۔

وقال الذین کفروا لرسلھم لنخرجنکم من ارضنا او لتعودن فی ملتنا ۱۴/۱۳ ارباب کفر نے اپنے رسولوں سے یہی کہا کہ ہم تمہیں اپنے ملک سے نکال دیں گے یا تمہیں ہمارے مذہب میں واپس آجانا ہوگا۔

آزادی مذہب کے بارے میں قرآن نے نہایت واضح الفاظ میں ارشاد کر دیا کہ لا اکراہ فی الدین قد تبین الرشد من الغی ۲/۲۵۶۔ دین کے معاملہ میں کسی پر جبر و اکراہ نہیں۔ ہدایت اور گمراہی ایک دوسرے سے متمیز ہو چکی ہے۔ فمن شاء فلیومن ومن شاء فلیکفر جس کا جی چاہے ایمان اختیار کرے اور جس کا جی چاہے کفر کی راہ پر چلے۔ لست علیھم بمصیطر تم ان پر داروغہ مقرر نہیں کئے گئے کہ انہیں زبردستی مسلمان بناؤ۔"

پرویز صاحب لکھتے ہیں کہ مودودی صاحب کا ارشاد کے مطابق لا اکراہ فی الدین (دین کے معاملے میں کسی قسم کا جبر و اکراہ نہیں) کا ارشاد تو انیسویں صدی کے دور آخر کی تاریک خیالی کا نتیجہ ہے۔ اور دین بدلنے والے کو سولی چڑھا دینے (لاصلبنکم) کا فرعونی حکم (معاذ اللہ معاذ اللہ) اسلام کے درخشندہ عہد کی یادگار ہے۔

قرآن مجید نے ایسے لوگوں پر شرح و بسط سے بحث کی ہے جو ایمان لانے کے بعد کفر کی طرف لوٹ جاتے ہیں۔ اور متعدد آیات میں ان کے متعلق واضح حکم صادر فرماتے ہیں۔ لیکن یہ عجیب بات ہے کہ مولوی مودودی صاحب نے ان جملہ آیات قرآنی کا تو اپنی ساری بحث میں ذکر تک نہیں کیا۔ صرف ایک آیت سورۃ توبہ کی نقل کر کے اس سے قتل مرتد ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ حالانکہ یہ آیت مرتدوں سے بالکل متعلق نہیں۔ پرویز صاحب لکھتے ہیں۔

اس وقت صرف یہ دیکھئے کہ مودودی صاحب اس باب میں قرآن سے کیا ثبوت پیش کرتے ہیں۔ دیکھئے اور ان کی جرأت اور جہالت کا ماتم کیجئے فرماتے ہیں۔ قرآن میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

فان تابوا واقاموا الصلوۃ واتوا الزکوٰۃ فاخوانکم فی الدین ونفصل الایات لقوم یعلمون۔ وان نکثوا ایمانھم من بعد عھدھم وطعنوا فی دینکم فقاتلوا ائمۃ الکفر انھم لا ایمان لھم لعلھم ینتھون۔ (التوبہ)

پھر اگر وہ (کفر سے) توبہ کر لیں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں تو تمہارے دینی بھائی ہیں۔ ہم اپنے احکام ان لوگوں کے لئے واضح طور پر بیان کر رہے ہیں جو جاننے والے ہیں۔ لیکن اگر وہ عہد (یعنی قبول اسلام کا عہد) کرنے کے بعد اپنی قسموں کو توڑ دیں اور تمہارے دین پر زبان

طعن دراز کریں تو پھر کفر کے لیڈروں سے جنگ کرو۔ کیونکہ ان کی قسموں کا کوئی اعتبار نہیں۔ شاید کہ وہ اس طرح باز آجائیں وان نکثوا ایمانھم من بعد عھدھم کے معنی مودودی صاحب یہ بتاتے ہیں "اگر وہ اسلام لانے کے بعد اپنے اقرار اسلام سے پھر جائیں" یعنی ان کے نزدیک عھدھم کے معنی ہیں "کفار کا اقرار اسلام" اور نکثوا ایمانھم کے معنی سیاسی معاہدات کو توڑنا نہیں بلکہ مرتد ہو جانا ہے۔ ہم مودودی صاحب کو چیلنج کرتے ہیں کہ وہ سارے قرآن میں کوئی ایک جگہ بھی ایسی دکھا دیں جہاں عھدھم یا ایمانھم کے معنی لوگوں کا اقرار اسلام ہو۔ اس کے برعکس ہم وہ تمام مقامات دکھا دیں گے جہاں قرآن نے عہد اور ایمان کے الفاظ کو سیاسی معاہدات کے لئے استعمال کیا ہے۔

مودودی صاحب نے آیت زیر نظر کے ترجمہ میں توسین میں یہ الفاظ لکھے ہیں (یعنی قبول اسلام کا عہد) یہ خالص اپنی طرف سے اضافہ ہے اور افترا علی اللہ اور تحریف فی القرآن کی کھلی ہوئی مثال۔

مودودی صاحب نے تلبیس میں کمال کر دی ہے۔ اور اسی آیت پر اکتفا کر دیا ہے۔ اگر وہ اس سے اگلی آیت بھی ساتھ ہی لکھ دیتے تو مطلب واضح ہو جاتا ہے (لیکن ان کی منشاء کے خلاف جاتا) وہ آیت یہ ہے۔

الا تقاتلون قوما نکثوا ایمانھم وھموا باخراج الرسول وھم بدؤکم اول مرۃ اتخشونھم فاللہ احق ان تخشوہ ان کنتم مومنین $\frac{9}{12}$ یعنی کیا تم ایسے لوگوں سے جنگ نہیں کرتے جنہوں نے اپنے عہد و پیمان توڑ ڈالے جنہوں نے اللہ کے رسول کو اس کے وطن سے نکال باہر کرنے کے منصوبے کئے اور پھر تمہارے برخلاف لڑائی میں پہل بھی ان ہی کی طرف سے ہوئی، کیا تم ان سے ڈرتے ہو؟ اگر تم مومن ہو تو اللہ اس کا زیادہ سزاوار ہے۔ کہ اس کا ڈر تمہارے دلوں میں ہو۔

یہ آیت اس سے پہلی آیت کی تشریح کر دیتی ہے۔ (جسے مودودی صاحب نے نقل کیا ہے) اس میں زید وضاحت سے بتایا گیا ہے کہ ان لوگوں کے خلاف جنگ کرنے کے اسباب موجود کیا تھے۔ یہ وہی لوگ تھے جو اس سے قبل معاہدات توڑ چکے تھے۔

مودودی صاحب کا اس بات کا احساس معلوم دیتا ہے کہ قرآن حکیم ان کی تائید نہیں کرتا۔ اسی وجہ سے وہ اپنی ساری عمارت کی بنیاد روایات اور فقہ پر رکھتے ہیں لا اکراہ فی الدین کو مودودی صاحب اپنی تفسیر کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک اس آیت کے یہ معنی ہیں کہ ہم کسی کو اپنے دین میں آنے کے لئے مجبور نہیں کرتے اور واقعی روش یہی ہے مگر جسے واپس آ کر جانا ہو اسے ہم پہلے ہی خبردار کر دیتے ہیں کہ یہ دروازہ آمد و رفت کے لئے کھلا نہیں ہے۔ لہذا اگر آتے ہو تو یہ فیصلہ کر کے آؤ کہ واپس نہیں جانا ہے۔ ورنہ براہ کرم آؤ ہی نہیں ص ۵۳

یعنی اسلام صرف (One way Traffic) ہے۔ اس میں اصل ہونے تک تو ہمیں اختیار واراد حاصل ہے۔ لیکن اس کے بعد کفر و ایمان کے معاملے میں وہ تمام اختیارات جو ہمیں

خدا نے دیئے تھے۔ سب سلب ہو جائیں گے۔ یہ ہے وہ جواب جو قرآن کے بیان کے مطابق تمام کفار اپنے اپنے رسولوں کو دیا کرتے تھے، وقال الذین کفروا لرسلھم لنخرجنکم من ارضنا او لتعودن فی ملتنا $\frac{14}{13}$ یہی مودودی صاحب فرماتے ہیں "مودودی صاحب کے خیال کے برعکس خدا تعالیٰ دین کے دروازہ کو ہر وقت کھلا رکھتا ہے اسلام سے واپس جانے والا" کہتا ہے کہ دیکھو خدا نے یہ دروازہ کھلا رکھا ہے اس لئے میں واپس جانا چاہتا ہوں۔ مودودی صاحب فرماتے ہیں کہ (معاذ اللہ) خدا کون ہے جو اس دروازہ کو کھلا رکھ سکے۔ ان دروازوں کو روایات نے بند کیا ہے فقہ نے بند کیا ہے۔ اور اب ان پر ہمارا پہرہ ہے۔ خدا کھولا تھا اور ہم اسکو بند کرتے ہیں۔"

پرویز صاحب مندرجہ ذیل واضح آیات قرآنی کو جن میں "ارتداد" کا خصوصی ذکر ہے۔ رقم فرماتے ہیں۔

(۱) کیف یھدی اللہ قوما کفروا بعد ایمانھم وشھدوا ان الرسول حق وجاءھم البینٰت واللہ لا یھدی القوم الظالمین اولئک جزاؤھم ان علیھم لعنۃ اللہ والملٰئکۃ والناس اجمعین۔ خالدین فیھا لا یخفف عنھم العذاب ولا ھم ینظرون الا الذین تابوا من بعد ذالک واصلحوا فان اللہ غفور رحیم $\frac{3}{89-85}$ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اللہ اس قوم کو ہدایت دے دے جس نے ایمان کے بعد کفر کی راہ اختیار کر لی۔ حالانکہ اس نے گواہی دی تھی۔ کہ اللہ کا رسول برحق ہے۔ اور اس کے سامنے روشن دلیلیں بھی آ چکی تھیں۔ اللہ صحیح مقام سے ہٹ جانے والوں پر ہدایت کی راہیں نہیں کھولا کرتا۔ ...... ان لوگوں کے اس عمل کا نتیجہ یہ ہے۔ کہ ان پر اللہ کی۔ فرشتوں کی۔ اور انسانوں کی سب کی لعنت برس رہی ہے۔ اس حالت میں ہمیشہ رہیں گے نہ تو ان کا عذاب کبھی ہلکا ہو گا اور نہ کبھی مہلت پائیں گے۔

لیکن جن لوگوں نے اس حالت کے بعد بھی توبہ کر لی اور اپنے آپ کو سنوار لیا تو بیشک اللہ بخشنے والا رحمت والا ہے۔

یہ ہے ذکر ان لوگوں کا جو اسلام لانے کے بعد پھر کفر کی طرف پھر جائیں۔ قرآن صرف کہتا ہے کہ وہ تمام برکات و ثمرات سے محروم ہو جائیں گے۔ لیکن اگر وہ حلقہ بگوش اسلام ہو جائیں تو زندگی کی برکات و سعادتیں پھر ان کے شامل حال ہو جائیں گی۔ اگر مرتد کی سزا قتل ہوتی۔ تو ان لوگوں کے پھر سے اسلام میں لانے کا سوال ہی پیدا نہ ہوتا۔ اس کے برعکس اس سے اگلی آیت میں ان لوگوں کے طبعی موت سے مرجانے کا ذکر ہے:-

ان الذین کفروا بعد ایمانھم ثم ازدادوا کفرا لن تقبل توبتھم واولئک ھم الضالون۔ ان الذین کفروا وماتوا وھم کفار فلن یقبل من احدھم ملء الارض ذھبا ولو افتدیٰ بہ۔ اولئک لھم عذاب الیم وما لھم من نٰصرین $\frac{3}{90-91}$۔ جن لوگوں نے ایمان کے بعد کفر اختیار کیا اور پھر اپنے کفر میں بڑھتے چلے گئے تو ایسے لوگوں کی توبہ قبول نہ ہو گی۔ یہی لوگ ہیں جو راہ راست سے بھٹک گئے.......

دیکھئے یہاں ان کے طبعی موت سے مرجانے کا صاف ذکر ہے"

پرویز صاحب سورۃ نساء کی یہ آیت نقل کرتے ہیں:-

ان الذین آمنوا ثم کفروا ثم آمنوا ثم کفروا ثم ازدادوا کفرا لم یکن اللہ لیغفر لھم ولا لیھدیھم سبیلا ($\frac{4}{137}$)

جو لوگ ایمان لائے اس کے بعد پھر کافر ہو گئے پھر ایمان لائے۔ پھر کافر ہو گئے۔ پھر اپنے کفر میں بڑھتے چلے گئے یہ وہ لوگ ہیں کہ اللہ انہیں بخشنے والا نہیں۔ اب یہ ہرگز نہ ہو گا کہ اللہ انہیں ہدایت کی راہ دکھائے۔ یعنی یہاں صرف ایک مرتبہ مرتد ہو جانے کا ذکر نہیں دوبارہ ارتداد کا ذکر ہے۔ اسلام لائے پھر مرتد ہو گئے پھر اسلام لائے مرتد ہو گئے۔ اس کے بعد اسلام نہیں لائے۔ بلکہ حالت کفر میں بڑھتے چلے گئے۔ ان کی بخشش نہیں ہو گی۔ آپ نے غور کیا کہ قرآن کی رو سے اسلام اور کفر کے دروازے کس طرح آمد و رفت کے لئے کھلے رہتے ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے"

پرویز صاحب ایک اور آیت نقل کرتے ہیں:-

یا ایھا الذین آمنوا من یرتد منکم عن دینہ فسوف یاتی اللہ بقوم یحبھم ویحبونہ۔ ($\frac{5}{54}$) اے ایمان والو تم میں سے جو کوئی مرتد ہو جائے (تو ایسے لوگوں کی جگہ) خدا ایک ایسی قوم پیدا کر دے گا جنہیں خدا دوست رکھے گا اور وہ خدا کو دوست رکھنے والے ہوں گے۔ مومنوں کے مقابلے میں نہایت نرم اور جھکے ہوئے۔ لیکن دشمنوں کے مقابلہ میں نہایت سخت۔ اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہ ڈرنے والے یہ اللہ کا فضل ہے جسے وہ چاہے عطا کرے۔ اللہ اپنے فضل میں بڑی وسعت والا ہے"

اسی طرح پرویز صاحب کا قلم مودودی کے دلائل کو کاٹتا چھانٹتا قرآنی آیات کو رقم کرتا اور باطل روایات کا قلع قمع کرتا اتنا فصیح البیان اور بلیغ اللسان ہو جاتا ہے کہ ان کے اصل مضمون کو پڑھ کر ہی اس کے علمی دلائل کا اندازہ ہو سکتا ہے۔

پرویز صاحب نے زمانہ وسطیٰ کی ملوکیت پر سے پردے اٹھائے ہیں۔ کہ انہوں نے کیونکر اپنے سیاسی مخالفین کو اپنی راہ سے دور کرنے کے لئے اس وقت کے علما سے فتاوے حاصل کئے۔ اور مصنوعی روایات سے ان کی تائید چاہی اور اس طرح اسلام کے پاک چہرہ کو داغدار کیا۔ مضمون اپنی نوعیت کا نہایت بلند پایہ اور اکمل ہے۔ کاش کہ کوئی صاحب ثروت اس مضمون کو کتاب کی شکل میں شائع کرتے تاکہ وہ پرویز کی ایک مستقل تصنیف بن کر آیندہ نسلوں کے لئے بھی مفید ثابت ہو۔ یہ مضمون طلوع اسلام کے مارچ ۱۹۵۲ء کے ایشوع میں طبع ہوا ہے۔ تمام اہل علم کو اس کا مطالعہ کرنا چاہئے۔ ہم اپنے ناچیز خیالات کو یہیں ختم کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں میں قائد اعظم کا قائم کردہ اتفاق و اتحاد قائم رکھے تاکہ وہ بیک وقت اندرونی اور بیرونی دشمنوں سے کامیابی کے ساتھ نبرد آزما ہو سکیں۔

سورت فاتحہ کے معارف عالیہ

سورت فاتحہ کی تفسیر لطیف حضرت مسیح موعود کے قلم سے

{بسلسلہ اشاعت گذشتہ}

رحمان اور رحیم خدا سے استمداد

پس اپنے کاموں کو خصوصاً آسمانی کتاب کو کہ جو سب امور عظیم سے ادق اور الطف ہے، خداوند قادر مطلق کے نام سے جو رحمان و رحیم ہے بہ نیت تبرک و استمداد شروع کرنا ایک ایسی بدیہی صداقت ہے کہ بلا اختیار ہم اس کی طرف کھینچے جاتے ہیں کیونکہ فی الحقیقت ہر یک برکت اسی راہ سے آتی ہے کہ وہ ذات جو متصرف مطلق اور علت العلل اور تمام فیوض کا مبداء ہے جس کا نام قرآن شریف کی اصطلاح میں اللہ ہے خود متوجہ ہو کر اول اپنی صفت رحمانیت کو ظاہر کرے اور جو کچھ قبل از سعی درکار ہے اسکو محض اپنے تفضل اور احسان سے بغیر توسط عمل کے ظہور میں لاوے پھر جب وہ صفت رحمانیت کی اپنے کام کو بہ تمام و کمال کر چکے اور انسان توفیق پاکر اپنی قوتوں کے ذریعہ سے محنت اور کوشش کا حق بجالاوے تو پھر دوسرا کام اللہ تعالےٰ کا یہ ہے کہ اپنی صفت رحیمیت کو ظاہر کرے اور جو کچھ بندہ نے محنت اور کوشش کی ہے اس پر نیک ثمرہ مرتب کرے۔ اور اس کی محنتوں کو ضائع ہونے سے بچاکر گوہر مراد عطا فرماوے۔ اسی صفت ثانی کی رو سے کہا گیا ہے کہ جو ڈھونڈھتا ہے پاتا ہے جو مانگتا ہے اسکو دیا جاتا ہے جو کھٹکھٹاتا ہے اس کے واسطے کھولا جاتا ہے۔ یعنی خداتعالیٰ اپنی صفت رحیمیت سے کسی محنت اور کوشش کو ضائع ہونے نہیں دیتا۔ اور آخر جوئندہ یابندہ ہو جاتا ہے۔

سبب حقیقی کے بغیر اسباب پیدا نہیں ہو سکتے

غرض یہ صداقتیں ایسی بین الظہور ہیں کہ ہر یک شخص خود تجربہ کر کے ان کی سچائی کو شناخت کر سکتا ہے، اور کوئی انسان ایسا نہیں کہ بشرط کسی قدر عقلمندی کے یہ بدیہی صداقتیں اس پر چھپی رہیں۔ ہاں یہ بات ان تمام لوگوں پر نہیں کھلتی کہ جو دلوں کی سختی اور غفلت کی وجہ سے صرف اسباب معتادہ پر ان کی نظر ٹھہری رہتی ہے۔ اور جو ذات متصرف فی الاسباب ہے اس کے تصرفات لطیفہ پر ان کو علم حاصل نہیں ہوتا اور نہ ان کی عقل اس قدر وسیع ہوتی ہے کہ جو اس بات کو سوچ لیں۔ کہ ہزارہا بلکہ بیشمار ایسے اسباب سماوی و ارضی انسان کے ہر یک جسم کی آرائش کے لئے درکار ہیں، جن کا بہم پہنچانا ہرگز انسان کے اختیار اور قدرت میں نہیں بلکہ ایک ہی ذات مستجمع صفات کاملہ ہے کہ جو تمام اسباب کو آسمانوں کے اوپر سے زمینوں کے نیچے تک پیدا کرتا ہے اور ان پر بہر طور تصرف اور قدرت رکھتا ہے مگر جو لوگ عقلمند ہیں وہ اس بات کو بلا تردد بلکہ بدیہی طور پر سمجھتے ہیں اور جو اُن سے بھی اعلیٰ اور صاحب تجربہ ہیں وہ اس مسئلہ میں حق الیقین کے مرتبہ تک پہنچے ہوئے ہیں۔

دعا اور اس کی قبولیت کا مفہوم

لیکن یہ شبہ کرنا کہ یہ استعانت بعض اوقات کیوں بیفائدہ اور غیر مفید ہوتی ہے۔ اور کیوں خدا کی رحمانیت و رحیمیت ہر یک وقت استعانت میں تجلی نہیں فرماتی۔ پس یہ شبہ صرف ایک صداقت کی غلط فہمی ہے۔ کیونکہ خداتعالیٰ ان دعاؤں کو کہ جو خلوص کے ساتھ کی جائیں ضرور سنتا ہے اور جس طرح مناسب ہو چاہنے والوں کے لئے مدد بھی کرتا ہے مگر کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ انسان کی استمداد اور دعا میں خلوص نہیں ہوتا نہ انسان دلی عاجزی کے ساتھ امداد الٰہی چاہتا ہے اور نہ اس کی روحانی حالت درست ہوتی ہے بلکہ اس کے ہونٹوں میں دعا اور اس کے دل میں غفلت یا ریا ہوتی ہے یا کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ خدا اس کی دعا کو سن تو لیتا ہے اور اس کے لئے جو کچھ اپنی حکمت کاملہ کی رو سے مناسب اور اصلح دیکھتا ہے عطا بھی فرماتا ہے۔ لیکن نادان انسان خدا کی ان الطاف خفیہ کو شناخت نہیں کرتا اور بباعث اپنے جہل اور بے خبری کے شکوہ اور شکایت شروع کر دیتا ہے اور اس آیت کے مضمون کو نہیں سمجھتا عسیٰ ان تکرھوا شیئاً و ھو خیر لکم وعسیٰ ان تحبوا شیئاً و ھو شر لکم واللہ یعلم وانتم لا تعلمون۔ یعنی یہ ممکن ہے کہ تم ایک چیز کو بری سمجھو اور وہ اصل میں تمہارے لئے اچھی ہو اور ممکن ہے کہ تم ایک چیز کو دوست رکھو اور وہ اصل میں تمہارے لئے بری ہو اور خدا چیزوں کی اصل حقیقت کو جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔

بسم اللہ کی نظیر کسی اور کتاب میں نہیں پائی جاتی

اب ہماری اس تمام تقریر سے واضح ہے کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کس قدر عالی شان صداقت ہے۔ جس میں تحقیقی توحید اور عبودیت اور خلوص میں ترقی کرنے کا نہایت عمدہ سامان موجود ہے۔ جس کی نظیر کسی اور کتاب میں نہیں پائی جاتی اور اگر کسی کے زعم میں پائی جاتی ہے تو وہ اس صداقت کو معہ تمام دوسری صداقتوں کے جو ہم نیچے لکھتے ہیں نکال کر پیش کرے۔

بسم اللہ کی بلاغت پر اعتراض اور اسکا جواب

اس جگہ بعض کوتہ اندیش و نادان دشمنوں نے ایک اعتراض بھی بسم اللہ کی بلاغت پر کیا ہے۔ ان معترضین میں سے ایک صاحب تو پادری عماد الدین نام ہیں جس نے اپنی کتاب ہدایت المسلمین میں اعتراض مندرجہ ذیل لکھا ہے دوسرے صاحب باوا نرائن سنگھ نام وکیل امرتسری ہیں جنہوں نے پادری کے اعتراض کو سچ سمجھ کر اپنے دلی عناد کے تقاضا کی وجہ سے وہی پوچ اعتراض اپنے رسالہ ودیا پرکاشک میں درج کر دیا ہے۔ سو ہم اس اعتراض کو معہ جواب اس کے لکھنا مناسب سمجھتے ہیں تا منصفین کو معلوم ہو کہ فرط تعصب نے ہمارے مخالفین کو کس درجہ کی کور باطنی اور نابینائی تک پہنچا دیا ہے کہ جو نہایت درجہ کی روشنی ہے وہ ان کو تاریکی دکھائی دیتی ہے اور جو اعلےٰ درجہ کی خوشبو ہے وہ اسکو بدبو تصور کرتے ہیں۔ سو اب جاننا چاہیئے کہ جو اعتراض بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کی بلاغت پر مذکورہ بالا لوگوں نے کیا ہے وہ یہ ہے کہ الرحمٰن الرحیم جو بسم اللہ میں واقع ہے یہ فصیح طرز پر نہیں اگر رحیم الرحمٰن ہوتا تو یہ فصیح اور صحیح طرز تھی کیونکہ خدا کا نام رحمان باعتبار اس رحمت کے ہے کہ جو اکثر اور عام ہے اور رحیم کا لفظ بہ نسبت رحمان کے اس رحمت کے لئے آتا ہے کہ جو قلیل اور خاص ہے اور بلاغت کا کام یہ ہے کہ قلت سے کثرت کی طرف انتقال ہو نہ یہ کہ کثرت سے قلت کی طرف۔

قرآن کی فصاحت و بلاغت کا اعتراف

یہ اعتراض ہے جو ان دونوں صاحبوں نے اپنی آنکھیں بند کر کے اس کلام پر کیا ہے جس کلام کی بلاغت کو عرب کے تمام اہل زبان جن میں بڑے بڑے شاعر بھی تھے باوجود سخت مخالفت کے تسلیم کر چکے ہیں بلکہ بڑے بڑے معاند اس کلام کی شان عظیم سے نہایت درجہ تعجب میں پڑ گئے اور اکثر ان میں سے کہ جو فصیح اور بلیغ کلام کے اسلوب کو بخوبی جاننے اور پہچاننے والے ہیں اور مذاق سخن سے عارف اور با انصاف تھے وہ طرز قرآنی کو طاقت انسانی سے باہر دیکھ کر ایک معجزہ عظیم یقین کر کے ایمان لے آئے جن کی شہادتیں جا بجا قرآن شریف میں درج ہیں۔ اور جو لوگ سخت کور باطن تھے اگرچہ وہ ایمان نہ لائے مگر سراسیمگی اور حیرانی کی حالت میں ان کو بھی کہنا پڑا کہ یہ سحر عظیم ہے جس کا مقابلہ نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ ان کا یہ بیان بھی فرقان مجید کے کئی مقام میں موجود ہے۔

معترضین کی عربی زبان سے ناواقفیت

اب اسی کلام معجز نظام پر ایسے لوگ اعتراض کرنے لگے ہیں ایک تو وہ شخص ہے جس کو دو سطریں عربی کی بھی صحیح اور بلیغ طور پر لکھنے کا ملکہ نہیں۔ اور اگر کسی اہل زبان سے بات چیت کرنے کا اتفاق ہو تو بجز ٹوٹے پھوٹے اور بے ربط اور غلط فقروں کے کچھ بول نہ سکے اور اگر کسی کو شک ہو تو امتحان کر کے دیکھ لے۔ اور دوسرا وہ شخص ہے جو علم عربی سے بکلی بے بہرہ بلکہ فارسی بھی اچھی طرح نہیں جانتا اور افسوس کہ عیسائی مقدم الذکر کو یہ بھی خبر نہیں کہ یورپ کے اہل علم کہ جو اس کے بزرگ اور پیشرو ہیں جن کا پورٹ صاحب وغیرہ انگریزوں نے ذکر کیا ہے وہ خود قرآن شریف کے اعلےٰ درجہ کی بلاغت کے قائل ہیں اور پھر دانا کو زیادہ تر اس بات پر غور کرنی چاہیئے کہ جب ایک کتاب جو خود ایک اہل زبان پر ہی نازل ہوئی ہے اور اس کی کمال بلاغت پر تمام اہل زبان بلکہ سبعہ معلقہ کے شعراء جیسے اتفاق کر چکے ہیں، تو کیا ایسا مسلم الثبوت کلام کسی نادان اجنبی و ژولیدہ زبان والے کے انکار سے جو کہ لیاقت فن سخن سے محض بے نصیب اور توغل علوم عربیہ سے بالکل بے بہرہ بلکہ کسی ادنےٰ عربی آدمی کے مقابلہ پر بولنے سے عاجز ہے قابل اعتراض ٹھہر سکتا ہے بلکہ ایسے لوگ جو اپنی حیثیت سے بڑھ کر

دکھلاتے ہیں، اور یہ نہیں سمجھتے کہ اہل زبان کی شہادت کے برخلاف اور بڑے بڑے نامی شاعروں کی گواہی کے مخالف کوئی نکتہ چینی کرنا حقیقت میں اپنی جہالت اور خرفطرتی دکھلانا ہے۔ بھلا عمادالدین پادری کسی عربی آدمی کے مقابلہ پر کسی دینی یا دنیوی معاملہ میں ذرا ایک آدھ گھنٹہ تک ہم کو بول کر تو دکھلا دے۔ تا اول ہی لوگوں پر کھلے کہ اس کو سیدھی سادی اور بامحاورہ اہل عرب کے مذاق پر بات چیت کرنی آتی ہے یا نہیں کیونکہ ہم کو یقین ہے کہ اسکو ہرگز نہیں آتی اور ہم بہ یقین تمام جانتے ہیں کہ اگر ہم کسی عربی آدمی کو اس کے سامنے بولنے کے لئے پیش کریں تو وہ عربوں کی طرح اور ان کے مذاق پر ایک چھوٹا سا قصہ بھی بیان نہ کر سکے اور جہالت کے کیچڑ میں پھنسا رہ جائے اور اگر شک ہے تو اس کو قسم ہے کہ آزما کر دیکھ لے اور ہم خود اس بات کے ذمہ دار ہیں کہ اگر پادری عمادالدین صاحب ہم سے درخواست کریں تو ہم کوئی عربی آدمی بہم پہنچا کر کسی مقررہ تاریخ پر ایک جلسہ کریں گے جس میں چند لائق ہندو ہوں گے اور چند مولوی مسلمان بھی ہوں گے۔ اور عمادالدین صاحب پر لازم ہوگا کہ وہ بھی چند عیسائی بھائی اپنے ساتھ لے آویں اور پھر سب حاضرین کے روبرو اول عمادالدین صاحب کوئی قصہ جو اسی وقت ان کو بتلایا جائے گا عربی زبان میں بیان کریں اور پھر وہی قصہ عربی صاحب جو مقابل پر حاضر ہوں گے اپنی زبان میں بیان فرماویں پھر اگر منصفوں نے یہ رائے دی کہ عمادالدین صاحب نے ٹھیک ٹھیک عربوں کے مذاق پر عمدہ اور لطیف تقریر کی ہے تو ہم تسلیم کریں گے کہ ان کا اہل زبان پر نکتہ چینی کرنا کچھ جائے تعجب نہیں۔ بلکہ اسی وقت پچاس روپیہ نقد بطور انعام ان کو دیئے جائیں گے۔ لیکن اگر اس وقت عمادالدین صاحب بجائے فصیح اور بلیغ تقریر کے اپنے ژولیدہ اور غلط بیان کی بدبو پھیلانے لگے یا اپنی رسوائی اور نالیاقتی سے ڈر کر کسی اخبار کے ذریعہ سے یہ اطلاع بھی نہ دی کہ میں ایسے مقابلہ کے لئے حاضر ہوں تو پھر بجز اس کے کہ لعنت اللّٰہ علی الکاذبین کہیں اور کیا کہہ سکتے ہیں۔ اور یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ اگر عمادالدین صاحب تولد ثانی بھی پاویں تب بھی وہ کسی اہل زبان کا مقابلہ نہیں کر سکتے پھر جس حالت میں وہ عربوں کے سامنے بھی بول نہیں سکتے اور فی الفور گونگا بننے کے لئے تیار ہیں تو پھر ان عیسائیوں اور آریوں کی ایسی سمجھ پر ہزار حیف اور دو ہزار لعنت ہے کہ جو ایسے نادان کی نادیت پر اعتماد کر کے اس بے مثل کتاب کی بلاغت پر اعتراض کرتے ہیں کہ جس نے سید العرب پر نازل ہو کر عرب کے تمام فصیحوں اور بلیغوں سے اپنی عظمت شان کا اقرار کرایا اور جس کے نازل ہونے سے سبعہ معلقہ مکہ کے دروازہ پر سے اتارا گیا اور معلقہ مذکور کے شاعروں میں سے جو شاعر اس وقت بقید حیات تھا وہ بلا توقف اس کتاب پر ایمان لایا۔

بلاغت کا اصل قاعدہ

پھر دوسرا افسوس یہ ہے کہ اس نادان عیسائی کو اب تک یہ بھی خبر نہیں کہ بلاغت حقیقی اس امر میں محدود نہیں کہ قلیل کو کثیر پر ہر جگہ اور ہر محل میں خوانخواہ مقدم رکھا جائے بلکہ اصل قاعدہ بلاغت کا یہ ہے کہ اپنے کلام کو واقعی صورت اور مناسب وقت کا آئینہ بنایا جائے سو اسی جگہ بھی رحمان کو رحیم پر مقدم کرنے میں کلام کو واقعی صورت اور ترتیب کا آئینہ بنایا گیا ہے۔ چنانچہ اس ترتیب طبعی کا مفصل ذکر ابھی سورت فاتحہ کی آئندہ آیتوں میں آوے گا۔

الحمد للّٰہ کے معنے

الحمد للّٰہ۔ تمام محامد اس ذات معبود برحق مستجمع جمیع صفات کاملہ کو ثابت ہیں جس کا نام اللہ ہے۔ ہم پہلے بھی بیان کر چکے ہیں کہ قرآن شریف کی اصطلاح میں اللہ اس ذات کامل کا نام ہے کہ جو معبود برحق اور مستجمع جمیع صفات کاملہ اور تمام رذائل سے منزہ اور واحد لا شریک اور مبدء جمیع فیوض ہے کیونکہ خدائے تعالےٰ نے اپنے کلام پاک قرآن شریف میں اپنے نام اللہ کو تمام دوسرے اسماء وصفات کا موصوف ٹھیرایا ہے اور کسی جگہ کسی دوسرے اسم کو یہ رتبہ نہیں دیا پس اللہ کے اسم کو بوجہ موصوفیت تامہ ان تمام صفتوں پر دلالت ہے جن کا وہ موصوف ہے اور چونکہ وہ جمیع اسماء اور صفات کا موصوف ہے اس لئے اس کا مفہوم یہ ہوا کہ وہ جمیع صفات کاملہ پر مشتمل ہے۔ پس خلاصہ مطلب الحمد للّٰہ کا یہ نکلا کہ تمام اقسام حمد کے کیا باعتبار ظاہر کے اور کیا باعتبار باطن کے اور کیا باعتبار ذاتی کمالات کے اور کیا باعتبار قدرتی عجائبات کے اللہ سے مخصوص ہیں اور اس میں کوئی دوسرا شریک نہیں اور نیز جس قدر محامد صحیحہ اور کمالات تامہ کو عقل کسی عاقل کی سوچ سکتی ہے یا فکر کسی متفکر کا ذہن میں لا سکتا ہے وہ سب خوبیاں اللہ تعالےٰ میں موجود ہیں اور کوئی خوبی ایسی نہیں کہ عقل اس خوبی کے امکان پر شہادت دے مگر اللہ تعالےٰ بدقسمت انسان کی طرح اس خوبی سے محروم ہو بلکہ کسی عاقل کی عقل ایسی خوبی پیش ہی نہیں کر سکتی کہ جو خدا میں نہ پائی جائے جہاں تک انسان زیادہ سے زیادہ خوبیاں سوچ سکتا ہے وہ سب اس میں موجود ہیں اور اس کو اپنی ذات اور صفات اور محامد میں من کل الوجوہ کمال حاصل ہے اور رذائل سے بکلی منزہ ہے۔

سچے اور جھوٹے مذہب میں امتیاز

اب دیکھو یہ ایسی صداقت ہے جس سے سچا اور جھوٹا مذہب ظاہر ہو جاتا ہے۔ کیونکہ تمام مذہبوں پر غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ بجز اسلام دنیا میں کوئی بھی ایسا مذہب نہیں ہے کہ جو خدائے تعالےٰ کو جمیع رذائل سے منزہ اور تمام محامد کاملہ سے متصف سمجھتا ہو۔ عام ہندو اپنے دیوتاؤں کو کارخانہ ربوبیت میں شریک سمجھتے ہیں اور خدا کے کاموں میں ان کو مستقل طور پر دخیل قرار دیتے ہیں۔ بلکہ یہ سمجھ رہے ہیں کہ وہ خدا کے ارادوں کو بدلنے والے اور اس کی تقدیروں کو زیروزبر کرنے والے ہیں۔

ہندو مذہب میں پرمیشر کا مفہوم

اور نیز ہندو لوگ کئی انسانوں اور دوسرے جانداروں کی نسبت بلکہ بعض ناپاک اور نجاست خوار حیوانات یعنے خنزیر وغیرہ کی نسبت یہ خیال کرتے ہیں کہ کسی زمانہ میں ان کا پرمیشر ایسی ایسی جونوں میں تولد پا کر ان تمام آلائشوں اور آلودگیوں سے ملوث ہوتا رہا ہے کہ جو ان چیزوں کے عاید حال ہیں اور نیز انہیں چیزوں کی طرح بھوک اور پیاس اور درد اور دکھ اور خوف اور غم اور بیماری اور موت اور ذلت اور رسوائی اور عاجزی اور ناتوانی کی آفات میں گرفتار ہوتا رہا ہے اور ظاہر ہے کہ یہ تمام اعتقادات خدا تعالےٰ کی خوبیوں میں بٹہ لگاتے ہیں اور اس کے ازلی ابدی جاہ وجلال کو گھٹاتے ہیں۔

آریہ سماج میں خدا کا تصور

اور آریہ سماج والے جو ان کے مہذب بھائی نکلے ہیں جن کا یہ گمان ہے کہ وہ ٹھیک ٹھیک وید کی لکیر پر چلتے ہیں وہ خدا تعالےٰ کو خالقیت سے ہی جواب دیتے ہیں اور تمام ارواح*

* روحوں کو اس کی ذات کامل کی طرح غیر مخلوق اور واجب الوجود اور موجود بوجود حقیقی قرار دیتے ہیں۔ حالانکہ عقل سلیم خدائے تعالیٰ کی نسبت صریح یہ نقص سمجھتی ہے کہ وہ دنیا کا مالک کہلا کر پھر کسی چیز کا رب اور خالق نہ ہو اور دنیا کی زندگی اسکے سہارے سے نہیں بلکہ اپنے ذاتی وجوب کے رو سے ہو۔ باقی آئندہ۔

احمدیہ انگلش ایسوسی ایشن کی ہفتہ وار مجلس

مورخہ ۹ر نومبر کو احمدیہ لائبریری میں نوجوانوں کی ہفتہ وار مجلس منعقد ہوئی فضل الرحمٰن صاحب نے قرآن کریم کی چند آیات تلاوت کیں۔ راقم الحروف نے گذشتہ مجلس کی روئداد پڑھی۔ ناصر احمد صاحب نے خوش الحانی کے ساتھ ایک نظم پڑھی، ظفر احمد صاحب نے حضرت مولانا نورالدین علیہ الرحمۃ کی حیات مبارک کے چند دلچسپ واقعات بیان کئے۔ مقررین حضرات کی عدم موجودگی کی وجہ سے ہمارے صاحب صدر رانا اقبال احمد صاحب نے تمام نوجوانوں کو کاغذ کا ایک ایک پرزہ دے کر ہدایت کی کہ وہ اس پر کوئی آسان سا موضوع لکھ کر واپس کریں۔ تمام نوجوانوں نے اپنا اپنا موضوع لکھ کر واپس کر دیا پھر صاحب صدر نے ہر ایک نوجوان کو باری باری اپنے موضوع پر تقریر کرنے کے لئے بلایا۔ تقریر کا وقت صرف دو منٹ تھا۔ ڈاکٹر اللہ بخش صاحب، مولنا دوست محمد صاحب اور بابو غلام قادر صاحب کو جج مقرر کیا گیا۔ تقاریر کرنے والوں میں سے اول و دوئم ظفر احمد صاحب اور امتیاز احمد صاحب رہے۔ آخر میں عزیزی مولنا عزیز بخش صاحب کی دعا پر مجلس برخاست ہوئی۔ ہماری یہ مجلس ہر لحاظ سے دلچسپ رہی۔ فالحمد للّٰہ　خاکسار۔ سلطان محمد سیکرٹری

تعزیت کا ریزولیوشن

احمدیہ انجمن کی مجلس منتظمہ کا اجلاس ۲۸ کو احمدیہ بلڈنگس میں منعقد ہوا جس میں مندرجہ ذیل ریزولیوشن متفقہ طور پر پاس کیا گیا۔

"احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا یہ اجلاس حضرت ڈاکٹر سید نقیین حسین شاہ صاحب لاہور و شیخ عطاء اللہ صاحب سیالکوٹ اور خان محمد اسلم خاں صاحب کی وفات حسرت آیات پر نہایت رنج و اندوہ کا اظہار کرتا ہے اور دست بدعا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں جنت الفردوس میں جگہ عنایت فرمائے۔ اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق بخشے۔ آمین۔ نیز یہ بھی طے پایا کہ اس ریزولیوشن کی نقلیں مرحومین کے لواحقین اور ایڈیٹر پیغام صلح اور اخبار لائٹ کو بھیجی جائیں۔

سانحۂ ارتحال

(۱) ۲ر نومبر کی شام کو میرے بڑے بھائی محمد اسمٰعیل صاحب بقضائے الٰہی فوت ہوگئے ہیں انا للّٰہ وانا الیہ راجعون ان کے چار لڑکے اور دو لڑکیاں ہیں احباب سے جنازہ غائبانہ اور پسماندگان کے لئے دعا کی درخواست ہے۔

خاکسار۔ محمد دین از مانک تحصیل نارووال ضلع سیالکوٹ

(۲) بڑے افسوس سے اطلاع دی جاتی ہے کہ شیخ غلام احمد صاحب کی چھوٹی بچی فریدہ گذشتہ شب (۸ر نومبر کی رات کو) فوت ہوگئی انا للّٰہ وانا الیہ راجعون ＊　نثار احمد از وزیر آباد

"پیغام صلح" میاں محمد دین صاحب اور شیخ غلام احمد صاحب ہر دو کے ساتھ ان صدمات میں اپنی دلی ہمدردی ہے، دعا ہے اللہ تعالیٰ انہیں اور تمام پسماندگان اور لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے اور شیخ غلام احمد صاحب کو نعم البدل عطا فرمائے۔

پاکستان دشمن جماعتوں کا اتحاد اور ان کے مہا سبھائی عزائم

مجلس عمل کا پس منظر

ابو المظفر فخر الدین احمد صاحب

"آپ ان غداروں اور بے اطمینانی پھیلانے والے افراد اور جماعتوں کو دیکھیں جو حکومت کے خلاف اتہام طرازی کی مہم چلا رہے ہیں اور فرقہ پرستی کی وبا پھیلا رہے ہیں تو آپ کو نظر آئے گا کہ ان میں بہت سے وہی ہیں جو تقسیم سے پہلے کھلم کھلا پاکستان کے خیال تک کی مخالفت کرتے تھے۔ ہم ان پر قطعاً اعتماد نہیں کر سکتے۔ اگرچہ ان میں سے بعض آج پاکستان اور اسلام کے محافظ ہونے کے دعویدار ہیں" (ناظم ملت وزیر اعظم پاکستان ۱۱ ۵۲ کو ڈھاکہ سیشن میں)

"پاکستان کو خارجی خطرات کا کوئی اندیشہ نہیں اگر کوئی خدشہ ہے تو یہ ہے کہ کہیں ہماری اندرونی قباحتیں ہماری بیخ کنی نہ کر دیں" (وزیر اعلیٰ پنجاب ڈھاکہ میں)

مندرجہ بالا جملوں میں الحاج خواجہ ناظم الدین وزیر اعظم پاکستان نے ان لوگوں کے متعلق جو کچھ ارشاد فرمایا ہے جو نام نہاد آل مسلم پارٹیز کی مجلس عمل میں شامل ہو کر فرقہ پرستی کی وبا پھیلا رہے ہیں وہ ہر صاحب بصیرت کے لئے سبق عبرت رکھتا ہے۔ جس طرح یوم آزادیٔ پاکستان کے موقعہ پر احرار اور اس کے ہمنواؤں نے بے بنیاد افواہیں پھیلا رکھی تھیں کہ عزت مآب وزیر اعظم پاکستان اپنی تقریر میں مرزائیوں کو اقلیت قرار دے دیں گے اسی طرح آل پاکستان مسلم لیگ کونسل کے اجلاس کے موقعہ پر بھی احراریوں نے بار بار کہا کہ ملت اسلامیہ کے مطالبہ کی تکمیل کے لئے مجلس عمل کی نظریں پاکستان مسلم لیگ کونسل کے اجلاس ڈھاکہ کی طرف لگی ہوئی ہیں۔ اسی تماشا کو دیکھنے کے لئے ہمارے محترم بزرگ الحاج چوہدری محمد حسن صاحب چیمہ ایڈووکیٹ گجرات ڈھاکہ تشریف لے گئے اور غالب کا یہ شعر پڑھتے ہوئے مراجعت فرما ہوئے :-

تھی خبر گرم کہ غالب کے اڑیں گے پرزے
دیکھنے ہم بھی گئے تھے پہ تماشا نہ ہوا

غیر ذمہ دارانہ نکتہ چینی کرنے والوں کا پس منظر

جس طرح ۱۴ اگست کی تقریر نے مجلس عمل کی امیدوں پر پانی پھیر دیا تھا اس سے بڑھکر مرکزی مسلم لیگ کونسل کے اجلاس ڈھاکہ نے ان کی رہی سہی امیدوں کو بھی خاک میں ملا دیا گیا اور مجلس عمل کی امن سوز اور منافرت آمیز سرگرمیوں کا ذکر کرتے ہوئے ناظم ملت وزیر اعظم پاکستان نے یہاں تک فرمایا کہ

"جو لوگ حکومت پر غیر ذمہ دارانہ نکتہ چینی کر کے منافرت پھیلا رہے ہیں اگر ان کا پس منظر معلوم کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ یہ وہی لوگ ہیں جو قیام پاکستان کے مخالف تھے۔ لہٰذا ہر وفادار لیگی کارکن کا فرض ہے کہ وہ اس غیر ذمہ دارانہ نکتہ چینی کا ڈٹ کر مقابلہ کرے اور ایسے شخص کو معاف نہ کرے۔"

جس طرح گداگری ایک اچھے بھلے انسان کو اخلاق فاضلہ اور خودداری سے محروم کر دیتی ہے۔ اسی طرح اپنے اغراض نفسانی کے لئے قوم سے گداگری کرنے والے احراری اور ان کے حواری خودداری کی بجائے ڈھٹائی کا شکار بن چکے ہیں۔ اور یہ القاظ اور القابات ان کی رگ حمیت پر نشتر چبھونے کی بجائے ان کی آتش جنبب زر کو اور بھڑکاتے ہیں اور وہ "لا چندہ۔ لا چندہ" کا پھندہ کندھوں پر لئے پھرتے ہیں۔ چونکہ ناظم ملت نے ارشاد فرمایا کہ وفادار لیگی کا فرض ہے کہ ان دشمنان پاکستان کا ڈٹ کر مقابلہ کرے اور انہیں معاف نہ کرے اس لئے ہم ذیل میں پاکستان اور اسلام کے محافظ ہونیکے ان دعویداروں یعنی مجلس احرار کا پس منظر پیش کرتے ہیں۔ احرار کا یہ دعویٰ ہے کہ وہی مجلس عمل کی روح رواں ہیں اس لئے مجلس احرار کی تاریخ سے آگاہ ہونا ان کی موجودہ روش سمجھنے کے لئے ضروری ہے۔

ہندو کانگریس کا خود کاشتہ پودا۔ مجلس احرار

تاریخ سیاست ہند کے طالب علم سے یہ حقیقت پوشیدہ نہیں کہ ہندو کانگریس نے جب مسلمانان ہند کے بارے میں معاندانہ رویہ ترک نہ کیا اور ان کے ناپاک عزائم آشکار ہو چکے تو باحمیت غیرتمند اور درد دل رکھنے والے مسلمان لیڈروں نے ہندو کانگریس سے علیحدگی اختیار کر لی اور تحفظ حقوق مسلمانان ہند اور قوم کی ترقی کے لئے آل انڈیا مسلم لیگ کی بنیاد ڈالی۔ تو اس جماعت کے قیام سے مہاشوں اور پنڈتوں کے سینوں پر سانپ لوٹ گیا۔ انہوں نے خود تو اپنی مقصد برآری کے لئے علانیہ مسلمانوں کی تنظیم کے خلاف آواز نہ اٹھائی لیکن کسی "صادق دکنی" اور "جعفر بنگالی" کی تلاش شروع کر دی تاکہ مسلم لیگ کی مساعی کو ناکام بنانے کے لئے غدار مسلمان ہی میدان میں آکر کام کریں۔ اس غرض سے کانگریسی مہاشوں اور پنڈتوں نے اپنی تجوریوں کے منہ کھول دیئے سیم و زر کی روپہلی اور سنہری چمک نے احرار، جمعیتہ العلماء اور شیعہ پولیٹیکل کانفرنس کو ہندو کانگریس کے قدموں میں ڈال دیا۔ مہاشوں نے انہیں سینوں سے لگایا اور من تو شدم تو من شدی کا وظیفہ رٹنا شروع کر دیا یہاں تک کہ مولوی عطاء اللہ شاہ بخاری نے گاندھی جی کو "بالقوہ نبی" تسلیم کرنے سے بھی دریغ نہ کیا۔ چنانچہ سید طفیل احمد منگلوری اپنی کتاب "مسلمانوں کا روشن مستقبل" کے صفحہ ۵۲۸ پر رقمطراز ہیں :-

"مجلس احرار نے مسلمانوں کو کانگریس کے ساتھ اشتراک عمل کرنے کی ترغیب دینے اور انہیں کانگریس کا ممبر بنانے کو مدنظر رکھا۔ اور سیاسی امور میں کانگریس کے دوش بدوش سرگرم عمل رہی"

جب مسلم لیگ نے نہرو رپورٹ سے اختلاف کیا وہاں مولوی ظفر علی خاں مولوی حبیب الرحمٰن لدھیانوی اور چوہدری افضل حق کی پارٹی نے اس رپورٹ پر دستخط کر دیئے۔ اسی واقعہ سے شروع کرنے والے روزنامہ "سیاست" نے آج سے اٹھارہ بیس سال قبل جن الفاظ سے احرار کو قوم سے متعارف کرایا تھا ہم انہیں ذیل میں نقل کرتے ہیں :-

"جماعت احرار کے اشتغال پسند جوانوں سے فائدہ اٹھانے کا واحد ذریعہ دین ہی رہ گیا ہے جو ایک مسلمان کے لئے ہر وقت زندہ اور محبوب ہے۔ جماعت احرار اس حقیقت سے خوب آگاہ ہے کہ دین کے نام سے پنجاب کے مسلمان کو جو فریب بھی دیا جائے وہ اس کے جال میں بہت آسانی سے پھنس جاتا ہے لہٰذا وہ جماعت اس وقت مسلمانوں کے جذبات دینی کو ابھار کر خوب روپیہ بٹور رہی ہے۔"

"جماعت احرار وہ جماعت ہے جس نے تحریک خلافت کمیٹی کو برباد کیا۔ اور نہرو رپورٹ پر دستخط کئے۔ جس نے اس وقت اسلام اور مسلمانوں کو خطرہ میں دیکھکر انکی مخالفت کی۔ وہ لوڈی اور غدار کہلایا مسلمانوں نے ۔۔۔ جنہوں نے برباد کئے مسلمانوں کے اخبارات اور سیاسی کارکنوں کو انہوں نے بدنام کیا اور غلیظ گالیاں دیں اور مسلمانوں میں بے حد انتشار پیدا کیا۔"

کشمیر اور دیگر مقامات پر مسلمانوں کی دشمنی

نہرو رپورٹ کی تائید کے بعد احرار نے دربار کشمیر میں دخل دیا اور لاکھوں مسلمانوں کو برباد کرایا۔ بہتیرے بے گناہ شہید ہوئے اور یہ سب کچھ اس لئے ہوا کہ احرار جتنا جتنا روپیہ طلب کرتے تھے وہ اس سے کم دیتے تھے اس حقیقت کے طشت از بام ہونے کے بعد احرار نے الور کے تمام سنی مسلمانوں کو لوٹا کیونکہ تحفظ کے معاملہ میں دخل دے کر مسلمان ملازمین کو وہاں سے نکلوا دیا اور آج کل وہاں انگریزوں اور ہندوؤں کا راج ہے اور مسلمانوں کو چن چن کر نکال دیا گیا ہے۔ جب تک وہاں مسلمان وزیر اعظم اور مسلمان عوام موجود تھے ہمارے احرار دوست محاذ بنے ہوئے تھے۔ آج کہ وہاں کے انتظام ریاست میں مسلمانوں کا سرگرم کوئی دخل باقی نہ رہا، زمین و آسمان کے قلابے ملانے والے احرار کچھ اس طرح خاموش ہیں کہ ان کی مراد بر آئی۔

احرار اور مسلم لیگ

جوں جوں مسلم لیگ کامیابی کے ساتھ اپنے مشن کو چلاتی گئی۔ احرار اپنے آقایان ولی نعمت کے اشاروں پر مسلمانوں کی اس واحد نمائندہ جماعت مسلم لیگ کی مخالفت میں ترقی کرتے گئے جیسا کہ اس کے سالانہ اجلاسوں کی حسب ذیل قرار دادوں سے واضح ہے :-

(۱) "یہ جماعت مخلوط انتخاب کے معاملہ میں ہندو کانگریس کی مؤید رہی ہے حالانکہ مسلم لیگ جداگانہ انتخاب پر زور دیتی رہی۔

(۲) ممبران مجلس احرار کو ہدایت کی جاتی ہے کہ وہ مسلم لیگ میں شامل نہ ہوں اور جو ہیں وہ اسے چھوڑ دیں"
(بٹالہ کانفرنس ۳۹ء)

(۳) "یہ کانفرنس ہندوستان کو دو حصوں میں تقسیم کرنے کی تجویز کو ناقابل قبول اور قوموں کی باہم منافرت بڑھانے کا باعث قرار دیتی ہے۔" (دہلی کانفرنس ۱۹۴۰ء) (بجواب لاہور اجلاس میں مسلم لیگ کی قرارداد پاکستان)

(۴) "مجلس احرار اس حقیقت کو نظر انداز کرنے کے لئے تیار نہیں کہ ہندوستان میں ایک مرکز قائم کیا جائے۔"
(سہارنپور کانفرنس ۴۳ء)

زعمائے احرار کے افکار

زعمائے احرار کے افکار ملاحظہ ہوں :-

(۱) حصول پاکستان کے لئے مسلم لیگ کی جدوجہد کی طرف اشارہ کرتے ہوئے مولوی مظہر علی اظہر جنرل سیکرٹری مجلس احرار شیخوپورہ کانفرنس ۱۹۴۶ء میں یوں گویا ہوئے:-

"آج بھی اخبارات اسی طرح طوفانی پروپیگنڈا کر رہے ہیں جس طرح ۱۹۳۵ء سے ۱۹۳۶ء تک کرتے رہے تھے (یعنی تحریک حصول مسجد شہید گنج۔ ناقل) ہو سکتا ہے کہ پاکستان کے نام پر اس طرح ووٹ مل جائیں۔ لیکن جس طرح مسجد شہید گنج نہیں ملی اسی طرح پاکستان بھی نہیں ملے گا۔"

(۲) ہندوستان کے دس کروڑ مسلمانوں کا نام نہاد رہنما یعنی قائد اعظم آج تک کلمہ توحید پڑھ کر مسلمان نہیں ہوا لیکن پھر بھی مسلمانوں کا قاید اعظم ہے۔" (مسٹر جناح کا اسلام)

کیا ہم آج احرار سے پوچھ سکتے ہیں کہ تمہارا خود ساختہ امیر شریعت جس نے آج سے تیس سال پہلے خانۂ خدا میں کھڑے ہو کر گاندھی جی کو بالقوہ نبی مانا تھا کب کلمۂ رسالت پڑھ کر دوبارہ اسلام میں داخل ہوا ہے حالانکہ وہ ابھی تمہارا امیر شریعت ہے)

احرار کا وطن پاکستان نہیں

احرار جنہوں نے گنگاجل سے بپتسمہ لیا تھا۔ صاف اقرار کر چکے ہیں کہ کتوں کو بھونکتا چھوڑ دو۔ کاروان احرار کو اپنی منزل کی طرف چلنے دو۔ **احرار کا وطن لیگی سرمایہ دار کا پاکستان نہیں۔ احرار اس پاکستان کو پلیدستان سمجھتے ہیں**"

قارئین کرام حیران ہوں گے کہ اس اقرار کے باوجود احرار پاکستان میں شورش بپا کرنے کے لئے کیوں موجود ہیں۔ اس کا جواب بھی زعمائے احرار کے سابقہ بیانات اور اعمال کے جائزہ سے مل سکتا ہے۔ چنانچہ احرار نے کشمیر، الور اور کپورتھلہ کے مسلمانوں کی تباہی اپنے آقاؤں یعنی کانگریسی جماعتوں کے اشارے اور ایما پر کی۔ جب ان ریاستوں میں مسلمانوں کے ہاتھوں سے رہی سہی انتظامی اور کلیدی اسامیاں نکل گئیں تو احرار کی آتش حسد و عناد بھی فرو ہو گئی۔ حصول پاکستان کی مہم کو ناکام بنانے کے لئے احرار نے دو دفعہ پہلے بھی کوشش کی تھی کہ مسلم لیگ کی صفوں میں گھس کر انتشار پیدا کریں اور قیادت پر قابض ہوں۔ مگر وہ ناکام رہے۔

"ہم نے دو دفعہ مسلم لیگ میں گھسنے کی کوشش کی تاکہ اس پر قبضہ جمائیں لیکن دونوں دفعہ قاعدے اور قانون بنا دیئے گئے تاکہ ہم بیکار ہو جائیں"

(خطبات احرار)

احرار مسلم لیگی حکومت سے مطمئن نہیں

اور آج انہوں نے حصول اقتدار کے لئے ایک تیسری کوشش کی ہے۔ اور اس وقت کے لئے احرار کی پٹاری میں پہلے سے یہ منتر موجود ہے:-

"مجلس احرار یہ واضح کر دینا بھی مناسب سمجھتی ہے کہ کسی علاقہ میں محض **مسلمانوں کی اکثریت یا افراد کے ہاتھوں میں حکومت کا آجانا حکومت الٰہیہ کا مترادف نہیں** بلکہ ایسی شخصی یا جماعتی حکومتوں نے جو اسلام کے نام پر اپنی اغراض کی تکمیل کے درپے رہیں اسلام کے روشن رخ پر دھبہ لگایا۔ اور دنیا کو اسلام سے متنفر ہونے کی گنجائش دی۔ مجلس احرار کسی ایسے تجربے کو دہرانے کے لئے مسلمانوں کو دین سے بے بہرہ کسی جماعت یا گروہ کے ہاتھ میں حکومت دے کر مطمئن نہیں ہو سکتی۔ اور ورد مسلمانوں سے پرزور درخواست کرتی ہے

کہ وہ اس بارے میں اپنی ذمہ داریوں کا قومی اور ملی احساس کریں اور اپنی نگاہ سے حکومت الٰہیہ کو اوجھل کر کے اسلام کے نام پر الحاد و زندقہ کے فروغ کا موقعہ نہ دیں"۔

سہارنپور کانفرنس ۱۹۴۳ء

لہذا یہ کہنا بالکل بجا ہے کہ چونکہ احرار پاکستان کے قیام پر اور مسلم لیگ کی حکومت پر مطمئن نہیں۔ اس لئے وہ پرانا جال ڈال کر اور اسلام کے نام پر مسلمان کو مشتعل کر کے پاکستان پر قابض ہونے کا خواب دیکھ رہے ہیں، مگر ہمیں امید ہے کہ جس طرح احرار اپنی پہلی کوششوں میں ناکام رہے ہیں، اسی طرح آج بھی ناکام اور نامراد رہیں گے۔ آج کا مسلم لیگی اپنی نگاہ سے احرار کی سابقہ مساعی کو اوجھل نہیں ہونے دیگا اور ناظم ملت کے ارشاد کی تعمیل میں احرار کا ڈٹ کر مقابلہ کرے گا اور انہیں معاف نہیں کرے گا۔

پاکستان دشمن جماعتیں

صوبہ مسلم لیگ پنجاب نے اپنے انتخابی منشور مشتہرہ دسمبر ۱۹۵۰ء میں کیا خوب ان دشمنان پاکستان جماعتوں کا ذکر کیا ہے۔

" مسلم لیگ کے کارکن یہی ہیں جنہوں نے پاکستان حاصل کیا۔ یہی ہیں جنہوں نے خلوص اور ایثار کا عملی ثبوت دیا یہی ہیں جنہوں نے اپنے عمل سے بتا دیا کہ مسلمان اپنے ذاتی مفاد کو قومی مفاد پر قربان کرنے کی صلاحیت اور ہمت رکھتا ہے۔ ان کا ان دوسری جماعتوں اور دوسرے افراد سے مقابلہ کیجئے جنہوں نے مسلمانوں کی الگ قومیت سے انکار کیا۔ جنہوں نے آزادی کی جنگ میں مسلمانوں کی آزادی کے لئے لڑنے سے انکار کر دیا۔ جنہوں نے اپنی سنہری روپہلی مصلحتوں اور چند ٹکوں کی خاطر قومی صفوں میں انتشار پیدا کیا۔ اور قومی جہاد کو ناکام بنانا چاہا ان میں سے کئی ایسے تھے جن کا ایمان تھا کہ پاکستان کی جنگ قومی جہاد نہیں۔ اور کشمیر کی جنگ جہاد نہیں۔ اور کئی ایسے تھے جو غریبوں اور مزدوروں کے حامی بنے ہوئے تھے اور پاکستان کے وجود اور امکان کے منکر تھے .... اب قسمت کی ستم ظریفی دیکھئے آج یہ لوگ اسی پاکستان کی آغوش میں بیٹھے زبان طعن دراز کر رہے ہیں۔ اس لئے کہ کل ان کی مخالفت کے باوجود ہم نے پاکستان حاصل کر لیا۔ اب یہ قوم کا فرض ہے کہ وہ ان کے اور ہمارے درمیان تمیز کر کے یہ فیصلہ کرے کہ آیا وہ لوگ جنہوں نے ماضی میں قومی جرائم کا ارتکاب کیا مستقبل میں مصلح اور کامیاب ہو سکتے ہیں"

دشمنوں کے کیمپ میں

اسی منشور میں آگے چل کر لکھا ہے۔

"ہمارے ملک میں ایسی سیاسی جماعتیں بھی موجود ہیں جنہوں نے اسلام کو ایک سیاسی سٹنٹ بنا رکھا ہے ایسی جماعتوں سے ہمارا ایک ہی سوال ہے اور وہ یہ کہ کیا اس برصغیر میں قیام پاکستان کے بغیر اسلامی طرز زندگی کا کوئی امکان تھا اگر اس کا جواب صریح نفی ہے۔ تو پھر ہم ان سے پوچھتے ہیں کہ جب پاکستان کی جنگ لڑی جا رہی تھی۔ تو اس وقت وہ اور ان کے لیڈر کہاں تھے؟ ہم نے انہیں صف اول میں تلاش کیا جو اسلام کے سچے پرستاروں اور مجاہدوں کا مقام ہوتا ہے۔ لیکن وہ وہاں نہ تھے۔ ہم نے انہیں پچھلی صف میں ڈھونڈا لیکن وہاں بھی ان کا نشان نہ ملا۔ وہ نظر آئے تو دشمنوں کے کیمپ میں کبھی ان سے ساز باز کرتے ہوئے اور کبھی ان کی مدد و مدد کے ساتھ اعانت کرتے ہوئے"

ختم نبوت کانفرنس اور احرار کے جاسبھائی عزائم

آج یہی دشمن پاکستان جماعت بمصداق "رندی اپنے یاراں نوں تے سکے ناں لبھرا دا تدے" حکومت پاکستان پر غاصبانہ قبضہ کرنے کے لئے "احمدیت" اور "ختم نبوت" کے نام پر وحدت قومی پر تبر مار رہی ہیں۔ اس لئے بہی خواہان پاکستان کا فرض ہے کہ وہ اس قومی اتحاد اور تنظیم کو منتشر نہ ہونے دیں جس کی بدولت ہم نے پاکستان حاصل کیا۔ قائد اعظم کے دشمن ان کی زندگی میں تو انہیں ناکام نہ کر سکے اب ان کے بعد وہ ان کی مقدس امانت کو لوٹنے پر آمادہ ہیں جیسا کہ احرار کے لیڈروں کے حسب ذیل بیانات غمازی کر رہے ہیں:-

(ا)- ہم نے اپنی حکومت کے سامنے پرامن طریق پر مرزائیت کا ظاہر و باطن رکھتے ہوئے چند مناسب مطالبات کئے۔ اور حکومت نے جواب کے لئے ان کو لیگ کونسل میں پیش کیا؟ حجت پوری کرنے کے لئے ہم خاموش ہو گئے۔ لیکن حکومت نے اسلام، قرآن اور مسلمانوں کے مطالبات کو چھوڑ کر دوسری راہ اختیار کی۔ میں انہیں بتا دینا چاہتا ہوں کہ جب کبھی عقل اور قرآن کا تصادم ہوا۔ سیاست اور مذہب کی ٹکر ہوئی عقل و سیاست اور دنیاوی قوانین کو قرآن کے مطابق ڈھلنا پڑا اور اب بھی تمہاری راستے، مشوروں، فیصلوں، دلیلوں اپیلوں کو اسلام کے مطابق ڈھلنا پڑیگا۔ اسلام اپنی جگہ نہ پہلے ہٹا ہے نہ اب ہٹے گا لیکن تمہیں اپنی جگہ سے ہٹنا پڑے گا"

(قاضی احسان احمد)

(ب)- تو اے کرسیوں والو (کابینہ پاکستان) سنو یہ مسئلہ ختم نبوت کا مسئلہ ہے۔ ناموس محمد کا مسئلہ ہے۔ ہم خدا کے بھروسہ پر کہتے ہیں کہ ظفر اللہ کو نکال دو۔ ورنہ جو بھی اس کا ساتھ دے گا وہ نہیں رہے گا۔"

(ماسٹر تاج الدین انصاری)

(ج) "یہ مطالبات کسی فرد واحد کے نہیں کسی ایک فرقہ یا جماعت کے نہیں۔ یہ پاکستان میں بسنے والے ہر حساس مسلمان کے مطالبات ہیں اور حکومت نے اگر ان کے تسلیم کرنے میں تساہل کیا۔ تو پھر اقتدار کی یہ کرسیاں زیادہ دیر تک قائم نہ رہ سکیں گی۔"

(مولوی محمد علی جالندھری)

کیا اب بھی احرار اور مجلس عمل کے جاسبھائی عزائم سے انکار کی گنجائش ہے؟۔ بالآخر میں حضرت قائد اعظم کے قوم کے نام آخری پیغام کو دوہرا کر مضمون ختم کرتا ہوں:-

"مجھے امید ہے کہ آپ ہر موقعہ پر ہم آہنگ ہو کر اسلام کی قابل فخر تاریخ اور اسلام کی شاندار روایات کو تازہ رکھیں گے .... جو کچھ بن پڑے عزم، خلوص، ایثار، جرأت، نظم و ضبط اتحاد تعاون سے کئے جایئے۔ میں آپ کی کامرانی کے لئے خدائے عزوجل کی بارگاہ میں عجز و نیاز سے دست بدعا رہوں گا"

پہلی پبلک ٹریژری جو محمد رسول اللہ صلعم نے قائم کی

خطبہ جمعہ حضرت امیر مولانا صدر الدین صاحب فرمودہ ۷/ نومبر ۱۹۵۲ء بمقام احمدیہ بلڈنگس لاہور

ما آفاء اللہ علیٰ رسولہ من اہل القریٰ فللہ وللرسول ولذی القربیٰ والمسٰکین وابن السبیل کی لایکون دولۃ بین الاغنیاء منکم وما اتٰکم الرسول فخذوہ وما نہٰکم عنہ فانتہوا واتقوا اللہ ان اللہ شدید العقاب للفقراء المہٰجرین الذین اخرجوا من دیارہم واموالہم یبتغون فضلاً من اللہ ورضواناً وینصرون اللہ ورسولہ اولٰئک ہم الصٰدقون۔ والذین تبوءو الدار والایمان من قبلہم یحبون من ہاجر الیہم ولا یجدون فی صدورہم حاجۃ مما اوتوا ویؤثرون علیٰ انفسہم ولو کان بہم خصاصۃ ومن یوق شح نفسہ فاولٰئک ہم المفلحون۔ والذین جاءو من بعدہم یقولون ربنا اغفر لنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان ولا تجعل فی قلوبنا غلاً للذین اٰمنوا ربنا انک رؤف رحیم ——— (الحشر رکوع ۲) ———

مقبولانِ الٰہی کے اخلاق و اعمال

ان آیات میں مسلمانوں کے لئے بہت سے سبق ہیں ان میں بتایا ہے کہ خدا کے فضل جس قوم پر اُترتے ہیں، ان کے ایمان کس حد تک پہنچے ہوئے ہوتے ہیں اور اپنے اعمال کے لحاظ سے وہ کس مقام پر کھڑے ہوتے کس حد تک وہ قربانیاں کرتے اور ان کی قربانیوں میں کس حد تک رضاء الٰہی مدنظر ہوتی ہے، ان آیات میں بتایا گیا ہے کہ حضرت نبی کریم صلعم کے ساتھی اپنے اعتقادات اور معاہدات میں کس قدر پختہ اور ثابت قدم تھے، یہ بھی بتایا گیا ہے کہ ان لوگوں کو جب اموال آئے، سلطنت ملی، تو کس حد تک انہوں نے لوگوں کے حقوق کی حفاظت میں انصاف سے کام لیا۔ اور سلطنت اور بیت المال کی کتنی حفاظت انہوں نے کی، اور آنے والی نسلوں کے لئے کتنا بلند پایہ نمونہ انکی زندگیوں میں ملتا ہے۔

مال غنیمت میں غرباء کا حق

فرمایا ما افاء اللہ علیٰ رسولہ من اہل القریٰ، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بستیوں سے جو اموال غنیمت ہاتھ آئے، ایسے مال جن کے لئے جنگ نہ کرنی پڑی وہ بیت المال کا حصہ قرار دیئے جائیں، فللہ، وہ خدا کا مال ہے اور خدا کا مال حاجتمندوں کو دیا جاتا ہے، ہاں وللرسولہ محمد رسول اللہ بھی بشر ہیں ان کو بھی حاجات وضروریات لگی ہوئی ہیں، ان کے بھی متعلقین ہیں، ولذی القربیٰ ان کے قریبی بھی ہیں والیتٰمیٰ والمسٰکین وابن السبیل، صرف محمد رسول اللہ اور ان کے رشتہ داروں ہی کے لئے نہیں، یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کا بھی اس میں حق ہے۔

پہلی پبلک ٹریژری

یہ پہلی پبلک ٹریژری (Public Treasury) ہے جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قائم کی، عامۃ الناس کے لئے وہ خزانہ بنا، کیا دنیا میں کوئی ایسا بادشاہ ہوگا جس نے اپنا خون بھی بہایا، اپنے ساتھیوں اور جان نثاروں، دوستوں اور عزیزوں کا بھی خون بہایا، طرح طرح کے دکھ اور اذیتیں برداشت کیں، اور جب سلطنت ہاتھ آئی، خزانہ ملا تو غریبوں اور مسکینوں یتیموں اور مسافروں کی خبر گیری، خزانہ ان کے لئے مخصوص کر دیا گیا۔

اغنیا میں ہی مال نہ پھرتے رہیں

اور ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کی لا دولۃ بین الاغنیاء منکم اس سے غرض یہ ہے کہ اموال صرف اغنیاء کے اندر ہی نہ پھرتے رہیں غرباء اور حاجتمندوں کو ان کا فائدہ پہنچنا چاہیئے ما اتٰکم الرسول فخذوہ وما نہٰکم عنہ فانتہوا رسول جو کچھ تمہیں دیتا ہے وہی لو اور جس چیز سے منع کرتا ہے اس سے رک جاؤ

تقسیم مال میں تقوے اللہ کا حکم

واتقوا اللہ، اللہ کا تقویٰ اختیار کرو، اس حکم میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور سب لوگ ہیں سب کو حکم ہے کہ خرچ کرنے میں اللہ کا ڈر مدنظر رکھو، یوں کیوں نہ کہدیا کہ محمد اور اس کے رشتہ دار جس طرح چاہیں خرچ کریں، نہیں، اسکو قوم کا مال قرار دیا ہے اور غریب لوگوں کے حقوق مدنظر رکھنے کا حکم دیا ہے تقوے اپنے اپنے محل پر مختلف رنگ کا ہوتا ہے کبھی جنگ کے موقعہ پر کبھی دشمن کے ساتھ برتاؤ کرتے ہوئے تقوے ملحوظ رکھنا پڑتا ہے۔ کبھی مال خرچ کرتے وقت تقوے مدنظر رکھنا ہوتا ہے کہ بے جا صرف نہ ہو، یعنی مستحقین کو محروم نہ کر دیا جائے اور اپنی نفس کی خواہشات کے پیش نظر بے جا طور پر قوم کے اموال نہ لٹائے جائیں۔ ان اللہ شدید العقاب اگر یہ نہ ہو تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بڑا سخت عذاب آتا ہے اس کے برے نتائج نکلتے ہیں جو قوم کو تباہ کر دیتے ہیں۔

مہاجر کی تعریف

پھر فرمایا للفقراء المہٰجرین الذین اخرجوا من دیارہم واموالہم ان اموال میں مہاجرین کا حصہ ہے، مہاجر کس کو کہتے ہیں، ایک جگہ سے دوسری جگہ چلے جانے والے کو مہاجر نہیں کہتے، گو لفظ کے عام معنے یہی ہیں، لیکن قرآن کی اصطلاح میں مہاجر وہ ہے جن کو تنگ کر کے گھروں سے نکالا گیا ہو، جن کو اپنا وطن اور اپنے اموال، اپنی جائدادیں، اپنے عزیز و رشتہ دار، دوست احباب سب چھوڑنے پڑے، غرض جس قدر ان کے تعلقات کسی بھی چیز سے تھے اور جس قدر ان کا پھیلاؤ تھا سب ترک کرنا پڑا، اور کس غرض ترک کرنا پڑا؟ یبتغون فضلاً من اللہ ورضواناً، خدا کی رضا اور اس کا فضل چاہتے ہیں وینصرون اللہ ورسولہ خدا کی اور اس کے رسول کی مدد کرتے ہیں، یہ لفظ استعمال کر کے کتنی اہمیت ان کو دی ہے کتنی ان کی عزت و عظمت بیان کی ہے کہ وہ خدا کی نصرت کرنا چاہتے تھے اور اس کے رسول کی نصرت کرنے کے لئے سب مصائب برداشت کئے اور ہر طرح کی قربانی کی، قربانیوں کے بغیر درجات عالیہ کا حصول محال ہے۔ (اولٰئک ہم الصٰدقون) یہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے عمل سے اپنے اعتقاد پر مہر لگا دی ہے اور جو بات منہ سے نکالی اسکو پورا کر دیا اور جو عہد کیا اس کا ایفا کیا۔ دو راہیں ان کے سامنے ہیں ایک کو ترک کرنا ہے اور دوسری کو اختیار کرنا ہے، ایک دین کی راہ ہے، جو مصیبتوں اور دکھوں اور اذیتوں کی راہ ہے اس راہ کو انہوں نے ترک نہیں کیا اور ساری مصیبتیں اپنے اوپر لے لیں۔

ہجرت سے پہلے اہلِ مدینہ کی بیعت

والذین تبوءو الدار والایمان من قبلہم اور وہ جنہوں نے اس سے پیشتر دار الہجرت کو اپنا ٹھکانہ بنا رکھا تھا اور جنہوں نے ایمان کو اپنے اوپر اخلاص کے ساتھ لازم کر رکھا تھا، ہجرت سے پہلے مدینہ سے ۷۳ مرد اور دو عورتیں مکہ میں حج کے موقعہ پر آئیں، اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر اقرار کیا کہ آپ ہمارے ہاں چلے آئیں تو ہم ہر طرح امداد کریں گے، اس سے پہلے دو مرتبہ صحابہ کو حبشہ میں جانا پڑا لیکن اب حالات بہت بگڑ چکے تھے، اور کسی طرح رسول اللہ صلعم کا مکہ میں اس کی زندگی بسر کرنا ممکن نہ تھا، تین سال مدینہ والے آتے رہے، تیسرے سال انہوں نے بہت زور دیا کہ آپ ضرور مدینہ چلے آئیں، آپ نے انہیں فرمایا کہ تم جانتے ہو کہ اگر ہم مدینے چلے جائیں تو تم پر کیا گذرے گی، دشمن تمہاری ہلاکت کے درپے ہو جائیں گے اور تم پر چڑھائی کریں گے اور دشمن کی شدت کا نقشہ ہمارے سامنے ہے، باوجود اس کے ہم آپ کو مدینہ چلنے کی دعوت

دیتے ہیں، اس پر آپ نے فرمایا کہ پھر بیعت کرو کہ ہم ہر طرح تمہاری جان و مال کی حفاظت کریں گے اور تمہارے دشمن کو دشمن سمجھیں گے فرمایا ابایعکم علیٰ ان تمنعونی مما تمنعون منه نسائکم و ابنائکم اس غیرت کے ساتھ بیعت کرنا چاہتے ہو تو کرو، آپ کو علم تھا کہ یہ لوگ کچلے جائیں گے باوجود اس کے انہوں نے کہا یا رسول اللہ صلعم ہم ضرور بیعت کرتے ہیں اور ایسی ہی غیرت کے ساتھ بیعت کرتے ہیں۔

رسول اللہ صلعم کی قدر دانی

اس پر حضور صلعم نے فرمایا اصالح من صالحتم واحارب من حاربتم یعنی مجھے بے غیرت اور مرا ہوا نہیں، میں بھی اسی سے صلح رکھوں گا جس سے تم مصالحت کروگے اور اس سے میری لڑائی ہوگی جو تم سے لڑے گا، کتنی بڑی قدر دانی ہے جو رسول اللہ صلعم کی طرف سے ظہور میں آئی آپ یہ نہیں کہتے کہ میں خدا کا رسول ہوں، میری مدد کرنا تو تمہارا فرض ہے، نہیں وہ امداد کا وعدہ کرتے ہیں تو آپ بھی ان کا پورا ساتھ دینے کا وعدہ کرتے ہیں۔

بیعت عقبہ کا اثر

یہ معاہدہ کس قدر موثر تھا ایک بڑا آدمی جو اس میں شامل تھا کہتا ہے اس رات میں عقبہ میں حاضر تھا ایسا اثر مجھ پر ہوا کہ بدر کی لڑائی اس کے سامنے کچھ چیز نہیں۔ وہ بڑا آدمی کعب بن مالک ہے وہ کہتے ہیں شهدت مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم لیلة العقبة حین تواثقنا علی الاسلام وما احب ان لی بها مشهد بدر وان کانت بدر اذکر فی الناس منها یعنی میں حضور کی خدمت میں عقبہ کی بیعت کی رات کو حاضر تھا جب ہم نے اسلام پر مضبوط رہنے کا اقرار کیا۔ میرے اوپر اس نظارے کا یہ اثر تھا کہ میں اسکو مشہد بدر سے بھی زیادہ قیمتی یقین کرتا تھا۔ بدر کی لڑائی کے لئے تو بڑی تیاریاں ہوئیں اور بڑے جوش و خروش سے اس لڑائی میں مسلمان شامل ہوئے لیکن وہ کہتا ہے عقبہ میں معاہدہ کی اس رات کے سامنے مشہد بدر کوئی چیز نہیں۔

انصار کا مہاجرین کے لئے ایثار و قربانی

ان لوگوں کی تعریف میں فرمایا یحبون من هاجر الیهم، جن لوگوں نے ان کی طرف ہجرت کی ہے، ان سے محبت کرتے ہیں ولا یجدون فی صدورهم حاجة مما اوتوا اگر کبھی مال آئے اور ان کو دیا جائے تو اس کے لئے اس میں سے نہیں مانگتے یہی کہتے ہیں کہ ان مہاجرین ہی کو دے دیا جائے یؤثرون علیٰ انفسهم ولو کان بهم خصاصة اپنے آپ پر انہیں مقدم رکھتے ہیں اگرچہ خود تنگی اور تکلیف برداشت کر لیتے ہیں اور مہاجرین کو مقدم رکھتے ہیں، ومن یوق شح نفسه فاولٰئك هم المفلحون ان لوگوں نے ثابت کر دیا کہ ان میں مال کی حرص نہیں اور وہ اپنے نفس کے اندر بخل نہیں رکھتے اور جو شخص نفس کے بخل سے بچ گیا وہی کامیاب ہے۔ انصار نے بیعت عقبہ کر کے اور مہاجرین نے مصائب بھری ہجرت کر کے اسلام کی عمارت کی بنیادیں مضبوط کیں۔

اموال سے نبی کریم صلعم کی بے تعلقی

اس پر تمام تفسیروں میں ایک بات لکھی ہے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اور صحابہ کا یہ قاعدہ تھا کہ اموال آتے تھے اور وہ انہیں فی سبیل اللہ خرچ کر دیتے تھے۔ اپنے لئے کچھ نہ رکھتے تھے کوئی حویلیاں، کوئی مکان اس میں سے نہ بناتے، کوئی جائداد یا روپیہ نہ چھوڑتے، بلکہ فرمایا نحن معاشر الانبیاء لانرث ولا نورث ہم انبیاء کا گروہ نہ کوئی ورثہ لیتے ہیں اور نہ ورثہ چھوڑتے ہیں، اتنا بڑا بادشاہ بھی دنیا میں کوئی نہیں ہوا اپنا خون بہایا اپنے عزیزوں کو دکھوں میں ڈالا لیکن نہ اپنے لئے کوئی جائداد بنائی نہ اپنے پیچھے عزیزوں کے لئے کچھ چھوڑا، اپنی بیویوں، حسن، حسین، فاطمہ کسی کے لئے بھی مال نہ چھوڑا۔ اس سے حضور نے ایک لاجواب نظیر قائم کی اور اپنے متبعین کے لئے بے نظیر نمونہ چھوڑا۔

حضرت ابوبکرؓ کا ایک اعلان

حضور صلعم کی جب وفات ہوئی تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کتنا بڑا نمونہ دکھایا، انہوں نے خلافت کی مسند پر بیٹھکر چند قیمتی اصول ارشاد فرمائے۔ یہاں پر صرف ایک اعلان کا ذکر کیا جاتا ہے جو اس مضمون سے مناسبت رکھتا ہے۔ اعلان کیا کہ تم میں سے ذی اثر اور قوی آدمی اگر کسی غریب آدمی کا حق دبائے گا تو وہ میرے نزدیک کمزور ہوگا یہاں تک کہ میں اس سے غریب کا حق غریب کو واپس دلا دوں اور وہ ضعیف جس کا حق تلف ہوا ہے وہ میرے نزدیک قوی ہوگا یہاں تک کہ میں اس کا حق واپس دلا دوں بہت زبردست اعلان ہے، دنیا میں کام کرنے والے غریب ہی ہوتے ہیں، ان کے لئے بہت بڑا تسکین دینے والا اعلان ہے کہ تمہارے حقوق تلف نہ ہوں گے۔ قوم میں اس سے تسکین پیدا ہو جاتی ہے۔

فتح مکہ کا بے نظیر نمونہ

فتح مکہ کے دن بھی اسی قسم کا نظارہ دیکھنے میں آیا ہر شخص اپنی جگہ پر لرزاں تھا کہ دیکھیں کیا ہو، ان کے ظلم اور ان کی سالہا سال کی سفاکیاں ان کے سامنے تھیں وہ خطرناک سے خطرناک سزا کے مستحق تھے لیکن آپ نے اعلان کر دیا کہ لاتثریب علیکم الیوم۔ اس اعلان سے قوم میں ایک انبساط اور اطمینان کی لہر دوڑ گئی، وہ حیران تھے کہ فتح پانے کے بعد آپ تمام رات حمد الٰہی کے ترانے گاتے رہے، اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تحمید کرتے رہے صبح ہوئی تو اعلان کر دیا کہ میں سب کو امان دی جاتی ہے۔ یہ بالکل نرالا نمونہ تھا، فتح کے دن تو چاہیئے تھے کہ شراب و کباب اڑاتے ناچ رنگ کی محفلیں جمتیں، لیکن اس کے خلاف نمونہ دیکھکر اسلام کی حقانیت پر ایمان ان کے دلوں میں پیدا ہو گیا۔ کیونکہ حضور نے اعلان فرمایا کہ ہر طرح کا امن کر دیا جائے گا، لوگوں کی جان و مال اور عزت محفوظ رہے گی۔ اسی نمونے پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا اعلان ہے کہ حقوق پامال نہ ہونے پائیں گے جس سے اطمینان قلب پیدا کر دیا گیا۔

حکومت میں عدل و انصاف کا حکم

حکومت کے حصول پر حضور کو ذیل کا حکم دیا وان حکمت فاحکم بینهم بالقسط ان اللہ یحب المقسطین اور مسلمانوں کے لئے ذیل کا حکم ہے کونوا قوامین بالقسط بڑی شدت کے ساتھ عدل قائم کرو اور اگر رشتہ داروں اور والدین کے خلاف گواہی دینی پڑے تو اس سے بھی دریغ نہ کرو، فلا تتبعوا الهویٰ ان تعدلوا ایسا نہ ہو کہ اپنی خواہشات کی پیروی میں عدل سے رہ جاؤ۔

مامورین اور عدل کرنیوالوں پر ظلم

پھر یہ بھی فرمایا ان الذین یکفرون بایٰت اللہ ویقتلون النبیین بغیر حق ویقتلون الذین یامرون بالقسط من الناس فبشرهم بعذاب الیم قوم کی بہتری اور بہبودی کے لئے جو انبیاء اور مامور آتے ہیں لوگ ناحق ان کو قتل کرتے ہیں اور ان کو بھی قتل کرتے ہیں جو عدل و انصاف کا حکم دیتے ہیں اور ظالموں کو ظلم کرنے سے روکتے ہیں اور اس کو انصاف کرنے کی طرف توجہ دلاتے ہیں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ورثہ کے متعلق حضرت ابوبکر کا فیصلہ

تو حضرت ابوبکر رضہ نے جب یہ اعلان کیا کہ میں بڑوں اور چھوٹوں میں عدل و انصاف قائم کروں گا تو آپ کا امتحان بھی ہو گیا، حضرت فاطمہؓ آپ کے پاس آئیں اور آپ سے عرض کیا کہ میرے باپ (حضرت نبی کریم صلعم) کا ورثہ دلایا جائے، بہت بڑا امتحان ہے، ایک طرف حضرت ابوبکر رضہ ہیں دوسری طرف اتنی بڑی خاتون ہے حضرت ابوبکر رضی اللہ نے فرمایا لقرابة رسول اللہ احب الی ان اصل الیها من قرابتی۔ لیکن لست تارکا شیئا کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعمل به الا عملت به فانی اخشی ان ترکت شیئا من امره ان ازیغ۔ یعنی میں پسند کرتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت کا لحاظ رکھوں لیکن میں محمد رسول اللہ صلعم کے طریقہ کو چھوڑ نہیں سکتا، اور ڈرتا ہوں کہ اگر کوئی بھی چیز چھوڑ دوں تو راہ راست سے بھٹک جاؤں گا، حضرت نے فرمایا کہ لانورث ما ترکنا صدقة ہم ورثہ نہیں چھوڑتے ہم ورثہ نہ لیتے ہیں یا ورثہ چھوڑتے ہیں، جو چھوڑتے ہیں صدقہ ہوتا ہے، حضرت ابوبکر رضہ کے فیصلہ پر حضرت فاطمہؓ خفا ہو گئیں، لکھا ہے کہ حضرت فاطمہ رضہ رسول اللہ صلعم کے بعد چھ ماہ زندہ رہیں، لیکن حضرت ابوبکر رضہ اپنے فیصلہ پر قائم رہے اور حق کو نہ چھوڑا، اس فیصلہ پر حضرت فاطمہ رضہ کی ناراضی قبول کی اور آج تک آپ کو گالیاں دی جاتی ہیں اور سب و شتم کیا جاتا ہے لیکن آپ نے تمام دنیا کے لئے نمونہ قائم کر دیا کہ حق پرستی اور سچے اصول کے قائم کرنے کی خاطر تمام قسم کی تکالیف برداشت کرنی چاہیئیں اور دکھایا کہ قوم کے اموال کی حفاظت کس ایمانداری اور تقوے سے کرنی چاہیئے یعنی مستحقین کو حقوق دلانے کے لئے زور لگانا اور غیر مستحقین پر مال لٹانے سے بچنا اسلامی تعلیم کا بڑا بھاری جزو ہے، اس پر عملدرآمد نہ ہو تو بے اطمینانی پھیلتی ہے اور نظام بگڑ جاتا ہے حضور نے بھی فرمایا ہے کہ جب ماتحتوں کے حقوق جن کو نگاہ رکھنے کا حکم خدا اور اس کے رسول نے دیا ہے تلف کئے جاتے ہیں تو احکام کی اس بے حرمتی سے نظام تباہ ہو جاتا ہے۔ حضرت ابوبکر رضہ کے بعد حضرت عمر رضہ کے پاس بھی لوگ یہی مقدمہ لیکر آئے تو انہوں نے بھی یہی فیصلہ دیا۔

رسول اللہ صلعم کے حقیقی جانشین

یہ تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جانشین، بڑے بڑے لوگوں نے ان کی تعریف کی ہے گاندھی جی نے بھی کہا تھا کہ تم ہزار کہو کہ جمہوریت تم قائم کر دو گے، تم وہ جمہوریت قائم نہیں کر سکتے، وہ قربانیاں نہیں کر سکتے جو ابوبکر اور عمر نے کیں جب تک اس قسم کا عمل نہ کیا جائے

(باقی بر صفحہ ۲۰)

جماعتِ اسلامی کے صالحین

غلام ربانی صاحب بی۔اے۔ایل ایل بی

مجھے افسوس ہوتا ہے کہ میں کسی کی طرف سخت لفظوں میں کوئی خطاب کروں۔ لیکن اس دُکھ۔ رنج اور تکلیف کے باعث جو چند ایسے لوگوں کے توسط پہنچتی ہے جنہیں ایک طرف سچ۔ راستی اور انصاف کا دعوٰے بھی ہو اور عمل میں وہ جھوٹ۔ ناراستی۔ اور دھاندلی کو اپنا شعار بنائیں مجبوراً انسان کا دل پھٹ جاتا ہے۔ ہمارے پاک رسول حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نسبت کریں، ان کے نام پر لوگوں کو بلائیں، انہیں کے واسطے سے کہ جدید نظام کی رٹ لگائیں لیکن تو وہ ایک بات بھی اُن کی نہ مانیں۔ ایسے لوگوں کو کوئی کیا کہے۔ ان لوگوں کی زبان خنجر سے زیادہ تیز ہے، ان کے قلم انتہائی غیر محتاط ہیں۔ دنیا بھر کو خدا کا خوف دلانے کا وعظ پڑھتے ہیں اور خود اس بات کا شاید ذرہ بھر بھی فکر نہیں کہ ایک دن اُس کے حضور حاضر ہوں گے تو کیا جواب دیں گے۔ پھر یہ ہے جماعت اسلامی۔

ہم پہ نظر عنایت

کچھ دنوں سے ان کی خاص نظر عنایت ہم مظلوموں پر بھی ہے۔ پہلے تو اتنا کہہ کر ہی دل خوش کر لیتے تھے کہ احمدی ایک فرقۂ ضالہ ہے۔ پھر اپنے ہجولیوں کو یوں بہلانے لگے کہ بھائی چند دن اور ٹھہر جاؤ ہم نے بھی ایک جماعت کی بنا ڈالی ہے اور یہ پھل پھول کر جوان ہو لے پھر کوئی بھی احمدی نہ ہوگا کیونکہ احمدیوں کی بھی تنظیم ہے اس لئے جونہی ہماری تنظیم ہو جائے گی ان کو کوئی پوچھے گا بھی نہیں۔ اب کچھ دنوں سے دیکھا کہ تنظیم کو تو شاید ابھی وقت لگے اور میدان احراریوں کے ہاتھ جا رہا ہے ہم کیوں پیچھے رہ جائیں تو انہوں نے بھی ایک آدھ پتنگ سا "ہمارا مطالبہ" چھاپ دیا جس میں نویں دفعہ میں احمدیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دلوا کر ان کی آبادی کے تناسب کے اعتبار سے ان کی نشستیں اسمبلی میں مقرر کرنے کی مانگ ہے اس جیز کو جانے دیجئے کہ یوں کسی کو غیر مسلم اقلیت قرار دلوانا خود ان کے مسلک "قتل مرتد" سے کس قدر ہم آہنگ ہے لیکن مجبوری سب باتیں کروا دیتی ہے۔ بہرحال یہ پھر بھی اپنے آپ کو سچی گواہی دینے والا سمجھتے ہیں۔ اس لئے میں نے چاہا کہ شاید ان میں کوئی ایسا آدمی ہو جسے اب بھی خدا تعالےٰ کا فرمان لایجرمنکم شنآن قوم علیٰ ان لا تعدلوا یاد ہو تو اس کی خدمت میں یہ چند سطور پیش کی جائیں۔

ایک کذب صریح

کسی آدمی سے پوچھو کہ سچ کیا ہے تو وہ فوراً کہدے گا کہ امر واقع کا بلا کم و کاست اور من و عن بیان کرنا۔ اگر سچ یہی ہے اور واقعی یہی ہے تو کیا فرماتے ہیں جماعت اسلامی کے وہ برگزیدہ لوگ جن کے دل میں خدا تعالےٰ اور اس کے رسُول صلی اللہ علیہ وسلم کی کچھ بھی عظمت ہے اس بارے میں کہ ابو نعیم صدیقی نے جو جماعت کا کام کرنے والوں میں اوّل درجہ پر ہیں جنوری ۱۹۵۲ء کے چراغِ راہ میں دیدہ دانستہ کیوں جھوٹ بولا؟ انہوں نے لکھا کہ احمدی احادیث مبارکہ کے منکر ہیں۔ ابو نعیم صدیقی نے جمع حدیث کے متعلق ایک مضمون پر یہ ادارتی نوٹ لکھا تھا۔ یہ مضمون چند قسطوں میں چراغِ راہ میں شائع ہوا ہے

ہمیں اس سے غرض نہیں کہ وہ کس کا جواب تھا۔ سوال یہ ہے کہ ابو نعیم صدیقی نے یہ جانتے ہوئے کہ احمدی احادیث حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلیم کرتے ہیں اپنے قارئین کو کیوں دو مرتبہ باور کرانے کی کوشش کی کہ احمدی احادیث کے منکر ہیں۔ کیا یہ امر واقع کے خلاف نہیں۔ اور جو بات امر واقع کے خلاف ہو کیا وہ جھوٹ نہیں ہوتی۔ کیا ابو نعیم صدیقی صاحب میں اتنی اخلاقی جرأت ہے کہ وہ اپنے اُس فعل کو اگر وہ اُن سے لاعلمی میں سرزد ہوا تسلیم کریں اور کہیں کہ احمدی احباب کے بارے میں ان کا یہ بیان درست نہ تھا اور اسے چراغِ راہ میں چھاپیں۔ اگر ایسا ممکن ہو تو از راہ کرم اُس کی ایک کاپی مجھے بھی اخبار پیغام صلح کی معرفت بھجوا دیں، ورنہ یہ کس قدر خیانت ہے کہ خلاف واقع باتیں پھیلائی جائیں اور پھر بھی اسلام کا نام لیا جائے۔

قرآن وسنّت کی مخالفت

دوسرا سوال یہ ہے کہ آخر قرآن یا حدیث کی کس سند پر آپ نے اپنے مطالبات میں نویں دفعہ شامل کی ہے۔ کیا حدیث شریف یہ نہیں کہ من صلّی صلوٰتنا واستقبل قبلتنا اکل ذبیحتنا فذالک المسلم۔ پھر اتنی صریح حدیث کے ہوتے ہوئے آپ نے کس اصول کے تحت ایک ایسے گروہ کو جو اسلامی نماز پڑھتا ہے قبلۂ اسلامی کی طرف منہ کرتا ہے اور اسلامی ذبیحہ کھاتا ہے غیر مسلم اقلیت قرار دینے کی مہم کا ساتھ دیا ہے۔ آپ کے نزدیک تو قبول و استرداد کے سب پیمانے قرآن اور سنت ہی تھے۔ پھر آپ نے کیوں ان لوگوں کا ساتھ چاہا جو قرآن وسنت سے منہ موڑ چکے ہیں۔

احمدیوں کی الگ تنظیم

رہا یہ مسئلہ کہ احمدی خود الگ رہتے ہیں اس لئے انہیں جدا اقلیت قرار دینا ضروری ہے تو آپ ہی بتائیں آپ نے کس بناء پر تمام کلمہ گوؤں سے الگ ایک تنظیم کی داغ بیل ڈالی ہے کیا تمام مسلمان ایک جماعت نہیں اور کیا ان کی پوری جمعیت کو جماعت اسلامی کہنا درست نہیں۔ آپ نے اس انجمن کا ایک جواب اپنے دستور میں بھی دے دیا تھا اور وہ یہ کہ "اس جماعت میں کوئی شخص محض اس مفروضہ پر شامل نہ کر لیا جائے گا کہ جب وہ مسلمان گھر میں پیدا ہوا ہے اور اس کا نام مسلمانوں کا سا ہے تو ضرور مسلمان ہوگا" اس لئے "کہ اقامتِ دین کی جدوجہد کے لئے جو جماعت ہم بنا رہے ہیں، اس میں شامل ہونے کے لئے اس قسم کے مسلمان غیر مفید ہیں" پھر جب آپ ایسا کریں تو مسلمان کے مسلمان اور اگر ہم کریں تو غیر مسلم اقلیت۔ آخر کیوں؟ کوئی اصول بھی تو ہونا چاہیئے۔

دو گروہ کیوں؟

اگر خدا تعالیٰ کا کلام معیار عدل و انصاف نہیں تو عالمی اخلاقی اقدار ہی سے پوچھئے آپ نے کیسے یہ سمجھ لیا کہ جو آدمی مسلمان گھر میں پیدا ہوا وہ آپ کی تنظیم کے لئے مفید نہیں کیا آپ نے موجودہ ساٹھ کروڑ کلمہ پڑھنے والے لوگوں کو عملاً ایک

طرف (BY PASS) نہیں کر دیا اور یہ نعرہ نہیں لگایا کہ:۔

"صرف وہی اس جماعت میں داخل ہو سکتا ہے خواہ وہ نسلاً غیر مسلم ہو اور ابتداءً یہ شہادت ادا کرے یا پیدائشی مسلمان ہو اور اب پورے فہم وشعور کے ساتھ اپنے سابق ایمان کی تجدید کرے"

(فقرات جلی حرفوں میں لکھے ہیں ناقل) یہ پیدائشی مسلمانؐ اور اب پورے فہم وشعور کے ساتھ سابق ایمان کی تجدید کرنیوالوں کے دو گروہ آپ نے کس حق کے تحت بنا ڈالے ہیں۔

مودودی گروہ غیر مسلم اقلیت کیوں نہیں؟

پھر یہ تجدید کرنے والوں کا گروہ جب پیدائشی مسلمانوں سے الگ بنایا گیا تو غیر مسلم اقلیت کیوں نہ قرار پایا۔ کیا اس لئے کہ مودودی صاحب کا گروہ ہے؟ اور جماعتِ اسلامی کا فتوے لال کتاب کے روایتی مفتی کی طرح صادر ہوتا ہے؟ اگر آپ خود نہیں سمجھ سکتے تو دو ایک اور فہم و فراست رکھنے والے اپنی ہی جماعت میں سے بلا لیجئے اور انہی سے مشورہ کیجئے کہ فتوے کبھی تدریجاً بھی بدلتا ہے آپ ہی نے ایک مرتبہ کہا تھا کہ احمدی "فرقہ ضالہ ہے"۔ تب آپ نے اسے کس کا فرقہ سمجھا تھا۔ اور اس کی گمراہی کو اسلام سے خروج کیوں قرار نہ دیا تھا۔ اب یہ غیر مسلم اقلیت کا مرتبہ کیوں دیا گیا حالانکہ ہمارے عقائد میں تو کوئی فرق نہیں آیا۔ وہ تب بھی یہی تھے اور اب بھی وہی ہیں"

حدیث کا مطلب بیان کرنے میں خیانت

دیکھئے اگر ایک تحریر صاف ہو اس میں چند الفاظ ہوں۔ قاری اُسے بیان کرتے وقت دو ایک الفاظ اپنی طرف سے بڑھا دے تو آپ ایسے قاری کو کیا کہیں گے، شاید آپ اسے خائن کے الفاظ سے پکاریں۔ اسی طرح اگر وہی تحریر ایک ایسے آدمی کے سامنے رکھی جائے جو اُس زبان کو نہ جانتا ہو اور ترجمہ میں مترجم اپنا مطلب ڈال دے جو تحریر کے کسی لفظ میں نہ ہو تو شاید وہ بھی اسی ذیل میں آئے گا۔

جناب مولنٰنا امین احسن اصلاحی وکیل رہ چکے ہیں۔ قانون فقہ اور قرآن وسنت سے بخوبی واقف ہیں۔ یہی امین اصلاحی درس حدیث دیتے ہیں۔

(حضرت) انس رض سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا من صلّی صلوٰتنا واستقبل قبلتنا واکل ذبیحتنا فذالک المسلم لہ ذمۃ اللہ وذمۃ رسولہ"

(بخاری)

"یہ بخاری کی روایت ہے اس میں اسلامی ریاست کے ایک شہری کی علامات بیان کی گئی ہیں ہمارے طریقہ پر نماز ادا کرنے سے یہ مراد ہے کہ اس کی عبادت بت پرستانہ طریقہ سے ملتی جلتی نہ ہو اگر وہ ڈنڈوت کر رہا ہے تو وہ ہماری نماز نہیں ہے۔ دوسری چیز یہ ہے کہ سواد اعظم سے الگ نماز نہ پڑھے کیونکہ مسلمانوں سے کٹ کر رہنا اور الگ اپنی نماز ادا کرنا ایک مسلمان شہری کا کام نہیں ہے۔۔ ... اگر وہ ایسا کرتا ہے تو یہ معاملہ عدالت کے فیصلہ کرنے کا ہے کہ آیا وہ اسلامی ریاست کا شہری رہ سکتا ہے یا نہیں ....

جو لوگ الگ نمازیں ادا کریں ...... مسلمانوں کے ساتھ مناکحت میں قباحت محسوس کریں اور نبی کریم صلعم کو آخری سند تسلیم نہ کریں وہ ایک اسلامی ریاست کے شہری قرار نہیں دیئے جا سکتے ''

(اخبار کوثر ۵ر جون ۱۹۵۱ء)

اب آپ بتائیں من صلی صلوتنا میں اسلامی ریاست کے شہری کی نشانہی ہے یا خود مسلمان کی۔

ساتھ نماز پڑھنے کا کہاں تذکرہ ہے؟

اسلامی ریاست کا شہری تو ایک غیر مسلم بھی ہو سکتا ہے۔ پھر یہ مفہوم ان الفاظ مبارکہ میں اصلاحی صاحب نے اپنے پاس سے کیسے داخل کر دیا۔ اور لیجئے۔ سواد اعظم سے الگ نماز پڑھنے یا نہ پڑھنے کا کہاں تذکرہ ہے۔ کیا صلی صلوتنا کا ترجمہ " ہماری نماز پڑھتا ہے " کے سوا کوئی اور بھی ہے۔ " ہمارے ساتھ نماز پڑھتا ہے " کہاں سے آگیا۔

سوادِ اعظم

اور اگر یہ ترجمہ ہوتا بھی تب بھی سواد اعظم سے الگ کا مفہوم کہاں سے نکلا۔ آپ کب سے سواد اعظم کے قائل ہوتے ہیں۔ احسن اصلاحی صاحب مودودی صاحب کے دست راست ہیں۔ وہ مودودی صاحب کے خیالات پر ایمان لاتے ہیں۔ انہوں نے مودودی صاحب کی تحریریں پڑھی ہوئی ہیں۔ جماعت اسلامی مودودی صاحب ہی کے خیالات ہیں، کیا اب مودودی صاحب نے " مسلمان اور سیاسی کشمکش " والے خیالات بدل دیئے ہیں۔ وہاں تو سوادِ اعظم کچھ اور ہی تھا۔ اب کچھ اور ہی ہے یا شاید یہ " مقیاس الفتادی " جماعت اسلامی اور جماعت احمدیہ دونوں کو خوب پہچانتا ہے اور اپنے مطلب کی سمجھاتا رہتا ہے کبھی سواد اعظم تمام مسلمین سے ہٹ کر " صالحین " تک محدود ہو جاتا ہے اور کبھی " صالحین " سے ہٹ کر عامہ مسلمین بن جاتا ہے شرط بس ایک ہے کہ جماعت احمدیہ سامنے ہونی چاہیئے۔

ختم نبوت اور رشتہ مناکحت کا کہاں ذکر ہے؟

مزید براں اس حدیث میں تو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری سند ماننے کا بھی کہیں تذکرہ نہیں۔ رشتہ مناکحت کا بھی کہیں دور دور تک پتہ نہیں۔ آخر بات کیا ہے جو قدم یوں اوندھے ترچھے پڑ رہے ہیں۔

کیا یہ خدا خوفی ہے؟

کیا یہی وہ خدا خوفی ہے جس سے اشتراکیوں کو عاری بتایا جاتا ہے اور جس پر ایک صالح سماج بنانے کی جماعت اسلامی مدعی ہے۔ کیا یہی وہ صالح سماج ہے جو مخالفت میں اندھی ہو کر اپنے ہی صحائف مقدسہ کی تحریف معنوی سے نہیں چوکتی اور اپنے مطلب کے لئے لفظوں کے اضافے بھی کرتی ہے کیا یہی عدل و انصاف کا وہ بالقسط اٹھا ہوا میزان ہے جس کے اونچے اونچے جیکارے اس " ہمارا مطالبہ " کی پانچویں سے ساتویں دفعہ تک بلند کئے گئے ہیں۔ آپ یہ کس راستے پر چل نکلے ہیں۔ اگر خدا تعالے اور اس کا حکم کوئی حیثیت رکھتے ہیں تو للہ ہمیں بتا دیجئے کہ کیا یہی بات اسی کو کہا جاتا ہے کہ اپنے مفاد کی خاطر دوسرے کے موقف کو توڑ مروڑ کر بیان کیا جائے۔ سرکاری وکیل کی طرح سرکار ہی کی پیروی کی جائے چاہے ملزم بے گناہ ہی کیوں نہ ہو۔

دستوری تجاویز اور قادیانی

آپ نے حال ہی میں ایک پمفلٹ " دستوری تجاویز برائے مجلس دستور ساز پاکستان " چھاپا ہے۔ اس میں قادیانی کا مسئلہ " بھی آپ زیر غور لائے ہیں۔ ان باتوں سے قطع نظر کہ کلمہ جامعہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے صریحاً خلاف آپ نے کس طرح قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت بنانے پر استدلال کیا۔ آپ نے اس میں لکھا :-

" انھوں نے (یعنی احمدیوں نے۔ ناقل) مسلمانوں کے مقابلے میں اپنی ایسی تنظیم کر لی ہے جو ہر شعبۂ زندگی میں مسلمانوں کے اجتماعی مفاد سے متصادم ہے .... وہ بیک وقت ایک جداگانہ قوم ہونے کا بھی فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں اور مسلم قوم کے ایک جزو بنے رہنے کا فائدہ بھی سوال یہ ہے کہ آخر کس حق یا انصاف کی بناء پر مجلس دستور ساز اس جعل اور فریب میں ان کے ساتھ ایک فریق بننا پسند کرتی ہے ''

اجتماعی مفاد سے تصادم

اے جماعت اسلامی کے اراکین محض للہ گواہی دو کہ اجتماعی مفاد سے تصادم کا وقت کیا وہ نہ تھا جب پوری مسلمان قوم کہتی تھی کہ پاکستان ہمارا حق ہے اور آپ کہتے تھے کہ یہ " امت محمدیہ کے سینے میں تیروں " کا پیوست کرنا ہے۔ تم کو سچ سچ بتاؤ جب پوری مسلمان قوم کہتی تھی کہ کشمیر میں مظلوم مسلمانوں کے دوش بدوش لڑو تو آپ کہتے تھے " یہ تو جہاد نہیں " یہ توجیہیں نہیں حقیقتیں ہیں۔ اجتماعی مفاد کیا ہوتا ہے۔ آپ اس کا اگر ایک اور نظارہ کرنا چاہتے ہوں تو صدق جدید دریا باد کا مندرجہ ذیل اقتباس دیکھیں :-

" جماعت اسلامی وہ واحد ممتاز جماعت ہے جو مسلم قوم کے مادی اور فرقہ واری مفاد سے کوئی تعلق نہیں رکھتی خواہ مفاد معاشرتی ہو سیاسی یا معاشی "

(صدق ۱۷ر اکتوبر ۱۹۵۲ء)

یہ الفاظ صدق کے نہیں۔ مدیر صدق کے کہنے کے مطابق (اور ایسے ثقہ بزرگ کے قول پر شک کرنے کا کوئی جواز بھی نہیں) جماعت اسلامی کے ایک رکن کے الفاظ ہیں۔ یہ ہندوستان کی بات ہی سہی لیکن یہ تصادم کن سے ہے۔ یہ مفاد کس قوم کے ہیں جن سے لاتعلقی کا اظہار کیا جا رہا ہے۔ پاکستان میں آپ کس قوم کے ہمدرد ہیں اس کا تو ابھی کوئی اور امتحان ہمارے سامنے نہیں آیا گذشتہ دو نازک موقعے تو سب پر کھلے ہیں۔ اب آپ ہی کہیں ہم پر یہ تہمت تراشی کیوں۔ ؟ کہا جاتا ہے کس حق یا انصاف کی بناء پر مجلس دستور ساز اس جعل میں رفیق بننا چاہتی ہے۔ کونسا جعل کونسا فریب ؟ - ایک کلمہ گو کو مسلمان کہنے کا فریب ؟ - مجلس یہ فریب کس کو دے رہی ہے ؟ - خدا کو ؟ وہ علیم بذات الصدور ہے آپ کو ؟ - آپ تو مجلس کو آگاہ کر رہے ہیں اس لئے خود فریب خوردہ نہیں ہو سکتے - پھر یہ کیسا فریب ہے جو سب پر عیاں بھی ہے اور فریب بھی ہے ہے کوئی اور ہی اس پردۂ زنگاری میں)

مودودی صاحب کا اسلام

اور وہ پردۂ زنگاری کے پیچھے کہیں مودودی صاحب

تو نہیں جو قوم کو اب اس نئی اونچ نیچ پر بھاگا کر اپنی راہ ہموار کر رہے ہیں۔ وہ راہ جو خون سے داغدار ہے۔ جہاں آزادئ خیال پر قتل ارتداد کے پہرے بٹھائے گئے ہیں۔ جہاں کفار انسان نہیں بھیڑ بکریاں ہیں، جن سے موم سمجھتے ہیں۔ اور غیر مسلم عورتیں لونڈیاں بن کر حق اور ذمہ داری کے تمام اندیشوں سے کامل طور پر بری ہو کر کام دیوتا کی قربان گاہ پر نہایت اطمینان سے چڑھا دی جاتی ہیں۔ جہاں انسانوں کی منڈیاں لگتی ہیں اور زنجیریں پہنائے ہوئے مظلوم انسان غلاموں کی شکل میں فروخت کئے جاتے ہیں۔ جہاں عدل و انصاف پارٹی (مسلم پارٹی ہی سہی) کے پیچھے پیچھے چلتا ہے۔ وہ راہ جس سے انسانی قافلہ ایک مدت ہوئی گذر آیا مودودی صاحب اُسی کے راہ نورد ہیں۔ کاش کہ وہ ان خون، حبس اور تشدد کی راہوں پر ہمارے پاک رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نہ لیتے کیونکہ اس رسول کا دل نرمی میں منہاج ہے، اس کی شفقت تمام جہانوں سے زیادہ مارفع ہے اور اس کا خلق اپنی نظیر نہیں رکھتا۔ سالہا سال یورپ کے بدبخت انسانوں نے اس کے خلاف یہ ناپاک الزام دہرائے۔ معذبوں ان ناپاک جھوٹوں کی وجہ سے یورپ اپنے محسن کے قریب نہ آسکا نتیجۃً آج دہکتے ہوئے الاؤ میں جا گرا۔ اب کہیں جا کر امید کی ایک کرن پیدا ہوئی تھی اور یورپ میں بہت ہلکی سی آواز بھی پاک رسول کے متبعین نے بلند کی تھی کہ وہ رسول ان تمام الزامات سے پاک ہے۔ لیکن مودودی صاحب اپنے پورے زور سے چیخ اٹھے کہ نہیں نہیں یہ الزامات نہیں تابناک اچھائیاں ہیں پکے ہوئے پھوڑے کی ظاہری چمک پر یہ پرلے درجے کا نیا پجاری کس قدر ریجھ گیا کہ اسے پھوڑے کا خیال ہی نہیں رہا۔

اگرچہ بُت ہیں جماعت کی آستینوں میں
مجھے ہے حکم اذاں لا الہ الا اللہ

درخواستہائے دُعا

(۱) میرے عزیز پھوپھی زاد بھائی کمبائنڈ ملٹری ہسپتال راولپنڈی میں زیر علاج ہیں۔ اغلب ہے کہ چند دنوں میں انکے گردوں کا اپریشن ہوگا بزرگان قوم سے درخواست ہے۔ کہ موصوف کی صحتیابی کے لئے دردِ دل سے دعا فرمائیں تاکیداً عرض ہے۔

خاکسار خواجہ ثناءاللہ شاہ اختر۔ احمدیہ بلڈنگس لاہور

(۲) گذشتہ ماہ میری درخواست دعا اخبار میں شائع ہوئی تھی خداوند کریم کے فضل و کرم سے میں کافی افاقہ محسوس کر رہا ہوں۔ بیماری کافی حد تک کم ہو چکی ہے احباب سے میری درخواست ہے کہ اپنی دعاؤں کو جاری رکھیں۔ حضرت امیر صاحب صدر، والحاج ڈاکٹر سعید احمد خان صاحب و دیگر بزرگان کی خدمت میں التجائے خصوصی ہے۔ والسلام۔ فقط نیازمند محمد انور اعوان۔ بھیرہ۔

۳۔ میرے پیارے والد بہت بیمار ہیں وہ عمر رسیدہ اور معذور ہو چکے وجہ سے چل پھر نہیں سکتے۔ تمام برادران سلسلہ سے میری التجا ہے کہ ان کی صحت کے لئے دعا کریں تاکہ وہ کچھ سال اور زندہ رہ کر احمدیت قبول کر لیں۔ خاکسار محمد عطاءالرحمن۔ ڈھاکہ (مشرقی پاکستان)

۴۔ میں بہت سخت بیمار رہا ہوں اب نسبتاً کچھ آرام ہے دعا فرمائیں اللہ تعالیٰ صحت کلی عطا فرمائے۔ خاکسار بشیر احمد مہاجر۔ نوشہرہ

۵۔ خاکسار بعض پریشانیوں اور تفکرات میں مبتلا ہے ان سے نجات کیلئے احباب سے دعا کی درخواست ہے۔ خاکسار اللہ رکھا ولد چوہدری خیر دین مرحوم سکنہ گھٹیالیاں۔

۶۔ اس عاجز کے ایک خاص مقصد میں کامیابی کے لئے اور جسمانی ......

سائنس کا انسانی زندگی پر اثر

اقبال احمد صاحب

ذیل کا مقالہ ہمارے عزیز نوجوان اقبال احمد صاحب نے احمدیہ ینگ مینز ایسوسی ایشن لاہور کے اجلاس منعقدہ ۱۲ نومبر ۱۹۵۲ء میں پڑھا

ماحول کا جائزہ

ہر تحریک کا یہ خاصہ ہوتا ہے کہ وہ کسی کام کو کرنے سے پہلے اپنے ارد گرد کے ماحول کا جائزہ لیتی ہے اور اپنے گرد و پیش میں انسانی زندگی کا جو انداز ہے اس کا بڑی گہری نظر سے مطالعہ کرتی ہے۔ اس لئے کہ یہی مطالعہ ایک زندہ تحریک کی ترقی کا باعث ہوتا ہے۔ ہم بھی چونکہ ایک ایسی تحریک سے وابستہ ہیں جس کو خدا کے ایک مامور نے قائم کیا ہے اور جو دنیا میں مذہب اور روحانیت کے ایک نئے دَور کا پیش خیمہ ہے اس لئے میں نے یہ ضروری سمجھا کہ آپ لوگوں کو یہ بتاؤں کہ موجودہ دَور میں سائنس نے انسانی زندگی پر کیا اثر ڈالا ہے۔ اور اس بدلی ہوئی انسانی زندگی کے کیا تقاضے ہیں اور اس وقت انسانی طاقتیں کن مسائل سے دوچار ہیں۔ اگر ہم ان چیزوں کو سمجھنے میں کامیاب ہو گئے اور اس علم سے ہم نے استفادہ حاصل کیا تو کوئی وجہ نہیں کہ اسلام کو پھیلانے میں ہماری کوششیں کامیاب نہ ہوں۔

سائنس کا پہلا اثر

سائنس کا سب سے پہلا اثر انسانی خیالات اور اعتقادات پر ہوا اور یہی وجہ ہے کہ جب شروع شروع میں بعض سائنسدانوں نے کتابیں لکھیں تو پادریوں نے لوگوں کو ان کتابوں کو پڑھنے سے منع کیا۔ اس لئے کہ انہیں معلوم تھا کہ ایسی کتابیں انسانی خیالات پر بڑا گہرا اثر ڈالیں گی۔

سائنس سے پہلے

سائنس کے دَور سے پہلے توہمات کا دَور دورہ تھا۔ اگر کوئی بیمار ہو جاتا تو لوگ کہتے کہ کسی نے اس پر جادو کر دیا ہے یا اس پر کوئی جن سوار ہو گیا ہے۔ چند مہینے ہوئے میں نے السٹریٹڈ ویکلی لندن میں ایک مضمون پڑھا تھا۔ اس مضمون کے ساتھ جو تصویریں تھیں ان میں بتایا گیا تھا کہ افریقہ کے وحشی قبیلوں میں بیماروں کا علاج کس طرح کیا جاتا ہے۔ جب کوئی شخص بیمار ہو جاتا ہے تو اسے ایک جادوگر ڈاکٹر کے پاس لے جاتے ہیں۔ وہ مختلف طریق سے اس بیمار کا علاج کرتا ہے۔ لیکن سب سے بھیانک طریقہ یہ ہے کہ ڈاکٹر اور رشتہ دار مل کر اس بیمار کو چاقوؤں سے لہو لہان کرتے ہیں اور اس کے بعد اسے ایک بت کے پاس لے جاتے ہیں جہاں اس کی صحت یابی کے لئے منتیں مانی جاتی ہیں۔ اسی طرح پر عام لوگوں میں یہ رسم تھی کہ جنگوں میں فتح حاصل کرنے کے لئے یا قحط کی تکالیف سے بچنے کے لئے مردوں اور عورتوں کو قربانی کی بھینٹ چڑھایا جاتا تھا۔

مسلمانوں کے عہد میں

مسلمان بھی جب دنیا کے مختلف حصوں میں پہنچے تو انہیں ایسی کئی رسموں کو دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ چنانچہ حضرت عمرؓ کے عہد کا ایک واقعہ مشہور ہے کہ جب مسلمانوں نے مصر فتح کیا تو اس وقت دریائے نیل میں طغیانی لانے کے لئے وہاں کے لوگ ہر سال ایک خوبصورت دوشیزہ کو نیل میں ڈبو دیتے تھے۔ دریائے نیل میں اس کے بعد طغیانی آ جاتی تھی اور ارد گرد کے کھیت سیراب ہو جاتے تھے اور فصلیں لہلہانے لگتی تھیں۔ جب مسلمان اس علاقہ پر قابض ہو گئے تو انہوں نے اس رسم کو بند کر دیا۔ اس پر لوگ بہت پریشان ہوئے کہ اب تو ہماری زمینیں فصل پیدا نہیں کریں گی اور ہم بھوکے مر جائیں گے۔ حضرت عمرؓ کے پاس یہ معاملہ پیش ہوا تو انہوں نے ایک پیغام دریائے نیل کے نام تحریر کیا اور حکم دیا کہ اسے دریائے نیل میں ڈال دیا جائے۔ چنانچہ اس دن کے بعد سے ایک حسین عورت کی قربانی کے بغیر ہی دریا میں خود بخود طغیانی آ جاتی ہے۔ اور لوگ خوشحالی کی زندگی بسر کرتے ہیں۔

دمدار ستارہ اور فلکیات کا علم

اسی طرح عام طور پر لوگوں میں یہ عقیدہ رائج تھا کہ جب کبھی بھی دمدار ستارہ نمودار ہوتا ہے سلطنتوں کے تخت اُلٹ جاتے ہیں۔ قحط پڑ جاتا ہے۔ وبا پھیلتی ہے اور ملکوں میں خونریزی ہوتی ہے۔ فلکیات کے علم نے اس قسم کی اوہام پرستی کو اب دُور کر دیا ہے۔

ارسطو کا وہم

خیر یہ تو عام لوگوں کی حالت تھی کیونکہ کم فہم ہوتے ہیں لیکن اس زمانے کے مفکروں کا بھی یہی حال تھا۔ چنانچہ ارسطو جسے زمانہ قدیم کا ایک بہت بڑا فلسفی مانا جاتا ہے اور جسے فلسفہ کے بانیوں میں سے سمجھا جاتا ہے اس کا یہ خیال تھا کہ عورتوں کے دانت مردوں کی نسبت کم ہوتے ہیں۔ حالانکہ اس کی اپنی دو بیویاں تھیں۔ اس کا ایک یہ بھی احمقانہ خیال تھا کہ پاگل کتے کا کٹا ہوا جانور تو پاگل ہو جاتا ہے لیکن آدمی پاگل نہیں ہو سکتا۔

مشاہدہ کے خلاف

اس قسم کے لایعنی خیالات کے رائج ہونے کی وجہ یہ تھی کہ "زمانۂ سائنس" سے قبل لوگوں کے خیالات کی بنیاد مشاہدہ پر نہیں ہوتی تھی۔ مثلاً جب ارسطو کے ذہن میں یہ بات آئی کہ عورتوں کے دانت مردوں سے کم ہوتے ہیں تو اسے چاہیئے تھا کہ وہ کم از کم اپنی دو بیویوں کے دانت گن لیتا۔ اس طرح اسے معلوم ہو جاتا کہ اس کا یہ خیال حقیقت پر مبنی نہیں۔

گلیلیو نے جس وقت پہلی مرتبہ ٹیلیسکوپ دریافت کیا تو اسے یہی مشکل پیش آئی۔ ٹیلیسکوپ کے ذریعہ وہ لوگوں کو وہ چیزیں دکھاتا تھا جو ہماری آنکھیں نہیں دیکھ سکتیں۔ لوگوں نے خیال کیا کہ یہ جادو ہے۔ ان کا مشاہدہ جس چیز کی تصدیق کرتا تھا اس کو ماننے کے لئے وہ تیار نہیں تھے۔

سائنس کا خیالات پر سب سے پہلا اثر

تو سائنس نے انسانی خیالات پر سب سے پہلا اثر یہ ڈالا کہ اصول کے طور پر یہ بات رائج ہو گئی کہ ہر بات جو کی جائے تو اس کی تصدیق بین دلائل اور مشاہدہ سے ہونی چاہیئے۔ حضرت مسیح موعودؑ بھی اس زمانے کے تقاضوں اور ضرورتوں کو خوب سمجھتے تھے۔ اسی لئے اپنی پیشگوئیوں کی تائید میں انہوں نے ہندوؤں اور غیر احمدیوں سے ان کی تصدیق کروائی۔ سائنس کا یہ اثر ہے کہ آج کل کا پڑھا لکھا طبقہ ہر بات کو مشاہدہ اور عقل کی کسوٹی پر پرکھتا ہے۔ آپ انہیں لاکھ بڑے بڑے عالموں کا حوالہ دیں اگر وہ بات ان کی عقل اور مشاہدہ کے خلاف پڑتی ہو تو وہ ایسی کسی بات کو کبھی تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں ہوں گے۔

زمانہ حال میں ہماری فریب خوردگی

لیکن اس دور میں بھی ہم اکثر دفعہ غلط باتوں کو تسلیم کر لیتے ہیں۔ حال ہی میں لاہور کی ہائی کورٹ نے پیر سعید کو پھانسی کا حکم دیا۔ یہ پیر لوگوں کو اس طرح فریب دے کر موت کے گھاٹ اتارتا تھا کہ وہ ۱۰۰ روپے کے ۲۰۰ روپے بنا سکتا ہے اور فرشتہ کی زیارت کرا سکتا ہے۔ کئی لوگ پیر سعید کی ایسی لغو باتیں تسلیم کر کے موت کا شکار ہو گئے اسی طرح عیسائی دنیا کا کثیر حصہ جو خود سائنس کے علمبردار ہیں یہ مانتا ہے کہ تین ایک کے برابر ہیں اور ایک تین کے۔

سائنس کا دوسرا اثر

سائنس کا دوسرا اثر یہ ہے کہ اس نے زمین کے متعلق جتنے غلط نظریئے تھے ان کو دُور کیا۔ کولمبس سے پہلے لوگ افریقہ کے مغربی ساحل سے آگے جانے کی جرأت ہی نہیں کرتے تھے۔ جب سے کولمبس نے امریکہ دریافت کیا ہے اس کے بعد سے لوگوں کو یہ معلوم ہو گیا کہ یہ کرۂ ارض گول ہے چپٹی نہیں۔ اسی طرح لوگ عام طور پر یہ خیال کرتے تھے کہ اس زمین میں جتنے ردوبدل ہوتے رہتے ہیں وہ کسی خاص نظام اور قانون کے ماتحت نہیں ہوتے بلکہ انسان کے فرضی خداؤں کے دل میں جس طرح آتا ہے وہ اسی طرح اس زمین تغیر لاتے ہیں اگر انہیں غصہ آ گیا تو انہوں نے زمین پر تباہی مچا دی اور خوش ہو گئے تو فراوانی اور ہر قسم کی خوشحالی انسانوں کو عطا کر دی۔ لیکن جب سے نیوٹن نے قانون حرکت دریافت کیا اس وقت سے انسان کو سمجھ آ گئی کہ اس زمین اور اس ساری کائنات کے تمام کاروبار کسی خاص ضابطہ اور قانون کے مطابق چلتے ہیں

کائنات کی لاتعداد وسعتوں کا اندازہ

سائنس کا ایک کمال یہ بھی ہے کہ اس نے اس عجیب و غریب کائنات کی لامحدود وسعتوں کا ...... انسان کو اندازہ دیا ہے مثلاً فلکیات کے ماہرین کا کہنا ہے کہ یہ زمین ایک ایسے کہکشاں میں واقع ہے جو تیس کروڑ ستاروں کا اجتماع ہے لیکن ستاروں کے اس جمگھٹے میں بھی ہر فلکی جسم دوسرے سے بعید دُور ہے حتیٰ کہ جو ستارہ سورج کے سب سے نزدیک تر واقع ہے اس تک پہنچنے کے لئے بھی اگر ۱۸۶۰۰۰ میل فی سیکنڈ کی رفتار سے سفر کیا جائے تو ساڑھے چار سال کا عرصہ درکار ہے۔ اور ابھی تک انسانی ٹیلیسکوپ اس قسم کے صرف ۳۰ لاکھ کہکشاؤں کو دریافت کر سکا ہے۔ خدا جانے اور کتنے کہکشاں دریافت کرنے باقی ہیں۔

کائنات کے قوانین وضوابط

تو سائنس نے انسان کو یہ احساس دلایا کہ یہ کائنات بہت وسیع ہے۔ اور اس کائنات میں انسان کی حیثیت نہایت ہی ادنیٰ ہے۔ اس وسیع النظری نے انسان کے خیالات میں ایک انقلاب پیدا کر دیا ہے۔ انسان اب یہ سمجھ گیا ہے کہ

اس کائنات میں چند قوانین رائج ہیں۔ اگر ان قوانین کی خلاف ورزی کی جائے تو نقصان ہوتا ہے۔ اگر ان قوانین کے مطابق کام کیا جائے تو انسان کو اس دنیا کی چیزوں پر تصرف حاصل ہوتا ہے۔ اس کے بعد انسان اس کھوج میں لگ گیا کہ اس دنیا میں کون کون سے قانونِ قدرت رائج ہیں۔ اس کا اثر یہ ہے کہ چند سو سال میں ہی انسان نے ہوا، پانی اور خشکی پر کمال کا تصرف حاصل کر لیا ہے۔ ایک مصنف نے لکھا ہے کہ پرندے جو ہزاروں سال سے اُڑ رہے ہیں وہ پرواز کے متعلق اتنا نہیں جانتے جو انسان چند ہی سالوں کی پرواز سے جان گیا ہے۔

دو اہم چیزیں

سائنس نے دو بڑی اہم چیزیں دریافت کی ہیں جن کی وجہ سے انسانی سماجی زندگی میں بہت سی تبدیلیاں رونما ہوئیں۔ ایک تو گندھک ہے اور دوسری مقناطیسی سوئی ہے جسے انگریزی میں Mariners Compass کہتے ہیں۔ اب آپ کہیں گے کہ ان دو چیزوں نے انسانی زندگی میں کس طرح انقلاب پیدا کیا۔

تاریخ کا مطالعہ ہمیں بتاتا ہے کہ پہلے زمانوں میں جب کبھی کسی بادشاہ کی طاقت کمزور ہو جاتی تو راجا اور نواب بغاوت کر کے بادشاہ کو تخت سے اتار دیتے تھے اور بغاوتوں کا مؤثر طریق پر سدباب کرنے کے لئے حکومت کرنے والوں کے پاس کوئی تدبیر نہیں تھی۔ لیکن جب سے گندھک دریافت ہوئی ہے ... سے حکومتوں کو مضبوط بنانے کے لئے گولہ بارود ایک ذریعہ بن گیا ہے۔ اب تو بغاوت کرنا ناممکنات سے ہو گیا ہے۔ اس لئے کہ حکومت سے ٹکر لینے کے لئے گولہ بارود کا ایک بہت بڑا ذخیرہ ہونا چاہیئے۔ اور ایسے ذخیرہ کا اکٹھا کرنا آسان کام نہیں۔ اور ہوائی جہازوں نے تو یہ کام اور بھی مشکل بنا دیا ہے۔

سائنس کا اثر طریق حکومت پر

سائنس کی ایجادات سے حکومتوں کو بڑی طاقت حاصل ہو گئی۔ اور حکومت کی طاقت چند آدمیوں کے ہاتھوں میں سمٹ کر آ گئی۔ حتیٰ کہ وہ حکومت جو عوام الناس کی آزادی کی قائل ہے اور اسی کا پرچار کرتی ہے۔ یعنی روس، اس کے ہاں بھی ریڈیو، پریس اور سینما حکومت کے ماتحت ہیں۔ جب شروع شروع میں روس کی کمیونسٹ حکومت میں قحط پڑا تو جن لوگوں کے پاس اناج تھا انہوں نے اسے محفوظ کر لیا، روسی سپاہیوں نے بے دردی کے ساتھ ہر ایک سے اناج چھینا، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ لاکھوں کی تعداد میں لوگ بھوک سے مر گئے۔ اسی طرح روس میں جس شخص پر شبہ ہو جائے اسے Concentration Camp میں بھیج دیا جاتا ہے، اور وہاں اس کی حالت جانوروں سے بھی بدتر ہوتی ہے۔ تو اس سے میں آپ کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ سائنسی ایجادات کا اب یہ اثر ہے کہ وہ لوگ جو آزادی کا بڑے زوروں کے ساتھ پرچار کرتے ہیں، جب ان کے ہاتھ میں بھی حکومت آ جاتی ہے تو وہ بھی ہر چیز کو Centralize کرتے ہیں۔ تار، ٹیلیفون، وائرلیس اور ہوائی جہاز نے ہر چیز کو Centralize کرنے کے لئے بڑی سہولتیں مہیا کر دی ہیں۔ تو حکومت کرنے کے طریق میں یہ ایک تبدیلی ہے جو سائنس کی ایجادات کی وجہ سے رونما ہوئی۔

مقناطیسی سوئی کا اثر

مقناطیسی سوئی کا اثر یہ ہوا کہ سمندروں کا سفر خطروں سے محفوظ ہو گیا۔ ملکوں کی درآمد برآمد بڑھ گئی۔ مغربی قوموں نے اپنے اپنے ملک کی بحری طاقتوں کو فروغ دینا شروع کیا اور پھر مغربی ملکوں میں بین الاقوامی تجارت پر قابض ہونے کے لئے ایک کشمکش شروع ہو گئی۔ یہ کشمکش اب اس حد تک بڑھ گئی ہے کہ اب انسان تیسری جنگ کے خوفناک منظر کو دیکھ کر خوف و ہراس سے بے چین ہے لیکن اپنے تئیں بچانے سے قاصر ہے۔

سائنسی ایجادات کا نسلِ انسانی پر اثر

ایٹم بم کی ایجاد سے بعض لوگوں کو یہ خطرہ لاحق ہو گیا ہے کہ اب نسلِ انسانی صفحۂ ہستی سے مٹ جائے گی۔ آیا ایٹم بم کی وجہ سے یہ دنیا تباہ ہو جائے گی یا نہیں اس کے متعلق میں فی الحال کچھ نہیں کہنا چاہتا، لیکن اتنا بتا دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ جب کبھی کوئی اہم سائنسی ایجاد ہوئی تو لوگوں نے خیال کر لیا کہ اب وہ ضرور تباہ ہو جائیں گے۔ چنانچہ جب سٹیم انجن ایجاد ہوا تو لوگوں نے اس کے خلاف بڑا احتجاج کیا، اور کہا کہ اس کے چلنے سے تو ہماری مرغیاں انڈے نہیں دیں گی، ہماری گائیں دودھ دینا بند کر دیں گی اور ہماری عورتوں کے حمل گر جائیں گے اور اس طرح ملک میں بڑی تباہی آ جائیگی۔ لیکن آج وہی سٹیم انجن ملکوں کی ترقی کا باعث ہے۔

انقلاب انگیز ایجادات کا اثر

اس سلسلہ میں یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ جب کبھی کوئی انقلاب برپا کر دینے والی ایجاد ہوتی ہے، تو شروع شروع میں وہ انسانوں کے لئے بڑی مصیبت کا باعث ہوتی ہے۔ معاشیات کے طالب علم جانتے ہیں کہ مشینوں کی ایجاد سے جب انگلستان میں آیا تو وہاں کے لوگوں کو دکھ اور مصیبت کا بڑی شدت کے ساتھ سامنا کرنا پڑا۔ چھوٹے چھوٹے بچوں کو ۱۲ سے ۱۶ گھنٹے تک کارخانوں میں کام کرنا پڑتا تھا۔ اور ایسے بچوں کی عمر بعض اوقات سات سال سے زیادہ نہیں ہوتی تھیں۔ بچوں کو اس قدر کام کرنے سے اگر نیند آنے لگتی تو انہیں ڈنڈوں کے ساتھ نہایت بیدردی کے ساتھ پیٹا جاتا اور جب ڈنڈوں کی مار کے باوجود بچوں پر نیند غالب آ جاتی تو وہ نیند سے مدہوش ہو کر غفلت میں مشینوں کے اندر آ کر پس جاتے۔ ماں باپ اور بچوں کو آپس میں ملنے کا کئی کئی مہینوں تک موقعہ نہ ملتا تھا۔ یہ صنعتی انقلاب انگلستان میں کیا آیا کہ کئی سالوں تک انگلستان میں افلاس، بھوک اور موت کا دَور دورہ رہا، یہی وہ زمانہ تھا جب کارل مارکس نے Das Capital لکھی۔ لیکن اب تو حالات بہت بہتر ہو گئے ہیں۔ اور آج یہی وہ صنعتی فوقیت ہے جس کی وجہ سے انگلستان دنیا کی بڑی بڑی طاقتوں میں شمار ہوتا ہے۔

پراپیگنڈا کا اثر

سائنس نے جہاں انسانی عقل کو اس قدر فہم اور سمجھ دی ہے وہاں اس نے انسان کو بہت بیوقوف بھی بنا دیا ہے۔ ہمارا ذہن اب پراپیگنڈا سے جس قدر اثر پذیر ہوتا ہے اور کسی چیز سے نہیں ہوتا۔ مثال کے طور پر اگر یہاں ایک تصویر لٹکا دی جائے اور اس میں یہ دکھایا جائے کہ ایک سکھ سپاہی نہایت بے دردی سے ایک مسلمان کشمیری کے جسم سے سنگین گزار رہا ہے۔ تو اگرچہ یہ تصویر ایک آرٹسٹ نے بنائی ہے لیکن ہمارا ذہن بغیر سوچے سمجھے یہ یقین کریگا کہ بیچارے کشمیریوں پر سکھ اسی قسم کے مظالم ڈھا رہے ہونگے۔ روس نے اس بات کو بڑی اچھی طرح سے سمجھ لیا ہے۔ اور لوگوں کو پراپیگنڈا کے ذریعہ بے وقوف بنانے کے طریق سے وہ خوب فائدہ اُٹھاتا ہے۔ حال ہی میں ڈاکٹروں کا جو وفد پاکستان سے روس ...... گیا تھا، اس نے آ کر بتایا ہے کہ روس میں سڑکوں پر، دکانوں میں، مکانوں میں، گاڑیوں میں، غرضیکہ ہر جگہ روسی ریڈیو ہر آن وہاں کے لوگوں کے دلوں میں غیر کمیونسٹ ملکوں کے لوگوں کے خلاف نفرت پیدا کرتا رہتا ہے، تاکہ روس کے لوگوں کو اور کوئی بات سوچنے کا موقعہ ہی نہ ملے سوائے اس کے کہ غیر کمیونسٹ لوگ بہت حقیر اور ذلیل ہیں۔ یہ تو روس کے اندر کی حالت ہے۔ لیکن باہر کے ممالک میں بھی روس اپنے پراپیگنڈا کو زیادہ سے زیادہ مؤثر بنانے کی کوشش کرتا ہے چنانچہ پاکستان میں جہاں ایک امریکی رسالہ آپ کو ایک روپے میں ملے گا وہاں ایک روسی رسالہ آپ کو دو آنے میں دستیاب ہو سکتا ہے۔

زمانہ سائنس کے اثرات

سائنس نے انسانی زندگی پر کئی قسم کے اثرات ڈالے ہوئے ہیں بعض اچھے ہیں اور بعض بُرے۔ لیکن سائنس کے اچھے اثرات بُرے اثرات کی نسبت زیادہ ہیں، چنانچہ زمانہ سائنس میں انسان کے جان اور مال محفوظ ہیں۔ طبی امداد کی سہولتیں عام ہیں، لوگوں کو آج جس قدر کپڑا پہننے کو ملتا ہے اس قدر انسان کو کبھی نصیب نہیں ہوا۔ انسان کے لئے اب سفر کرنا بہت سہل ہو گیا ہے۔ انسان کی تعلیم و تربیت کے لئے بہت سے انتظامات کئے گئے ہیں اور انسان کی آرام اور آسائش کے لئے جو سامان اب موجود ہیں وہ انسان کو پہلے کبھی میسر نہیں ہوئے۔

(بقیہ خطبہ از صفحہ ۱۶)

جب تک انسانوں کی خفگی کو برداشت نہ کیا جائے، اور خدا کی رضا کو مقدم نہ کیا جائے اس وقت تک قرآن کا منشا پورا نہیں ہو سکتا۔

خطبۂ ثانی

نمازوں کی پابندی اور نماز جمعہ کی تاکید

ایک بات کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں، نمازوں کی طرف بہت توجہ کریں، سُستی نہ کریں نماز کے بغیر کچھ نہیں بنتا، نہ خدا ملتا ہے، نہ کوئی اور ترقی حاصل ہو سکتی ہے۔ نماز وقت پر ادا ہونی چاہیئے پھر نماز جمعہ وقت پر ادا ہونی چاہیئے، اس کے لئے قرآن میں بھی تاکید آئی ہے اور حدیث میں بھی بڑی تاکید ہے، یہ ایک قومی درسگاہ ہے، تم آٹھویں دن جمع ہوتے ہو، جمعہ ترک نہ کرو، سنت کو ترک کرنے والوں سے خدا سب کچھ چھین لیتا ہے وقت پر پہنچو اذا نودی للصلوٰۃ من یوم الجمعۃ فاسعوا الی ذکر اللہ جب نماز جمعہ کا وقت آئے تو اپنے تمام بندھنوں کو توڑ کر جمعہ کے لئے حاضر ہو جاؤ، دفتر میں ہوں یا ہائیکورٹ میں یا کسی تجارت میں مشغول ہوں سب چھوڑ کر نماز میں وقت پر آ جاؤ۔ خدا کی عظمت دلوں میں قائم کرو کہ اس کے بغیر کوئی چیز کام نہیں آ سکتی۔

بغداد و بلادِ اسلامیہ میں تبلیغی سرگرمیاں

سید تصدق حسین صاحب قادری کی ڈائری کا ایک ورق

ہمارے محترم دوست سید تصدق حسین قادری بغداد میں اپنے کاروبار کے ساتھ تبلیغ کا کام جس محنت و سرگرمی کے ساتھ سالہا سال سے سرانجام دے رہے ہیں وہ ان روزنامچوں سے ظاہر ہے جن کی نقول وقتاً فوقتاً "پیغام صلح" میں شائع ہوتی رہتی ہیں۔ سید صاحب ممدوح کا نمونہ ہمارے ان بزرگوں اور دوستوں کے لئے قابل تقلید ہے جن کی کاروباری مصروفیات انہیں خدمت دین کی طرف توجہ دینے کی اجازت نہیں دیتیں۔ سید صاحب کا یہ طریق عمل کہ ہر گاہک اور ہر ملنے جلنے والے کو کوئی کلمۂ حق سنا دیتے یا کوئی رسالہ یا اخبار دے دیتے ہیں تبلیغ کا نہایت عمدہ اور آسان ذریعہ ہے جس سے ہر شعبہ زندگی میں کام لیا جا سکتا ہے بشرطیکہ دل کے اندر دین کا درد اور جوش و اخلاص ہو جیسا کہ قادری صاحب میں پایا جاتا ہے۔

۷ محرم ۱۳۷۲ھ - ۲۶ر ستمبر بروز سنیچر :-

محترمی مولانا شیخ غلام قادر صاحب لاہور کے خط کا جواب ایرمیل سے دیا اور ورق تبلیغی ڈائری کے بھجوا دئے۔ بصرہ سے اخویم ابراہیم سوانی صاحب نے دس کاپیاں اخبار الوحدۃ مجریہ ۲ ستمبر بھجوائیں۔ اس میں کامل روئداد جلسہ عید الاضحیٰ بہ جامع ووکنگ کا عربی ترجمہ شائع ہوا ہے۔ لاہور، کراچی اور ووکنگ کو بھجوایا۔ نیز مترجم کو بھی ایک کاپی دی۔ عزیزم امان اللہ خاں کو موجودہ ایجی ٹیشن اور مسلمان کی تعریف دیا۔ جناب ڈاکٹر محمد نصیر الدین صاحب کو ان کی خواہش پر عبد الغفار کے ہاتھ مراۃ الاختلاف اور حقیقۃ الاختلاف برائے مطالعہ بھجوایا۔ آج جناب ڈاکٹر محمد نصیر الدین صاحب اور ڈاکٹر ڈیسوزہ نے ایکس رے میں سینہ اور قلب کو دیکھا۔

۸ر محرم - ۲۷ ستمبر بروز اتوار :-

استاذ ابراہیم عبد الستار طرابلس لبنان اور استاذ علی المنصور قاہرہ کو "پرومسڈ مسیح اینڈ ہری" بھجوایا جناب ملک معراج دین صاحب آف حبانیہ کو چند پرچے جنگ۔ الجمعیۃ ہرنہ اور قندیل دیئے۔ استاذ علی محمد سرطاوی صاحب دکان پر آئے پچھلے ہفتہ استاذ موصوف کا لخت جگر نوجوان فرزند وفات پا گیا تعزیت کے لئے خاکسار معہ اسمٰعیل صاحب ... موصوف کے مکان پر گیا تھا آپ بغرض ادائیگی شکر تشریف لائے۔ طہران کی سفارت پاکستانیہ سے برائے تقسیم روزنامہ سعادت ... کے چند نسخے ملے جس میں کشمیر پر ایک اچھا مقالہ ہے۔ فارسی دان دوستوں میں یہ تقسیم ہوگا۔ شام کو عزت آفندی اور ڈاکٹر محمد نصیر الدین صاحب تشریف لائے ۔ اول الذکر کو پیغام صلح بہ ۳۳-۳۲ اور ڈاکٹر صاحب کو ۳۳ دیا ڈاکٹر صاحب عسل مصفیٰ اور آئینہ خلوص کتابیں واپس لائیں۔

۹ر محرم ۲۹ر ستمبر بروز پیر :-

جناب سید کلیم اللہ صاحب جناب حکیم نظام الدین صاحب جناب الحاج قاضی ابو المنظم سید عبد الغفار صاحب جناب محمد حبیب الرحمٰن صاحب حیدر آباد، جناب علی بہادر صاحب بمبئی، سعید نیازی صاحب ناگپور کو موجودہ ایجی ٹیشن اور مسلمان کی تعریف ڈاک سے بھجوایا۔ جناب صوفی طیب بھائی کو پیغام صلح ۳۴ دیا نیز موصوف کی خواہش پر براہین احمدیہ بھی برائے مطالعہ دیا، جناب علی اکبر علی صاحب کے ہاتھ ایک نوجوان انگریز مسٹر ڈرانکوٹ کو پرافٹ آف اسلام بھیجا۔ عبد الحکیم صاحب کے ہاتھ صفدر صاحب کو پیغام صلح بہ ۳۳ بھجوایا۔ استاذ ناجی العبدی مالک جریدہ "صدی الاتحاد" کو روئداد عید الاضحیٰ بہ جامع ووکنگ بھجوایا۔ اسمٰعیل بھائی کے ہاتھ استاذ علی محمد سرطاوی صاحب کو اسلامک ریویو مجریہ ستمبر ۵۲ء اور الوحدۃ والیقظہ کے پرچے بھجوائے۔ اخویم عبد الصمد صاحب برق کا حبانیہ سے خط آیا۔ عبد العزیز صاحب خیاط حدثیہ کو الجمعیۃ کے دو پرچے دیئے۔

۱۰ر محرم - ۳۰ ستمبر - بروز منگل :-

آج یوم سید الشہداء بطل حریت بنائے لا الٰہ الا اللہ امام حسین علیہ السلام منایا جا رہا ہے اس یوم شہادت عظمیٰ میں امت مسلمہ کو درس عظیم دیا گیا ہے آج مسلمانان عالم کے لئے اس یوم عظیم کو سامنے رکھکر باطل کے مقابلہ میں ڈٹ جانے کی اشد ضرورت ہے۔ ہم وابستگان سلسلہ احمدیہ کے لئے اسوہ حسین کی اشد ترین ضرورت ہے، اندرونی بیرونی کرم فرماؤں کا مقابلہ ہے سیر کربلائیت برآئم کا ہر دم نظارہ ہے اللہ ہمارے قدموں کو مضبوط رکھے اور رسول اکرم صلعم کے اسوۂ حسنہ کی رہ نمئی میں گامزن ہونے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

سنہ ہجری کے حساب سے آج مجاہد اعظم مسیح کے روحانی فرزند میرے آقا خادم ملت اسلامیہ حضرت مولانا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے محبوب حقیقی سے ملے ہوئے پورا ایک سال ہو رہا ہے۔ اللہ کی ہزار ہزار رحمتیں ہوں اس شہید ملت پر۔ اس نے خدمت دین کا کام کیا جو رہتی دنیا تک قائم رہے گا۔ اللہ تعالیٰ اس مبارک وجود کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے آج آدھا دن دکان بند رہی شام کو اکثر احباب دوکان پر آئے۔

۱۱ر محرم یکم اکتوبر بروز بدھ :-

مسٹر بیگر لفٹننٹ کمانڈر نیوی اتاچی سفارت امریکہ بغداد کو کتاب ٹیچنگ آف اسلام۔ ایڈیٹر ڈیلی ٹائمس لاگوس نائیجیریا کو فیضان مینوں آف ریولیشن بھیجا۔ بحری ڈاک سے پیغام صلح ۳۵ روزنامہ الجمعیۃ دہلی۔ جنگ کراچی، نوائے وقت لاہور معہ قندیل اور نمکدان و آئیان ٹیمس کے پرچے ملے لیکن لائٹ تین ہفتوں سے نہیں مل رہا آخری ۳۲ ملا تھا نہ معلوم کیا وجہ ہے۔ لائٹ سے تبلیغی کام لیا جا رہا ہے جس کا بہتر نتیجہ برآمد ہونے کی توقع ہے جناب نوشی محمد صاحب آف کیمبلپور کا "تصدق" کا مراسلہ نظر سے گذرا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ موصوف کو سلسلہ کے لٹریچر سے خصوصاً حضرت اقدس کی تحریرات سے کلی ناواقفیت ہے۔ ایک ٹریکٹ بعنوان عقاید الجماعت الاحمدیہ شائع ہوا ہے یہ ٹریکٹ مغربی ممالک میں تقسیم ہو رہا ہے۔ مجھے بھی جناب الحاج عبد اللطیف صاحب (قادیانی) نے عنایت فرمایا ہے۔ ایک نسخہ مرکز کو بھجوایا۔ پیغام صلح ۳۴ جناب عزت آفندی لے گئے۔

۱۲ر محرم - ۲ر اکتوبر بروز جمعرات :-

شیخ علی احمد صاحب دار السلام ٹانگانیکا کو موجودہ ایجی ٹیشن اور مسلمان کی تعریف۔ مسٹر ایس ادلا سالاجا ڈارگبو کے نائیجیریا کو مرزا غلام احمد آف قادیان و عراق ٹائمس محترمی غلام ربانی صاحب مانسہرہ کو جریدہ "الوحدت" وعقاید الجماعت الاحمدیہ میجر لہراسب محمد فیروز راولپنڈی کو موجودہ ایجی ٹیشن و جریدہ الزمان۔ شیخ بدر الدین الانصاری اسکندریہ کو پیغام صلح ۱۹ اور موجودہ ایجی ٹیشن بھجوایا۔ آج صوفی طیب بھائی کو الجمعیۃ جنگ اور نوائے وقت کے پرچے پڑھنے کے لئے دیئے۔ تا تصویر کے ہر دو رخ سامنے آ جائیں۔ جریدۃ النذیر میں جامع ووکنگ کے عید اضحیٰ کے جلسہ کی روئداد کا عربی ترجمہ شائع ہوا۔ لاہور، بصرہ، کراچی اور ووکنگ کو بھجوایا اور ایک کاپی مترجم استاذ سرطاوی کو دیا۔ انڈونیشیا اخبار انڈونیشیا کے مالک استاذ محمد شافی بغداد آئے ہوئے ہیں انہیں بواسطہ انڈونیشی لیگیشن بدیۃ یہ تین عربی رسالے الصلوٰۃ و طرق التقدم الثلاثہ و جہد العظیم بہ تذکرہ مولانا محمد علی۔ اخویم عبد الصمد صاحب برق حبانیہ کو پیغام صلح ۳۵ بھیجا۔ عزت آفندی کو الجمعیۃ کے پرچے دیئے۔ شام کو ڈاکٹر نصیر الدین صاحب دوکان پر آئے ایک گھنٹہ مختلف گفتگو رہی پاکستان میں تفرقہ بازی۔ ایجی ٹیشن وغیرہ امور پر باتیں رہیں۔ گاندھی جی کا آج یوم ولادت ہے بغداد کے تمام اخبارات نے بڑے بڑے مقالے لکھے۔ اس پر بھی گفتگو رہی۔ موصوف کو پیغام صلح ۳۴ دیا۔

۱۳ر محرم - ۳ر اکتوبر ۱۹۵۲ء بروز جمعہ :-

بمناسبت تبدیل وزارت لبنان معالی سلیم حیدر وزیر معارف معالی ... موسیٰ مبارک وزیر خارجیہ۔ معالی جورج حکیم (مسیحی) وزیر مال۔ اول الذکر ہر دو وزراء کو ذکری مولانا محمد علی اور وزیر مال کو پرافٹ آف اسلام بھیجا۔ الحاج جبرئیل مارٹن لاگوس نائیجیریا کو "پرومسڈ مسیح اینڈ مہدی" بھجوایا۔ السید و نیرہ ضیاء الحسن فاروقی (پوتی مولانا حسین احمد مدنی) تلاذہ کو ایک دردمندانہ اپیل بھیجا۔ کل یورپ سے بذریعہ ٹرین السیدۃ بیگم سعیدہ وحید السکرٹیرہ الفخریہ لجمعیۃ مستشفیٰ لاہور بغداد وارد ہوئیں جمعیۃ اتحاد النسائی کی مہمان ہیں۔ ٹائگرس پالاس ہوٹل میں قیام ہے۔ چار روز قیام رہے گا انہیں رسالہ اسلامک میرج اینڈ ڈیورس بھجوایا۔ السید عابد علی صاحب خالقین کو خط لکھا۔ عبد الحکیم صاحب کے ہاتھ صفدر صاحب کو پیغام صلح ۳۴ اور ڈاکٹر محمد نصیر الدین صاحب کو لائٹ مجریہ ۱۲ر ستمبر (جس میں تحت عنوان فکر و عمل مسلمانوں کی زندگی اور موت کا سوال ایک مقالہ افتتاحیہ درج ہے) بھجوایا۔

۱۴ر محرم - ۴ر اکتوبر ۱۹۵۲ء بروز سنیچر :-

جناب حاجی احمد عبد الغفور صاحب حیدر آباد دکن کو اخبار پیغام صلح ۲۹ اور موجودہ ایجی ٹیشن جناب انیس احمد صاحب زبیری سفارت پاکستانیہ طہران کو "نظام عالم" اور تازہ پرچہ نمکدان مسٹر جان۔ ڈبلیو لینڈ سپار کر امریکہ کو "دی گاڈ سپریم" اور

جناب محمد شیر افگن خان صاحب سلیمانیہ کو "اسلام دی ریلیجن آف ہیومینیٹی" ڈاک سے بھیجا۔ استاد حامد مصطفیٰ دکان پر آئے انہیں رسالہ پاکستان کا عدد خاص دیا۔ اللواء محمد نجیب رئیس الوزراء قاہرہ کو الصلوٰۃ وطرق التقدم الثلاثہ بھجوایا لواء موصوف مصر میں جس خوش اسلوبی سے تطہیر کا احسن کام کر رہے ہیں یہ مختصر رسالہ ان کے لئے مفید ثابت ہوگا۔ الدکتور عبدالرزاق السنہوری رئیس مجلس الدولۃ قاہرہ کو ذکری مولانا محمد علی بھجوایا۔ آپ حضرت مرحوم سے اچھی طرح واقف ہیں۔ اخویم سلطان علی صاحب جانیہ کو خط لکھا۔ آج طبیعت خراب رہی، بزرگان سلسلہ سے استدعا ہے کہ اپنی تہجد کی نمازوں میں کمترین کے لئے دعا فرماویں۔

۱۵ر محرم۔ ۵۔ اکتوبر ۱۹۵۲ء بروز اتوار:۔

مسٹر ایم لئے ملا بنکوٹ رتناگری کو موجودہ ایجی ٹیشن اور مسلمان کی تعریف، استاذ السید محمود فیاض قاہرہ کو دی ٹرو... آف احمدیت ڈاک سے بھجوایا۔ السید کمیل شمعون رئیس الجمہوریۃ اللبنانیہ بیروت کو اسلام دی ریلیجن آف ہیومینیٹی کا فرنچ ترجمہ بھجوایا۔ سید رضا صاحب تاجر ایرانی کو مجلہ ہلال بزبان فارسی جو کراچی سے نکلتا ہے دیا، اس مجلہ میں یوم آزادی کے سلسلہ میں بہترین مضامین شائع ہوتے ہیں طہران سے زبیری صاحب نے بھجوایا تھا۔ گیو کے نائیجیریا سے ایک پیکٹ انگریزی اخبارات کا ایس او لا سالاواڈو ور سے ملا۔ مسٹر باقر صاحب آف مفوضہ پاکستانیہ نے دکان پر آکر قندیل کا ایک پرچہ لے گئے

۱۷ر محرم۔ ۷ر اکتوبر ۱۹۵۲ء بروز پیر:۔

شیخ الازہر جدید الشیخ محمد الخضر حسین قاہرہ کو بمناسبت منصب جدید "ذکری مولانا محمد علی"۔ استاذ حافظ مدحت قاہرہ کو لائف ۳۱۔ سید عابد علی صاحب خانقین کو پیغام صلح ۳۵ مسلم سوسائٹی آبادان نائیجیریا کو "ٹیسٹ آف گاڈ" عزیزم محمد اقبال شیدائی روما کو فرنچ ترجمہ اسلام دی ریلیجن آف ہیومینیٹی ڈاک سے بھجوایا جناب صوفی محمد طیب صاحب کو پیغام صلح ۳۵ دیا۔ اسلام دی ریلیجن آف ہیومینیٹی کا فرنچ ترجمہ ختم ہو رہا ہے مولانا شیخ غلام قادر صاحب توجہ فرما کر چند کاپیاں ارسال کریں۔ حاجی عبدالستار صاحب کے ہاتھ استاذ اسمٰعیل الغانم عضو مجلس نواب کو اسلامک ریویو بابت ستمبر بھیجا۔

۱۸ر محرم۔ ۸ر اکتوبر ۱۹۵۲ء بروز منگل:۔

محمد یوسف الدین ایم اے اور محمد غوث صاحب ایم اے حیدرآباد کو پیغام صلح ۳۰ - ۲۵ بھیجا۔ عزیزم فاروقی سبزواری بصرہ سے تشریف لائے۔

استاذ عبدالوہاب دکان پر آئے موصوف ایک کتاب شائع کر رہے ہیں اس کا مسودہ بتلایا۔ میں نے انہیں اسلامک ریویو بابت ستمبر دیا۔ اس میں مقالہ افتتاحیہ اسلامی اقتصاد کے موضوع پر درج ہے وہ دیکھ کر استاذ موصوف نے کہا کہ اس کا عربی ترجمہ اپنی کتاب میں انشاء اللہ چھاپیں گے۔ اخویم عبدالصمد صاحب برق جانیہ کے خط کا جواب دیا اور کچھ اوراق نقل تبلیغی ڈائری بھجوائی جناب حافظ شریف حسین صاحب کو پیغام صلح ۳۵ دیا۔ فضیلۃ الشیخ ابا فوزی وزیر اوقاف قاہرہ مصر کو ذکری مولانا محمد علی بھیجا۔ رات کو دکان پر کرنل حامد محمود اور ان کے ساتھ متولی درگاہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ آگئے۔ مسئلہ کشمیر سے گفتگو کا سلسلہ شروع ہوا اشاعت اسلام کا ذکر بھی ضمناً آیا متولی صاحب کی بیوی ایک انگریز خاتون ہیں، ہیں۔ ان کے لئے

اسلامک لا آف ڈائیوورس اینڈ میرج، نیو ورلڈ آرڈر اور ٹیچنگ آف اسلام کی ایک ایک کاپی دی۔ کرنل صاحب نے بھی ان کتب کی خواہش ظاہر کی انہیں بھی یہ کتب دیں۔ نیز کشمیر پر ایک عربی کتاب بھی دی۔

۱۸ر محرم۔ ۸ر اکتوبر ۱۹۵۲ء بروز بدھ:۔

استاذ السید علی منصور قاہرہ کو فیتھون میتھون آف ریولیشن، استاذ ابراہیم عبدالستار طرابلس لبنان کو اسلامک لا آف میرج اینڈ ڈائیوورس بھیجا۔ استاذ عبدالحمید العبادی استاذ التاریخ الاسلامی بجامع فاروق قاہرہ کو رسالہ عمر العظیم رض بھیجا۔ ڈاکٹر محمد نصیر الدین کو پیغام صلح ۳۵ پڑھنے کے لئے دیا۔

۱۹ر محرم۔ ۹ر اکتوبر ۱۹۵۲ء بروز جمعرات:۔

سید کلیم اللہ صاحب قادری حیدرآباد دکن کو سر محمد اقبال ز سیٹمنٹ ری قادیانزم جناب محمد حبیب الرحمٰن صاحب حیدرآباد دکن کو پیغام صلح ۲۰ جناب سید نیازی صاحب ناگپور کو ۳۱ بھجوایا۔ خیال آیا کہ سان فرانسسکو، امسٹرڈم اور برلن میں جو عرب احباب ہیں ان کی معلومات کے لئے روئداد جلسہ عید الاضحی ووکنگ کا عربی ترجمہ بھیجا جائے، لہٰذا مرتبہ مقامات پر اخبار الوحدت و النذیر بھجوایا جن میں روئداد مذکورہ چھپی ہے عبدالحکیم صاحب کے ہاتھ مسٹر صفدر صاحب کو پیغام صلح ۳۵ بھجوایا معالی الدکتور السید ساحی طیارہ وزیر المعارف دمشق کو رسالہ ذکری مولانا محمد علی رح بھیجا۔

۲۰ر محرم۔ ۱۰ر اکتوبر جمعہ:۔

اڈیٹر ڈیلی ٹائمس لاگوس کو ٹرو...... احمدیت بھیجا۔ محمد شیر افگن صاحب سلیمانیہ سے دستی خط آیا۔

۲۱ محرم ۱۱ر اکتوبر ۱۹۵۲ء بروز سنیچر

جناب خوشی محمد صاحب کیمبل پور کو موجودہ ایجی ٹیشن اور مسلمان کی تعریف" بھجوایا۔ استاذ جورج حداد پروفیسر کلیۃ الآداب دمشق کو اسلام دی ریلیجن آف ہیومینیٹی اور پرافٹ آف اسلام ڈاک سے بھیجا۔ اخویم عبدالصمد صاحب برق جانیہ سے خط ۹ر اکتوبر ملا۔ استاذ زین العابدین کے ہاتھ محمد شیر افگن صاحب سلیمانیہ کے خط کا جواب دیا اور ایک نسخہ اسلامک ریویو ستمبر انہیں بھیجا۔ نیز زین العابدین صاحب کو الصلوٰۃ وطرق التقدم الثلاثہ وعمر العظیم رض و ذکری مولانا محمد علی دیا۔ اخویم عبدالصمد صاحب برق کے خط کا جواب دیا۔ اور ایک رقعہ سلطان علی صاحب کو بھیجا۔ سید عزت آفندی کو پیغام صلح نمبر ۳۵ دیا۔

۲۲ر محرم۔ ۱۲ر اکتوبر ۱۹۵۲ء بروز اتوار:۔

استاذ الدکتور السید احمد السمان معہد الحقوق دمشق کو ذکری مولنا محمد علی۔ مسٹر ایس او لاسالاواڈو در گبو کے نائیجیریا کو حضرت مرزا غلام احمد "ڈائمس میجر اباب محمد فیروز راولپنڈی کا الزمان و مسلمان کی تعریف۔ شیخ بدر الدین انصاری اسکندریہ کو پیغام صلح ۳۰ و مسلمان کی تعریف بھیجا۔ مدیر الشئون الثقافیہ فی الوزارت للمعارف سمارہ الدکتور محمد شمس آل یاسین پیرس کی ایک کانفرنس میں شامل ہو کر واپس آئے ہیں انہیں اسلام دی ریلیجن آف ہیومینیٹی کا فرنچ ترجمہ بھجوایا۔

اخبار الیقظہ مسائیہ میں یہ خبر پڑھی کہ ٹوکیو میں جمعیت اسلامیہ کا قیام عمل میں آیا ہے نیز اس کے مندوب فخری سفیر پاکستان میاں ضیاء الدین صاحب ہیں۔ یہ پڑھ کر خوشی ہوئی سفیر پاکستان موصوف کو اس ملک عرب یا بینہ بغداد سے عربی میں رسالہ "الصلوٰۃ وطرق التقدم الثلاثہ" یدیۃ ارسال کیا گیا۔ مرکز کو اس نوزائیدہ جمعیت کی طرف توجہ مبذول کرنا چاہیئے (نوٹ: جمعیت اسلامیہ ٹوکیو کو لٹریچر بھیجا گیا ہے۔ چٹھی بھی ارسال کر دی ہے۔ غلام قادر)

۲۳ر محرم۔ ۱۳۔ اکتوبر ۱۹۵۲ء بروز پیر:۔

الحاج جبرئیل مارٹن لاگوس کو" ٹرو...... آف احمدیت، محترمہ نیرہ ضیاء الحسن صاحب نائجیریا کو علماء کے فتوے بھجوایا۔ سفارت پاکستانیہ طہران سے زبیری صاحب نے برائے تقسیم چند پرچے روزنامہ مرد آسیا بھجوائے ہیں جس میں کشمیر پر ایک اچھا مقالہ ہے۔ فارسی دان دوستوں میں تقسیم ہوں گے وزیر اعظم لیبیا بنغازی السید محمود المنتصر کو ذکری مولنا محمد علی بھجوایا۔

۲۴۔ محرم۔ ۱۴۔ اکتوبر ۱۹۵۲ء بروز منگل:۔

مسٹر جان لنڈ سیار گہ (نو مسلم) امریکہ کو کال آف اسلام الحاج محمد عبدالغفور حیدرآباد دکن کو پیغام صلح ۳۱، جناب محمد شیر افگن صاحب سلیمانیہ کو پیغام صلح ۳۲۔ جناب انیس احمد زبیری طہران کو" ٹرو...... آف احمدیت" اور قندیل بھیجا استاذ الدکتور رسانی المیدانی عمید الجامعۃ السوریہ دمشق کو ذکری مولانا محمد علی" بھیجا۔ بحری ڈاک سے لاٹ ۲۳ - ۳۷ تک۔ پیغام صلح ۳۶ - ۳۷۔ روزنامہ الجمعیۃ۔ نوائے پاکستان قندیل و جنگ ملے۔ ایک پیکٹ مفت تقسیم لٹریچر بھی ملا جس میں قرآن وحدیث میں مسیح موعود و مہدی مسعود۔ علماء کے فتوے۔ حقیقت اسلام نزول مسیح ہلاکت للمنافقین۔ کال آف اسلام، اسلام دی ریلیجن آف ہیومینیٹی۔ دعوت عمل ضرورت مجدد۔ مرزا غلام احمد آف قادیان۔ فیکٹ...... مودمنٹ چند معروضات مسلمان کی تعریف موجودہ ایجی ٹیشن۔ رات کو آج جناب برکات احمد صاحب پریس اٹاچی مفوضۃ ہندیہ تشریف لائے ایک بلب خرید کیا یہ صاحب دو ماہ ہوئے بغداد آئے ہیں۔ (باقی آئندہ)

مبلغین جماعت کی توجہ کے قابل

جن مبلغین صاحبان نے ابھی تک فہرست تعداد افراد جماعت تیار کر کے نہیں بھیجی وہ مہربانی فرما کر جلد از جلد اس کام کو پایۂ تکمیل تک پہنچا کر فہرستیں ارسال فرمائیں۔

افسر تبلیغ پاکستان

کال آف اسلام بنگالی میں

ڈھاکہ مشرقی پاکستان سے محمد عطاء الرحمٰن صاحب مطلع فرماتے ہیں کہ:۔

حضرت امیر مرحوم کے انگریزی رسالہ کال آف اسلام کا بنگالی ترجمہ چھپ کر شائع ہو گیا ہے، جن دوستوں کو ضرورت ہو وہ دو آنہ کے ٹکٹ برائے محصول ڈاک بھیج کر ذیل پتہ سے منگوا لیں:۔

Mohd Ata-ur-Rahman
East-Pak Islam Mission
Malitola Road Dacca
(E-Pakistan)

بچّوں کا صفحہ (مُرتّبہ محمد خالد اقبال)

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کی شگفتہ مزاجی اور پاک مزاح

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کا (خدا تعالیٰ کی ہزار ہزار رحمتیں آپ پر نازل ہوں) دل ہر لمحہ خداوند تعالےٰ کی یاد میں لگا رہتا تھا اور کسی وقت بھی آپؐ پروردگارِ عالم کی قدرت اور طاقت پر غور و خوض سے غافل نہ ہوتے تھے۔

اس قدر زہد و تقوےٰ اور یادِ الٰہی میں مصروف رہنے کے باوجود آپؐ خشک طبیعت نہ رکھتے تھے۔ بلکہ آپؐ کا چہرہ مبارک ہر وقت ہشاش بشاش رہتا تھا۔ آپ ہر آدمی سے خندہ پیشانی سے ملتے تھے اور کبھی کسی شخص سے غصّہ سے کلام نہ فرماتے تھے۔ چنانچہ حضرت جریر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ جب سے میں اسلام لایا آپؐ نے مجھے کبھی اپنے ہاں آنے سے منع نہیں فرمایا اور جب مجھے دیکھتے تھے آپؐ مسکرا دیتے تھے۔

آپؐ کو بچّوں سے بھی بڑا پیار تھا۔ بسا اوقات چھوٹے چھوٹے بچّے آپ کے پاس آجاتے تھے۔ حضورؐ اُن سے کھیلا کرتے تھے چنانچہ بعض مرتبہ آپؐ محبّت اور مزاح سے انس کو "ذوالاذنین" (دو کانوں والا) کہکر خطاب فرماتے۔ اسی طرح ایک دفعہ حضرت انسؓ کے کم سن بھائی ابو عمیرؓ کا ممولا جو انہوں نے پال رکھا تھا مر گیا تو ابو عمیرؓ افسردہ ادھر ادھر پھرنے لگے۔ حضورؐ نے ان کو اس حال میں دیکھا تو فرمایا یَا اَبَا عُمَیْرٍ مَا فَعَلَ النُّغَیْرُ۔ یعنی اے ابو عمیر تمہارے ممولے نے کیا کیا۔

پیارے دوستو! حضورؐ بیشک مزاح فرمایا کرتے تھے مگر ہماری طرح مذاق میں کبھی بھی جھوٹ نہ بولتے تھے۔

ایک مرتبہ آپؐ اور کچھ اصحاب بیٹھے کچھ کھجوریں (یا چھوہارے) کھا رہے تھے آپ گٹھلیاں حضرت علیؓ کی طرف پھینکتے جاتے تھے جب کھا چکے تو حضورؐ نے فرمایا کہ بعض اصحاب بڑے کھانے والے ہیں جنہوں نے اتنی گٹھلیوں کے ڈھیر لگا دیئے ہیں (حضرت علیؓ تاڑ گئے کہ اشارہ ان کی طرف ہے) تو حضرت علیؓ نے کہا مگر آپ نے تو گٹھلیاں بھی ہضم کر لی ہیں۔

ایک دفعہ حضورؐ نے کسی آدمی کو ایک اونٹ دینے کا وعدہ کیا۔ جب وہ آیا تو حضورؐ نے فرمایا کہ "میں تجھے اونٹنی کا بچّہ دیتا ہوں" اس پر وہ آدمی بگڑا اور اس نے کہا "میں اونٹنی کے بچے کو کیا کروں گا" آپ نے فرمایا "اونٹ اونٹنی کے بچے نہیں ہوتے تو کیا ہوتے ہیں"۔ در اصل وہ آدمی آپ کا مطلب غلط سمجھا تھا آپؐ نے تو مذاق کے طور پر اُونٹ کی بجائے "اونٹنی کا بچّہ" کہ دیا تھا۔ لیکن وہ آدمی سمجھا کہ شاید آپؐ نے چھوٹے سے کم عمر بچے کے لئے حکم دیا ہے۔

ایک مرتبہ ایک بوڑھی عورت ام زبیرؓ آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور کہا۔ "یا رسول اللہ میرے لئے دعا کیجئے کہ اللہ مجھے جنّت میں جگہ دے" آپ نے فرمایا "اے ام زبیر بوڑھی عورتیں جنت میں نہیں جائیں گی"۔ یہ جواب سن کر وہ بیچاری بہت مایوس ہوئیں اور انہوں نے پوچھا "کیوں؟ بوڑھی عورتوں نے کیا گناہ کیا ہے کہ وہ جنّت میں نہیں جائیں گی؟" آپ نے فرمایا تم نے قرآن میں نہیں پڑھا کہ اللہ تعالےٰ جنّت والوں کو نوجوان اور دوشیزہ پیدا کرے گا تو پھر بوڑھیاں وہاں کیسے جا سکتی ہیں" آپ کا مطلب یہ تھا کہ ان کا بڑھاپا باقی نہ رہے گا اس لئے ان کو اس حالت کے لحاظ سے بوڑھی کہنا درست نہیں ہے آپ نے خوش طبعی سے ام زبیرؓ سے اس طرح فرمایا کہ بوڑھی عورتیں جنت میں نہیں جائیں گی انہیں آپ کا مطلب سمجھنے میں مغالطہ ہوا حالانکہ آپؐ کا کہنا بالکل بجا تھا۔

ان واقعات سے آپؐ کی شگفتہ مزاجی کے علاوہ آپؐ کی راست گفتاری کا بھی اندازہ ہو سکتا ہے۔ اور یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ آپ ہنسی مذاق سے بھی غلط بیانی نہیں فرماتے تھے۔ چنانچہ ایک بار لوگوں نے آپؐ سے کہا "یا رسول اللہ آپؐ ہم سے مزاح فرماتے ہیں" (یعنی یہ بات ان لوگوں کو کچھ عجیب سی معلوم ہوئی) آپؐ نے جواب دیا ہاں (میں آپ سے ہنسی مذاق کرلیتا ہوں۔ ناقل) مگر میں کبھی حق اور صدق کے سوا کچھ نہیں کہتا"

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا ایک طرف تو آپؐ کی صداقت کا ایک نمایاں ثبوت ہے کہ آپؐ ہنسی ہو یا مذاق کسی حالت میں بھی جھوٹ نہ بولتے تھے۔

اور دوسری طرف ہم مسلمانوں کے لئے مشعلِ راہ ہے۔ اور ہمیں یہ سکھاتا ہے کہ جھوٹ (جو سب برائیوں کی جڑھ ہے) کسی جگہ بھی نہ بولیں خواہ وہ ہنسی کا مقام ہو یا مذاق کی جگہ۔

پیارے دوستو!۔

مجھے امید کامل ہے کہ آپ ان باتوں کو سامنے رکھ کر ہمیشہ سچ بولیں گے اور جہاں تک ہو سکے گا جھوٹ بولنے سے پرہیز کریں گے۔ خداوند تعالےٰ سے دعا کیجئے کہ وہ ہم سب کو اپنے پیارے نبیؐ کے نقش قدم پر چلنے کی طاقت دے۔

آمین ثمّ آمین

کیا ہم سچے مسلمان ہیں؟

(بقیہ از صفحہ ۱۸)

اگر بطور مثال موجودہ مسلمانوں کو دیکھا جائے تو افسوس کے ساتھ کہنا پڑے گا کہ اس کام کو کئی دیر ہوئی مسلمانوں نے چھوڑ دیا ہے۔

عمل اور قول میں تضاد

میں اسلام میں ایمان رکھتی ہوں۔ لیکن آپ سے درخواست کرتی ہوں کہ آپ فخریہ ان باتوں کو بیان نہ کریں جو اسلام نے کی ہیں۔ جبکہ واضح مثالیں موجود ہیں جو یہ بتلاتی ہیں کہ آپ کے عمل اور آپ کے قول میں بڑا تضاد ہے۔ اسلام بہت اچھا مذہب ہے۔ لیکن آج جبکہ مسلمان دنیا کے ہر گوشہ میں پہنچ رہے ہیں اور ان کا عمل اسلامی تعلیمات کے بالکل برعکس ہے تو دنیا کے ممالک میں دوسروں کو اسلام کی عمدہ تعلیمات کا قائل کرنا اگر ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے۔

رشیدہ کونولی
نیوساؤتھ ویلز آسٹریلیا

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ ارشادات

شیخ غلام قادر صاحب مصنف پلیڈر نگر لاہور

سخاوت کا مرتبہ

اَلسَّخِیُّ قَرِیْبٌ مِّنَ اللّٰہِ قَرِیْبٌ مِّنَ النَّاسِ قَرِیْبٌ مِّنَ الْجَنَّۃِ بَعِیْدٌ مِّنَ النَّارِ وَالْبَخِیْلُ بَعِیْدٌ مِّنَ اللّٰہِ بَعِیْدٌ مِّنَ النَّاسِ بَعِیْدٌ مِّنَ الْجَنَّۃِ قَرِیْبٌ مِّنَ النَّارِ وَالْجَاھِلُ السَّخِیُّ اَحَبُّ اِلَی اللّٰہِ تَعَالٰی مِنْ عَابِدٍ بَخِیْلٍ
الترمذی - انتخاب صحاح ستہ -

ترجمہ :- حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سخاوت کرنے والا اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرلیتا ہے لوگوں میں ہر دلعزیز بن جاتا ہے۔ جنت کے قریب (دنیا میں بھی اطمینان قلب حاصل کرتا ہے) اور آتش دوزخ (اور آتش حرص و آز اور اضطراب قلب) سے نجات پالیتا ہے بخلاف اس کے بخیل اللہ تعالیٰ کے فضل سے راندہ۔ لوگوں کی نظروں میں جائے نفرت۔ جنت سماوی و ارضی سے محروم اور آتش جہنم میں (اور آتش حرص و آز و اضطراب قلب میں) سوزاں رہتا ہے بیشک سخی - عالم بے عمل و عابد شب بیدار بخیل سے زیادہ محبوب الٰہی بن جاتا ہے -

ناتوانوں کی امداد

کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَتَخَلَّفُ فِی السَّیْرِ فَیُزْجِی الضَّعِیْفَ وَیُرْدِفُ وَیَدْعُوْ لَھُمْ - ابوداؤد

ترجمہ :- حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دوران سفر میں سب سے پیچھے پیچھے رہتے ناتوان کو اٹھا کر اپنے پیچھے بٹھا لیتے اور اس کے واسطے دعا کرتے (اللہ اللہ ناتوان لوگ بھی زیر سایہ رسول صلعم کیسے خوش قسمت لوگ تھے۔ ہمارے اہل اقتدار طبقہ کے لئے اس میں محل فکر ہے)

امریکہ میں تبلیغ اسلام (بقیہ از صفحہ اول)

جلسہ میلاد النبی صلعم کی تیاری

میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم ہم ۲۹ نومبر کو منانے کی تیاریاں کر رہے ہیں اور کوشش کر رہے ہیں کہ اس مبارک تقریب پر ہمارے سب نو مسلم دوست جو کیلیفورنیا میں رہتے ہیں جمع ہو جائیں۔ امید ہے اس بار ہمارا جلسہ بہت شاندار ہوگا۔"

خاکسار

(بشیر احمد منٹو)

حضرت امام حسین علیہ السلام کا مرتبہ و مقام

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نظر میں

بعض لوگوں کو اعتراض ہے کہ حضرت مسیح موعود نے "صد حسین است در گریبانم" کے الفاظ میں حضرت امام حسین علیہ السلام کی ہتک کی ہے حالانکہ ان الفاظ میں ہتک کا کوئی کلمہ نہیں بلکہ امام حسین علیہ السلام کے مصائب و شدائد کا اعتراف کرتے ہوئے ان کے مقابلہ پر اپنے مصائب کی شدت کا ذکر کیا ہے۔ حضرت امام حسین علیہ السلام کے مرتبہ عالی اور بلند مقام کے متعلق آپ کا جو کچھ خیال ہے وہ ذیل کے الفاظ سے واضح ہے۔

تعظیم امام حسین رضی اللہ عنہ

حسین رضی اللہ عنہ طاہر و مطہر ہے اور بلاشبہ ان برگزیدوں میں سے ہے جن کو خدا تعالیٰ اپنے ہاتھ سے صاف کرتا ہے اور اپنی محبت سے معمور کر دیتا ہے اور بلاشبہ وہ سرداران بہشت میں سے ہے اور ایک ذرہ کینہ رکھنا اس سے موجب سلب ایمان ہے اور اس امام کا تقویٰ اور صبر اور استقامت اور زہد اور عبادت ہمارے لئے اسوۂ حسنہ ہے اور ہم اس معصوم کی ہدایت کی اقتدا کرنے والے ہیں جو اس کو ملی تھی، تباہ ہوگیا وہ دل جو اس کا دشمن ہے اور کامیاب ہوگیا وہ دل جو عملی رنگ میں اس کی محبت ظاہر کرتا ہے اور اس کے ایمان اور اخلاق اور شجاعت اور تقویٰ اور استقامت اور محبت الٰہی کے تمام نقوش انعکاسی طور پر کامل پیروی کے ساتھ اپنے اندر لیتا ہے جیسا کہ ایک صاف آئینہ ایک خوبصورت انسان کا نقش، یہ لوگ دنیا کی آنکھوں سے پوشیدہ ہیں کون جانتا ہے ان کی قدر مگر وہی جو انہی میں سے ہے، دنیا کی آنکھ انہیں شناخت نہیں کرسکتی کیونکہ وہ دنیا سے بہت دور ہیں یہی وجہ حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کی تھی کیونکہ وہ شناخت نہیں کیا گیا۔ دنیا نے کس پاک اور برگزیدہ سے اس زمانہ میں محبت کی تا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کی جاتی، غرض یہ امر نہایت درجہ کی شقاوت اور بے ایمانی میں داخل ہے کہ حسین رضی اللہ عنہ کی تحقیر کی جائے اور جو شخص حسین رضی اللہ عنہ یا کسی اور بزرگ کی جو آئمہ مطہرین میں سے ہے تحقیر کرتا ہے یا کوئی کلمہ استخفاف ان کی نسبت اپنی زبان پر لاتا ہے وہ اپنے ایمان کو ضائع کرتا ہے۔

(فتاوٰی احمدیہ حصہ دوم صفحہ ۴۸)

نماز میں سوز پیدا کرو

صلیٰ جلنے کو کہتے ہیں جیسے کباب بھونا جاتا ہے۔ اسی طرح نماز میں سوزش لازمی ہے جب تک دل بریاں نہ ہو نماز میں لذت اور سرور پیدا نہیں ہوتا اور اصل تو یہ ہے کہ نماز ہی اپنے سچے معنوں میں اس وقت ہوتی ہے نماز میں یہ شرط ہے کہ وہ بجمیع شرائط ادا ہو۔ جب تک وہ ادا نہ ہو وہ نماز نہیں اور نہ وہ کیفیت صلوٰۃ میں .... حاصل ہوتی ہے یاد رکھو صلوٰۃ میں حال اور قال دونوں کا جمع ہونا ضروری ہے .... نماز میں جیسے زبان سے کچھ پڑھا جاتا ہے ویسے ہی اعضاء جوارح کی حرکات سے کچھ دکھایا بھی جاتا ہے جب انسان کھڑا ہوتا ہے اور تحمید اور تسبیح کرتا ہے اس کا نام قیام رکھا ہے اب ہر ایک شخص جانتا ہے کہ حمد و ثنا کے مناسب حال قیام ہی ہے بادشاہوں کے سامنے جب قصائد سنائے جاتے ہیں تو آخر کھڑے ہو کر ہی پیش کرتے ہیں لو ہر یہاں تو ظاہری طور پر قیام رکھا ہے اور زبان سے حمد و ثنا بھی رکھی ہے مطلب اس کا یہی ہے کہ روحانی طور پر بھی اللہ تعالیٰ کے حضور کھڑے ہو۔ حمد ایک بات پر قائم ہو کر کی جاتی ہے۔ جو شخص مصدق ہو کر کسی کی تعریف کرتا ہے تو وہ ایک رائے پر قائم ہو جاتا ہے اس الحمد للہ کہنے والے کے واسطے یہ ضروری ہوا کہ وہ سچے طور پر الحمد للہ اسی وقت کہہ سکتا ہے کہ پورے طور پر اسکو یقین ہو جائے کہ جمیع اقسام محامد کے اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہیں جب یہ بات دل میں انشراح کے ساتھ پیدا ہو گئی تو یہ روحانی قیام ہے ؛

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

فون نمبر ۳۷۴۳

لوائے ما پنہ ہر سعید خواہد بود ۔ ندائے فتح نمایاں بنام ما باشد

پیغامِ صلح

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا ہفتہ وار آرگن

سالانہ چندہ پاکستان سے : چھ روپے

سالانہ چندہ ہندوستان سے ۱۲-۰-۸ روپے

سالانہ چندہ ممالک غیر سے ۲۲ شلنگ

ایڈیٹر دوست محمد

حضرت مسیح موعودؑ اور آپکی جماعت کا مذہب

ہم تو رکھتے ہیں مسلمانوں کا دیں
دل سے ہیں خدّام ختم المرسلیں
شرک اور بدعت سے ہم بیزار ہیں
خاکِ راہِ احمدِ مختار ہیں
سارے حکموں پر ہمیں ایمان ہے
جان و دل اس راہ پر قربان ہے
تم ہمیں دیتے ہو کافر کا خطاب
کیوں نہیں لوگو تمہیں خوفِ عقاب

جماعت احمدیہ لاہور کی تعلیمی خصوصیات

۱- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا۔
۲- کوئی کلمہ گو کافر نہیں
۳- قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگی
۴- سب صحابہؓ اور آئمہ قابل احترام ہیں سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے
۵- اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا۔

جلد ۴۰ | یوم چہارشنبہ مؤرخہ ۲۹ ر صفر المظفر ۱۳۷۲ھ مطابق ۱۹ ر نومبر ۱۹۵۲ء | نمبر ۴۴

جلسہ سالانہ میں شرکت کے لئے

تمام مخلصین و داخلین سلسلہ بیعت کے نام حضرت مسیح موعودؑ کا ارشاد

جلسہ سالانہ کی بنیاد رکھتے ہوئے حضرت مسیح موعودؑ نے ذیل کا اعلان شائع کیا تھا، جس کی طرف ہر فرد جماعت کو خاص توجہ کرنا اور آپ کے ارشاد کی تعمیل کرنا ضروری ہے۔

تمام مخلصین داخلین سلسلہ بیعت اس عاجز پر ظاہر ہو کہ بیعت کرنے سے غرض یہ ہے کہ تا دنیا کی محبت ٹھنڈی ہو اور اپنے مولا کریم اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت دل پر غالب آجائے اور ایسی حالت انقطاع پیدا ہو جائے جس سے سفر آخرت مکروہ معلوم نہ ہو لیکن اس غرض کے حصول کے لئے صحبت میں رہنا اور ایک حصہ اپنی عمر کا اس راہ میں خرچ کرنا ضروری ہے تا اگر خدا تعالےٰ چاہے تو کسی برہان یقینی کے مشاہدہ سے کمزوری اور ضعف اور کسل دور ہو اور یقین کامل پیدا ہو کر ذوق اور شوق اور ولولہ عشق پیدا ہو جائے سو اس بات کے لئے ہمیشہ فکر رکھنا چاہیئے اور دعا کرنا چاہیئے کہ خدا تعالےٰ یہ توفیق بخشے اور جب تک یہ توفیق حاصل نہ ہو کبھی کبھی ضرور ملنا چاہیئے کیونکہ سلسلۂ بیعت میں داخل ہو کر پھر ملاقات کی پروا نہ رکھنا ایسی بیعت سراسر بے برکت اور صرف ایک رسم کے طور پر ہوگی۔ اور چونکہ ہر یک کے لئے بباعث ضعف فطرت یا کمی مقدرت یا بعد مسافت یہ میسر نہیں آسکتا کہ وہ صحبت میں آکر رہے یا چند دفعہ سال میں تکلیف اٹھا کر ملاقات کے لئے آوے، کیونکہ اکثر دلوں میں ابھی ایسا اشتعال شوق نہیں کہ ملاقات کے لئے بڑی بڑی تکالیف اور بڑے بڑے حرجوں کو اپنے پر روا رکھ سکیں لہٰذا قرین مصلحت معلوم ہوتا ہے کہ سال میں تین روز ایسے جلسہ کے لئے مقرر کئے جائیں جس میں تمام مخلصین اگر خدا تعالےٰ چاہے بشرط صحت ...... و فرصت و عدم موانع قویہ تاریخ مقررہ پر حاضر ہو سکیں سو میرے خیال میں بہتر ہے کہ وہ تاریخ ۲۷ دسمبر سے ۲۹ دسمبر تک قرار پاوے[1] یعنے آج کے دن کے بعد جو تیس دسمبر ۱۸۹۱ء ہے آئندہ اگر ہماری زندگی میں ۲۷ دسمبر کی تاریخ آجاوے تو حتی الوسع تمام دوستوں کو محض للہ ربانی باتوں کو سننے کے لئے اور دعا میں شریک ہونے کے لئے اس تاریخ پر آجانا چاہیئے اور اس جلسہ میں ایسے حقائق اور معارف کے سنانے کا شغل رہے گا جو ایمان اور یقین اور معرفت کو ترقی دینے کے لئے ضروری ہیں اور نیز ان دوستوں کے لئے خاص دعائیں اور خاص توجہ ہوگی اور حتی الوسع بدرگاہ ارحم الراحمین کوشش کی جاوے گی کہ خدا تعالےٰ اپنی طرف ان کو کھینچے اور اپنے لئے قبول کرے اور پاک تبدیلی ان میں بخشے اور ایک عارضی فائدہ ان جلسوں میں یہ بھی ہوگا کہ ہر یک نئے سال میں جس قدر نئے بھائی اس جماعت میں داخل ہوں گے وہ تاریخ مقررہ پر حاضر ہو کر اپنے پہلے بھائیوں کے منہ دیکھ لیں گے اور روشناسی ہو کر آپس میں رشتہ تودد و تعارف ترقی پذیر ہوتا رہے گا اور جو بھائی اس عرصہ میں اس سرائے فانی سے انتقال کر جائیگا اس جلسہ میں اس کے لئے دعائے مغفرت کی جائیگی۔ اور تمام بھائیوں کو روحانی طور پر ایک کرنے کے لئے اور ان کی خشکی اور اجنبیت اور نفاق کو درمیان سے اٹھا دینے کے لئے بدرگاہ رب العزت جلشانہٗ کوشش کی جائے گی اور اس روحانی جلسہ میں اور بھی کئی روحانی فوائد اور منافع ہوں گے جو انشاء اللہ القدیر وقتاً فوقتاً ظاہر ہوتے رہیں گے اور کم مقدرت احباب کے لئے مناسب ہوگا کہ پہلے ہی سے اس جلسۂ عام میں حاضر ہونے کا فکر رکھیں اور اگر تدبر اور کفایت شعاری سے کچھ تھوڑا تھوڑا سرمایہ خرچ سفر کے لئے ہر روز یا ماہ بماہ جمع کرتے جائیں اور الگ رکھتے جائیں تو بلا دقت سرمایہ سفر میسر آجاوے گا گویا یہ سفر مفت میسر ہو جائے گا اور بہتر ہوگا کہ جو صاحب احباب میں سے اس تجویز کو منظور کریں وہ مجھ کو ابھی بذریعہ تحریر خاص کے اطلاع دیں تاکہ ایک علیحدہ فہرست میں ان تمام احباب کے نام محفوظ رہیں جو حتی الوسع والطاقت تاریخ مقررہ پر حاضر ہونے کے لئے اپنی آئندہ زندگی کے لئے عہد کر لیں اور بدل و جان پختہ عزم سے حاضر ہو جایا کریں بجز ایسی صورت کے کہ ایسے موانع پیش آجائیں جن میں سفر کرنا اپنی حد اختیار سے باہر ہو جائے اور اب جو ۲۷ دسمبر ۱۸۹۱ء کو دینی مشورہ کے لئے جلسہ کیا گیا اس جلسہ پر جس قدر احباب محض للہ تکلیف سفر اٹھا کر حاضر ہوئے خدا ان کو جزائے خیر بخشے اور ان کے ہر یک قدم کا ثواب ان کو عطا فرماوے آمین ثم آمین ۔

[1] بعد میں جلسہ سالانہ کی تاریخیں ۲۵-۲۶-۲۷ دسمبر مقرر ہوئیں اور انہی تاریخوں پر امسال بھی جلسہ سالانہ احمدیہ بلڈنگس لاہور میں منعقد ہوگا۔ (ایڈیٹر پ ص)

اللہ کے بندوں کی شب و روز مذمت ۔ اللہ کے بندوں کا تو کام نہیں ہے
کرنا ہے تو دن رات مسلمانوں کی تکفیر ۔ اے حامیٔ اسلام یہ اسلام نہیں ہے
مسلم ہیں برادر تجھے معلوم نہیں کیا؟ ۔ کیا یاد نبیؐ کا تجھے پیغام نہیں ہے؟

(مرزا علی خان حسن)

سورت فاتحہ کے معارف عالیہ

سورت فاتحہ کی تفسیر لطیف حضرت مسیح موعودؑ کے قلم سے

بسلسلہ اشاعت گذشتہ

عقل سلیم میں خدا کا تصوّر

اور جب عقل سلیم کے آگے یہ دونوں سوال پیش کئے جائیں کہ آیا خداوند قادر مطلق کے تمام کے لئے یہ بات اصلح وانسب ہے کہ وہ آپ ہی اپنی قدرت کاملہ سے تمام موجودات کو منصہ ظہور میں لاکر ان سب کا رب اور خالق ہو اور تمام کائنات کا سلسلہ اسی کی ربوبیت تک ختم ہوتا ہو۔ اور خالقیت کی صفت اور قدرت اس کی ذات کامل میں موجود ہو، اور پیدائش اور موت کے نقصان سے پاک ہو یا یہ باتیں اس کی شان کے لائق ہیں کہ جس قدر مخلوقات اس کے قبضۂ تصرف میں ہے یہ چیزیں اس کی مخلوق نہیں ہیں اور نہ اس کے سہارے سے اپنا وجود رکھتی ہیں اور نہ اپنے وجود اور بقا میں اس کی محتاج ہیں اور نہ وہ ان کا خالق اور ربّ ہے اور نہ خالقیت کی صفت اور قدرت اس میں پائی جاتی ہے، اور نہ پیدائش اور موت کے نقصان سے پاک ہے تو ہرگز عقل یہ فتوے نہیں دیتی کہ وہ جو دنیا کا مالک ہے وہ دنیا کا پیدا کنندہ نہیں اور ہزاروں پُرحکمت صفتیں جو روحوں اور جسموں میں پائی جاتی ہیں وہ خود بخود ہیں اور ان کا بنانے والا کوئی نہیں، اور خدا جو ان سب چیزوں کا مالک کہلاتا ہے وہ فرضی طور پر مالک ہے اور نہ یہ فتوے دیتی ہے کہ اسکو پیدا کرنے سے عاجز سمجھا جاوے یا ناطاقت اور ناقص ٹھیرایا جاوے یا پلیدی اور نجاست خواری کی نالائق اور قبیح عادت کو اس کی طرف منسوب کیا جائے یا موت اور درد اور دُکھ اور بے علمی اور جہالت کو اس پر روا رکھا جائے بلکہ صاف یہ شہادت دیتی ہے کہ خداتعالےٰ ان تمام رذیلتوں اور نقصانوں سے پاک ہونا چاہئے اور اس میں کمال تام چاہئے اور کمال تام قدرت تام سے مشروط ہے اور جب خدائے تعالےٰ میں قدرت تام نہ رہی اور نہ وہ کسی دوسری چیز کو پیدا کر سکا اور نہ اپنی ذات کو ہر ایک قسم کے نقصان اور عیب سے بچا سکا تو اس میں کمال تام بھی نہ رہا، اور جب کمال تام نہ رہا تو محامد کاملہ سے وہ بے نصیب رہا۔

عیسائیت میں خدا کا تصوّر

یہ ہندوؤں اور آریوں کا حال ہے اور جو کچھ عیسائی لوگ خدائے تعالیٰ کا جلال ظاہر کر رہے ہیں وہ ایک ایسا امر ہے کہ صرف ایک ہی سوال سے دانا انسان سمجھ سکتا ہے یعنے اگر کسی دانا سے پوچھا جائے کہ کیا اس ذات کامل اور قدیم اور غنی اور بے نیاز کی نسبت جائز ہے کہ باوجود اس کے کہ وہ اپنے تمام عظیم الشان کاموں میں جو قدیم سے وہ کرتا رہا ہے آپ ہی کافی ہو۔ آپ ہی بغیر حاجت کسی باپ بیٹے کے تمام دنیا کو پیدا کیا ہو، اور آپ ہی تمام روحوں اور جسموں کو وہ قوتیں بخشی ہوں جن کی انہیں حاجت ہے اور آپ ہی تمام کائنات کا حافظ اور قیوم اور مدبّر ہو بلکہ ان کے وجود سے پہلے جو کچھ ان کو زندگی کے لئے درکار تھا وہ سب اپنی صفت رحمانیت سے ظہور میں لایا اور بغیر انتظار عمل کسی عامل کے سورج اور چاند اور بیشمار ستارے اور زمین اور ہزارہا نعمتیں جو زمین پر پائی جاتی ہیں محض اپنے فضل و کرم سے انسانوں کے لئے پیدا کی ہوں اور ان سب کاموں میں کسی بیٹے کا محتاج نہ ہوا ہو۔ لیکن پھر وہی کامل خدا آخری زمانہ میں اپنا تمام جلال اور اقتدار کالعدم کر کے مغفرت اور نجات دینے کے لئے بیٹے کا محتاج ہو جائے اور پھر بیٹا بھی ایسا ناقص بیٹا جس کو باپ سے کچھ بھی مناسبت نہیں جس نے باپ کی طرح نہ کوئی گوشہ آسمان اور نہ کوئی قطعہ زمین کا پیدا کیا جس سے اس کی الوہیت ثابت ہو بلکہ مرقس کے ۸ باب ۱۲ آیت میں اس کی عاجزانہ حالت کو اس طرح بیان کیا ہے کہ اس نے اپنے دل سے آہ کھینچ کر کہا کہ اس زمانے کے لوگ کیوں نشان چاہتے ہیں۔ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ اس زمانہ کے لوگوں کو کوئی نشان دیا نہ جائے گا۔

حضرت عیسےٰ کی ناکام الوہیت

اور اس کے مصلوب ہونے کے وقت بھی یہودیوں نے کہا کہ اگر وہ اب ہمارے روبرو زندہ ہو جائے تو ہم ایمان لائیں گے لیکن اس نے ان کو زندہ ہو کر نہ دکھلایا اور اپنی خدائی اور قدرت کاملہ کا ایک ذرہ ثبوت نہ دیا اور اگر بعض معجزات بھی دکھلائے تو وہ دکھلائے کہ اس سے پہلے اور نبی بکثرت دکھلا چکے تھے بلکہ اسی زمانہ میں ایک حوض کے پانی سے بھی ایسے ہی عجائبات ظہور میں آتے تھے (دیکھو باب پنجم انجیل یوحنا) غرض وہ اپنے خدا ہونے کا کوئی نشان دکھلا نہ سکا جیسا کہ آیت مذکورہ بالا میں خود اس کا اقرار موجود ہے، بلکہ ایک ضعیفہ عاجزہ کے پیٹ سے تولد پاکر (بقول عیسائیوں) وہ ذلت اور رسوائی اور ناتوانی اور خواری عمر بھر دیکھی کہ جو انسانوں میں سے وہ انسان دیکھتے ہیں کہ جو بدقسمت اور بے نصیب کہلاتے ہیں۔ اور پھر مدت تک ظلمت خانہ رحم میں قید رہ کر اور اس ناپاک راہ سے کہ جو پیشاب کی بدررو ہے پیدا ہو کہ ہر ایک قسم کی آلودہ حالت کو اپنے اوپر وارد کر لیا اور بشری آلودگیوں اور نقصانوں میں سے کوئی ایسی آلودگی باقی نہ رہی جس سے وہ بیٹا اپنے کو بدنام کنندہ ملوث نہ ہوا اور پھر اس نے اپنی جہالت اور بے علمی اور بے قدرتی اور نیز اچھے نیک نہ ہونے کا اپنی کتاب میں آپ ہی اقرار کر لیا اور پھر درصورتیکہ وہ عاجز بندہ کہ خواہ نخواہ خدا کا بیٹا قرار دیا گیا بعض بزرگ نبیوں سے فضائل علمی اور عملی میں کم بھی تھا۔ اور اس کی تعلیم بھی ناقص تعلیم تھی کہ جو موسےٰ کی شریعت کی ایک فرع تھی تو پھر کیونکر جائز ہے کہ خداوند قادر مطلق اور ازلی اور ابدی پر یہ بہتان باندھا جائے کہ وہ ہمیشہ اپنی ذات میں کامل اور غنی اور قادر مطلق رہ کر آخر کار ایسے ناقص بیٹے کا محتاج ہو گیا اور اپنے سارے جلال اور بزرگی کو یکبارگی کھو دیا۔ میں ہرگز باور نہیں کرتا کہ کوئی دانا اس ذات کامل کی نسبت کہ جو مستجمع جمیع صفات کاملہ ہے ایسی ایسی ذلتیں جائز رکھے۔

حضرت مسیح ایک عاجز بندہ اور نبی تھے

اور ظاہر ہے کہ اگر ابن مریم کے واقعات کو فضول اور بیہودہ تحریفوں سے الگ کر لیا جائے تو انجیلوں سے اس کے واقعی حالات کا یہی خلاصہ نکلتا ہے کہ وہ ایک عاجز اور ضعیف اور ناقص بندہ یعنے جیسے بندے ہوا کرتے ہیں اور حضرت موسےٰ کے ماتحت نبیوں میں سے ایک نبی تھا اور اس بزرگ اور عظیم الشان رسول کا ایک تابع اور پس رو تھا اور خود اس بزرگی کو ہرگز نہیں پہنچا تھا یعنی اس کی تعلیم ایک اعلےٰ تعلیم کی فرع تھی مستقل تعلیم نہ تھی اور وہ خود انجیلوں میں اقرار کرتا ہے کہ میں نہ نیک ہوں اور نہ عالم الغیب ہوں نہ قادر ہوں بلکہ ایک بندہ عاجز ہوں اور انجیل کے بیان سے ظاہر ہے کہ اس نے گرفتار ہونے سے پہلے کئی دفعات کے وقت اپنے بچاؤ کے لئے دعا کی اور چاہتا تھا کہ دعا اس کی قبول ہو جائے۔ مگر اس کی وہ دعا قبول نہ ہوئی اور جیسے عاجز بندے آزمائے جاتے ہیں وہ شیطان سے آزمایا گیا۔ پس اس سے ظاہر ہے کہ وہ ہر طرح عاجز ہی تھا مخرج معلوم کی راہ سے جو پلیدی اور ناپاکی کا مبرز ہے تولد پاکر مدت تک بھوک اور پیاس اور درد اور بیماری کا دکھ اٹھاتا رہا۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ وہ بھوک کے دکھ سے ایک انجیر کے نیچے گیا۔ مگر چونکہ انجیر پھلوں سے خالی پڑی تھی اس لئے محروم رہا اور یہ بھی نہ ہو سکا کہ دو چار انجیریں اپنے کھانے کے لئے پیدا کر لیتا۔ غرض ایک مدت تک ایسی ایسی آلودگیوں میں رہ کر اور ایسے ایسے دُکھ اٹھا کر باقرار عیسائیوں کے مر گیا اور اس جہان سے اٹھ گیا۔

کیا عورت کے پیٹ سے خدا پیدا ہو سکتا ہے

اب ہم پوچھتے ہیں کہ کیا خداوند قادر مطلق کی ذات میں ایسی ہی صفات ناقصہ ہونی چاہئیں کیا وہ اسی طرح قدوس اور ذوالجلال کہلاتا ہے کہ وہ ایسے عیبوں اور نقصانوں سے بھرا ہوا ہو کیا ممکن ہے کہ ایک ہی ماں یعنے مریم کے پیٹ میں سے پانچ بچے پیدا ہو کر ایک ہم خدا کا بیٹا بلکہ خدا بن گیا اور چار باقی جو رہے ان بیچاروں کو خدائی سے کچھ بھی حصہ نہ ملا ہو بلکہ قیاس یہ چاہتا تھا کہ جبکہ کسی مخلوق کے پیٹ سے خدا بھی پیدا ہو سکتا ہے یہ نہیں کہ ہمیشہ آدمی سے آدمی اور گدھی سے گدھا پیدا ہو تو جہاں کہیں کسی عورت کے پیٹ سے خدا پیدا ہو تو پھر اس پیٹ سے کوئی مخلوق پیدا نہ ہو بلکہ جس قدر بچے پیدا ہوتے جائیں وہ سب خدا ہی ہوں تا وہ پاک رحم مخلوق کی شرکت سے منزہ رہے اور فقط خداؤں ہی کے پیدا ہونے کی ایک کان ہو۔ پس قیاس متذکرہ بالا کی رو سے لازم تھا کہ حضرت مسیح کے دوسرے بھائی اور بہن بھی کچھ نہ کچھ خدائی میں سے حصہ پاتے

(باقی بر صفحہ ۱۲ کالم ۳)

تبلیغِ دین اور موجودہ عُلماء

ایک "خوابِ رنگین" جس کی تعبیر ممکن نہیں

قارئین کرام کو یاد ہوگا کہ دو سال ہوئے ڈچ گائنا (جنوبی امریکہ) سے ایک نوجوان عبدالرحیم صاحب جو تعلیم دین حاصل کرنے کے لئے ہماری انجمن میں تشریف لائے تھے اور ایک سال تعلیم حاصل کرنے کے بعد واپس چلے گئے اور اب اپنے وطن میں اپنے کاروبار کے ساتھ تبلیغ دین کا فریضہ بھی سرانجام دے رہے ہیں لیکن حق کی مخالفت ہونی ضروری ہے ایک صاحب گوگل عابدین نے ان کی اس تبلیغی جد و جہد کو ناپسند کرتے ہوئے دہائی دینی شروع کی ہے، کہ کیوں کوئی دیوبندی یا بریلوی مبلغ دنیا میں دین کی حمایت کے واسطے نہیں نکلتا، اسی قسم کا ایک خط مسٹر عابدین نے دیوبند کے ایک رسالہ "تجلی" کو لکھا جو مئی ۱۹۵۲ء کے "تجلی" میں مع جواب شائع ہوا ہے جس میں علماء کی موجودہ حالت اور تبلیغ دین سے بے رغبتی پر بخوبی روشنی ڈالی گئی ہے، یہ مضمون ذیل میں ہدیہ قارئین کرام ہے۔ ہم نہیں سمجھتے کہ جس حالت میں "تجلی" کو خود یہ اعتراف ہے کہ موجودہ علماء تبلیغ دین سے بکلی عاری ہو چکے ہیں احمدیوں کی تبلیغی جد و جہد انہیں کیوں ناگوار معلوم ہوتی ہے اور اسلام کے سوائے اور کونسا "مذہب خاص" ہے جس کی تبلیغ میں جماعت احمدیہ سرگرم ہے کاش ذرا سوچ سمجھ سے کام لیا جائے تو علماء کی بے حسی اور تبلیغ دین سے بے رغبتی اور اس کے مقابلہ میں جماعت احمدیہ کی سرگرم تبلیغی مساعی ہی میں اس جماعت کے برسرِ حق ہونے کا کھلا ثبوت موجود ہے۔ بہرحال "تجلی" کا مضمون حسب ذیل ہے:-

"جنوبی امریکہ میں تجلی کے ایک خریدار ہیں گوگل عابدین۔ آپ کے اسلامی تعلق اور دینی و علمی شوق کا اندازہ تو اسی سے کیجئے کہ معلوم نہیں کہ کس کس طرح آپ نے تجلی کا کھوج نکالا۔ اور اپنے یہاں کے سکہ میں تجلی کے عام چندے سے کہیں زیادہ چندہ روانہ کیا جو لندن وغیرہ نہ جانے کہاں کہاں سفر کرتا ہم تک پہنچا اس کے بعد آپ کے کئی خط ہمیں ملے جن کی تحریروں سے معلوم ہوا کہ دین کی خدمت و اشاعت اور اسلامی ہمدردی کے جذبات سے آپ کا سینہ لبریز ہے۔ کئی بار آپ کی تحریروں کے چند ٹکڑے شائع کرنے کو ہمارا جی چاہا لیکن اس خیال سے رک گئے کہ ناظرین اسے اونٹے قسم کے پروپیگنڈے اور خود نمائی پر محمول نہ کریں۔

اب ایک تازہ خط میں آپ نے کچھ خاص باتیں تحریر کی ہیں۔ اور ارشاد کیا ہے کہ عام مسلمانوں کو بذریعہ "تجلی" ان کے خیالات سے آگاہ فرمایا جائے۔ لہٰذا خط کی ضروری سطور پیش خدمت ہیں لکھتے ہیں:-

"......... دیگر یہ کہ ہمارے ملک سے ایک شخص...

.... نام داس جگو نومسلم عبدالرحیم ہوسی مرزائی کے لٹریچر سے لاہوری مرزائیوں کا شیدا ہو کر لاہور گیا تھا اور وہاں ایک سال رہ کر مرزائیوں سے مرزائی ہتھکنڈے سیکھ کر آیا ہے۔ اور مسلمانوں کو نہایت ورغلا رہا ہے جس کے باعث ہم لوگوں کو نہایت دقت ہے۔ افسوس کہ کوئی دیوبندی یا بریلوی مبلغ دنیا میں دین کی حمایت کے واسطے نہیں نکلتا۔ حضرت قبلہ مولانا عبدالعلیم صاحب صدیقی میرٹھی نے مع اپنے داماد جناب مولانا فضل الرحمٰن صاحب انصاری کے دنیا بھر کے دورے کئے جس کے باعث اسلام کو رونق ہوئی لیکن ان ملکوں میں مستقل مبلغین کی ضرورت ہے۔ خیر یاد دہانی ہی ہمارا کام تھا۔ اب جن پر فرض ہے وہ جانیں قیامت میں کیا جواب دیں گے۔ دیگر عرض یہ ہے کہ کیا مدرسہ دیوبند یا بریلی کے کوئی مولوی صاحب برائے خدا اس قدر تکلیف اٹھانے کے واسطے تیار ہو سکتے ہیں کہ ہم کو قرآن شریف کا سبق تحریر کر کے ارسال کریں لیکن تمام مختلف لغات و لکات لغات اور مع صرف و نحو اور صرف و نحو کی کتابیں ارسال کر کے تصریح کے ساتھ تعلیم دیں اور جو خرچ خط و کتابت اور مولوی صاحب کے وقت ضائع ہونے کا ہو وہ ہم سے طلب کریں ہم کو ادا کرنے میں کوئی عذر نہیں۔ دیگر برائے خدا تحریر فرمایئے کہ جناب مولانا محمد عبدالعلیم صاحب قادری جو کہ کراچی سمرسٹ اسٹریٹ ماسٹر ہاؤس بلڈنگ میں رہتے ہیں اور ان کو چند ارجنٹ رجسٹرڈ خطوط ارسال کئے گئے جن کا جواب نہ ملا کہاں اور کس حالت میں ہیں۔ کیونکہ یہاں مرزائی گروہ نہایت بری افواہیں پھیلا رہا ہے۔ میں یہ خط کیا لکھ رہا ہوں آپ یقین جانئے جیسے کوئی شخص کسی سے فریاد کر کے مدد چاہتا ہو۔ یہ میرا حال ہے ...."

اس تحریر سے چند قابل توجہ امور کا پتہ چلتا ہے۔ ایک یہ کہ قادیانی حضرات حسب سابق اب بھی اپنے مذہب خاص کی اشاعت میں کافی سرگرم ہیں اور ان کے پھیلائے ہوئے جراثیم مغربی ملکوں میں اپنا کام کر رہے ہیں۔ دوسرے یہ کہ مغربی ممالک میں بسنے والے صحیح العقیدہ مسلمان اسلامی عقائد و اعمال کی تبلیغ و اشاعت کا جذبہ رکھتے ہوئے بھی اپنے ذرائع کی کمی اور علمائے حق کی عملی امداد سے محرومی کے باعث مجبوری و بے بسی کا شکار ہیں۔ تیسرے یہ کہ اسلام کی کس مپرسی اور ہادیان اسلام کی بے توفیقی عیسائیت کے تبلیغی مشنوں اور مذہبی سرگرمیوں کے آگے نقطۂ موہوم بن گئی ہے۔

ہم اپنے دوست عابدین صاحب سے کہیں گے کہ دیوبندی یا بریلوی علماء کو اتنی دور دراز دعوت تبلیغ دے کر آپ جس حسن ظن کا ثبوت دے رہے ہیں وہ درحقیقت خواب رنگین سے زیادہ کچھ نہیں موجودہ علماء کرام کی عملی زندگی کو اگر بے لاگ تنقید کی دوربین سے دیکھا جائے تو نظر آئے گا کہ انفرادی زندگی میں کوئی عالم خواہ کتنا ہی عابد و زاہد ہو لیکن اجتماعیت کی راہ خاردار میں اس کی ساری فکری و عملی قوتیں ذائقہ زدہ ہو کر رہ گئی ہیں۔ بیشتر تو ایسے ہیں کہ انہیں اسلام کی حیات اجتماعی کا کوئی تصور ہی نہیں۔ وہ اسلام کو رہبانی زاویہ نگاہ سے دیکھتے ہوئے وہی مسجد و خانقاہ کے دائرے میں محدود سمجھے بیٹھے ہیں۔ ان کی نظر میں ہر شخص صرف اپنے عمل کا ذمہ دار ہے۔ جو جیسا کرے گا ویسا ہی بھگتے گا۔ اس انداز فکر کا جو نتیجہ ہے وہ ظاہر ہے۔

بہت سے ایسے ہیں کہ اجتماعیت کے کچھ مبہم تصورات ان کے ذہن میں ہیں۔ لیکن ان تصورات کے ابہام کو دور کرنے اور عملی زندگی میں ان سے کام لینے کا جذبہ اور شوق ان میں قطعاً نہیں، وہ طوفان کی رَو پر بہنے والے تنکے کی طرح تقدیر اور حالات کی رَو پر بہے چلے جا رہے ہیں کبھی اگر ضمیر ان کو جھنجھوڑتا ہے تو مشکلات اور رکاوٹوں کی آڑ لیکر وہ خاموش ہو رہتے ہیں اور ایسے وقت میں ان کے لئے یہ تصور سہارا بن جاتا ہے کہ ہم تو کمزور بندے ٹھیرے اللہ کی اتنی بڑی دنیا میں ہماری ناتوان جد و جہد کیا انقلاب برپا کر سکتی ہے۔

بہت سے ایسے ہیں کہ نظم اسلامی کے لئے ان کے ذہن بہت کچھ صاف ہیں اور خلافت اللہ فی الارض کی اہمیت و ضرورت کا احساس رکھتے ہیں، لیکن عالمگیر بے دینی و گمراہی اور باطل کی مادی قوتوں کے غلبہ سے ان کے قوائے عمل، جذبۂ ایثار و قربانی اور ولولۂ جوش بری طرح شکست کھائے ہوئے ہیں اور ان کے فکر و خیال کا آخری محور یہ تصور جاں فزا رہ گیا ہے کہ امام مہدیؑ آئیں گے اور ساری خرابیاں تبھی دور ہوں گی۔

کچھ ایسے بھی ہیں جو ان سب سے جدا ابھی تک سراپا امید اور ہاتھ پیر مارتے ہیں۔ لیکن ایک چنا بھاڑ نہیں پھوڑتا۔ یہ بیچارے تعداد میں بیحد کم، ذرائع میں بالکل تہی دامن اور ہر لحاظ سے نحیف و کمزور ہیں۔ اپنے ان کی مدد نہیں کرتے اور بیگانے تو بیگانے ٹھیرے۔

ہندوستان کا حال دیکھئے۔ داستانِ غم عبرت ناک ہیں۔ یہاں ایک سرسری نظر اس پہلو پر ڈالئے کہ اجتماعیت کے سلسلہ میں علمائے کرام کا طرز عمل کیا ہے؟ انفرادی طور پر دینی خدمت انجام دینے والے کئی بزرگوں کا ہمیں علم ہے بیشک سینکڑوں انفرادی فائدے بعض مخلصین کی جد و جہد سے آفت رسیدہ مسلمانوں کو پہنچے اور پہنچتے رہیں گے لیکن اجتماعی نقطۂ نگاہ سے حالات انتہائی افسوسناک ہیں علماء میں زیادہ تعداد تو ایسے حضرات کی ہے جنہیں اپنے بندھے ٹکے معمولات کے علاوہ دنیا کی کسی اور بات سے سروکار ہی نہیں مسلمان مارے جائیں۔ شدھی سنگھٹن کا طوفان آئے۔ بگرا ہماری آندھی کی رفتار سے بڑھیں۔ انہیں اپنی ذاتی مشغولیت سے کام۔ بہت کیا تو یہ کہ بروقت تذکرہ ٹھنڈی آہ بھر کر زیر لب آواز میں فرما دیا کہ:-

"جی ہاں قرب قیامت ہے جو کچھ ہو کم ہے" ..... ہو گئی چھٹی۔

بقیہ میں کچھ ایسے ہیں کہ دل میں قوم و ملت کا درد تو رکھتے ہیں مگر قول سے آگے نہیں جا سکتے۔

تھوڑی سی تعداد ایسے حضرات کی ہے جو عملاً بھی اسلامی اجتماعیت سے سروکار رکھتے ہیں اور اخبارات وغیرہ سے ان کے تعلق عام کا پتہ چلتا ہے۔ ان میں بڑے بڑے جید عالم بھی ہیں اور فہیم و دانشور بھی۔ زاہد و متقی بھی ہیں اور جری و توانا بھی ——— لیکن الف سے لیکر یا تک دیکھ جایئے ان کی سرگرمی اور تگ و دو کا بڑے سے بڑا حاصل اور منتہا اگر سمجھ میں آئے گا تو یہ کہ بھارتی مسلمانوں کے لئے پُرامن زندگی حاصل کرنے کا کیا طریقہ ہو؟ اور کس طرح کفر و اسلام ایک بیشم و شکر کر دئے

جائیں کہ کافر بھائیوں کے خنجر مسلمان بیچاروں کے سینوں سے دُور رہیں۔

یہ مقصد اپنی جگہ یقیناً غیر اہم نہیں۔ بلکہ ضروری اور بہت ضروری ہے۔ لیکن اس کے علاوہ بھی کچھ اسلامی قدریں ایسی ہیں جن کو زندہ رکھنا علماء کے لئے ضروری تھا۔ فرض کیجئے آج آپ عام مسلمانوں سے سوال کریں کہ اسلامی خلافت کیا ہے تو اچھے اچھے پڑھے لکھے بھی اس سے زیادہ کچھ نہ بتا سکیں گے کہ تیرہ سو سال ہوئے جب اس نام کی ایک چیز آسمان سے اُتری تھی اور اب اسی کا نام سیکولر اسٹیٹ ہے!

یہ جواب عوام کا اپنا گھڑا ہوا نہ ہوگا بلکہ ان کو ہمارے علماء کی طرف سے فی الواقعہ کوئی بیان ایسا نہیں پہنچا کہ اسلام میں خلافت کا مفہوم موجودہ مغربی جمہوریت کے سوا کچھ اور ہے، بلکہ ان کی تمام تحریروں اور تقریروں سے یہی سبق مل رہا ہے کہ موجودہ مروجہ جمہوریت ہی عدل و انصاف کا آخری معیار ہے۔ اور اسی کے قیام صحیح میں مسلمانوں کو تن من دھن کی بازی لگا دینی چاہئے۔ سیاسی پہلو سے قطع نظر کر کے عام معاشرے کا حال بھی عبرتناک ہے، علماء کی تبلیغ کا دائرہ محض مدرسوں اور خانقاہوں میں محدود ہو کر رہ گیا ہے۔ جس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ یہ دونوں دائرے پُرامن ہیں، محفوظ ہیں، خطروں اور ہنگاموں سے خالی ہیں۔ روٹی بھی ملتی ہے اور جنت بھی۔

دیہاتوں میں بے علم مسلمان بلا سے مرتد ہوتے چلے جائیں کسی عالم پر اس کے تصور سے نیند حرام نہیں ہوتی۔ کوئی دردمند اس سلسلہ میں فرائض تبلیغ انجام دینے کے لئے پیر لہولہان کرنے کو تیار نہیں۔

قبروں پر میلے لگتے ہیں تو لگیں۔ جاہلانہ رسمیں جزو اسلام بنتی ہیں تو بنیں، دین کوڑیوں کے مول بکتا ہے تو بکے۔ سینما اور دیگر فواحش اسّی فیصدی مسلمانوں کے جزو حیات ہوتے ہیں تو ہوں، علماء کی کوئی جماعت ایسی نہیں جو زندہ عزم و ہمت کے ساتھ حکیمانہ طور و طریق پر ان گمراہیوں سے فیصلہ کن جنگ کرنے کے لئے بڑھے۔ جنگ تو کیا زبانی طور پر بھی کوئی متفقہ اعلان ایسا نہیں کیا جاتا جس سے گمراہوں کو اپنا مقام معلوم ہو۔ اور کچلے ہوئے ضمیروں کو اُبھرنے کا سہارا ملے۔

حد یہ ہے کہ ہندوستان کے چند اخباروں نے بانیٔ اسلام اور بانیٔ اسلام اور بندگان اسلام کو بے تکلف گالیاں دیں چور ڈاکو لٹیرا کہا، بدمعاش لفنگا اور مشدہ پُشت ٹھیرایا۔ لیکن ہمارے علمائے کرام نے اس کے جواب میں کوئی نتیجہ خیز کارروائی نہیں کی۔ کوئی مظاہرہ ایسا نہیں کیا جس سے معلوم ہو کہ غیرت کی بجھی ہوئی چنگاری میں کچھ باقی ہے ـــــ وہ لوگ پیچھے جنہیں "علمائے کرام" ہونے کا شرف حاصل نہیں۔ وہ عوام چلائے جن کی حمیت ابھی مصلحتوں کی برف میں پگھلی نہیں ہے ـــــ اخبار الجمعیت نے بھی خوب لکھا ہے ـــــ لیکن علمائے کرام میں سے صرف مولانا حفظ الرحمن صاحب نے ایک "فریادیہ" اعلیٰ حضرت وزیر اعظم کی خدمت میں بھیجا اور بس ـــــ اور یہ بھی ان کا انفرادی عمل تھا۔ اجتماعی سپرٹ کے باب میں اس کا درجہ صفر کا ہے ـــــ مولانا ابوالکلام آزاد حسب معمول خاموش ہیں ـــــ غالباً ان کی نگاہ میں اس سے بھی کہیں زیادہ اہم مسائل ہیں، وہ اتنے بڑے آدمی ہیں کہ گالی گلوچ کے اس چھوٹے سے قضیہ پر توجہ کرنا غالباً ان کی بڑائی کے منافی ہے۔ حضرت مولانا حسین احمد صاحب نے بھی تا دم تحریر اس سلسلہ میں کوئی عملی سرگرمی نہیں دکھلائی۔ شاید اپنے ساتھیوں کے طور و طریق سے وہ مایوس ہو گئے ہیں یا باطل کی طاقت فی الحال ناقابل مقابلہ ہے۔ یا پھر ان کی نگاہ میں بھی چند اخباروں کی یہ تفریح بازی لائق اعتنا نہیں ہے۔

پاکستان کو لیجئے۔ غیر ملک کی حیثیت میں ہمیں اس سے زیادہ سروکار نہیں۔ نہ ہم وہاں کے پوست کندہ حالات سے واقف ہیں۔ صرف اتنا ہمیں معلوم ہے کہ اسلام کے نام پر قائم ہونے والی یہ مملکت سر سے پیر تک، غیر اسلامی لباس میں ملبوس ہے۔ اوپر سے لے کر نیچے تک۔ مسجد سے لے کر میخانے تک وہی تاریک آجالے۔ وہی کہن جاہلی، وہی لادینیاں اور گمراہیاں، وہی حب جاہ و حرص مال، عصبیت، خودغرضی، خویش پروری، عریانی، شراب نوشی اور اندھیرا ہی اندھیرا۔

اسلامیت اور دینداری کی جتنی باتیں سننے میں آتی ہیں وہ سب بطور فیشن سنائی جا رہی ہیں، جس طرح کالج کا ایک لڑکا آئینے میں مانگ بناتے ہوئے اقبال کا ایک شعر گنگناتے ہوئے کہتا ہے کہ واہ وا کیا خوب اسلامی شاعر ہے اقبال! اسی طرح ہمارے پاکستانی رہنما اسلامی اقدار کو بطور ناشتہ استعمال فرما رہے ہیں۔

ایسے حالات میں ہمارے امریکن دوست کا یہ خیال کرنا کہ ان کی فریاد پر کوئی توجہ دی جائے گی۔ خواب رنگین سے زیادہ کچھ نہیں۔ لے دے کر "جماعت اسلامی" کے نام کچھ حضرات، بھارت میں ایسے ہیں کہ ان کی تقریر و تحریر سے کسی تہ نشین طوفان کا اندازہ ہوتا ہے۔ نظام جہالت سے ہمہ گیر بغاوت کا ولولہ ان کے طور و طریق سے ٹپکتا ہے لیکن ان کے انداز فکر و نظر سے علماء کرام کو اس درجہ اختلاف ہے کہ بجائے امداد و اعانت کے انہیں حریف ٹھیرا لیا گیا ہے اور ان کے استیصال میں اتنا کچھ زور لگایا جا رہا ہے کہ گمان ہوتا ہے کہ وہ کفر سے بھی زیادہ قابل استیصال ہیں۔ خطا ان حضرات کی دو ہیں۔ ایک تو یہ کہ قرآن و حدیث کو سمجھنے میں وہ تقلید جامد کے قائل نہیں۔ بلکہ ذاتی فہم و تدبر کو دخل انداز مانتے ہیں۔ اس بنا پر انہوں نے جو کچھ سمجھا اور لوگوں کو سمجھایا اس میں کا کچھ حصہ علماء کے نزدیک خلاف اسلام اور ضلالت و گمراہی ہے۔

دوسری خطا یہ ہے کہ وہ حق اور باطل میں کسی ایسے سمجھوتے کو نہیں مانتے جس سے غلبۂ اسلام کے کا زمین کاوش پیدا ہو۔ وہ ان رواداریوں کے قائل نہیں جو آج مختلف تبیین ناموں سے اہل اسلام میں جڑ پکڑے ہوئے ہیں۔

ان دونوں خطاؤں کی سزا میں اگر ہمارے علمائے کرام نرم سیاست سے کام لے کر ان سرپھروں کی صحیح رہنمائی کا فرض اپنے ذمہ لے لیتے تو ان بُرائیوں کے دُور ہونے کا بھی امکان تھا جو ان کے فکر و نظر کی آمریت نے پیدا کی ہیں، اور اس طاقت سے فائدہ اُٹھانے کا بھی موقع تھا جو ان کے سینوں میں جذباتی پاور ہاؤس کی میکانک سے پرورش پا رہی ہے۔ لیکن ہوا یہ کہ علماء نے ان کی مرودیت کے فتوے شائع کر دیئے۔ ان کی گمراہی پر مہریں ثبت کر دیں ـــــ نہیں معلوم کہ اس کا انجام کیا ہوگا۔ ہم جیسے بے عقلوں اور سطح بینوں کو تو یہی معلوم ہو رہا ہے کہ ابلیس کے پردوں سے سائے گہرے ہی ہوتے جا رہے ہیں۔ مشرق دبیز بادلوں میں روپوش ہے۔ اور ہر رات کے بعد سحر کے بجائے دوسری سیاہ رات پیدا ہو رہی ہے۔ خدا کرے ہماری نظر غلطی کر رہی ہو۔ اور اسلام کے سورج کی روشنی جلد پھیلنے والی ہو؟

نامۂ ووکنگ

از شیخ محمد طفیل صاحب

کنگسٹن یونیورسٹی فیلوشپ میں لیکچر

لیکچر کا موضوع تھا ووکنگ مسجد اور اس کی غرض! کانگری گیشنل چرچ کے ایک لیکچر ہال میں نوّے کے قریب لڑکے اور لڑکیاں تقریر کو سننے کے لئے جمع ہوئی تھیں۔ اجلاس سے پہلے حاضرین کو چائے پلائی گئی اور پھر صدر نے میرا تعارف کرایا اور لیکچر کے لئے کہا۔ میں نے سامعین کی عمر کا خیال کرتے ہوئے ایک خشک تقریر کرنے کی بجائے انہیں اسلام، رسول کریم صلعم اور صحابہ رض کے متعلق دلچسپ واقعات سنائے جنہیں انہوں نے بڑے غور سے سُنا اور دو تین بار تالیاں بجا کر اپنی پسندیدگی کا بھی اظہار کیا۔

سوال و جواب کے وقت بھی یہی کیفیت رہی۔ ایک دو عمر رسیدہ لوگ بھی موجود تھے انہوں نے اپنے زعم میں اسلام پر ایک دو سخت سوال کئے مثلاً اسلام تلوار سے پھیلا اور رسول اسلام بڑے جابر قسم کے انسان تھے۔ جب میں نے اس کا مفصل اور تسلی بخش جواب دیا تو لڑکے اور لڑکیوں نے خوب تالیاں بجائیں اور اپنی خوشی کا اظہار کیا۔ اجلاس کے بعد بعض ممبر کافی دور بس سٹینڈ تک مجھے چھوڑنے آئے اور ادھر اُدھر کے بہت سے سوالات پوچھتے رہے۔

سونڈن میں ایک نکاح کی تقریب

ملٹری کالج آف سائنس۔ برکشائر کے ایک پاکستانی فوجی افسر مسٹر اصغر حسین کا نکاح محترمہ بانو انصاری (جو کہ لاہور میں خواتین کے ایک کالج کی پروفیسر ہیں) سے طے ہوا تھا۔ اس سلسلہ میں مجھے ووکنگ سے سونڈن جانا پڑا تقریب میں شمولیت کے لئے بہت سے پاکستانی۔ انگریز اور امریکی فوجی افسر اور ان کی بیگمات گود ڈ ہوٹل میں جمع تھیں۔ میں نے آدھ گھنٹہ تک ان کے سامنے اسلامی فلسفۂ نکاح عورت کی حیثیت اور دیگر مسائل پر تقریر کی۔ غیر مسلم سامعین کو پہلی بار اسلام کے متعلق کچھ باتیں سننے کا اتفاق ہوا تھا خطبہ کے بعد حسب دستور مختلف لوگوں سے اسلام سے متعلق بات چیت ہوئی۔ میں رات اسی ہوٹل میں قیام کر کے دوسرے دن واپس ووکنگ چلا آیا۔

حضرت مسیح موعود پر اعتراضات کے جوابات

مولوی شیر محمد صاحب خوشابی

مولویوں کا شور و غوغا

آج کل احراری اور دیگر فرقہ پرست مولوی صاحبان نے جو خود ختم نبوت کے منکر ہیں - اور محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم فداہ ابی و امی کے بعد ایک مستقل نبی و رسول کے آنے کے قائل ہیں جماعت احمدیہ کے خلاف عوام کو مشتعل کرنے کے لئے شور ڈالا ہوا ہے کہ احمدی ختم نبوت کے منکر ہیں اور حضرت مجدد زمان و مسیح دوران حضرت مرزا غلام احمد قادیانی رحمۃ اللہ علیہ پر طرح طرح کے بہتان لگا رہے ہیں اور چند حوالجات آپ کی کتابوں میں سے توڑ مروڑ کر پیش کر رہے ہیں جن کے جوابات سینکڑوں مرتبہ دیئے جا چکے ہیں، چونکہ عام لوگ سب باتوں کو یاد رکھنے کے عادی نہیں ہوتے اور موجودہ وقت میں تو اقتصادی اور معاشی مسائل میں کچھ اس طرح گھرے ہوئے ہیں کہ ان کو کتابیں پڑھنے اور اصل حوالجات نکالنے کی فرصت ہی کہاں و ان مولویوں کو عوام سے کیا غرض بھوکے رہیں یا ننگے، جئیں یا مریں، ان کو تو اپنے پیٹ بھرنے سے غرض ہے حلال سے بھریں یا حرام سے انہیں کوئی نہ کوئی ایسا مشغلہ درکار ہے جس کے ذریعے سے یہ شکم پری کر سکیں، خواہ سچائی کا خون ہو جائے -

حضرت مسیح موعودؑ اور ختم نبوت

یہ اس دنیوی متاع قلیل کے لئے ایسے عظیم الشان انسان کے خلاف زہر اگل رہے ہیں جس کی زندگی کا ایک ایک لمحہ اسلام کی اشاعت اور قرآن کی تعلیم کو غیر مسلموں تک پہنچانے کے لئے اور محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے نور سے تمام دنیا کو منور کرنے کے لئے اور ختم نبوت کے تحفظ کے لئے صرف ہوا دنیا میں صرف آپ ہی ایسے انسان ہیں جنہوں نے صحیح طور پر ختم نبوت کا تحفظ کیا ۔ اور فرمایا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نہ کوئی نیا نبی آسکتا ہے اور نہ پرانا - لیکن افسوس کہ مولوی کہلا کر ایسے راستباز انسان کے خلاف جھوٹا اور غلط پروپیگنڈا کر رہے ہیں -

حضرت مسیح موعود کے متعلق حضرت نبی کریمؐ کے ارشادات

ہر حق پسند کا فرض ہے کہ حضرت مرزا غلام احمد رحمۃ اللہ علیہ کی کتابوں کو پڑھ کر ان کے جھوٹ کا ایسا پردہ چاک کرے کہ عوام کو یقین ہو جائے کہ راستبازی کے محل میں داخل ہونے کے لئے سب سے بڑی رکاوٹ یہی مولوی لوگ ہیں تاکہ عوام اس مرد حق کی مخالفت سے باز آجائیں جس کے آنے کی پیشگوئی تمام انبیاء علیہم السلام نے کی اور جس کے متعلق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تاکیدی طور پر حکم دیا کہ فاذا رایتموہ فبایعوہ ولو حبواً علی الثلج - یعنی جب تم اسکو دیکھو تو تم اس کی بیعت کرو اگرچہ برف پر ہی کیوں نہ چلنا پڑے - اور ایک اور جگہ پر ارشاد فرمایا وجب علی کل مومن نصرہ - یعنی ہر مومن پر واجب ہے کہ اس کی مدد کرے - سو خدا کے حضور التجا ہے کہ رب العزت امام الزمان مجدد دوران کی تمام مسلمانوں کو شناخت کرنے کی

. . . .

توفیق عطا فرمائے -

تحقیق حق کے لئے ضروری اصول

اس مختصر سی تمہید کے بعد ایک اصول کو ذہن نشین کر لینا ضروری ہے جو قرآن کریم نے بیان فرمایا ہے وہ یہ ہے یاایھا الذین آمنوا ان جاءکم فاسق بنباء فتبینوا ان تصیبوا قوماً بجہالۃ فتصبحوا علیٰ ما فعلتم نٰدمین - (سورۃ الحجرات آیت ۶) اے لوگو جو ایمان لائے ہو اگر کوئی فاسق . . . . تمہارے پاس خبر لائے تو تحقیق کر لیا کرو ایسا نہ ہو کہ قوم کو نادانی سے دکھ پہنچے پھر اس پر جو تم نے کیا پشیمان ہو۔

اس آیت میں بتلایا کہ کسی کے خلاف بات کرنے سے پہلے اس بات کی تحقیق کر لینی چاہیئے - سو ایسے لوگوں کی عبارات پر جو اعتراضات کئے جاتے ہیں ان کی تحقیقات کے تین طریقے ہیں - ایک یہ کہ اصل کتاب دیکھ کر اس کی تصدیق کی جائے دوسرا طریقہ یہ ہے کہ اگر ایک شخص جو عامل بالشریعت ہے پارسا ہے، متقی ہے دین میں پورا علم رکھنے والا ہے اگر اس کی کسی بات کے سمجھنے میں دقت ہو تو "تفسیر القول بما لا یرضیٰ بہ قائلہ" کے مطابق جو تشریح ان الفاظ کی وہ خود کرے اسے دیکھیں - تیسرا طریقہ یہ ہے کہ اس کی نظیر اس قسم کے لوگوں میں تلاش کریں اور اس طرح معلوم کریں کہ دشمن نے جو الزام لگایا ہے وہ درست ہے یا غلط ان اصولوں کو مدنظر رکھتے ہوئے حسب ذیل اعتراضات کو پڑھیں اور پھر اندازہ لگائیں کہ مخالفین نے کہاں تک ایمانداری سے کام لیا ہے -

انت منی وانا منک

اعتراض ۱ - انت منی وانا منک - تو مجھ سے پیدا ہوا اور میں تجھ سے - یہ کلمہ کفر ہے الہام کیسے ہو سکتا ہے

جواب ۱ - جناب والا - اگر آپ حضرت مرزا صاحب کی کتابوں کو پڑھنے کی تکلیف گوارا کر لیتے تو آپ ٹھوکر سے بچ جاتے اور مامور من اللہ پر اعتراض کرنے کا گناہ سر پہ نہ لیتے سنئے حضرت صاحب اس الہام کی خود تشریح کرتے ہیں :-

"اس کا پہلا حصہ (انت منی) تو بالکل صاف ہے کہ تو جو ظاہر ہوا یہ میرے فضل اور کرم کا نتیجہ ہے اور جس انسان کو خدا تعالےٰ مامور کر کے دنیا میں بھیجتا ہے اسکو اپنی مرضی اور حکم سے مامور کر کے بھیجتا ہے - جیسے متکلم کا بھی یہی دستور اور قاعدہ ہے اور اس الہام میں جو خدا تعالےٰ فرماتا ہے "انا منک" اس کا یہ مطلب اور منشاء ہے کہ میری توحید اور میرا جلال اور میری عزت کا ظہور تیرے ذریعہ سے ہوگا" (اخبار الحکم جلد ۷ ص ۴)

اس میں کونسی کفر کی بات ہے - اپنی ایک اور تصنیف میں فرماتے ہیں :-

"اس میں کیا شک ہے کہ جب کوئی انسان سے محبت کرے یا خدا سے - تو جب وہ محبت کمال کو پہنچتی ہے تو محب کو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس کی روح اور اس کے محبوب کی روح ایک ہو گئی ہے - اور فنا نظری کے مقام میں بسا اوقات وہ اپنے تئیں محبوب سے ایک ہی دیکھتا ہے جیسا کہ اس عاجز کو اپنے الہامات میں خدا تعالےٰ مخاطب کر کے فرماتا ہے (انت منی وانا منک) تو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے ہوں" - (کتاب البریہ ص ۷۵)

اصل بات یہ ہے کہ معترض کو عربی زبان کے محاورات کی خبر نہیں ورنہ اعتراض نہ کرتا - کیونکہ عربی زبان میں یہ محاورہ اتحاد و محبت کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے - مثلاً قرآن مجید میں آتا ہے فمن شرب منہ فلیس منی ومن لم یطعمہ فانہ منی - پ ۲ - ع ۱ - فمن تبعنی فانہ منی - پ ۱۳ - ع ۱۴ - حدیث شریف میں ہے - کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا انت منی وانا منک (مشکوٰۃ باب المناقب) اشعری قبیلہ کو فرمایا ھم منی وانا منھم - (بخاری جلد ۳ باب قصہ عمان والبحرین) اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے قولہ ھم منی وانا منھم یراد بہ الاتصال ای ھم متصلون حاشیہ بخاری جلد ۲ صفحہ ۶۲۹ ثلاث من لم یکن فیہ فلیس منی ولا من اللہ - معجم صغیر طبرانی - یعنی حضرت علی سے روایت ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا جس میں تین خصلتیں نہیں ہیں وہ نہ مجھ سے ہے نہ خدا سے ہے۔

قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم ولد الزنا لیس منا وعلیؓ منی وانا منھم - وفیات الاعیان جلد ۱ ذکر ابو تمام الطائی - ایک عربی شاعر اپنی بیوی کو کہتا ہے "فان کنت منی او تریدین صحبتی - فکونی لہ کالسمن ربت لہ الادم" یعنی اگر تو مجھ سے ہے یا میرے ساتھ رہنا چاہتی ہے تو تو میری گذشتہ بیوی کے بیٹے کے ساتھ پوری مطابقت اور صلح کے ساتھ رہ -

مذکرہ بالا مثالوں سے ظاہر ہے کہ انت منی و انا منک کا مطلب عربی لغت اور محاورہ کی رو سے قابل اعتراض نہیں اور معترض نے حضرت امام الزمان کے الہام سے اپنے خیال میں جو نتیجہ نکالا ہے اور جس کی وجہ سے اس نے اس الہام کو قرآن مجید کے اور اسلام کے خلاف سمجھ کر اعتراض کیا ہے وہ درست نہیں -

انت منی بمنزلۃ ولدی

اعتراض نمبر ۲ - انت منی بمنزلۃ ولدی - انت منی بمنزلۃ اولادی - تو مجھ سے بمنزلہ اولاد کے ہے - اس میں مرزا صاحب نے خدا کے بیٹے ہونے کا دعوےٰ کیا ہے -

جواب :- جھوٹ ہے - اس الہام کی یہی حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تشریح فرما دی ہے -

(ا) - خدا تعالیٰ بیٹوں سے پاک ہے اور یہ کلمہ بطور استعارہ ہے - (حقیقۃ الوحی حاشیہ ص ۸۶)

(ب) خدا میں فانی ہونے والے اطفال اللہ کہلاتے ہیں لیکن یہ نہیں کہ وہ خدا کے درحقیقت بیٹے ہوتے ہیں کیونکہ یہ تو کلمہ کفر ہے اور خدا بیٹوں سے پاک ہے

تاریخ اسلام کے چند اوراق

"مہمان نوازی"

ایک بار ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت
مبارک میں حاضر ہوا اتفاق سے آپ کے گھر میں پانی کے سوا
کچھ باقی نہ تھا۔ اس لئے آپ نے فرمایا "آج کی شب کون اس
مہمان کا حق ضیافت ادا کرے گا"؟ ایک انصاری نے کہا "میں
یارسول اللہ" چنانچہ اسکو ساتھ گھر لے آئے۔ بی بی سے پوچھا
کچھ ہے؟ بولیں "صرف بچوں کا کھانا ہے" بولے، بچوں کو کسی طرح
بہلاؤ جب میں مہمان کو گھر لے آؤں تو چراغ بجھا دو۔ اور میں اس پہ
لب و دہن کی مصنوعی حرکت سے یہ ظاہر کر دوں گا کہ ہم بھی ساتھ
کھا رہے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ صبح کو آپ کی خدمت
میں حاضر ہوئے، فرمایا، کو رات خدا تمہارے اس حسن سلوک
سے بہت خوش ہوا۔ اور یہ آیت نازل فرمائی۔

ویؤثرون علی انفسہم ولو کان بہم
خصاصۃ ٥ یعنی وہ لوگ جو دوسروں کو اپنے اوپر ترجیح
دیتے ہیں۔ گو وہ خود تنگ دست ہوں"

"فیاضی"

حضرت عبداللہ بن عمر رضہ کی فیاضی کا یہ حال تھا کہ ایک
بار ان کے پاس بیس ہزار درہم سے زیادہ آئے۔ انہوں نے
اسی مجلس میں بیٹھے بیٹھے لوگوں کو دے دیئے۔ یہاں تک کہ جب
کل خرچ ہو گئے تو ایک شخص کو انہیں میں سے قرض لے کر دیا۔
وہ اکثر روزے سے رہتے تھے لیکن جب کوئی مہمان آجاتا
تھا تو روزہ توڑ دیتے تھے کہ فیاضی کی وجہ سے ان کو کھانا کھلانا
بہت پسند تھا۔ ان کے دستر خوان پر اس کثرت سے لوگ جمع ہو
جاتے تھے کہ بعض لوگوں کو کھڑے کھڑے کھانا کھانے کا
اتفاق ہوتا۔ ایک بار ان کی خواہش سے مچھلی پکائی گئی۔ سامنے آئی
تو ایک سائل آیا۔ انہوں نے اسکو اٹھا کر دے دی۔ ایک بار
بیمار ہوئے لوگوں نے ان کے لئے ایک درہم پہ پانچ انگور
خریدے، سامنے سے سائل گذرا انہوں نے کہا اسکو دینا
چاہیئے۔ لوگوں نے کہا کہ "ہم اسکو دے دیں گے" لیکن نہ مانے
بالآخر بعد کو لوگوں نے اسے خرید دیئے۔

"رازداری"

رازداری ایک امانت ہے اور دنیا میں بہت کم
لوگ ہیں جو اس امانت کا بار اٹھا سکتے ہیں۔ لیکن صحابہ کرام کا
سینہ راز کا مدفن تھا جس سے وہ قیامت تک باہر نہیں نکل سکتا
تھا۔ ایک دن حضرت انس بن مالک رضہ بچوں کے ساتھ کھیل
رہے تھے۔ حضرت رسول کریم صلعم آئے اور ان کو کسی
ضرورت سے بھیج دیا۔ اس کو پورا کرنے میں دیر ہو گئی گھر
آئے تو ماں نے پوچھا "کہاں رہ گئے تھے"؟ بولے "آپ
نے ایک ضرورت سے بھیجا تھا" بولیں "وہ کیا" انہوں نے کہا
"وہ ایک راز ہے"۔ بولیں "آپ کا راز کسی سے نہ کہنا" چنانچہ
حضرت انس بن مالک نے اسکو اس طرح محفوظ رکھا کہ جب
حضرت ثابت رضہ سے یہ حدیث بیان کی تو فرمایا کہ "میں نے
اگر وہ راز کسی سے بیان کیا ہوتا تو تم سے ضرور کہتا"

"قانون کا احترام"

امیر المومنین مہدی ایک دن دربار میں بیٹھے عدالت
فرما رہے تھے کہ اتنے میں ایک شخص آیا پوچھا "یا امیر المومنین
اگر کسی کو کسی کے خلاف شکایت ہو یا ایک نے دوسرے
کا حق چھینا ہو تو وہ آپ کی خدمت میں فریاد لا سکتا ہے اور
اپنے درد کی داد پا سکتا ہے۔ لیکن جسے خود امیر المومنین
پہ دعوے کرنا ہو وہ کہاں جائے؟ بتایئے آج یہیں پیش
کر دوں یا کل قیامت کے دن مالک یوم الدین کی عدالت میں
جہاں کسی قسم کی طرف داری یا نا طرف داری کی سازش
نہ ہوگی؟"

امیر المومنین مہدی نے جواب دیا "تمام دنیوی حاکموں
کا سر ہمارے حکم کے سامنے خم ہے۔ مگر شریعت کے حضور
میں ہم بھی سر جھکاتے ہیں۔ لہذا شریعت کے مطابق فیصلہ
ہوگا اور تم اپنا انصاف اسی دنیا میں پاؤ گے"۔
یہ کہا اور امیر المومنین مسند خلافت سے اٹھ کھڑے
ہوئے۔ اس شخص کو ہمراہ لئے ہوئے قاضی کی عدالت میں
پہنچے جہاں اس شخص نے قاضی کے روبرو اپنا دعوے
پیش کیا۔ امیر المومنین نے جواب دہی کی۔ بالآخر فیصلہ مہدی
کے خلاف اور مدعی کے حق میں تھا۔ خلیفہ نے حکم کے سامنے
سر جھکایا۔ اور مدعی کا مطالبہ پورا کر دیا۔

"زہد"

حضرت عبداللہ بن عمر رضہ امارت پسندی سے اس قدر
احتراز کرتے تھے کہ ایک بار انہوں نے کسی سے پانی مانگا اور
وہ شیشے کے گلاس میں لایا۔ تو پینے سے انکار کر دیا۔ پھر وہ لکڑی
کے پیالے میں لایا تو پیا۔ اس کے بعد وضو کے لئے پانی طلب
کیا۔ وہ طشت میں لایا۔ تو وضو کرنے سے انکار کر دیا۔ دوبارہ
مشکیزہ میں لایا تو وضو کیا۔ وہ زہد و قناعت کی وجہ سے کبھی
پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھاتے تھے۔ ایک بار ان کو جوارش دی
اور کہا کہ یہ کھانا ہضم کرتی ہے۔ بولے "میں تو مہینوں پیٹ
بھر کر کھانا نہیں کھاتا۔ مجھے اس کی کیا ضرورت ہے"

(قندیل)

عملی نمونہ اور اشاعت اسلام

جو ہمارا تھا وہ اب دلبر کا سارا ہو گیا
آج ہم دلبر کے اور دلبر ہمارا ہو گیا

یہ امر محتاج بیان نہیں کہ اشاعت اسلام کے لئے
مبلغ کا عملی نمونہ ضروری ہے جس طرح اسرائیلی مسیح فروتنی اور
عاجزی کا مجسم نمونہ تھا اسی طرح مسیح محمدی نے بھی اپنے اسوۂ حسنہ
سے ثابت کیا کہ اشاعت اسلام کے لئے اپنے آپ کو خاک میں
ملا کر اور عجز و انکسار کو پیشہ بنا کر اشاعت اسلام کے لئے بردلت
کو قبول کیا جائے۔ جب تک ہر احمدی دولت مند ہو یا غریب
انانیت کو چھوڑ کر عوام کے ساتھ سچی محبت اور بے لوث ہمدردی
نہیں کرتا اشاعت اسلام حقیقی معنوں میں نہیں ہو سکتی۔

ہم توسیع جماعت کے دلدادہ ہیں اور چاہتے ہیں
کہ اشاعت اسلام کے لئے جتنے سپاہی ہو سکیں پیدا
کئے جائیں، ہم غالباً یہ بھی خیال کرتے ہیں کہ جو تعلیمی خصوصیات
کے ہم حامل ہیں۔ عالم اسلام میں دین سے محبت رکھنے والے
مسلمان ان عقاید کو اپنا رہے ہیں یہ ہماری فتح ہے، اور
لگ خود بخود تحریک احمدیت میں شامل ہو جائیں گے یہ محض
خوش فہمی ہے۔ جب تک ہم اپنی روزمرہ کی زندگی میں اپنے
خداداد قوے کو حتی الوسع خدمت خلق کے لئے وقف نہیں کرتے
اور صحیح اسلامی رنگ کے حامل نہیں بنتے عوام میں احمدیت ہرگز
مقبول نہیں ہو سکتی۔ عوام تو اب تک اس وہم میں مبتلا ہیں کہ
احمدیت ایک ایسا فرقہ ہے جسے اسلام سے کچھ بھی تعلق نہیں
اسی لئے وہ اسے غیر مسلم اقلیت قرار دینے کے درپے ہیں،
جب تک ہم ان کی اس بیماری کے لئے تریاق فراہم نہ کریں
اور ایک خادم کی طرح ہر فرد بشر کے درد کا مداوا نہ بنیں توسیع
جماعت کے خواب تشنۂ تعبیر ہو رہیں گے۔

یورپ کے لوگ تو مادہ پرستی میں مبتلا ہیں ان کی تمام
کوششیں افراط زر کے لئے وقف ہیں۔ مسیح موعود نے
نشاندہی کی کہ یہی اقوام دجال ہیں۔ تم ان سے بچو۔ جس
راستے پر قدم زن ہیں تم اسے چھوڑ دو۔ مال و جان کو خدا کے
لئے وقف کرو اور دین کو دنیا پر مقدم کرو۔ ہم نے یہ سمجھا
کہ دو چار مشن دنیا میں قائم کر دیئے۔ لٹریچر مفت پھیلا دیے
ہیں۔ مسیح اسرائیلی کی وفات ثابت ہو گئی، ناسخ و منسوخ کا جھگڑا
ختم ہوا۔ وغیرہ۔ جو کچھ کرنا تھا کیا اور جو کر رہے ہیں کافی ہے
یہ محض ایک خیال خام ہے۔ مسیح موعود نے جس تزکیہ نفس کے
لئے ہمیں دعوت دی وہ ہم میں سے بہت کم لوگوں میں پایا جاتا ہے
پہلے تسخیر نفس کی طرف توجہ دینی چاہیئے۔ ہم میں سے بھی بہت نفس
پرستی۔ اور یورپین تہذیب کے دلدادہ ہیں۔ اور تمام کوشش
جلب زر اور اس کے جمع کرنے کے لئے وقف ہے۔ ہم خود مکمل
طور پر مغربی مسموم تہذیب سے چھٹکارا نہیں پا سکتے یہ بیل منڈھے
نہیں چڑھے گی۔ "خفتہ را خفتہ کے کند بیدار"
بھائیو! آپ رنجیدہ نہ ہو ویں۔ اس گئے گذرے
زمانے میں جو کچھ ہم ہیں اور جو کچھ کر رہے ہیں۔ دنیا اس کی
تعریف کر رہی ہے کئی مخالفین سلسلہ اور غیر مذاہب والے
بھی ہمارے کام کو سراہتے ہیں۔ مگر ان تعریفوں کے حوالے
دے دے کر ہمیں مطمئن ہونا اور اپنی جدوجہد کو تیز نہ کرنا کے
ہوئے کام کو برباد کرنا ہے۔ میرا مدعا یہ ہے کہ ہم من حیث الجماعت
مشین کے پرزوں کی طرح کام کرتے رہیں۔ دنیا تباہ ہو رہی اور ہو
رہی ہے۔ ہمیں اسے گمراہی کے عمیق گڑھے سے نکالنا ہے
اور دنیا کو قرآنی چشمہ سے اطمینان اور امن کا پانی پلانا ہے یہ کام
چند افراد کے کندھوں پہ ڈالنا نہیں چاہیئے بلکہ ہر فرد جماعت کا فرض ہے
کہ وہ خواجہ کمال الدین بننے کی کوشش کرے۔ حضرت امیر مرحوم رحمۃ اللہ
علیہ کے نقش قدم پہ چلنے کی کوشش کرے۔ غرضیکہ ہم سب کو
ایک نئے عزم اور جوش کے ساتھ خدمت قرآن کے لئے کمربستہ
ہونا چاہیئے اور یہ تب ہو سکتا ہے کہ ہم تزکیہ نفس کرکے
جو ہمارا تھا وہ اب دلبر کا سارا ہو گیا ❊ آج ہم دلبر کے اور دلبر ہمارا ہو گیا
کے مصداق بنیں ❊

عبدالجلیل جے اے وی گورنمنٹ ہائی سکول
مردان۔

پاکستان کے مختلف حصوں میں تبلیغ احمدیت

تبلیغ احمدیت کا مقصد فی الحقیقت مجاہدین کی اس جماعت میں مسلمانوں کو شامل کرنا ہے جو حضرت مجدد وقت کے زیر ہدایت تبلیغ اسلام کا کام اکناف عالم میں کر رہی ہے۔ اس سلسلہ میں ہمارے مبلغین نے گذشتہ ماہ جو کچھ کام کیا اور اس کے جو نتائج برآمد ہوئے ان کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

احمد یار افسر تبلیغ - پاکستان

لائل پور

مرزا مظفر بیگ صاحب سابق مبلغ اسلام لائلپور سے رقمطراز ہیں:۔

(۱) ماہ نومبر میں معززین سے ملاقات کر کے فتنۂ احرار اور ان کے تحفظ ختم نبوت کے ڈھونگ کو طشت از بام کیا گیا۔ (۲) مرکز سے آیا ہوا لٹریچر تقسیم کیا گیا (۳) ایک برسر روزگار عیسائی نے قبول اسلام کیا (۴) ایک اعلیٰ تعلیمیافتہ نوجوان داخل سلسلہ عالیہ احمدیہ ہوئے۔ یہ صاحب دو سال سے زیر تبلیغ تھے (۵) خدمت خلق۔ بیکار دوستوں کو روزگار پر لگانے اور بیوگان کے وظائف جاری کرانے مستحقین کی امداد کا کام کیا گیا۔ بیماروں کی تیمارداری کی گئی۔ نماز عصر کے بعد چند ایک دوستوں میں علمی مسائل پر گفتگو ہوتی ہے ایک فاضل وکیل جو عربی کے ایم اے ہیں۔ حضرت امیر رحمۃ اللہ علیہ کی خدمات اور علم قرآن کے مداح ہیں۔ حضرت صاحب صدر کی تحریک پر بعد از نماز مغرب جامع احمدیہ میں درس قرآن شروع کیا جا رہا ہے۔

ماہ زیر رپورٹ میں -/۳۶۰۴ روپیہ فراہم کر کے مرکز میں بھیجا گیا ہے۔ سال رواں کا کل چندہ تقریباً چالیس ہزار روپیہ بھیجدیا گیا ہے۔

راولپنڈی

مولوی محمد یحیٰ صاحب مبلغ راولپنڈی سے تحریر فرماتے ہیں کہ پہلے روزانہ ایک بار درس قرآن ہوتا تھا۔ اب دو وقت صبح اور شام ہوتا ہے۔ اس طرح تمام دوست فائدہ اٹھا لیتے ہیں۔ ہر اتوار کو اجتماع ہوتا ہے جس میں مہمانوں کی چائے سے تواضع کی جاتی ہے۔ متوضعین میں چوہدری یوسف علی میجر سعید احمد اور چوہدری غلام باری صاحبان خاص طور پر قابل ذکر ہیں ۵ لیکچر ہوئے۔ علاوہ ازیں جناح گرلز ہائی سکول میں زیر ہدایت ملک فضل کریم صاحب ایک لیکچر ہوا۔ آیندہ کے لئے سٹاف نے باقاعدگی سے درس جاری رکھنے کی خواہش ظاہر کی عربی کی کلاس باقاعدہ جاری ہے، ایک اور دوست اس میں شامل ہوئے ہیں۔ چندہ کی طرف توجہ دلائی گئی۔ بیمار دوستوں کی کئی دفعہ عیادت کی۔ لیکچر جلسہ اعظم مذاہب مرکز سے منگوا کر دوستوں میں تقسیم کیا۔ کتب اور اخبارات کے نمونے پہنچنے پر پوری طرح سے خرید کی تحریک کی جائے گی۔

مزید لٹریچر کی (اقتباسات از کتب حضرت مسیح موعود) ضرورت ہے۔

سیالکوٹ

چوہدری سعید احمد صاحب بھٹہ سیالکوٹ سے تحریر فرماتے ہیں کہ ماہ اکتوبر میں ۵۰ افراد کو جن میں ایک صاحب عیسائی بھی تھے تبلیغ کی، صداقت مسیح موعود، وفات مسیح اور نبوت کے مسائل زیر بحث آئے۔

لٹریچر تقسیم کیا گیا۔ یعنی تبلیغی ٹریکٹ۔ کتب سلسلہ اور اخبارات بھی لوگوں کو پڑھنے کے لئے دیئے۔ اس ماہ میں شہر سیالکوٹ اور چھاؤنی دونوں جگہ سے -/۱۲۰۰ روپیہ چندہ مرکز کو بھیجا گیا۔

دیب گراں (ہزارہ)

مولوی محمد یوسف صاحب امام الصلوٰۃ دیب گراں کی اطلاع ہے کہ اس ماہ میں احباب جماعت کے ہمراہ ایک جمعہ ڈاڈر ایک مانسہرہ اور دو جمعے دیب گراں میں پڑھے گئے۔

درس قرآن بالالتزام جاری ہے۔ اس میں اب تک جو احمدی و غیر احمدی احباب شامل ہوئے ان کی مجموعی تعداد ۸۵۲ تک پہنچ چکی ہے۔

جماعت احمدیہ در اصل ایک مکان میں نماز ادا کرتی ہے مکان ہونے کی وجہ سے اکثر لوگ جو غیر احمدی ہیں اس میں آنے کی تکلیف نہیں فرماتے۔ اس واسطے مسجد کی شکل پر تعمیر کرنے کی ضرورت ہے۔ بشرطیکہ مرکز اس طرف توجہ کرے۔

چھچھی (ہزارہ)

مولوی عبدالرحمٰن صاحب مبلغ چھچھی ضلع ہزارہ سے لکھتے ہیں کہ انفرادی طور پر کافی لوگوں کو حضرت مسیح موعودؑ کی آمد اور ان کے دعوے کے متعلق سمجھایا گیا۔ لوگوں کو مطالعہ کے لئے کتابیں دیں، چھچھی میں بیماری چیچک سے روزانہ ایک دو اموات ہوجاتی ہیں۔ تعزیت کے سلسلہ میں لوگوں سے ملنا ہوتا ہے تو جمع شدہ دوستوں میں تبلیغ کا بھی کافی موقع نکل آتا ہے۔ ایک دیو بند پاس شدہ مولوی صاحب سے تبادلۂ خیالات ہوا۔ مگر لاجوابی کی حالت میں قرآن اور حدیث سے دور دور ہی رہے نماز جنازہ کا موقعہ تھا۔ مولوی صاحب ہمیں کافر سمجھتے تھے اس پر احمدی احباب ان سے علیحدہ ہو گئے۔ بلکہ ان کے ہم خیال جو سنجیدہ دوست تھے وہ بھی ان سے ہمارے ساتھ الگ ہو گئے۔ اچھے نتائج کی توقع ہے۔

چک ۲۳ کسمر

مولوی محمد علی صاحب مبلغ چک ۲۳ کسم سر ملتان سے اطلاع دیتے ہیں کہ خطبات جمعہ میں تنظیم جماعت اور باہم محبت اور ہمدردی کے لئے خاص طور پر توجہ دلائی گئی۔

مرکز سے آیا ہوا لٹریچر تقسیم کیا۔ اچھے نتائج برآمد ہو رہے ہیں۔

چند ایک نوجوان جو اچھے سمجھدار ہیں زیر تبلیغ ہیں، امید ہے کہ انشاء اللہ جلد راہ ہدایت پائیں گے۔

جماعت میں دو اخبار پیغام صلح آتے ہیں۔ وہی دوسرے لوگوں کو مطالعہ کے لئے دے دیئے جاتے ہیں۔

چندہ کے لئے تحریک متواتر کی جا رہی ہے۔ بموقعہ جلسہ کل ادائیگی کی امید ہے۔

ملتان

شیخ محمد یوسف صاحب گرنتی کی اطلاع ہے کہ ۵۰ عدد ٹریکٹ تقسیم کئے۔ ۴ قادیانیوں کو تبلیغ کی۔ -/۲۵۹ روپیہ چندہ مرکز کو ارسال کیا گیا۔ ہندی ترجمہ کا کام بدستور جاری ہے۔

ایک صاحب داخل سلسلہ ہوئے۔ چندہ کے لئے مزید وعدے لئے گئے۔

اخبارات اور کتب کے نمونوں کی خریدار پیدا کرنے کے لئے سخت ضرورت محسوس ہو رہی ہے۔

نواب شاہ (سندھ)

حافظ عبدالرشید صاحب نواب شاہ (سندھ) سے اطلاع دیتے ہیں:۔ محمد ابراہیم صاحب کے ہاں ایک تقریب کے موقعہ پر جہاں چند غیر احمدی علماء بھی موجود تھے ۲۳ / ۲۴ اکتوبر کو مجلس ہوتی رہی جس میں لوگوں کو نکاح کی اصل غرض اور عورتوں کے حقوق کے سلسلہ سے آشنا کیا گیا اور خدمت خلق اور اتحاد المسلمین کی تلقین کی گئی لوگوں نے توجہ سے سنا اور میزبان نے علماء کرام کا شکریہ ادا کرتے ہوئے اتفاق و اتحاد پر زور دیا۔ یہی غرض تھی۔ الحمد للہ کہ حاصل ہو گئی۔ پہلے عشرہ میں درس قرآن ہوتا رہا، حضرت مسیح موعودؑ کے ملفوظات پڑھ کر سنائے جاتے رہے، اور مجدد اعظم بھی لوگوں کو سنائی گئی۔ احباب نے پوری توجہ سے اسے سنا۔

رحیم بخش ولد نبی بخش صاحب داخل سلسلہ ہوئے جن کا بیعت فارم جلدی بھیجا جائے گا۔

جھنگ

مولوی محمد حسین صاحب جھنگ سے اطلاع دیتے ہیں کہ درس قرآن نماز فجر کے بعد روزانہ جاری ہے۔ ماہ اکتوبر میں لٹریچر جس قدر مرکز سے موصول ہوا تقسیم کیا گیا۔ اکثر دوستوں سے مختلف مسائل میں تبادلۂ خیالات ہوا۔ اخبارات کی خریداری کی تحریک کی گئی۔

چندہ فراہم کیا گیا۔ -/۱۴/۳۸ مرکز کو ارسال کیا باقی رقم چندہ شعبہ پبلسٹی کے چندہ کے ساتھ ارسال کی جائیگی۔

ڈیرہ غازی خاں

مولوی عبدالقادر صاحب مبلغ ڈیرہ غازی خاں سے لکھتے ہیں کہ ماہ اکتوبر کے پندرہ ایام میں مرکز سے آیا ہوا لٹریچر اس طرح تقسیم کیا کہ تقریباً تمام دفاتر میں پہنچایا گیا۔ کچھ سرکاری اور اسلامی جماعتوں کے الگ الگ جس قدر بھی دفاتر ہیں سب میں لٹریچر تقسیم کیا۔ انفرادی طور پر بھی ٹریکٹ تقسیم کئے اور تبلیغ بھی کی۔ حضرت صاحب کی نبوت کے متعلق بات چیت ہوئی۔ ۴ نواحی مقامات کا پیدل سفر کر کے تبلیغ کی۔ چندہ ماہوار و جلسہ سالانہ کی تحریک کی۔ جس کے نتیجہ میں -/۵۱ روپے دونوں قسم کے چندے کی رقم ارسال مرکز کی جا رہی ہے۔

ایک دوست محبوب علی صاحب ولد ملک غلام علی صاحب سکنہ موضع لنگڑیال داخل سلسلہ ہوئے۔

علی پور ضلع مظفر گڑھ

قاضی شبیر محمد صاحب مبلغ علی پور سے لکھتے ہیں کہ ماہ اکتوبر میں ۵۵ افراد سے مختلف مسائل پر تبادلۂ خیالات ہوا۔ ان میں کئی غیر احمدی علماء بھی شامل ہیں۔

احرار کی مخالفت بہت حد تک کم ہو گئی ہے، بلکہ اب تو کئی جگہ سے ان کو ہمارے خلاف کذب بیانی کرنے کی وجہ سے شرمندہ کیا گیا ہے۔

فتنۂ تکفیر کمیونزم سے کم نہیں

از۔ بیگم عبدالرؤف خان لودھی جہلم

کئی نا عاقبت اندیشوں کا ابتداء سے یہی شیوہ چلا آتا ہے کہ قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ ہی نہیں ہر راست گو مسلمان کو کافر و مرتد قرار دیا جائے۔ یہی نہیں بلکہ ملک میں انتشار پیدا کرنے کی جرأت بھی اُن کے گھناؤنے ماضی کے ساتھ ساتھ چلی آتی ہے۔ دفتر پنجاب مسلم لیگ کے باہر پچھلے دنوں جو پتھراؤ دیگر اکابرین ملت کے علاوہ ایک ایم۔ایل۔اے خاتون پر کیا گیا۔ کیا واقعی وہ سانحہ ہماری ملکی تہذیب کا نشان ہے یا ایسی ہڑبونگ کو دینی مسئلہ کا نام دیا جا سکتا ہے؟ بلاشبہ جو لوگ ایسی صریح بے ہودگی کو مطالباتی مظاہرہ یا تحریک کا نام دیتے ہیں ان کی عقلوں پر پتھر پڑے ہوئے ہیں۔ مگر بفضل خدا کوئی سلیم العقل پاکستانی ایسی مذموم حرکات کو کوئی اچھا نام نہیں دے گا۔ کیونکہ یہ تو صاف وحشت تھی۔ دیوانگی تھی اور باؤلا پن کہ اپنے معزز ملک کی کسی بہو بیٹی کی حرمت تو کجا ایک ایم۔ایل۔اے عورت کی نسوانیت تک کا احساس نہ رہا۔ ہاں! میں سمجھتی ہوں کہ دراصل اس ہڑبونگ کے ذمہ دار پتھراؤ کرنے والے ناسمجھ لوگ نہیں البتہ وہ مفتی اور نام نہاد لیڈر ہیں جن کے بیانوں اور بے تکی تحریروں اور تقریروں نے ان بیچارے چند مسلمانوں کے خون کو ناحق گرما دیا اور انہیں ترغیب دی کہ وہ وحشی اور غیر مہذب بن کر فتنہ و فساد کریں۔ یہ مذموم حرکت لامحالہ غیر ذمہ دارانہ لیڈر کا نتیجہ ہے۔ بہرکیف اس سے زیادہ شرمناک حرکت شاید ہی کوئی ہو، بایں ہمہ بعض نا عاقبت اندیش "تھباڑے تک تھو" اب بھی بغلیں بجاتے نظر آتے ہیں۔

سوچنے کا مقام ہے۔ "کہاں کی اینٹ کہاں کا روڑا، بھان متی نے کنبہ جوڑا"۔ ذرا تنک ملاحظہ ہو۔ کجا "احرار"۔ کجا "زمیندار" اور کجا وہ "ملاّ" جن کی عمر یں ایک دوسرے پر کفر و ارتداد کے ڈونگرے برساتے ہی گذریں۔ الغرض کسی کے اشارے پر آنو سیدھا تو ہوا۔ کہ آل مسلم پارٹیز کنونشن کا ڈھونگ رچ ہی گیا۔ یہ شگوفہ کوئی نیا نہیں البتہ پرانے شکاری جمع ہوئے ہیں جو اب نیا جال لائے ہیں۔ جو ماشاء اللہ۔ چشم بد دُور بچھا ہوا ہے۔ سورۃ انفال میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

لیمیز اللہ الخبیث من الطیب ویجعل الخبیث بعضہ علی بعض فیرکمہ جمیعاً فیجعلہ فی جہنم اولئک ہم الخسرون ۞ (یعنی تاکہ اللہ ناپاک کو پاک سے الگ کر دے اور ناپاک کو ایک دوسرے پر رکھتا چلا جائے۔ پھر سب کو ایک ڈھیر بنا دے۔ پھر اس کو جہنم میں ڈال دے وہی نقصان اُٹھانے والے ہیں) ــــ اب فرمایئے کیا یہ اجتماع اور کنونشن کے ڈھونگ اور بھانت بھانت کے فتوے بازوں کا اکٹھ اس آیت کی صریح تصدیق نہیں کرتا ــ؟

اگرچہ زمینداری۔ احراری اور مودودی مزاج رکھنے والے بھائیوں کو یہ ارشاد الٰہیہ چبھے گا تو بہت، مگر بہتر ہو کہ اپنے اپنے اعمال کا محاسبہ بلد ہی کر لیا جائے۔ میں مانتی ہوں کہ یہ ارشاد کافروں کی تنبیہہ کے لئے ہے۔ مگر قرآن حکیم کے ہی ارشاد ولا تقولوا لمن القیٰ الیکم السلام لست مومنا (یعنی جو شخص تمہیں السلام علیکم کہے اسے مت کہو کہ تو مومن نہیں) پر استہزا اور پھبتی کسنے والے بھی ہمارے اجارہ دار "مسلمان" ہی تو ہیں جن کے دعاوی اتنے لمبے چوڑے اور حسین الفاظ میں لپٹے ہوئے ہوتے ہیں، کہ اسلام کا کوئی مفتی اعظم بھی نہ کر سکے مگر ان کے اعمال و افعال کی سیاہی اتنی پھیل چکی ہے کہ ذیل کی ایک مسلمہ حدیث کو بھی غت ربود کر دیتے ہیں ــ وہ حدیث مبارکہ یہ ہے:۔

"من صلے صلوتنا و استقبل قبلتنا واکل ذبیحتنا فذالک المسلم الذی لہ ذمۃ اللہ و ذمۃ رسولہ فلا تخفروا اللہ فی ذمتہ

یعنی جو ہماری نماز پڑھتا ہے۔ ہمارے قبلہ کی طرف منہ کرتا ہے ہمارا ذبیحہ کھاتا ہے تو وہ مسلمان ہے جس کے لئے اللہ اور اس کے رسول کا عہد ہے۔ پس اللہ کے عہد کو مت توڑو" ــــ کیسی بے باکی اور دریدہ دہنی ہے کہ چند جوشیلے ناسمجھ نوجوانوں کو اپنے جدّی ورثہ کی طرح استعمال میں لا کر ایک آزاد اور پُرامن مملکت خداداد میں انتشار پیدا کرتے ہیں۔ اور اللہ تبارک و تعالیٰ اور رسول مقبولؐ کے ارشادات پاک پر بڑی چالاکی اور ڈھٹائی کے ساتھ اس طرح معترض ہوتے ہیں کہ الامان والحفیظ! ــــ آخر یہ زمیندار کہاں کا چوہدری ہے جو ولا تقولوا لمن القیٰ۔ الخ والی آیت پیش کرنے پر اپنے ریمارکس یوں دیتا ہے کہ کیا ہر یہودی عیسائی، ہندو کے السلام علیکم کہنے پر اسے مسلمان یا مومن تصور کر لیا جائے؟ سبحان اللہ! طرّہ یہ کہ اپنے آپ کو شمع رسالت کے پروانے جتاتے ہیں۔ آخر یہ یاوہ گوئی تا بکے؟ اور کیا یہ درست نہیں کہ اول الذکر آیت حقانی کے عین مطابق یہ سب ٹولے اکٹھے ہو چکے ہیں۔ اور حق کو مٹانے کی تدبیریں کرنے میں مصروف ہیں ــــ کچھ خوف خدا چاہیئے کہ کیا یہ افترا پرداز لوگ خدا کی زمین پر دین اسلام کی سچی اور صحیح خدمت کرنے والی۔ اور بقول مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی ــــ جانی و مالی و لسانی و حالی و قالی قربانیاں دینے والی جماعت پر تنگ کرنے کی ٹھانے ہوئے ہیں۔ سوچیئے کہ اول تو یہ احمدیت کو اقلیت قرار دینے کا مطالبہ اتنا ہی نامعقول ہے جتنا کہ پاکستان بننے سے پہلے مولوی عطاء اللہ شاہ بخاری کی یاوہ گوئیاں ــ اکابرین و مدبرین پاکستان تو کیا کوئی غیر ملک بھی اس مطالبے کی بنیاد کو تسلیم نہیں کر سکے گا، اور ہر سمجھدار مسلمان ایسی غلط تحریکوں کو بری نظروں سے دیکھے گا ــــ ؎

کیوں نہیں لوگو تمہیں خوف عقاب

کہ خود تو خدمت اسلام کرنے سے رہے۔ اگر اسلام کے پورے حقوق ادا کرنے والی کوئی جماعت پاکستان میں ہے تو اسے بھی اقلیت قرار دے کر اپنی "دانشمندی" پر مہر لگانے لگے ہیں۔ یہ مطالبہ خلاف عقل۔ خلاف عمل خلاف قانون اور خلاف پالیسی مملکت پاکستان اور خاص طور پر خلاف شرع ہوا سے یا تو منوا لینے کی نوبت ہی نہیں آتی اور اگر بفرض محال آ بھی جائے تو ہمیں پتہ ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ اور رسول مقبولؐ کے ارشادات پاک کے سامنے دم مارنے کی بھی جرأت نہیں رہے گی۔

دوم یہ کہ ہمیشہ یہی ہوتا دیکھا گیا ہے کہ ہارا ہوا جواری کچھ دن خاموش رہ کر کسی کے ہاں سے کچھ نئے اُدھار مانگ لاتا ہے، اچھیں صاف کر کے ہی اپنی آخری کوشش کرنا ہے اور اپنی زندگی کا آخری داؤں سمجھتے ہوئے پھر ایک بار بازی لگا دیتا ہے۔ بہرکیف عمر بھر ہارتے ہی کٹتی ہے۔ یونہی ہیرا پھیری میں دن کاٹ کاٹ کر ایک دن لقمہ اجل بن جاتا ہے۔ بس یہی صورت مخصوصاً گروہ احرار کی سمجھ لیجئے۔ ان کی زندگی کا تاریک اور متعفن ماضی گواہ ہے کہ ماشاء اللہ جب بھی کوئی قدم اِدھر اُکھڑا اُکھڑا ہی دھرا۔ اور ہمیشہ انجام اُلٹے پاؤں بھاگنے پر ہی ہوا۔ یہ گروہ ہمیشہ بھولے بھالے اور ناک کی سیدھ میں چلنے والے بیچارے مسلمانوں کے سروں پر آندھی اور طوفان بن کر چھا جانے کی لاحاصل کوشش کرتا چلا آیا ہے۔ اس کی لپیٹ میں جو تنکا بھی آیا بیچارہ ادھر اُدھر بھٹکتا ہی پھرا۔ اور کہیں سے کہیں جا پہنچا۔ الغرض اس "ازلی نامراد" گروہ نے بیچارے مسلمانوں کو کہیں بھی چین سے بیٹھنے نہ دیا ــ غرضیکہ اسے بیسیوں بار اُبھرتے دیکھا تو بیسیوں ہی بار اپنی موت آپ مرتے بھی دیکھا گیا۔ ان کے گھناؤنے ماضی سے کسی بھی دردمند انسان اور سچے پاکستانی کو انکار ہے ــ؟

مزید براں ملاحظہ ہو چور کی بے باکی۔ کہ ہاتھ میں چراغ رکھتا ہے یعنی اپنے پیروکاروں کو پہلے اُکساتا ہے۔ حق کے خلاف ان کے خون گرماتا ہے۔ پھر انہیں پر لعن طعن بھی کرتا ہے یعنی ایسی لیڈری اور صد افسوس چالوں کی اس چالاکی پر کہ خود ہی نفس میں چنگی ڈالے۔ پھر الگ کھڑی ہو کر تماشا بھی دیکھے، اور پھر کف افسوس ملے اور ساتھ ہی دہائی بھی دے کہ ایسی مذموم حرکت کرنے والوں نے اچھا نہیں کیا۔ کیا یہ آنسو مگرمچھ والے نہیں ــــ؟

محوِ حیرت ہوں کہ دنیا کیا سے کیا ہو جائے گی

یاد رکھئے ان فتنہ گردوں اور مفتیوں کے پاس نہ ہی تو علم ہے۔ اور نہ عمل۔ ہاں! اگر کچھ ہے تو محض دنگا فساد ــــ چھیڑ چھاڑ اور کفر و ارتداد کا پٹارا اور بس!!

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ایسے فتنہ کو جڑ سے اُکھیڑ کر پھینک ہی کیوں نہ دیا جائے، جو ہم پاکستانیوں کے لئے سوہان روح بنا ہوا ہے۔ میری نظر میں اس کا علاج ایک ہے اور فقط ایک ــ اس گروہ کے کارنامے کمیونزم سے کہیں کم نہیں۔ (اس گروہ احرار کے بارے میں عرض کر دوں تو بیجا نہ ہوگا) ان کو بھی کمیونزم والی پوزیشن دینی چاہیئے، اور وہی سلوک روا رکھنا چاہیئے جو کمیونزم کے ساتھ پاکستان کی حکومت اور سمجھدار عوام نے روا رکھا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ اسلام اور پاکستان سے سچی محبت رکھنے والے بھائی اور دیگر اکابرین ملت اس عندیہ کی تائید کریں گے کیونکہ جس فراخ دلی سے حکومت پاکستان نے اس مار آستین کو بلا کسی سزا کے اپنی مملکت میں جگہ دے رکھی ہے، وہ بھلائی نہیں جا سکتی۔ خیال تھا کہ آخر یہ مسلمان ہیں۔ ان کو ہم ہی سے نہیں لگا ہے۔ مگر نہیں اب معلوم ہوا کہ یہ ٹولہ بہت ہی احسان فراموش ہے اور اب بھی بچھو کی طرح پاکستان میں داخلی انتشار پیدا کر کے ڈنک مارنے سے باز نہیں آتا۔ لہٰذا اس کا علاج ہی یہی ہے کہ اسے بھی کمیونزم والی پوزیشن دی جائے تاکہ ایسے فتنے آئندہ کبھی بھی نہ اُبھریں۔

میں آخر میں اپنے موجودہ مفتیان دین سے باادب مخاطب ہوتی ہوں۔ کہ آپ کے پاس کسی کافر کو مسلمان بنانے کے لئے کفر کا توڑ یا کفر کو ختم کرنے کے لئے اگر کوئی بم ہے تو وہ کیا ہے ــــ یہی کلمہ طیبہ ــــ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔

میرا مطلب یہ ہے کہ اس معاملے میں اللہ تعالیٰ اور رسول مقبولؐ کے سوا اور کسی کافر گر مفتی کا کوئی حق نہیں کہ کسی اقرار کلمہ طیبہ کرنے والے کو غیر مسلم کا سرٹیفکیٹ دے۔ ہاں اگر دائرہ اسلام سے خارج کرنے کے مجاز ہیں تو محض اللہ تبارک

بغداد و بلادِ اسلامیہ میں تبلیغی سرگرمیاں

سیّد تصدق حسین صاحب قادری کی تبلیغی ڈائری کا ایک ورق

بسلسلۂ اشاعت گذشتہ

۲۴ر محرم - ۱۴ر اکتوبر ۱۹۵۲ء بروز منگل :-

آج جناب برکات احمد صاحب پولیس اتاچی مفوضیہ ہندیہ تشریف لائے ایک لیب خریدکیا - یہ صاحب دو ماہ ہوئے بغداد آئے ہیں - مقصد تو موصوف کا ملاقات تھا بیٹھ گئے تعارف اور خیر و عافیت کے بعد سلسلہ گفتگو ہندو پاکستان کے مسلمانوں سے شروع ہوا، پورا ایک گھنٹہ تبادلۂ خیالات رہا مسلمانوں کے لئے تعمیری کام کی ضرورت انفرادی اصلاح کی حاجت مذہب سے پوری دلبستگی پر گفتگو رہی - اچھے خیالات پائے ہیں، انہیں ہدیۃ الصلوٰۃ و طرق التقدم (انگلش) دیا - آدمی خلیق اور ملنسار ہیں، نوجوان ہیں ہندوستان کا پروپیگنڈا نہایت سلیقہ سے کرتے ہیں - ادبی اور علمی حلقہ میں محبوب ہوتے جا رہے ہیں -

۲۵ر محرم - ۱۵ - اکتوبر ۱۹۵۲ء - بروز بدھ :-

مسٹر اسے کے ملابنکوٹ رنت اگری کو پیغام صلح ۳۱ و ٹریکٹ " کیا مرزا صاحب نے نبوت کا دعوےٰ کیا " فضیلۃ الاستاذ السید محمود فیاض قاہرہ کو مرافٹ یا محمود ڈاک سے بھیجا - استاذ السید علی محمد مرشادی کو اسمٰعیل بھائی کے ہاتھ ٹریکٹ نمبر ۲۲ - ۲۴ - ۲۵ - ۲۶ بھجوائے فضیلۃ الاستاذ السید محمد محمد المدنی السکرٹیر العام المساعد الازہر قاہرہ کو ذکری مولانا محمد علی بھیجا - اخویم عبدالصمد صاحب برقی حبانیہ کو پیغام صلح ۲۴ ۲۶ و ٹریکٹ " قرآن و حدیث میں مسیح موعود و مہدی معہود کی علامات " " کیا مرزا صاحب نے نبوت کا دعوےٰ کیا " بھیجا - ڈاکٹر محمد نصیر الدین صاحب کو الجمعیۃ کے وہ پرچے بھجوائے جن میں حیدرآباد کے فسادات پر روشنی ڈالی گئی ہے

۲۶ر محرم - ۱۶ - اکتوبر ۱۹۵۲ء - بروز جمعرات :-

ہر پرہجر اقبال سنیدا ڈ رواکو مرزا غلام احمد آف قادیان " مسلم سوسائٹی آبادان نائجیریا کو " ولسن ان ہے تیم " لعنتہ السید حسن حافظ قاہرہ کو ٹریکٹ ۳۲ بھیجا - صوفی طیب بھائی کو آج امروز جنگ و الجمعیت کے پرچوں کے ساتھ الفضل کے پرچے بھی پڑھنے کے لئے دیئے - اخبار مدینہ بجنور مجریہ ۱۸ر ستمبر ۱۹۵۲ء میں " دنیائے اسلام " کے عنوان کے ماتحت (شاہجہان مسجد ووکنگ (لندن) میں برطانوی نومسلم کے تاثرات عید الضحیٰ کی فضیلت اور سیرت خلیل کی جامعیت) روئداد صلوٰۃ عید الاضحیٰ شائع ہوئی ہے اخبار مذکورہ ووکنگ بھجوایا - روئداد بہ ذیل مدینہ کی مندرجہ ذیل عبارت لائق ستائش ہے " نماز عید کے لئے صفیں درست ہو چکیں تو امام تمکنت و وقار کے ساتھ مصلّے پر رونق افروز ہوئے امام کون تھے؟ امامت کے فرائض سرانجام دینے کا شرف کس مقتدر ہستی کو حاصل ہوا ہے سنئے یہ صاحب تھے برطانوی نومسلم لفٹنٹ کرنل عبداللہ - ایف - بی بلینس - ہیوٹ " خاکسار اس پر صرف اتنا اضافہ کرتا ہے کہ یہ نومسلم انگریز ان پرندوں میں سے ایک ہیں جنہیں کشف میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے لندن میں پکڑا تھا - کاش کہ مخالفین سلسلہ غور کریں اور کونوا مع الصادقین کے فرمان الٰہی پر لبیک کہیں - جناب مولانا غلام اللہ صاحب خطیب راولپنڈی مخالف سلسلہ کو " ذکری مولانا محمد علی " بھجوایا اور اس آیت شریفہ کی طرف توجہ دلائی ولا یجرمنکم .... هو اقرب للتقویٰ - نوائے وقت مجریہ ۱۸ ستمبر سے معلوم ہوا کہ اوکاڑہ مغربی پاکستان میں مجلس حزب المصطفیٰ کا قیام عمل میں آیا ہے - اس مجلس کے سیکرٹری شیخ محمد شریف صاحب منتخب ہوئے ہیں دل میں آیا کہ انہیں بغداد سے روحانی تحفہ بھیجا جائے اور مندرجہ ذیل رسالہ جات ارسال ہوئے - پرائنٹ آف اسلام - دعوت عمل - علماء کے فتوے مسلمان کی تعریف - " کیا حضرت مرزا صاحب نے نبوت کا دعوےٰ کیا " حبانیہ سے اخویم عبدالصمد صاحب کا خط مرقومہ ۱۵ر اکتوبر ملا - عزیزی محمد یوسف الدین خان آفریدی (قادیانی) نے بانی مومنٹ کے دیکھنے کی خواہش ظاہر کی اس لئے کہ آپ کسی بھائی سے تبادلۂ خیالات کرنے والے ہیں - موصوف کی اس خواہش کو کتاب مذکور دے کر پورا کیا گیا -

۲۸ر محرم ۱۸ر اکتوبر ۱۹۵۲ء بروز جمعہ :-

جمونیرا اڑیسہ میں ایک پبلک لائبریری قائم ہوئی ہے ان کے ناظم اعلیٰ حکیم محمد سلیم صاحب کو " دعوت عمل " - مولانا محمد انور خان صاحب معتمد علماء حیدرآباد دکن کو اور جناب محمد شفیع صاحب صدر مسلم آنند تحصیل فتح پور ضلع بارہ بنکی کو موجودہ ایجی ٹیشن اور مسلمان کی تعریف - جناب محمد یوسف الدین خان اے حیدرآباد دکن کو پیغام صلح ۳۱ اور جناب محمد غوث صاحب حیدرآباد دکن کو ۳۲ ڈاک سے بھجوائے - مولانا منور الدین صاحب چک منگلا ضلع سرگودھا کو ہدیۃ رسالہ " ذکری مولانا محمد علی " بھجوایا -

۲۸ر محرم - ۱۸ر اکتوبر ۱۹۵۲ء بروز سنیچر :-

استاذ السید عبدالحمید العبادی قاہرہ کو ذکری مولانا محمد علی استاذ ابراہیم عبدالستار طرابلس کو مرزا غلام احمد آف قادیان استاذ السید علی المنصور قاہرہ کو فیکٹ احمدیہ موومنٹ بھجوایا - رسالہ آستانہ " دہلی کی اکتوبر کی اشاعت میں مقالہ افتتاحیہ بعنوان " مسلم اوقاف پر دشمنان اولیائے کرام کی للچائی ہوئی نظریں " وہابی ملاؤں کو روزگار سے لگانے کی خطرناک اسکیم " پڑھا بڑا ہی افسوس ہوا - اکابر جمعیۃ علماء ہند دہلی کو خوب نشانہ بنایا گیا ہے آہ مسلمانوں کی آپس کی یہ پھوٹ مسلمانوں کو کہاں پہنچا دے گی، وقف بل کے خلاف الحاج شاہ محمد مظہر اللہ امام مسجد فتح پوری دہلی اور شاہ عبدالقادر صاحب فرنگی محل لکھنو کے فتاوے بھی درج ہیں ان ہر دو حضرات کو کافر اور مسلمان کی تعریف بھجوایا -

باقی وارد

حضرت مسیح موعود پر اعتراضات کے جوابات

(بقیہ از صفحہ ۷)

بلکہ اس لئے کہ استعارہ کے رنگ میں وہ خدا کے بیٹے کہلاتے ہیں کہ بچہ کی طرح دلی جوش سے خدا کو یاد کرتے ہیں اسی مرتبہ کی طرف قرآن شریف میں اشارہ کر کے فرمایا گیا ہے فاذکروا اللّٰہ کذکرکم آباءکم او اشد ذکرا - یعنی خدا کو ایسی محبت اور دلی جوش سے یاد کرو کہ جیسے بچہ اپنے باپ کو یاد کرتا ہے - اسی بناء پر ہر ایک قوم کی کتابوں میں اب یا پتا کے نام سے خدا کو پکارا گیا ہے اور خدا تعالیٰ کو استعارہ کے رنگ میں ماں سے بھی ایک مشابہت ہے اور وہ یہ کہ جیسے ماں اپنے پیٹ میں اپنے بچہ کی پرورش کرتی ہے ایسا ہی خدا تعالیٰ کے پیارے بندے خدا کی محبت کی گود میں پرورش پاتے ہیں اور ایک گندی فطرت سے ایک پاک جسم انہیں ملتا ہے سو اولیاء کو جو صوفی اطفال خدا کہتے ہیں یہ صرف ایک استعارہ ہے ورنہ خدا اطفال سے پاک ہے اور لم یلد ولم یولد (تتمہ حقیقۃ الوحی)

اس تصریح کے باوجود جو شخص شرارت سے اس الہام پر اعتراض کرے تو اس سے اس کی اپنی گندی فطرت کا مظاہرہ ہوگا - آنحضرت صلعم فرماتے ہیں الخلق عیال اللّٰہ فاحب الخلق الی اللّٰہ من احسن الی عیالہ (مشکوٰۃ باب الشفقۃ) یعنی تمام مخلوق اللہ تعالیٰ کا عیال ہے پس جو شخص اللہ تعالیٰ کے عیال سے نیک سلوک کرتا ہے وہ اس کا سب سے پیارا بندہ ہے اور حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :-

اولیا اطفال حق اند اے پسر
در حضور و غیبت اندر باخبر

گفت اطفال من اند این اولیاء
در غریبی فرد از کار و کیا - (مثنوی مولانا روم)

اس قسم کے الفاظ استعارہ اور مجاز کے طور پر الہامی کتب اور اولیاء کے کلام میں بغیر کسی تشریح کے بکثرت موجود ہیں اور حضرت صاحب نے تو جہاں جہاں اس الہام کو لکھا ہے اس کی وضاحت بھی ساتھ ہی کر دی ہے تاکہ غلط فہمی نہ ہو - پھر بھی آپ کی طرف یہ بات منسوب کرنا کہ یہ شخص خدا کا بیٹا ہونے کا قائل ہے انتہاء درجہ کی حماقت ہے ٭٭

امور سلطنت میں ہمارا حصہ ہے، ہماری رائے کی وقعت ہے اس سے قومیں بنتی ہیں، جبر سے اور دوسروں کا منہ بند کرنے اور رائے نہ لینے سے قوم میں احساس کمتری پیدا ہو جاتا ہے محمد رسول اللہ صلعم نے قوم کو اوپر اُٹھایا امور مہمہ میں ان کی رائے لینا ضروری سمجھا جس سے ان کے اخلاق بلند ہو گئے۔

فتح مبین کس طرح ہوئی

تو ایسے نازک حالات میں یہ آیت انا فتحنا لک فتحاً مبینا اتری، حضرت عمرؓ نے سن کر آپ سے عرض کیا افتح ھو یا رسول اللہ، یا رسول اللہ کیا یہ فتح ہے؟ آپ نے جواب دیا والذی نفسی بیدہ ھو فتح حضور نبی کریم کا ایمان کامل تھا اور پہاڑ کی طرح مضبوط تھا اور اس کا اثر قوم پر ہے، یہ فتح اس طرح ہوئی کہ ابو جندل اور ابو بصیر مکہ سے نکل کر دوسری جگہ جا کر آباد ہو گئے اور دوسرے لوگ بھی جو مکہ میں مسلمان ہونے اسی بستی میں جا کر آباد ہو جاتے اس سے ایک اور مسلمانوں کی بستی بن گئی، اسی طرح میل جول اور تعلقات سے مسلمانوں کے اخلاق دیکھ کر لوگ مسلمان ہوتے جاتے، یہ تھی فتح مبین، فتح مبین کا لطف اسکو آتا ہے جس کے سامنے مشکلات ہوں، جس کو ایسے حالات میں گزرنا پڑا ہو، جیسے رسول اللہ صلعم کو پیش آئے ایسے مشکل حالات کے اندر ایسی بات کہنا کہ یہ فتح مبین ہے اپنے نفس کی بات نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ مسلمانوں کی جمعیت بڑھی۔ پھر خدا کے فضل سے مکہ معظمہ فتح ہوا جس کے بعد دوسرے ممالک بھی فتح ہوئے اور نامساعد حالات میں جو پیشگوئیاں کی گئی تھیں ان کے پورا ہونے سے مسلمانوں کے ایمان و عرفان میں زیادتی ہوئی۔

پاکستان کا استحکام نیکی اور تقوی سے ہوگا

تو خدا نے یہ کیوں کہا کہ فتح مبین ہوگی، سلطنت کا وعدہ کیوں کیا؟ حقیقت یہ ہے کہ سلطنت اور حکومت سے اخلاق میں بلندی پیدا ہوتی ہے، جن لوگوں کے ہاتھ میں سلطنت آتی ہے ان کے خیالات اور اخلاق بہت بلند ہو جاتے ہیں ہمیں بھی خدا تعالے نے پاکستان کی صورت میں ایک بہت بڑی سلطنت دی ہے ہمیں چاہیئے کہ اس نعمت کی قدر کریں اور سب مل کر اسکو مضبوط اور مستحکم کرنے کی کوشش کریں، جب تک ہم اپنے اخلاق کو درست نہ کریں اپنی بدکرداریوں کو نہ چھوڑیں، اس وقت تک ہم پاکستان کو مضبوط نہیں کر سکتے کہا جاتا ہے کہ جب تک اسلامی قانون نہ بنے اس وقت تک کچھ نہیں ہو سکتا، اسلامی قانون کیا ہے؟ نیکی کا رستہ اختیار کرنا اسلامی قانون ہے کس نے کہا ہے کہ سچ نہ بولو، کون کہتا ہے برا رستہ اختیار کرو، کس نے کہا ہے چوری کرو، کس نے رشوت لینے کا حکم دیا ہے؟ پھر کیوں ان برائیوں کو نہیں چھوڑتے اور نیکی کا رستہ اختیار نہیں کرتے؟ یاد رکھئے سلطنتیں ملتی ہیں اور چلی بھی جاتی ہیں، ہمارے سامنے ہری سنگھ چلا گیا، بادشاہ بھی ذلیل ہو جاتے ہیں، قومیں ذلیل ہو جاتی ہیں، اگر وہ نیکی کے طریق کو چھوڑ دیں اور رعایا کے حقوق کو پامال کریں۔

پاکستان کے لئے ازبس ضروری ہے، کہ ہم سب کے سب خدا سے ڈر کر زندگی بسر کریں اس کے سوائے کوئی نسخہ نہیں، جو استحکام سلطنت کا باعث ہو ایک ایک آدمی، مرد و عورت کہ مجھے خدا کو جواب دینا ہے اس لئے فکر کرو کہ اگر وہ ناراض ہو گیا تو کچھ بھی نہ رہیگا، دنیا بھی

احباب سلسلہ کی خدمت میں ضروری گذارش

دفتر سے قریباً ہر ماہ ماہوار چندوں اور خسارہ بجٹ کی تحریک کے متعلق احباب سلسلہ کو یاد دہانی کرائی جاتی ہے جہاں ہم کارکنان انجمن تمام ایسے احباب کے جو ہماری گذارشات پر توجہ مبذول کرتے ہیں شکر گذار ہیں ہمیں ان احباب سے یاد دہانی کرنا ہے جو ادائے فرض میں تساہل فرماتے ہیں۔

گذشتہ ماہ ہمارے آنریری جنرل سیکرٹری خان بہادر غلام ربانی خان صاحب سلسلہ کی طرف سے بھی ایک مطبوعہ اپیل فرداً فرداً احباب سلسلہ کی خدمت میں ارسال کی گئی تھی اس اپیل میں انجمن کی مالی ضروریات کا کافی وضاحت کے ساتھ ذکر کیا گیا تھا اور احباب کی توجہ اس امر کی طرف منعطف کرائی گئی تھی کہ ممالک غیر کے تبلیغی اداروں کے لئے روپے کی سخت ضرورت درپیش ہے۔ آخر قومی کام قوم کے سرمایہ سے سرانجام پا سکتے ہیں۔ اور جس قوم نے یہ عظیم الشان ادارے قائم کئے ہیں اس کا فرض ہے کہ وہ انکی ضروریات کا بھی انتظام کرے۔

اس میں شک نہیں کہ بعض دوستوں نے اس اپیل پر اپنی فرض شناسی کا ثبوت دیا ہے لیکن ابھی ضرورت ہے کہ ساری قوم بلا استثنا اپنے فرض کو محسوس کرے۔ یقیناً ہم میں سے کوئی بھی نہیں چاہتا کہ جس عمارت کو ہم نے سالہا سال کی محنت شاقہ اور ہزاروں لاکھوں روپیہ کے خرچ سے کھڑا کیا ہے اس کو ہماری تھوڑی سی غفلت سے نقصان پہنچ جائے۔

مکرم جنرل سیکرٹری صاحب کی اپیل کے خلاصہ کو میں اپنے لفظوں میں دوہراتا ہوا احباب کی خدمت میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ

(۱) جن صاحبوں اور جن احباب .... نے اب تک خسارہ بجٹ میں حصہ نہیں لیا یا ابھی کچھ قسط باقی ہے وہ اب ادا کر کے عنداللہ ماجور ہوں، اور

(۲) جن دوستوں کے نام ماہوار چندوں کا بقایا ہے وہ بھی ادا کر کے شکریہ کا موقعہ دیں۔ اگر تمام احباب اس طرف توجہ فرمائیں گے تو انجمن کو کافی مالی سہولت بہم پہنچ سکے گی اور ان کو ثواب عظیم حاصل ہوگا۔

مرتضیٰ خان

جلسہ فنڈ

احباب فوری توجہ فرمائیں

اخبار پیغام صلح کی کسی گذشتہ اشاعت میں مکرم خانبہادر غلام ربانی خانصاحب آنریری جنرل سیکرٹری انجمن کی طرف سے ایک مبسوط اپیل احباب سلسلہ کے نام شائع ہو چکی ہے جس میں آپ نے قوم کے تمام افراد کو شرکت جلسہ کی دعوت دی ہے اور اس کے ساتھ ہی آپ نے استدعا کی ہے کہ ہر فرد سلسلہ کو بلا استثنا مثل سابق اخراجات جلسہ میں حصہ لینا چاہیئے۔ حال ہی میں دفتر تحصیل کی طرف سے تمام احباب کے نام جلسہ فنڈ کی ادائیگی کے لئے خطوط لکھے گئے ہیں اور ہر دوست کے نام ایک رقم معین کر دی گئی ہے۔ اب بذریعہ اخبار احباب کی خدمت میں گذارش ہے کہ حتی الامکان جلسہ فنڈ کی رقم مرکز میں جلد ارسال فرما کر مشکور فرمائیں۔

نومبر کا نصف ماہ گذر چکا ہے۔ انعقاد جلسہ میں تھوڑے دن باقی ہیں احباب کو جلسہ فنڈ کی ادائیگی میں تاخیر نہیں کرنا چاہیئے اور زیادہ سے زیادہ آخر نومبر تک رقم ارسال کر دینی چاہیئے اخراجات جلسہ کے لئے رقم کا انعقاد جلسہ سے پیشتر جمع ہونا بہت ضروری ہے تاکہ منتظمین کو خرید اشیاء اور دیگر انتظامات کے لئے سہولت ہو سکے۔

جماعتوں کے سیکرٹری صاحبان اور سلسلہ کے مبلغین کرام اور جمعہ کے خطیبوں کی خدمت میں گذارش ہے کہ وہ اپنی اپنی جماعت میں اس ضروری فنڈ کی تحریک کر کے رقم مرکز میں بھجوانے کی تاکید فرمائیں۔ والسلام۔

مرتضیٰ خان
از دفتر تحصیل

سورت فاتحہ کے معارف عالیہ

(بقیہ از صفحہ ۲)

ان پانچوں حضرات کی والدہ تو رب الارباب ہی کہلاتی کیونکہ یہ پانچوں حضرات روحانی اور جسمانی قوتوں میں اسی سے فیض یاب ہیں۔ عیسائیوں نے ابن مریم کی بے جا تعریف میں بہت سا افترا بھی کیا ہے، مگر پھر بھی اس کے نقصانوں کو چھپا نہ سکے اور اس کی آلودگیوں کا آپ اقرار کر کے پھر خواہ نخواہ اسکو خدا تعالے کا بیٹا قرار دیا۔ یوں تو عیسائی اور یہودی اپنی عجیب کتابوں کی رو سے سب خدا کے بیٹے ہی ہیں بلکہ ایک آیت کے رو سے آپ ہی خدا ہیں مگر ہم دیکھتے ہیں کہ بدھ مت والے اپنے افترا اور اختراع میں ان سے اچھے رہے۔ کیونکہ انہوں نے بدھ کو خدا ٹھہرا کر پھر ہرگز اس کے لئے یہ تجویز نہیں کیا کہ اس نے پلیدی اور ناپاکی کی راہ سے تولد پایا تھا یا کسی قسم کی نجاست کھائی تھی۔ بلکہ ان کا بدھ کی نسبت یہ اعتقاد ہے کہ وہ منہ کے راستے سے پیدا ہوا تھا۔ (باقی دارد)

جلسہ سالانہ کی اہمیت

"خدارا سب کے سب اکٹھے ہو کر ایک دفعہ پھر وہ ولولہ اور جنون پیدا کریں جس سے دینِ احمد کو تازگی ملے"

حضرت صاحب صدر کا پیغام برادرانِ ملت کے نام

برادرانِ مکرم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آپ کا سالانہ جلسہ قریب آ رہا ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ نے اغراض جلسہ کی اہمیت کو کئی پہلوؤں سے بیان فرمایا ہے اور سب سے بڑی غرض بیعت کی یہ ہے کہ تا دنیا کی محبت ٹھنڈی ہو۔ اور اللہ تعالیٰ اور حضور نبی کریمؐ کی محبت اور قرآن کریم کی عظمت دلوں پر غالب آ جائے حضرت مسیح موعودؑ اور دیگر بزرگان سلسلہ یکے بعد دیگرے داغ مفارقت دیکر اپنے مولیٰ حقیقی سے جا ملے۔ مرورِ زمانہ سے وہ روح پرور نظارے ہماری آنکھوں سے اوجھل...... ہوتے جا رہے ہیں ہم کو بھی مل کر اپنا اپنا محاسبہ کرنا چاہیئے اور جس طرح قصاب اپنی کند چھریوں کو آپس میں رگڑ کر تیز کر لیتا ہے۔ ہم بھی جلسہ سالانہ پر ایک دوسرے سے باہم رگڑ کھانے سے اپنے جمود کو از سرِ نو تازگی سے بدل لیویں جس طرح دو سبز درخت آپس کی رگڑ سے ایک تیسری چیز آگ پیدا کر لیتے ہیں۔ اسی طرح ایام جلسہ میں ایک دوسرے سے رگڑ کھا کر اپنے آپ کو گرما لیویں گرمی پیدا ہونے سے ہماری غفلت دور ہو گی۔ آپ کی جماعت کے اندر اللہ تعالیٰ کے فضل سے اہل دل بھی ہیں۔ ملہم بھی ہیں۔ خدا کی رحمت سے کچھ بعید نہیں ہے۔ کہ ایک دوسرے کی صحبت سے جو ایام جلسہ میں ہم کو ملے گی۔ ہم اپنی غفلت سے بیدار ہو جاویں علاوہ دیگر فوائد کے جو قومی اجتماعوں سے حاصل ہوتے ہیں سب سے بڑا فائدہ یہی ہے کہ ہمارے دلوں کے اندر ایک انقلاب پیدا ہو جاوے اور اپنے فرائض کا احساس پیدا ہو۔ یاد رکھیں زبانی تقریروں اور لچھے دار لیکچروں سے وہ لذت حاصل نہیں ہوتی۔ جو نیک نمونہ سے ہوتی ہے نیک نمونہ بننے کی ہر بھائی دل و جان سے کوشش کرے اور خدائے واحد کے حضور گریہ و زاری سے دعا کرے تا کہ وہ پاک ذات ہماری ان رگوں کو جن سے ہمارے دل بھرے ہوئے ہیں دور فرما دے۔ اگر لذت دعا میں نہ آوے تو ایک دفعہ تکلف سے خدا کے حضور آنسو بہانے کی کوشش کریں اور جب تک سرور حاصل نہ ہو اسی تکلف سے التزام کے ساتھ اس کے حضور جھکے رہیں خدا چاہے تو ایک وقت آ جاویگا جب بغیر تکلف و بناوٹ کے آپکو خدا کے حضور دعا میسر ہو گا اور گناہ کی زہر سے آپکو نجات ملیگی۔ جیسا کہ میں نے اوپر ذکر کیا ہی اسی غرض کیلئے حضرت صاحب نے یہ قومی اجتماع کی بنیاد ڈالی تھی اس اہمیت کے پیش نظر میں ہر ایک بھائی اور بہن کی خدمت میں بڑے ادب سے گذارش کرونگا کہ جلسہ سالانہ میں بشرط صحت و فرصت ضرور شامل ہوں۔ آپس میں ملنے کا موقع ملیگا اور اجنبیت اور آپس کی فکر رنجی کو (اگر کوئی ہو) دور کرنے کے لئے خدائے برتر کی درگاہ میں عجز و انکساری سے مل کر شانہ بشانہ کھڑے ہو کر دعائیں کریں گے۔ جو بلند مرتبہ کام ہمارے سپرد ہے اسکو خوش اسلوبی سے نبھانے کی توفیق رب العزت سے طلب کریں گے۔ بلاشبہ بعض کو مشکلات بھی ہوں گی سفر کی کوفت بھی ہو گی۔ جو اپنے گھروں میں کسی کو آرام ملتا ہے وہ آرام یہاں میسر نہیں آئیگا لیکن جبکہ تم نے ایک خدا کے مامور کے ہاتھ پر دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا عہد کیا ہوا ہے تو اپنے آپ کو مصائب و مشکلات میں ڈالے بغیر یہ مقصد پورا نہیں ہو سکتا۔ لہذا خدا تعالیٰ کی خوشنودگی کو مقدم کرتے ہوئے جس طرح بھی بن پڑے مرکز کو روانگی کا عزم کر لو۔ خدا آپ کے ساتھ ہو گا جو اسکی رضا کے لئے کوئی بھی کام کرتے ہیں وہ کبھی بھی ناکام نہیں ہوتے خدارا سب کے سب اکٹھے ہو کر ایک دفعہ پھر وہ ولولہ جذبہ اور جنون پیدا کریں جس سے دینِ احمد کو تازگی ملے اور قرآن کریم کی اشاعت اس پیمانہ تک پہنچ جاوے جو حق ہی اشاعت کا۔ حرکت میں ہمیشہ برکت ہوتی ہو۔ اور ایسی حرکت جو محض دین خدا کیلئے ہو۔ دنیا کی کوئی ملونی نہ ہو تو وہ حرکت کیوں بابرکت نہ ہو گی۔ مقلب القلوب خدا کی ذات ہی ہے وہ ہمارے دلوں کو اس اہم قومی اجتماع میں شمولیت کے لئے مائل کر دیوے۔ قلم بازبان

سورت فاتحہ کے معارف عالیہ

سورت فاتحہ کی تفسیر لطیف حضرت مسیح موعودؑ کے قلم سے

بسلسلہ اشاعت گذشتہ

منافی الوہیت باتیں

افسوس عیسائیوں نے بہت سی جعلسازیاں تو کیں مگر یہ جعلسازی نہ سوجھی کہ مسیح کو کبھی منہ کے راستہ سے ہی پیدا کرتے اور اپنے خدا کو پیشاب اور پلیدی سے بچاتے اور نہ یہ سوجھی کہ موت کو جو حقیقت الوہیت سے بکلی منافی ہے اس پر وارد نہ کرتے اور نہ یہ خیال آیا کہ جہاں مریم کے بیٹے نے انجیلوں میں اقرار کیا ہے کہ میں نہ نیک ہوں اور قادر مطلق ہوں نہ خود بخود آیا ہوں نہ عالم الغیب ہوں نہ دعا کی قبولیت میرے ہاتھ میں ہے۔ میں صرف ایک عاجز بندہ اور مسکین آدم زاد ہوں کہ جو ایک مالک رب العالمین کا بھیجا ہوا آیا ہوں۔ ان سب مقاموں کو انجیل سے نکال ڈالنا چاہیئے۔

برہمو مذہب میں خدا کا تصور

اب خلاصہ کلام یہ ہے کہ جو عظیم الشان صداقت الحمد للہ کے مضمون میں ہے وہ بجز پاک اور مقدس مذہب اسلام کے کسی دوسرے مذہب میں ہرگز پائی نہیں جاتی۔ لیکن اگر برہمو لوگ کہیں صداقت مذکورہ بالا کے ہم قائل ہیں تو جاننا چاہیئے کہ وہ بھی اپنے اس بیان میں جھوٹے ہیں کیونکہ ہم اسی مضمون میں لکھ چکے ہیں کہ برہمو لوگ خدا تعالےٰ کے لئے گونگا اور غیر متکلم ہونا اور نطق پر ہرگز قادر نہ ہونا اور اپنے علوم کے القا اور الہام سے عاجز ہونا تجویز کرتے ہیں۔ اور جو حقیقی اور کامل ہادی میں صفات کاملہ ہونی چاہئیں ان صفات سے اسکو خالی سمجھتے ہیں بلکہ اس قدر ایمان بھی انہیں نصیب نہیں کہ وہ خدا تعالیٰ کی نسبت یہ اعتقاد رکھیں کہ اپنی ہستی اور الوہیت کو اس نے اپنے ارادے اور اختیار سے دنیا میں ظاہر کیا ہے برخلاف اس کے وہ تو یہ کہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ ایک مردہ یا ایک پتھر کی طرح کسی گوشہ گمنامی میں پڑا ہوا تھا عقلمندوں نے آپ محنتیں کر کے اس کے وجود کا پتہ لگایا اور اس کی خدائی کو دنیا میں مشہور کیا۔ پس ظاہر ہے کہ وہ بھی مثل اپنے اور بھائیوں کے محامد کاملہ حضرت احدیت سے منکر ہیں بلکہ جن تعریفوں سے اسکو یاد کرنا چاہیئے وہ تمام تعریفیں اپنے نفس کی طرف منسوب کرتے ہیں

رب العلمین۔ الرحمن۔ الرحیم کی ترتیب طبعی

رب العالمین الرحمٰن۔ الرحیم۔ مالک یوم الدین اس جگہ سورۃ فاتحہ میں اللہ تعالےٰ نے اپنی چار صفتیں بیان فرمائیں یعنی رب العالمین، رحمان، رحیم، مالک یوم الدین اور ان چار صفتوں میں سے رب العالمین کو سب سے مقدم رکھا اور پھر بعد اس کے صفت رحمان کو ذکر کیا۔ پھر صفت رحیم کو بیان فرمایا۔ پھر سب کے اخیر صفت مالک یوم الدین کو رکھا۔ پس سمجھنا چاہیئے کہ یہ ترتیب خدا تعالےٰ نے کیوں اختیار کی۔ اس میں نکتہ یہ ہے کہ ان صفات اربعہ کی ترتیب طبعی یہی ہے اور اپنی واقعی صورت میں اسی ترتیب سے یہ صفتیں ظہور پذیر ہوتی ہیں۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ دنیا پر خدا کا چار طور پر فیضان پایا جاتا ہے جو غور کرنے سے ہر ایک عاقل اسکو سمجھ سکتا ہے۔

پہلا فیضان ربوبیت

پہلا فیضان فیضان اعم ہے۔ یہ وہ فیضان مطلق ہے کہ جو بلا تمیز ذی روح وغیر ذی روح افلاک سے لیکر خاک تک تمام چیزوں پر علی الاتصال جاری ہے اور ہر یک چیز کا عدم سے صورت وجود پکڑنا اور پھر وجود کا حد کمال تک پہنچنا اسی فیضان کے ذریعہ سے ہے اور کوئی چیز جاندار ہو یا غیر جاندار اس سے باہر نہیں اسی سے وجود تمام ارواح و اجسام ظہور پذیر ہوا اور ہوتا ہے اور ہر یک چیز نے پرورش پائی اور پاتی ہے۔ یہی فیضان تمام کائنات کی جان ہے اگر ایک لحظہ منقطع ہو جائے تو تمام عالم نابود ہو جائے اور اگر نہ ہوتا تو مخلوقات میں سے کچھ بھی نہ ہوتا اسکا نام قرآن شریف میں ربوبیت ہے اور اسی کے رُو سے خدا کا نام رب العالمین ہے جیسا کہ اس نے دوسری جگہ بھی فرمایا ہے وھو رب کل شیءٍ الجزو نمبر ۸ یعنے خدا ہر ایک چیز کا رب ہے اور کوئی چیز عالم کی چیزوں میں سے اس کی ربوبیت سے باہر نہیں سو خدا نے سورۃ فاتحہ میں سب صفات فیضانی میں سے پہلے صفت رب العالمین کو بیان فرمایا اور کہا الحمد للہ رب العالمین یہ اس لئے کہا کہ سب فیضانی صفتوں میں سے تقدم طبعی صفت ربوبیت کو حاصل ہے یعنے ظہور کے رُو سے یہی صفت مقدم الظہور اور تمام صفات فیضانی سے اعم ہے۔ کیونکہ ہر ایک چیز پر خواہ جاندار ہو خواہ غیر جاندار مشتمل ہے۔

دوسرا فیضان عام

پھر دوسرا قسم فیضان کا جو دوسرے مرتبہ پر واقعہ ہے فیضان عام ہے اس میں اور فیضان اعم میں یہ فرق ہے کہ فیضان اعم تو ایک عام ربوبیت ہے جس کے ذریعہ سے کل کائنات کا ظہور اور وجود ہے اور یہ فیضان جس کا نام فیضان عام ہے یہ ایک خاص عنایت ازلیہ ہے جو جانداروں کے حال پر مبذول ہے۔ یعنی ذی رُوح چیزوں کی طرف حضرت باری کی جو ایک خاص توجہ ہے اس کا نام فیضان عام ہے اور اس فیضان کی یہ تعریف ہے کہ یہ بلا استحقاق اور بغیر اس کے کہ کسی کا کچھ حق ہو سب ذی روحوں پر حسب حاجت ان کے جاری ہے کسی کے عمل کا پاداش نہیں اور اسی فیضان کی برکت سے ہر یک جاندار جیتا جاگتا کھاتا پیتا اور آفات سے محفوظ اور ضروریات سے متمتع نظر آتا ہے اور ہر یک ذی روح کے لئے تمام اسباب زندگی کے جو اس کے لئے یا اس کے نوع کے بقا کے لئے مطلوب ہیں میسر نظر آتے ہیں۔ اور یہ سب آثار اسی فیضان کے ہیں کہ جو کچھ رُوحوں کو جسمانی تربیت کے لئے درکار ہے سب کچھ دیا گیا ہے۔ اور ایسا ہی جن روحوں کو علاوہ جسمانی تربیت کے روحانی تربیت کی بھی ضرورت ہے یعنی روحانی ترقی کی استعداد رکھتے ہیں ان کے لئے قدیم سے عین ضرورتوں کے وقتوں میں کلام الٰہی نازل ہوتا رہا ہے، غرض اسی فیضان رحمانیت کے ذریعہ سے انسان اپنی کروڑ ہا ضروریات پر کامیاب ہے۔ سکونت کے لئے سطح زمین روشنی کے لئے چاند اور سورج دم لینے کے لئے ہوا پینے کے لئے پانی، کھانے کے لئے انواع اقسام کے رزق اور علاج امراض کے لئے لاکھوں طرح کی ادویہ اور پوشاک کے لئے طرح طرح کی پوشیدنی چیزیں اور ہدایت پانے کے لئے صحف ربانی موجود ہیں اور کوئی یہ دعوےٰ نہیں کر سکتا۔ کہ یہ تمام چیزیں میرے عملوں کی برکت سے پیدا ہو گئیں ہیں اور میں نے ہی کسی پہلے جنم میں کوئی نیک عمل کیا تھا جس کی پاداش میں یہ بیشمار نعمتیں خدا نے بنی آدم کو عنایت کیں پس ثابت ہے کہ یہ فیضان جو ہزارہا طور پر ذی روحوں کے آرام کے لئے ظہور پذیر ہو رہا ہے یہ عطیہ بلا استحقاق ہے جو کسی عمل کے عوض میں نہیں فقط ربانی رحمت کا ایک جوش ہے تا ہر یک جاندار اپنے فطرتی مطلوب کو پہنچ جائے اور جو کچھ اس کی فطرت میں حاجتیں ڈالی گئیں وہ پوری ہو جائیں۔ پس اس فیضان میں عنایت الٰہیہ کا کام یہ ہے کہ انسان اور جمیع حیوانات کی ضروریات کا تعہد کرے اور انکی بائست اور نابائست کی خبر رکھے تا وہ ضائع نہ ہو جائیں اور انکی استعدادیں پوشیدہ نہ رہیں اور اس صفت فیضانی کا خدا تعالیٰ کی ذات میں پایا جانا قانون قدرت کے ملاحظہ سے نہایت بدیہی طور پر ثابت ہو رہا ہے کیونکہ کسی عاقل کو اس میں کلام نہیں کہ چاند اور سورج اور زمین اور عناصر وغیرہ ضروریات دنیا میں پائی جاتی ہیں، جن پر تمام ذی روحوں کی زندگی کا مدار ہے اسی فیضان کے اثر سے ظہور پذیر ہیں اور ہر یک متنفس بلا تمیز انسان و حیوان و مومن و کافر، نیک و بد حسب حاجت اپنے فیوض مذکورہ بالا سے مستفیض ہو رہا ہے۔ اور کوئی ذی روح اس سے محروم نہیں۔ اور اس فیضان کا نام قرآن شریف میں رحمانیت ہے، اور اسی کے رو سے خدا کا نام سورۃ فاتحہ میں بعد صفت رب العالمین رحمٰن آیا ہے، جیسا کہ فرمایا ہے۔ الحمد للہ رب العالمین۔ الرحمٰن۔

(باقی دارد)

خط و کتابت کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیں

پیغام صلح لاہور
جلد ۴۰ | لاہور چہارشنبہ مورخہ ۸ ربیع الاول ۱۳۷۲ھ | نمبر ۴۵

مکتوب مفتوح
بنام جناب مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب

مکرمی جناب میاں صاحب !
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ
اخبار "الفضل" مورخہ ۲۹ ر اکتوبر ۱۹۵۲ء میں آپ کا ایک مضمون بعنوان :-

" اخبار پیغام صلح کے اس بیان کی تردید کہ مبایعین نے اپنے عقاید بدل لئے ہیں"

شائع ہوا ہے جس میں آپ نے میرے ایک مضمون مندرجہ پیغام صلح مورخہ ۱۵ ر اکتوبر کا ذکر کیا ہے اور اپنا ایک خط بھی نقل کیا ہے جو میرے نام آپ نے لکھا تھا۔

آپ کے اس مضمون کو پڑھکر میں نے ایک خط آپ کو لکھا جس کی نقل حسب ذیل ہے :-

مکرمی جناب میاں صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ - مزاج شریف - اخبار الفضل مجریہ ۲۹ ر اکتوبر ۱۹۵۲ء ۲۵۲ میں "مبائعین نے اپنے عقاید بدل لئے ہیں" کے عنوان سے آپ کا ایک مضمون شائع ہوا ہے اپنے دل کی تسلی کے لئے میری سخن فہمی پر کچھ ریمارکس فرمائے ہیں جزاک اللہ
حضرت مسیح موعود کے خادم ہونے کی حیثیت کی وجہ سے اور انسانی شرافت کے تقاضا سے میں آپ کے متعلق کچھ ایسے ریمارکس کرنا معیوب سمجھتا ہوں - آپ کے مضمون کی اشاعت کے بعد میرا اخلاقی فرض ہے کہ اصل حالات پر روشنی ڈالوں، پڑھنے والے خود فیصلہ کرلیں گے کہ میں نے کہاں تک آپ کے خطوط سے صحیح یا غلط نتیجہ نکالا لہذا آپ اخبار الفضل کے کارکنوں کو ہدایت کریں کہ وہ میرے مضمون کو اپنی اخبار میں شائع کردیں جناب کے جواب آنے پر میں مضمون برائے اشاعت انکو بھیجدوں گا، میرے تین خطوط کے جواب کی انتظار ہے - والسلام نیازمند میاں محمد"

اس خط کے جواب میں آپ کا خط نوشتہ مجھے ملا - کہ آپ میرے مضمون کو الفضل میں شائع کرنے کی اجازت نہیں دیتے اب میں ذیل واقعات آپ کے سامنے رکھتا ہوں اعلاس آپ کو بذریعہ پیغام صلح آپ ہی کے انصاف پر چھوڑتا ہوں کہ آیا ان سے میرے اس بیان کی تصدیق ہوتی ہے یا نہیں جو میں نے آپ کے خطوط کی بناء پر ۱۵ ر اکتوبر کے "پیغام صلح" میں شائع کیا

سب سے پہلی بات جو میں اس سلسلہ میں عرض کرنا چاہتا ہوں یہ ہے کہ مجھے ۲۹ ر اکتوبر کے الفضل میں آپ کا محولہ بالا مضمون پڑھکر بہت ہی تعجب ہوا کہ آپ ان باتوں کی تردید کر رہے ہیں جو میرے پاس آپ کی لکھی ہوئی موجود ہیں، انصاف کا تقاضا تو یہ تھا کہ آپ اپنی ایک چٹھی شائع کرنے کے بجائے اس تمام خط وکتابت کو جو ۲۹ ر اکتوبر تک میرے اور آپ کے مابین ہوئی من وعن شائع کر دیتے، تاکہ ہر شخص اس کو پڑھ کر معلوم کر لیتا کہ حقیقت کیا ہے۔

معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو "پیغام صلح" مورخہ ۱۵ ر اکتوبر میں جو حضرت امیر المومنین مولینا محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی یادگار میں نکالا گیا میرا بیان اس وجہ سے ناگوار گذرا کہ میں نے اس کے ساتھ حضرت امیر مرحوم کا بھی ایک بیان نقل کیا تھا جو ان کی کتاب "تحریک احمدیت" میں بطور پیشگوئی درج ہے اور وہ حسب ذیل ہے :-

" حضرت مسیح موعودؑ کے پیرووؤں میں سے ایک گروہ یعنے جماعت قادیان نے حضرت مرزا صاحب کو مدعی نبوت قرار دیا ہے لیکن ابھی تک وہ درمیانی حالت میں ہیں اگرچہ اس نبوت کے نتیجہ کے طور پر انہوں نے روئے زمین کے کل مسلمانوں کو کافر کہا ہے مگر ابھی تک کوئی نیا کلمہ اپنے لئے تجویز نہیں کیا یعنے عقیدتاً وہ یوں تو مانتے کہ کوئی شخص جب تک حضرت مرزا صاحب پر ایمان لاکر آپ کی بیعت نہ کرے اس وقت تک دائرہ اسلام میں داخل نہیں ہوسکتا - مگر کوئی اپنا الگ کلمہ بنانے سے انکار کرتے ہیں اور کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا ہی اقرار کرتے ہیں یہ ایک درمیانی اور تذبذب کی حالت ہے اور بالآخر یا وہ حضرت مسیح موعودؑ کی نبوت کے عقیدہ سے رجوع کریں گے یا اپنا الگ کلمہ اور الگ مذہب بنالیں گے"

حضرت مرحوم کے اس بیان کو نقل کرنے کے بعد میں نے لکھا تھا کہ :-

" الحمد للہ کہ قادیانی جماعت کے امام جناب مسٹر مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب نے آخر کار حضرت مسیح موعودؑ کی نبوت کے عقیدہ سے بہت کچھ رجوع کر لیا ہے اور اب وہ اپنی تحریرات کا وہی مفہوم لیتے ہیں جس کی طرف حضرت امیر مرحوم انہیں دعوت دیتے تھے - یہ حضرت مرحوم کی عظمت اور اصابت رائے کا کھلا ثبوت ہے"

ان فقرات میں اگر میں حضرت امیر مرحوم مغفور کا نام نہ لیتا تو آپ کو ہرگز پرخاش نہ ہوتی، حالانکہ ان فقرات سے زیادہ وضاحت کیساتھ میں اخبار پیغام صلح مورخہ ۱۰/۱۵ ء میں ذیل کے فقرات لکھ چکا تھا جس کی تردید آپ نے نہیں کی :-

" دوسری طرف حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کو کہنا پڑا کہ مسلمان حضرت مسیح موعود کے انکار کی وجہ سے کافر نہیں ہیں اور نہ دائرہ اسلام سے خارج ہیں، حضرت مسیح موعودؑ کا مقام امتی نبی کا ہے جسکو حضرت مسیح موعود نے محدث ومجدد کے مترادف قرار دیا ہے" (پیغام صلح ۸ ر اکتوبر ۱۹۵۲ء صلا کالم ۱)

ان فقرات پر آپ نے خاموشی اختیار کی لیکن مقدم الذکر بیان مندرجہ امیر نمبر کی تردید آپ نے ضروری سمجھی، یہ سمجھتا ہوں اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ اس میں حضرت امیر مرحوم کا نام آگیا تھا جو آپ کو کسی طرح پسند خاطر نہیں۔

خیر کچھ بھی وجہ ہو آپ اگر پوری خط وکتابت شائع کر دیتے تو بہتر ہوتا اور پڑھنے والوں کو اصل حقیقت آسانی سے سمجھ آسکتی لیکن چونکہ آپ نے ایسا نہیں کیا اس لئے میں اپنا اخلاقی فرض سمجھتا ہوں کہ آپ کے وہ الفاظ پیش کروں جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپ نے اپنے عقائد دربارہ نبوت وکفر واسلام سے رجوع کر لیا ہے لیکن اس سے پہلے میں یہ بتا دینا چاہتا ہوں میں نے خط وکتابت کرتے وقت کبھی اس طریق کو اختیار نہیں کیا کہ آپ کے موجودہ عقاید کا جن کا ذکر آپ نے اپنے خط میں کیا ہے سابقہ عقاید سے مقابلہ کرکے یہ دکھلاؤں کہ آپ پہلے تو ایسا فرمایا کرتے تھے اور اب آپ یوں کہتے ہیں مجھے کسی قسم کی بحث کرنا یا ہار جیت مدنظر نہ تھی، بلکہ حق جوئی اور حضرت مسیح موعود کی پوزیشن کو صاف کرنا مدنظر تھا، لیکن اب چونکہ آپ نے میرے ان تاثرات کی تردید کی ہے جو آپ کی خط وکتابت سے مجھ پر ہوئے، اسلئے میں ضروری سمجھتا ہوں کہ پہلے آپ کے سابقہ عقاید کو نقل کر دوں، جن سے میں سمجھتا ہوں کہ آپ نے رجوع کر لیا ہے اس سلسلہ میں سب سے پہلے آپ کی وہ تحریر نقل کرتا ہوں جس میں آپ نے منکر مسیح موعودؑ کو کافر اور دائرہ اسلام سے خارج قرار دیا تھا اور اس بات کو تسلیم کیا تھا کہ حضرت صاحب فی الواقعہ نبی ہیں آئینہ صداقت ص۳۵ پر حضرت مولنا محمد علی صاحب مرحوم کی طرف سے تبدیلی عقیدہ کے الزام کا ذکر کرتے ہوئے آپ لکھتے ہیں

" یہ تبدیلی عقیدہ مولوی صاحب تین امور کے متعلق بیان کرتے ہیں (اول) یہ کہ میں نے حضرت مسیح موعود کے متعلق یہ خیال غلط پھیلایا ہے کہ آپ فی الواقعہ نبی ہیں (دوم) یہ کہ آپ آیت اسمہٗ احمد کی پیشگوئی مذکورہ قرآن شریف کے مصداق ہیں (سوم) یہ کہ کل مسلمان جو حضرت مسیح موعودؑ کی بیعت میں شامل نہیں ہوئے خواہ انہوں نے حضرت مسیح موعود کا نام بھی نہیں سنا وہ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں میں تسلیم کرتا ہوں کہ میرے یہ عقائد ہیں لیکن اس بات کو تسلیم نہیں کرتا کہ ۱۹۱۴ء یا اس سے تین چار سال پہلے میں نے یہ عقاید اختیار کئے ہیں"

آپ کے ان فقرات سے یہ امر واضح ہے کہ آپ حضرت مسیح موعودؑ کو فی الواقعہ نبی سمجھتے رہے ہیں، اور تمام مسلمانوں کو جو ان کی بیعت میں شامل نہیں ہوئے دائرہ اسلام سے خارج قرار دیتے رہے ہیں اب میں آپ کے خطوط میں سے جو میرے نام آئے ہیں وہ فقرات نقل کرتا ہوں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ نے ان عقائد سے رجوع فرمایا ہے۔

(۱) آپ اپنے خط مورخہ ۲۸ ر اگست ۱۹۵۲ء میں لکھتے ہیں :-

" دائرہ اسلام کا لفظ میری تحریروں میں ایک جگہ یہ استعمال ہوا مجھے یاد ہے لیکن وہ مولوی محمد علی صاحب کی الزامی تحریروں سے میں نے لیا ہے اور اسکو میں نے تسلیم کرلیا ہے میں سمجھتا ہوں کہ ان سے بہتر الفاظ استعمال ہوسکتے تھے بہرحال میری تشریحات دوسری جگہ پر موجود ہیں کہ درحقیقت

"جو حضرت مسیح موعودؑ کا انکار کرتا ہے وہ آپ کے انکار کی وجہ سے کافر نہیں بلکہ اس کے انکار کی وجہ سے کافر ہے جس نے آپ کی پیشگوئی کی اور یہ میری تحریرات میں صاف موجود ہے کہ ہم جب حضرت مسیح موعودؑ کے منکر کے لئے کافر کا لفظ بولتے ہیں تو اس سے صرف حضرت مسیح موعود کا انکار مراد ہوتا ہے، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قرآن کریم یا خدا تعالیٰ کی ذات کا انکار مراد نہیں ہوتا"

ان فقرات کو آئینہ صداقت کی منقولہ بالا عبارت کے مقابلہ میں رکھکر دیکھ لیجئے کہ میں نے جو "رجوع" کا لفظ استعمال کیا، اور یہ لکھا کہ آپ کو کہنا پڑا ہے کہ "مسلمان حضرت مسیح موعود کے انکار کی وجہ سے کافر نہیں ہیں نہ دائرہ اسلام سے خارج ہیں" یہ صحیح ہے یا نہیں میں لمبی بحث میں جانا نہیں چاہتا، کیونکہ اس سے زیر بحث امر کے خلط ملط ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے مختصر اور موٹی بات ہے، آئینہ صداقت میں آپ نے تسلیم کیا تھا کہ :-

"کل مسلمان جو حضرت مسیح موعود کی بیعت میں شامل نہیں ہوئے خواہ انہوں نے حضرت مسیح موعود کا نام بھی نہیں سنا وہ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں"

اب آپ لکھتے ہیں کہ :-

"درحقیقت جو حضرت مسیح موعود کا انکار کرتا ہے وہ آپ کے انکار کی وجہ سے کافر نہیں"

کیا اس کا نام "رجوع" رکھنا غلط ہے؟ کیا میرا یہ کہنا کہ اب آپ کو کہنا پڑا ہے کہ "مسلمان حضرت مسیح موعود کے انکار کی وجہ سے کافر نہیں ہیں نہ دائرہ اسلام سے خارج ہیں" صحیح نہیں؟ دونو فقرات کو آمنے سامنے رکھکر دیکھئے اور خود ہی انصاف سے کہئے کہ میں نے کونسی غلط بات آپ کی طرف منسوب کی؟

میں نے اخبار میں لکھا:-	آپ نے خط میں لکھا ہے:-
حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کو کہنا پڑا کہ مسلمان حضرت مسیح موعود کے انکار کی وجہ سے کافر نہیں ہیں	"درحقیقت جو حضرت مسیح موعودؑ کا انکار کرتا ہے وہ آپ کے انکار کی وجہ سے کافر نہیں"

کیا یہ دونوں فقرات ایک ہی مفہوم کو ظاہر نہیں کرتے اور کیا آپ کے الفاظ آئینہ صداقت کی عبارت کے مفہوم کے صریح خلاف نہیں؟ پھر میں نے کیا گناہ کیا اگر یہ کہدیا کہ آپ نے اپنے سابقہ عقاید سے رجوع کر لیا ہے اور اس کی تردید میں جو مضمون آپ نے لکھا ہے وہ کہاں تک صحیح ہے؟

اب میں مسئلہ نبوت کو لیتا ہوں یہ مسئلہ تو فی الحقیقت اسی حل ہو گیا کہ جب آپ حضرت مسیح موعودؑ کے انکار کی وجہ سے کسی کو کافر نہیں سمجھتے تو حضرت مسیح موعود فی الواقعہ نبی بھی نہیں ہو سکتے کیونکہ آپ کا اپنا مسلمہ ہے کہ نبی کے انکار سے کفر لازم آتا ہے، تو جب حضرت مسیح موعود کے انکار سے کفر ہی لازم نہیں آتا تو وہ نبی کیسے ہو سکتے ہیں اسلئے میں یہ کہنے میں حق بجانب ہوں کہ آپ نے حضرت مسیح موعود کی نبوت کے عقیدہ سے رجوع کر لیا ہے۔ ہاں آپ نے اپنے حولہ بالا مضمون مندرجہ "الفضل" مؤرخہ ۲۹ اکتوبر میں اپنے خط کے یہ الفاظ نقل کئے ہیں جو ۱۶ جولائی ۱۹۵۲ء کو میرے نام لکھا تھا اس میں آپ لکھتے ہیں:-

"یہ درست ہے کہ میرا یہ عقیدہ نہیں ہے کہ حضرت مسیح موعود مجددیت اور محدثیت سے بڑھکر نہیں ہیں لیکن میرا عقیدہ ہے کہ نبوت مستقلہ شرعیہ اور مجددیت اور محدثیت کے درمیان خدا تعالیٰ نے اس امت کے لئے ایک عہدہ تجویز فرمایا ہے جو ایک لحاظ سے امتی اور ایک لحاظ سے نبی کا ہے اور بعینہٖ یہی حضرت مسیح موعود نے اپنے متعلق فرمایا ہے پس ہم حضرت مسیح موعود کو امتی نبی کہتے ہیں غیر امتی کے دعوے کو کفر سمجھتے ہیں"

مجھے آپ کی اس قسم کی تشریحات کو پڑھکر سخت تعجب ہوتا ہے کہ یہ تشریح آپ نے کہاں سے لی ہیں، یہ نیا عہدہ جو نبوت مستقلہ شرعیہ اور مجددیت محدثیت کے مابین آپ نے تجویز کیا ہے کہاں اور کس جگہ خدا تعالیٰ نے اس امت کیلئے تجویز فرمایا؟ میں نے آپ کی توجہ حضرت مسیح موعود کے ایک ارشاد کی طرف مبذول کی تھی جس میں انہوں نے فرمایا ہے کہ امتی نبی کا مقام انبیاء اور امم میں بطور برزخ کے ہے اس میں انہوں نے امتی نبی کو مجددیت محدثیت کے اوپر تو نہیں رکھا اور نہ انبیاء کا مقام اسے دیا ہے بلکہ نبیوں سے نیچے مجددیت کا مقام بتایا ہے فی الحقیقت امتی نبی کی جو تعریف حضرت مسیح موعود نے ازالہ اوہام میں کی ہے اس سے تو ثابت ہوتا ہے کہ "امتی نبی" کا مقام مجددیت و محدثیت سے بڑھکر نہیں، بلکہ امتی نبی محدث ہی کا دوسرا نام ہے، ملاحظہ ہوں الفاظ ذیل:-

"خلاصہ یہ بات کہ اسکو (مسیح موعود کو) امتی بھی کہا اور نبی بھی اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ دونوں شانیں امتیت اور نبوت کی اس میں پائی جائیں گی جیسا کہ محدث میں ان دونوں شانوں کا پایا جانا ضروری ہے لیکن صاحب نبوت تامہ تو صرف ایک شان نبوت ہی رکھتا ہے، غرض محدثیت دونوں رنگوں سے رنگین ہوتی ہے اس لئے خدا تعالیٰ نے براہین احمدیہ میں اس عاجز کا نام امتی بھی رکھا اور نبی بھی" (ازالہ اوہام ص۵۳۳)

اب غور کر لیجئے کہ حضرت مسیح موعود تو امتی نبی کا نام محدث رکھتے ہیں اور محدثیت ہی کو امتی نبی کا مقام قرار دیتے ہیں، اور آپ ہیں کہ اسے مجددیت و محدثیت سے اوپر لے جاتے ہیں، آخر یہ کیوں؟ کہاں سے آپ نے یہ درمیانی مقام نکالا اور حضرت مسیح موعود کے اپنے ارشادات کے یہ کہاں تک مطابق ہے؟ آپ سوچئے اور غور کیجئے کہ حضرت مسیح موعود کے مقام کو جو معمہ آپ نے بنا رکھا ہے اس کا کیا فائدہ ہے؟ صاف اور سیدھے طریق سے آپ کیوں نہیں کہتے کہ حضرت مسیح موعود ہیں تو مجدد لیکن اس امت کے مجددین اور محدثین میں ان کا مقام بہت بلند ہے..... یہی فی الحقیقت ان کا صحیح مقام ہے، اور ان کے انکار کو وجہ کفر قرار دینے سے آپ نے خود اعتراف کر لیا کہ آپ فی الواقعہ نبوت کے مقام پر نہیں، ممکن ہے آپ ازالہ اوہام کی مندرجہ بالا عبارت کو ۱۹۰۱ء سے پہلے کی عبارت ہونے کی وجہ سے یہ کہکر ٹال دیں کہ اس وقت حضرت مسیح موعودؑ کو نبوت کی صحیح تفہیم نہیں ہوئی تھی، مجھے تعجب آتا ہے کہ حضرت موعود کو جنہیں بقول آپ کے منصب نبوت پر فائز کیا گیا انہیں تو سالہا سال تک نبوت کی صحیح تفہیم نہ ہوئی مگر آپ کو جو نہ نبی ہیں نہ محدث نہ مجدد اور نہ مامور من اللہ ان میں حضرت مسیح موعود کی وفات کے عرصہ بعد ان کی نبوت کے متعلق..... صحیح تفہیم ہو گئی، لیکن اس بحث سے قطع نظر کرتے ہوئے میں حضرت مسیح موعود کے وہ ارشادات ذیل میں نقل کرتا ہوں جو ۱۹۰۱ء سے بعد کے ہیں اور جن میں انہوں نے کھلے طور پر اپنے آپ کو مقام مجددیت ہی پر فائز قرار دیا ہے

حقیقۃ الوحی میں حضرت مسیح موعود تمام نشانات میں سے سب سے پہلا نشان اپنی صداقت دعویٰ کا یہ لکھتے ہیں:-

"(۱) پہلا نشان - قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ یبعث لھذہ الامۃ علی رأس کل مائۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا (ابو داؤد) یعنے خدا ہر ایک صدی کے سر پر اس امت کیلئے ایک شخص مبعوث فرمائیگا جو اس کیلئے دین کو تازہ کرے گا، اور اب اس صدی کا بھی چودھواں سال جاتا ہے اور ممکن نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمودہ میں تخلف ہو...... اور یہ بھی اہل سنت میں متفق علیہ امر ہے کہ آخری مجدد اس امت کا مسیح موعود ہے جو آخری زمانہ میں ظاہر ہوگا..... میرا یہ دعویٰ ثابت ہے کہ وہ مسیح موعود جو آخری زمانہ کا مجدد ہے وہ میں ہی ہوں"

(حقیقۃ الوحی ص۱۹۳-۱۹۴)

یہ حقیقۃ الوحی کی عبارت ہے جس کو عقیدہ دعوئے نبوت کی بنیاد قرار دیا جاتا ہے اس میں صاف طور پر حضرت مسیح موعود نے اپنے آپ کو مجدد قرار دیا ہے اور آپ ان کا مقام مجددیت سے اوپر قرار دیتے ہیں۔ اسی حقیقۃ الوحی میں حضرت مسیح موعود نے اپنے آپ کو امتی نبی بھی قرار دیا ہے اور باوجود اس کے، اپنے آپ کو مقام مجددیت ہی پر فائز ٹھیرایا ہے جس سے ثابت ہے کہ ان کے نزدیک امتی نبی کا مقام بھی مجددیت سے اوپر نہیں۔

ایسا ہی اخبار بدر مورخہ ۲۵ رمئی ۱۹۰۸ء میں (یعنے حضرت مسیح موعود کی وفات سے ایک دن پہلے) آپ کی ایک تقریر ہے جس میں فرماتے ہیں:-

"اگر ہر صدی پر مجدد کی ضرورت نہ تھی، بلکہ بقول آپ کے قرآن کریم اور علما کافی تھے تو کبھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اعتراض آتا ہے حج کرنے والے حج کو جاتے ہیں، زکوٰۃ بھی دیتے ہیں، روزہ بھی رکھتے ہیں پھر بھی آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ سو برس کے بعد مجدد آئے گا مخالفین بھی اس بات کے قائل ہیں"

دیکھا آپ نے؟ اپنی زندگی کے آخری دن تک حضرت مسیح موعود امتی نبی ہونے کے باوجود اپنے آپ کو مجدد ہی سمجھتے رہے اس سے اوپر کوئی مقام اپنے آپ کو نہیں دیا، پھر آپ نے کس طرح یہ کہدیا کہ نبوت مستقلہ شرعیہ اور مجددیت و محدثیت کے درمیان خدا تعالیٰ نے اس امت کے درمیان ایک عہدہ تجویز فرمایا ہے، اگر یہ صحیح ہے تو پھر جو عہدہ ساری امت کے لئے تجویز کیا گیا تھا، اس پر صرف ایک حضرت مسیح موعود کا فائز ہونا کیا معنی دارد؟ اور حضرت مسیح موعود نے کہاں امتی نبی کا مرتبہ مجددیت و محدثیت سے اوپر لکھا ہے؟ مجددیت و محدثیت سے اوپر اگر کچھ ہے تو وہ نبوت مستقلہ شرعیہ ہی ہے اور یہ حضرت مسیح موعود کی تحریرات سے واضح ہے،

میں اس مضمون کو زیادہ لمبا نہیں کرنا چاہتا اور صرف اتنی گذارش کرنا چاہتا ہوں کہ خواہ مخواہ اپنی بات کی پچ میں حضرت مسیح موعودؑ کی پوزیشن کو خراب کرتے نہ چلے جائیں اور الفاظ کی ہیرا پھیری میں اس مسئلہ کو زیادہ نہ الجھائیں حقیقت وہی ہے جس کا آپ نے خود اعتراف کیا ہے کہ :-

"درحقیقت جو حضرت مسیح موعود کا انکار کرتا ہے وہ آپ کے انکار کی وجہ سے کافر نہیں"

اور جب آپ کے انکار کی وجہ سے کوئی شخص کافر نہیں تو آپ منصب نبوت پر بھی فائز نہیں ہیں جس کے انکار سے کفر لازم آتا ہے۔

امید ہے آپ اس پر ٹھنڈے دل سے غور فرما کر کھلے الفاظ میں اس حقیقت کا اعتراف کریں گے تاکہ احمدیت اور حضرت مسیح موعود کے خلاف جو طوفان اس وقت برپا ہے، اور آپ کی سابقہ تحریرات دربارہ نبوت و تکفیر المسلمین سے جو مدد مخالفین کو مل رہی ہے اس کا سدباب ہو سکے، اگر آپ ذرا جرأت سے کام لیں اور صاف کہدیں کہ اس بارہ میں آپ کو غلطی لگی ہوئی تھی اور فی الحقیقت حضرت مسیح موعودؑ نبی نہیں صرف مجازاً اور استعارہ کے طور پر

یہ لفظ ان پر بولا گیا ہے جس سے آپ کی عظمت شان اور مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ کی کثرت کو ظاہر کرنا مقصود ہے، تو اس اعلان سے آپ کی ذلت نہ ہوگی بلکہ آپ کی عزت کو چار چاند لگ جائیں گے۔ آپ کی جرأت اور عالی حوصلگی پر دنیا حیران رہ جائے گی، اور سب سے بڑھ کر حضرت مسیح موعودؑ کی پوزیشن صاف ہو کر لا نبقی لک من المخزیات شیئاً کا الہام الٰہی بڑی شان سے پورا ہوگا، میری دلی دعا ہے کہ اللہ تعالے آپ کو اس جرأت اور عالی حوصلگی کی توفیق عطا فرمائے کہ اس سے بڑھ کر سلسلہ عالیہ کی اور کوئی خدمت نہیں ہو سکتی۔

حضرت مسیح موعودؑ کا دعوے کیا تھا۔ یہ بھی ایک معمہ لاینحل سا ہو کر رہ گیا ہے جب کہ بقول آپ کے ۱۹۰۱ء تک وہ مجدد تھے۔ کیونکہ مجدد سے کچھ اوپر کا مقام تھا۔ نہ ہی نبی تھے۔ کیونکہ نبوت سے نیچے کا کوئی مقام تھا یہ ساری مصیبت آپ کے علم کلام سے پیدا ہوئی جو حضرت مسیح موعود کی طرف مجدد سے بڑھ کر کوئی دعوے منسوب کرنا اور اس دعوے کی تاریخ کا اب تلک آپ کو بھی پتہ نہ لگنا۔ کیا کسی دوسرے دعوے پر دلالت کرتا ہے۔ جو مجدد سے بڑھ کر ہو؟ پہلے آپ نے القول فصل میں دعوئ نبوت کی تفہیم کا زمانہ ۱۹۰۲ء تحریر فرمایا۔ اور اس کے بعد پھر اپنی کتاب حقیقت نبوت میں تفہیم نبوت کا زمانہ ۱۹۰۱ء قرار دیا۔ اور پھر اسی کتاب میں لکھا کہ:۔

"آپ نے تو اس وقت تک پہلے عقیدہ کو
منسوخ قرار نہیں دیا۔ جب تک حقیقت الوحی
میں آپ پر اعتراض نہ ہوا۔"

پھر ۱۹۳۵ء میں دیوان سکھانند کی عدالت گورداسپور میں آپ سے حلف لے کر پوچھا گیا۔ کہ آپ کے والد صاحب نے کب نبوت کا دعوے کیا تو آپ نے بیان حلفیہ دیا کہ ۱۸۹۰ء کے اخیر یا ۱۸۹۱ء کے آغاز میں کیا۔ مکرمی میاں صاحب۔ یہ آپ کی تمام تاریخیں دعوے نبوت کے متعلق کس تاریخ ماہ یا سال کا تعین کرتی ہیں۔ کیا دعوئ نبوت منسوب کرنا اس بودی بنیاد پر صحیح ادراک کا نتیجہ ہو سکتا ہے۔ یہ تمام حوالہ جات تو انکار نبوت پر دلالت کرتے ہیں کہ اقرار نبوت پر۔

آپ کا یہ فرمانا کہ:۔

"لیکن میں اس بات کو تسلیم نہیں کرتا۔ کہ ۱۹۱۴ء
میں یا اس سے تین چار سال پہلے میں نے یہ
عقائد اختیار کئے تھے"

یہ بھی دلائل کی رو سے پورا نہیں اترتا میں ذیل میں چند حوالجات نقل کرتا ہوں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ ۱۹۱۴ء سے تین چار سال پہلے آپ کے وہ عقائد تھے جن کا اظہار آپ نے آئینہ صداقت میں کیا:۔

(۱) الحکم ۱۴ مارچ ۱۹۱۱ء میں بعنوان "خاتم النبیین" جو مضمون آپ نے لکھا اس کے یہ الفاظ قابل غور ہیں:۔

"اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ تعالے نے آپ کو خاتم النبیین کے مرتبہ پر قائم کر کے آپ پر ہر قسم کی نبوتوں کا خاتمہ کر دیا۔"

(۲) تشحیذ الاذہان بابت اپریل ۱۹۱۰ء میں آپ کا مضمون بعنوان "نجات" شائع ہوا جس میں آپ لکھتے ہیں:۔

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دعوے کے بعد تیرہ سو برس گذر گئے ہیں کہ کسی نے آج تک نبوت کا دعویٰ کر کے کامیابی حاصل نہیں کی آخر آپ سے پہلے بھی تو لوگ نبوت کا دعوے کرتے تھے اور ان میں سے بہت سے کامیاب ہوئے (جن کو ہم تو سچا ہی سمجھتے ہیں) مگر آپ کی بعثت کے بعد یہ سلسلہ کیوں بند ہو گیا اب کیوں کوئی کامیاب نہیں ہوتا صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہی پیشگوئی ہے کہ آپ خاتم النبیین ہیں۔ اب ہم اسلام کے مخالفین سے پوچھتے ہیں کہ اس سے بڑھکر کیا نشان ہو سکتا ہے کہ آپ کے دعوے کے بعد کوئی شخص جو مدعی نبوت ہوا ہو کامیاب نہیں ہوا۔ پس اس طرف اشارہ تھا کہ کان اللہ بکل شیئ علیما۔ یعنی ہم نے آپ کو خاتم النبیین بنایا ہے اور ہم جانتے ہیں کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آسکے گا۔ اور کوئی جھوٹا آدمی بھی ایسا دعوے نہ کریگا کہ ہم اسکو ہلاک نہ کر دیں چنانچہ یہ ایک تاریخی پیشگوئی ہے کہ اس کا رد کسی سے ممکن نہیں اگر ہے تو ہمارے سامنے پیش کرو مگر اس طرح نہیں کہ کسی نے دعویٰ کیا ہو اور لاکھ دو لاکھ آدمی اس کے پیرو ہو گئے ہوں بلکہ ایسا آدمی کہ جس نے آنحضرت یا اس سے پہلے نبیوں کی طرح کامیابی حاصل کی ہو۔ مگر کوئی نہیں جو ایسی نظیر پیش کر سکے۔"

اپنی ان دونو تحریرات کو پڑھئے اور پھر پڑھئے اور خدا را غور کیجئے کہ ان کا کیا مفہوم ہے کیا آپ کا عقیدہ آج وہی ہے؟ بڑی خوشی ہوگی اگر آپ اس بات کا اعلان کریں کہ آج بھی آپ کا یہی عقیدہ ہے کہ آنحضرت صلعم پر ہر قسم کی نبوتوں کا خاتمہ کر دیا گیا" اور اب آپ کے بعد کوئی شخص دعوے نبوت کر کے کامیاب نہیں ہو سکتا۔

(۳) ۱۹۱۴ء میں جب آپ کے عقیدہ نبوت مسیح موعود کا چرچا ہوا تو آپ کے ایک مرید محمد عثمان صاحب لکھنوی نے اس کے متعلق آپ کو لکھا جس کے جواب میں آپ نے یہ الفاظ نہیں لکھے:۔

"نبوت کے متعلق میں آپ کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ سب احمدی حضرت مسیح موعود کو ظلی نبی مانتے ہیں لیکن چونکہ حضرت صاحب کے درجہ کو اس وقت بہت گھٹا کر لکھا جاتا ہے۔ اس لئے مصلحت وقت مجبور کرتی ہے کہ آپ کے اصل درجہ سے جماعت کو آگاہ کیا جائے۔ ورنہ اس طرح لفظ نبی کے استعمال کو میں خود بھی پسند نہیں کرتا نہ اس لئے کہ آپ نبی نہ تھے۔ بلکہ اس لئے کہ ایسا نہ ہو کہ کچھ مدت کے بعد بعض لوگ اس سے نبوت مستقلہ کا مفہوم نکال لیں مگر یہ صرف چند روزہ بات ہے اور بطور علاج کے ہے۔"

میرا خیال ہے کہ یہ چند روزہ علاج اب ختم ہو چکا ہوگا اور اب وہ مصلحت وقت جس کے لئے آپ نے نبوت مسیح موعود کی ڈھونگ کھڑا کیا اب باقی نہیں رہی امید ہے اب آپ اسکو ترک کرنے کا اعلان کر دیں گے۔

(۴) مولنا سید محمد احسن صاحب امروہوی کو ایک خود آپ نے ۱۹۱۵ء میں لکھوایا جس میں ان کی کتاب "مباحثہ رامپور" کا حوالہ دیا گیا کہ اس میں انہوں نے حضرت مسیح موعود کو جزوی نبی لکھا اور دوسرے اولیائے امت کی طرح کا نبی آپ کو قرار دیا ہے اس عقیدہ کو تبدیل کرنے کا مشورہ انہیں دیا اور انہیں لکھا کہ

مباحثہ رامپور میں تو محمد علی کے مذہب کی تائید معلوم ہوتی ہے آپ اس اشکال کو دفع فرمائیں اور اپنے

عقیدہ میں تغیر،

کیا اب بھی آپ کہہ سکتے ہیں کہ ۱۹۱۴ء سے قبل آپ کے اور تمام جماعت کے وہی عقائد تھے جو آئینہ احمدیت میں آپ نے لکھے۔

پھر میں کہتا ہوں کہ ....

اس دعوے نبوت کی اہمیت آپ کے ہاں بھی کوئی نہیں جیسا کہ آپ خود حضرت مسیح موعودؑ کو نبوت سے معزول کرتے ہیں اور فرماتے ہیں۔ اگر لاہوری احمدی حضرت صاحب کو نبی نہ بھی مانیں۔ تو میری بیعت کر سکتے ہیں یہ خوب نبوت ہے۔ ماننے نہ ماننے بیعت میں شامل ہو سکتا ہے۔

میں آپ سے پھر عرض کرتا ہوں کہ ان امور پر غور کریں اور میرے اس مکتوب مفتوح کو ٹھنڈے دل سے پڑھکر حق اور انصاف کے ساتھ فیصلہ کریں اور اپنے اصل عقاید کا جو ۱۹۱۴ء سے پہلے تھے کھلے طور پر اعلان کریں دعا ہے اللہ تعالے اس اظہار حق کے لئے آپ کو جرأت اور عالی حوصلگی عطا فرمائے۔ خاکسار **میاں محمد از لائلپور**

مسلمانوں کی تکفیر۔ بقیہ از صفحہ ۶

"حضرت سیدنا و مولانا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین و خیر المسلمین ہیں۔ جن کے ہاتھ سے اکمال دین ہو چکا، اور وہ نعمت بمرتبہ اتمام پہونچ چکی۔ جس کے ذریعہ سے انسان راہ راست کو اختیار کر کے خدا تعالیٰ تک پہنچ سکتا ہے۔ اور ہم پختہ یقین کے ساتھ اس بات پر ایمان رکھتے ہیں۔ کہ قرآن شریف خاتم کتب سماوی ہے۔ اور ایک شعشہ یا نقطہ اس کی شرایع اور حدود اور احکام اور اوامر سے زیادہ نہیں ہو سکتا۔ اور نہ کم ہو سکتا ہے۔ اور اب کوئی ایسی وحی یا ایسا الہام منجانب اللہ نہیں ہو سکتا۔ جو احکام فرقانی کی ترمیم یا تنسیخ یا کسی ایک حکم کو تبدیل یا تغیر کر سکتا ہو۔ اگر کوئی ایسا خیال کرے۔ تو وہ ہمارے نزدیک جماعت مومنین سے خارج اور ملحد اور کافر ہے۔"

"اے بھائیو۔ میں کوئی نیا دین یا نئی تعلیم لیکر نہیں آیا۔ بلکہ میں تم میں سے اور تمہاری طرح ایک مسلمان ہوں۔ اور ہم مسلمانوں کے لئے بجز قرآن شریف کے اور کوئی دوسری کتاب نہیں جس پر عمل کریں۔ یا عمل کرنے کے لئے دوسروں کو ہدایت دیں۔"

(ازالہ اوہام)

تکفیر مسلمین اور حضرت مرزا صاحب

اسی طرح آپ نے مسلمانوں کی تکفیر نہیں کی۔ بلکہ مکفر علماء نے ہی آپ کی تکفیر کی ہے۔ آپ کے الفاظ ہیں: "ابتدا سے میرا یہی مذہب ہے۔ کہ میرے دعوے کے انکار کی وجہ سے کوئی شخص کافر یا دجال نہیں ہو سکتا۔"

"اور یہ نکتہ یاد رکھنے کے لائق ہے۔ کہ اپنے دعویٰ کے انکار کرنے والے کو کافر کہنا۔ یہ صرف ان نبیوں کی شان ہے جو خدا تعالیٰ کی طرف سے شریعت اور احکام جدیدہ لاتے ہیں۔ لیکن صاحب الشریعت کے ماسوا جس قدر ملہم اور محدث ہیں۔ گو وہ کیسی جناب الٰہی میں اعلیٰ شان رکھتے ہوں۔ اور خلعت مکالمہ الٰہیہ سے سرفراز ہوں۔ ان کے انکار سے کوئی کافر نہیں بن جاتا۔" (تریاق القلوب)

مسلمانوں کی تکفیر

جناب عبد العزیز شورہ صاحب ایڈیٹر روشنی سرینگر

تفرقہ و انتشار

جس کسی بھی ملک میں مسلمانوں کو زوال اور پستی سے دو چار ہونا پڑا اس کی سب سے بڑی وجہ یہی ہوتی ہے کہ وہاں علماء سُو نے انتشار اور تفرقہ کا بیج بویا تھا۔ لوگ مختلف اقسام کی معمولی اور فروعی باتوں پر آپس میں سر پھٹول کرتے، دست و گریباں ہو جاتے اور ایک دوسرے کے خون سے بھی ہاتھ رنگتے۔ یہاں تک کہ ان کی قومی یکجہتی بالکل ختم ہو جاتی اور اغیار ان پر آسانی سے وار کر کے انہیں شکار بنا لیتے۔

اجتہاد اور آزادیٔ رائے

یہ تو ظاہر ہے کہ اسلام نے مسلمانوں کے دلوں اور دماغوں میں روحِ آزادی پھونک دی ہے، ان کے ذہنوں کو اوہام پرستی اصنام پرستی اور لایعنی خرافات سے بالکل پاک اور صاف کر دیا ہے ان کے آگے ترقی کی راہیں کھلی چھوڑیں۔ اجتہاد کا دروازہ کھلا رکھا۔ تاکہ ان کے قوا اور صلاحیتیں محدود اور مفلوج بن کر نہ رہ جائیں۔ اس لئے مسلمان قوم ایک سخت جان قوم واقع ہوئی ہے جسے قابو میں رکھنا بہت ہی دشوار ہوتا ہے۔

اختلاف اُمت

اگرچہ اسلام کے بنیادی اصولوں اور عقائد میں ذرہ بھر بھی اختلاف کی گنجائش نہیں اور وہ سب یکساں ہیں لیکن فروعی باتوں میں شروع سے اختلاف ہوتا آتا ہے حضرت بانئے اسلام صلعم نے اس اختلاف کو اُمت کے لئے باعث رحمت قرار دیا ہے بشرطیکہ یہ علم اور معقولیت کی حدوں تک ہی محدود رہے لیکن اگر یہ تشدد اور جنگ و جدل کی صورت اختیار کریں، تو ساری اُمت کے لئے لعنت کا باعث بن جاتے ہیں۔ اور یہ کسی بھی فرقہ کے متنفس کو زیب نہیں دیتا ہے کہ وہ اپنے فروعی عقائد دوسرے فریقوں سے بجبر منوائے۔ بہتیں جب قرآن پاک کی تعلیم لا اکراہ فی الدین کی رُو سے دین میں جبر ناجائز ہے تو فروعی باتوں میں جبر کیسے جائز قرار دیا جا سکتا ہے۔

تکفیر کی تلوار

اصل میں اسلام اور مسلمانوں کو باہمی تفرقہ و انتشار سے آج تک جتنا نقصان پہنچا ہے، اتنا کوئی ظالم سے ظالم دشمن بھی نہیں پہنچا سکا ہے۔ اور یہ مسلمانوں کی بدنصیبی ہے۔ کہ ان میں علماء سو کا ایک ایسا گروہ ہر وقت سے موجود رہا ہے۔ جو دین کے حقیقی مقاصد کی طرف توجہ تو نہیں دلاتا ہے، بلکہ انتہائی بیدردی سے تکفیر کی تلوار استعمال کرتا آیا ہے طرفہ یہ کوئی فریق وہابیوں کو کافر گردانتا ہے۔ تو کوئی شیعوں کا کوئی سنیوں کو تو کوئی حنفیوں کو اور کوئی احمدیوں کو۔

فتنۂ تکفیر کی ابتدا

خوارج نے اس وقت کی تھی۔ جب حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ اور امیر معاویہ میں جنگ تھی۔ خوارج نے حضرت علی سے مطالبہ کیا۔ کہ امیر معاویہ اور اسکے دوسرے ساتھیوں کو کافر اور خارج از دائرۂ اسلام قرار دیا جائے۔ لیکن اس وقت بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کا مطالبہ یہ کہہ کر رد کر دیا۔ کہ "ہم باغی مسلمان بھائیوں کو کافر اور فاسق قرار نہیں دے سکتے۔ لیکن خوارج کی چلائی ہوئی تکفیر کی تلوار کچھ ایسی چل نکلی۔ کہ اب تک میان میں نہ گئی۔

قرآن اور حدیث کا فرمان

قرآن پاک کی صریح تعلیم ہے۔ ولا تقولوا لمن القیٰ الیکم السلام لست مومنا۔ یعنی "اور جو تمہیں سلام علیکم کرے ایسے یہ نہ کہو۔ کہ تم مومن نہیں"۔ نیز حضرت رسُول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مبارک ہے۔

ایڈیٹر روشنی

من صلے صلوٰتنا واستقبل قبلتنا واکل ذبیحتنا فذالک المسلم الذی لہ ذمۃ اللہ وذمۃ رسولہ، فلا تخفروا فی ذمتہ۔ یعنی "جو شخص ہماری نماز پڑھتا ہے۔ ہمارے قبلہ کی طرف مُنہ کرتا ہے۔ ہمارا ذبیحہ کھاتا ہے۔ یہ وہ مسلمان ہے جس کے لئے اللہ اور اسکے رسُول کا عہد کو مت توڑو"۔ حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے بھی فرمایا ہے کہ جس شخص میں ۹۹ ننانوے وجوہ کفر کی ہوں۔ اور ایک وجہ اسلام کی تو اُسے کافر نہ کہو"۔ مگر کیا جائے۔ کہ عام لوگ جنہیں دین کی شدبد تک بھی نہیں ہوتی ہے جھٹ مکفر علماء کے اثر میں آ جاتے ہیں۔ اور سوچ بچار سے کام نہ لیتے ہوئے۔ لشیرازۂ اُمت کو پارہ پارہ کرنے میں پیش پیش رہتے ہیں۔ کمال اتاترک نے انہی وجوہ کی بنا پر علماء سو کی خوب خبر لی تھی۔ اور ہندوستان میں بھی جب ملاؤں نے تکفیر کی تلوار سے مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کی ناپاک کوششیں کیں۔ تو قوم کے بے لوث قائد نے ان کی کچھ پیش نہ ہونے دی۔

قائدِ اعظم کا فرمان

کشمیر میں مسلم کانفرنس کی نشاۃ ثانیہ کے وقت اسکے میر چودھری مکفر علماء ہی بنے ہوئے تھے جو دوسرے فریق کے مسلمانوں کو ممبر تک بننے نہیں دیتے تھے۔ چنانچہ جب ماہ مئی ۱۹۴۴ء میں قائد اعظم سرینگر تشریف لا کر نشاط کے متصل کوشک نامی بنگلے میں فروکش ہوئے ۱۰ رمئی کو کشمیر پریس کانفرنس کی طرف سے آپکو ایک وفد ملا۔ جہاں مسلمانوں کی فرقہ بندی کا سوال بھی زیر بحث آیا۔ قائد اعظم کی طرف اس کا جو جواب ملا۔ وہ انہی کے الفاظ میں ملاحظہ فرما دیں۔ مجھ سے ایک پریشان کن سوال پوچھا گیا۔ کہ مسلمانوں میں سے مسلم کانفرنس کا ممبر کون بن سکتا ہے۔ یہ سوال خاص طور پر قادیانیوں کے سلسلے میں پوچھا گیا۔ میرا جواب یہ ہے کہ جہاں تک آل انڈیا مسلم لیگ کے آئین کا تعلق ہے۔ اس میں درج ہے کہ کوئی بھی مسلمان بلا تمیز عقیدہ و فرقہ مسلم لیگ کا ممبر بن سکتا ہے۔ بشرطیکہ وہ مسلم لیگ کے عقیدہ پالیسی اور پروگرام کو تسلیم کرے۔ رکنیت کے فارم پر دستخط کرے۔ اور موازی ۲ ر چندہ ادا کرے۔ میں جموں و کشمیر کے مسلمانوں سے اپیل کرونگا۔ کہ وہ فرقہ وارانہ سوالات نہ اٹھائیں۔ بلکہ ایک ہی پلیٹ فارم پر اور ایک ہی جھنڈے تلے جمع ہو جائیں۔ اسی میں مسلمانوں کی بھلائی ہے۔ اس سے نہ صرف مسلمان مؤثر طریقے سے سیاسی، سماجی تعلیمی اور معاشرتی ترقی کر سکتے ہیں بلکہ دیگر اقوام بھی اور بحیثیت مجموعی ریاست کشمیر بھی"۔ (اہرق سرینگر ۲۷ رمئی ۱۹۴۴ء ص ۳) اس کے بعد مسٹر صابر نے جو ان دنوں قادیانی جماعت میں شامل نہیں تھے قادیانیوں کو خارج از دائرۂ اسلام قرار دینے میں ایڑی چوٹی کا زور لگا کر قائد اعظم کو قائل کرانیکی کوشش کی۔ لیکن قائد اعظم اپنے اصول پر ڈٹے رہے۔ اور یہی جواب دیتے رہے۔ کہ "What right have I to declare a person non-Muslim who claims to be a Muslim" یعنی مجھے کیا حق حاصل ہو کہ کسی شخص کو غیر مسلم قرار دوں جو اپنے کو مسلمان کہتا ہے۔ راقم الحروف کی طرف سے جب یہ کارروائی پنجاب کے اخبارات میں چھپ گئی، تو زمیندار کے ظفر علی خان نے طوفان بدتمیزی برپا کیا۔ یہاں تک کہ اسلام کے دوست نما دشمن اور مکفر مولوی عبداللہ برالوانی نے مسلم لیگ کونسل میں احمدیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کی تحریک پیش کی۔ لیکن قائدِ اعظم نے اس تحریک کو ابتدا ہی سے کاٹ دیا۔ اور اسے پیش بھی نہیں ہونے دیا۔

لیکن آج عرصۂ دراز کے بعد اس سلجھائے ہوئے مسئلہ کو پھر سے الجھانے کیلئے بے شرم اور نفس پرست علماء سو دوبارہ گٹھ جوڑ کرنے لگے ہیں۔

احراری فتنہ پردازی

لیکن آج عرصہ دراز کے بعد اس سلجھائے ہوئے مسئلہ کو پھر سے الجھانے کے لئے بے شرم اور نفس پرست علماء سو دوبارہ گٹھ جوڑ کرنے لگے ہیں۔ تعجب تو یہ ہے کہ ایسا وہ احراریوں کے اُکسانے پر کرتے ہیں۔ گویا مجلس احرار، اسلام کی محافظ اور ٹھیکیدار ہے۔ العظمت اللہ!

احراری۔ جی ہاں۔ وہی آسمان ظلمت کے دُمدار تارے جنہیں شور و شر اور ہنگاموں سے پیٹ پالنے کا چسکہ پڑا ہے جن کا ماضی و حال تاریک "غدار" ہے۔ ہاں بہتوں نے جھتوں کی صورت میں تحریکِ حریت کشمیر میں بھی حصہ لیا تھا۔ لیکن جب مہاراجہ ہری سنگھ نے انہیں پیٹ کا ایندھن بہم پہنچایا، تو کوہالہ سے اس طرح غائب ہوئے تھے۔ جیسے گدھے کے سر سے سینگ اور شیخ محمد عبداللہ صاحب کو اس وقت خانقاہ معلی میں مظہر علی اظہر کے علاوہ ظفر علی خان اور اس کے اخبار زمیندار کے خلاف بھی آواز اٹھانی پڑی تھی۔ اور حاضرین نے ان پر لعنتوں کی بوچھاڑ کی تھی۔ احراریوں کے کرتوت ان اشخاص سے پوشیدہ نہیں ہیں۔ جو سید حبیب صاحب کا اخبار سیاست پڑھا کرتے تھے۔ یا جو انقلاب کا باقاعدہ مطالعہ کرتے رہے ہیں۔ بایں ہمہ ہم سب کلمہ گوؤں کو مسلمان سمجھتے ہیں۔ اور انہیں دائرہ اسلام سے ہرگز، ہرگز خارج قرار نہیں دے سکتے ہیں۔

حضرت مرزا صاحب کے عقائد

یہی عقائد خود حضرت مرزا غلام احمد صاحب بھی رکھتے تھے۔ آپ احمد کے غلام تھے۔ آپ نے محدث اور مجدد ہونیکا دعویٰ ضرور کیا ہے۔ لیکن دعویٰ نبوت ہرگز ہرگز نہیں کیا تھا۔ آپ کے اپنے الفاظ ہیں۔

جان و دلم فدائے جمالِ محمدؐ است
خاکم نثار کوچۂ آلِ محمدؐ است
ختم شد بر نفس پاکش ہر کمال
لاجرم شد ختم ہر پیغمبرے
ما ہمہ پیغمبراں را چاکریم
ہمچو خاکے اوفتادہ بر درے
بعد از خدا بعشق محمدؐ مخمرم
گر کفر ایں بود بخدا سخت کافرم

قرآن کریم بعد خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی رسول کا آنا جائز نہیں رکھتا۔ خواہ وہ رسول نیا ہو یا پرانا"۔ الخ

(باقی بر صفحہ ۵ کالم ۳)

انسان خلیفۃ اللہ ہی جس کو اعلیٰ اخلاق پر پیدا کیا گیا ہے

نیکی اور بدی دو بیماریاں ہیں جن کی شناخت فطرت انسانی میں موجود ہے

خطبہ جمعہ حضرت امیر مولنا صدر الدین صاحب فرمودہ ۲۱ نومبر سنہ ۱۹۵۲ء بمقام احمدیہ بلڈنگس لاہور

والشمس وضحٰها والقمر اذا تلٰها .... الی ولا یخاف عقبٰها (سورۃ الشمس)

قرآن کا مقصد حقیقی

اس سورۃ شریف کا بڑا مقصد یہ ہے کہ انسان کو نیکی کے کاموں کی طرف رغبت دلائے اور برائی سے بچنے کی تلقین کرے اس امر کے لئے اور اس مقصد کے لئے اللہ تعالےٰ نے اس سورت میں ایک ایسا موثر طرز بیان اختیار کیا ہے کہ انسان کی سمجھ میں آسانی سے آجاتا ہے کہ خدا تعالیٰ کا مقصد قرآن کے نازل کرنے سے یہ ہے کہ انسان کامیابی اور راحت کی زندگی بسر کرے اور یہ زندگی صرف خدا خوفی اور نیک عملی سے ملتی ہے اور اسی صورت میں میسر آسکتی ہے کہ انسان کو خدا پر ایمان ہو اور وہ اعمال صالحہ بجالائے اور معاصی سے اجتناب کرے۔

کائنات کبرےٰ اور کائنات صغرےٰ کی ہدایت و رہنمائی کے سامان

اسکو اس طرح شروع کیا ہے کہ جس طرح ہم نے اس دنیا کو روشن کیا ہے اور اس کے لئے آفتاب بنایا، قمر بنایا وبالنجم هم یهتدون ستارے بنائے کہ انسان ان سے راہ پا سکیں اور سلامتی کے رستہ پر چل سکیں۔ اسی طرح روحانی دنیا کے لئے بھی روشنی اور ہدایت کا سامان پیدا کیا، اگر بڑی کائنات کو خدا نے روشنیاں عطا کی ہیں جو انسان کی رہنمائی اور راہبری کا موجب ہیں، تو انسان کے اندر کی چھوٹی کائنات کے لئے بھی اس کے حسب حال روشنی اور ہدایت کے سامان پیدا کئے ہیں۔ انسان ایک عالم صغرےٰ یا کائنات صغرےٰ ہے جو بڑی کائنات یا کائنات کبرےٰ میں رکھی گئی ہے ان دونوں میں ایک مماثلت اور مشابہت بیان فرمائی ہے۔

سورج کی گرمی و روشنی زندگی کا موجب ہے

یہ مضمون تو مختصر ہے لیکن اس کی تفصیل سے لطف آتا ہے، اسی اجمال کو کھولنے کے لئے فرمایا والشمس وضحٰها، سورج جو سب سے بڑا سیارہ ہے جو نیر اعظم ہے اسکو پیش کیا ہے اس، لئے کہ اس کائنات میں سورج سب سے زیادہ منیر اور سب سے زیادہ مفید مخلوق ہے اور ہر آنکھ اس کا مشاہدہ کرنے پر مجبور ہے، اور فرمایا ہے کہ یہ سورج گواہی دیتا ہے ہماری قدرتوں اور کمالات پر، سورج اور اس کی روشنی اور اس کی گرمی نہایت مفید ہیں یہ زندگی جو دنیا میں نظر آتی ہے وہ سورج اور اس کی روشنی اور گرمی کا نتیجہ ہے، یہ جس قدر باغات ہیں، جس قدر غلے کے کھیت ہیں اور جس قدر جنگل وغیرہ ہیں، جس قدر انسان، حیوان، چرندے، پرندے اور رینگنے والے جانور ہیں، جس قدر درندے جس قدر کیڑے مکوڑے پائے جاتے ہیں یہ سب سورج کی روشنی اور اس کی گرمی سے زندہ ہیں یہ جو تمام ندی نالے اور آبشاریں ہیں اور دریا اور ان کی نہریں ہیں، جو جنگلات اور باغات کو سیراب کرتی ہیں سب سورج ہی کی مرہون منت ہیں۔

پانی سے دنیا کی زندگی

پھر اگر سورج اور اس کی گرمی کی حیات کے لئے ضرورت ہے، تو پانی کی بھی ضرورت ہے وجعلنا من الماء كل شيء حي پانی سے ہر چیز زندہ ہے، یہ پانی کہاں سے آتا ہے سورج سمندر کے پانی کو دھوئیں اور گیس کی شکل میں بدل دیتا ہے اور سمندر کی غلاظت سے پاک صاف کر کے کروڑ ہا ٹن پانی ہوا کے پروں پر لاد کر لے آتا ہے اور مردہ زمین پر برسا کر اسے زندہ کر دیتا ہے فسقناه الى بلد ميت

ہوا سے زندگی

پھر ہوا بھی سورج کی گرمی کے بغیر نہیں چل سکتی، یہ نسیم جو روح افزا ہے اور یہ ہوا جو کمروں میں چلتی ہے اور آندھیوں کا چلنا اور بادلوں کا سمندر سے خشکی کی طرف چلے آنا محض سورج کی گرمی کی وجہ سے ہے۔ اگر ہوا نہ چلے تو ہمارے کمروں کی ہوا گندی ہو جائے بستیوں کی ہوا گندی ہو جائے اور ہم ختم ہو جائیں اور نہ ہی کوئی بادل نظر آئے اور نہ ہی بارش جس کا نتیجہ یہ ہو کہ تمام قسم کے جانور اور مویشی اور کھیت اور باغات دنیا سے غائب ہو جائیں۔

سورج کی پرستش اور ملکہ سبا

یہ کتنا بڑا انتظام ہے، کس قدر ہر چیز ایک دوسرے سے وابستہ ہے، اور سورج کی گرمی اور روشنی کی وجہ سے نظام عالم کتنی عمدگی کے ساتھ چل رہا ہے بیشتر لوگ اسی نظام عالم کو سورج سے وابستہ دیکھ کر اس کی پرستش کرنے لگتے ہیں، ملکہ سبا بھی سورج کی پرستار تھی اور جب حضرت سلیمان علیہ السلام کے محل میں آئی تو حضرت سلیمان نے اسکو تبلیغ کرنے کے لئے شفاف شیشے کا محل بنایا اور نیچے پانی بہا دیا۔ ملکہ سبا نے اسے دیکھا تو حسبته لجة اسے بہت گہرا پانی سمجھی، سلیمانؑ نے اسے بتایا کہ انه صرح ممرد من قوارير یہ تو شیشوں سے جڑا ہوا محل ہے، یہ سننا تھا کہ ملکہ سبا کو سمجھ آگیا کہ جس طرح مجھے شیشہ جو پانی کے اوپر نظر نہیں آیا اسی طرح سے خدا جو سورج پر حکومت کرتا ہے مجھے نظر نہیں آیا وہ بول اٹھی رب انی ظلمت نفسی واسلمت مع سليمان لله رب العالمين میں نے اپنی جان پر ظلم کیا کہ اتنا عرصہ سورج کی پرستش کرتی رہی اب میں سلیمان کے ساتھ اس رب العالمین پر ایمان لاتی ہوں جس نے سورج کو پیدا کیا اور تمام جہان کی زندگی اور ربوبیت کا سرچشمہ اسکو بنایا۔

عبادت کا اصل مستحق اللہ تعالیٰ ہے

تو یہ نیر اعظم بے شک چشمہ فیضان ہے لیکن بے جان ہے، اور جو کچھ فیضان اس سے دنیا کو پہنچتا ہے، وہ اس کی اپنی ذات سے نہیں بلکہ ایک اور مدبر بالا رادہ ہستی کا عطا کردہ ہے، اسی لئے فرمایا لا تسجدوا للشمس ولا للقمر واسجدوا لله الذي خلقهن سورج کی پرستش نہ کرو اور نہ چاند کی، اللہ تعالیٰ کی پرستش کرو جس نے ان کو پیدا کیا ہے اسی کی پرستش کرنی چاہیئے جس نے ایسی بے جان مخلوق سے فیوض کے چشمے بہا دیئے۔

چاند کا اثر زندگی پر

پھر فرمایا والقمر اذا تلٰها قمر جو آفتاب کا اتباع کرتا ہے یعنی اس سے روشنی حاصل کرتا ہے، یہ بھی تمہاری راتوں کو ٹھنڈی بناتے، پھل پھول اگاتے، اور رات کی تاریکیوں کو دور کرنے میں بہت کچھ ممد و معاون ہے، پھر بھولے بھٹکے مسافروں کی رہنمائی کرتا ہے اور دوسری جگہ پر فرمایا وبالنجم هم يهتدون لوگ صحراؤں اور سمندروں میں ستاروں کی مدد سے راہبری حاصل کرتے ہیں

رات دن اور آسمان و زمین کے اثرات

پھر فرمایا والنهار اذا جلٰها دن کو دیکھو جب وہ سورج کو ظاہر کرتا ہے والليل اذ يغشٰها رات جب وہ سورج کو ڈھانک لیتی ہے، اس دن کی روشنی اور رات کی تاریکی میں بھی بیشمار فوائد ہیں، یہ دونوں چیزیں اگر نہ ہوتیں تو زندگی دوبھر ہو جاتی والسماء وما بنٰها والارض وما طحٰها، اور آسمان اور اس کا بنایا جانا اور زمین اور اس کا بچھایا جانا یہ دونوں چیزیں بھی قدرت کے عظیم الشان کمالات میں سے ہیں، ان سب پر غور کرو یہ مضمون اس قدر لمبا ہے کہ میں اس وقت بیان نہیں کرسکتا کیونکہ خطبہ بہت لمبا ہو جائے گا اور اصل مضمون رہ جائے گا۔

نفس انسانی کی ہدایت کے سامان

اصل مضمون یہ ہے جو آگے بیان کیا ہے ونفس وما سوّٰها جس طرح یہ کائنات کبریٰ ہم نے سورج اور ستاروں سے روشن کی ہے، اسی طرح یہ کائنات صغریٰ یعنی انسان کو عقل وفہم کی روشنی سے منور کیا اور اس کی رہبری کے لئے ایک اور بھی راہنما یعنی ضمیر بھی عطا کی۔

قرآن میں انسانی خلقت کی بلندی

تورات اور انجیل میں تو آدم کو گنہگار قرار دیا گیا ہے لیکن قرآن کہتا ہے کہ آدم خدا کی شکل پر پیدا کیا گیا ہے۔ ہماری صفات آدم میں ودیعت کی گئی ہیں لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم۔ انسان کو بہترین صورت پر پیدا کیا گیا ہے، خلقت کے لحاظ سے اسکو بہترین شکل دی گئی ہے اور بہترین اخلاق وصفات اس کے اندر ودیعت کی گئی ہیں صرف آدم کو ہی خلیفہ نہیں کہا تمام نسل انسانی کو خلیفۃ اللہ قرار دیا گیا ہے وجعلکم خلائف فی الارض ہم نے تمہیں زمین میں خلیفہ بنا دیا ہے لیکن خلیفہ بننے کے جو فرائض ہیں، ان کو بھی سمجھ لینا چاہیئے۔ تمہیں اس لئے بنایا ہے کہ خدا کی صفات اپنے اندر پیدا کرو فاذا سویتہ ونفخت فیہ من روحی۔ ہم نے اپنی روح انسان کے اندر پھونکی ہے، اس روح سے زندگی حاصل کرو ورنہ تم خلیفۃ اللہ بننے کے اہل نہیں یا یھا الانسان ما غرک بربک الکریم الذی خلقک فسوّٰک فعدلک اے انسان تو تو خدا سے غافل ہے ہاں اس خدا سے جس کے احسانات کی کچھ انتہا نہیں، اس نے تجھے پیدا کیا، تجھے عقل اور فہم دیا، دل اور دماغ دیا، مطالعہ کرنے کی عادت رکھی، ما غرک کیا وجہ ہے کہ تو غفلت میں پڑ گیا کیا وجہ ہے کہ قرآن اور نماز کی طرف توجہ نہیں الذی خلقک یہ جس قدر لیاقت تمہارے اندر ہے، جس قدر عقل اور فہم ہے ہم نے اسے پیدا کیا ہے آگے ایک جملہ کہا ہے کہ گویا کہنا چاہیئے کہ خدا اپنی خلقت پر عاشق ہو گیا، ایک شخص ایک چیز بناتا ہے اور پھر خوش ہوتا ہے کہ کیا اچھی بنی ہے، اسی طرح فرمایا فی ای صورۃ ما شاء رکبک کیا ہی اچھی صورت میں اس کو ترتیب دیا، تمہارے باطن کی استعدادیں اور تمہاری ظاہری خوبصورتیاں کیا شان رکھتی ہیں، اس کے ہوتے ہوئے خدا کی اس پیدائش کو دیکھتے ہوئے انسان اس سے روگرداں ہو یہ کہاں واجب ہے۔

نیکی وبدی کی شناخت فطرت میں

پھر فرمایا فالھمھا فجورھا وتقوٰھا ہم نے اس نفس انسانی کی ہدایت کے لئے بری اور اچھی راہوں، گندے رستوں اور تقوے اور نیکی کی منازل کا شناخت کرنا تمہاری فطرت کے اندر رکھ دیا، انسان کے اندر ایک چیز رکھدی ہے جس سے وہ خود اپنی نیکی اور بدی کو پہچان لیتا ہے ایک نفس لوامہ اس کے اندر رکھ دیا ہے جو ہر بری حرکت پر اسے ملامت کرتا رہتا ہے ہر بدی پر ڈگتا ہے کہ یہ تم نے کیا حرکت کی ہے وہ پہلے سے کہہ دیتا ہے کہ ایسا کام نہ کرو خدا ناراض ہوگا، انسانی فطرت کے اندر نیکی اور بدی کی تمیز رکھدی ہے۔

گناہ اور نیکی کیا ہے؟

کسی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا ما الاثم یا رسول اللہ گناہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا الاثم ما حاک فی قلبک گناہ وہ ہے جو دل کے اندر کھٹکا پیدا کرے ویتردد فی صدرک اور تیرے سینے میں اس سے تردد پیدا ہو اور وہ بات بار بار سامنے آئے وتخاف ان یطلع الناس علیک اور ڈر ہو کہ کہیں لوگوں کو اس پر اطلاع نہ ہو جائے، اسکو گناہ کہتے ہیں، اس سے زندگی برباد ہو جاتی ہے، انسان کو ہر وقت کھٹکا لگا رہتا ہے جس سے صحت برباد ہو جاتی ہے اور اگر لوگوں کو پتہ لگ جائے تو عزت بھی چلی جاتی ہے پھر پوچھا گیا وما البر یا رسول اللہ۔ یا رسول اللہ نیکی کیا ہے فرمایا البر ما اطمأن بہ قلبک نیکی وہ ہے جس سے تمہارے دل میں راحت اور سرور پیدا ہو۔

نیکی سے راحت وسرور

ایک شخص نے دیکھا کہ اس کے ہمسایہ میں ایک لڑکا گر گیا اور خون سے لت پت ہو گیا، فوراً دوڑ کر اسکو اٹھایا اور اپنی موٹر میں ڈال کر ڈاکٹر کے ہاں لے گیا اور اس کی پٹی وغیرہ کرائی اور اس بات کا ذرا خیال نہ کیا کہ اس کی اپنی پتلون اور کوٹ خون سے خراب ہو گیا موٹر کی گدیاں خراب ہو گئیں، بلکہ یہ سب کچھ اس کے لئے راحت، سرور اور لذت کا موجب ہوا، اور وہ ہمسایہ بھی جس کے بچہ کے ساتھ یہ سلوک کیا ہمیشہ کے لئے غلام ہو گیا، یہ حقیقی نیکی ہے، کبھی سردی میں کسی ٹھٹھرتے ہوئے انسان کو گرم کوٹ پہنا دو، لحاف دیدو پھر دیکھو کہ کتنا سرور دل کو ہوتا ہے خدا نے یہی نہیں کہ جنت میں سرور اور لذت رکھی ہے اس دنیا میں بھی نیکی کرنے پر راحت دل کے اندر پیدا ہوتی ہے اور جو بدی میں مبتلا رہتے ہیں ان کے دل کے اندر ہمیشہ دکھ اور جلن اور افسوس رہتا ہے۔

نیکی اور بدی کی پہاڑیاں

تو نیکی اور بدی کے متعلق کسی سے فتوے کیا پوچھتا ہے اپنے دل سے فتوے پوچھ و استفت قلبک ولو افتاک المفتون، مفتی خواہ کچھ کہیں اپنے دل کو ٹٹولو وہ کیا کہتا ہے یہ ہے فالھمھا فجورھا وتقوٰھا نفس انسانی کو اس کی بدی سے آگاہ کر دیا ہے اور نیکی کے راستے بتا دیئے ایک اور جگہ فرمایا وھدینٰہ النجدین ہم نے دو اونچے رستے دو پہاڑیاں انسان کو دکھا دیں، جس طرح پہاڑی آسانی کے ساتھ نظر آ جاتی ہے، لاہور جاتے ہوئے سانگلہ ہل پہنچیں تو سامنے اونچی پہاڑی نظر آتی ہے۔ اسی طرح نیکی بھی ایک پہاڑی کی طرح اور بدی بھی ایک پہاڑی کی طرح صاف نظر آتی ہے یہ بھی اس فطری بخشائش کا بیان ہے کہ یہ ممکن نہیں کہ راہ گیر کے سامنے ایک بلند پہاڑی نمودار ہو اور وہ اسے نہ دیکھے ضرور دیکھے گا اسی طرح ضرور ہے کہ ہر بدی اسکو نمایاں طور پر نظر آئے اور ہر نیکی بھی۔

کامیابی کا رستہ

اس لئے قد افلح من زکّٰھا وقد خاب من دسّٰھا یہ سارے روشنی کے سامان ہم نے اس لئے کر رکھے ہیں کہ جس نے اپنے نفس کو پاک کر لیا وہ کامیاب ہو گیا اور جس نے بدی کا رستہ اختیار کیا اسے مٹی میں لتھیڑ دیا وہ ناکام اور خائب وخاسر ہو گیا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نیکی کا رستہ بتانے آئے ہیں، جو لوگ ان کے بتائے ہوئے رستہ پر چلیں گے، جھوٹ فریب اور مکاری کے رستوں سے اجتناب کریں گے وہ کامیاب ہوں گے۔

قوم ثمود کی ہلاکت

جو ناپاک راہوں کو اختیار کریں گے انہیں ناکامی اور بربادی کا منہ دیکھنا پڑیگا، جیسا کہ ثمود ایک قوم تھی، اس نے خدا کے ایک نبی کو جھٹلایا اور سرکشی اختیار کی، کذبت ثمود بطغوٰھا اذ انبعث اشقٰھا، ان کا ایک بڑا بدبخت اٹھا اور اس نے وہ کام کیا جس سے خدا کے نبی نے منع کیا تھا، فقال لھم رسول اللہ ناقۃ اللہ وسقیٰھا، اللہ کے رسول نے ان سے کہا دیکھنا یہ خدا کی اونٹنی ہے۔ لفظ ناقہ پر نصب ہے جس سے یہ ظاہر کرنا مقصود ہے کہ دیکھنا خبردار ہاتھ نہ لگانا یہ خدا کی اونٹنی ہے اور خبردار اسکو پانی پینے سے نہ روکنا فکذبوہ فعقروھا انہوں نے نہ مانا اور اللہ کے رسول کو جھٹلایا اور اونٹنی کو ذبح کر دیا فدمدم علیھم ربھم بذنبھم تو اللہ نے اس کے گناہ کی وجہ سے ان پر عذاب نازل کیا۔

گناہ ہلاکت کا موجب

یہاں بذنبھم کا لفظ قابل غور ہے، ہر ایک شخص اس پر غور کرے کسی پر ہلاکت نہیں آتی جب تک خدا کی نافرمانی اور گناہ میں حد سے نہ بڑھ جائے، گناہ اور نافرمانی عذاب الٰہی کو کھینچتی ہے اس سے بچنا چاہیئے، فسوّٰھا ان کو عذاب الٰہی نے صاف کر دیا ولا یخاف عقبٰھا ہم تو ایسے لوگوں کو مہلت بھی دیتے ہیں، لیکن اگر کوئی عدل اور انصاف کا رستہ چھوڑ دے، چوری چکاری اور رشوت ستانی اس کا شعار ہو جائے اور اس کے انجام سے نہ ڈرے، اس کے لئے ہلاکت ہے اللہ تعالیٰ ہمیں برے رستوں پر چلنے سے بچائے اور نیکی اور فلاح کے رستوں پر چلنے کی توفیق دے۔

انکار سے اقرار

امریکن رپورٹر ۱۸ راکتوبر ۱۹۵۲ء سے بحوالہ کرسچیئن سائنس مانیٹر:—

نیشنل کونسل آف دی چرچز آف کرائسٹ کے جمع کردہ اعداد سے معلوم ہوا ہے کہ ۱۹۵۱ء میں کلیسا کے ممبروں کی تعداد میں ۱۹۵۰ء کے مقابلہ میں ۵۱۵ و ۲۲۴ و ۱۸ کا اضافہ ہو کر ۵۸ فیصدی آبادی کے ہر ۵۰ افراد میں ۲۸ کسی نہ کسی کلیسا میں منسلک ہیں۔ مذہب کی طرف آنیوالوں کی تعداد میں اضافہ کے ظاہری اسباب بقول ڈاکٹر بنسن لینڈس کے دنیا کے موجودہ حوادث ومصائب ہیں۔ جنگ بین الاقوامی مناقشہ ایٹمی دور کا طلوع وغیرہ"

موجودہ مسیحیت، اسلامی نقطۂ نظر سے صحیح مذہبیت اور اصلی دینداری سے جتنی دور ہے۔ بالکل ظاہر ہے پھر بھی نام تو مذہب کا ہے اور لامذہبی کے مقابلہ میں ہر مذہب گوارا تر ہوگا۔ شر وفساد کا سیلاب عظیم جب خلقت کو مذہب کے نام اور مذہب کے سراب پر اس تیزی سے جمع کر رہا ہے۔ تو کاش ایسے میں دنیا کا صحیح، سچا، فطری مذہب اپنے اصلی حسن وجمال کے ساتھ دنیا کی نظروں کے سامنے آ جاتا

(صدق ۲۴ راکتوبر ۱۹۵۲ء)

"شریعت اور طریقت کی دنیا میں

ایک مسلک اور ایک خانوادہ بھی تکفیر سے محفوظ نہیں"

"یہ شغل تکفیر اسلام یا ملت کی کوئی خدمت ہے یا اسکو تباہ و برباد کرنیکا آلہ؟"

مولانا عبدالمجید صاحب سالک کا ایک بصیرت افروز مضمون روزنامہ آفاق میں

روزنامہ آفاق مورخہ ۱۸ر نومبر ۱۹۵۲ء میں مولانا عبدالمجید صاحب سالک نے "مسلمانوں کی تکفیر کا مسئلہ" کے عنوان سے ایک بصیرت افروز مضمون لکھا ہے جو موجودہ زمانہ کے حامیان تکفیر کی خاص توجہ کے قابل ہے :—

"اس حقیقت سے کوئی انکار نہیں کرسکتا کہ دنیا میں دین اسلام اور ملت اسلامی کی بقاء صرف اتحاد اور اخوت پر منحصر ہے، جس زمانے میں مسلمان ایک دوسرے کو بھائی سمجھتے تھے اور اسلام کے مقاصد مقدسہ کی تکمیل میں متحد رہتے تھے۔ وہی زمانہ اسلام کا عہد زریں تھا۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا منشاء بھی اسی زمانہ میں پورا ہوا۔ جو مسلمانوں کو "بنیان مرصوص" دیکھنا چاہتے تھے۔ لیکن جب مسلمان ذاتی اغراض کی لعنت میں گرفتار ہو گئے، اور اسلام جیسے سادہ و آسان دین میں منطقیانہ موشگافیاں ہونے لگیں جن کا مقصود ہمیشہ اپنے مدمقابل کو نیچا دکھانا ہی ہوتا تھا۔ تو ایسے علماء پیدا ہونے لگے جنہوں نے اخوت اسلامی اور اتحاد ملی کو بالائے طاق رکھ کر تکفیر کی تیغ بے پناہ بے نیام کرلی۔ اور پھر انکی ضربوں سے کوئی مسلمان محفوظ نہ رہا۔

آئمہ دین کے خلاف

حضرت امام ابو حنیفہ رح کی عظمت و جلالت سے کون انکار کرسکتا ہے، لیکن علماء نے ان کو کافر، زندیق، بدعتی قرار دیکر نہ صرف زندان میں محبوس رکھا بلکہ زہر پلا کر نذر اجل کر دیا۔

حضرت امام شافعی رح کو "اضر من ابلیس" (شیطان سے بڑھکر مضرت رساں) قرار دیا اور طرح طرح کی اذیتیں دیں۔

حضرت امام مالک رح کو کافر اور بدعتی قرار دے کر شہر بھر میں ان کی تذلیل و تشہیر کرائی۔ قید خانے میں بھجوایا۔ جہاں ان پہ اس قدر تشدد کیا گیا کہ ان کے ہاتھ بازوؤں سے اکھڑ گئے۔

حضرت امام احمد بن حنبل کو طمانچے لگوائے۔ کوڑوں سے پٹوایا۔ اور پھر پاؤں میں بھاری بیڑیاں ڈلوا کر ملک بدر کرایا۔

حضرت امام بخاری کو بخارا اور سمرقند سے نکلوایا یہاں تک کہ امام ممدوح نے رو رو کر اللہ تعالےٰ سے دعا مانگی کہ الٰہی! دنیا اپنی وسعت کے باوجود مجھ پر تنگ ہو چکی ہے اس لئے تو مجھے اپنے پاس بلا لے۔

اکابر اولیاء کے خلاف

پھر اکابر صوفیاء و اولیاء مثلاً شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رح حضرت سید عبدالقادر جیلانی غوث اعظم حضرت بایزید بسطامی حضرت ذوالنون مصری حضرت ابوبکر شبلی رح حضرت معین الدین چشتی رح حضرت داتا گنج بخش مخدوم علی ہجویری رح حضرت مجدد الف ثانی رح اور بے شمار دوسرے بزرگوں کو بھی فتوئے تکفیر کی شمشیر بے زنہار نے ہرگز نہ چھوڑا۔

ایک زمانہ تھا کہ جب مکفر علماء کو سلاطین و امراء کی بارگاہ میں بہت اثر و نفوذ حاصل تھا اور ان کے فتاوے کے ماتحت بعض اکابر علم اور اسلام عذاب اور قتل کے تختہ مشق بنائے جاتے تھے۔ خدا کا شکر ہے کہ زمانہ حال میں وہ صورت نہیں رہی ورنہ متاخرین میں سے کبھی کوئی قابل ذکر ہستی اپنی جان سلامت نہ لے جاتی، امام الہند حضرت شاہ ولی اللہ رح حضرت سید احمد بریلوی اور مولٰنا شاہ اسمٰعیل شہید رح کے خلاف کفر و ارتداد کے فتوے دیئے گئے جن میں یہ بھی لکھ دیا گیا کہ جو ان کے کافر و مرتد ہونے میں شبہ کرے وہ بھی کافر ہے۔
(دیکھو نجال برلشکر دجال صفحہ ۱۲۰)

سر سید احمد خان

اس کے بعد انگریزی زمانے میں سر سید احمد خاں کے خلاف صدہا علماء نے کفر کے فتوے صادر کئے ایک فتوے کے الفاظ حسب ذیل ہیں:۔

" اس شخص کی اعانت کرنی اور اس سے علاقہ و رابطہ پیدا کرنا ہرگز درست نہیں اصل میں یہ شخص شاگرد مولوی نذیر حسین وہابی بنگالی دہلوی غیر مقلد ہے یہ شخص بسبب تکذیب آیات قرآنی کے مرتد ہو کر ملعون ابدی ہوا اور مرتد ہوا ایسا مرتد کہ بلا قبول اسلام اسلامی عملداری میں جزیہ دے کر بھی نہیں رہ سکتا مگر اہل ہنود اور اہل کتاب وغیرہ جزیہ دے کر اسلامی عملداری میں رہ سکتے ہیں گویا یہ سخت کافر و مرتد ہوا"
(انتظام المساجد صفحہ ۱۳ و ۱۵ مولوی محمد لدھیانوی)

یہاں تک کہ ہندوستان کے علماء نے مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے علماء سے بھی سید احمد خاں کے خلاف فتوے منگائے چنانچہ مکہ معظمہ سے چاروں مذاہب اہل سنت کے مفتیوں نے جو فتوے دیا اس کا خلاصہ یہ ہے:۔

" یہ شخص (سر سید) ضال اور مضل ہے بلکہ ابلیس لعین کا خلیفہ ہے۔ اس کا فتنہ یہود و نصاریٰ کے فتنے سے بھی بڑھ کر ہے خدا اسکو سمجھے مزہبث حبس سے اس کی تادیب کرنی چاہیئے"

مدینہ منورہ کے علماء کا فتوےٰ یہ ہے کہ:۔

"جو کچھ درمختار اور اس کے حواشی سے معلوم ہوتا ہے، اس کا ماحصل یہ ہے کہ یہ شخص یا تو ملحد ہے یا شرع سے کفر کی جانب مائل ہو گیا ہے، اگر گرفتاری سے پہلے توبہ کر لے، تو قتل نہ کیا جائے ورنہ اس کا قتل واجب ہے"

علی گڑھ کالج کے خلاف حرمین شریفین کے مفتیوں کا فتوےٰ یہ ہے:۔

" یہ مدرسہ جس کو خدا برباد کرے، اور اس کے بانی کو خدا ہلاک کرے۔ اس کی اعانت جائز نہیں، اگر یہ مدرسہ بن کر تیار ہو جائے، تو اسکو منہدم کرنا اور اس کے مددگاروں سے سخت انتقام لینا واجب ہے"

ان فتاوے کے اقتباسات "حیات جاوید" (سوانح عمری سر سید) مؤلفہ الطاف حسین حالی سے لئے گئے ہیں۔

مولانا محمد قاسم اور دیوبندی علماء

حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی بانی دارالعلوم دیوبند؟ مولانا رشید احمد گنگوہی رح مولانا محمود الحسن شیخ الہند رح، مولانا اشرف علی تھانوی رح کے متعلق علمائے بریلی کے سردار اور امام مولٰنا احمد رضا خان بریلوی نے ایک فتوے مرتب کیا جس میں تین سو مفتیوں کے دستخط ثبت ہیں۔ اس فتوے میں درج ہے کہ یہ تمام (بزرگان دیوبند) اور ان کے متبع باجماع اہل اسلام مرتد اور خارج از اسلام ہیں (حسام الحرمین صفحہ ۱۰۰) علماء بریلی نے تمام علماء دیوبند کے متعلق نام بنام یہ فتوے دیا ہے کہ:۔

" یہ قطعاً مرتد اور کافر ہیں اور ان کا ارتداد و کفر سخت اشد درجے تک پہنچ چکا ہے، ایسا کہ جو ان مرتدوں اور کافروں کے ارتداد و کفر میں ذرا بھی شک کرے وہ بھی انہی جیسا مرتد و کافر ہے۔ مسلمانوں کو چاہیئے کہ ان سے بالکل مجتنب اور محترز رہیں ان کے پیچھے نماز پڑھنے کا تو ذکر ہی کیا، اپنے پیچھے بھی ان کو نماز نہ پڑھنے دیں۔ نہ ان کا ذبیحہ کھائیں، نہ ان کی شادی غمی میں شریک ہوں، نہ ان کو اپنے ہاں آنے دیں۔ یہ بیمار ہوں تو عیادت کو نہ جائیں۔ مریں تو گاڑنے تو پنے میں شرکت نہ کریں۔ مسلمانوں کے قبرستان میں جگہ نہ دیں، غرض ان سے بالکل احتیاط و اجتناب رکھیں، جو ان کو کافر نہ کہے گا وہ خود کافر ہو جائیگا اور اس کی عورت اس کے عقد سے باہر ہو جائے گی اور جو اولاد ہو گی حرامی ہو گی۔ از روئے شریعت ترکہ نہ پائے گا" (پوسٹر علمائے بریلی)

ان کے علاوہ زمانہ حال میں مولانا محمد علی شوکت علی، مولانا ابوالکلام آزاد، مولانا عبدالماجد دریا بادی، مولانا ظفر علی خاں، علامہ اقبال اور بیشمار دوسرے اعاظم رجال فتوئے تکفیر کا نشانہ بنائے گئے جن کی تفصیلات کو بخوف طوالت نظر انداز کیا جاتا ہے

تمام فرقوں کی تکفیر باہمی

خدا کی قدرت ہے تکفیر کے مشغلے سے کسی فرقے کے علما بھی بچ نہیں سکے، اور مسلمانوں کا کوئی فرقہ ایسا نہیں جس کے خلاف دوسرے فرقوں کے علماء نے فتوے نہ دیا ہو۔ مثلاً:—

"احمدیت ہی حقیقی اسلام ہے"

"نام نہاد علماء کی شاطرانہ چالوں کو روکنے کیلئے ایک مصطفےٰ کمال کی ضرورت ہے"

ایک غیر از جماعت دوست کا خط حافظ محمد حسن صاحب چیمہ کے نام

محترم الحاج حافظ محمد حسن صاحب چیمہ ایڈووکیٹ گجرات کا مکتوب مفتوح جو سید عطاء اللہ شاہ بخاری کے نام پیغام صلح کی کسی سابقہ اشاعت میں درج ہوا تھا، اسکو پڑھکر منڈی بہاؤالدین ضلع گجرات کے ایک معزز غیر از جماعت دوست جناب مرزا خاں چدھڑ نے ذیل کا خط حافظ صاحب کے نام لکھا ہے:-

---

ارکمنڈی بہاؤالدین۔ ۵۲-۱۰-۳۱

مرزا خاں چدھڑ۔

حاجی الحرمین الشریفین۔ قبلہ حافظ چوہدری محمد حسن صاحب چیمہ کی خدمت میں دلی ارادت۔ گہری عقیدت اور سچی محبت کے ساتھ۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

میرے مکرم اور محترم چوہدری جہاں خاں صاحب لیسال کی وساطت سے آپ کا مطبوعہ مکتوب مفتوح بنام قائد احرار عطاء اللہ شاہ بخاری آج میری نظر سے گذرا۔ میں نے ایک غیر احمدی کی حقیقت بین آنکھوں سے اس کا ایک ہی نہیں دو تین بار مطالعہ کیا۔ احمدیت کے عقائد اور اور عزائم نے جس حد تک مجھے متاثر کیا۔ اور جس حد تک میں نے احمدیت کو سمجھا میں اس حقیقت کے اظہار میں خوشی محسوس کرتا ہوں کہ احمدیت ہی حقیقی اسلام ہے آپ کا مکتوب اسلامی عقائد کا بہترین خلاصہ ہے احمدیت کی صحیح تصویر ہے اور احمدیت کے متعلق جو غلط فہمیاں عوام میں پائی جاتی ہیں ان کا صحیح رد عمل ہے۔ اس مکتوب میں آپ نے احمدیت کی صحیح عکاسی کر کے ملک اور قوم اور مذہب پر ایک نہ بھولنے والا احسان کیا ہے۔ میں متمنی ہوں کہ اس مضمون کی لاکھوں کاپیاں چھپوا کر نہ صرف اندرون پاکستان کے ہر شہر اور قریہ میں تقسیم کی جائیں بلکہ غیر ممالک میں بھی ان کے تراجم مختلف زبانوں میں کرا کر نشر کرائے جائیں مجھے دوگونہ خوشی ہوگی۔ اگر آپ اپنی مصروفیتوں کو کم کر کے اس موضوع پر مزید توجہ فرمائیں بندہ بھی اپنے قلم حقیقت رقم کو متحرک فرماتے رہیں گے۔ احمدیت کی طرف سے ملکی اور مذہبی تسخیر کی ہم کو سر کرنے کے لئے مقدور بھر آمادگی کا اعلان آپ کی اور آپ کے ہم نواؤں کی وطن دوستی۔ قوم پروری اور اسلام پرستی کا ایک بین ثبوت ہے۔ ہمارے نام نہاد علماء اسلام مذہبی لبادہ اوڑھ کر جن شاطرانہ چالوں سے اپنے سیاسی حریفوں کو مات کر کے سیاسی اقتدار حاصل کرنے کے لئے جو مذموم حرکات کر رہے ہیں ان کے انسداد کے لئے ایک مصطفےٰ کمال کی ضرورت ہے۔ خدا کرے ہم میں ایک کمال جلد پیدا ہو۔

والسلام

مرزا خاں چدھڑ۔ منڈی بہاؤالدین۔

اہل سنت کافر:-

شیعہ علماء نے (حدیقۃ شہداء ص۶۵) پر فتویٰ دیا ہے کہ:-

"فرقہ اثنا عشریہ امامیہ کے سوا کوئی ناجی نہیں۔ خواہ مارا جائے خواہ اپنی موت مرے"

شیعہ کافر:-

(ردتبرا صفحہ ۳) شیعہ حضرت صدیق رضؓ کی خلافت کے منکر ہیں۔ اور فقہ کی کتب میں لکھا ہے کہ جو شخص حضرت صدیق رضؓ کی خلافت سے انکار کرتا ہے اس نے اجماع کا انکار کیا، اور کافر ہو گیا۔ اور کافر کے لئے حکم جاری ہے کہ وہ واجب القتل ہے۔

اہلحدیث کافر:-

تقلید کو حرام اور مقلدین کو مشرک کہنے والا (یعنی وہابی) شرعاً کافر بلکہ مرتد ہوا (انتظام المساجد باخراج اہل الفتن) علماء اور مفتیان فتن پر لازم ہے کہ بمجرد مسموع ہونے ایسے امر کے (یعنی یہ فتوے سنتے ہی) اس کے کفر و ارتداد کا فتوے دینے میں تردد نہ کریں۔ ورنہ زمرہ مرتدین میں یہ بھی شامل ہوں گے۔

(انتظام المساجد باخراج اہل الفتن صفحہ ۷)

بریلوی کافر:-

مولوی سید مرتضیٰ دیوبندی کا ایک پورا رسالہ "ردّ التکفیر علی الفحاش الشنظیر" صرف مولوی احمد رضا خاں بریلوی کی تکفیر پر مشتمل ہے جس میں مولوی صاحب موصوف اور ان کے تمام مریدین و معتقدین کو کافر قرار دیا گیا ہے۔

پیر پرست کافر:-

استفسار کیا گیا ہے کہ شیخ عبدالقادر جیلانی شیئاً للہ کے کہنے والا اور اس کا ورد کرنے والا کیسا ہے؟ جواب ملا:-

"جس کا یہ عقیدہ ہے وہ مشرک ہے۔ جو شخص مجوز اور مفتی ان امور کا ہے وہ راس المشرکین (یعنی مشرکین کا سردار) ہے۔ اس کے پیچھے نماز درست نہیں اس طرح کا اعتقاد کا رکھنے والا چاروں مذہبوں میں کافر مشرک ہے"

مولانا احمد رضا خاں بریلوی ہمارے مولانا عبدالحامد بدایونی اور مولانا ابوالحسنات خطیب مسجد وزیر خاں اور ان کے والد محترم کے پیر و مرشد تھے۔ انہوں نے ایک کتاب لکھی ہے "احکام شریعت مصطفوی" جس کے چند اقتباسات ملاحظہ ہوں:-

"نکاح نام باہمی ایجاب و قبول کا ہے۔ اگرچہ برہمن پڑھا دے چونکہ وہابی سے پڑھانے میں اس کی تعظیم ہوتی ہے جو حرام ہے۔ لہٰذا احتراز لازم ہے"

(احکام شریعت حصہ دوم صفحہ ۱۴۴)

"وہابی دیوبندی کو ابتداء سلام کرنا حرام اور خندہ پیشانی سے ملنے پر تو ایمان نکل جانے کی وعید"

(احکام شریعت حصہ دوم ص۲۱۴)

کتاب میں درج ہے کہ جو شخص دیوبندیوں کو کافر نہ کہے وہ بھی کافر ہے اور روز قیامت ان کے ساتھ ہی رسی میں باندھا جائے گا۔ وہابی کو زکوٰۃ کا روپیہ دینا حرام ہے وہابی کے پاس لڑکوں کو پڑھانا حرام حرام۔ حرام۔ عورت کا ذبیحہ جائز۔ یہودی کا ذبیحہ حلال جبکہ نام الٰہی عزوجل کا لے رافضی، تبرائی۔ وہابی۔ دیوبندی۔ وہابی غیر مقلد قادیانی چکڑالوی

نیچری۔ ان سب کے ذبیحے محض نجس مردار اور حرام قطعی ہیں۔ اگرچہ لاکھ بار نام الٰہی لیں اور کیسے ہی متقی اور پرہیزگار بنتے ہوں، وہابی کے کتے کا شکار بھی حرام ہے۔ ان فرقوں کے لوگوں کے پیچھے نماز بالکل باطل محض ہے۔

(احکام شریعت مصطفوی حصہ اول)

ان تمام مذکورہ بالا فتووں کی روشنی میں یہ ظاہر ہو گیا کہ عالم اسلام اور تاریخ اسلام کے اکابر اور ملت اسلام کے تمام فرقے کسی نہ کسی گروہ کے علماء کے نزدیک کافر و مرتد اور خارج از اسلام ہیں شریعت و طریقت کی دنیا میں ایک مسلک اور خانوادہ بھی تکفیر سے محفوظ نہیں۔ (ملاحظہ ہو جامع الشواہد صفحہ ۲)

چاروں اماموں کے پیرو اور چاروں طریقوں کے متبع یعنی حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی، چشتیہ، قادریہ، نقشبندیہ، مجددیہ سب لوگ کافر ہیں۔

اب ہر مسلمان سوچ سکتا ہے کہ آیا یہ شغل تکفیر اسلام یا ملت کی کوئی خدمت ہے یا اسکو تباہ و برباد کرنے کا آلہ ہے یہ حقائق جس مسلمان کے سامنے آئیں گے۔ وہ شرم سے زمین میں گڑ جائے گا۔ اور جو غیر مسلم انہیں دیکھے گا۔ وہ اسلام سے سخت متنفر ہو جائے گا۔ کیا یہ دین کی نیک نامی اور ملت کی عزت کا سامان ہے۔ یا امتی باعث رسوائی پیغمبر ہو رہے ہیں؟

اس میں شک نہیں کہ علماء کی اس باہمی تکفیر کے ہنگامے کو دیکھ کر ایک سیدھا سادہ مسلمان پریشان ہو جاتا ہے اور اس کے قلب میں طرح طرح کے وسوسے پیدا ہونے لگتے ہیں لیکن یاد رکھنا چاہیئے کہ اس ہنگامۂ تکفیر کو اسلام سے کوئی تعلق نہیں اللہ اور رسولؐ اور آئمہ دین اس سے کلیۃً بری ہیں۔ میں قرآن و حدیث سے بیان کروں گا۔ کہ اسلام کیا ہے اور کفر کس کو کہتے ہیں مجھے یقین ہے کہ اس بیان کے بعد مسئلہ واضح ہو جائے گا۔ اور سیدھے سادے مسلمان کو کسی شبہ و تردد کی گنجائش باقی نہ رہیگی یاد رکھنا چاہیئے کہ اسلام کلمہ توحید ہے جو تمام مسلمانوں کو ایک کر دیتا ہے لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ جو شخص اس امر کا اقرار کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمدؐ اس کے آخری پیغمبر ہیں۔ وہ دائرہ اسلام میں داخل ہو جاتا ہے

(باقی دارد)

(آفاق ۱۸ نومبر ۱۹۵۲ء)

درخواست دعا

سید اللہ دتہ شاہ صاحب آف چوہان نے آنکھوں کا اپریشن کرایا ہے۔ آنکھوں میں قدرے تکلیف اور جسمانی کمزوری ابھی تک باقی ہے وہ احباب سے دعا کے لئے درخواست کرتے ہیں۔

بغداد اور بلادِ اسلامیہ میں تبلیغی سرگرمیاں

بسلسلہ اشاعت گذشتہ

۲۸ محرم - ۱۸ اکتوبر ۱۹۵۲ء - بروز سنیچر

اسمٰعیل بھائی کے ہاتھ استاذ عبدالرزاق حسنی کا خط معرف الوطنی کولاشٹ ملا ۳۶، ۳۳ بھجوائے محترمی شیخ غلام قادر صاحب لاہور کو بذریعہ ہوائی ڈاک خط بھیجا اور تبلیغی ڈائری کے چھ اوراق بھی بھجوائے علامہ الاستاذ محمد بہجت الاثری اپنی استری درست کرانے دکان پر آئے پرانے ملاقاتی ہیں روشن خیال عالم ہیں مسلمانوں کی موجودہ انحطاط - جمود - نفاق - فرقہ بازی پر گفتگو رہی حضرت آب چوہدری محمد ظفر اللہ خاں وزیر خارجہ پاکستان کی عالم خدمات اسلامی کا ذکر بھی آیا۔ انہیں رسالہ پاکستان کا عدد خاص ہدیۃً دیا، حضرت الاستاذ عبدالحلیم عابدین السکریٹر العام للاخوان المسلمین قاہرہ کو ذکری مولانا محمد علی بھجوایا - اخویم سلطان علی صاحب حبانیہ سے رجسٹرڈ خط ملا - جناب ڈاکٹر محمد نصیرالدین صاحب کو پیغام صلح نمبر ۲۶ - ۲۷ - ۲۸ برائے مطالعہ دیا - مولوی عبدالماجد صاحب مدینہ کے پرچے لے گئے - شام کو دکان پر ہمارے سلسلہ کے ہمدرد محترمی نواب دین صاحب تشریف لائے - آپ آج سویرے لبنان سے تشریف لا رہے ہیں چار روز قیام کے بعد بصرہ تشریف لے جاویں گے - نواب دین صاحب موصوف نے بتلایا کہ بیروت میں آپ ڈاکٹر مصطفےٰ خالدی سے ملے انہیں جیسس ان ہیون آن ارتھ ...... دیئے - نیز ڈاکٹر صاحب سے معلوم ہوا کہ انہیں لاہور سے خواجہ نذیر احمد صاحب سے - نواب دین صاحب ہی کی تحریر پر دس کاپیاں بھی ملیں ان کتابوں کی اشد ضرورت بتلائی نواب دین صاحب نے ڈاکٹر خالدی صاحب سے اس کے عربی ترجمہ کے متعلق کہا دونوں صاحبان لبنان کے مشہور مورخ اور ادیب استاذ عمر فروخ سے ملے اور ان سے اس کتاب قیمہ کے ترجمہ کی نسبت کہا نیز نواب صاحب نے ان سے فرمایا کہ ترجمہ کے سلسلہ میں وہ ایک سو پاؤنڈ تک خرچ برداشت کریں گے استاذ عمر فروخ نے بتلایا کہ ایک ہفتہ تک وہ جواب دیں گے - دیگر ڈاکٹر مصطفےٰ خالدی نے کہا کہ السید قادری سے کہیو کہ ووکنگ لکھے کہ ایک ہزار کاپیاں اسلام دی ریلیجن آف ہیومینٹی نیا اڈیشن براہ راست مجھے بھجوائیں وہ قیمت ادا کریں گے - یہ اطلاعات باعث مسرت ہیں لبنان میں مسیحی مشنریوں کے مقابلہ میں خالد جیسے مجاہد موجود ہیں خدا انہیں خدمت دین کی مزید توفیق عطا فرمائے محترمی نواب دین صاحب کے سینہ میں جو خدمت دین کی تڑپ ہے اللہ اسے بڑھائے اور جزائے خیر دے -

۲۹ محرم - ۱۹ اکتوبر بروز اتوار :-

جناب حکیم محمد نظام الدین صاحب حیدرآباد دکن کو پیغام صلح نمبر ۳۳ اور الحاج محمد حبیب الرحمٰن صاحب حیدرآباد کو نمبر ۳۲ اور اخویم سید عابد علی صاحب خانقین کو نمبر ۳۶-۳۷ جناب سید کلیم اللہ صاحب حیدرآباد کو "چند معروضات" ڈاک سے بھجوائے - محترمی شیخ محمد عبداللہ صاحب امام جامع ووکنگ کو بذریعہ ہوائی ڈاک خط لکھا جس میں انہیں لکھا ہے کہ ڈاکٹر محمد مصطفےٰ خالدی بیروت کو ایک ہزار کاپیاں اسلام دی ریلیجن آف ہیومینٹی کی قیمتاً ارسال فرماویں - جناب سراج الدین صاحب حیدرآبادی دکان پر آئے انہیں رسالہ حقیقت اسلام دیا حبانیہ سے محترم محمد افضل خاں صاحب تشریف لائے انہیں "چند معروضات" دیا - لاہور سے از عزیزم محمد آصف صاحب چٹھی نمبر ۹۹ مرقومہ ۱۳ اکتوبر ملی دوستوں کے سامنے پیش کیا جاوے گا - جناب نواب دین صاحب دکان پر تشریف لائے موصوف نے ایک نسخہ جیسس ان ہیون آن ارتھ کا لا کر دیا - نیز چند پمفلٹ جو ڈاکٹر مصطفےٰ خالدی سے لائے ہیں دیئے ان میں سے ایک پمفلٹ بلیٹن آف دی مسلم پیپل آرگنائزیشن لبنان برانچ مدرسہ تخریص الوطنیہ لاہور برائے ملاحظہ بھیجا - شام کو محمد تیز گل صاحب دکان پر آئے انہیں چٹھی نمبر ۹۹ لاہور سے آئی ہوئی بتلائی نیز آج اور کل کی ڈائری کے اوراق بھی دکھائے - شام کو استاذ عبدالوہاب عسکر دکان پر آئے دینی باتیں ہوتی رہیں انہیں اسلام دی ریلیجن آف ہیومینٹی کے ڈچ ترجمہ کا ایک نسخہ برائے مکتبہ امام محمد الخالصی کاظمین کے مشہور شیعہ مجتہد دیا امام موصوف تبلیغی معاملات میں دلچسپی لیتے ہیں۔ رات عزت آفندی دکان پر آئے انہیں پیغام صلح نمبر ۳۶-۳۷ دیا -

یکم صفر - ۲۰ اکتوبر ۱۹۵۲ء بروز پیر :-

الامیر محمد عبد المنعم المعظم وصی علی العرش المصری قاہرہ کو الصلوٰۃ و طرق التقدم الثلاثۃ و ایڈیٹر ڈیلی ٹائمس لاگوس نائیجیریا کو "حضرت مرزا غلام احمد" بھجوایا جناب صوفی طیب بھائی صاحب کو پیغام صلح نمبر ۲۶-۲۷ اور نوائے وقت کے پرچے دیئے - اخویم سلطان علی صاحب حبانیہ کے خط کا جواب دیا - اسمٰعیل بھائی کے ہاتھ استاذ علی محمد سرطاوی کو کتاب جیسس ان ہیون آن ارتھ ہدیۃً بھجوایا - یہ نسخہ جناب محترمی نواب دین صاحب سے ملا تھا - بحری ڈاک سے پیغام صلح نمبر ۳۸ روزنامہ جنگ، نوائے وقت الجمعیۃ کے پرچے ملے، طہران سے زبیری صاحب سفارت پاکستانیہ سے نوائے حق کے پرچے برائے تقسیم آئے - شام کو دکان پر عزت مآب السید صالح الحمام اتفاقاً آ گئے - موصوف عراقی پولیس میں انسپکٹر جنرل رہ چکے ہیں آج کل پنشن پر ہیں - تپاک سے ملے اس وقت محترمی نواب دین صاحب اور جناب محمد یوسف الدین خاں آفریدی بھی موجود تھے اخوت اسلامی پر گفتگو رہی اٹھتے ہوئے انہیں یہ رسالے ہدیۃً دیئے الصلوٰۃ وطرق التقدم الثلاثۃ عمر العظیم - ذکری مولانا محمد علی - مجلہ کشمیر - اقبال - بے حد مسرور ہو کر کہا کہ پچھلے دنوں احمدیت کے خلاف بغداد میں چند لوگوں نے شور مچایا تھا - اب سکون ہے - اور اس اس ہدیہ کا شکریہ ادا کیا -

۲ صفر - ۲۱ اکتوبر ۱۹۵۲ء - بروز منگل :-

وزیر اعظم لبنان اسعد خالد شہاب بیروت کو ذکری مولانا محمد علی اور جناب خوجی محمد صاحب کیمبل پور کو پمفلٹ "کافر" بھجوایا - اخویم عبدالصمد صاحب برق حبانیہ کو پیغام صلح نمبر ۲۸ بھجوایا شام کو نواب دین صاحب تھوڑی دیر کے لئے دکان پر آئے -

۳ صفر - ۲۲ اکتوبر ۱۹۵۲ء بروز بدھ

السید احمد الاسعد رئیس مجلس النواب لبنان بیروت کو ذکری مولانا محمد علی اور شیخ بدرالدین الانصاری اسکندریہ کو پیغام صلح نمبر ۳۱-۳۲ و علماء کے فتوے، میجر ارباب محمد خیر وزراولپنڈی کو جریدہ الاتحاد کا نمبر ایس اولاسالا داؤ وگبو کے نائیجیریا کو اسلام دی ریلیجن آف ہیومینٹی اور ٹرو ...... احمدیت" بھجوایا - اخویم عبدالصمد صاحب برق حبانیہ کے خط کا جواب دیا - جناب نواب دین صاحب آج بصرہ جا رہے ہیں الوداعی ملاقات کے لئے دکان پر تشریف لائے - انہیں چند معروضات، دموجودہ ایجی ٹیشن و مسلمان کی تعریف، دوران سفر برائے مطالعہ دیا - بہت عرصہ کے بعد آج استاذ الدکتور صفا خلوصی دکان پر آئے پندرہ منٹ بیٹھے ترجمۃ القرآن انگریزی کے نئے اڈیشن پر عربی میں تبصرہ کرنے کا وعدہ کیا - انہیں ایک کاپی اسلامک ریویو مجریہ ستمبر دیا - اخبار بدر قادیان مجریہ ۲۸ ستمبر میں مراسلہ بنام مولوی عبدالماجد صاحب دریا بادی نظر سے گذرا صاحب مراسلہ قاضی محمد زاہد الحسنی صاحب کیمبل پور ہیں، اخبار صدق میں مراسلہ مذا چھپا ہے - قاضی صاحب کو احمدیت کے متعلق غلط فہمی معلوم دیتی ہے - پمفلٹ چند معروضات بھجوایا - کرکوک سے عبدالعزیز صاحب خیاط آئے انہیں کرکوک کے لئے اخبار الجمعیۃ - جنگ - امروز کے پرچے اور پمفلٹ "چند معروضات" "موجودہ ایجی ٹیشن اور مسلمان کی تعریف" دیئے -

۴ صفر ۲۳ اکتوبر ۱۹۵۲ء - بروز جمعرات :-

مفتی الدیار سوریۃ علامہ السید محمد عسکری دمشق کو ذکری مولانا محمد علی - عزت مآب میاں ضیاء الدین صاحب سفیر پاکستان ٹوکیو کو چند معروضات الحاج جبریل مارٹن لاگوس نائیجیریا کو کال آف اسلام السیدۃ نیرہ ضیاء الحسن صاحب ٹانڈہ کو ضرورت مجدد اور مسلمان کی تعریف بھجوایا - استاذ علی محمد سرطاوی اور استاذ عبدالرزاق الحسنی دکان پر آئے - استاذ سرطاوی کتاب جیسس ان ہیون کی بیحد تعریف کرتے ہیں -

دوپہر کو دکان سے گھر جا رہا تھا راستہ میں یونائیٹڈ سٹیٹس انفارمیشن سروس کی عمارت کے سامنے محترمی ڈاکٹر السید محمود الامین مدیر آثار قدیمہ کے ساتھ مسٹر چارلس کینتھ سینڈ کلچرل افیئرز آفیسر امریکن سفارت بغداد Mr Charles Kenneth Snyder Cultural Affairs Officer American Embassy Baghdad کھڑے ہوئے تھے - ڈاکٹر محمود الامین نے سلام علیکم کے ساتھ ہی مسٹر موصوف سے میرا تعارف کرایا اور بتلایا کہ انہی کا ذکر کیا تھا جن کے پاس انگریزی میں اسلام پر لٹریچر موجود ہے مسٹر موصوف مل کر بہت خوش ہوئے اور کارڈ کا تبادلہ ہوا کہنے لگے میرے پاس ترجمۃ القرآن کی ایک کاپی ہے ذرا تشریح بیان کی لے آیا ہوں میں نے کہا میری دکان بھی قریب ہے آپ کے لئے چند رسالے بھی لے آتا ہوں - واپس دکان پر آ کر مندرجہ ذیل کتب ان کے اور ان کی بیوی کے لئے لے گیا - ٹیچنگ آف اسلام نیو ورلڈ آرڈر - اسلام دی ریلیجن آف ہیومینٹی - پرافٹ آف اسلام وحی ان اسلام - اسلامک آف ڈ ایورس اینڈ میرج - موصوف بھی ترجمہ لے آئے دیکھنے سے معلوم ہوا کہ حضرت امیر مرحوم کے نئے اڈیشن کا نسخہ ہے - میں نے کتب ہدیۃً پیش کیں بہت ہی ممنون ہوئے

احمدیہ ینگ مینز ایسوسی ایشن کے ضروری اعلانات

لاہور کے احمدی نوجوانوں کو ایک دعوت چائے

۲۶ نومبر کو بعد از نماز عصر احمدیہ مسجد میں ایسوسی ایشن کی ایک ماہانہ مجلس کے موقعہ پر لاہور کے تقریباً پچاس احمدی نوجوانوں نے شرکت کی۔ اس موقعہ پر چائے کا اہتمام کیا گیا۔ مختلف احباب نے ایسوسی ایشن کی ترقی و استحکام کے لئے تجاویز پیش کیں۔ آخر میں دعا پر یہ کامیاب مجلس برخاست ہوئی۔

۲۳ر نومبر کی ہفتہ وار مجلس

مورخہ ۲۳ر نومبر کو حسب معمول احمدیہ لائبریری میں نوجوانوں کی ہفتہ وار مجلس منعقد ہوئی ناصر احمد صاحب نے تلاوت قرآن کریم کی جس کے بعد راقم الحروف نے مجلس گذشتہ کی روئداد پڑھی۔ انوار الحق صاحب نے درثمین سے ایک نظم پڑھی۔ اس کے بعد انعام الحق صاحب برنالوی نے حضرت مسیح موعود اور مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کے مباحثہ کا ایک حصہ پڑھکر سنایا۔ پھر مرزا مقبول احمد بیگ صاحب نے مغرب میں تبلیغ اسلام کے متعلق ایک موثر تقریر کی۔ آپ نے فرمایا کہ جہاں ہمیں مغربی ممالک میں زیادہ سے زیادہ تبلیغ اسلام کرنے کی ضرورت ہے وہاں ہمیں اپنے کردار کو عین اسلام کے مطابق بنانے کی بھی اشد ضرورت ہے۔ آخر میں مولنا عزیز بخش صاحب نے دعا فرمائی اور مجلس برخاست ہوئی۔

۳۰ر نومبر کو ایک مباحثہ ہوگا

لاہور کے احمدی نوجوانوں کو شرکت کی دعوت

احمدیہ ینگ مینز ایسوسی ایشن لاہور کے آئندہ ہفتہ وار اجلاس میں جو اتوار مورخہ ۳۰ر نومبر کو احمدیہ لائبریری واقعہ احمدیہ بلڈنگس میں منعقد ہوگا، ذیل کے موضوع پر ایک مباحثہ ہوگا۔ "اس ایوان کی رائے ہے کہ اردو پاکستان کی قومی زبان ہو جانی چاہیئے" مقررین حضرات حسب ذیل ہوں گے:-

موافق:- فضل الرحمٰن صاحب۔ اسلام الحق صاحب۔ انوار الحق صاحب۔ منور احمد صاحب۔

مخالف:- غلام ربانی صاحب۔ سلیم احمد صاحب۔ اکرام الحق صاحب۔

جج:- ڈاکٹر غلام محمد صاحب۔ ڈاکٹر اللہ بخش صاحب۔ مرزا مسعود بیگ صاحب ہوں گے۔

اچھے مقررین میں انعامات تقسیم ہوں گے۔ جملہ احباب کی خدمت میں درخواست ہے شرکت فرما کر شکریہ کا موقعہ دیں۔

خاکسار۔ سلطان محمد سیکرٹری

اخبارِ احمدیہ

— حضرت امیر مولنا صدر الدین صاحب بحمداللہ بخیر و عافیت ہیں۔

— حضرت صاحب صدر ۲۲ر نومبر کو لائلپور سے لاہور تشریف لائے ۲۳ر کو انجمن کی مجلس منتظمہ کی صدارت فرمائی اور ضروری امور سر انجام دیئے جس کے بعد ۲۶ر نومبر کو واپس لائلپور تشریف لے گئے۔

— محترم خانبہادر غلام ربانی خاں صاحب آنریری جنرل سیکرٹری ۲۳ر نومبر کی شام کو مانسہرہ سے لاہور آئے اور انجمن کے ضروری کاموں کی سر انجام دہی میں مصروف ہیں۔

سانحہ ارتحال جناب ایم اے کریم صاحب احمدی کنولیسر رام پور ۲ مدھیہ بھارت (انڈیا) اپنے ایک خط میں اطلاع دیتے ہیں کہ ان کے عم بزرگوار ۱۳ر نومبر کو بوقت آٹھ بجے انتقال فرما گئے انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ہمیں اس صدمہ میں جناب ایم اے کریم صاحب سے دلی ہمدردی ہے اللہ تعالیٰ انہیں اور دیگر لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے اور مرحوم کو جنت نصیب کرے۔ احباب کرام سے جنازہ غائبانہ کی درخواست ہے۔

درخواستہائے دعا

(۱) محترم عبد العزیز صاحب ریلوے گارڈ خانپور ریاست بہاولپور اطلاع دیتے ہیں کہ محترمہ ام جمیل صاحبہ ہمشیرہ جموں بعارضہ پلوریسی بیمار ہیں اور میو ہسپتال لاہور میں زیر علاج ہیں آپ ایک نہایت ہی مخلص بلند پایہ اور نیک احمدی خاتون ہیں سلسلہ کی تمام تحریکات میں بڑھ چڑھکر حصہ لیتی رہتی ہیں ان کی صحت عاجلہ و کاملہ کیلئے حضرت امیر قوم، حضرت صاحب صدر اور دیگر بزرگان ملت سے دعا کی درخواست ہے اس کے علاوہ خاکسار کی اہلیہ ام مختار بھی ایک عرصہ سے علیل ہیں اس کے لئے بھی دعا فرمائی جائے۔ (۲) فیجی (جنوبی امریکہ)

پیغام صلح کے متعلق

حضرت صاحب صدر کا مکتوب گرامی

مکرمی بندہ مولوی دوست محمد صاحب سلمہ الرحمٰن

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ مزاج شریف

مجھے بڑی خوشی ہوتی ہے۔ جب پیغام صلح کی ترتیب مضامین کو دیکھتا ہوں خدا کے فضل سے پیغام صلح کا پرچہ اب دلکش ہوتا جاتا ہے۔ اور مقررہ دن نہ آوے تو سخت انتظار رہتی ہے۔ شیخ غلام حسین صاحب سیالکوٹی اور فخر الدین احمد صاحب سیالکوٹی کے مضامین بڑے اعلیٰ پیمانہ پر ہوتے ہیں۔ کل اخبار میں بیگم صاحبہ عبد الرؤف خاں لودھی جہلم کا مضمون بڑا دلکش تھا۔ دیگر اہل قلم کے مضامین بھی اخبار کو ہر دلعزیز بنا رہے ہیں میں ان سب صاحبان کا تہ دل سے مشکور ہوں۔ اگر اسی طرح دیگر اہل قلم حضرات بھی کبھی کبھی کوئی مضمون موجودہ حالات کے متعلق سپرد قلم کریں۔ تو بڑی خوشی کی بات ہوگی اس سے انسان کا علم بڑھتا ہے۔ اور اس علم سے بھی سلسلہ کا وقار پیدا ہوتا ہے۔ اس واسطے احباب سلسلہ کی خدمت میں گذارش کرتا ہوں۔ کہ مضامین نویسی میں ذوق و شوق پیدا کریں۔ اس سے زندگی پیدا ہوتی ہے۔ اور فعال جماعتوں کے لئے ہر وقت اس دھن میں رہنا ضروری ہوتا ہے جس خدمت دین کا کوئی کام ہو جاوے۔ بہنوں کو بھی چاہیئے کہ وہ بیگم صاحبہ عبد الرؤف خاں صاحب کی تقلید کریں ہماری جماعت میں ایسی بہنیں اور بچیاں ہیں۔ جو اچھے سے اچھے مضامین لکھ سکتی ہیں۔ تحریک کی اور نمونہ کی ضرورت ہے۔ والسلام

میاں محمد

---

۲۶ ہمارے ایک محترم دوست اور سرگرم کارکن مسٹر ایم آر نادی دعا کی درخواست کرتے ہیں امید ہے ان کے لئے بھی دعا فرمائی جاوے گی۔

عالی مرتبہ کا نبی جس کے عالی مقام کا انتہا معلوم نہیں ہوسکتا

حضرت مسیح موعودؑ کا بیان حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں

"اس میں شک نہیں کہ توحید اور خدادانی کی متاع رسول کے دامن سے ہی دنیا کو ملتی ہے بغیر اسکے ہرگز نہیں مل سکتی اور اس امر میں سب سے اعلیٰ نمونہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دکھایا کہ ایک قوم جو نجاست پر بیٹھی ہوئی تھی ان کو نجاست سے اٹھا کر گلزار میں پہنچا دیا اور وہ جو روحانی بھوک اور پیاس سے مرنے لگے تھے ان کے آگے روحانی اعلیٰ درجہ کی غذائیں اور شیریں شربت رکھ دیئے۔ ان کو وحشیانہ حالت سے انسان بنایا۔ پھر معمولی انسان سے مہذب انسان بنایا اور اس قدر ان کیلئے نشان ظاہر کئے کہ ان کو خدا دکھلا دیا اور ان میں ایسی تبدیلی پیدا کر دی کہ انہوں نے فرشتوں سے ہاتھ جا ملائے یہ تاثیر کسی اور نبی سے اپنی امت کی نسبت ظہور میں نہ آئی کیونکہ ان کے صحبت یاب ناقص رہے پس میں ہمیشہ تعجب کی نگاہ سے دیکھتا ہوں کہ یہ عربی نبی جس کا نام **محمدؐ** ہے (ہزار ہزار درود اور سلام اس پر) یہ کس **عالی مرتبہ کا نبی** ہے اس کے عالی مقام کا انتہا معلوم نہیں ہوسکتا اور اسکی تاثیر قدسی کا اندازہ کرنا انسان کا کام نہیں۔ افسوس کہ جیسا حق شناخت کا ہے اسکے مرتبہ کو شناخت نہیں کیا گیا **وہ توحید** جو دنیا سے گم ہو چکی تھی وہی ایک پہلوان ہے جو دوبارہ اسکو دنیا میں لایا اس نے خدا سے انتہائی درجہ پر محبت کی اور انتہائی درجہ پر بنی نوع کی ہمدردی میں اسکی جان گداز ہوئی اس لئے خدا نے جو اسکے دل کے راز کا واقف تھا اسکو **تمام انبیاء اور تمام اولین و آخرین** پر فضیلت بخشی اور اسکی مرادیں اسکی زندگی میں اسکو دیں۔ وہی ہے جو سرچشمہ ہر ایک فیض کا ہے اور وہ شخص جو بغیر اقرار افاضہ اسکے کے کسی فضیلت کا دعویٰ کرتا ہے وہ انسان نہیں ہے بلکہ **ذریت شیطان** ہے کیونکہ ہر ایک فضیلت کی کنجی اس کو دی گئی ہے اور ہر ایک معرفت کا خزانہ اسکو عطا کیا گیا ہے جو اسکے ذریعہ سے نہیں پاتا وہ محروم ازلی ہے ہم کیا چیز ہیں اور ہماری حقیقت کیا ہے ہم کافر نعمت ہونگے اگر اس بات کا اقرار نہ کریں کہ توحید حقیقی ہم نے اسی نبی کے ذریعہ سے پائی اور زندہ خدا کی شناخت ہمیں اسی کامل نبی کے ذریعہ سے اور اسکے نور سے ملی ہے اور خدا کے مکالمات اور مخاطبات کا شرف بھی جس سے ہم اس کا چہرہ دیکھتے ہیں **اسی بزرگ نبی** کے ذریعہ سے ہمیں میسر آیا اس آفتاب ہدایت کی شعاع دھوپ کی طرح ہم پر پڑتی ہے اور اسی وقت تک ہم منور رہ سکتے ہیں جب تک کہ ہم اس کے مقابل پر کھڑے ہیں۔"

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۱۵ - ۱۱۶)

خلقت الٰہی کے کمالات اور اسکے مقررہ اندازوں سے معرفت الٰہی کا حصول

صرف معرفت الٰہی اور تزکیہ نفس ہی کامیابی اور فلاح کا ذریعہ ہے

خطبہ جمعہ حضرت امیر مولانا صدر الدین صاحب فرمودہ ۲۸ نومبر ۱۹۵۲ء ـ بمقام احمدیہ بلڈنگس لاہور

سبح اسم ربک الاعلی ٥ الذی خلق فسوی ٥ والذی قدر فھدی ٥ والذی اخرج المرعی

قرآن شریف الٰہیات کی کتاب ہے اس میں اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات اور کمالات کا تذکرہ ہے اور یہ تذکرہ قرآن کے ہر صفحہ اور ہر سطر میں پایا جاتا ہے اسی لئے اسکو الٰہیات کی کتاب کہا جاتا ہے وہ خدا جس نے اس کتاب کو اتارا اگر اس کا ذکر اس کے ایک ایک صفحہ میں نہ ہوتا تو یہ الٰہیات کی کتاب نہ کہلا سکتی خدا نے اس میں اپنے احسانات اور کمالات کا ذکر کیا ہے یہ اس لئے ہے کہ انسان کی فطرت ان کو پسند کرتی ہے ہر کمال کے مشاہدہ سے بے اختیار اس کی زبان پر مدح کے کلمات آجاتے ہیں اور احسان کے سامنے اس کی گردن جھکتی ہے۔

تو اللہ تعالیٰ کی ذات میں تمام خوبیاں اور کمالات پائے جاتے ہیں، وہ تمام نعما اور تمام فیض کا سرچشمہ ہے ایک جگہ فرمایا یاایھا الناس اعبدوا ربکم الذی خلقکم کتنا چھوٹا سا جملہ ہے لیکن اس کے اندر دلائل بکھرے پڑے ہیں۔ اس میں خدا تعالیٰ کی خالقیت کے کمالات اور اس کی ربوبیت کے احسانات کا تذکرہ ہے ان حقائق کی بنا پر فرمایا اعبدوا یعنی ہماری فرمانبرداری اس وجہ سے کرو کہ ہم نے ہی تمہیں جان دی جس سے بڑھکر اور کوئی انعام نہیں ہو سکتا اور اسکی ربوبیت کے لئے بہت بڑے پیمانے پر سامان بہم پہنچائے اور اسی طرح سے اپنے علیم ہونے کے متعلق دلائل بیان فرماتے ہیں کہ میں خالق ہونے کی وجہ سے علیم ہوں کیونکہ خالق موجد ہی کو اپنی پیدا کردہ اشیاء کا پورا علم ہو سکتا ہے اس کا علم اس لئے محیط ہے کہ وہ ہر شئے کا خالق ہے خلق کل شئی وھو بکل خلق علیم اور فرمایا الا یعلم من خلق وھو اللطیف الخبیر۔ بھلا وہ نہ جانے جس نے پیدا کیا درآنحالیکہ وہ بہت باریک علم رکھنے والا ہے۔ الغرض خدا تعالیٰ اپنی ذات کو منوانے کے لئے دلائل بیان فرماتا ہے کیونکہ دلائل سے بصیرت اور بصیرت سے عرفان و ایقان پیدا ہوتے ہیں۔۔۔ یہی وجہ ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جناب الٰہی میں عرض کی رب ارنی کیف تحی الموتی اے اللہ مجھے دکھا دے کہ مردوں کو کس طرح زندہ کرتا ہے فرمایا اولم تؤمن کیا تو ایمان نہیں لاتا عرض کیا بلی ولکن لیطمئن قلبی ایمان تو لاتا ہوں لیکن دلائل کے بغیر اطمینان نہیں ہوتا، ماننا اور چیز ہے لیکن بصیرت اور معرفت اور چیز ہے۔ معلوم ہوا فطرت دلائل کی پیاسی ہے۔

یہ سورت جو میں نے پڑھی ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اسکو جمعہ کے دن پڑھا کرتے تھے حضور کو یہ سورت محبوب تھی۔ اس میں اللہ تعالیٰ کے کمالات کا ذکر ہے اس لئے ہر جمعہ اسکو دہرانے کا مطلب یہی ہے کہ اس دن جب شہر اور دیہات کے تمام لوگ جمع ہوتے ہیں کمالات الٰہی سے لوگ واقف ہو جائیں۔ خدا کے کمالات کو جانے بغیر اس سے تعلق استوار نہیں ہو سکتا، فرمایا سبح اسم ربک الاعلی وہ خدا جس کی طاقت اور قدرت کی کچھ انتہا نہیں اس کی تسبیح پڑھو، تسبیح کیا ہے؟ خدا تعالیٰ ہر ایک نقص سے پاک ہے، وہ کھاتا نہیں پیتا نہیں، سوتا نہیں، ہر قسم کی حاجات و ضروریات سے پاک ہے۔ باقی تمام ہستیاں جن کی پرستش ہوتی ہے، وہ مخلوق ہیں، کھانے پینے کی محتاج ہیں وکان یا کلان الطعام عیسےٰ اور مریم دونوں کی پرستش ہوتی ہے، یہاں تو مریم کی پرستش نہیں ہوتی، یورپ میں بت پرستش کی جاتی ہے۔ اسکو Worship of Mother کہا جاتا ہے اسکے ذریعہ "خدا کے بیٹے" سے دعا کی جاتی ہے اور "خدا کے بیٹے" کے ذریعہ خدا سے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یہ دونوں کھانے اور پینے کے محتاج تھے، پانی پر انسان کی زندگی ہے وجعلنا من الماء کل شئی حی، ہمارے جسم کے اندر پانی کی مقررہ مقدار کا ہونا ضروری ہے جب وہ کم ہوتی ہے تو پیاس لگتی ہے اسی طرح جب وہ ذرات جن کا انسانی نشو ونما سے تعلق ہے ضائع ہو جاتے ہیں تو بھوک لگتی ہے اور پھر کھانا کھاتے ہیں، تو حضرت عیسےٰ اور ان کی ماں کا وجود ہزاں موت کا شکار تھے، کھانا کھا کر اور پانی پی کر زندہ رہتے تھے، کیا وہ ہستی پرستش کا استحقاق رکھتی ہے، جو ایسے نقصوں سے بھری ہوتی ہو، رامچندر یا اور کرشن کتنی بڑی ہستیاں ہوئے، لیکن انسانی نقائص سے پاک نہیں، اللہ تعالیٰ وہ بلند ترین ہستی ہے جو اپنی قدرت اور کمالات کی وجہ سے ہر قسم کے نقصوں سے پاک ہے اتنی بڑی قدرت اور ایسے کمالات اس کے اندر پائے جاتے ہیں کہ تمہارے وہم میں کبھی نہیں آ سکتے۔

قصہ کوتاہ یہ کہ خدا تعالیٰ نقائص سے منزہ بلکہ الاعلیٰ ہے۔ یعنی اپنے اقتدار اور اپنی ابداع آفرینش میں اور طاقت تخلیق میں بلند ترین علو پر۔۔۔ دانخ ہے اور اس کے کمالات اور اس کے علو کی تفصیلات یہ ہیں الذی خلق فسوی، وہ خدا جس نے پیدا کیا پھر ٹھیک ٹھیک بنایا کیا پیدا کیا؟ اس میں کل شئی محذوف ہے یعنے ہر چیز کو پیدا کیا، یہ آسمان اور زمین، کواکب اور سیارے انسان اور حیوان، چرند اور پرند اور ہر قسم کے جانور، زمین کی نباتات اور سبزیاں سب کی سب چیزیں اس نے پیدا کیں۔

لیکن پیدا کرنا اور چیز ہے فسوی ہر چیز کے اندر کمالات رکھ دیئے۔ اللہ تعالیٰ نے کیڑوں مکوڑوں میں بھی کمالات پیدا کئے ہیں اور ان کی تخلیق کے اندر علم کا دریا بہا دیا ہے۔ اس علم کو اینٹو مالوجی (Entomology) کہتے ہیں۔ خود انسان کے اندر کس قدر کمالات رکھے ہیں انسان کی کھوپڑی کے اندر کس قدر استعدادیں اور صلاحیتیں جمع کر دی ہیں، انسان کے اندر اتنے کمالات ہیں تو وہ جس نے اسکو پیدا کیا وہ کتنے بڑے کمالات کا مالک ہوگا، انسان کو اس نے اپنا خلیفہ بنایا تو اس کے اندر اپنی خالقیت کا رنگ بھی رکھ دیا جس کو ایجاد کہتے ہیں اسی لئے فرمایا فتبارک اللہ احسن الخالقین۔

پھر فرمایا الذی قدر فھدی، اس نے ہر چیز کا اندازہ مقرر کر رکھا ہے، ہر چیز کو اندازے سے پیدا کیا ہے، کواکب و عناصر و معدنیات و پانی و پہاڑ و دریا و سمندر و خشکی سب اندازے سے پیدا کئے ہیں، دنیا بھر کی نباتات و جاندار مخلوق کے لئے کتنا پانی چاہیئے، ان کے لئے کتنی لکڑی درکار ہوگی، ان کو کتنا لوہا کتنا کوئلہ دیا جائے، ان کے لئے تیل کے خزانے کس پیمانے پر ہوں، یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت کاملہ سے حسب ضرورت پیدا کیا ہے۔

علاوہ ازیں کائنات کی فضا میں بہت وسعت رکھی ہے، اس کے سیارے بے شمار ہیں ان کے حجموں کا ان کی بے حد تیز رفتاریوں کا اندازہ کیا، ان کے درمیانی فاصلوں کا اندازہ کیا تاکہ وہ فضا میں توازن قائم کرنے کے معلق بھی رہیں اور تیز رفتاری سے اور پوری پابندی وقت کے ساتھ سیاحت بھی کر سکیں، یہی معنے ہیں ووضع المیزان کے۔

پھر ان کے اندر مختلف تاثیرات رکھدیں اور تمام کی تمام کائنات میں تعاون پیدا کر دیا پھر والذی قدر کے ساتھ فرمایا فھدی۔ یعنی خدا نے اس کائنات کی تمام چیزوں کو پیدا کیا اور پھر سب کے اندر کمالات رکھ دیئے۔ اور ہر مخلوق کے اجزاء کو اندازے سے ترکیب دی اور ہر مخلوق کی رہنمائی بھی فرمائی، بطخ کا بچہ پانی دیکھتے ہی اس کے اندر گھس جاتا اور خوش ہوتا ہے لیکن مرغی کا بچہ پانی میں ہرگز داخل نہیں ہوتا بلکہ اس کا ایسا کرنا موت کے منہ میں جانا ہے، چیتے کا بچہ سبزی پر نہیں پالا جا سکتا، اور بکری کے سامنے گوشت رکھنا بیوقوفی ہے، اسی طرح گائے بیلوں کا رسالہ نہیں بنایا جا سکتا، خدا نے اس قسم کے کام کی استعداد گھوڑے میں رکھی ہے، غرض ہر چیز کی فطرت میں یہ رکھدیا ہے کہ اس نے یہ کام کرنا ہے اور اس راہ پر چلنا ہے،

والذی اخرج المرعی پھر سبزیاں اور نباتات پیدا کی فجعلہ غثاء احوی ان کو خشک کر دیتا ہے اور وہ کوڑا کرکٹ بن جاتی ہے، اس سے اس حقیقت کا انکشاف

(باقی بر صفحہ ۱۶)

پیغام صلح

جلد ۴۰ | یوم چہارشنبہ مورخہ ۱۳ ربیع الاول ۱۹۵۲ء | نمبر ۴۹

کامل اور آخری نبی

ختم شد بر نفس پاکش ہر کمال
لاجرم ختم شد ہر پیغمبرے

امت مسلمہ کے بعض فروعی اختلافات نے جہاں ملک ملت کے شیرازہ کو مختلف پہلوؤں سے منتشر اور پراگندہ کرنے میں مدد دی ہے، وہاں حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی دوبارہ آمد کے عقیدہ نے ختم نبوت کے جہتم بالشان مسئلہ کو محل نزاع بنا کر اختلافات کی خلیج کو بہت وسیع کر دیا ہے۔ دوسری طرف ہمارے قادیانی دوستوں نے ایک نئی نبوت کا ڈھونگ رچا کر ختم نبوت کو مشتبہ اور ملتبس کرتے اور اختلافات کی خلیج کو اور زیادہ وسعت دینے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی جس کا یہ نتیجہ ہے کہ آج جماعت احمدیہ کو امت مسلمہ سے الگ ایک نئی امت قرار دینے کی کوششیں کی جا رہی ہیں حالانکہ اگر غور سے دیکھا جائے تو جہاں تک ختم نبوت کا تعلق ہے قادیانیوں اور عام مسلمانوں کے عقیدہ میں چنداں فرق معلوم نہیں ہوتا اگر قادیانی حضرت مرزا صاحب کو منصب نبوت پر کھڑا کر کے ایک امتی کو نبی بنا رہے ہیں تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دوبارہ لانے والے یہ کہہ کر کہ وہ امتی ہو کر آئیں گے ایک نبی کو امتی بنا رہے ہیں، جرم ایک ہی ہے دونوں ایک ہی کشتی کے سوار ہیں جو ختم نبوت کو ملتبس کرنے کا موجب ہے۔

اگر یہ صحیح ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی قسم کا نیا یا پرانا نبی آ سکتا ہے تو یہ ظاہر اور کھلی موٹی بات ہے کہ آخری نبی وہی ہوگا جو آپ کے بعد آئے، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس صورت میں خاتم النبیین نہیں ہو سکتے نہ آپ کا زمانہ اور آپ کا فیضان قیامت تک جاری رہ سکتا ہے اور نہ آپ آخری اور کامل نبی کہلا سکتے ہیں، کامل نبی وہی ہے جس پر نبوت کے تمام کمالات ختم ہو جائیں اور اس کے بعد کبھی دوسرے نبی کے آنے کی ضرورت باقی نہ رہے اسی لئے حضرت مجدد وقت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بار بار اس بات پر زور دیا کہ:۔

"میرے پر یہی کھولا گیا ہے کہ حقیقی نبوت کے دروازے خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بکلی بند ہیں اب نہ کوئی جدید نبی حقیقی معنوں کی رو سے آ سکتا ہے اور نہ کوئی قدیم نبی" (سراج منیر ص۳)

"اس نبوت پر تمام نبوتوں کا خاتمہ ہے اور ہونا چاہیئے تھا کیونکہ جس کے لئے ایک آغاز ہے اس کے لئے ایک انجام بھی ہے لیکن یہ نبوت محمدیہ اپنی ذاتی فیض رسانی سے قاصر نہیں بلکہ سب نبوتوں سے زیادہ اس میں فیض ہے اس نبوت کی پیروی خدا تک بہت سہل طریق سے پہنچا دیتی ہے اور اس کی پیروی سے خدا تعالےٰ کی محبت اور اس کے مکالمہ اور مخاطبہ کا اس سے بڑھکر انعام مل سکتا ہے جو پہلے ملتا تھا مگر اس کا کامل پیرو صرف نبی نہیں کہلا سکتا کیونکہ نبوت کاملہ تامہ محمدیہ کی اس میں ہتک ہے ہاں امتی اور نبی دونوں لفظ اجتماعی حالت میں اس پر صادق آتے ہیں کیونکہ اس میں نبوت تامہ کاملہ محمدیہ کی ہتک نہیں بلکہ اس نبوت کی چمک اس فیضان سے زیادہ ظاہر ہوتی ہے۔" (الوصیت ص۱۰)

لیکن جہاں حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی دوبارہ آمد کے قائلین ختم نبوت کے اس پہلو کے منکر ہیں کہ حضرت نبی کریم صلعم کا فیضان قیامت تک کے لئے جاری ہے اور آپ کی امت کی اصلاح کے لئے کسی پرانے نبی کے آنے کی ضرورت نہیں بلکہ آپ ہی کی قوت قدسی قیامت تک کام کرتی رہے گی اور ہر زمانہ میں ایسے لوگ ہوتے رہیں گے جو آپ سے فیض پا کر امت مسلمہ کی اصلاح کرتے رہیں وہاں دوسری طرف ہمارے قادیانی دوست ختم نبوت کے اس پہلو کے منکر ہیں جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری نبی ہونے سے تعلق رکھتا ہے، حالانکہ اگر غور کر کے دیکھا جائے تو ختم نبوت کا مفہوم دونوں پہلو اپنے اندر رکھتا ہے چونکہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فیضان قیامت تک جاری رہے گا اس لئے آپ ہی آخری اور کامل نبی ہیں اور کوئی اور نبی آپ کے بعد نہیں آ سکتا، ہاں آپ کے کامل متبع فنا فی الرسول کے مقام پر پہنچکر اور رنگ نبوت سے رنگین ہو کر اولیاء اللہ اور مجدد و محدث کا مرتبہ حاصل کر سکتے ہیں۔

لیکن کہا جاتا ہے کہ آنحضرت صلعم کی پیروی اور اتباع سے اگر کوئی شخص منصب نبوت پر فائز ہو جائے اور وہ شریعت محمدیہ ہی کا پابند رہے اور نئی شریعت نہ لائے تو یہ ختم نبوت کے منافی نہیں کاش اس خیال کے حامی اس بات پر بھی غور کر لیتے کہ نبوت فی الحقیقت اسی چیز کا نام ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی شریعت یا کوئی نیا حکم لایا جائے۔ شریعت کے بغیر کوئی شخص نبوت کے منصب پر فائز نہیں ہو سکتا اور چونکہ شریعت کی ضرورت قرآن شریعت کے آنے پر ختم ہو چکی ہے اس لئے نبوت کا منصب بھی زائل ہو چکا ہے صرف نام باقی ہے جو کاملین امت پر لغوی معنوں میں بولا جا سکتا ہے، اصطلاحی معنوں میں کسی کو نبی نہیں کہا جا سکتا یہی بات حضرت مسیح موعودؑ نے کھلے طور پر بیان فرمائی ہے۔

واولیا را مکالمات و مخاطبات است دریں امت وایشاں را رنگ انبیاء دادہ میشود وایشاں درحقیقت نبی نیستند زیرا کہ قرآن حاجت شریعت را بکمال رسانیدہ (مواہب الرحمٰن ص۶۶)

ان الفاظ سے صاف واضح ہے کہ چونکہ شریعت کمال کو پہنچ چکی ہے اس لئے اب کوئی شخص فی الحقیقت نبی نہیں ہو سکتا۔ اس لئے حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہ کہنا بالکل صحیح ہے کہ آپ ہی آخری اور کامل نبی ہیں جس کا مفہوم حضرت مسیح موعودؑ نے اس شعر میں نہایت اختصار کیساتھ واضح کر دیا ہے۔

ختم شد بر نفس پاکش ہر کمال   لاجرم ختم شد ہر پیغمبرے

جس وقت سے تحفظ ختم نبوت کا شور و غوغا شروع ہوا ہے اور تمام تمام محافظین ختم نبوت نے قادیانی جماعت کے عقائد کو پیش نظر رکھتے ہوئے سلسلہ احمدیہ پر تیر برسانے شروع کئے ہیں ہمارا خیال تھا، کہ قادیانی جماعت اپنے عقیدہ ختم نبوت اور اجرائے نبوت میں ضروری اصلاح کر لیگی جس کے کچھ آثار بھی ان کی بعض تحریروں سے نظر آنے لگے تھے اسی لئے مخالفین سلسلہ کے اعتراضات کا جواب دیتے ہوئے ہم نے قادیانی جماعت کے متعلق خاموشی اختیار کر لی لیکن ہم دیکھ رہے ہیں کہ جوں جوں مخالفت کا جوش کم ہوتا جا رہا ہے وہ بدستور اپنے عقیدہ اجرائے نبوت پر زور دیتے چلے جا رہے ہیں اور "الفضل" کے ہر پرچہ میں کوئی نہ کوئی ایسا مضمون نکل آتا ہے جس میں اجرائے نبوت کے عقیدہ کو صحیح ثابت کرنے کی کوشش کی جاتی ہے کبھی قرآن کریم کی بعض آیات سے یہ غلط مفہوم پیش کیا جاتا ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبی آ سکتا ہے کبھی بزرگان امت کے دم بریدہ کلمات پیش کر کے ان کو اجرائے نبوت کے مؤید بنا لیا جاتا ہے، کبھی مسیح موعود کے کلمات کو سیاق و سباق چھوڑ کر اجرائے نبوت کے ثبوت میں پیش کر دیا جاتا ہے، حالانکہ خود "الفضل" نے اس بات پر زور دیا تھا کہ کسی کی تحریریں سے سیاق و سباق چھوڑ کر دم بریدہ کلمات پیش کرنا دیانتداری کے خلاف ہے اور اسکو قانوناً جرم قرار دینا چاہیئے لیکن وہ خود اسی جرم کا ارتکاب ہر نئے دن کرتا ہے اور کوئی اسے ٹوکنے والا نہیں، "الفضل" کا خاتم النبیین نمبر جو دو تین ماہ ہوئے شائع ہوا تھا اسی قسم کے دیانتدارانہ ارتکابات سے بھرا پڑا ہے اسمیں قرآن کریم کی وہ آیات اجرائے نبوت کے ثبوت میں پیش کی گئیں جن کا حضرت مسیح موعود کو کبھی وہم بھی نہ ہوا تھا کہ ان سے اجرائے نبوت کا مفہوم بھی نکل سکتا ہے۔ بزرگان دین کے اقوال کے وہ معنے کئے گئے جو ان کے وہم و گمان میں بھی نہ آ سکتے تھے۔ ایسی احادیث پیش کی گئیں جن سے اجرائے نبوت کا مفہوم کسی طرح پیدا نہ ہو سکتا تھا لیکن پیدا کیا گیا حضرت مسیح موعودؑ کے ارشادات کو اس رنگ میں پیش کیا گیا جو آپ کے وہم میں بھی نہ آ سکتا تھا کہ اس سے اجرائے نبوت کا مفہوم لیا جا سکے گا حالانکہ ان تمام اقوال و احادیث اور آیات قرآنی اور ارشادات مسیح موعودؑ پر گذشتہ سال ایک طویل سلسلہ مضمون میں مفصل روشنی ڈالی جا چکی ہے، کاش ہمارا معاصر اور دیگر قادیانی دوست اسکو غور سے پڑھکر اپنے پیش کردہ خیالات پر نظر ثانی کرنے کی تکلیف گوارا کرتے تو انہیں ایسی باتیں دوہرانے کی ضرورت پیش نہ آتی۔

ابھی چند دن ہوئے "الفضل" کے ایک شذرہ میں کسی مخالف کو جواب دیتے ہوئے قرآن کریم کی آیت واذ اخذ اللہ من النبیین میثاقھم ومنک الخ پیش کی گئی اور اس کا یہ مفہوم بتایا گیا کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی کسی آنے والے نبی پر ایمان لانے کا عہد لیا گیا (معاذ اللہ) افسوس ہے کہ ایسا کلمہ لکھتے ہوئے یہ خیال نہ آیا کہ اگر نبی کریم صلعم سے بھی کسی آنے والے نبی پر ایمان لانے کا عہد لیا جا چکا ہے، تو پھر وہ آنیوالا نبی آپ کا امتی کس طرح ہو سکتا ہے اور اگر آپ اس کے زمانہ میں زندہ ہوتے تو آپ اس پر ایمان لانے کی وجہ سے اس کے تابع ہوتے یا متبوع؟ اس آیت کا حقیقی مفہوم تو بالکل واضح تھا کہ جس طرح آپ سے پہلے نبیوں سے یہ عہد لیا گیا کہ جب "وہ نبی" یعنے محمد رسول اللہ صلعم آئے تو اس پر ایمان لانا اسی طرح حضرت نبی کریم صلعم سے بھی تمام سابق انبیاء کی تصدیق کرنے کا عہد لیا گیا، لیکن قادیانی عقیدہ نے اسکو توڑ مروڑ کر کچھ کا کچھ بنا دیا اور اس بات پر ذرہ غور نہ کیا کہ اس سے کس قدر خطرناک نتائج پیدا ہونے کا احتمال ہے۔

اسی طرح حال ہی میں ایک شذرہ میں کسی مخالف مولوی کو یہ چیلنج دیا گیا کہ وہ آنحضرت صلعم کا آخری نبی ہونا ثابت کرے اور اگر کوئی غیر صاحب شریعت نبی نہیں ہو سکتا تو ایک لاکھ چوبیس ہزار نبیوں کی فہرست پیش کرے، حالانکہ حضرت مسیح موعودؑ نے کھلے طور پر آنحضرت صلعم کو آخری نبی قرار دیا ہے ملاحظہ ہو

حوالجات ذیل :۔

"سب سے آخر حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا کیا جو خاتم الانبیاء اور خیر الرسل ہے" (حقیقۃ الوحی ص ۱۴۱)

"صرف اس خدا نے ہی خبر دی جس نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سب نبیوں کے آخر میں بھیجا تا تمام قوموں کو آپ کے جھنڈے کے نیچے جمع کرے" (حقیقۃ الوحی ص ۲۴)

آخری نبی بنی اسمٰعیل میں سے ہے (تتمہ حقیقۃ الوحی ص ۱۳۵)

ان حوالجات سے ظاہر ہے کہ حضرت مسیح موعود حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی ہی سمجھتے تھے اور آپ کے بعد کسی نبی کے آنے کے قائل نہ تھے، رہا ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کی شرائع کا معاملہ اس بارہ میں حضرت مسیح موعود کے ان فقرات کو پیش کر دینا کافی ہے:۔

"ان کو (نبیوں کو) خدا تعالےٰ نے الگ الگ کتابیں دی تھیں اور ان کو ہدایت دی تھی کہ ان کتابوں پر عمل کریں اور کرا دیں جیسا کہ قرآن شریف اس پر گواہ ہے"۔ (ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم ص ۱۹۳)

پس وہ کتابیں جو ہر نبی کو الگ الگ دی گئیں ان کی شرائع ہیں، قرآن کریم میں بھی اس کی تائید پائی جاتی ہے فبعث اللّٰہ النبیّین مبشرین ومنذرین وانزل معھم الکتاب رہا ان کتابوں کا پیش کرنا اور دکھانا، اگر ان کا دنیا میں ہمیشہ موجود رہنا مقدر ہوتا تو دکھائی بھی جا سکتیں، لیکن مصلحت الٰہی نے ان کو باقی نہ رہنے دیا، قرآن کریم میں صراحت کے ساتھ صحف ابراہیم و موسےٰ کا ذکر ہے لیکن کیا حضرت ابراہیم کا کوئی صحیفہ آج دنیا میں ہے جسے پیش کیا جا سکے؟

غرض اگر غور کر کے دیکھا جائے تو ہمارے قادیانی دوستوں کے عقائد میں اتنی کھلی خامیاں اور ابہام موجود ہیں جو اسلام کے صحیح اصولوں بالخصوص ختم نبوت کے کسی طرح بھی مطابق نہیں، اسی طرح مخالفین سلسلہ احمدیہ کا عقیدہ نزول مسیح بھی کھلی خامیوں اور ابہام سے بھرا پڑا ہے اور اس عقیدہ کی موجودگی میں ختم نبوت کا تحفظ نہیں بلکہ تردید ہوتی ہے، ہم دونو گروہوں کو توجہ دلاتے ہیں کہ ختم نبوت اگر صحیح معنوں میں قائم ہو سکتی ہے تو اسی عقیدہ سے ہو سکتی ہے، کہ حضرت نبی کریم صلعم ہی آخری اور کامل نبی ہیں اور آپ کے بعد کوئی نیا یا پرانا نبی نہیں آ سکتا۔

اخبارِ احمدیہ

لندن سے شیخ محمد طفیل صاحب کا ۱۷ر نومبر کا لکھا ہوا خط موصول ہوا ہے جس میں یہ اطلاع دی گئی ہے کہ مولنا عبد المجید صاحب ایڈیٹر "اسلامک ریویو" اچانک بیمار ہو گئے اور انہیں ہسپتال جا کر اپنڈیسائیٹس کا اپریشن کرنا پڑا ہے تین دن تک انہیں خطرے سے باہر قرار نہیں دیا جا سکتا۔ چودہ دن تک انہیں ہسپتال میں رہنا پڑے گا پھر ہفتہ عشرہ Convalescent Home میں گذارنے ہوں گے۔ امید ہے ...... احباب کرام مولوی صاحب ممدوح کی صحت کے لئے خاص طور پر دعا فرمائیں گے۔

گوجرہ سے محمد ظفریاب صاحب لکھتے ہیں کہ "میری والدہ ویسے تو عرصہ سے بیمار چلی آتی ہیں لیکن چند یوم سے زیادہ تکلیف ہے۔ التماس ہے بذریعہ "پیغام صلح" جماعت سے اور خصوصاً بزرگوں سے دعا کی درخواست کی جائے کہ اللہ تعالےٰ انہیں صحت کاملہ عطا فرمائے"۔

سانحۂ ارتحال } گورالی ضلع گجرات سے محمد شاہ صاحب کی یہ بھیجی ہوئی خبر جماعت کے تمام حلقوں میں نہایت رنج و افسوس سے پڑھی جائے گی کہ ہماری جماعت کے ایک پرانے بزرگ سید الف شاہ صاحب ریٹائرڈ ویٹرنری انسپکٹر ۲۱ر نومبر کو اس جہان فانی سے رحلت فرما گئے انا للّٰہ وانا الیہ راجعون ہمیں اس حادثہ میں سید صاحب موصوف کے تمام لواحقین و پسماندگان سے دلی ہمدردی ہے، دعا ہے اللہ تعالیٰ انہیں صبر جمیل عطا فرمائے اور مرحوم کو جنت نصیب کرے۔ آپ سلسلہ کے پرانے خادموں میں سے تھے اور ہر تحریک میں حسب توفیق حصہ لیتے تھے۔ احباب سے جنازۂ غائبانہ کی درخواست ہے۔

بیعت } مظفر آباد سے مستری یعقوب علی صاحب اطلاع دیتے ہیں کہ ان کی معرفت مستری محمد لطیف صاحب حضرت امیر ایدہ اللہ کے دست مبارک پر بیعت کر کے سلسلہ احمدیہ میں شامل ہو گئے ہیں، اللہ تعالےٰ استقامت بخشے اور خادم دین بنائے۔

جلسہ سالانہ کی اہم ضروریات

جن کی طرف احباب کی خاص توجہ کی ضرورت ہے

جلسہ سالانہ حسب معمول ۲۴-۲۵-۲۶-۲۷ دسمبر ۱۹۵۲ء کو احمدیہ بلڈنگس لاہور میں منعقد ہو گا۔ اس موقعہ پر حسب ذیل امور کی طرف احباب کی خاص توجہ درکار ہے:۔

۱۔ ۲۴ر دسمبر کو احمدیہ انجمن خواتین کا جلسہ مسلم ہائی سکول میں ہو گا جس میں دستکاری کی نمائش بھی ہو گی اس موقعہ پر ہمیشہ ہماری بہنوں کی طرف سے مختلف قسم کی دستکاریاں پیش کی جاتی ہیں، جن میں جرابیں سویٹر، رومال، ٹی کوزیاں اور دیگر مختلف قسم کی اونی اور سوتی اشیاء اور بچوں کے کھلونے وغیرہ شامل ہیں، ان دستکاریوں کی فروخت سے اشاعت اسلام کے کام کو تقویت پہنچتی ہے امید ہے ہماری بہنیں اس سال بھی حسب معمول کثیر تعداد میں دستکاریاں پیش کر کے اسلام کے متعلق اپنے دلی جذبات کا اظہار کریں گی۔ بیگم صاحبہ حضرت امیر مرحوم نے جو جلسہ خواتین کی بانی مبانی اور نمائش دستکاری کی اصل محرک ہیں تمام بہنوں کو اس طرف خاص توجہ منعطف کرنے کی تاکید فرمائی ہے۔

نیز جو بہنیں اس جلسہ میں تقریر کرنا چاہتی ہیں یا کوئی نظم پڑھنا چاہیں وہ اس کے متعلق بیگم صاحبہ ممدوحہ کی خدمت میں مسلم ٹاؤن لاہور کے پتہ پر جلد اطلاع بھیجدیں۔

۲۔ ۲۵-۲۶-۲۷ر دسمبر کو مردانہ جلسہ مسجد احمدیہ بلڈنگس میں ہو گا۔ جو احباب اس جلسہ میں کوئی تقریر کرنا یا کوئی نظم پڑھنا چاہیں وہ مہتمم صاحب جلسہ سالانہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام احمدیہ بلڈنگس لاہور کو جلد از جلد مطلع فرما دیں تاکہ پروگرام جلد مرتب ہو سکے،

۳۔ جلسہ سالانہ میں شرکت کرنیوالے احباب کے قیام و طعام کا انتظام انجمن کی طرف سے ہوتا ہے، لیکن اخراجات کے لئے احباب مناسب رقوم پہلے سے بھیجدیا کرتے ہیں اس سال بھی جلسہ فنڈ کے لئے دفتر سے لکھا جا چکا ہے امید ہے تمام احباب حسب توفیق اس میں حصہ لیں گے تاکہ اخراجات جلسہ کا بار انجمن کو نہ اٹھانا پڑے

میلاد النبیؐ کی تقریب پر احمدیہ بلڈنگس میں ایک جلسہ

یکم دسمبر کو میلاد النبیؐ کی تقریب پر بعد از نماز ظہر احمدیہ مسجد میں زیر صدارت حضرت امیر قوم ایدہ اللہ تعالیٰ ایک جلسہ منعقد ہوا۔ اس جلسہ میں لاہور کے مختلف حصوں سے احباب نے شرکت کی۔ حضرت امیر قوم نے حاضرین کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ آج حضرت سرور کائنات صلعم کا یوم ولادت ہے۔ وہ ہستی کہ جس نے زمین عرب میں ایک انقلاب پیدا کر دیا۔ اور لوگوں کو فرشتہ سیرت بنا دیا۔ آج اس کی یاد تازہ کرنے کے لئے ہم جمع ہوئے ہیں۔ آپ کا دلوں پر راج تھا اور آپ نے لوگوں کے دلوں میں بلند کرداری ہمدردی آزادی، غرضیکہ ہر نیکی کا بیج بویا درحقیقت آپ انسانیت کے بہت بڑے محسن ہیں۔ اس ضمن میں حضرت ممدوح نے رسول کریم صلعم کی زندگی کے بہت سے واقعات سنائے جو آپ کو نسل انسانی کے لئے اسوہ حسنہ ثابت کرتے ہیں۔

حضرت امیر ایدہ اللہ کے بعد محترم جناب شیخ عبد الرحمٰن صاحب مصری نے تقریر کی آپ نے فرمایا کہ حضرت نبی کریم صلعم کے کمالات احاطہ تحریر و تقریر سے باہر ہیں۔ آپ کی ہستی آج بھی زندہ ہے۔ اور آپ کی کامل اطاعت سے آج بھی ہم ان بلند نعمتوں کے وارث ہو سکتے ہیں جو انبیاء اور اولیاء اللہ کو ملیں حضور صلعم کی زندگی ہمارے لئے بطور ایک نمونہ کے ہے اور اس میں ہمارے لئے یہی سبق ہے کہ ہمارا ہر فعل محض اللہ کے لئے ہو۔ آپ نے مزید فرمایا کہ حضرت نبی کریم صلعم کی یاد منانے کے لئے اسی صورت میں مفید ہو سکتی ہے کہ ہماری عملی زندگی آپ کے اسوہ حسنہ اور اسلام کی تعلیم کے مطابق ہو۔ اگر اسلام ہماری عملی زندگی پر اثر انداز نہ ہو تو لوگ قطعاً ہماری طرف نہیں آ سکیں گے۔

جناب شمس مینائی نے حضرت نبی کریم صلعم کی مدح میں ایک نعت پڑھی جس کا مطلع یہ تھا کہ

کسی کی بھی نہیں نبیوں میں جو شانِ محمدؐ ہے ٭ خدا خود آپ قرآں میں ثنا خوانِ محمدؐ ہے

اس کے بعد مرزا مسعود بیگ صاحب نے تقریر فرمائی آپ نے فرمایا کہ آنحضرت صلعم کی صفات میں سے ایک صفت یہ ہے کہ آپ رحمۃ للعالمین تھے۔ لوگوں کے دلوں کو موہ لیتے تھے۔ حضور چھوٹے بچوں سے بھی بہت پیار و محبت کرتے تھے۔ اور رحمۃ للعالمین کا صحیح نمونہ آپ کی حیات مبارک کے ہر شعبہ میں پایا جاتا تھا۔ اور اسی وجہ سے لوگ آپ پر گرویدہ ہو گئے اور آپ پر اپنی جان نثار کرنا سعادت سمجھتے تھے اس قسم کے بہت سے واقعات * جن کا تذکرہ مرزا صاحب نے اپنی تقریر میں کیا۔ آخر میں مکرم ڈاکٹر غلام محمد صاحب نے تقریر فرمائی آپ نے فرمایا کہ آج ہمارے لئے غور و فکر کا دن ہے ہمیں اپنے نفسوں کا محاسبہ کرنا چاہیئے اور ہر قسم کی میل کچیل کو دور کرنے * کی کوشش کرنی چاہیئے۔ مذہب اسلام انسانیت کی اصلاح کے لئے آیا ہے اسلئے اپنے اندر صحیح اسلامی نمو پیدا کرنا ہمارا فرض ہے۔ اس کے بعد حافظ محمد بوستان صاحب نے تلاوت قرآن کریم کی اور پھر حضرت مولنا

ختم نبوت اور اتحاد نسل انسانی

خاتم النبیین سائنٹیفک نقطہ نگاہ سے

حضرت امیر مولانا صدر الدین صاحب ایدہ اللہ تعالیٰ

وحدت نسل انسانی کا انحصار توحید پر

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے توحید باری تعالےٰ پر بڑا زور دیا ہے۔ اور اسی قدر زور وحدت نسل انسانی پر دیا ہے اور یہ سب سے بڑا کرم ہے جو سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی نوع انسان پر کیا ہے۔ وحدت نسل انسانی پیدا نہیں ہو سکتی جب تک انسانوں کو اس امر کا یقین نہ ہو جائے کہ اس تمام کائنات کا خالق و مالک ایک ہے اور اسی کے قبضۂ تصرف میں اس کائنات کا انتظام ہے۔ اور اسی کی ربوبیت سارے جہان پر اور ساری اقوام پر سایہ فگن ہے اور اس کی رحمت کے ابر بلا تفرق سب اقوام کے بایحتاج کے سامان مہیا کرتے ہیں۔ اس لئے یہ بات لوگوں کے دلوں میں پیدا کرنے کے لئے آپ نے ساری جد و جہد کی اور ساری عمر اس ایمان و ایقان پیدا کرنے میں صرف کر دی۔

صفات الٰہی کا جلوہ آنحضرت صلعم کی ذات میں

جہاں قرآن کریم کے ہر ایک صفحہ بلکہ ہر ایک آیت میں خدا کے اسماء حسنیٰ اس لئے آتے ہیں تاکہ انسان کی زندگی کے ہر شعبہ میں اسکو اس کا احساس ہو وہاں عملی رنگ میں حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک پر ہر لمحہ خدا کی یاد نظر آتی ہے۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہر حرکت و سکنت میں اور ہر فعل میں خدا تعالےٰ کی صفات کا جلوہ اسی طرح سے نظر آتا ہے جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر قول میں مشاہدہ ہوتا ہے۔ حضورؐ نے کبھی کوئی کام بغیر خدا تعالےٰ کا نام لینے اور بغیر اس سے دعا مانگنے کے نہیں کیا جیسا کہ ان کتابوں سے ظاہر ہے جن میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعاؤں کے مجموعے شائع ہوئے ہیں اور اسی طرح کسی انسان سے کوئی سلوک نہیں کیا جس میں خدا تعالیٰ کی صفات کا جلوہ نمایاں طور پر نظر نہ آتا ہو (اپنے رشتہ دار، اپنے دوست، اپنے خدمتگار، اپنی قوم بحیثیت مجموعی) سب کے سب بادۂ ہائے عرفان سے خوب سیر ہوئے۔ ان میں سے ہر ایک ایک عاشق ذات باری تعالےٰ ہو گیا۔ اور سب طرح سے محب الٰہی اور خادم مخلوق بن گیا۔

رب العالمین کے مظہر اتم کی شان رحمۃ للعالمینی

یہ حال تو اپنی قوم کا ہے غیروں کا یہ عالم ہے کہ جس کسی قوم نے یا فرد نے خیر البشر صلے اللہ علیہ وسلم کا لطف عمیم دیکھا وہ حضورؐ کے اخلاق کا اسیر ہو گیا۔ عیسائیوں، یہودیوں اور بت پرستوں نے رب العالمین کے مظہر اتم کے احسانات مشاہدہ کئے ہیں۔ تاریخ کے صفحات کو مزین کر چکے ہیں۔ اور اس امر کی گواہی پیش کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاں لله ملک السموات والارض کی تلقین کی وہاں عملی رنگ میں اپنے کرم و لطف سے یہ ثابت کر دکھایا کہ جس طرح خدا تعالےٰ کا کرم اور احسان سب قوموں کے لئے برابر ہے اسی طرح سے اس کا مظہر اتم بھی .... للعالمین ہے۔

عرفان الٰہی کا انتہائی مقام آنحضرت کی ابتدائی منزل پر

یہ بڑا مشکل مقام ہے اور انسان کے عرفان کا انتہائی نقطہ ہے۔ آنحضرت صلعم کے سوا یہ عرفان کسی بزرگ بلکہ کسی نبی کو بھی میسر نہیں آیا یہ عرفان تو قیامت کے دن اس وقت میسر آنے والا ہے جب انسان کی آنکھوں پر سے تمام قسم کے تعصبات اور جہالت ہائے گوناگون کے پردے اٹھا دیئے جائیں گے اور تمام لوگ پکار اٹھیں گے کہ خدا تعالےٰ ایک ہے۔ واٰخر دعواھم ان الحمد لله رب العالمین لیکن ہمارے سرکار سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم کو ابتدائی منزل پر ہی یہ عرفان حاصل تھا۔ اور اسی عرفان سے حضورؐ کی نماز کی ابتدا ہوئی تھی الحمد لله رب العالمین۔

توحید الٰہی کا راز

کاش کہ ہماری آخری منزل پر ہی ہمیں خدا کی توحید کے ماننے کا راز میسر آجائے۔ اور وہ یہ ہے کہ ہمیں ہندوؤں سکھوں عیسائیوں، یہودیوں اور دیگر تمام اقوام سے تعصب کا برتاؤ نہیں کرنا۔ جس حد تک ہم اس میں کامیاب ہوں اسی حد تک ہم توحید سے فائدہ اٹھانے والے ہوں گے۔ اور جس حد تک ناکامی ہمارے شامل حال رہی اسی حد تک ہم نے خدا تعالےٰ کی توحید کے سبق سے فائدہ نہیں اٹھایا۔ اس سے بڑھ کر تڑپ ہمیں اس بات کی ہو کہ تمام مسلمانوں کو یا تمام ان لوگوں کو جو کلمہ لا الٰہ الا الله محمد رسول الله پڑھنے والے ہیں۔ انہیں بھائی یقین کریں اور انہیں کافر کہنے یا ان کے ساتھ کافروں کا سا سلوک کرنے سے اجتناب کریں۔ عملاً ان کے ہر نیک کام ..... میں حصہ لیں۔ تاکہ پہلے ہم خود وحدت نسل انسانی کی بنیاد رکھنے والے ہوں۔ مبارک ہیں وہ جو مشکل کام کر دکھائیں۔ ہر قوم کا تعصب اور تنگ نظری علیحدہ علیحدہ ہوتی ہے وہ اپنے اندر کس قدر بھی معقولیت کا رنگ رکھتی ہو پھر بھی وہ تنگ نظری ہے۔ جس کا ترک کرنا اپنی روحانی ترقیات کے لئے اور قومی مفاد کے لئے مفید ہے اور ضروری ہے۔

انسانیت کے لئے غیر محدود ترقیات کا دروازہ

حضور سرور کائنات کی یہ تعلیم انسانیت کے لئے غیر متناہی ترقیات کا دروازہ کھولتی ہے۔ اسی سے استبداد اور ظلم کی جڑ کٹتی ہے۔ اسی سے حکومت کی اصل اصلاح ہوتی ہے اور وہ مخلوق کے لئے برکات اور فیوض کا منبع بن جاتی ہے۔ اسی سے تمدن و معاشرت میں برکت پیدا ہوتی ہے۔ الغرض اسی سے انسانی کمالات کے تمام شعبوں کو انتہا درجہ کی ترقی حاصل ہوتی ہے۔ یہ روحانیات کے لئے کشش ثقل ہے۔ جو اجرام کو اپنے مقام پر قائم کرکے کائنات کے لئے لامحدود برکات کا موجب بنا دیتی ہے۔

غیر متبدل اصولوں سے لامتناہی ترقیات

اس مادی دنیا میں غیر متبدل قوانین کام کرتے ہیں ولن تجد لسنۃ الله تبدیلا اور اصولوں کا غیر متبدل ہونا ہی ترقیات کی اصلی کلید ہے۔ پانی اور ہوا کے اندر خواص غیر متبدل ہیں اور ان دونوں کے عمل کے لئے قوانین بھی غیر متبدل ہیں۔ انہی اصولوں سے فائدہ اٹھا کر انسان طرح طرح کی ترقیات کرتا ہے۔ پانی کے جہاز ہوں یا ہوا کے سب ان قوانین کا ثمرہ ہیں۔ جو اللہ تعالےٰ نے پانی اور ہوا میں رکھے ہیں اسی طرح سے اس قانون اجرام فلکی میں کام کرتا ہے جس کا نتیجہ فزیالوجی اور باٹنی ہے۔ نباتات کا ارتقا ناممکن تھا اگر کوئی غیر متبدل اصول اس حصہ کائنات میں کام نہ کرتے۔ سورج اور چاند کی روشنی اور گرمی غیر متبدل ہے۔ تو سورج اور چاند کی ساخت اور ان کے اجزا غیر متبدل ہیں۔ لیکن یہی نباتات اور حیوانات کی غیر متناہی ترقی کا موجب ہیں اسی طرح سے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ تعلیم ہے جس پر چل کر سیاسیات میں تمدن و معاشرت میں اور تعلقات بین الاقوامی میں غیر متناہی ترقی ہو سکتی ہے۔

عالم روحانی کے آفتاب اور ماہتاب اور ختم نبوت

جس طرح سے آفتاب اور ماہتاب اس مادی عالم کی تمام ظلمات کو دور کرتے اور اس کی ترقی کے لئے حرارت و روشنی مہیا کرتے ہیں چنانچہ خود خدا تعالےٰ نے حضورؐ کو سراجاً و قمراً منیراً کرکے یاد فرمایا۔ اس عالم کی ترقیات کے لئے جس طرح آفتاب ماہتاب کے بعد کسی دوسری روشنی اور حرارت کا تجویز کرنا غیر ضروری ہے اس لئے حضور سرور کائنات کو خاتم النبیین کہا جاتا ہے۔

غیر متبدل اشیاء و خواص سے غیر محدود ترقیات

یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ اس دنیا کے لئے اللہ تعالےٰ نے غیر محدود ترقیات کے سامان فرمائے ہیں۔ لیکن اس دنیا کی اشیا کے خواص اور اس دنیا کے قوانین غیر متبدل ہیں۔ پانی کے خواص ہوا کے خواص، سونے چاندی کے خواص، گندم سیب کے خواص، شیر و بلی کے خواص کبوتر و باز کے خواص تبدیل نہیں ہوتے، ان کو ابتداء عالم میں ایک فطرت عطا کی گئی تھی اس فطرت میں کوئی ارتقاء نہیں ہوا۔ فطرۃ الله التی فطر الناس علیہا لا تبدیل لخلق الله ذالک الدین القیم۔ خواص کے علاوہ کچھ قانون ہیں جن میں ارتقاء نہیں ہے ولن تجد لسنۃ الله تبدیلا۔ ان قوانین مستمرہ اور ان خواص مستقرہ نے دنیا میں غیر محدود ترقیات کے سامان کئے ہیں۔ ہر دن اور ہر ساعت بلکہ ہر لمحہ میں ہزارہا کرشمے ترقی اور ارتقا نظر آتے ہیں ہر صبح نئے مشاہدات پیدا کرتی ہے اور ہر زمانہ اپنی نیرنگیاں ہمارے سامنے پیش کرتا ہے ان لامتناہی ترقیوں کی طرف خدا تعالےٰ نے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کل یوم ھو فی شان ہر لمحہ اللہ تعالےٰ کی ذات و صفات کے جلوہ ہائے لاتعداد اس کائنات میں نظر آتے ہیں۔ اس کی مخلوقات کی ترقیات کی کچھ حد و نہایت نظر نہیں آتی۔ فرمایا یخلق ما یشاء۔ لیکن اس کے قوانین اور اس کے عطا کئے ہوئے خواص میں تبدیلی بھی کوئی نظر نہیں آتی۔ گندم ازل سے لیکر ابد تک اپنے خواص کو قائم رکھے گی انسانیت بھی اپنے خواص کو قائم رکھے گی۔ اسی طرح سے دودھ بھی اور دیگر تمام اشیا کے خواص مقرر و غیر متبدل ہونے کے باوجود انسان نے کس قدر ارتقاء کیا ہے۔ انسان کے وہم میں بھی نہیں آتا کہ ارتقاء کا تقاضا ہے کہ گندم ترقی کرے۔ انگور ترقی کرے، لوہے میں ارتقا ہو، سورج اور چاند میں ارتقاء ہو۔ ان اصول کے اندر ارتقاء کا نہ ہونا ہی اس کائنات کے ارتقاء کو پیدا کرتا ہے۔

غیر متبدل آفتاب روحانی سے غیر محدود سامان ارتقاء

پس اس آفتاب و ماہتاب کے ہوتے ہوئے جس نے عالم روحانیات کی تمام ترقیات کے دروازے کھول دیئے

کسی مزید روشنی کی حاجت کا نہ ہونا مسئلہ ارتقاء کے خلاف نہیں ہے بلکہ ارتقاء کا سامان ہے حضور صلعم خود فرماتے ہیں رب زدنی علماً۔ علمنی حقائق الاشیاء جس سے معلوم ہوتا ہے کہ علم کی ترقی کی کچھ انتہاء نہیں ہے باوجود اس کے اصول دین مستحکم اور مستقر ہیں اور ہونے چاہئیں۔ فرمایا الیوم اکملت لکم دینکم یعنی دین کو کامل کر دیا ہے۔ الغرض کامل خدا۔ کامل اس کا رسول، کامل اس کا دین ہے۔ پس یا تو لوگ کھنچے ہوئے اس آفتاب کی روشنی اور حرارت سے فائدہ اُٹھانے کے لئے اس کی طرف آئیں گے اور یا اس آفتاب عالم تاب کی روشنی سے فائدہ نہ اُٹھانے کی وجہ سے اپنی صحت روحانی کو برباد کرلیں گے۔ اور اگر ان کی آنکھیں اس آفتاب کی روشنی سے فائدہ نہ اُٹھائیں گی تو اپنے نور بصیرت کو ضائع کر دیں گی۔

ختم نبوت پر مشرق و مغرب کی گواہی

لیکن اب تو اس آفتاب کی شعاعوں کی قدر یورپ اور امریکہ کے ٹھٹھرے ہوئے لوگ بھی کرنے لگ گئے ہیں، انہی اصولوں کو مان رہے ہیں جنہیں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فطرت انسانی کے مطابق جاری کیا۔ اور کوئی انسان ان اصولوں سے زیادہ خوبصورت اصول پیش نہیں کر سکا۔ گویا مشرق و مغرب نے گواہی دے دی کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصولوں سے بہتر اور کوئی اصول انسان کے وہم و گمان میں بھی نہیں آسکتے۔ اس لئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام خاتم النبیین ہیں۔

توحید الٰہی کی تفصیلات

قرآن شریف نے اس بات کی بڑی تفصیلات دی ہیں کہ خدائے برتر و قدوس تمام کائنات کا خالق و مالک ہے، اور تمام کائنات . . . . اور تمام اقوام کی ربوبیت کرنے والا ہے۔ اور تمام کائنات پر اسی ایک خدا کی حکومت ہے، چونکہ اس سے وحدت نسل انسانی پیدا ہوتی ہے اس لئے اس توحید کے ذکر کی تفصیلات پر قرآن کریم نے بڑا زور دیا ہے لیکن اس مضمون میں صرف چند آیات پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ اللہ خالق کل شئی وھو علی کل شئی قدیر اللہ تعالیٰ خالق ہے ہر چیز کا اور وہ ہر ایک چیز کا کارساز بھی ہے۔ اللہ الذی خلق السمٰوات والارض وما بینھما اللہ تعالیٰ وہ ہے جس نے آسمان و زمین پیدا کئے اور جو کچھ بھی ان دونوں کے درمیان ہے بدیع السمٰوات والارض وہ آسمانوں اور زمینوں کا موجد ہے ان ربکم الذی خلق السمٰوات والارض۔ تمہارا رب وہ ہے جس نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا۔ رب السمٰوات والارض وما بینھما فاعبدہ وہ آسمانوں اور زمین کی ربوبیت کرنے والا ہے اور ہر ایک چیز کا بھی جو ان دونوں کے درمیان ہے۔ پس اس کی عبادت کرو رب المشرقین و رب المغربین۔ مشرقین اور مغربین کا رب ہے رب المشارق و رب المغارب۔ مشارق اور مغارب کی ربوبیت کرنے والا ہے۔ رب المشرق والمغرب لا الٰہ الا ھو فاتخذہ وکیلا وہ مشرق اور مغرب کی ربوبیت کرنے والا ہے۔ اس کے سوا کوئی عبادت کے قابل نہیں اسی کو کارساز بناؤ قل اتحاجوننا فی اللہ وھو ربنا وربکم۔ پوچھئے کیا تم خدا کے معاملے میں بحث کرتے ہو وہ ہمارا اور تمہارا سب کا ربوبیت کرنے والا ہے۔

ان اللہ ربی وربکم فاعبدوہ ھذا صراط مستقیم یعنی اللہ تعالیٰ میرا رب ہے اور وہی تمہارا رب ہے، اس کی عبادت کرو اور یہی سیدھا راستہ ہے۔

کائنات پر حکومت الٰہی

اس کے بعد فرمایا کہ جس خدا تعالیٰ نے تمام کائنات کو پیدا کیا ہے اور جس نے اس کی ربوبیت اور ترقی کے سامان بہم پہنچائے اسی خدا کی حکومت اس ساری کائنات پر ہے وللہ ملک السمٰوات والارض۔ واللہ علیٰ کل شئی قدیر۔ اور آسمانوں اور زمین کی حکومت اللہ کے ہاتھ میں ہے اور وہ ہر بات پر قادر ہے وللہ ملک السمٰوات والارض وما بینھما یخلق ما یشاء واللہ علیٰ کل شئی قدیر۔ للہ ملک السمٰوات والارض وما فیھن وھو علیٰ کل شئی قدیر۔ پس عبادت کے لائق وہی خدا ہو سکتا ہے جو خالق ہو اور ربوبیت کرتا ہو . . . . مالک ہو اور ہر ایک ذرہ پر اس کی حکومت اور تصرف تام ہو۔ الٰھنا والٰھکم الٰہ واحد۔ ہمارا معبود اور تمہارا معبود ایک ہی ہے قل انما انا بشر مثلکم یوحیٰ الیّ انما الٰھکم الٰہ واحد . . . . کہہ دیجئے کہ میں تو تمہاری طرح کا انسان ہوں مجھ پر تعلیم الٰہی اتری ہے اور وہ یہ ہے کہ تمہارا معبود ایک ہی ہے۔ ان الٰھکم لواحد۔ رب السمٰوات والارض وما بینھما ورب المشارق۔ یقیناً تمہارا خدا ایک ہی ہے جو آسمانوں اور زمین کا ربوبیت کرنے والا ہے اور ہر ایک . . . . . . اس چیز کا جو ان دونوں کے درمیان ہے، اور ہر اس حصہ زمین کا رب ہے جہاں سورج طلوع ہوتا ہے وما من الٰہ الا اللہ الواحد القھار اور خدا تعالیٰ کے سوا اور کوئی معبود نہیں ہے وہ ایک ہے اور وہ تمام امور پر غالب ہے۔

وحدت نسل انسانی

اس دلربا توحید کے بیان کرنے سے مقصود یہ ہے کہ تمام انسانوں کو یقین ہو جائے کہ تمام کائنات کی حکومت ایک ہی ذات بابرکات کے ہاتھ میں ہے اور تمام اقوام عالم کی ربوبیت بھی اسی کے ہاتھ میں ہے۔ اس اعتقاد سے یقیناً ساری قومیں ایک ہو سکتی ہیں۔ لیکن قرآن کریم خود اس کے متعلق جو کچھ لکھتا ہے وہ درج کرنے کے قابل ہے۔ فرمایا یا ایھا الناس اتقوا ربکم الذی خلقکم من نفس واحدۃ اے لوگو! اس خدا کے تروس کو سامنے رکھ کر زندگی گذارو۔ جس نے تمہیں ایک نفس سے پیدا کیا اور وہ ربکم و رب آبائکم الاولین ہے۔ تمہارا رب ہے تمہارے آباؤ اجداد کا رب ہے۔ پھر فرمایا یا ایھا الناس انا خلقنٰکم من ذکر و انثیٰ و جعلنٰکم شعوبا و قبائل لتعارفوا۔ ان اکرمکم عند اللہ اتقٰکم۔ اے عامۃ الناس ہم نے تم سب کو ایک جوڑے سے پیدا کیا ہے۔ پھر تمہاری شاخیں اور قبیلے بنائے تاکہ ایک دوسرے کو شناخت کر سکو لیکن یاد رکھو کہ قومیت خدا کی نگاہ میں کوئی حقیقت نہیں رکھتی۔ خدا کے نزدیک تو سب سے معزز وہ ہے جو اس سے ڈر کر زندگی بسر کرتا ہے اور بہترین طریق پر حقوق اللہ اور حقوق العباد کو ادا کرتا ہے پھر رنگوں سے جو امتیاز اور تعصب پیدا ہونے والا تھا اسکو مٹانے کے لئے فرمایا ومن آیاتہ خلق السمٰوات والارض واختلاف السنتکم والوانکم ان فی ذالک لآیات للعالمین

اور خدا تعالیٰ کی قدرت و حکمت کی آیات میں سے آسمانوں اور زمین کی خلقت ہے اور تمہاری زبانوں اور رنگوں کا اختلاف ہے یقیناً اس میں اہل علم کے لئے بڑے نشانات ہیں پھر مشرق و مغرب کے سوال نے جو تعصب پیدا کرنا تھا اس کے متعلق فرمایا ورب المشرق ورب المغرب اہل مشرق اور اہل مغرب دونوں کی ربوبیت کرنے والا ایک ہی ہے۔ غرض یہ ہے کہ وحدت نسل انسانی کے لئے حضرت سرور کائنات صلعم نے بڑا زور لگایا ہے۔ جس طرح سے توحید کے سارے پہلوؤں پر بحث کی ہے اسی طرح سے وحدت نسل انسانی کے سارے پہلوؤں پر روشنی ڈالی ہے کیونکہ حضورؐ کی یہ تڑپ تھی کہ تمام بنی نوع انسان کے اندر بھی ہمدردی، محبت آشتی اور صلح پیدا ہو اور اس طرح سے خدا کی بادشاہت جیسی کہ آسمانوں پر ہے زمین پر بھی اُتر آئے۔

روحانیات میں وحدت کی تعلیم

اس غرض کو مد نظر رکھتے ہوئے فرمایا خدا نے تو ایک ہی مذہب انسان کے لئے تجویز کیا تھا سب پیغمبروں نے توحید کا سبق دیا تھا۔ لیکن قوموں نے اپنے اپنے پیغمبروں کو مانا اور دوسری قوموں کے پیغمبروں کو نہ مانا اس سے اختلافات اور جنگ و جدال پیدا ہوئے۔ اس غلطی کو نکالنے کے لئے ذیل کا اعلان کر دیا۔

قل آمنا باللہ وما انزل الینا وما انزل الیٰ ابراھیم واسمٰعیل واسحٰق ویعقوب والاسباط وما اوتی موسیٰ وعیسیٰ وما اوتی النبیون من ربھم لا نفرق بین احد منھم ہم ایک خدا کو مانتے ہیں۔ اور تمام آسمانی کتب کو جو ہماری طرف اتریں۔ یا ابراہیم پر اسمٰعیل پر اسحٰق و یعقوب پر اور جو کچھ ان کی اولاد پر اترا۔ الغرض ہم تمام انبیاء پر جو کچھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوا سب کو مانتے ہیں اور خدا کے رسولوں پر ایمان لاتے ہیں، اور ان کی توقیر اور تعظیم کرتے ہیں کسی قسم کی تمیز و تفرقہ نہیں کرتے۔ پھر فرمایا وان من امۃ الا خلا فیھا نذیر اصول کے طور پر یاد رکھو کہ ہر ایک قوم کے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہادی آئے ہیں۔ ان سب کا قرآن کریم میں ذکر نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ انکی فہرست بہت لمبی ہے حضور سرور کائنات نے فرمایا۔ دنیا میں ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر آئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ورسلا قد قصصنٰھم علیک ورسلا لم نقصصھم علیک ہم نے کچھ رسولوں کا ذکر آپ پر اُتارا اور کچھ رسولوں کا ذکر آپ سے نہیں کیا۔ لیکن اصول یہ ہے کہ مسلمان کہ ہر ایک قوم کے ہادی کی صرف عزت ہی نہیں کرتا بلکہ اس پر ایمان لاتا ہے۔ اسی طرح سے ہر ایک قوم کی آسمانی کتاب پر ایمان لاتا ہے اور اس سے بڑھکر اور کوئی اصول نہیں۔ جو بنی نوع انسان کی مختلف شاخوں اور قبائل کو متحد اور مجتمع کر سکے اور کوئی فرق نہ رہنے دے۔

تمام دنیا کو کلمہ سواء کی طرف دعوت

اس ایمان و اعتقاد کو بار بار دوہرایا ہے اور اسکی تلقین ہے۔ کیونکہ اس کی تلقین نہایت ہی ضروری امر ہے اور یہ بات ہی ضروری نتیجہ پیدا کرنے والی ہے۔ قل تعالوا الیٰ کلمۃ سواء بیننا وبینکم ان لا نعبد الا اللہ اے لوگو! جن کے پاس آسمانی کتابیں ہیں آؤ سب ایک بات پر جمع ہو جائیں۔ اور وہ یہ ہے کہ ہم سوائے خدا تعالیٰ کے کسی دوسری ہستی کی عبادت نہ کریں اور اپنے علماء دین کی باتوں پر چل کر خدا کے کنبے کو ٹکڑے ٹکڑے نہ کریں۔ (باقی برصفحہ ۸ کالم ۳)

ختمِ نبوّت اور تکمیلِ اخلاق

حضرت امیر مرحوم جناب مولانا محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

ذیل کا مضمون حضرت امیر مرحوم نے ۱۹۲۸ء میں "پیغام صلح" کے آخری نبی نمبر کے لئے لکھا تھا جو اپنے موضوع اور خیالات کے لحاظ سے آج بھی ویسے ہی تازہ اور ضروری ہے جیسا آج سے چوبیس سال پہلے تھا۔

ختم نبوت کے دو ضروری پہلو

انسان کی روحانی تربیت یا نفس انسانی کا تزکیہ جو نبوت کی غرض و غایت ہے دو طرح پر ہوتی ہے۔ اوّل اس ہدایت کے ذریعہ سے جو نبی لاتا ہے اور دوسرے اس تعلیم کا عملی نمونہ دکھا کر جو نبی اپنی ذات میں پیش کرتا ہے یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم میں اس بات پر زور دیا گیا ہے کہ انسانوں کے لئے انسان ہی روحانی معلم ہو سکتا ہے۔ فرشتہ نہیں بن سکتا۔ کیونکہ فرشتہ انسانوں کو نمونہ کا کام نہیں دے سکتا۔ اسی طرح اگر خدا کا جسم اختیار کرنا کوئی حقیقت بھی رکھتا تو بھی انسانوں کے رہنماؤں کے لئے اس کا کوئی فائدہ نہیں تھا۔ کیونکہ وہ نمونہ کا کام نہیں دے سکتا تھا۔ پس جس طرح نبوت کے یہ دو پہلو ہیں۔ ایک تعلیم اور ایک نمونہ اسی طرح ختم نبوت کے لئے یہ لازمی ہے کہ ایسا شخص نہ صرف تعلیم کامل لائے جو ہر قوم اور ہر زمانہ کی ضروریات کو پورا کرنے والی ہو اور یوں اس کے ذریعہ سے تکمیل ہدایت ہو بلکہ اس کے ساتھ ہی وہ اپنی ذات میں اس کامل تعلیم کا کامل نمونہ بھی پیش کرے اور اس کے ذریعہ سے تکمیل اخلاق ہو۔ اسی بناء پر مسلمان حضرت محمد مصطفےٰ صلعم میں ختم نبوت کے قائل ہیں یعنی ایک طرف قرآن کریم میں ایک کامل تعلیم آنحضرت صلعم کے ذریعہ سے دنیا کو دے دی گئی اور دوسرے آپ کی ذات بابرکات میں اخلاق کا ایک کامل نمونہ نسل انسانی کو دے دیا گیا اور جب یہ دونوں ضرورتیں ہمیشہ کے لئے پوری کر دی گئیں تو آپ کے بعد کسی نبی کے آنے کی ضرورت بھی نہ رہی۔ پس ختم نبوت کی بنیاد کسی تقلیدی عقیدگی پر نہیں۔ بلکہ یہ ایک علمی مسئلہ ہے۔ اس مضمون کا تعلق صرف دوسرے حصہ سے ہے۔

کمالِ اخلاق کے لئے دو باتوں کی ضرورت

قرآن کریم میں آنحضرت صلعم کے کمال اخلاق کا ذکر نہایت ابتدائی وحی میں پایا جاتا ہے جیسا کہ سورۃ القلم میں فرمایا۔ انک لعلیٰ خلق عظیم آپ عظیم الشان اخلاق پر قائم ہیں اور سورہ النجم میں فرمایا۔ فاستوی وھو بالافق الاعلیٰ آپ اعتدال پر قائم ہیں اس حالت میں کہ اخلاق کے انتہائی مقامات کو بھی پہنچ گئے ہیں۔ اور حدیث میں ہے بعثت لاتمم مکارم الاخلاق میں مبعوث ہوا ہوں کہ اعلےٰ درجہ کے اخلاق کو کمال کو پہنچاؤں۔ کمال اخلاق کے لئے دو باتوں کی ضرورت تھی اور انہی دو کے آپ کی ذات میں پائے جانے کا ذکر قرآن کریم کی ان آیات میں ہے یعنی ایک یہ کہ آپ کی ذات میں ہر قسم کے اخلاق ظاہر ہوں اور کوئی پہلو اخلاق کا ایسا نہ ہو جو آپ میں ظاہر نہ ہوا ہو اور دوسرے یہ کہ ہر ایک خلق اپنے کمال میں آپ کی ذات میں ظاہر ہو اور کوئی نقص اس میں باقی نہ رہ جائے اسکو میں مثال سے واضح کرتا ہوں۔ مثلاً ایک انسان انکساری فروتنی کے خلق کو تو ظاہر کرتا ہے مگر حالت کمال میں وہ خلق تب ہی اس کے اندر پایا جائے گا جب وہ عاجزی اور بیکسی کی حالت سے نکل کر طاقت اور مرتبہ کو پائے گا، اگر اس کی زندگی ساری کی ساری غربت میں ہی گزری ہے تو انکساری کے خلق کا گو اظہار اس کے اندر رہا ہو مگر اس کے کمال کا اظہار نہیں ہوا کیونکہ اس کی زندگی میں وہ حالت ہی نہیں آئی جب انکسار اور فروتنی کو انسان بھول جاتا ہے۔ کسی نے کیا اچھا کہا ہے ؎

تواضع زگردن فرازاں نکوست
گدا گر تواضع کند خوئے اوست

اسی طرح سخاوت کا خلق ہے۔ ایک شخص ہمیشہ غربت کی حالت میں رہتا ہے کہ اس کے پاس روپیہ پیسہ ہوتا ہی نہیں وہ بھی سخاوت کا اظہار کرتا ہے۔ لیکن جب تک اس پر وہ وقت نہ آئے کہ دولت اس کے قدموں پر نثار ہو رہی ہو۔ اور وہ سارے سامان جمع ہو گئے ہوں جو انسان کو بے اختیار دولت کی محبت کی طرف کھینچ لے جاتے ہیں اس وقت تک یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اس نے سخاوت کے خلق کو کامل رنگ میں دکھایا ہے۔ یا مثلاً ایک انسان عفو کا نمونہ اس حالت میں دکھاتا ہے جب اس کے پاس طاقت نہیں کہ وہ اپنے دکھ پہنچانے والے سے بدلہ بھی لے سکے تو گو یہ تو ضرور ہے کہ خلق عفو اس میں ظاہر ہو مگر کمال اس خلق کا تب ہی اس میں مانا جائے گا جب بیکسی کی حالت میں دکھ اٹھا کر وہ ایسا وقت بھی پاتا ہے کہ اسکو دکھ دینے والے خود ایک عاجزانہ حالت میں اس کے سامنے آتے ہیں۔ مگر ہر قسم کی طاقت پا کر پھر بھی وہ عفو سے کام لیتا ہے۔ پس کمال اخلاق کے لئے دو باتیں ضروری ہیں اوّل یہ کہ انسان کو ہر قسم کے اخلاق کے ظاہر کرنے کا موقع اپنی زندگی میں ملا ہو دوسرے یہ کہ اس نے ان اخلاق کا اظہار ایسے موقعہ پر کیا جب حالات اس خلق کے ظاہر ہونے کے کلیۃً مخالف تھے اور یوں بھی بسا اوقات ہوتا ہے کہ ایک انسان ایک خلق کو کمال کو پہنچاتا ہوا یہاں تک لے جاتا ہے کہ دوسری قسم کے اخلاق سے وہ عاری ہو جاتا ہے مثلاً فروتنی اور انکساری کے اخلاق میں یہاں تک حد کو پہنچ جائے کہ شجاعت کا خلق ہی اس کے اندر سے مفقود ہو جائے یا رحم کے خلق میں اس قدر حد سے بڑھے کہ انصاف ہی کرنے کے قابل نہ رہے تو ان تمام حالتوں کو جمع کرنے کے لئے فرمایا فاستوی وھو بالافق الاعلیٰ آپ حالت اعتدال پر بھی ہیں، اور پھر افق اعلےٰ پر بھی ہیں۔ تمام اخلاق کا ظہور بھی آپ سے ہوا اور ہر ایک خلق اپنے کمال میں بھی ظاہر ہوا۔ اور یہ ظاہر ہے کہ جب اخلاق کے اس مرتبہ کو ایک انسان پہنچ جائے تو پھر اس کے بعد کسی اور نمونہ اخلاق کا تلاش کرنا ایسا ہی ہے جیسا آفتاب کی روشنی سے انسان آنکھیں بند کر کے اور کسی اور روشنی کو تلاش کرے

آنحضرت صلعم کی ذات میں تمام اخلاق کا ظہور

آنحضرت صلعم کی ذات میں تمام قسم کے اخلاق کا ظہور ایک ایسا امر ہے جس سے ایک دشمن کو بھی انکار نہیں۔ کیونکہ تمام قسم کے اخلاق کا ظاہر ہونا اس بات پر منحصر ہے کہ ایسے انسان کو ہر قسم کے حالات میں سے گذرنے کا موقعہ بھی ملا ہو سو آنحضرت کے متعلق ایک دشمن تاریخ نویس بھی اس بات سے انکار نہیں کر سکتا کہ جس قسم کے متفرق حالات میں سے آپ ہو گزرے اس کی نظیر کسی دوسرے انسان کی زندگی میں نہیں پائی جاتی۔ آپ یتیم پیدا ہوتے ہیں والدہ کا بھی انتقال چھ سال کی عمر میں ہو جاتا ہے اور یوں یتیمی کے کمال کو پہنچ جاتے ہیں۔ پھر عین جوانی میں جو جذبات کے ہیجان کا وقت ہوتا ہے۔ ایک دولتمند بیوہ اپنا مال آپ کے سپرد کرتی ہے دوسرے لوگ بھی اپنی امانتیں آپ کے سپرد کرتے ہیں اور اسی زمانہ میں الامین کا خطاب آپ کو ساری قوم کی طرف سے ملتا ہے ساری قوم میں آپ کی عزت ہے۔ پھر آپ دعوےٰ نبوت کرتے ہیں۔ اور ساری قوم یکایک آپ کی دشمن ہو جاتی ہے بیکس میری کی حالت کمال کو پہنچ جاتی ہے۔ چاروں طرف سے دکھ دیا جاتا ہے عزت و احترام تحقیر و استہزا سے بدل جاتا ہے۔ پھر بیکسی کے کمال کا نقشہ ہجرت میں نظر آتا ہے۔ جب اکیلے صرف ایک دوست کے ساتھ غار میں چھپے ہوتے ہیں اور دشمن سر پر منڈلا رہے ہیں پھر مدینہ میں آپ کو جان نثار ملتے ہیں۔ اور دوسری طرف یہودی اور مشرکین بھی آپ کو اپنا حاکم مان لیتے ہیں۔ پھر لڑائیوں کا زمانہ آتا ہے اور چاروں طرف سے تمام عرب تلواریں لے کر آپ کی بیخکنی کے درپے ہو جاتا ہے پھر آپ ان دشمنوں پر غالب آتے اور بادشاہ بن جاتے ہیں بیکسی کی انتہائی حالت طاقت کی انتہائی حالت سے تبدیل ہو جاتی ہے۔ پھر مدینہ میں آپ کو کتنی حیثیتیں حاصل ہیں۔ آپ بادشاہ بھی ہیں اور لڑائیوں میں خود حصہ لے کر جرنیل کا کام بھی سر انجام دیتے ہیں اور اس سے بھی اور نیچے اتر کر سپاہی کا کام بھی کرتے ہیں ...... جرنیلی اور سپاہیانہ حیثیت کے ساتھ نمازوں کی امامت بھی آپ کرتے ہیں، واعظ بھی ہیں۔ پھر قوم کے لئے قانون بھی آپ بناتے ہیں اور ان قوانین کا نفاذ بھی خود فرماتے ہیں۔ یعنی مقنن بھی ہیں۔ اور جج یا قاضی بھی ہیں۔ تمام جھگڑوں کا تصفیہ بھی کرتے ہیں۔ قوم بنانے میں وہ کمال کہ ایسی جاں نثار قوم دنیا میں کون بنائے گا۔ غرض وہ مختلف حالتیں جن میں سے انسان ہو کر گزرتا ہے ان سب سے آپ ہو گذرتے ہیں۔ اور وہ تمام موقعے جن پر انسان کو اپنے اخلاق کے اظہار کا موقعہ ملتا ہے آپ پر آتے ہیں اور یوں تمام قسم کے اخلاق کے ظاہر کرنے کا آپ کو موقع ملتا ہے۔

ہر خلق کا اظہار کامل رنگ میں

لیکن اس امر سے بھی بڑھکر یہ بات ہے کہ آپ سے ہر ایک خلق کا اظہار کامل رنگ میں ہوتا ہے۔ آپ کے متعلق دشمنوں کو بھی یہ اعتراف ہے کہ جوانی کے ایام میں جب انسان کی تمام امنگیں اپنی ہی دنیوی ترقی کے لئے ہوتی ہیں آپ کو کوئی خواہش نہ تھی کہ دولت آپ کے پاس جمع ہو اور تجارت میں آپ محض اس لئے لگے کہ ابو طالب جو بچپن سے آپ کے کفیل رہے تھے ان کی مالی حالت اچھی نہ تھی۔ پچیس سال تک مجردانہ زندگی تھی جس میں انسان کو اخراجات کی لمبی چوڑی حاجت نہیں ہوتی۔ جب آپ نکاح کرتے ہیں تو ایک نہایت دولت مند بیوہ سے اور جب وہ اپنا مال آپ کے سپرد کرتی ہے تو اس سارے مال کو غریبوں کی خبر گیری اور غلاموں کی آزادی پر خرچ کرتے ہیں۔ پھر جب قریش دولت کو آپ کے سامنے پیش کرتے ہیں تو آپ آنکھ اٹھا کر بھی اس کی طرف نہیں دیکھتے۔ آخر جب اللہ تعالےٰ آپ کو بادشاہ بنا دیتا ہے اور عرب کی ساری دولت آپ کے قدموں میں آ پڑتی ہے تو وقت بھی وہی فقیرانہ زندگی بسر کرتے ہیں جو دولت کے نہ ہونے کی صورت میں کرتے تھے دنیا میں ایسے لوگ بھی ہوتے جنہوں نے بادشاہت کو چھوڑ کر فقیرانہ زندگی اختیار کی۔ لیکن اگر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ کمال یہ نہیں کہ

انسان بادشاہت کو چھوڑ کر فقیرانہ زندگی اختیار کرے۔ کیونکہ بادشاہت کو چھوڑنے سے اس کے لوازم بھی جاتے رہتے ہیں۔ بلکہ کمال یہ ہے کہ بادشاہ رہ کر جب اس کے اردگرد تمام بادشاہت کے لوازم موجود ہوں فقیرانہ زندگی اختیار کرے۔ اور یہ وہ کمال ہے جو آپؐ نے کر دکھایا۔ بلکہ آپؐ کی اس صفت سے آپ کے صحابہ بھی اس قدر رنگین ہوئے کہ عظیم الشان بادشاہوں کے چار یکے بعد دیگرے مالک حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ و علی رضی اللہ عنہم نے بھی بادشاہت اور فقر کو اپنی زندگیوں میں جمع کر کے دکھا دیا۔

کمال عفو کا اظہار

خلق عفو کو لو۔ تو کیا دوستوں کے معاملہ میں اور کیا دشمنوں کے معاملہ میں آپ سے اس خلق کا اظہار ایسے کامل رنگ میں ہوتا ہے کہ اس کی دوسری کوئی مثال تاریخ میں ہمیں نہیں ملتی۔ دوستوں کے معاملہ میں عفو کو لیجئے۔ اُحد کے جنگ میں آپ کی فوج کے کچھ آدمی آپ کے حکم کی نافرمانی کرتے ہیں جس سے سخت مصیبت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ فوج نرغہ میں آجاتی ہے۔ آپ کے بڑے بڑے پیارے اور عزیز صحابہ شہید ہو جاتے ہیں آپ کو خود زخم آتے ہیں جن سے بے ہوش ہو کر گر جاتے ہیں مگر ان لوگوں کے ساتھ جو اس ساری مصیبت کا موجب بنے۔ سلوک کیا ہوا۔ ان کا کورٹ مارشل نہیں ہوا۔ ان کو کوئی سزا نہیں دی گئی۔ ان کو ملامت تک بھی نہیں کی گئی۔ آیندہ کے لئے ان کو ذلیل کر کے نہیں رکھا گیا۔ بلکہ حکم ہوتا ہے فاعف عنھم واستغفر لھم وشاورھم فی الامر۔ ان سے معافی اور درگذر بھی ہے ان کی آیندہ بہتری کے لئے دعا بھی ہے اور سب سے بڑھکر یہ کہ وہ مجلس شوریٰ کے ممبر بھی ہیں۔ نہ سزا ہے نہ چشم نمائی ہے نہ تذلیل ہے۔ سختی کی ضرورت کے موقعہ پر اظہار عفو کا کامل نمونہ ہے جس پر فرمایا فبما رحمۃ من اللہ لنت لھم۔ آپ کی یہ لینت گویا اللہ تعالیٰ کی مجسم رحمت ہے۔ دشمنوں سے عفو کی مثال فتح مکہ سے بڑھکر دنیا کی تاریخ پیش نہیں کر سکتی۔ جن لوگوں کے ہاتھ سے لگاتار بیس سال دکھ اٹھائے۔ جنھوں نے دکھ ہی نہیں دیا بلکہ گھروں سے بھی نکالا اس پر بھی صبر نہیں کیا۔ بلکہ تلوار لیکر نیست و نابود کرنے پر تلے رہے۔ خود رسول اللہ صلعم کو قتل کرنے کے سخت سخت منصوبے کئے۔ بیگناہوں کے خون کئے۔ اور ایک دو دن نہیں بلکہ لگاتار بیس سال اس خطرناک معاندت کا ثبوت دیا جو بہت کم دنیا میں ہوتی ہے کیونکہ یہ دشمنی بلاوجہ تھی۔ لیکن آخر جب وہی دشمن مغلوب ہوتے ہیں اور ملزم ہو کر سامنے آتے ہیں تو کوئی گرفت نہیں کوئی سزا نہیں یہاں تک کہ ان کے ان قبیح افعال پر ملامت تک نہیں خطرناک دکھ دینے والے دشمن جو ابھی تک تائب نہیں بلکہ اپنے کفر پر قائم ہیں ان کے تمام افعال پر یکسر قلم عفو پھیر دینا یہ دشمنوں کے معاملہ میں کمال عفو کا اظہار ہے جس کی نظیر کسی دوسرے نبی کی زندگی میں نظر نہیں آتی۔

ایک ہی وقت میں متضاد اخلاق کا ظہور

پھر وہ اخلاق جو بظاہر ایک دوسرے کے مقابل نظر آتے ہیں وہ سب آپ کے اندر جمع ہیں۔ فروتنی اور انکسار کے ساتھ اعلےٰ درجہ کی شجاعت کا اظہار بھی ہے کس قدر شجاعت ہے۔ فوج دشمن کے سامنے سے بھاگ رہی ہو اور آپ دشمن کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ رحم اس قدر ہے کہ عین اس حالت میں جب دشمن سخت نقصان پہنچاتا ہے۔ خود آپ لہولہان ہو رہے ہیں۔ آپ کے عزیز قتل ہو چکے ہیں تو اس وقت بھی دعا یہی نکلتی ہے کہ اے خدا تو ان دشمنوں کو سیدھی راہ پر لا۔ کیونکہ وہ جانتے نہیں۔ انصاف کی یہ حالت ہے کہ جب ایک یہودی میں جو سخت دشمن اسلام قوم ہے اور ایک مسلمان میں جو اس وقت اپنی جانیں آپ پر فدا کر رہے ہیں جھگڑا ہوتا ہے تو فیصلہ مسلمان کے خلاف اور یہودی کے حق میں دیتے ہیں۔ طاقت اس قدر کہ ایک وقت میں دس بیویاں بھی آپ کے گھر میں ہیں اور عفت اس قدر کہ ایک گرم ملک میں تجرد کی حالت میں پچیس سال گذار دیئے۔ اور سخت سے سخت دشمن ایک حرف آپ کے خلاف نہیں کہہ سکتا۔ پھر مقام غور ہے ایک ہی وقت میں فوج کے جرنیل بھی ہیں اور نماز کے امام اور معلم روحانی بھی۔ دنیا میں اس کی نظیر بھی کوئی نہیں مل سکتی۔ کہ وہ شخص جو ایک طرف فوج کو دشمن کے مقابلہ پر صف آرا کر رہا ہے۔ دوسری طرف اسی وقت اور اسی حالت میں انہی لوگوں کو سلوک کے منازل اور قرب کے روحانی مراتب بھی طے کرا رہا ہے خدا پر توکل اس قدر ہے کہ چاروں طرف دشمنوں کے ہوتے ہوئے ایک لحظہ کے لئے اپنی حفاظت کی فکر نہیں اور احتیاط اس قدر کہ آٹھ دن کے رستے پر بھی دشمن کی حرکت کی خبر ملے تو اس کی سرکوبی کے لئے مہم روانہ کرتے ہیں۔ تقرب الی اللہ کا یہ شوق کہ ساری ساری رات خدا کے حضور کھڑے گذار دیتے ہیں۔ اور مخلوق خدا کی خدمت کا یہ جوش کہ ایک بڑھیا کا سودا بازار سے خرید کر لا دیتے ہیں۔ ان امور کو شمار میں لانا، اور بالخصوص ایک اخبار کے مضمون میں مشکل ہے۔ جو شخص چاہے آپ کی زندگی کے واقعات کا مطالعہ کر لے اور دیکھ لے کہ کس طرح پر آپ نے تمام اخلاق کو اپنے کمال میں اپنے اندر جمع کیا ہے۔ اس لئے آپ قصر نبوت کی آخری اینٹ ہیں۔ اور آپ کے بعد کوئی نبی نہیں۔

اللھم صل علے محمد وعلی آل محمد۔

تکمیل ہدایت اور ختم نبوت (بقیہ صفحہ ۱۱)

کے پہنچانے کے لئے کسی نئے نبی اور کسی نئے رسول کی ضرورت پیش آتی۔ پس نبوت ختم ہو گئی۔ کیونکہ اس کا کام ختم ہو گیا۔ چونکہ قرآن پر آکر ہدایت مکمل ہو گئی۔ اس لئے حامل قرآن یعنی محمد رسول اللہ صلعم پر نبوت اور رسالت بھی ختم ہو گئی۔ آپ کے بعد نہ کسی نئے نبی اور رسول کی ضرورت ہے اور نہ ہوا نے کی کیونکہ اب کوئی نبوت اور رسالت کا کام باقی نہیں اور نہ کسی نئی ہدایت کی ضرورت ہے جو خدا کسی نئے نبی اور رسول کو بھیجے یا کسی پرانے نبی اور رسول کو سنبھال کر بٹھا رکھے۔ پس قرآن کی تذلیل نہ کرو۔ اور اس کے مکمل ہدایت نامہ ہونے اور محمد رسول اللہ صلعم کے آخری نبی ہونے پر سچے دل سے ایمان لاؤ۔ کہ یہی سچ ہے ہاں مجدد آتے رہیں گے جو دین کی تجدید کریں گے۔ یہ سنت اللہ ہے کہ اقتضاء زمانہ سے دل سخت ہو جاتے ہیں اور دین کی طرف سے توجہ ہٹ جاتی ہے۔ تب خدا اپنے ایک بندہ کو کھڑا کرتا ہے جو دین کو بدعات سے پاک کر کے اس کی اصل شکل میں دنیا کے آگے پیش کرتا ہے اور لوگوں کی توجہ کو دین کی طرف پھیرتا ہے۔

قرآن آخری کتاب ہے۔

پس قرآن کامل و مکمل آخری کتاب ہے۔ دنیا کی کوئی الہامی کتاب نہیں جو کسی پہلو میں بھی اس کے مقابل میں لائی جا سکے۔ بلکہ قرآن نے بعض پہلی کتب مثلاً توراۃ و انجیل و زبور کا نام لیکر ان پر احسان کیا کہ باوجود محرف مبدل ہونے کے ان کے کسی زمانہ میں منجانب اللہ ہونے پر ایمان پیدا کر دیا۔ ورنہ خود ان کتب میں کوئی ایسی دلیل موجود نہیں جس سے ان کے آسمانی کتاب ہونے پر دلیل ہو سکے، برخلاف اس کے قرآن اپنے اندر وہ تمام دلائل رکھتا ہے جو اس کے منجانب اللہ ہونے پر دن چڑھا...

ختم نبوت اور اتحاد نسل انسانی

(بقیہ از صفحہ ۶)

تمام مذاہب کا اجتماع اسلام میں۔

اور یہ بھی یاد رکھو کہ اگر تمام مذاہب سے خوبیاں چن کر ساری اقوام کا ایک مذہب بنانے کی تجویز کرو تو ہم نے تمہاری خاطر اس کام کو بھی پہلے ہی کر رکھا ہے۔ قرآن کریم جو سب انبیاء پر ایمان لانا ضروری قرار دیتا ہے اور سب کتب آسمانی پر ایمان سکھاتا ہے اس قرآن میں تمام پہلے صحیفوں اور کتابوں کی تعلیمات جمع کر دی گئی ہیں۔ فیھا کتب قیمۃ۔ یتلوا صحفا مطھرۃ۔ اس قرآن کریم میں ساری کتابیں موجود ہیں۔ اور اس کے اندر سارے صحیفے موجود ہیں پس سب لوگ اس توحید اور اس مذہب اور اس کتاب اور اس رسول پر جمع ہو جاؤ۔

اتحاد نسل انسانی اور اتحاد مذاہب

ہم سب کا خدا ایک ہے جو رب العالمین سارے جہان اور ساری اقوام کی ربوبیت کرنے والا ہے۔ اس نے تم سب کو ایک نفس واحد سے پیدا کیا۔ الذی خلقکم من نفس واحدۃ اور تم سب کو ایک آسمان کی چھت ملی اور ایک زمین کے فرش پر جگہ دی گئی۔ ھو الذی جعل لکم الارض فراشا والسماء بناء۔ اور دن کے وقت تم سب کے سب اس کی بنائی ہوئی ایک لالٹین یعنی سورج سے کام لیتے ہو۔ اور رات کے وقت بھی سارا جہان اس کے دیئے ہوئے ایک چراغ سے کام لیتا ہے ھو الذی جعل الشمس ضیاء والقمر نورا پس اس مکان میں سب کی مایحتاج کا یکساں انتظام کیا۔ وانزل من السماء ماء فاخرج بہ من الثمرات رزقا لکم اور آسمان سے بارش نازل کی تاکہ نباتات کے ثمرات کا رزق تمہارے لئے مہیا ہو جائے اور تمہیں مذہب عطا کیا اور وہ توحید باری تعالےٰ کا مذہب، اور اس کے پیغمبر محمد مصطفےٰ احمد مجتبےٰ کی رسالت پر ایمان ہے جس کی وسعت قلبی کا تقاضا یہ ہے کہ وہ ساری اقوام کے ہادیوں کی تعظیم اپنے اصول دین میں رکھ دیتا ہے۔ اور ساری قوموں کی آسمانی کتابوں پر ایمان لانا ضروری قرار دیتا ہے۔

انسانی ترقی کا انتہائی مقام اور ختم نبوت

جس مقام پر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم انسانیت کو پہنچانا چاہتے ہیں وہ ترقی کا انتہائی مقام ہے۔ اور وہ ایسا مقام ہے کہ قوت واہمہ بھی اس سے پرے پرواز نہیں کر سکتی۔ اس لئے ہم حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین یقین کرتے ہیں۔

وصلے اللہ تعالیٰ علے خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین آمین ثم آمین یا رب العلمین۔

تکمیل ہدایت اور ختمِ نبوّت

قرآن کامل کتاب ہے اور محمد رسول اللہ صلعم آخری نبی

ڈاکٹر بشارت احمد صاحب مرحوم و مغفور

حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب مرحوم و مغفور کا یہ مضمون "پیغام صلح" کے "آخری نبی نمبر" سے لیا گیا ہے:-

ضرورت ہدایت

اللہ تعالیٰ نے انسان کو جب کسی خاص غرض و غایت کے لئے بنایا تھا تو ضروری تھا کہ اس غرض و غایت کو حاصل کرنے کے لئے وہ اس کو ہدایت بھی دیتا اور اس پر ان راہوں کو کھول دیتا جن سے انسان اپنے مقصد زندگی کو حاصل کر سکتا ہے۔ چنانچہ اسی غرض کے لئے اللہ تعالےٰ نے ہر ایک قوم میں ایسے افراد پیدا کئے جن کے قلب صافی پر اللہ تعالےٰ نے ان ہدایات اور علوم کو بذریعہ وحی القا فرمایا یہی لوگ ہیں جو نبی اور رسول کہلائے۔ چونکہ خدا سارے جہان کا خدا ہے اس لئے کوئی قوم نہیں جس میں اس نے نبی نہ بھیجا ہو اور اس کے ذریعہ ہدایت نہ بھیجی ہو جسے کتاب کہتے ہیں۔ اور چونکہ ایک ہی خدا کی طرف سے سب ہدایتیں آئیں۔ اس لئے ایسی صورت میں لازمی ہے ہر ایک قوم کے پاس جو ہدایت آئی ہو وہ سب آپس میں ملتی جلتی ہوں اور سوائے خاص خاص قومی حالات کے سب کا اصول ایک ہی ہو کیونکہ خدا سب کا ایک ہی ہے اور سب انسان ایک ہی جنس سے ہیں۔ کوئی وجہ نہیں کہ پھر ان کی طرف جو مختلف ہدایتیں آئی ہوں ان میں کوئی اصولی فرق ہو۔

ابتدائی زمانہ کی ہدایات

لیکن ابتدا میں چونکہ انسان ابھی تمدن کی پیچیدگیوں میں مبتلا نہ ہوا تھا اور اس کی زندگی کے تمام معاملات نہایت سادہ تھے اور نہ ابھی کے دماغ نے ابھی اتنی ترقی کی تھی کہ وہ ان تمام باریک حقائق اور دقائق کو سمجھ سکتا تھا جن کا جاننا معرفت الٰہی کے کمال کے لئے ضروری ہے۔ اس لئے ابتدا میں وحی الٰہی نے مختلف نبیوں کی معرفت جو ہدایات نوع انسان کو دیں وہ ان کی سمجھ اور ضروریات کے مطابق نہایت سادہ اور موٹی موٹی دیں۔ انسان کے لئے صرف اتنا جاننا ضروری تھا کہ خدا ایک ہے اور وہی سب کا خالق ہے اور انسان سب اس کے بندے ہیں اور مرنے کے بعد کوئی زندگی ہے جہاں اعمال کا بدلہ ملے گا۔ عبادت کی کوئی شکل ہونی چاہیئے تھی۔ اور اعمال کے لئے نہایت سادہ اخلاقی اصول کافی تھے۔ مگر جیسے جیسے دماغ انسانی ترقی کرتا گیا۔ اور تمدن کی پیچیدگیاں بڑھتی گئیں ویسے ویسے شریعت کے قوانین میں زیادتی ہوتی گئی۔ اور اس کے لئے ضروری تھا کہ وقتاً فوقتاً مختلف انبیا مبعوث ہوں۔ اور ہدایات میں ترمیم و تنسیخ حسب ضرورت زمانہ کرتے رہیں۔

مختلف ہدایات سے اقوام کا تباغض و تنافر

دنیا کی قومیں الگ الگ پڑی تھیں ان میں اپنے اپنے نبی اور اپنی اپنی کتابیں آتی رہیں، کسی ایک قوم کے نبی کو دوسری قوم کے نبی کے ساتھ کوئی تعلق نہ تھا۔ اور ان پر ایمان لانا ضروری تھا۔ اس لئے اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہر ایک قوم صرف اپنے آپ کو ہی خدا کی برگزیدہ اور لاڈلی قوم سمجھنے لگی اور اس کی ساری نعمتوں کو اپنا ہی حصہ سمجھ کر دوسری ہر ایک قوم کو مردود بارگاہ اور حقیر سمجھنے لگی، جس سے ... قوموں کا باہمی تنافر اور تباغض بڑھ گیا۔ اور خدا کی مخلوق کو نفرت اور عداوت کی خلیج نے پارہ پارہ کر دیا۔ جس کا علاج ضروری تھا۔

تکمیل ہدایت کی بنیاد عالمگیر مذہب سے

پس جب وہ وقت نزدیک آیا کہ دنیا کی سب قومیں آپس میں ملیں جلیں اور ساری دنیا، یہ سب اپنے باہمی میل جول کے ایک شہر کا حکم رکھے تو جناب الٰہی نے یہ چاہا کہ اس عالمگیر مذہب کی بنیاد رکھی جائے جو تمام قوموں کے باہمی تنافر اور تباغض کو مٹا کر ان کو بھائی بھائی بنائے اور حریت اور مساوات کا ایسا سبق پڑھائے کہ گورے اور کالے عرب اور عجم، مشرقی اور مغربی سب مل کر ایک قوم کا حکم رکھیں اور ان سب کا ایک ہی خدا ہو۔

عرب پر نظرِ انتخاب

اس کام کے لئے جناب الٰہی کی نظر انتخاب اس قوم پر پڑی جو صدیوں سے بت پرستی اور ہر قسم کے فسق و فجور میں غرق تھی جہاں کسی آسمانی کتاب کی روشنی نے اپنا اثر نہ ڈالا تھا۔ جہاں بقول سر ولیم میور یہودیت و عیسویت باوجود سخت کوشش اور محنت کے کوئی اثر نہ ڈال سکی تھی اور عربوں کے سخت پتھر کی طرح دلوں پر اپنا سر ٹپک ٹپک کر مایوس ہو کر بیٹھ رہی تھی۔

اسلام سے پہلے مذاہب کی حالت

اور سچ تو یہ ہے کہ یہ دونوں مذاہب یعنی یہودیت اور عیسویت اثر بھی کیا ڈال سکتے تھے جبکہ وہ خود مسخ ہو چکے تھے، عیسویت نے تو مسیح کو خدا کا بیٹا بنا کر اور تثلیث قائم کر کے گویا خود بت پرستی کی بنیاد ڈال دی تھی۔ رہ گئی یہودیت سو تاریخ بتاتی ہے کہ تورات گم ہو ہو کر موجود ہو جاتی رہی۔ جس سے اصل کتاب پر سے امان اٹھ گیا تھا۔ پھر ترجمہ در ترجمہ ہو کر اصل متن کا پتہ نہ رہا تھا۔ اور تاریخی حالات اور وحی الٰہی ایک ہی جگہ مل جل کر درج ہو جانے سے خدائی کلام اور انسانی میں امتیاز ہونا مشکل ہو گیا تھا علاوہ ازیں تورات کے اوپر احبار اور رہبان کا اس قدر زبردست قبضہ تھا کہ وہ جسے چاہتے تھے حلال کر دیتے تھے اور جسے چاہتے حرام کر دیتے تھے۔ خود قوم میں سے تورات کا علم اٹھ چکا تھا۔ اور دین محض احبار اور رہبان کے پیش کردہ مسائل کا نام رہ گیا تھا۔ وہ ادیان تھے جن کو دنیا میں آئے بہت عرصہ نہ گذرا تھا اور جو عرب کے ارد گرد بلکہ خود اس کے اندر موجود تھے اس سے ان ادیان کا قیاس کر لو جو اس سے بہت پرانے تھے مثلاً مجوسی مذہب۔ ہندو مذہب۔ بدھ مذہب۔ ان مذہبوں میں انسان پرستی شخصیت پرستی۔ آتش پرستی۔ عناصر پرستی۔ کواکب پرستی کا زور تھا اور اصلی لب میں معقود ہو چکی تھیں یا مخفی تو اس قدر مسخ ہو چکی تھیں کہ ان میں سے کسی صداقت کو تلاش کرنا کوہ کندن اور کاہ برآوردن کا مصداق تھا۔

دنیا کی اخلاقی حالت اسلام سے پہلے

ایسے حالات کے اندر عرب کا ایک اُمی اٹھتا ہے۔ اس کے ارد گرد بھی سب اُمی ہیں۔ نہ کوئی اس ملک میں عالم ہے نہ فاضل نہ کوئی کالج ہے نہ یونیورسٹی نہ کہیں علماء کی صحبت نصیب ہے نہ خود پڑھا ہوا ہے کہ کسی کتاب سے فائدہ اٹھا سکے۔ آپ کو کبھی شاذ و نادر تجارت کے لئے شام کو جانا پڑتا ہے تو وہاں اہل کتاب کی ناگفتہ بہ حالت ایک عقلمند کو دہریہ بنا دینے کے لئے کافی نظر آتی ہے۔ ان قوموں کی اخلاقی حالت حد درجہ گری ہوئی دکھائی دیتی ہے۔ علماء کو اپنے جلوے مانے سے کام تھا۔ سب سے بدترین قوم تو نظر آتی وہ انہی احبار یعنی علماء کی نظر آتی۔ جنہوں نے مذہب کو ایک دکانداری بنا رکھا تھا۔ اور جو رہبان تھے وہ دنیا کے سامنے انسان پرستی کا مرقع پیش کر رہے تھے۔ جب چاروں طرف یہ حالت ہو۔ اہل کتاب کا یہ حال ہو اور خود عرب کی قوم اس قدر جاہل اور فسق و فجور اور شرک میں ڈوبی ہوئی ہو اس وقت ظاہر ہے کہ ایک ان پڑھ کے قلب پر دنیا کا اثر جو پڑ سکتا ہے وہ بھی اچھا نہیں پڑ سکتا۔ کیونکہ دنیا میں سوائے ضلالت اور گمراہی کے کچھ نہ تھا۔ اسی کو قرآن نے یوں فرمایا ہے کہ ظھر الفساد فی البر والبحر کہ خشکی اور تری میں فساد پھیل چکا تھا۔

محمد رسول اللہ صلعم کا منبع علم آسمان ہے نہ زمین

ان حالات میں اگر کوئی شخص دنیا میں ایسی عظیم الشان اصلاح کر کے دکھائے کہ نہ صرف عرب سے بت پرستی فسق و فجور اور جہالت دور کر کے اس کی جگہ توحید و تقویٰ اور علم و حکمت کو قائم کر دے بلکہ اہل کتاب کی بھی تمام غلطیاں دور کر کے انہیں اس صحیح راہ پر دعوت دے جو خدا کی ہے۔ اور ان کی اپنی اپنی قوم سے مخصوص تعلیم کو بدل کر ان کی بنیاد عالمگیر اصولوں پر رکھ دے تو کون عقل مند اس بات سے انکار کر سکتا ہے کہ اس شخص کے علم اور ہدایت کا منبع آسمان ہے زمین نہیں۔ کیونکہ زمین تو جہالت اور ضلالت سے پڑ تھی۔ وہاں کوئی علم و ہدایت کی روشنی نہ تھی جو کسی قلب کو منور کرتی۔ وہ نور آسمان سے آیا اور صرف آسمان سے آیا جس نے دنیا کا ہر ایک گوشہ روشن کر دیا۔ اسی کو قرآن نے کیسے جامع الفاظ میں ذکر فرمایا ہے ھو الذی بعث فی الامیین رسولاً منھم یتلوا علیھم ایاتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتاب والحکمۃ وان کانوا من قبل لفی ضلال مبین۔ وہ خدا ہے جس نے ان پڑھوں میں انہی میں سے ایک رسول مبعوث کیا جو ان پر خدا کی آیتیں پڑھتا ہے اور ان کا تزکیہ کرتا ہے اور کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے۔ حالانکہ اس سے پہلے وہ صریح گمراہی میں تھے۔ محمد رسول اللہ صلعم کی بعثت سے قبل دنیا کا صریح گمراہی میں مبتلا ہونا اور پھر ان آیات الٰہی کے نزول سے اس بت پرست فاسق و فاجر وحشی اور جاہل قوم کا تزکیہ حاصل کر کے موحد اور متقی اور مہذب و باخدا قوم بن جانا اور سب سے بڑھ کر ایسے علم و حکمت کی وارث بننا جو دنیا کی ساری تہذیب اور تعلیمی ترقی کا اصل منبع ہے ظاہر کرتا ہے کہ اس رسول کا مبعوث کرنے والا اور اس تعلیم کا نازل کرنے والا خود خدا تھا نہ کوئی اور۔

اسلام کی بنیاد کسی پہلے مذہب پر نہیں

اسلام نے آکر کیا کیا اصلاحیں کیں اور کیا کیا ہدایتیں دیں یہ ایک بڑی مبسوط بحث کو چاہتا ہے جس کا یہ موقعہ نہیں۔ لیکن اتنا کہے بغیر نہیں رہ سکتا کہ اسلام نے ایک ایسی قوم کو اپنے لئے منتخب کیا جو اہل کتاب نہ تھی اور اس لئے خدائی مذہب کی بنیادوں کو نئے سرے سے اٹھایا۔ اس نے اہل کتاب کے کسی پہلے مذہب

کی بنیاد پر عمارت نہیں اٹھائی۔ کیونکہ وہ قومی مذاہب تھے ......
اور اب وقت آچکا تھا کہ قومی مذاہب کو توڑ کر ایک عالمگیر مذہب کی بنیاد ڈالی جائے۔ اس لئے ایک بے علم اور بت پرست قوم کو لے کر مذہب کی نئی بنیادیں عالمگیر اصولوں پر اٹھائیں۔ یہ کہنا کہ اسلام کسی پہلے مذہب میں سے مثلاً یہودیت وغیرہ میں سے بچہ کی طرح نکلا ہے محض لاعلمی پر مبنی ہے۔ معلوم ہوتا ہے ایسے شخص نے مذاہب کا مطالعہ ہی نہیں کیا۔

مذہب کے بنیادی معتقدات

میں مجملاً مشتے نمونہ از خروارے لیتا ہوں۔ مذہب کا اصل مقصد یہ ہوتا ہے کہ انسان صحیح ہدایات پر عمل کرے۔ ان صحیح ہدایات پر عمل کرنے کے لئے ضروری ہوتا ہے کہ بتایا جائے کہ ان ہدایات پر عمل کرنے سے کیا نفع اور کیا نقصان ہے اسی لئے سب سے پہلے مذہب خدا کا تخیل پیش کرتا ہے جو ہدایت دینے والا ہے۔ پھر خود ہدایت کو پیش کرتا ہے جسے کتاب کہتے ہیں۔ پھر لانے والے کو پیش کرتا ہے جو رسول کہلاتا ہے اس میں فرشتہ اور نبی دونوں شامل ہیں۔ پھر معاد کو پیش کرتا ہے جہاں ہدایتوں پر عمل کرنے کا نتیجہ ملے گا۔ یہی ایمانیات کے اجزاء ہیں جن پر مذہب کی بنیاد ہوتی ہے۔

خدا کا تخیل اسلام سے پہلے

ا۔ خدا کا تخیل اسلام سے پہلے کیا تھا۔ اس کے لئے اگر پہلے مذاہب پر نظر ڈالی جائے تو تمام الہامی مذاہب میں سے صرف یہودی مذہب ایسا نظر آتا ہے جس کی کتاب تورات کی نسبت کہا جاسکتا ہے کہ اس کا ایک حصہ الہامی ابھی تک موجود ہے ورنہ باقی کتب کا تو کچھ پتہ نہیں کہ وہ کس زبان میں تھیں اور ان کا کیا نام تھا وید اور ژند اوستا کو بھی آج دیکھا دیکھی الہامی کرکے پیش کیا جاتا ہے۔ ورنہ ان کتابوں کے اندر ایسا کوئی دعویٰ موجود نہیں۔ انجیل کے متعلق تو خود یورپین محققین بتا چکے ہیں کہ چند فقرے ہی اس میں الہامی ہیں باقی سوانح عمری ہے وہ بھی غیر معتبر۔ وید اور ژند اوستا میں تو توحید بھی نظر نہیں آتی اور انجیل والوں نے تثلیث کو اختیار کرکے بیڑا ہی غرق کر دیا۔ باقی رہ گئی تورات تو اسے اول سے آخر تک پڑھ جاؤ اس سے زیادہ اس میں خدا کا تخیل نظر نہیں آتا کہ

(۱) وہ ایک ہے

(۲) اس کے ساتھ عبادت میں کسی کو شریک نہ کرو

(۳) وہ بنی اسرائیل کا خدا ہے یعنی ایک قومی معبود ہے۔

اس سے بڑھ کر کچھ نہیں۔ بلکہ حضرت یعقوب سے خدا کے کشتی لڑنے اور مغلوب ہونے سے کچھ اس کے مجسم ہونے کا گمان ہونے لگتا ہے اور کیا عجب ہے کہ عیسویت میں خدا کے بیٹا ہونے کا تخیل بھی تورات کے استعارات اور محاورات سے ہی پیدا ہوا ہو جس میں خدا کے برگزیدوں کو خدا اور اس کے پلوٹھوں کے الفاظ سے یاد کیا گیا ہے۔

خدا کا بلند تخیل اسلام میں

اسلام نے خدا کے تخیل کو کس قدر بلند کیا وہ قرآن کے پڑھنے سے پتہ لگتا ہے یوں سمجھو کہ ذرہ کو آفتاب بنا دیا۔

(۱) اس نے اتنا ہی نہیں بتایا کہ وہ ایک ہے۔ بلکہ اس کی صفات کا صحیح علم دنیا کے سامنے پیش کیا جس کا انکار ایک دہریہ سے بھی ناممکن ہے رب العالمین۔ رحمان۔ رحیم مالک یوم الدین کی صفات کا ظہور کون نیچرلسٹ ہے جو ہر وقت کائنات قدرت میں مشاہدہ نہیں کر رہا۔ اس کی صفات حسنہ اور اخلاق الٰہیہ کے حسن کو اس خوبی سے بیان کیا کہ انسان کے دل کو محبت الٰہی سے گرما دیا اور اس کے دل میں شوق پیدا کر دیا کہ وہ اپنے محبوب حقیقی کے رنگ میں رنگین ہو جائے صبغۃ اللہ ومن احسن من اللہ صبغۃ فرما کر بتایا کہ اللہ کا رنگ ہے جس کو انسان نے اختیار کرنا ہے اور اللہ کے رنگ سے بڑھکر اور کونسا عمدہ رنگ ہو سکتا ہے خدا کی معرفت کا یہ کامل علم اور انسانی ترقی کا یہ انتہائی کمال کونسا مذہب ہے جو پیش کر سکتا ہے یا کبھی اس نے پیش کیا ہے اگر ہے تو پیش کرو مگر یاد رکھو اپنی الہامی کتاب سے پیش کرو۔ میں کسی شخص کا اپنا دماغی تخیل سننا نہیں چاہتا جو ہر ایک جگہ سے علم کا خوشہ چین ہوا کرتا ہے۔

توحید کا مفہوم

۲۔ توحید کا مفہوم صرف اتنا ہی نہیں رکھا کہ خدا کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کیا جائے بلکہ اس کے تمام احکامات کی فرمانبرداری میں خدا کے سوا کسی غیر کو ترجیح دینا بھی توحید کے منافی بتلایا۔ کوئی مخلوق ہو یا انسان کی اپنی خواہشات نفسانی ہوں جب خدا کی فرمانبرداری میں حارج ہوں تو وہ بت ہیں جنہیں جس قدر جلد توڑا جائے بہتر ہے۔ توحید کا یہ کمال کسی پہلی آسمانی کتاب میں نہیں ملتا جو قرآن میں صاف لفظوں میں موجود ہے۔ میں طوالت کے خوف سے ان قرآنی آیات کو نقل نہیں کرتا۔ اگر ضرورت پڑی تو تفصیل سے بفضلہ تعالیٰ پیش کر سکتا ہوں۔

عالمگیر مذہب کی پہلی بنیادی اینٹ

(۳) ۔ اسلام نے خدا کا تخیل قومی معبود کا توڑ کر یہ بتلایا کہ وہ رب العلمین ہے یعنی نہ صرف تمام انسانوں کا بلکہ تمام عالموں کا خدا ہے عالمگیر مذہب کی یہ پہلی بنیادی اینٹ تھی جو قرآن نے شروع میں ہی رکھ دی۔

کتاب اور رسول کا مفہوم کتب سابقہ میں

ب۔ کتاب اور رسول کے متعلق پہلی کتابوں میں کیا لکھا ہے کچھ بھی نہیں وید اور ژند اوستا تو خاموش ہیں۔ انجیل میں خدا کا بیٹا آکر اگلے سب نبیوں کو چور اور بٹ مار قرار دے چکا رہ گئی تورات اس میں زیادہ سے زیادہ یہ نظر آتا ہے کہ جس قوم کو وہ کتاب ملی ہے صرف وہی خدا کی ایک برگزیدہ قوم ہے۔ جس میں رسول اور کتابیں آئیں۔ مگر جن کتب میں تاریخی حالات بھی مل جل گئے ہوں کچھ پتہ نہیں لگ سکتا کہ اس میں خدا کا کلام کتنا ہے۔ کس زبان میں نازل ہوئی تھی۔ اس کا بھی یقینی علم کوئی نہیں۔ پھر اس بات کا ثبوت کہ اس کتاب کے احکام انسانی افترا نہیں بلکہ خدا کے نازل کردہ ہیں۔ یہ نہ تورات میں موجود ہے نہ کسی اور کتاب میں رسولوں کی شناخت کا کیا معیار ہے قطعاً کوئی نہیں۔ تورات اور کل الہامی کتب ان تمام امور پر خاموش ہیں۔

اسلام میں کتاب اور رسول کا مفہوم

مگر اسلام نے ان سب باتوں پر روشنی ڈالی ہے۔

(۱) قرآن جس زبان میں نازل ہوا وہ عربی ہے۔

(۲) وہ ایک محفوظ کتاب ہے جس میں نہ کچھ شامل ہوا نہ تبدیل ہوا۔

(۳) وہ کل دنیا کی ہدایت کے لئے آیا ہے کیونکہ اس کا خدا کل دنیا کا خدا ہے۔

(۴) وہ اپنی صداقت اور منجانب اللہ ہونے پر خود دلائل دیتا ہے کسی انسان کا محتاج نہیں کہ وہ اس کے لئے دلائل دے۔

۵۔ وہ رسولوں کی شناخت کا معیار قائم کرتا ہے۔ انکی صداقت اور شناخت کے اصول باندھتا ہے۔

۶۔ اس نے دنیا میں سب سے پہلے یہ اعلان کیا کہ دنیا کی کوئی قوم نہیں جس میں رسول نہیں آئے اور کتابیں نہیں آئیں قرآن کریم نے عصمت انبیاء کو قائم کیا۔ تورات میں تحریف تبدیل ہو جانے کی وجہ سے مختلف انبیاء کے کیریکٹر کا دامن ایسا داغدار ہوگیا تھا کہ جس کی وجہ سے پولوس کو یہ موقعہ ملا کہ وہ تمام نوع انسان کو گنہگار قرار دے کر خدا کے بیٹے کی قربانی کی ضرورت بیان کرے۔ قرآن نے آکر تورات کی اس خطرناک غلطی کی اصلاح کی اور بتادیا کہ یہ مقامات انسانی ہاتھوں سے محرف و مبدل ہو چکے ہیں اس لئے غلط ہیں، اور خدا کے رسولوں کا دامن پاک ہے۔

عالمگیر مذہب کی دوسری بنیادی اینٹ

یہ عالمگیر مذہب ہونے کی دوسری بنیادی اینٹ تھی۔ اس نے اس طرح تمام دنیا کی قوموں کے تباغض اور تنافر کو دور کرکے ان میں عالمگیر اخوت کی بنیاد رکھ دی اور اپنے اس عالمگیر اصول کے ماتحت سب کو جمع کرکے ایک دین واحد میں منسلک کرنا چاہا جس میں آجانے سے کسی کو اپنے مسلمہ بزرگ کی صداقت کا انکار نہیں کرنا پڑتا۔

عالم معاد اسلام سے پہلے

ج۔ معاد کے متعلق اسلام سے پہلے تمام الہامی کتابیں صرف اتنا کہکر خاموش ہو جاتی ہیں کہ مرنے کے بعد کوئی زندگی ہے جہاں نیکی کا نیک بدلہ اور بدی کا بد بدلہ ملے گا اور جو دائمی ہوگا اس کی تفصیل اور ثبوت سے وہ قطعاً خاموش ہیں۔ تورات اور انجیل کو پڑھ لو بالکل صفایا ہے

قرآن میں معاد کی تفصیل و تشریح

قرآن نے معاد کی جو تفصیل و تشریح کی ہے وہ اسی کا حصہ ہے:۔

(۱) سب سے پہلے مابعد الموت زندگی کا ثبوت دیا ہے پھر اسے عالم برزخ اور معاد میں تقسیم کیا اور ان کے ثواب و عذاب کی تشریح کی۔

۲۔ ثواب و عذاب کو بتلایا کہ وہ اعمال کے نتائج ہیں جو خود اس کے اندر سے بیج میں سے درخت کی طرح پھوٹتے ہیں اور اس طرح عملوں کا فلسفہ بیان کرکے دوزخ اور جنت کی حقیقت کو واضح کر دیا۔

۳۔ اعمال کے محاسبہ اور موازنہ کا ثبوت دیا۔

ملائکہ اسلام سے پہلے اور بعد

د۔ ملائکہ کیا ہستیاں ہیں ان کا خدا سے اور انسان سے کیا تعلق ہے۔ اگلی سب کتابیں ان باتوں سے خاموش ہیں جس نے ان تمام باتوں پر روشنی ڈالی ہے وہ صرف قرآن ہے۔

مسئلہ تقدیر اسلام سے پہلے اور بعد

لا۔ خدا نے اس دنیا کو پیدا کس مقصد کے لئے کیا۔ انسان کی پیدائش کا کیا مقصد ہے۔ خدا کے قوانین پر وہ کہاں تک عمل کر سکتا ہے اور کہاں تک اسے اس کائنات میں دخل ہے اور کہاں تک وہ مجبور ہے

انسانی ترقیات اور کمالات کہاں تک چلتے ہیں۔ یہ تمام باتیں جو مسئلہ تقدیر کہلاتی ہیں۔ اور اس قدر ضروری ہیں کہ ان کے بغیر انسان ایک جانور سے بھی بدتر ہے۔ سوائے قرآن کے کسی پہلی آسمانی کتاب میں نہ پاؤ گے۔ بلکہ پہلی کتابوں میں انسانی پیدائش کا جو ذکر ہے وہ بوجہ محرف اور مبدل ہو جانے کے بجائے نفع دینے کے الٹا نقصان دہ اور گمراہ کن ہے۔ مثال کے طور پر تورات کا آدم و ابلیس کا قصہ پڑھ لو۔ اور پھر قرآن میں انہی باتوں کو پڑھ لو تو معلوم ہو جائے گا کہ تورات میں اس کی حیثیت ایک افسانہ سے بڑھ کر نہیں۔ اور قرآن نے انسانی ترقی اس کی خلافت۔ علم کی ترقی سے ملائکہ تک کو فرمانبردار بنا لینے کی اس میں استعداد و شیطان کے حملوں سے بچنے کی اسے تاکید اور اس سے بچنے کی راہیں اور بعض دفعہ پھسل جانے کی صورت میں پھر دوبارہ اصلاح کی تدابیر غرضیکہ سارا مسئلہ اس میں ایسی خوبصورتی سے حل کر دیا ہے کہ جہاں ایک عالم سمجھ سکتا ہے وہاں ایک عامی بھی سمجھنے میں مشکل نہیں پاتا۔

اعمال اسلامی یا حق اللہ اور حق العباد

دینیات کے ان مسائل کے بعد اب اعمال کو لو جو حق اللہ اور حق العباد پر مشتمل ہوتے ہیں:۔

(۱) حق اللہ یعنی عبادات اسلامی اور انکی خصوصیات

پہلے حق اللہ یعنی عبادات کو لو۔

پہلی کتابوں میں بھی عبادات تھیں مگر اسلام نے جو خصوصیات ان میں پیدا کیں وہ نرالی ہیں اور پہلی کسی کتاب میں یہاں تک کہ تورات میں بھی نہیں۔

(۱) سب سے پہلے عبادت کا فلسفہ بتایا کہ لعلکم تتقون کہ متقی بنو یعنی خدا سے تعلق جوڑ کر تم اپنے معاملات کو درست کرو۔ گویا عبادت کو محض رسمی چیز نہیں رکھا بلکہ اس کی وجہ بیان کر کے اسے حکمت بنا دیا۔

(۲) عبادت میں مساوات کا نقشہ وہ پیش کیا کہ بے نظیر ہے امیر ہو یا غریب عالم ہو یا جاہل۔ بندگی میں خدا کے سامنے سب یکساں ہیں۔ دنیوی فرق۔ مراتب عبودیت کے اظہار میں مخل نہیں ہو سکتے۔ یہ عالمگیر مذہب کی تیسری بنیادی اینٹ تھی۔

(۳) عبادت کو بغیر اس کی حقیقت پر عمل کئے بے معنی قرار دیا۔ مثلاً روزہ میں اگر حلال سے رک کر انسان حرام سے نہ رکے جیسے کہ روزہ میں کھایا پیا کچھ نہیں اور رشوت لیتے رہے یا قربانی کرتے وقت جانور ذبح کر دیا اور اپنے اندر تقوے اور قربانی کی روح پیدا نہ کی تو یہ عبادت ایک بے جان نعش کی طرح کی حرکت ہے جو ترقی کا موجب نہ ہوگی۔

(۴)۔ عبادت میں تشدد کو ہٹا کر اس میں آسانیاں پیدا کی گئیں اور یہ عالمگیر مذہب کے لئے ضروری تھا تا کہ ہر ایک آسانی سے اس پر عمل کر سکے۔

(۲) حق العباد میں اسلام کی اصلاحات

حق العباد میں تو کچھ اصلاحیں کیں وہ بے شمار ہیں۔ مثال کے طور پر دو تین پر اکتفا کرتا ہوں:

۱۔ سلطنت میں جمہوریت

(۱) سیاست۔ سلطنت میں جمہوریت کو قائم کرنا اسلام کا وہ طغرائے امتیاز ہے جو پہلی کسی کتاب کو .... حاصل نہیں۔

۲۔ دیوانی اور فوجداری اُصول

(۲)۔ دیوانی اور فوجداری کے وہ اصول قائم کئے جو عالمگیر تھے اگلی کتابوں کے قومی خصوصیات والے قوانین کو بدل کر انہیں عالمگیر کر دیا۔ جن پر ہر زمانہ میں قوانین دیوانی و فوجداری کی بنیادیں قائم کی جا سکتی ہیں۔ مثال کے طور پر فوجداری کی سزائیں لے لو۔ تورات میں تھا آنکھ کے بدلہ میں آنکھ اور ناک کے بدلہ میں ناک اور کان کے بدلہ میں کان کاٹ لو۔ اور انجیل میں تھا جو تیرے ایک گال پر طمانچہ مارے تو دوسرا بھی پھیر دے ظاہر ہے کہ پہلے کا تشدد اور دوسرے کی نرمی اس قابل نہیں کہ وہ کسی عالمگیر مذہب کی بنیاد قرار دی جا سکے۔ اسلام نے جب ایک عالمگیر مذہب کی بنیاد ڈالی تو ایک ایسا زریں اصول قائم کیا جو تمام زمانوں کے لئے قوانین فوجداری کی بنیاد ہے اور وہ ہے جزاء سیئة سیئة مثلها فمن عفی واصلح فاجره علی الله انه لا یحب الظالمین۔ کسی بدی کا بدلہ سزا ہے جو اس کے مطابق ہو۔ پھر جو معاف کر دے اور مطلب اس کا اصلاح ہو تو اس کا اجر اللہ کے حضور ہے۔ بیشک اللہ ظالموں کو محبوب نہیں رکھتا۔ سب سے پہلے یہ اصول قائم کیا کہ سزا کا معیار ایسا ہو جو بدی کے توازن سے بڑھ نہ جائے بدی کے مطابق سزا کا تجویز کرنا مختلف اقوام اور مختلف حالات کے ماتحت جدا ہوتا ہے۔ اس لئے اسے اصول قوانین پر چھوڑا کہ سزا تم خود تجویز کر لو۔ مگر اس تجویز کے کرنے میں بدی سے اس کی سزا نہ بڑھے نہ گھٹے۔ تا کہ انصاف قائم رہے یہی وہ اصول ہے جس پر آج تعزیرات ہند قائم ہے۔ دوسری بات یہ قائم کی کہ سزا کا مقصود ہمیشہ اصلاح ہونا چاہیئے اگر عفو کر دینے میں اصلاح ہو تو وہ بہت اچھا ہے۔ عفو کرنے والے کو اجر خدا سے ملے گا۔ لیکن عفو اس حالت میں بُرا ہے جس سے مستغیث پر ظلم ہو جائے اور خدا ظالم کو محبوب نہیں رکھتا۔ پس عفو اور انصاف دونوں کو ان کا موقع محل بتا کر فوجداری کے بنیادی اصول کو مستحکم اور عالمگیر کر دیا۔

۳۔ اسلام کے فوجی اُصول

۳۔ ملٹری اصول ایسے زبردست قائم کئے کہ حیرت ہوتی ہے کہ آج بڑے بڑے ماہرین فن جنگ کو ان کے اختیار کرنے کے سوا چارہ نہیں۔ جنگوں کی ضرورت۔ ان سے بچنے کے لئے معاہدے۔ ایفائے عہد کے اصول۔ مدافعت کے سامان۔ جنگی قیدیوں اور مفتوحہ ممالک کے ساتھ سلوک غرضیکہ ہر ایک رنگ کے لئے ہدایات دیں۔ دنیا کی کونسی الہامی کتاب ہے جس نے ان امور پر بحث کی ہے۔

۴۔ مجلسی اور معاشرتی قوانین

۴۔ معاشرت اور زناشوئی کے تعلقات۔ نکاح اور طلاق۔ رشتہ داروں اور پڑوسیوں سے سلوک اور کتابوں میں بھی ہیں مگر نہ اس شرح و بسط کے ساتھ جو قرآن رکھتا ہے اور نہ ایسے مکمل جو ہر زمانہ اور ہر حالت کے لئے مفید ہو سکیں۔

۵۔ لین دین کے معاملات

۵۔ تمدن۔ تجارت۔ بیع و شرا۔ سود۔ غیر قوموں سے تعلقات غرضیکہ کونسا پہلو ہے جس پر مکمل ہدایات نہیں دی گئیں اور سب سے بڑھ کر یہ کہ سب قوموں اور ذاتوں کی بڑائی چھوٹائی مٹا کر شرافت اور بزرگی کا معیار تقوے رکھ دیا۔ مساوات کا یہ وہ پاکیزہ اصول ہے جو ایک عالمگیر مذہب کے لئے روح رواں ہے۔ اور جس سے تمام مذاہب محروم ہیں۔

(۶) اخلاق فاضلہ کو اپنے معراج پر پہنچایا۔

کہاں تک گنے جاؤں جگہ کم ہے اور یہ مضمون بہت وسیع ہے مشتے نمونہ از خروارے عرض کر دیا گیا ہے۔ اسی سے اندازہ لگا لو۔

قرآنی ہدایت کے تین پہلو

لیکن قرآن کے ساتھ بے انصافی ہوگی اگر میں یہیں ختم کر دوں یہ تو صرف اس کا ایک پہلو ہوا جسے ھدیٰ کہیں گے یعنی وہ ہدایتیں جو انسان کو ایمان لانے اور عمل کرنے کے لئے دی گئیں۔ لیکن قرآن نے اپنے تین پہلو بیان کئے ھدیً للناس و بینٰت من الھدیٰ والفرقان یعنی (۱) ایک تو ھدیٰ لوگوں کے لئے ہدایتیں (۲) دوسرے بینٰت من الھدیٰ یعنی جو ہدایتیں دیں ان پر دلائل بھی خود دیئے ہیں اور (۳) تیسرے فرقان یعنی خود جو اصول صحیح پیش کئے ہیں انہیں تمام غلط اصولوں اور مذاہب باطلہ سے مقابلہ کر کے حق و باطل میں فرق قائم کر دیا۔

۱۔ تکمیل ہدایت کی

(۱) ھدیٰ۔ ہدایتوں کا ذکر اوپر ہو چکا اور ان کے کمال اور عالمگیریت پر کچھ تھوڑی سی روشنی ڈالی جا چکی۔ گو جو کچھ لکھا گیا وہ بجائے خود صرف عنوان ہیں۔ ورنہ ان میں سے ہر ایک الگ الگ ایک مستقل مضمون کو چاہتا ہے۔ میں نے اہل علم اور اہل تحقیق کے لئے صرف اشارات لکھ دیئے ہیں تفصیل طوالت کے خوف سے نظر انداز کر دی ہے۔

۲۔ اپنے دعویٰ پر خود دلائل دیئے

(۲) بینٰت من الھدیٰ۔ جو ہدایت دی ہے اس پر دلیل بھی دی ہے۔ دنیا کی کوئی الہامی کتاب کیا یہ شان اپنے اندر رکھتی ہے؟ دنیا کے سامنے یہ ایک چیلنج ہے کوئی الہامی کتاب نہیں کہ وہ اپنے دعوے پر دلیل بھی دے۔ اگر ہے تو پیش کرے۔ سب کی سب کتابیں دعوے کر کے دلائل کے لئے اپنے ماننے والوں کا منہ تکتی ہیں۔ مگر قرآن جو دعوے کرتا ہے اس کی دلیل خود دیتا ہے وہ اپنے ماننے والوں کا دلائل کے لئے محتاج نہیں۔ وہ ایک کامل کتاب ہے جو اپنے دعویٰ کو دلائل سے خود مواتی ہے یہ وہ امتیازی تاج ہے جو صرف قرآن کے سر پر ہے۔

۳۔ مذاہب باطلہ کا ردّ کیا

(۳) فرقان۔ کوئی دنیا کی الہامی کتاب نہیں جس میں مذاہب باطلہ اور غلط اصولوں کا رد ہو۔ باطل کی تردید میں دلائل دیئے ہوں اور حق و باطل میں امتیاز کر کے دکھایا ہو یہ قرآن اور صرف قرآن کا طغرائے امتیاز ہے۔

نئی ہدایت و نبوت کی ضرورت

اللہ اللہ کتاب الٰہی کا کمال اگر نظر آتا ہے تو صرف قرآن میں نظر آتا ہے۔ وہ نہ صرف ایک کامل و مکمل کتاب ہے جو دائمی صداقتیں رکھنے والی عالمگیر ہدایتیں عطا کرتی ہے بلکہ قرآن جو بھی ہدایت دیتا ہے اس پر دلیل بھی خود دیتا ہے اور پھر اسی پر اکتفا نہیں کرتا۔ اس کے پیش کردہ اصول کے برخلاف اگر کسی مذہب میں کوئی غلط اصول ہو تو اس کے اصولوں کی غلطی کو دلائل سے طشت از بام کرتا ہے۔ اب فرمایئے اس کے بعد کونسی بات باقی رہ گئی جس کے لئے کسی نئی ہدایت کی اور اس

(باقی بر صفحہ ۸)

جامع کمالاتِ نبیؐ

دامانِ نگہ تنگ و گلِ حسنِ تو بسیار ٭ گلچینِ بہارِ تو ز داماں گلہ دارد

مولانا مرتضیٰ خان صاحب

(۱)

سرورِ کائنات فخرِ موجودات سید الانبیاء والاصفیا حضرت سیدنا محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ علیہ الف الف التحیۃ والثنا کی ذات ستودہ صفات جامع جمیع کمالات معنوی وصوری ہے ذات احدیت مآب کے بعد جو کمال شرف ایک انسان کے لئے ہو سکتا ہے وہ نبوت اور رسالت ہے۔ انبیاء و رسل ذات باری کے اظلال و مظاہر ہوتے ہیں کہ ان کے وجود کے اندر انوار الٰہیہ جلوہ گر ہوتے ہیں۔ انوار الٰہیہ کی جلوہ گری حسب ضروریات یا بالفاظ دیگر حسب اقتضائے زمانہ حسبِ عقول و افہام خلائق ہوتی رہی ہے اس میں شک نہیں کہ ذات خداوندی تو روزِ ازل سے ہی کامل و اکمل تھی کہ جس میں کسی قسم کی کمی یا نقص ایک لحظ بھر کے لئے ممکن نہیں لیکن اس ذات گرامی کا ظہور عالم موجودات کے اندر بتدریج عمل میں آتا رہا کیونکہ حکمت اس امر کی مقتضی تھی کہ طبائع انسانی اس جلوہ گری کے متحمل ہونے کے لئے اپنے اندر پختگی و صلاحیت پیدا کر لیں۔ تمام انبیاء کے اندر صفات مقدس باری تعالیٰ کے یہ انوار جلوہ گر...... ہوتے رہے لیکن۔ جب زمانہ اپنے ارتقائی تسلسل طے کر چکا تو ذلت والاصفات حضرت فخر الاولین و آخرین افضل المرسلین و خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے اندر یہ انوار ایسے کامل، اکمل، اتم اور اعلیٰ طریقہ پر ظہور میں آئے کہ اس سے بڑھ کر ممکن نہ تھا لہٰذا وہ تمام انوار و برکات الٰہیہ وہ تمام ترقیات و تجلیات روحانیہ۔ وہ تمام اخلاق فاضلہ۔ وہ تمام فضائل محمودہ وہ تمام اوصاف حسنہ اور وہ تمام مراتب و درجات عالیہ کہ ان سے بڑھ کر انسانی قویٰ ان کے حصول سے قاصر ہیں حضرت ختمی پناہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو گئے۔ اور یہی راز ہے ختم نبوۃ کا ؎

ختم شد بر نفسِ پاکش ہر کمال
لاجرم ختم شد ہر پیغمبری

(۲)

حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے حالات زندگی و سوانح پر یوم ولادت سے لیکر یوم رحلت تک نظر ڈال کر دیکھو تو زندگی کے ہر ایک مرحلہ، ہر ایک شعبہ کے اندر کمال ہی کمال نظر آتا ہے باوجود اس اس امر کے کہ آپ ایک ایسی قوم کے اندر پیدا ہوئے جو قعر ذلت میں گری ہوئی تھی اور آپ نے ایسے لوگوں کے اندر پرورش پائی تھی کہ جن کے اخلاق کی حالت ناگفتہ بہ تھی آپ بصغر سنی سے ہی ایسے سلیم الفطرت اور سلیم الطبع واقع ہوئے تھے کہ ؎

بالائے سرش ز ہوشمندی
می تافت ستارۂ بلندی

کبھی کوئی امر آپ کے مخالفین کی زبان سے بھی سننے میں نہ آیا جس کو ناپسندیدہ کہا جا سکے۔ بچپن سے جوان ہوئے تو محبوب ملک و قوم نے امین کا قابلِ عزت خطاب حاصل کیا جس کے معنے ہی تمام صفات عالیہ سے متصف اور رذائل سے پاک صاف ہو چکے ہیں یہ خطاب ہی جو جناب کو اپنی قوم کی طرف سے بجا طور پر دیا گیا جناب کی کمال انسانیت کا پتہ دیتا ہے۔ چالیس برس تک ایک بد اخلاق قوم کے اندر مجردانہ زندگی بسر کرتے ہوئے آپ کے دامن پر کسی نقص یا عیب کا دھبہ نظر نہیں آتا بلکہ آپ کی ایک ایک حرکت ایسی ہے کہ ع

کرشمہ دامنِ دل میکشد کہ جا اینجاست

خلقِ خدا سے ہمدردی و محبت۔ صداقت و امانت سے پیار۔ راستی اور راست گفتاری سے الفت۔ شر سے پرہیز اور بدی سے نفرت، بیوگان و یتامیٰ کی خدمت، شرم و حیا، عفت و پرہیزگاری، حزم و احتیاط۔ جرأت و شجاعت۔ کمال عقل و دانش یہ ایسے اوصاف تھے کہ جن کے لئے آپ کا نام نامی بطور ضرب المثل پیش کیا جاتا تھا۔ بد اخلاقی کے عمیق گڑھے میں گری ہوئی قوم میں سے ایک ایسے جلیل القدر صاحب اخلاق انسان کا وجود ہی اس امر کی دلیل ہے کہ آپ ان ہستیوں میں سے ایک نہایت ممتاز ہستی ہیں جنہیں... خدائے علیم و حکیم اپنی قدرتِ کاملہ سے اپنے علوم و حکم سے متمتع فرماتا ہے ؎

امی و در علم و حکمت بے نظیر
زیں چہ باشد حجتے روشن ترے

(۳)

عمر کے چالیسویں برس میں آپ کی زندگی کا ایک نیا دور شروع ہوتا ہے یعنی آپ خلعت نبوۃ سے سرفراز فرمائے جاتے ہیں یہ وہ زمانہ ہے کہ آپ کے تمام کمالات جو فطرت میں خالق کائنات نے ودیعت فرمائے تھے اب پورے کمال کے ساتھ ظاہر ہوتے ہیں اس کو بیان کرنا ایک بحر ناپیدا کنار کا عبور کرنا ہے لیکن دو تین موٹی موٹی باتوں پر بطریق اختصار اکتفا کیا جاتا ہے (۱) تکمیل تعلیم۔ یا تکمیل شریعت (۲) تکمیل اخلاق فاضلہ۔ (۳) تکمیل اصلاح

انبیاء علیہم السلام اپنے اپنے زمانوں کے اندر خدائے تعالیٰ کی طرف سے تعلیم لاتے رہے گو وہ سب تعلیمات خدائے علیم کی طرف سے تھیں اور وہ نورِ ہدایت سے پُر تھیں لیکن وہ مختص بالزمان ہونے کے ساتھ مختص بالقوم بھی تھیں انبیائے سوابق کا دائرہ تبلیغ بہت محدود تھا اور وہ کسی عالمگیر اور ہمہ گیر جامع اور مکمل شریعت کے حامل نہ تھے ضرورت تھی ایسی جامع اور ہمہ گیر تعلیم کی کہ جو تمام اقوام عالم کے لئے یکساں ہو اور جس پر اسود و احمر عمل پیرا ہو سکیں اور جو تمام زمانوں کے لئے یکساں سود مند ہو۔ اور جدید تعلیمات و شرائع کے آنے کیساتھ جو افتراق و انشقاق بنی نوع انسان میں پیدا ہوتے رہتے ہیں وہ یک قلم موقوف ہو کر نسل آدم کے اندر وحدت و اتحاد کا ایک اصل اصول قائم ہو جائے۔ الغرض ایک ایسی مفصل و اکمل اور جامع تعلیم کی ضرورت تھی۔ کہ اس کے بعد کسی زمانہ اور کسی قوم کے لئے کسی جدید شریعت کی ضرورت باقی نہ رہے اس جامع اکمل اور اتم شریعت کے لانے والے ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ کہ جن کی تشریف آوری کے ساتھ دین حنیف اپنے کمال کو پہنچ گیا الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا۔ یعنی آج دین جو اب تک ناقص حالت میں آ رہا تھا مکمل ہو گیا اور خدائے بزرگ کی وہ نعمت جو دین کے رنگ میں ابھی ناتمام تھی پوری ہو گئی اور دین کے لئے اللہ تعالیٰ نے مذہب اسلام کو بنی نوع انسان کے لئے پسند فرمایا ہے۔ نبوت کی اصل غرض تو یہی ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکام و تعلیمات انبیاء کے ذریعے سے خلق خدا تک پہنچائے جائیں جب یہ احکام و تعلیمات جدیدہ کا سلسلہ اپنے کمال کو پہنچ کر ختم ہو گیا تو لازماً نبوت بھی اپنے کمال کو پہنچ کر ختم ہو گئی ؎

ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را بر و شد اختتام

جن اخلاقِ فاضلہ اور اوصافِ محمودہ کا ظہور آپ سے ہوا اس کی نظیر کسی بڑے سے بڑے انسان کی زندگی میں نہیں ملتی یہ مضمون بجائے خود ایک بہت بڑا وسیع مضمون ہے آپ کا بچپن کے اندر ہی سلیم الطبع صائب الرائے ہونا آپ دیکھ چکے ہیں عالم شباب میں کہ جو جذبات کے اندر سخت ہیجان اور تموج کا زمانہ ہوتا ہے آپ کو امین کے معزز خطاب سے مخاطب کیا جانا آپ پڑھ چکے اب ذرا ان اخلاق عالیہ پر بھی نظر ڈالیں جو دورانِ عہد نبوت میں آپ سے معرض ظہور میں آئے۔

آپ کی زندگی پر دو دور گزرے ہیں یعنی ایک مغلوبیت کا زمانہ جو کہ زندگی سے وابستہ ہے۔ اور دوسرا فتح و کامرانی کا زمانہ جو مدینہ کی زندگی سے تعلق رکھتا ہے ان دونوں زمانوں کے حالات پر نظر غائر ڈال کر دیکھو کہ کن کمالاتِ اخلاق کا ثبوت آپ دیتے ہیں مکہ کی زندگی تو انتہائی دکھ اور تکلیف کی زندگی ہے دشمن آپ کے خون کے پیاسے ہیں۔ آپ کی جان کے درپے ہیں آپ کو طرح طرح کی تکلیفیں دیتے ہیں عورتیں ہوں یا بچے جوان ہوں یا بوڑھے غرض سب کے سب آپ کی جان کے درپے ہیں کہیں آپ کے فرق مبارک پر کوڑا کرکٹ پھینکا جاتا ہے۔ کہیں آپ کے راستے میں کانٹے بچھائے جاتے ہیں۔ کہیں آپ پر سنگ باری کی جاتی ہے کہ خون جسم مبارک سے جاری ہو جاتا ہے۔ آپ کی توہین و تذلیل کا کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا جاتا۔ کوئی امر آپ کی تکلیف دہی کا اٹھا نہیں رکھا جاتا۔ یہ داستان بڑی دردناک اور طویل ہے

لیکن کیا آپ نے ان تکالیف پر کبھی اظہار بے صبری فرمایا؟ کیا آپ اپنے مفوضہ فرض سے ایک لحظہ کے لئے بھی الگ ہوئے باوجود ان تمام دکھ دینے والی باتوں کے کبھی کسی کے حق میں ایک کلمۂ بد بھی آپ کی زبان سے نکلا؟ تاریخ گواہ ہے کہ آپ نے ان تمام تکالیف کو بطیب خاطر منظور فرمایا۔ اور راہ حق میں ایک لمحہ کے لئے بھی آپ کے پاؤں نہ لڑکھڑائے اور آپ سے ان اخلاق عامہ کا ظہور رہا کہ جو خاص آپ کا ہی حصہ تھا حلم و بردباری تحمل و صبر۔ استقامت و استقلال اور شجاعت کے وہ جوہر آپ سے ظاہر ہوئے کہ جب تک یہ الفاظ دنیا کی لغت میں موجود ہیں ان کا صحیح صحیح اطلاق ذات حضرت نبوی صلعم پر ہی ہو سکتا ہے

(باقی بر صفحہ [illegible])

خاتم النبیین کون ہے؟

حضرت مسیحؑ یا حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم

حکم عدل مجدد وقت کا کارنامہ

جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب مرحوم

نبوت کا اختتام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین کا معزز خطاب عطا فرما کر تمام بنی نوع انسان اور جملہ انبیاء پر آپ کی فضیلت کو اظہر من الشمس کر دیا۔ خاتم النبیین کا مطلب یہ ہے کہ آپ پر نبوت ہر پہلو سے ختم ہو گئی۔ ایک طرف آپ کی وحی یعنی قرآن کریم میں تمام انبیاء کی لائی ہوئی ہدایتوں کو اس خوبصورتی سے جمع اور مکمل کیا گیا۔ کہ وہ تعلیمیں جو کسی خاص قوم اور خاص زمانہ سے مختص تھیں وہ عالمگیر اور ہر زمانہ کے موزوں حال بن گئیں۔ اور دوسری طرف آپ نے نبوت کے تمام کمالات کو اپنے اندر اس طرح جمع کیا اور اخلاق فاضلہ کے ہر پہلو کا نمونہ ایسے مکمل رنگ میں دنیا کے سامنے پیش کیا کہ اس سے بہتر ممکن نہ تھا اسی لئے آپ کے بعد کسی نبی کی بھی ضرورت نہ رہی۔ کیونکہ جو ہدایتیں اور قوانین اور تعلیمات جناب الٰہی سے بنی نوع انسان کو مل سکتی تھیں وہ سب کی سب قرآن کے ذریعہ سے پہنچ گئیں اور جو نمونے اخلاق فاضلہ کے اور جو کمالات نبوت کے مختلف انبیاء نے اپنی اپنی قوم میں کسی خاص زمانہ میں الگ الگ دکھلائے تھے وہ آپ کے وجود میں اجتماعی رنگ میں ایسے مکمل طور پر ظہور پذیر ہوئے کہ تمام زمانوں اور تمام دنیا کے لوگ اس سے یکساں فائدہ اٹھا سکتے ہیں اور نمونہ بھی ایسا کامل تھا کہ اس سے بہتر متصور نہیں۔

نزول مسیح کا عقیدہ اور اس کے نقائص

مگر مسیحیت کا اثر گذشتہ صدیوں میں مسلمانوں پر ایسے نامعلوم طریق پر بتدریج پڑتا گیا کہ حیرت کی کوئی انتہا نہیں رہتی۔ جب یہ نظر آتا ہے کہ مسلمانوں میں ختم نبوت کے عقیدہ کا مفہوم ایسا بدل گیا کہ محمد رسول اللہ صلعم کے بعد حضرت مسیح کے آنے کے قائل ہو گئے دیا جاتا ہے کہ حضرت مسیح نبی تھے اور قرآن نے ان کو نبی کہا ہے اور قیامت کو جب نبیوں اور رسولوں سے ان کی امتوں کی نسبت سوال ہو گا۔ ان میں صریح الفاظ میں حضرت مسیح بھی شامل نظر آتے ہیں جس سے ثابت ہے کہ وہ کبھی بھی نبوت سے معزول نہ ہوں گے اور وجہ بھی کوئی نہیں کہ بلا قصور وہ نبوت سے معزول کر دئے جائیں پس ایسی صورت میں کیا قیامت سے قبل حضرت مسیح کا دنیا میں تشریف لانا صاف نہیں بتلاتا کہ مسلمانوں نے یہ تسلیم کر لیا کہ حضرت محمد صلعم کے بعد بھی نبی آ سکتا ہے۔ اور ابھی نبوت کا کچھ کام باقی ہے جس کیلئے حضرت مسیح کا تشریف لانا ضروری ہے اور وہ کام ایسا ہے جس کو سوائے حضرت مسیح کے اور کوئی نبی پورا نہیں کر سکتا۔ یہاں تک کہ خود محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی پورا نہیں کر سکتے۔ اسی لئے حضرت مسیح کو خاص طور پر خدا نے اس کام کے لئے منتخب کر کے آسمانوں پر سنبھال کر کے رکھا ہے۔ اور باوجود اس کے کہ محمد رسول اللہ صلعم بہت بعد میں تشریف لائے مگر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ نعوذ باللہ ان کی نبوت کی کمزوریاں پہلے سے خدا کو معلوم تھیں اسی لئے امت محمدیہ کی آخری تکمیل کے لئے خود محمد مصطفیٰ صلعم کی بعثت سے چھ سو برس پہلے سے حضرت مسیح کو آسمان پر بٹھا لیا تاکہ محمدی نبوت کی کمزوریوں کا علاج آخر زمانہ میں ان سے کرایا جاوے اور معلوم ہوتا ہے کہ خود خدا بھی مسیح جیسا انسان دوسرا پیدا نہیں کر سکتا۔ اسی لئے اس نے اپنی سنت کے خلاف مسیح کو اتنے عرصہ سے بغیر کھانے پینے اور حوائج بشری کے آسمان پر بٹھا رکھا ہے کیونکہ اگر وہ مر جائے تو فرمایئے دوسرا ویسا کہاں سے پیدا ہو۔

ختم نبوت اور نزول مسیحؑ

پس کیا یہ صاف محمد رسول اللہ صلعم کی ختم نبوت کے خلاف عقیدہ نہیں؟ اور کیا اس سے نبوت محمدیہ کی تذلیل نہیں ہوتی۔ کیا اس عقیدہ سے حضرت مسیح کو حضرت محمد مصطفیٰ صلعم پر صریح فضیلت نظر نہیں آتی۔ کیا محمد رسول اللہ صلعم نے نبوت کا کوئی کام باقی چھوڑ دیا تھا۔ یا آپ کے فرائض میں کوئی نقص باقی رہ گیا تھا جس کی تکمیل کے لئے دوسرے نبی کی ضرورت پڑی اور اگر آخری زمانہ میں کسی نبی کو ضرور بھیجنا ہی تھا تو کیوں نہ خود آنحضرت صلعم کو ہی اس کام کے لئے آسمان پر اٹھا یا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو چھوڑنا اور مسیح کو منتخب کرنا ظاہر کرتا ہے کہ خدا کی نگاہ میں آخری زمانہ کی اصلاح اور تکمیل کے لئے زیادہ موزوں حضرت مسیح تھے اور یہ ان کی فضیلت کی صاف دلیل ہے اور ختم نبوت تو گویا بالکل پامال ہو گئی۔

مسیح میں خدائی صفات

لیکن اتنا ہی نہیں۔ بدقسمتی سے مسلمانوں نے ہر رنگ میں مسیح کو آنحضرت صلعم پر فضیلت دے دی خدا کی کونسی صفت ہے جو مسیح کو نہیں دی۔ صرف منہ سے خدا نہیں کہا۔ مگر خدا کی صفات سب مسیح کو دیدیں، خالق، غیب دان۔ شافی امراض، مردوں کو زندہ کرنے والا - الآن کما کان زندہ و قائم غرضکہ وہ تمام صفات مسیح کو دیدیں جو خاص خدا سے مختص تھیں۔

خدا کے سوا کسی ولی یا پیر یا بت یا ٹھاکر کو کوئی خالق کہہ دے، شافی الامراض کہہ دے، غیب دان کہہ دے تو ایسے لوگوں پر شرک کا فتوے لگا دیں گے مگر مسیح میں یہ سب باتیں مانتے ہیں اور پھر موحد کے موحد رہ جاتے ہیں۔

خدا اپنی صفات کسی کو نہیں دیتا

کہتے ہیں کہ خدا نے اپنی مرضی سے اپنی صفات دے دی تھیں لیکن اتنا نہیں سمجھتے کہ یہی تو سب مشرک کہتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ ہمارے بزرگوں کو بھی طاقتیں خدا ہی نے دی ہیں اگر اس بات کا امکان مان لیا جائے۔ کہ خدا اپنی صفات مخلوق کو بھی دے دیا کرتا ہے تو پھر شرک کے خلاف کوئی دلیل نہیں رہتی مسیح کے سوا دوسرے فقیروں، پیروں، مزاروں، بتوں، دیوی دیوتاؤں کے متعلق اگر کوئی یہی عقیدہ رکھے تو وہ کس لئے مشرک ٹھیرا۔ وہ یہ تو نہیں کہتا کہ یہ طاقتیں ہمارے بزرگ نے خدا سے زبردستی چھین لیں بلکہ صاف کہتا ہے کہ خدا نے اپنی مہربانی سے اسے دیں۔ تو پھر اگر یہ شخص مشرک ہے۔ تو پھر یہی باتیں مسیح کے متعلق ماننا کیوں نہ شرک قرار پائے۔

مسلمان مسیحیت سے دو قدم آگے

غرضکہ مسیح کو منہ سے خدا تو نہ کہا مگر خدا کی صفات سب اس کو ضرور دے دیں۔ بلکہ مسیحیوں سے بھی دو ہاتھ آگے بڑھ گئے یعنی مسیحی لوگ حضرت مسیح کے گہوارہ میں باتیں کرنے کے قائل نہیں ان کے پرندوں کے خالق ہونے کے قائل نہیں ان کے غیب دان ہونے کے قائل نہیں۔ ان کی انجیل میں تو یہ لکھا ہے کہ مسیح کو یہ بھی پتہ نہ تھا کہ یہ موسم بھی انجیر کا ہے یا نہیں اور فلاں درخت میں پھل بھی ہیں یا نہیں لیکن مسلمان ان سب باتوں کے قائل ہیں اور مزہ یہ ہے کہ ان باتوں کو حضرت محمد مصطفیٰ صلعم میں نہیں مانتے بلکہ ہمارے موحدین کا گروہ اس بات کا بڑے زور سے حامی ہے کہ نبی کریم صلعم کو غیب دان کہنا شرک ہے اور بعض حنفی جو آپ کو غیب دان کہتے ہیں انہیں مشرک بتلاتے ہیں مگر مسیح کی غیب دانی کے وہ بھی قائل ہیں۔

مسیح کو بے وجہ فضیلت آنحضرتؐ پر

سب مسلمان مانتے ہیں کہ حضرت نبی کریم صلعم کا مؤذن ابن مکتوم اندھا تھا وہ بے چارہ بوجہ نابینا ہونے کے اذان میں کبھی دیر بھی کر دیتا۔ مگر آنحضرت صلعم نے اسے آنکھیں نہیں بخشیں آپ کے چچا امیر حمزہ شہید ہو گئے جو آپ کو بہت پیارے تھے بڑے بڑے پیارے صحابی آنکھوں کے سامنے اٹھ گئے۔ بلکہ ایک نوجوان صحابی کے فوت ہونے پر بعض صحابہ نے اس کے زندہ ہو جانے کے لئے دعا کرنے کے واسطے درخواست بھی کی مگر آپ نے نہ دعا کی اور نہ کسی مردہ کو زندہ کیا۔ بعض وقت جنگوں کے لئے بڑی بڑی سخت ضرورت جانوروں کی محسوس ہوئی مگر کوئی اونٹ یا گھوڑا نہ پیدا کر لیا۔ ایک کوڑھی آپ کے پاس آیا وہ اسلام بھی لایا مگر اسے تندرست نہ کیا۔ گہوارہ چھوڑ کر چالیس سال تک آپ کو نبوت کا پتہ نہ تھا حالانکہ مسیح کو اپنے گہوارہ میں پتہ تھا۔ کہ میں نبی ہوں غرضکہ کس کس بات کو رویا جائے۔

حضرت مسیح کے متعلق جو کچھ بھی بیان کرو اور خدا کی جو صفت بھی ان کو دو مسلمان فوراً خوشی خوشی مان لیں گے مگر محمد رسول اللہ

صلعم کی نسبت یہی باتیں نہیں مانتے۔ بلکہ صاف کہ دیتے ہیں کہ یہ باتیں خدا کے سوا کسی غیر میں ماننا شرک ہیں اور یہ سچ ہے لیکن مسیح کے لئے اپنے اسی فتوے کو بھول جاتے ہیں۔ اور اس طرح مسیح کو نہ صرف خدائی صفات دیتے ہیں بلکہ ہر پہلو میں آنحضرت صلعم سے افضل قرار دیا دیتے ہیں۔ گہوارہ میں ان کا علم کہ وہ خدا کے نبی ہیں اور گہوارہ میں تقریر کرنا، خالق طیور ہونا، شافی امراض ہونا۔ اندھوں کو آنکھیں بخشنا، مردوں کو زندہ کرنا، غیب دان ہونا اب تک کسی حوائج بشری کے الآن کما کان کی شان کے ساتھ زندہ موجود ہونا قیامت سے قبل سب نبیوں کے آخر میں آپ کا ظہور اور نبوت محمدیہ کے کاموں کی آپ ہی کے ہاتھ سے تکمیل! کیا یہ سب باتیں محمد رسول اللہ صلعم پر فضیلت ثابت کرنے کے لئے کافی نہیں۔ کیا یہ سچ نہیں کہ عیسائیوں نے مسلمانوں کے ان غلط عقائد سے فائدہ اٹھا کر سینکڑوں مسلمانوں کے ایمان کو تباہ کر دیا ہے

ہمہ عیسائیاں را از مقال خود مدد داوند
دلیری ہا پدید آمد پرستاران میت را

خاتم النبیین کا صحیح مصداق کون ہے

خوب سوچو کہ اس قدر خصوصیات ماننے کے بعد خاتم النبیین کے معزز خطاب کا مستحق حضرت مسیح ٹھہرتے ہیں یا محمد رسول اللہ صلعم؟ کیا خاتم النبیین بننے کے لئے ضروری نہیں کہ ایسا نبی سب سے آخر میں آئے اور تمام کمالات نبوت اپنے اندر سب سے بڑھ کر رکھتا ہو۔ اور یہ سچ ہے کہ ان کمالات کا علم نبی کے کارناموں سے ہوتا ہے کیا مردے زندہ کرنا، پرندے پیدا کرنا۔ اندھوں کو آنکھیں بخشنا کوڑھیوں کو چنگا کرنا۔ غیب دان ہونا پھر آج تک خدا کی طرح بغیر کسی تغیر کے زندہ موجود ہونا پھر تمام دنیا میں آنا فانا اسلام کا پھیلانا جو خود محمد رسول اللہ صلعم نہ کر سکے۔ صاف نہیں بتلاتا کہ مسیح کی استعداد اور کمالات محمد رسول اللہ صلعم سے کہیں زیادہ بڑھ چڑھ کر ہیں کیونکہ ان باتوں میں جو مسیح نے کر کے دکھائیں کوئی بھی محمد رسول اللہ صلعم نہ کر سکے۔ پس جب مسیح کی بعثت بھی آخری ہے اور کمالات بھی سب سے بڑھ کر ہیں تو خاتم النبیین کا صحیح مصداق مسیح ہؤا نہ کہ محمد رسول اللہ صلعم!

مسیحیت کا یہ وہ پردہ اثر تھا جو مسلمانوں پر پڑا۔ اور یہاں تک پڑا کہ اس معاملہ میں ان کی غیرت بھی مر گئی۔ اگر کبھی اس طرف مسلمانوں کو توجہ دلاؤ تو بعض ان میں سے بڑی بے غیرتی سے یہ کہہ دیتے ہیں کہ تلك الرسل فضلنا بعضهم علىٰ بعض یعنی رسولوں میں سے بعض کو بعض پر فضیلت ہوتی ہے ہم کب کہتے ہیں کہ نہیں ہوتی!

فضیلت کا مستحق کون ہے؟

لیکن سوال یہ ہے کہ فضیلت محمد رسول اللہ صلعم کو مسیح پر ہونی چاہیئے یا مسیح کو حضرت محمد صلعم پر ہونی چاہیئے۔ مسیح ایک خاص قوم کے نبی تھے جیسے قرآن شریف میں رسولاً الی بنی اسرائیل صاف مذکور ہے اور ایک وقت خاص کے لئے نبی تھے برخلاف اس کے محمد رسول اللہ صلعم تمام زمانوں کے لئے اور تمام دنیا کے لئے رسول تھے۔ پس خدا کے لئے بتلاؤ کہ ان میں سے کس کی استعدادیں اور کمالات بڑھ کر ہونے چاہئیں کیا اس کے جو ایک خاص قوم اور خاص زمانہ کے لئے نبی تھا یا اس کے جو تمام قوموں اور تمام زمانوں کے لئے نبی ہو تھا۔ ایک بچہ بھی جانتا ہے کہ حضرت مسیح کے کمالات و استعداد کو محمد رسول اللہ صلعم کے کمالات اور استعداد سے وہی نسبت ہونی چاہیئے۔ جو ایک قوم کو تمام دنیا سے اور چھ صدیوں کو ہزارہا سال سے ہونی چاہیئے پھر یہ کیا قیامت ہے کہ مسلمان حضرت مسیح میں زبردستی ایسی خصوصیات ماننے لگ جائیں جو محمد رسول اللہ صلعم کے مزیل شان ہوں اور آپ کی ختم نبوت کی کرسی اس طرح آپ سے چھین کر اس پر مسیح کو بٹھا دیں۔ بلکہ خود خدا کی صفات تک چھین کر عیسائیوں کی طرح مسیح کو خدا کے عرش پر جا بٹھائیں۔

مجدد وقت کا سب سے بڑا کارنامہ

اس لئے ضروری تھا کہ مجدد یا مصلح جو اس زمانہ میں آ کر کسر صلیب کرتا اس کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہوتا کہ وہ مسیح سے خدا کی صفات کا چولہ اتار کر اسے ابن آدم کی صف میں لا کھڑا کرتا۔ اور اس کی تمام فرضی خصوصیات کی حقیقت کو طشت از بام کر کے اسے ختم نبوت کی کرسی سے ہٹا کر خود جناب رسالتمآب صلعم کو اپنے اصلی مقام عزت پر دکھاتا۔ اور خدا کی غیرت کا تقاضا بھی یہی تھا کہ ایسے مجدد وقت کو علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل کے ماتحت حضرت مسیح سے مماثلت تام کے مقام پر پہنچاتا تا دنیا پر حجت تمام ہوتی کہ مسیح ابن مریم بھی انسان ہی تھا اور ظاہر ہو جاتا کہ نہ اسلام کا خدا ایسا عاجز ہے کہ وہ مسیح جیسا انسان کوئی پیدا نہ کر سکے۔ اور اس لئے اسے اب تک سنبھال کر رکھنے کی ضرورت اسے محسوس ہو۔ اور نہ محمد رسول اللہ صلعم کی نبوت ایسی ناقص اور محدود ہے کہ آخری زمانہ میں اسے اپنی امت کی اصلاح کے لئے باہر سے کسی نبی کی ضرورت پڑے بلکہ آپ کی زندہ نبوت کا یہ بیّن ثبوت ہے کہ آپ کے غلاموں میں سے ہی مسیح جیسے انسان پیدا ہو سکتے ہیں۔ جو آپ کی ہی نبوت کے فیض اور انوار سے امت کی اصلاح کر سکتے ہیں

مجدد وقت نے کیا کیا اصلاحیں کیں

الغرض یہ وہ کارنامہ تھا جو حضرت مرزا غلام احمد صاحب کی مجددیت اور ماموریت کا ایک نمایاں ثبوت ہے مختصراً میں اس کا خلاصہ چند فقروں میں بیان کئے دیتا ہوں جو میرزا صاحب نے ان امور میں مجدد کی حیثیت سے اصلاح کی۔

۱۔ ختم نبوت کے ثبوت میں قرآن سے سب سے پہلے تو آپ نے یہ بتلایا کہ مسیح ابن مریم فوت ہو چکے ہیں جیسے سب رسول فوت ہو چکے مسیح کوئی ان سے انوکھا رسول نہ تھا وما المسیح ابن مریم الّا رسول قد خلت من قبله الرسل

۲۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آ سکتا نیا نہ پرانا کیونکہ نبوت کا کل کام تکمیل کو پہنچ چکا اور آپ کی نبوت آخری نبوت ہے

۳۔ اور کسی نبی کے آنے کی ضرورت کیوں ہو جب محمد رسول اللہ صلعم خود زندہ نبی ہیں۔ یعنی قیامت تک آپ کا مذہب زندہ آپ کا فیض زندہ ہے جس کے اثر سے آج بھی لوگ خدا کا قرب اور اس سے شرف ہمکلامی حاصل کر سکتے ہیں

۴۔ ختم نبوت کا تقاضا یہ ہے کہ محمد رسول اللہ صلعم کے دین کی تجدید اور اشاعت کے لئے خود آپ کے غلاموں میں سے ہی ایسے لوگ کھڑے ہوتے رہیں گے۔ جو آپ کی نبوت کے فیض یافتہ ہوں گے۔ اور وہ آپ کے فیوض سے ہی امت کی اصلاح کرتے رہیں گے۔ اور مجدد کہلائیں گے امت کے باہر سے کسی کا آنا ختم نبوت کے منافی ہے۔

۵۔ حضرت محمد صلعم چونکہ خاتم النبیین تھے اور نبوت کا ہر ایک کمال آپ پر ختم تھا اس لئے جو خوبی بھی کسی نبی میں ہوگی ضروری ہے کہ وہ خوبی محمد رسول اللہ صلعم میں بدرجہ کمال ہو۔ پس مسیح میں کوئی ایسی خوبی نہ تھی جو ان سے بڑھ چڑھ کر اور اپنے حد کمال تک پہنچ کر آنحضرت صلعم میں موجود نہ تھی ے

حسن یوسف دم عیسیٰ ید بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

۶۔ خدا اپنی صفات مخلوق کو نہیں دیا کرتا۔ یہ شرک ہے پس مسیح اپنے اندر کوئی خدا کی صفت نہ رکھتے تھے وہ نہ خالق تھے نہ غیب دان تھے نہ شافی امراض تھے نہ گہوارے میں نبوت کا کوئی وعظ کیا کرتے تھے وغیرہ وغیرہ

۷۔ اگر قرآن میں کوئی ایسے الفاظ بطور استعارہ اور مجاز مسیح کے لئے استعمال ہوئے جن سے یہ شبہ پڑتا ہو کہ بیجان صورتوں کو نفخ روح کرتے تھے یا مردے زندہ کرتے تھے یا اندھوں کو آنکھیں دیتے تھے تو کوئی وجہ نہیں کہ ہم ان الفاظ کے وہی معنے نہ لیں جو ہم دوسری جگہ لیتے ہیں جب کہ وہی الفاظ دوسرے نبیوں اور آنحضرت صلعم کے کاموں کے متعلق استعمال ہوتے ہیں۔

مُردوں کو جلانے اور اندھوں کو اچھا کرنے سے مراد

مثلاً جب ہم نبی کریم صلعم کے زمانہ میں اندھوں سے مراد دل کے اندھے لیتے ہیں اور ان کے سوجاکھے ہونے سے مراد یہ لیتے ہیں کہ ان کے دل کی آنکھیں روشن ہو گئیں جیسے هل یستوی الاعمیٰ والبصیر میں مراد دل کے اندھے اور سوجاکھے ہیں اور صم بکم عمی فهم لا یرجعون میں بہرے گونگے اندھے دل کے مراد ہیں اور افمن کان میتا فاحیینا میں جب ہم معنے کرتے ہیں کہ کیا وہ جو مردہ تھا اسے ہم نے زندہ کر دیا۔ تو ہم سب یہاں اس کے معنے روحانی زندگی کے لیتے ہیں تو کوئی وجہ نہیں کہ جب یہی الفاظ بجائے آنحضرت صلعم کے حضرت مسیح کے متعلق استعمال ہوں تو ہم وہاں دل کے اندھے اور روحانی طور پر مردے نہ مراد لیں۔ اور ظاہری اندھے اور جسمانی مردے مراد لے کر خدائی صفات کو حضرت مسیح میں مان کر شرک کے مرتکب بنیں اور پھر قرآن کی صریح محکم آیات کی اس میں مخالفت لازم آتی ہے۔ جہاں صاف لفظوں میں هل من خالق غیر الله فرما کر یعنی کیا کوئی خدا کے سوا اور بھی خالق ہے خدا کے سوا ہر ایک سے صفت خالقیت کی نفی فرما دی اور ربی الذی یحیی ویمیت اور اذا مرضت فهو یشفین فرما کر مردوں کو زندہ کرنا۔ اور ہر قسم کی مرض کو شفا دینا صرف جناب الٰہی سے مخصوص بنایا اور انهم لا یرجعون فرما کر صاف طور پر فیصلہ کر دیا۔ کہ مردے زندہ ہو کر واپس اس دنیا میں نہیں آیا کرتے۔ اور خود آنحضرت صلعم کی نسبت یہ فرما کر لو کنت اعلم الغیب لاستکثرت من الخیر کہ میں اگر علم غیب رکھتا ہوتا تو مجھے بھلائی کثرت سے پہنچا کرتی اور تکلیف نہ پہنچتی۔ بتلا دیا کہ علم غیب خدا کے سوا اور کسی کی صفت نہیں۔

مُردوں کو جلانے میں آنحضرت صلعم کا کمال

پس ہر ایک مسلمان جو قرآن کا فہم رکھتا ہے اور آنحضرت صلعم کی عزت کو پہچانتا ہے وہ خوب سمجھتا ہے کہ دنیا میں جو نبی آتے ہیں وہ روحانی مردوں کو زندہ کرنے اور لوگوں کے دل کی آنکھوں کو روشن کرنے اور باطنی کوڑھ کو چنگا کرنے آتے ہیں وہ روحانی طبیب ہوتے ہیں۔ ان کا تعلق روح سے ہوتا ہے نہ جسم سے اور اس صنعت میں جو کمال حضرت محمد مصطفےٰ احمد مجتبےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے دکھایا نہ کسی نبی نے نہیں دکھایا۔ مسیح کے ہاتھ کے کوڑھی چنگے کیسے ہوئے اور اندھے سوجاکھے کیسے ہوئے اور مردے زندہ کیسے ہوئے وہ تو وہی تھے جن میں سے ایک چند روپوں کی خاطر آپ کو پکڑوا دیا۔ اور ایک نے سامنے کھڑے ہو کر لعنت کی اور باقی چھوڑ کر بھاگ گئے مگر محمد رسول اللہ صلعم کے ہاتھ کے مردے زندہ کئے ہوئے وہ تھے جنہوں نے نہ صرف عرب میں بلکہ کل دنیا میں زندگی کی روح پھونک دی۔ وہ عرب کی قومیں جو بے جان جانوروں کی مورتوں کی طرح تھیں آنحضرت صلعم کے نفخ روح سے انہوں نے ایسی پرواز کی کہ وحشی انسانوں سے مہذب انسان اور مہذب انسان سے باخدا انسان بن گئے۔ وہ زمینی سے آسمانی اور خاکی سے نوری بن گئے ان کی اندھی آنکھوں نے بینا ہو کر خدا کو دیکھ لیا ان کے صدیوں کے کوڑھ دھل گئے۔ اور وہ چنگے ہو گئے پس ان صفات و معجزات نبوت میں جو کمال حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے دکھایا وہ مسیح کیا دنیا کے کسی نبی نے نہیں دکھایا پس خاتم النبیین کا صحیح مصداق اگر کوئی ہو سکتا ہے تو محمد رسول اللہ صلعم ہیں کیونکہ آپ کی بعثت سب نبیوں کے آخر میں ہے اور آپ کی نبوت کا دامن قیامت تک دراز ہے اور آپ پر تمام کمالات نبوت ختم ہو گئے۔ جیسا کہ حضرت مجدد وقت فرماتے ہیں ؎

ختم شد بر نفس پاکش ہر کمال
لاجرم ختم شد ہر پیغمبرے

اسلام کو عیسائیت پر فتح

پس یہ وہ کارنامہ تھا جو حضرت مجدد وقت مرزا غلام احمد صاحب نے کر کے دکھایا اور یہ ایسا کارنامہ ہے جس نے عیسائیت کے مقابلہ میں اسلام کی گم شدہ عزت کو دوبارہ قائم کیا۔ ورنہ مسیح کی مزعومہ خصوصیات نے ختم نبوت کے چاند کو گہنا دیا تھا سو الحمد للہ کہ حضرت امام کے ہاتھ پر اسلام کو عیسائیت پر فتح ہوئی اور کسر صلیب کا وعدہ پورا ہوا۔ کیا کوئی اہل دل اور صاحب انصاف ہے جو اس سے فائدہ اٹھائے اور اسلام کی اس شاندار خدمت کا اعتراف کرتے ہوئے حضرت مجدد کی آواز پر لبیک کہے۔ خدمت دین کے لئے اقرار کر کے آپ کی مجاہد لدین اللہ جماعت میں شامل ہو کر خدا اور رسول کے سامنے سرخرو ہو۔

جامع کمالات نبی

(بقیہ از ص ۱۲)

کئی سالوں کا مسلسل تکلیف کا یہ زمانہ آپ نے ایسی شجاعت اور ایسی بہادری اور ایسے صبر و استقلال سے بسر کیا کہ انسان کی عقل حیران رہ جاتی ہے۔

لیکن اس کے بعد اب دوسرا زمانہ جو فتوحات اور کامیابی کا زمانہ ہے۔ اس پر بھی ایک نظر ڈال کر دیکھئے۔ عام طور پر جو انسانی دماغ تجویز کر سکتا ہے وہ یہی ہے کہ جس شخص کو ناحق طور پر اس قدر ستایا گیا اور اس کو اپنا گھر چھوڑنے پر مجبور کیا گیا۔ وہ جب اپنے دشمنوں پر غالب آ جائے۔ تو وہ ان کو کما حقہ سزا دینے میں بالکل حق بجانب ہے۔ بلکہ جس قسم کا بھی سلوک ان سے روا رکھے بجا اور درست ہے اور دنیا کی کوئی تہذیب اس کو ملزم نہیں کر سکتی۔ لیکن دوستو یہاں معاملہ ہی دیگر ہے حضرت اعلیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے تمام قسم کے اخلاق کا اظہار کرنا ہے۔ اگر مصیبت اور بیکسی کے زمانہ میں حلم و بردباری، صبر و استقلال کا دکھانا ضروری تھا تو آپ کو مظفر و منصور ہونے کی حالت میں عفو و درگزر۔ معافی و چشم پوشی کا دکھانا بھی منظور ہے تاکہ ذات والا صفات کے اندر جو مختلف کمالات مرکوز ہیں اُن کا ظہور ہو سکے۔ آپ مکہ فتح کرتے ہیں دشمن مغلوب ہو جاتے ہیں گرفتار ہو کر سامنے لائے جاتے ہیں اور زبان فیض ترجمان سے ارشاد فرماتے ہیں لاتثریب علیکم الیوم جاؤ تم سب کو معاف کرتا ہوں یہ ہے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق فاضلہ کا ایک ادنیٰ نمونہ۔ کیا کوئی شخص اس مثال کی نظیر تاریخ عالم سے پیش کر سکتا ہے۔ نہیں اور ہرگز نہیں

پھر ایک اور بات جس سے آپ کے کمال اخلاق اور اعلیٰ کیرکٹر کا پتہ چلتا ہے یہ ہے کہ مکہ کی زندگی تو بیکسی اور مسکینی کی زندگی تھی کہ اس کے اندر آپ کو تمام قسم کی سختیاں اپنے نفس پر برداشت کرنی پڑتی تھیں ایک شخص کہہ سکتا ہے کہ آپ ایسا کرنے پر مجبور تھے اگر اس زمانہ میں آپ نے اپنے نفس پر تمام تعیش کے دروازے بند کر رکھے تھے تو کوئی اور چارہ نہ تھا سوائے اس کے کہ سامان تعیش سے محروم رہتے ایسی حالت میں الفقر فخری کا کلمہ کیا قابل فخر ہو سکتا ہے؟ لیکن آخر آپ بادشاہ بھی تو ہوئے مال غنیمت بے شمار آپ کے پاس آیا زر و مال کے ڈھیروں کے ڈھیر آپ کے قدموں پر آ کر گرنے کیا اب آپ دنیا داروں کی طرح تعیش میں پڑ گئے اور آرام و آسائش کی زندگی بسر کرنے لگ گئے ہرگز نہیں۔ آپ کی حالت میں ذرہ بھر فرق نہ آیا اور جو کلمہ الفقر فخری آپ نے حالت عسر میں فرمایا تھا حالت یسر میں بھی اس پر کاربند رہ کر دکھا دیا۔ کہ آپ درحقیقت صادق اور امین ہیں اور اخلاق کے انتہائی درجہ پر فائز ہیں۔

غور فرمایئے کہ جب جنگوں کے اندر آپ کو معرکہ آرائی کرنی پڑی تو کس شجاعت اور بہادری کے جوہر آپ نے دکھلائے آپ ہمیشہ صف اولین میں کھڑے ہوتے لیکن کمال رحم دیکھئے کہ آپ نے کبھی کسی کو اپنے ہاتھ سے نہیں مارا۔ آپ ایسے مدبر سیاستدان ہیں کہ اہم معاملات میں آپ کی رائے نہایت صائب ہے۔ آپ ایک نہایت زیرک اور شجاع کمانڈر ان چیف ہیں کہ امور جنگ کا تمام کام اپنے ہاتھ سے سر انجام دیتے ہیں لیکن کیا آپ تارک الدنیا ہیں کہ دنیا و معاملات دنیا سے آپ کا کوئی تعلق نہیں۔ ہرگز نہیں آپ متاہل ہیں اور بہت بڑے متاہل ہیں۔ نو حرم محترم گھر میں ہیں ان سب میں عدل و انصاف ان سب کے حقوق کی نگہداشت کر کے آپ نے دکھایا کہ کس طرح ایک متاہل انسان باوجود اللہ تعالیٰ سے کامل تعلق رکھنے کے متاہل زندگی بخیر و خوبی بسر کرتا ہے آپ باپ بھی ہیں اور نہایت شفیق باپ ہیں۔ کہ بچوں سے پیار کرتے ہیں ان کی ناز برداری کرتے ہیں ان کو کندھوں پر اٹھائے رہتے ہیں آپ ایک مہربان دوست ہیں کہ اپنے احباب سے کمال لطف اور شفقت کا سلوک کرتے ہیں ان کے رنج و راحت میں شریک ہوتے ہیں۔ ان کی بہبودی کے دل سے خواہاں اور ان کی تکلیف پر پشیمان ہو جاتے ہیں۔ غرض جہاں ایک طرف آپ کا ذات باری سے کامل تعلق ہے دوسری طرف شفقت علیٰ خلق اللہ کا کامل نمونہ آپ پیش کرتے ہیں صدق فرمایا اللہ تعالیٰ دنیٰ فتدلیٰ فکان قاب قوسین او ادنیٰ

ادھر اللہ سے واصل ادھر مخلوق کے شامل
نشاں اس برزخ کبریٰ میں تھا حرفِ مشدد کا

آپ کی پاک اور بے نظیر تعلیم اور آپ کی قوت قدسی اور بے نظیر کیرکٹر کا نتیجہ تھا کہ جو کام اصلاح عالم کا آپ نے خدائے قدوس سے حکم پا کر شروع کیا وہ جب تک پایۂ تکمیل کو نہیں پہنچ گیا آپ دنیا سے نہیں سدھارے تکمیل اصلاح قوم کا عظیم الشان کام جو آپ نے تھوڑی مدت کے اندر کر دکھایا اس کی نظیر لانے سے تاریخ عالم قاصر ہے۔ دنیا کا کوئی نبی کوئی مصلح یا ریفارمر اس کامیابی کو حاصل نہ کر سکا۔ عرب جیسے وحشی ملک میں سے آپ نے تمام رسومات قبیحہ تمام عقائد فاسدہ کا نام و نشان مٹا دیا شرک کی جگہ توحید کی آوازیں ہر چہار طرف سے کانوں میں آنے لگیں بت پرست قوم موحد بن گئی۔ وہ قوم جو قعر مذلت میں گری پڑی تھی۔ وہ ایسی مہذب ہو گئی کہ دنیا کی قوموں نے انہی سے درس تہذیب پڑھا وہ فاتح بنی اور اس کا پرچم اقبال تمام دنیا پر لہرایا۔ واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

سلسلہ کیلئے درد رکھنے والے بزرگ

گزشتہ ہفتہ دورہ کرتے ہوئے میں لالہ موسےٰ بھی گیا اور وہاں چوہدری فضل داد صاحب آڑھتی اور ان کے برادر محترم محمد حیات صاحب بی۔ٹی انسپکٹر مدارس سے ملا۔ دونو بھائی سلسلہ کے فدائی ہیں بالخصوص چوہدری فضل داد صاحب کی ہمدردی سلسلہ سے نہایت قابل قدر ہے علاوہ ماہوار چندہ کے آپ نے ایک اور فنڈ بھی قائم کیا ہوا ہے آپ ہر صبح دکان کھولتے ہی ار ایک انگ مندوقچی میں ڈال دیتے ہیں گویا اپنے کاروبار کی ابتداء ہی صدقہ سے کرتے ہیں اس فنڈ کا نام انہوں نے اشاعت اسلام فنڈ رکھا ہے۔ چنانچہ اس فنڈ کی پہلی قسط مبلغ -/4/5 انہوں نے ادا بھی کر دی ہے پھر آپ نے ایک فنڈ "آٹا فنڈ" کے نام سے جاری کیا ہوا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ ہر دفعہ گھر میں آٹا گوندھنے کے وقت ایک مٹھی بھر آٹا اشاعت اسلام کے لئے الگ رکھ دیا جائے۔ چوہدری صاحب کے گھر میں اس پر عمل ہو رہا ہے اور فروری ۱۹۵۲ء سے اب تک اس میں مبلغ -/-/45 جمع ہوئے ہیں۔

یہ دونو طریق کس قدر سہل اور مفید ہیں اگر ہمارے سلسلہ باقی کالم اول کے نیچے

(بقیہ کالم ۳) کے دوسرے احباب بھی اس نیک مثال کی تقلید کریں تو کس قدر مالی امداد انجمن کو بہم پہنچ سکتی ہے۔ یہ دونوں طریق ایسے ہیں کہ آسانی سے ان پر عمل پیرا ہوا جا سکتا ہے اور ان کا نتیجہ بڑا حوصلہ افزا اور سود مند ہے۔ اگر ہر احمدی گھر آٹا فنڈ اور ہر دوکاندار فنڈ کے نظام کو قائم کرے تو ہر سال سینکڑوں نہیں ہزاروں روپیہ آسانی سے جمع ہو سکتا ہے کیا سلسلہ سے درد رکھنے والے بزرگ ان تجاویز کی طرف توجہ مبذول فرمائیں گے۔

جواب کا منتظر
مرتضیٰ خاں۔ انچارج دفتر تحصیل

خطبہ جمعہ - بقیہ از صفحہ ۲

کرنا مقصود ہے کہ زندگی کی ابتدا سبزی سے ہوتی ہے اس کے بعد کیڑے مکوڑے، اور پرند چرند اور انسان پیدا ہوتے ہیں یعنی زندگی کی ابتدا بھی ہمارے قبضہ قدرت میں ہے، اور اس کی فنا بھی ہمارے ہاتھ میں ہے،... ان تمام قدرتوں اور ان تمام علوم کے پیش نظر یہ قرآن جو آپ پر نازل کر رہے ہیں، کس قدر برکات کا منبع ہوگا، سنقرئک فلا تنسی ہم تمہیں قرآن سنائیں گے اور پڑھائیں گے اور پھر تو بھولے گا نہیں، یہ ایک خوشخبری ہے کہ قرآن محفوظ رہیگا اور فی الواقع ایسا ہی ہوا۔ قرآن کے سب سے پہلے حافظ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم ہیں، آپ نے اپنے سینہ میں قرآن کو محفوظ کر لیا، اور اس سے ایسا عشق کیا کہ اس کی نظیر نہیں ملتی قرآن کو حضرت بار بار پڑھتے - دن رات پڑھتے پھر رمضان میں جبرائیل کے ساتھ اس کا دور کرتے تھے اور یہ ایک حقیقت ہے کہ آپ قرآن کو حفظ کر کے پھر کبھی نہیں بھولے الا ما شاء اللہ ہاں یہ ہوسکتا ہے کہ کسی اور چیز کو کبھی بھول بھی جائیں، لیکن قرآن کو نہیں بھول سکتے اگر بھول جانا آنحضرت صلعم کے لئے ممکن نہ ہوتا تو قرآن کریم کو نہ بھولنا معجزہ نہ ہوتا، دوسرے امور میں بھول جانا آپ کی زندگی کے بعض واقعات سے ظاہر ہے،

ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ آپ نے نماز ظہر کی دو رکعتیں پڑھا کر سلام پھیر دیا ایک شخص نے جس کا نام ذوالیدین تھا عرض کیا انسیت یارسول اللہ ام قصرت الصلوٰۃ یعنی یارسول اللہ کیا آپ بھول گئے ہیں یا اللہ تعالے نے آپ کو نماز قصر کرنے کا حکم دیا ہے، اور آپ نے قصر کر دی ہے، آپ نے فرمایا لما انس میں بھولا نہیں اور نہ ہی نماز قصر کرنے کا حکم ہوا ہے، قالوا بل نسیت یارسول اللہ جماعت کے لوگ بول اٹھے اور کہا یارسول اللہ آپ بھول گئے ہیں، اس پر حضور صلعم نے فرمایا صدق ذوالیدین یعنی ذوالیدین نے سچ کہا تھا، میں فی الواقع بھول گیا، اور فرمایا انما انا بشر مثلکم میں تمہاری طرح انسان ہوں انسیٰ کما تنسون میں بھی اسی طرح بھولتا ہوں جیسے تم بھولتے ہو اور باقیماندہ دو رکعت آپ نے پڑھائیں اور سجدہ سہو فرمایا۔

اس کے بعد اصل بات کو جس کی طرف اس سورت میں توجہ دلانا مقصود ہے بیان کیا اور فرمایا کہ یہ جس قدر باتیں ہم نے بیان کی ہیں یہ تمہاری معرفت کو بڑھانے والی ہیں۔ پس اس معرفت کے حصول کے بعد خدا کا قرب حاصل کرنے کے لئے قد افلح من تزکی جس نے اپنے آپ کو پاک کر لیا اور نفسانی خواہشات کی غلامی ترک کر دی اور ذکر الٰہی میں اور خدا کی عبادت میں مشغول ہو گیا وہ فلاح پا گیا۔ اور جو شقی ہے وہ تو اس کے قریب بھی نہیں جاتا، بل تؤثرون الحیٰوۃ الدنیا، تم معرفت الٰہی حاصل کرنے کے بجائے دنیا کے پیچھے پڑ جاتے ہو اور خدا سے غافل ہو، والاخرۃ خیر و ابقیٰ حالانکہ آخرت کی فلاح بہتر اور دائمی ہے، اس باقی رہنے والی چیز کے ساتھ تعلق رکھنا چاہیئے ورنہ اگر دنیا کے ساتھ زیادہ تعلق ہوگا، تو وہی کھینچ لے جائے گی، اسی لئے امام وقت نے ہر ایک شخص سے جو سلسلہ عالیہ میں منسلک ہی وعدہ لیا تھا کہ دین کو دنیا پر مقدم کروں گا تاکہ دنیا میں رہتے ہوئے دین ہی کے ساتھ تعلق زیادہ ہو اور انسان فلاح پاسکے ان ھذا لفی الصحف الاولیٰ ان اصولوں کا تذکرہ پہلے صحیفوں میں بھی ملتا ہے کہ خدا کے ساتھ تعلق جوڑ کر ہی فلاح دارین حاصل ہوسکتی ہے، اللہ تعالے ہم کو توفیق عطا فرمائے کہ ہم قرآن کریم کی تعلیمات حقہ پر عمل پیرا ہوں ہمارے اندر اس کا قرب حاصل کرنے کی تڑپ ہو۔ اخلاص ہو، درستگی اعمال ہو اور آراستگی اخلاق ہو۔

روئداد انعامی مباحثہ

زیر اہتمام احمدیہ ینگ مینز ایسوسی ایشن لاہور

۲۰ر نومبر کو بعد نماز عصر احمدیہ ینگ مینز ایسوسی ایشن لاہور کی ہفتہ وار مجلس احمدیہ لائبریری میں منعقد ہوئی جس میں حسب اعلان ذیل کے موضوع پر مباحثہ ہوا۔

"اس ایوان کی رائے ہے کہ اردو پاکستان کی قومی زبان ہونی چاہیئے" - ناصر احمد صاحب نے تلاوت قرآن کریم کی جس کے بعد راقم الحروف نے گذشتہ مجلس کی روئداد پڑھی - عزیزم ظفر اقبال ایک ننھے ممبر نے نظم پڑھکر سنائی۔ اس کے بعد موافق و مخالف مقررین حضرات نے تقریریں کیں۔ حسب فیصلہ جج صاحبان۔ اول فضل الرحمٰن صاحب (موافق) دوئم انعام الحق صاحب ایم اے (مخالف) سوئم مسعود احمد صاحب (موافق) رہے محترم شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری نے انعامات تقسیم کئے۔ آخر میں دعا پر اس کامیاب مباحثہ کا اختتام ہوا۔ خاکسار - سلطان محمود سیکرٹری

شعبہ پبلسٹی کیلئے عطیہ جات

قبل ازیں ان احباب کی فہرست شائع ہوچکی ہے جنہوں نے شعبہ پبلسٹی کے لئے عطیہ جات عنایت فرمائے - ذیل میں مزید بزرگوں اور دوستوں کی فہرست نہایت شکریہ کے ساتھ شائع کی جاتی ہے جنہوں نے اس مفید شعبہ کے لئے عطیہ جات عنایت فرمائے ہیں۔ اللہ تعالے انہیں جزائے خیر دے۔

خاکسار، محمد آصف - افسر شعبہ پبلسٹی

نمبر و نام	رقم
۲۰ - جناب حافظ محمد حسن صاحب چیمہ - گجرات	۵۰
۲۱ - جناب میاں نصیر احمد صاحب فاروقی - کراچی	۵۰
۲۲ - جناب محمد فضل صاحب پروفیسر اسلامیہ کالج پشاور	۳۰
۲۳ - جناب خان بہادر ڈاکٹر سعید احمد خاں صاحب ڈائرکٹ سینی ٹوریم ہزارہ	۲۰
۲۴ - جناب خواجہ عبدالحمید صاحب امرتسر والے - لاہور	۲۰
۲۵ - جناب میاں محمد ظفر صاحب - لائلپور	۱۰
۲۶ - جناب عبدالقیوم صاحب واہ سیمنٹ فیکٹری - واہ	۵
۲۷ - جناب محمد زبیر صاحب میڈیکل پریکٹیشنر پارہ چنار کوہاٹ	۵
۲۸ - جناب چوہدری فتح خاں صاحب کوٹ چوہدری طورا باز خان صاحب چکوال	۵
۲۹ - جناب کندل خاں صاحب سفید ڈھیری تحصیل و ضلع پشاور	۴
۳۰ - احباب جماعت جھنگ بذریعہ مولوی محمد حسین صاحب	۳۴ــ۱۴
۳۱ - احباب جماعت بدوملہی بذریعہ جمعدار حیات محمد صاحب	۲۰
۳۲ - آفتاب عالم خاں صاحب اکسائز ڈیپارٹمنٹ لاہور	۱
۳۳ - احباب جماعت ملتان بذریعہ محمد یوسف صاحب گرہستی	۵
۳۴ - جناب ڈاکٹر کرم الٰہی صاحب	۱۰
۳۵ - جناب عبدالرحیم صاحب جانڈیو	۱۰
۳۶ - بذریعہ چوہدری فضل داد صاحب	۱۵

تبصرہ:

کلید القرآن

دفتر بیت القرآن لاہور نے اس نام سے قرآن کریم کے الفاظ مع ترجمہ و حوالہ جات بہ ترتیب حروف تہجی کتابی شکل میں شائع کئے ہیں، ابتدائی ۳۲ صفحات میں عربی صرف و نحو کا خلاصہ دیا ہے، یہ کتاب جو ۲۰×۳۰/۳۲ سائز کے قریباً چار سو صفحات پر مشتمل ہے قرآن کریم کی آیات کی تلاش میں بہت بڑی مدد و معاون کا کام دیگی، ہر مصنف، مبلغ، مناظر اور مضمون نویس اور ہر شخص کے لئے جسے قرآن کریم کی آیات تلاش کرنے کی ضرورت پیش آتی ہو، یہ کتاب بڑی مفید ثابت ہوگی، الفاظ قرآن کا ترجمہ اور صرف و نحو کا خلاصہ اس کے فوائد میں مزید اضافہ ہے۔

قیمت مجلد دو روپیہ آٹھ آنہ محصولڈاک سات آنہ

دفتر بیت القرآن لاہور یا دار الکتب اسلامیہ احمدیہ بلڈنگس لاہور سے طلب کیجئے۔

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸

بسم اللہ الرحمن الرحیم — تار کا پتہ:- تبلیغ لاہور — نحمدہ ونصلی علے رسولہ الکریم

فون نمبر ۳۷۴۳

لوائے ماپنہ ہر سعید خواہد بود ندائے فتح نمایان بنام ما باشد

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کا ہفتہ وار آرگن

پیغامِ صلح

سالانہ چندہ پاکستان سے - چھ روپے

سالانہ چندہ ہندوستان سے ۸—۱۲—۰

سالانہ چندہ ممالک غیر سے ۲۳ شلنگ

ایڈیٹر دوست محمد

جلد ۴۰ — یوم چہارشنبہ مورخہ ۲۰ ربیع الاول ۱۳۷۲ھ - ۱۰ دسمبر ۱۹۵۲ء — نمبر ۴۷

حضرت مسیح موعودؑ اور آپکی جماعت کا مذہب

ہم تو رکھتے ہیں مسلمانوں کا دیں
دل سے ہیں خدام ختم المرسلیں
شرک اور بدعت سے ہم بیزار ہیں
خاکِ راہِ احمدِ مختار ہیں
سارے حکموں پر ہمیں ایمان ہے
جان و دل اس راہ پر قربان ہے
تم ہمیں دیتے ہو کافر کا خطاب
کیوں نہیں لوگو تمہیں خوفِ عقاب

جماعت احمدیہ لاہور کی تعلیمی خصوصیات

۱- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا۔
۲- کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۳- قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں نہ آیندہ ہوگی۔
۴- سب صحابہ اور آئمہ قابل احترام ہیں سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے
۵- اسلام تمام دنیا پر غالب آئے گا۔

اس جلسہ کو معمولی انسانی جلسوں کی طرح خیال نہ کریں

یہ وہ امر ہے جس کی خالص تائید حق اور اعلائے کلمہ اسلام پر بنیاد ہے"

حضرت مسیح موعودؑ کی طرف سے جلسہ سالانہ میں شمولیت کی دعوت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

بعد ہذا بخدمت جمیع احباب مخلصین التماس ہے کہ ۲۷ دسمبر ۱۸۹۲ء کو مقام قادیان میں اس عاجز کے محبوں اور مخلصوں کا ایک جلسہ منعقد ہوگا۔ اس جلسہ کے اغراض میں سے بڑی غرض تو یہ ہے کہ تا ہر ایک مخلص کو بالمواجہ دینی فائدہ اٹھانے کا موقع ملے اور ان کے معلومات وسیع ہوں اور خدا تعالیٰ کے فضل و توفیق سے ان کی معرفت ترقی پذیر ہو پھر اس کے ضمن میں یہ بھی فوائد ہیں کہ اس ملاقات سے تمام بھائیوں کا تعارف بڑھے گا اور اس جماعت کے تعلقات اخوت استحکام پذیر ہوں گے ماسوا اس کے اس جلسہ میں یہ بھی ضروریات میں سے ہے کہ یورپ اور امریکہ کی دینی ہمدردی کے لئے تدابیر حسنہ پیش کی جائیں کیونکہ اب یہ ثابت شدہ امر ہے کہ یورپ اور امریکہ کے سعید لوگ اسلام کے قبول کرنے کے لئے تیار ہو رہے ہیں اور اسلام کے تفرقہ مذاہب سے بہت لرزاں اور ہراساں ہیں چنانچہ انہی دنوں میں ایک انگریز کی میرے نام چٹھی آئی جس میں لکھا تھا کہ آپ تمام جانداروں پر رحم رکھتے ہیں اور ہم بھی انسان ہیں اور مستحق رحم کیونکہ دین اسلام قبول کر چکے ہیں اور اسلام کی سچی اور صحیح تعلیم سے اب تک بے خبر ہیں، سو بھائیو یقیناً سمجھو کہ یہ ہمارے لئے ہی جماعت تیار ہونیوالی ہے، خدا تعالیٰ کسی صادق کو بے جماعت نہیں چھوڑتا انشاء اللہ القدیر سچائی کی برکت ان سب کو اس طرف کھینچ لائیگی۔ خدا تعالیٰ نے آسمان پر یہی چاہا ہے اور کوئی نہیں کہ اس کو بدل سکے سو لازم ہے کہ اس جلسہ پر جو کئی بابرکت مصالح پر مشتمل ہے ہر ایک ایسے صاحب ضرور تشریف لاویں جو زادراہ کی استطاعت رکھتے ہوں۔ اور اپنا سرمائی بستر لحاف وغیرہ بھی بقدر ضرورت ساتھ لاویں اور اللہ اور اس کے رسول کی راہ میں ادنے ادنے ناکاموں کی پروا نہ کریں، خدا تعالیٰ مخلصوں کو ہر ایک قدم پر ثواب دیتا ہے اور اس کی راہ میں کوئی محنت اور صعوبت ضائع نہیں ہوتی اور مکرر لکھا جاتا ہے کہ اس جلسہ کو معمولی انسانی جلسوں کی طرح خیال نہ کریں۔ یہ وہ امر ہے جس کی خالص تائید حق اور اعلائے کلمۂ اسلام پر بنیاد ہے۔ اس سلسلہ کی بنیادی اینٹ خدا تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے رکھی ہے اور اس کے لئے قومیں تیار کی ہیں جو عنقریب اس میں آ ملیں گی۔ کیونکہ یہ اس قادر کا فعل ہے جس کے آگے کوئی بات انہونی نہیں۔ عنقریب وہ وقت آتا ہے بلکہ نزدیک ہے کہ اس مذہب میں نہ نیچریت کا نشان رہے گا اور نہ نیچر کے تفریط پسند اور اوہام پسند مخالفوں کا نہ خوارق کا انکار کرنے والے اور خدا تعالیٰ اس امت وسط کے لئے بین بین کی راہ زمین پر قائم کر دے گا۔ وہی راہ جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو سکھلائی تھی وہی ہدایت جو ابتداء سے صدیق اور شہید اور صلحاء پاتے رہے۔ یہی ہوگا ضرور یہی ہوگا جس کے کان سننے کے ہوں سنے۔ مبارک وہ لوگ جن پر سیدھی راہ کھولی جائے۔ بالآخر میں دعا پر ختم کرتا ہوں کہ ہر ایک صاحب جو اس للّٰہی جلسہ کے لئے سفر اختیار کریں خدا تعالیٰ ان کے ساتھ ہو اور ان کو اجر عظیم بخشے اور ان پر رحم کرے اور ان کی مشکلات اور اضطراب کے حالات ان پر آسان کر دیوے اور ان کے ہم و غم دور فرمائے اور ان کو ہر ایک تکلیف سے مخلصی عنایت کرے اور ان کی مرادات کی راہیں کھول دیوے اور روز آخرت اپنے بندوں کے ساتھ ان کو اٹھاوے جن پر اس کا فضل و رحم ہے اور تا اختتام سفر ان کے بعد ان کا خلیفہ ہو اے خدا اے ذوالمجد والعطا اور رحیم اور مشکلکشا یہ تمام دعائیں قبول کر اور ہمیں ہمارے مخالفوں پر روشن نشانوں کے ساتھ غلبہ عطا فرما کہ ہر یک قوت اور طاقت تجھ ہی کو ہے۔ آمین ثم آمین والسلام علے من اتبع الھدیٰ۔

الراقم

خاکسار غلام احمد از قادیان ضلع گورداسپور عفی اللہ عنہ ۔ ۷ دسمبر ۱۸۹۲ء

محمد امان ہوبوہم کی تشریف آوری ہماری برلن مسجد کے جرمن امام محمد امان ہوبوہم ۸ دسمبر ۱۹۵۲ء کی شام کو پاکستان میل سے لاہور تشریف لے آئے ہیں۔ اسٹیشن پر ان کے استقبال کے لئے جماعت لاہور کے کثیر احباب موجود تھے۔

مسلمانوں کی تکفیر کا مسئلہ

(۲)

مولانا عبدالمجید سالک

اس مضمون کی پہلی قسط ۲۰ نومبر کے پیغام صلح میں درج ہو چکی ہے

اسلام کے بعد ایمان کا درجہ ہے اور قرآن مجید کے نزدیک ایمان یہ ہے کہ اللہ اس کے فرشتوں، پیغمبروں، اس کی کتابوں حشر و نشر اور سزا و جزا کا اقرار کیا جائے۔ حدیث میں اسلام کے ارکان پانچ بیان کئے ہیں، شہادت، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ۔ "صفت ایمان مفصل" اور ارکان اسلام پر عمل کا درجہ تو بعد میں آتا ہے۔ اولین چیز توحید و رسالت کا اقرار ہے اور جو شخص یہ اقرار کرتا ہے اسے دنیا کی کوئی طاقت کافر قرار نہیں دے سکتی۔ بخاری میں حدیث ہے۔ ابوہریرہ رضہ فرماتے ہیں ایک شخص نے حضورؐ سے سوال کیا۔ اسلام کیا ہے؟ ارشاد ہوا اسلام یہ ہے کہ تم اللہ کی عبادت کرو۔ کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہراؤ، نماز کو قائم کرو، رمضان میں روزہ رکھو اور زکوٰۃ دو۔ پھر جو شخص توحید و رسالت کا اقرار کرنے کے بعد حضورؐ کے ان احکام پر عمل بھی کرتا ہے اسکو کون کافر قرار دے سکتا ہے۔

قرآن حکیم کا حکم

سورۃ النساء میں اللہ تعالےٰ نے فرمایا:-

ولا تقولوا لمن القیٰ الیکم السلام لست مومنا جو شخص تم کو سلام کہے اس کے متعلق یہ نہ کہو کہ تو مومن نہیں ہے۔

یعنی اللہ کے نزدیک اس شخص کو کبھی کافر قرار نہیں دیا جا سکتا جو مسلمانوں کو "السلام علیکم" کہتا ہے اس پر بعض شایقین کہا کرتے ہیں کہ اگر کوئی عیسائی یا ہندو ہم کو سلام کہے تو کیا ہم اسکو بھی مسلمان مان لیں؟ اس کا جواب ایک تو یہ ہے کہ تمہارے اعتراض کا جواب ہم نہیں دے سکتے کیونکہ آیت صاف ہے اور اللہ کا حکم ہے اگر تم اللہ کے بندے ہو اور مسلمان ہو تو تمہیں اللہ کا حکم ماننا ہوگا۔ دوسری بات یہ ہے کہ "لست مومنا" کے الفاظ کا مطلب یہی ہے کہ مومن کو یہ نہ کہو کہ تو مومن نہیں ہے جس حالت میں وہ تم کو مومنانہ سلام کہتا ہے غیر مسلم کا تو اس سے تعلق ہی نہیں۔ مقصود یہ ہے کہ جو شخص مسلمان کہلاتا ہے اور مسلمانوں کے ساتھ اخوت کا ظاہری ثبوت (یعنی سلام و کلام) بھی دیتا ہے اسکو کافر کہنا از روئے قرآن ممنوع ہے۔

حدیث رسولؐ کا حکم

عن انس ابن مالک۔ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من صلی صلوٰتنا واستقبل قبلتنا واکل ذبیحتنا۔ فذالک المسلم الذی له ذمة الله وذمة رسول الله فلا تخفروا الله فی ذمته (بخاری کتاب الصلوٰۃ)

انس بن مالکؓ روایت کرتے ہیں۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص ہماری طرح نماز پڑھتا ہے۔ ہمارے قبلہ کی طرف منہ کرتا ہے اور ہمارا ذبیحہ کھاتا ہے تو یہ شخص مسلم ہے جس کے لئے اللہ کا عہد ہے اور رسول اللہ کا عہد ہے۔ پس اللہ کے عہد کو نہ توڑو۔

من کفر اهل لا اله الا الله فهو الی الکفر اقرب (طبرانی۔ روایت ابن عمرؓ)

حضورؐ نے فرمایا جس نے لا الہ الا اللہ کہنے والوں کی تکفیر کی وہ خود کفر سے زیادہ قریب ہے۔

ایسی حدیثیں متعدد ہیں جن میں حضورؐ کے قول و عمل سے معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص توحید کا اقرار کر لیتا تھا حضورؐ اسے مسلمان سمجھتے تھے۔ اور اگر کوئی اعتراض کرتا تھا کہ فلاں شخص شاید دل سے مسلمان نہ ہوا ہو تو حضورؐ فرماتے کہ مجھے یہ حکم نہیں ملا کہ میں لوگوں کے دلوں کو پھاڑ کر دیکھوں۔ اسلام کے لئے اقرار کافی ہے۔

آئمہ اسلام اور تکفیر

ہمارے آئمہ کبار نے اہل قبلہ کی تکفیر کو ہمیشہ ناواجب ٹھیرایا ہے امام طحاوی نے کیا خوب بات کہی کہ جس اقرار کے بعد کوئی مسلمان ہوتا ہے جب تک اس اقرار سے برگشتہ نہ ہو دائرہ اسلام سے خارج نہیں ہو سکتا (درالمختار سوم صفحہ ۳۱۰)

ساری دنیا جانتی ہے کہ ایک کافر جس وقت کلمہ پڑھ کر توحید و رسالت کا اقرار کر لیتا ہے۔ تو مسلمان ہو جاتا ہے اور تمام مسلم اور غیر مسلم اسکو مسلمان سمجھ لیتے ہیں۔ اب جب تک وہ اس اقرار کو واپس نہ لے لے یعنی توحید و رسالت سے منکر نہ ہو جائے اسکو کافر اور غیر مسلم کیونکر قرار دیا جا سکتا ہے

حاکم نے اپنی کتاب منتقی میں حضرت امام اعظم ابو حنیفہؒ سے بیان کیا ہے کہ وہ اہل قبلہ میں سے کسی کو بھی کافر نہیں کہتے۔ اور ابو بکر رازی نے امام کرخی سے بھی یہی روایت کی ہے۔ (شرح مواقف)

شرح عقاید نسفی (صفحہ ۱۲۱) میں لکھا ہے کہ اہل السنت والجماعت کے قواعد میں سے ہے کہ اہل قبلہ میں سے کسی کی تکفیر نہ کی جائے۔

ابوالحسن اشعریؒ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلعم کے وصال کے بعد مسلمانوں میں کئی امور پر اختلاف ہوا وہ ایک دوسرے کو گمراہ کہنے لگے۔ اور مختلف فرقوں میں تقسیم ہو گئے لیکن اسلام ان سب کو یکجا کر کے اپنے دائرہ میں جمع کرتا ہے (مقالات الاسلام . ابوالحسن اشعری ص ۲)

مولانا احمد بن المصطفےٰ لکھتے ہیں کہ حنفیوں، شافعیوں مالکیوں اور اشعریوں کے معتمد علیہ مستند اماموں کی رائے یہی ہے کہ اہل قبلہ میں سے کسی کو کافر نہیں کہا جا سکتا۔ (مفتاح دارالسعادۃ حصہ اول ص ۴۶)

فقہ حنفی کی مستند ترین کتابوں سے صاف ظاہر ہے کہ اہل السنت کو تکفیر کی ممانعت کی گئی ہے۔ مثلاً ذیل کے اقتباسات ملاحظہ ہوں:-

کسی مسلمان کی تکفیر نہ کی جائے جب تک اس کے کلام کے کوئی اچھے معنے نہ لئے جا سکیں۔ (درالمختار)

اگر کسی مسئلے میں ننانوے وجوہ کفر کے ہوں اور ایک احتمال نفی کا تو قاضی و مفتی کا فرض ہے کہ اس احتمال کو اختیار کرے جو نفی کفر کا ہے (شرح فقہ اکبر ملا علی قاری ص ۱۴۶)

جب کسی مسئلے میں کئی وجوہ کفر کے ہوں اور ایک وجہ عدم تکفیر کی ہو تو مفتی پر واجب ہے کہ وہ حسن ظن کی راہ سے اسی وجہ کو اختیار کرے جو تکفیر کی مانع ہے (سل الحسام الہندی سید محمد عابدین ص ۴۵)

ہم کسی اہل قبلہ کو کافر نہیں کہتے اگرچہ وہ بہت سی باتوں میں باطل ہی پر ہو کیونکہ اقرار توحید الٰہی تصدیق رسالت محمدیہ اور توجہ الی القبلہ کے بعد کوئی شخص ایمان سے خارج نہیں ہوتا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو لوگ لا الہ الا اللہ کہتے ہیں انہیں کافر نہ کہو (علم الکتاب میر درد ص ۷۵)

(باقی آیندہ)

ایک بیمار بھائی کا خط انگلستان سے

محترم محمد اصغر علی صاحب سکنہ ایسٹ آباد جو ایک اپریشن کے لئے انگلستان تشریف لے گئے ہوئے ہیں اپنے ایک تازہ خط میں لکھتے ہیں:-

"تمام بزرگوں اور عزیزوں کی آگاہی کے لئے لکھتا ہوں کہ بڑی محنت اور توجہ سے سب تحقیقات اب مکمل ہو گئی ہیں۔ قریباً دو ماہ ان تحقیقات پر خرچ ہو گئے ہیں۔ ۳۰ اکتوبر کو ڈاکٹر ایف ایچ ینگ برامپٹن ہسپتال لندن جو امراض سینہ کے بہت بڑے فزیشن ہیں اور ڈاکٹر این آر بیرٹ (N. R. Barrett) سینٹ تھامس ہسپتال لندن جو امراض سینہ کے بہت بڑے سرجن ہیں کی مشترکہ کانفرنس میں میری بہ دونکو گرامز پیش ہوئیں۔ اور پھر مجھے بھی پیش کیا گیا۔ بالآخر فیصلہ ہوا کہ اپریشن ضروری ہے۔ چنانچہ مجھے بیڈ خالی ہونے تک انتظار کرنے کا حکم ملا۔ نیز حسب قاعدہ کے مطابق مزید معلومات کے لئے LADY Almoner کے پاس گیا۔ یہ عورت آؤٹ ڈور سے مریضوں کو جنرل وارڈز میں داخل کرنے کے فرائض انجام دیتی ہے۔ اس نے کہا کہ "تم سے پہلے چار مریضوں کے اپریشن ہوں گے۔ تمہارا پانچواں نمبر ہے۔ اندازاً دو ماہ کے بعد جگہ مل سکے گی"۔ اس جواب سے کچھ پریشانی ہوئی دراصل نیشنل ہیلتھ سکیم کے ماتحت ہسپتالوں میں مریضوں کا رش ہوتا ہے اور نمبروار علاج کیا جاتا ہے۔ بیرونی مریضوں کے لئے یہ انتظار بڑی تکلیف دہ ہوتی ہے۔ مفت علاج کے باوجود اخراجات کافی ہو جاتے ہیں۔ بہرحال اپنی طرف سے کوشش کر رہا ہوں کہ جلدی اطلاع دی جائے گی۔ اس ناچیز کیلئے دعا فرمائی جائے کہ رب قدیر پردۂ غیب سے قدرت نمائی فرمائے اور مشکلات کو دور فرما کر صحت کاملہ نصیب کرے۔ آمین ثم آمین۔ سردی روز بروز بڑھ رہی ہے عموماً دھند چھائی رہتی ہے صحت کی خرابی کے باعث سیر و تفریح سے محروم ہوں۔ ہر سال اکتوبر میں چھ ماہ کے لئے یہاں گھڑیاں ایک گھنٹہ پیچھے کر دی جاتی ہیں تاکہ سکولوں اور دفتروں کے اوقات اور ریلوے اور بسوں کے ٹائم ٹیبل نہ بدلنے پڑیں۔ سردیوں میں چھوٹے سے چھوٹا دن قریباً آٹھ گھنٹے کا اور گرمیوں میں بڑے سے بڑا دن قریباً اٹھارہ گھنٹے

پیغام صلح

جلد نمبر | یوم چہارشنبہ ۲۱ ربیع الاول ۱۳۷۲ھ | نمبر ۴۷

ہمارا مطالبہ

کہا جاتا ہے کہ پاکستان کے بائیس علماء نے دستور ساز اسمبلی سے کچھ مطالبات کئے ہیں جو آئندہ دستور کو مولویوں کی دانست میں اسلامی بنانے کے لئے ضروری ہیں۔ انہی مطالبات میں یہ بھی ہے کہ ایک کلمہ گو جماعت کو جو من صلے صلوتنا واستقبل قبلتنا واکل ذبیحتنا پر عامل ہے۔ ارشاد خداوندی اور ارشاد رسول اللہ صلعم کے خلاف اسلام سے خارج کر دیا جائے۔

مولویوں کے ان مطالبات کے خلاف ملک کے سمجھدار طبقہ اور پریس نے بھی آواز بلند کی ہے اور لکھا ہے۔ کہ ملانوں کا منشاء یہ ہے کہ حکومت ان کے ہاتھ میں آجائے اور ملک میں ابتری مچادی جائے جو ہمیشہ اسلامی سلطنتوں کی تباہی کا موجب ہوتی رہی ہے۔ اخبارات نے یہ بھی لکھا ہے کہ پیش کردہ مطالبات کی معقولیت کی یہ کوئی وجہ نہیں ہو سکتی۔ کہ بائیس علماء نے ان کو پیش کیا ہے نہ اسلام نے کوئی ایسے قوانین بنائے ہیں جو ہر زمانہ اور ہر ملک میں ایک ہی شکل میں رائج ہوں بلکہ قرآن کے بتائے ہوئے اصولوں کی بنا پر ہر ملک اور ہر زمانہ کی ضروریات کے مطابق قوانین بنائے جا سکتے ہیں سوائے ان قوانین کے جن کو اسلام نے بالتصریح بیان کر دیا ہے۔ مثلاً وراثت اور نکاح و طلاق وغیرہ کے مسائل۔

لیکن اس بحث سے قطع نظر کرتے ہوئے ہمیں ایک ضروری امر کی طرف حکومت پاکستان کی دستور ساز اسمبلی کو توجہ دلانا ہے۔ اور وہ ہے "مسلمانوں کی تکفیر کا مسئلہ" اس موضوع پر مولنا عبدالمجید صاحب سالک کا ایک مضمون تین اقساط میں روزنامہ "آفاق" میں شائع ہوا ہے جس میں انہوں نے یہ بتلاتے ہوئے کہ گذشتہ زمانوں میں بڑے بڑے آئمہ کی تکفیر کی گئی۔ اور انہیں سخت ترین اذیتوں میں مبتلا کیا گیا۔ اور آج بھی یہ بیماری مسلمانوں میں زور پکڑ چکی ہے۔ اور ہر فرقہ ایک دوسرے کو کافر کہتا ہے حالانکہ قرآن، حدیث اور فقہائے امت نے بڑے زور سے اس بات سے روکا ہے اور سو میں سے ننانوے وجوہ کفر پر بھی کسی کو کافر ٹھیرانے سے منع کیا ہے۔ اس مضمون کی دو اقساط "پیغام صلح" میں نقل ہو چکی ہیں اور تیسری آئندہ درج ہوگی۔ ہمارے احباب کو چاہیئے۔ کہ اسے کثرت سے لوگوں میں پھیلائیں۔ تاکہ مولویوں کے اٹھائے ہوئے فتنہ کی خرابیاں عوام الناس پر واضح ہو جائیں۔

محض یہیں تک نہیں اس بات کی بھی ضرورت ہے کہ دستور ساز اسمبلی تک یہ آواز پہنچائی جائے کہ کلمہ گو کی تکفیر ایک ایسی بیماری ہے۔ جو ملت اسلام کی جڑوں کو کھوکھلا کرنے والی اور پاکستان کی سالمیت کے لئے بہت بڑے خطرہ کا موجب ہے۔ تاریخ اسلام کو اٹھا کر دیکھئے یہی تکفیر کی بیماری گذشتہ تیرہ سو سال میں بڑی بڑی اسلامی سلطنتوں کی تباہی کا موجب ہوئی۔ بغداد کا زوال مسلمانوں کے باہمی مذہبی مناقشات اور تکفیر ہی کا نتیجہ تھا۔ اور اب پاکستان کے لئے یہی نتیجہ پیدا کرنے کی کوشش ان جماعتوں کی طرف سے ہو رہی ہے جو شروع ہی سے اس کے مخالف رہے ہیں۔ اور اس کے وجود میں آنے سے قبل اس کے حامیوں کو بدترین گالیاں دے چکے ہیں۔ آج انہوں نے بظاہر خیر خواہ بن کر کچھ اور ملانوں کو بھی اپنے ساتھ ملا لیا ہے۔ اور یوں بظاہر ایک متحدہ محاذ قائم کر کے احمدیوں کے اخراج کا سوال پیدا کیا ہے حالانکہ ان میں سے ہر ایک کے فتوے ایک دوسرے کے خلاف موجود ہیں۔ اور اگر ان کے اس مطالبہ کو ذرا بھی درخور اعتنا سمجھا گیا تو یہ فتنہ اور زیادہ ترقی کرے گا اور بڑھتے بڑھتے تمام پاکستانی مسلمانوں کو اپنی لپیٹ میں لے لے گا۔

اس فتنہ کو مٹانے اور پاکستان کو اس کی دستبرد سے بچانے کی صرف ایک ہی راہ ہے کہ آئندہ دستور کے بنیادی اصولوں میں کلمہ گو کی تکفیر کو ناجائز قرار دیا جائے اور تعزیرات میں اس جرم کی مناسب سزا تجویز کی جائے۔

یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ وہ کلمہ ہے جس پر مسلمانوں کے اندر رشتہ اخوت و اتحاد کی بنیاد رکھی گئی ہے یہی وہ نشان ہے جو دنیا کے ہر حصہ میں ایک مسلمان کی شناخت کا واحد ذریعہ ہے نہیں بلکہ اس سے بھی نیچے اتر کر قرآن نے صرف اسلام علیکم ہی کو ایک مسلمان کی شناخت کا نشان قرار دیا ہے۔ اور کھلے لفظوں میں فرمایا ہے کہ لا تقولوا لمن القی الیکم السلام لست مومنا جو شخص تمہیں اسلام علیکم کہے اسے یہ نہ کہو کہ تو مسلمان نہیں۔ کیا یہ قرآن کی توہین نہیں کہ آج اسلام علیکم کو اسلام کا معیار نہیں سمجھا جاتا اور یہ کہا جاتا ہے کہ اسلام علیکم تو یہودی اور عیسائی بھی کرتے ہیں۔ گویا خدا کو یہ علم نہ تھا اور اس نے (معاذ اللہ) خواہ مخواہ اس کو مسلمان کا نشان قرار دیدیا۔ احمدیوں کو کافر قرار دینے والو! سوچو کہ تمہارا اپنا قدم کدھر جا رہا ہے اور اس تکفیر کی بیماری نے قرآن کریم اور خود اللہ تعالیٰ کو بھی مورد اعتراض بنانے سے نہیں چھوڑا۔

تحفظ ختم نبوت پر آج بہت زور دیا جاتا ہے اور ناموس رسول صلعم کی پاسبانی کے دعوے بڑے زور شور سے کئے جاتے ہیں۔ کیا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نہیں کہ لا تکفروا اھل قبلتکم اہل قبلہ کی تکفیر مت کرو۔ کیا آپ نے نماز پڑھنے والوں، قبلہ کی طرف منہ کرنے والوں اور مسلمانوں کا ذبیحہ کھانے والوں کو مسلمان نہیں قرار دیا۔ اور اس کے لئے اللہ اور رسول کا عہد پیش نہیں کیا۔ اور اللہ کے عہد کو توڑنے سے منع نہیں فرمایا؟ کیا اس عہد کو توڑنے والے ناموس رسول کے حامی اور ختم نبوت کے محافظ قرار دیئے جا سکتے ہیں؟ ہم کسی کو کافر نہیں کہتے لیکن غور کرو کہ تمہارا اپنا قدم کدھر جا رہا ہے۔ رسول اللہ صلعم کا ارشاد ہے من کفر اھل لا الہ الا اللہ فھو الی الکفر اقرب جو شخص لا الہ الا اللہ کہنے والوں کی تکفیر کرتا ہے وہ خود کفر کے قریب ہے یاد رکھیے! جس طرح ختم نبوت کے محافظ دنیا میں ایک ہی جماعت ہے جو آنحضرت صلعم کے بعد کسی بھی نئے یا پرانے نبی کے آنے کی قائل نہیں اور ایسے لوگوں کے خلاف نمایاں جہاد کر رہی ہے جو کسی نئے یا پرانے نبی کے آنے کے قائل ہیں اسی طرح سے ایک ہی جماعت دنیا میں ہے جو لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ کی سچے دل سے عزت کرتی ہے۔ اور کسی بھی کلمہ گو کو خواہ وہ کسی بھی فرقہ سے تعلق رکھتا ہو کافر نہیں ٹھیراتی۔ یہاں تک کہ مکفرین کو بھی خارج از اسلام نہیں سمجھتی جب تک وہ خود اپنے آپ کو مسلمان کہتے اور لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے قائل ہیں۔ یہ جماعت احمدیہ لاہور ہی ہے کہ اس جماعت کو کافر ٹھیرانا اور اس کے مرشد کو جس نے سب سے پہلے فتنہ تکفیر کے خلاف آواز بلند کی۔ اسلام سے خارج کرنا کہاں کی ایمانداری اور خدا اور رسول کے احکام کی فرمانبرداری ہے۔

کسی بھی اسلامی فرقہ اور کسی بھی کلمہ گو کو کافر قرار دینا قرآن کے صریح فرمان اور محمد رسول اللہ صلعم کے کھلے ارشادات کے خلاف اور ملت اسلامیہ اور سلطنت خداداد پاکستان کی تباہی و بربادی کا موجب ہے۔ اس فتنہ کو جس قدر جلد دبا دیا جائے بہتر ہے۔ اور اگر مولوی لوگ سمجھانے بجھانے سے باز نہیں آتے تو ضروری ہے کہ تعزیر کے ذریعہ سے ان کے منہ بند کئے جائیں۔ اور اس خلاف اسلام طریق عمل سے انہیں روکا جائے۔

یہ ہے ہمارا مطالبہ جس کی طرف حکومت پاکستان کو جلد از جلد توجہ کرنی چاہیئے۔ اور آئندہ دستور میں کلمہ گو کی تکفیر کو جرم قرار دے کر فتنہ تکفیر کا دروازہ ہمیشہ کے لئے بند کر دینا چاہیئے۔

اس مطالبہ کی حمایت میں تمام احمدیہ جماعتوں کی طرف سے آواز اٹھنی ضروری ہے اور آئندہ جلسہ سالانہ میں تمام جماعت کی طرف سے ایسا ریزولیوشن پیش ہونا چاہیے جس میں اس مطالبہ کی بڑے زور سے حمایت کی جائے اور موثر طریق پر حکومت پاکستان کے کانوں تک اسے پہنچایا جائے۔

جلسہ سالانہ کے متعلق چند ضروری باتیں

برادران کرام۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کو معلوم ہے کہ ہمارا قومی اجتماع مورخہ ۲۵، ۲۶، ۲۷ کو احمدیہ بلڈنگس میں منعقد ہو رہا ہے جس میں امید ہے کہ آپ خود بھی شمولیت فرمائیں گے اور اپنے غیر از جماعت دوستوں کو بھی شرکت کی دعوت دیں گے۔

حسب دستور سابق قیام و طعام کا انتظام انجمن کی طرف سے ہوگا۔ جو احباب معہ اہل و عیال تشریف لانے کا ارادہ رکھتے ہوں وہ مہربانی فرما کر اپنی آمد کے متعلق قبل از وقت مہتمم صاحب جلسہ سالانہ کو اطلاع بذریعہ خط دے دیں۔ تاکہ مکان وغیرہ کا انتظام کر لیا جائے۔ نیز بڑی بڑی جماعتوں کو بھی چاہیئے کہ جتنے احباب جلسہ میں شمولیت کا ارادہ رکھتے ہوں ان کی تعداد سے مطلع فرما دیں۔ احباب یہ سن کر بہت خوش ہونگے کہ ہمارے نومسلم بھائی مسٹر محمد امان صاحب ہوبیم امام مسجد برلن طویل سفر طے کرنے کے بعد شرکت جلسہ کے لئے لاہور میں تشریف لے آئے ہیں وہ بھی اس جلسہ میں اپنے خیالات سے حاضرین کو مستفید فرمائیں گے۔

دیگر بزرگان ملت جنہوں نے اس جلسہ میں اپنے خیالات و مواعظ حسنہ سے حاضرین کو مستفید فرمانے کا وعدہ فرمایا ہے ان کے نام ذیل میں درج ہیں۔ الحاج شیخ میاں محمد صاحب ملتانی پریذیڈنٹ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام حضرت مولنا صدر الدین صاحب امیر جماعت احمدیہ۔ حضرت مولنا عبدالحق صاحب ودیارتھی فاضل سنسکرت و عبرانی جناب ڈاکٹر مرزا ولی احمد بیگ صاحب مبلغ انڈونیشیا و ہالینڈ۔ جناب مسٹر محمد امان صاحب ہوبیم (جرمن نومسلم) امام برلن مسجد جرمنی۔ مولانا فضل الرحمن صاحب قمر سامانوی۔ جناب مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع فاتح جزائر فجی جناب مولنا شیخ عبدالحق صاحب مناظر اسلام دہلوی۔ جناب حافظ محمد حسن صاحب چیمہ ایڈووکیٹ گجرات۔ خان بہادر غلام ربانی خانصاحب آنریری جنرل سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور۔ مولنا شیخ عبدالرحمن صاحب مصری جناب سید عبدالجبار بادشاہ صاحب ستھانہ (ہزارہ) علاقہ آزاد۔ جناب شیخ اللہ بخش صاحب ایڈووکیٹ پشاور جناب شیخ محمد یوسف صاحب گرمنی۔ جناب حاجی عبدالرشید صاحب ایڈووکیٹ مانسہرہ۔ خانبہادر ڈاکٹر سعید احمد خانصاحب ضلع ہزارہ۔ جناب ڈاکٹر اللہ بخش صاحب کیمیکل انجینئر پنجاب۔ جناب مولنا مسیح الزمان صاحب مولوی فاضل

نامۂ امریکہ — میاں بشیر احمد صاحب منٹو

امریکہ میں مسلمانوں کی حالت اور تبلیغ اسلام

اخویم مکرم معظم جناب جائنٹ سیکرٹری صاحب۔
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،
آپ کا گرامی نامہ مؤرخہ ۳۰ اکتوبر مجھے آج صبح کی ڈاک سے ملا۔

عبدالرحمٰن لنٹز کی تبلیغ

عبدالرحمٰن لنٹز کے متعلق جو باتیں معارف اعظم گڑھ میں چھپی ہیں وہ بیحد مبالغہ آمیز ہیں۔ وہ کیسے دائرہ اسلام میں داخل ہوئے اور کن آزمائشوں کا انہیں سامنا کرنا پڑا، ان باتوں کا مجھے کوئی صحیح علم نہیں ہے صرف ان باتوں سے واقف ہوں جو میری موجودگی میں ہوئیں۔ ان سے میری پہلی ملاقات سیکرمنٹو میں ۱۹۴۷ء میں عیدالاضحیٰ کے موقع پر ہوئی تھی، انہوں نے مجھ سے خیال ظاہر کیا کہ وہ امریکہ میں ایک یونیورسٹی قائم کرنا چاہتے ہیں۔ میں نے کہا مبارک خیال ہے اگر آپ ایسا کرنے کی ہمت رکھتے ہیں تو ضرور کیجئے۔ پانچ برس اس بات کو ہو گئے ہیں مگر ابھی تک مسلم یونیورسٹی تو کیا ایک معمولی سا مسلم سکول بھی جاری نہیں کر سکے۔ سیکرمنٹو کے مسلمانوں سے ان کا ابتدا میں بہت میل جول تھا اور اپنی توقعات ان سے وابستہ کی ہوئی تھیں مگر وہاں سے بیحد مایوسی ہوئی۔ انہوں نے مطلق ان کی طرف کوئی توجہ نہ کی۔ ان کی بے اعتنائی کا یہ نتیجہ نکلا کہ تین برس سے عیدین کے موقعہ پر بھی سیکرمنٹو نہیں گئے حالانکہ مسلمانوں کے وہاں اجتماع کے یہی دو اہم مواقع ہیں۔ عبدالعلیم صدیقی کے سان فرانسسکو آنے پر ایک "اسلامی انجمن" وجود میں آئی جس کے یہ حضرت صدر منتخب ہوئے۔ یہ انجمن افسوس کہ وجود میں آنے کے ساتھ ہی مر گئی اگرچہ صدیقی صاحب اپنے "شاندار" کارناموں میں اس کا بھی ضرور ذکر اپنی مجلسوں میں کرتے ہوں گے۔ عبدالرحمان لنٹز صاحب اب ایک Wool House میں کام کرتے ہیں۔ بیچارے کو اتنی فرصت ہی کہاں ملتی ہے کہ کوئی اور کام کر سکیں۔

امریکہ میں مسلمانوں کی مذہبیت

اس میں کوئی شک نہیں کہ مختلف ملکوں کے مسلمان یہاں بکثرت بکھرے پڑے ہیں۔ صحیح تعداد کا اندازہ لگانا مشکل ہے مذہبی نقطۂ نظر سے ان کی حالت ناگفتہ بہ ہے۔ مذہب سے خود انہیں کوئی لگاؤ نہیں اور ان کی اولاد عام طور پر یا تو رومن کیتھولک ہے اور یا بالکل دہریہ ہے۔ بہرحال اسلام اور مسلمانوں سے انہیں کوئی ہمدردی نہیں۔

تبلیغ کے لئے صبر و استقلال کی ضرورت

تبلیغ اسلام کی یہاں یقیناً ضرورت ہے مگر یہ بات غلط ہے کہ یہاں کے لوگ اسلام کو خوش آمدید کہنے کے لئے تیار بیٹھے ہیں۔ صرف وہی لوگ یہاں کام کر سکتے ہیں جن کے دلوں میں واقعی مسلمانوں کی ذلت اور پسماندگی کی تڑپ ہے اور جو نہایت صبر اور استقلال سے اس راہ میں قدم اٹھانے پر کمربستہ ہیں مبالغہ آمیزیوں سے نہ کبھی اسلام پھیلا ہے اور نہ ہی پھیل سکتا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ ایسی باتوں سے میں یہ سمجھتا ہوں کہ ان لوگوں کے دلوں سے اسلام کی محبت مفقود ہو چکی ہے۔

عورتوں کا نقاب

میں نے تو آج تک کسی امریکن عورت کو نقاب پہنے نہیں دیکھا۔ البتہ فیشن کے طور پر جالی سی بعض عورتیں منہ پر ڈال لیتی ہیں مگر وہ تو حسن کی افزائش کے لئے ہے نہ کہ اسے چھپانے کے لئے۔ اب تو اسلامی ملکوں کی عورتیں، نقاب تو درکنار، رقص ناچ وغیرہ میں شامل ہو رہی ہیں اور منہ پر غازے مل مل کر گھومتی پھرتی ہیں، امریکہ کی عورتوں سے کیسے توقع کی جا سکتی ہے کہ وہ اب پردے میں جا بیٹھیں گی اور مردوں کی حکومت تسلیم کر لیں گی، بعض عورتیں تماشے کے طور پر بھی نقاب پہن لیتی ہیں، اور تماشے کے لئے وہ کیا کچھ نہیں کر لیتیں۔ یہ تو ایک اعلیٰ فن سمجھا جاتا ہے اور اس فن کے ہزاروں پرستار ہیں۔

اسلام کی اشاعت چند تقریروں سے نہیں ہو سکتی

مجھے اس بات سے خوشی ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو بات کہی تھی اسی کو اب یہ لوگ دہرا رہے ہیں اور اس کی اہمیت کو محسوس کر رہے ہیں مگر منہ کی باتوں سے تو کوئی بات پوری نہیں ہوتی اس کے لئے ہمت اور تڑپ کی بھی ضرورت ہے، وہ بھی تو پیدا کریں۔ اسلام کی اشاعت خصوصیت سے طاقتور اور حکمران قوم میں اور پھر قوم بھی ایسی جس میں ہمارے مذہب کے خلاف کوٹ کوٹ کر تعصب بھرا ہوا ہے آسان نہیں یہ کام ایسا نہیں کہ چند تقریروں سے سرانجام پا جائے اس کے لئے بڑی مستقل مزاجی کی ضرورت ہے اور جو اسلامی اوصاف ہیں وہ بھی مبلغ میں موجود ہونے چاہئیں۔

سیکرمنٹو کی مسجد اور اس کے امام

یہاں سیکرمنٹو میں ۸۵ ہزار ڈالر سے مسجد تیار ہوئی ہے مگر جن لوگوں نے مسجد تیار کی ہے ان کی اولاد تقریباً سب کی سب رومن کیتھولک ہے، امام اس مسجد کا ابھی تک کوئی مقرر نہیں ہوا مگر جو شخص امامت کے فرائض بعض مواقع پر ادا کرتے رہے ہیں ان پر الزام یہ ہے کہ وہ مسجد کا کچھ روپیہ ہضم کر گئے تھے وہ ایک ہوٹل کے بھی مالک ہیں اور اس کو کامیابی سے چلانے کے لئے ہر ناروابات کو وہ روا رکھتے ہیں۔ مگر یہ مبلغ اسلام بھی ہیں اور اسلام کی خوبیوں پر کبھی کبھی تقریریں بھی کرتے رہتے ہیں۔

اسلامی حکومتوں کا فرض

مسلمانوں کی جو حالت کیلیفورنیا میں ہے اس سے بدتر نیویارک اور مچیگن وغیرہ میں ہے۔ اسلامی حکومتوں کا فرض ہے کہ وہ اس طرف توجہ کریں اور ان کی حالت بہتر بنائیں ان کی حالت کی بہتری سے صرف یہی نہیں کہ اسلامی حکومتوں کے وقار میں اضافہ ہوگا بلکہ تبلیغ اسلام کا یہ ایک زبردست ذریعہ ہوگا۔

واشنگٹن کی مسجد اور تبلیغ اسلام

افسوس یہ ہے کہ بجائے ان کی حالت کے بہتر بنانے پر روپیہ اور طاقت صرف کرنے کے ایک عالی شان مسجد واشنگٹن میں بنائی جا رہی ہے اور اس پر بے دریغ روپیہ خرچ کیا جا رہا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ مسجدوں کی بھی ضرورت ہے تاکہ وہ اسلام کی اشاعت کا مرکز بن سکیں مگر مسلمانوں کی موجودہ نکبت اور مفلسی کا تقاضا یہ نہیں کہ لاکھوں ڈالر ایک مسجد کی تعمیر پر خرچ کر دیئے جائیں اور اسلام کی اشاعت پر خرچ کرنے کے لئے ہزاروں بہانے تراشے جائیں اور اگر کوئی شخص تبلیغ اسلام کے لئے اٹھے گا بھی تو اس کی تبلیغ اسلام صرف یہ ہوگی کہ اپنی تمام طاقت ہماری مخالفت پر صرف کر دی جائے۔

عبدالعلیم صدیقی کی تبلیغ

سان فرانسسکو میں جو پاکستانی قونصل ہیں ان کی زبانی مجھے معلوم ہوا کہ مولوی عبدالعلیم صدیقی تیس ہزار روپیہ لنکا سے جمع کر کے لائے تھے دوسری جگہوں سے بھی اسی طرح انہوں نے روپیہ جمع کیا تھا، غرض تبلیغ تھی مگر ترینیداد، برٹش اور ڈچ گائنا اور پھر کیلیفورنیا میں ان کی تبلیغ ہماری مخالفت تک ہی محدود تھی، عبدالرحمان لنٹز ان کے دست راست تھے اور سمجھے تھے کہ ان کی حمایت کرنے سے انہیں کچھ مل جائے گا مگر سوائے مایوسی کے انہیں کچھ میسر نہ آیا۔

میلاد النبی امریکہ میں

پاکستان قونصل میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم یکم دسمبر کو منا رہے ہیں میں بھی انشاء اللہ اس میں شریک ہوں گا مگر ہم علیحدہ بھی ۲۹ نومبر کو یہ جلسہ کر رہے ہیں۔ اس کی دو وجوہات ہیں۔ اول یہ کہ پاکستانی قونصل اگرچہ مجھے اپنے جلسوں میں مدعو کرتے رہتے ہیں مگر غالباً لوگوں کے ڈر کی وجہ سے مجھے تقریر کے لئے کبھی نہیں کہتے حالانکہ بعض بالکل بے علم پاکستانی مسلمانوں کو دعوت دیتے ہیں۔ اس لئے جلسہ کی جو اصلی غرض ہونی چاہیئے وہ پوری نہیں ہوتی دوسرے میری یہ کوشش بھی ہوتی ہے کہ ان مواقع پر کم از کم صرف سان فرانسسکو ہی نہیں بلکہ نزدیک کے شہروں کے مسلم بھی جمع ہو جائیں، اس کے لئے ضروری ہے کہ جلسہ کا دن چھٹی کا دن ہو یکم دسمبر کو پیر کا دن ہے اور ۲۹ نومبر کو ہفتہ کا اور یہ چھٹی کا دن ہے اور ان لوگوں کے لئے اس دن جلسہ میں شامل ہونا مشکل نہیں۔

برما کے مہمان

ایم اے رشید صاحب۔ پسر منسٹر برما اور داماد ڈاکٹر اکبر خاں صاحب کل شب کو ہمارے ہاں تشریف لائے تھے ہمارا مکان دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ صرف ایک دن یہاں ٹھیرے۔ اور دوسرے دن جاپان روانہ ہو گئے۔

خاکسار

بشیر احمد منٹو

درخواست دعا — میرے ایک عزیز ملک محمد ظفر اللہ خان صاحب خلف حکیم محمد شاہ نواز خان صاحب عادلپھڈی ہولی فیملی ہسپتال راولپنڈی میں زیر علاج ہیں وہ جلسہ سالانہ میں شامل ہونے کے از حد خواہشمند ہیں وہ چاہتے ہیں کہ اگر انہیں جلسہ مذکورہ سے پہلے اللہ تعالیٰ شفا عطا کر دے تو وہ جلسہ میں شامل ہو سکیں گے لہذا استدعا ہے کہ جماعت کے کل ممبران ان کی صحت عاجل کیلئے دردِ دل سے دعا فرمائیں تاکہ شفا یابی کے علاوہ وہ جلسہ میں شرکت کا ثواب بھی حاصل کر سکیں۔

دعا گو۔ اسد اللہ شاہ لدھیانوی۔ تاجہ گوجر سنگھ۔ لاہور

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق فاضلہ اور صفات محمودہ

بادشاہت میں فقیری کرنیوالا انسان جس نے جمہوریت اور آزادی رائے کا صحیح رستہ بتایا

خطبہ جمعہ حضرت امیر مولٰنا صدرالدین صاحب فرمودہ ۵ دسمبر ۱۹۵۲ء بمقام احمدیہ بلڈنگس لاہور

نٓ ۔ والقلم وما یسطرون

سورۃ ن رکوع ۱

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات حسنہ

اس سورت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سرچشمۂ علم و حکمت بیان فرمایا ہے اور اس میں حضور کی کامیابیوں کا ذکر ہے، اخلاق فاضلہ کا ذکر ہے، صفات محمودہ کا ذکر ہے، کچھ صفات تو حضرت کی ایسی تھیں جن کو نرمی کی صفات کہہ سکتے ہیں، خوش اخلاق اور درگذر کی صفات کہہ سکتے ہیں لیکن بعض وہ صفات ہیں جن کی کوئی نظیر نہیں مل سکتی ... از انجملہ یہ ہے کہ تمام کی تمام قوم کے نزدیک حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام الامین اور صادق و مصدوق مسلّم تھے۔ اور باوجود شدید مخالفت کے قوم ان کو نہایت ہی بلند پایہ مرد یقین کرتی تھی، یہ کوئی معمولی بات نہیں جو جلدی سے کسی کو میسر آجائے قرآن نے اسکو بڑے خوبصورت طرز پر ادا کیا ہے انھم لا یکذبونک ولکن الظالمین بآیات اللہ یجحدون تیری قوم تجھے تو جھوٹا نہیں کہہ سکتی مگر یہ سارا جھگڑا ہماری طرف سے نازل شدہ تعلیمات کے باعث ہے۔

تمام مذہبی شخصیتوں میں کامیاب

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم وہ بزرگ ہستی ہیں جن کی نسبت دنیا کے بڑے بڑے قابل انسانوں نے غور و فکر اور تاریخی تحقیقات کے بعد یہ فیصلہ کیا ہے کہ تمام مذہبی شخصیتوں میں آپ سب سے بڑھکر کامیاب انسان تھے یہ فیصلہ واقعات پر مبنی ہے۔ حضرت نے اس قوم کے اندر جن میں تمام قسم کی روحانی اور اخلاقی بیماریاں پائی جاتی تھیں جو بت پرستی میں انتہا پر پہنچے ہوئے تھے بآواز بلند کہ بت پرستی چھوڑ دو، شراب چھوڑ دو، جوا چھوڑ دو، غارت، زناکاری اور دیگر عادات ذمیمہ سے باز آجاؤ، اس جذبۂ خیرخواہی کی خاطر حضرت کو بڑی بڑی تکلیفیں اور اذیتیں برداشت کرنی پڑیں، بت پرستی چھڑانے کے لئے حضرت نے بڑا زور لگایا لیکن قوم نے بھی آپ کا بڑا سخت مقابلہ کیا اور جو آدمی بھی آپ کا ساتھ دیتا اسکو بھی سخت ترین اذیتوں کا شکار ہونا پڑتا، تیرہ سال تک حضرت نے بڑے بڑے دکھوں اور مصائب کا مقابلہ کیا جس کا انہیں اعتراف کرنا پڑا کہ ہم نے آپ کو سخت اذیت دیکر دیکھا آپ استقلال کے پہاڑ ہیں اب ہم نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ ہم آپ کو اپنا بادشاہ بنانے کے لئے تیار ہیں، اور جس قدر مال آپ چاہیں پیش کر دیتے ہیں اور عرب کے بڑے سے بڑے سردار کی دختر آپ کے نکاح کے لئے نذر کرنے کو تیار ہیں، صرف اتنی بات ہے کہ آپ تھوڑی سی نرمی اختیار کریں، اور ہمارے بتوں کی مذمت نہ کیا کریں، جس شخص نے تیرہ سال تک سخت ترین اذیتیں برداشت کی ہوں وہ تو ایسے موقع پر اللہ تعالےٰ کا شکر کرے گا کہ جان چھوٹی اور بادشاہت بھی مل گئی، امتحان بڑا سخت ہے مار کھانے کے بعد ایسی پیشکش کو کون ٹھکرا سکتا ہے، لیکن حضور صلعم نے فرمایا اگر ساری کائنات بھی مجھے دے دی جائے تو میں بتوں کی تردید اور توحید الٰہی کے اعلان سے ٹل نہیں سکتا، کائنات کا سرچشمہ تو سورج اور چاند ہیں، تمام دنیا کی زندگی ان دونوں سے وابستہ ہے، تو آپ نے فرمایا سورج اور چاند بھی جو کائنات کا سرچشمہ ہیں مجھے دے دو تو میں باز نہیں رہ سکتا، میری غرض مال نہیں بادشاہت نہیں، غرض یہ ہے کہ تم اچھے بن جاؤ۔

بادشاہت ملنے کے بعد

جب سلطنت آپ کو پیش کی گئی تو اسکو یوں ٹھکرا دیا اور پھر جب سلطنت مل گئی، تو فرمایا لا اسئلکم علیہ من اجر میں تم سے کوئی اجر نہیں مانگتا سلطنت ملنے کے بعد آپکو معلوم ہے کہ لوگ کیا کیا کرتے ہیں، محلات بنائے جاتے ہیں، سیرگاہیں بنتی ہیں، سواریاں اور گرد و پیش باڈی گارڈ ہونے چاہئیں، بڑی دور دراز سے اعلےٰ باورچی منگوائے جاتے ہیں۔ لیکن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بادشاہ ہوکر نہ سر پر تاج رکھا نہ محلات اور سیرگاہیں بنائیں وہی پردہ نشت کا کمرہ جس میں پہلے رہتے تھے اس بادشاہ کا وہی محل ہے۔ وہی عمامہ آپ کا تاج ہے اور وہی مسجد کی چٹائی آپ کا تخت ہے۔ عورتوں کے لئے زیورات نہیں، اعلےٰ درجہ کے لباس نہیں، سواریاں نہیں، وہ بھی انسان تھیں، بشریت ان میں بھی تھی، سلطنت اور مال دیکھکر انہوں نے بھی کہا کہ اب تو ہماری طرف بھی توجہ کی جائے اور کچھ مال اور زیب و زینت کا سامان ہمیں بھی دیا جائے کیا جواب دیا؟ فرمایا یہ ہماری شان کے خلاف ہے، اگر ہمارے ساتھ رہنا چاہتی ہو تو مال اور زیب و زینت کو ترک کرنا پڑے گا، اور اگر مال لینا ہی ہے تو ہم بخیل نہیں، ہم دینے کو تیار ہیں لیکن پھر تم ہمارے گھر میں نہیں رہ سکتیں، یہ ہے وہ بادشاہ جس نے سالہا سال ماریں کھا کر دکھ اور اذیتیں برداشت کر کے بادشاہت حاصل کی ہے تو اپنے ذاتی معاملات میں کسی قسم کے نفس کی ملونی کو دخل نہ پانے دیا اور یہ بہت مشکل خلق ہے کہ بادشاہ ہو اور آرام و آسائش نہ ہو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب فوت ہوگئے تو دو تین موٹے کپڑے آپ کے بدن پر تھے، اور کوئی ساز و سامان نہیں، کوئی مال و جاگیر نہیں جو چھوڑی ہو، کوئی نشان و شوکت، کوئی لونڈی غلام آپ کے پاس نہ تھے، یہ بڑا مشکل ہے بادشاہت میں فقر حضور ہی کی شان اور خصوصیت ہے، دنیا میں ایسے بادشاہ ہوئے ہیں جنہوں نے بادشاہت چھوڑ کر فقیری اختیار کی، لیکن یہ ایک ہی بادشاہ ہے جس نے بادشاہت کے اندر فقیری اختیار کی۔ حضور نے کہا الفقر فخری بادشاہ ہو کر فقیری کی حالت اختیار کرنا بڑا مشکل کام ہے۔

حکومت میں مشورہ

پھر سلطنت پاکر یہ اعلان کرنا کہ شاورھم فی الامر مجھے حکومت میں مشورہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے، خود کہنا سلطنت تمہاری ہے یعنی قوم کی، یہ بہت مشکل ہے، پھر اس کے ساتھ یہ بھی فرمایا کہ مجھے حکم ہوا ہے کہ تم سے مشورہ کروں یہ اور بھی مشکل ہے، وہ سرچشمۂ علوم، وہ مہبط وحی، وہ فخر دو جہاں، سردار عالمیان وہ کہتا ہے کہ مجھ کو حکم ہوا ہے کہ امور سلطنت میں مشورہ کر لیا کرو، کیا وہ یہ نہ کہہ سکتا تھا کہ مجھ پر تو خدا سے وحی آتی ہے؟ مجھے تمہارے مشورہ کی کیا ضرورت ہے، لیکن قوم بھی عجیب تھی، وہ بھی جہاں نقص نظر آئے فوراً ٹوک دیتے تھے، ایک دفعہ آپ نے سفر میں جاتے ہوئے رستہ میں صحرا میں ڈیرا لگوا دیا کسی نے کہا یا رسول اللہ کیا خدا نے آپ کو یہاں ٹھہرنے کا حکم دیا ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں کس قدر راستباز انسان ہے کہدیتے کہ تمہیں خدا اور رسول میں کوئی فرق نظر آتا ہے؟ میرا حکم خدا ہی کا حکم ہے، لیکن سچائی کے ساتھ کہا کہ میں نے تو خود ہی حکم دیا ہے خدا کا حکم نہیں۔ تو اس شخص نے کہا مناسب یہ ہے کہ آپ یہاں سے کوچ کیجئے اور ایسی جگہ ڈیرہ لگائیے جہاں پانی ہو، اس ... پر حضور نے وہاں سے کوچ کرنے کا حکم دیدیا۔

ساتھیوں کی خدمات کی قدر

ایک دفعہ مکہ پر چڑھائی کرنے کا ارادہ کیا، تو ایک عورت مدینہ سے ایک خط لیکر چلی جس میں اس ارادہ کی اطلاع دی گئی تھی، اللہ تعالےٰ نے آپ کو اس کی خبر دیدی لیکن یہ نہیں بتایا کہ کس مسلمان نے ایسا خط دیا ہے آپ نے حضرت علیؓ کو اور ایک دوسرے صحابی کو حکم دیا کہ آپ جاؤ اور وہ خط اس عورت سے چھین لاؤ، انہوں نے جاکر رستہ میں اس عورت کو پکڑ لیا اور کہا تمہارے پاس جو چٹھی ہے وہ دیدو اس نے انکار کیا کہ میرے پاس کوئی چٹھی نہیں، انہوں نے کہا سنو لتخرجن الکتاب او لنلقین الثیاب یعنی چٹھی نکال کر ہمارے حوالے کرو ورنہ ہم مجبور ہوں گے کہ تمہارے

کپڑے اتار دیں، تو اس نے اپنی مینڈھی کھول دی اور اس میں سے خط نکال کر دیا، چنانچہ وہ خط لے آئے، اب اصل بات سنئے وہ تو حضرت کے کمالات میں سے ہے کہ اللہ تعالےٰ نے آپ کو بتا دیا لیکن خط آنے پر معلوم ہوا کہ ابو بلتعہ ایک صحابی نے چٹھی دی تھی ـــــ، حضرت عمرؓ کو جب معلوم ہوا تو انہوں نے بڑے جوش میں آکر کہا کہ مجھے اجازت دیجئے کہ اس منافق کا سر اڑا دوں لیکن آپ نے جواب دیا کہ اس نے بدر کی لڑائی میں ہمارا ساتھ دیا ہے اور بدریوں کے متعلق اللہ تعالیٰ نے بہت تعریف کے کلمات کہے ہیں ان کی خطاؤں اور لغزشوں کو معاف کر دیا ہے، پس میں کس طرح ایسا کر سکتا ہوں، دیکھئے یہ کس قدر خدا کے حکم کا پاس ہے اور کس قدر اپنے ساتھیوں کی خدمات کی قدر ہے، امر حکومت میں یہ آزادیاں کسی اور جگہ نہیں مل سکتیں۔

اسلامی حکومت میں احتساب

حضرت ابوبکرؓ نے بھی آنحضرت صلعم کی تعلیم پر چل کر اپنے زمانۂ خلافت میں یہ اعلان کیا کہ اطیعونی ما اطعت اللہ ورسولہ ـ وان زغت فقوّمونی ـ قالوا ان زغت لقوّمناک باسنۃ رماحنا اگر میں نیک بات کا حکم دوں تو میری اطاعت کرو اور اگر میں ٹیڑھا چلوں تو مجھے سیدھا کر دو ـ اور آگے جواب دینے والے بھی موجود تھے، انہوں نے کہا اگر تو ٹیڑھا چلے گا تو ہم تجھے نیزوں کی انیوں سے سیدھا کر دیں گے، یہ وہ سلطنت ہے جو حضرت نے قائم کی ـ بادشاہ کو منہ پر جواب دے دینا بہت مشکل ہے، صاحب اقتدار لوگ تو دوسروں کو بولنے نہیں دیتے لیکن یہ اسلامی حکومت قرار دیتی ہے کہ احتساب کا کام قوم کے سپرد ہے اس لئے اگر بادشاہ ٹیڑھا چلے تو اسے سیدھا کر دو ـ

حضرت امام وقت کی وصیت

یہ بابرکت طریقہ حضرت نے پہلی مرتبہ دنیا میں رائج کیا پہلی پبلک ٹریژری آپ نے بنائی پہلی مرتبہ حکومت میں جمہوریت اور مشورہ کی تعلیم آپ نے دی ہمارے امام نے بھی وصیت میں اسی پر زور دیا ہے، کیا آپ اس پر قائم ہیں؟ کیا قرآن پر آپ کا عمل ہے جس کا اس نے حکم دیا تھا، امام کے ہاتھ پر بیعت کی اس کی وصیت پر کیا عمل کیا ـ ـ ـ ـ ـ بہت مشکل مقام ہے صرف امام کی بیعت کر لینا کوئی چیز نہیں جب تک اخلاص کے ساتھ اس کے احکام کی پابندی نہ کی جائے اور ان کی وصیت پر عمل نہ ہو ـ

آنحضرت صلعم کی شجاعت اور جانبازی

ایک اور بہت مشکل چیز ہے، حضرت صلعم نے وعدہ کیا تھا کہ سلطنت قوم کو ملے گی سلطنت بہت بڑا انعام ہے نبوت کے دوسرے درجہ پر سلطنت ہے، حضور کو وعدہ دیا گیا کہ نبوت دی ہے تو سلطنت بھی دی جائے گی، حضور کی راہ میں بہت بڑی بڑی مشکلات آئیں، اس قدر مشکلات آئیں کہ ایک موقعہ پر جنگ میں زخمی ہو کر گر گئے، مشہور ہو گیا کہ شہید ہو گئے لوگ آپ کے گرد جمع ہو گئے اور تیروں کی بارش جو آتی تھی، حضرت کو اس سے بچانے کے لئے اپنی پیٹھیں تیروں کے آگے کر دیں، اور حضرت کی مرہم پٹی اس اخلاص سے کی گئی کہ حیرت ہوتی ہے، کوئی آہنی خود کی کڑی آپ کی پیشانی سے نکال رہا ہے، کوئی آپ کا خون چاٹ رہا ہے، حضرت فاطمہؓ نے چٹائی جلا کر اس کی راکھ زخم کے اندر بھر دی، اس شدت کی تکلیف کے بعد پھر جب ہوش آتی ہے تو وہیں سوار ہو گئے اور اعلان کر دیا انا النبی لا کذب انا ابن عبد المطلب میں نبی ہوں مجھے مت جھٹلاؤ میں عبد المطلب کا پوتا ہوں، دشمن میدان میں ہیں، تیر چل رہے ہیں، جنگ سے ان کا مطلب یہی ہے کہ آپ کو شہید کیا جائے اور مشہور ہو چکا ہے کہ آپ شہید ہو گئے مسلمان تتر بتر ہو رہے ہیں اور آپ کھڑے ہو کر اپنی موجودگی کا اعلان کر دیتے ہیں کتنا بڑا ایمان ہے، کس قدر شجاعت ہے خدا پر کتنا بھروسہ ہے، کہ دشمن کی ذرہ بھی پروا نہیں اس قسم کا خلق بہت مشکل خلق ہے جس کا حضور نے مظاہرہ فرمایا اور جس کے مشاہدے سے قوم کے اندر بلند آہنگی اور جانبازی کا جذبہ پیدا ہوا ـ

جنگ حنین میں عدیم المثال شجاعت

اور سنئے فتح مکہ کے بعد حنین کی جنگ پیش آئی اس وقت مسلمانوں کی فوج میں بہت زیادہ آدمی اور بہت سی تلواریں اور نیزے تھے، جس سے مسلمانوں کو اپنی طاقت وجمعیت پر بھروسہ ہو گیا اس وقت خدا کیا کہتا ہے ویوم حنین اذ اعجبتکم کثرتکم، حنین کی جنگ میں تمہاری کثرت نے تمہیں عجب میں ڈال دیا، ہم نے مسلمانوں کا ٹھیکہ نہیں لے لیا کہ اگر وہ اخلاق کے معیار پر نہیں تو پھر بھی ان کی مدد کی جائے، تو اس دن کیا ہوا؟ بنی ہوازن کے آدمی ـ ـ ـ تیر اندازی میں ماہر تھے انہوں نے مسلمانوں کے لشکروں پر تیروں سے بارش برسا دی، وہ کہیں کہیں چھپے ہوئے تھے مسلمانوں کے لشکر میں بعض تازہ تازہ اسلام میں آئے ہوئے لوگ تھے، جب تیروں کی بوچھاڑ ہوئی تو وہ بھاگ نکلے کثرت نے کوئی کام نہ دیا اور لشکر تتر بتر ہو گیا، ایسی حالت میں کون تھا جو محمد رسول اللہ صلعم کی بات سنتا تاہم حضور دلدل نامی خچر پر سوار ہو گئے اور اعلان کرنا شروع کر دیا الیّ عباد اللہ انا رسول اللہ خدا کے بندو! ادھر آؤ میں اللہ کا رسول ہوں یہ ہے عدیم المثال شجاعت۔

سلطنت پا کر جاگیر نہیں بنائی

ان تمام مصیبتوں کے بعد جو اصلی خلق آپ سے ظاہر ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ جب سلطنت ان تمام مصیبتوں کے بعد حاصل کر چکے تو کوئی حسن حسین علیہما السلام کے لئے جاگیریں نہیں بنائیں، اپنی بیویوں کے لئے زیورات نہیں بنائے بلکہ کہا جو بھی مال آئے اس میں سے پانچواں حصہ اللہ اور رسول کے لئے ہے یعنے بیت المال کا حق ہے آپ نے فرمایا انا القاسم وانا الخازن یہ مال میرا نہیں میں تو خزانچی ہوں اور بانٹنے والا ہوں واللہ یعطی یہ خدا کا عطیہ ہے ورنہ میں اس کا مالک نہیں ہوں صرف خزانچی ہوں اور اسکو غرباء میں تقسیم کرنے پر مامور ہوں یہ ہے پبلک ٹریژری جو آپ نے قائم کی، یہ بڑا عظیم الشان انسان ہے، آپ کی خوش خلقیوں کے اتنے لمبے چوڑے قصے ہیں کہ کبھی ختم نہیں ہو سکتے۔

اپنی دایہ ماں کے ساتھ سلوک

جب بنی ہوازن کے چھ ہزار مرد و زن قید ہو کر آئے تو ان کے چھڑانے کے لئے آپ کی دایہ ماں حلیمہ سعدیہ آئیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام لشکر کے درمیان ان کی تعظیم کے لئے کھڑے ہو گئے اور اکرام کے ساتھ ان کو بٹھایا ـ اس نے کہا اے محمد تو نے اپنی پھوپھیوں، چاچیوں اور خالاؤں کو قید کر لیا ہے، ان کو چھوڑ دو، حضور صلعم نے فرمایا میرے حصہ میں جو کچھ آیا وہ میں چھوڑتا ہوں، اور باقی کے متعلق آپ ظہر کی نماز کے بعد آئیں میں لوگوں سے کہوں گا، چنانچہ جب لوگ جمع ہوئے تو آپ نے فرمایا دیکھو لوگو میں اپنا حصہ مال غنیمت کا اپنی اماں کی خاطر چھوڑتا ہوں آپ لوگ بھی رضامندی کے ساتھ چھوڑ سکتے ہیں تو بہتر ہے ورنہ ہم اس کا معاوضہ دیں گے۔ سب نے برضا و رغبت اپنے اپنے حصص دے دیئے۔

حلیمہ کی بیٹی کے ساتھ سلوک

حلیمہ سعدیہ کی بیٹی شیماء بھی قید ہو کر آئی تھیں، اس نے کہا میں تو تمہارے پیغمبر کی بہن ہوں، لوگوں نے کہا کوئی ثبوت؟ اس نے جواب دیا یہ جو کندھے پر نشان ہے یہ اس کا ثبوت ہے ایک دفعہ بچپن میں انہوں نے یہاں دانت سے کاٹا تھا یہ اس کا نشان ہے، لوگوں نے حضور کے پاس عرض کیا فرمایا سچ کہتی ہے، اور اس سے کہا اگر ہمارے پاس قیام کرو تو محبت اور احترام کے ساتھ ہم رکھیں گے اور اگر نہ رہنا چاہیں تو محبت اور احترام کے ساتھ آپ کو گھر پہنچا دیں گے۔

حضرت کا مرتبہ عالی اور آپ پر درود

وہ اشرف الکائنات، سید البشر، وہ تھا جو قاب قوسین او ادنیٰ اور مقام محمود کا مالک اس لئے کہ وہ خدا کے محبوب ومحمود ہیں ـ خلائق کے نزدیک بھی محبوب ومحمود ہیں، ان کا مرتبہ خدا نے بلند کیا چنانچہ لا الٰہ الا اللہ کے ساتھ محمد رسول اللہ کو جوڑ دیا کہ اگر خدا کا ذکر ہے تو اس کے حبیب پاک کا ذکر بھی ساتھ ہونا چاہیئے، اذان میں اللہ کا ذکر ہے تو محمد رسول اللہ کا بھی رکھ دیا ـ نماز میں خدا کے ذکر کے ساتھ اس کے حبیب پاک کا ذکر بھی موجود ہے یہ ہے ورفعنا لک ذکرک، ہم نے تیرا ذکر بلند کر دیا کیونکہ خدا کی توحید قائم کرنے کے لئے تیری خدمات بہت بلند ہیں اس لئے ان اللہ وملٰئکتہ یصلون علی النبی یاایہا الذین اٰمنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما یعنی خدا اور اس کے فرشتے ان پر درود بھیجتے ہیں تو مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ حضرت پر درود اور سلام ہمیشہ بھیجتا رہے۔

بنوں میں میلاد النبیؐ کی تقریب پر سیرت کمیٹی کا جلسہ!

(مولانا عبد الحق صاحب ودیارتھی)

۲۸ نومبر گذشتہ جمعۃ المبارک کے دن جمعہ کی نماز سے مسلم ٹاؤن میں ابھی میں مشکل فارغ ہوا تھا کہ مجھے ٹیلیفون پر بلا کر شہر سے یہ پیغام دیا گیا کہ بنوں صوبہ سرحد سے تار آیا ہے وہاں سیرت کمیٹی کا جلسہ یکم اور دوم دسمبر کو منایا جا رہا ہے ـ آپ وہاں سیرت رسول اللہ صلعم پر تقریر کرنے کے لئے تشریف لیجائیں سردی کا موسم سفر کی طوالت وقت کی کمی اور طبیعت کی کمزوری کے باوجود میں نے موقعہ کی اہمیت کو مدنظر رکھ کر وہاں وقت پر پہنچنے کا عزم کر لیا ـ چنانچہ دوسرے دن صبح سویرے لاہور سے روانہ ہو کر ۳۰ نومبر کی شام کو بخیریت وہاں پہنچ گیا یکم دسمبر کو شام کے ساڑھے چھ بجے میری تقریر کا وقت مقرر ہوا ـ اور میں اپنے معزز دوست مولانا عبد الباقی اور دوسرے رفقاء کے ساتھ جلسہ گاہ میں وارد ہوا اور سیرت رسول اللہ صلعم پر (باقی برصفحہ ۔۔)

تین زمانے

بیگم صاحبہ حضرت امیر مولانا محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

ہاں دکھا دے اے تصور پھر وہ صبح و شام تو ٭ دوڑ پیچھے کی طرف اے گردش ایام تو

ایک خط سامنے ہے۔ لکھا ہے "آپ نے حضرت مسیح موعود کے زمانے کی جھلک دیکھی اور حضرت مولانا نورالدین مرحوم مغفور سے فیض پایا۔ پھر حضرت امیر رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت میں ایک لمبا عرصہ بسر کیا۔ ان تینوں زمانوں کے متعلق کچھ اپنے تاثرات قلمبند فرمائیں تو عین عنایت ہوگی۔"

لیجئے تعمیل ارشاد کی کوشش کرتی ہوں۔ میرے والد ماجد حضرت ڈاکٹر بشارت احمد مرحوم و مغفور اپنے بچپن سے ہی دینداری اور مذہبی رجحانات رکھتے تھے۔ تاہم حضرت مسیح موعودؑ کے خلاف علماء سوء کی مخالفت اور پراپیگنڈے نے کچھ عرصہ ان کو احمدی ہونے سے روک رکھا۔ حضرت اقدس کی تصنیفات اکثر پڑھتے اور غور فرمایا کرتے تھے۔ ایک واقعہ نے ان کو امام وقت کے قدموں میں لا ڈالا۔ اور میرے ہوش سنبھالنے سے قبل ہی وہ سلسلہ احمدیہ سے منسلک ہو گئے۔ میں نے بچپن ہی سے احمدیت کا چرچا اپنے گھر میں دیکھا۔ خوش قسمتی سے تھوڑا سا عرصہ حضرت مسیح موعود کی خدمت اقدس میں بھی بسر کرنے کا موقعہ ملا۔ اگرچہ وہ مختصر سا زمانہ تھا مگر اس کی یاد اور قدر و قیمت بقیہ عمر عزیز سے بڑھ کر ہے۔

قبل اس کے کہ میں حضرت مسیح موعود کی زیارت کے متعلق کچھ لکھوں مناسب ہوگا کہ والد محترم حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کی قبول احمدیت کی داستان خود ان کی زبانی آپ کو سُنا دوں۔

حضرت والد صاحب کے قبول احمدیت کی داستان
ان کے اپنے قلم سے

"میرا بڑا لڑکا ممتاز احمد اس وقت دو سال کا تھا۔ میں شکرگڑھ ضلع گورداسپور میں پلیگ ڈیوٹی پر متعین تھا۔ اور میرے اہل و عیال امرتسر میں تھے۔ ممتاز احمد کو ٹائیفائڈ فیور ہو گیا اور ایسا خطرناک کہ ۱۰۵ درجہ کا بخار بلکہ اس سے بھی زیادہ تیز بخار شب و روز رہنے لگا اور ٹائیفائڈ فیور کے کل علامات پوری طرح واضح ہو گئے اور امرتسر کے ڈاکٹروں نے بالاتفاق اپنی تشخیص مکمل کر کے کہہ دیا کہ یہ ٹائیفائڈ بہت سخت قسم کا ہے اگر زندگی ہے تو تین چار ہفتے سے کم میں نہیں اترے گا۔ میں ایک ہفتے کی رخصت لے کر آیا تھا۔ بچہ شب و روز دماغی بے ہوشی کی وجہ سے میت کی طرح پڑا رہتا تھا اور کوئی صورت بچنے کی نظر نہ آتی تھی۔ بخار کو گیارھواں دن تھا میری رخصت ختم تھی۔ نبض بے قاعدہ ہو چکی تھی۔ بخار کی تیزی اور بے ہوشی کا وہی عالم تھا۔ میری بیقراری کی کوئی انتہا نہ تھی۔ میں نے واپس اپنی ڈیوٹی پر جانے سے انکار کر دیا۔ میرے بزرگوں نے سمجھایا کہ ایسی حماقت نہ کرو جو کچھ مقدر میں لکھا ہے ہو کر رہے گا۔ تم اپنی ملازمت خراب نہ کرو۔ اتفاق سے حضرت اقدس کی کتاب برکات الدعا ان دنوں ہمارے ہاں آئی ہوئی تھی میری بیوی نے بھی پڑھی۔ وہ مجھے کہنے لگیں کہ تم گورداسپور ہو کر شکر گڑھ جاؤ گے۔ رستے میں بٹالہ ہے۔ اگر قادیان جا کر حضرت مرزا صاحب سے دعا کراؤ تو کیا عجب ہے اللہ تعالیٰ فضل کر دے انہوں نے اپنی کتاب برکات الدعا میں تو بڑے زور سے لکھا ہے

اے کہ گوئی گر دعاہا را اثر بودے کجاست
سوئے من بشتاب بنمایم ترا چوں آفتاب

قادیان میں پہلی مرتبہ

اپنی بیوی کی زبان سے یہ الفاظ سن کر میں فوراً تیار ہو گیا۔ ایک احمدی دوست کو بلا کر میں نے کہا کہ میرے ساتھ قادیان چلیں کیونکہ میں قادیان سے ناواقف تھا۔ رات کے دس بجے امرتسر سے گاڑی چلی نصف رات کو بٹالہ پہنچی۔ یکہ لیا سڑک نہایت خراب۔ دھکے کھاتے گرتے پڑتے اچھلتے رات کے دو بجے قادیان جا پہنچے۔ رات سخت اندھیری تھی۔ کچھ نظر نہ آتا تھا۔ قادیان میں لالٹینوں کا کہیں نام و نشان نہ تھا۔ سردی کا موسم۔ گھروں کے دروازے بند۔ آدمی نہ آدم زاد۔ میرے دل میں خیال گذرا کہ نہ جانے مرزا صاحب خود اس وقت کیا کر رہے ہوں گے مزے سے سو رہے ہوں گے یا شاید نماز تہجد پڑھ رہے ہوں۔ بہرحال دل میں تمنا ہوئی کہ دیکھوں اس وقت کیا کر رہے ہیں۔ میرا احمدی رفیق آگے اور میں پیچھے تھا۔ اندھیرے میں کچھ پتہ نہ لگتا تھا۔ کہ ناگاہ حضرت مرزا صاحب کے مکان کے ایک دروازے پر میرے رفیق کا ہاتھ پڑا۔ اور اس زور سے پڑا کہ وہ جھٹکے سے کھل گیا۔ حضرت مرزا صاحب نماز تہجد پڑھ رہے تھے۔ اسی وقت آپ نے سلام پھیرا اور دریافت کر کے فرمایا کہ آپ اوپر مسجد مبارک میں چلے جائیں ہم دونوں وہاں چلے گئے۔ چھوٹی سی مسجد اس کے ساتھ ایک کمرہ تھا جس کا نام بیت الفکر تھا۔ وہاں چلے گئے۔ دیکھا تو ساری مسجد میں لوگ نماز تہجد خشوع و خضوع سے پڑھ رہے تھے۔ البتہ اس کمرے میں ایک چارپائی پر خواجہ کمال الدین صاحب سوئے ہوئے تھے۔ میرے پہنچتے ہی خواجہ صاحب اٹھ کھڑے ہوئے۔ فرمانے لگے۔ "آپ اس چارپائی پر سو جائیں" میں نے ان کی تکلیف کی خاطر انکار کیا۔ کہنے لگے کہ نہیں اب میں نماز پڑھوں گا۔ غرضیکہ میں اس چارپائی پر لیٹ گیا اور خواجہ صاحب وضو کر کے نماز میں مشغول ہو گئے۔ مگر مجھے اس چارپائی پر لیٹے ہوئے نہایت ہی شرم آئی کیونکہ لوگ اس قدر رقت اور خشوع سے عبادت کر رہے تھے کہ میں دل ہی دل میں ندامت سے کٹا جا رہا تھا مگر تھکا ہوا تھا اس لئے آنکھ لگ گئی۔ صبح چار بجے اذان ہوئی۔ ایک شخص نے مجھے اٹھایا اور وضو کے لئے پانی دیا میں وضو کر کے سنتیں پڑھ کر ہی بیٹھا تھا کہ مولوی عبدالکریم صاحب تشریف لائے۔ انہیں دیکھ کر میرے دل کو بے حد خوشی ہوئی کیونکہ سیالکوٹ کے ہمارے پرانے اہلحدیث کی مسجد کے امام تھے۔ وہ بھی بڑے تپاک سے ملے مجھے کہنے لگے "آخر آپ آ گئے" میں نے کہا "ہاں خدا لے ہی آیا"۔ اس کے بعد میں نے تذکرہ کیا کہ میرا بچہ سخت بیمار ہے اس کے لئے دعا فرمائیں۔ فرمانے لگے کہ آپ ابراہیم (علیہ السلام) کی طرح حنیف بنیں۔ آپ کے لئے بھی آسمان سے آواز **یٰنَارُ کُونِیْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰٓی اِبْرٰہِیْمَ** آ جاوے گی۔ اور آپ کی یہ آگ اللہ تعالیٰ ٹھنڈک اور سلامتی سے بدل دے گا۔ میرے دل کو اس فقرہ سے بڑی تسلی ہوئی۔

حضرت مسیح موعود کی زیارت

اتنے میں حضرت مسیح موعود اندر سے تشریف لائے مجھے ایسا معلوم ہوا کہ ایک نور کا جھمکڑا سامنے آ کھڑا ہوا۔ مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم نے میرا بازو پکڑ کر حضرت کی خدمت میں پیش کیا۔ اور جن الفاظ میں پیش کیا میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے ان الفاظ کا صحیح مصداق بنا دے اور میرا انجام بخیر ہو۔ "حضور یہ بھی ایک سعید روح ہے۔ جو آپ کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں"۔ حضرت صاحب نے بڑی خندہ پیشانی سے مصافحہ کیا۔ چونکہ لوگوں نے مشہور کر رکھا تھا کہ مرزا صاحب کو نعوذ باللہ جذام ہو گیا ہے اور ہاتھوں میں خارش رہتی ہے۔ میں نے آپ کے ہاتھوں کو بڑے غور سے دیکھا۔ سیاہ کار کے ہاتھوں میں ان کے نور سے ڈھلے ہوئے چاندی کے ہاتھ نظر آتے تھے۔ تعارف کے لئے مولوی عبدالکریم مرحوم نے تو اس سے زیادہ اور کچھ نہ کہا جو میں اوپر لکھ چکا ہوں۔ اور میرے خیال میں خدا کے مسیح کے سامنے اس سے بہتر الفاظ اس کے لئے ہو کہاں سکتے تھے۔ میں نے خود ہی باقی باتیں اپنے متعلق عرض کیں۔ اس کے بعد نماز با جماعت شروع ہوئی۔ میں حضرت صاحب کے برابر شانہ بشانہ کھڑا تھا۔ اور مولوی عبدالکریم امام تھے۔ ان کی امامت میرے لئے کچھ نئی نہ تھی۔ سیالکوٹ میں ہم نے ایک عرصہ تک ان کے پیچھے نمازیں پڑھی تھیں۔ لیکن ان کی قرآن خوانی کی جو شان قادیان میں نظر آئی وہ میں نے کبھی محسوس نہ کی تھی۔ اس کمال کی خوش الحانی اور اعلیٰ درجہ کی تاثیر ان کی زبان میں پیدا ہو گئی تھی کہ میں قرآن سنتا تھا اور تڑپتا تھا۔ اور میرا یہ ایمان ہے کہ یہ سب فیض مسیحائی ہے ورنہ مولانا عبدالکریم کا قرآن ہم پہلے مدتوں سنتے رہے تھے۔ نہ یہ خوش الحانی تھی نہ یہ اثر ہی تھا!

ملاقات اور اس کا اثر

نماز کے ختم ہونے کے بعد حضرت مرزا صاحب اندر تشریف لے گئے۔ خلیفہ رشید الدین مرحوم نے مجھ سے پہلے ہی دریافت کر لیا تھا کہ آپ حضرت صاحب سے ملاقات مسجد میں ہی کریں گے یا خلوت میں۔ میں نے خلوت میں ملاقات کرنی چاہی تھی۔ حضرت صاحب نے تھوڑی دیر میں ہمیں اندر بلا بھیجا۔ حضرت صاحب ایک کمرے میں جس میں بچے سوئے ہوئے تھے ایک ننگی چارپائی پر بیٹھے ہوئے تھے جس پر کوئی بستر نہ تھا۔ مجھے دیکھ کر پائینتی کی طرف کھسک گئے اور مجھے سرہانے کی طرف بٹھانے لگے۔ میں نے پاس ادب سے انکار کیا۔ مگر آپ نے مجھے ہاتھ پکڑ کر سرہانے کی طرف بٹھا دیا اور خود چارپائی کی ادوان پر بیٹھے اور ہمارے درمیان میں میرے رفیق بیٹھے۔ میں نے عرض کی کہ کوئی ایسا وظیفہ بتائیے جس سے دل صاف ہو۔ فرمایا "یہی نمازیں سنوار کر اور سمجھ سمجھ کر پڑھا کرو"۔ میرے دل پر اس کا خاص اثر ہوا۔ وجہ یہ کہ وظیفے میں بہت کر چکا تھا جس کا نتیجہ میں نے کچھ اچھا نہ پایا تھا۔ دوسرے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو طریقہ تزکیہ قلب کا اپنے صحابہ کے لئے

اختیار کیا تھا وہی نماز تھی۔ اس لئے صفائی قلب کے لئے مسنون طریق یہی نماز تھی جو حضرت مسیح موعود نے بتلائی جس سے مجھے پتہ چلا کہ آپ کا قدم سنت رسول پر کس قدر مضبوط تھا آپ کسی ایسے وظیفے کے حامی نہ تھے جو بدعت کے رنگ میں ہو۔ صفائی قلب پر حضرت نے مزید تقریر فرمائی۔ تقریر کیا تھی ایک روحانی طبیب مرض کی صحیح تشخیص کر کے علاج کر رہا تھا۔ میرے دل کی کمزوریوں اور وساوس کا جواب اس طرح آتا چلا جا رہا تھا۔ کہ بعض دفعہ مجھے وہم ہونے لگتا تھا کہ شاید میرا قلب کھلا ہوا ان کے سامنے ہے۔ جو دیکھ دیکھ کر اس کی بیماریوں کا علاج کر رہے ہیں۔ اور جب انہوں نے یہ ارشاد فرمایا کہ ایک گناہگار انسان کی مثال ایک مجرم کی ہے جس کے نام وارنٹ جاری ہو چکا ہو۔ اور وہ قدم قدم پہ ڈرتا ہوا ہر آن اسے یہی نظر آتا ہو کہ اب میں پکڑا گیا۔ اب میں پکڑا گیا۔ پس خدا سے تعلق پکڑنے والے انسان کو جو طمانیت قلب نصیب ہوتی ہے وہ ایک گنہگار کو کب نصیب ہو سکتی ہے۔ میں یہ سن کر کانپ گیا۔ وعظ تو بہتیرے سنے تھے مگر نہ معلوم ان سادے سادے لفظوں میں کیا اثر تھا کہ دل کے اندر سرایت کرتے چلے جاتے تھے۔

بیعت

اس ضمن میں جب حضرت نے یہ فقرہ فرمایا کہ انسان کو اگلے جہان کی طرف چلنے کو یوں تیار رہنا چاہیئے جس طرح ایک دور افتادہ مسافر اپنے وطن کو جانے کے لئے خوشی آمادہ رہتا ہے۔ تو اتنا اثر میرے دل پر ہوا کہ یہ دنیا ہیچ نظر آنے لگی۔ تقریر کا خاتمہ وفات مسیح پر تھا جو حضرت کی خصوصیت تھی۔ حضرت کو حیات مسیح کے باطل عقیدے کے مٹانے میں اس قدر شغف تھا کہ کوئی تقریر ہو۔ پھر پھرا کر اس موضوع پر اکثر آ جاتی تھی۔ میں ایسا مدہوش بیٹھا تھا کہ نہ لڑکے کی بیماری یاد رہی تھی نہ دنیا کا کوئی کام ذہن میں باقی رہ گیا تھا۔ اور یہ حالت میری بعد میں بھی ہمیشہ رہی۔ میں بیعت کرنے کے بعد حضرت مسیح موعود کی خدمت میں جب حاضر ہوا دنیا بھول جاتی تھی......... جب حضرت نے آخری فقرہ یہ فرمایا آپ کو جو کچھ اعتراضات یا شبہات ہوں ان کے دفعیہ کے لئے ہمیں خط لکھتے رہیں یا خود یہاں آ کر تشفی کرا سکتے ہیں۔ تو مجھے زندگی کی ناپائداری سامنے نظر آنے لگی۔ اور یہ سمجھ آیا کہ اتنی عمر تو تحقیقات میں گذری اور فیض احمدی سے محروم رہا۔ عمر کا کیا اعتبار ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ موت آ جائے اور جاہلیت کی موت پر ہی خاتمہ ہو۔ میں نے عرض کی حضور میری بیعت لے لیں میں کب تک اس طرح بھٹکتا پھروں گا۔ آپ نے میری بیعت لی اور دعا کی۔

حضرت مسیح موعود کی دعا اور اس کا اثر

جب رخصت ہونے لگے تو لڑکے کی بیماری کے متعلق عرض کیا کہ بچہ بہت بیمار ہے حضور خاص توجہ سے دعا فرماویں آپ نے اسی وقت دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور دیر تک دعا فرماتے رہے۔ دعا کے بعد مجھے رخصت ہونے کی اجازت دی......... قادیان سے رخصت ہو کر سیدھا گورداسپور پہنچا۔ اسٹیشن پر میرا افسر جو انگریز ڈاکٹر تھا ملا۔ کہنے لگا تم شکر گڑھ جاؤ۔ میں دو دن کے بعد پٹھانکوٹ سے واپس آؤں گا۔ پھر خواہ دس دن کے لئے گھر چلے جانا میں شکر گڑھ چلا گیا۔ تیسرے دن گھر سے خط آیا۔ بخار اتر گیا اور لڑکا بالکل اچھا ہے۔ میں رخصت لے ہی چکا تھا۔ امرتسر گیا تو معلوم ہوا کہ جس روز صبح میں نے حضرت مسیح موعود سے دعا کرائی ہے۔ اس روز حالت بہت خراب تھی۔ رات جو آئی تو ایک مایوسی کا عالم تھا۔ بارہ دن بخار کو ہو چکے تھے۔ پچھلی شب کو ٹمپریچر لیا تو نارمل تھا۔ خاندان کے بزرگوں کو کہا تو کہنے لگے تھرمامیٹر ٹھیک نہیں لگا۔ لیکن کئی مرتبہ تھرمامیٹر لگانے کے بعد بھی جب ٹمپریچر نارمل ہی نظر آیا تو ڈاکٹر جو معالج تھا اسے خبر کی۔ وہ بہت قابل ڈاکٹر تھا۔ کہنے لگا کہ دیوانے ہوئے ہو۔ کہیں ٹائیفائیڈ نمونیہ بھی جو اس قدر سخت قسم کا ہو بارہ دن میں اترا ہے اور اچانک۔ یہ سب تھرمامیٹر لگانے کی غلطی ہے۔ وہ خود آیا۔ بار بار ٹمپریچر لیا۔ نبض دیکھی۔ حیران رہ گیا۔ کہنے لگا کہ یہ خدا کا خاص فضل ہے میری سمجھ میں تو کچھ نہیں آیا۔ میں نے تو ایسا کہیں کبھی نہیں دیکھا کہ اس قدر حالت خراب اور دردی یکایک صحت کا نمودار ہونا یہ تو کوئی اعجاز مسیحائی ہے۔" اور واقعی وہ فضل ربی اور اعجاز مسیحائی ہی تھا۔ حضرت مسیح موعود کیا سچ فرماتے ہیں کہ

ہزار سر زنی و مشکلے نہ گردد حل
چو پیش او بروی کار یک دعا باشد

فضل ربی

آخر رفتہ رفتہ خدا نے یہ فضل کیا کہ باوجود سخت مخالفت کے میرا سارا خاندان اور قریب قریب تمام اعزہ و اقربا احمدی ہو گئے۔ اور یہ محض فضل ربی ہے۔ میں تو حضرت مسیح موعود کی خدمت میں جب بھی بیٹھتا تھا اور اس نورانی چہرہ پر میری نظر جمی ہوتی تھی تو اللہ تعالے کے فضل اور اپنی خوش قسمتی پر خدا کے شکر سے میرا قلب لبریز ہو جاتا تھا کہ اللہ اللہ جس شخص کی زیارت کی تمنا بڑے بڑے اولیا کرتے چلے گئے۔ مجھ گنہگار کو اس کی زیارت اور بیعت نصیب کی۔ یہ کس قدر جناب الٰہی کا احسان ہے۔

فالحمد للہ رب العالمین

"سیرت کمیٹی کا جلسہ" بقیہ صفحہ ۹

ایک نئے اور انوکھے پیرایہ میں تقریر تھی جس کا اثر نوجوانوں پر خصوصاً بالخصوص تعلیمیافتہ لوگوں پر بہت زیادہ ہوا اور سب نے اپنے مسکراتے ہوئے چہروں اور فرحت و انبساط کے کلمات سے اس تقریر کا استقبال کیا۔ جلسہ کا پروگرام چونکہ پہلے سے طے شدہ تھا اسلئے لوگوں کو میری پوری تقریر سننے کا موقعہ نہ ملا۔ لوگوں نے وقت بڑھانے کیلئے تقاضا کیا مگر منتظمین اپنے ضابطہ سے معذور تھے۔ تقریر کے بعد میں قیام گاہ پر واپس چلا آیا۔ مگر ادھر بنوں کالج کے پروفیسر دینیات مجھے اپنے کالج میں تقاریر کرانے کے لئے تلاش کرتے رہے جنہیں دوسرے دن میری رہائش گاہ کا پتہ چلا۔ اور وہ اس وقت مجھے ملے جب میں واپسی کے لئے پا بہ رکاب تھا بہر حال کسی دوسرے وقت ان کی خواہش پوری کرنے کا وعدہ کر کے میں وہاں سے واپس روانہ ہو آیا۔ کسی ملک میں امن و امان علمی ذوق اور دینی ولولہ کے ثبوت میں ایک شاعر نے کہا تھا ؎

تسیدم کہ در بزم شیخان ہند ؛ در آید مردم زکشمیر و سند

اس کا تازہ ثبوت صوبہ سرحد کی گورنمنٹ نے یوں دیا کہ صوبہ کی سیرت کمیٹی کو حکم دیا کہ وہ اپنے جلسوں میں مسلمانوں کے ہر فرقہ و خیال کے علماء کو ایک سٹیج پر دعوت دے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت اور اسوہ حسنہ پر تقاریر کرائیں چنانچہ بنوں کی سیرت کمیٹی نے ایک عرصہ کے بعد مسلمانوں کے اس بھولے ہوئے سبق کو پھر سے یاد دلا دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت سب کے باوجود ڈیڑھ ہزار برس کا طویل عرصہ گذرنے اور اختلافات رونما ہو جانے کے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں برابر کے شریک ہیں ؎

گو میری اور رقیب کی راہیں تھیں مختلف ؛ لیکن ہم ایک منزل جاناں پہ جا ملے

اور یہی ایک منزل جاناں تمام مسلمانوں کے لئے امن و سلامتی کا دارالحرم ہے ان کی زندگی کا راز عشق رسول اللہ میں مضمر ہے اور تحفظ ناموس رسول اور ختم نبوت اسی سے عبارت ہے۔

از حریم کعبہ چوں آہو رمید ؛ ناوک صیاد پہلویش درید

اس نبی امی اور خاتم النبیین کے بعد جو شخص کوئی نیا نبی بناتا ہے

دعوت الی الحق

جماعت احمدیہ لاہور کی تعلیمی خصوصیات (۱)

میر صادق علی صاحب۔ گوجرانوالہ

احرار اور جماعت اسلامی

ہم ایک عرصہ سے دیکھ رہے ہیں۔ کہ زمیندار۔ آزاد اور اس قسم کے بعض اور ذلیل اخبارات اور جماعت احرار احمدیت کے خلاف ایک نہایت ناپاک اور نفرت انگیز پراپیگنڈا کر رہے ہیں۔ وہ اس امر سے بے خبر نہیں ہو سکتے کہ اپنے اس مکروہ طرز عمل سے وہ اسلام اور اشاعت اسلام کے عظیم الشان کام کو کس قدر نقصان پہنچا رہے ہیں۔ لیکن انہیں اس کی کیا پرواہ ہے۔ ان معاند اخبارات کا مقصد لوگوں کی پست ذہنیت اور جہالت سے فائدہ اٹھا کر اپنے اخبار کی اشاعت کو فروغ دینا ہے۔ لیکن احرار ایسی دشمن پاکستان جماعت کے مقاصد مختلف ہیں۔ ان کے اس ناپاک پراپیگنڈا کا مقصد پاکستان کے امن کو تباہ کرنا اور پاکستان میں فتنہ و فساد کی آگ کو مشتعل کرنا ہے تاکہ ان کے آقا جن کی حمایت میں انہوں نے تخلیق پاکستان کے خلاف محاذ قائم کیا تھا۔ ان سے خوش ہوں اور تاکہ جہلا کے جذبات کو بھڑکا کر یہ ان میں قبولیت حاصل کر لیں۔ اور اس طرح پاکستان میں اس شریر گروہ کو طاقت حاصل ہو۔ احرار کی دیکھا دیکھی اب اسلامی جماعت میدان عمل میں آئی ہے۔ اور مولانا مودودی تحریک ختم نبوت کی قیادت کے لئے بیقرار نظر آتے ہیں۔ تاکہ کہیں احراری ان سے بازی نہ لے جائیں۔ اور ان کے مسلم لیگ کو شکست دینے اور اسلامی جماعت کی حکومت قائم کرنے کے منصوبے خاک میں نہ مل جائیں۔ یہ ہے ان احراری اور اسلامی جماعت کے رہنماؤں کی دیانتداری اور یہ ہے سامان ان کے ختم نبوت کے لئے جوش کی وجہ۔

ختم نبوت۔ قادیانی اور غیر احمدی

ان بھلے مانسوں سے کوئی پوچھے کہ قادیانی تو حضرت میرزا صاحب کو ظلی۔ بروزی۔ مجازی اور غیر تشریعی نبی سمجھتے ہیں اور ہر ایک دانشمند جانتا ہے کہ اس قسم کی نبوت کا قرآن کریم میں یا احادیث میں کہیں ذکر نہیں۔ بلکہ یہ ایسی نبوت ہے جس کے متعلق مولانا روم نے فرمایا ہے

کو نبی وقت باشد اے مرید
زانکہ زو نور نبی آید پدید

تو پھر اس سے ختم نبوت کیسے اور کس طرح باطل ہو گئی۔ لیکن یہ احراری اور یہ اسلامی جماعت کے زعما خود مسیح ابن مریم نبی اللہ کے منتظر ہیں۔ ہمارا ان ہر دو گروہوں سے صرف اتنا سوال ہے۔ کہ مسیح ابن مریم کے آنے سے جو ایک اولوالعزم اور مستقل نبی ہے۔ ختم نبوت کیسے بچے گی۔ اور امت محمدیہ کا کیا حشر ہوگا۔ وہ موت کو قبول کریں گے۔ لیکن ہمارے اس سوال کا جواب نہیں دیں گے۔ کیونکہ اس کا جواب دینے سے قادیانی۔ احراری اور اسلامی جماعت۔ اور تمام نام نہاد علما ایک ہی صف میں کھڑے نظر آئیں گے۔ اور دنیا کو اس پراپیگنڈا کی حقیقت اور اس کی تہ میں جو جذبات کام کر رہے ہیں۔ ان کا علم ہو جائے گا۔

مسیلمہ کا شیوہ

اس لئے اس قسم کے ذلیل اخبارات اور ایسے ناپاک گروہوں کو جن کی واحد غرض دین کی آڑ میں دنیا طلبی ہو۔ اور جو لوگوں کی جہالت سے فائدہ اٹھا کر ان کی جیبوں اور عقلوں پر ڈاکے ڈالتے ہوں۔ اور جو اپنی ذاتی اغراض کے حصول کے لئے ایک نوزائیدہ اسلامی مملکت کے خرمن امن میں آگ لگانا چاہتے ہو۔ ہم صرف اتنا ہی کہنا چاہتے ہیں کہ اخبارات اور جلوسوں کی شکل میں جس قسم کے استہزا اور غنڈہ پن کا اظہار ہو رہا ہے۔ وہ مسیلمہ کذاب کے خلاف صحابہ کرام کا طریق نہ تھا۔ بلکہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ابو جہل اور اس کے ساتھیوں کا شیوہ تھا۔ ایک سوچنے والے دل کے لئے اس میں حضرت میرزا کی صداقت کی بہت بڑی دلیل ہے۔

تحریک احمدیت کا حقیقی مقصد

ہمارا خطاب ان نیک نفس لوگوں سے ہے۔ جو تحقیق حق چاہتے ہیں۔ اور حق کے لئے اپنے دلوں میں ایک تڑپ اور جوش رکھتے ہیں۔ اور جب انہیں حق مل جائے تو بلا خوف لومۃ لائم اسے قبول کرنے کے لئے اپنے دلوں کو تیار پاتے ہیں۔ ان کی آگاہی کے لئے ہم یہ لکھنا چاہتے ہیں کہ احمدیت کوئی مذہب نہیں۔ اور نہ ہی عام مستعمل معنوں میں یہ اسلام کے اندر کوئی فرقہ ہے۔ بلکہ یہ وہ عظیم الشان تحریک ہے جس کی نظیر گذشتہ تیرہ سو سال میں نہیں ملتی۔ بانئے سلسلہ کے اپنے الفاظ میں اس بلند تحریک کا۔ اس پاک جماعت کا بنانے کا مقصد یہ ہے کہ نا متقین کی ایک بھاری جماعت دنیا پر اپنا روحانی اثر ڈالے۔ بدقسمتی سے غالی دوستوں اور بد باطن دشمنوں دونوں کو اس تحریک کے سمجھنے میں غلطی لگی ہے یا انہوں نے اپنی اپنی ذاتی اغراض کی بناء پر اس غلطی میں مبتلا ہونا ضروری سمجھا۔ اور ایسا ہونا ہی تھا کہ تا مسیح محمدی کی مسیح موسوی سے کامل مماثلت ظاہر ہو۔

فروعی اختلافات اور مسلمان

احمدیت کی بنا اس لئے نہیں ڈالی گئی کہ اسے دوسرے مسلمانوں سے بعض دینی مسائل میں اختلاف تھا۔ کیونکہ فروعی مسائل میں اختلاف صحابہ کرام میں بھی تھا۔ آئمہ کرام میں بھی رہا ہے۔ تمام مفسرین میں بھی رہا ہے۔ اس لئے احمدیت فروعی مسائل میں اختلاف کو کوئی اہمیت نہیں دیتی۔ تو جب فروعی مسائل میں اختلاف وجہ نزاع نہیں۔ اور اس قسم کے اختلافات کو جو انسانی فطرت اور استعداد کے مختلف مدارج کے لحاظ سے لازمی ہیں۔ علمائے سو نے صرف ذاتی اغراض کے حصول کے لئے فتنہ و فساد کا موجب بنا رکھا ہے۔ بجائیکہ یہ فروعی اختلافات موجب رحمت ہونے چاہئیں تھے۔ تو فی الحقیقت مسلمانوں میں عقائد کا کوئی اختلاف نہ رہا۔ یہی سیدنا حضرت میرزا صاحب کا مذہب ہے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں ؎

ہم تو رکھتے ہیں مسلمانوں کا دیں
دل سے ہیں خدام ختم المرسلیں

جب یہ حال ہے۔ تو تعجب ہے۔ کہ ایک قسم کے عقائد رکھنے سے زید تو پکا مسلمان ہے۔ لیکن بعینہ وہی عقائد رکھنے سے بکر پکا کافر ہے۔ یہ محمد صلعم کا سکھایا ہوا مذہب نہیں۔ چھوت چھات کے قائل ہندو کا مذہب ہے۔

غلبۂ اسلام اور جماعت احمدیہ

اس جماعت کی بناء جیسا کہ میں پہلے عرض کر چکا ہوں سیدنا حضرت میرزا غلام احمد صاحب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے وحی الٰہی کے ماتحت اس غرض سے ڈالی کہ تا متقیوں کی ایک بھاری جماعت دنیا پر اپنا روحانی اثر ڈالے۔ اور فی الواقع یہ حکم قرآنی کی تعمیل تھی ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویأمرون بالمعروف وینہون عن المنکر اولٰئک ہم المفلحون۔ اس لئے بانئے سلسلہ اور اس جماعت کا نصب العین ہر چہار اکناف عالم میں اشاعت اسلام کرنا اور غلبۂ اسلام کو بروئے کار لانا قرار پایا۔ اور یہ کسی انسان کی تدبیر نہ تھی۔ بلکہ روز ازل سے اسلام کا یہ کھلا کھلا غلبہ ایک ہی شخص ہمارے مرشد حضرت میرزا اور آپ کی جماعت کے ہاتھوں مقدر تھا۔ فالحمد للہ کہ نہ صرف ہم ہی بلکہ تمام دنیا کے عقلمند اس غلبہ کی علامات کو دیکھ رہے ہیں۔ ہوائے ما پنہ ہر سعید خواہد بود۔

اشاعت اسلام کی توفیق کس کو ملی

ہمارے دوسرے مسلمان بھائیوں پر بھی اب یہ امر مخفی نہ رہا۔ کہ مسلمانوں کی ترقی اور دنیا کے موجودہ آلام و مصائب سے نجات کا واحد ذریعہ اسلام کی اشاعت ہے اور وہ اپنی کانفرنسوں میں اس قسم کے ریزولیوشن بھی پاس کرتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کی جناب سے انہیں اس کی توفیق ارزانی نہیں فرمائی جاتی۔ کیونکہ اس کام کا سب سے بڑھ کر وہی اہل تھا جو آسمان سے اس جہاد کبیر کے لئے سامان لے کر آیا ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ و دین الحق لیظہرہ علی الدین کلہ آپ کے بعد آپ کی جماعت اس کام کی اہل ثابت ہوئی۔ کیونکہ امام وقت ان کے لئے ایمان کو ثریا سے لایا اور اس زندہ ایمان سے ان کے قلوب کو روشن کر دیا۔

مسلمانوں کے لئے لمحۂ فکریہ

اس میں مسلمانوں کیلئے لمحہ فکریہ ہے کہ وہ اشاعت اسلام کی اہمیت کو سمجھنے کے باوجود کیوں اس پہلو میں کوئی عملی قدم اٹھانے سے قاصر ہیں۔ اس کی وجہ بجا اور صرف یہی ہے۔ کہ ان کا اسلام ایک رسمی اسلام رہ گیا ہے۔ اور اس میں زندگی کی علامات معدوم ہو گئی ہیں۔ بجائے وہ اپنا اشاعت اسلام میں سمجھتے ہیں اور کام وہ یصل دن جہت سبیل اللہ کا کرتے ہیں اس لئے میں اپنے مسلمان بھائیوں سے اپیل کرتا ہوں۔ کہ وہ گروہ در گروہ اس جماعت میں شامل ہوں۔ اور اس جہاد کبیر کرنیوالوں کی تقویت کا باعث بنیں۔ کیونکہ وہ جو جہاد میں پیچھے رہ جاتا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی نظر میں مجرم اور مستوجب سزا ہے۔ اور پھر اس میں مشکل بھی کوئی نہیں جب عقائد اور عبادات ایک ہیں۔ ان میں ایمانی طاقت اور زندگی کی روح پیدا کرنے کے لئے امام وقت کی شناخت کی ضرورت ہے۔ اور مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا ہی فرمایا من لم

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے صلیبی زخموں کا مرہم

جو وفاتِ مسیح کے متعلق تمام شکوک و شبہات کو دور کرنے کا موجب ہے

ڈاکٹر خادم رحمانی نوری، شیلانگ (انڈیا)

مرہم عیسیٰ کی تاریخ

مرہم عیسیٰ وہ مرہم ہے جو حضرت عیسیٰؑ کے صلیبی زخموں کے لئے الہام کیا گیا تھا یہ بڑی برکتوں کا حامل ہے اور ہر قسم کے زخموں جلدی خراشوں، پھوڑوں وغیرہ کے لئے نہ صرف ایک تیر بہدف علاج ہے بلکہ ہر طرح کے زخموں کے نشانات تک صاف کر دیتے ہیں اپنا جواب نہیں رکھتا۔ یہی وہ مرہم ہے جس کو مختلف مذاہب عیسائی، اور یہودی، پارسی قوموں کے ہزاروں طبیبوں نے اپنی کتابوں میں تجویز کیا ہے اور اسی لئے اس کی خوبیوں کی صداقت نسل در نسل بڑی صحت حفاظت سے ہم تک پہنچتی آئی ہے، بیان کیا جاتا ہے کہ یہ مرہم "الہامی" تھا۔ یعنی خدائے رحیم نے اپنی وحی پاک سے حضرت عیسیٰ کے لئے اس کا اس وقت انکشاف کیا جبکہ انہیں صلیب پر چڑھائے جانے سے زخم پہنچے تھے اور وہ بیہوشی کے عالم میں صلیب سے اتارے گئے۔ چونکہ یہ دوا منجانب اللہ تجویز ہوئی تھی اس لئے وہ حضرت عیسیٰ کی زندگی کے خلاف تمام منصوبہ بازیوں کے ناکام بنانے کے لئے کافی طور پر موثر ثابت ہوئی۔

طبیبوں کا متفقہ بیان ہے کہ اس مرہم کو حضرت عیسیٰ کے لئے ان کے شاگردوں نے تیار کیا تھا۔ تاریخ، بائیبل دونوں کی بین شہادت موجود ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کو یہ زخم کیوں اور کس طرح اور کب پہنچے تھے، ہمارے مقصد مضمون کی خاطر اتنا ہی یاد رکھنا کافی ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کو یہ زخم ان کی زندگی بھر میں ایک مرتبہ اور صرف ایک ہی موقعہ پہنچے اور ان زخموں کے اندمال کے لئے کسی زود اثر و تیر بہدف علاج کی فوری ضرورت تھی جو مرہم عیسیٰ کی شکل میں اللہ تعالےٰ نے الہام فرمایا۔

حضرت عیسیٰ کے زخموں کی مختصر روئداد

جب یہودی رہبان اور دیگر غرض مند لوگ حضرت عیسیٰؑ کو صلیب پر چڑھانے میں کامیاب ہو گئے تو انہوں نے جیسا کہ قاعدہ تھا صلیب کے ساتھ ان کے اعضائے جسم میں کیل ٹھونک دیئے جس سے حضرت عیسیٰؑ بے ہوش ہو گئے اور جب انہیں کیل نکال کر صلیب سے اتارا گیا تو ان کے زخموں سے خون بہہ رہا تھا (یوحنا ۱۹:۳۴) اور وہ بے ہوش تھے مگر مرے نہیں تھے جیسا کہ انہیں سمجھ لیا گیا تھا کیونکہ صلیب پر موت ہمیشہ دیر سے ہوا کرتی تھی اور پھر بخلاف ان دو ملزموں کے جنہیں حضرت عیسیٰؑ کے ساتھ صلیب دیا گیا تھا ان کی ٹانگیں بھی نہیں توڑی گئی تھیں۔

(یوحنا ۳۵-۳۳: ۱۹)

کیا حضرت عیسیٰؑ صلیب کی وجہ سے مرے تھے؟

تاریخ، بائیبل اور قرآن متفقہ طور پر اس کی پر زور نفی کرتے ہیں۔ قرآن کا فیصلہ اس ضمن میں زیادہ قطعی ہے وما قتلوہ وما صلبوہ حضرت عیسیٰؑ نہ قتل کئے گئے نہ صلیب پر مارے گئے جس کا تحدیدی طور پر یہ مطلب ہے کہ حضرت عیسیٰ کی حیات کا منصوبہ و مقصد ناکام رہا اور ہر چند کہ وہ زخمی ہوئے مگر ان کی زندگی کی پوری حفاظت کر دی گئی۔ یہاں تاریخ اپنے آپ کو دوہراتی ہے جبکہ اسی قسم کا ایک وعدہ الٰہی حضرت محمد صلعم کو دیا گیا تھا واللہ یعصمک من الناس اللہ تعالیٰ تمہیں تمام لوگوں سے بچا کر تمہاری حفاظت فرمائے گا۔ اب حالانکہ اللہ کے دشمنوں نے رسول اللہ صلعم کو طرح طرح سے گزند پہنچا کے انہیں ان کے گھر بار سے نکالا۔ دندان مبارک شہید ہوئے۔ انگشت پا کو زخمی کیا جبین مبارک مجروح ہوئی لیکن باوجود ان حادثات کے وعدہ الٰہی میں لحاظ تحفظ حیات مبارک کوئی شبہ اور تخلف واقعہ نہ ہوا اس لئے کہ دشمنوں کی قتل وغیرہ کی تمام سازشیں اور وہ تمام انیس جنگیں جن میں سے بعض میں حضور پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سخت ترین خطرے لاحق تھے آخر کار ان نتائج پر منتج ہوئیں کہ حضور صلعم تمام انسانی منصوبہ بازیوں سے زندہ و محفوظ رہے اور آپکی جان مامون و سلامت رہی اور یوں تحفظ حیات کا وعدہ الٰہی حق ثابت ہوا۔ اسی طرح حضرت عیسیٰ کی سلامتی حیات باوجود حادثہ صلیب مشیت الٰہی سے قائم رہی۔

حضرت عیسیٰؑ ایک ہی بار مجروح ہوئے

مزید یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کو ان کی زندگی میں ایک ہی بار زخموں سے سابقہ پڑا اور ان زخموں کے پہنچنے کی وجہ میں بھی کوئی اختلاف رائے نہیں کہ یقیناً صلیب ہی کی وجہ سے پہنچے تھے، مصلوب کئے جانے سے پہلے یا بعد حضرت عیسیٰ کو ان کی تمام مدتِ حیات میں نہ کبھی کوئی زخم کہیں گرنے سے آئے اور نہ کوئی حادثہ ہی انہیں پیش آیا، طب کی کتابوں سے اندرونی شہادت ملتی ہے کہ سب سے پہلے اس دوا کو حضرت عیسیٰؑ کے شاگردوں نے بنایا تھا اور اسی بناء پر اس مرہم کا ایک نام "مرہم حواریین" یعنی شاگردوں کا مرہم، اور ایک نام "مرہم رسل" بھی مذکور ہے یعنی رسولوں کا مرہم ہے کیونکہ حواری شاگردوں اور رسولوں سے علیحدہ کوئی اور دوسرے نہ تھے چنانچہ قرآن میں بھی ان کو رسل کے نام سے پکارا گیا ہے۔ ان واقعات کا کوئی عقلمند و سمجھدار انسان انکار ہی نہیں کر سکتا کہ حضرت عیسیٰؑ کو جب صلیب سے اتارا گیا تو وہ بیہوش تھے اور ــــــ زندہ تھے مرے نہیں تھے اس وقت انہیں اٹھا کر ایک غار میں جسے قبر ظاہر کیا گیا تھا لے جایا گیا حالانکہ وہ ایک وسیع کمرہ تھا (مارک ۱۵:۴۶ یوحنا ۱۹:۴۱) جہاں ان کا بے ہوشی کا علاج کیا گیا اور وہ تیسرے دن بسلامت وہاں سے باہر آ گئے۔

یونسؑ نبی سے مماثلت

حضرت عیسیٰؑ نے اس سے پہلے کہا بھی تھا کہ ان کا واقعہ حضرت یونسؑ کے واقعہ کی سا ہوگا (متی ۴۰-۳۹: ۱۲) اور یونس ہی کی طرح انہیں بھی صرف تین ہی دن غار میں رہنا ہوگا۔ اب یہاں ملحوظ رہے کہ حضرت عیسیٰ ایک پیغمبر تھے اور ان کے الفاظ جھوٹ نہیں ہو سکتے۔ یہاں دونوں کے واقعات کی مماثلت کس طور پر کی ہے؟ حضرت یونسؑ کی نسبت تو معلوم ہوگا کہ انہیں ایک مچھلی کے منہ میں زندہ داخل ہو کر تین دن رہنا پڑا تھا اور وہ دہن ماہی میں زندہ رہ کر حمد و ذکر کرتے رہے اور جب مچھلی نے انہیں ساحل پر اگل دیا تو اس وقت بھی وہ زندہ ہی تھے اس لحاظ سے حضرت عیسیٰؑ کا فرمانا بالکل صحیح تھا کہ وہ بھی غار میں زندہ داخل ہوئے تھے جہاں تین دن تک ان کی تیمارداری کی گئی۔

حضرت عیسیٰؑ بھی حضرت یونسؑ کی طرح اپنی نام نہاد قبر سے زندہ ہی باہر آ گئے۔ پھر جس طرح حضرت یونسؑ دہن ماہی سے باہر آنے کے بعد ایک طویل مسافت اختیار کر کے مقصوم پہنچے تھے (یونس ۳:۲۳) اسی طرح حضرت عیسیٰؑ نے بھی بحوالہ واقعہ یونسؑ کسی اور زمین کی طرف اپنی ہجرت کی پیشگوئی پہلے ہی فرما دی تھی۔ اب حضرت عیسیٰؑ کے فرمودۂ بالا بیان کو کسی اور طریقہ تاویل سے پیش کرنا حضرت عیسیٰؑ کو جھوٹا ثابت کرنا ہے نیز یہ کہنا کہ حضرت عیسیٰؑ کے واقعات حضرت یونسؑ کے واقعہ سے مماثلت نہیں رکھتے تھے حضرت عیسیٰؑ کے الفاظ کا بطلان کرنا ہے حالانکہ یہاں اصل متقابلہ واقعات اور ہمارے پیش کردہ مندرجہ بالا بیان پر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ حضرت عیسیٰؑ کے الفاظ لفظ بلفظ صحیح تھے۔

رہنمائے رازِ مخفی

یہ دوا رازِ مخفی کی پردہ کشائی کے لئے ایک معتبر راہنما ہے اور ایک ایسی شہادت پیش کرتی ہے جس سے صلیب پر وفات عیسیٰؑ کی نفی ہوتی۔ پھر یہ معلوم ہو جانے کے بعد یہ شہادت اور بھی ناقابل تردید و غیر متزلزل ثابت ہوتی ہے کہ اس کی ایجاد کا ماخذ احمدی جماعت کے علماء یا اولیاء کی کتب نہیں بلکہ کسی اور ہی ذریعے سے یہ ہم تک پہنچی ہے یعنی عیسائی یہودی اور پارسی اطبائے قدیم کی کتب سے منقول چلی آتی ہے۔ ان اطباء نے صاف طور پر قلمبند کیا ہے کہ یہ دوا حضرت عیسیٰؑ کے زخموں کے لئے بطور علاج بنائی گئی تھی اور یہی تحریر قریباً قریب ان کی تمام کتابوں میں موجود ہے ضرورت اس کی ہے کہ ان کتابوں کے لئے مشقت مطالعہ برداشت کی جائے۔ کچھ کتابیں تو حضرت عیسیٰ کے زمانے کی ہیں جبکہ احمدی عقائد رکھنے والے طبیبوں کا نام و نشان بھی نہ تھا۔ اس کا نسخہ دراصل قدیم عیسائی قرابادین میں لکھا ہوا موجود ہے جو یونانی زبان میں مرتب کی گئی تھیں۔ اور پھر خلیفہ ہارون و مامون کے عہد میں ان کتابوں کا عربی میں ترجمہ کیا گیا اور یہ امر خدا تعالےٰ کی قدرت کاملہ کے نشانات عظیمہ سے ایک ایسا نشان ہے کہ باوجود انقلابات زمانہ یہ کتابیں تلف ہونے سے بچ رہیں۔

لہٰذا اب اس حقیقت ثابت شدہ کے باوجود یہ تسلیم کرنا کہ حضرت عیسیٰؑ صلیب پر چڑھائے ہی نہیں گئے اور زندہ آسمان پر اٹھا لئے گئے گویا سورج کی روشنی سے انکار کرنا ہے ایک ایسی حقیقت کو محض تعصب ناروا کی بناء پر رد کر دینا جس کا تذکرہ مختلف مذاہب اور قوموں کے اطباء نے اپنی کتابوں میں کیا ہو گویا جنون سے کسی طرح کم نہیں۔ کیا دنیا کے اتنے سارے طبیب جن کے پیشے مذہبی تراجم سے کہیں بالاتر ہیں اور جن کی فطرتوں کا تقاضا کسی مذہب کے نفع یا نقصان سے مرعوب ہوئے بغیر صرف تحقیق و تجربہ کی بناء پر اشیاء کی چھان بین کرنا ہے، کبھی اس قدر کم ظرف ہو سکتے ہیں کہ کسی غلط واقعہ کو مستند کر دیں؟ یہی وجہ ...... یہ مرقومہ متفقہ فیصلہ کہ مرہم عیسیٰ حضرت عیسیٰؑ

کے صلیبی زخموں کے اندمال کے لیے ان کے شاگردوں نے تیار کیا تھا نہ صرف قابل قبول ہے بلکہ جو اس کا انکار کرے وہ انسانیت کے اس شریف طبقہ سے درپردہ آمادۂ مقابلہ ہوتا ہے جس کے درِ تمام وہ "لوگ جو چاہے کسی مذہب کے پیرو ہوں آج بھی علم و ہنر کے باج گذار ہیں۔

اسناد

اب جن مصنفوں نے اپنی کتابوں میں مرہم عیسیٰ کی تاریخ اور نسخہ مرقوم فرمایا ہے ہزاروں ہی کی تعداد میں ہیں جن میں ایک ڈاکٹر جبنون ہیں، یہ ایک قدیم عیسائی ڈاکٹر تھا۔ اسی طرح حضرت عیسیٰؑ کے عہد کے عیسائی اور پارسی مصنفین کی کئی کتابیں ہیں اور یہ بھی یاد رہے کہ مسلم ڈاکٹروں نے بھی عیسائی مصنفین کی کتب سے ہی یہ تاریخ صرف نقل ہی کی ہے۔ چونکہ یہ کتابیں عوام کی دسترس سے باہر ہیں اس لئے یہاں صرف ایسی ہی کتابوں کا حوالہ پیش کروں گا جو ہندوستان اور مصر میں طبع اور شائع ہوتی ہیں ان میں سے بعض کی ایک فہرست "تبلیغ رسالت" جلد چہارم صفحہ ۸۴ پر موجود ہے اگر کسی کو یہ ضخیم کتابیں دستیاب نہیں ہو سکتیں۔ تو "قرابادین قادری" جو ہر جگہ اور ہر شہر میں مل سکتی ہے۔ یہ قرابادین فارسی زبان میں ہے، اور بہت سے حکما اسکو اپنے پاس رکھتے ہیں۔ اگر کوئی ذرا سی تکلیف مطالعہ برداشت کرے اور صفحہ ۵۰۸ باب بیسؔ (مشتمل بر امراض جلدی) ملاحظہ کرے تو اسے حقیقت کا علم ہو جائے گا۔ یہاں ضروری نہیں معلوم ہوتا کہ مرہم کے مختلف اجزاء کی تفصیل پیش کی جائے۔ اس لئے "قرابادین" یا اسی قسم کی دوسری کتابوں سے اسے ہر کوئی معلوم کر سکتا ہے۔

حضرت عیسیٰ کے آسمان پر جانے کی تغلیط

اس مرہم کا ایک سب سے بڑا اور معجزانہ فائدہ یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ کے رفع سما بالجسم کے نام نہاد ہے اور اس کے کھوکھلے پن کے پردہ کو فاش کر دیتا ہے اور دنیا پر یہ ظاہر کر دیتا ہے کہ اس قسم کی بیخ حیلی کی کہانیاں اب سوائے جہلا کے اور کسی کو خوش نہیں کر سکتیں اگر کوئی اب بھی اصرار کرے کہ حضرت عیسیٰؑ اپنے زخموں کے اندمال کے بعد آسمان پر اٹھا لئے گئے ہوں گے تو اس کا جواب یہ ہوگا کہ اگر عیسیٰؑ کے آسمان پر اٹھا لئے جانے کی کوئی وجہ ہو سکتی تھی تو پھر ان کی روانگی سما سے قبل ان کے لئے زمین دنیا پر مرہم تیار کئے جانے کی ضرورت ہی کیا تھی جبکہ فرشتے جو انہیں زندہ آسمان پر لے جانے کے مکلف تھے وہی خود ان کے زخموں کا بآسانی اندمال بھی کر سکتے تھے اور بائیبل اس معاملے کی صرف اتنی ہی شہادت پیش کرتی ہے کہ حضرت عیسیٰؑ سڑک پر جاتے دیکھے گئے۔ عوام الناس کی بیان کردہ ایسی کوئی شہادت کہیں نہیں ملتی کہ حضرت عیسیٰؑ آسمان پر پرواز کرتے ہوئے دیکھے گئے ہوں بخلاف اس کے تحقیقات سے صرف اتنا پتہ چلتا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کشمیر کے شہر سری نگر میں مدفون ہیں جو خانیار کے محلہ ...... میں واقع ہے۔ بہرحال اس حیرت انگیز مرہم کے چند روزہ استعمال سے حضرت عیسیٰؑ کے زخموں کی مکمل صحت ہو جانا اس کے اعجازی صفت ہونے کا ثبوت ہے یہاں تک کہ زخموں کے ظاہری نشانات بھی جو دوبارہ ان کی قید کا باعث ہو سکتے تھے اس کے استعمال سے غائب ہو چکے تھے۔

حضرت عیسیٰؑ کی زندگی از سر نو

بائیبل سے یہ واقعہ ثابت شدہ ہے کہ جب حضرت عیسیٰؑ صلیب سے اتارے جانے کے بعد اپنے شاگردوں سے ملے تھے تو انہیں اپنے زندہ سلامت بچے رہنے کی خبر دی تھی (یوحنا ۲۰:۱۷) حضرت عیسیٰؑ کو اس طرح دوبارہ زندہ پاکر ان کے شاگردوں کو بڑی حیرت ہوئی اور انہوں نے دریافت بھی کیا کہ وہ کس طرح صلیب سے زندہ بچے ہیں شاگردوں نے شاید اب تک تو یہ سمجھا تھا کہ یہ حضرت عیسیٰ کی روح ہوگی مگر حضرت عیسیٰ نے انہیں اپنے زخموں کے نشان دکھلائے جو ان کے جسم پر اب تک موجود تھے جو صلیب کے کیلوں سے انہیں لگے تھے۔ (لوقا ۴۰ و ۲۴:۳۹) تب انہیں پورا یقین ہو گیا کہ وہ زندہ ہیں اور یہودیوں کی ملعون سازش کامیاب نہیں ہوئی۔ اب عیسائیوں کی یہ محض خوش فہمی ہے جو وہ یہ سمجھتے ہیں کہ حضرت عیسیٰؑ ...... اپنی صلیبی وفات کے بعد ان کے گناہوں کا کفارہ بن کر تین دن دوزخ میں رہے اور پھر دوبارہ زندہ ہو کر آسمان پر اٹھا لئے گئے اور انہیں خدائے تعالیٰ کے سیدھی جانب جگہ دی گئی (مارک ۱۶:۱۹) جیسے خدا بھی کوئی محدود جسم رکھتا ہے اور گویا وہ ایسا بیٹھا ہے جس طرح کہ بیٹھا جاتا ہے اگر ایسا ہی تھا تو جو خدا انہیں دوبارہ زندگی دے کر آسمان پر اٹھا سکتا تھا وہ ان کے زخموں کو بھی اچھا کر سکتا تھا اس کے لئے مرہم بنانے کی کیا ضرورت تھی۔

واقعہ صلیب کے بعد

بائیبل سے اتنا معلوم ہوتا ہے کہ ان زخموں کی وجہ سے حضرت عیسیٰ کو چالیس دن چھپے رہنا پڑا۔ ان ایام میں اس مرہم کا ان پر استعمال ہوتا رہا اور اس کے بعد خدا نے انہیں مکمل صحت بخشی۔ یہودی مخبروں کے خیال کو یکسو کرنے کی خاطر ان کے شاگردوں نے ان دنوں یہ مشہور کر رکھا تھا کہ حضرت عیسیٰ بالجسم آسمان پر چلے گئے اس بیان سے یہودیوں کے خیالات اسی جانب پھر گئے تھے اور اس اثنا میں پائیلیٹ کے موضع سے حضرت عیسیٰؑ کے چلے جانے کے انتظامات مکمل کر لئے گئے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ سب کچھ انتہائی رازدارانہ طور پر ہو گیا اور ان کے شاگردوں نے حضرت عیسیٰؑ کو چلتے ہوئے اپنے درمیان لے کر کچھ دور تک ان کا ساتھ دیا اور اس طرح حضرت عیسیٰؑ کی روانگی سفر کا آغاز ہوا حضرت نبی کریم محمد رسول اللہ صلعم سے حدیث مروی ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کو ۱۲۰ برس کی عمر ملی جس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ واقعہ صلیب کے بعد قریباً ۸۷ برس اور زندہ رہے اس اثنا میں انہوں نے کئی ملکوں کے بہتیرے ہی سفر اختیار کئے اور اسی مسافرت کے باعث آپ کا نام مسیح پڑ گیا جس کے معنی مسلسل سفر کرنیوالا ہیں حضرت عیسیٰؑ اپنے سفر میں تبت بھی آئے ہوں تو تعجب نہیں۔ اس لئے کہ بعض یورپین سیاحوں کی تحریرات سے اس کا پتہ چلتا ہے۔ ڈاکٹر برنیر اور بعض دیگر یوروپین عالم کشمیری مسلمانوں کے متعلق یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ اصلاً یہودی تھے اس لئے حضرت عیسیٰؑ کو ان کشمیری یہودیوں کی خاطر آنا بھی چاہیئے تھا کہ ان کا سب سے بڑا مقصد یہودیوں کے آخری دس قبائل کی "جستجو اور نجات" تھا جو ابھی تک انجام پذیر نہ ہوا تھا۔ (متی ۱۰:۱۱ و ۱۵:۲۴) (لوقا ۱۹:۱۰)۔ (یوحنا ۱۱:۵۲) کشمیر پہنچنے کے بعد حضرت عیسیٰ ممکن ہے کہ تبت کی طرف بھی گئے ہوں جہاں سے وہ پھر واپس کشمیر آ گئے ہوں۔

غیر فانی شہادت

سری نگر کشمیر میں حضرت عیسیٰؑ کا مقبرہ تو ایک ایسی دوامی شہادت ہے جو اب بھی وہاں موجود ہے مغربی یہودیوں کی سرزمین سے ان کا چلے آنا اس حقیقت کی شہادت ہے کہ نبوت کا اکرام ان لوگوں سے ہمیشہ کے لئے واپس لے لیا گیا اور نظر انداز کئے ہوئے بنی اسمٰعیل کو محمد رسول اللہ صلعم کی صورت میں بخش دیا گیا (لوقا ۱۷؍۲) اب وہ لوگ جو وطنی تعصبات میں دب کر اپنی ذہنیتوں کو اتنا مفلوج کر چکے ہوں کہ کسی بات کے قبول و اخذ کرنے کی جرأت ہی نہ کر سکیں تو ان کے سامنے صحیح واقعات پر مبنی دلائل کی ایک دنیا بھی پیش کر دی جائے تو وہ پھر بھی مطمئن نہ ہوں گے تاہم مرہم عیسیٰ کا نسخہ قطعی طور پر ثابت کر دیتا ہے کہ حضرت عیسیٰ کا رفع سما بالجسم نہ صرف ایک غلط کہانی ہی تھی بلکہ ایک بے بنیاد حماقت بھی تھی اور یہ مرہم تمام شک اور بگاڑ کے زخموں کو سکون و صحت بخشتا ہے اور کانوں کے متعصبانہ بہرے پن اور آنکھوں کی معاندانہ دھند کو بھی دائمی طور پر درست کر دیتا ہے۔

مسیح کی دوبارہ آمد

عیسیٰ مسیح کی زندگی کے ان روشنی بخش تصورات کے متعلق ہم حضرت مرزا غلام احمد قادیانی (پنجاب انڈیا) کے رہین احسان ہیں جن کی ذات پاک میں مسیح کی دوبارہ آمد کی پیشگوئی پوری ہوئی بعینہٖ جس طرح الیاس کی دوبارہ آمد کی پیشگوئی یحییٰ کی تشریف آوری سے (الیاس کی روح و اقتدار میں) پوری ہوئی (لوقا ۱:۱۷)۔ (متی ۱۴-۱۷:۱۱)

اصحاب اہل ذوق اس سلسلے میں مزید مشتاق مطالعہ ہوں اور اپنے شوق تشنہ کام کو آسودۂ تفہیم کرنا چاہیں تو انہیں چاہیئے کہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام احمدیہ بلڈنگس لاہور (پاکستان) سے متعلقہ لٹریچر منگوائیں اور علاوہ بریں دار الکتب اسلامیہ احمدیہ بلڈنگس لاہور سے متعلقہ کتب قیمت سے منگوا کر مطالعہ فرماویں۔ اور اس طرح اگر وہ متوجہ ہوں تو انہیں تمام مسئلہ روز روشن کی طرح واضح ہو جائے گا۔ مزید ایسے اصحاب "مسیح ثانی" کی عالمانہ اردو تصنیفات بھی مطالعہ کر سکتے ہیں۔ بعد مطالعہ کتب پھر انہیں ہمارے بیانات واضح طور پر قابل قبول و یقین ہو جائیں گے۔

نوٹ:- اگر کوئی صاحب اس مضمون کے موافق یا مخالف کچھ لکھ کر کسی اخبار میں شائع کرائیں تو ان سے نیازمندانہ استدعا ہے کہ اس اخبار کی کاپی براہ کرم خاکسار راقم کے پاس مندرجہ ذیل پتہ پر بھجوا دیں۔

نیازمند

(ڈاکٹر) خادم الرحمانی نوری۔ ایم۔ ڈی۔ ایچ)

دواخانہ آب شفا۔ بڑا بازار روڈ شیلانگ

سانحہ ارتحال میری ہمشیرہ سردار بیگم بنت چوہدری خیر الدین صاحب مرحوم کئی ماہ بعارضہ بخار بیمار رہ کر باسی والا ضلع سیالکوٹ میں ۲۱ نومبر ۱۹۵۲ء کو بفضلِ الٰہی وفات پا گئیں انا للہ وانا الیہ راجعون مرحومہ نے اپنے پیچھے چار بچے چھوڑے ہیں احباب دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مرحومہ کو جنت الفردوس میں جگہ دے اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے اور ان چھوٹے چھوٹے بچوں کا آپ حامی و ناصر ہو۔ آمین

خاکسار۔ اللہ رکھا۔ آف گھٹیالیاں

بغداد اور بلادِ اسلامیہ میں تبلیغی سرگرمیاں

سیّد تصدق حسین صاحب قادری کی تبلیغی ڈائری کا ایک ورق

بسلسلہ اشاعت مورخہ ۲۶ رنومبر ۱۹۵۲ء

۵رصفر - ۲۴ راکتوبر بروز جمعہ :-

علامہ الشیخ یوسف بن عیسٰے قناعی کویت کو ذکری مولانا محمد علی دیا - جناب محمد تیر افگن صاحب سلیمانیہ کو "پیغام صلح" ۳۵ اور ٹرو .... احمدیت" مسٹر جان ڈبلیو لنڈسیا دیگر امریکہ کو "مرزا غلام احمد آف قادیان" اور جناب انیس احمد صاحب زبیری سفارت پاکستانیہ طہران کو دعوت عمل اور امروز کا سید الشہد المبر، اور جناب حاجی احمد عبدالغفور صاحب حیدرآباد دکن کو پیغام صلح ۴۳ بھجوایا۔

دکان پر السید عبداللطیف عارف آئے کہا کہ ان کے بھائی ڈاکٹر السید عونی کے ساتھ فلسطین میں ایک نسادی جراح کام کرتے ہیں ان کے پاس جرمنی ترجمۃ القرآن موجود ہے انہیں جرمنی میں کچھ لٹریچر دیا جائے۔ میں نے انہیں جرمنی رسالے جراح نساوی کے لئے دیئے۔ عبدالحکیم کے ساتھ جناب صفدر صاحب کو پیغام صلح ۳۶-۳۷ بھجوایا۔

بعد عصر دیلیان خانہ حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ بھائی اسمٰعیل کو ساتھ لے کر گیا۔ سجادہ نشین غوث الاعظم السید احمد عاصم کے عم زاد بھائی السید عبدالحمید گیلانی کا کل انتقال ہو گیا ہے ان کے لئے فاتحہ خوانی کے جلسہ کا انتظام کیا گیا تھا فاتحہ میں شامل ہوا۔ واپسی پر جناب ڈاکٹر محمد نصر الدین صاحب کے ہاں کچھ دیر باتیں رہیں انہیں رسالہ ھدی للمتقین برائے مطالعہ دیا۔

۶ صفر - ۲۵ - اکتوبر ۱۹۵۲ء بروز سنیچر :-

جناب اپنے کے ملاینکوٹ دتناگری کو رسالہ "کافر" اور استاذ محمد فیاض قاہرہ کو فیکٹ .... احمدیہ مومنٹ، اور عزت مآب السید فتحی رضوان وزیر الدولہ قاہرہ کو ذکری مولانا محمد علی رح بھیجا - اخویم عبدالصمد صاحب برق کا جبانیہ سے خط مرقومہ ۲۲ راکتوبر ملا - عزیزم السید کمال فرزند محمد ساہ رضاں بلوچ جو اس سال ڈاکٹری کا امتحان دے رہے ہیں دکان پر آئے انہیں برائے مطالعہ "مرزا غلام احمد آف قادیان - بے دمیسنڈ میسح اینڈ مہدی" .... آف ریولیشن" "فیکٹ ایباؤٹ احمدیہ مومنٹ" ٹرو ...... احمدیت" اور ایک تازہ نائیجرین اخبار دیا - سیٹھ فدا علی صاحب اسلامک ریویو مجریہ ستمبر لے گئے وکنگ سے چھ کاپیاں اسلامک ریویو اکتوبر کی آئیں ایک کاپی عبداللطیف عارف لے گئے - شام کو جناب برکات احمد صاحب ملحق العمانی مفوضہ ہندیہ اور ان کے نائب مولوی عبدالماجد دیوبندی دکان پر تشریف لائے علمی گفتگو رہی برکات احمد صاحب کو سفرنامہ موسومہ "دنیائے شہزادہ" دیا موصوف نے بتلایا کہ دہلی میں آپ کا ارسال کردہ لٹریچر کئی ایک جگہ دیکھنے میں آیا تھا - مولوی مسعود عالم ندوی کے سفرنامہ میں بھی خاکسار کا ذکر دیکھ چکے ہیں۔

۷ر صفر - ۲۶ راکتوبر اتوار

اخبار الزمان میں شارل مالک وزیر لبنان جو واشنگٹن میں ہیں اس وقت مقیم ہیں کا ایک مقالہ سلسلہ وار شائع ہو رہا ہے آج کی قسط میں اسلام اور مشرق اوسط و مسیحیہ پر ایک مضمون نکلا ہے برائے ملاحظہ سیکرٹری صاحب لاہور کے نام ارسال ہے مسلم سوسائٹی آبادان نائیجیریا اڈیٹر نائیجیریا" کوارٹرلی سیگزن ناگوس کو اسلام دی ریلیجن آف ہیومینٹی - لفٹنٹ السید مدحت حافظ قاہرہ کو سر محمد اقبال سٹیٹمنٹس ری قادیانی مولوی غلام اللہ خاں خطیب راولپنڈی کو اسلام کی حقیقت اور مسلمان کی تعریف بھیجا - عزیزم محمد اقبال شیدائی روما کو ونس ان لیے تیم بھجوایا - اخویم ابراہیم آدم سچوانی بصرہ کو خط بواسطہ شیخ محمد صاحب بھجوایا - انہیں لکھا کہ ووکنگ سے اس دفعہ بجائے بارہ کاپیاں اسلامک ریویو مفت تقسیم کے چھ ہی نسخے آئے ہیں نہ معلوم کیوں اگر آپ کے پاس کچھ نسخے زائد ہوں تو بھجوائیں نیز انہیں لکھا کہ ۲۵ کاپیاں ترجمۃ القرآن انگریزی کے متعلق مرکز کو اپنے پچھلے خط میں یاددہانی کرائی ہے - استاذ صبیح الفاقی محرر جریدہ الزمان دکان پر تشریف لائے انہیں اسلامک ریویو مجریہ اکتوبر دیا اور ایک نسخہ اسمٰعیل بھائی کے ہاتھ استاذ علی محمد سرطاوی صاحب کو بھجوایا - عبدالحکیم صاحب کے ہاتھ جناب ڈاکٹر محمد نصیر الدین صاحب کو پیغام صلح ۳۸ برائے مطالعہ بھجوایا۔

۸ صفر - ۲۷ راکتوبر ۱۹۵۲ء بروز پیر :-

جناب صوفی طیب بھائی کو پیغام صلح ۳۸ دیا - جناب محمد شریف صاحب سیکرٹری حزب المصطفیٰ اکاڑہ کو ذکری مولانا محمد علی رح بھجوایا اور آیت شریفہ لایجرمنکم .... الخ کی طرف توجہ دلاتے ہوئے حضرت اقدس کا یہ شعر بھی لکھا

جانم گداخت از پئے ایمانت اے عزیز
ایں طرفہ تر کہ من بگمان تو کافرم

ڈاکٹر محمد یوسف الدین صاحب ایم اے - ڈاکٹر محمد غوث صاحب ایم اے - مولوی محمد انور خاں صاحب حیدرآباد کو علماء کے فتوے، اور حکیم محمد سلیم صاحب جھونبرا ضلع اڑیسہ کو "اسلام اور آریہ سماج کی پچاس سالہ آویزش کا نتیجہ" اور "کافر" جناب محمد شفیع صاحب تحصیل فتح پور کو دعوت عمل بھجوایا آج بھی زمان کا ایک پرچہ جس میں شارل مالک وزیر لبنانی کا مضمون بعنوان الشرق الادنی والبحث عن الحقیقت الاسلام قوۃ عارمہ یتوقف الکثیر علی تطورۃ شائع ہوا ہے برائے ملاحظہ لاہور بھجوایا - ڈاکٹر محمود الامین صاحب سے معلوم ہوا کہ مسٹر چارلس آف امریکن ایمبیسی لٹریچر سے بہت ہی خوش ہوئے ہیں اسلامک ریویو کا تذکرہ آنے پر اس کے دیکھنے کے خواہشمند ہیں نیز وہ بغداد اور امریکن ایمبیسی کے لئے خریداری منظور کرنے والے ہیں اس لئے ماہ اکتوبر کا پرچہ بدست اسماعیل بھائی انہیں بھجوایا - عبداللہ خان نامی ایک پاکستانی نسل سے الکحو میں، عبدالقادر .... صاحب کے پتہ دینے پر دکان پر آئے - شام کو بذریعہ ٹرین بصرہ جا رہے ہیں - وہاں سے بذریعہ بحری جہاز کراچی جاویں گے - کچھ دیر باتیں رہیں انہیں "چند معروضات" اور دعوت عمل دیا - اور ان کا پتہ لکھ دیا۔

۹ صفر - ۲۸ راکتوبر ۱۹۵۲ء بروز منگل :-

استاذ ابراہیم عبدالستار طرابلس لبنان کو وِٹس ان اسے نیم - استاذ عبدالحمید العبادی القاہرہ کو مرزا غلام احمد آف قادیان استاذ علی منصور مستشار مجلس الدولہ قاہرہ کو سر محمد اقبال سٹیٹمنٹس ری قادیانزم بھیجا۔ محافظ اسکندریہ مصر السید محمد کامل کو ذکری مولانا محمد علی رح بھجوایا۔ قاہرہ سے استاذ محمد عبدالمنعم خفاجی نے اپنی تالیف کتاب بنو خفاجہ کے دو نسخے بھیجے اور استاذ علی محمد صاحب سرطاوی کو ہدیۃً ارسال کئے ہیں۔ استاذ موصوف کو پچھلے ماہ ستمبر میں ذکری مولانا محمد علی ہدیۃً بھجوایا تھا یہ اس کے جواب میں ہدیہ آیا ہے - جزاہم اللہ۔

۹ر صفر ۲۸ راکتوبر منگل بصرہ سے عزیزہ عائشہ بانو بنت ابراہیم آدم سچوانی کا خط ملا کہ جنوبی افریقہ میں ان کی ایک تعلیمی سہیلی جو دینی کتب سے دلچسپی رکھتی ہیں کو بھیجنے کے لئے چند انگریزی اسلامی کتب بھجوائیں جن میں محمدؐ دی پرافٹ ہو۔ آج انہیں اسلام دی ریلیجن آف ہیومینٹی - پرافٹ آف اسلام اور اسلامک لاڈ آف میرج بھجوا رہا ہوں۔ نیز خط کا جواب بھی دیا سعادتمند بچی ہے خدا عمر طویل دے اور خدمت دین کی مزید توفیق عطا فرمائے آمین - استاذ السید عبدالرزاق حسین ملاحظہ مصرف الوطنی دکان پر آئے انہیں اسلامک ریویو مجریہ اکتوبر دیا۔ آج انہوں نے یہ بھی کہا کہ اس قیمتی رسالے کے لئے اپنے حلقۂ احباب میں سے خریدار پیدا کریں - اخویم ابراہیم آدم صاحب سچوانی کی جانب سے ایک خط ملا اور تین عدد اسلامک ریویو بابت ماہ اکتوبر ملے - اخویم عبدالصمد صاحب برق جبانیہ سے بھی خط آیا - بحری ڈاک سے پیغام صلح ۳۸ لایٹ ۳۸-۳۷ روزنامہ زلزلہ .... و قندیل - جنگ والجمعیۃ ورسالہ نمکدان ملے - جنگ مجریہ ۱۲ راکتوبر میں جناب سردار محمد اجمل خاں صاحب لغاری ایم ایل اے بہاولپور کا ایک نوٹ بعنوان دستور اور دیباچے عامہ پڑھا - موصوف کو موجودہ ایجی ٹیشن اور مسلمان کی تعریف بھجوایا۔ استاذ محمد عبدالمنعم خفاجی قاہرہ جن سے کتابیں ہدیۃً ملی ہیں - انہیں کتاب الاسلام دین الانسانیہ بھجوائی۔

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تار کا پتہ: تبلیغ لاہور

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

فون نمبر ۷۳۷۳

لوائے ما پنہ ہر سعید خواہد بود ندائے فتح نمایاں بنام ما باشد

پیغامِ صلح

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا ہفتہ وار ارگن

سالانہ چندہ پاکستان سے :- چھ روپے

سالانہ چندہ ہندوستان سے :- ۱۲-۸ روپے

سالانہ چندہ ممالک غیر سے ۲۳ شلنگ

ایڈیٹر دوست محمد

جلد ۴۰ | لاہور - یوم چہارشنبہ - مؤرخہ ۲۷ ربیع الاول ۱۳۷۲ھ - ۱۷ دسمبر ۱۹۵۲ء | نمبر ۴۸

حضرت مسیح موعود اور آپ کی جماعت کا مذہب

ہم تو رکھتے ہیں مسلمانوں کا دیں
دل سے ہیں خدامِ ختم المرسلین
شرک اور بدعت سے ہم بیزار ہیں
خاکِ راہِ احمدِ مختار ہیں
سارے حکموں پر ہمیں ایمان ہے
جان و دل اس راہ پر قربان ہے
دے چکے دل اب تنِ خاکی رہا
ہے یہی خواہش کہ ہو وہ بھی فدا
تم ہمیں دیتے ہو کافر کا خطاب
کیوں نہیں لوگو تمہیں خوفِ عقاب

جماعت احمدیہ لاہور کی تعلیمی خصوصیات

۱- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا۔
۲- کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۳- قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں نہ آیندہ ہوگی۔
۴- سب صحابہؓ اور آئمہ قابل احترام ہیں سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے۔
۵- اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا۔

امریکہ میں تبلیغی سرگرمیاں

میاں بشیر احمد صاحب منٹو کا مکتوب سان فرانسسکو سے

اخویم المکرم معظم - السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ :-

سولہ اکتوبر کو ایک نوجوان لڑکی عمر اکیس برس مشرف باسلام ہوئیں، وہ بنک آف امریکہ میں کلرک کے طور پر کام کرتی ہیں۔ یہاں سے چودہ پندرہ میل کے فاصلہ پر رہنے کی وجہ سے ہماری ہفتہ وار میٹنگوں میں شامل کم ہوتی تھیں مگر ہمارے لٹریچر کا مطالعہ کرتی رہتی تھیں۔

رابرٹ لبر (عبدالسلام) آج کل ...... Glendale کیلیفورنیا کے ڈاک خانہ میں کام کر رہے ہیں اور وہیں اپنے والدین کے ساتھ رہتے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ ان سے اچھا سلوک نہیں کر رہے اور مذہب پر اکثر ان سے بحث کرتے رہتے ہیں اور غالباً غصہ میں نازیبا باتیں بھی کہہ دیتے ہوں گے۔ لبر صاحب بھی جوان آدمی ہیں اور مقابلے میں یہ بھی بہت کچھ کہہ دیتے ہیں، بہرحال وہ اپنے گھر میں خوش نہیں ہیں۔ ان کی والدہ صاحبہ کا ایک خط مجھے چند روز ہوئے آیا تھا۔ بےچاری پریشان معلوم ہوتی تھیں۔ میں ان کی دماغ کی کیفیت کو خوب سمجھتا ہوں، میں نے انہیں ملائمت سے خط لکھ دیا ہے اور اپنا کچھ لٹریچر بھی بھیجدیا ہے۔ رابرٹ لبر صاحب کل پریشانی کی حالت میں ہمارے ہاں چلے آئے تھے رات کو ہمارے ہاں ہی سوئے اور آج تین بجے واپس گلینڈیل چلے گئے۔ میں نے انہیں والدین سے نرمی کا سلوک کرنے کی ہدایت کی اور مشورہ دیا کہ وہ کوشش کرکے اپنی تبدیلی سان فرانسسکو میں کرا لیں ان کی بڑی خواہش ہے کہ لاہور چلے جائیں اور ہمارے اشاعت اسلام کالج میں تعلیم حاصل کریں مگر میں نے انہیں یہ رائے دی کہ وہ ابھی صبر سے کام لیں اور ہمیں اسلامی کتب کا مطالعہ کریں۔ ہمارے سیکرٹری صاحب بھی دسمبر میں یہاں آ رہے ہیں ان سے بھی اس معاملہ میں مشورہ لے لیں۔ مجھے اس بات سے خوشی ہے کہ انہیں ہماری مجلس پسند آئی اور انہوں نے میرے مشوروں کو قبول کیا۔ انہوں نے وعدہ کیا کہ وہ اپنے والدین سے نرمی سے پیش آئیں گے اور ان کے مذہب کے معاملہ میں سختیوں کو صبر سے برداشت کریں گے۔ وہ یہ بھی کوشش کریں گے کہ ان کو یہاں کے ڈاک خانہ میں ملازمت مل جائے۔

۲۰ اکتوبر کو جناب سلیم خاں قونصل جنرل کی دعوت طعام میں میں اور عادل صاحبہ شریک ہوئے۔ ہمارے علاوہ پادری ٹھاکر داس ڈاکٹر Lucas جو ایف سی کالج لاہور کے پرنسپل تھے۔ ان کی اہلیہ صاحبہ اور جج ڈی شاہ جو سید محسن شاہ آف لاہور کے داماد ہیں اور وہاں کی منڈی میں کام کرتے ہیں بھی شامل تھے۔

چوبیس اکتوبر کو کینیڈا سے مسٹر اور مسز فورڈ ملنے آئے مسٹر فورڈ پہلے بھی کئی بار مجھ سے مل چکے تھے۔ مسز فورڈ سے ملاقات کا شرف حاصل کرنے کی یہ پہلی بار تھی، مسٹر فورڈ کے دریافت کرنے پر میں نے مولانا محمد علی صاحب رضی اللہ عنہ کے ترجمہ کی تعریف کی اور یہ خوبصورت کتاب ان کے ملاحظہ کے لئے پیش کی انہوں نے فیصلہ کیا کہ وہ ہمارے ترجمہ کا مطالعہ کریں گے۔

میل صاحب کا ترجمہ بھی اپنے ہمراہ لائے تھے اس کے متعلق بھی انہوں نے میری رائے دریافت کی، میں نے کہا ترجمہ کرنے میں اس کی نیت نیک نہ تھی اور اس کا اظہار اس نے کتاب کا تعارف کرانے وقت کر دیا ہے۔ چنانچہ میں نے وہ عبارتیں بھی ان کو دکھائیں جس میں اس نے اسلام سے اپنی نفرت کا اظہار کیا ہوا تھا۔ ان کو پڑھ کر انہوں نے کہا کہ میں یہ کتاب اپنے پاس رکھنا پسند نہیں کرتا، آپ چاہیں تو اسے اپنے پاس رکھیں اور چاہیں تو جلا دیں، میں نے یہی مناسب سمجھا کہ اسے اپنے پاس رکھ لوں تاکہ لاخود پڑھنے والوں کو بھی اس کی نیت سے اطلاع دے دی جائے۔

امریکن اکاڈمی میں باقاعدہ لیکچر ہوتے ہیں۔ ہمارے ہفتہ واری جلسے بھی باقاعدگی سے ہوتے ہیں۔

خاکسار

بشیر احمد منٹو

جلسہ سالانہ میں شامل ہونیوالوں کے لئے حضرت مسیح موعودؑ کی دعائیں

"ہر ایک صاحب جو اس للّٰہی جلسہ کے لئے سفر اختیار کریں خدا تعالیٰ ان کے ساتھ ہو اور ان کو اجر عظیم بخشے اور ان پر رحم کرے اور ان کی مشکلات اور اضطراب کے حالات ان پر آسان کر دیوے اور ان کے ہم و غم دور فرمائے اور ان کو ہر ایک تکلیف سے مخلصی عنایت کرے اور ان کی مرادات کی راہیں کھول دیوے اور روز آخرت اپنے بندوں کے ساتھ اٹھاوے جن پر اس کا فضل و رحم ہے اور تا اختتام سفر ان کے بعد ان کا خلیفہ ہو۔ اے خدا اے ذوالمجد والعطا اور رحیم اور مشکلکشا یہ تمام دعائیں قبول کر اور ہمیں ہمارے مخالفوں پر روشن نشانوں کے ساتھ غلبہ عطا فرما کہ ہر ایک قوت اور طاقت تجھ ہی کو ہے۔ آمین ثم آمین۔"

وقت کی چار ضرورتیں

۱- دسمبر کا آخری ہفتہ کرسمس کے دن معرکہ حق و باطل کے دن ہیں۔
۲- ہر احمدی فرد کا فرض ہے کہ وہ اپنے سب کے دن خدا کے لئے وقف کرے۔
۳- موت کا وقت مقرر نہیں ہو سکتا ہے کسی کے لئے یہ نیکی کرنے کی آخری مہلت ہو۔
۴- سال کے ۳۶۱ دن اپنے کام کاج ۴ دن جہاد فی سبیل اللہ۔

(حبل الحق)

دعوت الی الحق

جماعت احمدیہ لاہور کی تعلیمی خصوصیات

مبلغ صادق علی صاحب گوجرانوالہ

(۲)

ہماری بعض تعلیمی خصوصیات ہیں۔ جو ایمان کو زندگی بخشنے اسے زندہ رکھنے اور غلبۂ اسلام کے لئے ضروری ہیں۔ ہم انہیں اور مسلمانوں کے مروجہ عقائد کو ایک مکالمہ کی صورت میں نیچے لکھتے ہیں:۔

تعلیمی خصوصیت نمبر ۱

سلسلہ وحی والہام

غیر از جماعت مسلمان :۔ وحی اور الہام کا دروازہ بند ہے کیونکہ نبوت ختم ہو چکی ہے۔

احمدی :۔ ہمارے مسلمان بھائیوں کو یہ غلطی اس وجہ سے لگی ہے کہ انہوں نے وحی کو محض نبوت سے مخصوص سمجھ رکھا ہے حالانکہ انسان کو روحانیت کے کمال تک پہنچانے کے لئے وحی الٰہی کی ہمیشہ ضرورت رہتی ہے۔ جس طرح آسمانی بارش سے مردہ زمین زندہ ہوتی ہے۔ بالکل اسی طرح وحی الٰہی سے مردہ قلوب زندہ ہوتے ہیں اگر بارش کی ضرورت کبھی ختم نہیں ہو سکتی تو وحی الٰہی کی ضرورت بھی کبھی ختم نہیں ہو سکتی۔ ہاں انبیائے کرام پر جو کلام الٰہی بذریعہ جبرئیل امین نازل ہوتا ہے۔ وہ ہدایت کے نام سے موسوم ہوتا ہے باقی ہر دو اقسام وحی انبیا اور غیر انبیاء میں مشترک ہیں۔ اور حق الامر یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ غیر انبیاء سے کلام نہ فرمائے۔ تو اول اس کی صفت تکلم میں تعطل لازم آتا ہے۔ اور دوسرے اگر غیر انبیاء سے کلام الٰہی نہ ہو۔ تو انبیاء کی وحی کی بھی کیا سند رہ جاتی ہے تیسرے غیر انبیاء سے مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ جہاں وہ انہیں روحانیت کے کمال تک پہنچاتا ہے وہاں اس سے تعلق رکھنے والوں کے لئے وہ روحانی بارش کا کام دیتا ہے۔ کیونکہ ہر کس و ناکس تو اس امر کا اہل نہیں ہوتا کہ اللہ تعالیٰ اس سے کلام فرمائے۔ اسی لئے فرمایا کونوا مع الصادقین۔

مکالمہ مخاطبہ غیر نبیوں سے

مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ وہ نعمت عظمیٰ ہے۔ کہ اس سے بڑھ کر اور کوئی نعمت متصور نہیں۔ اور جو اقوام اس انعام الٰہی سے محروم ہو چکی ہیں، ان سے زیادہ مقہور اور مردود بھی کوئی نہیں۔ امت محمدیہ تو خیر الامم ہے اس کے لاکھوں انسانوں نے اس نعمت سے حصہ وافر پایا۔ اور ہم تحدیث نعمت کے طور پر یہ ظاہر کر دینا چاہتے ہیں کہ ہماری جماعت میں اب بھی ایسے لوگ موجود ہیں۔ جو اس انعام الٰہی سے متمتع ہو رہے ہیں۔ اور یہ کیوں نہ ہوتا جبکہ پہلی امتوں میں بھی اللہ تعالیٰ غیر انبیاء سے کلام فرماتا رہا۔ چنانچہ قرآن کریم میں ہے۔ واوحینا الی ام موسیٰ۔ ہم نے موسیٰ کی ماں کی طرف وحی کی۔ اذ اوحیت الی الحواریین۔ جب ہم نے حضرت عیسیٰ کے حواریوں کی طرف وحی کی۔ اسی طرح امت محمدیہ کے لئے وعدے ہیں۔ ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا تتنزل علیھم الملٰئکۃ الا تخافوا ولا تحزنوا۔ جو لوگ کہتے ہیں اللہ ہمارا رب ہے۔ اور وہ استقامت اختیار کرتے ہیں۔ ان پر فرشتے نازل ہوتے ہیں کہ تم ڈرو نہیں اور غمگین نہ ہو لھم البشریٰ فی الحیٰوۃ الدنیا۔ ان کو دنیا کی زندگی میں بشارتیں ملتی رہتی ہیں، اور حدیث صحیح میں ہے لم یبق من النبوۃ الا المبشرات۔ نبوت میں سے کچھ باقی نہیں رہا مگر مبشرات اور ایک اور حدیث میں ہے:۔ رجال یکلمون من غیر ان یکونوا انبیاء۔ یعنی ایسے لوگ جو مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ سے مشرف ہوتے ہیں، مگر وہ نبی نہیں ہوتے۔ اسی مضمون کی اور بھی بے شمار احادیث ہیں۔ جن کو ہم بخوف طوالت چھوڑ دیتے ہیں۔

مکالمہ الٰہیہ زندہ مذہب کی شرط ہے

ہمارے سلسلہ کی بنیاد ہی مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ پر ہے۔ کیونکہ زندہ مذہب کی شرط ہی یہ ہے۔ کہ اس کے متبعین کا اللہ تعالیٰ سے تعلق ہو۔ اور اس تعلق کی علامت یہ ہے کہ ان لوگوں کو مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ کا شرف حاصل ہو۔ دیگر مذاہب کے باطل اور مردہ ہونے کی یہ سب سے بڑی دلیل ہے کہ انکے پیرو اللہ تعالیٰ سے مکالمہ کے شرف سے محروم ہیں۔ یہی حال ہمارے بدقسمت مسلمان بھائیوں کا ہے۔ وہ مسلمان ہونے کا دعویٰ تو ضرور کرتے ہیں۔ اور ہم بھی انہیں مسلمان سمجھتے اور کہتے ہیں۔ لیکن وہ روح اسلام سے بے خبر محض ہیں۔ ہمارے کہنے سے وہ ناراض ہوتے ہیں۔ لیکن آپس میں وہ یہی کہتے ہیں کہ اب اسلام کا صرف نام ہی رہ گیا ہے۔ یہی وہ بات ہے جو تیرہ سو سال پہلے مخبر صادق علیہ التحیۃ والسلام نے فرمائی تھی۔ سیاتی علی الناس زمان ما یبقیٰ من القرآن الا رسمہ ولا من الاسلام الا اسمہ یتسمون بہ وھم ابعد الناس منہ لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آنے والا ہے کہ ان میں قرآن کے صرف الفاظ باقی رہ جائیں گے۔ اور اسلام صرف نام کا ہی رہ جائے گا۔ وہ اپنا نام مسلمان رکھیں گے۔ لیکن انہیں اسلام سے دور کا بھی تعلق نہیں ہوگا۔

چودھویں صدی کے علماء

اس عظیم الشان پیشگوئی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کی اس زبوں حالی کا واحد ذمہ دار ان کے علماء کو گردانا ہے۔ مساجدھم عامرۃ وھی خراب من الھدیٰ فقھاء ذالک الزمان شر فقھاء تحت ظل السماء ان کی مسجدیں آباد ہوں گی لیکن ہدایت سے خالی ہونگی۔ اس زمانہ کے علماء و فقہاء آسمان کے نیچے بدترین فقہا ہوں گے۔ منھم تخرج الفتنۃ والیھم تعود۔ انہی سے فتنہ پیدا ہو اور ان کی طرف لوٹ جائے گا۔ اس پیشگوئی کی زیادہ وضاحت کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ ہر مسلمان کو مسلم ہے کہ یہ اسی چودھویں صدی کے متعلق ہے۔ علماء و فقہاء معرفت الٰہی سے بے بہرہ ہیں۔ اور انہوں نے عامۃ الناس کو ایسے خدا کا تصور دیا ہے گویا کہ وہ ایک دنیوی حاکم ہے۔ جس کا کام لوگوں کے لئے چند قوانین نافذ کرنا ہے یعنی، پر لوگوں کا عمل کرنا ضروری نہیں۔ بلکہ وہ ان قوانین کو رٹتے ہیں۔ اور چند ایک عبادات ہیں جن کو وہ بغیر سوچے سمجھے، مشین کے طور پر ادا کرتے ہیں۔ اس سے زیادہ انہیں خدا اور انسان میں کوئی تعلق نظر نہیں آیا۔ اور اللہ تعالیٰ کی صفات سے عدم معرفت کی وجہ سے ان میں یہ تمام ضعف اور گمراہی پیدا ہوئی ہے۔ اگر وہ اللہ تعالیٰ کی صفات ربوبیت رحمانیت، رحیمیت اور مالکیت پر تدبر کرتے اور انہیں اس امر کا ادراک ہوتا کہ فطرت انسانی میں سب سے غالب جذبہ محبت کا ودیعت کیا گیا ہے۔ تو انہیں انسانی زندگی کے مقصد کی غرض و غایت اور وحی الٰہی کے سلسلہ کو سمجھنے میں کوئی مشکل نہ رہتی۔

انسان کا حق اللہ تعالیٰ سے

غیر نبیوں سے مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ کو ثابت کرنے کے لئے قرآن کریم اور احادیث سے جو دلائل میں نے دیئے ہیں وہ ان لوگوں کے لئے جو قرآن و حدیث پر ایمان رکھتے ہیں کافی ہیں۔ امت محمدیہ میں لاکھوں انسانوں نے اس نعمت عظمیٰ سے حصہ پایا ہے اور ان کے تجارب اس امر کی صداقت پر گواہ ہیں لیکن ۔۔۔ وحی والہام کی کیفیت کو سمجھنے کے لئے انسان اور اللہ تعالیٰ کے درمیان جو تعلق ہے۔ اسے مختصر الفاظ میں بیان کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔ شاید وہ کسی سعید روح کے لئے مفید ہو۔

جیسا کہ میں عرض کر چکا ہوں انسان کا تعلق اپنے رب سے دنیوی بادشاہ اور رعایا کا نہیں بلکہ اپنے رب کے ساتھ عبودیت کا تعلق ہے۔ یعنی عبد جو کچھ کرتا ہے۔ وہ اس کا خود مالک نہیں ہوتا۔ بلکہ اس کا مالک اس کا آقا ہوتا ہے عبد کا کام یہ ہے کہ وہ اپنے آقا کی اطاعت میں اپنے جسم و روح دونوں کو لگا دے۔ یہ کام بڑا مشکل ہے۔ جیسا کہ جناب باری تعالیٰ فرماتے یا ایھا الانسان انک کادح الی ربک کدحا فملٰقیہ۔ اے انسان تو اپنے رب کی طرف سخت کوشش کر کے پہنچنے والا پھر اسے ملنے والا ہے۔ جس قدر بلند مقصد ہوتا ہے اس کے حصول کے لئے اتنی ہی زبردست جدوجہد کی ضرورت ہوتی ہے۔ حق عبودیت ادا کرنے کے لئے انسان کا فریضہ یہ ہوتا ہے یعنی اپنے اندرونی فاسد مادوں کو دباتا اور اپنی ہوا و ہوس اور ہر قسم کے ناپاک جذبات پر موت وارد کر دیتا ہے۔ یہاں نفس کا کام ختم ہو جاتا ہے۔ وہ عبودیت کا حق ادا کر چکتا ہے جسے قرآن حکیم دو لفظوں میں بیان کرتا ہے۔ ایاک نعبد وایاک نستعین

اس سے آگے ترقی اس کے اپنے بس کی بات نہیں۔ اس لئے اس کی روح انتہائی تذلل سے آستانۂ الٰہی پر گرتی اور بیقرار ہو کر فریاد کرتی ہے۔ ایاک نستعین۔ تو اس کا رب جو رحمان رحیم اور اس کا مالک ہے۔ اپنے عبد کی روح کے ساتھ جو تمام کثافتوں سے پاک ہو چکی ہوتی ہے۔ ذکر کا تعلق قائم

(باقی پھر)

پیغام صلح
جلد ۴۰ | یوم چہار شنبہ ۔ مورخہ ۲۷ ربیع الاول ۱۳۷۲ھ | نمبر ۴۸

ہمارا جلسہ سالانہ

قومی اجتماعات اور سالانہ جلسے دنیا میں ہر قوم اور مجلس کی طرف سے منعقد ہوتے رہتے ہیں لیکن شاید ہی کوئی ایسا اجتماع ہو جس کے پیش نظر اس قدر بلند اغراض ہوں، جیسی ہمارے سالانہ جلسہ کی غرض ہے۔ اللہ کا نام دنیا میں بلند کرنا۔ دنیا کو اس امن اور اتحاد کا پیغام دینا جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لے کر آئے، اور جس کے ذریعہ سے دنیا ان مصائب اور تکالیف، اس بدامنی اور پریشانی سے نکل کر جو اس وقت اسے چاروں طرف سے گھیرے ہوئے ہے، اس دشمنی اور عناد اور تباغض و تحاسد اور باہمی نفرت و حقارت کو چھوڑ کر جو ملکوں اور قوموں کی تباہی و بربادی کا موجب ہو رہی ہے، اخوت و مساوات اور عالمگیر برادری کا رنگ اختیار کر سکتی ہے۔

یہ وہ غرض ہے جو اس زمانہ میں خدا کے مامور اور مجدد زمانہ نے ہمارے سامنے رکھی اور غور کر کے دیکھ لو، کہ یہی ایک چیز ہے جس کو حاصل کئے بغیر دنیا میں نہ امن قائم ہو سکتا ہے اور نہ موجودہ مصائب اور پریشانیاں جو دن بدن بڑھتی چلی جا رہی ہیں، کسی طرح ختم ہو سکتی ہیں، اس وقت انسان انسانوں کو کھانے کے لئے دوڑ رہا ہے، قومیں قوموں کو ہڑپ کرنے کے لئے تیار ہیں، اور ایک دوسرے پر چڑھائی کرنے ایک دوسرے کو اپنے زیر نگیں لانے کی تدابیر سوچ رہی ہیں، ان کی اصلاح کا صرف ایک ہی ذریعہ ہے کہ دنیا کا تعلق خدا سے جوڑا جائے اور اس حقیقت کو ان کے ذہن نشین کرایا جائے کہ تمام قومیں ایک ہی خدا کی مخلوق ہیں، اور رنگ و نسل اور ملک و وطن کے افتراق کے باوجود مساوی حقوق کی مالک اور آزاد زندگی بسر کرنے کا یکساں حق رکھتی ہیں۔ یہ نظریہ صرف اسلام نے پیدا کیا ہے اور صرف نظریہ ہی نہیں لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھنے والوں میں اخوت و مساوات پیدا کر کے قومی و نسلی اور لونی امتیازات کے باوجود قوموں اور ملکوں میں محبت و اتحاد قائم کر کے یہ ثابت کر دیا ہے کہ دنیا میں امن و اتحاد پیدا کرنے کا یہی ایک ذریعہ ہے۔

کہا جاتا ہے کہ مجلس اقوام متحدہ کے قیام کی بھی یہی غرض ہے کہ دنیا میں امن و اتحاد قائم کیا جائے قوموں کی قوموں پر چڑھائی کو روکا جائے اور جنگوں کا سلسلہ دنیا سے موقوف کیا جائے لیکن دیکھ لیجئے اس کی مساعی کس حد تک کامیاب ہوئیں، چین پر کمیونسٹوں کی چڑھائی، فلسطین میں یہودیوں اور عربوں کے تصادم، جنوب مغربی افریقہ پر جنوبی افریقہ کے تسلط اور کشمیر اور حیدر آباد پر ہندوستان کی چیرہ دستی اور ظلم و ستم کو اس نے کہاں تک روکا؟ یہ وہ سوال ہے جس کا جواب نفی کے سوائے اور کوئی نہیں اور اس کی وجہ سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہ اس مجلس کے اراکین میں زیادہ تر وہی لوگ شامل ہیں جو رنگ و نسل کے امتیازات کے حامی اور خدائے واحد کی مخلوق پر دست تطاول دراز کرنے کے مشتاق ہیں اسلام نے ایک خدا کو منوا کر تمام مخلوق کے اندر اخوت و مساوات قائم کر دی اور آج دنیا اگر امن کا منہ دیکھ سکتی ہے تو اسی ایک ذریعہ سے کہ اس واحد خدا کے آستانہ پر جھک کر اور محمد رسول اللہ صلعم کی غلامی میں آکر مساوات، محبت و اتحاد کا سبق حاصل کیا جائے، یہ وہ سبق ہے جو عملی رنگ میں دنیا دیکھ چکی ہے اور آج بھی دیکھ رہی ہے، آج بھی قوموں اور نسلوں ملکوں اور وطنوں کے اختلاف کے باوجود لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھنے والے ایک ہیں اور باہمی رشتہ اخوت میں منسلک ہونے کی وجہ سے ممالک اسلامیہ کی ایک متحدہ فیڈریشن قائم کرنے کی تجاویز کر رہے ہیں۔

حضرت مجدد وقت نے اسی پیغام اخوت کو دنیا میں لے جانے اسی محبت و اتحاد کے پیغام کو اکناف عالم میں پہنچانے کے لئے ہمیں کھڑا کیا ہے اور ہمیں بتایا ہے کہ اسلام کے غلبہ کے سوائے کوئی راہ دنیا کے امن و اتحاد کی نہیں، اس غلبہ کا وقت اب قریب ہے۔ لیکن اس کو قریب تر لانے کے لئے ہماری کوششوں اور جدوجہد کی ضرورت ہے ہمارا جلسہ سالانہ انہی کوششوں کے ذرائع سوچنے اسلام کو دنیا میں پہنچانے کے رستے تلاش کرنے اور اس کے لئے سامان مہیا کرنے کے لئے منعقد ہو رہا ہے یہ وہ بلند ترین غرض ہے جو دنیا کی اور مجالس اور اجتماعات میں نظر نہیں آتی اس لئے آئیے اور اس جلسہ میں شامل ہو کر اسلام کو دنیا پر غالب کرنے، امن و اتحاد دنیا میں قائم کرنے کی تدابیر کیجئے، خود آئیے اور دوسروں کو ساتھ لائیے کہ اسی میں آپ کی اور تمام دنیا کی خوشحالی مضمر ہے۔

ایک اور بلند ترین غرض جو ہمارے سالانہ جلسہ میں پیش نظر ہوتی ہے اور جو دنیا کے کسی اور اجتماع میں پائی نہیں جاتی، وہ ہم سب کا مل کر دعائیں کرنا ہے، حضرت مجدد وقت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے شاندار کارناموں اور خدمات اسلام میں سے یہ ایک بہت بڑی خدمت ہے کہ اس دہریت و الحاد کے زمانہ میں جب اور تو اور خود مسلمان بھی بہت حد تک دعا کے قائل نہ رہے تھے اور ان کا ایمان اس بات سے اٹھ چکا تھا کہ اللہ تعالیٰ اپنے مصیبت زدہ بندوں کی دعاؤں اور فریادوں کو سنتا اور قبول فرماتا ہے آپ نے دعا پر ایمان پیدا کیا اور اسے ہر بڑے سے بڑے کام کے لئے سب سے زبردست ہتھیار قرار دیا اور اس بات پر ایک محکم ایمان پیدا کر دیا کہ دعا ایک ایسا ذریعہ ہے جس سے ہر مشکل ترین کام آسان ہو جاتا اور ہر امر جو بظاہر ناممکن نظر آتا ہو خدا تعالیٰ کے آگے گرنے اور عاجزانہ الحاح کرنے سے ممکن بن جاتا ہے اور ایسی تدابیر اور اسباب پیدا ہو جاتے ہیں جن سے وہ خود بخود حل ہو جاتا ہے۔

اسباب اور دعا دو چیزیں ہیں جو اس دنیا میں کام کر رہی ہیں۔ لیکن اس زمانہ میں لوگوں کی نظریں عام طور پر محض مادی اسباب پر ہی لگی ہوئی ہیں اور وہ سمجھتے ہیں کہ اس مادی دنیا کے آگے کوئی چیز نہیں، یہاں تک کہ ہمارے ہی زمانہ میں مسلمانوں کے بعض بڑے بڑے لیڈروں نے بھی انہی مادی اسباب پر زور دیتے ہوئے دعا کو ایک فضول اور لغو چیز قرار دیا، اور اس بات کا کھلے طور پر اعلان کر دیا کہ اللہ تعالیٰ کے پیدا کئے ہوئے اسباب اور تدابیر ہی ہیں جن سے دنیا کے کام چلتے اور چل سکتے ہیں۔ دعا ان اسباب و تدابیر سے بڑھ کر کام نہیں دے سکتی حضرت مجدد وقت نے نہایت زوردار الفاظ میں اس بات کی تردید کی اور بتایا کہ دعا ایک ایسا زبردست ہتھیار ہے جو نہ صرف اسباب و تدابیر کو موثر اور کامیاب بناتا ہے بلکہ جہاں کوئی ذریعہ اور کوئی تدبیر کارگر نہ ہو، وہاں محض دعا ہی معجزانہ طور پر کام کرتی اور ظاہر اسباب و تدابیر سے بڑھ کر اثر دکھاتی ہے۔ آپ نے اس حقیقت کو ان نشانات سے واضح کیا جو آپ کی دعاؤں سے اللہ تعالیٰ نے دکھائے کبھی مایوس اور لاعلاج بیمار جن کو ڈاکٹر اور حکیم جواب دے چکے تھے آپ کی دعا سے اچھے ہو گئے، کئی ناممکن کام جن کے لئے ظاہری تدابیر و اسباب ختم ہو چکے تھے آپ کی توجہ الی اللہ سے اس طرح بن گئے کہ دنیا حیران اور انگشت بدنداں رہ گئی، آپ نے بارہا منکرین دعا کو اس بات کی دعوت دی کہ وہ آئیں اور آپ کے پاس کچھ عرصہ رہ کر آپ کی دعاؤں کے اعجازی اثرات کو اپنی آنکھوں سے دیکھیں۔ بارہا آپ نے حضرت نبی کریم صلعم کی ان پُرسوز دعاؤں کی طرف توجہ دلائی جنہوں نے عرب جیسے ملک میں بیس سال کی قلیل ترین مدت میں وہ عظیم الشان انقلاب پیدا کر دیا جو بڑی بڑی سلطنتیں اور بڑی بڑی جماعتیں مدتہائے دراز کی کوششوں سے پیدا نہ کر سکیں۔

یہ وہ چیز تھی یہ وہ امام وقت کا اعجازی کارنامہ تھا جس نے آپ کے پاس بیٹھنے والوں کے دلوں میں ایک مضبوط اور محکم ایمان پیدا کر دیا اور وہ دعا کو تمام تدابیر اور اسباب سے بڑھ کر اپنا ہتھیار سمجھنے لگ گئے یہ خدا کا فضل اور احسان ہے کہ اس جماعت میں ایسے لوگ بکثرت موجود ہیں جو ہر کام میں خدا تعالیٰ سے مدد مانگنا اور اس کے آستانہ پر سر نیاز رکھ کر اپنی اور دوسروں کی حاجات اور مرادوں کے لئے اسی سے التجا کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔ اس وقت امام وقت اور آپ کی جماعت کے خلاف ایک طوفان برپا ہے اور زور لگایا جا رہا ہے کہ اس خادم اسلام جماعت کو غیر مسلم اقلیت قرار دیکر مرتدین میں شامل کر دیا جائے اور واجب القتل ٹھہرایا جائے، مولویوں نے مل کر اس جماعت کے خلاف غزوہ احزاب کا نقشہ پیدا کر دیا ہے اور امام وقت کو اور اس کی جماعت کو طرح طرح کے افتراؤں سے بدنام کیا جا رہا ہے جس کے مقابلہ کے لئے جہاں قلمی جہاد کی ضرورت ہے جو بفضلہ تعالیٰ ہماری طرف سے جاری ہے، وہاں دعاؤں کی بھی ضرورت ہے، انفرادی طور پر یقیناً تمام دوست اپنی اپنی جگہ دعاؤں میں لگے ہوئے ہیں اور یقیناً انہی کی دعاؤں کا اثر ہے کہ مخالفت کے بادل پھٹ رہے ہیں اور سنجیدہ اور فہمیدہ طبقہ کی طرف سے حق کی آوازیں بلند ہونے لگی ہیں لیکن اجتماعی دعائیں بہت بڑا اثر رکھتی ہیں آئیے اور اس سالانہ اجتماع میں اپنی ان دعاؤں کو بھی ایک اجتماعی رنگ دیں کہ جماعت کی دعائیں سب سے بڑھ کر مقبول ہوتی ہیں، یہ کوئی نئی چیز نہیں، ہر سال یہ نظارہ دنیا دیکھتی ہے کہ لاہور کے ایک حصہ میں جہاں امام وقت کی روح نے خدائے لایزال سے وصال حاصل کیا، چند فانی فی اللہ لوگ جمع ہوتے اور اسلام کی سربلندی اور محمد رسول اللہ صلعم کی عظمت اور قرآن کی مقبولیت کے لئے جہاں مختلف قسم کی تدابیر سے کام لیتے اور مال و زر نچھاور کرتے ہیں وہاں اللہ تعالیٰ کے آگے سربسجود ہو کر دلی الحاح کے ساتھ دعائیں کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس پاک دین اور اپنے پاک کلام کو دنیا میں غالب اور مقبول بنائے کہ اسی سے دنیا کی نجات اور امن وابستہ ہے، آئیے پھر ایک دفعہ اکٹھے ہو کر اس ایمان کو تازہ کریں جو امام وقت نے دعا پر پیدا کیا اور اسلام کی کامیابی اور مسلمانوں کی بہتری اور خوشحالی کے لئے مل کر دعائیں کریں کہ صرف یہی ایک رستہ ہے جس سے ہر قسم کی دینی و دنیوی کامیابی اور فلاح حاصل ہو سکتی ہے۔

نامۂ ووکنگ

شیخ محمد طفیل صاحب

پارک شائر میں لیکچر

مجھے انگلستان آئے ہوئے ایک سال ہو گیا ہے۔ اس عرصہ میں لیکچروں اور تبلیغی سرگرمیوں کے سلسلہ میں تقریباً ۲۵ ہزار میل کا سفر کیا ہوگا۔ میلاد النبی صلعم کے سلسلہ میں ۳۰ر نومبر کو بریڈ فورڈ (یارک شائر) میں جمعیت المسلمین کے زیر اہتمام ایک اجلاس تھا۔ بریڈ فورڈ ووکنگ سے قریباً (۲۵۰) ڈھائی سو میل شمال کی طرف واقع ہے۔ جب میں اتوار کی صبح کو اس سفر پر روانہ ہوا تو چاروں طرف برف ہی برف تھی۔ گاڑی کو گرم رکھنے کا انتظام تو تھا لیکن اس کے باوجود سردی محسوس ہوتی تھی۔ لندن سے پونے دس بجے روانہ ہو کر گاڑی تین بجے شام بریڈ فورڈ پہنچی۔ اور چار بجے ہم لوگ لیکچر ہال میں تھے۔ جلسہ میں شمولیت کے لئے بریڈ فورڈ کے لارڈ میئر اور ان کی بیگم صاحبہ بھی آئی ہوئی تھیں۔ نیز مسٹر جارج کریڈوک ممبر پارلیمنٹ، مسٹر ایل گارڈنر کونسلر بریڈ فورڈ اور مسٹر نیاز احمد مسلم ویلفیئر آفیسر لورپول اس جلسہ میں تقریر کے لئے موجود تھے۔ نعت خوانی اور تلاوت قرآن مجید کے بعد مجھے تقریر کے لئے کہا گیا۔ میں نے آدھ گھنٹہ تک رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مبارک بیان کی اس کے بعد حاضرین کو سوال و جواب کے لئے کہا گیا۔ لیکن سوال و جواب سے پیشتر دوسرے مقررین کو بھی اپنے خیالات کے اظہار کا موقعہ دیا گیا۔ مسٹر جارج کریڈوک ممبر پارلیمنٹ نے اپنی تقریر میں کارلائل کے حوالہ سے رسول کریم صلعم کی بہت تعریف کی مسٹر نیاز احمد نے اسلام کے متعلق جو عام غلط فہمیاں لوگوں میں پائی جاتی ہیں۔ ان کو دور کیا۔ لارڈ میئر نے اپنے خطاب میں جلسہ میں شرکت پر مسرت کا اظہار کیا۔

ایک خاتون کا قبول اسلام

جب تقاریر کا سلسلہ ختم ہوا۔ تو ایک صاحب نے ایک انگریز خاتون کے قبول اسلام کرنے کی خواہش کا اظہار کیا۔ میں نے اس خاتون کو سٹیج پر بلا کر اسلام کے متعلق مختصر سی تقریر کی اور اسے کلمۂ شہادت پڑھنے کے لئے کہا۔ حاضرین نے بڑے زور سے تالیاں بجا کر مسرت کا اظہار کیا۔ جو صاحب اس خاتون کو اپنے ساتھ لائے تھے۔ وہ فوراً بعد چپکے سے آ کر مجھے کہنے لگے اب شرع شریعت کے مطابق میرا اس سے نکاح بھی پڑھ دیجئے۔" میں نے انہیں سمجھایا کہ "نکاح کے لئے سوچنا رجسٹرار سول میرج کا یہاں موجود ہونا ضروری ہے"۔ اس کے بغیر یہ تقریب انجام نہیں پا سکتی۔"

اب صاحب صدر نے سوال و جواب کے لئے حاضرین کو موقع دیا۔ ایک بہائی خاتون نے ختم نبوت اور اسلام کی ہمہ گیر تعلیم کا ثبوت طلب کیا۔ میں نے پہلے تو اس سوال کا تحقیقی جواب دیا۔ لیکن وہ اس سے مطمئن نہ ہوئیں اور انہوں نے دو تین سوال اور دریافت کئے۔ مجبوراً مجھے باب اور بہاء اللہ کی کتب البیان اور الاقدس کا ذکر کرنا پڑا۔ جو قرآن کو منسوخ کرنے کی مدعی ہیں۔ لیکن ان کے مستند نسخوں کا دستیاب ہونا مشکل ہے۔ اس زمانہ میں جبکہ نشر و اشاعت کی سب سہولتیں میسر ہیں۔ اور ان کتب کی اشاعت کا یہ عالم ہے۔ تو کیسے ہم انہیں قرآن مجید کے مقابل پر رکھ کر پرکھ سکتے ہیں؟ کیونکہ جو طبع شدہ نسخے موجود ہیں ان کو بہائی مستند نہیں سمجھتے۔ میں نے یہ بھی کہا کہ حاضرین میں سے بہت کم لوگ اس مسئلہ سے دلچسپی رکھتے ہوں گے۔ اس لئے میں بہت زیادہ وقت صرف نہیں کرنا چاہتا اگر وہ خاتون مجھ سے علیحدہ مل کر اس مسئلہ پر گفتگو کرنا چاہتی ہیں تو میں حاضر ہوں۔ اس خاتون نے نہ کوئی مزید اعتراض کیا اور نہ خاتمۂ اجلاس پر مزید گفتگو کی۔

سینٹ جونز میں تقریر

بریڈ فورڈ سے واپس آنے کے بعد میں اسلامک ریویو کی ترتیب و تدوین میں مصروف رہا۔ کیونکہ مولانا عبدالمجید صاحب ایم اے ایڈیٹر اسلامک ریویو کچھ عرصہ سے بیمار ہیں۔ اس لئے اسلامک ریویو کا کام بھی آجکل مجھے ہی کرنا پڑتا ہے۔ تین دسمبر کی شام کو ووکنگ کے قریب سینٹ جونز میموریل ہال میں ایک مختصر سی کانفرنس تھی۔ جس میں ذیل کے تین سوالات زیر بحث لائے گئے:۔

۱۔ کیا انسان مذہبی جانور ہے؟

۲۔ کیا اس کے مذہب کی ہیئت انتہائی ضروری ہے؟

۳۔ کیا مذہب میں بہت سی ناقابل یقین کہانیاں ہیں؟

دو نمایندے عیسائی فرقوں کی طرف سے آئے تھے۔ مجھے اسلام کی طرف سے ان سوالات پر تقریر کرنا تھی اور ایک خاتون لامذہبیت کی ترجمان تھیں۔ ہر مقرر کو دس دس منٹ وقت دیا گیا۔ میں نے دوسرے نمبر پر تقریر کی۔ قرآن مجید اور احادیث نبوی صلعم کی روشنی میں ان سوالات پر روشنی ڈالی۔ لامذہبیت کی ترجمان خاتون نے آخیر پر اپنی تقریر میں اپنے شبہات کا اظہار کیا۔ اس کے بعد حاضرین کو بھی بحث میں شرکت کا موقع دیا گیا۔ اور انہوں نے مقررین حضرات سے مختلف سوالات دریافت کئے۔ سوالات اس قسم کے تھے:۔

کیا مذہب عوام کے لئے افیون نہیں ہے؟

کیا مذہب کا اثر زیادہ تر پسماندہ سوسائٹی پر ہوتا ہے؟

اس زمانہ میں مذہب کی طرف رغبت کی کمی کے وجوہات کیا ہیں؟ وغیرہ وغیرہ۔

کانفرنس کا یہ حصہ خاصہ دلچسپ رہا۔ دس بجے رات تک اجلاس جاری رہا۔

ایک آئرش لڑکی کا قبول اسلام

۴ر دسمبر ۱۹۵۲ء کو ایک آئرش لڑکی نے ووکنگ آ کر قبول اسلام کیا۔ یہ لڑکی کوئی چار ماہ سے اسلامی لٹریچر کا مطالعہ کر رہی تھی۔ اور گاہے گاہے ہماری ہفت روزہ تقریبات میں بھی آیا کرتی تھی۔ جب سے اس نے قرآن مجید کا ترجمہ پڑھنا شروع کیا۔ تو کہتی تھی کہ مجھے کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ مجھے یہ ایک ایسی کتاب معلوم ہوتی ہے جس سے میرے ذہن کو کوئی مناسبت نہیں"۔ اس عرصہ میں اس کی سہیلی یاسمین سکاٹ بھی اپنی معلومات کی حد تک اسے اسلام کی تعلیم سے آگاہ کرتی رہی یہ دراصل اسی کی کوشش کا نتیجہ تھا۔ کہ ایک روز آ کر وہ مجھے کہنے لگی کہ آپ تو شاید میری طرف سے بالکل مایوس ہو چکے ہوں گے لیکن میں نے اسلام قبول کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے میں پچھلے بہت دنوں سے سوچ رہی تھی کہ میں عیسائی ہوں یا مسلمان یا کچھ بھی نہیں یاسمین مجھے کہتی تھی کہ دراصل تم دل سے مسلمان ہو چکی ہو۔ اور گذشتہ ایک ہفتہ سے میں واقعی یہ محسوس کر رہی تھی کہ یاسمین سچ کہتی ہے۔ اور اب میں جب بھی پہلی دفعہ مسجد آؤں گی۔ تو اپنے اسلام کا اظہار کر دوں گی"۔ اور جمعرات ۴ر دسمبر کو آ کر اس نے اسلام میں شمولیت کا اعلان کر دیا۔ اس کا اصل نام مس الزبتھ سفرن ہے۔ وہ لندن کے ایک ہسپتال میں ریڈیوگرافر ہے آئرش لوگ ابھی تک اسلام کے پیغام سے زیادہ آشنا نہیں ہوئے۔ اس میں غفلت ہماری ہے ورنہ اسلام کی تعلیم تو ہر شخص کے لئے اپنے اندر ایک خاص کشش رکھتی ہے۔

ایک قابل تقلید نمونہ

مس یاسمین سکاٹ نے اسلام قبول کرنے کے بعد بالکل ایک نئی زندگی اختیار کر لی ہے اسلامی لٹریچر کو اپنے حلقۂ اثر میں پھیلاتی ہے باقاعدہ ایک پونڈ ماہوار چندہ دیتی ہے۔ فارغ اوقات میں ایسٹ لنڈن کے غریب مسلمان بچوں اور بچیوں کی دیکھ بھال کرتی ہے اور انہیں اسلام کے متعلق مختلف امور سمجھاتی رہتی ہیں۔ گذشتہ جمعرات کو جب مس سفرن نے اسلام قبول کیا تو اس نے مجھے ماہوار چندہ کے علاوہ اشاعت اسلام کی غرض سے پانچ پونڈ اور دیئے۔ اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے، اور اس کی قربانیوں کو قبول فرمائے۔

احمدیہ ینگ مینز ایسوسی ایشن کا ٹی سٹال

جلسہ سالانہ کے موقعہ پر

احمدیہ ینگ مینز ایسوسی ایشن لاہور نے فیصلہ کیا ہے کہ جلسہ سالانہ کے موقعہ پر ایک ٹی سٹال کھولا جائے جس میں احباب کو مناسب قیمت پر چائے وغیرہ مہیا کی جائے امید ہے احباب جماعت اسکی سرپرستی فرما کر ایسوسی ایشن کی امداد کا موجب ہوں گے۔

خاکسار سلطان محمد سیکرٹری۔

وہ قوم جو قوتِ نظری اور قوتِ عملی کے لحاظ سے عدیم المثال تھی

اور عدیم المثال انعاماتِ الٰہیہ ان پر نازل ہوئے

خطبہ جمعہ حضرت امیر مولانا صدر الدین ایدہ اللہ فرمودہ ۲۴ر اکتوبر ۱۹۵۲ء بمقام احمدیہ بلڈنگس لاہور

(حضرت امیر ایدہ اللہ کا یہ خطبہ جو وقت پر شائع نہ ہو سکا جس کا ہمیں افسوس ہے)

لقد رضی اللہ عن المومنین اذ یبایعونک تحت الشجرۃ فعلم ما فی قلوبھم .... الیٰ .... فانزل اللہ سکینتہ علیٰ رسولہ وعلی المومنین والزمہ کلمۃ التقوے وکانوا احق بھا واھلھا وکان اللہ بکل شیئ علیما (الفتح رکوع ۳)

قرآن شریف نے ابتدا ہی میں اعلان کیا ہے کہ یہ کتاب مخلوق خدا کی رہبری کے لئے نازل ہوئی ہے اس کا بڑا مقصد یہ ہے کہ مخلوق کو خدا تک پہنچائے۔ اس کے علاوہ وہ یہ سکھانا چاہتا ہے کہ دنیا میں انسان کو کس طرح رہنا چاہیئے۔ دنیا کی زندگی کے اندر ایک حصہ مخلوق کی تکالیف کا ہے، تکالیف کے اندر انسان بعض وقت خدا کا انکار کر دیتا ہے، اسی لئے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سکھایا ہے، کہ مشکلات کے اندر استغفار پڑھنا چاہیئے خدا کی جناب میں دعائیں کرنا چاہیئے اور اسی سے مدد مانگنی چاہیئے کہ وہ اپنے فضل وکرم سے مشکلات کو دور فرمائے اور ایمان کو سلامت رکھے، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دنیا کے رہبر ہیں، قرآن نے قولی رنگ میں مخلوق خدا کی رہبری کی ہے اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عملی نمونہ سے ہدایت کا رستہ دکھایا ہے آپ کو بڑی بڑی مشکلات پیش آئی ہیں۔ ان مشکلات کے اندر آپ نے جو نمونہ دکھایا ہے وہ مسلمانوں کی انفرادی اور قومی زندگی کو سنوارنے کا بہترین ذریعہ ہے ایک بہت بڑی مصیبت آپ کو اس وقت پیش آئی جب آپ اللہ تعالےٰ کے حکم سے حج کے لئے تشریف لے گئے۔ جب حدیبیہ کے مقام پر پہنچے تو وہاں پر معلوم ہوا کہ اہل مکہ نے ایک بہت بڑا لشکر تیار کر رکھا ہے جو حضورؐ کو کعبۃ اللہ کی زیارت کرنے سے روکے گا اس لئے حضور صلعم نے مشرکین مکہ کو ایلچی بھیجا کہ ہم حج کے ارادہ سے آئے ہیں لڑائی کرنا ہمارا مقصد نہیں اس لئے کوئی رکاوٹ ہمارے رستہ میں پیدا نہ کی جائے، اہل مکہ اس ایلچی سے بہت بدسلوکی سے پیش آئے۔ اس پر حضرت صلعم نے .... حضرت عثمان رضؓ کو بھیجا حضرت عثمان رضؓ ایک بہت بڑے عالی مرتبہ انسان تھے مکہ والوں میں ان کی وجاہت مسلم تھی لیکن اہل مکہ نے ان سے بدسلوکی کی اور ان کے پیغام کو نہایت حقارت سے ٹھکرا دیا اور جب ان کو واپس بھی نہ آنے دیا تو یہ بات مشہور ہوگئی کہ حضرت عثمانؓ کو قتل کر دیا گیا ہے اس خبر کے سننے سے حضرت نہایت بیقرار ہوئے کیونکہ ان کا دل دوستوں کے ساتھ محبت و وفا کرنے کے جذبہ سے معمور تھا تو .... آپ نے فرمایا کہ ہم اس کا انتقام لے کر یہاں سے جائیں گے، اور یہ اعلان کرایا کہ سب لوگ جو آپ کے ساتھ ہیں موت پر آپ کی بیعت کریں۔ یعنے وہ آپ کے ہاتھ پر اقرار کریں کہ حق کے لئے گردنیں کٹوا دینے سے دریغ نہ ہوگا۔ یہ اعلان ہونا تھا کہ لوگ پروانہ وار لپکے، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ موت پر عاشق ہیں۔ خدا کے رستہ میں جان دے دینا ان کے لئے سب سے بڑی خوشی کا کام تھا، سبحان اللہ یہ کیا نظارہ ہے، ایک درخت کے نیچے حضور تشریف فرما ہیں اور پروانے اس شمع کے گرد ہجوم کر رہے ہیں اور حضور کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر موت قبول کرنے کی بیعت کر رہے ہیں۔ یہ وہ مظاہرہ تھا جس سے قومیں زندہ ہوتی ہیں۔ یہ مظاہرہ خدا کو بہت پسند آیا چنانچہ اس پر فرمایا لقد رضی اللہ عن المومنین اذ یبایعونک تحت الشجرۃ۔ اللہ تعالےٰ مومنوں سے راضی ہو گیا جب وہ ایک درخت کے نیچے تیری بیعت کر رہے تھے، اللہ تعالےٰ نے ان کو یہ سارٹیفکیٹ عطا کیا کہ تمہیں میری رضا حاصل ہے کیونکہ تم نے اپنے عمل سے اپنے اخلاص پر مہر تصدیق ثبت کر دی ہے۔ لیکن یہ رضائے الٰہی یونہی حاصل نہیں ہوگئی، اللہ تعالےٰ صرف زبان کی باتوں سے راضی نہیں ہوتا جب تک عمل ساتھ نہ ہو، صحابہ نے اپنے عملی نمونہ اور دلی ارادہ سے اپنی قولی وقرار کو سچ کر دکھایا اسی لئے فرمایا فعلم ما فی قلوبھم تیرے زبانی اقرار سے ہی خدا راضی نہ ہو گیا، بلکہ ان کے اخلاص و جذبات سے خدا واقف ہے کہ جو کچھ وہ کہتے ہیں دل سے کہتے ہیں۔ پس جب دل سے وہ خدا کے رستہ میں جانیں دینے کے لئے تیار ہو گئے، تو خدا کیوں راضی نہ ہوتا، چنانچہ اس بیعت کا نام حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیعت رضوان رکھا، لیکن یہ نہیں کہ صرف دوسروں ہی سے موت پر بیعت لی ہو، اور خود اپنے آپ کو الگ کیا ہو، بلکہ آپ کے دل کی خواہش ان الفاظ سے ظاہر ہے لوددت ان اقتل فی سبیل اللہ ثم احی ثم اقتل ثم احی ثم اقتل میری یہ دلی خواہش ہے کہ میں خدا کے رستہ میں قتل کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں پھر قتل کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں پھر قتل کیا جاؤں اگر آپ کا یہ دلی جذبہ نہ ہوتا اور لوگ محسوس کرتے کہ اس میں کوئی کمزوری ہے تو ہرگز آپ کا ساتھ نہ دیتے اور خدا کی راہ میں جانیں دینے کے لئے تیار نہ ہوتے۔ آپ نے اس راہ میں اپنے رشتہ داروں کو بھی پیش کیا اور خود اپنے آپ کو بھی، اسی لئے لوگ دیوانہ وار جانیں دینے کے لئے تیار ہو گئے۔

مسلمانوں کے اس جذبہ اور جوش کو دیکھ کر کفار نے صلح کی طرح ڈالی جو صلح حدیبیہ کے نام سے مشہور ہے، اور اس صلح میں ایسی کمزور شرائط حضرت نے قبول کیں کہ ساری قوم میں آگ لگ گئی یہاں تک کہ حضرت عمر رضؓ نے کہہ دیا کہ اگر آپ پیغمبر برحق ہیں تو پھر ہمارے دین میں ایسی ذلت کیوں گوارا کی ہے۔ حضرت نے ان کو یقین دلایا کہ یقیناً میں پیغمبر برحق ہوں، لیکن اسی میں ہماری کامیابی اور فتح ہے لیکن حضرت عمر رضؓ کو چین نہ آیا اور وہ حضرت ابوبکر رضؓ کے پاس گئے، اور ان سے کہا کہ ایسی کمزور شرائط کیوں قبول کی گئی ہیں؟ یہ ان کا دلی جذبہ اور دین کے لئے غیرت تھی، جس کی وجہ سے ان کو چین نہ آتا تھا، حضرت نے اسکو کوئی مخالفانہ پروپیگنڈا قرار نہیں دیا، جیسا کہ عام طور پر ایسے حالات میں سمجھ لیا جاتا ہے۔ آپ ہرگز اپنے دوستوں کی زبان بند کر کے منافقت کا بیج بونا پسند نہ کرتے تھے اور نہ ہی لوگوں کی آزادی سلب کر کے ان کی غیرت ملی کو برباد کرنا چاہتے تھے چنانچہ حضور نے ان کو ایسی باتیں کرنے سے نہ روکا کیونکہ آپ جانتے تھے کہ وہ جو کچھ کہہ رہے ہیں غیرت دینی کی وجہ سے کہہ رہے ہیں۔

اس صلح سے پہلے جب حضرت صلعم نے بیعت لی تو اللہ تعالےٰ نے فرمایا ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ ید اللہ فوق ایدیھم، جن لوگوں نے تیری بیعت کی ہے، انہوں نے فی الحقیقت خدا سے بیعت کی ہے۔ فمن نکث فانما ینکث علیٰ نفسہ جس شخص نے اس اقرار کے بعد اپنے عہد کو توڑا اس نے اپنی جان کو برباد کر لیا۔ ومن اوفیٰ بما عاھد علیہ اللہ فسیؤتیہ اجرا عظیما اور جس نے اپنے عہد کو وفاداری کے ساتھ نبھا دیا اسکو اللہ تعالےٰ اجر عظیم دے گا اور فرمایا جنہوں نے بیعت کر لی فعلم ما فی قلوبھم ان کی نیات اور جذبات جو ان کے دلوں کے اندر موجزن تھے کھلے طور پر ظہور میں آ گئے فانزل السکینۃ علیھم ان کے دل سکینت سے بھر گئے واثابھم فتحا قریبا اس ہمت کے معاوضہ میں ایک اور قریب کی فتح حاصل ہوگئی یعنی فتح خیبر عطا فرمائی ان آیات سے معلوم ہوتا ہے اللہ تعالےٰ مسلمانوں کو ایسی قوم نہیں بنانا چاہتا جو جنگلوں اور پہاڑوں میں جا کر تپسیا کیا کرے اور دنیا سے انہیں کوئی واسطہ نہ ہو، وہ دنیا کی حکومت کی باگ ڈور ان کے ہاتھ میں دینا چاہتا اور دنیا کے خزانے ان کے قدموں میں رکھنا چاہتا ہے اسی لئے فرمایا وعدکم اللہ مغانم کثیرۃ تاخذونھا تم کو کثرت سے مال غنیمت دیں گے۔ واخریٰ لم تقدروا علیھا قد احاط اللہ بھا اور دوسری فتوحات بھی تمہیں حاصل ہوں گی جن کا نہ کوئی ڈسپلن ہے نہ ان کے پاس مناسب سامان ہے، ان کو وہ عظیم الشان ہمسایہ سلطنتوں پر قابض ہونے کے وعدے دیئے جا رہے ہیں اور نہ صرف وعدے دیئے گئے بلکہ جلدی وہ ایران، عراق و شام و مصر کے بادشاہ بن گئے یہ لوگ جن کو ایسے عظیم الشان انعامات دیئے گئے کس شان اور

٭ جن پر تمہیں قدرت نہیں اللہ نے ان کا بھی احاطہ کر لیا ہے کس قدر حیرت ناک امر ہے کہ یہ لوگ

مرتبہ کے تھے دین کے لئے کتنا بڑا جذبہ رکھتے اور کتنی بڑی قربانیاں دیتے تھے، آگے چل کر سورۃ حجرات میں ان کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے انما المؤمنون الذین آمنوا باللہ ورسولہ ثم لم یرتابوا (مومن وہ ہیں جو خدا اور رسول پر ایمان لانے کے بعد کبھر ڈانواں ڈول نہ ہوں اور اپنے اعتقاد میں پورے یقین کے مرتبہ پر پہنچے ہوئے ہوں) یہ تو ان کے اعتقاد اور قوت نظری کی حالت ہو اور عمل کے لحاظ سے اس مقام پر ہوں کہ وجاھدوا باموالھم وانفسھم فی سبیل اللہ اللہ کے رستہ میں اپنے مالوں اور جانوں کو .... قربان کر دیں اولٰئک ھم الصٰدقون ان لوگوں نے اپنے ایمان پر مہر تصدیق ثبت کر دی، یہی لوگ پکے اور سچے ایماندار ہیں، دوسری جگہ ان کا ذکر ایک اور رنگ میں فرمایا ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا جن لوگوں نے خدا کو اپنا رب سمجھا اور اس اعتقاد میں پختگی اور یقین کے ساتھ جم گئے ان دونوں آیتوں میں مسلمان کی زندگی کے دونوں حصوں کو بیان کیا ہے، ایک اس کے ایمان نور قلب اور قوت نظری سے تعلق رکھتا ہے اور دوسرا حصہ اس کی قوت عملی کا ہے، قوت نظری اور قوت عملی دونوں کے لحاظ سے وہ قوم عدیم المثال تھی اسی لئے وہ عدیم المثال انعامات ان پر نازل ہوئے۔

اس رکوع میں ایک لفظ ہے والزمھم کلمۃ التقوٰی یعنی تقوے ان کے لئے لازم کر دیا تھا یہ میدان جنگ کی حالت ہے، گویا مسلمانوں کا میدان جنگ ایک اخلاقیات کا کالج تھا۔ اس میں وہ راستبازی، دیانتداری اور عفت کا سبق سیکھتے، خدا پر ایمان رکھتے دعاؤں پر زور دیتے تھے۔ یہ لوگ ہیں جن کے ساتھ خدا کی محبت ہے، اگر رسول کے لئے ما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمٰی آیا ہے تو مومنوں کے لئے بھی فرمایا فلم تقتلوھم ولکن اللہ قتلھم یعنی دشمن کو تمہارے ہاتھ قتل نہ کرتے تھے بلکہ خود خدا کے ہاتھ سرگرم عمل تھے جہاں پیغمبر کی قدردانی کی وہاں ان کے ساتھیوں کی بھی قدردانی کی۔

ہمارے زمانہ میں بھی ایک امام آیا، اس نے اپنی ذات کے لئے کچھ نہیں بنایا سلسلہ اخوت کی پختگی کے لئے آپ نے بیعت لی، اپنے ساتھیوں اور مریدوں کو بھائی قرار دیا، باپ سب کا محمد رسول اللہ صلعم ہیں، اس نے تلقین کی ہے کہ خدا کے دین کے لئے، محمد رسول اللہ صلعم کی عزت عظمت کو قائم کرنے کے لئے اپنی جانیں اور مال وقف کر دو، اس نے اسلام کی صداقت پر سینکڑوں کتابیں تصنیف کیں، رسول اللہ صلعم کی شان میں لاجواب اردو عربی اور فارسی قصائد لکھے، آپ نے بار بار اس بات پر زور دیا کہ سوائے اسلام کے ہمارا کوئی دین نہیں، لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہمارا مذہب ہے، جس کو دنیا میں قائم کرنے کے لئے ہمیں کسی قسم کی قربانی سے دریغ نہ کرنا چاہیئے، مبارک ہیں وہ لوگ جنہوں نے اسکو پہچانا، کیونکہ وہ اس دین کو پیش کرتے ہوئے پشیمان نہیں ہوتے، مبارک ہیں وہ جنہوں نے دین کو پھیلانے میں امام وقت کا ساتھ دیا، مبارک ہیں وہ جن کے دل امام الزمان کی صحبت کے باعث عشق محمدؐ اور عشق قرآن سے لبریز ہو گئے۔ کوشش کرو کہ اس امام ہمام کی جماعت زندہ رہ جائے ؞

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ ارشادات

جناب شیخ غلام قادر صاحب احمدیہ بلڈنگس لاہور

فاقہ زدہ آدمی خدا تعالیٰ سے مدد مانگے

من نزلت بہ فاقۃ فانزلھا بالناس لم تسد فاقتہ ومن نزلت بہ فاقۃ فانزلھا باللہ فیوشک اللہ برزق عاجل او آجل۔ ابوداؤد والترمذی (انتخاب صحاح ستہ)

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کسی پر فاقہ اترے اور وہ اسے لوگوں پر اتارے (یعنی بھیک مانگے) اس کا فاقہ دور نہیں ہوتا (بھیک مانگنے کا عادی ہو جاتا ہے) جو اپنے فاقہ کو اللہ پر اتارے یعنی خلوص دل سے اس کی طرف جھکے اور پورے لوازم کے ساتھ دعا مانگے (لوازمات دعا میں سے صدق مقال اور اکل حلال بنیادی لازمہ ہے) تو اسے اللہ تعالیٰ جلد یا کسی قدر توقف سے رزق عنایت فرمائے گا۔

لاچاری میں صرف نیک لوگوں سے مانگو

عن ابن الفراسی ان اباہ قال یا رسول اللہ اسئال فقال لا وان کنت لابد فاسئل الصالحین۔ ابوداؤد والنسائی ایضاً

ابن فراسی کا بیان ہے کہ اس کے باپ نے کہا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا میں سوال کروں؟ حضورؐ نے فرمایا نہ۔ اگر تو لاچار ہو جائے تو اللہ تعالیٰ کے صالح بندوں سے مانگ لیا کر (صالحین صادق القول اور آکل حلال ہوتے ہیں ان کے دیئے ہوئے سے کھانا باعث برکت بن جاتا ہے اور بھیک مانگنے سے نجات دلا دیتا ہے)

سوال نہ کرنے والوں کو جنت کی خوشخبری

من یتکفل لی ان لا یسئل الناس شیئاً اتکفل لہ بالجنۃ۔ (ابوداؤد والنسائی۔ ایضاً)

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص مجھے اس بات کی ضمانت دے کہ وہ لوگوں سے کچھ مانگا نہیں کرے گا تو میں اس کے واسطے جنت کا ضامن ہوتا ہوں۔

جو شخص آنحضرت صلعم کے پاس اپنے نیک کردار کی ضمانت دے وہ یقیناً جنت ارضی و سماوی کا وارث ہو جاتا ہے جیسا کہ صحابہ کرام اپنے نیک کردار سے مادی اور روحانی برکات سے مالا مال ہو گئے۔ آج بھی مسلمانوں کے لئے موقعہ ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے نیک کردار کی ضمانت دیں اور نہ صرف اپنے لئے بلکہ دنیا کے لئے رحمت کا باعث بن جائیں۔

فقر کی منزل کا ہے اول قدم نفی وجود
پس کرو اس نفس کو زیر و زبر از بہر یار
تلخ ہوتا ہے ثمر جب تک کہ وہ ہو ناتمام
اس طرح ایماں بھی ہے جب تک نہ ہو کامل پیار
(مسیح موعودؑ)

سانحۂ ارتحال یہ خبر نہایت افسوس سے پڑھی جائیگی کہ محترم ڈاکٹر احمد حسن صاحب کارکن انجمن کا چھوٹا بچہ جو سات ماہ کا تھا۔ صحت بہت اچھی تھی صرف دو دن بیمار رہ کر مورخہ ۵ ۱۲/۵۲ بروز جمعۃ المبارک قبل نماز فجر فوت ہو گیا انا للہ وانا الیہ راجعون۔ جنازہ مسجد احمدیہ میں بعد نماز جمعہ پڑھا گیا ؞

وقت کی چار باتیں

کرسمس کا تحفہ

۱۔ جناب مسیحؑ کے سنہ پیدائش ۱۹۵۲ء میں چھ سال کی غلطی ہے۔

۲۔ جناب مسیحؑ کے ماہ پیدائش میں چھ ماہ کی غلطی ہے۔

۳۔ جناب مسیحؑ کے یوم پیدائش میں چھ دن کی غلطی ہے۔

۴۔ جناب مسیحؑ کا یوم وفات ہفتہ کا چھٹا دن (جمعہ) غلط ہے۔

وقت کی چار صداقتیں

۱۔ زندہ خدا جس نے بیٹا نہیں جنا (کیونکہ بیٹا باپ کے لئے موت کا پیغام ہے)

۲۔ زندہ نبی جس کے بعد کوئی نبی نہیں (کیونکہ آخری نبی نبیوں کا خاتم ہے)

۳۔ زندہ کتاب قرآن پاک ہے (یہ خدا کی آخری کتاب ہے)

۴۔ زندہ دین دین اسلام ہے (ان الدین عند اللہ الاسلام) (عبدالحق)

تین زمانے

بیگم صاحبہ حضرت امیر مولانا محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

(۲)

یہاں دکھائیے اے تصور پھرہ صبح و شام تو ✻ دوڑ پیچھے کی طرف اے گردش ایام تو

گھر میں احمدیت کا چرچا

حضرت والد مرحوم مغفور کے احمدی ہوتے ہی ہمارے سارے خاندان میں احمدیت کا چرچا شروع ہوگیا۔ میری والدہ مرحومہ مغفورہ ایک تعلیم یافتہ خاتون تھیں۔ انہوں نے والد صاحب سے کہا کہ میں چند دن غور کر لوں پھر بیعت کروں گی۔ آپ نے نہایت خوشی سے یہ موقعہ ان کو دیا۔ اس کے بعد والدہ صاحبہ نے حضرت اقدس کی کتابوں کا مطالعہ شروع کر دیا۔ اکثر والد صاحب سے سوالات کیا کرتی تھیں اور والد صاحب سمجھاتے تھے۔ ہم سب بچے غور سے ان کی گفتگو سنتے۔ اور مجھے یہ باتیں بہت ہی دلچسپ اور بھلی معلوم ہوتیں۔ پڑھنا لکھنا آتے ہی اخبار الحکم اور بدر پڑھنے شروع کر دیئے حضرت اقدس کے کلمات طیبات اور ڈائری جو اخبارات میں چھپتی تھی اکثر اس کا حصہ مجھے ازبر ہو جاتا تھا۔ کبھی ان کا حوالہ دیتی تو والد مرحوم مسکرا کر فرماتے کہ اگر تم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ہوتیں تو بہت سی حدیثیں روایت کرتیں۔

تمام خاندان قادیان میں

سنہ ۱۹۰۶ء کے موسم گرما کے آغاز میں والد صاحب نے تین ماہ کی چھٹی لی اور پنڈی گھیپ سے جہاں وہ تعینات تھے قادیان کے لئے روانہ ہوئے۔ اماں جان دادی جان رشتے کی ایک پھوپھی اور ہم چار بہن بھائی ان کے ہمراہ تھے۔ لاہور کے سٹیشن پر جناب سلسلہ ملنے آئے اور ایک بڑا سا پیکٹ دیا جو حضرت اقدس کی خدمت میں پہنچانا تھا۔ سہ پہر کو بٹالہ پہنچے۔ اس زمانے میں بٹالہ سٹیشن سے قادیان تک ۹ میل کچی اور ناہموار سڑک تھی۔ عموماً یکے پر یہ مسافت طے کی جاتی تھی۔ اور نہایت تکلیف دہ تھی۔ مگر حضرت اقدس نے ہمارے لئے حضرت بیوی صاحبہ کی سواری کی خاص رتھ بھیجی تھی۔ مغرب کا جھٹپٹا تھا کہ ہم قادیان پہنچے اور حضرت اقدس کے دولت خانے میں اترے۔ ہمیں مکان کے جس حصہ میں ٹھہرایا گیا اس کا نام دار البرکات تھا۔ اور حضرت اقدس کے کمرے بیت الدعا سے ملحق تھا۔ حضرت مسیح موعود نماز مغرب کے بعد مسجد میں تشریف رکھتے تھے ہم حضرت بیوی صاحبہ کے پاس جا بیٹھے اور وہ پیکٹ جو لاہور سے دیا گیا تھا آپ کی خدمت میں پیش کیا۔ کچھ دیر بعد ہم اپنی جائے قیام دار البرکات میں آرام کرنے چلے گئے۔ میری عمر اس وقت دس سال کی تھی اور والد صاحب کی تعلیم و تربیت نے احمدیت سے خاص محبت و شغف پیدا کر لیا تھا۔ میں پھر اس صحن میں نکل آئی جہاں حضرت اقدس تشریف رکھتے تھے۔ میں نے دیکھا کہ ایک عورت لالٹین لئے کھڑی ہے اور آپ ایک کوٹھڑی میں سے چارپائیاں نکلوا رہے ہیں۔ بعد میں معلوم ہوا کہ وہ ہمارے لئے تھیں۔

والدہ صاحبہ حضرت کی خدمت میں

اگلے دن صبح ناشتے سے فارغ ہو کر والدہ مکرمہ نے والد صاحب سے پوچھا کہ میں حضرت اقدس کی خدمت میں جا رہی ہوں کیا ان کے سامنے ہو جاؤں یا پردہ کروں۔ جواب ملا کہ شرعی پردے کے ساتھ سامنے ہو جاؤ۔ چنانچہ والدہ صاحبہ نے اپنے ململ کے دوپٹے کو اچھی طرح اوڑھا اور ہمیں ساتھ لے کر حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔

حضرت صاحب بیت الدعا میں تشریف رکھتے تھے فرش پر بیٹھے تھے برابر میں بیوی صاحبہ تشریف رکھتی تھیں۔ والدہ صاحبہ سلام کر کے فرش کے ایک کنارے پر بیٹھ گئیں حضرت نے نہایت شفقت سے خیریت دریافت کی۔ آپ کے ہاتھ میں چند کاغذات تھے جنہیں حضور مطالعہ فرما رہے تھے آپ نے کاغذات ایک طرف کر دیئے اور مخاطب ہو گئے۔ افسوس کہ مجھے وہ گفتگو ٹھیک یاد نہیں رہی مگر والدہ صاحبہ پر ایسا اثر ہوا کہ اسی وقت بیعت کر لی۔ چند دن بعد ہم دار البرکات سے نواب محمد علی خاں صاحب کے مکان میں اٹھ گئے۔ یہ مکان نہایت عالی شان تھا اور حضرت اقدس کی جائے رہائش کے بالکل ساتھ تھا اور اندر ہی اندر راستہ تھا جس کے ذریعہ ہم لوگ دن رات آتے جاتے تھے (نواب صاحب ان دنوں اپنی بیگم صاحبہ کی علالت کے باعث گاؤں سے باہر باغ میں ایک مکان میں فروکش تھے)

حضرت کا طریق تصنیف

میرے بھائی ممتاز احمد اور میں اکثر حضرت اقدس کے مکان میں ہی کھیلا کرتے اور قریب ہی حضور تصنیف و تالیف میں مشغول ہوتے۔ کبھی آپ صحن میں ٹہل ٹہل کر لکھا کرتے تھے۔ دیوار کے ایک طاق میں دوات رکھی تھی اور آپ جب قریب آتے تو قلم ڈبو لیتے اور پھر لکھتے لکھتے دوسرے کنارے تشریف لے جاتے اور اسی طرح واپس آ کر پھر سیاہی لیتے کبھی ایسا بھی ہوتا کہ مجھے یہ بہت عجیب معلوم ہوتا اور کتنی دیر تک ایک طرف کھڑی ہو کر دیکھتی رہتی۔ مگر حضور کی محویت کا یہ عالم تھا کہ کسی طرف نظر نہ اٹھاتے تھے۔ آپ کی نورانی شکل و صورت اور مقدس شخصیت کا اس قدر اثر دل پر ہوتا کہ میں آپ کو کوئی آسمانی مخلوق تصور کرتی۔

"مسیح وقت نے دوا عنایت کی"

ایک دن اچانک والدہ صاحبہ کی طبیعت خراب ہو گئی والد صاحب مکرم نے ایک رقعہ حضرت اقدس کے نام لکھا جس میں والدہ مکرمہ کی تکلیف و دعا کے لئے عرض کیا تھا۔ میں وہ رقعہ لے کر گئی شام کا وقت تھا۔ حضرت صاحب صحن میں بیٹھے ہوئے تھے کچھ طبیعت ناساز تھی۔ رقعہ پڑھا اور فوراً اٹھ کر اندر کمرے میں تشریف لے گئے۔ تھوڑی دیر بعد ایک پیالی ہاتھ میں لئے نکلے۔ مجھے دی اور فرمایا کہ یہ دوا پلا دو۔ میں وہ دوا لے آئی اور والدہ صاحبہ نے پی لی۔ بعد میں وہ ہمیشہ اس پر فخر کرتی تھیں کہ مسیح وقت نے انکو دوا عنایت کی۔

بیماری اور جہاد بالقلم

حضرت مسیح موعود کی عمر اس وقت ستر سال سے اوپر تھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث شریف کے مطابق وہ زرد چادریں یعنی درد سر اور اسہال کے عارضے لاحق تھے۔ مگر چہرہ مبارک سے کسی قسم کا اضمحلال ظاہر نہ ہوتا تھا طبیعت میں کوئی چڑچڑا پن نہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے جہاد بالسیف کی جگہ جہاد بالقلم کے لئے حضور کو مامور کیا تھا کہ اس زمانے میں اسلام پر قلم ہی حملے ہو رہے تھے اور اس کی ہستی معرض خطر میں تھی ضروریات زمانہ کے مطابق چودھویں صدی کے مجدد کو سلطان القلم کا اعزاز ملنا مشیت الٰہی سے مقدر تھا تاکہ اس علم و قلم کے ہتھیار سے ... آپ کے دل میں کس قدر جوش و تڑپ تھی اور عالم پیری میں بھی کتنی ہمت طاقت تھی وہ اس سے ظاہر ہے کہ ابھی سنتے کہ طبیعت ناساز ہے۔ ڈاکٹر آ رہا ہے۔ اور تھوڑی دیر بعد ہی دیکھتے کہ حضور بدستور اپنے محبوب کام تصنیف و تالیف میں مشغول ہیں۔ یا کسی نووارد سے اسلام کی تائید میں پرجوش گفتگو فرما رہے ہیں۔ اور مرض کی کوئی علامت نظر نہیں آ رہی۔

حضور کی اقتدا میں نمازیں

ایام علالت میں نماز باجماعت گھر میں ہی ادا فرماتے تھے اور ہم نے کئی نمازیں حضور کی اقتداء میں پڑھیں۔ غالباً یہ شرف مردوں کو بھی کم ہی حاصل ہوا ہوگا۔ کیونکہ آپ نماز کی امامت بہت کم فرمایا کرتے تھے۔

پھلوں کی پیشکش

ایک بار کچھ پھل آیا۔ ایک ٹوکری میں ڈال کر والدہ صاحبہ نے فرمایا کہ حضرت صاحب کی خدمت میں دے آؤ۔ اور ایک رقعہ بھی دیا۔ میرے بھائی ممتاز احمد اور خاکسار دونوں ٹوکری لے کر چلے۔ راستے میں تکرار ہو گئی کہ حضور کی خدمت میں کون پیش کرے۔ آخر یہ فیصلہ ہوا کہ دونوں ٹوکری پکڑ لیں۔ آپ کمرے میں تھے دروازہ بند تھا ہم نے کھٹکھٹایا تو آپ نے دروازہ کھولا ٹوکری دے دی۔ آپ نے ہمیں دیکھا پھر رقعہ پڑھا دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور دروازہ بند کر لیا۔

نمود و نمائش میں خیر و برکت نہیں ہوتی

جب سے ہم نواب صاحب کے عالی شان مکان میں آئے تھے۔ والدہ صاحبہ کی صحت اچھی نہ رہتی تھی۔ ایک دن حضرت اقدس کی طبیعت ناساز تھی اور حضور نے نماز مغرب اندر ہی صحن میں ادا فرمائی۔ آپ پلنگ پر تشریف رکھتے تھے اور پیچھے تختوں کے فرش پر سب عورتیں بیٹھی مقتدی تھیں نماز کے بعد والدہ مکرمہ نے اپنی صحت کی خرابی کا ذکر کیا اور دعا کے لئے عرض کی۔ حضور نے اس عالی شان مکان کی طرف دیکھا اور فرمایا کہ جو کام نمود و نمائش کے لئے کیا جائے اس میں خیر و برکت نہیں ہوتی۔

روئے مبارک کا اثر

والد صاحب کی تین ماہ کی رخصت ختم ہو گئی اور یہ مبارک زمانہ بہت جلد گزر گیا۔ مگر اب بھی جب ان ایام کا خیال آتا ہے تو حضرت اقدس کا خوبصورت مقدس چہرہ آنکھوں میں پھر جاتا

(باقی بر صفحہ کالم نمبر ۳)

(آخری قسط)

مسلمانوں کی تکفیر کا مسئلہ

مولانا عبد المجید صاحب سالک

حضرت شاہ اسمٰعیل شہیدؒ نے اپنی کتاب "منصب امامت" میں جہاں بعض سلاطین کو ان کے اعمال بد پر زجر و توبیخ کی ہے وہاں یہ تسلیم کیا ہے کہ وہ لوگ چونکہ ظاہری شعائر اسلامی مثلاً ختنہ۔ عیدین پر اظہار شکرہ۔ تجہیز و تکفین۔ نماز جنازہ وغیرہ میں مسلمانوں کے ساتھ شامل ہوتے ہیں۔

"پس یہی دعوئے اسلام جو ظاہر اطوار پر ان کی زبانوں سے صادر ہوتا ہے۔ انہیں کفر صریح سے محفوظ رکھتا ہے۔ اگرچہ آخرت کے مواخذہ کے لئے خفیہ کفر کافی ہے لیکن ظاہری اسلام کا تقاضا یہی ہے کہ ان کے ساتھ دنیوی احکام میں مسلمانوں کا سا سلوک کیا جائے اور معاملات کی حد تک انہیں بھی مسلمانوں ہی میں شمار کیا جائے"

ابوالحسن شہریؒ نے اپنی کتاب مقالات الاسلامیین و اختلاف المصلین میں مسلمانوں کے مختلف فرقوں کا ذکر کیا ہے مثلاً شیعہ۔ خوارج۔ مرجیہ۔ معتزلہ وغیرہ پھر ان فرقوں کے اندرونی گروہوں پر بھی بحث کی ہے مثلاً شیعہ کے تین گروہ ہیں۔ غالیہ۔ رافضہ۔ زیدیہ، ان میں سے غالیہ کے پندرہ چھوٹے گروہ ہیں۔ اشعری کے نزدیک یہ بھی مسلمان ہیں۔ یہاں تک کہ وہ غالیہ کو بھی خارج از اسلام قرار نہیں دیتے حالانکہ وہ اپنے ایک سردار کو نبی کا رتبہ دیتے ہیں۔ مثلاً بیانیہ فرقے کے لوگ ایک شخص بیان کو اور عبد اللہ بن معاویہ کے پیرو اس کو اپنا خداوند اور پیغمبر مانتے ہیں۔ لیکن چونکہ یہ سب لوگ حضرت رسول کریمؐ کی نبوت اور قرآن مجید کا کلام الٰہی ہونا تسلیم کرتے ہیں اس لئے وہ خارج از اسلام قرار نہیں دیئے جاتے۔

مسلمانوں کو کافر نہ بناؤ

غرض جہاں تک دیکھا جاتے۔ کتاب اللہ حدیث رسول تصانیف آئمہ اہل السنت والجماعت میں تکفیر اہل قبلہ کو قطعی طور پر ناجائز قرار دیا گیا ہے اس لئے کہ دین اسلام دنیا میں توحید و رسالت کا اقرار کرانے کے لئے آیا تھا۔ اس لئے نہیں آیا کہ اچھے خاصے توحید و رسالت کے اقراری انسانوں کو جو مسلمان ہیں مسلمان ہونے کا دعوےٰ کرتے ہیں اور مسلمان ہی رہنا چاہتے ہیں۔ زبردستی اسلام کے دائرے سے نکال باہر کرے۔ یہ تکفیر کا مشغلہ پاکستان میں مسلمانوں کی وحدت کے لئے سخت مہلک ہے اگر اس کو رائے عامہ نے اپنے قوت بازو سے فوراً دبا نہ دیا تو دین مقدس اور ملت پاکستان کو ناقابل تلافی نقصان پہنچنے کا سخت اندیشہ ہے۔

کفر کی دو قسمیں

ممکن ہے تکفیر کے بعض شوقین بزرگانِ اسلام کی بعض تحریروں سے ایسے اقوال نقل کریں جن میں بعض مسائل پر کفر کی مہر لگائی گئی ہے اس لئے میں یہ عرض کر دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ کفر کی دو قسمیں ہیں۔ جیسا کہ علامہ ابن اثیرؒ اپنی کتاب "نہایہ" میں لکھتے ہیں:۔

"کفر کی دو قسمیں ہیں ایک کفر تو وہ ہے جس میں خود دین کا انکار ہو (یعنی توحید و رسالت کا) اور دوسرا کفر یہ ہے جس میں کسی فرع کا انکار ہو۔ احکام اسلامی فروع کا حکم رکھتے ہیں۔ ان میں سے کسی کے انکار سے کوئی شخص دین سے خارج نہیں ہوتا۔"

یہاں تک کہ اگر مسلمانوں کے دو گروہ آپس میں قتال بھی شروع کر دیں جو صریحاً دین ملت کے مقاصد کے خلاف ہے تو خود قرآن بھی ان کو کافر نہیں کہتا۔ بلکہ ان کو طائفتان من المومنین قرار دیتا ہے اور حکم دیتا ہے کہ اگر مومنین کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو ان میں صلح کرا دو۔ یعنی وہ آپس میں لڑنے کے بعد بھی "مومن" ہی رہتے ہیں۔ کافر نہیں ہو جاتے۔

علامہ ابن اثیر لکھتے ہیں کہ علامہ زہری سے کسی نے پوچھا کہ آیا فلاں شخص فلاں قسم کی رائے ظاہر کرنے کی وجہ سے کافر ہو گیا؟ جواب ملا کہ ایسی رائے کفر ہے۔ پوچھا گیا کیا وہ شخص مسلمان رہا؟ آپ نے جواب دیا بعض اوقات مسلمان بھی کفر کا مرتکب ہو جاتا ہے۔

اس سے ظاہر ہے کہ مسلمان کوئی کافرانہ عمل بھی کرے تو اس کو فاسق۔ عاصی گمراہ تو کہہ سکتے ہیں۔ لیکن کافر نہیں کہہ سکتے جس طرح اگر کسی کافر سے کوئی مومنانہ عمل سرزد ہو جائے تو اس عمل کو تو مومنانہ کہہ سکتے ہیں۔ لیکن وہ کافر محض اس عمل سے مومن و مسلم تسلیم نہیں کیا جا سکتا کیونکہ مسلم اور کافر کے درمیان خط فاصل توحید و رسالت کا اقرار ہے۔

ہر مسلمان کہلانے والا مسلمان ہے

لہٰذا ہر شخص جو توحید و رسالت کا اقراری ہے وہ مسلمان ہے باقی رہے اس کے اعمال تو اس کا معاملہ خدا کے ساتھ ہے۔ اگر شریعت ظاہری ان اعمال کو جرم سمجھے گی تو اسے سزا دے گی اور اگر وہ اعمال شریعت کی نگاہوں سے پوشیدہ ہوں گے تو اللہ تعالےٰ روز قیامت اسے عذاب دے گا۔ ہمارا کام صرف اتنا نہیں ہے کہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے ہر قائل کو مسلمان سمجھیں اور مسلمانوں کی تکفیر کو ہمیشہ کے لئے ترک کر دیں بلکہ اب تو وقت آ گیا ہے کہ اسلامی حکومت تکفیر مسلمین کو قانوناً جرم قرار دے تاکہ معاشرہ اسلامی اس لعنت سے ہمیشہ کے لئے پاک ہو جائے ۔

تین زمانے

(بقیہ از صفحہ ۷)

ہے۔ اور وہ نور کی چمک جو آپ کے روئے مبارک سے عیاں تھی اس کا اثر دل و دماغ سے بھی محو نہیں ہو سکتا۔

تصنع اور بناوٹ کا فقدان

اس جگہ ایک بات کا ذکر ضروری ہے کہ حضرت اقدس کی طبیعت میں بناوٹ قطعاً نہ تھی۔ آپ محض دکھاوے کے لئے کوئی ایسی حرکت نہ فرماتے جو اس زمانے میں پیروں فقیروں یا خدا رسیدہ بزرگوں کے لئے ضروری نشان سمجھا جاتا تھا۔ مثلاً ایک باخدا انسان کے لئے ضروری تھا کہ وہ دنیا کی لذات کو ترک کر دے۔ اپنے تن بدن کا ہوش نہ ہو، بال پریشان، چیتھڑے لٹک رہے ہوں، سردیوں میں جوئیں پڑی ہوں اور گرمیوں میں پسینے کی بو آتی ہو۔ اکثر اوقات عالم محویت طاری ہو اور وقتاً فوقتاً اللہ ھو کا نعرہ بلند ہو۔ ظاہر ہے کہ یہ طریق اسلامی تعلیم سے کتنا بعید ہے اور سنت رسول کے قطعاً خلاف۔

اسوۂ نبویؐ

ہمارے سید و آقا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوۂ حسنہ ہمارے سامنے ہے کہ حضور نہایت ہی صفائی پسند اور پاکیزہ طبع تھے۔ حقوق اللہ و حقوق العباد کا اعلیٰ سے اعلےٰ نمونہ ہمارے لئے حضور پر نور کی سوانح حیات میں موجود ہے۔ آپ محبت کرنے والے شوہر، شفیق باپ، اور وفادار دوست تھے اور تعلق باللہ کا یہ عالم تھا کہ قاب قوسین او ادنیٰ کے مصداق ہوئے۔

حضرت کی سادگی اور نظافت

حضرت مسیح موعودؑ بھی اپنے سید و آقا کی طرح نہایت سادہ مگر پاکیزہ و نظیف طبیعت رکھتے تھے۔ جیسا لباس بنوا دیا پہن لیا۔ حضرت شیخ رحمت اللہ مرحوم عیدین پر آپ کے لئے عمدہ لباس بنوا کر لاتے تھے اور آپ وہ بھی پہن لیتے تھے آپ اپنی بیگم صاحبہ کے کئی کام کر دیتے تھے۔ اور آپ کی شفقت و محبت سے سب مستفیض تھے۔ تاہم دیکھنے والا ایک نظر میں ہی تاڑ لیتا تھا کہ حضور کا مطمح نظر دنیاوی باتوں سے بہت بلند و بالا ہے آپ اس دنیا میں رہتے ہوئے بھی اس دنیا سے بے نیاز ہیں۔ اور آپ کا دل اللہ تعالےٰ پر ایمان و ایقان سے لبریز ہے

برتر گمان و وہم سے احمد کی شان ہے
جس کا غلام دیکھو مسیح زمان ہے

اللھم صلے علیٰ سیدنا محمد وعلیٰ آل سیدنا محمد وعلےٰ خلفاء سیدنا محمد اجمعین

درخواست دعا

میری والدہ مکرمہ کو ہفتہ عشرہ سے بخار ہے۔ اور وہ کمزور ہو رہی ہیں انکی صحت کے لئے درد دل سے دعا کی اشد ضرورت ہے اس لئے بذریعہ اخبار دعا کی درخواست ہے کہ مولا کریم کسی بزرگ کی دعاؤں کو سنے اور ان کو صحت دے۔ خاکسار۔ فضل داد ہیڈ کلرک منڈی۔

فاتحۃ الکتاب کے علمی انکشافات

(مولانا عبدالحق صاحب ودیارتھی)

قومی زندگی اخلاق سے پیدا ہوتی ہے اور اعلیٰ اخلاق سے ہی نشوونما پاتی اور تکمیل پذیر ہوتی ہے قوموں کی زندگی اور بقاء کا راز اخلاقی قدروں کی زندگی اور بقا میں ہے اخلاقی پستی اور ضعف اجتماعی زندگی کے لئے موت اور فنا کا پیغام ہے۔ دنیا کے لئے مبارک ہے وہ شخص جس کے اندر اپنی زندگی کے ساتھ دوسروں کی زندگی کی تمنا اور تڑپ موجود ہے اور اس منزل ہستی میں اس کا ہر قدم دوسروں کی فلاح اور بہبود کے لئے اُٹھتا ہے اصولاً یہ امر تمام مذاہب میں معین اور مسلم ہے لیکن اس کارگاہ حیات میں ہر شخص اپنی منزل مقصود سے بالعموم بھٹکا رہتا ہے اس لئے اسلام نے ہفتہ میں ایک مرتبہ نہیں بلکہ ایک دن میں پانچ مرتبہ ہر شخص کو اپنے ضمیر کا ٹسٹ یا امتحان لینے کی تاکید کی ہے کہ اس کا کوئی قدم صراط مستقیم سے بھٹک تو نہیں گیا؟

(۱) اللہ تعالےٰ کی ہستی اور اس کے حاضر وناظر ہونے پر ہر وقت کامل ایمان اور یقین۔

(۲) اپنے قوےٰ اور استعدادوں پر بھروسہ اور ان کی نشوونما کے لئے تڑپ۔

(۳) دوسروں کے ساتھ بلا معاوضہ نیکی کرنے کا زبردست جذبہ۔

(۴) غیروں کے حقوق اور فرائض کی کماحقہ ادائیگی۔

(۵) سب کے ساتھ بلا رو رعایت عدل وانصاف۔

(۶) مذکورہ بالا خوبیوں کے اظہار میں استقلال اور استحکام اور اللہ تعالےٰ سے مدد کی درخواست۔

(۷) اپنے اندرونی جذبات کے اظہار میں درست توازن یا اعتدال۔

یہ وہ سات معیار ہیں جن پر ایک مسلمان کو اپنی ضمیر ہر نماز میں ٹسٹ کر کے دیکھ لینا چاہیئے کہ اس کی دو نمازوں کے درمیان یا بعد کے معاملات ان کے مطابق ہیں یا نہیں سورۃ فاتحہ محض ایک دعا ہی نہیں بلکہ ہمارے روزانہ کاروبار اور مشاغل کے لئے ایک میزان اور مقیاس ہے جو قد قامت الصلوٰۃ کے الفاظ سے کھڑی کی جاتی ہے۔ اس مقصد کو سامنے رکھکر میں نے سورۃ فاتحہ کی تفسیر کئی مرتبہ بیان کی ہے دوستوں اور بزرگوں نے اسے شائع کرنے کی بارہا تاکید کی ہے اس کے علاوہ قرآن مجید اور تحقیق مذاہب کے سلسلہ میں بعض میرے مضامین منتشر پڑے ہوئے۔ یہ جو ایک کتابی شکل میں پہلی مرتبہ شائع ہو رہے ہیں چنانچہ ذیل کا اقتباس اسی سے لیا گیا ہے۔ عبدالحق

دُکھ اور خطرات کا فلسفہ

دکھ اور خطرات کی فلاسفی بھی سمجھ لینی چاہیئے بلاشبہ انسان ایک ایسی فضا میں رہتا ہے جس میں چاروں طرف خطرات ہیں زمین کی بناوٹ کے لحاظ سے۔ اختلاف آب وہوا کے اعتبار سے درندوں اور زہریلے جانوروں کی وجہ سے بے شمار مہلک جرثیم نے بھی زندگی اجیرن کر رکھی ہے لوگوں کی باہمی بگڑے ہوئے حالات کے سبب بھی دنیا میں دکھ ہی دکھ ہے مگر اس ساری دکھ بھری دنیا کے بالمقابل ایک ایسی دنیا فرض کیجئے جہاں کوئی خطرہ نہیں جس کی آب وہوا کسی لحاظ سے غیر موافق نہیں جس میں بیماریاں نہیں آتیں اور نہ زخم درد کرتے ہیں اور نہ انسان کی اپنی غلطیاں ہی اس پر دکھ لاتی ہیں، ظاہر ہے کہ وہ دنیا انسان کے اپنے اختیار کی دنیا نہ ہوگی کیونکہ اختیار غلط اور صحیح میں امتیاز کا نام ہے کوئی تمیز غلطی کے خطرہ سے خالی نہیں ہوسکتی اور نہ کوئی غلطی سزا کے بغیر متمیز ہوسکتی ہے اگر سزا کسی کو بھی نہ ملے تو ہدایت اور غلطی میں قطعاً امتیاز نہ ہوگا، دونوں راستے یکساں اور درست ہوں گے جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ دنیا کے اندر کسی قسم کی ترقی بھی نہ ہوگی نہ کوئی اخلاقی بھلائیاں ہوں گی اور نہ کوئی رُوحانی نیکیاں۔ مگر نیکی اور بدی میں تمیز دیکر انسان کی تعلیم اور تربیت کرنا اللہ تعالےٰ کی صفت ربّ کا تقاضا ہے، اس کے خلاف آپ فرض کیجئے انسان کبھی نہ مرتا خواہ وہ کچھ بھی کرتا اس کا کچھ نہ بگڑتا۔ آنکھ میں مٹی ڈالنے سے آنکھ خراب نہ ہوتی چاقو گھونپنے سے درد نہ ہوتا اور نہ زہر کھانے سے کچھ بگڑتا وہ کچھ بھی کھاتا اور پیتا مگر نہ مرتا اور بیمار ہوتا تو انسانی جسم کی ساخت اور اس کی پُر حکمت مشینری کے متعلق ہمیں کوئی علم نہ ہوتا اور نہ دنیا کی اکثر و بیشتر عجائبات اور خواص الاشیاء سے ہم کبھی واقف ہوتے۔ زندگی اور موت کے درمیانی ہونے کی وجہ سے دکھ اور درد کی حکمت بھی دوگونہ ہے ایک تو علم طب تشریح جسم یا علم الانسان اور خواص الاشیاء سے واقفیت اور دوسرے خدا کی ہستی کا اقرار اور اس پر ایمان کا ثبوت وثبات اور استقلال اسی سے حاصل ہوتا ہے درد درحقیقت زندگی کا سیفٹی والو...... (Safety Valve) یا خطرہ کا الارم ہے۔ جو انسان کو درماں اور علاج کے لئے ہوشیار کرتی ہے اس لئے جس قدر درد زیادہ ہوگا اس کا احساس شدید ہوگا اسی قدر زیادہ مستی سے ہماری ذہنی قوتیں بچاؤ کی تدبیریں کرتی ہیں۔ ہمارے اعصاب کا شدید طور پر ذی حس ہونا اور ان کی اطلاع دہی پر دماغی مشینری کا دوا علاج کے لئے فوراً حرکت میں آنا عجائبات قدرت میں سے ہے یہ کہنا کہ دنیا میں دکھ زیادہ ہے ایک شاعرانہ تخیل اور واقعات کا غلط اندازہ ہے بلاشبہ دنیا میں دکھ ہے لیکن جس قدر اس کا احساس اور قیاس ہے اتنا دکھ نہیں ہے اور پھر اس میں اصل مقصود صیانت حیات اور حفاظت زیست ہے دوسرا فائدہ یہ ہے کہ انسان کی تعلیم وتربیت ہمیشہ دکھ سے ہوئی ہے اور آیندہ ہوگی جس سے یہ نتیجہ بآسانی نکل سکتا ہے کہ نسل انسانی میں دکھ کی غرض ظلم اور ستم نہیں بلکہ وہ گوشمالی کرنے والا استاد ہے جو اپنے شاگردوں کی بھلائی اور بہتری کا خواہاں ہے۔ چنانچہ فرمایا وما انا بظلام للعبید ہم اپنے بندوں پر کچھ بھی ظلم نہیں کرتے بیشتر دکھ ایسے بھی ہیں جو انسانی زندگی میں جہالت کا ثمرہ ہیں وہ ہماری زندگی کا مستقل جز نہیں اور نہ زندگی کی غایت ہیں جیسا کہ مسرت ہے۔ چنانچہ فرمایا واٰخر دعواھم ان الحمد للہ رب العالمین سفر زندگی الحمد للہ رب العالمین سے شروع ہوا ہمارا قدم محبوب کی منزل کے قریب ہوتا گیا راہ کی دشواریاں اور کٹھنائیاں ہماری تیزگامی کا موجب ہوئیں اور الحمد للہ کے ذکر سے سب آسان ہوگئیں انا للہ وانا الیہ راجعون وہ تمنائیں اور آرزوئیں جن کا خون ہوا جھوٹی تمنائیں اور آرزوئیں تھیں ہماری زندگی کا نصب العین اور مقصود نہ تھیں۔ بھوک کا خوف مال وجان کا خطرہ، عزیزوں اور قریبیوں کی جُدائی ان میں سے کوئی چیز نہ تھی جو سفر زندگی میں تعطل پیدا کر دیتی کیونکہ سفر ان سب سے بلند تر مقصد کے لئے تھا۔ دکھ آئے لیکن ایک معلم خیر کی طرح تعلیم اور تربیت اور صبر ورضا کی تلقین کر کے رخصت ہوگئے یہاں تک کہ منزل محبوب سامنے آگئی اب نہ دکھ ہے اور نہ دکھ کا احساس دلی جوش کے ساتھ بالرفیق الاعلیٰ بالرفیق الاعلیٰ کہتے ہوئے ملنے جا ملے جو اصل مقصود اور مطلوب زندگی تھا۔ سفر زندگی الحمد للہ سے شروع ہوا تھا تو الحمد للہ رب العالمین پر ختم ہو گیا۔ واٰخر دعواھم ان الحمد للہ رب العالمین

اجتماعی زندگی کے دکھ بدھ مذہب کے بنیادی تخیل کا الحمد للہ رب العالمین سے علاج

انفرادی مصائب اور تکالیف کچھ دل کو سمجھانے اور کسی قدر معمولی پیشبندیوں اور تدابیر سے رفع ہو جاتے ہیں مگر زیادہ اٹل اور ہمت آزما مصائب سوسائٹی اور جماعتوں کے مصائب ہیں ان کا تعلق انسان کی رُوح الاجتماع کے ساتھ ہے۔ ربّ العالمین کا جملہ بتاتا ہے کہ دنیا میں منفرد شئے کا تصور نہیں وہ چیز جس کا تعلق دنیا کی کسی دوسری ہستی کے ساتھ کچھ نہ ہو محال ہے خواہ وہ برقی اکائی (الیکٹرون) ہو یا بڑے سے بڑا انسان سب دوسروں کے ساتھ معلق ہیں انسان بذات خود ایک سوشل ہستی ہے جو جماعت کے نقص اور خوبی سے متاثر ہو کر دکھ اٹھاتا ہے یا راحت پاتا ہے ایک فرد کو جو دکھ اور سکھ پہنچتا ہے یا تو اس کے اپنے کسی فعل کا نتیجہ ہوتا ہے یا اس کے والدین۔ آباؤاجداد اور دیگر اقربا کا یا اس کی اس قوم کا جس کا وہ جزو ہے آج کی غلطی کا یا زمانہ کی صد سالہ نامی کا یہ پھر وہ ایک ایسا دکھ ہے کہ جس کا اُٹھانا ہماری اپنی اور آیندہ نسل کی بہتری کا موجب ہے ماضی کے نقائص کا علاج تعلیم وتربیت شامہ کے ذریعہ ہو بھی جاسکے تاہم نئے دکھ اور مصائب مزید آئیں گے اور آنے بھی بند نہ ہوں گے وہ نئے حالات کی وجہ سے ہوں گے چونکہ یہ دنیا ربّ العالمین کی صفت کے اظہار سے ترقی کرتی ہوئی آگے کی طرف جا رہی ہے نئی نئی ضروریات اور مشکلات انسان کی مزاحمت کرتی ہیں جب ریل نہ تھی موٹریں نہ تھیں۔ ہوائی جہاز وغیرہ وغیرہ ترقی کے ذریعے نہ تھے لوگ ان کے حوادث سے بھی بے خبر تھے۔ ابتدائی زمانہ میں انسان کے لئے دکھ کی بات یہ تھی کہ اسے پناہ کے لئے کوئی غار نہ ملے اس کے بعد کے دور میں یہ مشکل پیش آئی کہ غار تو ہیں مگر پانی اور ہوا کے ریلے سے بچنے کے لئے گھر نہیں تیسرے دور میں گھر تھے تو روشنی کے لئے شیشہ روشندان میسر نہ تھے مگر اب شیشے کے روشندان اور کھڑکیاں میسر ہیں تو کثرت کی وجہ سے صاف ہوا نہیں ملتی غلہ اور اناج کی قلت سے نالاں ہیں آج وہ بائیں دار عورت اپنے آپ کو شہر میں مصیبت زدہ سمجھتی ہے جسے کھلا باورچی خانہ اور باورچی نہیں ملتا اور وہ مرد اپنے آپ کو بدقسمت سمجھتا ہے جسے صبح کو چائے کی پیالی نہیں ملتی لیکن ایک زمانہ تھا جب باورچی خانہ اور باورچی اور چائے پیالے کا تخیل میں بھی نہ تھی یہ بالکل سچ ہے۔

The luxuries of one age

are The comforts of The next and The necessaries of The one after

ایک دور زمانہ کے تعیشات آیندہ دور کے آرام اور اس سے - - - - - - آیندہ زمانہ کی ضروریات زندگی قرار پاتے ہیں"

زمانہ کی موجودہ رفتار کے ساتھ چلنے کے لئے ہم مجبور ہیں اور صفت رب العالمین کا تقاضا یہ ہے کہ ہم سکون اور جمود میں نہ رہیں اس لئے موجودہ زمانہ میں تہذیب کا معیار گاندھی کی لنگوٹی نہیں ہو سکتی۔

اس زمانہ میں چونکہ بڑے بڑے دکھ دنیا کی نگاہ سے اوجھل ہو گئے ہیں اس لئے معمولی دکھوں نے ان کی جگہ لے لی ہے ایک نسل انسانی کے دکھ دور ہو جاتے ہیں جب ہم آگے بڑھتے ہیں تو نئی ضروریات ان کی جگہ نئے دکھ پیش کر دیتی ہیں۔

بدھ مذہب یا قنوطیت کی تردید

قنوطیت (Pessimism) کی بنیادی غلطی یہ ہے کہ وہ دکھ کے فلسفہ سے ناواقف ہیں جو کسی قدر اختصار کے ساتھ اوپر بیان کر دیا گیا دوسری غلطی یہ ہے کہ وہ دکھ کو ایک مستقل وجود سمجھتے ہیں اور اسے زندگی کی غایت اور لزوم قرار دیتے ہیں حالانکہ نہ اس کا مستقل اور باقی رہنے والا وجود ہے اور نہ یہ زندگی کی غایت ہے انسانی ترقی کے لئے دکھ ناگزیر ہیں ان پر غالب آنے کے لئے انسان کوشش کر رہا ہے مگر اس میں کبھی ناکام بھی ہوتا ہے مگر ناکامیاں ہی کامیابیوں کا پیش خیمہ ہیں جیسے سائنس کی تاریخ کو اگر دیکھا جائے تو وہ غلطیوں اور شکوک سے بھری پڑی ہے مگر کوئی شخص سائنس کی یہ تعریف نہیں کرے گا کہ وہ غلطیوں اور اوہام کے مجموعہ کا نام ہے غلطیاں اس لئے ہیں کہ صحت اور صداقت معلوم کی جائے سائنس کی غایت شکوک اور غلطیاں پیدا کرنا نہیں یا سادہ الفاظ میں یوں سمجھئے کہ ایک شخص سائیکل پر سوار ہونا سیکھتا ہے وہ بار بار گرتا ہے یہ کہنا غلط ہوگا کہ وہ گرنے کی مشق کر رہا ہے اس کا مقصد گرنے کی قابلیت پیدا کرنا نہیں بلکہ سائیکل سواری سیکھنا ہے اسی طرح دکھ کا مقصد محض دنیا کو دکھی کرنا نہیں بلکہ دکھ کا علاج تلاش کر کے حفاظت اور صیانت زندگی ہے دکھ کے وجود سے وہ تمام علوم اور اخلاق دنیا میں پیدا ہوتے ہیں جن کا نام ہمدردی نوع انسان ہے۔ طب اور اس کے بیشمار شعبے۔ دل کی رقت۔ رقاقت، غمگساری، قربانی اور بلا معاوضہ نیکی اور دیانتداری۔ شقاوت۔ تکبر۔ غرور کا علاج بالضد ہے۔ بدھ مذہب کا یہ نظریہ کہ دنیا میں دکھ کے سوا کچھ نہیں اور کوئی سچائی نہیں سوائے اس کے کہ دنیا میں سچائی نہیں غلط محض ہے اگر دنیا میں باطل یا دکھ کے سوا کچھ نہیں اور اس کا علاج ہر خواہش اور تمنا کا خواہ وہ اچھی ہو یا بری بادو دینا ہے تو دنیا کا یہ تمام کارخانہ بے رونق ہو کر برباد ہو جائیگا ابتداء و تمنا کے ساتھ دنیا آباد ہے اور دکھوں پر غالب آنا جہاد ہے اور ارتقاء کا موجب ہے تیسری غلطی یہ ہے کہ نفسیات کے ماہر دکھ کی طرف زیادہ توجہ دیتے ہیں اس لئے انہیں دکھ زیادہ نظر آتا ہے بیماری کے دو ہفتے تندرستی کے پچاس ہفتوں سے زیادہ گراں گزرتے ہیں ہسپتال اور جیل کو دیکھ کر ہم دکھ اور بدی کی کثرت کا اندازہ کر لیتے ہیں مگر یہ ظاہر ہے کہ شہر کی پوری آبادی کے ساتھ انہیں کوئی نسبت نہیں۔ اسی طرح گذشتہ کے تاریخی واقعات۔ جنگیں۔ فسادات وغیرہ کی کثرت نظر آتی ہے مگر ان کے مابین امن و صلح کے جو بانفات اور نظارے ہیں وہ ہر شخص کی نظر سے اوجھل رہتے ہیں قرآن مجید اسی لئے فرماتا ہے وان تعدوا نعمۃ اللہ لا تحصوھا یہ بھی سچ ہے لقد خلقنا الانسان فی کبد انسانی تخلیق کی تکمیل دکھوں میں ہوتی ہے مگر اس سے بھی انکار کی گنجائش نہیں کہ اگر تم اللہ تعالیٰ کی نعماء کو شمار کرنا چاہو تو نہ کر سکو گے۔

دکھوں کے لحاظ سے حال ماضی سے بہتر ہے، اور استقبال حال سے یقیناً بہتر ہوگا مگر اسے بہتر بنانے کے لئے انسانی جد و جہد اور اجتماعی کوششوں کی ضرورت ہے۔

دعوت الی الحق

(بقیہ از صفحہ ۸)

کرتا ہے۔ جیسا کہ وہ فرماتا ہے ومن کل شیء خلقنا زوجین لعلکم تذکرون۔ ففروا الی اللہ اور ہر چیز سے ہم نے جوڑے پیدا کئے تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔ پس اللہ کی طرف دوڑو۔ یعنی جس طرح ہر چیز کی ترقی اور اس کا نشو و نما بغیر زوج کے نہیں ہوتا۔ اسی طرح انسانی روح کا حقیقی نشو و نما اللہ تعالے سے تعلق کے بغیر نہیں ہوتا۔ اس لئے اللہ تعالے ہی کو اپنا مقصود و محبوب حقیقی بناؤ۔ اور سب چیزوں کو چھوڑ کر اس کی طرف بھاگو۔ انسانی روح کے ساتھ زوج کی حیثیت سے اللہ تعالیٰ اس میں عشق کی حرارت پیدا کرنے کے لئے اسے وہ پاک پیالہ پلاتا ہے۔ جس میں سونٹھ کی ملونی ہوتی ہے۔ یہ پیالہ وہ اپنی کوشش سے نہیں پی سکتا تھا۔ بلکہ رحمان کا محبت کا ہاتھ اسے خود پلاتا ہے۔ اور پھر اپنے سے قریب کرنے کے لئے وہ اسے شراب طہور پلاتا ہے۔ تاکہ وہ دنیا و مافیہا سے بے نیاز ہو کر صرف اپنے رب کے عشق میں مست رہے۔

نعمائے آخرت کا ایک حصہ اس دنیا میں

عقل انسانی اس خیال کو دھکے دیتی ہے۔ کہ انسان جو کچھ مشقت ہو سکتی ہے وہ اس دنیا میں کرے۔ اور اپنے جذبات پر نت نئی مصیبت وارد کرے۔ لیکن اس کے اجر کے لئے وہ کسی دوسری دنیا کا منتظر رہے۔ جہاں اس کے جذبات میں محبت کی گرمی اور عشق کا متوالا پن پیدا ہوگا۔ حالانکہ خدا اسی دنیا میں اس کا زوج بن چکا ہے۔ یہ انسانی طاقت برداشت سے بالا تر امر ہے۔ اور خالق فطرت نے یہ انسانی فطرت میں ودیعت ہی نہیں فرمایا۔ بلکہ۔ آخرت کے لئے جو عظیم الشان انعام و اکرام کے وعدے ہیں۔ ان کا ایک حصہ وہ ضرور اس دنیا میں بھی دکھا دیتا ہے۔

یقین کے تین مراتب

جس طرح یہ تین پیالے انسانی ترقی کے لئے ضروری ہیں اسی طرح یقین کے بھی تین ہی مراتب ہیں۔ کیونکہ یقین اور سلسلہ وحی و الہام میں بہت گہرا تعلق ہے علم الیقین جس سے انسان کافوری پیالہ پیتا ہے۔ عین الیقین جو اسے زنجبیلی پیالہ پلا کر عطا کیا جاتا ہے۔ اور حق الیقین اسے اس وقت حاصل ہوتا ہے۔ جبکہ اسے شراب طہور پلائی جاتی ہے۔ اسی طرح ایمان بالغیب سے ترقی کر کے انسان اپنے رب کی لقاء حاصل کر لیتا ہے۔ اور اسے ندا آتی ہے۔ یا ایتھا النفس المطمئنۃ ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیۃ ہ فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی۔ اے اطمینان پانے والی جان اپنے رب کی طرف لوٹ آ تو اس سے راضی وہ تجھ سے راضی۔ پس میرے بندوں میں داخل ہو جا۔ اور میری جنت میں داخل ہو جا۔ یہ شربت زنجبیل اور یہ شراب طہور ممکن ہے اگلی دنیا میں کسی اور رنگ میں ہوں۔ اور بعض اوقات اس دنیا میں بھی حالت کشف میں کوئی ایسی چیز پلائی جاتی ہے۔ لیکن عام طور سے برگزیدگان الٰہی کو یہ نعما اس دنیا میں استجابت دعا، رویائے صادقہ۔ کشوف اور وحی و الہام کی شکل میں ملتی ہیں۔ اسی سے ان کی معرفت میں ترقی اور ان کے عشق الٰہی میں ثبات پیدا ہوتا ہے۔ ورنہ اگر زوج بات بھی نہیں کرتا تو اس سے عشق کیسے پیدا ہو سکتا ہے پھر مولانا مودودی کی طرح .... خدا کی ہستی قیاس کی جا سکتی ہے اس پر ایمان پیدا نہیں ہوتا۔ کیونکہ محبوب کی گفتار ہی عشق میں سب سے بڑی لذت ہے۔ اور جس ہستی کو قیاس سے ہم نے خود پیدا کیا ہے اور اس کی ہستی پر کوئی قاطع دلیل نہیں تو اس سے بت ہی اچھا ہے۔ کہ وہ سامنے تو دکھائی دیتا ہے۔ (باقی آیندہ)

احمدیہ ینگ مینز ایسوسی ایشن

کی ماہوار مجلس

۱۴ دسمبر ۱۹۵۲ء کو احمدیہ مسجد میں ایسوسی ایشن کی ماہوار مجلس منعقد ہوئی (اس مجلس میں صرف ایسوسی ایشن کی ترقی و استحکام کی تجاویز پر غور کیا جاتا ہے) گذشتہ ماہ کی طرح اس دفعہ بھی مرکز کے احمدی نوجوانوں کے کثیر حصہ نے اس مجلس میں شرکت کی۔ اس موقع پر حاضرین کی تواضع چائے سے کی گئی۔ حافظ محمد بوستان صاحب نے تلاوت قرآن کریم کی۔ جس کے بعد راقم الحروف نے مجلس ماہ گذشتہ کی روئداد پڑھی اس کے بعد مختلف نوجوانوں نے تجاویز پیش کیں جن پر بحث ہونے کے بعد چند ایک منظور ہوئیں آخر میں دعا پر مجلس برخاست ہوئی۔ خاکسار۔ سلطان محمد سیکرٹری

خواتین جماعت کی خدمت میں ضروری گذارش

ہمارا سالانہ جلسہ قریب آ رہا ہے جلسہ میں شمولیت فرمانے والی خواتین کے لئے ضروری ہے کہ وہ ایام جلسہ میں بالخصوص ظاہری زیب و زینت کو یہاں تک اعتدال پر لائیں کہ ان کا باطنی تقدس ان کے ظاہر سے عیاں ہو۔ سادگی کو یہاں تک ملحوظ رکھیں کہ ایک غیر از جماعت خاتون ایک ہی نظر میں یہ امتیاز کر سکے کہ کون کونسی خواتین احمدی ہیں کونسی غیر احمدی ہیں غرضکہ اخلاق گفتار کردار بلکہ ہر پہلو کے لحاظ سے امتیازی خصوصیات نمایاں ہوں تاکہ باہر سے آنے والی خواتین ایک خاص اثر لیکر جائیں۔ امید ہے کہ خواتین جماعت اس عاجزانہ گذارش پر ضرور توجہ فرمائیں گی۔ والسلام۔ خاکسار۔ ضیاء الرحمٰن احمدی مبلغ اسلام۔ کیمبل پور

بغداد و بلادِ اسلامیہ میں تبلیغی سرگرمیاں

سید تصدق حسین صاحب قادری کی تبلیغی ڈائری کا ایک ورق

بسلسلہ اشاعت مورخہ ۱۰ر دسمبر ۱۹۵۲ء

۱۰ر صفر ۔ ۲۹ر اکتوبر ۱۹۵۲ء بروز بدھ
جناب عبد الصمد صاحب برق جبانیہ کو پیغام صلح ۳۹ اور مرد آسیا" سیکرٹری صاحب لاہور کو شارل مالک وزیر لبنان کا مقالہ محترمہ ریاض فاطمہ کوٹھی باغ گلاوٹھی ضلع بلند شہر یوپی کو "ضرورت مجدد"، جناب محمد حبیب الرحمٰن صاحب حیدر آباد دکن کو پیغام صلح ۳۴ اور جناب سید کلیم اللہ صاحب حیدر آباد کو ۳۵ بھجوائے ۔ حکیم نظام الدین صاحب حیدر آباد دکو کاغذ بھجوایا۔ جناب استاذ علی محمد سرطاوی کو عبد الحکیم کے ہاتھ لائٹ ۲۷-۲۸ بھجوایا (آل انڈیا مسلم لیگ (لفظ انڈیا غالباً غلطی سے لکھا گیا ہے پاکستان ہونا چاہیئے) کے ڈھاکہ کے اجلاس پر روزنامہ جنگ مجریہ ۱۴ر اکتوبر کی اشاعت میں مقالہ افتتاحیہ میں .... تبصرہ کیا گیا ہے۔ اس میں خواجہ ناظم الدین وزیر اعظم پاکستان کے دوبارہ صدر منتخب ہونے پر موصوف کی توجہ مسلم لیگ کی گذشتہ پانچ سالہ کارگذاریوں کی طرف منعطف کرتے ہوئے پاکستان کی موجودہ حالت زار کا نقشہ مندرجہ ذیل الفاظ میں کھینچا ہے جو ہر دردمند پاکستانی کے لئے قابل غور ہے۔

"آج پھر فرقہ پرستی کے اژدہے پھنکاریں مار رہے ہیں۔ آج پھر صوبہ پرستی کے شیطان نے سر اٹھا لیا ہے۔ اور ملت ایک اجتماعی زاویہ میں غور کرنے کے بجائے درجنوں جتھوں اور گروہوں کے مفادات کے ماتحت غور کرنے لگی ہے۔ گویا ہم ۴۷ء کی پیچھے کی طرف لوٹے جا رہے ہیں۔ فرقہ پرست ملا اور صوبہ پرست سیاست دان جیسے قائد اعظم نے سیاسی ویرانے میں دھکیل چکے تھے۔ پھر ملت کے اجتماعی شعور پر حملے شروع کر دیئے ہیں یہ ٹھیک وہی ماحول ہے۔ جو ۴۷ء سے پہلے تھا۔ اور جو ہماری اجتماعی بدبختی اور مجموعی نکبت کا سبب بنا تھا اب مسلم لیگ چاہے تو اس کے خلاف رائے عامہ کو منظم کر سکتی ہے اور پاکستان کے جماعتی شعور کو پیدا کر سکتی ہے"

کہتے ہیں گر برکشتن بروز اول" ملت پاکستانیہ کی ترقی کے خواہاں افراد اور ارباب حکومت کے دردمند اصحاب کو چاہیئے۔ کہ ابتدا ہی میں ان خطرناک اژدھوں اور شیطانوں کا سر کچل کر رکھ دیں۔ ایسا نہ ہو کہ پانی سر سے گذر جائے۔ اور پھر کف افسوس ملنا پڑے۔ اللہ تعالیٰ پاکستان کا حافظ و ناصر ہو۔

۱۰ر صفر ۔ ۲۹ر اکتوبر ۱۹۵۲ء ۔ بروز بدھ ۔
نوائے وقت کی ۱۰ر اکتوبر ۱۹۵۲ء کی اشاعت میں پڑھ کر مسرت ہوئی کہ مولانا آفتاب الدین احمد صاحب سابق امام مسجد ووکنگ کو ڈھاکہ اسلامی تعاون کانفرنس کی مجلس انتظامیہ کے سیکرٹری کی جانب سے کانفرنس میں شرکت کی دعوت دی گئی ۔ لاہور سے محترمی غلام قادر صاحب کا خط ہوائی ڈاک سے مرقومہ ۲۳ر اکتوبر ۱۹۵۲ء ملا۔ تازہ پرچہ مکلمات اخویم عبد الصمد برق جبانیہ کو بھجوایا اس میں ایک مضمون قابل پڑھنے ...

بقلم حاجی لق لق جس کا تعلق بغداد سے ہے خصوصاً ہمارے مکرم دوست سلطان علی صاحب کا بھی ذکر خیر بھی ہے۔

۱۱ر صفر ۔ ۳۰ر اکتوبر ۱۹۵۲ء بروز جمعرات
استاذ عبد الرزاق الحسین دکان پر آئے انہیں لائٹ ۲۷-۲۸ دیا۔ پیغام صلح ۳۹ میں سید عطاء اللہ شاہ بخاری قائد احرار کے نام ایک مکتوب مفتوح بقلم اخویم محمد حسن صاحب چیمہ شائع ہوا ہے یہ مؤثر مقالہ ہر لحاظ سے اس قابل ہے کہ زیادہ سے زیادہ لوگوں تک پہنچایا جائے۔ اس کا ترجمہ انگریزی میں بھی کم مفید نہ ہو گا رسالے کی صورت میں ضرور چھپا ہو گا۔ بغداد میں بھی زیادہ تعداد میں اس کی کاپیاں برائے تقسیم آنی چاہئیں۔ حضرۃ العلامہ السید عبد القادر المغربی نائب رئیس المجمع العلمی العربی دمشق۔ سوریا کو ذکریٰ مولانا محمد علیؒ دیا۔ مخدوم پیر السید محمد ولایت حسین گیلانی۔ ایم اے ملتان کو موجودہ ایجی ٹیشن و مسلمان کی تعریف ڈاک سے بھجوایا۔ صوفی طیب بھائی کو نوائے وقت اور جنگ کے پرچے دیئے۔ آج بھی ایک خط مرقومہ ۲۸ر اکتوبر از اخویم عبد الصمد صاحب ملا۔ محترمی غلام قادر صاحب لاہور کے خط مرقومہ ۲۲ر اکتوبر کا جواب بذریعہ ہوائی ڈاک دیا۔ اور تبلیغی ڈائری کے پانچ اوراق بھجوائے۔ جناب صفدر صاحب کو حکیم صاحب کے ہاتھ پیغام صلح ۳۵ بھیجا۔

۱۲ر صفر ۔ ۳۱ر اکتوبر ۱۹۵۲ء ۔ بروز جمعہ ۔
حضرۃ الاستاذ السید محمد صالح رئیس الشریعۃ السودانیہ خرطوم اور استاذ السید عبد العزیز عبد اللہ سالم وزیہا الزراعۃ قاہرہ کو ذکریٰ مولانا محمد علی بھیجا۔ جناب سید قاسم علی صاحب النکاڈ جرنلسٹ کو بلہورہ جبلپور سی پی ۔ اور جناب حافظ رحمت میاں صاحب موتی مسجد قصبہ اپوڑ ضلع میرٹھ ۔ یو ۔ پی اور جناب مہتمم جماعت انوار مصطفےٰ خانقاہ سجادہ شیبشن گڑھ ضلع بانس بریلی ۔ یو پی کو "دعوت عمل" ڈاک سے بھجوایا ۔ ڈاکٹر محمد نصیر الدین صاحب سویرے دکان پر تشریف لائے۔ سلسلہ کی باتیں اور کچھ علمی گفتگو رہی ۔ مدینہ کے دو پرچے پڑھنے کے لئے لے گئے۔ معلوم ہوا کہ مسٹر ہاشم گذر بغداد میں آئے ہیں اور عزت مآب محمد مصطفےٰ قائم بالاعمال سفیر پاکستان کے مکان پر قیام ہے اب تک ملاقات نہیں ہوئی اگر ملاقات ہو گئی تو وہ باتیں ہو جاویں گی۔ عصر کے بعد دکان پر ایک سلیمانیہ کے باشندے السید رضا خان سعید معروف مصباح خریدنے آئے، باتوں میں معلوم ہوا کہ اعلیٰ تعلیم امریکہ میں زراعت کی حاصل کی ہے محمد شیر انگن صاحب آف سلیمانیہ سے واقف ہیں مل کر خوشی ہوئی انہیں دو رسالے عربی ذکریٰ مولانا محمد علی رح اور رسالہ پاکستان تقریر ظفر اللہ خان و دیگر انگریزی کا پرافٹ آف اسلام و ٹس ان لے نیم دیا تھا بیاد لکارڈ ہوا عبد الحکیم صاحب کے ہاتھ مسٹر محمد صفدر صاحب

کے ہوٹل میں "قرآن و حدیث میں مسیح موعود اور مہدی مسعود کے زمانہ کی چند علامات" بھجوایا۔

۱۳ر صفر ۔ یکم نومبر ۱۹۵۲ء بروز سنیچر ۔
استاذ السید علی طہٰ وزیر معارف سوڈان خرطوم کو ذکریٰ مولانا محمد علی رح ایڈیٹر ڈیلی ٹائمس لاگوس کو فتوے علماء مصر بر وفات مسیح اور روحانی بلیعت ان خاونڈ ...... الخ اور جناب نوشی محمد صاحب کیمبل پور کو دعوت عمل اور السید عابد علی صاحب خانقین کو پیغام صلح ۲۹ ڈاک سے بھجوایا۔ اخویم عبد الصمد برق جبانیہ سے تین خطوں کا جواب معہ چار ورق نقل تبلیغی ڈائری بھیجا۔
ووکنگ سے محترمی مولانا شیخ محمد عبد اللہ صاحب کا خط مرقومہ ۲۷ر اکتوبر ملا ۔ یہ پڑھ کر افسوس ہوا کہ انہیں آج تین ماہ سے لائٹ اور پیغام صلح نہیں مل رہا مرکز کو فوری توجہ دینا چاہیئے۔ مولانا موصوف کے خط کا جواب بذریعہ ہوائی ڈاک دیا ۔ اخویم ابراہیم آدم سیوانی بصرہ کے خط ۲۷ر اکتوبر کا جواب معرفت فیض محمد صاحب دیا۔ مغرب کے بعد دکان پیا استاذ شاکر سمارہ آگئے محمد شیر گل صاحب اور محمد لودھی خان آفریدی بیٹھے ہوئے تھے تھوڑی دیر گفتگو رہی اسلامک ریویو بابت اکتوبر اور لائٹ ۳۷-۳۸ انہیں دیا ۔ جناب عزت آفندی پیغام صلح ۳۸ پڑھنے مطالعہ لے گئے ۔

۱۴ر صفر ۔ ۲ر نومبر ۱۹۵۲ء بروز اتوار ۔
آج بذریعہ طیارہ الدکتور احمد سوریا جو وزیر خارجہ انڈونیشیا سابق بغداد آ رہے ہیں تین چار روز قیام رہے گا ۔ بغداد میں آمد کی مناسبت سے موصوف کو کتاب "ٹو ورلڈ آرڈر" کا ڈچ ترجمہ ہدیۃً بھجوایا۔ السید عبد الجلیل العمری وزیر مالیہ مصر قاہرہ کو ذکریٰ مولانا محمد علی جناب میجر ارباب محمد شیر و راولپنڈی کو "جریدۃ الزمان اور علماء مصر کے فتوے"۔ شیخ بدر الدین انصاری اسکندریہ کو پیغام صلح ۴۲-۴۳ مسٹر الیس اولا سالا وا ڈورگبو کے نائیجریا کو عراق ٹائمس اور حضرت مرزا غلام احمد بھجوایا ۔ جناب ملک معراج دین صاحب کے ہاتھ ایک رقعہ اخویم عبد الصمد صاحب برق جبانیہ کو بھجوایا نیز جبانیہ کے ... کے لئے چند پرچے الجمعیتہ ۔ جنگ ۔ نوائے وقت اور ... کے بھجوائے ۔

۱۵ر صفر ۔ ۳ر نومبر ۱۹۵۲ء بروز پیر ۔
جناب صوفی طیب بھائی کو پیغام صلح ۲۹ دیا ۔ الزعیم عبد اللہ خلیل سیکرٹری حزب الامۃ خرطوم سوڈان کو ذکریٰ مولانا محمد علیؒ بھجوایا ۔ عزت مآب میاں ضیاء الدین صاحب سفیر پاکستان ٹوکیو کو ... محمد اسعد الحسنی کیمبل پور کو موجودہ ایجی ٹیشن ۔ الحاج جبریل مارٹن لاگوس کو ٹریکٹ اور "مجدد" بھجوائے ۔ محترمہ نیرہ ضیاء الحسن ٹانڈہ کو دعوت عمل ڈاک سے بھجوایا ۔ صوفی طیب بھائی رسالہ نزول المسیح مطالعہ ...

برلن مسجد کے جرمن امام مسٹر محمد امان ہوبوہم کی تقریر

برلن مسجد کے جرمن امام مسٹر محمد امان ہوبوہم کے ورود لاہور کی خبر گذشتہ اشاعت میں دی جا چکی ہے آپ نے ۱۲ر دسمبر کو بعد نماز جمعہ مسجد احمدیہ بلڈنگس میں ایک مختصر تقریر انگریزی زبان میں کی جس میں جماعت احمدیہ کی ان خدمات اسلام کے لئے جو وسط یورپ میں سر انجام دی جا رہی ہیں وہاں کے مسلمین کی طرف سے شکریہ ادا کرتے ہوئے جرمن مشن کی سرگرمیوں اور برلن مسجد کی مرمت کا حال بتایا امام صاحب ممدوح جلسہ سالانہ کے موقعہ پر ۲۶ر دسمبر کو ذیل کے موضوع پر تقریر فرمائیں گے۔

Future of Islam in Central Europe.

پروگرام جلسہ سالانہ ۱۹۵۲ء احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

۲۴ دسمبر ۱۹۵۱ء بروز بدھ

صبح دس بجے سے ۲ بجے تک خواتین کا جلسہ ہوگا۔ اور دستکاری کی نمائش بھی ہوگی ملک و ملت کی بہبودی اور تبلیغ اسلام کے متعلق معزز خواتین تقاریر فرمائیں گی۔

اجلاس اوّل ۲۵ دسمبر ۱۹۵۲ء بروز جمعرات

نشست اوّل:- ۹½ بجے سے ۱۲½ بجے تک

زیر صدارت حضرت شیخ نیاز احمد صاحب رئیس وزیر آباد

۹½ تا ۹-۴۵ تلاوت قرآن حکیم:- حافظ قاری محمد بوستان صاحب

۹-۴۵ تا ۱۰ بجے:- نظم - طلباء مسلم ہائی سکول ۱

۱۰ تا ۱۰½:- افتتاحی تقریر:- الحاج حضرت شیخ میاں محمد صاحب ملز اونر پریذیڈنٹ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور۔

۱۰½ تا ۱۱:- "مثیل مسیح اور اسکی قوت قدسی کا بے نظیر اثر" جناب مولانا مسیح الزمان صاحب مولوی فاضل ٹرینڈ ہیڈ ماسٹر مسلم ہائی سکول بدوملہی۔

۱۱ تا ۱۱-۲۰:- "اسلام میں احمدیت کا مقام":- جناب شیخ عبدالحق صاحب بلوی مناظر اسلام۔

۱۱½ تا ۱۲:- "ہمارے عقائد":- جناب شیخ محمد یوسف صاحب گرنتھی

۱۲ تا ۱۲½:- "مقام مسیح موعود علیہ السلام":- جناب مولانا شیر محمد صاحب خوشابی مبلغ اسلام

نشست دوم ۱½ سے ۴ بجے تک

زیر صدارت جناب شیخ میاں مولا بخش صاحب ملز اونر لائلپور

۱-۳۰ تا ۱-۴۵:- تلاوت قرآن کریم:- حافظ قاری غلام رسول صاحب

۱-۴۵ تا ۲:- نظم:- طلباء مسلم ہائی سکول ۲

۲ تا ۲-۳۰:- "اپنی سرگذشت":- عالیجناب سید عبدالجبار بادشاہ صاحب ستھانہ علاقہ آزاد

۲-۳۰ تا ۳:- "ہمارا قدم شاہراہ ترقی پر":- جناب ڈاکٹر احمد حسن صاحب بی اے ایل ایل بی مبلغ اسلام

۳ تا ۳½:- "علماء کی مخالفت اور حضرت مسیح موعود":- جناب مولانا فضل الرحمٰن صاحب قمر سامانوی۔

۳½ تا ۴:- "ہم کیا کچھ کر سکتے ہیں":- جناب غلام ربانی صاحب ایم اے ایل ایل بی۔

اجلاس دوم ۲۶ دسمبر ۱۹۵۲ء بروز جمعہ

نشست اوّل:- ۹½ بجے سے ۱۲ بجے تک

زیر صدارت جناب شیخ میاں عطاء اللہ صاحب ملز اونر ملتان

۹½ تا ۹-۴۵:- تلاوت قرآن کریم:- حافظ قاری محمد بوستان صاحب

۹-۴۵ تا ۱۰:- نظم:- طلباء مسلم ہائی سکول ۱

۱۰ تا ۱۰½:- "غلبہ اسلام کیسے ہو سکتا ہے":- ڈاکٹر ولی احمد بیگ صاحب مرزا مبلغ انگلستان و ہالینڈ۔

۱۰½ تا ۱۱:- "موجودہ انتشار":- جناب چودھری محمد حسن صاحب چیمہ وکیل گجرات۔

۱۱ تا ۱۱-۴۵:- "تحریک احمدیت اور اس کے معاندین" جناب مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع مبلغ اسلام جزائر فیجی۔

وقفہ پندرہ منٹ

(نوٹ) ۱۲ بجے سے ۱-۳۰ تک نماز جمعہ ہوگی۔

خطبہ جمعہ:- امیر جماعت حضرت مولانا صدرالدین صاحب فرمائیں گے۔

نشست دوم:- ۱-۳۰ سے ۴ بجے تک

زیر صدارت جناب میاں نصیر احمد صاحب فاروقی چیف سیکرٹری حکومت سندھ

۱-۳۰ تا ۱-۴۵:- تلاوت قرآن کریم:- عبدالقیوم صاحب طالبعلم مسلم ہائی سکول ۱

۱-۴۵ تا ۲:- نظم:- طلباء مسلم ہائی سکول ۲

۲ تا ۲-۳۰:- "اسلام کا مستقبل مرکزی یورپ میں" (تقریر انگریزی) جناب محمد امان ہوبوہم صاحب امام مسجد برلن (جرمنی)

۲-۳۰ تا ۳:- سالانہ رپورٹ:- آنریری جنرل سیکرٹری خانبہادر غلام ربانی خاں صاحب

۳ تا ۴ بجے تک:- تقریر و اپیل:- الحاج حضرت شیخ میاں محمد صاحب ملز اونر صدر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور۔

اجلاس سوم ۲۷ دسمبر ۱۹۵۲ء بروز ہفتہ

نشست اوّل:- ۹½ بجے سے ۱۲½ بجے تک

زیر صدارت جناب کرنل سید شبیر حسین صاحب انسپکٹر جنرل جیل خانہ جات پنجاب

۹½ سے ۹-۴۵:- تلاوت قرآن کریم:- حافظ قاری محمد بوستان صاحب

۹-۴۵ تا ۱۰ بجے تک:- نظم:- جناب نعمت اللہ صاحب گوہر

۱۰ تا ۱۰½ تک:- "اسلامی دستور":- جناب قاضی عبدالرشید صاحب ایڈووکیٹ مانسہرہ۔

۱۰½ تا ۱۱-۱۵ تک:- تقریر:- حضرت مولانا عبدالحق صاحب ودیارتھی "معارف قرآن"

۱۱-۱۵ تا ۱۲ تک:- تقریر:- امیر جماعت مولانا صدرالدین صاحب۔

۱۲ تا ۱۲½:- تقریر:- جناب مرزا مسعود بیگ صاحب ہیڈ ماسٹر مسلم ہائی سکول ۲

نشست دوم:- ۱-۳۰ سے ۴ بجے تک

زیر صدارت جناب خانبہادر ڈاکٹر سعید احمد خان صاحب سپرنٹنڈنٹ ادریس سینیٹوریم

۱-۳۰ سے ۱-۴۵ تک:- تلاوت قرآن کریم:- عبدالقیوم صاحب طالبعلم مسلم ہائی سکول ۱

۱-۴۵ سے ۲½ تک:- "موجودہ یورپ کے متعلق میرے تاثرات":- جناب ڈاکٹر اللہ بخش کیمبل ایم اے

۲½ سے ۳½ تک:- "اسلامک کانسٹی ٹیوشن" جناب مولانا شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری۔

۳½ سے ۳-۴۵ تک:- تقریر:- جناب عبدالصمد صاحب برٹش گیانا۔

۳-۴۵ سے ۴ بجے تک:- اختتامی تقریر و دعا:- حضرت صاحب صدر

نوٹ:- ۱ نماز ظہر و نماز عصر ٹھیک ایک بجے ہوگی مغرب و عشاء دونوں جمع کی جائینگی۔ وقت پوچھ لیجئے۔

۲ درس قرآن حکیم ہر روز بعد از نماز فجر ہوگا۔ ۲۵ دسمبر ۵۲ء کو حضرت امیر جماعت مولانا صدرالدین صاحب درس فرمائیں گے ۲۶، ۲۷ دسمبر کو حضرت مولانا عبدالحق صاحب ودیارتھی درس فرمائیں گے۔ ۳ جنرل کونسل کا اجلاس مورخہ ۲۶ دسمبر بعد از نماز مغرب مسلم ہائی سکول ۱ کی بالائی منزل میں ہوگا ممبران کونسل نوٹ فرمالیں۔

۴ احمدیہ کانفرنس۔ بعد از نماز مغرب مورخہ ۲۵ دسمبر ۵۲ء ۵ بجے شام سے ۶ بجے شام تک مسجد احمدیہ میں ہوگا۔

۵ تصویری لیکچر:- احمدیہ کانفرنس کے بعد جناب ڈاکٹر اللہ بخش صاحب تصاویر کے ذریعہ "علم جرائم قرآنی تعلیمات کی روشنی میں" کے موضوع پر روشنی ڈالینگے یہ لیکچر سائنٹیفک اور دلچسپ ہوگا۔

۶ کھانے کے اوقات:- صبح ساڑھے سات بجے سے ۹ بجے تک

شام چھ بجے سے ۸ بجے تک

احمد یار ایم اے مہتمم جلسہ سالانہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم — نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم — تار کا پتہ: "تبلیغ" لاہور

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸ — فون نمبر ۳۷۳۷

لوائے ما پنہ ہر سعید خواہد بود — ندائے فتح نمایاں بنام ما باشد

پیغامِ صلح

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا ہفتہ وار ارگن

سالانہ چندہ پاکستان سے ۱۰ چھ روپے — سالانہ چندہ ہندوستان سے ۰-۱۲-۸ روپے — سالانہ چندہ ممالک غیر سے ۲۳ شلنگ

ایڈیٹر دوست محمد

جلد ۴۰ — یوم چہارشنبہ مورخہ ۶ ربیع الثانی ۱۳۷۲ھ — ۲۴ دسمبر ۱۹۵۲ء — نمبر ۴۹

حضرت مسیح موعودؑ اور آپکی جماعت کا مذہب

ہم تو رکھتے ہیں مسلمانوں کا دین
دل سے ہیں خدام ختم المرسلین
شرک اور بدعت سے ہم بیزار ہیں
خاکِ راہِ احمدِ مختار ہیں
سارے حکموں پر ہمیں ایمان ہے
جان و دل اس راہ پہ قربان ہے
تم ہمیں دیتے ہو کافر کا خطاب
کیوں نہیں لوگو تمہیں خوفِ عقاب

جماعت احمدیہ لاہور کی تعلیمی خصوصیات

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ پرانا نیا۔
۲۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۳۔ قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگی۔
۴۔ سب صحابہؓ اور آئمہ قابل احترام ہیں۔ مجددوں کا ماننا ضروری ہے۔
۵۔ اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا۔

(ترمیم شدہ پروگرام)

پروگرام جلسہ سالانہ ۱۹۵۲ء احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

۲۴ دسمبر ۱۹۵۲ء بروز بدھ

صبح دس بجے سے ۲ بجے تک خواتین کا جلسہ ہوگا اور دستکاری کی نمائش بھی ہوگی ملک ملت کی بہبودی اور تبلیغ اسلام کے متعلق معزز خواتین تقاریر فرمائیں گی۔

اجلاس اوّل ۲۵ دسمبر ۱۹۵۲ء بروز جمعرات

نشست اوّل ۹½ بجے سے ۱۲½ بجے تک

زیر صدارت حضرت شیخ نیاز احمد صاحب رئیس وزیرآباد

- ۹½ تا ۹-۴۵ — تلاوت قرآن حکیم: حافظ قاری محمد بوستان صاحب
- ۹-۴۵ تا ۱۰ بجے — نظم: طلباء مسلم ہائی سکول نمبر ۱ لاہور
- ۱۰ تا ۱۰½ — افتتاحی تقریر: الحاج حضرت شیخ میاں محمد صاحب پریذیڈنٹ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور
- ۱۰½ تا ۱۱ — "مثیل مسیح اور اسکی قوت قدسی کا بینظیر اثر": جناب مولانا مسیح الزمان صاحب مولوی فاضل غریک ہیڈ مسلم ہائی سکول یدوکھی
- ۱۱ تا ۱۱¾ — تقریر: جناب مرزا مسعود بیگ صاحب ہیڈ ماسٹر مسلم ہائی سکول نمبر ۲ لاہور
- ۱۱¾ تا ۱۲ — "ہمارے عقائد": جناب شیخ محمد یوسف صاحب گرنتھی مبلغ اسلام
- ۱۲ تا ۱۲½ — "مقام مسیح موعود علیہ السلام": جناب مولانا شیر محمد صاحب خوشابی مبلغ اسلام

نشست دوم ۱½ بجے سے ۴ بجے تک

زیر صدارت جناب شیخ میاں مولا بخش صاحب ملزادہ لائل پور

- ۱-۳۰ تا ۱-۴۵ — تلاوت قرآن کریم: حافظ قاری غلام رسول صاحب
- ۱-۴۵ تا ۲ — نظم: طلباء مسلم ہائی سکول نمبر ۲
- ۲ تا ۲-۳۰ — "اپنی سرگذشت": جناب سید عبدالجبار بادشاہ صاحب ستھانہ۔ علاقہ آزاد
- ۲-۳۰ تا ۳ — "ہمارا قدم شاہراہ ترقی پر": جناب ڈاکٹر احمد حسن صاحب بی اے ایل ایل بی۔ مبلغ اسلام لاہور
- ۳ تا ۳½ — "علماء کی مخالفت اور حضرت مسیح موعودؑ": جناب مولانا فضل الرحمٰن صاحب قمر ساما نوی
- ۳½ تا ۴ — "ہم کیا کچھ کر سکتے ہیں": جناب غلام ربانی صاحب ایم اے ایل ایل بی

اجلاس دوم ۲۶ دسمبر ۱۹۵۲ء بروز جمعہ

نشست اوّل ۹½ بجے سے ۱۲ بجے تک

زیر صدارت جناب شیخ میاں عطاء اللہ صاحب ملزادہ ملتان

- ۹½ تا ۹-۴۵ — تلاوت قرآن کریم: حافظ قاری محمد بوستان صاحب
- ۹-۴۵ تا ۱۰ — نظم: طلباء مسلم ہائی سکول نمبر ۱ لاہور
- ۱۰ تا ۱۰½ — "غلبۂ اسلام کیسے ہو سکتا ہے": جناب ڈاکٹر مرزا ولی احمد بیگ مبلغ انگلستان و ہالینڈ
- ۱۰½ تا ۱۱ — "موجودہ انتشار": جناب چوہدری محمد حسن چیمہ صاحب وکیل گجرات
- ۱۱ تا ۱۱-۴۵ — "تحریک حمایت اور اسکے معاندین": جناب مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع مبلغ اسلام جسٹس مرزا

(وقفہ پندرہ منٹ)

نوٹ: ۱۲ بجے سے ۱-۳۰ تک نماز ہوگی۔ خطبہ جمعہ امیر جماعت حضرت مولانا صدرالدین صاحب فرمائیں گے۔

نشست دوم ۱-۳۰ سے ۴ بجے تک

زیر صدارت حضرت امیر مولانا صدرالدین صاحب ایدہ اللہ

- ۱-۳۰ تا ۱-۴۵ — تلاوت قرآن کریم: عبدالقیوم صاحب طالب علم مسلم ہائی سکول نمبر ۱
- ۱-۴۵ تا ۲ — نظم: طلباء مسلم ہائی سکول نمبر ۱
- ۲ تا ۲-۳۰ — "اسلام کا مستقبل مرکزی یورپ میں" (تقریر انگریزی): جناب محمد امان ہوبہم صاحب امام مسجد برلن (جرمنی)
- ۲-۳۰ تا ۳ — "سالانہ رپورٹ": آنریری جنرل سیکرٹری انہادر غلام ربانی خان صاحب
- ۳ تا ۴ بجے تک — تقریر و اپیل: الحاج حضرت شیخ میاں محمد صاحب ملزادہ پریذیڈنٹ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

(باقی پروگرام ملاحظہ ہو بر صفحہ ۲)

نوٹ: (۱) نماز ظہر و نماز عصر ٹھیک ایک بجے ہوگی، مغرب و عشاء دونوں جمع کی جائیں گی وقت پونے چھ بجے (۲) درس قرآن حکیم ہر روز بعد نماز فجر ہوگا۔ ۲۵، ۲۶، ۲۷ دسمبر ۱۹۵۲ء تینوں دن حضرت امیر جماعت مولانا صدرالدین صاحب درس فرمائیں گے (۳) جنرل کونسل کا اجلاس مورخہ ۲۶ دسمبر بعد از نماز مغرب مسلم ہائی سکول نمبر ۱ کی بالائی منزل میں ہوگا ممبران کونسل نوٹ فرمالیں (۴) احمدیہ کانفرنس بعد نماز مغرب مورخہ ۲۵ دسمبر ۱۹۵۲ء ۵ بجے شام سے ۶ بجے شام تک مسجد احمدیہ میں ہوگا۔ (۵) تصویری لیکچر: احمدیہ کانفرنس کے بعد جناب ڈاکٹر اللہ بخش صاحب تصاویر کے ذریعہ "علم جرائم قرآنی تعلیمات کی روشنی میں" کے موضوع پر روشنی ڈالیں گے یہ لیکچر سائنٹیفک اور دلچسپ ہوگا۔ (۶) کھانے کے اوقات: صبح ساڑھے سات بجے سے ۹ بجے تک، شام: چھ بجے سے ۸ بجے تک۔

ہم مطالبہ کرتے ہیں

(۱) کہ اس ملک میں جہاں قرآن کریم کے صریح حکم وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ اَلْقٰی اِلَیْکُمُ السَّلٰمَ لَسْتَ مُؤْمِنًا (ترجمہ) جو کہ تمہیں السلام علیکم کہے اسے مت کہو کہ تم مسلمان نہیں ہو اور
(۲) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم مَنْ صَلّٰی صَلٰوتَنَا وَ اسْتَقْبَلَ قِبْلَتَنَا وَ اَکَلَ ذَبِیْحَتَنَا فَذَالِکَ الْمُسْلِمُ الخ (ترجمہ۔ جو ہماری نماز پڑھتا ہے اور قبلہ رو ہو کر کھڑا ہوتا ہے اور ہمارا ذبیحہ کھا لیتا ہے وہ مسلمان ہے) کی سخت توہین کی جارہی ہے حرمت فرمان خداوندی اور قول رسول کو قائم کیجئے۔
(۳) لَا تُکَفِّرُوا اَهْلَ الْقِبْلَةِ (ترجمہ۔ اہل قبلہ کی تکفیر مت کرو) کے حکم کے خلاف اعلان بغاوت ہو چکا ہے اس کا بروقت سدباب کیجئے۔
(۴) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے ٹکڑے ٹکڑے کئے جارہے ہیں جن لوگوں کی مساجد سے توحید رسالت محمدیہ کی شہادت ہر پانچ وقت اذانوں کے ذریعہ بلند کی جارہی ہے جن میں ...... بہت سے قرآن کے حفاظ و مفسرین ہیں۔
اور جو اشاعت قرآن اور اشاعت اسلام میں اپنا تن من دھن لگائے ہیں۔ انہیں دائرہ اسلام سے خارج کیا جارہا ہے۔ لوگوں کے دلوں سے کلمہ کی عظمت اور احکام اسلام کی تعظیم مٹائی جارہی ہے اس کا مداوا کیا جائے۔
(۵) وہ جماعتیں جو قیام پاکستان کو غیر اسلامی کہا کرتی تھیں پھر تخریب پاکستان کے مذموم فعل میں مصروف ہو گئی ہیں اور عوام کو گمراہ کر کے ملک میں انتشار پیدا کر رہی ہیں۔ ان کی ایسی حرکات کا قانوناً انسداد کیا جائے۔
(۶) تبلیغوں پر مذہب کے نام پر عوام کو اشتعال دلایا جارہا ہے اور پر امن شہریوں اور وفادار رعایا کے ایک حصہ کے خلاف عوام کو خطرناک طور پر اکسایا جارہا ہے۔ قانون اور انتظام کے نام پر اپیل کی جاتی ہے کہ اس مظلوم حصہ رعایا کی جانوں مالوں اور عزتوں کی حفاظت کی جاوے۔
(۷) عوام الناس کا مذاق خراب کیا جارہا ہے اور فتنہ فساد کی آگ بھڑکائی جارہی ہے۔ قانون کا وقار کم ہو رہا ہے۔ بغاوت اور نافرمانی کی تلقین عام ہو رہی ہے۔ وقت پر ہی ان فتنہ پردازوں کی روک تھام کر لی جاوے۔
(۸) تحریک ختم نبوت کے علمبردار ایک اسرائیلی براہ راست منصب نبوت پر فائز صاحب کتاب و شریعت نبی کی آمد کے منتظر ہیں وہ اس تحریک کے چلانے کے اہل نہیں ہو سکتے ان کی نظروں میں مسیح ابن مریم خاتم النبیین ہے کیونکہ اس کی وفات کے بعد ان کے زعم میں کوئی نبی نہیں آئے گا۔
(۹) .... ہم لاہوری احمدی ایمانداری سے اور حقیقت کے رنگ میں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیاء مانتے ہیں اور بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی نئے یا پرانے نبی کے آنے کے قائل نہیں ہیں اور تمام دنیا کے کلمہ گو فرقوں اور جماعتوں کو مسلمان خیال کرتے ہیں اور اہل قبلہ کی تکفیر کو ایک ناقابل معافی معصیت سمجھتے ہیں۔
فتنہ تکفیر کے استیصال کے لئے ضروری ہے کہ مکفرین اہل قبلہ کی سزا موت تجویز ہونی چاہیئے۔

المشتہر

افسر تبلیغ پاکستان احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

پیغام صلح

جلد ۴۰ | یوم چہار شنبہ ... | ۱۳۷۲ھ | نمبر ۴۹

کلمۂ مختصرہ

بخدمت وابستگانِ سلسلۂ حقّہ احمدیہ

از جناب سید تصدق حسین صاحب قادری احمدی بغداد

اے وابستگانِ سلسلۂ حقّہ۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ

آج آپ کی پیاری تحریک احمدیت جس نازک ترین دور سے گذر رہی ہے اور جیسے چاروں طرف سے دنیا بھر کی باطل طاغوتی طاقتوں نے گھیر لیا ہے وہ آپ حضرات سے پوشیدہ نہیں معلوم یہ ہوتا ہے کہ تاریخ غزوۂ خندق کو دوہرا رہی ہے یہ ایک عظیم آزمائش ہے "زُلْزِلُوا زِلْزَالًا شَدِیْدًا" کا نقشہ آنکھوں کے سامنے پھر رہا ہے۔ اعدائے سلسلہ ومنافقین یہ سمجھ رہے ہیں کہ ہم نے اس تحریک کو ختم کر دیا مگر الحمدللہ کچل دیا لیکن اہلِ تسلیم ورضا مومنین یہ منظر دیکھ کر یک لخت پکار اٹھے ہیں کہ اللہ کا وعدہ پورا ہو رہا ہے یہ مشکلات، یہ مصائب، یہ امتحان ان کے ایمان و ایقان کی تازگی کا باعث ہو رہے ہیں۔ ہمتیں بڑھ گئیں اور یقین ہو گیا ہے کہ "پائے محمدیاں برمنار بلند تر محکم افتاد" کی پیشگوئی کے پورا ہونے کا وقت قریب آ گیا ہے۔

اے مجاہدینِ اسلام تو پھر ہمیں کیا کرنا چاہیئے حالات کے پیش نظر ضرورت ہے اور اشد ترین ضرورت ہے کہ ہمارے اس قومی اجتماع میں جو ہفتۂ عشرہ میں بموجب ارشاد امام وقت مدینۃ لاہور میں منعقد ہو رہا ہے اس ارشادِ خداوندی اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالًا وَّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ذٰلِكُمْ خَیْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ پر متفقہ طور پر عملاً لبیک کی آواز بلند کریں اور اس کی راہ میں سروں پر کفن باندھ کر ہلکے اور بوجھل جان ومال سے نکل پڑیں آج وقت انفروا ہے دین کو دنیا پر مقدم رکھنے کا ثبوت دو بپیارے بھائیو ؎

ہر طرف آواز دینا ہے ہمارا کام آج ٭ جس کی فطرت نیک ہے وہ آئیگا انجام کار

یہ عقدہ آواز دینے کے لئے ضرورت ہے کہ تم اپنے میں حسب فرمودہ امام الزمان یہ رنگ پیدا کرو ؎ در کوئے تو اگر سر عشاق را زنند ٭ اول کسے کہ لاف تعشق زند منم

پھر دیکھو کہ کامیابی یقینی ہے۔ ہاں اگر ذرا بھی غفلت سے کام لیا تو تم ٹھکرا دیئے جاؤ گے تمہاری جگہ قوماً غیرکم سے خدمت اسلام کا کام لیا جاویگا ہم محروم رہ جائیں گے اسلام کا غلبہ مقدر ہے اٹل ہے۔ مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے ؎

بہیئت ایں اجر نصرت را دہندت اے اخی ورنہ ٭ قضائے آسمان است ایں بہر حالت شود پیدا

اس قومی اجتماع کے موقعہ پر جہاں قابل قدر مشورے ہونگے اور تہجد کی نمازوں میں کامیابی اور حصول قوت خدمت دین کیلئے دعائیں بھی ہوں گی وہاں ہم وابستگان سلسلہ کے

خیر مقدم

جس وقت یہ پرچہ قارئین کرام کے ہاتھوں میں پہنچے گا جلسہ سالانہ شروع ہو چکا ہو گا اور وہ تارکانِ اسلام جو مسیح وقت کے نفوس قدسیہ سے فیضیاب ہیں، لاہور میں اپنے پیارے مسیحا کے زیر بیت یورپ امریکہ کی نئی ہمدردی کے لئے تدابیر حسنہ پر غور کر رہے ہوں گے اور خدا تعالیٰ کے ان نشانات کو دیکھ رہے ہوں گے جو مامور من اللہ کی پیشگوئیوں کی صداقت کو واضح کر رہے ہیں۔ اس پاک انسان نے آج سے ۶۲ سال پہلے یہ خواب ہمیں سنایا کہ آپ لندن میں منبر پر چڑھ کر انگریزی میں وعظ کرتے اور سفید پرندوں کو پکڑ رہے ہیں کون جانتا تھا کہ یہ خواب کبھی حقیقت بن کر واقعات کی شکل اختیار کرے گا۔ آج ہم اپنی آنکھوں سے اس نظارہ کو دیکھ رہے ہیں کہ نہ صرف لندن میں اس مسیحا کے نام لیواؤں نے سفید پرندے پکڑے بلکہ جرمنی اور امریکہ میں بھی کئی سفید روحیں نور ایمان سے منور ہو کر حلقہ بگوش اسلام ہو گئیں۔ لندن کے سفید پرندوں میں سے آج سے کچھ عرصہ پہلے ہم نے لارڈ ہیڈلے الفاروق اور گذشتہ سال ورسٹیج عبدالعزیز کو اپنے اندر دیکھا، اور آج اس جلسہ میں جرمنی کے ایک فاضل نوجوان مسٹر محمد امان ہوبہم جو ہماری برلن مسجد کے امام ہیں، اپنے وجود سے مسیحائے وقت کی صداقت کو ثابت کرنے کے لئے تشریف لائے ہیں۔

یہ کس قدر ایمان افروز نظارے ہیں، امام وقت کی صداقت اور جماعت احمدیہ کی خدمات اسلام کا اس سے واضح ثبوت کیا ہو گا کہ وہ باتیں جو آج سے نصف صدی پہلے کہی گئیں جب ان کے پورا ہونے کا کوئی امکان نظر نہ آتا تھا وہ آج اسی امام وقت کے نام لیواؤں کی کوششوں اور اللہ تعالیٰ کی کرم نوازیوں سے ایک زندہ حقیقت بن کر سامنے آ گئیں ہم اس کامیابی کے لئے اپنے احباب کو صدق دل سے مبارکباد عرض کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی قربانیوں کو نوازا اور ان کی کوششوں کو ثمراتِ حسنہ سے متمتع کیا، کاش وہ لوگ جو ہمیں دشمنان اسلام کی صف میں کھڑا کر کے ملیا میٹ کرنے کے درپے ہیں تعصب کی پٹی آنکھوں سے اتار کر دیکھیں کہ کیا یہ دشمنانِ اسلام کے کام ہیں جو ہم کر رہے ہیں، یا اسلام کی تائید وصداقت کے روشن دلائل ہیں۔ جو دنیا کو ہم دکھا رہے ہیں اور وہ اسلام کی طرف کھنچی ہوئی چلی آ رہی ہے۔

پیارے بھائیو! حضرت مسیح موعود نے اس جلسہ کی بنیاد رکھتے ہوئے ایک غرض یہ بھی بتائی ہے کہ:

"اس ملاقات سے تمام بھائیوں کا تعارف بڑھے گا اور اس جماعت کے تعلقات اخوت استحکام پذیر ہوں گے۔"

یہ سب سے بڑی چیز ہے جس کو جلسہ سالانہ پر مدنظر رکھنا ضروری ہے، تعلقات اخوت کا استحکام ہی ایک چیز ہے جو اس اہم کام کی ترقی اور سر انجام دہی کا موجب ہو سکتی ہے جس کے لئے ہمیں کھڑا کیا گیا آج جو کامیابی اللہ تعالیٰ نے ہمیں عنایت کی ہے وہ صرف تعلقات اخوت کے استحکام ہی کا نتیجہ ہے، اگر ہم میں یہ اخوت نہ ہوتی اور ہم ایک دوسرے کے ساتھ مل کر کام نہ کرتے، تو کبھی وہ فتوحات حاصل نہ ہوتیں جو یورپ وامریکہ میں اللہ تعالیٰ نے عنایت کیں، کبھی وہ ایمان افروز نظارے دیکھنے میں نہ آتے جو خدا نے آج ہمیں دکھائے ہیں، اس لئے ضرورت ہے کہ ان تعلقات اخوت کو اور زیادہ مستحکم کیا جائے اور اس جلسہ میں اس غرض کو پیش نظر رکھتے ہوئے باہمی محبت ویگانگت کو بڑھانے کی کوشش کی جائے، اور اس نیکی اور تقوے کو بڑھانے کا سامان کیا جائے جو سلسلہ کا حقیقی مدعا ہے۔

ان الفاظ کے ساتھ ہم اپنے احباب کرام کا جو جلسہ سالانہ میں شریک ہوتے ہیں صدق

حضرت صاحب صدر کو ایک افسوسناک حادثہ

لائلپور سے یہ افسوسناک خبر موصول ہوئی ہے کہ ہمارے صاحب صدر الحاج جناب میاں محمد صاحب کو ۲۲ دسمبر کو لائل پور جاتے ہوئے موٹر کے ایک حادثہ میں سخت چوٹیں آئی ہیں۔ اور آپ کی ران کی ہڈی دو جگہ سے ٹوٹ گئی ہے۔ لاہور سے خان بہادر غلام ربانی خاں صاحب اور حضرت امیر مولانا صدرالدین صاحب اور بعض دیگر احباب پرسش احوال کے لئے لائلپور تشریف لے گئے۔ احباب کرام سے استدعا ہے کہ حضرت ممدوح کی صحت عاجلہ وکاملہ کے لئے درد دل سے دعا فرمائیں۔

دعوت الی الحق

جماعت احمدیہ لاہور کی تعلیمی خصوصیات

میر صادق علی صاحب گوجرانوالہ

(۳)

خصوصیت نمبر ۲

قرآن کی کوئی آیت منسوخ نہیں

غیر از جماعت مسلمان:۔ قرآن کریم کی بعض آیات دوسری بعض آیات سے منسوخ ہیں۔

احمدی مسلمان:۔ قرآن کریم جیسی پُر حکمت کتاب کے متعلق جو خدائے علیم و حکیم کا اپنے بندوں کے نام آخری پیغام ہے یہ کہنا کہ اس کی بعض آیات ۲ کو منسوخ کرتی ہیں۔ ایک ظلم عظیم ہے۔ اگر یہ امر پایۂ ثبوت کو پہنچ جائے کہ قرآن کریم میں ناسخ و منسوخ آیات ہیں تو اسلام کے ایک باطل مذہب ہونے اور قرآن کریم کے من عند غیر اللہ ہونے کے دوسری دلیل بکار نہیں۔ اگر ایک حاکم آج ایک حکم نافذ کرتا اور کل اسے منسوخ کرتا ہے تو یہ اس کی نا قابلیت اور معاملہ فہمی کے فقدان کی دلیل ہوتی ہے۔ تو پھر خدائے قدوس و عزیز و حکیم کی طرف یہ بات کیسے منسوب کی جا سکتی ہے۔ کہ اس نے بعض احکام دیئے لیکن تجربہ اور مزید غور و فکر کے بعد انہیں منسوخ کرنا پڑا۔ پھر یہ ایک مسلمہ امر ہے کہ قرآن کریم نے اپنے متبعین سے کوئی عقیدہ غیر تبیین منوایا۔ بلکہ ہر دعوے کے ساتھ دلیل اور ہر امر و نہی کے متعلق وجہ جواز و امتناع بیان فرمائی ہے اور ایسی بہت سی آیات ہیں جنہیں مفسرین نے منسوخ قرار دیا ہے۔ اس کے معنی یہ ہوئے کہ جب حکم منسوخ ہوا۔ تو وہ دلیل بھی غلط ثابت ہوئی۔ اس قسم کا الزام حضرت احدیت کی طرف کوئی ناپاک و شریر انسان ہی منسوب کر سکتا ہے اوامر و نواہی کے علاوہ آیات قصص بھی ہیں جنہیں منسوخ قرار دیا گیا ہے۔ اور یہ بدبداہت باطل ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر عیب سے منزہ اور ہر نقص سے پاک ہے۔ اس کی طرف کذب بیانی منسوب نہیں ہو سکتی۔ قرآن کریم اس ناسخ و منسوخ کی بحث کا فیصلہ ایک اور صرف ایک آیت میں کرتا ہے لو کان من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافًا کثیرًا۔ اگر یہ قرآن غیر اللہ کی جانب سے ہوتا۔ تو تم اس میں اختلاف کثیر پاتے۔ یعنی اس قرآن کے منجانب اللہ ہونے کی دلیل ہی یہی ہے کہ اس میں کوئی اختلاف نہیں۔ کوئی تضاد نہیں۔ اس لئے کوئی ناسخ و منسوخ نہیں۔

یہ سوال کیا جا سکتا ہے کہ مفسرین میں قرآن کریم کی آیات کے ناسخ و منسوخ ہونے کا خیال کیونکر پیدا ہوا۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ قلت تدبر کی وجہ سے ایک آیت کا غلط مطلب سمجھا گیا۔ اور وہ آیت یہ ہے۔ ما ننسخ من آیۃ او ننسہا نات بخیر منہا او مثلہا۔ الم تعلم ان اللہ علی کل شیٔ قدیر۔ جو کوئی بات ہم منسوخ کرتے ہیں۔ یا اسے فراموش کرا دیتے ہیں۔ تو اس سے بہتر یا اس جیسی لے آتے ہیں کیا تو نہیں جانتا کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اب اونے تدبر سے معلوم ہو جاتا ہے کہ اس آیت میں آیات قرآنی کے منسوخ ہونے کا کہیں ذکر نہیں۔ اس آیت کریمہ کے الفاظ ہی ایسے ہیں۔ جو قرآنی آیات کی تنسیخ کے خیال کو دھکے دیتے ہیں۔ ہم اسی جیسی آیت لے آتے ہیں۔ اسی جیسی آیت کے الفاظ غور طلب ہیں۔ اب اگر دو آیتیں ایک ہی جیسی ہیں۔ تو ان میں سے منسوخ کونسی اور کس طرح ہوئی۔ منسوخ تو ایک آیت دوسری آیت کو اس صورت میں کر سکتی تھی۔ جب وہ پہلے کی نازل شدہ آیت کے مخالف ہو۔ لیکن اپنے جیسی آیت کو کس طرح منسوخ کر سکتی ہے۔ اور دوسری دلیل او ننسہا میں ہے۔ یا اسے فراموش کرا دیتے ہیں۔ اب یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بیس بیس رکوع کی سورت بیک وقت نازل ہوئی ہے مگر آپ کبھی اس کا ایک لفظ بھی نہیں بھولے پھر جو وحی نازل ہوتی تھی۔ اس کو کاتب وحی لکھ لیا کرتے تھے۔ اور حفاظ کی ایک بڑی تعداد اسے اپنے دماغوں میں محفوظ کر لیتی تھی۔ اس لئے بھول جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ پس یہ دو الفاظ او ننسہا اور او مثلہا فیصلہ کن ہیں۔ کہ یہ آیت آیات قرآنی کے نسخ کے متعلق نہیں بلکہ یہ سابقہ شرائع کی منسوخی کے متعلق ہے۔ جس کے لئے قرینہ موجود ہے۔ اس سے پہلی آیت یہ ہے:۔

"اہل کتاب میں سے جو کافر ہیں۔ پسند نہیں کرتے اور اور نہ ہی مشرک کہ تمہارے رب کی طرف سے تم پر کوئی بھلائی اتاری جائے۔ اور اللہ اپنی رحمت کے ساتھ جسے چاہتا ہے خاص کر لیتا ہے"

اب اہل کتاب کے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کے نازل نہ ہونے کی خواہش کا یہ جواب تو کسی صورت میں نہیں ہو سکتا۔ کہ قرآن کریم کی آیات منسوخ کر دی جاتی ہیں یا بھلا دی جاتی ہیں۔ بلکہ اہل کتاب پر اتمام حجت کیا ہے۔ کہ اگر سابقہ شرائع منسوخ کر دی گئی ہیں۔ یا فراموش کرا دی گئی ہیں۔ تو کوئی حرج نہیں اس سے بہتر یا اس کی مثل شریعت ہم نے تمہیں دیدی ہے اس استدلال کی قرآن کریم کے دیگر مقامات سے بھی تائید ہوتی ہے اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ فیہا کتب قیمۃ۔ اس میں مضبوط کتابیں ہیں۔ یعنی اس قرآن میں پہلی کتابوں کی تمام وہ تعلیم موجود ہے۔ جو قائم رکھنے کے قابل تھی۔ وانزلنا الیک الکتب بالحق مصدقًا لما بین یدیہ من الکتب ومہیمنا علیہ۔ اور ہم نے تیری طرف کتاب حق کے ساتھ اتاری جو تصدیق کرتی ہے اس سے پہلی کتابوں کی اور ان پر محافظ یعنی قرآن کریم مجملہ کتب سابقہ پر مہیمن ہے۔ یعنی ان کی اصلی تعلیم کی حفاظت کرتا ہے۔ دیگر کتب سماوی کا فراموش کرایا جانا تو ایک کھلی حقیقت ہے۔ مرور زمانہ کی وجہ سے کتب سابقہ کی بیشمار آیات فراموش ہو گئیں۔ بلکہ بے شمار صحیفے دنیا سے یکسر ناپید ہو گئے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ بعض روایات ایسی ضرور ہیں جن میں بعض آیات قرآنی کو منسوخ قرار دیا گیا ہے مگر عجیب امر ہے کہ ان میں سے کوئی روایت نبی کریم صلعم تک نہیں پہنچتی۔ حالانکہ آنحضرت صلعم ہی صرف ایک ہستی تھے۔ جو کسی آیت کو منسوخ قرار دینے کے مجاز ہو سکتے تھے۔ اور پھر ان روایات کی یہ کیفیت ہے کہ جہاں ایک صحابی کی رائے ایک آیت کے منسوخ ہونے کے متعلق ہے۔ وہیں دوسرے صحابی کی رائے اس کے غیر منسوخ ہونے کے متعلق ہے۔ ان روایات کے متعلق علامہ طبرسی کا قول ہے:۔ الروایات فی النسخ کلہا ضعیفۃ۔ علاوہ ازیں جن آیات کو منسوخ کہا گیا ہے ان کی تعداد میں اختلاف ہی اس امر کی دلیل ہے کہ یہ بے حقیقت مسئلہ ہے۔ جہاں کوئی مفسر کسی آیت کو دوسری آیت کے ساتھ تطبیق نہ دے سکا تو اسے جھٹ منسوخ کہہ دیا۔ چنانچہ بعض مفسرین نے منسوخ شدہ آیات کی تعداد پانسو تک پہنچا دی۔ لیکن جن بزرگوں کو اللہ تعالےٰ کی جناب سے زیادہ علم قرآن دیا گیا۔ انہوں نے صرف پانچ آیات کو منسوخ کہا۔ سیدنا حضرت میرزا غلام احمد صاحب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یہ سب سے بڑی خدمت قرآن ہے۔ کہ آپ نے قرآنی آیات کے متعلق ناسخ و منسوخ کے قضیہ کو مٹا دیا۔ اور اعلان فرما دیا کہ قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں نہ آیندہ ہو گی۔ اس صدی کے مجدد کا یہ اہم ترین کارنامہ ہے۔ کیونکہ اگر اس زمانہ میں یہ قبول کر لیا جاتا۔ کہ قرآن میں ناسخ و منسوخ آیات ہیں۔ تو قرآن خود اپنی دلیل سے من عند غیر اللہ ہو جاتا۔ اور پھر یہ صرف ایک دعویٰ کے رنگ میں نہیں رکھا گیا۔ بلکہ ان پانچ آیات کی جن پر حصر کر دیا گیا تھا کہ یہ تو ضرور منسوخ ہیں۔ دوسری آیات سے تطبیق بھی دکھا دی گئی۔

مسلمانوں میں اگر دین سے کوئی مس ہوتا۔ اگر قرآن کریم کی کوئی محبت اور عزت ان کے دلوں میں جاگزین ہوتی۔ تو یہی ایک بات انہیں حضرت میرزا کا عاشق بنانے کے لئے کافی تھی لیکن اس سے کم از کم یہ تو معلوم ہو جاتا ہے کہ خدا کا یہ مامور اور اس کی جماعت جو دین اسلام کو تمام مذاہب پر غالب کرنے کے لئے جدوجہد کر رہی ہے۔ دینی جہاد کے لئے تمام ضروری ساز و سامان رکھتی ہے اور تمام مسلمانوں پر فائق ہے۔

جن دوستوں کا چندہ سالانہ ختم ہو چکا ہے۔ وہ مہربانی فرما کر جلسہ سالانہ کے موقعہ پر دفتر پیغام صلح میں ادا کر کے مشکور فرماویں۔ منیجر

اللہ تعالیٰ کی احدیت وصمدیت پر بصیرت افروز دلائل

قرآن کریم سے بصیرت اور اطمینانِ قلب پیدا ہوتا ہے

خطبہ جمعہ حضرت امیر مولانا صدر الدین ایدہ اللہ فرمودہ ۱۲ دسمبر ۱۹۵۲ء بمقام احمدیہ بلڈنگس لاہور

قل ھو اللہ احد اللہ الصمد۔ لم یلد ولم یولد ولم یکن لہ کفواً احد (سورۃ الاخلاص)

سورت کا نام اور وجہ تسمیہ

یہ سورت جو میں نے ابھی تلاوت کی ہے اس کا نام الاخلاص ہے اور دوسرا نام الاساس ہے اخلاص اسے اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس کے اندر خدا کی توحید پر بہت بڑا زور دیا ہے اور مسلمانوں سے یہ توقع کی گئی ہے کہ وہ تمام غیر اللہ کو چھوڑ کر خدا کی توحید کے قائل ہوں مخلصین لہ الدین ساری کی ساری فرمانبرداری صرف خدا کے لئے ہو اور اس میں کسی قسم کی ملاوٹ نہ ہو اور اس کائنات کی کسی مخلوق کی پرستش نہ کی جائے۔ اور الاساس کے معنے ہیں بنیاد دین۔

اللہ تعالےٰ کی احدیت اور صمدیت

دین کی بنیاد اللہ تعالیٰ کی احدیت وصمدیت پر ہے اسی لئے اس میں احدیت اور صمدیت کا لفظ ...... لکھا ہے کہ ساری کی ساری کائنات کا مالک خدا ہے اور وہ احد یعنی اپنے کمالات میں یگانہ ہے اور وہ صمد ہے اور صمد کے معنے ہیں السید یصمد الیہ فی الحوائج یعنی وہ بادشاہ جس کے سامنے ساری کی ساری کائنات اپنی ضروریات پیش کرتی ہے اور وہ تمام حاجتمندوں کی حاجات پوری کرتا ہے۔

سورہ فاتحہ کا خلاصہ

اس سورت کا مضمون سورہ فاتحہ کا خلاصہ ہے، سورہ فاتحہ میں اللہ تعالےٰ کے کمالات اور احسانات کا ذکر ہے اس سورت میں بھی خدا کے کمالات احدیت وصمدیت کا ذکر ہے، سورہ فاتحہ میں پہلے اپنے کمالات اور احسانات کا ذکر کیا، رب العالمین، رحمٰن، رحیم مالک یوم الدین ان احسانات اور کمالات کو دیکھکر انسان جھک جاتا ہے اور کہتا ہے ایاک نعبد وایاک نستعین۔ اور تیسرے حصہ میں عقائد باطلہ کا ذکر ہے غیر المغضوب علیہم ولا الضالین، ضالین کو حضرت نے عیسائیت کا فتنہ قرار دیا ہے۔ اسی فتنہ کا ذکر اس سورۃ میں بھی کیا ہے لم یلد ولم یولد معلوم ہوتا ہے کہ عیسائیت فتنہ بہت بڑا فتنہ ہے [illegible] کا فتنہ ہے جس سے قرآن کریم کے شروع میں بھی ڈرایا گیا ہے، اور آخر میں بھی ایسی سورۃ فاتحہ میں دعائیں ہیں اور آخری دو سورتوں میں بھی دعائیں سکھائی گئی ہیں۔ قل اعوذ برب الفلق.... ...... قل اعوذ برب الناس۔

قرآن کریم کے مضامین کی مطابقت

تو جن مضامین کو قرآن کریم کے شروع میں بیان کیا گیا ہے ختم [illegible] جس سے عیاں ہوتا ہے کہ قرآن کریم کے مضامین میں مطابقت ہے، قرآن کریم کا نزول ۲۳ سال پر ممتد ہے تیئس سال کے عرصہ میں انسان کے بہت سے حالات بدل جاتے ہیں اور اتنی لمبی تصنیف جو ۲۳ سال میں ختم ہو پتہ بھی نہیں رہتا کہ ابتدا میں کیا کہا تھا، اور آخر میں جو کچھ کہا ہے وہ اس کے کہاں تک مطابق ہے ۲۳ سال میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مختلف حالات سے گذرے لیکن کلام الٰہی جو آپ پر نازل ہوا وہ شروع سے آخر تک ایک ہی قسم کے مضامین پر مشتمل ہے جس طرح تمام کائنات میں کوئی اختلاف نہیں ساری مخلوقات ایک خدا کی پیدائش معلوم ہوتی ہے اسی طرح یہ کتاب بھی ایک خدائے واحدہٗ لاشریک کی نازل کی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔ کائنات کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ما تریٰ فی خلق الرحمٰن من تفاوت اللہ کی مخلوق میں کائنات کے اندر کوئی اختلاف نہیں۔ ایشیا کے کسی حصہ میں چلے جاؤ، یورپ میں چلے جاؤ، افریقہ، امریکہ میں جاکر دیکھ لو خدا کی تمام مخلوق میں ایک ہی قانون کام کرتا ہوا نظر آتا ہے یعنی تمام ممالک کی نباتات کے لئے ایک ہی قانون ہے اور فطرت انسانی بھی سب جگہ ایک ہی ہے۔ اسی طرح اس قرآن میں بھی کوئی تفاوت نہیں ایک ہی مضمون شروع سے آخر تک چلا جاتا ہے فرمایا اللہ نزل احسن الحدیث کتٰباً متشابھاً مثانی، ایک ایسی کتاب جو آخر تک چلا جاتا ہے قرآناً عربیاً غیر ذی عوج، علامہ زمخشری نے کہا ہے غیر ذی عوج کے معنے ہیں بری من التناقض والاختلاف یعنی قرآن کریم تناقض اور اختلاف سے مبرا ہے۔

جس طرح خدا کے کسی فعل میں تفاوت نظر نہیں آتا اسی طرح اس کے قول میں بھی تفاوت نظر نہیں آتا بلکہ فرمایا اللہ نزل احسن الحدیث تیئس سال میں اس قرآن کو نازل کیا اور اس قدر لمبے عرصہ اور اس کے اندر بیان کئے کہ کسی کو ایسی اچھی باتیں بیان کرنے کی طاقت نہیں کہ ہے متشابھاً مثانی ایسی کتاب ہے کہ اس کے تمام مضامین ایک دوسرے کے متشابہ ہیں اور مطابقت رکھتے ہیں متشابھاً کے معنے ہیں یصدق بعضہ بعضاً اس کے پڑھنے والے کو نظر آتا ہے کہ اس کے بعض مضامین ایک دوسرے کی تصدیق کرتے ہیں، مثانی یہ مضامین دوہرائے جاتے ہیں اس لئے کہ دوہرائے بغیر کوئی مضمون ذہن نشین نہیں ہوتا۔

واحد اور یگانہ

جہاں خدا کی مخلوقات کا مطالعہ یہ ثابت کرتا ہے کہ وہ واحد ہے کیونکہ ہر طبقہ کائنات میں ایک ہی قانون جاری وساری ہے وہاں یہ بھی عیاں طور پر نظر آتا ہے کہ وہ یگانہ بھی ہے جو چیز اس نے بنائی ہے کوئی اور نہیں بنا سکتا، سارے سائنس دان مل جائیں، ماہر اکٹھے ہو جائیں جب بھی ایک پھول کی پنکھڑی نہیں بنا سکتے، وہ رنگ جو اس کے اندر ہے وہ نہیں پیدا ہو سکتے، اس کی نزاکت نہیں پیدا کی جا سکتی، اس کی خوشبو نہیں پیدا کی جا سکتی اور پھر اس کے اندر ایک عجیب کی چیز رکھی ہے اور وہ اس کی تاثیر ہے، اسکو کون پیدا کر سکتا ہے یہ ایسی چیز ہے جو نظر نہیں آسکتی، آنکھ نے اس کی خوبصورتی کو دیکھ لیا، ناک نے اس کی خوشبو سونگھ لی لیکن ابھی ایک چیز اس کے اندر ہے جس کو نہ آنکھ دیکھ سکتی ہے اور نہ ناک سونگھ سکتی ہے خدا نے جو الغیب ہے اپنی مخلوق کے اندر عجیب رنگ پیدا کر رکھا ہے۔ جو بات پھول کے اندر ہے وہی سیب ناشپاتی، انگور و سنگترا میں ہے اس کی ہر مخلوق پکار پکار کر کہہ رہی ہے کہ میرا صانع یگانہ اور عدیم المثال ہے۔

سورج اور چاند اور دنوں اور مہینوں کا حساب

یہ تو قریب کی چیزیں ہیں جن سے خدا کا یگانہ ہونا ثابت ہے، اس کا یگانہ پن اس سے بھی نرالا ہے، فرماتا ہے والشمس والقمر بحسبان والنجم والشجر یسجدان آسمان کی طرف دیکھو سورج اور چاند ایک حساب پر چلتے ہیں ...... آسمان کے یہ اجرام زمین کی تمام آبادی کے ساتھ وہ چھوٹی ہو یا بڑی ...... معاونت کر رہے ہیں۔ سورج اور چاند کے اندر کس قدر حساب اللہ میاں نے رکھا ہے، ایک جگہ سے چاند طلوع ہوتا ہے، پھر دوسری جگہ جاتا ہے پھر تیسری جگہ پر آتا ہے، اسی کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے والقمر قدرنٰہ منازل، کہ ہم نے منازل مقرر کی ہیں اس کا یہ نتیجہ ہے کہ تمام دنیا میں دنوں، ہفتوں اور سالوں کا ایک ہی حساب چلتا ہے، ساری دنیا کا ہفتہ سات ہی دن کا ہے یہ نہیں کہ کسی کا ہفتہ نو دن کا ہو اور کسی کا دس دن کا، کسی کا سات دن کا نہیں سب کا حساب ایک چلتا ہے، جس سے ثابت ہوا کہ ان کو بنانے والا ایک ہے اور یگانہ ہے اس میں بحسبان کا لفظ قابل غور ہے یہ نکرہ ہے اور اس کے نیچے تنوین ہے جس سے یہ ظاہر کرنا مقصود ہے کہ یہ بے شعور اجرام سماویہ کس فقید المثال صحت اور باقاعدگی سے چلتے ہیں اور بنی نوع انسان کو حساب سکھانے کا موجب ہیں۔ ہر سال ہم دیکھتے ہیں کہ مارچ کا مہینہ آیا تو پھر وہی موسم آگیا جو پچھلے مارچ میں تھا، ستمبر کا مہینہ آیا پھر وہی موسم آگیا جو گذشتہ ستمبر میں تھا، ان شعور نہ رکھنے والے سیاروں کو اس ایک خدا نے علم دے رکھا ہے کہ کن رستوں سے جانا ہے اور کب اور کہاں پہنچنا ہے وأوحیٰ فی کل سماء امرھا ہر ایک

…زمین پر ستیارے کو اللہ تعالیٰ نے اس کے کاموں کے متعلق وحی کر رکھی ہے، اس کی استعداد کے مطابق اس کے کام کی نوعیت کے اعتبار سے حکم دے رکھا ہے یہی تقدیر امرھا ہے۔

کواکب اور زمین کے تعاون کا نتیجہ

سورج و قمر کا دوسرا کام یہ ہے کہ زمین کی روئیدگی کا باعث ہیں، تمام کھیت اور تمام قسم کے پھل اور پھول اور تمام جنگلات اور دریا اور چشمے اور آبشاریں اور تمام خوبصورت مناظر اس تعاون کا نتیجہ ہیں جو خدا نے کواکب اور زمین کے درمیان پیدا کر رکھا ہے وہ یقیناً یگانہ بھی ہے اور محسن اور صمد بھی۔

توحید الٰہی کے روشن دلائل

تو خدا نے اس چھوٹی سی سورت میں بھی اپنی توحید کے روشن دلائل دے دیئے ہیں تاکہ ان دلائل سے انسان کے قلب کے اندر محکم ایمان پیدا ہو، خدا چاہتا ہے کہ مسلمان اس تعلیم کے بعد اس کے آستانہ پر سر جھکائے، اور تمام غیر اللہ کو چھوڑ دے، وہ انسان کی انانیت تکبر، اور نخوت کو مٹا دینا چاہتا ہے اگر کسی شخص کے قلب کے اندر بار بار نمازیں پڑھنے کے باوجود اللہ تعالیٰ کی طاقت و جبروت کا اثر پیدا نہیں ہوتا اور اس کی انانیت نخوت اور تکبر دور نہیں ہوا تو اس نمازوں کا کیا فائدہ، دنیا کے تمام بچوں کو ابتداء میں سورۃ فاتحہ اور سورہ اخلاص سکھائی جاتی ہیں جس کی غرض یہ ہے کہ قرآن کریم کی تعلیمات کا نچوڑ ان کو سکھایا جاتا ہے کہ نمازوں میں ان کو دوہرا کر ہر روز اس سبق کو پیش نظر رکھیں۔

فتنۂ دجال

سورۃ فاتحہ میں جو ولا الضالین آیا ہے تو اس میں دجال کے فتنہ کی طرف اشارہ ہے، دجال کا فتنہ بہت بڑا ہے وہ تمام اسلامی دنیا پر چھایا ہوا ہے، اس چھوٹی سی سورت میں بھی جہاں اللہ تعالیٰ کی احدیت اور صمدیت کا ذکر کیا وہاں دجال کے فتنہ کا بھی ذکر کیا، فرمایا لم یلد ولم یولد نہ اس نے کسی کو جنا ہے اور نہ وہ کسی سے جنا گیا۔

توالد و تناسل کا نتیجہ موت ہی

جو چیز جنا ہوا ہے اس میں کمزوری پائی جاتی ہے کہ اس نے ایک دن مرنا ہے، تمام انسان، تمام حیوان، بھیڑ بکری، گائے بیل، پرند، چرند جن میں نسل کو قائم رکھنے کے لئے پیدائش کا سلسلہ پایا جاتا ہے یہ سب موت کا شکار ہیں پودے اور درخت جو بیج پیدا کرتے ہیں وہ سب تباہ ہو جاتے ہیں۔ خدا اس لئے کچھ جنتا نہیں کہ اس پر موت نہیں آ سکتی۔ اس امر کو ظاہر کرنے کے لئے فرمایا لم یلد۔

ایک لطیفہ

یہاں ایک لطیفہ آپ کو سناؤں، کورواٹی کے نواب سرور علی خاں ہیں ان سے میرے بڑے تعلقات رہے ہیں، بچپن کی عمر میں ان کا باپ فوت ہو گیا اور وہ گدی نشین ہو گئے۔ ان کی تعلیم کے لئے ایک بہت بڑی تعلیم یافتہ میم رکھی گئی تھی ایک دن دوران گفتگو میں میم صاحبہ نے کہا یسوع مسیح خدا کا بیٹا ہے نواب سرور علی صاحب نے پوچھا اس کا باپ کب مرے گا؟ میم صاحبہ نے کہا اس پر موت نہیں آ سکتی اس پر سرور علی بول اٹھا کہ اس صورت میں عیسےٰ کو کبھی گدی نصیب نہیں ہو گی یہ جواب سن کر میم صاحبہ کی جان نکل گئی کہ اس چھوٹے بچے نے کس غضب کی حقیقت کو آشکارا کر دیا۔

خدا کو بیٹے کی ضرورت ہے نہ باپ کی

لم یلد میں میرا بیٹا نہیں کیونکہ میں نہیں چاہتا کہ میرے بعد گدی کو سنبھالنے کے لئے بیٹے کی ضرورت ہو، بیٹے کی ضرورت ان کو ہوتی ہے جو مرنے والے ہوں، پیغمبر بھی بیٹے کے لئے اس لئے تڑپتے ہیں کہ ان کی تعلیم کے وارث ہوں، لوگ بیٹا مانگتے ہیں گھر کی رونق کے لئے، اپنی رفاقت کے لئے، اپنے کام کو سنبھالنے کے لئے، خدا کہتا ہے مجھے ضرورت نہیں کہ کوئی میرا بوجھ بٹائے اس کا وزیر نہیں ہو سکتا، وزیر کہتے ہیں بوجھ اٹھانے والے کو، ایک بادشاہ کو ضرورت ہوتی ہے کہ اس کے کام کا بوجھ اٹھانے کے لئے کوئی وزیر ہو، لیکن خدا وہ بادشاہ ہے جس کو کسی وزیر کی حاجت نہیں لم یلد و لم یولد وہ کسی کی اولاد نہیں، عیسےٰ، کرشن، رامچندر اور جس قدر معبود دنیا نے بنائے ہیں وہ سب کسی کی اولاد تھے اسی لئے موت کا شکار ہوئے لیکن خدا کسی کی اولاد نہیں اس لئے وہ کبھی مرتا نہیں۔

پیدائش مسیح میں اس کی الوہیت کی تردید

حضرت مسیح کی ماں کے متعلق فرماتا ہے۔ فاجاءھا المخاض الیٰ جذع النخلۃ قالت یلیتنی مت قبل ھذا وکنت نسیا منسیا درد زہ اسے کھجور کے تنے

کی طرف لے آیا اور اس نے کہا اے کاش میں اس سے پہلے مر گئی ہوتی اور بھولی بسری ہوتی۔ اس میں بتا دیا کہ وہی تکلیف اس کو پیش آئی جو تمام جننے والیوں کو پیش آتی ہے وہی نظارہ ہے جو ہم ہر روز ایسے موقعہ پر دیکھتے ہیں اگر اس نے خدا جنا ہوتا تو کوئی اور نظارہ ہوتا، اسی لئے عیسےٰ کو ابن مریم کہا ہے کہ اس میں اس کی خدائی کی تغلیط ہوتی ہے۔

مسیح ابن مریم حوائج بشری رکھتے تھے

اس عورت کی یورپ میں بڑی پرستش ہوتی ہے یہاں تو آپ ایسا نہیں دیکھتے لیکن وہاں اس قدر مریم اور عیسےٰ کے بت ہیں کہ حیرانی ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ دونوں کے متعلق فرماتا ہے کانا یاکلان الطعام وہ تو دونوں کھانے پینے کے محتاج تھے، اور کھانے کے محتاج کے لئے رفع حاجت کرنا بھی لازم و ملزوم ہے پس اس قسم کی مخلوق جو ہر لمحہ محتاج ہے کس طرح معبود ہو سکتی ہے اور اس سے جو حوائج بشری پیدا ہوتے ہیں وہ سب ان کے ساتھ لگے ہوئے تھے یہ خدا کیسے ہو سکتے ہیں۔

خدا کی جنس کوئی نہیں

پھر فرمایا ولم یکن لہ کفوا احد۔ یعنی اس کی جنس کا کوئی نہیں، جورو تو جنس سے ہوتی ہے خدا کی جورو نہیں تو اس کا بیٹا بھی نہیں انیٰ یکون لہ ولد ولم تکن لہ صاحبۃ انسان خدا کی جنس میں سے کیسے ہو سکتا ہے تعجب ہے ان قوموں نے پڑھی لکھی ہو کر ایک عاجز انسان کو خدا بنا لیا۔

قرآن کریم سے بصیرت اور اطمینان پیدا ہوتا ہے

خدا نے ہم پر بڑا احسان کیا ہے کہ قرآن جیسی کتاب ہمیں دی۔ انزلنا الیکم نورا۔ ہم نے نور تمہارے لئے اتارا ہے اس میں دلائل ہیں دلائل سے قلب میں بصیرت پیدا ہوتی ہے اور ایمان راسخ ہوتا ہے اور اس سے تمام اعمال صالح پیدا ہوتے ہیں اور ایثار و قربانی کے جذبات رونما ہوتے ہیں ہم مسلمانوں کے لئے بہت بڑے فخر کی بات ہے کہ خدا تعالیٰ نے اس قسم کی کتاب ہمارے لئے نازل فرمائی جو ہر طرح کی طمانیت قلب پیدا کرنے اور تمام برکات کے ..... نزول کا موجب ہے۔

نماز جمعہ کی تاکید

میں اپنے احباب سے بڑے زور سے کہتا ہوں کہ اللہ اور رسول کے احکام کی پابندی کرو، ایک حکم خدا کا جمعہ کے لئے ہے اس حکم کی تعمیل ضروری ہے، یہ نہیں ہونا چاہیئے کہ اپنے منشاء سے جس دن جی چاہا آ گئے اور جس وقت مرضی ہوا آ گئے ..... جمعہ کی نماز کے لئے چستی سے کام لیں اور وقت کی پابندی سے اسکو ادا کریں جس سے ظاہر ہو کہ آپ خدا اور اس کے رسول کے احکام کے پابند ہیں۔

کیا آپ کے گھر میں یہ نور موجود ہے؟

حضرت مسیح موعودؑ کی تصنیفات میں جو نور و ہدایت سمویا ہوا ہے اس کا اندازہ کچھ وہی لوگ کر سکتے ہیں جنہوں نے حضرت کی کسی بھی کتاب کا مطالعہ کیا ہو۔ انجمن نے کتب کو دوبارہ چھاپنے کا اہتمام بڑے زور شور سے شروع کیا ہے اور اس وقت تک ذیل کی کتب طبع ہو چکی ہیں۔ اب احباب جماعت کا فرض ہے کہ وہ نہ صرف خود بلکہ اپنے زیر اثر لوگوں تک بھی انہیں پہنچائیں تاکہ کتب کا یہ سٹاک بے مصرف نہ پڑا رہے۔ اور انجمن کی بھی امداد ہو جائے اور وہ آئندہ زیادہ سے زیادہ اور جلد سے جلد دوسری کتب کو طبع کروا سکے۔ موجودہ دور کی مسموم فضا میں اپنے آپ کو اور اپنی اولاد کو محفوظ رکھنے کے لئے ہر احمدی گھرانے میں نور و ہدایت کے اس سرمایہ کا ہونا انتہائی ضروری ہے۔ میں احباب سے پر زور اپیل کروں گا کہ وہ خود بھی ان کتب کو خرید کر پڑھیں اور اپنے طور پر اپنے حلقہ میں بھی تقسیم کریں تاکہ ہم حضرت مسیح موعود کی منشا کو پورا کرنے والے ہوں۔

خاکسار۔ غلام ربانی۔ آنریری جنرل سیکرٹری ۲۲/۱۲/۵۲

کتاب	قیمت	کتاب	قیمت
ازالہ اوہام ہر دو حصہ	5/-/-	کشتی نوح	1/4/-
فتح اسلام	-/5/-	در ثمین	1/8/-
توضیح مرام	-/6/-	حقیقۃ الوحی	7/12/-
تعلیم الاسلام	1/4/-	حمامۃ البشریٰ - براہین احمدیہ زیر طبع ہیں	

تین زمانے

بیگم صاحبہ حضرت امیر مولانا محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

(۳)

ہاں دکھا دے اے تصور پھر وہ صبح شام تو ٭ دوڑ پیچھے کی طرف اے گردشِ ایام تو

استاذی المکرم حضرت مولانا نورالدین رحمۃ اللہ علیہ کے مبارک زمانے کے متعلق اپنے تاثرات لکھنے سے قبل مناسب ہے کہ آپ کے حالات پر کچھ مختصر سی روشنی ڈالوں۔ یہ حالات میں نے اپنے والد صاحب سے سنے یا ان کے مضامین سے اخذ کئے ہیں۔ اور یہ اس لئے کہ اپنے برگزیدہ اسلاف کی سوانح عمری کا مطالعہ انسان کے اندر جوش اور تبلیغی امنگ پیدا کرتا ہے اور گا ہے گا ہے یہ سبق روح کی کثافت اور دل کی پژمردگی کو دور کرتا ہے۔ تو لیجئے اس عالم باعمل کے حالات زندگی کی ایک جھلک دیکھ کر اپنے ایمان کو تازہ کیجئے جس کے متعلق حضرت اقدس مہدی دوراں نے فرمایا ہے

چہ خوش بودے اگر ہر یک ز امت نور دیں بودے
ہمیں بودے اگر ہر دل پر از نور یقیں بودے

حضرت مولانا نورالدین رحمۃ اللہ علیہ بھیرہ ضلع شاہ پور کے ایک معزز گھرانے کے چشم و چراغ تھے۔ آپ کی زندگی میں ہی آپ کے علم و فضل تقویٰ و طہارت کی شہرت ہندوستان کی حدود سے نکل کر غیر ممالک میں پھیلی ہوئی تھی۔ اور صرف و نحو او منقول و معقول غرضیکہ ہر قسم کے دینی علوم میں آپ عالم بے بدل اور فاضل اجل تھے۔ آپ کے کتب خانہ کی عظمت اور کتابوں کی کثرت ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ کا خواص و عوام کو علم تھا۔ مطالعہ کا یہ عالم تھا کہ کوئی مسئلہ پیش ہو لیٹے لیٹے فرما دیتے کہ فلاں عالم نے فلاں کتاب میں فلاں جگہ پر یہ لکھا ہے۔ اور کتاب کھول کر دیکھیں وہیں پائیں گے۔ قرآن کریم سے تو عشق تھا جوانی میں دہلی، لکھنؤ اور رامپور، بھوپال جو اس وقت دینی علوم کے مرکز تھے ہر جگہ تشریف لے گئے اور تحصیل علم کی یہاں تک کہ مکہ معظمہ مدینہ منورہ بھی حاضر ہوئے اور وہاں حضرت شاہ عبدالغنی صاحب جو نقشبندی مجددی خاندان کے ایک بزرگ تھے اور علم ظاہر و باطن میں یگانہ ۔ ۔ ۔ ارادت میں شامل ہو گئے۔ وہاں کئی سال رہ کر تکمیل علوم ظاہری و باطنی کیا۔ واپس ہندوستان آئے تو ریاست جموں میں شاہی طبیب ہو گئے۔ معقول مشاہرہ ملتا تھا لیکن درس و تدریس کا سلسلہ جاری رہا اور آپ کے علم کے فیض کا دریا تھا جو بہہ رہا تھا۔ مسلمان، آریہ، عیسائی، دہریہ سب ہی ان سے مستفیض ہوتے۔ اور سب سے دن رات گفتگو رہتی اور آپ کے سامنے مذاہب باطلہ کو سر اٹھانے کی تاب نہ تھی۔

ایک دہریئے کا اعتراض

ایک دن ایک دہریئے نے کہا کہ بس جناب رہنے دیجئے یہ سارے انبیاء اپنے وحی و الہام کے ڈھونگ کو اسی زمانے میں لوگوں سے منوا گئے جب لوگ جاہل تھے بے علم تھے۔ اب دنیا اس قدر ترقی کر گئی ہے کہ اس قسم کی لغویات کو آج کوئی نہیں مان سکتا۔ ہاں اگر آج کوئی شخص وحی و الہام کا دعوےٰ کرے اور ایک فرد واحد سے کبھی منوا دے تو میں سمجھوں گا کہ اس میں بھی کچھ حقیقت ہے۔ اس کا شافی جواب حضرت مولانا کے پاس نہ تھا۔ کیونکہ اب کوئی صاحب الہام و وحی ہی یہ ثبوت دے سکتا تھا۔ مگر یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ امتحان کے طور پر از خود کوئی ایسا دعوےٰ کرے۔

حضرت مسیح موعودؑ کا اشتہار

دہریئے سے گفتگو کے بعد حضرت مولانا کے دل میں بے چینی سی پیدا ہو گئی۔ اور ممکن ہے کہ انہوں نے اس مشکل میں رہنمائی کے لئے بارگاہ خداوندی میں عرض بھی کی ہو۔ چند روز بعد عطار کی دوکان سے دوا جو آئی تو جس کاغذ میں وہ لپٹی ہوئی تھی وہ حضرت مسیح موعود کا ایک اشتہار تھا۔ جس میں براہین احمدیہ کی اشاعت اور اس میں قرآن کریم اور نبوت محمدیہ صلعم پر دلائل قاطعہ کا اعلان تھا اور بڑے زور سے دعوےٰ کیا تھا کہ اسلام ہی آج اکیلا سچا اور زندہ مذہب ہے جس پر عمل کر کے انسان آج بھی خدا کو پا سکتا ہے اور اس کے مکالمہ مخاطبہ کے انعام سے مشرف ہو سکتا ہے۔ اور لکھا تھا کہ میں اس معاملے میں صاحب حال ہوں جس کا دل چاہے آئے رہے اور آزما لے۔ ظاہر ہے کہ حضرت مولانا نورالدین صاحب کوئی معمولی دل و دماغ کے انسان نہ تھے۔ ایک زمانہ دیکھے ہوئے اور مکہ معظمہ تک کے اہل حال و قال کی صحبت سے فیضیاب تھے۔ وہ معمولی اشتہار سے کب متاثر ہو سکتے تھے۔ یقیناً اس اشتہار میں ان کو نور معرفت کی جھلک نظر آئی جو دل پر اثر کر گئی۔ اس دہریئے کو لا کر کہا کیجئے آپ کے امتحان کا وقت بھی آ گیا۔ اب نتائج پر نظر رکھو۔ اشتہار کے الفاظ سے وہ بھی بہت مرعوب ہوا۔

قادیان کا سفر

کچھ عرصہ گذر گیا۔ براہین احمدیہ کے بے نظیر دلائل اور پر شوکت تحریر کو پڑھ کر حضرت مولانا کے دل میں شوق پیدا ہوا کہ اس شخص مدعی الہام سے جو ان عجیب و غریب کتاب کا مصنف ہے ملاقات کی جائے۔ آپ جموں سے بٹالہ پہنچے وہاں سے یکے پر قادیان پہنچے یکہ والے سے کہہ دیا کہ مرزا صاحب کے مکان پر لے چلو اس زمانے میں حضرت مرزا غلام احمد رحمۃ اللہ علیہ کو کون جانتا تھا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اس وقت گاؤں میں مرزا امام دین کا طوطی بولتا تھا جو حضرت مسیح موعود کا چچا زاد بھائی تھا اور دہریہ تھا۔ یکہ والا سیدھا مرزا امام دین کے مکان پر لے گیا۔ وہ اپنے گھر کے سامنے چارپائی پر بیٹھا حقہ پی رہا تھا۔ حضرت مولانا نورالدین کی نظر جو اس پر پڑی تو آپ کا دل سخت متنفر ہوا اور نہایت بیزار ہو کر یکہ والے سے کہا ٹھہرو ہم ابھی واپس جائیں گے۔ مگر پھر کچھ خیال آیا تو مرزا امام دین سے پوچھا کہ کیا آپ نے کتاب براہین احمدیہ لکھی ہے۔ اس پر وہ یکہ والے سے کہنے لگا ان کو یہاں کہاں لے آیا۔ انہیں غلام احمد میاں تو مسجد میں لے جا۔ ملاں ہی کی طرف لیجا۔

حضرت مسیح موعودؑ سے پہلی ملاقات

یہ فقرہ سن کر حضرت مولانا کا سینہ ہلکا ہوا۔ ورنہ مرزا امام دین کو دیکھ کر نہایت غمگین تھے کہ تمام امیدوں کا خون ہو گیا تھا۔ حضرت اقدس کے مکان پر پہنچ کر اطلاع کرائی۔ حضرت نے اپنے مکان میں اتروایا۔ اور نماز عصر کے وقت باہر تشریف لائے وہ جو مثل ہے کہ ولی را ولی مے شناسد۔ ایک ہی نگاہ میں دونوں حضرات نے ایک دوسرے کو بھانپ لیا۔ حضرت مولانا حضرت مسیح موعودؑ کی ملاقات اور گفتگو سے بے حد متاثر ہوئے۔ اثنائے گفتگو میں حضرت مولانا نے عرض کی کہ کیا وجہ ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو اس کثرت سے احادیث یاد تھیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنا منہ میرے کان کے پاس لے آئے تو وہ وجہ بتائیں مگر عین اس وقت کسی نے مجھے جگا دیا۔ مجھے سخت قلق ہوا، کہ خدا جانے وہ کیا راز تھا جو مجھے بتا رہے تھے۔ کیا آپ اس پر کوئی روشنی ڈال سکتے ہیں تو حضرت مسیح موعود نے فرمایا

نہ شبم نہ شب پرستم کہ حدیث خواب گویم
من از آفتاب ہستم ہماں ز آفتاب گویم

فرمایا کہ جو کچھ مجھے ملا ہے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چشمہ فیض سے ہی ملا ہے۔ بات یہ ہے کہ جیسا کہ قرآن شریف میں ہے کہ لا یمسہ الا المطہرون کہ قرآن کو مس کرنے والے وہی ہیں جو پاک کئے گئے ہیں۔ اسی طرح حضرت رسول پاک کی احادیث کو بھی مس کرنے کے لئے طہارت و تقویٰ اور عمل کی ضرورت ہے۔

حضرت کی صحبت کا اثر

غرضکہ جتنا عرصہ مولانا مرحوم حضرت کے پاس ٹھہرے اسرار دینیہ پر اس قدر نئی سے نئی روشنی پڑتی آپ کو نظر آئی کہ تمام علوم جنہیں تمام ممالک اسلامی میں پھر کر حاصل کیا تھا نظر آئے۔ آپ نے حضرت سے عرض کی کہ میری بیعت لے لیں مگر حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا کہ مجھے بیعت لینے کا حکم نہیں ہے۔ حضرت مولانا نے فرمایا کہ بہت اچھا اگر کبھی حکم بیعت کا ہو تو بیعت کنندوں میں میرا نمبر سب سے پہلا سمجھا جائے۔ حضور نے منظور فرمایا اور جب کچھ عرصہ بعد حضرت اقدس کو بیعت لینے اور جماعت بنانے کا الہام ہوا تو حضرت مولانا نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی۔

آخر گل اپنی صرف در میکدہ ہوئی
پہنچی وہیں یہ خاک جہاں کا خمیر تھا

سلسلہ کا وظیفہ

بیعت کے بعد حضرت مولانا نے حضرت اقدس سے دریافت کیا کہ آپ کے سلسلہ کا وظیفہ کیا ہے جس کو پڑھا کروں۔ فرمایا جہاد فی سبیل اللہ۔ عرض کیا کیا تلوار لے کر انگریزوں سے لڑوں۔ فرمایا نہیں۔ جاھدھم بہ جہاداً کبیراً کے ماتحت قرآن لے کر مذاہب باطلہ سے لڑو۔ عرض کی کس طرح فرمایا کہ اسلام کی تائید اور مخالفین کے اعتراضات کے جواب میں کتابیں لکھو۔

اطاعت مامور

کچھ عرصہ بعد حضرت مولانا نورالدین صاحب اپنی شاہی ملازمت چھوڑ کر حضرت مسیح موعود کے قدموں میں جا بیٹھے اور اس